لغات القرآن

فہرست الفاظ



القرآن الكريم

مولانا محمد عبدالرشید نعمانی

دار الاشاعت
اردو بازار ○ ایم اے جناح روڈ ○ کراچی پاکستان فون: 32631861

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ

مُکمّل

لُغات القرآن

مع فہرستِ الفاظ

جلد اوّل۔ الف

تالیف

مولانا محمد عبدالرشید نعمانی

دارالاشاعت

اردو بازار ایم اے جناح روڈ
کراچی پاکستان 2213768

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی
طباعت : اپریل ۲۰۰۷ء علمی گرافکس

قارئین سے گزارش

اپنی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس بات کی نگرانی کے لئے ادارہ میں مستقل ایک عالم موجود رہتے ہیں۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاک اللہ

……… ملنے کے پتے ………

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
بیت القرآن اردو بازار کراچی
بیت القلم مقابل اشرف المدارس گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی
بیت الکتب بالمقابل اشرف المدارس گلشن اقبال کراچی
مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار۔ فیصل آباد
مکتبۃ المعارف محلہ جنگی۔ پشاور

ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور
بیت العلوم 20 نابھہ روڈ لاہور
مکتبہ سید احمد شہیدؒ اردو بازار لاہور
یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور
مکتبہ اسلامیہ گامی اڈا۔ ایبٹ آباد
کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی

انگلینڈ میں ملنے کے پتے

AZHAR ACADEMY LTD.
54-68 LITTLE ILFORD LANE
MANOR PARK LONDON E12 5QA

ISLAMIC BOOKS CENTRE
119-121, HALLIWELL ROAD
BOLTON BL 3NE, U.K.

امریکہ میں ملنے کے پتے

DARUL-ULOOM AL-MADANIA
182 SOBIESKI STREET
BUFFALO, NY 14212, U.S.A.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادي له ونشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له ونشهد ان محمدا عبده ورسوله صلى الله تعالى عليه وسلم تسليما كثيرا كثيرا۔

اما بعد۔ قرآن مجید کے سمجھنے کیلئے سب سے پہلی ضرورت الفاظِ قرآنی کے معنی جاننے کی ہے عربی زبان میں اس موضوع پر بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں بڑے بڑے ائمۂ لغت زجاج، فراء، اخفش، ابو عبیدہ، ابن قتیبہ، ابو عمرو زاہد، ابن درید، ابو بکر ابن الانباری، عزیزی، راغب اصفہانی، ابو حیان اندلسی وغیرہ نے اس فن پر بیش بہا اور گراں قدر تصنیفات یادگار چھوڑی ہیں۔

ان کتابوں میں اب امام راغب کی مفردات کے علاوہ تقریباً تمام کتابیں ناپید ہیں۔ علامہ جلال الدین سیوطی اس کو اس سلسلہ کی بہترین کتاب بتاتے ہیں، درحقیقت بھی یہی ہے کہ جہاں تک لغتِ قرآن کی تحقیق اور استناد کا تعلق ہے، یہ کتاب اپنی مثال نہیں رکھتی۔

ہماری زبان میں بھی لغاتِ قرآن پر متعدد کتابیں موجود ہیں جو عام طور پر دستیاب ہوتی ہیں لیکن ضرورت اس کی تھی کہ اس موضوع پر ایک ایسی جامع، مکمل اور مستند کتاب تحقیق کی روشنی میں لکھی جائے جو قرآنِ مجید کے معانی اور مطالب کے سمجھنے اور حل کرنے میں ہر حیثیت سے مدد دے سکے معلوم ہے کہ اس قسم کی علمی اور تحقیقی تصنیف سے اس وقت تک اردو زبان کا دامن یکسر خالی ہے، پیشِ نظر کتاب اسی مقصد کو سامنے رکھ کر لکھی گئی ہے۔

یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ مؤلف کو اس مقصد میں کہاں تک کامیابی ہوئی لیکن ایک بات یقین کے ساتھ کہی جا سکتی ہے اور وہ یہ ہے کہ اردو میں اپنی نوعیت اور اپنے انداز کی یہ پہلی کتاب ہے جس کا اندازہ قارئین کتاب کے ہر صفحہ سے کر سکیں گے۔

اتمامِ فائدہ کے لئے لغاتِ قرآن کے ساتھ ساتھ الفاظِ قرآن کی فہرست بھی تیار کی گئی ہے اور اسی وجہ سے قرآنِ مجید کا ہر کلمہ اور ہر لفظ علیحدہ علیحدہ لکھنا پڑا، اور اسکی پوری کوشش کی گئی ہے کہ کوئی لفظ چھوٹنے نہ پائے۔ اردو کی دوسری کتابوں کے برخلاف مرکب الفاظ بھی نظر انداز نہیں کئے گئے کیونکہ ایسی صورت میں علاوہ اس کے کہ فہرست الفاظ ناتمام اور ناقص رہتی، لغت بھی مکمل نہیں ہو سکتا تھا، اردو میں عِلم کے معنی جاننے کے کون نہیں جانتا مگر کتنے ہیں جو عَلِمَ، عَلِمَتْ، عَلِمْتُ، عَلِمُوْا، عَلِمْتُمْ، عَلِمْنَا، عَلِمَهُ، عَلِمْتَهُ، عَلِمْتُمُوْهُنَّ وغیرہ مشتقات اور مرکبات کے معانی بھی جانتے ہیں، ظاہر ہے کہ ایک اردو داں جس طرح عَلِيٌّ کے معنی جاننا عَلَيْنَا کے معنی سے بھی ناواقف ہے

اس طریق کار سے کتاب گو طویل ہو گئی لیکن فائدہ بھی اسی قدر بڑھ گیا ورنہ اگر مشتقات اور مرکبات کو سرے سے نظر انداز کر دیا جاتا تو اس سے صرف وہی اشخاص نفع اٹھا سکتے جو عربی صرف و نحو اور اشتقاق کے قواعد سے واقف ہیں۔

کتاب کی تدوین کی صورت یہ ہے کہ الفاظ حروفِ معجم کی ترتیب سے لکھے گئے ہیں اور ترتیب ظاہر الفاظ کی صورت ہی پر رکھی گئی ہے، ماخذِ اشتقاق کا لحاظ نہیں کیا گیا کیونکہ اس کا دریافت کرنا عوام کی دسترس سے باہر تھا بلکہ متوسطین کو بھی ماخذ پر پوری طرح عبور نہیں ہوتا۔

اول حرف باب ہے اور ثانی حرف فصل۔ پہلے لفظ لکھا گیا ہے پھر اس کا سلیس ترجمہ۔ اب اگر وہ لفظ حرف ہے تو اس کے معانی مع امثلہ بیان کئے گئے ہیں اور اگر فعل ہے تو اس کا باب اور صیغہ پھر مزید فیہ میں تو باب ہی کو ذکر کیا گیا ہے اور مجرد میں اس کے مادہ اشتقاق کا بھی۔ مزید فائدہ کے لئے باب اور مادہ اشتقاق کا ترجمہ بھی لکھ دیا گیا ہے۔ اب اگر ایک باب کے چند مشتقات ایک ہی فصل میں مذکور ہیں تو باب اور مادۂ اشتقاق کا ترجمہ اختصار کے خیال سے نہیں دہرایا گیا بلکہ پہلے ہی لفظ کے ذیل میں جو ترجمہ لکھا گیا اسی کو کافی سمجھا ہے اور مجرد میں باب کا تعین بھی پہلے ہی لفظ کے ساتھ کر دیا گیا ہے مثلاً اَبْصِرْ، اَبْصَرَ، اَبْصَرْنَا میں صرف پہلے لفظ کے ضمن میں اِبْصَارٌ کے معنے بیان کئے ہیں اور بقیہ الفاظ کے ذیل میں صرف اِبْصَارٌ سے ان کا آنا بتایا ہے اس کا ترجمہ نہیں لکھا یا مثلاً اَبَوْا کے ضمن میں اس کا باب ضَرَبَ اور فَتَحَ سے آنا نیز مادۂ اشتقاق اِبَاءٌ کے معنی ذکر کر دئیے گئے تو اب اس فصل میں اَبَیٰ اور اَبَیْنَ کے ذیل میں باب کا ذکر نہیں ہوگا اور نہ اِبَاءٌ کے معنی بتائے جائیں گے بلکہ صرف اِبَاءٌ سے مشتق ہونے کا بیان ہوگا اور اگر وہ لفظ اسم ہے تو مفرد کی جمع اور جمع کا مفرد بھی بتایا گیا ہے لیکن اگر قرآنِ مجید میں مفرد اور جمع دونوں مذکور ہیں، تو پھر ہر ایک کا ذکر اپنے اپنے موقع پر کیا گیا ہے، الفاظِ مرکبہ میں ضمائر کا تعین کیا گیا ہے، ترکیبِ اضافی اور ترکیب توصیفی بھی بیان کی گئی ہے جہاں مناسب سمجھا تعلیل صرفی کی بھی تفصیل کر دی گئی ہے۔

تمام الفاظ کی ضروری تشریح اور تفصیل کا پورا اہتمام کیا گیا ہے، کسی لفظ کی تشریح یا اس کے معنی کی تحقیق میں جہاں مفسرین، فقہاء اور اہلِ لغت وغیرہ کا اختلاف ہے، اس کو نقل کر کے قولِ فیصل بیان کیا گیا ہے۔ جابجا تمام وہ مناسب فوائد قلمبند کر دئے گئے ہیں جو فہمِ قرآن میں سہولت پیدا کر سکیں چونکہ مقصد یہ ہے کہ منشاءِ قرآن کے مطابق قرآنِ مجید کا لغت تیار ہو اس لئے محض لغت ہی کے تتبع پر اکتفا نہیں کی بلکہ کوشش کی ہے کہ ہر لفظ کے وہی معنی لکھے جائیں جس معنی میں قرآنِ مجید نے اس کا استعمال کیا ہے اور جو معنی علماءِ حق نے اس سے سمجھے ہیں۔

اسی طرح جو لفظ قرآنِ مجید میں متعدد معانی میں استعمال ہوا ہے وہ تمام معانی بالتفصیل لکھے ہیں اور یہ بھی بتا دیا ہے کہ کس موقع پر وہ لفظ کس معنی میں مستعمل ہوا ہے، جس لفظ کی تفسیر میں کوئی مرفوع

حدیث یا کسی صحابی یا تابعی کا قول مل گیا ہے اسے درج کر دیا گیا ہے۔

انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام یا دیگر مشاہیر قرآن مثل فرعون، ہامان، شیطان علیہم اللعن والخذلان وغیرہ کا قرآنِ مجید میں جو جابجا مذکور ہے وہ ہر شخص اس فہرست کی مدد سے دیکھ سکتا ہے، اس لئے صحیح حدیثوں اور مستند روایتوں میں جو ان کے حالات و واقعات مرقوم تھے ان کو بھی ذکر کر دیا ہے، موضوع اور جعلی روایات یا اسرائیلیات کے بیان کرنے سے حتی الوسع اجتناب کیا ہے اور جو جعلی روایات زیادہ تر مشہور تھیں ان کے موضوع اور بے اصل ہونے کی طرف بھی اشارہ کر دیا گیا ہے۔ قصص قرآن جابجا اپنے موقع پر اختصار کے ساتھ تحقیق کی روشنی میں تحریر کئے گئے ہیں، اماکنِ قرآن یعنی قرآن مجید نے جن جن مقامات کا تذکرہ کیا ہے، ان کا تعین اور ان کی ضروری تشریح و تفصیل کر دی گئی ہے۔

الفاظِ قرآن کے معانی اور ان کی تحقیق میں میرا جو کچھ سرمایہ ہے وہ بڑی حد تک امام راغب اصفہانی کی کتاب مفردات غریب القرآن ہے اور پھر تفسیر، حدیث، لغت اور جغرافیہ کی وہ تمام مستند اور متداول کتابیں جن کے حوالے جابجا کتاب کے صفحات پر بکھرے پڑے ہیں، اس امر کی پوری کوشش کی گئی ہے کہ جو کچھ لکھا جائے، پوری تحقیق سے لکھا جائے چنانچہ کسی آسان سے آسان لفظ کا ترجمہ بھی بغیر کتابوں کی مراجعت کے تحریر نہیں کیا گیا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ مجھے محنت سے زیادہ الفاظِ قرآن کی فہرست تیار کرنے میں دقت پیش آئی اور چونکہ یہ بالکل غیر علمی کام تھا اس لئے اس کے انجام دینے سے بار بار طبیعت اکتا جاتی تھی مگر الحمد للہ یہ کام بھی پورا ہو گیا۔

عام طور پر الفاظِ قرآن کی جو فہرستیں اس وقت متداول ہیں ان میں سے بعض میں تو صرف نمبر سورت اور نمبر آیت درج ہیں، اس میں ایک دقت تو یہ ہے کہ ہر شخص کو سورت کا نمبر کہاں یاد رہتا ہے، دوسرے ہندوستان میں عام طور پر جو قرآنِ مجید شائع ہوتے ہیں ان میں آیات کے نمبر لکھنے کا التزام نہیں ہوتا اور بعض میں سورت کے نام کے ساتھ دہائیوں کا حوالہ تحریر ہے مثلاً سورت کے نام کے ساتھ عشر کے ذیل میں (۹) لکھا ہو گا جس کا مطلب یہ ہے کہ اس سورت کے نویں عشر یعنی (۸۰) سے (۹۰) تک کی آیات میں اس لفظ کو تلاش کرنا چاہئے۔ اس صورت میں بھی وہی پہلی دقت باقی رہتی ہے، علاوہ ازیں متعدد سورتوں کے کئی کئی نام ہیں جن میں سے بعض نام عوام میں مشہور نہیں، بعض میں سورت کے نام کے ساتھ ساتھ رکوع، آیت، پارہ اور آیت کے نمبر کا بھی حوالہ درج ہے۔

یہ فہرست، اگرچہ اپنی جگہ مکمل ہے مگر اس میں دشواری یہ تھی کہ حروف کی فہرست بالکلیہ نظر انداز

کردی گئی ہے، بجز پاروں اور سورتوں کے حوالے ترتیب وار درج نہیں اور بھر تکرار زیادہ، مثلاً اَطِیْعُوْا کے متعلق حسبِ ذیل حوالے بہ ترتیب ذیل درج ہیں، آل عمران، نور، نساء، انفال، آل عمران، طٰہٰ، مائدہ، تغابن، آل عمران نوح، بلاشبہ فہرست نگار نے جس مقصد کو سامنے رکھ کر اس فہرست کو مرتب کیا ہے اس کے پیشِ نظر یونہی ہونا چاہئے تھا مگر ظاہر ہے کہ مؤلف کے لئے اس کی پیروی مشکل تھی۔

میں نے فہرست کے سلسلہ میں یہ کیا ہے کہ ہر لفظ کے متعلق پارہ اور رکوع کا حوالہ دیا ہے، علامت پارہ کے لئے (پ) کا نشان لکھا ہے (پ) کے اوپر پارہ کا عدد مرقوم ہے اور نیچے رکوع پارہ کا، اسطرح کی ایک فہرست نجوم القرآن جدید کے نام سے عرصہ ہوا لاہور سے شائع ہوئی تھی مگر اس میں کمی یہ تھی کہ مرتب کے اس ادعا کے باوجود کہ "ہر ایک لفظ متجانس الشکل کو جدا جدا دکھایا گیا ہے" اکثر مقامات میں تجنیسِ خطی بدستور باقی ہے، بعض الفاظ سرے سے مذکور ہی نہیں جیسے "ایسنٌ" وغیرہ، اسی طرح مرکبات کے علیحدہ حوالے دینے کا بھی التزام نہیں کیا گیا چنانچہ پہلے ہی لفظ کے سلسلہ میں جو حوالے مرقوم ہیں، وہ ملاحظہ ہوں: آبَا ۱۴/۱۲ پ ۱۳/۲،۳،۴،۵ پ ۲۲/۲ پ ۳۰/۵ دیکھنے والا یہ خیال کرے گا کہ یہ سب ایک لفظ کے حوالے ہیں حالانکہ اس میں حسبِ ذیل الفاظ کے حوالے مندرج ہیں، اَبَا پ ۱۴/۳ پ ۲۲/۲ اَبَآ پ ۳۰/۵ آبَاکُمْ پ ۱۴/۴ اَبَانَا ۱۲/۱۲ پ ۱۳/۲،۴،۵ اَبَاہُ پ ۱۳/۲ ظاہر ہے اَبًّا تو مستقل لفظ ہی علیحدہ ہے جس کے معنی بھی جدا ہیں لیکن محض تجنیسِ خطی کی بنا پر اس کا حوالہ یہاں دیا گیا ہے۔

اور بقیہ مرکب الفاظ ہیں جنکو علیحدہ علیحدہ لکھنے کی صورت میں ہر حوالہ کو قرآنِ مجید سے نکال کر جدا جدا لکھنا پڑا ان حوالوں کا ایک ایک کرکے نکالنا اور ان کو مرتب کرنا کوئی معمولی کام نہ تھا اس لئے اس سلسلہ میں جو کچھ محنت اور جانفشانی کرنی پڑی ہے اسے اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

چونکہ ہماری کتاب میں فہرست کی بنا پاروں اور پاروں کے رکوعوں پر رکھی گئی ہے اس لئے ہر پارہ کے پہلے رکوع کی ابتدا اس کے شروع سے مقرر کی ہے اب اگر پارہ کے ختم پر رکوع بھی ہوجاتا ہے تو خیر ورنہ جتنی آیتیں اس کے اخیر میں مذکور ہیں، ان کو ایک مستقل علیحدہ رکوع قرار دیکر اس کا نمبر شمار لکھدیا گیا ہے مثلاً پہلے پارہ کے سولہ رکوع ہیں اور سولھویں ہی رکوع پر وہ ختم بھی ہوجاتا ہے اور دوسرے پارہ کے بھی سولہ ہی رکوع ہیں مگر وہ سولھویں رکوع پر ختم نہیں ہوتا بلکہ چند آیات کے بعد ختم ہوتا ہے تو ہم نے ان آیتوں کو فہرست کی ترتیب کے لئے ایک جدا رکوع قرار دیا ہے اس لئے جو لفظ ان آیتوں میں مذکور ہوگا اس کے حوالہ کے لئے درج ہوگا، پ ۲/۱۷ یعنی وہ دوسرے پارہ کے سترہویں رکوع میں ہے۔

جہاں تک ہوسکا کوشش کی گئی ہے کہ کتاب کا نفع زیادہ سے زیادہ حد تک عام ہو، امید ہے کہ انشاء اللہ

تعالیٰ عوام کے لئے الفاظ کا ترجمہ متوسطین کے لئے ماخذ اشتقاق صیغوں کا تعین اور معانی کی ضروری تشریح و تفصیل اور خواص کے لئے اس کے علمی مباحث دلچسپی کا باعث ہوں گے۔ ایک مدرس اس کتاب کو ہاتھ میں لیکر قرآن مجید کا درس دے سکتا ہے۔ ایک طالب علم اس کے ذریعہ استاد کے دئے ہوئے قرآنی سبق کو اچھی طرح یاد کر سکتا ہے اور ایک عام آدمی اس کے مطالعہ سے اپنی فہم کے مطابق قرآنِ مجید کو بخوبی سمجھ سکتا ہے۔

ہم نے بہت سے انگریزی فارسی تعلیم یافتہ اصحاب کو دیکھا ہے جن کا مذہبی جذبہ انکو قرآن مجید کیطرف متوجہ کرتا ہے، وہ اسکو عربی میں سمجھنا بھی چاہتے ہیں اور اس غرض سے عربی زبان کے حاصل کرنیکی ان کے دل میں خواہش بھی ہوتی ہے مگر بڑی عمر میں دوسری زبان سیکھ لینے کا حوصلہ ہر شخص کو نہیں ہوتا، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ایک ہفتہ ماضی مضارع کی عربی گردانوں کے یاد کرنے پر صرف ہوئے کہ طبیعت اکتا گئی، جی چھوٹ گیا اور عربی سیکھنے کا سارا جوش فرو ہو کر رہ گیا، یہ لوگ دوسری زبانوں کی قواعد سے بھی کسی نہ کسی حد تک ضرور واقف ہوتے ہیں اس لئے الفاظ کے متعلق وہ ضروری تشریح و تفصیل جو کتاب میں درج ہے اگر ان حضرات کے ذہن نشین ہوجائے تو امید ہے کہ عربی ہی میں قرآنِ مجید کے سمجھنے کا سلیقہ پیدا ہو جائے گا۔

جو کچھ اور جیسا کچھ بن آیا ہدیۂ ناظرین ہے، یقیناً اس میں بہت سی کوتاہیاں بھی رہی ہونگی اور فروگذاشتیں بھی کہ ع ہیچ نفس بشر خالی از خطا نہ بود

دعا ہے اللہ تعالیٰ اس حقیر سعی کو شرفِ قبولیت سے نوازے اور اصلاح و توبہ کی توفیق بخشے، آمین آمین یارب العالمین۔

عبدالرشید نعمانی

عرضِ ناشر

لغات القرآن عرصۂ دراز سے نایاب تھی، قرآنِ پاک کا تحقیقی مطالعہ کرنیوالے حضرات کے مسلسل مطالبہ کے پیشِ نظر یہ کتاب انتہائی محدود تعداد میں شائع کی جارہی ہے، اس کی اشاعت میں کسی مالی فائدہ کی بجائے علمِ دین کی خدمت کو مدِنظر رکھا گیا ہے، دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری اس ناچیز کوشش کو قبول فرمائے۔ آمین۔

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست ابواب فصول لغات القرآن جلد چہارم

فہرست

فہرست لغات القرآن جلد ششم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بابُ الالف

فصل الالف

ا۔ کیا۔ خواہ۔ بھلا۔ یہ اگر متحرک ہو تو اس کو ہمزہ کہتے ہیں، ورنہ الف۔ جو الف یا ہمزہ کہ بامعنی ہو اس کی تین قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو شروع کلام میں آتا ہے، دوسرا وہ جو وسط کلام میں واقع ہو، تیسرا وہ جو آخر کلام میں آئے۔

جو الف کہ شروع کلام میں آتا ہے اس کی بھی کئی قسمیں ہیں۔

(۱) الف استفہام جس سے کسی چیز کے متعلق کوئی خبر دریافت کی جائے خواہ بصورت استفہام یعنی بطور سمجھنے کے ہو جیسے اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا (کیا آپ زمین پر اس شخص کو خلیفہ بنائیں گے جو اس میں فساد برپا کرے) خواہ بصورت تہدید یعنی زجر و توبیخ کے لئے جیسا آٰلْئٰنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ (اب توبہ کرنے لگا حالانکہ پہلے سے نافرمانی کرتا رہا) یا تسویہ یعنی دو چیزوں کے درمیان برابری ثابت کرنے کے لئے جیسے ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ (آپ ان کو ڈرائیے یا نہ ڈرائیے وہ ایمان لانے کے نہیں) یا استہزاء کے لئے جیسے اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا (کیا تیری نماز نے تجھے یہ سکھایا ہے کہ ہمارے باپ دادا جن کی پرستش کرتے آئے انہیں ہم چھوڑ بیٹھیں) یا استبطاء یعنی مہلت دینے کے لئے جیسے اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ (کیا وقت نہیں آیا ایمان والوں کے لئے کہ گڑگڑائیں

ان کے دل اللہ کی یاد سے) یعنی ابھی گڑگڑانے کے لئے مہلت باقی ہے ؟

واضح رہے کہ الفِ استخبار جب اثبات پر داخل ہوتا ہی تو اُسے نفی بنا دیتا ہے کیونکہ جب کسی شے کے متعلق اثبات کا سوال ہوا تو اس کی نفی پہلے سے ثابت ہوئی جب ہی تو اس کے ثبوت کو دریافت کیا جا رہا ہے اور جب نفی پر داخل ہوتا ہے تو اسے اثبات میں بدل دیتا ہے کیونکہ یہ جب نفی پر داخل ہو تو نفی کی نفی ہوئی اور نفی کی نفی اثبات ہے جیسے اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ (کیا نہیں ہے اللہ سب حاکموں سے بڑا حاکم) یعنی ضرور ہے۔

(۲) وہ الف جو نفس کلام کے متعلق خبر دیتا ہے جیسے اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ (کیا عجیب دیکھتا اور سنتا ہے)

(۳) الفِ امر خواہ قطعی ہو یا وصلی جیسے اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ (ہم پر آسمان سے بھرا ہوا خوان نازل فرما) اور رَبِّ ابْنِ لِىْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِى الْجَنَّةِ (اے رب میرے لئے بہشت میں ایک گھر اپنے پاس بنا دے)۔

(۴) وہ الف جو لام تعریف کے ساتھ آتا ہے اور جس پر داخل ہوتا ہے اس کو معرفہ بنا دیتا ہے جیسے يٰصَاحِبَىِ السِّجْنِ (اے قید خانے کے ہر دو رفیقو) کہ یہاں "السجن" سے ایک خاص قید خانہ مراد ہے جس میں حضرت یوسف علیہ السلام قید تھے۔

جو الف کہ وسطِ کلام میں آتا ہے وہ تثنیہ کا الف ہے اور بعض جمعوں میں بھی آتا ہے جیسے مُسْلِمَاتٌ اور مَسَاكِيْنَ

الف تانیث جیسے حُبْلٰى (حاملہ عورت) بَيْضَاءُ (سفید عورت) اور تثنیہ کا الف ضمیر جیسے اِذْهَبَا یہ دونوں آخر کلام میں واقع ہوتے ہیں۔

تَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا اور اَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا وغیرہ آیات میں الظُّنُوْنَا اور السَّبِيْلَا وغیرہ میں جو الف ہے یہ بامعنی نہیں بلکہ محض اصلاحِ لفظ اور اشباع کے لئے ہے جس طرح کہ بعض اشعار کے آخر میں ہوا کرتا ہے۔

فصل الباء الموحدہ

اَبًا باپ۔ اَبٌ باپ کو اور ہر اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی شے کی ایجاد یا ظہور یا اصلاح کا سبب ہو۔ ۳۴ پ

آبَاءٌ۔ باپ دادا اور چچا۔ اب کی جمع ہے جس کے معنی باپ کے ہیں۔ جمع میں اس کے مفہوم میں دادا اور چچا بھی داخل ہوتے ہیں۔ ۲۴ پ

أَبًّا - جانوروں کے کھانے کی گھاس اور چارہ کو کہتے ہیں لیکن وہ کونسی گھاس اور کونسا چارہ ہے اور اس کی کیا شکل و صورت ہے اس کے تعین میں اہلِ لغت کے متعدد اقوال ہیں مفسرینِ سلف میں سے مجاہد، حسن بصری، قتادہ اور ابنِ زید کا بیان ہے کہ انسانی غذا میں فواکہ (میوے) کا جو درجہ ہے چرندوں کی خوراک میں وہی حیثیت اس کی ہے[1] حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جب اس کے تعین کے متعلق سوال ہوا تو فرمانے لگے ای سماء تُظِلّنی وایُّ ارضٍ تُقِلّنی اذا قلتُ فی کتابِ اللہِ ما لا اعلم اخرجہ ابو عبید فی فضائلہ وعبد بن حمید "کونسا آسمان مجھ پر سایہ فگن ہوگا اور کونسی زمین مجھے اپنے اوپر رہنے دیگی جب کہ میں کتاب اللہ کی تفسیر میں ایسی بات کہوں جس کا مجھے علم نہ ہو" صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ یہ آیت پڑھی اور فرمایا کہ اَبّ کیا ہے پھر خود ہی فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے نہ اس کے تعین کا ہم کو مکلف کیا ہے اور نہ اس کا حکم دیا ہے"[2] اس سے تفسیرِ قرآن کے متعلق صحابہ کرام اور سلف صالحین کی انتہائی احتیاط کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ ایک ہمارا یہ زمانہ ہے کہ ہر منکرِ حدیث اور عمل بالقرآن کا دعویدار جو چاہتا ہے بلا تکلف اپنی طرف سے قرآن مجید کے معنی بیان کر دیتا ہے۔ اَبٌّ کی جمع اَوُبٌ آتی ہے۔ ب ت

أَبَابِيْلَ - جھنڈ کے جھنڈ۔ پرے کے پرے۔ ابو عبیدہ نے تصریح کی ہے کہ متفرق جماعت کو ابابیل کہتے ہیں چنانچہ عرب والے بولتے ہیں جاءت الخیلُ ابابیل من ھھنا وھھنا (ادہر اور اُدہر سے سواروں کے پرے کے پرے آئے) اس کا واحد آتا ہے یا نہیں اس بارے میں دو قول ہیں اخفش اور فراء کا بیان ہے کہ جس طرح شَمَاطِیْطُ اور عَبَادِیْدُ کا واحد نہیں آتا ویسے ہی اس کا بھی واحد نہیں آتا، دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا واحد آتا ہے چنانچہ ابو جعفر رواسی نے جو لغت میں ثقہ اور معتبر خیال کیا جاتا ہے تصریح کی ہے کہ اس نے ابابیل کا واحد اِبَّالَۃٌ سُنا ہے۔ کسائی کا بیان ہے کہ عَجُوْلٌ اور عَجَاجِیْلُ کی طرح میں نحویوں کو اِبَّوْلٌ اور اَبَابِیْلُ بولتے ہوئے سُنتا تھا۔ فراء نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص دِیْنَارٌ

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۶۰ طبع مصر ۱۳۴۷ھ برحاشیہ فتح البیان ۱۲ [2] ان دونوں حوالوں کے لئے ملاحظہ ہو روح المعانی ج ۳ ص ۴۷ طبع مصر

اور دنانیرٌ کی طرح اس کا واحد اِبْنَالَۃٌ بتائے تو درست ہو سکتا ہے[۱] ۳۰/۳۰

اَبَارِیْقَ - لوٹے۔ جگ۔ اِبْرِیْقٌ کی جمع ہے جس کے معنے لوٹے اور جگ کے ہیں۔ آب ریز کا معرب ہے ۲۷/۱۴

اَبَآئِکَ - تیرے باپ دادا اور چچا۔ اس جگہ اٰباء کے مفہوم میں چچا بھی داخل ہیں۔ اٰبَآءِ مضاف کَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ ۱/۱۶

اَبَاکُمْ - تمہارا باپ۔ اَبَا مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ ۱۳/۱۲

اٰبَآؤُکُمْ - تمہارے باپ دادا۔ اٰبَآؤُ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ ۴/۱۱و۱۲ ۴/۱۴ ۹/۹ ۱۱/۲ ۱۲/۱۵ ۱۷/۵ ۱۹/۴ ۲۲/۱۱ ۲۴/۵ اٰبَآءَکُمْ ۳/۹ ۱۰/۹ -

اَبَانَا - ہمارا باپ۔ اَبَا مضاف نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ۔ ۱۳/۱۲ ۱۳/۲و۳و۵ -

اٰبَآؤُنَا - ہمارے باپ دادا۔ اٰبَآءُ مضاف نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ ۸/۵ ۹/۱۲ ۱۳/۸و۱ ۱۳/۱۴ ۱۴/۱۱ ۱۸/۵ ۲۰/۲ ۲۳/۵ ۲۴/۱۵ اٰبَآءَنَا ۳/۵ ۷/۳ ۸/۱۰ ۹/۲ ۱۱/۱۳ ۱۶/۵ ۱۹/۹ ۲۵/۸

اَبَاهُ - اس کا باپ۔ اَبَا مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ ۱۲/۲

اٰبَآؤُهُمْ - ان کے باپ دادا۔ اٰبَآءُ مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ ۲/۵ ۴/۲ ۲۳/۱۸ اٰبَآءَهُمْ ۱۴/۴ ۱۸/۲و۲۴ ۲۵/۹ ۲۸/۴

اٰبَآئِهِنَّ - ان عورتوں کے باپ دادا۔ اٰبَآءِ مضاف هُنَّ ضمیر جمع مونث غائب مضاف الیہ ۱۸/۱۰ ۲۲/۴

اٰبَآئِیْ - میرے باپ دادا۔ اٰبَآءِ مضاف ی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ ۱۲/۱۵ -

اَبَتِ - اے باپ لفظ (اب) ہے ندا کے وقت ت زیادہ کر دیتے ہیں ۱۲/۱۱ ۱۳/۵ ۱۶/۹ ۶/۶ ۲۳/۴

اِبْتَدَعُوْهَا - انھوں نے اس کو اپنے آپ گھڑ لیا۔ اِبْتَدَعُوْا۔ اِبْتِدَاعٌ سے جس کے معنی دین میں نئی بات نکالنے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ھَا ضمیر واحد مونث غائب ۲۷/۲۰

اَبْتَرُ - دم کٹا۔ جس کی اولاد نہ ہو۔ جس کا ذکر باقی نہ رہے بَتْرٌ سے۔ صفت مشبہ کا صیغہ۔ ۳۰/۳۳

اِبْتَغِ - تو تلاش کر۔ اِبْتِغَاءٌ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ۱۵/۱۴ ۲۰/۱۱

اِبْتِغَآءَ - چاہنا۔ تلاش کرنا۔ بروزن اِفْتِعَالٌ مصدر ہے

[۱] تفسیر کبیر ج ۸ ص ۱۴۴ طبع مصر ۱۳۲۴ھ

ابتغاء سخت کوشی کے لئے مخصوص ہے اگر اچھے مقصد کے لئے ہو تو محمود ہے ورنہ مذموم ہے پ ۳/۹ پ ۳۳/۴،۵،۹ پ ۵/۱۲،۱۳،۱۴ پ ۱۳/۹،۸،۱۸ پ ۱۵/۳ پ ۲۷/۲۰ پ ۲۸/۴ پ ۳۹/۴

اِبْتِغَآءَ کُمْ۔ تمہارا تلاش کرنا۔ اِبْتِغَآءٌ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ پ ۲۱/۹

اِبْتَغُوْا۔ تم تلاش کرو۔ چاہو۔ اِبْتِغَآءٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ ۲ پ ۶/۱۰ پ ۲۰/۱۴ پ ۲۸/۱۲

اِبْتَغَوْا۔ انھوں نے چاہا۔ تلاش کیا۔ اِبْتِغَآءٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب پ ۱۸/۱۲ پ ۱۵/۵

اِبْتَغٰی۔ اس نے چاہا۔ تلاش کیا۔ اِبْتِغَآءٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب پ ۱۸/۱ پ ۲۶/۶

اَبْتَغِیْ۔ میں چاہوں۔ تلاش کروں۔ اِبْتِغَآءٌ سے مضارع کا صیغہ واحد متکلم۔ پ ۸

اِبْتَغَیْتَ۔ تونے چاہا۔ اِبْتِغَآءٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر پ ۲۲/۲

اِبْتَلُوْا۔ تم آزماؤ۔ اِبْتِلَآءٌ سے۔ جس کے معنی آزمانے اور امتحان لینے کے ہیں۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ پ ۴/۱۲

اِبْتَلٰی۔ اس نے آزمایا۔ امتحان لیا۔ اِبْتِلَآءٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ابتلا و آزمائش کے دو مقصد ہوتے ہیں ایک تو یہ کہ امتحان لینے والا اس شخص کی لیاقت و صلاحیت سے پوری طرح باخبر ہو جائے دوسرے یہ کہ اس کی لیاقت و صلاحیت کا تو ممتحن کو پوری طرح علم ہو مگر اوروں کی نظر میں اس کی حالت کا پیش کرنا منظور ہو کہ وہ کس قابلیت و صلاحیت کا مالک ہے، قرآن مجید میں ابتلاء کی نسبت جب اللہ عزوجل کی طرف ہو تو دوسرے معنی مراد ہوتے ہیں پ ۱/۱۵

اُبْتُلِیَ۔ وہ آزمایا گیا۔ اِبْتِلَآءٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب پ ۲۱/۱۸

اِبْتَلٰهُ۔ اس کو آزمایا۔ اِبْتَلٰی ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب پ ۳۰/۱۴

اَبْحُرٌ۔ سمندر۔ بَحْرٌ کی جمع ہے۔ بحر سمندر کو کہتے ہیں پ ۲۱/۱۲

اَبَدًا۔ ہمیشہ۔ زمانہ مستقبل غیر محدود۔ پ ۱/۱۱ پ ۵/۱۵،۵ پ ۶/۲،۳،۸ پ ۶/۶ پ ۱۰/۱۴،۹ پ ۱۱/۲ پ ۱۵/۱۲،۱۵،۱۶،۱۸،۲۰ پ ۱۸/۷،۸،۹ پ ۲۴/۴،۵ پ ۲۶/۱۰ پ ۲۸/۵،۷،۱۱،۱۵،۱۹ پ ۲۹/۱۲ پ ۳۰/۲۲

اُبَدِّلَهٗ۔ میں اس کو بدل دوں۔ تَبْدِیْلٌ سے جس کے معنی بدل ڈالنے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد متکلم ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ پ ۱۱/۷

اَبْرَارٌ۔ نیک لوگ۔ بَرٌّ اور بَارٌّ کی جمع جس کے معنی نیک کے ہیں پ ۴/۱۱ پ ۲۹/۱۹ پ ۳۰/۶،۷

اِبْرَاهِيْمُ۔ خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام، اللہ کے مقدس رسول اور ہمارے نبی خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد اور بجز آپ کے تمام انبیاء و مرسلین سے افضل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بحالت تشہد نماز میں درود کے وقت آپ کا بھی نام لینے کا حکم دیا گیا۔ حدیث معراج میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتویں آسمان پر آپ کو اس حال میں پایا تھا کہ بیت المعمور سے آپ اپنی پشت کا تکیہ کئے ہوئے تھے۔[1] آپ نے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال مرحبا بالابن الصالح والنبی الصالح فرماتے ہوئے کیا تھا۔[2] صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ قیامت کے دن سب سے پہلے جس کو لباس پہنایا جائیگا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہوں گے[3] صحیح مسلم میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر آپ کو یا خیر البریۃ سے خطاب کیا تو آپ نے فرمایا وہ ابراہیمؑ تھے۔ شفاعت کی طویل حدیث میں آتا ہے کہ قیامت کے دن جب تمام لوگ اکٹھے ہو کر حضرت آدم و حضرت نوح علیہما السلام کے بعد حضرت ابراہیمؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر شفاعت کرانے کے لئے درخواست کرینگے تو آپ فرمائیں گے کہ اس کام کے لئے میں نہیں، تم موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس جاؤ، یہ حدیث صحیحین میں مذکور ہے۔[4] آپ کی ولادت باسعادت ملک بابل کے شہر اور میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار سال قبل ہوئی۔ عام مورخین کے بیان کے مطابق آپ کا سلسلہ نسب آٹھویں پشت میں حضرت سام بن نوح سے ملتا ہے لیکن ان کا بیان قیاس و تخمین سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سلسلۂ نسب کے بارے میں اس یقین کے باوجود کہ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہیں عدنان سے اوپر کے سلسلہ کے متعلق ارشاد فرمایا ہے کذب النسابون (نسب بیان کرنیوالے ناموں کی تعیین میں غلط بیانی سے کام لیا ہے) جب حضرت ابراہیمؑ سے نیچے کے متعلق یہ حال ہے تو اوپر کے سلسلہ کے متعلق کیا کہ

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان باب الاسرا۔ [2] صحیح بخاری باب المعراج۔ [3] ایضاً کتاب الانبیا باب قول اللہ واتخذ اللہ ابراہیم خلیلا۔ [4] مشکوٰۃ باب الحوض والشفاعۃ۔

جا سکتا ہے حلیہ مبارکہ کے متعلق حدیث صحیح میں وارد ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اما ابراھیم فانظروا الی صاحبکم[1] (اگر ابراہیمؑ کو دیکھنا چاہو تو اپنے صاحب (یعنی خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھو) حضرت ابراہیمؑ کی قوم بت پرستی کے ساتھ ساتھ کواکب پرستی بھی کرتی تھی آپ نے بعثت کے بعد سب سے پہلے اپنے باپ آزر کو حق کی تبلیغ کی پھر اپنی قوم کو سمجھایا پھر بادشاہِ وقت نمرود سے مناظرہ کیا اور توحید کے دلائل بیان کر کے اس کو ششدر کر دیا۔ مگر بدبختوں نے ایک نہ سُنی اور سوائے آپ کی زوجہ محترمہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا اور آپ کے پیارے بھتیجے حضرت لوطؑ کے اور کوئی ایمان نہیں لایا۔ قوم نے ہر طرح آپ کو ستانے اور آپ کی ایذا رسانی پر کمر باندھی یہاں تک کہ ظالموں نے آپ کو دہکتی ہوئی آگ میں ڈال دیا لیکن اللہ تعالیٰ نے کافروں کو ذلیل کر کے آگ کو آپ کے لئے بردو سلام کر دیا۔ مسند ابی یعلیٰ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ جب آپ کو آگ میں ڈالا گیا تو آپ کی زبانِ مبارک پر یہ الفاظ تھے اللھم انک فی السماء واحد، وانا فی الارض واحد اعبدک (اے اللہ بلا شبہ تو آسمان میں واحد ہے اور میں زمین میں تیرا اکیلا پرستار ہوں)[2] آخر حضرت نے تنگ آ کر وہاں سے ہجرت کی اور فرات کے غربی کنارہ کے قریب ایک بستی میں تشریف لے گئے کچھ دنوں کے بعد یہاں سے حران، حران سے فلسطین اور فلسطین سے نابلس غرض اسی طرح تبلیغ کرتے کرتے مصر پہنچے، حضرت سارہ رضی اللہ عنہا اور حضرت لوط علیہ السلام سفر میں ہمرکاب تھے۔ یہاں شاہ مصر نے اپنی بیٹی حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو آپ کی زوجیت میں دیا اب آپ نے اللہ تعالیٰ سے فرزند کے متعلق دعا مانگی اور حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضرت اسماعیل علیہ السلام تولد ہوئے اس پر حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو رشک ہوا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت ہاجرہؑ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اپنے ساتھ لے کر جہاں آج خانہ کعبہ ہے وہاں تشریف لائے اور اس جگہ ایک بڑے درخت کے نیچے زمزم کے موجودہ مقام سے بالائی حصہ پر

---

[1] صحیح بخاری کتاب الانبیاء باب قول اللہ واتخذ اللہ ابراہیم خلیلا وکتاب اللباس باب الجعد، وصحیح مسلم کتاب الایمان

[2] البدایہ والنہایہ لابن کثیر ج ۱ ص ۱۴۶ طبع مصر ۱۳۴۸ھ

ان کو چھوڑ گئے اور گو خود فلسطین میں مقیم رہے مگر برابر مکہ میں حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو دیکھنے آتے رہتے تھے۔ اسی اثنا میں اللہ تعالیٰ نے خانہ کعبہ کی تعمیر کا حکم دیا۔ آپ نے حضرت اسماعیلؑ علیہ السلام سے تذکرہ کیا اور دونوں باپ بیٹوں کے مقدس ہاتھوں سے بیت اللہ کی تعمیر ہوئی۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۹۹ سال کی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے ختنہ کا حکم دیا۔ حضرت نے اس کی تعمیل کی۔ جب آپ کی عمر سو سال کی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت سارہ کے بطن سے حضرت اسحٰق علیہ السلام کی پیدائش کی بشارت دی حضرت ابراہیم کی وفات ۱۷۵ سال کی عمر میں واقع ہوئی اور مدینۃ الخلیل میں تدفین عمل میں آئی آپ کی پیغمبرانہ سیرت کا تذکرہ قرآن عظیم میں جابجا نہایت تفصیل سے مذکور ہے۔ آپ کا شمار انبیاء اولوالعزم میں ہے یہود و نصاریٰ اور مسلمان سب آپ کو پیغمبر اور مقتدا مانتے ہیں[۱] پ۱ پ۳ پ۴ پ۵ پ۶ پ۷ پ۸ پ۱۱ پ۱۲ پ۱۳ پ۱۴ پ۱۶ پ۱۷ پ۱۸ پ۱۹ پ۲۱ پ۲۲ پ۲۳ پ۲۵ پ۲۶ پ۲۷ پ۲۸ پ۳۰

اَبْرَحُ۔ میں پھروں گا، پھرتا ہوں (رحم) بَرْحٌ سے جس کے معنی کسی جگہ سے ہٹنے اور پلٹنے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد متکلم۔ پ۱۳ پ۱۵

اَبْرَصَ۔ کوڑھی۔ برص ایک مشہور مرض ہے پ۳ پ۷

اَبْرَمُوْا۔ انہوں نے مضبوط ارادہ کیا۔ اِبْرَامٌ سے جس کے معنی کسی کام کے مضبوط کرنے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ پ۲۵

اُبْرِئُ۔ میں اچھا کر دیتا ہوں۔ اِبْرَاءٌ سے جس کے معنی ہر بری چیز مرض وغیرہ سے بری کرنے اور نجات دلانے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد متکلم ہے پ۳

اُبَرِّئُ۔ میں بری کرتا ہوں یا کروں گا۔ تَبْرِئَۃٌ سے جس کے معنی بری کرنے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد متکلم پ۱۳

اُبْسِلُوْا۔ گرفتار کئے گئے۔ اِبْسَالٌ سے۔ جس کے معنی بغلبہ وقہر گرفتار کرنے اور محروم کرنے کے ہیں ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ پ۷

اَبْشِرُوْا۔ تم کو خوش خبری ہو۔ اِبْشَارٌ سے جس کے معنی بشارت پانے کے ہیں امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ۲۴

اَبْصَارٌ۔ آنکھیں اور بینائیاں۔ بصر کی جمع ہے۔ بصر آنکھ اور بینائی دونوں کو کہتے ہیں اور بینائی بھی آنکھ کی ہو یا دل کی دونوں کو بصر کہا جا سکتا ہے پ۳ پ۷ پ۱۱ پ۱۴

۱؎ تفصیل کے لئے دیکھو "قصص القرآن" مطبوعہ ندوۃ المصنفین

پ ۱۴/۱۴ پ ۱۶/۱۳و۲۴ پ ۱۹/۱۵و۱۱و۱۲ پ ۲۱/۱۴و۱۸ پ ۲۲/۱۳ پ ۲۶/۲ پ ۲۸/۳ پ ۲۹/۲

اَبْصَارُکُمْ۔ تمہاری آنکھیں یا تمہاری بینائیاں اَبْصَارٌ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ پ ۱۱/۶ پ ۲۴/۱۷

اَبْصَارُنَا۔ ہماری نگاہیں۔ اَبْصَارُ مضاف نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ پ ۱۴/۱

اَبْصَارُھَا۔ ان کی بینائیاں ھَا ضمیر قلوب کی طرف لوٹتی ہے۔ اَبْصَارُ مضاف ھَا ضمیر واحد مونث غائب مضاف الیہ پ ۳۰/۳

اَبْصَارُھُمْ۔ ان کی نگاہیں یا ان کی آنکھیں۔ اَبْصَارُ مضاف ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ پ ۱/۱و۲

پ ۹/۱۲ پ ۱۳/۲۰ پ ۱۹/۱۰ پ ۲۲/۱۴ پ ۲۴/۸ پ ۲۶/۲و۳ پ ۲۹/۸و۹

اَبْصَارُھُنَّ۔ ان عورتوں کی نظریں۔ ان کی آنکھیں۔ اَبْصَارُ مضاف ھُنَّ ضمیر جمع مونث غائب مضاف الیہ پ ۱۸/۹

اَبْصِرْ۔ دیکھتا رہ (انتظار کر) اِبْصَارٌ سے جس کے معنے دیکھنے اور دکھانے کے ہیں امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ابصار کا استعمال زیادہ تر دل سے دیکھنے کے متعلق ہوتا ہے پ ۲۳/۹

اَبْصَرَ۔ اس نے دیکھ لیا۔ اس نے بصیرت حاصل کی۔ اِبْصَارٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب پ ۶/۱۹

اَبْصِرْ بِہٖ۔ کیا عجیب دیکھتا ہے فعل تعجب ہے پ ۱۵/۱۴ پ ۱۶/۵

اَبْصَرْنَا۔ ہم نے دیکھ لیا۔ ہم نے بصیرت حاصل کی اِبْصَارٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم ہے پ ۲۱/۱۵

اَبْصِرْھُمْ۔ ان کو دیکھتا رہ۔ اَبْصِرْ اِبْصَارٌ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب پ ۲۳/۹

اِبْعَثْ۔ تو بھیج (فتح) بَعَثٌ سے جس کے معنی کسی چیز کو اٹھا کھڑا کرنے اور روانہ کرنے کے ہیں۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ بَعْث کی دو قسمیں ہیں ایک بشری دوسری الٰہی۔ اگر اس کی نسبت فاعل انسان کی طرف ہو تو اس کو بشری کہیں گے۔ جیسے ایک شخص کا کسی دوسرے شخص کو روانہ کرنا اور بھیجنا اور اگر خدا کی طرف ہے تو اس کو الٰہی کہا جائے گا اور اس کی بھی دو قسمیں ہیں، پہلی قسم اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے جیسے اشیاء کو عدم سے وجود میں لانا، دوسری قسم کی مثال مُردوں کو جِلانا ہے کبھی کبھی اللہ تعالیٰ اس صفت سے اپنے ممتاز بندوں کو بھی سرفراز فرماتا ہے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا واقعہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔ پ ۱/۱۵ پ ۳/۱۶ پ ۱۹/۷

اُبْعَثُ۔ مجھے اٹھایا جائے گا۔ بَعْثٌ سے مضارع مجہول کا صیغہ واحد متکلم پ ۱۶/۵

اِبْعَثُوْا۔ تم بھیجو۔ بَعْثٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر

پ ۱۵

اَبْغِیْ ۔ میں تلاش کروں (ضَرَبَ) بَغْیٌ سے مضارع کا صیغہ واحد متکلم ۔ بَغْیٌ کے معنی اصل میں میانہ روی سے بڑھنے کی خواہش کرنے کے ہیں اور اس کی دو قسمیں ہیں ایک محمود جیسے عدل کی بجائے احسان کرنا اور فرائض کے علاوہ نوافل کا بھی پابند رہنا ۔ دوسرے مذموم جیسے حق سے تجاوز کرکے باطل کو اختیار کرنا یا شبہات میں پڑنا قرآنِ عظیم میں اکثر مواقع پر بغی کا استعمال مذموم معنی میں ہی ہوا ہے پ

اَبْغِیْکُمْ ۔ میں تمہارے لئے تلاش کروں ۔ اس میں کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر ہے پ ۹

اَبَقَ ۔ وہ بھاگا ۔ (نَصَرَ ، ضَرَبَ ، سَمِعَ) اِبَاقٌ سے جس کے معنی غلام کے بھاگنے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب پ

اَبْقٰی ۔ دیر تک رہنے والا ۔ سدا باقی رہنے والا بَقَاءٌ سے جس کے معنی باقی رہنے کے ہیں افعل التفضیل کا صیغہ ، یہ لفظ جب اللہ کی صفت ہوگا تو اس کے معنی سدا باقی رہنے والے کے ہوں گے ورنہ دیر تک رہنے والے کے ۔ پ ۱۶ پ پ ۲۵ پ ۳۰

اَبْقٰی ۔ اس کو باقی چھوڑا ۔ اِبْقَاءٌ سے جس کے معنی باقی چھوڑنے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب پ ۲۷

اِبْکَارٌ ۔ صبح ۔ بروزن اِفْعَالٌ اسم ہے پ ۳ پ ۲۴

اَبْکَارًا ۔ کنواریاں ۔ بِکْرٌ کی جمع ہے بِکر کنواری لڑکی کو کہتے ہیں پ پ ۲۸

اَبْکَمُ ۔ مادرزاد گونگا ۔ بَکَمٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ پ ۱۴

اَبْکٰی ۔ اس نے رُلایا ۔ اِبْکَاءٌ سے جس کے معنی رلانے کے ہیں ۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب پ ۲۷

اِبِلٌ ۔ اونٹ ۔ اسم جنس ہے واحد اور جمع دونوں کے لئے بولا جاتا ہے مگر نہ جمع ہے نہ اسم جمع پ ۸ پ ۳۰

اِبْلَعِیْ ۔ تو نگل جا (فَتَحَ) بَلْعٌ سے جس کے معنے نگلنے کے ہیں امر کا صیغہ واحد مونث حاضر پ ۱۲

اَبْلُغَ ۔ میں پہنچ جاؤں (نَصَرَ) بُلُوْغٌ سے جس کے معنی کسی شے تک پہنچنے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد متکلم پ ۱۵ پ

اَبْلَغْتُکُمْ میں نے تم کو پہنچا دیا ۔ اَبْلَغْتُ ۔ اِبْلَاغٌ سے جس کے معنی پہنچا دینے کے ہیں ۔ ماضی کا صیغہ واحد متکلم کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر پ ۸ پ ۹ پ ۱۲

اُبَلِّغُکُمْ ۔ میں تم کو پہنچاتا ہوں ۔ اُبَلِّغُ ۔ تَبْلِیْغٌ سے جس کے معنے پہنچانے کے ہیں ۔ مضارع کا صیغہ واحد متکلم ۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر پ ۸ پ ۲۶

اَبْلَغُوْا۔ انھوں نے پہنچایا۔ اِبْلَاغٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب پ ۲۹/۱۲

اَبْلِغْهُ۔ اس کو پہنچا دے۔ اَبْلِغْ۔ اِبْلَاغٌ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب پ ۱

اِبْلِیْس۔ شیطان کا نام ہے۔ بروزن اِفْعِیْل اِبْلَاسٌ سے مشتق ہے جس کے معنی سخت ناامیدی کے باعث غمگین ہو کر ششدر و متحیر ہو جانے کے ہیں چونکہ شیطان رحمتِ حق سے ناامید ہے اس لئے اس کا نام ابلیس ہوا لیکن علامہ زمخشری نے تفسیر کشاف میں سورۂ مریم میں لفظ ادریس پر بحث کرتے ہوئے تصریح کی ہے کہ ابلیس عجمی لفظ ہے اور اس کا اشتقاق ابلاس سے بتانا صحیح نہیں اس لئے کہ یہ غیر منصرف ہے۔ اور غیر منصرف ہونے کے لئے تو اسبابِ منع صرف میں سے کم از کم دو سبب یا وہ ایک سبب جو دو سببوں کے قائم مقام ہو پایا جانا ضروری ہے اور ابلاس سے مشتق ہونے کی صورت میں اس میں بجز علمیت کے کوئی دوسرا سبب پایا نہیں جاتا لہٰذا غیر منصرف ہونا اس کے عجمی ہونے کی دلیل ہے[1]۔ مسند امام احمد بن حنبل میں حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ابلیس کا تخت سمندر میں ہے وہ روزانہ اپنے لشکر کی ٹکڑیاں بھیجتا رہتا ہے تاکہ لوگوں کو فتنہ میں مبتلا کریں جو جتنا زیادہ لوگوں میں فتنہ پھیلاتا ہے اتنا ہی زیادہ ابلیس کے نزدیک اس کا مرتبہ بلند ہوتا ہے۔ مسند مذکور میں حضرت جابرؓ سے یہ بھی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ابن صائد سے (جو شیطانی خلل میں گرفتار ہو کر دعاویٔ باطلہ کا مدعی تھا) دریافت فرمایا کہ تو کیا دیکھتا ہے، تو کہنے لگا مجھے سمندر پر ایک تخت بچھا ہوا نظر آتا ہے جس کے گرداگرد سانپ ہی سانپ ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا اس نے سچ کہا وہ ابلیس کا تخت ہے[2]۔ (مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو لفظِ شیطان) پ ۱/۳ پ ۸/۹ پ ۱۳/۳ پ ۱۵/۷و۱۹ پ ۱۶/۱۹ پ ۱۹/۹ پ ۲۲/۸ پ ۲۳/۱۴۔

اِبْنٌ۔ بیٹا پ ۱/۱۱ پ ۲/۳ پ ۶/۲و۳و۴و۱۱و۱۳و۱۵ پ ۷/۵و۹ پ ۹/۸ پ ۱۰/۱۱ پ ۱۲/۵و۱۲ پ ۱۳/۳ پ ۲۱/۱۴ پ ۲۵/۱۲ پ ۲۶/۲۰ پ ۲۸/۹و۱۰

اِبْنِ۔ تو بنا (ضَرَبَ) بِنَاءٌ سے جس کے معنی بنانے اور تعمیر کرنے کے ہیں امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر پ ۲۴/۷ پ ۲۸/۲۰

اِبْنُ السَّبِیْل۔ مسافر۔ ابن السبیل کے لفظی معنی

---

[1] تفسیر کشاف ج ۲ ص ۴۱۲ طبع مصر ۱۳۵۴ء۔ [2] البدایہ والنہایہ مصنفہ حافظ ابن کثیرؒ ج ۱ ص ۵۹ طبع مصر ۱۳۴۸ء

راستے کے بیٹے کے ہیں چونکہ مسافر راہ نوردی کرتا ہے اس لئے اسے ابن السبیل کہتے ہیں

اَبْنَآءَ۔ بیٹے۔ اِبْنٌ کی جمع ہے

اَبْنَآءَکُمْ۔ تمہارے بیٹے اَبْنَآءَ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ

اِبْنَ اُمَّ۔ ماں کا جنا۔ ماں جایا بھائی۔ اِبْنَ مضاف اُمَّ مضاف الیہ۔

اَبْنَآءَنَا۔ ہمارے بیٹے۔ اَبْنَآءَ مضاف نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ

اَبْنَآءَھُمْ۔ ان کے بیٹے۔ اَبْنَآءَ مضاف ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ

اَبْنَآئِھِنَّ۔ ان عورتوں کے بیٹے۔ اَبْنَآءِ مضاف ھُنَّ ضمیر جمع مونث غائب مضاف الیہ

اِبْنَتَ۔ بیٹی۔ اِبْنٌ کی مونث

اِبْنَتَیَّ۔ میری دو بیٹیاں۔ ی متکلم کی ہے اِبْنَتَیَّ اصل میں اِبْنَتَیْنِ تھا اِبْنَةٌ کا تثنیہ۔ یاء متکلم کی طرف اضافت کے سبب سے نون گر پڑا۔

اِبْنَكَ۔ تیرا بیٹا۔ اِبْنَ مضاف كَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ

اُبْنُوْا۔ تم بناؤ۔ بِنَآءٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر

اِبْنَہٗ۔ اس کا بیٹا۔ اِبْنَ مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ

اِبْنَھَا۔ اس عورت کا بیٹا۔ اِبْنَ مضاف۔ ھَا ضمیر واحد مونث غائب مضاف الیہ

اِبْنِیْ۔ میرا بیٹا۔ اِبْنَ مضاف ی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ

اِبْنَیْ اٰدَمَ۔ آدم کے دو بیٹے۔ نہ تو قرآن عظیم میں ان دونوں کے نام مذکور ہیں اور نہ حدیث شریف میں البتہ تورات میں قاتل کا نام قابیل اور مقتول کا ہابیل لکھا ہے قرآن عظیم میں سورہ مائدہ میں ان کا قصہ تفصیل سے مذکور ہے۔ صحیحین، مسند احمد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا میں جب بھی کوئی مظلوم قتل ہوتا ہے تو اس کے خون کا اتنا ہی گناہ آدم کے اس پہلے بیٹے پر ہوتا ہے کیونکہ وہی پہلا شخص ہے جس نے اس قتل کی راہ نکالی۔ مسند احمد، ابوداؤد، اور ترمذی میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے

مروی ہے کہ فتنۂ عہدِ عثمانی کے موقع پر انھوں نے بیان کیا، میں اس کی شہادت دیتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ عنقریب ایک فتنہ اٹھنے والا ہے جس میں بیٹھنے والا شخص کھڑے ہونے والے سے اور کھڑا ہونے والا چلنے والے سے اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا میں نے عرض کیا کہ اس صورت میں آپ کی کیا رائے ہے جبکہ کوئی میرے گھر میں ہی آگھسے اور مجھے قتل کرنے کے لئے ہاتھ بڑھادے تو آپ نے فرمایا کہ تم آدمؑ کے بیٹے کی طرح بن جاؤ۔ ابن مردویہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے اور مسلم ترمذی، ابوداؤد، اور ابن ماجہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے حدیث کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں کہ کن کخیر ابنی آدم (آدمؑ کے دونوں بیٹوں میں سے بہتر بیٹے کی طرح بن جاؤ)[1] ۹/۵

اَبَوْا۔ انھوں نے سختی سے انکار کیا۔ (ضرب۔ فتح) اِبَاءٌ سے جس کے معنی سختی سے انکار کرنے کے ہیں ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ اگر انکار میں سختی نہ ہو تو ابا نہیں ہے۔ ۱۶/۱

اَبْوَابٌ۔ دروازے۔ بَابٌ کی جمع ہے جس کے معنی دروازے کے ہیں ۱۲/۲۳، ۱۳/۲۳، ۲/۳۴، ۱۲/۴۳، ۱۰۹۲/۳۴، ۱۲/۴۴، ۱۲۵۵/۲۴، ۸/۲۴، اَبْوَابًا ۹/۴۲، ۱/۲۰

اَبْوَابُهَا۔ اس کے دروازے اَبْوَابُ مضاف ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ ۸/۳، ۵/۲۳

اَبَوَاهُ۔ اس کے ماں باپ۔ اَبَوَا اصل میں اَبَوَانِ تھا، اَبٌ کا تثنیہ ہ ضمیر واحد مذکر غائب کی طرف اضافت کے سبب ن گر گیا ۱۲/۴، ۱/۱۲

اَبُوْكِ۔ تیرا باپ۔ اَبُوْ مضاف كِ ضمیر واحد مؤنث حاضر مضاف الیہ ۱/۱۶

اَبُوْنَا۔ ہمارا باپ۔ اَبُوْ مضاف نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ۔ ۹/۱۲

اَبُوْهُمْ۔ ان کا باپ۔ اَبُوْ مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ ۱۳/۲ و ۵

اَبُوْهُمَا۔ ان دونوں کا باپ، اَبُوْ مضاف هُمَا ضمیر تثنیہ مذکر غائب مضاف الیہ ۱/۱۶

اَبَوَيْكَ۔ تیرے دونوں باپ دادا۔ اَبَوَیْ اصل میں اَبَوَيْنِ تھا۔ اَبٌ کا تثنیہ۔ كَ ضمیر واحد مذکر حاضر کی طرف مضاف ہونے کے باعث ن گر گیا ۱/۱۲

[1] ان سب حوالوں کے لئے ملاحظہ ہو البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۹۲

اَبَوَیْکُمْ۔ تمہارے ماں باپ۔ اَبَوَیْ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ پ۸

اَبَوَیْہِ۔ اس کے ماں باپ۔ اَبَوَیْ مضاف ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ پ۴ پ۱۳ پ۱۵

اَبٰی۔ اس نے سخت انکار کیا۔ اِبَاءٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب (ملاحظہ ہو اَبَوا) پ۱ پ۳ پ۵ پ۱۰،۱۱ پ۱۲،۱۴،۱۶ پ۲۴

اَبِیْ۔ میرا باپ۔ اَبٌ مضاف ی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ۔ پ۱۳ پ۱۹ پ۲۰

اَبْیَضُ۔ سفید۔ بَیَاضٌ سے جس کے معنی سفیدی کے ہیں صفت مشبہ کا صیغہ اَلْخَیْطُ الْاَبْیَضُ سے مراد سپیدۂ سحر ہے پ۲

اِبْیَضَّتْ۔ سفید ہو گئیں، دمکنے لگیں۔ اِبْیِضَاضٌ سے جس کے معنی سفید ہونے اور دمکنے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مونث غائب۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے قصہ میں آنکھوں کے سفید ہونے کے معنی ہیں اور دوسری جگہ چہروں کے دمکنے اور روشن ہونے کے پ۴ پ۱۳

اَبِیْکُمْ۔ تمہارا باپ۔ اَبٌ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ پ۱۲ پ۱۳ پ۲۱

اَبِیْ لَهَبٍ۔ یہ عبد العزیٰ بن عبد المطلب کا لقب ہے اس کی کنیت ابو عتبہ ہے۔ ابولہب کے معنی ہیں "شعلہ کا باپ" چونکہ یہ خوبصورت تھا اور نہایت سرخ و سپید اس لئے قریش نے اس کو ابولہب کا خطاب دیا تھا جو بعد میں اسلام دشمنی کی وجہ سے ایہام اس کے جہنمی ہونے کی بشارت بن گیا یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقی چچا تھا اور سرداران قریش میں شمار کیا جاتا تھا۔ لیکن کفر و شقاوت کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بدترین مخالف اور اسلام کا سخت ترین دشمن تھا۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی قبیلہ کو تبلیغ فرماتے یہ بدبخت آپ پر پتھر پھینکتا کہ پائے مبارک لہولہان ہو جاتے اور لوگوں سے کہتا پھرتا کہ اس کی بات مت سنو یہ شخص تم سے لات و عزیٰ اور تمہارے دیوتاؤں کو چھڑانا چاہتا ہے، کبھی کہتا محمد ہم سے ان چیزوں کا وعدہ کرتے ہیں جو مرنے کے بعد ملیں گی ہم کو تو وہ چیزیں ہوتی نظر نہیں آتیں۔ کبھی دونوں ہاتھوں سے خطاب کر کے کہتا تبا لکما ما اری فیکما شیئا مما یقول محمد (تم دونوں ٹوٹ جاؤ میں تو تمہارے اندر ان میں سے کوئی چیز نہیں دیکھتا جو محمد بیان کرتے ہیں) صحیحین، مسند احمد و ترمذی میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب آیت وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ نازل ہوئی تو رسالتماب

صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہِ صفا پر چڑھ کر بنی فہری بنی عدی
قریش کے مختلف خاندانوں کو آواز دینی شروع کی اور
لوگ جمع ہونے لگے یہاں تک کہ جو شخص نہ آسکا اس
نے کسی دوسرے شخص کو خبر لینے کے لئے بھیجا۔ غرض
جب قریش جمع ہو گئے اور ان میں ابولہب بھی تھا تو آپ
نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں تم کو یہ خبر دوں کہ ایک لشکر
وادی میں پڑاؤ ڈالے تم کو لوٹنے کا ارادہ کر رہا ہے تو کیا تم
میری تصدیق کروگے سب نے کہا ہاں ہم نے آپ کو ہمیشہ
سچا پایا ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ یقیناً میں تم کو آخرت
کے سخت عذاب سے ڈرانے والا ہوں اس پر ابولہب
برہم ہو کر بولا "تباً لک سائر الایام الھذا جمعتنا" تو
صدا برباد رہے کیا اسی لئے ہم کو جمع کیا تھا[1]۔ غرض اس
کی شقاوت و بدبختی حد کو پہنچ گئی تھی، جب اس کو عذاب
سے ڈرایا جاتا تو کہتا کہ اگر واقعی یہ بات ہونے والی ہے
تو میرے پاس مال اور اولاد بہت ہے ان کو فدیہ میں
دیکر عذاب سے چھوٹ جاؤں گا، ہجرت کے بعد قریش
کے جارحانہ ارادوں کا باعث ایک یہی تھا۔ ۲ھ
میں مکہ میں غزوۂ بدر سے سات روز بعد اس کے زہریلی قسم

کا ایک دانہ نکلا۔ مرض لگ جانے کے خوف سے سب گھر والوں
نے اسے الگ ڈال دیا اور یہ وہیں پڑا پڑا مرگیا، تین روز تک
اس کی لاش اسی جگہ پڑی سڑتی رہی۔ آخر کار اس کے ورثا
کو شرم محسوس ہونے لگی تو حبشی مزدوروں سے اجرت پر
اٹھوا کر اس کو گڑوایا انھوں نے گڑھا کھود کر ایک لکڑی
سے اس کو اندر لڑھکا دیا اور اوپر سے پتھر بھر دیئے۔ اس
طرح بصد رسوائی و ذلت وہ ناری جہنم کو سدھارا۔ سورۂ
لہب میں ابولہب کی ہلاکت سے اس کی ذاتی ہلاکت
مراد نہیں بلکہ اس کی قومی ہلاکت مراد ہے جو غزوۂ بدر کے
بعد ہی واقع ہوئی، جس طرح دیگر انبیا علیہم السلام کے
زمانے میں ہمیشہ ایک نافرمان اور سرکش ان کا مقابل
رہا ہے اور جو اپنی گمراہی کے باعث پوری کی پوری قوم
کی تباہی و بربادی کا سبب ہوا جیسے حضرت ابراہیم
علیہ السلام کے زمانے میں نمرود حضرت موسیٰ علیہ السلام
کے وقت میں فرعون، اسی طرح اس امت محمدیہ کا نمرود
یا فرعون ابولہب کو سمجھنا چاہئے اور قرآن عظیم نے اسی
حیثیت سے تمام عمائد قریش کو چھوڑ کر صرف اسی کا نام لیا۔

اَبَـيْنَ۔ انھوں نے انکار کیا۔ اِبَاءٌ سے ماضی کا صیغہ

---

[1] روح المعانی ج ۳۰ ص ۲۶۰ طبع مصر

جمع مونث غائب ۲۲/۴

اُبَیِّنُ۔ میں بیان کروں۔ تَبْیِیْنٌ سے جس کے معنی بیان کرنے اور ظاہر کرنے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد متکلم ۲۵/۱۲

اَبِیْنَا۔ ہمارا باپ۔ اَبٌ مضاف نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ۔ ۱۳/۱۲

اَبِیْهِ۔ اس کا باپ۔ اَبٌ مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ ۶/۵ ۱۱/۲ ۱۳/۱۱ ۱۶/۲ ۱۴/۵ ۱۹/۹ ۲۳/۲ ۲۵/۹ ۲۸/۲ ۳۰/۵

اَبِیْهِمْ۔ ان کا باپ۔ اَبٌ مضاف ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ ۱۳/۲

فصل لتاء المثناة

اٰتِ۔ تو دے۔ اِیْتَاءٌ سے جس کے معنی دینے کے ہیں امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ۱۵/۳ ۲۱/۲

اٰتٍ۔ آنیوالا۔ اِتْیَانٌ سے جس کے معنی آنے کے ہیں۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ۶/۳ ۲۰/۱۲

- - - - - - - - - - - - - -

اِتِّبَاعٌ تابعداری کرنا۔ حکم ماننا۔ پیروی کرنا۔ بروزن اِفْتِعَالٌ مصدر ہے ۲/۶ ۲/۲

اَتَّبِعُ۔ میں پیروی کرتا ہوں، اتباع کرتا ہوں اِتِّبَاعٌ سے مضارع کا صیغہ واحد متکلم ۷/۱۱و۱۲ ۹/۱۴ ۱۱/۷ ۲۳/۱

اِتَّبَعَ۔ اس نے پیروی کی اِتِّبَاعٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ۲/۸ ۵/۱۵ ۷/۷ ۹/۱۲ ۱۲/۱۰ ۱۵/۱۹ ۱۶/۱۰و۱۱و۱۶ ۱۵/۳ ۲/۸ ۲۱/۷ ۲۲/۱۸

اِتَّبِعْ۔ تو پیروی کر۔ اِتِّبَاعٌ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ۶/۱۹ ۱۱/۱۶ ۱۴/۵و۲۲ ۲۱/۱۱و۱۷ ۲۹/۱۷

اَتْبَعَ۔ وہ پیچھے پڑ گیا۔ اِتْبَاعٌ سے جس کے معنی پیچھے لگ جانے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ۱۶/۲

اِتَّبَعْتُ۔ میں نے پیروی کی۔ اِتِّبَاعٌ سے ماضی کا صیغہ واحد متکلم ۱۲/۵

اِتَّبَعْتَ۔ تو نے پیروی کی۔ اِتِّبَاعٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر ۱/۱۴ ۲/۱ ۱۳/۱۱

اِتَّبَعْتُمْ۔ تم نے پیروی کی۔ اِتِّبَاعٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۵/۸ ۹/۱

اِتَّبَعْتَنِیْ۔ تو نے میری اتباع کی۔ اِتَّبَعْتَ صیغہ ماضی۔ ن وقایہ۔ ی ضمیر واحد متکلم (ملاحظہ ہو اِتَّبَعْتَ) ۱۵/۲۱

اِتَّبَعَهُمْ۔ اس نے ان کی پیروی کی اِتَّبَعَ اِتِّبَاعٌ

سے ماضی کا صیغہ واحد مونث غائب اور ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ۲۷/۴

اَتَّبِعُكَ۔ میں تیری پیروی کروں۔ اَتَّبِعُ مضارع کا صیغہ واحد متکلم۔ کَ ضمیر واحد مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اَتَّبِعُ) ۱۵/۲۱

اِتَّبَعَكَ۔ اس نے تیری پیروی کی۔ اِتَّبَعَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اور کَ ضمیر واحد مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اِتَّبَعَ) ۱/۸ ۱۱/۲ ۱۴/۳ ۱۹/۱۰، ۱۵

اِتَّبَعَكُمَا۔ اس نے تم دونوں کی پیروی کی۔ اِتَّبَعَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اور کُمَا ضمیر تثنیہ مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اِتَّبَعَ) ۲۰/۵

اِتَّبَعْنَا۔ ہم نے پیروی کی، ہم نے تابعداری کی۔ اِتِّبَاعٌ سے، ماضی کا صیغہ جمع متکلم ۲۱/۱۱

اَتْبَعْنَا۔ ہم نے پیچھے لگا دیا۔ اِتْبَاعٌ سے، ماضی کا صیغہ جمع متکلم ۲۳/۲

اِتَّبَعْنٰكُمْ۔ ہم تمہاری پیروی کرتے۔ اِتَّبَعْنَا۔ ماضی کا صیغہ جمع متکلم کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اِتَّبَعْنَا) ۴/۸

اَتْبَعْنٰهُمْ۔ ہم نے ان کے پیچھے لگا دیا۔ اَتْبَعْنَا ماضی کا صیغہ جمع متکلم هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب (ملاحظہ ہو اَتْبَعْنَا) ۳/۲

اِتَّبَعَنِیْ۔ اس نے میری پیروی کی۔ اِتَّبَعَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم (ملاحظہ ہو اِتَّبَعَ) ۲۰/۳ ۲۳/۹

اِتَّبِعْنِیْ۔ تو میری پیروی کر۔ اِتَّبِعْ امر حاضر کا صیغہ واحد مذکر۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم (ملاحظہ ہو اِتَّبِعْ) ۲۶/۹

اِتَّبَعُوْا۔ انہوں نے اتباع کی۔ اِتِّبَاعٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ۱/۱۲ ۲/۱۴ ۳/۹ ۹/۹ ۱۲/۵ ۱۶/۱۴ ۲۴/۹ ۲۶/۵، ۶، ۷ ۲۷/۸ ۲۹/۱۰

اُتُّبِعُوْا۔ ان کی پیروی کی گئی۔ اِتِّبَاعٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب ۲/۱۴

اِتَّبِعُوْا۔ تم پیروی کرو۔ اِتِّبَاعٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۲/۱۲ ۴/۲ ۷/۸ ۱۰/۱۴ ۲۱/۱۲ ۲۳/۱۹

اُتْبِعُوْا۔ ان کے پیچھے لگا دیا گیا۔ اِتْبَاعٌ سے، ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب ۱۲/۵، ۹

اِتَّبَعُوْكَ۔ انہوں نے تیری اتباع کی۔ اِتَّبَعُوْا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب كَ ضمیر واحد مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اِتَّبَعُوْا) ۳/۱۴ ۱۰/۱۲

اِتَّبِعُوْنِیْ۔ تم میری اتباع کرو۔ اِتَّبِعُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم (ملاحظہ ہو اِتَّبِعُوْا) ۳/۱۲ ۱۶/۱۴ ۲۴/۱۰ ۲۵/۱۲

اِتَّبَعُوْهُ۔ انہوں نے اس کی پیروی کی اِتَّبَعُوْا۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہُ ضمیر واحد مذکر غائب (ملاحظہ ہو اِتَّبَعُوْا) ۳/۱۰ ۳/۱۱ ۲۲/۸ ۲۴/۲۰

اِتَّبِعُوْهُ۔ تم اس کی پیروی کرو۔ اِتَّبِعُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہُ ضمیر واحد مذکر غائب (ملاحظہ ہو اِتَّبِعُوْا) ۸/۱۰۶ ۹/۱۰

اِتَّبَعُوْهُمْ۔ انہوں نے ان کی پیروی کی۔ اِتَّبَعُوْا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ۱/۱۱

اَتْبَعُوْهُمْ وہ ان کے پیچھے پڑے۔ اَتْبَعُوْا اِتْبَاعٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ۱۹/۸

اَتْبَعَهٗ۔ وہ اس کے پیچھے لگا اَتْبَعَ۔ اِتْبَاعٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ (ملاحظہ ہو اَتْبَعَ) ۹/۱۲ ۱۴/۲ ۲۳/۵

اَتَّبِعُهٗ۔ میں اس کی پیروی کروں۔ اَتَّبِعُ اِتِّبَاعٌ سے مضارع کا صیغہ واحد متکلم ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب (ملاحظہ ہو اَتَّبِعُ) ۲۰/۸

اِتَّبِعْهَا تو اس کی پیروی کر۔ اِتَّبِعْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب۔ ملاحظہ ہو اِتَّبِعْ) ۱۵/۱۸

اَتْبَعَهُمْ۔ ان کے پیچھے ہولیا۔ اَتْبَعَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہُمْ ضمیر جمع مذکر غائب (ملاحظہ ہو اَتْبَعَ) ۱۱/۱۴ ۱۹/۱۳

اَتَتْ۔ وہ لائی۔ اِیْتَاءٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب ۲/۳ ۱۴/۱۲ ۵/۱۶

اَتَتْ۔ وہ آئی۔ (ضَرَبَ) اِتْیَانٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب ۱۶/۱۵ ۲۴/۱

اَتَتْكَ۔ تیرے پاس آئی۔ اَتَتْ صیغہ ماضی واحد کَ ضمیر واحد مذکر حاضر ۲۶/۱۶

اَتَتْكُمْ۔ تمہارے پاس آئی۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر ۲/۱۰

اَتَتْهُمْ۔ ان کے پاس آئی۔ ہُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ۱/۱۵

اِتِّخَاذُ۔ اختیار کرنا۔ پسند کرنا۔ بروزن اِفْتِعَالٌ مصدر ہے ۱/۲

اَتَّخِذُ۔ میں بناؤں، اختیار کروں۔ اِتِّخَاذُ سے مضارع کا صیغہ واحد متکلم ۷/۶ ۱۹/۱

اِتَّخَذَ۔ اس نے اختیار کیا۔ پسند کیا۔ اِتِّخَاذُ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ۱/۱۱ ۵/۱۵ ۹/۹ ۱۱/۱۳ ۱۵/۱۰،۳،۳ ۱۴/۲۱ ۱۶/۹،۸ ۱۷/۲ ۱۶/۵ ۱۹/۲ ۲۵/۱۹،۱۰،۸ ۲۹/۲۰،۱۱ ۳۰/۲

ءَ اَتَّخِذُ۔ بھلا میں اختیار کروں۔ ہمزہ استفہام انکاری کی (ملاحظہ ہو ا اور اَتَّخِذُ) ۲۳/۱

اِتَّخَذْتُ میں نے اختیار کیا۔ اِتِّخَاذٌ سے ماضی کا صیغہ واحد متکلم پ ۱۹/۱

اِتَّخَذْتَ۔ تو نے اختیار کیا۔ اِتِّخَاذٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر پ ۱۶/۱ پ ۹

اِتَّخَذَتْ۔ اس عورت نے اختیار کیا۔ اِتِّخَاذٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مونث غائب پ ۱۶/۵ پ ۲۰/۱۶

اِتَّخَذْتُمْ۔ تم نے اختیار کیا۔ اِتِّخَاذٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ ۱/۱۱ و ۹ و ۱۴ پ ۱۳/۸ پ ۲۰/۱۵ پ ۲۵/۲۰

اِتَّخَذْتُمُوْهُ۔ تم نے اس کو ٹھیرایا۔ اِتَّخَذْتُمُوْا اصل میں اِتَّخَذْتُمْ تھا ضمیر کے اتصال کی بنا پر واو جمع لایا گیا۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب پ ۱۳/۸

اِتَّخَذْتُمُوْهُمْ۔ تم نے ان کو ٹھیرایا۔ اس میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے پ ۱۸/۶

اَتَّخِذَنَّ۔ میں ضرور ٹھیراؤں گا۔ اختیار کرونگا اِتِّخَاذٌ سے مضارع با نون تاکید کا صیغہ واحد متکلم پ ۵/۱۵

اِتَّخَذْنٰهُ۔ ہم اس کو ٹھیراتے۔ اِتَّخَذْنَا، اِتِّخَاذٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب پ ۱۷/۲

اَتَّخَذْنٰهُمْ۔ ہم نے ان کو ٹھیرایا۔ اَتَّخَذْنَا صیغہ ماضی هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ پ ۲۳/۱۲

اِتَّخَذُوْا۔ انھوں نے ٹھیرالیا۔ انھوں نے اختیار کرلیا اِتِّخَاذٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب پ ۶/۲ و ۱۵ پ ۷/۱۴ پ ۸/۱۰ و ۱۴ پ ۹/۹ پ ۱۰/۱۱ پ ۱۱/۲ پ ۱۵/۱۲ و ۳۰ پ ۱۶/۲ و ۸ پ ۱۷/۲ پ ۱۸/۱۹ پ ۱۹/۱ پ ۲۰/۱۶ پ ۲۳/۴ و ۱۵ پ ۲۴/۲ پ ۲۵/۱۷ و ۱۷ پ ۳۶/۲ پ ۲۸/۲ و ۱۳

اِتَّخِذُوْا۔ تم اختیار کرو۔ تم ٹھیراؤ۔ اِتِّخَاذٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ ۱/۱۵

اِتَّخَذُوْكَ۔ انھوں نے تجھ کو اختیار کرلیا۔ اِتَّخَذُوْا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب کَ ضمیر واحد مذکر حاضر پ ۱۵/۸

اِتَّخِذُوْنِیْ۔ تم مجھے ٹھیراؤ۔ اِتَّخِذُوْا امر حاضر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم پ ۶

اِتَّخَذُوْهُ۔ انھوں نے اس کو اختیار کیا۔ اِتَّخَذُوْا صیغہ ماضی ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب پ ۹

اِتَّخِذُوْهُ۔ تم بنالو اس کو۔ اِتَّخِذُوْا صیغہ امر۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب پ ۲۲/۱۳

اِتَّخَذُوْهَا۔ انھوں نے ٹھیرالیا ہے اس کو اِتَّخَذُوْا صیغہ ماضی هَا ضمیر واحد مونث غائب پ ۶/۱۳

اِتَّخَذُوْهُمْ۔ انھوں نے ٹھیرالیا ہے ان کو اِتَّخَذُوْا صیغہ ماضی هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب پ ۲۶/۱۵

اِتَّخِذْهُ۔ تو بنالے اس کو۔ اِتَّخِذْ۔ اِتِّخَاذٌ امر کا صیغہ

واحد مذکر حاضر۔ ہُ ضمیر واحد مذکر غائب پ۲۹/۱۲

اِتَّخَذَهَا۔ اس نے ٹھیرالیا ہے اس کو۔ اِتَّخَذَ صیغہ ماضی ھَا ضمیر واحد مونث غائب (ملاحظہ ہو اِتَّخَذَ) پ۲۵

اِتَّخِذِیْ۔ تو بنالے۔ اِتِّخَاذٌ سے امر کا صیغہ واحد مونث حاضر پ۱۴/۳۰

اَتْرَابٌ۔ ہم سن عورتیں۔ تِرْبٌ کی جمع پ۲۳/۱۲ اَتْرَابًا پ۲۷/۱۴ پ۳۰/۲

اُتْرِفْتُمْ۔ تمہیں عیش دیا گیا، تم نازو نعمت میں پالے گئے۔ اِتْرَافٌ سے، جس کے معنی عیش و آرام عطا کرنے اور نازو نعمت میں پرورش کرنے کے ہیں ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ۱۷/۲

اَتْرَفْنٰهُمْ۔ ہم نے ان کو آرام دیا۔ اَتْرَفْنَا اِتْرَافٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم اور هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب پ۱۸/۲

اُتْرِفُوْا وہ آرام دئے گئے۔ اِتْرَافٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب پ۱۲/۱۰

اُتْرُكْ۔ تو چھوڑ۔ (نَصَرَ) تَرْكٌ سے جس کے معنی چھوڑنے کے ہیں امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر پ۲۵/۱۴

اِتَّسَقَ۔ وہ پورا ہوا، مکمل ہوا۔ اِتِّسَاقٌ سے جس کے معنی پورا ہونے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، قمر کے اتساق کے معنی نور سے بھرنے کے ہیں پ۳۰/۹

اِتَّقِ۔ تو ڈر۔ اِتِّقَاءٌ سے جس کے معنی اللہ سے ڈرنے کے ہیں۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر پ۲/۹ پ۲۱/۱۷ پ۲۲/۲

اَتْقَنَ۔ اس نے درست کیا، مضبوط کیا۔ اِتْقَانٌ سے جس کے معنی درست و استوار کرنے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب پ۲۰/۲

اِتَّقَوْا۔ وہ ڈرے۔ انھوں نے پرہیزگاری اختیار کی۔ اِتِّقَاءٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب پ۱/۱۲ پ۲/۱۰ پ۳۰ پ۴/۹ پ۶/۲ پ۹/۱۳،۲ پ۱۳/۱۱،۲ پ۱۴/۲۲ پ۱۶/۸ پ۲۳/۱۶ پ۲۴/۵،۲

اِتَّقُوْا۔ تم ڈرو۔ پرہیزگاری اختیار کرو۔ اِتِّقَاءٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ۱/۱۵،۲،۶،۳ پ۲/۱۴،۱۳،۱۲،۹،۸ پ۳/۹،۶ پ۳/۱۲،۷ پ۴/۱۴،۱۱،۵،۳،۲ پ۵/۱۹ پ۶/۱۲،۱۰،۶،۵ پ۷/۵،۲،۳ پ۸/۷ پ۹/۱۶،۱۵ پ۱۰/۷ پ۱۱/۴ پ۱۲/۷ پ۱۳/۵ پ۱۴/۸ پ۱۹/۱۴،۱۳،۱۲،۱۱،۱۰ پ۲۱/۱۳ پ۲۲/۹ پ۲۳/۲ پ۲۵/۱۲ پ۲۶/۱۴،۱۳ پ۲۷/۲۰ پ۲۸/۱۸،۱۷،۱۶،۹،۸،۶،۲

اِتَّقُوْنِ۔ مجھ سے ڈرو۔ اِتَّقُوْا صیغہ امر ن وقایہ ی متکلم کی محذوف ہے پ۱/۵ پ۲/۹ پ۱۴/۷ پ۱۶/۳ پ۲۳/۱۶

اِتَّقُوْهُ۔ اس سے ڈرو۔ اِتَّقُوْا صیغہ امر۔ ہُ ضمیر واحد مذکر غائب پ۷/۱۵ پ۲۰/۱۲ پ۲۱/۷ پ۲۹/۹

اِتَّقٰی۔ وہ ڈرا۔ اس نے پرہیزگاری اختیار کی۔ اِتِّقَاءٌ کے

ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ۲/۹ ۸ ۳/۱۶ ۵/۸ ۸/۱۱ ۲۴/۹ ۳۰/۱۷

اَتْقٰی۔ بڑا ڈرنے والا۔ بڑا پرہیزگار۔ وَقْیٌ سے جس کے معنی بچنے اور پرہیز کرنے کے ہیں افعل التفضیل کا صیغہ اصل میں اَوْقٰی تھا واو کو تا سے بدل لیا گیا ہے ۳۰/۱۷

اِتَّقَیْتُنَّ۔ تم سب عورتیں ڈریں۔ تم نے پرہیزگاری اختیار کی۔ اِتِّقَاءٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مونث حاضر ۲۲/۱

اَتْقٰکُمْ۔ تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار اَتْقٰی سے افعل التفضیل کا صیغہ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر ۲۶/۱۴

اِتَّقِیْنَ۔ تم سب عورتیں ڈرتی رہو۔ پرہیزگار بنی رہو۔ اِتِّقَاءٌ سے امر کا صیغہ جمع مونث حاضر ۲۲/۱

اُتْلُ۔ تو پڑھ۔ تلاوت کر۔ تِلَاوَةٌ سے جس کے معنے پڑھنے اور معنی میں تدبر کرنے کے ہیں امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ۶/۱۰ ۹/۹ ۹/۱۲ ۱۱/۱۲ ۱۵/۱۹ ۱۹/۹ ۲۱/۲

اَتْلُوْا۔ میں پڑھتا ہوں۔ تِلَاوَةٌ سے مضارع کا صیغہ واحد متکلم ۸/۴ ۲۰/۲

اُتْلُوْهَا۔ تم اس کو پڑھو۔ تِلَاوَةٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ھَا ضمیر واحد مونث غائب ۴/۲

اُتِمَّ۔ میں تمام کردوں۔ پورا کردوں۔ اِتْمَامٌ سے جس کے معنی پورا کردینے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد متکلم ۲/۲

اِئْتَمِرُوْا۔ تم سکھاؤ۔ مشورہ دو۔ حکم منواؤ۔ اِئْتِمَارٌ سے جس کے معنی حکم قبول کرنے اور مشورہ کرنے کے ہیں۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۲۸/۱۷

اَتْمِمْ۔ تو پورا کردے۔ اِتْمَامٌ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ۲۸/۲۱

اَتْمَمْتُ۔ میں نے پورا کیا۔ اِتْمَامٌ سے ماضی کا صیغہ واحد متکلم ۶/۵

اَتْمَمْتَ۔ تو نے پورا کردیا۔ اِتْمَامٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر ۲۰/۵

اَتْمَمْنَاهَا۔ ہم نے اس کو پورا کردیا۔ اَتْمَمْنَا اِتْمَامٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم ھَا ضمیر واحد مونث غائب ۹/۶

اَتِمُّوْا۔ تم پورا کرو۔ اِتْمَامٌ سے۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر [illegible]

اَتَمَّهَا۔ اس کو پورا کیا۔ اَتَمَّ اِتْمَامٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ ھَا ضمیر واحد مونث غائب ۲۰/۱۲

اَتَمَّهُنَّ۔ ان کو پورا کیا۔ اَتَمَّ صیغہ ماضی ھُنَّ ضمیر جمع مونث غائب ۱/۱۵

اٰتِنَا۔ ہم کو عطا فرما۔ ہم کو دے۔ اٰتِ صیغہ امر نَا ضمیر

جمع متکلم (ملاحظہ ہو اٰت) ٢/٩، ٧/١١، ٨/١٦، ١٢/٣، ١٥/١٣و٢، ٣٦/٣

اٰتُوْا۔ تم دو۔ اِیْتَاءٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔

١/٢و٥و١٠و١٣، ٣/٨، ٣/١و١٢، ٥/٨، ٩/٣، ١١/٩، ٣/٢، ١٤/٥و١٤

١٩/١٣، ٢٠/٨، ٣٣/٩، ٢٥/١٥، ٢٨/٣، ٢٩/١٣

اٰتَوْا۔ انھوں نے دیا۔ اِیْتَاءٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ٣/٢، ١٠/٧و٨، ١٧/١٣، ١٩/٤

اَتَوْا۔ وہ لائے۔ وہ آئے۔ وہ پہنچے۔ اِتْیَانٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ٣/١٠، ٩/٦، ١٩/٢و١٤

اِئْتُوْا تم آؤ۔ اِتْیَانٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ١٦/١٢

اَتُوْبُ۔ میں توبہ قبول کرتا ہوں (نَصَرَ) تَوْبَۃٌ سے مضارع کا صیغہ واحد متکلم۔ توبہ کی نسبت فاعلی، جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو توبہ قبول کرنے کے معنی ہوتے ہیں چنانچہ اس جگہ یہی معنی مراد ہیں ٣/٢

اَتَوْكَ۔ وہ تیرے پاس آئے۔ اَتَوْا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب كَ ضمیر واحد مذکر حاضر ١/٨

اَتَوَكَّؤُ۔ میں ٹیک لگاتا ہوں۔ تَوَكُّؤٌ سے جس کے معنی ٹیک لگانے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد متکلم ٢/١٦

اِئْتُوْنَا۔ تم ہمارے پاس لاؤ۔ اِئْتُوْا صیغہ امر۔ نَا ضمیر جمع متکلم ١٣/١٣

اِئْتُوْنِیْ۔ تم میرے پاس لاؤ۔ اِئْتُوْا صیغہ امر ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم ١١/٤، ٦/٢، ١٩/١٤

اٰتَوْهُ۔ انھوں نے اس کو دیا۔ اٰتَوْا صیغہ ماضی ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ١٤/٢

اَتَوْهُ وہ سب اس کے پاس آئے۔ اَتَوْا صیغہ ماضی ہ ضمیر واحد مذکر غائب ٢٠/٢

اَتَوْهَا۔ وہ اس کو مان لیتے۔ وہ اس کو لا ڈالتے۔ اَتَوْا صیغہ ماضی هَا ضمیر واحد مؤنث غائب ٢١/١٨

اٰتُوْهُمْ تم ان کو دو۔ اٰتُوْا صیغہ امر۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ٤/٢، ١٩/١٠، ٢٨/٨

اٰتُوْهُنَّ تم ان عورتوں کو دو۔ اٰتُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر هُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب ٤/١٣، ٥/١، ٢٨/١٤

اٰتِهِمْ۔ تو ان کو دے۔ اٰتِ اِیْتَاءٌ سے صیغہ امر۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب (ملاحظہ ہو اٰت) ٩/١١، ٣٣/٥

اٰتٰی۔ اس نے دیا۔ اِیْتَاءٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ٣/٢، ٨/٩

اٰتِیْ۔ آنے والا۔ اِتْیَانٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ جب اس کا تعدیہ با کے ذریعہ ہو تو معنی لانیوالے کے ہوں گے ١٢/٢

اَتٰى. وہ آیا۔ وہ آپہنچا۔ اِتْیَانٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب پ ۱۳/۷، ۱۰ پ ۱۱/۱۲ پ ۱۹/۹ پ ۲۷/۲ پ ۲۶/۱۹

اَتَيَا. وہ دونوں آئے۔ پہنچے۔ اِتْیَانٌ سے ماضی کا صیغہ تثنیہ مذکر غائب پ ۱۶/۱

اِئْتِيَا. تم دونوں آؤ۔ تم دونوں پہنچو۔ اِتْیَانٌ سے امر کا صیغہ تثنیہ مذکر حاضر پ ۱۹/۶ پ ۲۴/۱۶

اِئْتِيَاهُ. تم دونوں اس کے پاس پہنچو۔ اِئْتِيَا صیغہ امر ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب پ ۱۶/۱۱

اٰتَيْتَ. تونے دیا۔ اِیْتَاءٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر پ ۱۱/۱۴ پ ۲۲/۳۔

اَتَيْتَ. تو لایا۔ اِتْیَانٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر جب اس کا تعدیہ با کے ذریعہ ہو تو لانے کے معنی آتے ہیں پ ۳

اٰتَيْتُكَ. میں نے تجھ کو دیا۔ اٰتَيْتُ اِیْتَاءٌ سے ماضی کا صیغہ واحد متکلم كَ ضمیر واحد مذکر حاضر پ ۹

اٰتَيْتُكُمْ. میں نے تم کو دیا۔ اٰتَيْتُ صیغہ ماضی کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر پ ۳

اٰتَيْتُمْ. تم نے دیا۔ اِیْتَاءٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ ۱۲ پ ۱۴ پ ۷ پ ۳

اٰتَيْتُمُوْهُنَّ. تم نے ان عورتوں کو دیا۔ اٰتَيْتُمْ صیغہ ماضی هُنَّ ضمیر جمع مونث غائب پ ۱۳ پ ۱۴ پ ۵ پ ۲۸

اٰتَيْتَنَا. تونے ہم کو دیا۔ اٰتَيْتَ صیغہ ماضی نَا ضمیر جمع متکلم (ملاحظہ ہو اٰتَيْتَ) پ ۹/۱۴

اٰتَيْتَنِيْ. تونے مجھ کو دیا۔ اٰتَيْتَ صیغہ ماضی ن وقایہ ی ضمیر متکلم (ملاحظہ ہو اٰتَيْتَ) پ ۱۳/۵

اٰتَيْتَهُنَّ. تونے ان عورتوں کو دیا اٰتَيْتَ صیغہ ماضی هُنَّ ضمیر جمع مونث غائب (ملاحظہ ہو اٰتَيْتَ) پ ۲۲/۳

اٰتٰكَ. اس نے تجھ کو دیا۔ اٰتٰى صیغہ ماضی كَ ضمیر واحد مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اٰتٰى) پ ۲۰/۱۱

اٰتِيْكَ. میں تیرے پاس لائے دیتا ہوں۔ اٰتِيْ صیغہ اسم فاعل كَ ضمیر واحد مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اٰتِيْ) پ ۱۹/۱۸

اَتٰكَ. وہ تیرے پاس آیا۔ اَتٰى صیغہ ماضی كَ ضمیر واحد مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اَتٰى) پ ۱۶/۱۰ پ ۲۳/۱۱ پ ۲۶/۱۹ پ ۳۰/۳، ۱۰، ۱۳

اٰتٰكُمْ. اس نے تم کو دیا۔ اٰتٰى صیغہ ماضی کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اٰتٰى) پ ۶/۸، ۱۱ پ ۹/۲ پ ۱۳/۱۴ پ ۱۹/۱۰ پ ۱۹/۱۸ پ ۲۷/۱۹ پ ۲۸/۴

اٰتِيْكُمْ. میں تمہارے پاس لاتا ہوں۔ اٰتِيْ صیغہ اسم فاعل کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اٰتِيْ) پ ۱۶/۱۰ پ ۱۹/۱۹ پ ۲۰/۲ پ ۲۵/۱۴

آتَاكُمْ وہ تمہارے پاس آیا۔ اَتٰی صیغہ ماضی کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اَتٰی) [حوالہ جات]

اِئْتِيْنَ ۔ تم دو۔ اِیْتَاءٌ سے امر کا صیغہ جمع مونث حاضر [حوالہ]

آتَيْنَ ۔ وہ آئیں۔ وہ کریں۔ اِتْيَانٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مونث غائب [حوالہ]

أَتَيْنَا ہم آئے۔ ہم لے آئے۔ اِتْيَانٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم۔ اس کا تعدیہ جب باء کے ذریعہ ہو تو معنے لے آنے اور پہنچا دینے کے ہوں گے [حوالہ جات]

آتَيْنَا ہم نے دیا۔ ہم نے بخشا۔ اِیْتَاءٌ سے ماضی صیغہ جمع متکلم [حوالہ جات]

آتَانَا اس نے ہم کو دیا۔ اٰتٰی صیغہ ماضی نَا ضمیر جمع متکلم (ملاحظہ ہو اٰتٰی) [حوالہ]

أَتَانَا ۔ وہ ہمارے پاس آپہنچا۔ اَتٰی صیغہ ماضی نَا ضمیر جمع متکلم (ملاحظہ ہو اَتٰی) [حوالہ]

آتَيْنٰكَ ۔ ہم نے تجھ کو دیا۔ اٰتَیْنَا صیغہ ماضی۔ کَ ضمیر واحد مذکر حاضر [حوالہ جات]

أَتَيْنٰكَ ہم تیرے پاس لائے ہیں ۔ اَتَیْنَا صیغہ ماضی کَ ضمیر واحد مذکر حاضر [حوالہ]

آتَيْنٰكُمْ ہم نے تم کو دیا۔ اٰتَیْنَا صیغہ ماضی کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر [حوالہ جات]

آتَيْنٰهُ ۔ ہم نے اس کو دیا۔ اٰتَیْنَا صیغہ ماضی ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب [حوالہ جات]

آتَيْنٰهُمْ ۔ ہم نے ان کو دیا۔ اٰتَیْنَا صیغہ ماضی ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب [حوالہ جات]

أَتَيْنٰهُمْ ۔ ہم نے ان کو پہنچا دیا۔ اَتَیْنَا صیغہ ماضی ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب (ملاحظہ ہو اَتَیْنَا) [حوالہ]

لَنَأْتِيَنَّهُمْ ۔ میں ان پر ضرور آؤں گا۔ اٰتِیَنَّ اِتْيَانٌ سے مضارع با نون تاکید کا صیغہ واحد متکلم ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب [حوالہ]

آتَيْنٰهُمَا ہم نے ان دونوں کو دی اٰتَیْنَا اِیْتَاءٌ سے صیغہ ماضی ھُمَا ضمیر تثنیہ مذکر غائب [حوالہ]

آتٰنِيْ ۔ اس نے مجھ کو دیا۔ اٰتٰی صیغہ ماضی۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم (ملاحظہ ہو اٰتٰی) [حوالہ جات]

آتِيَةٌ آنے والی۔ اِتْيَانٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مونث [حوالہ جات]

اٰتِیۡهِ اس کے پاس آنے والا۔ اٰتِی مضاف ہ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔ ۱۶/۹

اٰتٰىهُ۔ اس کو دیا۔ اٰتٰی۔ صیغہ ماضی ہُ ضمیر واحد مذکر غائب (ملاحظہ ہو اٰتٰی) ۱۳/۲۳ ۲/۳ ۲۶/۱۴

اٰتٰىهَا۔ اس کو دیا۔ اٰتٰی صیغہ ماضی هَا ضمیر واحد مونث غائب (ملاحظہ ہو اٰتٰی) ۲۸/۳

اَتٰىهَا۔ اس کو پہنچا۔ اس کے پاس آیا۔ اَتٰی صیغہ ماضی هَا ضمیر واحد مونث غائب (ملاحظہ ہو اَتٰی) ۱۱/۴ ۱۶/۱۰ ۳۰/۴

اٰتٰىهُمۡ۔ ان کو دیا۔ اٰتٰی۔ صیغہ ماضی هُمۡ ضمیر جمع مذکر غائب (ملاحظہ ہو اٰتٰی) ۳/۱۸۷ ۵/۷۸ ۱۰/۱۳ ۳۶/۱۸ ۲۷/۳ ۳۸/۴

اَتٰىهُمۡ ان کو پہنچا۔ ان کے پاس آیا۔ اَتٰی صیغہ ماضی هُمۡ ضمیر جمع مذکر غائب (ملاحظہ ہو اَتٰی) ۲/۱۰ ۱۳/۱۰ ۱۴/۸ ۲۱/۱۴ ۲۲/۱۶ ۲۳/۱۱ ۳۸/۴

اٰتِیۡهِمۡ۔ ان پر آنے والا ہے۔ اٰتِیْ مضاف هُمۡ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ (ملاحظہ ہو اٰتِیۡ) ۱۲/۷

اٰتٰىهُمَا۔ ان دونوں کو دیا۔ اٰتٰی صیغہ ماضی هُمَا ضمیر تثنیہ مذکر غائب (ملاحظہ ہو اٰتٰی) ۹/۱۹

فصل الثاء المثلثة

اَثَابَكُمۡ۔ اس نے تم کو عوض میں پہنچایا۔ اَثَابَ اِثَابَةٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب کُمۡ ضمیر جمع مذکر حاضر اِثَابَةٌ کے معنی عمل کی جزا دینے کے ہیں خواہ وہ انعام ہو یا سزا۔ یہاں دوسرے معنی مراد ہیں ۴/۳

اَثَابَهُمۡ۔ ان کو بدلہ دیا۔ انعام دیا۔ اَثَابَ صیغہ ماضی هُمۡ ضمیر جمع مذکر غائب یہاں اثابۃ ثواب اور انعام دینے کے معنی میں مستعمل ہوا ہے ۲۱/۵ ۲۶/۱۸

اَثَاثًا۔ گھر کا ساز و سامان، مال و اسباب۔ اس کا واحد نہیں آتا ۱۶/۸۰ ۱۹/۷۴

اٰثَارِ۔ نشانیاں۔ علامتیں۔ اَثَرٌ کی جمع (ملاحظہ ہو اَثَرٌ) ۳۰/۵۰ اٰثَارًا ۴۰/۲۱، ۸۲

اَثَارُوۡا۔ انہوں نے جوتا۔ اِثَارَةٌ سے جس کے معنی جوتنے اور کھیتی کرنے کے ہیں ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ۹/۳۰

اٰثَارِهِمۡ۔ ان کے نشانات۔ ان کے نشانات قدم، ان کے پیچھے پیچھے۔ اٰثَارِ مضاف هُمۡ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ ۶/۱۸ ۱۵/۱۲ ۲۲/۳۶ ۲۳/۳۷ ۲۵/۲۷ ۲۵/۴۳

اٰثَارِهِمَا۔ ان دونوں کے نشانات قدم۔ اٰثَار مضاف هُمَا ضمیر تثنیہ مذکر غائب مضاف الیہ ۱۵/۶۴

اِثَّاقَلۡتُمۡ۔ تم بوجھے جھکے۔ تَثَاقُلٌ سے جس کے معنی گراں بار اور بوجھل ہونے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ

جمع مذکر حاضر۔ اشیاء کو کبھی تو ہلکے اور بھاری ہونے کے اعتبار سے ثقیل کہا جاتا ہے اور کبھی جن اجسام کا رخ اوپر کی طرف ہوتا ہے ان کو خفیف (ہلکا) کہتے ہیں۔ جیسے آگ اور دھواں، جو نیچے کی طرف مائل ہوتے ہیں ان کو ثقیل کہا جاتا ہے جیسے پانی اور پتھر۔ یہاں دوسرے معنی ہی کے اعتبار سے بوجھ سے جھکے جانے کے معنی مراد ہیں۔ ۱۰/۱۲

اَثَامًا۔ گناہ۔ مجازاً عذاب کو بھی کہتے ہیں۔ عکرمہ اور مجاہد کا بیان ہے کہ اَثَام جہنم کی ایک وادی کا نام ہے[1]۔ ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے بھی یہی نقل کیا ہے[2]۔ ۱۹

اُثْبُتُوْا۔ تم ثابت قدم رہو۔ (نَصَرَ) ثَبَاتٌ سے جس کے معنی ثابت قدم رہنے کے ہیں امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۱۰

اَثْخَنْتُمُوْهُمْ۔ تم ان کو خوب قتل کر چکے۔ اَثْخَنْتُمْ اِثْخَانٌ سے جس کے معنی دشمن کو خوب اچھی طرح قتل کرنے کے ہیں ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ۲۶

اٰثَرَ۔ اس نے پسند کیا۔ بہتر سمجھا۔ اِیْثَارٌ سے جس کے معنی کسی چیز کو دوسری چیز پر ترجیح دینے اور پسند کرنے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ۳۰

اَثَرٌ۔ اس کے حقیقی معنی تو نشان اور علامت کے ہیں مجازاً نشانِ قدم کے لئے بھی مستعمل ہوتا ہے ۱۶/۱۲ ۲۶

اٰثَرَكَ۔ تجھ کو پسند کر لیا۔ اٰثَرَ ماضی کا صیغہ۔ كَ ضمیر واحد مذکر حاضر ۱۳

اَثَرْنَ۔ انھوں نے اٹھایا۔ اثار (ضَرَبَ نَصَرَ) اِثَارَةٌ سے جس کے معنی برانگیختہ کرنے اور غبار اٹھانے کے ہیں ماضی کا صیغہ جمع مونث غائب ۳۰/۲۵

اَثٰرَةٍ۔ وہ روایت یا تحریر جس کا اثر باقی رہ گیا ہو ۲۶

اَثَرِیْ۔ میرے نشانِ قدم۔ میرے پیچھے۔ اَثَرٌ مضاف ی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ ۱۶/۱۲

اَثْقَالٌ۔ بوجھ۔ یہاں گناہ کے بوجھ مراد ہیں۔ ثِقْلٌ کی جمع ہے جس کے معنی بوجھ اور گھر کے مال و اسباب کے ہیں ۲۰

اَثْقَالَكُمْ۔ تمہارے بوجھ۔ اَثْقَالٌ مضاف كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ ۱۴

اَثْقَالَهَا۔ اس کے بوجھ۔ یہاں دفینے اور خزانے مراد ہیں۔ اَثْقَالٌ مضاف هَا ضمیر واحد مونث غائب مضاف الیہ ۳۰

اَثْقَالِهِمْ۔ ان کے بوجھ مراد گناہ۔ اَثْقَالٌ مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر

[1] تفسیر فتح القدیر ج ۴ ص ۸۵ طبع مصر ۱۳۵۰ھ۔ [2] ایضاً ص ۸۸۔

غائب۔ مضاف الیہ ہے

اَثْقَلَتْ۔ وہ بوجھل ہوئی یعنی حمل ہیں پورے دنوں سے ہوئی۔ اِثْقَالٌ سے جس کے معنی گرانبار اور بوجھل ہونے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مونث غائب ہے

اَثْلٍ۔ جھاؤ کا درخت۔ اس کی جمع اَثَلَاتٌ۔ اَثَالٌ اُثُوْلٌ آتی ہے

اٰثِمٌ۔ گنہگار۔ اَثْمٌ جس کے معنی گناہ کرنے کے ہیں۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے اٰثِمًا ہے

اِثْمٌ۔ گناہ۔ جمع اٰثَامٌ ہے اِثْمًا ہے

اَثْمَرَ۔ وہ بارآور ہوا۔ وہ پھل لایا۔ اِثْمَارٌ سے جس کے معنی بارآور ہونے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے

اِثْمِكَ۔ تیرا گناہ۔ اِثْمٌ مضاف کَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ ہے

اِثْمُهٗ۔ اس کا گناہ۔ اِثْمٌ مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ ہے

اِثْمُهُمَا۔ ان دونوں کا گناہ۔ اِثْمٌ مضاف۔ هُمَا ضمیر تثنیہ مذکر غائب مضاف الیہ ہے

اِثْمِیْ۔ میرا گناہ۔ اِثْمٌ مضاف یٖ ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ ہے

اٰثِمِیْنَ۔ بہت سے گنہگار اٰثِمٌ کی جمع۔ اسم فاعل کا صیغہ۔ جمع مذکر ہے

اِثْنَا عَشَرَ۔ بارہ۔ مذکر کے لئے آتا ہے بحالت رفع اِثْنَا عَشَرَ ہوگا اور بحالت نصب وجر اِثْنَیْ عَشَرَ ہے

اِثْنَانِ۔ دو۔ تثنیہ مذکر کے لئے آتا ہے بحالت رفع اِثْنَانِ ہوگا اور بحالت نصب وجر اِثْنَیْنِ ہے

اِثْنَتَا عَشَرَةَ۔ بارہ۔ مونث کے لئے آتا ہے۔ بحالت رفع اِثْنَتَا عَشَرَةَ ہوگا اور بحالت نصب وجر اِثْنَتَیْ عَشَرَةَ ہے

اِثْنَتَیْ عَشَرَةَ۔ بارہ۔ ہے

اِثْنَتَیْنِ۔ دو۔ تثنیہ مونث کے لئے آتا ہے

اِثْنَیْ عَشَرَ۔ بارہ۔ مذکر کے لئے آتا ہے

اِثْنَیْنِ۔ دو

اَثِیْمٌ۔ گنہگار۔ بروزن فَعِیْلٌ بمعنی فاعل ہے اَثِیْمًا ہے

فصل الجیم المعجمہ

اُجَاجٌ۔ کڑوا پانی۔ کھاری پانی ہے اُجَاجًا ہے

اَجَآءَهَا۔ اس کو لے کر آیا۔ اَجَآءَ اِجَآءَةٌ سے۔

جس کے معنی لانے اور لانے پر مجبور کرنے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب ۲۳/۱۶

اُجِبْتُمْ۔ تمہیں جواب دیا گیا۔ اِجَابَۃٌ سے جس کے معنی جواب دینے کے ہیں، ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۶۵/۲۰

اَجَبْتُمُ۔ تم نے جواب دیا۔ اِجَابَۃٌ سے۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۲۰/۳۰

اِجْتَبَیْتَهَا۔ تو نے اس کو چھانٹ لیا۔ اِجْتَبَیْتَ اِجْتِبَاءٌ سے جس کے معنی پسند کرنے اور انتخاب کرلینے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر اور ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب۔ ۱۳/۹

اِجْتَبٰىكُمْ اس نے تم کو پسند کیا۔ اِجْتَبٰی اِجْتِبَاءٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر ۱۷/۱۴

اِجْتَبَیْنَا۔ ہم نے پسند کیا۔ اِجْتِبَاءٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم ۷/۲

اِجْتَبَیْنٰهُمْ۔ ہم نے ان کو پسند کیا۔ ھُمْ ضمیر جمع متکلم ۶/۱۶

اِجْتَبٰهُ۔ اس کو پسند کیا۔ اِجْتَبٰی اِجْتِبَاءٌ سے۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ۲۹/۱۴ ۱۶/۱۹ ۲۲/۱۴ ۲۸/۱۶

اُجْتُثَّتْ۔ اس کو اکھاڑ گیا۔ اِجْتِثَاثٌ سے جس کے معنی جڑ سے اکھاڑنے کے ہیں۔ ماضی مجہول کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ ۱۳/۲۶

اِجْتَرَحُوا۔ انھوں نے گناہ کمایا۔ اِجْتِرَاحٌ سے جس کے معنی گناہ کمانے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ۲۵/۱۸

اِجْتَمَعَتْ۔ وہ جمع ہوئی۔ اِجْتِمَاعٌ سے جس کے معنی مجتمع ہونے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب ۱۵/۱

اِجْتَمَعُوْا۔ وہ سب جمع ہوئے۔ اِجْتِمَاعٌ سے۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ۱۲/۱

اِجْتَنِبُوا۔ تم پرہیز کرو۔ تم بچو۔ اِجْتِنَابٌ سے جس کے معنی پرہیز کرنے کے ہیں۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۱۱/۴ ۱۱/۵ ۱۴/۲۶

اِجْتَنَبُوا۔ وہ بچے۔ انھوں نے پرہیز کیا۔ اِجْتِنَابٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ۱۶/۲۳

اِجْتَنِبُوْهُ۔ تم اس سے بچتے رہو۔ اِجْتَنِبُوْا صیغہ امر ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ۲/۷

اَجِدُ۔ میں پاتا ہوں یا پاؤں گا۔ (ضَرَبَ۔ حَسِبَ)۔ وُجُوْدٌ سے جس کے معنی پانے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد متکلم ۵/۵ ۹/۸ ۵/۱۳ ۱۰/۱۶ ۱۲/۲۹

اَجْدَاثٌ۔ قبریں۔ جَدَثٌ کی جمع جس کے معنی

تبرکے ہیں ۲۳/۴ ۲۷/۸ ۲۹/۹

أَجْدَرُ۔ زیادہ لائق۔ زیادہ سزاوار۔ جَدَارَةٌ سے جس کے معنی کسی کام کے لائق اور اہل ہونے کے ہیں۔ افعل التفضیل کا صیغہ۔ ۱۱/۱

أَجِدَنَّ۔ میں ضرور پاؤں گا۔ وُجُوْدٌ سے مضارع بانون تاکید کا صیغہ واحد متکلم ۱۵/۱۷

أَجْرٌ۔ مزدوری۔ ثواب۔ مہر۔ بدلہ۔ أُجُوْرٌ جمع۔ ۳/۵و۸و۹ ۶/۶ ۹/۱۱و۱۷ ۱۰/۹ ۱۱/۴ ۱۳/۲و۱۰ ۱۳/۱و۴و۵ ۱۴/۱۲ ۱۵/۱۹ ۱۹/۳ ۲۰/۶و۹ ۲۱/۲ ۲۲/۱۳و۱۸ ۲۳/۱۳ ۲۴/۵و۱۵ ۲۶/۱۳ ۲۶/۱۷ ۲۸/۱۹ ۲۹/۱ ۳۰/۹و۲۰۔ **أَجْرًا**۔ ۵/۲و۳و۷و۱۰و۱۳و۱۸ ۶/۲ ۶/۱۹ ۹/۴ ۱۲/۵ ۱۵/۱و۱۳ ۱۶/۱ ۱۹/۷ ۲۱/۲۰ ۲۲/۲و۴و۱۹ ۲۵/۴ ۲۶/۹و۱۰و۱۳ ۲۸/۴ ۲۸/۱۷ ۲۹/۲و۴و۱۳

إِجْرَامِيْ۔ میرا جرم کرنا۔ إِجْرَامٌ بروزن إِفْعَالٌ بمعنی جرم کرنا مصدر ہے۔ إِجْرَامٌ۔ مضاف ی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ ۱۲/۳

أَجْرَمْنَا۔ ہم نے جرم کیا۔ ہم نے گناہ کیا۔ إِجْرَامٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم ۲۲/۱

أَجْرَمُوْا۔ انہوں نے جرم کیا۔ إِجْرَامٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ۸/۴ ۱۸/۸ ۳۰/۸

أَجْرُهُ۔ اس کا ثواب۔ اس کا بدلہ۔ أَجْرٌ مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ ۱/۱۲ ۲/۱۱ ۲/۱۵ ۲۵/۵

أَجِرْهُ۔ اس کو پناہ دے۔ إِجْرٌ إِجَارَةٌ سے بمعنی پناہ دینے کے، امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ۱۰/۲

أَجْرَهَا۔ اس عورت کا ثواب۔ أَجْرٌ مضاف هَا ضمیر واحد مونث غائب مضاف الیہ ۲۲/۴

أَجْرُهُمْ۔ ان کا ثواب۔ ان کا بدلہ۔ أَجْرٌ مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ ۱/۱۸ ۳/۳و۹ ۴/۱۱ ۱۴/۱۹ ۲۰/۹ ۲۲/۱۶ ۲۳/۱ ۲۷/۱۸و۱۹

أَجْرِيْ۔ میرا بدلہ۔ میرا ثواب۔ میری مزدوری۔ أَجْرٌ مضاف ی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ ۱۱/۱۲ ۱۲/۳و۵ ۱۹/۱۰و۱۱و۱۲و۱۳ ۱۹/۱۲و۱۳ ۲۲/۱۲

أَجْسَامُهُمْ۔ ان کے ڈیل ڈول۔ جِسْمٌ کی جمع أَجْسَامٌ مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ ۲۸/۱۳

أَجْعَلُ۔ میں بنا دوں (فتح)۔ جَعْلٌ سے جس کے معنی بنانے اور رکھنے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد متکلم (ملاحظہ ہو جَعَلَ) ۱/۲

إِجْعَلْ۔ تو کر دے۔ تو بنا دے۔ تو رکھ۔ جَعْلٌ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر (ملاحظہ ہو جَعَلَ) ۱/۱۵ ۳/۲و۱۳ ۵/۷

۹/۴ ۱۸/۱۲ ۹/۶ ۱۶/۳ و ۱۱ و ۱۲ ۹/۱ ۲۰/۷

اِجْعَلْنَا ۔ ہم کو بنا ۔ اِجْعَلْ صیغہ امر نَا ضمیر جمع متکلم

اَجْعَلَنَّكَ ۔ یقیناً تجھ کو کروں گا ۔ اَجْعَلَنَّ جَعْلٌ سے مضارع با نون تاکید کا صیغہ واحد متکلم کَ ضمیر واحد مذکر حاضر ۹/۱

اِجْعَلْنِیْ مجھ کو بنا دے ۔ مجھ کو کر دے ۔ مجھ کو مقرر کر دے ۔ اِجْعَلْ صیغہ امر ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم ۱۳/۱۸ و ۱ ۹/۱

اِجْعَلُوْا ۔ تم بناؤ ۔ تم ٹھیراؤ ۔ جَعْلٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۱۱/۱۲ ۱۳/۱۲

اِجْعَلْهُ ۔ اس کو کر دے ۔ اس کو بنا دے ۔ اِجْعَلْ صیغہ امر ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ۶/۱

اَجْلِ ۔ واسطے ۔ غرض ۔ سبب ۔ مصدر اَجَلَ کا ۶/۱

اَجَلٌ ۔ مدت مقررہ ۔ اسی وجہ سے موت کو بھی اَجَل کہتے ہیں ۔ اٰجَالٌ جمع ہے ۳/۲ ۵/۸ ۶/۱ ۷/۱۲ و ۱۳ ۹/۱۱
۱۱/۱۰ و ۱۶ ۴/۱ ۱۴/۱۲ و ۱۳ و ۱۹ ۱۴/۱۴ ۱۶/۱۷ ۱۷/۸ و ۱۱ ۲۰/۷ و ۱۳
۲۱/۲ و ۱۲ و ۳۲ ۲۲/۱۴ و ۱۶ ۲۳/۱۵ ۲۴/۲ ۲۵/۳ ۲۶/۱ ۲۸/۱۲ ۲۹/۱

اَجَلًا ۲/۱ ۱۵/۱۱ ۲۲/۱۲

اَجْلِبْ سے آ ۔ چڑھا لا ۔ اِجْلَابٌ سے جس کے معنی اکٹھا کرنے ۔ شور مچانے اور کھینچ لانے کے ہیں ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ۱/۱۵

اَجَّلْتَ ۔ تو نے مدت مقرر کی ۔ تَاْجِیْلٌ سے جس کے معنی مدت ٹھیرانے اور دیر کرنے کے ہیں ۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر ۳/۸

اُجِّلَتْ ۔ دیر کی گئی ۔ تَاْجِیْلٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مؤنث غائب ۲۹/۱۲

اِجْلِدُوْا ۔ تم کوڑے مارو ۔ دُرّے لگاؤ (ضَرَبَ) جَلْدٌ سے جس کے معنی کوڑے مارنے کے ہیں ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۱۸/۹

اَجَلَنَا ۔ ہماری مدت مقررہ ۔ اَجَلَ مضاف ۔ نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ ۸/۲

اَجَلَهٗ ۔ اس کی مدت مقررہ ۔ اَجَلَ مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ ۲/۱۴ ۶/۷

اَجَلَهَا ۔ اس کی مدت مقررہ ۔ اس کی موت اَجَلَ مضاف هَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ ۴/۱ ۱۸/۲ ۲۸/۱۴

اَجَلُهُمْ ۔ ان کی مدت مقررہ ۔ ان کی موت ۔ اَجَلَ مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ ۸/۱۱ ۹/۱۲ ۱۱/۱۰ و ۱۲ ۱۳/۱۴

اَجَلَهُنَّ۔ ان عورتوں کی مدت مقررہ۔ اَجَلَ مضاف هُنَّ ضمیر جمع مونث غائب مضاف الیہ پ ۲ ۱۲،۱۳ پ ۲۸/۱۷

اَجَلَيْنِ۔ دو مقررہ مدتیں۔ اَجَلَ کا تثنیہ پ ۲۰/۶

اَجْمِعُوْا۔ تم سب جمع کرو۔ اِجْمَاعٌ سے جس کے معنی ہیں ایک رائے ہونے کے لئے لوگوں کا اکٹھا ہونا یا اکٹھا کرنا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ ۱۱/۱۴ پ ۱۶/۱۲

اَجْمَعُوْا۔ وہ سب جمع ہو گئے یا انھوں نے جمع کر لیا اِجْمَاعٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب پ ۱۲/۱۲ پ ۱۳/۵

اَجْمَعُوْنَ۔ وہ سب کے سب۔ تاکید کے لئے آتا ہے رفع کی حالت میں اَجْمَعُوْنَ اور نصب و جر کی حالت میں اَجْمَعِيْنَ ہوگا پ ۱۴/۲ پ ۱۹/۱۴ پ ۲۳/۱۴

اَجْمَعِيْنَ۔ وہ سب کے سب۔ پ ۲/۳ پ ۲/۱۷ پ ۸/۹،۱۰ پ ۹/۱۴ پ ۱۲/۱۰ پ ۱۳/۱۴ پ ۱۴/۲،۳،۵،۶،۷ پ ۱۷/۹ پ ۱۹/۶،۷،۸،۱۳،۱۹ پ ۲۱/۱۵ پ ۲۳/۸،۱۳ پ ۲۵/۱۰،۱۵

اُجْنُبْنِيْ۔ تو مجھ کو دور رکھ تو مجھ کو بچا (نَصَرَ) اُجْنُبْ جَنْبٌ سے جس کے معنی دور رکھنے اور بچانے کے ہیں۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم پ ۱۳/۱۸

اِجْنَحْ۔ تو جھک جا۔ تو مائل ہو (نَصَرَ، ضَرَبَ، فَتَحَ) جُنُوْحٌ سے جس کے معنی جھکنے اور مائل ہونے کے ہیں۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر پ ۱۰/۴

اَجْنِحَةٍ۔ پر۔ بازو۔ جَنَاحٌ کی جمع۔ پ ۲۲/۱۲

اَجِنَّةٌ۔ بچے جو پیٹ میں ہوں۔ جَنِيْنٌ کی جمع۔ جنین پیٹ کے بچے کو کہتے ہیں۔ پ ۲۷/۷

اُجُوْرَكُمْ۔ تمہارا حق۔ تمہارا بدلہ اُجُوْرَ مضاف كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ۔ اُجُوْرٌ اَجْرٌ کی جمع ہے پ ۴/۸ پ ۲۶/۸

اُجُوْرَهُمْ۔ ان کا حق، ان کا بدلہ۔ اُجُوْرَ مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ پ ۴/۱۴ پ ۶/۱۱،۱۲ پ ۲۲/۱۶

اُجُوْرَهُنَّ۔ ان کا حق ان کا مہر اُجُوْرَ مضاف هُنَّ ضمیر جمع مونث غائب مضاف الیہ پ ۵/۱ پ ۶/۵ پ ۲۲/۴ پ ۲۸/۸،۱۷

اِجْهَرُوْا۔ تم زور سے کہو (فَتَحَ) جَهْرٌ سے جس کے معنی کھلم کھلا کسی چیز کے کہنے یا کرنے کے ہیں۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ پ ۲۹/۱

اُجِيْبُ۔ میں قبول کرتا ہوں۔ اِجَابَةٌ سے جس کے معنی قبول کرنے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد متکلم ہے

اُجِيْبَتْ۔ وہ قبول کر لی گئی۔ اِجَابَةٌ سے۔ ماضی مجہول کا صیغہ واحد مونث غائب پ ۱۱/۱۲

اَجِيْبُوْا۔ تم قبول کرو۔ تم ہاں لو۔ اِجَابَةٌ سے امر کا

صیغہ جمع مذکر حاضر پ ۲۶

فصل الحاء المهملة

اَحَادِیْثُ۔ کہانیاں۔ باتیں۔ حَدِیْثٌ کی جمع ہے۔ وہ کلام جو انسان تک پہنچ سکے خواہ بذریعہ سماعت، خواہ بذریعہ وحی، عالمِ خواب میں ہو یا بحالتِ بیداری اس کو حدیث کہتے ہیں پ ۱۲ پ ۱۳ پ ۲۳

اَحَاطَ۔ اس نے گھیر لیا۔ قابو میں کر لیا۔ اِحَاطَۃٌ سے جس کے معنی کسی شے پر اس طرح چھا جانے کے ہیں کہ اس سے فرار ممکن نہ ہو۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب پ ۱۵ پ ۲۳ پ ۲۸ پ ۲۹

اَحَاطَتْ۔ اس نے گھیر لیا۔ اس پر چھا گئی۔ اِحَاطَۃٌ سے، ماضی کا صیغہ واحد مونث غائب پ ۱

اُحِبُّ۔ میں پسند کرتا ہوں۔ دوست رکھتا ہوں۔ اِحْبَابٌ سے۔ جس کے معنی دوست رکھنے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد متکلم پ ۱۵

اَحَبُّ۔ زیادہ پیارا۔ حُبٌّ سے جس کے معنی دوست رکھنے کے ہیں۔ افعل التفضیل کا صیغہ پ ۹ پ ۱۲

اَحِبَّاءُ۔ پیارے۔ حَبِیْبٌ کی جمع ہے

اَحْبَارٌ۔ علماء۔ حِبْرٌ کی جمع ہے پ ۶ پ ۱۰

اَحْبَارَهُمْ۔ ان کے علماء۔ اَحْبَارٌ مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ ہے پ ۱۰

اَحْبَبْتَ۔ تو نے پسند کیا۔ اِحْبَابٌ ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے پ ۲۰

اَحْبَبْتُ۔ میں نے دوست رکھا۔ اِحْبَابٌ سے ماضی کا صیغہ واحد متکلم پ ۲۳

اَحْبَطَ۔ اس نے اکارت کر دیا۔ اِحْبَاطٌ سے جس کے معنی اکارت کر دینے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب حبط عمل کی تین شکلیں ہیں (۱) ایمان نہ ہونے کے باعث دنیا کے تمام اچھے اعمال مثلاً حسنِ معاشرت، پاکیزہ اخلاق وغیرہ آخرت میں بالکل بے نتیجہ ہیں (۲) انسان میں ایمان موجود ہے لیکن جو اعمالِ خیر سرانجام دیئے وہ لوجہ اللہ نہیں تھے اس لئے اکارت ہوئے (۳) اعمال صالحہ تو موجود ہیں لیکن اس کے مقابل اس کثرت سے گناہ کئے کہ اعمالِ صالحہ بے اثر ہو کر رہ گئے اور گناہوں کا پلہ بھاری ہو گیا۔ پ ۲۱ پ ۲۶

اِحْتَرَقَتْ۔ وہ جل گئی۔ اِحْتِرَاقٌ سے جس کے معنی جلنے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مونث غائب۔ پ ۳

اِحْتَمَلَ۔ اس نے اٹھایا۔ اِحْتِمَالٌ سے جس کے معنی

برداشت کرنے اور اٹھانے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ پ ۳ / ۱۲

اِحْتَمَلُوْا۔ انہوں نے اٹھایا۔ اِحْتِمَالٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب پ ۴

اِحْتَنِكَنَّ۔ میں ضرور ڈھانٹی دے لونگا۔ قابو میں کر لونگا لگام دیدونگا۔ اِحْتِنَاكٌ سے، جس کے معنی ڈھانٹی دینے اور قابو میں کرنے کے ہیں۔ صیغہ واحد متکلم مضارع بانون تاکید ہے پ ۱۵

اَحَدٌ۔ ایک۔ اکیلا۔ پہلا۔ اَحَدٌ کا استعمال کبھی نفی میں ہوتا ہے کبھی اثبات میں۔ نفی کی شکل میں استغراق جنس کے لئے آتا ہے یعنی پوری جنس کی نفی مقصود ہوتی ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر مجتمع طور پر ہو یا متفرق طور پر جیسے وَلَا تُصَلِّ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْهُمْ (ان منافقوں میں سے کسی پر بھی نماز نہ پڑھ) اور اس معنی میں اَحَدٌ کا استعمال صرف نفی کی حالت میں درست ہے اثبات میں درست نہیں کیونکہ دو متضاد چیزوں کی نفی تو صحیح ہو سکتی ہے لیکن اثبات نہیں ہو سکتا۔ اثبات کی حالت میں اس کا استعمال تین طرح پر ہوتا ہے۔ (۱) دہائیوں پر ایک کے اضافہ کے لئے جیسے ۱۱ و ۲۱ و ۳۱ وغیرہ مثلاً احد عشر، احد عشرون وغیرہ وغیرہ (۲) مضاف یا مضاف الیہ ہو کر جیسے احدکما (۳) معنی وصفی کے لئے یعنی اکیلے کے معنی میں اور اس صورت میں اس کا استعمال صرف اللہ ہی کے لئے درست ہے جیسے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ احد کی جمع اٰحَادٌ ہے۔

پ ۱ / ۹و۱۲ پ ۳ / ۱۹و۱۸ پ ۴ / ۲ پ ۵ / ۴ پ ۶ / ۹و۱۱ پ ۷ / ۴ پ ۸ / ۱۲ پ ۱۰ / ۱۶و۱۶ پ ۱۱ / ۵ پ ۱۲ / ۱۱و۷ پ ۱۳ / ۵ پ ۱۴ / ۵ پ ۱۵ / ۹ پ ۱۶ / ۳ پ ۲۰ / ۱۵ پ ۲۲ / ۱۰و۱۲و۱۱ پ ۲۳ / ۱۲ پ ۲۳ / ۱۲ پ ۲۶ / ۱۲و۲و۲ پ ۳۰ / ۱۲و۱۵و۱۷۔ **اَحَدًا**۔ پ ۴ / ۵ پ ۵ / ۷ پ ۸ / ۵ پ ۱۵ / ۱۵و۱۹و۱۷و۱۸و۱۹ پ ۱۶ / ۲و۵ پ ۱۸ / ۱۰ پ ۲۲ / ۵ پ ۲۷ / ۲ پ ۲۸ / ۷ پ ۲۹ / ۱۱و۱۲

اُحْدِثُ۔ میں نکالوں، میں شروع کروں۔ اِحْدَاثٌ سے جس کے معنی پیدا کرنے اور کسی چیز کو نئے سرے سے شروع کرنے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد متکلم پ ۱۵ / ۲۱

اَحَدَ عَشَرَ۔ گیارہ۔ مذکر کے لئے آتا ہے پ ۱۲ / ۱۱۔

اَحَدُكُمْ۔ تم میں سے کوئی۔ تم میں سے ایک۔ اَحَدَ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ۔ پ ۲ پ ۴ پ ۵ / ۴ پ ۱۵ / ۵ پ ۲۸ / ۱۲

اَحَدُكُمَا۔ تم دونوں میں سے ایک۔ اَحَدُ مضاف کُمَا ضمیر تثنیہ مذکر حاضر مضاف الیہ پ ۱۲ / ۱۵

اَحَدَنَا۔ ہم میں سے ایک۔ اَحَدَ مضاف نَا

ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ۔ ۳۳/۱

اَحَدُهُمْ ۔ ان میں سے کوئی۔ ان میں سے ایک۔ اَحَدُ مضاف، هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ ۱/۱ ۴/۲ ۴/۱۲ ۴/۱۲ ۷و۸/۶ ۲۵/۸

اَحَدُهُمَا ۔ ان دونوں میں سے ایک۔ اَحَدُ مضاف، هُمَا ضمیر تثنیہ مذکر غائب مضاف الیہ ۹/۹ ۱۲/۱۵ ۱۴/۱۶ ۱۵/۳و۱۷

اِحْدٰی ۔ ایک عورت۔ اَحَدٌ کا مونث ۱/۱۲ ۹/۱۵ ۶/۹ ۲۲/۱۷ ۲۹/۱۹

اِحْدٰهُمَا ۔ ان دو عورتوں میں سے ایک۔ اِحْدٰی مضاف، هُمَا ضمیر تثنیہ مونث غائب مضاف الیہ ۳/۷ ۳۰/۹ ۲۶/۱۲

اِحْدٰهُنَّ ۔ ان عورتوں میں سے ایک۔ اِحْدٰی مضاف، هُنَّ ضمیر جمع مونث غائب مضاف الیہ ۳/۱۴

اِحْذَرُوْا ۔ تم ڈرو۔ تم بچو (تم)۔ حَذَرٌ سے جس کے معنی کسی خوف کی بات سے ڈرنے اور بچنے کے ہیں امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ ۶/۲

اِحْذَرُوْهُ ۔ تم اس سے ڈرو۔ اس میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ہے۔ ۲/۱۴

اِحْذَرُوْهُمْ ۔ تم ان سے بچو۔ اس میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے۔ ۲۸/۱۶

اِحْذَرْهُمْ ۔ تو ان سے بچ۔ اِحْذَرْ حَذَرٌ سے، امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر، هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے ۶/۱۱ ۲۸/۱۳

اَحْرَصَ ۔ بڑا لالچی۔ حِرْصٌ سے جس کے معنی طمع اور لالچ ہیں۔ افعل التفضیل کا صیغہ۔ کبھی کبھی ارادہ کی زیادتی کو بھی حرص کہتے ہیں۔ ۱/۱۱

اَحْزَاب ۔ گروہ۔ ٹولیاں۔ جماعتیں۔ حِزْبٌ کی جمع ہے جس کے معنی جماعت اور گروہ کے ہیں ۱۲/۲ ۱۲/۱۱ ۱۶/۵ ۲۱/۱۸و۱۹ ۲۳/۱۰ ۲۴/۶و۹ ۲۵/۱۲

اَحَسَّ ۔ اس نے محسوس کیا۔ اِحْسَاسٌ سے جس کے معنی محسوس کرنے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے ۳/۱۴

اِحْسَانٌ ۔ نیکی کرنا۔ بروزن اِفْعَالٌ مصدر ہے۔ احسان دو معنی کے لئے آتا ہے ایک غیر کے ساتھ بھلائی کرنے کے لئے دوسرے کسی اچھی بات کے معلوم کرنے اور نیک کام کے انجام دینے کے لئے ۱۴/۶و۱۳ ۲/۱ ۱۴/۱۹ ۲۴/۱۳

اِحْسَانًا ۔ ۱/۱۰ ۵/۲و۹ ۶/۹ ۱۵/۳ ۲۶/۲

اَحْسَنُ ۔ بہت اچھا۔ افعل التفضیل کا صیغہ ۱/۱۹ ۵/۸و۱۵ ۶/۱۱ ۹/۶ ۱۱/۴ ۱۲/۱و۱۳ ۱۴/۱۹و۲۲ ۱۵/۴و۶و۱۳

پ۱۶/۸، پ۱۸/۱۰و۱۶و۱۱، پ۱۹/۱، پ۲۰/۱۳، پ۲۱/۱، پ۲۳/۸و۱۷، پ۲۴/۱و۳و۱۹، پ۲۶/۲،
پ۲۸/۱، پ۳۰/۲۰

اَحْسَنَ ۔اس نے احسان کیا ،اس نے اچھا کیا۔اس نے اچھا بنایا۔ اِحْسَانٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب پ۱۲/۱۴، پ۱۳/۵، پ۱۵/۱۶، پ۲۰/۱۱، پ۲۱/۱۴، پ۲۳/۱۴، پ۲۸/۱۵و۱۸۔

اَحْسِنْ ۔تو احسان کر۔ تو نیکوئی کر۔ اِحْسَانٌ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر پ۲۰/۱۱

اَحْسَنْتُمْ ۔تم نے نکوئی کی۔ تم نے بھلائی کی اِحْسَانٌ سے، ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ۱۵/۱

اَحْسَنُوْا انھوں نے بھلائی کی۔ انھوں نے احسان کیا۔ اِحْسَانٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب پ۴/۹، پ۷/۲، پ۱۱/۸، پ۱۴/۱۰، پ۲۳/۱۹، پ۲۷/۶

اَحْسِنُوْا ۔تم نیکی کرو۔ اِحْسَانٌ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر پ۲/۸

اَحْسَنَهٗ ۔اس کا بہتر۔ اَحْسَنَ مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ (ملاحظہ ہو اَحْسَنَ) پ۲۳/۱۶

اَحْسَنِهَا ۔اس کا بہتر۔ اَحْسَنِ مضاف ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ پ۹

اَحَسُّوْا انھوں نے پایا، دریافت کیا۔ محسوس کیا اِحْسَاسٌ سے، ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب پ۱۷/۲

اُحْشُرُوْا ۔تم اکٹھا کرو۔ تم جمع کر لو (نَصَرَ، ضَرَبَ) حَشْرٌ سے، جس کے معنی جماعت کے اکٹھا کرنے کے ہیں امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ پ۲۳/۵

اُحْصِرْتُمْ ۔تم روکے گئے۔ اِحْصَارٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر حاضر اِحْصَارٌ کے معنی روکنے کے ہیں خواہ رکاوٹ کسی ظاہری سبب کی بنا پر ہو جیسے دشمن کا آڑے آ کر روکنا یا کسی باطنی سبب سے جیسے مرض کی وجہ سے رکنے پر مجبور ہونا۔ پ۲/۸

اُحْصِرُوْا ۔وہ بند کئے گئے۔ روکے گئے۔ اِحْصَارٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب پ۳/۵

اُحْصُرُوْهُمْ (نَصَرَ، ضَرَبَ) ان کو قید رکھو، روکے رکھو اُحْصُرُوْا ۔ حَصْرٌ سے جس کے معنی قید کرنے اور تنگ کرنے کے ہیں امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ پ۱۰/۱

اُحْصِنَّ ۔وہ نکاح میں لائی گئیں۔ اِحْصَانٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ اِحْصَانٌ لغت میں مختلف معانی کے لئے آتا ہے۔ حریت، عفت، تزوج، اسلام، قید میں رکھنا۔ قرآن عظیم میں اُحْصِنَّ جس موقع پر ہے

وہاں منکوحہ بنانے کے معنی میں ہے اور قید سے بھی یہاں قید نکاح ہی مراد ہے۔ ۵/۱

اَحْصَنَتْ۔ اس عورت نے محافظت کی۔ اِحْصَانٌ سے، ماضی کا صیغہ واحد مونث غائب۔ یہاں احصان سے مراد عصمت وعفت کی حفاظت ہے۔ ۱۷/۶ ۲۸/۲۰

اَحْصُوْا۔ تم گنو، تم شمار کرو۔ اِحْصَاءٌ سے جس کے معنی شمار کرنے کے ہیں امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۲۸/۱۷

اَحْصیٰ۔ خوب گننے والا۔ افعل التفضیل کا صیغہ۔ آیت شریفہ اَحْصیٰ لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا میں بعض مفسرین نے اَحْصیٰ کو ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب باب افعال سے بتایا ہے اور معنی محفوظ کرنے اور شمار کرنے کے لئے ہیں اور بعض باب افعال ہی کا افعل التفضیل بحذف زوائد بتاتے ہیں اور اَمَدًا کو تمیز قرار دیتے ہیں۔ غرض یہاں اَحْصیٰ ماضی اور اسم تفضیل دونوں کا محتمل ہے اِحْصَاءٌ کا اشتقاق حَصَا سے ہے جس کے معنی کنکری کے ہیں چونکہ عرب شمار کے لئے کنکریوں کا استعمال کرتے تھے اس لئے شمار کرنے اور محفوظ کرنے کے لئے اِحْصَاءٌ بولا جانے لگا۔ ۱۵/۱۲

اَحْصیٰ۔ اس نے گن لیا اِحْصَاءٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ ۲۹/۱۲

اَحْصَیْنٰهُ۔ ہم نے اس کو گن رکھا۔ ہم نے اس کو شمار کر لیا۔ اَحْصَیْنَا اِحْصَاءٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم ہ ضمیر واحد مذکر غائب۔ ۲۲/۱۸ ۳۰/۲

اَحْصٰهُ۔ اس کو گن رکھا۔ اَحْصیٰ صیغہ ماضی ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ۲۸/۲

اَحْصٰهَا۔ گن لیا اس کو۔ اس میں ھا ضمیر واحد مونث غائب ہے۔ ۱۵/۱۸

اَحْصٰهُمْ۔ ان کو گن رکھا۔ اس میں ھم ضمیر جمع مذکر غائب ہے۔ ۱۶/۹

اُحْضِرَتْ۔ وہ حاضر کی گئی۔ اِحْضَارٌ سے جس کے معنی حاضر کرنے کے ہیں ماضی مجہول کا صیغہ واحد مونث غائب ۵/۱۹

اَحْضَرَتْ۔ اس نے حاضر کیا۔ اِحْضَارٌ سے۔ ماضی کا صیغہ واحد مونث غائب۔ ۳۰/۲

اَحَطْتُ۔ میں نے احاطہ کیا۔ اِحَاطَةٌ سے ماضی کا صیغہ واحد متکلم احاطہ خبر کے معنی خبر معلوم کرنے کے ہیں حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ میں ہدہد کہتا ہے اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خبر (میں نے ایسی بات معلوم کی جو آپ کو

معلوم نہیں) ۱۹/۱۲

اَحَطْنَا۔ ہم نے گھیر لیا۔ ہم نے معلوم کر لیا۔ اِحَاطَۃٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم ۱۶/۲

اِحْفَظُوْا۔ تم حفاظت کیا کرو (متیمہ) حِفْظٌ سے جس کے معنی حفاظت کرنے کے ہیں امر کا صیغہ، جمع مذکر حاضر۔ ۲/۶

اَحَقُّ۔ بڑا حق دار۔ اسم تفضیل اور فاعل دونوں کے معنی میں آتا ہے ۱۲و۱۹/۱۶ ۳و۱۵/۶ ۸و۱۲/۱۰ ۲و۹/۱۱ ۲/۲۲ ۱۱/۲۶

اَحْقَابًا۔ بے شمار قرن، بے انتہا زمانے۔ حُقُبٌ کی جمع۔ حُقُبٌ بضم قاف زمانہ کو کہتے ہیں اور حُقْبٌ بسکون قاف زمانہ کی ایک مقررہ مدت کا نام ہے مگر اس مدت کی تعین میں اہل لغت کا اختلاف ہے بعض اسّی برس کی مدت کو بعض ستر برس کے زمانے کو بعض تین سو برس بعض چالیس سال بعض تیس ہزار سال بتلاتے ہیں۔ مفسرین سلف میں سے امام قتادہؒ نے صاف تصریح کر دی ہے کہ احقاب سے غیر منقطع زمانہ مراد ہے باقی حقب کی مدت کا تعین بجز اللہ تعالیٰ کے کسی کو معلوم نہیں۔ امام حسن بصریؒ سے بھی اسی کے قریب منقول ہے۔ [1] ۲۹

اَحْقَافُ۔ ریت کے لمبے لمبے اور بلند لیکن ذرا مڑے ہوئے ٹیلے۔ حِقْفٌ کی جمع ہے۔ حِقْفٌ ریت کے اس ٹیلہ کو کہتے ہیں جو مستطیل ہو اور مرتفع لیکن قدرے منحنی ہو۔ قوم عاد کا مرکزی مقام ارضِ احقاف ہے، یہ حضرموت کے شمال میں اس طرح واقع ہے کہ اس کے شرق میں عمان اور شمال میں ربع خالی ہے جسے صحرائے اعظم "الدہنا" بھی کہا جاتا ہے گو ربع خالی آبادی کے لائق نہیں تاہم اس کے اطراف میں کہیں کہیں آبادی کے قابل کچھ کچھ زمین ہے خصوصاً اس حصہ میں جو حضرموت سے نجران تک پھیلا ہوا ہے اگرچہ اس وقت وہ بھی آباد نہیں اور بجز ریت کے ٹیلوں کے اور کچھ نظر نہیں آتا تاہم قدیم زمانے میں اسی حضرموت اور نجران کے درمیانی حصہ میں "عادِ ارم" کا مشہور قبیلہ آباد تھا۔ جس کو خدا نے اس کی نافرمانی کی پاداش میں آندھی کا عذاب بھیج کر نیست و نابود کر دیا تھا۔ شیخ عبد الوہاب نجار نے قصص الانبیاء میں تصریح کی ہے کہ مجھ سے سید عبد اللہ بن احمد بن عمر بن یحییٰ علوی نے جو حضرموت کے باشندے ہیں، بیان کیا

---

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۱۰ ص ۱۳۶ طبع مصر ۱۳۰۱ھ

کہ وہ ایک جماعت کے ساتھ ان ہلاک شدہ قوموں کے قدیم مساکن کی کھوج میں حضر موت کے شمالی میدان میں قیام پذیر رہے۔ بڑی تلاش و کوشش کے بعد ٹیلوں کی کھدائی میں سنگِ مرمر کے کچھ برتن دستیاب ہوئے جن پر خطِ مسماری میں کچھ کندہ تھا لیکن افسوس ہے کہ سرمایہ کی کمی کے باعث ان کو اس مہم سے دستبردار ہونا پڑا۔ پ۲۶ ع۳

اُحْكُمْ۔ تو حکم کر، تو فیصلہ کر (نَصَرَ) حُكْمٌ سے جس کے معنی فیصلہ کرنے کے ہیں۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ پ۱۷ ع۷ پ۱۲ ع۲۳

اَحْكُمُ۔ میں حکم کروں گا۔ فیصلہ کرونگا۔ حُكْمٌ سے مضارع کا صیغہ واحد متکلم۔ پ۱۲ ع۳

اَحْكَمُ۔ بہتر حکم کرنے والا۔ سب حاکموں سے بڑھکر حاکم۔ حُكْمٌ سے۔ افعل التفضیل کا صیغہ۔ پ۱۲ ع۴ پ۳۰ ع۲۱

اُحْكِمَتْ مضبوط کی گئی۔ ثابت کی گئی۔ (جس میں نہ لفظ کے اعتبار سے شبہ پیدا ہو سکتا ہے نہ معنی کے اعتبار سے) اِحْكَامٌ سے جس کے معنی محکم اور مضبوط کرنے کے ہیں۔ ماضی مجہول کا صیغہ واحد مؤنث غائب پ۱۱ ع۱

اُحِلَّ۔ وہ حلال کر دیا گیا۔ اِحْلَالٌ سے جس کے معنی مباح کرنے کے ہیں ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ پ۲ ع۷ پ۵ ع۱ پ۶ ع۵ پ۷ ع۲

اُحِلُّ میں حلال کرتا ہوں۔ اِحْلَالٌ سے مضارع کا صیغہ واحد متکلم پ۳ ع۱۲

اَحَلَّ۔ اس نے حلال کیا۔ اِحْلَالٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ پ۳ ع۶ پ۷ ع۲ پ۲۲ ع۱۹

اَحْلَامٌ خواب۔ عقلیں۔ اَحْلَام حُلْمٌ کی بھی جمع ہے جس کے معنی خواب کے ہیں اور حِلْمٌ کی بھی جس کے معنی بردباری کے ہیں اور چونکہ بردباری عقل کی وجہ سے ہوتی ہے اس لئے حِلْمٌ کے معنی عقل کے بھی لے لیتے ہیں گویا مسبب بول کر سبب مراد لیتے ہیں۔ سورہ طور آیت اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ میں احلام سے مراد عقول ہیں پ۱۲ ع۱ پ۱۷ ع۱

اَحْلَامُهُمْ۔ ان کی عقلیں۔ اَحْلَامُ مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ پ۲۷ ع۳

اُحِلَّتْ وہ حلال کی گئی۔ مباح کی گئی اِحْلَالٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مؤنث غائب پ۶ ع۵ پ۱۷ ع۱۱

اُحْلُلْ۔ تو کھول دے (نَصَرَ) حَلٌّ سے جس کے معنی گرہ کشائی کے ہیں امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر پ۱۶ ع۱۱

اَحْلَلْنَا ۔ ہم نے حلال کر دیا۔ اِحْلَالٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم پ ۲۲

اَحَلَّنَا ۔ اس نے ہم کو لا اتارا۔ اَحَلَّ اِحْلَالٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ نا ضمیر جمع متکلم اِحْلال کے معنی اتارنے کے بھی آتے ہیں اس کا مجرد نصر اور ضرب دونوں سے آتا ہے مادہ اشتقاق حُلُوْلٌ ہے۔ پ ۲۲

اَحَلُّوْا ۔ انھوں نے لا اتارا۔ اِحْلَالٌ سے جس کے معنی اتارنے کے ہیں ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب پ ۱۳

اَحْمَالِ ۔ (بہت سے) حمل۔ حَمْل کی جمع۔ حمل پیٹ کے بچہ کو کہتے ہیں۔ پ ۲۸

اَحْمَدُ ۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے حضور کے مبعوث ہونے کی بشارت اسی نام سے دی ہے۔ اَحْمَدُ افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ مبالغہ فاعل بھی ہو سکتا ہے یعنی دوسروں سے بہت زیادہ اللہ عزوجل کی حمد بیان کرنے والے۔ اور مبالغہ مفعول بھی یعنی اپنے اوصاف حمیدہ کے باعث دوسروں سے زیادہ آپ کی مدح کی گئی پ ۲۸

اِحْمِلْ ۔ تو چڑھا لے۔ سوار کر لے (ضَرَب) حَمْلٌ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ حَمْلٌ کے اصلی معنی اٹھانے اور برداشت کرنے کے ہیں اور اسی مناسبت سے سوار کرنے اور چڑھانے کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔ پ ۱۲

اَحْمِلُ ۔ میں اٹھا رہا ہوں۔ حَمْلٌ سے مضارع کا صیغہ واحد متکلم۔ پ ۱۲

اَحْمِلُكُمْ ۔ میں تم کو سوار کر دوں۔ اس میں کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر ہے۔ پ ۱۰

اَحْوٰى ۔ کالا سیاہ مائل بسبزی بسرخ مائل بسیاہی۔ حُوَّةٌ سے ماخوذ ہے حُوَّةٌ اس سیاہی کو کہتے ہیں جو مائل بسبز ہو یا اس سرخی کو جو مائل بسیاہی ہو۔ پ ۳۰

اَحْيَا ۔ اس نے زندہ کیا۔ جلایا۔ اِحْيَاءٌ سے جس کے معنی جلانے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ حَيَاةٌ مصدر ہے۔ حَيَاةٌ کا استعمال مختلف معانی میں ہوتا ہے۔ (۱) قوت نامیہ جو نبات و حیوان میں موجود ہوتی ہے (۲) قوتِ احساس جس کی بنا پر حیوان کو حیوان کہا جاتا ہے چنانچہ آیہ شریفہ اِنَّ الَّذِیْٓ اَحْیَاھَا لَمُحْیِ الْمَوْتٰی (یقیناً جس نے اس زمین کو زندہ کیا وہی مردوں کو زندہ کر دیگا) میں زمین کی زندگی سے اس کی شادابی اور روئیدگی یعنی قوتِ نامیہ مراد ہے اور مردوں کے جلانے سے قوتِ احساس کا عطا کرنا مقصود ہے۔ (۳) عقل کی قوتِ کارکردگی۔ چنانچہ

آیتِ شریفہ اَوَمَنْ کَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰہُ (کیا وہ شخص
کہ جو پہلے مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ بنا دیا) یہاں
زندگی سے مراد عقل کی قوتِ کار کا عنایت کرنا ہے۔
(۴) بقاءِ فہم کے ساتھ ساتھ لذت اندوزی چنانچہ آیت
وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا بَلْ
اَحْیَآءٌ (ان لوگوں کو جو اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے
مردہ مت خیال کر بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں) یہاں زندگی کو
مراد ہے کہ ان میں فہم باقی ہے اور وہ اللہ کی نعمتوں
سے لذت اندوز ہو رہے ہیں۔ جس کا ذکر شہداء کے متعلق خود
قرآنِ عظیم میں اور بکثرت احادیث میں وارد ہے (۵)
آخرت کی دائمی زندگی جیسے یٰلَیْتَنِیْ قَدَّمْتُ لِحَیَاتِیْ
(اے کاش میں اپنی اخروی زندگی کے لئے کچھ نیک
عمل آگے بھیج دیتا) یہاں حیات سے حیاتِ اخروی
دائمی مراد ہے (۶) حیات جب اللہ جل شانہ کی صفت
واقع ہو تو حَیّ سے مراد وہ ذاتِ قدوس ہے جس کے
متعلق کبھی موت کا تصور کیا ہی نہیں جا سکتا۔ (۷)
ہلاکت سے نجات دینا چنانچہ آیت وَمَنْ اَحْیَاهَا
فَکَاَنَّمَا اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا (اور جو شخص کسی کو بچا لیوے
تو گویا اس نے تمام آدمیوں کو بچا لیا) میں حیات سے ہلاکت سے

بچانا مقصود ہے۔

اَحْیَاکُمْ ۔ اس نے تم کو جلایا۔ اس میں کُمْ ضمیر جمع مذکر
حاضر ہے۔

اَحْیَاهَا ۔ اس کو جلایا۔ اس میں هَا ضمیر واحد مؤنث
غائب ہے۔

اَحْیَاهُمْ ۔ ان کو جلایا۔ اس میں هُمْ ضمیر جمع مذکر
غائب ہے۔

اَحْیَاءٌ ۔ زندہ لوگ۔ حَیّ کی جمع۔

اُحِیْطَ ۔ اسے گھیر لیا گیا۔ اِحَاطَۃٌ سے ماضی مجہول کا
صیغہ واحد مذکر غائب۔

اُحْیِیْ ۔ میں جلاتا ہوں۔ زندہ کرتا ہوں۔ اِحْیَاءٌ سے۔
مضارع کا صیغہ واحد متکلم۔

اَحْیٰی ۔ اس نے جلایا۔ اس نے زندہ کیا۔ اِحْیَاءٌ سے
ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔

اَحْیَیْتَنَا ۔ تو نے ہم کو جلایا۔ اَحْیَیْتَ۔ اِحْیَاءٌ سے
ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر نَا ضمیر جمع متکلم۔

اَحْیَیْنَا ۔ ہم نے جلایا۔ اِحْیَاءٌ سے ماضی کا صیغہ
جمع متکلم۔

اَحْیَیْنٰہُ ۔ ہم نے اس کو زندہ کر دیا ہٗ ضمیر واحد مذکر

غائب۔

اَحْيَيْنٰهَا۔ ہم نے اس کو زندہ کر دیا۔ ھَا ضمیر واحد مونث غائب

فصل الخاء المعجمہ

اَخٌ۔ بھائی۔ اصل میں ہر وہ شخص جو پیدائش میں ماں باپ یا صرف باپ یا صرف ماں کی طرف سے یا رضاعت میں دوسرے کا شریک ہو۔ اخ کہلاتا ہے لیکن مجازاً ہر اس شخص کو بھی اخ کہدیتے ہیں جو قبیلہ یا مذہب یا صنعت و حرفت یا دوستی و محبت وغیرہ میں کسی دوسرے کا شریک ہو۔ لفظ اَخٌ جبکہ یاء متکلم کے سوا کسی اور اسم کی طرف مضاف ہو تو بحالتِ رفع و کے ساتھ اور بحالتِ نصب الف کے ساتھ اور بحالتِ جری کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔

اَخَا عَادٍ۔ عاد کے بھائی یعنی حضرت ہود علیہ السلام یہ قوم عاد کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے تھے (ملاحظہ ہو هُوْد)

اَخَافُ۔ میں ڈرتا ہوں (سمع) خَوْفٌ سے جس کے معنی ڈرنے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد متکلم۔ اللہ تعالیٰ سے خوف کا یہ مطلب نہیں کہ جیسے انسان شیر کے دیکھنے سے ڈر جاتا ہے اسی قسم کا رعب اللہ تعالیٰ کے تصور سے اس کے قلب پر طاری رہے بلکہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا یہ مطلب ہے کہ انسان گناہوں سے بچتا رہے اور نیکی کی طرف متوجہ رہے اسی بنا پر کہا گیا ہے لَا یُعَدُّ خَائِفًا مَنْ لَمْ یَکُنْ لِلذُّنُوْبِ تَارِکًا۔ جو گناہوں کو نہیں چھوڑتا اسے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا نہیں کہا جا سکتا۔

اُخَالِفَکُمْ۔ میں تمہاری مخالفت کروں۔ لِاُخَالِفَ مُخَالَفَةٌ سے مضارع کا صیغہ واحد متکلم۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔

اَخَانَا۔ ہمارا بھائی۔ اَخَا مضاف نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ

اَخَاهُ۔ اس کا بھائی۔ اَخَا مضاف ہ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ

اَخَاهُمْ۔ ان کے بھائی۔ اَخَا مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ

اَخْبَارَکُمْ۔ تمہارے احوال۔ تمہاری خبریں اَخْبَارَ مضاف

کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ اَخْبَارٌ خَبَرٌ کی جمع ہے ۔ پ ۲۶ ع ۸

اَخْبَارَهَا ۔ اس کی خبریں ۔ اَخْبَار مضاف ھَا ضمیر واحد مونث غائب مضاف الیہ پ ۳۰ ع ۲۲

اَخْبَتُوْا ۔ وہ جھکے ۔ انھوں نے عاجزی کی اِخْبَاتٌ سے جس کے معنی تواضع اور خضوع و خشوع کے ہیں ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ۔ پ ۱۲ ع ۲

اُخْتٌ ۔ بہن ۔ اَخٌ کی تانیث ہے اَخَوَاتٌ جمع پ ۴ ع ۱۳ و ۱۶ ۔ پ ۱۶ ع ۳

اِخْتَارَ ۔ اس نے چن لیا ۔ اِخْتِیَارٌ سے جس کے معنی انتخاب کرنے کے ہیں ، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب پ ۹

اِخْتَرْتُكَ میں نے تجھکو پسند کیا ۔ اِخْتَرْتُ اِخْتِیَارٌ سے ، ماضی کا صیغہ واحد متکلم کَ ضمیر واحد مذکر حاضر پ ۱۶

اِخْتَرْنَاهُمْ ہم نے ان کو پسند کر لیا ۔ اِخْتَرْنَا ۔ اِخْتِیَارٌ سے ، ماضی کا صیغہ جمع متکلم ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب پ ۲۵ ع ۱۵

اِخْتَصَمُوْا انھوں نے جھگڑا کیا ۔ اِخْتِصَامٌ سے جس کے معنی جھگڑا کرنے کے ہیں ، ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب پ ۱۷

اُخْتُكَ تیری بہن ۔ اُخْتُ مضاف کَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ ۔ پ ۱۶

اِخْتِلَافٌ کے معنی ہیں معاملہ یا گفتگو میں وہ طریق کار اختیار کرنا جو دوسرے کا نہ ہو ۔ اور چونکہ اس رویہ سے عموماً جھگڑا پیدا ہو جاتا ہے ، اس لئے اختلافِ نزاع کے معنی میں بھی مستعمل ہونے لگا ۔ اختلافِ لیل و نہار کے معنی ہیں دن رات کا آگے پیچھے آنا ۔ پ ۲ پ ۱۱ پ ۱۱ پ ۱۶ پ ۲۵ اِخْتِلَافٌ پ

اِخْتِلَاقٌ افترا ، بہتان طرازی ۔ بروزن اِفْتِعَالٌ مصدر ہے ۔ پ ۲۳

اِخْتَلَطَ وہ مل گیا ۔ اِخْتِلَاطٌ سے جس کے معنی ملنے کے ہیں ۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب پ ۸ پ ۱۱ پ ۱۵

اِخْتَلَفَ اس نے اختلاف کیا ۔ اِخْتِلَافٌ سے ، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب پ ۲ پ ۳ پ ۶ پ ۲۵

اُخْتُلِفَ ۔ اختلاف کیا گیا ۔ اِخْتِلَافٌ سے ، ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب پ ۱۲ پ ۲۴

اِخْتَلَفْتُمْ تم نے اختلاف کیا ۔ اِخْتِلَافٌ سے ، ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۔ پ ۱ پ ۲۵

اِخْتَلَفُوْا ۔ انھوں نے اختلاف کیا ۔ اِخْتِلَافٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب پ ۲ پ ۳ پ ۳ پ ۶ پ ۱۱ پ ۱۳ پ ۲۵

اُخْتِہٖ۔ اس کی بہن۔ اُخْتِ مضاف ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔

اُخْتَہَا۔ اس کی بہن۔ اُخْتَ مضاف ھَا ضمیر واحد مونث غائب مضاف الیہ۔

اُخْتَیْنِ۔ دو بہنیں۔ اُخْتٌ کا تثنیہ۔

اَخْدَانٍ۔ چھپے یار۔ چھپے آشنا۔ خِدْنٌ کی جمع ہے خِدْنٌ کا استعمال مذکر و مونث دونوں میں ہوتا ہے۔

اُخْدُوْدِ۔ کھائی۔ خندق۔ اَخَادِیْد جمع (ملاحظہ ہو اَصْحَابُ الْاُخْدُوْدِ)

اٰخِذٌ۔ پکڑنے والا۔ اَخْذٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔

اَخْذٌ۔ پکڑ۔ پکڑنا۔ یہ مصدر ہے اس کے معنی کبھی لینے کے آتے ہیں اور کبھی پکڑنے کے یہاں دوسرے معنی مراد ہیں۔ اَخْذًا۔ اَخْذَۃً۔

اَخَذَ۔ اس نے پکڑا۔ اس نے لیا۔ (نَصَرَ) اَخْذٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔

اُخِذَ۔ وہ لیا گیا۔ اَخْذٌ سے معنی لینے کے۔ ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب۔

اَخَذَتْ۔ اس نے آ پکڑا۔ اَخْذٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مونث غائب۔

اَخَذْتُ۔ میں نے پکڑا۔ اَخْذٌ سے ماضی کا صیغہ واحد متکلم۔

اَخَذَتْکُمْ۔ اس نے تم کو پکڑا۔ تم کو آلیا۔ اَخَذَتْ صیغہ ماضی کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔

اَخَذْتُمْ۔ تم نے لیا۔ اَخْذٌ سے۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔

اَخَذَتْہُ۔ اس کو پکڑ لیا (آمادہ کر دیا) اَخَذَتْ صیغہ ماضی ہُ ضمیر واحد مذکر غائب۔

اَخَذْتُہَا۔ میں نے اس کو پکڑا۔ اَخَذْتُ صیغہ ماضی ھَا ضمیر واحد مونث غائب۔

اَخَذْتُھُمْ۔ میں نے ان کو پکڑا۔ اَخَذْتُ صیغہ ماضی ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔

اَخَذَتْھُمْ۔ ان کو آ پکڑا۔ اَخَذَتْ صیغہ ماضی ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔

اَخَذْنَ۔ ان عورتوں نے لیا۔ اَخْذٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مونث غائب۔

اَخَذْنَا۔ ہم نے لیا۔ ہم نے پکڑا۔ اَخْذٌ سے ماضی کا صیغہ

جمع متکلم۔ پ۱/۸و۱۰و۱۱ پ۹/۲و۷و۱۳ پ۹/۲و۹و۱۱ پ۱۰/۱۳ پ۱۸/۴
پ۲۰/۱۹ پ۲۱/۱۶ پ۲۹/۹

أَخَذْنٰهُ۔ ہم نے اس کو پکڑا۔ اس میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ہے۔ پ۲۰/۷ پ۲۷/۱ پ۲۹/۱۲

أَخَذْنٰهُمْ۔ ہم نے ان کو پکڑا۔ اس میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے پ۷/۱۱ پ۹/۴ پ۱۸/۴ پ۲۵/۱۱ پ۲۶/۱۰

أُخِذُوْا۔ وہ پکڑے گئے۔ اَخْذٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ پ۲۲/۵و۱۲

أَخَذَهٗ۔ اس کو پکڑا۔ اَخَذَ صیغہ ماضی۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب پ۳۰/۳

أَخْذَهٗ۔ اس کی پکڑ۔ اَخْذَ مصدر مضاف۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ پ۱۲/۹

أَخَذَهُمْ۔ ان کو پکڑا۔ اَخَذَ صیغہ ماضی هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب پ۳/۲ پ۷/۱۰ پ۹/۳ پ۱۰/۲۱ پ۱۹/۱۲و۱۴ پ۲۰/۳ پ۲۴/۸ پ۲۹/۵

أَخْذِهِمْ۔ ان کا لینا۔ اَخْذٌ مصدر مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ پ۶/۲

اٰخِذِيْنَ۔ لینے والے۔ اَخْذٌ سے۔ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ آخِذٌ کی جمع پ۲۶/۱۶

اٰخِذِيْهِ۔ اس کے لینے والے۔ اس میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب ہے۔ اٰخِذِيْ اصل میں اٰخِذِيْنَ تھا۔ اضافت کے سبب سے ن گر گیا۔ اٰخِذِيْ مضاف ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔ پ۳/۴

اٰخَرُ دوسرا۔ الآخَرُ سے معدول ہے اور اس بارے میں یہ اپنی آپ نظیر ہے ورنہ عام قاعدہ کے مطابق جو صیغہ بھی اَفْعَلُ سے آتا ہے یا تو اس کے بعد مِنْ لفظاً یا تقدیراً مذکور ہوتا ہے اور اس صورت میں اس کی نہ جمع آتی ہے نہ تثنیہ نہ تانیث۔ یا مِنْ مذکور نہیں ہوتا تو پھر اس پر الف لام داخل ہو کر اس کی جمع بھی آتی ہے اور تثنیہ بھی۔ البتہ یہ اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہے اور اس کی جمع بغیر الف لام کے آتی ہے جیسے اُخَرُوْنَ۔ پ۲/۷ پ۴/۱۱ پ۵/۱۱و۱۵ پ۶/۱۳ پ۷/۲و۱۵ پ۸/۱ پ۹/۱۵و۱۴ پ۱۰/۱۲ پ۱۴/۲۳ پ۱۹/۲۶ پ۲۷/۱

اٰخِرُ۔ پچھلا۔ جہاں یہ لفظ اللہ تعالیٰ کی صفت ہو وہاں تمام مخلوقات کے فنا ہونے کے بعد باقی رہنے والی ذات مراد ہے۔ پ۹/۱۱ پ۲۷/۱۷

اُخَرُ۔ اور دوسرے۔ اُخْرٰی کی جمع ہے پ۲/۷ پ۳/۹ پ۱۲/۱۶

اٰخَّرَ۔ اس نے پیچھے چھوڑا۔ تاخیر سے جس کے معنی پیچھے چھوڑنے اور دیر کرنے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ پ۲۹/۱۷

اِخْرَاجٌ ۔ نکالنا۔ بروزن اِفْعَالٌ مصدر ہے۔ اس کا استعمال زیادہ تر ذوات و اعیان کے متعلق ہوتا ہے یا تکوین (رونما کرنا بنانا) کے معنی میں جو اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔ ۲۴۰/۲ ۔ اِخْرَاجٌ ۲/۹

اِخْرَاجِكُمْ ۔ تمہارا نکالنا۔ اِخْرَاجٌ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ۔ ۲۹/۸۔

اِخْرَاجُهُمْ ۔ ان کا نکالنا۔ اِخْرَاجٌ مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ ۲/۸ ۔

اُخْرَانِ ۔ دو دوسرے۔ اُخَرُ کا تثنیہ ۵/۶

اَخَّرَتْ ۔ اس نے پیچھے چھوڑا۔ تَاْخِيْرٌ سے جس کے معنی پیچھے چھوڑنے اور ڈھیل دینے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مونث غائب ۲/۲

اَخَّرْتَنِیْ ۔ تو نے مجھ کو ڈھیل دی۔ اَخَّرْتَ تَاْخِيْرٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر نِ وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔ ۶/۱۵ ۔ ۲۹/۱۴

اَخَّرْتَنَا ۔ تو نے ہم کو ڈھیل دی اَخَّرْتَ صیغہ ماضی نَا ضمیر جمع متکلم ۵/۸

اَخْرَجَ ۔ اس نے نکالا اِخْرَاجٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ۱/۲ ۔ ۸/۱۱ ۔ ۱۷/۱۲ ۔ ۱۶/۱۲ ۔ ۱۹/۱۱ ۔ ۲۶/۱۴ ۔ ۲۸/۳ ۔ ۲۰/۱۲

اَخْرِجْ ۔ تو نکال اِخْرَاجٌ سے۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ ۱۴/۳

اُخْرُجْ ۔ تو نکل (نَصَرَ) خُرُوْجٌ سے جس کے معنی نکلنے کے ہیں امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ ۸/۱۰ ۔ ۱۲/۱۳ ۔ ۱۴/۳ ۔ ۲/۲ ۔ ۲۲/۱۳

اُخْرَجُ ۔ میں نکالا جاؤں گا۔ اِخْرَاجٌ سے مضارع مجہول کا صیغہ واحد متکلم۔ ۶/۲ ۔ ۲۶/۲

اُخْرِجَتْ وہ نکالی گئی (بھیجی گئی) اِخْرَاجٌ سے۔ ماضی مجہول کا صیغہ واحد مونث غائب ۴/۴

اَخْرَجَتْ اس نے نکال باہر کیا۔ اِخْرَاجٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مونث غائب ۳۰/۲۲

اَخْرَجَتْكَ اس نے تجھکو نکالا۔ اس میں كَ ضمیر واحد مذکر حاضر ہے۔ ۲۶/۶

اُخْرِجْتُمْ ۔ تم نکالے گئے۔ اِخْرَاجٌ سے۔ ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ ۲۹/۸

اَخْرَجَكَ اس نے تجھکو نکالا۔ اَخْرَجَ صیغہ ماضی كَ ضمیر واحد مذکر حاضر ۹/۱۵

اَخْرَجَكُمْ ۔ اس نے تم کو نکالا اس میں كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر ہے۔ ۷/۱۴

أُخْرِجْنَا ۔ ہم نکالے گئے۔ اِخْرَاجٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ جمع متکلم ۔ ب ۲/۱۶

أَخْرِجْنَا تو ہم کو نکال۔ أَخْرِجْ ۔ صیغہ امر نَا ضمیر جمع متکلم (ملاحظہ ہو أَخْرِجْ) ب ۵/۶ ب ۱۸/۹ ب ۲۲/۱۶

أَخْرَجْنَا ۔ ہم نے نکالا۔ اِخْرَاجٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم ب ۳/۵ ب ۷/۱۸ ب ۸/۱۴ ب ۱۶/۱۱ ب ۲۰/۲ ب ۲۳/۲ ب ۲۷/۱

أَخْرَجْنٰهُمْ ۔ ہم نے ان کو نکال باہر کیا۔ اس میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے ۔ ب ۱۹/۸

أَخْرَجَنِیْ ۔ اس نے مجھ کو نکالا۔ أَخْرَجَ ۔ صیغہ ماضی ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم ب ۱۳/۳

أَخْرِجْنِیْ ۔ تو مجھے نکال۔ أَخْرِجْ صیغہ امر ۔ ن وقایہ ۔ ی ضمیر واحد متکلم ب

أُخْرِجُوْا ۔ وہ نکالے گئے۔ اِخْرَاجٌ سے ۔ ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب ۔ ب ۲/۱ ب ۱۴/۱۳ ب ۲۳/۲و۵

أُخْرُجُوْا ۔ تم نکلو خُرُوْجٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ب ۵/۲

أَخْرِجُوْا ۔ تم نکالو ۔ اِخْرَاجٌ سے ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ب ۷/۱۴ ب ۱۹/۱۶

أَخْرِجُوْهُمْ ۔ تم ان کو نکالو۔ اس میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے۔ ب ۲/۸ ب ۵/۱۴

أَخْرَجُوْكُمْ ۔ انہوں نے تم کو نکالا أَخْرَجُوْا صیغہ ماضی كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر ب ۲/۸ ب ۲۸/۸

أَخْرَجَهٗ اس کو نکالا۔ أَخْرَجَ صیغہ ماضی ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ب ۱۰/۱۲

أَخْرَجَهُمَا ان دونوں کو نکالا۔ اس میں هُمَا ضمیر تثنیہ مذکر غائب ہے ب ۸/۱

أُخْرٰىنَا ۔ ہمارا پچھلا۔ أُخْرٰى مضاف نَا ضمیر جمع متکلم ۔ مضاف الیہ۔ ب ۷/۵

أَخَّرْنَا ۔ ہم نے تاخیر کی۔ ہم نے روکے رکھا۔ تَاْخِیْرٌ سے۔ ماضی کا صیغہ جمع متکلم۔ ب ۱۲/۱

أَخِّرْنَا ہم کو مہلت دے۔ تاخیر عطا کر۔ أَخِّرْ تَاْخِیْرٌ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر نَا ضمیر جمع متکلم ب ۱۳/۱۴

اٰخَرُوْنَ ۔ دوسرے۔ اور لوگ۔ اٰخَرُ کی جمع بحالت رفع۔ ب ۱۱/۲ ب ۱۸/۱۶ ب ۲۹/۱۲

اٰخِرَةٌ ۔ آخرت۔ عالم بقا۔ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِی الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ میں آخرت بمعنی پچھلے کے ہے ب ۱/۱۰و۱۵و۱۷

ب ۲/۱۳و۱۴و۱۹ ب ۳/۹و۱۱ ب ۴/۱۱و۱۲و۱۳و۱۶و۱۷ ب ۳/۹و۱۲و۱۳ ب ۵/۸و۹

ب ۵/۱۶ ب ۶/[illegible] ب ۷/۱۰و۱۲ ب ۸/[illegible] ب ۹/۱۱ ب ۱۰/[illegible]

ب ۱۰/۱۶ ب ۱۱/۱۲ ب ۱۲/[illegible] ب ۱۳/[illegible] ب ۱۴/[illegible]

پ۱۴/۱۳و۱۰و۲۲ پ۱۵/۱۲و۹و۸و۵و۲و۱ پ۱۶/۱۶ پ۱۷/۹ پ۱۸/۳و۳و۹ پ۱۹/۲

پ۲۰/۱و۱۰و۱۱و۱۲و۱۳و۱۶ پ۲۱/۳و۳و۵و۹و۱۰و۲۰ پ۲۲/۳و۳و۷و۸ پ۲۳/۱۰و۱۵

پ۲۳/۱۷ پ۲۴/۲و۱۰و۱۵و۱۶و۱۸ پ۲۵/۳و۵ پ۲۶/۵و۹و۲ پ۲۸/۳و۹ پ۲۹/۳۲

پ۲۹/۱۴و۱۶ پ۳۰/۳و۴و۱۷و۱۹

اُخْرَهٗ۔ اس کا آخر۔ اٰخِرُ مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔ پ۳/۱۶

اُخْرٰی۔ دوسری، پچھلی، اٰخَرُ اور اٰخِرُ دونوں کی مؤنث اُخْرٰی آتی ہے۔ پ۳/۷و۱۰ پ۵/۱۲ پ۷/۸ پ۸/۷ پ۱۵/۷و۵ پ۱۶/۱۰و۱۱و۱۳

پ۲۱/۱۸ پ۲۲/۱۵ پ۲۳/۲و۳ پ۲۶/۱۱و۱۳ پ۲۷/۵و۷ پ۲۸/۱۰و۱۴

اُخْرٰىكُمْ۔ تمہاری پچھلی (جماعت) اُخْرٰی مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ۔ پ۴

اٰخَرِيْنَ۔ دوسرے۔ اٰخَرُ کی جمع بحالت نصب وجر۔ پ۵/۹و۱۳ پ۶/۱۰ پ۸/۳ پ۱۰/۳ پ۱۴/۲ پ۱۸/۲و۳ پ۱۹/۹و۱۳

پ۲۳/۸و۱۲ پ۲۵/۱۳ پ۲۸/۱۱

اٰخِرِيْنَ۔ پچھلے۔ اٰخِرُ کی جمع بحالت نصب وجر۔ پ۱۷/۹ پ۲۱/۷و۸ پ۲۵/۱۱ پ۲۷/۱۳و۱۵ پ۲۹/۲۱

اُخْرٰىهُمْ۔ ان کی پچھلی (جماعت) اُخْرٰی مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔ پ۸

اَخْزٰی۔ زیادہ رسوا۔ زیادہ شرمسار۔ خِزْیٌ سے جس کے معنی رسوائی کے ہیں یا خَزَایَۃٌ سے جس کے معنی شرمندگی کے ہیں۔ افعل التفضیل کا صیغہ۔ پ۲۴/۱۶

اَخْزَيْتَهٗ۔ تو نے اس کو رسوا کیا، شرمسار کیا۔ اَخْزَيْتَ اِخْزَاءٌ سے۔ جس کے معنی رسوا اور شرمسار کرنے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ پ۴/۱۱

اَخْسَرُوْنَ۔ سب سے زیادہ نقصان پانے والے، زیادہ ٹوٹا اور گھاٹا پانے والے۔ اَخْسَرُ کی جمع بحالت رفع خُسْرَانٌ اور خَسَارَۃٌ سے جس کے معنی ٹوٹا اور گھاٹا پانے کے ہیں۔ افعل التفضیل کا صیغہ۔ پ۱۲/۲ پ۱۹/۱۶

اَخْسَرِيْنَ۔ زیادہ نقصان میں رہنے والے۔ زیادہ گھاٹا پانے والے۔ اَخْسَرُ کی جمع بحالت نصب وجر۔ پ۱۷/۵ پ۲۳/۲

اِخْسَئُوْا۔ پڑے رہو پھٹکارے ہوئے (فتح) خَسْأٌ جس کے معنی پھٹکارنے اور دھتکارنے کے ہیں۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ پ۱۸/۶

اِخْشَوْا۔ تم ڈرو۔ (سَمِعَ) خَشْيَۃٌ سے جس کے معنی ڈرنے کے ہیں۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ پ۲۱/۱۲

اِخْشَوْنِیْ۔ تم مجھ سے ڈرو۔ اس میں ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم کی ہے۔ پ۲/۲ پ۶/۱و۱۱

اِخْشَوْهُمْ۔ تم ان سے ڈرو۔ اس میں هُمْ ضمیر جمع

مذکر غائب ہے۔ پ

اَخْضَر سبز ہرا۔ خُضْرٌ سے جس کے معنی سبز ہونے کے ہیں۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔

اَخْطَأْتُمْ تم چوک گئے۔ تم نے خطا کی۔ اِخْطَاءٌ سے جس کے معنی چوک جانے کے ہیں ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر خطا کی مختلف صورتیں ہیں (۱) جو چیز مستحسن نہ ہو اس کا ارادہ کرے اور کر گزرے ایسی خطا مکمل خطا ہے جو قابلِ گرفت ہے۔ قرآنِ عظیم میں جو ارشاد ہے اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْأً كَبِيرًا (بیشک ان کا مارنا بڑی خطا ہے) یہاں خطا سے یہی خطا مراد ہے (۲) ارادہ تو اچھے ہی فعل کا کیا لیکن غلطی سے اس کے خلاف ہو گیا خطا اگرچہ یہ بھی ہے لیکن چونکہ ارادہ اچھا تھا اس لئے ایسی خطا قابلِ مواخذہ نہیں قرار دی گئی حدیث شریف میں وارد ہے رُفِعَ عَنْ اُمَّتِیْ الْخَطَاءُ وَالنِّسْيَانُ (میری امت سے خطا و نسیان مرفوع[عـ] ہے) آیت شریفہ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً (اور جس نے مسلمان کو قتل کیا غلطی سے) میں اسی قسم کی خطا مراد ہے۔ پ۵

اَخْطَأْنَا ہم نے خطا کی۔ ہم چوک گئے۔ اِخْطَاءٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم پ۳

اَخْفِضْ تو جھکا دے (ضَرَبَ) خَفْضٌ سے جس کے معنی پست ہونے نرم روی اختیار کرنے اور جھکنے کے ہیں۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر پ۱۴ پ۱۵ پ۱۹

اَخْفٰی ۔ زیادہ پوشیدہ۔ خِفَاءٌ سے جس کے معنی پوشیدہ ہونے کے ہیں۔ افعل التفضیل کا صیغہ پ۱۶

اُخْفِیَ ۔ وہ چھپایا گیا۔ اِخْفَاءٌ سے جس کے معنی چھپانے کے ہیں ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب پ۲۱

اَخْفَيْتُمْ تم نے چھپایا۔ اِخْفَاءٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ پ۲۸

اُخْفِیْهَا ۔ میں اس کو مخفی رکھتا ہوں۔ اُخْفِیْ اِخْفَاءٌ سے مضارع کا صیغہ واحد متکلم هَا ضمیر واحد مونث غائب۔ پ۱۶

اَخِلَّاءُ ۔ دوست۔ احباب۔ خَلِیْلٌ کی جمع ہے جس کے معنی دوست کے ہیں۔ پ۲۵

اَخْلَدَ ۔ وہ سدا رہا۔ اِخْلَادٌ سے جس کے معنی ہمیشہ رہنے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب پ۹ پ۳۰

اَخْلَصْنٰهُمْ ہم نے ان کو امتیاز دیا۔ ہم نے ان کو خالص کر لیا۔ اَخْلَصْنَا اِخْلَاصٌ سے جس کے معنی خالص کرنے اور صاف کرنے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ جمع متکلم هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ پ۲۳

عـ یعنی اسکی باز پرس نہیں

اَخْلَصُوْا۔ انھوں نے خالص رکھا۔ اِخْلَاصٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ اخلاص کی اصل حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے سوا سب سے بیزاری ظاہر کردی جائے ۔

اِخْلَعْ۔ تو اتار ڈال۔ (فَتَحَ) خَلْعٌ سے جس کے معنی اتارنے کے ہیں امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔

اَخْلَفْتُمْ۔ تم نے خلاف کیا۔ اِخْلَافٌ سے۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اخلاف وعدے کے معنی وعدہ خلافی کے ہیں۔

اَخْلَفْتُكُمْ۔ میں نے تم سے وعدہ خلافی کی۔ اَخْلَفْتُ اِخْلَافٌ سے ماضی کا صیغہ واحد متکلم۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔

اَخْلَفْنَا۔ ہم نے وعدہ خلافی کی۔ اِخْلَافٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم۔

اُخْلُفْنِیْ۔ میرا خلیفہ رہ (نَصَرَ) اُخْلُفْ خِلَافَةٌ سے۔ جس کے معنی خلیفہ ہونے کے ہیں امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ ن وقایہ۔ ی ضمیر واحد متکلم۔

اَخْلَفُوْا۔ انھوں نے خلاف کیا۔ انھوں نے وعدہ خلافی کی۔ اِخْلَافٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے۔

اَخْلُقُ۔ میں بنا دیتا ہوں (نَصَرَ) خَلْقٌ سے مضارع کا صیغہ واحد متکلم۔ یہ لفظ حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزہ کے بیان میں آیا ہے۔ یہاں خلق سے استحالہ (تبدیلِ ماہیت یا انقلابِ حقیقت) مراد ہے۔

اَخُنْهُ۔ میں نے اس سے خیانت کی (نَصَرَ) اَخُنْ خِیَانَةٌ سے۔ مضارع کا صیغہ واحد متکلم ہُ ضمیر واحد مذکر غائب لَمْ اَخُنْهُ میں نے اس سے خیانت نہیں کی لَمْ کے آنے سے مضارع ماضی منفی کے معنی دیتا ہے۔

اَخَوَاتِكُمْ۔ تمہاری بہنیں۔ اَخَوَاتٌ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ۔ اَخَوَاتٌ اُخْتٌ کی جمع ہے (دیکھو اُخْتٌ)

اَخَوَاتِهِنَّ۔ ان عورتوں کی بہنیں۔ اَخَوَاتِ مضاف هُنَّ ضمیر جمع مونث غائب مضاف الیہ

اَخْوَالِكُمْ۔ تمہارے ماموں۔ اَخْوَالٌ خَالٌ کی جمع خَالٌ ماموں کو کہتے ہیں۔ اَخْوَالِ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ۔

اِخْوَان۔ بھائی۔ اَخٌ کی جمع (دیکھو اَخٌ)

اِخْوَانًا

اِخْوَانُكُمْ تمہارے بھائی۔ اِخْوَانٌ مضاف کُمْ ضمیر

جمع مذکر حاضر مضاف الیہ۔ پ۲/۱۱ پ۱۰/۸و۹ پ۲۱/۱۷ اِخوانکم پ۲۶/۱۳ اِخوانکم پ۱۸/۱۴

اِخْوَانِنَا ۔ ہمارے بھائی۔ اِخْوَانِ مضاف۔ نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ۔ پ۲۸/۱۴

اِخْوَانِهِمْ ۔ ان کے بھائی۔ اِخْوَان مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ پ۴/۸ پ۷/۱۹ پ۵/۱۴ پ۲۱/۱۸ پ۲۸/۲و۵

اِخْوَانِهِنَّ ۔ ان عورتوں کے بھائی۔ اِخْوَانِ مضاف هُنَّ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ پ۱۸/۱۰ پ۲۲/۴

اِخْوَتِكَ ۔ تیرے بھائی۔ اِخْوَةٌ اَخٌ کی جمع ہے (دیکھو اَخٌ) اِخْوَةِ مضاف كَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ پ۱۲/۱۱

اِخْوَتِهٖ ۔ اس کے بھائی۔ اِخْوَةِ مضاف ہ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔ پ۱۳/۱۲

اِخْوَتِيْ ۔ میرے بھائی۔ اِخْوَةِ مضاف ی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ۔ پ۱۳/۵

اَخُوْكَ ۔ تیرا بھائی۔ اَخُوْ مضاف كَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ پ۱۳/۳ پ۱۶/۱۱

اَخُوْهُ ۔ اس کا بھائی۔ اَخُوْ مضاف ہُ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔ پ۱۲/۴

اِخْوَةٌ ۔ بھائی۔ اَخٌ کی جمع۔ پ۴/۱۳ پ۶/۴ پ۱۳/۲ پ۲۶/۱۳

اَخُوْهُمْ ۔ ان کا بھائی۔ اَخُوْ مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ پ۱۹/۱۰و۱۱و۱۲و۱۳

اَخَوَيْكُمْ ۔ تمہارے دونوں بھائی۔ اَخَوَيْ اَخٌ کا تثنیہ بحالتِ نصب وجر۔ اصل میں اَخَوَيْنِ تھا اضافت کے سبب ن گر گیا اَخَوَيْ مضاف كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ پ۲۶/۱۳

اَخِيْ ۔ میرا بھائی۔ اَخٌ مضاف ی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ۔ پ۸/۸و۹ پ۹/۸ پ۱۳/۲ پ۱۶/۱۱ پ۲/۲ پ۳۳/۱۱

اَخْيَارٌ ۔ نیک لوگ۔ خَيْرٌ کی جمع ہے۔ خَيْرٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ پ۲۳/۱۴

اَخِيْكَ ۔ تیرا بھائی۔ اَخٌ مضاف كَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ۔ پ۲/۲

اَخِيْهِ ۔ اس کا بھائی۔ اَخٌ مضاف ہ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ پ۲/۶ پ۶/۹ پ۶/۷و۸ پ۱۱/۱۴ پ۱۳/۲و۳و۴ پ۲۶/۱۴ پ۲۹/۵ پ۳۰/۵

فصل الدال المهمله

اِدًّا ۔ بھاری بوجھ۔ ابن خالویہ نحوی نے اچنبے کے معنی بیان کئے ہیں۔ اور علامہ راغب نے اِدًّا کے

معنی ایسے نامناسب کام کے بتائے ہیں جس کے کرنے سے شور مچ جائے۔ پ۲۶

اَدَاءٌ۔ حق کا ایک دم پورا پورا دینا اور پہنچانا یہ مصدر ہے۔ پ۲

اِدَّارَأْتُمْ۔ تم نے ایک دوسرے پر دھرا۔ تَدَارُءٌ سے جس کے معنی تدافع یعنی ایک دوسرے پر ڈالنے کے ہیں ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تَدَارَأْتُمْ تھا۔ تاء کو ادغام کے باعث دال بنایا پھر ابتداء بالسکون کی دشواری کی وجہ سے شروع میں ہمزہ وصل لائے۔ پ۱

اِدَّارَكَ۔ تھک کر رہ گیا۔ فنا ہو گیا تَدَارُكٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اصل میں تَدَارَكَ تھا۔ تا کا دال میں ادغام کر کے شروع میں ہمزہ وصل لائے تَدَارُكٌ کے معنی اصل میں پے در پے کسی کام کے ہونے اور یکے بعد دیگرے ایک چیز کے کسی دوسری چیز کو ملنے کے ہیں مگر یہاں تھک کر رہ جانے اور فنا ہونے کے معنی مراد ہیں جب کسی خاندان کے لوگ پے در پے ہلاک ہونا شروع ہو جاتے ہیں تو ایسے موقع پر اہل عرب بولتے ہیں تَدَارَكَ بنو فلان (فلاں خاندان کے لوگ پے در پے ہلاک ہو گئے) یہاں فنا ہونے کے معنی اسی محاورے سے ماخوذ ہیں۔ پ۲۰

اِدَّارَكُوْا۔ وہ گر چکے۔ اگلے پچھلوں سے جا ملے۔ تَدَارُكٌ جس کے معنی پے در پے ایک کے دوسرے سے ملنے کے ہیں ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ اصل میں تَدَارَكُوْا تھا جو تَدَارَأْتُمْ میں عمل ہوا وہی اس میں ہوا۔ پ۸

اِدْبَارٌ۔ پیٹھ پھیرنا۔ بروزن اِفْعَالٌ مصدر ہے۔ پ۲۷

اَدْبَارٌ۔ پیٹھیں۔ دُبُرٌ کی جمع ہے پیچھے کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔ پ۳ پ۶ پ۹ پ۲۶ پ۳۰

اَدْبَارِكُمْ۔ تمہاری پیٹھیں تمہاری پشتیں۔ اَدْبَارِ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ۔ پ۶

اَدْبَارِهَا۔ اس کی پیٹھ اس کی پشت۔ اَدْبَارِ مضاف هَا ضمیر واحد مونث غائب مضاف الیہ۔ پ۵

اَدْبَارَهُمْ۔ ان کے پیچھے۔ ان کی پیٹھیں۔ اَدْبَارَ مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔ پ۴ پ۱۳ پ۱۵ پ۲۶

اَدْبَرَ۔ اس نے پیٹھ پھیری۔ اِدْبَارٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ پ۲۹ پ۳۰

اُدْخِلَ۔ وہ داخل کیا گیا۔ اِدْخَالٌ سے جس کے معنی داخل کرنے کے ہیں ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ پ۴ پ۱۳

اَدْخِلْ۔ تو داخل کر۔ اِدْخَالٌ سے۔ امر کا صیغہ واحد

مذکر حاضر پ ۱۹/۱۹

اُدْخُلْ ۔ تو داخل ہو (نَصَرَ) دُخُوْلٌ سے جس کے معنی داخل ہونے کے ہیں امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر پ ۲۳/۱

اُدْخُلَا ۔ تم دونوں داخل ہو۔ دُخُوْلٌ سے امر کا صیغہ تثنیہ مذکر حاضر۔ پ ۲۸/۲۰

اَدْخِلْنَا ۔ ہم کو داخل کر۔ اَدْخِلْ۔ اِدْخَالٌ سے صیغہ امر۔ نَا ضمیر جمع متکلم پ ۹/۸

اَدْخَلْنٰهُ ۔ ہم نے اس کو داخل کیا۔ اَدْخَلْنَا اِدْخَالٌ سے۔ ماضی کا صیغہ جمع متکلم ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب پ ۱۷/۵

اَدْخَلْنٰهُمْ ۔ ہم نے ان کو داخل کیا۔ اس میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے۔ پ ۵/۱۲ پ ۱۷/۵

اُدْخِلَنَّكُمْ ۔ میں تم کو ضرور داخل کروں گا۔ اُدْخِلَنَّ اِدْخَالٌ سے مضارع با نون تاکید کا صیغہ واحد متکلم کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ پ ۶

اُدْخِلَنَّهُمْ ۔ میں ان کو ضرور داخل کروں گا اس میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے۔ پ ۴/۱۱

اَدْخِلْنِيْ ۔ تو مجھے داخل کر۔ اَدْخِلْ اِدْخَالٌ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم پ ۹/۸ پ ۱۵/۱۲

اُدْخُلُوْا ۔ تم داخل ہو۔ دُخُوْلٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ ۱/۶ پ ۲/۹ پ ۶/۸ پ ۱۱ و ۱۳/۸ پ ۹/۱۰ پ ۲ و ۵/۱۳ پ ۱۳/۱۰ پ ۱۹/۱۷ پ ۳۵/۱۲ پ ۱۳ و ۵/۲۴ پ ۲۴/۴

اُدْخِلُوْا ۔ وہ داخل کئے گئے۔ اِدْخَالٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ پ ۲۹/۱۰

اَدْخِلُوْا ۔ تم داخل کرو۔ اِدْخَالٌ سے۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ ۲۴/۱

اُدْخُلُوْهَا ۔ تم اس میں داخل ہو۔ اُدْخُلُوْا صیغہ امر هَا ضمیر واحد مؤنث غائب۔ پ ۱۴/۴ پ ۲۶/۵ پ ۲۶/۱۴

اَدْخِلْهُمْ ۔ ان کو داخل کر۔ اَدْخِلْ صیغہ امر هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ پ ۲۴/۹

اُدْخُلِيْ ۔ تو (عورت) داخل ہو۔ دُخُوْلٌ سے امر کا صیغہ واحد مؤنث حاضر۔ پ ۱۹/۱۸ پ ۳۰/۱۲

اَدْرِ ۔ میں جانتا (ضَرَبَ)، دِرَايَةٌ سے جس کے معنی کسی چیز کے متعلق جاننے اور معلوم کرنے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد متکلم۔ پ ۲۹/۵

اَدْرَكَهٗ ۔ اس کو پا لیا اِدْرَاكٌ سے جس کے معنی کسی شئے کو پوری طرح پا لینے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ پ ۱۱/۱۴

اِدْرَءُوْا ۔ تم دفع کرو۔ تم دور کرو۔ (فَتَحَ) دَرْءٌ سے

جس کے معنی دفع کرنے کے ہیں۔ امر کا صیغہ جمع مذکر
حاضر۔ ۳/۳

اَدْرِیْ۔ میں جانتا ہوں (ضَرَبَ) دِرَایَۃٌ سے
مضارع کا صیغہ واحد متکلم۔ ۱۴ ۲۶/۱ ۲۹/۱۲

اِدْرِیْس۔ خدا کے بھیجے ہوئے سچے اور جلیل القدر
نبی تھے۔ لفظ ادریس کے بارے میں اختلاف ہے کہ یہ
لفظ سریانی ہے یا عربی۔ عربی ہونے کی صورت میں اس کا
اشتقاق دراست سے ہے۔ جس کے معنی پڑھنے اور
یاد کرنے کے ہیں صُحُف الٰہیہ کے مطالعہ و درس کی کثرت
کی وجہ سے آپ کو ادریس کہا گیا۔ لیکن زمخشری نے
کشاف میں اور مجدالدین فیروزآبادی نے قاموس میں
تصریح کی ہے کہ یہ لفظ عجمی ہے اور دراست سے اس کا
اشتقاق بتانا محض وہم ہے صحیح نہیں۔ زمخشری کہتے ہیں
کہ اگر ادریس کو بروزن اِفْعِیْل دَرْسٌ سے مشتق مانا جائے
تو اسے منصرف ہونا چاہئے کیونکہ اس صورت میں اس
میں صرف ایک سبب یعنی علمیت باقی رہتی ہے حالانکہ
یہ منصرف نہیں بلکہ غیر منصرف ہے لہٰذا اس کا غیر منصرف
ہونا اس کی عجمیت کی دلیل ہے۔ زمخشری نے یہ بھی
خیال ظاہر کیا ہے کہ ممکن ہے ادریس جس زبان کا لفظ ہو
اس زبان میں اس کے معنی درس اور دراست سے ملتے
جلتے ہوں جس سے راوی نے اس کو درس سے مشتق
خیال کر لیا ہو۔ ۱؎

صحیح ابن حبان میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی
ہے کہ آپ سریانی تھے اس لئے ممکن ہے کہ یہ نام بھی سریانی ہو
قرآن عزیز میں حضرت ادریس کا ذکر صرف دو جگہ
آیا ہے ایک سورۂ مریم میں دوسرے سورۂ انبیاء میں۔
آپ کے نام و نسب اور زمانہ کے متعلق مورخین کو سخت
اختلاف ہے اور اس درجہ ہے کہ کوئی صحیح رائے اس بارے
میں قائم نہیں کی جا سکتی۔ قرآن عظیم کا مقصد چونکہ رشد
وہدایت ہے نہ کہ تاریخی بحث اس لئے اس میں صرف
آپ کی صفات عالیہ نبوت۔ صدیقیت۔ صبر اور رفعت
منزلت کا ذکر ہے۔ یہی حال احادیث کا ہے۔ اس لئے
اس سلسلہ میں جو کچھ بھی بیان کیا گیا ہے وہ تمام تر اسرائیلی
روایات سے ماخوذ ہے جس میں سخت اختلاف و تضاد
ہے۔ معراج کی صحیحین والی روایت میں مذکور ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چوتھے آسمان پر حضرت

۱؎ ملاحظہ ہو تفسیر کشاف سورۂ مریم ج ۲ ص ۱۴۴ طبع مصر ۱۳۰۸ھ۔ ۲؎ فتح الباری جزء ۱۳ ص ۲۲۵ طبع انصاری دہلی۔

ادریس علیہ السلام سے ملاقات کی تھی۔ صحیح ابن حبان میں حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے کہ آپ نبی اور رسول تھے اور آپ ہی نے سب سے پہلے تحریر میں قلم کا استعمال کیا۔[1] ابن اسحٰق نے آپ کی اولیات میں بہت سی باتوں کا ذکر کیا ہے۔ منجملہ ان کے ایک یہ بھی ہے کہ آپ ہی نے سب سے پہلے کپڑے سیئے۔[2] امام بخاریؒ کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے یہ منقول ہے کہ الیاس نبی کا ہی نام ادریس ہے عبداللہ بن مسعودؓ کی جس روایت کا امام بخاریؒ نے حوالہ دیا ہے۔ عبد بن حمید اور ابن ابی حاتمؒ نے اس کو بسند حسن روایت کیا ہے لیکن عبداللہ بن عباسؓ کی روایت میں ضعف ہے۔ ان ہی دونوں روایات کی بنا پر حافظ ابوبکر بن العربی نے کہا ہے کہ ادریس علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کے دادا نہیں بلکہ انبیاء بنی اسرائیل میں سے ہیں، کیونکہ حضرت الیاس کے متعلق روایات میں موجود ہے کہ آپ انبیاء بنی اسرائیل میں سے تھے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں تصریح کی ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام کا زندگی میں اٹھایا جانا کسی مرفوع اور قوی روایت سے ثابت نہیں ہے اور طبری نے جو کعب احبار کی اس سلسلہ میں روایت نقل کی ہے وہ اسرائیلیات میں سے ہے جس کی صحت کا حال خدا ہی کو معلوم ہے۔[3] حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں آپ کے ذکر میں لکھا ہے کہ بہت سے علماء تفسیر واحکام کا یہ خیال ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام ہی پہلے شخص ہیں جنہوں نے رمل کے متعلق باتیں بیان کی ہیں اور وہ ان کو ہرمس الہرامسہ[4] کے نام سے یاد کرتے ہیں اور ان کے متعلق اسی طرح غلط بیانیوں سے کام لیتے ہیں جس طرح کہ دوسرے انبیاء علماء حکماء اور اولیاء کے متعلق کیا گیا ہے۔[5] پ ۱۶ ع ۵

اَدْرٰكَ ۔ تجھے واقف کیا۔ تجھے خبردار کیا۔ اَدْرٰی اِدْرَاءٌ سے جس کے معنی واقف کرنے اور بتانے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب کَ ضمیر واحد مذکر حاضر۔

۲۹: ۱۵ و ۲ — ۳۰: ۶ ۸ و ۱۱ و ۱۵ و ۲۲ و ۳۶ و ۴۹

اَدْرٰكُمْ ۔ تم کو خبردار کیا۔ اس میں کُمْ ضمیر جمع مذکر

---

۱ و ۲ فتح الباری جزء ۱۲ ص ۲۲۶ طبع مصر ۳ ایضاً ص ۲۲۵۔ ۴ ہرمس علم نجوم کے ماہر اور عالم کو کہتے ہیں۔ ہرمس الہرامسہ کے معنی ہیں علماء نجوم کا استاذ الاساتذہ ہرمس یونان کا ایک مشہور منجم گزرا ہے۔ ۵ البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۹۹ طبع مصر ۱۳۴۸ھ۔

حاضر ہے۔ پ ۱۵

اُدْعُ ۔ تو مانگ۔ تو دعا کر۔ تو بلا۔ (نَصَرَ) دَعْوَۃٌ سے جس کے معنی بلانے اور مانگنے کے ہیں۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے پ ۱/۸و۲۱ پ ۹/۶ پ ۱۳/۲۲ پ ۱۴/۱۶ پ ۲۰/۱۲ پ ۲۵/۳و۱۱

اُدْعُوْا ۔ تم بلاؤ۔ تم پکارو۔ دَعْوَۃٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ ۱/۳ پ ۸/۱۳ پ ۹/۱۳ پ ۱۱/۹ پ ۱۲/۲ پ ۱۵/۶و۱۲ پ ۱۸/۱۴ پ ۲۰/۱۰ پ ۲۲/۹ پ ۲۴/۷و۱۰

اَدْعُوْا ۔ میں بلاتا ہوں۔ میں پکاروں گا۔ دَعْوَۃٌ سے مضارع کا صیغہ واحد متکلم پ ۱۳/۶و۱۱ پ ۱۶/۹ پ ۲۹/۱۲

اَدْعُوْکُمْ ۔ میں تم کو بلاتا ہوں۔ اس میں کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر ہے۔ پ ۲۴/۱۰

اُدْعُوْنِیْ ۔ مجھ کو پکارو۔ اُدْعُوْا صیغہ امر ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم پ ۲۴/۱۱

اُدْعُوْہُ ۔ اس کو پکارو۔ اس میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ہے۔ پ ۸/۱۰و۱۳ پ ۹/۱۲ پ ۲۴/۱۲۔

اُدْعُوْهُمْ ۔ ان کو پکارو۔ اس میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے۔ پ ۹/۱۲ پ ۲۱/۱۷

اُدْعُهُنَّ ۔ ان کو بلا۔ اُدْعُ صیغہ امر هُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب۔ پ ۳/۳

اَدْعِیَآئِکُمْ ۔ تمہارے منہ بولے بیٹے لے پالک۔ اَدْعِیَا مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ اَدْعِیَاءُ دَعِیٌّ کی جمع جو بروزن فَعِیْلٌ بمعنی مفعول ہے۔ پ ۲۱/۱۷

اَدْعِیَآئِهِمْ ۔ ان کے لے پالک۔ اَدْعِیَاءِ مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔ پ ۲۲/۲

اِدْفَعْ ۔ تو دے۔ تو دور کر۔ (فَتَحَ) دَفْعٌ کا تعدیہ جب اِلٰی سے ہوگا تو اس کے معنی دینے کے آتے ہیں اور جب عَنْ سے ہوگا تو اس کے معنی حفاظت اور حمایت کے ہوتے ہیں۔ پ ۱۸/۶ پ ۲۴/۱۹

اِدْفَعُوْا ۔ تم دفع کرو۔ تم دیدو۔ حوالہ کردو۔ دَفْعٌ سے۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ پ ۴/۸و۱۲

اِدَّکَرَ ۔ اس کو یاد آگیا۔ اِدِّکَارٌ سے جس کے معنی یاد کرنے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ پ ۱۲/۱۶

اَدُلُّکَ ۔ میں تجھ کو بتاؤں (نَصَرَ) اَدُلُّ دَلَالَۃٌ سے جس کے معنی رہنمائی کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد متکلم کَ ضمیر واحد مذکر حاضر۔ پ ۱۶/۱۶

اَدُلُّکُمْ ۔ میں تمہیں بتاؤں۔ اس میں کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر ہے۔ پ ۲۲/۱۱ پ ۲۴/۲ پ ۲۸/۱۰

اَدْلٰی ۔ اس نے لٹکایا۔ اِدْلَاءٌ سے جس کے معنی ڈول

ڈالنے اور ڈول کھینچنے کے ہیں۔ اٰتی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔

آدم۔ قرآن عزیز میں انبیاء علیہم السلام کے تذکروں میں سب سے پہلا تذکرہ سیدنا حضرت ابو البشر آدم صلوات اللہ علیہ وسلامہ کا ہے جو سورہ بقرہ، اعراف، اسراء، کہف اور طٰہٰ میں نام اور صفات دونوں کے ساتھ اور سورہ حجر و ص میں فقط ذکر صفات کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور آل عمران، مائدہ، مریم اور یٰس میں صرف ضمنی طور پر نام لیا گیا ہے۔ حافظ بدرالدین عینی عمدۃ القاری میں رقمطراز ہیں کہ آپ کی کنیت ابو البشر مشہور ہے۔ والبی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آپ کی کنیت ابو محمد روایت کی ہے۔ قتادہ کا بیان ہے کہ جنت میں حضرت آدم علیہ السلام کے علاوہ اور کسی کو کنیت سے یاد نہیں کیا جائیگا۔ آپ کی کنیت رسالتماٰب صلی اللہ علیہ وسلم کے اظہار شرف کے لئے ابو محمد ہوگی۔

لفظ آدم کے متعلق علماء لغت میں اختلاف ہے کہ یہ عجمی ہے یا عربی۔ ابو منصور جوالیقی نے کتاب المعرب میں تصریح کی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے تمام اسماء عجمی ہیں، البتہ چار نام اس سے مستثنیٰ ہیں۔ آدم، صالح شعیب، محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ جوہری نے بھی اس کو عربی نام بتایا ہے۔[۱] عربی ہونے کی صورت میں اس کا اشتقاق یا تو ادیم سے ہے کیونکہ وہ ادیم ارض یعنی صفحۂ زمین سے پیدا کئے گئے ہیں چنانچہ مسند امام احمد بن حنبل اور ترمذی کی صحیح حدیث میں موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سطح زمین کے چپہ چپہ سے ایک مشت خاک لیکر حضرت آدم کی تخلیق کی۔ یہی وجہ ہے کہ بنی آدم مختلف رنگ و روپ کے پیدا ہوئے۔ مجاہد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ آدم کا اشتقاق اُدْمَۃٌ سے ہے جس کے معنی گندم گوں ہونے کے ہیں۔[۲] بعض علماء کا خیال ہے کہ یہ اَدْمٌ اور اُدْمَۃٌ سے مشتق ہے جس کے معنی موافقت اور شرکت کے ہیں چونکہ ان کا خمیر پانی اور مٹی سے ملا کر کیا گیا اس لئے ان کا نام آدم ہوا۔ بعض کے نزدیک اَدَمَتَۃٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنی قابل تقلید و لائق اتباع کے ہیں۔ عربی ہونے کی صورت میں یہ اَفْعَلُ کے وزن پر ہوگا اور غیر منصرف علمیت اور وزن فعل کی بناء پر بعض علماء آدم کو سریانی زبان کا لفظ بتاتے ہیں۔ اہل کتاب اس کو آدام بروزن فاعال پڑھتے ہیں۔ ابو اسحٰق ثعلبی نے

---

[۱] و [۲] ان تمام حوالوں کے لئے ملاحظہ ہو عمدۃ القاری ج ۷، ص ۳۰۰ طبع مصر۔ [۳] روح المعانی ج ۱ ص ۲۰۵ طبع مصر ۱۳۴۵ھ

تصریح کی ہے کہ عبرانی زبان میں ادام خاک کو کہتے ہیں اسی مناسبت سے ان کا نام آدم یعنی خاکی ہوا اور دوسرا الف حذف کر دیا گیا۔[1] اس اعتبار سے ثعلبی کے نزدیک یہ لفظ عبرانی ہوا۔ علامہ زمخشری نے تفسیر کشاف میں سورہ بقرہ میں لکھا ہے کہ لوگوں کا آدم کو ادمۃ یا ادیم الارض سے مشتق بتانا ایسا ہی ہے جیسا کہ یعقوب کو عقب سے اور ادریس کو درس سے اور ابلیس کو ابلاس سے مشتق بتانا۔ حالانکہ آدم قطعی عجمی نام ہے جس کا فَاعَل کے وزن پر ہونا زیادہ قرین قیاس ہے جیسے کہ آزر، عازر، عابر، شالخ، فالغ وغیرہ ہیں۔ مگر یاد رہے کہ ادریس اور ابلیس کے غیر منصرف ہونے کی جو دلیل علامہ موصوف نے بیان کی ہے وہ یہاں نہیں چلتی۔ کیونکہ ادریس و ابلیس کو اگر عجمی نہ مانا جائے تو اس کے غیر منصرف ہونے کے لئے صرف ایک سبب یعنی علمیت باقی رہ جاتا ہے جو غیر منصرف ہونے کے لئے کافی نہیں۔ اس لئے ان کا غیر منصرف ہونا ان کے عجمی ہونے کی دلیل ہے۔ لیکن آدم میں ایسا نہیں کیونکہ اس کو اگر عجمی نہ مانا جائے تو اس کے غیر منصرف ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا اس لئے کہ اس کے غیر منصرف ہونے کے لئے اس میں علمیت کے علاوہ وزن فعل موجود ہے اس صورت میں ادم دراصل أأدم تھا جس میں دو ہمزہ ہیں پھر چونکہ ہمزۂ ثانیہ ساکن ہے اور ماقبل اس کا مفتوح اس لئے اسے الف سے تبدیل کر دیا گیا۔ ہاں آدم کی جمع اوادم اور تصغیر کا اویدم واو کے ساتھ آنا، زمخشری کے خیال کی تائید کرتا ہے۔ کیونکہ اگر آدم أأدم ہوتا تو اس کی جمع بھی أآدم اور تصغیر بھی أُؤیدم ہمزہ کے ساتھ ہوتی۔

حضرت آدمؑ پہلے نبی اور رسول تھے۔ نبی اس ہستی کو کہتے ہیں جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آتی ہو اور رسول اس نبی کو کہا جاتا ہے جس پر نئی شریعت اور نئی کتاب بھیجی گئی ہو۔ صحیح ابن حبان میں حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے انبیاء کی تعداد دریافت کی تو آپ نے فرمایا ایک لاکھ چوبیس ہزار پھر سوال کیا ان میں رسول کتنے ہیں فرمایا تین سو تیرہ۔ میں نے عرض کیا ان میں اول کون ہیں فرمایا آدم۔ میں نے کہا آدم نبی مرسل تھے فرمایا ہاں۔ اللہ نے ان کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا پھر ان میں روح پھونکی پھر

[1] عمدۃ القاری ج ۷، ص ۳۰۷۔

اپنے سامنے ان کو درست کیا۔[1] حافظ بدرالدین عینی نے
شرح بخاری میں نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر
میں حدیث شفاعت پر بحث کرتے ہوئے صاف تصریح
کی ہے کہ الصحیح انہ نبی رسول وقد نزل علیہ جبریل
وانزل علیہ صحفا وعلم اولادہ الشرائع (صحیح یہی ہے کہ
حضرت آدمؑ نبی اور رسول تھے آپ پر جبریلؑ نازل
ہوئے اور آپ پر صحیفے اتارے گئے اور آپ نے اپنی
اولاد کو شریعت کی تعلیم دی[2]) حضرت آدمؑ کے متعلق
یہ جو روایت بیان کی جاتی ہے کہ حضرت حوا کے کوئی
اولاد نہیں جیتی تھی شیطان نے حضرت حوا سے کہا کہ
اب جو بچہ پیدا ہو تو اس کا نام عبدالحارث رکھنا وہ جیتا
رہیگا۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا اور بچہ جی گیا۔ صحیح
نہیں معلول ہے۔ حافظ ابن کثیر نے تصریح کی ہے کہ
اسرائیلیات سے لیا گیا ہے۔ البدایہ والنہایہ میں لکھتے ہیں
والمظنون بل المقطوع بہ ان رفعہ الی النبی
صلی اللہ علیہ وسلم خطأ (اور ظن غالب بلکہ یقین ہے کہ
اس روایت کو رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب
کرنا غلطی ہے[3]) اسی طرح سانپ اور مور کا قصہ یا اسی
قسم کی اور باتیں جو قرآن عظیم اور صحیح حدیثوں میں موجود
نہیں یہ سب اسرائیلی فسانے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام
کی وفات جمعہ کے دن واقع ہوئی۔ آپ کو اللہ تعالیٰ کا
خلافت الٰہی سے سرفراز فرمانا، ابلیس لعین کی آپ سے
دشمنی اور آپ کو سجدہ کرنے سے انکار کرنا، اور آپ کی پیرانہ
سیرت کے واقعات قرآن مجید میں تفصیل سے مذکور ہیں

پ ۴/۴ ، پ ۳ ۱۲و۱۳ ، پ ۶ ۹ ، پ ۸ ۹،۱۰،۱۱ ، پ ۱۵ ۷و۱۹ ، پ ۱۶ ۷و۱۵و۱۹ ، پ ۲۳ ۴

اَدْنیٰ ادنیٰ زیادہ نزدیک۔ زیادہ کم۔ یہ جب اکبر کے
مقابلہ میں استعمال کیا جاتا ہے تو اس کے معنی اصغر یعنی
دوسرے کی بہ نسبت چھوٹے اور کم کے آتے ہیں جیسے آیت
وَلَا اَدْنیٰ مِنْ ذٰلِکَ وَلَا اَکْثَرَ (اور نہ اس سے کم اور نہ زیادہ)
میں۔ اور جب خیر کے مقابل میں اس کا استعمال ہوتا
ہے تو اس کے معنی ارذل یعنی بہت گھٹیا کے ہوتے ہیں
جیسے اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ هُوَ اَدْنیٰ بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ۔
(کیا لے لینا چاہتے ہو وہ چیز جو ادنیٰ ہے اس کے بدلہ میں
جو بہتر ہے) اور جب اقصیٰ کے مقابل میں آتا ہے تو اس
کے معنی زیادہ قریب اور زیادہ نزدیک کے ہوتے ہیں جیسے
ذٰلِکَ اَدْنیٰ اَنْ تَعْرِفُوْا (اس میں بہت قریب ہے کہ

[1] البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۹۷۔ [2] عمدۃ القاری ج ۷ ص ۳۳۴۔ [3] البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۹۶

پہچانی پڑیں) یہ دَانٍ اور دَنِیٌّ کا اسم تفضیل ہے۔ پہلی صورت میں اس کے معنی اقرب کے اور دوسری صورت میں ارذل اور اصغر کے آتے ہیں۔ پ۱/۲، پ۳/۲، پ۱۴/۱۲، پ۱۷/۴، پ۹/۱۱، پ۲۱/۱۵و۲، پ۲۲/۵و۳، پ۲۴/۵، پ۲۶/۲، پ۲۹/۱۴۔

اَدُّوْا تم حوالے کرو۔ تَأْدِیَۃٌ سے جس کے معنی ادا کرنے اور حوالہ کرنے کے ہیں امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ پ۲۵/۱۲

اَدْھٰی ۔ بڑی آفت۔ دَاھِیَۃٌ کا افعل التفضیل ہے۔ پ۲۷/۹

فصل الذال المعجمہ

اِذْ ۔ جب، جبکہ، جس وقت، چونکہ۔ یہ ظرف زمان ہے یا ظرف مکان، یا حرف مفاجات ہے یا حرف موکد، اس بارے میں متعدد اقوال ہیں لیکن حق یہ ہے کہ اذ اور اذا دونوں اسم ظرف ہیں جن کے لئے ظرفیت[1] لازمی ہے یعنی اکثر مواقع پر یہ مفعول فیہ ہوتے ہیں۔ رہا کبھی کبھی ان کا مفعول بہ یا بدل یا خبر مبتدا واقع ہونا سو وہ کم ہے، ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ اِذْ اصل واقعہ کے اعتبار سے تو زمانِ ماضی کا اور اذا زمانِ مستقبل کا ظرف ہے لیکن کبھی دوسرے زمانے کی نسبت بھی ان کی طرف واقع ہو جاتی ہے یعنی اِذْ زمان مستقبل کے لئے اور اذا زمانِ ماضی کے لئے بھی آجاتا ہے۔ اِذْ کبھی مفاجات یعنی کسی بات کے اچانک واقع ہونے کے لئے بھی آتا ہے بَیْنَا اور بَیْنَمَا کے بعد اس میں مفاجات ہی کے معنی ہوتے ہیں اور کبھی تعلیل یعنی کسی چیز کی علت اور سبب بیان کرنے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جیسے وَلَنْ یَّنْفَعَکُمُ الْیَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ (اور کچھ فائدہ نہیں تم کو آج کے دن جبکہ تم ظالم ٹھیر چکے) یعنی تمہارے ظلم کے سبب آج تم کو کچھ نفع نہیں ہو سکتا۔ قرآن مجید میں جہاں کہیں بھی وَاِذْ وارد ہے وہاں لفظ اُذْکُرْ محذوف ہے یعنی آپ ان سے ذکر کیجئے یا آپ خود یاد کیجئے غرض سیاق و سباق کے اعتبار سے جیسا موقع ہوگا ویسے ہی معنی لئے جائیں گے۔

پ۱/۴و۶و۷و۸و۹و۱۰و۱۱و۱۵و۱۶، پ۲/۴و۱۲، پ۳/۳و۹و۱۳و۱۴و۱۹، پ۳/۱۶و۱۷، پ۴/۲و۳و۷و۸و۱۰، پ۵/۶و۷و۱۳، پ۶/۷و۸و۹، پ۷/۵و۶و۹و۹، پ۷/۱۱و۱۵و۱۷، پ۸/۳و۸و۹و۱۴و۱۷و۱۸، پ۹/۱و۲و۶و۱۰و۱۱و۱۲و۱۵و۱۷و۱۹، پ۹/۱۷و۱۸، پ۱۰/۱و۳و۴و۱۰و۱۲، پ۱۱/۴و۱۲و۱۳، پ۱۲/۱۱و۱۲و۱۴، پ۱۳/۴و۵، پ۱۴/۱۲و۱۸، پ۱۴/۳و۴، پ۱۵/۵و۶و۷و۱۱و۱۲و۱۳و۱۴و۱۵و۱۷و۱۹و۲۴، پ۱۶/۴و۵و۹و۱۰و۱۱و۱۴و۱۶، پ۱۷/۵و۶و۱۷، پ۱۸/۸، پ۱۹/۱و۲و۹و۱۰و۱۱و۱۳و۱۸

[1] ملاحظہ ہو کلیات ابوالبقا کفوی ص ۴۴ و ۴۵ طبع عامرہ ۱۲۸۶ھ

پ۱۹: ۱۳و۱۴و۱۹و۱۶ — پ۲۰: ۸و۱۲و۱۴و۱۵و۱۰ — پ۲۱: ۱۱و۱۵و۱۶و۱۷و۱۸ — پ۲۲: ۲و۱۰و۱۱

پ۲۲: ۱۴و۱۹ — پ۲۳: ۶و۸و۹و۱۰و۱۲و۱۳و۱۴ — پ۲۴: ۱و۶و۷و۱۰و۱۳و۱۹ — پ۲۵: ۹و۷

پ۲۶: ۲و۳و۱۱و۱۶و۱۹ — پ۲۷: ۱و۵و۹ — پ۲۸: ۲و۵و۷و۹و۱۹و۲۰

پ۲۹: ۳و۱۹ — پ۳۰: ۲و۱۰و۱۶

اِذَا جب۔ اس وقت، ناگہاں ظرف زمان ہے زمانہ مستقبل پر دلالت کرتا ہے اور کبھی زمانہ ماضی کے لئے بھی آتا ہے جیسے وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَاً نِ انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا (اور جب انھوں نے سودا بکتا یا تماشا دیکھا تو جھٹک کر اسی طرف چل دیئے) اور قسم کے بعد واقع ہو تو پھر زمانہ حال کے لئے آتا ہے جیسے وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى (قسم ہے تارے کی جب وہ گرنے لگے) اِذَا اکثر و بیشتر تو شرطیہ ہوتا ہے مگر مفاجات یعنی کسی چیز کے اچانک پیش آنے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جیسے فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى (پس یکایک وہ دوڑتا ہوا سانپ بن گیا) مفاجات کی صورت میں یہ زمانہ حال ہی کے معنی دیتا ہے، یہ اپنے شرطیہ ہونے کے اعتبار سے امر مشکوک پر داخل ہوتا ہے اور ظرفیت کے لحاظ سے ان امور کے لئے آتا ہے کہ جن کا ہونا متیقن اور ضروری ہو، ریاشی اور زجاج اس کو ظرف زمان بتلاتے، مبرد اور سیبویہ کے خیال میں ظرف مکان ہے اخفش اور اہل کوفہ کے نزدیک حرف ہے لیکن ابوحیان اندلسی اور ابوالبقاء کفوی کے خیال میں پہلی ہی رائے درست ہے[1] مگر اَذَا میں ہمزہ۔ استفہام انکاری کے لئے ہے یعنی انتہائی استبعاد کو ظاہر کرنا مقصود ہے کہ کہیں بھلا یہ بھی ہو سکتا ہے۔

پ۱: ۲و۹و۱۷و۱۳ — پ۲: ۳و۵و۶و۷و۸و۹و۱۲و۱۳و۱۴و۱۷

پ۲: ۱۵ — پ۳: ۶و۱۱و۱۳ — پ۴: ۳و۵و۶و۷و۸و۹و۱۲و۱۳ — پ۵: ۱و۳و۶و۸و۹و۱۰و۱۲و۱۳

پ۵: ۱۶و۱۸ — پ۶: ۵و۶و۸و۹و۱۲و۱۳ — پ۷: ۱و۲و۳و۹و۱۰و۱۱و۱۲و۱۳و۱۸و۱۹

پ۸: ۲و۳و۶و۷و۱۰و۱۱و۱۳و۱۴ — پ۹: ۲و۳و۷و۱۰و۱۳و۱۵و۱۶و۱۷و۱۸

پ۱۰: ۲و۳و۶و۷و۱۳و۱۷و۱۸ — پ۱۱: ۱و۲و۳و۵و۶و۷و۸و۱۰و۱۳ — پ۱۲: ۲و۹

پ۱۳: ۲و۳و۶و۷و۸ — پ۱۴: ۲و۶و۷و۹و۱۱و۱۳و۱۴و۱۹و۲۰و۲۸ — پ۱۵: ۱و۲و۳و۴

پ۱۵: ۵و۶و۷و۹و۱۲و۱۴و۱۶و۲۲ — پ۱۶: ۱و۲و۵و۶و۷و۸و۱۰و۱۱ — پ۱۷: ۲و۳و۴

پ۱۷: ۴و۸و۱۲و۱۱و۱۹ — پ۱۸: ۲و۳و۵و۶و۱۱و۱۲و۱۳و۱۴و۱۵و۱۶

پ۱۹: ۲و۳و۴و۶و۷و۹و۱۷و۱۸و۱۹ — پ۲۰: ۱و۲و۳و۴و۵و۹و۱۳

پ۲۱: ۳و۶و۷و۸و۱۰و۱۱و۱۲و۱۴و۱۵و۱۸ — پ۲۲: ۲و۳و۴و۶و۷و۸و۹و۱۱و

پ۲۲: ۱۷ — پ۲۳: ۱و۲و۳و۴و۵و۶و۹و۱۲و۱۵ — پ۲۴: ۲و۳و۵و۷و۹و۱۲و۱۳

پ۲۴: ۱۹ و۱۷ — پ۲۵: ۱و۴و۵و۶و۷و۸و۱۰و۱۱و۱۲و۱۷و۱۹و۲۰ — پ۲۶: ۱و۲و۳

پ۲۶: ۵و۶و۷و۱۰و۱۵ — پ۲۷: ۵و۹و۱۲و۱۳و۱۵و۱۹ — پ۲۸: ۲و۸و۱۲و۱۳و۱۴و۱۷

---

[1] ملاحظہ ہو البحر المحیط ج ۱ص ۶۰ طبع مصر ۱۳۲۸ھ وکلیات ابوالبقاء وقاموس۔

۲۹/ ۱و۲و۳و۵و۷و۹و۱۲و۱۵و۱۶و۱۷و۱۹و۲۰و۲۱و۲۲و۲۳

۳۰/ ۲و۳و۵و۶و۷و۸و۹و۱۳و۱۶و۱۷و۱۸و۱۹و۲۰و۲۱و۲۳و۲۵و۲۶

اِذًا - تب، اس وقت، حرفِ جزاء ہے سیبویہ کی تصریح پر کہ جواب اور جزا کے لئے آتا ہے۔ اصل میں یہ اِذَنْ ہے وقف کی صورت میں نون کو الف سے بدل لیتے ہیں، ۲/۴ ۵/۶و۹و۱۷ ۷/۲و۱۳ ۹/۱ ۱۱/۱۹ ۱۳/۲و۱۲ ۱۴/۳ ۱۵/۱ ۱۵/۵و۹و۱۸ ۱۵/۱۱و۱۳و۱۵و۲۰ ۱۸/۳و۵ ۱۹/۶و۷ ۲۱/۱ ۲۳/۱ ۲۶/۵و۸ ۳۰/۳

اَذَاعُوْا - انھوں نے مشہور کیا۔ اِذَاعَۃٌ سے جس کے معنی شہرت دینے کے ہیں، ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ۵/۸

اَذَاقَهَا - اس کو چکھایا۔ اَذَاقَ، اِذَاقَۃٌ سے۔ جس کے معنی چکھانے کے ہیں، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب۔ یہاں اِذَاقَۃٌ سے آزمائش اور امتحان مراد ہے۔ ۱۴/۲۰

اَذَاقَهُمْ - ان کو چکھایا۔ اس میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے۔ ۲۱/۷ ۲۴/۲۳

اٰذَانٌ - کان۔ اُذُنٌ کی جمع۔ اُذُنٌ کان کو کہتے ہیں۔ ۹/۱۲و۱۳ ۱۵/۵ ۱۷/۱۲

اَذَانٌ - سُنا دینا۔ مصدر ہے۔ ۱۰/۷

اٰذَانِنَا - ہمارے کان۔ اٰذَانِ مضاف نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ۔ ۲۴/۱۵

اٰذَانِهِمْ - ان کے کان۔ اٰذان مضاف هِمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ ۱/۲ ۵/۹ ۱۵/۵و۱۳و۲۰ ۲۶/۱۹ ۲۹/۴

اَذَاهُمْ - ان کا ستانا۔ اَذٰی مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ (ملاحظہ ہو اَذًی) ۲۲/۳

اَذْبَحُكَ - میں تجھ کو ذبح کر رہا ہوں (فتح) اَذْبَحُ، ذَبْحٌ سے جس کے معنی ذبح کرنے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد متکلم۔ كَ ضمیر واحد مذکر حاضر۔ ۲۳/۷

اَذْبَحَنَّهٗ - میں اس کو ذبح کر ڈالوں گا۔ اَذْبَحَنَّ، ذَبْحٌ سے۔ مضارع با نونِ تاکید کا صیغہ واحد متکلم۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ ۱۹/۱۶

اَذْقَانٌ - ٹھوڑیاں۔ ذَقَنٌ کی جمع۔ جس کے معنی ٹھوڑی کے ہیں۔ ۱۵/۱۲ ۲۲/۱۸

اَذَقْنَا - ہم نے چکھایا۔ اِذَاقَۃٌ سے۔ ماضی کا صیغہ جمع متکلم ۱۲/۲ ۲۱/۷ ۲۵/۹

اَذَقْنٰكَ - ہم نے تجھ کو چکھایا۔ اس میں كَ ضمیر واحد مذکر حاضر ہے۔ ۱۵/۸

اَذَقْنٰهُ - ہم نے اس کو چکھایا۔ اس میں ہُ ضمیر واحد مذکر غائب ہے۔ ۱۲/۵ ۲۵/۶

اُذْكُرْ۔ تو یاد کر، ذکر کر (نَصَرَ) ذِكْرٌ سے جس کے معنی یاد کرنے اور ذکر کرنے کے ہیں امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ ۳/۱۲ ۴/۵ ۹/۱۴ ۱۵/۱۶ ۱۶/۵و۹و۱۰ ۲۳/۱۱و۱۲ ۲۶/۳ ۲۹/۱۲و۲۰

اُذْكُرْكُمْ۔ میں یاد رکھوں تم کو۔ اَذْكُرُ، ذِكْرٌ سے مضارع کا صیغہ واحد متکلم کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ ۲/۳

اُذْكُرْنَ۔ تم یاد کرو۔ ذِكْرٌ سے امر کا صیغہ جمع مونث حاضر ہے۔ ۲۲/۱

اُذْكُرْنِیْ۔ تو میرا ذکر کیجیو۔ اُذْكُرْ صیغہ امر ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔ ۱۲/۱۵

اُذْكُرُوْا۔ تم یاد کرو۔ ذِكْرٌ سے۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۱/۵و۹و۱۰و۱۵ ۲/۱۳و۱۵ ۴/۲ ۵/۱۲ ۶/۵و۷و۸ ۸/۱۶و۱۷و۱۸ ۹/۱۱و۱۷ ۱۰/۲ ۱۳/۱۳ ۱۴/۱۲ ۲۱/۱۸ ۲۲/۳و۱۳ ۲۸/۱۲

اُذْكُرُوْنِیْ تم مجھ کو یاد کرو۔ اس میں ن وقایہ اور ی ضمیر واحد متکلم ہے۔ ۲/۳

اُذْكُرُوْهُ۔ اس کو یاد کرو۔ اس میں ہ ضمیر واحد مذکر غائب ہے۔ ۲/۹

اَذْكُرُهٗ۔ میں اس کو یاد کروں۔ اَذْكُرُ صیغہ مضارع ہ ضمیر واحد مذکر غائب۔ ۱۵/۲۱

اَذَلُّ۔ زیادہ ذلیل، زیادہ کمزور۔ ذِلَّةٌ سے افعل التفضیل کا صیغہ۔ ۲۵/۱۲

اَذِلَّةٌ۔ کمزور، نرم دل۔ ذلیل۔ ذَلِیْلٌ کی جمع۔ قلت ذَلِیْلٌ کے معنی کبھی تو متواضع اور نرم دل کے آتے ہیں اور کبھی کمزور اور ذلیل کے۔ ۴/۴ ۶/۱۲ ۱۹/۱۸

اَذَلِّیْنَ۔ سب سے بیقدر لوگ اَذَلُّ کی جمع ہے۔ ۲۸/۳

اٰذَنَ۔ میں اجازت دوں۔ اِیْذَانٌ سے جس کے معنی اطلاع دینے اور اجازت دینے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد متکلم۔ ۹/۴ ۱۶/۱۱ ۱۹/۶

اُذُنٌ۔ کان۔ اور مجازاً اس شخص کو بھی کہتے ہیں جو کان لگا کر سنے اور سنکر مانے۔ ۶/۱۱ ۱۰/۱۴ ۲۹/۵

اُذِنَ۔ حکم دیا گیا۔ اجازت دی گئی۔ (سَمِعَ) اِذْنٌ سے جس کے معنی اجازت دینے کے ہیں۔ ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ ۱۷/۱۲

اَذَّنَ۔ وہ پکارا۔ تَاْذِیْنٌ سے جس کے معنی اعلان کرنے اور اطلاع دینے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ ۸/۱۲ ۱۳/۳

اَذِّنْ پکار دے۔ تَاْذِیْنٌ سے۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ ۱۷/۱۱

اَذِنَ۔ اس نے حکم دیا۔ اِذْنٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ ۱۱ ۱۶/۱۵ ۲۲/۱۱ ۲۳/۹ ۳۰/۲

اِذْنٌ۔ حکم۔ اجازت۔ ارادہ۔ مشیت۔ اِذْنٌ کا استعمال

مشیت کے مفہوم کے بغیر نہیں ہوتا۔ پ ۱/۱۲ پ ۲/۱۴ پ ۳/۱۳

پ ۴/۶و۸ پ ۵/۱و۹ پ ۸/۱۲ پ ۱۰/۵ پ ۱۱/۱۵ پ ۱۳/۱۲و۱۳و۱۴و۱۶و۱۹ پ ۲۲/۸و۱۶و۱۹

پ ۲۴/۱۳ پ ۲۸/۲و۳و۱۶و۱۹ پ ۳۰/۲۲

اٰذَنّٰکَ ۔ ہم نے تجھ کو کہہ سنایا۔ اٰذَنَّا۔ اِیْذَانٌ سے ماضی کا صیغہ [illegible] متکلم کَ ضمیر واحد مذکر حاضر پ ۲۵/۱

اَذِنْتَ ۔ تو نے رخصت دیدی۔ اجازت دیدی اِذْنٌ سے۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ پ ۱۰/۱۴

اَذِنَتْ ۔ اس نے سن لیا۔ (سمع) اَذْنٌ سے جس کے معنی سننے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ پ ۳۰/۹

اٰذَنْتُکُمْ ۔ میں نے تم کو خبر کردی۔ میں نے تم کو اطلاع دیدی۔ اٰذَنْتُ۔ اِیْذَانٌ سے۔ ماضی کا صیغہ واحد متکلم کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ پ ۱۷/۷

اِذْنِهٖ ۔ اس کی اجازت۔ اس کا حکم۔ اِذْنٌ مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ پ ۲/۱۰و۱۱ پ ۳/۲ پ ۴/۲

پ ۵/۲ پ ۹/۹ پ ۱۱/۸ پ ۱۴/۱۶ پ ۲۲/۲ پ ۲۵/۹

اِذْنِیْ ۔ میری اجازت۔ میرا حکم۔ اِذْنِ مضاف ی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ۔ پ ۷/۵

اُذُنَیْهِ اس کے دونوں کان۔ اُذُنَیْ۔ اُذُنٌ کا تثنیہ مضاف ہے۔ ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ اصل میں اُذُنَیْنِ تھا اضافت کے سبب ی گر گئی پ ۲۱/۱۰

اُذُوْا ۔ انھوں نے ستایا۔ اِیْذَاءٌ سے جس کے معنی ستانے کے ہیں ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ پ ۲۲/۶

اٰذُوْهُمَا ۔ ان دونوں کو ایذا دو۔ اٰذُوْ۔ اِیْذَاءٌ سے۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر هُمَا ضمیر تثنیہ غائب ایذا سے یہاں مارنے پیٹنے کی طرف اشارہ ہے۔ پ ۴/۱۳

اَذْهَبَ ۔ اس نے دور کیا۔ اس نے ہٹا دیا اِذْهَابٌ سے جس کے معنی دور کرنے اور ہٹا دینے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ پ ۲۲/۱۶

اِذْهَبْ تو جا (تُم) ذَهَابٌ سے جس کے معنی جانے کے ہیں۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اگر صلہ میں با ہو تو پھر لیجانے کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے پ ۲/۸ پ ۱۵/۸ پ ۱۶/۱۰و۱۱و

پ ۱۶/۱۷ پ ۱۹/۱۴ پ ۲۲/۱۶ پ ۳۰/۲

اِذْهَبَا ۔ تم دونوں جاؤ۔ ذَهَابٌ سے۔ امر کا صیغہ تثنیہ مذکر حاضر۔ پ ۱۶/۱۱ پ ۱۹/۲و۹

اَذْهَبْتُمْ تم لے چکے۔ تم ضائع کر چکے۔ اِذْهَابٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ پ ۲۶/۲

اِذْهَبُوْا تم جاؤ۔ ذَهَابٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ ۱۳/۴

اَذًی ۔ ہر وہ ضرر جو کسی جاندار کی روح یا جسم کو پہنچے خواہ

وہ ضرر دنیوی ہو یا اخروی۔ قرآن مجید میں جو حیض میں جماع کرنے کو اَذًی سے تعبیر کیا گیا ہے وہ یا تو باعتبار شرع ہے یعنی شریعتِ الٰہی اس فعل کو اذیت سمجھتی ہے یا باعتبارِ طب کہ اطبا اس فعل کو مضرت رساں خیال کرتے ہیں۔

اُوْذِیْتُمُوْنَا۔ تم نے ہم کو ایذا دی۔ اُوْذِیْتُمُوْا اِیْذَاءٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر نَا ضمیر جمع متکلم۔

فصل الراء المهملہ

اَرَادَ۔ اس نے چاہا۔ ارادہ کیا۔ اِرَادَۃٌ سے۔ جس کے معنی چاہنے اور ارادہ کرنے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔

اَرَادَا۔ ان دونوں نے چاہا۔ اِرَادَۃٌ سے ماضی کا صیغہ تثنیہ غائب۔

اَرَادَنِیْ۔ اس نے مجھ کو چاہا۔ اس نے میرے متعلق ارادہ کیا۔ اَرَادَ صیغہ ماضی ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔

اَرَادُوْا۔ انھوں نے چاہا۔ اِرَادَۃٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔

اَرَاذِلُنَا۔ ہم میں بدنیچ قوم۔ ہمارے رذیل لوگ۔ اَرَاذِلُ اَرْذَلُ کی جمع جو رَذَالَۃٌ سے جس کے معنی رذیل اور ذلیل ہونے کے ہیں۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ اَرَاذِلُ مضاف نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ۔

اَرَائِكُ۔ بہت سے تخت۔ اَرِیْکَۃٌ کی جمع جس کے معنی اس مزین تخت کے ہیں جس پر پردہ لٹکا ہوا ہو۔

اَرْبَابٌ۔ کئی معبود، رَبٌّ کی جمع ہے رَبّ کا استعمال جب بلا اضافت ہوتا ہے تو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے بولا جاتا ہے اس اعتبار سے اس کی جمع نہیں آتی قرآن مجید نے جو ارباب کا لفظ استعمال کیا ہے وہ کافروں کے اعتقاد کے اعتبار سے ہے ءَاَرْبَابٌ میں ہمزہ استفہام انکاری کے لئے ہے (ملاحظہ ہو رَبّ) اَرْبَابًا

اِرْبَۃٌ۔ غرض، حاجت۔ ایسی سخت حاجت جس کو دور کرنے کے لئے حیلہ اور تدبیر سے کام لینا پڑے اسے اِرْبٌ کہتے ہیں۔ پس ہر ارب حاجت میں داخل ہے لیکن ہر حاجت ارب نہیں ہو سکتی۔ غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَۃِ میں اِرْبَۃٌ سے نکاح کی حاجت مراد ہے۔

اَرْبَعٌ۔ چار مونث اگر تمیز ہو تو اَرْبَعُ کہا جاتا ہے۔ پ ۹/ ۱۲،۱۶

اَرْبَعَۃٌ۔ چار مذکر اگر تمیز ہو تو اَرْبَعَۃٌ بولا جاتا ہے

پ ۲/ ۱۶، پ ۳/ ۱۲ پ ۴/ ۱۳ پ ۱۰/ ۱۱،۷ پ ۱۸/ ۸،۷ پ ۲۴/ ۱۶

اَرْبَعِیْنَ۔ چالیس۔ پ ۱ پ ۶ پ ۹ پ ۲۶

اَرْبٰی۔ زیادہ چڑھا ہوا (نَصَرَ) رِبًا سے جس کے معنی بڑھنے اور چڑھنے کے افعل التفضیل کا صیغہ۔ پ ۱۴

اِرْتَابَ۔ وہ شبہ میں پڑا۔ اس نے شبہ کیا۔ اِرْتِیَابٌ سے جس کے معنی شک میں پڑنے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ پ ۱

اِرْتَابَتْ۔ وہ شک میں پڑی۔ اِرْتِیَابٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مونث غائب پ ۱۰

اِرْتَابُوْا۔ وہ شک میں پڑے۔ اِرْتِیَابٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ پ ۱۹

اِرْتَبْتُمْ۔ تم شک میں پڑے۔ اِرْتِیَابٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ ۴ پ ۲۷ پ ۲۸

اِرْتَدَّ۔ وہ لوٹ گیا۔ اِرْتِدَادٌ سے۔ جس کے معنی جس راستہ آیا اسی راستہ واپس جانے کے ہیں، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ یہاں اپنی اصلی حالت پر لوٹ آنا مراد ہے۔ پ ۱۳

اِرْتَدَّا۔ وہ دونوں الٹے پھرے۔ اِرْتِدَادٌ سے ماضی کا صیغہ تثنیہ مذکر غائب۔ پ ۱۵

اِرْتَدُّوْا۔ وہ الٹے پھرے۔ اِرْتِدَادٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ پ ۲۶

اِرْتَضٰی۔ وہ راضی ہوا۔ اس نے پسند کیا۔ اِرْتِضَاءٌ سے جس کے معنی پسند کرنے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ پ ۱۴ پ ۱۸ پ ۲۹

اِرْتَقِبْ۔ انتظار کر۔ راہ دیکھ۔ اِرْتِقَابٌ سے جس کے معنی انتظار کرنے اور راہ دیکھنے کے ہیں۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ پ ۲۵

اِرْتَقِبُوْا۔ تم انتظار کرو۔ اِرْتِقَابٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ پ ۱۲

اِرْتَقِبْهُمْ۔ تو ان کا انتظار کر، تو ان کو دیکھتا رہ۔ اِرْتِقَابٌ صیغہ امر۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب پ ۲۷

اَرْجَآئِهَا۔ اس کے کنارے۔ اَرْجَآءٌ، رَجَا کی جمع جس کے معنی کنارے کے ہیں مضاف ہے هَا ضمیر واحد مونث غائب مضاف الیہ۔ پ ۲۹

اَرْجِعُ۔ میں واپس جاؤں (ضَرَبَ) رُجُوْعٌ سے جس کے معنی لوٹنے اور واپس ہونے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد متکلم پ ۱۲

اِرْجِعْ۔ تو لوٹ جا۔ پھر جا۔ رُجُوْعٌ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ پ۱۲/۱۷ پ۱۳/۸ پ۱۹/۱

اَرْجِعْنَا۔ تو ہم کو لوٹا۔ ہم کو پھر بھیج دے۔ اَرْجِعْ اِرْجَاعٌ سے جس کے معنی واپس کرنے اور لوٹانے کے ہیں امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر نا ضمیر جمع متکلم پ۲۱/۱۵

اِرْجِعُوْا تم واپس جاؤ۔ پھر جاؤ رُجُوْعٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ۱۳/۱۸ پ۱۷/۲ پ۱۸/۱۰ پ۱۸/۱۸ پ۲۶/۱۸

اَرْجِعُوْنِ۔ مجھ کو پھر بھیج دیجئے۔ اَرْجِعُوْا اِرْجَاعٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر اس میں اللہ تعالیٰ سے خطاب ہے اور جمع کا صیغہ تعظیماً استعمال کیا گیا ہے۔ پ۱۸/۶

اِرْجِعِیْ ۔ پھر چل۔ واپس ہو۔ رُجُوْعٌ سے امر کا صیغہ واحد مؤنث حاضر۔ پ۳۰/۱۴

اَرْجُلٌ ۔ پاؤں۔ پیر۔ رِجْلٌ کی جمع۔ جس کے معنی پاؤں کے ہیں۔ پ۹/۱۲

اَرْجُلَکُمْ۔ تمہارے پاؤں۔ اَرْجُلَ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ۔ پ۶/۶ پ۸/۹ پ۱۲/۱۶ پ۱۹/۱۲

اَرْجُلِکُمْ پ۶/۱۲

اَرْجُلُهُمْ۔ ان کے پاؤں۔ اَرْجُلُ مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ پ۶/۷ پ۹/۱۳ پ۲۳/۳

اَرْجُلِهِمْ پ۷/۱۲ پ۱۲/۲

اَرْجُلِهِنَّ ان عورتوں کے پاؤں۔ اَرْجُلِ مضاف هُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب مضاف الیہ پ۱۸/۱۰ پ۲۸/۸

اَرْجُمَنَّكَ میں تجھے سنگسار کروں گا۔ (نَصَرَ) اَرْجُمَنَّ رَجْمٌ سے جس کے معنی سنگسار کرنے کے ہیں مضارع بانون تاکید کا صیغہ واحد متکلم کَ ضمیر واحد مذکر حاضر۔ رَجْمٌ کا استعمال مجازاً سب و شتم اور دھتکارنے پھٹکارنے کے معنی میں بھی ہوتا ہے۔ پ۱۶/۶

اُرْجُوْا۔ تم امید رکھو (نَصَرَ) رَجَاءٌ سے جس کے معنی امید کرنے کے ہیں امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ پ۲۰/۱۶

اَرْجِهْ تو اس کو ڈھیل دے اَرْجِ اِرْجَاءٌ سے جس کے معنی ڈھیل دینے کے ہیں امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہ ضمیر واحد مذکر غائب۔ پ۹/۴ پ۱۹/۶

اَرْحَامٌ۔ رحم۔ قرابت رِحْمٌ کی جمع ہے۔ رحم عورت کے پیٹ کا وہ حصہ جس میں بچہ پیدا ہوتا ہے اور مجازاً قرابت کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے کیونکہ اہلِ قرابت ایک ہی رحم سے پیدا ہوتے ہیں۔ پ۳/۹ پ۴/۱۲ پ۶/۴ پ۱۰/۹ پ۱۳/۸ پ۲۱/۱۳ و ۱۷ پ۲۶/۸

اَرْحَامُکُمْ۔ تمہاری قرابتیں ارحام مضاف کُمْ

ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ ہے

اَرْحَامِهِنَّ۔ ان عورتوں کے رحم، اَرْحَام مضاف هُنَّ ضمیر جمع مونث غائب مضاف الیہ۔

اَرْحَمُ۔ سب سے زیادہ رحم کرنے والا۔ رَحْمٌ سے افعل التفضیل کا صیغہ

اِرْحَمْ۔ تو رحم کر (سَمِعَ) رَحْمٌ اور رَحْمَةٌ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔

اِرْحَمْنَا۔ ہم پر رحم کر۔ اِرْحَمْ صیغہ امر نا ضمیر جمع متکلم

اِرْحَمْهُمَا۔ ان دونوں پر رحم کر۔ اس میں هُمَا ضمیر تثنیہ غائب ہے

اَرَدْتُّ۔ میں نے چاہا۔ ارادہ کیا اِرَادَةٌ سے ماضی کا صیغہ واحد متکلم

اَرَدْتُّمْ۔ تم نے چاہا۔ اِرَادَةٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر

اَرَدْنَ۔ ان عورتوں نے چاہا۔ اِرَادَةٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مونث غائب۔

اَرَدْنَا۔ ہم نے چاہا۔ اِرَادَةٌ سے۔ ماضی کا صیغہ جمع متکلم

اَرَدْنٰهُ۔ ہم نے اس کو چاہا۔ اس میں ہ ضمیر واحد مذکر غائب ہے

اَرْدٰىكُمْ۔ اس نے تم کو غارت کیا۔ اَرْدٰی اِرْدَاءٌ سے جس کے معنی ہلاک اور غارت کرنے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر

اَرْذَلَ۔ سب سے زیادہ نکما۔ رَذَالَةٌ سے افعل التفضیل کا صیغہ۔ ارذل عمر سے خرافت سن مراد ہے

اَرْذَلُوْنَ کمینے لوگ، اَرْذَلُ کی جمع۔

اُرْزُقْ۔ تو روزی دے (نَصَرَ) رِزْقٌ سے جس کے معنی روزی دینے کے ہیں امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر

اُرْزُقْنَا۔ تو ہم کو روزی دے۔ اُرْزُقْ صیغہ امر، نا ضمیر جمع متکلم

اُرْزُقُوْهُمْ۔ ان کو کچھ کھلا دو، اُرْزُقُوا۔ رِزْقٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب

اُرْزُقْهُمْ۔ ان کو روزی دے۔ اُرْزُقْ صیغہ امر هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔

اُرْسِلَ۔ وہ بھیجا گیا۔ اِرْسَالٌ سے جس کے معنی بھیجنے کے ہیں۔ ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب

اَرْسَلَ۔ اس نے بھیجا۔ اِرْسَالٌ سے، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب

اَرْسِلْ۔ تو بھیج دے۔ تو پیغام دے۔ اِرْسَالٌ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر پ۹/۲و۴۲ پ۱۱/۲ پ۱۶/۱۱ پ۱۹/۹

اُرْسِلْتُ میں بھیجا گیا۔ اِرْسَالٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد متکلم پ۸/۱۸ پ۱۱/۵ پ۲۶/۲

اَرْسَلْتَ۔ تو نے بھیجا۔ اِرْسَالٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر پ۱۶/۱۴و۱۸ پ۲۰/۱۸

اَرْسَلَتْ۔ اس عورت نے بھیجا۔ اِرْسَالٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مونث غائب پ۱۲/۱۴

اُرْسِلْتُمْ تم بھیجے گئے۔ اِرْسَالٌ سے، ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ۱۳/۱۴ پ۲۰/۱۰ پ۲۲/۱۹ پ۲۵/۸

اَرْسَلْنَا۔ ہم نے بھیجا۔ اِرْسَالٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم پ۲/۲ پ۵/۹ پ۶/۱۴ پ۷/۱۱و۷ پ۸/۱۵ پ۹/۱۰و۹و۳و۲ پ۱۲/۹و۳ پ۱۲/۱۳و۱۲و۲ پ۱۳/۱۳و۱۲و۱۱ پ۱۵/۸ پ۱۶/۹و۵ پ۱۷/۱۳و۲و۱ پ۱۸/۱۰و۲و۲ پ۱۹/۱۴ پ۲۰/۱۴و۱۲ پ۲۱/۱۸و۸ پ۲۲/۱۹و۱۵و۱۱و۱۰و۹و۴و۳ پ۲۳/۹ پ۲۴/۱۳و۸ پ۲۳/۱۰ پ۲۵/۱۱و۱۰و۹و۸و۷و۲ پ۲۶/۹ پ۲۷/۱۸و۹و۱۹و۲۰ پ۲۹/۱۳و۹

اُرْسِلْنَا۔ ہم بھیجے گئے۔ اِرْسَالٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ جمع متکلم پ۱۲/۷ پ۱۳/۴ پ۲۷/۱

اَرْسَلْنٰكَ ہم نے تجھ کو بھیجا۔ اَرْسَلْنَا صیغہ ماضی کَ ضمیر واحد مذکر حاضر پ۱/۱۴ پ۵/۸ پ۱۳/۱۰ پ۱۵/۱۲و۶ پ۱۹/۲ پ۲۲/۹ پ۲۵/۹ پ۲۶/۲

اَرْسَلْنٰهُ ہم نے اس کو بھیجا۔ اس میں ہ ضمیر واحد مذکر غائب ہے پ۲۳/۹ پ۲۷/۱

اَرْسَلُوْا۔ انھوں نے بھیجا۔ اِرْسَالٌ سے۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب پ۱۲/۱۴

اُرْسِلُوْا۔ وہ بھیجے گئے۔ اِرْسَالٌ سے۔ ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ پ۳۰/۸

اَرْسِلُوْنِ۔ تم مجھ کو بھیجو۔ اَرْسِلُوْا اِرْسَالٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم محذوف ہے پ۱۲/۱۶

اَرْسِلْهُ اس کو بھیج۔ اَرْسِلْ صیغہ امر ہ ضمیر واحد مذکر غائب پ۱۲/۱۲ پ۲۰/۴

اُرْسِلُهٗ۔ میں اس کو بھیجوں گا۔ اُرْسِلُ اِرْسَالٌ سے مضارع کا صیغہ واحد متکلم ہ ضمیر واحد مذکر غائب پ۱۳/۴

اَرْسٰهَا۔ اس کو قائم کر دیا۔ اَرْسٰی اِرْسَاءٌ جس کے معنی لنگر باندھنے۔ ثابت رکھنے اور میخ ٹھوکنے کے آتے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب هَا ضمیر واحد مونث غائب۔ پ۳۰/۴

اِرْصَادًا گھات لگانا۔ بروزن اِفْعَالٌ مصدر ہے پ۱۱/۲

اَرْضٌ۔ زمین۔ اَرْضُوْنَ۔ جمع۔ آیہ شریفہ اِعْلَمُوْٓا

أَنَّ اللّٰهَ يُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا. جان رکھو کہ اللہ زندہ کرتا ہے زمین کو اس کے مرجانے کے بعد۔ یہاں زمین کی زندگی سے مراد مٹی ہوئی چیزوں کا دوبارہ بنانا ہے اور أَرْض سے تمام کائنات زمین مراد ہے یہاں تک بعض مفسرین نے سخت دلی کے بعد نرم دلی تک اس آیت کے مفہوم میں داخل سمجھا ہے۔ پ۱ ۲و۳و

پ۱ ۴و۷و۸و۱۳و۱۴ — پ۲ ۴و۵و۹و۱۷ — پ۳ ۲و۵و۸و۹و۱۱و۱۷
پ۴ ۲و۴و۵و۸و۹و۱۰و۱۱ — پ۵ ۳و۱۱و۱۳و۱۵و۱۶ — پ۶ ۲و۳و۷و۸و۹
پ۶ ۱۰و۱۳ — پ۷ ۲و۴و۶و۷و۸و۱۰و۱۳و۱۵و۱۹ — پ۸ ۱و۷و۸و۹
پ۸ ۱۳و۱۷و۱۸ — پ۹ ۲و۳و۵و۶و۷و۱۰و۱۱و۱۲و۱۳و۱۷ — پ۱۰ ۳و۵
پ۱۰ ۶و۷و۱۰و۱۱و۱۲و۱۶ — پ۱۱ ۲و۶و۷و۹و۱۱و۱۲و۱۳و۱۴و۱۵
پ۱۲ ۱و۲و۴و۶و۸و۹و۱۰و۱۳ — پ۱۳ ۱و۲و۴و۵و۶و۷و۸و۹و۱۰
پ۱۳ ۱۱و۱۲و۱۳و۱۵و۱۶و۱۷و۱۸و۱۹ — پ۱۴ ۲و۳و۶و۷و۸و۱۱
پ۱۴ ۱۲و۱۳و۱۴و۱۶و۱۷ — پ۱۵ ۱و۴و۵و۶و۸و۱۰و۱۱و۱۲و۱۳و۱۴
پ۱۵ ۱۷و۱۸و۱۹ — پ۱۶ ۲و۵و۶و۹و۱۰و۱۱ — پ۱۷ ۱و۲و۳و۴و۵و۶و۷
پ۱۷ ۸و۹و۱۳و۱۵و۱۶ — پ۱۸ ۱و۴و۵و۶و۱۱و۱۲و۱۳و۱۵و۱۶
پ۱۹ ۳و۵و۶و۱۲و۱۴و۱۷و۱۹ — پ۲۰ ۱و۲و۳و۴و۵و۱۱و۱۲و۱۳و۱۴
پ۲۰ ۱۶و۱۷ — پ۲۱ ۲و۴و۵و۶و۸و۱۰و۱۱و۱۲و۱۳و۱۶ — پ۲۲ ۶و۷و۸و۹
پ۲۲ ۹و۱۳و۱۴و۱۷ — پ۲۳ ۲و۴و۵و۱۰و۱۱و۱۲و۱۴و۱۵و۱۶
پ۲۴ ۱و۲و۳و۴و۵و۸و۹و۱۱و۱۲و۱۳و۱۴و۱۶و۱۷ — پ۲۵ ۲و۳و۴و[illegible]
پ۲۵ ۵و۶و۷و۱۲و۱۳و۱۴و۱۵و۱۷و۱۸و۱۹و۲۰ — پ۲۶ ۱و۲و۳و۴و۵و۹
پ۲۶ ۷و۹و۱۰و۱۴و۱۵و۱۷و۱۸ — پ۲۷ ۲و۳و۶و۸و۱۰و۱۲و۱۳و۱۴و۱۷و۱۸و۱۹
۲۷/۱۹ — پ۲۸ ۲و۴و۶و۹و۱۱و۱۲و۱۳و۱۵و۱۸ — پ۲۹ ۲و۵و۷و۹و۱۰و۱۱
پ۲۹ ۱۱و۱۲و۱۴و۲۱ — پ۳۰ ۱و۲و۳و۵و۹و۱۰و۱۱و۱۲و۱۳و۱۴و۱۶و۲۴

أَرْضًا ۔ پ۱۲/۱۲ پ۲۱/۱۹

أَرْضَعَتْ ۔ اس عورت نے دودھ پلایا۔ إِرْضَاعٌ سے جس کے معنی بچہ کو چھاتی سے دودھ پلانے اور پستان چوسانے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مونث غائب پ۱۷

أَرْضَعْنَ ۔ ان عورتوں نے دودھ پلایا۔ إِرْضَاعٌ کی ماضی کا صیغہ جمع مونث غائب۔ پ۲۸/۱۴

أَرْضَعْنَكُمْ ۔ ان عورتوں نے تم کو دودھ پلایا۔ اس میں کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر ہے۔ پ۴/۱۵

أَرْضِعِيهِ ۔ تو اس کو دودھ پلا۔ أَرْضِعِي إِرْضَاعٌ سے امر کا صیغہ واحد مونث حاضر اور ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب۔ پ۲۰

أَرْضِكُمْ ۔ تمہاری زمین۔ أَرْض مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ پ۹/۳ پ۱۲/۱۲ پ۱۹/۱۷

أَرْضِنَا ۔ ہماری زمین۔ أَرْض مضاف نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ پ۱۳/۱۵ پ۱۳/۱۶ پ۲۰/۹

اَرْضَهُمْ - ان کی زمین۔ اَرْضَ مضاف ھم ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔ ۲۱/۹

اَرْضِىْ - میری زمین۔ اَرْضِ مضاف ی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ ۲۱/۲

اِرْعَوْا - تم چراؤ (فَتَحَ) رَعْیٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر رَعْیٌ کے معنی اصل میں جانور کی حفاظت کرنے کے ہیں خواہ غذا کے ذریعہ اس کی زندگی کی حفاظت کی جائے یا دشمن سے اسے محفوظ رکھا جائے۔ یہاں چرانے کے معنی مراد ہیں۔ ۱۶/۱۱

اِرْغَبْ - تو دل لگا۔ تو رغبت کر (سَمِعَ) رَغْبَۃٌ سے جس کے معنی دل لگانے اور متوجہ ہونے کے ہیں امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ۳۰/۱۹

اِرْكَبْ - تو سوار ہو جا۔ (سَمِعَ) رُكُوْبٌ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر رُكُوْبٌ کے اصل معنی تو جانور کی پشت پر سوار ہونے کے ہیں مگر کبھی کبھی کشتی پر سوار ہونے کے لئے بھی مستعمل ہوتا ہے اور یہاں یہی مراد ہے۔ ۱۲/۴

اِرْكَبُوْا - تم سوار ہو جاؤ۔ رُكُوْبٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر یہاں بھی کشتی پر سوار ہونا مراد ہے۔ ۱۲/۴

اُرْكِسُوْا - وہ الٹ دیئے گئے۔ اِرْكَاسٌ سے جس کے معنی سر کے بل اوپر سے نیچے تک بالکل الٹ دینے کے ہیں۔ ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب ۵

اَرْكَسَهُمْ - ان کو الٹ دیا۔ اَرْكَسَ اِرْكَاسٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ۵/۹

اُرْكُضْ - تو لات مار (نَصَرَ) رَكْضٌ سے جس کے معنی لات مارنے کے ہیں امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ۲۳/۱۲

اِرْكَعُوْا - تم جھکو۔ رکوع کرو۔ جھک جاؤ۔ (فَتَحَ) رکوع امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر رُكُوْعٌ کے معنی اصل میں جھکنے کے ہیں اور اسی اعتبار سے نماز کی ہیئت مخصوصہ کو رکوع کہا جاتا ہے ۱/۵ ۱۷/۷ ۲۹/۲۲

اِرْكَعِىْ - تو جھک، رکوع کر، رُكُوْعٌ سے امر کا صیغہ واحد مؤنث حاضر۔ ۳/۱۲

اِرَمَ - اس کی تفسیر میں مفسرین کا اختلاف ہے لیکن زیادہ قرین صحت یہی ہے کہ یہ ایک قبیلہ کا نام ہے جو جد قبیلہ ارم بن سام بن نوح کے نام پر رکھا گیا ہے عرب بائدہ میں سے عاد اولی اسی قبیلہ میں شمار کیا جاتا ہے چنانچہ قرآن عظیم میں بِعَادٍ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ میں عاد سے عاد اولی اور ارم سے ان کا قبیلہ مراد ہے

ارم یا تو تانیث اور علیت کی بنا پر غیر منصرف ہے یا عجمیت اور علیت کی وجہ سے ارم کے سلسلہ میں جو شداد کی جنت کا قصہ بیان کیا جاتا ہے وہ محض فسانہ ہے جس کی کچھ اصل نہیں (مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو عاد) پ۳۰/۱۴

اَرِنَا۔ تو ہم کو دکھا۔ ہم کو بتلا۔ اَرِ۔ اِرَاءَۃٌ سے جس کے معنی دکھلا دینے کے ہیں امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر نا ضمیر جمع متکلم پ۱/۱۵ پ۶/۲ پ۲۴/۱۸

اَرِنِی ۔ مجھکو دکھلا دے۔ اَرِ صیغہ امر ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم پ۳/۲ پ۹/۷

اَرُوْنِیْ ۔ تم مجھکو دکھلاؤ۔ اَرُوْا۔ اِرَاءَۃٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم پ۲۱/۱۰ پ۲۲/۹و۱۷ پ۲۶/۱

اِرْهَبُوْنِ۔ مجھ سے ڈرو۔ (سَمِعَ) اِرْهَبُوْا رَهْبَةٌ سے جس کے معنی بے تابی اور بے چینی کے ساتھ ڈرنے کے ہیں امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم محذوف ہے پ۱/۵ پ۱۴/۱۲

اُرْهِقُهٗ۔ میں اسے سخت مشقت میں مبتلا کروں گا۔ اُرْهِقُ۔ اِرْهَاقٌ سے جس کے معنی کسی ناگوار کام کرنے پر انسان کو مجبور کرنے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد متکلم ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب پ۲۹/۱۵

اَرٰی۔ میں دیکھتا ہوں (فَتَحَ) رُؤْیَۃٌ سے مضارع کا صیغہ واحد متکلم۔ رُؤْیَۃٌ کے معنی اصل میں ادراک مرئی (دیکھنے) کے ہیں خواہ آنکھ کے ذریعہ ہو یا تخیل یا تفکر کے اعتبار سے یا عقل کی راہ سے پ۱/۲ پ۱۴/۱۶ پ۱۶/۱۱ پ۱۹/۱۶ پ۲۳/۷ پ۳۳/۵

اُرِیْدُ۔ میں چاہتا ہوں۔ اِرَادَۃٌ سے مضارع کا صیغہ واحد متکلم پ۶/۹ پ۱۳/۸ پ۲۰/۹ پ۲۷/۲

اُرِیْدَ۔ ارادہ کیا گیا۔ اِرَادَۃٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب پ۲۹/۱۱

اَرٰىكَ۔ تجھ کو دکھایا۔ تجھ کو سمجھایا۔ اَرٰی اِرَاءَۃٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب کَ ضمیر واحد مذکر حاضر پ۵/۱۴

اَرٰىكَ۔ میں تجھ کو دیکھتا ہوں۔ اَرٰی رُؤْیَۃٌ سے صیغہ مضارع کَ ضمیر واحد مذکر حاضر پ۷/۱۵

اَرٰىكُمْ۔ اس نے تم کو دکھایا۔ اَرٰی اِرَاءَۃٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر پ۴/۷

اَرٰىكُمْ۔ میں تم کو دیکھتا ہوں۔ اَرٰی رُؤْیَۃٌ سے صیغہ مضارع کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر پ۱۲/۳و۸ پ۲۶/۲

اُرِیْکُمْ ۔ میں تم کو دکھاتا ہوں۔ اُرِیْ اِرَاءَۃٌ سے مضارع کا صیغہ واحد متکلم کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر ہے ۹ ۱۴/۳ ۲۴/۹

اَرٰىکَهُمْ ۔ اس نے تجھے ان کو دکھلایا اَرٰی اِرَاءَۃٌ سے صیغہ ماضی کَ ضمیر واحد مذکر حاضر هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ۱/۱۰

اَرَیْنٰکَ ۔ ہم نے تجھ کو دکھلایا۔ اَرَیْنَا اِرَاءَۃٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم کَ ضمیر واحد مذکر حاضر ۱۵/۶

اَرَیْنٰکَهُمْ ۔ ہم نے تجھکو ان لوگوں کو دکھلایا۔ اس میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے ۲۶/۸

اَرَیْنٰهُ ۔ ہم نے اس کو دکھلایا۔ اس میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ہے۔ ۱۶/۱۲

اَرٰىنِیْ ۔ میں اپنے آپ کو دیکھتا ہوں ۔ اَرٰی رُؤْیَۃٌ سے صیغہ مضارع ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔ ۱۲/۱۵

اَرٰىهُ ۔ اس نے اس کو دکھلایا۔ اَرٰی اِرَاءَۃٌ سے صیغہ ماضی ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ۳۰/۲

فصل الزاء المعجمة

اَزًّا ۔ ابھارنا۔ مصدر ہے ۱۶/۹

اَزَاغَ ۔ اس نے پھیر دیا۔ ٹیڑھا کر دیا۔ اِزَاغَۃٌ سے جس کے معنی کجی میں ڈالنے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ ۲۸/۹

اِزْدَادُوْ ۔ وہ بڑھے۔ اِزْدِیَادٌ سے جس کے معنی زیادہ ہونے کے ہیں ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ۳/۱۲ ۵/۱۲ ۱۵/۱۶

اُزْدُجِرَ ۔ وہ جھڑکا گیا۔ اِزْدِجَارٌ سے جس کے معنی جھڑکنے اور ڈانٹنے ڈپٹنے کے ہیں ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ بعض نے وَازْدُجِرَ کے معنی آسیب زدہ کئے ہیں۔ ۲۷/۸

اٰزَرَ ۔ بروزن فَاعَلَ۔ عابر، فالغ، شالخ کی طرح عبرانی لفظ ہے اور بسبب عجمیت و علمیت کے غیر منصرف ہے۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام ہے توراۃ میں آپ کے والد کا نام تارخ بیان کیا گیا ہے اگر توراۃ کا یہ بیان تحریف سے محفوظ ہے تو قرین قیاس یہی ہے کہ اس صورت میں آزر تارخ کی تعریب ہے جس طرح اسحٰق، اضحک یا اصحاق کا معرب ہے اور عیسیٰ، ایشوع کا۔ چنانچہ امام راغب اصفہانی مفردات غریب القرآن میں رقمطراز ہیں

قیل کان اسم ابیہٖ تارخ فعرب فجعل آزر د۔
(بیان کیا گیا ہے کہ ان کے باپ کا نام تارخ تھا پھر معرب بنا کر آزر کر لیا گیا) قرآن مجید اور حدیث شریف میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آزر ہی مذکور ہے اس لئے اگر تورات کا بیان صحیح ہے تو بھی ممکن ہے کہ آزر اور تارخ یعقوب و اسرائیل کی طرح ایک ہی شخص کے دو نام ہوں یا ان میں سے ایک لقب ہو اور دوسرا نام۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا چونکہ اسی نے انھیں پرورش کیا تھا اس لئے قرآن نے اسے باپ کہا عربی میں چچا کے لئے بھی "اب" کا لفظ بولا جاتا ہے لیکن یہ محض لغو ہے۔ اب کا لفظ جب مفرد استعمال ہوگا ہمیشہ باپ کے معنی میں مستعمل ہوگا۔ ہاں البتہ کوئی قرینہ مجاز جو اس کو حقیقی معنی میں استعمال سے روکتا ہو موجود ہو تو دوسری بات ہے اور آیت شریفہ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ میں کوئی قرینہ مجاز موجود نہیں۔ پھر صحیح بخاری کی حدیث میں ان کے والد کا نام آزر ہی بیان کیا گیا ہے لہٰذا ایسی صورت میں بلا کسی قرینہ اور ثبوت کے یہ کہہ دینا کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا کا نام ہے جب کہ اس دعوی کے ثبوت میں نہ کوئی صحیح حدیث ہے نہ تاریخی روایت نہ علماء انساب کی تصریح نہ تورات کا کوئی بیان اور نہ صرف اس ایک مقام پر بلکہ جہاں بھی لابیہ آیا ہے اس سے یہی فرضی چچا مراد لینا اور تمام کفر و شرک، بت پرستی اور کواکب پرستی اسی فرضی چچا کے سر منڈھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کو اس سے بری قرار دینا بہت بڑی جسارت ہے۔ اصل میں اس خیال کی بنا تمام تر اس پر ہے کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباؤ اجداد کو حضرت آدم علیہ السلام تک مؤمن و موحد تسلیم کیا جائے حالانکہ حسب تصریح امام رازی و ابو حیان اندلسی یہ شیعہ کا عقیدہ ہے[1]۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سب سے پہلے اپنے باپ ہی کو دعوت حق کا پہلا مخاطب قرار دیا تھا چنانچہ آپ کی موعظت و تبلیغ حق کا مفصل بیان قرآن مجید میں مذکور ہے مگر آزر پر اس کا مطلق کوئی اثر نہیں ہوا اور اس نے اپنے مقدس اور

[1] ملاحظہ ہو تفسیر کبیر ج ۴ ص ۷۰ طبع مصر سنہ ۱۳۲۴ھ والبحر المحیط ج ۴ ص ۱۶۴ طبع مصر سنہ ۱۳۲۹ھ۔

محترم بیٹے کو دھمکی دی کہ اگر تو بتوں کی برائی کرنے سے باز نہ آیا تو تجھے سنگسار کرکے چھوڑوں گا اپنی خیر چاہتا ہے تو جان سلامت لیکر مجھ سے الگ ہو جا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اچھا میری طرف سے سلام میں نے تم سب کو چھوڑا اور انھیں بھی جنھیں تم اللہ کے سوا پکارا کرتے ہو۔ صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ آزر کو اس حال میں پائیں گے کہ اس کا چہرہ سیاہ اور خاک آلود ہوگا اس وقت آپ اس سے فرمائیں گے کہ کیوں میں نے تجھے نہیں کہا تھا کہ تو میری نافرمانی نہ کر؟ باپ جواب دیگا کہ آج میں تیری نافرمانی نہیں کرونگا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام عرض کریں گے کہ اے پروردگار تونے وعدہ کیا تھا کہ تو مجھے قیامت کے دن رسوا نہیں کرے گا پس اس دور افتادہ رحمت باپ کی ذلت سے بڑھکر میری اور کیا رسوائی ہوگی اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیگا کہ میں نے جنت کو کافروں پر حرام کردیا ہے۔ پھر کہا جائے گا کہ اے ابراہیم تمہارے پیروں تلے کیا ہے اب جو دیکھیں گے تو ایک نجاست آلودہ گھنے بالوں والا بجو میں لتھڑا ہوا کفتار پڑا ہوا ہے پھر اس کی ٹانگ پکڑکے اسے آگ میں ڈال دیا جائے گا۔[۱] ۶/۵

اٰزَرَہٗ۔ اس کی کمر مضبوط کی۔ اَزْرٌ، مُؤَازَرَۃٌ سے جس کے معنی کمر مضبوط کرنے قوی کرنے اور معاونت کرنے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اور ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ ۴۸/۲۹

اَزْرِیْ۔ میری کمر۔ میری قوت۔ اَزْرٌ مضاف ی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ ۲۰/۳۱

اَزِفَتْ۔ آپہنچی (سمِعَ) اَزْفٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مونث غائب۔ اَزْفٌ کے اصل معنی تنگی وقت کے ہیں چونکہ تنگی وقت کا مطلب وقت کا قریب آلگنا ہوتا ہے اس لئے اس کا استعمال قریب آلگنے میں ہونے لگا۔ ۵۳/۵۷

اٰزِفَۃٌ۔ نزدیک آنیوالی۔ قریب آلگنے والی جس کے آنے کا وقت بہت تنگ ہوگیا ہو۔ مراد قیامت ہے اَزْفٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مونث غائب ۵۳/۵۷

[۱] صحیح بخاری باب قول اللہ واتخذ اللہ ابراہیم خلیلا۔

اَزْکٰی ۔ زیادہ ستھرا۔ زکوٰۃ سے جس کے معنی طہارت اور پاکیزگی کے ہیں افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ پ ۱۴/۱۵ پ ۱۵/۵ پ ۳/۱

اَزْلَام ۔ تیر زَلَمٌ کی جمع۔ زلم اس تیر کو کہتے ہیں، جس میں پر نہ ہو۔ ازلام سے مراد وہ تیر ہیں جن کو اہل مشرکین عرب کو جب کوئی اہم کام درپیش ہوتا جیسے سفر یا جنگ یا تجارت یا نکاح وغیرہ تو اس کام کے کرنے یا نہ کرنے کا وہ فیصلہ کرتے۔ یہ تیر خانہ کعبہ میں رکھے ہوئے تھے ان میں سے کسی پر اَمَرَنِیْ رَبِّیْ (مجھے میرے پروردگار نے حکم دیا) کسی پر نَهَانِیْ رَبِّیْ (میرے رب نے مجھے منع کر دیا) تحریر تھا اور کسی پر کچھ نہیں۔ پس اگر حکم دینے والا تیر نکلتا تو اس کام کو سرانجام دیتے اور اگر منع کرنے والا نکلتا تو باز رہتے اور اگر وہ تیر نکلتا جس پر کچھ نہ لکھا ہوتا تو پھر دوبارہ تیر نکالتے تاآنکہ حکم یا ممانعت کا تیر نکل آتا۔[1] پ ۶/۵ پ ۷/۲

اُزْلِفَتْ ۔ وہ قریب لائی گئی۔ اِزْلَافٌ سے جس کے معنی قریب لانے کے ہیں ماضی مجہول کا صیغہ واحد مؤنث غائب ہے۔ پ ۱۹/۹ پ ۲۶/۱۶ پ ۳۰/۹

اَزْلَفْنَا ۔ ہم نے قریب کر دیا۔ پاس پہنچا دیا۔ اِزْلَافٌ سے۔ ماضی کا صیغہ جمع متکلم پ ۱۹/۸

اَزَلَّهُمَا ۔ ان دونوں کو ہلا دیا۔ ان دونوں کے قدم ڈگمگا دیئے۔ اَزَلَّ اِزْلَالٌ سے جس کے معنی ڈگمگا دینے پھسلا دینے اور لغزش میں ڈال دینے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ هُمَا ضمیر تثنیہ غائب پ ۱/۴

اَزْوَاجٌ ۔ جوڑے۔ ہم شکل چیزیں۔ اقران۔ زَوْجٌ کی جمع۔ حیوانات کے جوڑے میں سے نر ہو یا مادہ ہر ایک کو زوج کہتے ہیں اور اسی طرح غیر حیوانات میں ہر ایک شے کو جو دوسری شے کے قرین ہو خواہ مماثل ہو یا متضاد زوج کہتے ہیں۔ پ ۱/۳ پ ۳/۱۰ پ ۵/۵ پ ۸/۴ پ ۲۲/۲و۳
پ ۲۳/۲و۱۳و۱۵ پ ۲۵/۵ **اَزْوَاجًا** پ ۲/۱۴و۱۵ پ ۱۳/۱۲ پ ۱۴/۶و۱۲
پ ۲۶/۱۱و۱۷ پ ۲۱/۶ پ ۲۳/۱۲ پ ۲۵/۳ پ ۲۷/۱۴ پ ۲۸/۱۹ پ ۳۰/۱

اَزْوَاجَكَ ۔ تیری بیویاں۔ تیری عورتیں۔ اَزْوَاجٌ مضاف۔ كَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ پ ۲۱/۳۰ پ ۲۲/۲و۵ پ ۲۸/۱۹

اَزْوَاجُكُمْ ۔ تمہاری بیویاں۔ تمہاری عورتیں اَزْوَاجٌ مضاف كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ پ ۴/۱۲
پ ۱۰/۹ پ ۱۴/۱۹ پ ۱۹/۱۳ پ ۲۱/۱۷ پ ۲۵/۱۳ پ ۲۸/۸و۱۶

[1] کلیات ابی البقاء، ص ۴۵ طبع عامرہ ۱۲۸۶ھ

اَزْوَاجِنَا - ہماری بیویاں۔ ہماری عورتیں۔ اَزْوَاج مضاف۔ نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ ٥/٢ ١٩/٤

اَزْوَاجَہٗ - اس کی بیویاں۔ اس کی عورتیں۔ اَزْوَاج مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ ٢١/١ ٢٢/٤ ٢٨/١٩

اَزْوَاجِھِمْ - ان کی بیویاں۔ ان کی عورتیں۔ اَزْوَاج مضاف ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ ٢/١٥ ١٣/٩ ١٨/١٠ ٢٢/٣ ٢٢/٣ ٢٣/٦ ٢٤/٨ ٢٨/٧ ٢٩/٧

اَزْوَاجَھُنَّ - ان کے شوہر ان کے خاوند۔ اَزْوَاج مضاف ھُنَّ ضمیر جمع مونث غائب مضاف الیہ ٢/١٤

اَزِیْدَ - میں زیادہ کروں (ضَرَبَ) زِیَادَۃٌ سے جس کے معنی زیادہ ہونے اور زیادہ کرنے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد متکلم ٢٩/١٥

اَزِیْدَنَّکُمْ - میں تم کو زیادہ دوں گا۔ اَزِیْدَنَّ زِیَادَۃٌ سے مضارع بانون تاکید کا صیغہ واحد متکلم۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر ١٣/١٤

اِزَّیَّنَتْ - وہ مزین ہوگئی۔ تَزَیُّنٌ سے جس کے معنی زینت پانے اور آراستہ ہونے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مونث غائب ١١/٨

اُزَیِّنَنَّ - میں زینت دونگا۔ آراستہ کروں گا تَزْیِیْنٌ سے مضارع بانون تاکید کا صیغہ واحد متکلم ١٤/٣

فصل السین المہملہ

اَسَاءَ - اس نے برائی کی۔ اس نے برا کیا۔ اِسَاءَۃٌ سے جس کے معنی کسی برے کام کے انجام دینے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ٢٤/٣٠ ٢٥/١٨

اَسَأْتُمْ - تم نے برا کیا۔ تم نے برائی کی اِسَاءَۃٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر ١٥/١

اَسَاطِیْرُ - کہانیاں۔ من گھڑت لکھی ہوئی باتیں۔ اُسْطُوْرَۃٌ کی جمع، وہ جھوٹی خبر جس کے متعلق یہ اعتقاد ہو کہ وہ جھوٹ گڑھ کر لکھدی گئی ہے سطورہ کہلاتی ہے ٧/٩ ٩/١٨ ١٤/٤ ١٨/١٦٩٥ ٢/٢ ٢٦/٢ ٢٩/٣ ٣٠/٨

اَسَآءُوْا - انھوں نے برا کیا۔ اِسَآءَۃٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ٢١/٤ ٢٤/٤

اَسَاوِرَ - کنگن، پہنچیاں۔ سِوَارٌ کی جمع جس کے معنی کنگن اور پہنچی کے ہیں ١٥/١٦ ١٧/١ ٢٢/١٦ ٢٩/١٩

اَسْبَابٌ - رسیاں۔ ذرائع۔ علاقے۔ سَبَبٌ کی جمع سبب اصل میں اس رسی کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ درخت پر چڑھا جاتا ہے۔ اسی مناسبت سے ہر اس

شئے کا نام سبب ہوا جو کسی دوسری شے کے توصل کا ذریعہ ہو۔

اَسْبَاط ۔ قبیلے۔ ایک دادا کی اولاد۔ سِبْطٌ کی جمع جس کے معنی پوتے اور نواسے دونوں کے آتے ہیں مگر نواسے کے معنی میں اس کا استعمال زیادہ ہوتا ہے جب اسباط ہو دیا اسباط بنی اسرائیل کہا جائے تو اس سے مراد وہ قبیلہ ہوتا ہے جو ایک دادا کی اولاد ہو۔ اَسْبَاطًا۔

اَسْبَغَ اس نے پورا کر دیا۔ اِسْبَاغٌ سے جس کے معنی کامل کرنے اور پورا کر دینے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔

اِسْتَاْجَرْتَ ۔ تو نے اجرت پر نوکر رکھا۔ اِسْتِیجَارٌ سے جس کے معنی اجرت پر نوکر رکھنے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔

اِسْتَاْجِرْهُ ۔ تو اس کو اجرت پر نوکر رکھ لے۔ اِسْتِیجَارٌ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔

اِسْتَاْذَنَ ۔ اس نے اجازت چاہی۔ اِسْتِیذَانٌ سے جس کے معنی اجازت چاہنے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔

اِسْتَاْذَنَكَ ۔ اس نے تجھ سے اجازت چاہی اس میں كَ ضمیر واحد مذکر حاضر ہے۔

اِسْتَاْذَنُوْكَ ۔ انھوں نے تجھ سے اجازت چاہی اِسْتَاْذَنُوْا۔ اِسْتِیذَانٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ كَ ضمیر واحد مذکر حاضر ہے۔

اِسْتِبْدَالٌ ۔ بدلنا۔ تبدیل چاہنا۔ بروزن اِسْتِفْعَالٌ مصدر ہے۔

اِسْتَبْرَقٌ ۔ ریشم کا زریں موٹا کپڑا۔ دیبا۔

اِسْتَبْشِرُوْا ۔ خوشیاں مناؤ۔ بشارت پاؤ۔ اِسْتِبْشَارٌ سے جس کے معنی بشارت پانے کے ہیں۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔

اِسْتَبَقَا ۔ وہ دونوں دوڑے ان دونوں نے ایک دوسرے پر سبقت کی۔ اِسْتِبَاقٌ سے جس کے معنی ایک کے دوسرے پر سبقت لیجانے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ تثنیہ مذکر غائب۔

اِسْتَبِقُوا ۔ تم سبقت کرو۔ اِسْتِبَاقٌ سے۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔

اِسْتَجَابَ۔ اس نے قبول کیا۔ اس نے مانا۔ اِسْتِجَابَۃٌ سے۔ جس کے معنی قبول کرنے اور ماننے کے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ۱۱ ۹/۱۵ ۱/۱۴

اِسْتَجَابُوْا۔ انھوں نے قبول کیا۔ انھوں نے مانا۔ اِسْتِجَابَۃٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ۹ ۱/۸ ۲۵/۱۴

اِسْتَجَارَكَ۔ اس نے تجھ سے پناہ مانگی۔ اِسْتَجَارَ اِسْتِجَارَۃٌ سے جس کے معنی پناہ مانگنے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ کَ ضمیر واحد مذکر حاضر ۱۰

اَسْتَجِبْ۔ میں قبول کروں گا۔ میں قبول کرتا ہوں۔ اِسْتِجَابَۃٌ سے۔ مضارع کا صیغہ واحد متکلم ۲۴

اِسْتَجَبْتُمْ۔ تم نے مان لیا۔ تم نے قبول کرلیا اِسْتِجَابَۃٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۱۳

اِسْتَجَبْنَا۔ ہم نے اس کی فریاد سن لی۔ اس کی دعا قبول کرلی۔ اِسْتِجَابَۃٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم ۱۷

اُسْتُجِيْبَ۔ وہ مان لیا گیا۔ وہ قبول کرلیا گیا۔ اِسْتِجَابَۃٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب ۲۵

اِسْتَجِيْبُوْا۔ تم حکم مانو۔ تم قبول کرو۔ اِسْتِجَابَۃٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۹ ۲۵

اِسْتَحَبُّوْا۔ انھوں نے عزیز رکھا۔ انھوں نے پسند کیا اِسْتِحْبَابٌ سے۔ جس کے معنی عزیز رکھنے اور دوست رکھنے کے ہیں ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ۱۰ ۱۳ ۲۴/۱۶

اُسْتُحْفِظُوْا۔ وہ نگہبان ٹھیرائے گئے اِسْتِحْفَاظٌ سے جس کے معنی نگہبان بنانے کے ہیں۔ ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ ۶/۱۱

اِسْتَحَقَّ۔ وہ حقدار ہوا۔ لائق ہوا۔ اِسْتِحْقَاقٌ سے جس کے معنی مستحق ہونے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ۔ واحد مذکر غائب۔ ۷

اِسْتَحَقَّا۔ وہ دونوں حقدار ہوئے۔ اِسْتِحْقَاقٌ سے ماضی کا صیغہ تثنیہ مذکر غائب ۷

اِسْتَحْوَذَ۔ اس نے قابو میں کرلیا۔ اِسْتِحْوَاذٌ سے جس کے معنی قابو میں کرکے ہانکنے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ ۲۸

اِسْتِحْيَاءٍ۔ شرمانا۔ حیا کرنا۔ بروزن اِسْتِفْعَالٌ مصدر ہے

اِسْتَحْيُوْا۔ جیتی رکھو۔ اِسْتِحْيَاءٌ سے۔ جس کے معنی جیتا رکھنے اور زندہ چھوڑنے کے ہیں۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ ۲۴

اِسْتَخْرَجَهَا۔ اس کو نکالا۔ اس کو نکلوایا۔

اِسْتَخْرَجَ اِسْتِخْرَاجٌ سے جس کے معنی نکلوانے کے ہیں. ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ھَا ضمیر واحد مونث غائب. ۳۱/۲

اِسْتَخَفَّ اس نے عقل کھودی. اِسْتِخْفَافٌ سے جس کے معنی بیوقوف جاہل بنانے اور راہِ حق سے ہٹانے کے ہیں. ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ۲۵/۱۱

اَسْتَخْلِصْہُ میں اس کو خالص کر رکھوں. اَسْتَخْلِصُ اِسْتِخْلَاصٌ سے جس کے معنی پسند کرنے اور خالص کر رکھنے کے ہیں. مضارع کا صیغہ واحد متکلم ہُ ضمیر واحد مذکر غائب. ۱۲

اِسْتَخْلَفَ. اس نے حاکم کیا اس نے خلیفہ بنایا. اِسْتِخْلَافٌ سے جس کے معنی خلیفہ بنانے کے ہیں. ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ۱۸/۱۲

اِسْتَرَقَ. اس نے چرایا. اِسْتِرَاقٌ سے جس کے معنی چرانے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ۱۴/۲

اِسْتَرْهَبُوْهُمْ. انھوں نے ان کو ڈرایا. اِسْتَرْهَبُوْا اِسْتِرْهَابٌ سے جس کے معنی ڈرانے کے ہیں ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ۹/۴

اِسْتَزَلَّهُمْ. اس نے ان کو بہکایا. اِسْتَزَلَّ اِسْتِزْلَالٌ سے جس کے معنی بہکانے اور لغزش کروانے کی تاک میں لگے رہنے کے ہیں. ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب. هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ۶/۴

اِسْتَسْقَىٰ. اس نے پانی مانگا. اِسْتِسْقَاءٌ سے جس کے معنی پانی مانگنے کے ہیں. ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب. ۱/۲

اِسْتَسْقٰهُ. اس نے اس سے پانی مانگا. اس میں ہُ ضمیر واحد مذکر غائب ہے ۹/۶

اِسْتَشْهِدُوْا تم گواہ کرو. تم گواہ لاؤ. اِسْتِشْهَادٌ سے جس کے معنی گواہ بنانے اور گواہی طلب کرنے کے ہیں امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۲/۱۲

اُسْتُضْعِفُوْا. وہ ضعیف سمجھے گئے. کمزور خیال کیے گئے. اِسْتِضْعَافٌ سے جس کے معنی کمزور شمار کرنے کے ہیں. ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب ۶/۴ ۸/۴ ۱۳/۱۰

اِسْتَضْعَفُوْنِیْ. انھوں نے مجھکو کمزور سمجھا. اِسْتَضْعَفُوْا. اِسْتِضْعَافٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم ۹/۸

اِسْتَطَاعَ. اس سے ہو سکا. وہ کر سکا. اِسْتِطَاعَةٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب. ان چیزوں کا

تمام وکمال پایا جانا جن کی وجہ سے فعل سرزد ہو سکے
استطاعت کہلاتا ہے۔ ۱/۳

اِسْتَطَاعُوْا۔ وہ کر سکے۔ ان سے ہو سکا۔ اِسْتِطَاعَۃٌ
سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ۱۱ ۲/۲۶ ۲/۳۳ ۱/۲۴

اِسْتَطَعْتَ۔ تجھ سے ہو سکا۔ تو کر سکا۔ اِسْتِطَاعَۃٌ
سے۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر ۱۵

اِسْتَطَعْتُ۔ میں کر سکا۔ مجھ سے ہو سکا۔ اِسْتِطَاعَۃٌ
سے۔ ماضی کا صیغہ واحد متکلم ۱۲

اِسْتَطَعْتُمْ۔ تم سے ہو سکا۔ تم کر سکے۔ اِسْتِطَاعَۃٌ سے
ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۱۱ ۱۲ ۲۷ ۲۸

اِسْتَطْعَمَا۔ ان دونوں نے کھانا مانگا۔ اِسْتِطْعَامٌ
سے۔ جس کے معنی کھانا طلب کرنے کے ہیں، ماضی
کا صیغہ تثنیہ مذکر غائب

اِسْتَطَعْنَا۔ ہم سے ہو سکا۔ ہم کر سکے۔ اِسْتِطَاعَۃٌ
سے۔ ماضی کا صیغہ جمع متکلم

اِسْتِعْجَالَہُمْ۔ ان کا جلدی مانگنا۔ ان کا عجلت
کرنا۔ اِسْتِعْجَالٌ بروزن اِسْتِفْعَالٌ مصدر ہے۔
اِسْتِعْجَالٌ مضاف ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف
الیہ۔

اِسْتَعْجَلْتُمْ۔ تم نے جلدی کی۔ اِسْتِعْجَالٌ سے
ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۲۶

اِسْتَعِذْ۔ تو پناہ مانگ۔ اِسْتِعَاذَۃٌ سے جس کے معنی
پناہ مانگنے کے ہیں امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ ۹/۱۲
۱۴/۹ ۱۱ ۲۴/۱۹

اِسْتَعْصَمَ اس نے تھام رکھا۔ بچالیا۔ اِسْتِعْصَامٌ
سے جس کے معنی تھام رکھنے اور روک رکھنے کے ہیں
ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ۱۲

اِسْتَعْلٰی۔ اس نے غلبہ چاہا۔ اس نے بلندی چاہی
اِسْتِعْلَاءٌ سے جس کے معنی بلندی چاہنے کے ہیں۔
ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ۱۶

اِسْتَعْمَرَکُمْ۔ اس نے تم کو آباد کیا۔ اِسْتَعْمَرَ
اِسْتِعْمَارٌ سے جس کے معنی آباد کرنے کے ہیں، ماضی کا
صیغہ واحد مذکر غائب کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر

اِسْتَعِیْنُوْا تم مدد طلب کرو۔ اِسْتِعَانَۃٌ سے جس کے
معنی مدد چاہنے کے ہیں امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر

اِسْتَغَاثَہٗ اس سے فریاد کی۔ اِسْتِغَاثَۃٌ سے
جس کے معنی فریاد کرنے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر
غائب ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب

اِسْتَغْشَوْا۔ انھوں نے اپنے اوپر لپیٹ لیا۔ اِسْتِغْشَاءٌ سے۔ جس کے معنی اپنے اوپر پردہ ڈال لینے اور اپنے آپ کو کپڑے میں لپیٹ لینے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ یہاں کافروں کے نہ سننے کی طرف اشارہ ہے، یا کپڑے لپیٹ کر بھاگنے کی طرف۔ پ ۲۹/۹

اِسْتِغْفَارٌ۔ مغفرت چاہنا۔ بخشش مانگنا۔ خواہ بذریعہ قول ہو یا بذریعہ فعل۔ بروزن اِسْتِفْعَالٌ مصدر ہے۔ پ ۱۱

اِسْتَغْفِرْ۔ تو بخشش مانگ، معافی مانگ، مغفرت چاہ۔ اِسْتِغْفَارٌ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ پ ۲۴/۸

پ ۲۵/۸ پ ۲۶/۶،۱۰ پ ۲۲/۱۱ پ ۱۹/۱۵ پ ۱۰/۱۶ پ ۵/۱۲

اِسْتَغْفَرَ۔ اس نے بخشش چاہی۔ اِسْتِغْفَارٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ پ ۵ پ ۲۳/۱۱

اَسْتَغْفِرُ۔ میں بخشش مانگونگا۔ مغفرت چاہونگا۔ اِسْتِغْفَارٌ سے مضارع کا صیغہ واحد متکلم۔ پ ۱۳/۵ پ ۱۶/۶

اَسْتَغْفَرْتَ۔ خواہ تو نے بخشش مانگی۔ اِسْتِغْفَارٌ سے۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اصل میں أَاَسْتَغْفَرْتَ تھا۔ حسب تصریح شوکانی پہلی ہمزہ استفہام (جو بمعنی تسویہ کے معنی میں تھی) حذف کردی گئی کیونکہ آیت میں اَمْ اس کے معنی پر دلالت کرنے کے لئے موجود ہے اور حسب تصریح ابوحیان ہمزہ تسویہ باقی ہے اور دوسری ہمزہ جو ہمزہ وصل تھی وہ محذوف ہے۔[1] پ ۲۸/۱۳

اَسْتَغْفِرَنَّ۔ میں بخشش چاہوں گا، میں معافی مانگونگا۔ اِسْتِغْفَارٌ سے مضارع با نون تاکید کا صیغہ واحد متکلم۔ پ ۲۸/۷

اِسْتَغْفِرُوْا۔ تم بخشش چاہو، تم مغفرت مانگو۔ اِسْتِغْفَارٌ سے۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ پ ۲/۹ پ ۱۱/۱۲ پ ۱۲/۵،۸ پ ۲۹/۹،۱۲

اِسْتَغْفَرُوْا۔ انھوں نے بخشش مانگی، انھوں نے مغفرت چاہی۔ اِسْتِغْفَارٌ سے۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ پ ۴/۵ پ ۵/۶۔

اِسْتَغْفِرُوْهُ۔ اس سے گناہ بخشواؤ، اس سے مغفرت طلب کرو۔ اِسْتَغْفِرُوْا صیغہ امر ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ پ ۱۲/۶ پ ۲۴/۱۵

اِسْتَغْفِرْهُ۔ تو اس سے بخشش چاہ، معافی مانگ۔ اِسْتَغْفِرْ صیغہ امر ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ پ ۳۰/۲۵

اِسْتَغْفِرِیْ۔ (عورت) تو بخشوا، تو مغفرت چاہ۔ اِسْتِغْفَارٌ

[1] ملاحظہ ہو فتح القدیر ج ۵ ص ۲۲۵ طبع مصر ۱۳۵۱ھ اور البحر المحیط ج ۸ ص ۲۷۳ طبع مصر ۱۳۲۸ھ

سے، امر کا صیغہ واحد مونث حاضر ۲۲/۱۴

اِسْتَغْلَظَ۔ وہ موٹا ہوا۔ اِسْتِغْلَاظٌ سے جس کے معنی موٹے ہونے کے لئے تیار ہونے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ۲۶/۱۲

اِسْتَغْنٰی۔ اس نے بے پروائی کی۔ اِسْتِغْنَاءٌ سے جس کے معنی بے پروا ہونے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ ۲۵/۱۵ ۳۰

اِسْتَفْتَحُوْا۔ انہوں نے فیصلہ مانگا۔ انہوں نے فتح چاہی، اِسْتِفْتَاحٌ سے۔ جس کے معنی فتح چاہنے اور فیصلہ مانگنے کے ہیں ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۱۳/۱۵

اِسْتَفْتِهِمْ۔ تو ان سے پوچھ۔ اِسْتَفْتِ اِسْتِفْتَاءٌ سے جس کے معنی حکم دریافت کرنے کے ہیں امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ۲۳

اِسْتَقِرْ۔ تو ٹھہرا رہے۔ اِسْتِقْرَارٌ سے۔ جس کے معنی ٹھہر لینے کے آتے ہیں امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ۱۵

اِسْتَقَامُوْا۔ وہ سیدھے رہے۔ وہ قائم رہے، ثابت قدم رہے۔ اِسْتِقَامَةٌ سے جس کے معنی سیدھا راستہ پکڑنے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ۸/۱

۲۴/۱۸ ۲۵/۲ ۲۶/۱۱

اِسْتَقَرَّ۔ وہ اپنی جگہ ٹھہرا رہا۔ اِسْتِقْرَارٌ سے جس کے معنی ٹھہرے رہنے اور قرار پکڑنے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ۹

اِسْتَقِمْ۔ تو سیدھا چلا جا، تو قائم رہ، تو ثابت قدم۔ اِسْتِقَامَةٌ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ۱۲/۱۰ ۲۵/۴

اِسْتَقِيْمَا۔ تم دونوں ثابت قدم رہو۔ اِسْتِقَامَةٌ سے۔ امر کا صیغہ تثنیہ مذکر حاضر ۱۱/۱۴

اِسْتَقِيْمُوْا۔ تم سیدھے رہو، تم سیدھا راستہ اختیار کئے رہو۔ اِسْتِقَامَةٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۸/۱ ۲۴/۱۵

اِسْتَكَانُوْا۔ وہ دب گئے۔ انہوں نے عاجزی کی اِسْتِكَانَةٌ سے۔ جس کے معنی دبنے اور عاجزی کرنے کے ہیں، ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ۴/۶ ۱۸/۴

اِسْتَكْبَرَ۔ غرور کرنا، بڑائی چاہنا۔ بروزن اِسْتِفْعَال مصدر ہے۔ استکبار یعنی اپنے آپ کو بڑا بنانا اگر شریعت کے حکم کے تحت ہو اور ایسے مقام اور ایسے وقت پر ہو جب کہ ایسا کرنا اس پر واجب ہو تو محمود ہے۔ ورنہ استکبار بمعنی غرور کرنے کے (یعنی اپنی بڑائی میں جھوٹ موٹ ان چیزوں کا اظہار جس کا وہ مستحق نہیں مذموم ہے)

قرآن مجید میں اس کا استعمال دوسرے ہی معنی میں ہوا ہے۔ پ۲۲ پ۲۹

اِسْتَكْبَرَ۔ اس نے گھمنڈ کیا۔ اس نے غرور کیا اِسْتِكْبَارٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ پ۱ پ۲۰ پ۲۳ پ۲۹

اِسْتَكْبَرْتَ۔ تو نے غرور کیا۔ اِسْتِكْبَارٌ سے، ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ پ۲۳

أَسْتَكْبَرْتَ۔ یہ تو نے غرور کیا، اصل میں أَاِسْتَكْبَرْتَ تھا۔ دوسری ہمزہ جو وصلی تھی حذف ہوگئی پہلی ہمزہ استفہام انکاری کی ہے پ۲۳

اِسْتَكْبَرْتُمْ۔ تم نے تکبر کیا، غرور کیا۔ اِسْتِكْبَارٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ۱ پ۲۵ پ۲۶

اِسْتَكْبَرُوا۔ انھوں نے گھمنڈ کیا۔ انھوں نے غرور کیا اِسْتِكْبَارٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ پ۶ پ۸ پ۹ پ۱۱ پ۱۲ پ۱۵ پ۱۸ پ۱۹ پ۲۰ پ۲۲ پ۲۴ پ۲۹

اِسْتَكْثَرْتُ۔ میں نے بہت زیادہ (جمع) کر لیا۔ اِسْتِكْثَارٌ سے۔ جس کے معنی کسی چیز کو کثیر سمجھنے یا کسی کام کو بہت زیادہ کرنے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد متکلم پ۹

اِسْتَكْثَرْتُمْ۔ تم نے بہت زیادہ (تابع) کر لیا۔ اِسْتِكْثَارٌ سے۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ پ۸

اِسْتَمْتَعَ۔ اس نے فائدہ اٹھایا۔ اس نے کام نکالا اِسْتِمْتَاعٌ سے جس کے معنی فائدہ اٹھانے اور برتنے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب پ۸ پ۱۰

اِسْتَمْتَعْتُمْ۔ تم کام میں لائے تم نے فائدہ اٹھایا تم برت چکے۔ اِسْتِمْتَاعٌ سے ماضی کا صیغہ۔ جمع مذکر حاضر۔ پ۵ پ۱۰ پ۲۶

اِسْتَمْتَعُوا۔ انھوں نے فائدہ اٹھایا۔ اِسْتِمْتَاعٌ سے۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب پ۱۰

اِسْتَمْسَكَ۔ اس نے پکڑ لیا۔ اِسْتِمْسَاكٌ سے جس کے معنی پکڑے رہنے اور روکے رہنے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب پ۳ پ۲۱

اِسْتَمْسِكْ۔ تو پکڑے رہ۔ اِسْتِمْسَاكٌ سے۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ پ۲۵

اِسْتَمَعَ۔ اس نے سن لیا۔ اِسْتِمَاعٌ سے جس کے معنی متوجہ ہو کر سننے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب پ۲۹

اِسْتَمِعْ۔ تو سن رکھ، کان لگا۔ اِسْتِمَاعٌ سے۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر پ۱۶ پ۲۶

اِسْتَمِعُوْا۔ تم کان لگائے رہو۔ اِسْتِمَاعٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ پ ۹ / ۱۴

اِسْتَمَعُوْهُ۔ انھوں نے اس کو سنا۔ اِسْتَمَعُوْا اِسْتِمَاعٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ پ ۱۷

اِسْتَنْصَرُوْكُمْ۔ انھوں نے تم سے مدد چاہی، اِسْتَنْصَرُوْا اِسْتِنْصَارٌ سے جس کے معنی مدد چاہنے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر پ ۱۰

اِسْتَنْصَرَهٗ۔ اس نے اس سے مدد مانگی، اِسْتَنْصَرَ۔ اِسْتِنْصَارٌ سے، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب پ ۲۰

اِسْتَنْكَفُوْا۔ انھوں نے عار کی، اِسْتِنْكَافٌ سے جس کے معنی ننگ و عار کرنے کے ہیں ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب پ ۶

اِسْتَوَتْ۔ وہ ٹھیر گئی۔ اِسْتِوَاءٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مونث غائب اِسْتِوَاءٌ کا استعمال جب عَلٰی کے ساتھ ہوتا ہے تو اس کے معنی استقرار (ٹھیرنے) اور ارتفاع (بلند ہونے اور چڑھنے) کے ہوتے ہیں پ ۱۲

اِسْتَوْقَدَ۔ اس نے آگ جلائی۔ اِسْتِيقَادٌ سے جس کے معنی آگ جلانے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب پ ۱

اِسْتَوٰى۔ اس نے قصد کیا۔ اس نے قرار پکڑا۔ وہ قائم ہوا، وہ سنبھل گیا، وہ چڑھا، وہ سیدھا بیٹھا۔ اِسْتِوَاءٌ سے، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، استوا کے جب دو فاعل ہوتے ہیں تو اس کے معنی دونوں کے مساوی اور برابر ہونے کے آتے ہیں۔ جیسے لَا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ (برابر نہیں ناپاک اور پاک) اور اگر فاعل دو نہوں تو سنبھلے، درست ہونے اور سیدھے رہنے کے معنی ہوتے ہیں جیسے فَاسْتَوٰى وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى (پھر سیدھا بیٹھا اور وہ آسمان کے اونچے کنارے پر تھا) اور لَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰى (جب پہنچ گیا اپنے زور پر اور سنبھل گیا) اس صورت میں استوار کے معنی میں کسی شے کا اعتدال ذاتی مراد ہے۔ جب اس کا تعدیہ عَلٰی کے ساتھ ہوتا ہے تو اس کے معنی چڑھنے، قرار پکڑنے اور قائم ہونے کے آتے ہیں جیسے وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ اور وہ (کشتی) جودی پہاڑ پر ٹھیری) اور لِتَسْتَوٗا عَلٰى

ظُهُوْرِہٖ (تاکہ تم اس کی پیٹھ پر چڑھ بیٹھو) اور جب اس کا تعدیہ اِلیٰ کے ساتھ ہوتا تو اس کے معنی قصد کرنے اور پہنچنے کے ہوتے ہیں جیسے ثُمَّ اسْتَوٰی اِلَی السَّمَآءِ (پھر قصد کیا آسمان کی طرف)

اللہ تبارک وتعالیٰ کے استواء علی العرش کے سلسلہ میں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ قرآن وحدیث میں بہت سے الفاظ ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی صفات میں بھی بیان کئے گئے ہیں اور مخلوق کے اوصاف میں بھی ان کا ذکر ہوا ہے جیسے حی، سمیع، البصیر کہ یہ الفاظ اللہ عزوجل کے لئے بھی استعمال کئے گئے اور بندہ کے لئے بھی۔ لیکن دونوں جگہ ان کے استعمال کی حیثیت بالکل جداگانہ ہے، کسی مخلوق کو سمیع و بصیر کہنے کا یہ مطلب ہے کہ اس کے پاس دیکھنے والی آنکھ اور سننے والے کان موجود ہیں۔ اب یہاں دو چیزیں ہوئیں ایک تو وہ آلہ کہ جو سننے اور دیکھنے کا مبدأ اور ذریعہ ہے یعنی کان اور آنکھ دوسرا اس کا نتیجہ اور غرض و غایت یعنی وہ خاص علم جو آنکھ سے دیکھنے اور کان کے سننے سے حاصل ہوتا ہے۔ پس جب مخلوق کو سمیع و بصیر کہا جائیگا

تو اس کے حق میں یہ مبدأ اور غایت دونوں چیزیں معتبر ہوں گی، جن کی کیفیات ہم کو معلوم ہیں لیکن یہی الفاظ جب اللہ عزوجل کے متعلق استعمال کئے جائیں گے، تو یقیناً ان سے وہ مبادی اور کیفیاتِ جسمانیہ نہیں مراد لئے جا سکتے جو مخلوق کے خواص میں داخل ہیں اور جن سے جنابِ باری عز اسمہ قطعاً منزہ ہے۔ البتہ یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ سمع و بصر کا مبدأ اس ذاتِ اقدس میں بدرجۂ اتم موجود ہے اور اس کا نتیجہ یعنی وہ علم جو رویت و سماع سے حاصل ہوتا ہے اس کو بدرجۂ کمال حاصل ہے۔ رہا یہ کہ وہ مبدأ کیسا ہے اور دیکھنے اور سننے کی کیا کیفیت ہے تو ظاہر ہے کہ اس سوال کے جواب میں بجز اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ اس کا دیکھنا اور سننا مخلوق کی طرح نہیں۔ غرض اسی طرح اس کی تمام صفات کو سمجھنا چاہئے کہ صفت باعتبار اپنے اصل مبدأ و غایت کے ثابت ہے مگر اس کی کوئی کیفیت نہیں بیان کی جا سکتی۔ اور نہ کسی آسمانی شریعت نے کبھی انسان کو اس پر مجبور کیا ہے کہ وہ خواہ مخواہ ان حقائق میں غور و خوض کر کے حواس کی عقل و ادراک

کی دسترس سے باہر ہیں بیکار اپنے عقل و دماغ کو پریشان کرے۔ اسی اصول پر استواء علی العرش کو بھی سمجھ لیجئے۔ کہ "عرش" کے معنی تخت اور بلند مقام کے ہیں اور "استواء" کا ترجمہ اکثر محققین نے "تمکن واستقرار" یعنی قرار پکڑنے اور قائم ہونے سے کیا ہے مطلب یہ ہے کہ تخت حکومت پر اس طرح قابض ہو تاکہ نہ اس کا کوئی حصہ اور کوئی گوشہ حیطۂ اقتدار سے باہر ہو اور نہ قبضہ و تسلط میں کسی قسم کی کوئی مزاحمت اور گڑبڑ ہو۔ غرض سب کام اور انتظام درست ہو اب دنیا میں بادشاہوں کی تخت نشینی کا ایک تو مبدا اور ظاہری صورت ہوتی ہے اور ایک حقیقت یا غرض و غایت یعنی ملک پر پورا تسلط اور اقتدار اور نفوذ و تصرف کی قدرت حاصل ہونا۔ سو حق تعالیٰ کے "استواء علی العرش" میں یہ حقیقت اور غرض و غایت بدرجۂ کمال موجود ہے کہ تمام مخلوقات اور ساری کائنات پر پورا پورا تسلط واقتدار اور مالکانہ اور شہنشاہانہ تصرف و نفوذ بے روک ٹوک صرف اسی کو حاصل ہے آیت شریفہ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ۙ وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ۔ (پھر قرار پکڑا عرش پر اُڑھاتا ہے رات پر دن کو کہ وہ اس کے پیچھے لگا آتا ہے دوڑتا ہوا اور آفتاب، ماہتاب اور ستارے (سب) اس کے حکم کے تابع ہیں) اور آیۂ شریفہ۔ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ ۭ مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ۔ (پھر قائم ہوا عرش پر، تدبیر کرتا ہے کام کی، کوئی سفارش نہیں کر سکتا مگر اس کی اجازت کے بعد) سے بخوبی اس مضمون پر روشنی پڑتی ہے۔ رہا "استواء علی العرش" کا مبدا اس کی ظاہری صورت و کیفیت، پس دیگر صفات سمع و بصر کی طرح یقیناً اس کی کوئی ایسی صورت نہیں ہو سکتی کہ اس میں مخلوق کی صفت اور حدوث کا ذرا سا بھی شائبہ ہو۔ پھر وہ کیونکر ہے اور کس طرح ہے تو اس کی کیفیت کے لئے اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے کہ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ (نہیں ہے اس کی طرح کا سا کوئی) ہمارا کیا مایۂ علمی کہ اس کی کیفیت بیان کر سکیں۔ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا (وہ تو جو کچھ لوگوں کے

آگے پیچھے ہے سب جانتا ہے مگر لوگ اپنے علم سے اس کا احاطہ نہیں کر سکتے)۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں ۹ الاستواء غیر مجہول و الکیف غیر معقول والاقرار بہ ایمان و الجحود بہ کفر رواہ ابن مردویہ واللالکائی فی کتاب السنہ[1] (استواء معلوم ہے اور اس کی کیفیت عقل میں نہیں آسکتی۔ اس کا اقرار ایمان ہے اور انکار کفر ہے) قاضی ابو العلاء صاعد بن محمد نے کتاب الاعتقاد میں امام ابو یوسفؒ کی روایت سے امام ابو حنیفہؒ کا یہ قول نقل کیا ہے لا ینبغی لاحد ان ینطق فی اللہ تعالیٰ بشیٔ من ذاتہ ولکن یصفہ بما وصف سبحانہ بہ نفسہ ولا یقول فیہ برایہ شیئا تبارک اللہ تعالیٰ رب العٰلمین[2] (کسی کو یہ نہ چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں اس کی ذات کے متعلق ذرا بھی زبان کھولے بلکہ اسی طرح بیان کرے جس طرح کہ خود اللہ سبحانہ نے اپنے لئے بیان فرمایا ہے اپنی رائے سے کچھ نہ کہے (بڑی برکت والا ہے اللہ تعالیٰ جو رب ہے سارے جہان کا)

سچ ہے ؎

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم
وز ہر چہ گفتہ اند شنیدیم و خواندہ ایم
دفتر تمام گشت و بپایاں رسید عمر
ما ہمچناں در اول وصف تو ماندہ ایم

پ ۱/۳ پ ۲/۱۴ پ ۱۱/۹ پ ۱۳/۷ پ ۱۶/۱ پ ۱۹/۳ پ ۲/۵ پ ۲۱/۱۴ پ ۲۳/۱۹ پ ۲۶/۱۲ پ ۲۷/۱۴

اِسْتَوَیْتَ۔ تو چڑھ چکا۔ اِسْتِوَاءٌ سے۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ پ ۱۸/۲

اِسْتَوَیْتُمْ۔ تم بیٹھ چکے۔ تم سوار ہوئے۔ اِسْتِوَاءٌ سے۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ پ ۲۵/۷

اِسْتَهْزِءُوْا۔ تم ٹھٹے کرتے رہو۔ اِسْتِهْزَاءٌ سے جس کے معنی تمسخر کرنے اور ٹھٹھا کرنے کے ہیں۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ ۱۰/۱۴

اُسْتُهْزِیَ۔ اس سے ٹھٹھا کیا گیا۔ اِسْتِهْزَاءٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب پ ۷ پ ۱۳/۱۷ پ ۱۴

اِسْتَهْوَتْهُ۔ اس نے اس کو راستہ بھلا دیا۔ اِسْتِهْوَاءٌ سے جس کے معنی فریفتہ کرنے اور راستہ بھلا دینے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مونث غائب

[1] فتح البیان ج ۳ ص ۳۰۷ طبع مصر ۱۳۰۱ھ و روح المعانی ج ۱۶ ص ۱۴۲ طبع مصر۔ [2] روح المعانی ج ۱۶ ص ۱۴۲

ہُ ضمیر واحد مذکر غائب۔ پ۱۵

اِسْتَايْئَسَ ۔ وہ ناامید ہوگیا۔ اِسْتِيْاسٌ سے جس کے معنی مایوس ہونے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ پ۱۳

اِسْتَايْئَسُوْا ۔ وہ ناامید ہوگئے۔ اِسْتِيْاسٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ پ۱۳

اِسْتَيْسَرَ ۔ وہ میسر ہوا۔ وہ آسان ہوا۔ اِسْتِيْسَارٌ سے۔ جس کے معنی آسان ہونے اور میسر ہونے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ پ۲

اِسْتَيْقَنَتْهَا ۔ اس کا یقین کیا۔ اِسْتَيْقَنَتْ اِسْتِيْقَانٌ سے جس کے معنی یقین کرنے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مونث غائب ھَا ضمیر واحد مونث غائب۔ پ۱۹

اُسْجُدْ ۔ تو سجدہ کر۔ (نَصَرَ) سُجُوْدٌ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ سجود کی اصل تو عاجزی کرنا اور جھکنا ہے اور اسی اعتبار سے اللہ کے آگے جھکنے اور اس کی عبادت کرنے کو سجود کہا جاتا ہے۔ اور یہ انسان حیوانات جمادات سب کے حق میں عام ہے۔ سجود کی دو قسمیں ہیں ایک سجود تسخیری دوسرے سجود اختیاری۔ سجودِ تسخیر تو تمام مخلوقات کے لئے ثابت ہے۔ چنانچہ آیہ شریفہ وَلِلّٰہِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ (اور اللہ کو سجدہ کرتا ہے جو کوئی ہے آسمان اور زمین میں خوشی سے اور زور سے اور ان کی پرچھائیاں صبح اور شام) جو اللہ پر یقین لایا خوشی سے سر رکھتا ہے اور جو نہ یقین لایا اس پر بھی بے اختیار اسی کا حکم جاری ہے اور پرچھائیاں صبح اور شام زمین پر پسر جاتی ہیں، یہی ہے ان کا سجدہ۔ مطلب یہ ہے کہ جواہر ہوں یا اعراض کوئی چیز اللہ کے حکم تکوینی سے باہر نہیں ہو سکتی اور اس کے نفوذ و اختیار کے سامنے سب مطیع و منقاد اور سربسجود ہیں ہر چیز ٹھیک دوپہر میں کھڑی ہے اس کا سایہ بھی کھڑا ہے۔ جب دن ڈھلا سایہ جھکا پھر جھکتے جھکتے سرِ شام زمین پر پڑ گیا جیسے نماز میں کھڑے سے رکوع رکوع سے سجدہ اسی طرح ہر چیز آپ کھڑی ہے اپنے سایہ سے نماز کرتی ہے کسی ملک میں کسی موسم میں اپنی طرف جھکتا ہے کہیں بائیں طرف۔ اور سجود اختیاری صرف انسان و جن غرضکہ جملہ مکلفین کے لئے خاص ہے

جیسے آیت شریفہ فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا (سو سجدہ کرو اللہ کے آگے اور بندگی) ہماری شریعت میں سجود سے نماز کا وہ خاص رکن مراد ہے جو نماز میں ادا کیا جاتا ہے یا تلاوتِ قرآن اور شکر کے وقت انجام دیا جاتا ہے۔ پ۹ ع۱۰ پ۲۷ ع۲۱

اَسْجُدُ۔ میں سجدہ کروں، سُجُوْدٌ سے مضارع کا صیغہ واحد متکلم۔ ءَاَسْجُدُ میں ہمزہ اولی استفہام انکاری کی ہے۔ پ۱۵ ع۷

اُسْجُدُوْا۔ تم سجدہ کرو، سُجُوْدٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ پ۱ ع۴ پ۸ ع۹ پ۱۵ ع۷و۱۹ پ۱۶ ع۱۶ پ۱۷ ع۱۷ پ۱۹ ع۳ پ۲۴ ع۱۹ پ۲۷ ع۷

اُسْجُدِیْ۔ تو (عورت) سجدہ کر۔ سُجُوْدٌ سے امر کا صیغہ واحد مونث حاضر۔ پ۳ ع۱۲

اَسْحَار۔ صبح کے اوقات، سَحَرٌ کی جمع جس کے معنی رات کی تاریکی کے ساتھ دن کی روشنی کے ملنے کے ہیں اور اسی وجہ سے سحر صبح کے اول وقت کو کہتے ہیں۔ پ۳ ع۱۰ پ۲۶ ع۱۸

اِسْحٰق علیہ الصلوۃ والسلام حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے صاحبزادے اور اللہ تعالیٰ کے سچے اور برگزیدہ نبی تھے۔ خدا کے مقرب فرشتوں نے آپ کی ولادت کی بشارت آپ کے والدین کو اس وقت دی تھی جبکہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کو عذاب دینے کے لئے جا رہے تھے۔ اس وقت حضرت سارہ رضی اللہ عنہا بڑھیا اور بانجھ ہو چکی تھیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی بہت ہی بوڑھے ہو گئے تھے۔ چنانچہ قرآن مجید میں سورۂ ہود، سورہ ابراہیم اور سورہ الذاریات میں فرشتوں کی آمد اور ان کی بشارت دینے کا قصہ تفصیل سے مذکور ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی صحیح حدیث مرفوع میں آپ کو الکریم بن الکریم کے الفاظ سے یاد کیا گیا ہے[1]۔ اسحٰق کے غیر منصرف ہونے کی وجہ ایک علمیت ہے دوسرے عجمہ۔ پ۱ ع۱۶ پ۳ ع۱۷ پ۶ ع۲ پ۷ ع۱۲ پ۱۲ ع۷و۱۱و۱۵ پ۱۳ ع۱۸ پ۱۶ ع۹ پ۱۷ ع۵ پ۲۰ ع۱۵ پ۲۳ ع۷و۱۳

اَسْخَطَ۔ اس نے بیزار کر دیا۔ اس نے غصہ دلایا۔ اِسْخَاطٌ سے۔ جس کے معنی بیزار کرنے اور غصہ دلانے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ پ۲۶ ع۷

[1] صحیح البخاری باب ام کنتم شہداء اذ حضر یعقوب الموت۔

أَسَرَّ۔ اس نے چھپایا، آہستہ بات کی، چھپا کر کہا۔ إِسْرَارٌ سے جس کے معنی چھپانے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ پ ۱۳/۸ ۲۸/۱۹

أَسْرِ۔ تو رات کو لیکر چل۔ إِسْرَاءٌ سے جس کے معنی رات کو لیکر چلنے اور رات کو سفر کرنے کے ہیں۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ پ ۱۲/۷ ۱۳/۵ ۱۶/۱۴ ۱۹/۸ ۲۵/۱۲

إِسْرَارًا۔ چھپانا، آہستہ سے کوئی بات کہنا۔ بروزن إِفْعَالٌ مصدر ہے۔ پ ۲۹/۹

إِسْرَارَهُمْ۔ ان کا چھپا کر سرگوشیاں کرنا۔ إِسْرَارٌ مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔ پ ۲۶/۷

إِسْرَافًا۔ ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا، زیادتی کرنا بروزن إِفْعَالٌ مصدر ہے۔ اصل میں اسراف ہر کام میں انسان کے حد سے تجاوز کرنے کا نام ہے مگر اس کا استعمال خرچ کے بارے میں زیادہ مشہور ہے قرآن مجید میں اپنے اپنے موقع اور محل کے لحاظ سے دونوں معنی میں مستعمل ہوا ہے۔ پ ۴/۱۲

إِسْرَافَنَا۔ ہماری زیادتی، إِسْرَافٌ مضاف۔ نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ۔ پ ۴/۶

إِسْرَائِيلَ۔ بروزن ابراہیم و اسمٰعیل علمیت اور عجمہ کی بناء پر غیر منصرف ہے۔ یہ حضرت یعقوب علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لقب ہے۔ عبرانی میں اس کے معنی اللہ کے برگزیدہ یا اللہ کے بندے کے ہیں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کے دو نام ہوں، ایک یعقوب دوسرا اسرائیل۔ پ ۱/۵ ۱/۶

أُسَرِّحْكُنَّ۔ میں تم کو رخصت کر دوں۔ إِسْرِيحٌ تَسْرِيحٌ سے جس کے معنی چھوڑنے اور رخصت کرنے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد متکلم کُنَّ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ پ ۲۱/۲

أَسْرَرْتُ۔ میں نے چھپایا۔ پوشیدہ طور پر کہا۔ إِسْرَارٌ سے ماضی کا صیغہ واحد متکلم۔ پ ۲۹/۹

أَسْرَعُ۔ بہت جلدی کرنے والا۔ سُرْعَةٌ سے جس کے معنی جلدی کرنے کے ہیں افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ پ ۷/۱۴ ۱۱/۸

أَسْرَفَ۔ وہ حد سے تجاوز کر گیا۔ إِسْرَافٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ پ ۱۶/۱۶

أَسْرَفُوا۔ انھوں نے زیادتی کی۔ إِسْرَافٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ پ ۲۴/۲

أَسَرُّوا۔ انھوں نے چھپایا۔ انھوں نے پوشیدہ کیا

اِسْرَارٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ۔ ۱۱ ۱۲ ۱۲ ۱۱ ۱۰

اَسِرُّوْا ۔ تم چھپاؤ، تم چھپا کر کہو، اِسْرَارٌ سے، امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۔ ۲۹

اَسَرُّوْهُ ۔ انھوں نے چھپایا۔ اَسَرُّوْا صیغہ ماضی هٗ ضمیر واحد مذکر غائب ۔ ۱۲

اَسَرَّهَا ۔ اس کو چھپایا۔ اَسَرَّ صیغہ ماضی هَا ضمیر واحد مذکر غائب (ملاحظہ ہو اَسَرَّ) ۔ ۱۳

اَسْرَهُمْ ۔ ان کی جوڑ بندی، ان کی قید کی بندش اَسْرٌ مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ ۔ ۲۹

اَسْرٰی ۔ وہ رات کو لے گیا، اِسْرَاءٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب (ملاحظہ ہو اَسْرِ) ۔ ۱۵

اُسٰرٰی ۔ قیدی، اَسِیْرٌ کی جمع جس کے معنی قیدی کے ہیں ۔ ۱

اَسْرٰی ۔ قیدی، یہ بھی اَسِیْر کی جمع ہے ۔ ۱۰

اُسِّسَ ۔ اس کی بنیاد رکھی گئی، تَاسِیْسٌ سے جس کے معنی بنیاد رکھنے کے ہیں ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب ۔ ۱۱

اَسَّسَ ۔ اس نے بنیاد رکھی تَاسِیْسٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ۔ ۱۱

اِسْطَاعُوْا ۔ وہ کر سکے، اصل میں اِسْتَطَاعُوْا تھا ت اور ط دو حرف قریب المخرج جمع ہوئے ت حذف ہو گئی (ملاحظہ ہو اِسْتَطَاعُوْا) ۔ ۱۶

اِسْعَوْا ۔ تم دوڑو (فَتَحَ) سَعْیٌ سے جس کے معنی اصل میں تیز روی کے ہیں، اور اسی مناسبت سے کوشش کرنے کو بھی سعی کہتے ہیں۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۔ ۲۸

اَسَفًا ۔ افسوس کرنا، پچھتانا، مصدر ۔ ۹ ۱۵ ۱۶

اَسْفَارًا ۔ کتابیں، سِفْرٌ کی جمع۔ جس کے معنی اس کتاب کے ہیں جو حقائق کو واضح کرتی ہے ۔ ۲۸

اَسْفَارِنَا ۔ ہمارے سفر، اَسْفَارٌ سَفَرٌ کی جمع جس کی معنی قطع مسافت کے ہیں، اَسْفَارُ مضاف نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ ۔ ۲۲

اَسْفَرَ ۔ وہ روشن ہوا اِسْفَارٌ سے جس کے معنی روشن ہونے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ۔ ۲۹

اَسْفَلَ ۔ سب سے نیچا، اَعْلٰی کی ضد۔ سُفُوْلٌ سے جس کے معنی نیچے ہونے کے ہیں افعل التفضیل کا صیغہ ۔ ۵ ۱ ۱۸ ۳۰

اَسْفَلِیْنَ ۔ سب سے نیچے ۔ اَسْفَل کی جمع ۔ ۱۸ ۲۴

اَسَفُوْنَا۔ انھوں نے ہم کو غصہ دلایا یعنی وہ کام
کئے جن پر عادۃً خدا کا غضب نازل ہوتا ہے اسفوا
اِیْسَافٌ سے جس کے معنی غصہ دلانے کے ہیں ماضی کا
صیغہ جمع مذکر غائب نَا ضمیر جمع متکلم ۲۵/۱۱

اَسَفٰی۔ افسوس، اہلِ عرب حسرت و غم کے موقع پر
کہتے ہیں یَا اَسَفٰی (ہائے افسوس) ۱۳/۴

اَسْقِطْ۔ تو گرا دے۔ اِسْقَاطٌ سے جس کے معنی گرا دینے
کے ہیں امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ۱۹/۱۲

اَسْقَیْنَاکُمْ۔ ہم نے تم کو پلایا۔ اَسْقَیْنَا۔ اِسْقَاءٌ
سے، جس کے معنی سیراب کرنے اور پلانے کے ہیں۔
ماضی کا صیغہ جمع متکلم۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر ۲۹/۲۱

اَسْقَیْنٰکُمُوْہُ ہم نے تم کو اسے پلایا۔ اس میں ہُ ضمیر
واحد مذکر غائب ہے۔ ۱۴/۲

اَسْقَیْنٰھُمْ۔ ہم نے ان کو پلایا۔ اس میں ھُمْ ضمیر
جمع مذکر غائب ہے۔ ۲۹/۱۱

اُسْکُنْ۔ تو رہا کر، تو رہ (نَصَرَ) سُکُوْنٌ سے اصل
میں تو حرکت کے نہ ہونے کو کہتے ہیں مگر اس کا استعمال
رہنے بسنے میں بھی ہوتا ہے۔ امر کا صیغہ واحد مذکر
حاضر ۱/۴ ۹

اَسْکَنّٰہُ۔ ہم نے اس کو ٹھیرا دیا۔ اَسْکَنَّا اِسْکَانٌ
سے جس کے معنی ٹھیرانے کے ہیں، ماضی کا صیغہ
جمع متکلم ہُ ضمیر واحد مذکر غائب ۱۸/۱

اَسْکَنْتُ۔ میں نے بسایا ہے۔ اِسْکَانٌ سے
ماضی کا صیغہ واحد متکلم ۱۳/۱۸

اُسْکُنُوْا۔ تم رہو بسو، سُکُوْنٌ سے، امر کا صیغہ
جمع مذکر حاضر ۵/۱۲ ۹

اَسْکِنُوْھُنَّ۔ ان (عورتوں) کو گھر رہنے کے واسطے
دو، ان کو رہنے بسنے دو۔ اَسْکِنُوْا اِسْکَانٌ سے امر کا
صیغہ جمع مذکر حاضر ھُنَّ ضمیر جمع مونث غائب ۲۸/۱۷

اِسْلَامٌ۔ دین اسلام، تابعداری کرنا، مسلمان ہونا۔ بروزن
اِفْعَالٌ مصدر ہے۔ شریعت میں اسلام کی دو قسمیں ہیں
ایک وہ جس سے انسان کی جان اور مال محفوظ ہو جائے
یعنی اسلام کا صرف زبان سے اقرار خواہ اعتقاد
ہو یا نہ ہو۔ اس کا درجہ ایمان سے نیچے ہے آیت شریفہ
قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰکِنْ
قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا (کہتے ہیں گنوار کہ ہم ایمان لائے تو کہہ تم
ایمان نہیں لائے پر کہو کہ ہم مسلمان ہوئے) میں یہی اسلام
مراد ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ زبان سے اعتراف کے ساتھ

ساتھ دل سے اعتقاد ہو عمل سے پورا کرے اور قضا رو قدرِ الٰہی کے آگے گردن جھکا دے۔ آیتِ شریفہ مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ (جو یقین رکھتا ہے ہماری باتوں پر سو وہ حکمبردار ہیں) میں یہی اسلام مراد ہے۔ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق جو ارشاد ہے اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (یاد کرو جب اس کو کہا اس کے رب نے کہ حکمبرداری کر تو بولا کہ میں حکمبردار ہوں تمام عالم کے پروردگار کا) یہاں بھی اسی دوسرے قسم کے اسلام کا ذکر ہے اس کا درجہ ایمان سے بھی بڑھکر ہے پ ۳/۱۰، ۱۶/۱۴، ۵/۶، ۲/۸، ۱۶/۲۳، ۹/۲۸

اِسْلَامَكُمْ۔ تمہارا اسلام لانا۔ اِسْلَام مضاف كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ۔ پ ۱۴/۲۶

اِسْلَامِهِمْ۔ ان کا اسلام لانا۔ اِسْلَام مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ پ ۱۶/۱۰

اَسْلِحَتَكُمْ۔ تمہارے ہتیار۔ اَسْلِحَةٌ سِلَاحٌ کی جمع جس کے معنی ہتیار کے ہیں۔ اَسْلِحَة مضاف كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ پ ۱۲/۵

اَسْلِحَتَهُمْ۔ ان کے ہتیار۔ اَسْلِحَةٌ مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ پ ۱۲/۵

اَسْلَفَتْ۔ وہ پہلے کر چکی۔ اس نے آگے بھیجا۔ اِسْلَافٌ سے جس کے معنی کسی کام کے اگلے وقت میں کرنے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب پ ۸/۱۱

اَسْلَفْتُمْ۔ تم آگے بھیج چکے۔ تم پہلے کر چکے۔ اِسْلَافٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ پ ۵/۲۹

اُسْلُكْ۔ تو ڈال لے۔ تو داخل کر (نصر) سُلُوْكٌ سے جس کے معنی چلنے اور داخل ہونے کے ہیں امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر پ ۲/۱۹ پ ۲/۲۰

اُسْلُكُوْهُ۔ اس کو جکڑ دو، اس کو داخل کرو۔ اُسْلُكُوْا سُلُوْكٌ سے، امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر اور ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب پ ۵/۲۹

اُسْلُكِیْ۔ تو چل۔ سُلُوْكٌ سے، امر کا صیغہ واحد مؤنث حاضر پ ۱۵/۱۴

اَسْلَمَ۔ وہ اسلام لایا، مسلمان ہوا، تابعدار ہوا۔ اِسْلَامٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب پ ۱۴/۱ پ ۱۵/۵، ۸/۶، ۱۱/۲۹، ۱۴/۳

اَسْلِمْ۔ تو حکمبرداری کر۔ اِسْلَامٌ سے۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ پ ۱۶/۱

اُسْلِمَ۔ میں تابعدار ہوں۔ اِسْلَامٌ سے مضارع کا صیغہ واحد متکلم۔ ب ۲۲/۱۲

اَسْلَمَا۔ دونوں نے حکم مانا۔ اِسْلَامٌ سے ماضی کا صیغہ تثنیہ مذکر غائب ۲۳

اَسْلَمْتُ۔ میں حکمبردار ہوا۔ میں حکمبردار ہوئی۔ اِسْلَامٌ سے، ماضی کا صیغہ واحد متکلم پ ۱/۱۶ ب ۳/۱۰ ب ۱۹/۱۸

اَسْلَمْتُمْ۔ تم تابع ہوئے۔ تم اسلام لائے، اِسْلَامٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر ب ۳

اَسْلَمْنَا۔ ہم مسلمان ہوئے۔ اِسْلَامٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم ب ۲۶/۱۴

اَسْلَمُوْا۔ وہ تابع ہوئے، وہ حکمبردار ہوئے، مسلمان ہوئے۔ اِسْلَامٌ سے، ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ب ۳ ب ۲ ب ۲۶/۱۴

اَسْلِمُوْا۔ حکمبردار رہو۔ اِسْلَامٌ سے۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ ۱۷/۲ ب ۲۳

اَسَلْنَا۔ ہم نے بہادیا۔ اِسَالَةٌ سے جس کے معنی بہانے کے ہیں ماضی کا صیغہ جمع متکلم ب ۲۲/۸

اِسْمٌ۔ نام۔ جس سے کسی شے کی ذات معلوم کی جائے ب ۸ ب ۳/۸ ب ۱۷/۱۱و۱۲و۱۵ ب ۲۶/۱۴ ب ۲۷/۱۳و۱۴و۱۶ ب ۲۹/۶و۷و۱۳و۱۴ ب ۳۰/۱۲و۱۶

اَسْمَاءٌ۔ نام۔ اِسْمٌ کی جمع پ ۱/۴ پ ۸/۱۲ ب ۹/۱۲ ب ۱۲/۱۵ ب ۱۵/۱۲ ب ۱۶/۱ ب ۲۷/۵ ب ۲۸/۹۔

اَسْمَائِهٖ۔ اس کے نام۔ اَسْمَاءُ مضاف۔ ہ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ ب ۹/۱۲

اَسْمَائِهِمْ۔ ان کے نام، اَسْمَاءُ مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ ن ۱/۴

اِسْمَعْ۔ تو سُن۔ سَمَاعٌ اور سَمَاعَةٌ سے جس کے معنی سننے کے ہیں امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر پ ۵

اَسْمَعُ۔ میں سنتا ہوں۔ سَمَاعٌ سے۔ مضارع کا صیغہ واحد متکلم ب ۱۶/۱۱

اَسْمِعْ۔ کیا خوب سنتا ہے۔ قرآن مجید میں فعل تعجب ہو کر مستعمل ہوا ہے۔ آیت شریفہ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ میں ہے (کیا خوب دیکھتا اور سنتا ہے) ب ۱۵/۱۶

اَسْمِعْ بِهِمْ۔ کیا خوب سنتے ہیں۔ اَفْعِلْ بِهٖ کے وزن پر ہے۔ افعال تعجب میں سے ہے۔ ب ۱۶/۵

اِسْمَعُوْا۔ تم سنو۔ سنتے رہو۔ سَمَاعٌ سے۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ب ۲/۱۱و۱۳ ب ۷/۱۸ ب ۲۵/۱۶

اِسْمَعُوْنِ۔ مجھ سے سن لو۔ اِسْمَعُوْا سَمَاعٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ن وقایہ ی متکلم کی

محذوف ہے ۔[۲]

اَسْمَعَهُمْ ۔ ان کو سنا دیا ۔ اَسْمَعَ اِسْمَاعٌ سے جس کے معنی سُنا دینے کے ہیں ۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے ۔

اِسْمٰعِیْلَ علیہ الصلوٰۃ والسلام ۔ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی اور رسول تھے ۔ قرآن مجید نے آپ کو صادق الوعد کے لفظ سے یاد کیا ہے ۔ آپ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضرت ابراہیم صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ کے بڑے صاحبزادے تھے ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے درگاہِ باری میں نیک فرزند کے عطا کرنے کی درخواست کی تھی ، اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور غلام حلیم کے الفاظ میں حضرت اسمٰعیلؑ کے تولد کی بشارت دی ہمارے پیغمبر جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ہی کی نسل سے ہیں ۔

اسمٰعیل عجمی نام ہے جو دو کلموں سے مرکب ہے "اسمع" اور "ایل" جس کے معنی عبرانی میں ہوتے ہیں "میری دعا سن اے اللہ" کہا جاتا ہے کہ یہی وہ الفاظ ہیں جو طلب فرزند کی دعا کرتے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ورد زبان تھے ۔ دعا قبول ہوئی تو آپ نے مبارک بیٹے کو اسی نام سے موسوم فرمایا ۔ لیکن علامہ محمود آلوسی اس کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں وارا ہ فی غایۃ البعد (مجھے یہ بات بہت بعید معلوم ہوتی ہے) بعض نے اسمٰعیل کے عربی معنی اللہ کے مطیع کے بیان کئے ہیں[۱] بہرحال اسمٰعیل کے غیر منصرف ہونے کی وجہ علمیت اور عجمہ ہے ۔

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سب سے پہلے عورتوں نے کمر پٹی باندھنا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی والدہ سے سیکھا انھوں نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی خدمت گذاری کے لئے کمر باندھی تھی تاکہ اُن کے دل میں ان کی طرف سے جو میل پیدا ہو گیا ہو اُسے مٹا دیں ۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کو اور ان کے صاحبزادے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو جو شیر خوار بچہ تھے ۔ بیت اللہ کے نزدیک زمزم کے اوپر مسجد کے بالائی حصہ میں ایک بڑے درخت کے

[۱] ملاحظہ ہو روح المعانی ج ۱ ص ۱۴۱ ۳ طبع مصر ۔

پاس لیکر آئے۔ ان دنوں مکہ کی سرزمین پر نہ کوئی متنفس آباد تھا، نہ پانی کا نام ونشان تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دونوں کو یہیں چھوڑا اور ان کے پاس ایک تھیلے میں کھجور اور ایک مشکیزہ میں پانی رکھکر روانہ ہونے لگے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ان کے پیچھے پیچھے آئیں اور کہنے لگیں کہ ابراہیم ہمیں اس وادی میں چھوڑ کر کہاں چلے جہاں نہ کوئی انیس ہے اور نہ کوئی شے۔ وہ بار بار ان سے یہی کہتی رہیں مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کی طرف متوجہ نہیں ہوئے تب کہنے لگیں کہ کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ حکم دیا ہے، فرمایا ہاں، کہنے لگیں تو اللہ تعالیٰ ہمیں ضائع نہیں کرے گا اس کے بعد وہ لوٹ آئیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام روانہ ہو گئے چلتے چلتے جب ایک ایسے ٹیلہ کے پاس پہنچے جہاں سے وہ نظر نہیں آسکتے تھے تو انھوں نے بیت اللہ کی طرف رخ کرکے ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگی رَبَّنَا اِنِّیٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ الآیہ یہ پوری دعا قرآن مجید میں مذکور ہے۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو ان کی والدہ دودھ پلاتی رہیں اور وہی پانی پیتی رہیں۔ آخر جب مشکیزہ کا پانی ختم ہو گیا اور یہ خود اور ان کے صاحبزادے پیاس سے بیتاب ہوئے اور انھوں نے دیکھا کہ بچہ ہاتھ پیر پٹکنے اور بلکنے لگا تو ان سے بچہ کا بلکنا اور ہاتھ پیر پٹکنا دیکھا نہ گیا اور اس خیال سے اٹھکر چلیں کہ بچہ کو اس حالتِ زار میں اپنی آنکھ سے نہ دیکھیں ان کو اپنے سے سب سے زیادہ نزدیک صفا کی پہاڑی نظر آئی۔ یہ اس کے اوپر چڑھ گئیں اور وادی کی طرف رخ کرکے دیکھنے لگیں کہ شاید کوئی نظر پڑے مگر کوئی دکھائی نہیں دیا۔ آخر صفا سے اتریں اور جب وادی میں پہنچیں تو دوپٹہ کے دامن اٹھائے اور حیران پریشان انسان کی طرح تیزی سے دوڑنے لگیں۔ وادی کو طے کرکے مروہ پر آئیں نظر اٹھا کر دیکھنے لگیں کہ شاید کوئی دکھائی دے مگر کوئی نظر نہ پڑا۔ غرض اسی طرح انھوں نے سات مرتبہ کیا۔ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یہی وہ سعی بین الصفا والمروہ ہے" پھر جب وہ مروہ پر چڑھیں تو انھوں نے ایک آواز سُنی، چونک کر دل میں کہنے لگیں کہ خاموش رہ کر سانس

سننا چاہیے، کان لگا کر سنا تو پھر آواز آئی، کہنے لگیں تم نے اپنی آواز تو سنا دی اگر تم کچھ مدد کر سکتے ہو تو کرو، اب ان کو زمزم کے موجودہ مقام پر فرشتہ نظر پڑا، اس نے اپنی ایڑی سے اس جگہ کو کھودا، یا بازو سے اشارہ کیا تو پانی جاری ہو گیا اور یہ اپنے ہاتھوں سے اس کے چار طرف باڑھ بنانے لگیں اور مشکیزہ میں پانی بھرنے لگیں لیکن پانی ان کے بھرنے کے بعد بھی برابر ابلتا رہا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اسمٰعیلؑ کی والدہ پر رحم کرے اگر وہ زمزم کو اسی حال پر چھوڑ دیتیں تو زمزم بہتا چشمہ ہوتا۔ پس انھوں نے خود بھی پانی پیا اور اپنے بچہ کو بھی پلایا۔ فرشتہ نے ان سے کہا کہ تم ضائع ہونے سے نہ ڈرو، یہ مقام بیت اللہ ہے اس کی تعمیر اس لڑکے اور اس کے باپ کے ہاتھوں انجام پائیگی، اور اللہ تعالیٰ اہل اللہ کو ضائع نہیں کرتا۔ بیت اللہ کا حصہ زمین سے ٹیلہ کی طرح مرتفع تھا نالے آتے تھے تو اس کے داہنے بائیں گزر جاتے تھے اسی زمانے میں جرہم کی ایک جماعت یا ان کا ایک

خاندان کداء مکہ کے بالائی حصہ سے آتے ہوئے ان کے قریب سے گزرے اور مکہ کے زیرین حصہ میں فروکش ہوئے انھوں نے جو پرندے اڑتے دیکھے تو کہنے لگے کہ یقیناً یہ پرند پانی پر منڈلا رہے ہیں۔ ہم نے تو اس وادی میں کبھی پانی نہیں دیکھا چنانچہ انھوں نے ایک یا دو آدمی اس کی تلاش میں بھیجے۔ وہ پانی پر آموجود ہوئے اور جا کر ان لوگوں کو مطلع کیا سب کے سب وہاں سے چل کھڑے ہوئے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی والدہ پانی کے پاس موجود تھیں چنانچہ ان لوگوں نے ان سے کہا کہ کیا آپ اپنے نزدیک اترنے کی ہم کو اجازت دیتی ہیں فرمانے لگیں ہاں لیکن تمہارا پانی میں کوئی حق نہیں ہوگا کہنے لگے بہتر۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت اسمٰعیلؑ کی والدہ باہمی انس کو پسند فرماتی تھیں اس لئے ان کو اجازت دینا مناسب معلوم ہوا۔ چنانچہ وہ لوگ یہاں فروکش ہو گئے اور باقیماندہ اہلِ خاندان کے پاس آدمی روانہ کئے کہ وہ بھی یہاں آکر اتر گئے۔ یہانتک کہ جب وہاں بنی جرہم کے متعدد خاندان آباد ہو گئے

اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام بچے سے جوان ہوئے اور ان سے عربی زبان سیکھی تو حضرت اسمٰعیلؑ ان لوگوں کو بہت بھائے اور جوان ہونے پر بہت پسند آئے پس جب ذرا ہوشیار ہوئے تو ان لوگوں نے اپنی خاندان کی ایک لڑکی سے آپ کی شادی کردی اس اثنا میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی والدہ ماجدہ انتقال فرما گئیں آپ کے نکاح کے بعد ایک مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے اہل و عیال کی خبرگیری کے لئے تشریف لائے مگر آپ کو نہ پایا آپ کی اہلیہ سے آپ کا حال دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ آپ روزی کی تلاش میں باہر گئے ہوئے ہیں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گزران کی کیفیت اور گھر بار کی حالت دریافت کی وہ کہنے لگی ہم تکلیف میں ہیں ہم تنگی اور سختی میں ہیں غرض اس نے حضرت سے شکایت کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تمہارا شوہر آئے تو سلام کہنا اور یہ کہدینا کہ اپنے دروازہ کی چوکھٹ بدل ڈالو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام لوٹ کر آئے تو آپ کو کچھ محسوس ہوا دریافت کیا کہ

کیا تمہارے پاس کوئی آیا تھا وہ (توہین آمیز انداز میں) کہنے لگی ہاں اس اس طرح کے ایک بڑے میاں آئے تھے انھوں نے آپ کے متعلق ہم سے دریافت کیا پس میں نے ان کو آپ کی خبر دی اس پر انھوں نے ہماری گزران کے متعلق پوچھا میں نے اپنی تنگی اور سختی سے ان کو مطلع کیا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے دریافت کیا پھر انھوں نے کیا حکم دیا جواب دیا کہ مجھے یہ حکم دے گئے کہ میں تم کو ان کا سلام پہنچادوں، اور وہ یہ بھی فرما گئے ہیں کہ آپ اپنے دروازہ کی چوکھٹ بدل ڈالئے۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ میرے والد ماجد تھے مجھکو یہ حکم دے گئے ہیں کہ میں تمہیں چھوڑ دوں، اس لئے تم اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ چنانچہ آپ نے ان کو طلاق دیدی اور ان ہی لوگوں میں سے ایک دوسری عورت سے شادی کرلی۔ تھوڑے عرصہ کے بعد حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پھر تشریف لائے اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو نہ پاکر ان کی اہلیہ کے پاس آئے اور ان سے آپ کے متعلق دریافت کیا وہ کہنے لگیں ہمارے لئے روزی کی تلاش

میں گئے ہوئے ہیں حضرت نے دریافت فرمایا تمہارا
کیا حال ہے گزر بسر کی کیا صورت ہے کہنے لگیں
خیریت ہے اچھی طرح گزر رہی ہے۔ خدا کا شکر ہے
آپ نے پوچھا کھانے کو کیا ملتا ہے جواب یا گوشت
آپ نے فرمایا اور پینے کو؟ کہنے لگیں پانی آپ نے
دعا کی اللھم بارک لھم فی اللحم والماء (اے اللہ
ان کو گوشت اور پانی میں برکت عطا فرما) رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان دنوں ان لوگوں
کے پاس اناج نہیں تھا ورنہ اگر اناج ہوتا تو
آپ اس کے لئے بھی دعا فرماتے۔ مکہ کے علاوہ
جہاں کہیں ان دونوں پر کوئی شخص اکتفا کرتا ہے
یہ موافق مزاج نہیں پڑتے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام
نے فرمایا کہ تمہارے شوہر آئیں تو ان کو سلام کہنا
اور حکم دینا کہ اپنے گھر کی چوکھٹ محفوظ رکھیں حضرت
اسمٰعیل علیہ السلام آئے تو آپ نے دریافت کیا کہ
کیا تمہارے پاس کوئی آیا تھا کہنے لگیں ہاں اچھی
شکل وہیئت کے ایک بزرگ تشریف لائے تھے
اور ان کی تعریف کی انہوں نے مجھ سے آپ کے
متعلق دریافت کیا میں نے ان کو اطلاع دی، پوچھنے
لگے گزران کس طرح ہے میں نے عرض کیا ہم لوگ
خوش وخرم ہیں۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے فرمایا
پھر انہوں نے تم کو کچھ حکم دیا جواب دیا ہاں آپ کو
سلام کہہ گئے ہیں اور حکم دے گئے ہیں کہ اپنے دروازہ
کی چوکھٹ محفوظ رکھنا۔ آپ نے فرمایا وہ میرے والد
ماجد تھے اور تم چوکھٹ ہو مجھے حکم دے گئے ہیں کہ میں
تمہیں اپنے پاس سے جدا نہ کروں۔ کچھ عرصہ کے بعد
حضرت ابراہیم علیہ السلام پھر تشریف لائے۔ حضرت
اسمٰعیل علیہ السلام زمزم کے قریب اسی بڑے درخت
کے نیچے بیٹھے ہوئے تیر درست کر رہے تھے انہوں نے
جو آپ کو آتے دیکھا کھڑے ہو گئے دونوں نے وہی
طرز عمل اختیار کیا جو ایک شفیق باپ اپنے بیٹے کے
لئے اور ایک سعادتمند بیٹا اپنے باپ کے لئے کرتا ہے
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اے اسمٰعیل
مجھے اللہ تعالیٰ نے ایک حکم دیا ہے۔ حضرت اسمٰعیلؑ
نے عرض کیا آپ تعمیلِ حکم کیجئے آپ نے فرمایا تم
میری مدد کروگے۔ عرض کیا کرونگا۔ فرمایا مجھے خدا نے

حکم دیا ہے کہ میں یہاں بیت اللہ کی تعمیر کروں اور اس مرتفع حصۂ زمین کی طرف اشارہ کیا پھر دونوں نے مل کر بنیادیں کھڑی کیں۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تو پتھر ڈھوتے جاتے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام تعمیر میں مصروف تھے۔ یہاں تک کہ جب وہ عمارت بلند ہوئی تو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام مقام کا پتھر لے کر آئے اب ابراہیم علیہ السلام اس پر کھڑے ہو کر تعمیر فرمانے لگے اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام آپ کو پتھر لا لا کر دیتے گئے۔ اور یہ دعا دونوں کی وردِ زبان تھی رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (اے ہمارے پروردگار ہمارا یہ عمل تیرے حضور قبول ہو بیشک تو ہی ہے دعاؤں کا سننے والا اور جاننے والا) غرض یہی دعا پڑھتے ہوئے دونوں مقدس باپ بیٹوں نے خانہ کعبہ کی تعمیر کر کے اس کا دورہ پورا کیا۔[۱] حافظ ابن کثیر البدایہ والنہایہ میں اس روایت کو نقل کر کے فرماتے ہیں وھذا الحدیث من کلام ابن عباس وموشح برفع بعضہ وفی بعضہ غرابۃ وکانہ مما تلقاہ ابن عباس عن الاسرائیلیات (یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے جس کا بعض حصہ کلام نبوی ہونے سے مزین ہے اور بعض حصہ میں غرابت ہے جو غالباً ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسرائیلیات سے لیا ہے)[۲] صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (فتح مکہ پر) جب بیت اللہ میں تصویریں دیکھیں تو آپ اندر داخل ہونے سے باز رہے اور حکم دیا کہ ان کو مٹا دیا جائے چنانچہ تعمیل ارشاد ہوئی۔ آپ کی نظر جب ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کی تصویروں پر پڑی کہ ازلام[۳] (تقسیم کے لئے جوئے کے تیر) ان کے ہاتھوں میں ہیں تو آپ نے فرمایا اللہ کی ان پر مار ہو خدا کی قسم ان میں کسی نے بھی کبھی ان تیروں سے تقسیم نہیں چاہی۔ صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے لئے اس دعا سے تعوذ

---

[۱] صحیح بخاری باب یزفون النسلان فی المشی [۲] البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۱۵۶ طبع مصر ۱۳۴۸ھ
[۳] ملاحظہ ہو "ازلام" [۴] صحیح بخاری کتاب الانبیاء باب قول اللہ تعالیٰ "واتخذ اللہ ابراہیم خلیلا"

فرماتے تھے۔ اور ارشاد فرمایا کہتے تھے کہ تمہارے
باپ (حضرت ابراہیم علیہ السلام) بھی اسی دعا سے
حضرت اسمٰعیل و اسحٰق علیہما السلام کے لئے تعوّذ
کرتے تھے اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ
وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ (میں اللہ کے کلمات
کاملہ کے ذریعہ ہر شیطان اور تمام جانوران گزندہ
اور ہر نظر بد سے جو ضرر رساں ہو پناہ مانگتا ہوں۔)[1]
حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے ذبح کا واقعہ قرآن مجید
میں سورۃ الصافات میں تفصیل سے مذکور ہے پ۱ ۱۵و۱۶
پ۳ ۱۴، پ۶ ۲، پ۳ ۱۶، پ۱۳ ۱۸، پ۱۶ ۷، پ۱۴ ۹، پ۲۳ ۳

اِسْمُهٗ۔ اس کا نام، اسم مضاف، ہ ضمیر واحد مذکر
غائب مضاف الیہ پ۱ ۱۴، پ۳ ۱۳، پ۱۲ ۴، پ۱۸ ۱، پ۲۸ ۹

آسِنٌ۔ سخت بدبودار۔ اَسْنٌ سے جس کے معنی
سخت بدبودار ہونے کے ہیں۔ اسم فاعل کا صیغہ
واحد مذکر۔ پ۲۶ ۹

اَسْوَءُ۔ سب سے برا۔ سُوْءٌ سے جس کے معنی برا
ہونے کے ہیں۔ افعل التفضیل کا صیغہ پ۲۴ ۱و۱۸

اَسْوَاقٌ۔ بازاریں۔ سُوْقٌ کی جمع جس کے معنی بازار
کے ہیں پ۱۸ ۱۶و۱۷

اَسْوَدُ۔ کالا۔ سَوَادٌ سے جس کے معنی سیاہ ہونے کے ہیں
صفت مشبہ کا صیغہ ہے پ۴ ۳

اِسْوَدَّتْ۔ وہ سیاہ ہوئی۔ اِسْوِدَادٌ سے جس کے معنی
سیاہ ہونے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب ہے پ۴ ۲

اَسَاوِرَةٌ۔ کنگن۔ سِوَارٌ کی جمع۔ جس کے معنی کنگن
اور پہنچی کے ہیں۔ پ۲۵ ۱۱

اُسْوَةٌ۔ چال، ڈھنگ، نمونۂ عمل۔ اسم ہے۔ غیر
کی پیروی و اتباع میں انسان جس چال پر ہوتا ہے اس
کا نام اسوۃ ہے۔ خواہ وہ اچھی ہو یا بری منفعت پہنچانے
والی ہو یا ضرر رساں۔ پ۲۱ ۱۹، پ۲۸ ۷

اٰسٰی۔ میں افسوس کروں (ہمزہ) اَسًی سے جس کے
معنی سخت غمگین ہونے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد
متکلم۔ اٰسٰی اصل میں ءَاَسٰی تھا۔ دوسری ہمزہ الف
سے بدل گئی پ۹ ۲

اَسْرٰی۔ قیدی۔ اُسَارٰی اور اَسْرٰی جمع پ۱۰ ۵

اِسْئَلْ۔ تو سوال کر۔ پوچھ لے۔ (فتح) سُؤَالٌ سے
جس کے معنی مانگنے یا دریافت کرنے کے آتے ہیں۔ امر کا

[1] صحیح بخاری کتاب الانبیاء باب یزفون النسلان فی المشی۔

صیغہ واحد مذکر حاضر پ۱۱ پ۱۲ پ۱۳ پ۱۴ پ۱۹ پ۲۵

اَسْئَلُكَ میں تجھ سے پوچھوں، دریافت کروں
اَسْئَلُ سُؤَالٌ سے مضارع کا صیغہ واحد متکلم۔ کَ
ضمیر واحد مذکر حاضر۔ پ۱۲

اَسْئَلُكُمْ۔ میں تم سے مانگتا ہوں۔ اس میں کُمْ ضمیر
جمع مذکر حاضر ہے پ۷ پ۱۲ پ۱۹ پ۲۵ پ۲۳

اِسْئَلُوْا۔ تم مانگو، تم پوچھو، سُؤَالٌ سے امر کا صیغہ
جمع مذکر حاضر پ۵ پ۱۴ پ۱۷ پ۲۹

اِسْئَلُوْهُمْ۔ ان سے پوچھو ان سے دریافت کرو،
اس میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے پ۱۵

اِسْئَلُوْهُنَّ، ان عورتوں سے مانگو، ان سے پوچھو
اس میں هُنَّ ضمیر جمع مونث غائب ہے۔ پ۲۲

اِسْئَلْهُ تو اس سے پوچھ، اِسْئَلْ صیغہ امر هٗ ضمیر
واحد مذکر غائب پ۱۹

اِسْئَلْهُمْ۔ تو ان سے پوچھ۔ اس میں هُمْ ضمیر
جمع مذکر غائب ہے۔ پ۹

فصل الشین المعجمہ

اَشَآءُ۔ میں چاہوں (فتح) مَشِیْئَۃٌ سے جس کے معنی
چاہنے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد متکلم پ۹

اَشَارَتْ۔ اس نے اشارہ کیا۔ ہاتھ سے تبلایا۔ اِشَارَۃٌ
سے، جس کے معنی اشارہ کرنے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ
واحد مونث غائب۔ پ۱۶۔

اَشْتَاتًا۔ جدا جدا۔ طرح طرح۔ شَتٌّ اور شَتَاتٌ
کی جمع جس کے معنی پراگندہ اور متفرق کے ہیں پ۱۸ پ۳۰

اِشْتَدَّتْ۔ وہ سخت ہوگئی۔ اِشْتِدَادٌ سے جس کے
معنی سخت اور قوی ہونے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ
واحد مونث غائب پ۱۳

اِشْتَرَوْا۔ انھوں نے مول لیا۔ انھوں نے بیچا۔
اِشْتِرَاءٌ سے۔ جس کے معنی بیچنے اور خریدنے دونوں
کے آتے ہیں۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب پ۱
پ۴ پ۱۰ پ۵

اِشْتَرٰی۔ اس نے خریدا۔ اِشْتِرَاءٌ سے ماضی کا صیغہ
واحد مذکر غائب پ۱۱

اِشْتَرٰىهُ اس نے اس کو خریدا۔ اس میں هٗ ضمیر
واحد مذکر غائب ہے۔ پ۱ پ۱۲

اِشْتَعَلَ شعلہ نکلا۔ اس نے آگ پکڑی۔ اِشْتِعَالٌ

ی جس کے معنی شعلہ بھڑکنے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب یہاں مجازاً بڑھاپے سے سر سفید ہونا مراد ہے۔ ۱۶/۴

اِشْتَمَلَتْ۔ وہ مشتمل ہے۔ اِشْتِمَالٌ سے جس کے معنی مشتمل ہونے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مونث غائب ۸/۶

اِشْتَهَتْ۔ اس نے خواہش کی۔ اس نے رغبت کی۔ اِشْتِهَاءٌ سے جس کے معنی خواہش کرنے اور رغبت کرنے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مونث غائب ۱۷/۷

اَشِحَّةً۔ حریص لوگ۔ کسی چیز پر ٹوٹ پڑنے والے شَحِیْحٌ کی جمع جس کے معنی حریص کے ہیں ۲۱/۱۸

اَشَدُّ۔ نہایت سخت۔ شِدَّۃٌ سے جس کے معنی سخت اور قوی ہونے کے ہیں افعل التفضیل کا صیغہ
۱/۹ و ۱۰ ۲/۴ و ۸ و ۹ ۵/۶ و ۸ ۶/۱۵ ۱۰/۱۵ و ۱۷ ۱۱/۱ ۱۶/۸ و ۱۲ و ۱۳
۲۰/۱۱ ۲۱/۳ ۲۲/۱۷ ۲۳/۵ ۲۴/۸ و ۱۰ و ۱۳ و ۱۴ ۲۵/۷ ۲۶/۶ و ۱۷
۲۸/۵ ۲۹/۱۳ ۳۰/۲

اَشِدَّآءُ۔ زور آور۔ شَدِیْدٌ کی جمع جس کے معنی سخت، قوی اور زور آور کے ہیں ۲۶/۱۲

اُشْدُدْ۔ تو سخت کردے۔ تو مضبوط کر (نَصَرَ، ضَرَبَ) شَدٌّ سے جس کے معنی قوی اور مضبوط کرنے کے ہیں امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ۱۱/۱۲ ۱۶/۱۱

اَشُدَّكُمْ۔ تمہارا زور جوانی، تمہارا پورا زور۔ اَشُدَّ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ اشد کے معنی ہیں **قوت** عقل وتمیز کا مکمل ہونا یہ واحد ہے یا جمع اس بارے میں علماء لغت کے پانچ قول ہیں بعض علماء کا خیال ہے کہ یہ آنُک کی طرح سے لفظاً اور معناً واحد ہے مگر جمع کے وزن پر آیا ہے اور ان دونوں لفظوں کی اس خصوصیت میں کوئی اور نظیر نہیں ابن الانباری وغیرہ کا یہی خیال ہے[1]۔ لیکن علامہ ابوحیان اندلسی نے سورۃ انعام کی تفسیر میں تصریح کی کہ یہ سلئے اس لئے ٹھیک نہیں کہ مفردات میں کوئی لفظ جو باعتبار وضع اَفْعُلُ کے وزن پر ہو موجود نہیں[2]

[1] ابوحیان نے ابن الانباری کا مختار یہی بیان کیا ہے لیکن علامہ محمود آلوسی کا بیان ہے کہ ابن الانباری نے اس کو شُدٌّ (بالضم) کی جمع بتایا ہے۔ جیسے وُدٌّ اور اَوُدٌّ ملاحظہ ہو روح المعانی ج ۸ ص ۴۰ طبع مصر

[2] البحر المحیط ج ۴ ص ۲۵۳ طبع مصر ۱۳۲۸ھ۔

علامہ زمخشری سورۂ حج کی تفسیر میں رقمطراز ہیں کہ یہ ان الفاظ جمع میں سے ہے جن کے لئے واحد کا استعمال نہیں ہوتا جیسے اَسِدَّۃٌ، قُتُودٌ، اَبَاطِیلُ وغیرہ گویا متعدد اشیاء میں شدت اور قوت کا پایا جانا مراد ہے اس بنا پر بلفظ جمع اس کا استعمال کیا گیا[1] مگر علامہ موصوف نے جو الفاظ بطورِ مثال پیش کئے ہیں ان سب کا واحد مستعمل ہے چنانچہ اَسِدَّۃ کا سَدٌّ قُتُودٌ کا قَتَدٌ، اور اَبَاطِیلُ کا واحد بَاطِلٌ استعمال کیا جاتا ہے۔ اس لئے ان الفاظ کی بجائے اگر اَبَابِیلُ عَبَادِیدُ، مَذَاکِیرُ وغیرہ کو بطورِ مثال پیش کیا جائے تو زیادہ مناسب ہے۔ بعض علما اس کو شُدٌّ کی جمع بتاتے ہیں جس کے معنی تقویت اور ارتفاع کے ہیں جیسے کَلْبٌ سے اَکْلُبٌ بعض شِدٌّ کی جمع بتاتے ہیں جیسے ذِئْبٌ سے اَذْؤُبٌ علامہ مجدالدین فیروز آبادی قاموس میں رقمطراز ہیں کہ یہ دونوں جمعیں سنی نہیں گئیں بلکہ صرف قیاس ہی قیاس ہے۔

سیبویہ جو لغت و عربیت کے امام ہیں اس کا واحد شِدَّۃٌ بیان کرتے ہیں۔ امام جوہری نے تصریح کی ہے کہ معنی کے اعتبار سے تو یہ درست ہے لیکن فِعْلَۃٌ کی جمع اَفْعُلٌ کے وزن پر آتی نہیں[2]۔ مجد الدین فیروز آبادی بھی اس بارے میں ان کے ہمزبان ہیں لیکن ان کا اعتراض سیبویہ پر صحیح نہیں کیونکہ نِعْمَۃٌ کی جمع اَنْعُمٌ موجود ہے

جس طرح اَشُدّ کی لفظی تحقیق میں اختلاف ہے۔ اسی طرح ائمہ میں اس کے زمانہ کے تعین میں بھی اختلاف ہے کہ کس وقت انسان اس حالت پر پہنچتا ہے چونکہ اس زمانہ کے تعین کی بنیاد محض اجتہاد رائے اور ظنِ غالب پر ہے اس لئے اس میں اختلاف ہونا لازمی تھا۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کی مدت پچیس سال، اکابر تابعین میں سے عکرمہ کا بھی یہی قول ہے[3]۔ بعض علماء کے نزدیک اس کی ابتدا بلوغ سے شروع ہو جاتی ہے۔ بعض اٹھارہ سال بعض تیس بعض پینتیس بعض چالیس سال پر اس کی ابتدا بتلاتے ہیں۔ قاموس میں اس کا زمانہ اٹھارہ

؎۱ تفسیر کشاف ج ۳ ص ۲۶ طبع مصر ۱۳۵۴ھ ؎۲ تفسیر فتح القدیر ج ۲ ص ۱۶۹ طبع مصر ۱۳۵۰ھ

؎۳ البحر المحیط ج ۴ ص ۲۵۲۔

سال سے لیکر تیس سال کا بتایا ہے لیکن بقول زمخشری
اس کی انتہائی مدت باسٹھ سال تک بیان کی گئی ہے[1]
آیتِ شریفہ حَتّٰیٓ اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ
سَنَةً (یہاں تک کہ جب پہنچا اپنی قوت کو اور پہنچ
گیا چالیس برس کو) سے پتہ چلتا ہے کہ اس کا زمانہ
تیس سال پر ختم نہیں ہوجاتا بلکہ چالیس سال کے
بعد تک باقی رہتا ہے ۴۶/۱۵ ۲۲/۱۲

اَشُدَّهٗ۔ اس کی قوت، اور عقل و تمیز کا مکمل ہونا
اَشُدَّ مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ
۶/۱۵۲ ۱۲/۲۲ ۱۷/۳۴ ۲۸/۱۴ ۴۶/۱۵

اَشُدَّهُمَا۔ ان دونوں کا زور آور ہونا اور عقل و تمیز
کا مکمل ہونا۔ اَشُدَّ مضاف۔ هُمَا ضمیر تثنیہ مذکر
غائب، مضاف الیہ ۱۸/۸۲

اَشِرٌ۔ بڑائی مارنے والا۔ بہت زیادہ اترانے والا۔
اَشَرٌ سے جس کے معنی بہت زیادہ اترانے اور بڑائی
مارنے کے ہیں صفتِ مشبہ کا صیغہ۔ ۵۴/۲۵

اَشْرَارِ۔ برے لوگ، شَرِيْرٌ کی جمع۔ جس کے معنی
شرارت کرنے والے کے ہیں۔ ۳۸/۶۲

اَشْرَاطُهَا۔ اس کی نشانیاں۔ اَشْرَاطٌ شَرَطٌ کی
جمع: شرط علامت اور نشانی کو بھی کہتے ہیں اَشْرَاطُ
مضاف ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ ۴۷/۱۸

اِشْرَاقِ۔ صبح۔ اِشْرَاقٌ کے اصل معنی تو روشن ہونے
کے ہیں۔ یہاں صبح کا وقت مراد ہے۔ ۳۸/۱۸

اِشْرَبُوْا۔ تم پیو (سَمِعَ) شُرْبٌ سے جس کے معنی
پینے کے ہیں امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۲/۶۰ ۷/۳۱ ۵۲/۱۹
۶۹/۲۴ ۷۷/۴۳

اُشْرِبُوْا۔ ان کو پلایا گیا۔ اِشْرَابٌ سے جس کے معنی
پلانے کے ہیں ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب ۲/۹۳

اِشْرَبِیْ۔ تو پی۔ شُرْبٌ سے امر کا صیغہ واحد
مؤنث حاضر۔ ۱۹/۲۶

اِشْرَحْ۔ کشادہ کر، تو کھول دے۔ (فَتَحَ) شَرْحٌ
سے جس کے معنی کھلنے، کھولنے اور پھیلنے کے ہیں
امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ۲۰/۲۵

اَشْرَقَتْ۔ وہ چمک اٹھی۔ اِشْرَاقٌ سے۔ ماضی کا صیغہ
واحد مؤنث غائب (ملاحظہ ہو اشراق) ۳۹/۶۹

اَشْرَكَ۔ اس نے شرک نکالا۔ اس نے شرک کیا۔

[1] تفسیر کشاف ج ۳ ص ۲۴۸۔

اِشْرَاكٌ سے جس کے معنی شریک بنانے اور شریک
کرنے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب شرک
کی دو قسمیں ہیں ایک شرک عظیم یعنی اللہ تعالیٰ کا کسی کو
شریک ٹھیرانا۔ اور یہ بہت بڑا کفر ہے۔ دوسرے شرک
صغیر یعنی بعض امور میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے
کی رعایت کرنا جیسے ریا وغیرہ (تفصیل کے لئے ملاحظہ
ہو شِرْكٌ) پ ۹

اُشْرِكُ ۔ میں شرک کروں۔ شریک بناؤں۔ اِشْرَاكٌ
سے مضارع کا صیغہ واحد متکلم پ ۲۹

اَشْرَكْتَ ۔ تو نے شرک کیا۔ اِشْرَاكٌ سے ماضی کا
صیغہ واحد مذکر حاضر۔ پ ۲۴

اَشْرَكْتُمْ تم نے شرک کیا۔ تم نے شریک بنایا۔ اِشْرَاكٌ
سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ ۷

اَشْرَكْتُمُوْنِ ۔ تم نے مجھے شریک بنایا اس میں
ن وقایہ ہے اور ی ضمیر واحد متکلم کی محذوف ہے پ ۱۳

اَشْرَكْنَا ۔ ہم نے شرک کیا۔ اِشْرَاكٌ سے۔ ماضی کا
صیغہ جمع متکلم پ ۸

اَشْرَكُوْا ۔ انہوں نے شرک کیا۔ اِشْرَاكٌ سے ماضی
کا صیغہ جمع مذکر غائب پ ۷

اَشْرِكْهُ ۔ اس کو شریک کر۔ اَشْرِكْ اِشْرَاكٌ سے امر کا
صیغہ واحد مذکر حاضر ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب پ ۱۶

اَشْعَارِهَا ۔ ان کے بال۔ اَشْعَارٌ شَعْرٌ کی جمع جس
کے معنی بال کے ہیں اَشْعَار مضاف ھَا ضمیر واحد
مؤنث غائب مضاف الیہ پ ۱۴

اَشْفَقْتُمْ تم ڈر گئے۔ اِشْفَاقٌ سے جو اصل میں اس
توجہ کو کہتے ہیں جس میں ڈر موجود ہو ماضی کا صیغہ جمع
مذکر حاضر آیت شریفہ ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ
يَدَيْ نَجْوٰكُمْ صَدَقٰتٍ (کیا تم سرگوشی کے پہلے
خیرات کرنے سے ڈر گئے) میں پہلی ہمزہ استفہام تقریری
کے لئے ہے پ ۲۸

اَشْفَقْنَ ۔ وہ ڈر گئیں۔ اِشْفَاقٌ سے۔ ماضی کا
صیغہ جمع مؤنث غائب پ ۲۲

اَشَقُّ ۔ بہت ہی سخت۔ شَقٌّ سے جس کے معنی
مشقت اور سختی کے ہیں افعل التفضیل کا صیغہ پ ۱۳

اَشُقُّ ۔ میں تکلیف دوں۔ میں مشقت میں ڈالوں۔
(نَصَرَ) شَقٌّ سے مضارع کا صیغہ واحد متکلم پ ۲۰

اَشْقٰی ۔ بڑا بدبخت۔ بڑا بدقسمت شَقَاوَةٌ سے

جس کے معنی بدبختی کے ہیں افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔
أَشْقٰهَا۔ اس کا بڑا بدبخت، أشقٰی مضاف ھَا
ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ، یہاں قومِ ثمود
کے اس بڑے بدبخت کا تذکرہ ہے۔ جس نے حضرت
صالح علیہ السلام کی ناقہ کی کونچیں کاٹی تھیں۔ اس کا
نام قدار بن سالف تھا۔ قدار بروزن غلام اس کے
معنی اصل میں اونٹ ذبح کرنے والے کے ہیں۔ اہلِ
عرب میں یہ نحوست میں ضرب المثل ہے۔ چنانچہ کہا
جاتا ہے فلان اشأم من قدار (یعنی فلاں شخص قدار
سے بھی زیادہ منحوس ہے) صحیح بخاری میں حضرت
عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اثناءِ خطبہ میں اس
ناقہ اور اس کے کونچ کاٹنے والے کا ذکر کرتے ہوئے
فرمایا کہ ایک بے مثل سخت خبیث اور مفسد اور جو
اپنی قوم میں صاحب شوکت وقوت تھا جیسے ابو جہل
ہے وہ اس ناقہ کا خاتمہ کرنے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔[51]
(امام احمد، ابن ابی حاتم، البغوی، طبرانی، ابن مردویہ)

حاکم نیز ابو نعیم نے اپنی کتاب دلائل النبوۃ میں حضرت
عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا
کیا میں تمہیں اشقی الناس (سب سے زیادہ بدبخت
شخص) کو نہ بیان کروں، حضرت علیؓ نے عرض کیا
ضرور، فرمایا دو شخص ہیں ایک قوم ثمود کا سرخ رنگ کا
انسان جس نے ناقہ کی کونچیں کاٹی۔ دوسرے وہ جو تمہارے
سر پر ضرب لگائیگا کہ اس سے تمہاری ڈاڑھی تر
ہوجائیگی۔[52] مگر اس روایت کے ایک راوی محمد بن خثیم
المحاربی کو امام بخاری ضعفا میں شمار کرتے ہیں علاوہ
ازیں اس کے راویوں کا آپس میں سماع بھی ثابت
نہیں ہوتا۔[53]

أَشْكُرُ۔ میں شکر کروں۔ (نَصَرَ) شُكْرٌ سے مضارع کا
صیغہ واحد متکلم۔ شکر کے معنی ہیں نعمت کو یاد رکھنا اور
اس کا اظہار کرنا۔ کفر کی ضد ہے جس کے معنی نعمت کو
بھولنے اور اس کو چھپانے کے ہیں۔ شکر کی تین قسمیں
ہیں۔ شکر قلب یعنی دل میں نعمت کا دھیان رکھنا۔

[51] صحیح بخاری کتاب الانبیاء باب قول اللہ تعالیٰ والی ثمود اخاھم صالحاً۔ [52] تفسیر فتح القدیر ج ۵ ص ۴۴۸ طبع مصر ۱۳۴۸ھ۔ [53] ملاحظہ ہو میزان الاعتدال ج ۳ ص ۵۲ طبع مصر ۱۳۲۵ھ۔

شکرِ لسان یعنی زبان سے نعمت دینے والے کی ثنا کرنا
بقیہ تمام اعضاء و جوارح کا شکر یعنی بقدر استحقاق
نعمت کی مکافات کرنا۔ ءَ اَشْکُرُ میں ہمزہ اولیٰ استفہام
تقریری کے لیے ہے۔ پ۱۹ ع۱۸ پ۲۶

اُشْکُرْ۔ تو حق مان۔ شکر کر۔ شُکْرٌ سے امر کا صیغہ
واحد مذکر حاضر۔ پ۲۱

اُشْکُرُوْا۔ تم شکر کرو۔ احسان مانو۔ حق مانو۔ شُکْرٌ سے
امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ۲ پ۱۲ پ۱۴ پ۱۸

اَشْکُوْ۔ میں کھولتا ہوں۔ شَکْوٌ سے مضارع کا صیغہ
واحد متکلم۔ شَکْوٌ کے معنی اضطراب اور غم کے اظہار اور
بیان کرنے کے ہیں۔ اصل میں شَکْوَۃٌ (چھوٹا سا مشکیزہ)
کے کھولنے کو شَکْوٌ کہتے ہیں۔ پھر بطورِ استعارہ اظہار
غم و الم میں استعمال ہونے لگا۔ پ۱۳

اِشْمَاَزَّتْ۔ وہ رک گئی۔ اس نے نفرت کی اِشْمِئْزَازٌ
سے جس کے معنی ہیں غم و غصے سے اس طرح بھر جانا کہ چہرے
سے رکاوٹ اور نفرت کا اظہار ہونے لگے۔ ماضی کا
صیغہ واحد مؤنث غائب پ۲۴

اَشْہَادُ۔ گواہی دینے والے، گواہ۔ یہ یا تو شَاہِدٌ کی
جمع ہے جیسے صَاحِبٌ کی اَصْحَابٌ یا شَہِیْدٌ کی
جیسے شَرِیْفٌ کی اَشْرَافٌ پ۱۱ پ۲۴

اُشْہِدُ۔ میں گواہ کرتا ہوں۔ اِشْہَادٌ سے جس کے معنی
گواہ کرنے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد متکلم پ۱۲

اَشْہَدُ۔ میں گواہی دوں گا (سَمِعَ، کَرُمَ) شَہَادَۃٌ سے
جس کے معنی گواہی دینے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد
متکلم۔ پ۷

اِشْہَدْ۔ تو گواہ رہ۔ شَہَادَۃٌ سے۔ امر کا صیغہ واحد
مذکر حاضر پ۳ پ۵

اَشْہَدْتُہُمْ۔ میں نے ان کو شاہد بنایا۔ میں نے ان کو
دکھلایا۔ اَشْہَدْتُ اِشْہَادٌ سے ماضی کا صیغہ واحد
متکلم اور ہُمْ ضمیر جمع مذکر غائب پ۱۵

اَشْہِدُوْا۔ گواہ کر لیا کرو۔ گواہ کر لو۔ اِشْہَادٌ سے امر کا
صیغہ جمع مذکر حاضر پ۳ پ۴ پ۲۸

اِشْہَدُوْا۔ تم گواہ رہو۔ شَہَادَۃٌ سے امر کا صیغہ
جمع مذکر حاضر پ۵

اَشْہَدَہُمْ۔ ان سے اقرار کرایا، ان کو گواہ بنایا۔ اَشْہَدَ
اِشْہَادٌ سے۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ ہُمْ ضمیر
جمع مذکر غائب۔ پ۹

اَشْہُرٌ۔ مہینے۔ شَہْرٌ کی جمع۔ جس کے معنی مہینہ کے

ہیں۔ پ ۳/۹،۱۲،۱۳ پ ۷/۱ پ ۲۶/۱۷

اَشْیَاءَ۔ باتیں۔ شَیْءٌ کی جمع۔ جس کے معنی ہر اس چیز کے ہیں جو جانی جا سکے اور اس کے متعلق خبر دی جا سکے پ ۷/۱۴

اَشْیَاءَهُمْ۔ ان کی چیزیں۔ اَشْیَاءَ مضاف ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ پ ۸/۸ پ ۱۲/۸ پ ۱۹/۱۴

اَشْیَاعَکُمْ۔ تمہارے ساتھ والے۔ تمہارے طریقے والے اَشْیَاعٌ شِیْعَۃٌ کی جمع جس کے معنی متبعین اور انصار کے ہیں اشیاع مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ پ ۲۷

اَشْیَاعِهِمْ۔ ان کے طریقے والے۔ ان کے ساتھی اَشْیَاعٌ مضاف ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ پ ۲۲/۱۲

فصل الصاد المهملة

اَصَابَ۔ وہ پہنچا۔ وہ آ پڑا، اس نے پالیا۔ اِصَابَۃٌ سے جس کے معنی پا لینے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ پ ۱۲/۸ پ ۲۱/۸ پ ۲۳/۱۲ پ ۲۴/۱۹ پ ۲۶/۱۹

اَصَابَتْ۔ وہ جا لگی۔ اِصَابَۃٌ سے۔ ماضی کا صیغہ واحد مونث غائب پ ۳

اَصَابَتْکُمْ۔ وہ تم کو پہنچی۔ اس میں کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر ہے۔ پ ۸/۴ پ ۵/۱ پ ۷

اَصَابَتْهُ۔ اس کو پہنچ گئی، اس میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ہے۔ پ ۹/۳

اَصَابَتْهُمْ۔ ان کو پہنچی۔ اس میں ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے۔ پ ۲/۶ پ ۵/۷

اَصَابِعَهُمْ۔ ان کی انگلیاں۔ اِصْبَعٌ کی جمع جس کے معنی انگلی کے ہیں۔ اَصَابِعَ مضاف۔ ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ پ ۱/۲ پ ۲۹/۹

اَصَابَکَ۔ تجھ کو پہنچا۔ اَصَابَ صیغہ ماضی۔ کَ ضمیر واحد مذکر حاضر پ ۵/۸ پ ۲۱/۱۱

اَصَابَکُمْ۔ تم کو پیش آیا۔ تم کو پہنچا۔ اس میں کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر ہے۔ پ ۴/۷،۸ پ ۵/۷ پ ۲۵/۵

اَصَابَهٗ۔ اس کو پہنچا۔ اس میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ہے۔ پ ۳/۲ پ ۱۷/۹

اَصَابَهَا۔ اس پر آ پڑا۔ اس پر پہنچا۔ اس کو آ لیا۔ اس میں ھَا ضمیر واحد مونث غ[illegible] ہے۔ پ ۳

اَصَابَهُمْ۔ ان کو پہنچا، ان پر پڑا۔ اس میں ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے۔ پ ۴/۶،۷ پ ۷/۱۲ پ ۱۳/۱۰ پ ۱۴/۱۲ پ ۲۳/۲ پ ۲۵/۵

اٰصَالِ۔ شام، شام کے وقت۔ زجاج، اخفش جوہری، مجد الدین فیروز آبادی وغیرہ کا بیان ہے کہ یہ اَصِیْلٌ

کی جمع ہے۔ فرا، ازہری، ابوبکر بجستانی کے خیال میں یہ اُصُلٌ کی اور اُصُلٌ اَصِیْلٌ کی جمع ہے۔ اَصِیْلٌ کے متعلق جوہری کا بیان ہے کہ عصر کے بعد سے لیکر مغرب کے وقت تک کو کہتے ہیں۔ پس اس اعتبار سے یہ جمع الجمع ہے نہ کہ جمع قلت۔ اور ازہری نے تصریح کی ہے کہ یہ اَصِیْلٌ کی جمع نہیں ہو سکتی کیونکہ فَعِیْلٌ کی جمع اَفْعَالٌ کے وزن پر نہیں آتی۔ لیکن یہ صحیح نہیں کیونکہ یَمِیْنٌ کی جمع اَیْمَانٌ موجود ہے۔ علامہ ابوحیان اندلسی تفسیر البحر المحیط میں سورہ اعراف میں لکھتے ہیں کہ اٰصَالٌ کے متعلق اس دعوی کی کوئی ضرورت نہیں کہ وہ جمع الجمع ہے کیونکہ اُصُلٌ گو اَصِیْلٌ کی جمع ہو سکتی ہے جیسے کَثِیْبٌ کی جمع کُثُبٌ مگر ثابت یہی ہے کہ اُصُلٌ مفرد ہے۔ ان کے خیال میں اٰصَالٌ یا تو اُصُلٌ کی جمع ہے جس کے معنی شام کے وقت کے ہیں جیسے عُنُقٌ اور اَعْنَاقٌ (علامہ زمخشری نے بھی کشاف میں سورہ نور کی تفسیر میں یہی خیال ظاہر کیا ہے) یا اَصِیْلٌ کی جمع ہے جیسے یَمِیْنٌ اور اَیْمَانٌ۔[1] پ ۹ ع ۱۴ پ ۱۵ ع ۱۴

اَصْبُ۔ میں مائل ہو جاؤں گا۔ (نَصَرَ) صَبْوَۃٌ سے جس کے معنی مائل ہونے اور مشتاق ہونے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد متکلم اَصْبُ اصل میں اَصْبُوْ تھا واو عامل کی وجہ سے حذف ہو گیا۔ پ ۱۲ ع ۱۴

اِصْبَاحٌ۔ صبح کی روشنی۔ اصل میں مصدر ہے بروزن اِفْعَالٌ جس کے معنی صبح کرنے کے آتے ہیں اور صبح کا نام بھی ہے یہاں نام ہی مراد ہے۔ پ ۷ ع ۱۸

اَصَبْتُمْ۔ تم پہنچا چکے۔ اِصَابَۃٌ سے جس کے معنی پہنچنے، پالینے اور پہنچا دینے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ پ ۴ ع ۷

اَصْبَحَ۔ لگا۔ ہو گیا۔ اس نے صبح کی۔ اس کو صبح ہوئی افعال ناقصہ میں سے ہے۔ اِصْبَاحٌ سے جس کے معنی صبح کرنے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ پ ۶ ع ۹ پ ۱۵ ع ۱۶ و ۱۸ پ ۲۰ ع ۴ و ۵ و ۱۱ پ ۲۹ ع ۲

اَصْبَحَتْ۔ وہ ہو گئی۔ اس نے صبح کی۔ افعالِ ناقصہ میں سے ہے۔ اِصْبَاحٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مؤنث

---

[1] ملاحظہ ہو فتح القدیر ج ۲ ص ۲۹۷ طبع مصر سنہ ۱۳۵۰ھ قاموس، البحر المحیط ج ۴ ص ۴۳۸ طبع مصر سنہ ۱۳۲۹ھ روح المعانی ج ۹ ص ۱۴۷ طبع مصر، نزہۃ القلوب فی غریب القرآن للسجستانی ج ۱ ص ۱۴ طبع مصر برحاشیہ تبصیر الرحمٰن للمہایمی۔ تفسیر کشاف ج ۲ ص ۸۷ طبع مصر سنہ ۱۳۰۷ھ۔

غائب پ۲۹/۲

اَصْبَحْتُمْ تم ہوگئے. تم نے صبح کی. افعالِ ناقصہ میں سے ہے. اِصْبَاحٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ۴/۲ پ۲۷/۱۴

اَصْبَحُوْا۔ وہ ہوگئے. انھوں نے صبح کی. افعال ناقصہ میں سے ہے. اِصْبَاحٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب پ۶/۱۱ پ۸/۴ پ۱۱/۱۴ پ۱۲/۱ پ۱۲/۸و۹ پ۱۹/۱۲ پ۲۰/۱۲ پ۲۲/۲ پ۲۶/۲ پ۲۹/۱۰

اِصْبِرْ۔ توصبر کر. استقلال سے رہ. اپنے آپ کو روکے رکھ. (ضَرَبَ) صَبْرٌ سے جس کے معنی نفس کو عقل و شرع کے مطابق روکے رکھنے کے ہیں. امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر پ۱۱/۱۶ پ۱۲/۱۰و۴ پ۱۴/۲۲ پ۱۵/۱۹ پ۱۶/۱۴ پ۲۱/۹و۱۱ پ۲۳/۱۱ پ۲۳/۱۲و۹ پ۲۶/۱۶و۴ پ۲۷/۲ پ۲۹/۲و۷و۱۳و۱۵و۲۰

اِصْبِرُوْا تم صبر کرو. صَبْرٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ۴/۱۱ پ۹/۱۸ پ۹/۵ پ۱۰/۲ پ۲۳/۱۰ پ۲۷/۳

اَصْبَرَهُمْ۔ وہ کس قدر صبر کرنے والے ہیں. آیت میں فَمَآ اَصْبَرَهُمْ ہے جو افعالِ تعجب میں سے ہے. پ۲/۵

اَصَبْنٰهُمْ۔ ہم نے ان کو آلیا. اَصَبْنَا اِصَابَۃٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب. پ۹/۲

اَصْحٰبٌ۔ ساتھی. رفیق. صَاحِبٌ کی جمع جس کے معنی ساتھی اور کبھی مالک کے بھی آتے ہیں پ۱/۵

اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ۔ کھائیاں کھودنے والے اصحاب الاخدود (کھائیوں والوں) سے خدا کے وہ دشمن مراد ہیں جنھوں نے گڑھوں اور کھائیوں میں آگ دھکا کر اللہ کے پرستاروں کو نذرِ آتش کیا تھا۔ تاریخِ عالم میں اس قسم کے واقعات بار بار رونما ہو چکے ہیں. اسی بنا پر اصحاب الاخدود کی تعیین میں مفسرین وارباب تاریخ نے مختلف واقعات نقل کئے ہیں قدما میں عبدالرحمن بن جبیر. سدی اور مقاتل بھی اس سلسلہ میں تعدد واقعات ہی کے قائل ہیں[1] متاخرین میں ملا عصام الدین نے تصریح کی ہے کہ لعل جمیع ما روی فی ذلک واقع والقرآن مشتمل له (غالباً اس سلسلہ میں جتنے واقعات بیان کئے گئے وہ سب واقع ہوئے. اور قرآنِ عظیم میں (اصحاب الاخدود کے الفاظ) ان سب پر مشتمل ہیں[2])۔ لیکن عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ، احمد، عبد بن حمید۔ مسلم

[1] ملاحظہ ہو تفسیر ابنِ کثیر ج۱۰ ص ۹۹. طبع مصر ۱۳۴۳ھ برحاشیہ فتح البیان. [2] روح المعانی محمود آلوسی ج۳۰ ص ۸۹ طبع مصر

نسائی، ترمذی اور طبرانی نے جو روایت اس سلسلہ میں الفاظ کے معمولی تغیر اور خفیف سی کمی بیشی کے ساتھ حضرت صہیب سے مرفوعاً نقل کی ہے وہ یہ ہے کہ اگلے وقتوں میں ایک کافر بادشاہ تھا جس کے پاس ایک جادوگر رہتا تھا جب جادوگر کا آخری وقت ہوا تو اس نے بادشاہ سے کہا کہ اگر کوئی ہوشیار اور ہونہار لڑکا میرے سپرد کیا جائے تو اچھا ہو کہ میں اس کو اپنا یہ علم سکھلا دوں چنانچہ بادشاہ نے ایک لڑکا اس کام کے لئے اس کے پاس بھیجا۔ راستہ میں ایک راہب رہتا تھا لڑکا اس کے پاس بیٹھتا اور اس کی باتیں سن کر پسند کرتا۔ اسی زمانہ میں ایسا اتفاق ہوا کہ ایک روز لڑکے نے دیکھا کہ کسی بڑے جانور (شیر یا اژدہے) نے لوگوں کا راستہ روک رکھا ہے لڑکے نے کہا کہ آج معلوم ہو جائے گا کہ راہب افضل ہے یا جادوگر چنانچہ اس نے ایک پتھر ہاتھ میں لیکر دعا کی کہ یا اللہ اگر بجائے جادوگر کے راہب کا دین تجھے پسند ہو تو اس جانور کا کام تمام کر دے تاکہ لوگ اپنا اپنا راستہ لیں یہ کہکر پتھر پھینکا، خدا نے اس جانور کا کام تمام کر دیا اور سب لوگ اپنے اپنے راستے چل نکلے۔ لڑکے نے سارا واقعہ راہب سے کہہ سنایا۔ راہب نے سن کر کہا، بیٹا اب تم مجھ سے بھی افضل ہو کہ تمہارا معاملہ اس درجہ پہنچ گیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اب اللہ تعالیٰ تم کو ابتلا اور آزمائش میں ڈالے گا۔ اب لڑکے کی دعا سے نابینا کوڑھی اچھے ہونے لگے۔ بادشاہ کا ایک ہم نشین نابینا تھا اس نے جو سنا تو بہت سے تحفہ تحائف لے کر لڑکے کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اگر تو مجھے شفا دے تو یہ سب تیرا ہی لڑکے نے کہا کہ میں کسی کو شفا نہیں دے سکتا۔ شفا دینے والا تو اللہ ہے اگر تو ایمان لے آئے تو میں اللہ سے دعا کروں وہ تجھے شفا دیدے چنانچہ وہ ایمان لے آیا اور اسے شفا ہو گئی۔ وہ جب بادشاہ کے پاس آکر بیٹھا تو اس نے دریافت کیا کہ تجھے دوبارہ بینائی کس نے دی۔ اس نے کہا میرے رب نے۔ بادشاہ کہنے لگا کہ کیا میرے سوا تیرا کوئی اور رب ہے؟ اس نے جواب دیا ہاں میرا اور تیرا رب اللہ ہے اس پر وہ بہت برہم ہوا اور اس شخص کو گرفتار کر کے طرح طرح کی اذیتیں دینے لگا۔ آخر کار اس نے لڑکے کا پتہ دیا چنانچہ لڑکا لایا گیا۔ بادشاہ اس سے کہنے لگا کہ

اب تو تیرا جادو اس درجہ چلنے لگا کہ اس سے کوڑھی اور نابینا تک اچھے ہونے لگے، لڑکے نے جواب میں کہا کہ میں کسی کو اچھا نہیں کرتا اللہ شفا دیتا ہے اس پر اس نے لڑکے کو بھی پکڑ کے ستانا شروع کیا۔ اس نے راہب کا واقعہ کہہ سنایا۔ اس پر راہب طلب کیا گیا بادشاہ نے راہب سے کہا کہ تو اپنا مذہب چھوڑ دے راہب کے انکار پر بادشاہ نے اس کو آرہ سے چروا دیا، اور یہی حال اپنے اس ہم نشین کا کیا۔ اب لڑکے کی باری آئی اور جب اس نے بھی مذہب کے چھوڑنے سے صاف انکار کر دیا تو بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کو کسی اونچے پہاڑ پر سے گرا کر ہلاک کر دیا جائے مگر خدا کی قدرت جو لوگ اس کو لیکر گئے تھے سب پہاڑ سے گر گر ہلاک ہوئے اور لڑکا صحیح وسالم بچ کر نکل آیا پھر بادشاہ نے اس کو دریا میں ڈبونے کا حکم دیا وہاں بھی یہی صورت پیش آئی کہ لڑکا صاف بچ کر نکل آیا اور جو لیکر گئے تھے وہ سب دریا میں ڈوب گئے۔ آخر لڑکے نے بادشاہ سے کہا کہ میں خود اپنے مرنے کی ترکیب بتلاتا ہوں تو سب لوگوں کو ایک میدان میں جمع کر، ان کے سامنے مجھے سولی پر لٹکا اور یہ لفظ کہہ کر مجھ پر

تیر چلا بسم اللہ رب الغلام (اس اللہ کے نام پر جو لڑکے کا رب ہے) چنانچہ بادشاہ نے ایسا ہی کیا، تیر لڑکے کی کنپٹی پر بیٹھا لڑکے نے اپنا ہاتھ کنپٹی پر رکھا اور اپنے رب کے نام پر قربان ہو گیا۔ لوگوں نے جو یہ دیکھا تو بیساختہ پکار اٹھے آمنا برب الغلام آمنا برب الغلام (ہم سب لڑکے کے رب پر ایمان لائے) مصاحبوں نے بادشاہ کے کان بھرے کہ لیجیے جس کا آپ کو کھٹکا تھا وہی ہوا، اب تو سب ایمان لے آئے۔ بادشاہ نے برافروختہ ہو کر سر راہ خندقیں کھدائیں اور ان کو آگ سے دہکا کر اعلان کیا کہ جو شخص دینِ اسلام سے نہ پھریگا اس کو ان خندقوں میں جھونک دیا جائے گا۔ مومنین نے اس حکم کو ماننے سے صاف انکار کر دیا اور اس بدبخت بادشاہ نے ان نیک بختوں کو آگ میں جھونک دیا۔ ایک ایماندار عورت جس کی گود میں دودھ پیتا بچہ تھا جب لائی گئی تو آگ میں گرتے دیکھکر ذرا گھبرائی مگر بچہ نے فوراً خدا کے حکم سے آواز بلند کی کہ اماں جان صبر کر تو حق پر ہے۔ ابنِ اسحٰق نے روایت کی ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں نجران میں ایک ویرانے کو ایک شخص نے کسی ضرورت سے کھودا تو اس لڑکے کی لاش کو اس

حال میں پایا کہ ہاتھ اسی طرح کنپٹی پر رکھا تھا، جب ہاتھ وہاں سے ہٹایا جاتا تو خون بہہ نکلتا اور جب چھوڑ دیا جاتا تو اسی زخم پر جا کر ٹک جاتا۔ [1]

(ملاحظہ ہو لفظ اُخْدُوْد) ب

أَصْحٰبُ الْأَعْرَافِ ۔ اعراف والے۔ اصحابِ اعراف کون ہیں؟ ان کے متعلق مفسرین میں اختلاف ہے قرطبی وغیرہ نے اس بارے میں بارہ اقوال نقل کئے ہیں ان اقوال کی قدر مشترک کے اعتبار سے تین قسمیں قرار دی جا سکتی ہیں۔

(۱) اصحابِ اعراف خدا کے بعض ممتاز اور برگزیدہ بندے مراد ہیں، اس خیال کے موئدین کے بھی مختلف اقوال ہیں (۱) امام ابن جریر طبری نے بسندِ صحیح مشہور تابعی ابو مجلز سے روایت کی ہے کہ یہ فرشتے ہیں جو اہلِ جنت اور اہلِ دوزخ کو پہچانتے ہیں حافظ ابن کثیر نے تفسیر سورۂ اعراف میں ان کے اس قول کو غریب اور قرآن مجید کے ظاہر سیاق کے خلاف بتلایا ہے [2]۔ اور اس کی غرابت کی وجہ صاف ظاہر بھی ہے کہ علاوہ جمہور کی رائے کی مخالف ہونے کے قرآن مجید میں اصحابِ اعراف کے لئے رجال کا لفظ مستعمل ہوا ہے ارشاد ہے وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمٰهُمْ (اور اعراف کے اوپر مرد ہوں گے کہ پہچان لیں گے ہر ایک کو اس کی نشانی سے) اور فرشتوں کو نہ مرد کہا جاتا ہے نہ عورت۔ مشہور معتزلی علامہ ابو مسلم اصفہانی نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے اور اس اعتراض کا یہ جواب دیا ہے کہ چونکہ وہ اس وقت مردوں کی صورت میں ہوں گے اس لئے قرآن مجید نے ان کو رجال (مرد) کے لفظ سے تعبیر کیا ہے [3]۔ لیکن جواب تکلف سے خالی نہیں۔ (۲) زجاج کا خیال ہے کہ ان سے مراد انبیاء ہیں [4]۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کے اظہارِ شرف وعلوِ مرتبت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کو تمام اہلِ قیامت سے ممتاز کرنے کے لئے ایسے بلند مقام پر متمکن فرمائیگا جہاں سے وہ تمام جنتیوں اور دوزخیوں کو ملاحظہ کر سکیں گے اور ان کے حالات اور عذاب و ثواب کی کیفیت اور مقدار کو بخوبی دیکھ سکیں گے۔

[1] تفسیر فتح القدیر ج ۵ ص ۴۰۲، ۴۰۵ طبع مصر و روح المعانی ج ۳ ص ۸۸۔ [2] تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۱۹۷ طبع مصر ۱۳۴۷ھ
[3] روح المعانی ج ۸ ص ۱۰۸۔ [4] فتح القدیر ج ۲ ص ۱۹۸۔

(۳) زہری کا بیان ہے کہ یہ ہر امت کے وہ نیک لوگ ہیں جو قیامت کے روز لوگوں کے متعلق شہادت دیں گے. نحاس نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔[سلہ][۱]

(۴) علامہ آلوسی تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں کہ ضحاک حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ اصحاب اعراف حضرات عباس، حمزہ علی اور جعفر ذوالجناحین رضی اللہ عنہم ہیں یہ پل صراط پر ایک مقام پر بیٹھے ہوں گے اور اپنے سے محبت رکھنے والوں کو ان کے چہروں کی درخشندگی اور بغض رکھنے والوں کو ان کی روسیاہی کی بناء پر شناخت کریں گے. علامہ رشید رضا تفسیر المنار میں روح المعانی کی مذکورہ بالا عبارت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں ولم نرہ فی شئی من کتب التفسیر المأثور والظاہر انہ نقلہ عن تفاسیر الشیعۃ (ہم نے اس روایت کو تفسیر ماثور کی کسی کتاب میں نہیں پایا بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آلوسی نے اس کو تفاسیر شیعہ سے نقل کیا ہے) علامہ موصوف فرماتے ہیں کہ اصحاب اعراف تو تمام جنتیوں اور دوزخیوں کو ان کی نشانیوں سے پہچانیں گے اور ان میں باہم تمیز کریں گے یا ان کے متعلق شہادت دیں گے اور ان بزرگوں کے پل صراط پر بیٹھ کر اپنے سے بغض رکھنے والے بنی امیہ یا حضرت علیؓ سے عداوت رکھنے والے منافق اور خارجیوں کی شناخت کرنے سے کیا فائدہ. پھر کہاں پل صراط اور کہاں اعراف غرض یہ قول نظم و سیاق کلام اللہ سے سراسر بعید ہے۔[۲] پھر خود حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تصریح اس کے خلاف تمام تفاسیر میں موجود ہے کہ اصحاب اعراف وہ لوگ ہیں جن کی نیکیاں اور بدیاں دونوں برابر ہیں. (۵) مشہور تابعی اور مفسر مجاہد کا بیان ہے کہ صلحاء امت میں سے فقہاء اور علماء کی جماعت مراد ہے اس خیال کا منشا بھی درحقیقت وہی ہے جو تیسرے

---

[۱] روح المعانی ج ۸ ص ۱۰۸ طبع مصر [۲] فتح القدیر ج ۲ ص ۱۹۸۔

[۲] ملاحظہ ہو تفسیر المنار۔ ج ۸ ص ۴۲۲۔ واضح رہے کہ اس روایت کو صرف آلوسی ہی نقل نہیں کرتے بلکہ اور علماء بھی بیان کرتے ہیں چنانچہ ابوحیان اندلسی نے البحر المحیط میں اور شوکانی نے فتح القدیر میں اس کا ذکر کیا ہے۔ قرطبی نے اپنی تفسیر میں اس روایت کے متعلق ثعلبی کا حوالہ دیا ہے جو موضوعات کا انبار ہے۔ ملاحظہ ہو البحر المحیط ج ۴ ص ۳۰۲ فتح القدیر ج ۲ ص ۱۹۸ حاشیہ جمل علی الجلالین ج ۲ ص ۱۴۶ طبع مصر ۱۳۵۳ھ

قول کا ہے. چونکہ اس قول کی بظاہر کوئی دلیل نہیں اس لئے حافظ ابن کثیر نے اس کے متعلق تصریح کی ہے کہ یہ قول غرابت سے خالی نہیں[1]۔

(۲) ایک خاص صفت کے لوگ جو نہ اہلِ جنت میں سے ہیں نہ اہلِ دوزخ میں سے بلکہ ان دونوں کے درمیانی مقام اعراف میں ہیں۔ رہا یہ کہ وہ خاص صفت کے لوگ کون ہیں، ان کے تعین میں بھی مختلف اقوال ہیں۔ (۱) عبد العزیز بن یحییٰ الکنانی کا بیان ہے کہ یہ لوگ اہل فترت[2] ہیں جنھوں نے اپنا دین کو نہیں بدلا۔ علامہ خازن اس قول کو بیان کرکے لکھتے ہیں وفیہ بعد لان اخرام اصحاب الاعراف الی الجنۃ وھؤلاء الذین ماتوا علی الفترۃ اللّٰہ اعلم بحالھم (اس قول میں بعد ہے کیونکہ اصحاب اعراف آخرکار جنت ہی میں ہوں گے اور جو لوگ فترت پر مرے ان کا حال اللہ ہی خوب جانتا ہے)[3] (۲) بعض علماء کا خیال ہے کہ اصحابِ اعراف مومنین جن ہیں۔ ابن عساکر بیہقی، ابو سعید الکنجرودی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں ایک مرفوع روایت نقل کی ہے لیکن حافظ ذہبی کی اس روایت کے متعلق تصریح ہے ھذا لحدیث منکر جدا (یہ روایت سخت منکر ہے)[4] (۳) بعض کے نزدیک مشرکین کی وہ اولاد مراد ہے جو سنِ طفولیت ہی میں انتقال کر گئی۔ لیکن اطفال مشرکین کے متعلق بخاری کی صحیح حدیث میں موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو جنت میں حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ السلام کے ساتھ دیکھا ہے[5]۔ (۴) بعض ان کو اولادِ زنا بتاتے ہیں (۵) بعض کے خیال میں یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے نفس پر اتراتے اور غرور کرتے ہیں۔ علامہ رشید رضا لکھتے ہیں کہ ان دونوں اقوال کی قطعی کوئی وجہ نہیں ہے[6] (۶) عمرو بن جریر کی مرسل حدیث میں بسند حسن مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اصحاب اعراف کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ

[1] تفسیر ابنِ کثیر ج ۲ ص ۱۹۷۔ [2] فترت کی تشریح کے لئے ملاحظہ ہو فترۃ ۱۲ [3] لباب التاویل للخازن ج ۲ ص ۱۹۲ طبع مصر۔ [4] ابن عساکر اور بیہقی سے تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۱۹۷ میں یہ روایت منقول ہے اور ابو سعید الکنجرودی سے علامہ عینی نے عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں نقل کی ہے ذہبی کی تصریح بھی عینی ہی میں مذکور ہے ملاحظہ ہو عمدۃ القاری ج ۷ ص ۴۸۷ طبع مصر باب ذکر الجن وثوابہم وعقابہم [5] صحیح بخاری باب تعبیر الرؤیا بعد صلاۃ الصبح۔ [6] تفسیر المنار ج ۸ ص ۴۳۲۔

وہ لوگ ہیں جن کا فیصلہ بندوں میں سب سے اخیر میں ہوگا۔ جب اللہ رب العالمین دوسرے بندوں کا فیصلہ کرچکے گا تو ان سے مخاطب ہوگا کہ تمہاری نیکیوں نے تم لوگوں کو آگ سے تو نکالا اگر تم جنت میں داخل نہ ہوسکے اس لئے اب تم میرے آزاد کردہ ہو لہٰذا جنت میں جہاں چاہو کھاؤ پیو۔[51] مگر یہ صحیحین کی اس حدیث کے معارض ہے جو حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ سب سے اخیر میں جنت میں وہ لوگ داخل ہوں گے جو آگ میں جل کر کوئلہ ہو چکے ہوں گے جنھوں نے کبھی کوئی نیکی نہ کی ہوگی اللہ تعالیٰ ان کو دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کریگا۔ اہل جنت ان لوگوں کے متعلق کہیں گے یہ عتقاء الرحمٰن (اللہ کے آزاد کردہ) ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی عمل اور خیر کے جنت میں داخل کیا۔[52]

(۳) وزنِ اعمال کے بعد جن لوگوں کی نیکیاں زیادہ ہوں گی وہ جنت میں داخل ہوں گے اور جن کی برائیاں زیادہ ہوں گی وہ دوزخ میں ڈالے جائیں گے اور جن کی نیکیاں اور بدیاں بالکل برابر رہیں گی وہ اصحاب اعراف ہیں۔ حافظ ابوبکر بن مردویہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے جو روایت مرفوعاً نقل کی ہے اس میں اس کی تصریح موجود ہے۔ اسی طرح سعید بن منصور، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت عبدالرحمٰن مزنی رضی اللہ عنہ سے اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما سے اس سلسلہ میں جو مرفوع روایتیں نقل کی ہیں کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اصحابِ اعراف اور ان لوگوں کے متعلق جن کی نیکیاں اور بدیاں برابر ہیں جب سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے باپ کی اجازت کے بغیر جہاد کے لئے نکل کھڑے ہوئے اور اللہ کے راستہ میں شہید ہو گئے ان روایات سے بھی اس قول کی تائید ہوتی ہے کیونکہ درحقیقت یہ شہداء بھی اس کلیہ میں داخل ہیں کہ ان کی نیکی بدی برابر ہے۔ جمہور نے کثرتِ روایات کی بناء پر اسی قول کو اختیار کیا ہے اور یہی حضرت ابن مسعود، حذیفہ، ابن عباس رضی اللہ عنہم اور اکثر سلف وخلف سے منقول ہے۔[53]

[51] تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۱۹۷۔ [52] مشکوٰۃ باب الحوض والشفاعۃ۔ [53] تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۱۹۵۔

قرآن مجید کی آیت شریفہ وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ وَنَادَوْا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَنْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَمْ يَدْخُلُوهَا وَهُمْ يَطْمَعُونَ۔ (اور اعراف پر کچھ لوگ ہوں گے جو (جنتیوں اور دوزخیوں میں سے) ہر ایک کو اس کی نشانی سے پہچان لیں گے اور جنتیوں کو پکار کر سلام علیکم کہیں گے (اعراف والے) خود ابھی جنت میں نہیں گئے مگر وہ جنت میں جانے کی توقع کر رہے ہیں) سے پتہ چلتا ہے کہ انجام کار اصحاب اعراف بھی جنت میں چلے جائیں گے۔ بعض روایات سے اس کا ثبوت بھی ملتا ہے اور یہ ویسے بھی ظاہر ہے کہ جب گنہگار مومن بندے جن کی نیکیاں کم اور برائیاں زیادہ ہیں یا سرے سے جن سے گناہ ہی گناہ سرزد ہوئے اور بجز ایمان کے ان کے پاس کوئی نیکی نہیں جہنم سے نکل کر آخر کار جنت میں داخل ہوں گے تو اصحاب اعراف جن کی نیکیاں اور بدیاں برابر ہیں ان سے پہلے داخل ہونے چاہئیں۔ یہ لوگ اہل جہنم اور اہل جنت کے درمیان ہونے کی وجہ سے دونوں طبقے کے لوگوں کو ان کی مخصوص نشانیوں سے اچھی طرح پہچانتے ہوں گے جنتیوں کو ان کے روشن اور تابناک چہروں سے اور دوزخیوں کو ان کی روسیاہی اور بدہیئت ہونے سے اہل جنت کو دیکھ کر سلام کریں گے جو بطور مبارکباد ہوگا اور چونکہ خود ابھی جنت میں داخل نہیں ہو سکے اس لئے اس کی طمع اور آرزو کریں گے جو بالآخر پوری کر دی جائے گی۔ غرض جنت و دوزخ کے بیچ میں ہونے کی وجہ سے ان لوگوں کی حالت امید و بیم کے درمیان ہوگی ادھر دیکھیں گے تو اللہ کی رحمت کے امیدوار ہو کر اس کے داخلہ کی طمع کریں گے اور ادھر نظر پڑے گی تو اس کے عذاب سے ڈر کر پناہ مانگیں گے کہ اے ہمارے رب ہمیں ان گنہگار لوگوں کے زمرہ میں داخل نہ کرنا۔ ش ۱۲

أَصْحَابُ الْأَيْكَةِ [له] بن کے رہنے والے۔ ایکہ کے لوگ۔ أَصْحَابُ مضاف الْأَيْكَةِ مضاف الیہ ان لوگوں میں شرک اور بت پرستی کے علاوہ ڈنڈی مارنا۔ کم تولنا اس کا بڑا رواج تھا۔ ان ہی خرابیوں کی اصلاح کے لئے حضرت شعیب علیہ السلام بھیجے

له ایکہ کے لئے دیکھو ایکۃ

گئی لیکن انھوں نے ان کی ایک نہ سنی اور بالآخر عذاب الٰہی سے ہلاک ہو کر رہے۔[1] ابن مردویہ اور ابن عساکر نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مدین اور اصحاب ایکہ دو امتیں ہیں جن کی طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تھا۔[2] مفسرین سلف وخلف کی اکثریت اسی جانب مائل ہے کہ مدین اور اصحاب ایکہ دو جداگانہ قومیں تھیں۔ تاریخ طبری اور مستدرک حاکم میں قتادہ سے جو مشہور تابعی و مفسر ہیں منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شعیب نبی علیہ السلام کو دو قوموں کی طرف مبعوث فرمایا تھا ایک اہل مدین کی طرف جو خود ان کی قوم تھی دوسرے اصحاب الایکہ یہ ایکہ (بن جنگل) گھنے درختوں کا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو عذاب دینا چاہا تو ان پر سخت گرمی مسلط کردی اور عذاب بادل کی شکل میں لایا گیا جیسے ہی بدلی قریب ہوئی لوگ اس کی طرف چل پڑے کہ شاید کچھ ٹھنڈک ملے جب اس کے نیچے پہنچے تو اس میں سے آگ برسنے لگی۔ فرمان الٰہی فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ (پھر ان کو سائبان والے دن کے عذاب نے آپکڑا) میں اسی کا بیان ہے۔[3] ابن اسحق اور ابن عساکر نے عکرمہ اور سدی سے روایت کی ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کے سوا اور کسی نبی کو اللہ تعالیٰ نے دو مرتبہ مبعوث نہیں کیا۔ یہ ایک دفعہ مدین کی طرف مبعوث ہوئے جن پر عذاب الٰہی چیخ کی شکل میں آیا اور دوسری دفعہ اصحاب الایکہ کی طرف جن کو اللہ تعالیٰ نے سائبان والے دن کے عذاب میں پکڑا۔[4] بعد کے علماء میں بغوی،[5] خازن،[6] بیضاوی،[7] زمخشری،[8] ابوحیان اندلسی،[9] عینی،[10] شوکانی،[11] محمود آلوسی،[12] فخرالدین رازی[13] وسید رضا مصری[14] وغیرہ کی یہی تصریح ہے۔ قرآن مجید کے مطالعہ سے بھی بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اصحاب مدین اور اصحاب ایکہ دو علیحدہ

---

[1] فتح القدیر ج ۳ ص ۱۳۵ [2] سے [3] تاریخ طبری ج ۱ ص ۱۶۸ طبع مصر و مستدرک حاکم ج ۲ ص ۵۶۹ طبع دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ۱۳۳۴ھ [3] فتح القدیر ج ۴ ص ۲۱۵۔ [4] لباب التاویل مع معالم التنزیل ج ۵ ص ۱۰۳ طبع مصر۔ [5] انوار التنزیل و اسرار التاویل البیضاوی ج ۳ ص ۱۰۹ طبع مصر [6] تفسیر کشاف ج ۲ ص ۱۲۶۔ [7] البحر المحیط ج ۷ ص ۳۸۔ [8] عمدۃ القاری شرح بخاری ج ۷ ص ۳۱۶ [9] فتح القدیر ج ۳ ص ۱۱۱۔ [10] روح المعانی ج ۸ ص ۱۵۳ و $\frac{۱۰۶}{۱۹۵}$ ۔ [11] تفسیر کبیر $\frac{۲۰۶}{۶۲}$ [12] تفسیر المنار ج ۹ ص ۱۱ طبع مصر۔

علیحدہ قومیں ہیں کیونکہ ان دونوں قوموں کے حضرت شعیب علیہ السلام سے سوالات جوابات، ان کا طرز خطاب اور پھر انجام کار عذاب اور طریقۂ عذاب بالکل مختلف ہے نیز یہ امر بھی قابلِ غور ہے کہ اصحابِ مدین کے ذکر میں قرآن مجید کی تصریح ہے وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا (اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا) لیکن اصحاب الایکہ کے متعلق ارشاد ہے اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَیْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ (جب شعیب نے ان سے کہا کیا تم نہیں ڈرتے) اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام مدین کے خاندان سے تھے اصحاب الایکہ میں سے نہ تھے امام بغوی معالم التنزیل میں آیہ اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَیْبٌ کی تفسیر میں لکھتے ہیں ولم یقل اَخُوْهُمْ لانه لم یکن من اصحاب الایکة فی النسب فلما ذکر مدین قال اخاهم شعیبا لانه کان منهم وکان الله تعالی بعثه الی قومه اهل مدین والی اصحاب الایکة (یہاں اَخُوْهُمْ (ان کا بھائی) نہیں کہا کیونکہ وہ نسب میں اصحاب الایکہ میں سے نہ تھے اور مدین کے ذکر میں فرمایا اَخَاهُمْ شُعَیْبًا (ان کے بھائی شعیب) کیونکہ وہ مدین ہی میں سے تھے ان کو اللہ تعالیٰ نے ان کی قوم اہلِ مدین اور اصحاب الایکہ کی طرف مبعوث فرمایا تھا)۔[1]

ایک جماعت کا خیال ہے کہ مدین اور اصحاب الایکہ دو علیحدہ علیحدہ قومیں نہیں بلکہ یہ دونوں ایک ہی قوم کے دو نام ہیں چنانچہ ابن ابی حاتم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ اصحاب الایکہ اہلِ مدین ہی ہیں[2] مگر حافظ ابوحیان اندلسی اور علامہ محمود آلوسی اس روایت کو غریب النقل کہتے ہیں[3]۔ مستدرک حاکم[4] میں وہب بن منبہ سے[5] اور تاریخ طبری میں سفیان سے[6] مروی ہے کہ اہلِ مدین ہی اصحاب الایکہ ہیں متاخرین میں سے حافظ ابن کثیر اور حافظ ابن حجر بھی اسی خیال پر مصر ہیں[7]۔ ابن کثیر سورہ شعراء کی تفسیر میں لکھتے ہیں

۱؎ معالم التنزیل ج ۵ ص ۱۰۳ طبع مصر۔ ۲؎ فتح القدیر ج ۳ ص ۱۳۵ ۳؎ ملاحظہ ہو البحر المحیط ج ۷ ص ۳۸ اور روح المعانی ج ۱۹ ص ۱۰۶۔ ۴؎ مستدرک ج ۲ ص ۵۶۸۔ ۶؎ تاریخ طبری ج ۱ ص ۱۶۷

۷؎ فتح الباری ج ۶ ص ۳۲۲ و ۳۲۴ طبع مصر

کہ صحیح قول کے مطابق اصحاب الایکہ اور مدین ایک ہی ہیں اور حضرت شعیب علیہ السلام ان ہی میں سے تھے؛ وہ بغوی کے استدلال کا یہ جواب دیتے ہیں کہ ایکہ ایک درخت تھا جس کی یہ لوگ پرستش کرتے تھے اس لئے اسی کی عبادت کی طرف منسوب ہوئے پس جب قرآن مجید نے اصحاب الایکہ کے نام سے انکا ذکر کیا تو حضرت شعیب کو اَخُوْھُمْ سے تعبیر نہیں فرمایا بلکہ اِذْ قَالَ لَھُمْ شُعَیْبٌ کہکر عبادت شجر کے سلسلہ میں ان کے رشتہ اخوت کو منقطع کر دیا گویا وہ نسبًا ان کے بھائی ہی ہوتے تھے فرماتے ہیں مگر چونکہ بعض لوگوں نے اس نکتہ کو نہیں سمجھا اس لئے وہ اصحاب الایکہ اور اصحاب مدین کو الگ الگ خیال کرنے لگے۔[1] مگر ابن کثیر کے اس نکتہ کا پتہ نہ متقدمین کے اقوال میں ملتا ہے نہ کسی صحابی کے قول میں نہ کسی حدیث صحیح مرفوع سے اس کی تائید ہوتی ہے بلکہ اسحٰق بن بشر اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ان آیات کی تفسیر میں جو روایت نقل کی ہے وہ یہ ہے كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ (اصحاب الایکہ نے رسولوں کی تکذیب کی) ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ یہ لوگ بن کے رہنے والے تھے جو ساحل سمندر سے لیکر مدین تک پھیلا ہوا ہے (جب ان سے شعیب نے کہا) اخوہم شعیب نہیں کہا کیونکہ وہ ان کی قوم کے نہ تھے (کیا تم نہیں ڈرتے) یعنی کیوں نہیں ڈرتے حالانکہ تم کو علم ہے کہ میں معتبر رسول ہوں۔ تم مدین کی ہلاکت سے بھی عبرت نہیں پکڑتے حالانکہ وہ اپنی حرکتوں کی پاداش میں ہلاک کر دیئے گئے۔ اصحاب الایکہ نے شرک میں مبتلا ہونے کے ساتھ ساتھ اصحاب مدین کی روش اختیار کر رکھی تھی۔

المرسلين) قال كانوا اصحاب غيضة من ساحل البحر الى مدين (اذ قال لهم شعيب) ولم يقل اخوهم شعيب لانه لم يكن من جنسهم (الا تتقون) كيف لا تتقون وقد علمتم انی رسول امين لا تعتبرون من هلاك مدين وقد اهلكوا فيما يأتون وكان اصحب الايكة مع ما كانوا فيه من الشرك استنوا بسنة اصحاب مدين۔ [2]

اس روایت میں ابن کثیر کی اس نکتہ سنجی کے برخلاف صاف تصریح موجود ہے۔ یہ چیز کہ اصحاب الایکہ شجر پرست تھے خدا جانے کہاں سے اخذ کی

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۷ ص ۱۸۱ طبع مصر ۱۳۰۱ھ [2] فتح القدیر ج ۴ ص ۱۲۔

گئی ہے۔ عربی زبان میں ایکہ کے معنی بن اور جنگل کے
ہیں چونکہ ان کا مسکن جنگل تھا اس لئے ان کو اصحاب
الایکہ (جنگل والے) کہا گیا۔ عرب کے قدیم جغرافیہ میں جو
شاہراہ یمن سے سواحل بحر احمر کے کنارے کنارہ حجاز و
مدین سے ہوتی ہوئی خلیج عقبہ کے کنارہ سے نکلکر تیمار
وغیرہ کو قطع کرتی ہوئی گزرتی ہے جو اگلے زمانے میں
ہندوستان، یمن اور مصر و شام کے تجارتی قافلوں
کی نہایت ہی قدیم اور مشہور شاہراہ ہے اسی شاہراہ
پر اصحاب الایکہ آباد تھے۔ حضرت مسیح علیہ السلام سے
سو برس پہلے بھی یہاں جنگل موجود تھا۔ اصحاب الایکہ
اسی جنگل میں اسی شاہراہ پر رہتے تھے، قرآن مجید میں قوم لوط
کے ذکر کے بعد ارشاد ہے وَإِنْ كَانَ أَصْحَابُ الْأَيْكَةِ
لَظَالِمِينَ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ وَإِنَّهُمَا لَبِإِمَامٍ مُبِينٍ
اور بن کے رہنے والے یقیناً گنہگار تھے سو ہم نے
ان سے بدلہ لیا اور یہ دونوں (قوم لوط اور اصحاب
الایکہ کھلے راستہ پر واقع ہیں) کھلا راستہ اسی قدیم
شاہراہ کو فرمایا کیونکہ صیف (موسم گرما) اور شتا (موسم
سرما) دونوں زمانوں میں قریش کے تجارتی کاروانوں

کا یہی تنہا اور کھلا راستہ تھا، حجاز و شام کے درمیان
اس راستہ پر جہاں قوم لوط کی بستیاں تھیں وہیں ذرا
نیچے اتر کر اصحاب الایکہ کا مسکن تھا دونوں کے آثار
رستہ چلنے والوں کو نظر آتے ہیں۔

ابن کثیر کہتے ہیں "صحیح یہی ہے کہ یہ ایک قوم ہیں
جن کے متعلق ہر جگہ ایک ہی چیز بیان کی گئی ہے اسی لئے
جیسا کہ ٹھیک ٹھیک مدین کے قصہ میں مذکور ہے۔ ان
لوگوں کو بھی حضرت شعیب علیہ السلام نے یہی نصیحت
کی تھی اور یہی حکم دیا تھا کہ ناپ تول پوری کرو۔ پس
یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ دونوں ایک ہی ہیں"۔

علامہ محمود آلوسی ابن کثیر کی اس عبارت کو نقل
کر کے فرماتے وفیہ مالا یخفی[1] (اس توجیہ میں جو کمزوری
ہے ظاہر ہے) جو علماء کہ ان دونوں کو علیحدہ علیحدہ
قومیں اور جدا جدا قبیلے مانتے ہیں وہ ابن کثیر کے استدلال
کا یہ جواب دیتے ہیں کہ چونکہ ان دونوں کی آبادیوں کے
ڈانڈے اور ان کے ملک کے سرے ایک دوسرے سے
ملے جلے تھے ان کا عہد اور زمانہ بھی ایک تھا۔ تمدن اور
معاشرت میں اشتراک تھا۔ دونوں ہم پیشہ اور ہم مذہب تھے

[1] روح المعانی ج ۸ ص ۱۵۴

اسی لئے دونوں کی حالت مذہباً اور اخلاقاً بالکل ایک تھی جس کی بنا پر دونوں آبادیوں کے لئے ایک ہی پیغمبر کی بعثت عمل میں آئی اور قرآن مجید نے دونوں قوموں کے اخلاق کا نقشہ ایک ہی کھینچا ورنہ ظاہر ہے کہ قرآن مجید میں جس طرح ان دونوں قوموں کا جدا جدا مذکور ہے، حضرت شعیب علیہ السلام سے سوال وجواب باہمی گفتگو اور طرزِ تکلم کا جس طرح بیان ہے عذاب اور طریق عذاب جس طرح بالکل الگ الگ مرقوم ہے۔ اس سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ مدین اور اصحاب الایکہ دو جدا جدا قومیں ہیں۔

لیکن حافظ ابن کثیر البدایہ والنہایہ میں لکھتے ہیں کہ جس طرح یہ لوگ مختلف صفات قبیحہ سے متصف تھے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے کئی قسم کے عذاب کئی طرح کی سزائیں اور کئی شکل کی بلائیں ان کے لئے جمع کردیں۔ عذاب الٰہی زلزلہ۔ ہولناک چیخ اور سائبانِ ابر کی شکل میں ان پر مسلط کیا گیا کہ زلزلہ نے ان کی حرکت ختم کی چیخ نے ان کی آوازوں کو گم کردیا اور ابر چہار طرف سے آگ برسانے لگا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر سورت میں اسی سورت کے سیاق وسباق کے مطابق عذاب اور طریق عذاب کا ذکر کیا ہے غرض ہر جگہ طرزِ خطاب کے مطابق انواع عذاب کا مذکور ہوا۔[1]

اور عبداللہ بن عمروؓ کی حدیث کے متعلق کتاب مذکور میں رقمطراز ہیں فانہ حدیث غریب وفی رجالہ من تکلم فیہ والاشبہ انہ من کلام عبداللہ عمرو مما اصابہ یوم الیرموک من تلک الزاملتین من اخبار بنی اسرائیل واللہ اعلم (یہ حدیث غریب ہے اس کے بعض رجال پر کلام کیا گیا ہے زیادہ قرین صحت) یہ ہے کہ یہ حضرت عبداللہ بن عمرو کا بیان ہے جو ان کو جنگِ یرموک میں یہود ونصاریٰ یعنی بنی اسرائیل کے واقعات کے سلسلہ میں پہنچا ہے واللہ اعلم) حافظ ذہبی نے بھی میزان الاعتدال میں اس حدیث کے راوی معاویہ بن ہشام کے ترجمہ میں اس حدیث کو ذکر کرکے تصریح کی کہ یہ خطا ہے[2]

۱۴/۵ ۱۹/۱۴ ۲۳/۱۰ ۲۶/۱۵

اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ۔ دوزخ میں رہنے والے، دوزخی لوگ، اَصْحٰبُ مضاف اَلْجَحِیْمِ مضاف الیہ (دیکھو جَحِیْم) ۱/۱۴ ۶/۹ ۱۱/۳ ۱۴/۱۴ ۲۷/۱۸

---

[1] البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۱۸۹ و ۱۹۰ طبع مصر ۱۳۴۸ھ۔ [2] میزان الاعتدال ج ۳ ص ۱۸۱ طبع مصر ۱۳۲۵ھ

اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ۔ جنت کے رہنے والے جنتی لوگ۔ اَصْحٰبُ مضاف اَلْجَنَّةِ مضاف الیہ۔ (دیکھو جَنَّةٌ) پ ۲ پ ۱۲و۱۳ پ ۸ پ ۳ پ ۱ پ ۴ پ ۲۸

اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ۔ باغ والے۔ اَصْحٰبَ مضاف اَلْجَنَّةِ مضاف الیہ۔ یہ باغ والے کئی بھائی تھے۔ ان کے باپ کے پاس ایک باغ تھا اس میں کھیتی بھی ہوتی تھی اور درختہائے ثمردار بھی تھے۔ سارے خاندان کی گزراوقات بس اسی پر تھی۔ باپ کا دستور تھا کہ جس دن کھیتی کٹتی یا میوہ توڑا جاتا شہر کے سب فقیر اور محتاج جمع ہوجاتے یہ اپنے سال بھر کے گزارہ کے لئے نکال کر جو باقی بچتا سب فقیروں اور محتاجوں کو صدقہ کر دیتا۔ اس کار خیر سے بڑی برکت تھی اور گھر کا گھر باغ کی پیداوار سے آسودہ تھا۔ بیٹے ہر چند باپ کی زندگی میں اسے اس کار خیر سے روکتے مگر وہ ان کی ایک نہ سنتا آخر جب اس نے وفات پائی تو انہوں نے آپس میں کہنا شروع کیا کہ اباجان کی حماقت تو دیکھو خواہ مخواہ اپنا پیٹ کاٹ کر مسکینوں کو باغ کی پیداوار کھلا دیتے تھے اب ہم ٹھیرے سب بال بچے دار آدمی۔ باپ کی طرح کرنے لگیں تو بڑی تنگی سے گزراوقات ہو لہٰذا ایسی تدبیر کرنی چاہیے کہ فقیروں کو کچھ دینا دلانا نہ پڑے اور ساری پیداوار گھر کی گھر ہی میں رہے۔ آخر صلاح مشورہ ہو کر آپس میں اس بات پر قسما قسمی ہوگئی کہ صبح سویرے کھیت پر چل کر سب کچھ توڑ لائیں۔ فقیر بعد میں آئیں گے تو کچھ نہ پائیں گے اور اپنی اس تدبیر پر ایسے بھولے کہ قسم کھاتے وقت انشاءاللہ تک زبان سے نہ کہا۔ اگر ادھر تو یہ صلاح مشورہ کر کے رات کو پڑ کے سو رہے اُدھر باغ میں عذاب الٰہی آیا۔ بگولا اٹھا آگ لگی یا اور کوئی آفت آئی غرض سب کھیت اور باغ صاف ہو رہا۔ صبح ہوتے ہی ایک نے دوسرے کو آواز دی کہ توڑنا ہے تو سویرے ہی کھیت پر پہنچو ایسا نہ ہو کہیں دیر کرنے میں کوئی مسکین باغ میں آجائے چنانچہ آواز کے ساتھ ہی تیار ہو کر تیزی سے لپکتے ہوئے چل نکلے۔ وہاں زمین کھیتی اور درختوں سے ایسی صاف ہو چکی تھی کہ یہ پہنچے تو پہچان بھی نہ سکے سمجھے راہ بھول کر کہیں اور نکل آئے۔ غور کیا تو معلوم ہوا جگہ وہی ہے اب خیال ہوا کہ قسمت پھوٹ گئی دردرگاہ الٰہی سے

حرماں نصیبی مقدر ہوئی۔ منجھلا بھائی ان میں زیادہ نیک تھا اس نے ان کو پہلے ہی کہا تھا کہ دیکھو خدا کو مت بھولو۔ اب جو یہ تباہی دیکھی تو اس نے وہی پہلی بات یاد دلائی۔ آخر سب نے اپنی تقصیر کا اعتراف کیا اور اللہ کی تسبیح میں مشغول ہو گئے۔ پھر جیسا کہ ایسے موقع پر عام دستور ہے لگے ایک دوسرے کو الاہنا دینے اور اپنی تباہی و بربادی کا الزام دوسرے کے سر تھوپنے بالآخر سب نے ملکر اقرار کیا کہ واقعی ہماری سب کی زیادتی تھی ہم نے فقیروں اور محتاجوں کو محروم کیا تھا۔ اللہ نے ہم کو محروم کر دیا۔ بیشک ہم حد سے بڑھ گئے تھے۔ اب ہمیں اللہ سے لو لگانی چاہئے کیا عجب کہ وہ اس باغ سے اچھا باغ عطا فرمادے۔ ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ یہ لوگ حبشی تھے[1] قرآن مجید میں سورۂ ن میں ان لوگوں کا تذکرہ تفصیل سے مذکور ہے۔ پ ۲۹

اَصْحٰبُ الْحِجْرِ

حجر والے۔ حجر کے رہنے والے اَصْحٰبُ مضاف اَلْحِجْرِ مضاف الیہ۔ تمام مفسرین اور مورخین سلفاً و خلفاً اس پر متفق ہیں، کہ اصحاب الحجر سے مراد قوم ثمود ہے۔ لیکن ہمارے مشہور اور محترم معاصر مولانا سید سلیمان صاحب ندوی کے نزدیک اصحاب الحجر ثمود نہیں بلکہ وہ انباط ہیں جنہوں نے حجر کو اپنا مرکز قرار دیا تھا جو ملک ثمود میں واقع تھا اسی لئے قرآن مجید نے ان کو اصحاب الحجر کے نام سے یاد کیا ہے۔ چنانچہ ارض القرآن میں رقمطراز ہیں

"تمام مفسرین نے اصحاب الحجر سے ثمود مراد لیا ہے، اس میں شک نہیں کہ ثمود کا دار الحکومت بھی کبھی یہی شہر تھا۔ لیکن قرآن مجید کا عام طرز ادا بتاتا ہے کہ اصحاب الحجر سے ثمود کے علاوہ ان کے بعد کی آبادی مراد ہے۔ قرآن مجید نے ثمود کا ۲۶ جگہ ذکر کیا ہے لیکن ہر جگہ ان کا نام لیا ہے۔ اس اجمال کے ساتھ یعنی "حجر والے" کہکر کہیں نہیں بیان کیا ہے۔ ایک وبات بھی قابل ذکر ہے، ثمود کی تعمیر و سنگتراشی کا قرآن مجید میں جہاں ذکر ہے وہاں مقام کا نام بھی بتا دیا ہے یعنی وادی القری وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ۔ ثمود جنھوں نے وادی القری

---

[1] تفسیر فتح القدیر ج ۵ ص ۲۶۵ طبع مصر ۱۳۵۱ھ

میں پتھر تراشے۔ یہاں "حجر والے" کہکران کی تعمیر و سنگتراشی کا ذکر کیا ہے۔ اس سے اشارہ یہ ہے کہ ان کی سنگی عمارتیں حجر میں واقع تھیں، ان کے نشان اور آثار اب تک موجود ہیں، ان پر جو کتبات منقوش ہیں ان میں بانی اپنا نام نبطو بتلاتے ہیں جس کو ہر نبطی خط و زبان کا عالم ہر وقت پڑھکر تصدیق کر سکتا ہے اس سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ اصحاب الحجر انہی انباط کا لقب تھا۔ صحیح بخاری اور احادیث و سیر کی دوسری کتابوں میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کو تشریف لیجاتے ہوئے مقام حجر سے گزرے تھے اس موقع پر بھی اکثر روایتوں میں ثمود کا نام نہیں یہ فقرہ مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا کہ لا تدخلوا مساکن الذین ظلموا انفسھم الا ان تکونوا باکین ان یصبکم مثل ما اصابکم، ان اپنی جان پر آپ ظلم کرنے والوں کے گھروں میں روتے ہوئے (جاؤ) ایسا نہ ہو کہ جو مصیبت ان پر آئی ہے تم پر بھی آئے یہ روایت امام بخاری نے باب غزوۂ تبوک، تفسیر سورۂ حجر اور ثمود کے ذکر میں درج کی ہے، اس میں ثمود کا مطلق نام نہیں۔ ایک روایت میں یہی حدیث بزیادت الفاظ اس طرح مروی ہے ان الناس مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نزلوا ارض ثمود الحجر اس سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ حجر ثمود کا ملک بھی تھا اور اس سے ہم کو انکار نہیں۔" [1]

جس طرح قرآن مجید نے ثمود کا ۲۶ جگہ ذکر کیا ہے مگر صرف ایک جگہ وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ کہکران کا تعارف کرایا ہے اسی طرح ایک مقام پر اصحاب الحجر کے الفاظ بھی ان کے متعلق استعمال کئے ہیں ورنہ قرآن مجید کی رو سے صاف ظاہر ہے کہ ثمود اور اصحاب الحجر دو علیحدہ علیحدہ قومیں نہیں کیونکہ دونوں جگہ ان کے حالات کے بیان کرنے میں طرز کلام ایک ہی ہے۔ دونوں مقام پر ان کی تعمیر اور طرز تعمیر، عذاب اور طریقۂ عذاب ایک ہی بیان کیا گیا ہے۔ حضرت صالح علیہ السلام ثمود کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں

وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا (اعراف، شعراء) اور تراشتے ہو پہاڑوں کے گھر۔

اور اصحاب الحجر کے متعلق ارشاد ہے۔

وَكَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ اور وہ تراشتے تھے

[1] ملاحظہ ہو ارض القرآن ص ۲۸۰ – ۲۸۷ مطبوعہ اعظم گڈھ ۱۳۴۲ھ

بُیُوْتًا۔ (حجر) پہاڑوں کے گھر۔

ثمود کے عذاب کے متعلق فرمایا جاتا ہے۔

وَاَخَذَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا الصَّیْحَۃُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِھِمْ جٰثِمِیْنَ ۝ (ھود)
اور جن لوگوں نے ظلم کیا تھا ان کو ہولناک آواز نے آلیا تو صبح صبح سب اپنے گھروں میں اوندھے پڑے تھے۔

اور اصحاب الحجر کے متعلق بیان ہوتا ہے۔

فَاَخَذَتْھُمُ الصَّیْحَۃُ مُصْبِحِیْنَ۔ (حجر)
پھر صبح ہوتے ان کو ہولناک آواز نے آلیا۔

غرض اس بنا پر کون دعویٰ کر سکتا ہے کہ ثمود اور اصحاب الحجر دو جداگانہ قومیں ہیں۔ رہی یہ نکتہ سنجی کہ ثمود کی تعمیر و سنگتراشی کا قرآن مجید میں جہاں ذکر ہے وہاں مقام کا نام بھی بتادیا ہے یعنی وادی القریٰ یہاں "حجر والے" کہکر ان کی تعمیر و سنگتراشی کا ذکر کیا ہے اس سے اشارہ یہ ہے کہ ان کی سنگی عمارتیں حجر میں واقع تھیں" سو محض فضول ہے کیونکہ حجر اور وادی القریٰ دو جداگانہ مقامات کے نام نہیں۔

علامہ علی بن محمد خازن لکھتے ہیں۔

قال المفسرون الحجر اسم وادکان یسکنہ ثمود و ھو معروف بین المدینۃ النبویۃ والشام واثارہ موجودۃ باقیۃ یمر علیھا رکب الشام الی الحجاز و اھل الحجاز الی الشام [1]

مفسرین کا بیان ہے کہ حجر اس وادی کا نام ہے جس میں ثمود رہتے تھے۔ یہ وادی مدینہ منورہ اور شام کے درمیان مشہور ہے اور اس کے آثار موجود اور باقی ہیں۔ شام کا کاروان حجاز کی طرف اور اہل حجاز شام کی طرف اس پر گذرتے ہیں

پھر حجر کے متعلق سید صاحب خود تسلیم کرتے ہیں کہ "اس میں شک نہیں کہ ثمود کا دار الحکومت بھی کبھی یہی شہر تھا" اب اگر ثمود اور اصحاب الحجر کو دو جداگانہ قومیں مانا جائے تو کتنی بوالعجبی ہوگی کہ جس قوم نے اپنے دار الحکومت کے تمام اکناف و اطراف میں اپنی بہترین تعمیر کاری کے نمونے چھوڑے ہوں خود اس کا دار الحکومت اس سے خالی ہو۔

درحقیقت سید صاحب کے اشتباہ کا اصل نشاء یہ ہے کہ "حجر میں جو سنگی عمارتوں کے آثار اب تک موجود ہیں ان پر جو کتبات منقوش ہیں ان میں بانی اپنا نام نبطیو بتاتے ہیں۔ لیکن اس سے صرف اس قدر معلوم

[1] لباب التاویل تفسیر سورۂ حجر ج ۳ ص ۵۹ طبع مصر۔

ہوتاہے کہ زمانہ قبل مسیح میں حجر پر نبطیوں کا قبضہ ہوگیا تھا اور انھوں نے بھی اپنے وہاں کچھ آثار چھوڑے ہیں جو اب تک موجود ہیں۔ اس سے یہ کس طرح ثابت ہوگیا کہ اصحاب الحجر سے ثمود کی بجائے انباط مراد ہیں پھر اب تک جن آثار کے کتبات پڑھے گئے ہیں وہ صرف چار مقامات ہیں۔ قصر بنت۔ قبر باشا۔ قلعہ اور برج آثار کی کھدائی کا کام ہنوز باقی ہے ایسی صورت میں صرف تین چار مقامات کے کتبات کے پڑھ لینے سے اتنے بڑے عظیم الشان مسئلہ کا فیصلہ کیسے کیا جا سکتا ہے۔

یہ بھی خیال رہے کہ قرآن مجید کے مخاطب اوّل عرب ہیں اور اسی لئے عرب اور حوالی عرب کی قوموں اور ان کے پیغمبروں کا ذکر قرآن مجید نے خصوصیت کے ساتھ بار بار کیا ہے۔ حجر کا علاقہ شام و حجاز کے درمیان مدینہ سے کچھ آگے بجانب شمال واقع ہے۔ اصحاب الحجر سے اگر ثمود کی بجائے کوئی اور قوم مراد ہوتی کہ جس میں پیغمبر بھی مبعوث ہوئے اور جو عذاب الٰہی میں بھی گرفتار ہوئی تو نا ممکن تھا کہ اس کا ذکر قرآن مجید ایسے مشتبہ اور مبہم انداز میں کرتا کہ آج تک امت اس قوم کا صحیح طور پر تعین ہی نہ کر سکی اور ہنوز انباط کی بجائے غلطی سے ثمود ہی کو اس کا مصداق سمجھتی رہی۔ غور فرمایئے اصحاب الحجر سے انباط مراد ہیں۔ ان میں پیغمبر بھی مبعوث ہوئے۔ عذابِ الٰہی بھی آیا مگر عرب میں ہوتے ہوئے بھی نہ ان کے پیغمبر کا نام مذکور ہے اور نہ قرآن مجید میں ان کا کہیں دوبارہ ذکر ہے۔ ایک جگہ اور صرف ایک جگہ ان کا تذکرہ آیا بھی تو اس طرح کہ جو حالات ثمود کے متعلق بیان کئے گئے تھے وہ ہی ان کے متعلق بیان کئے گئے اور پھر عہد نبوی سے آج تک امت ان کے تعین میں غلطی ہی کرتی رہی۔

یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ عاد و ثمود کے متعلق قرآن مجید کی تصریح ہے وَعَادًا وَّثَمُوْدَا۟ وَقَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ (اور (ہم نے قوم) عاد اور ثمود (کو بھی ہلاک کیا) اور تم کو ان کے گھر بھی دکھائی دیتے ہیں) عہد نبوی سے لیکر آج تک مسلمان مساکن ثمود ہی کو اصحاب الحجر ہی کے مساکن سمجھتے چلے آئے ہیں۔ اگر اصحاب حجر کے مساکن ثمود کے مساکن نہیں ہیں تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ مسلمانوں نے جو کچھ سمجھا غلط سمجھا اور قرآن مجید نے ان کی اس غلطی کو برقرار رکھا۔

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث کے الفاظ ہیں ان الناس نزلوا مع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ارض ثمود الحجر (لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سرزمین ثمود حجر میں فروکش ہوئے) اس سے صاف ظاہر ہے کہ صحابہ اصحابُ الحجر سے صرف ثمود ہی کو مراد لیتے تھے اسی لئے حجر کے ساتھ ارض ثمود کے الفاظ بیان کئے گئے ورنہ یوں کہتے ارض النبط الحجر یا صرف حجر ہی کا تعین کرنا ہوتا تو کہتے ارض ثمود والنبط الحجر۔ سید صاحب نے اس میں یہ نکتہ سنجی کی ہے کہ اس سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ حجر ثمود کا ملک بھی تھا اور اس سے ہم کو انکار نہیں حالانکہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عہدِ نبوی میں صحابہ کا ذہن حجر سے فوراً ثمود کی طرف منتقل ہو جاتا تھا نبطیوں کا کسی کو خیال بھی نہ گزرتا تھا۔ اگر سید صاحب اسی حدیث پر پورے طور پر غور کر لیتے تو ان الفاظ کے لکھنے کی ضرورت نہ پیش آتی اسی حدیث میں مذکور ہے کہ صحابہ نے حجر کے کنوؤں سے پانی بھر لیا تھا اور آٹا گوندھ لیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ان کنوؤں سے جو کچھ پانی کھینچا گیا ہے وہ بہا دیا جائے اور آٹا اونٹوں کو کھلا دیا جائے اسی کا آخری فقرہ ہے وامرھم ان یستقوا من البئر التی کان تردھا الناقۃ[۱] (اور ان کو حکم دیا کہ وہ اس کنوئیں سے پانی لیں جہاں ناقہ آکر پیتی تھی) غور فرمایئے کہ اصحاب الحجر سے اگر انباط مراد ہیں تو کیا ان میں بھی کوئی خاص ناقہ تھی جس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا۔ اور مستدرک حاکم میں اس سلسلہ میں جو حدیث مروی ہے اس سے تو بحث کا تمامتر فیصلہ ہو جاتا ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ روایت کرتے ہیں۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما اتی علی الحجر حمد اللہ واثنی علیہ ثم قال لھا بعد فلا تسئلوا رسولکم الآیات ھذا قوم صالح سألوا رسولھم الآیۃ فبعث اللہ لھم الناقۃ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مقام حجر پر آئے تو آپ نے اللہ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا لوگو اپنے پیغمبر سے نشانی مت مانگو۔ یہ صالح کی قوم ہے جس نے اپنے پیغمبر سے نشانی مانگی تھی اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے ایک ناقہ بھیجی جو اس

[۱] صحیح بخاری مع فتح الباری ج ۶ ص ۲۹۲ طبع مصر ۱۳۲۵ھ

فکانت ترد من ھذا الفج — وادی آتی تھی اور اس راہ کو جاتی

تصدر من ھذا الفج تشرب — تھی۔ اور اپنی باری کے دن ان

ماءھم یوم ورودھا — سب کا پانی پی جاتی تھی

حاکم نے اس کی اسناد کو صحیح کہا ہے اور حافظ ذہبی نے تلخیص المستدرک میں اس کو مسلم کی شرط پر صحیح مانا ہے۔ اگر اصحاب الحجر سے ثمود کے علاوہ کوئی دوسری قوم مراد ہوتی تو اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کا ذکر کبھی نظر انداز نہ فرماتے۔

سید صاحب نے جو یہ تحریر فرمایا ہے کہ اکثر روایتوں میں ثمود کا نام نہیں یہ فقرہ مذکور ہے۔ لا تدخلوا مساکن الذین ظلموا انفسھم الا ان تکونوا باکین ان یصیبکم مثل ما اصابکم، اپنی جان پر آپ ظلم کرنے والوں کے گھروں میں روتے ہوئے چلو، ایسا نہ ہو کہ جو مصیبت ان پر آئی ہے تم پر بھی آئے" اس سے کبھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اصحاب الحجر سے ثمود کی بجائے ان کے بعد کی آبادی مراد ہے بلکہ چونکہ خود قرآن مجید میں ان کو ظالم کہا گیا تھا اس لئے حدیث میں بھی ان کے اس وصف کو برقرار رکھا گیا ارشاد ہے۔

وَاَخَذَ الَّذِیْنَ — اور جن لوگوں نے ظلم کیا تھا

ظَلَمُوا الصَّیْحَۃُ — ان کو ہولناک آواز نے آلیا

(ملاحظہ ہو ثَمُوْد) ۶۷

اَصْحٰبُ الرَّسِّ۔ کنویں والے۔ اَصْحٰب مضاف الرّس مضاف الیہ۔ یہ کون تھے، کہاں تھے۔ اس کے تعین میں مفسرین اور مورخین سخت مشکوک ہیں اور اس سلسلہ میں جتنے اقوال اور روایات مذکور ہیں ان میں سے کوئی ایک بھی اس درجہ مستند نہیں کہ اس کی بنا پر اس بارے میں کوئی صحیح فیصلہ کیا جاسکے قرآن مجید میں اصحاب الرس کا ذکر دو مقام پر آیا ہے لیکن کوئی حال نہیں بیان کیا گیا بلکہ صرف گنہگار اور معذب قوموں کی فہرست میں ان کا بھی شمار کیا گیا ہے۔ محققین اس سلسلہ میں قرآن مجید کے بیان سے آگے بڑھنا نہیں چاہتے۔ امام فخرالدین رازی نے تفسیر کبیر میں ان کے متعلق آٹھ اقوال نقل کئے ہیں مگر آخر میں فیصلہ یہی کرنا ہے

واعلم ان القول ماقالہ — اس کا علم رہے کہ بات وہی ہے جو

ابو مسلم وھو ان شیئا من — ابو مسلم نے بیان کی ہے کہ ان

ھذہ الروایات غیر — روایات میں سے کسی چیز کا بھی

لہ مستدرک حاکم مع تلخیص ذہبی ج ۲ ص ۵۶۷ و ۵۶۸ طبع دائرۃ المعارف ۱۳۳۴ھ

معلوم بالقرآن ولا بخبر ۔ قرآن میں پتہ ہے اور نہ کسی قوی
قوی الاسناد ولکنهم الاسناد حدیث میں یہی بات کہ
کیف کانوا فقد اخبر ان کے کوائف کیا تھے تو اللہ تعالیٰ
اللہ تعالیٰ عنهم انهم نے ان کے متعلق یہ اطلاع دی ہے
اهلکوا بسبب کفرهم[1] کہ وہ اپنے کفر کی بدولت ہلاک ہوئے۔

اور حافظ ابوحیان اندلسی البحر المحیط میں تفسیر سورۃ فرقان میں بہت سے اقوال نقل کرکے فرماتے ہیں۔

وملخص هذه الاقوال ان سب اقوال کا خلاصہ یہ ہے
انهم قوم اهلکهم الله کہ وہ کوئی قوم تھی جس کو اللہ تعالیٰ نے
بتکذیب من ارسل اپنے پیغمبر کی تکذیب کی پاداش
الیهم۔[2] میں ہلاک کیا۔

پ ۱۹/۲ ب ۳۶/۱۵

أَصْحٰبَ السَّبْتِ ۔ ہفتہ کے دن والے ۔

أَصْحٰبَ مضاف السَّبْتِ مضاف الیہ۔ مستدرک حاکم میں بسند صحیح حضرت عکرمہ سے جو مشہور تابعی اور مفسر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے خادم خاص ہیں مروی ہے کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس داخل ہوا، یہ اس وقت کا واقعہ ہے کہ ان کی بینائی ابھی نہیں گئی تھی وہ مصحف (قرآن مجید) میں پڑھتے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے۔ میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر قربان کرے، آپ کے رونے کی کیا وجہ ہے۔ فرمانے لگے تم ایلہ کو جانتے ہو میں نے کہا ایلہ[3] کیا ہے۔ فرمایا یہ وہ بستی ہے جہاں یہودیوں کی ایک قوم رہتی تھی اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے دن ان پر مچھلیوں کو حرام کر دیا تھا۔ اور ہفتہ ہی کے دن سفید سفید مچھلیاں حاملہ اونٹنیوں کے برابر موٹی تازی ان کے صحنوں اور مکانات میں پانی کی سطح پر آتیں اور جو ہفتہ کا دن نہ ہوتا تو بغیر سخت محنت و مشقت کے نہ وہ ان کو پاتے اور نہ وہ ان کے ہاتھ لگتیں پس آپس میں ایک دوسرے سے کہا یا ان میں سے کسی نے کہا کہ ہم ایسا کیوں نہ کریں کہ ہفتہ کے دن ان کو پکڑیں اور اور دنوں میں کھائیں چنانچہ ایک گھر کے لوگوں نے ایسا ہی کیا اور مچھلیاں پکڑ کر بھونیں۔ بھوننے کی خوشبو جو پڑوسیوں نے پائی تو کہنے لگے خدا کی قسم فلانے کے خاندان کو کوئی نہ کوئی بات

[1] تفسیر کبیر ج ۶ ص ۳۲۸ طبع مصر ۱۳۲۲ھ۔ [2] البحر المحیط ج ۶ ص ۴۹۹ طبع مصر ۱۳۲۹ھ۔ [3] یہ بحر قلزم کے کنارہ پر جہاں حجاز و شام کی سرحدیں ملتی ہیں ایک مشہور شہر ہے اس کا شمار ملک شام میں ہوتا ہے۔

ہاتھ لگی ہے چنانچہ اوروں نے بھی یہی کیا یہاں تک کہ یہ طریقہ ان میں پھیلا اور بڑھ گیا۔ اس پر ان میں تین جماعتیں بن گئیں ایک جماعت مچھلیاں کھانے لگی۔ دوسری منع کرتی رہی تیسری کہنے لگی تم ان لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جن کو اللہ تعالیٰ یا ہلاک کرکے چھوڑیگا یا سخت عذاب دیگا۔ منع کرنے والے فرقہ نے کہا کہ ہم تم کو اللہ کے غضب اور اس کی سزا سے ڈرلتے ہیں، ایسا نہ ہو کہ اس کی سزا خسف (زمین میں دھنسنا) یا قذف (کسی چیز کو قوت سے اٹھا کر پھینک مارنا) کی صورت میں تم کو پہنچ جائے یا اور کوئی عذاب اللہ کی طرف سے نازل ہو، اللہ کی قسم ہم تو اس جگہ رات نہیں گزاریں گے جہاں تم ہو، چنانچہ وہ شہر پناہ سے نکل گئے۔ صبح جب شہر پناہ پر پہنچے دروازہ پر دستک دی کسی نے جواب نہیں دیا۔ آخر سیڑھی لے کر شہر پناہ پر قائم کی اور ایک شخص اس پر چڑھا اس نے چڑھتے ہی آواز لگائی اللہ کے بندو، اللہ کی قسم دم والے بندر ہیں جو تین دفعہ چیختے ہیں پھر اس شخص نے شہر پناہ سے اتر کر دروازہ کھولا اور یہ لوگ اندر داخل ہوئے بندروں نے اپنے اپنے رشتہ دار انسانوں کو پہچانا مگر انسان اپنے رشتہ دار بندروں کو نہ پہچان سکے اب تو یہ حالت ہوئی کہ بندر اپنے قرابتدار اور ہم نسب شخص کے پاس آتا اس کے قدم بقدم چلتا اور چپٹنے لگتا اور جب وہ کہتا کہ تو فلاں ہے تو یہ اپنے سر سے اشارہ کرتا جاتا کہ ہاں اور روتا جاتا اسی طرح بندریا اپنے ہم نسل اور قرابتدار انسان کے پاس آتی اور وہ اس سے کہتا کہ تو فلاں ہے تو وہ سر سے اشارہ کرتی کہ ہاں اور روتی جاتی۔ یہ لوگ ان سے کہتے کہ کیوں کیا ہم نے تم کو اللہ کے غصہ اور اس کی سزا سے نہیں ڈرایا تھا؟ کہ کہیں ایسا نہ ہو تم زمین میں دھنس جاؤ یا مسخ ہو جاؤ یا اللہ کے اور کسی عذاب میں گرفتار ہو جاؤ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ سنو اللہ فرماتا ہے وَاَنْجَیْنَا الَّذِیْنَ یَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَاَخَذْنَا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍ بَئِیْسٍ بِمَا كَانُوْا یَفْسُقُوْنَ (ہم نے ان لوگوں کو تو نجات دی جو برے کام سے منع کرتے تھے اور گنہگاروں کو نافرمانی کی پاداش میں بری عذاب میں پکڑا) اب مجھے نہیں معلوم کہ تیسرے نے کیا کیا، (یعنی آیا انہوں نے بھی اس برے کام سے منع کرکے نجات پائی یا نہیں) ابن عباسؓ نے کہا کہ ہم نے بہت سی بری باتیں دیکھیں مگر ان سے منع نہ کرسکے۔ عکرمہ

کہتے ہیں میں نے عرض کیا اللہ مجھے آپ پر قربان کرے
آپ کی کیا رائے ہے بلا شبہ انھوں نے لِمَ تَعِظُوْنَ
قَوْمًا اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا
(کیوں نصیحت کرتے ہو ان لوگوں کو جن کو اللہ چاہتا ہے
کہ ہلاک کرے یا ان کو سخت عذاب دے) کہکر اس
فعل پر انکار بھی کیا اور اسے ناپسند بھی سمجھا۔ میری یہ
یہ بات ان کو پسند آئی اور انھوں نے میرے لئے
دو گاڑھی چادروں کا حکم دیا اور وہ مجھے پہنا دیں۔[1]
ابوعبید، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی
حاتم اور ابوالشیخ نے آیت لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ
بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ
ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ (بنی اسرائیل کے
کافر داؤد اور مریم کے بیٹے عیسیٰ کی زبان پر ملعون
ہوئے یہ اس لئے کہ وہ نافرمان تھے اور حد سے
گزر گئے تھے) کے سلسلہ میں حضرت ابومالک غفاری
سے جو صحابی ہیں روایت کیا ہے کہ حضرت داؤد
علیہ السلام کی زبان پر ملعون ہوئے تو بندر کر دیئے
گئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی لعنت کیے گئے
تو سور بنائے گئے۔[2] اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ غالبًا یہ
واقعہ حضرت داؤد علیہ السلام کے عہد میں واقع ہوا۔
چنانچہ علامہ محمود آلوسی نے روح المعانی میں تفسیر
سورۂ بقرہ میں اس کی تصریح بھی کی ہے۔[3] قرآن مجید میں
سورۂ اعراف پ۹ میں اصحاب السبت کا قصہ تفصیل
سے مذکور ہے (مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہوں الفاظ
حَاضِرَةَ الْبَحْرِ، سبت، قردة، قریۃ) پ۹

اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۔ دوزخ والے۔ اَصْحٰبِ مضاف
السَّعِيْرِ مضاف الیہ (دیکھو سَعِيْرٌ) پ۲۲ ع۱۴ پ۲۹ ع۱

اَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ ۔ کشتی والے، جہاز والے
اَصْحٰبَ مضاف السَّفِيْنَةِ مضاف الیہ۔ اصحاب
السفینہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو حضرت نوح علیہ السلام
پر ایمان لائے اور طوفان کے وقت حضرت کی معیت
میں جہاز پر سوار ہوئے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے طوفان کے

---

[1] مستدرک حاکم ج ۲ ص ۳۲۲ و ۳۲۳ طبع دائرۃ المعارف ۱۳۴۰ھ [2] فتح القدیر للشوکانی ج ۲ ص ۶۳ طبع مصر ۱۳۵۰ھ

[3] روح المعانی ج ۱ ص ۲۵۶ طبع مصر۔

عذاب سے نجات دیکر سرفراز فرمایا تھا۔ پ۲۳

أَصْحٰبُ الشِّمَالِ۔ بائیں والے۔ اَصْحٰبُ مضاف الشِّمَالِ مضاف الیہ۔ ان سے مراد وہ بدبخت انسان ہیں جو روزِ الست میں اخذِ میثاق کے لئے حضرت آدم علیہ السلام کے بائیں پہلو سے نکالے گئے حشر کے دن یہ عرش کے بائیں جانب کھڑے کئے جائیں گے ان کا صحیفۂ اعمال ان کے بائیں ہاتھ میں دیا جائیگا اور فرشتے ان کو بائیں طرف سے پکڑ کر دوزخ میں ڈالیں گے۔ شبِ معراج میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے حضرت آدم صلوٰۃ اللہ علیہ وسلامہ کو دیکھا تھا کہ وہ جب بائیں طرف نظر کرتے ہیں تو روتے ہیں سو حضرت آدم علیہ السلام ان ہی اصحاب الشمال کو دیکھکر روتے تھے۔ پ۲۷ ع۱۵

أَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ۔ سیدھی راہ والے اَصْحٰبُ مضاف الصِّرَاطِ السَّوِيِّ۔ مضاف الیہ (دیکھو صراط اور سوی) پ۱۶ ع۱۴

أَصْحٰبِ الْفِيْلِ۔ ہاتھی والے۔ اَصْحٰبِ مضاف الْفِيْلِ مضاف الیہ۔ بسنہ ۵۷۱ء میں ابرہہ نے جو یمن کا حاکم تھا، بیت اللہ کو منہدم کرنے کے لئے مکہ مکرمہ پر فوج کشی کی۔ اس مہم میں چونکہ ابرہہ نے ہاتھیوں کو ساتھ لیکر یورش کی تھی اس لئے عرب اس مہم کو واقعۃ الفیل اور اس سال کو عام الفیل کہتے ہیں اور اسی مناسبت سے قرآن مجید میں ان کے واقعات کو سورۃ الفیل میں اصحاب الفیل کے نام سے ذکر کیا گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت اسی سال واقع ہوئی

ابرہہ لفظ ابراہیم کا حبشی تلفظ ہے چونکہ ایک جنگ میں اس کی ناک کٹ گئی تھی اس لئے اشرم یعنی نکٹا کہلاتا تھا۔ یہ بادشاہ حبشہ کی طرف سے یمن کا حاکم تھا۔ عیسائیت کی ترویج واشاعت کے لئے اس نے صنعا میں جو یمن کا پایۂ تخت تھا ایک نہایت عظیم الشان گرجا تعمیر کرایا اور اس کو پورے طور پر مرصع اور مزین اور ہر طرح آراستہ و پیراستہ کر کے کعبے کے نام سے موسوم کیا مقصد یہ تھا کہ عرب اصلی کعبہ کو چھوڑ کر ادھر رجوع ہونے لگیں اور مکہ کا حج چھوٹ جائے۔ عربوں میں چونکہ کعبہ کی ہمیشہ سے بڑی عظمت تھی اور وہ ان کے ہر قبیلہ اور ہر جماعت کے نزدیک محترم سمجھا جاتا تھا اس لئے سارے عربوں میں کیا عدنانی اور کیا قحطانی اس نئے کعبہ کے خلاف نفرت کا جذبہ پھیل گیا قریش نے سنا تو سخت برہم ہوئے۔ ایک عرب نے رات کو چھپ کر اس گرجا میں

پاخانہ پھر دیا۔ ابرہہ کو اس واقعہ کا پتہ چلا تو غصے سے آگ بگولا ہو گیا اور اپنے مقدس معبد کی بے حرمتی کا بدلہ لینے کے لئے ایک فوج جرار اور ہاتھیوں کا دستہ ساتھ لیکر مکہ مکرمہ کا رخ کیا کہ کعبہ ابراہیمی کو منہدم کرکے اپنے غصہ کی آگ ٹھنڈی کرے۔ درمیان میں عرب کے متعدد قبائل سدِراہ ہوئے خوب جیداری کرکے لڑے اور بڑھ بڑھ کر حملہ آور ہوئے لیکن ابرہہ کے کوہ پیکر ہاتھیوں کے مقابلہ میں کسی کی پیش نہ گئی اور بالآخر ہزیمت اٹھاکر پسپا ہونا پڑا۔

عبد بن حمید، ابن المنذر، ابنِ مردویہ، حاکم، ابو نعیم اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس واقعہ کے سلسلہ میں ان کے تفصیلی بیان کے جو مختلف ٹکڑے مختلف راویوں سے علیحدہ علیحدہ نقل کئے ہیں ان سب کا یکجائی ترجمہ یہ ہے۔

"اصحاب الفیل جب مقام صفاح (یہ مکہ کے قریب ایک مقام ہے) میں آکر فروکش ہوئے تو حضرت عبد المطلب نے ان کے بادشاہ سے جاکر کہا کہ آپ کا یہاں کیسے آنا ہوا کسی کو بھیجدیا ہوتا ہم خود ہر چیز لیکر حاضر ہو جاتے۔ ابرہہ کہنے لگا مجھے خبر ملی ہے کہ اس گھر میں جو داخل ہوتا ہے وہ امن میں رہتا ہے اس لئے میں اہلِ بیت اللہ کو خائف کرنے کے لئے آیا ہوں۔ حضرت عبد المطلب نے پھر بھی کہا کہ آپ جس چیز کی خواہش ظاہر کریں گے ہم لاکر حاضر کردیں گے۔ آپ واپس لوٹ جائیے۔ اس نے ماننے سے انکار کر دیا تو عبد المطلب نے کہا یہ مقام بیت اللہ ہے اللہ نے اس پر کسی کو مسلط نہیں کیا۔ ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہم بغیر کعبہ کو منہدم کئے واپس نہیں ہوں گے۔ یہ سن کر عبد المطلب ہٹ کر پہاڑ پر آکھڑے ہوئے کہنے لگے میں تو اپنی آنکھوں بیت اللہ اور اہلِ بیت اللہ کی بربادی نہ دیکھوں گا۔

ادھر ان لوگوں نے کعبہ کا رخ کیا اور اس پر ہاتھی ہولنا چاہا مگر وہ پیچھے پلٹ پلٹ گیا کہ اتنے میں سمندر کی طرف سے آسمان پر دل بادل نمودار ہوا اور پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ اڑتے ہوئے آئے ان کے منہ اور پنجوں میں کنکریاں تھیں انھوں نے آتے ہی لشکر کو حلقہ میں لیا اور کنکریوں کی بارش شروع کردی وہ کنکری پتھریاں بندوق کی گولی سے زیادہ کام کرنے لگیں جس کے سر پر پڑی خارش نے آگھیرا جوں ہی کھجایا خون جاری ہوگیا اور گوشت گل گل کر گرنے لگا اور دیکھتے ہی دیکھتے بغیر

خون اور بے گوشت و پوست کے خالی ہڈیوں کا ڈھانچہ ہوگیا۔ فوج کو واپسی نصیب نہ ہوسکی۔ اور یوں چند منٹوں میں سارا لشکر تہ و بالا ہوکر رہ گیا۔

ابنِ اسحٰق نے سیرۃ میں اور واقدی، ابنِ مردوۃ ابو نعیم اور بیہقی نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ میں نے ہاتھی کے ہولنے والے اور اس کے سائیس کو مکہ میں اس حال میں دیکھا تھا کہ وہ دونوں آنکھوں سے اندھے اور پیروں سے بالکل معذور ہو گئے تھے لوگوں سے کھانے کا سوال کیا کرتے تھے۔ واقدی نے حضرت اسمارؓ بھی جو حضرت عائشہؓ کی بہن ہیں اسی قسم کی شہادت نقل کی ہے۔ ۵۱

سورۃ الفیل کی ہے جو زیادہ سے زیادہ اس واقعہ کے پچاس برس بعد نازل ہوئی ہے اس وقت بہت سے ایسے اشخاص زندہ ہوں گے جنھوں نے اس واقعہ کو خود اپنی آنکھوں دیکھا ہوگا اور جنھوں نے نہ دیکھا ہوگا انھوں نے ان لوگوں سے جو اس کے چشم دید گواہ ہوں گے سنا ہوگا۔ تاہم کسی نے ان حی اہی کی تکذیب نہیں کی اس سے بڑھکر اس واقعہ کی صحت کا اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے۔

عرب میں چیچک کی بیماری اسی سال پیدا ہوئی اس سے یورپ کے تاریخ نگاروں نے یہ نکتہ پیدا کیا ہے کہ ابرہہ کی فوج چیچک کی وبا سے برباد ہوئی۔ لیکن یا درہے پرندوں کا پتھراؤ کرنا اور اس سے ایک بڑے لشکر کا دم بھر میں تباہ و برباد ہو جانا حیرت انگیز کہا جاسکتا ہے مگر محال نہیں جو قادرِ مطلق چیچک کے ذرا سے دانوں میں زہریلا مادہ پیدا کرکے انسان کو ہلاک کرسکتا ہے وہ اگر کنکریوں میں ہلاکت آفرینی کا سامان پیدا کردے تو کیا بعید ہے۔ اسی طرح سرسید نے تہذیب الاخلاق میں جو اس سورت کی تفسیر کی ہے وہ بھی سرتاسر لغو اور غلط ہے کہ جس کا نہ عربی زبان ساتھ دے سکتی ہے اور نہ وہ اصولِ روایت پر صحیح کہی جاسکتی ہے۔ ۳۰

اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ۔ قبر والے، مردے، اَصْحٰبِ مضاف الْقُبُوْرِ مضاف الیہ۔ ۲۸

اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ۔ گاؤں کے لوگ۔ گاؤں والے اَصْحٰبَ مضاف۔ اَلْقَرْيَةِ مضاف الیہ۔ اصحاب القریۃ

۵۱ ان تمام حوالوں کے لئے دیکھو فتح القدیر للشوکانی ج ۵ ص ۴۸۳ طبع مصر

کا قصہ قرآن مجید میں سورۂ یٰسین میں تفصیل سے مذکور ہے لیکن نہ تو قریہ کے نام کی صراحت ہے نہ ان تین پیغمبروں کے نام بیان کئے گئے ہیں جو ان کی طرف بھیجے گئے تھے نہ اس شخص کا نام ہے جو شہر کی پرلی طرف سے دوڑتا ہوا آیا تھا اور نہ اس کے شہید کئے جانے کا ذکر ہے۔

قرطبی نے تصریح کی ہے کہ سب مفسرین کے قول میں اس قریہ سے انطاکیہ مراد ہے[1]۔ حافظ ابن حجر عسقلانی کا خیال ہے کہ غالباً یہ انطاکیہ کے قریب کوئی شہر ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اطلاع دی ہے کہ اس قریہ کے لوگوں کو ہلاک کر دیا گیا مگر اس شہر انطاکیہ میں جواب موجود ہے اس کا کوئی پتہ نہیں چلتا[2] حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ اگر یہ تینوں پیغمبر عہد عتیق میں اہل انطاکیہ کی طرف بھیجے گئے ہوں اور اللہ تعالیٰ نے وہاں کے لوگوں کو پیغمبروں کی تکذیب کی پاداش میں ہلاک کر دیا ہو اور انطاکیہ دوبارہ آباد ہونے پر جب مسیح علیہ السلام نے اپنے عہد میں ان کی طرف اپنے تینوں حواریوں کو بھیجا اور یہ ایمان لے آئے تو ایسا ہونے سے کوئی مانع نہیں۔[4]

ابن اسحٰق نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، کعب احبار اور وہب بن منبہ سے بلاغاً نقل کیا ہے کہ یہ شہر انطاکیہ تھا۔ یہاں کے بادشاہ کا نام انطیخش بن انطیخش تھا جو بت پرست تھا اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف تین رسول بھیجے جن کے نام صادق، صدوق اور شلوم ہیں، وہاں کے لوگوں نے ان کو جھٹلایا۔ قتادہ کا خیال ہے یہ حضرت مسیح علیہ السلام کے تین حواری تھے جو ان کا پیغام تبلیغ لے کر آئے تھے۔ شعیب جبائی نے ان کے نام شمعون، یوحنا اور بولص بتلائے ہیں[3]۔ حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ متاخرین مفسرین میں سے کسی سے اس کے سوا منقول نہیں۔ مگر یہ چیز متعدد وجوہ سے محل نظر ہے۔

(۱) بظاہر اس قصہ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ تینوں بزرگ اللہ کے رسول تھے نہ مسیح علیہ السلام کے پیامبر۔ ارشاد ہے۔

[1] تفسیر فتح القدیر ج ۴ ص ۳۵۳ طبع مصر ۱۳۵۰ھ۔ [2] فتح الباری ج ۶ ص ۳۶۳ طبع مصر ۱۳۴۸ھ

[3] البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۲۳۰۔ [4] ایضاً ج ۱ ص ۲۲۹ طبع مصر ۱۳۴۸ھ

اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ جب ہم نے ان کی طرف (دو پیغمبر) کو

اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا تو انھوں نے ان دونوں کو جھٹلایا۔

فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ اس پر ہم نے تیسرے (پیغمبر) سے ان کی

فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ (اور مدد کی تو ان تینوں نے (ملکر ان سے)

مُّرْسَلُوْنَ۔ کہا کہ ہم تمہارے پاس (خدا) کے بھیجے

ہوئے آئے ہیں۔

پھر جب ان لوگوں نے ان کو جھٹلایا تو کہتے ہیں۔

رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّآ ہمارا پروردگار علیم ہے کہ ہم بے شک

اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ (اسی کے) بھیجے ہوئے تمہارے پاس

وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا آئے ہیں اور ہمارا کام تو خدا کا حکم

الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ۔ صاف صاف پہنچا دینا ہے اور بس۔

حالانکہ اگر وہ حواری تھے تو ان کو ایسی عبارت

استعمال کرنی مناسب تھی جس سے پتہ چلتا کہ وہ حضرت

مسیح علیہ السلام کے پیامبر ہیں۔ یہ امر بھی قابلِ لحاظ ہے

کہ اگر وہ مسیح علیہ السلام کے پیامبر تھے تو اہلِ انطاکیہ

کا ان سے یہ کہنا کیا معنی کہ

مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا بس تم ہماری ہی طرح کے آدمی ہو

وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ (اور خدائے) رحمٰن نے تو کچھ نہیں

شَيْءٍ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ اتارا۔ تم سارے جھوٹ کہتے ہو۔

(۲) اہلِ انطاکیہ پیامبرانِ مسیح پر ایمان لا چکے

تھے بلکہ یہ پہلا شہر ہے جو حضرت پر ایمان لایا حالانکہ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان لوگوں نے اس کے رسولوں

کو جھٹلایا اور عذابِ الٰہی نے ایک چنگھاڑ کی شکل میں

ظاہر ہو کر ان کی زندگی کا چراغ بجھا کر رکھ دیا۔

(۳) حوارینِ مسیح علیہ السلام کے ساتھ اہلِ انطاکیہ

کا واقعہ نزولِ تورات کے بعد کا واقعہ ہے۔ ابو سعید

خدری اور سلف میں بہت سے لوگوں سے منقول

ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نزولِ تورات کے بعد کسی قوم کو

عذاب بھیجکر ہلاک نہیں کیا بلکہ اس کے بعد مومنین

کو حکم دیا گیا کہ وہ مشرکین سے قتال جاری رکھیں۔

پس ایسی صورت میں جس قریہ کا قرآن مجید میں ذکر ہے

وہ انطاکیہ کے علاوہ کوئی اور قریہ ہوگا یا اس قصہ میں

اگر انطاکیہ کا لفظ محفوظ ہے تو یا اس نام کا کوئی اور شہر

مشہور و معروف انطاکیہ کے علاوہ ہوگا کیونکہ موجودہ

شہر کے متعلق یہ پتہ نہیں چل سکا کہ وہ زمانِ نصرانیت

یا اس سے پہلے کبھی تباہ ہوا ہو۔[1]

---

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۸ ص ۲۱۹ طبع مصر ۱۳۰۱ھ

تیسری وجہ کے سلسلہ میں اتنا عرض کرنا ضروری ہے کہ اس میں صرف ایک استثنا ہے یعنی اصحاب السبت کا اس بارے میں جو حدیث مرفوعاً روایت کی گئی ہے اس میں بھی یہ استثنا موجود ہے چنانچہ مستدرک حاکم میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ نے جب سے تورات نازل فرمائی ہے، روئے زمین پر کسی قوم کسی قرن کسی امت کسی بستی کو سوائے اس بستی کے جس کو بندر کی شکل میں مسخ کیا گیا آسمانی عذاب سے ہلاک نہیں فرمایا۔ کیا تم اس آیت پر خیال نہیں کرتے وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ (اور اگلی امتوں کے ہلاک کئے پیچھے ہم نے موسیٰ کو کتاب عنایت کی جس سے لوگوں کی آنکھیں کھلتی تھیں اور ان کے لئے) ہدایت اور رحمت تھی تاکہ وہ نصیحت پکڑیں) حاکم اور ذہبی نے اس کو صحیح علی شرط الشیخین کہا ہے[۱]

یہ بھی یاد رہے کہ گو ابنِ کثیر انطاکیہ کے تعین میں مذبذب ہیں لیکن البدایہ والنہایہ سے ہم سابق میں نقل کر چکے ہیں کہ انطاکیہ تباہ ہونے کے بعد دوبارہ آباد ہو گیا ہو تو کوئی مانع نہیں ہے۔

جو شخص شہر کے پرلے سرے سے دوڑتا ہوا آیا اس کے متعلق ابنِ جریر، ابنِ ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ یہ حبیب نجار تھا، نجار بڑھئی کو کہتے ہیں۔ ابنِ ابی حاتم نے دوسرے طریقہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ صاحب یٰسین کا نام حبیب تھا اور یہ سخت جذام میں مبتلا تھے۔ مستدرک حاکم میں حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب صاحب یٰسین نے یہ کہا کہ لوگو رسولوں کی پیروی کرو تو وہ لوگ ان کا گلا گھوٹنے لگے کہ دم نکل جائے اس وقت انھوں نے انبیا کی طرف مخاطب ہو کر کہا میں تمہارے رب پر ایمان لایا تم گواہ رہنا۔ حاکم نے اس کو صحیح الاسناد کہا ہے مگر ذہبی نے تلخیص میں تصریح کی ہے کہ اس روایت کا ایک راوی

---

[۱] مستدرک حاکم مع تلخیص ذہبی ج ۲ ص ۴۰۸۔

عبد الرحمٰن بن اسحاق ضعیف ہے۔[1] پ ۳۲/۱۴

اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ

اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ۔ غار اور رقیم والے۔ اَصْحٰبَ مضاف اَلْكَهْفِ مضاف الیہ ان لوگوں کا قصہ قرآن مجید سورہ کہف پ ۱۵ (۱۰، ۱۳، ۱۴) و پ ۱۵ (۱۵، ۱۶) میں تفصیل سے مذکور ہے۔ بعض علماء کی رائے ہے کہ اصحاب الکہف اور لوگ ہیں اور اصحاب الرقیم اور لوگ۔ ان علماء کے خیال میں اصحاب الرقیم کا قصہ قرآن مجید میں مذکور نہیں بلکہ محض عجیب ہونے کے لحاظ سے اصحاب الکہف کے تذکرہ میں ان کا حوالہ دیدیا گیا۔ پھر اس خیال کے قائلین کے بھی دو فریق ہیں۔ ایک جماعت کا خیال ہے کہ چونکہ ان کا قصہ بھی اصحاب الکہف سے ملتا جلتا تھا اس لئے صرف اصحاب الکہف کے ذکر پر ہی اکتفا کیا گیا۔ چنانچہ سعید بن المسیب سے مروی ہے کہ اس جماعت کا حال بھی اصحاب الکہف کا سا ہوا۔ ضحاک کہتے ہیں کہ رقیم روم کا ایک شہر ہے جہاں اصحاب الکہف کی طرح ایک غار کے اندر اکیس انسان مردہ پڑے ہوئے سوتے ہیں[2] دوسرے فریق کی رائے میں اصحاب الرقیم وہی اصحاب الغار ہیں جن کا قصہ صحیحین میں مذکور ہے کہ اگلے زمانے میں تین شخص چلے جارہے تھے کہ بارش نے ان کو آلیا اور یہ بھاگ کر ایک غار میں پناہ گزیں ہوئے اوپر کو ایک بڑا پتھر آپڑا جس سے غار کا منہ بند ہوگیا اس وقت ان میں سے ہر ایک شخص نے اپنی عمر بھر کے بہترین عمل کا حوالہ دیکر اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور ہر ایک کی دعا سے پتھر کا ایک تہائی حصہ غار کے منہ سے ہٹتا گیا یہاں تک کہ ادھر تیسرے کی دعا ختم ہوئی اور ادھر غار کا دہانہ بالکل وا ہوچکا تھا۔

بزار اور طبرانی نے باسناد حسن نعمان بن بشیر سے روایت کی ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رقیم کا ذکر فرماتے ہوئے اس قصہ کو سُنا تھا۔[3] لیکن اس سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رقیم کا ذکر کرتے ہوئے اصحاب الغار کے قصہ کو بھی بیان فرمایا اس میں یہ تصریح نہیں ہے کہ رقیم سے مراد غار ہی ہے قرآن مجید سے جو ظاہر معلوم ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ

---

[1] مستدرک مع تلخیص ج ۱ ص ۴۳۹۔ [2] البحر المحیط ج ۶ ص ۱۰۱ طبع مصر ۱۳۲۸ھ۔ [3] عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ج ۷ ص ۴۶۳

اصحاب الکہف والرقیم سے ایک ہی جماعت مراد ہے اور یہی جمہور علماء کی رائے ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ الرقیم فی الحقیقت ایک شہر کا نام تھا جہاں یہ واقعہ پیش آیا یاقوت حموی معجم البلدان میں رقمطراز ہیں۔

وبقرب البلقاء من اطراف — اطرافِ شام میں بلقاء کے قریب الشام موضع یقال له — ایک مقام ہے جس کو رقیم کہا جاتا الرقیم یزعم بعضهم — ہے۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ ان بہ اهل الکهف[1] — وہیں اصحاب کہف ہیں۔

چونکہ کہف یعنی غار اسی رقیم میں واقع تھا اس لئے قرآن مجید نے ان کو اصحاب الکہف والرقیم کے نام سے ذکر کیا۔ مصنف عبدالرزاق میں بسندِ صحیح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کعب سے موجود ہے کہ وہ اس کو ایک شہر کا نام بتاتے تھے[2] خود حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی ایک روایت میں یہی مروی ہے۔ وہب[3] اور سدی[4] کی بھی یہی تصریح ہے۔

عیسائیت کی ابتدائی چند صدیوں میں بارہا ایسا ہوا ہے کہ بہت سے راسخ الاعتقاد عیسائی مخالفوں کے ظلم وستم سے تنگ آکر پہاڑوں کے غاروں میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے اور آبادیوں سے روپوش ہوکر انھوں نے اپنی زندگی کے بقیہ دن وہیں گزار دیئے اور پھر ایک عرصہ کے بعد ان کی نعشیں برآمد ہوئیں چنانچہ ایک واقعہ اطرافِ اندلس میں گزرا ہے ایک روم کی طرف منسوب ہے اور ایک افسوس یا طرسوس کا بیان کیا جاتا ہے۔ اصحاب الکہف کے شہر کے تعین میں بھی مفسرین نے متعدد نام لئے ہیں۔ یاقوت حموی نے معجم البلدان میں تصریح کی ہے کہ صحیح یہی ہے کہ یہ بلادِ روم کا واقعہ ہے[5]۔ ابن کثیر نے بھی البدایہ والنہایہ میں اسی طرف رجحان ظاہر کیا ہے[6]۔ ابوحیان اندلسی کے نزدیک اصحاب الکہف کا اندلس میں ہونا زیادہ راجح ہے[7]۔ لیکن قرآن مجید نے "الکہف" کے ساتھ

---

[1] معجم البلدان یاقوت ج ۴ ص ۲۷۴ طبع مصر ۱۳۲۴ھ۔ [2] تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۷۳ طبع مصر ۱۳۵۶ھ

[3] حضرت ابن عباسؓ اور وہب کی تصریح حافظ ابوحیان اندلسی نے البحر المحیط ج ۶ ص ۱۰۱ میں ذکر کی ہے۔

[4] سدی کا قول تفسیر کبیر امام رازی ج ۵ ص ۶۳۴ اور تفسیر فتح القدیر شوکانی ج ۳ ص ۲۶۳ میں مذکور ہے۔

[5] معجم البلدان ج ۴ ص ۲۷۴۔ [6] البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۱۱۵ طبع مصر ۱۳۵۱ھ

[7] البحر المحیط ج ۶ ص ۱۰۲۔

"الرقیم" کا بھی اضافہ فرمایا ہے، جو اس امر کی صاف تصریح ہے کہ یہ واقعہ نہ روم کا ہے نہ اندلس کا، نہ افسوس کا نہ طرسوس کا بلکہ الرقیم کا ہے۔ چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، کعب احبار، وہب بن منبہ اور سدی کی تصریح آپ کی نظر سے گزری کہ وہ اس کو ایک شہر کا ہی نام بتاتے ہیں۔ عطیہ عوفی، قتادہ، ضحاک اس کو اس وادی کا نام بتاتے ہیں جس میں یہ کہف (غار) تھا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی ایک روایت میں یہی تصریح منقول ہے[1]۔ ظاہر ہے کہ شہر اور اس کے اطراف واکناف کی وادی ایک ہی نام سے موسوم ہوں گے اس لئے ان دونوں بیانات میں کوئی تعارض نہیں، شہر اور اس شہر کی مناسبت سے اس کی وادی کو بھی الرقیم ہی کہا گیا، چونکہ اس نام کا کوئی شہر عام طور پر مشہور نہ تھا اور جیسا کہ ہم نے سابق میں تصریح کی نصرانیت نے اپنے ابتدائی قرنوں ہی میں ریاضت اور گوشہ نشینی کی ایک خاص زندگی پیدا کر دی تھی جس نے آگے چل کر رہبانیت کی شکل اختیار کی، اس زندگی کی ایک نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ لوگ دنیا کے تمام تعلقات سے منہ موڑ کر کسی پہاڑ کے غار میں یا کسی غیر آباد مقام پر گوشہ گیر ہو جاتے اور پھر ان پر استغراق عبادت کی ایسی کیفیت طاری ہو جاتی کہ وضع و نشست کی جو ہیئت اختیار کر لیتے زندگی کے آخری سانس تک اسی ہیئت پر قائم رہتے اور مرنے کے بعد بھی اسی حالت پر نظر آتے نہ زندگی میں کوئی ان کو چھیڑتا اور نہ مرنے کے بعد کوئی اس کی جرأت کرتا اس لئے اگر موسم موافق ہوتا اور درندوں سے حفاظت حاصل ہوتی تو مدت تک ان کی نعشیں اسی حالت پر باقی رہتی تھیں جس حالت میں کہ انہوں نے اپنی زندگی کے آخری سانس لئے تھے اور صدیوں تک ان کے ڈھانچے اسی وضع و ہیئت پر محفوظ رہتے کہ دور سے دیکھنے والا ان کو زندہ انسان ہی تصور کرتا چونکہ اس قسم کی نعشیں متعدد جگہ برآمد ہوئیں اس لئے ان علماء کو اصحاب الکہف کے شہر اور مقام کے تعین میں سخت دھوکہ ہوا۔

اصحاب الکہف کا زمانہ قبل مسیح تھا یا بعد مسیح اس کے متعلق حافظ عماد الدین بن کثیر اپنی تفسیر میں رقمطراز ہیں۔

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۷۴

بیان کیا گیا ہے کہ اصحاب الکہف حضرت مسیح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے مذہب پر تھے یوں تو خدا ہی بہتر جانتا ہے مگر ظاہر یہ ہے کہ وہ بالکلیہ ملتِ نصرانیت سے پہلے ہوئے ہیں کیونکہ اگر وہ دینِ نصرانیت پر ہوتے تو احبارِ یہود اپنی اس مخالفت کی بنا پر جو ان کو عیسائیوں سے تھی اصحاب الکہف کی خبر اور ان کے حالات کی محفوظ رکھنے کی طرف اعتناء نہ کرتے، حالانکہ سابق میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت گزر چکی کہ قریش نے مدینہ میں احبارِ یہود کے پاس اپنے کچھ لوگ اس غرض سے بھیجے تھے کہ وہ ان سے چند ایسی باتیں معلوم کر لیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ امتحان لے سکیں احبار نے یہ کہلا کر بھیجا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اصحاب الکہف کے حالات ذوالقرنین کی خبر اور روح کے متعلق سوال کریں اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اصحاب الکہف کا حال کتب اہلِ کتاب میں محفوظ تھا اور نیز یہ کہ ان کا واقعہ مذہبِ نصرانیت سے پہلے ہوا ہے واللہ اعلم۔ [۱]

اصحاب الکہف کی تعداد کیا تھی اور وہ کتنے تھے اس کے متعلق قرآن مجید کا ارشاد ہے۔

سَيَقُولُونَ ثَلَاثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ وَيَقُولُونَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ وَيَقُولُونَ سَبْعَةٌ وَثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ قُل رَّبِّي أَعْلَمُ بِعِدَّتِهِم مَّا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا قَلِيلٌ فَلَا تُمَارِ فِيهِمْ إِلَّا مِرَاءً ظَاهِرًا وَلَا تَسْتَفْتِ فِيهِم مِّنْهُمْ أَحَدًا۔

کچھ لوگ کہیں گے وہ تین ہیں چوتھا ان کا کتا اور کچھ کہیں گے وہ پانچ ہیں چھٹا ان کا کتا یہ سب اندھیرے میں تیر چلاتے ہیں بعض کہتے ہیں وہ سات ہیں اور آٹھواں ان کا کتا (اے پیغمبر) کہدے ان کی گنتی میرا پروردگار ہی خوب جانتا ہے ان کا حال بہت کم لوگوں کو معلوم ہے تو اس بارے میں بحث و نزاع نہ کر مگر اس حد تک کہ صاف صاف بات میں ہو اور نہ ان لوگوں میں سے کسی سے اس بارے میں کچھ دریافت کر۔

اصحاب الکہف کی تعداد کے سلسلہ میں لوگوں کے اختلاف کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے تین اقوال نقل فرمائے ہیں اس سے پتہ چلا کہ ان تین اقوال کے علاوہ اور کوئی چوتھا قول نہیں پہلے دو اقوال کو رجماً بالغیب (اٹکل پچو) فرمایا۔ تیسرے کے متعلق

[۱] تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۷۸ طبع مصر ۱۳۵۶ھ

سکوت اختیار کیا۔ پہلے دونوں جملوں میں واوٗ
عطف نہ تھا۔ تیسرے جملہ میں وَثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ
عطف کے ساتھ کہنا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ یہی
تعداد حقیقت میں صحیح ہے۔ اور یہ جو فرمایا کہ قُلْ
رَّبِّيٓ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ (کہدے ان کی گنتی میرا
پروردگار ہی خوب جانتا ہے) سو یہ اس طرف
اشارہ ہے کہ ایسے مقامات پر علم کو اللہ ہی کے
حوالہ کرنا زیادہ مناسب ہے کیونکہ بغیر علم اس قسم
کی باتوں میں غور خوض کرنا فضول ہے ہاں جب
کسی چیز کے متعلق پوری اطلاع ہو تو اس کو
زبان سے نکالنا چاہئے ورنہ توقف کرنا بہتر ہے۔
خود قرآن مجید کی تصریح ہے مَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا
قَلِيْلٌ (ان کی خبر نہیں رکھتے مگر تھوڑے لوگ)
طبرانی نے معجم اوسط میں[1] اور ابن جریر طبری نے
اپنی تفسیر میں باسانید صحیحہ[2] حضرت ابن عباس رضی اللہ
عنہما سے روایت کی ہے کہ میں بھی ان ہی تھوڑے
لوگوں میں سے ہوں جن کو اللہ تعالیٰ نے مستثنیٰ قرار

دیا ہے۔ اصحاب الکہف کی تعداد سات تھی، ابن
ابی حاتم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا
بعینہ یہی بیان نقل کیا ہے۔[3]

اصحاب الکہف کے نام کیا تھے۔ اس کے متعلق
حافظ ابو حیان اندلسی رقمطراز ہیں۔
واما اسماء فتية اهل الكهف فاعجمية لا تنضبط بشكل ولا نقط والسند في معرفتها ضعيف[4]
نوجوانان اصحاب الکہف کے نام عجمی ہیں نہ وہ اعراب کے ذریعہ منضبط ہوتے ہیں نہ نقطوں کے ذریعہ نیز ان کی معرفت کی سند بھی ضعیف ہے۔

حافظ ابن کثیر کا بھی یہی فیصلہ ہے۔
وفي تسميتهم بهذه الاسماء واسماء كلبهم نظر في صحته۔[5]
اصحاب الکہف کے جو نام بتائے جاتے ہیں ان کے اور ان کے موسوم کتے کے نام کی صحت میں کلام ہے۔

اصحاب الکہف غار میں کتنی مدت تک رہے
اس کے متعلق قرآن مجید میں مرقوم ہے۔
وَلَبِثُوْا فِيْ كَهْفِهِمْ
اور مدت گزری ان پر اپنی کھوہ

---

[1] تفسیر فتح القدیر ج ۳ ص ۲۷۰ [2] تفسیر ابن کثیر برحاشیہ فتح البیان ج ۶ ص ۱۳۱ طبع مصر ۱۳۰۱ھ
[3] تفسیر فتح القدیر ج ۳ ص ۲۷۰ [4] البحر المحیط ج ۶ ص ۱۰۱۔ [5] تفسیر ابن کثیر برحاشیہ فتح البیان ج ۶ ص ۱۳۱

ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ میں تین سو برس اور ان کے اوپر
وَازْدَادُوْا تِسْعًا نو. تو کہدے اللہ ہی بہتر جانتا
قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا ہے کہ وہ کتنی مدت تک رہے
لَبِثُوْا لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وہ آسمان وزمین کی ساری پوشیدہ
وَالْاَرْضِ۔ باتیں جانتا ہے۔

لیکن اس کے متعلق بعض علماء کی رائے ہے
کہ جس طرح قرآن مجید نے پہلے اصحاب الکہف کی
تعداد کے بارے میں لوگوں کے متعدد اقوال نقل کئے
تھے۔ اسی طرح یہاں بھی مدتِ بقاء کے بارے
میں لوگوں کا قول نقل کیا ہے یعنی لوگ کہتے ہیں غار
میں تین سو برس تک رہے اور بعضوں نے اس پر نو
برس اور بڑھا دئے تم کہدو اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ
فی الحقیقت کتنی مدت گزر چکی ہے۔ پس ان علماء کے
خیال میں یہ قرآن کی تصریح نہیں بلکہ لوگوں کا قول
ہے اور سیقولون سے نقلِ اقوال کا جو سلسلہ
شروع ہوا تھا اسی سلسلہ کی یہ آخری کڑی ہے سلف
میں قتادہ اور مطرف بن عبد اللہ کی یہی رائے ہے[۱]،
ابنِ ابی حاتم اور ابنِ مردویہ نے حضرت عبد اللہ بن
عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ انسان کسی
آیت کی تفسیر یہ سمجھ کر کرنے لگتا ہے کہ وہ ٹھیک ہوگی،
حالانکہ وہ زمین وآسمان کے درمیان نہایت دور جا کے
گرتا ہے اس کے بعد یہ آیت تلاوت کی وَلَبِثُوْا فِيْ
كَهْفِهِمْ الآیہ پھر دریافت کرنے لگے کہ یہ لوگ کتنے
عرصہ رہے۔ لوگوں نے جواب دیا تین سو نو برس آپ
نے فرمایا اگر اتنی مدت تک رہے ہوتے تو اللہ تعالیٰ یہ
نہ فرماتا قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا لیکن اللہ تعالیٰ نے
ان لوگوں کا مقولہ نقل کیا ہے چنانچہ سَيَقُوْلُوْنَ
ثَلٰثَةٌ سے رَجْمًا بِالْغَيْبِ تک فرما کر ان کی لاعلمی
کی خبر دی اور پھر فرمایا کہ وہ یہ بھی کہیں گے وَلَبِثُوْا
فِيْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا۔
علامہ محمود آلوسی اپنی مشہور تفسیر روح المعانی میں
اس روایت کو نقل کر کے فرماتے ہیں۔
ولعل هذا لا يصح عن غالبا حضرت حبر امت عبد اللہ بن
الحبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ
فقد صح عنه القول بأن روایت صحیح نہیں کیونکہ ان سے ثابت
عدة اصحاب الکهف ہو چکا کہ اصحاب الکہف کی تعداد

[۱] تفسیر ابن کثیر ج ۶ ص ۱۳۲۔

سبعۃ وثامنھم کلبھم سات ہیں اور آٹھواں ان کا کتا تھا اللہ تعالیٰ عقب القول حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس قول کو بذلک بقولہ سبحانہ قُل بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا قُلْ رَّبِّیْٓ اَعْلَمُ بِعِدَّتِھِمْ و رَبِّیْٓ اَعْلَمُ بِعِدَّتِہِمْ اور اس میں لافرق بینہ وبین قولہ اور قُلِ اللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا کے تعالیٰ قُلِ اللّٰہُ اَعْلَمُ فرمانے میں کوئی فرق نہیں پس قل اللہ بِمَا لَبِثُوْا انلم دل ھذا اعلم بما لبثوا سے تردید کیونکر ثابت علی الرد ولم یدل ذالک[۱] ہوئی اور اس سے کیوں ثابت نہیں ہوئی

عبد الرزاق، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے قتادہ کا بیان نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کی قرأت میں قالوا کا لفظ آیا ہے یعنی انھوں نے اس آیت کی قرأت اس طرح کی ہے وَ قَالُوْا لَبِثُوْا فِیْ کَہْفِہِمْ اس کے صاف یہ معنی ہیں کہ یہ لوگوں کا مقولہ ہے قتادہ کہتے ہیں تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ ہی فرمایا قُلِ اللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا[۲] حافظ ابن کثیر اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں۔

درواية قتادة قراءة ابن ابن مسعود کی قرأت کے متعلق مسعود منقطعۃ ثم ھی قتادہ کی روایت منقطع ہے نیز یہ قرأت شاذة بالنسبة الی قراءة جمہور کے لحاظ سے شاذ بھی ہے لہٰذا الجمھور فلا یحتج بھا[۳] اس سے استدلال نہیں کیا جا سکتا

علامہ محمود آلوسی لکھتے ہیں کہ ابن مسعود کی قرأت سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان لوگوں کا قول ہے جو اصحابِ الکہف کے معاملہ میں بحث کر رہے تھے رہا اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا فرمانا قُلِ اللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ اصحاب الکہف کی تعداد کے بارے میں تیسرے قول کو بیان کر کے فرمایا اس سے اس قول کی تردید کا پتہ نہیں چلتا[۴]

غرض اکثر مفسرین اسی کے قائل ہیں کہ اصحاب الکہف کے غار میں رہنے کی یہ تین سو نو برس کی مدت خود اللہ تعالیٰ کی بیان کی ہوئی ہے۔ امام بغوی لکھتے ہیں۔

ھذا اخبار من اللہ تعالیٰ کہف میں ان لوگوں کے ٹھیرے عن قدر لبثھم فی الکھف رہنے کے متعلق یہ اللہ تعالیٰ نے وھو الاصح[۵] خبر دی اور یہی اصح ہے۔

---

[۱] و [۴] روح المعانی ج ۱۵ ص ۲۳۳ طبع مصر۔ [۲] تفسیر فتح القدیر ج ۳ ص ۲۷۰۔ [۳] تفسیر ابن کثیر ج ۶ ص ۱۳۳ طبع مصر ۱۳۰۱ھ [۵] معالم التنزیل ج ۴ ص ۱۶۹ طبع مصر۔

امام ابن جریر طبری اور حافظ ابن کثیر نے بھی اسی
کو اختیار کیا ہے۔ ابن کثیر رقمطراز ہیں۔
وھذا الذی قلناہ علیہ ہم جس بات کے قائل ہیں
غیر واحد من علماء اسی پر اکثر علماء تفسیر جیسے
التفسیر کمجاھد وغیر واحد مجاہد اور اکثر علماء سلف و
من علماء السلف والخلف[1] خلف ہیں۔

خود حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس
آیت کے شانِ نزول میں جو روایت مروی ہے اس
سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے چنانچہ ابن مردویہ نے
بروایت ضحاک حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے
نقل کیا ہے کہ جب یہ آیت اتری وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ
ثَلٰثَ مِائَةٍ تو کہا گیا یا رسول اللہ یہ تین سو دن ہیں یا
مہینے یا برس۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا سِنِينَ
وَازْدَادُوا تِسْعًا، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر
ابن ابی حاتم نے خود ضحاک سے بھی یہی نقل کیا ہے[2]

اصحاب الکہف کس طرح ایک دوسرے کو
آکر ملے اور اکٹھے ہوئے اور پھر کس طرح وہ شہر سے باہر
نکلے اس بارے میں مختلف باتیں بیان کی جاتی ہیں

حافظ ابو حیان اندلسی فرماتے ہیں۔
والرواۃ مختلفون فی ان کے قصوں کے بیان کرنے میں
قصصھم وکیف کان راوی مختلف ہیں کہ ان کا اجتماع
اجتماعھم وخروجھم کیونکر ہوا وہ کس طرح شہر سے باہر
ولم یات فی الحدیث نکلے اس کی کیفیت نہ تو کسی صحیح
الصحیح کیفیۃ ذلک، حدیث میں آئی ہے اور نہ قرآن
ولا فی القرآن الا ما میں بجز ان واقعات کے جن کو
قص تعالیٰ علینا من اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے اور
قصصھم[3] کچھ مذکور ہے۔

اسی طرح اصحاب الکہف کے دائیں بائیں کروٹ
بدلوانے کی مدت میں بھی مختلف اقوال مذکور ہیں بعض
چھ ماہ بعض ایک سال بعض نو برس بتاتے ہیں۔ مگر
امام رازی تفسیر کبیر میں رقمطراز ہیں۔
ھذہ التقدیرات لا سبیل یہ مقداریں عقل سے نہیں معلوم کی
للعقل الیھا ولفظ القرآن جا سکتیں نہ قرآن کے الفاظ ان
لا یدل علیہ وما جاء بہ پر دلالت کرتے ہیں اور نہ کوئی صحیح
خبر صحیح فکیف حدیث ان کے متعلق موجود ہے پس
یعرف[4] اس کا کیونکر پتہ چل سکتا ہے۔

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۷۸ - [2] فتح القدیر ج ۳ ص ۲۸۱ - [3] البحر المحیط ج ۶ ص ۱۱۱ - [4] تفسیر کبیر ج ۵ ص ۴۷۲ طبع مصر ۱۳۲۴ھ

اصحاب الکہف کے اس مرتبہ جاگنے کے بعد یہ پتہ نہیں کہ اس کے بعد ان کی وفات ہوگئی یا یہ زندہ رہے۔ وفات ہوئی تو کب ہوئی، زندہ رہے تو کب تک رہے یا کب تک رہیں گے۔ حافظ ابنِ کثیر علامہ محمود آلوسی اور دیگر علماء کی بڑی جماعت کا رجحان اسی طرف ہے کہ اس واقعہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو وفات دیدی۔ واللہ اعلم پ۱۵

أَصْحٰبُ مَدْيَنَ ۔ مدین والے۔ مدین کے لوگ اَصْحٰبُ مضاف۔ مَدْيَنَ مضاف الیہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تین بیویاں تھیں۔ سارہ، ہاجرہ قطورا۔ مدین قطورا کے بطن سے حضرت ابراہیمؑ کا بیٹا تھا۔ سامی قوموں کا عام قاعدہ ہے کہ وہ اپنی آبادی اور قبیلہ کو بانی و مورث خاندان کے نام سے موسوم کرتی ہیں۔ اسی لحاظ سے مدین کا سارا خاندان جو آگے چل کر ایک بہت بڑا قبیلہ بن گیا تھا جدِ قبیلہ مدین بن ابراہیم کی طرف منسوب ہوا اور جہاں یہ قبیلہ آباد ہوا وہ ملکِ مدین کہلایا۔ حضرت شعیب علیہ السلام اول ان کی ہی طرف مبعوث ہوئے تھے اور اسی نسل اور اسی قبیلہ سے تھے چنانچہ قرآن مجید نے وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا (اور مدین کے پاس ان کے بھائی شعیب کو بھیجا) کہہ کر ان کے اسی نسلی رشتہ کو واضح کیا ہے۔ اصحابِ مدین کا ذکر قرآن مجید میں سورۂ اعراف پ۸ و پ۹ اور سورۂ ہود پ۱۲ اور سورۂ عنکبوت پ۲۰ میں قدرے تفصیل سے آیا ہے اور سورۂ توبہ پ۱۰ اور سورۂ حج پ۱۷ میں صرف معذب اور گنہگار قوموں کی فہرست میں ان کا نام بتلانے پر اکتفا کیا گیا ہے۔ اصحاب مدین اور اصحاب الایکہ آیا ایک ہی قوم ہیں یا دو جداگانہ قومیں اس کے متعلق اصحاب الایکہ کے ضمن میں تفصیلی بحث سپرد قلم کی جا چکی ہے۔ (مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو اصحاب الایکہ، شعیب، مدین) پ۱۰ پ۱۷

أَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۔ کمبختی والے۔ بائیں والے اَصْحٰبُ مضاف۔ اَلْمَشْئَمَةِ مضاف الیہ۔ یہی لوگ ہیں جن کو دوسری جگہ قرآن مجید میں اصحاب الشمال کہا گیا ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھو اصحاب الشمال، اور مشئمۃ) پ۲۷ پ۳۰

أَصْحٰبُ مُوْسٰى ۔ موسیٰ کے لوگ۔ اَصْحٰبُ مضاف۔ مُوْسٰى مضاف الیہ۔ یہ وہی بنی اسرائیل

ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مصر سے نکلکر چلے تھے اور بحرِ قلزم کے کنارہ پہنچکر اس کو پار کرنے کی فکر کر رہے تھے کہ دور سے فرعون لشکر لے کر آتا ہوا دکھائی دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وحیِ الٰہی کے مطابق عصا کو دریا پر مارا پانی تھا بہت گہرا۔ بارہ جگہ سے پھٹ کر خشک راستے بن گئے جن میں سے بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے الگ الگ گزرے اور بیچ میں پانی کے پہاڑ کھڑے ہوگئے۔ عبد بن حمید اور ابن المنذر نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اصحاب موسیٰ جنھوں نے سمندر کو پار کیا بارہ اسباط تھے اور ہر راستے میں بارہ ہزار انسان تھے جو سب کے سب اولاد یعقوب علیہ السلام سے تھے۔[1] پ۹

اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ۔ داہنے والے بڑے نصیب والے۔ اَصْحٰبُ مضاف اَلْمَيْمَنَةِ مضاف الیہ۔ یہ وہ خوش نصیب انسان ہیں جن کو عہدِ الست کے دن حضرت آدم علیہ السلام کے داہنے پہلو سے نکالا گیا تھا۔ جو روزِ حشر عرشِ الٰہی کے داہنی جانب ہوں گے، ان کا اعمالنامہ ان کے داہنے ہاتھ میں دیا جائیگا اور فرشتے ان کو داہنی طرف سے لیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شبِ معراج میں دیکھا تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام اپنی داہنی طرف دیکھکر ہنستے ہیں۔ سو حضرت آدم علیہ السلام ان ہی خوش نصیب اور مبارک لوگوں کو دیکھکر خوش ہو رہے تھے۔ دوسری جگہ قرآن مجید میں انہیں کو اصحاب الیمین کہا گیا ہے پ۲۷/۱۴ پ۳۰/۱۵

اَصْحٰبُ النَّارِ۔ دوزخ کے رہنے والے۔ دوزخ والے۔ اَصْحٰبُ مضاف اَلنَّارِ مضاف الیہ۔ آیت شریفہ وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً میں اصحاب النار سے دوزخ کے داروغہ مراد ہیں اس لئے یہاں اصحاب النار کا ترجمہ دوزخ پر داروغہ کرنا چاہئے اصل میں اصحاب النار کے لفظی معنی ہیں دوزخ والے دوزخیوں کو دوزخ میں رہنے کی وجہ سے اور دوزخ کے فرشتوں کو دوزخ کے داروغہ ہونے کی وجہ سے دوزخ والے کہا گیا۔ قرآن مجید میں ان فرشتوں کی تعداد جو دوزخ پر مقرر ہوں گے انیس مذکور ہے

[1] تفسیر فتح القدیر ج ۳ ص ۹۹ طبع مصر سنہ ۱۳۵۰ھ

پ ۱۶ پ ۱۱ پ ۴ پ ۳ پ ۲ پ ۱ پ ۸ پ ۸ پ ۱۱ پ ۱۲
پ ۱۴ پ ۱۵ پ ۸ پ ۲۹

اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۔ داہنی طرف والے۔ اَصْحٰبُ مضاف اَلْيَمِيْنِ مضاف الیہ۔ ان کو ہی دوسری جگہ قرآن مجید میں اصحاب المیمنہ کہا گیا ہے (دیکھو اصحاب المیمنہ) پ ۲۷ پ ۲۹

اَصْحٰبِهِمْ ۔ ان کے ساتھی۔ اَصْحٰبٌ صَاحِبٌ کی جمع جس کے معنی رفیق اور ساتھی کے ہیں مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ پ ۲۷

اِصْدَعْ ۔ تو کھول کر سنا دے (فَتَحَ) صَدْعٌ سے۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر اصل میں صَدْعٌ کے معنی کسی ٹھوس جسم مثلاً لوہا یا شیشہ وغیرہ میں شگاف پڑجانے اور اس کے شق ہوجانے کے ہیں۔ گویا کھل جانا اس کے مفہوم میں داخل ہے اسی اعتبار سے کسی بات کے کھلم کھلا کہنے کے معنی میں بھی اس کا استعمال ہوتا ہے اور یہاں یہی معنی مراد ہیں۔ پ ۱۴

اَصْدَقُ ۔ زیادہ سچا صِدْقٌ سے جس کے معنی سچ بولنے کے ہیں۔ افعل التفضیل کا صیغہ پ ۵

اَصَّدَّقَ ۔ میں خیرات کروں۔ تَصَدُّقٌ سے کہ جس کے معنی صدقہ دینے اور خیرات کرنے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد متکلم پ ۲۸

اِصْرًا ۔ بھاری بوجھ۔ اصل میں اِصْرٌ کے معنی اس بوجھ کے ہیں جو اپنے اٹھانے والے کو چلنے سے روک رکھے یہاں مراد تکلیفِ شاقہ اور سخت و دشوار امور ہیں پ ۳

اَصْرِفُ ۔ میں پھیر دوں گا۔ (ضَرَبَ) صَرْفٌ سے جس کے معنی کسی شے کو ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف پھیر دینے یا ایک شے کو کسی دوسری شے سے بدل دینے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد متکلم پ ۹

اِصْرِفْ ۔ ہٹا دے، پھیر دے۔ صَرْفٌ سے امر حاضر کا صیغہ واحد مذکر۔ پ ۱۹

اَصَرُّوْا ۔ انھوں نے ضد کی۔ انھوں نے اصرار کیا اِصْرَارٌ سے جس کے معنی کسی چیز پر سختی کے ساتھ جمے رہنے اور مصر ہونے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ پ ۲۹

اِصْرَهُمْ ۔ ان کے بوجھ۔ اِصْرٌ مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔ یہاں مراد ان سخت احکام سے ہے جو یہودیوں پر تھے۔ پ ۹

اِصْرِیْ ۔ میرا عہد۔ اِصْرِ مضاف ی ضمیر واحد متکلم

مضاف الیہ۔ چونکہ عہد کی ذمہ داری کا بھی انسان پر
بوجھ ہوتا ہے اس لئے اِصْر کا استعمال عہد کے معنی
میں بھی ہوتا ہے۔ پ ۳/۴

اِصْطَادُوْا تم شکار کر لو۔ اِصْطِیَادٌ سے جس کے
معنی شکار کرنے کے ہیں۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ پ ۶

اِصْطَبِرْ۔ تو قائم رہ۔ ہمارہ صبر کر۔ اِصْطِبَارٌ
سے جس کے معنی صبر کے ساتھ قائم رہنے کے ہیں۔ امر
کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ پ ۱۶/۷ و ۲۷/۹

اِصْطَفٰی۔ اس نے چن لیا۔ اس نے پسند کر لیا۔
اِصْطِفَاءٌ سے جس کے معنی چن لینے اور برگزیدہ کرنے
کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ پ ۱/۱۶ پ ۳/۱۲
پ ۱۹/۲۰ و ۲۳/۱۵ ۔

اَصْطَفَیْتُكَ۔ میں نے تجھکو امتیاز دیا۔ میں نے
تجھکو برگزیدہ کیا۔ اِصْطَفَیْتُ اِصْطِفَاءٌ سے ماضی
کا صیغہ واحد متکلم كَ ضمیر واحد مذکر حاضر۔ پ ۹

اِصْطَفٰكِ۔ تجھ کو پسند کیا۔ اِصْطَفٰی صیغہ ماضی۔
كِ ضمیر واحد مونث حاضر۔ پ ۳/۱۲

اِصْطَفَیْنَا۔ ہم نے چن لیا۔ برگزیدہ کیا۔ اِصْطِفَاءٌ
سے۔ ماضی کا صیغہ جمع متکلم۔ پ ۲۲/۱۶

اِصْطَفَیْنٰهُ۔ ہم نے اس کو منتخب کیا۔ اس میں
ہُ ضمیر واحد مذکر غائب ہے۔ پ ۱/۱۹

اِصْطَفٰىهُ اس کو پسند فرمایا۔ اِصْطَفٰی صیغہ
ماضی، ہُ ضمیر واحد مذکر غائب۔ پ ۲/۱۶

اِصْطَنَعْتُكَ میں نے تجھ کو بنایا۔ اَصْطَنَعْتُ
اِصْطِنَاعٌ سے۔ جس کے معنی کسی شے کی درستی اور بنانے
میں مبالغہ کرنے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد متکلم كَ
ضمیر واحد مذکر حاضر۔ پ ۱۶/۱۱

اَصْغَرُ۔ زیادہ چھوٹا۔ صِغَرٌ سے جس کے معنی چھوٹے
ہونے کے ہیں۔ افعل التفضیل کا صیغہ۔ پ ۱۱/۱۲ پ ۲۷

اَصْفَادِ۔ زنجیریں۔ بیڑیاں۔ صَفَدٌ اور صِفَادٌ کی
جمع جس کے معنی بیڑی اور زنجیر کے ہیں۔ پ ۱۳/۱۹ پ ۲۳/۱۲

اِصْفَحْ تو درگزر کر۔ (فَتْحٌ) صَفْحٌ سے جس کے معنی
درگزر کرنے اور اعراض کرنے کے ہیں۔ امر کا صیغہ
واحد مذکر حاضر۔ پ ۲ پ ۱۴/۶ پ ۲۵/۱۲

اِصْفَحُوْا۔ درگزر کرو۔ صَفْحٌ سے۔ امر کا صیغہ۔
جمع مذکر حاضر۔ پ ۱/۱۳

اَصْفٰىكُمْ۔ تم کو چن لیا۔ تم کو انتخاب کر لیا۔ اَصْفٰی
اِصْفَاءٌ سے جس کے معنی برگزیدہ کرنے اور منتخب کرنے

کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر ۴/۹ ۸/۲۵۔

اَصْلِ ۔ جڑ۔ اُصُوْلٌ جمع۔ ۶/۲۴۔

اَصْلَابِكُمْ ۔ تمہاری پشتیں۔ اَصْلَابٌ صُلْبٌ کی جمع۔ جس کے معنی پشت کی ہڈی کے ہیں مضاف ہے کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ۔ ۵/۴۔

اِصْلَاحٍ ۔ سنوارنا۔ صلح کرانا۔ بروزن اِفْعَالٌ مصدر ہے۔ ۱۱/۲ ۱۴/۵ ۸/۱۲ اِصْلَاحًا ۱۲/۲ ۴/۵۔

اِصْلَاحِهَا ۔ اس کی اصلاح۔ اِصْلَاحٌ مضاف ھَا ضمیر واحد مونث غائب مضاف الیہ ۱۴ و ۱۸/۸۔

اُصَلِّبَنَّكُمْ ۔ میں تم کو سولی پر چڑھاؤں گا اُصَلِّبَنَّ تَصْلِیْبٌ سے جس کے معنی سولی دینے کے ہیں مضارع بانون تاکید کا صیغہ واحد متکلم۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ ۱۱/۹ ۱۲/۱۶ ۵/۱۹۔

اَصْلَحَ ۔ اس نے صلح کرادی۔ اس نے اصلاح کی۔ وہ سنور گیا۔ نیک ہوگیا۔ اِصْلَاحٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ ۶/۷ ۱۰/۷ ۱۲ و ۲۰/۶ ۱۱/۸ ۵/۲۵ ۵/۲۶۔

اَصْلِحْ ۔ تو اصلاح کر۔ تو نیک بنادے۔ اِصْلَاحٌ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ۴/۹ ۲/۲۶۔

اَصْلَحَا ۔ ان دونوں نے اپنی اصلاح کرلی ۔ اِصْلَاحٌ سے ماضی کا صیغہ تثنیہ مذکر غائب ۱۲/۴۔

اَصْلَحْنَا ۔ ہم نے اچھا کردیا۔ ہم نے درست کردیا۔ اِصْلَاحٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم ۶/۱۷۔

اَصْلَحُوْا ۔ انھوں نے اپنے کام کو درست کیا۔ انھوں نے نیک کام کئے۔ انھوں نے اپنی اصلاح کی۔ وہ سنور گئے۔ اِصْلَاحٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ۲/۳ ۱۴/۳ ۱۸/۵ ۲۱/۱۴ ۷/۱۸۔

اَصْلِحُوْا ۔ تم صلح کرو۔ تم صلح کرادو۔ تم ملاپ کرادو اِصْلَاحٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۱۵/۹ ۱۳/۲۶۔

اِصْلَوْهَا ۔ اس میں جا پڑو۔ اس کے اندر چلے جاؤ۔ (سَمِعَ) اِصْلَوْا اَصْلٰی سے جس کے معنی آگ میں جلنے اور اس میں جا پڑنے کے ہیں امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ھَا ضمیر واحد مونث غائب ۳/۲۳ ۲/۲۴۔

اَصْلُهَا ۔ اس کی جڑ۔ اَصْلٌ مضاف ھَا ضمیر واحد مونث غائب مضاف الیہ ۱۶/۱۳۔

اُصْلِیْهِ ۔ میں اس کو آگ میں ڈالوں گا۔ اُصْلِی اِصْلَاءٌ سے جس کے معنی آگ میں ڈالنے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد متکلم ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب ۱۵/۱۷

اَصَمَّ - بہرا۔ صَمَمٌ سے جس کے معنی بہرا ہونے کے ہیں صفتِ مشبہ کا صیغہ۔ ۱۳/۲

اَصَمَّهُمْ - ان کو بہرا کر دیا۔ اَصَمَّ، اِصْمَامٌ سے جس کے معنی بہرا کر دینے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ ۲۶/۷

اَصْنَام - بت، مورت۔ ہر وہ چیز جس کو خدا کے سوا پوجا جائے۔ صَنَمٌ کی جمع ۹/۷ ۱۳/۱۸ **اَصْنَامًا** ۱۵/۷ ۹/۱۹

اَصْنَامَكُمْ - تمہارے بت۔ اَصْنَامُ مضاف كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ ۱۷/۵

اِصْنَعْ - تو بنا۔ تو درست کر (فتح) صَنْعٌ سے جس کے معنی کسی کام کے درست کرنے اور بنانے کے ہیں امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ۱۲/۳ ۱۸/۵

اَصْوَات آوازیں صَوْتٌ کی جمع جس کے معنی آواز کے ہیں۔ ۱۶/۱۵ ۲۱/۱۱

اَصْوَاتَكُمْ - تمہاری آوازیں۔ اَصْوَاتَ مضاف كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ ۲۶/۱۳

اَصْوَاتَهُمْ - ان کی آوازیں۔ اَصْوَاتَ مضاف۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ ۲۶/۱۳

اَصْوَافِهَا - ان کی اون۔ اَصْوَافٌ۔ صُوْفٌ کی جمع جس کے معنی اُون کے ہیں۔ اَصْوَاف مضاف هَا ضمیر واحد مونث غائب مضاف الیہ جس کا ترجمہ انعام کی طرف راجع ہونے کے سبب سے (ان) کا کیا گیا ہے۔ ۱۴/۱۲

اُصُوْلِهَا - اس کی جڑیں اصول اَصْلٌ کی جمع هَا ضمیر واحد مونث غائب مضاف الیہ۔ ۲۸/۴

اُصِيْبُ - میں پہنچاتا ہوں۔ ڈالتا ہوں۔ اِصَابَةٌ سے جس کے معنی پہنچانے اور لا ڈالنے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد متکلم۔ ۹/۹

اَصِيْلًا - شام۔ عصر و مغرب کے درمیانی وقت کو کہتے ہیں۔ ۱۹/۱۵ ۲۲/۳ ۲۶/۹ ۲۹/۲۰

فصل الضاد المعجمة

اَضَاءَ - اس نے روشن کیا۔ اِضَاءَةٌ سے جس کے معنی روشن کرنے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ۱/۲

اَضَاءَتْ - اس نے روشن کر دیا۔ اِضَاءَةٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مونث غائب۔ ۱/۲

اَضَاعُوْا - وہ کھو بیٹھے۔ انھوں نے ضائع کر دیا۔ اِضَاعَةٌ سے جس کے معنی کھو دینے اور ضائع کر دینے کے

ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ پ 16/7

اَضْحَكَ۔ اس نے ہنسایا۔ اِضْحَاكٌ سے جس کے معنی ہنسانے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب پ 27/14

اِضْرِبْ۔ تو مار، تو بنا دے۔ تو بیان کر۔ ضَرْبٌ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اصل میں ضَرْبٌ کے معنی کسی چیز کے دوسری چیز پر واقع کرنے کے ہیں۔ چونکہ اس کی صورتیں مختلف ہیں اس لئے مختلف محل پر اس کے مختلف معانی آتے ہیں۔ کہیں مارنے کے، کہیں ڈال دینے کے، کہیں چلنے کے، کہیں بیان کرنے کے اور کہیں تھپک دینے کے غرض ہر موقع اور محل پر اس کے مناسب ترجمہ ہونا چاہئے۔ بشرطیکہ اصل معنی ملحوظ رہیں چونکہ چلنے میں زمین پر پیر پڑتے ہیں اس لئے ضَرَبَ فِی الْاَرْضِ میں ضَرْبٌ کے معنی زمین پر چلنے کے ہوں گے کسی چیز کا اس طرح ذکر کرنا کہ اس کا اثر دوسری چیز پر پڑے اس کا نام ضَرْبُ الْمَثَلِ ہے۔ اس لئے جب مَثَلٌ کے ساتھ ضَرْبٌ کا استعمال ہو تو اس کے معنی بیان کرنے کے آئیں گے۔ آیتِ شریفہ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا (تو ان کے لئے سمندر میں خشک راستہ بنا دے) میں چونکہ طَرِیْقٌ (راستہ) کو بَحْرٌ (سمندر) پر واقع کیا جا رہا ہے اس لئے یہاں اِضْرِبْ کا ترجمہ بنا دے۔ تیار کر دے یا ڈال دے کرنا چاہئے۔ پ 1/7 پ 9/4 پ 15/17و18 پ 16/12 پ 19/8 پ 22/19 پ 23/13

اِضْرِبُوْا۔ تم مارو۔ تم کا وُ۔ ضَرْبٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ 9/16

اِضْرِبُوْهُ۔ اس پر مارو۔ اس میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ہے۔ پ 1/9

اِضْرِبُوْهُنَّ۔ ان (عورتوں) کو مارو۔ اس میں هُنَّ ضمیر جمع مونث غائب ہے جو عورتوں کی طرف راجع ہے۔ اگر بیویوں سے سرکشی اور بدخوئی کا ڈر اور اندیشہ ہو تو یہ نہ چاہئے کہ فوراً دل برداشتہ ہو کر قطع تعلق کر لیا جائے بلکہ پہلے ان کو نرمی اور محبت سے سمجھایا جائے اور نصیحت کی جائے اگر اس پر بھی وہ سرکشی سے باز نہ آئیں تو خوابگاہ میں ان سے الگ رہنا چاہئے اور اگر اب بھی نہ مانیں تو بطور تنبیہ کے مارنے کا بھی حکم ہے لیکن نہ اس قدر کہ اس کا نشان باقی رہے یا ہڈی ٹوٹ جائے۔ یاد رہے مارنا پیٹنا آخری درجہ ہے۔ اور جب وہ نافرمانی اور بدخوئی سے باز آ جائیں اور بظاہر مطیع ہو جائیں تو خواہ مخواہ ان کو ملزم بنانے کے لئے راہیں

نہیں ڈھونڈنی چاہئیں بلکہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنا
چاہئے۔ ۲۸

اُضْطُرَّ۔ وہ بے اختیار کیا گیا۔ وہ لاچار کیا گیا۔
اِضْطِرَارٌ سے۔ ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب
اِضْطِرَارٌ کے معنی اصل میں انسان کو کسی ضرر رساں
چیز پر مجبور کرنے کے ہیں۔ عام طور پر اس کا استعمال
انسان کو کسی ایسے امر پر مجبور کرنے کے لئے ہوتا ہے
کہ جس کو وہ ناپسند کرتا ہو۔ اضطرار کی دو شکلیں ہیں
ایک یہ کہ کسی خارجی سبب کی بنا پر ہو پھر اس کی بھی
دو صورتیں ہیں اول یہ کہ انسان کو کسی امر پر اس طور
سے مجبور کیا جائے کہ اس امر کے نہ ہونے کی صورت
میں اس کو قتل کیا جائے یا قتل کی دھمکی دی جائے
یا اس کا کوئی عضو بیکار کر دیا جائے یا بیکار کرنے کی
دھمکی دی جائے۔ دوم یہ کہ زبردستی پکڑ کر اس سے
کام لیا جائے۔ آیہ شریفہ ثُمَّ اَضْطَرُّہٗ اِلٰی عَذَابِ
النَّارِ (پھر اس کو دوزخ کے عذاب میں جبراً بلاؤنگا)
میں اضطرار کی یہی آخری صورت مراد ہے۔ دوسری
شکل یہ ہے کہ اضطرار کسی داخلی سبب کی بنا پر ہو یعنی
ایسی قوت کے غلبہ کی وجہ سے کہ اگر اس کی مدافعت
کی جائے تو ہلاکت واقع ہو۔ جیسے بھوک سے بیتاب
ہو کر کسی حرام چیز کے کھانے پر مجبور ہونا آیت شریفہ
فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْہِ
(پھر جو کوئی بے اختیار ہو جائے نہ تو نافرمانی کرے اور
نہ زیادتی تو اس پر کچھ گناہ نہیں) اس میں دونوں طرح
کا اضطرار داخل ہے یعنی یہ کہ انسان کسی ایسی جگہ
ہو جہاں اس کو بجز کسی حرام چیز کے اور کچھ کھانے
پینے کو نہ مل سکے اور وہ بھوک یا پیاس کی شدت سے
قریب بہلاکت ہو یا یہ کہ رزق حلال موجود ہے مگر
وہ حرام چیز کے کھانے یا پینے پر اس لئے مجبور ہے
کہ اگر اس نے ایسا نہ کیا تو اس کو ہلاک کر دیا جائیگا یا
اس کا کوئی عضو ضائع کر دیا جائے گا۔ ۲ ۶
۶ ۱۴

اُضْطُرِرْتُمْ۔ تم مجبور کئے گئے۔ اِضْطِرَارٌ سے
ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ ۶

اَضْطَرُّہٗ۔ میں اس کو مجبور کروں گا۔ اَضْطَرُّ
اِضْطِرَارٌ سے مضارع کا صیغہ واحد متکلم ہ ضمیر
واحد مذکر غائب (ملاحظہ ہو اُضْطُرَّ) ۱ ۱۵

اَضْعَافًا۔ کئی گنا۔ دونے پر دونا۔ ضِعْفٌ کی جمع

جس کے معنی دگنے کے آتے ہیں۔ یہ بھی نِصْفٌ اور زَوْجٌ کی طرح سے الفاظ متضائفہ میں سے ہے کہ جن میں سے کسی ایک کا وجود دوسرے کے وجود کا مقتضی ہوتا ہے۔ پ۲۶ ع۴ پ۲

اَضْعَفُ۔ زیادہ کمزور۔ ضَعْفٌ سے جس کے معنی کمزور ہونے کے ہیں افعل التفضیل کا صیغہ پ۱۶ ع۱ پ۲۹ ع۱۲

اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ۔ خیالی خواب، پریشان خواب، اَضْغَاثٌ ضِغْثٌ کی جمع جس کے معنی سینکوں کے مٹھے یا لکڑیوں کے گٹھر کے آتے ہیں۔ اور اَحْلَامٌ حُلُمٌ کی جمع ہے جس کے معنی خواب دیکھنے کے ہیں چونکہ سینکوں کے مٹھے یا لکڑیوں کے گٹھر میں بری بھلی ہر طرح کی سینکیں یا لکڑیاں ملی جلی ہوتی ہیں اس لئے خوابہائے پریشاں یا طرح طرح کے خیالی خواب کو اضغاث احلام کہتے ہیں اَضْغَاثُ مضاف اَحْلَامٌ مضاف الیہ۔ پ۱۲ ع۱۴ پ۱۷ ع۱

اَضْغَانَكُمْ۔ تمہارے دل کی خفگیاں۔ اَضْغَانٌ ضِغْنٌ کی جمع جس کے معنی سخت کینہ اور دل کی خفگی کے آتے ہیں اَضْغَانَ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ۔ پ۲۶ ع۸

اَضْغَانَهُمْ۔ ان کے کینے۔ اَضْغَانَ مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ پ۲۶ ع۸

اَضَلَّ۔ اس نے گمراہ کیا۔ اس نے بہکایا۔ اس نے بھٹکایا۔ اس نے کھودیا۔ اِضْلَالٌ سے جس کے معنی گمراہ کرنے اور سیدھے راستے سے ہٹانے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ یاد رہے اس لفظ کا استعمال جب اللہ تعالیٰ کے لئے ہوگا تو اس کی دو صورتیں ہوں گی۔ ایک یہ کہ اس اضلال کا سبب ضلال بنا۔ بایں طور کہ کسی شخص نے گمراہی اختیار کی بدیں وجہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اس پر گمراہی اور ضلالت کا حکم لگایا اور آخرت میں جنت کے راستہ سے دوزخ کے راستے کی طرف اس کو ہٹا دیا ۔ دوسری صورت اضلالِ الٰہی کی یہ ہے کہ خالقِ کائنات نے جبلتِ انسانی ایک خاص ہیئت اور وضع کی بنائی ہے جب انسان کسی اچھے یا برے راستے کو اختیار کرلیتا ہے تو پھر وہی راستہ اس کو مرغوب و محبوب ہوتا ہے جس کو وہ کسی طرح نہیں چھوڑتا بلکہ وہ اس کی طبیعت و خو بنجاتا ہے۔ اسی اعتبار سے کہا گیا ہے العادۃ طبع ثانی چونکہ انسان میں

یہ قوت اللہ تعالیٰ ہی کی ودیعت کی گئی ہے اس لئے اس لحاظ سے بھی اضلال کی نسبت اللہ تعالیٰ کے لئے صحیح ہے اور اسی وجہ سے اس اضلال کی مومنین سے نفی کی گئی اور کافروں اور فاسقوں کے لئے اس کا اثبات کیا گیا ہے۔ ارشاد ہے وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ اِذْ هَدٰهُمْ (اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ گمراہ کرے کسی قوم کو جبکہ ان کو راہ پر لا چکا) فاسقوں کے حق میں ارشاد ہے وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ (اور گمراہ نہیں کرتا اس سے مگر بدکاروں کو) کافروں کے متعلق فرمایا جاتا ہے كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ (اسی طرح بھٹکاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو جو ہو بے باک شک کرنے والا)
پ ۵ پ ۲۶/۱۳ پ ۲۱ پ ۲۳/۳ پ ۲۶/۵

اَضَلُّ ۔ بہت بھٹکا ہوا۔ زیادہ بیراہ۔ زیادہ گمراہ ضَلَالٌ سے۔ جس کے معنی سیدھے راستے سے ہٹنے کے ہیں۔ افعل التفضیل کا صیغہ پ ۲/۷ پ ۹/۱۲ پ ۸/۱۵ پ ۱۹/۱و۲ پ ۸/۲۰ پ ۲۵/۱ پ ۲۶

اَضِلُّ ۔ میں بھٹکوں گا۔ (ضرب۔ سمع) ضَلَالٌ سے مضارع کا صیغہ واحد متکلم پ ۱۲/۲۲ (مزید تفصیل کے لئے دیکھو ضَلَالٌ)

اَضَلَّانَا ۔ ان دونوں نے ہم کو بہکایا۔ گمراہ کیا۔ اَضَلَّا اِضْلَالٌ سے ماضی کا صیغہ تثنیہ مذکر غائب۔ نَا ضمیر جمع متکلم۔ پ ۲۴/۱۸

اَضْلَلْتُمْ ۔ تم نے بہکایا۔ تم نے گمراہ کیا اِضْلَالٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ ۱۸/۱۷

اَضْلَلْنَ ۔ انھوں نے بہکایا۔ انھوں نے گمراہ کیا۔ اِضْلَالٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مونث غائب پ ۱۳/۱۸

اَضَلَّنَا ۔ اس نے ہم کو بہکایا۔ اس نے ہم کو گمراہ کیا۔ اَضَلَّ صیغہ ماضی نَا ضمیر جمع متکلم پ ۱۹/۱

اُضِلَّنَّهُمْ ۔ میں ان کو ضرور بہکاؤں گا۔ اُضِلَّنَّ اِضْلَالٌ سے مضارع با نونِ تاکید کا صیغہ واحد متکلم هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب پ ۵/۱۵

اَضَلَّنِیْ ۔ اس نے مجھ کو بہکایا۔ اَضَلَّ صیغہ ماضی۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔ پ ۱۹/۱

اَضَلُّوْا ۔ انھوں نے گمراہ کردیا۔ انھوں نے بہکایا۔ اِضْلَالٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب پ ۶/۱۲ پ ۲۹/۱۰

اَضَلُّوْنَا ۔ انھوں نے ہم کو گمراہ کیا۔ اس میں نَا ضمیر جمع متکلم ہے پ ۱۱/۸ پ ۲۴/۱۵

اَضَلَّهٗ۔ اس کو بے راہ کر دیا۔ اَضَلَّ صیغہ ماضی ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ۲۵/۹

اَضَلَّهُمْ۔ ان کو بہکایا۔ اس میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے ۲۲/۱۲

اُضْمُمْ۔ تو ملالے (نَصَرَ) ضَمٌّ سے جس کے معنی ملانے کے ہیں امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ ۱۶/۲۲ ۳۰/۲۰

اُضِيْعُ۔ میں ضائع کرتا ہوں۔ میں ضائع کردوں گا۔ اِضَاعَةٌ سے جس کے معنی ضائع کرنے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد متکلم ۴/۱۱

فصل الطاء المهملة

اَطَاعَ۔ اس نے حکم مانا۔ اِطَاعَةٌ سے جس کے معنی حکم ماننے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ فرمانبرداری خواہ زندہ کی ہو یا مردہ کی۔ عربی لغت میں دونوں اطاعت کے معنی میں داخل ہیں۔ ۵/۸

اَطَاعُوْنَا۔ انھوں نے ہماری اطاعت کی۔ انھوں نے ہمارا حکم مانا۔ اَطَاعُوْا اِطَاعَةٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب نَا ضمیر جمع متکلم ہے

اَطَاعُوْهُ۔ انھوں نے اس کا کہا مانا۔ انھوں نے اس کی اطاعت کی۔ اس میں هُ ضمیر واحد مذکر غائب ہے ۲۵/۴

اَطْرَافَ۔ حصے۔ طَرَفٌ کی جمع جس کے معنی کسی شے کے حصہ اور اس کی جانب اور کنارے کے آتے ہیں۔ ۲۶/۴

اَطْرَافِهَا۔ اس کے کنارے۔ اَطْرَافِ مضاف هَا ضمیر واحد مونث غائب مضاف الیہ۔ ۱۳/۱۲ ۲۳/۴

اِطْرَحُوْهُ۔ اس کو پھینک دو۔ (فَتَحَ) اِطْرَحُوْا۔ طَرْحٌ سے جس کے معنی پھینک دینے اور دور ڈال دینے کے ہیں امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ۱۲/۱۲

اِطْعَامُ۔ کھانا دینا۔ کھانا کھلانا۔ بروزن اِفْعَالٌ مصدر ہے۔ ۴/۷ ۳۰/۴ ۳۰/۱۵

اَطَعْتُمْ۔ تم نے حکم مانا۔ تم نے اطاعت کی۔ اِطَاعَةٌ سے۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ ۱۸/۱۳

اَطَعْتُمُوْهُمْ۔ تم نے ان کا کہا مانا۔ تم نے ان کی اطاعت کی۔ اَطَعْتُمْ اِطَاعَةٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اصل صیغہ اَطَعْتُمْ ہی ہے اس میں و اشباع کا ہے۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے ۸/۲

اَطْعِمُوْا۔ تم کھلاؤ۔ اِطْعَامٌ سے۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ ۱۷/۱۱ ۱۲/۹

اَطْعَمَهٗ۔ اس کو کھلایا۔ اَطْعَمَ اِطْعَامٌ سے ماضی کا

صیغہ واحد مذکر غائب ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ۲۳/۲

اَطْعَمَهُمْ۔ ان کو کھانا دیا۔ اس میں ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے۔ ۳۰/۲۱

اَطِعْنَ۔ تم اطاعت میں رہو۔ تم حکم مانو۔ اِطَاعَۃ سے۔ امر کا صیغہ جمع مونث حاضر ۲۲/۲

اَطَعْنَا۔ ہم نے حکم مانا۔ ہم نے اطاعت کی۔ اِطَاعَۃٌ سے۔ ماضی کا صیغہ جمع متکلم۔ ۳/۸ ۵/۲ ۴/۶ ۱۸/۱۲،۱۳ ۲۲/۵

اَطَعْنَکُمْ۔ ان (عورتوں) نے تمہارا کہا مانا۔ اَطَعْنَ اِطَاعَۃٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مونث غائب کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ ۵/۵

اَطْغٰی۔ زیادہ شریر۔ بہت سرکش طُغْیَانٌ سے جس کے معنی نافرمانی میں حد سے زیادہ بڑھ جانے کے ہیں، اِفعل التفضیل کا صیغہ ۲۷/۸

اَطْغَیْتُہٗ۔ میں نے اس کو شرارت میں ڈالا۔ اَطْغَیْتُ اِطْغَاءٌ سے جس کے معنی شرارت اور سرکشی میں ڈالنے کے آتے ہیں ماضی کا صیغہ واحد متکلم ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ ۲۶/۱۶

اَطْفَالُ۔ لڑکے۔ طِفْلٌ کی جمع۔ بچہ میں جب تک نعومت و تازگی موجود رہیگی وہ طفل ہی کہلائیگا ۱۸/۱۴

اَطْفَاھَا۔ اس کو بجھا دیا۔ اَطْفَا اِطْفَاءٌ سے جس کے معنی بجھا دینے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ھَا ضمیر واحد مونث غائب ۶/۱۲

اِطَّلَعَ۔ اس نے جھانکا۔ وہ مطلع ہوا۔ اِطِّلَاعٌ سے جس کے معنی جھانکنے اور مطلع ہونے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ۱۶/۸ ۲۳/۶

اَطَّلِعُ۔ میں جھانکوں۔ میں مطلع ہوں۔ اِطِّلَاعٌ سے مضارع کا صیغہ واحد متکلم ۲۰/۲ ۲۴/۴

اَطَّلَعْتَ۔ تو نے جھانکا۔ اِطِّلَاعٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر ۱۵/۱۵۔

اِطْمَاَنَّ۔ وہ قائم ہوگیا، وہ مطمئن ہوگیا۔ اِطْمِینَانٌ سے جس کے معنی سکون حاصل ہونے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ۱۷/۱

اِطْمَاْنَنْتُمْ۔ تم مطمئن ہوئے۔ اِطْمِینَانٌ سے۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ ۵/۱۲

اِطْمَاَنُّوْا وہ مطمئن ہوگئے۔ اِطْمِینَانٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ۱۱/۲

اِطْمِسْ۔ تو مٹا دے۔ طَمْسٌ سے جس کے معنی محو کرنے اور مٹا دینے کے ہیں امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ۱۱/۱۴

اَطْمَعُ - میں توقع رکھتا ہوں۔ طَمَعٌ سے۔ جس کے معنی کسی چیز کی طرف جی چاہنے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد متکلم ہے۔ پ ۱۹/۵

اَطْوَارًا - طرح طرح۔ طَوْرٌ کی جمع جس کے معنی حد اور اندازہ کے آتے ہیں اَطْوَارٌ کے معنی طرح طرح کی شکل وصورت کے بھی ہوسکتے ہیں اور یہ بھی کہ انسان نے ماں کے پیٹ میں جو طرح طرح کے رنگ بدلے ہیں یعنی نطفہ، علقہ، مضغہ پھر جیتا جاگتا انسان اور پھر پیدائش سے لے کر موت تک آدمی جتنے ادوار اور اطوار سے گزرتا ہے پ ۲۹

اَطْهَرُ - بہت پاکیزہ۔ زیادہ پاک۔ طَهَارَةٌ سے جس کے معنی پاک ہونے کے ہیں افعل التفضیل کا صیغہ، طہارت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک طہارت جسم دوسرے طہارت نفس۔ پ ۲/۱۲ پ ۱۲/۷ پ ۲۲/۳ پ ۲۸/۲۔

اِطَّهَّرُوْا - خوب پاک ہو۔ تَطَهُّرٌ سے جس کے معنی خوب پاک ہونے کے ہیں۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر اِطَّهَّرُوْا اصل میں تَطَهَّرُوْا تھا۔ تا اور طا دونوں کے قریب المخرج ہونے کی وجہ سے تا کا طا میں ادغام کر دیا گیا اور ابتدا میں ہمزہ وصل لائی گئی تو اِطَّهَّرُوْا بن گیا۔ تَطَهُّرٌ میں چونکہ طہارت میں تکلف یعنی اہتمام کے معنی ملحوظ ہیں۔ اس لئے سطح بدن کے جس حصہ تک پانی بغیر ضرر کے پہنچ سکتا ہو پہنچانا ضروری ہے یہاں تک کہ اگر ناخن میں آٹا لگا رہ گیا اور خشکی باقی رہ گئی تو غسل نہیں ہوا۔ اسی بنا پر امام ابوحنیفہ، ابویوسف، محمد، زفر، لیث بن سعد، سفیان ثوری غسل میں کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کو بھی فرض کہتے ہیں۔ پ ۶

اِطَّيَّرْنَا - ہم نے بدفالی لی۔ ہم نے منحوس سمجھا۔ اِطَّيَّرَ، تَطَيُّرٌ سے۔ جس کے معنی اصل میں تو پرندوں سے بدفالی لینے کے ہیں مگر پھر اس کا استعمال ہر بدفالی کے لئے ہونے لگا۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب نَا ضمیر جمع متکلم اِطَّيَّرْنَا اصل میں تَطَيَّرْنَا تھا تاء کا طاء میں ادغام کیا اور ہمزہ وصل شروع میں لائی گئی۔ پ ۱۹

اَطِيْعُوْا - تم اطاعت کرو۔ تم حکم مانو۔ اِطَاعَةٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ پ ۳/۱۲ پ ۵/۴ پ ۵/۵ پ ۶/۲ پ ۹/۱۵و۱۷ پ ۱۰/۲ پ ۱۶/۱۳ پ ۱۸/۱۳ پ ۲۶/۸ پ ۲۸/۲و۱۹

اَطِيْعُوْنِ - میری اطاعت کرو۔ میرا کہا مانو۔ اس میں ن وقایہ کا اور ی ضمیر واحد متکلم محذوف ہے۔ پ ۱۴/۳ پ ۱۹/۷و۸و۱۱و۱۲و۱۳ پ ۲۵/۱۲ پ ۲۹/۹

فصل الظاء المعجمة

أَظْفَرَكُمْ - اس نے تم کو کامیاب کیا۔ اَظْفَرَ۔ اِظْفَارٌ سے جس کے معنی کامیاب بنانے اور فیروزمند کرنے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر پ۲۶ ع۱۱

أَظْلَمُ - زیادہ ظالم۔ ظُلْمٌ سے جس کے معنی حق سے تجاوز کرنے کے ہیں۔ افعل التفضیل کا صیغہ (مزید تفصیل کے لئے دیکھو ظُلْمٌ) پ۱ ع۱۳ و ۱۴ پ۷ ع۹ و ۱۷ پ۸ ع۳ و ۷ و ۱۱ پ۱۱ ع۷
پ۱۲ ع۲ پ۱۵ ع۱۳ و ۲۰ پ۲۱ ع۳ و ۱۵ پ۲۳ ع۱ پ۲۶ ع۷ پ۲۸ ع۹

أَظْلَمَ - اس نے اندھیرا کیا۔ وہ اندھیرے میں ہوگیا اِظْلَامٌ سے جس کے معنی اندھیرا کرنے اور اندھیرے میں پھنس جانے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب پ۱

أَظُنُّ - میں خیال کرتا ہوں، میں سمجھتا ہوں (نَصَرَ) ظَنٌّ سے مضارع کا صیغہ واحد متکلم ظَنٌّ کے معنی اس اعتقاد راجح کے ہیں جس میں اس کے خلاف ظہور پذیر ہونے کا بھی احتمال موجود ہو یہ کبھی شک اور کبھی یقین کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ پ۱۵ ع۱۶ پ۲۵

أَظُنُّكَ - میں تجھ کو سمجھتا ہوں۔ میں تجھ کو خیال کرتا ہوں۔ اس میں كَ ضمیر واحد مذکر حاضر ہے۔ پ۱۵ ع۱۲

أَظُنُّهُ - میں اس کو خیال کرتا ہوں۔ میں اس کو سمجھتا ہوں۔ اس میں هُ ضمیر واحد مذکر غائب ہے پ۲۱ ع۶ پ۲۴ ع۹

أَظْهَرَهُ - اس کو ظاہر کردیا۔ اَظْهَرَ اِظْهَارٌ سے جس کے معنی ظاہر کرنے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب هُ ضمیر واحد مذکر غائب پ۲۸ ع۱۹

فصل العين المهملة

أَعَانَهُ - اس کی مدد کی - اس کا ساتھ دیا - اَعَانَ اِعَانَةٌ سے جس کے معنی مدد کرنے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب هُ ضمیر واحد مذکر غائب پ۱۸ ع۱۶

أَعْبُدُ - میں بندگی کروں۔ میں عبادت کرتا ہوں (نَصَرَ) عِبَادَةٌ اور عُبُودِيَّةٌ سے جس کے معنی بندگی کرنے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد متکلم۔ واضح رہے کہ عِبَادَةٌ میں عُبُودِيَّةٌ سے زیادہ بلاغت ہے
پ۷ ع۱۳ پ۱۱ ع۱۹ پ۱۲ ع۱۱ پ۲۰ ع۳ پ۲۳ ع۱ و ۱۹ پ۲۴ ع۱۲ پ۳۰ ع۲۲

اُعْبُدْ - تو بندگی کئے جا۔ عِبَادَةٌ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ پ۱۴ ع۴ پ۲۳ ع۵ پ۲۴ ع۴

اُعْبُدُونِي - میری بندگی کر۔ اس میں ن وقایہ اور

ی ضمیر واحد متکلم ہے۔ ۲۲/۱

اُعْبُدُوْا۔ تم بندگی کرو۔ عِبَادَۃٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۱/۳ ۵/۳ ۷/۱۴ ۶/۶ ۹/۱۵و۱۶و۱۷و۱۸و۱۹ ۱۲/۲و۳و۹ ۱۳/۱۱ ۷/۷ ۸/۹ ۱۹/۱۹ ۲۰/۲و۲و۱۶ ۲۲/۱۹ ۲۴/۷ ۲۹/۹

اُعْبُدُوْنِ۔ میری بندگی کرو۔ اس میں ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم محذوف ہے۔ ۱۷/۲و۶ ۲۱/۲ ۲۳/۳

اُعْبُدُوْہُ۔ تم اسی کی بندگی کرو۔ اس میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ہے ۳/۱۳ ۷/۱۹ ۱۱/۹ ۱۲/۵ ۲۰/۱۳ ۲۵/۱۲

اُعْبُدْہُ۔ تو اسی کی عبادت کر۔ اُعْبُدْ عِبَادَۃٌ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ۱۲/۱ ۱۶/۷

اِعْتَبِرُوْا۔ تم عبرت پکڑو۔ اِعْتِبَارٌ سے اَمر کا صیغہ جمع مذکر حاضر کسی حالت سے اس طرح عبرت پکڑنا کہ مشاہد چیز کی معرفت سے غیر مشاہد تک رسائی حاصل ہو جائے اعتبار کہلاتا ہے۔ چونکہ قیاس بھی اعتبار کی ایک صنف ہے اس لئے ظاہر آیت سے ضرورت کے وقت احکام حوادث میں قیاس کے استعمال کا واجب ہونا معلوم ہوتا ہے۔ قیاس شرعی کی حجیت علماً نے اسی آیت سے استنباط کی ہے۔ ۲۸/۴

اَعْتَدَتْ۔ اس عورت نے تیار کی۔ اِعْتَادٌ سے جس کے معنی تیار کرنے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب ۱۲/۱۴

اَعْتَدْنَا۔ ہم نے تیار کر رکھا ہے۔ اِعْتَادٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم ۴/۱۴ ۵/۳ ۶/۱و۲ ۱۵/۱و۱۶ ۱۶/۳ ۱۸/۱۷ ۱۹/۲ ۹/۱و۱۹ ۲۳/۱۰ ۲۹/۱

اِعْتَدَوْا۔ انھوں نے زیادتی کی۔ اِعْتِدَاءٌ سے جس کے معنی حق سے تجاوز کرنے کے ہیں ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ ۱/۸

اِعْتَدُوْا۔ تم زیادتی کرو۔ اِعْتِدَاءٌ سے، امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۲/۸

اِعْتَدٰی۔ اس نے زیادتی کی۔ اِعْتِدَاءٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ۲/۶و۸ ۶/۲

اِعْتَدَيْنَا۔ ہم نے زیادتی کی۔ اِعْتِدَاءٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم ۷/۳

اِعْتَرَفْنَا۔ ہم قائل ہو گئے۔ ہم نے اقرار کر لیا۔ اِعْتِرَافٌ سے جس کے معنی اقرار کرنے کے ہیں ماضی کا صیغہ جمع متکلم اصل میں اعترافِ گناہ کی معرفت کے اظہار کا نام ہے ۲۴/۴

اِعْتَرَفُوْا۔ انھوں نے اقرار کیا۔ وہ قائل ہو گئے

اِعْتِرَافٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب پ ۱۱ ع ۲ ، ۱۹

اِعْتَرٰىكَ ۔ تجھکو آسیب پہنچایا ہے۔ اِعْتَرٰى سے۔ اِعْتِرَاءٌ سے جس کے معنی کسی شے کی طرف قصد کرنے اور اس پر چڑھ چلنے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب لکَ ضمیر واحد مذکر حاضر پ ۱۲ ع ۵

اِعْتَزَلْتُمُوْهُمْ ۔ تم نے ان سے کنارہ کر لیا۔ اِعْتَزَلْتُمُوْا اِعْتِزَالٌ سے۔ جس کے معنی کنارہ کرنے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر واو اشباع کا ہے۔ ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ پ ۱۵ ع ۱۴

اَعْتَزِلُكُمْ ۔ میں تم کو چھوڑتا ہوں۔ اَعْتَزِلُ اِعْتِزَالٌ سے مضارع کا صیغہ واحد متکلم کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر پ ۱۶ ع ۶

اِعْتَزِلُوْا ۔ تم الگ رہو۔ تم چھوڑ دو۔ اِعْتِزَالٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ پ ۲ ع ۱۲

اِعْتَزَلُوْكُمْ ۔ وہ تم سے الگ رہے۔ انھوں نے تم کو چھوڑ دیا۔ اِعْتَزَلُوْا اِعْتِزَالٌ سے۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر پ ۵

اِعْتَزِلُوْنِ ۔ تم مجھ سے پرے ہو جاؤ۔ مجھ کو چھوڑ دو اِعْتَزِلُوْا اِعْتِزَالٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم محذوف ہے۔ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم فرعون کو خطاب کر کے کہا تھا یعنی ہیا اپنی قوم کو لیجاؤں تم راہ نہ روکو۔ پ ۲۵ ع ۱۲

اِعْتَزَلَهُمْ ۔ وہ ان سے جدا ہوا۔ اس نے ان کو چھوڑ دیا۔ اِعْتَزَلَ اِعْتِزَالٌ سے۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ پ ۱۶

اِعْتَصِمُوْا ۔ تم مضبوط پکڑو، اِعْتِصَامٌ جس کے معنی کسی شے کو مضبوطی کے ساتھ پکڑنے کے ہیں امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ ۴ ع ۱۱

اِعْتَصَمُوْا ۔ انھوں نے مضبوط پکڑا۔ اِعْتِصَامٌ سے، ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب پ ۵ ع ۶

اِعْتِلُوْهُ ۔ اس کو دھکیل کر لیجاؤ (ضَرَبَ. نَصَرَ) اِعْتِلُوْا اِعْتَلٌ سے جس کے معنی چہار طرف سے پکڑ کر زبردستی کھینچنے اور دھکیلنے کے ہیں امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہ ضمیر واحد مذکر غائب پ ۲۵

اِعْتَمَرَ ۔ اس نے عمرہ کیا۔ اِعْتِمَارٌ سے۔ جس کے معنی عمرہ کرنے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب (عمرہ کے لئے دیکھو عُمْرَةٌ) پ ۲

اَعْثَرْنَا ۔ ہم نے تبلا دیا۔ ہم نے مطلع کر دیا۔ اِعْثَارٌ

جس کے معنی بلا طلب مطلع کرنے کے ہیں۔ ماضی کا
صیغہ جمع متکلم ۱۵/۱۵

أَعْجَازُ۔ جڑیں تنے۔ عَجُزٌ کی جمع جس کے معنی جسم
کے پچھلے حصے کے آتے ہیں اور درختوں کا چونکہ پچھلا حصہ
جڑ ہی ہے اس اعتبار سے أَعْجَازُ نَخْلٍ کے معنی
درختوں کی جڑوں کے ہیں۔ ۲۷ ۲۹/۵

أَعْجَبَ۔ اس کو خوش لگا۔ اس کو بھایا۔ إِعْجَابٌ سے
جس کے اصلی معنی اچنبھے میں ڈالنے کے ہیں اور مجازاً
بھانے اور خوش لگنے کے معنی میں بھی اس کا استعمال ہوتا
ہے۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ۲۷/۱۹

أَعْجَبَتْكُمْ۔ وہ تم کو بھائی وہ تم کو بھلی لگی۔ أَعْجَبَتْ
إِعْجَابٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مونث غائب
كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر ۱۰/۲

أَعْجَبَكَ وہ تجھ کو بھایا تجھے بھلا معلوم ہوا۔ أَعْجَبَ
صیغہ ماضی كَ ضمیر واحد مذکر حاضر ۲/۲۲

أَعْجَبَكُمْ۔ وہ تم کو بھایا۔ وہ تم کو بھلا لگا۔ اس میں
كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر ہے۔ ۲/۱۱

أَعْجَلَكَ۔ اس نے تجھ سے جلدی کرائی أَعْجَلَ
إِعْجَالٌ سے جس کے معنی جلدی کرنے کے ہیں ماضی کا
صیغہ واحد مذکر غائب كَ ضمیر واحد مذکر حاضر ۱۶/۱۱

أَعْجَمِيٌّ۔ عجمی۔ اوپری زبان والا۔ أَعْجَمُ اس کو کہتے
ہیں جس کی زبان میں عجمیت اور اوپرا پن ہو ی اس
میں نسبت کی ہے ۱۴ ۱۹/۲۴ أَعْجَمِيًّا ۲۴/۱۹

أَعْجَمِيْنَ۔ اوپری زبان والے عجمی لوگ۔ أَعْجَمُ
کی جمع ۱۹/۱۵

أَعَدَّ۔ اس نے تیار کیا۔ إِعْدَادٌ سے، جس کے معنی
تیار کرنے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب إِعْدَادٌ
عَدٌّ سے مشتق ہے جس کے معنی شمار کرنے کے ہیں، اس
اعتبار سے إِعْدَادٌ کے معنی کسی چیز کے اس طرح تیار
کرنے کے ہوئے کہ وہ شمار کی جا سکے۔ ۱۰ ۱۵/۱۲ ۱۱ ۲/۴
۲۱ ۲۲ ۲۶ ۲۸ ۲۹/۲۰

أَعْدَاءٌ۔ دشمن، عَدُوٌّ کی جمع جس کے معنی دشمن کے
ہیں (تفصیل کے لئے دیکھو عَدُوٌّ) ۲/۴ ۹/۸ ۲۲/۱۸
۲۶/۲۸

أَعْدَائِكُمْ۔ تمہارے دشمن،
أَعْدَاءُ مضاف كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔
مضاف الیہ ۵/۴

أُعِدَّتْ۔ وہ تیار کی گئی۔ إِعْدَادٌ سے ماضی کا صیغہ

واحد مونث غائب پ۳ ع۵ پ۲۷ ع۱۹

اَعْدِلَ ۔ میں انصاف کروں (ضَرَبَ) عَدْلٌ سے جس کے معنی انصاف کرنے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد متکلم۔ عدل کا مطلب ہے کسی شخص کے ساتھ بدون افراط و تفریط کے وہ معاملہ کرنا جس کا وہ مستحق ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں ایک مطلق عدل کہ جس میں حسن وخوبی کا پایا جانا عقل صحیح کا اقتضا ہے۔ جیسے محسن کے ساتھ احسان سے پیش آنا اور جو اذیت نہ دے اس کو ستانے سے باز رہنا۔ یہ عدل ہر عہد اور ہر زمانے میں واجب التعمیل ہے اور کسی وقت اس کا چھوڑنا روا نہیں۔ عدل کی دوسری قسم عدلِ شرعی ہے جس کا ترک بھی بعض اوقات روا ہو جاتا ہے جیسے قصاص اور دیات کہ اگر صاحبِ حق معاف کر دے تو ان کو ترک کیا جا سکتا ہے۔ پ۲۵ ع۴

اِعْدِلُوْا ۔ تم انصاف کرو، عَدْلٌ سے۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ۶ ع۴

اَعِدُّوْا ۔ تم تیار کر رکھو۔ اِعْدَادٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ۱۰ ع۴ و ۱۳

اُعَذِّبَنَّهٗ ۔ میں اس کو ضرور سزا دونگا۔ اُعَذِّبَنَّ تَعْذِیْبٌ سے جس کے معنی عذاب دینے اور سزا دینے کے ہیں۔ مضارع بانون تاکید کا صیغہ واحد متکلم ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب پ۱۹ ع۱۷

اُعَذِّبُهٗ ۔ میں اس کو عذاب دوں گا۔ اُعَذِّبُ تَعْذِیْبٌ سے مضارع کا صیغہ واحد متکلم ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب پ۷ ع۵

اُعَذِّبُهُمْ ۔ میں ان کو عذاب دوں گا اس میں ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے۔ پ۳ ع۱۴

اَعْرَابٌ ۔ گنوار۔ بدو۔ علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد عرب ہے اور اعراب دراصل اسی کی جمع ہے جو صحرا نشینوں کا علم قرار پا گیا ہے۔ لیکن مجد الدین فیروز آبادی نے قاموس میں تصریح کی ہے کہ اعراب بادیہ نشین عربوں کو کہتے ہیں اس کا واحد نہیں ہے جمع اعاریب آتی ہے۔ قاضی شوکانی تفسیر فتح القدیر سورہ برآۃ میں رقمطراز ہیں کہ اعراب وہ ہیں جو صحراؤں میں سکونت گزیں ہوں۔ اس کے برخلاف لفظ "عرب" کے مفہوم میں وسعت ہے کیونکہ اس کا استعمال ان تمام انسانوں کے لئے عام ہے جو ریگستانِ عرب کے باشندے ہوں

خواہ وہ صحراؤں میں بستے ہوں یا آبادیوں میں رہتے ہوں۔ اہلِ لغت کا بیان یہی ہے اور اسی بنا پر سیبویہ نے کہا ہے کہ اعراب صیغہ جمع تو ہے مگر لفظ "عرب" کی جمع کا صیغہ نہیں ہے۔ نیساپوری کا بیان ہے کہ اہلِ لغت رجل عربی اسی شخص کو کہتے ہیں جس کا نسب عرب کی طرف ثابت ہوتا ہے اور جس طرح مَجُوسُ مَجُوسِیٌّ کی اور یھودُ یَھُودِی کی جمع ہے اسی طرح عَرَبٌ عَرَبِیٌّ کی جمع ہے، جب کسی اعرابی کو یا عربی کہا جاتا ہے تو وہ خوشی سے پھولے نہیں سماتا۔ لیکن اگر کسی عربی سے یا اعرابی کہہ دیا جائے تو وہ طیش میں آجاتا ہے، ایسا کیوں؟ اس لئے کہ جو عرب کے شہروں میں متوطن ہو وہ عربی ہے اور جو بادیہ نشین ہو وہ اعرابی، مہاجرین و انصار چونکہ سب کے سب عرب ہیں اس لئے ان کو اعراب کہنا جائز نہیں[1]۔ پ ۱۰ ع ۱ پ ۱۱ ع ۲ و ۳ پ ۲۱ ع ۱۸ پ ۲۶ ع ۱۰ و ۱۳

اِعْرَاضًا۔ روگردانی کرنا۔ رخ پھیر لینا۔ بر وزن اِفْعَال مصدر ہے پ ۵ ع ۱۶

اِعْرَاضُهُمْ۔ ان کا منہ پھیر لینا۔ اِعْرَاض مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ پ ۷

اَعْرَافٌ۔ اعراف عُرْفٌ کی جمع ہے جس کے معنی مکان مرتفع یعنی اونچی جگہ کے ہیں۔ یہاں اس دیوار کے بالائی حصے مراد ہیں جو قیامت میں جنت و دوزخ کے درمیان حائل ہوگی۔ سعید بن منصور اور ابن المنذر نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اور فریابی عبد بن حمید ابن جریر اور ابو الشیخ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی روایت کیا ہے[2]۔ اور یہی اکثر مفسرین سلف کا قول ہے (ملاحظہ ہو اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ) پ ۸ ع ۱۲ و ۱۳

اَعْرَجُ۔ لنگڑا۔ عَرَجٌ سے جس کے معنی لنگڑا کر چلنے کے ہیں صفت مشبہ کا صیغہ پ ۱۸ ع ۱۵ پ ۲۶ ع ۱۰

اَعْرِضْ۔ تو منہ پھیر لے۔ تو کنارہ کر۔ اِعْرَاضٌ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر پ ۵ ع ۸ و ۶ پ ۷ ع ۱۰ پ ۹ ع ۱۳ و ۱۹ پ ۱۲ ع ۱۳ پ ۱۳ ع ۱۳ و ۷ پ ۲۱ ع ۱۱ پ ۲۳ ع ۱۱ پ ۲۷ ع ۱۶

اَعْرَضَ۔ اس نے منہ پھیر لیا۔ اس نے کنارہ کیا۔ اِعْرَاضٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب پ ۱۵ ع ۹ و ۲۰ پ ۱۶ ع ۱۳ و ۱۶ پ ۲۱ ع ۱۵ پ ۲۲ ع ۱۵ پ ۲۴ ع ۱ پ ۲۵ ع ۱۹ پ ۲۸ ع ۱۹

اَعْرَضْتُمْ۔ تم نے کنارہ کر لیا۔ تم نے رخ پھیر لیا۔

۱؎ فتح القدیر ج ۲ ص ۲۰۷ طبع مصر ۱۳۵۰ھ ۲؎ ایضاً ج ۲ ص ۱۹۹۔

اِعْرَاضٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ۱۵ ع۷

اَعْرِضُوْا ۔ تم درگزر کرو۔ تم کنارہ کرلو۔ اِعْرَاضٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ۳ ع۱۴ پ۶ ع۱

اَعْرَضُوْا ۔ انھوں نے کنارہ کرلیا۔ انھوں نے منہ پھیرلیا۔ اِعْرَاضٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب پ۲ ع۹ پ۲۲ ع۸ پ۲۴ ع۱۹ پ۲۵ ع۹

اَعَزُّ ۔ زیادہ زوروالا۔ زیادہ عزت والا۔ عِزٌّ سے جس کے معنی عزت کے ہیں افعل التفضیل کا صیغہ پ۱۰ ع۸ پ۱۵ ع۱۶ پ۲۸ ع۱۳

اَعِزَّةٌ ۔ زبردست۔ عزت والے۔ عَزِیْزٌ کی جمع جس کے معنی زبردست اور باعزت کے ہیں پ۶ ع۱۲، پ۱۹ ع۱۸

اِعْصَارٌ ۔ بگولا۔ اَعَاصِرُ اور اَعَاصِیْرُ جمع پ۳ ع۴

اَعْصِرُ ۔ میں نچوڑتا ہوں (ضَرَبَ) عَصْرٌ سے جس کے معنی نچوڑنے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد متکلم پ۱۲ ع۱۵

اَعْصِیْ ۔ میں نافرمانی کروں گا (ضَرَبَ) مَعْصِیَةٌ سے جس کے معنی نافرمانی کرنے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد متکلم پ۱۵ ع۲۱

اُعْطُوْا ۔ ان کو دیا گیا۔ ان کو ملا۔ اِعْطَاءٌ سے جس کے معنی عطا کرنے اور دینے کے ہیں ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب پ۱۰ ع۱۲

اَعْطٰی ۔ اس نے دیا۔ اِعْطَاءٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب پ۱۶ ع۱۱ پ۲۷ ع۷ پ۳۰ ع۱۷

اَعْطَیْنٰكَ ۔ ہم نے تجھکو دیا۔ اَعْطَیْنَا اِعْطَاءٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم كَ ضمیر واحد مذکر حاضر پ۳۰ ع۳۱

اَعِظُكَ ۔ میں تجھکو نصیحت کرتا ہوں (ضَرَبَ) اَعِظُ وَعْظٌ سے جس کے معنی نصیحت کرنے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد متکلم كَ ضمیر واحد مذکر حاضر پ۱۲ ع۴

اَعِظُكُمْ ۔ میں تم کو نصیحت کرتا ہوں۔ اس میں كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر ہے پ۲۲ ع۱۲

اَعْظَمُ ۔ بہت بڑا۔ عَظَامَةٌ سے جس کے معنی بڑے ہونے کے ہیں افعل التفضیل کا صیغہ پ۱۰ ع۹ پ۲۴ ع۱۶ پ۲۹ ع۱۲

اُعْفُ ۔ تو درگزر کر، معاف کر (نَصَرَ) عَفْوٌ سے جس کے معنی معاف کرنے کے ہیں۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر پ۴ ع۸ پ۹ ع۱۴ پ۹ ع۱۱

اُعْفُوْا ۔ تم معاف کرو عَفْوٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ۱ ع۱۳

اَعْقَابِكُمْ ۔ تمہاری ایڑیاں۔ اَعْقَابٌ عَقِبٌ کی

جمع جس کے معنی ایڑی کے ہیں . . . .
اَعْقَابِ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ
۱۸/۴ ۷/۴و۶

اَعْقَابِنَا ۔ ہماری ایڑیاں۔ اَعْقَابِ مضاف نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ ۷/۱۵

اَعْقَبَهُمْ ۔ ان میں اثر رکھدیا۔ ان کو وارث بنادیا اَعْقَبَ اِعْقَابٌ سے جس کے معنی اثر چھوڑنے اور وارث بنانے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ۱۰/۱۶

اَعْلَامِ ۔ پہاڑ۔ عَلَمٌ کی جمع۔ عَلَمٌ اصل میں تو اس علامت کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ سے کسی شے کا علم ہو سکے جیسے نشانِ راہ کے پتھر اور فوج کا عَلَم، اسی اعتبار سے پہاڑوں کا بھی نام عَلَم ہوگیا ۲۵/۵ ۲۷/۱۱

اَعْلَمُ ۔ میں جانتا ہوں۔ مجھکو معلوم ہے۔ (سَمِعَ) عِلْمٌ سے جس کے معنی کسی شے کو اس کی حقیقت کے ساتھ جاننے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد متکلم علم کی دو قسمیں ہیں ایک کسی شے کی ذات کا ادراک دوسرے کسی شے میں ایسی شے کے پائے جانے کا حکم لگانا جو اس میں موجود ہے یا کسی شے کے متعلق اس شے کی نفی کرنا جو اس میں موجود نہیں۔ پہلی صورت میں وہ متعدی بیک مفعول ہوگا جیسے آیہ شریفہ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ (تم ان کو نہیں جانتے اللہ ان کو جانتا ہے) اور دوسری صورت میں متعدی بدو مفعول، جیسے آیہ شریفہ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ (پھر اگر جانو کہ وہ ایمان رکھتی ہیں) ۱/۴ ۳/۲ ۷/۶و۱۱ ۸/۱۵ ۹/۱۲ ۱۲/۳ ۱۳/۴و۵

اَعْلَمُ ۔ خوب جاننے والا۔ عِلْمٌ سے افعل التفضیل کا صیغہ ۱/۱۶ ۳/۱۲ ۴/۸ ۵/۱و۳ ۶/۱۳ ۷/۱۲و۱۳ ۸/۱و۲ ۱۱/۹ ۱۳/۳ ۱۴/۲۰و۲۲ ۱۵/۳و۵و۶و۹و۱۵و۱۶ ۱۶/۸و۱۳ ۱۷/۱۶ ۱۸/۹ ۱۹/۱۳ ۲۰/۷و۹و۱۳و۱۴و۱۹ ۲۳/۲ ۲۶/۱و۱۷ ۲۷/۹ ۲۸/۷و۸ ۲۹/۲ ۳۰/۹

اِعْلَمْ ۔ تو جان لے۔ عِلْمٌ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ۳/۱۱ ۸/۳۰ ۹/۲۶

اِعْلَمُوْا ۔ تم جان لو۔ عِلْمٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۲/۸و۹و۱۲و۱۳و۱۴و۱۹ ۳/۵ ۶/۹ ۷/۲و۳ ۹/۱۴و۱۹ ۱۰/۱و۷و۱۱ ۱۱/۵ ۱۲/۲ ۲۶/۱۳ ۲۷/۱۸و۱۹

اَعْلَنْتُ ۔ میں نے کھلم کھلا کہا، میں نے اعلان کیا اِعْلَانٌ سے جس کے معنی کھول کر کہنے اور اعلان

کرنے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد متکلم۔

أَعْلَنْتُمْ ۔ تم نے ظاہر کیا۔ تم نے اعلان کیا اِعْلَانٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔

أَعْلَوْنَ ۔ غالب۔ بلند مرتبہ۔ اَعْلٰی کی جمع اَعْلَوْنَ اصل میں اَعْلَیُوْنَ تھا ی متحرک ماقبل مفتوح لہذا ی کو الف سے بدل گیا اب دو ساکن جمع ہوئے اَ اور و لہذا ا کو حذف کیا گیا اور فتحہ کو باقی رکھا گیا تاکہ وہ حذفِ الف پر دلالت کرے۔

أَعْلٰی ۔ سب سے اوپر، غالب، سب سے برتر۔ عُلُوٌّ سے جس کے معنی بلند و برتر ہونے کے ہیں افعل التفضیل کا صیغہ۔

أَعْمَالٌ ۔ کام۔ عَمَلٌ کی جمع۔ عمل ہر اس فعل کو کہتے ہیں جو کسی حیوان سے بالقصد صادر ہو۔ اچھے اور برے دونوں طرح کے کاموں کے لئے اس کا استعمال ہوتا ہے۔ عمل فعل سے اخص ہے۔ فعل کے مفہوم میں قصد وارادہ داخل نہیں۔ اس لئے فعل کا استعمال ان حیوانات کے لئے بھی ہوتا ہے جن سے بلا قصد و ارادہ کوئی فعل سرزد ہو اسی طرح جمادات کے متعلق بھی فعل کا لفظ بولتے ہیں۔ اَعْمَالًا

أَعْمَالُكُمْ ۔ تمہارے اعمال۔ تمہارے کام۔ اَعْمَالٌ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ۔

أَعْمَالُنَا ۔ ہمارے اعمال۔ ہمارے کام۔ اَعْمَالٌ مضاف نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ۔

أَعْمَالُهُمْ ۔ ان کے اعمال، ان کے کام۔ اَعْمَالٌ مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔

أَعْمَامِكُمْ ۔ تمہارے چچا۔ تمہارے تایا۔ اَعْمَامٌ عَمٌّ کی جمع جس کے معنی باپ کے بھائی کے ہیں کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ۔

أَعْمَلُ ۔ میں عمل کروں۔ میں عمل کرتا ہوں یا کروں گا عَمَلٌ سے مضارع کا صیغہ واحد متکلم۔

اِعْمَلْ ۔ تو بنا، تو کام کر، تو عمل کر۔ عَمَلٌ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔

اِعْمَلُوْا ۔ تم عمل کرو، تم کام کرو۔ عَمَلٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔

اَعۡمٰی۔ اندھا۔ عَمًی سے جس کے معنی بینائی کے مفقود ہوجانے کے ہیں صفتِ مشبہ کا صیغہ۔ بینائی دل کی جاتی رہے یا آنکھوں کی، دونوں کے لئے عَمًی کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں جہاں نابینائی کی مذمت کی گئی ہے وہاں چشم بصیرت ہی کے جاتے رہنے کے معنی ہیں۔ آیتِ شریفہ لَیۡسَ عَلَی الۡاَعۡمٰی حَرَجٌ (اندھے پر کوئی تکلیف نہیں) اور عَبَسَ وَ تَوَلّٰۤی اَنۡ جَآءَهُ الۡاَعۡمٰی (تیوری چڑھائی اور منہ موڑا اس بات سے کہ اس کے پاس ایک اندھا آیا) میں اَعۡمٰی سے چشم ظاہر کا نابینا مراد ہے دوسرے مواقع پر حسب مقتضائے کلام دونوں معنی لئے جاسکتے ہیں۔ پ۶/۱۱ پ۷/۱۲ پ۱۳/۸و۹ پ۱۵/۸ پ۱۶/۱۶ پ۱۸/۱۳ پ۲۲/۱۸ پ۲۳/۱۱ پ۲۴/۱۰ پ۳۰/۵

اَعۡمٰی۔ اس نے اندھا کر دیا۔ اِعۡمَآءٌ سے جس کے معنی نابینا کردینے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ یہاں چشم بصیرت کا کھودینا مراد ہے پ۲۶/۷

اَعۡنَاب۔ انگور۔ عِنَبٌ کی جمع جس کے معنی انگور کے ہیں پ۳/۳ پ۷/۱۸ پ۱۳/۷ پ۱۴/۸و۱۵ پ۱۵/۱۷ پ۱۸/۱ پ۲۳/۲
اَعۡنَابًا پ۳۰/۲

اَعۡنَاقِ۔ گردنیں۔ عُنُقٌ کی جمع جس کے معنی گردن کے ہیں پ۹/۱۲ پ۱۴/۱۰ پ۲۳/۱۲

اَعۡنَاقِهِمۡ۔ ان کی گردنیں اَعۡنَاقِ مضاف هُمۡ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ پ۱۳/۷ پ۱۹/۵ پ۲۲/۱۸ پ۲۳/۱۲

اَعۡنَتَكُمۡ۔ اس نے تم پر مشقت ڈال دی۔ اَعۡنَتَ اِعۡنَاتٌ سے جس کے معنی مشقت میں ڈالنے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب کُمۡ ضمیر جمع مذکر حاضر پ۲/۱۱

اَعُوۡذُ۔ میں پناہ چاہتا ہوں (نَصَرَ) عَوۡذٌ سے جس کے معنی دوسرے سے التجا کرنے، اس سے متعلق ہونے اور پناہ مانگنے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد متکلم پ۱/۸ پ۱۲/۴ پ۱۶/۵ پ۱۶/۳ پ۳۰/۳۶و۳۹

اَعۡهَدۡ۔ میں نے عہد لیا۔ عَهۡدٌ سے جس کے معنی پیہم ایک حال کے بعد دوسرے حال میں کسی چیز کی حفاظت اور نگہداشت کرنے کے ہیں اور اسی بنا پر اس وعدہ کو جس کی پابندی ضروری ہو عہد کہا جاتا ہے مضارع کا صیغہ واحد متکلم۔ قرآن مجید میں یہ لفظ یوں مذکور ہے اَلَمۡ اَعۡهَدۡ اِلَيۡكُمۡ (کیا میں نے کہہ نہ رکھا تھا تم کو، کیا میں نے تم سے عہد نہ لیا تھا) قاعدہ یہ ہے کہ لَمۡ

جب مضارع پر آتا ہے تو اس کو ماضی منفی کے معنی
میں کر دیتا ہے اس لئے لَمْ أَعْهَدْ کے معنی ہوئے
میں نے عہد نہ لیا۔

أَعِيْبَهَا۔ میں اس میں عیب ڈال دوں۔
(ضَرَبَ) أَعِيْبُ عَيْبٌ سے جس کے معنی عیب دار
کرنے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد متکلم هَا ضمیر
واحد مؤنث غائب

أُعِيْدُوْا۔ وہ لوٹا دیئے گئے۔ إِعَادَةٌ سے جس کے
معنی کسی شئے سے واپس ہونے کے بعد اسی کی طرف
لوٹا دینے کے ہیں ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب

أُعِيْذُهَا۔ میں اس کو پناہ میں دیتی ہوں۔ أُعِيْذُ
إِعَاذَةٌ سے جس کے معنی پناہ میں دینے کے ہیں، واحد متکلم
کا صیغہ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب

أَعْيُنٌ۔ آنکھیں۔ عَيْنٌ کی جمع جس کے معنی آنکھ
کے آتے ہیں

أَعْيُنُكُمْ۔ تمہاری آنکھیں أَعْيُنُ مضاف كُمْ
ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ

أَعْيُنُنَا۔ ہماری آنکھیں۔ أَعْيُنُ مضاف۔ نَا
ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ

أَعِيْنُوْنِيْ۔ تم میری مدد کرو۔ أَعِيْنُوْا إِعَانَةٌ سے
جس کے معنی مدد کرنے کے ہیں امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر
ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم

أَعْيُنُهُمْ۔ ان کی آنکھیں، أَعْيُنُ مضاف هُمْ
ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ ہے

أَعْيُنُهُنَّ۔ ان (عورتوں) کی آنکھیں۔ أَعْيُنُ
مضاف هُنَّ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ

فصل الغین المعجمہ

اِغْتَرَفَ۔ اس نے ایک چلو بھرا۔ اِغْتِرَافٌ
سے جس کے معنی چلو بھرنے کے ہیں ماضی کا صیغہ
واحد مذکر غائب

اُغْدُوْا۔ تم سویرے چلو (نَصَرَ) غُدُوٌّ سے
جس کے معنی صبح سویرے چلنے کے ہیں امر کا صیغہ
جمع مذکر حاضر

أَغْرَقْنَا۔ ہم نے ڈبا دیا۔ ہم نے غرق کر دیا۔ إِغْرَاقٌ
سے جس کے معنی ڈبا دینے اور غرق کر دینے کے ہیں۔
ماضی کا صیغہ جمع متکلم

پ ۱۳ پ ۲۷

اَغْرَقْنٰهُ۔ ہم نے اس کو ڈبا دیا۔ ہم نے اس کو غرق کر دیا
اس میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ہے۔ پ ۱۵

اَغْرَقْنٰهُمْ۔ ہم نے ان کو غرق کر دیا۔ ہم نے ان کو
ڈبا دیا۔ اس میں ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے۔ پ
پ پ ۲۵

اُغْرِقُوْا۔ وہ ڈبوئے گئے۔ وہ غرق کئے گئے۔ اِغْرَاقٌ
سے ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب پ ۲۹

اَغْرَيْنَا۔ ہم نے لگا دی ہم نے ڈال دی اِغْرَاءٌ
سے جس کے معنی لگانے ڈالنے اور رغبت دلانے
کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ جمع متکلم پ

اِغْسِلُوْا۔ تم دھولو (ضَرَبَ) غَسْلٌ سے جس کے
معنی دھونے کے ہیں امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ

اُغْشِيَتْ۔ وہ ڈھانک دی گئی۔ اِغْشَاءٌ سے
جس کے معنی ڈھانک دینے کے ہیں ماضی کا صیغہ
واحد مؤنث غائب پ

اَغْشَيْنٰهُمْ۔ ہم نے ان کو اوپر سے ڈھانک دیا۔
اَغْشَيْنَا اِغْشَاءٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم۔ ھُمْ
ضمیر جمع مذکر غائب پ ۲۲

اُغْضُضْ۔ تو نیچی کر۔ تو جھکا۔ (نَصَرَ) غَضٌّ سے
جس کے معنی جھکانے اور نیچا کرنے کے ہیں۔ امر کا صیغہ
واحد مذکر حاضر پ ۲۱

اَغْطَشَ۔ اس نے تاریک کر دیا۔ اِغْطَاشٌ سے
جس کے معنی تاریک ہونے اور تاریک کر دینے کے ہیں
ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب پ ۳۰

اِغْفِرْ۔ تو بخش دے۔ تو معاف کر دے۔ (ضَرَبَ)
غَفْرٌ سے، امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر اصل میں غفر
ایسے لباس پہنا دینے کو کہتے ہیں جو ہر قسم کی گندگی اور
میل سے محفوظ رکھ سکے۔ مغفرتِ الٰہی کا یہ مطلب ہے کہ
اللہ تعالیٰ بندے کو عذاب سے محفوظ رکھے۔ اسی اعتبار سے
غفر کا استعمال معاف کرنے اور بخش دینے کے معنی میں
ہوتا ہے۔ پ پ پ پ پ پ پ پ پ
پ پ پ پ ۲۹

اَغْفَلْنَا۔ ہم نے غافل کر دیا۔ اِغْفَالٌ سے جس کے
معنی غافل کر دینے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ۔ جمع متکلم۔
(دیکھو غَفْلَةٌ) پ ۱۵

اَغْلَالٌ۔ قیدیں۔ طوق۔ ہتھکڑیاں۔ غُلٌّ کی جمع۔
غُلٌّ اس شے کے ساتھ مخصوص ہے جس سے قید کیا

جائے اور اس میں اعضاء باندھ دئے جائیں

اَغْلَالٌ

اَغْلِبَنَّ ۔ میں ضرور غالب ہوں گا۔ (ضَرَبَ) غَلَبَۃٌ سے جس کے معنی غالب ہونے کے ہیں مضارع بانون تاکید کا صیغہ واحد متکلم

اُغْلُظْ ۔ تو کڑا رہ۔ سختی کر (نَصَرَ۔ کَرُمَ) غِلْظَۃٌ سے جس کے معنی سختی برتنے کے ہیں۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر

اَغْنَتْ ۔ اس نے بے پرواہ کر دیا۔ وہ کام آیا۔ اِغْنَاءٌ سے جس کے معنی بے پرواہ بنا دینے اور دوسرے کے کام آنے اور اس کے لئے کافی ہونے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مونث غائب

اَغْنٰی ۔ وہ کام آیا۔ اس نے غنی بنا دیا۔ اس نے دولت دی۔ اِغْنَاءٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب (دیکھو غَنِیٌّ)

اُغْنِیْ ۔ میں کام آسکتا ہوں یا آسکوں گا۔ اِغْنَاءٌ سے مضارع کا صیغہ واحد متکلم

اَغْنِیَاءُ ۔ مالدار۔ دولتمند لوگ۔ غَنِیٌّ کی جمع۔ جس کے معنی مالدار کے ہیں اور جو غِنَاءٌ کا صفت مشبہ ہے (دیکھو غَنِیٌّ)

اَغْنٰهُمْ ۔ ان کو دولتمند کر دیا۔ اَغْنٰی صیغہ ماضی هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب

اَغْوَیْتَنِیْ ۔ تو نے مجھے گمراہ کر دیا۔ تو نے مجھے راہ سے کھو دیا۔ اَغْوَیْتَ اِغْوَاءٌ سے جس کے معنی بے راہ کرنے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔ جب اغوار کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک گمراہی پر سزا دینا دوسرے اضلال یعنی بے راہ کرنا اس کے متعلق ہم اَضَلَّ میں بحث کر چکے ہیں۔

اَغْوَیْنَا ۔ ہم نے بہکایا۔ اِغْوَاءٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم۔

اَغْوَیْنٰکُمْ ۔ ہم نے تم کو گمراہ کیا۔ اس میں کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر ہے

اَغْوَیْنٰهُمْ ۔ ہم نے ان کو بہکایا۔ اس میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے۔

اُغْوِیَنَّهُمْ ۔ میں ان کو ضرور گمراہ کر دوں گا۔ اُغْوِیَنَّ اِغْوَاءٌ سے مضارع بانون تاکید کا صیغہ واحد متکلم هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب

فصل الفاء

اُفٍّ۔ ہوں۔ اصل میں اف ہر قسم کے میل کچیل (جیسے ناخن کا تراشہ وغیرہ) کو کہتے ہیں اور اسی اعتبار سے کسی چیز کے متعلق گندگی اور نفرت کے اظہار کے لئے اس کا استعمال ہوتا ہے۔ شیخ المشائخ قاضی شوکانی تفسیر فتح القدیر سورۂ اسرا میں رقمطراز ہیں۔

اصمعی کا بیان ہے کہ اف کان کا میل ہے اور تف ناخن کا۔ کسی چیز سے گھن ظاہر کرتے وقت اف کہا جاتا ہے چنانچہ اس معنی میں یا اس کثرت سے بولا گیا کہ ہر اذیت رساں چیز کے بارے میں اہل عرب اس کا استعمال کرنے لگے ثعلب ابن الاعرابی سے راوی ہیں کہ اَفَفٌ (جو اُفٌّ کی اصل ہے) کے معنی جی بس گھٹنے اور تنگدلی ہونے کے ہیں۔ قُتَیبی کا بیان ہے کہ اس کی اصل یہ ہے کہ جب کسی شخص پر خاک وغیرہ آپڑتی ہے تو وہ اس کو پھونک مار کر صاف کرنے لگتا ہے۔ اس پھونک مارنے سے جو آواز پیدا ہوتی ہے وہی اف ہے پھر لوگوں نے اس کے معنی میں وسعت پیدا کی اور ہر قسم کی تکلیف کے پہنچنے پر اس کو بولنے لگے۔ زجاج نے اس کے معنی بدبو کے بتائے ہیں۔ ابو عمرو بن العلاء کا قول ہے کہ اف ناخن کا میل ہے اور تف اس کا تراشہ بہر حال یہ یا تو اسم فعل ہے یا اسم صوت جو تنگدلی اور گرانی کو بتلاتا ہے۔ [۱]

اولاد کو والدین کے متعلق ایسے کلمہ کے اظہار سے بھی منع کر دیا کہ جس سے ان باپ کے متعلق ذرا سی تنگدلی اور گرانی کا بھی اظہار ہو سکے۔ ۱۵ ع ۳

اَفَاءَ۔ اس نے لوٹایا۔ اس نے ہاتھ لگوا دیا۔ اس نے فئ میں عطا فرمایا۔ اِفَاءَۃٌ سے جس کے معنی لوٹانے اور فئ میں دینے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب فئ کے معنی اصل میں کسی اچھی حالت کی طرف لوٹنے کے ہیں۔ اسی اعتبار سے لوٹنے والے سایہ کو بھی فئ کہتے ہیں اور جو مال غنیمت بلا مشقت حاصل ہو وہ بھی فئ کہلاتا ہے۔ علامہ ناصر بن عبد السید المطرزی المغرب میں رقمطراز ہیں۔

غنیمت وہ ہے جو بحالت جنگ کفار سے بزور شمشیر حاصل کی جائے۔ اس کا پانچواں حصہ نکال کر بقیہ چار حصے

---

[۱] فتح القدیر ج ۳ ص ۲۱۰ و ۲۱۱ طبع مصر ۱۳۵۰ھ

قامین یعنی مجاہدین کا حق ہے۔ فئی وہ ہے جو کفار سے بعد جنگ کے حاصل ہو جیسے خراج یہ عام مسلمانوں کا حق ہے۔[1]

اَفَاءَ کا لفظ قرآن مجید میں تین جگہ مذکور ہے اول سورہ احزاب میں یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِیْۤ اٰتَیْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ یَمِیْنُكَ مِمَّاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَیْكَ (اے نبی ہم نے آپ کے لئے آپ کی یہ بیبیاں جن کو آپ ان کے مہر دے چکے ہیں حلال کی ہیں اور وہ عورتیں بھی جو تمہاری مملوکہ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو فئے میں دلوادی ہیں) فئے کے سلسلہ میں جو بیبیاں آپ کی ملک میں آئیں وہ چار تھیں حضرت صفیہ، حضرت جویریہ، حضرت ریحانہ، حضرت ماریہ رضی اللہ عنہن اجمعین۔ اول الذکر دو بیبیوں کو آپ نے آزاد کرکے ان سے نکاح کر لیا تھا اور دوسری دو سے آپ نے تسری کی تھی۔[2]

دوسرے سورۂ حشر میں ارشاد ہوتا ہے وَمَاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَاۤ اَوْجَفْتُمْ عَلَیْهِ مِنْ خَیْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ یُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ (اور جو کچھ اللہ نے اپنے رسول کو ان سے دلوا دیا سو تم نے اس پر نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو جس پر چاہے مسلط فرما دیتا ہے) یہاں مَاۤ اَفَآءَ سے بنو نضیر کا مال واسباب مراد ہے، یہ پہلا مال ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے فئے میں دلوایا۔ یہ مال خالص آپ کی ملکیت تھا اور فئی میں اس طرح کی ملکیت آپ ہی کی خصوصیت تھی۔ آپ نے اموالِ بنی نضیر کا اکثر حصہ مہاجرین کو تقسیم فرمایا اور انصار میں سے صرف تین حضرات کو دیا اور بقیہ میں سے اپنے اہل وعیال کو سال بھر کا خرچ دیکر جو بچتا وہ جہاد کی تیاری ہتیار اور سواری کی خریداری میں صرف فرما دیتے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ مشرکین کا جو مال مسلمانوں کو بغیر لشکر کشی کئے بطور صلح حاصل ہو وہ بیت المال میں داخل کیا جائیگا اور خراج وجزیہ کے مصارف میں اس کو بھی صرف کیا جائے گا کیونکہ ایسے مال کا حکم بنو نضیر کے مال کا ہوگا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت تھا اور آپ کے بعد

[1] الدر المختار ج ۳ ص ۲۱۵ بحاشیہ شامی۔ [2] تفسیر ابن کثیر ج ۸ ص ۹۹ برحاشیہ فتح البیان۔

بیت المال کی ملکیت ہوگا۔

تیسرے سورۂ حشر میں اسی آیت کے بعد دوسری آیت میں مذکور ہے مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى الخ (جو کچھ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو دوسری بستیوں سے دلوادے) یہاں مَآ اَفَآءَ سے قریظہ۔ فدک اور خیبر کی زمینیں مراد ہیں۔ پہلی آیت میں اس فَیٔ کا حکم تھا جو بغیر لشکر کشی کے ہاتھ لگے اور اس آیت میں اس فَیٔ کا حکم ہے جو لشکر کشی کے ذریعہ حاصل ہو اس کے مصارف خود قرآن مجید میں مذکور ہیں ۲۸ / ۴

اَفَاضَ ۔ وہ پھرا۔ وہ متفرق ہوا۔ اِفَاضَۃٌ سے جس کے معنی منتشر اور متفرق ہونے کے بھی آتے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اصل میں تَوَفِیْضٌ کے معنی پانی کے اوپر سے گر کر بہنے کے ہیں پھر بہنے کے مفہوم کا لحاظ کرتے ہوئے بطورِ استعارہ اس کا استعمال پھیلنے کے معنی میں ہونے لگا اور اسی اعتبار سے افاضہ کے معنی منتشر اور متفرق ہونے کے ہوئے۔ ۲/۴

اٰفَاقِ ۔ دنیا۔ اطراف۔ اُفُقٌ اور اُفُقٌ کی جمع۔ (ملاحظہ ہو اُفُقٌ) ۲۵

اَفَاقَ ۔ وہ ہوش میں آیا۔ اِفَاقَۃٌ سے جس کے معنی غشی یا نشہ کی مستی یا جنون سے ہوش میں آنے یا مرض کے بعد قوت پانے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ۹

اَفَّاكٍ ۔ جھوٹا۔ اِفْكٌ سے۔ مبالغہ کا صیغہ ہے بروزن فَعَّالٌ (ملاحظہ ہو اِفْكٌ) ۱۵/۱۹ ۲۵/۱۷

اِفْتَحْ ۔ تو فیصلہ کردے۔ اس باب کی ماضی اور مضارع دونوں پر فتحہ ہوتا ہے فَتْحٌ سے جس کے معنی کشودگی کے ہیں۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ علامہ ابو حیان البحر المحیط تفسیر سورۂ بقرہ میں لکھتے ہیں۔

"یمنی زبان میں فتح کے معنی قضا یعنی فیصلہ کرنے کے ہیں۔ ارشاد ہے وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ (وہی ہے فیصلہ چکانیوالا سب کچھ جاننے والا) اذکار یعنی یاددہانی کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے جیسے فَتَحَ عَلَى الْاِمَامِ (اس نے امام کو یاد دلایا) ظفر و نصرت کے معنی بھی دیتا ہے جیسے فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ (پس تمہارے پاس فتح آچکی) بقولِ کلبی قصص یعنی بیان کرنے اور بقول کسائی تبیین یعنی ظاہر کرنے اور بقول اخفش مَنّ یعنی بمعنی احسان بھی آتا ہے۔ اصل میں فتح کے معنی خرق یعنی کھولنے کے ہیں جو سد کی ضد ہے جس کے معنی بند کرنے کے آتے ہیں۔"

(البحر المحیط ج ۱ص ۲۶۹ طبع مطبع سعادت ۱۳۲۸ھ)

راغب اصفہانی لکھتے ہیں۔

• فتح کے معنی اغلاق واشکال کے ازالے کے ہیں اس کی دو صورتیں ہیں ایک وہ جو نظر آسکے جیسے فتح باب وغیرہ یعنی دروازے وغیرہ کا کھولنا اور جیسے قفل یا کسی بند چیز یا ساز وسامان کا فتح (کھولنا) مثلاً ارشاد ہے وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ (اور جب انھوں نے اپنا اسباب کھولا) وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ (اور اگر ہم ان پر آسمان سے دروازہ کھول دیں) دوسرے وہ جو بنگاہ بصیرت معلوم کیا جاسکے جیسے فتحِ ہم یعنی غم کا ازالہ یہ بھی کئی طرح پر ہے امور دنیویہ میں ہو مثلاً غم کو دور کر دیا جائے اور فقیری کو مال عطا کر کے زائل کر دیا جائے جیسے فَلَمَّا نَسُوْا مَاذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ (جب وہ بھول گئے اس نصیحت کو جو ان کو کی گئی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے) یعنی ہم نے ان پر وسعت کر دی اور آیت وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ (اور اگر بستیوں والے ایمان لاتے اور پرہیزگار بن جاتے تو ہم ان پر آسمان وزمین سے نعمتیں کھول دیتے) یعنی ان پر برکتیں آنی شروع ہو جاتیں۔

تیسرے علوم مغلقہ کا حل جیسے عرب کا قول ہے فَتَحَ مِنَ الْعِلْمِ بَابًا مُّغْلَقًا (اس نے علم کا مغلق باب کھولا)۔[1]

ب ۹/۱ ۱۰/۱

اِفْتَدَتْ۔ اس (عورت) نے اپنے چھڑانے کا فدیہ (بدلہ) دیا۔ اِفْتِدَاءٌ سے جس کے معنی اپنے نفس کی طرف سے فدیہ یعنی بدلہ دینے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب ۱۲/۲ ۱۱/۱

اِفْتَدَوْا۔ انھوں نے اپنے چھڑانے کا فدیہ دیا۔ اِفْتِدَآءٌ سے۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ۱۳/۲ ۱۳/۲

اِفْتَدٰى۔ اس نے اپنے چھڑانے کا بدلہ دیا۔ اِفْتِدَآءٌ سے۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ ۱۳/۱۷

اِفْتِرَآءً۔ بہتان باندھنا۔ بروزن اِفْتِعَالٌ مصدر ہے۔

اِفْتَرٰى۔ اس نے جھوٹ باندھا۔ اس نے بہتان تراشا۔ اِفْتِرَاءٌ سے۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب

۱/۴ ۴/۵ ۷/۹ و ۱۷ ۸/۴ ۱۵ و ۱۱ ۱۱/۷ ۱۲/۲ ۱۵/۱۳ ۱۶/۱۱ ۱۹/۳

۲۱/۲ ۲۲/۷ ۲۵/۴ ۲۸/۹

اِفْتَرَيْتُهٗ۔ میں نے اس کا افترا کیا۔ میں نے اس کو گھڑ لیا

[1] مفردات راغب طبع خیریہ مصر ج ۲ ص ۱۹۹ و ۲۰۰ برحاشیہ نہایہ۔

اِفْتَرَيْتُ اِفْتِرَآءٌ سے ماضی کا صیغہ واحد متکلم ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ ۱۱/۴ ۲۶/۱

اِفْتَرَيْنَا ۔ ہم نے بہتان باندھا۔ اِفْتِرَاءٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم۔ ۹/۱

اِفْتَرٰىهُ اس نے اس کو گھڑ لیا۔ اس نے اس کا افترا کیا۔ اِفْتَرٰی صیغہ ماضی ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ۱۱/۹ ۱۲/۲ ۶/۱ ۱۵/۱۶ ۱۲/۱ ۲۶/۲

اَفْتِنَا ۔ تو ہم کو حکم دے۔ اَفْتِ اِفْتَآءٌ سے جس کے معنی فتویٰ دینے اور مشکل احکام کا جواب دینے کے ہیں امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر نَا ضمیر جمع متکلم ۱۲/۱۶

اَفْتُوْنِىْ ۔ مجھکو خبر دو۔ مجھ کو جواب دو۔ اَفْتُوْا اِفْتَآءٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم ۱۲/۱۶ ۱۹/۱۸

اَفْرِغْ ۔ تو ڈال دے، تو دہانہ کھول دے۔ اِفْرَاغٌ سے جس کے معنی بہانے اور دہانہ کھولنے کے ہیں۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ یہاں ایک مادی چیز کے طور پر صبر کے بہانے اور دہانہ کھولنے کا سوال کیا جا رہا ہے یعنی صبر اُن پر اس طرح بہایا جائے کہ وہ سب طرف سے چھا جائے۔ گویا صبر بمنزلہ ظرف کے ہوا اور مانگنے والے بمنزلہ مظروف فیہ کے۔ ۲/۴ ۹/۱

اُفْرِغْ ۔ میں ڈال دوں۔ میں بہا دوں۔ اِفْرَاغٌ سے مضارع کا صیغہ واحد متکلم ۱۶/۲

اُفْرُقْ ۔ جدائی کر دے۔ (نَصَرَ ضَرَبَ) فَرْقٌ سے جس کے معنی دو چیزوں کے درمیان جدائی اور فصل کرنے کے ہیں خواہ وہ جدائی ظاہری ہو یا معنوی۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ ۶/۸

اِفْسَحُوْا ۔ تم کھل جاؤ (فَتَحَ) فَسْحٌ سے جس کے معنی وسعت سے مٹنے اور کھل کر رہنے کے ہیں۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ ۲۸/۲

اَفْسَدُوْهَا ۔ انھوں نے اس کو خراب کر دیا۔ اَفْسَدُوْا اِفْسَادٌ سے جس کے معنی فساد پھیلانے اور خراب کرنے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ھَا ضمیر واحد مونث غائب۔ ۱۹/۱۸

اَفْصَحُ ۔ زیادہ فصیح۔ فَصْحٌ سے جس کے معنی کسی چیز کے ہر قسم کی آمیزش سے پاک ہونے کے ہیں۔ افعل التفضیل کا صیغہ۔ اصل میں تو اس کا استعمال دودھ کے خالص ہونے کے لئے ہوا اور پھر بطور استعارہ زبان کی عمدگی اور آمیزش سے پاک ہونے کے لئے مستعمل ہونے لگا ہے

اَفَضْتُمْ۔ تم منتشر ہوئے۔ تم نے پھیلایا۔ اِفَاضَۃٌ سے جس کے معنی منتشر ہونے اور پھیلانے کے ہیں ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اَفَاضَ) پ ۲ ع ۹

اَفْضٰی۔ وہ پہنچ گیا۔ بے حجابانہ مل گیا۔ اِفْضَاءٌ سے جس کے معنی فضا میں پہنچنے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ خازن لکھتے ہیں۔

" دراصل لغت میں افضاء کے معنی پہنچنے کے ہیں۔ کہا جاتا ہے اَفْضٰی اِلَیْہِ یعنی وہ اس کی طرف پہنچا۔ اس آیت میں افضاء سے کیا مراد ہے اس کے متعلق مفسرین کے دو قول ہیں۔ (۱) افضاء جماع سے کنایہ ہے اور یہی قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، مجاہد اور سدی کا ہے زجاج اور ابن قتیبہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے اور یہی امام شافعیؒ کا مذہب ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک اگر شوہر نے قبل مسیس (جماع) طلاق دیدی تو گو وہ خلوت کر چکا ہو نصف مہر واپس لے سکتا ہے۔

(۲) افضاء کے معنی عورت کے ساتھ خلوت کرنے کے ہیں گو اس سے جماع نہ کرے۔ کلبی نے کہا ہے کہ افضاء یہ ہے کہ عورت کے ساتھ ایک لحاف میں ہو خواہ جماع کرے یا نہ کرے اسی قول کو فراء نے اختیار کیا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کا مذہب ہے کہ خلوت صحیحہ سے پورا مہر ثابت ہو جاتا ہے " ؎۱

قاضی شوکانی نے تفسیر فتح القدیر میں ہروی کے بھی افضا کے وہی معنی نقل کئے ہیں جو کلبی سے نقل کئے گئے ؎۲ حافظ ابو حیان البحر المحیط میں رقمطراز ہیں

وقال عمر وعلی وناس من الصحابۃ والکلبی والفراء ھی الخلوۃ۔ ؎۳

حضرت عمرؓ حضرت علیؓ اور صحابہ (رضی اللہ عنہم اجمعین) میں سے بہت سے لوگوں نے نیز کلبی اور فراء افضاء کے معنی خلوت ہی کے بتلاتے ہیں۔

اور خود اصل لغت کے اعتبار سے بھی خلوت ہی کے معنی زیادہ قوی معلوم ہوتے ہیں۔ چنانچہ امام ابو بکر جصاص فرماتے ہیں۔

" فراء کا بیان ہے کہ افضاء سے خلوت ہی مراد ہے اگرچہ صحبت نہ ہوئی ہو۔ اور فراء کا بیان لغت کے بارے میں حجت ہے پس جب افضاء کا لفظ خلوت کے متعلق مستعمل ہے تو آیت نے شوہر کو اس بات سے روک دیا کہ وہ خلوت اور طلاق کے بعد اپنی بیوی سے کچھ لے سکے۔ کیونکہ ارشادِ

؎۱ لباب التاویل ج ۱ ص ۴۱۸ طبع مصر۔ ؎۲ فتح القدیر ج ۱ ص ۴۰۹ طبع مصر ۱۳۴۹ھ۔ ؎۳ البحر المحیط ج ۳ ص ۲۰۷ طبع مصر ۱۳۲۸ھ

بار ی فَاِنْ اَرَدْتُمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ نے تفریق وطلاق کو بتلادیا۔ افضاء فضا سے ماخوذ ہے۔ فضا اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں کوئی عمارت اس جگہ کی کسی چیز کے ادراک کو مانع نہ ہو خلوت بھی اسی وجہ سے افضاء سے موسوم ہوئی کہ اس میں وطی اور دخول سے جو چیز مانع تھی وہ دور ہو گئی بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ فضاء کے معنی وسعت کے ہیں اور اَفْضٰی کے یہ معنی ہوئے کہ کوئی شخص اپنے مقصد کے حصول کے لئے وسعت (آسانی) میں ہو گیا۔ اس اعتبار سے بھی خلوت کو افضاء سے موسوم کیا جاسکتا ہے کیونکہ خلوت کے ذریعہ اس کو وطی کا موقع مل گیا اور اس کی بدولت اس بارے میں اس کو آسانی حاصل ہو گئی حالانکہ خلوت سے پہلے اس چیز تک پہنچنا اس پر تنگ تھا تو اس معنی کے لحاظ سے خلوت کا نام افضاء ہوا۔ [۱]

احتیاط کا مقتضی بھی یہی ہے کہ افضاء سے خلوت صحیحہ ہی مراد لی جائے کیونکہ جب اس کا اطلاق باعتبار لغت جماع اور خلوت دونوں پر صحیح ہے تو ایسی صورت میں صاف ظاہر ہے کہ جماع کے معنی مراد لینے میں خلوت کے معنی پر بالکل عمل نہیں ہو سکتا۔ لیکن خلوت کے معنی لینے کی صورت میں جماع بھی جو اولیٰ داخل ہوگا۔ (مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ تَمَسُّوْهُنَّ) ۲۳۶

اِفْعَلْ۔ تو کر۔ تو کر ڈال (فتح) فَعْلٌ جس کے معنی کرنے کے ہیں امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ فعل کے معنی اصل میں مؤثر کی طرف سے تاثیر کے ہیں خواہ وہ عمدگی کے ساتھ ہو یا بغیر عمدگی کے علم کے ساتھ ہو یا بغیر علم کے بالقصد ہو یا بغیر قصد کے انسان کی طرف سے ہو یا حیوان اور جمادات کی طرف سے ۲۲:۷۷

اِفْعَلُوْا۔ تم کرو۔ تم کر ڈالو۔ فَعْلٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے ۲:۴۱

اُفُقٌ۔ کنارہ آسمان۔ آفَاقٌ جمع۔ افق اصل میں آسمان کے اس کنارہ کو کہتے ہیں جہاں زمین آسمان دونوں ملتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ آپ نے افق اعلیٰ کے معنی مطلع آفتاب کے بیان کئے ہیں۔[۲] قتادہ اور مجاہد کا بھی یہی بیان ہے۔[۳] یہاں جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام کو

---

[۱] احکام القرآن ج ۲ ص ۱۴۴ طبع مصر ۱۳۴۷ھ [۲] تفسیر فتح القدیر ج ۵ ص ۱۰۷ طبع مصر ۱۳۵۱ھ [۳] ایضاً ص ۱۰۴۔

ان کی اصلی صورت پر دیکھا تھا۔ پ ۲۷/۵ پ ۲۰/۹

اِفْكٌ۔ جھوٹ بہتان کسی شے کا اس کی اصلی جانب سے منہ پھیرنے کا نام افک ہے پس جو بات اپنی اصلی صورت سے پھر گئی اس کو افک کہیں گے۔ جھوٹ اور بہتان میں چونکہ یہ صفت بدرجہ اتم موجود ہے اس لئے ان کو افک کہا گیا۔ پ ۱۸ (۱۹۔۸) پ ۲۲ پ ۲۶/۲

اُفَّاكٌ پ ۲۰ پ ۲۳/۱۲

اُفِكَ۔ وہ پھر گیا۔ (ضَرَبَ۔ سَمِعَ) اَفْكٌ سے جس کے معنی کسی شے کے اپنے اصلی رخ سے پھرنے کے ہیں ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب پ ۲۶/۱۸

اِفْكِهِمْ۔ ان کی افترا پردازی۔ ان کا جھوٹ اِفْكٌ مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ پ ۲۳ پ ۲۶/۹

اَفَلَ۔ وہ غائب ہو گیا۔ غروب ہو گیا۔ (ضَرَبَ، نَصَرَ۔ سَمِعَ) اُفُوْلٌ سے جس کے معنی آفتاب، ماہتاب وغیرہ ستاروں کے چھپنے اور غروب ہونے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ پ ۷/۱۵

اَفَلَتْ۔ وہ غائب ہوئی۔ چھپ گئی۔ اُفُوْلٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ عربی میں شمس (آفتاب) کو مؤنث بولا جاتا ہے۔ پ ۷/۱۵

اَفْلَحَ۔ وہ جیت گیا۔ وہ مراد کو پہنچا۔ اِفْلَاحٌ سے جس کے معنی کامیابی اور مقصد وری کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ فلاح کی دو قسمیں ہیں دنیوی اور اخروی۔ فلاح دنیوی ان کامیابیوں کا حصول ہے جن سے دنیوی زندگی سنور جائے یعنی مال و دولت صحت اور عزت اور اخروی فلاح چار چیزوں میں ہے بقا بلا فنا۔ غنا بلا فقر عزت بغیر ذلت۔ علم بغیر جہالت آیت شریفہ وَقَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى (اور جیت گیا آج جو غالب رہا) میں فلاح دنیوی کا مراد ہونا ہی زیادہ قرین قیاس ہے۔ پ ۱۶/۱۲

پ ۱۸/۱ پ ۳۰ (۱۲ و ۱۶)

اٰفِلِيْنَ۔ غائب ہو جانے والے۔ غروب ہو جانے والے۔ اٰفِلٌ کی جمع جو اُفُوْلٌ کا اسم فاعل ہے۔ پ ۷/۱۵

اَفْنَانٍ۔ شاخیں۔ رنگا رنگ۔ علامہ محمود آلوسی سورہ رحمٰن میں اس لفظ کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔ "اَفْنَان یا تو فَنٌّ کی جمع ہے بمعنی نوع (قسم) کے اور اسی بنا پر عرف میں اس کا استعمال بمعنی علم کے ہوتا ہے یعنی (ذَوَاتَا اَفْنَانٍ کے معنی ہوں گے) انواع و اقسام کے درختوں

اور پھلوں والے۔ یہی معنی حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما ابن جبیر اور ضحاک سے مروی ہیں اور اسی معنی کے اعتبار سے شاعر کا قول ہے سے

ومن کل افنان اللذاذۃ والصبا

اور میں ہر طرح کی لذت اور شوق

لھوت بہ والعیش اخضر ناضر

میں مور رہا جبکہ زندگی خوش و خرم تھی

یا فَنَنٌ کی جمع ہے جس کے معنی پتلی اور نرم و نازک ڈالی کے ہیں جیسا کہ ابن الجوزی کا بیان ہے اور کبھی محض شاخ کے معنی میں اس کا استعمال ہوتا ہے۔[۱]

عبد بن حمید اور ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی شاخ ہی کے معنی نقل کئے ہیں۔[۲] قاضی شوکانی نے مجاہد، عکرمہ اور عطیہ وغیرہم کا بھی یہی قول بیان کیا ہے۔[۳] امام رازی نے تفسیر کبیر میں[۴] اور علامہ ابوحیان نے البحر المحیط میں تصریح کی ہے کہ یہی معنی زیادہ اولیٰ ہیں۔ ابوحیان کہتے ہیں کیونکہ اَفعالٌ کے وزن پر فَعْلٌ بسکون عین کی بہ نسبت فَعَلٌ کی جمع زیادہ آتی ہے اور فَنٌّ کی جمع فُنُونٌ ہے۔[۵] پ ۲۷/۱۲

اَفْوَاجًا۔ غول کے غول۔ فوج در فوج فَوْجٌ کی جمع جس کے معنی تیز رو جماعت کے ہیں پ ۳۰/۳۵ ع ۱

اَفْوَاهِكُمْ۔ تمہارے منہ۔ اَفْوَاهٌ فَمٌ کی جمع جس کے معنی منہ کے ہیں فَمٌ کی اصل فُوْهٌ تھی ہ کو گرا کر و کو م سے بدل لیا گیا۔ افواہ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ قرآن مجید میں جہاں صرف منہ سے کہنے پر بات رکھی گئی ہے وہاں دروغ بیانی کی طرف اشارہ ہے اور اس طرف تنبیہ ہے کہ اعتقاد واقع کے مطابق نہیں۔ پ ۲۱ پ ۱۵

اَفْوَاهِهِمْ۔ ان کے منہ۔ اَفْوَاہ مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ پ ۴/۸ پ ۱۰/۱۰ پ ۸/۱۱ پ ۱۱/۱۶ پ ۱۵/۱۳ پ ۲۲/۲ پ ۲۸/۹

اَفُوْزَ۔ میں مراد پاتا ہوں یا پاؤں گا۔ (نَصَرَ) فَوْزٌ سے جس کے معنی سلامتی کے ساتھ بامراد اور کامیاب ہونے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد متکلم۔ پ ۵

اُفَوِّضُ۔ میں سونپتا ہوں۔ تَفْوِیْضٌ سے جس کے

---

[۱] روح المعانی ج ۲۷ ص ۱۱۰ طبع منیریہ مصر۔ [۲] تفسیر فتح القدیر ج ۵ ص ۱۳۱۔ طبع مصر ۱۳۵۱ھ [۳] ایضاً ص ۱۳۷
[۴] تفسیر کبیر ج ۸ ص ۲۹ طبع مصر ۱۳۲۴ھ۔ [۵] البحر المحیط ج ۵ ص ۱۹۶ طبع مصر ۱۳۲۸ھ

معنی سونپنے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد متکلم ۱۰/۳۲

اَفْئِدَة ۔ دل ۔ فُؤَادٌ کی جمع جس کے معنی دل کے ہیں۔ ۱/۸ ۱۸/۱۲ ۷/۱۳ ۱/۱۳ ۱۳/۲۱ ۳/۲۶ ۲/۲۹ ۲۹/۳۰

اَفْئِدَتُهُمْ ۔ ان کے دل۔ اَفْئِدَة مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ ۱۹/۲ ۱۹/۱۳ ۲/۲۶

اَفِيْضُوْا ۔ تم پھرو۔ تم بہاؤ۔ اِفَاضَةٌ سے۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اَفَاضَ) ۵/۲ ۱۲/۹

فصل القاف

اَقَامَ ۔ اس نے قائم کیا۔ اس نے درست کیا۔ اِقَامَةٌ سے۔ جس کے معنی ٹھیرنے اور درست کرنے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ کسی جگہ پر اقامت کرنے کے معنی وہاں ٹھیرنے اور قیام کرنے کے ہیں اور کسی شے کی اقامت کے معنی اس کو درست رکھنے قائم کرنے اور اس کے حقوق کی بجا آوری کے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں جہاں کہیں نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے یا اس کی تعریف کی گئی ہے اِقَامَةٌ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس میں اس طرف متنبہ کرنا مقصود ہے کہ نماز پڑھنے کا مقصد محض اس کی ظاہری ہیئت کا ادا کرنا ہی نہیں بلکہ اس کی شرائط کا پورا کرنا ہے ۹/۲ ۱/۲

اِقَامَ ۔ قائم رکھنا۔ یہ دراصل باب افعال کا مصدر اِقَامَةٌ تھا۔ تخفیف کے لئے ت کو آخر سے حذف کر دیا ۱۱/۱۶ ۵/۲۴

اِقَامَتِكُمْ ۔ تمہارا قیام کرنا۔ تمہارا فروکش ہونا۔ اِقَامَة مضاف كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ۔ ۱۴/۱۱

اَقَامُوْا ۔ انہوں نے درست کیا۔ انہوں نے قائم رکھا۔ انہوں نے حقوق کو پورا کیا۔ اِقَامَةٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ۹/۲ ۱۲/۶ ۱۱/۹ ۷/۱۰ ۵/۱۳ ۹/۱۳ ۱۲/۱۴ ۱۶و۱۵/۲۲ ۵/۲۵

اَقَامَهٗ ۔ اس کو سیدھا کر دیا۔ کھڑا کر دیا۔ اَقَامَ اِقَامَةٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ۱/۱۶

اَقَاوِيْلِ ۔ باتیں۔ یا اَقْوَالٌ کی جمع ہے اور اَقْوَالٌ قَوْلٌ کی جس کے معنی بات کے ہیں۔ ۵/۲۹

اَقْبَرَهٗ ۔ اس کو قبر میں رکھوایا۔ اَقْبَرَ اِقْبَارٌ سے جس کے معنی قبر میں رکھنے اور رکھوانے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ ۳۰

اَقْبِلْ ۔ تو آگے آ۔ تو متوجہ ہو۔ اِقْبَالٌ سے جس کے معنی

آگے آنے متوجہ ہونے اور رخ کرنے کے ہیں۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔

اَقْبَلَ۔ اس نے رخ کیا۔ وہ متوجہ ہوا۔ اِقْبَالٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب

اَقْبَلَتْ۔ وہ سامنے آئی۔ وہ متوجہ ہوئی۔ اِقْبَالٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب

اَقْبَلْنَا۔ ہم نے رخ کیا ہم آگے آئے۔ اِقْبَالٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم

اَقْبَلُوْا۔ انھوں نے رخ کیا۔ وہ متوجہ ہوئے اِقْبَالٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب

اُقِّتَتْ۔ اس کا وقت مقرر کیا گیا۔ تَوْقِيْتٌ سے جس کے معنی وقت مقرر کرنے کے ہیں ماضی مجہول کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ اُقِّتَتْ اصل میں وُقِّتَتْ تھا واو مضموم کو ہمزہ سے بدل لیا کیونکہ ہر وہ واو جو مضموم ہو اور اس کا ضمہ لازم ہو اس کو ہمزہ سے بدلنا جائز ہے۔

اِقْتَتَلَ اس نے قتال کیا۔ اس نے جنگ کی۔ اِقْتِتَالٌ سے جس کے معنی آپس میں جنگ و قتال کرنے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب

اِقْتَتَلُوْا۔ انھوں نے قتال کیا۔ وہ آپس میں لڑے اِقْتِتَالٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب

اِقْتَحَمَ۔ وہ آچڑھا۔ وہ گھس پڑا۔ اِقْتِحَامٌ سے جس کے معنی بے دیکھے بھالے اپنے آپ کو کسی شئے میں جھونک دینے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب

اِقْتَدِهْ۔ تو اس کی پیروی کر۔ اس کی اقتدا کر۔ اِقْتَدِ۔ اِقْتِدَاءٌ سے جس کے معنی پیروی کرنے کے ہیں امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہٖ ضمیر واحد مؤنث غائب

اِقْتَرِبْ۔ تو نزدیک ہو۔ اِقْتِرَابٌ سے جس کے معنی نزدیک ہونے کے ہیں۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔

اِقْتَرَبَ۔ وہ نزدیک ہوا۔ وہ قریب ہوا۔ اِقْتِرَابٌ سے۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب

اِقْتَرَبَتْ۔ وہ پاس آگئی۔ وہ نزدیک ہوگئی۔ اِقْتِرَابٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب

اِقْتَرَفْتُمُوْهَا۔ تم نے اس کو کمایا۔ اِقْتَرَفْتُمُوْا۔ اِقْتِرَافٌ سے جس کے معنی کمانے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ یہ دراصل اِقْتَرَفْتُمْ ہی ہے۔ واو اشباع کا ہے اور ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب۔

اصل میں اِقْتِرَافٌ کے معنی درخت کا چھلکا اتارنے یا زخم پر سے کھال اتارنے کے ہیں پھر بطور استعارہ اس کا استعمال کسی چیز کے کمانے کے معنی میں ہونے لگا خواہ وہ چیز اچھی ہو یا بری لیکن برائی کے کمانے میں استعمال زیادہ ہے۔ پ ۸

اَقْتُلُ - میں قتل کروں گا۔ میں مار ڈالوں گا۔ (نَصَرَ) قَتْلٌ سے مضارع کا صیغہ واحد متکلم۔ قتل کے معنی اصل میں جسم سے روح کے زائل کرنے کے ہیں۔ جس طرح کہ موت میں ہوتا ہے۔ قتل اور موت میں فرق یہ ہے کہ اگر اس فعل کے انجام دینے والا کا اعتبار کیا جائیگا تو اس کو قتل کہا جائیگا۔ اور اگر صرف زندگی کے ختم ہونے کا اعتبار کیا جائے گا تو وہ موت کہلائے گی۔ پ ۲۰

اَقْتُلُكَ - میں تجھے قتل کروں۔ مار ڈالوں۔ اس میں كَ ضمیر واحد مذکر حاضر ہے۔ پ ۶

اَقْتُلَنَّكَ - میں تجھ کو ضرور مار ڈالوں گا اَقْتُلَنَّ قَتْلٌ سے مضارع با نون تاکید کا صیغہ واحد متکلم كَ ضمیر واحد مذکر حاضر پ ۶

اُقْتُلُوْا تم قتل کرو۔ تم مار ڈالو۔ قَتْلٌ سے۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ ۱ پ ۵ پ ۱۰ پ ۱۲ پ ۲۴

اُقْتُلُوْهُ - اس کو مار ڈالو۔ اس کو قتل کر دو۔ اس میں هُ ضمیر واحد مذکر غائب ہے پ ۲۰

اُقْتُلُوْهُمْ ان کو مار ڈالو۔ ان کو قتل کر دو۔ اس میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے۔ پ ۲ پ ۵

اَقْدَام - قدم۔ پاؤں۔ اس کا واحد قَدَمٌ ہے جس کے معنی پاؤں کے ہیں۔ پ ۹ پ ۲۶

اَقْدَامَكُمْ - تمہارے پاؤں۔ اَقْدَام مضاف كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ پ ۲۶

اَقْدَامَنَا - ہمارے پاؤں۔ اَقْدَام مضاف نا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ پ ۲ پ ۴ پ ۲۴

اَقْدَمُوْنَ زیادہ اگلے اور پہلے لوگ۔ اَقْدَمُ کی جمع جس کے معنی زیادہ اگلے کے ہیں اَقْدَمُ قَدْمٌ سے جس کے معنی آگے ہونے اور سبقت کرنے کے ہیں افعل التفضیل کا صیغہ واحد مذکر ہے پ ۱۹

اِقْذِفِيْهِ تو اس کو ڈال دے (ضَرَبَ) اِقْذِفِيْ قَذْفٌ سے جس کے معنی دور پھینکنے اور ڈال دینے کے ہیں۔ امر کا صیغہ واحد مؤنث حاضرہ هِ ضمیر واحد مذکر غائب۔ پ ۱۶

اِقْرَءْ - تو پڑھ۔ (فَتَحَ، نَصَرَ) قِرَاءَةٌ سے جس کے معنی پڑھنے کے ہیں۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر پ۱۵ ع۳۱

اَقْرَبُ - زیادہ نزدیک۔ زیادہ قریب۔ قُرْبٌ سے جس کے معنی نزدیک ہونے کے ہیں۔ افعل التفضیل کا صیغہ۔ قرب اور بعد دو متقابل صفتیں ہیں۔ قرب کا استعمال قرآن مجید میں کہیں باعتبار مکان کے ہوا ہے اور کہیں باعتبار زمان کے کہیں باعتبار نسب کے قریب ہونا مراد ہے اور کہیں باعتبار درجہ کے۔ کسی جگہ باعتبار رعایت و حفاظت کے قرب کا ذکر ہے اور کسی مقام پر باعتبار قدرت کے بندہ سے اللہ کے قریب ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر اپنے فضل و رحمت سے متوجہ ہے۔ پ۱ ع۱۵ پ۱۲ پ۶ پ۱۴ ع۱۶ پ۱۵ ع۱۶ پ۲۶ ع۱ پ۴ ع۱۶ پ۲۶ ع۱۶

اَقْرَبُوْنَ - قریبی قرابت والے۔ قریب کے رشتہ دار اَقْرَبُ کی جمع۔ یہاں قرب سے قرب نسب و نسبت مراد ہے۔ حالت رفعی میں اس کی جمع اَقْرَبُوْنَ آور حالت نصبی و جری میں اَقْرَبِیْنَ آتی ہے۔ پ۲ ع۱۲ پ۵

اَقْرَبُهُمْ - ان میں سب سے نزدیک۔ اَقْرَبُ مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ پ۶ ع۱۵

اَقْرَبِیْنَ - قریبی قرابت والے۔ قریب کے رشتہ دار۔ (ملاحظہ ہو اَقْرَبُوْنَ) پ۲ ع۶ پ۵ پ۱۹ ع۱۵

اَقْرَرْتُمْ - تم نے اقرار کیا۔ اِقْرَارٌ سے جس کے معنی کسی چیز کو ثابت کرنے کے ہیں ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اقرار کبھی صرف دل سے ہوتا ہے اور کبھی صرف زبان سے اور کبھی دونوں سے۔ توحید اور ایمانیات میں صرف زبان سے اقرار کر لینا کافی نہیں بلکہ دل اور زبان دونوں کا اقرار ضروری ہے۔ پ۱ ع۱۰

اَقْرَرْنَا - ہم نے اقرار کیا۔ اِقْرَارٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم پ۳ ع۱

اَقْرَضْتُمْ - تم نے قرض دیا۔ اِقْرَاضٌ سے جس کے معنی قرض دینے کے ہیں ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ۶

اَقْرَضُوْا - انہوں نے قرض دیا۔ اِقْرَاضٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب پ۲۷ ع۱۸

اَقْرِضُوْا - تم قرض دو۔ اِقْرَاضٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ پ۲۹ ع۱۴

اِقْرَءُوْا - تم پڑھو۔ تم پڑھ لیا کرو۔ (فَتَحَ۔ نَصَرَ) قِرَاءَةٌ سے جس کے معنی پڑھنے کے ہیں۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ۲۹ ع۱۴ و ۱۵

اَقْسَطُ - پورا انصاف والا۔ زیادہ انصاف والا۔ یہ افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ علامہ ابوحیان اندلسی البحر المحیط میں لکھتے ہیں۔

"بیان کیا جاتا ہے کہ اس میں شذوذ ہے کیونکہ یہ رباعی سے اَفْعَلُ کے وزن پر آیا ہے۔ کہا جاتا ہے اَقْسَطَ الرَّجُلُ یعنی اس مرد نے انصاف کیا۔ قرآن مجید میں وَاَقْسِطُوْا (اور تم انصاف کرو) اسی باب سے وارد ہے۔ چنانچہ اس شذوذ سے نکالنے کے لیے اَقْسَطُ کو قَاسِطٌ سے بطریق نسبت بمعنی ذِیْ قِسْطٍ (انصاف والے) ماخوذ بتاتے ہیں زمخشری نے یہی کہا ہے۔ ابن عطیہ کا بیان ہے کہ اس کو دیکھنا چاہئے کہ جس طرح اَكْرَمُ كَرُمَ سے آتا ہے اسی طرح کیا یہ بھی قَسُطَ بضم سین سے ہے۔ انتہی۔ اس کو قِسْطٌ بالکسر سے بھی جس کے معنی عدل کے ہیں بیان کیا گیا ہے لیکن قِسْطٌ ایسا مصدر ہے جس سے کوئی فعل مشتق نہیں ہوا۔ اور یہ اِقْسَاطٌ سے بھی نہیں ہے کیونکہ افعل التفضیل اِفْعَالٌ سے نہیں آتا۔ زمخشری نے کہا ہے کہ اگر تم دریافت کرو کہ اَقْسَطُ اور اَقْوَمُ کس فعل سے افعل التفضیل بنے ہیں تو میں کہوں گا کہ سیبویہ کے مذہب پر اَقْسَطَ اور اَقَامَ سے ان کی بنا جائز ہے انتہی یہ چیز کہ افعل التفضیل اَفْعَلَ سے بنایا جا سکتا ہے اس پر سیبویہ کی کوئی تصریح موجود نہیں ہاں بذریعہ استدلال یہ چیز اخذ کی جا سکتی ہے۔ کیونکہ سیبویہ نے اپنی کتاب کے اول میں یہ تصریح کی ہے کہ اَفْعَلُ فعل تعجب کا صیغہ فَعَلَ فَعُلَ فَعِلَ اور اَفْعَلَ ان سب سے آتا ہے۔ پس اس سے بھی ظاہر ہے کہ اَفْعَلُ جو تعجب کے لئے آتا ہے وہ اَفْعَلَ سے بھی بنتا ہے اور نحویوں کی یہ تصریح ہے کہ جس فعل سے اَفْعَلُ صیغہ تعجب بنتا ہے اس سے افعل التفضیل کا صیغہ بھی بنتا ہے پس جس فعل سے تعجب کا صیغہ قیاسی ہوگا تفضیل کا صیغہ بھی قیاسی ہوگا۔ اور جس سے تعجب کا صیغہ شاذ ہوگا تفضیل کا بھی ایسا شاذ ہوگا اور اَفْعَلَ سے تعجب کا صیغہ بننے میں بھی نحویوں کے تین مذہب ہیں بعض مطلق جائز کہتے ہیں بعض بالکل ممنوع اور بعض اس میں تفریق کرتے ہیں کہ اگر ہمزہ اِفْعَالٌ نقل کے لئے ہے تب تو اس سے تعجب کا صیغہ اَفْعَلُ کے وزن پر نہیں بن سکتا۔ اور اگر نقل کے لئے نہ ہو تو اس سے تعجب کا صیغہ بن سکتا ہے۔ زمخشری کے خیال میں سیبویہ کا یہی مذہب ہے۔ چنانچہ سیبویہ کے اَفْعَلَ کہنے سے مراد ان کے نزدیک اَفْعَلَ کا وہ باب ہے جس کی ہمزہ نقل کے لئے نہ ہو۔ اور جو لوگ اس کو مطلقاً ممنوع

کہتے ہیں وہ سیبویہ کے قول واضح ہیں افعل کو امر کا صیغہ بتاتے ہیں یعنی یہ کہ سیبویہ کے قول میں فعل تعجب اَفْعِلْ کے وزن پر ہے جس کا صیغہ فَعَلَ. فَعُلَ. فَعِلَ. اور اَفْعَلَ سب سے آتا ہے. کتب نحو میں ان تمام مذاہب کے دلائل پورے طور پر مذکور ہیں. رہا یہ کہ اَقْسَطُ کس فعل سے مانا جائے تو زیادہ مناسب یہ ہے کہ اس کو قَسَطَ ثلاثی سے جو بمعنی عدل (اس نے انصاف کیا) ہے افعل التفضیل کا صیغہ سمجھا جائے. ابن السید نے الاقتضاب میں تصریح کی ہے کہ ابن السکیت نے کتاب الاضداد میں ابوعبیدہ سے نقل کیا ہے کہ قَسَطَ کے معنی ہیں اس نے ظلم کیا اور اس نے انصاف کیا اور اَقْسَطَ بالالف کے معنی اس کے سوا کچھ نہیں کہ اس نے انصاف کیا. اور ابن القطاع نے کہا کہ قَسَطَ قُسُوْطًا و قَسْطًا کے دونوں معنی آتے ہیں ظلم کرنے کے بھی اور انصاف کرنے کے بھی یہ اضداد میں سے ہے پس اس صورت میں یہ شاذ نہیں ہوگا اور اَقْسَطُ عِنْدَ اللہ کے معنی اللہ کے حکم میں زیادہ انصاف والے ہوں گے[1] پ ۳ ۲۱/۱۲

اَقْسِطُوْا. تم انصاف کرو. اِقْسَاطٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر. اِقْسَاطٌ کے معنی اصل میں حق دار کا حصہ حق دار کو دینے کے ہیں اور چونکہ انصاف اسی چیز کا نام ہے اس لئے اس کے معنی انصاف کرنے کے لئے جاتے ہیں. ۲۶/۱۳

اُقْسِمُ. میں قسم کھاتا ہوں. اِقْسَامٌ سے جس کے معنی قسم کھانے کے ہیں. مضارع کا صیغہ واحد متکلم. یہ دراصل قَسَامَۃٌ سے ماخوذ ہے. قسامت وہ قسمیں ہیں جو اولیاءِ مقتول پر تقسیم کی جاتی ہیں.

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں کی قسمیں کھائی ہیں (۱) اپنی ذاتِ مقدسہ کی. (۲) اپنے افعالِ حکیمانہ کی (۳) اپنی مخلوق کی. مخالفین جو قرآن مجید پر اعتراض کرتے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ قرآن مجید میں اللہ نے قسمیں کیوں کھائیں. یہ اعتراض طرح طرح کی رنگ آمیزیوں کے ساتھ مختلف طور پر دہرایا جاتا رہتا ہے لیکن قسم کی حقیقت اور اس کی تاریخ پر ذرا غور و فکر کی زحمت گوارا کی جاتی تو یہ عقدہ خود بخود حل ہوجاتا.

اصل میں قسم کا استعمال ابتداءً اس طرح شروع

[1] البحر المحیط تفسیر سورہ بقرہ ج ۲ ص ۳۵۱ و ۳۵۲ طبع مصر ۱۳۲۸ھ

ہوا کہ جب کوئی اہم واقعہ بیان کیا جاتا تو اس کی صحت اور تصدیق کے لئے کسی شخص کی گواہی پیش کیجاتی یہی طریقہ جب بڑھنے لگا تو انسان کے علاوہ حیوانات اور جمادات کی شہادت بھی معرض ثبوت میں آنے لگی۔ مثلاً ہم خود اپنی زبان میں کہتے ہیں "درودیوار اس بات پر شاہد ہیں۔ آسمان زمین اس امر پر گواہ ہیں، اس نے جنگ میں جس جانبازی کے جوہر دکھلائے میدانِ جنگ اس کی گواہی دے سکتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ عربی زبان میں اس کی ہزاروں مثالیں موجود ہیں۔ اس قسم کی شہادتوں کے پیش کرنے سے اصلی غرض یہ ہوتی ہے کہ یہ چیزیں زبانِ حال سے اس کی شاہد ہیں یعنی اگر ان میں ذرا بھی بولنے کی سکت ہوتی تو ضرور کہہ اٹھتیں کہ ہاں یہ واقعہ سچ ہے یہی طریقہ آگے چل کر قسم کے معنی میں مستعمل ہونے لگا۔ چنانچہ خود قرآن مجید میں شہادت کا لفظ قسم کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ سورۂ منٰفقون میں ارشاد ہے۔ اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ۔ اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً (منافقین جب تمہارے پاس آتے ہیں تو کہنے لگتے ہیں کہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ بیشک تو اللہ کا رسول ہے اور اللہ جانتا ہے کہ بیشک تو اس کا رسول ہے لیکن خدا شہادت دیتا ہے کہ منافقین جھوٹے ہیں انھوں نے اپنی قسموں کو سپر بنا رکھا ہے) آیت مذکورہ میں منافقین کے الفاظ میں قسم کا کوئی لفظ مذکور نہیں صرف شہادت کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ قرآن مجید نے اسی شہادت کو قسم قرار دیا ہے اسی کا اثر ہے کہ آج بھی ہم اپنی زبان میں قسم کھاتے ہیں تو کہتے ہیں۔ اللہ جانتا ہے، خدا گواہ ہے، خدا شاہد ہے عربی زبان نے جب وسعت اختیار کی تو بعض حروف قسم کے ساتھ خاص ہوگئے جیسے واو، ب، ت ۔ واللہ، باللہ، تاللہ۔ کہیں صاف لفظ قسم ہوتا ہے اور کبھی لا کے ساتھ آتا ہے لَآ اُقْسِمُ اور کبھی جملہ پر لام لاکر قسم کھائی جاتی ہے جیسے لَعَمْرُكَ اب قسم کا استعمال دو معنی میں ہوتا ہے ایک یہ کہ جب کوئی چیز بیان کی جائے تو اس کے ثبوت پر کوئی شہادت پیش کی جائے خواہ وہ شہادت ذی روح کی ہو یا غیر ذی روح کی، بزبانِ حال ہو یا بزبانِ قال۔ دوسرے

یہ کہ کسی چیز کی توثیق و اثبات کے لئے کسی عظیم الشان شئے یا کسی عزیز چیز کی قسم کھائی جائے۔ یہ دوسرے معنی قسم کے حقیقی معنی نہیں بلکہ مجازی ہیں جو بعد میں چل کر پیدا ہوگئے۔ قرآن مجید میں جہاں جہاں اللہ تعالیٰ کے لئے قسم کا لفظ آیا ہے پہلے معنی کے لحاظ سے آیا ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نہایت کثرت سے۔ شمس و قمر، لیل و نہار، ابر و باد، کوہ و صحرا، چرند پرند۔ دریا اور سمندر غرض جا بجا تمام مظاہر قدرت کی نسبت آیت کا لفظ استعمال کیا ہے جس کے معنی نشانی کے ہیں۔ جن چیزوں کو اکثر مواقع پر آیات کے لفظ سے تعبیر کیا ہے انہی کی جا بجا قسم بھی کھائی ہے جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ یہ تمام چیزیں اس کے وجود اور عظمت و شان پر شہادت دے رہی ہیں اور اس کی قدرت پر گواہ ہیں۔

یہ بھی خیال رہے کہ قسم، یمین، حلف عام لوگ ان تینوں کو ہم معنی خیال کرتے ہیں جن کی بنا پر بڑی غلط فہمی پیدا ہو جاتی ہے حالانکہ ان سب الفاظ کے مفہوم اور معانی بالکل جدا جدا ہیں۔ قسم کے معنی ہیں کسی چیز کی صحت اور تصدیق کے لئے گواہی پیش کرنا۔

قرآن مجید میں جو قسمیں مذکور ہیں ان سب کے یہی معنی ہیں کہ جن چیزوں کی قسم کھائی گئی ہے وہ خدا کے وجود پر اس کی قدرت و شان پر اس کی عظمت و اقتدار پر شہادت دے رہی ہے۔ سورۂ فجر میں ارشاد ہے وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ وَاللَّيْلِ إِذَا يَسْرِ هَلْ فِي ذَٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِي حِجْرٍ (فجر، دس راتیں، جفت اور طاق، اور رات جب چلنے پر ہو، ان باتوں میں صاحبِ عقل کے لئے قسم ہے) یعنی یہ سب چیزیں عقلمند کے نزدیک خدا کے وجود اور اس کی قدرت پر زبانِ حال سے گواہی دے رہی ہیں۔ یمین کے معنی ہاتھ کے ہیں یہ لفظ عموماً معاہدات کی توثیق کے لئے استعمال ہوتا ہے گویا دوسرے معاہد کو ضامن دینا مقصود ہوتا ہے۔ راغب اصفہانی رقمطراز ہیں۔

والیمین فی الحلف	معاہدہ کرنے والا اور حلیف
مستعار فی الید	جو دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ
اعتبارًا بما یفعلہ	مارتا ہے۔ یمین حلف کے
المعاہد المحالف	معنی میں اسی فعل سے مستعار
غیرہ۔	لیا گیا ہے۔

(مفردات امام راغب ج ۲ ص ۲۸۶ بر حاشیہ نہایہ طبع مصر)

یمین کا لفظ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی زبان کہ
کہیں مستعمل نہیں ہوا۔

حلف کا لفظ ان دونوں لفظوں سے زیادہ
وسیع ہے لیکن اس کے مفہوم میں ذمارت اور ذلت
شامل ہے اور اس کا استعمال بالکل اسی طرح ہوتا ہے
جس طرح کہ آج کل عوام قسمیں کھاتے ہیں۔ اسی وجہ
سے قرآن مجید میں حلاف کے لئے مہین (قابل اہانت)
کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ ارشاد ہے وَلَا تُطِعْ كُلَّ
حَلَّافٍ مَّهِينٍ (اور تو کہا نہ مان ہر قسمیں کھانے
والے بیقدر کا) یہ لفظ جہاں آیا ہے منافقین کی زبان
سے آیا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے یہ لفظ
اپنے لئے کہیں استعمال نہیں کیا۔

علامہ ابن القیم نے التبیان فی اقسام القرآن
اور علامہ حمید الدین فراہی نے امعان فی اقسام
القرآن خاص اسی موضوع پر تالیف کی ہیں۔ جن میں
اقسام قرآن پر سیر حاصل بحث ہے۔

جمہور مفسرین کے نزدیک لَا اُقْسِمُ میں لَا
تاکید کے لئے ہے۔ پ۲۷/۱۶ پ۲۹/۶، ۸، ۹، ۱۶ پ۳۰/۳، ۹، ۹، ۱۵

اَقْسَمْتُمْ۔ تم نے قسم کھائی اِقْسَامٌ سے ماضی کا
صیغہ جمع مذکر حاضر۔ یہاں قسم کا استعمال اس کے دوسرے
معنی میں ہے۔ شہادت پیش کرنے میں نہیں پ۸/۱۲ پ۱۳/۱۹

اَقْسَمُوْا۔ انھوں نے قسمیں کھائیں۔ اِقْسَامٌ سے
ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب یہاں بھی قسم کا استعمال
دوسرے معنی کے اعتبار سے ہے۔ پ۷/۱۲ پ۷/۱۹ پ۱۳/۱۱ پ۱۹/۱۲
پ۲۲/۱۴ پ۲۹/۳۔

اِقْصِدْ تو اعتدال اختیار کر (ضَرَبَ) قَصْدٌ سے
جس کے معنی سیدھی راہ ہونے اور میانہ روی اختیار
کرنے کے ہیں امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر پ۲۱/۱۱

اُقْصُصْ۔ تو بیان کر۔ (نَصَرَ) قَصَصٌ سے جس کے
معنی بیان کرنے کے ہیں امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر پ۹/۱۲

اَقْصٰی۔ بہت بعید، زیادہ دور۔ قَصَاءٌ سے
جس کے معنی دور ہونے کے ہیں۔ افعل التفضیل کا
صیغہ مسجد اقصیٰ کو باعتبار عرب مخاطبین کے اقصیٰ
کہا گیا ہے پ۱۵/۱ پ۳۰/۲ پ۲۲/۱۹

اِقْضِ تو کر گزر۔ تو فیصلہ کرلے۔ (ضَرَبَ) قَضَاءٌ
سے جس کے معنی فصل امر یعنی معاملہ فیصل کرنے کے
ہیں خواہ بذریعہ قول ہو یا فعل۔ امر کا صیغہ واحد مذکر
حاضر۔ قضا قولی اور فعلی دونوں کی دو دو قسمیں ہیں

الٰہی اور بشری۔ بذریعہ قول قضاء الٰہی کی مثال ہے
آیت شریفہ وَقَضٰی رَبُّکَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا
اِیَّاہُ (اور تیرے رب نے فیصلہ کر دیا کہ اس کے سوا
کسی کو نہ پوجو) یہ قضا بذریعہ حکم ہے۔ اور بذریعہ فعل قضاء
الٰہی کی مثال وَاللّٰہُ یَقْضِیْ بِالْحَقِّ (اور اللہ فیصلہ
کرتا ہے انصاف سے) ہے۔ قضاء بشری بذریعہ قول
حاکم کا فیصلہ کرنا ہے اور قضاء بشری بذریعہ فعل
کی مثال ہے آیت شریفہ۔ فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْهَا
وَطَرًا (جب زید فیصلہ کر چکا اس عورت سے اپنی
غرض کا) اور فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ (سو تو کر گزر
جو تجھ کو کرنا ہے) میں بشری قضاء کی دونوں صورتیں
بن سکتی ہیں فعلی بھی اور قولی بھی۔ پ

اِقْضُوْٓا۔ تم کر گزرو۔ تم فیصلہ کر لو۔ قَضَآءٌ سے
امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ پ ۱۱

اَقْطَارِ۔ کنارے۔ قُطْرٌ کی جمع جس کے معنی جانب
اور طرف کے ہیں۔ پ

اَقْطَارِهَا۔ اس کے کنارے اَقْطَار مضاف
ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ۔ پ ۲۱

اُقَطِّعَنَّ۔ میں ضرور کاٹوں گا تَقْطِیْعٌ سے
جس کے معنی ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے ہیں مضارع بانون
تاکید کا صیغہ واحد متکلم۔ اصل میں قطع کا لفظ ہر قسم کی
چیز کے جدا کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے خواہ مادی
ہو یا غیر مادی۔ پ ۱۹

اِقْطَعُوْٓا۔ تم کاٹ ڈالو۔ (فتح) قَطْعٌ سے جس کے
معنی جدا کرنے کے ہیں امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ

اَقْعُدَنَّ۔ میں ضرور بیٹھوں گا۔ (نصر) قُعُوْدٌ سے
جس کے معنی بیٹھنے کے ہیں مضارع بانون تاکید کا
صیغہ واحد متکلم پ

اُقْعُدُوْا۔ تم بیٹھو۔ قُعُوْدٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر
حاضر پ

اَقْفَالُهَا۔ اس کے قفل۔ اس کے تالے۔ اَقْفَالٌ
قُفْلٌ کی جمع جس کے معنی تالے کے ہیں مضاف ہے
ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ۔ پ ۲۶

اَقُلْ۔ میں نے کہا۔ (ضرب) قَوْلٌ سے جس کے
معنی بولنے اور کہنے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد
متکلم اَقُلْ اصل میں اَقْوُلُ تھا۔ حرف جازم لَمْ کے
کے آنے سے اجتماع ساکنین کے باعث واو گر گیا اور
مضارع ماضی منفی کے معنی دینے لگا۔ پ

پ۲۲ ع۱ س۲۹

اَقَلَّ - زیادہ کم۔ قِلَّۃٌ سے جس کے معنی کم ہونے کے ہیں۔ اَفعلُ التفضیل کا صیغہ۔ قلت وکثرت کا استعمال بیشتر اعداد وشمار میں ہوتا ہے۔ پ۱۶ س۲۹ ۱۲

اَقْلَامٌ - قلمیں۔ قَلَمٌ کی جمع ہے۔ قَلْمٌ کے اصل معنی ہیں کسی سخت چیز مثلاً ناخن، نیزہ کی پور وغیرہ کا کاٹنا۔ اور اس کٹی ہوئی چیز یعنی مقلوم کو قلم کہا جاتا ہے۔ جس طرح منقوض کو نقض بولتے ہیں قَلَمٌ کا لفظ لکھنے کے قلم اور جوئے کے تیر کے معنی میں مخصوص ہے۔ یہاں قلم کے معنی ہی مراد ہیں۔ پ۲۱ ۱۲

اَقْلَامَهُمْ - اپنے قلم۔ ان کے قلم۔ اَقلَامٌ قَلَمٌ کی جمع مضاف ہے۔ ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔ یہاں قلم سے دونوں معنی مراد لئے جاسکتے ہیں۔ قرعہ اندازی کے تیر بھی اور لکھنے کے قلم بھی۔ چنانچہ عبد بن حمید نے مجاہد سے اور ابن ابی حاتم نے ابن جریج سے روایت کیا ہے کہ یہ وہی قلم تھے جن سے وہ لوگ تورات کی کتابت کرتے تھے۔ اور ان دونوں نے عطاء سے یہ نقل کیا ہے کہ وہ ان کو قرعہ اندازی کے تیر بتلاتے تھے۔ ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ جب حضرت مریم علیہا السلام کو مسجد میں لاکر رکھا گیا تو اہلِ مسجد نے جو وحی کی کتابت کرتے تھے ان کی کفالت کے بارے میں اپنے قلموں سے قرعہ اندازی کی۔ یہی دونوں بزرگ عکرمہ اور ربیع سے ناقل ہیں کہ جب ان دونوں نے اپنے قلم پانی میں ڈالے تو سب کے قلم پانی کی رو میں بہ گئے اور حضرت زکریا علیہ السلام کا قلم الٹی طرف چڑھتا رہا۔ لہٰذا حضرت زکریا ان کے کفیل ہوگئے۔ [1] پ۳ ۱۲

اَقَلَّتْ - اس نے کم سمجھا۔ اس نے اٹھانے میں ہلکا پایا۔ اِقلَالٌ سے جس کے معنی قلیل پانے اور ہلکا سمجھنے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب کسی چیز کو ہلکا سمجھنا محض حکمی ہوتا ہے اور کبھی اس کی قوت کے اعتبار سے ہوا کرتا ہے۔ یہاں پر ہلکا سمجھنا بلحاظ قوت ہے یعنی اٹھانے میں ہلکا پانا مراد ہے۔ پ۸ ۱۲

اَقْلِعِیْ - تو تھم جا۔ اِقلَاعٌ سے جس کے معنی تھم جانے اور رک جانے کے ہیں۔ امر کا صیغہ واحد مؤنث حاضر۔ پ۱۲

[1] ان سب روایات کے لئے ملاحظہ ہو فتح القدیر للشوکانی ج ۱ ص ۳۰۹ طبع مصر [illegible]

أَقِمْ۔ تو راست کر۔ سیدھا کر۔ قائم رکھ۔ اِقَامَۃٌ سے جس کے معنی سیدھا کرنے اور قائم رکھنے کے ہیں امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اَقَامَ) پ ۱۲/۱۱ پ ۳۰/۶ پ ۵/۹ پ ۱۶/۱۰ پ ۲۱/۱۱، ۷، ۸، ۱۰

أَقَمْتَ۔ تو نے قائم کی۔ تو نے درست کی۔ اِقَامَۃٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر پ ۵/۱۱

أَقَمْتُمْ۔ تم نے قائم کیا۔ تم نے سیدھا کیا۔ اِقَامَۃٌ سے۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ ۶/۲

أَقِمْنَ۔ تم قائم کرو، تم درست کرو۔ اِقَامَۃٌ سے امر کا صیغہ جمع مؤنث حاضر پ ۲۲/۲

أُقْنُتِیْ۔ تو بندگی کر (نَصَرَ) قُنُوْتٌ سے جس کے معنی خضوع و خشوع کے ساتھ عبادت میں لگے رہنے کے ہیں۔ امر کا صیغہ واحد مؤنث حاضر پ ۳/۱۲

أَقْنٰی۔ اس نے خزانہ دیا۔ اس نے فقیر بنایا۔ اِقْنَاءٌ سے۔ جس کے معنی قُنْیَۃ (ذخیرہ کیا ہوا مال و خزانہ جو باقی رہ سکے) دینے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ عام طور سے اقنی کے معنی یہی بیان کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں وعلی هذا یدور کلام کثیر من المفسرین منهم ابو صالح وابن جریر وغیرهما[3]۔ ابو صالح ابن جریر وغیرہ کا کلام اس معنی میں دائر ہے۔ لیکن ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اَقْنٰی کے معنی اَرْضٰی (اس نے راضی کیا) کے نقل کئے ہیں[1]۔ علامہ محمود آلوسی کی تصریح ہے کہ یہ معنی قنیہ سے مجازاً لئے گئے ہیں[2]۔ راغب اصفہانی فرماتے ہیں کہ اس معنی کی حقیقت یہ ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے رضا و طاعت کا سرمایہ کر دیا۔ مجاہد قتادہ اور حسن بصری نے اَقْنٰی کے معنی اَخْدَمَ کے کئے ہیں یعنی اس نے خادم عطا فرمایا[2] مگر یاد رہے کہ یہ دونوں معانی پہلے ہی معنی میں داخل ہیں کیونکہ وہ اپنی عمومیت کے اعتبار سے دونوں پر مشتمل ہے اور یہ دونوں اس کے صرف دو افراد کی تعیین کر رہے ہیں۔ اِقْنَاء کے معنی اس مال کے دینے کے ہیں جو باقی رہ سکے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس مال کو

---

[1] فتح القدیر للشوکانی ج ۵ ص ۱۱۵ [2] روح المعانی ج ۲۷ ص ۵۷

[3] تفسیر ابن کثیر ج ۹ ص ۳۳۸ طبع مصر برحاشیہ فتح البیان

غیرمادی یعنی رضا و طاعت کے سرمایہ کی شکل میں متعین کرے اور حضرات ثلاثہ اس کی مادی شکل میں بصورتِ خادم تعیین کرتے ہیں۔

ابنِ زید، ابنِ کیسان اور اخفش اَقنٰی کے معنی اَفقَرَ کے کرتے ہیں یعنی اس نے کسی کو فقیر بنایا۔ شوکانی کا بیان ہے کہ ابنِ جریر بھی اسی کو اختیار کرتے ہیں[1]۔ اگرچہ ابنِ کثیر کی رائے میں یہ معنی لفظ کے اعتبار سے بعید ہیں[2]۔ لیکن یاد رہے کہ باب افعال کی ہمزہ سلبِ ماخذ کے لئے بھی آتی ہے جیسے اَشفیٰ اور اَشکیٰ سلبِ شفا و سلبِ شکایت کے معنی میں بھی مستعمل ہیں اور اسی اعتبار سے اگر اَقنٰی کا بھی سلبِ قنیہ یعنی فقیر بنا دینے میں استعمال ہو تو کیا بعید ہے بلکہ یہ معنی یہاں سیاقِ آیات کے بھی مناسب معلوم ہوتے ہیں کیونکہ متقابل چیزوں کا ذکر چلا آرہا ہے۔ پ۲۷/۷

اَقوَاتَھَا۔ اس کی خوراکیں۔ اَقوات قُوتٌ کی جمع قوت اس خوراک کو کہتے ہیں جس سے سدِ رمق ہو سکے اَقواتَ مضاف ھا ضمیر واحد مونث غائب۔ مضاف الیہ۔ پ۲۴/۱۶

اَقُولُ۔ میں کہتا ہوں۔ میں کہوں۔ میں کہوں گا۔ قَولٌ سے جس کے معنی بولنے اور کہنے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد متکلم پ۷/۱۱و۱۶ پ۹/۲ پ۱۲/۳ پ۱۲/۱۱ پ۲۴/۱۰

اَقوَمُ۔ بہت درست رکھنے والا۔ سب سے سیدھا قِیَامٌ سے جس کے معنی راست ہونے اور اعتدال پر رہنے کے بھی آتے ہیں۔ افعل التفضیل کا صیغہ۔ بعض لوگوں نے اس کو اِقَامَۃٌ سے افعل التفضیل بتایا ہے لیکن اس صورت میں پھر وہی شذوذ کی بحث پیدا ہو جاتی ہے جس کی تفصیل اَقسَطُ کی بحث میں گزر چکی ہے۔ ہاں جیسا کہ زمخشری نے تصریح کی ہے اس کو قَوِیمٌ (درست) سے باعتبارِ نسبت کے بمعنی زیادہ درست اور زیادہ سیدھے کے لے سکتے ہیں[3]۔ پ۳/۷ پ۱۵/۱ پ۱۵/۱ پ۲۹/۱۲

اَقِیمُوا۔ تم قائم کرو۔ تم درست رکھو۔ اِقَامَۃٌ سے جس کے معنی ٹھیرنے قائم کرنے اور درست رکھنے کے ہیں۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اَقَامَ) پ۱/۵و۱۰و۱ پ۱/۱۳ پ۵/۸و۱۲ پ۵/۱۵ پ۷/۱۰ پ۱۱/۱۳ پ۱۲/۱۴ پ۱۹/۱۳ پ۲۱/۷ پ۲۵/۳

[1] دیکھو فتح القدیر ج۵ ص۱۱۳۔ [2] تفسیر ابن کثیر ص۳۲۸ و ۳۲۹۔ [3] کشاف ج۱ ص۱۹۱ طبع مصر ۱۳۵۴ھ

۱۱/۳۴ ۱۵،۷،۲/۳۰ ۱۴/۲۹

فصل الکاف

اَکُ ۔ میں ہوں (نقص) کَوْنٌ سے جس کے معنی ہونے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد متکلم اَکُ اصل میں اَکُوْنُ تھا۔ لَمْ کے آجانے سے اجتماع ساکنین کے باعث واو گر گیا۔ ۱۶/۱

اَکَابِرَ ۔ بہت بڑے۔ اَکْبَرُ کی جمع ۸/۳

اَکَادُ ۔ میں چاہتا ہوں (متعدی) کَوْدٌ سے جس کے معنی قریب کرنے اور کبھی چاہنے اور ارادہ رکھنے کے بھی آتے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد متکلم۔ یہ افعالِ مقاربہ میں سے ہے جو تنہا استعمال نہیں ہوتے بلکہ کسی دوسرے فعل کے ساتھ مل کر آتے ہیں اگر اس پر حرف نفی نہ ہو تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ فعل قریب تھا کہ واقع ہو جائے لیکن نہ ہو سکا اور اگر حرفِ نفی ہو تو یہ مطلب ہو گا کہ فعل واقع تو ہو گیا مگر قریب تھا کہ واقع نہ ہو سکے۔ یہاں اَکَادُ کا استعمال چاہنے اور ارادہ کرنے کے معنی میں ہوا ہے ۱۶/۱۰

اَکّٰالُوْنَ ۔ بڑے کھانے والے۔ اَکّٰالٌ کی جمع جس کے معنی بڑے کھانے والے کے ہیں۔ اَکّٰالٌ اَکْلٌ سے جس کے معنی کھانے کے ہیں مبالغہ کا صیغہ ہے۔ ۶/۶

اَکْبَرُ ۔ زیادہ بڑا۔ کِبَرٌ سے جس کے معنی بڑے ہونے کے ہیں افعل التفضیل کا صیغہ۔ صغر واکبر اسماء متضائفہ میں سے ہیں جن میں سے ہر ایک کا استعمال دوسری شے کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ پس ایک ہی چیز ایک شے کے اعتبار سے اصغر بھی ہو سکتی ہے اور دوسری کے لحاظ سے اکبر بھی کہی جا سکتی ہے۔ اعداد کی طرح یہ دونوں لفظ بھی کمیتِ متصلہ میں استعمال کئے جاتے ہیں۔ ۱۱/۲ ۴/۲ ۴/۲ ۱۵،۹،۸/۶ ۱۵،۹،۷/۳ ۱۲/۱۱ ۱۲/۱۴

۲/۱۵ ۷/۱۷ ۱۵،۹،۱/۲۱ ۷/۲۲ ۱۶/۲۳ ۱۱،۹،۷/۲۴ ۱۱/۲۵ ۳/۲۹ ۱۲/۳۰

اَکْبَرْنَہٗ ۔ ان عورتوں نے اس کو بہت بڑا سمجھا۔ اَکْبَرَ اِکْبَارٌ سے جس کے معنی بڑا سمجھنے کے ہیں ماضی کا صیغہ جمع مونث غائب ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ۱۲/۱۳

اِکْتَالُوْا ۔ انھوں نے ناپا۔ انھوں نے پیمانہ سے ناپ کر لیا۔ اِکْتِیَالٌ سے جس کے معنی پیمانہ سے ناپ کر لینے کے ہیں ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ۸/۳۰

اُكْتُبْ۔ تو لکھ دے (نَصَرَ) كِتَابَةٌ سے جس کے معنی لکھنے کے ہیں امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے ۔

اُكْتُبْنَا۔ تو ہم کو لکھ دے۔ اس میں نَا ضمیر جمع متکلم ہے ۔ پ ۳/۱۲ ۔

اُكْتُبُوْهُ۔ تم اس کو لکھ لو۔ اُكْتُبُوْا كِتَابَةٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ہے ۔

اَكْتُبُهَا۔ میں اس کو لکھ دوں گا۔ اَكْتُبُ كِتَابَةٌ سے مضارع کا صیغہ واحد متکلم هَا ضمیر واحد مونث غائب ہے ۔

اِكْتَتَبَهَا۔ اس نے اس کو گھڑ کر لکھ رکھا ہے۔ اس نے اس کو لکھوالیا ہے۔ اِكْتَتَبَ اِكْتِتَابٌ سے جس کے معنی گھڑ کر لکھ لینے اور دوسرے سے لکھوا لینے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب هَا ضمیر واحد مونث غائب پ ۱۸/۱۶ ۔

اِكْتَسَبَ اس نے کمایا۔ اِكْتِسَابٌ سے جس کے معنی کمانے اور اپنے ارادہ و قدرت کو فعل میں صرف کرنے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ جس چیز میں جلبِ منفعت یا کسی فائدہ کا حصول ہو اس میں کوشش کرنے اور تحرّی کرنے کا نام کسب ہے خواہ اپنے لئے ہو خواہ دوسرے کے لئے کبھی کسب کا استعمال اس میں بھی ہوتا ہے جس کے متعلق انسان گمان کرتا ہے کہ اس میں منفعت حاصل ہو گی حالانکہ بجائے منفعت کے اس کو ضرر پہنچ جاتا ہے کسب اور اکتساب میں فرق یہ ہے کہ اکتساب وہ ہے جو اپنے لئے ہو اور کسب کا لفظ عام ہے پس ہر اکتساب کسب میں داخل ہے لیکن ہر کسب اکتساب نہیں۔ کسب اور اکتساب دونوں کا استعمال قرآن مجید میں اچھے اور برے دونوں طرح کے کام انجام دینے کے لئے ہوا ہے۔ پ ۸/۱۸ ۔

اِكْتَسَبَتْ۔ اس عورت نے کمایا۔ اِكْتِسَابٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب ہے ۔

اِكْتَسَبْنَ۔ ان عورتوں نے کمایا۔ اِكْتِسَابٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مؤنث غائب ہے ۔

اِكْتَسَبُوْا۔ انھوں نے کمایا۔ اِكْتِسَابٌ سے۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے ۔

اَكْثَرُ۔ اکثر۔ بہت زیادہ۔ كَثْرَةٌ سے جس کے معنی زیادہ ہونے کے ہیں افعل التفضیل کا صیغہ۔ پ ۳/۱۶

پ ۳/۱۲ پ ۸/۱ پ ۹/۱۳ پ ۱۰/۱۵ پ ۱۲/۲،۳،۱۳،۱۵ پ ۱۲/۲،۳،۵،۷ پ ۱۳/۱۱

پ١٥/٢و١٠و١٦و١٧ پ١٩/٣ پ٢١/٢و١١ پ٢١/٣و٧ پ٢٢/١و٢ پ٢٣/٩ پ٢٧/١١و١٥و١٧

پ٢٧/١٣ پ٢٥/١٩ پ٢٩/٢

اَكْثَرْتَ ۔ تونے بہت زیادہ کیا۔ تونے زیادہ بڑھایا

اِكْثَارٌ سے۔ جس کے معنی کثرت کو کام میں لانے کے

ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ پ١٢/٣

اَكْثَرُكُمْ ۔ تم میں اکثر۔ اَكْثَرَ مضاف كُمْ ضمیر جمع

مذکر حاضر مضاف الیہ پ٦/١٣ پ٢٥/١٣

اَكْثَرُوْا ۔ انھوں نے زیادہ کیا۔ انھوں نے بڑھایا۔

اِكْثَارٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب پ٣٠/١٣

اَكْثَرُهُمْ ۔ ان میں اکثر۔ ان میں بیشتر۔ اَكْثَرَ مضاف

هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔ پ١/٢ پ٥/١٢

پ٧/٢و١٠ پ٨/١و٩ پ٩/٣و٩و١٣و١٨ پ١٠/٨ پ١١/١و١١ پ١٣/٩

پ١٣/١٩و١٦و٢٠ پ١٤/٢ پ١٨/٣ پ١٩/٢و٥و٨و٩و١٠و١١و١٢و٣١

پ١٩/١٣و١٣و١٥ پ٢٠/١و٣و٣و٩ پ٢١/٢و٨و١٣ پ٢٣/١١و١٨ پ٢٣/١٤

پ٢٣/٢و١٥ پ٢٥/١٥ پ٢٦/١٣ پ٢٧/٣

اَكْدٰى ۔ وہ پتھر کی طرح سخت نکلا۔ اِكْدَاءٌ سے

جس کے معنی زمین کے پتھر کی طرح سخت نکلنے کے

ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اِكْدَاءٌ اصل میں

كُدْيَةٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنی زمین کے سخت ہونے

کے ہیں۔ چنانچہ جب کنواں کھودا جائے اور اس میں

کوئی ایسا پتھر نکل آئے جو کھودنے سے عاجز کردے

تو اس وقت کہتے ہیں قَدْ اَكْدٰى (یعنی یہ سخت نکلا)

پھر اہل عرب اس کا استعمال اس شخص کے متعلق کرنے

لگے جو کچھ دیکر رک جائے اور پورے طور پر عطا نہ کرے

یا ذرا طلب کرے اور پھر مانگنے سے باز رہے۔ فرا نے

اس لفظ کے معنی دینے سے رک جانے اور عطا کو

منقطع کردینے کے بتائے ہیں اور مبرد نے سختی کے

ساتھ دینے سے رک جانے کے بیان کئے ہیں۔[1] پ٢٧/٧

اِكْرَامٌ ۔ باعظمت ہونا۔ دوسرے کو عزت دینا اور

اس پر کرم کرنا۔ بروزن اِفْعَالٌ مصدر ہے۔ اکرام

کے دو معنی آتے ہیں ایک یہ کہ دوسرے پر کرم کیا جائے

یعنی اس کو ایسا نفع پہنچایا جائے جس میں کسی طرح کا

کھوٹ نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ جو چیز عطا کی جائے وہ

عمدہ چیز ہو۔ آیۂ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ میں لفظ

اکرام دونوں معنی پر مشتمل ہے۔ کرم کا لفظ قرآن مجید

میں جہاں بھی اللہ تعالیٰ کے وصف میں آیا ہے تو ہاں

[1] تفسیر فتح القدیر ج ٥ ص ١١١ طبع مصر ١٣٥١ھ

احسان وانعامِ الٰہی مراد ہے۔ پ ۱۳ ع ۱۲

اِکْرَاہَ۔ انسان کو زبردستی کسی کام کے کرنے پر مجبور کرنا۔ بروزن اِفْعَالٌ مصدر ہے۔ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ دین اور ایمان کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ نے جبر اور زبردستی جاری نہیں فرمائی بلکہ اس کو انسان کے اختیار پر چھوڑا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب دلائل توحید پورے طور پر بیان فرما دئے گئے اور کفر وضلالت اور ایمان وہدایت میں بخوبی امتیاز ہوگیا تو اب زور وزبردستی سے کسی کو مسلمان بنانے کی کیا حاجت ہوسکتی ہے چنانچہ دوسری جگہ ارشاد ہے اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ (تو کیا اب تو لوگوں پر زبردستی کرے گا تاکہ وہ باایمان بن جائیں) یعنی زبردستی لوگوں کو ایمان لانے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا

اِكْرَاهِهِنَّ۔ ان عورتوں پر زبردستی کرنا۔ اِکْرَاہٌ مضاف هِنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب مضاف الیہ۔ زمانۂ جاہلیت میں بعض لوگ اپنی لونڈیوں سے کسب کراتے تھے۔ عبد اللہ بن ابی رئیس المنافقین کے پاس کئی لونڈیاں تھیں جن کو وہ بدکاری کراکر روپیہ کماتا تھا۔ ان میں سے جب کچھ لونڈیاں ایمان لے آئیں تو انھوں نے اس بدکاری سے انکار کردیا۔ اس پر اس ملعون نے ان کو زدوکوب کرنا شروع کیا۔ یہ آیت اسی سلسلہ میں نازل ہوئی ہے اور اس لئے اس فعل کی مزید قباحت ظاہر کرنے کے لئے آیت میں اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا (اگر وہ لونڈیاں بچنا چاہیں) اور لِتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (کہ تم دنیوی زندگی کے لئے کچھ پونجی چاہنے لگو) کی قیود اضافہ کی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ زنا ایسی بری چیز ہے کہ جو جبر واکراہ کے بعد بھی بری ہی رہتی ہے۔ رضامندی کا تو کیا ذکر۔ ہاں ایسی صورت میں گناہ کی ساری ذمہ داری زبردستی کرنے والے پر ہوگی اور جن پر زبردستی کی جائیگی وہ بری ہوگا۔ پ ۱۸ ع ۱۰

اَكْرَمُ۔ بڑا کریم۔ کَرَمٌ سے جس کے معنی باعزت ہونے اور سخاوت کرنے کے ہیں۔ افعل التفضیل کا صیغہ۔ پ ۳۰ ع ۲۱

اَكْرَمَكُمْ۔ تم میں زیادہ باعزت۔ اَكْرَمُ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ پ ۲۶ ع ۱۴

اَكْرَمَنِ۔ اس نے مجھکو عزت دی۔ اَكْرَمَ اِكْرَامٌ سے۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب وقایہ ی متکلم کی محذوف ہے پ ۳۰ ع ۱۴

أَكْرَمَهٗ۔ اس نے اس کو عزت دی۔ اس میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ہے۔ پ ۳۰/۱۴

أَكْرِمِيْ ۔ تو آبرو سے رکھ۔ تو با عزت کرنا۔ اَكْرَامٌ سے امر کا صیغہ واحد مؤنث حاضر پ ۱۲/۱۲

أُكْرِهَ۔ اس پر زبردستی کی گئی۔ اِكْرَاهٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ پ ۱۴/۲

أَكْرَهْتَنَا۔ تو نے ہم پر زبردستی کی۔ اَكْرَهْتَ اِكْرَاهٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر نَا ضمیر جمع متکلم۔ پ ۱۶/۱۴

أُكْسُوْهُمْ ان کو پہناتے رہو۔ (نَصَرَ) اُكْسُوْا كَسْوٌ سے۔ جس کے معنی پہننے اور پہنانے کے ہیں۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب پ ۴/۱۲

أُكْشِفْ۔ تو دور کر دے۔ تو کھول دے۔ (ضَرَبَ) كَشْفٌ سے جس کے معنی کھولنے اٹھا دینے اور دور کر دینے کے ہیں امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ پ ۲۵/۱۴

أَكْفُرُ ۔ میں ناشکری کروں۔ میں منکر ہو جاؤں ۔ (نَصَرَ) كُفْرٌ اور كُفْرَانٌ اور كُفُوْرٌ سے جن کے معنی چھپانے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد متکلم کفر کے معنی لغت میں کسی چیز کے چھپانے کے آتے ہیں۔ عربی میں رات کو اسی لئے کافر کہتے ہیں کہ وہ لوگوں کی پردہ پوشی کرتی ہے اور کاشتکار کو اس وجہ سے کافر کہا جاتا ہے کہ وہ بیج کو زمین میں چھپا دیتا ہے اسی اعتبار سے کفرِ نعمت اور کفرانِ نعمت کے معنی شکر ادا نہ کر کے نعمت کو چھپا دینے کے آتے ہیں اور اسی لحاظ سے وحدانیت یا شریعت یا نبوت سے انکار اور اس کی تصدیق کے ظاہر نہ کرنے کو کفر کہا جاتا ہے۔ انکارِ نعمت کے سلسلہ میں كُفْرَانٌ کا لفظ زیادہ مستعمل ہے اور انکارِ دین میں كُفْرٌ کا اور كُفُوْرٌ کا استعمال دونوں کے لئے برابر ہوتا ہے ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ (میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری) میں کفرانِ نعمت وَتَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ (تم بلاتے ہو مجھ کو کہ میں اللہ کا انکار کر دوں) میں کفرِ دین مراد ہے پ ۱۹/۱۸ پ ۲۴

أُكْفُرْ۔ تو منکر ہو۔ كُفْرٌ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر یہاں بھی کفر سے انکارِ دین مراد ہے پ ۲۸/۵

أُكَفِّرَنَّ ۔ میں چھپا دوں گا۔ میں محو کر دوں گا۔ تَكْفِيْرٌ سے۔ جس کے معنی کسی چیز کو اس طرح چھپانے اور ڈھانپ دینے کے ہیں گویا وہ کبھی کی ہی نہ گئی تھی۔ مضارع

بانون تاکید کا صیغہ واحد متکلم ہے۔

اُكْفُرُوْا۔ تم منکر ہو جاؤ۔ كُفْرٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ یہاں بھی کفر سے انکار دین ہی کے معنی مراد ہیں۔

اَكْفِلْنِيْهَا۔ اس کو میرا حصہ قرار دے۔ مجھے اس کا کفیل کردے۔ اَلْكِفْلُ۔ اِكْفَالٌ سے۔ جس کے معنی کفیل بنانے اور دوسرے کا حصہ قرار دینے کے ہیں امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم اور ھا ضمیر واحد مؤنث غائب

اَكَلَ۔ اس نے کھایا۔ (نَصَرَ) اَكْلٌ سے جس کے معنی کھانے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب

اُكُلٌ۔ میوہ۔ پھل۔ جو کھایا جائے۔ بروزن فُعُلٌ

اَكَلَا۔ ان دونوں نے کھایا۔ اَكْلٌ سے۔ ماضی کا صیغہ تثنیہ مذکر غائب۔

اَكْلًا۔ کھانا۔ مصدر ہے۔

اُكَلِّمَ۔ میں بولوں گا۔ میں گفتگو کروں گا۔ تَكْلِيْمٌ سے جس کے معنی گفتگو کرنے اور زخمی کرنے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد متکلم۔ كَلْمٌ اصل میں اس تاثیر کو کہتے ہیں جس کو کان یا آنکھ کے ذریعہ محسوس کیا جائے گفتگو کان سے سنی جاتی ہے اور زخم آنکھ سے نظر آتا ہے اس لئے تَكْلِيْمٌ کا لفظ دونوں معنی کے لئے مستعمل ہے۔ یہاں دوسرے معنی مراد ہیں۔

اَكَلُوْا۔ انہوں نے کھایا۔ اَكْلٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔

اٰكِلُوْنَ۔ کھانے والے۔ اٰكِلٌ کی جمع اَكْلٌ سے۔ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ بحالت رفع اٰكِلُوْنَ ہوگا اور بحالت نصب وجر اٰكِلِيْنَ

اَكَلَهٗ۔ اس کو کھالیا۔ اَكَلَ صیغہ ماضی ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب

اُكُلُهٗ۔ اس کا میوہ۔ اس کا پھل۔ اُكُلُ مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ

اُكُلَهَا۔ اس کا میوہ۔ اس کا پھل۔ اُكُلُ مضاف ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ

اَكْلِهِمْ۔ ان کا کھانا۔ اَكْلُ مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔

اَکِلِیْنَ۔ کھانے والے۔ اٰکِلٌ کی جمع۔ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر بحالت نصب و جر۔ پ۱۸

اَکْمَامِ۔ میوے کے غلاف۔ کِمٌّ کی جمع۔ کِمٌّ اس غلاف کو کہتے ہیں جو کلی یا پھل پر لپٹا ہوا ہوتا ہے۔ پ۲۷ ع۱۱

اَکْمَامِهَا۔ اس کے غلاف۔ اَکْمَام مضاف هَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ۔ پ۲۵

اَکْمَلْتُ۔ میں نے کامل کر دیا۔ میں نے پورا کر دیا اِکْمَالٌ سے جس کے معنی کامل کر دینے کے آتے ہیں ماضی کا صیغہ واحد متکلم۔ پ۶ ع۵

اَکْمَهَ۔ مادر زاد اندھا۔ کَمَهٌ سے۔ جس کے معنی نابینا ہونے کے ہیں صفت مشبہ کا صیغہ پ۳ ع۱۲ پ۷ ع۵

اَکُنْ۔ میں ہوں۔ (نَصَرَ) کَوْنٌ سے جس کے معنی ہونے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد متکلم اَکُنْ دراصل اَکُوْنُ تھا حرف جازم داخل ہونے کی وجہ سے اجتماع ساکنین کی بنا پر واو گر پڑا۔ پ۵ پ۱۲ ع۳و۴ پ۱۵ ع۳ پ۱۶ ع۱۴

اَکْنَانًا۔ چھپنے کی جگہیں۔ حفاظت کی جگہیں کِنٌّ کی جمع جس کے معنی حفاظت کی جگہ کے ہیں پ۱۴ ع۱۴

اَکْنَنْتُمْ۔ تم نے دل میں چھپایا۔ تم نے دل میں محفوظ رکھا۔ اِکْنَانٌ سے۔ جس کے معنی دل میں چھپانے اور محفوظ رکھنے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ۲ ع۱۴

اَکِنَّةً۔ پردے۔ غلاف۔ کِنَانٌ کی جمع۔ جس کے معنی پردہ اور غلاف کے ہیں۔ پ۷ ع۹ پ۱۵ ع۵و۲۰ پ۲۴ ع۱۵

اَکْوَابٌ۔ کوزے۔ آبخورے۔ کُوْبٌ کی جمع جس کے معنی کوزے اور پیالے کے ہیں پ۲۵ ع۱۳ پ۲۷ ع۱۴ پ۲۹ ع۱۹ پ۳۰ ع۱۳

اَکُوْنَ۔ میں ہوں۔ کَوْنٌ سے جس کے معنی ہونے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد متکلم۔ یہ افعالِ ناقصہ میں سے ہے جو مخاطب کو پورا فائدہ دینے کے لئے اپنے اسم کے علاوہ خبر کے بھی محتاج ہیں۔ پ۱ ع۸ پ۲ ع۹ پ۶ ع۸ پ۱۱ ع۱۳و۱۶ پ۱۲ ع۹ پ۱۵ ع۳و۵ پ۱۶ ع۱۹ پ۲۴ ع۳

اَکُوْنَنَّ۔ بیشک میں ہو جاؤں گا۔ کَوْنٌ سے مضارع بانون تاکید کا صیغہ واحد متکلم پ۱۵

اَکِیْدُ۔ میں داؤ کرتا ہوں۔ کَیْدٌ سے۔ جس کے معنی داؤ کرنے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد متکلم۔ کید یعنی داؤ کبھی اچھا ہوتا ہے اور کبھی برا۔ لفظ استدراج اور مکر کی طرح اس کا استعمال بھی مذموم معنی میں زیادہ ہوتا ہے مگر یہ سب محمود معنی میں بھی مستعمل ہوتے ہیں

قرآن مجید میں جہاں جہاں ان الفاظ کا استعمال بطور مذمت ہوا ہے وہاں اس سے معنی مذموم مراد ہیں اور جہاں بطورِ مذمت نہیں وہاں معنی محمود مراد ہوں گے۔ ۲۶

اَکِیْدَنَّ - میں ضرور داؤ کروں گا۔ میں ضرور تدبیر کروں گا۔ کَیْدٌ سے مضارع با نون تاکید کا صیغہ واحد متکلم ۸۶

فصل اللام

اَلْ - وہ سب۔ حرفِ تعریف ہے۔ نکرہ کو معرفہ بنانے کے لئے آتا ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ عہدیہ اور جنسیہ۔ عہدیہ وہ جس سے کسی شئے معہود کی طرف اشارہ کیا جائے خواہ وہ معہود ذہنی ہو یا معہود خارجی اور جنسیہ کبھی تو حقیقیہ ہوتا ہے یعنی حقیقت جنس پر دلالت کرتا ہے اور کبھی استغراقیہ یعنی ہر فرد جنس پر عمومیت کے ساتھ دلالت کرتا ہے۔ الف لام جب اسم جنس پر آتا ہے تو اس کو معرفہ کردیتا ہے یہ کبھی کبھی بعض اعلام پر بھی آتا ہے۔

آلُ - قوم۔ گھر کے لوگ۔ تبعین۔ دوست۔ آلُ کی اصل کیا ہے اس کے متعلق اہلِ لغت میں اختلاف ہے بعض کا خیال ہے کہ یہ دراصل اَھْلٌ تھا ۔ اسی بنا پر جب اس کی تصغیر کی جاتی ہے تو اصل کی طرف لوٹا کر اُھَیْلٌ کہتے ہیں چنانچہ ان کے نزدیک اس میں جو دوسرا لفظ ہے وہ ھ کے بدلے میں آیا ہے۔ صاحبِ قاموس کہتے ہیں کہ ھ ہمزہ سے بدلی گئی اَءلٌ ہوا۔ اب دو ہمزہ ایک ساتھ جمع ہوئیں لہٰذا دوسری ہمزہ کو الف سے بدل لیا آلٌ ہوگیا۔ دیگر علماء کی رائے ہے کہ یہ دراصل اَوْلٌ تھا جس کے معنی لوٹنے کے ہیں واؤ کو الف سے بدلا گیا آلُ ہوگیا۔ اور جو شخص کہ کسی کی طرف قرابت اور دوستی میں لوٹے وہ آل سے موسوم ہوا۔ ابوالحسن بن الباذش نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ اسی بنا پر یونس اس کی تصغیر اُوَیْلٌ بیان کرتے ہیں اور کسائی نے تو اہلِ عرب سے صراحتاً اُوَیْلٌ ہی نقل کیا ہے۔ علاوہ بریں سیبویہ جو عربیت اور نحو کے امام ہیں[۱]۔ حروف کی باہمی تبدیلی کے باب میں کہیں یہ ذکر نہیں کرتے کہ ھا ہمزہ سے بدل جاتی ہے حالانکہ

---

[۱] البحر المحیط ج ۱ ص ۱۸۸ طبع مصر ۱۳۲۸ھ

انھوں نے ھرقت، ھیا، ھرحت ھیا لک کے متعلق لکھا ہے کہ یہاں ہمزہ کو ھا سے بدل لیا گیا ہے۔ حافظ ابنِ حجر لکھتے ہیں کہ دوسرے خیال کی تقویت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ آل کی اضافت کسی قابلِ تعظیم شخص ہی کی طرف ہوتی ہے چنانچہ آل القاضی بولتے ہیں اور آل الحجام نہیں بولتے۔ اس کے برخلاف لفظ اھل کے استعمال میں یہ چیز ملحوظ نہیں

- - - - - - - - - - -

- - - اسی طرح بیشتر آل کی اضافت غیر ذوی العقول کی طرف بھی نہیں ہوتی نیز اکثر علما کے نزدیک ضمیر کی طرف بھی وہ مضاف نہیں ہوتا۔ گو بعض علما رکمی کے ساتھ اس کے استعمال کو روا رکھتے ہیں، چنانچہ عبد المطلب نے اصحاب الفیل کے قصہ میں جو چند ابیات کہی تھیں ان میں سے ایک شعر میں یہ اضافت ثابت بھی ہے۔

وانصر علی آل الصلیب وعابدیہ الیوم آلک

(آج تو صلیب والوں اور اس کے پرستاروں پر اپنے لوگوں کو فتح مند کر)

آلِ فلاں کا اطلاق کبھی تو صرف آل پر ہوتا ہے اور کبھی آل اور مضاف الیہ دونوں پر بولا جاتا ہے

اس کا قاعدہ یہ ہے کہ جب صرف آلِ فلاں کہا جائے گا۔ تو اس صورت میں مضاف الیہ بھی اس کے معنی میں داخل ہوگا۔ مگر یہ کہ کوئی قرینہ وہاں ایسا موجود ہو جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ مضاف الیہ مراد نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ انا آل محمد لا تحل لنا الصدقۃ (ہم آلِ محمد کے لئے صدقہ حلال نہیں) یہ اسی کے شواہد میں ہے کیونکہ یہاں آلِ محمد کے مفہوم میں خود حضور کی ذاتِ گرامی بھی داخل ہے۔ اور جب دونوں کو ایک ساتھ ذکر کیا جائے تو پھر مضاف الیہ اس کے مفہوم میں داخل نہیں ہوگا (جیسے اللھم صل علی محمد و آل محمد کہ یہاں آلِ محمد کے لفظ میں ذاتِ گرامی داخل نہیں ہوگی) غرض آلِ فلاں کا لفظ فقیر اور مسکین۔ ایمان اور اسلام، فسوق اور عصیان کی طرح ہے کہ جب ان میں سے ایک بولا جائے گا تو دوسرا بھی اس کے مفہوم میں داخل ہوگا اور جب دونوں ایک ساتھ آئیں گے تو ایک دوسرے کے مفہوم میں داخل نہیں ہوں گے۔ [1]

[1] فتح الباری ج ۱۱ ص ۱۳۲ طبع مصر ۱۳۴۸ھ

یاد رہے کہ باعتبارِ لغت آل کے معنی میں قرابتدار، اجاب اور پوری قوم داخل ہے چنانچہ درود شریف والی حدیث میں آلِ محمد سے تمام صلحاءِ امت مراد ہیں۔ پ۱/۹ پ۲/۱۶ پ۳/۱۰و۱۲ پ۵/۵ پ۹/۹ پ۱۰/۱ پ۱۲/۱۱ پ۱۳/۱۳
پ۱۳/۵و۶ پ۱۶/۴ پ۱۹/۱۴ پ۲۰/۴ پ۲۲/۸ پ۲۳/۹و۱۰ پ۲۴/۹و۱۰

اِلٌّ۔ قرابت۔ عہد۔ حلف۔ امام راغب لکھتے ہیں کہ عہد، حلف اور قرابت کی نمایاں حالت کا نام اِلٌّ ہے۔ جب کوئی چیز اس طرح چمکنے لگے کہ اس کا انکار ناممکن ہو تو اس کے لئے تَألّ (وہ چمکتی ہے۔) کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ امام رازی تفسیر کبیر میں رقمطراز ہیں۔ اِلٌّ کے بارے میں متعدد اقوال ہیں۔

(۱) اس کے معنی عہد کے ہیں شاعر کہتا ہے۔

وجدناھم کاذبا الھم
وذو الالّ والعھد لایکذب

ہم نے ان کے عہد کو جھوٹا پایا۔ حالانکہ عہد و پیمان کرنے والا جھوٹ نہیں بولتا۔

اس شعر میں اِلٌّ کے لفظ سے عہد مراد ہے۔

(۲) فراء اِلٌّ کے معنی قرابت کے بیان کرتے ہیں۔ حضرت حسان فرماتے ہیں۔

لعمرك ان الّك من قریش
کالّ السقب من رائل النعام

(تیری جان کی قسم تیری قرابت قریش سے ایسی ہی ہے جیسی کہ اونٹنی کے بچے کی قرابت شترمرغ کے بچے سے ہے)

یہاں اس کا استعمال قرابت کے معنی میں ہوا ہے۔

(۳) اِلٌّ حلف کو کہتے ہیں۔ چنانچہ اوس بن حجر کا قول ہے۔

لولا بنومالك والالّ مرقبة
ومالك فیھم الآلاء والشرف

(اگر بنو مالک نہ ہوتے اور قسم کہ جس کی پابندی کی گئی ہے بنو مالک میں ہی بخششیں ہیں اور شرافت)

یہاں یہ حلف کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

(۴) یہ اللہ عزوجل کا نام ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ جب مسیلمہ کا ہذیان آپ کے گوش گزار ہوا تو آپ نے فرمایا کہ

ان ھذا الکلام لم یخرج من اِلٍّ — یہ کلام اللہ تعالیٰ سے سرزد نہیں ہوا۔

لیکن زجاج نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ

اللہ تعالیٰ کے تمام اسمار احادیث اور قرآن کے ذریعہ معلوم ہیں اور کسی شخص کو یا اِلُّ کہتے نہیں سنا گیا۔

(۵) زجاج کہتے ہیں کہ میرے نزدیک اِلٌّ کی حقیقت جس کو لغت ضروری بتلاتی ہے کسی شے کا تیز کرنا ہے۔ اسی اعتبار سے بھالے کو اَلَّۃٌ اور تیز کانوں کو اُذُنٌ مؤللۃ کہتے ہیں پس اس کے تیز اور مستحکم ہونے کے لحاظ سے عہد وقرابت کے الفاظ کی جو اس کی تفسیر کی گئی ہے درست ہے۔

(۶) ازہری کا بیان ہے کہ عبرانی میں ایل اللہ عزوجل کا نام ہے پس ممکن ہے کہ اسی ایل کو تعریب کرکے اِلٌّ کہا گیا ہو۔

(۷) بعض نے کہا ہے کہ اِلٌّ ماخوذ ہے اَلَّ یَوُلُّ اَلًّا سے۔ جس کا استعمال صفائی اور چمک دمک کے لئے ہوتا ہے اور چمکنے کے اعتبار سے ہی اس کو ال مشتق ہے (کیونکہ اولاد قرابت میں درخشاں حیثیت رکھتی ہے) اور بھالے سے اس کی تیزی میں تشبیہ دیتے ہوئے کانوں کے متعلق کہتے ہیں اُذُن مؤللۃ (یعنی بڑے تیز کان ہیں) اور عربی میں کسی شخص کے چلانے اور پکارنے کے لئے بھی اَلِیْلٌ کا لفظ آتا ہے۔ چنانچہ جب عورت چلاکر نوحہ کرنے لگے تو کہتے ہیں رفعت المرأۃ الیلھا یعنی وہ زور زور سے یا ویلاہ پکارنے لگی۔ پس عہد کا اِلٌّ یا تو اس وجہ سے نام پڑا کہ وہ ظاہر ظہور ہوتا ہے اور بدعہدی کی آمیزشوں سے پاک صاف ہوتا ہے یا اس لئے کہ عرب جب باہم حلف لیتے تھے تو بلند آواز سے چلاتے اور اس کو شہرت دیتے تھے [1]

امام صاحب نے اگرچہ اس سلسلہ میں سات اقوال نمبروار شمار کرائے لیکن درحقیقت یہ صرف چار ہی قول ہوئے یعنی اِلٌّ کے معنی بعض اہل لغت عہد کے بیان کرتے ہیں بعض قرابت کے بعض حلف کے اور بعض اس کو اللہ تعالیٰ کا نام قرار دیتے ہیں۔ چوتھا اور چھٹا قول درحقیقت ایک ہی ہے۔ اسی طرح پانچویں اور ساتویں قول میں صرف اشتقاق کی بحث ہے ورنہ معنی کے اعتبار سے کوئی اختلاف نہیں۔ دونوں اقوال میں عہد کے معنی مسلم رکھے ہیں۔

امام ابن جریر طبری نے ان تمام معانی اور

[1] تفسیر کبیر ج ۴ ص ۲۰۳ طبع مصر ۱۳۲۴ھ

روایات کو بیان کرکے فرمایا ہے کہ چونکہ لفظ اِلّ ان تمام معانی پر شامل ہے اور اللہ تعالیٰ نے کسی ایک معنی میں اس کو مخصوص نہیں فرمایا۔ بدیں وجہ درست یہی ہے کہ اس کو اپنے تمام معانی میں اسی طرح عام سمجھا جائے جس طرح کہ اللہ عزوجل نے اس کو عام رکھا ہے۔ پس آیتِ شریفہ لَا یَرْقُبُوْنَ فِیْ مُؤْمِنٍ اِلًّا کا ترجمہ یوں کرنا چاہیے کہ یہ مشرکین کسی مومن کے متعلق بھی نہ اللہ کا پاس کرتے ہیں نہ رشتہ داری کا اور نہ کسی عہد کا خیال کرتے ہیں نہ کسی قسم کا۔[1]

اَلَا - خبردار ہو جاؤ۔ جان لو۔ سن رکھو۔ علامہ زمخشری قاضی بیضاوی اور علماء کی ایک جماعت کے خیال میں یہ ہمزہ استفہام اور لانا فیہ سے مرکب ہے جو اپنے مابعد کے تحقق و ثبوت پر دلالت کرتا ہے۔ دلیل یہ ہے کہ استفہام جب نفی پر داخل ہوتا ہے تو اس سے مزید ثبوت مقصود ہوتا ہے۔ چنانچہ آیت شریفہ اَلَیْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ یُّحْیِیَ الْمَوْتٰى (کیا ایسا خدا زندہ نہیں کر سکتا مردوں کو) میں قدرتِ الٰہی کا ثبوتِ مزید مقصود ہے یعنی ضرور کر سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو جملہ اس کے بعد مذکور ہوگا وہ ایسے الفاظ سے شروع ہوگا جو قسم کے لئے آتے ہیں۔[2] لیکن علامہ ابوحیان اندلسی النہر الماد من البحر میں رقمطراز ہیں۔

"ہمارے نزدیک مختار یہی ہے کہ اَلَا جو تنبیہ کے لئے مستعمل ہے حرف بسیط ہے اور اس کے مرکب ہونے کا دعویٰ خلافِ اصل ہے کیونکہ ان لوگوں کا خیال غلط ہے اور اَلَا کے مواقع استعمال سے پتہ چلتا ہے کہ لانافیہ نہیں جیسا ان کا دعویٰ ہے۔ مکمل ہو غور فرمایئے الا ان زیدا منطلق کی اصل لا ان زیدا منطلق نہیں کیونکہ یہ عرب کی ترکیب نہیں برخلاف آیتِ شریفہ اَلَیْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ کے جو بطور نظیر پیش کی گئی ہے کیونکہ لیس زید بقادر کی ترکیب صحیح ہے۔ نیز رُبَّ، لَیْتَ، اور حرف نداء وغیرہ سے پہلے بھی اَلَا آتا ہے جہاں یہ سمجھا ہی نہیں جا سکتا کہ لا نافیہ ہے اور ہمزہ استفہام نے لانافیہ پر داخل ہوکر تحقیق شے کا فائدہ دیا۔

---

[1] تفسیر المنار ج ۱۰ ص ۱۸۴ طبع مصر سنہ ۱۳۴۶ھ۔ [2] دیکھو تفسیر کشاف ج ۱ ص ۳۳ طبع مصر سنہ ۱۳۵۴ھ و تفسیر بیضاوی ج ۱ ص ۸۳ طبع مصر سنہ ۱۳۳۰ھ

اسی طرح ان لوگوں کا یہ دعویٰ بھی صحیح نہیں کہ اس کے بعد جو جملہ آتا ہے وہ اس قسم کے الفاظ سے شروع ہوتا ہے جو قسم کے لئے آتے ہیں۔ کیونکہ اس کے بعد کا جملہ رُبَّ، لَیْتَ، فعل امر، ندا۔ اور حَبَّذَا سے بھی شروع ہوتا ہے حالانکہ ان میں سے کسی سے بھی قسم نہیں کھائی جاتی۔ اور اس اَلَا کی جو کہ حرف تنبیہ اور حرفِ استفتاح ہے علامت یہ ہے کہ کلام بغیر اس کے صحیح نہیں ہوتا۔ سه

اَلَا کا استعمال کبھی عرض کے لئے بھی ہوتا ہے یعنی کسی چیز کو نرمی سے طلب کرنا جیسے اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ (کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تم کو معاف کرے) اور کبھی تحضیض یعنی کسی چیز کے سختی کے ساتھ مطالبے کے لئے بھی آتا ہے جیسے اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ (کیا تم نہیں لڑو گے ان لوگوں سے جنھوں نے اپنی قسمیں توڑیں اور رسول کو نکالنے کا ارادہ کیا اور انھیں نے تم سے پہلے چھیڑ کی)۔

سلیمان جمل شیخ سمین سے ناقل ہیں۔

۱۰ اَلَا حرفِ تنبیہ واستفتاح (یعنی کلام کے شروع کرنے کے لئے) ہے اور ہمزہ استفہام ولا نافیہ سے مرکب نہیں بلکہ بسیط ہے۔ ہاں یہ تنبیہ استفتاح، عرض اور تحضیض میں مشترک ہے۔ جب یہ تنبیہ و استفتاح کے لئے استعمال ہوتا ہے تو جملہ اسمیہ اور فعلیہ دونوں پر داخل ہوتا ہے اور جب عرض اور تحضیض کے لئے آتا ہے تو صرف افعال کے ساتھ مخصوص ہوتا ہے خواہ وہ افعال لفظاً مذکور ہوں یا تقدیراً۔ سه

پ۲ ۲، پ۶ ۱۰و۱۳، پ۸ ۱۲، پ۹ ۹، پ۱۰ ۸و۱۳، پ۱۱ ۱۰و۱۱و۱۳و۱۴، پ۱۲ ۱۰و۱۲

پ۱۳ ۳و۵و۶و۸، پ۱۴ ۱۰، پ۱۷ ۹و۱۳، پ۱۸ ۱۵، پ۱۹ ۹و۱۰و۱۱و۱۲و۱۳و۱۴

پ۲۳ ۷و۹و۱۵و۱۶، پ۲۴ ۱و۲و۳و۱۰، پ۲۶ ۹، پ۲۸ ۲، پ۲۹ ۱، پ۳۰ ۸

اَلَّا۔ یہ کہ نہیں۔ کیوں نہیں۔ حرف تحضیض ہے اور جملہ فعلیہ خبریہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ اصل میں اَنْ لَا تھا۔ نون کا لام میں ادغام کر دیا گیا۔ یا هَلَّا تھا ھا کو ہمزہ سے بدل لیا گیا۔ پ۲ ۱۲و۱۶، پ۳ ۵و۱۵، پ۱۰ ۸و۹و۱۰و۱۱

سه النہر الماد من البحر ج ا ص ۹۵ طبع مصر بر حاشیہ البحر المحیط۔ مصنف نے البحر المحیط میں اپنے دعویٰ کے ثبوت میں اشعار عرب کو بطور استشہاد پیش کیا ہے۔ سه حاشیہ جمل علی الجلالین ج ا ص ۸ طبع مصر ۱۳۵۳ھ

پ۶: ۱۲ ۔ پ۸: ۹ و ۱۰ ۔ پ۱۰: ۱۸ ۔ پ۱۱: ۱۴ ۔ پ۱۳: ۱۱ ۔ پ۱۴: ۳ ۔ پ۱۵: ۱ و ۳ ۔ پ۱۶: ۲ و ۵ و

پ۱۶: ۱۲ و ۱۳ ۔ پ۱۹: ۱۴ ۔ پ۲۲: ۱۶ و ۱۸ ۔ پ۲۶: ۳ ۔ پ۲۷: ۱۱ و ۱۴ و ۲۰ ۔ پ۳۰: ۵

اِلَّا۔ مگر۔ سوائے۔ یہ حرفِ استثنا ہے اور کبھی لفظ غَیْرَ کی طرح صفت کے معنی بھی دیتا ہے۔ جبکہ موصوف جمع منکّر ہو۔ اور کبھی واوِ عطف کی طرح عاطفہ ہوتا ہے اور کبھی زائدہ ہوتا ہے اور کبھی حرفِ جزا بھی ہوتا ہے۔ پ۱: ۲ و ۳ و ۴ و ۵ و ۹ و ۱۰ و ۱۲ و ۱۳ و

پ۱: ۱۳ و ۱۴ ۔ پ۲: ۱ و ۲ و ۳ و ۸ و ۹ و ۱۰ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ و ۱۶ و ۱۷

پ۳: ۲ و ۵ و ۶ و ۷ و ۸ و ۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۴ و ۱۵ و ۱۶ و ۱۷

پ۴: ۱ و ۲ و ۳ و ۴ و ۵ و ۶ و ۱۰ و ۱۴ و ۱۵ ۔ پ۵: ۱ و ۲ و ۳ و ۴ و ۶ و ۸ و

پ۵: ۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۳ و ۱۵ و ۱۸ ۔ پ۶: ۱ و ۲ و ۳ و ۵ و ۷ و ۸ و ۹ و

پ۶: ۱۳ و ۱۴ ۔ پ۷: ۳ و ۵ و ۶ و ۷ و ۸ و ۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۳ و ۱۴ و

پ۷: ۱۵ و ۱۶ و ۱۹ ۔ پ۸: ۱ و ۲ و ۳ و ۵ و ۶ و ۷ و ۸ و ۹ و ۱۲ و ۱۳ و

پ۸: ۱۴ و ۱۷ ۔ پ۹: ۱ و ۲ و ۳ و ۴ و ۷ و ۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۳ و ۱۵ و

پ۹: ۱۴ و ۱۸ ۔ پ۱۰: ۶ و ۷ و ۸ و ۹ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ ۔ پ۱۰: ۲ و ۳ و

پ۱۱: ۳ و ۵ و ۶ و ۷ و ۹ و ۱۰ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ و ۱۶ و ۱۷

پ۱۲: ۱ و ۲ و ۳ و ۴ و ۵ و ۷ و ۸ و ۹ و ۱۰ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۵ و ۱۶

پ۱۳: ۱ و ۲ و ۳ و ۴ و ۵ و ۶ و ۸ و ۹ و ۱۰ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۶

پ۱۴: ۱ و ۲ و ۳ و ۴ و ۶ و ۷ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۷ و ۲۰ و ۲۲

پ۱۵: ۲ و ۴ و ۵ و ۶ و ۷ و ۸ و ۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ و

پ۱۵: ۱۶ و ۱۷ و ۱۸ و ۱۹ و ۲۰ و ۲۱ ۔ پ۱۶: ۷ و ۸ و ۹ و ۱۰ و ۱۲ و ۱۵ و

پ۱۶: ۱۹ ۔ پ۱۷: ۱ و ۲ و ۳ و ۵ و ۶ و ۷ و ۱۱ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۶ ۔ پ۱۸: ۱ و ۲ و

پ۱۸: ۳ و ۴ و ۵ و ۶ و ۷ و ۱۰ و ۱۳ و ۱۶ و ۱۷ ۔ پ۱۹: ۱ و ۲ و ۳ و ۴ و ۸ و

پ۱۹: ۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ و ۱۶ و ۱۷ و ۱۹ ۔ پ۲۰: ۱ و ۲ و ۳

پ۲۰: ۳ و ۵ و ۷ و ۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۵ و ۱۶ ۔ پ۲۱: ۱ و ۲ و ۳ و ۴

پ۲۱: ۸ و ۹ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۷ و ۱۸ و ۱۹ ۔ پ۲۲: ۲ و ۳ و ۴ و ۵ و ۷ و ۸ و ۹

پ۲۲: ۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ و ۱۷ و ۱۹ ۔ پ۲۳: ۱ و ۲ و ۳ و ۴ و

پ۲۳: ۵ و ۶ و ۸ و ۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۳ و ۱۵ ۔ پ۲۴: ۲ و ۳ و ۶ و ۷ و ۸ و ۹ و

پ۲۴: ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۶ و ۱۹ ۔ پ۲۵: ۱ و ۲ و ۳ و ۴ و ۶ و ۷ و ۸ و ۹ و

پ۲۵: ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۶ و ۱۷ و ۱۹ و ۲۰ ۔ پ۲۶: ۱ و ۲ و ۳ و ۴ و ۶ و

پ۲۶: ۱۰ و ۱۹ ۔ پ۲۷: ۱ و ۲ و ۵ و ۶ و ۷ و ۹ و ۱۰ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۶ و

پ۲۷: ۱۹ و ۲۰ ۔ پ۲۸: ۱ و ۲ و ۵ و ۶ و ۷ و ۱۲ و ۱۷ ۔ پ۲۹: ۱ و ۲ و ۴ و ۵ و ۷ و

پ۲۹: ۹ و ۱۰ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۵ و ۱۶ و ۲۰ ۔ پ۳۰: ۱ و ۲ و ۴ و ۶ و ۸ و ۹ و

پ۳۰: ۱۰ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۷ و ۲۰ و ۲۳ و ۲۸

اِلَّا۔ اگر نہ۔ اگر نہیں۔ اِنْ شرطیہ اور لا نفی سے مرکب ہے۔ پ۱۰: ۲ و ۶ ۔ پ۱۳: ۳ و ۱۴

اٰلَآءٌ۔ احسانات۔ نعمتیں۔ اِلیٌ کی جمع جس کے معنی نعمت کے ہیں۔ پ۸: ۱۶ و ۱۷ ۔ پ۲۷: ۷ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۳

أُلُوْفٌ - ہزاروں۔ اَلْفٌ کی جمع جس کے معنی ہزار کے ہیں۔ پ ۲

اَلْآنَ - اب۔ ظرفِ زمان ہے اور مبنی بر فتح۔ الف لام۔ اس پر بعض کے نزدیک تعریف کا۔ اور بعض کے نزدیک زائدہ اور لازم ہے پ ۲ پ ۷
پ ۱۰ پ ۱۲ پ ۱۱/۱۲ پ ۱۳ پ ۲۹/۱۱

اَلْبَابٌ - عقلیں۔ لُبٌّ کی جمع جس کے معنی اس عقل کے ہیں جو ہر طرح کی آمیزش سے خالص ہو۔ چونکہ لُبٌّ ہر چیز کے خلاصہ اور جوہر کو کہتے ہیں اور عقل خالص بھی انسان کا خلاصہ وجوہر ہی ہے اس لئے اس کا نام لُبّ ہوا بعض لوگوں نے لُبٌّ کے معنی پاکیزہ عقل کے بتائے ہیں۔ غرض ہر لب عقل ہے لیکن ہر عقل لب نہیں کہی جا سکتی یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے ان تمام احکام کو جن کا صرف عقولِ زکیہ ہی ادراک کر سکتی ہیں اولوالالباب ہی سے متعلق رکھا ہے
پ ۲ پ ۳ پ ۴ پ ۴ پ ۱۲ پ ۲۳
پ ۲۳ پ ۲۴ پ ۲۸

اِلْتَفَّتْ - وہ لپٹ گئی۔ اِلْتِفَافٌ سے جس کے معنی لپٹ جانے اور آپس میں منضم ہو جانے کے ہیں

ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ پ ۲۹

اِلْتَقَتَا - وہ دونوں ایک دوسرے کے مقابل ہوئیں ان دونوں کی آپس میں مڈبھیڑ ہوئی۔ اِلْتِقَاءٌ سے جس کے معنی باہم گر مقابل ہونے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ تثنیہ مؤنث غائب۔ پ ۳

اِلْتَقَطَهٗ - اس کو اٹھا لیا۔ اِلْتَقَطَ۔ اِلْتِقَاطٌ سے جس کے معنی بلا قصد وطلب کسی چیز کے پا جانے اور اس کو اٹھا لینے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب پ ۲۰

اِلْتَقَمَهٗ - اس کا لقمہ کر لیا۔ اس کو نگل گیا۔ اِلْتَقَمَ اِلْتِقَامٌ سے جس کے معنی نگلنے اور لقمہ کرنے کے ہیں واحد مذکر غائب کا صیغہ اور ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب پ ۲۳

اِلْتَقَى - وہ مقابل ہوا۔ وہ ملا۔ اس کی مڈبھیڑ ہوئی اِلْتِقَاءٌ سے۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب پ ۴ پ ۱۰ پ ۲۷

اِلْتَقَيْتُمْ - تم ملے۔ تمہاری مڈبھیڑ ہوئی۔ تم مقابل ہوئے۔ اِلْتِقَاءٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ ۱۰

اِلْتَمِسُوْا - تم ڈھونڈھ لو۔ تم تلاش کرو۔ اِلْتِمَاسٌ سے جس کے معنی طلب کرنے کے ہیں۔ امر کا صیغہ جمع

مذکر حاضر پ۱۴ (۱۸)

اَلَتۡنٰھُمۡ ۔ ہم نے ان کو گھٹا دیا۔ اَلَتۡنَا۔ اِلَاتَۃٌ سے جس کے معنی کم کرنے اور گھٹا دینے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ جمع متکلم ھُمۡ ضمیر جمع مذکر غائب پ۲۷ (۳)

اَلَّتِیۡ ۔ (وہ ایک عورت) جو جس اسم موصول ہے مفرد مؤنث کے لیے آتا ہے پ۱ (۳ و ۵ و ۶ و ۱۵) پ۲ (۱ و ۴) پ۴ (۱ و ۵) پ۶ (۸) پ۸ (۶ و ۱۱) پ۹ (۶ و ۹ و ۱۱) پ۱۲ (۹ و ۱۲) پ۱۳ (۶ و ۱۱) پ۱۳ (۱۹ و ۲۲) پ۱۵ (۱ و ۳ و ۶) پ۱۷ (۷) پ۱۸ (۵ و ۹ و ۱۲) پ۱۸ (۶ و ۱۷) پ۱۹ (۲۴) پ۱۹ (۴ و ۹ و ۱۷) پ۲۱ (۱ و ۷) پ۲۲ (۸ و ۱۱) پ۲۳ (۳) پ۲۴ (۴ و ۱۴ و ۱۸ و ۱۹) پ۲۵ (۱۲) پ۲۶ (۴ و ۱۰ و ۱۳ و ۱۴) پ۲۷ (۳ و ۱۲ و ۱۵) پ۲۸ (۱ و ۲۰) پ۲۹ (۷) پ۳۰ (۳ و ۲۹)

اِلۡحَادٍ ۔ کجروی۔ بروزن اِفۡعَالٌ مصدر ہے۔ الحاد کی دو قسمیں ہیں۔ ایک ذات الٰہی کے ساتھ کسی کو شریک کر کے الحاد کرنا یہ الحاد ایمان کے منافی ہے اور اس کو ایمان جاتا رہتا ہے۔ دوسرے اسباب میں شرک کر کے الحاد کرنا اس سے ایمان کی جڑ تو کھوکھلی ہو جاتی ہے مگر سرے سے ایمان [illegible] نہیں ہو جاتا۔ اسماء الٰہی میں الحاد کی بھی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کو ایسی صفت سے متصف کیا جائے جس سے اس کا متصف ہونا درست نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ صفاتِ الٰہی کی ایسی تاویل کی جائے جو اس کی شان کے لائق نہ ہو پ۱۴ (۱۰)

اِلۡحَافًا ۔ لپٹنا۔ اصرار کرنا۔ بروزن اِفۡعَالٌ مصدر ہے۔ یہ اصل میں لِحَافٌ سے ماخوذ ہے۔ لحاف اس کپڑے کو کہتے ہیں جس سے ڈھانپا جائے۔ پ۳ (۵)

اَلۡحَقۡتُمۡ ۔ تم نے ملایا۔ تم نے الحاق کیا۔ اِلۡحَاقٌ سے جس کے معنی ملانے اور پہنچانے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ۲۲ (۹)

اَلۡحَقۡنَا ۔ ہم نے پہنچا دیا۔ ہم نے ملا دیا۔ اِلۡحَاقٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم پ۲۷ (۲)

اَلۡحِقۡنِیۡ ۔ مجھ کو ملا دے۔ مجھ کو شامل کر دے۔ اَلۡحِقۡ اِلۡحَاقٌ سے۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم پ۱۳ (۵) پ۱۹ (۹)

اَلَدُّ ۔ سخت جھگڑالو۔ لَدٌّ سے جس کے معنی سخت جھگڑا کرنے کے ہیں افعل التفضیل کا صیغہ پ۲ (۹)

اَلِدُ ۔ میں جنوں گی۔ میرے بچہ ہوگا۔ (ضَرَبَ) وِلَادَةٌ سے۔ جس کے معنی جننے اور بچہ دینے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد متکلم۔ ءَاَلِدُ میں ہمزۂ اولیٰ استفہام کا ہے

جو بر سبیلِ تعجب ہے۔ پ۱۲

اَللّٰذٰنِ - (وہ دومرد) جو۔ جنھوں۔ اسم موصول ہے اَللّٰذِی کا تثنیہ ہے۔ بحالتِ رفع اَللّٰذٰنِ آتا ہے پ۴/۱۲

اَلَّذِیْ (وہ ایک مرد) جو۔ جس۔ اسم موصول ہے۔ مفرد مذکر کے لئے آتا ہے۔ پ۱: ۲و۳و۶و۷و۱۴

پ۲: ۵و۷و۱۲و۱۵و۱۶ — پ۳: ۲و۳و۴و۶و۷و۹و۱۳و

پ۳: ۱۶ — پ۴: ۸و۱۵و۱۶ — پ۵: ۸و۱۷ — پ۶: ۹ — پ۷: ۲و۳و۷و۱۰و

پ۷: ۱۵و۱۷و۱۸ — پ۸: ۱و۲و۳و۶و۷و۱۲و۱۳و۱۴و۱۷و۱۸

پ۹: ۹و۱۰و۱۲و۱۳ — پ۱۰: ۳و۱۱و۱۵ — پ۱۱: ۲و۳و۴و۶و۸و۹و۱۰و

پ۱۱: ۱۲و۱۴و۱۶ — پ۱۲: ۱و۵و۱۳و۱۴و۱۵و۱۶ — پ۱۳: ۶و۷و۸و۱۲و

پ۱۳: ۱۴و۱۷و۱۸ — پ۱۴: ۱و۸و۱۱و۱۴و۲۰ — پ۱۵: ۱و۵و۷و۸و۱۰و

پ۱۵: ۱۱و۱۲و۱۳و۱۷ — پ۱۶: ۵و۸و۱۱و۱۲و۱۴ — پ۱۷: ۳و۵و۷و۱۰و۱۶

پ۱۸: ۲و۵و۸و۱۰و۱۲و۱۶و۱۷ — پ۱۹: ۳و۴و۶و۷و۹و۱۱و

پ۱۹: ۱۵و۱۷و۱۸ — پ۲۰: ۲و۴و۵و۱۲و۱۳ — پ۲۱: ۱و۶و۷و۸و۹و

پ۲۱: ۱۴و۱۵و۱۸ — پ۲۲: ۱و۲و۳و۴و۷و۱۰و۱۴و۱۶و۱۷ — پ۲۳: ۱و۲و

پ۲۳: ۴و۵ — پ۲۴: ۱و۵و۷و۹و۱۰و۱۲و۱۳و۱۴و۱۶و۱۷و۱۸و

پ۲۴: ۱۹ — پ۲۵: ۳و۴و۶و۷و۹و۱۰و۱۱و۱۲و۱۳و۱۸ — پ۲۶: ۳و۴و

پ۲۶: ۹و۱۱و۱۲و۱۶و۱۸ — پ۲۷: ۲و۴و۸و۱۵و۱۷و۱۸ — پ۲۸: ۲و۴و

پ۲۸: ۶و۸و۹و۱۱و۱۵و۱۸ — پ۲۹: ۱و۲و۸ — پ۳۰: ۱و۷و۸و۱۰و

پ۳۰: ۱۲و۱۷و۱۹و۲۱و۲۹و۳۱و۳۳و۳۹

اَلَّذَیْنِ - (وہ دومرد) جو۔ جنھوں۔ اسم موصول ہے۔ اَلَّذِی کا تثنیہ ہے۔ بحالتِ نصب وجر اَلَّذَیْنِ آتا ہے۔ پ۲۴/۱۸

اَلَّذِیْنَ (وہ سب مرد) جو۔ جنھوں۔ اسم موصول ہے۔ اَلَّذِی کی جمع۔ پ۱: ۲و۳و۵و۶و۸و۹و۱۰و

پ۱: ۱۱و۱۲و۱۳و۱۴ — پ۲: ۱و۲و۳و۴و۵و۶و۷و۸و۹و

پ۲: ۱۰و۱۱و۱۲و۱۴و۱۵و۱۶و۱۷ — پ۳: ۱و۲و۴و۵و۶و

پ۳: ۷و۸و۹و۱۰و۱۱و۱۴و۱۵و۱۶و۱۷ — پ۴: ۱و۲و۳و۴و

پ۴: ۵و۷و۸و۹و۱۰و۱۱و۱۲و۱۳و۱۵ — پ۵: ۲و۳و۴و۵و۶و

پ۵: ۷و۸و۹و۱۰و۱۱و۱۲و۱۳و۱۵و۱۶و۱۷و۱۸ — پ۶: ۱و۲و

پ۶: ۳و۴و۵و۶و۷و۸و۹و۱۰و۱۱و۱۲و۱۳و۱۴و۱۵

پ۷: ۱و۲و۳و۴و۵و۷و۸و۹و۱۰و۱۱و۱۲و۱۳و۱۴و

پ۷: ۱۵و۱۶و۱۷و۱۹ — پ۸: ۱و۲و۳و۵و۶و۷و۸و۱۱و۱۲و۱۳و

پ۸: ۱۵و۱۶و۱۷ — پ۹: ۱و۲و۳و۶و۷و۹و۱۰و۱۱و۱۲و۱۳و۱۴و

پ۹: ۱۵و۱۶و۱۷و۱۸و۱۹ — پ۱۰: ۲و۳و۴و۵و۶و۷و۸و

پ۱۰: ۹و۱۰و۱۱و۱۲و۱۳و۱۴و۱۵و۱۶و۱۷و۱۸ — پ۱۱: ۲و۳و۴و

پ۱۱: ۵و۶و۷و۸و۹و۱۰و۱۱و۱۲و۱۳و۱۴و۱۵و۱۶

پ۱۲: ۱و۲و۳و۴و۵و۶و۷و۸و۹و۱۰ — پ۱۳: ۱و۲و۶و۷و۸و۹و

۱۳: ۱۰و۱۱و۱۲و۱۳و۱۴و۱۵و۱۶و۱۷و۱۹ — ۱۴: ۱و۶و۸و

۱۴: ۹و۱۰و۱۱و۱۲و۱۳و۱۶و۱۸و۱۹و۲۰و۲۱و۲۲

۱۵: ۱و۵و۶و۱۲و۱۳و۱۵و۱۶و۱۹ — ۱۶: ۲و۳و۵و۶و۷و

۱۶: ۸و۹ — ۱۷: ۱و۲و۳و۶و۷و۹و۱۰و۱۲و۱۳و۱۴و

۱۷: ۱۵و۱۶و۱۷ — ۱۸: ۱و۲و۳و۴و۶و۷و۸و۹و۱۰و

۱۸: ۱۱و۱۳و۱۴و۱۵و۱۶ — ۱۹: ۱و۳و۴و۱۱و۱۵و۱۶و۱۸و

۱۹: ۱۹و۲۰ — ۲۰: ۳و۴و۹و۱۰و۱۱و۱۳و۱۴و۱۵و۱۶و

۲۱: ۱و۲و۳و۴و۵و۷و۸و۹و۱۰و۱۵و۱۶و۱۸و۱۹

۲۲: ۲و۳و۴و۵و۶و۷و۹و۱۰و۱۱و۱۳و۱۴و۱۵و۱۶و

۲۲: ۱۷ — ۲۳: ۲و۶و۱۰و۱۱و۱۳و۱۵و۱۶و۱۷ — ۲۴: ۱و۲و۳و

۲۴: ۶و۷و۸و۹و۱۰و۱۱و۱۲و۱۳و۱۴و۱۵و۱۶و۱۸و۱۹

۲۵: ۱و۲و۳و۴و۵و۶و۸و۱۲و۱۳و۱۵و۱۷و۱۸و۲۰

۲۶: ۱و۲و۴و۵و۶و۷و۸و۹و۱۱و۱۲و۱۳و۱۴و۱۸

۲۷: ۱و۲و۳و۴و۶و۷و۱۸و۱۹و۲۰ — ۲۸: ۱و۲و۳و۴و

۲۸: ۵و۶و۷و۸و۹و۱۰و۱۱و۱۲و۱۳و۱۴و۱۵و۱۶و۱۸و

۲۸: ۱۹و۲۰ — ۲۹: ۱و۲و۴و۷و۸و۱۴و۱۵ — ۳۰: ۸و۹و۱۰و۱۱و۱۲و

۳۰: ۱۵و۲۰و۲۳و۲۸و۳۲

الٓمّٓ ۔ اس قسم کے حروف کو جو سورتوں کی ابتداء میں آتے ہیں۔ مقطعات کہا جاتا ہے۔ اور مفردات حروف تہجی کی طرح الگ الگ پڑھا جاتا ہے۔ اسرار دین میں سے ہیں جن کے معانی سے اللہ تعالیٰ نے کسی مصلحت وحکمت کی بناپر عام لوگوں کو مطلع نہیں کیا۔ اللہ اور اس کے رسول نے (صلی اللہ علیہ وسلم) اہتمام کے ساتھ وہی باتیں ہم کو بتلائی ہیں جن کے نہ جاننے سے دین میں کوئی حرج واقع ہوتا ہو ظاہر ہے کہ ان کے معانی نہ جاننے سے کوئی حرج لازم نہیں آتا۔ اس لئے ہم کو بھی اس کی تفتیش کے درپے نہیں ہونا چاہئے۔ بعض مفسرین نے ان کے جو معنی بیان کئے ہیں وہ ان کی اپنی ذاتی رائے ہے۔ علامہ حافظ ابوحیان اندلسی البحر المحیط میں اس سلسلہ میں مفسرین کے تمام اقوال نقل کرکے فرماتے ہیں۔

والذی اذھب الیہ	میرا مذہب یہ ہے کہ یہ تمام
ان ھذہ الحروف	حروف جو سورتوں کی ابتداء
التی فی فواتح السورھو	میں واقع ہوئے ہیں متشابہات
المتشابہ الذی	میں سے ہیں جن کا علم اللہ تعالیٰ
استأثر اللہ بعلمہ وسائر	کے ساتھ مخصوص ہے اور بقیہ
کلامہ تعالیٰ محکم والی	تمام کلام الٰہی محکم ہے۔ ابومحمد
ھذا ذھب ابو محمد علی بن	علی بن احمد زیدی بھی اسی

احمد النزیدی. وھو — طرف گئے ہیں۔ اور یہی شعبی
قول الشعبی والثوری — ثوری اور محدثین کی ایک جماعت
وجماعۃ من المحدثین — کا قول ہے ان لوگوں کا بیان ہے
قالوا ھی سر اللہ فی — کہ یہ حروف قرآن مجید میں اسرار
القرآن وھی من المتشابہ — الٰہی میں داخل ہیں اور متشابہات
الذی انفرد اللہ — میں سے ہیں جن کا علم صرف اللہ
بعلمہ ولا یجب ان — ہی کو حاصل ہے۔ ہمارے لئے
نتکلم فیھا ولکن — ان کے بارے میں کچھ کہنا واجب
نؤمن بھا وتمر — نہیں بلکہ ہم ان پر ایمان لائیں گے
کما جاءت۔ — اور ان کو جس طرح نازل ہوا ہے
لہ — اسی طرح رکھا جائیگا۔

امام قرطبی نے بھی خلفاء اربعہ حضرات ابوبکر صدیق عمر فاروق، عثمان ذی النورین۔ علی مرتضیٰ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے یہی نقل کیا ہے۔ ربیع بن خیثم اور ابو حاتم بن حبان بھی اسی کو اختیار کرتے ہیں کہ ان کے معانی کا علم اللہ ہی کو ہے لہذا ان کی کوئی تفسیر نہیں کی جائے گی اور ان کے علم کو اللہ ہی کے سپرد کیا جائے گا۔ ۲ پ ۱ ۱۷و۲ پ ۱۱

پ ۱۳ ۷ و ۱۳ و ۲۰

اَلْزَمْنٰهُ۔ ہم نے اس کے لئے لگا دیا ہے۔ ہم نے اس کے لئے لازم کر دیا ہے۔ اَلْزَمْنَا۔ اِلْزَامٌ سے جس کے معنی لازم کرنے اور لگا دینے کے ہیں۔ جمع متکلم کا صیغہ ۃٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ پ ۱۵

اَلْزَمَهُمْ۔ ان پر لگا دیا۔ ان کو جما دیا۔ اَلْزَمَ۔ اِلْزَامٌ سے۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب پ ۲۶

اَلْسِنَةٍ۔ زبانیں۔ لِسَانٌ کی جمع جس کے معنی زبان اور بولی کے ہیں۔ پ ۲۱ ۲۸

اَلْسِنَتِكُمْ۔ تمہاری زبانیں۔ تمہاری بولیاں۔ اَلْسِنَۃٌ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ آیت کریمہ اِخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ میں بولیوں کا اختلاف بھی داخل ہے اور لہجوں کا اختلاف بھی۔ پ ۲۱ ۹ پ ۸ س ۱۴ ۲۱

اَلْسِنَتُهُمْ۔ ان کی زبانیں۔ اَلْسِنَۃٌ مضاف ھُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ۔ پ ۵ پ ۱۶ پ ۹ س ۱۴ ۷ پ ۹ س ۱۰ ۲۶ ۲۵

لہ البحر المحیط ج ا ص ۳۵ طبع مصر ۱۳۲۸ھ ۲ تفسیر ابن کثیر ج ا ص ۶۲ برحاشیہ فتح البیان طبع مصر ۱۳۰۰ھ

اِلْعَنْهُمْ - ان کو پھٹکار۔ ان پر لعنت بھیج (فَتَحَ) اَلْعَنُ۔ لَعْنٌ سے۔ جس کے معنی پھٹکارنے اور لعنت کرنے کے ہیں۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ۔ ۳۳

اِلْغَوْا - بک بک کرو۔ (نَصَرَ۔ سَمِعَ۔ فَتَحَ) لَغْوٌ سے۔ جس کے معنی بے سوچے سمجھے بکواس کرنے کے ہیں امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اصل میں لَغَا چڑیوں کے چیں چیں کرنے کو کہتے ہیں۔ اسی اعتبار سے بے سوچے سمجھے زبان سے بک دینے کو لَغْوٌ اور لَغَا کہا گیا کہ وہ بھی چڑیوں کی طرح چیں چیں کرنے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ امام لغت ابو عبیدہ کی تصریح کے مطابق عَيْبٌ اور عَابٌ کی طرح لَغْوٌ اور لَغَا میں بھی دو لغتیں ہیں۔ کبھی ہر بری بات کو بھی لغو کہا جاتا ہے۔ اسی طرح ناقابلِ اعتبار بات کو بھی لغو کہتے ہیں۔ ۲۶

اَلْفٌ - ایک ہزار۔ اَلْفٌ کے معنی اصل میں ایک دوسرے سے پیوست ہو کر مل جانے کے ہیں۔ اعداد کی چار ہی قسمیں ہیں۔ اکائی۔ دہائی۔ سیکڑہ اور ہزار چونکہ ہزار میں یہ سب اعداد اکٹھے ہو جاتے ہیں اس لئے اس کا نام اَلْفٌ ہو گیا۔ ۲ ۹ ۵ ۸ ۱۴ ۱۱ ۲۹ ۲۷ ۲۹ ۲۲ ۱۸ **اَلْفَانِ** ۱۰

اَلَّفَ - اس نے الفت دی۔ اس نے محبت ڈال دی تَاْلِيْفٌ سے جس کے معنی جمع کرنے اور الفت پیدا کرنے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ ۱۰ ۳

اَلْفَافًا - لپٹے ہوئے۔ ایک دوسرے سے پیوست گنجان درخت۔ علامہ زمخشری لکھتے ہیں اَوْزَاعٌ اور اَخْيَافٌ کی طرح اس کا واحد نہیں آتا اور بعض لوگ اس کا واحد لِفٌّ بتلاتے ہیں چنانچہ صاحب الاقلید کا بیان ہے کہ مجھے حسن بن علی طوسی نے یہ شعر سنایا ؎

جنة لف و عيش مغدق
گنجان باغ اور حیات شیریں
وندامى كلهم بيض زهر
اور ہمنشیں سب حسین و جمیل

ابن قتیبہ کا یہ خیال ہے کہ اَلْفَافٌ لُفٌّ کی جمع ہے اور لُفٌّ لَفَّاءُ کی جمع ہے مگر میرے خیال میں ابن قتیبہ کو اس کی کوئی نظیر نہ مل سکے گی کہ خُضْرٌ

کی جمع اَحْضَارٌ اور حُمُرٌ کی جمع اَحْمَارٌ ہے ہاں اگر یہ کہا جائے کہ یہ مُتْعَفَۃٌ کی جمع ہے۔ بصورت حذفِ زوائد تو بات ٹھکانے کی ہوگی [1] لیکن علامہ ابو حیان کہتے ہیں کہ اس طرح بات بنانا بھی صحیح نہیں کیونکہ مفردات کے بیان میں اس کا مفرد لِفٌ لام کے زیر سے مذکور ہے اور یہی جمہور اہلِ لغت کا قول ہے [2]۔ صاحبِ قاموس نے اس کا واحد لَفٌّ زبر سے بھی بتایا ہے۔

یہ بھی خیال رہے کہ علامہ ابن قتیبہ اپنے دعوی کے منفرد نہیں بلکہ اور ائمہ لغت بھی اس بارے میں ان کے ہمزبان ہیں۔ چنانچہ امام رازی نے فراء سے [3] اور قاضی شوکانی نے کسائی سے بھی یہی نقل کیا ہے [4]۔ ابو عبیدہ اس کا واحد لَفِیْفٌ بتاتے ہیں [5]۔ ۳۰

اَلَّفْتَ۔ تو نے الفت ڈالی۔ تَاْلِیْفٌ سے۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر ۳

اَلْفَوْا۔ انھوں نے پایا۔ اِلْفَاءٌ سے جس کے معنی پانے کے ہیں ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۲۳

اِلٰفِهِمْ۔ ان کا مانوس رکھنا۔ ان کا دوست رکھنا۔ اِلَافٌ بروزن اِفْعَالٌ مصدر، مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ ۳۰

اَلْفَيَا۔ ان دونوں نے پایا۔ اِلْفَاءٌ سے۔ ماضی کا صیغہ تثنیہ مذکر غائب۔ ۱۲

اَلْفَيْنِ۔ دو ہزار۔ اَلْفٌ کا تثنیہ ۱۰

اَلْفَيْنَا۔ ہم نے پایا۔ اِلْفَاءٌ سے۔ ماضی کا صیغہ جمع متکلم۔ ۲

اَلْقِ۔ تو ڈال۔ اِلْقَاءٌ سے۔ جس کے معنی ڈالنے اور پھینکنے کے ہیں۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اِلْقَاءٌ کے معنی اصل میں تو کسی شے کو اس طرح ڈالنے کے ہیں کہ نظر آتی رہے۔ پھر عرف میں اس کا استعمال ہر طرح کے ڈالنے کے متعلق ہونے لگا ۷ ۱۲ ۱۹ ۲۷

اَلْقَابِ۔ خطابات۔ لقب۔ لَقَبٌ کی جمع انسان کا اصلی نام کے علاوہ جو دوسرا نام ہوتا ہے اس کو لقب کہتے ہیں۔ علم (اصلی نام) اور لقب میں فرق یہ ہے کہ علم میں معنی کی رعایت نہیں ہوتی۔

[1] تفسیر کشاف ج ۱ ص ۱۰۷ طبع مصر ۱۳۰۷ھ [2] البحر المحیط ج ۸ ص ۴۱۲ طبع مصر ۱۳۲۸ھ۔ [3] تفسیر کبیر ج ۸ ص ۳۰۵ طبع مصر ۱۳۲۴ [4] و [5] فتح القدیر ج ۵ ص ۳۵۴ طبع مصر ۱۳۵۱ھ

لیکن لقب میں معنی کا لحاظ ہوتا ہے۔ لقب کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو عزت و شرف کے اعتبار کے ہو جیسے بادشاہوں کے القاب ہوتے ہیں دوسرے وہ جو بطور چڑانے کے رکھدیا جائے۔ آیت شریفہ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ (ایک دوسرے کو چڑانے کے لئے نام نہ ڈالو) میں دوسرے ہی قسم کے القاب مراد ہیں۔ پ ۲۶/۱۲

اَلْقَتْ۔ اس نے نکال ڈالا۔ اِلْقَاءٌ سے۔ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب پ ۳۰

اَلْقَوْا۔ انہوں نے ڈالا۔ اِلْقَاءٌ سے۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب پ ۵ پ ۹/۲ پ ۱۱/۱۳ پ ۱۳/۱۰و۱۹ پ ۱۹/۹

اَلْقُوْا۔ تم سب ڈالو۔ اِلْقَاءٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ ۹/۲ پ ۱۱/۱۳ پ ۱۳/۱۲ پ ۱۹/۹

اُلْقُوْا۔ وہ ڈالے گئے۔ اِلْقَاءٌ سے۔ ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب پ ۱۸/۲ پ ۲۹

اَلْقُوْهُ۔ اس کو ڈالدو۔ اس میں ہٗ ضمیرِ واحد مذکر غائب ہے پ ۱۲ پ ۱۳/۴ پ ۳۲

اَلْقِهْ۔ تو اس کو ڈال دے۔ اَلْقِ امر کا صیغہ اور ہٗ ضمیرِ واحد مذکر غائب پ ۱۹/۴

اَلْقِهَا۔ تو اس کو ڈال دے۔ اس میں ھَا ضمیر واحد مونث غائب ہے پ ۱۶

اَلْقٰی۔ اس نے ڈالا۔ اِلْقَاءٌ سے۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب پ ۵/۱۰ پ ۹/۳و۸ پ ۱۳/۸ پ ۱۶/۱۲و۱۳ پ ۱۷/۱۴ پ ۱۹/۶و۷ پ ۲۰/۱۰ پ ۲۶/۱۶ پ ۲۹/۱۶

اُلْقِیَ۔ وہ ڈالا گیا۔ اِلْقَاءٌ سے۔ ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ ءَاُلْقِیَ میں ہمزۂ اولیٰ استفہام انکاری کی ہے۔ پ ۹ پ ۱۶/۱۹ پ ۲۱/۱۱ پ ۲۳/۹ پ ۲۷/۹

اُلْقِیْ۔ میں ڈال دوں گا۔ اِلْقَاءٌ سے۔ مضارع کا صیغہ واحد متکلم پ ۹/۱۹

اَلْقِیَا۔ تم دونوں ڈال دو۔ اِلْقَاءٌ سے۔ امر کا صیغہ تثنیہ مذکر حاضر پ ۲۶/۱۹

اَلْقِیَاهُ۔ تم دونوں اس کو ڈال دو۔ اس میں ہٗ ضمیرِ واحد مذکر غائب ہے پ ۲۶/۱۶

اَلْقَیْتُ۔ میں نے ڈال دیا۔ اِلْقَاءٌ سے ماضی کا صیغہ واحد متکلم پ ۲۶/۱۱

اَلْقَیْنَا۔ ہم نے ڈالا۔ اِلْقَاءٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم پ ۱۱ پ ۳/۲ پ ۱۴/۱۲ پ ۲۳/۱۵

اَلْقٰهُ۔ اس کو ڈالا۔ اَلْقٰی صیغہ ماضی ہٗ ضمیرِ واحد

مذکر غائب۔ ۲۴/۵

اَلْقِيْهِ۔ تو اس کو ڈال دے۔ اَلْقِ۔ اِلْقَاءٌ سے امر کا صیغہ واحد مؤنث حاضر۔ ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب ۲۸/۳۰

اَلْقٰهَا۔ اس کو ڈالا۔ اَلْقٰی صیغہ ماضی ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب ۲/۷ ۱۰/۲۰

اَللّٰتِیْ۔ (وہ سب عورتیں) جو۔ جنھوں۔ اسم موصول ہے اَلَّتِیْ کی جمع۔ ۱۲و۱۵/۳ ۳و۱۶/۵ ۱۴/۱۲ ۱۲/۱۸ ۲/۳۳

اَللّٰۤئِیْ۔ (وہ سب عورتیں) جو۔ جنھوں۔ یہ بھی اسم موصول ہے جمع مؤنث کے لئے۔ اَلَّتِیْ کی جمع۔ ۱۴/۲۱ ۱و۱۴/۲۸

اَللّٰهُ۔ اللہ۔ مولانا ابوالکلام آزاد ترجمان القرآن میں رقمطراز ہیں۔

"نزولِ قرآن سے پہلے عربی میں اللہ کا لفظ خدا کے لئے بطورِ اسم ذات کے مستعمل تھا، جیسا کہ شعرائے جاہلیت کے کلام سے ظاہر ہے یعنی خدا کی تمام صفتیں اس کی طرف منسوب کی جاتی تھیں پر کسی خاص صفت کے لئے نہیں بولا جاتا تھا۔ قرآن نے بھی یہی لفظ بطورِ اسم ذات کے اختیار کیا اور تمام صفتوں کو اس کی طرف نسبت دی۔

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا۔ (۷:۱۸۰) اور اللہ کے لئے حسن و خوبی کے نام ہیں (یعنی صفتیں) پس چاہئے کہ ان صفتوں کے ساتھ اسے پکارو۔

کیا قرآن نے یہ لفظ محض اس لئے اختیار کیا کہ لغت کی مطابقت کا مقتضا یہی تھا یا اس سے بھی زیادہ کوئی معنوی موزونیت اس میں پوشیدہ ہے۔

نوعِ انسانی کے دینی تصورات کا سب سے زیادہ قدیم عہد جو تاریخ کی روشنی میں آیا ہے، مظاہر فطرت کی پرستش کا عہد ہے۔ اسی پرستش نے بتدریج اصنام پرستی کی صورت اختیار کی۔ اصنام پرستی کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ مختلف زبانوں میں بہت سے الفاظ دیوتاؤں کے لئے پیدا ہو گئے۔ اور جوں جوں پرستش کی نوعیت میں وسعت ہوتی گئی، الفاظ کا تنوّع بھی بڑھتا گیا۔ لیکن چونکہ یہ بات انسان کی فطرت کے خلاف تھی کہ ایک ایسی ہستی کے تصور سے خالی الذہن رہے جو سب سے اعلیٰ اور سب کی پیدا کرنیوالی ہستی ہے۔ اس لئے دیوتاؤں کی پرستش کے ساتھ ایک سب سے بڑی اور سب پر حکمراں ہستی کا تصور بھی کم و بیش ہمیشہ موجود رہا۔ اور اس لئے جہاں

جہاں بے شمار الفاظ دیوتاؤں اور ان کی معبودانہ صفتوں کے لئے پیدا ہوگئے۔ وہاں کوئی نہ کوئی لفظ ایسا بھی ضرور مستعمل رہا جس کے ذریعہ اس ان دیکھی اور اعلیٰ ترین ہستی کی طرف اشارہ کیا جاتا تھا۔

چنانچہ سامی زبانوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حروف و اصوات کی ایک خاص ترکیب ہے جو معبودیت کے معنی میں مستعمل رہی ہے، عبرانی سریانی، حمیری، عربی وغیرہ تمام زبانوں میں اس کا یہ لغوی خاصہ پایا جاتا ہے۔ یہ الف، لام اور ہ کا مادہ ہے اور مختلف شکلوں میں مشتق ہوا ہے۔ کلدانی اور سریانی کا "الاھیا" عبرانی کا "الوہ" اور عربی کا "الہٰ" اسی سے ہے اور بلاشبہ یہی "الہٰ" ہے جو حرفِ تعریف کے اضافہ کے بعد اللہ ہوگیا ہے اور تعریف نے اسے صرف خالقِ کائنات کے لئے مخصوص کر دیا ہے۔

لیکن اگر اللہ "الہٰ" سے ہے تو "الہٰ" کے معنی کیا ہیں؟۔ علماء لغت و اشتقاق کے مختلف اقوال ہیں مگر سب سے زیادہ قوی قول یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی اصل "الہٰ" ہے اور "أَلِہَ" کے معنی تحیر اور درماندگی کے ہیں۔ بعضوں نے اسے "ولہ" سے ماخوذ بتلایا ہے اور اس کے معنی بھی یہی ہیں۔ پس خالقِ کائنات کے لئے یہ لفظ اس لئے اسم قرار پایا کہ اس بارے میں انسان جو کچھ جانتا اور جان سکتا ہے وہ عقل کے تحیر اور ادراک کی درماندگی کے سوا اور کچھ نہیں ہے وہ جس قدر بھی اس ذاتِ مطلق کی ہستی میں غور و خوض کرے گا اس کی عقل کی حیرانی اور درماندگی بڑھتی ہی جائے گی۔ یہاں تک کہ وہ معلوم کرے گا۔ اس راہ کی ابتدا بھی عجز و حیرت سے ہوتی ہے اور انتہا بھی عجز و حیرت ہی ہے

اے بروں از وہم و قال و قیل من
خاک بر فرقِ من و تمثیل من!

اب غور کرو خدا کی ذات کے لئے انسان کی زبان سے نکلے ہوئے لفظوں میں اس سے زیادہ موزوں لفظ اور کونسا ہو سکتا ہے؟ اگر خدا کو اس کی صفتوں میں پکارنا ہے تو بلاشبہ اس کی صفتیں بے شمار ہیں لیکن اگر صفات سے الگ ہو کر اس کی ذات کی طرف اشارہ کرنا ہے تو وہ اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ ایک متحیر کر دینے والی ذات ہے اور جو کچھ اس کی نسبت کہا جا سکتا ہے وہ عجز و درماندگی کے سوا کچھ نہیں ہے؟

فرض کرو، نوعِ انسانی نے اس وقت تک خدا کی ہستی یا خلقتِ کائنات کی اصلیت کے بارے میں جو کچھ سوچا اور سمجھا ہے وہ سب کچھ سامنے رکھ کر ہم ایک موزوں سے موزوں لفظ تجویز کرنا چاہیں تو وہ کیا ہوگا؟ کیا اس سے زیادہ اور اس سے بہتر کوئی بات کہی جا سکتی ہے؟

یہی وجہ ہے کہ جب کبھی اس راہ میں عرفان و بصیرت کی کوئی بڑی سے بڑی بات کہی گئی تو وہ یہی تھی کہ زیادہ سے زیادہ خود درفتگیوں کا اعتراف کیا گیا اور ادراک کا منتہی مرتبہ ہمیشہ یہی قرار پایا کہ ادراک کی نارسائی کا ادراک حاصل ہو جائے۔ عرفا کے دل و زبان کی صدا ہمیشہ یہی رہی کہ رب زدنی فیك تحیرًا! (یعنی خدایا کر کہ تیری ہستی میں ہمارا تحیر بڑھتا رہے۔ کیونکہ یہاں تحیر جہل کا نہیں بلکہ معرفت کا نتیجہ ہے)۔

زدنی بفرط الحب فیك تحیرًا

وارحم حشا بلظی ھوالعہ تسعرا!

اور حکماء کی حکمت و دانش کا بھی فیصلہ ہمیشہ یہی ہوا۔

معلوم شد کہ ہیچ معلوم نشد

چونکہ یہ اسم خدا کے لئے بطور اسم ذات کے استعمال میں آیا ہے۔ اس لئے قدرتی طور پر ان تمام صفتوں پر حاوی ہو گیا جن کو خدا کی ذات کے لئے تصور کیا جا سکتا ہے۔ اگر ہم خدا کا تصور اس کی کسی صفت کے ساتھ کریں مثلاً الرب یا الرحیم کہیں تو یہ تصور صرف ایک خاص صفت ہی میں محدود ہوگا۔ یعنی ہمارے ذہن میں ایک ایسی ہستی کا تصور پیدا ہو جائے گا جس میں ربوبیت یا رحمت ہے لیکن جب ہم اللہ کا لفظ بولتے ہیں تو فوراً ہمارا ذہن ایک ایسی ہستی کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جو ان تمام صفات حسن و کمال سے متصف ہے۔ جو اس کی نسبت بیان کئے گئے ہیں اور جو اس میں ہونے چاہئیں۔" [1]

علامہ سید سلیمان ندوی ارض القرآن میں لکھتے ہیں:

"مستشرقین یورپ نے بکمال لیاقت ہم کو یہ بتانا چاہا ہے کہ اَللہ اور اللّات ایک ہی لفظ کی دو صورتیں ہیں۔ اللہ مذکر دیوتا کے لئے قریش میں مستعمل تھا۔ اور اللات یعنی دیوی اس اللہ کی قریش نے

[1] ترجمان القرآن ج ۱ ص ۱۰۔ طبع دہلی اشاعت ۱۳۵۰ھ

تانیث بنائی تھی۔ (یہ جارج سیل مترجم قرآن و ہورسن مترجم واقدی اور مارگولیتھ مصنف محمدؐ کی تحقیق ہے دیکھو سیل کا مقدمہ اور مارگولیتھ محمدؐ صفحہ ۱۹ (حاشیہ ارض القرآن))۔ ان عقلمندوں سے پوچھنا چاہئے کہ اللہ کی تانیث عربی قواعد کے موافق اللات کیونکر ہوسکتی ہے؟ اس کی تانیث اگر ممکن ہے تو اَللّٰہَۃُ چاہئے۔ یا اَلْاِلٰہَۃُ' اللہ کی ہائے اصلی کیونکر تانیث سے ساقط ہوگئی۔ سلہ

آگے چل کر فرماتے ہیں۔

لفظ اللہ کے متعلق مارگولیتھ صاحب کی تحقیق کہ" یہ اصل میں قریش کے خاندانی دیوتا کا نام تھا اس لئے محمدؐ کی توحید پرستی کے یہ معنی ہیں کہ انھوں نے دوسرے قبائل کے دیوتاؤں کو مٹا کر اپنے خاندانی دیوتا کو منوایا" (محمدؐ صفحہ ۱۹) یورپ کے مشرقی تبحرعلمی کی شرمناک مثال ہے سب سے پہلا سوال یہ ہے کہ اس عظیم الشان عربی زبان میں "حقیقی خدا" کے مفہوم کے لئے کوئی لفظ موجود نہ تھا تم کہتے ہو کہ محمدؐ سے پہلے عرب میں موحدین موجود تھے بہتیرے، لیکن کیا وہ اپنے خدا کے لئے اللہ کے سوا کوئی اور لفظ پیش کرتے تھے؟ موجودہ عیسائی ادبائے عرب کے بیان کے مطابق عرب میں عیسائی شعرا بکثرت پیدا ہوئے ہیں، ہاں سچ ہے، عرب میں عیسائی شعراء ہوئے ہیں لیکن کیا ان کی زبان سے لفظ اللہ تم نے نہیں سنا؟ قرآن نے اللہ تعالیٰ کی صفات خود مشرکین کے اقرار کے مطابق جو بیان کئے ہیں وہ کیا کسی دیوتا پر صادق آسکتے ہیں؟ سب سے آخر یہ کہ اللہ کی اصل تو اَلْاِلٰہُ ہے، اِلٰہٌ تو صرف عربی میں نہیں بلکہ تمام شامی زبانوں میں خدا تعالیٰ ہی کے لئے مستعمل ہے۔ کم از کم اِلُوہ اور اِلُوہیم سے تو ناواقفیت نہ ہوگی، قریش اپنے دیوتاؤں کے مجسمے بنا کر پوجا کرتے تھے، کیا اس سب سے بڑے قریشی دیوتا کا بھی کوئی مجسمہ تھا؟ سلہ

۱
۱و۲و۳ و۶و۷ و۸و۹و۱۰و۱۱ ،۱۲و۱۳و۱۴و۱۵و۱۶

۲
۱و۲و۳و۴و۵و۶و۷و۸و۹و۱۰و۱۱و۱۲و۱۳و۱۴و
۱۵و۱۶و۱۷

۳
۱و۲و۳و۴و۵و۶و۷و۸و۹و۱۰و۱۱و
۱۲و۱۳و۱۴و۱۵و۱۶و۱۷

۴
۱و۲و۳و۴و۵و۶و۷و

سلہ ارض القرآن ج ۲ ص ۲۳۳ طبع معارف ۱۳۴۲ھ سلہ ایضاً ج ۲ ص ۲۳۳

۳ — ۸ و ۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۵
۵ — ۱ و ۲ و ۳ و ۴ و ۵ و
۵ — ۶ و ۷ و ۸ و ۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۵ و ۱۶ و ۱۷ و ۱۸
۶ — ۱ و ۲ و ۳ و ۴ و ۵ و ۶ و ۷ و ۸ و ۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ و
۶ — ۱۵
۷ — ۱ و ۲ و ۳ و ۴ و ۵ و ۶ و ۷ و ۸ و ۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ و
۷ — ۱۴ و ۱۵ و ۱۶ و ۱۷ و ۱۸ و ۱۹
۸ — ۱ و ۲ و ۳ و ۴ و ۵ و ۶ و ۷ و
۸ — ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ و ۱۶ و ۱۷ و ۱۸
۹ — ۱ و ۲ و ۳ و ۵
۹ — ۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ و ۱۶ و ۱۷ و ۱۸ و ۱۹ و ۲۰
۱۰ — ۱ و ۲ و
۱۰ — ۳ و ۴ و ۵ و ۶ و ۷ و ۸ و ۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ و
۱۰ — ۱۶ و ۱۷ و ۱۸
۱۱ — ۱ و ۲ و ۳ و ۴ و ۵ و ۶ و ۷ و ۸ و ۹ و ۱۰ و
۱۱ — ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ و ۱۶ و ۱۷
۱۲ — ۱ و ۲ و ۳ و ۴ و ۵ و ۶ و
۱۲ — ۷ و ۸ و ۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ و ۱۶ و ۱۷
۱۳ — ۲ و ۳ و ۴ و
۱۳ — ۵ و ۶ و ۷ و ۸ و ۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ و ۱۶ و ۱۷ و
۱۳ — ۱۸ و ۱۹
۱۴ — ۵ و ۶ و ۷ و ۸ و ۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ و
۱۴ — ۱۵ و ۱۶ و ۱۷ و ۱۸ و ۱۹ و ۲۰ و ۲۱ و ۲۲
۱۵ — ۲ و ۳ و ۹ و ۱۰ و
۱۵ — ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ و ۱۶ و ۱۷ و ۱۸ و ۲۱
۱۶ — ۵ و ۶ و ۷ و
۱۶ — ۸ و ۱۰ و ۱۲ و ۱۴ و ۱۵
۱۷ — ۲ و ۵ و ۷ و ۸ و ۹ و ۱۰ و
۱۷ — ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ و ۱۶ و ۱۷
۱۸ — ۱ و ۲ و ۳ و ۵ و ۶ و
۱۸ — ۷ و ۸ و ۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ و ۱۷
۱۹ — ۲ و ۳ و
۱۹ — ۴ و ۵ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ و ۱۶ و ۱۷ و ۱۸ و ۱۹ و ۲۰

۲۰ — ۱ و ۲ و ۳ و ۴ و ۶ و ۷ و ۸ و ۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ و
۲۰ — ۱۶ و ۱۷
۲۱ — ۱ و ۲ و ۳ و ۴ و ۵ و ۷ و ۸ و ۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ و
۲۱ — ۱۴ و ۱۷
۲۲ — ۱ و ۲ و ۳ و ۴ و ۵ و ۶ و ۷ و ۹ و ۱۰ و
۲۲ — ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ و ۱۶ و ۱۷
۲۳ — ۲ و ۳ و ۶ و ۷ و ۸ و ۹ و
۲۳ — ۱۱ و ۱۳ و ۱۵ و ۱۶ و ۱۷
۲۴ — ۱ و ۲ و ۳ و ۴ و ۵ و ۶ و ۷ و ۸ و
۲۴ — ۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۶ و ۱۷ و ۱۸ و ۱۹
۲۵ — ۱ و ۲ و
۲۵ — ۳ و ۴ و ۵ و ۶ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ و
۲۵ — ۱۷ و ۱۸ و ۱۹ و ۲۰
۲۶ — ۱ و ۲ و ۳ و ۴ و ۵ و ۶ و ۷ و ۸ و ۹ و ۱۰ و ۱۱ و
۲۶ — ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۶
۲۷ — ۲ و ۳ و ۴ و ۵ و ۶ و ۷ و ۱۶ و ۱۸ و ۱۹ و ۲۰
۲۷ — ۲۰
۲۸ — ۱ و ۲ و ۳ و ۴ و ۵ و ۶ و ۷ و ۸ و ۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ و
۲۸ — ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ و ۱۶ و ۱۷ و ۱۸ و ۱۹ و ۲۰
۲۹ — ۱ و ۲ و ۵ و ۶ و ۷ و
۲۹ — ۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ و ۱۶ و ۱۹ و ۲۰
۳۰ — ۳ و ۶ و ۷ و
۳۰ — ۹ و ۱۰ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۶ و ۲۰ و ۲۱ و ۲۳ و ۲۹ و ۳۵ و ۳۷

اَللّٰهُمَّ - یا اللہ، اے اللہ، امام رازی لکھتے ہیں "نحویوں کا اَللّٰهُمَّ کے بارے میں اختلاف ہے خلیل اور سیبویہ کہتے ہیں کہ اَللّٰهُمَّ کے معنی یا اللہ کے ہیں۔ میم مشدّدہ یا (حرف ندا) کے عوض میں آیا ہے۔ فراء کا بیان ہے کہ یہ اصل میں یا اللہ اُمَّ بِخَیْرٍ تھا۔ کثرتِ استعمال کی بنا پر حرفِ ندا اور اُمَّ کی

ہمزہ حذف ہو کر اَللّٰھُمَّ بن گیا۔ اس کی نظیر ھَلُمَّ ہے کہ دراصل ھَلْ کے ساتھ اس میں اُمَّ کو منضم کر دیا گیا ہے۔ پہلے خیال کے قائلین فرار کی تردید میں حسب ذیل وجوہ پیش کرتے ہیں۔

(۱) اگر فرار کا خیال درست ہوتا تو اَللّٰھم افعل کذا کا استعمال بغیر حرف عطف کے صحیح نہ ہوتا کیونکہ اس صورت میں اس کی اصل یہ ہوتی یا اللہ اُمنا و اغفر لنا۔ حالانکہ ہم کسی شخص کو بھی نہیں پاتے کہ جو اس حرفِ عطف کو ذکر کرتا ہو۔

(۲) زجاج کی اس سلسلہ میں دلیل یہ ہے اگر یہ صحیح ہے تو پھر اصل کے اعتبار سے اَللّٰہُ اُمَّ کہنا بھی روا ہوتا۔ جیسے وَیْلُمَّہٗ کہ جب اصل کے اعتبار سے بولتے ہیں تو وَیْلُ اُمِّہٖ کہتے ہیں۔

(۳) اگر فرار کا بیان صحیح ہے تو حرفِ ندا محذوف ماننا پڑیگا۔ پس اس اعتبار سے یا اللّٰھم کہنا روا ہونا چاہئے تھا۔ اور صرف روا ہی نہیں بلکہ جس طرح یا اللہ اغفر لی کہا جاتا ہے اسی طرح ہمارے خیال میں یہاں حرفِ ندا کا لازم ہونا واجب تھا حالانکہ ایسا نہیں

فرار ان وجوہ کا یہ جواب دیتے ہیں کہ پہلی وجہ تو یوں ضعیف ہے کہ یا اللہ ام کے معنی ہوئے یا اللہ اقصد (اے اللہ تو ارادہ فرما) پس اگر واغفر کہا جائیگا تو اس صورت میں معطوف معطوف علیہ کے مغائر ہوگا اور ایک کی بجائے دو سوال ہوں گے۔ اول اُمَّنَا (تو ہمارے لئے ارادہ فرما) دوسرے وَاغْفِرْ لَنَا (ہماری مغفرت کر) لیکن حرفِ عطف کے حذف کرنے کی صورت میں اِغْفِرْ لَنَا اُمَّنَا کی تفسیر ہوگا۔ تو اس صورت میں دونوں سوالوں کا مطلوب واحد ہوگا۔ اور زیادہ تاکید ہوگی۔ اس قسم کی نظائر خود قرآن میں بہت سی موجود ہیں۔ دوسری وجہ یوں ضعیف ہے کہ اس کی اصل ہمارے نزدیک یا اللّٰہُ اُمَّنَا ہے اور اس کے متعلق جوازِ تکلم کا کون منکر ہے۔ علاوہ ازیں بہت سے الفاظ ایسے ہیں جہاں فرع کو اصل کے قائم مقام کرنا روا نہیں۔ غور کیجئے سیبویہ اور خلیل کا یہ مذہب ہے کہ مَا اَحْسَنَہٗ کے معنی اَیُّ شَیْءٍ اَحْسَنَہٗ کے ہیں مگر کبھی تعجب کے موقع پر یہ کلام جس کو وہ اصل قرار دیتے ہیں استعمال نہیں کیا جاتا۔ پس ایسے ہی یہاں بھی سمجھ لینا چاہئے۔ تیسری وجہ

کا جواب یہ ہے کہ یہ کس نے تمہارے لئے تسلیم کرلیا کہ یا اللھم کہنا روا نہیں چنانچہ فرا نے یہ شعر سند میں پیش کیا ہے۔

وما علیك ان تقولی کلما
سبحت او صلیت یا اللھم

رہا بصرہ والوں کا یہ دعویٰ کہ یہ شعر غیر معروف ہے تو اس کا حاصل تکذیبِ نقل ہے اور اگر اس کا دروازہ کھولدیا گیا تو پھر لغت اور نحو کی کوئی چیز بھی اعتراض سے نہیں بچ سکتی۔ رہا یہ کہنا کہ حرف ندا کا لازمی ہونا واجب تھا تو اس کا جواب ہے کہ حرفِ ندا کبھی حذف بھی کردیا جاتا ہے جیسے آیتِ شریفہ یُوسُفُ اَیُّھَا الصِّدِّیْقُ اَفْتِنَا (اے یوسفؑ اے سچے ہم کو حکم دے) میں۔ پس یہ بات کیا بعید ہے کہ یا اسم اس سلسلہ میں مخصوص ہو کہ یہاں اس قسم کا حذف لازم مانا جائے۔

فرا نے بصرہ والوں پر اس سلسلہ میں جو اعتراض کئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) اگر میم کو حرفِ ندا کا قائم مقام مانا جائے تو ندا کو منادیٰ سے موخر ماننا پڑے گا۔ حالانکہ یہ قطعًا ناجائز ہے۔ چنانچہ اللہ یا کہنا قطعًا روا نہیں حالانکہ ان کے اصول پر یہ جائز ہونا چاہئے تھا۔

(۲) اگر یہ حرف صرف ندا کا قائم مقام ہوسکتا ہے تو اور اسما میں بھی ہونا چاہئے۔ پس جیسے یا زید یا بکر کہنا روا ہے۔ ایسے ہی زیدم اور بکرم کہنا بھی روا ہوتا۔

(۳) میم اگر حرفِ ندا کے عوض آیا ہے تو ظاہر ہے کہ اس کو حرفِ ندا کے ساتھ جمع نہیں ہونا چاہئے تھا حالانکہ جو شعر روایت کیا اس میں یہ بات موجود ہے۔

(۴) ہم اہلِ عرب کو نہیں پاتے کہ وہ اسمائے تامہ میں اس میم کو اس لئے زیادہ کرتے ہوں کہ وہ بعض ان حروف کے معنی کا فائدہ دے جو کسی کلمہ پر داخل ہوں اور اس کے مبائن ہوں۔ پس صرف اسی ایک لفظ میں یہ طریقہ اختیار کرنا لغت میں استقراء عام کے برخلاف حکم لگانا ہے جو سرے سے ناجائز ہے[۱]۔

قاضی شوکانی نے تصریح کی ہے کہ اہلِ بصرہ کے نزدیک اَللّٰھُمَّ کی ھاء میں جو ضمہ ہے وہ

[۱] تفسیر کبیر ج ۲ ص ۲۲۳ و ۲۲۴ طبع مصر حسینہ مصریہ۔

اسم منادی مفرد کا ہے۔ اور اہل کوفہ کے نزدیک وہی ضمہ ہے جو اُمّنا میں تھا۔ جب ہمزہ حذف ہوئی تو اس کی حرکت منتقل ہوگئی۔[1] پ۳/۱۱ پ۷/۵

پ۹/۱۸ پ۱۱/۶ پ۲۳/۲

الٓمٓ۔ الف۔ لام۔ میم۔ حروف مقطعات ہیں۔

(دیکھو الٓرٰ) پ۱/۱ پ۳/۹ پ۲۰/۱۳ پ۲۱/۴و۱۰و۱۴

الٓمٓرٰ۔ الف۔ لام۔ میم۔ را۔ حروف مقطعات ہیں

(دیکھو الٓرٰ) پ۱۳/۷

الٓمٓصٓ۔ الف۔ لام۔ میم۔ صاد۔ حروف مقطعات ہیں (دیکھو الٓرٰ) پ۸/۸

اَلَنَّا ہم نے نرم کردیا۔ اِلَانَۃٌ سے جس کے معنی نرم کردینے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ جمع متکلم پ۲۲/۸

اَلْوَاحٌ۔ تختیاں۔ تختے۔ لَوْحٌ کی جمع جس کے معنی تختی اور تختے کے ہیں پ۹/۷و۸و۹ پ۲۷/۸

اَلْوَانُکُمْ۔ تمہاری رنگتیں۔ تمہارے رنگ۔ اَلْوَانُ لَوْنٌ کی جمع۔ جس کے معنی رنگ کے ہیں۔ اَلْوَانِ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ پ۲۲/۶

اَلْوَانُہٗ۔ اس کے رنگ۔ اس کی رنگتیں۔ اَلْوَانُ مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔

پ۱۴/۸و۱۵ پ۲۲/۱۶ پ۲۳/۱۶

اَلْوَانُھَا۔ اس کے رنگ۔ اس کی رنگتیں۔ اَلْوَانُ مضاف۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ

پ۲۲/۱۶

اُلُوْفٌ۔ ہزاروں۔ اَلْفٌ کی جمع (ملاحظہ ہو اَلْفٌ) پ۲/۱۶

اِلٰہٌ۔ معبود۔ بروزن فِعَالٌ بمعنی اسم مفعول مَاْلُوْہٌ ہے۔ ہر قوم کے نزدیک جس کی بندگی کی جائے وہ الٰہ ہے خواہ معبود برحق ہو یا معبود باطل۔

(ملاحظہ ہو اللہ) پ۱/۱۶ پ۲/۴ پ۳/۲و۹و۱۰و۱۴ پ۵/۸ پ۶/۳و۱۲

پ۷/۸و۱۱و۱۹ پ۸/۱۵و۱۶و۱۷و۱۸ پ۹/۱۰ پ۱۰/۱۱ پ۱۱/۵و۱۴

پ۱۲/۲و۵و۶و۸ پ۱۳/۱۰و۱۹ پ۱۴/۷و۹و۱۳ پ۱۶/۳و۱۰و۱۳و۱۴

پ۱۷/۲و۶و۷و۱۲ پ۱۸/۲و۵و۶ پ۱۹/۱۷ پ۲۰/۱و۷و۱۰و۱۳

پ۲۲/۱۲ پ۲۳/۶و۱۳و۱۵ پ۲۴/۶و۹و۱۳و۱۵ پ۲۵/۱۳و۱۴ پ۲۶/۹

پ۲۷/۴ پ۲۸/۶و۱۹ پ۲۹/۱۳ **اِلٰهًا** پ۱/۱۶ پ۶/۹ پ۱۰/۱۱

پ۱۴/۶ پ۱۵/۲و۴و۱۳ پ۱۸/۶ پ۱۹/۴و۶و۱۵ پ۲۰/۱۲ پ۲۳/۱۰ پ۲۵/۱۲

پ۲۶/۱۲

[1] فتح القدیر شوکانی ج ۱ ص ۲۹۸ و ۲۹۹ طبع مصر ۱۳۴۹ھ

اِلٰهَةً۔ بہت سے معبود۔ اِلٰہٌ کی جمع۔ پ ۷/۸ و ۱۵ پ ۹/۶ پ ۱۵/۵ و ۱۲ پ ۱۲/۸ پ ۱۷/۲ و ۳ و ۷ پ ۱۸/۱۶ پ ۲۳/۱ و ۳ و ۷ و ۱۰ پ ۲۵/۱۰ پ ۲۶/۲

اٰلِهَتَكَ۔ تیرے معبود۔ اٰلِهَةٌ مضاف كَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ پ ۹/۵

اٰلِهَتِكُمْ۔ تمہارے معبود۔ اٰلِهَةٌ مضاف كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ پ ۱۷/۳ و ۵ پ ۲۳/۱۰ پ ۲۹/۱۰

اٰلِهَتِنَا۔ ہمارے معبود۔ اٰلِهَةٌ مضاف نا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ پ ۱۲/۵ پ ۱۷/۵ پ ۱۹/۲ پ ۲۳/۶ پ ۲۵/۱۲ پ ۲۶/۲

اٰلِهَتُهُمْ۔ ان کے معبود۔ اٰلِهَةٌ مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ پ ۱۲/۹ پ ۲۳/۷

اٰلِهَتِیْ۔ میرے معبود۔ اٰلِهَةٌ مضاف ی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ پ ۱۶/۶

اِلٰهَكَ۔ تیرا معبود۔ اِلٰہٌ مضاف كَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ پ ۱/۱۲ پ ۱۶/۱۳

اِلٰهُكُمْ۔ تمہارا معبود۔ اِلٰہٌ مضاف كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ پ ۲/۳ پ ۱۴/۹ پ ۱۶/۳ و ۱۳ و ۱۴ پ ۱۷/۷ و ۱۲ پ ۲۱/۱ پ ۲۳/۵ پ ۲۴/۱۵

اَلْهَمَهَا۔ اس کو سمجھ دی۔ اس کو القا کیا۔ اَلْهَمَ اِلْهَامٌ سے۔ جس کے معنی کسی چیز کے دل میں ڈالدینے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب هَا ضمیر واحد مؤنث غائب۔ اِلْهَام لَهْمٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنی نگلنے کے ہیں چونکہ الہام میں بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے دل میں ایک بات اتاری جاتی ہے، اس واسطے اس کا نام الہام ہوا۔ پ ۳۰/۱۶

اِلٰهُنَا۔ ہمارا معبود۔ اِلٰہٌ مضاف۔ نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ پ ۲۱/۱

اِلٰهَهٗ۔ اس کا معبود۔ اِلٰہٌ مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ پ ۱۹/۲ پ ۲۵/۱۹

اَلْهٰكُمُ۔ تم کو غفلت میں رکھا۔ اَلْهٰی اِلْهَاءٌ سے جس کے معنی زیادہ ضروری چیز سے غافل رکھنے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر پ ۳۰/۲۴

اِلٰهَیْنِ۔ دو معبود۔ اِلٰہٌ کا تثنیہ پ ۷/۶ پ ۱۴/۱۲

اِلٰی۔ تک۔ طرف۔ ساتھ۔ میں لئے۔ حروف جر میں کا ہے۔ جہات ششگانہ میں کسی چیز کی انتہا کی حد بتلانے کے لئے آتا ہے خواہ زمانہ اور وقت کی انتہا بتائے

جیسے ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی الَّیْلِ (پھر روزہ کو رات تک پورا کرو) یا جگہ اور مقام کی جیسے مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی۔ (مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک) اور جب ایک چیز کو دوسری چیز سے ملاتا ہو تو معیت کے معنی دیتا ہے جیسے وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ (اور نہ کھاؤ ان کے مال اپنے مالوں کے ساتھ) اور جب اس کا مجرور فعل تعجب یا اسم تفضیل کے بعد محبت یا بغض کے معنی کا فائدہ دے تو یہ بیانیہ ہوتا ہے یعنی اپنے مجرور کی فاعلیت کو بیان کرتا ہے جیسے رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ (اے رب مجھکو قید پسند ہے) اور کبھی لام جر کے مرادف ہوتا ہے جیسے وَالْاَمْرُ اِلَیْكِ (اور کام تیرے اختیار میں ہے) اور کبھی فی کے معنی بھی دیتا ہے جیسے لَیَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ (بیشک تم کو جمع کرے گا قیامت کے دن) اور جب زائدہ ہوتا ہے تو تاکید کے لئے آتا ہے جیسے فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْٓ اِلَیْهِمْ (سو رکھ بعضے لوگوں کے دل کہ مائل ہوں ان کی طرف ۔)

پ ۱: ۲ و ۳ و ۴ و ۶ و ۹ و ۱۰ و ۱۵ و ۱۶ — پ ۲: ۱ و ۷ و ۸ و ۹ و ۱۱ و ۱۲
پ ۳: ۳ و ۶ و ۷ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ — پ ۴: ۱ و ۲ و ۵ و ۷ و ۸ و ۹
پ ۴: ۱۲ و ۱۴ — پ ۵: ۲ و ۵ و ۶ و ۸ و ۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۸ — پ ۶: ۳ و ۶ و ۷ و ۹
پ ۶: ۱۱ و ۱۳ و ۱۴ — پ ۷: ۱ و ۴ و ۵ و ۸ و ۱۱ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ و ۱۸ و ۱۹
پ ۸: ۱ و ۳ و ۷ و ۹ و ۱۵ و ۱۶ و ۱۷ و ۱۸ — پ ۹: ۳ و ۴ و ۶ و ۷ و ۸ و ۹
پ ۹: ۱۰ و ۱۱ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ و ۱۶ و ۱۸ — پ ۱۰: ۱ و ۷ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۶ و ۱۸
پ ۱۱: ۱ و ۲ و ۵ و ۶ و ۷ و ۸ و ۹ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ و ۱۷ — پ ۱۲: ۱ و ۲
پ ۱۲: ۳ و ۴ و ۵ و ۶ و ۷ و ۸ و ۹ و ۱۰ و ۱۲ و ۱۴ و ۱۶ و ۱۷ — پ ۱۳: ۲ و ۳ و ۴
پ ۱۳: ۶ و ۸ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۷ و ۱۹ — پ ۱۴: ۳ و ۴ و ۶ و ۷ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۴
پ ۱۴: ۱۵ و ۱۷ و ۱۸ و ۲۲ — پ ۱۵: ۱ و ۳ و ۵ و ۶ و ۷ و ۹ و ۱۳ و ۱۴
پ ۱۵: ۱۵ و ۱۷ و ۲۰ و ۲۱ — پ ۱۶: ۵ و ۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ و ۱۷
پ ۱۷: ۲ و ۵ و ۶ و ۸ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۴ و ۱۶ و ۱۷ — پ ۱۸: ۲ و ۳ و ۴
پ ۱۸: ۱۰ و ۱۲ و ۱۳ — پ ۱۹: ۱ و ۲ و ۳ و ۴ و ۵ و ۶ و ۷ و ۸ و ۱۶ و ۱۹
پ ۲۰: ۳ و ۷ و ۸ و ۹ و ۱۰ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۵ و ۱۶ — پ ۲۱: ۸ و ۹ و ۱۲ و ۱۳
پ ۲۱: ۱۴ و ۱۶ و ۱۷ — پ ۲۲: ۳ و ۴ و ۷ و ۱۰ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ و ۱۸
پ ۲۳: ۲ و ۳ و ۵ و ۶ و ۷ و ۹ و ۱۱ و ۱۳ و ۱۵ و ۱۶ و ۱۷ — پ ۲۴: ۲
پ ۲۴: ۳ و ۴ و ۵ و ۷ و ۹ و ۱۰ و ۱۳ و ۱۶ و ۱۷ و ۱۹ — پ ۲۵: ۱ و ۲
پ ۲۵: ۳ و ۶ و ۷ و ۱۱ و ۱۶ و ۱۸ و ۱۹ و ۲۰ — پ ۲۶: ۳ و ۸ و ۱۰ و ۱۳
پ ۲۶: ۱۵ و ۱۹ — پ ۲۷: ۱ و ۲ و ۳ و ۵ و ۷ و ۸ و ۱۵ و ۱۷ و ۱۹

پ ۲۸: ۱ و ۲ و ۳ و ۵ و ۸ و ۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۸ و ۱۹ و ۲۰

پ ۲۹: ۲ و ۳ و ۴ و ۸ و ۹ و ۱۱ و ۱۳ و ۱۷ و ۱۸ و ۲۰ و ۲۱

پ ۳۰: ۲ و ۳ و ۴ و ۵ و ۸ و ۹ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۹ و ۲۱

اِلَیَّ - میری طرف، مجھ تک، اِلٰی حرفِ جاری ضمیر واحد متکلم مجرور پ ۳/۱۴، پ ۶/۹، پ ۷/۸ و ۱۱ و ۱۶، پ ۸/۵، پ ۹/۱۴، پ ۱۱/۷ و ۱۳، پ ۱۲/۱۳، پ ۱۶/۳، پ ۱۷/۷ و ۱۳، پ ۱۹/۱۴، پ ۲۰/۶ و ۱۳، پ ۲۱/۱۱، پ ۲۲/۱۲، پ ۲۳/۱۴، پ ۲۴/۱۵، پ ۲۵/۱۴، پ ۲۶/۱، پ ۲۹/۱۱

اِلْیَاس - نام ہے ایک پیغمبر جلیل القدر اور اللہ کے رسول کا۔ عام طور پر مفسرین اور مورخین آپ کو انبیاءِ بنی اسرائیل میں شمار کرتے ہیں۔ لیکن عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن عساکر، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ الیاس حضرت ادریسؑ ہی ہیں [1] حضرت ابن مسعود کی اس تفسیر سے ہو سکتا ہے کہ ان دو ناموں میں سے ایک آپ کا اصلی نام ہو اور دوسرا لقب۔ لیکن اگر مشہور نبی حضرت ادریس علیہ السلام مراد ہیں تو اول تو یہ کہ قرآن مجید نے جس انداز سے ان دونوں بزرگوں کا علیحدہ علیحدہ تذکرہ کیا ہے اس کے بظاہر یہ بالکل خلاف معلوم ہوتا ہے۔ نیز سورۂ انعام کی اس آیت کے اعتبار سے بھی اس کی صحت دشوار ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ۭ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَاۗءُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۝ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى

اور یہ ہماری دلیل ہے جو ہم نے ابراہیم کو اس کی قوم کے مقابلہ پر دی تھی۔ ہم جس کے مرتبے بلند کرنا چاہیں بلند کر دیتے ہیں۔ یقیناً تمہارا پروردگار حکمت والا علم رکھنے والا ہے اور بخشا ہم نے ابراہیم کو اسحق اور یعقوب۔ سب کو ہم نے ہدایت دی اور ان سب سے پہلے نوح کو ہدایت دی اور اس کی اولاد میں سے داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ اور ہارون کو بھی اور ہم اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں نیک کام کرنے والوں کو۔ اور زکریا، یحیٰی

[1] اس روایت کی اسناد حسن ہے ملاحظہ ہو قسطلانی شرح صحیح بخاری ج ۵ ص ۳۳ طبع مصر ۱۳۲۳ھ

وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ۭ كُلٌّ عیسیٰ اور الیاس کو کہ یہ سب صالح
مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۙ وَ انسانوں میں سے تھے نیز اسمٰعیل
اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَ الیسع، یونس اور لوط کو اور سب
يُوْنُسَ وَلُوْطًا ۭ وَكُلًّا کو ہم نے بزرگی دی سارے
فَضَّلْنَا عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ۔ جہان والوں پر۔

آیت مذکورہ میں وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ کی ضمیر یا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف راجع ہوگی کیونکہ آپ ہی کا بیان ہو رہا ہے یا حضرت نوح علیہ السلام کی طرف کہ قریب میں آپ کا ذکر آچکا ہے اور یہی زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ حضرت یونس اور لوط علیہما السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے نہیں ہیں۔ بہرصورت قرآن مجید حضرت الیاس علیہ السلام کو حضرت ابراہیم علیہ السلام یا حضرت نوح علیہ السلام کی ذریت میں شمار کرتا ہے۔ حالانکہ حضرت ادریس علیہ السلام کا عہد عام مورخین اور مفسرین کی تصریح کے مطابق حضرت نوح علیہ السلام سے بہت پہلے ہے۔ چنانچہ مستدرک حاکم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ

كانت فيما بين حضرت نوح اور حضرت ادریس
نوح وادریس کے زمانہ میں ایک ہزار سال
الف سنة [1] کا فرق ہے۔

لیکن امام بخاری نے جامع صحیح میں خود حضرت ابن عباس کا بھی تعلیقاً وہی بیان نقل کیا ہے جو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی جس روایت کا امام بخاری نے حوالہ دیا ہے گو اس کی سند ضعیف ہے[2] لیکن یہ واقعہ ہے کہ حضرت ابن عباس کی جس روایت کو حاکم نے ذکر کیا ہے اس سے یہ ہرگز پتہ نہیں چلتا کہ حضرت ادریس علیہ السلام کا عہد حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے ہے بلکہ حضرت نوح علیہ السلام کا پہلے نام لینا اس بات کا قرینہ بن سکتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کا زمانہ پہلے ہو۔ چنانچہ حافظ ابوبکر بن العربی جو اپنے عہد کے نامور اور مستند ترین علماء میں سے ہیں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اسی روایت سے جس کا امام بخاری نے

[1] مستدرک حاکم ج ۲ ص ۵۴۰ طبع دائرۃ المعارف ۱۳۳۴ھ [2] ملاحظہ ہو قسطلانی ج ۵ ص ۳۳۰۔

تعلیقاً ذکر کیا ہے استدلال کرتے ہیں کہ حضرت ادریس علیہ السلام نوح علیہ السلام کے اجداد میں سے نہیں بلکہ انبیاء بنی اسرائیل میں سے تھے کیونکہ حضرت الیاس علیہ السلام کے متعلق وارد ہے کہ آپ اسرائیلی ہیں، وہ اس سلسلہ میں شبِ معراج کی مشہور حدیث بھی پیش کرتے ہیں جس میں حضرت ادریس علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرحباً بالنبی الصالح والاخ الصالح کے الفاظ سے خطاب کیا ہے یعنی آپ کا خیر مقدم نبی صالح اور برادرِ صالح کہتے ہوئے کیا۔ حالانکہ اگر ادریس علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کے اجداد میں سے ہوتے تو حضرت آدم و حضرت ابراہیم علیہما السلام کی طرح وہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال الابن الصالح (نیک بیٹے) کے الفاظ سے کرتے۔

لیکن حافظ ابن کثیر البدایہ والنہایہ میں رقمطراز ہیں کہ ہوسکتا ہے راوی نے اچھی طرح الفاظ کو محفوظ نہ رکھا ہو یا حضرت ادریس علیہ السلام نے بر سبیل تواضع اپنے پدری انتساب کو ذکر نہ کیا ہو [۲]۔

تاہم اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ حضرت ادریس اور حضرت الیاس کی شخصیتوں کے علیحدہ علیحدہ ہونے پر بجز اس کے کہ قرآنِ مجید نے ان کا تذکرہ جدا جدا ناموں سے کیا ہے اور کوئی چیز دلیل کے طور پر نہیں پیش کی جاسکتی۔ اور یہ دلیل خود اپنی جگہ پر ایسی نہیں جس سے اس بحث کا کوئی قطعی فیصلہ ہوسکے۔ رہے عام مورخین کے اس سلسلہ میں بیانات سو وہ تمام تر اسرائیلیات سے ماخوذ ہیں۔ جن کی صحت خود اپنی جگہ پر محلِ بحث ہے۔

ایک روایت میں مرفوعاً بھی مذکور ہے کہ خضر ہی الیاس ہیں۔ ابن مردویہ نے تفسیر سورہ انعام میں اس کو روایت کیا ہے اور حافظ ابنِ حجر عسقلانی نے الاصابہ میں اس کی پوری اسناد نقل کی ہے اور گو کسی راوی پر جرح تو نہیں ذکر کی مگر اس کو نہایت ہی غریب کہا ہے۔ [۳]

قرآن مجید کا مقصد چونکہ ایام اللہ یعنی قصص کے بیان کرنے سے تذکیر و موعظت ہے اس لئے وہ اسی حد تک کسی واقعہ کا ذکر کرتا ہے جس تک

[۱] عینی شرح بخاری ج ۷ ص ۲۷ - طبع مصر۔ [۲] البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۱۰۰ طبع مصر ۱۳۴۸ھ [۳] الاصابہ ج ۱ ص ۶۳ طبع مصر ۱۳۲۳ھ

کہ وہ زندگی پر اثر انداز ہو سکے۔ اور انسان کی فلاح وصلاح میں کام آسکے۔ رہا واقعہ کی جزئیات کا استقصا یا تاریخ نگاری تو یہ قرآن مجید کے موضوع سے علیحدہ ہے۔ حضرت الیاس علیہ السلام کے تذکرہ میں بھی قرآن مجید نے آپ کی زندگی کے اسی پہلو کو نمایاں کیا ہے جو نوعِ انسانی کے لئے نشانِ راہ کا کام دے سکے۔ چنانچہ سورہ انعام میں آپ کے متعلق ہدایت وصلاح کا ذکر ہے اور الصافات میں آپ کا اپنی قوم کو دعوتِ حق دینا۔ بعل کی پرستش پر سرزنش کرنا اور بجز اللہ کے چند مخلص بندوں کے پوری قوم کا آپ کو جھٹلانے کا بیان ہے۔ شارح وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی انبیا علیہم السلام کے واقعات وسوانح کے بیان میں اسی چیز کو ملحوظ رکھا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید نے جو کچھ اس سلسلہ میں بیان کیا ہے کسی صحیح حدیث میں اس سے زیادہ مذکور نہیں۔ اس لئے حضرت الیاس علیہ السلام کے متعلق جو کچھ بھی تاریخ وقصص کی کتابوں میں بیان کیا گیا ہے وہ یا اسرائیلی روایات سے ماخوذ ہے جن کی نہ تصدیق کی جاسکتی ہے نہ تکذیب بلکہ بظاہر صحت سے دور ہی معلوم ہوتی ہیں۔ یا قصہ گو واعظین اور مورخین کے طبع زاد افسانے ہیں۔ جو انھوں نے اعجوبہ گوئی کی دُھن میں عوام کو خوش کرنے کے لئے بیان کر ڈالے۔ چنانچہ حضرت الیاس ؑ کی حیات جاوید۔ اور ہر سال موسم حج میں آپ کی حضرت خضر علیہ السلام یا حضرت الیسع علیہ السلام سے ملاقات اور بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خضرؑ یا حضرت الیاسؑ کا آکر اہل بیت نبوی کی تعزیت کرنا۔ یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی زندگی میں آپ سے ملنا یہ سب خود ساختہ حکایات ہیں حافظ ابنِ کثیر نے البدایہ والنہایہ میں اور حافظ ابن حجر نے الاصابہ میں حضرت خضر علیہ السلام کے تذکرہ میں ان روایات کو بیان کر کے ایک ایک کی تنقید کی ہے تعجب ہے کہ اس قسم کی ایک روایت مستدرک حاکم میں بھی موجود ہے چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں جب ہم منزل پر فروکش ہوئے تو وادی میں کوئی شخص یہ کہہ رہا تھا اللّٰھم اجعلنی من امۃ محمد المرحومۃ المغفورۃ

المتاب لہا (اے اللہ مجھے محمد کی امت میں قرار
دے کہ جس امت پر رحم کیا گیا ہے۔ جس کی مغفرت
کی گئی اور جس کو اجر دیا گیا ہے) انس کا بیان ہے
کہ میں وادی پر آیا تو میں نے ایسے شخص کو پایا جس کا
قد تین سو گز سے بھی زیادہ تھا۔ اس شخص نے مجھ سے
پوچھا تو کون ہے میں نے کہا انس بن مالک خادم
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ دریافت کیا وہ کہاں
ہیں۔ میں نے کہا وہ یہ رہے آپ کی آواز سن رہے
ہیں۔ کہنے لگے تم جاکر ان سے میرا سلام کہو اور
یہ کہو کہ آپ کا بھائی الیاس آپ کو سلام کہتا ہے
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں آکر آپ کو اطلاع دی اور آپ نے ان سے
آکر ملاقات کی معانقہ کیا پھر دونوں بیٹھکر باتیں
کرنے لگے۔ حضرت الیاسؑ نے کہا یا رسول اللہ م
میں ہر سال میں ایک دن کھاتا ہوں اور آج میرے
افطار کا دن ہے لہذا میں اور آپ ساتھ مل کر
کھائیں گے۔ چنانچہ ان دونوں پر آسمان سے ایک
دسترخوان نازل ہوا جس میں روٹی۔ مچھلی اور کرفس
(ایک ترکاری کا نام ہے) تھی۔ ان دونوں نے
خود بھی کھایا اور مجھ کو بھی کھلایا پھر ہم سب نے ملکر
عصر کی نماز پڑھی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
ان کو وداع کیا تو میں نے دیکھا کہ آپ ابر پر سوار
ہوکر آسمان کی جانب روانہ ہوگئے۔ حاکم نے اس
روایت کو نقل کرکے لکھا ہے کہ۔

هذا احدیث — یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور
صحیح الاسناد ولم — بخاری مسلم نے اس کی تخریج
یخرجاہ۔ — نہیں کی۔

لیکن حافظ شمس الدین ذہبی تلخیص المستدرک
میں اس روایت کو نقل کرکے لکھتے ہیں۔

قلت بل موضوع قبح الله — میں کہتا ہوں بلکہ موضوع ہے
من وضعہ۔ وما کنت — اللہ تعالیٰ اس کو وضع کرنے
احسب ولا اجوزان الجهل — والے کا برا کرے۔ میرے
يبلغ بالحاكم الى ان — گمان میں بھی نہ تھا اور نہ میں
يصحح هذا واسنادہ حدثنا — اسے روا سمجھتا تھا کہ حاکم کو
احمد بن سعید المعدانی — جہالت یہاں تک پہنچا کر رہیگی
بنجار احدثنا عبد الله — کہ وہ اس کی تصحیح کردیں گے
بن محمود ثنا عبدان بن — حالانکہ اس کی سند یہ ہے
سیار ثنا احمد بن عبد الله — (سند عربی عبارت میں مذکور ہے)

الہرتی ثنا یزید البلوی پس یا تو یزید بلوی نے
فاماھذا افتراہ واما یہ افترا کیا ہے یا ابن
ابن سبا او۔[۱] سبا نے۔

واضح رہے کہ حضرت الیاس علیہ السلام کے
بارے میں مستشرقین یورپ کا سرمایۂ تحقیق تمامتر یہی
من گھڑت افسانے ہیں جن کے خود ساختہ اور
جعلی ہونے کے متعلق ہمارے محدثین شکر اللہ
مساعیہم صدیوں پہلے تصریح کر چکے ہیں مگر موجودہ
مستشرقین جب اس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں
تو ان ہی افسانوں کو حقائق و واقعات کی شکل میں
پیش کرنے کی سعی نامحمود کرتے ہیں چنانچہ مسٹر وینسنگ
نے انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں حضرت الیاس
علیہ السلام کے مقالہ میں یہی دادِ تحقیق دی ہے۔

پ ۲۳ ع ۸

الْ یَاسِیْنَ۔ الیاس کو الیاسین بھی کہتے ہیں۔
بات یہ ہے کہ الیاس دراصل عجمی نام ہے اور
عجمی ناموں کے بولنے میں اہلِ عرب بڑی تبدیلی
سے کام لیتے ہیں اور ان کا تلفظ مختلف طریقوں

پر کرتے ہیں۔ چنانچہ اسمٰعیل بھی کہتے ہیں اور اسمٰعین بھی۔
میکال بھی بولتے ہیں اور میکائیل و میکائین بھی ابراہیم بھی
کہا جاتا ہے اور براہم و براہام بھی۔ اسی طرح اسرائیل
اور اسرائین، طور سینا اور طور سینین وغیرہ۔ عرب کا
یہ قاعدہ ہے کہ بعض اوقات وہ قوم کے بڑے اور
بزرگ شخص کے نام سے پوری قوم کو موسوم کر دیتے
ہیں چنانچہ جہلبین یا جہالبہ ایک پوری قوم کا نام
ہے گویا ان میں ہر شخص کا نام جہلب ہے۔ اسی پر
قیاس کر کے بعض لوگوں نے الیاسین کو الیاس
کی جمع بتایا ہے اور اس سے مراد حضرت الیاس
علیہ السلام کے متبعین کو لیا ہے۔ بعض الیاسی کی
جمع کہتے ہیں ان کا خیال ہے کہ جمع کی حالت میں
جس طرح اشعرین اور اعجمین میں یار نسبت گر گئی ہے
اس میں بھی ساقط ہو گئی لیکن یہ دونوں توجیہیں
خواہ مخواہ کا تکلف ہیں۔ ال یاسین کے بارے میں
ان کے اصول نحو و عربیت پر صحیح اترنے میں خود علماء
فن کو کلام ہے۔ بعض لوگوں نے آلِ یَاسِیْنَ اور
اَلْیَاسِیْنَ بھی پڑھا ہے لیکن سب قرار توں بعد

[۱] مستدرک حاکم مع تلخیص ذہبی ج ۲ ص ۶۱۷ طبع دائرۃ المعارف ۱۳۴۲ھ

حضرت الیاس علیہ السلام ہی مراد ہیں۔ کلبی نے
آلِ یاسین کے معنی آلِ محمد کے بتلائے ہیں لیکن
علامہ واحدی کا بیان ہے۔
وھذا بعید لان ما یہ بعید معنی ہیں کیونکہ کلام
بعدہ من الکلام وما کا اگلا پچھلا حصہ اس کو
قبلہ لایدل علیہ[1] نہیں بتلاتا۔
اسی طرح علامہ محمود آلوسی نے تصریح کی ہے
کہ اس قسم کے معانی کی صحت سے سیاق سباق
انکار کرتے ہیں[2]
مسٹر وینسنک کی رائے میں العیاذ باللہ محض
ضرورت سجع اور قافیہ کی رعایت کے خیال سے
الیاس کو آل یا یاسین بنا دیا گیا جس کی وجہ سے مفسرین
کو اس کی تشریح میں بڑی دقتیں پیش آئیں[3]
غور فرمائیے جب الیاس کے بارے میں دونوں
لغتیں موجود ہیں اور اہل عرب دونوں طرح اس کو
بولتے ہیں پھر بھی اس کے متعلق تحریف کا دعوی کرنا
علمی بددیانتی کی کیسی شرمناک مثال ہے۔ ایک تمیمی

شاعر کا شعر ہے۔

یقول رب السوق لما جئنا
ھذا ورب البیت اسرائینا

دوسرا شاعر کہتا ہے۔

قالت وکنت رجلا فطینا
ھذا لعمر اللہ اسرائینا

ان دونوں شعروں میں اسرائیل کو اسرائین کہا
گیا ہے۔ ۲۳۸

اَلْیَسَعَ علیہ السلام۔ کہتے ہیں کہ آپ حضرت
الیاس علیہ السلام کے خلیفہ تھے اور آپ کو اللہ تعالی
نے نبوت سے سرفراز فرمایا تھا۔ بعض لوگوں کا خیال
ہے کہ الیسع حضرت الیاس یا حضرت خضر ہی کا نام
ہے مگر یہ صحیح نہیں۔ اسی طرح یہ جو بعض روایات
میں مذکور ہے کہ حضرت خضر تری پر مقرر ہیں اور حضرت
الیسع خشکی پر اور دونوں ہر شب میں سد سکندری پر
ملاقات کرتے ہیں یا حضرت الیاس اور حضرت الیسع
ہر سال موسم حج میں اکٹھے ہوتے اور زمزم پیتے

---

[1] تفسیر فتح القدیر ج ۴ ص ۳۹۸ طبع مصر ۱۳۵۰ھ [2] روح المعانی ج ۲۳ ص ۱۳۹ طبع مصر
[3] ملاحظہ ہو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام مقالہ (الیاس)

میں محض جعلی ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں

اِلَیْکَ۔ تیری طرف۔ تجھ تک اِلیٰ حرفِ جر کَ ضمیر واحد مذکر حاضر مجرور

اِلَیْکِ۔ تیری طرف، تجھ (عورت) تک اِلیٰ حرفِ جار کِ ضمیر واحد مونث حاضر مجرور

اِلَیْکُمْ۔ تمہاری طرف۔ تم تک۔ اِلیٰ حرفِ جار کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مجرور

اِلَیْکُمَا۔ تم دونوں تک۔ تم دونوں کی طرف اِلیٰ حرف جر کُمَا ضمیر تثنیہ مذکر حاضر مجرور

اَلِیْمٌ۔ دردناک۔ دکھ دینے والا۔ بروزن فَعِیْلٌ بمعنی فاعل ہے

اِلَیْنَا۔ ہماری طرف۔ ہم تک۔ اِلیٰ حرفِ جار نَا ضمیر جمع متکلم مجرور

اِلَیْہِ۔ اس کی طرف۔ اس تک۔ اِلیٰ حرفِ جار ہِ ضمیر واحد مذکر غائب مجرور

اِلَیْھَا۔ اس۔ (عورت) کی طرف۔ اس تک اِلیٰ

حرف جار۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب مجرور

۹/۱۴ ۲٦/۵ ۲۱/٦ ۲۹/۱۲

اِلَیْهِمْ۔ ان تک۔ ان کی طرف۔ اِلیٰ حرفِ جار هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مجرور۔ ۳/۱٦ ۴/۱۱و۱۲ ٦/۳و۱۳

۸/۱و۹ ۱۰/۲و۷ ۱۱/۳و۷ ۱۲/۲ ۲۳/۲و٦و۱۵و۱۸و۱۹

۱۴/۱۲و۱۸ ۱۵/۸ ۱٦/۴و۱۲ ۱۷/۱و۵ ۱۹/۷و۱۸ ۲۲/۱۱و۱۹

۲۳/۱ ۲٦/۱۳و۱۹ ۲۸/۴و۷و۹

اِلَیْهِنَّ۔ ان کی طرف۔ اِلیٰ حرفِ جار۔ هُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب مجرور۔ ۱۲/۱۴

فصل المیم

اُمٌّ۔ ماں۔ خواہ قریبی ماں ہو یعنی حقیقی والدہ یا دُور کی ہو یعنی نانی پرنانی وغیرہ سب کو عربی میں ام کہتے ہیں۔ یہاں تک کہ حضرت حوا علیہا السلام تک کو ام کہا جاتا ہے اور اسی کا اثر ہے کہ آج بھی ہم اپنی زبان میں حضرت آدم علیہ السلام کو باوا آدم اور حضرت حوا رضی اللہ عنہا کو ماں حوا کہتے ہیں۔ کسی شے کی اصل یا اس کی تربیت واصلاح کے ذریعہ اور سبب کے لئے بھی ام کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے خلیل نے تصریح کی ہے کہ ہر وہ شے ام سے موسوم ہوسکتی ہے۔ جس کی طرف اس سے تمام متعلق چیزیں ملادی جائیں۔ ۹/۸

اَمْ۔ یا۔ خواہ۔ کیا۔ حرفِ عطف ہے۔ استفہام کے معنی دیتا ہے۔ اور کبھی بمعنی بَلْ یعنی بلکہ اور کبھی بمعنی الف استفہام آتا ہے اور کبھی زائدہ ہوتا ہے۔ ۱/۱و

۱/۹و۱۳و۱۹ ۲/۱۰ ۵/۵و۱۳ ۹/۴ ۹/۱۳ ۱۰/۸ ۱۱/۲و

۱۱/۹و۱۱ ۱۲/۲و۱۳ ۱۳/۸و۱۱ ۱۴/۱۲ ۱۵/۷ ۱٦/۱۳ ۱۷/۲و۵و۷

۱۸/۴و۱۳ ۱۹/۷و۱۸و۱۹ ۲۰/۱و۱۳ ۲۱/۷ ۲۲/۷و۱۷و۱۸

۲۳/۵و٦و۹و۱۰و۱۲و۱۳و۱۴و۱۵ ۲۴/۲و۱۹ ۲۵/۲و۴و۸و۹

۲۵/۱۱و۱۲و۱۳و۱۵و۱۸ ۲٦/۱و۷و۸ ۲۷/۳و۴و۷و۱۰و۱۵

۲۹/۲و۴و۱۱و۱۲ ۳۰/۴

اَمَّا۔ لیکن۔ یا سو۔ حرفِ شرط ہے اور اکثر حالات میں تفصیل کے لئے آتا ہے اور کبھی تاکید کے لئے بھی مستعمل ہوتا ہے۔ ۱/۴ ۳/۹و۱۳ ۴/۲ ٦/۴ ۸/۴ ۱۱/۵

۱۲/۹و۱۵ ۱۳/۸ ۱٦/۱و۳ ۱۹/۲۰ ۲۰/۲و۱۰ ۲۱/۵و۱۵ ۲۴/۱۹ ۲۵/۲۰

۲۷/۱۲ ۲۹/۵و۹، ۳۰/۴و۵و۹و۱۳و۱۷و۱۹و۳٦

اِمَّا۔ اگر۔ یا۔ جزا ہمہ یہ اِنْ اور مَا سے مرکب ہے اور مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے کبھی شک کے لئے

کبھی ابہام کے لئے کبھی اختیار دینے کبھی اباحت بتانے اور کبھی تفصیل بیان کرنے کے واسطے آتا ہے

پ ۱/۱ پ ۷/۱۴ پ ۸/۱۱ پ ۹/۴ و ۱۴ پ ۱۰/۳ پ ۱۱/۲ و ۱۰ پ ۱۳/۱۲ پ ۱۵/۲

پ ۱۶/۲ و ۵ و ۸ و ۱۲ و ۱۶ پ ۲۴/۱۳ و ۱۹ پ ۲۵/۱۰ پ ۲۶/۵ پ ۲۹/۱۹

اَمَاتَ۔ اس نے مار ڈالا۔ اس نے موت دی۔ اِمَاتَۃٌ سے جس کے معنی موت دینے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ پ ۲۴

اَمَاتَہٗ۔ اس کو مردہ کیا۔ اس کو موت دی۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب پ ۳/۴ پ ۳۰/۵

اَمَّارَۃٌ۔ بڑا حکم دینے والا۔ اَمْرٌ سے۔ جس کے معنی حکم دینے کے ہیں مبالغہ کا صیغہ بروزن فَعَّالَۃٌ پ ۱۳/۱

اُمُّ الْقُرٰی۔ مکہ معظمہ کا دوسرا نام ہے۔ ام القری کے معنی بستیوں کی اصل اور جڑ کے ہیں۔ مکہ معظمہ چونکہ ساری دنیا کا دینی مرکز ہے۔ تمام روئے زمین پر خدا کا پہلا گھر وہیں بنا۔ اور قبلۂ اول ہونے کا شرف اسی کو حاصل ہوا۔ زمانِ جاہلیت میں بھی تمام عرب کا دینی و دنیوی مرجع تھا اور آج بھی نہ صرف عرب بلکہ تمام عالمِ اسلامی کا۔ ان وجوہ سے قرآن مجید نے مکہ معظمہ کو ام القری کہا ہے پ ۲۵/۲

اُمُّ الْکِتٰبِ۔ کتاب کی اصل کتاب کی جڑ۔ لوحِ محفوظ۔ قرآن مجید بلکہ تمام آسمانی کتابوں میں دو قسم کی آیتیں ہیں۔ ایک وہ جن کے معنی بالکل صاف اور واضح ہیں یعنی ان میں لغت اور ترکیب کے اعتبار سے کسی قسم کا اجمال اور ابہام نہیں پایا جاتا اور مذہب کے عام اصول مسلمہ کے اعتبار سے ان کے معنی قطعاً متعین ہو چکے۔ دوسری وہ آیتیں جن کے معنی سمجھنے میں کچھ اشتباہ و التباس واقع ہو۔ یا تو اس وجہ سے کہ عبارت میں ابہام یا اجمال ہے یا اس وجہ سے کہ وہ کئی معنی کی محتمل ہے۔ پہلی قسم کی آیتیں محکمات اور دوسری قسم کی متشابہات کہلاتی ہیں۔ چونکہ آیاتِ محکمات درحقیقت کتاب کی ساری تعلیمات کی جڑ اور اصل ہوتی ہیں۔ اس لئے قرآن مجید نے ان کو ام الکتاب کہا ہے۔ اسی طرح لوحِ محفوظ چونکہ تمام علوم کا سرچشمہ ہے اور سارے علوم و فنون اسی کی طرف منسوب ہیں اور سب اسی سے نکلے ہیں۔ بدیں وجہ

اس کو بھی ام الکتاب کے موسوم کیا گیا ہے ۹ ۱۲/۱۲ ۲۵/۲
اِمَامًا - پیشوا۔ مقتدا۔ رہنما۔ بروزن فِعَالٌ اسم ہے بمعنی من یوتم بہ کے یعنی جس کا قصد کیا جائے چونکہ مقتدا اور رہنما کا قصد کیا جاتا ہے اس لئے اس کو امام کہتے ہیں۔ غرض جس کی پیروی کی جائے وہ امام ہے۔ حق میں پیروی ہو یا ناحق میں اور خواہ جس کی پیروی کی جائے وہ انسان ہو کہ اس کے قول و فعل کی اقتدا کریں یا کتاب ہو کہ اس کے اوامر و نواہی پر عمل کیا جائے یا اور کوئی شے مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے آتا ہے نیز جمع کے موقع پر بلفظِ واحد بھی مستعمل ہے ۱۵/۱ ۲/۱۲ ۳/۱۹ ۲/۱۲

اِمَامٍ مُّبِیْنٍ - کھلا راستہ۔ کھلی اصل۔ اِمَامٌ اس کو کہتے ہیں جس کا قصد کیا جائے اور مبین کے معنی واضح اور کھلے ہوئے کے ہیں۔ چونکہ راستہ کا قصد کیا جاتا ہے اور قیامت میں صحائف اعمال کی پیروی کی جائے گی یعنی جیسا ان میں تحریر ہو گا اسی کے مطابق سزا جزا ہو گی۔ اسی طرح لوحِ محفوظ میں جو کچھ مرقوم ہوتا ہے اسی کے مطابق ظہور پذیر ہوتا ہے گویا ہر شے اپنے وجود میں اسی کی پیرو ہوتی ہے اس لئے قرآن مجید نے راستہ اور صحیفۂ اعمال یا لوحِ محفوظ کے لئے امام کا لفظ استعمال کیا ہے۔ چنانچہ سورہ حجر میں ارشاد ہے وَاِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِیْنٍ (اور وہ دونوں (یعنی قوم لوط اور اصحاب الایکہ) کھلے راستے پر واقع ہیں) یہاں امام مبین یعنی کھلا راستہ اس قدیم شاہراہ کو کہا گیا ہے جو عرب کے جغرافیہ میں یمن سے شروع ہو کر ساحل بحر احمر کے کنارہ کنارہ حجاز و مدین سے ہوتی ہوئی خلیج عقبہ کے کنارہ سے نکل کر تیمار وغیرہ کو قطع کرتی ہوئی جاتی ہے۔ تمام قدیم جغرافیوں میں اس شاہراہ کا تذکرہ ملتا ہے، قوم ثمود، قوم لوط، قوم شعیب۔ تیمار اور رقیم کی بستیاں اسی شاہراہ پر حجاز و شام کے درمیان واقع تھیں یہی وہ شاہراہ ہے جو اگلے زمانے میں ہندوستان، یمن اور مصر و شام کے سفر کا تنہا راستہ تھی۔ قریش کے تجارتی قافلے صیف (موسم گرما) اور شتاء (موسم سرما) دونوں زمانوں میں اسی راہ سے گزرتے تھے۔ اور سورہ یٰس میں جو آیت کریمہ وَكُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ فِیْٓ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ - (اور ہر چیز ہم نے ایک کھلی اصل میں گن کر

اس میں امام مبین سے بعض مفسرین نے لوحِ محفوظ مراد لی ہے اور بعض نے صحیفہ اعمال مگر پہلا قول زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے ۳۶: ۱۲

اَمَامَہٗ۔ اس کے سامنے۔ اس کے آگے۔ قُدَّامٌ کی طرح ہے۔ اسم بھی ہوتا ہے اور ظرف بھی ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ہے ۷۵: ۵

اِمَامِهِمْ۔ ان کا پیشوا۔ ان کا سردار۔ اِمَامٌ مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ ۱۷: ۷۱

اَمٰنٰتِ۔ امانتیں۔ اَمَانَۃٌ کی جمع ۴: ۵۸

اَمٰنٰتِکُمْ۔ تمہاری امانتیں۔ اَمَانَاتِ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ ۸: ۲۷

اَمَانَتَهٗ۔ اس کی امانت۔ اَمَانَۃَ مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ ۲: ۲۸۳

اَمٰنٰتِهِمْ۔ ان کی امانتیں۔ اَمَانَاتِ مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ ۲۳: ۸ ۷۰: ۳۲

اَمَانَۃَ۔ امانت۔ آیت شریفہ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا۔ (ہم نے اس امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑ پر پیش کیا تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے اور آدمی نے اس کو اٹھا لیا۔ اس میں شک نہیں کہ انسان بڑا بے ترس اور نادان ہے) میں امانت سے تمام مفسرین کے نزدیک تکلیفِ شرعی مراد ہے۔ حضرت شاہ عبد القادر صاحب موضح القرآن میں رقمطراز ہیں۔

"امانت کیا ہے؟ پرائی چیز رکھنی اپنی خواہش کو روک کر آسمان زمین وغیرہ میں اپنی خواہش کچھ نہیں۔ یا ہے تو وہی ہے جس پر قائم ہیں۔ انسان میں خواہش اور ہے اور حکم خلاف اس کے۔ اس پرائی چیز (یعنی حکم) کو برخلاف اپنے جی کے تھامنا بڑا زور چاہتا ہے اس کا انجام یہ کہ منکروں کو قصور پر پکڑا جائے اور ماننے والوں کا قصور معاف کیا جائے۔ اب بھی یہی حکم ہے کسی کی امانت کوئی جان کر ضائع کر دے تو بدلہ دینا پڑے گا اور بے اختیار ضائع ہو جائے تو کچھ نہیں۔" ۳۳: ۷۲

اَمَانِیَّ۔ جھوٹی آرزوئیں۔ خیالات کے اندازے،

امیدیں ٹھیرائی ہوئیں بروزن اَفَاعِیْل بتشدید یا ہے اُمْنِیَّۃٌ کی جمع۔ جس کے معنی کسی ٹھیرائی ہوئی تمنا اور اندازہ کی ہوئی چیز کے ہیں۔ بعض مفسرین نے اَمَانِیَّ کے معنی جھوٹی باتوں کے اور بعض نے بے سمجھے بوجھے پڑھ لینے کے بیان کئے ہیں چونکہ جھوٹی بات میں ایک بے حقیقت چیز کا ٹھیرانا ہوتا ہے اور بے سمجھے بوجھے پڑھنا اندازہ پر چلنا ہے اس لئے یہ دونوں معنی بھی امنیہ سے مراد ہو سکتے ہیں پ ۱

پ ۱۵ ۱۸

اَمَانِیُّکُمْ۔ تمہاری ٹھیرائی ہوئی امیدیں۔ تمہارے خیالات کے اندازے۔ اَمَانِیَّ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ پ ۵

اَمَانِیُّھُمْ۔ ان کی باندھی ہوئی آرزوئیں۔ ان کے ٹھیرائے ہوئے خیالات۔ اَمَانِیُّ مضاف ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ پ ۱۲

اِمَآئِکُمْ۔ تمہاری لونڈیاں۔ اِمَاءٌ۔ اَمَۃٌ کی جمع مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ پ ۱۸

اَمَۃٌ۔ لونڈی۔ باندی۔ اٰم ہے پ ۱۱

اُمَّۃٌ۔ امت، جماعت، مدت، طریقہ، دین، ہر وہ جماعت جن میں کسی قسم کا کوئی رابطۂ اشتراک موجود ہو اسے امت کہا جاتا ہے۔ خواہ یہ اتحاد مذہبی وحدت کی بنا پر ہو یا جغرافیائی اور عصری وحدت کی وجہ سے۔ اور خواہ اس رابطہ میں امت کے اپنے اختیار کو دخل ہو یا نہ ہو۔ اخفش نے تصریح کی ہے کہ امت باعتبار لفظ کے واحد ہے اور باعتبار معنی کے جمع نیز حیوان کی ہر جنس ایک امت ہے[۱]۔ ابن درستویہ کا بیان ہے کہ جہاں بھی امت کے معنی مدت کے ہوں گے وہاں اس کا مضاف محذوف ہوگا اور مضاف الیہ مضاف کے قائم مقام سمجھا جائیگا[۲]۔ اس لحاظ سے وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْھُمُ الْعَذَابَ اِلٰٓی اُمَّۃٍ مَّعْدُوْدَۃٍ (اور اگر ہم ان سے عذاب کو ایک مدت معلوم تک روکے رکھیں) اور وَادَّکَرَ بَعْدَ اُمَّۃٍ (اور اس کو مدت کے بعد یاد آیا) میں لفظ زَمَن یا حِیْن محذوف ہے گویا اصل میں

[۱] عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۹۸۔ باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا نکتب ولا نحسب

[۲] ملاحظہ ہو فتح القدیر للشوکانی ج ۳ ص ۲۹ طبع مصر ۱۳۵۰ھ

یوں تھا الیٰ زمن امۃ معدودۃ اور بعد
حین امۃ زمن اور حین کو حذف کرکے مضاف
الیہ یعنی لفظ امت کو اس کا قائم مقام سمجھا گیا۔
امت کے مجازی معنی طریقہ اور دین کے
بھی آتے ہیں۔ عرب والے بولتے ہیں۔
فلان لا امۃ لہ یعنی فلاں کا
کوئی دین اور طریقہ نہیں۔[1] پ ۱/۱۵ و ۱۶
پ ۲/۱ و ۱۰ پ ۴/۲ و ۳ پ ۵/۳ پ ۶/۱۱ و ۱۳ پ ۷/۱۹
پ ۸/۱۱ پ ۹/۱۰ و ۱۱ و ۱۲ پ ۱۱/۷ و ۱۰ پ ۱۳/۱ و ۱۰ و ۱۶ پ ۱۴/۲
پ ۱۴/۱ و ۱۱ و ۱۸ و ۱۹ و ۱۲ پ ۱۶/۶ و ۱۲ و ۱۹ پ ۱۸/۳ و ۹
پ ۱۸/۴ و ۱۳ پ ۲۰/۳ و ۶ و ۱۰ پ ۲۲/۱۵ پ ۲۳/۶
پ ۲۵/۲ و ۸ و ۹ و ۱۰

اَمْتًا۔ ٹیلا۔ اونچان۔ نشیب و فراز۔
کسی چیز کا مختلف ہونا۔ پ ۱۶/۱۵

اِمْتَازُوْا۔ تم الگ ہو جاؤ۔ اِمْتِیَازٌ
سے۔ جس کے معنی الگ ہونے اور
ممیز ہو جانے کے ہیں۔ امر کا صیغہ جمع
مذکر حاضر۔ پ ۲۳/۳

اِمْتَحَنَ۔ اس نے جانچ لیا۔ اِمْتِحَانٌ
سے۔ جس کے معنی آزمانے اور جانچنے کے
ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔
(ملاحظہ ہو اِبْتَلٰی) پ ۲۶/۱۲

اِمْتَحِنُوْهُنَّ۔ ان عورتوں کو جانچ لو
اِمْتَحِنُوْا اِمْتِحَانٌ سے۔ امر کا
صیغہ جمع مذکر حاضر۔ هُنَّ ضمیر جمع مؤنث
غائب۔ پ ۲۸/۸

اَمْتِعَتِکُمْ۔ تمہارے اسباب۔
تمہارے سازوسامان۔ اَمْتِعَةٌ۔ مَتَاعٌ۔
کی جمع۔ جس کے معنی ہر قسم کی چیز بست
اور مال و اسباب کے۔ جس سے انسان
اس دنیوی زندگی میں تھوڑا بہت
نفع اندوز ہو سکے۔ مضاف کُمْ ضمیر
جمع مذکر مضاف الیہ۔ پ ۵/۱۱

اُمَتِّعْکُنَّ۔ میں تم کو کچھ فائدہ پہنچا دوں

[1] عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۹۸ -

اُمْتِعُ تَمْتِيْعٌ سے۔ جس کے معنی تھوڑا بہت فائدہ پہنچانے یا تھوڑا بہت مال اسباب دینے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد متکلم۔ کُنَّ ضمیر جمع مؤنث حاضر۔ پ۲۱

اُمَتِّعْهُ۔ میں اس کو کچھ نفع پہنچاؤں گا اس میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ہے۔ پ۱۵

اُمَّتُكُمْ۔ تمہارا گروہ۔ تم لوگ اُمَّۃً مضاف۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ پ۱۷ پ۱۸

اِمْتَلَأْتِ۔ تو پُر ہو گئی۔ تو بھر گئی اِمْتِلَاءٌ سے۔ جس کے معنی پُر ہونے اور بھر جانے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مؤنث حاضر پ۲۶

اَمَتَّنَا۔ تو نے ہم کو موت دی۔ اَمَتَّ اِمَاتَۃٌ سے۔ جس کے معنی موت دینے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ نَا ضمیر جمع متکلم ہے پ۲۴

اَمْثَال۔ مثالیں۔ مانند۔ مَثَلٌ اور مِثْلٌ کی جمع۔ جس کے معنی مانند اور نظیر کے ہیں۔ امثال القرآن یعنی قرآن مجید نے جو مثالیں اور نظیریں بیان کی ہیں یہ ایک مستقل فن ہے۔ بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن میں پانچ چیزیں نازل ہوئی ہیں۔ حلال وحرام۔ محکم اور متشابہ۔ اور امثال۔ پس حلال پر عمل کرو۔ حرام سے بچو۔ محکم کی اتباع کرو۔ متشابہ پر ایمان لاؤ۔ اور امثال سے عبرت پکڑو۔ [1]

---

[1] اتقان ج ۲ ص ۱۳۱ طبع مصر ۱۳۴۳ھ

ابوعبدالرحمٰن سلمی، ابوالحسن ماوردی، اور ابن قیم کی اس موضوع پر مستقل تصانیف ہیں۔ پ ۱۳ ر ۸ و ۱۶ و ۱۹، پ ۱۴/۱۹، پ ۵/۱۵، پ ۱۱ و ۱۹/۱۸، پ ۲/۱۹، پ ۱۲/۳۰، پ ۱۲/۲۷، پ ۶/۲۸

اَمْثَالُکُمْ۔ تمہاری طرح۔ تم جیسے۔ اَمْثَالُ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ۔ پ ۱۰، پ ۱۴/۹، پ ۸/۲۶، پ ۱۵/۲۷

اَمْثَالُهَا۔ اس جیسے۔ اَمْثَالُ مضاف ھَا ضمیر واحد مونث غائب مضاف الیہ پ ۸، پ ۵/۲۶

اَمْثَالُهُمْ۔ ان کی مثالیں، ان جیسے اَمْثَالُ مضاف ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ پ ۲۶، پ ۳۰/۲۹

اَمْثَلُهُمْ۔ ان میں بہتر۔ اَمْثَلُ کے اصلی معنی تو زیادہ مشابہ کے ہیں لیکن اس کا استعمال اسی شخص کے لئے ہوتا ہے جو اچھے لوگوں کے مشابہ ہو اور اسی اعتبار سے اس کے معنی زیادہ بہتر اور زیادہ نیک کے آتے ہیں۔ پ ۱۴/۱۶

اَمَدٌ۔ مدت۔ اَمَدٌ اور اَبَدٌ دونوں قریب المعنی ہیں۔ فرق یہ ہے کہ ابد غیر متعین اور غیر محدود زمانہ کا نام ہے اور امد محدود مگر غیر متعین زمانہ کا۔ البتہ اَمَدٌ کَذَا یعنی اتنی مدت کہہ کر اس کی تعیین کی جا سکتی ہے۔ زمان اور امد کے لفظ میں صرف اتنا فرق ہے کہ امد کا استعمال باعتبار غایت یعنی کسی چیز کی مدت ختم ہونے کے لحاظ سے ہوتا ہے اور زمان کا لفظ مبداء اور غایت دونوں کے لئے عام ہے۔ یعنی شروع زمانہ کے بتانے کے لئے بھی اور انتہائی زمانہ کے بتلانے کے لئے بھی۔ اَمَدٌ پ ۱۸/۲۷ آمَدًا پ [illegible]، پ ۱۳/۵، پ [illegible]

اَمْدَدْنٰکُمْ۔ ہم نے تمہاری مدد کی۔ اَمْدَدْنَا اِمْدَادٌ سے جس کے معنی مدد کرنے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ جمع متکلم کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر پ ۱۵

اَمْدَدْنٰهُمْ۔ ہم نے ان کی مدد کی۔ اس میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے پ ۲۷

اَمَدَّکُمْ۔ اس نے تمہاری مدد کی۔ اس نے تم کو پہنچایا۔ اَمَدَّ۔ اِمْدَادٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر پ ۱۹

اَمْرٌ۔ کام۔ معاملہ۔ حالت۔ حکم۔ امر کا لفظ تمام اقوال و افعال کے لئے عام ہے چنانچہ آیت شریفہ اِلَیْهِ یُرْجَعُ الْاَمْرُ کُلُّهٗ (اسی کی طرف رجوع کی

سب کام کا) وغیرہ میں امر اپنے اسی عمومی معنی میں مستعمل ہے۔ جب امر حکم کے معنی میں آئے تو یہ ضروری نہیں کہ وہ بصیغۂ امر ہی ہو بلکہ خواہ بصیغہ امر ہو خواہ بلفظ خبر یا بطریق اشارہ کنایہ ہو۔ سب امر کے معنی میں داخل ہے۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ صلوات اللہ علیہ وسلامہ نے اپنے مقدس صاحبزادے حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں اپنے ہاتھ سے ذبح کرتے ہوئے دیکھا چونکہ نبی کا خواب سچا ہوتا ہے معلوم ہوا بچے کی قربانی کا حکم ہے۔ اسی لئے قرآن نے جب اس واقعہ کو بیان کیا تو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی زبانی اس کو امر قرار دیا۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام خواب کا واقعہ اپنے اکلوتے صاحبزادے کو سنا کر ان سے اس بارے میں رائے طلب کرتے ہیں تو ذبیح اللہ کی زبان سے ارشاد ہوتا ہے۔ یٰاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ (ابا جان آپ کیجئے جس کا آپ کو حکم ہوا ہے) آیت شریفہ میں خواب کے غیبی اشارہ کو امر کہا گیا ہے۔ آیت شریفہ اَتٰی اَمْرُ اللّٰہِ (آپہنچا حکم اللہ کا) میں امر سے قیامت

کی طرف اشارہ ہے۔ پ۲/۹و۱۳ پ۴/۳و۷و۸ پ۵/۳و۵و۸
پ۶/۱۲ پ۷/۷و۱۲ پ۸/۱۷ پ۹/۸ پ۱۱/۲و۳و۹ پ۱۲/۳و۵و۷و۹و۹
پ۱۲/۱۰و۱۲و۱۵ پ۱۳/۷و۸و۹و۱۰و۱۶ پ۱۴/۵و۷و۸و۹و۱۰و۱۷
پ۱۵/۱۰و۱۹ پ۱۶/۳و۵و۷و۱۳و۱۷ پ۱۷/۱۹ پ۱۸/۱۵ پ۱۹/۳و۱۸
پ۲۰/۸ پ۲۱/۳و۱۴ پ۲۳/۱۳ پ۲۵/۱۴و۱۸ پ۲۶/۳و۷و۱۳و۱۵ پ۲۷/۱و۸و۹
پ۲۷/۱و۱۸ پ۲۹/۱۸ پ۳۰/۹و۱۲ اَمْرًا پ۱/۱۴ پ۳/۱۳ پ۱۰/۱ پ۱۳/۱۴
پ۱۴/۳ پ۱۵/۲۱ پ۱۶/۵ پ۱۹/۱۸ پ۲۲/۲ پ۲۳/۱۲ پ۲۵/۱۲و۱۳ پ۲۶/۱۸
پ۲۸/۱۷ پ۳۰/۲

اَمَرَ۔ اس نے حکم دیا۔ اس نے فرمایا۔ (نَصَرَ) اَمْرٌ سے جس کے معنی حکم دینے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب پ۱/۴ پ۵/۱۴ پ۹/۱۰ پ۱۳/۱۵ پ۱۴/۹ پ۳۰/۲۱

اُمُرْ۔ تو حکم دے۔ اَمْرٌ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر پ۹/۷و۱۲ پ۱۶/۱۷ پ۳۱/۱۱

اَمَرُّ۔ بہت تلخ۔ مَرَارَۃٌ سے جس کے معنی کڑوا ہونے اور تلخی کے ہیں افعل التفضیل کا صیغہ پ۲۷/۳

اِمْرًا۔ بھاری۔ عجیب۔ انوکھا۔ قابلِ انکار۔ اسم ہے۔ پ۱۵/۲۲

اِمْرُؤٌ۔ مرد۔ انسان۔ شخص۔ اِمْرَءٌ کی ہمزہ بحالت رفع واؤ کی شکل میں اور بحالتِ نصب الف کی

شکل میں اور بحالتِ جر یا کی شکل میں آتی ہے۔
اس کی را کو ضمہ بھی آتا ہے اور فتحہ بھی اور رفع
کی حالت میں ضمہ اور نصب کی حالت میں فتحہ
اور جر کی حالت میں کسرہ کے ساتھ پڑھنا بھی
درست ہے۔ پ۴/۲ اِمْرَأً پ۵/۱۶ اِمْرِئٍ پ۸/۱۸ پ۲۶/۳
پ۸/۱۶ و ۲۹ پ۵/۳۰

اِمْرَأَةٌ ۔ عورت۔ اِمْرَءٌ کی مونث پ۱۲/۳ پ۱۶/۵
پ۱۲/۱۹ پ۳/۲۲

اِمْرَأَتَانِ ۔ دو عورتیں۔ اِمْرَأَةٌ کا تثنیہ بحالتِ
رفع۔ پ۳/۳

اِمْرَأَتُ عِمْرَانَ ۔ عمران کی عورت، عمران
کی بیوی یہ حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ ماجدہ
اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جدہ محترمہ ہیں۔
رضی اللہ عنہا۔ ان کا اسم مبارک حنہ تھا۔ یہ عبرانی
نام ہے۔ مستدرک حاکم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ
عنہ سے مروی ہے کہ حضرت حنہ نے حضرت مریم
کو جنا اور حضرت مریم نے حضرت عیسیٰ کو معراج[1]

کی مشہور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو خالہ زاد
بھائی فرمایا ہے[2]۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ حضرت
یحییٰ علیہ السلام کی بھی نانی ہوتی ہیں پ۳/۲

اِمْرَأَتُ الْعَزِيْزِ ۔ عزیز کی عورت۔ عزیز کی
بیوی بعض علما اس کا نام راعیل بنت رعابیل
بتلاتے ہیں اور بعض زلیخا بنت تملیخا۔ زلیخا کا تلفظ
زا کے زبر اور لام کے زیر سے مشہور ہے اور بعض زا
کو پیش اور لام کو زبر دیتے ہیں۔ پ۱۲/۱۴ و ۱۲/۱۷

اِمْرَأَتَ فِرْعَوْنَ ۔ فرعون کی عورت۔
فرعون کی بیوی۔ ان کا نام آسیہ بنت مزاحم تھا۔
رضی اللہ عنہا۔ فرعونیوں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام
کے قتل سے انہیں نے روکا تھا۔ سورۂ تحریم میں اللہ تعالیٰ
نے ان کے ایمان کا تذکرہ کیا ہے اور مومنین کے
لئے ان کی مثال بیان فرمائی ہے، فرعون کو جب
ان کے ایمان کا حال کھلا تو وہ کمبخت ان کو طرح
طرح کی ایذائیں دینے لگا۔ ابن ابی شیبہ، عبد بن

---

[1] مستدرک حاکم ج ۲ ص ۵۹۲ طبع دائرۃ المعارف ۱۳۴۰ھ

[2] صحیح بخاری کتاب الانبیا باب قول اللہ ذکر رحمۃ ربک عبدہ زکریا

حمید، ابن المنذر، ابن جریر، حاکم نیز بیہقی نے اپنی کتاب شعب الایمان میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان کو چلچلاتی دھوپ میں کھڑا کر کے ایذائیں دی جاتیں اور جب لوگ ایذائیں دے کر ہٹ جاتے تو فرشتے اپنے بازوؤں سے ان پر سایہ فگن ہوتے، ان کو جنت میں اپنا گھر نظر آتا تھا۔ حاکم نے مستدرک میں اس روایت کو بخاری، مسلم کی شرط پر صحیح بتلایا ہے اور ذہبی نے تلخیص میں ان کی رائے سے اتفاق ظاہر کیا ہے[1] مسند احمد، مستدرک حاکم، اور معجم طبرانی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنتی بیبیوں میں سب سے افضل خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد، مریم بنت عمران اور آسیہ بنت مزاحم ہیں۔ آسیہ فرعون کی اہلیہ تھیں اپنی اس فضیلت کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کے متعلق ہم کو اس آیت میں بتائی ہے قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِي عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ الآیہ۔ صحیحین میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مردوں میں سے تو بہت سوں کو کمال حاصل ہوا مگر عورتوں میں بجز آسیہ، فرعون کی اہلیہ اور مریم بنت عمران کے اور کسی کو یہ بات نصیب نہیں ہوئی۔ اور بلاشبہ عائشہ کو عورتوں پر وہی فضیلت حاصل ہے جو ثرید کو اور کھانوں پر ہے۔[2] [3] [4]

[1] ملاحظہ ہو فتح القدیر ج ۵ ص ۲۲۹ طبع مصر ۱۳۵۰ھ و مستدرک مع تلخیص ج ۲ ص ۴۹۶ و ۴۹۷۔

[2] صحیح بخاری کتاب الانبیا باب قول اللہ تعالیٰ ضرب اللہ مثلا للذین آمنوا امرأۃ فرعون و صحیح مسلم کتاب الفضائل

[3] تعجب ہے کہ حافظ ابن کثیر اور قاضی شوکانی نے صحیحین کے حوالے سے اس حدیث میں حضرت آسیہ اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے ساتھ حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کا نام بھی ذکر کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۲ طبع میریہ ۱۳۰۱ھ و تفسیر فتح القدیر ج ۵ ص ۲۴۹) حالانکہ صحیحین میں حضرت خدیجہ کا نام اس استثناء میں کہیں مذکور نہیں، البتہ معجم طبرانی، حلیۃ الاولیا ابو نعیم اصفہانی اور تفسیر ثعلبی میں جو روایت درج ہے اس میں حضرت آسیہ اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے بعد حضرت خدیجہ بنت خویلد اور حضرت فاطمہ بنت محمد رضی اللہ عنہا کا بھی اس استثنا میں نام لیا گیا ہے۔

(ملاحظہ ہو فتح الباری ج ۶ ص ۳۲۱ طبع میریہ ۱۳۰۰ھ)

اِمْرَاَتَ لُوْطٍ ۔ لوط کی عورت، لوط کی بیوی مقاتل کا بیان ہے کہ اس کا نام والعہ[۵۱] تھا قرآن مجید میں جو حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کے متعلق اپنے شوہروں سے خیانت کرنا مذکور ہے۔ اس سے مراد خیانت دینی ہے حرامکاری اور بدکاری نہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ان دونوں کی خیانت یہ تھی کہ وہ ان پیغمبروں کے دین پر نہ تھیں۔ نوح علیہ السلام کی بیوی تو ان کے خفیہ راز پر مطلع رہتی اور جب کوئی شخص ان پر ایمان لاتا تو قوم کے سرکشوں کو اس کی اطلاع دیتی۔ اور لوط علیہ السلام کی بیوی کی خیانت یہ تھی کہ جب حضرت لوط علیہ السلام کسی کی مہمانداری کرتے تو یہ شہر کے بدکاروں کو خبر دیتی[۵۲] پ ۲۸

اِمْرَاَتَ نُوْحٍ ۔ نوح کی عورت، نوح کی بیوی مقاتل نے اس کا نام والہہ بتایا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بطرقِ صحیحہ حدیث و تفسیر کی متعدد کتابوں میں منقول ہے کہ حضرت نوح اور لوط علیہما السلام کی جن دو بیویوں کا قرآن مجید میں ذکر ہے۔ ان دونوں نے حرامکاری نہیں کی تھی۔ نوح علیہ السلام کی بیوی کی خیانت تو یہ تھی کہ وہ لوگوں سے کہتی یہ دیوانے ہیں اور لوط علیہ السلام کی بیوی کی خیانت یہ تھی کہ وہ لوگوں کو مہمانوں کے متعلق اطلاع دیدیتی، قرآن مجید میں اسی خیانت کا ذکر ہے۔[۵۳] پ ۲۸

اِمْرَاَتٰنِ ۔ دو عورتیں۔ اِمْرَاَۃٌ کا تثنیہ بحالتِ رفع۔ پ ۳

اِمْرَاَتُكَ ۔ تیری عورت۔ تیری بیوی۔ اِمْرَاَۃٌ مضاف۔ كَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ۔ پ ۱۲/۷ پ ۳۰/۱۹

اِمْرَاَتُهٗ ۔ اس کی عورت۔ اس کی بیوی اِمْرَاَۃٌ مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ پ ۳/۱۴ پ ۱۲/۶و۱۳ پ ۱۴/۴ پ ۱۹/۱۹ پ ۲۰/۱۹ پ ۲۶/۱۹ پ ۳۰/۳۶

اِمْرَاَتِیْ ۔ میری عورت۔ میری بیوی۔ اِمْرَاَۃٌ مضاف ی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ پ ۳/۱۲ پ ۱۶/۴

اِمْرَاَتَیْنِ ۔ دو عورتیں۔ اِمْرَاَۃٌ کا تثنیہ بحالت

[۵۱] البحر المحیط ج ۸ ص ۲۹۴ طبع مصر ۱۳۲۸ھ [۵۲] تفسیر ابن کثیر ج ۱۰ ص ۳۰ [۵۳] تفسیر فتح القدیر ج ۵ ص ۲۴۹۔

نصب وجر۔ پ ۲۰/۶

اُمِرْتُ۔ مجھے حکم دیا گیا ہے۔ اَمْرٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد متکلم پ ۷/۸ پ ۸/۹ پ ۱۱/۲،۵،۶ پ ۱۱/۱۳ پ ۲۰/۳ پ ۱۶/۲۳ پ ۱۲/۲۴

اُمِرْتَ۔ تجھے حکم دیا گیا۔ اَمْرٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ پ ۱۲/۱۰ پ ۳/۲۵

اَمَرْتُكَ۔ میں نے تجھ کو حکم دیا۔ اَمَرْتُ اَمْرٌ سے۔ ماضی کا صیغہ واحد متکلم۔ کَ ضمیر واحد مذکر حاضر۔ پ ۹/۸

اَمَرْتَنِیْ۔ تو نے مجھے حکم کیا۔ اَمَرْتَ اَمْرٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم پ ۶/۷

اَمَرْتَهُمْ۔ تو نے ان کو حکم دیا۔ اس میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے۔ پ ۱۳/۱۹

اَمَرَكُمْ۔ اس نے تم کو حکم دیا۔ اَمَرَ صیغہ ماضی كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر پ ۱۳/۲

اَمْرُكُمْ۔ تمہارا کام۔ اَمْرُ مضاف كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ پ ۱۲/۱۱ پ ۴/۱۵

اَمَرْنَا۔ ہم نے حکم دیا۔ یہاں امرِ تکوینی مراد ہے

اَمْرٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم پ ۲/۱۵

اُمِرْنَا۔ ہم کو حکم دیا گیا۔ اَمْرٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ جمع متکلم پ ۱۵/۷

اَمَرَنَا۔ اس نے ہم کو حکم دیا۔ اَمَرَ صیغہ ماضی، نَا ضمیر جمع متکلم پ ۱۰/۸

اَمْرُنَا۔ ہمارا حکم، ہمارا کام۔ اَمْرُ مضاف نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ پ ۶/۷ پ ۱۲/۱۰ پ ۸/۱۱ پ ۴،۵،۶،۹/۱۲ پ ۶،۷،۸/۱۲ پ ۱۳/۱۵ پ ۱۱/۱۶ پ ۵/۱۷ پ ۱۹/۲۱ پ ۸/۲۳ پ ۹/۲۵

اٰمُرَنَّهُمْ۔ میں ان کو ضرور حکم دوں گا۔ اٰمُرَنَّ مضارع با نون تاکید کا صیغہ واحد متکلم هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب پ ۱۵/۵

اَمَرُوْا۔ انھوں نے حکم دیا۔ اَمْرٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب پ ۱۳/۱۷

اُمِرُوْا۔ ان کو حکم دیا گیا۔ اَمْرٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب پ ۶/۵ پ ۱۱/۱۰ پ ۲۳/۳۰

اٰمُرُهٗ۔ میں اس کو حکم دیتی ہوں۔ اٰمُرُ اَمْرٌ سے مضارع کا صیغہ واحد متکلم۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب پ ۱۲/۱۳

اَمَرَهٗ۔ اس کو حکم دیا۔ اَمَرَ صیغہ ماضی ہٗ ضمیر واحد

مذکر غائب پ ۳۰/۵

اَمْرُهٗ۔ اس کا حکم۔ اس کا کام امر مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ پ ۱/۱۳ پ ۳/۶ پ ۷/۳ پ ۸/۱۴ پ ۹/۹ پ ۱۲/۱۳ پ ۱۳/۱۲ پ ۱۴/۱،۷ پ ۱۵/۱۶ پ ۱۷/۲، ۳، ۶، ۱۶ پ ۱۸/۱۵ پ ۲۱/۹،۸ پ ۲۳/۴، ۱۲ پ ۲۴/۷ پ ۲۵/۱۸ پ ۲۸/۱۷

اَمْرَهَا۔ اس کا کام اس کا حکم۔ امر مضاف ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ پ ۲۴/۱۶ پ ۲۸/۱۷

اَمَرَهُمْ۔ ان کو حکم دیا۔ اَمَرَ صیغہ ماضی هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب پ ۱۳/۱ پ ۲۸/۱۹

اَمْرُهُمْ۔ ان کا کام۔ ان کا معاملہ۔ ان کا حکم۔ اَمْرٌ مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ پ ۴/۲ پ ۱۲/۱۲ پ ۱۳/۵ پ ۱۵/۱۵ پ ۱۶/۱۲ پ ۱۷/۲ پ ۱۸/۴ پ ۲۳/۲ پ ۲۵/۵ پ ۲۸/۱۵،۵

اٰمِرُوْنَ۔ حکم دینے والے۔ اٰمِرٌ کی جمع۔ اَمْرٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر غائب پ ۱۱/۱۳

اَمْرِیْ۔ میرا حکم۔ میرا کام۔ امر مضاف ی متکلم کی مضاف الیہ پ ۵/۲۲ پ ۱۶/۱۲،۱۰ پ ۱۹/۱۸ پ ۲۳/۱۰

اَمْسِ۔ کل گزشتہ۔ ظرف زمان پ ۱۱/۵ پ ۲۰/۱۱

اِمْسَاكٌ۔ روک رکھنا۔ بروزن اِفْعَالٌ مصدر ہے پ ۲/۱۳

اِمْسَحُوْا۔ تم مسح کرو۔ تم ملو۔ (فَتْحٌ) مَسْحٌ جس کے معنی ہاتھ پھیرنے اور پونچھنے کے آتے ہیں امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ ۵/۶ پ ۶/۴

اَمْسِكْ۔ تو روک رکھ۔ اِمْسَاكٌ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر پ ۲۲/۲ پ ۲۳/۱۳

اَمْسَكَ۔ اس نے روک رکھا۔ اِمْسَاكٌ کے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب پ ۲۹/۲

اَمْسَكْتُمْ۔ تم نے روک رکھا۔ اِمْسَاكٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ ۱۵/۱۱

اَمْسَكْنَ۔ انھوں نے روک رکھا۔ اِمْسَاكٌ سے۔ ماضی کا صیغہ جمع مؤنث غائب پ ۶/۵

اَمْسِكُوْهُنَّ ان عورتوں کو روک رکھو۔ ان کو رکھ لو۔ اَمْسِكُوْا اِمْسَاكٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر هُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب پ ۲/۱۳ پ ۴/۱۴ پ ۲۸/۱۷

اَمْسَكَهُمَا۔ اس نے ان دونوں کو روک رکھا اَمْسَكَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب هُمَا ضمیر تثنیہ مذکر غائب پ ۲۲/۱۷

اَمْشَاجٍ ۔ ملے ہوئے۔ مخلوط۔ مَشِیْجٌ مَشِیْجٌ مَشْجٌ
اور مَشِجٌ کی جمع جس کے معنی ملے جلے کے ہیں ۲۹/۱۹

اِمْشُوْا ۔ تم چلو (ضَرَبَ) مَشْیٌ سے جس کے معنی
چلنے کے ہیں امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۲۳/۲

اِمْضُوْا ۔ تم چلے جاؤ (نَصَرَ، ضَرَبَ) مُضِیٌّ سے
جس کے معنی گزر جانے اور چلے جانے کے ہیں امر کا
صیغہ جمع مذکر حاضر ۱۴/۵

اَمْضِیَ ۔ میں چلا جاؤں گا۔ (نَصَرَ وَضَرَبَ)
مُضِیٌّ سے مضارع کا صیغہ واحد متکلم ۱۵/۱۲

اَمْطِرْ ۔ تو برسا۔ اِمْطَارٌ سے جس کے معنی برسانے
کے ہیں۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ مشہور لغوی
ابوعبید رہ نے تصریح کی ہے کہ مَطَرَ کا استعمال
باران رحمت میں ہوتا ہے اور اَمْطَرَ کا نزول
عذاب میں۔[لہ] ۹/۱۸

اُمْطِرَتْ ۔ اس پر برسایا گیا ہے۔ اِمْطَارٌ سے
ماضی مجہول کا صیغہ واحد مونث غائب ۴/۱۹

اَمْطَرْنَا ۔ ہم نے برسایا۔ اِمْطَارٌ سے ماضی کا
صیغہ جمع متکلم ۸/۱۷ ۱۳/۲ ۱۲/۵ ۱۹/۱۹،۱۲

اَمْعَآءَهُمْ ۔ ان کی آنتیں۔ اَمْعَآءٌ مِعًى کی جمع
جس کے معنی آنت کے ہیں مضاف ہے هُمْ ضمیر
جمع مذکر غائب مضاف الیہ ۲/۲۶

اُمُّكَ ۔ تیری ماں۔ اُمٌّ مضاف كَ ضمیر واحد
مذکر حاضر مضاف الیہ ۱/۱۶

اُمُّكِ ۔ تیری ماں۔ اُمٌّ مضاف كِ ضمیر واحد
مونث حاضر مضاف الیہ ۶/۱۶

اُمْكُثُوْا ۔ تم ٹھیرے رہو۔ (نَصَرَ) مُكْثٌ سے جس کے
معنی ٹھیرے رہنے کے ہیں۔ امر کا صیغہ جمع مذکر
حاضر ۱۰/۱۶ ۲۰/۸

اَمْكَنَ ۔ اس نے پکڑوایا۔ اس نے قابو دلوایا۔
اِمْكَانٌ سے جس کے معنی ایک کو دوسرے پر قابو
دلوانے اور پکڑوانے کے آتے ہیں ماضی کا صیغہ
واحد مذکر غائب ۱۰/۴

اَمَلُ ۔ امید۔ توقع۔ آمَالٌ جمع ۴/۱۴ اَمَلًا ۱۵/۱۸

اِمْلَاقٍ ۔ مفلس تنگدست ہونا۔ بروزن
اِفْعَالٌ مصدر ہے۔ ۸/۴ ۱۵/۴

اَمْلَئَنَّ ۔ میں ضرور بھر دوں گا۔ (فَتَحَ) مَلْأٌ سے

لہ فتح القدیر شوکانی ج ۲ ص ۲۱۲ طبع مصر ۱۳۵۰ھ۔

جس کے معنی بھرنے اور پُر کرنے کے آتے ہیں مضارع بانونِ تاکید کا صیغہ واحد متکلم پ۹ ۱۰/۳۲ ۱۲/۱۵ ۱۲/۳۲

اَمْلِكُ۔ میں مالک ہوں۔ میں اختیار رکھتا ہوں (ضَرَبَ) مُلْكٌ سے۔ جس کے معنی مالک ہونے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد متکلم پ۶ ۱۲/۹ ۱۰/۱

پ۱۳ ۱۲/۲۹

اَمْلٰى۔ اس نے مہلت میں ڈالدیا۔ اس نے لمبی لمبی امیدیں دلائیں۔ اِمْلَاءٌ سے جس کے معنی مہلت میں ڈالنے۔ ڈھیل چھوڑنے اور لمبی امیدیں دلانے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب پ۲۶

اُمْلِيْ۔ میں ڈھیل دونگا۔ میں ڈھیل دیئے جاتا ہوں۔ اِمْلَاءٌ سے مضارع کا صیغہ واحد متکلم پ۹ ۱۲/۲۹

اَمْلَيْتُ۔ میں نے ڈھیل دی۔ اِمْلَاءٌ سے ماضی کا صیغہ واحد متکلم ۱۱/۱۳ ۱۳/۱۴

اُمَمٌ۔ امتیں۔ فرقے۔ اصناف۔ انواع۔ جماعتیں اُمَّةٌ کی جمع (ملاحظہ ہو اُمَّةٌ) پ۷ ۱۰/۱۱ ۱۱/۸ ۳/۱۳ ۱۰/۱۱ ۱۲/۱۲ ۱۲/۱۲ ۱۲/۱۳ ۱۲/۱۴ اُمَمًا ۱۰/۹

اُمِّ مُوْسٰى۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ماں۔ ان کا نام کیا تھا اس کے تعین میں مختلف اقوال ہیں۔ بعض میانہ بنت یصہر بن لاوی بتلاتے ہیں اور بعض یوخابذ (بخار معجمہ و بار موحدہ) اور بعض یارخا اور بعض یارخت اور بعض اور کچھ بیان کرتے ہیں[1]۔ سلیمان جمل ناقل ہیں کہ ان کا نام یوحانذ تھا (بضم یا و کسر نون و بذال معجمہ) ثعلبی کا بیان ہے کہ حضرت موسیٰ کی والدہ لوخا بنت ہاند بن لاوی بن یعقوب ہیں[2]۔ اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ یہ نبیہ نہیں تھیں[3]۔ اور قرآن مجید میں جو یہ وارد ہے کہ اِذْ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّكَ مَا يُوْحٰٓى (جب ہم نے حکم بھیجا تیری ماں کو جو آگے سناتے ہیں) اور دَ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى (اور ہم نے حکم بھیجا موسیٰ کی ماں کو) تو یہاں پر لفظ ایحاء سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا نبیہ ہونا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ نبی وہ ہے جس کی طرف احکام الٰہی کی وحی ہو اور

[1] روح المعانی ج ۲۰ ص ۳۹ طبع مصر۔ [2] حاشیہ الجمل علی الجلالین ج ۳ ص ۲۳۵ طبع مصر ۱۳۵۲ھ [3] تفسیر فتح القدیر ج ۳ ص ۱۵۴۔

پھر ان کی تبلیغ کا امر ہو۔ یہاں یہ صورت نہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو جو حکم دیا گیا تھا سورۂ طٰہٰ اور سورۂ قصص میں وہ بالتفصیل مذکور ہے۔ یہ حکم کس ذریعہ سے اور کیونکر ان کو پہنچا اس کے متعلق مفسرین کی مختلف آرا ہیں۔ بعض کہتے ہیں خواب دیکھا تھا۔ بعض کا خیال ہے بیداری کا واقعہ ہے الہام ہوا تھا۔ بعض کہتے ہیں خود فرشتہ نے آکر کہا تھا اور یہی زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ رہا غیر انبیا کی طرف فرشتوں کا آنا یہ اپنی جگہ پر ثابت ہے۔ قرآن مجید میں حضرت مریم کے پاس فرشتہ کا آنا مذکور ہے ارشاد ہے فَاَرْسَلْنَا اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا (پھر ہم نے اس کے پاس اپنا فرشتہ بھیجا تو وہ اس کے سامنے پوری پوری انسانی شکل میں نمایاں ہوا) صحیحین میں اگلے زمانے میں تین اشخاص کے امتحان کے لئے ایک فرشتہ کے بھیجے جانے کا ذکر ہے جن میں ایک گنجا تھا، دوسرا کوڑھی اور تیسرا اندھا۔ امتحان میں کامیاب رہا اور دوسرے دونوں ناکام ثابت ہوئے۔[1]

اٰمَنَ - وہ ایمان لایا۔ اِیْمَانٌ سے۔ جس کے معنی ایمان لانے اور ماننے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب (اَلَّذِیْ اٰمَنَ کے لئے ملاحظہ ہو رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ) ۱/۲و۸و۱۵ ۲/۶ ۳/۱و۸ ۴/۱و۳ ۵/۵ ۶/۱۲ ۷/۱۱ ۸/۱۷و۱۸ ۱۰/۹ ۱۱/۱۴و۱۵ ۱۳/۳ ۱۷/۲و۷و۱۳ ۱۹/۴ ۲۰/۱۰و۱۱و۱۵ ۲۲/۱۱ ۲۳/۹و۱۰ ۲۸/۱

اٰمِنْ - تو ایمان لا۔ اِیْمَانٌ سے۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ۲۶/۲

اٰمْنٌ - امن۔ بےخوفی۔ دلجمعی۔ مصدر ہے۔ ۵/۸ ۷/۱۵ اٰمْنًا ۱/۱۵ ۱۸/۱۲

اَمِنَ - اس نے اعتبار کیا۔ وہ بےخوف ہو گیا۔ وہ نڈر ہو گیا۔ اَمْنٌ سے جس کے معنی اعتبار کرنے مطمئن ہونے اور نڈر ہونے کے آتے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ۳/۷ ۹/۲ ۳۴/۱۲

اَمَّنْ - یا کون۔ بھلا کون۔ بھلا جو۔ مرکب ہے ہمزۂ استفہام اور مَنْ اسم موصول سے (ملاحظہ ہو ہمزہ اور مَنْ) ۱۲/۹ ۲۰/۱ ۲۳/۱۵ ۲۶/۲

اٰمَنَّا - ہم ایمان لائے۔ اِیْمَانٌ سے ماضی کا صیغہ

---

[1] تفسیر فتح القدیر ج ۳ ص ۱۵۴۔

جمع متکلم پ۱ ۲و۹و۱۶ پ۷ ۹و۱۰و۱۳و۱۴ پ۲ ۳و۱۱ پ۶ ۱۰و۱۳
پ۶ ۱و۵ پ۹ ۳ پ۱۶ ۱۲ پ۱۸ ۶ پ۱۹ ۷ پ۲۰ ۹و۱۳ پ۲۱ ۱ پ۲۲ ۱۲
پ۲۳ ۱۲ پ۲۶ ۱۳ پ۲۹ ۲و۱۱

اٰمِنًا - امن والا۔ پرامن۔ اَمْنٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ پ۱ ۱۵ پ۴ ۸ پ۱۳ ۱۸ پ۲۰ ۹ پ۲۱ ۳ پ۲۴ ۱۹

اٰمَنْتُ - میں ایمان لایا۔ میں نے مانا۔ میں نے یقین کرلیا۔ اِیْمَانٌ سے ماضی کا صیغہ واحد متکلم پ۱۱ ۱۴ پ۲۳ ۱ پ۲۵ ۳

اٰمَنَتْ - وہ ایمان لائی۔ اس نے مانا۔ اِیْمَانٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ پ۸ پ۱۱ ۱۴و۱۵ پ۱۴ ۱ پ۲۸ ۱۳

اٰمِنَةً امن والی۔ پرامن۔ اَمْنٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ پ۱۴ ۲۱

اَمَنَةً - امن۔ دلجمعی۔ چین۔ اَمْنٌ کی طرح مصدر ہے۔ پ۴ پ۹ ۱۶

اَمِنْتُكُمْ - میں نے تمہارا اعتبار کیا۔ اَمِنْتُ اَمْنٌ سے جس کے معنی اعتبار کرنے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد متکلم کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر پ۱۳ ۱

اٰمَنْتُمْ - تم ایمان لائے۔ تم نے مانا۔ تم نے یقین کیا۔ اِیْمَانٌ سے۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ۱ ۱۶ پ۵ ۱۸
پ۸ ۱۴ پ۹ ۲ پ۱۰ ۱ پ۱۱ ۱۰و۱۳ پ۱۶ ۱۲ پ۱۹

اَمِنْتُمْ - تم مطمئن ہوئے۔ تم امن میں ہوئے۔ تم نڈر ہوگئے۔ اَمْنٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر ءَاَمِنْتُمْ میں ہمزہ اولیٰ استفہام کی ہے پ۲ ۸و۱۵ پ۱۵ ۷ پ۲۹ ۲

اٰمَنُكُمْ - میں تمہارا اعتبار کروں۔ اَمِنَ اَمْنٌ سے مضارع کا صیغہ واحد متکلم کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر پ۱۲ ۲

اُمْنُنْ - تو احسان کر۔ تو خرچ کر۔ (نَصَرَ) مَنٌّ سے جس کے معنی احسان کرنے کے آتے ہیں۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر پ۲۳ ۱۲

اٰمِنُوْا - تم ایمان لاؤ۔ اِیْمَانٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ۱ ۲و۵و۱۱و۱۳و۱۶ پ۳ ۱۹ پ۴ ۹و۱۱
پ۵ ۳و۷ پ۶ ۲ پ۷ ۵ پ۹ ۱۰ پ۱۰ ۱۲ پ۱۵ ۱۲ پ۲۵ ۳ پ۲۶ ۳
پ۲۷ ۱۴ پ۲۸ ۱۵

اَمِنُوْا - وہ نڈر ہوگئے۔ وہ بے خوف ہوگئے اَمْنٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب پ۹ ۱ پ۱۴ ۲۱

اٰمَنُوْا - وہ ایمان لائے۔ انھوں نے مانا۔ انھوں نے یقین کیا۔ اِیْمَانٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر

غائب پ۱/۲و۳و۸و۹و۱۲و۱۳و۱۶ پ۲/۳و۴و۵و۶و۷
پ۲/۶و۹و۱۰و۱۱و۱۷ پ/۲و۳ پ۳/۵و۶و۹و۷و۱۳و۱۵و۱۶
پ۴/۱و۲و۳و۵و۷و۸و۱۰و۱۱و۱۳ پ۵/۲و۳و۴و۵و۶و۷
پ۵/۱۰و۱۵و۱۶و۱۸ پ۶/۱و۴و۵و۶و۱۰و۱۲و۱۳و۱۴و۱۵
پ۷/۱و۲و۴و۵ پ۸/۱۱و۱۲و۱۸ پ۹/۱و۴و۶و۱۶و۱۸
پ۱۰/۲و۶و۹و۱۰و۱۱و۱۲و۱۴ پ۱۱/۳و۴و۵و۶و۱۲و۱۵
پ۱۲/۲و۳و۵و۶و۸ پ۱۳/۱و۱۰و۱۶و۱۷ پ۱۴/۱۹و۲۰ پ۱۵/۱۳و۱۹
پ۱۶/۳و۸و۹ پ۱۷/۹و۱۰و۱۲و۱۳و۱۷ پ۱۸/۸و۹و۱۰و۱۳
پ۱۸/۱۴و۱۵ پ۱۹/۱۵و۱۹ پ۲۰/۱۳ پ۲۱/۲و۵و۸و۹و۱۰و۱۵و۱۸
پ۲۲/۳و۴و۶و۷و۱۲ پ۲۳/۲و۹و۱۱و۱۲و۱۶ پ۲۴/۶و۸و۹
پ۲۴/۱۱و۱۵و۱۶و۱۹ پ۲۵/۳و۴و۵و۶و۱۳و۱۸و۲۰ پ۲۶/۲و۵
پ۲۶/۶و۸و۹و۱۲و۱۳و۱۴ پ۲۷/۳و۱۷و۱۸و۱۹و۲۰
پ۲۸/۲و۴و۶و۷و۸و۹و۱۰و۱۲و۱۳و۱۴و۱۶و۱۸و۱۹و۲۰
پ۲۹/۱۵ پ۳۰/۸و۹و۱۰و۱۵و۲۰و۲۲و۲۶

اٰمِنُوْنَ - امن والے۔ بےخوف۔ مطمئن۔ اٰمِنٌ کی جمع اَمْنٌ سے اسمِ فاعل کا صیغہ جمع مذکر بحالتِ رفع اٰمِنُوْن ہوگا اور بحالتِ نصب وجر اٰمِنِیْنَ پ۲۳/۱۱

اٰمَنَهُمْ - ان کو امن دیا۔ اٰمَنَ اِیْمَانٌ سے جس کے معنی امن دینے کے بھی آتے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب پ۳۰/۳۱

اُمْنِیَّتِہٖ - اس کا خیال۔ اس کی تمنا۔ اس کی قرأت اُمْنِیَّۃِ مضاف ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔ اُمْنِیَّۃٌ کا استعمال دو معنی میں ہوتا ہے اول تمنا کی وہ صورت جو ذہنِ انسانی میں حاصل ہو دوم قرأت تَمَنّیٰ سے ماخوذ ہے۔ ابو مسلم اصفہانی نے تَمَنِّیْ کے معنی نِہَایَۃُ التَّقْدِیْر یعنی مقررہ اندازے کے انتہا کو پہنچنے کے بتائے ہیں۔ تمنا کرنے والا اپنے اندازہ کے مطابق ایک مقررہ چیز کا خیال کرتا اور پڑھنے والا حروف کا اندازہ رکھتا اور ان کا تصور قائم کرتا ہے اسی اعتبار سے اُمْنِیَّۃٌ کا لفظ عربی زبان میں دونوں معنی کے لئے استعمال ہوتا ہے (مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تَمَنّٰی) پ۱۷/۱۲

اٰمِنِیْنَ مطمئن۔ دلجمع۔ بےخوف۔ اٰمِنٌ کی جمع بحالتِ نصب وجر پ۱۳/۵ پ۱۴/۴و۶ پ۱۹/۱۱ پ۳۰/۷ پ۲۴/۸ پ۲۵/۱۶ پ۲۶/۱۲

اُمَنِّیَنَّهُمْ میں ان کو امیدیں دلا دوں گا۔ اُمَنِّیَنَّ، تَمْنِیَۃٌ سے جس کے معنی آرزوئیں

دلانے کے ہیں۔ مضارع با نون تاکید کا صیغہ واحد متکلم هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب پ۵ ۱۵

اَمْوَاتٌ ۔ مردے۔ مَیِّتٌ کی جمع (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو اموت) پ۲ ۳ پ۱۴ پ۲۲ ۱۵ اَمْوَاتًا پ۱ ۲ پ۲ ۸ پ۲۹ ۲۱

اَمْوَالٌ ۔ مال۔ دولتیں۔ مَالٌ کی جمع پ۲ ۴ و ۷ پ۳ ۱۲ پ۶ ۲ پ۱۰ ۹ و ۱۱ پ۱۵ ۱ و ۷ پ۲۱ ۷ پ۲۷ ۱۹ پ۲۹ ۶ اَمْوَالًا پ۱۰ ۱۵ پ۱۱ ۱۴ پ۲۳ ۱۰

اَمْوَالُكُمْ ۔ تمہارے مال اَمْوَالُ مضاف۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ پ۲ ۷ پ۴ ۹ پ۵ ۱۰ و ۱۳ پ۵ ۱ و ۲ پ۶ ۱۲ پ۱۰ ۱۲ پ۲۲ ۱۱ پ۲۶ ۸ پ۲۸ ۱۰ و ۱۲ و ۱۶

اَمْوَالِنَا ۔ ہمارے مال۔ اَمْوَالِ مضاف نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ پ۱۲ ۸ پ۲۶ ۱۰

اَمْوَالِهِمْ ۔ ان کے مال اَمْوَالِ مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ پ۳ ۴ و ۵ و ۶ و ۱۰ پ۴ ۱۲ و ۳ پ۵ ۱ و ۳ پ۱۰ ۶ و ۹ و ۱۳ و ۱۵ پ۱۱ ۱۲ و ۳ و ۱۳ پ۱۳ ۱۹ پ۲۶ ۱۸ پ۲۷ ۱۳ و ۱۴ پ۲۸ ۱۸ پ۲۹ ۲ و ۳ پ۳۰ ۷

اَمُوْتُ ۔ میں مروں گا۔ مَوْتٌ سے۔ جس کے معنی مرنے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد متکلم

انواعِ حیات کے اعتبار سے موت کی بھی مختلف نوعیں ہیں (۱) انسانی، حیوانی، نباتی نشوونما کے بالمقابل جو کیفیت پائی جاتی ہے وہ بھی ایک طرح کی موت ہی ہے۔ ارشاد حق ہے۔ يُحْىِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا (اللہ زندہ کرتا ہے زمین کو اس کے مرنے کے بعد) یہاں زمین کی موت سے مراد اس میں نشوونما کا نہ ہونا اور اس کی شادابی اور روئیدگی کا فنا ہو جانا ہے۔ (۲) زوالِ احساس چنانچہ يٰلَيْتَنِىْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا (کسی طرح میں مر چکتی اس سے پہلے) اور ءَاِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا (کیا جب میں مر جاؤں تو پھر زندہ ہو کر نکلوں گا) میں موت سے زوالِ احساس ہی مراد ہے (۳) زوالِ عقل یعنی جہالت جیسے اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِىْ بِهٖ فِى النَّاسِ (بھلا ایک شخص جو کہ مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا اور ہم نے اس کو روشنی دی جس کو وہ لوگوں میں لئے پھرتا ہے) یعنی جو پہلے بے عقل اور جاہل تھا اس کو ہم نے علم کی روشنی سے حیاتِ تازہ در رونقِ بے اندازہ عنایت کی۔ آیتِ شریفہ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ

الْمَوْتٰی (تو مردوں کو سنا نہیں سکتا) میں بھی یہی
عقل کے مردے مراد ہیں۔ (۴) وہ حزن و ملال
جو زندگی کو مکدر کر کے چھوڑ دے جسے ہماری زبان
میں بے موت مرنا کہتے ہیں۔ ارشاد ہے وَيَأْتِيهِ
الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَمَا هُوَ بِمَيِّتٍ (اور
چلی آتی ہے اس پر موت ہر طرف سے اور وہ
نہیں مرتا) (۵) نیند کی حالت چنانچہ اہلِ عرب
کا مقولہ ہے النوم موت خفیف والموت
نوم ثقیل (نیند خفیف قسم کی موت ہے اور موت
سخت قسم کی نیند) هُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُمْ بِاللَّيْلِ
(وہی تو ہے جو تم کو رات میں وفات دیتا ہے) یہاں
وفات سے یہی موت مراد ہے۔ حدیث شریف
میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خواب سے
بیدار ہوتے تو فرماتے الحمد للہ الذی احیانا
بعد ما اماتنا (اللہ ہی کے لئے حمد ہے جس نے
مرنے کے بعد ہم کو زندہ فرمایا)[۱] ۲۱/۵

أُمُوْرٌ۔ معاملات۔ کام۔ اَمْرٌ کی جمع (ملاحظہ ہو
اَمْرٌ) ۲/۹ ۲/۱۰، ۲ ۱/۱۳، ۲ ۱۲/۱۴، ۱۲ ۳۱/۱۱، ۱۳ ۲۲/۱۳

۳۵/۵ ۹۶ ۳۶/۱۸

أُمُّهٗ۔ اس کی ماں۔ اس کا ٹھکانا۔ اُمُّ مضاف
ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ (ملاحظہ ہو
اُمّ) ۴/۱۲ ۶/۱۲، ۷ ۸/۳ ۲۰/۲ ۲۱/۱۱ ۲۶/۲ ۳۰/۵، ۶

أُمِّهَا۔ اس کی ماں۔ ان کی بڑی بستی۔ آیت شریفہ
وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ
فِي أُمِّهَا رَسُولًا يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا (اور تیرا
رب نہیں غارت کرنے والا بستیوں کو جب تک
کہ نہ بھیج لے ان کی بڑی بستی میں کسی کو پیغام دے کر
جو سنائے ان کو ہماری باتیں) میں اُمِّهَا کے معنی
ان کی بڑی بستی کے ہیں ھَا ضمیر قریٰ کی طرف
راجع اس اعتبار سے اس کے معنی ہوئے بستیوں
کی ماں یعنی بڑی بستی۔ اُمِّ مضاف ھَا ضمیر واحد
مونث غائب مضاف الیہ۔ ۲۰/۹

أُمَّهَاتٌ۔ مائیں۔ اُمٌّ کی جمع (ملاحظہ ہو اُمٌّ)
۴/۱۱

أُمَّهَاتُكُمْ۔ تمہاری مائیں۔ اُمَّهَاتُ مضاف
کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ ۴/۱۵ ۱۴/۱۷

---

[۱] سنن ابن ماجہ ص ۲۸۰ طبع فاروقی

پ۱۲ ع۶ پ۱۴ ع۱۵ پ۱۵ ع۱۵ پ۲۸ ع۶

اُمَّهٰتُهُمْ - ان کی مائیں۔ اُمَّهَات مضاف۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ پ۲۱ ع۱ پ۳۰ ع۱

اَمْهِلْهُمْ - ان کو ڈھیل دے۔ اَمْهِلْ اِمْهَالٌ سے جس کے معنی مہلت دینا اور ڈھیل چھوڑنے کے ہیں۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب پ۱۱

اُمِّيْ - میری ماں۔ اُمِّ مضاف ی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ ہے

اُمِّيٌّ - امّی۔ جو نہ لکھ سکے نہ کتاب پڑھ سکے۔ زجاج نے تصریح کی ہے کہ امی وہ ہے جو امتِ عرب کی صفت پر ہو۔ بے پڑھا لکھا ہونا عرب کی مخصوص صفت تھی جس میں وہ دوسری قوموں سے ممتاز تھے۔ صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انا امۃ امیۃ لا نکتب ولا نحسب (ہم امی جماعت ہیں نہ لکھنا جانیں نہ حساب کرنا) اس اعتبار سے امی کو عامی کی طرح سمجھنا چاہئے کیونکہ عامی وہ ہے جو عامۃ الناس کی صفت پر ہو

بعض علماء کے خیال میں امی اُمّ کی طرف منسوب ہے چونکہ مائیں اکثر بے پڑھی لکھی ہوتی ہیں اس اعتبار سے بے پڑھے لکھے شخص کا انتساب ماں کی طرف مناسب ہوا یا چونکہ بے پڑھے لکھے شخص کی حالت گویا وہی ہوتی ہے جس حالت پر کہ اس کو ماں نے جنا تھا اس لحاظ سے اس کی نسبت ماں کی طرف کی جانے لگی۔ امام باقرؒ کی طرف یہ خیال منسوب کیا جاتا ہے کہ وہ اس کو ام القری (مکہ) کی طرف منسوب بتلاتے تھے چونکہ اہل مکہ یعنی قریش من حیث القوم بے پڑھے لکھے ہی تھے اس وجہ سے بے پڑھے لکھے شخص کو امی کہا جانے لگا۔ قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی النبی الامی کہا گیا ہے۔ کیونکہ خود قرآن ہی آپ کو مخاطب کر کے آپ کی یہ صفت بیان کر رہا ہے وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ (اور آپ اس سے پہلے نہ تو کوئی کتاب پڑھتے تھے اور نہ اپنے دستِ مبارک سے کچھ لکھتے تھے تب تو البتہ یہ باطل پرست شبہ میں پڑتے) گویا آپ کے امی ہونے سے ایک طرف تو قرآن مجید

اپنے اعجاز کو ثابت کر رہا ہے اور دوسری طرف
آپ کے اس معجزہ کی طرف توجہ دلائی جارہی ہے
کہ باوجود امی ہونے کے کمالِ علوم سے سرفراز ہیں
پس اس لحاظ سے لفظ امی آپ کے حق میں صفتِ
مدح ہے دوسروں کے حق میں نہیں جیسے صفتِ
تکبر کہ ذاتِ باری کے لئے صفتِ مدح ہے اور
غیر کے لئے مذموم ہے[1] پ ۹ / ۱۰

اُمِیْتُ ۔ میں مار ڈالتا ہوں۔ میں مار ڈالونگا۔ اِمَاتَۃٌ
سے۔ جس کے معنی موت دینے کے ہیں مضارع
کا صیغہ واحد متکلم ہے پ ۳

اٰمِّیْنَ ۔ قصد کرنے والے۔ اَمٌّ سے جس کے معنی
قصد کرنے کے ہیں۔ اسمِ فاعل کا صیغہ جمع مذکر،
واحد اٰمٌّ پ ۶

اَمِیْنٌ۔ امانت دار۔ امن والا معتبر اَمَانَۃٌ اور
اَمْنٌ سے۔ اسمِ فاعل کا صیغہ بھی ہوسکتا ہے اور اسم
مفعول کا بھی کیونکہ فَعِیْلٌ کا وزن دونوں میں مشترک
ہے۔ فراء نے اس کو بمعنی فاعل بتایا ہے[2] اور بعض
دوسرے علماء نے بمعنی مفعول پ ۱۹ / ۱ پ ۱۳ / ۱

پ ۱۹ / ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ و ۱۸ پ ۲۰ / ۲ پ ۲۵ / ۱۲ و ۱۲ پ ۳۰ / ۹ و ۲۰

اُمِّیُّوْنَ ۔ بے پڑھے لکھے، اُمِّیٌّ کی جمع بحالتِ
رفع۔ پ ۱

اُمِّیِّیْنَ ۔ ان پڑھ۔ امی لوگ۔ اُمِّیٌّ کی جمع بحالتِ
نصب و جر۔ پ ۳ / ۱۰ و ۱۶ پ ۲۸ / ۱۱

فصل النون المعجمہ

اَنْ ۔ کہ۔ یہ کہ۔ اس کی چار صورتیں ہیں (۱) اَنْ مصدریہ
ماضی اور مضارع دونوں پر داخل ہوتا ہے اور اس کا
مابعد بمنزلہ مصدر ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں مضارع
کو نصب دیتا ہے جیسے اَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ
یعنی روزہ رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے۔ (۲) اَنْ مخففہ
جو کہ شروع میں ثقیلہ تھا پھر خفیفہ کر لیا گیا یہ کسی شے
کی تحقیق اور ثبوت کے معنی دیتا ہے جیسے عَلِمَ
اَنْ سَیَکُوْنُ مِنْکُمْ مَّرْضٰی (معلوم ہوا کہ بیشک تم
سے کتنے ہی بیمار ہو جائیں گے) (۳) اَنْ زائدہ جو
لَمَّا کی تاکید کے لئے آتا ہے جیسے فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ
الْبَشِیْرُ (پھر جب پہنچا خوشخبری دینے والا) (۴)

---

[1] ملاحظہ ہو روح المعانی ج ۹ ص ۷۰۔ طبع مصر [2] تفسیر فتح القدیر سورۃ والتین۔

اَنْ مفسرہ۔ یہ ہمیشہ اس فعل کے بعد آتا ہے جس میں کہنے کے معنی پائے جائیں۔ خواہ کہنے کے معنی پر اس فعل کی دلالتِ لفظی ہو جیسے فَاَوْحَیْنَآ اِلَیْہِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْکَ (پھر ہم نے اس کو حکم بھیجا کہ کشتی بنا) یا دلالتِ معنوی جیسے وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْھُمْ اَنِ امْشُوْا۔ (اور ان میں سے کئی شخص چل کھڑے ہوئے کہ چلو) یعنی ان کے اٹھ کر چلنے کا مطلب گویا یہ کہنا ہے کہ تم بھی چلو۔ پ۱: ۳و۸و۱۱و

پ۱: ۱۳و۱۴و۱۵ — پ۲: ۳و۵و۶و۷و۹و۱۰و۱۲و۱۳و۱۴و

پ۲: ۱۵و۱۶ — پ۳: ۲و۳و۴و۶و۷و۹و۱۴ — پ۴: ۱و۳و۵و۶و۸و۱۱و

پ۴: ۱۲و۱۴و۱۵ — پ۵: ۱و۲و۴و۵و۶و۹و۱۰و۱۱و۱۲و۱۴و

پ۵: ۱۵و۱۶و۱۷و۱۸ — پ۶: ۱و۲و۴و۵و۶و۷و۹و۱۰و۱۱و

پ۶: ۱۲و۱۳و۱۵ — پ۷: ۲و۴و۵و۶و۸و۹و۱۰و۱۲و۱۳و

پ۷: ۱۴و۱۵ — پ۸: ۱و۲و۳و۵و۷و۸و۹و۱۱و۱۲و۱۳و

پ۸: ۱۵و۱۶و۱۷ — پ۹: ۱و۲و۳و۴و۵و۱۰و۱۱و۱۲و۱۳و۱۵و۱۷

پ۱۰: ۴و۸و۹و۱۱و۱۳و۱۴و۱۶و۱۷و۱۸ — پ۱۱: ۲و۳و۴و۶و

پ۱۱: ۷و۹و۱۳و۱۴و۱۵و۱۶و۱۷ — پ۱۲: ۲و۳و۴و۶و۷و۸و

پ۱۲: ۱۲و۱۳و۱۵ — پ۱۳: ۲و۳و۴و۵و۶و۹و۱۰و۱۱و۱۳و

پ۱۳: ۱۴و۱۶و۱۷و۱۸ — پ۱۴: ۲و۴و۵و۷و۸و۱۰و۱۱و

پ۱۴: ۱۲و۱۵و۱۹و۲۲ — پ۱۵: ۱و۲و۵و۶و۷و۸و۹و۱۰و

پ۱۵: ۱۱و۱۳و۱۶و۱۷و۲۰و۲۱ — پ۱۶: ۱و۲و۳و۴و۵و۶و

پ۱۶: ۹و۱۱و۱۲و۱۳و۱۴و۱۵و۱۷ — پ۱۷: ۲و۳و۵و۶و۹و

پ۱۷: ۱و۳و۱۹ — پ۱۸: ۲و۴و۷و۸و۹و۱۱و۱۲و۱۳و۱۴و۱۵و۱۷

پ۱۹: ۲و۳و۴و۶و۷و۸و۹و۱۵و۱۶و۱۷و۱۸و۱۹ — پ۲۰: ۱و۲و

پ۲۰: ۳و۴و۵و۶و۷و۸و۱۰و۱۱و۱۲و۱۳و۱۵و۱۶ — پ۲۱: ۳و

پ۲۱: ۴و۹و۱۰و۱۱و۱۵و۱۷ — پ۲۲: ۲و۳و۴و۵و۶و۸و۱۰و

پ۲۲: ۱۱و۱۲و۱۷ — پ۲۳: ۲و۳و۴و۷و۱۰و۱۳و۱۵و۱۶و۱۹ — پ۲۴: ۳و۸و

پ۲۴: ۹و۱۲و۱۳و۱۷ — پ۲۵: ۳و۴و۶و۷و۹و۱۲و۱۳و۱۸و۱۹

پ۲۶: ۲و۴و۸و۹و۱۰و۱۱و۱۳و۱۴ — پ۲۷: ۲و۳و۶و۷و۱۲و۱۵و

پ۲۷: ۱۸و۱۹ — پ۲۸: ۱و۳و۶و۷و۸و۹و۱۳و۱۵و۱۶و۱۷و۱۹و۲۰

پ۲۹: ۲و۳و۴و۸و۹و۱۱و۱۲و۱۳و۱۵و۱۶و۱۷و۱۸و۲۰

پ۳۰: ۳و۵و۶و۹و۱۰و۱۵و۲۱

اِنْ۔ اگر، نہیں، تحقیق و تاکید۔ اس کی بھی چار صورتیں ہیں (۱) اِنْ شرطیہ جیسے اِنْ یَّنْتَھُوْا یُغْفَرْ لَھُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ (اگر وہ باز آجائیں تو معاف ہو ان کو جو کچھ ہو چکا) (۲) اِنْ نافیہ یہ جملہ اسمیہ پر بھی آتا ہے اور جملہ فعلیہ پر بھی۔ چنانچہ آیتِ شریفہ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ ھُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ (سو یہ کچھ

نہیں مگر پیچھے پڑے اپنے خیال کے اور کچھ نہیں مگر اٹکلیں دوڑاتے ہیں) دونوں کی مثال ہے (۲) پہلا جملہ فعلیہ ہے اور دوسرا اسمیہ۔ اس کے بعد اکثر اِلَّا یا لَمَّا آتا ہے مگر ہر جگہ آنا ضروری نہیں جیسے اِنْ عِنْدَكُمْ مِنْ سُلْطٰنٍ بِهٰذَا (تمہارے پاس اس کی کوئی سند نہیں) (۳) اِنْ موکدہ جو زائد ہوتا ہے اور مَا نافیہ کی تاکید کرتا ہے جیسے وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ (اور ہم نے ان کو مقدور دیا تھا ان چیزوں کا جن کا تم کو مقدور نہیں دیا) یہاں اِنْ نافیہ بھی بن سکتا ہے (۴) اِنْ مخففہ جو اَنَّ ثقیلہ سے مخفف ہو کر اِنْ بن گیا۔ یہ تحقیق و ثبوت کے معنی دیتا ہے۔ اس کے بعد لام مفتوح کا آنا لازمی ہے جیسے وَاِنْ كَانَ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ لَظٰلِمِيْنَ (بلاشبہ اصحاب الایکہ ظالم تھے)

پ ۱: ۳و۴و۹و۱۰و۱۱و

پ ۱: ۱۳و۱۹ — ۲: ۱و۵و۶و۷و۸و۹و۱۱و۱۲و۱۳و۱۴و۱۵و

پ ۲: ۱۹ — ۳: ۵و۶و۷و۸و۹و۱۰و۱۱و۱۲و۱۳و۱۴و۱۵و۱۶

پ ۴: ۱و۳و۴و۵و۷و۸و۹و۱۰و۱۲و۱۳و۱۴و۱۷ — ۵: ۱و۲و۳

پ ۵: ۱و۴و۵و۶و۷و۸و۹و۱۰و۱۲و۱۵و۱۶و۱۷ — ۶: ۱و۲

پ ۶: ۲و۳و۴و۶و۷و۸و۹و۱۰و۱۱و۱۳ — ۷: ۳و۴و۵

پ ۷: ۲و۷و۸و۹و۱۰و۱۱و۱۳و۱۴و۱۵و۱۶ — ۸: ۱و۳و۵و

پ ۸: ۷و۹و۱۶و۱۷و۱۸ — ۹: ۱و۳و۴و۶و۷و۹و۱۱و

پ ۹: ۱۲و۱۳و۱۴و۱۵و۱۶و۱۸و۱۹ — ۱۰: ۱و۴و۵و۶و۷و۸و

پ ۱۰: ۹و۱۰و۱۲و۱۳و۱۴و۱۶و۱۷ — ۱۱: ۱و۳و۵و۷و۸و۹و

پ ۱۱: ۱۰و۱۲و۱۳و۱۴و۱۶و۱۷ — ۱۲: ۱و۳و۴و۵و۶و۸و۱۱و

پ ۱۲: ۱۲و۱۴و۱۵و۱۶ — ۱۳: ۲و۳و۴و۵و۱۲و۱۴و۱۵و۱۷و

پ ۱۳: ۱۹ — ۱۴: ۱و۲و۵و۸و۱۱و۱۴و۱۷و۱۹و۲۱و۲۰

پ ۱۵: ۱و۲و۳و۵و۶و۸و۱۲و۱۳و۱۵و۱۶و۱۷و۲۰و۲۱

پ ۱۶: ۱و۵و۸و۹و۱۰و۱۲و۱۳ — ۱۷: ۱و۲و۳و۴و۵و۷و۸و۹

پ ۱۷: ۹و۱۲و۱۴و۱۷ — ۱۸: ۲و۳و۵و۶و۷و۸و۱۰و۱۲و۱۳و

پ ۱۸: ۱۶و۱۷ — ۱۹: ۲و۵و۶و۷و۹و۱۱و۱۲و۱۳و۱۴و۱۵

پ ۲۰: ۱و۲و۴و۵و۶و۸و۹و۱۰و۱۳و۱۴و۱۵ — ۲۱: ۷و۸و

پ ۲۱: ۹و۱۱و۱۲و۱۶و۱۸و۱۹و۲۰ — ۲۲: ۱و۳و۴و۷و۹و۱۰و

پ ۲۲: ۱۲و۱۳و۱۴و۱۵و۱۷و۱۹ — ۲۳: ۱و۲و۳و۴و۵و۶و۷و

پ ۲۳: ۹و۱۰و۱۴و۱۵و۱۶ — ۲۴: ۱و۳و۷و۹و۱۱و۱۲و۱۷و۱۹

پ ۲۵: ۱و۳و۵و۶و۸و۹و۱۲و۱۳و۱۴و۱۵و۱۹و۲۰

پ ۲۶: ۱و۳و۵و۷و۸و۱۰و۱۲و۱۳و۱۴ — ۲۷: ۳و۵و۶و۸و

پ ۲۷: ۱۲و۱۴و۱۷ — ۲۸: ۱و۲و۵و۷و۸و۱۰و۱۱و۱۲و۱۳و

پ ۲۸: ۱۲و۱۷و۱۹ — ۲۹: ۱و۲و۳و۴و۱۰و۱۲و۱۳و۱۵و۱۶

پ ۳۰: ۶ و ۱۱ و ۱۲ و ۲۱

اِنَّ ۔ اَنَّ تحقیق، بیشک، یقیناً، یہ دونوں حرف تحقیق ہیں اور حروف مشبہ بالفعل میں سے ہیں خبر کی تاکید و تحقیق مزید کے لئے آتے ہیں اپنے اسم کو نصب و خبر کو رفع دیتے ہیں، ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ اِنَّ کا مابعد جملہ مستقلہ ہوتا ہے اور اَنَّ کا مابعد مفرد کا حکم رکھتا ہے۔ پس جہاں جملہ اپنی اصلی حالت پر باقی رہے گا وہاں کسرہ واجب ہے اور جہاں اس کا مابعد مفرد کے حکم میں ہوگا وہاں فتحہ ضروری ہے۔

اِنَّ پ ۱: ۱ و ۲ و ۳ و

پ ۱: ۷ و ۸ و ۹ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۹ — پ ۲: ۱ و ۲ و ۳ و ۴ و ۵ و ۶ و

پ ۲: ۸ و ۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ و ۱۶ و ۱۷ — پ ۳: ۳ و ۵

پ ۳: ۶ و ۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ و ۱۶ و ۱۷ — پ ۴: ۱ و ۲ و

پ ۴: ۷ و ۸ و ۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ — پ ۵: ۱ و ۲ و ۳ و

پ ۵: ۳ و ۵ و ۷ و ۸ و ۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۵ و ۱۶ و ۱۷ و ۱۸

پ ۶: ۱ و ۲ و ۳ و ۴ و ۵ و ۶ و ۷ و ۸ و ۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۳

پ ۷: ۳ و ۱۰ و ۱۵ و ۱۶ و ۱۸ — پ ۸: ۱ و ۲ و ۳ و ۴ و ۵ و ۷ و ۹ و

پ ۸: ۱۰ و ۱۳ و ۱۴ — پ ۹: ۴ و ۵ و ۶ و ۸ و ۹ و ۱۱ و ۱۴ و ۱۵ و

پ ۹: ۱۶ و ۱۷ و ۱۸ و ۱۹ — پ ۱۰: ۱ و ۲ و ۳ و ۴ و ۵ و ۶ و ۷ و ۸ و ۹ و

پ ۱۰: ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ — پ ۱۱: ۱ و ۲ و ۳ و ۴ و ۵ و ۶ و ۸ و

پ ۱۱: ۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ — پ ۱۲: ۲ و ۴ و ۵ و ۶ و ۷ و ۸ و

پ ۱۲: ۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۶ — پ ۱۳: ۱ و ۲ و ۴ و ۵ و ۶ و ۷ و ۸ و ۹ و ۱۰ و

پ ۱۳: ۱۲ و ۱۴ و ۱۶ و ۱۷ و ۱۸ و ۱۹ — پ ۱۴: ۲ و ۳ و ۴ و ۵ و ۶ و ۷ و ۸ و

پ ۱۴: ۱۰ و ۱۱ و ۱۴ و ۱۵ و ۱۶ و ۱۷ و ۱۹ و ۲۰ و ۲۱ و ۲۲ — پ ۱۵: ۱ و ۳ و ۴ و

پ ۱۵: ۶ و ۷ و ۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ — پ ۱۶: ۲ و ۳ و ۵ و ۶ و ۷ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ و

پ ۱۶: ۱۴ و ۱۶ — پ ۱۷: ۲ و ۷ و ۸ و ۹ و ۱۰ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۶ و ۱۷

پ ۱۸: ۱ و ۲ و ۳ و ۴ و ۷ و ۸ و ۹ و ۱۰ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۵ — پ ۱۹: ۱ و ۴ و ۵ و ۶ و

پ ۱۹: ۷ و ۸ و ۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ و ۱۷ و ۱۸ و ۱۹ و ۲۰

پ ۲۰: ۲ و ۳ و ۴ و ۵ و ۶ و ۸ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ و ۱۶ و ۱۷

پ ۲۱: ۱ و ۲ و ۳ و ۴ و ۶ و ۷ و ۸ و ۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۶ و ۱۷ و

پ ۲۱: ۱۸ و ۱۹ و ۲۰ — پ ۲۲: ۱ و ۲ و ۳ و ۴ و ۵ و ۷ و ۸ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ و

پ ۲۲: ۱۴ و ۱۵ و ۱۶ و ۱۷ — پ ۲۳: ۳ و ۵ و ۶ و ۷ و ۸ و ۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ و

پ ۲۳: ۱۴ و ۱۵ و ۱۶ — پ ۲۴: ۲ و ۳ و ۷ و ۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ و

پ ۲۴: ۱۶ و ۱۸ و ۱۹ — پ ۲۵: ۱ و ۲ و ۳ و ۴ و ۵ و ۶ و ۷ و ۱۲ و ۱۳ و

پ ۲۵: ۱۵ و ۱۶ و ۱۷ و ۱۸ و ۱۹ و ۲۰ — پ ۲۶: ۱ و ۲ و ۶ و ۷ و ۸ و ۹ و ۱۳ و

پ ۲۶: ۱۴ و ۱۷ و ۱۸ — پ ۲۷: ۲ و ۳ و ۴ و ۶ و ۱۰ و ۱۵ و ۱۶ و ۱۷ و ۱۸ و

پ ۲۷: ۱۹ و ۲۰ — پ ۲۸: ۱ و ۲ و ۳ و ۴ و ۶ و ۷ و ۸ و ۹ و ۱۱ و ۱۳ و ۱۶ و ۱۸

پ ۲۸: ۱۹ — پ ۲۹: ۱ و ۲ و ۳ و ۴ و ۷ و ۹ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۷ و ۱۹ و ۲۳ و ۲۴

پ۳۰/۱و۲و۳و۴و۷و۸و۹و۱۰و۱۲و۱۳و۱۴و۱۷و۱۹

پ۳۰/۱۹و۲۱و۲۳و۲۵و۲۸و۳۳

اَنَّ ۔ پ۱/۳و۵و۷و۹و۱۲و۱۳ پ۲/۳و۵و۸و۹و۲۹

پ۲/۱۳و۱۴و۱۹ پ۳/۳و۵و۱۱و۱۲و۱۷ پ۴/۸و۱۰ پ۵/۱۷

پ۶/۹و۱۰و۱۱و۱۳و۱۵ پ۷/۳و۸و۱۳ پ۸/۵و۶و۱۷

پ۹/۲و۵و۶و۱۷و۱۹ پ۱۰/۱و۳و۵و۷و۱۱و۱۳و۱۶

پ۱۱/۲و۳و۵و۶و۹و۱۱ پ۱۲/۶و۷ پ۱۳/۲و۸و۱۵ پ۱۴/۳و۵و۹و۱۰

پ۱۴/۲و۲۰ پ۱۵/۱و۱۱و۱۳و۱۵ پ۱۶/۱۱ پ۱۷/۳و۶و۸و۹و۱۵و۱۹

پ۱۸/۷و۸و۹و۱۳ پ۱۹/۲و۹ پ۲۰/۲و۳و۱۰و۱۱ پ۲۱/۷و۱۲و۱۳

پ۲۲/۲و۱۹ پ۲۳/۱۹ پ۲۴/۲و۳و۱۰و۱۶و۱۷ پ۲۵/۱۳ پ۲۶/۳و۵و۹

پ۲۶/۱۳ پ۲۷/۷و۹و۱۸و۲۰ پ۲۸/۱۹ پ۲۹/۶و۱۱ پ۳۰/۲۳و۲۹

آنٍ ۔ کھولتا پانی۔ اِنًی سے جس کے معنی سخت کھولنے اور پکنے کے ہیں اسم فاعل کا صیغہ پ۲۷/۱۲

اِنَّا ۔ بیشک ہم، حرفِ مشبہ بالفعل ہے اِنَّ اور ضمیر جمع متکلم نا سے مرکب ہے ءَاِنَّا میں ہمزۂ اولیٰ استفہام انکاری کی ہے۔ پ۱/۱و۳و۸و۱۳ پ۲/۳ پ۵/۱۳

پ۶/۲و۳و۶و۸و۱۱و۱۵ پ۷/۴ پ۸/۵و۶و۸و۱۵و۱۶و۱۹

پ۸/۱۶ پ۹/۲و۵و۹و۱۱و۱۲ پ۱۰/۱۳ پ۱۲/۲و۳و۶و۷و۸و۹و۱۰

پ۱۲/۱۱و۱۲و۱۳و۱۵ پ۱۳/۲و۳و۴و۵و۶و۷و۱۴و۱۵

پ۱۴/۱و۲و۳و۴و۵و۶و۷ پ۱۵/۵و۱۱و۱۳و۱۶و۲۰ پ۱۶/۲و۳و۴و۵

پ۱۶/۵و۱۱و۱۲و۱۳ پ۱۷/۲و۴و۷و۹و۱۳ پ۱۸/۱و۲و۴و۵و۹

پ۱۹/۶و۷و۹و۱۰و۱۹ پ۲۰/۲و۳و۴و۸و۹و۱۳و۱۶ پ۲۱/۱۳و۱۵

پ۲۲/۳و۵و۶و۹و۱۰و۱۵و۱۸و۱۹ پ۲۳/۲و۴و۵و۶و۷و

پ۲۳/۸و۹و۱۱و۱۳و۱۵ پ۲۴/۱و۱۰و۱۱و۱۶ پ۲۵/۲و۷و۸و۹و۱۴و

پ۲۵/۱۳و۱۴و۲۰ پ۲۶/۳و۹و۱۰و۱۳و۱۴ پ۲۷/۱و۲و۳و۸و۹و

پ۲۷/۱۰و۱۴و۱۵ پ۲۸/۷ پ۲۹/۳و۵و۶و۸و۹و۱۱و۱۳و۱۹و

پ۲۹/۲۰و۲۲ پ۳۰/۲و۳و۲۲و۲۳

اَنَّا ۔ بے شک، ہم۔ حرفِ مشبہ بالفعل ہے۔ اَنَّ اور نا ضمیر جمع متکلم سے مرکب ہے۔ پ۳/۱۲و۱۵ پ۵/۹

پ۸/۷ پ۱۳/۱۲ پ۱۶/۸و۹و۱۷ پ۱۷/۲ پ۱۹/۱۹ پ۲۰/۳ پ۲۱/۱و۳و۱۶

پ۲۲/۲و۳ پ۲۴/۱۰ پ۲۵/۱۲ پ۲۹/۱۱ پ۳۰/۵

اَنَا ۔ میں۔ واحد متکلم کی ضمیر مرفوع منفصل ہے پ۲/۳

پ۳/۱۷ پ۶/۹ پ۷/۳و۱۵و۱۸ پ۸/۷و۸و۹و۱۶ پ۹/۷و۱۳

پ۱۱/۱۰و۱۲ پ۱۲/۳و۸و۹و۱۶و۱۷ پ۱۳/۲و۳و۴و۱۹ پ۱۳/۲و۹

پ۱۴/۷ پ۱۵/۱۶ پ۱۶/۳و۵و۱۰ پ۱۷/۳و۵و۹و۱۳ پ۱۹/۴

پ۱۹/۶و۱۰و۱۶و۱۸ پ۲۰/۳و۷ پ۲۱/۱ پ۲۳/۱۴ پ۲۳/۱۰و۱۵

پ۲۵/۱۱و۱۳ پ۲۶/۱و۱۹ پ۲۷/۳و۷ پ۲۸/۴ پ۳۰/۳و۳۳

آنَاءَ ۔ اوقات، گھڑیاں۔ آنَی (بروزن عصا) کی

جمع جس کے معنی گھڑی اور وقت کے ہیں آنَیٰ
کا استعمال دن بھر اور رات بھر کے لئے ہوتا ہے
پ۱۴ ع۲ ، پ۲۰ ع۱۷ ، پ۲۳ ع۱۵

اَنَابَ - وہ رجوع ہوا۔ اِنَابَۃٌ سے جس کے معنی
رجوع ہونے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب
انابت الی اللہ کے معنی اخلاص عمل اور دل سے
اللہ کی طرف رجوع ہونے اور توبہ کرنے کے ہیں۔
پ۱۲ ع۱۰ ، پ۱۳ ع۱۱ ، پ۲۳ ع۱۱ و ۱۳

اَنَابُوْا - وہ رجوع ہوئے۔ اِنَابَۃٌ سے ماضی کا صیغہ
جمع مذکر غائب پ۲۳ ع۱۴

اِنَاثًا - عورتیں، اُنْثٰی کی جمع جس کے معنی عورت
کے ہیں۔ آیتِ شریفہ اِنْ یَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖٓ اِلَّآ
اِنٰثًا اللہ کے سوا نہیں پکارتے مگر عورتوں کو ہیں
معبودانِ باطل کو اِناث یا تو باعتبارِ لفظ کہا کیونکہ
مشرکین اپنے بتوں کو انواعِ اقسام کے زیوروں
سے آراستہ کرتے اور عورتوں کے نام سے نامزد
کرتے تھے جیسے لات، منات، عزیٰ، نائلہ کہ
یہ سب مونث نام ہیں۔ سعید بن منصور ابن جریر

اور ابن المنذر نے حضرت حسن بصری کی تصریح نقل
کی ہے کہ عرب کے قبیلہ قبیلہ کا جدا جدا بت ہوتا
تھا جو اسی قبیلہ کی نسبت سے انثٰی بنی فلاں
کہلاتا تھا[1]۔ یا معنی کے اعتبار سے اِناث کہا گیا۔
چنانچہ مغربی نے اِناث کے معنی کمزور اور عاجز کے
بتائے ہیں جن کو کسی کام کے کرنے کی قدرت نہ ہو
اسی مناسبت سے عربی میں کُند تلوار کو سَیْفٌ اَنِیْثٌ
کہتے ہیں اَنُثَ فی امرہ کسی کام میں ڈھیلے پڑ جانے
کے لئے آتا ہے اور مخنث اور ضعیف شخص کو انیث
کہا جاتا ہے[2]۔ راغب اصفہانی رقمطراز ہیں، کہ
موجودات کی ایک دوسرے کے اعتبار سے تین
قسمیں ہیں (۱) فاعل غیر منفعل۔ یہ صفت صرف
ذاتِ باری کی ہے۔ اس میں کوئی دوسرا شریک
نہیں۔ (۲) منفعل غیر فاعل یہ صفت جمادات کی
ہے۔ (۳) ایک اعتبار سے منفعل دوسرے اعتبار
سے فاعل جیسے جن وانس اور ملائکہ کہ یہ اللہ تعالیٰ
کے اعتبار سے منفعل ہیں اور اپنی مصنوعات کے
اعتبار سے فاعل ہیں۔ پس چونکہ معبودانِ عرب

[1] فتح القدیر ج ۱ ص ۴۷۹ طبع مصر ۱۳۴۹ھ [2] البحر المحیط ج ۳ ص ۳۵۲ طبع مصر ۱۳۲۸ھ

مجملہ جمادات تھے جو سرتاسر منفعل اور غیر فاعل ہیں یعنی ان میں محض اثر پذیری کی تو صلاحیت ہے مگر مؤثر ہونے کی قوت ذرا سی بھی نہیں۔ لہذا قرآن مجید نے اناث کہکر مشرکین کو تنبیہ کی ہے کہ تم نے جن کو اپنا معبود بنا رکھا ہے ان میں نہ عقل ہے نہ سمجھ نہ سن سکتے ہیں نہ دیکھ سکتے ہیں اور صرف یہی نہیں بلکہ کسی حیثیت سے بھی تو کوئی کام سرانجام نہیں دے سکتے۔ حضرت ابراہیم صلوات اللہ علیہ وسلامہ نے اپنے باپ کو توحید کی تبلیغ کرتے ہوئے اسی حقیقت کو واضح کیا تھا فرماتے ہیں یٰاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا یَسْمَعُ وَلَا یُبْصِرُ وَلَا یُغْنِیْ عَنْکَ شَیْئًا (اے میرے باپ کیوں پوجتا ہے اس کو جو نہ سنے اور نہ دیکھے اور نہ تیرے کچھ کام آوے) اسی لئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حسن بصری اور قتادہ نے اِنَاثًا کے معنی بےجان کے بتلائے ہیں[۳]۔ ابن جریر اور ابن ابی حاتم حضرت حسن بصری سے ناقل ہیں کہ ہر بے جان چیز جس

میں روح نہ پائی جائے اناث میں داخل ہے خشک لکڑی ہو یا خشک پتھر[۴]۔ مشہور مفسر ضحاک تابعی کا بیان ہے کہ مشرکین نعوذ باللہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں بتاتے تھے اور مدعی تھے کہ ہم ان کو اس لئے پوجتے ہیں کہ یہ بارگاہ ایزدی میں ہمارے قرب کا موجب ہیں چنانچہ انھوں نے خوبصورت شکل کی شکل میں ان کے مجسمے تراش رکھے تھے، اور کہا کرتے تھے کہ یہ اللہ کی ان بیٹیوں کی شبیہ ہیں جن کی ہم پرستش کرتے ہیں[۵]۔ قرآن مجید نے ان کے اسی خیال کے اعتبار سے اِنَاث کہا ہے۔ ضحاک کی یہ تفسیر خود قرآنی آیات کے بھی مناسب ہے چنانچہ سورۂ زخرف میں تصریح ہے وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِکَةَ الَّذِیْنَ ھُمْ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا (اور انھوں نے فرشتوں کو جو رحمٰن کے بندے ہیں عورتیں قرار دیا) اور سورہ الصّٰفّٰت میں ارشاد ہے وَجَعَلُوْا بَیْنَهٗ وَبَیْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا (انھوں نے اللہ میں اور جنوں میں قرابت ٹھیرا رکھی ہے) سورہ النجم کی

---

[۱] مفردات راغب مادہ انث۔ [۲] ملاحظہ ہو فتح القدیر ج ا ص ۴۹۷ اور البحر المحیط ج ۳ ص ۳۵۱۔
[۳] تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۱۹۶ طبع مصر ۱۳۰۱ھ برحاشیہ فتح البیان [۴] ایضاً ص ۱۹۵۔

آیات ذیل میں بھی اسی کا ذکر ہے اَفَرَءَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی، وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰی، اَلَکُمُ الذَّکَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰی، تِلْکَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِیْزٰی، اِنْ هِیَ اِلَّا اَسْمَاءٌ سَمَّیْتُمُوْهَا اَنْتُمْ وَاٰبَاؤُکُمْ مَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ (بھلا تم دیکھو تو لات اور عزی اور تیسرے منات کو جو پچھلا ہے کیا تمہارے لئے تو ہوں بیٹے اور اللہ کے لئے بیٹیاں یہ تقسیم تو بڑی بھونڈی ہے۔ یہ تو سب تمہارے اور تمہارے باپ دادا کے رکھے ہوئے نام ہیں اللہ نے تو ان کی کوئی سند نہیں اتاری) ب ۵/۵ ب ۲۳/۲۳ ب ۲۵/۸و۹

اُنَاسٌ۔ لوگ، نَوْسٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنی حرکت کرنے کے ہیں۔ اِنْسَانٌ کی جمع علی غیر لفظہ ب ۱/۱ ب ۸/۱۴ ب ۹/۱۰ ب ۵/۸ ب ۱۹/۱۹

اَنَاسِیَّ۔ آدمی۔ لوگ۔ سیبویہ کے مذہب پر اِنْسَانٌ کی جمع ہے فرّاء، مبرد اور زجاج کا بیان ہے کہ اِنْسِیٌّ کی جمع ہے فرّاء کا ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ اِنْسَانٌ کی جمع ہے اصل میں اَنَاسِیْنَ تھا جیسے سِرْحَانٌ اور سَرَاحِیْنُ اور بُسْتَانٌ اور بَسَاتِیْنُ اس میں دوسری ی جب وہ نون کے عوض لائی گئی ہے۔[1] ب ۱۹/۲

اَنَامِ۔ خلق۔ جن وانس۔ جو کچھ زمین پر ہے۔ ب ۲۷/۱۱

اَنَامِلَ۔ انگلیاں۔ اَنْمُلَةٌ کی جمع۔ جس کے معنی کے پہلے پوروے کے ہیں جس میں ناخن ہوتا ہے ب ۴/۲

اَنْبَاءُ۔ خبریں، حقیقتیں۔ نَبَأٌ کی جمع جس سے بڑا فائدہ اور یقین یا ظنِ غالب حاصل ہو اسے نبا کہا جاتا ہے اور جس خبر میں یہ باتیں موجود نہ ہوں اس کو نبا نہیں بولتے کیونکہ کوئی خبر اس وقت تک نبا کہلانے کی مستحق ہی نہیں جب تک کہ وہ شائبہ کذب سے پاک نہ ہو جیسے وہ خبر جو بطریق تواتر ثابت ہو یا جس کو اللہ اور رسول نے بیان کیا ہو ب ۲۲/۱۲ ب ۶/۶ ب ۱۲/۹و۱۰ ب ۱۰/۱۰ ب ۶/۵ ب ۱۶/۱۳ ب ۹/۵ ب ۲۰/۱۰ ب ۲۷/۸

اَنْبَاَكَ۔ اس نے تجھ کو خبر دی، اَنْبَأَ اِنْبَاءٌ سے جس کے معنی بتلانے اور خبر دینے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب لکَ ضمیر واحد مذکر حاضر ب ۲۸/۱۹

[1] فتح القدیر ج ۴ ص ۸۰، طبع مصر ۱۳۵۰ھ۔

اَنْبَآئِکُمْ۔ تمہاری خبریں۔ اَنْبَآءٌ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ پ۱۸

اَنْبَآئِهَا۔ اس کی خبریں۔ اَنْبَآءٌ مضاف هَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ پ۹

اَنْبَأَهُمْ۔ ان کو بتلایا۔ اَنْبَأَ اِنْبَآءٌ سے صیغہ ماضی هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب پ۱

اَنْۢبَتَتْ۔ وہ اُگی۔ اس نے اُگایا۔ اِنْبَاتٌ سے جس کے معنی اُگنے اُگانے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب (ملاحظہ ہو نَبَاتًا) پ۳ پ۱۷

اَنْۢبَتَکُمْ۔ اس نے تم کو اگایا۔ اَنْبَتَ اِنْبَاتٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر انبات کا استعمال نباتات کے اگانے اور جاندار کے بڑھانے دونوں کے متعلق ہوتا ہے اور یہاں دوسرے ہی معنی مراد ہیں (ملاحظہ ہو نَبَاتًا) پ۲۹

اَنْۢبَتْنَا۔ ہم نے اگایا۔ اِنْبَاتٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم۔ پ۱۴/۲ پ۱۹/۵ پ۲۰/۱ پ۲۱/۱۰ پ۲۳/۹ پ۲۶/۱۵ پ۳۰/۵

اَنْۢبَتَهَا۔ اس کو بڑھایا۔ اَنْبَتَ صیغہ ماضی هَا ضمیر واحد مؤنث غائب پ۳

اِنْۢبَجَسَتْ۔ پھوٹ نکلی۔ اِنْبِجَاسٌ سے جس کے معنی کسی تنگ مقام سے پانی کے بہ نکلنے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب ہے پ۹

اِنْۢبِذْ۔ تو پھینک دے (ضَرَبَ) نَبْذٌ سے جس کے معنی پھینکنے کے ہیں امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر پ۱۰

اِنْۢبِعَاثَهُمْ۔ ان کا اٹھنا۔ اِنْبِعَاثٌ بروزن اِنْفِعَالٌ مصدر ہے بمعنی اٹھ کھڑا ہونا۔ مضاف ہے۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ پ۱۰

اِنْۢبَعَثَ۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اِنْبِعَاثٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب پ۳۰

اَنَبْنَا۔ ہم رجوع ہوئے۔ اِنَابَتٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم (ملاحظہ ہو اَنَابَ) پ۲۸

اَنْۢبِیَآءُ۔ پیغمبر۔ نَبِیٌّ کی جمع جس کے معنی پیغامبر کے ہیں۔ قرآن مجید میں جن انبیاء کرام کے اسماء گرامی بالتصریح بیان کئے گئے ہیں وہ کل پچیس ہیں

آدم، ادریس، نوح، ہود، صالح، ابراہیم، لوط، اسمٰعیل

اسحٰق، یعقوب، یوسف، شعیب، موسیٰ، ہارون

یونس، داؤد، سلیمان، ایوب، الیاس، الیسع،

زکریا، عیسیٰ، یحییٰ، ذوالکفل۔ (بقول اکثر مفسرین)

اور سید المرسلین محمد رسول اللہ صلوات اللہ وسلامہ

علیہم اجمعین۔ البتہ جن انبیاء کا قرآن مجید میں
ذکر نہیں ان کے بارے میں اختلاف ہے کہ
ان کی تعداد کیا تھی؟ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ
کی طویل حدیث اس سلسلہ میں مشہور ہے۔ چنانچہ
ابن مردویہ اپنی تفسیر میں ان سے راوی ہیں کہ
میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا،
یارسول اللہ! انبیا کی تعداد کیا ہے؟ فرمایا ایک لاکھ
چوبیس ہزار۔ میں نے سوال کیا، یارسول اللہ ان
میں رسول کتنے تھے؟ فرمایا تین سو تیرہ کا جم غفیر
میں نے عرض کیا یارسول اللہ ان میں پہلے رسول
کون ہیں؟ فرمایا آدمؑ میں نے دریافت کیا وہ نبی
مرسل تھے؟ فرمایا ہاں۔ اللہ نے ان کو اپنے ہاتھ
سے پیدا کیا پھر ان میں روح پھونکی اور اپنے سامنے
ان کو درست کر دیا پھر فرمانے لگے اے ابوذر
چار سریانی ہیں، آدم، شیث، نوح، اور خنوخ
یہی ادریس ہیں اور انہی نے سب سے پہلے قلم
سے لکھا ہے اور چار عرب سے ہیں ہود، صالح،
شعیب اور تمہارے نبی اے ابوذر بنی اسرائیل کے
پہلے نبی موسیٰ اور آخری عیسیٰ ہیں۔ اول نبی آدم
ہیں اور آخری نبی تمہارے نبی ہیں۔ اس پوری حدیث
کو حافظ ابوحاتم بن حبان لبستی نے بھی اپنی مشہور
کتاب التقاسیم والانواع میں روایت کیا ہے جس کو
وہ صحیح کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ لیکن حافظ
ابوالفرج الجوزی نے ان کی مخالفت کی ہے اور
اپنی کتاب موضوعات میں اس کا ذکر کیا ہے وہ
اس سلسلہ میں اس حدیث کے ایک راوی ہشام
بن حسان کو متہم گردانتے ہیں۔ حافظ ابن کثیرؒ
ابن الجوزی کی رائے نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں
ولاشک انہ قد تکلم فیہ غیر واحد من ائمۃ
الجرح والتعدیل من اجل ھذا الحدیث۔
(اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کے متعلق بہت
سے ائمہ جرح و تعدیل نے اسی حدیث کی بنا پر
کلام کیا ہے) یہ بھی واضح رہے کہ اس روایت میں
حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کا پہلا
نبی بتایا گیا ہے۔ حالانکہ یہ صفت حضرت یوسف
علیہ السلام میں پائی جاتی ہے۔ اس چیز سے بھی
حافظ ابن الجوزی کے خیال کی تائید ہوتی ہے۔
ابن ابی حاتم نے حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ کی

بھی مرفوعاً یہی تعداد نقل کی ہے لیکن یہ روایت
بھی سخت ضعیف ہے اور مسند احمد میں حضرت ابو امامہ
رضی اللہ عنہ کے توسط سے خود ابی ذر رضی اللہ عنہ
کی بھی مذکورہ بالا روایت منقول ہے لیکن اس
کی سند بھی بعینہٖ وہی ہے جو ابن ابی حاتم کی ہے[1]
حافظ ابو بکر اسمٰعیلی اپنی صحیح میں حضرت انس رضی اللہ
عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے ارشاد فرمایا میری بعثت آٹھ ہزار انبیاء
کے بعد عمل میں آئی ہے جن میں سے چار ہزار نبی
بنی اسرائیل میں گزرے ہیں[2] لیکن اس روایت کے
ایک راوی احمد بن طارق کے متعلق حافظ ابن کثیر
کا بیان ہے کہ مجھے اس کی عدالت یا جرح کا علم
نہیں[3]۔ امام احمد نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ
عنہ سے اور حافظ ابو بکر بزار نے حضرت جابر رضی اللہ
عنہ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے ارشاد فرمایا میں ایک ہزار یا اس سے زیادہ
انبیاء کا خاتم ہوں[4]۔ ان دونوں روایتوں کی
سندیں صحیح ہیں۔ اس لحاظ سے تعداد انبیاء کے متعلق
یہی قول زیادہ قوی معلوم ہوتا ہے (ملاحظہ ہو نُبُوَّۃ
اور نَبِيٌّ) ۱۱/۲۱، ۲۳/۲ و ۱۰، ۶/۹ و ۲

أُنَبِّئُكَ - میں تجھے بتلائے دیتا ہوں۔ أَنْبَأَ تَنْبِئَةٌ
سے جس کے معنی بتلانے اور خبر دینے کے ہیں مضارع
کا صیغہ واحد متکلم كَ ضمیر واحد مذکر حاضر ۲۶/۳

أُنَبِّئُكُمْ - میں تم کو بتاؤں۔ میں تم کو خبر دوں گا
اس میں كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر ہے۔ آیت شریفہ
قُلْ أَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ (کہہ دیجئے کہ کیا
میں تم کو اس سے بھی بہتر بتاؤں) میں ہمزہ تقریر اور
ثبوت کے لئے ہے۔ ۳/۱۵، ۳ و ۱۳/۱۰، ۶/۱۲، ۱۴/۱۹، ۱۴/۱۶
۱۵/۱۱، ۲۰/۱۲، ۲۶/۱۱

أَنْبِئُونِي - مجھے بتاؤ۔ أَنْبِئُوا إِنْبَاءٌ سے امر کا صیغہ
جمع مذکر حاضر ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم ۱/۳

أَنْبِئْهُمْ - تو ان کو بتا دے۔ أَنْبِئْ إِنْبَاءٌ سے امر کا
صیغہ واحد مذکر حاضر هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ۱/۳

أَنْتَ - تو (ایک مرد) واحد مذکر حاضر کی ضمیر مرفوع

[1] ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۴۸ و ۲۵۱ طبع مصر سنہ ۱۳۵۶ھ۔ [2] عمدۃ القاری ج ۷ ص ۳۰۷ طبع مصر
[3] تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۴۹۔ [4] ایضاً ص ۲۵۱ و ۲۵۲۔

منفصل ہے۔ جمہور کے نزدیک اَنْتَ میں اَنْ ضمیر ہے اور تَ حرفِ خطاب۔ آیتِ شریفہ ءَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ (کیا تونے لوگوں سے کہا) اور ءَ اَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا (کیا تونے ہی یہ کیا ہے) میں ہمزۂ اولیٰ استفہام کے لئے ہے جو بصورتِ تہدید ہے۔ پ۱/۵و۶

پ۲/۱ پ۳/۸و۹و۱۳ پ۶/۸ پ۷/۵و۶و۱۹ پ۸/۵ پ۹/۱۰و۱۸

پ۹/۹و۱۸ پ۱۱/۱۰و۱۵ پ۱۲/۲و۴و۸و۱۳ پ۱۳/۴و۵و۷ پ۱۴/۲۰

پ۱۶/۶و۱۱و۱۲ پ۱۷/۵و۶ پ۱۸/۲و۶ پ۱۹/۲و۶و۱۳و۱۴ پ۲۰/۳

پ۲۱/۸ پ۲۲/۱۱و۱۵ پ۲۳/۱۲و۱۶ پ۲۴/۱و۲و۶ پ۲۵/۲و۱۰و۱۶

پ۲۶/۱۴ پ۲۷/۲و۴ پ۲۸/۷ پ۲۹/۳ پ۳۰/۴و۵و۱۳و۱۵

اِنْتَبَذَتْ۔ وہ جدا ہوئی۔ یکسو ہوئی۔ اِنْتِبَاذٌ سے جس کے معنی لوگوں سے یکسو ہو کر جدا ہونے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب پ۱۶/۵

اِنْتَثَرَتْ ۔ وہ جھڑ گئی، وہ بکھر گئی۔ اِنْتِثَارٌ سے جس کے معنی بکھر جانے اور پراگندہ ہونے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب پ۳۰/۶

اِنْتَشِرُوْا۔ تم الگ الگ ہو جاؤ۔ تم پھیل پڑو۔ اِنْتِشَارٌ سے جس کے معنی پھیلنے اور متفرق ہونے کے ہیں امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ عربی میں لوگوں کے انتشار کا مطلب ان کا پھیل کر اپنے اپنے کاموں میں لگ جانا ہے۔ پ۲۲/۴ پ۲۸/۱۲

اِنْتَصَرَ۔ اس نے بدلہ لیا۔ اس نے مدد طلب کی اِنْتِصَارٌ سے جس کے معنی مدد طلب کرنے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ ظالم سے انتصار کے معنی اس کو سزا دینا اور اس سے انتقام لینا ہیں پ۲۵/۵ پ۲۶

اِنْتَصِرْ۔ تو بدلہ لے۔ اِنْتِصَارٌ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ پ۲۷/۸

اِنْتَصَرُوْا۔ انہوں نے بدلہ لیا۔ اِنْتِصَارٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب پ۱۹/۱۵

اِنْتَظِرْ ۔ تو راہ دیکھ۔ تو منتظر رہ۔ اِنْتِظَارٌ سے جس کے معنی راہ دیکھنے اور انتظار کرنے کے ہیں امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر پ۲۱/۱۶

اِنْتَظِرُوْا۔ تم راہ دیکھو۔ تم منتظر رہو۔ اِنْتِظَارٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ۸/۷و۱۹ پ۱۱/۷و۱۵ پ۱۲/۱۰

اِنْتِقَامٌ۔ غلبہ پانا۔ سزا دینا۔ بروزن اِفْتِعَالٌ مصدر ہے پ۳/۹ پ۷/۳ پ۱۳/۱۹ پ۲۳/۱

اِنْتَقَمْنَا۔ ہم نے سزا دی۔ اِنْتِقَامٌ سے ماضی کا

صیغہ جمع متکلم۔ پ ۹/۶ پ ۱۳/۵ پ ۱۸/۸ پ ۲۵/۸ و ۱۱

اَنْتُمْ ۔ تم (سب مرد) جمع مذکر حاضر کی ضمیر مرفوع منفصل، ءَ اَنْتُمْ میں ہمزۂ اولیٰ بجز سورۂ واقعہ کے تمام قرآن مجید میں ہمزۂ استفہام ہے جو زجر و تہدید کے لئے آئی ہے اور سورۂ واقعہ میں تقریر و ثبوت کے لئے استعمال ہوئی ہے۔ پ ۱/۳ و ۵ و ۶ و ۷

پ ۱/۱۰ و ۱۱ و ۱۹ پ ۲/۷ و ۱۰ و ۱۴ پ ۳/۵ و ۱۵ و ۱۶ پ ۳/۱ و ۲ و ۳ و ۴

پ ۴/۴ و ۵ و ۹ پ ۵/۳ و ۱۳ پ ۶/۵ و ۷ پ ۷/۲ و ۳ و ۴ و ۷ و ۱۳ و ۱۷

پ ۸/۳ و ۵ و ۱۳ و ۱۶ و ۱۷ پ ۹/۱۳ و ۱۶ پ ۱۰/۱ و ۳ پ ۱۱/۸ و ۱۰ و ۱۳

پ ۱۲/۳ و ۵ و ۱۲ و ۱۴ و ۱۸ پ ۱۳/۳ و ۲ و ۳ و ۱۴ و ۱۵ و ۱۶ پ ۱۴/۳ و ۱۶

پ ۱۶/۱۱ پ ۱۷/۱ و ۳ و ۵ و ۶ و ۷ پ ۱۸/۸ و ۱۵ و ۱۷ پ ۱۹/۷ و ۹ و ۱۳ و [illegible]

پ ۱۹/۱۸ و ۱۹ پ ۲۰/۱۴ پ ۲۱/۶ و ۷ و ۹ پ ۲۲/۱۰ و ۱۵ و ۱۹ پ ۲۳/۲ و ۴ و ۵

پ ۲۳/۶ و ۹ و ۱۳ و ۱۴ پ ۲۴/۳ و ۱۰ پ ۲۵/۵ و ۱۲ پ ۲۶/۸ و ۱۳ پ ۲۷/۲ و [illegible]

پ ۲۷/۵ و ۶ و ۷ و ۱۵ و ۱۶ پ ۲۸/۵ و ۸ پ ۲۹/۱ پ ۳۰/۲ و ۳

اَنْتُمَا ۔ تم (دو مرد یا دو عورتیں) تثنیہ مذکر حاضر اور تثنیہ مؤنث حاضر کی ضمیر مرفوع منفصل۔ قرآن مجید میں یہ تثنیہ مذکر حاضر کے لئے استعمال ہوئی ہے۔ پ ۲۰/۲

اِنْتَهُوْا ۔ تم رک جاؤ، تم چھوڑ دو۔ اِنْتِهَاءٌ سے جس کے معنی جس کام سے منع کیا جائے اس سے باز رہنے کے ہیں۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ ۶/۳ پ ۸/۳

اِنْتَهَوْا ۔ وہ رک گئے، انھوں نے چھوڑ دیا۔ اِنْتِهَاءٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب پ ۸/۲ پ ۹/۱۹

اِنْتَهٰی ۔ وہ باز آگیا۔ وہ رک گیا۔ اس نے چھوڑ دیا۔ اِنْتِهَاءٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب پ ۳/۴

اُنْثٰی ۔ عورت۔ مادہ پ ۲/۶ پ ۳/۱۲ پ ۴/۱۱ پ ۵/۱۵ پ ۱۳/۸

پ ۱۴/۱۳ و ۱۹ پ ۲۲/۱۴ پ ۲۳/۱۰ پ ۲۵/۱ پ ۲۶/۱۴ پ ۲۷/۵ و ۶ و ۷ پ ۲۹/۱۸

پ ۳۰/۱۷

اُنْثَیَیْنِ ۔ دو عورتیں، دو مادہ، اُنْثٰی کا تثنیہ بحالتِ نصب و جر پ ۴/۱۳ پ ۶/۲ پ ۸/۴

اَنْجَیْتَنَا ۔ تو نے ہم کو بچا لیا۔ اَنْجَیْتَ اِنْجَاءٌ سے جس کے معنی نجات دینے اور چھٹکارا دلانے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ نَا ضمیر جمع متکلم پ ۱۱/۸

اَنْجٰکُمْ ۔ اس نے تم کو چھڑا دیا۔ اَنْجٰی اِنْجَاءٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب نَا ضمیر جمع متکلم پ ۱۱

اِنْجِیْل ۔ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر

اللہ تعالیٰ نے جو کتاب نازل فرمائی اس کا نام ہے یہ عجمی لفظ ہے بعض اہلِ لغت نے اس کا اشتقاق بیان کرنے میں خواہ مخواہ تکلف سے کام لیا ہے علامہ زمخشری لکھتے ہیں۔

"توراۃ اور انجیل دونوں عجمی لفظ ہیں تکلف سے کام لے کر ان کا اشتقاق وری اور نجل سے بتانا اور ان کا وزن تفعلۃ اور افعیل بیان کرنا اس وقت صحیح ہو سکتا ہے جبکہ یہ دونوں لفظ عربی ہوں حضرت حسن بصری نے اس کی قراءت اَنجِیل کی ہے جس میں ہمزہ کو فتحہ ہے یہ اس کے عجمی ہونے کی دلیل ہے کیونکہ افعیل کا فتح ہمزہ کے ساتھ سرے سے اوزانِ عرب میں وجود ہی نہیں ہے" سلہ

واضح رہے کہ عیسائیوں کی اصطلاح میں جو چار کتابیں اناجیل کے نام سے موسوم ہیں یہ سب حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بعد کے لوگوں کی تصنیفیں ہیں جن میں آپ کے اقوال و احوال کو صحیح و غلط طور پر مرتب کر دیا اور گو ان میں اصلی انجیل کے بھی کچھ مضامین موجود ہیں مگر ان میں سے کوئی بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل شدہ انجیل نہیں ہے بلکہ یہ چاروں کتابیں۔ متی، مرقس، یوحنا، لوقا نامی چار مختلف اشخاص کی تصنیف ہیں جو اپنے اپنے مصنف کے نام سے مشہور ہیں ان اناجیل کی کتابت کب عمل میں آئی اس کے تعین میں عیسائیوں میں سخت اختلاف ہے۔ اسی طرح یہ امر بھی ان میں زیرِ بحث ہے کہ جن اشخاص کے نام سے یہ مشہور ہیں درحقیقت ان ہی کی جمع کردہ ہیں۔ یا بعد کے لوگوں کی تصنیف ہیں۔ تاہم اس پر ہمارا اور عیسائیوں دونوں کا اتفاق ہے کہ یہ چاروں کتابیں نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصنیف ہیں اور نہ ان کے عہد میں لکھی گئی ہیں۔ بہرحال قرآن مجید میں جس انجیل کا ذکر ہے اس سے وہی اصلی انجیل مراد ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی۔ پ۳/۹و۱۳و۱۵ پ۶/۱۱و۱۳و۱۴ پ۶ پ۹ پ۱۱/۱۲ پ۲۶/۱۲ پ۲۷/۲۰

اَنْجٰنَا۔ اس نے ہم کو بچا لیا۔ اَنْجٰی صیغۂ ماضی نَا ضمیر جمع متکلم پ۱۲/۷

سلہ کشاف ج ا ص ۳۰۳ و ۳۰۴، طبع مصر ۱۳۵۴ھ

اَنْجَیْنَا۔ ہم نے بچایا۔ ہم نے نجات دی۔ اِنْجَاءٌ سے۔ ماضی کا صیغہ جمع متکلم ۷ ۸ ۱۰ ۱۲

اَنْجَیْنٰکُمْ۔ ہم نے تم کو بچالیا۔ اس میں کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر ہے ۱ ۲ ۲۰

اَنْجَیْنٰهُ۔ ہم نے اس کو بچالیا۔ اس میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ہے ۷ ۸ ۱۰ ۱۱

اَنْجَیْنٰهُمْ۔ ہم نے ان کو بچالیا۔ اس میں ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے ۱۴

اَنْجٰهُ۔ اس کو بچالیا۔ اَنْجٰی صیغۂ ماضی ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ہے ۲۰

اَنْجٰهُمْ۔ اس نے ان کو بچا دیا۔ اس میں ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے ۱۱

اِنْحَرْ۔ تو قربانی کر۔ (فَتَحَ) نَحْرٌ سے جس کے معنی قربانی کرنے کے ہیں۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ نَحْرٌ سینہ کے اس بالائی حصہ کا نام ہے جہاں قلادہ پڑا رہتا ہے اور اسی اعتبار سے نَحْرٌ کے معنی سینہ پھاڑنے یا ذبح کرنے کے آتے ہیں۔ آیتِ شریفہ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ (پس اپنے رب کے لئے نماز پڑھئے اور قربانی اور کیجئے) میں عامہ مفسرین کے نزدیک قربانی کرنا مراد ہے۔ ابنِ عباس، عطار، مجاہد، عکرمہ، حسن بصری، قتادہ، محمد بن کعب قرظی، ضحاک، ربیع، عطار خراسانی، حکم، اسمٰعیل بن ابی خالد اور سلف کی ایک بڑی جماعت کا یہی قول ہے[1]۔ لیکن بعض علماء کے نزدیک نحر نماز سے متعلق ایک فعل کا نام ہے جو نماز کے اندر یا اس سے پہلے یا اس کے بعد انجام دینا چاہئے۔ چنانچہ فراء کے خیال میں نحر سے قبلہ رخ ہونا مراد ہے۔ کلبی اور ابوالاحوص بھی اس بارے میں اس کے ہمزبان ہیں[2]۔ مستدرک حاکم اور سنن بیہقی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب اِنَّآ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ۔ نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے دریافت فرمایا یہ نحیرہ کیا ہے؟ جس کا مجھے میرے پروردگار نے حکم دیا ہے۔ جبرئیل کہنے لگے نحیرہ نہیں بلکہ تم کو حکم دیا جا رہا ہے کہ جب نماز کے لئے تکبیر

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۱۰ ص ۳۰۶ طبع مصر سنہ ۱۳۰۱ھ [2] فتح القدیر شوکانی ج ۵ ص ۴۸۹ طبع مصر سنہ ۱۳۵۱ھ

تحریمہ کہو تو ہاتھ اٹھاؤ۔ اسی طرح جب رکوع میں جاؤ اور جب رکوع سے سر اٹھاؤ کیونکہ ہمارے اور فرشتگانِ ہفت آسمان کی نماز کا یہی طریقہ ہے[1]۔ لیکن اس روایت کو حافظ ابن الجوزی نے موضوعات میں ذکر کیا ہے[2]۔ اور حافظ ابن کثیر اس کو سخت منکر بتاتے ہیں[3]۔ اس روایت کے دو راوی اسرائیل بن حاتم اور اصبغ بن نباتہ سخت مجروح ہیں۔ حافظ ذہبی تلخیص المستدرک میں لکھتے ہیں کہ:۔ اسرائیل عجائب بیان کرتا ہے اعتماد کے قابل نہیں ہے اور اصبغ شیعی ہے نسائی کے نزدیک متروک ہے[4]۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت میں وَانْحَرْ کے معنی سینہ پر ہاتھ باندھنے کے بھی آئے ہیں۔ یہ روایت سنن بیہقی اور تاریخ بخاری وغیرہ میں منقول ہے[5]۔ لیکن حافظ ابن الترکمانی نے تصریح کی ہے کہ اس روایت کے متن اور سند دونوں میں اضطراب ہے[6]۔ ابن جریر کی روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سینہ کے نیچے ہاتھ باندھنا مذکور ہے لیکن حسب تصریح حافظ ابن کثیر یہ روایت بھی غیر صحیح ہے[7]۔ سنن بیہقی میں حضرت ابن عباسؓ اور حضرت انسؓ سے بھی اِنْحَرْ کے معنی سینہ پر ہاتھ باندھنے کے راوی ہیں لیکن ان کی سند بھی ضعف سے خالی نہیں[8]۔ ابن ابی حاتم نے عطا خراسانی سے رکوع کے بعد اعتدال کے ساتھ سینہ ظاہر کرنے کے معنی روایت کئے ہیں۔ ابن مردویہ اور بیہقی نے حضرت ابن عباس سے بھی رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہونے کے معنی بیان

[1] مستدرک حاکم ج ۲ ص ۵۳۸ طبع دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ۱۳۴۰ھ و سنن بیہقی ج ۲ ص ۷۵ طبع مطبع مذکور ۱۳۴۶ھ۔ تفسیر ابن مردویہ اور ابن ابی حاتم میں بھی یہ روایت منقول ہے۔ ملاحظہ ہو فتح القدیر ج ۵ ص ۴۹۰ و روح المعانی ج ۳۰ ص ۲۴۷ طبع مصر۔

[2] روح المعانی ج ۳۰ ص ۲۴۷

[3] تفسیر ابن کثیر ج ۱۰ ص ۳۰۷۔ [4] تلخیص المستدرک ج ۲ ص ۵۳۸ طبع دائرۃ المعارف

[5] ملاحظہ ہو سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۹ و ۳۰۔ [6] الجوہر النقی ج ۲ ص ۳۰ طبع دائرۃ المعارف

[7] تفسیر ابن کثیر ج ۱۰ ص ۳۰۷۔ [8] ملاحظہ ہو سنن بیہقی اور الجوہر النقی ج ۲ ص ۳۰ و ۳۱

[9] تفسیر ابن کثیر ج ۱۰ ص ۳۰۷۔

کیے ہیں۔[1] ضحاک اور سلیمان تیمی سے نماز کے بعد سینہ تک ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کے معنی منقول ہیں۔[2] حافظ ابن کثیر نے تصریح کی ہے کہ یہ سب اقوال سخت غریب ہیں اور صحیح قول اول ہی ہے کہ نحر سے مراد قربانی کرنا ہے۔[3] حقیقت یہ ہے کہ ان سب اقوال کا منشا لفظِ نحر ہے چونکہ نحر کے معنی سینہ کے بالائی حصہ کے ہیں اس لئے فَصَلِّ کی مناسبت سے نماز میں سینہ کے متعلق جتنے افعال تھے وانحر کی تفسیر میں ان لوگوں نے ان ہی میں سے کسی ایک فعل کو متعین کر دیا۔ لیکن غور سے دیکھا جائے تو یہ سب افعال فَصَلِّ کے تحت میں داخل ہیں کیونکہ یہ سب نماز کے آداب ہیں اور نماز میں شامل ہیں اس لئے یقیناً وَانْحَرْ سے ان معانی مذکورہ کے علاوہ کوئی اور معنی مراد ہونے چاہئیں کیونکہ جز کا عطف کل پر دیسے بھی بعید ہے۔ بریں وجہ یہاں نحر سے قربانی کے معنی ہی لینے چاہئیں۔ محمد بن کعب قرظی نے صاف تصریح کی ہے کہ مشرکین نماز اور قربانی بتوں کے لئے کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ یہ دونوں باتیں صرف اسی کے لئے ہونی چاہئیں[4] قرآن مجید نے صرف اسی جگہ نہیں بلکہ دوسرے مقام پر بھی نماز اور قربانی کا ساتھ ساتھ ذکر کیا ہے ارشاد ہوتا ہے قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْيَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (کہہ دیجئے کہ میری نماز اور میری قربانی میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لئے ہے جو سارے جہان کا رب ہے)

امام ابوبکر جصاص احکام القرآن میں رقمطراز ہیں۔ جن لوگوں نے اس سے قربانی کی حقیقت مراد لی ہے اولیٰ ہے کیونکہ یہ اس لفظ کے حقیقی معنی ہیں علاوہ ازیں اس لفظ کو علی الاطلاق جب کبھی استعمال کیا جائیگا اس سے قربانی کے علاوہ دوسرے معنی نہیں سمجھے جا سکتے۔ جب کوئی نحر فلان الیوم کہیگا تو اس کے معنی یہی سمجھے جائیں گے کہ فلاں نے آج قربانی کی، دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر باندھنا

[1] فتح القدیر ج ۵ ص ۴۹۱ ۔ [2] تفسیر کبیر ج ۸ ص ۵۰۲ طبع مصر ۱۳۱۲ھ [3] ابن کثیر ج ۱۰ ص ۳۰۷

[4] تفسیر فتح القدیر ج ۵ ص ۴۸۹ ۔

کوئی نہ سمجھے گا۔ پہلے معنی کے مراد ہونے پر یہ چیز بھی دلالت کرتی ہے کہ سب کا اس پر اتفاق ہے کہ نحر (سینہ کا بالائی حصہ) پر ہاتھ نہ باندھا جائے۔ خود حضرت علیؓ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے باندھنا مروی ہے۔[۵] پ۳۰/۳۲

اَنْدَادًا۔ مقابل۔ برابر۔ نِدٌّ کی جمع نِدٌّ اس کو کہتے ہیں جو کسی شے کی ذات اور جوہر میں شریک ہو نِدٌّ اور مِثْلٌ میں فرق یہ ہے کہ مِثْلٌ عام ہے اور نِدٌّ خاص، مثل کا استعمال ہر قسم کی شرکت میں ہوتا ہے لیکن ند کا استعمال صرف ذاتی شرکت ہی کے بارے میں ہوسکتا ہے۔ پ۱ پ۳ پ۱۲/۱۳ پ۱۲/۲۱ پ۱۵/۲۲ پ۱۹/۲۲

اُنْذِرَ۔ وہ ڈرایا گیا۔ اِنْذَارٌ سے جس کے معنی ڈر کی خبر سنانے کے ہیں ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب پ۱۸/۲۲

اَنْذَرَ۔ اس نے ڈرایا۔ اِنْذَارٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب پ۲۶

اَنْذِرْ۔ تو ڈرا۔ تو ڈر سنا۔ اِنْذَارٌ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر پ۱۲/۱۱ پ۶/۱۱ پ۱۹/۱۲ پ۱۵/۱۹ پ۹/۲۹ و ۱۵

اَنْذَرْتُكُمْ۔ میں نے ڈر سنا دیا۔ اَنْذَرْتُ اِنْذَارٌ سے ماضی کا صیغہ واحد متکلم کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر پ۱۶/۲۴ پ۲۰/۲۴

اَنْذَرْتَهُمْ۔ تو نے ان کو ڈرایا۔ اَنْذَرْتَ اِنْذَارٌ سے۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب، ءَ اَنْذَرْتَهُمْ میں پہلی ہمزہ تسویہ یعنی دونوں چیزوں میں برابری ثابت کرنے کے معنی میں استعمال ہوئی ہے۔ پ۱ پ۱۸/۲۲

اُنْذِرُكُمْ۔ میں تم کو ڈر سناؤں۔ میں تم کو ڈراتا ہوں اُنْذِرُ اِنْذَارٌ سے مضارع کا صیغہ واحد متکلم کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر پ۷ پ۱۴

اَنْذَرْنٰكُمْ۔ ہم نے تم کو ڈر سنایا۔ اَنْذَرْنَا اِنْذَارٌ سے۔ ماضی کا صیغہ جمع متکلم کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر پ۳۰

اَنْذِرُوْا۔ تم ڈر سناؤ۔ اِنْذَارٌ سے۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ۱۴

اُنْذِرُوْا۔ وہ ڈرائے گئے۔ ان کو ڈر سنایا گیا۔ اِنْذَارٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب پ۱۵/۲۰ پ۲۶

---

[۵] احکام القرآن ج ۳ ص ۵۸۵ طبع مصر ۱۳۴۷ھ

اَنْذَرَهُمْ۔ وہ ان کو ڈرا چکا۔ اَنْذَرَ صیغہ ماضی ہُمْ ضمیر جمع مذکر غائب پ ۹/۲۷

اَنْذِرْهُمْ۔ تو ان کو ڈر سنا دے۔ اَنْذِرْ صیغہ امر ہُمْ ضمیر جمع مذکر غائب پ ۱۶/۵ پ ۲۴/۷

اَنْزَلَ۔ اس نے اتارا۔ اس نے نازل کیا۔ اِنْزَالٌ سے جس کے معنی اتارنے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ پ ۱/۲و۱۱ پ ۲/۴و۵و۱۰و۱۳ پ ۳/۹ پ ۴/۷ پ ۵/۶و۱۳و۱۷ پ ۶/۳و۱۱ پ ۷/۴و۱۷و۱۸ پ ۸/۱ پ ۱۰/۱۰و۱۲ پ ۱۱/۱و۱۱ پ ۱۲/۵ پ ۱۳/۸و۱۷ پ ۱۴/۸و۹و۱۰و۱۳ پ ۱۵/۱۲و۱۳ پ ۱۶/۱۱ پ ۱۷/۱۵ پ ۱۸/۲ پ ۲۰/۱ پ ۲۱/۱۲و۱۹ پ ۲۲/۱۹و۱۹ پ ۲۳/۱۵و۱۹ پ ۲۴/۱۲ پ ۲۵/۳و۷ پ ۲۶/۵و۹و۱۱ پ ۲۷/۵ پ ۲۸/۸

اُنْزِلَ۔ وہ اتارا گیا۔ وہ نازل کیا گیا۔ اِنْزَالٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ آیتِ شریفہ اَؤُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْ بَيْنِنَا (کیا ہم سب کو چھوڑ کر اسی پر نصیحت نازل کی گئی) میں ہمزۂ اولی استفہام انکاری کے لئے ہے۔ یعنی ایسا نہیں ہوا پ ۱/۱و۱۳و۱۶ پ ۲/۷ پ ۳/۸و۱۱و۱۲و۱۷ پ ۴/۱۱ پ ۵/۹ پ ۶/۴و۱۳و۱۳و۱۵ پ ۸/۱و۷و۱۶و۱۸ پ ۹/۶و۸ پ ۹/۹ پ ۱۱/۷ پ ۱۲/۴ پ ۱۳/۷و۹و۹ پ ۱۳/۱۰و۱۱ پ ۱۴/۱۲ پ ۱۹/۱ پ ۲۱/۱ پ ۲۲/۷ پ ۲۳/۱۰ پ ۲۴/۳ پ ۲۶/۴

اَنْزِلْ۔ تو اتار۔ تو نازل فرما۔ اِنْزَالٌ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر پ ۷/۶

اَنْزَلْتُ۔ میں نے اتارا۔ میں نے نازل کیا اِنْزَالٌ سے۔ ماضی کا صیغہ واحد متکلم پ ۱/۵

اَنْزَلْتَ۔ تو نے اتارا، تو نے نازل فرمایا۔ اِنْزَالٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مؤنث غائب پ ۱۳/۱۵ پ ۱۰/۱۲

اُنْزِلَتْ۔ وہ اتاری گئی۔ وہ نازل کی گئی۔ اِنْزَالٌ سے۔ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب پ ۱۳/۱۵ پ ۱۰/۱ پ ۱۱/۵ پ ۲۰/۱۲ پ ۲۶/۷

اَنْزَلْتُمُوْهُ۔ تم نے اس کو اتارا۔ تم نے اس کو نازل کیا۔ اَنْزَلْتُمُوْ اِنْزَالٌ سے۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ ہُ ضمیر واحد مذکر غائب پ ۲۷/۱۵

اَنْزَلْنَا۔ ہم نے اتارا۔ ہم نے نازل کیا۔ اِنْزَالٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم پ ۱/۶و۱۲ پ ۲/۳ پ ۵/۱۳ پ ۶/۴و۱۱ پ ۷/۷ پ ۸/۱۰و۱۳ پ ۹/۱۰ پ ۱۰/۱ پ ۱۱/۱۵ پ ۱۳/۲و۹و۱۲و۱۳ پ ۱۶/۱۰ پ ۱۷/۱و۹ پ ۱۸/۱و۱۰و۱۲ پ ۱۹/۲ پ ۲۱/۱و۷و۱۰ پ ۲۳/۱و۱۵ پ ۲۴/۱و۹ پ ۲۶/۱۹ پ ۲۸/۱و۹و۱۵ پ ۳۰/۱

اَنْزَلْنٰهُ۔ ہم نے اس کو اتارا۔ اس میں ہُ ضمیر واحد مذکر غائب ہے۔ پ ۷/۱۴ پ ۹/۷ پ ۱۲/۸ پ ۱۳/۱۱ پ ۱۳/۱۱و۱۳ پ ۱۵/۱۲و۱۸

پ١٤/١٥ پ١٧/٣ و ٩ پ٢٢/١٢ پ٢٥/١٣ پ٣٠/٢٢

اَنْزَلْنٰهَا۔ ہم نے اس کو نازل کیا۔ اس میں ھَا ضمیر واحد مونث غائب ہے پ١٨/٧

اَنْزِلْنِیْ۔ مجھ کو اتار۔ اَنْزِلْ صیغۂ امر۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم پ١٨/٢

اَنْزَلَهٗ۔ اس کو نازل کیا۔ اس کو اتارا۔ اَنْزَلَ صیغۂ ماضی ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ پ٦/٣ پ١٨/١٦ پ٢٩/١٤

اٰنَسَ۔ اس نے دیکھا۔ اس نے محسوس کیا۔ اِیْنَاسٌ سے جس کے معنی دیکھنے اور محسوس کرنے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے پ٢٠/٧

اِنْسٌ۔ آدمی۔ اُنْسٌ سے مشتق ہے جس کے معنی مانوس ہونے کے ہیں۔ چونکہ انسان ذاتی طور پر متمدن واقع ہوا ہے اس لئے اس کی زندگی کا قوام انس باہمی اور آپس میں میل جول کے بغیر نہیں بن سکتا۔ آدمیوں کا یہی انس ہے جس کی بدولت ان کا نام انس ہوا۔ پ٨/١ و ٢ و ٣ و ١١ پ٩/١٢ پ١٥/١٠ پ١٩/١٧ پ٢٢/١٧ و ١٨ پ٢٦/٢ پ٢٧/٢ و ١٢ و ١٣ پ٢٩/١١

اَنْسَابٌ۔ قرابتیں۔ رشتے ناتے۔ نَسَبٌ کی جمع ماں باپ یا دونوں میں سے کسی ایک کی طرف کی قرابت میں اشتراک کا نام نسب ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں ایک نسب بالطول یعنی باپ بیٹوں کی شرکت قرابت دوسرے نسب بالعرض جیسے بھائیوں اور چچاؤں کا باہمی رشتہ پ٣/٩

اِنْسَانٌ۔ آدمی۔ مذکر اور مونث دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ پ٥/٢ پ١١/٧ پ١٢/٢ و ١١ پ١٣/١٧ پ١٤/٣ و ٧ پ١٥/٣ و ٦ و ٧ و ٩ و ١١ و ٢٠ پ١٦/٨ پ١٧/٣ و ١٦ پ١٨/١ پ١٩/١ پ٢٠/١٣ پ٢١/١١ و ١٣ پ٢٢/١ پ٢٣/٣ و ١٥ پ٢٤/٢ پ٢٥/١ و ٦ و ٧ پ٢٦/٢ و ١٩ پ٢٧/٥ و ٧ و ١١ پ٢٨/٥ پ٢٩/٧ و ١٤ و ١ پ٢٩/١٨ و ١٩ پ٣٠/٣ و ٥ و ٧ و ٩ و ١١ و ١٣ و ١٥ و ٢٠ و ٢١ و ٢٤ و ٢٥ و ٢٨

اَنْسٰنِیْهُ۔ مجھے اس کو بھلا دیا۔ اَنْسٰی اِنْسَاءٌ سے جس کے معنی بھلا دینے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب پ١٥/٢١

اٰنَسْتُ۔ میں نے دیکھا۔ میں نے محسوس کیا۔ اِیْنَاسٌ سے ماضی کا صیغہ واحد متکلم پ١٦/١٠ پ١٩/١٦ پ٢٠/٦

اٰنَسْتُمْ۔ تم نے دیکھا۔ تم نے محسوس کیا۔ اِیْنَاسٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ٤/١٢

اِنْسَلَخَ ۔ وہ چھوڑ نکلا۔ وہ گزر گیا۔ اِنْسِلَاخٌ سے
ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ انسلاخ کے معنی
اصل میں تو کھال کھینچنے کے ہیں۔ اور اسی اعتبار
سے کسی چیز کو چھوڑ نکلنے اور گزر جانے میں اس کا
استعمال ہوتا ہے گویا جس طرح کھال کھینچ کر جسم
سے جدا ہو جاتی ہے ایسے ہی وہ جدا ہو گیا یا گزر گیا
[illegible]

اَنْسَوْکُمْ ۔ انھوں نے تم کو بھلا دیا۔ اَنْسَوْا،
اِنْسَاءٌ سے۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب کُمْ
ضمیر جمع مذکر حاضر ۱۸/۶

اِنْسِیًّا ۔ آدمی۔ اِنْسٌ کی طرف منسوب ہے ی
نسبت کی ہے۔ اس اعتبار سے اِنْسِی اس کو
کہا جائے گا جو کثیر الانس ہو اور جس سے انس کیا
جا سکے۔ ۱۶/۵

اَنْسٰهُ ۔ اس کو بھلا دیا۔ اَنْسٰی صیغہ ماضی ہُ ضمیر
واحد مذکر غائب (ملاحظہ ہو اَنْسٰنِیْہُ) ۱۳/۱۵

اَنْسٰهُمْ ۔ ان کو بھلا دیا۔ اس میں ھُمْ ضمیر جمع
مذکر غائب ہے [illegible]

اِنْشَاءً ۔ پیدا کرنا۔ پرورش کرنا۔ بروزن اِفْعَالٌ
مصدر ہے۔ اس کا استعمال زیادہ حیوانات کے
متعلق ہوتا ہے ۲۷/۱۴

اَنْشَاَ ۔ اس نے پیدا کیا۔ اس نے پرورش کی۔
اِنْشَاءٌ سے۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ۸/۴ ۱۹/۵

اَنْشَاْتُمْ ۔ تم نے پیدا کیا۔ تم نے پرورش کی
اِنْشَاءٌ سے۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۲۷/۱۷

اَنْشَاَكُمْ ۔ اس نے تم کو پیدا کیا۔ اس نے تمہاری
پرورش کی۔ اَنْشَاَ صیغہ ماضی کُمْ ضمیر جمع مذکر
حاضر ۱۸/۲ ۸/۳ ۱۲/۶ ۲۹/۲

اَنْشَاْنَا ۔ ہم نے پیدا کیا۔ ہم نے پرورش کی۔ اِنْشَاءٌ
سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم ۱۴/۲ ۱۸/۱ و ۲ و ۳ ۲۰/۸

اَنْشَاْنٰهُ ۔ ہم نے اس کو پیدا کیا۔ ہم نے اس کی
پرورش کی۔ اس میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ہے۔ ۱۹/۱

اَنْشَاْنٰهُنَّ ۔ ہم نے ان کو پیدا کیا۔ ہم نے ان
کی پرورش کی، اس میں ھُنَّ ضمیر جمع مؤنث
غائب ہے ۲۷/۱۴

اَنْشَاَهَا ۔ اس کو پیدا کیا، اس کی پرورش کی
اَنْشَاَ صیغہ ماضی ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب ۲۳/۳

اَنْشَرْنَا ۔ ہم نے اٹھا کھڑا کیا ہم نے زندہ کر دیا

اُنْشَارٌ سے جس کے معنی زندہ کرنے اور اٹھا کھڑا
کرنے کے ہیں ماضی کا صیغہ جمع متکلم پ۲۵
اَنْشَرْنَا ۔ اس کو زندہ کر دیا۔ اس کو اٹھا کھڑا کیا۔
اَنْشَرَ اِنْشَارٌ سے ۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب
ہ ضمیر واحد مذکر غائب پ۳۰
اُنْشُزُوْا ۔ تم اٹھ کھڑے ہو (نَصَرَ، ضَرَبَ) نَشْزٌ سے
جس کے معنی اٹھ کھڑا ہونے کے ہیں امر کا صیغہ،
جمع مذکر حاضر پ۲۸
اِنْشَقَّ ۔ وہ پھٹ گیا ۔ وہ شق ہو گیا ۔ اِنْشِقَاقٌ
سے ۔ جس کے معنی پھٹنے اور شق ہو جانے کے ہیں
ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب پ۲۷ ع۸
اِنْشَقَّتْ ۔ وہ پھٹ گئی ۔ وہ شق ہو گئی ۔ اِنْشِقَاقٌ
سے ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب پ۲۷ ع۱۲ پ۲۹ ع۵
پ۳۰
اَنْصَابٌ ۔ بت ۔ تمام وہ چیزیں جو عبادت کے
لئے نصب کی جائیں خواہ مورتی ہو یا پتھر یا اور
کچھ ۔ نُصُبٌ کی جمع، مجاہد، قتادہ اور ابن جریج
سے مروی ہے کہ نُصُبٌ وہ پتھر ہیں جو عبادت
کے لئے نصب کئے گئے تھے مشرکین عرب ان
پتھروں کو پوجا کرتے اور ان کے تقرب کے لئے
وہاں جا کر قربانی کرتے تھے۔[۱] پ۷
اَنْصَارٌ ۔ مددگار ۔ نَصِیْرٌ اور نَاصِرٌ کی جمع جس
کے معنی مددگار کے ہیں ۔ قرآن مجید میں جہاں مہاجرین
و انصار کا ذکر ہے وہاں انصار سے انصار مدینہ
مراد ہیں جو نصرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت
اس لقب سے سرفراز کئے گئے ہیں پ۱۰ ع۵ و ۱۲ پ۱۱ ع۳ پ۱۱ ع۱۲
پ۲۸ ع۲ و ۴ پ۲۸ ع۱۰ اَنْصَارًا پ۲۹ ع۱۰
اَنْصَارِیْ ۔ میرے مددگار ۔ اَنْصَارٌ مضاف
ی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ پ۳ ع۱۳ پ۲۸ ع۱۰
اِنْصَبْ ۔ تو محنت کر ۔ (سَمِعَ) نَصَبٌ سے
جس کے معنی جدو جہد کرنے کے ہیں امر کا صیغہ واحد
مذکر حاضر یہاں عبادت میں جدوجہد کا حکم ہے پ۳۰ ع۱۹
اَنْصِتُوْا ۔ تم کان لگائے رہو ۔ تم چپ رہو ۔ تم
خاموشی سے سنتے رہو ۔ اِنْصَاتٌ سے جس کے
معنی خاموشی کے ساتھ کان لگا کر سننے کے ہیں
امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ۹ ع۱۴ پ۲۶ ع۴

۱؎ احکام القرآن للجصاص ج ۲ ص ۲۸ طبع مصر ۱۳۴۳ھ

أَنْصَحُ ۔ میں نصیحت کرتا ہوں، میں نصیحت کروں (فَتَحَ) نُصْحٌ سے جس کے معنی نصیحت کرنے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد متکلم پ ۸ ع ۱۵

اِنْصَرَفُوْا ۔ وہ چل دئے۔ وہ پلٹ گئے۔ اِنْصِرَافٌ سے جس کے معنی ایک حالت سے دوسری حالت پر لوٹ جانے کے ہیں ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب پ ۱۱ ع ۵

اُنْصُرْنَا ۔ تو ہماری مدد کر۔ (نَصَرَ) اُنْصُرْ نَصْرٌ سے جس کے معنی مدد کرنے کے ہیں امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر نا ضمیر جمع متکلم۔ پ ۲ پ ۳ پ ۲۸

اُنْصُرْنِیْ ۔ تو میری مدد کر، اس میں ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم ہے پ ۱۸ ع ۳ پ ۲۰ ع ۱۵

اُنْصُرُوْا ۔ تم مدد کرو، نَصْرٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ ۱۷ ع ۵

اَنْطَقَ ۔ اس نے گویائی عطا فرمائی۔ اس نے کہلوایا۔ اِنْطَاقٌ سے جس کے معنی گویائی عطا کرنے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب پ ۲۴ ع ۱۷

اَنْطَقَنَا ۔ ہم کو گویائی عطا فرمائی۔ ہم سے کہلوایا اِنْطَاقٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب نَا ضمیر جمع متکلم پ ۲۴ ع ۱۷

اِنْطَلَقَ ۔ وہ چل کھڑا ہوا۔ اِنْطِلَاقٌ سے جس کے معنی چھوڑ کر چل کھڑے ہونے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب پ ۲۳

اِنْطَلَقَا ۔ وہ دونوں چلے۔ اِنْطِلَاقٌ سے، ماضی کا صیغہ تثنیہ مذکر غائب پ ۱۵ ع ۲۲ پ ۱۶ ع ۱

اِنْطَلَقْتُمْ ۔ تم چلے، اِنْطِلَاقٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ ۲۶

اِنْطَلَقُوْا ۔ وہ چلے۔ اِنْطِلَاقٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب پ ۲۹

اِنْطَلِقُوْا ۔ تم چلو، اِنْطِلَاقٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ ۲۹

اَنْظُرُ ۔ میں دیکھوں گا۔ (نَصَرَ، سَمِعَ) نَظَرٌ سے مضارع کا صیغہ واحد متکلم۔ نَظَرٌ کے معنی ان ظاہری آنکھوں سے دیکھنے اور نگاہ کرنے کے بھی ہیں اور بصیرت کے ذریعہ کسی چیز کو پانے اور اس کا ادراک کرنے کے بھی اور کبھی تامل اور تفحص کے معنی میں بھی اس کا استعمال ہوتا ہے جیسے قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (کہدیجئے دیکھو تو کیا کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں) پ ۱۱

دیکھنے سے مراد تأمل اور تفحص سے کام لینا ہے کبھی اس کا استعمال حیرت سے تاکنے کے بارے میں بھی ہوتا ہے جیسے وَتَرٰهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ (اور تو دیکھتا ہے ان کو کہ تک رہے ہیں تیری طرف اور وہ کچھ نہیں دیکھتے) اور کبھی راہ دیکھنے اور انتظار کرنے کے معنی بھی آتے ہیں جیسے وَمَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَاۗءِ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ (اور راہ نہیں دیکھتے یہ لوگ مگر ایک چنگھاڑ کی جو بیچ میں دم نہ لے گی) جب اس کے صلہ میں اِلٰی آتا ہے تو معنی نگاہ اٹھانے کے ہوتے ہیں اور جب فِیْ آتا ہے تو غور و تأمل کے پ ۹

اُنْظُرْ ۔ تو دیکھ۔ تو غور کر۔ نَظْرٌ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر پ ۲/۳ پ ۵/۳ پ ۶/۱۲ پ ۶/۹و۱۱و۱۳ پ ۸/۱۷ پ ۹/۳و۷ پ ۱۱/۹و۱۳ پ ۱۲/۲و۵ پ ۱۶/۱۴ پ ۱۸/۱۶ پ ۱۹/۱۶و۱۷و۱۹ پ ۲۰/۲ پ ۲۱/۸ پ ۲۳/۲و۳و۴ پ ۲۵/۸

اُنْظُرْنَا ۔ ہم پر نظر کیجیے۔ اس میں نَا ضمیر جمع متکلم ہے۔ پ ۱/۱۳ پ ۵/۴

اَنْظِرْنِیْ ۔ مجھ کو مہلت دے۔ مجھ کو ڈھیل دے، اَنْظِرْ اِنْظَارٌ سے جس کے معنی مہلت دینے اور ڈھیل دینے کے ہیں امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔ پ ۸/۹ پ ۱۴/۳ پ ۲۳/۱۴

اُنْظُرُوْا ۔ تم دیکھو، تم غور کرو۔ نَظْرٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ ۴/۵ پ ۷/۸و۱۸ پ ۸/۱۸ پ ۱۱/۱۵ پ ۱۴/۱۱ پ ۳۰/۲و۱۳ پ ۲۸/۸

اُنْظُرُوْنَا ۔ تم ہماری راہ دیکھو۔ تم ہمارا انتظار کرو اس میں نَا ضمیر جمع متکلم ہے پ ۲۷/۱۸

اُنْظُرِیْ ۔ تو دیکھ لے، تو غور کرے۔ نَظْرٌ سے امر کا صیغہ واحد مونث حاضر پ ۱۹/۱۸

اَنْعَامٌ ۔ مویشی۔ بھیڑ، بکری، گائے بھینس اور اونٹ مویشی کو اس وقت تک انعام نہیں کہا جا سکتا، جب تک ان میں اونٹ داخل نہ ہوں، یہ نَعَمٌ کی جمع ہے جس کے معنی اصل میں تو اونٹ کے ہیں مگر بھیڑ بکری اور گائے بھینس پر بھی بولا جاتا ہے چونکہ اونٹ عرب کے نزدیک بہت بڑی نعمت ہے اس لئے اس کا نام نَعَمٌ ہوا۔ پ ۵/۵ پ ۶/۵ پ ۸/۳و۴ پ ۹/۱۲ پ ۱۱/۸ پ ۱۳/۷و۱۵و۱۷ پ ۱۴/۱۱و۱۲، پ ۸/۱ پ ۱۹/۱و۲ پ ۲۲/۱۹ پ ۲۴/۱۵ پ ۲۳/۱۳ پ ۲۵/۲و۷ پ ۲۶/۶

اَنْعَامًا پ ۱۹/۳ پ ۲۳/۴

اَنۡعَامِکُمۡ۔ تمہارے مویشی، اَنۡعَام مضاف کُمۡ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ پ۲۶ پ۳۰

اَنۡعَامُھُمۡ۔ ان کے مویشی۔ اَنۡعَامُ مضاف ھُمۡ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ پ۱۶

اَنۡعُمِ۔ احسانات، نعمتیں، نِعۡمَۃٌ کی جمع پ۱۴

اَنۡعَمَ۔ اس نے انعام کیا۔ اس نے فضل کیا۔ اِنۡعَامٌ سے جس کے معنی احسان کرنے اور نوازش کرنے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب پ۵ پ۶ پ۷ پ۲۲

اَنۡعَمۡتُ۔ میں نے احسان کیا۔ میں نے انعام کیا۔ اِنۡعَامٌ سے ماضی کا صیغہ واحد متکلم پ۱ پ۶ پ۱۵

اَنۡعَمۡتَ۔ تونے فضل کیا۔ تونے احسان کیا۔ اِنۡعَامٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر پ۱۹ پ۱۲ پ۲۲ پ۲۶

اَنۡعَمۡنَا۔ ہم نے احسان کیا۔ ہم نے فضل کیا۔ اِنۡعَامٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم پ۱۵ پ۲۵

اَنۡعُمِہٖ۔ اس کے احسانات، اس کی نعمتیں اَنۡعُمِ مضاف ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ پ۱۴

اَنۡعَمَھَا۔ اس کو انعام میں دیا۔ اس سے نوازا۔ اَنۡعَمَ صیغہ ماضی ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب پ۱۱

اَنۡفَ۔ ناک۔ پ۶

اٰنِفًا۔ ابھی، اَنۡفٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنی سر کے آتے ہیں چونکہ سر سے شے کی ابتدا ہوتی ہے اس لحاظ سے اٰنِفًا کے معنی اول وقت کے ہوئے پ۲۶

اِنۡفَاقِ۔ خرچ کرنا، بروزن اِنۡفَعَالٌ مصدر ہے انفاق میں جان اور مال دونوں کا صرف کرنا آجاتا ہے۔ یہ کبھی مستحب ہوتا ہے اور کبھی واجب، یہاں اِنۡفَاقِ کے معنی خرچ ہو جانے کے ہیں پ۱۵

اَنۡفَال۔ مالِ غنیمت، نَفَلٌ (بفتح فا) کی جمع۔ جس کے معنی اصل میں زیادتی کے ہیں اور اسی لئے زائد نماز کو نَافِلَۃٌ کہتے ہیں ارشاد ہے وَمِنَ اللَّیۡلِ فَتَھَجَّدۡ بِہٖ نَافِلَۃً لَّکَ (اور کچھ رات جاگتا رہ قرآن کے ساتھ یہ زیادتی ہے تیرے لئے) اور اسی اعتبار سے اولاد کی اولاد کو نافلہ کہا جاتا ہے۔ وَوَھَبۡنَا لَہٗۤ اِسۡحٰقَ وَیَعۡقُوۡبَ نَافِلَۃً (اور ہم نے اس کو عنایت کیا اسحٰق نیز یعقوب کو مزید) یعنی مانگا تو بیٹا ہی تھا مگر ہم نے پوتا مزید عنایت فرمایا۔ پھر عطیہ اور بخشش

کے معنی میں حقیقت بن کر استعمال ہونے لگا کیونکہ بخشش بھی بسبب تبرع غیر لازم ہونے کے گویا ایک شے مزید ہوئی۔ اور اسی طرح امام یا خلیفہ غازی کے لئے اس کے حصہ سے زائد جو جو مشروط کردے خواہ کسی معین شخص کے لئے ہو یا غیر معین شخص کے لئے جیسے اعلان کردے کہ جو کسی کو قتل کرے گا اس کا چھینا ہوا مال وہی پائیگا۔ سب نفل کے نام سے موسوم ہے کیونکہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے بخشش وعطاء ہے پ۹/۱۵

اِنْفَجَرَتْ۔ وہ بہ نکلی۔ وہ پھوٹ نکلی۔ اِنْفِجَارٌ سے جس کے معنی خوب پھوٹ نکلنے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مونث غائب۔ اِنْفِجَارٌ اور اِنْبِجَاسٌ میں فرق یہ ہے کہ انبجاس صرف کسی تنگ چیز کی سے نکلنے کا نام ہے اور انفجار کا استعمال تنگ مقام ہو یا فراخ دونوں کے متعلق ہوتا ہے پ۱۔

اَنْفُخُ۔ میں پھونک مارتا ہوں (نَصَرَ) نَفْخٌ سے جس کے معنی پھونک مارنے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد متکلم پ۳/۱۳

اُنْفُخُوْا۔ تم پھونک مارو تم دھونکو نَفْخٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ۲۶

اُنْفُذُوْا۔ تم نکل بھاگو۔ (نَصَرَ) نُفُوْذٌ سے جس کے معنی چیرنے۔ نکل جانے، اور رہائی پانے کے ہیں۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ۲۷/۱۲

اِنْفِرُوْا۔ تم نکلو تم کوچ کرو (نَصَرَ، ضَرَبَ) نَفِیْرٌ اور نُفُوْرٌ سے جس کے معنی نکلنے اور کوچ کرنے اور بھاگنے کے ہیں۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر اصل میں نَفْرٌ کے معنی کسی چیز کے لئے بیتاب ہو جانے یا اس سے بیزار ہو جانے کے ہیں پ۵ پ۱۰/۱۱

اَنْفُسٌ۔ جانیں۔ دل۔ جی۔ نَفْسٌ کی جمع جس کے معنی روح کے ہیں پ۲/۳ پ۵/۱۶ پ۷/۱۵ پ۲۳/۲ پ۲۵/۱۲ پ۲۷/۵

اَنْفُسُكُمْ۔ تمہاری جانیں۔ تمہارے اشخاص، تمہارے جی۔ اَنْفُسٌ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ۔ پ۱/۵،۶،۹،۱۰،۱۱،۱۳ پ۲/۷،۱۲،۱۳ پ۳/۵،۶،۸،۱۳ پ۴/۸،۱۰ پ۵/۲،۳،۷،۱۳ پ۶/۳،۷،۱۳ پ۱۰/۱۱،۱۲ پ۱۱/۵،۸ پ۱۲/۱۲ پ۱۳/۲،۴،۶ پ۱۴/۱۹ پ۱۵/۱ پ۱۸/۱۲ پ۲۱/۲،۶،۷ پ۲۲/۶،۱۸ پ۲۵/۳ پ۲۶/۱۳،۱۸ پ۲۷/۲،۶،۱۰،۱۹ پ۲۸/۱۰،۱۹ پ۲۹/۱۲

اَنْفُسَنَا۔ اپنی جانیں۔ ہماری جانیں۔ اَنْفُسٌ

مضاف، نا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ پ۳/۱۲ پ۸/۳و۹

اَنْفُسُهُمْ ۔ ان کے جی، ان کے دل، ان کی جانیں۔ اَنْفُسُ مضاف ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔ پ۱/۲و۶و۱۱و۱۲و۱۳ پ۳/۴و۱۵ پ۴/۳و۵و۹ پ۴/۷و۸و۹ پ۵/۴و۶و۱۰و۱۱و۱۳و۱۴ پ۶/۱۲و۱۳و۱۵ پ۷/۸و۹ پ۸/۲و۳و۸و۱۱و۱۳ پ۹/۱۰و۱۲و۱۳ پ۱۰/۳و۴ پ۱۰/۹و۱۳و۱۴و۱۵و۱۶ پ۱۱/۲و۳و۶و۱۰ پ۱۲/۲و۳و۹ پ۱۳/۸و۱۹ پ۱۳/۱۰و۱۸و۲۱ پ۱۵/۲۱ پ۱۶/۴و۵و۷ پ۱۸/۲و۶و۷و۸و۱۹ پ۱۹/۱و۲ پ۲۰/۱۹ پ۲۱/۴و۸و۱۹ پ۲۲/۸ پ۲۳/۲و۱۹ پ۲۴/۳ پ۲۵/۱و۹ پ۲۶/۱۲ پ۲۸/۲و۳و۹

اَنْفُسُهُنَّ ۔ ان کے جی۔ اَنْفُسُ مضاف هُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب مضاف الیہ پ۲/۱۲و۱۳و۱۵

اِنْفِصَامَ ۔ ٹوٹنا، بروزن اِنْفِعَالٌ مصدر ہے پ۳/۲

اِنْفَضُّوْا ۔ وہ متفرق ہو گئے۔ اِنْفِضَاضٌ سے جس کے معنی متفرق ہو جانے کے ہیں ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب پ۴/۸ پ۲۸/۱۲

اِنْفَطَرَتْ ۔ وہ چر گئی، وہ پھٹ گئی۔ اِنْفِطَارٌ سے جس کے معنی چرنے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب پ۳۰/۷

اَنْفَقَ ۔ اس نے خرچ کیا، اِنْفَاقٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب (ملاحظہ ہو اِنْفَاق) پ۱۵/۱۷ پ۲۷/۱۷

اَنْفَقْتَ ۔ تو نے خرچ کیا۔ اِنْفَاقٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اِنْفَاق) پ۱۰/۴

اَنْفَقْتُمْ ۔ تم نے خرچ کیا۔ اِنْفَاقٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ۳/۵ پ۳/۱۰ پ۲۲/۱۱ پ۲۸/۸

اَنْفَقُوْا ۔ انھوں نے خرچ کیا۔ اِنْفَاقٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب پ۳/۳ پ۵/۳ پ۱۰/۴ پ۲۲/۱۶ پ۲۷/۱۷ پ۲۸/۸

اَنْفِقُوْا ۔ تم خرچ کرو۔ اِنْفَاقٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ پ۲/۸ پ۳/۲و۷ پ۱۰/۱۳ پ۲۲/۲ پ۲۸/۱۲و۱۶و۱۷

اِنْفَلَقَ ۔ وہ پھٹ گیا۔ اِنْفِلَاقٌ سے جس کے معنی پھٹ جانے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب پ۱۹/۸

اَنْقَذَكُمْ ۔ اس نے تم کو نجات دی۔ اِنْقَذَ اِنْقَاذٌ سے جس کے معنی نجات دینے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر پ۴/۲۔

اُنْقُصْ ۔ تو کم کر۔ (نَصَرَ) نَقْصٌ سے، جس کے معنی کم کرنے یا کم ہونے کے ہیں امر کا صیغہ واحد مذکر

حاضر پ ۲۹/۱۴

اِنْقَضَ۔ اس نے توڑ دی، اس نے جھکا دی۔ اِنْقَاضٌ سے۔ جس کے معنی توڑ دینے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب پ ۳۰/۱۹

اِنْقَلَبَ۔ وہ الٹ گیا، اِنْقِلَابٌ سے جس کے معنی الٹ جانے اور پھر جانے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب پ ۱۷/۵

اِنْقَلَبْتُمْ۔ تم پھر گئے۔ اِنْقِلَابٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ ۴/۶ پ ۱۱/۱

اِنْقَلَبُوْا۔ وہ لوٹ گئے، وہ پھر گئے۔ اِنْقِلَابٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب پ ۴/۸ پ ۹/۲ پ ۱۳/۳ پ ۳۰/۸

اَنَّكَ۔ بے شک تو، اَنَّ حرفِ مشبہ بالفعل كَ ضمیر واحد مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اَنَّ) پ ۴/۶ پ ۱۲/۱۶ پ ۲۵/۱۹ پ ۲۹/۱۴

اِنَّكَ۔ بے شک تو، اِنَّ حرفِ مشبہ بالفعل، كَ ضمیر واحد مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اِنَّ) پ ۱/۴ و ۱۵ پ ۲/۱ و ۱۷ پ ۳/۹ و ۱۱ و ۱۲ پ ۴/۱۱ پ ۷/۵ و ۹ پ ۸/۹ پ ۱۱/۱۴ و ۱۶ پ ۱۲/۷ و ۸ پ ۱۳/۱ و ۳ و ۵ و ۱۸ پ ۱۴/۱ و ۳ پ ۱۵/۳ و ۱۳ و ۲۲ پ ۱۶/۱ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ پ ۱۷/۱۶ پ ۱۸/۴ پ ۱۹/۱۶ پ ۲۰/۲ و ۵ و ۷ و ۹ پ ۲۱/۸ پ ۲۲/۱۸ پ ۲۳/۱۲ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ و ۱۶ پ ۲۴/۹ پ ۲۵/۶ و ۱۰ و ۱۶ پ ۲۷/۳ پ ۲۸/۵ و ۷ و ۱۳ و ۲۰ پ ۲۹/۳ و ۱۰ پ ۳۰/۹

اِنَّكِ۔ بے شک تو۔ اس میں كِ ضمیر واحد مؤنث حاضر ہے پ ۱۲/۱۳

اَنْكَاثًا۔ ٹکڑے ٹکڑے۔ نِكْثٌ کی جمع جس کے معنی سوت کے اس ٹکڑے کے ہیں جو دوبارہ کاتنے کے لئے توڑا جائے۔ پ ۱۴/۱۹

اَنْكَالًا۔ بیڑیاں۔ قید۔ نِكْلٌ کی جمع جس کے معنی سخت قید اور آہنی لگام کے ہیں پ ۲۹/۱۴

اُنْكِحُكَ۔ میں تجھ کو بیاہ دوں۔ میں تیرے نکاح میں دیدوں۔ اُنْكِحُ، اِنْكَاحٌ سے جس کے معنی نکاح کرانے اور بیاہ دینے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد متکلم كَ ضمیر واحد مذکر حاضر پ ۲۰/۶

اَنْكِحُوْا۔ تم نکاح کر دو تم عقد کرا دو۔ اِنْكَاحٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ ۱۸/۱۰

اِنْكِحُوْا۔ تم نکاح کر لو۔ تم عقد کر لو (فَتَحَ ضَرَبَ) نِكَاحٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اصل لغت میں نکاح کے حقیقی معنی دو چیزوں کو ملانے اور جمع کرنے کے ہیں اور اسی اعتبار سے وطی اور عقد کو نکاح کہا

جاتا ہے۔ جمع کے معنی چونکہ درحقیقت وطی میں پائے
جاتے ہیں عقد میں نہیں اس لئے وطی کے معنی
میں اس کا استعمال باعتبار حقیقت ہے اور عقد
کے معنی میں باعتبار مجازاً۔ یہاں مجازی معنی مراد
ہیں۔ پ۴/۱۲

اِنْكِحُوْهُنَّ۔ تم ان سے نکاح کرو۔ اس میں
هُنَّ ضمیر جمع مونث غائب ہے پ۵/۱

اِنْكَدَرَتْ۔ وہ میلی ہوگئی۔ وہ بکھر گئی۔ اِنْكِدَارٌ
سے۔ ماضی کا صیغہ واحد مونث غائب اِنْكِدَارٌ
کے اصل معنی تو میلے ہونے کے ہیں مگر بکھر جانے اور
پراگندہ ہونے میں بھی اس کا استعمال ہوتا ہے پ۳۰/۶

اَنْكَرَ۔ بہت زیادہ برا۔ نُكْرٌ سے جس کے معنی نہ
پہچاننے اور برا جاننے کے ہیں یا نَكَارَةٌ سے جس کے
معنی نامانوس، سخت اور وحشتناک ہونے کے ہیں
باب مفعول میں افعل التفضیل کا صیغہ۔ اول صورت
میں سَمِعَ سے آئیگا اور دوسری صورت میں كَرُمَ
سے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جیسے جَدِيْرٌ کا افعل
التفضیل اَجْدَرُ ہے ایسے ہی یہ نَكِيْرٌ کا ہو۔
واضح رہے کہ عیب کے معنی میں نیز باب مفعول میں
افعل التفضیل کا آنا شاذ ہے۔ پ۲۱/۱۱

اِنَّكُمْ۔ بیشک تم۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل كُمْ
ضمیر جمع مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اِنَّ) پ۱/۶ پ۵/۱۷ پ۶/۸
پ۷/۸ پ۸/۱ و ۱۷ پ۹/۱ و ۴ و ۱۷ پ۱۰/۷ و ۱۳ و ۱۷ پ۱۲/۱ پ۱۳/۳
پ۱۳/۵ و ۱۸ پ۱۵/۳ پ۱۷/۷ و ۵ پ۱۸/۱ و ۳ و ۴ پ۱۹/۷ و ۸ و ۱۹
پ۲۰/۱۵ پ۲۲/۷ پ۲۳/۲ و ۸ و ۹ و ۱۷ پ۲۴/۱۶ پ۲۵/۱۳ و ۱۴ و ۲۰
پ۲۶/۱۸ پ۲۷/۱۵ پ۲۹/۲۲

اَنَّكُمْ۔ بیشک تم، اَنَّ حرفِ مشبہ بالفعل كُمْ
ضمیر جمع مذکر حاضر۔ پ۲/۷ و ۹ و ۱۲ و ۱۳ پ۷/۱۵ پ۱۰/۷
پ۱۸/۳ و ۹ پ۲۰/۲۰ پ۲۷/۱۶ پ۲۸/۱۱

اِنَّمَا۔ بیشک، تحقیق، سوائے اس کے نہیں۔
اِنَّ حرفِ مشبہ بالفعل اور مَا کافہ ہے جو حصر کے
لئے آتی ہے اور اِنَّ کو عملِ لفظی سے روک دیتی ہے۔
پ۱/۲ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۹ پ۲/۵ و ۶ پ۳/۶ و ۱۰ و ۱۳ پ۴/۷ و ۹ و ۱۰ و
پ۴/۱۲ و ۱۳ پ۵/۱۳ پ۶/۳ و ۹ و ۱۲ پ۷/۲ و ۸ و ۱۰ و ۱۹ پ۹/۳ و
پ۸/۷ و ۱۱ پ۹/۲ و ۳ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۵ پ۱۰/۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۳ و ۱۴ و
پ۱۰/۱۶ و ۱۸ پ۱۱/۷ و ۸ و ۱۹ پ۱۲/۳ و ۴ پ۱۳/۴ و ۷ و ۹ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۹
پ۱۴/۱۰ و ۱۱ و ۱۳ و ۱۷ و ۱۹ و ۲۰ و ۲۱ و ۲۲ پ۱۵/۲ پ۱۶/۳ و ۵ و ۹
پ۱۷/۱۲ و ۱۳ پ۱۸/۳ و ۷ و ۱۳ پ۱۹/۲ و ۱۴ و ۱۵ پ۲۰/۱۲ و ۱۴ و ۱۸

پ۳۰/ ۳و۱۱و۱۳و۱۴و۱۵ پ۲۱/ ۱و۱۱و۱۲و۱۵ پ۲۲/ ۱و۵و۱۲و

پ۲۲/ ۱۳و۱۵و۱۶و۱۸ پ۲۳/ ۳و۵و۱۱و۱۲و۱۵و۱۶ پ۲۴/ ۱و۲و

پ۲۴/ ۱۰و۱۲و۱۵ پ۲۵/ ۵و۱۶ پ۲۶/ ۳و۸و۹و۱۳و۱۴و۱۹

پ۲۷/ ۳ پ۲۸/ ۳و۹و۱۶و۱۹ پ۲۹/ ۳و۱۲و۱۹و۲۱ پ۳۰/ ۳و۳و۱۳

اَنَّمَا۔ بیشک، تحقیق، بجزاس کے نہیں۔ اَنَّ حرف مشبہ بالفعل۔ ما کافہ ہے حصر کے معنی دیتی ہے اور اَنَّ کو عمل سے روکتی ہے۔ پ۶/ ۲ پ۷/ ۱۱ پ۸/ ۹

پ۹/ ۱۷ پ۱۰/ ۱ پ۱۲/ ۲ پ۱۳/ ۹و۱۹ پ۱۶/ ۲ پ۱۷/ ۷و۱۵ پ۱۸/ ۴و۶

پ۲۰/ ۸ پ۲۱/ ۱۲ پ۲۳/ ۱۱و۱۳ پ۲۵/ ۱۰و۱۵ پ۲۷/ ۱۹

اِنَّنَا۔ بیشک ہم، اِنَّ حرف مشبہ بالفعل نَا ضمیر جمع متکلم (ملاحظہ ہو اَنَّ) پ۳/ ۱۰ پ۴/ ۱۱ پ۱۳/ ۹ پ۱۶/ ۱۱

پ۲۳/ ۱۵ پ۲۵/ ۱۱

اَنَّنَا۔ بیشک ہم۔ اَنَّ حرفِ مشبہ بالفعل نَا ضمیر جمع متکلم (ملاحظہ ہو اَنَّ) پ۸/ ۱ پ۹/ ۵

اِنَّنِیْ۔ بیشک میں۔ اِنَّ حرفِ مشبہ بالفعل، نَ وقایہ ی ضمیر واحد متکلم پ۷/ ۸ پ۸/ ۷ پ۱۱/ ۱۷ پ۱۶/ ۱۰و۱۱

پ۲۴/ ۱۹ پ۲۵/ ۹

اِنْہَ۔ تو منع کر (فَتَحَ) نَھْیٌ سے جس کے معنی منع کرنے کے ہیں امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر پ۲۱/ ۱۱

اِنَّہٗ۔ بیشک وہ۔ بیشک بات یہ ہے۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب، جب اس ضمیر کے بعد جملہ مفسرہ ہو جو اس کی خبر واقع ہو تو ضمیر شان یا ضمیر قصہ کہلاتی ہے کیونکہ اس وقت یہ بیانِ واقعہ اور حالت بتانے کے لئے آتی ہے۔

پ۱/ ۳و۶و۸و۱۲و۱۹ پ۲/ ۲و۵و۹و۱۷ پ۳/ ۷ پ۴/ ۱۲و۱۳

پ۶/ ۱۲و۱۳ پ۷/ ۹و۱۰ پ۸/ ۱و۳و۴و۵و۷و۱۰و۱۳ پ۹/ ۱۱و۱۳

پ۱۰/ ۲و۴ پ۱۱/ ۶و۷و۱۰و۱۳و۱۷ پ۱۲/ ۲و۳و۷و۱۰و۱۲و۱۴و۱۷

پ۱۳/ ۲و۴و۵و۱۸ پ۱۴/ ۲و۹و۱۹و۲۲ پ۱۵/ ۱و۳و۴و۵و۷و۱۱

پ۱۶/ ۶و۷و۱۰و۱۱و۱۲و۱۳ پ۱۷/ ۵و۷ پ۱۸/ ۶و۷و۹و۱۹

پ۱۹/ ۳و۹و۱۳و۱۵و۱۶و۱۷و۱۸ پ۲۰/ ۲و۴و۵و۷و۹

پ۲۰/ ۹و۱۱و۱۵ پ۲۱/ ۸و۱۱ پ۲۲/ ۶و۱۲و۱۶و۱۷ پ۲۳/ ۳و۷و۸و۹

پ۲۳/ ۱۱و۱۲و۱۳و۱۵ پ۲۴/ ۳و۸و۱۱و۱۹ پ۲۵/ ۳و۴و۵و۶و۹

پ۲۵/ ۷و۹و۱۰و۱۲و۱۳و۱۵ پ۲۶/ ۳و۸و۱۹ پ۲۷/ ۳و۷و۱۹

پ۲۸/ ۱۱ پ۲۹/ ۱و۲و۴و۵و۶و۹و۱۳و۱۵و۱۹ پ۳۰/ ۳و۹و

پ۳۰/ ۹و۱۰و۱۱و۱۳و۱۵و۲۶و۳۵

اَنَّہٗ۔ بیشک وہ۔ بیشک بات یہ ہے، بیشک واقعہ یوں ہے۔ اَنَّ حرفِ مشبہ بالفعل ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ جب اس کے بعد جملہ مفسرہ اس

کی خبر واقع ہو تو ضمیر شان ہے واضح رہے کہ جب تک کوئی اور وجہ نکل سکے اس کو ضمیر شان پر محمول نہیں کرنا چاہئے۔ پ ۱/۱۳ پ ۱/۱ پ ۱۰/۱۲ پ ۶/۹ پ ۷/۱۲

پ ۱ پ ۹/۸ و ۱۷ پ ۱۴/۱۴ پ ۱۱/۳ و ۱۴ پ ۱۲/۴ و ۱۵ پ ۱۳/۷

پ ۱۷/۲ و ۸ و ۱۴ پ ۲۳/۷ پ ۲۵/۱ پ ۲۶/۲ پ ۲۷/۷ پ ۲۸/۱۵ پ ۲۹/۱۱ و ۱۷

اِنَّهَا۔ بیشک وہ۔ بیشک بات یہ ہے، اِنَّ حرفِ مشبہ بالفعل هَا ضمیر واحد مؤنث غائب اور جب اس کے بعد جملہ مفسرہ اس کی خبر واقع ہو تو ضمیر شان ہے۔ پ ۱/۸ و ۵ پ ۶/۸ پ ۱۱/۱ پ ۱۴/۳ و ۵ پ ۱۷/۱۱ و ۱۳

پ ۱۸/۶ پ ۱۹/۳ و ۱۸ پ ۲۱/۱۱ پ ۲۳/۲ پ ۲۹/۷ و ۱۶ و ۲۱ پ ۳۰/۵ و ۲۹

اَنَّهَا۔ بیشک وہ۔ اَنَّ حرفِ مشبہ بالفعل هَا ضمیر واحد مؤنث غائب پ ۷/۱۹ پ ۹/۱۵ پ ۱۶/۱۲ پ ۲۵/۳

اِنْهَارَ۔ وہ ڈھ پڑا۔ اِنْهِیَارٌ سے جس کے معنی ڈھ پڑنے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب پ ۱۱/۳

اَنْهَارٌ۔ نہریں، نَهْرٌ کی جمع۔ پ ۱/۳ و ۹ پ ۳/۴ و ۱۰

پ ۴/۵ و ۱۱ و ۱۳ پ ۵/۵ و ۱۳ پ ۶/۷ پ ۷/۶ و ۹ و ۱۰ پ ۸/۱۲

پ ۱۰/۵ و ۱۶ پ ۱۱/۳ و ۹ پ ۱۳/۱۱ و ۱۲ و ۱۷ پ ۱۴/۸ و ۱۰ پ ۱۵/۱۰ و ۱۹

پ ۱۶/۱۲ پ ۱۷/۹ و ۱۰ پ ۱۸/۱۴ پ ۲۱/۲ پ ۲۳/۱۹ پ ۲۵/۱۱ پ ۲۶/۶ و ۹ و ۱۰

پ ۲۷/۱۸ پ ۲۸/۳ و ۱۰ و ۱۵ و ۱۸ و ۲۱ پ ۳۰/۱۰ و ۲۳ **اَنْهَارًا** پ ۱۳/۷

اَنْهٰكُمَا۔ میں نے تم دونوں کو منع کیا۔ اَنْهٰ اصل میں اَنْهٰی تھا جس کے معنی ہیں میں منع کرتا ہوں یا منع کروں گا لَمْ کے آنے سے ی حرفِ علت ساقط ہوگئی اور مضارع کو ماضی کے معنی میں کردیا۔ پ ۸/۹ پ ۲۰/۹

اِنَّهُمْ۔ بیشک وہ سب لوگ، اِنَّ حرفِ مشبہ بالفعل هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب پ ۱/۲ و ۶ پ ۲/۳ و ۹ پ ۳/۱۲

پ ۶/۱۲ پ ۷/۶ و ۹ و ۱۰ پ ۸/۱۰ و ۱۵ و ۱۶ پ ۱۰/۴ و ۸ و ۹ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۶

پ ۱۱/۱ و ۲ و ۶ و ۱۰ و ۱۶ پ ۱۲/۲ و ۳ پ ۱۳/۵ پ ۱۵/۱۴ و ۱۵ پ ۱۶/۵ و ۹ پ ۱۹/۱ و ۲

پ ۱۸/۵ و ۱۶ پ ۱۹/۸ و ۹ و ۱۳ و ۱۵ و ۱۶ و ۱۹ پ ۲۰/۷ و ۱۳ پ ۲۱/۱۶ پ ۲۲/۱۲

پ ۲۳/۹ و ۹ و ۱۳ و ۱۷ پ ۲۴/۷ و ۲۰ پ ۲۵/۱ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۵ و ۱۶ و ۱۸

پ ۲۸/۱ و ۳ پ ۲۷/۱ و ۷ و ۱۵ پ ۲۸/۱ و ۳ و ۱۳ پ ۲۹/۷ و ۱۰ پ ۳۰/۱ و ۸ و ۱۱

اَنَّهُمْ۔ بیشک وہ سب لوگ۔ اَنَّ حرفِ مشبہ بالفعل هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب پ ۱/۵ و ۷ و ۱۳ پ ۲/۱۴

پ ۳/۲ و ۱۱ و ۱۲ پ ۴/۳ پ ۵/۲ و ۹ پ ۶/۱۲ و ۱۵ پ ۷/۱۶ پ ۸/۳ و ۱۰

پ ۹/۲ و ۷ و ۸ و ۱۹ پ ۱۰/۵ و ۶ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۹ پ ۱۱/۳ و ۴ و ۵ و ۸ و ۹

پ ۱۲/۳ پ ۱۳/۲ پ ۱۴/۱۱ و ۱۴ و ۲۰ پ ۱۵/۱۱ و ۱۹ پ ۱۶/۲ پ ۱۷/۱۲ و ۱۳

پ ۱۸/۳ و ۹ پ ۱۹/۵ پ ۲۰/۱۰ پ ۲۱/۱۴ پ ۲۳/۱ پ ۲۴/۶ و ۸

پ ۲۶/۵ و ۷ و ۱۲ پ ۲۸/۳ و ۴ و ۵ پ ۲۹/۱۱ پ ۳۰/۸

اِنَّهُمَا ۔ بیشک وہ دونوں، اِنَّ حرف مشبہ بالفعل هُمَا ضمیر تثنیہ مذکر غائب پ۱۳ پ۲۳/۸

اَنَّهُمَا ۔ بیشک وہ دونوں۔ اَنَّ حرف مشبہ بالفعل هُمَا ضمیر تثنیہ مذکر غائب پ۶/۲ پ۲۸/۵

اِنَّهُنَّ ۔ بیشک وہ سب عورتیں، اِنَّ حرفِ مشبہ بالفعل هُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب پ۲۲/۱۸

اَنْهٰكُمْ ۔ میں تم کو منع کر رہا ہوں، اَنْهٰى نَهْىٌ سے جس کے معنی منع کرنے اور روکنے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد متکلم کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر پ۱۲/۸

اِنِّىْ ۔ بے شک میں، اِنَّ حرفِ مشبہ بالفعل، ى ضمیر واحد متکلم، پ۱/۴ پ۳/۷ پ۴/۱۲و۱۳ پ۵/۱۳ پ۶/۷و۸و۹ پ۷/۵و۸و۱۱و۱۳و۱۵ پ۸/۳و۹و۱۵و۱۶ پ۹/۳و۷و۱۰و۱۵ پ۱۰/۲ پ۱۱/۷و۱۵و۱۷ پ۱۲/۳و۴و۵و۸و۱۱و۱۳و۱۵و۱۷ پ۱۳/۱و۳و۵و۱۶و۱۸ پ۱۴/۳و۹ پ۱۵/۱۳و۱۶و۲۱ پ۱۶/۴و۵ پ۱۶/۹و۱۰و۱۳و۱۴ پ۱۷/۲و۹ پ۱۸/۳و۹ پ۱۹/۹و۱۰و۱۱و۱۳ پ۱۹/۱۳و۱۴و۱۵و۱۶و۱۷و۱۸ پ۲۰/۵و۶و۷و۱۵ پ۲۲/۸ پ۲۳/۱و۷و۱۳و۱۴و۱۶ پ۲۳/۱و۸و۹ پ۲۵/۱۱و۱۳ پ۲۶/۲و۳ پ۲۷/۲و۳و۸ پ۲۸/۳و۹ پ۲۹/۵و۹و۱۲

اَنِّىْ ۔ بے شک میں۔ اَنَّ حرفِ مشبہ بالفعل۔ ى ضمیر واحد متکلم پ۱/۶و۱۵ پ۳/۱۳ پ۷/۱۱ پ۹/۱۶ پ۱۲/۵ پ۱۳/۲ پ۱۴/۴ پ۲۳/۴و۱۵ پ۲۸/۹

اَنّٰى ۔ جہاں، کیونکر، جب۔ اسم ظرف ہے زمان و مکان دونوں کے لئے آتا ہے۔ ظرفِ زمان ہو تو بمعنی مَتٰى (جب جس وقت) کے اور ظرف مکان ہو تو معنی اَيْنَ (جہاں کہاں) اور استفہامیہ ہو تو بمعنی كَيْفَ (کیسے کیونکر) ہوتا ہے۔ پ۲/۱۲و۱۶ پ۳/۳و۱۲و۱۳ پ۴/۸ پ۶/۱۳ پ۷/۱۸و۱۹ پ۱۰/۱۱ پ۱۱/۹ پ۱۶/۴و۵ پ۱۸/۵ پ۲۱/۲ پ۲۲/۱۲و۱۳ پ۲۳/۲ پ۲۴/۱۲و۱۳ پ۲۵/۱۲و۱۳ پ۲۶/۹ پ۲۸/۱۳ پ۳۰/۱۴

اُنِيْبُ ۔ میں رجوع ہوتا ہوں، اِنَابَتٌ سے مضارع کا صیغہ واحد متکلم (ملاحظہ ہو اَنَابَ) پ۱۲/۸ پ۲۵/۳

اَنِيْبُوْا ۔ تم رجوع ہو جاؤ۔ اِنَابَةٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ۲۴/۳

اِنٰىهُ ۔ اس کا پکنا، اس کا وقت، اِنٰى اول معنی میں مصدر ہے اور دوسرے معنی میں وہی اٰن ہے کہ جب اس کے پہلے زیر آتا ہے تو الف ممدودہ کے ساتھ پڑھا جاتا ہے اور زیر آتا ہے تو الف مقصورہ کے ساتھ پ۲۲/۴

اٰنِيَةٍ ۔ سخت کھولتی ہوئی، اِنٰى سے جس کے معنی سخت کھولنے اور پکنے کے ہیں۔ اسم فاعل کا صیغہ

واحد مؤنث پ ۳۰/۱۲

اٰنِيَةٌ ـ برتن ـ اِنَاءٌ کی جمع جس کے معنی برتن کے ہیں پ ۲۹/۱۹

فصل الواو

اَوْ ـ یا، خواہ، یہاں تک، مگر، جبکہ، اگرچہ، کیا۔ حرفِ عطف ہے مختلف معانی شک، ابہام، تخییر، اباحت اور تفصیل کے لئے آتا ہے۔ کوفہ والوں کے خیال میں واو اور بَل کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے کبھی اِلٰی اور اِلَّا کے معنی بھی دیتا ہے۔ ان تمام معانی میں اَوْ عاطفہ اور واؤ ساکن ہوگا اور جب توضیح یا تقریر یا رد یا انکار یا استفہام کے لئے ہوگا تو واو مفتوح ہوگا۔ سنن بیہقی میں ابن جریج سے مروی ہے کہ بجز اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا کے قرآن مجید میں جہاں بھی اَوْ استعمال ہوا ہے وہاں تخییر کے معنی میں ہیں۔ امام شافعیؒ کی بھی یہی تصریح ہے۔[1]

پ ۱: ۲ و ۸ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۶ — پ ۲: ۳ و ۶ و ۷ و ۸ و ۹ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۵ و — پ ۳: ۵ و ۷ و ۱۱ — پ ۴: ۴ و ۵ و ۸ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ و — پ ۵: ۴ و ۶ و ۷ و ۸ و ۹ و ۱۲ و — پ ۵: ۴ و ۱۴ و ۱۵ و ۱۶ و ۱۷ — پ ۶: ۶ و ۹ و ۱۰ و ۱۲ — پ ۷: ۲ و ۳ و ۴ و

پ ۷: ۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۳ و ۱۴ — پ ۸: ۵ و ۷ و ۸ و ۱۱ و ۱۳ — پ ۹: ۱ و ۱۱ و — پ ۹: ۱۲ و ۱۶ و ۱۸ — پ ۱۰: ۱۳ — پ ۱۱: ۵ و ۷ و ۸ و ۱۰ — پ ۱۲: ۲ و ۶ و ۷ و ۸ و ۱۲ و ۱۳ — پ ۱۳: ۴ و ۶ و ۸ و ۱۰ و ۱۲ و ۱۵ و — پ ۱۴: ۱۰ و ۱۲ و ۱۷ و ۱۹ — پ ۱۵: ۳ و ۵ و — پ ۱۵: ۷ و ۹ و ۱۰ و ۱۲ و ۱۵ و ۱۷ و ۲۰ و ۲۱ — پ ۱۶: ۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۵ — پ ۱۷: ۱۱ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ — پ ۱۸: ۱ و ۲ و ۷ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۴ و ۱۶ — پ ۱۹: ۱ و ۴ و ۸ و ۹ و ۱۲ و ۱۷ — پ ۲۰: ۳ و ۷ — پ ۲۱: ۳ و ۱۸ و ۱۹ — پ ۲۲: ۴ و ۷ و ۹ — پ ۲۲: ۹ و ۱۲ — پ ۲۳: ۱ و ۱۰ و ۱۳ و ۱۶ — پ ۲۵: ۵ و ۶ و ۱۰ و ۱۱ — پ ۲۶: ۱ و ۱۰ و ۱۷ — پ ۲۷: ۱ و ۲ و ۳ و ۵ — پ ۲۸: ۳ و ۴ و ۵ و ۱۲ و ۱۷ — پ ۲۹: ۱ و ۲ و ۷ و ۱۳ و — پ ۲۹: ۱۷ و ۲۰ و ۲۱ — پ ۳۰: ۳ و ۵ و ۸ و ۱۵ و ۲۱

اَوَ پ ۱/۱۲

پ ۳/۳ — پ ۷/۴ — پ ۹/۱۳ — پ ۲۰/۱۳ — پ ۲۳/۱۰

اَوَّاب ـ بہت رجوع ہونے والا، اَوْبٌ سے جس کے معنی رجوع ہونے کے ہیں مبالغہ کا صیغہ بروزن فَعَّالٌ یہاں اپنے تمام اقوال و افعال حرکات و سکنات میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونا اور اس کا مطیع ہونا مراد ہے۔ دیلمی نے مجاہد سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے اَوَّاب کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ میں نے اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

[1] کلیات ابو البقاء ص ۱۲۵ طبع عامرہ ۱۲۸۶ھ

سوال کیا تھا آپ نے فرمایا کہ اوّاب وہ ہے جو تنہائی میں اپنے گناہوں کو یاد کر کے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کا خواستگار ہو۔ ابن جریر طبری نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی تفسیر "مُسَبِّح یعنی تسبیح کرنے والا" نقل کی ہے اور عبد بن حمید نے آپ سے موقن یعنی یقین رکھنے والے کے معنی روایت کئے ہیں[1]۔ ظاہر ہے اوّاب اسی وقت ہوگا جب اس میں یہ تمام صفاتِ مذکورہ پائی جائیں

پ ۲۳ ع ۱۳ پ ۳۶ ع ۱۷

اَوَّابِیْنَ ۔ بہت رجوع کرنے والے۔ اَوَّابٌ کی جمع، سعید بن منصور، ہناد، ابنِ ابی حاتم، اور بیہقی نے ضحاک سے آیت کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ اوّابین وہ ہیں جو گناہ سے توبہ کی طرف اور برائیوں سے اچھائیوں کی طرف رجوع کریں۔ ابن جریر اور ابنِ ابی حاتم حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ اطاعت گزار اور نیکوکار مراد ہیں ابن المنذر، ابنِ ابی حاتم اور بیہقی نے شعب الایمان میں آپ سے اس کی تفسیر "توابین" نقل کی ہے۔ جس کے معنی ہیں کثرت سے توبہ و استغفار کرنے والے[2] پ ۱۵

اُوَارِیْ ۔ میں چھپاؤں۔ مُوَارَاۃٌ سے جس کے معنی چھپانے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد متکلم پ ۶

اَوَّاہٌ ۔ نرم دل۔ بہت آہ کرنے والا۔ اَوْہٌ سے۔ جس کے معنی آہیں بھرنے کے ہیں مبالغہ کا صیغہ بروزن فَعَّالٌ۔ قرآن مجید میں اوّاہ سے کیا مراد ہے اس بارے میں سلف سے حسب ذیل اقوال منقول ہیں۔ (۱) بہت زیادہ دعا کرنے والا۔ (۲) مومن (۳) فقیہ (۴) رحمدل (۵) مومن تواب (۶) تسبیح حق سبحانہ میں مصروف رہنے والا۔ (۷) کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا۔ (۸) کتاب اللہ کی بہت زیادہ تلاوت کرنے والا۔ (۹) خشیت الٰہی کی بنا پر بہت زیادہ آہ کرنے والا (۱۰) دربارِ الٰہی میں خضوع و خشوع کرنے والا۔ (۱۱) حبشی زبان میں مومن کو کہتے ہیں۔ (۱۲) معلم خیر (۱۳) وعدہ کو پورا کرنے والا۔ (۱۴) گناہوں کو یاد کرتے وقت استغفار میں مشغول ہونے والا۔ (۱۵) شفیق۔ (۱۶) ہر بری بات سے رجوع کرنے والا۔[3]

---

[1] ان تینوں حوالوں کے لئے ملاحظہ ہو تفسیر فتح القدیر ج ۳ ص ۱۵۰ طبع مصر ۱۳۵۰ھ [2] ایضاً ج ۳ ص ۲۱۶۔

[3] البحر المحیط ج ۵ ص ۱۰۶ طبع مصر ۱۳۲۸ھ

شوکانی لکھتے ہیں۔

لغت کے اعتبار سے اواہ کے یہ معنی زیادہ مناسب معلوم ہوتے ہیں کہ اواہ وہ ہے جو اپنے گناہوں پر بہت زیادہ آہ کرے مثلاً یہ کہے کہ "آہ میرے گناہ" "آہ مجھے اس پر کیا سزا دی جائے گی" وغیرہ۔ فراء کا یہی بیان ہے اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے بھی یہی منقول ہے۔[1]

امام ابوجعفر بن جریر طبری فرماتے ہیں کہ۔

ان سب اقوال میں اولیٰ اسی شخص کا قول ہے جو اس کے معنی بہت زیادہ دعا کرنے والے کے بیان کرتا ہے، سیاقِ قرآنی کے بھی یہی معنی مناسب ہیں، کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے متعلق فرمایا کہ اپنے باپ کے لئے ان کی طلبِ مغفرت ایک وعدہ کے بنا پر تھی اس سلسلہ میں انھوں نے اپنے باپ سے کر لیا تھا، اب چونکہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) بہت زیادہ دعا کیا کرتے اور نیز جو آپ کو ستاتا اور تکلیف پہنچاتا آپ اس کے ساتھ بردباری سے کام لیتے تھے بدیں وجہ باپ کی طرف سے آپ کو شدید اذیت پہنچنے پر بھی آپ نے اس کے لئے استغفار کیا۔[2]

ابن جریر، ابنِ ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابنِ مردویہ نے عبداللہ بن شداد بن الہاد سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ اواہ کون ہے فرمایا خضوع خشوع کرنے والا بہت زیادہ دعا مانگنے والا یہ حدیث مرسل ہے کیونکہ عبداللہ بن شداد تابعی ہیں ابنِ مردویہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص بآوازِ بلند ذکر کر رہا تھا، اس پر کوئی بول اٹھا کہ کاش یہ اپنی آواز دھیمی رکھتا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس کو چھوڑ دو کیونکہ یہ اواہ ہے۔ ذوالنجادین ایک صاحب تھے جو کثرت سے تلاوت قرآن اور دعا کے ذریعہ ذکر الٰہی کیا کرتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق فرمایا کہ یہ اواہ ہے۔ یہ روایت امام احمد طبرانی اور ابنِ مردویہ نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔[3] ۹: ۱۱۴

اَوْبَارِهَا۔ اس کی بریاں۔ اس کی اون۔ اَوْبَار

---

[1] فتح القدیر ج ۲ ص ۳۹۲۔ [2] تفسیر ابنِ کثیر ج ۵ ص ۸۰ طبع مصر ۱۳۰۱ھ

[3] ان سب حوالوں کے لئے ملاحظہ ہو فتح القدیر ج ۲ ص ۳۹۳

دَبَر کی جمع جس کے معنی اونٹ کی اون اور بکری کے ہیں۔ اَوْبَارِ مضاف ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ پ۱۴

اَوِّبِیْ ۔ تو رجوع ہو، تو لوٹ، تَأْوِیْبٌ سے جس کے معنی رجوع ہونے کے ہیں امر کا صیغہ واحد مؤنث حاضر آیت شریفہ یٰجِبَالُ اَوِّبِیْ مَعَہٗ وَالطَّیْرَ (اے پہاڑ اور اے پرندو اس کے ساتھ تسبیح پڑھو) میں تاویب سے مراد تسبیح کرنا ہے، چنانچہ سورہ صٓ کی آیت اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَہٗ یُسَبِّحْنَ بِالْعَشِیِّ وَالْاِشْرَاقِ وَالطَّیْرَ مَحْشُوْرَۃً (ہم نے تابع کر دیئے پہاڑ کہ وہ اس کے ساتھ پاکی بولتے تھے شام اور صبح اور اڑتے جانور اکٹھے ہو کر) اس آیت کی تفسیر کر رہی ہے۔ ابن ابی شیبہ نے مصنف میں اور ابن جریر، ابن ابی حاتم، اور ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تسبیح ہی کے معنی روایت کئے ہیں اور یہی معنی قتادہ، مجاہد، ابو میسرہ، عکرمہ اور ابن زید سے مروی ہیں۔ یہ حضرت داؤد علیہ السلام کا معجزہ تھا کہ جب آپ تسبیح الٰہی میں مصروف ہوتے تو پہاڑ اور پرند سب مل کر آپ کے ساتھ تسبیح کرتے یہ اللہ تعالیٰ کا آپ پر خاص فضل تھا۔ کیونکہ قرآن مجید اس چیز کو خاص طور پر فضل کہہ رہا ہے۔ پہاڑوں کی تسبیح سے ان کی صدائے بازگشت یا وہ عام تسبیح جو ہر چیز اپنی زبان حال و قال سے کرتی رہتی ہے مراد نہیں ورنہ حضرت داؤد علیہ السلام پر افضال و انعامات الٰہی کے سلسلہ میں اس کا بیان کرنا کیا اہمیت رکھتا ہے اسی طرح اگر صدائے بازگشت یا عام تسبیح مراد لی جائے تو پھر پہاڑوں اور پرندوں کے مسخر کرنے کا کیا مطلب رہ جاتا ہے۔ پ۲۲ ۱۰

اُوْتَ ۔ مجھے دیا گیا۔ اصل میں اُوْتِیَ تھا لَمْ کے آنے سے ی حذف ہو گئی اور مضارع ماضی کے معنی میں تبدیل ہو گیا (ملاحظہ ہو اُوْتِیَ) پ۲۹ ۲۵

اَوْتَاد ۔ میخیں، وَتَدٌ کی جمع جس کے معنی میخ کے ہیں (ملاحظہ ہو ذُو الْاَوْتَادِ) پ۲۳ ۱۲ پ۳۰ ۱۰ اَوْتَادًا پ۳۰ ۷

اُؤْتُمِنَ ۔ ائتمان سے۔ ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب پ۳ ۲۸۳

اُوْتُوْا ۔ وہ دیئے گئے، ان کو دیا گیا، ان کو ملا۔ اِیْتَاءٌ سے جس کے معنی دینے کے ہیں ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ پ۱ ۱۲۱ و ۱۴۳ پ۲ ۱ و ۲ پ۳ ۱۰ و ۱۱ پ۳ ۱۰ و ۱

پ ۵/۳ و ۱۵ و ۱۶ پ ۶/۵ و ۱۳ پ ۷/۱۱ پ ۸/۱۰ پ ۱۳/۱۰ پ ۱۵/۱۲
پ ۱۷/۱۲ پ ۲۰/۱۱ پ ۲۱/۱۲ پ ۲۲/۷ پ ۲۳/۷ پ ۲۴/۱۸ پ ۲۵/۲ و ۳ پ ۲۹/۱۵ پ ۳۰/۲۲

اُوْتِیَ - اسے دیا گیا۔ وہ دیا گیا۔ اس کو ملا۔ اِیْتَاءٌ سے۔ ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ پ ۱/۱۶
پ ۳/۵ و ۱۷ پ ۴/۲ پ ۸/۱۵ پ ۱۱/۱۰ و ۸ پ ۲۰/۵ پ ۲۹/۹

اُوْتِیْتَ - تجھ کو دیا گیا۔ تجھ کو ملا۔ اِیْتَاءٌ سے۔ ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر حاضر پ ۱۶/۱۱

اُوْتِیَتْ - اس (عورت) کو دیا گیا، اس کو ملا۔ اِیْتَاءٌ سے۔ ماضی مجہول کا صیغہ واحد مؤنث غائب پ ۱۹/۱۷

اُوْتِیْتُمْ - تم کو دیا گیا، تم کو ملا۔ اِیْتَاءٌ سے۔ ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ ۳/۱۶ پ ۶/۷ پ ۱۵/۱۰
پ ۲۰/۹ پ ۲۵/۵

اُوْتِیْتُهٗ - مجھے وہ دیا گیا۔ مجھے وہ ملا۔ اُوْتِیْتُ اِیْتَاءٌ سے۔ ماضی مجہول کا صیغہ واحد متکلم
ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب پ ۲۰/۱۱ پ ۲۴/۲

اُوْتَیَنَّ - مجھے ضرور دیا جائے گا، مجھے ضرور ملیگا۔ اِیْتَاءٌ سے۔ مضارع مجہول بانون تاکید کا صیغہ واحد متکلم پ ۱۶/۸

اُوْتِیْنَا - ہم کو دیا گیا ہمیں ملا۔ اِیْتَاءٌ سے۔ ماضی مجہول کا صیغہ جمع متکلم۔ پ ۱۹/۱۸ و ۷

اَوْثَانٌ - بت، بتوں کے تھان۔ وَثَنٌ کی جمع ہر وہ چیز جس کی خدا کے سوائے پرستش کی جائے وثن ہے۔ مورتی ہو یا پتھر قبر ہو یا جھنڈا۔ پ ۱۴/۱۱
اَوْثَانًا پ ۲۰/۱۴ و ۱۵

اَوْجَسَ - اس نے محسوس کیا۔ اس نے پایا۔ اِیْجَاسٌ سے جس کے دل میں محسوس کرنے، اور قلب میں پوشیدہ آواز پانے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب پ ۱۲ پ ۱۶/۱۲ پ ۲۶/۱۹

اَوْجَفْتُمْ - تم نے دوڑایا۔ اِیْجَافٌ سے جس کے معنی سواری کو دوڑانے اور تیز کرنے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ ۲۸

اَوْحٰی - اس نے حکم دیا۔ اس نے وحی بھیجی۔ اس نے اشارہ کیا۔ اِیْحَاءٌ سے جس کے معنی وحی کرنے حکم دینے اور اشارہ کرنے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب[1]
پ ۱۳ پ ۱۴/۱۰ پ ۱۵/۲ پ ۱۶/۱۶ پ ۲۳ پ ۲۵ پ ۲۶ پ ۲۷/۲۲

اُوْحِیَ - وحی کی گئی۔ حکم بھیجا گیا۔ اِیْحَاءٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب[2] پ ۷/۸ و ۱۷ و ۱۹

---

[1] و [2] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو وَحْی۔

پ۸ پ۲۴ پ۱۴ پ۱۵ پ۱۶ پ۲۱ پ۲۴ پ۲۹

اَوْحَیْتُ ۔ میں نے دل میں ڈال دیا۔ میں نے وحی کی۔ اِیْحَاءٌ سے۔ ماضی کا صیغہ واحد متکلم یہاں وحی بصورتِ الہام مراد ہے لہ پ۷

اَوْحَیْنَا ۔ ہم نے حکم بھیجا۔ ہم نے وحی کی۔ اِیْحَاءٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم۔ پ۲ پ۶ پ۹ پ۱۱ پ۱۲ پ۱۳ پ۱۴ پ۱۵ پ۱۶ پ۱۷ پ۱۹ پ۲۲ پ۲۴ پ۲۵

اَوْدِیَۃٌ نالے، وادیاں، وَادِیْ کی جمع۔ وادی اصل میں اس جگہ کو کہتے ہیں جس میں پانی بہتا ہو۔ اور بطریقِ استعارہ ہر طریقہ اور راستہ کو بھی وادی کہا جاتا ہے۔ پ۱۳

اَوْدِیَتِھِمْ ان کے نالے، اَوْدِیَۃٌ مضاف ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ پ۲۶

اُوْذُوْا ۔ وہ ستائے گئے۔ ان کو ایذا دی گئی اِیْذَاءٌ سے جس کے معنی ستانے کے ہیں ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب پ۴ پ۷

اُوْذِیَ ۔ وہ ستایا گیا۔ اسے ایذا دی گئی اِیْذَاءٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب پ۲۰

اُوْذِیْنَا ۔ ہم کو ستایا گیا۔ ہمیں ایذا دی گئی اِیْذَاءٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ جمع متکلم پ۹

اُوْرِثْتُمُوْھَا ۔ تم اس کے وارث بنائے گئے تمہیں وہ میراث میں دی گئی۔ اُوْرِثْتُمُوْا میں واؤ اشباع کا ہے۔ اصل صیغہ اُوْرِثْتُمْ ہے جو اِیْرَاثٌ سے جس کے معنی وارث بنانے اور میراث میں دینے کے ہیں۔ ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے اور ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب ہے۔ اصل میں وِرَاثَۃٌ اور اِرْثٌ کے معنی کسی شخص کی چیز کے دوسرے شخص کی طرف بغیر کسی (معاہدہ) کے یا ایسے امر کے جو قائم مقام عقد ہو منتقل ہونے کے ہیں اور اسی اعتبار سے میت کے مال کو جو اس کے وارثوں کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ میراث اور ارث کہتے ہیں۔ پ۸ پ۲۵

اَوْرَثَکُمْ ۔ اس نے تم کو وارث بنایا۔ اَوْرَثَ اِیْرَاثٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر پ۲۱

اَوْرَثْنَا ۔ اس نے ہم کو وارث بنایا۔ اَوْرَثَ

لہ و لہ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو وَحْی

صیغہ ماضی نَا ضمیر جمع متکلم۔ پ ۲۳/۵

اَوْرَثْنَا۔ ہم نے وارث بنایا۔ اِیْرَاثٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم پ ۹/۶ پ ۲۴/۱۶ پ ۲۲/۱۱

اَوْرَثْنَاهَا۔ ہم نے اس کا وارث بنایا۔ ہم نے اسے میراث میں دیا۔ اس میں هَا ضمیر واحد مؤنث غائب ہے۔ پ ۸/۹ پ ۲۵/۱۱

اُوْرِثُوْا۔ وہ وارث بنائے گئے۔ اِیْرَاثٌ سے۔ ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب پ ۲۵/۳

اَوْرَدَهُمْ۔ اس نے ان کو پہنچا دیا۔ اس نے ان کو لا ڈالا۔ اَوْرَدَ۔ اِیْرَادٌ سے۔ جس کے معنی اصل میں تو گھاٹ پر لانے کے ہیں مگر بعد میں اس کا استعمال مطلق حاضر کرنے اور لے آنے کے لئے ہونے لگا ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب پ ۱۲/۹

اَوْزَارَ۔ بوجھ۔ مجازاً گناہ۔ وِزْرَةٌ کی جمع۔ پ ۹/۱۴ اَوْزَارًا یہاں اس کے حقیقی معنی یعنی بوجھ مراد ہیں پ ۱۶/۱۲

اَوْزَارَهَا۔ اس کے ہتھیار اس کے بوجھ۔ یہاں اَوْزَار سے ہتیار مراد ہیں اَوْزَارَ مضاف هَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ پ ۲۶/۵

اَوْزَارَهُمْ۔ ان کے بوجھ، ان کے گناہ۔ اَوْزَارَ مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ پ ۱۰/۹ پ ۱۴

اَوْزِعْنِیْ۔ میری قسمت میں کر، مجھے توفیق عطا فرما مجھے جما دے۔ اَوْزِعْ اِیْزَاعٌ سے جس کے معنی کسی چیز پر جما دینے اور الہام کرنے کے ہیں، امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم پ ۱۹/۱۷ پ ۲۶/۲

اَوْسَطِ درمیانی۔ درجہ کا۔ وَسْطٌ اور وَسَاطَۃٌ سے۔ جس کے معنی درمیانی ہونے کے ہیں صفت مشبہ کا صیغہ۔ پ ۷/۲

اَوْسَطُهُمْ۔ ان کا بھلا۔ ان میں معتدل۔ اَوْسَطُ مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔ یہاں اوسط سے مراد وہ شخص ہے جو افراط و تفریط کے درمیان ہو جیسے جود کہ وہ اسراف اور بخل کے درمیانی درجہ کا نام ہے ایسی صورت میں اوسط کا لفظ مدح کے لئے آتا ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو وَسَطًا) پ ۲۹/۴

اَوْصٰنِیْ۔ اس نے مجھ کو تاکید کی، اَوْصٰی اِیْصَاءٌ سے۔ جس کے معنی نصیحت کے طور پر دوسرے کو عمل کی تاکید کرنے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب

ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم پ۱۶ ع۵

اَوْضَعُوْا ۔ انھوں نے دوڑایا۔ اِیْضَاعٌ سے جس کے معنی اصل میں تو رکھنے کے ہیں مگر بطور استعارہ دوڑانے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب پ۱۰

اَوْعٰی ۔ اس نے سینت کر رکھا۔ اس نے حفاظت سے رکھا۔ اِیْعَآءٌ سے جس کے معنی مال و اسباب کو کسی چیز میں محفوظ کر رکھنے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب پ۲۹

اَوْعِیَتِہِمْ ۔ ان کے خرجیں، اوعیۃ وِعَاءٌ کی جمع۔ وعا اس کو کہتے ہیں جس میں کوئی چیز بحفاظت رکھی جائے۔ اَوْعِیَۃِ مضاف ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ پ۱۳

اُوْفِ ۔ میں پورا کروں گا۔ میں پورا کرتا ہوں اِیْفَاءٌ جس کے معنی پورا کرنے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد متکلم پ۱ پ۱۳

اَوْفِ ۔ تو پورا کر، اِیْفَآءٌ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر پ۱۳

اَوْفُوْا ۔ تم پورا کرو، اِیْفَاءٌ سے، امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر

پ۱ پ۵ پ۶ پ۸ پ۱۱ پ۱۴ پ۱۵ پ۱۹

اَوْفٰی ۔ اس نے پورا کیا۔ اِیْفَاءٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب پ۱۱ پ۱۱ پ۲۶ پ۲۷

اَوْقِدْ ۔ تو آگ دے، تو پکا۔ اِیْقَادٌ سے۔ جس کے معنی آگ جلانے کے ہیں امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر پ۲۰

اَوْقَدُوْا ۔ انھوں نے آگ سلگائی، اِیْقَادٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب پ۶

اَوَّل ۔ پہلا جلیل کا بیان ہے کہ ہمزہ واو اور لام سے اس کی تاسیس ہوئی ہے اس لئے یہ فَعَّلٌ کے وزن پر ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس میں دو واو اور ایک لام تھا اس لئے اَفْعَلُ کے وزن پر ہے لیکن پہلی صورت زیادہ فصیح ہے کیونکہ فا اور عین کلمہ کا ایک ہی حرف ہونا قلیل الوجود ہے۔ پس اول صورت میں یہ اَوْلٌ سے مشتق ہوگا جس کے معنی ہیں اصل کی طرف رجوع کرنا۔ اور اس کی اصل اَوْاَلُ ہوگی ا د کو ادغام کرکے اوّل کر لیا گیا۔ یہ اصل میں صفت ہے یعنی وہ جس پر اس کا غیر مرتب ہو اول ہونا مختلف اعتبار سے ہو سکتا ہے۔ زمانہ کے لحاظ سے مرتبہ اور ریاست کے لحاظ سے وضع و نسبت کے

اعتبار سے نظامِ صناعی کی حیثیت سے جب اس کو اللہ تعالیٰ کی صفت میں استعمال کیا جائے تو اس کے معنی اس ذات کے ہوں گے جس پر وجود میں کسی شے کو سبقت حاصل نہیں۔ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ اَوَّلَ الْمُسْلِمِیْنَ اور اَوَّلَ کَافِرٍ میں اول کے معنی مقتدی اور پیشوا کے ہوں گے۔ پ۱ ۵، پ۳، پ۷ ۸ و ۱۷ و ۱۹، پ۸ ۶

پ۹ ۶، پ۱۰ ۸ و ۱۷، پ۱۱ ۲، پ۱۵ ۵ و ۱۸، پ۱۶ ۱۲، پ۱۷ ۶، پ۱۹ ۶، پ۲۲ ۶ و ۱۹

پ۲۳ ۶، پ۲۵ ۱۲، پ۲۶ ۱۵، پ۲۷ ۱۷، پ۲۹ ۲

اُولَاۗءِ۔ یہ سب، اسم اشارہ ہے جمع کے لئے آتا ہے اور مشار الیہ قریب کے لئے استعمال ہوتا ہے پ۴ ۳، پ۱۶ ۱۲

اُولَاتِ۔ والیاں، اُولُو کی مونث، ذَاتْ کی جمع علی غیر لفظہ۔ پ۲۸ ۱۷

اَوْلَادٌ۔ اولاد، وَلَدٌ کی جمع اولاد میں چھوٹے بڑے سب داخل ہیں پ۴ پ۱۳ **اَوْلَادًا** پ۱۵ پ۱۶ ۱۰

اَوْلَادُکُمْ۔ تمہاری اولاد، اَوْلَادُ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ پ۲ ۱۲، پ۴ ۱۲، پ۸ ۶

پ۱۰ ۶، پ۱۵ ۴، پ۲۲ ۶، پ۲۸ ۱۴ و ۱۷ و ۱۹

اَوْلَادُھُمْ۔ ان کی اولاد، اَوْلَادُ مضاف ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ پ۳ ۲، پ۸ ۴، پ۱۰ ۱۲ و ۱۷، پ۲۸ ۳

اَوْلَادَھُنَّ۔ ان (عورتوں) کی اولاد، اَوْلَادَ مضاف ھُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب مضاف الیہ پ۲۸ ۱۲

اَوَّلِنَا۔ ہمارا پہلا، اَوَّل مضاف نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ ہے

اُولُوْ۔ والے، جمع ہے اس کا واحد نہیں آتا لیکن بعض ذُوْ کو اس کا واحد بیان کرتے ہیں۔ بحالتِ رفع اُولُوْ اور بحالتِ نصب وجر اُولِیْ ہوگا۔ پ۲ ۵ و ۵ و ۹ و ۱۰

پ۴ ۱۲، پ۸ ۶ و ۱۷، پ۱۰ ۱۰، پ۱۱ ۹ و ۱۹، پ۱۸ ۹، پ۱۸ ۱۸، پ۲۱ ۱۷

پ۲۲ ۱۲ و ۱۵ و ۱۹، پ۲۶ ۴

اَوَّلُوْنَ۔ پہلے، اگلے، اَوَّلُ کی جمع بحالتِ رفع اَوَّلُوْنَ آئے گا اور بحالتِ نصب وجر اَوَّلِیْنَ (ملاحظہ ہو اَوَّلُ) پ۱۱ ۲، پ۱۵ ۴، پ۱۶ ۱، پ۱۹ ۵، پ۲۳ ۲، پ۲۶ ۱۵

اَوْلٰی۔ زیادہ لائق، زیادہ مستحق، زیادہ قریب ولی سے جس کے معنی پے درپے اور مسلسل واقع ہونے کے ہیں اور اسی لحاظ سے قریب ہونے کے معنی میں اس کا استعمال ہوتا ہے۔ افعل التفضیل کا صیغہ، اس کا صلہ جب لام واقع ہوتا ہے تو یہ ڈانٹ اور دھمکی کے لئے آتا ہے اس صورت میں خرابی اور برائی سے زیادہ قریب

اور اس کے زیادہ مستحق ہونے کے معنی ہوں گے چنانچہ آیت شریفہ فَاَوْلٰى لَهُمْ (سو خرابی ہے ان کی) اور اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى (تیرے لئے خرابی ہی خرابی ہے) میں یہی معنی مراد ہیں۔ پ۲۶/۱۵ پ۵/۱۷ پ۱۶/۸ پ۲۱/۱۷ پ۲۶/۷ پ۲۹/۱۸

اُولٰى - پہلی، اگلی، اَوَّل کا مؤنث۔ قرآن مجید میں جہاں آخرت کے مقابلہ میں اس کا استعمال ہوا ہے وہاں اس سے عالم دنیا مراد ہے کیونکہ وہ آخرت سے پہلے ہے۔ پ۱/۱۷ پ۱۶/۱۰ و ۱۱ و ۱۷ پ۲۰/۸ و ۱۰ پ۲۲/۱ پ۲۳/۶

پ۲۵/۱۵ و ۱۶ پ۲۷/۵ و ۷ و ۱۵ پ۳۰/۳ و ۱۲ و ۱۷ و ۱۸

اُولِي - والے، (ملاحظہ ہو اُولُوْ) پ۲/۶ و ۹ پ۳/۱۰ پ۴/۱۱ پ۵/۵ و ۸ و ۱۰ پ۷/۳ پ۱۱/۳ پ۱۳/۹ پ۱۵/۱ پ۱۶/۱۲ پ۱۸/۹ و ۱۰ و ۱۲ پ۲۰/۱۱ پ۲۲/۱۳ پ۲۳/۱۲ و ۱۶ پ۲۴/۱۱ پ۲۶/۱۰ پ۲۸/۴ و ۱۸ پ۲۹/۱۳

اَوْلِيَاءَ - دوست، ساتھی، وَلِيٌّ کی جمع (ملاحظہ ہو وَلِيٌّ) پ۳/۱۱ پ۵/۷ و ۹ و ۱۴ پ۶/۱۲ و ۱۳ و ۱۵ پ۸/۹ و ۱۰ پ۱۰/۶ و ۹ و ۱۵ پ۱۱/۱۲ پ۱۲/۳ و ۱۰ پ۱۳/۸ پ۱۵/۱۱ و ۱۹ پ۱۶/۳ پ۱۹/۱۷ پ۲۰/۱۹ پ۲۳/۱۵ پ۲۵/۲ و ۶ و ۱۷ و ۱۸ پ۲۶/۲ پ۲۸/۳ و ۱۱

اَوْلَيَيْنِ - (دو) زیادہ قریب، اَوْلٰى کا تثنیہ پ۷/۲

اَوْلِيَائِكُمْ - تمہارے دوست، تمہارے رفیق، اَوْلِيَاءِ مضاف كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ پ۲۱/۱۷ اَوْلِيٰؤُكُمْ پ۲۴/۱۸

اَوْلِيَاءَهٗ - اس کے دوست۔ اَوْلِيَاءَ مضاف هٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ پ۴/۹ پ۹/۱۸

اَوْلِيٰؤُهُمْ - ان کے دوست، ان کے رفیق اَوْلِيَاءُ مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ پ۳/۲ پ۸/۱ و ۲

اُولٰٓئِكَ - وہ سب، اسم اشارہ ہے جمع کے لئے آتا ہے اور مشار الیہ بعید کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ پ۱/۱ و ۲ و ۳

پ۱/۳ و ۹ و ۱۰ و ۱۳ پ۲/۳ و ۵ و ۶ و ۷ و ۹ و ۱۱ و ۱۳ پ۳/۲ و ۶ و ۷ و ۱۰

پ۳/۱۱ و ۱۶ و ۱۷ پ۴/۱ و ۳ و ۴ و ۵ و ۱۱ و ۱۳ پ۵/۱ و ۴ و ۱۱ و ۱۵ و ۱۸

پ۶/۱ و ۶ و ۱۰ و ۱۳ پ۷/۱ و ۱۳ و ۱۵ و ۱۶ پ۸/۸ و ۱۱ و ۱۲

پ۹/۲ و ۱۳ و ۱۵ و ۱۶ پ۱۰/۲ و ۸ و ۹ و ۱۵ و ۱۷ پ۱۱/۶ و ۸ پ۱۲/۲

پ۱۳/۷ و ۸ و ۹ و ۱۳ پ۱۴/۲۰ پ۱۵/۲ و ۳ و ۶ و ۸ و ۱۲ پ۱۶/۳ و ۷ و ۱۲

پ۱۷/۷ و ۱۲ پ۱۸/۱ و ۴ و ۶ و ۷ و ۸ و ۹ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۵

پ۱۹/۱ و ۴ و ۱۶ پ۲۰/۹ و ۱۵ پ۲۱/۳ و ۵ و ۷ و ۱۰ و ۱۸ پ۲۲/۷ و ۱۱ و ۱۲

پ۲۳/۶ و ۱۰ و ۱۶ و ۱۷ پ۲۴/۱ و ۴ و ۱۰ و ۱۹ پ۲۵/۵ و ۱۷ پ۲۶/۳ و ۴ و ۶ و ۹

پ۲۶/۷ و ۱۳ و ۱۴ پ۲۷/۱۳ و ۱۷ و ۱۸ پ۲۸/۲ و ۴ و ۶ و ۸ و ۱۳ و ۱۵ و ۱۶

پ۲۹/۷ و ۱۱ پ۳۰/۵ و ۸ و ۱۵ و ۲۳

أُولٰئِكُمْ۔ وہ سب، ان سب۔ أُولٰئِكَ میں کاف خطاب واحد کا ہے اور اس میں جمع کا۔ پ۵ ع۹، پ۲۷ ع۱۰

أَوَّلِيْنَ۔ اگلے، پہلے، أَوَّلُ کی جمع (ملاحظہ ہو أَوَّلُوْنَ) پ۷ ع۹، پ۹ ع۱۸ و۱۹، پ۱۳ ع۱ و۹، پ۱۵ ع۲۰، پ۱۸ ع۲ و۳ و۵ و پ۱۸ ع۱۶، پ۱۹ ع۶ و۱۱ و۱۳ و۱۵، پ۲۰ ع۳ و۷، پ۲۳ ع۱۴، پ۲۳ ع۶ و۸ و۹ پ۲۵ ع۷ و۱۳، پ۲۶ ع۲، پ۲۷ ع۱۳ و۱۵، پ۲۹ ع۳ و۲، پ۳۰ ع۸

أُوْلٰهُمْ۔ ان کی پہلی جماعت، أُوْلٰی مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ (ملاحظہ ہو أُوْلٰی) پ۱۵ ع۱۱

أُوْلٰهُمَا۔ ان دونوں میں سے پہلی۔ أُوْلٰی مضاف هُمَا ضمیر تثنیہ مذکر غائب پ۱۵ ع۱

أَوَوْا۔ انھوں نے جگہ دی، اِیْوَاءٌ سے جس کے معنی فروکش کرنے اور جگہ دینے کے ہیں ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب پ۱۰ ع۹

أْوُوْا۔ تم جا بیٹھو، تم فروکش ہو جاؤ، اِیْوَاءٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ پ۱۵ ع۱۲

أَوْهَنَ۔ سب سے بودا۔ وَهْنٌ سے جس کے معنی کمزور اور ضعیف ہونے کے ہیں افعل التفضیل کا صیغہ پ۲۰ ع۱۶

آوٰی۔ اس نے جگہ دی۔ اس نے اتارا۔ اِیْوَاءٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب پ۱۳ ع۳ و۵، پ۳۰ ع۱۸

آوِیْ۔ میں جا بیٹھوں گا، میں فروکش ہو جاؤں گا (ضَرَبَ) أُوِيٌّ سے۔ جس کے معنی اترنے اور فروکش ہونے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد متکلم پ۱۲ ع۳ و۷

أَوٰی۔ وہ اترا، وہ جا بیٹھا، أُوِيٌّ سے۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب پ۱۵ ع۱۳

آوٰكُمْ۔ اس نے تم کو ٹھکانا دیا۔ آوٰی صیغہ ماضی کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر (ملاحظہ ہو آوٰی) پ۹ ع۱۷

أَوَيْنَا۔ ہم اترے، ہم فروکش ہوئے۔ أُوِيٌّ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم پ۱۵ ع۲۱

آوَيْنٰهُمَا۔ ہم نے ان دونوں کو ٹھکانا دیا۔ آوَيْنَا اِیْوَاءٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم۔ هُمَا ضمیر تثنیہ مذکر غائب۔ پ۱۸ ع۳

فصل الهاء

أَهَانَنِ۔ اس نے میری اہانت کی۔ اس نے مجھے ذلیل کیا۔ أَهَانَ۔ اِهَانَةٌ سے جس کے معنی

ذلیل کرنے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب
ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم محذوف ہے۔ پ۱۴
اَهَبَ - میں بخشوں، میں دے جاؤں، (فَتَحَ)
وَهْبٌ سے جس کے معنی دینے اور بخشنے کے ہیں
مضارع کا صیغہ واحد متکلم پ۱۶
اِهْبِطْ تو اتر، (ضَرَبَ) هُبُوْطٌ سے جس کے معنی
اترنے کے ہیں امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر پ۱۲
اِهْبِطَا تم دونوں اترو، هُبُوْطٌ سے امر کا صیغہ
تثنیہ مذکر حاضر پ۱۶
اِهْبِطُوْا تم سب اترو۔ هُبُوْطٌ سے امر کا صیغہ
جمع مذکر حاضر پ۱ پ۸
اِهْتَدَوْا - انھوں نے ہدایت پائی، انھوں نے
سیدھی راہ پائی۔ اِهْتِدَاءٌ سے، جس کے معنی اپنے
اختیار سے کوشش کرکے سیدھی راہ پکڑنے اور ہدایت
حاصل کرنے کے ہیں ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔
اگرچہ باعتبارِ لغت هدی اور هدایة میں کوئی
فرق نہیں مگر هدی کا لفظ اللہ تعالیٰ نے اپنے
فضل و کرم سے ہدایت فرمانے کے لئے استعمال کیا
ہے یعنی ہدایت کی جو نسبت اللہ تعالیٰ کے اعتبار
سے ہے اس کے لئے هدی کا لفظ مخصوص ہے
اور اهتداء کا لفظ اس ہدایت کے ساتھ خاص ہے
جس کا انسان اپنے اختیار سے قصد کرتا ہے۔ خواہ
امورِ دنیوی میں ہو یا امورِ اخروی میں جیسے اِلَّا
الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ
لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا (مگر
جو مرد عورتیں اور بچے کہ بے بس ہیں نہ کوئی تدبیر
کر سکتے ہیں نہ کہیں کا راستہ جانتے ہیں) کہ اس
آیت میں اهتداء کا استعمال امورِ دنیویہ کے
بارے میں راہ پانے کے متعلق ہوا ہے اور اهتدوا
کا لفظ جہاں قرآن مجید میں آیا ہے وہاں امورِ اخروی
کے بارے میں ہدایت پانا مراد ہے۔ اهتداء کا استعمال
کبھی ہدایت طلب کرنے یا اس کے لئے کوشش
کرنے نیز کسی ہدایت یافتہ کی پیروی کرنے کے متعلق
بھی ہوتا ہے پ۱ پ۳ پ۸ پ۱۶ پ۲۶
اِهْتَدٰی - وہ راہ پر آیا۔ اس نے ہدایت اختیار
کی، اِهْتِدَاءٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب
پ۱۱ پ۱۵ پ۱۶ پ۲۲ پ۲۳ پ۲۷
اِهْتَدَيْتُ - میں نے سیدھا راستہ پایا۔ میں نے

ہدایت اختیار کی (اِھْتِدَاءٌ سے ماضی کا صیغہ،
واحد متکلم۔ پ ۲۲/۱۱

اِھْتَدَیْتُمْ۔ تم راہ پر رہے، تم نے ہدایت اختیار
کی، اِھْتِدَاءٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے پ ۷

اِھْتَزَّتْ ۔ اس نے ترو تازہ ہو کر حرکت کی۔
اِھْتِزَازٌ سے جس کے معنی جھومنے۔ بل کھانے اور
شادابی و تروتازگی کی وجہ سے درخت کے ہلنے اور
حرکت کرنے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مونث غائب
پ ۱۷ پ ۲۴/۱۹

اُھْجُرْ ۔ تو دور رہ، تو چھوڑ دے۔ (نَصَرَ) ھَجْرٌ سے
جس کے معنی چھوڑنے اور دور رہنے کے ہیں امر کا صیغہ
واحد مذکر حاضر (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ھَجَرَ) پ ۲۹/۱۵

اُھْجُرْنِیْ ۔ تو میرے پاس سے دور ہو جا، اس میں
ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم ہے۔ پ ۱۶

اُھْجُرْھُمْ ۔ تو ان کو چھوڑ دے۔ اس میں ھُمْ ضمیر
جمع مذکر غائب ہے۔ پ ۲۹/۱۴

اُھْجُرُوْھُنَّ ۔ ان (عورتوں) سے دور رہو، ان کو
جدا کرو، اس میں ھُنَّ ضمیر جمع مونث غائب ہے پ ۵

اَھْدِکَ ۔ میں تجھ کو راہ بتاؤں، (ضَرَبَ) اِھْدِ
ھِدَایَۃٌ سے۔ جس کے معنی راہ بتلانے کے ہیں۔ مضارع
کا صیغہ واحد متکلم یہ اصل میں اَھْدِیْ تھا ی حذف ہو گئی
کَ ضمیر واحد مذکر حاضر پ ۱۶

اَھْدِکُمْ ۔ میں تم کو راہ بتاؤں۔ اس میں کُمْ ضمیر
جمع مذکر حاضر ہے۔ پ ۲۴

اِھْدِنَا ۔ تو ہم کو راہ بتلا۔ اِھْدِ ھِدَایَۃٌ سے۔
امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر نَا ضمیر جمع متکلم پ ۱ پ ۲۳

اِھْدُوْھُمْ ۔ ان کو راستہ دکھلاؤ، ان کو ہدایت
کرو، اِھْدُوْا ھِدَایَۃٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر
ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ ہدایت کے معنی اصل
میں تو بہ لطف و نرمی راہ بتانے کے ہیں مگر یہاں
تہکم کے طور پر مبالغۂ معنوی کے لئے اس کا استعمال
ہوا ہے جیسے بشارت کا فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ
(سو ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے) میں پ ۲۳

اَھْدٰی ۔ زیادہ راہ پانے والا، زیادہ ہدایت یافتہ
ھِدَایَۃٌ سے افعل التفضیل کا صیغہ۔ پ ۵ پ ۶
پ ۱۵ پ ۲۰ پ ۲۲ پ ۲۵ پ ۲۹

اَھْدِیَکَ ۔ میں تجھ کو راہ بتلاؤں، اَھْدِیْ ھِدَایَۃٌ
سے مضارع کا صیغہ واحد متکلم کَ ضمیر واحد مذکر حاضر پ ۳۰

اَهْدِيْكُمْ - میں تم کو راہ بتاتا ہوں، اس میں کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر ہے۔ پ ۲۴ ع ۹

اَهُشُّ - میں پتے جھاڑتا ہوں، (نَصَرَ) هَشٌّ سے جس کے معنی کسی نرم چیز کو حرکت دینے (جیسے پتے وغیرہ جھاڑنے) کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد متکلم، پ ۱۶ ع ۱

اُهِلَّ - پکارا گیا۔ اِهْلَالٌ سے۔ ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اہلال کے معنی اصل میں چاند دیکھتے وقت آواز لگانے اور پکارنے کے ہیں۔ پھر ہر آواز کے متعلق اس کا استعمال ہونے لگا چنانچہ ولادت کے وقت بچے کے رونے اور حاجیوں کے لبیک کہنے کو اہلال کہا جاتا ہے۔ یہاں اہلال کے وہی لغوی اور عرفی معنی یعنی نامزد کرنا آواز لگانا اور ذکر کرنا مراد ہیں۔ پس جس جانور کو بھی اللہ کے سوا کسی غیر کی نذر سے نامزد کیا جائے خواہ وہ غیر بت ہو یا جن یا خبیث روح یا پیر یا پیغمبر یا کوئی مکان یا تھان اور اس نیت سے ذبح کیا جائے کہ اس سے ان کی خوشنودی اور تقرب حاصل ہوگا۔ اور وہ اس کی حاجت روائی کریں گے۔ سو وہ جانور حرام اور ما اهل الله به لغير الله میں داخل ہے۔ اور ایسا کرنے والا مشرک اور دائرۂ توحید سے خارج ہے۔ خواہ وقت ذبح ذبیحہ پر بسم اللہ کہا جائے یا نہ کہا جائے اسی طرح وہ جانور جس پر وقتِ ذبح اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا جائے پ ۲ ع ۵ پ ۶ ع ۵ پ ۸ ع ۵ پ ۱۴ ع ۲۱

اَهْلٌ - والا۔ والے، وہ سب لوگ اَهْل کہلاتے ہیں جن کو مذہب یا نسب یا ان دونوں کے علاوہ اور کسی قسم کا کوئی رشتہ یا تعلق مثلاً ایک گھر یا ایک ہی شہر میں رہنا بسنا یا کسی مخصوص صنعت اور پیشہ میں شریک ہونا غرض کسی خاص صفت سے متصف ہونا ایک سلسلہ میں منسلک کردے۔ پ ۲ ع ۹ پ ۲۹ ع ۱۹

اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ - انجیل والے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت۔ پ ۶ ع ۱۱

اَهْلَ الْبَيْتِ، گھر والے، قرآن مجید میں اهل البیت کے الفاظ دو جگہ استعمال کئے گئے ہیں اول سورۂ ہود میں جبکہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا حضرت اسحٰق علیہ السلام کی ولادت کی بشارت دیجاتی ہے اور وہ اپنے شوہر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اپنی کبر سنی کا خیال کرتے ہوئے بے ساختہ اس

بشارت کے متعلق کہا تھی ہیں اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عَجِیْبٌ (یہ تو ایک عجیب بات ہے) اس پر فرشتے جواباً کہتے ہیں اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَیْكُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ (کیا تم امرِ الٰہی پر تعجب کرتی ہو تم پر اے گھر والو اللہ کی رحمت اور برکتیں ہیں) یہاں پر اہلِ بیت میں حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے داخل ہونے سے کون انکار کر سکتا ہے کہ آیت میں خطاب خود ان ہی کی ذات سے ہے۔

دوسری جگہ سورۂ احزاب میں وارد ہے اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا (اے نبی کے گھر والو اللہ یہی چاہتا ہے کہ تم سے گندگی کی باتیں دور کر دے اور تم کو خوب پاک صاف کر دے) یہاں اہلِ بیت سے کیا مراد ہے اس بارے میں اختلاف ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ صرف ازواجِ مطہرات مراد ہیں کیونکہ خطاب ان ہی سے ہو رہا ہے اور سیاقِ آیات ان ہی کے متعلق ہے جو یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ سے شروع ہو کر وَاذْكُرْنَ مَا یُتْلٰی فِیْ بُیُوْتِكُنَّ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِیْفًا خَبِیْرًا پر ختم ہوتا ہے۔ ان لوگوں کے خیال میں البیت سے بیت النبی یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عزت کدہ مبارک مراد ہے۔ جس میں ازواجِ مطہرات سکونت پذیر تھیں وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ (اور قرار پکڑو اپنے گھروں میں) اور وَاذْكُرْنَ مَا یُتْلٰی فِیْ بُیُوْتِكُنَّ (اور یاد کرو جس کی تلاوت کی جاتی ہے تمہارے گھروں میں) میں ازواجِ مطہرات کے ان حجروں ہی کا مذکور ہے جو بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہلاتے تھے۔ پس اہلِ بیت سے مراد وہی ہونا چاہئیں جو اس مبارک گھر میں سکونت گزیں ہوں۔ ابنِ ابی حاتم اور ابنِ عساکر نے بروایت عکرمہ اور ابنِ مردویہ نے بروایت سعید بن جبیر حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ آیتِ مذکورہ ازواجِ مطہرات کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ حضرت عکرمہ کو اس پر اس قدر شدید اصرار تھا کہ فرماتے ہیں اس امر کے متعلق جو کوئی چاہے میں اس سے مباہلہ کے لئے تیار ہوں۔[1]

دوسری جماعت کا خیال ہے کہ آیت میں جن اہلِ بیت کا ذکر ہے ان سے مراد صرف حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حضرت حسنین رضی اللہ عنہم

[1] ملاحظہ ہو فتح القدیر ج ۴ ص ۲۷۰ طبع مصر ۱۳۵۰ھ

ترمذی، ابن جریر، ابن المنذر، حاکم، ابن مردویہ اور بیہقی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ یہ آیت میرے گھر میں نازل ہوئی۔ اس وقت گھر میں یہ چاروں حضرات موجود تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چاروں کو کمبل میں لے کر فرمایا کہ یہ میرے اہل بیت ہیں (اے اللہ) تو ان سے گندگی دور فرما اور ان کو بخوبی پاک صاف کردے۔ ترمذی اور حاکم نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے[1]۔ اس جماعت کا بڑا استدلال یہ ہے کہ آیت میں خطاب کے لئے جمع مذکر کی ضمائر استعمال کی گئی ہیں چنانچہ عَنْكُمُ اور لِيُطَهِّرَكُمْ فرمایا گیا اگر ازواج مطہرات مراد ہوتیں تو عَنْكُنَّ اور لِيُطَهِّرَكُنَّ ہونا چاہئے تھا۔

علامہ قرطبی حافظ ابن کثیر اور ایک جماعت محققین کا قول ہے کہ اہل بیت میں ازواج مطہرات کے ساتھ ساتھ یہ چاروں حضرات بھی داخل ہیں۔ ازواجِ مطہرات کا داخل ہونا تو ظاہر ہے کہ وہی ان آیات کی اولین مخاطب ہیں جو بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں حقیقی معنی میں سکونت گزیں تھیں اور حضرت علی حضرت فاطمہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کا شمار اس لئے اہل بیت میں ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت اور اہل بیت نسب میں داخل ہیں۔

رہا یہ استدلال کہ اگر اہل بیت سے ازواجِ مطہرات مراد ہوتیں تو جمع مؤنث کی ضمیر آنی چاہئے تھی نہ کہ جمع مذکر کی سو محض لغو ہے کیونکہ عَنْكُمُ اور لِيُطَهِّرَكُمْ میں جو جمع مذکر کی ضمیر کی استعمال کی گئی ہے وہ محض لفظ اہل کی رعایت سے استعمال کی گئی ہے۔ سورۂ ہود کی آیت جس میں حضرت سارہ رضی اللہ عنہا سے خطاب کیا گیا ہے۔ ابھی آپ کی نظر سے گزری اہلِ عرب عموماً مونث سے تخاطب کرتے وقت جمع مذکر کا صیغہ استعمال کرتے ہیں۔ حماسی شاعر اپنی بیوی کو مخاطب کرکے کہتا ہے ع فلا تحسبی انی تخشعت بعدکم (تو یہ خیال نہ کرنا کہ میں تیرے بعد ذلیل ہوگیا) اسی طرح مخزومی اپنی اہلیہ سے کہتا ہے۔ ع

فان شئت حرمت النساء سواکم

---

[1] ملاحظہ ہو فتح القدیر ج ۴ ص ۲۷۰ طبع مصر ۱۳۵۰ھ

(اگر تو چاہے تو میں تیرے سوا سب عورتوں کو (اپنے اوپر) حرام کرلوں

خود قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے جبکہ وہ اپنی اہلیہ محترمہ کو خطاب کررہے ہیں جمع مذکر حاضر کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے ارشاد ہے فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْا اِنِّیْ اٰنَسْتُ نَارًا (پس کہا اپنی اہلیہ سے کہ ٹھیرو میں نے ایک آگ دیکھی ہے) حدیث شریف و اشعار عرب میں اس قسم کی مثالیں بکثرت موجود ہیں، خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواجِ مطہرات کو اہل البیت کے الفاظ سے مخاطب فرمایا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی شادی کے قصہ میں منقول ہے۔

فخرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فانطلق الی حجرۃ عائشۃ فقال السلام علیکم اهل البیت ورحمۃ اللہ فقالت وعلیک السلام ورحمۃ اللہ کیف وجدت اهلك بارك الله لك۔ فتقرّی حجر نساءہ کلهن یقول لهن کما یقول لعائشۃ ویقلن له کما قالت عائشۃ۔ [۱]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لاکر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کی طرف روانہ ہوئے وہاں پہنچ کر فرمایا السلام علیکم اہل البیت ورحمۃ اللہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں عرض کیا وعلیک السلام ورحمۃ اللہ آپ نے اپنی اہلیہ کو کیسا پایا؟ اللہ تعالیٰ آپ کو برکت دے۔ اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یکے بعد دیگرے تمام حجروں میں تشریف لیجاکر وہی الفاظ فرمائے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمائے تھے اور سب نے وہی جواب دیا جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دیا تھا۔

بخاری کی اس حدیث سے اس بحث کا قطعی فیصلہ ہوجاتا ہے کہ آیا ازواج مطہرات اہل البیت میں داخل ہیں یا نہیں کیونکہ اس میں صاف تصریح موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات میں سے ہر ایک کو اہل البیت سے

[۱] ملاحظہ ہو صحیح بخاری کتاب التفسیر باب قولہ لا تدخلوا بیوت النبی الا ان یؤذن لکم [۲] روح المعانی ج ۱۴ ص ۳۴۲ الطبع مصر

خطاب فرمایا ہے پ۲۲ ع۱۲ پ۲۲ ع۱

اَهْلَ الذِّكْرِ - یاد رکھنے والے بعض علما نے اس سے صرف یہود و نصاریٰ کو مراد لیا ہے لیکن رمانی، زجاج اور ازہری نے تصریح کی ہے کہ اہلِ الذکر سے گزشتہ امتوں کے حالات جاننے والے مراد ہیں خواہ وہ کسی جماعت سے تعلق رکھتے ہوں۔[1] پ۱۴ ع۱۲ پ۱۷ ع۱

اَهْلُ الْقُرٰی - بستیوں والے۔ پ۹ ع۲ پ۹ ع۹ پ۲۸ ع۴

اَهْلُ الْكِتٰبِ - کتاب والے۔ اہلِ کتاب۔ قرآن مجید کی اصطلاح میں اہلِ کتاب سے صرف یہود و نصاریٰ مراد ہیں، ارشاد ہے وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰی طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ (اور یہ کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے برکت والی۔ پس چاہئے کہ اس کی پیروی کرو اور پرہیزگاری کا شیوہ اختیار کرو۔ عجب نہیں کہ تم پر رحم کیا جائے ہم نے یہ کتاب اس لئے نازل کی کہ تم یہ نہ کہو کہ خدا نے تو صرف دو جماعتوں (یعنی یہودیوں اور عیسائیوں) ہی پر کتاب نازل کی جو ہم سے پہلے تھے اور ہمیں ان کے پڑھنے پڑھانے کی خبر نہ تھی) ظاہر ہے کہ اگر یہود و نصاریٰ کے علاوہ اہلِ کتاب میں کوئی تیسری جماعت اور داخل ہوتی تو پھر طَآئِفَتَيْنِ کی بجائے طَوَائِف ہونا چاہئے تھا۔ پ۱ ع۱۴ پ۳ ع۱۵ و ۱۶ پ۴ ع۱ و ۳ و ۱۱ پ۵ ع۱۵ پ۶ ع۲ و ۳ و ۸ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۴ پ۲۱ ع۱ و ۱۱ پ۲۴ ع۲۰ پ۲۸ ع۲ و ۵ پ۳۰ ع۲۲

اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ - مدینہ والے۔ شہر والے۔ آیتِ شریفہ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ (اور مدینہ کے بعض لوگ نفاق پہ اڑے ہوئے ہیں) اور مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ (مدینہ والوں کو اور اس کے گرد کے بدویوں کو یہ نہ چاہئے کہ وہ رسول اللہ کی رفاقت سے پیچھے رہ جائیں) میں اہلِ مدینہ سے مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے رہنے والے مراد ہیں اور وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ يَسْتَبْشِرُوْنَ (اور آئے شہر کے لوگ خوشیاں مناتے ہوئے) میں مدینہ بمعنی شہر ہے، اور مراد حضرت لوط علیہ السلام

[1] روح المعانی ج ۱۴ ص ۱۳۴ طبع مصر۔

کی بستی والے ہیں

اَهْلِ النَّارِ۔ آگ والے (دوزخی)

اَهْلِ بَیْتٍ۔ ایک گھر والے۔ اس سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ ہیں

اَهْلَ قَرْیَةٍ ایک گاؤں والے۔ یہ قریہ کونسا تھا آیا انطاکیہ تھا یا اَیلہ یا جزیرہ خضرا (جو اندلس میں بتایا جاتا ہے) یا برقہ یا ابوحوران (جو آذربائجان میں تھا) یا ناصرہ جو ملک روم میں تھا یا آرمینیہ کا کوئی گاؤں تھا اس کے تعین میں مختلف اقوال منقول ہیں جن کی صحت کی حقیقت خدا ہی کو خوب معلوم ہے[1]۔ حافظ ابنِ حجر فرماتے ہیں کہ اس سلسلہ میں سخت اختلاف کا پایا جانا اس امر کا مقتضی ہے کہ اس بارے میں کسی قول پر اعتماد نہ کیا جائے[2]

اَهْلُ مَدْیَنَ۔ مدین والے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو اَصْحٰبُ مَدْیَنَ اور مَدْیَنَ)

اَهْلَ یَثْرِبَ۔ یثرب والے، مدینہ والے، (ملاحظہ ہو یَثْرِبَ)

اَهْلَكَ۔ تیرے گھر کے لوگ، تیرے گھر والے

اَهْلَ مضاف کَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ (ملاحظہ ہو اَهْل)

اَهْلَكَ۔ اس نے ہلاک کیا۔ اس نے غارت کیا۔ اِهْلَاكٌ سے جس کے معنی ہلاک کرنے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ هَلَاكٌ مختلف معانی کے لئے آتا ہے (۱) کسی شے کا اپنے ہاتھ سے نکل جانا اور دوسرے کے پاس موجود ہونا۔ جیسے هَلَكَ عَنِّیْ سُلْطٰنِیَهْ (میرے پاس سے میری حکومت جاتی رہی) (۲) کسی شے کا بصورتِ استحالہ و فساد ہلاک ہو جانا جیسے یُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ (کھیتیاں اور نسل کو تباہ کردے) (۳) مر جانا جیسے وَمَا یُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ (ہمیں تو صرف زمانہ ہی مارتا ہے) (۴) کسی چیز کا عالمِ وجود سے بالکلیہ مٹ جانا اور معدوم ہو جانا آیتِ کریمہ كُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ (ہر چیز کو فنا ہے بجز ذاتِ الٰہی کے) میں اسی فنا کی طرف اشارہ ہے۔ (۵) عذاب چنانچہ یہاں ہلاکت سے عذاب ہی مراد ہے۔ کبھی ہلاک خوف اور فقر کے معنی

[1] البحر المحیط ج ۶ ص ۱۵۱ طبع مصر ۱۳۲۸ھ [2] فتح الباری ج ۸ ص ۳۲۹ طبع مصر ۱۳۲۶ھ

میں بھی استعمال ہوتا ہے ۱۱/۲ ۲۷

اَھْلَکْتُ ۔ میں نے خرچ کر ڈالا۔ میں نے تباہ کر دیا
اِھْلَاکٌ سے ماضی کا صیغہ واحد متکلم ۲۶/۱۵

اَھْلَکَتْہُ ۔ اس کو تباہ کر گئی۔ اَھْلَکَتْ اِھْلَاکٌ
سے۔ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب ہٗ ضمیر
واحد مذکر غائب ۔ ۲۷

اَھْلَکْتَھُمْ ۔ تو ان کو ہلاک کر دیتا۔ اَھْلَکْتَ
اِھْلَاکٌ سے۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر ھُمْ
ضمیر جمع مذکر غائب ۹

اَھْلِکُمْ ۔ تمہارے گھر والے، اَھْلِ مضاف کُمْ
ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ (ملاحظہ ہو اَھْلِ) ۱۲/۴

اَھْلَکْنَا ۔ ہم نے ہلاک کیا، ہم نے عذاب دیا۔
اِھْلَاکٌ سے، ماضی کا صیغہ جمع متکلم ۲ ۷ ۱۳/۱
۱۵/۲ ۱۶/۸و۹و۱۶ ۱۷/۱ ۱۹/۱۵ ۲۰/۸و۹ ۲۱/۱۶ ۲۳/۱و۱۰
۲۵/۷ ۲۶/۳و۱۷ ۲۷/۱۰

اَھْلَکْنٰھَا ۔ ہم نے اس کو ہلاک کیا۔ ہم نے اس کو
عذاب دیا۔ اس میں ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب ہے
۸/۸ ۱۷/۱و۷و۱۳

اَھْلَکْنٰھُمْ ۔ ہم نے ان کو ہلاک کیا۔ اس میں
ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے۔ ۲/۷ ۷/۱۵
۱۲/۷ ۱۹/۱۱ ۲۵/۱۵ ۲۶/۶

اَھْلَکَنِیْ ۔ اس نے مجھکو ہلاک کر دیا۔ اَھْلَکَ
صیغہ ماضی ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم ۲۹/۲

اُھْلِکُوْا ۔ وہ ہلاک کئے گئے۔ ان کو عذاب دیا گیا۔
اِھْلَاکٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ۲۹/۵

اَھْلِنَا ۔ ہمارے گھر والے۔ اَھْل مضاف نَا
ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ ۱۳/۲و۴ ۲۷/۲

اَھْلُوْنَا ۔ ہمارے گھر والے، اَھْلُوْنَا اصل میں
اَھْلُوْنَ تھا اَھْلٌ کی جمع بحالت رفع اضافت کے
سبب سے ن گر گیا نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ ۲۶/۹

اَھْلِہٖ ۔ اس کے گھر والے، اس کی بیوی، اس جگہ
کے رہنے والے۔ اَھْلٌ مضاف ہٖ ضمیر واحد مذکر
غائب مضاف الیہ (ملاحظہ ہو اَھْل) ۱/۱۵ ۳/۸و۱۱
۵/۳و۱۰ ۸/۱۷ ۱۲/۷و۱۰ ۱۴/۴ ۱۹/۱۳و۱۶و۱۹ ۲۰/۷و۱۶ ۲۲/۱۷
۲۳/۷و۸و۱۳ ۲۶/۱۹ ۲۹/۱۸ ۳۰/۹

اَھْلُھَا ۔ اس مقام کے رہنے والے۔ اس کے مالک
اس (عورت) کے گھر والے۔ اَھْل مضاف ھَا
ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ (ملاحظہ ہو اَھْل)

پ۵/۳،۵،۷ پ۸/۳ پ۹/۲،۳،۴ پ۱۱/۸ پ۱۲/۱۰،۱۳ پ۱۵/۲۲
پ۱۶/۱،۵ پ۱۸/۱۰ پ۱۹/۱۸ پ۲۰/۲،۵،۹،۹،۱۶ پ۲۶/۱۱

اَھْلِھِمْ۔ ان کے گھر والے، اَھْل مضاف، ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ (ملاحظہ ہو اَھْل) پ۲۱/۲ پ۲۳/۲ پ۳۰/۸

اَھْلِھِنَّ۔ ان (عورتوں) کے گھر والے، ان کے اولیاء۔ اَھْلِ مضاف ھُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب مضاف الیہ پ۵/۱

اَھْلِیْ۔ میرے گھر والے۔ اَھْل مضاف ی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ پ۱۲/۴ پ۱۲/۱۱ پ۱۹/۱۲

اَھْلِیْکُمْ۔ تمہارے گھر والے۔ اَھْلِیْ اصل میں اَھْلِیْنَ تھا، اَھْل کی جمع بحالتِ نصب و جر، اضافت کے باعث نون گر پڑا کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ پ۷/۲ پ۲۸/۱۹

اَھْلِیْھِمْ۔ ان کے گھر والے، اَھْلِیْ مضاف ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ پ۲۳/۱۲ پ۲۵/۹ پ۲۶/۱۰

اَھَمَّتْھُمْ۔ ان کو فکر میں ڈال دیا۔ اَھَمَّتْ اِھْمَامٌ سے۔ جس کے معنی فکر میں ڈال دینے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب پ۴/۷

اَھْوَآءَ۔ خواہشیں، خیالات، ھَوٰی کی جمع (ملاحظہ ہو ھَوٰی) پ۶/۱۲ پ۸/۵ پ۲۵/۱۸

اَھْوَآءَکُمْ۔ تمہاری خواہشیں، اَھْوَاءَ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ پ۶/۱۲

اَھْوَآءَھُمْ۔ ان کی خواہشیں، اَھْوَاءَ مضاف ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ پ۱/۱۴ پ۷/۱ پ۹/۱۱ پ۸/۱ پ۱۳/۱۱ پ۱۸/۴ پ۲۰/۸ پ۲۱/۷ پ۲۵/۳ پ۲۶/۷ پ۲۷/۸

اَھْوَنُ۔ بڑا آسان، بہت ہی سہل، ھَوْنٌ سے جس کے معنی آسان اور سہل ہونے کے ہیں۔ افعل التفضیل کا صیغہ پ۲۱/۴

اَھْوٰی۔ اس نے دے پٹکا۔ اِھْوَاءٌ سے جس کے معنی اٹھا کر دے پٹکنے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب پ۲۷/۷

فصل الیاء المثناۃ

اِیْ۔ ہاں، البتہ، حرفِ جواب ہے بمعنی نَعَمْ اور ہمیشہ قسم سے پہلے آتا ہے پ۱۱/۱۰

اَیٌّ۔ کونسا، جس، کس کس، کیا کیا۔ یہ استفہامیہ بھی ہوتا ہے اور شرطیہ بھی، صفت بھی واقع ہوتا ہے

اور جس پر الف لام داخل ہو اس کی ندا کا صلہ بھی نیز موصولہ بھی ہوتا ہے مگر احمد بن یحییٰ نے اس کے موصولہ ہونے سے انکار کیا ہے ہاں موصوفہ نہیں ہوتا۔ لیکن اخفش کے خیال میں موصوفہ بھی ہوتا ہے۔[1] پ۷/۸و۱۵ پ۹/۱۳ پ۱۵/۱۳ پ۱۶/۸ پ۱۹/۱۵ پ۲۱/۱۲ پ۲۴/۱۲
پ۲۵/۱۷ پ۲۷/۷و۱۱و۱۲و۱۳ پ۲۹/۲۱و۲۲ پ۳۰/۵و۶ آیًا پ۱۵/۱۲

اِیَابَهُمْ۔ ان کا لوٹنا، ان کا واپس آنا، اِیَابٌ، آبَ یَؤُوْبُ کا مصدر، مضاف ہے۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ پ۳۰/۱۴

آیَاتٌ۔ نشانیاں، آیتیں، احکامِ خداوندی۔ آیَةٌ کی جمع (ملاحظہ ہو آیة) پ۱/۷و۱۲و۱۴ پ۲/۳و۴
پ۲/۱۱و۱۳و۱۷ پ۳/۳و۹و۱۰و۱۱و۱۴و۱۵ پ۴/۱و۲و۳و۱۱
پ۵/۱۷ پ۶/۲و۱۳ پ۷/۷و۹و۱۰و۱۱و۱۲و۱۳و۱۸و۱۹
پ۸/۲و۷و۱۰و۱۱و۱۴ پ۹/۳و۶و۱۲ پ۱۰/۳و۸ پ۱۱/۶و۸و۱۲و
پ۱۱/۱۳و۱۵ پ۱۲/۵و۱۱و۱۲و۱۴ پ۱۳/۷و۱۲و۲۰ پ۱۴/۵و۸و۹
پ۱۴/۱۷و۲۰ پ۱۵/۶و۱۲و۱۴و۲۰ پ۱۶/۳و۷و۱۱و۱۶ پ۱۷/۹
پ۱۸/۲و۳و۷و۸و۱۰و۱۲و۱۴و پ۱۹/۳و۵و۱۶ پ۲۰/۳و۴و
پ۲۰/۱۲و۱۵ پ۲۱/۱و۳و۴و۶و۷و۱۳و۱۵ ۱۶ پ۲۲/۱و۸
پ۲۳/۲ پ۲۴/۲و۳و۵و۶و۹و۱۱و۱۲و۱۳و۱۴ پ۲۵/۵و۱۵و
پ۲۵/۱۷و۱۸و۲۰ پ۲۶/۳و۴و۱۸ پ۲۷/۵و۷و۱۸ پ۲۸/۱و۱۱و۱۸ پ۳۰/۸

آیَاتِكَ۔ تیرے احکام، تیری آیتیں۔ آیَاتِ مضاف كَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ پ۱/۱۵ پ۱۶/۱۷ پ۳۰/۸

آیَاتُنَا۔ ہماری نشانیاں، ہماری آیتیں، ہمارے احکام، آیَات مضاف نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ پ۱/۴ پ۲/۲ پ۳/۱۰ پ۵/۵ پ۶/۶ پ۷/۱و۱۰و۱۱و۱۲و۱۴
پ۸/۵و۷و۸و۱۱و۱۲و۱۳و۱۵و۱۶ پ۹/۳و۶و۷و۹و۱۴
پ۹/۱۴و۱۸ پ۱۱/۶و۷و۸و۱۳و۱۴ پ۱۲/۹ پ۱۳/۱۳ پ۱۳/۶
پ۱۵/۱و۱۱و۱۳ پ۱۶/۸و۹و۱۰و۱۲و۱۶ پ۱۷/۶و۱۴و۱۶ پ۱۸/۳
پ۱۹/۲و۶و۱۶ پ۲۰/۲و۳و۶و۷و۸و۹ پ۲۱/۱و۵و۸و۱۰و۱۳و
پ۲۱/۱۵و۱۶ پ۲۲/۷و۱۱ پ۲۳/۸و۱۶و۱۸و۱۹ پ۲۵/۱و۵و۱۱و
پ۲۵/۱۳و۱۷و۱۹ پ۲۶/۱ پ۲۷/۱۰و۱۸ پ۲۸/۱۵ پ۲۹/۳و۱۵ پ۳۰/۱و۸و۱۵

آیَاتُهُ۔ اس کی آیتیں، اس کی نشانیاں، اس کے احکام، آیَات مضاف ہ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ پ۱/۹ پ۲/۷و۱۱و۱۵
پ۳/۲و۸ پ۷/۲و۹و۱۷ پ۸/۱و۱۱ پ۹/۱۵ پ۱۰/۱۴ پ۱۱/۷و۱۷

[1] البحر المحیط ج ۱ ص ۹۳ طبع مصر سنہ ۱۳۲۸ھ

۱۷/۱۴ ۱۸/۱۴ ۲۰/۳ ۲۱/۶و۸و۱۳ ۲۳/۱۲ ۲۴/۷و۱۳و۱۵و۱۹

۲۴/۱۹ ۲۵/۴و۵و۷ ۲۸/۱۱

اٰیَاتِهَا ۔ اس کی نشانیاں، اٰیَات مضاف ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ ۱۷/۴

اٰیَاتِیْ ۔ میری نشانیاں، میری آیتیں، میرے احکام اٰیَات مضاف ی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ ۱/۵ ۶/۱۱ ۸/۳و۱۱ ۹/۴ ۱۵/۲۰ ۱۶/۳و۱۱ ۱۴/۳ ۱۸/۴و۶

۲/۳ ۲۳/۲ ۲۵/۲۰

اِیَّاكَ ۔ تجھ ہی سے، تجھ ہی کو۔ واحد مذکر حاضر کی ضمیر منصوب منفصل۔ اِیَّا کے ساتھ جب یائے متکلم کاف خطاب، ہا غائب اور دیگر فروع متکلم و مخاطب و غائب لاحق ہوتے ہیں تو اس وقت یہ ضمیر منصوب منفصل ہوتی ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ اسم ظاہر ہے جو ضمائر کی طرف مضاف ہوتا ہے مگر یہ صحیح نہیں۔ رہی یہ بحث یہ کہ یہ مع لواحق کے ضمیر ہے یا تنہا یا لواحقِ حروف ہیں، یا یہ حرف ہے یا لواحقِ اسمار ہیں اور یہ اُن کی طرف مضاف یا صرف لواحقِ ضمائر ہیں اور اِیَّا زائدہ ہے تاکہ اس سے ضمائر کا اتصال ہو سکے اس بارے میں مختلف اقوال ہیں جو کتبِ نحو میں مذکور ہیں۔[۱]

اِیَّاکُمْ ۔ تم سب کو۔ جمع مذکر حاضر کی ضمیر منصوب منفصل۔ ۵/۱۶ ۱۵/۴ ۲۱/۲ ۲۲/۹و۱۱ ۲۸/۷

اَیَّامٌ ۔ دن، اوقات، یَوْمٌ کی جمع۔ یوم سے عموماً طلوعِ آفتاب سے لیکر غروب تک کا وقت مراد ہوتا ہے اور کبھی اس سے زمانہ کی کوئی مدت یا مطلق وقت مراد لیا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں آسمان و زمین وغیرہ کی پیدائش کے بارے میں سِتَّۃِ اَیَّامٍ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں بعض نے ان سے چھ اوقات مراد لئے ہیں اور بعض نے چھ دن۔ ظاہر ہے کہ ان دنوں سے مراد ہماری دنیا کے دن تو ہو ہی نہیں سکتے کیونکہ اس وقت زمین آسمان چاند سورج تھے ہی کہاں جو یہ دن ہوتے۔ پس لامحالہ ان چھ دنوں سے مراد ان کی مقدار ہو گی۔ جمہور کا خیال ہے کہ ان سے مراد ہمارے دنیاوی دنوں کی مقدار ہے لیکن ابنِ جریر اور ابنِ ابی حاتم، حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد

[۱] فتح القدیر ج ۲ ص ۲۵۹ طبع مصر ۱۳۵۰ھ

ضحاک اور کعب احبار سے راوی ہیں کہ ان میں سے ہر دن ایک ہزار برس کا ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ نے الرد علی الجہمیہ میں اسی قول کو اختیار کیا ہے امام ابن جریر اور متاخرین کی ایک جماعت کی بھی یہی رائے ہے[۱] اور یہی قول زیادہ قرین صحت معلوم ہوتا ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو یوم) ب۲، ۱۲/۱۳، ۵/۲، ۲/۱۳، ۱۵/۷، ۶/۱، ۱۲/۲، ۱۳/۲
۱۹/۲، ۲۶/۳، ۲۲/۸ آیَّامًا ۲۲/۸

اَیَّامِ اللّٰهِ۔ اللہ کے دن۔ اَیَّامِ مضاف اللّٰهِ مضاف الیہ۔ اللہ کے دنوں سے مراد وہ دن ہیں جن میں اللہ تعالیٰ سرکشوں سے انتقام لے اور ان کی بدکرداری کے عوض ان کو عذاب دے یا اپنے فرمانبردار بندوں کو مخصوص فضل و اکرام سے نوازے۔ ابن السکیت نے تصریح کی ہے کہ عرب ایام کو وقائع کے معنی میں استعمال کرتے ہیں چنانچہ کہا جاتا ہے فلان عالم بایام العرب یعنی وہ عرب کے واقعات و حالات کا عالم ہے۔ نسائی ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، نیز بیہقی شعب الایمان میں اور عبداللہ بن احمد زوائد المسند میں حضرت ابی بن کعب سے راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے "ایام اللہ" کی تفسیر اللہ کی نعمتوں اور اس کے احسانات سے فرمائی ہے۔ ابن ابی حاتم نے ربیع سے قرون اولیٰ میں وقائع الٰہی کے معنی نقل کئے ہیں[۲]۔ ۱۲/۱۳، ۱۸/۲۵

اَلْاَیَّامِ الْخَالِیَةِ۔ اگلے دن۔ اَلْاَیَّامِ موصوف اَلْخَالِیَةِ صفت۔ مراد دنیوی زندگی کے گزرے ہوئے دن ہیں۔ علماء سلف میں سے مجاہد، ابن جبیر، وکیع اور عبدالعزیز بن رفیع نے روزوں کے دن مراد لئے ہیں[۳]۔ ۲/۱۲، ۲۹/۶

اَیَّامٍ مَّعْدُوْدَاتٍ۔ گنتی کے چند دن۔ اَیَّامٍ موصوف مَعْدُوْدَاتٍ صفت۔ ان سے مراد ایام منیٰ یعنی ایام تشریق ہیں یہ ذی الحجہ کی گیارہویں بارہویں اور تیرہویں تاریخیں ہیں۔ جن میں حج سے فارغ ہو کر منیٰ میں قیام کا حکم ہے۔ ان دنوں میں رمی جمار یعنی کنکریوں کے مارتے وقت نیز ہر نماز فرض کے بعد تکبیر کہنے کا حکم ہے۔ ان دنوں میں

[۱] البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۱۵ طبع مصر ۱۳۵۱ھ [۲] فتح القدیر ج ۳ ص ۹۰ [۳] البحر المحیط ج ۸ ص ۳۲۵ طبع مصر ۱۳۲۸ھ

چاہئے کہ دیگر اوقات میں بھی ذکر الٰہی کی کثرت رکھے۔

اَیَّامٍ مَّعۡلُوۡمٰتٍ۔ کئی دن جو معلوم ہیں۔

اَیَّامٍ موصوف مَعۡلُوۡمٰتٍ صفت حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک اس سے قربانی کے تین دن مراد ہیں۔ امام ابو یوسف اور امام محمد نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حسن بصری، ابراہیم نخعی، اور قتادہ ذی الحجہ کا پہلا عشرہ بتاتے ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ کا بھی یہی قول ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت میں یوم النحر اور اس کے بعد کے تین دن منقول ہیں یعنی دسویں گیارہویں بارہویں اور تیرہویں تاریخیں۔[۱]

اَیَّامًا مَّعۡدُوۡدٰتٍ۔ گنتی کے چند روز

اَیَّامًا موصوف مَعۡدُوۡدٰتٍ صفت آیت شریفہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا كُتِبَ عَلَیۡكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُوۡنَ اَیَّامًا مَّعۡدُوۡدٰتٍ (اے ایمان والو تم پر بھی اسی طرح روزہ فرض کیا گیا جس طرح کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ (یہ گنتی کے چند روز ہیں) میں اَیَّامًا مَّعۡدُوۡدٰتٍ سے مراد ماہِ رمضان ہے۔ لیکن حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما اور عطاء سے مروی ہے کہ ان سے مراد ہر ماہ میں روزہ کے تین دن ہیں جن کی فرضیت رمضان کے نازل ہونے کے بعد منسوخ ہو گئی۔[۲]

قرآن مجید نے جو یہودیوں کا مقولہ لَنۡ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّاۤ اَیَّامًا مَّعۡدُوۡدٰتٍ (کہ ہم کو بجز چند دنوں کے ہرگز آگ نہ چھوسکے گی) نقل فرمایا ہے۔ ان چند دنوں کے تعین میں یہودیوں میں باہمی اختلاف تھا۔ بعض سات دن بیان کرتے تھے بعض چالیس روز بعض چالیس سال اور بعض بلوغ سے قبل کے زمانہ کو نکال کر ہر شخص کی بقیہ مدت العمر بتاتے تھے۔[۳]

ب ﴿اَیَّامًا مَّعۡدُوۡدَةٍ﴾

اَیَّامٍ نَّحِسَاتٍ۔ مصیبت کے کئی دن۔ چند منحوس دن۔ مجاہد اور قتادہ کا بیان کہ یہ آخر

---

[۱] احکام القرآن للامام جصاص ج ۳ ص ۲۸۷ و ۲۸۸۔ [۲] ایضاً ج ۱ ص ۲۰۳۔

[۳] تفسیر عزیزی ص ۲۰۶ طبع مجتبائی دہلی۔

شوال میں بدھ کے دن سے شروع ہو کر بدھ ہی کے دن ختم ہوئے۔ سات رات اور آٹھ دن لگاتار قوم عاد پر ہوا کا طوفان چلتا رہا۔[۱] ۲۹/۱۶

اَیَامٰی۔ بغیر بیوی والے مرد۔ بغیر شوہر والی عورتیں، اَیِّمٌ کی جمع۔ ابوعمرو اور کسائی نے تصریح کی ہے کہ اہلِ لغت کا اس پر اتفاق ہے کہ ایم اصل میں اس عورت کو کہتے ہیں جس کا شوہر نہ ہو خواہ وہ عورت کنواری ہو یا بیوہ، ابوعبید کا بیان ہے کہ مرد اور عورت دونوں کے متعلق ایم کا لفظ آتا ہے لیکن اس کا بیشتر استعمال عورتوں ہی کے بارے میں ہوتا ہے مردوں کے متعلق اس کا استعمال گویا بطورِ استعارہ ہے۔[۲] ۱۸/۱۰

اَیَّانَ۔ کب۔ متیٰ کے قریب المعنی ہے اور کسی شئے کا وقت دریافت کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے بعض لوگ اس کی اصل اَیّ اَوَانٍ بمعنی کونسے وقت کے بتلاتے ہیں۔ الف کو حذف کر کے واو کو یا کیا گیا اور پھر یا کا یا میں ادغام کر دیا اَیَّانَ ہو گیا ۹/۱۴ ۱۴/۸ ۳۰/۱ ۲۶/۱۸ ۲۹/۱۷ ۳۰/۲

اِیَّانَا۔ ہم کو۔ جمع متکلم کی ضمیر منصوب منفصل۔ (ملاحظہ ہو اِیَّاکَ) ۱۱/۸ ۲۸/۱۰

اِیَّاهُ۔ اسی کو۔ اسی سے۔ واحد مذکر غائب کی ضمیر منصوب منفصل (ملاحظہ ہو اِیَّاکَ) ۳/۵ ۲/۱۰ ۲/۲ ۱۱/۱۵ ۱۳/۲۱ ۱۵/۳و۷ ۲۴/۱۹

اِیَّاهُمْ۔ ان کو۔ جمع مذکر غائب کی ضمیر منصوب منفصل (ملاحظہ ہو اِیَّاکَ) ۸/۹

اِیَّایَ۔ مجھ کو، مجھ سے، واحد متکلم کی ضمیر منصوب منفصل ۱/۵ ۸/۹ ۱۴/۱۲ ۲۱/۲

اِئْتِ۔ ء۔ ت۔ ی (ضَرَبَ) اِتْیَانٌ سے جس کے معنی آنے کے ہیں۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر، جب اس کے صلہ میں با آتی ہے تو یہ متعدی بمعنی لانے کے ہو جاتا ہے ۱/۱۲ ۴/۹ فَأْتِ ۳/۲ ۸/۲ ۹/۱۲و۶

اِیْتَاءٌ۔ دینا۔ عطا کرنا۔ بروزن اِفْعَالٌ مصدر ہے قرآن مجید میں اس کا استعمال بیشتر صدقہ دینے کے بارے میں ہوا ہے۔ ۱۴/۱۹ ۱۷/۵ ۱۹/۱۱

اٰیَتُكَ۔ تیری نشانی۔ اٰیَةٌ مضاف۔ کَ

[۱] فتح القدیر ج ۴ ص ۲۹۶ و ۲۹۷ طبع مصر ۱۳۵۰ھ [۲] ایضاً ج ۴ ص ۲۶

ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ (ملاحظہ ہو اٰیۃ)
۳/۱۲ ۲۶/۴

اِئْتِنَا۔ ہمارے پاس آ۔ ہم پرلے آ۔ اِئْتِ صیغہ امر۔ نَا ضمیر جمع متکلم (ملاحظہ ہو اِئْتِ) ۸/۱۵ ۸/۱۷ ۹/۱۸
۳۰/۱۵ فَأْتِنَا ۸/۱۹ ۳/۳ ۲۶/۳

اِئْتُوْا۔ تم آؤ۔ اِتْیَانٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر
۱/۱۲ ۵/۱۹ فَأْتُوْا ۱/۲ ۲/۱۲ ۴/۱ ۱۱/۹ ۲/۲ ۱۷/۵
۳۰/۸ ۲۳/۹ ۲۵/۱۵ وَأْتُوْا ۲/۸

اِئْتُوْنَا۔ تم ہمارے پاس لاؤ۔ اس میں نَا ضمیر جمع متکلم ہے۔ ۱۳/۱۴

اِئْتُوْنِیْ۔ میرے پاس لاؤ۔ میرے پاس آؤ۔
اس میں ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم ۱۱/۱۳ ۱۲/۱۷
۱۳/۲ ۲۶/۱ وَأْتُوْنِیْ ۱۳/۴ ۹/۱۷

اِئْتُوْهُنَّ ان (عورتوں) کے پاس جاؤ۔ اس میں هُنَّ ضمیر جمع مونث غائب ہے ۲/۱۲

اَیُّهَا۔ اے۔ اَیُّ بحالتِ ندا منادی معرف باللام کو حرفِ ندا سے ملاتا ہے اور ھَا حرفِ تنبیہ جو اَیُّ اور اپنے بعد کے اسم معرف باللام کے درمیان فصل کے لئے استعمال ہوتا ہے ۱۳/۳ ۲/۱۴

اِئْتِیَا۔ تم دونوں جاؤ اِتْیَانٌ سے امر کا صیغہ تثنیہ مذکر حاضر ۲۴/۱۶ فَأْتِیَا ۱۹/۹

اِئْتِیَاهُ۔ تم دونوں اس کے پاس جاؤ۔ اس میں هٗ ضمیر واحد مذکر غائب ہے ۱۶/۱۱

اٰیَتَیْنِ۔ دو نشانیاں۔ دو نمونے (ملاحظہ ہو اٰیۃ) ۵/۲

اَیْدٍ۔ ہاتھ۔ یَدٌ کی جمع۔ جس کے معنی ہاتھ کے ہیں۔ اصل میں اَیْدِیْ تھا تنوین کے باعث ی گر پڑی ۹/۱۲ ۲۲/۲

اَیْدٍ۔ قوت، قوی ہونا۔ اَدَ یَئِیْدُ کا مصدر ۲۳/۱۱

اَیَّدْتُّکَ میں نے تیری مدد کی۔ اَیَّدْتُ تَأْیِیْدٌ سے۔ جس کے معنی مدد کرنے اور قوت دینے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد متکلم کَ ضمیر واحد مذکر حاضر ۷/۵

اَیَّدَکَ۔ تیری تائید کی۔ تجھ کو قوت پہنچائی۔ اَیَّدَ تَأْیِیْدٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ کَ ضمیر واحد مذکر حاضر ۱۰/۴

اَیَّدَکُمْ۔ تم کو قوت دی۔ تمہاری مدد کی۔ اس میں کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر ہے۔ ۹/۱

اَیَّدْنَا۔ ہم نے قوت دی۔ تَأْیِیْدٌ سے۔ ماضی کا صیغہ جمع متکلم۔ ۳/۱۰

آیَّدْنٰہُ۔ ہم نے اس کو قوت دی۔ اس میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ہے۔ ۱۱/۱ ۳/۱

آیَّدَہٗ۔ اس کی مدد کی۔ آیَّدَ فعل ماضی ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ۱۲/۱۰

آیَّدَھُمْ۔ ان کی مدد کی۔ اس میں ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے۔ ۲۸/۴

آیْدِیْ۔ ہاتھ۔ یَدٌ کی جمع (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو یَدٌ) ۸/۲ ۱۳/۲۳ ۱۱/۲۶ ۴/۲۸ ۵/۳۰

آیْدِیْکُمْ۔ تمہارے ہاتھ، آیْدِیْ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ۔ ۸/۲ ۱۰/۳
۴ و ۸/۵ ۹/۲ ۳/۷ ۴/۹ ۳ و ۶ و ۸/۱۰ ۱۲/۱۶ ۷/۱۹
۲/۲۲ ۵/۲۵ ۱۱/۲۶

آیْدِیْنَا۔ ہمارے ہاتھ۔ آیْدِیْ مضاف نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ ۱۳/۱۰ ۷/۱۹ ۴/۲۳

آیْدِیْھِمْ۔ ان کے ہاتھ۔ آیْدِیْ مضاف ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ ۹ و ۱۱/۱ ۲/۳ ۲ و ۵/۵
۲ و ۹ و ۱۳/۶ ۷ و ۱۴/۷ ۹/۸ ۸/۹ ۱۵/۱۰ ۷/۱۲ ۱۴/۱۳
۱۵/۱۴ ۲ و ۱۴/۱۵ ۹/۱۷ ۸/۲۰ ۷/۲۱ ۷ و ۱۸/۲۲ ۲ و ۳/۲۳
۱۲ و ۱۴/۲۴ ۲/۲۵ ۹ و ۱۱/۲۶ ۱۸/۲۷ ۳ و ۷ و ۱۱ و ۲۰/۲۸

آیْدِیْھِمَا۔ ان دونوں کے ہاتھ۔ آیْدِیْ مضاف ھُمَا ضمیر تثنیہ مذکر غائب مضاف الیہ ۶/۶

آیْدِیْھِنَّ۔ ان (عورتوں) کے ہاتھ۔ آیْدِیْ مضاف ھُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب مضاف الیہ ۱۲ و ۱۷/۱۲ ۸/۲۸

آئِذَا۔ کیا جب، اصل میں ءَاِذَا تھا۔ دوسرے الف کو ہمزہ سے بدل لیا گیا۔ پہلا الف استفہام انکاری کا ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ا، اور اِذَا) ۱۵/۲۷

اِئْذَنْ۔ تو رخصت دے، تو اجازت دے۔ (سَمِعَ) اِذْنٌ سے جس کے معنی اجازت دینے کے ہیں۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ۱۲/۱۰ فَأْذَنْ ۱۵/۱۸

آیْقَاظًا۔ جاگنے والے۔ یَقِظٌ کی جمع جو صفتِ مشبہ کا صیغہ ہے اور جس کے معنی جاگنے والے کے ہیں۔ ۱۵/۱۵

آیُّکُمْ۔ تم میں سے کون۔ آیٌّ استفہامیہ مضاف ہے کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ ۵/۱۱ ۱/۱۲
۱۸/۱۹ ۱ و ۳/۲۹

آیْکَۃِ۔ ایک۔ بن۔ گھنا جنگل۔ درختوں کا جھنڈ۔ یہ یا تو شہر کا نام ہے یا بن کا۔ چونکہ اصحاب الایکۃ

اس مقام پر بستے تھے اس لئے اس کی طرف منسوب ہوئے۔ نافع، ابنِ کثیر، اور ابنِ عامر نے سورۂ شعرا اور ص میں لَیْکَۃَ غیر منصرف پڑھا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایکہ معنی بن کے نہیں بلکہ اس مقام کا نام ہے۔ ابو عبید نے تصریح کی ہے کہ مکہ اور بکہ کی طرح لیکۃ خاص شہر کا نام ہے اور ایکۃ تمام ملک کا۔[1] صحیح بخاری کتاب التفسیر سورۂ شعراء میں مذکور ہے کہ لیکۃ اور ایکۃ، ایکہ کی جمع ہے۔ جس کے معنی درختوں کے جھنڈ کے ہیں۔

علامہ بدرالدین عینی اس کے متعلق لکھتے ہیں کذا فی النسخ وھو غیر صحیح والصواب ان یقال و اللیکۃ والایکۃ مفرد ایک او یقال جمعھا ایک (بخاری کے نسخوں میں ایسا ہی ہے اور یہ صحیح نہیں۔ اس طرح کہنا درست ہے کہ لیکۃ اور ایکہ ایک کا مفرد ہے یا یوں کہا جائے کہ اس کی جمع ایک ہے)[2] اسی طرح مجدالدین فیروزآبادی نے قاموس میں تصریح کی ہے کہ یہ بمنزلہ وہم ہے۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو

اَصْحٰبُ الْاَیْکَۃِ پ۱۴ ع۱۳، پ۱۹ ع۱۰، پ۲۳ ع۱۰، پ۲۶ ع۱۸

اِیْلٰف۔ مانوس رکھنا۔ الفت کرنا۔ بروزن اِفْعَالٌ مصدر ہے۔ پ۳۰ ع۲۱

اَیَّمَا۔ جونسی، یہاں اَیّ شرطیہ ہے اور مَا زائدہ بعض مَا کو نکرہ بتلاتے ہیں۔ پ۲۰

اِیْمَانَ۔ ایمان۔ لغت میں ایمان کے معنی تصدیق کرنے کے ہیں یعنی خبر دینے والے کے حکم کا یقین کرنا اس طرح کہ حکم قبول کیا جائے اور بتانے والے کو سچا قرار دیا جائے۔ یہ مصدر ہے بروزن اِفْعَالٌ اَمْنٌ سے ماخوذ ہے گویا ایمان لانے کا مطلب ہے کہ جس پر ایمان لایا جائے اس کو تکذیب و مخالفت کی امن دیدیا جائے۔ اس کا تعدیہ کبھی بذریعہ لام ہوتا ہے اور کبھی بذریعہ با۔ اول صورت میں اذعان (یقین محکم) کے معنی ملحوظ ہوتے ہیں اور دوسری صورت میں اعتراف (تسلیم و انقیاد) کے۔ جس سے اس طرف اشارہ مقصود ہے کہ بغیر اعتراف کے تصدیق کا اعتبار نہیں۔ کبھی باعتبارِ حقیقت عرفیہ یا بطورِ مجاز وثوق کے معنی میں بھی ایمان کا

[1] ملاحظہ ہو البحر المحیط ج ۷ ص ۳۷ طبع مصر ۱۳۲۸ھ۔ [2] ملاحظہ ہو عمدۃ القاری ج ۹ ص ۸۷ طبع مصر

استعمال ہوتا ہے یہ اس حیثیت سے کہ وثوق کرنیوالا امن میں ہوگیا۔ اور شرعاً ایمان کے معنی ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ان تمام تعلیمات کی تصدیق کرنا جن کے متعلق بالضرورت معلوم ہے کہ یہ آپ کی تعلیم ہے۔ جس چیز کا تفصیلی علم ہے اس کی تفصیلی طور پر اور جس کا اجمالی علم ہے اس کی اجمالی طور پر تصدیق کرنا۔ جمہور محققین کا یہی مذہب ہے۔[1]

پ ۱/۱۲ پ ۲۶/۸و۱۰و۱۱ پ ۶/۵ پ ۱۰/۹ پ ۱۳/۲۰ پ ۳۱/۹ پ ۲۴/۴

پ ۳۶/۹ پ ۲۹/۱۳و۱۲ پ ۲۵/۲ پ ۲۸/۳و۲ اِیْمَانًا پ ۴/۱ پ ۱/۱۵

پ ۱/۵ پ ۴/۹ پ ۴/۱۱ پ ۲۹/۱۵

اَیْمَانٌ۔ قسمیں۔ یَمِیْنٌ کی جمع۔ یمین۔ کے معنی اصل میں تو داہنے ہاتھ کے ہیں۔ معاہدہ کرنے والا اور حلیف۔ جو دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ مارتا ہے۔ یمین حلف کے معنی میں اسی فعل سے مستعار لیا گیا ہے

پ ۲/۳و۲ پ ۱۱/۱ پ ۱۴/۱ پ ۲۹/۹

اِیْمَانُکُمْ۔ تمہارا ایمان۔ اِیْمَان مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ۔ آیت شریف کہ مَا کَانَ اللّٰہُ لِیُضِیْعَ اِیْمَانَکُمْ (اللہ ایسا نہیں کہ تمہارا ایمان ضائع کر دے) میں ایمان سے مراد مجازاً نماز ہے۔ گویا لازم بول کر ملزوم مراد لیا گیا ہے۔ اِیْمَان مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ۔

پ ۱/۱۱و۱۲ پ ۲/۲ پ ۴/۱و۲ پ ۵/۱ پ ۱۰/۱۴

اَیْمَانِکُمْ۔ تمہاری قسمیں۔ تمہارے ہاتھ۔ اَیْمَان یَمِیْنٌ کی جمع۔ جس کے معنی داہنے ہاتھ کے ہیں اور مجازاً قسم کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔ مضاف ہے کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ پ ۲/۱۲ پ ۵/۱و۲و۳

پ ۴/۲ پ ۱۴/۱۹ پ ۱۸/۱۰و۱۲ پ ۱۸/۱۴ پ ۲۸/۱۹

اِیْمَانِہٖ اس کا ایمان۔ اِیْمَان مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ پ ۱۳/۲۰ پ ۲۴/۹

اِیْمَانِہَا۔ اس کا ایمان لانا۔ اِیْمَانُ مضاف ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ۔ پ ۸/۲ پ ۱۱/۱

اَیْمَانِھِمْ۔ ان کے ہاتھ، ان کی قسمیں اَیْمَان مضاف ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ

پ ۳/۱۹ پ ۲/۱۲ پ ۶/۴و۱۹ پ ۸/۹ پ ۱۰/۸ پ ۱۳/۱۱و۱۶ پ ۱۸/۱و۱۳

پ ۲۲/۲و۱۶ پ ۲۴/۱۸ پ ۲۸/۲و۱۳و۲۰

اِیْمَانِھِمْ۔ ان کا ایمان لانا۔ اِیْمَان مضاف

[1] روح المعانی ج ۱ ص ۱۰۳ طبع مصر۔

هُمْ ضمیرِ جمع مذکر غائب مضاف الیہ ہے۔ پ۳/۱۴ پ۵/۱۵
پ۶/۶ پ۱۱/۱۶ پ۱۳/۱۱ پ۲۶/۹ پ۲۹/۷

اَیْمَانُهُنَّ۔ ان (عورتوں) کے ہاتھ۔ اَیْمَانُ مضاف هُنَّ ضمیرِ جمع مؤنث غائب مضاف الیہ
پ۴/۱ پ۱۴/۲۳

اِیْمَانِهِنَّ۔ ان (عورتوں) کا ایمان۔ اِیْمَانِ مضاف هِنَّ ضمیرِ جمع مؤنث غائب مضاف الیہ پ۲۸/۸

اَیْمَنِ۔ دایاں۔ داہنی جانب۔ صفتِ مشبہ۔ بعض اس کو یُمْنٌ سے ماخوذ بتاتے ہیں جس کے معنی برکت کے ہیں۔ اس صورت میں اس کے معنی بابرکت کے ہوں گے۔ پ۱۶/۱۲ پ۲۲/۷

اَئِمَّةَ۔ پیشوا۔ مقتدا۔ رہنما۔ اَمَامٌ کی جمع (ملاحظہ ہو اَمَامًا) پ۱۰/۸ پ۱۷/۵ پ۲۰/۴ پ۲۱/۱۶

اَیْنَ۔ کہاں۔ ظرف ہے۔ جس طرح مَتٰی سے زمان کے متعلق سوال کیا جاتا ہے اسی طرح اَیْنَ سے مکان دریافت کیا جاتا ہے۔ پ۷/۹ پ۱۴/۱۰ پ۲۰/۱۰
پ۲۵/۱ پ۲۹/۱۷ پ۳۰/۹

اَیُّنَا۔ ہم میں سے کون۔ اَیُّ مضاف نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ۔ یہاں اَیُّ استفہامیہ ہے۔ پ۱۶/۱۲

اَیْنَمَا۔ جہاں کہیں، جس طرف۔ یہاں اَیْنَ شرطیہ ہے اور مَا موصولہ۔ پ۱/۱۴ پ۲/۳ پ۴/۳ پ۵/۸ پ۶/۱۱
پ۱۰/۱۲ پ۱۴/۵ پ۱۹/۹ پ۲۲/۵ پ۲۳/۱۲ پ۲۴/۱۷ پ۲۸/۲

اَیُّوْبَ علیہ الصلوۃ والسلام اللہ کے برگزیدہ نبی تھے۔ ان کا صبر شکر مشہور ہے، ایوب عجمی نام ہے جو عجمیۃ اور علمیت کی بنا پر غیر منصرف ہے۔ علامہ عینی کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں پانچ مقامات پر ان کا ذکر کیا ہے۔[1] مگر یہ صحیح نہیں قرآن مجید میں حضرت ایوب کا نام صرف چار سورتوں میں آیا ہے۔ نساء، انعام، انبیاء اور ص، نساء اور انعام میں صرف نام لیا گیا ہے اور سورۂ انبیاء اور سورہ ص میں کسی قدر تفصیل سے ذکر ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت ایوب علیہ السلام غسل فرما رہے تھے کہ سونے کی ٹڈیوں کا دل کا دل ان پر آکر گرا آپ مٹھیاں بھر بھر کر کپڑے میں رکھنے لگے

[1] عمدۃ القاری ج ۷ ص ۳۸۶۔

پروردگارِ عالم نے ندا دی کہ ایوب جو کچھ تمہیں نظر آیا کیا ہم نے اس سے تم کو غنی نہیں کیا۔ عرض کیا پروردگار بجا ہے۔ لیکن میں تیری برکت سے بے نیاز کیوں کر ہو سکتا ہوں[1]۔ حضرت ایوب علیہ السلام کے متعلق کتبِ حدیث میں اور بھی روایتیں مذکور ہیں جو غرابت و نکارت سے خالی نہیں[2]۔

پ۵/۲ پ۷/۱۹ پ۱۷/۶ پ۲۳/۱۲

اٰیَۃٌ۔ آیت، نشانی، حکمِ خداوندی، پیغامِ الٰہی، دلیل۔ معجزہ۔ آیت کے معنی اصل میں ظاہری نشانی کے ہیں۔ اور اسی اعتبار سے قرآن مجید کی آیت کو آیت کہتے ہیں کہ وہ گویا کلام کے ختم ہو جانے کی علامت ہے۔ بعض اس کی وجہِ تسمیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ چونکہ آیت کے معنی جماعت کے بھی آتے ہیں اور آیتِ قرآنی میں حروف کا ایک حصہ جمع ہوتا ہے اس لئے اس کو آیت کہا جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں چونکہ یہ اعجازِ قرآنی کی نشانی ہے اس لئے اس کو کہا گیا۔ پ۱/۱۳ و ۱۳ پ۲/۱ و ۱۱ و ۱۶

پ۳/۱۰ و ۱۲ و ۱۳ پ۷/۵ و ۷ و ۹ و ۱۰ و ۱۹ پ۸/۲ و ۱۷ پ۹/۲ و ۶ و ۷ و ۱۴

پ۱۱/۷ و ۱۲ و ۱۵ پ۱۲/۳ و ۹ پ۱۳/۲ و ۶ و ۷ و ۱۰ و ۱۳ پ۱۴/۵ و ۸ و ۱۵ و ۲۰ پ۱۵/۲

پ۱۶/۳ و ۵ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۷ پ۱۷/۶ و ۱ پ۱۸/۲ پ۱۹/۲ و ۵ و ۸ و ۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۵

پ۱۹/۲ و ۱۲ و ۱۵ و ۱۹ پ۲۰/۲ و ۱۴ و ۱۷ پ۲۱/۹ پ۲۲/۷ و ۸

پ۲۳/۲ و ۵ پ۲۴/۱۲ پ۲۵/۱۱ پ۲۶/۱۱ پ۲۸/۱ و ۸ پ۳۰/۳

اَیُّهَا۔ اے۔ ندا میں جب منادیٰ پر ال داخل ہو تو مذکر میں اَیُّهَا اور مؤنث میں اَیَّتُهَا، یا کے ساتھ بڑھایا جاتا ہے (ملاحظہ ہو اَیٌّ، اَیَّتُهَا) پ۱/۲ و ۱۳ پ۲/۲ و ۵ و ۶ و ۹

پ۲/۷ و ۸ پ۳/۲ و ۴ و ۵ و ۶ و ۷ و ۱۰ پ۴/۲ و ۳ و ۵ و ۷ و ۸ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۳

پ۵/۲ و ۴ و ۵ و ۷ و ۱۰ و ۱۶ و ۱۷ و ۱۸ پ۶/۳ و ۴ و ۵ و ۶ و ۹ و ۱۰ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۵

پ۷/۱۴ پ۸/۲ و ۳ و ۴ پ۹/۱۰ و ۱۴ و ۱۷ و ۱۸ پ۱۰/۲ و ۴ و ۵ و ۶ و ۹ و ۱۰

پ۱۰/۱۱ و ۱۳ و ۱۹ پ۱۱/۳ و ۵ و ۸ و ۱۱ و ۱۶ پ۱۲/۱۴ پ۱۳/۳ و ۴ پ۱۴/۱ و ۴

پ۱۵/۱۵ پ۱۶/۸ و ۱۴ و ۱۷ پ۱۸/۴ و ۹ و ۱۰ و ۱۳ پ۱۹/۱۷ و ۱۸ پ۲۰/۷ پ۲۱/۱۷ و ۱۸ و ۲۰

پ۲۲/۳ و ۴ و ۵ و ۹ و ۱۳ و ۱۵ پ۲۳/۳ پ۲۴/۴ پ۲۵/۱۱ پ۲۶/۵ و ۸ و ۱۳ و ۱۴

پ۲۷/۱ و ۱۲ و ۱۵ و ۲۰ پ۲۸/۲ و ۳ و ۶ و ۷ و ۸ و ۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۷

پ۲۸/۱۹ و ۲۰ پ۲۹/۱۳ و ۱۴ پ۳۰/۷ و ۹ و ۲۲

اَیُّهُمْ۔ ان میں سے کون، اَیُّ استفہامیہ مضاف ہے اور هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب پ۳/۱۳ پ۳/۱۳ پ۱۵/۶ و ۳ پ۱۶/۸ پ۲۹/۹

[1] صحیح بخاری کتاب الانبیا باب قول اللہ تعالیٰ و ایوب اذ نادیٰ ربہ الآیۃ [2] ملاحظہ ہو البدایہ والنہایہ لابن کثیر ج ۱ ص ۲۲۲ طبع مصر ۱۳۴۸ھ اور فتح القدیر للشوکانی ج ۳ ص ۴۲۷ طبع مصر ۱۳۵۰ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب الباء الموحدة

فصل الالف

ب: میں، سے، پر، ساتھ، بسبب، کو، ابوالبقاء کفوی کلیات میں لکھتے ہیں۔

"با" ہی وہ حرف ہے جو سب سے پہلے نطق انسانی میں آیا اور انسان کی زبان کھلنے کی ابتداء اسی سے ہوئی، اس کے معنی ہیں وصل والصاق (ملانا) داخل ہے اللہ تعالیٰ نے اس سے اپنی کتاب کا آغاز اور اپنے کلام و خطاب کی ابتداء فرما کر اس کے مرتبہ کو بلند، اس کی شان کو اعلیٰ اور اس کی برہان کو ظاہر کر دیا۔ یہ حروف جارہ میں سے ہے جن کی وضع اس لئے عمل میں آئی ہے کہ افعال کے معانی کو اسماء تک پہنچا دیا جائے۔[1]

علامہ سیوطی، اتقان فی علوم القرآن میں فرماتے ہیں "با مفردہ حرف جر ہے، اس کے متعدد معانی آتے ہیں" "الصاق" کے معنی ان سب میں زیادہ مشہور ہیں چنانچہ سیبویہ نے اس کے علاوہ اور کوئی معنی ذکر نہیں کئے، کہا جاتا ہے کہ یہ معنی اس سے جدا نہیں ہوتے، شرح لب میں بیان کیا ہے کہ دو معنوں میں باہم ایک دوسرے سے تعلق کا نام الصاق ہے۔ الصاق کبھی باعتبار حقیقت ہوتا ہے جیسے وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ (اور اپنے سروں پر مسح کرو) کہ یہاں حقیقتاً مسح کا الصاق "ملاپ" سے مراد ہے۔ اسی طرح فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُم مِّنْهُ میں، اور کبھی باعتبار مجاز ہوتا ہے جیسے وَلَدَنَا

---

[1] کلیات ابوالبقاء ص ۹۳ طبع مصر ۱۲۸۶ھ

مَرُّوْا بِهِمْ (اور جب ان کے پاس سے نکلتے) یعنی اس جگہ سے قریب ہوتے ہیں (کہ یہاں درحقیقت الصاق کا تعلق تو اس مکان اور جگہ سے ہے مگر باعتبار مجاز ان سے ہی کر دیا گیا)۔

(۲) جس طرح "ہمزہ" فعل کو متعدی کرنے کے لئے آتا ہے اسی طرح یہ بھی آتی ہے جیسے ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ (اللہ نے ان کی روشنی کھودی) اور وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ (اور اگر اللہ چاہے تو ان کی قوتِ سماعت کو کھودے) کہ یہاں ذھب بمعنی اذھب ہے جس طرح لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ (تاکہ اللہ تمہاری گندگی دور کر دے) میں، مبرد اور سہیلی کا خیال ہے کہ ہمزہ کے اور با کے تعدیہ میں فرق ہے (ان کے خیال میں باے تعدیہ کی صورت میں مصاحبت کے معنی ملحوظ ہوتے ہیں اور ہمزہ میں نہیں) چنانچہ جب ذھبت بزید (تو زید کو لیکر گیا) کہو گے تو مخاطب زید کے ساتھ جانے میں شریک ہوگا۔ مگر ان کا یہ خیال مذکورہ آیات کی بنا پر مردود ہے۔ (کیونکہ اللہ تعالیٰ عدم نور، یا عدم سماعت میں کیونکر شریک کہا جا سکتا ہے۔ تعالی اللہ عن ذلك علوا كبيرا)

(۳) استعانت یعنی کسی چیز سے مدد چاہنا جب با اس معنی میں آتی ہے تو آلہ فعل پر داخل ہوتی ہے جیسے بِسْمِ اللّٰهِ (ساتھ نام اللہ کے) کی با ہے کہ معنی یہ ہیں میں اللہ کے نام سے مدد لیتا ہوں،

(۴) سببیت یعنی فعل کا سبب بتلانے کے لئے یہ سببِ فعل پر داخل ہوتی ہے جیسے فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ (پس ہم نے ہر ایک کو اس کے گناہ کے سبب پکڑا) اور ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ (تم نے اس بچھڑے کے بنا لینے کے سبب اپنے آپ پر ظلم کیا) اس بار کو "بارِ تعلیل" بھی کہتے ہیں۔

(۵) مصاحبت جس طرح کہ "مع" کے معنی آتے ہیں جیسے اهْبِطْ بِسَلٰمٍ (سلامتی کے ساتھ اتر) جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ (تمہارے پاس حق کے ساتھ رسول آیا) فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ (اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ پاکی بیان کر)۔

(۶) بارِ ظرفیہ جس طرح کہ فِيْ اس معنی میں آتا ہے خواہ ظرفِ زمان ہو یا مکان، جیسے نَجَّيْنٰهُمْ بِسَحَرٍ (ہم نے ان کو صبح کے وقت نجات دی) اور نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ (اللہ نے تمہاری بدر میں مدد کی) کہ آیت اولی میں با ظرفِ زمان کے لئے ہے اور آیتِ ثانیہ میں ظرفِ مکان کے لئے)۔

(۷) عَلٰى (پر، اوپر) کی طرح استعلاء کے معنی ہیں

جیسے مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ (وہ شخص کہ تو اس کو مال کے ڈھیر پر امین بنائے) کہ یہاں باء بمعنی عَلٰی ہے چنانچہ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ (مگر جیسا کہ میں نے تم کو اس کے بھائی پر امین کیا تھا) اس کی دلیل ہے۔

(۸) مجاوزت جیسے کہ عَنْ (سے) کے معنی ہیں مثلاً فَسْـَٔلْ بِهٖ خَبِيْرًا (پوچھ لے اس کے متعلق کسی باخبر سے) کہ یہاں با بمعنی عن کے ہے چنانچہ يَسْـَٔلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَآئِكُمْ (وہ پوچھتے پھرتے ہیں تمہاری خبریں) اس کی دلیل ہے پھر بعض کا خیال ہے کہ عن کے معنی میں آنا صرف سوال کے ساتھ ہی مخصوص ہے اور بعض کے خیال میں یہ خصوصیت نہیں، جیسے يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ (ان کا نور ان کے آگے اور ان کے داہنے دوڑتا ہوگا) اور وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ (اور جس دن کہ آسمان بدلی پر سے پھٹ جائے گا) کہ بِاَيْمَانِهِمْ اور بِالْغَمَامِ دونوں میں با بمعنی عن ہے۔

(۹) تبعیض کے معنی میں جس طرح مِنْ (سے) آتا ہے جیسے عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ (چشمہ ہے کہ جس سے اللہ کے بندے پئیں گے) کہ یہاں سارے چشمہ کا پی جانا مراد نہیں بلکہ اس میں سے پانی پینا مراد ہے۔

(۱۰) اِلٰی (تک) کی طرح بیان غایت و انتہا کے لئے جیسے وَقَدْ اَحْسَنَ بِیْٓ (اور بلاشبہ اس نے میرے ساتھ احسان کیا) یعنی اس کا احسان مجھ تک پہنچا۔

(۱۱) مقابلہ کے لئے جو کسی چیز کے عوض اور بدلہ پر داخل ہو جیسے اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (جاؤ بہشت میں بدلہ اس کا جو تم کرتے تھے) واضح رہے کہ اس با کو بارِ مقابلہ مانا گیا بار سببیت نہیں جیسا کہ معتزلہ کا خیال ہے کیونکہ بدلہ اور عوض میں دینے والا کبھی مفت بھی دیدیتا ہے لیکن مسبب کا وجود بغیر سبب کے نہیں ہوتا۔

(۱۲) تاکید کے لئے اور یہ بار زائدہ ہوتی ہے، چنانچہ فاعل میں زیادہ کی جاتی ہے جیسے اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ (کیا خوب سنتے ہوں گے اور کیا خوب دیکھتے ہوں گے) میں کہ یہاں یعنی افعال تعجب میں بار کا لانا واجب ہے اور دیگر مقامات میں فاعل پر بار کا لانا اکثر جائز ہے جیسے وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا (اور اللہ کافی ہے گواہ) کہ اللہ فاعل، شَهِيْدًا بر بنائے حال یا تمیز منصوب اور بار زائدہ ہے جو تاکید اتصال کے لئے آئی ہے کیونکہ كَفٰى بِاللّٰهِ میں

اسم فعل سے اسی طرح متصل ہے جس طرح فاعل ہوتا ہے۔ ابن الشجری نے کہا ہے کہ ایسا اس لئے کیا گیا کہ یہ بتا دیا جائے کہ اللہ کی کفایت عظمت مرتبہ میں اوروں کی کفایت کی طرح نہیں ہے اسی لئے معنی کی زیادتی کے لئے لفظ میں بھی زیادتی کی گئی۔ اور زجاج کا بیان ہے کہ باء اس لئے داخل ہوئی ہے کہ کَفٰی یہاں اِکْتَفٰی کے معنی میں ہے لیکن ابنِ ہشام نے تصریح کی ہے کہ یہ توجیہ خوبی سے دور ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہاں فاعل مستتر ہے اصل میں یوں تھا کَفَی الْاِکْتِفَاءُ بِاللّٰہِ اکتفاء جو مصدر تھا وہ تو حذف ہو گیا اور اس کا معمول دلالت کے لئے باقی رہ گیا۔ یاد رہے کہ جب کَفٰی بمعنی وَقٰی ہو تو اس صورت میں فاعل میں باء زائدہ نہیں کی جائے گی جیسے فَسَیَکْفِیْکَهُمُ اللّٰهُ (سو اب اللہ تیری طرف سے ان کو کافی ہے) اور کَفَی اللّٰهُ الْمُؤْمِنِیْنَ الْقِتَالَ (اور آپ اُٹھالی اللہ نے مسلمانوں کی لڑائی) اور مفعول میں بھی باء زائدہ کی جاتی ہے جیسے وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّهْلُکَةِ (اور اپنے ہاتھوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو) اور وَهُزِّیْ اِلَیْکِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ (اور اپنی طرف کھجور کے ڈالے کو ہلا) اور فَلْیَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَی السَّمَآءِ (تو تانے ایک رسی آسمان تک) اور وَمَنْ یُّرِدْ فِیْهِ بِاِلْحَادٍ (اور جو اس میں بے دینی کا ارادہ کرے) نیز مبتدا میں بھی باء لائی جاتی ہے جیسے بِاَیِّکُمُ الْمَفْتُوْنُ (کون تم میں سے فتنہ ہے) کہ یہاں بِاَیِّکُمُ اَیُّکُمْ کے حکم میں ہے اور بعض اس باء کو ظرفیہ بتاتے ہیں ان کے خیال میں باء بمعنی فی ہے گویا عبارت کا مطلب یہ ہو گا کہ فِیْ اَیِّ طَآئِفَةٍ مِّنْکُمْ (تمہاری کس جماعت میں) بعض قاریوں نے جو لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا میں البِرّ پر زبر پڑھا ہے ان کی قراءت پر لیس کے اسم پر بھی باء آتی ہے۔ نیز خبر منفی میں بھی باء زائد کی جاتی ہے جیسے وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ (اور اللہ غافل نہیں ہے)۔ نیز موجب میں بھی چنانچہ جَزَآءُ سَیِّئَةٍ بِمِثْلِهَا (برائی کا بدلہ برائی کے موافق ہے) میں باء اسی قاعدہ پر ہے اور تاکید میں بھی باء آتی ہے چنانچہ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ (وہ روکے رکھیں اپنے آپ کو) کو اسی کی مثال قرار دیا گیا ہے۔

آیتِ شریفہ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِکُمْ (اور اپنے سروں کا مسح کرو) میں جو باء ہے اس کے متعلق علماء میں باہم اختلاف ہے بعض کہتے ہیں الصاق کے لئے ہے بعض کہتے ہیں تبعیض کے لئے بعض زائدہ

کہتے ہیں اور بعض استعانت کے لئے بتلاتے ہیں اصل بات یہ ہے کہ اس کلام میں حذف اور قلب دونوں ہیں کیونکہ مسح کا تعدیہ مزال عنہ کی طرف تو راست ہوتا ہے اور مزیل کی طرف باء کے ذریعہ سے پس اصل میں یوں ہے امسحوا رؤسکم بالماء کہ رؤس تو مزال عنہ ہے اور ماء مزیل جو عبارت میں محذوف ہے۔ [1]

بَاءَ۔ اس نے کمایا۔ وہ پھرا۔ وہ لوٹا (نَصَرَ) بَوَاءٌ سے جس کے اصل معنی ٹھکانہ درست کرنے اور جگہ ہموار کرنے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ مجازاً اس کے معنی کمانے لوٹنے اور اقرار کرنے کے بھی آتے ہیں پ ۸ پ ۱۶

بَاب۔ دروازہ۔ داخل ہونے کی جگہ۔ پ ۶ پ ۹ پ ۱۲ پ ۱۳ پ ۱۳ پ ۱۴ پ ۲۸ بَابًا پ ۱ پ ۱۵

بَابِل۔ یہ ایک عظیم الشان شہر کا نام ہے جو قدیم زمانے میں دریا فرات کے دونوں جانب واقع تھا اور فرات اس کے بیچ میں سے ہو کر گزرتا تھا۔ اور آج بھی فرات کے دونوں طرف اس کے کھنڈرات موجود ہیں۔ اس کا عرض البلد شمالی ۳۲ درجہ ۳۰ دقیقہ ۲۱ ثانیہ اور طول البلد شرقی ۴۴ درجہ ۲۳ دقیقہ ۳۰ ثانیہ ہے یہ مدت تک سلطنت عراق کا پایہ تخت رہا ہے اور بخت نصر کے زمانہ تک بڑی شان و شوکت کا شہر تھا۔ ۵۳۹ قبل مسیح کے بعد سے اس پر ایسی تباہی آئی کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس کا خاتمہ ہو گیا۔ بابل کی سحر ساحری اور یہاں کی میخواری مشہور عام ہے۔ مشہور نحوی اخفش کا بیان ہے کہ بابل مؤنث نام ہونے کے باعث غیر منصرف ہے کیونکہ عربی میں ہر مؤنث شے کا نام جبکہ وہ علم ہو اور تین حرف سے زائد ہو غیر منصرف ہوتا ہے۔ [2] سنن ابی داؤد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقبرہ میں نماز ادا کرنے سے منع فرمایا نیز اس سے بھی کہ میں سرزمین بابل میں نماز پڑھوں کیونکہ وہ ملعون جگہ ہے۔ خطابی لکھتے ہیں کہ اس حدیث کی سند میں گفتگو ہے میرے علم میں کسی عالم نے سرزمین بابل میں نماز ادا کرنے کو حرام نہیں کہا۔ علاوہ ازیں جعلت لی الارض مسجدا وطهورا (میرے لئے ساری زمین سجدہ کے قابل اور پاک کر دی گئی ہے) جو اس سے زیادہ صحیح ہے اس کے معارض ہے اگر یہ حدیث

[1] ملاحظہ ہو اتقان ج ۱ ص ۱۵۹ و ۱۶۰ طبع مصر [2] معجم البلدان ج ۲ ص ۱۸ طبع مصر ۱۳۲۳ھ

ثبوت کو پہنچ جائے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارض بابل کو وطن بنانے اور وہاں اقامت گزیں ہونے سے منع فرما دیا کیونکہ جب وہاں اقامت اختیار کی جائیگی تو نماز بھی پڑھنی پڑے گی۔ پھر اس بارے میں جو نہی وارد ہے وہ بھی منصوص ہے۔ نہانی کے لفظ پر غور فرمائیے (جس کے معنی ہیں مجھے منع فرمایا) غالباً اس محنت و مشقت سے ڈرانا مقصود تھا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کوفہ میں اٹھانی پڑی، کوفہ کا شمار بابل ہی کی سرزمین میں ہے حضرت علیؓ سے پہلے خلفاء راشدین میں سے کوئی بھی مدینہ سے منتقل نہیں ہوا۔[1] ۱/۱۲

بَاخِعٌ۔ غم میں گھونٹ ڈالنے والا۔ بَخْعٌ سے جس کے معنی غم میں اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالنے کے ہیں اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ ۱۵/۱۴ ۱۹/۵

بَادٍ۔ بادیہ نشین۔ باہر سے آنے والا۔ بَدَاوَةٌ سے جس کے معنی صحرا میں اقامت اختیار کرنے کے ہیں۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ ۱۷/۴

بَادُوْنَ۔ باہر رہنے والے صحرا نشین۔ بَادٍ کی جمع۔ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ ۲۱/۱۸

بَادِیَ ظاہر ظہور، کھلم کھلا، بُدُوٌّ سے جس کے معنی ظاہر ہونے کے ہیں۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ ۱۲/۳

بَارِدٌ۔ ٹھنڈا۔ بَرْدٌ سے جس کے معنی ٹھنڈا ہونے کے ہیں اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ ۲۳/۱۲ ۲۴/۱۵

بَارِزُوْنَ۔ نکل کھڑے ہونے والے۔ بُرُوْزٌ سے جس کے معنی کھلی جگہ میں نکلنے اور ظاہر ہونے کے ہیں۔ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ ۱۳/۱۴

بَارِزَةٌ۔ کھلی ہوئی۔ بُرُوْزٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث۔ ۱۵/۱۸

بَارَکَ۔ اس نے برکت دی۔ مُبَارَکَۃٌ سے جس کے معنی برکت دینے کے آتے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ ۲۲/۱۶

بَارَکْنَا۔ ہم نے برکت دی۔ مُبَارَکَۃٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم۔ ۹/۶ ۱۵/۱ ۱۷/۵ ۱۷/۱ ۲۳/۸ ۲۳/۷

بَارِئٌ۔ نکال کھڑا کرنے والا، پیدا کرنے والا۔ بَرْءٌ سے جس کے معنی بنانے کے ہیں اسم فاعل کا صیغہ۔ واحد مذکر۔ باری اللہ تعالیٰ کی مخصوص صفت ہے بَرَأَ یَبْرَأُ کا استعمال پیدا کرنے کے معنی میں ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے باری خالق کے

[1] معالم السنن شرح ابی داؤد للخطابی ج ا ص ۱۴۸ طبع حلب ۱۳۵۱ھ

ہم معنی ہوگا۔ مگر آیتِ شریفہ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ (وہی اللہ ہے بنانے والا، نکال کھڑا کرنے والا، صورت کھینچنے والا) سے پتہ چلتا ہے کہ خالق اور باری دو علیحدہ علیحدہ صفتیں ہیں اور ان دونوں میں باہم فرق ہے البتہ ہم معنی ماننے کی صورت میں باری کو خالق کی تاکید سمجھا جا سکتا ہے۔ علامہ محمود آلوسی لکھتے ہیں کہ باری وہ ہے جس نے مخلوق کو تفاوت اور اجزاء و اعضاء کے عدم تناسب سے بری پیدا کیا یعنی یہ نہیں ہوا کہ ایک ہاتھ تو بہت چھوٹا اور پتلا ہو اور دوسرا بہت بڑا اور موٹا۔ اسی طرح خاصیتوں اور شکلوں نیز خوبی اور برائی میں ایک دوسرے سے ممتاز فرمایا۔ پس اس اعتبار سے باری خاص ہے اور خالق عام۔[1] یعنی خالق کے معنی ہیں صرف پیدا کرنے والا اور باری کے معنی ہیں مخصوص صفت پر پیدا کرنے والا۔

امام بیہقی کتاب الاسماء والصفات میں فرماتے ہیں وحلیمی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ باری کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک تو اپنے علم کے مطابق طرح طرح کی مخلوقات کا ایجاد کرنے والا۔ آیت کریمہ مَا أَصَابَ مِنْ مُّصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِّن قَبْلِ أَن نَّبْرَأَهَا (کوئی مصیبت نہیں پڑتی زمین میں نہ خود تمہاری جانوں میں مگر وہ اس سے پہلے کہ ہم اسے پیدا کریں کتاب میں موجود ہے) میں اسی معنی کی طرف اشارہ ہے اور اس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں کہ جناب باری عز اسمہ کے متعلق جو "ابداع" کا اثبات و اعتراف کیا جاتا ہے تو وہ اس اعتبار سے نہیں کیا جاتا کہ اس نے ایک دم بغیر علم سابق جس چیز کا ابداع فرمایا تھا فرما دیا بلکہ یہی مطلب ہے کہ جس چیز کا ابداع فرمایا وہ ابداع سے پہلے اس کے علم میں موجود تھی پس جس طرح کسی شئے کی ابداع و ایجاد کی بنا پر "مبدع" کا اسم اللہ تعالیٰ کے لئے ضروری ہے اسی طرح اسم "باری" بھی ضروری ہے۔

دوسرے یہ کہ "باری" سے قلبِ حقیقت اور تبدیلِ ماہیت کرنے والا مراد ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے پانی، مٹی، آگ اور ہوا کو تو اپنی صفتِ ابداع سے بغیر کسی چیز کے پیدا کیا اور پھر ان چاروں سے اجسام مختلفہ کو بنایا چنانچہ ارشاد ہے وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ (اور ہم نے ہر جاندار چیز کو پانی سے پیدا کیا) إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِّن طِينٍ

[1] روح المعانی ج ۱ ص ۲۲۷ طبع مصر

(ہیں بنانے والا ہوں انسان کو مٹی سے) وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ (اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ تم کو مٹی سے پیدا کیا) خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ (اس نے پیدا کیا انسان کو نطفہ سے، پس یکایک وہ کھلم کھلا جھگڑنے لگا) خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ (انسان کو ٹھیکر کی طرح بجتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا اور جنوں کو آگ کے شعلے سے بنایا) وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ (اور ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے سے پیدا کیا پھر اس کو نطفہ بنا کر محفوظ جگہ میں رکھا پھر نطفہ کو لوتھڑا بنایا پھر لوتھڑے کی بوٹی بنائی پھر بوٹی کی ہڈیاں بنائیں پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھایا اور اس کو ایک دوسری مخلوق بنا دیا پس بڑا بابرکت ہے اللہ سب سے بہتر بنانے والا)۔

اس صورت میں لفظ "باری" برأ القواس القوس (کمان کرنے کمان بنائی) سے ماخوذ ہوگا۔ یعنی جس چیز سے کمان بنتی ہے اس سے کمان بنائی اور وہ چیز ہیئت بدل کر دوسری چیز بن گئی۔ غرض اللہ تعالیٰ کے متعلق صفتِ ابداع کا اعتراف کرنا صفت "برأ" کے اعتراف کا متقضی ہے کیونکہ معترف خوب جانتا ہے کہ وہ خود ایک حال سے دوسرے حال میں برابر بدلتا رہا ہے یہاں تک کہ وہ اس قابل ہوا کہ اعتقاد و اعتراف کرنے لگے۔[1] پ ۱۸

بَارِئِكُمْ۔ تمہارا پیدا کرنے والا۔ بَارِئُ مضاف كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ۔ پ ۱

بَازِغًا۔ درخشاں، روشن، بُزُوْغٌ سے جس کے معنی طلوع ہونے اور چمکنے کے ہیں۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ پ ۷

بَازِغَةً۔ درخشاں، روشن، بُزُوْغٌ سے۔ اسم فاعل کا صیغہ۔ واحد مؤنث۔ پ ۷

بَاْسٌ۔ لڑائی، دبدبہ، سختی، آفت، جنگ کی شدت اصل میں تو اس کے معنی سختی اور آفت کے ہیں مگر لڑائی اور غلبہ کے معنی میں اس کا استعمال بکثرت ہوتا ہے۔ پ ۲ پ ۵ پ ۸ پ ۱۴ پ ۱۵ پ ۱۸ پ ۱۸ پ ۲۱ پ ۲۲

[1] کتاب الاسماء والصفات ص ۱۷ مطبع انوار احمدی الہ آباد۔

پ۲۴ پ۲۹ بَأْسًا پ۸ پ۱۴

بَأْسَاۤءُ۔ سختی، فقر، اسم مؤنث ہے بُؤْسٌ سے مشتق ہے صفت نہیں ہے اور بعض کے خیال میں صفت ہے جو موصوف کے قائم مقام ہے

پ۲ پ۱۱ پ

بَاسِرَۃٌ۔ اداس، بے رونق، پریشان، بَسْرٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث اصل میں بَسْرٌ کے معنی وقت سے پہلے کسی چیز کے متعلق جلدی کرنے کے ہیں یہاں وقت سے پہلے اداس ہونا اور تیور بگڑ جانا مراد ہیں۔ مجازاً اس کے معنی ترش رو ہونے اور منہ بگاڑنے کے بھی آتے ہیں۔ پ۲۹

بَاسِطٌ۔ دراز کرنے والا، کھولنے والا، پھیلانے والا بَسْطٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ اصل میں تو بسط کے معنی کھلنے کھولنے اور پھیلنے پھیلانے کے ہیں مگر جب ہاتھوں کے ساتھ اس کا استعمال ہوتا ہے تو اس صورت میں اس کے مختلف مفہوم ہوتے ہیں چنانچہ کبھی تو کسی چیز کی طرف ہاتھ پھیلانا یعنی مانگنا اور طلب کرنا مراد ہوتا ہے جیسے كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ (اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلانے والا تاکہ پانی اس کے منہ میں پہنچ جائے) اور کبھی کسی چیز پر ہاتھ ڈالنے یعنی پکڑنے اور گرفت کرنے کے لئے آتا ہے جیسے، وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِىْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰۤئِكَةُ بَاسِطُوْۤا اَيْدِيْهِمْ (اور کبھی تو دیکھے جس وقت ظالم موت کی بیہوشی میں ہوں اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہوں) اور کبھی دست درازی یعنی مارنے اور حملہ کرنے کے معنی ہوتے ہیں جیسے لَئِنْ بَسَطْتَّ اِلَىَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِىْ مَاۤ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِىَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ (تو اگر مارنے کے لئے مجھ پر ہاتھ چلائیگا تو میں تجھ پر مارنے کو ہاتھ نہیں چلاؤں گا) اور کبھی ہاتھوں کے کھلنے سے مراد عطا اور بخشش ہوتی ہے جیسے (بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ (بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں) پ۶ پ۱۳ پ۱۶

بَاسِطُوْٓا۔ کھولنے والے، بڑھانے والے۔ بَاسِطٌ کی جمع۔ اصل میں بَاسِطُوْنَ تھا اَيْدِيْهِمْ کی طرف مضاف ہونے کے باعث ن ساقط ہوگیا۔ پ۷

بٰسِقٰتٍ۔ بلند، لمبی لمبی۔ بَاسِقَةٌ کی جمع بُسُوْقٌ سے جس کے معنی بلند اور لمبا ہونے کے ہیں۔ اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث غائب۔ پ۲۶ پ۱۵

بَأْسَكُمْ۔ تمہاری لڑائی، بَأْس مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ۔ پ۱۷ پ۲۴

بَأْسُنَا۔ ہمارا عذاب، بَأْس مضاف نَا ضمیر

جمع متکلم مضاف الیہ جب بأس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو عذابِ الٰہی کے معنی ہوں گے۔

۵/۱۱، ۸/۵و۸، ۹/۲، ۱۳/۹، ۱۴/۳، ۲۳/۱۳

بَأْسُهٗ۔ اس کا عذاب، بأس مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔ ۸/۵

بَأْسُهُمْ۔ ان کی لڑائی، بأس مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ ۲۵/۵

بَاشِرُوْهُنَّ۔ ان (عورتوں) سے ملا کرو، ان سے ملو، بَاشِرُوْا مُبَاشَرَةٌ سے جس کے معنی دو بشروں کے آپس میں ملنے کے ہیں، امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، بشرہ جلد کے ظاہری حصہ کو کہتے ہیں، یہاں مباشرت سے جماع کا کنایہ مراد ہے، هُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب۔ ۲/۷

بَاطِلٌ۔ غلط، ناحق، جھوٹ، حق کی نقیض اور ضد ہے، جستجو کرنے سے جس چیز کے متعلق پتہ چلے کہ وہ بے ثبات ہے اسی کو باطل کہتے ہیں ارشاد ہے ذٰلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ (یہ سبب اس کے ہے کہ اللہ ہی ہے حق ثابت اور اس کے سوائے جس کو پکارتے ہیں ناپید ہو جانے والا ہے) اور اسی اعتبار سے ہر قول یا فعل جو بے ثبات ہو باطل کہلاتا ہے قول کی مثال لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ (کیوں ملاتے ہو صحیح میں غلط) اور فعل کی مثال وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (اور ضائع ہو گیا جو کیا تھا اس جگہ اور مٹ گیا جو کچھ کہ عمل کرتے تھے)۔ ۱/۵، ۲/۷، ۲/۵، ۵/۲

۳/۲، ۶/۹و۱۵، ۱۰/۱۱، ۱۳/۲، ۱۳/۸، ۱۳/۱۹، ۱۵/۹و۲۰، ۱۷/۲و۱۵

۳۰/۲و۳و۱۲، ۲۲/۱۲، ۲۴/۶و۱۹، ۲۵/۴، ۲۶/۵

بَاطِلًا۔ ۴/۱۱، ۲۳/۱۲

بَاطِنٌ۔ سب سے چھپا ہوا، اندر، بُطُوْنٌ اور بَطْنٌ سے۔ جس کے معنی پوشیدہ اور مخفی ہونے کی ہیں، اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ میں سے ہے۔ علامہ حلیمی کہتے ہیں باطن وہ ہے جو غیر محسوس ہو اور آثار و افعال کے ذریعہ اس کا ادراک کیا جائے۔ امام خطابی کا بیان ہے کہ بطون کے معنی کبھی تو دیکھنے والوں کی نگاہوں سے اوجھل ہونے کے آتے ہیں اور کبھی غیب کی پوشیدہ باتیں جاننے کے۔ [1]

دوسرے معنے کے اعتبار سے ہی عرب والے بولتے ہیں فلان یبطن امر فلان یعنی فلاں

[1] کتاب الاسماء والصفات امام بیہقی ص ۲۵ طبع انوار احمدی الٰہ آباد ۱۳۱۳ھ

فلاں کے باطنی حال سے آگاہ ہے امام بخاریؒ نے بھی یحییٰ بن زیاد الفرا کی کتاب معانی القرآن سے یہی معنی نقل کئے ہیں۔ فرا مذکور لغت و نحو کے مشہور امام ہیں[1]۔ علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں۔

کہ الظاہر اور الباطن صفاتِ الٰہی میں الاول اور الآخر کی طرح ایک ساتھ بولے جاتے ہیں پس الظاہر کے متعلق تو کہا جاتا ہے کہ یہ ہماری بدیہی معرفت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ انسان جس چیز کی طرف بھی نظر اٹھا کر دیکھے اس کی فطرت کا یہی فیصلہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ إِلَٰهٌ وَفِي الْأَرْضِ إِلَٰهٌ (اور وہی ہے کہ آسمان میں بھی قابلِ عبادت ہے اور زمین میں بھی قابلِ عبادت ہے) میں اسی حقیقت کا بیان ہے۔ اسی لئے کسی حکیم کا قول ہے کہ معرفتِ الٰہی کے طالب کی مثال اس شخص کی ہے جو آفاق میں ایسی چیز کے تلاش میں گشت لگائے جو خود اس کے پاس موجود ہو اور الباطن سے اشارہ اس کی حقیقی معرفت کی طرف ہے جس کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان لفظوں میں بتایا ہے یا من غایۃ معرفتہ القصور عن معرفتہ (اے وہ ذات کہ جس کی معرفت کی انتہا اس کی معرفت سے درماندگی ہے) کسی نے کہا باعتبار اپنی نشانیوں کے ظاہر ہے اور باعتبار اپنی ذات کے باطن ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ ظاہر سے مراد یہ ہے کہ وہ تمام اشیا پر محیط ہے اور اس کو سب کا ادراک حاصل ہے اور باطن اس حیثیت سے ہے کہ اس کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ خود اللہ عزوجل کا فرمان ہے لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ (نگاہیں اس کو نہیں پا سکتیں اور وہ نگاہوں کو پا لیتا ہے) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک مقولہ روایت ہے جو دونوں لفظوں کی تفسیر کو بتلاتا ہے فرماتے ہیں۔ تجلی لعبادہ من غیر ان راٰوہ واراھم نفسہ من غیر ان تجلی لھم (اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر تجلی فرمائی بغیر اس کے کہ بندے اس کو دیکھیں اور اپنی ذات کو دکھلایا بغیر اس کے کہ ان پر تجلی ہو) مگر مقولہ کو سمجھنے کے لئے فہم ثابت اور عقل وافر کی ضرورت ہے۔

مفسرین اور ارباب لغت کے اس آیت کی تفسیر میں دس سے زیادہ اقوال مذکور ہیں حالانکہ خود حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاروں اسماءِ الٰہی الاول والآخر والظاھر والباطن کی ایسی

[1] ملاحظہ ہو صحیح البخاری مع فتح الباری ج ۱۳ ص ۲۰۷ طبع میریہ مصر ۱۳۰۱ھ۔

تفسیر فرمائی ہے کہ اس کے بعد کسی تشریح کی ضرورت باقی نہیں رہتی فرماتے ہیں انت الاول فلیس قبلک شیٔ وانت الاٰخر فلیس بعدک شیٔ وانت الظاہر فلیس فوقک شیٔ وانت الباطن فلیس دونک شیٔ (تو ہی اول ہے تجھ سے پہلے کوئی شے نہیں اور تو ہی آخر ہے تیرے بعد کوئی شے نہیں اور تو ہی ظاہر ہے تیرے اوپر کوئی شے نہیں اور تو ہی باطن ہے تیرے ورے کوئی شے نہیں۔ یہ حدیث ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور صحیح مسلم میں بھی الفاظ کے معمولی سے تغیر کے ساتھ موجود ہے۔"[1]

واضح رہے کہ شیعہ اور معتزلہ نے جو رویتِ باری کے منکر ہیں اپنے غلط عقیدہ کے اثبات میں یہ استدلال پیش کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت میں الباطن فرمایا ہے جو اس امر کی دلیل ہے کہ ان ظاہری آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں ہو سکتا مگر یہ استدلال کسی طرح صحیح نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی کنہ ذات کے اعتبار سے باطن اور مخفی ہے کہ اس کی ذات کا کوئی ادراک نہیں کر سکتا اور اس اعتبار سے باطن ہونا آخرت میں رویتِ الٰہی کے منافی نہیں ہو سکتا کیونکہ ان ظاہری آنکھوں سے دیدارِ الٰہی کا حاصل ہونا کنہ ذاتِ الٰہی کی معرفت کا مقتضی نہیں ہے۔ ورنہ اس طرح اگر الباطن عدم رویت کی دلیل بن سکتا ہے تو الظاہر رویت باری کی دلیل کیوں نہیں ہو سکتا۔ ۲۷/۱۷

بَاطِنَةٌ۔ چھپی ہوئی پوشیدہ، بَطْنٌ اور بُطُوْنٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث۔ آیت کریمہ وَاَسْبَغَ عَلَیْکُمْ نِعَمَہٗ ظَاہِرَۃً وَّبَاطِنَۃً (اور پوری کر دیں تم پر اپنی نعمتیں ظاہری اور باطنی) میں ظاہرہ کو نبوت اور باطنہ کو عقل بتایا گیا ہے اور کوئی ظاہرہ سے محسوسات اور باطنہ سے معقولات مراد لیتا ہے اور کسی نے انسانوں کے ذریعہ دشمنوں پر فتحمندی حاصل کرنے کو ظاہری نعمت اور فرشتوں کے ذریعہ مدد پہنچنے کو باطنی نعمت کہا ہے۔ علامہ ماوردی نے اس سلسلہ میں نو اقوال ذکر کئے ہیں مگر وہ سب عموم آیت کے تحت میں داخل ہیں یہاں صرف اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ ظاہری نعمتوں سے وہ تمام نعمتیں مراد ہیں جو عقل یا حس سے معلوم کی جا سکیں اور جو کوئی ان کی معرفت

[1] مشکوٰۃ المصابیح فصل ثانی باب مایقول عند الصباح والمساء والمنام۔

حاصل کرنا چاہے وہ انھیں معلوم کرسکے اور باطنی نعمتوں سے وہ نعمتیں مراد ہیں جو لوگوں کو معلوم نہ ہو سکیں اور ان سے مخفی رہیں۔ لہٰذا آیت کے عموم میں تمام ظاہری اور باطنی نعمتیں شامل ہیں اور مفسرین کے اس سلسلہ میں جو اقوال مذکور ہیں وہ ان نعمتوں کی ایک خاص صنف کا تعین کر رہے ہیں اور جس کے نزدیک جو نعمت زیادہ اہم تھی اس نے اسی نعمت کو بیان کر دیا۔ اس تعین سے کسی کا مقصود انحصار نہیں ہے اور بھلا انحصار ہو ہی کس طرح سکتا ہے وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ (اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو پورے طور پر گن بھی نہیں سکتے بیشک آدمی بڑا ناانصاف اور ناشکر گزار ہے) ۱۴ ۲۱

بَاطِنُهٗ ۔ اس کا باطن، اس کے اندر، بَاطِنٌ مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ جو چیز حواس سے مخفی ہو وہ باطن کہلاتی ہے۔ ۱۸ ۱ ۲۷

بَاعِدْ ۔ تو دوری کر دے، بعد پیدا کر دے۔ مُبَاعَدَةٌ سے جس کے معنی دور ہونے اور دور کرنے کے ہیں۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ ۲۲ ۸

بَاغٍ ۔ حد سے نکل جانے والا، عدول حکمی کرنے والا بَغْیٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر، غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ میں مجاہد نے باغی، عادی نہ ہونے کے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ رہزن نہ ہو امام سے جدا نہ ہو معصیت خدا میں گھر سے باہر نہ نکلا ہو تو ایسے شخص کو مردار خون اور سور کا گوشت کھانا جائز ہے ورنہ گو مضطر ہو اس کو رخصت نہیں ہے امام شافعیؒ بھی اسی کے قائل ہیں لیکن امام ابوحنیفہؒ اور سلف کی بڑی جماعت اس طرف گئی ہے کہ بغاوت اور عدوان کا تعلق کھانے سے ہے۔ باغی کا یہ مطلب ہے کہ بے حکمی نہ کرے یعنی نوبت اضطرار کی نہ پہنچے اور کھانے لگے اور عادی کے یہ معنی ہیں کہ زیادتی نہ کرے یعنی بقدر ضرورت کھائے (ملاحظہ ہو بَغْیٌ) ۲ ۵ ۱۷۳

بَاقٍ ۔ باقی رہنے والا۔ بَقَاءٌ سے جس کے معنی کسی شے کے اپنی پہلی حالت پر برقرار رہنے کے ہیں۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ بقا فنا کی ضد ہے باقی کی دو قسمیں ہیں ایک باقی بنفسہ جس پر کبھی فنا طاری نہ ہو یہ ذات حق جل جلالہ کی صفت ہے دوسرے باقی بغیرہ اس میں سب ماسوی اللہ داخل ہے جس کو فنا لازمی ہے۔ پھر باقی باللہ کی بھی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو شخصہ جب تک

اللہ چاہے باقی رہے جیسے اجرام فلکیہ دوسرے وہ کہ جس کی نوع اور جنس تو باقی رہے مگر وہ خود فنا ہوجائے جیسے انسان اور حیوان۔ اسی طرح آخرت میں بھی بعض چیزیں خود باقی رہیں گی جیسے اہل جنت کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ باقی رہیں گے اور بعض چیزیں ایسی ہیں جو خود تو فنا ہوجائیں گی مگر ان کی نوع اور جنس باقی رہے گی جیسے اثمار جنت ہیں۔ [۱]

اَلْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ۔ باقی رہنے والی نیکیاں، بَاقِیَاتٌ بَاقِیَۃٌ کی جمع بَقَاءٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث اَلْبَاقِیَاتُ موصوف اَلصّٰلِحٰتُ صفت۔ امام احمد بن حنبل نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر، تہلیل، تسبیح حمد اور لاحول ولا قوۃ الا باللہ کو باقیات صالحات فرمایا ہے نیز امام احمد نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ اور طبرانی نے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اور ابن جریر نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سبحان اللہ، الحمد للہ، لا الٰہ الا اللہ اور اللہ اکبر یہ باقیات صالحات ہیں۔ [۱]

حضرت شاہ عبد القادر صاحبؒ موضح القرآن میں فرماتے ہیں۔

"رہنے والی نیکیاں یہ کہ علم سکھا جاوے جو جاری رہے یا نیک رسم چلا جاوے، یا مسجد، کنواں، سرائے، باغ کھیت وقف کر جاوے یا اولاد کو تربیت کر کر صالح چھوڑ جاوے۔" [۲]

حضرت شاہ صاحبؒ نے باقیات صالحات کی جو تفسیر بیان کی ہے صحیح حدیثوں سے ماخوذ ہے علامہ سیوطی نے شرح الصدور فی احوال الموتٰی والقبور کے باب ما ینفع المیت فی قبرہٖ میں وہ تمام روایتیں یکجا جمع کردی ہیں جن میں ان اعمال کا ذکر ہے جن کا نفع مرنے کے بعد انسان کو پہنچتا رہتا ہے۔ شاہ صاحبؒ نے اس ذرا سی عبارت میں ان تمام روایتوں کا خلاصہ جمع کر دیا ہے۔ مگر واضح رہے کہ باقیات صالحات میں وہ تمام اذکار و اعمالِ صالحہ داخل ہیں جن کا ثواب انسان کے لئے باقی رہے۔ راغب اصفہانی لکھتے ہیں۔ و الصحیح انھا کل عبادۃ یقصد بھا وجہ اللّٰہ (یعنی صحیح یہ ہے کہ اس میں ہر وہ عبادت داخل ہے جو اللہ کے لئے کی جائے) کیونکہ اعتبار عموم لفظ کا ہوتا ہے اور ظاہر یہی ہے کہ باقیات صالحات

[۱] الاتقان ج ۲ ص ۱۶۸ طبع مصر ۱۳۱۸ھ [۲] موضح القرآن ص ۳۰۱ طبع مطلفائی ۱۲۹۶ھ۔

میں ہر امر خیر داخل ہے اور احادیث میں جو باقیات
صالحات کی تفسیر مروی ہے وہ اس کے اطلاق
وعموم کے منافی نہیں ہے کہ سوائے اعمال مذکورہ
کے اور کوئی عمل صالح اس میں داخل نہ ہوسکے۔
پ ۱۵/۱۸ پ ۱۶/۸

بَاقِيَةٌ ۔ باقی رہنے والی۔ بقاء سے اسم فاعل کا
صیغہ، واحد مؤنث۔ آیت کریمہ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ
مِّنْ بَاقِيَةٍ (پھر کیا دیکھتا ہے تو ان میں کوئی باقی)
میں بعض نے باقیہ کو اسم فاعل کے معنی میں لیا ہے
اور اس کا موصوف جماعت یا فِعْلَۃٌ کو محذوف
قرار دیا ہے یعنی باقی رہنے والی جماعت، یا ان
کا کوئی فعل جو باقی رہا ہو اور بعض نے اسم فاعل
کو بمعنی مصدر یعنی بقاء کے لیا ہے۔ یہ لوگ کہتے
ہیں کہ مصادر فاعل کے وزن پر بھی آتے ہیں،
اور مفعول کے وزن پر بھی لیکن پہلا خیال زیادہ
صحیح معلوم ہوتا ہے پ ۲۵ پ ۲۹/۵

بَاقِينَ بچے ہوئے، باقی رہنے والے بَاقِیْ کی
جمع بحالت نصب وجر (ملاحظہ ہو بَاقِیْ) پ ۲۳/۱

بَالُ ۔ حال۔ خبر۔ جس حال کی پروا کی جائے وہ بال
کہلاتا ہے اور کبھی جس حالت پر دل جمنے لگے اس کو
بھی بال کہتے ہیں اور اسی اعتبار سے مجازاً اس کے
معنی دل اور جی کے آتے ہیں۔ پ ۱۳ پ ۲۶/۱۱

بَالِغُ ۔ پہنچنے والا۔ بُلُوْغٌ سے جس کے معنی پہنچنے کے
ہیں اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر پ ۲۸/۱۵

بَالِغَةٌ ۔ پہنچی ہوئی پہنچنے والی۔ بُلُوْغٌ سے۔ اسم
فاعل کا صیغہ واحد مؤنث۔ اَيْمَانٌ بَالِغَةٌ سے
تاکید میں انتہا کو پہنچی ہوئی قسمیں مراد ہیں پ
پ ۲۷ پ ۲۹

بَالِغُوْهُ ۔ اس تک پہنچنے والے۔ بَالِغُوْا مضاف
ہُ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ، بَالِغُوْا
اصل میں بَالِغُوْنَ تھا۔ بُلُوْغٌ سے اسم فاعل کا صیغہ
بحالت رفع اضافت کے سبب نون جمع حذف
ہوگیا پ

بَالِغِهٖ ۔ اس تک پہنچنے والا بَالِغٌ مضاف ہٗ
ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔ پ ۱۳/۸

بَالِغِيْهِ اس تک پہنچنے والے بَالِغِيْ مضاف
ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ بَالِغِيْ اصل
میں بَالِغِيْنَ تھا بُلُوْغٌ سے۔ اسم فاعل کا صیغہ
بحالت نصب وجر، نون جمع بسبب اضافت
حذف ہوگیا۔ پ ۱۴ پ ۲۳

بَالَهُمْ ان کا حال۔ بَالَ مضاف هُمْ ضمیر
جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔ پ ۲۶/۵ ۔

بَاءُوْ۔ انھوں نے کمایا۔ وہ پھر آئے، وہ لوٹے، بَوْءٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب (ملاحظہ ہو بَاءَ) پ ۱۰ ب ۲

بَائِسَ۔ بھوکا، برے حال والا، مصیبت زدہ بُؤْسٌ سے جس کے معنی سخت فقیری اور بدحالی کے ہیں اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر پ ۱۷ ب ۱۱

بَایَعْتُمْ۔ تم نے سوداگری کی۔ تم نے تجارت کی مُبَایَعَۃٌ سے جس کے معنی باہم خرید فروخت کرنے کے ہیں ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر آیت کریمہ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِکُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِہٖ (تو خوشیاں مناؤ اس بیع پر جس کا معاملہ تم نے اللہ سے کیا ہے) میں جس معاملہ کی طرف اشارہ ہے اس کی تفصیل ماقبل کی آیت میں مذکور ہے پ ۱۱ ب ۳

بَایِعْهُنَّ۔ تو ان عورتوں سے بیعت قبول کر بَایِعْ مُبَایَعَۃٌ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ھُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب۔ یہاں مبایعت کا معنی بیعت قبول کرنے اور عہد لینے کے معاہدہ کے معنی میں استعمال بطور مجاز ہے۔ علامہ ابن الجوزی نے تصریح کی ہے کہ ان بیعت کرنے والی صحابیات کا شمار کیا گیا تو جملہ چار سو ستاون (۴۵۷) عورتیں ہوئیں بیعت میں آپ نے کسی عورت سے مصافحہ نہیں کیا بلکہ محض زبانی بیعت لی۔ صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آیت عَلٰی اَنْ لَا یُشْرِکْنَ بِاللّٰہِ شَیْئًا الخ پر بذریعہ قول بیعت لیتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک نے کسی ایسی عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا جس کے آپ مالک نہیں ہوئے۔ [1] یہ بیعت فتح مکہ میں واقع ہوئی اور سنت سے یہی بیعت ثابت ہے پ ۲۸ ب ۸

فصل الثاء المثلثة

بَثَّ۔ اس نے بکھیرا۔ اس نے پھیلایا (نَصَرَ ضَرَبَ) بَثٌّ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، اصل میں بَثٌّ کے معنی کسی چیز کے پراگندہ کرنے اور ابھارنے کے ہیں اور اسی لئے ہوا سے خاک اڑنے، غم سے بیقرار ہوجانے اور راز کے افشا کرنے کے لئے بث کا استعمال ہوتا ہے وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ کُلِّ دَابَّۃٍ (اور بکھیرے اس میں سب طرح کے جانور) میں

[1] تفسیر خازن بغدادی ج ۷ ص ۶۸ طبع مصر ۱۳۳۲ھ

بث سے مراد اللہ تعالیٰ کا ان جانوروں کو پیدا کرنا ہے جو پہلے موجود نہ تھے پ۲۳/۴ پ۷/۱۲ پ۲۱/۱۰ پ۲۵/۴

بَثِّیْ۔ میری بیقراری، میری پراگندگی، بَثّ مضاف ی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ۔ پ۱۳/۴

فصل الحاء المہملۃ

بِحَارٌ۔ دریا، سمندر، اَبْحُرٌ کی طرح یہ بھی بَحْرٌ کی جمع ہے۔ پ۳۰/۶و۷

بَحْرٌ۔ دریا، سمندر۔ بحر اصل میں اس وسیع مقام کا نام ہے جہاں بہت کثرت سے پانی ہو اور اسی اعتبار سے سمندر کو بحر کہتے ہیں۔ سمندر میں دو چیزیں ہوتی ہیں ایک پانی کی کثرت اور وسعت اور دوسرے نمکینی اور کھاراپن۔ ان ہی دونوں مفہوموں کے لحاظ سے کبھی بحر کا استعمال کسی چیز کی زیادتی اور وسعت کے متعلق ہوتا ہے اور کبھی ملاحت اور نمکینی کے سلسلہ میں، حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنی اسرائیل کو لیکر جس سمندر کو پار کیا تھا وہ بحر احمر (قلزم) تھا۔ پ۱/۶ پ۹/۴

پ۷/۳و۱۳و۱۴و۱۸ پ۹/۷و۱۱ پ۱۱/۸و۱۴ پ۱۳/۱۶ پ۱۳/۸ پ۱۵/۷و۱۰و۲
پ۱۶/۱و۳و۱۳ پ۱۷/۱۶ پ۱۸/۱۱ پ۱۹/۸ پ۲۰/۱ پ۲۱/۸و۱۲و۱۳
پ۲۵/۵و۱۴و۱۹ پ۲۷/۳و۱۱

بَحْرَانِ۔ دو دریا۔ دو سمندر۔ بَحْرٌ کا تثنیہ بحالت رفع۔ پ۲۲/۱۴

بَحْرَیْنِ۔ دو سمندر، دو دریا۔ بَحْرٌ کا تثنیہ بحالتِ نصب وجر۔ پ۱۵/۲۱ پ۱۹/۳ پ۲۰/۱ پ۲۷/۱۱

بَحِیْرَۃٌ۔ بحیرہ، کان پھٹا۔ حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ فرماتے ہیں:۔ یہ کفر کی رسمیں تھیں کہ مواشی میں کوئی بچہ نیاز رکھتے بت کی، تو اس کا کان پھاڑ دیتے نشان کو، اور اس کو بحیرہ کہتے۔ ے

چونکہ بحر کے مادہ میں وسعت اور کثرت کے معنی ملحوظ ہیں اس لئے اونٹ کے اچھی طرح کان پھاڑنے کے لئے عرب والے بولتے تھے بَحَرْتُ الْبَعِیْرَ (میں نے اونٹ کے کان اچھی طرح پھاڑ ڈالے) اس اعتبار سے یہاں فعیلۃ بمعنی مفعولۃ کے ہے

صحیح بخاری میں سعید بن المسیب سے مروی ہے کہ بحیرہ کا دودھ بتوں کے نام پر محفوظ کر دیا جاتا تھا۔ اس لئے کوئی شخص اس کے تھن نہیں دوہ سکتا تھا۔ ۲ے

مصنف عبدالرزاق میں قتادہ سے روایت ہے کہ بحیرہ اونٹنی ہوتی تھی، جب ناقہ پانچویں مرتبہ بچہ دیتی اگر بچہ نر ہوتا تو صرف مرد ہی کھاتے عورتیں نہ کھاتیں

ے فتح القرآن سورہ مائدہ۔ ۲ے صحیح بخاری کتاب التفسیر باب ما جعل اللہ من بحیرۃ ولا سائبۃ

اور اگر مادہ ہوتا تو اس کے کان پھاڑ کر چھوڑ دیتے پھر نہ اس کی اون کاٹتے نہ دودھ پیتے نہ اس پر سوار ہوتے اور جو بچہ مردہ پیدا ہوتا تو پھر مرد اور عورتیں سب مل کر کھاتے۔ بحیرہ کی تعیین میں اہل لغت کے دس سے زیادہ اقوال مذکور ہیں[۱] مگر شاہ صاحبؒ نے جتنا ذکر فرمایا ہے وہ تمام اقوال کی جان ہے۔ پ۷

فصل الخاء المعجمة

بَخْسٌ۔ ناقص۔ ظلم سے کسی شے کے گھٹا دینے اور کم کرنے کا نام بخس ہے۔ بعض نے یہاں مصدر بمعنی اسم فاعل باخس کے لیا اور بعض نے بمعنی اسم مفعول یعنی مبخوس کے پہلی صورت میں ناقص کے معنی ہوں گے اور دوسری صورت میں منقوص کے یعنی جس کو قصداً گھٹا دیا جائے۔ پ۱۲ **بَخْسًا** کم کر دینا، گھٹا دینا۔ پ۲۹

بُخْلٌ۔ بخل کرنا، کنجوسی کرنا، مال و متاع کو اس جگہ خرچ کرنے سے روک رکھنا جہاں خرچ کرنا چاہئے اس کا نام بخل ہے۔ جود کی صفت اسی بخل کے مقابل ہے۔ بخل کی دو قسمیں ہیں ایک خود نا جگہ خرچ نہ کرنا دوسرے غیر کو بھی خرچ کرنے سے روک دینا۔ یہ اور بھی زیادہ قابلِ مذمت ہے آیت شریفہ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ (جو لوگ کہ خود بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بخل کا حکم دیتے ہیں) میں دونوں طرح کا بخل مذکور ہے پ۵ پ۲۶

بَخِلَ۔ اس نے بخل کیا۔ اس نے کنجوسی کی (سَمِعَ) بُخْلٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ پ۲۶

بَخِلُوا۔ انھوں نے کنجوسی کی۔ انھوں نے بخیلی کی۔ بُخْلٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب پ۱۰ پ۱۴

فصل الدال المهملة

بَدَا۔ ظاہر ہو گیا۔ (نَصَرَ) بُدُوٌّ اور بَدَاءٌ سے جس کے معنی کھلم کھلا ظاہر ہو جانے کے ہیں ماضی کا صیغہ، واحد مذکر غائب پ۷ پ۱۲ پ۲۲ پ۲۴ پ۲۵ پ۲۵

بَدَأَ۔ اس نے شروع کیا، اس نے ابتدا کی (فَتَحَ) بَدْءٌ سے جس کے معنی کسی چیز کے شروع کرنے اور اس کی ابتدا کرنے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب پ۱۰ پ۲۰ پ۲۱

بِدَارًا۔ جلدی کر کے، بروزن فِعَالٌ مصدر ہے اس کا ثلاثی اسرافاً اور بدارًا دونوں حال واقع ہیں یعنی مسرفین ومبادرین

---

۱ فتح الباری ج ۸ ص ۲۱۳ طبع میری مصر

یعنی تنہائی اور سرعت سے کام لیکر ہے

بَدَأَكُمْ۔ اس نے تم کو پہلے بنایا، تم کو شروع میں پیدا کیا۔ بَدَأَ اَبْدُءٌ سے صیغہ ماضی کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ ۲۹ے

بَدَأْنَا۔ ہم نے پہلے شروع کیا۔ ہم نے ابتدا میں بنایا بَدْءٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم ۲۱ے

بَدَءُوْكُمْ۔ انھوں نے پہلے تم سے شروع کیا۔ بَدْءٌ وَابْدَءٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ ۱۳ے

بَدَتْ۔ ظاہر ہوئی۔ بَدْوٌ اور بَدَاءٌ سے، ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب ۲۲ ۲۰ ۲۰

بَدْرٌ۔ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مشہور مقام ہے جو بدر بن مخلد بن نضر بن کنانہ کی طرف منسوب ہے چونکہ یہ وہاں فروکش ہوا تھا اس لئے اسی کے نام پر اس قریہ کا نام بدر قرار پایا۔ بعض بدر بن مخلد کی بجائے بدر بن الحارث کا نام لیتے ہیں اور بعض کا خیال ہے کہ بدر اصل میں اس کنوئیں کا نام ہے جو وہاں پر واقع ہے چونکہ کنواں بالکل مستدیر تھا اور اس کا پانی نہایت صاف شفاف اس لئے تعمیر کی خوبی اور پانی کی صفائی کی بنا پر اسے بدر کہا گیا کہ اندر جھانک کر دیکھو تو بدر کامل جھلکتا نظر آئے گا۔ لیکن واقدی نے بہت سے شیوخ بنی غفار سے نقل کیا ہے کہ وہ مذکورہ بالا تمام بیانات کے سرے سے منکر تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ بدر ہمارا وطن ہے وہاں ہمارے مکانات موجود ہیں۔ بدر نام کا کوئی شخص بھی کبھی اس بستی کا مالک نہیں ہوا کہ جس کے نام پر وہ منسوب ہو سکے۔ جس طرح اور شہروں کے نام مقرر ہیں اسی طرح اس مقام کا نام بھی ہے۔[1] غزوہ بدر کبریٰ کا مشہور واقعہ، ۱۷ رمضان روز جمعہ ۲ھ کو واقع ہوا۔ ۳ے

بَدِيْعًا۔ نیا، صفت مشبہ ہے، اسم فاعل اور اسم مفعول دونوں کے معنی میں آتا ہے چنانچہ بعض نے اول معنی میں بمعنی مُبْدِعٌ لیا ہے یعنی نئی باتیں کہنے والا اور بعض نے دوسرے معنی میں بمعنی مُبْدَعٌ یعنی نیا بھیجا ہوا کہ جس سے پہلے کوئی پیغمبر نہ آیا ہو۔ ۲۶ے

بَدَّلَ۔ بدل ڈالا۔ بدل دیا۔ تبدیل کر دیا۔ تَبْدِيْلٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب (ملاحظہ ہو تَبَدَّلَ) ۲ے ۲ے ۱۹ے

بَدَلًا۔ بدلہ۔ ۲۵ے

بَدَّلْنَا۔ ہم نے بدل ڈالا۔ تَبْدِيْلٌ سے ماضی کا صیغہ

---

[1] فتح الباری ج ۷، ص ۲۲۲ طبع میریہ مصر

جمع متکلم (ملاحظہ ہو تَبْدِیْلٌ) ۶/۲ ۱۴/۲۰ ۲۹/۲۰

بَدَّلْنٰهُمْ۔ ہم نے ان کو بدل دیا۔ اس میں ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے۔ ۵/۸ ۲۲/۸

بَدَّلُوْا۔ انھوں نے بدل دیا، تَبْدِیْلٌ سے۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب (ملاحظہ ہو تَبْدِیْلٌ) ۱۳/۱۴ ۲۱/۱۹

بَدَّلَهٗ۔ اس کو بدل دیا۔ بَدَّلَ صیغہ ماضی۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ۲/۲

بَدِّلْهُ۔ اس کو بدل ڈال۔ بَدِّلْ تَبْدِیْلٌ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ۱۱/۲

بُدْنٌ۔ قربانی کے اونٹ گائے جو خانہ کعبہ کی طرف لیجائے جائیں، بَدَنَۃٌ کی جمع ہے موٹاپے اور بدن کے بھاری ہونے کی وجہ سے اس کو بدنہ کہتے ہیں، عطا اور سدی نے تصریح کی ہے کہ بُدْنٌ میں اونٹ گائے ہی داخل ہیں۔ بکری کو بدنہ نہیں کہتے ہیں۔ [۱] ۱۲/۱۷

بَدَنِكَ۔ تیرا بدن۔ بَدَنِ مضاف کَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ، بدن اور جسد میں فرق یہ ہے کہ بدن تو باعتبار جثہ کے بولا جاتا ہے اور جسد باعتبار رنگ کے اسی لئے ثوب مجسّدٌ کے معنی رنگین کپڑے کے آتے ہیں اور امْرَأَۃٌ بَدِیْنٌ کے معنی موٹی عورت کے ہوتے ہیں ۱۱/۱۴

بَدْوٍ۔ جنگل۔ بَدْوٌ کے معنی اصل میں ظاہر ہونے کے ہیں اس لئے ہر وہ مقام جہاں کی سب چیزیں ظاہر ہوں بدو کہلاتا ہے جنگل میں بھی سب چیزیں کھلی اور ظاہر ہوتی ہیں اس لئے اس کا نام بَدْوٌ ہوگیا۔ ۱۳/۵

بَدِیْعُ۔ موجد، نیا نکالنے والا، نئی طرح بنانے والا پیدا کرنے والا۔ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے بَدِیْعٌ بروزن فَعِیْلٌ بمعنی مُبْدِعٌ ہے یعنی اس چیز کا پیدا کرنے والا جس کی سابق میں مثال نہ ہو، بغیر کسی کی اقتدا اور پیروی کے کسی صنعت کے نکالنے کا نام ابداع ہے۔ ابداع کا استعمال جب اللہ عزوجل کے متعلق ہوگا تو بغیر کسی آلہ مادہ، زمانہ اور مکان کے کسی شئے کے ایجاد کرنے کے معنی ہوں گے۔ ۱/۱۴ ۷/۱۹

فصل الراء المهملة

بَرِّ۔ جنگل۔ زمین، خشکی، بحر کی ضد ہے ۶/۱۸،۱۱،۳،۱۳،۳ ۱۱/۸ ۱۵/۷ ۲۰/۱ ۲۱/۱۳،۹،۹،۳

---

[۱] معالم التنزیل ج ۵ ص ۱۵۔ طبع مصر

بَرٌّ۔ احسان کرنے والا، نیک سلوک کرنے والا۔ بَرٌّ سے صفتِ مشبہ کا صیغہ بَرٌّ بمعنی جنگل اور زمین کے معنی میں چونکہ وسعت کا تصور موجود ہے اس لئے اس سے بِرٌّ کا اشتقاق ہوا جس کے معنی خوب نیکی کرنے کے ہیں چنانچہ بِرٌّ کی نسبت کبھی تو اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے جیسے اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ (بیشک وہی ہے احسان کرنے والا مہربان) اور کبھی بندہ کی طرف جیسے وَبَرًّا بِوَالِدَيْهِ (اور اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والا) چنانچہ جب اللہ تعالیٰ کے لئے اس لفظ کا استعمال ہوگا تو اس کے معنی ثواب عطا کرنے کے ہوں گے اور جب بندہ کے لئے آئے گا تو اطاعت کرنے کے معنی ہوں گے، بِرِّ والدین سے مراد ماں باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا ہے۔ عقوق اسی کی ضد ہے۔

۲۷ بَرًّا ۱۶

بِرَّ۔ نیکی کرنا، بھلائی کرنا، نیکوکاری، مصدر ہے۔ اعتقادی اور عملی دونوں قسم کی نیکیاں بِر میں داخل ہیں چنانچہ آیت شریفہ لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ میں اس کی تفصیل پورے طور پر موجود ہے۔

۲ ۲ ۴ ۶ ۲۸

بَرَاءٌ۔ بیزار، بیزار ہونا۔ اصل میں اس کے معنی ہر اس چیز سے جس کا پاس رہنا برا لگتا ہو، چھٹکارا ڈھونڈھنے کے ہیں۔ مصدر ہے جو صفت کے طور پر استعمال کیا گیا ہے اور جب صفت واقع ہو تو واحد جمع تثنیہ مذکر مؤنث سب کے لئے برابر استعمال ہوتا ہے ۲۵

بُرَءٰٓؤُا۔ بیزار، بَرِیْءٌ کی جمع ہے جیسے ظَرِیْفٌ کی جمع ظُرَفَاءُ ہے ۲۸

بَرَآءَةٌ۔ بیزاری۔ بیزار ہونا۔ خلاصی، چھٹکارا پانا مصدر ہے ۱۰ ۲۴

بَرَّاَهُ۔ اس کو بری کر دیا۔ بَرَّاَ تَبْرِئَةً سے جس کے معنی بری کرنے اور تہمت سے پاک کرنے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ ۲۲

بَرَدٌ۔ اولے، ۱۸

بَرْدًا۔ ٹھنڈک، ٹھنڈا ہونا مصدر ہے ۳۰

بَرَرَةٌ۔ نیکوکار، بَرٌّ کی جمع ہے بَرَرَةٌ اَبْرَارٌ کی بہ نسبت زیادہ بلیغ ہے کیونکہ ابرار بَارٌّ کی جمع ہے اور بَرَرَةٌ بَرٌّ کی اور جس طرح عَدْلٌ (یعنی سراپا انصاف) عَادِلٌ سے زیادہ بلیغ ہے اسی طرح بَرٌّ بَارٌّ سے زیادہ بلیغ ہے۔ قرآن مجید میں یہ فرشتوں کی صفت میں استعمال ہوا ہے۔ ۳۰

بَرَزَ - وہ نکلا۔ (نَصَرَ) بُرُوْزٌ سے جس کے معنی کھلم کھلا ظاہر ہونے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ بروز کی کئی شکلیں ہیں ایک تو بذاتہ کسی چیز کا خود ظاہر ہونا جیسے وَتَرَى الْأَرْضَ بَارِزَةً (اور تم دیکھو کہ زمین کھل گئی) کہ یہاں پر خود زمین کا صاف طور پر کھل جانا مراد ہے کیونکہ اس روز مکانات اور ان کے بسنے والے سب مٹ جائیں گے اور بعد میں حشر شروع ہوگا۔ اور اسی لئے میدانِ جنگ میں صف سے نکلنے کو "مبارزت" کہتے ہیں چنانچہ لَبَرَزَ الَّذِينَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ إِلَى مَضَاجِعِهِمْ (جن لوگوں کا قتل لکھ دیا گیا ہے وہ تو اپنے مقتلوں کی طرف نکل کر ہی رہیں گے) میں بروز کا یہی مطلب ہے اور کبھی بروز کا استعمال چھپی ہوئی چیز کے کھل جانے کے متعلق ہوتا ہے جیسے وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِلْغَاوِينَ (اور دوزخ ظاہر کردی جائیگی گمراہوں کے لئے) ۲۶

بُرِّزَتْ - وہ ظاہر کردی گئی۔ تَبْرِيْزٌ سے جس کے معنی ظاہر کرنے کے ہیں ماضی مجہول کا صیغہ واحد مؤنث غائب ۲۶ ۱۹

بَرْزَخٌ - دو چیزوں کے درمیان کی حد، روک، حائل، عالمِ برزخ موت سے حشر تک کے عالم کا نام ہے۔ مولانا محمد سورتی مرحوم رسالہ عالمِ برزخ میں رقمطراز ہیں۔

"مولوی اسلم صاحب لکھتے ہیں

برزخ غالباً فارسی لفظ پردہ سے معرب کیا گیا ہے جس کے معنی آڑ کے ہیں۔

برزخ کے متعلق درحقیقت یہ تمام بحث نرالی ہے اسی لئے اسے فارسی سے معرب بتایا گیا۔ عام [illegible] کے مطابق اگر پردہ کی تعریب کی جائے تو "فردج" یا "فرزخ" ہونی چاہئے مگر یہاں ہر ایک بات بے قاعدہ ہے اس لئے پردہ سے برزخ بن گیا ہو تو کیا تعجب ہے؟ یہ طے شدہ امر ہے کہ جس زبان میں کسی معنی کے لئے لفظ نہ ہو تو وہ دوسری زبان سے لانے کی فکر کرے گی عربی میں آڑ اور پردہ کے لئے حجاب اور ستر وغیرہ الفاظ موجود ہیں، لہٰذا اسے کیا ضرورت ہوئی کہ "پردہ" کی تعریب کرے! قرآن نے برزخ کو دو چیزوں میں فصل، حد فاصل اور موت و حشر کے درمیان جو مدت ہے اس کے واسطے مستعمل کیا ہے کسی طرح سے یہ لفظ فارسی الاصل نہیں، ممکن ہے عبری ہو یا سریانی ہو، مگر بلا کسی حجت کے اسے پردہ سے معرب بتا دینا عجیب اجتہاد ہے۔ ہمیں معربات کی کتابوں میں اس کا پتہ نہیں لگا۔ نہ اس سے قبل کسی نے اسے فارسی لفظ سے معرب بتایا ہے۔ گو ممکن ہے

آج کل کے مستشرقین کی یہی تحقیق ہے[1]۔ ۸/۶ ۳۰/۴

بَرْزَخًا ۔ ۱۹/۲

بَرَزُوْا ۔ وہ سب نکلے، بُرُوْزٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ۳/۱۵ و ۱۹ ۵/۸ ۲/۱۴

بَرْقٌ ۔ بجلی۔ بجلی کی چمک۔ اسم ہے ۱/۲ ۳/۸ ۲۱/۶

بَرِقَ ۔ خیرہ ہوگئی۔ ماند پڑگئی، پتھرا گئی، چندھیا گئی (سَمِعَ) بَرْقٌ سے جس کے معنی نظر کے متحیر اور خیرہ ہوجانے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اصل میں تو بَرْقٌ کے معنی بجلی کے ہیں اور اسی اعتبار سے اس کے معنی چمکنے کے آنے لگے لیکن جب آنکھ کے ساتھ اس کا استعمال ہو تو اس کے معنی خوف سے پتلیوں کے پھرنے اور نظر کے خیرہ ہوجانے کے آتے ہیں فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ میں یہی مراد ہیں ۲۹/۱۷۔

بَرْقِهٖ اس کی بجلی، بَرْقِ مضاف ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔ ۱۸/۱۲

بَرَكٰتٍ ۔ برکتیں، بَرَكَةٌ کی جمع جس کے معنی کسی شے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوبی اور بھلائی کے ثابت ہونے کے ہیں اور چونکہ خدا کی طرف کی خیر و خوبی غیر محسوس طریقہ پر صادر ہوتی ہے اور بے حد اور بے شمار طریقوں پر پائی جاتی ہے اسی لئے ہر چیز کو جس میں غیر محسوس طور پر زیادتی مشاہدہ میں آئے مبارک اور بابرکت کہتے ہیں اصل میں بَرْكٌ اونٹ کے سینہ کو کہتے ہیں، اونٹ چونکہ سینہ ٹیک کر بیٹھتا ہے اسی لئے اس کے معنی عزوم یعنی ٹیکنے ٹھیرنے ثابت رہنے اور ایک جگہ جمے رہنے کے متعلق اس کا استعمال ہونے لگا چنانچہ حوض وغیرہ کو جہاں پانی رک جائے اور جمع ہوجائے عربی میں بِرْكَةٌ کہتے ہیں اور جس طرح حوض میں پانی جمع رہتا ہے اسی طرح کسی چیز میں خیر و خوبی کے اکٹھا اور جمع ہوجانے کا نام برکت ہوا ۹/۲ ۱۲/۴

بَرَكٰتُهٗ ۔ اس کی برکتیں، بَرَكٰتُ مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ ۱۲/۶

بُرُوْجٌ برجیں، بُرْجٌ کی جمع جس کے معنی بلند عمارت اور محل کے ہیں۔ آسمان کی برجوں سے کیا مراد ہے اس کے متعلق شاہ عبدالقادر صاحب موضح القرآن میں سورہ فرقان کے فوائد میں فرماتے ہیں

"آسمان کے بارہ حصے ان کا نام برج ہر ایک پر ستاروں کا پتہ، یہ حدیں رکھی ہیں حساب کو۔"

اور سورہ حجر کے فوائد میں ذرا تفصیل پر روشنی ڈالتے ہیں

---

[1] عالم برزخ مطبوعہ معارف اعظم گڈھ ص ۸، ۹ سنہ ۱۳۵۴ھ

حق تعالیٰ بندوں سے وہ خطاب کرتا ہے جو یہ سمجھیں
ان کے عرف میں آسمان مشرق سے مغرب تک اور مغرب
سے مشرق، بارہ پھانک ہیں جیسے خربوزہ، یہی بارہ برج
ہیں اور سورج برس دن میں سب طے کرتا ہے۔ موسم
گرمی اور سردی اس سے بدلتا ہے اور گرمی سے مینہ
آتا ہے اور مینہ سے دنیا بستی ہے اور رونق آسمان
کی ستارے ہیں۔
کسی شاعر نے ان بارہ برجوں کے ناموں کو
ترتیب وار ایک قطعہ میں جمع کر دیا ہے

برجہا دیدم کہ از مشرق بر آورند سر
جملہ در تسبیح و در تہلیل حی لا یموت
چوں حمل چوں ثور و چوں جوزا و سرطان و اسد
سنبلہ میزان و عقرب قوس و جدی دلو حوت

آیت شریفہ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ
(اگرچہ تم مضبوط برجوں میں ہو) میں ستاروں کی
برجیں بھی مراد لی جا سکتی ہیں اس صورت میں
لفظ مشیّدہ کا استعمال برجوں کے لئے بطور استعارہ
ہوگا اور زمین کی برجیں بھی یعنی مضبوط قلعہ اور مستحکم
محلات پ ۵/۸ پ ۲۷/۱ بُرُوْجًا پ ۱۹/۴

بُرْهَانٌ۔ دلیل، بیان حجت۔ بروزن فُعْلَانٌ
جیسے رُجْحَانٌ اور ثُنْيَانٌ وغیرہ ہیں بعض کے
خیال میں بَرَهَ يَبْرَهُ کا مصدر ہے جس کے معنی
سفید اور درخشاں ہونے کے ہیں، برہان اس
دلیل کو کہتے ہیں جو تمام دلائل میں زور دار ہو اور
ہمیشہ اور ہر حال میں صدق کی مقتضی ہو۔ واضح
رہے کہ دلیل کی پانچ قسمیں ہیں (۱) وہ جو ہمیشہ
صدق کی مقتضی ہو (۲) وہ جو ہمیشہ کذب کی مقتضی
ہو (۳) وہ جو صدق سے زیادہ قریب ہو (۴)
وہ جو کذب سے زیادہ قریب ہو (۵) وہ جس کا
اقتضا صدق و کذب دونوں کے لئے برابر ہو۔
پ ۶/۲ پ ۱۳/۱۲ پ ۸/۹

بُرْهَانَانِ۔ دو دلیلیں۔ بُرْهَانٌ کا تثنیہ۔ پ ۲۰/۲

بُرْهَانَكُمْ۔ تمہاری دلیل۔ بُرْهَانَ مضاف کُمْ
ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ پ ۱/۱۴ پ ۱۷/۲ پ ۲۰/۱۰، ۱

بَرِیْءٌ۔ بیزار، بے تعلق، بے گناہ۔ بروزن فَعِیْلٌ بَرَاءَةٌ
سے بمعنی اسم فاعل ہے۔ پ ۸/۱۵،۵ پ ۱۰/۲،۴ پ ۱۱/۱۰
پ ۱۲/۵،۵ پ ۱۹/۱۵ پ ۲۸/۵ بَرِیْٓئًا پ ۵/۱۴

بَرِیْٓئُوْنَ۔ بیزار، بے تعلق۔ بَرِیْءٌ کی جمع
پ ۱۱/۱۰

بَرِیَّةٌ۔ مخلوق، خلق، بَرْءٌ سے جس کے
معنی عدم سے وجود میں لانے کے ہیں بروزن
فَعِیْلَةٌ بمعنی مفعول ہے پ ۳۰/۲۳

فصل السین المہملة

بَسًّا. خلط ملط کرنا۔ اجزا کا باہم دگر ملا دینا۔ ریزہ ریزہ کرنا۔ مصدر ہے اور بعض نے اس کے معنی آہستہ آہستہ ہانکنے اور چلانے کے لئے ہیں۔ عرب کی عادت ہے کہ جب اونٹ بکری کا ریوڑ ہانکتے ہیں تو ہانکتے وقت بِسْ بِسْ یا بُسْ بُسْ زبان سے کہتے جاتے ہیں۔ چنانچہ اس طرح پر آہستہ آہستہ ہانکنے کا نام بَسٌّ ہے پہلے معنی کے اعتبار سے بولتے ہیں بَسَسْتُ السَّوِيْقَ بِالْمَاءِ (میں نے ستو کو پانی میں گھول دیا) یعنی ستو اور پانی دونوں کے اجزا مکر باہمد گر خلط ملط ہوگئے اس معنی کی تفسیر آیت شریفہ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ (اور پہاڑ دھنی ہوئی اون کے مانند ہو جائیں گے) کر رہی ہے یعنی ریزہ ریزہ ہو کر اڑنے لگیں گے اور دوسرے معنی کی تفسیر وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ (اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے) کر رہی ہے۔ پ۲۷ ع۱۲

بِسَاطًا۔ بچھونا۔ فرش، اسم ہے۔ ہر پھیلی ہوئی چیز کو بساط کہتے ہیں چنانچہ وسیع زمین کا نام بھی بساط ہے۔ پ۲۹

بُسَّتِ۔ ریزہ ریزہ کردی گئی، آہستہ آہستہ چلائی گئی بَسٌّ سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مؤنث غائب عربی کا قاعدہ ہے کہ جب فاعل اسم ظاہر ہوتا ہو تو فعل کو واحد لاتے ہیں اور جمع مکسر کا حکم یعنی جس میں واحد کا وزن سلامت نہ رہے مؤنث غیر حقیقی کا حکم ہے کہ اس کے لئے مذکر کا صیغہ بھی لایا جا سکتا ہے اور مؤنث کا بھی چنانچہ بُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا میں چونکہ جبال جمع مکسر ہے اس لئے اس کے لئے واحد مؤنث کا صیغہ لایا گیا۔ لہذا یہاں پر بُسَّت کے ترجمہ میں صیغہ جمع کے معنی لینا چاہئے یعنی آہستہ آہستہ چلائے گئے ریزہ ریزہ کردیے گئے پ۲۷ ع۱۴

بَسَرَ۔ منہ بنایا۔ (نَصَرَ) بُسُوْرٌ سے جس کے معنی ترش رو ہونے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب پ۲۹ ع۱۵

بَسْطِ۔ کھول دینا، کشادہ کرنا۔ پھیلانا۔ مصدر ہے بسط کے معنی میں پھیلانا اور کشادگی دونوں داخل ہیں چنانچہ کہیں تو دونوں چیزیں مقصود ہوتی ہیں اور کہیں صرف ایک ہی مفہوم مراد ہوتا ہے یہاں سخاوت اور بخشش میں وسعت کے معنی مقصود ہیں (ملاحظہ ہو بَاسِطُ) پ۱۵

بَسَطَ۔ اس نے کشادہ کیا۔ (نَصَرَ) بَسْطٌ سے

ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ یہاں رزق میں وسعت دینے کے معنی مراد ہیں۔ پ۲۵

بَسَطْتَّ۔ تونے دراز کیا، تونے اٹھایا۔ بَسْطٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ یہاں ہاتھ اٹھانے سے مراد مارنا اور حملہ کرنا ہے (ملاحظہ ہو بَاسِط) پ۶

بَسْطَۃً۔ کشادگی، کشائش، وسعت، مصدر ہے (ملاحظہ ہو بَسْطٌ) پ۲ بَصْطَۃً پ۸

فصل الشین المعجمة

بَشَرٌ۔ آدمی، انسان، اصل میں بَشَرَۃٌ کھال کی ظاہری سطح کو کہتے ہیں اور اَدَمَۃٌ باطنی سطح کو۔ تمام ادبا کا یہی قول ہے مگر ابوزید نے اس کے برعکس کہا ہے چنانچہ ابوالعباس وغیرہ نے اس کی تردید کی ہے بَشَرَۃٌ کی جمع بَشَرٌ اور اَبْشَارٌ آتی ہے، انسان کو بھی بشر اسی لئے کہتے ہیں کہ اور حیوانوں میں تو کسی کی کھال اون سے ڈھکی ہوئی ہوتی ہے اور کسی کی بالوں سے مگر انسان کی کھال سب حیوانات کے برخلاف کھلی ہوئی ہے۔ لفظ بشر کا استعمال واحد اور جمع دونوں کے لئے یکساں طور پر ہوتا ہے ہاں تثنیہ میں بشرین آیا ہے۔ قرآن مجید میں انسان کے ظاہری جسم اور جثہ کو بشر کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ کفار نے جب انبیا پر زبانِ طعن دراز کی تو اسی وصف بشریت کو نشانہ بنایا۔ قرآن مجید نے جواب میں اس حقیقت کو قائم رکھا کہ بلاشبہ بشریت میں سب برابر ہیں مگر اللہ تعالیٰ جس کو چاہے معارف جلیلہ اور اعمال جمیلہ کے ذریعہ امتیاز و اختصاص فرما کر سرفراز فرمائے چنانچہ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ (ان کے رسولوں نے ان سے کہا کہ بیشک ہم تمہاری طرح آدمی ہی ہیں مگر اللہ اپنے بندوں میں جس پر چاہے احسان فرمائے) اور قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ (کہہ دیجئے میں تم جیسا ہی آدمی ہوں میری طرف وحی آتی ہے) میں اسی حقیقت کو قائم رکھ کر اس فرق و امتیاز کو واضح کیا ہے۔ سورہ مریم میں جو فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا (وہ پورا آدمی بن کر ان کے سامنے ظاہر ہوا) وارد ہے اس میں فرشتہ کا خوبصورت انسان کی شکل میں آنے کا بیان ہے اور سورہ یوسف میں جو وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ (عورتیں کہنے لگیں حاشا للہ یہ بشر نہیں ہے ہو نہ ہو یہ تو کوئی بزرگ فرشتہ ہے) ہے یہاں حضرت یوسف

علیہ السلام کے متعلق انسانیت کی نفی مقصود نہیں
بلکہ عورتوں کے اظہار تعجب و حیرت کا بیان ہے
۳/۱۳و۱۶، ۶/۷، ۷/۱۶، ۱۳/۱۳، ۱۴/۳و۲۰، ۱۶/۳و۵، ۱۷/۱و۳
۱۸/۲و۳، ۱۹/۱۲و۱۳، ۲۱/۶، ۲۳/۹، ۲۴/۱۵، ۲۵/۶، ۲۸/۱۵
۲۹/۱۵و۱۶ **بَشَرًا** ۱۲/۳و۱۳، ۱۳/۳، ۱۵/۱۰و۱۱، ۱۶/۵
۱۸/۳، ۱۹/۴، ۲۳/۱۳، ۲۷/۹

بُشِّرَ اس کو خبر دی گئی، اس کو بشارت دی گئی
تَبْشِیْرٌ سے جس کے معنی خوش خبری سنانے کے
ہیں ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب نفسِ
انسانی کا خاصہ ہے کہ جب اس کو کوئی خوش کن
خبر پہنچتی ہے تو وفورِ مسرت سے اس کے جسم میں خون
دوڑ کرنے لگتا ہے۔ اسی لئے ایسی خبر کے سنانے کو جس
کو سن کر انسان کے چہرہ پر فرحت و انبساط کے آثار
ظاہر ہونے لگیں تبشیر کہتے ہیں یہ بھی واضح رہے
کہ تبشیر کے لفظ میں کثرت سے بشارت دینے کے
معنی ملحوظ ہیں۔ کبھی کبھی غصے کے اظہار کے لئے بطور
تہکم اس کا استعمال افسوسناک، اندوہگیں اور بری خبر
سنانے کے لئے بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ یہاں یہی معنیٰ
مراد ہیں۔ اس معنی میں اس کا استعمال بطور استعارہ ہے
جس طرح کسی شاعر نے کہا ہے ع

تحیۃ بینھم ضرب وجیع

(ان کا آپس کا سلام دردانگیز ضرب ہے) مطلب یہ ہے
کہ کارزار کی گرما گرمی سے ان کے سلام کی ابتدا
ہوتی ہے۔ ۱۳/۱۳، ۲۵/۸

بَشِّرْ۔ تو خوش خبری دے، تو خبر دے؛ تَبْشِیْرٌ سے
امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ۱/۳، ۳/۳و۱۳، ۵/۱۴، ۱۰/۷
۱۱/۳و۶و۱۳، ۱۴/۱۲، ۲۲/۳، ۲۳/۱۶، ۲۸/۱۰

بُشْرًا۔ خوش خبری دینے والی، بروزن فُعْلٌ بَشِیْرَۃٌ
کی جمع ہے جس کے معنی خوش خبری دینے والی کے
ہیں۔ ۸/۱۲، ۱۹/۳، ۳۰

بَشَّرْتُمُوْنِیْ۔ تم نے مجھے بشارت دی بَشَّرْتُمْ
تَبْشِیْرٌ سے، ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر واو اشباع
کا ہے۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم ہے۔ ۱۴/۴

بَشَّرْنٰكَ ہم نے تجھے بشارت دی بَشَّرْنَا
تَبْشِیْرٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم كَ ضمیر واحد مذکر
حاضر ۱۴/۴

بَشَّرْنٰهُ۔ ہم نے اس کو بشارت دی، اس میں
ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ہے ۲۳/۷

بَشَّرْنٰهَا۔ ہم نے اس (عورت) کو بشارت دی اس
میں ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب ہے ۱۲/۷

بَشَّرُوْهُ۔ انھوں نے اس کو خوش خبری دی بَشَّرُوْا
تَبْشِیْرٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہٗ ضمیر

واحد مذکر غائب۔ پ۲۶/۱۹

بَشِّرْهُ ۔ اس کو خبر دے، اس کو بشارت دے۔ اس کو خوش خبری دے۔ اس میں ہُ ضمیر واحد مذکر غائب ہے، پ۲۱/۱۰ پ۲۲/۱۸ پ۲۵/۱۷

بَشِّرْهُمْ ۔ ان کو خبر دے۔ ان کو خوش خبری دے اس میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے پ۳/۱۱ پ۴/۱۱ پ۲۸/۹

بُشْرٰی خوش خبری، ایسی خبر جس کو سن کر بشرہ پر مسرت وخوشی کے آثار نمایاں ہوجائیں پ۱/۱۲ پ۲/۱ پ۹/۱۶ پ۱۱/۱۲ پ۱۳/۷و۱۲ پ۱۴/۱۸و۲۰ پ۱۹/۱و۱۹ پ۲۰/۱۹ پ۲۳/۱۹ پ۲۶/۲

بُشْرٰىكُمْ ۔ تم کو خوش خبری ہو، تمہیں بشارت ہو بُشْرٰی مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ پ۲۷/۱۸

بَشَرَيْنِ دو آدمی، بَشَرٌ کا تثنیہ بحالت نصب وجر۔ پ۱۸/۳

بَشِيْرٌ ۔ خوش خبری دینے والا، بشارت سنانے والا بِشْرٌ سے جس کے معنی بشارت دینے کے ہیں۔ بروزن فَعِيْلٌ بمعنی فاعل ہے پ۱/۱۴ پ۹/۱۳ پ۱۱/۱۰ پ۱۳/۵ بَشِيْرًا پ۱/۱۴ پ۱۲/۹و۱۵ پ۲۲/۱۵

فصل الصاد المهملة

بَصَائِرُ ۔ کھلی دلیلیں، ظاہر نصیحتیں، بَصِيْرَةٌ کی جمع (ملاحظہ ہو بَصِيْرَةٌ) پ۷/۱۹ پ۹/۱۴ پ۱۵/۱۲ پ۲۰/۸ پ۲۵/۱۸

بَصَرٌ ۔ آنکھ، بینائی خواہ آنکھ کی ہو یا دل کی (ملاحظہ ہو اَبْصَارٌ) پ۱۴/۱۷ پ۱۵/۴ پ۲۷/۵و۱۰ پ۲۹/۱و۱۷

بَصُرْتُ ۔ میں نے دیکھا، مجھے نظر آیا (کَرُمَ) بَصَرٌ سے جس کے معنے دیکھنے اور معلوم کرنے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد متکلم۔ پ۱۶/۱۴

بَصُرَتْ ۔ اس (عورت) نے دیکھا، بَصَرٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب پ۲۰/۴

بَصَرُكَ ۔ تیری نظر، تیری آنکھ، بَصَرٌ مضاف كَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ پ۲۶/۱۶

بَصَرِهٖ ۔ اس کی آنکھ، اس کی بینائی، بَصَرِ مضاف ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ پ۲۵/۱۹

بَصَلِهَا ۔ اس (زمین) کی پیاز، بَصَل پیاز کو کہتے ہیں مضاف ہے، هَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ پ۱/۷

بَصِيْرٌ ۔ دیکھنے والا۔ جاننے والا۔ بروزن فَعِيْلٌ بمعنی فاعل ہے پ۱/۱۱و۱۳ پ۲/۱۴و۱۵ پ۳/۴و۱۰ پ۴/۸ پ۶/۱۲ پ۷/۱۱ پ۹/۱۹ پ۱۰/۹ پ۱۲/۴و۱۰ پ۱۳/۸ پ۱۵/۱ پ۱۷/۱۵و۱۷ پ۲۱/۱۲ پ۲۲/۸و۱۵و۱۹ پ۲۳/۷و۱۰و۱۱و۱۹ پ۲۵/۳و۴ پ۲۶/۱۳ پ۲۷/۱۷ پ۲۸/۱و۱۵ پ۲۹/۲ بَصِيْرًا پ۵/۵و۱۹ پ۱۳/۴و۵ پ۱۵/۲و۳و۱۲ پ۱۶/۱۱و۱۹ پ۱۸/۷ پ۲۱/۱۹ پ۲۲/۱۷ پ۲۴/۱۱ پ۲۹/۱۹ پ۳۰/۹

بَصِيْرَةٌ ۔ بینائی، سمجھ، دلیل، واضح رہے کہ بصیرت کا استعمال صرف دل کی بینائی کے متعلق ہوتا ہے

آنکھ سے دیکھنے اور نظر کرنے کے لئے نہیں ہوتا۔ بصیرت کے مختلف معانی آتے ہیں، عقل، سمجھ، عبرت، دلیل اور حجت پ ۱۳ ع ۶ پ ۲۹ ع ۱۷

فصل الضاد المعجمة

بِضَاعَةً۔ پونجی، سامان تجارت، بَضْعٌ سے ماخوذ ہے، گوشت کے بڑے بڑے ٹکڑے جو کاٹ کر علیحدہ کئے جائیں انھیں "بضع" کہتے ہیں اور اسی اعتبار سے مال کی اس وافر مقدار کو جو تجارت کے لئے رکھی جائے بضاعت کہا جاتا ہے پ ۱۲ ع ۱۳

بِضَاعَتُنَا ہماری پونجی، بِضَاعَةٌ مضاف نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ۔ پ ۱۳

بِضَاعَتَهُمْ ان کی پونجی۔ بِضَاعَةٌ مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔ پ ۱۳

بِضْعَ۔ چند، کئی، دس سے جو کم کردیا جائے "بضع" کہلاتا ہے۔ بعض کے نزدیک تین سے لیکر نو تک اور بعض کے خیال میں پانچ سے نو تک کے عدد بضع میں داخل ہیں۔ یوسف علیہ السلام کے ذکر میں جو بِضْعَ سِنِيْنَ آیا ہے اس کے متعلق اکثر مفسرین سات برس کی مدت بتاتے ہیں اور سورہ روم میں دس سال سے کم کی مدت مراد ہے پ ۱۲ ع ۱۵ پ ۲۱ ع ۴

فصل الطاء المهملة

بِطَانَةً۔ دلی دوست، رازدار، بھیدی، استر، کپڑے کا باطنی حصہ جو جسم سے ملا ہے۔ بَطْنٌ سے مشتق ہے۔ "بطن" کا استعمال ہر شے میں "ظهر" کے خلاف ہوتا ہے۔ اوپر کی جانب کو "ظہر" اور اندر کی جانب کو "بطن" بولتے ہیں اور کپڑے کے اوپر کے حصہ کو ظِهَارَة اور اندرونی اور نیچے کے حصے کو جو جسم سے ملا ہے جیسے استر وغیرہ بِطَانَةٌ کہتے ہیں جس طرح ہم اپنی زبان میں بولتے ہیں کہ وہ تو اس کا اوڑھنا بچھونا ہے۔ یعنی وہ اس کو نہایت ہی مرغوب و محبوب ہے، اسی طرح "بطانۃ الثوب" سے بطور استعارہ دلی دوست کے متعلق جو باطنی امور کا رازدار ہو "بطانۃ" کا لفظ استعمال ہوتا ہے پ ۴

بَطَائِنُهَا اس کے استر، بَطَائِنُ بِطَانَةٌ کی جمع مضاف ہے هَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ۔ پ ۲۷ ع ۱۳

بَطَرًا۔ اترانا۔ مصدر ہے۔ پ ۱۰

بَطِرَتْ۔ اترائی۔ اکڑنے لگی (سَمِعَ) بَطَرٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب پ ۲۰

بَطْشٌ۔ پکڑ، گرفت، پکڑنا، سختی اور قوت کے ساتھ

پکڑنے کو البطش کہتے ہیں مصدر ہے ۔ پ۹ بَطْشًا
پ۲۵ ع۶ پ۱ بَطْشَۃَ پ۱۴

بَطَشْتُمْ ۔ تم نے پکڑا، تم نے گرفت کی (ضَرَبَ
ونَصَرَ) بَطْشٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ۱۹

بَطْشَتَنَا ۔ ہماری پکڑ، ہماری گرفت، ہمارا پکڑنا
بَطْشَۃَ مصدر مضاف نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ
پ۲۷

بَطَلَ ۔ مٹ گیا، نابود ہوگیا، (نَصَرَ) بُطْلَانٌ
سے جس کے معنی ضائع ہوجانے اور نابود ہونے
کے ہیں، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ۔ پ۹

بَطَنَ ۔ وہ پوشیدہ ہوا ۔ وہ چھپا (نَصَرَ) بُطُوْنٌ
سے جس کے معنی پوشیدہ ہونے اور چھپنے کے ہیں
ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب پ۸

بَطْنِ ۔ اندرون، پیٹ ۔ پ۲۶

بَطْنِہٖ ۔ اس کا پیٹ، بَطْنِ مضاف ہٖ ضمیر
واحد مذکر غائب مضاف الیہ پ۱۸ پ۲۴

بَطْنِیْ ۔ میرا پیٹ ۔ اس میں ی ضمیر واحد متکلم
مضاف الیہ ہے ۔ پ۳

بُطُوْنِ ۔ پیٹ ۔ بَطْنٌ کی جمع پ۳ پ۱۴ پ۲۳
پ۲۵ پ۲۷

بُطُوْنِہٖ ۔ اس کے پیٹ ۔ بُطُوْنِ مضاف
ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ پ۱۴

بُطُوْنِھَا ۔ اس (مؤنث) کے پیٹ، اس میں ھَا ضمیر
واحد مؤنث غائب مضاف الیہ ہے پ۱۴ پ۱۸

بُطُوْنِھِمْ ۔ ان کے پیٹ ۔ اس میں ھِمْ ضمیر جمع
مذکر غائب مضاف الیہ ہے ۔ پ۲ پ۱۷ پ۱۴

فصل العین المھملة

بَعْثِ ۔ جی اٹھنا ۔ زندہ کرنا، اٹھا کھڑا کرنا ۔ اصل
میں تو بَعْثٌ کے معنی بھیجنے اور اٹھا کھڑا کرنے کے
ہیں مگر قرائن اور متعلقات کے اعتبار سے اس کے
معنی بدلتے رہتے ہیں مثلاً اونٹ کیلئے بعث کا لفظ
آئے گا تو معنی اونٹ کے اٹھانے اور چلانے کے
ہوں گے، مردوں کے لئے استعمال ہوگا تو جی اٹھنے
اور حشر کے ہوں گے، رسولوں کے متعلق کہا جائیگا
تو مبعوث کرنے اور بھیجنے کے ہوں گے ۔ غرض
حسب قرینہ و مقام اس کے معنی سمجھنے چاہئیں ۔
(ملاحظہ ہو اِبْعَثْ) پ۸ پ۲۱

بَعَثَ ۔ اس نے بھیجا (فَتَحَ) بَعْثٌ سے ماضی کا
صیغہ واحد مذکر غائب پ۲ پ۸ پ۶ پ۱۵
پ۱۹ پ۲۹

بُعْثِرَ ۔ وہ اٹھایا گیا، وہ کریدا گیا، وہ الٹ پلٹ کیا گیا

بَعْثَرَةٌ سے جس کے معنی الٹ پلٹ کرنے کے ہیں ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ جن علماء کی رائے یہ ہے کہ رباعی اور خماسی دو ثلاثی سے ملکر بنتی ہیں ان کے خیال میں بعثر، بُعِثَ اور اُثِيْرَ سے مل کر بنا ہے اور یہ بات کچھ بعید نہیں ہے کیونکہ بَعْثَرَةٌ میں دونوں فعلوں کے معنی موجود ہیں۔ پس جس طرح بَسْمَلَ (اس نے بسم اللہ پڑھی) بسم اور اللہ کے لام سے مرکب ہے اسی طرح بَعْثَرَةٌ لفظ بعث اور اِثَارَةٌ کی راء سے مرکب ہے۔ پ۳۰: ۲۵

بُعْثِرَتْ۔ وہ کھود کر اٹھائی گئی، بَعْثَرَةٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ پ۳۰: ۷

بَعْثُكُمْ۔ تمہارا جلانا، تمہارا زندہ کرنا، تمہارا اٹھانا بَعْثٌ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ۔ پ۲۱: ۱۲

بَعَثْنَا۔ ہم نے بھیجا، ہم نے کھڑا کیا، ہم نے اٹھایا بَعْثٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم پ۲: ۷، پ۹: ۳، پ۱۱: ۱۳، پ۱۴: ۱۱، پ۱۵: ۱و۱۳و۱۵، پ۱۹: ۳

بَعَثَنَا۔ اس نے ہم کو اٹھایا۔ بَعَثَ فعل ماضی نَا ضمیر جمع متکلم پ۲۳: ۲

بَعَثْنٰكُمْ۔ ہم نے تم کو اٹھا کھڑا کیا۔ بَعَثْنَا فعل ماضی کُمْ ضمیر جمع متکلم پ۱: ۹

بَعَثْنٰهُمْ۔ ہم نے ان کو اٹھایا، اس میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے پ۱۵: ۱۲و۱۵

بَعَثَهُ۔ اس کو زندہ کیا، اس کو جلایا، بَعَثَ فعل ماضی ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب پ۳: ۳

بَعْدُ۔ پیچھے، ظرف زمان ہے، قَبْلُ کی ضد ہے اضافت اس کو لازمی ہے۔ جب بغیر اضافت کے آئے گا تو یا ضمہ پر مبنی ہوگا یا اس پر دو زبر ہوں گے جیسے بَعْدُ، بَعْدًا، اور مِنْ بَعْدُ قرآن مجید میں بَعْدًا نہیں آیا ہے پ۱: ۳و۸و۹و۱۳و۱۴

پ۲: ۱و۲و۳و۶و۹و۱۰و۱۳و۱۶، پ۳: ۳و۹و۱۰و۱۳و۱۹و۱۷

پ۴: ۱و۲و۶و۹و۱۳، پ۵: ۱و۱۳، پ۶: ۲و۶و۹و۱۰، پ۷: ۳و۱۲

پ۷: ۵و۱۴و۱۵، پ۸: ۱۲و۱۶و۱۷و۱۸، پ۹: ۱و۳و۵و۱۵

پ۱۰: ۶و۸و۱۰و۱۲و۱۶، پ۱۱: ۳و۶و۸و۹، پ۱۲: ۱و۲و۱۳و۱۶

پ۱۳: ۵و۹و۱۱، پ۱۴: ۱۲و۱۳و۱۵و۱۹و۲۰و۲۱، پ۱۵: ۲، پ۱۶: ۵و۷و۸

پ۱۸: ۱و۷و۱۰و۱۲و۱۳و۱۴، پ۱۹: ۱و۱۰و۱۵و۱۶، پ۲۰: ۸و۱۲

پ۲۱: ۲و۳و۵و۶و۸و۹، پ۲۲: ۳و۱۰و۱۳، پ۲۳: ۱۳و۱۵

پ۲۵: ۱و۳و۴و۵و۱۷و۱۸و۱۹، پ۲۶: ۳و۵و۷و۸و۱۱و۱۳

پ۲۷: ۴و۱۷و۱۸، پ۲۸: ۱۷و۱۹، پ۲۹: ۳، پ۳۰: ۳و۲۰و۲۳

بُعْدَ۔ دوری، ہلاکت، لعنت، قُرْبٌ کی ضد ہے، قرب و بعد کی کوئی حد مقرر نہیں ہے بلکہ جگہ اور مقام کے اعتبار سے ایک کو قریب اور

دوسرے کو بعید کہتے ہیں، محسوسات میں تو قرب و بعد کا استعمال بکثرت ہوتا رہتا ہے لیکن کبھی کبھی معقولات کے لئے بھی بعید اور قریب کے الفاظ آتے ہیں جیسے ضَلُّوا ضَلٰلًا بَعِيْدًا (وہ بہت دور بہکے) چونکہ موت ہلاکت اور لعنت میں بھی دوری ہوتی ہے اس لئے بُعْدًا اور بَعُدَ کے معنی اکثر ہلاکت تباہی اور لعنت کے آتے ہیں پ۲۵/۱۰ بُعْدًا پ۱۲/۴و۵و۶و۷و۸ پ۱۸/۳

بَعُدَتْ۔ وہ دور معلوم ہوئی۔ وہ دور لگی۔ (نَصَرَ) بُعْدٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ پ۱۲/۱۲

بَعِدَتْ۔ وہ دور ہوئی۔ اس پر لعنت ہوئی، وہ تباہ ہوئی۔ (سَمِعَ) بَعَدٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ پ۱۲/۸

بَعْدِكَ۔ تیرے پیچھے۔ تیرے بعد، بَعْدِ مضاف كَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ پ۱۶/۱۳

بَعْدِكُمْ۔ تمہارے پیچھے، تمہارے بعد۔ بَعْدِ مضاف كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ پ۸/۳

بَعْدِهٖ۔ اس کے بعد، اس کے پیچھے، بَعْد مضاف ہ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ

پ۱/۶و۱۱ پ۳/۱۵ پ۴/۸ پ۶/۳ پ۷/۱۲ پ۹/۱۳ پ۱۱/۱۳ پ۱۳/۱۲ پ۱۵/۱۲ پ۲۱/۱۲ پ۲۲/۴و۱۳و۱۴ پ۲۳/۱ پ۲۵/۹ پ۲۹/۲۲

بَعْدِهَا۔ اس کے بعد اس کے پیچھے بعد مضاف هَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ پ۹/۹ پ۱۴/۲۰و۲۱ پ۱۶/۱ پ۱۷/۲

بَعْدِهِمْ۔ ان کے بعد، ان کے پیچھے، بَعْدِ مضاف هِمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ پ۳/۱ پ۷/۷ پ۹/۱۱و۱۲ پ۱۱/۷ پ۱۳/۱۴و۱۵ پ۱۶/۷ پ۱۸/۲و۳ پ۲۰/۹ پ۲۲/۶و۷ پ۲۵/۳ پ۲۸/۴

بَعْدَهُنَّ۔ ان کے بعد ان کے پیچھے، بَعْدِ مضاف هُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب مضاف الیہ پ۱۸/۱۴

بَعْدِیْ۔ میرے بعد، میرے پیچھے بَعْدِ مضاف ی ضمیر واحد متکلم۔ مضاف الیہ پ۱/۱۶ پ۹/۸ پ۲۳/۱۲ پ۲۸/۹

بَعْضٍ۔ کچھ، ٹکڑا۔ کل کے اعتبار سے شئے کے کسی جز کو بعض کہتے ہیں اسی لئے کلُّ کے مقابل بولا جاتا ہے۔ پ۱/۳و۹و۱۰ پ۲/۱و۱۷ پ۳/۱و۳و۱۲و۱۳ پ۴/۷و۱۱و۱۴ پ۵/۱و۲و۳ پ۶/۱و۱۱و۱۳ پ۷/۱۲و۱۴ پ۸/۱و۱۲و۱۷ پ۹/۹ پ۹/۱۹ پ۱۰/۹و۱۵ پ۱۱/۵و۱۰ پ۱۲/۳و۵و۱۳ پ۱۳/۷و۱۲ پ۱۴/۱۲ پ۱۵/۲و۲و۱۰و۱۵ پ۱۶/۲و۱۶ پ۱۷/۱۳ پ۱۸/۵و۹و۱۱و۱۳و۱۶ پ۱۸/۱۵و۱۶ پ۱۹/۱۵ پ۲۰/۲و۱۵ پ۲۱/۸و۱۶ پ۲۲/۱۰و۱۱ پ۲۳/۶و۱۱ پ۲۴/۹و۱۳ پ۲۵/۹و۱۲و۱۸ پ۲۶/۵و۷و۱۳و۱۴ پ۲۷/۳ پ۲۸/۱۹ پ۲۹/۲و۹

بَعْضًا پ٢٣/١٤ پ١٩/١٥ پ١٨/٣ و ١٥ پ٥/٢ پ٣/٧ و ١٥
پ٢٥/١٢ پ٢٦

بَعْضُكُمْ تمہارے بعض، تم میں سے بعض، بَعْض مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ پ١/٩
پ٣/٤ پ٤/١١ و ١٣ پ٥/١ و ٢ پ٦/١٣ پ٨/٧ و ٩ پ١٣/١٦ پ١٨/١٣ و ١٥ و ١٦
پ٢٠/١٥ پ٢٣/١١ پ٢٦/٥ و ١٣ و ١٤

بَعْضُنَا ہمارے بعض، ہم میں بعض، بَعْض مضاف نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ پ٣/١٥ پ٩/٢ پ٢٣/١١

بَعْضَهٗ اس کا بعض، بَعْض مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ پ٩/١٩ پ١٣/١١ پ٢٨/١٩

بَعْضِهَا اس کا بعض، بَعْض مضاف هَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ پ١/٩ پ٣/١٢ پ١٣/٧ پ١٤/١١

بَعْضُهُمْ ان کے بعض، بَعْض مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ پ١/٩ پ٣/١ و ١٤
پ٣/١ پ٥/٣ پ٦/١٢ پ٧/٢ پ٩/١ پ١٠/٦ و ١٥ پ١١/٥ پ١٥/٣ و ١٠
پ١٦/٢ پ١٧/١٢ پ١٨/٣ و ٥ پ٢١/١٤ پ٢٢/١٠ و ١٤ پ٢٣/٦ و ١١
پ٢٥/١٢ و ١٣ پ٢٩/٣ پ٣٠/٣

بَعْلٌ ایک بت کا نام، شوہر، خاوند، اصل میں تو بعل، شوہر کو کہتے ہیں اور شوہر کے متعلق چونکہ بیوی پر فوقیت اور غلبہ کا تصور ہوتا ہے اس لئے عربی زبان میں ہر وہ چیز "بعل" کہلاتی ہے جسے دوسرے پر فوقیت حاصل ہو، چنانچہ اہلِ عرب اپنے دیوتا کو جس کے ذریعہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور تقرب کے خواہاں تھے "بعل" کے نام سے یاد کرتے تھے، کیونکہ وہ اس کا مرتبہ اپنے سے اعلیٰ وارفع سمجھتے تھے یہ امام راغب کی تحقیق ہے، عرب میں یہ لفظ اس معنی میں زیادہ تر اہلِ یمن میں مستعمل تھا، چنانچہ ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں اور ابراہیم حربی نے غریب الحدیث میں عکرمہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی نظر ایک شخص پر پڑی جو گائے ہانکتا جا رہا تھا، اس شخص کی زبان سے نکلا من بعل هذه اس گائے کا مالک کون ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے اس کو بلا کر پوچھا کہ تو کون ہے کہنے لگا کہ میں یمن کا رہنے والا ہوں، حضرت ابنِ عباسؓ نے فرمایا کہ اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا کی زبان یہی ہے کہ بعل سے مراد مالک اور رب ہے[1]۔ مولانا سید سلیمان صاحب ندوی فرماتے ہیں۔

• ہمارے مفسرین نے عکرمہ، مجاہد اور قتادہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ "بعل" یمن کی زبان میں آقا اور مالک

[1] فتح الباری کتاب التفسیر سورۃ الصافات۔

کو کہتے ہیں اور یہ حضرت الیاسؑ کی قوم کا بت تھا اور
اسی لئے عربی میں شوہر کو بعل کہتے ہیں، ہمارے مفسرین
اور اہلِ لغت کا بیان بالکل صحیح ہے لیکن صرف اس
تخصیص سے انکار ہے کہ یہ صرف یمن کی زبان کا لفظ ہے،
صحیح یہ ہے کہ یہ لفظ تمام سامی زبانوں میں پایا جاتا ہے،
یہ بھی اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ بعل صرف قومِ الیاس
میں نہیں بلکہ اکثر مشرقی سامی قوموں میں پوجا جاتا تھا
بعلبک، ملک شام کا ایک قدیم شہر ہے جو اسی بعل
دیوتا کی طرف منسوب ہے، روایتوں میں ہے کہ یہ دیوتا
سونے کا تھا، چودہ ہاتھ لمبا تھا اور اس کے چار منہ تھے
توراۃ میں اس کے تین طریقے سے نام آئے ہیں "بعل"
"بعل فغور" "بعل بریث"

"بعل" کے لئے مذبح، قربانگاہ اور ہیکل بنتے
تھے، لوبان اور دیگر بخورات ان میں جلائے جاتے، اولاد
کو اس کی خاطر آگ میں ڈال دیا جاتا تھا اور یہ بہترین
قربانی سمجھی جاتی تھی بعل کی پوجا کے لئے خاص قسم کے
برتن اور ظروف ہوتے تھے، سامی قوموں میں اور مدین
کے مہالوں میں بعل کی پوجا کے یہی سب رسوم تھے،
غالباً مدین میں بھی یہی جاری ہوں گے۔
مستشرقین یورپ کی تحقیق کے مطابق "بعل"
ستارہ زحل کا نام تھا جس کی دوسری مانوس عربی شکل
"ہبل" ہے، اس کی مدین میں پرستش ہوتی تھی اور اونٹ
(ابل) کی قربانی اس کے لئے سب سے بہتر سمجھی جاتی تھی[1] پ ۲۳/۸

بَعْلِهَا ۔ اس (عورت) کا شوہر، اس کا خاوند بَعْلِ
مضاف هَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ پ ۵/۱۶

بَعْلِی ۔ میرا خاوند، میرا شوہر بَعْلِ مضاف ی ضمیر
واحد متکلم مضاف الیہ پ ۱۲/۷

بَعُوْضَةً ۔ مچھر، بَعْضٌ سے مشتق ہے، چونکہ تمام
حیوانات کی بہ نسبت اس کا جسم ذرا سا ہوتا ہے
اس لئے اس کو "بعوضہ" کہنے لگے۔ پ ۱/۳

بُعُوْلَتِهِنَّ ۔ ان (عورتوں) کے شوہر، ان کے
خاوند، بُعُوْلَةٌ بَعْلٌ کی جمع ہے جیسے فَحْلٌ
اور فُحُوْلَةٌ مضاف ہے هُنَّ ضمیر جمع مؤنث
غائب مضاف الیہ پ ۲/۱۲ پ ۱۸/۱۰

بَعِیْدٌ ۔ دور، بُعْدٌ سے مشتق ہے، صفت مشبہ
کا صیغہ ہے پ ۲/۵ پ ۱۲/۷و۸ پ ۱۳/۱۳و۱۵ پ ۱۷/۷و۹و۱۳
پ ۱۸/۱۷ پ ۱۹/۱۷ پ ۲۲/۷و۱۲ پ ۲۳/۱۹ پ ۲۵/۱و۳ پ ۲۶/۱۵و۱۶و۱۷
بَعِیْدًا پ ۳/۱۱ پ ۵/۶و۱۵و۱۷ پ ۶/۳ پ ۲۹/۷

بَعِیْرٍ اونٹ، شتر، اسم جنس ہے۔ لفظ انسان کی طرح
مذکر و مؤنث دونوں پر بولا جاتا ہے پ ۱۳/۲و۳

؎ ارض القرآن ج ۲ ص ۱۷۶ و ۱۷۷ طبع معارف سنہ ۱۳۴۲ھ

فصل الغین المعجمة

بِغَاءِ۔ بدکاری، زناکاری، اصل میں بغاء کے معنی حد سے تجاوز کرنے کے ہیں چونکہ زنا حد سے تجاوزی ہے اس لئے عام طور پر بغاء کے معنی زناکاری کے آتے ہیں پ ۱۸/۱۰

بِغَالَ۔ خچر، بَغْلٌ کی جمع ہے۔ پ ۱۴/۸

بَغَتْ۔ اس نے سرکشی کی، اس نے بغاوت کی (ضَرَبَ) بَغْیٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب پ ۲۶/۱۲

بَغْتَةً۔ ایک دم، اچانک، یکایک پ ۷/۱۰، ۱۱ پ ۹/۱۳، ۱۴ پ ۱۳/۹ پ ۱۷/۱۴، ۱۳ پ ۱۹/۱۵ پ ۲۱/۲ پ ۲۳/۳ پ ۲۵/۱۲ پ ۲۶/۶

بَغْضَاءَ۔ بغض، نفرت، مصدر ہے حُبٌّ کی ضد ہے پ ۴/۳ پ ۶/۱۴، ۱۲ پ ۷/۲ پ ۲۸/۷

بَغَوْا۔ انھوں نے سرکشی کی، انھوں نے بغاوت کی، بَغْیٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ پ ۲۵/۴

بَغْیِ۔ سرکشی، زیادتی، ضد، مصدر ہے۔ جہاں میانہ روی چاہئے وہاں میانہ روی سے بڑھنے کی خواہش کرنے کو بَغْیٌ کہتے ہیں خواہ میانہ روی سے تجاوز عمل میں آیا ہو یا نہ آیا ہو۔ بغیٌ کا استعمال کمیت اور کیفیت یعنی مقدار اور وصف دونوں کے متعلق ہوتا ہے (ملاحظہ ہو اَلْبَغْیُ) پ ۹/۱۱

پ ۱۴/۱۹ پ ۲۵/۵ بَغْیًا پ ۴/۱۱ پ ۷/۱۰ پ ۱۱/۱۲ پ ۲۵/۱۸، ۳

بَغَىٰ۔ اس نے سرکشی کی، اس نے زیادتی کی، بَغْیٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب پ ۲۰/۱۱ پ ۲۳/۱۱

بُغِیَ (اس پر) زیادتی کی گئی، بَغْیٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب پ ۱۷/۱۵

بَغِیًّا۔ بدکار، بَغْیٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ پ ۱۶/۵

بَغْیُکُمْ۔ تمہاری سرکشی، بَغْیُ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ پ ۱۱/۸

بَغْیِهِمْ۔ ان کی سرکشی، بَغْیِ مضاف هِمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ پ ۸/۵

فصل القاف

بَقَرَ۔ بیل، گائے۔ اسم جنس ہے مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے پ ۱/۸ پ ۸/۴، ۵

بَقَرَاتٍ۔ گائیں، بَقَرَةٌ کی جمع پ ۱۲/۱۴

بَقَرَةً۔ گائے، واحد ہے۔ اس کی جمع بَقَرٌ اور بَقَرَاتٌ آتی ہے پ ۱/۸

بُقْعَةِ۔ زمین، قطعہ زمین بِقَاعٌ اور بُقَعٌ جمع پ ۲۰/۲

بَقْلِهَا۔ اس کا ساگ، اس کی ترکاری۔ بَقْلِ مضاف هَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ پ ۱/۷

بَقِیَ (س) بچ گیا، وہ باقی رہا (مصدر) بَقَاءٌ ہے۔
جس کے معنی کسی شے کے اپنی پہلی حالت پر باقی
رہنے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔

بَقِیَّۃٌ۔ بچی ہوئی چیز، باقی ماندہ، باقی رکھا ہوا بروزن
فَعِیْلَۃٌ بَقَاءٌ سے صفتِ مشبہ کا صیغہ ہے قرآن مجید
میں حضرت طالوت کے ذکر میں جب ان کو
بادشاہ ماننے سے انکار کر دیتے ہیں تو ان کے
نبی فرماتے ہیں۔

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ	اور بنی اسرائیل کی اس جماعت
إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ	سے ان کے نبی نے کہا کہ طالوت
يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ	کی سلطنت کا نشان یہ ہے کہ
فِيهِ سَكِينَةٌ	تمہارے پاس صندوق آجائیگا
مِنْ رَبِّكُمْ	جس میں تمہارے پروردگار کی
وَبَقِيَّةٌ مِمَّا	طرف سے دلجمعی ہے اور کچھ بچی
تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ	ہوئی چیزیں ہیں جن کو حضرت
وَآلُ هَارُونَ	موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام
تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ	کی اولاد چھوڑ گئی ہے فرشتے اس کو

اٹھائے ہوئے ہوں گے۔

یہ بچی ہوئی چیزیں کیا تھیں، تورات کی دو لوحیں
کچھ ٹوٹی ہوئی لوحوں کا ریزہ، حضرت موسیٰ علیہ السلام
کا عصا اور ان کی نعلین، حضرت ہارون علیہ السلام
کا عمامہ اور عصا اور ایک تفیز (ایک پیمانہ کا نام)
مَن جو بنی اسرائیل پر نازل ہوتا تھا [1]

آیت کریمہ فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُونِ مِنْ قَبْلِكُمْ أُولُو
بَقِيَّةٍ يَنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْأَرْضِ (پس
کیوں نہ ہوئے تم سے پہلے قرنوں میں وہ لوگ
جن میں اثر رہا ہو کہ ملک میں فساد کرنے سے
منع کرتے) میں "اولو بقیۃ" سے مراد وہ لوگ ہیں
جن کی رائے اور عقل باقی رہے یا ارباب فضل
مراد ہیں، فضل کو بقیہ اس لئے کہا گیا کہ انسان
اپنے میں سب سے اچھی چیز کو باقی رکھنے کا
خواہشمند ہوتا ہے۔ اسی لئے عرب والے بولتے
ہیں فلان من بقیۃ القوم یعنی فلاں آدمی
قوم میں عمدہ ہے، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بقیہ تقیہ
کی طرح مصدر ہو اس صورت میں "اولو بقیہ"
کے معنی "ذو بقاء" کے ہوں گے یعنی وہ لوگ
جو اپنی جانوں کو عذاب سے بچائیں اور محفوظ
رکھیں [2] پ ۱۲ ع ۱۰

فصل الکاف

[1] ملاحظہ ہو معالم التنزیل امام بغوی ج ۱ ص ۲۱۶ طبع مصر ۱۳۳۲ھ [2] ملاحظہ ہو انوار التنزیل قاضی بیضاوی ج ۱ ص ۳۲۸ طبع مصر

بِكَ ۔ تجھے، تجھ کو، تیرے ساتھ، تیرے ذریعہ تیرے متعلق، ب حرف جر، کَ ضمیر واحد مذکر حاضر مجرور متصل (ملاحظہ ہو ب) پ ۳/۱۲ پ ۵/۳ پ ۹/۱۸ پ ۱۲/۴ پ ۱۴/۱۸ پ ۱۷/۶ پ ۱۹/۱۵ پ ۲۰/۵ پ ۲۵/۱۰

بَكَتْ ۔ وہ روئی (ضَرَبَ) بُكَاءٌ سے جس کے معنی رونے کے ہیں ماضی کا صیغہ، واحد مؤنث غائب پ ۲۵/۱۲

بِكْرٌ بن بیاہی۔ جس نے بچہ نہ دیا ہو، کنواری لڑکی کو بھی کہتے ہیں۔ پ ۱/۸

بُكْرَةً ۔ دن کا اول حصہ، صبح، پ ۱۶/۴ و ۷ پ ۱۹/۱۶ پ ۲۲/۳ و ۵ پ ۲۶/۹ پ ۲۷/۹ پ ۲۹/۲

بِكُمْ ۔ تم سے، تم کو، تمہارے ساتھ، تمہارے ذریعہ تمہارے متعلق، ب حرف جر کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مجرور متصل۔ پ ۱/۹ پ ۲/۲ و ۷ پ ۳/۷ پ ۵/۳ و ۱۲ و ۱۶ پ ۸/۹ پ ۱۰/۱۲ پ ۱۱/۱ پ ۱۲/۷ پ ۱۳/۲ و ۵ پ ۱۴/۸ و ۱۳ پ ۱۵/۹ و ۷ و ۱۳ پ ۱۹/۴ پ ۲۱/۱۰ و ۱۳ و ۱۸ پ ۲۲/۱۹ پ ۲۳/۱۳ پ ۲۶/۱ و ۱۰ پ ۲۷/۷ و ۱۶ پ ۲۸/۸ پ ۲۹/۲

بُكْمٌ ۔ گونگے، اَبْكَمُ کی جمع جس کے معنی پیدائشی گونگے کے ہیں پ ۱/۲ پ ۲/۵ پ ۹/۱۰ پ ۱۴ بُكْمًا پ ۱۵/۱۱

بَكَّةَ ۔ مکہ معظمہ کا نام ہے۔ مجاہد سے یہی منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ با میم سے بدل گئی ہے جیسے سبد الراسہ اور سمدہ اور لازب اور لازم بعض اندرون مکہ کا نام بتلاتے ہیں بعض کہتے ہیں مسجد کا نام ہے بعض بیت اللہ اور بعض مطاف کو بیان کرتے ہیں تَبَاكٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنی ازدحام کے ہیں۔ چونکہ وہاں طواف کے لئے لوگوں کا ازدحام ہوتا ہے اس لئے اس کو بکہ کہا گیا، بعض کہتے ہیں کہ بکہ بَكٌّ سے مشتق ہے جس کے معنی مزاحمت کرنے، پھاڑ ڈالنے اور بگاڑ ڈالنے کے ہیں چونکہ سنت الٰہی جاری ہے کہ جو یہاں الحاد پھیلاتا اور ظلم پر کمر باندھتا ہے اس کی گردن توڑ ڈالی جاتی ہے اس لئے مکہ کا نام بکہ ہوا پ ۴/۱

بُكِيًّا روتے ہوئے، بَاكِيٌ کی جمع جس کے معنی رونے والے کے ہیں، اصل میں تو بُكُوْيٌ فُعُوْلٌ کے وزن پر تھا جیسے سَاجِدٌ اور سُجُوْدٌ اور رَاكِعٌ اور رُكُوْعٌ اور قَاعِدٌ اور قُعُوْدٌ لیکن جَاثٍ اور جُثِيٌّ اور عَاتٍ اور عُتِيٌّ کی طرح اس کے واو کو یا سے بدلا گیا اور یا کا یا میں ادغام کر دیا گیا۔ بُكِيٌّ کا استعمال اندوہگیں ہونے اور آنسو بہانے دونوں کے متعلق ہوتا ہے اور صرف اندوہگیں ہونے اور صرف آنسو بہانے کے معنی میں بھی آتا ہے پ ۱۶/۵

فصل اللام

بَلْ. بلکہ. بَلْ کے بعد یا مفرد واقع ہوگا یا جملہ،
اگر مفرد ہو تو اس صورت میں یہ حرف عطف ہے
مگر قرآن مجید میں اس کے بعد کہیں مفرد نہیں آیا۔
اور اگر جملہ واقع ہو تو حرف اضراب ہے یعنی ماقبل
سے اعراض کے لئے آتا ہے اور تدارک یعنی اصلاح
کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ تدارک کی دو صورتیں
ہیں ایک تو یہ کہ مابعد ماقبل کا مناقض ہو لیکن
اس صورت میں کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ مابعد
کے حکم کی تصحیح سے ماقبل کا ابطال مقصود ہوتا ہے
اور کبھی اس کے برخلاف ثانی کا ابطال اور ماقبل
کی تصحیح منظور ہوتی ہے جیسے اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ
اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ۔ كَلَّا بَلْ
رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (جب
ہماری آیتیں اس کے سامنے تلاوت کی جاتی ہیں
تو کہہ دیتا ہے کہ اگلوں کی کہانیاں ہیں، ہرگز نہیں
بلکہ انھوں نے جو برائیاں کمائی ہیں اس سے
ان کے دلوں پر زنگ لگ گیا ہے) مطلب یہ ہے
کہ قرآن تو اگلوں کی کہانیاں نہیں بلکہ ان کمبختوں
کے دلوں پر زنگ لگ گیا ہے اب یہاں زنگ کے
اثبات سے کہانی ہونے کا ابطال مقصود ہے
اسی طرح فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ
فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ ۵ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ ۵ وَ
اَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ۵ فَيَقُوْلُ
رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ۵ كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ۵
وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ وَتَاْكُلُوْنَ
التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ۵ وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ۵
(پس آدمی (کا حال یہ ہے کہ) جب اس کا پروردگار
آزماتا ہے اور اس کو عزت اور نعمت دیتا ہے تو
وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے میرا اکرام کیا اور جب
اس کو آزماتا ہے پس اس پر تنگ کرتا ہے اس کی
روزی تو کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے ذلیل کیا،
ہرگز نہیں بلکہ تم قدر نہیں کرتے یتیم کی اور نہ ایک
دوسرے کو ترغیب دیتے ہو محتاج کے کھلانے کی،
اور تم کھا جاتے ہو میراث کا مال سارا سمیٹ کر اور
عزیز رکھتے ہو مال کو جی بھر کر) مطلب یہ ہے کہ رزق
کی فراخی یا تنگی دربار الٰہی میں اکرام یا اہانت کی دلیل
نہیں بلکہ یہ پروردگار کی طرف سے آزمایش ہے مگر
بے جگہ مال کو خرچ کرنے کی وجہ سے لوگوں نے
اس حقیقت کو دل سے بھلا دیا، یہاں پر دوسرے
امر کا ابطال منظور ہے اور اول کی تصحیح یعنی آزمایش

کا اثبات کیا جا رہا ہے اور روزی کی کشائش یا تنگی کی بنا پر عزت یا اہانت کا ابطال ہو رہا ہے۔

بل کی دوسری صورت یہ ہے کہ پہلے حکم کو برقرار رکھکر اس کے بعد کو اس حکم پر اور زیادہ کر دیا جائے جیسے بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ (بلکہ انھوں نے کہا کہ خیالات پریشان ہیں بلکہ اس کو آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے گھڑ لیا ہے، بلکہ یہ شاعر ہے) مطلب یہ ہے کہ ایک تو قرآن کو خیالاتِ پریشان کہتے ہیں اور پھر مزید اسے افترا بتلاتے ہیں اور اسی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ نعوذ باللہ آپ کو شاعر سمجھتے ہیں۔

قرآن مجید میں بَلْ جہاں بھی آیا ہے ان ہی دونوں معنی میں سے کسی ایک معنی میں اس کا استعمال ہوا ہے۔ امام راغب لکھتے ہیں وجمیع مافی القرآن من لفظ بل لا یخرج من احد هذین الوجهین وان دق الکلام فی بعضه (قرآن میں جتنی جگہ بھی بل ہے ان دونوں معنی میں سے کسی ایک معنی کے لئے ہے اگرچہ بعض جگہ پر کلام دقیق ہے) اسی دقتِ کلام کی بنا پر بعض اکابر علمائے نحو سے یہ غلطی سرزد ہوگئی کہ انھوں نے یہ کہدیا کہ بل کا استعمال قرآن مجید میں صرف معنی ثانی ہیں ہوا ہے چنانچہ صاحب بسیط نے یہی کہا ہے نیز ابن الحاجب نے شرح مفصل میں اور ابن مالک نے الفیہ میں یہی دعویٰ کیا ہے لیکن علامہ ابن ہشام اور امام سیوطی نے صراحت کے ساتھ اس دعویٰ کو وہم بتلایا ہے۔[1]

ب ١/١١و١٢و١٣و١٩ — ٢/٣و٥ — ٣/٣
٤/٧و٨و٩ — ٥/٣ — ٦/٣و٧و١٢ — ٧/٩و١٠ — ٨/١٨ — ٩/١٢ — ١١/٩
١٢/٣و١٢ — ١٣/٣و١٠و١١ — ١٤/١و٥و١٦و٢٠ — ١٥/١٨و٢٠ — ١٦/١٣
١٧/١و٢و٣و٣و٥و٧ — ١٨/٢و٥و٧و١٢و١٤ — ١٩/٢و٩و
١٩/١٥و١٨و١٩ — ٢٠/١ — ٢١/١و٢و٧و١٠و١٣و١٣ — ٢٢/٧و٩و١٠
٢٢/١١و١٩و١٩ — ٢٣/٥و٦و٧و١٠و١٣و١٤ — ٢٤/٢و٣و١٣ — ٢٥/٨و٩و١٣
٢٥/١٣ — ٢٦/٣و٣و١٠و١٣و١٥ — ٢٧/٢و٣و٩و١٠و١٥ — ٢٩/٣

بَلَاءٌ: آزمائش، مصدر ہے، جب اس کی ماضی باب سَمِعَ سے آتی ہے تو اس کے معنی بوسیدہ ہونے کے آتے ہیں اور جب باب نَصَرَ سے آتی ہے تو امتحان و آزمائش کے معنی ہوتے ہیں۔ غم کو بھی بلا اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ جسم کو گھلا دیتا ہے۔ تکلیف کا نام بھی اسی لئے بلا ہوا کہ جتنی تکلیفیں ہیں سب بدن پر گراں ہیں۔ آیت کریمہ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى

[1] ملاحظہ ہو اتقان ج ۱ ص ۱۶۰ طبع مصر۔

نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصَّابِرِيْنَ (اور
یقیناً ہم تم کو آزمائیں گے یہاں تک کہ ہم تم میں سے
جہاد کرنے والوں اور صبر کرنے والوں کو ظاہر
کردیں) سے صاف ظاہر ہے کہ تکالیف آزمائش
کے لئے ہوتی ہیں، اللہ تعالیٰ کبھی تو بندوں کو
فراخی دیکر آزماتا ہے تاکہ وہ شکر گزار بن جائیں اور کبھی
تنگی کے ذریعہ امتحان فرماتا ہے کہ وہ صبر میں پورے
اتریں، ارشاد ہے وَ نَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً
(اور ہم تم کو جانچتے ہیں برائی اور بھلائی سے آزمانے کو)
بہ نسبت شکر کے صبر کے حقوق کی بجاآوری زیادہ
آسان ہے اسی لئے نعمت میں بہ نسبت محنت و
مشقت کے زیادہ آزمائش ہے حضرت عمر رضی اللہ
فرماتے ہیں بلینا بالضراء فصبرنا و بلینا
بالسراء فلم نصبر (ہم لوگوں کو تکلیف سے
آزمایا گیا تو صابر رہے اور فراخی سے آزمایا تو صبر میں
پورے نہ اترے) حضرت علیؓ فرماتے ہیں من وسع
علیہ دنیاہ ولم یعلم انہ قد مکر بہ فھو مخدوع
عن عقلہ (جس پر دنیا فراخ کی گئی اور وہ یہ پتہ
نہ چلا سکا کہ آزمائش کی گرفت میں ہے تو وہ عقل
سے کھویا گیا) آیت کریمہ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاءٌ
مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ (اور اس میں تمہارے
پروردگار کی طرف سے بڑی آزمائش تھی) میں
نعمت و مشقت دونوں طرح کی آزمائش کا مذکور ہے
فرعون سے نجات دینا نعمت اور بچوں کا قتل
اور عورتوں کا جیتا رکھنا مشقت تھی۔ اسی طرح
وَآتَيْنَاهُمْ مِّنَ الْآيَاتِ مَا فِيْهِ بَلَاءٌ مُّبِيْنٌ
(اور ہم نے ان کو ایسی صاف نشانیاں دیں جن
میں کھلی آزمائش تھی) میں بھی دونوں قسم کی آزمائش
کا ذکر ہے۔ پ۱ ۶ پ۹ ۶و۱۶ پ۱۳ ۱۲ پ۱۷ ۵ پ۲۵ ۱۵

بِلَادٌ - شہر، بَلَدٌ کی جمع پ۲ ۱۱ پ۳ ۶ پ۴ ۱۲ پ۳۰ ۱۲

بَلَاغٌ - پہنچا دینا، کافی ہونا، مصدر ہے۔ یہ لفظ
قرآن مجید میں بمعنی تبلیغ آیا ہے اِنَّ فِیْ هٰذَا
لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِیْنَ (اس میں کفایت ہے
عبادت کرنے والی جماعت کے لئے) میں "بلاغ"
بمعنی کافی ہونے کے ہے پ۳ ۱۰ پ۶ ۳و۴ پ۱۳ ۱۱و۱۹
پ۱۴ ۱۱و۱۷ پ۱۵ ۱۳ پ۲۰ ۱۳ پ۲۲ ۱۱ پ۲۵ ۹ پ۲۶ ۴ پ۲۹ ۱۹
بَلٰغًا پ۱۷ ۲ پ۲۹ ۱۲

بَلَدٌ شہر پ۸ ۱۳ پ۱۳ ۱۸ پ۱۴ ۴ پ۲۲ ۱۳ پ۳۰ ۱۵و۲۰ بَلَدًا پ۱۵
بَلْدَةٌ پ۱۹ ۲ پ۲۰ ۸ پ۲۲ ۸ پ۲۵ ۷

بَلَغَ وہ پہنچا (نَصَرَ) بُلُوْغٌ اور بَلَاغٌ سے جس کے
معنی انتہائی مقصد اور منتہی تک پہنچنے کے آتے
ہیں خواہ وہ مقصد و منتہی کوئی مقام ہو یا وقت یا

اور کوئی شے، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب

پ ۴/۸، ۱۳/۱۳، ۱۶/۳، ۱۸/۱۲، ۲۰/۵، ۲۳/۷، ۲۶/۳

بَلِّغْ۔ تو پہنچا دے، تو تبلیغ کردے۔ تَبْلِیْغٌ سے جس کے معنی پہنچا دینے کے ہیں۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ پ ۶/۱۴

بَلَغَا۔ وہ دونوں پہنچے، بُلُوْغٌ سے، ماضی کا صیغہ تثنیہ مذکر غائب پ ۱۵/۲۱

بَلَغْتُ۔ میں پہنچا، بُلُوْغٌ سے۔ ماضی کا صیغہ واحد متکلم پ ۱۶/۳

بَلَغْتَ۔ تو پہنچا۔ بُلُوْغٌ سے۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر پ ۱۶

بَلَغَتْ۔ وہ پہنچی، بُلُوْغٌ سے۔ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب پ ۲۱/۱۹، ۲۷/۱۹، ۲۹/۱۷

بَلَّغْتَ تو نے تبلیغ کی، تو نے پہنچایا تَبْلِیْغٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ پ ۶

بَلَغْنَ۔ وہ (عورتیں) پہنچیں۔ بُلُوْغٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مؤنث غائب پ ۲/۱۳، ۲۸/۱۷

بَلَغْنَا۔ ہم پہنچے۔ بُلُوْغٌ سے۔ ماضی کا صیغہ جمع متکلم۔ پ ۸

بَلَغَنِیَ مجھے آپہنچا، بَلَغَ۔ صیغہ ماضی ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم پ ۳/۱۳

بَلَغُوْا۔ وہ پہنچے، بُلُوْغٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب پ ۴/۱۲، ۲۲/۱۱

بَلَوْنَا۔ ہم نے آزمایا۔ (نَصَرَ) بَلَاءٌ اور بَلْوٌ سے۔ جس کے معنی آزمانے کے ہیں ماضی کا صیغہ جمع متکلم پ ۲۹

بَلَوْنٰهُمْ۔ ہم نے ان کو آزمایا۔ اس میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے پ ۹، ۲۹

بَلٰی۔ ہاں، الف اس میں اصلی ہے، بعض کہتے ہیں کہ زائد ہے اصل میں بل تھا کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ تانیث کے لئے ہے کیونکہ اس کا امالہ ہوتا ہے، بَلٰی کا استعمال دو جگہ پر ہوتا ہے ایک تو نفی ماقبل کی تردید کے لئے جیسے زَعَمَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ یُّبْعَثُوْا قُلْ بَلٰی وَرَبِّیْ لَتُبْعَثُنَّ (کافر دعویٰ کرتے ہیں کہ ہرگز وہ نہیں اٹھائے جائیں گے، تو کہدے کیوں نہیں قسم ہے میرے رب کی تمہیں ضرور اٹھایا جائے گا) دوسرے یہ کہ اس استفہام کے جواب میں آئے جو نفی پر واقع ہے خواہ استفہام حقیقی ہو جیسے الیس زید بقائم (کیا زید کھڑا نہیں) اور جواب میں کہا جائے بلٰی یا استفہام توبیخی جیسے اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَہٗ ۔ بَلٰی قٰدِرِیْنَ عَلٰٓی

اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ (کیا انسان یہ گمان کرتا ہے کہ ہم ہرگز اس کی ہڈیاں جمع نہیں کریں گے کیوں نہیں بلکہ ہم قدرت رکھتے ہیں کہ اس کی پور پور درست کردیں) یا استفہام تقریری ہو جیسے اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا (کیا میں تمہارا رب نہیں، انھوں نے کہا ہاں (تو ہی ہے) ہم گواہ ہیں) نعم اور بلٰی میں فرق یہ ہے کہ نعم استفہام مجرد کے جواب میں آتا ہے اور بلٰی بالاتفاق ایجاب کے جواب میں نہیں آتا بلکہ اس استفہام کے جواب میں آتا ہے جو مقترن نفی ہو نیز بلٰی ابطال نفی کے لئے آتا ہے اور نعم تصدیق ماقبل کے لئے

بَلِيْغًا۔ اثر کرنے والا، پہنچنے والا، بلاغت والا، بروزن فَعِيْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ بَلَاغَةٌ سے مشتق ہے۔ کسی شے کے بلیغ ہونے کے دو معنی ہیں ایک تو یہ کہ وہ شے بذاتہ بلیغ ہو یعنی زبان اور لغت کے اعتبار سے درست ہو، معنی مقصود کے مطابق ہو اور حقیقت کے اعتبار سے صحیح ہو۔ ان تینوں اوصاف میں سے اگر ایک وصف بھی کم رہا تو بلاغت میں نقصان رہیگا دوسرے یہ کہ قائل اور مقول لہ یعنی جس سے کہا جائے دونوں کے اعتبار سے بلیغ ہو مطلب یہ ہے کہ کہنے والا جو کہنا چاہتا ہے اس کو اس خوبی سے ادا کرے کہ جس سے کہا جا رہا ہے وہ اس کو مان لے۔ آیت شریفہ وَقُلْ لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًاۢ بَلِيْغًا (اور ان سے کہہ ان کے حق میں بات اثر کرنے والی) میں قول بلیغ کو دونوں معنی پر محمول کیا جا سکتا ہے۔

فصل المیم

بِمَ۔ کس چیز کے ساتھ۔ کیا چیز سے۔ ب حرف جر اور مَا استفہامیہ ہے۔ حرف جر کے آنے کی وجہ سے اس کے آخر سے الف حذف کر دیا گیا ہے اور فتحہ کو اپنے حال پر باقی رکھا گیا تاکہ مَا استفہامیہ اور مَا موصولہ میں امتیاز ہو سکے۔ کیونکہ مَا موصولہ میں الف کو حذف نہیں کیا جاتا۔

بِمَا۔ اس چیز سے، ب کے بعد مَا مصدریہ بھی بن سکتا ہے اور موصولہ بھی (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ب اور مَا)

ب ٥: ٢و٣و٦و٩و١٣و١٦و١٧ - ب ٦: ٢و٣و٦و٧و١٠و١١و١٥و

١٤و١٥ - ب ٧: ١و٢و٤و٩و١١و١٣و١٤و١٦و١٩

ب ٨: ١و٢و٣و٤و٧و٨و٩و١١و١٢و١٦و١٧ - ب ٩: ٢و٣و٦و

٩و١٠و١١و١٢و١٨و١٩ - ب ١٠: ٢و٣و٦و٧و٨و٩و١٠و١٤و١٦و١٧

ب ١١: ١و٢و٣و٦و٧و٨و٩و١٠و١٢و١٣ - ب ١٢: ٣و٤و٨و٩و

١٠و١١و١٢ - ب ١٣: ٣و٤و٩و١٠و١١و١٤و١٦ - ب ١٤: ٣و٥و٦و

١٠و١٣و١٨و١٩و٢٠و٢٢ - ب ١٥: ٣و٧و١٥و١٦ - ب ١٦: ٣و٥و١٣

ب ١٧: ٨و١٦ - ب ١٨: ٣و٤و٥و٦و٩و١٠و١٢و١٣و١٥و١٦

ب ١٩: ٣و١٠و١١و١٣و١٧و١٩ - ب ٢٠: ٣و٥و٨و٩و١٣و١٦

ب ٢١: ٤و٧و٨و١١و١٢و١٥و١٦و١٨ - ب ٢٢: ٤و٨و١٠و١١و

١٢و١٣و١٦ - ب ٢٣: ١و٣و١١و١٥ - ب ٢٤: ٤و٧و١٣و١٤و١٦و

١٦و١٨و١٩ - ب ٢٥: ١و٣و٥و٦و٨و١١و١٣و١٨و١٩

ب ٢٦: ١و٢و٣و٥و٩و١٠و١١و١٧ - ب ٢٧: ٣و٦و٧و١٣و١٧و١٩

ب ٢٨: ٢و٦و٧و١١و١٣و١٥ - ب ٢٩: ٥و٦و١٢و١٦و١٧و

١٩و٢٢ - ب ٣٠: ٩

بِمَنْ ۔اس کے ساتھ۔اس کو، ب حرف جار مَنْ مجرور (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ب اور مَنْ) ب ٢٢ ب ٢: ٦و٩ ب ١٩: ١٩ ب ٢٠: ٧و١٦ ب ٢٧: ٦ ب ٢٩: ٣و١١ ۔

فصل النون

بِنَا ۔ہمارے ساتھ، ہم کو، ب حرف جر نَا ضمیر جمع متکلم مجرور متصل ب ١٢: ٢ ب ١١: ١١ ب ١٣: ٤ ب ١٤: ١١ ب ٢٠: ١١

بِنَاءٌ ۔چھت، عمارت، جو چیز بنائی جائے بناء کہلاتی ہے۔ ب ١: ٣ ب ١٣: ١٢ ب ٣٠: ٤

بَنَّآءٍ ۔عمارت بنانے والا، معمار، بروزن فَعَّالٌ بِنَاءٌ سے مشتق ہے جس کے معنی عمارت بنانے کے ہیں اگرچہ مبالغہ کے وزن پر ہے مگر بمعنی اسم فاعل ہے ب ٢٣: ١٢

بَنَاتٌ ، بیٹیاں، بِنْتٌ اور اِبْنَةٌ کی جمع جس کے معنی بیٹی کے ہیں ب ١٨: ١٥ ب ٢٣: ١٢ ب ٢٣: ٣ ب ٢٣: ٩ ب ٢٥: ٨

بَنَاتِكَ ، تیری بیٹیاں، بَنَاتِ مضاف كَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ ب ٢٢ ب ٥

بَنَاتُكُمْ ، تمہاری بیٹیاں، بَنَاتُ مضاف كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ۔ ب ١٥

بَنَاتِيْ ۔میری بیٹیاں، بَنَاتِ مضاف ی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ۔ حضرت لوط علیہ السلام کے ذکر میں جو وارد ہے قَالَ يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ (کہ انھوں نے فرمایا اے میری قوم یہ میری بیٹیاں موجود ہیں وہ تمہارے واسطے بہت پاکیزہ ہیں) یہاں بیٹیوں سے صلبی بیٹیاں مراد ہیں یا امت کی عورتیں۔ اس بارے میں دو قول ہیں

بعض کا خیال ہے کہ ان کی حقیقی بیٹیاں مراد ہیں
اس وقت میں کافر سے بیاہ دینا منع نہ تھا اور
حضرت لوط علیہ السلام نے یہ بات اپنی قوم کے
سرداروں اور رئیسوں سے کہی تھی، پوری بستی
کے لوگ مخاطب نہ تھے کیونکہ ظاہر ہے کہ چند
لڑکیاں جم غفیر کو نہیں پیش کی جا سکتی تھیں، لیکن
صحیح یہ ہے کہ بیٹیوں سے مراد ان کی امت کی
عورتیں ہیں اور ان کو بیٹی اس لئے کہا گیا کہ ہر نبی
اپنی امت کے لئے بمنزلہ باپ کے ہوتا ہے بلکہ باپ
سے بھی زیادہ، ظاہر ہے کہ اس صورت میں اس
تاویل کی بھی ضرورت باقی نہیں رہتی کہ صرف چند
اشخاص ہی کو مخاطب قرار دیا ہے بلکہ بظاہر سیاق
قرآن کے مطابق پوری قوم مخاطب سمجھی جائے گی
پ۱۲ پ۱۴

بَنَانٌ۔ پوریں، انگلیوں کے سرے بَنَانَةٌ کی جمع
جس کے معنی پورے کے ہیں جس طرح تمرۃ کی جمع
بحذف تا تمر آتی ہے ایسے ہی یہ بھی ہے پ۹

بَنَانَهٗ۔ اس کی پوریں، بَنَانَ مضاف ہٗ ضمیر
واحد مذکر غائب مضاف الیہ پ۲۹

بَنَوْا۔ انھوں نے بنایا۔ (ضرب) بِنَاءٌ سے،
ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب پ۱۵

بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ۔ بنی اسرائیل حضرت یعقوب
علیہ السلام کی اولاد بَنُوْا اصل میں بَنُوْنَ تھا اسرائیل
کی طرف اضافت کے باعث ن حذف ہو گیا
(ملاحظہ ہو اسرائیل) پ۱۱

بَنُوْنَ۔ بیٹے، اِبْنٌ کی جمع بحالت رفع (ملاحظہ
ہو ابن) پ۱۵ پ۱۹ پ۲۳ پ۲۷

بَنِيَّ۔ میرے بیٹو میرے بیٹے، اصل میں بَنِيْنَ تھا
ی متکلم کی طرف اضافت کے باعث ن جمع حذف
ہو گیا بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اور بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ میں
اِخوان اور اَخَوٰات کی طرف اضافت ہے
(ملاحظہ ہو بَنِيْنَ) پ۱۶ پ۲۳ پ۲۹

بُنَيَّ۔ میرے بیٹے میرے پیارے بیٹے، میرے چھوٹے
سے بیٹے۔ اِبْنٌ کی تصغیر ہے یہاں تصغیر پیار اور
محبت کے لئے ہے جیسے ہم اپنی زبان میں کہتے
ہیں۔ بیٹا، بابُنے وغیرہ بُنَيٌّ مضاف ی ضمیر واحد
متکلم مضاف الیہ۔ اضافت کے باعث ی کا ی
میں ادغام کر دیا گیا۔ پ۱۲ پ۲۱ پ۲۳

بَنِيْٓ اٰدَمَ۔ آدم علیہ السلام کے بیٹے، آدم علیہ السلام
کی اولاد، آدمی، بنی مضاف اٰدَمَ مضاف الیہ
اس میں بھی نون جمع بسبب اضافت محذوف ہے
پ۸ پ۹ پ۱۵ پ۲۳

بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ۔ بنی اسرائیل، حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کو کہتے ہیں۔ پ۱/۵،۶،۹،۱۰،۱۵ پ۲/۱۰،۱۶ پ۳/۱۲ پ۴/۲ پ۶/۷،۹،۱۳،۱۵ پ۷/۵ پ۹/۲،۳،۹ پ۱۱/۱۴،۱۵ پ۱۵/۱،۱۲ پ۱۶/۱۱،۱۳،۱۴ پ۱۹/۶،۸،۱۵ پ۲۰/۲ پ۲۱/۱۶ پ۲۴/۱۱ پ۲۵/۱۲ پ۲۵/۱۵،۱۸ پ۲۶/۱ پ۲۸/۹،۱۰۔

بُنۡیَانٌ۔ عمارت، واحد ہے جمع نہیں، کیونکہ بُنۡیَانٌ مَّرۡصُوۡصٌ میں بنیان کی صفت بھی مذکر ہے جمع ہوتی تو صفت مؤنث ہوتی، بعض علماء کا خیال ہے کہ بُنۡیَانٌ بُنۡیَانَۃٌ کی جمع ہے۔ جیسے شعیر، شعیرۃ کی اور تمر، تمرۃ کی اور نخل نخلۃ کی اور اس قسم کی جمع کی تذکیر و تانیث دونوں جائز ہیں پ۲۸/۹ بُنۡیَانًا پ۱۵/۱ پ۲۳/۷

بُنۡیَانَہٗ، اس کی عمارت، بُنۡیَانَ مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ پ۱۱/۲

بُنۡیَانُھُمۡ۔ ان کی عمارت، بُنۡیَانَ مضاف ھُمۡ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ پ۱۱/۲ پ۱۴/۱

بَنِیۡنَ بیٹے، اِبۡنٌ کی جمع بحالت نصب و جر پ۳/۱ پ۶/۱۸ پ۱۲/۲ پ۱۵/۱، ۱۴ پ۱۸/۴ پ۱۹/۱۱ پ۲۳/۹ پ۲۵/۸ پ۲۹/۲، ۹، ۱۵

بَنَیۡنَا ہم نے بنایا، ہم نے تیار کیا، بناءٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم پ۳۰

بَنَیۡنٰھَا۔ ہم نے اس کو بنایا، ہم نے اس کو تیار کیا۔ اس میں ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب ہے۔ پ۲۶/۱۵ پ۲۷/۲

بَنِیۡہِ، اس کے بیٹے، بَنِیۡ مضاف ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ (ملاحظہ ہو بَنِیۡ) پ۱/۱۶ پ۲۶/۷ پ۳۰/۵

بَنٰھَا۔ اس کو بنایا، بَنٰی بِنَاءٌ کی ماضی کا صیغہ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب پ۳۰/۳، ۱۶

فصل الواو

بَوَارِ۔ ہلاکت۔ مصدر ہے۔ اصل میں تو بوار کے معنی زیادہ کھوٹے ہونے کے ہیں اور چونکہ کسی چیز میں زیادہ کھوٹ کا پایا جانا اس کی ہلاکت اور فساد کا باعث ہوتا ہے اس لئے بوار کا استعمال ہلاکت کے معنی میں بھی کیا جاتا ہے۔ پ۱۳/۱۷

بَوَّاَکُمۡ، تم کو جگہ دی، بَوَّاَ تَبۡوِیۡئَۃٌ سے جس کے معنی ٹھکانہ دینے اور مناسب جگہ فروکش کرنے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب کُمۡ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ پ۸/۱۷

بَوَّاۡنَا۔ ہم نے جگہ دی، ہم نے مناسب مقام تیار کیا تَبۡوِیۡئَۃٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم پ۱۱/۱۵ پ۱۷/۱۱

بُوۡرًا۔ ہلاک ہونے والے۔ بَائِرٌ کی جمع ہے۔ جس کے معنی ہلاک ہونے والے ہیں، جو شخص حیران

پریشان ہو کہ نہ کسی کا کہنا سنے نہ کسی کی طرف
متوجہ ہو ایسے شخص کے لئے عرب والے کہتے
ہیں رَجُلٌ حَائِرٌ بَائِرٌ اور ایسی قوم کو کہتے ہیں
قوم حُوْرٌ بُوْرٌ یں جیسے حور حائر کی جمع ہے
ایسے ہی بور بائر کی ہے. بعض علما کا خیال ہے
کہ بور مصدر ہے اور واحد اور جمع دونوں کی صفت
میں بولا جاتا ہے چنانچہ رجل بور اور قوم بور بولتے
ہیں۔ کسی شاعر کا قول ہے۔ شعر

یَا رَسُوْلَ الْمَلِيْكِ اِنَّ لِسَانِيْ
رَاتِقٌ مَا فَتَقْتُ اِذْ اَنَا بُوْرٌ

(اے بادشاہ کے قاصد جبکہ میں ہلاک ہو رہا ہوں تو
میری زبان جو کچھ میں نے توڑا ہے اس کو جوڑ دیگی)
کہ یہاں انا واحد ہے اور بور اس کی صفت
واقع ہے۔ ۱۸/۱۷ ۳۶/۱۰

بُوْرِكَ۔ اس کو برکت دی گئی، وہ برکت دیا گیا
تبارکتے جس کے معنی برکت دینے کے ہیں۔
ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب ۱۹/۱۶

فصل الباء

بِهٖ۔ اس کے ساتھ۔ ب حرف جر ہ ضمیر واحد مذکر
غائب مجرور متصل (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ب

اور ھو) پ ۱: ۳و۵و۹و۱۱و۱۲و۱۳و۱۶ — پ ۲: ۳و۵و۸و۹و۱۰و
۱۱و۱۲و۱۳ — پ ۳: ۵و۸و۹و۱۰و۱۱و۱۶ — پ ۴: اور ۳و۵و۹و۱۰و۱۲
پ ۵: اور ۲و۳و۴و۵و۶و۸و۱۲و۱۵و۱۶ — پ ۶: ۲و۳و۵و۶و۹و
۷و۱۰و۱۱و۱۳ — پ ۷: ۲و۳و۴و۶و۷و۸و۱۱و۱۲و۱۳ و
۱۴و۱۵و۱۶و۱۷و۱۸و۱۹ — پ ۸: ۲و۵و۶و۱۰و۱۴و۱۷و۱۸
پ ۹: ۴و۶و۹و۱۰و۱۱و۱۲و۱۳و۱۵و۱۶ — پ ۱۰: ۴ و ۱۱ و ۱۶
پ ۱۱: ۲و۳و۷و۸و۹و۱۰و۱۱و۱۳و۱۴و۱۶ — پ ۱۲: اور ۲و
پ ۱۲: ۲و۳و۵و۱۰و۱۲و۱۳و۱۷ — پ ۱۳: اور ۲و۸و۹و۱۰و۱۱و
۱۴و۱۵و۱۷و۱۹ — پ ۱۴: اور ۶و۸و۱۰و۱۲و۱۳و۱۹و۲۱و۲۲
پ ۱۵: ۲و۵و۷و۹و۱۰و۱۲و۱۳و۱۶و۱۸و۲۰و۲۱ — پ ۱۶: ۵و۹و
۱۱و۱۴و۱۵و۱۷ — پ ۱۷: ۳و۵و۶و۹و۱۱و۱۴و۱۵و۱۶
پ ۱۸: اور ۲و۳و۶و۸و۱۲ — پ ۱۹: اور ۳و۵و۶و۱۵و۱۷و۱۸
پ ۲۰: اور ۴و۹و۱۱و۱۳و۱۶ — پ ۲۱: اور ۲و۶و۷و۸و۱۱و۱۵و۱۶و۱۷
پ ۲۲: ۷و۹و۱۰و۱۲و۱۳و۱۶ — پ ۲۳: اور ۵و۷و۹ و ۱۲و۱۶و۱۷
پ ۲۴: اور ۲و۳و۷و۹و۱۰و۱۳و۱۴و۱۶ — پ ۲۵: اور ۳و۴و۶و۷و
۸و۹و۱۰و۱۷و۱۸ — پ ۲۶: اور ۲و۳و۴و۵و۱۵و۱۶و۱۸
پ ۲۷: ۲و۳و۶و۲۰ — پ ۲۸: اور ۳و۱۳و۱۶و۱۹ — پ ۲۹: اور ۲و۱۱و۱۲و
۱۳و۱۷و۲۱ — پ ۳۰: اور ۸و۹و۲۵

بِهَا۔ اس کے ساتھ، اس کو ب حرف جر ھا ضمیر
واحد مؤنث غائب مجرور متصل (ملاحظہ ہو ب)
پ ۱: ۱۳و۱۶ — پ ۲: ۷ — پ ۳: ۲ — پ ۳: ۳و۱۲ — پ ۵: ۱۷ — پ ۶: ۱۱ — پ ۷: ۴و۹و۱۸و۲۰

ب ۷/۱۹ ب ۸/۱۰ و ۱۹ و ۱۷ ب ۹/۳ و ۲ و ۷ و ۹ و ۱۲ و ۱۳ ب ۱۰/۱۱ و ۱۳ و ۱۷
ب ۱۱/۳ و ۶ و ۸ ب ۱۳/۱۳ و ۱۵ ب ۱۴/۸ ب ۱۵/۶ و ۱۲ ب ۱۶/۸ و ۱۰ ب ۱۷/۳ و ۱۳
ب ۱۸/۲ ب ۱۹/۱۶ و ۱۸ ب ۲۰/۳ و ۱۵ ب ۲۱/۳ و ۷ و ۱۱ و ۱۵ و ۱۸ ب ۲۲/۱۱ ب ۲۳/۳
ب ۲۵/۳ و ۹ و ۱۲ ب ۲۶/۳ و ۱۱ ب ۲۷/۳ و ۵ و ۱۲ ب ۲۹/۱۰ و ۱۶ ب ۳۰/۸

بُهِتَ۔ وہ مبہوت ہوگیا، وہ ششدر ہوگیا، وہ حیران رہ گیا (سَمِعَ، کَرُمَ) بَهْتٌ سے جس کے معنی حیران اور ششدر رہ جانے کے ہیں۔ ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ واضح رہے کہ یہاں مجہول بھی معروف ہی کے معنی میں ہے۔ ب ۳/۳

بُهْتَانٌ۔ بہتان، ایسا صریح جھوٹ کہ جس کو سُنکر سُننے والا حیران و ششدر رہ جائے ب ۱۸/۸ ب ۲۲/۳

بُهْتَانًا ب ۴/۱۴ ب ۵/۱۴ ب ۶/۲ ب ۲۲/۴

بَهْجَةٍ۔ رونق، تازگی، خوبی و خوشرنگی، ظہورِ فرحت و مسرت۔ ب ۲۰/۱

بِهِمْ۔ ان کے ساتھ، ان کو۔ ب حرف جر، هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مجرور متصل (ملاحظہ ہو ب اور هم)

ب ۱/۲ ب ۲/۳ ب ۳/۸ ب ۵/۲ ب ۹/۱۱ ب ۱۰/۳ ب ۱۱/۳ و ۸ ب ۱۲/۱ و ۳ و ۷
ب ۱۳/۳ و ۱۴ ب ۱۴/۱۰ و ۱۲ ب ۱۵/۱۵ و ۱۷ ب ۱۶/۵ ب ۱۷/۵ ب ۱۸/۴ ب ۲۰/۱۹
ب ۲۲/۵ و ۷ و ۱۱ ب ۲۳/۱۳ ب ۲۴/۲ و ۱۳ ب ۲۵/۴ و ۲۰ ب ۲۶/۳ و ۱۲ ب ۲۷/۳
ب ۲۸/۴ و ۵ ب ۲۹/۱۱ ب ۳۰/۸ و ۲۵

بِهِمَا۔ ان دونوں میں، ان دونوں کے ساتھ، ان دونوں کے متعلق، ب حرف جر، هُمَا ضمیر تثنیہ مذکر غائب مجرور متصل (ملاحظہ ہو ب اور هُمَا) ب ۲/۳ ب ۵/۱۴ ب ۲۶/۷

بِهِنَّ۔ ان عورتوں کے ساتھ، ان عورتوں کے بدلے، ب حرف جر، هِنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب (ملاحظہ ہو ب اور هُنَّ) ب ۴/۱۵ ب ۲۲/۳

بَهِيْجٍ۔ بارونق، تر و تازہ، نفیس، بَهْجٌ سے جس کے معنی بارونق اور تر و تازہ ہونے کے ہیں۔ صفتِ مشبہ کا صیغہ ب ۱۷/۸ ب ۲۶/۱۵

بَهِيْمَةِ۔ چارپائے، چرنے والے جانور، بہیمہ اصل میں اس جانور کو کہتے ہیں جس میں نطق نہ ہو کیونکہ اس کی آواز میں ابہام ہوتا ہے لیکن عرف عرب میں درندوں اور پرندوں کو بہیمہ نہیں کہتے ب ۶/۵ ب ۱۷/۱۱ و ۱۲

فصل الیاء المثناة

بِيْ۔ میرے ساتھ، مجھ کو، ب حرف جری ضمیر واحد متکلم مجرور (ملاحظہ ہو ب) ب ۷/۵ ب ۸/۱۵ و ۱۶ ب ۹/۸ ب ۱۳/۵ ب ۱۶/۲ ب ۱۷/۱۱ ب ۱۸/۱۳ ب ۲۰/۱۳ ب ۲۱/۱۱ ب ۲۶/۱

بَيَاتًا۔ رات میں آپڑنا، رات میں سوتے دشمن پر حملہ کرنا، شبخون مارنا، مصدر ہے۔ ب ۸/۸ ب ۹/۲ ب ۱۱/۱۰

بَیَانٌ ۔ بیان، بولنا، مصدر ہے۔ کسی چیز کے متعلق کھولنے اور واضح کرنے کا نام 'بیان' ہے پس بیان 'نطق' سے عام ہے اور نطق خاص ہے اور کبھی جس چیز کے ذریعہ بیان کیا جاتا ہے اسی بیان کہتے ہیں چنانچہ کلام اول معنی ہی کے اعتبار سے بیان کہلاتا ہے کیونکہ وہ معنی مقصود کو کھولتا اور ظاہر کردیتا ہے اور مجمل و مبہم کلام کی شرح کو دوسرے معنے کے اعتبار سے بیان کہتے ہیں هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ (یہ لوگوں کے لئے بیان ہے) اول معنی کی مثال ہے اور ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ (ہمارے ذمہ اس کا بیان کرنا ہے) دوسرے معنی کی، اور عَلَّمَهُ الْبَيَانَ (اس کو بیان سکھلایا) دونوں معنی کی مثال بن سکتا ہے۔ پ۵ پ۲۷/۱۱

بَیَانَهٗ ۔ اس کا بیان کرنا، بَيَانَ مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ پ۲۹/۱۷

بَیَّتَ ۔ اس نے رات میں مشورت کی، تَبْيِيتٌ سے، جس کے معنی رات میں دشمن پر داؤ کرنے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب پ۵/۸

بَیْتٌ ۔ گھر، اصل میں تو بیت اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں انسان رات میں آکر بسیرا لے پھر کبھی کبھی رات کا لحاظ کئے بغیر مطلق جائے سکونت کو بیت کہدیا جاتا ہے، مٹی کا گھر ہو یا چونے پتھر کا ان کا شامیانہ ہو یا خیمہ پشمینہ سب کے لئے بیت کا لفظ استعمال ہوتا ہے پ۱/۱۵ پ۳/۳ پ۴/۱ پ۹/۱۸ پ۱۳/۷ پ۱۵/۱۰ پ۲۲/۲ پ۲۲/۲۲ پ۲۴/۲ پ۲۷/۱۱ بَيْتًا پ۲۰/۱۹ پ۲۸/۲۰

اَلْبَیْتَ الْحَرَامَ ۔ حرمت والا گھر، اَلْبَيْتَ موصوف، اَلْحَرَامَ صفت، شاہ عبد القادر صاحبؒ فرماتے ہیں 'حرام' کے معنی جس جگہ بند رہنا چاہئے اس مکان میں کئی باتیں منع ہیں، آدمی کو مارنا اور جانور کو ستانا اور درخت اور گھاس اکھاڑنا اور پڑا مال اٹھانا۔[له] پ۲ پ۶

بَیْتُ الْعَنْکَبُوْتِ ۔ مکڑی کا گھر، بَيْتُ مضاف الْعَنْكَبُوْتِ مضاف الیہ پ۲۰/۱۶

اَلْبَیْتِ الْعَتِیْقِ ۔ بزرگ گھر، آزاد گھر، خانہ کعبہ جو چیز زمانہ یا مقام یا رتبہ میں مقدم ہو اس کو عتیق کہتے ہیں، اسی لئے عتیق کے معنی کبھی قدیم کے آتے ہیں اور کبھی بزرگ اور کریم کے اور کبھی اس غلام کے جو آزاد کردیا گیا ہو خانہ کعبہ کو بیت عتیق

له موضح القرآن فائدہ آیت ومن حیث خرجت فول وجهك شطر المسجد الحرام۔

کیوں کہا گیا۔ حضرت ابن عباس، ابن الزبیر مجاہد اور قتادہ کا بیان ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے زبردستوں اور سرکشوں کے ہاتھ سے اس کو تباہی اور بربادی سے ہمیشہ آزاد رکھا اس لئے عتیق کہا گیا۔ سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ یہ نام اس لئے پڑا کہ وہ دوسروں کی ملکیت سے ہمیشہ آزاد رہا حسن اور ابنِ زید کا قول ہے کہ چونکہ وہ قدیم گھر ہے اس لئے اس کا نام عتیق ہوا کیونکہ اللہ کا پہلا گھر وہی ہے جو لوگوں کے لئے بنایا گیا ہے عرب والے بولتے ہیں دینار عتیق یعنی پرانی اشرفی ہے، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو غرق ہونے سے آزاد رکھا۔ اس لئے اس کو عتیق کہا جاتا ہے طوفان نوح میں اللہ تعالیٰ نے اس گھر کو اٹھا لیا تھا[1] ۱۱ع

اَلْبَیْتِ الْمَعْمُوْرِ آباد گھر، بیت معمور۔ شاہ عبدالقادر صاحب موضح القرآن میں فرماتے ہیں۔ کعبہ کو کہا یا ساتویں آسمان پر کعبہ ہے فرشتوں کے طواف کا، حسن بصری اور محمد بن عباد بن جعفر سے پہلا ہی خیال مروی ہے کہ بیت معمور کعبہ ہی ہے

لیکن دوسرا قول زیادہ مشہور ہے اور اکثر علماء سلف اسی طرف گئے ہیں اور اکثر روایات میں بھی یہی مذکور ہے کہ وہ ساتویں آسمان میں ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک مرفوع روایت میں وارد ہے کہ وہ چوتھے آسمان پر ہے۔ علامہ مجدالدین فیروز آبادی جو حافظ ابن حجر عسقلانی شارح صحیح بخاری کے استاد ہیں، قاموس میں اسی رائے پر جمے ہوئے ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ چھٹے آسمان پر ہے۔ بعض عرش کے نیچے بتاتے ہیں۔ بعض کی رائے ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام جب زمین پر اترے تو انھوں نے بیت المعمور کی تعمیر کی تھی جو طوفانِ نوح کے زمانے میں اٹھا لیا گیا اور غالباً یہی شبہ ان لوگوں کو ہوا ہے جو خانہ کعبہ کو بیت المعمور بتاتے ہیں[2]۔ ازرقی نے تاریخ مکہ میں تصریح کی ہے کہ چوتھے آسمان میں جو گھر ہے وہی ہے جس کو آدم علیہ السلام نے اپنی حیات میں بنایا تھا وہ ان کی وفات کے بعد اٹھا لیا گیا[3]

صحیح مسلم کی حدیث معراج میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ

---

[1] ملاحظہ ہو معالم التنزیل امام بغوی ج ۵ ص ۱۳ طبع مصر ۱۳۳۲ھ [2] فتح الباری ج ۶ ص ۲۲۰ طبع میریہ مصر
[3] الکمالین شیخ سلام اللہ دہلوی ص ۴۳۳ طبع لکھنؤ مطبع نولکشور۔

علیہ وسلم نے "بیت المعمور" کو ساتویں آسمان پر
دیکھا تھا آپ نے فرمایا کہ وہاں ہر روز ستر ہزار
فرشتے داخل ہوتے ہیں جو پھر دوبارہ نہیں آتے
دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ پھر میں ایک
عمارت کے پاس پہنچا تو میں نے فرشتہ سے کہا کہ یہ
کیا عمارت ہے اس نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے
اس کو فرشتوں کے لئے بنایا ہے یہاں ہر روز ستر
ہزار فرشتے آتے ہیں جنہیں پھر دوبارہ آنا میسر نہیں
ہوتا وہ یہاں آکر اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس
کرتے ہیں۔ صحیح بخاری کی حدیث معراج میں حضرت
ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ساتویں
آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملاقات کے
بعد مذکور ہے کہ پھر میرے سامنے "بیت معمور" کیا
گیا تو میں نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے دریافت
کیا وہ کہنے لگے کہ یہ بیت معمور ہے۔ یہاں ہر روز
ستر ہزار فرشتے آکر نماز ادا کرتے ہیں اور جب نماز
پڑھکر چلے جاتے ہیں تو پھر واپس نہیں آتے۔
امام اسحٰق بن راہویہ نے اپنی مسند میں نیز طبری
وغیرہ بہت سے علماء نے حضرت علی رضی اللہ عنہ
سے روایت کی ہے کہ ان سے جب "بیت المعمور"

کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا کہ آسمان میں کعبہ کے
محاذی ایک گھر ہے جس کی حرمت وہاں اتنی
ہی ہے جتنی زمین میں خانہ کعبہ کی طبری کی روایت
میں سائل کا نام عبداللہ بن الکوا مذکور ہے حافظ
ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ
حضرت عائشہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ
عنہم سے بھی اسی کے قریب قریب نقل کیا ہے
نیز ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت ابوہریرہؓ
رضی اللہ عنہ کی روایت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ
کی روایت کے مانند مرفوع حدیث بھی نقل کی
ہے اور ابن منذر نے بطریق صحیح خود حضرت ابوہریرہؓ
سے بھی یہی ذکر کیا ہے [۱] ۲۵/۴

بَیْتِكَ، تیرا گھر، بَیْتِ مضاف کَ ضمیر
واحد مذکر حاضر مضاف الیہ ۹/۱۵ ۱۸/۱۱

بَیْتِهٖ۔ اس کا گھر، بَیْتِ مضاف ہٖ ضمیر
واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔ ۵/۱۱

بَیْتِهَا۔ اس (عورت) کا گھر بَیْتِ مضاف هَا
ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ ۱۲/۱۲

بَیْتِیَ۔ میرا گھر۔ بَیْتِ مضاف ی ضمیر واحد متکلم
مضاف الیہ ۱/۱۵ ۱۷/۱۱ ۲۹/۱۰

[۱] ملاحظہ ہو فتح الباری ج ۶ ص ۲۱۹ و ۲۲۰۔

بِئْرٌ۔ کنواں، مؤنث مستعمل ہوتا ہے ۱۷/۱۳

بِئْسَ۔ برا ہے، فعل ذم ہے۔ اس کی گردان نہیں آتی، بِئْسَ اصل میں بَئِسَ تھا بروزن فَعِلَ سَمِعَ سے۔ عین کلمہ کی اتباع میں اس کے فا کو کسرہ دیا گیا پھر تخفیف کے لئے عین کلمہ کو ساکن کر لیا گیا۔ بِئْسَ ہو گیا۔ ۱/۱۲ و ۱۵ ۴/۹ ۳/۱۰ ۳/۷ و ۹ و ۱۰ و ۱۱ ۶/۱۳ و ۱۵ ۹/۱۶ ۱۰/۱۶ ۱۲/۹ ۱۳/۸ و ۱۷ ۱۴/۱۰ ۱۵/۱۲ و ۱۹ ۱۶/۹ و ۱۹ ۱۸/۱۳ ۲۳/۱۲ ۲۴/۵ و ۱۳ ۲۵/۱۰ ۲۶/۱۴ ۲۷/۱۸ ۲۸/۱۲ و ۱۳ و ۱۵ و ۲۰ ۲۹/۱

بِئْسَمَا۔ برا ہے جو کچھ، بری ہے وہ چیز، مَا معنی شئے کے تمیز ہے بِئْسَ کے فاعل مضمر کی، ابو علی اور فرا کے نزدیک مَا موصولہ ہے بمعنی الذی کے اور بِئْسَ کا فاعل ہے، سیبویہ اور کسائی کا خیال ہے کہ مَا بمعنی الشی کے معرفہ تامہ ہے پس اس صورت میں اسم معرف باللام کی طرح بِئْسَ کا فاعل ہوگا، ۱/۱۱ ۹/۸

بَیْضٌ۔ انڈے، بَیْضَۃٌ کی جمع بحذف تا جیسے نَخْلٌ نَخْلَۃٌ کی جمع ہے۔ بَیَاضٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنی سپیدی کے ہیں۔ بیضہ کو بیضہ اس لئے کہا گیا کہ اس میں بیاض مکمل طور پر پائی جاتی ہے ۲۳

بِیْضٌ سفید بَیَاضٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ جمع ہے۔ مذکر و مؤنث دونوں کے لئے جمع میں ایک ہی صیغہ آتا ہے، واحد مذکر اَبْیَضُ اور واحد مؤنث بَیْضَاءُ ہے ۲۲/۱۹ ۲۳/۶

بَیْضَاءُ سفید، بَیَاضٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ واحد مؤنث ۹/۳ ۱۶/۱۰ ۱۹/۲ و ۱۶ ۲۰/۷ ۲۳/۶

بَیْعٌ۔ خرید و فروخت، لین دین، بیچنا، خریدنا، مصدر ہے۔ سودا دیکر قیمت لینے کا نام "بیع" اور قیمت دیکر سودا لینے کا نام "شراء" ہے، کبھی "شراء" کے معنی میں "بیع" اور "بیع" کے معنی میں "شراء" کا استعمال ہوتا ہے ۳/۲ و ۲ ۱۳/۱۷ ۱۹/۱۱ ۲۵/۱۲

بِیَعٌ۔ عبادت خانے، بِیْعَۃٌ کی جمع جس کے معنی یہود و نصاری کے عبادت خانہ اور گرجا کے ہیں ۱۷/۱۲

بَیْعِکُمْ۔ تمہارا سودا کرنا، تمہارا لین دین کرنا بَیْع مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ ۱۱/۱

بَیْنَ۔ درمیان، بیچ، جدائی، ملاپ، دو چیزوں کے درمیان اور بیچ کو بتلانے کے لئے اس کی وضع عمل میں آئی ہے، ارشاد ہے وَجَعَلْنَا بَیْنَہُمَا زَرْعًا اور ہم نے رکھی دونوں کے بیچ میں کھیتی) عرب والے بولتے ہیں بَانَ کذا یعنی وہ چیز جدا ہو گئی اور جو کچھ اس میں پوشیدہ تھا ظاہر ہو گیا

بین اسی بَانَ کا مصدر ہے اور چونکہ اس میں ظہور اور انفصال کے معنی معتبر ہیں اس لئے یہ ان میں سے ہر ایک کے لئے بھی علیحدہ علیحدہ مستعمل ہوتا ہے لَقَدْ تَقَطَّعَ بَيْنَكُمْ (تم ٹوٹ گئے آپس میں یا تمہارا ملاپ ختم ہو گیا) بین بمعنی وصل، ملاپ اور علاقہ کے ہے جس کی طرف آیت کے ابتدائی حصہ وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فُرَادٰى الخ میں اشارہ کیا گیا ہے۔ واضح رہے کہ بین کا استعمال کبھی اسم ہو کر ہوتا ہے اور کبھی ظرف ہو کر چنانچہ آیتِ مذکورہ میں دونوں قراتیں ہیں بعض نے بَيْنُكُمْ پڑھا ہے پیش کے ساتھ اور بَيْنُ کو اسم قرار دیا ہے اور بعض نے بَيْنَكُمْ پڑھا ہے زبر کے ساتھ اور اس کو ظرف غیر متمکن بتایا ہے، یہ بھی یاد رہے کہ بَيْنَ کا استعمال یا تو وہاں ہوتا ہے جہاں مسافت پائی جائے جیسے بَيْنَ البلدين (دو شہروں کے درمیان) یا جہاں دو یا دو سے زیادہ کا عدد موجود ہو جیسے بین الرجلین (دو شخصوں کے درمیان) یا بین القوم (قوم کے درمیان) اور جس جگہ وحدت کے معنی ہوں وہاں بین کی اضافت ہو تو تکرار ضروری ہے جیسے وَمِنْ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ (اور درمیان ہمارے اور درمیان تیرے پردہ ہے) اور فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا (پس ہمارے اور تیرے درمیان وعدہ ٹھیرالے) میں ہے۔ جب بین کی اضافت ایدی (ہاتھوں) کی طرف ہو تو اس کے معنی سامنے اور قریب کے ہوتے ہیں جیسے ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ (پھر میں آؤں گا ان کے سامنے سے) وغیرہ پ۱: ۸و۱۲و۱۶ — پ۲: ۴و۱۰و۱۴

پ۳: ۲و۸و۹و۱۳و۱۷ پ۴: ۲و۵ پ۵: ۵و۱۳و۱۴و۱۷و۱۸

پ۶: ۱و۸و۱۱ پ۷: ۱۷ پ۸: ۹و۱۳ پ۹: ۱و۱۷ پ۱۰: ۴ پ۱۱: ۲و۹

پ۱۲: ۵و۶و۸ پ۱۳: ۵ پ۱۵: ۵و۱۲ پ۱۶: ۲و۷و۱۳و۱۵ پ۱۷: ۲و۱۷

پ۱۹: ۲و۳و۱۲ پ۲۰: ۱ پ۲۲: ۲و۷و۸و۹و۱۰و۱۱و۱۴و۱۶و۱۸ پ۲۴: ۲و۶و۱۱

پ۲۳: ۲و۱۰و۱۱و۱۷و۱۹ پ۲۶: ۳و۴و۱۳ پ۲۷: ۱۲و۱۸ پ۲۹: ۲و۳و۹

پ۲۸: ۸و۹و۲۰ پ۲۹: ۱۲ پ۳۰: ۱۱

بَيِّنٌ ظاہر، بَيَانٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ پ۱۵: ۱۲

بَيَّنَّا ہم نے بیان کر دیا، ہم نے کھول دیا تَبْيِيْنٌ سے جس کے معنی بیان کرنے اور واضح و ظاہر کرنے کے ہیں، ماضی کا صیغہ جمع متکلم پ۱: ۱۲ پ۴: ۲ پ۲۷: ۱۸

بَيِّنَاتٌ کھلی ہوئی دلالتیں، روشن دلیلیں۔ بَيِّنَةٌ کی جمع۔ پ۱: ۲و۱۱ پ۲: ۳و۷و۹و۱۰ پ۳: ۱و۱۷ پ۴: ۲و۱۰

پ۶: ۲و۹ پ۷: ۵ پ۹: ۲ پ۱۰: ۱۵ پ۱۱: ۷و۱۳ پ۱۳: ۱۲ پ۱۴: ۱۲ پ۱۵: ۱۲

پ۱۲: ۸و۱۲ پ۱۶: ۹و۱۲ پ۱۸: ۷ پ۲۰: ۷و۱۶ پ۲۱: ۱و۷و۸ پ۲۲: ۱۱و۱۵

پ ۲۴/۸و۹و۱۰و۱۲و۱۴ پ ۲۵/۱۲و۱۸و۱۹ پ ۲۶/۱ پ ۲۷/۱۷و۱۹

پ ۲۸/۱و۹و۱۵

بَیَّنّٰهُ. ہم نے اس کو بیان کیا بَیَّنّا ماضی کا صیغہ جمع متکلم ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب پ ۲/۴

بَیْنِكَ. تیرے درمیان بَیْنَ مضاف كَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ پ ۱۵/۵ پ ۱۶/۱و۱۲

پ ۲/۶ پ ۲۴/۹و۱۵ پ ۲۵/۱۰

بَیْنِكُمْ. تمہارے درمیان، بَیْنَ مضاف كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ پ ۲/۷و۱۵ پ ۳/۱و۷و۱۴

پ ۳/۱۵ پ ۵/۲و۷و۹و۱۰و۱۷ پ ۶/۲و۶و۸و۱۳و۱۷

پ ۹/۱۵ پ ۱۰/۶ پ ۱۱/۸ پ ۱۳/۱۲ پ ۱۴/۱۹ پ ۱۵/۱۱ پ ۱۶/۲ پ ۱۷/۱۴

پ ۱۸/۱۵ پ ۲۰/۱۵ پ ۲۱/۲و۴ پ ۲۵/۳ پ ۲۶/۱ پ ۲۷/۱۵و۱۹ پ ۲۸/۷و۸و۱۷

بَیْنِنَا. ہمارے درمیان، بَیْنَ مضاف نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ پ ۳/۱۵ پ ۶/۸ پ ۷/۱۲ پ ۸/۱۸ پ ۹/۱

پ ۷/۸ پ ۲۶/۲و۱۲ پ ۲۲/۹ پ ۲۳/۱۰و۱۱ پ ۲۳/۱۵ پ ۲۵/۳ پ ۲۷/۹ پ ۲۸/۷

بَیَّنُوْا. انھوں نے بیان کیا، تَبْیِیْنٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب پ ۲/۳

بَیِّنَةٌ. کھلی دلیل، واضح دلالت کو بَیِّنَةٌ کہتے ہیں خواہ دلالت عقلیہ ہو یا محسوسہ پ ۲/۱۰ پ ۷/۱۲

پ ۹/۷و۱۷و۱۸ پ ۹/۳ پ ۱۰/۱ پ ۱۲/۲و۳و۵و۶و۸ پ ۱۶/۱۷ پ ۲۰/۱۹

پ ۲۲/۱۷ پ ۲۶/۲ پ ۳۰/۲۳

بَیْنَهٗ. اس کے درمیان بَیْنَ مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ پ ۳/۱۱ پ ۵/۷ پ ۱۸/۱۲

پ ۲۳/۹ پ ۲۳/۱۵

بَیْنَهَا. اس کے درمیان، بَیْنَ مضاف هَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ پ ۳/۱۱ پ ۲۷/۱۲

بَیْنَهُمْ. ان کے درمیان، بَیْنَ مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ پ ۱/۱۳ پ ۲/۶و۱۰و۱۳

پ ۳/۱۰و۱۱ پ ۵/۶و۹و۱۰ پ ۶/۷و۱۰و۱۱و۱۳ پ ۹/۱۲ پ ۱۰/۳و۶

پ ۱۱/۷و۸و۱۰و۱۱ پ ۱۲/۱۰ پ ۱۴/۲۳ پ ۱۵/۲و۱۵و۱۹ پ ۱۶/۲و۵و۹

پ ۱۶/۲و۱۳ پ ۱۷/۶و۹و۱۳ پ ۱۸/۳و۶و۱۲و۱۳ پ ۱۹/۳و۱۰ پ ۲۰/۲

پ ۲۱/۱۶ پ ۲۲/۸و۱۳ پ ۲۳/۱۵ پ ۲۴/۳و۵و۱۰ پ ۲۵/۳و۴و۵و۹

پ ۲۵/۱۲و۱۸ پ ۲۶/۱۲ پ ۲۷/۹و۱۸ پ ۲۸/۵

بَیْنَهُمَا. ان دونوں کے درمیان، بَیْنَ مضاف هُمَا ضمیر تثنیہ مذکر غائب مضاف الیہ پ ۵/۳و۱۹

پ ۶/۷ پ ۸/۱۲ پ ۱۲/۴ پ ۱۳/۴ پ ۱۵/۱۷و۲۱ پ ۱۶/۷و۱۰ پ ۱۷/۲ پ ۱۹/۳و۹

پ ۲۱/۳و۱۴ پ ۲۴/۸و۱۰و۱۳و۱۴ پ ۲۵/۱۳و۱۴و۱۵ پ ۲۶/۱و۱۳و۱۷

پ ۲۷/۱۱ پ ۳۰/۲

بَیْنَهُنَّ. ان عورتوں کے درمیان۔ بَیْنَ مضاف هُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب مضاف الیہ

پ ۲۸/۱۸

بَیْنِیْ. میرے درمیان۔ بَیْنَ مضاف ی ضمیر

واحد متکلم مضاف الیہ پ۱۹/۱۰ پ۱۶/۱ پ۱۵/۱۱ پ۷/۸ و ۱۳
پ۲۰/۲ پ۲۱/۲ پ۲۵/۱۰ پ۲۶/۱

بُیُوْتِ گھر، بَیْت کی جمع، پ۲/۸ پ۲۰/۱۴ پ۱۸/۱۱ و ۱۳
پ۲۰/۱۶ پ۲۲/۴ **بُیُوْتًا** پ۸/۱۸ پ۱۱/۱۴ پ۱۴/۶ و ۱۵ و ۱۷
پ۱۸/۱۰ و ۱۳ پ۱۹/۱۲

بُیُوْتِکُمْ۔ تمہارے گھر، بُیُوْتِ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ پ۲۰/۱۴ پ۲/۷
پ۱۱/۴ پ۱۳/۱۷ پ۱۸/۱۰ و ۱۳

بُیُوْتِکُنَّ۔ تمہارے (عورتوں کے) گھر، بُیُوْتِ مضاف کُنَّ ضمیر جمع مؤنث حاضر مضاف الیہ پ۲۲/۱

بُیُوْتَنَا۔ ہمارے گھر، بُیُوْتَ مضاف نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ پ۲۱/۱۸

بُیُوْتَهُمْ، ان کے گھر، بُیُوْتَ مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ پ۱۹/۱۹ پ۲۵/۹ پ۲۸/۴

بُیُوْتِهِنَّ۔ ان (عورتوں کے) گھر، بُیُوْتِ مضاف هِنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب مضاف الیہ پ۲۸

بَئِیْسٍ۔ سخت، بروزن فَعِیْلٌ بَأْسٌ اور بُؤْسٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ پ۹/۱۱

باب التاء المثناة

ت۔ قسم ہے۔ حرف جر ہے اس کے معنی قسم کے ہیں اور تعجب کے ساتھ مخصوص ہے۔ نیز اللہ کے نام کے سوا اور کسی نام پر داخل نہیں ہوتی۔ علامہ زمخشری تَاللّٰہِ لَاَکِیْدَنَّ اَصْنَامَکُمْ (قسم ہے اللہ کی میں تمہارے بتوں کا علاج کر کے مانوں گا) کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

"حروف قسم میں "با" تو اصل ہے اور "واو" اس کا بدل اور "واؤ" کا بدل "تا" ہے لیکن "تا" میں تعجب کے معنے زائد ہیں (جیسا کہ آیت مذکورہ میں) گویا اس بات پر تعجب ہے کہ باوجود نمرود کی سرکشی اور زور آوری کے میرے لئے ان کا علاج کر دینا اور اس کام کا سر انجام کو پہنچانا کتنا آسان ہے۔" [1]

جب یہ فعل مستقبل کے اول میں آتی ہے تو مخاطب پر دلالت کرتی ہے جیسے تَعْلَمُوْنَ (تم جانتے ہو یا جان لوگے) نیز صیغہ تانیث ہونے کو بھی بتاتی ہے جیسے تَرْجُفُ (وہ کانپے گی) اور جب کلمہ کے آخر میں آتی ہے تو تانیث پر دلالت کرتی اور حالت وقف میں "ہا" بن جاتی ہے جیسے قَائِمَۃٌ (کھڑی ہونے والی) اور کبھی وقف اور وصل دونوں حالتوں میں ثابت رہتی ہے جیسے اُخْتٌ (بہن) اور بِنْتٌ (بیٹی) اور جمع مؤنث سالم کے آخر میں الف کے ساتھ آتی ہے جیسے مُسْلِمَاتٌ (مسلمان عورتیں) اور مُؤْمِنَاتٌ (ایمان والی عورتیں) اور فعل ماضی کے آخر میں جب مضموم ہوتی ہے یعنی اس پر پیش ہوتا ہے تو ضمیر واحد متکلم کے لئے آتی ہے جیسے جَعَلْتُ (میں نے بنایا) اور جب مفتوح ہوتی ہے یعنی اس پر زبر ہوتا ہے تو واحد مذکر مخاطب کی ضمیر ہوتی ہے جیسے اَنْعَمْتَ (تو نے انعام فرمایا) اور جب مکسور ہوتی ہے یعنی اس پر زیر ہوتا ہے تو واحد مؤنث حاضر کی ضمیر کے لئے آتی ہے جیسے جِئْتِ (تو لائی)۔

فصل الالف

تَابَ۔ اس نے توبہ کی، وہ پھر آیا، وہ گناہ سے

[1] ملاحظہ ہو کشاف، سورۂ انبیاء

بازآگیا، وہ متوجہ ہوا، اس نے معاف کیا (نَصَرَ)
تَوْبٌ اور تَوْبَۃٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔
تَوْبٌ اور تَوْبَۃٌ کے معنی گناہ سے باز آنے کے
ہیں، جب اس کا تعدیہ اِلیٰ کے ذریعہ ہوتا ہے
تو اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اور انابت کے معنی
ہوتے ہیں اور جب علیٰ سے ہوتا ہے تو توبہ
قبول کرنے کے معنی آتے ہیں (تفصیل کے لئے
ملاحظہ ہو لفظ تَوْبَۃ) ب۱/۴و۹ ب۳/۷ ب۶/۱۰و۱۳ ب۷/۱۲
ب۱۱/۳ ب۱۳/۱۰ ب۱۶/۷و۱۴و۱۹ ب۱۹/۳ ب۲۰/۱۰ ب۲۸/۶ ب۲۹/۱۲
تَابَا۔ ان دونوں نے توبہ کی، وہ دونوں باز آگئے
تَوْبٌ اور تَوْبَۃٌ سے ماضی کا صیغہ تثنیہ مذکر غائب۔
ب۴/۳۔
تَابِعٌ۔ پیروی کرنے والا، تَبَعٌ اور تَبَاعٌ سے
معنی پیچھے پیچھے قدم بقدم چلنے، ساتھ رہنے،
مطیع ہونے اور پیروی کرنے کے اسم فاعل کا صیغہ
واحد مذکر۔ ب۲/۱
تَابِعِیْنَ۔ ساتھ رہنے والے، طفیلیوں کے
طور پر رہنے والے، تَابِعٌ کی جمع بحالت نصب وجر
اَوِالتّٰبِعِیْنَ غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَۃِ مِنَ الرِّجَالِ
(یا ان مردوں پر جو طفیلی کے طور پر رہتے ہوں

اور ان کو ذرا توجہ نہ ہو) سے وہ لوگ مراد ہیں
جو بطور طفیلی کے بچا کچھا کھانے کو پیچھے ہولیں
اگرچہ مرد تو ہیں لیکن عورتوں سے کچھ غرض مطلب
نہیں رکھتے جیسے خواجہ سرا یا بڈھا پھوس وغیرہ
مجاہد، عکرمہ اور شعبی سے یہی تفسیر منقول ہے[۵۱]
احناف کے نزدیک خصی، مقطوع الذکر اور
مخنث اجنبی مرد کے حکم میں ہیں جن کے سامنے
زینت کا کھولنا روا نہیں۔ ب۱۸/۱۰
تَابُوْا۔ انھوں نے توبہ کی، وہ باز آگئے۔ تَوْبٌ
اور تَوْبَۃٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ب۲/۳
ب۳/۱۶ ب۵/۱۸ ب۶/۹ ب۱۰/۷و۸ ب۱۱/۲۱ ب۱۸/۷ ب۲۳/۹
تَابُوْتٌ۔ صندوق، ب۲/۱۶ ب۱۶/۱۱
تَاْبٰی۔ وہ انکار کرتی ہے، وہ انکار کرتے ہیں اِبَاءٌ
سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔
واضح رہے کہ جب فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل کو
واحد لاتے ہیں اور جمع مکسر کا حکم مؤنث غیر حقیقی
کا ہے تَاْبٰی قُلُوْبُھُمْ (ان کے دل انکار کرتے
ہیں) ہیں قلوب چونکہ جمع مکسر ہے اس لئے واحد
مؤنث کا صیغہ لایا گیا، لہٰذا یہاں تَاْبٰی کے ترجمہ میں
صیغہ جمع کے معنی لینا چاہئے (ملاحظہ ہو الوا) ب۱۰/۸

[۵۱] معالم التنزیل ج ۵ ص ۵۸۔

تَأْتِ۔ وہ (جماعت) آوے، (ضَرَبَ) اِتْیَانٌ
سے جس کے معنی آسانی کے ساتھ آنے اور کرنے
کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔
تَأْتِ اصل میں تَأْتِیْ تھا۔ عامل کے آنے کے
سبب ی جو حرف علت ہے آخر سے حذف
ہو گئی۔ واضح رہے کہ اِتْیَانٌ کا استعمال بذاتِ خود
آنے نیز کسی کام کا حکم دینے اور اس کی تدبیر کو
سرانجام دینے کے متعلق ہوتا ہے اور خیر و شر،
اعیان و اعراض سب کے متعلق بولا جاتا ہے
با کے ذریعہ جب اس کا تعدیہ ہو تو معنی لانے
کے ہوتے ہیں۔ ب ۸/۱۲

تَأْتِنَا۔ تو ہمارے پاس لائیگا۔ تَأْتِ اِتْیَانٌ سے
مضارع کا واحد مذکر حاضر اصل میں تَأْتِیْ تھا
عامل کے سبب ی گر پڑی نا ضمیر جمع متکلم ب ۶/۹

تَأْتُنَّنِیْ۔ تم ضرور میرے پاس لے آؤ گے،
تَأْتُنَّ اِتْیَانٌ سے مضارع با نون ثقیلہ کا صیغہ
جمع مذکر حاضر ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم ب ۱۳

تَأْتُوْا۔ تم آتے رہو، اِتْیَانٌ سے مضارع کا صیغہ
جمع مذکر حاضر، اَنْ ناصبہ کے آنے کے سبب
آخر سے نون اعرابی گر پڑا۔ ب

تَأْتُوْنَ۔ تم کرتے رہو، تم آتے ہو۔ تم آؤ گے۔
اِتْیَانٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر ب ۸/۹
ب ۱۷/۱ ب ۱۹/۱۲و۱۴ ب ۲۰/۱۵ ب ۲۳/۱

تَأْتُوْنَنَا۔ تم ہمارے پاس آتے ہو، اس میں نَا
ضمیر جمع متکلم ہے ب ۲۳/۹

تَأْتُوْنِیْ۔ تم میرے پاس لاؤ گے۔ اس میں ی ضمیر
واحد متکلم ہے یہاں اس کا تعدیہ بذریعہ با ہے ب ۱۳

تَأْتِهِمْ۔ تو ان کے پاس لاتا ہے، تو ان کے
پاس لائے گا۔ تَأْتِ اِتْیَانٌ سے مضارع کا
صیغہ واحد مذکر حاضر لم کے آنے کے سبب
آخر سے ی گر گئی ھم ضمیر جمع مذکر غائب ب ۹/۱۲

تَأْتِهِمْ۔ ان کے پاس آئی، تَأْتِ اِتْیَانٌ سے
مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب اصل میں
تَأْتِیْ تھا۔ لم کے آنے کے سبب آخر سے ی
حذف ہو گئی اور مضارع ماضی کے معنی میں ہو گیا
ھم ضمیر جمع مذکر غائب ب ۱۶/۱۲

تَأْتِیْ۔ تو لے آوے، اِتْیَانٌ سے مضارع کا صیغہ
واحد مذکر حاضر۔ ب ۱۵

تَأْتِیْ۔ وہ آئے گی، اِتْیَانٌ سے مضارع کا صیغہ
واحد مؤنث غائب ب ۱۲ ب ۲۵/۱۴

تَأْتِیَکُمْ۔ وہ تمہارے پاس آتی ہے، وہ تمہارے
پاس آئے گی۔ تَأْتِیْ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث

غائب۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر پ۹ ع۱۲

تَأْتِيَنَا۔ تو ہمارے پاس آئے، تو ہمارے پاس لے آئے۔ تَأْتِيْ مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر نَا ضمیر جمع متکلم پ۹ ع۱

تَأْتِيْنَا۔ وہ ہمارے پاس آوے۔ وہ ہمارے پاس آئے گی، تَأْتِيْ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ نَا ضمیر جمع متکلم پ۱ ع۱۴ پ۲۲

تَأْتِيَنَّكُمْ۔ وہ تمہارے پاس ضرور آئے گی تَأْتِيَنَّ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب با نون تاکید کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ پ۲۲

تَأْتِيْهِمْ۔ تو ان کے پاس آتا ہے، تو ان کے پاس لے آئیگا۔ تَأْتِيْ صیغہ مضارع واحد مذکر حاضر هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب پ۸

تَأْتِيْهِمْ۔ وہ ان کے پاس آتی ہے، وہ ان کے پاس آئیگی۔ تَأْتِيْ صیغہ مضارع واحد مؤنث غائب۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب پ۷ پ۸ پ۹ ع۱۱ پ۱۳ ع۴ پ۱۴ ع۱۰ پ۱۵ ع۲۰ پ۱۷ ع۱۲،۳ پ۱۸ ع۲ پ۲۲ ع۸ پ۲۴ ع۲ پ۲۵ ع۱۲ پ۲۶ ع۶ پ۲۹ ع۱۵ پ۳۰ ع۲۳

تَأْثِيْمٌ۔ گنہگاری، گنہ میں ڈالنا، گناہ کی باتیں۔ بروزن تَفْعِيْلٌ مصدر ہے پ۲۷ تَأْثِيْمًا پ۲۷ ع۱۴

تَأْجُرَنِيْ۔ تو میری نوکری کرے گا تو میری مزدوری کریگا، (نَصَرَ) تَأْجُرَ اَجْرٌ سے جس کے معنی مزدوری دینے اور کسی کی مزدوری کرنے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم پ۲۰

تَأْخُذْ۔ تو پکڑے (نَصَرَ) اَخْذٌ سے جس کے معنی پکڑنے اور لینے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ یہاں لَا نہی آنے کے سبب فعل نہی ہے پ۱۴ ع۱۶

تَأْخُذُكُمْ۔ تم کو وہ آپکڑے، تم کو وہ آلے تَأْخُذُ اَخْذٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ پ۱۵

تَأْخُذُوْا۔ تم لے لو، اَخْذٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، نون اعرابی عامل کے سبب حذف ہوگیا پ۴ پ۱۴

تَأْخُذُوْنَهٗ۔ تم اس کو لیتے ہو، تم اس کو لوگے تَأْخُذُوْنَ اَخْذٌ سے مضارع کا صیغہ۔ جمع مذکر حاضر ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب پ۴ ع۱۴

تَأْخُذُوْنَهَا۔ تم اس کو لوگے۔ اس میں هَا ضمیر واحد مؤنث غائب ہے پ۲۶ ع۱۱

تَأْخُذُوْهَا۔ تم اس کو لے لو۔ اس میں هَا ضمیر واحد مؤنث غائب ہے (ملاحظہ ہو تَأْخُذُوْا) پ۲۶ ع۱۰

تَأْخُذُهٗ۔ وہ اس کو پکڑتی ہے، وہ اس کو آلیتی ہے

تَأْخُذُ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ پ ۳/۲

تَأْخُذُهُمْ وہ ان کو آپکڑے گی وہ ان کو آلیگی اس میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے پ ۴/۲

تَأَخَّرَ۔ وہ پیچھے رہا، وہ پیچھے ہوا۔ تَأَخُّرٌ سے جس کے معنی پیچھے ہونے اور پیچھے رہنے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب پ ۴ پ ۲۶/۹

تَأَذَّنَ۔ اس نے سنا دیا، اس نے پکار دیا، اس نے اعلان کردیا، اس نے بتلا دیا، اس نے خبر کردی تَأَذُّنٌ سے جس کے معنی سنا دینے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ، واحد مذکر غائب پ ۹ پ ۱۳/۱۴

تَارِكٌ۔ چھوڑنے والا، تَرْكٌ سے جس کے معنی چھوڑ دینے کے ہیں اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر پ ۱۲/۲

تَارِكُوْا چھوڑنے والے، تَارِكٌ کی جمع۔ نون بسبب اضافت حذف ہوگیا۔ بحالت رفع پ ۲۳/۴

تَارِكِيْ چھوڑنے والے۔ تَارِكٌ کی جمع بحالتِ نصب وجر۔ پ ۱۳/۵

تَارَةً، مرتبہ، دفعہ، باری، باری، اس کی اصل تَأْرَةٌ تھی ہمزہ کثرتِ استعمال کے باعث متروک ہوگئی۔ پ ۱۵ پ ۱۶/۱۲

تَأْسَ۔ تو غم کھاتا ہے، تو غم کھائے گا (سمع) أَسًى سے جس کے معنی غمگین ہونے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر اصل صیغہ تَأْسٰی تھا، لیکن چونکہ یہاں لا نہی اس پر داخل ہے اس لئے آخر سے ی گر گئی۔ پ ۶/۱۲و۹

تَأْسِرُوْنَ۔ تم قید کرتے ہو، تم اسیر کرتے ہو۔ (ضَرَبَ) اَسْرٌ سے جس کے معنی قید میں باندھنے کے ہیں مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ ۲۱/۱۹

تَأْسَوْا۔ تم غم کھاؤ، تم غم کھاتے ہو، اَسًی سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ ۲۷/۱۹

تَأْفِكَنَا۔ تو ہم کو پھیر دیگا۔ (ضَرَبَ) تَأْفِكُ اِفْكٌ سے قاموس میں ہے کہ اَفَكَ ضَرَبَ اور سَمِعَ دونوں سے آتا ہے اور مصدر اِفك الف کے کسرہ اور فتحہ اور فاء کے سکون اور حرکت سے جھوٹ بولنے کے معنی میں آتا ہے اور اَفَكَ عَنْهُ یعنی جب عن صلہ میں آئے تو معنی پھیرنے، بدلنے، رائے بدلنے اور مراد سے محروم کرنے کے ہوتے ہیں۔ امام راغب کہتے ہیں اِفْك کا استعمال ہر اس شے کے متعلق ہوتا ہے جو اپنے اصلی رخ سے پھیر دی گئی ہو اسی بنا پر ان ہواؤں کو جو اپنے چلنے کا اصلی رخ چھوڑ دیں مُؤْتَفِكَاتٌ کہتے ہیں اور اعتقادِ حق سے باطل کی طرف اور سچائی سے جھوٹ کی طرف اور اچھے

اعمال سے برے افعال کی طرف پلٹنے کے لئے اَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ بولا گیا ہے، آیت شریفہ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِکَنَا عَنْ اٰلِہَتِنَا (کافروں نے کہا کہ کیا تو اس لئے آیا ہے کہ ہم کو ہمارے معبودوں سے پھیر دیوے) میں اِفْکٌ کا استعمال ان کے اعتقاد کے اعتبار سے ہوا ہے کیونکہ وہ اپنے اعتقادِ باطل میں دعوتِ توحید کو حق سے برگشتگی سمجھتے تھے ۲۲/۲۶

تَاْکُلُ - وہ کھائے، وہ کھاتی ہے وہ کھائیگی (نَصَرَ) اَکْلٌ سے جس کے معنی کھانے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب ۷۳/۸ پ ۱۲/۶۴ و ۱۵

۱۸/۸ ۷ ۲۵/۲ ۲۳/۱۰

تَاْکُلُوْا - تم کھاؤ، تم کھا جاؤ، اَکْلٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اصل میں تَاْکُلُوْنَ تھا، عامل کے باعث آخر سے نون اعرابی حذف ہو گیا ہے

۳/۲ ۴/۶ ۶/۲ ۱۲/۵ و ۱۲ ۴/۳۱ ۱۶/۱۴

تَاْکُلُوْنَ - تم کھاتے ہو، تم کھا جاتے ہو، تم کھاؤ گے، اَکْلٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر

۳/۱۲ ۶/۱۱۹ ۷/۶ ۱۸/۲۱ و ۳ ۲۲/۱۴ ۷/۷ ۲۳/۲۱ ۲۵/۱۲ ۱۲/۴۷

۳۰/۱۹ ۳۷/۱۴

تَاْکُلُوْھَا - تم اس کو کھاتے رہو، اس میں ھَا

ضمیر واحد مؤنث غائب ہے ۱۲/۴۲

تَاْکُلُہٗ - وہ اس کو کھائے، وہ اس کو کھانے لگے، تَاْکُلُ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ہے ۱۲/۴

تَاْلَمُوْنَ - تم درد مند ہوتے ہو، تم تکلیف پاتے ہو (سَمِعَ) اَلَمٌ سے جس کے معنی سخت درد مند ہونے کے ہیں مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۴/۱۲

تَالِیَاتِ - تلاوت کرنے والیاں، پڑھنے والیاں (نَصَرَ) تِلَاوَۃٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تِلَاوَتِہٖ) ۳/۳۷

تَاْمُرُکَ - وہ تجھے حکم دیتی ہے، تَاْمُرُ اَمْرٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب کَ ضمیر واحد مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اَمَرَ) ۸۷/۱۱

تَاْمُرُنَا - تو ہم کو حکم دیتا ہے، تَاْمُرُ اَمْرٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر نَا ضمیر جمع متکلم (ملاحظہ ہو اَمْرٌ) ۶۰/۱۹

تَاْمُرُوْنَ - تم حکم دیتے ہو، تم حکم کرتے ہو، اَمْرٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۴۴/۱ ۲/۳ ۲۷/۲ ۱۱۰/۴

تَاْمُرُوْنَنَا - تم ہم کو حکم کرتے ہو۔ اس میں نَا ضمیر جمع متکلم ہے ۲۲/۳۳

تَاْمُرُوْنِّیْ - تم مجھکو حکم دیتے ہو، اس میں ی

ضمیر واحد متکلم ہے اور نون پر تشدید ادغام کی وجہ سے ہے ۱۳/۴

تَأْمُرُهُمْ: وہ ان کو حکم دیتی ہے۔ تَأْمُرُ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ ۲۷/۴

تَأْمُرِيْنَ: تو حکم دیتی ہے، اَمْرٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث حاضر۔ ۱۹/۱۸

تَأْمَنَّا: تو ہم کو با امانت جانتا ہے، تو ہم کو امین بناتا ہے (سمع) اصل میں تَأْمَنُنَا تھا نون کا نون میں ادغام کردیا گیا، تَامَنُ اَمْنٌ اور اَمَانَةٌ سے بمعنی اعتبار کرنے اور امین بنانے کے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر نَا ضمیر جمع متکلم ۲/۱۲

تَأْمَنْهُ: تو اس کو امانت دے، تو اس کو امین بنائے اس میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ہے۔ ۴/۱۹

تَأْوِيْلُ: تعبیر، تانی، کل بٹھائی، بیان حقیقت ٹھیک پڑنا بروزن تَفْعِيْلٌ مصدر ہے اَوْلٌ سے مشتق ہے جس کے معنی اصل کی طرف لوٹنے کے ہیں اسی لئے مرجع اور جائے بازگشت کو مَوْئِلٌ کہتے ہیں، کسی شے کو خواہ وہ شے علم ہو یا فعل، اس کی اصلی مراد کی طرف لوٹانے کا نام تاویل ہے۔ علم کی مثال وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيْلَهٗ اِلَّا اللّٰهُ (اور ان کی کل بٹھائی کوئی نہیں جانتا سوائے اللہ کے) اور فعل کی مثال هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَأْوِيْلَهٗ، يَوْمَ يَأْتِيْ تَأْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ (کیا اسی کی راہ دیکھتے ہیں کہ وہ ٹھیک پڑے جس دن وہ ٹھیک پڑے گی کہنے لگیں گے جو اس کو پہلے سے بھول رہے تھے کہ بیشک سچ بات لائے تھے ہمارے رب کے پیغمبر، اب کوئی ہیں سفارش والے کہ ہماری سفارش کریں یا ہم کو پھر لوٹا دیا جائے تو ہم عمل کریں خلاف ان اعمال کے جو ہم کر رہے تھے) ہے ۱۱/۱۲ و ۱۹/۱۲ ۱۱/۱۳ ۵/۶ تَاوِيْلًا ۵/۹ ۱۵/۱۴

تَأْوِيْلُهٗ: اس کی حقیقت، اس کا ٹھیک پڑنا، اس کی تعبیر، تَاوِيْلُ مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ ۹/۳ ۹/۱۲ ۱۱/۱۵ ۱۲/۱۵ و ۱۹

تَآئِبَاتٍ: توبہ کرنے والیاں، باز آنے والیاں، تَآئِبَةٌ کی جمع تَوْبَةٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث (ملاحظہ ہو تَوْبَةً) ۱۹/۲۸

تَآئِبُوْنَ: باز آنے والے، توبہ کرنے والے، تَآئِبٌ کی جمع بحالت رفع، تَوْبَةٌ سے، اسم فاعل

کا صیغہ، جمع مذکر (ملاحظہ ہو تَوْبَۃٌ) پ ۱/۳

فصل الباء الموحّدۃ

تُبْ۔ تو معاف کر، تو توبہ قبول کر، تَوْبَۃٌ سے۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر، یہاں پر خطاب اللہ عزوجل سے ہے اور صلہ میں عَلٰی واقع ہے اس لئے توبہ قبول کرنے کے معنی ہوں گے، (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تَابَ اور تَوْبَۃٌ) پ ۱/۱۵

تَبَّ۔ وہ ہلاک ہوا، وہ سدا ٹوٹے میں رہا، وہ ٹوٹ گیا (ضَرَبَ) تَبٌّ سے جس کے معنی ٹوٹے میں رہنے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ پ ۳۰/۲۶

تَبَابٌ۔ ہلاکت، کھپنا، ٹوٹنا، سدا ٹوٹے میں رہنا، تَبٌّ کی طرح یہ بھی تَبَّ کا مصدر ہے پ ۲۴/۹

تَبَارًا۔ ہلاکت، ہلاک کرنا، برباد ہونا، مصدر ہے۔ ضَرَبَ اور سَمِعَ سے آتا ہے۔ پ ۲۹/۱۰

تَبَارَكَ۔ وہ بہت برکت والا ہے، وہ بڑی برکت والا ہے، تَبَارُكٌ سے جس کے معنی بابرکت ہونے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، اس فعل کی گردان نہیں آتی اور صرف ماضی کا ایک صیغہ مستعمل ہے اور وہ بھی صرف اللہ تعالٰی کے لئے آتا ہے اسی لئے بعض لوگ اس کو اسم فعل بتاتے ہیں۔

پ ۸/۱۴ پ ۱۸/۱۴، ۱۹/۱ پ ۱۹/۴ پ ۲۴/۱۲ پ ۲۵/۱۳ پ ۲۷/۱۳ پ ۲۹/۱

تُبَاشِرُوْهُنَّ۔ تم ان (عورتوں) سے ملو، تم ان سے مباشرت کرو، تُبَاشِرُوْا مُبَاشَرَۃٌ سے مضارع کا صیغہ، جمع مذکر حاضر، هُنَّ ضمیر جمع مذکر غائب، یہاں مباشرت سے جماع کا کنایہ ہے (ملاحظہ ہو بَاشِرُوْهُنَّ) پ ۲

تَبَايَعْتُمْ۔ تم نے سودا کیا، تم نے خرید و فروخت کی تَبَايُعٌ سے جس کے معنی باہم خرید و فروخت کرنے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے پ ۳

تُبْتُ۔ میں نے توبہ کی، میں باز آیا، تَوْبَۃٌ سے ماضی کا صیغہ واحد متکلم (ملاحظہ ہو تَابَ اور تَوْبَۃٌ) پ ۴/۱۴ پ ۹/۶ پ ۲۶/۱۱

تَبَّتْ۔ وہ ہلاک ہوئی، وہ سدا ٹوٹے میں رہی، وہ ٹوٹ گئی، تَبٌّ اور تَبَابٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ تَبَّتْ يَدَا (دونوں ہاتھ ٹوٹے) (ملاحظہ ہو تَبَّ اور تَبَابٌ) پ ۳۰/۲۶

تَبْغُوْا۔ تم چاہتے ہو، تم ڈھونڈتے ہو، تم تلاش کرتے ہو، اِبْتِغَاءٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر اصل میں تَبْغُوْنَ تھا، نون اعرابی عامل کے آنے سے حذف ہو گیا (ملاحظہ ہو اِبْتِغَاءٌ) پ ۵/۹ پ ۵/۱ پ ۱۳/۸

پ ۱۸/۲، ۳ پ ۱۸/۱۰ پ ۲۰/۸ پ ۲۱/۸ پ ۲۲/۱۲ پ ۲۵/۱۸۔

تَبْتَغُوْنَ ۔ تم چاہتے ہو، تم ڈھونڈتے ہو۔ اِبْتِغَاءٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۵

تَبْتَغِیْ ۔ تو چاہتا ہے، تو تلاش کرتا ہے، تو ڈھونڈے، تو تلاش کرے، اِبْتِغَاءٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر ۲۸/۱۹

تَبَتَّلْ ۔ تو اخلاص نیت اور عبادت میں سب سے منقطع ہو جا، سب سے الگ ہو جا، تَبَتُّلٌ سے جس کے معنی سب سے الگ ہو کر اللہ کے لئے عبادت اور نیت کے خالص کرنے کے ہیں، امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ۔ ۲۹/۱۲

تُبْتُمْ ۔ تم نے توبہ کی، تم باز آگئے، تَوْبٌ اور تَوْبَۃٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۳ ۱۱

تَبْتَئِسْ ۔ تو غم کھائے، تو غمگین ہووے اِبْتِئَاسٌ سے جس کے معنی غمگیں اور رنجیدہ ہونے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، یہاں لا، نہی داخل ہے اس لئے فعل نہی ہے ۱۲ ۱۲/۳

تَبْتِیْلًا ۔ سب سے الگ ہو کر اللہ تعالیٰ کے لئے عبادت اور نیت میں اخلاص پیدا کرنا، بروزن تَفْعِیْلٌ مصدر ہے ۲۹/۱۲

تَبْخَسُوْا ۔ تم کم دینے لگو، تم گھٹاتے رہو (فَتَحَ) بَخْسٌ سے جس کے معنے ظلم سے کسی چیز کے گھٹانے اور کم کرنے کے ہیں مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر یہاں فعل نہی ہے کیونکہ لا، نہی داخل ہے ۲۸ ۱۹/۱۴ ۲۹

تَبْخَلُوْا ۔ تم بخل کرنے لگو، تم کنجوسی کرو گے، بُخْلٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اصل میں تَبْخَلُوْنَ تھا، نون عامل کی وجہ سے حذف ہو گیا (ملاحظہ ہو بُخْلٌ) ۲۶/۸

تُبْدَ ۔ وہ ظاہر کی جائے۔ اِبْدَاءٌ سے، جس کے معنی ظاہر کرنے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب اصل میں تُبْدٰی تھا یا عامل کی وجہ سے حذف ہو گئی ہے ۷

تُبَدَّلُ ۔ وہ بدلی جائے گی، تَبْدِیْلٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب (ملاحظہ ہو تَبْدِیْلٌ) ۱۳

تَبَدَّلْ ۔ تو بدل ڈالے، تَبَدُّلٌ سے جس کے معنی بدلنے اور تبدیل کرنے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، اصل میں تَتَبَدَّلُ تھا ایک تاء گر گئی۔ ۲۲/۳

تُبْدُوْا ۔ تم ظاہر کرو، اِبْدَاءٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اصل میں تُبْدُوْنَ تھا نون عامل کی وجہ سے حذف ہو گیا ۳/۸ ۶/۱ ۲۲/۴

تُبْدُوْنَ ۔ تم ظاہر کرتے ہو، تم ظاہر کرو گے اِبْدَاءٌ سے، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۱۸/۴ ۲/۳ ۵/۱۰

تُبْدُوْنَهَا۔ تم اس کو ظاہر کرتے ہو۔ اس میں ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب ہے ۳/۲۷۱

تُبْدُوْهُ۔ تم اس کو ظاہر کرو۔ اس میں ہُ ضمیر واحد مذکر غائب ہے۔ ۳/۱۱

تُبْدِیْ۔ وہ ظاہر کردیتی، اِبْدَاءٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب ہے ۲۰/۱۰

تَبْدِیْلَ، بدلنا، تبدیلی، بدل ڈالنا بروزن تَفْعِیْلٌ مصدر ہے۔ ایک چیز کو دوسری جگہ رکھنے کا نام "تبدیلٌ" ہے۔ تبدیل کے لفظ میں بہ نسبت "عوض" کے عمومیت ہے، عوض میں ایک چیز کے بدلہ میں دوسری چیز ہوتی ہے لیکن تبدیلٌ مطلق تغیر کا نام ہے ۱۱/۱۲ ۲۱/۷ تَبْدِیْلًا ۲۱/۱۹ ۲۲/۵ ۲۶/۱۱ ۲۹/۳۰

تُبَذِّرْ۔ تو بیجا خرچ کرے۔ تَبْذِیْرٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر یہاں نہی کا صیغہ ہے ۱۵/۳

تَبْذِیْرًا۔ بیجا خرچ کرنا۔ "تبذیرٌ" کے معنی تفریق اور پراگندہ کرنے کے ہیں، اصل میں بَذْرٌ یعنی زمین میں بیج کے ڈالنے اور پھینکنے کا نام "تبذیرٌ" ہے اور چونکہ بیج کا زمین پر ڈالنا اس شخص کی نظر میں جو مآل کار سے واقف نہ ہو بظاہر ضائع کرنا ہی ہے۔ اس لئے بطور استعارہ ہر اس شخص کے متعلق جو انجام کو سوچے بغیر اپنے مال کو فضول ضائع کرنے لگے "تبذیرٌ" کا استعمال ہونے لگا ۱۵/۳

تَبَرَّاَ۔ وہ بیزار ہوا۔ اس نے بیزاری ظاہر کی تَبَرُّءٌ سے جس کے معنی بیزار ہونے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے ۲/۴ ۱۱/۴

تَبَرَّاْنَا۔ ہم بیزار ہوگئے، ہم نے بیزاری کا اظہار کیا تَبَرُّءٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم ہے ۲۰/۱۰

تَبَرُّجَ۔ بناؤ سنگار کرنا، دکھانا، نمائش کرنا۔ خود نمائی کرنا، بروزن تَفَعُّلٌ مصدر ہے۔ ۲۲/۴

تَبَرَّجْنَ۔ تم بناؤ سنگار کرنے لگی۔ تم دکھاتی پھرو تَبَرُّجٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مؤنث حاضر اصل میں تَتَبَرَّجْنَ تھا ایک تا حذف کردی گئی۔ ۲۲/۴

تَبَّرْنَا۔ ہم نے ہلاک کیا، تَتْبِیْرٌ سے، ماضی کا صیغہ جمع متکلم (ملاحظہ ہو تَتْبِیْرٌ) ۱۹/۲

تَبَرَّءُوْا۔ وہ بیزار ہوئے، تَبَرُّءٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ ۲/۴

تَبَرُّوْا۔ تم نیکی کرتے ہو، تم نیکی کروگے (سمع) بِرٌّ سے، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر اصل میں تَبَرُّوْنَ تھا۔ اَنْ کے آنے سے نون اعرابی ساقط ہوگیا (ملاحظہ ہو بِرٌّ اور بَرٌّ) ۲/۱۲

تَبَرُّوْهُمْ۔ تم ان سے نیکی کرتے رہو، تم ان کے

ساتھ احسان کرتے رہو، اس میں ھُمْ ضمیر
جمع مذکر غائب ہے پ ۲۸/۸

تُبْرِئُ ۔ تو چنگا کرتا ہے، تو تندرست کرتا ہے،
اِبْرَاءٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔
(ملاحظہ ہو اَبْرِئُ) پ ۶/۵

تَبْسُطْهَا ۔ تو اس کو کھولے، تو اس کو کشادہ
کرے، تَبْسُطُ بَسْطٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر
حاضر ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب (ملاحظہ ہو
بَاسِطٌ اور بَسْطٌ) پ ۱۵/۴

تُبْسَلَ وہ گرفتار ہو جائے، وہ ہلاکت کے سپرد
کی جائے، اِبْسَالٌ سے مضارع مجہول کا صیغہ واحد مؤنث
غائب (ملاحظہ ہو اُبْسِلُوْا) پ ۷/۱۴

تَبَسَّمَ ۔ وہ مسکرایا، تَبَسُّمٌ سے جس کے معنی
مسکرانے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب پ ۱۹/۱۷

تُبَشِّرُ ۔ تو بشارت دے، تو خوش خبری سنائے،
تَبْشِیْرٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔
(ملاحظہ ہو بُشْرٰی) پ ۱۶/۹

تُبَشِّرُوْنَ ۔ تم خوش خبری سناتے ہو، تم بشارت
دیتے ہو، تَبْشِیْرٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر
(ملاحظہ ہو بُشْرٰی) پ ۱۴/۲

تُبْصِرُ تو دیکھے گا اِبْصَارٌ سے مضارع کا صیغہ
واحد مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اَبْصِرْ) پ ۲۹/۳

تُبْصِرُوْنَ ۔ تم دیکھتے ہو، اِبْصَارٌ سے مضارع
کا صیغہ جمع مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اَبْصِرْ) پ ۱/۱ پ ۱۹/۱۱
پ ۲۰/۱ پ ۲۵/۱۱ پ ۲۶/۱۸ پ ۲۷/۱۶،۲ پ ۲۹/۱

تَبْصِرَةً ۔ دکھلانا، سمجھانا، بروزن تَفْعِلَةٌ باب
تَفْعِیْل کا مصدر ہے۔ تَبْصِیْرٌ اور تَبْصِرَةٌ
دونوں آتے ہیں جیسے تَقْدِیْمٌ اور تَقْدِمَةٌ اور
تَذْکِیْرٌ اور تَذْکِرَةٌ پ ۲۶/۱۵

تُبْطِلُوْا ۔ تم باطل کرو، تم ضائع کرو، اِبْطَالٌ سے
جس کے معنی باطل کرنے اور ضائع کرنے کے ہیں
مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر یہاں فعل نہی ہے
پ ۳/۴ پ ۲۶/۸

تَبِعَ اس نے پیروی کی (سَمِعَ) تَبْعٌ سے جس کے
معنی پیروی کرنے اور قدم بقدم چلنے کے ہیں۔
ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب پ ۱/۴ پ ۳/۱۶

تُبَّعٌ ۔ تبع شاہان یمن کا لقب ہے، ابو عبیدہ جو
عربیت و لغت کے امام ہیں فرماتے ہیں۔

(تبع ملوك اليمن كل واحد منهم يسمى تبعا لانه يتبع صاحبه و الظل يسمى تبعا لانه
تبع شاہان یمن ہیں، ان میں سے ہر ایک تبع کہلاتا ہے کیونکہ اپنے پیشرو کے قدم بقدم چلتا ہے (عربی میں) سایہ کا نام بھی اسی لئے

یتبع الشمس ں تبع ہے کہ وہ دھوپ کے پیچھے
موضع تبع فی الجاھلیۃ پیچھے لگا رہتا ہے اسلام میں خلیفہ
موضع الخلیفۃ فی الاسلام کی جو حیثیت ہے وہی جاہلیت
وھم ملوک العرب میں تبع کی تھی۔ وہی عرب کے
الاعاظم۔ سلہ شاہانِ عظام تھے۔

قرآن مجید میں "قومِ تبع" کا ذکر دو جگہ کیا گیا ہے
ایک سورۂ "حٰم الدخان" میں جہاں قریش کی طرف
روئے سخن ہے کہ یہ کس گھمنڈ میں ہیں اور کس
بل بوتے پر اترا رہے ہیں کیا یہ قومِ تبع اور ان سے
اگلی قوموں سے بھی زیادہ زور آور اور سطوت و
جبروت کے مالک ہیں جو پاداشِ جرم میں ہلاکت
کے گڑھے اتار دی گئی تھیں اور دوسرے مقام
پر سورۂ "قٓ" میں ان مغضوب اور سرکش قوموں کے
ساتھ جو تکذیبِ حق میں پیش پیش رہیں اور بالآخر
اپنے کئے کی سزا کو پہنچیں ان کا بھی نام لیا ہے
ارشاد ہے۔

أَهُمْ خَيْرٌ أَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ اب یہ بہتر ہیں یا تبع کی قوم،
وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ اور جو ان سے پہلے تھے۔

أَهْلَكْنَاهُمْ إِنَّهُمْ كَانُوا ہم نے ان کو برباد کر کے رکھ دیا
مُجْرِمِينَ۔ (حٰم الدخان) کہ وہ مجرم تھے۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ جھٹلا چکے ہیں ان سے پہلے
وَأَصْحَابُ الرَّسِّ وَثَمُودُ۔ نوح کی قوم اور کنویں والے
وَعَادٌ وَفِرْعَوْنُ وَإِخْوَانُ اور ثمود اور عاد اور فرعون اور
لُوطٍ۔ وَأَصْحَابُ الْأَيْكَةِ لوط کے بھائی اور بن کے رہنے
وَقَوْمُ تُبَّعٍ كُلٌّ كَذَّبَ والے اور تبع کی قوم سب نے
الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيدِ۔ جھٹلایا رسولوں کو تو ہماری
(قٓ) وعید سچ ہو کر رہی۔

"تبع" کے ذکر میں قرآن مجید کا جو اندازِ بیان ہے
اس سے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
نے استنباط کیا ہے کہ وہ مردِ صالح تھے۔ چنانچہ
حاکم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت
کی ہے کہ

کان تبع رجلا صالحا تبع ایک نیک شخص تھا دیکھتے نہیں
الا تری انہ ذم قومہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی قوم کی
ولم یذمہ سلہ مذمت کی اور خود اس کو برا نہیں کہا
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا جو استنباط ہے مرفوع

سلہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں سورۂ "حٰم الدخان" کی تفسیر میں یتبع الشمس تک نقل کیا ہے۔ بقیہ عبارت میں نے فتح الباری سے نقل کی ہے اسی میں تصریح ہے کہ یہ ابوعبیدہ کے الفاظ ہیں۔ فتح الباری ج ۸ ص ۴۳۸ طبع خیریہ مصر ۱۳۲۵ھ

سلہ ملاحظہ ہو الکمالین لشیخ سلام اللہ الدہلوی طبع نولکشور ص ۴۱۰ سنہ ۱۳۱۷ھ

حدیثوں میں اس کی تصریح موجود ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل میں سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لا تسبوا تبعاً فانہ تبع کو برا نہ کہنا کیونکہ وہ اسلام کان قد اسلم لا چکا تھا۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی طبرانی نے اسی کی مثل حدیث روایت کی ہے جس کی اسناد سہل کی اسناد سے بھی اچھی ہے۔

قرآن مجید میں جس "تبع" کا ذکر ہے، ان کا نام اسعد تھا، عبد الرزاق وہب بن منبہ سے ناقل ہیں۔ نھی النبی صلی اللہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسعد علیہ وسلم عن سب کو برا کہنے سے منع فرمایا اور اسعد وھو تبع قال تبع وہی ہے۔ وہب کا وھب وکان علی بیان ہے کہ وہ دین ابراہیمی دین ابراھیم۔ پر تھا۔

عبد الرزاق نے سعید بن جبیر سے جو مشہور تابعی ہیں یہ بھی روایت کیا ہے کہ سب سے پہلے کعبہ پر غلاف ان ہی نے چڑھایا تھا۔ [1]

"قوم تبع" کا جو واقعہ تفسیر اور تاریخ کی عام کتابوں میں مذکور ہے اس کا خلاصہ حضرت شاہ عبد القادر نے موضح القرآن میں سورۂ حم الدخان کے فوائد میں اس طرح ذکر فرمایا ہے

"تبع بادشاہ تھا یمن کا۔ سب قوم اس کی بت پرست اس کو یقین آیا توریت پر اپنی قوم کے سامنے آزمایا کہ دین سچا کونسا۔ بڑی آگ لگائی دو جبر یہود کے توریت بغل میں لیکر اس میں گھس گئے، نہ جلے۔ وہ بت پرست بت کو بغل میں لیکر چلے جلنے لگے، نہ لے بھاگے اس کی قوم اس کی دشمن ہوئی آخر خراب ہوئے"

۲۵/۱۵ ۲۶/۱۵

تُبَّعًا۔ تابع، پیروی کرنے والے، تابِعٌ کی جمع ہے جیسے صَحْبٌ صَاحِبٌ کی ۱۳/۱۵ ۲۳/۱۰

تُبْعَثُنَّ۔ تم ضرور اٹھائے جاؤ گے، بَعْثٌ سے مضارع با نون تاکید کا صیغہ جمع مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اِنْبَعَثَ اور بَعَثَ۔ ۲۸/۱۵

تُبْعَثُوْنَ۔ تم اٹھائے جاؤ گے، بَعْثٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اِنْبَعَثَ اور بَعَثَ) ۸/۱

تَبِعَكَ۔ اس نے تیری پیروی کی، تَبِعَ صیغہ فعل ماضی کا ضمیر واحد مذکر حاضر (ملاحظہ ہو تَبِعَ) ۸/۹ ۱۵/۷ ۲۳/۱۳

[1] ان تمام روایات کے لئے ملاحظہ ہو فتح الباری تفسیر سورۂ حم الدخان ج ۸ ص ۳۷۰ طبع مصر امیریہ۔

تَبِعَنِیْ۔ اس نے میری پیروی کی، اس میں ن وقایہ کی ضمیر واحد متکلم ہے (ملاحظہ ہو تَبِعَ) پ ۱۳ / ۱۸

تَبِعُوْا۔ انھوں نے پیروی کی، تَبِعَ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ پ ۱ / ۴

تَبْغِ۔ تو چاہے، تو خواہش کرے، بَغْیٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، یہاں لا نہی داخل ہے اس لئے فعل نہی ہے اور آخر سے ی حذف ہو گئی اصل میں تَبْغِیْ تھا (ملاحظہ ہو اَبْغِیْ اور بَغْیٌ) پ ۲۰ / ۱۱

تَبْغُوْا۔ تم تلاش کرنے لگو، تم چاہو، تم ڈھونڈنے لگو بَغْیٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، یہاں بھی لا نہی آنے کے سبب فعل نہی ہے اور اسی لئے نون اعرابی آخر سے ساقط ہو گیا کیونکہ اصل میں تَبْغُوْنَ تھا (ملاحظہ ہو اَبْغِیْ اور بَغْیٌ) پ ۵ / ۳

تَبْغُوْنَهَا۔ تم اس کو چاہتے ہو، تَبْغُوْنَ بَغْیٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب (ملاحظہ ہو اَبْغِیْ اور بَغْیٌ) پ ۴ / ۸ پ ۹

تَبْغِیْ۔ وہ سرکشی کرتی ہے، بَغْیٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب (ملاحظہ ہو اَبْغِیْ اور بَغْیٌ) پ ۲۶ / ۱۴

تُبْقِیْ۔ وہ باقی چھوڑتی ہے، اِبْقَاءٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب (ملاحظہ ہو اَبْقٰی) پ ۲۹ / ۱۵

تَبْکُوْنَ۔ تم روتے ہو، بُکَاءٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر (ملاحظہ ہو بَکَتْ) پ ۲۷

تَبْلُغَ۔ تو پہنچتا ہے، تو پہنچیگا، بُلُوْغٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اَبْلَغَ اور بَلَغَ) پ ۱۵ / ۴

تَبْلُغُوْا۔ تم پہنچو، تم پہنچتے رہو، بُلُوْغٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر اصل میں تَبْلُغُوْنَ تھا لام کے اول میں آنے سے نون اعرابی حذف ہو گیا۔ (ملاحظہ ہو اَبْلَغَ اور بَلَغَ) پ ۲ پ ۲۳ / ۱۱

تَبْلُوْا۔ وہ آزمائیگی، بَلَاءٌ سے مضارع کا صیغہ، واحد مؤنث غائب (ملاحظہ ہو بَلَاءٌ) پ ۱۱

تُبْلَوُنَّ۔ تم ضرور آزمائے جاؤ گے، بَلَاءٌ سے مضارع مجہول با نون ثقیلہ کا صیغہ جمع مذکر حاضر (ملاحظہ ہو بَلَاءٌ) پ ۴

تُبْلٰی۔ وہ آزمائی جائیگی، وہ جانچی جائے گی، اس کا امتحان کیا جائیگا، بَلَاءٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب پ ۳۰

تَبْنُوْنَ۔ تم بناتے ہو، تم تعمیر کرتے ہو، بِنَاءٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اِبْنِ) پ ۱۹

تَبُوْءَ۔ تو پھر جاوے، تو لوٹے، تو حاصل کرے تو سمیٹے، تو کمائے، (نَصَرَ) بَوْءٌ سے جس کے معنی لوٹنے کے ہیں اور بَوَاءٌ سے جس کے معنی ٹھکانا دینے اور قصاص میں برابر ہونے کے ہیں مضارع

کا صیغہ واحد مذکر حاضر (ملاحظہ ہو بَاءَ) ۲ پ

تَبَوَّآ تم دونوں ٹھیراؤ، تم دونوں اتارو، تم دونوں جگہ تیار کرو۔ تَبَوُّءٌ سے جس کے معنی ٹھیرانے اور جگہ تیار کرنے کے ہیں مضارع کا صیغہ تثنیہ مذکر حاضر ۱۱ پ ۱۴

تَبُوْرَ۔ وہ ہلاک ہوگی، وہ مٹے گی، وہ بگڑے گی۔ (نَصَرَ) بَوَارٌ سے، جس کے معنی ہلاک ہونے اور بگڑنے کے ہیں، مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ ۲۲ پ ۱۶

تَبَوَّؤُا۔ انھوں نے ٹھکانا بنایا انھوں نے جگہ تَبَوُّءٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ۲۸ پ ۴

تُبَوِّئُ۔ تو جگہ دیتا ہے، تو ٹھکانا دیتا ہے، تو اتارتا ہے، تَبْوِیَۃٌ سے مضارع کا صیغہ، واحد مذکر حاضر اس کا تعدیہ مفعول ثانی کی طرف بذریعہ لام بھی ہوتا ہے اور بنفسہ بھی۔ (ملاحظہ ہو بَوَّأْنَا) ۳ پ

تَبْهَتُهُمْ۔ وہ ان کے ہوش کھو دیگی، وہ ان کے حواس باختہ کردے گی، وہ ان کو مبہوت بنا دیگی تَبْهَتُ بَهْتٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب (ملاحظہ ہو بُهِتَ) ۱۷ پ

تِبْيَانًا۔ بیان، بَیَانٌ کی طرح یہ بھی بَانَ یَبِیْنُ کا مصدر ہے ۱۴ پ ۱۸

تَبِیْدَ۔ وہ ہلاک ہوگی، وہ تباہ ہوگی، وہ خراب ہوگی، (ضَرَبَ) بَیَادٌ سے، جس کے معنی اصل میں "بیدا" یعنی صحرائے بے آب وگیاہ میں کسی چیز کے متفرق اور پراگندہ ہونے کے ہیں اور اسی اعتبار سے مکمل بربادی تباہی اور ہلاکت کے متعلق اس کا استعمال ہوتا ہے مضارع کا صیغہ، واحد مؤنث غائب۔ ۱۵ پ ۱۷

تَبْيَضُّ۔ وہ سفید ہوگی، وہ درخشاں ہوگی۔ اِبْيِضَاضٌ سے۔ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ چہروں کے لئے جب "ابیضاض" کا استعمال ہو تو مسرت وانبساط کا اظہار مراد ہوتا ہے، مشہور مقولہ ہے کہ البیاض افضل والسواد اہول والحمرۃ اجمل والصفرۃ اشکل (سفیدی میں فضیلت زیادہ ہے اور سیاہی میں ہول اور ڈر، سرخی میں جمال زیادہ ہوتا ہے اور زردی میں لبھاوٹ) اسی لئے فضیلت وشرافت کے متعلق بیاض کا استعمال ہوتا ہے اور جس شخص کا دامن کسی عیب سے داغدار نہ ہو اسے "ابیض الوجہ" (آبرودار) کہتے ہیں، اس اعتبار سے "بیاض" کے معنے سفیدی کے علاوہ "آب" کے بھی ہوتے

(ملاحظہ ہو اِبْیَضَّتْ) پ۲

تَبِیْعًا۔ پیچھا کرنے والا، دعوی کرنے والا، مددگار
تَبَعٌ سے بروزن فَعِیْلٌ بمعنی فاعل ہے چونکہ
مدعی دعوی کے اور مددگار مدد کے درپے ہوتا ہے
اس لئے مجازاً مدعی اور مددگار کے معنی بھی آتے ہیں
پ۱۵

تَبَیَّنَ۔ وہ ظاہر ہوگیا، وہ کھل گیا، تَبَیُّنٌ سے
جس کے معنی ظاہر ہونے اور واضح ہوجانے کے
ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، واضح رہے
کہ بیان کی دو صورتیں ہیں ایک تو خود دلالت
حال کہ صورت یہ ہیں حالت میں، دوسرے آزمائش
کے ذریعہ کسی چیز کا کھلنا اور واضح ہونا خواہ آزمائش
بذریعہ نطق ہو یا کتابۃً اور اشارۃً، پ۱ پ۳ پ۵
پ۹ پ۲ پ۱۳ پ۱۱ پ۲۴ پ۲۶

تَبَیَّنَتْ۔ اس (عورت) نے جانا، اس نے معلوم کیا
وہ ظاہر ہوگئی، تَبَیُّنٌ سے ماضی کا صیغہ
واحد مؤنث غائب پ۲۲

تُبَیِّنُنَّہٗ تم ضرور بیان کروگے، تُبَیِّنُنَّ تَبْیِیْنٌ
سے، مضارع بانون ثقیلہ کا صیغہ جمع مذکر حاضر
(ملاحظہ ہو اَبَیِّنُ اور بَیَّنَّا) پ۴

تَبَیَّنُوْا تم تحقیق کرلو، تم کھول لو۔ تَبَیُّنٌ سے
امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ پ۵ پ۲۶

فصل التاء المثناة

تَتَبَدَّلُوْا۔ تم بدلو، تم بدل ڈالو، تَبَدُّلٌ سے
جس کے معنی بدل ڈالنے کے ہیں، امر کا صیغہ
جمع مذکر حاضر۔ پ۴

تَتَّبِعُ۔ تو اتباع کرے، تو پیروی کرے، اِتِّبَاعٌ
سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اِتِّبَاعٌ)
پ۱ پ۶ پ۸ پ۹ پ۱۳ پ۲۵

تَتَّبِعَانِّ۔ تم دونوں پیروی کرنا، اِتِّبَاعٌ سے
مضارع بانون ثقیلہ کا صیغہ تثنیہ مذکر حاضر یہاں
لا نہی داخل ہے اس لئے فعل نہی ہے۔ پ۱۱

تَتَّبِعَنِ۔ تو میری پیروی کرے، تَتَّبِعَ صیغہ مضارع
ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم تحریر میں محذوف ہے پ۱۶

تَتَّبِعُوْا۔ تم پیروی کرو، اِتِّبَاعٌ سے مضارع کا
صیغہ، جمع مذکر حاضر یہاں لا نہی موجود ہے اس لئے
فعل نہی ہے اور نون اعرابی محذوف ہے پ۲
پ۵ پ۶ پ۸ پ۱۵ پ۲۶

تَتَّبِعُوْنَ۔ تم پیروی کرتے ہو، تم پیروی کرتے ہو
اِتِّبَاعٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ۸
پ۱۵ پ۱۸

تَتَّبِعُونَا ۔ تم ہماری پیروی کروگے ۔ اس میں نَا ضمیر جمع متکلم ہے ۲۶/۱۰

تَتْبَعُهَا وہ اس کے پیچھے پیچھے لگی آئے گی، تَتْبَعُ تَبِعَ سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب هَا ضمیر واحد مؤنث غائب (ملاحظہ ہو تَبِعَ) ۳۰/۲

تَتْبِيْبٍ ۔ ہلاک کرنا، تباہ و برباد کرنا، ہلاکت تباہی و بربادی، ہمیشہ گھاٹے اور نقصان میں رہنا بروزن تَفْعِيْلٌ مصدر ہے ۱۲/۹

تَتْبِيْرًا ۔ ہلاک کرنا، ویران کرنا، بروزن تَفْعِيْلٌ مصدر ہے ۱۵/۱ ۱۹/۲

تَتَجَافٰى ۔ وہ دور رہتی ہے، وہ الگ رہتی ہے تَجَافِيْ سے جس کے معنی جگہ سے دور ہونے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب ۲۱/۱۵

تَتَّخِذُ ۔ تو بناتا ہے، تو بنائے گا، تو اختیار کرتا ہے تو اختیار کرے گا، تو پکڑتا ہے تو پکڑیگا اِتِّخَاذٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، اَتَتَّخِذُ میں ہمزہ استفہام توبیخ کے لئے ہے (ملاحظہ ہو اِتِّخَاذٌ) ۷/۱۵ ۲۶/۲

تَتَّخِذُنَا ۔ تو ہم کو بناتا ہے، اس میں نَا ضمیر جمع متکلم ہے، اَتَتَّخِذُنَا میں ہمزہ استفہام تعجب کے لئے ہے (ملاحظہ ہو اِتِّخَاذٌ) ۱/۸

تَتَّخِذُوْا ۔ تم بناؤ، تم پکڑو، اِتِّخَاذٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، چونکہ یہاں لا نہی موجود ہے اس لئے فعل نہی ہے اور نون اعرابی حذف ہوگیا ہے (ملاحظہ ہو اِتِّخَاذٌ) ۱۳/۶ ۱۶/۱۳ ۳/۱۲ ۹ و ۱۸/۵ ۱۲ و ۱۳/۶ ۹/۷ ۱۳ و ۱۹/۱۴ ۱/۱۵ ۲۸/۸

تَتَّخِذُوْنَ ۔ تم بناتے ہو، تم پکڑتے ہو۔ اِتِّخَاذٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر (ملاحظہ اِتِّخَاذٌ) ۱۴/۳ ۱۵ و ۱۹/۱۴ ۱۱/۱۹

تَتَّخِذُوْنَهٗ ۔ تم اس کو بناتے ہو، تم اس کو پکڑتے ہو تم اس کو پسند کرتے ہو، اس میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ہے ۱۹/۱۵

تَتَذَكَّرُوْنَ ۔ تم نصیحت پکڑتے ہو، تم نصیحت پکڑوگے، تم دھیان کرتے ہو، تم دھیان کروگے، تَذَكُّرٌ سے جس کے معنی یاد کرنے، دھیان کرنے اور نصیحت پکڑنے کے ہیں مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۱۵/۷ ۱۴/۲۱ ۱۱/۲۴

تَتْرَا ۔ پے در پے، مسلسل، تابڑ توڑ، یکے بعد دیگرے آنا، تَتْرٌ سے جس کے معنی کسی شئے کے پے بہ پے آنے کے ہیں، الف اس میں تانیث کا ہے اور فراء کہتے ہیں کہ تنوین کے عوض میں آیا ہے۔ ۱۸/۳

تُتْرَكُوْا ۔ تم چھوڑے جاؤ، تمہیں چھوڑ دیا جائے۔

تُتْرَكُوْ سے مضارع مجہول کا صیغہ جمع مذکر حاضر، ان ناصبہ کے آنے سے نون اعرابی حذف ہو گیا ہے (ملاحظہ ہو اُتْرُكْ) پ ۳

تُتْرَكُوْنَ ۔ تم چھوڑ دیئے جاؤ گے، تمہیں چھوڑ دیا جائے گا۔ تَرْكٌ سے مضارع مجہول کا صیغہ جمع مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اُتْرُكْ) پ ۹/۱۲

تَتْرُكْهُ تو اس کو چھوڑے، تَتْرُكْ تَرْكٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر ۃ ضمیر واحد مذکر غائب پ ۹/۱۲

تَتَفَرَّقُوْا ۔ تم متفرق ہونے لگو۔ تم جدا ہو، تَفَرُّقٌ سے، جس کے معنی متفرق اور پراگندہ ہونے کے ہیں مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر یہاں لائے نہی آنے کے سبب فعل نہی ہے پ ۲۵/۴

تَتَفَكَّرُوْا تم فکر کرو، تم غور کرو، تم سوچو، تَفَكُّرٌ سے، جس کے معنے سوچنے اور غور کرنے کے ہیں، امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ فکر اور تفکر میں فرق یہ ہے کہ فکر تو اس قوت کا نام ہے جو علم کو معلوم کی طرف لاتی ہے اور تفکر کے معنی اس قوت سے اقتضاء عقل کے مطابق کام لینے کے ہیں انسان کی صفت ہے حیوان کی نہیں، اور اسی لئے "تفکر" کا استعمال اس شئے کے متعلق ہوتا ہے جس کی صورت کا انسان کے دل و دماغ میں حاصل ہونا ممکن ہو، چنانچہ مروی ہے کہ تفکروا فی آلاء اللہ ولا تفکروا فی اللہ (اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے متعلق تفکر کرو اور ذاتِ الٰہی میں تفکر نہ کرو) کیونکہ ذاتِ الٰہی اس امر سے منزہ ہے کہ اس کو کسی صورت سے متصف کیا جا سکے۔ پ ۲۲/۱۲

تَتَفَكَّرُوْنَ ۔ تم فکر کرو، تم غور کرو، تم سوچو، تَفَكُّرٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ ۲ پ ۲۳ پ ۷

تَتَقَلَّبُ وہ پھر جاتی ہے، وہ پھر جائے گی، وہ پلٹتی ہے، وہ پلٹ جائیگی، تَقَلُّبٌ سے جس کے معنی الٹ پلٹ ہونے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ پ ۱۸/۱۱

تَتَّقُوْا تم بچتے رہے، تم ڈرتے رہے۔ تم پرہیزگار رہے، اِتِّقَاءٌ سے، جس کے معنی پرہیز کرنے، بچنے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کے ہیں مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، نون اعرابی عامل کے آنے سے محذوف ہو گیا ہے۔ پ ۳ پ ۳ پ ۴ پ ۵ پ ۹ پ ۱۵ پ ۱۸ پ ۲۶

تَتَّقُوْنَ ۔ تم ڈرتے ہو، تم ڈرتے رہو، تم بچتے رہو تم بچو گے، اِتِّقَاءٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ ۱ پ ۲ پ ۸ پ ۹ پ ۱۱ پ ۱۴ پ ۱۸

پ۱۹/۱۰ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ س۲۳/۸ پ۲۹/۱۳

تَتَكَبَّرَ۔ تو تکبر کرے، تَكَبُّرٌ سے، جس کے معنی بڑائی مارنے اور گھمنڈ کرنے کے ہیں، مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مُتَكَبِّرٌ) پ۳

تَتَلَقّٰهُمُ۔ وہ ان سے ملاقات کرے گی، وہ (فرشتوں کی جماعت) ان کو لینے آئیگی تَتَلَقّٰى تَلَقِّيٌ سے جس کے معنی ملاقات اور استقبال کرنے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب پ۱۷

تَتْلُوْا۔ وہ (جماعتِ شیاطین) پڑھتی ہے، (الصّٰرِ) تِلَاوَةٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب (ملاحظہ ہو تِلَاوَةٌ) پ۱/۱۲

تَتْلُوْا۔ تو پڑھتا، تو پڑھتا ہے، تو پڑھے، تِلَاوَةٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر (ملاحظہ ہو تِلَاوَةٌ) پ۱۱/۱۲ س۱۳/۱۰ پ۲۰/۸ پ۲۱/۲

تَتْلُوْنَ تم پڑھتے ہو، تم تلاوت کرتے ہو، تِلَاوَةٌ سے، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ۱/۵

تُتْلٰى۔ وہ پڑھی جاتی ہے، اس کی تلاوت کی جاتی ہے۔ تِلَاوَةٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ پ۴ پ۹/۱۸ پ۱۱/۲ پ۱۶/۷ و ۹ پ۱۷/۱۶ پ۱۸/۴ و ۱۵ پ۲۱/۱۰ پ۲۲/۱۱

پ۲۵/۱۴ و ۱۹ و ۲۰ پ۲۶/۱ پ۲۹/۲ پ۳۰/۸

تَتَمَارٰى۔ تو جھگڑا کرتا ہے، تو جھٹلائے گا، تو شک کریگا۔ تَمَارِيٌ سے جس کے معنی شک کرنے اور جھگڑنے کے ہیں، مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ پ۲۷

تَتَمَنَّوْا تم آرزو کرو، تم ہوس کرو، تَمَنِّيٌ سے مضارع کا صیغہ۔ جمع مذکر حاضر۔ لَا تَتَمَنَّوْا تم آرزو مت کرو تم ہوس نہ کرو، یہ فعلِ نہی ہے، تَمَنِّيٌ کے معنی ہیں کسی بات کا اپنے جی میں ٹھیرانا اور اس کا تصور کرنا جو کبھی تو محض اٹکل اور گمان پر ہوتا ہے جس کی کوئی بنیاد نہیں ہوتی اور کبھی سوچ بچار کے بعد کسی بنیاد پر قائم ہوتا ہے، یاد رہے کہ آرزوں کی بنیاد چونکہ اکثر اٹکل اور اندازہ ہی پر چلتی ہے اس لئے تمنّیٰ کا استعمال بھی بیشتر کسی بے حقیقت چیز کے تصور کرنے کے لئے ہوتا ہے (ملاحظہ ہو اُمْنِيَّتِهٖ) پ۵

تَتَنَاجَوْا۔ تم سرگوشی کرو، تم کانا پھوسی کرو۔ تَنَاجِيٌ سے جس کے معنی سرگوشی کرنے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، لَا تَتَنَاجَوْا، تم سرگوشی نہ کرو، تم کانا پھوسی مت کرو، یہ فعل نہی ہے۔ پ۲۸

تَتَنَزَّلُ وہ (فرشتوں کی جماعت) اترتی ہے تَنَزُّلٌ سے، جس کے معنی اترنے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ ۹۷:۴

تَتُوبَا تم دونوں توبہ کرتی ہو تم دونوں باز آجاؤ، تَوْبَةٌ سے۔ مضارع کا صیغہ تثنیہ مؤنث حاضر۔ (ملاحظہ ہو تَابَ اور تَوْبَة) ۶۶:۴

تَتَوَفّٰهُمْ وہ (فرشتوں کی جماعت) ان کو قبض کرتی ہے، وہ ان کی جان لیتی ہے، وہ ان کو پورا کرتی ہے، تَتَوَفّٰی۔ تَوَفِّیْ سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ تَوَفِّیْ کے معنی اصل میں کسی چیز کو پورا لینے اور اس پر تمام قبضہ کرنے کے ہیں، تَوَفّیٰ باب تَفَعُّلٌ سے ہے اور تَفَعُّلٌ کی خاصیت باب تَفْعِيْلٌ کی اثر پذیری ہے۔ ارباب لغت نے تصریح کی ہے کہ یہاں جو ثلاثی مجرد یعنی وَفٰی یَفِیْ وَفَاءٌ کو باب تَفَعّل یعنی تَوَفّٰی یَتَوَفّٰی تَوَفِّیًا کی طرف نقل کیا گیا ہے وہ اسی غرض کے لئے ہے، اب یہ دیکھنا چاہئے کہ مجرد میں اس کے حقیقی معنی کیا ہیں کیونکہ علم صرف کا یہ مسلمہ مسئلہ ہے کہ مجرد کو مزید کے کسی وزن پر بھی نقل کیا جائے اس میں مجرد کے اصلی معنی بہر نوع ضرور ملحوظ ہوں گے واضح رہے کہ مجرد ہو یا مزید سب کا مادہ اشتقاق وَفَاءٌ ہے جس کے معنی ہیں پورا ہونا اور پورا کرنا مجرد میں یہ اسی معنی میں باب ضَرَبَ یَضْرِبُ سے آتا ہے اور مصدر وَفَاءٌ اور وَفِیٌّ مستعمل ہے وعدہ کے متعلق وَفَا اور غدر ہماری زبان میں بھی بولے جاتے ہیں، یہ دونوں الفاظ ایک دوسرے کی ضد واقع ہوئے ہیں غدر یعنی چھوڑ دینا اور پورا نہ کرنا، وفا کے مفہوم اور معنی پر صاف روشنی ڈال رہا ہے کہ پورا ہونا اور پورا کرنا اس کی اصلی اور حقیقی معنی ہیں۔ اب جتنے بھی اوزان مزید ہیں تَوْفِيَةٌ (باب تَفْعِيْلٌ) اِيْفَاءٌ (باب اِفْعَالٌ) مُوَافَاةٌ (باب مُفَاعَلَةٌ) تَوَافِیْ (باب تَفَاعُلٌ) تَوَفِّیْ (باب تَفَعُّلٌ) اِسْتِيْفَاءٌ (باب اِسْتِفْعَالٌ) سب میں یہ معنی ملحوظ رہیں گے۔ چنانچہ امام راغب اصفہانی تَوْفِيَةٌ کے متعلق لکھتے ہیں وتوفیة الشیء بذلہ وافیا (یعنی توفیة کے معنی ہیں کسی چیز کو پورے طور پر صرف کرنا) حضرت ابراہیم صلوات اللہ وسلامہ علیہ کے اوصاف کمال کے سلسلہ میں قرآن مجید کی تصریح ہے وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰی (اور ابراہیم کو جس نے (اللہ تعالیٰ کے حقوق کو) پورا کردیا) سورۃ آل عمران میں

روز جزا کا بیان ہو رہا ہے فَكَيْفَ إِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (پھر کیسا ہوگا جب ہم ان کو جمع کریں گے ایک دن جس میں شبہ نہیں اور پورا پایا جائے گا ہر کوئی اپنا کیا اور ان کا حق نہ رہیگا) سورہ بقرہ میں ارشاد ہے وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ إِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (اور ڈرتے رہو اس دن سے جس میں اللہ کے پاس لوٹائے جاؤ گے۔ پھر پورا ملیگا ہر شخص کو جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہ ہوگا) غرض قرآن مجید میں جہاں بھی توفیہ کا استعمال ہوا ہے پورا دینے اور پورا کرنے کے لئے ہوا ہے، اب غور کیجئے باب تفعّل کی خاصیت، باب تفعیل کی مطاوعت اور اثر پذیری ہے اور جمیع ائمہ لغت و عربیت کی تصریح کے مطابق یہاں مجرد کو باب تفعل میں اسی غرض کے لئے استعمال کیا گیا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ جس طرح تَعْلِيْمٌ کے معنی ہیں سکھلانا اور تَعَلُّمٌ کے معنی ہیں اس کا اثر قبول کرنا یعنی سیکھنا۔ اسی طرح تَوْفِيَةٌ کے معنی پورا دینے اور پورا کرنے اور تَوَفِّيْ کے معنی اس کی اثر پذیری کے اعتبار سے پورا لینے اور پورا ہونے کے ہیں، قاضی ناصر الدین ابو سعید عبداللہ بن عمر بن محمد البیضاوی اپنی مشہور اور مستند تفسیر انوار التنزیل واسرار التاویل میں رقمطراز ہیں والتوفی اخذ الشئ وافیا (توفی کے معنی کسی چیز کو پورے طور پر لینا) اور آیت هُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰكُمْ بِالَّيْلِ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ فان اصلہ قبض الشئ بتمامہ[ط] (پس جب یہ ثابت ہوا کہ تَوَفِّيْ کے معنی کسی چیز کے پورے طور پر لینے اور قبض کرنے کے ہیں تو موت اور نیند کے لئے جو توفی کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے وہ اسی اعتبار سے ہے کہ ان دونوں حالتوں میں اس کی روح کھینچی اور قبض کی جاتی ہے ورنہ توفی کے معنی حقیقتاً موت کے نہیں ہیں، سورہ الزمر میں ارشاد ہے اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرٰى إِلٰى أَجَلٍ مُّسَمًّى (قبض کرتا ہے جانوں کو ان کی موت کے وقت اور جو نہیں مریں ان کو سوتے میں پس جن کے لئے موت

[ط] ملاحظہ ہو تفسیر مذکور سورہ مائدہ اور سورہ انعام۔

مقرر کردی ان کو تو روک رکھتا ہے اور اوروں کو
ایک مقررہ مدت کے لئے بھیج دیتا ہے) اس
آیت سے صاف ظاہر ہے کہ موت کی طرح
نیند میں بھی جان کھنچتی ہے مگر یہ جان وہ ہے
جو مرنے سے پہلے نہیں کھینچی جاتی۔ آیتِ مذکورہ
میں توفی کے معنی موت کے نہیں بلکہ قبض کرنے
(یعنی لینے اور اٹھانے) کے ہیں۔ اسی طرح سورہ نسا
کی آیت فَأَمْسِكُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ حَتَّىٰ
يَتَوَفَّاهُنَّ الْمَوْتُ (تو ان کو گھروں میں بند رکھو
یہانتک کہ موت ان کو اٹھا لے) میں توفی کے
معنی کسی طرح موت کے نہیں بن سکتے بلکہ وہی
قبض کرنے اور اٹھانے کے ہیں ورنہ اسنادالشئ الی
نفسہ لازم آئیگا جو اصول عربیت پر کسی طرح
درست نہیں ہو سکتی، اس لئے منکرین نزول مسیح
علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ دعوی کسی طرح صحیح نہیں
کہ توفی کے معنی ہیں کسی چیز کو پورا لینا اور اس کو
قبض کرنا چونکہ مرنے پر انسان کی روح قبض
کر لی جاتی ہے اور وہ اپنی زندگی پوری کر چکتا ہے
اس لئے روح قبض کرنے اور جان لینے کے لئے بھی
اس کا استعمال کیا جاتا ہے۔ امام ابوجعفر احمد بن
علی البیہقی جو لغت و عربیت کے امام ہیں تاج المصادر
میں رقمطراز ہیں۔

يقال تُوُفِّيَ فلان و — جب کوئی مرجائے تُوُفِّيَ فلانٌ
تَوَفّٰى اذا مات فمن — اور تَوَفّٰى فلان کہا جاتا ہے پس
قال تُوُفِّيَ فمعناه — جس نے تُوُفِّيَ (بصیغہ مجہول) کہا
قبض واخذ ومن — تو اس کے معنی ہوئے وہ قبض کیا گیا
قال تَوَفّٰى فمعناه — اور اٹھا لیا گیا اور جس نے تَوَفّٰى
توفی اجله و — (بصیغہ معروف) کہا تو اس کے
استوفی اکله وعمره — معنی ہوئے اس نے اپنی مدت پوری کی
وعلی هذا یتوجه — کی اور روزی اور عمر کو پورا کیا جس نے
قراءة من قرأ یَتَوَفَّوْنَ — (قرآن میں) یَتَوَفَّوْنَ یا کے زبر
بفتح الیاء۔ ؎ — سے پڑھا ہے وہ اسی معنی کے اعتبار
سے ہے ؎

تَتَوَلَّوْا۔ تم پھروگے۔ تَوَلِّيٌ سے۔ مضارع کا صیغہ
جمع مذکر حاضر، اصل میں تَتَوَلَّوْنَ تھا، اِنْ شرطیہ کے
آنے سے نون اعرابی حذف ہو گیا۔ تَوَلِّي کا تعدیہ
جب بنفسہ ہوتا ہے تو اس کے معنی دوستی رکھنے، مدد کرنے
اور دوسرے کا کام سرانجام دینے کے ہوتے ہیں اور
جب اس کا تعدیہ بواسطہ عن ہوتا ہے خواہ لفظاً ہو
یا تقدیراً تو روگردانی کرنے، منہ پھیرنے اور دور ہونے

؎ تاج المصادر باب التفعل من اللفیف المقرون -

معنی آتے ہیں، آیت کریمہ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ (اے ایمان والو دوستی نہ کرو اس قوم سے جن پر اللہ تعالیٰ غصہ ہوا) میں تعدیہ بنفسہٖ ہے اس لئے یہاں دوستی اور مدد کرنے کے معنی ہوں گے اور باقی تین مقامات پر جہاں یہ صیغہ آیا ہے تعدیہ بذریعہ عن ہے جو لفظوں میں مذکور نہیں بلکہ مقدر اور پوشیدہ ہے، لَا تَتَوَلَّوْا نہ پھرو، دوستی نہ کرو۔ تَوَلِّیٌ سے، نہی کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے ۱۳/۶ ۲۶/۸، ۱۰ ۲۸/۸

فصل الثاء المثلثة

تَثْبِیْتًا۔ ثابت کرنا، ثابت رکھنا، بروزن تَفْعِیْل مصدر ہے، ۳/۲ ۹/۵

تَثْرِیْبٌ۔ سرزنش، الزام، گناہ پر ڈانٹنا، جھڑکنا، بروزن تَفْعِیْلٌ مصدر ہے۔ ۱۳/۳

تَثْقَفَنَّھُمْ۔ تو ان کو کبھی پائے (ہم نے) ثَقْفٌ سے۔ جس کے معنی پانے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب اصل میں تو ثَقْفٌ کے معنی کسی چیز کے ادراک کرنے اور اس کے سرانجام دینے میں حذاقت و مہارت کے ہیں لیکن بعد میں صرف ادراک کرنے اور پانے کے معنی میں استعمال ہونے لگا اگرچہ حذاقت نہ ہو۔ ۱۰/۴

تُثِیْرُ۔ وہ جوتتی ہے، وہ ابھارتی ہے، وہ اٹھاتی ہے اِثَارَۃٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب اِثَارَۃٌ کے معنی اصل میں برانگیختہ کرنے اور ابھارنے کے ہیں، زمین کے جوتنے اور ہواؤں کے بادلوں کو لانے میں چونکہ یہ معنی موجود ہیں اس لئے ان دونوں کے لئے بھی اس کا استعمال ہوتا ہے ۱/۸ ۲۱/۸ ۳۳/۱۴

فصل الجیم المعجمة

تُجَادِلُ۔ وہ (جان) جھگڑتی ہے، وہ جھگڑا کرے گی مُجَادَلَۃٌ سے جس کے معنی باہم جھگڑنے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ ۱۴/۲۱

تُجَادِلُ۔ تو جھگڑتا ہے، تو جھگڑا کرے گا۔ مُجَادَلَۃ سے۔ مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر لَا تُجَادِلْ تو مت جھگڑ۔ ۵/۱۴

تُجَادِلُکَ۔ وہ تجھ سے جھگڑتی ہے۔ تُجَادِلُ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب کَ ضمیر واحد مذکر حاضر۔ ۲۸/۱

تُجَادِلُوْا تم جھگڑو، مُجَادَلَۃٌ سے مضارع کا

صیغہ جمع مذکر حاضر یہاں لا نہی داخل ہے اس لئے
فعل نہی ہے۔ ۲۱
تُجَادِلُوْنَنِیْ۔ تم مجھ سے جھگڑا کرتے ہو تُجَادِلُوْنَ
مُجَادَلَۃٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر،
ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔ ۸
تِجَارَۃٌ۔ سوداگری، بیوپار، باب ضَرَبَ یَضْرِبُ
کا مصدر ہے
تِجَارَتُھُمْ۔ ان کی سوداگری تِجَارَۃٌ مضاف
ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ ۱
تُجَاھِدُوْنَ۔ تم جہاد کرتے ہو، مُجَاھَدَۃٌ سے
جس کے معنی دشمن کی مدافعت میں مقدور بھر
کوشش وطاقت صرف کرنے کے ہیں مضارع
کا صیغہ جمع مذکر حاضر، جہاد کی تین قسمیں ہیں (۱)
ظاہری دشمن سے جہاد (۲) شیطان سے جہاد،
(۳) اپنے نفس سے جہاد، یہاں تینوں قسم کا جہاد
داخل ہے۔ ۲۸
تَجْتَنِبُوْا۔ تم بچو گے، تم بچتے رہو گے۔ اِجْتِنَابٌ
سے، جس کے معنی پہلو تہی کرنے، یکسو رہنے اور
بچنے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اصل
میں تَجْتَنِبُوْنَ تھا، عامل کے آنے کے سبب سے
نون اعرابی ساقط ہو گیا۔ ۵

تَجِدُ۔ وہ (جان) پائیگی (ضَرَبَ) وُجُوْدٌ سے
جس کے معنی پانے کے ہیں، مضارع کا صیغہ واحد
مونث غائب، واضح رہے کہ وجود کی کئی قسمیں
ہیں (۱) کسی چیز کو بذریعہ حواس خمسہ کے پانا جیسے
بولتے ہیں وَجَدْتُ زَیْدًا (میں نے زید کو پایا)
وجدتُ طعمہ (میں نے اس کا مزہ پایا) وجدت
صوتہ (میں نے اس کی آواز پائی۔ وجدت
خشونتہ (میں نے اس کی سختی پائی) (۲) بقوت
شہویہ کسی چیز کو پانا جیسے وَجَدْتُ الشِّبَعَ (میں نے
شکم سیری کو پایا) (۳) قوت غضبیہ کے ذریعہ کسی چیز
کو پانا جیسے غم وغصہ کا وجود (۴) عقل سے کسی چیز
کا پانا جیسے معرفت الٰہی اور معرفت نبوت۔ ۳
تَجِدُ۔ تو پاتا ہے، تو پائیگا، وُجُوْدٌ سے مضارع کا صیغہ
واحد مذکر حاضر
تَجِدَنَّ۔ تو ضرور پاتا ہے، تو ضرور پائیگا، وُجُوْدٌ
سے مضارع با نون تاکید کا صیغہ واحد مذکر حاضر
۶
تَجِدَنَّھُمْ۔ تو ان کو ضرور پاتا ہے، تو ان کو ضرور
پائیگا۔ اس میں ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے ۱
تَجِدُنِیْ۔ تو مجھے پائیگا۔ تَجِدُ مضارع کا صیغہ

واحد مذکر حاضر ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم پ ۱۵/۲۱
پ ۲۰/۶ پ ۲۳/۴

تَجِدُوا تم پاتے ہو، تم پاؤ گے، وُجُوْدٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً (پس تم پانی نہ پاؤ) میں عدم وجود سے عدم قدرت مراد ہے یعنی پانی کے استعمال پر قدرت حاصل نہ ہو کیونکہ وجود کا اطلاق مجازی طور پر کسی چیز پر قابو پانے کے لئے بھی آتا ہے۔ پ ۵/۴ پ ۶/۹ پ ۷/۵ پ ۱۵/۴ پ ۱۸/۱۰ پ ۲۸/۴

تَجِدُوْنَ۔ تم پاتے ہو، تم پاؤ گے، وُجُوْدٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ ۵/۹

تَجِدُوْهُ۔ تم اس کو پاؤ گے، اس میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ہے۔ پ ۱/۱۲ پ ۲۹/۱۴

تُجْرِمُوْنَ۔ تم جرم کرتے ہو، تم جرم کرو گے اِجْرَامٌ سے، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اِجْرَامٌ) پ ۲۲/۱۳۔

تَجْئَرُوْا۔ تم زاری کرو، تم فریاد کرو، تم چلاؤ (فَتَحَ) جَأْرٌ اور جُؤَارٌ سے جس کے معنی فریاد وزاری کرنے اور رو رو کے گڑگڑانے اور چلانے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، یہاں فعل نہی ہے اور لا نہی کے آنے کے سبب نون اعرابی گر گیا ہے

اصل میں جُؤَار جانورانِ وحشی ہرن وغیرہ کے رم کرنے اور گھبرانے کے وقت چلانے کو کہتے ہیں پھر بطور استعارہ فریاد وزاری کے معنی میں اس کا استعمال ہونے لگا۔ پ ۱۸/۴ (رم کرنا۔ ڈرنا۔ بھاگنا)

تَجْئَرُوْنَ۔ تم فریاد کرتے ہو، تم زاری کرتے ہو، تم چلاتے ہو، جَأْرٌ اور جُؤَارٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ ۱۴/۱۳

تَجْرِیْ۔ وہ بہتی ہے، وہ چلتی ہے وہ جاری ہے، (ضَرَبَ) جَرْیٌ اور جَرَیَانٌ سے۔ جس کے معنی تیز گزرنے اور پانی کی طرح بہنے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب پ ۱/۳ پ ۲/۴ پ ۳/۴ و ۱۰
پ ۴/۵ و ۱۱ و ۱۳ پ ۵/۵ و ۱۵ پ ۶/۷ پ ۷/۱ و ۹ و ۷ پ ۸/۱۲ پ ۱۰/۱۵ و ۱۷ پ ۱۱/۳ و ۹
پ ۱۲/۴ پ ۱۳/۱۱ و ۱۶ و ۱۷ پ ۱۴/۱۰ پ ۱۵/۱۹ پ ۱۶/۱۲ پ ۱۷/۲ و ۹ و ۱۰ و ۱۶
پ ۱۸/۱۴ پ ۲۱/۲ و ۹ و ۱۳ پ ۲۲/۲ و ۳ و ۱۹ پ ۲۵/۱۱ و ۱۹ پ ۲۶/۶ و ۹ و ۱۰
پ ۲۷/۸ و ۱۸ پ ۲۸/۳ و ۱۰ و ۱۵ و ۱۸ و ۲۱ پ ۳۰/۱۰ و ۱۳

تَجْرِیَانِ۔ وہ دونوں بہتی ہیں، جَرْیٌ سے مضارع کا صیغہ تثنیہ مؤنث غائب پ ۲۷/۱۲

تُجْزَوْنَ۔ تم بدلہ دیئے جاؤ گے، تم جزا دیئے جاؤ گے، (ضَرَبَ) جَزَاءٌ سے جس کے معنی بدلہ دینے کے اور کافی ہونے کے ہیں مضارع مجہول کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ ۷/۱۰ پ ۱۱/۲ پ ۲۰/۲ پ ۲۳/۲ و ۶

پ ۲۵/۲۰ پ ۲۶/۲ پ ۲۴/۳ پ ۲۸/۱۹

تَجْزِیْ - وہ کفایت کرے گی، وہ بدلہ ہوگی، وہ کام آئیگی، جَزَاءٌ سے، مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ پ ۱/۱۵ و ۶

تُجْزٰی - وہ بدلہ دی جائیگی، اس کو جزا دیجائیگی جَزَاءٌ سے مضارع مجہول کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔

پ ۱۲/۱۰ پ ۲۳/۷ پ ۲۵/۱۹ پ ۳۰/۱۷

تَجَسَّسُوْا - تم جاسوسی کرو، تَجَسُّسٌ سے جس کے معنی جاسوسی کرنے اور کھوج لگانے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، یہاں فعل نہی ہے تجسس جَسٌّ سے ماخوذ ہے جس کے اصل معنی صحت یا مرض کو معلوم کرنے کے لئے نبض پہچاننے کے ہیں جَسٌّ بہ نسبت حَسٌّ کے خاص ہے کیونکہ حَسٌّ کے معنی ہیں ہر اس چیز کا پہچاننا جو بذریعہ حس معلوم ہوسکے اور جَسٌّ کے معنی ہیں، ایک خاص حالت کا پتہ چلانا۔ پ ۲۶/۱۴

تَجْعَلُ - تو بنائیگا، تو کریگا، جَعْلٌ سے۔ مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر پ ۱/۴ پ ۱۶/۲

لَا تَجْعَلْ تو مت کر، تو مت بنا، یہ فعل نہی ہے (ملاحظہ ہو اَجْعَلَ اور جَعَلَ پ ۱۵/۱۳ و ۲ پ ۲۸/۲۰)

تَجْعَلْنَا - تو ہم کو کر، تو ہم کو بنا، اس میں نَا ضمیر جمع متکلم ہے پ ۸/۱۲ پ ۱۱/۱۴ پ ۲۸/۲

تَجْعَلْنِیْ - تو مجھ کو کر، تو مجھ کو بنا اس میں ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم ہے پ ۹/۴ پ ۱۹/۴

تَجْعَلُوْا - تم بناؤ، تم بنانے لگو، تم کرو، تم کرنے لگو، جَعْلٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، نون اعرابی عامل کے آنے سے گر پڑا، پ ۱/۲ پ ۴/۱۲

پ ۵/۱۸ پ ۱۸/۱۵ پ ۲۴/۲

تَجْعَلُوْنَ - تم مقرر کرتے ہو، تم بناتے ہو جَعْلٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ ۲۳/۱۹ پ ۲۷/۱۶

تَجْعَلُوْنَهٗ تم اس کو بناتے ہو، تم اس کو کرتے ہو اس میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ہے پ ۷/۱۷

تَجَلّٰی - اس نے تجلی کی، وہ روشن ہوا، وہ ظاہر ہوا، تَجَلِّیْ سے جس کے معنی ظاہر و ہویدا ہونے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب پ ۹ پ ۳۰/۱۷

تَجْمَعُوْا - تم جمع کرنے لگو، تم اکٹھا کرو، (فَتَحَ) جَمْعٌ سے، جس کے معنی اکٹھا کرنے کے ہیں مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ پ ۶/۱۵

تَجُوْعَ - تو بھوکا رہے، تجھے بھوک لگے، تو بھوکا ہوویگا۔ (نَصَرَ) جُوْعٌ سے جس کے معنی بھوک لگنے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر پ ۱۶/۱۶

تَجْهَرْ۔ تو آواز بلند کر، تو آواز بلند کرتا ہے، تو آواز بلند کرے گا۔ (فَتَحَ) جَهْرٌ سے، جس کے معنی اچھی طرح دیکھنے اور خوب سننے کے ذریعہ کسی چیز کے ظاہر ہونے کے ہیں مضارع کا صیغہ، واحد مذکر حاضر۔ چنانچہ جہر کا استعمال کبھی تو کھلم کھلا دیکھنے کے لئے ہوتا ہے اور کبھی بلند آواز سے بولنے کے لئے کیونکہ اول صورت میں حاسۂ بصر کی افراط کے ذریعہ ایک شئے کا ظہور ہوتا ہے اور دوسری صورت میں حاسۂ سمع کی۔

پ۱۵ ۲ ب۱۰ ۱۶

تَجْهَرُوا۔ تم آواز بلند کرتے ہو، تم آواز بلند کروگے۔ جَهْرٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر

پ۳ ۳۶

تَجْهَلُونَ۔ تم نادانی کرتے ہو، تم جہالت کرتے ہو (سَمِعَ) جَهْلٌ سے، جس کے معنی نادان ہونے، نہ جاننے اور جہالت کرنے کے ہیں مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ جَهْل کی تین قسمیں ہیں (۱) نفسِ انسانی کا علم سے خالی ہونا یہ اس کے اصل معنی ہیں، چنانچہ بعض متکلمین نے اس کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے "جہل" اس معنی کا نام ہے جو بے ڈھنگے کاموں کا سبب ہو (۲) کسی چیز کے متعلق اس بات کا اعتقاد رکھنا جو اس میں نہ ہو (۳) کسی چیز کا اس طرح پر کرنا جس طرح کرنے کا حق نہ ہو خواہ اس چیز کے متعلق صحیح اعتقاد رکھے یا غلط جیسے قصداً نماز چھوڑ دینا چنانچہ بنی اسرائیل کو جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبانی ذبح بقر کا حکم دیا جاتا ہے تو قرآن مجید حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کا مکالمہ نقل کرتے ہوئے فرماتا ہے قَالُوا أَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا، قَالَ أَعُوذُ بِاللَّهِ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ (وہ بولے کیا تم ہم سے ٹھٹھا کرتے ہو، حضرت موسیٰؑ نے فرمایا، پناہ اللہ کی اس سے کہ میں نادانوں میں ہوں) کہ یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ٹھٹھا کرنے کو جہالت فرمایا، جاہل کا اکثر تو ذکر بر سبیل مذمت ہی ہوتا ہے لیکن کبھی کبھی بغیر مذمت کے بھی ہو جاتا ہے جیسے يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ (ان کو بے خبر نہ مانگنے کی وجہ سے غنی خیال کرتا ہے) پ۱ ۱۲/۳ پ۱۹ ۱۹/۱۱ پ۳ ۳۶/۲

فصل الحاء المهملة

تُحَاجُّونَ۔ تم جھگڑا کرتے ہو، تم مکابرہ کرتے ہو مُحَاجَّةٌ سے جس کے معنی دوسرے سے حجت کرنے کے

ہیں۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ پ ۳/۱۵

تُحَاجُّوْنَنَا۔ تم ہم سے جھگڑتے ہو، تم ہم سے حجت کرتے ہو، اس میں نا ضمیر جمع متکلم ہے۔ پ ۱/۱۶

تُحَاجُّوْنِّیْ۔ تم مجھ سے جھگڑتے ہو، تم مجھ سے حجت کرتے ہو، اس میں ی ضمیر واحد متکلم ہے۔ پ ۶/۱۵

تَحَاضُّوْنَ۔ تم رغبت دلاتے ہو، تم آپس میں تاکید رکھتے ہو، مُحَاضَّۃٌ سے جس کے معنی باہم رغبت دلانے اور آپس میں تاکید رکھنے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ پ ۳۰/۱۲

تَحَاوُرَکُمَا، تم دونوں کا سوال جواب، تم دونوں کی گفتگو، تَحَاوُرٌ بروزن تَفَاعُلٌ بمعنی باہم سوال وجواب کرنا مصدر ہے اور مضاف ہے، کُمَا ضمیر تثنیہ مذکر حاضر مضاف الیہ۔ پ ۲۸

تُحْبَرُوْنَ۔ تمہاری عزت کرائی جائے گی، تم خوش حال کر دیئے جاؤ گے، تمہارا بناؤ سنگار کرایا جائے گا۔ (نَصَرَ) حَبْرٌ سے جس کے معنی زینت کرنے اور خوشی و مسرت کے آثار ظاہر ہونے کے ہیں۔ مضارع مجہول کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ پ ۲۵/۱۲

تَحْبِسُوْنَهُمَا ان دونوں کو تم روک رکھو۔ (ضَرَبَ) تَحْبِسُوْنَ حَبْسٌ سے۔ جس کے معنی روک رکھنے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر هُمَا ضمیر تثنیہ مذکر غائب۔ پ ۷/۴

تَحْبَطَ وہ اکارت ہو جائے، وہ حبط ہو جائے، وہ مٹ جائے (سَمِعَ) حَبْطٌ سے جس کے معنی مٹنے اور اکارت ہو جانے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب (ملاحظہ ہو اَحْبَطَ) پ ۲۶/۱۲

تُحِبُّوْا۔ تم دوست رکھو، تم پسند کرو، اِحْبَابٌ سے، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ نون اعرابی عامل کی وجہ سے حذف ہو گیا (ملاحظہ ہو اُحِبُّ) پ ۴/۱۰

تُحِبُّوْنَ۔ تم محبت کرتے ہو، تم محبت کرو گے، تم دوست رکھتے ہو، تم دوست رکھو گے، اِحْبَابٌ سے۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ پ ۳/۱۲ پ ۴/۱۰ پ ۸/۱۴ پ ۹/۹ پ ۲۹/۱۴ پ ۳۰/۱۲

تُحِبُّوْنَهَا۔ تم اس کو دوست رکھتے ہو، تم اس کو چاہتے ہو، اس میں هَا ضمیر واحد مؤنث غائب ہے۔ پ ۲۸/۱۰

تُحِبُّوْنَهُمْ تم ان کو دوست رکھتے ہو، تم ان کو چاہتے ہو، اس میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے۔ پ ۴/۳

تَحْتِ۔ نیچے، فَوْقٌ کی ضد ہے۔ اسم ظرف ہے "تحت" اور "اسفل" میں یہ فرق ہے کہ تحت کا استعمال منفصل میں ہوتا ہے اور اسفل کا استعمال متصل میں چنانچہ بولتے ہیں المال تحتہ (مال اس کے

تحت یعنی نیچے ہے) اور اسفلہ اغلظ من اعلاہ
(اس کا اسفل اس کے اعلیٰ سے تحت ہے) پ ۶/۱۲
پ ۶/۱۲ سـ ۱۶/۱۰ پ ۲۱/۲ پ ۲۴/۱۸ پ ۲۶/۱۱ پ ۲۸/۲۲

تَحْتَكِ تیرے نیچے، تَحْتَ مضاف کِ ضمیر
واحد مؤنث حاضر مضاف الیہ۔ سـ ۱۶/۴

تَحْتَهُ۔ اس کے نیچے، تَحْتَ مضاف ہٗ ضمیر
واحد مذکر غائب مضاف الیہ سـ ۱۶/۱

تَحْتِهَا اس کے نیچے، تَحْتَ مضاف ھَا ضمیر
واحد مؤنث غائب مضاف الیہ پ ۱/۳ پ ۳/۴ و ۱۰
پ ۴/۵ و ۱۱ و ۱۳ پ ۵/۵ و ۱۵ پ ۶/۷ پ ۷/۱ و ۱۹ پ ۱۰/۱۵ و ۱۶ سـ ۱۱/۲
سـ ۱۳/۱۱ و ۱۹ سـ ۱۳/۱۰ سـ ۱۶/۵ و ۱۲ پ ۱۷/۹ و ۱۰ پ ۱۹/۱۴ پ ۲۱/۲ پ ۲۳/۱۹
پ ۲۶/۹ و ۱۰ و ۱۹ پ ۲۷/۱۸ پ ۲۸/۳ و ۱۰ و ۱۵ و ۱۸ و ۲۰ پ ۳۰/۱۰ و ۲۳

تَحْتِهِمْ ان کے نیچے، تَحْتِ مضاف ھِمْ ضمیر
جمع مذکر غائب مضاف الیہ پ ۷/۱۲ پ ۸/۱۲ پ ۱۱/۹
پ ۱۵/۱۶ پ ۲۳/۱۶

تَحْتِیْ میرے نیچے، تَحْتِ مضاف ی ضمیر
واحد متکلم مضاف الیہ پ ۲۵/۱۱

تُحَدِّثُوْنَهُمْ تم ان سے کہدیتے ہو تُحَدِّثُوْنَ
تَحْدِیْثٌ سے جس کے معنی باتیں کرنے بیان کرنے
اور کہنے کے ہیں مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔
ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب، اَتُحَدِّثُوْنَھُمْ میں ہمزہ
استفہام تہدید کے لئے ہے۔ پ ۱/۹

تَحْذَرُوْنَ، تم ڈرتے ہو، تم بچتے ہو حَذَرٌ سے
مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر (ملاحظہ ہو لِحَذَرُوْا) پ ۱۱/۱۲

تَحْرُثُوْنَ۔ تم بوتے ہو (نَصَرَ) حَرْثٌ سے جس کے
معنی بونے کے ہیں مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر
پ ۲۷/۱۵

تَحْرِصْ تو حرص کرے، تو للچاوے، تو کوشش کرے
(ضَرَبَ) حِرْصٌ سے جس کے معنی طمع اور خواہش
کی زیادتی کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر
اصل میں دھوبی دھوتے وقت جو کپڑا کوٹ کر پھاڑ
ڈالتا ہے اس کو حَرِیْصٌ (بالفتح) کہتے ہیں، یہ دھونے
میں زیادتی ہوئی، حِرْصٌ (بالکسر) اسی سے ماخوذ
ہے جو لالچ اور ارادہ کی زیادتی کیلئے مستعمل ہے۔ پ ۱۴/۱۱

تُحَرِّكْ۔ تو ہلا، تو چلا، تو حرکت دے، تَحْرِیْكٌ سے
جس کے معنی حرکت دینے کے ہیں، مضارع کا صیغہ
واحد مذکر حاضر، لَا تُحَرِّكْ، تو مت ہلا تو نہ چلا، تو
حرکت نہ دے، صیغہ نہی ہے۔ پ ۲۹/۱۸

تُحَرِّمُ۔ تو حرام کرتا ہے، تَحْرِیْمٌ سے جس کے معنی
کسی چیز کے حرام کردینے اور اس پر حرمت کا حکم دینے
کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر (تفصیل
کے لئے ملاحظہ ہو حَرَامٌ) پ ۲۸/۱۹

تُحَرِّمُوْا۔ تم حرام کرلو، تم حرام ٹھیراؤ، تُحَرِّمُوْ‌ے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ لَا تُحَرِّمُوْا تم حرام نہ ٹھیراؤ، تم حرام نہ کرلو) فعل نہی ہے جو چیز شرع میں صاف طور پر حلال ہو اس سے پرہیز کرنا بُراہے تحریم کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ زہد کے سبب اپنے اوپر تنگی اختیار کرے اور قصداً حلال اور پاک چیزوں کا استعمال ترک کردے مثلاً گوشت نہ کھائے نکاح نہ کرے، مقدور ہوتے ہوئے خوشبو نہ لگائے اچھے کپڑے نہ پہنے تو اس قسم کا زہد حقیقتاً زہد نہیں بلکہ رہبانیت ہے جو ہمارے دین میں پسند نہیں، انسان کو چاہیئے تقویٰ اختیار کرے یعنی جو چیزیں منع ہیں ان سے باز رہے اور ان کے نزدیک نہ جائے دوسرے یہ کہ کسی جائز کام کے انجام نہ دینے یا کسی چیز کے استعمال نہ کرنے پر قسم کھا بیٹھے یہ بھی بہتر نہیں جو کام موافق شرع ہو اس سے قسم نہ کھائے اور اگر کھالی ہے تو توڑ ڈالے اور کفارہ دے، یہاں دونوں طرح کی تحریم سے ممانعت ہے شریعت اسرائیلیہ میں اگر اس طرح کی قسم کھالی جاتی تو لازم ہو جاتی تھی اور اس شے کا استعمال قسم کھانے والے کے لئے حرام ہو جاتا تھا۔ چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو ایک مرض ہو گیا تھا انھوں نے نذر مانی کہ اگر صحت پاؤں تو جو میری بہت رغبت کی چیز ہو وہ چھوڑ دوں، ان کو اونٹ کا گوشت بہت بھاتا تھا سو نذر کے سبب چھوڑ دیا۔ سورۂ آل عمران کی آیت كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِيْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ (سب کھانے کی چیزیں بنی اسرائیل کے لئے حلال تھیں مگر جو خود حرام کرلی تھی اسرائیل نے توریت نازل ہونے سے پہلے اپنے نفس پر) میں اسی تحریم کا ذکر ہے، ہماری شریعت میں اس طرح کی تحریم منسوخ ہے چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور بیبیوں کی خاطر سے اپنی ایک حرم موقوف کردی یا ایک بی بی کے یہاں شہد پینا موقوف کردیا تو یہ آیت نازل ہوئی يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ (اے نبی تم کیوں حرام کرو اس کو جسے اللہ نے تمہارے لئے حلال کیا) ان دونوں آیتوں میں دوسری طرح کی تحریم مذکور ہے، پ ۲۸

تَحَرَّوْا۔ انھوں نے قصد کیا۔ تَحَرِّیْ جس کے معنی عمدہ اور مناسب ترین رائے ڈھونڈھنے اور اچھی چیز کا قصد کرنے کے ہیں، ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ پ ۲۹

تَحْرِیْرُ۔ آزاد کرنا، بروزن تَفْعِیْلٌ مصدر ہے؛ تحریرِ وِلْدَانٌ کا مطلب یہ ہے کہ بچوں کو خدا کی عبادت اور مسجد کی خدمت کے لئے وقف کر دیا جائے شریعتِ اسرائیلیہ میں اس طرح کا وقف روا تھا۔ پ ۳ ۵/۱

تَحْزَنُ۔ تو غم کھاتا ہے (سَمِعَ، نَصَرَ) حُزْنٌ سے جس کے معنی اندوہگیں اور غمگین ہونے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، لَا تَحْزَنْ (تو غم نہ کھا) فعل نہی ہے پ ۱۰/۱۲ پ ۱۴/۶ و ۲۲ پ ۲۰/۲ و ۴ و ۱۶

تَحْزَنَ۔ وہ (عورت) غمگین ہووے، حُزْنٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب پ ۱۶/۱۱

تَحْزَنُوْا۔ تم غمگین ہونے لگو، حُزْنٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ لَا تَحْزَنُوْا تم غم نہ کھاؤ فعل نہی ہے پ ۴/۵ پ ۲۴/۱۸

تَحْزَنُوْنَ۔ تم غم کھاؤ گے۔ تم غمگین ہو گے، حُزْنٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ ۸/۱۲ پ ۲۵/۱۲

تَحْزَنِیْ۔ تو غمگین ہووے، حُزْنٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث حاضر، لَا تَحْزَنِیْ۔ تو اندوہگیں نہ ہو فعل نہی ہے۔ پ ۱۶/۵ پ ۲۰/۴

تُحِسُّ۔ تو دیکھتا ہے، تو آہٹ پاتا ہے، اِحْسَاسٌ سے، جس کے معنی محسوس کرنے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ پ ۱۶/۹

تَحْسَبُ۔ تو گمان کرتا ہے، تو خیال کرتا ہے (حَسِبَ یَحْسِبُ سَمِعَ) حِسْبَانٌ سے جس کے معنی گمان کرنے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر پ ۱۱/۲

تَحْسَبَنَّ۔ تو گمان کرے، تو خیال کرے حِسْبَانٌ سے، مضارع با نون تاکید کا صیغہ واحد مذکر حاضر لَا تَحْسَبَنَّ تو گمان نہ کر تو خیال نہ کر۔ پ ۴/۸ و ۱۰ پ ۱۳/۱۹ پ ۱۸/۱۳

تَحْسَبُهُمْ۔ تو ان کو گمان کرے، تو ان کو خیال کرے، اس میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے۔ پ ۳/۲

تَحْسَبُوْنَهٗ۔ تم اس کو گمان کرتے ہو، تم اس کو خیال کرتے ہو، تَحْسَبُوْنَ حِسْبَانٌ سے۔ مضارع کا صیغہ، جمع مذکر حاضر، ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب پ ۱۸/۸

تَحْسَبُوْهُ۔ تم اس کے متعلق خیال کرو، تم اس کے بارے میں گمان کرو، تَحْسَبُوْا مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب نون اعرابی عامل کے سبب ساقط ہو گیا۔ پ ۱۸/۸

تَحْسَبُهَا۔ تو اس کو گمان کرے گا، تو اس کو سمجھے گا تَحْسَبُ فعل مضارع هَا ضمیر واحد مؤنث غائب۔ پ ۲۰/۲

تَحْسَبُهُمْ۔ تو ان کو سمجھتا ہے، تو ان کو خیال کرتا ہے

توان کو گمان کرتا ہے، اس میں ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے۔ پ ۱۵/۱۵، پ ۲۵/۸

تَحْسُدُوْنَنَا۔ تم ہم سے حسد کرتے ہو، تم ہمارے بھلے سے جلتے ہو (نَصَرَ، ضَرَبَ) حَسَدٌ سے جس کے معنی ہونے یعنی مستحق نعمت کے بھلے پر جلنے اور اس نعمت کے اس سے چھن جانے کی آرزو کرنے کے ہیں، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ نَا ضمیر جمع متکلم کبھی کبھی حسد میں زوالِ نعمت کی آرزو کے ساتھ ساتھ اس کے لئے کوشش بھی ہوتی ہے۔ پ ۲۶/۱۰

تَحَسَّسُوْا۔ تم تلاش کرو، تم جستجو کرو، تم خبر لو، تَحَسُّسٌ سے جس کے معنی خبر لینے اور تلاش کرنے کے ہیں۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ ۱۳/۲

تُحْسِنُوْا تم احسان کرو، تم نیکی کرو، تم بھلائی کرو، اِحْسَانٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اِحْسَانٌ) پ ۵/۱۶

تَحُسُّوْنَهُمْ۔ تم ان کو کاٹنے لگے، تم ان کو قتل کرنے لگے (نَصَرَ) تَحُسُّوْنَ حَسٌّ سے جس کے معنی قتل کرنے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب، پ ۴/۷

تُحْشَرُوْنَ۔ تم جمع کئے جاؤ گے، تم اکٹھے کئے جاؤ گے، حَشْرٌ سے مضارع مجہول کا صیغہ جمع مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اُحْشُرُوْا) پ ۲/۹، پ ۴/۱۰، پ ۷/۸، پ ۹/۱۶، پ ۹/۱۷، پ ۱۸/۵، پ ۲۸/۲، پ ۲۹/۲

تَحَصُّنًا۔ پرہیزگاری، بچے رہنا، قید میں رہنا، بروزن تَفَعُّلٌ مصدر ہے، اصل میں تو اس کے معنی قلعہ بند ہونے کے ہیں پھر اس کا استعمال ہر طرح کی حفاظت کے متعلق ہونے لگا، یہاں پاکدامنی اور عفت مآبی کے معنی ہیں۔ پ ۱۸/۱۰

تُحْصِنَكُمْ۔ وہ تم کو بچائے، وہ تمہارا بچاؤ کرے، تُحْصِنَ اِحْصَانٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر، اِحْصَانٌ مختلف معانی کے لئے آتا ہے مگر سب کا مرجع ایک ہی معنی کی طرف ہے یعنی کسی چیز کو روکے رکھنا اور اس کا بچاؤ کرنا، (ملاحظہ ہو اُحْصِنَّ) پ ۱۷/۶

تُحْصِنُوْنَ۔ تم روکے رکھو، تم بچائے رکھو، تم حفاظت رکھو، اِحْصَانٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ پ ۱۳/۱۶

تُحْصُوْهُ تم اس کا احاطہ کرو گے، تم اس کا شمار کرو گے۔ تُحْصُوْا اِحْصَاءٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب اِحْصَاءٌ

کے معنی شمار کرنے کے ہیں یہاں اوقات کا شمار
اور گھڑیوں کا گننا مراد ہے پ۱۳/۱۷ پ۱۴/۸ پ۲۹/۱۳
لَنْ تُحْصُوْهُ (تم ہرگز اس کا شمار نہ رکھ سکوگے)
یعنی اُسے کو نباہ نہ سکوگے، پورا نہ کر سکوگے
(ملاحظہ ہو اَحْصٰی) پ۲۹/۱۳

تُحْصُوْهَا۔ تم اس کا شمار کر سکوگے۔ اس میں
هَا ضمیر واحد مؤنث غائب ہے پ۱۳/۱۷

تُحِطْ۔ تو احاطہ کرے گا، تو گھیر یگا، تو قابو میں
کرے گا، اِحَاطَةٌ سے مضارع کا صیغہ واحد
مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اَحَاطَ) پ۱۵/۲۱ پ۱۹/۱۷

تَحْكُمُ۔ تو حکم کرے، تو حکم کرے گا۔ حُكْمٌ سے
مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اُحْكُمْ)
پ۵/۱۳ پ۲۳/۱۲

تَحْكُمُوْا۔ تم حکم کرو، تم فیصلہ کرو، حُكْمٌ سے
مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، نون اعرابی
اَنْ ناصب کے آنے سے گر گیا، پ۵/۵

تَحْكُمُوْنَ۔ تم حکم کرتے ہو۔ حُكْمٌ سے مضارع
کا صیغہ جمع مذکر حاضر، پ۱۱/۳ پ۲۳/۹ پ۲۹/۴ ۔

تَحِلُّ۔ وہ (عورت) حلال ہوتی ہے (ضَرَبَ)
حِلٌّ سے، جس کے معنی حلال ہونے کے ہیں
مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب، حَلٌّ
کے معنی گرہ کھولنے کے ہیں، حِلٌّ اسی سے ماخوذ
ہے کیونکہ کسی شے کے حلال ہونے کا مطلب
یہ ہے کہ اس کے استعمال میں کسی قسم کی کوئی
رکاوٹ باقی نہیں ہے۔ پ۲/۱۳

تَحُلُّ۔ وہ اتر گئی، (نَصَرَ) حُلُوْلٌ اور حَلٌّ
سے بمعنی فروکش ہونے اور اترنے کے مضارع
کا صیغہ واحد مؤنث غائب، اصل میں اترتے
وقت جس رسی میں اسباب بندھا ہوتا ہے اس
کی گرہ کھولنے کو حَلٌّ کہتے ہیں، پھر محض اترنے
کے لئے بھی اس کا استعمال ہونے لگا۔ پ۱۳/۱۰

تَحِلَّةَ۔ کھولنا، کھول ڈالنا، حلال کرنا۔ حَلَّلَ
کا مصدر ہے، بروزن تَفْعِلَةٌ پ۲۸/۱۹

تَحْلِقُوْا۔ تم حجامت کرو، تم منڈاؤ (ضَرَبَ)
حَلْقٌ سے۔ جس کے معنی بالوں کے منڈانے کے
ہیں۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ پ۲/۸

تَحْمِلْ۔ تو لادے، تو بوجھ ڈالے (ضَرَبَ) حَمْلٌ
سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، حَمْلٌ
کے معنی ایک ہی ہیں بوجھ لادنا، بوجھ اٹھانا مگر
چونکہ اس کا استعمال بہت سی اشیاء کے
متعلق ہوتا ہے اس لئے گو صیغہ فعل یکساں رہتا
ہے مگر مصادر میں فرق ہو جاتا ہے۔ چنانچہ جو بوجھ

کہ ظاہر میں اٹھائے جاتے ہیں جیسے وہ چیزیں کہ جو پیٹھ پر لادی جاتی ہیں ان کے لئے حِمْلٌ (بالکسر) آتا ہے اور جو بوجھ کہ باطن میں اٹھائے جاتے ہیں جیسے بچہ پیٹ میں اور پانی ابر میں اور پھل درخت میں ان کے لئے حَمْلٌ (بالفتح) کا استعمال ہوتا ہے (ملاحظہ ہو اِحْمِلْ) پ۸ ۹/۱۳

تَحْمِلُ۔ وہ حاملہ ہوتی ہے' وہ اٹھاتی ہے حَمْلٌ اور حُمْلٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب پ۸ پ۱۱ ۲۱/۲ ۲۳/۱۳ ۲۵/۱

تُحَمِّلْنَا۔ تو ہم پر بار ڈال۔ تو ہم پر بوجھ ڈال، تو ہم سے اٹھوا، تُحَمِّلُ تَحْمِيْلٌ سے جس کے معنی بوجھ اٹھوانے اور بار ڈلوانے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر نَا ضمیر جمع متکلم، پ۳

تُحْمَلُوْنَ۔ تم سوار کئے جاتے ہو۔ تم لدے پھرتے ہو، حَمْلٌ سے مضارع مجہول کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۱۸ ۲۴/۱۳

تَحْمِلُهُ۔ اس کو اٹھائے ہوئے۔ وہ اس کو اٹھاتی ہے۔ تَحْمِلُ حَمْلٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب پ۱۹ ۱۶

تَحْمِلُهُمْ۔ تو ان کو سواری دے، تو ان کو سوار کردے۔ تَحْمِلُ حَمْلٌ سے۔ مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ پ۱۰

تَحْنَثْ۔ تو قسم توڑے، (سَمِعَ) حِنْثٌ سے۔ جس کے معنی قسم کے ٹوٹنے اور جھوٹا ہونے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ ۲۳/۱۲

تَحْوِيْلًا۔ تبدیلی، تغیر، تفاوت، بروزن تَفْعِيْلٌ مصدر ہے۔ پ۵ ۸و۹ ۲۲/۱۲

تَحِيَّةٌ۔ سلام، دعائے خیر، دعائے زندگی۔ حَيَاةٌ سے ماخوذ ہے، حَيَّاكَ اللّٰهُ (اللہ نے تجھے زندگی دی) کا مصدر ہے، جو خبر کا لفظ ہے مگر دعا ر زندگی کے لئے استعمال کیا گیا (یعنی اللہ تجھے جیتا رکھے) اور پھر یہ دعا کے لئے آنے لگا اور سلام کے معنی دینے لگا۔ پ۵ ۱۸ ۱۹/۱۳

تَحِيَّتُهُمْ۔ ان کی دعائے ملاقات، ان کی دعائے خیر، تَحِيَّةٌ مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔ پ۱۱ ۱۳ ۲۲/۳

تَحِيْدُ۔ تو کنارہ کرتا ہے، تو مڑتا ہے' تو ہٹتا ہے (ضَرَبَ) حَيْدٌ سے۔ جس کے معنی عدول کرنے کنارہ کرنے اور ہٹنے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ ۲۶/۱۹

تُحِيْطُوْا۔ تم گھیرتے ہو، تم احاطہ کرتے ہو۔ اِحَاطَةٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر

تَحْیَوْنَ ۔ تم جیوگے، تم زندگی گزاروگے (ہمیم) حَیٰوۃٌ سے جس کے معنی زندہ رہنے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، پ۹

فصل الخاء المعجمة

تَخَاصُمُ ۔ جھگڑنا، خصومت، بروزن تفاعُلٌ مصدر ہے۔ پ۲۳/۱۳

تُخَاطِبْنِیْ ۔ تو مجھ سے گفتگو کر، تو مجھ سے بول تُخَاطِبُ مُخَاطَبَۃٌ سے جس کے معنی آپس میں بات چیت کرنے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، یہاں لَا نہی داخل ہے اسلئے فعل نہی ہے اور اسی کی رعایت سے معنی بھی ہوں گے، ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم پ۱۲ پ۱۸

تَخَفْ ۔ تو ڈریگا، خوفٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اخاف) پ۱۶/۱۳

تَخَافَا ۔ تم دونوں ڈرتے رہو۔ تم دونوں ڈروگے خَوْفٌ سے مضارع کا صیغہ تثنیہ مذکر حاضر۔ لَا تَخَافَا (تم دونوں نہ ڈرو) فعل نہی ہے۔ پ۱۶/۱۱

تُخَافِتْ ۔ تو آہستہ کر، تو آہستہ پڑھ مُخَافَتَۃٌ سے جس کے معنی آہستہ گفتگو کرنے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، لَا تُخَافِتْ (تو بہت آہستہ نہ کر، تو چپکے نہ پڑھ) فعل نہی ہے۔ پ۱۵/۱۲

تَخَافَنَّ ۔ تو ڈرے، تجھ کو ڈر ہو، خَوْفٌ سے مضارع بانون تاکید کا صیغہ واحد مذکر حاضر، پ۱۰/۲

تَخَافُوْا ۔ تم ڈرتے رہو، تم ڈروگے۔ خَوْفٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، لَا تَخَافُوْا۔ (تم نہ ڈرو) فعل نہی ہے۔ پ۲۴/۱۸

تَخَافُوْنَ ۔ تم ڈرتے ہو، تم ڈروگے۔ خَوْفٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ پ۵/۳ پ۷/۱۵ پ۹/۱۴ پ۲۱/۱۲

تَخَافُوْنَهُمْ ۔ تم ان سے ڈرتے رہو۔ اس میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے۔ پ۲۱

تَخَافُوْهُمْ ۔ تم ان سے ڈرو، تَخَافُوْا۔ صیغہ مضارع، هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب، پ۴/۹

تَخَافِیْ ۔ تو نہ ڈر، تو خوف نہ کر، خَوْفٌ سے۔ نہی کا صیغہ، واحد مؤنث حاضر۔ پ۲۰

تُخَالِطُوْهُمْ ۔ تم ان کو ملالو، تم ان کا خرچ ملا جلا رکھو۔ تم ان سے مشارکت رکھو، تُخَالِطُوْا مُخَالَطَۃٌ سے جس کے معنی دو چیزوں کے آپس میں ملجانے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب، پ۲/۱۱

تُخْبِتُ ۔ وہ عاجزی کرے، وہ دبے، وہ جھکے۔

اِخْبَاتٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ اصل میں خَبْتٌ نرم زمین کو کہتے ہیں اور اَخْبَتَ کے معنی نرم زمین کا قصد کرنے اور وہاں اترنے کے ہیں، پھر اسی نرمی کا لحاظ کرتے ہوئے اِخْبَاتٌ کا استعمال تواضع، نرمی اور انکساری کے لئے ہونے لگا، پ ۱۷/۱۴

تَخْتَانُوْنَ۔ تم خیانت کرنا چاہتے ہو اِخْتِیَانٌ سے جس کے معنی جھگڑا کرنے کے ہیں مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، پ ۲

تَخْتَصِمُوْا۔ تم جھگڑا کرو، اِخْتِصَامٌ سے جس کے معنی جھگڑا کرنے کے ہیں، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، لَا تَخْتَصِمُوْا (تم جھگڑا نہ کرو) فعل نہی ہے۔ پ ۲۶/۱۹

تَخْتَصِمُوْنَ۔ تم جھگڑا کروگے، اِخْتِصَامٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ پ ۲۳/۱۷

تَخْتَلِفُوْنَ۔ تم اختلاف کرتے ہو، اِخْتِلَافٌ سے۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اِخْتِلَافٌ) پ ۳ پ ۶ پ ۷ پ ۱۱ پ ۱۴ پ ۱۷ پ ۲۵

تَخِرُّ وہ (پہاڑوں کی جماعت) گر پڑے، (ضَرَبَ) خَرٌّ سے۔ جس کے معنی کسی چیز کے اوپر سے اس طرح گرنے کے ہیں کہ اس کے گرنے سے خریر (پانی کی روانی، ہوا کا سناٹا) کی آواز پیدا ہو، مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب پ ۱۶

تَخْرُجُ۔ تو نکلتا ہے، تو نکلیگا۔ خُرُوْجٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ (ملاحظہ ہو اُخْرُجْ اور خُرُوْجٌ)

تَخْرُجُ۔ وہ نکلتی ہے، وہ نکلیگی، خُرُوْجٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب پ ۱۵ پ ۱۶ پ ۱۸ پ ۱۹ پ ۲۰ پ ۲۳ پ ۲۵

تُخْرِجُ۔ تو نکالتا ہے، تو نکالیگا، اِخْرَاجٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اِخْرَاجٌ) پ ۳ پ ۷ پ ۱۳

تُخْرِجَنَا۔ تو ہم کو نکالیگا۔ اس میں نَا ضمیر جمع متکلم ہے۔ پ ۱۶

تَخْرُجُوْا۔ تم نکلوگے۔ خُرُوْجٌ سے۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، عامل کے آنے سے نون اعرابی حذف ہوگیا ہے۔

تُخْرِجُوْا۔ تم نکالوگے، اِخْرَاجٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، عامل کے آنے سے نون اعرابی ساقط ہوگیا۔ (ملاحظہ ہو اِخْرَاجٌ) پ ۹

تُخْرَجُوْنَ۔ تم نکلوگے، تم نکل کھڑے ہوگے تم نکل آؤگے، خُرُوْجٌ سے۔ مضارع کا صیغہ

جمع مذکر حاضر (ملاحظہ ہو خَمَادُ دُجْ) پ ۲۱

تُخْرِجُوْنَ۔ تم نکالتے ہو، تم نکال دیتے ہو، تم نکال دو گے، اِخْرَاجٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اِخْرَاجٌ) پ ۱

تُخْرَجُوْنَ۔ تم نکالے جاؤ گے، اِخْرَاجٌ سے مضارع مجہول کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ ۸ سورۃ ۱۵

پ ۲۵

تُخْرِجُوْهُ۔ تم اس کو نکالو گے، تُخْرِجُوْا اِخْرَاجٌ سے صیغہ مضارع ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب، پ ۵

تُخْرِجُوْهُنَّ تم ان (عورتوں) کو نکالو گے، اس میں هُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب ہے۔ پ ۲۸

تَخْرُصُوْنَ۔ تم اٹکلیں چلاتے ہو، تم تجویزیں کرتے ہو، تم جھوٹ بولتے ہو (نَصَرَ) خَرْصٌ سے۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اصل میں خَرْصٌ پھلوں کا اندازہ لگانے کو کہتے ہیں اور اسی لئے ہر وہ بات جو ظن و تخمین کی بنا پر کہی جائے خَرْص کہلاتی ہے خواہ وہ حقیقت کے مطابق ہو یا نہ ہو، کیونکہ اس بات کا بیان کرنے والا اس کو معلوم کرکے یا اس کو سن کر یا اس کے متعلق ظن غالب حاصل کرکے نہیں کہتا بلکہ جس طرح پھلوں کا اندازہ کرنے والا ایک اندازہ اور اٹکل کر لیتا ہے۔ اسی طرح وہ بھی اندازہ اور اٹکل پر ایک بات زبان سے نکال دیتا ہے اور تجویز کر دیتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس طرح جو شخص بھی کوئی بات بیان کرے گا اسے جھوٹا ہی کہا جائے گا اگرچہ حقیقت میں وہ بات واقع کے مطابق ہی ہو۔ چنانچہ منافقین کے متعلق قرآن مجید میں مذکور ہے اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ۔ (جس وقت تیرے پاس منافق آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بیشک تو خدا کا پیغمبر ہے اور اللہ جانتا ہے کہ تو بلاشبہ اس کا بھیجا ہوا ہی اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق یقیناً جھوٹے ہیں) کہ یہاں منافقوں کی گواہی اگرچہ واقع کے مطابق تھی مگر چونکہ ان کے علم و یقین کے مطابق نہ تھی بلکہ غرض کو کہتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی گواہی رد کر دی اور انہیں جھوٹا قرار دیا، اسی طرح جو شخص بھی علم و یقین کی بنا پر کوئی بات نہ کہے تو وہ بات اگرچہ درحقیقت صحیح اور درست ہو مگر کہنے والے کو

جھوٹا ہی سمجھا جائے گا۔ اسی لئے خرص کا
استعمال جھوٹ کے متعلق بھی ہوتا ہے [illegible]
تَخْرِقَ تو پھاڑے گا، تو چلنے میں زمین کو قطع
کرے گا (ضرب) خَرْقٌ سے۔ جس کے معنی
بغیر سوچے سمجھے بگاڑنے کے لئے کسی چیز کی
قطع و برید کرنے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ
واحد مذکر حاضر، چنانچہ ارشاد ہے۔ اَخَرَقْتَهَا
لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا (کیا تونے کشتی کو بے سوچے
سمجھے پھاڑ ڈالا کہ اس کے لوگوں کو غرق کردے)
خَرْقٌ خَلْقٌ کی ضد ہے، خلق کے معنی ہیں
کسی چیز کا اندازہ کے مطابق بہ نرمی و سہولت
انجام دینا، اور خرق کے معنی ہیں بغیر اندازہ
کے کر ڈالنا اور اسی لئے اس کا استعمال جھوٹ
بولنے اور اپنی طرف سے کسی بات کے تراش
لینے کے لئے بھی ہوتا ہے جیسے وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ
وَبَنَاتٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ (اور انہوں نے تراش لئے
اس کے واسطے بیٹے اور بیٹیاں بے سمجھے)
اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ (یقیناً تو زمین
پھاڑ نہ ڈالیگا) میں تخرق کے دونوں معنی
ہو سکتے ہیں، زمین کو پھاڑ ڈالنے کے بھی اور
ایک سرے سے دوسرے سرے تک اس کی

مسافت قطع کرنے کے بھی۔ [illegible]
تُخْزِنَا۔ تو ہم کو رسوا کر۔ تُخْزِ اِخْزَاءٌ سے جس کے
معنی دور کرنے، خوار کرنے، رسوا کرنے اور
ہلاک کرنے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد
مذکر حاضر، نَا ضمیر جمع متکلم۔ لَا تُخْزِنَا (تو ہم کو رسوا
نہ کر) فعل نہی ہے۔ [illegible]
تُخْزِنِیْ۔ تو مجھے رسوا کر، اس میں ن وقایہ ی ضمیر
واحد متکلم ہے، لَا تُخْزِنِیْ (تو مجھے رسوا نہ کر)
فعل نہی ہے۔ [illegible]
تُخْزُوْنِ۔ تم مجھے رسوا نہ کرو، تُخْزُوْنِ اِخْزَاءٌ
سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر ن وقایہ
ی ضمیر واحد متکلم تحریر میں محذوف ہے۔ [illegible]
تُخْسِرُوْا۔ تم گھٹاؤ، اِخْسَارٌ سے جس کے معنی
گھٹانے کے ہیں مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر [illegible]
تَخْسِیْرٍ۔ زیاں کاری، ٹوٹا دینا، ہلاک کرنا، گھاٹے
اور ٹوٹے کی طرف منسوب کرنا۔ وزن تَفْعِیْلٌ
مصدر ہے۔ [illegible]
تَخْشَعَ۔ وہ گڑگڑائے، وہ عاجزی کرے (فتح)
خُشُوْعٌ سے جس کے معنی عاجزی و فروتنی کرنے
اور گڑگڑانے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد مؤنث
غائب۔ یاد رہے کہ خُشُوْعٌ اور ضَرَاعَةٌ ہم معنی

ہیں مگر خشوعؔ کا استعمال زیادہ تر جوارح کے اور ضراعۃؔ کا قلب کے متعلق ہوتا ہے۔ پ ۲۸/۱۸

تَخْشَوْا۔ تم ڈرو، خشیۃؔ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، لا تخشوا (تم نہ ڈرو) فعل نہی ہے (ملاحظہ ہو اِخْشَوْا) پ ۲/۲ ۱۶/۵ و ۱۱

تَخْشَوْنَ۔ تم ڈرتے ہو، خشیۃؔ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ پ ۱۰/۹

تَخْشَوْنَهُمْ۔ تم ان سے ڈرتے ہو، اس میں ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے۔ پ ۱۰

تَخْشَوْهُمْ۔ تم ان سے ڈرو اس میں ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے۔ (ملاحظہ ہو تَخْشَوْا) پ ۶

تَخْشٰی۔ تو ڈرے، تو ڈرتا ہے، تو ڈرے گا خشیۃؔ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر پ ۱۳ پ ۲۰/۳

تَخْشَهُ۔ تو اس سے ڈرے، اس میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ہے۔ پ ۲۲/۲

تَخْضَعْنَ۔ تم نرمی کرو، تم ملائمت کرو، (فتح) خضوعؔ سے جس کے معنی پست ہونے، نرمی کرنے اور تواضع اختیار کرنے کے ہیں، مضارع کا صیغہ جمع مؤنث حاضر۔ یہاں بات چیت میں جھکنا اور تواضع کرنا مراد ہے۔ پ ۲۲

تَخْطَفُهُ۔ وہ (پرندوں کی جماعت) اس کو اچک لیجاتی ہے، (سمع) تَخْطَفُ خطفؔ سے۔ جس کے معنی کسی چیز کے اچک لینے اور جلدی سے جھپٹ لینے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب پ ۱۷/۱۱

تَخُطُّهُ۔ تو اس کو لکھتا ہے، تَخُطُّ خَطٌّ ہے جس کے معنی لکھنے اور خط کھینچنے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ پ ۲۱/۱

تَخَفْ۔ تو ڈر، یہاں لا تَخَفْ (تو نہ ڈر) خوفٌ سے۔ نہی کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے پ ۱۲ پ ۱۰ و ۱۲ پ ۱۹ پ ۲۰/۱۹ و ۲۶ پ ۲۳/۱۱ پ ۲۴/۱۹

تُخْفُوْا۔ تم چھپاؤ، تم چھپانے لگو، اِخْفَاءٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اِنْ شرطیہ کے آنے سے یہاں نون اعرابی ساقط ہو گیا ہے (ملاحظہ ہو اُخْفِیْ) پ ۳

تُخْفُوْنَ۔ تم چھپاتے ہو، تم چھپاؤ گے، اِخْفَاءٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ ۶ پ ۱۴ پ ۱۹/۱۴

تُخْفُوْهُ۔ تم اس کو چھپاؤ، تم اس کو چھپاتے ہو تم اس کو چھپاؤ گے۔ اس میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب

ہے۔ پ۲۲ ع۳ پ۲۲

تُخْفُوْهَا۔ تم اس کو چھپاؤ، تم اس کو چھپاتے ہو، تم اس کو چھپاؤگے، اس میں ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب ہے پ۳

تُخْفِیْ۔ تو چھپاتا ہے، تو چھپائیگا۔ اِخْفَاءٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ پ۲۲

تُخْفِیْ۔ وہ چھپاتی ہے، وہ چھپائیگی۔ اِخْفَاءٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب پ۳ پ۲۴

تَخْفٰی۔ وہ چھپی رہے گی۔ خَفَاءٌ سے جس کے معنی پوشیدہ ہونے اور چھپنے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ پ۲۹

تَخْفِیْفٌ۔ ہلکا کرنا، تخفیف کرنا، آسانی کرنا بروزن تَفْعِیْلٌ مصدر ہے (ملاحظہ ہو خَفِیْفٌ) پ۲

تَخَلَّتْ۔ وہ خالی ہوگئی۔ تَخَلِّیْ سے جس کے معنی خالی ہونے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ زمین کے خالی ہونے سے مراد اس کا مُردوں کا اپنے اندر سے نکال پھینکنا ہے۔ پ۳۰

تَخْلُدُوْنَ۔ تم ہمیشہ رہوگے (نَصَرَ) خُلُوْدٌ سے جس کے معنی ہمیشہ رہنے اور ہمیشہ رکھنے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ پ۱۹

تُخْلِفُ۔ تو خلاف کرتا ہے، تو خلاف کریگا اِخْلَافٌ سے جس کے معنی وعدہ کے خلاف کرنے یا وعدہ کے خلاف پلنے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اِخْلَافٌ کا استعمال اور دیگر معانی میں بھی ہوتا ہے، مگر قرآن مجید میں ان ہی دونوں معنی میں آیا ہے، یہاں پہلے معنی مراد ہیں۔ پ۴

تُخْلِفَهٗ۔ تو اس کے خلاف پائیگا۔ اس میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ہے، یہاں اِخْلَافٌ کا استعمال دوسرے معنی یعنی وعدہ کے خلاف پلنے میں ہوا ہے۔ پ۱۶

تَخْلُقُ، تو بناتا ہے۔ تو بنائے گا۔ خَلْقٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اَخْلُقُ اور خَلَقَ) پ۳

تَخْلُقُوْنَ تم بنا لیتے ہو، تم گڑھ لیتے ہو خَلْقٌ سے۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ خَلْقٌ کے معنی جھوٹ گڑھ لینے کے بھی آتے ہیں۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو خَلَقَ) پ۲۰

تَخْلُقُوْنَهٗ۔ تم اس کو پیدا کرتے ہو، تم اس کو بناتے ہو، تَخْلُقُوْنَ خَلْقٌ سے بمعنی پیدا کرنے کے۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو خَلَقَ) پ۲۷

لہ لہ گھڑ۔ گھڑ لینا

تَخَوُّفٍ ڈرانا، خوف دلانا، ڈرنا، خوف کا ظاہر ہونا، بروزن تَفَعُّل مصدر ہے، اس کا تعدیہ بذریعہ عَلٰی ہوتا ہے، پ۱۴

تَخُوْنُوْا. تم خیانت کرنے لگو، تم چوری کرنے لگو (نَصَرَ) خَیَانَتٌ سے۔ جس کے معنی خیانت کرنے کے ہیں، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، خیانت اور نفاق دونوں کی حقیقت ایک ہی ہے فرق اتنا ہے کہ خیانت امانت اور عہد میں ہوتی ہے اور نفاق دین میں ہوتا ہے خیانت کے معنی ہیں پوشیدہ طور پر عہد شکنی کرکے حق کے خلاف کرنا۔ امانت اور خیانت دونوں باہم نقیضین ہیں۔ پ۹

تَخْوِیْفًا. ڈرانا، خوف دلانا، بروزن تَفْعِیْل مصدر ہے۔ پ۱۵

تَخَیَّرُوْنَ. تم پسند کرتے ہو، تم پسند کروگے تم اختیار کرتے ہو، تم اختیار کروگے۔ تَخَیُّرٌ سے۔ جس کے معنی پسند کرنے اور اختیار کرنے کے ہیں، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ پ۲۹

فصل الدال المهملة

تَدَارَکَهٗ. اس کو پایا۔ اس کو سنبھالا۔ تَدَارَکَ تَدَارُکٌ سے جس کے معنی پانے اور ایک دوسرے تک پہنچنے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب تَدَارُکٌ کا استعمال زیادہ تر فریادرسی اور نعمت کے پہنچنے کے متعلق ہوتا ہے۔ پ۲۹

تَدَایَنْتُمْ. تم نے ایک دوسرے کو قرض دیا تم نے ایک دوسرے کو ادھار دیا۔ تَدَایُنٌ سے جس کے معنی آپس میں قرض کا لین دین کرنے کے ہیں، ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ پ۳

تَدَّخِرُوْنَ. تم ذخیرہ کرتے ہو، تم رکھ چھوڑتے ہو اِدِّخَارٌ سے جس کے معنی ذخیرہ کرنے اور رکھ چھوڑنے کے ہیں، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ پ۳

تُدْخِلِ. تو داخل کرے، تو داخل کرتا ہے۔ تو داخل کرے گا، اِدْخَالٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اُدْخِلَ) پ۱۱

تَدْخُلُنَّ. تم ضرور داخل ہوگے، دُخُوْلٌ سے، مضارع با نون تاکید کا صیغہ جمع مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اُدْخُلْ) پ۲۶

تَدْخُلُوْا. تم داخل ہوگے، تم داخل ہونے لگو دُخُوْلٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر

لَا تَدْخُلُوا (تم داخل نہ ہو) فعل نہی ہے۔

پ۳ پ۷ پ۱۳ پ۱۸ پ۲۳

تَدْخُلُوْهَا۔ تم اس میں داخل ہونے لگو۔

اس میں ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب ہے پ۱۴

تَدْرُسُوْنَ۔ تم پڑھتے ہو (نصر) دَرْسٌ سے جس کے معنی علم پڑھنے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ پ۳ پ۷ پ۲۹

تُدْرِكُ۔ وہ پالے، وہ پکڑلے، اِدْرَاكٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب (ملاحظہ ہو اَدْرَكَهُ) پ۲۳

تُدْرِكُهُ۔ وہ اس کو پاتی ہے، وہ اس کو پالیگی اس میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ہے، آیت کریمہ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ (نہیں پاتیں اس کو نظریں اور وہ پاتا ہے سب نظروں کو) میں اَبصار سے ظاہری آنکھیں بھی مراد لی جا سکتی ہیں اور علمی بصیرتیں بھی چنانچہ بعض نے اول معنی مراد لئے ہیں اور بعض نے دوسرے معنی، سدی کہتے ہیں "بصر کی دو قسمیں ہیں ایک "بصر معائنہ" (دیکھنے کی آنکھ) دوسری "بصر علم" (علم کی بینائی) پس لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ کے معنی یہ ہیں کہ علماء کا علم اس کو نہیں پا سکتا، اسی کی نظیر ہے۔ سورۂ طٰہٰ کی آیت يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا (وہ جانتا ہے جو ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور آدمی علم سے اس کا احاطہ نہیں کرسکتے) علامہ خازن بغدادی سدی کے اس قول کو نقل کر کے فرماتے ہیں وھذا وجہ حسن ایضاً یہ توجیہ بھی عمدہ ہے[1]) سعید بن المسیب اور عطاء بن ابی رباح نے "ابصار" سے ظاہری آنکھیں مراد لی ہیں۔ ابن المسیب فرماتے ہیں کہ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ کے معنی ہیں آنکھیں اس کو گھیر نہیں سکتیں، عطاء اس کی تفسیر یوں کرتے ہیں کہ مخلوقات کی نظریں اس کا احاطہ کرنے سے عاجز ہیں۔[2]

واضح رہے کہ اقوام مبتدعہ خوارج، روافض معتزلہ اور بعض مرجیہ نے اس آیت سے یہ سمجھا ہے کہ دنیا و آخرت میں کہیں بھی خدا کا دیدار نہ ہوگا

[1] لباب التاویل فی معانی التنزیل ج ۲ ص ۱۳۹۔ طبع مصر ۱۳۳۱ء

[2] ملاحظہ ہو معالم التنزیل ج ۲ ص ۱۴۰ طبع مصر ۱۳۳۱ء

اور کوئی اس کو نہ یہاں دیکھے گا نہ وہاں ، وہ
"ادراک" کے معنی "رویت" یعنی ان ظاہری
آنکھوں سے دیکھنے کے سمجھ بیٹھے اس لئے
ان کے غلط خیال پر آیت کا ترجمہ یوں ہوگا لَا
تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ (اللہ کو آنکھیں نہیں
دیکھ سکتیں) حالانکہ یہی ان کی اصل غلطی ہے
"ادراک" اور "رویت" دو جداگانہ چیزیں ہیں آیت
میں "ادراک" کی نفی ہے "رویت" کی نہیں "ادراک"
کہتے ہیں کسی چیز کی کنہ اور حقیقت پر واقف ہونے
اور اس کا احاطہ کرنے کو، اور رویت کے معنی
ہیں فقط دیکھنا، خواہ احاطہ ہو سکے یا نہ ہو سکے
اور خواہ حقیقت تک رسائی ہو یا نہ ہو، پس
"اثباتِ رویت" اور "نفی ادراک" میں کچھ منافات
نہیں ہے۔ اس لئے کہ "ادراک" اخص ہے
رویت سے اور نفی اخص سے انتفاءِ اعم لازم
نہیں آتا کسی چیز کی رویت اس کا احاطہ کئے
بغیر اور اس کی حقیقت تک پہنچے بغیر ممکن بلکہ
واقع ہے ملاحظہ ہو جب حضرت موسیٰ علیہ السلام
بنی اسرائیل کو لیکر بحر قلزم کے کنارے پہنچتے ہیں
اور فرعون کا لشکر تعاقب کرتا ہوا آموجود ہوتا ہے
اس واقعہ کے ذکر میں قرآن مجید میں ارشاد ہے

فَلَمَّا تَرَاءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰى
اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ قَالَ كَلَّا (جب دونوں جماعتوں
نے ایک دوسرے کو دیکھا تو موسیٰ کے ساتھی
بولے ہم پالئے گئے آپ نے فرمایا ہرگز نہیں)
دیکھئے یہاں بے اختیار بنی اسرائیل کی زبان
سے اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ کے الفاظ نکل جاتے ہیں اور
حضرت موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہرگز ایسا
نہیں ہو سکتا اور واقعی ہوا بھی نہیں۔ اب یہاں
غور فرمایئے کہ تَرَاءَ سے دونوں جماعتوں کی
رویت ایک دوسرے کے متعلق ثابت ہے اور
كَلَّا سے ادراک کی صاف نفی ہے۔ پس باوجود
عدم ادراک کے رویت کا ثبوت موجود ہے۔
اسی طرح آیت کریمہ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ
میں "ابصار" کے ادراک کی نفی ہے۔ "ابصار"
کی رویت کی نفی نہیں، اہل سنت وجماعت کا
متفقہ عقیدہ ہے کہ اہلِ ایمان آخرت میں
دیدارِ الٰہی سے شرف اندوز ہوں گے۔ کتاب و
سنت کی تصریحات اس پر شاہد ہیں جن کی
تفصیل کا یہ محل نہیں ہے۔ حافظ ابن القیمؒ
نے کتاب حادی الارواح میں منکرینِ رویت
پر خوب ہی رد کیا ہے، اور علامہ محمد بن ابراہیم

وزیر یمانی نے العواصم والقواصم میں اور قاضی شوکانی نے کتاب بغیہ میں اس مسئلہ پر بڑی سیر حاصل بحثیں کی ہیں، محدث سیوطی نے بھی البدور السافرہ میں رویتِ باری کے متعلق احادیث و آثار کا بڑا حصہ ذکر کیا ہے۔

یہاں صرف اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ الابصار سے اگر ظاہری آنکھیں ہی مراد لی جائیں تب بھی آیت میں جس ادراک کی نفی ہے وہ معرفت حقیقت ہے۔ کیونکہ خدا کی حقیقی معرفت سوائے خدا کے کسی کو حاصل نہیں۔ پس اہلِ ایمان اگرچہ آخرت میں خدا کو بچشمِ سر دیکھیں گے مگر اس کا ادراک یعنی اس کی کنہ و حقیقت کی معرفت اور اس کا احاطہ نہیں ہو سکتا جس طرح چاند کا دیکھنے والا آنکھوں سے چاند کو دیکھنے کے باوجود نہ اس کی حقیقت کو دریافت کر سکتا ہے اور نہ اس کی کنہ و ماہیت کو جان سکتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ کی ذات تو اور بھی وراء الورا ہے وہ نرالا ہے اور بڑی شان والا ہے ولہ المثل الاعلیٰ۔ حدیث صحیح میں بھی رویتِ باری کو اسی مثال سے سمجھایا گیا ہے ارشاد ہو

انکم سترون ربکم کما ترون ھذا القمر لا تضامون فی رویتہ (تم اپنے رب کو اسی طرح دیکھو گے جس طرح تم اس چاند کو دیکھتے ہو کہ اس کے دیدار میں کسی طرح کی مزاحمت نہیں ہوگی) له ۶/۱۹

تَدْرُوْنَ۔ تم جانتے ہو تم کو معلوم ہے دِرَایَۃٌ سے، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر (ملاحظہ ہو ادری) ۱۲/۳۳

تَدْرِیْ۔ تو جانتا ہے، تو جانیگا، دِرَایَۃٌ سے۔ مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، ۲۵/۲۸ ۱۲/۳۳

تَدْرِیْ۔ وہ جانتی ہے، وہ جانیگی، دِرَایَۃٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب، آیت کریمہ لَا تَدْرِیْ لَعَلَّ اللّٰہَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِکَ اَمْرًا میں تَدْرِیْ واحد مؤنث غائب کا صیغہ بھی ہو سکتا ہے۔ اور واحد مذکر حاضر کا بھی پہلی صورت میں اس کا فاعل نفس (جان) ہوگا اور دوسری صورت میں ضمیر اَنْتَ (تو) ہوگی۔ جس سے خطاب یا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی طرف ہوگا یا ہر مخاطب کی طرف۔ ۱/۲۸

له مشکوٰۃ باب رویۃ اللہ تعالیٰ

تَدْعُ۔ تو پکارے، دُعَاءٌ اور دَعْوَةٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، یہاں لا موجود ہے اس لئے فعل نہی ہے اور آخر سے واو حرف علت محذوف ہے (ملاحظہ ہو اُدْعُ اور دُعَاءٌ) پ ۱۱/۱۴ پ ۱۹/۱۵ پ ۲۰/۱۲

تَدْعُ۔ وہ پکارے، دُعَاءٌ اور دَعْوَةٌ سے۔ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب، اِنْ شرطیہ کے سبب آخر سے واو حذف ہو گیا ہے۔ پ ۲۲/۱۵

تَدْعُوْا۔ وہ پکارتی ہے، وہ بلاتی ہے، وہ پکاریگی، وہ بلائیگی۔ دُعَاءٌ سے۔ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ پ ۲۹/۷

تَدْعُوْا۔ تم پکارو، تم پکارتے ہو، تم پکاروگے دُعَاءٌ سے۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ ن اعرابی عامل کے آنے سے گر پڑا۔ پ ۹/۱۲ پ ۱۵/۱۲ پ ۲۲/۱۲ پ ۲۶/۸ پ ۲۹/۱۱

تَدْعُوْنَ۔ تم پکارتے ہو، تم پکاروگے، دُعَاءٌ سے۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ پ ۷/۱۱، ۱۳ پ ۸/۱۱ پ ۹/۱۲ پ ۱۵/۷ پ ۱۶/۶ پ ۱۷/۱۶ پ ۱۹/۹ پ ۲۲/۱۴ پ ۲۲/۱۷، ۱۵ پ ۲۳/۸ پ ۲۴/۱، ۱۳ پ ۲۶/۱

تُدْعَوْنَ۔ تم پکارے جاتے ہو، تم بلائے جاتے ہو، تم بلائے جاؤگے، دُعَاءٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، پ ۲۳/۸ پ ۲۶/۸، ۱۰

تَدَّعُوْنَ۔ تم آرزو کرتے ہو، تم آرزو کروگے تم مانگتے ہو، تم مانگوگے، تم چاہتے ہو، تم چاہوگے اِدِّعَاءٌ سے جس کے معنی دعویٰ کرنے، آرزو کرنے اور خود کو کسی چیز کی طرف نسبت کرنے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، پ ۲۹/۷

تَدْعُوْنَا۔ تو ہم کو بلاتا ہے، تو ہم کو پکارتا ہے تو ہم کو بلائیگا، تو ہم کو پکاریگا۔ تَدْعُوْا دُعَاءٌ سے۔ مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ نَا ضمیر جمع متکلم۔ پ ۱۲/۴ پ ۲۴/۱۵

تَدْعُوْنَنَا۔ تم ہم کو بلاتے ہو، تم ہم کو پکارتے ہو۔ تَدْعُوْنَ صیغہ مضارع۔ جمع مذکر حاضر۔ نَا ضمیر جمع متکلم، پ ۱۳/۱۲

تَدْعُوْنَنِيْ۔ تم مجھ کو بلاتے، تم مجھ کو پکارتے ہو اس میں ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم ہے پ ۲۴/۱۰

تَدْعُوْنَهٗ۔ تم اس کو پکارتے ہو، اس میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ہے۔ پ ۷/۱۴

تَدْعُوْهُمْ۔ تو ان کو بلاتا ہے، تو ان کو پکارتا ہے۔ تَدْعُوْا صیغہ مضارع واحد مذکر حاضر، هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ پ ۲۵/۳

تَدْعُوْهُمْ تم ان کو بلاتے ہو، تم ان کو پکارتے ہو، تم ان کو بلاؤ گے، تم ان کو پکارو گے تَدْعُوا صیغہ مضارع جمع مذکر حاضر، اصل میں تَدْعُوْنَ تھا۔ اِنْ شرطیہ کے آنے سے نون اعرابی حذف ہوگیا۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے۔ پ

تَدْعُهُمْ۔ تو ان کو بلائے، تو ان کو بلائے گا تَدْعُ صیغہ مضارع واحد مذکر حاضر، اِنْ شرطیہ کے اول میں آنے سے واو جو حرف علت تھا اخیر سے گر پڑا، هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب، پ

تُدْعیٰ۔ وہ بلائی جائے گی، وہ پکاری جائیگی دُعَاءٌ سے مضارع مجہول کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ پ

تُدْلُوْا۔ تم کھینچ لیجاؤ، تم پہنچاؤ، اِدْلَاءٌ سے جس کے معنی ڈول نکالنے کے ہیں مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، ابو منصور نے الشامل میں اور ابو جعفر بیہقی نے تاج المصادر میں اس کے معنی ڈول چھوڑنے کے بیان کئے ہیں، اسی اعتبار سے بطور استعارہ اِدْلَاءٌ کا استعمال کسی چیز تک پہنچنے اور کسی شے کے ڈالنے کے لئے ہوتا ہے۔ پ

تَدَلّٰی۔ وہ اتر آیا، وہ لٹک آیا، تَدَلِّیٌ سے جس کے معنی قریب ہونے اور لٹکنے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ، واحد مذکر غائب۔ پ

تُدَمِّرُ۔ وہ ہلاک کرتی ہے، وہ تباہ کرتی ہے وہ اکھاڑتی ہے، تَدْمِیْرٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ پ

تَدْمِیْرًا۔ ہلاک کرنا، اکھاڑ مارنا، تباہی لا ڈالنا بروزن تَفْعِیْلٌ مصدر ہے۔ پ پ

تَدُوْرُ۔ وہ پھرتی ہے، وہ گردش کرتی ہے دَوْرٌ سے جس کے معنی گردش کرنے، پھرنے اور گھومنے کے ہیں، مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب، پ

تُدْهِنُ۔ تو نرمی کرے، تو ملائمت کرے، تو سستی کرے، تو ڈھیلا ہو، اِدْهَانٌ سے جس کے معنی اصل میں تو تَدْهِیْن یعنی چکنا کرنے اور تیل ڈالنے کے ہیں مگر اس سے مراد مدارات، ملائمت اور سستی لی جاتی ہے۔ مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ پ

تُدِیْرُوْنَهَا۔ تم اس کو پھیرتے ہو، تم اس کا پھیر بدل کرتے ہو، تُدِیْرُوْنَ اِدَارَةٌ سے جس کے معنی پھیرنے پھرانے کے ہیں مضارع کا صیغہ

جمع مذکر حاضر، ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب یہاں ہاتھوں ہاتھ لین دین مراد ہے۔ پ ۳/۷

فصل الذال المعجمة

تَذْبَحُوْا۔ تم ذبح کرو، (فَتْحٌ) ذَبْحٌ سے جس کے معنی گلا کاٹنے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ، جمع مذکر حاضر۔ پ ۱/۸

تَذَرُ۔ تو چھوڑتا ہے، تو چھوڑ دیگا۔ وَذْرٌ سے جس کے معنی کسی چیز کو اس کی پروانہ ہونے کے سبب پھینکدینے اور چھوڑ دینے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، اس فعل کی ماضی مستعمل نہیں ہوتی۔ لَا تَذَرْ (تو نہ چھوڑ) فعل نہی ہے پ ۵ س ۲۹/۱۰

تَذَرُ۔ وہ چھوڑتی ہے، وہ چھوڑ دیگی، وَذْرٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب پ ۲۴ س ۲۹/۱۵

تَذَرُنَّ۔ تم ضرور چھوڑتے ہو، تم ضرور چھوڑ دوگے وَذْرٌ سے۔ مضارع بانون تاکید کا صیغہ جمع مذکر حاضر، لَا تَذَرُنَّ (تم ہرگز نہ چھوڑنا)۔ فعل نہی ہے۔ س ۲۹/۱۰

تَذَرْنِیْ۔ تو مجھے چھوڑتا ہے، تو مجھے چھوڑ دیگا تَذَرُ صیغہ واحد مذکر حاضر، ن وقایہ ی ضمیر جمع متکلم ہے۔ لَا تَذَرْنِیْ (تو مجھے نہ چھوڑ) (ملاحظہ ہو تَذَرُ) پ ۱۷/۶

تَذَرُوْنَ۔ تم چھوڑتے ہو، تم چھوڑ دوگے، وَذْرٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ پ ۱۹/۱۳ پ ۲۳/۸ ۲۹/۱۷

تَذْرُوْهُ، وہ اس کو اڑاتی ہے۔ تَذْرُوْا، ذَرْوٌ سے، جس کے معنی بلند کرنے اڑانے اور اڑنے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد مؤنث حاضر، ہ ضمیر واحد مذکر غائب، ۱۵/۱۸

تَذَرُوْهَا۔ تم اس کو چھوڑ دو، تم چھوڑنے لگو، تَذَرُوْا وَذْرٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب۔ پ ۵/۱۹

تَذَرْهُمْ۔ تو ان کو چھوڑتا ہے، تو ان کو چھوڑ دیگا تَذَرُ وَذْرٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ پ ۲۹/۱۰

تَذْكُرُ۔ تو یاد کرتا ہے۔ تو یاد کرے گا۔ (نَصَرَ) ذِكْرٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر (تفصیل کے لئے ملاحظہ ذِكْرٌ اور اُذْكُرْ) پ ۱۳/۴

تَذَكَّرَ۔ اس نے نصیحت پکڑی۔ اس نے سوچا۔ اس نے یاد کیا۔ تَذَكُّرٌ سے۔ جس کے معنی یاد کرنے اور نصیحت پکڑنے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ، واحد مذکر غائب۔ پ ۳۲/۱۴

تُذَكِّرَ۔ وہ یاد دلائے، تَذْكِيْرٌ سے جس کے معنی یاد دلانے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ پ۳

تَذَكَّرُوْا۔ وہ چونک گئے، انہوں نے یاد کیا تَذَكُّرٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ پ۹

تَذْكُرُوْا۔ تم یاد کرو، تم یاد کرنے لگو، ذِكْرٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، نون اعرابی عامل کے آنے سے حذف ہو گیا (ملاحظہ ہو ذِكْرٌ اور اُذْكُرُوْا) پ۲۵

تَذْكُرُوْنَ۔ تم یاد کرو گے، ذِكْرٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ پ۲۴

تَذَكَّرُوْنَ۔ تم نصیحت پکڑو، تم دھیان رکھو تَذَكُّرٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ۸ (۶، ۸، ۹، ۱۲) پ۹ پ۱۲ (۲، ۳) پ۱۳ (۱۹، ۸، ۹) پ۱۸ (۵، ۶، ۱۰) پ۳ پ۱۹ پ۲۳ (۱۵، ۱۶) پ۲۹ پ۲۹

تَذْكُرُوْنَهُنَّ۔ تم ان (عورتوں) کو یاد کرو گے تم ان کا دھیان کرو گے، تم ان کا ذکر کرو گے تَذْكُرُوْنَ صیغہ مضارع، هُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب۔ پ۲

تَذْكِرَةٌ۔ یاد دہانی، نصیحت، یاد کرنے کی چیز بروزن تَفْعِلَةٌ، باب تَفْعِيْلٌ کا مصدر ہے پ۱۶ پ۲۷ پ۲۹ (۵، ۹، ۱۲، ۱۴، ۱۵) پ۳۰

تَذْكِيْرِيْ۔ میرا نصیحت کرنا، میرا سمجھانا، میرا یاد دلانا، تَذْكِيْرٌ بروزن تَفْعِيْلٌ مصدر مضاف ہے، ی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ پ۱۱

تُذِلُّ۔ تو ذلیل کرے، تو ذلت دیتا ہے اِذْلَالٌ سے، جس کے معنی ذلیل و خوار کرنے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ پ۳

تَذْلِيْلًا۔ جھکانا، ذلیل کرنا۔ بروزن تَفْعِيْلٌ مصدر ہے۔ پ۲۹

تَذُوْدَانِ۔ وہ دونوں ہانکتی ہیں، وہ دونوں روکتی ہیں، وہ دونوں ہٹاتی ہیں (نَصَرَ) ذَوْدٌ سے۔ جس کے معنی ہانکنے، ہٹانے اور روکنے کے ہیں، مضارع کا صیغہ تثنیہ مؤنث غائب۔ پ۲۰

تَذُوْقُوْا۔ تم چکھتے ہو، تم چکھو گے۔ (نَصَرَ) ذَوْقٌ سے۔ جس کے معنی چکھنے کے ہیں مضارع کا صیغہ۔ جمع مذکر حاضر، نون اعرابی بوجہ عامل گر گیا پ۱۴

تَذْهَبُ۔ وہ جاتی ہے، وہ جائے گی، وہ جاتی رہے، ذَهَابٌ سے مضارع کا صیغہ۔ واحد مؤنث غائب (ملاحظہ ہو اِذْهَبْ) پ۱۱ پ۲۲

تَذْهَبُوْا۔ تم جاتے ہو، تم جاؤ گے، ذَهَابٌ سے۔ مضارع کا صیغہ۔ جمع مذکر حاضر

ن اعرابی عامل کے سبب گر گیا ہے۔ پ ۱۳/۱۲ پ ۱۲/۱۲

تَذْهَبُوْنَ۔ تم جاتے ہو، تم جاؤ گے، ذَهَابٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ ۳۰

تَذْهَلُ۔ وہ بھول جائیگی، ذُهُوْلٌ سے جس کے معنی کسی شے میں اس طرح مشغول ہونے کے ہیں کہ غم اور بھول پیدا ہو جائے۔ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ پ ۱۷/۸

فصل الراء المهملة

تَرَ تو نے دیکھا۔ رُؤْيَةٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، اصل میں تَرٰی تھا، لَمْ کے اول میں آنے سے آخر سے ی جو حرف علت ہے ساقط ہو گئی اور مضارع ماضی منفی کے معنی دینے لگا۔ (ملاحظہ ہو آری) پ ۲/۱۹ پ ۳/۲ و ۱۱ پ ۵/۴ و ۵ و ۶ و ۸ پ ۱۳/۱۵ و ۱۶ و ۱۷ پ ۱۹/۹ پ ۱۷/۹ و ۵ و ۱۶ و ۱۹ پ ۱۸/۱۲ پ ۲۹/۳ و ۱۵ پ ۲۱/۱۲ و ۱۳ پ ۲۲/۱۹ پ ۲۳/۱۹ پ ۲۷/۱۳ پ ۲۸/۲ و ۳ و ۵ پ ۳۰/۱۲ و ۳۰

تَرَآءَ۔ وہ دونوں مقابل ہوئے، وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ تَرَاءٍ سے۔ جس کے معنی ایک دوسرے کے باہم اس طرح مقابل اور قریب ہونے کے ہیں کہ یہ اس کو دیکھ سکے اور وہ اس کو، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ پ ۹/۸

تَرَآئِبَ۔ چھاتیاں تَرِيْبَةٌ کی جمع، جس کے معنی چھاتی کی ہڈی اور سینہ کی پسلی کے ہیں۔ پ ۳۰/۱۱

تَرَآءَتْ۔ وہ نمودار ہوئی، وہ سامنے ہوئی، وہ روبرو ہوئی، وہ دیکھنے لگی، تَرَاءٍ سے ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ پ ۱۰/۲

تُرَابٌ۔ خاک، مٹی، اصل میں تراب خوردنی کا نام ہے پ ۳/۷ پ ۵/۱۲ و ۴ پ ۶/۱۳ پ ۱۳/۱۲ پ ۱۴/۸ پ ۱۵/۲۲ پ ۲۲/۲۲ پ ۲۳/۱۲ –

تُرَابًا پ ۱۳/۹ پ ۱۸/۴ و ۵ پ ۲۳/۵ و ۹ پ ۳۰/۲ پ ۲۶/۱۵

تُرَاثَ میراث، مُردے کا مال، اصل میں وُرَاثٌ تھا، واو کو تا سے بدل لیا گیا ہے۔ پ ۳۰/۱۴

تَرَاضٍ۔ باہمی رضامندی، آپس کی خوشی۔ ایک کا دوسرے سے راضی ہونا، تَرَاضِیٌ، بروزن تَفَاعُلٌ مصدر ہے۔ ی جو حرفِ علت ہے بوجہ ثقالت ساقط ہو گئی، پ ۲/۱۲ پ ۵/۲

تَرَاضَوْا وہ آپس میں راضی ہوئے، تَرَاضِیٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ پ ۲/۱۲

تَرَاضَيْتُمْ۔ تم آپس میں راضی ہوئے۔ تَرَاضِیٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر، پ ۵/۱

تَرَاقِيَ۔ ہنسلی، تَرْقُوَةٌ کی جمع ہے۔ پ ۲۹/۱۷

تُرَاوِدُ۔ وہ بہلاتی ہے، وہ خواہش کرتی ہے وہ اکساتی ہے، وہ پھسلاتی ہے مُرَاوَدَةٌ سے

جس کے معنی دوسرے سے کسی کام کے چاہنے اور اس کو کسی کام پر ڈالنے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ پ ۱۳/۱۴

تَرَبُّصُ۔ انتظار کرنا، خواہ کسی معاملہ کے ختم ہونے یا پورا ہونے کا انتظار ہو، یا کسی سامان کی گرانی یا ارزانی کا، بروزن تَفَعُّلٌ مصدر ہے، پ ۲/۱۴

تَرَبَّصْتُمْ۔ تم نے انتظار کیا، تم نے راہ دیکھی تَرَبُّصٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ پ ۲۷/۱۸

تَرَبَّصُوْا تم انتظار کرو، تم منتظر رہو، تم راہ دیکھو تَرَبُّصٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ ۱۰/۹، ۱۴ پ ۱۶/۱۷ پ ۱۸/۲

تَرَبَّصُوْنَ۔ تم انتظار کرتے رہو، تم راہ دیکھتے رہو تَرَبُّصٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ ۱/۱۳

تَرْتَابُوْا۔ تم شک کرو، تم شبہ میں پڑو، اِرْتِيَابٌ سے جس کے معنی شک کرنے اور دوسرے کو تہم سمجھنے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، پ ۳

تَرْتَدُّوْا۔ تم پھر جاؤ، تم لوٹ جاؤ، اِرْتِدَادٌ سے، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر یہاں لا نہی داخل ہے، اس لئے فعل نہی ہے پ ۶

تَرْتِيْلًا۔ الفاظ کا منہ سے درستی کے ساتھ بسہولت ادا کرنا، آہستہ آہستہ واضح اور صاف طور پر پڑھنا بروزن تَفْعِيْلٌ مصدر ہے، پ ۱۹، ۲۹/۱۴

تَرِثُوْا۔ تم وارث ہو جاؤ۔ تم میراث میں لے لو۔ (حَسِبَ) وِرَاثَةٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر نون اعرابی اَنْ ناصبہ کے آنے سے ساقط ہو گیا (ملاحظہ ہو اُوْرِثْتُمُوْهَا) پ ۴/۱۴

تُرْجَعُ۔ وہ پھیری جاتی ہے، وہ لوٹائی جاتی ہے۔ (ضَرَبَ) یہ فعل لازم اور متعدی دونوں طرح پر آتا ہے، لازم کا مصدر رُجُوْعٌ (لوٹنا) ہے اور متعدی کا رَجْعٌ (لوٹانا) یہاں رَجْعٌ سے مضارع مجہول کا صیغہ، واحد مؤنث غائب ہے۔ پ ۱۰/۱ پ ۲ پ ۴ پ ۱۴/۱۴ پ ۱۳/۲۳ پ ۱۷/۳۰

تُرْجَعُوْنَ۔ تم لوٹائے جاؤ گے۔ تم پھیرے جاؤ گے، رَجْعٌ سے مضارع مجہول کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ ۱/۲ پ ۳/۱۶ پ ۹ پ ۱۱ پ ۱۲/۳ پ ۱۶/۳ پ ۱۹/۹ پ ۱۰، ۱۲، ۱۳/۲۰ پ ۱۰، ۱۲، ۱۳/۲۱ پ ۱، ۱۲/۲۳ پ ۲، ۱۷/۲۴ پ ۱۳، ۱۸/۲۵

تَرْجِعُوْنَهَا۔ تم اس کو پھیر لاتے ہو، تم اس کو پھیر لیتے ہو، تَرْجِعُوْنَ۔ رَجْعٌ سے۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، هَا ضمیر واحد مؤنث غائب پ ۲۷/۱۶

تَرْجِعُوْهُنَّ۔ تم ان کو پھیرو، تم ان کو واپس کرو، اس میں هُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب ہے

یہاں لا نہی داخل ہے اس لئے فعل نہی ہے ۲۸/۵

تَرْجُفُ. وہ لرزیگی، وہ کانپے گی (نَصَرَ) رَجْفٌ سے جس کے معنی لرزنے اور کانپنے کے ہیں، مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب ۲۹/۱۲ پ ۳۰/۳

تَرْجُمُوْنِ. تم مجھے سنگسار کرو، رَجْمٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ نون وقایہ۔ ی ضمیر واحد متکلم تحریر میں محذوف ہے (ملاحظہ ہو اَرْجُمَنَّكَ) ۲۵/۱۲

تَرْجُوْا. تو امید رکھتا ہے، تو امید رکھیگا۔ رَجَاءٌ سے، مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر (ملاحظہ اُرْجُوْا) ۲۰/۱۴

تَرْجُوْنَ. تم امید رکھتے ہو، تم امید رکھوگے رَجَاءٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، ۵/۱۲ پ ۹/۲

تَرْجُوْهَا. تو اس کی توقع رکھتا ہے، تو اس کی امید رکھتا ہے، اس میں هَا ضمیر واحد مؤنث غائب ہے، (ملاحظہ ہو تَرْجُوْا) ۱۵/۳

تُرْجِیْ. تو ڈھیل دیوے، تو پیچھے رکھے، اِرْجَاءٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ (ملاحظہ ہو اَرْجِهْ) ۲۲/۳

تَرْحَمْنَا. تو ہم پر رحم کرے۔ تو ہم پر رحم کرے گا تَرْحَمُ رَحْمَةٌ سے۔ مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، نَا ضمیر جمع متکلم، ۸/۹

تَرْحَمْنِیْ، تو مجھ پر رحم کرے۔ تو مجھ پر رحم کریگا۔ اس میں نون وقایہ، ی ضمیر واحد متکلم ہے، ۱۲/۳

تُرْحَمُوْنَ. تم پر رحم کیا جائے۔ رَحْمَةٌ سے مضارع مجہول کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۴/۵، ۸/۱۵ پ ۴/۱۲ ۸/۱۳ ۹/۱۹ ۲۳/۲ ۱۵/۱۴

تُرَدُّ۔ وہ رد کردی جائے، وہ پھیر دی جائے (نَصَرَ) رَدٌّ سے۔ جس کے معنی لوٹانے کے ہیں مضارع مجہول کا صیغہ واحد مؤنث غائب ۴/۵

تَرَدّٰی، وہ نیچے گرا، وہ گڑھے میں گرا، تَرَدِّیْ سے۔ جس کے معنی گڑھے میں گرنے اور اپنے آپ کو ہلاکت کے لئے پیش کرنے کے ہیں، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، ۳۰/۱۷

تَرْدٰی۔ تو ہلاک ہووے، تو پٹکا جائے (سَمِعَ) رَدٰی سے۔ جس کے معنی ہلاک ہونے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ ۱۶/۱۰

تُرِدْنَ۔ تم چاہتی ہو، تم ارادہ کرتی ہو، اِرَادَةٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مؤنث حاضر (ملاحظہ ہو اَرَادَ) ۲۱/۲۰

تُرَدُّوْنَ۔ تم پھیرے جاؤگے، تم لوٹائے جاؤگے رَدٌّ سے۔ مضارع مجہول کا صیغہ جمع مذکر حاضر

(ملاحظہ ہو تُرَدُّ) پ۱۱ او پ۳۲ ۲۸

تُرْدِیْنِ۔ تو مجھے ہلاک کرے گا۔ تو مجھے گڑھے میں ڈالیگا، تُرْدِیْ اِرْدَاءٌ سے۔ مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم محذوف ہے۔ (ملاحظہ ہو اَرْدٰکُم) ۲۳

تَرْزُقُ۔ تو رزق دیتا ہے۔ تو روزی دیتا ہے رِزْقٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اُرْزُقْ اور رِزْق) ۳ / ۱۱

تُرْزَقٰنِہٖ۔ تم دونوں کو وہ دیا جاتا ہے۔ تم دونوں کو وہ دیا جائیگا، تُرْزَقَانِ رِزْقٌ سے۔ مضارع مجہول کا صیغہ، تثنیہ مذکر حاضر ہ ضمیر واحد مذکر غائب طعام کی طرف راجع ہے۔ پ۱۲ / ۱۵

تَرْضٰی۔ تو راضی ہو جائے۔ تو راضی ہوتا ہے۔ تو راضی ہوگا۔ (سَمِعَ) رِضًی سے جس کے معنی خوش ہونے راضی ہونے اور پسند کرنے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، پ۱۹ / ۱۴ و پ۱۶ / ۱۸ پ۳۰

تَرْضٰہُ۔ تو اس کو پسند کرے۔ تو اس سے راضی ہو اس میں ہ ضمیر واحد مذکر غائب ہے پ۱۹ / ۲ پ۲۶

تَرْضٰہَا۔ تو اس کو پسند کریگا۔ تو اس سے راضی ہوگا اس میں ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب ہے۔ پ۲ / ۱

تُرْضِعُ۔ وہ دودھ پلاوے گی۔ اِرْضَاعٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب (ملاحظہ ہو اَرْضَعْتُ) پ۲۲

تَرْضَوْا۔ تم راضی ہو، تم راضی ہوگے، رِضًی سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، نون اعرابی عامل کے سبب حذف ہوگیا ہے۔ پ۱۱

تَرْضَوْنَ۔ تم پسند کرتے ہو، تم راضی ہو رِضًی سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ پ۳

تَرْضَوْنَہَا۔ تم اس کو پسند کرتے ہو۔ اس میں ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب ہے۔ پ۱۰

تَرْغَبُوْنَ۔ تم چاہتے ہو، تم رغبت کرتے ہو رَغْبَۃٌ سے۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اِرْغَبْ) پ۵ / ۱۴

تُرْفَعَ۔ وہ بلند کی جائے، رَفْعٌ سے جس کے معنی اٹھانے بلند کرنے اور قریب کرنے کے ہیں مضارع مجہول کا صیغہ واحد مؤنث غائب، رَفْعٌ کا استعمال کبھی تو رکھی ہوئی چیزوں کے اپنی جگہ سے اٹھانے اور اپنے مقام سے بلند کرنے کے لئے ہوتا ہے جیسے وَرَفَعْنَا فَوْقَکُمُ الطُّوْرَ (اور ہم نے تمہارے اوپر طور پہاڑ کو اٹھایا) اور کبھی عمارت کے بلند کرنے کے لئے جیسے وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰھِیْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ (اور جب ابراہیم و

اسمٰعیلؑ اس گھر کی بنیادیں اٹھانے لگے) اور کبھی
بلندیٔ ذکر اور آوازہ کی شہرت کے لئے جیسے
وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (اور ہم نے تیرے ذکر
کو بلند کیا) اور کبھی رفعت منزلت اور مرتبہ کی
بلندی کے لئے جیسے نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَّنْ
نَّشَاءُ (ہم جس کے چاہیں درجے بلند کرتے ہیں)
آیتِ شریفہ فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللَّهُ أَنْ تُرْفَعَ
(ان گھروں میں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بلند
کرنے کا حکم دیا) میں "رفع" سے "رفع حقیقی" بھی
مراد لیا جاسکتا ہے یعنی ان گھروں کی عمارتوں
کا بلند کرنا، اور رفع معنوی بھی یعنی ان گھروں
کی تعظیم کرنا اور وہاں کسی ایسے فعل کا انجام
نہ دینا جو ادب کے خلاف ہو۔ پ ۱۸/۱۱

تَرْفَعُوْا۔ تم بلند کرو، تم اونچی کرو، رَفْعٌ سے
مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، لَا تَرْفَعُوْا (تم بلند
نہ کرو، تم اونچی نہ کرو) صیغۂ نہی ہے۔ پ ۲۶/۱۳

تَرْقُبْ۔ تو نے انتظار کیا، تو نے نگاہ رکھی، (نَصَرَ)
رُقُوْبٌ سے جس کے معنی نگاہ رکھنے کے ہیں۔
مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ لَمْ کے آنے سے
مضارع ماضی منفی کے معنی میں استعمال ہوا۔ پ ۱۶/۱۲

تَرْقٰی۔ تو چڑھ جائے (سَمِعَ) رُقِيٌّ سے جس کے
معنی اوپر چڑھنے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ
واحد مذکر حاضر۔ پ ۱۵/۱۰

تَرَكَ۔ اس نے چھوڑا، تَرْكٌ سے ماضی کا صیغہ
واحد مذکر غائب، تَرْكٌ کے معنی چھوڑنے کے ہیں
خواہ اپنے ارادہ و اختیار سے چھوڑا جائے، یا
مجبوری ولاچاری (ملاحظہ ہو اُتْرُكْ) پ ۲/۱۶
پ ۱۳/۱۲ پ ۵/۲ پ ۶/۲ پ ۱۱/۱۴ پ ۲۳/۱۴

تَرْكَبُنَّ۔ تم ضرور سوار ہوگے، رُكُوْبٌ سے
مضارع بانون تاکید کا صیغہ۔ جمع مذکر حاضر
(ملاحظہ ہو اِرْكَبْ) پ ۳۰/۹

تَرْكَبُوْا۔ تم سوار ہو، تم سواری کرو، رُكُوْبٌ سے
مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ نون اعرابی عامل
کے سبب حذف ہوگیا ہے۔ پ ۸/۱۴ پ ۲۳/۱۴

تَرْكَبُوْنَ۔ تم سوار ہوتے ہو، تم سواری کرتے ہو۔
رُكُوْبٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ ۲۵/۷

تَرْكَبُوْهَا۔ تم اس پر سوار ہو، تم اس پر سواری کرو
تَرْكَبُوْ صیغہ مضارع، هَا ضمیر واحد مؤنث غائب

تَرَكْتُ۔ میں نے چھوڑ دیا۔ تَرْكٌ سے مضارع کا صیغہ
واحد متکلم (ملاحظہ ہو اُتْرُكْ) پ ۱۸/۹

تَرَكْتُمْ۔ تم نے چھوڑا، تم نے چھوڑ دیا۔ تَرْكٌ سے

ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر، ۱۲/۱۳ ۱۲/۱۴

تَرَکْتُمُوْهَا۔ تم نے اس کو چھوڑا۔ اس میں واو اشباع کا ہے اور هَا ضمیر واحد مؤنث غائب کی ۱۲/۲۳

تَرْكُضُوْا۔ تم ایڑ لگاؤ، تم دوڑو، رَكْضٌ کے معنی اصل میں پیر ہلانے کے ہیں۔ جب سوار کی طرف اس لفظ کی نسبت ہو تو سواری کو ایڑ لگانے کے معنی آتے ہیں اور جب پیادہ کی طرف ہو تو زمین کو روندنے اور لات مارنے کے ہوتے ہیں لَا تَرْكُضُوْا (تم ایڑ نہ لگاؤ، تم دوڑو نہیں) فعل نہی ہے اور کافروں کو تنبیہ ہے کہ عذاب آنے پر بھاگتے کیوں ہو۔

تَرَكْنَ۔ ان (عورتوں) نے چھوڑا۔ تَرْكٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مؤنث غائب (ملاحظہ ہو اُتْرُكْ) ۳/۱۴

تَرْكَنُ۔ تو جھک جائے۔ تو مائل ہو جائے (سَمِعَ) رُكُوْنٌ سے جس کے معنی جھکنے اور مائل ہونے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر ۱۵/۱۸

تَرَكْنَا۔ ہم نے چھوڑ دیا۔ تَرْكٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم ۱۲/۱۲ ۲۰/۱۹ ۲۳/۷، ۹، ۸ ۲۷/۱

تَرَكْنَاهَا۔ ہم نے اس کو چھوڑ دیا۔ اس میں هَا ضمیر واحد مؤنث غائب ہے ۲۷/۸

تَرْكَنُوْا۔ تم جھکو، تم مائل ہو، رُكُوْنٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ لَا تَرْكَنُوْا (تم مت جھکو، تم مائل نہ ہو) فعل نہی ہے (ملاحظہ ہو تَرْكَنُ) ۱۲/۱۰

تَرَكُوْا۔ انھوں نے چھوڑا۔ تَرْكٌ سے ماضی کا صیغہ، جمع مذکر غائب۔ ۱۲/۱۲ ۲۵/۱۴

تَرَكُوْكَ۔ انھوں نے تجھکو چھوڑ دیا، اس میں كَ ضمیر واحد مذکر حاضر ہے۔ ۲۸/۱۲

تَرَكَهُ۔ اس کو چھوڑ دیا۔ تَرَكَ فعل ماضی، هُ ضمیر واحد مذکر غائب (ملاحظہ ہو تَرَكَ) ۳/۲

تَرَكَهُمْ۔ ان کو چھوڑ دیا۔ اس میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے۔ ۱/۲

تَرْمِيْ۔ وہ پھینکتی ہے۔ وہ پھینکیگی۔ (ضَرَبَ) رَمْيٌ سے جس کے معنی پھینکنے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ رَمْيٌ کا استعمال اجسام کے متعلق بھی ہوتا ہے جیسے پتھر پھینکنا اور تیر پھینکنا وغیرہ اور اقوال کے متعلق بھی اس صورت میں اس کے معنی دشنام دہی اور تہمت طرازی کے ہوتے ہیں ۲۹/۲۱

تَرْمِيْهِمْ۔ وہ ان پر پھینکتی ہے۔ اس میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے ۳۰

تَرَنِ۔ تو مجھے دیکھتا ہے۔ تَرَؤُيَةٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، اِنْ کے آنے سے ی جو حرف

علت ہے آخر سے ساقط ہو گئی ہے، ن وقایہ،
ی ضمیر واحد متکلم محذوف ہے، پ ۱۵/۱۶

تَرَوْا۔ تم دیکھتے ہو، تم نے دیکھا، رُؤْیَۃٌ سے۔
مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، لَمْ کے آنے سے
نون اعرابی حذف ہو گیا ہے (ملاحظہ ہو اَرٰی)

پ ۲۱/۱۲ پ ۲۹/۹

تَرَوْنَ۔ تم دیکھتے ہو، رُؤْیَۃٌ سے۔ مضارع کا صیغہ
جمع مذکر حاضر، پ ۱/۲ پ ۱۳/۲

تَرَوْنَهَا۔ تم اس کو دیکھتے ہو، تم اس کو دیکھو گے
اس میں هَا ضمیر واحد مؤنث غائب ہے۔ پ ۱۳/۲
پ ۲۱/۸ پ ۲۷/۷

تَرَوُنَّهَا۔ تم اس کو ضرور دیکھو گے تَرَوُنَّ رُؤْیَۃٌ
سے۔ مضارع بانون تاکید کا صیغہ جمع مذکر حاضر
هَا ضمیر واحد مؤنث غائب پ ۳۰/۲۷

تَرَوْنَهُمْ۔ تم ان کو دیکھتے ہو۔ اس میں هُمْ ضمیر
جمع مذکر غائب ہے، پ ۳/۱

تَرَوْهَا۔ تم نے اس کو دیکھا، اس میں هَا ضمیر
واحد مؤنث غائب ہے (ملاحظہ ہو تَرَوْا)۔

پ ۱۰/۱۰ و ۱۲ پ ۲۱/۱۸

تُرْهِبُوْنَ۔ تم ڈراتے ہو، تم ڈراؤ گے اِرْهَابٌ
سے جس کے معنی خوفزدہ کرنے کے ہیں، مضارع کا صیغہ

جمع مذکر حاضر، پ ۱۰/۲

تُرْهِقْنِیْ۔ تو مجھ پر زبردستی چھا جا۔ تُرْهِقْ،
اِرْهَاقٌ سے، جس کے معنی زبردستی چھانے اور
دشواری میں ڈالنے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ،
واحد مذکر حاضر۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔

تَرْهَقُهَا۔ اس پر چھا رہی ہے، اس پر چڑھی آتی
ہے (سَمِعَ) رَهْقٌ سے جس کے معنی کسی چیز کے
دوسری چیز پر زبردستی چھا جانے کے اور اس کو
پالینے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب
هَا ضمیر واحد مؤنث غائب، پ ۳۰/۵

تَرْهَقُهُمْ۔ ان پر چھا رہی ہے، ان پر چڑھی آتی
ہے۔ اس میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے۔
پ ۱۱/۸ پ ۲۹/۱۴ و ۸

تَرٰی۔ تو دیکھتا ہے، تو دیکھے گا، رُؤْیَۃٌ سے
مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اَرٰی)

پ ۶/۱۲ و ۱۳ و ۱۵ پ ۷/۱ و ۹ و ۱۶ پ ۱۰/۳ پ ۱۳/۱۹ پ ۱۳/۹ پ ۱۵/۱۴ و ۱۸
پ ۱۶/۱۵ پ ۱۷/۸ پ ۱۹/۱۲ پ ۲۰/۳ پ ۲۱/۸ و ۱۵ پ ۲۲/۱۰ و ۱۲ و ۱۳ پ ۲۳/۷
پ ۲۴/۳ و ۵ و ۱۹ پ ۲۵/۳ و ۲ و ۳۰ پ ۲۶/۱۸۔

تُرِیْحُوْنَ۔ تم شام کو چرا کر واپس لاتے ہو۔
اِرَاحَۃٌ سے جس کے معنی شام پڑے چارپایوں کو

اپنے اپنے ٹھکانے لیجانے کے ہیں۔ مضارع
کا صیغہ۔ جمع مذکر حاضر، پ۱۳

تُرِيْدُ۔ تو چاہتا ہے، تو چاہیگا، تو ارادہ کرتا ہے
تو ارادہ کریگا، اِرَادَۃٌ سے۔ مضارع کا صیغہ
واحد مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اَرَادَ) پ۱۵ پ۵

تُرِيْدُوْنَ۔ تم چاہتے ہو، تم چاہو گے، تم ارادہ کرتے ہو
تم ارادہ کروگے، اِرَادَۃٌ سے۔ مضارع کا صیغہ
جمع مذکر حاضر، پ۱۲ پ۱۸ پ۵ پ۱۴ پ۷ پ۲۱ پ۲۳

تَرَيِنَّ۔ تو دیکھے، رُؤْيَۃٌ سے مضارع کا صیغہ
واحد مؤنث حاضر، اس میں نون مشدد تاکید
کے لئے ہے (ملاحظہ ہو اَرٰی) پ۱۶

تُرِيَنِّيْ۔ تو مجھے دکھلائے تُرِيَنَّ اِرَاءَۃٌ سے
مضارع بانون تاکید کا صیغہ واحد مذکر حاضر،
ی ضمیر واحد متکلم، پ۱۸

تَرٰنِيْ۔ تو مجھے دیکھیگا، اس میں نون وقایہ، ی
ضمیر واحد متکلم ہے (ملاحظہ ہو تَرٰی) پ۹

تَرٰهُ۔ تو اس کو دیکھتا ہے، تو اس کو دیکھیگا، اس میں
ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ہے (ملاحظہ ہو تَرٰی) پ۲۳ پ۲۶

تَرٰهُمْ۔ تو ان کو دیکھتا ہے، تو ان کو دیکھے گا۔
اس میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے پ۹
پ۲۵ پ۲۶

فصل الزاء المعجمۃ

تَزَالُ۔ تو الگ ہوگا، تو علیحدہ ہوگا، (سَمِعَ)
زَيْلٌ سے، جس کے معنی الگ ہونے اور علیحدہ
ہونے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر
لَا تَزَالُ تو ہمیشہ رہیگا، افعال ناقصہ میں سے
ہے۔ فاعل کے ساتھ استمرار فعل کے معنی
دیتا ہے۔ پ۶

تَزٰوَرُ۔ وہ بچ کے جاتی ہے۔ وہ کترا جاتی ہے
تَزَاوُرٌ سے۔ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب
"تزاور" کے معنی اصل میں تو باہم ایک دوسرے
کی زیارت کرنے اور سینہ بسینہ مقابل ہونے کے
ہیں لیکن جب اس کے صلہ میں عن واقع ہوتا ہے
تو رخ بچانے، سینہ موڑ لینے، بچ کر نکلنے اور کترانے
کے معنی ہوتے ہیں اور یہاں آیت میں عن کے
آنے سے یہی معنی مراد ہیں۔ پ۱۵

تَزِدْ۔ تو زیادہ کر، زِيَادَۃٌ سے۔ مضارع کا صیغہ
واحد مذکر حاضر لَا تَزِدْ (تو زیادہ نہ کر، تو مت بڑھا)
فعل نہی ہے (ملاحظہ ہو اَزِيْدَنَّ) پ۲۹

تَزْدَادُ۔ وہ بڑھتی ہے، وہ بڑھاتی ہے اِزْدِيَادٌ
سے، جس کے معنی بڑھنے اور بڑھانے کے ہیں

مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ پ۲۸

تَزْدَرِیْ۔ وہ حقیر دیکھتی ہے، اِزْدِرَاءٌ سے جس کے معنی حقیر سمجھنے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب پ۱۲

تَزِرُ۔ وہ بوجھ اٹھاتی ہے، وہ بوجھ اٹھاوے گی (ضَرَبَ) وِزْرٌ سے جس کے معنی بوجھ اٹھانے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب

پ۸ پ۱۵ پ۲۲ پ۲۳ پ۲۷

تَزْرَعُوْنَ۔ تم بوؤ گے، تم کاشت کروگے، تم کھیتی کروگے، (فَتَحَ) زَرْعٌ سے جس کے معنی کھیتی کرنے اور اگانے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ۱۲

تَزْرَعُوْنَهٗ۔ تم اس کو اگاتے ہو، اس میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ہے۔ پ۲۷

تَزْعُمُوْنَ۔ تم دعویٰ کرتے ہو، (نَصَرَ) زَعْمٌ سے جس کے معنی کسی بات کا دعویٰ کرنے کے ہیں مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، زعم کا استعمال زیادہ تر دعویٰ باطل اور ایسے قول کے بیان کرنے کے متعلق ہوتا ہے جو مظنہ کذب ہو اور تحقق نہ ہو بلکہ مشکوک ہو، اسی لئے قرآن مجید میں جہاں بھی زعم کا استعمال ہوا ہے مذمت کے لئے ہوا ہے

پ۲۷ پ۳۰

تُزِغْ۔ تو ٹیڑھا کردے، تو پھیر دے، اِزَاغَةٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، لَا تُزِغْ (تو کج نہ کر تو مت پھیر) فعل نہی ہے (ملاحظہ ہو اَزَاغَ) پ۳

تُزَکُّوْا۔ تم پاکیزہ کہو، تم ستھرائی بیان کرو، تم خودستائی کرو۔ تَزْکِیَةٌ سے، جس کے معنی مال کی زکوٰۃ دینے اور زکوٰۃ لینے، اور خودستائی کرنے اور پاک کرنے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر لَا تُزَکُّوْا (تم خودستائی نہ کرو) فعل نہی ہے، نفسِ انسانی کے تزکیہ کی دو صورتیں ہیں ایک بذریعہ فعل یعنی اچھے اعمال کے ذریعہ اپنے آپ کو درست کرلینا یہ پسندیدہ اور محمود طریقہ ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی (وہ بامراد ہوا جس نے اپنے آپ کو سنوار لیا) میں اسی تزکیۂ عملی کا بیان ہے، دوسرے بذریعہ قول جیسے ایک عادل اور متقی شخص کا دوسرے شخص کا تزکیہ کرنا اور اس کی خوبی کی شہادت دینا، لیکن یہی طریقہ اگر انسان خود اپنے حق میں برتے تو برا ہے، آیت شریفہ فَلَا تُزَکُّوْا اَنْفُسَكُمْ (سو مت بولو اپنی ستھرائیاں) میں اللہ جل شانہ نے اسی تزکیہ سے ممانعت فرمائی ہے کیونکہ اپنے منہ آپ میاں مٹھو بننا عقلاً و شرعاً کسی طرح

زبانہیں، کسی عقلمند سے دریافت کیا گیا تھا کہ
وہ کونسی چیز ہے کہ باوجود حق ہونے کے اس کا
زبان پر لانا مناسب نہیں. جواب دیا انسان کا
اپنی تعریف آپ کرنا، پ ۲۵/۲

تَزَكّٰى ۔ وہ پاک ہوا، وہ سنور گیا. تَزَكِّیٌ سے جس کے
معنی زکوٰۃ دینے اور پاک ہونے کے ہیں ماضی کا صیغہ
واحد مذکر غائب پ ۱۶/۱۲ پ ۲۲/۱۵ پ ۳۰/۱۲

تَزَكّٰى ۔ تو سنور جائے، تو پاک ہو جائے، تَزَكِّیٌ
سے۔ مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، اصل میں
تَتَزَكّٰى تھا، ایک تاء حذف ہوگئی۔ پ ۳۰/۳

تُزَكِّيْهِمْ ۔ تو ان کو پاکیزہ کرے، تُزَكِّیْ، تَزْكِيَةٌ
سے، مضارع کا صیغہ، واحد مذکر حاضر، هِمْ
ضمیر جمع مذکر غائب، پ ۱

تَزِلَّ ۔ وہ ڈگمگائے (ضَرَبَ) زَلٌّ سے جس کے
معنی قدم کے ڈگمگانے اور لغزش کرنے کے ہیں
مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب پ ۱۴

تَزَوَّدُوْا ۔ تم توشہ ہمراہ لو، تم خرچِ راہ لے لو،
تَزَوُّدٌ سے جس کے معنی زادراہ اور سفر خرچ ہمراہ
لے لینے کے ہیں، امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، پ ۲

تَزُوْلَ ۔ وہ اپنی جگہ سے ٹل جائے، وہ اپنے مقام
سے ہل جائے، (نَصَرَ) زَوَالٌ سے جس کے معنی
اپنے طریقے سے منہ موڑ کر جدا ہونے اور پھرنے کے
ہیں مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب پ ۱۳/۱۹

تَزُوْلَا ۔ وہ دونوں اپنے مقام سے ہٹ جائیں
زَوَالٌ سے مضارع کا صیغہ تثنیہ مؤنث غائب
پ ۲۲/۱۴

تَزْهَقُ ۔ وہ نکلے، وہ نکلے گی (فَتَحَ) زُهُوْقٌ سے
جس کے معنی غم سے جان نکلنے اور کسی شے کے
مٹ جانے کے ہیں، مضارع کا صیغہ۔ واحد
مؤنث غائب۔ پ ۱۰/۱۲ و ۱۷

تَزِيْدُوْنَنِیْ ۔ تم میرا بڑھاتے ہو، تم مجھ کو
زیادہ کروگے (ضَرَبَ) تَزِيْدُوْنَ، زِيَادَةٌ سے
جس کے معنی زیادہ ہونے اور زیادہ کرنے کے ہیں۔
مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، ن وقایہ ی ضمیر
واحد متکلم ہے۔ پ ۱۲

تَزَيَّلُوْا ۔ وہ ایک طرف ہوتے، وہ جدا ہوتے
تَزَيُّلٌ سے جس کے معنی پراگندہ اور متفرق ہونے
کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب پ ۲۶

فصل السین المهملة

تُسْئَلُ ۔ تو پوچھا جائیگا، تجھ سے سوال کیا جائیگا
سُؤَالٌ سے مضارع مجہول کا صیغہ واحد مذکر حاضر

(ملاحظہ ہو اِسْئَلْ) پ ۱۴/۱

تُسْئَلُنَّ تم سے پوچھا جائیگا، تم سے سوال کیا جائیگا، تم سے پوچھ ہوتی ہے۔ سُؤَالٌ سے مضارع مجہول بانون تاکید کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ ۱۴/۱۲ و ۱۹ پ ۲۸/۳۰

تَسْئَلْنِیْ تو مجھ سے پوچھے، تو مجھ سے سوال کرے تَسْئَلْ، سُؤَالٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، نَ وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔ لَا تَسْئَلْنِیْ (تو مجھ سے نہ پوچھ، تو مجھ سے سوال نہ کر) فعل نہی ہے۔ پ ۲۱/۱۵

تَسْئَلُوْا تم سوال کرتے ہو، تم سوال کروگے، تم پوچھتے ہو، تم پوچھوگے۔ سُؤَالٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، نون اعرابی عامل کے سبب ساقط ہوگیا ہے۔ پ ۳/۱ پ ۴/۶

تُسْئَلُوْنَ تم سے پوچھا جائیگا، تم سے پوچھ ہوگی، تم سے سوال کیا جاتا ہے، تم سے سوال کیا جائیگا۔ سُؤَالٌ سے مضارع مجہول کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ ۱۶/۱ پ ۲/۱۴ پ ۹/۳۳، پ ۱۰/۲۵

تَسْئَلُهُمْ تو ان سے سوال کرتا ہے، تو ان سے سوال کرے گا، تو ان سے مانگتا ہے تو ان سے مانگے گا۔ تَسْئَلْ سُؤَالٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ پ ۵/۱۳

پ ۴/۶ پ ۴/۲۴ پ ۴/۲۹

تَسْئَمُوْا تم کاہلی کرنے لگو، تم ملول ہو، سَاٰمَةٌ سے جس کے معنی ملول ہونے اور اکتانے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر لَا تَسْئَمُوْا (تم کاہلی نہ کرو، تم مت اکتاؤ) فعل نہی ہے پ ۳/۷

تَسَآءَلُوْنَ تم باہم سوال کرتے ہو، تم آپس میں مانگتے ہو، تَسَاءُلٌ سے جس کے معنی باہم سوال کرنے کے ہیں مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اصل میں تَتَسَآءَلُوْنَ تھا تا ثانیہ کو حذف کردیا گیا۔ پ ۱۲/۳

تُسْقِطَ وہ گرائیگی، وہ ڈالیگی، مُسَاقَطَةٌ سے جس کے معنی گرانے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ پ ۵/۱۶

تُسَبِّحُ وہ تسبیح کرتی ہے، وہ پاکی بیان کرتی ہے تَسْبِیْحٌ سے جس کے معنی اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب (تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو تُسَبِّحُہٗ) پ ۵/۱۵

تُسَبِّحُوْنَ تم تسبیح کرتے ہو، تم پاکی بیان کرتے ہو تَسْبِیْحٌ سے۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، قرآن مجید میں اَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ (باغ والوں) کے قصہ میں جو اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ ۔

(کیا میں نے تم کو نہ کہا تھا کہ اللہ کی تسبیح کیوں نہیں کرتے) وارد ہے یہاں تسبیح سے کیا مراد ہے، بعض نے عبادت اور شکر کے معنی لئے ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ کھیت کاٹ ڈالنے کی جو انھوں نے قسم کھائی تھی یہاں اس قسم سے استثنا یعنی قسم کھاتے وقت انشاء اللہ کہنا مراد ہے ۲۹/۲

تُسَبِّحُوْهُ۔ تم اس کی تسبیح کرو، تم اس کی پاکی بیان کرو، تُسَبِّحُوْا تَسْبِيْحٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، ہ ضمیر واحد مذکر غائب ۲۶

تَسْبِقُ۔ وہ آگے نکلتی ہے، وہ سبقت کرتی ہے وہ آگے نکلے گی، وہ سبقت کرے گی، (ضَرَبَ) سَبْقٌ سے۔ جس کے معنی اصل میں تو چلنے میں مقدم ہونے کے ہیں، مگر اس کا استعمال بطور مجاز و استعارہ مطلق بڑھنے اور سبقت کرنے کے لئے بھی ہوتا ہے۔ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب ۱۱/۲۳

تَسُبُّوْا۔ تم برا کہو، تم گالیاں دو، (نَصَرَ) سَبٌّ سے۔ جس کے معنی سخت گالیاں دینے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، لَا تَسُبُّوْا تم گالیاں نہ دو، تم برا نہ کہو، فعل نہی ہے۔ ۷/۱۹

تَسْبِيْحَهٗ۔ اس کی تسبیح، اس کی یاد، تَسْبِيْحٌ مضاف ہ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ

تَسْبِيْحٌ بروزن تَفْعِيْلٌ مصدر ہے۔ تسبیح کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کی تنزیہہ اور اس کی پاکی بیان کرنا سَبْحٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنی پانی یا ہوا میں تیز گزرنے کے ہیں۔ اس لحاظ سے تسبیح کے اصلی معنی ہوئے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں تیز روی کرنا اور بسرعت مصروف ہو جانا، عربی میں جس طرح "العباد" کا لفظ شر کے لئے استعمال ہوتا ہے، تسبیح۔ خیر کے لئے مستعمل ہے اور قول ہو یا فعل، یا نیت، تسبیح کا لفظ سب عبادات کے لئے عام ہے۔ ۱۲/۹۵

تَسْبِيْحَهُمْ۔ ان کا تسبیح کرنا، ان کا پڑھنا تَسْبِيْحٌ مضاف هُمْ جمع مذکر غائب مضاف الیہ ۱۵/۱۸

تَسْتَأْخِرُوْنَ۔ تم دیر کرتے ہو، تم دیر کرو گے تم پیچھے رہتے ہو، تم پیچھے رہو گے۔ اِسْتِئْخَارٌ سے۔ جس کے معنی پیچھے ہونے اور دیر کرنے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ ۲۲/۴

تَسْتَأْنِسُوْا۔ تم بول چال کرو، تم اذن لے لو، تم انس پیدا کر لو، اِسْتِئْنَاسٌ سے جس کے معنی انس پکڑنے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ، جمع مذکر حاضر ۱۸/۳

تَسْتَبْدِلُوْنَ۔ تم بدلتے ہو، تم بدلو گے،

اِسْتِبْدَالٌ سے، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اِسْتِبْدَالٌ) پ ۴

تَسْتَبِيْنَ۔ وہ ظاہر ہو جائے۔ وہ کھل جائے اِسْتِبَانَۃٌ سے جس کے معنی ظاہر و ہویدا ہونے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب، پ ۷ / ۱۲

تَسْتَتِرُوْنَ تم چھپتے ہو، تم پردہ کرتے ہو، اِسْتِتَارٌ سے جس کے معنی چھپنے اور پردہ کرنے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، پ ۲۴ / ۱۲

تَسْتَجِيْبُوْنَ تم قبول کروگے۔ تم جواب دوگے اِسْتِجَابَۃٌ سے جس کے اصل معنی جواب کے لئے تیار ہونے کے ہیں اور جواب کی تیاری کا نتیجہ ہے جواب دینا، کیونکہ ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ جواب کی تیاری تو ہو مگر جواب نہ دیا جائے، اس لئے اِسْتِجَابَۃٌ کا استعمال جواب دینے کے لئے بھی ہونے لگا، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ ۱۵ / ۵

تَسْتَخْرِجُوْا۔ تم نکالو، اِسْتِخْرَاجٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، نون اعرابی عامل کے سبب حذف ہو گیا ہے (ملاحظہ ہو اِسْتَخْرَجْتُمَا) پ ۷

تَسْتَخْرِجُوْنَ۔ تم نکالتے ہو، اِسْتِخْرَاجٌ سے۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ پ ۱۴ / ۱۱

تَسْتَخِفُّوْنَهَا۔ تم اس کو ہلکا جانتے ہو۔ وہ تم کو ہلکا لگتا ہے، تَسْتَخِفُّوْنَ، اِسْتِخْفَافٌ سے۔ جس کے معنی ہلکا سمجھنے کے ہیں، مضارع کا صیغہ۔ جمع مذکر حاضر۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب، پ ۱۴ / ۱۲

تَسْتَرْضِعُوْا۔ تم دودھ پلواؤ، اِسْتِرْضَاعٌ سے جس کے معنی دودھ پلوانے کے ہیں مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، پ ۲ / ۱۴

تَسْتَطِعْ۔ تو کر سکے، اِسْتِطَاعَۃٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر لَمْ تَسْتَطِعْ (تو نہ کر سکا) اصل میں تَسْتَطِيْعُ تھا، لَمْ کے آنے سے مضارع ماضی منفی کے معنی میں ہو گیا، اور ی جو حرف علت ہے بسبب اجتماع ساکنین کے حذف ہو گئی (ملاحظہ ہو اِسْتَطَاعَ) پ ۱۶ / ۱

تَسْتَطِيْعُ۔ تو کر سکیگا۔ اِسْتِطَاعَۃٌ سے۔ مضارع کا صیغہ۔ واحد مذکر حاضر۔ پ ۱۵ (۱۷ و ۲۱ و ۲۲) پ ۱۶ / ۱

تَسْتَطِيْعُوْا تم کر سکوگے، تم کر سکتے ہو۔ اِسْتِطَاعَۃٌ سے مضارع کا صیغہ، جمع مذکر حاضر، لَنْ کے آنے سے آخر سے نون اعرابی حذف ہو گیا۔ پ ۵ / ۱۶

تَسْتَطِيْعُوْنَ۔ تم کر سکتے ہو، تم کر سکوگے اِسْتِطَاعَۃٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ ۱۳ / ۱۴

تَسْتَعْجِلْ. تو جلدی کر، تو عجلت کر، اِسْتِعْجَالٌ
سے. مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، لَا تَسْتَعْجِلْ
(تو جلدی نہ کر، تو عجلت نہ کر) فعل نہی ہے۔
(ملاحظہ ہو اِسْتِعْجَالَهُمْ) پ۲۶

تَسْتَعْجِلُوْنَ. تم جلدی کرتے ہو، تم عجلت
کرتے ہو، اِسْتِعْجَالٌ سے، مضارع کا صیغہ
جمع مذکر حاضر پ۷ پ۱۱ پ۱۴ پ۱۹ پ۲۶

تَسْتَعْجِلُوْهُ. تم اس کی جلدی کرو، تم اس
کی عجلت کرو، تَسْتَعْجِلُوْا، اِسْتِعْجَالٌ سے،
مضارع کا صیغہ، جمع مذکر حاضر، ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب
لَا تَسْتَعْجِلُوْهُ (تم اس کی عجلت نہ کرو. تم اس
کی جلدی نہ کرو) فعل نہی ہے، پ۱۴

تَسْتَغْفِرْ. تو مغفرت طلب کرے، تو بخشش
مانگے، اِسْتِغْفَارٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر
(ملاحظہ ہو اِسْتِغْفَارٌ) پ۱۰ پ۲۸

تَسْتَغْفِرُوْنَ. تم بخشش مانگتے ہو، تم گناہ
بخشواتے ہو، اِسْتِغْفَارٌ سے مضارع کا صیغہ
جمع مذکر حاضر، پ۱۹

تَسْتَغِيْثُوْنَ. تم فریاد کرتے ہو، تم فریاد
چاہتے ہو، اِسْتِغَاثَةٌ سے جس کے معنی فریاد
چاہنے کے ہیں. مضارع کا صیغہ
جمع مذکر حاضر، پ۹

تَسْتَفْتِ. تو سوال کرے، تو تحقیق کرے۔
اِسْتِفْتَاءٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر،
لَا تَسْتَفْتِ (تو سوال نہ کر، تو تحقیق نہ کر) فعل نہی ہے
(ملاحظہ ہو اِسْتَفْتِهِمْ) پ۱۵

تَسْتَفْتِحُوْا. تم فتح چاہتے ہو. تم فیصلہ چاہتے ہو
اِسْتِفْتَاحٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اِنْ
شرطیہ کے آنے سے نون اعرابی حذف ہو گیا ہے پ۹

تَسْتَفْتِيٰنِ. تم دونوں تحقیق چاہتے ہو، تم دونوں
سوال کرتے ہو، اِسْتِفْتَاءٌ سے. مضارع کا صیغہ،
تثنیہ مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اِسْتَفْتِهِمْ) پ۱۲

تَسْتَقْدِمُوْنَ. تم آگے بڑھتے ہو، تم آگے
بڑھو گے، اِسْتِقْدَامٌ سے جس کے معنی آگے ہونے
اور آگے بڑھنے کی خواہش کرنے کے ہیں، مضارع
کا صیغہ، جمع مذکر حاضر، پ۲۲

تَسْتَقْسِمُوْا. تم قسمت معلوم کرو، تم بانٹا کرو،
تم تقسیم چاہو، اِسْتِقْسَامٌ سے، جس کے معنی قسم
کا خواستگار ہونے اور جوئے کے تیروں سے حصہ
کی تقسیم چاہنے کے ہیں، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر
نون اعرابی اِنْ ناصبہ کی وجہ سے حذف ہو گیا ہے
امام لغت علامہ ازہری نے "استقسام" کے

معنی خوب کھول کر بیان کئے ہیں۔ فرماتے ہیں۔
ھو طلب ما قسم اللہ اس نے جو کچھ ہم کو تقسیم کر دیا اور
لنا ھو مغیب عنا وہ ہمیں معلوم نہیں زندگی ہو یا موت
من حیوۃ او موت نیک بختی ہو یا بد بختی اس کے
او شقاوۃ او سعادۃ مانگنے کو استقسام کہتے ہیں اور
وھو قسمۃ ای یہی اس کی قسمت ہے یعنی
نصیبہ الذی لہ اس کا وہ نصیب جو اس کے لئے
نصار لکل واحد مقرر ہے، پس ہر ایک کو وہی ملا
قسمہ۔ [1] جو اس کے نصیب میں تھا۔

یعنی جوئے کے تیروں سے تقسیم چاہتے ہیں۔ ہر ایک کے حصہ میں وہی آتا ہے، جو اس کی قسمت میں ہوتا ہے اور قسمت میں جو ہو اس کے مانگنے کا نام استقسام ہے اس لئے اس طرح سے قسمت آزمائی کرنے کو استقسام کہتے ہیں ۶/۵

تَسْتَكْبِرُوْنَ تم گھمنڈ کرتے ہو، تم تکبر کرتے ہو، اِسْتِكْبَارٌ سے مضارع کا صیغہ، جمع مذکر حاضر، (ملاحظہ ہو اِسْتَكْبَرَ) ۱/۴ ۲/۸ ۸/۱۱

تَسْتَكْثِرْ تو زیادہ چاہے (اِسْتِكْثَارٌ سے جس کے معنی زیادہ چاہنے اور کسی چیز کے بہت آنے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اِسْتَكْثَرْتَ) ۲۹/۱۵

تَسْتَمِعُوْنَ تم سنتے ہو، تم سن رہے ہو، اِسْتِمَاعٌ سے، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، (ملاحظہ ہو اِسْتَمَعَ) ۱۹/۹

تَسْتَوُا تم چڑھ بیٹھو، تم اچھی طرح سے سوار ہو اِسْتِوَاءٌ سے مضارع کا صیغہ، جمع مذکر حاضر، (ملاحظہ ہو اِسْتَوٰى) ۲۵/۷

تَسْتَوِيْ وہ برابر ہوتی ہے، وہ برابر ہو گی، اِسْتِوَاءٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب (ملاحظہ ہو اِسْتَوٰى) ۱۸/۱۳ ۲۳/۱۹

تَسْتَهْزِءُوْنَ تم ٹھٹھا کرتے ہو اِسْتِهْزَاءٌ سے، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اِسْتَهْزِءُوْا) ۱/۱۲

تَسْجُدَ تو سجدہ کرے، سُجُوْدٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اُسْجُدْ) ۹ ۲۳/۱۱

تَسْجُدُوْا تم سجدہ کرو، سُجُوْدٌ سے مضارع کا صیغہ، جمع مذکر حاضر کا تَسْجُدُوْا (تم سجدہ نہ کرو) فعل نہی ہے، ۲۴/۱۴

تَسْحَرَنَا تو ہم پر جادو کرے (نَسْحَرُ) تَسْحَرَ سِحْرٌ سے، جس کے معنی جادو کرنے کے ہیں۔

[1] ملاحظہ ہو تاج المصادر للبیہقی۔

مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر تا ضمیر جمع متکلم (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو منحناً) پ
تُسْحَرُوْنَ۔ تم مسحور ہو جاتے ہو، تم فریب کھا جاتے ہو، سِحْرٌ سے مضارع مجہول کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ۱۸
تَسْخَرُوْا۔ تم ہنستے ہو، تم ٹھٹھا کرتے ہو تم ہنسو گے تم ٹھٹھا کرو گے (سَمِعَ) سُخْرٌ سے، جس کے معنی ٹھٹھا کرنے اور مذاق اڑانے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ، جمع مذکر حاضر، ان شرطیہ کے آنے کی نون اعرابی حذف ہو گیا ہے، پ۱۲
تَسْخَرُوْنَ۔ تم ہنستے ہو، تم ہنسو گے، تم ٹھٹھا کرتے ہو، تم ٹھٹھا کرو گے، سُخْرٌ سے۔ مضارع کا صیغہ، جمع مذکر حاضر، پ۱۲
تَسُرُّ، وہ بھاتی ہے، وہ خوش آتی ہے (نَصَرَ) سُرُوْرٌ سے، مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب (ملاحظہ ہو سُرُوْرًا) پ
تَسْرَحُوْنَ۔ تم صبح جنگل چرانے جاتے ہو (فَتَحَ) سَرْحٌ سے، جس کے معنی علی الصباح چرانے کے لئے لیجانے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ۱۴
تُسْرِفُوْا۔ تم اسراف کرو، تم حد سے بڑھاؤ، تم بیجا اڑاؤ، اِسْرَافٌ سے، مضارع کا صیغہ، جمع مذکر حاضر لَا تُسْرِفُوْا (تم حد سے نہ بڑھو، تم بیجا نہ اڑاؤ) فعل نہی ہے (ملاحظہ ہو اسْرَافًا) پ۸ پ۱۵
تُسِرُّوْنَ۔ تم چھپاتے ہو، تم پوشیدہ رکھتے ہو، اِسْرَارٌ سے، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اسْرَارًا) پ۱ پ۲۸
تَسْرِيْحٌ نکال دینا، رخصت کرنا، چھوڑ دینا، روانہ کرنا بروزن تَفْعِيْلٌ مصدر ہے، سَرْحٌ سے ماخوذ ہے، جس کے معنی اصل میں تو مویشی کو درخت سرح[1] کے چرانے کے ہیں پھر معنی میں تعمیم کی گئی اور چرائی پر بھیجنے کے لئے سرح کا استعمال ہونے لگا، اور چرواہے کو "سارح" کہنے لگے، چنانچہ آیت کریمہ وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ (اور تم کو ان سے رونق ہے جب شام کو چرا کر لاتے ہو اور جب چرائی پر چھوڑتے ہو) میں "سرح" کا استعمال اسی معنی میں ہوا ہے، پھر مویشی کی "تسریح" سے بطور استعارہ مطلق چھوڑنے اور بھیجے کے معنی آنے لگے، پ۲ پ۱۴
تِسْعَ نو، مؤنث کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ پ۱۵ پ۱۲

[1] "سرح" ثمردار درخت کو کہتے ہیں۔ اس کا واحد سَرْحَۃٌ ہے۔

تِسْعًا

تِسْعَةٌ نو، مذکر کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

تِسْعَةَ عَشَرَ، انیس، مذکر کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

تِسْعٌ وَتِسْعُوْنَ۔ ننانوے، مؤنث کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

تَسْعٰی۔ وہ کوشش کرتی ہے، وہ دوڑتی ہے سَعْیٌ سے، مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب (ملاحظہ ہو اِسْعَوْا)

تَسْفِکُوْنَ۔ تم بہاتے ہو، تم بہاؤ گے (ضَرَبَ) سَفْکٌ سے جس کے معنی خون بہانے اور آنسو بہانے کے ہیں مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر

تَسْقُطُ۔ وہ گرتی ہے، وہ جھڑتی ہے۔ (نَصَرَ) سُقُوْطٌ سے، جس کے معنی گرنے کے ہیں، مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔

تُسْقِطَ تو گرائے، تو ڈال دے، اِسْقَاطٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اَسْقِطْ)

تَسْقِیْ۔ وہ پلاتی ہے، وہ سیراب کرتی ہے۔ (ضَرَبَ) سَقْیٌ سے، جس کے معنی پینے کے لئے پانی دینے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب راغب کہتے ہیں کہ سَقْیٌ اور اِسْقَاءٌ میں فرق ہے سَقْیٌ کے معنی ہیں پینے کے لئے کسی چیز کا دینا اور اِسْقَاءٌ کے معنی ہیں پینے کی چیز کا اس طرح دینا کہ پینے والا اس کو اپنی حسب مرضی استعمال کر سکے۔ اور جس طرح چاہے پی سکے۔ اس لئے "اسقاء" بہ نسبت "سقی" کے زیادہ بلیغ ہے

تُسْقٰی۔ وہ پلائی جائیگی۔ اسے پلایا جائیگا۔ سَقْیٌ سے مضارع مجہول کا صیغہ واحد مؤنث غائب

تُسْکَنْ۔ وہ بسائی جاتی ہے، اس میں سکونت کی جائیگی، سُکُوْنٌ سے، مضارع مجہول کا صیغہ واحد مؤنث غائب (ملاحظہ ہو اُسْکُنْ)

تَسْکُنُوْا۔ تم چین پاؤ، تم سکون حاصل کرو، سُکُوْنٌ سے بمعنی چین پکڑنے اور آرام لینے کے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر ل کے آنے سے نون اعرابی ساقط ہوگیا ہے

تَسْکُنُوْنَ۔ تم چین پاتے ہو، تم چین پاؤ گے، سُکُوْنٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر

تَسْلُکُوْا۔ تم چلو پھرو، تم چلنے پھرنے لگو، سُلُوْکٌ سے۔ مضارع کا صیغہ، جمع مذکر حاضر، (ملاحظہ ہو اُسْلُکْ)

تُسَلِّمُوْا۔ تم سلام کرلو، تَسْلِیْمٌ سے جس کے

معنی سلام کرنے کے ہیں مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر
(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تسلیما) پ۲۲

تُسْلِمُوْنَ. تم اطاعت کرتے رہو، تم حکم مانتے رہو
اِسْلَامٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر
(ملاحظہ ہو اِسْلَامٌ) پ۱۷

تَسْلِيْمًا. سلام بھیجنا، سونپنا، سر اطاعت خم کرنا
چھڑانا، بروزن تَفْعِيْلٌ مصدر ہے، یوں تو یہ
سب معانی میں مستعمل ہے مگر خصوصیت سے
جب اس کا تعدیہ بذریعہ علی ہو تو سلام کرنے اور
سلام بھیجنے کے معنی ہوتے ہیں اور جب مفعول
ثانی کی طرف بذریعہ الیٰ ہو تو سونپنے اور سپرد کرنے
کے معنی ہوں گے اور جب لام کے ذریعہ ہو گا تو
گردن رکھنے کے معنی آئیں گے، اور جب مفعول
ثانی کی طرف مِن کے ساتھ ہو گا تو چھڑانے کے
معنی ہوں گے، پ۵ پ۲۱ پ۲۲

تُسْمِعُ. تو سناتا ہے، تو سنائے گا، اِسْمَاعٌ سے
مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر (ملاحظہ ہو
اَسْمَعَهُمْ) پ۱ پ۲ پ۸

تَسْمَعُ. تو سنتا ہے، تو سنے گا، سَمْعٌ اور سَمَاعٌ
سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر
(ملاحظہ ہو اَسْمَعَ) پ۶ پ۲۵ پ۳۰

تَسْمَعُنَّ. تم ضرور سنو گے، سَمْعٌ اور سَمَاعٌ سے
مضارع با نون تاکید کا صیغہ جمع مذکر حاضر، پ۴

تَسْمَعُوْا تم سنو، تم کان دھرو، سَمْعٌ اور سَمَاعٌ
سے. مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، لَا تَسْمَعُوْا،
(تم مت سنو، تم کان نہ دھرو) فعل نہی ہے. پ۲۴ پ۱۸

تَسْمَعُوْنَ. تم سنتے ہو، تم سنو گے، سَمْعٌ اور
سَمَاعٌ سے. مضارع کا صیغہ، جمع مذکر حاضر،
پ۹ پ۲۰

تُسَمّٰى. اس کا نام رکھا جاتا ہے، وہ موسوم ہو
تَسْمِيَةٌ سے، مضارع مجہول کا صیغہ،
واحد مؤنث غائب، پ۲۹

تَسْمِيَةٌ. نام رکھنا، بروزن تَفْعِلَةٌ، باب
تَفْعِيْلٌ کا مصدر ہے، پ۲۷

تَسْنِيْمٌ، تسنیم، جنت کے ایک چشمہ کا نام ہے
"تسنیم" لغت میں اس چیز کو کہتے ہیں جو خوشبو یا
ذائقہ کے لئے شربت یا پانی میں ملاتے ہیں جیسے
گلاب یا کیوڑا یا بید مشک وغیرہ، سَنَامٌ سے
ماخوذ ہے جس کے معنی کوہانِ شتر کے ہیں، چونکہ
پینے کی چیزوں میں اشیاء مذکورہ کے ڈالنے سے
برتن میں جو بلبلے اٹھتے ہیں وہ اونٹ کے کوہان
کے مانند معلوم ہوتے ہیں، اس لئے اس کو

تسنیم کہتے ہیں، یہاں تسنیم سے مراد بہشت
کا ایک چشمہ ہے جو تمام اشیاء خوردنی میں بہتر اور
لذیذ ہے، مقربین اور سابقین کو اس چشمے سے
بہتر اور خالص پلائیں گے اور اصحاب الیمین
کو بطور گلاب اور بید مشک کے ملا کر دینگے۔ ۳۰
تَسُؤْكُمْ۔ وہ تم کو بری لگے، وہ تم کو غمگین کرے
(نَصَرَ) تَسُوْءُ سَوْءٌ سے۔ جس کے معنی غمگین
کرنے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب
کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر ۴
تَسُؤْهُمْ۔ وہ ان کو بری لگتی ہے، وہ ان کو
ناخوش کرتی ہے، اس میں هُمْ ضمیر جمع مذکر
غائب ہے، ۴ ۱۲
تَسْوَدُّ۔ وہ کالی ہوگی، وہ سیاہ ہوگی، وہ کالے
ہوں گے، وہ سیاہ ہوں گے، اِسْوِدَادٌ سے
مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب (ملاحظہ ہو
اِسْوَدَّتْ) ۴
تَسَوَّرُوْا۔ انھوں نے دیوار کو پھاندا، تَسَوُّرٌ
سے جس کے معنی دیوار پر چڑھنے اور بلندی سے
کودنے کے ہیں ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ۲۳
تُسَوّٰی۔ وہ برابر کردی جائے، وہ ملا دی جائے
تَسْوِيَةٌ سے۔ جس کے معنی برابر کرنے اور درست

کرنے کے ہیں، مضارع مجہول کا صیغہ، واحد
مؤنث غائب، ۵
تَسِيْرُ۔ وہ چلتی ہے۔ وہ چلیگی۔ (ضَرَبَ) سَيْرٌ سے
جس کے معنی چلنے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ
واحد مؤنث غائب، ۲۷
تُسِيْمُوْنَ۔ تم چراتے ہو، تم چگاتے ہو اِسَامَةٌ
سے، جس کے معنی چرانے کے ہیں، مضارع کا صیغہ
جمع مذکر حاضر۔ ۱۴

فصل الشين المعجمة

تَشَآءُ۔ تو چاہے، مَشِيْئَةٌ سے مضارع کا صیغہ
واحد مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اَشَآءُ) [illegible]
تَشَآءُوْنَ۔ تم چاہتے ہو، تم چاہوگے۔ مَشِيْئَةٌ
سے، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، [illegible]
تَشَابَهَ۔ وہ مشتبہ ہوا، وہ مشابہ ہوا، وہ مل گیا۔
تَشَابُهٌ سے، جس کے معنی باہم مماثل و مشابہ
ہونے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب
[illegible]
تَشَابَهَتْ۔ وہ مشابہ ہوگئی، وہ یکساں ہوئے
وہ ایک سے ہوگئے۔ تَشَابُهٌ سے۔ مضارع کا صیغہ
واحد مؤنث غائب (ملاحظہ ہو تَشَابَهَ) ۱

تُشَاقُّوْنَ۔ تم ضد کرتے ہو، تم جھگڑتے ہو۔
مُشَاقَّۃٌ اور شِقَاقٌ سے جس کے معنی مخالفت
کرنے، عداوت کرنے، جھگڑنے اور ضد کرنے کے
ہیں، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، مُشَاقَّۃٌ
شَقٌّ سے ماخوذ ہے، جس کے معنی پھٹنے کے
ہیں، ۲۷/۱۴

تَشَاوُرٍ۔ آپس میں مشورہ کرنا، بروزن تَفَاعُلٌ
مصدر ہے۔ ۲/۲۳۳

تَشْتَرُوْا۔ تم خریدو، تم مول لو، اِشْتِرَاءٌ سے
مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر لَا تَشْتَرُوْا (تم مول
نہ لو، تم نہ خریدو) صیغہ نہی ہے (ملاحظہ ہو اِشْتَرَوْا)
[illegible]

تَشْتَكِیْ۔ وہ شکایت کرتی ہے، وہ جھینکتی ہے
اِشْتِكَاءٌ سے، جس کے معنی گلہ شکوہ کرنے کے ہیں
مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب ۲۸/۱

تَشْتَهِیْ۔ وہ چاہتی ہے، وہ چاہے گی، اِشْتِهَاءٌ سے
جس کے معنی آرزو کرنے، چاہنے اور خواہش کرنے
کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب ۱۸/۱۰۲

تَشْتَهِيْهِ۔ وہ اس کو چاہتی ہے، وہ اس کو
چاہے گی۔ اس میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب ہے
۲۵/۱۳

تَشْخَصُ۔ وہ ٹکٹکی باندھ کر دیکھے گی، وہ کھلی
رہے گی، وہ چڑھے گی (فَتْحٌ) شُخُوْصٌ سے
جس کے معنی آنکھوں کے کھلے رہنے، بغیر پلک
جھپکے ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے اور بلند ہونے کے ہیں۔
مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب، ۱۳/۴۲

تَشْرَبُوْنَ۔ تم پیتے ہو، شُرْبٌ سے۔ مضارع
کا صیغہ، جمع مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اِشْرَبُوْا)
۱۸/۳ ۲۷/۱۵

تُشْرِكْ۔ تو شرک کرے، تو شریک کرے، اِشْرَاكٌ
سے۔ مضارع کا صیغہ، واحد مذکر حاضر (تفصیل کے
لئے ملاحظہ ہو اَشْرَكَ اور شِرْكٌ) [illegible]

تُشْرِكُوْا۔ تم شرک کرو، تم شریک ٹھیراؤ، اِشْرَاكٌ
سے، مضارع کا صیغہ، جمع مذکر حاضر، نونِ اعرابی
عامل کے سبب حذف ہو گیا ۸/۳ ۱۱/۶۹

تُشْرِكُوْنَ۔ تم شرک کرتے ہو، تم شریک ٹھیراتے ہو
اِشْرَاكٌ سے، مضارع کا صیغہ، جمع مذکر حاضر
۷/۳۸ ۱۵/۱۴ ۱۳/۲۳

تُشْطِطْ۔ تو زیادتی کرے، تو بات کو دور
ڈال دے، اِشْطَاطٌ سے، جس کے معنی ظلم کرنے
حد سے بڑھنے اور بہت دور کر دینے کے ہیں۔
مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر لَا تُشْطِطْ

(تو زیادتی نہ کر، تو بات کو دور نہ ڈال) فعل نہی ہے۔ پ ۲۳/۱۱

تَشْعُرُوْنَ۔ تم سمجھتے ہو، تم جانتے ہو، تم خبر رکھتے ہو (نصر) شُعُوْرٌ سے، جس کے معنی بذریعہ حس جاننے کے ہیں مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، پ ۱/۳، ۱/۳، ۳/۲۲، ۱۳/۲۳

تَشْقٰی۔ تو تکلیف میں پڑیگا تو محنت میں جا پڑیگا (سمع) شَقَاوَۃٌ سے جس کے معنی بدبختی کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، "شقاوت" جملہ اعتبارات و حیثیات سے "سعادت" کی ضد ہے، پس جس طرح سعادت کی دو قسمیں ہیں ایک سعادت اخروی دوسرے سعادتِ دنیوی، اور پھر سعادت دنیوی کی بھی تین قسمیں ہیں ایک سعادتِ نفسی دوسرے سعادتِ بدنی تیسرے سعادتِ خارجی، اسی طرح شقاوت کے بھی اقسام ہیں چنانچہ فَلَا یَضِلُّ وَلَا یَشْقٰی (نہ وہ بہکیگا اور نہ وہ تکلیف میں پڑیگا) اور رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَیْنَا شِقْوَتُنَا (اے رب ہمارے زور کیا ہم پر ہماری کمبختی نے) میں شقاوت سے شقاوت اخروی مراد ہے اور فَلَا یُخْرِجَنَّکُمَا مِنَ الْجَنَّۃِ فَتَشْقٰی (سو وہ نکلوا نہ دے تم کو بہشت سے پھر تو محنت میں جا پڑے) شقاوتِ دنیوی کے متعلق ہے، بعض اربابِ لغت نے تصریح کی ہے کہ کبھی شَقَاءٌ کا استعمال تعب و رنج کشی، محنت میں پڑنا، تکلیف اٹھانا کی جگہ ہوتا ہے جیسے شَقِیْتُ فِیْ کَذَا (مجھے اس میں بڑی محنت اٹھانی پڑی) ظاہر ہے کہ ہر شقاوت میں تعب ضرور ہے مگر یہ ضروری نہیں کہ ہر تعب میں شقاوت بھی موجود ہو۔ پ ۱۶/۱۳و۱۶

تَشَقَّقُ۔ وہ پھٹ جائیگی، تَشَقُّقٌ سے جس کے معنی شگافتہ ہونے اور پھٹ جانے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب، اصل میں تَتَشَقَّقُ تھا ایک تاء حذف ہوگئی ہے پ ۱۹/۱ پ ۲۷/۱۴

تَشْکُرُوْا۔ تم حق مانو، تم شکر کرو، شُکْرٌ سے۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ ان شرطیہ کے آنے سے نون اعرابی حذف ہوگیا ہے (تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو اَشْکُرُ)

تَشْکُرُوْنَ۔ تم شکر کرتے ہو، تم احسان مانتے ہو تم حق مانو، تم شکر کرو، شُکْرٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ ۱/۹، ۲/۴، ۴/۳، ۶/۶، ۷/۴، ۸/۸، ۹/۱۴، ۱۳/۹و۱۴، ۱۴/۱۲، ۱۸/۵، ۲۰/۱۰، ۲۱/۸و۱۲، ۲۲/۱۳، ۲۵/۱۸، ۲۷/۱۵، ۲۹/۲

تُشْمِتْ تو ہنسائے، تو خوش کرے۔ اِشْمَاتٌ
سے جس کے معنی دشمن کو ہنسانے اور خوش کرنے
کے ہیں، مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ پ۹
تَشْهَدُ۔ وہ (عورت) شہادت دے، وہ گواہی
دے، وہ شہادت دیگی، وہ گواہی دیگی شَهَادَةٌ
سے، مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔
(ملاحظہ ہو اَشْهَدُ) پ۱۸ پ۳۳
تَشْهَدُ۔ تو شہادت دے، تو گواہی دے،
شَهَادَةٌ سے۔ مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر
پ۳
تَشْهَدُوْنَ تم شاہد ہو، تم حاضر ہو، تم گواہی
دیتے ہو، شُهُوْدٌ سے، جس کے معنی حاضر ہونے
اور موجود ہونے کے ہیں اور شَهَادَةٌ سے جس کے
معنی گواہی دینے کے ہیں، مضارع کا صیغہ
جمع مذکر حاضر (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو شَهَادَةٌ)
پ۱ پ۳ پ۴
تَشِيْعَ۔ وہ فاش ہو، اس کا چرچا ہو،
وہ پھیلے (ضَرَبَ) شُيُوْعٌ سے، جس کے معنی
آشکار ہونے، پھیلنے اور قوت پانے کے ہیں
مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب
پ۱۸

فصل الصاد المهملة

تُصْحِبْنِيْ۔ تو مجھے صحبت میں رکھ، تو مجھے ساتھ
رکھ، تُصَاحِبْ مُصَاحَبَۃٌ سے جس کے معنی
کسی کی صحبت میں رہنے اور کسی کو ساتھ رکھنے
کے ہیں، مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، ن وقایہ
ی ضمیر واحد متکلم ہے، پ۱۶
تُصْبِحُ وہ ہو جاتی ہے، وہ ہو جائے گی،
اِصْبَاحٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب
(ملاحظہ ہو اِصْبَاح اور اَصْبَحْتُ) پ۱۵ پ۱۶
تُصْبِحُوْا۔ تم لگو، تم ہو جاؤ، اِصْبَاحٌ سے
مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، عامل کے آنے
سے نون اعرابی حذف ہو گیا ہے۔ پ۲۶
تُصْبِحُوْنَ۔ تم صبح کرتے ہو، تم صبح کرو گے،
اِصْبَاحٌ سے، مضارع کا صیغہ، جمع مذکر حاضر،
(ملاحظہ ہو اِصْبَاح) پ۲۱
تَصْبِرُ۔ تو صبر کریگا، صَبْرٌ سے، مضارع کا صیغہ،
واحد مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اِصْبِرْ) پ۱۵
تَصْبِرُوْا تم صبر کرو، تم ٹھیرے رہو، صَبْرٌ سے
مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، نون اعرابی عامل
کے سبب محذوف ہے پ۴ پ۵ پ۲۷

تَصْبِرُوْنَ. تم صبر کرتے ہو، تم ثابت رہتے ہو، صَبْرٌ سے، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۱۸/۱۷

تُصِبْكَ. تجھکو پہنچے، تُصِبْ اِصَابَۃٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب، كَ ضمیر واحد مذکر حاضر، تُصِبْ اصل میں تُصِيْبُ تھا ان شرطیہ کے آنے سے ی جو حرفِ علت ہے حذف ہوگئی (ملاحظہ ہو اُصِيْبُ) ۱۲/۱

تُصِبْكُمْ تم کو پہنچے، اس میں كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر ہے، ۴/۲

تُصِبْهُمْ. ان کو پہنچے، اس میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے، ۹/۴ ۹/۳ ۲۵/۶

تَصَدَّقَ. اس نے خیرات کی، اس نے بخشدیا تَصَدُّقٌ سے، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب (ملاحظہ ہو اَصَّدَّقَ) ۶/۱

تَصَدَّقْ، تو صدقہ دے، تو خیرات کر، تو بخشش کر، تَصَدُّقٌ سے، امر کا صیغہ، واحد مذکر حاضر، تَصَدَّقْ اصل تَتَصَدَّقْ تھا، ایک تا، حذف ہوگئی ہے یہاں "تصدق" سے کیا مراد ہے، عام مفسرین کی رائے ہے کہ زیادہ دینے میں چشم پوشی مراد ہے، بات یہ تھی کہ برادرانِ یوسف علیہ السلام ذرا سا مال لیکر آئے تھے اور چاہتے یہ تھے کہ اس کے عوض اتنا ہی غلہ مل جائے جتنا پہلے ملا تھا، اس لئے "تصدق" کا مطلب یہ ہے کہ ناقص پونچی لیکر درگزر کرو اور پورا ناپ دو ابن جریج اور ضحاک کا قول یہ ہے کہ "تصدق" سے مراد یہ ہے کہ ہمارا بھائی ہم کو واپس کر دو، غرض اکثر مفسرین کے نزدیک "تصدق" سے یہاں اصطلاحی صدقہ اور خیرات مراد نہیں ہے، علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے دیگر انبیاء علیہم السلام کے لئے بھی صدقہ حلال تھا یا نہیں، سفیان بن عیینہ کا جواب اثبات میں ہے، ان کا استدلال اسی آیت سے ہے، لیکن جمہور علماء نے انکار کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ صدقہ کے بارے میں تمام انبیاء کا حال یکساں ہے، ان کو مخلوق کے سامنے جھکنے اور اس سے لینے کی ممانعت ہے، صدقہ لوگوں کا میل کچیل ہے، وہ ان کے لئے کیونکر حلال ہوسکتا ہے، انبیاء ماسوی اللہ سے مستغنی ہوتے ہیں اس لئے یہاں "تصدق" سے صدقہ نہیں بلکہ حسنِ ضیافت مراد ہے۔[۱] ۱۳/۴

تَصَدَّقُوْا۔ تم خیرات کرو، تم صدقہ کرو۔ تَصَدُّقٌ سے، مضارع کا صیغہ، جمع مذکر حاضر،

[۱] ملاحظہ ہو لباب التاویل علامہ خازن بغدادی ج ۳ ص ۲۵۴ طبع مصر ۱۳۳۱ھ

اَنْ ناصب کے سبب نون اعرابی ساقط ہوگیا ہے، پ۵

تُصَدِّقُوْنَ۔ تم سچ مانتے ہو، تم تصدیق کرتے ہو
تَصْدِیْقٌ سے، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر،
(ملاحظہ ہو تَصْدِیْقٌ) پ۲۷ ع۱۵

تَصُدُّوْنَ۔ تم روکتے ہو، تم بند کرتے ہو،
(نَصَرَ) صَدٌّ سے جس کے معنی روکنے کے ہیں
مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، پ۴ ع۱۸

تَصُدُّوْنَا، تم ہم کو بند کرو، تم ہم کو روک دو،
اس میں نَا ضمیر جمع متکلم ہے اور نون اعرابی اَنْ
ناصبہ کے آنے سے حذف ہوگیا۔ پ۱۳ ع۱۵

تَصَدّٰی۔ تو فکر میں ہے، تو درپے ہے، تَصَدِّیْ
سے، جس کے معنی کسی چیز کے درپے ہونے اور
آمنے سامنے ہونے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ
واحد مذکر حاضر، تَصَدِّیْ صَدٰی سے ماخوذ ہے
"صدی" آواز بازگشت کو کہتے ہیں، اس اعتبار
سے "تصدی" کے معنی ہوئے کسی چیز کے اس
طرح مقابل ہونے کے جس طرح صدائے بازگشت
مقابل ہوتی ہے، تَصَدّٰی اصل میں تَتَصَدّٰی
تھا ایک تاء حذف ہوگئی، پ۳۰ ع۵

تَصْدِیَۃً۔ تالیاں بجانا، بروزن تَفْعِلَۃٌ باب
تفعیل کا مصدر ہے، پ۹ ع۱۸

تَصْدِیْقَ۔ سچ ماننا، سچا کرنا، تصدیق کرنا، بروزن
تَفْعِیْلٌ مصدر ہے، پ۱۱ ع۳

تَصْرِفْ، تو پھیرے گا، تو دفع کرے گا، صَرْفٌ سے
مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اَصْرِفْ) پ۱۲ ع۱۳

تُصْرَفُوْنَ۔ تم پھیرے جاتے ہو، تمہیں پھیر دیا
جاتا ہے، صَرْفٌ سے مضارع مجہول کا صیغہ
جمع مذکر حاضر، پ۱۱ ع۹ پ۲۳ ع۱۵

تَصْرِیْفِ۔ پھیرنا، بدلنا، بروزن تَفْعِیْلٌ
مصدر ہے، پ۲ ع۴ پ۲۵ ع۱۲

تَصْطَلُوْنَ، تم تاپو، اِصْطِلَاءٌ سے جس کے
معنی تاپنے کے ہیں، مضارع کا صیغہ، جمع مذکر
حاضر، پ۱۹ ع۲

تُصْعِدُوْنَ۔ تم چڑھے جاتے تھے، تم چڑھ
رہے تھے، تم دور جارہے تھے، اِصْعَادٌ سے
مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اِصْعَادٌ کے متعلق
بیان کیا جاتا ہے کہ زمین میں دور ہونے کو کہتے ہیں
خواہ زمین کے بالائی حصہ میں ہو یا نشیبی حصہ میں
صُعُوْدٌ سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی بالائی مقامات
پر جانے کے ہیں جیسے بصرہ سے نجد و حجاز کی طرف
جانا، پھر اس کا استعمال بالائی مقامات سے
قطع نظر کرکے دور جانے کے لئے ہونے لگا۔ جس

طرح سے کہ لفظ تَعَالَ اصل میں اوپر کی طرف بلانے کے لئے تھا، پھر ہر آمد کے لئے استعمال ہونے لگا، خواہ اوپر سے آیا جائے یا نیچے کو، پ ۲۱/۱۱

تُصَعِّرْ تو پھلا، تو موڑ، تَصْعِیْرٌ سے، جس کے معنی تکبر سے منہ موڑنے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، لَا تُصَعِّرْ (تو مت پھلا، تو نہ موڑ) فعل نہی ہے، پ ۲۱/۱۱

تَصْغٰی۔ وہ جھکتی ہے، وہ جھکتے ہیں (سَمِعَ، نَصَرَ) صَغْوٌ اور صَغْیٌ سے، جس کے معنی جھکنے اور مائل ہونے کے ہیں، مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب، پ ۸/۱

تَصِفُ، وہ بیان کرتی ہے، (ضَرَبَ) وَصْفٌ سے، جس کے معنی کسی چیز کو اس کے حلیہ اور صفت کے ساتھ بیان کرنے کے ہیں مضارع کا صیغہ، واحد مؤنث غائب، وصف کبھی حق ہوتا ہے اور کبھی باطل، یہاں وصف باطل ہی مراد ہے، پ ۱۴ و ۲۱/۱۲

تَصْفَحُوْا۔ درگزر کرو، صَفْحٌ سے، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اِصْفَحْ) پ ۲۸/۱۹

تَصِفُوْنَ تم بتلاتے ہو، تم بیان کرتے ہو، وَصْفٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ یہاں بھی وصف باطل ہی مراد ہے، پ ۱۲/۱۲ پ ۱۳/۳ پ ۱۷/۲ و ۷

تَصِلُ وہ پہنچتی ہے، وہ پہنچتے ہیں (ضَرَبَ) وُصُوْلٌ سے، جس کے معنی پہنچنے کے ہیں، مضارع کا صیغہ، واحد مؤنث غائب (ملاحظہ ہو بُشِّتْ) پ ۱۲/۷

تُصَلِّ۔ تو نماز پڑھ، تَصْلِیَۃٌ سے، جس کے معنی نماز پڑھنے اور دعا کرنے کے ہیں، مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، لَا تُصَلِّ (تو نماز نہ پڑھ) صیغہ نہی ہے، یہاں نماز سے نمازِ جنازہ اور میت کے لئے دعاءِ استغفار مراد ہے، پ ۱۰/۱۷

تُصْلِحُوْا۔ تم صلح کراتے ہو، تم اصلاح کرتے ہو، تم سنوارتے، اِصْلَاحٌ سے، مضارع کا صیغہ، جمع مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اِصْلَاحٌ) پ ۲/۱۲ پ ۵/۱۶

تَصْلٰی۔ وہ داخل ہوگی، وہ داخل ہوں گے، صَلْیٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب (ملاحظہ ہو اِصْلَوْهَا) پ ۳۰/۱۳

تَصْلِیَۃٌ۔ نماز پڑھنا، درود پڑھنا، ایندھن کا آگ میں جلانا، عصا یا لکڑی کا آگ میں تپا کر سیدھا کرنا، گھوڑ دوڑ میں گھوڑے کا دوسرے نمبر پر آنا بروزن تَفْعِلَۃٌ باب تَفْعِیْلٌ کا مصدر ہے، یہاں دوزخ کی آگ میں جلنا مراد ہے۔ پ ۲۷/۱۹

تُصْنَعَ. تو تیار ہو، تو پرورش کیا جائے۔ صَنْعٌ سے مضارع مجہول کا صیغہ واحد مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اِصْنَعْ) ۱۶

تَصْنَعُوْنَ، تم بناتے ہو، تم کرتے ہو، صَنْعٌ سے۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، ۱۳

تَصُوْمُوْا۔ تم روزہ رکھو، (نَصَرَ) صَوْمٌ سے جس کے معنی روزہ رکھنے کے ہیں مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر اَنْ ناصبہ کے آنے سے نون اعرابی حذف ہوگیا، (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو صَوْمًا) ۲

تُصِیْبَکُمْ، تم کو پہنچ جاتی، تم پر پڑتی، تُصِیْبُ اِصَابَۃٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اُصِیْبُ) ۱۱

تُصِیْبَنَّ۔ وہ پہنچے، وہ آپڑے، اِصَابَۃٌ سے مضارع با نون تاکید کا صیغہ واحد مؤنث غائب ۹

تُصِیْبَنَا۔ ہم کو پہنچ جائے، ہم پر آپڑے تُصِیْبُ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب، نَا ضمیر جمع متکلم، ۱۲

تُصِیْبُوْا۔ تم جا پڑو، تم پہنچاؤ، اِصَابَۃٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، ۲۶

تُصِیْبُھُمْ، ان کو پہنچتی رہے گی، ان پر پڑتی رہیگی، ان پر پڑے، ان کو پہنچ جائے، اس میں ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے۔ ۱۳ ۱۵ ۸

تَصِیْرُ. وہ پھرتی ہے، وہ لوٹتی ہے، وہ پھرتے ہیں وہ پہنچتے ہیں (ضَرَبَ) صَیْرٌ سے جس کے معنی ایک حال سے دوسرے حال کی طرف پلٹنے اور پھرنے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب جب اس کے صلہ میں اِلٰی آتا ہے، تو معنی وہاں تک پہنچنے اور منتہی ہونے کے ہوتے ہیں، افعالِ ناقصہ میں سے ہے (ملاحظہ ہو بِئْسَتْ) ۲۵

فصل الضاد المعجمة

تُضَارَّ۔ اسے رنج پہنچایا جائے، اسے تنگ کیا جائے، مُضَارَّۃٌ سے، جس کے معنی تنگ کرنے اور رنج پہنچانے کے ہیں، مضارع مجہول کا صیغہ، واحد مؤنث غائب ۲

تُضَارُّوْھُنَّ۔ ان عورتوں کو ایذا دو، تُضَارُّوْا مُضَارَّۃٌ سے مضارع کا صیغہ، جمع مذکر حاضر، ھُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب، لَا تُضَارُّوْھُنَّ (انھیں ایذا مت دو) فعل نہی ہے۔ ۲۸

تَضْحَکُوْنَ تم ہنستے ہو، تم ہنسی کرتے ہو (سَمِعَ) ضِحْکٌ سے جس کے معنی ہنسنے کے ہیں۔

مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، ضحک کا استعمال بطور استعارہ تمسخر اور ہنسی کے لئے بھی ہوتا ہے۔ اور یہاں بھی تمسخر کی ہنسی مراد ہے۔ پ ۱۸ پ ۲۴

تَضْحٰی۔ تو دھوپ کھائے، تجھے دھوپ کی تپش ستائے، (سَمِعَ) ضُحًی سے جس کے معنی دھوپ اور آفتاب کی تمازت میں نکلنے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، پ ۱۶

تَضْرِبُوْا۔ تم بیان کرو، ضَرْبٌ سے مضارع کا صیغہ، جمع مذکر حاضر، لَا تَضْرِبُوْا (تم نہ بیان کرو) صیغہ نہی ہے (ملاحظہ ہو اِضْرِبْ) پ ۱۴

تَضَرُّعًا۔ عاجزی کرنا، گڑگڑانا، بروزن تَفَعُّلٌ مصدر ہے۔ پ ۷ پ ۸ پ ۹

تَضَرَّعُوْا۔ وہ گڑگڑائے، انھوں نے عاجزی کی، تَضَرُّعٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب پ ۷

تَضُرُّوْنَهٗ۔ تم اس کو ضرر پہنچاؤ گے۔ تم اس کا بگاڑ سکو گے، تَضُرُّوْنَ ضَرٌّ سے جس کے معنی نقصان دینے اور ضرر پہنچانے کے ہیں مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ پ ۱۰

تَضُرُّوْهُ تم اس کا بگاڑو گے، تم اس کا ضرر کرو گے اس میں نون اعرابی ساقط ہو گیا ہے۔ پ ۱۰

تَضَعُ۔ وہ رکھدے، وہ ڈال دے، وہ جنتی ہے وہ ڈال دیگی (فَتَحَ) وَضْعٌ سے۔ جس کے معنی رکھنے اور ڈالنے کے ہیں، مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب پ ۲۶ پ ۲۲

تَضَعُوْا۔ تم رکھدو، تم اتار رکھو، وَضْعٌ سے، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اَنْ ناصبہ کے سبب نون اعرابی حذف ہو گیا ہے، پ ۱۵

تَضَعُوْنَ۔ تم اتار رکھتے ہو، وَضْعٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، پ ۱۸

تُضِلُّ۔ تو گمراہ کرتا ہے، اِضْلَالٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، (ملاحظہ ہو اَضَلَّ) پ ۹

تَضِلَّ۔ وہ عورت بھول جائے، وہ بہک جائے ضَلَالٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مونث غائب (ملاحظہ ہو اَضَلَّ اور ضَلَالٌ) پ ۳

تَضِلُّوْا۔ تم بہکو، تم بہک جاؤ، تم گمراہ ہو جاؤ۔ ضَلَالٌ سے، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر اَنْ ناصبہ کے سبب نون اعرابی ساقط ہو گیا ہے پ ۶ پ ۱۳

تَضْلِيْلٍ بے راہ کرنا، غلط کرنا بروزن تَفْعِيْلٌ مصدر ہے، پ ۳۰

تُضَيِّقُوْا۔ تم تنگی کرو، تم تنگ پکڑو، تَضْيِيْقٌ ک

جس کے معنی کام میں تنگی کرنے اور تنگ پکڑنے کے ہیں. مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، نون اعرابی عامل کے آنے کی وجہ سے ساقط ہو گیا ۲۸/۱۱

فصل الطاء المهملة

تَطَاوَلَ۔ وہ دراز ہوا، وہ لمبا گزرا، تَطَاوُلٌ سے جس کے معنی درازی اور طول کے ظاہر کرنے کے ہیں، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، اس کا استعمال جب عمر کے لئے ہوگا تو درازی عمر کے معنی ہوں گے۔ ۲۰

تَطْرُدْ۔ تو ہانکے، (نَصَرَ) طَرْدٌ سے، جس کے معنی ذلیل سمجھ کر ہانکنے اور دور کر دینے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، لَا تَطْرُدْ (تو نہ ہانک) فعل نہی ہے۔ ۷/۱۲

تَطْرُدْهُمْ۔ تو ان کو ہانک دے، اس میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے ۷

تُطِعْ۔ تو حکم مانے، تو حکم مانیگا، اِطَاعَةٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، تُطِعْ اصل میں تُطِيْعُ تھا، اِنْ شرطیہ کے آنے سے ی جو حرف علت ہے حذف ہو گئی، ۳

لَا تُطِعْ (تو کہا نہ مان، تو اطاعت نہ کر) فعل نہی ہے (ملاحظہ ہو اَطَاعَ) ۱۵/۱۶ ۱۷/۱ ۲۱/۱۲ ۲۲/۳ ۲۹/۲۰،۳

تُطْعِمُوْنَ۔ تم کھلاتے ہو، تم کھانا دیتے ہو، اِطْعَامٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اِطْعَامٌ) ۲

تُطِعْهُ۔ تو اس کا کہا مان، تو اس کی فرمانبرداری کر اس میں هُ ضمیر واحد مذکر غائب ہے ۲۱/۱۱

تُطِعْهُمَا تو ان دونوں کی اطاعت کر، تو ان دونوں کا کہا مان، اس میں هُمَا ضمیر تثنیہ مذکر غائب ہے۔ ۲۰/۱۳ ۲۱/۱۱

تَطْغَوْا۔ تم زیادتی کرو، تم حد سے بڑھو، تم سرکشی کرو (سَمِعَ، نَصَرَ) طُغْيَانٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، لَا تَطْغَوْا (تم زیادتی نہ کرو، تم سرکشی نہ کرو) صیغہ نہی ہے (ملاحظہ ہو اَطْغٰى) ۱۲/۱ ۱۶/۱۳ ۲۷/۱۱

تَطَّلِعُ۔ تو خبردار ہوتا ہے، تو خبردار ہوگا اِطِّلَاعٌ سے، مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اِطَّلَعَ) ۶

تَطَّلِعُ۔ وہ خبردار ہوتی ہے، وہ جھانک لیتی ہے اِطِّلَاعٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب ۳۰/۲۹

تَطْلُعُ۔ وہ نکلتی ہے، وہ طلوع ہوتی ہے (نَصَرَ) طُلُوْعٌ سے جس کے معنی طلوع ہونے اور نکلنے کے ہیں، مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب شمس (آفتاب) عربی میں مؤنث استعمال ہوتا ہے۔ ۲۶/۲

تَطْمَئِنُّ۔ وہ آرام پاتی ہے، وہ چین پائے۔ وہ مطمئن ہو جائے، وہ سکون پائے۔ اِطْمِئْنَانٌ سے مضارع کا صیغہ، واحد مؤنث غائب۔ (ملاحظہ ہو اِطْمَأَنَّ) ۳/۲ ۵/۶ ۱۵/۹ ۱۰/۱۳

تَطْمَعُوْنَ۔ تم توقع رکھتے ہو، تم طمع رکھتے ہو، طَمَعٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ (ملاحظہ ہو اَطْمَعَ) ۹/۱

تَطَوَّعَ۔ اس نے خوشی سے نیکی کی، اس نے شوق سے نیکی کی، اس نے زیادہ نیکی کی، تَطَوُّعٌ سے جس کے معنی اصل میں تو نیکی میں تکلف کرنے کے ہیں مگر عرف میں جو چیزیں کہ لازم اور فرض نہ ہوں جیسے نوافل وغیرہ ان کے بجا لانے اور انجام دینے کو کہتے ہیں، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ ۲/۳ و ۷

تَطَؤُهَا۔ تم نے اس پر پاؤں رکھا، تم نے اس کو پامال کیا (سَمِعَ) تَطَوُّا وَطْأٌ سے جس کے معنی پامال کرنے کے ہیں مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب لَمْ کے آنے سے یہاں مضارع ماضی منفی کے معنی میں ہو گیا ہے۔ ۲۱/۱۸

تَطَؤُهُمْ۔ تم ان کو پامال کرو گے تم ان کو روند ڈالو گے، اس میں ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے۔ ۲۶/۱۱

تَطَهَّرْنَ وہ پاک ہوں، وہ پاک ہوتی ہیں، تَطَهُّرٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مؤنث غائب، (ملاحظہ ہو اِطَّهَّرُوْا) ۲/۱۲

تُطَهِّرُهُمْ، تو ان کو پاک کرے۔ تو ان کو پاک کرتا ہے، تو ان کو پاک کرے گا۔ تُطَهِّرُ تَطْهِيْرٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب واضح رہے کہ طہارت کی دو قسمیں ہیں ایک طہارت جسم، دوسرے طہارتِ نفس یہاں دوسری قسم کی طہارت مراد ہے۔ ۱۱/۲

تَطْهِيْرًا پاک کرنا۔ بروزن تَفْعِيْلٌ مصدر ہے ۲۲/۱

تَطَيَّرْنَا۔ ہم نے شگون بدلیا۔ ہم نے نامبارک سمجھا، ہم نے منحوس جانا، تَطَيُّرٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم (ملاحظہ ہو اِطَّيَّرْنَا) ۲۲/۱۹

تُطِيْعُوْا تم اطاعت کرو گے، تم کہا مانو گے اِطَاعَةٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اِنْ شرطیہ کے آنے سے نون اعرابی حذف ہو گیا (ملاحظہ ہو اَطَاعَ) ۷/۱ ۱۵/۱۳ ۱۹/۱۲ ۲۶/۱۰ و ۱۴

تُطِيعُوهُ تم اس کی اطاعت کرو گے، تم اس کا کہا مانو گے، اس میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ہے۔

فصل الظاء المعجمة

تَظَاهَرَا۔ وہ دونوں آپس میں موافق ہوئے وہ دونوں ایک دوسرے کے مددگار ہوئے، تَظَاهُرٌ سے، جس کے معنی ایک دوسرے کی معاونت کرنے اور ہم پشت ہونے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ تثنیہ مذکر غائب، ۲۸ پ

تَظٰهَرَا۔ تم دونوں آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرو گی، تَظَاهُرٌ سے مضارع کا صیغہ تثنیہ مؤنث حاضر، اصل میں تَتَظَاهَرَانِ تھا، ایک تاء حذف ہو گئی، اور نون اعرابی ان شرطیہ کے آنے سے گر پڑا، ۲۸ پ ۱۹

تَظٰهَرُونَ۔ تم چڑھائی کرتے ہو، تم آپس میں مدد کرتے ہو، تَظَاهُرٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اصل میں تَتَظَاهَرُونَ تھا، ایک تاء گر گئی، پ ۱

تُظٰهِرُونَ۔ تم ظہار کرتے ہو، تم ماں کہتے ہو مُظَاهَرَةٌ اور ظِهَارٌ سے جس کے معنی اپنی بیوی سے ظہار کرنے کے ہیں مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، ظِهَارٌ کے لغوی معنی ہیں شوہر کا اپنی بیوی سے یوں کہنا کہ تو مجھ پر ایسی ہے جیسی میری ماں کی پیٹھ، یہ گویا حرمت کا استعارہ ہے یعنی تو مجھ پر حرام ہے، اور شرع میں اپنی منکوحہ کو محرمات ابدیہ کے ساتھ یا ان کے ان اعضا کو تشبیہ دینا کہ جن کا دیکھنا اس شخص کو جائز نہیں ظہار کہلاتا ہے، ظہار کا حکم یہ ہے کہ شوہر کو اس عورت سے صحبت کرنا یا ایسی باتیں جو صحبت کا سامان ہوں مثلاً بوس و کنار وغیرہ جب تک کہ ظہار کا کفارہ نہ ادا کرے حرام ہیں۔ ظہار کا کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کرے اور اگر غلام آزاد کرنے کو نہ ملے تو دو ماہ کے پے در پے روزے رکھے۔ اس طرح کہ ان دونوں مہینوں کے بیچ میں رمضان یا ایسے دن واقع نہ ہوں جن میں روزہ رکھنا ممنوع ہے، یعنی عیدین اور ایام تشریق، پھر اگر روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے یا کھانے کی قیمت دے۔ ظہار اور کفارۂ ظہار کے مسائل سے کتب فقہ بالا مال ہیں تفصیل کیلئے ان کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہیئے، پ ۲۱

تَظْلِمْ اس نے گھٹایا، اس نے ظلم کیا ظُلْمٌ سے، مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب، یہاں ظلم کے معنی گھٹانے اور نقصان کرنے کے ہیں، لَمْ کے آنے سے مضارع ماضی منفی کے معنی میں ہو گیا ہے، پ۱۵

تُظْلَمُ اس (جان) پر ظلم کیا جاتا ہے، اس پر ظلم کیا جائے گا، ظُلْمٌ سے مضارع مجہول کا صیغہ واحد مؤنث غائب، پ۳ پ۱۷ پ۲۴

تَظْلِمُوْا تم ظلم کرو، ظُلْمٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، لَا تَظْلِمُوْا (تم ظلم نہ کرو) صیغہ نہی ہے، پ۱۰

تَظْلِمُوْنَ تم ظلم کرتے ہو، تم ظلم کرو گے، ظُلْمٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، پ۳

تُظْلَمُوْنَ تم پر ظلم کیا جاتا ہے، تم پر ظلم کیا جائیگا ظُلْمٌ سے مضارع مجہول کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ۳ پ۵ پ۸

تَظْمَؤُا۔ تو پیاسا ہے، تو تشنہ رہے (مَیمَعَ) ظَمَأٌ سے، جس کے معنی پیاسا رہنے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، پ۱۶

تَظُنُّ۔ وہ گمان کرتی ہے، وہ خیال کرتی ہے ظَنٌّ سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب (ملاحظہ ہو اَظُنُّ) پ۲۹

تَظُنُّوْنَ۔ تم جانو گے، تم گمان کرو گے تم خیال کرتے ہو، تم گمان کرتے ہو، ظَنٌّ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، پ۵ پ۱۸

تُظْهِرُوْنَ۔ تم کو دوپہر ہو، تم ظہر کا وقت پاؤ، اِظْهَارٌ سے، جس کے معنی ظہر کا وقت کرنے کے ہیں، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، واضح رہے کہ جس طرح اَصْبَحَ صبح کرنے اور اَمْسٰی شام کرنے کے لئے آتا ہے، اسی طرح اَظْهَرَ کا استعمال ظہر کرنے کے لئے ہوتا ہے، پ۲۱

فصل العین المهملة

تَعَارَفُوْا۔ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو، تَعَارُفٌ سے جس کے معنی آپس میں ایک دوسرے کو پہچاننے کے ہیں، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر اصل میں تَتَعَارَفُوْا تھا ایک تا حذف ہو گئی، پ۲۶

تَعَاسَرْتُمْ۔ تم نے ایک دوسرے پر تنگی کی، تم نے آپس میں ضد کی، تَعَاسُرٌ سے جس کے معنی آپس کے معاملہ میں دشواری پیدا کرنے اور باہم ایک دوسرے کو تنگ کرنے کے ہیں ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر، پ۲۸

تَعَاطٰی۔ اس نے دست درازی کی، اس نے ہاتھ چلایا، اس نے پکڑا، تَعَاطِیٌ سے جس کے معنی کسی چیز کی طرف ہاتھ بڑھانے اور اس کو پکڑنے کے ہیں، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب پ ۲۷

تَعَالَوْا۔ تم آؤ، تَعَالِیٌ سے، جس کے معنی بلند ہونے اور آنے کے ہیں، امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر اصل میں تَعَالِ کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو بلند مقام کی طرف بلایا جائے پھر ہر جگہ بلانے کے لئے اس کا استعمال کیا گیا۔ بعض علماء نے تصریح کی ہے کہ یہ عُلُوٌّ سے ماخوذ ہے، جس کے معنی رفعت منزلت کے ہیں تو گویا تَعَالَوْا میں رفعت منزلت کے حصول کی دعوت ہے، قرآن مجید میں جہاں تَعَالَوْا کا استعمال ہوا ہے وہاں یہ چیز موجود ہے، علماء لغت نے تصریح کی ہے کہ تَعَالِ مطلقاً هَلُمَّ کے ہم معنی ہے

تَعَالٰی۔ وہ برتر ہے، وہ بلند ہے، تَعَالِیٌ سے بمعنی بلند و برتر ہونے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب یہاں پر باب تَفَاعُلٌ کا استعمال تکلف کے لئے نہیں بلکہ مبالغہ کے لئے ہے،

تَعَالَیْنَ تم آؤ، تَعَالِیٌ سے بمعنی آنے کے امر کا صیغہ جمع مؤنث حاضر، پ ۲۱

تَعَاوَنُوْا، تم آپس میں مدد کرو، تَعَاوُنٌ سے جس کے معنی آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرنے کے ہیں امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، پ ۶

تَعْبَثُوْنَ۔ تم بیکار مشغول ہوتے ہو، تم کھیلتے ہو (ہمہم) عَبَثٌ سے جس کے معنی کھیلنے اور بیکار چیز میں مشغول ہونے کے ہیں مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر

تَعْبُدُ، تو عبادت کرتا ہے، تو پوجتا ہے، عُبُوْدِیَّۃٌ اور عِبَادَۃٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، لِمَ تَعْبُدُ (تو کیوں پوجتا ہے، کیوں عبادت کرتا ہے) فعل مضارع ہے (ملاحظہ ہو اَعْبُدُ)

تَعْبُدُ۔ وہ عبادت کرتی ہے، وہ پوجتی ہے، عِبَادَۃٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب

تَعْبُدُوْا۔ تم پوجو، تم عبادت کرو، عِبَادَۃٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، لَا تَعْبُدُوْا (تم مت پوجو، تم عبادت نہ کرو) فعل نہی ہے،

تَعْبُدُوْنَ۔ تم پوجتے ہو، تم عبادت کرتے ہو تم پوجوگے، تم عبادت کروگے، عِبَادَۃٌ سے

مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، پ۱/۱۰،۱۶ پ۳/۵ پ۴/۱۴
پ۸/۸،۱۶ پ۱۳/۱۵ پ۱۴/۲۱ پ۱۷/۵،۶ پ۱۹/۹ پ۲۰/۱۴ پ۲۳/۶،۹
پ۲۴/۱۸ پ۲۵/۹ پ۲۸/۶ پ۳۰/۲۲

تَعْبُرُوْنَ۔ تم تعبیر بیان کرتے ہو (نَصَرَ) عِبَارَۃٌ سے، جس کے معنی خواب کی تعبیر بیان کرنے کے ہیں مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ۱۲/۱۴

تَعْتَدُوْا۔ تم زیادتی کرنے لگو، تم حد سے گزر جاؤ اِعْتِدَاءٌ سے، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، (ملاحظہ ہو اِعْتَدَوْا) پ۲ پ۵ پ۶

تَعْتَدُّوْنَهَا۔ تم اس کو شمار کرو، تم اس کی گنتی پوری کراؤ، تَعْتَدُّوْنَ اِعْتِدَادٌ سے جس کے معنی گنے جانے، گننے کے لئے لانے اور عدت کرنے کے ہیں، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر هَا ضمیر واحد مونث غائب پ۲۲

تَعْتَدُوْهَا۔ تم اس سے آگے بڑھو، تم اس سے تجاوز کرو، تَعْتَدُوْا صیغہ مضارع۔ هَا ضمیر واحد مونث غائب، پ۲

تَعْتَذِرُوْا۔ تم عذر کرنے لگو، تم بہانہ کرو اِعْتِذَارٌ سے، جس کے معنی عذر بیان کرنے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر کا تَعْتَذِرُوْا۔ تم بہانے مت بناؤ، تم عذر نہ کرو، صیغہ نہی ہے عذر کے معنی ہیں انسان کا کسی ایسی بات کو تلاش کرنا جو اس کے گناہوں کو میٹ دے۔ اس کی کئی صورتیں ہیں مثلاً یہ کہنے لگے کہ میں نے کیا ہی نہیں یا کیا تو اس لئے کیا اور اس سلسلہ میں ایسی بات پیش کرنے لگے جس سے گنہگار نہ ٹھیرے، یا یوں کہے کہ میں نے کیا تو ضرور مگر آئندہ سے نہ کرونگا وغیرہ وغیرہ اس قسم کی باتیں عذر کہلاتی ہیں، اور اس اخیر صورت کا نام توبہ ہے، پس ہر توبہ عذر میں داخل ہے لیکن ہر عذر توبہ نہیں پ۱۰ پ۱۱ پ۲۹

تَعْثَوْا۔ تم فساد کرو، (سَمِعَ) عَثِیٌّ اور عُثِیٌّ سے جس کے معنی فساد کرنے کے ہیں، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، جس فساد کا ادراک حسی ہو عَیْثٌ اور عُثُوٌّ کہلاتا ہے اور جس فساد کا ادراک حکمی ہو اسے عِثِیٌّ کہتے ہیں، عَیْثٌ اور عُثُوٌّ باب نَصَرَ کے مصدر ہیں اور عِثِیٌّ اور عُثِیٌّ باب سَمِعَ کے ہیں پ۱ پ۸ پ۱۲/۸ پ۱۹/۱۴

تَعْجَبُ۔ تو تعجب کرے، تو اچنبھا کرے (سَمِعَ) تَعَجُّبٌ سے، جس کے معنی تعجب کرنے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، تعجب اس حالت کا نام ہے جو انسان کو کسی شے کا سبب معلوم نہ ہونے پر پیش آتی ہے، کسی دانا کا قول ہے

التعجب مالایعرف سببه (عجب وہ ہے جس کا سبب نہ معلوم ہو) اللہ تعالیٰ کو اسی لئے تعجب نہیں ہوتا کہ وہ علام الغیوب ہے۔ اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں،

تُعْجِبُكَ. وہ تجھے تعجب میں ڈال دے، وہ تجھے خوش لگے، تُعْجِبُ اِعْجَابٌ سے، مضارع کا صیغہ، واحد مؤنث غائب لَكَ ضمیر واحد مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اَعْجَبَ)

تَعْجَبُوْنَ. تم تعجب کرتے ہو، تم اچنبھا کرتے ہو عَجَبٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔

تَعْجَبِيْنَ. تو تعجب کرتی ہے، تو اچنبھا کرتی ہے عَجَبٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث حاضر

تَعَجَّلَ اس نے جلدی کی، تَعَجُّلٌ سے جس کے معنی جلدی کرنے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔

تَعْجَلْ. تو جلدی کرے، (سَمِعَ) عَجَلٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر لَا تَعْجَلْ (تو جلدی نہ کر) فعل نہی ہے (ملاحظہ ہو عَجِلَ)

تَعْدُ، وہ پھرے، وہ دوڑے (نَصَرَ) عَدْوٌ سے جس کے معنی پھرنے، دوڑنے اور کسی چیز سے تجاوز کرنے اور گزرنے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب (ملاحظہ ہو عَدُوًّا)

تَعِدَانِنِيْ. تم دونوں مجھ کو وعدہ دیتے ہو، (ضَرَبَ) تَعِدَانِ، وَعْدٌ سے، جس کے معنی وعدہ کرنے کے ہیں مضارع کا صیغہ تثنیہ مذکر حاضر ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم ہے، وَعْدٌ کا استعمال خیر و شر دونوں میں ہوتا ہے یعنی وعدہ میں بھی، اور وعید میں بھی، یہاں دوسرے معنی مراد ہیں

تَعْدِلُ. وہ بدلا دیوے، (ضَرَبَ) عَدْلٌ سے جس کے معنی اصل میں تو مساوی اور برابر کرنے کے ہیں اور چونکہ بدلے کا بھی یہی مطلب ہوتا ہے کہ جس چیز کا بدلا ہے اس کے برابر ہے اس لئے بدلا کرنے کے معنی بھی آتے ہیں مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب،

تَعْدِلُوْا. تم عدل کرو، تم برابر رکھو، تم انصاف کرو، عَدْلٌ سے، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر آیت شریفہ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً (پھر اگر تم ڈرو کہ برابر نہ رکھو گے تو ایک ہی) میں عدل سے نفقہ اور باری کی تقسیم میں برابری مراد ہے، اور لَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ (تم ہرگز برابر نہ رکھ سکو گے عورتوں کو

میں محبت میں برابری کا بیان ہے اور انسان کی اس جبلت کی طرف اشارہ ہے جو طبعی میلان کے سلسلے میں اس کی بنائی گئی ہے کہ سب عورتوں سے برابر درجہ کی محبت اور میلان اس کی قدرت سے باہر ہے، ۴/۱۲

۵/۱۶و۱۷ ۷/۹

تَعِدُنَا. تو ہم سے وعدہ کرتا ہے، تو ہمیں دھمکاتا ہے، تَعِدُ وَعْدٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر نَا ضمیر جمع متکلم یہاں بھی وعید ہی کے معنی مراد ہیں، ۸/۱۶و۱۷ ۱۱/۳ ۲۶/۲

تَعْدُوْا۔ تم تعدی کرو، تم تجاوز کرو، تم زیادتی کرو، عَدْوٌ سے، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر چونکہ لا نہی داخل ہے اس لئے فعل نہی ہے (ملاحظہ ہو تَعْدُ) ۴/۲

تَعُدُّوْا۔ تم گننے لگو، تم شمار کرنے لگو (نصر) عَدٌّ سے جس کے معنی شمار کرنے کے ہیں مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، نون اعرابی إِنْ شرطیہ کے آنے سے حذف ہو گیا ہے ۱۳/۱۷ ۱۴/۸

تَعُدُّوْنَ تم شمار کرتے ہو، تم گنتے ہو، عَدٌّ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، ۱۷/۱۳ ۲۱/۱۲

تُعَذِّبَ. تو لوگوں کو عذاب دے، تو لوگوں کو تکلیف دے، تَعْذِیْبٌ سے جس کے معنی عذاب دینے کے ہیں، مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، عذاب کہتے ہیں سخت دردمند کرنے کو، اور عذاب میں پورے طور پر محبوس رکھنے کا نام تعذیب ہے، "تعذیب" کی اصل کیا ہے اس بارے میں اختلاف رائے ہے، بعض کا خیال ہے کہ عَذَبَ الرَّجُلُ فَهُوَ عَاذِبٌ وَعَذُوْبٌ سے ماخوذ ہے، جس کا استعمال انسان کے خواب و خور کو ترک کر دینے کیلئے ہوتا ہے۔ پس کسی انسان کی تعذیب کا یہ مطلب ہے کہ اس پر خواب و خور کو حرام کر دیا جائے، بعض کہتے ہیں کہ اس کی اصل عَذْبٌ ہے جس کے معنی شیرینی اور گوارائی کے ہیں تو گویا "تعذیب" کے معنی زندگی کی شیرینی و گوارائی زائل کرنے کے ہوئے جس طرح سے کہ "تمریض" کے معنی بیمار کی تیمارداری اور علاج معالجہ کے ذریعہ مرض کے ازالہ کے ہیں یا "تقذیۃ" کے معنی تنکا وغیرہ دور کرنے کے ہیں اور بعض کا قول ہے کہ "تعذیب" کی اصل ہے "عذبہ بسوط" سے بکثرت مارنا، سوط عربی میں کوڑے کو کہتے ہیں اور "عذبہ" اس کے اگلے حصہ اور کنارہ کو جس طرف کہ پھندنا ہوتا ہے اسی لئے

بعض اہلِ لغت نے تعذیب کے معنی مارنے اور پیٹنے کے بیان کئے ہیں اور بعض کی یہ رائے ہے کہ ماءٌ عَذْبٌ سے ماخوذ ہے، جب شیریں پانی میں خس وخاشاک اور کدورت مل جاتی ہے تو اس پانی کو ماءٌ عَذْبٌ بولتے ہیں، اس اعتبار سے تعذیب کے معنی زندگی کو مکدر اور حیات کو تلخ کردینے کے ہوئے، [illegible]

تُعَذِّبْهُمْ - توان کو عذاب دیگا، اس میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے۔ لَا تُعَذِّبْهُمْ (توان کو عذاب نہ دے) صیغہ نہی ہے، [illegible]

تَعْرُجُ - وہ چڑھتی ہے، وہ چڑھیگی (نَصَرَ) عُرُوْجٌ سے، جس کے معنی چڑھنے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ [illegible]

تُعْرِضْ - تو منہ پھیرلیگا، تو تغافل کرے گا، اِعْرَاضٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اِعْرَاضًا) [illegible]

تُعْرِضَنَّ - تو منہ پھیرلے، تو تغافل کرے، اِعْرَاضٌ سے مضارع بانون تاکید کا صیغہ واحد مذکر حاضر، [illegible]

تُعْرِضُوْا - تم روگردانی کروگے، تم بچ جاؤگے تم منہ پھیروگے، اِعْرَاضٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، [illegible]

تُعْرَضُوْنَ - تم پیش کئے جاؤگے، تم روبرو لائے جاؤگے، تم سامنے کئے جاؤگے (ضَرَبَ) عَرْضٌ سے جس کے معنی سامنے ہونے اور ظاہر وآشکارا کرنے کے ہیں، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، [illegible]

تَعْرِفُ - تو پہچانے، تو پہچانتا ہے، تو پہچانے گا، (ضَرَبَ) مَعْرِفَةٌ اور عِرْفَانٌ سے جس کے معنی پہچاننے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، کسی چیز کی نشانیوں پر غور وفکر کے بعد اس چیز کے ادراک کرنے کا نام "معرفت" اور "عرفان" ہے یہ "علم" سے اخص ہے اور "انکار" اس کی ضد ہے، فلان یعرف الله بولتے ہیں یعلم الله نہیں بولتے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا ادراک نہیں ہوسکتا، بلکہ آثارِ الٰہی پر تدبر کے ذریعہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی ذات کا ادراک ہوتا ہے۔ اسی طرح ذات باری کے لئے "علم" کا لفظ استعمال ہوتا ہے، معرفت کا نہیں، الله یعلم کذا کہتے ہیں اور یعرف کذا نہیں کہتے، کیونکہ معرفت کا استعمال اس علم تام کے متعلق ہوتا ہے جس پر غور وفکر کے بعد

رسائی حاصل ہوتی ہے۔ پ۱۶ ع۲

تَعْرِفَنَّهُمْ۔ توان کو ضرور پہچان لیگا۔ تَعْرِفَنَّ مَعْرِفَۃٌ سے، مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب، پ۲۶ ع۸

تَعْرِفُوْنَهَا۔ تم اس کو پہچانوگے۔ تَعْرِفُوْنَ مَعْرِفَۃٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ هَا ضمیر واحد مونث غائب پ۳ ع۲ پ۲۶ ع۱۲ پ۲۸ ع۱۸

تَعْرِفُهُمْ۔ توان کو پہچانتا ہے۔ اس میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے (ملاحظہ ہو تَعْرِفُ) پ۳ ع۵

تَعْرٰی۔ توننگا ہوگا، توبرہنہ ہوگا، عُرْیٌ سے جس کے معنی برہنہ ہونے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، پ۱۶ ع۱۶

تُعِزُّ۔ توعزت دیتا ہے، توعزت دیگا، اِعْزَازٌ سے جس کے معنی عزت کرنے اور عزت دینے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر پ۳ ع۱۱

تُعَزِّرُوْهُ۔ تم اس کی مدد کرو، تم اس کو قوت دو تُعَزِّرُوْا تَعْزِیْرٌ سے جس کے معنی ادب اور تعظیم کے ساتھ مدد کرنے کے ہیں مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ واضح رہے کہ تَعْزِیْرٌ کے معنی شرعی حد سے کم مارنے یعنی تعزیر دینے کے بھی آتے ہیں۔ لیکن درحقیقت یہ معنی بھی اول معنی ہی کی طرف لوٹتے ہیں کیونکہ تعزیر دینے کا مقصد ہوتا ہے ادب سکھانا، اور ادب سکھانا مدد کرنے میں داخل ہے گویا اس صورت میں انسان کی مدد اس طرح کی جاتی ہے کہ جو چیز اس کے لئے مضر ہے اس سے اس کو روکا جا رہا ہے جس طرح کہ پہلی صورت میں مدد کی شکل یہ ہوتی ہے کہ جو چیزیں اس کو نقصان پہنچائیں ان کا قلع قمع کیا جائے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ انصر اخاك ظالما او مظلوما (اپنے بھائی کی مدد کر خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم) اس پر کسی نے کہا مظلوم کی تو میں مدد کروں گا ظالم کی مدد کس طرح ہوگی آپ نے فرمایا کہ کفه عن الظلم (اسے ظلم سے روک) پ۲۶ ع۹

تَعْزِمُوْا۔ تم عزم کرو، تم محکم کرو، تم قصد کرو۔ (ضَرَبَ) عَزْمٌ سے۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر یہاں لانہی موجود ہے اس لئے فعل نہی ہے (ملاحظہ ہو عَزَمَ) پ۲ ع۱۴

تَعْسًا۔ ہلاکت، خواری، گر پڑنا، ٹھوکر لگنا۔ اصل میں اس کے معنی اوندھے منہ گرنے کے ہیں۔ مصدر ہے۔ باب فَتَحَ اور ضَرَبَ سے آتا ہے۔ پ۲۶ ع۵

تَعْضُلُوْهُنَّ۔ تم ان کو روکو، تم ان کو بند کرو

تم ان کو منع کرو، (نصر) تعضلوا عضل سے
جس کے معنی سختی کے ساتھ روکنے کے آتے ہیں
مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر ھن ضمیر جمع
مؤنث غائب، یہاں لا نہی موجود ہے اس لئے
فعل نہی ہے، عضل عضلۃ (عضلہ) سے
ماخوذ ہے، پس عضل کے معنی ہوئے عضلہ پکڑکر
باندھ دینا، یا دوسرے الفاظ میں سختی سے روک دینا
جیسے کہ عصب رگ پٹھے کو کہتے ہیں جس کی جمع
اعصاب آتی ہے اور عضب کے معنی رگ پٹھے
پکڑکر باندھنے اور سختی سے بندش کرنے کے ہیں
پ ۲ س ۱۲

تعظون۔ تم نصیحت کرتے ہو، وعظ سے۔
مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، وعظ کی تعریف امام
راغب کے الفاظ میں یہ ہے زجر مقترن بتخویف
(اس طرح کی تنبیہ جو خوف میں ڈوبی ہوئی ہو۔)
خلیل نحوی جو ائمہ متقدمین میں سے ہیں یوں فرماتے
ہیں ھو التذکیر بالخیر فیما یرق لہ القلب
(وہ نیکی کی اس طرح یاد دہانی کرنا ہے کہ جس سے
قلب میں رقت پیدا ہو۔) پ ۲

تعفف طمع نہ کرنا، نہ مانگنا، سوال نہ کرنا عفت
سے کام لینا، بروزن تفعل مصدر ہے۔ جو
دودھ کہ دوہنے کے بعد اونٹنی کے تھنوں میں
بچ رہتا ہے اس کو اہل عرب عفافۃ یا عفۃ
بولتے ہیں اور اسی لئے ان دو لفظوں کا استعمال
بچے کچھے اور تھوڑے یا ذرا سے کے لئے ہوتا ہے
اور عفعف عربی میں پیلو کے پھل کو بولتے ہیں
تعفف ان ہی الفاظ سے ماخوذ ہے اس لئے
دراصل اس کے معنی ہیں اتنی تھوڑی چیز پر اکتفا
کرنا جو بچے کچھے یا پیلو کے پھل جیسی حقیر چیز کے
قائم مقام ہو، سپ

تعفوا۔ تم معاف کرو، تم درگزر کرو، عفو سے
مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، ان شرطیہ کے
آنے سے نون اعرابی حذف ہوگیا ہے، پ ۵

پ ۲۸ ع ۱۶

تعقلون۔ تم سمجھتے ہو، تم عقل رکھتے ہو، تم سمجھو
تم عقل رکھو، (ضرب) عقل سے جس کے معنی
سمجھنے اور عقل رکھنے کے ہیں مضارع کا صیغہ
جمع مذکر حاضر، راغب اصفہانی لکھتے ہیں :۔
"عقل اس قوت کو کہا جاتا ہے جو علم کے قبول کرنے
کے لئے تیار کرتی ہے اور نیز اس کو بھی عقل کہتے
ہیں جس کو انسان اس قوت کے ذریعہ حاصل کرتا ہے
چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

العقل عقلان　　مطبوع ومسموع

عقل کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ جو طبیعت میں ودیعت کی جاتی ہے اور دوسری وہ جو سن کر حاصل ہوتی ہے

ولا ینفع مسموع　　اذا لم یک مطبوع

اور جو سن کر حاصل ہوتی ہے وہ سود مند نہیں ہوتی جبکہ طبیعت میں ودیعت کی جانیوالی عقل موجود نہ ہو۔

کما لا ینفع ضوء الشمس　　وضوء العین ممنوع

جس طرح سے کہ آفتاب کی روشنی جب آنکھ میں روشنی نہ ہو تو بے فائدہ ہے۔

"عقل" کے پہلے معنی کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس حدیث میں اشارہ فرمایا ہے ما خلق اللہ خلقا اکرم علیہ من العقل (اللہ نے کسی مخلوق کو جو اس کے نزدیک عقل سے زیادہ باعزت ہو پیدا نہیں فرمایا۔ اور دوسرے معنی کی طرف آپ کے اس قول میں اشارہ ہے، ما کسب احد شیئا افضل من عقل یھدیہ الی ھدی او یردہ عن ردی (کسی شخص نے عقل سے بڑھکر کوئی چیز نہیں کمائی جو اس کو ہدایت کی طرف رہنمائی کرے یا ہلاکت سے باز رکھے) آیت کریمہ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ (اور نہیں سمجھتے ان کو مگر علم والے) میں "عقل" سے یہی معنی مراد ہیں، اور ہر وہ جگہ جہاں "عقل" کے نہ ہونے پر اللہ تعالیٰ نے کفار کی مذمت فرمائی۔ وہاں دوسرے معنی مراد ہیں اول نہیں۔ جیسے وَمَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا كَمَثَلِ الَّذِي يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ إِلَّا دُعَاءً وَنِدَاءً صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ (اور مثال ان لوگوں کی جو کافر ہیں اس شخص کی مثال جیسی ہے جو ایسی چیز کو پکارے کہ بجز پکارنے چلانے کے کچھ نہ سنے، (یہ کافر) بہرے، گونگے، اندھے ہیں سو ان کو عقل نہیں) وغیرہ آیتیں ہیں اور وہ ہر جگہ کہ جہاں عقل کے نہ ہونے پر بندے سے تکلیف شرعی کا رفع کیا گیا ہے وہاں اول معنی کی طرف اشارہ ہے پ۱/۵و۹

پ۲/۱۵　پ۳/۱۵　پ۴/۳　پ۷/۱۰　پ۸/۶　پ۹/۱۱　پ۱۱/۷　پ۱۲/۵و۱۱　پ۱۳/۶

پ۱۷/۱و۵　پ۱۸/۵و۱۴　پ۱۹/۴　پ۲۰/۹　پ۲۲/۳و۸　پ۲۳/۱۲　پ۲۵/۷　پ۲۷/۱۸

تَعْلَمُ۔ تو جانتا ہے۔ تو جان لیگا۔ عِلْمٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اَعْلَمُ)

پ۱/۱۳　پ۵/۱۳　پ۶/۱۰　پ۷/۹　پ۱۰/۱۳　پ۱۲/۷　پ۱۳/۱۸　پ۱۶/۷　پ۱۷/۱۶

پ۲۰/۲　پ۲۱/۱۵

تَعْلَمُنَّ۔ تم ضرور جان لوگے۔ تم ضرور معلوم کرلوگے عِلْمٌ سے مضارع بانون تاکید کا صیغہ جمع مذکر حاضر

پ۱۲/۱۴　پ۲۳/۱۴

تُعَلِّمَنِ۔ تو مجھ کو سکھا دے، تَعَلِّمْ تَعْلِیْمٌ سے جس کے معنی سکھانے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم محذوف ہے۔ پ ۱۵/۲۱

تَعْلَمُوْا۔ تم جان لو، تم جانتے ہو، تم جان لوگے عِلْمٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر نون اعرابی عامل کے سبب حذف ہو گیا ہے۔ پ ۵/۴

پ ۶/۳و۱۴ پ ۱۱/۶ پ ۱۳/۴ پ ۱۵/۲ پ ۲۱/۱۴ پ ۲۶/۱۱و۱۲ پ ۲۸/۱۸

تَعْلَمُوْنَ۔ تم جانتے ہو، تم جان لوگے عِلْمٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ ۱/۲و۳و۵و۱۹

پ ۲/۵و۷و۱۰و۱۳و۱۵ پ ۳/۲و۱۵ پ ۷/۱۳و۱۵ پ ۸/۳و۱۰و۱۳و۱۵و۱۶

پ ۹/۶و۱۲ پ ۱۰/۱۲ پ ۱۱/۱۲ پ ۱۲/۳و۸ پ ۱۳/۳و۵ پ ۱۴/۷و۱۲و۱۳و۱۶و۱۷و۲۰

پ ۱۶/۱۶ پ ۱۷/۱ پ ۱۸/۵و۹و۸ پ ۱۹/۷و۱۱ پ ۲۰/۱۲ پ ۲۱/۷و۹ پ ۲۳/۱ پ ۲۶/۱۱

پ ۲۴/۵و۱۶ پ ۲۸/۹و۱۰و۱۳ پ ۲۹/۲و۷ پ ۳۰/۲۷

تُعَلِّمُوْنَ۔ تم سکھاتے ہو۔ تَعْلِیْمٌ سے۔ مضارع کا صیغہ۔ جمع مذکر حاضر پ ۳/۱۶ پ ۲۱/۱۴

تَعْلَمُوْنَهُمْ۔ تم ان کو جانتے ہو، اس میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے۔ پ ۱۰/۴

تُعَلِّمُوْنَهُنَّ۔ تم ان کو سکھاتے ہو، تم ان کو تعلیم دیتے ہو، اس میں هُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب ہے۔ پ ۶

تَعْلَمُهُمْ۔ تو ان کو جانتا ہے۔ اس میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے پ ۱۱/۲

تَعْلَمُهَا۔ تو اس کو جانتا ہے۔ اس میں هَا ضمیر واحد مؤنث غائب ہے (ملاحظہ ہو تَعْلَمُ) پ ۱۴/۴

تَعْلُنَّ۔ تم چڑھ جاؤ گے۔ تم بلند ہوگے تم سرکشی کرو گے، (نَصَرَ) عُلُوٌّ سے۔ جس کے معنی بلند ہونے کے ہیں۔ مضارع بانون تاکید کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ پ ۱۵/۱

تُعْلِنُوْنَ۔ تم ظاہر کرتے ہو۔ تم آشکار کرتے ہو تم کھولتے ہو، اِعْلَانٌ سے، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ واضح رہے کہ اِعْلَانٌ کا زیادہ تر استعمال معانی کے متعلق ہوتا ہے ذوات و اعیان کے متعلق نہیں ہوتا (ملاحظہ ہو اَعْلَنْتُ) پ ۱۴/۱ پ ۱۹/۱۶ پ ۲۸/۱۵

تَعْلُوْا۔ تم سرکشی کرو، تم بلندی چاہو، تم چڑھنے لگو، عُلُوٌّ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ یہاں لا نہی موجود ہے اس لئے فعل نہی ہے پ ۱۹/۱۶ پ ۲۵/۱۴

تَعَمَّدَتْ۔ اس نے قصد کیا۔ اس نے ارادہ کیا۔ تَعَمُّدٌ سے جس کے معنی کسی چیز کا قصد کرنے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ تعمد*

سہو کی ضد ہے۔ پ ۲۱/۱۷

تَعْمَلُ. وہ عمل کرتی ہے، وہ عمل کرے گی، عَمَلٌ سے۔ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب، (ملاحظہ ہو اعمال) پ ۱۴/۱ پ ۳۰/۱

تَعْمَلُوْنَ تم عمل کرتے ہو، تم عمل کروگے، عَمَلٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ۱ (۹، ۱۰، ۱۳ و ۱۶)

پ۲ (۳، ۱۴ و ۱۷) پ۳ (۳ و ۵ و ۷) پ۴ (۱، ۶، ۷، ۸ و ۹) پ۵ (۱۰، ۱۶ و ۱۷)

پ۶ (۹) پ۷ (۳ و ۱۳) پ۸ (۱۲) پ۹ (۷) پ۱۰ (۶ و ۹) پ۱۱ (۱، ۲، ۶، ۷، ۸، ۱۰ و ۱۳)

پ۱۲ (۹، ۱۰) پ۱۳ (۱۰ و ۱۹) پ۱۴ (۱۹) پ۱۵ (۴، ۱۰ و ۱۳) پ۱۹ (۱۴ و ۱۵) پ۲۰ (۳ و ۱۳)

پ۲۱ (۱۱، ۱۲، ۱۵، ۱۷ و ۱۸) پ۲۲ (۸ و ۹) پ۲۳ (۳، ۶، ۷ و ۱۵) پ۲۴ (۱۴ و ۱۹)

پ۲۵ (۳ و ۳) پ۲۶ (۱۰، ۱۱ و ۱۲) پ۲۷ (۳ و ۱۴) پ۲۸ (۱، ۲، ۳، ۶، ۷، ۱۱، ۱۳ و ۱۹) پ۲۹ (۲۴)

تَعْمٰی. وہ اندھی ہوتی ہے، وہ اندھی ہوگئی۔ (سَمِعَ) عَمًی سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ (ملاحظہ ہو اَعْمٰی) پ ۱۷/۱۲

تَعُوْدُنَّ۔ تم پھر آؤ گے، (نَصَرَ) عَوْدٌ سے۔ جس کے معنی کسی شے سے پلٹنے کے بعد (خواہ پلٹنا بذات خود ہو یا بذریعہ قول یا بذریعہ عزم و ارادہ) اس کی طرف پھرنے اور لوٹنے کے ہیں مضارع با نون تاکید کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ۹ پ ۱۳/۱۵۔

تَعُوْدُوْا۔ تم پھر آؤ، تم پھر کرو، تم پھر کروگے، عَوْدٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، نون اعرابی عامل کے سبب ساقط ہو گیا۔ پ ۱۶/۹ پ ۱۸/۸

تَعُوْدُوْنَ۔ تم پھر آؤ گے عَوْدٌ سے۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، پ۸

تَعُوْلُوْا۔ تم ایک طرف جھک پڑو، تم بے انصافی کرو (نَصَرَ) عَوْلٌ سے، جس کے معنی انصاف کو چھوڑ کر بڑھتی وصول کرنے کے ہیں مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، عرب والے بولتے ہیں عَالَ الْمِیْزَانُ (ترازو جھک گئی) عال الحاکم (حاکم نے نا انصافی کی) ابن حبان نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اَلَّا تَعُوْلُوْا کے معنی یہی نقل کئے ہیں کہ "تم نا انصافی نہ کرو"[1] اور یہی اکثر مفسرین کا قول ہے مگر امام شافعیؒ نے اَلَّا تَعُوْلُوْا کی تفسیر ان لاتکثر عیالکم (کہ تمہارے عیال بہت نہ ہو جائیں) سے کی ہے، جس کے متعلق محی السنۃ بغوی لکھتے ہیں وما قالہ احد انما یقال اعال یعیل اعالۃ اذا کثر عیالہ (کہ یہ معنی کسی اور نے نہیں بیان کئے، تحقیق تو یہ ہے کہ کثرتِ عیال کے لئے اعال یعیل اعالۃ بولا جاتا ہے[2] پ ۱۲/۴

تَعِیَهَآ۔ وہ اس کو یاد رکھے (ضَرَبَ) وَعْیٌ و وَعْیٌ سے

[1] ضمیمۃ الکمالین علی الجلالین شیخ سلام اللہ طبع نولکشور ص ۵۔ [2] معالم التنزیل طبع مصر ج ۱ ص ۳۹۸

جس کے معنی یاد کرنے اور نگاہ رکھنے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب، ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب، پ ۲۹/۵

فصل الغین المعجمة

تَغَابُنٌ ۔ غبن دینا، غبن ظاہر کرنا، ہار جیت ایک دوسرے کے ساتھ غبن کرنا، بروزن تَفَاعُلٌ مصدر ہے۔ پ ۲۸/۱۵

تَغْتَسِلُوْا ۔ تم نہالو، تم غسل کرلو، اِغْتِسَالٌ سے جس کے معنی بدن کے دھونے اور غسل کرنے کے ہیں مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر نون اعرابی حتّٰی کے آنے سے حذف ہوگیا ہے۔ پ ۵/۴

تَغْرُبُ ۔ وہ ڈوبتا ہے، وہ غروب ہوتا ہے۔ (نَصَرَ) غُرُوْبٌ سے، جس کے معنی ڈوبنا اور غروب ہونے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب، یہاں یہ خیال رہے کہ شمس عربی میں مؤنث ہو کر مستعمل ہے، پ ۱۶/۲

تُغْرِقَ ۔ تو ڈبو دے، تو غرق کردے، اِغْرَاقٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اَغْرَقْنَا) پ ۱۵/۲۲

تَغُرَّنَّكُمْ ۔ وہ تم کو بہکا دے، وہ تم کو فریب دے (نَصَرَ) تَغُرَّنَّ غُرُوْرٌ سے، جس کے معنی دھوکہ دینے، بہکانے، فریب دینے اور غلط طمع دلانے کے ہیں، مضارع با نون تاکید کا صیغہ، واحد مؤنث غائب، کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر، پ ۲۱/۱۳ پ ۲۲/۱۳

تَغْشٰی ۔ وہ ڈھانک لیتی ہے، وہ ڈھانک لیگی غِشْیَانٌ سے، جس کے معنی ڈھانک لینے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب پ ۱۳/۱۹

تَغَشّٰهَا ۔ اس (مرد) نے اس (عورت) کو ڈھانکا، تَغَشِّیْ تَغَشِّیٌ سے، جس کے معنی ڈھانک لینے کے ہیں، مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب، یہاں ع تغشّی جماع سے کنایہ ہے ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب پ ۹/۱۲

تَغْفِرْ ۔ تو بخشدے، تو بخشے، تو معاف کرے غَفْرٌ سے، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ ۲۸/۱۹ (ملاحظہ ہو اِغْفِرْ) پ ۴ پ ۹ پ ۱۲/۴ پ ۱۹/۹

تَغْفِرُوْا ۔ تم بخشو، تم معاف کرو، غَفْرٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، پ ۲۸/۱۹

تَغْفُلُوْنَ ۔ تم غافل ہو، تم بے خبر ہو (نَصَرَ) غَفْلَةٌ سے، جس کے معنی غافل ہونے کے ہیں مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر "غفلت" اس بھول

کا نام ہے جو انسان کو ہوشیاری اور بیداری کی کمی سے پیش آتی ہے، پ ۵/۱۴

تَغْلِبُوْنَ، تم غالب ہوجاؤ، تم چھا جاؤ غَلَبَۃٌ سے۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اَغْلِبَنَّ) پ ۲۸/۲۳

تُغْلَبُوْنَ۔ تم مغلوب ہوگے۔ تم مغلوب ہوجاؤ گے غَلَبَۃٌ سے، مضارع مجہول کا صیغہ جمع مذکر حاضر

تَغْلُوْا۔ تم مبالغہ کرو، تم زیادتی کرو، تم حد سے بڑھو، تم غلو کرو، (نَصَرَ) غُلُوٌّ سے۔ جس کے معنی حد سے گزرنے کے ہیں، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، لَا تَغْلُوْا صیغہ نہی ہے۔ پ ۶/۴ و ۱۲

تُغْمِضُوْا۔ تم چشم پوشی کرو، تم آنکھیں بند کرو، تم غفلت کرو، تم تساہل سے کام لو، اِغْمَاضٌ سے جس کے معنی ایک پلک کے دوسری پلک پر رکھنے کے ہیں اور بطور استعارہ تغافل تساہل اور چشم پوشی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اصل میں غَمْضٌ کے معنی عارضی نیند کے ہیں پ ۳/۵

تُغْنِ۔ وہ کام آوے، وہ کفایت کرے اِغْنَاءٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب، اصل میں تُغْنِیْ تھا عامل کے سبب سے ی حذف ہوگئی (ملاحظہ ہو اَغْنَتْ) پ ۱/۱۰ پ ۲۳/۱ پ ۲۸/۲۴

تَغْنَ۔ وہ رہتی ہے، وہ بستی ہے (سَمِعَ) غَنًی سے، جس کے معنی رہنے بسنے اور مقیم ہونے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب اصل میں تَغْنٰی تھا، لَمْ کے آنے سے آخر سے حرفِ علت ساقط ہوگئی اور مضارع ماضی منفی کے معنی میں ہوگیا۔ پ ۱۱/۸

تُغْنِیْ۔ وہ کام آتی ہے، وہ کام آئے گی وہ کفایت کرتی ہے، وہ کفایت کرے گی، اِغْنَاءٌ سے، مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب، (ملاحظہ ہو اَغْنَتْ) پ ۳/۱۰ پ ۴/۱۲ پ ۹/۱۹ پ ۱۱/۱۵ پ ۲۴/۹ پ ۲۸/۱۳

تَغَیُّظًا۔ غصہ کھانا، جھنجلانا، اظہارِ غیظ و غضب بروزن تَفَعُّلٌ مصدر ہے، پ ۱۸/۱۴

فصل الفاء الموحدة

تَفَاخُرٌ۔ خودستائی، فخر کرنا، بڑائی مارنی، اترانا بروزن تَفَاعُلٌ مصدر ہے۔ پ ۲۷/۱۹

تُفَادُوْهُمْ۔ تم ان کو فدیہ دیکر قید سے چھڑاتے ہو، تُفَادُوْا مُفَادَاۃٌ سے جس کے معنی کسی کو فدیہ دیکر قید سے چھڑانے کے ہیں

مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب، پ

تَفٰوُتٍ۔ بے ضابطگی، چوک، فرق، بروزن تَفَاعُلٌ مصدر ہے، فَوْتٌ سے مشتق ہے اختلاف اوصاف کے معنی دیتا ہے گویا ایک کا وصف دوسرے سے فوت ہو گیا، یا دونوں میں سے ہر ایک سے دوسرے کا وصف جاتا رہا۔ پ ۲۹

تُفَتَّحُ۔ اسے کھولا جائیگا۔ تَفْتِیْحٌ سے جس کے معنی کھولنے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب پ ۱۲

تَفْتَرُوْا۔ تم افترا کرو، تم جھوٹ باندھو۔ اِفْتِرَاءٌ سے مضارع کا صیغہ، جمع مذکر حاضر، نون اعرابی عامل کے آنے سے ساقط ہو گیا ہے (ملاحظہ ہو اِفْتِرَاءٌ) پ ۱۳ پ ۱۶

تَفْتَرُوْنَ۔ تم افترا کرتے ہو، تم افترا کرو گے تم جھوٹ باندھتے ہو، تم جھوٹ باندھو گے اِفْتِرَاءٌ سے مضارع کا صیغہ، جمع مذکر حاضر پ ۱۱ پ ۱۳

تَفْتَرِیْ۔ تو افترا کرے، تو جھوٹ باندھے، اِفْتِرَاءٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، پ ۱۵

تُفْتَنُوْنَ۔ تم آزمائے جاتے ہو، تم آزمائے جاؤ گے، تم جانچے جاتے ہو، تم جانچے جاؤ گے (ضَرَبَ) فِتْنَۃٌ سے جس کے معنی آزمانے اور جانچنے کے ہیں مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ ۱۹

تَفْتِنِّیْ۔ تو مجھے فتنہ میں ڈال، تو مجھے گمراہی میں ڈال (ضَرَبَ) تَفْتِنْ فُتُوْنٌ سے جس کے معنی فتنہ میں ڈالنے اور گمراہ کرنے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم، یہاں لا نہی موجود ہے اس لئے فعل نہی ہے، پ ۱۲

تَفْتَؤُا۔ تو ہمیشہ رہتا ہے، تو ہمیشہ رہے گا۔ تو برابر رہتا ہے، تو برابر رہیگا۔ (سَمِعَ) افعالِ ناقصہ میں سے ہے، اصل میں لَا تَفْتَؤُ تھا چونکہ آیت میں تَاللّٰہِ تَفْتَؤُ ہے اس لئے حرفِ نفی حذف ہو گیا کیونکہ قسم کے ساتھ جب علامت اثبات نہیں ہوتی تو وہ نفی پر محمول ہوتی ہے پ ۱۳

تَفَثَهُمْ۔ ان کا میل کچیل، ناخن کا میل کچیل وغیرہ جسے بدن سے زائل کرنا چاہئے "تفث" کہلاتا ہے هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ، پ ۱۷

تَفْجُرَ۔ تو پھاڑ لائے۔ تو بہا ڈالے۔ (نَصَرَ)

فَجْرٌ سے جس کے معنی خوب اچھی طرح پھاڑ ڈالنے اور پانی کے بہاؤ کے لئے راستہ چیرنے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، پ ۱۵/۱۰

تُفَجِّرَ - تو پھاڑ دے، تو بہا نکالے، تَفْجِيْرٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، پ ۱۵/۱۰

تَفْجِيْرًا - پھاڑ ڈالنا، بہا نکالنا، بر وزن تَفْعِيْلٌ مصدر ہے، پ ۱۵/۱۰، پ ۲۹/۱۹

تَفْرَحْ - تو خوش ہوئے، تو اترائے (سَمِعَ) فَرَحٌ سے جس کے معنی خوش ہونے اور اترانے کے ہیں، مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر پ ۲۰/۱۱

تَفْرَحُوْا - تم ریجھو، تم خوش ہو، فَرَحٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، یہاں لا نہی داخل ہے اس لئے فعل نہی ہے پ ۲۷/۱۹

تَفْرَحُوْنَ تم خوش رہو، تم خوش ہوتے ہو، تم ریجھتے ہو، فَرَحٌ سے، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ ۱۹/۱۸، پ ۲۴/۱۳

تَفْرِضُوْا - تم مقرر کرو (ضَرَبَ) فَرْضٌ سے جس کے معنی فرض کرنے اور مقرر کرنے کے ہیں، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اصل میں • فرض کے معنی کسی سخت چیز کے قطع کرنے اور اس میں اثر کرنے کے ہیں، اسی لئے قطعی حکم دینے کے لئے فرض کا لفظ استعمال ہوتا ہے • فرض " ایجاب " ہی کی طرح ہے، فرق اتنا ہے کہ ایجاب باعتبار وقوع اور ثبات کے بولا جاتا ہے اور فرض حکم کی قطعیت کے لحاظ سے کہا جاتا ہے۔

تَفَرَّقَ - وہ متفرق ہوا، وہ پھوٹا، وہ جدا ہوا، تَفَرُّقٌ سے جس کے معنی پراگندہ اور متفرق ہونے کے ہیں، مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب پ ۳۰/۲۴

تَفَرَّقَ - وہ متفرق کر دے گی، وہ جدا کر دیگی، تَفَرُّقٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب اصل میں تَتَفَرَّقَ تھا ایک تا، حذف ہو گئی پ ۸

تَفَرَّقُوْا - وہ پھٹ گئے، وہ جدا ہو گئے، وہ متفرق ہو گئے، تَفَرُّقٌ سے مضارع کا صیغہ، جمع مذکر غائب پ ۴

تَفَرَّقُوْا - تم جدا ہو جاؤ، تم متفرق ہو جاؤ، تَفَرُّقٌ سے مضارع کا صیغہ، جمع مذکر حاضر، اصل میں تَتَفَرَّقُوْا تھا، ایک تا، حذف ہو گئی یہاں لا، نہی موجود ہے اس لئے فعل نہی ہے پ ۴

تَفِرُّوْنَ - تم بھاگتے ہو، تم فرار ہوتے ہو، (ضَرَبَ) فِرَارٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر (ملاحظہ ہو فِرَارًا) پ ۲۸/۱۱

تَفْرِيقًا۔ تفرقہ ڈالنا، پھوٹ ڈالنا، بروزن تَفْعِيلٌ مصدر ہے، کثرت تفرقہ کے لئے استعمال ہوتا ہے، ۱۱؎

تَفَسَّحُوا۔ تم کشادگی کرو، تم کھل کر بیٹھو تَفَسُّحٌ سے، جس کے معنی کھل کر بیٹھنے اور توسع یعنی کشادگی اور فراخی کرنے کے ہیں۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، ۲۸؎

تُفْسِدُنَّ۔ تم ضرور فساد کروگے، تم ضرور خرابی پھیلاؤگے، اِفْسَادٌ سے مضارع با نون تاکید کا صیغہ جمع مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اَفْسَدُوهَا) ۱۵؎ پ ۱۸ ش ۳۱

تُفْسِدُوا۔ تم خرابی ڈالو، تم فساد مچاؤ، اِفْسَادٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، نون اعرابی عامل کے آنے سے ساقط ہوگیا، ۱؎

تَفْسُقُونَ۔ تم بدکاری کرتے ہو، تم فسق کرتے ہو، تم بے حکمی کرتے ہو (نَصَرَ) فُسُوقٌ سے جس کے معنی خدا کے فرمان سے باہر ہونے کے ہیں مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، ۲۶؎

تَفْسِيرًا۔ کھول کر بیان کرنا، بروزن تَفْعِيلٌ مصدر ہے۔ علامہ سیوطی رحمہ "اتقان" میں فرماتے ہیں۔

"تفسیر" بروزن تَفْعِيلٌ فَسْرٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنی بیان کرنے اور کھولنے کے ہیں، اور فَسْرٌ کو سفر کا مقلوب بتایا گیا ہے (سَفْرٌ کے معنی کھولنے اور پردہ ہٹانے کے ہیں) چنانچہ جب صبح روشن ہو جائے تو اَسْفَرَ الصُّبْحُ بولتے ہیں اور بعض کا قول ہے کہ یہ "تفسرۃ" سے ماخوذ ہے "تفسرہ" قارورہ کو دیکھکر طبیب کے مرض دریافت کرلینے کا نام ہے۔

تفسیر کا استعمال مفردات الفاظ اور غریب لفظوں کی تشریح کے لئے بھی ہوتا ہے اور تاویل کے لئے بھی، چنانچہ خواب کی تعبیر کو عربی میں تفسیر بھی کہتے ہیں اور تاویل بھی، ۱۹؎

تَفْشَلَا۔ وہ دونوں نامردی کریں، وہ دونوں بزدلی کریں (سَمِعَ) فَشَلٌ سے جس کے معنی بزدلی کرنے اور بودل ہونے کے ہیں، مضارع کا صیغہ تثنیہ مؤنث غائب، نون اعرابی ان ناصبہ کے سبب سے حذف ہوگیا ہے، ۴؎

تَفْشَلُوا۔ تم بزدل ہو جاؤگے۔ تم سست ہو جاؤگے تم نامرد ہو جاؤگے، فَشَلٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، نون اعرابی عامل کے آنے سے گرگیا ہے۔ ۱۰؎

تَفْصِيْلَ بیان، تشریح، کھولنا، ظاہر کرنا۔ علیحدہ علیحدہ کرنا، بروزن تَفْعِيْلٌ مصدر ہے [illegible] **تَفْصِيْلًا** [illegible]

تَفْضَحُوْنِ۔ تم مجھے رسوا کرو، تم مجھے فضیحت کرو، (فَتُمْ) تَفْضَحُوْا فَضْحٌ سے جس کے معنی رسوا کرنے کے ہیں مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، نون وقایہ ی ضمیر واحد متکلم محذوف ہے چونکہ لا نہی موجود ہے اس لئے فعل نہی ہے، [illegible]

تَفْضِيْلًا۔ بزرگی دینا، فضیلت دینا، بروزن تَفْعِيْلٌ مصدر ہے، درمیانی حالت سے زیادہ ہونے کا نام "فضل" ہے، "تفضیل" اسی فضل سے مشتق ہے، فضل کی دو قسمیں ہیں، ایک محمود جیسے علم اور حلم کی زیادتی دوسرے مذموم جیسے ضرورت سے زیادہ غصہ کرنا؟ "فضل" کا لفظ زیادہ تر محمود کے لئے استعمال ہوتا ہے اور "فضول" کا مذموم کے لئے۔

جب ایک چیز کی دوسری چیز پر فضیلت کے لئے "فضل" کا لفظ بولا جاتا ہے تو فضل کی تین قسمیں ٹھیرتی ہیں، ایک فضل جنسی جیسے جنسِ حیوان کی فضیلت جنسِ انسان پر، دوسرے فضلِ نوعی جیسے انسان کی فضیلت دیگر حیوانات پر چنانچہ آیت کریمہ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا (اور ہم نے عزت دی آدمؑ کی اولاد کو اور سواری دی ان کو جنگل اور دریا میں اور روزی دی ہم نے ان کو ستھری چیزوں سے اور ہم نے بزرگی دی ان کو بہتیری مخلوق پر پوری بزرگی) میں "تفضیل" سے یہی "تفضیلِ نوعی" مراد ہے، تیسرے فضل ذاتی جیسے ایک انسان کی فضیلت دوسرے انسان پر، ان کی دونوں فضیلتیں جوہری ہیں جو اجناس و انواع کے جوہر میں ودیعت کی گئی ہیں، اس لئے جو ان فضیلتوں سے محروم ہے وہ کسی طرح بھی ان فضیلتوں کو حاصل کر کے اپنی کمی کو پورا نہیں کر سکتا، جیسے گھوڑے اور گدھے کے لئے کسی طرح یہ ممکن نہیں کہ وہ اس فضیلت کو حاصل کر سکے جو انسان کو حاصل ہے، تیسری قسم کی فضیلت کبھی عرضی بھی ہوتی ہے اس صورت میں اس کے حصول کی راہ نکل سکتی ہے چنانچہ آیاتِ ذیل میں اسی "تفضیل" کا مذکور ہے

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِى الرِّزْقِ (اور اللہ نے بڑائی دی ایک کو ایک پر روزی میں) لِتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ (تاکہ تم تلاش کرو فضل اپنے رب کا) کہ یہاں مال اور کمائی کی فضیلت مراد ہے، پ ۱۵/۲

تَفْعَلْ ۔ تو کرے، تو کرتا ہے، تو کریگا ۔ فَعْلٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اِفْعَلْ) پ ۶/۱۴

تَفْعَلُوْا ۔ تم کرو، تم کرتے ہو، تم کروگے فَعْلٌ سے، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، نون اعرابی عامل کے سبب حذف ہوگیا ہے،
پ ۱/۳ پ ۲/۱۰ پ ۳/۶ پ ۵/۱۶ پ ۲۱/۱۷ پ ۲۵/۲

تَفْعَلُوْنَ ۔ تم کرو، تم کرتے ہو، تم کروگے فَعْلٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر،
پ ۱۴/۱۹ پ ۳۰/۳ پ ۲۵/۴ پ ۲۸/۹ پ ۳۰/۷

تَفْعَلُوْهُ ۔ تم اس کو کروگے ۔ اس میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ہے، پ ۱/۲

تَفَقَّدَ ۔ اس نے خبر لی، اس نے جستجو کی، اس نے تلاش کیا ۔ تَفَقُّدٌ سے جس کے معنی گم شدہ چیز کی تلاش کرنے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ۔ پ ۱۹/۱۷

تَفْقِدُوْنَ ۔ تم گم کر رہے ہو، تم کھو رہے ہو (ضَرَبَ) فَقْدٌ سے جس کے معنی گم کرنے اور کھو دینے کے ہیں، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، پ ۱۳/۳

تَفْقَهُوْنَ ۔ تم سمجھتے ہو (سَمِعَ) فِقْهٌ سے جس کے معنی سمجھنے اور دریافت کرنے کے ہیں، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، راغب اصفہانی کہتے ہیں کہ علم شاہد کے ذریعہ علم غائب تک پہنچنے کا نام "فقہ" ہے یعنی "فقہ" "علم" سے اخص ہے اور اصطلاحِ شریعت میں فقہ احکامِ شریعت کے علم کو کہتے ہیں، اول معنی میں جب اس کا استعمال ہوتا ہے، تو باب سَمِعَ سے آتا ہے اور مصدر فِقْهٌ اور فَقَهٌ ہوتا ہے اور جب دوسرے معنی میں آتا ہے تو باب كَرُمَ سے استعمال ہوتا ہے اور مصدر فَقَاهَةٌ آتا ہے، پ ۵/۸

تَفَكَّهُوْنَ ۔ تم تعجب کرتے ہو، تم تعجب کروگے تم باتیں بناتے ہو، تم باتیں بناؤگے، تَفَكُّهٌ سے، جس کے معنی تعجب کرنے، پشیمان ہونے اور باتیں بنانے کے ہیں، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، بیضاوی لکھتے ہیں کہ تَفَكُّهٌ

طرح طرح کے میووں سے نقل کرنے کو کہتے ہیں اور بطور استعارہ نقل مجلس کے لئے باتیں بنانے کو بھی تفکہ کہا جاتا ہے[1]۔ عطا کلبی، مقاتل، اور فراء نے یہاں تعجب کرنے کے معنی کئے ہیں، مجاہد، حسن بصری اور قتادہ نے تَفَكَّهُوْنَ کا ترجمہ تَنْدَمُوْنَ کیا ہے یعنی تم نادم ہونے لگو، عکرمہ نے باہم ملامت کرنے اور الاہنا دینے کے معنی بیان کئے ہیں ۔ ابن کیسان نے غمگین اور حزین ہونے سے ترجمہ کیا ہے، کسائی نے جو لغت وعربیت کے امام ہیں تصریح کی ہے کہ "تفکہ" مافات پر تاسف کرنے کو کہتے ہیں یہ لغت اضداد میں سے ہے، اہل عرب تفکہ کا استعمال تنعم اور عیش کوشی کے لئے بھی کرتے ہیں اور غم اور تاسف کے لئے بھی، حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ تَفَكُّهٌ بروزن تَفَعُّلٌ ہے یہ تَأَثُّم کی طرح سے ہے جس کے معنی اثم کو دور کردینے یعنی گناہ سے علیحدہ ہونے کے ہیں، پس اسی طرح تَفَكُّهٌ کے معنی ہوئے اس نے "فاکہہ" کو دور کردیا، یعنی وہ میووں کے مزہ سے جدا ہوگیا اور جو شخص کہ نادم وغمگین ہوتا ہے اس کا بھی یہی حال ہوتا ہے کہ وہ مزوں سے دور رہتا ہے[2]۔ تَفَكَّهُوْنَ اصل میں تَتَفَكَّهُوْنَ تھا۔ ایک تاء حذف ہوگئی ہے، پ۲۷/۱۵

تُفْلِحُوْا۔ تمہارا بھلا ہووے، تم فلاح پاؤ، اِفْلَاحٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، لَنْ کے آنے سے نون اعرابی ساقط ہوگیا۔ (ملاحظہ ہو اَفْلَحَ) پ۱۵/۱۵

تُفْلِحُوْنَ۔ تمہارا بھلا ہووے، اِفْلَاحٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، پ۲/۸ پ۴/۵و۱۱ پ۶/۱۰ پ۷/۲و۳ پ۸/۱۶ پ۱۰/۳ پ۱۷/۱۷ پ۱۸/۱۰ پ۲۸/۱۲

تُفَنِّدُوْنَ۔ تم نقصان عقل بتاتے ہو، تم نقصانِ عقل بتاؤ گے، تم بہکا ہوا بتاتے ہو، تم بہکا ہوا بتاؤ گے، تَفْنِيْدٌ سے جس کے معنی جھوٹ، کمزوری، عاجزی، جہالت اور غم کی طرف منسوب کرنے کے ہیں مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، یہاں نقصان عقل کی طرف منسوب کرنا مراد ہے، پ۱۳/۵

[1] انوار التنزیل قاضی بیضاوی ج۲ ص۳۰۱ طبع مصر۔ [2] ملاحظہ ہو معالم التنزیل امام بغوی ج ۷ ص۲ طبع مصر ۱۳۳۲ھ و فتح الباری ج۸ ص۴۸۰ طبع میریہ

تَفُوْرُ. وہ اچھلتی ہے، وہ اچھلے گی، وہ جوش کرتی ہے، وہ جوش کریگی، (نَصَرَ) فَوْرٌ سے جس کے معنی سخت جوش مارنے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب فَوْرٌ کا استعمال آگ کے، ہنڈیا کے اور غصہ کے جوش مارنے اور اُبلنے کے لئے ہوتا ہے۔ ۹۔۴

تَفِیْءَ۔ وہ رجوع کرے، وہ لوٹ آئے، وہ پھر آئے (ضَرَبَ) فَیْءٌ سے، جس کے معنی اچھی حالت کی طرف رجوع کرنے اور پھرنے کے ہیں — مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب ۲۶۔۹

تَفِیْضُ وہ بہتی ہے، وہ جاری ہوتی ہے وہ رواں ہوتی ہے (ضَرَبَ) فَیْضٌ سے جس کا استعمال جب آنسو اور پانی کے لئے ہوتا ہے تو جاری ہونے اور بہنے کے معنی آتے ہیں، مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب یہاں آنکھوں کے لئے اس کا استعمال ہوا ہے ۷۔۱۸

تُفِیْضُوْنَ تم گھسے ہو، تم لگتے ہو اِفَاضَةٌ سے، جس کا استعمال جب باتوں کے متعلق ہوتا ہے تو باتوں میں خوض کرنے اور مشغول ہونے کے معنی ہوتے ہیں، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر یہاں "افاضہ" کا استعمال اسی معنی میں ہوا ہے، ۲۶۔۱۲

فصل القاف المعجمه

تَقِ۔ تو بچائے، تو بچاتا ہے، تو بچائے گا، (ضَرَبَ) وَقْیٌ سے جس کے معنی نگاہ رکھنے حفاظت کرنے اور بچانے کے ہیں، مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، تَقِ اصل میں تَقِیْ تھا، ی جو حرفِ علت تھی عامل کے آنے سے آخر سے ساقط ہو گئی، ۲۴۔۹

تُقَاتِلُ۔ وہ لڑتی ہے، وہ لڑیگی، وہ قتال کرتی ہے وہ قتال کریگی، مُقَاتَلَةٌ سے جس کے معنی باہم جنگ و پیکار اور قتل و قتال کرنے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب، ۳۔۱

تُقَاتِلُوْا تم قتال کرو، تم جنگ کرو، تم قتال کروگے، تم جنگ کروگے۔ مُقَاتَلَةٌ سے، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، نون اعرابی عامل کے سبب حذف ہو گیا ہے، ۲۔۱۶ ۲۔۱

تُقَاتِلُوْنَ۔ تم لڑتے ہو، تم جنگ کرتے ہو، تم لڑوگے، تم جنگ کروگے، مُقَاتَلَةٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۵۔۱ ۲۔۱

تُقَاتِلُوْنَهُمْ۔ تم ان سے لڑو گے، تم ان سے جنگ کرو گے، اس میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے، پ ۲۶

تُقَاتِلُوْهُمْ۔ تم ان سے لڑو، اصل میں لَا تُقَاتِلُوْهُمْ ہے لَا تُقَاتِلُوْا صیغہ نہی ہے جمع مذکر حاضر هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب پ ۲

تُقٰتِهٖ۔ اس سے ڈرنا، تُقَاۃِ مضاف ہ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ (ملاحظہ ہو تُقٰۃً) پ ۴

تَقَاسَمُوْا۔ تم آپس میں قسم کھاؤ، تَقَاسُمٌ سے جس کے معنی باہم قسم کھانے کے ہیں امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ ۱۹

تَقَبَّلْ۔ تو قبول کر، تَقَبُّلٌ سے جس کے معنی کسی چیز کو اس طرح پر قبول کرنے کے ہیں کہ وہ ثواب کی مستحق ٹھہرے، امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر پ ۱ پ ۳ پ ۱۳

تُقُبِّلَ۔ وہ قبول کی گئی۔ تَقَبُّلٌ سے، ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب پ ۶

تُقْبَلَ۔ وہ قبول کی جائے، وہ قبول کی جاتی ہے، وہ قبول کی جائے گی۔ قَبُوْلٌ سے، جس کے معنی قبول کرنے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب، پ ۳ پ ۱۰

تَقْبَلُوْا۔ تم قبول کرو، تم مانو، قَبُوْلٌ سے، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، یہاں لا نہی موجود ہے اس لئے فعل نہی ہے، پ ۱۸

تَقَبَّلَهَا۔ اس (رب) نے اس (مریم) کو قبول فرمایا، تَقَبَّلَ تَقَبُّلٌ سے، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب هَا ضمیر واحد مؤنث غائب پ ۳

تَقْتُلَنِیْ۔ تو میرا خون کرے، تو مجھے مار ڈالے قَتْلٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم ہے (ملاحظہ ہو اَقْتُلُ) پ ۶ پ ۲۰

تَقْتُلُوْا۔ تم قتل کرو، قَتْلٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، یہاں لا نہی موجود ہے اس لئے فعل نہی ہے، آیت شریفہ "لَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ مِنْ اِمْلَاقٍ" (اور اپنی اولاد کو افلاس کے ڈر سے مار نہ ڈالو) کے متعلق علامہ راغب اصفہانی تحریر فرماتے ہیں۔

"کہا گیا ہے کہ یہ لڑکیوں کے زندہ گاڑنے سے نہی ہے اور بعض کا قول ہے کہ نہیں بلکہ عزلت گزینی کے ذریعہ نطفہ کو ضائع کرنے اور اس کے بے جا موقع استعمال سے ممانعت ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ

یا اولاد کو ان چیزوں میں مشغول رکھنے کی نہی ہے
جو اس کو علم کے حصول اور اس کوشش سے
باز رکھے جو ابدی زندگی کی مقتضی ہے کیونکہ آخرت
سے غافل و جاہل کا شمار مردوں کے حکم میں ہے
دیکھتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فرمان اَمْوَاتٌ
غَیْرُ اَحْیَاءٍ (مردے ہیں جن میں زندگی نہیں ہیں)
اسی صفت کے ساتھ موصوف کیا ہے اور اسی
طرح آیت وَلَا تَقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ ہے۔
واضح ہو کہ یہ تینوں اقوال قتل کی
مختلف صورتوں کا تعین کر رہے ہیں، آیت میں
لفظ قتل عام ہے وہ ان سب صورتوں کو شامل
ہے اسی لئے لَا تَقْتُلُوْا کی نہی میں یہ تینوں
داخل ہیں، آیت شریفہ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
لَا تَقْتُلُوا الصَّیْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ وَمَنْ قَتَلَهٗ
مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ
(اے ایمان والو شکار نہ مارو جس وقت کہ تم احرام
میں ہو اور جو کوئی تم میں سے اس کو جان بوجھکر
مار ڈالے تو بدلا دینا پڑے گا اس مارے کے
برابر مویشی میں سے) میں قتل کا لفظ لایا گیا،
ذبح یا زکوٰۃ کے الفاظ کا استعمال نہیں کیا، اس
کی وجہ یہ ہے کہ قتل کا لفظ ان تمام الفاظ سے
زیادہ عام ہے گویا اس بات کو بتانا مقصود
ہے کہ اس کی جان لینا بہمہ وجوہ ممنوع ہے
پ ۵/۲ پ ۶/۳ پ ۸/۹ پ ۱۳/۱۲ پ ۱۵/۳

تَقْتُلُوْنَ ۔ تم قتل کرتے ہو، تم قتل کروگے
قَتْلٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر،
پ ۱/۱۱ پ ۲۱/۱۹ پ ۲۳/۹

تَقْتُلُوْهُ ۔ تم اس کو قتل کرو، اس میں ہٗ
ضمیر واحد مذکر غائب ہے پ ۲/۲

تَقْتُلُوْهُمْ ۔ تم نے ان کو قتل کیا۔ اس میں ھُمْ
ضمیر جمع مذکر غائب ہے، یہاں لَمْ کے آنے سے
مضارع ماضی منفی کے معنی دینے لگا پ ۹/۱۴

تَقْتِیْلًا ۔ خوب قتل کرنا، خوب ذلیل کرنا،
اچھی طرح سے تابع کرنا، بروزن تَفْعِیْلٌ
مصدر ہے، پ ۲۲/۵

تَقْدِرُوْا ۔ تم قادر ہوئے، تمہارا بس پڑا
تم قدرت پاؤ، تمہارا ہاتھ پڑے (ضَرَبَ)
قَدْرٌ سے، جس کے معنی قابو پانے اور قدرت
پانے کے ہیں، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر
پ ۲۶/۱۱

تَقَدَّمَ ۔ پہلے ہوا، آگے گزرا، سابق میں ہو چکا
تَقَدُّمٌ سے، جس کے معنی اصل میں تو قدم

بڑھانے کے ہیں اور اسی اعتبار سے آگے
بڑھنے اور پہلے ہونے اور سابق میں گزرنے کے
لئے استعمال ہوتا ہے، ماضی کا صیغہ
واحد مذکر غائب، پ ۲۶/۹

تَقَدَّمُوْا۔ تم آگے بھیجو، تم آگے بھیجو گے،
تم آگے بڑھو تم آگے بڑھو گے، تَقَدُّمٌ سے
جس کے معنی آگے بڑھنے، آگے کرنے اور پیش
کرنے کے ہیں مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر،
نون اعرابی عامل کے سبب سے ساقط ہو گیا،
پ ۱/۱۳، پ ۲۶/۱۳، پ ۲۸/۲، پ ۲۹/۱۴

تَقْدِیْرًا۔ تقدیر، اندازہ کرنا، بروزن تَفْعِیْلٌ
مصدر ہے، قَدْرٌ اور تَقْدِیْرٌ دونوں کے
معنی ہیں کسی چیز کی کمیت اور مقدار کا بیان
کرنا، "تقدیر" کا استعمال قدرت عطا کرنے
کے معنی میں بھی ہوتا ہے چنانچہ کہا جاتا ہے
قَدَّرَنِی اللّٰہُ عَلٰی کَذَا (یعنی اللہ تعالیٰ نے
مجھے اس پر قدرت عطا فرمائی) پس اشیاء کے
متعلق "تقدیر الٰہی" کی دو صورتیں ٹھیریں ایک
اللہ تعالیٰ کا اشیاء کو قدرت عطا فرمانا، دوسرے
حسب اقتضاء حکمتِ الٰہی اشیاء کا مقدارِ
مخصوص اور وجہ مخصوص پر قرار پانا، اس کی
تفصیل یہ ہے کہ فعلِ الٰہی کی دو قسمیں ہیں اول
ایجاد بالفعل جس کا مطلب یہ ہے کہ کسی شے
کا پہلی ہی دفعہ اس طرح ابداع کامل فرمایا جائے
کہ جب تک مشیتِ الٰہی اس کے فنا یا تبدیل
کی نہ ہو اس میں کمی بیشی نہ ہو سکے جیسے کہ آسمان
اور آسمان کا کارخانہ ہے کہ پہلے دن جس طرح
خلق فرمایا تھا آج تک اسی طرح قائم ہے
اور تا قیامِ قیامت اسی طرح رہیگا، دوم یہ
کہ اصولِ اشیاء کو تو بالفعل وجود عطا فرمایا اور
ان کے اجزاء کو بالقوہ اور ان کے اندازہ اور
مقدار کو اس طرح متعین فرما دیا کہ اس کے
خلاف ظہور پذیر نہ ہو سکے، چنانچہ خرما کی گٹھلی
کے متعلق تقدیر الٰہی یہی ہے کہ اس سے درخت
خرما ہی اگیگا، سیب یا زیتون کے درخت
نہیں اگیں گے، اور انسان کی منی سے انسان
ہی پیدا ہوگا اور جانوروں کی پیدائش نہیں
ہوگی، پس اللہ کی تقدیر کے دو معنی ہوئے ایک
کسی چیز کے متعلق اللہ کا حکم کہ ایسا ہوگا یا ایسا
نہ ہوگا، خواہ یہ حکم بر سبیلِ وجوب ہو یا بر سبیلِ
امکان چنانچہ ارشادِ باری ہے وَقَدْ جَعَلَ
اللّٰہُ لِکُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا (اللہ نے رکھا ہے ہر چیز

کا ایک اندازہ) کہ یہاں "قدر" سے مراد ہی حکم الٰہی ہے، دوم کسی چیز پر قدرت عطا فرمانا۔

جب "تقدیر" کا فاعل انسان وغیرہ ہوتا ہے تو اس صورت میں اس کے معنی حسب اقتضاء عقل معاملہ کے مناسب، یا اپنی تمنا اور خواہش کے مطابق کسی امر میں غور و فکر کرنے اور اس کا اندازہ لگانے کے آتے ہیں، پہلی صورت قابلِ تعریف ہے اور دوسری لائق مذمت، اول صورت کی مثال آیت شریفہ وَيُطَافُ عَلَيْهِم بِآنِيَةٍ مِّن فِضَّةٍ وَأَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيرَا۠ قَوَارِيرَا۠ مِن فِضَّةٍ قَدَّرُوهَا تَقْدِيرًا (اور ان پر دور چلایا جائیگا چاندی کے برتنوں اور آبخوروں کا جو شیشے کے ہوں گے، شیشے بھی چاندی کے، ان کو ناپ رکھا ہے ایک خاص انداز پر) یعنی چاندی کے آبخوروں کو جو شیشے کے مانند صاف و شفاف ہیں، ساقیان شراب نے اس خاص انداز پر ناپ رکھا ہے کہ ہر شخص کو اس کی پیاس کے مطابق نیا نپا یا دیں گے تاکہ نہ تو سیر ہو کر بچا ہوا واپس کرنا پڑے نہ کمی کے سبب دوبارہ مانگنے کی زحمت ہو، اور دوسری صورت یعنی اپنی آرزو اور خواہش کے مطابق تجویز کرنے اور اندازہ لگانے کی مثال آیت شریفہ اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ (بے شک اس نے سوچا اور اندازہ کیا سو لعنت ہو کیا سوچا) ہے جو ولید کے متعلق وارد ہے، کیونکہ اس نے قرآن مجید کے متعلق محض اپنی خواہش اور اٹکل سے کہدیا تھا کہ یہ تو جادو ہے جو جادوگروں سے نقل ہوتا چلا آتا ہے۔ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب موضح القرآن میں رقمطراز ہیں۔

"دنیا میں ہر چیز اسباب سے ہے بعضے اسباب ظاہر ہیں بعضے چھپے ہیں، اسباب کی تاثیر کا ایک اندازہ ہے، جب اللہ چاہے اس کی تاثیر اندازے سے کم زیادہ کردے جب چاہے ویسی ہی رکھے آدمی کبھی کنکر سے مرتا ہے اور گولی سے بچتا ہے اور ایک اندازہ ہر چیز کا اللہ کے علم میں ہے، وہ ہرگز نہیں بدلتا۔ اندازے کو "تقدیر" کہتے ہیں یہ دو تقدیریں ہوئیں ایک بدلتی ہے اور ایک نہیں بدلتی؛ [1]

اور سورہ کہف میں زیر آیت وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا (تیرا رب کسی پر ظلم نہیں فرماتا) منکرین تقدیر کے شبہ کا جواب ارقام فرماتے ہیں۔

[1] ملاحظہ ہو سورہ رعد فائدہ آیت لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ، يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهٗ اُمُّ الْكِتَابِ۔

"رب جو کرے سو ظلم نہیں سب اسی کا مال ہے
پر ظاہر میں جو ظلم نظر آوے وہ بھی نہیں کرتا، گنہگار
دوزخ میں نہیں ڈالتا اور نیکی ضائع نہیں کرتا،
اور جو کوئی کہے گناہ میں ہمارا کیا اختیار سو بات
نہیں، اپنے دل سے پوچھ لے، جب گناہ پر دوڑتا
ہے اپنے قصد سے دوڑتا ہے اور جو کوئی کہے
قصد بھی اسی نے دیا، سو قصد دونوں طرف
لگ سکتا ہے اور جو کہے اسی نے ایک طرف
لگا دیا، سو بندے کی دریافت سے باہر ہے۔
بندے سے معاملت ہے اس کی سمجھ پر، بندہ بھی
پکڑے گا اسی کو جو اس سے بدی کرے، نہ کہیگا
کہ اس کا کیا قصور، اللہ نے کروایا۔"

اور سورۂ یٰسین میں لکھتے ہیں:۔

"یہ گمراہی ہے نیک کام میں "تقدیر" کا حوالہ
اور اپنے مزے میں لالچ پر دوڑنا۔" ؎۱

پ ۱۶/۱۲ ۲۹/۱۹

تَقَرَّ ۔ وہ ٹھنڈی رہے (سَمِعَ) قُرَّۃٌ اور قُرُوْرٌ
سے، جس کے معنی خوشی کے مارے آنکھیں
روشن ہو جانے اور ٹھنڈی رہنے کے ہیں،
مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب، بعض
بجائے قُرَّۃٌ کے قَرَارٌ سے جس کے معنی
سکون پانے اور قرار پکڑنے کے ہیں مشتق بتلاتے
ہیں پ ۱۶/۱۱ پ ۲۲/۲

تَقْرَاْہُ ۔ تو اس کو پڑھے، تَقْرَأُ قِرَاءَۃٌ سے
جس کے معنی حروف اور کلمات کو ترتیل میں
ایک دوسرے کے ساتھ ملانے اور ضم کرنے کے
ہیں، یا بالفاظِ دیگر حرفوں اور کلموں کو ملا کر پڑھنے
کے ہیں، مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، ضمیر
واحد مذکر غائب، یاد رہے کہ ہر طرح کے جمع
کرنے اور ملانے کے لئے قِرَاءَۃٌ کا لفظ
استعمال نہیں کیا جاتا چنانچہ لوگوں کو جمع کرنے
کے لئے قَرَأْتُ القومَ نہیں کہیں گے اس
پر یہ چیز بھی دلالت کرتی ہے کہ صرف ایک
حرف کے زبان سے ادا کرنے کو "قراءت"
نہیں کہتے۔ پ ۱۵/۱۲

تَقْرَبَا ۔ تم دونوں نزدیک ہو، تم دونوں
قریب ہو جاؤ، تم دونوں پاس پھٹکو، (سَمِعَ
وَكَرُمَ) قُرْبٌ اور قُرْبَانٌ سے، جس کے
معنی قریب اور نزدیک ہونے کے ہیں، مضارع
کا صیغہ تثنیہ مذکر حاضر، چونکہ یہاں لاءِ نہی

؎۱ ملاحظہ ہو فائدہ آیت وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ أَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ الخ

داخل ہے اس لئے فعل نہی ہے، یہاں قرب
سے قربِ مکانی مراد ہے (تفصیل کے لئے
ملاحظہ ہو اَقْرَبُ) ۲/۳۵ ۷/۱۹

تُقَرِّبُكُمْ۔ وہ تم کو نزدیک کرے، وہ تم کو
نزدیک کرتی ہے، وہ تم کو نزدیک کردے گی
تُقَرِّبُ تَقْرِیْبٌ سے جس کے معنی نزدیک
کرنے اور قریب کرنے کے ہیں مضارع کا صیغہ
واحد مؤنث غائب کُمْ ضمیر جمع مذکر غائب یہاں
قرب سے قربِ منزلت مراد ہے، ۳۴/۳۷

تَقْرَبُوْا۔ تم قریب ہو، تم نزدیک ہو، تم پاس پھٹکو
قُرْبٌ اور قِرْبَانٌ سے، مضارع کا صیغہ
جمع مذکر حاضر، چونکہ یہاں لا نہی موجود ہے،
اس لئے فعل نہی ہے۔ قرآن مجید میں جہاں
کہیں لَا تَقْرَبُوْا کے الفاظ آئے ہیں وہاں قرب
سے قربِ مکانی مراد ہے آیت کریمہ وَلَا تَقْرَبُوْا
مَالَ الْیَتِیْمِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ (اور پاس
نہ جاؤ یتیم کے مال کے مگر جس طرح بہتر ہو) یہاں یتیم
کے مال کے پاس پھٹکنے سے جو ممانعت کی گئی
ہے اس میں جو بلاغت ہے وہ مال لینے کی
ممانعت میں نہیں ہوسکتی تھی، کیونکہ مال لینا
تو بڑی چیز ہے یہاں پاس جانے ہی سے روک دیا۔

اسی طرح آیت شریفہ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ
اور دیگر آیات کو سمجھنا چاہئے ۶/۱۵۱ ۶/۱۵۲ ۱۷/۳۴

تَقْرَبُوْنِ۔ تم میرے پاس آؤ، تم میرے نزدیک ہو
اس میں نون وقایہ ی ضمیر واحد متکلم محذوف
ہے ۱۲/۶۰

تَقْرَبُوْهَا۔ تم اس کے قریب ہو، تم اس کے
پاس پھٹکو، اس میں هَا ضمیر واحد مؤنث غائب
ہے ۲/۱۸۷

تَقْرَبُوْهُنَّ۔ تم ان کے قریب ہو، تم ان کے
پاس جاؤ، اس میں هُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب
ہے۔ یہاں عورتوں کے پاس جانے سے
جماع کا کنایہ ہے، ۲/۲۲۲

تُقْرِضُوا۔ تم قرض دو، اِقْرَاضٌ سے،
مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اِنْ کے آنے
سے نون اعرابی ساقط ہوگیا ہے۔ ۶۴/۱۷

تَقْرِضُهُمْ۔ وہ ان سے کترا جاتی ہے تَقْرِضُ
قَرْضٌ سے جس کے معنی کترانے اور قطع کرنے
کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب
هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب، اصحاب الکہف کے
ذکر میں جو آیت شریفہ وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا
طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ

وَاِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ، ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ (اور تو دیکھیگا کہ جب دھوپ نکلتی ہے تو ان کی کھوہ سے داہنے کو بچ جاتی ہے اور جب ڈوبتی ہے تو بائیں کو کترا جاتی ہے اور وہ اس کی کھلی جگہ میں ہیں، یہ اللہ کی قدرتوں میں سے ہی) وارد ہے، اس بارے میں مفسرین مختلف الرائے ہیں کہ کیا صورت تھی جو ان پر دھوپ نہیں پڑتی تھی، بعض اس سلسلہ میں "کہف" کی نوعیت اور اس کے جائے وقوع کا تعین کرتے ہیں ان کے خیال میں کہف (غار) ہی کچھ اس طرح واقع ہوا تھا کہ وہاں دھوپ کا دخل ہو ہی نہیں سکتا تھا، چنانچہ ابن قتیبہ کا بیان ہے کہ کہف "بنات النعش" کے مقابل واقع ہے، اس لئے اس میں نہ آفتاب کے طلوع کے وقت دھوپ آتی ہے نہ غروب کے وقت، نہ طلوع و غروب کے درمیان۔[1]

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی رائے اس بارے میں حسب ذیل ہے فرماتے ہیں۔

"بخاطر فاطر می رسد کہ دیوار جنوبی آں قدر بلند است کہ سایہ اصلی او در تمام سال محل خفتن ایشاں را می پوشاند، و دیوار شرقی و غربی آن متصل دیوار جنوبی بلند تر ست و پایہ بپایہ منحط شدہ و ایں جماعہ سر بجانب شمال یا جنوب کردہ خفتہ اند۔ پس وقتیکہ آفتاب طلوع کند ضوء آفتاب بر دیوار غربی و بعضے صحن غار افتند و ہر چند ارتفاع زیادہ گردد بلندی دیوار شرقی از وصول ضوء بایشاں مانع آید و ضوء از جانب راست ایشاں منتقل شود بجانب سر کہ جہت شمال است، در وقت استوار بجز سایہ اصلی دیوار جنوبی نمی ماند و چوں آفتاب مائل بغروب شود ضوء آفتاب بر دیوار شرقی افتد و آہستہ آہستہ بر سر دیوار مرتفع گردد و آں جانب چپ ایشاں ست"۔[2]

بعض کا خیال ہے کہ اس تعین اور تکلف کی ضرورت نہیں یہ ان کی کرامت ہے کہ باوجود اس سمت میں ہونے کے کہ جہاں ان پر دھوپ پہنچنی چاہئے تھی نہیں پہنچتی، بہر حال کوئی سی رائے صحیح ہو بقول شاہ عبد القادر صاحبؒ

---

[1] معالم التنزیل امام بغوی ج ۲ ص ۱۶۶ طبع مصر [2] فتح الرحمٰن بترجمۃ القرآن ص ۳۹۵ طبع فاروقی دہلی ۱۲۹۴ھ

[3] ملاحظہ ہو تفسیر خازن ج ۴ ص ۱۶۶ طبع مصر۔

وحق تعالیٰ کی قدرت سے نہ اس مکان میں لو کیم
دھوپ آوے نہ مینہ نہ برف اور کھلی جگہ ہے،
تنگ خفہ نہیں ہے۔ ؎ پ۱۵ ع۱۴

تُقْسِطُوْا۔ تم انصاف کرو، تم انصاف
کروگے، اِقْسَاطٌ سے، مضارع کا صیغہ
جمع مذکر حاضر، اَنْ ناصبہ کے سبب نون اعرابی
گر گیا ہے (ملاحظہ ہو اَقْسِطُوْا) پ۴ ع۱۲

تُقْسِمُوْا۔ تم قسم کھاؤ، اِقْسَامٌ سے مضارع کا صیغہ
جمع مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اُقْسِمُ) پ۱۳ ع۱۲

تَقْشَعِرُّ۔ وہ لرزنے لگتی ہے، اس کا رُواں
کھڑا ہوجاتا ہے، اِقْشِعْرَارٌ سے، جس کے معنی
کانپنے، لرزنے اور رواں کھڑا ہوجانے کے ہیں
مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب، اس کی
ترکیب حروف قَشْعٌ اور حرف "ر" سے
مل کر ہوئی ہے۔ قَشْعٌ عربی میں خشک چمڑے
کو کہتے ہیں "ر" کا اضافہ اس لئے کیا گیا ہے
کہ فعل رباعی ہو جائے، جس طرح اِقْمَطَرَّ کو
قَمْطٌ سے بنایا ہے جس کے معنی مضبوطی سے
باندھنے کے ہیں۔ ؎ خشک چمڑا چونکہ سکڑا ہوا اور
سمٹا ہوا ہوتا ہے اس لئے اِقْشِعْرَارٌ کے معنی
سکڑنے اور سمٹنے کے ہوئے، لرزہ اور کپکپی میں
بدن کی کھال سکڑتی اور سمٹتی ہے اور بدن کے
بال اور رواں رواں کھڑا ہوجاتا ہے، اس لئے
اِقْشِعْرَارٌ کا استعمال ان معانی میں بھی ہونے
لگا، پ۲۳

تَقْصُرُوْا۔ تم کوتاہ کرو، تم کم کرو، تم گھٹاؤ،
(تقصر) قَصْرٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر
ان ناصبہ کے سبب نون اعرابی گر گیا ہے،
علامہ علی بن محمد خازن بغدادی آیت شریفہ
لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ
کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔
"اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ (کہ کچھ کم کرو نماز
میں سے) یعنی چار کی دو کردو اور یہ ظہر عصر اور عشا
کی نمازیں ہوگا اور لغت میں "قصر" کے معنی اصل
میں "تضییق" یعنی تنگی کرنے کے ہیں، بعض کا
قول ہے کہ ھو ضم الشیٔ الی اصلہ (یعنی قصر
کے معنی ہیں کسی چیز کا اس کی اصل سے ملا دینا)
ابن الجوزی نے "قصر" کی تفسیر نقص یعنی کمی کے
ساتھ کی ہے اور میں نے اہل تفسیر و لغت میں
سے کسی کو ان کا ہمنوا نہیں پایا، اور بعض نے

؎ موضح القرآن مائدہ آیت مذکورہ ۲؎ انوار التنزیل قاضی بیضاوی ج ۲ ص ۲۱۵

کہاہے کہ "قصر الصلاۃ" کے معنی یہ ہیں کہ بموجب رخصت نماز کی بعض رکعتوں یا بعض ارکان کو ترک کرکے نماز کو قصیر (کوتاہ) کرلیا جائے، اسی وجہ سے آیت میں جو نماز کا قصر مذکور ہے اس کی تفسیر میں دو قول ذکر کئے ہیں ایک یہ کہ تعداد رکعات میں قصر ہے یعنی چار رکعت کی نماز کو دو رکعت کی کرلینا، دوسرے یہ کہ قصر سے مراد نماز کی ادائیگی میں تخفیف کرنا ہے، بایں طور کہ رکوع و سجود کی بجائے ایماء و اشارہ پر اکتفا کی جائے۔ ۵۳

خازن پہلے قول کو اصح بتاتے ہیں اور شاہ ولی اللہ صاحب دوسرے قول کو اختیار کرتے ہیں۔ چنانچہ فتح الرحمٰن میں رقمطراز ہیں "مشہور آں ست کہ ایں آیت در صلوٰۃ مسافر نازل شدہ ست و خوف قید اتفاقی ست و انچہ نزد ایں بندہ رجحان یافتہ ست آں ست کہ ایں آیت در صلاۃ خوف نازل شدہ ست وسفر قید اتفاقی ست، و مراد از قصر قصر در کیفیت رکوع و سجود ست کہ بایماء ادامی تواں کرد نہ در کمیت رکعات واللہ اعلم"، ۵۳

۵۴ ش/۱۲

تَقُصُّ، تو بیان کر، قَصَصٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، یہاں لا نہی داخل ہے اس لئے فعل نہی ہے (ملاحظہ ہو اُقْصُصْ) ۱۲

تَقْضِیْ، تو حکم کرے گا، قَضَاءٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اِقْضِ) ۱۶/۱۲

تُقَطَّعُ، قطع کیا جائے، کاٹا جائے، تَقْطِیْعٌ سے، مضارع کا صیغہ، واحد مؤنث غائب (ملاحظہ ہو اُقَطِّعَنَّ) ۹

تَقَطَّعَ، کٹ گیا، ٹوٹ گیا، جدا ہوگیا، پارہ پارہ ہوگیا، ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا، تَقَطُّعٌ سے جس کے معنی ٹکڑے ٹکڑے ہو جانے کے ہیں ماضی کا صیغہ، واحد مذکر غائب ۱/۲

تَقَطَّعَ، پارہ پارہ ہو جائے، ٹکڑے ٹکڑے ہوجائے، تَقَطُّعٌ سے، مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب، اصل میں تَتَقَطَّعُ تھا، ایک تاء حذف ہوگئی، ۱۱

تَقَطَّعَتْ۔ کٹ گئی، ٹوٹ گئی، پارہ پارہ ہوگئی۔ تَقَطُّعٌ سے، ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب، ۲

تَقَطَّعُوْا۔ انھوں نے کاٹ دیا، انھوں نے

---

۵۳ لباب التاویل فی معانی التنزیل ج ۱ ص ۸۹، ۳۸۶ طبع مصر ۵۴ فتح الرحمٰن طبع فاروقی دہلی ص ۱۲٦

توڑ دیا، انھوں نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تَقَطُّعٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب پ ۱۷/۶ پ ۸/۴

تُقَطِّعُوْا۔ تم کاٹو گے، تم توڑو گے، تم پارہ پارہ کرو گے، تَقْطِیْعٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اَنْ کے آنے سے نون اعرابی حذف ہو گیا، پ ۲۶/۴

تَقْطَعُوْنَ۔ تم کاٹتے ہو، تم قطع کرتے ہو (فَتَحَ) قَطْعٌ سے، جس کے معنی کاٹنے کے ہیں، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ قطع سبیل کے دو معنی ہیں، ایک چل کر راہ طے کرنا، دوسرے راہ گیروں کو لوٹنا اور رہزنی کرنا آیت شریفہ وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِیْلَ (تم راہ قطع کرتے ہو) میں قطع راہ سے یا تو یہ مراد ہے کہ قزاقی اور رہزنی ان کا دستور تھا یا بدکاری اور لواطت کے ذریعہ لوگوں کی راہ مارتے تھے کہ اس طرف سے ہو کر نہ نکلیں، پ ۲۰/۱۵

تَقَعَ۔ وہ گر پڑے (فَتَحَ) وُقُوْعٌ سے، جس کے معنی کسی چیز کے گرنے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب پ ۱۷/۱۶

تَقْعُدُ۔ تو بیٹھ رہے، تو بیٹھ رہیگا (نَصَرَ) قُعُوْدٌ سے، جس کے معنی بیٹھے رہنے اور کھڑے سے بیٹھنے کے ہیں، مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، پ ۱۵/۳ و ۲ لَا تَقْعُدْ (تو نہ بیٹھ تجھے بیٹھنا نہ چاہیئے) فعل نہی ہے، پ ۱۳/۶

تَقْعُدُوْا۔ تم بیٹھو، تم بیٹھا کرو، قُعُوْدٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر چونکہ یہاں لام نہی داخل ہے اس لئے فعل نہی ہے، پ ۱۷/۵ پ ۱۸/۸

تَقْفُ، تو پیچھے چل، تو پیچھے پڑ (نَصَرَ) قَفْوٌ سے جس کے معنی اصل میں تو کسی کے پیچھے چلنے اور درپے ہونے کے ہیں اور اسی لئے اتباع اور پیروی کرنے کے معنی میں آتا ہے، مضارع کا صیغہ، واحد مذکر حاضر یہاں چونکہ لا نہی موجود ہے اس لئے فعل نہی ہے، پ ۱۵/۴

تَقُلْ، تو کہہ، قَوْلٌ سے، مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، اصل میں لَا تَقُلْ (تو نہ کہہ) ہے جو فعل نہی ہے (ملاحظہ ہو اُقُلْ) پ ۱۵/۴

تَقَلُّبُ۔ پھرنا، پھر پھر جانا، آنا جانا، الٹنا پلٹنا بروزن تَفَعُّلٌ مصدر ہے۔ پ ۲/۱۱

تُقَلَّبُ۔ اوندھا ڈالا جائے گا، پھیرا جائیگا، تَقْلِیْبٌ سے، جس کے معنی کسی چیز کے ایک حال سے دوسرے حال پر متغیر کرنے اور پلٹنے

سے ہیں، مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب پ ۲۳/۵
تَقَلُّبَكَ، تیرا پھرنا، تیرا آنا جانا، تَقَلُّبُ مضاف
کَ ضمیر واحد مذکر حاضر، مضاف الیہ، پ ۱۹/۱۵
تُقْلَبُوْنَ، تم پھیرے جاؤ گے (ضَرَبَ) قَلْبٌ
سے، جس کے معنی پھیرنے اور ایک رخ سے
دوسرے رخ کرنے کے ہیں، مضارع مجہول
کا صیغہ جمع مذکر حاضر، پ ۲۰/۱۴
تَقَلُّبُهُمْ۔ ان کی آمد وشد، ان کا چلنا پھرنا
تَقَلُّبِ مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب
مضاف الیہ، پ ۴/۱۲ پ ۲۴/۶
تَقُمْ۔ وہ کھڑی ہووے (نَصَرَ) قِيَامٌ سے
جس کے معنی کھڑے ہونے کے ہیں، مضارع کا
صیغہ، واحد مؤنث غائب، یہاں فَلْتَقُمْ
(پس چاہئے کہ وہ کھڑی ہووے) ہے۔ جو
امر کا صیغہ واحد مؤنث غائب ہے، پ ۵/۱۲
تَقُمْ، تو کھڑا ہو، قِيَامٌ سے، مضارع کا صیغہ
واحد مذکر حاضر، یہاں لاء نہی موجود ہے اس لئے
فعل نہی ہے پ ۱۱/۲
تَقْنَطُوْا۔ تم آس توڑو، تم ناامید ہو، قُنُوْطٌ
سے، جس کے معنی خیر سے مایوس ہونے اور
ناامید ہونے کے ہیں، مضارع کا صیغہ،
جمع مذکر حاضر، یہاں لا نہی موجود ہے اس لئے
فعل نہی ہے، علامہ ابوجعفر احمد بن علی البیہقی نے
تاج المصادر میں تصریح کی ہے کہ بجز فَعُلَ
يَفْعُلُ (كَرُمَ يَكْرُمُ) کے، کہ جس میں دونوں
جگہ عین کو پیش ہے، جملہ ابواب اس سے مستعمل
ہیں، اور فَعِلَ يَفْعَلُ (سَمِعَ يَسْمَعُ) کا مصدر
قَنَطٌ اور قَنَاطَةٌ ہے اور فَعَلَ يَفْعَلُ (فَتَحَ
يَفْتَحُ) کہ دونوں میں عین کلمہ کو زبر ہے اور فَعِلَ
يَفْعِلُ (حَسِبَ يَحْسِبُ) کہ دونوں میں عین کلمہ کو
زیر ہے مرکب ہیں اور دو بابوں (یعنی ایک کی
ماضی اور دوسرے کے مضارع سے) مل کر بنے ہیں
تاہم ان لغات میں اعلیٰ یہی ہے کہ اس کو باب
فَعَلَ عین کلمہ کے زبر سے اور يَفْعِلُ عین کلمے
کے زیر (یعنی ضَرَبَ يَضْرِبُ) سے قرار دیا جائے
کیونکہ قاریوں کا اتفاق ہے کہ آیت شریفہ
مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا زبر سے ہے اور مَنْ
يَقْنَطُ یا زیر سے ہے یا زبر سے ہے، پ ۲۴/۳
تَقُوْلُ۔ تو کہے، تو کہتا ہے، تو کہیگا، قَوْلٌ سے
مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اَقُلْ)
پ ۴/۴ پ ۵/۸ پ ۱۳/۸ پ ۱۶/۱۲ پ ۲۳/۲
تَقُوْلُ۔ وہ کہے، وہ کہتی ہے، وہ کہے گی،

قَوْلٌ سے، مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب
پ۶ پ۲۳ پ۲۷ پ۲۹

تَقَوَّلَ۔ اس نے بنا لیا، اس نے گڑھ لیا۔ اس نے باندھ لیا۔ تَقَوُّلٌ سے جس کے معنی دل سے گڑھ کر دوسرے کی طرف سے کہدینے کے ہیں، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، پ۲۹

تَقُوْلَنَّ۔ تو ضرور کہیگا، قَوْلٌ سے، مضارع بانون تاکید کا صیغہ واحد مذکر حاضر، لَا تَقُوْلَنَّ (تو ہرگز نہ کہیو) فعل نہی بانون ثقیلہ ہے پ۱۵

تَقُوْلُوْا۔ تم کہو، تم کہنے لگو، تم کہتے ہو، تم کہوگے قَوْلٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، نون اعرابی عامل کے آنے سے حذف ہو گیا، پ۱ پ۲ پ۵ پ۹ پ۲۵ پ۲۸ لَا تَقُوْلُوْا (تم نہ کہو) فعل نہی ہے۔ پ۵ پ۶ پ۲۲

تَقُوْلُوْنَ۔ تم کہتے ہو، تم کہوگے، قَوْلٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ۱ پ۵
پ۶ پ۸ پ۱۱ پ۱۵ پ۱۸ پ۲۶ پ۲۹

تَقَوَّلَهٗ۔ اس نے اس کو بنا لیا ہے، اس نے اسے گڑھ لیا ہے، اس میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ہے، پ۲۷

تَقُوْمَ۔ تو کھڑا ہووے، تو اٹھے، تو کھڑا ہوتا ہے، تو کھڑا ہوگا، تو اٹھتا ہے، تو اٹھیگا۔ قِیَامٌ سے۔ مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، پ۱۱ پ۱۹ پ۲۷ پ۲۹

تَقُوْمُ۔ وہ کھڑی ہوتی ہے، وہ کھڑی ہوگی، وہ قائم ہے، وہ قائم ہوگی، قِیَامٌ سے، مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو قِیَام) پ۱۱ پ۲۳ پ۲۵

تَقُوْمُوْا۔ تم کھڑے ہو، تم قیام کرو، تم قائم رہو قِیَامٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اَنْ کے آنے سے نون اعرابی حذف ہوگیا ہے پ۵ پ۲۲

تَقْوٰی۔ پرہیزگاری، بچنا، تقویٰ اِتَّقٰی سے اسم ہے، لغت میں تو تقویٰ کے معنی ہیں نفس کا اس چیز سے بچانا اور حفاظت میں رکھنا کہ جس کا خوف ہو، لیکن کبھی کبھی خوف کو تقویٰ سے اور تقویٰ کو خوف سے بھی موسوم کرتے ہیں، جس طرح سے کہ سبب بول کر مسبب اور مسبب بول کر سبب مراد لے لیتے ہیں۔ عرف شرع میں تقویٰ نفس کو ہر اس چیز سے بچانے کا نام ہے جو گناہ کی طرف لے جائے

لہ گھڑ

یہ بات ممنوعات کے اجتناب سے حاصل ہوتی ہے مگر اس کی تکمیل اس وقت ہوتی ہے کہ بعض مباحات کو بھی ترک کیا جائے۔ چنانچہ مروی ہے الحلال بیّن والحرام بیّن ومن رتع حول الحمی یخشیٰ ان یقع فیہ (حلال کھلا ہوا ہے اور حرام کھلا ہوا ہے اور جو چراگاہ کے گرد چرائیگا تو (اس کے حال کو دیکھتے ہوئے یہ خطرہ ہے) درست معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس میں داخل ہو جائے)

علماء نے "تقویٰ" کے تین درجہ بتائے ہیں، ادنیٰ، اوسط اور اعلیٰ۔ ادنیٰ درجہ تقویٰ کا ایمان ہے کہ جس کے ذریعہ دوزخ کے دائمی عذاب سے رہائی حاصل ہوتی ہے اور اوسط درجہ ہر اس چیز کا چھوڑ دینا ہے کہ جس کا کرنا یا نہ کرنا آدمی کو گنہگار بنا دے پس صغائر پر اصرار نہ ہو اور کبائر سے بالکلیہ اجتناب ہو، اور اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ باطن کو ہر اس چیز سے محفوظ رکھا جائے کہ جو ماسوی اللہ میں مشغول کرے یہ تقویٰ کا حقیقی درجہ ہے۔

یک چشم زدن غافل ازاں شاہ نباشی
شاید کہ نگاہے کند آں گاہ نباشی

پ ۲ ۹و۱۵، پ ۶ ۵و۹، پ ۸ ۱۰، پ ۱۱ ۳، پ ۱۶ ۱۴، پ ۱۷ ۱۱و۱۲، پ ۲۶ ۱۱و۱۳، پ ۲۵ ۲، پ ۲۹ ۱۹، پ ۳۰ ۲۱

تَقْوِيْمٍ۔ درست کرنا، ٹھیک کرنا۔ بروزن تَفْعِیْلٌ مصدر ہے۔ پ ۳۰

تَقْوٰهَا۔ اس کی پرہیزگاری، تَقْوٰی مضاف هَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ پ ۳۰/۱۶

تَقْوٰهُمْ۔ ان کی پرہیزگاری، ان کا تقویٰ، تَقْوٰی مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ، پ ۲۶

تَقْهَرْ۔ تو دبائے، تو ظلم کرے (فَتْحٌ) قَهْرٌ سے جس کے معنی دوسرے پر غلبہ کرنے، اس کو دبانے اور ذلیل کرنے کے ہیں، مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، واضح رہے کہ قَهْرٌ کے معنی میں غلبہ اور تذلیل دونوں ایک ساتھ ملحوظ ہیں، اور ان دونوں میں سے ہر ایک معنی میں بھی علیحدہ علیحدہ استعمال ہوتا ہے چنانچہ هُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ (وہی غالب ہے اپنے بندوں پر) اور اِنَّا فَوْقَهُمْ قَاهِرُوْنَ (بلاشبہ ہم ان پر غالب ہیں) میں محض غلبہ ہی کے معنی میں آیا ہے، اور فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ (سو جو یتیم ہو اس کو مت دبا) میں محض تذلیل کے معنی میں

استعمال ہوا ہے کہ یتیم کو ذلیل نہ کرو، پ ۳۰/۱۸
تَقِیًّا۔ پرہیزگار، متقی، وِقَایَۃٌ سے جس کے معنی ہر اس چیز سے حفاظت کرنے کے ہیں جو ایذا دے یا ضرر پہنچائے، صفت مشبہ کا صیغہ پ ۱۶/۴
تُقٰىۃً۔ بچنا، حفاظت کرنا، پرہیز کرنا، وَقٰی یَقِیْ کا مصدر ہے، دراصل وَقَاۃ تھا، واو کو تا سے بدل لیا، پ ۳/۱۱
تَقِیْکُمْ۔ وہ تمہیں بچاتی ہے، تَقِیْ وِقَایَۃٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مونث غائب۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر، پ ۱۴
تُقِیْمُوْا۔ تم قائم کرو، اِقَامَۃٌ سے، بمعنی بجاآوری حقوق کے مضارع کا صیغہ، جمع مذکر حاضر، حَتّٰی کے آنے سے نون اعرابی ساقط ہو گیا ہے، (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو اَقَامَ۔) پ ۶/۱۲

فصل الکاف

تَکُ۔ وہ ہووے، وہ ہوتی ہے، وہ ہو گی، کَوْنٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مونث غائب تَکُ اصل میں تَکُوْنُ تھا، اِنْ شرطیہ کے آنے سے واو جو حرف علت تھا حذف ہو گیا اور نون کو بھی خلافِ قیاس حرفِ علت کے مشابہ مان کر کثرتِ استعمال کے سبب تخفیف کے لئے حذف کر دیا گیا، (ملاحظہ ہو اَکُوْنُ) پ ۵/۲
تَکُ۔ تو ہووے، تو ہوتا ہے، تو ہووے گا، کَوْنٌ سے، مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، لَا تَکُ (تو نہ ہو، تو مت ہو) صیغہ نہی ہے، لَمْ تَکُ (تو نہ تھا) مضارع نفی جحد بلم ہے، لَمْ کے آنے سے مضارع ماضی منفی کے معنی میں ہو گیا پ ۱۳/۹ پ ۱۴/۲۲ پ ۱۶/۴ پ ۲۱/۱۱ پ ۲۴/۱۰
تَکَاثُرُ۔ بہتات، زیادہ طلبی، دولت وجاہ عزت و مرتبہ مال اور اولاد کی کثرت کے لئے باہم جھگڑنا، بروزن تفاعُلٌ مصدر ہے پ ۲۷/۱۹ پ ۳۰/۲۸
تَکَادُ۔ قریب ہے، نزدیک ہے کَوْدٌ سے جس کے معنی چاہنے اور کسی فعل سے نزدیک ہونے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد مونث غائب (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو اَکَادُ) پ ۱۶ پ ۲۵/۲ پ ۲۹/۱
تَکَبَّرُوْا۔ تم بڑائی کرو، تم بزرگی سے یاد کرو۔ تَکَبُّرٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ ۷/۱۲

تَكْبِيْرًا۔ بڑائی کرنا، تعظیم کرنا، بروزن تَفْعِيْلٌ مصدر ہے، تکبیر کا استعمال دو معنی میں ہوتا ہے، ایک بڑا سمجھنا، دوسرے اللہ اکبر کہکر اللہ تعالیٰ کی تعظیم کا اظہار کرنا، پ ۱۵/۱۲

تُكْتَبُ۔ لکھی جائے گی، كِتَابَةٌ سے۔ مضارع مجہول کا صیغہ واحد مؤنث غائب (ملاحظہ ہو اُكْتُبُ) پ ۲۵

تَكْتُبُوْهُ۔ تم اس کو لکھو، تَكْتُبُوْا، كِتَابَةٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، نون اعرابی اَنْ ناصبہ کے آنے سے حذف ہوگیا ہے، ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب پ ۳

تَكْتُبُوْهَا۔ تم اس کو لکھو، اس میں ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب ہے پ ۳

تَكْتُمُوْا۔ تم چھپاؤ (نَصَرَ) كَتْمٌ اور كِتْمَانٌ سے جس کے معنی کسی بات کے چھپانے اور اور پوشیدہ رکھنے کے ہیں مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، لَا تَكْتُمُوْا (تم نہ چھپاؤ) فعل نہی ہے پ ۳

تَكْتُمُوْنَ۔ تم چھپاتے ہو، تم چھپاؤ گے كَتْمٌ اور كِتْمَانٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ ۱ (۹، ۳) پ ۳/۱۵ پ ۶/۳ پ ۶/۱۴ پ ۷/۱۸

تَكْتُمُوْنَهٗ۔ تم اس کو چھپاؤ گے، اس میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ہے، پ ۴

تُكَذِّبٰنِ۔ تم دونوں (جن وانس) جھٹلاتے ہو تم دونوں جھٹلاؤ گے، تَكْذِيْبٌ سے مضارع کا صیغہ تثنیہ مذکر حاضر پ ۲۷ (۱۱، ۱۲، ۱۳)

تُكَذِّبُوْا۔ تم جھٹلاؤ، تم جھٹلاؤ گے، تَكْذِيْبٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر اِنْ شرطیہ کے آنے سے نون اعرابی حذف ہوگیا پ ۲۰/۱۲

تُكَذِّبُوْنَ۔ تم جھٹلاتے ہو، تم تکذیب کرتے ہو، تَكْذِيْبٌ سے، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، پ ۹/۱۹ پ ۱۵/۲۱ پ ۲۳/۵ پ ۲۲ (۱۱، ۱۹) پ ۲۷ (۳، ۱۶) پ ۲۹ (۸، ۹) پ ۳۰

تَكْذِبُوْنَ۔ تم جھوٹ بولتے ہو (ضَرَبَ) كِذْبٌ سے جس کے معنی جھوٹ بولنے کے ہیں، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔

تَكْذِيْبٌ۔ جھٹلانا، جھوٹ کی طرف منسوب کرنا بروزن تَفْعِيْلٌ مصدر ہے پ ۳۰

تُكْرِمُوْنَ۔ تم عزت کرتے ہو، تم حرمت کرتے ہو، اِكْرَامٌ سے، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اَكْرَامٌ) پ ۳۰/۱۲

تُكْرِهُ۔ تو زبردستی کرتا ہے، تو زور کریگا تو جبر کریگا

اِکْرَاہٌ سے۔ مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر
(ملاحظہ ہو اِکْرَاہ) پ ۱۱/۱۵
تَکْرَہُوْا۔ تم ناپسند کرو، تم مکروہ سمجھو، تم کو
نہ بھائے، تم ناخوش ہو، تم کو بری لگے، کُرْہٌ
سے جس کے معنی گراں گزرنے دشوار لگنے اور
ناپسند ہونے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ
جمع مذکر حاضر، پ ۲/۱۴
تُکْرِہُوْا۔ تم زبردستی کرو، تم مجبور کرو، تم جبر کرو
اِکْرَاہٌ سے جس کے معنی انسان کو کسی ایسے کام
کے کرنے پر مجبور کرنے کے ہیں جو اس کو ناپسند
ہو، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر لَا تُکْرِہُوْا
(تم زور نہ کرو، تم جبر نہ کرو) صیغہ نہی ہے (ملاحظہ
ہو اِکْرَاہِهِنَّ) پ ۴
تَکْسِبُ۔ وہ کماتی ہے، وہ کمائیگی، کَسْبٌ
سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب
"کسب" اور "خلق" میں جو فرق ہے اس کے
متعلق علامہ مسعود بن عمر تفتازانی رقمطراز ہیں۔

ان صرف العبد قدرته وارادته الی الفعل کسب وایجاد اللہ تعالی الفعل عقیب ذلک خلق والمقدور الواحد داخل تحت قدرتین لکن بجهتین مختلفتین فالفعل مقدور اللہ تعالی بجهة الایجاد ومقدور العبد بجهة الکسب[1]	بندہ کا فعل کی طرف اپنی قدرت وارادہ کا صرف کرنا کسب ہے اور اس کے بعد اللہ تعالی کا فعل کو ایجاد کرنا خلق ہے اور ایک ہی مقدور دو قدرتوں کے تحت داخل ہے لیکن دو مختلف حیثیتوں سے، پس فعل اللہ تعالی کا مقدور ہے باعتبار ایجاد کے اور بندہ کا مقدور ہے باعتبار کسب کے؛

(ملاحظہ ہو اِکْتَسَبَ) پ ۳ ۱۳/۱۲ ۴/۱۲
تَکْسِبُوْنَ، تم کماتے ہو، تم کماؤگے کَسْبٌ
سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، پ ۱۱/۱ پ ۱۱/۲
تَکْفُرْ۔ تم کافر ہو، کُفْرٌ سے، مضارع کا صیغہ
واحد مذکر حاضر، لَا تَکْفُرْ (تو کافر نہ ہو) صیغہ نہی
ہے۔ یہاں سحر کے لئے کفر کا لفظ استعمال ہوا
ہے اس کے بارے میں علامہ راغب فرماتے ہیں
"جس طرح ہر فعل محمود کو ایمان سے قرار دیا گیا
ہے اسی طرح ہر فعل مذموم کو کفر سے قرار دیا گیا
ہے، چنانچہ سحر کے متعلق ارشاد ہے۔ وَمَا کَفَرَ
سُلَیْمٰنُ وَلٰکِنَّ الشَّیٰطِیْنَ کَفَرُوْا یُعَلِّمُوْنَ
النَّاسَ السِّحْرَ (اور کفر نہیں کیا سلیمانؑ نے

[1] شرح عقائد نسفی ص ۷۵ و ۷۶ طبع علوی لکھنؤ ۱۳۹۳ھ

لیکن شیطانوں نے کفر کیا تھا، لوگوں کو جادو سکھاتے تھے) سود خواروں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِیْمٍ (اور اللہ دوست نہیں رکھتا ہر کفر کرنے والے گنہگار کو)۔ حج کے بیان میں وارد ہے وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ (اور اللہ کا حق ہے لوگوں پر حج کرنا اس گھر کا جو کوئی پائے اس تک راہ، اور جو کوئی منکر ہوا تو اللہ کو پرواہ نہیں جہان کے لوگوں کی)۔

(ملاحظہ ہو اُکْفُرُ) پ۱۲

تَكْفُرُوْا۔ تم کفر کرو، تم منکر ہو، تم کفر کرتے ہو تم منکر ہوتے ہو، تم کفر کرو گے، تم منکر ہو گے اِنْ شرطیہ کے آنے سے نون اعرابی حذف ہو گیا

علامہ احمد بن کی آفندی رومی مجالس الابرار میں فرماتے ہیں۔

"کفر تین قسم کا ہوتا ہے پہلی قسم "کفر جہلی" ہے جس کا سبب آیات و دلائل کی طرف کان نہ لگانا، ان کی طرف التفات نہ کرنا اور ان میں غور و فکر سے کام نہ لینا جیسے عام لوگوں کا کفر ہے کیونکہ اکثر عوام یہ ہی نہیں جانتے کہ ان پر کون کونسے عقائد ایمانی کا سمجھنا واجب ہے بلکہ بعض لوگ تو شہادت کے دونوں کلمے پڑھتے ہیں لیکن ان کے معنی سے یکسر ناواقف ہیں اور اللہ اور اس کے رسول میں تمیز نہیں کرتے ہیں۔

دوسری قسم "کفر جحودی" ہے اور اس کا سبب یا تو خود بینی اور تکبر ہوتا ہے جیسے کہ فرعون اور اس کے سرداروں کا کفر تھا، یا ریاست کے جاتے رہنے کا خوف اور سرداری کے میسر نہ ہونے کا دھڑکا جیسے ہرقل کا کفر تھا یا شرم اور بدنامی کا ڈر جیسے کہ ابوطالب کا کفر تھا۔

تیسری قسم "کفر حکمی" ہے یہ وہ کفر ہے جس کو شریعت نے تکذیب کی نشانی مقرر کی ہے جیسے زنار کا باندھنا اور بت کو سجدہ کرنا یا ان چیزوں کی حقارت کرنی کہ شرع میں جن کی تعظیم واجب ہے جیسے نعوذ باللہ مصحف کو کوڑی میں ڈالدینا اور علم و علماء اور امور دینی کا مذاق اڑانا یا حرام لعینہ کو جس کی حرمت دلیل قطعی سے ثابت ہو چکی ہو جیسے کہ زنا یا شراب خواری کو حلال سمجھنا اور جو کوئی امور مذکورہ میں سے کسی شے کا بھی مرتکب ہوا اس کے

تمام اعمال سوخت ہوگئے اسے نئے سرے سے نکاح کا کرنا اور اگر توبہ کے بعد مقدور رکھتا ہو تو دوبارہ حج کرنا لازم ہے۔" [1]

(ملاحظہ ہو اُکْفُرْ) پ ۵/۱۶، پ ۶/۳، پ ۱۳/۱۴، پ ۲۳/۱۵

تَكْفُرُوْنَ ۔ تم کفر کرتے ہو، تم کفر کروگے، کُفْرٌ سے، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، پ ۱/۳و۱۰، پ ۲/۲، پ ۳/۱۵، پ ۴/۱و۲، پ ۵/۹، پ ۶/۹، پ ۹/۱۸، پ ۲۳/۳، پ ۲۴/۷و۱۶، پ ۲۶/۲، پ ۲۸/۲

تُكَلَّفُ ۔ اسے تکلیف دی جاتی ہے، اسے تکلیف دی جائیگی، تَكْلِيْفٌ سے جس کے معنی کسی شخص سے ایسی چیز کی خواہش کرنے کے ہیں کہ جس میں رنج و محنت ہو، مضارع مجہول کا صیغہ واحد مؤنث غائب پ ۲/۱۴

تُكَلَّفُ ۔ تجھ کو تکلیف دی جاتی ہے۔ تجھ کو تکلیف دی جائیگی، تَكْلِيْفٌ سے مضارع مجہول کا صیغہ واحد مذکر حاضر، پ ۵/۸

تُكَلِّمُ ۔ تو باتیں کرتا ہے، تو باتیں کریگا، تو بولتا ہے، تو بولیگا، تَكْلِيْمٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اُكَلِّمُ) پ ۳/۱۲، پ ۶/۵، پ ۱۶/۴

تُكَلِّمُ ۔ وہ بولتی ہے، وہ بولیگی، وہ بات کرتی ہے، وہ بات کریگی، تَكَلُّمٌ سے جس کے معنی بولنے اور بات کرنے کے ہیں، مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب، اصل میں تَتَكَلَّمُ تھا ایک تا، حذف ہوگئی، پ ۱۲/۹

تُكَلِّمُنَا ۔ ہم سے باتیں کریں گے، ہم سے بولیں گے تُكَلِّمُ، تَكْلِيْمٌ سے مضارع کا صیغہ، واحد مؤنث غائب، نَا ضمیر جمع متکلم، عربی کا قاعدہ ہے کہ جب فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل کو واحد لاتے ہیں اور جمع مکسر (یعنی جس میں واحد کا وزن سلامت نہ رہے) کا حکم مؤنث غیر حقیقی کا حکم ہے کہ اس کے لئے مذکر اور مؤنث دونوں کا صیغہ استعمال کیا جاسکتا ہے، اگرچہ مؤنث کے صیغہ کا استعمال زیادہ فصیح ہے، یہاں چونکہ تُكَلِّمُ کا فاعل اَیْدِیْ ہے یَدٌ کی جمع اس لئے فعل کو مؤنث لایا گیا۔ پ ۲۳/۳

تُكَلِّمُوْنِ ۔ مجھ سے کلام کرو، مجھ سے بولو، تُكَلِّمُوْا تَكْلِيْمٌ سے، مضارع کا صیغہ، جمع مذکر حاضر، ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم محذوف ہے۔ یہاں لَا تُكَلِّمُوْنِ ہے۔ جو فعل نہی ہے، پ ۱۸/۶

[1] مجالس الابرار ص ۸۰، ۹۰، طبع مطبع نظامی سنہ ۱۲۸۳ھ

تُكَلِّمُهُمْ۔ وہ ان سے باتیں کرے گی، وہ ان سے بولیگی۔ تَكْلِيمٌ سے، مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ پ ۲۰/۲

تَكْلِيمًا۔ گفتگو کرنا، کلام کرنا، بروزن تَفْعِيلٌ مصدر ہے (ملاحظہ ہو كَلِمٌ) پ ۶/۲

تُكْمِلُوا۔ تم پورا کرو، تم تمام کرو۔ إِكْمَالٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، نون اعرابی لام کے آنے سے حذف ہوگیا (ملاحظہ ہو أَكْمَلْتَ) پ ۲/۷

تَكُنْ۔ وہ ہووے، وہ ہوتی ہے، وہ ہوگی كَوْنٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب، اصل میں تَكُوْنُ تھا (ملاحظہ ہو أَكُنْ)

پ ۳/۲ پ ۵/۱۱و۷ پ ۷/۱۹و۹ پ ۸/۸ پ ۱۰/۹ پ ۱۵/۱۲ پ ۱۹/۹ پ ۲۱/۱۱ پ ۲۵/۲۱

تَكُنْ تو ہو، تو ہوجائے۔ كَوْنٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، لَا تَكُنْ (تو نہ ہو) فعل نہی ہے (ملاحظہ ہو أَكُنْ)

پ ۴/۱۳ پ ۵/۱۳و۱۳ پ ۶/۱۴ پ ۱۲/۴ پ ۱۳/۴ پ ۱۶/۱۱ پ ۲۰/۲ پ ۲۱/۱۹ پ ۲۹/۲

تُكِنُّ۔ وہ چھپاتی ہے وہ چھپائیگی وہ پوشیدہ رکھتے ہیں، وہ پوشیدہ رکھیں گے إِكْنَانٌ سے، جس کے معنی دل میں کسی بات کے پوشیدہ رکھنے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ یہاں چونکہ تُكِنُّ کا فاعل اسم ظاہر صُدُوْرُ ہے جو جمع مکسر ہے اس لئے فعل کو مؤنث لایا گیا (ملاحظہ ہو تُكِنُّنَا) پ ۲۰/۱۱و۲

تَكْنِزُوْنَ۔ تم جمع کرتے ہو، تم ذخیرہ کرتے ہو تم گاڑتے ہو (ضَرَبَ) كَنْزٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اربابِ لغت "كنز" کے معنی ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

جعل المال بعضه على بعض وحفظه[1] مال کو تلے اوپر رکھنا اور اس کو محفوظ کرنا۔

"مال مکنوز" جمع کردہ مال کو کہتے ہیں۔ یہ كَنَزْتُ التَّمْرَ فِي الْوِعَاءِ سے ماخوذ ہے جو باردان میں کھجوریں رکھنے کے لئے آتا ہے كِنَازٌ اس وقت کو کہتے ہیں جب کھجوریں جمع کی جاتی ہیں۔ پُر گوشت ناقہ کو نَاقَةٌ كِنَازٌ بولتے ہیں۔

شریعت کی اصطلاح میں "کنز" اس مال کو کہتے ہیں جس کی زکوٰۃ نہ دی جائے امام بیہقیؒ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں۔

کل ما ادیت زکاته ہر وہ مال کہ جس کی زکوٰۃ

[1] مفردات راغب، و تفسیر خازن۔

وان کان تحت　ادا کردی جائے اگرچہ وہ
سبع ارضین فلیس　ساتوں زمینوں کے نیچے ہو
بکنز وکل مال تودی　کنز نہیں ہے اور ہر وہ مال
زکاتہ فھو　جس کی زکوٰۃ ادا نہ کی جائے
کنز۔ ¹　وہ کنز ہے۔

جمہور صحابہ وتابعین وائمہ مجتہدین کا
یہی مذہب ہے، اگرچہ بعض اربابِ زہد
جیسے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ
کنز کے لغوی معنی ہی مراد لیتے ہیں اور ان
کے نزدیک زندگی کی گزران اور ایک دن
کی قوت سے زائد جو مال بھی ہو اس کا جمع کرنا
"کنز" میں داخل ہے جو قابلِ مذمت اور
آیت کی وعید میں شامل ہے، لیکن ظاہر ہے
کہ یہ حکم زکوٰۃ کی فرضیت سے پہلے کا ہے۔
ورنہ جب مال جمع ہی نہیں کیا جا سکتا تو زکوٰۃ
کس مال کی لازم ہوگی۔ پ ۱۰/۱۱

تَکُوْنُ۔ وہ ہووے، وہ ہوتی ہے، وہ ہوگی
کَوْنٌ سے، مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب
(ملاحظہ ہو اَکُوْنُ) پ ۱/۸ پ ۳/۶و۷ پ ۵/۴ پ ۶/۱۳
پ ۸/۳ پ ۹/۱۵و۱۸و۱۹ پ ۱۱/۱۳و۱۴ پ ۱۴/۱۹ پ ۱۵/۱۰ پ ۱۶/۱۳ پ ۱۷/۱۲ پ ۱۸/۱۹

پ ۱۹/۱۸و۲۰ پ ۲۰/۳و۶ پ ۲۲/۵ پ ۲۳/۱ پ ۲۴/۵ پ ۲۹/۱ پ ۳۰/۲۶

تَکُوْنُ۔ تو ہووے، تو ہوتا ہے، تو ہوگا،
کَوْنٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر،
پ ۱/۹ پ ۵/۱۲و۱۳ پ ۷/۱۲و۱۵ پ ۸/۴ پ ۹/۴ پ ۱۱/۲ پ ۱۲/۷ پ ۱۳/۹
پ ۱۹/۱۵و۱۶ پ ۲۰/۵۔

تَکُوْنَا۔ تم دونوں ہوگے، تم دونوں ہو جاؤ
کَوْنٌ سے، مضارع کا صیغہ تثنیہ مذکر حاضر
پ ۱/۴ پ ۸/۹

تَکُوْنَنَّ۔ تو ضرور ہو جاتا ہے، تو ضرور ہو جائے گا
کَوْنٌ سے مضارع با نون تاکید کا صیغہ
واحد مذکر حاضر، لَا تَکُوْنَنَّ (تو ہرگز نہ ہو)
فعل نہی فعل ہے، پ ۲/۱ پ ۳/۸و۱۰ پ ۷/۹ پ ۱۱/۱۵و۱۶
پ ۱۲/۹و۱۳ پ ۱۳/۲ پ ۱۴/۴

تَکُوْنُوْا۔ تم ہو، تم ہوتے ہو، تم ہوگے، کَوْنٌ
سے، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، نون اعرابی
عامل کے سبب حذف ہوگیا ہے پ ۱/۵ پ ۲/۱و۲و۱۵
پ ۳/۸و۱۹ پ ۴/۱۲و۱۳ پ ۵/۲ پ ۶/۱۴ پ ۸/۱۹ پ ۱۰/۱۹ پ ۱۳/۱۲ پ ۱۴/۱۹
پ ۱۴/۱۲ پ ۱۵/۱۴ پ ۱۹/۷ پ ۲۰/۶ پ ۲۱/۱۲ پ ۲۲/۱۲ پ ۲۳/۹و۱۰ پ ۲۴/۱۲ پ ۲۸/۶

تَکُوْنُوْنَ۔ تم ہو جاؤ، کَوْنٌ سے مضارع کا صیغہ
جمع مذکر حاضر، پ ۵/۹

¹ فتح الباری ج ۳ ص ۲۱۵ طبع امیریہ مصر۔

تُکْوٰی۔ داغ دیا جائیگا، (ضَرَبَ) کَیٌّ سے جس کے معنی داغ دینے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب، پ ۱/۱۱

فصل اللام

تَلَاقِ۔ ایک دوسرے سے ملاقات کرنا۔ باہم جمع ہونا، اصل میں تَلَاقِیٌ تھا جو باب تَفَاعُلٌ کا مصدر ہے، ی جو حرفِ علت ہے آخر سے حذف ہوگئی، پ ۲۴

تِلَاوَتِہٖ اس کی تلاوت، اس کا پڑھنا "تلاوت" کا لفظ آسمانی کتابوں کی اتباع اور پیروی کے لئے مخصوص ہے جو کبھی ان کے پڑھنے اور کبھی ان کے مضامین امر و نہی اور ترغیب و ترہیب کے ذہن نشین کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ "تلاوت" "قرارت" سے اخص ہے اسی لئے ہر تلاوت قرارت ہے لیکن ہر قرارت تلاوت نہیں چنانچہ تلوت رقعتك (میں نے تیرے رقعہ کی تلاوت کی) نہیں کہا جائیگا، بلکہ قرآن مجید کے لئے تلاوت کا استعمال ہوگا کیونکہ جب اس کو پڑھا جاتا ہے تو اس کی اتباع واجب ہوجاتی ہے آیت شریفہ وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّیٰطِیْنُ (اور پیچھے پڑے اس کے جو پڑھتے تھے شیاطین) میں جو شیطانوں کے پڑھنے کو تلاوت کہا گیا ہے وہ اس وجہ سے کہ ان کو یہ زعم تھا کہ وہ کتبِ الٰہیہ کی تلاوت کرتے ہیں "تلاوت" کا فعل جب اللہ تعالیٰ کے لئے استعمال کیا جائے تو اس کے معنی نازل کرنے کے ہوں گے جیسے ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ (اے محمدؐ ہم تم پر آیتیں اور حکمت والی نصیحت اتارتے ہیں) آیت شریفہ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ میں علم و عمل دونوں میں اتباع کامل مراد ہے، پ ۱/۱۱

تَلَبَّثُوْا۔ انھوں نے توقف کیا، وہ ٹھیرے انھوں نے درنگ کی، تَلَبُّثٌ سے جس کے معنی ڈھیل کرنے توقف کرنے اور درنگ کرنے کے ہیں ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب پ ۲۱/۱۸

تَلْبِسُوْا۔ تم ملاؤ، تم خلط ملط کرو، تم چھپادو (ضَرَبَ) لَبْسٌ سے جس کے معنی اصل میں کسی شئے کے چھپا دینے کے ہیں اور اسی مناسبت سے خلط ملط اور مشتبہ کر دینے کے معنی بھی آتے ہیں، مضارع کا صیغہ

جمع مذکر حاضر، یاد رہے کہ لَبْسٌ کا استعمال صرف معانی کے لئے ہوتا ہے، ذواتُ اعیان کے لئے نہیں، یہاں لَا تَلْبِسُوْا (تم نہ ملاؤ تم نہ چھپاؤ) صیغہ نہی ہے ۱/۵

تَلْبِسُوْنَ۔ تم ملاتے ہو، تم خلط ملط کرتے ہو تم چھپاتے ہو، لَبْسٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، ۳/۱۵

تَلْبَسُوْنَهَا۔ تم اس کو پہنتے ہو تَلْبَسُوْنَ لُبْسٌ سے، جس کے معنی پہننے کے ہیں، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، هَا ضمیر واحد مؤنث غائب ۱۴/۲۲

تَلَذُّ۔ وہ لذت پکڑے، وہ لذت پکڑتی ہے وہ لذت پکڑیگی، (سَمِعَ) لَذَّةٌ سے جس کے معنی لذت پانے اور مزہ لینے کے ہیں، مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب ۲۵/۱۲

تَلَظّٰى۔ وہ بھڑکتی ہے، وہ شعلہ مارتی ہے، تَلَظِّیٌ سے جس کے معنی آگ کے لپٹیں مارنے شعلے بلند کرنے اور بھڑکنے کے ہیں، مضارع کا صیغہ، واحد مؤنث غائب اصل میں تَتَلَظّٰى تھا۔ ایک تا حذف ہوگئی، ۳۰

تَلْفِتَنَا۔ تو ہم کو پھیر دے، تو ہم کو پھیرتا ہے تو ہم کو پھیرے گا (ضَرَبَ) تَلْفِتُ لَفْتٌ سے، جس کے معنی پھیرنے اور موڑنے کے ہیں، مضارع کا صیغہ، واحد مذکر حاضر، نَا ضمیر جمع متکلم ۱۱/۱۲

تَلْفَحُ۔ وہ جھلس دیتی ہے، وہ جھلس دے گی، وہ جلا دیتی ہے، وہ جلا دیگی، (فَتَحَ) لَفْحٌ سے جس کے معنی جلا دینے اور جھلس دینے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب ۱۸/۹

تِلْقَاءَ۔ طرف، لِقَاءٌ سے، جس کے معنی ملاقات کرنے کے ہیں، اسم ہے، ملاقات کرنے اور آمنے سامنے ہونے کی جگہ کو تِلْقَاءَ کہتے ہیں اور اسی اعتبار سے طرف اور جہت کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے، ۸/۹ ۱۱/۱۵ ۸/۲۰

تَلْقَفُ۔ وہ نگل جاتی ہے، وہ نگل جائیگی (سَمِعَ) لَقْفٌ سے، جس کے معنی کسی چیز کو پھرتی سے لے لینا اور جھٹ اتار لینے کے ہیں خواہ منہ سے نگلنے کی صورت میں ہو یا ہاتھ سے لے لینے کی شکل میں، مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب، ۵/۹ ۱۲/۱۶ ۱۹/۷

تُلْقُوْا۔ تم ڈالو، اِلْقَاءٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر لَا تُلْقُوْا (تم مت ڈالو، تم نہ ڈالو)

صیغہ نہی ہے (ملاحظہ ہو اَلْقِ) پ ۲۸/۱

تُلْقُوْنَ۔ تم ڈالتے ہو، اِلْقَاءٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، پ ۲۵/۴

تَلَقَّوْنَہٗ۔ تم اس کو لینے لگے، تَلَقَّوْنَ، تَلَقِّیٌ سے، جس کے معنی کسی چیز کے لینے اخذ کرنے، تلقین پانے اور سامنے ہونے کے ہیں مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب، اصل تَتَلَقَّوْنَ تھا۔ ایک تار حذف ہوگئی، پ ۱۸/۸

تَلْقَوْہُ۔ تم اس سے ملاقات کرو (سَمِعَ) تَلْقَوْ، لِقَاءٌ سے جس کے معنی ملاقات کرنے کسی کے مقابل ہونے اور کسی کو پانے کے ہیں مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب، واضح رہے کہ لِقَاءٌ سے کبھی تو مقابل ہونا اور پانا دونوں معنی ایک ساتھ مراد ہوتے ہیں اور کبھی دونوں میں سے صرف ایک ہی معنی میں استعمال ہوتا ہے پ ۴/۵

تُلْقِیَ۔ تو ڈالتا ہے، تو ڈالیگا، اِلْقَاءٌ سے مضارع معلوم کا صیغہ واحد مذکر حاضر، (ملاحظہ ہو اَلْقِ) پ ۹/۴ پ ۱۶/۱۲

تُلْقٰی۔ تو ڈالا جائے گا، اِلْقَاءٌ سے، مضارع مجہول کا صیغہ واحد مذکر حاضر، پ ۱۵/۴

تَلَقّٰی۔ اس نے سیکھ لیا، اس نے پالیا، اس نے تلقین پائی، تَلَقِّیٌ سے، ماضی کا صیغہ، واحد مذکر غائب (ملاحظہ ہو تَلَقَّوْنَہٗ) پ ۱/۴

تُلَقّٰی۔ تجھے تلقین کیا جاتا ہے، تجھے ملتا ہے، تجھے سکھلایا جاتا ہے، تَلَقِّیٌ سے، مضارع مجہول کا صیغہ واحد مذکر حاضر، اصل میں تُتَلَقّٰی تھا، ایک تار حذف ہوگئی، پ ۱۹/۱۹

تِلْكَ۔ یہ اسم اشارہ بعید ہے، مفرد مؤنث کے لئے استعمال ہوتا ہے، اصل میں اسم اشارہ تِیْ ہے ل اس پر زیادہ کیا گیا ہے اور کاف حرف خطاب ہے، جس کی حسب احوال مخاطب تذکیر و تانیث اور جمع و تثنیہ میں گردان ہوتی رہتی ہے۔ پ ۱/۲۱ و ۲۲ پ ۲/۶ و ۸ و ۱۳ و ۱۶ پ ۳/۱ پ ۴/۲ و ۵ و ۱۲ پ ۶/۱۹ پ ۹/۳ پ ۱۱/۶ پ ۱۲/۲ و ۵ و ۱۱ پ ۱۳/۶ و ۱۱ و ۲۰ پ ۱۵/۲۰ پ ۱۶/۶ و ۱۰ پ ۱۷/۲ پ ۱۹/۵ و ۹ و ۱۶ و ۱۹ پ ۲۰/۲ و ۹ و ۱۲ و ۱۶ پ ۲۱/۱۰ پ ۲۵/۱۳ و ۱۶ پ ۲۷/۵ پ ۲۸/۱ و ۲ و ۱۶ پ ۳۰/۳۔

تِلْكُمَا۔ یہ دونوں، اسم اشارہ ہے، تثنیہ کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ پ ۸/۹

تِلْكُمْ۔ یہ سب، اسم اشارہ ہے جمع مذکر کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ پ ۸/۱۲

تَلْمِزُوْا تم عیب دو، تم عیب لگاؤ، (ضَرَبَ) لَمْزٌ سے، جس کے معنی عیب چینی کرنے اور عیب لگانے کے ہیں، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، یہاں لَا تَلْمِزُوْا (عیب لگاؤ) فعل نہی ہے، ۲۶/۱۱

تَلْوُا۔ تم پیچ دو، (ضَرَبَ) لَیٌّ سے، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، یہاں لَا نہی موجود ہے اس لئے فعل نہی ہے (ملاحظہ ہو لَیًّا) ۵

تَلَوْتُهٗ میں اس کو پڑھتا۔ تَلَوْتٌ، تِلَاوَةٌ سے، ماضی کا صیغہ واحد متکلم ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب (ملاحظہ ہو تِلَاوَتِہٖ) ۱۱

تَلُوْمُوْنِیْ۔ تم مجھے ملامت کرو، تم الزام دو (نَصَرَ) تَلُوْمُوْا لَوْمٌ سے، جس کے معنی ملامت کرنے کے ہیں، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، ن وقایہ، ی ضمیر واحد متکلم۔ یہاں لَا نہی موجود ہے اسلئے فعل نہی ہے ۱۳/۱۹

تَلْوٗنَ، تم مڑتے ہو، لَیٌّ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، جب اس کے صلہ میں عَلٰی آتا ہے تو اس کے معنی دوسرے کی طرف مڑنے متوجہ ہونے اور انتظار کرنے کے آتے ہیں فلان لا یلوی علی احد (فلاں کسی کی طرف مڑ کر بھی نہیں دیکھتا) سخت ہزیمت کے موقع پر استعمال ہوتا ہے قرآن مجید میں جو اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓی اَحَدٍ (کہ جب تم بھاگا بھاگ چلے جا رہے تھے اور کسی کی طرف مڑ کر بھی نہ دیکھتے تھے۔) وارد ہے وہ اسی موقع کے لئے استعمال ہوا ہے، ۴

تَلَّهٗ۔ اس کو پچھاڑا، (نَصَرَ) تَلَّ تَلٌّ سے جس کے معنی زمین پر پچھاڑنے کے ہیں، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب، ۲۳

تُلْهِكُمْ۔ وہ تم کو غافل کردے، تُلْہِ اِلْھَاءٌ سے، مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ لَا تُلْهِكُمْ (وہ تم کو غافل نہ کردے) صیغہ نہی ہے (ملاحظہ ہو اَلْھٰکُمْ) ۲۸/۱۴

تَلَهّٰی۔ تو غافل کرتا ہے، تَلَہِّیٌ سے جس کے معنی کھیلنے اور کسی چیز میں وقت گزارنے اور مشغول ہونے کے ہیں اور جب اس کے صلہ میں عَنْ آتا ہے تو اس کے معنی تغافل کرنے کے ہوتے ہیں، مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، اصل میں تَتَلَهّٰی تھا۔ ایک تا گر گئی۔ ۵/۳۰

تُلْهِيهِمْ ۔ وہ ان کو غافل کرتی ہے تُلْهِي (اِلْهَاءٌ سے، مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب
هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب، پ ۱۱

تُلِيَتْ، وہ پڑھی گئی، اس کی تلاوت کی گئی تِلَاوَةٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ، واحد مؤنث غائب (ملاحظہ ہو تِلَاوَتِہٖ) پ ۹ / ۱۵

تَلِينُ۔ وہ نرم ہو جاتی ہے، وہ نرم ہو جائیگی (ضَرَبَ) لِيْنٌ سے جس کے معنی نرم ہونے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب لِيْنٌ خُشُوْنَةٌ کی ضد ہے جس کا استعمال اجسام کے لئے ہوتا ہے اور بطور استعارہ معانی میں سے نرم خوئی وغیرہ اخلاق کے لئے بھی مستعمل ہے، لین اور خشونت حسب موقع استعمال کبھی مدح کے لئے اور کبھی مذمت کے لئے لائے جاتے ہیں، پ ۲۳ / ۱۷

تَلٰهَا۔ وہ اس کے پیچھے ہوا، تَلَا تُلُوٌّ سے جس کے معنی پیچھے پیچھے چلنے کے ہیں، ماضی کا صیغہ، واحد مذکر غائب، هَا ضمیر واحد مؤنث غائب۔ اصل میں تَلَا کا استعمال کسی چیز کی متابعت اور پیروی کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ پیروی کبھی جسم کے ذریعہ پیچھے پیچھے چل کر ہوتی ہے اور کبھی حکم کی اقتدار کرنے سے اس صورت میں اس کے مصدر تُلُوٌّ اور تِلْوٌ آتے ہیں اور کبھی پیروی پڑھنے اور معنی میں غور کرنے سے حاصل ہوتی ہے اس کے لئے تِلَاوَةٌ کا مصدر استعمال ہوتا ہے، آیت شریفہ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا (اور قسم ہے چاند کی جب آفتاب کے پیچھے آئے) میں اتباع بر سبیل اقتدار اور مرتبہ میں پیچھے ہونا مراد ہے کیونکہ چاند کی روشنی آفتاب سے لی ہوئی ہے اور وہ آفتاب کا بمنزلہ خلیفہ کے ہے پ ۳۰ / ۱۶

فصل المیم

تَمَّتْ، کامل ہوا، پورا ہوا، (ضَرَبَ) تَمَامٌ سے جس کے معنی کامل ہونے تمام ہونے اور پورا ہونے کے ہیں، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، پ ۹

تَمَاثِيْلَ۔ صورتیں، مورتیں، تصویریں، تِمْثَالٌ کی جمع، شریعتِ سلیمانی میں مجسمہ تراشی اور مصوری حرام نہیں تھیں، پ ۲۲ / ۸

تُمَارِ۔ تو گفتگو کرے، تو جھگڑے، مِمَارَاةٌ سے جس کے معنی کسی ایسی بات میں جھگڑنے اور گفتگو کرنے کے ہیں کہ جس میں شبہ اور تردد ہو، مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر لَا تُمَارِ (تو جھگڑا نہ کر

تو گفتگو نہ کر) فعل نہی ہے، پ ۱۵ / ۱۵

تَمَارَوْا۔ انھوں نے جھگڑا کیا، انھوں نے تکرار کیا، انھوں نے شک کیا، تَمَارِیٌ سے جس کے معنی شک کرنے اور باہم جھگڑنے کے ہیں ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب، پ ۲۷ / ۹

تُمٰرُوْنَهٗ۔ تم اس سے جھگڑتے ہو، تم اس سے گفتگو کرتے ہو، تم اس کے متعلق شک کرتے ہو تُمَارُوْنَ مُمَارَاۃٌ سے، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب پ ۲۷ / ۵

تَمَامًا۔ پورا کرنا، پورا ہونا، تمام کرنا، تمام ہونا، کسی شئے کے تمام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس حد تک پہنچ چکی کہ اب کسی خارجی شئے کی اس کو احتیاج نہیں رہی اور ناقص وہ ہے جو کسی خارجی شئے کی محتاج ہو، پ ۸

تَمَّتْ۔ پوری ہوئی، پوری ہے، تَمَامٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب پ ۸ پ ۹ پ ۱۳

تَمُتْ۔ وہ مرتی ہے، وہ مرگئی، مَوْتٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب، اصل میں تَمُوْتُ تھا، مگر لَمْ کے آنے سے وجہ حرف علت ساقط ہوگیا اور مضارع ماضی منفی کے معنی دینے لگا۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو اَمُوْتُ) پ ۲۳

تَمْتَرُنَّ۔ تم شک و شبہ کرو، تم جھگڑا کرو، اِمْتِرَاءٌ سے، جس کے معنی کسی ایسی چیز کی بابت حجت کرنے اور جھگڑنے کے ہیں کہ جس میں شک و شبہ اور تردد ہو، مضارع با نون تاکید کا صیغہ جمع مذکر حاضر، لَا تَمْتَرُنَّ (تم شک شبہ نہ کرو، تم حجت نہ کرو) صیغہ نہی ہے، پ ۲۵ / ۱۲

تَمْتَرُوْنَ۔ تم شک کرتے ہو، تم تردد کرتے ہو، اِمْتِرَاءٌ سے، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، پ ۷ پ ۲۵ / ۱۹

تَمَتَّعَ۔ اس نے فائدہ اٹھایا، اس نے فائدہ لیا۔ تَمَتُّعٌ سے جس کے معنی برتنے، فائدہ اٹھانے اور مدتِ منفعت میں امتداد ہونے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، واضح رہے کہ آیت میں "تمتع" سے تمتع عرفی مراد ہے نہ کہ شرعی اس لئے وہ تمتع اور قران دونوں کو شامل ہے پ ۲

تَمَتَّعْ، تو فائدہ اٹھا، تو برت لے، تَمَتُّعٌ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر، قرآن مجید میں جہاں کہیں تَمَتَّعْ اور تَمَتَّعُوْا کے صیغے وارد ہوئے ہیں اور دنیا سے تمتع اٹھانے کو کہا گیا ہے وہ بطور تہدید و زجر و توبیخ ہے کہ تمہیں ڈھیل

دی جارہی برت لو جو برتنا ہے، ۲۳/۱۵
تَمَتَّعُوْا۔ تم برت لو، تم فائدہ اٹھالو، تَمَتُّعٌ سے
امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۶/۲۹، ۱۲/۱۳، ۱۴/۱۳، ۲۷/۲۲،
۲۹/۲۲
تُمَتَّعُوْنَ تم کو فائدہ دیا جائیگا۔ تم سے
برتوایا جائے گا، تَمَتُّعٌ سے، مضارع مجہول
کا صیغہ، جمع مذکر حاضر، ۲۱/۱۸
تَمَثَّلَ۔ وہ متمثل ہوا، اس نے صورت پکڑی
تَمَثُّلٌ سے، جس کے معنی صورت پکڑنے اور
کسی دوسری چیز کی مثال پر ہونے کے ہیں
ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، اس معنی میں
جب تمثل کا استعمال ہوتا ہے تو اس کا
تعدیہ بذریعہ لام ہوتا ہے ۱۶/۵
تَمُدَّنَّ۔ تو لمبی کر، تو اٹھا، (نَصَرَ) مَدٌّ سے
جس کے معنی کھینچنے کے ہیں، مضارع بانون
ثقیلہ کا صیغہ واحد مذکر حاضر، آنکھوں کے لئے
جب اس کا استعمال ہو تو اس کے معنی نظر
اٹھانے کے آتے ہیں، لَا تَمُدَّنَّ (نہ اٹھا،
مت پسار) ۱۴/۸۸، ۲۰/۱۳۱
تُمِدُّوْنَنِ۔ تم میری مدد کرتے ہو، تم میری
رفاقت کرتے ہو، تُمِدُّوْنَ، اِمْدَادٌ سے
مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، ن وقایہ ی
ضمیر واحد متکلم، تحریر میں محذوف ہے (ملاحظہ
ہو اَمَدَّ دُنَکُمْ) ۱۹/۱۹
تَمُرُّ۔ وہ چلتی ہے (نَصَرَ) مُرُوْرٌ سے جس کے
معنی چلنے، رواں ہونے اور گزرنے کے ہیں
مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب، ۲۰/۲۰
تَمْرَحُوْنَ، تم اتراتے ہو، تم بہت خوش ہوتے ہو
مَرَحٌ سے، جس کے معنی اترانے اور بہت زیادہ
خوش ہونے کے ہیں، مضارع کا صیغہ
جمع مذکر حاضر، ۲۴/۱۴
تَمُرُّوْنَ، تم گزرتے ہو، مُرُوْرٌ سے، مضارع
کا صیغہ جمع مذکر حاضر، ۲۳/۸
تَمْسَسْکُمْ۔ وہ تم کو چھوئے، وہ تم کو پہنچے،
(نَصَرَ، ضَرَبَ) تَمْسَسْ مَسٌّ سے جس کے
معنی چھونے، ہاتھ لگانے اور پہنچنے کے ہیں
مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب، کُمْ
ضمیر جمع مذکر حاضر، ۴/۳
تَمْسَسْہُ۔ وہ اس کو چھوئے، اس میں ہٗ ضمیر
واحد مذکر غائب ہے ۱۸/۲۴
تَمَسَّکُمْ وہ تم کو چھوئے، وہ تم کو چھوئے گی،
تَمَسَّ مَسٌّ سے، مضارع کا صیغہ

واحد مؤنث غائب، یہاں سین کا سین میں ادغام ہوگیا ہے، کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر، پ ۳/۱۲

تُمْسِكُوْا۔ تم پکڑ رکھو، تم روک رکھو، اِمْسَاكٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر لَا تُمْسِكُوْا (تم نہ روک رکھو) صیغہ نہی ہے (ملاحظہ ہو اِمْسَاكٌ) پ ۲/۱۲

تُمْسِكُوْهُنَّ۔ ان عورتوں کو روک رکھو، اس میں هُنَّ ضمیر جمع مذکر غائب ہے پ ۲/۱۴

تَمَسَّنَا۔ وہ ہم کو چھوتی ہے، وہ ہم کو چھوئے گی تَمَسَّ مَسٌّ سے، مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب، نَا ضمیر جمع متکلم (ملاحظہ ہو تَمَسَّكُمْ) پ ۱/۱۲

تُمْسُوْنَ۔ تم شام کرتے ہو، اِمْسَاءٌ سے جس کے معنی شام کرنے یا شام کے وقت کسی فعل کے ہونے کے ہیں، مضارع کا صیغہ، جمع مذکر حاضر، جب اس کا استعمال فعل ناقص کی حیثیت سے ہوتا ہے تو بمعنی کان آتا ہے یعنی ہوجانے کے معنی دیتا ہے، پ ۱/۲۱

تَمَسُّوْهَا۔ تم اس کو ہاتھ لگاؤ، تم اس کو چھوؤ تَمَسُّوْا مَسٌّ سے، مضارع کا صیغہ، جمع مذکر حاضر، هَا ضمیر واحد مؤنث غائب لَا تَمَسُّوْا (تم اس کو ہاتھ نہ لگاؤ) فعل نہی ہے پ ۸/۱۲ پ ۹/۱۲ پ ۱۰/۱۲

تَمَسُّوْهُنَّ۔ تم ان (عورتوں) کو ہاتھ لگاؤ یہاں هُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب ہے، شاہ عبدالقادر صاحبؒ فرماتے ہیں، جب خلوت ہو چکی تو گویا ہاتھ لگایا، پ ۲/۱۵ پ ۲/۲۲

تَمْشِ۔ تو چلے، تو چلتا ہے، تو چلیگا، مَشْیٌ سے، مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، لَا تَمْشِ (تو مت چل) صیغہ نہی ہے (ملاحظہ ہو اِمْشُوْا) پ ۲/۱۵ پ ۳/۲۱

تَمْشُوْنَ۔ تم چلتے ہو، تم چلوگے، مَشْیٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، پ ۲/۲۷

تَمْشِيْ۔ وہ چلتی ہے، وہ چلنے لگی، وہ چلے گی مَشْیٌ سے، مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ پ ۶/۱۱ پ ۲۰/۹

تَمْكُرُوْنَ۔ تم مکر کرتے ہو، تم حیلے بناتے ہو، تم بداندیشی کرتے ہو، (نَصَرَ) مَكْرٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر (ملاحظہ ہو مَكْرٌ) پ ۱۱/۸

تَمْلِكُ۔ وہ مالک ہوتی ہے، وہ مالک ہوگی وہ اختیار رکھتی ہے، وہ اختیار رکھے گی، (ضَرَبَ) مِلْكٌ سے۔ مضارع کا صیغہ

واحد مؤنث غائب، مِلْکٌ کا استعمال دو معنوں میں ہوتا ہے، ایک مالک اور والی ہونا، دوسرے اختیار پانا، خواہ مالک اور والی ہو یا نہ ہو، یہاں دوسرے معنی مراد ہیں پ۲۲

تَمْلِكُ، تو اختیار رکھتا ہے تو اختیار رکھے گا مِلْکٌ سے، مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، پ۷

تَمْلِكُوْنَ. تمہارے ہاتھ میں ہو، تم مالک ہو تم اختیار رکھتے ہو، تم اختیار رکھو گے، مِلْکٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر قرآن مجید میں یہ صیغہ دو جگہ آیا ہے، اول جگہ بمعنی مالک اور والی ہونے کے اور دوسری جگہ بمعنی اختیار پانے کے ہے پ۱۵، پ۲۲

تَمْلِكُهُمْ. وہ ان پر بادشاہی کرتی ہے، وہ ان پر راج کرتی ہے، وہ ان کی مالک ہے تَمْلِكُ صیغہ واحد مؤنث غائب، هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب (ملاحظہ ہو تَمْلِكُ) پ۱۹

تُمْلٰى. وہ لکھوائی جاتی ہے، وہ پڑھی جاتی ہے اِمْلَاءٌ سے بمعنی املا کرانے کے، مضارع مجہول کا صیغہ واحد مؤنث غائب، املا کی صورت یہ ہے کہ استاد بولتا اور پڑھتا جائے اور شاگرد لکھتے اور پڑھتے رہیں، پ۱۸

تَمْنَعُهُمْ. وہ ان کو منع کرتی ہے، وہ ان کو بچاتی ہے، وہ ان کو روکتے ہیں، وہ ان کی حفاظت کرتے ہیں، تَمْنَعُ، مَنْعٌ سے جس کے معنی نہ دینے، روکنے اور حمایت کرنے کے ہیں، مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب (ملاحظہ ہو بُسَّتْ) پ۲۸

تَمْنُنْ، تو احسان کرے (نَصَرَ) مَنٌّ سے جس کے معنی احسان کرنے اور احسان رکھنے کے آتے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر آیت شریفہ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ (اور ایسا نہ کر کہ احسان کرے اور بدلہ بہت چاہے) میں مَنٌّ سے بعض منت بالقول (زبان سے احسان جتلانا) مراد لیتے ہیں، ان کی رائے میں اس سے ممانعت ہے کہ احسان جتلا کر زیادہ طلب کیا جائے، اور بعض کے نزدیک اس کے معنی یہ ہیں کہ اس غرض سے نہ دو کہ زیادہ لو، لَا تَمْنُنْ فعل نہی ہے، پ۲۹

تَمُنُّوْا. تم احسان رکھو، تم منت رکھو، مَنٌّ سے، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، آیت شریفہ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَیَّ اِسْلَامَكُمْ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ

(آپ کہئے تم اپنے مسلمان ہونے کا مجھ پر احسان
نہ رکھو بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے
تم کو ایمان کی طرف ہدایت کی) یہاں ان
لوگوں کی طرف سے جو منت ہے وہ قولی ہے
جو مذموم ہے اور اللہ کی طرف سے جو منت
ہے وہ فعلی ہے جو محمود ہے' ۲۶/۱۴

تَمَنَّوْا۔ انھوں نے آرزو کی۔ انھوں نے
تمنا کی، تَمَنِّیٌ سے، ماضی کا صیغہ، جمع مذکر
غائب، تَمَنِّیٌ کے معنی ہیں دل میں کسی چیز کا
ٹھیرانا اور اس کا تصور باندھنا اور یہ کبھی تو
محض ظن و تخمین اور اٹکل پر چلتا ہے اور کبھی
غور و فکر کا نتیجہ اور کسی اصل کی بنا پر ہوتا ہے
مگر چونکہ تمناؤں اور آرزوؤں کی بنیاد زیادہ تر
اٹکل اور تخمینہ پر ہی رکھی جاتی ہے اس لئے جھوٹ
کا اس میں بڑا دخل ہوتا ہے اور اسی سبب سے
اکثر اوقات تمنّی میں بے حقیقت اور ان ہونی
چیزوں کا تصور ہوتا ہے۔ ۴۵/۶

تَمَنَّوُا۔ تم آرزو کرو، تم تمنا کرو، تَمَنِّیٌ سے،
امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، ۱/۱

تَمَنَّوْنَ۔ تم تمنا کرتے ہو، تم آرزو کرتے ہو،
تَمَنِّیٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، ۲۷/۵

تُمْنُوْنَ تم منی ٹپکاتے ہو، اِمْنَاءٌ سے جس
کے معنی منی ٹپکانے اور منی ڈالنے کے ہیں
مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، ۲۷/۵

تَمْنُنْهَا۔ تو اس کا احسان رکھتا ہے تَمُنُّ مَنٌّ
سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، هَا
ضمیر واحد مؤنث غائب، مَنٌّ کی دو صورتیں
ہیں، ایک منت بالفعل یعنی نعمت و احسان
سے گرانبار کر دینا یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی
کی صفت ہے۔ کیونکہ جتنی نعمتیں ہیں اسی کی
پیدا کی ہوئی ہیں، دوسرے منت بالقول یعنی
زبان سے احسان جتلانا جو انسان کے لئے
معیوب ہے، یہاں اس کا استعمال اسی دوسرے
معنی میں ہوا ہے، ۹/۱۹

تُمْنٰی۔ وہ ٹپکائی جاتی ہے، وہ ڈالی جاتی ہے
وہ پیدا کی جاتی ہے، وہ مقدر کی جاتی ہے
(ضَرَبَ) مَنْیٌ سے جس کے معنی مقدر کرنے
آزمانے اور منی کے باہر آنے کے ہیں مضارع
مجہول کا صیغہ واحد مؤنث غائب، ۲۷/۷

تَمَنّٰی۔ اس نے خیال باندھا۔ اس نے آرزو
کی، اس نے تمنا کی اس نے پڑھا تَمَنِّیٌ سے
ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، آیت شریفہ

اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰی ۔ فَلِلّٰہِ الْاٰخِرَۃُ وَ الْاُوْلٰی (کہیں انسان کو ملتا ہے جو چاہے، بس اللہ ہی کے ہاتھ ہے پچھلا گھر اور پہلا گھر) میں تمنّٰی کا استعمال وہی ہے حقیقت خیالات باندھنے کے لئے ہوا ہے کہ انسان سوچتا ہے بت کی پوجا سے یہ ملیگا اور وہ ملیگا حالانکہ بت پوجے سے کیا ملتا ہے ملے وہی جو اللہ دے، سورۂ حج کی آیت وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (اور جو رسول بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے یا نبی سو جب لگا خیال باندھنے شیطان نے ملا دیا اس کے خیال میں، پھر اللہ مٹاتا ہے شیطان کا ملایا، پھر پکی کرتا ہے اپنی باتیں اور اللہ سب خبر رکھتا ہے حکمت والا ہے) میں تمنّٰی کے مفسرین نے دو معنی بیان کئے ہیں

(۱) اس نے خیال باندھا، اس نے آرزو کی

(۲) اس نے پڑھا، اس نے تلاوت کی، وجہ یہ ہے کہ تمنّٰی کا استعمال دونوں معنی میں ہوتا ہے۔ امام راغب فرماتے ہیں۔

التمنی تقدیر شیء	تمنی کے معنی ہیں دل میں
فی النفس وتصورہ	کسی چیز کا ٹھیرنا اور اس کا
فیھا۔	خیال باندھنا۔

اب آرزو کرنے اور خیال باندھنے میں تو یہ معنی صاف ظاہر ہیں اور قرارت کے لئے تمنی کا استعمال اس بنا پر ہوتا ہے کہ پڑھنے والا بھی الفاظ کا اندازہ رکھتا اور ان کا خیال کرتا ہے اسی لئے اندازے اور اٹکل سے پڑھنے کو تمنی کہتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت کو "تمنی" سے کیوں تعبیر کیا گیا اس کی وجہ خود امام راغب کے الفاظ میں یہ ہے۔

ولما کان النبی	اور چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
صلی اللہ علیہ وسلم	کے قلب پر روح الامین
کثیرا ما کان یبادر	جو کچھ لیکر اترتے آپ
الی ما نزل بہ الروح	اس کے متعلق اکثر جلدی
الامین علی قلبہ حتی	فرماتے تھے، یہاں تک کہ
قیل لہ لا تعجل بالقرآن	آپ کو حکم دیا گیا کہ قرآن کے
الآیۃ ولا تحرک بہ	پڑھنے میں عجلت سے کام
لسانک لتعجل بہ	نہ لو اور زبان کو اس کی قرات
سمی تلاوتہ علی ذلک	میں جلدی کرنے کے لئے حرکت
تمنیا ونبہ ان للشیطان	نہ دو اس لئے آپ کی اس

تسلطاً علی مثلہ طرح کی تلاوت کو تمنیٰ
فی امنیتہ (اندازے سے پڑھنا) سے موسوم
وذلک من کیا اور متنبہ کیا کہ اس طرح کے
حیث بین پڑھنے میں شیطان کا دخل
ان العجلۃ ہوتا ہے کیونکہ بیان کر دیا
من الشیطن۔ گیا ہے کہ جلدی شیطان
کی طرف سے ہے۔

امام موصوف کی رائے میں یہاں تمنیٰ کا استعمال تلاوت کے لئے ہوا ہے اور اس کی جو توجیہ تفسیر القرآن بالقرآن کے اصول پر انھوں نے بیان فرمائی ہے وہ ان کی امامتِ فن کے شایانِ شان ہے، افسوس ہے کہ بعض مفسرین نے بھی یہاں یہی معنی بیان کئے لیکن ان کی نظر آیت کی تفسیر کرتے وقت امام موصوف کی توجیہ پر نہیں بلکہ ایک موضوع اور جعلی روایت پر تھی جس کو انھوں نے غلطی سے تفسیر کی کتابوں میں داخل کر دیا ہے کہ سورۃ النجم کی تلاوت کے وقت جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیتیں تلاوت فرمائیں اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى تو سہواً آپ کی زبانِ مبارک سے بتوں کی تعریف میں یہ الفاظ ادا ہو گئے تلک الغرانیق العلی وان شفاعتھن لترتجی (یعنی یہ بت طائران قدس[1] ہیں اور ان کی شفاعت کی امید کی جا سکتی ہے) یا شیطان نے آپ کی آواز میں آواز ملا کر پڑھ دیئے چنانچہ جبرئیل علیہ السلام آئے اور انھوں نے خبر دی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بمجرد اطلاع پانے کے سخت ملال ہوا اس پر آپ کی تسلی کے لئے آیت مذکورہ نازل ہوئی اور آیت میں جو دخلِ شیطانی کا تذکرہ ہے اس سے مراد یہی القائے شیطانی ہے لیکن اس روایت کا جو حال ہے اس کے متعلق شیخ عبد الحق صاحب محدث دہلوی نے بالکل صحیح تحریر فرمایا ہے کہ:-

"[2] این قصہ عقلاً و نقلاً باطل و موضوع ست"

---

[1] غرانیق جانوران آبی کو کہتے ہیں، عُلیٰ کے معنی بلند مرتبت کے ہیں چونکہ بتوں کے متعلق ان کے پجاریوں کا یہ عقیدہ تھا کہ وہ ان کو اللہ سے قریب کرنے والے اور اس کے دربار ان کی شفاعت کرتے ہیں، اس لئے طائرانِ بلند پرواز سے ان بتوں کو تشبیہ دی گئی۔ [2] مدارج النبوت ج ۱ ص ۲۴۷ طبع نو لکشور۔

شاہ ولی اللہ صاحبؒ اور ان کے دونوں بیٹوں شاہ رفیع الدین صاحبؒ اور شاہ عبدالقادر صاحبؒ نے "تمنیٰ" کے وہی معنیٰ "آرزو کرنے اور خیال باندھنے" کے لئے ہیں، شاہ ولی اللہ صاحب نے فتح الرحمٰن میں اس آرزو کی مثالیں دی ہیں چنانچہ تحریر فرماتے ہیں۔

مترجم گوید مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بخواب دیدند کہ ہجرت کردند بزمینے کہ نخل بسیار دارد پس وہم بجانب یمامہ و ہجر رفت و در نفس الامر مدینہ بود، و مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بخواب دیدند کہ بمکہ درآمدہ اند و حلق و قصری کنند پس وہم آمد کہ درہماں سال ایں واقع شود و در نفس الامر بعد از سالہای چند متحقق شد و در امثال ایں صورت امتحان مخلصان و منافقان درمیان می آید واللہ اعلم" (ص ۳۵۳)

اور شاہ عبدالقادر صاحب موضح القرآن میں رقمطراز ہیں۔

"نبی کو ایک حکم اللہ سے آتا ہے اس میں ہرگز تفاوت نہیں اور ایک اپنے دل کا خیال، اس میں جیسے اور آدمی کبھی خیال ٹھیک پڑا کبھی نہ پڑا، جیسے حضرت نے خواب میں دیکھا کہ مدینے سے نکلے گئے، عمرہ کیا، خیال میں آیا کہ شاید اب کی برس وہ ٹھیک پڑا اگلے برس، یا وعدہ ہوا کافروں پر غلبہ ہوگا، خیال آیا کہ اب کی لڑائی میں، اس میں نہ ہوا، پھر اللہ جتا دیتا ہے کہ جتنا حکم تھا اس میں تفاوت نہیں۔" پ ۱۷ ع ۱۳

تَمُوْتُ - وہ مرجائے، اسے موت آئے، وہ مرتی ہے، وہ مرگی، مَوْتٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب (ملاحظہ ہو اَمُوْتُ) پ ۴ ع ۱۴

تَمُوْتُنَّ - تم مرو، مَوْتٌ سے مضارع با نون تاکید کا صیغہ جمع مذکر حاضر، لَا تَمُوْتُنَّ (تم نہ مرو، تم نہ مرلو) فعل نہی ہے، پ ۱ ع ۱۶

تَمُوْتُوْنَ - تم مرتے ہو، تم مروگے، مَوْتٌ سے، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، پ ۸ ع ۹

تَمُوْرُ - وہ پھٹتی ہے، وہ پھٹ جائے گی، وہ لرزتی ہے، وہ لرزیگی، وہ جنبش کرتی ہے، وہ جنبش کریگی، وہ پھرتی ہے، وہ پھرگی (نَصَرَ) مَوْرٌ سے جس کے معنی پھرنے اور تیز چلنے کے ہیں، مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب پ ۲۹ ع ۲

تَمْهِيْدًا - ہموار کرنا، تیار کرنا، بروزن تَفْعِيْل مصدر ہے، پ ۲۹ ع ۱۵

تَمِیْدَ۔ وہ ہلے، وہ جھکے، وہ ہلتی ہے، وہ جھکتی ہے، وہ ہلیگی، وہ جھکیگی (ضَرَبَ) مَیْدٌ سے جس کے معنی کسی بڑی چیز کے ہلنے اور حرکت کرنے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد مونث غائب پ ۱۴، پ ۱۷، پ ۲۱

تَمَیَّزُ۔ وہ پھٹ جائے، وہ پھٹ پڑے، تَمَیُّزٌ سے، جس کے معنی ایک دوسرے سے جدا ہونے اور پھٹ جانے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد مونث غائب، اصل میں تَتَمَیَّزُ تھا۔ ایک تاء حذف ہوگئی، پ ۲۹

تَمِیْلُوْا۔ تم جھک پڑو، تم کج روی کرو، تم مڑ جاؤ (ضَرَبَ) مَیْلٌ سے، جس کے معنی درمیان سے کسی ایک طرف ہٹ جانے کے ہیں اور اسی مناسبت سے اس کا استعمال ظلم و جور کے لئے ہوتا ہے۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، پ ۵، ۱۶۲

فصل النون المعجمة

تَنَابَزُوْا۔ تم چڑ مقرر کرو، تم برے نام نکالو، تم برے نام سے پکارو، تَنَابُزٌ سے جس کے معنی باہم چڑ مقرر کرنے، آپس میں برا نام نکالنے اور ایک دوسرے کو چڑانے اور برے نام سے پکارنے کے ہیں، مضارع کا صیغہ، جمع مذکر حاضر، یہاں چونکہ لا نہی موجود ہے اس لئے فعل نہی ہے، پ ۲۶

تَنَاجَوْا تم سرگوشی کرو، تم رازداری کرو، تَنَاجِیْ سے، جس کے معنی باہم رازداری اور سرگوشی کرنے کے ہیں، امر کا صیغہ، جمع مذکر حاضر، پ ۲۸

تَنَاجَیْتُمْ۔ تم نے سرگوشی، تم نے رازداری کی، تَنَاجِیْ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ ۲۸

تَنَادِ۔ فریاد کرنا، پکارنا، اصل میں تَنَادِیْ تھا بر تَفَاعُلٌ، قرآن مجید میں یَوْمَ التَّنَادِ ہے یوم کا مضاف الیہ ہونے کے سبب آخر سے ی جو حرف علت ہے حذف ہوگئی، پ ۲۴

تَنَادَوْا۔ انھوں نے باہم ایک دوسرے کو پکارا، انھوں نے آپس میں ایک دوسرے کو آواز دی، تَنَادِیْ سے، ماضی کا صیغہ، جمع مذکر غائب، پ ۲۹

تَنَازَعْتُمْ۔ تم نے جھگڑا کیا، تم نے نزاع کی، تَنَازُعٌ سے جس کے معنی باہم کشاکشی اور جھگڑا کرنے کے ہیں، ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر،

پ ۱۰ ع ۵

تَنَازَعُوْا ۔ انھوں نے جھگڑا کیا، انھوں نے نزاع کی، تَنَازُعٌ سے ماضی کا صیغہ، جمع مذکر غائب، پ ۴ ع ۱۲

تَنَازَعُوْا ۔ تم جھگڑا کرو، تم نزاع کرو، تَنَازُعٌ سے، امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، پ ۱۰ ع ۲

تَنَاصَرُوْنَ ۔ تم ایک دوسرے کی مدد کرتے ہو، تَنَاصُرٌ سے، جس کے معنی آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرنے کے ہیں مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، پ ۲۳ ع ۶

تَنَالُوْا ۔ تم پاتے ہو، تم پاؤگے، تم پہنچتے ہو، تم پہنچوگے (تجمع) نَیْلٌ سے جس کے معنی پانے اور پہنچنے کے ہیں، مضارع کا صیغہ، جمع مذکر حاضر، پ ۴

تَنَالُهٗ ۔ وہ اس کو پاتی ہے، وہ اس کو پائے گی وہ اس تک پہنچتی ہے، وہ اس تک پہنچے گی، تَنَالُ نَیْلٌ سے، مضارع کا صیغہ، واحد مؤنث غائب ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب، پ ۳

تَنَاوُشُ ۔ لینا، بروزن تَفَاعُلٌ مصدر، پ ۲۲ ع ۱۲

تَنْبُتُ ۔ وہ اگتی ہے، وہ اگاتی ہے (نَصَرَ) نَبْتٌ سے جس کے معنی اُگنے اور اگانے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب، تَنْبُتُ بِالدُّهْنِ (وہ تیل اگاتی ہے) میں بَا حال کے لئے ہے تعدیہ کے لئے نہیں، کیونکہ نَبَتَ خود متعدی ہے مطلب یہ ہے کہ وہ اس طرح اگتی ہے کہ تیل اس میں بالقوہ موجود ہوتا ہی پ ۱۸

تُنْبِتُ ۔ وہ اگاتی ہے، اِنْبَاتٌ سے مضارع کا صیغہ، واحد مؤنث غائب (ملاحظہ ہو اَنْبَتَكُمْ) پ ۲۳ ع ۲

تُنَبِّئَنَّهُمْ ۔ تو ان کو خبر دیگا، تو ان کو جتادیگا تُنَبِّئَنَّ تَنْبِئَةٌ اور تَنْبِیْئٌ سے، جس کے معنی آگاہ کرنے، بتلانے اور خبر دینے کے ہیں مضارع بانون تاکید کا صیغہ واحد مذکر حاضر هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب، پ ۱۲ ع ۱۳

تُنَبِّئُوْنَ ، تم جتاتے ہو، تم خبر دیتے ہو تَنْبِئَةٌ اور تَنْبِیْئٌ سے۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ ۱۱

تُنَبَّؤُنَّ ۔ تمہیں خبر دی جائیگی، تمہیں جتایا جائیگا۔ تَنْبِئَةٌ اور تَنْبِیْئٌ سے مضارع مجہول بانون تاکید کا صیغہ جمع مذکر حاضر، پ ۲۸ ع ۱۵

تُنَبِّئُوْنَهٗ ۔ تم اس کو خبردار کرتے ہو، تم اس کو جتلاتے ہو، اس میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کی پ ۱۳ ع ۱۱

تُنَبِّئُهُمْ۔ وہ ان کو جتا دے، وہ ان کو خبردار کردے، تُنَبِّئُ تَنْبِئَۃٌ اور تَنْبِیءٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب، هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب، پ ۱۱/۱۲

تَنْتَشِرُوْنَ تم چلتے پھرتے ہو، تم پھیلتے اور منفرق ہوتے ہو، اِنْتِشَارٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اِنْتَشِرُوْا) پ ۲۱

تَنْتَصِرَانِ تم بدلہ لے سکتے ہو، تم بدلہ لیتے ہو، تم بدلہ لوگے، تم مدد لے سکتے ہو، تم مدد لیتے ہو، تم مدد لوگے، اِنْتِصَارٌ سے مضارع کا صیغہ تثنیہ مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اِنْتَصَرَ) پ ۲۷/۱۴

تَنْتَهِ تو باز آتا ہے، تو باز آئیگا، اِنْتِهَاءٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، اصل میں تَنْتَهِي تھا۔ لَمْ کے آنے سے ی جو حرف علت ہے حذف ہوگئی (ملاحظہ ہو اِنْتَهُوْا) پ ۷ پ ۱۹/۱۲

تَنْتَهُوْا تم باز آتے ہو، تم باز آوگے، اِنْتِهَاءٌ سے۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اِنْ شرطیہ اور لَمْ کے آنے سے نون اعرابی آخر سے ساقط ہوگیا (ملاحظہ ہو اِنْتَهُوْا) پ ۹/۱۹ پ ۲۳/۱۴

تُنَجِّيْكُمْ وہ تم کو نجات دے، وہ تم کو بچائے وہ تم کو نجات دیتی ہے، وہ تم کو بچا لے گی۔ تُنَجِّي اِنْجَاءٌ سے، مضارع کا صیغہ، واحد مؤنث غائب، كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اَنْجَيْتَنَا) پ ۲۸

تَنْحِتُوْنَ۔ تم تراشتے ہو (ضَرَبَ) نَحْتٌ سے جس کے معنی تراشنے کے ہیں، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، پ ۸ پ ۹/۱۲ پ ۱۹

تُنْذِرُ۔ تو ڈرائے، تو ڈراتا ہے، تو ڈرائیگا اِنْذَارٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اَنْذِرْ) پ ۱ پ ۷ پ ۸ پ ۱۲ پ ۲۰ پ ۲۱ پ ۲۲ پ ۲۵

تَنْزِعُ۔ وہ اکھاڑ پھینکتی ہے (ضَرَبَ) نَزْعٌ سے، جس کے معنی کسی چیز کے اپنی جگہ سے اکھاڑنے اور کھینچ لینے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب، مگر اس معنی میں اس کا استعمال صرف اعراض کے لئے ہوتا ہے تَنْزِعُ النَّاسَ (وہ لوگوں کو جگہ سے اکھاڑ پھینکتی ہے)۔ میں بعض نے آندھی کے زور سے ہوا میں اڑجانا مراد لیا ہے اور بعض نے روحوں کا کھینچنا، مگر اول معنی متبادر ہیں پ ۲۷

تَنْزِعُ۔ تو چھین لیتا ہے، تو اکھاڑ پھینکتا ہے۔ نَزْعٌ سے معنی چھین لینے کے، مضارع کا صیغہ

واحد مذکر حاضر، جب نَزَعَ فلان کذا کہتے ہیں
تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ فلاں نے فلاں
چیز چھین لی۔ پ۳۰

تَنَزَّلُ۔ وہ اترتی ہے، وہ اتریگی، تَنَزُّلٌ
سے جس کے معنی اترنے کے ہیں مضارع کا صیغہ
واحد مؤنث غائب، اصل میں تَتَنَزَّلُ تھا
ایک تا حذف ہوگئی، پ۱۹/۱۵، پ۳۰/۲۲

تُنَزِّلَ۔ تو اتار لائے، تو اتارے، تَنْزِیْلٌ
سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر پ۷ پ۱۵

تُنَزَّلَ۔ وہ اتاری جائے، وہ اتاری جاتی ہے
وہ اتاری جائیگی، تَنْزِیْلٌ سے مضارع مجہول
کا صیغہ واحد مؤنث غائب، پ۳ پ۱۱

تَنَزَّلَتْ۔ وہ (جماعت) شیاطین اتری تَنَزُّلٌ
سے، ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب ۔
(ملاحظہ ہو بُیِّنَتْ) پ۱۹/۱۵

تَنْزِیْلٌ۔ اتارنا، بروزن تَفْعِیْلٌ مصدر ہے
"تنزیل" اور "انزال" میں یہ فرق ہے کہ تنزیل
میں ترتیب اور یکے بعد دیگرے تفریق کے
ساتھ اتارنا ملحوظ ہوتا ہے اور "انزال" عام ہے
ایک دم کسی شئے کے اتارنے کے لئے بھی
استعمال ہوتا ہے اور یکے بعد دیگرے ترتیب
سے اتارنے کے لئے بھی آتا ہے پ۱۹/۱۵ پ۲۱/۱۴ پ۲۴/۱۸
پ۲۳/۱۵ پ۲۳/۱۹،۱۵،۶ پ۲۵/۱۶ پ۲۶ پ۲۷/۱۹ پ۲۹/۹

تَنْزِیْلًا پ۱۵/۱۲ پ۱۷/۱۰ پ۱۹/۱ پ۲۹/۲۰

تَنْسَ۔ تو بھولے، تو فراموش کرے (سَمِعَ)
نِسْیَانٌ سے جس کے معنی بھولنے اور فراموش
کرنے کے ہیں، مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر
نسیان اور فراموشی کے تین سبب ہوتے ہیں
(۱) ضعف قلب (۲) غفلت (۳) قصد وارادہ
یعنی خود چاہ کر دل سے بھلا دینا، اللہ تعالیٰ نے
جس نسیان کی مذمت فرمائی ہے، وہ یہی
نسیان ہے کہ جس میں اپنے قصد وارادہ کو دخل ہو
ارشاد ہے فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِیْتُمْ لِقَاءَ یَوْمِکُمْ
هٰذَا اِنَّا نَسِیْنٰکُمْ (اب مزہ چکھو جیسا کہ تم نے
اس دن کی ملاقات کو بھلا دیا تھا ہم نے تم کو بھلا دیا)
اس میں اسی نسیان کا مذکور ہے جو بطریق اہانت
اور بقصد وارادہ ہو، اور جس نسیان میں کہ
انسان کو معذور قرار دیا گیا ہے وہ ہے کہ اس
کا سبب خود اس کا ارادہ نہ ہو، چنانچہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے رفع عن امتی
الخطاء والنسیان (میری امت سے بھول
چوک مرفوع (معاف) ہے) یہ وہی نسیان ہر

کہ جس میں اس کے ذاتی ارادہ کا دخل نہ ہو،
اللہ تعالیٰ کی طرف نسیان کی نسبت ہو تو
بطور اہانت سزا کے لئے لوگوں کو اپنی رحمت
سے محروم کرنے اور ان کو چھوڑ دینے کے معنی
ہوں گے، لَا تَنْسَ (تو فراموش نہ کر، تو مت
بھول) فعل نہی ہے یہاں بھی نسیان سے
نسیانِ ارادی مراد ہے، پ ۳۰/۱۱

تَنْسَوُا۔ تم بھول جاؤ، تم بھلا دو، تم فراموش
کرو، نِسْیَانٌ سے، مضارع کا صیغہ،
جمع مذکر حاضر، یہاں لَا نہی موجود ہے اس لئے
فعل نہی ہے، پ ۳/۱۵

تَنْسَوْنَ۔ تم بھولتے ہو، تم بھولے جاتے
ہو، تم بھلا دیتے ہو، تم بھولو گے، تم بھول
جاؤ گے، تم بھلا دو گے۔ نِسْیَانٌ سے،
مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ ۱/۵ پ ۲۰

تَنْسٰی تو بھولتا ہے، تو بھولے گا۔ نِسْیَانٌ
سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، پ ۳۰/۱۲

تُنْسٰی۔ تو بھلا دیا جائیگا، تو فراموش کر دیا
جائے گا۔ نِسْیَانٌ سے مضارع مجہول کا صیغہ
واحد مذکر حاضر۔ پ ۲۶/۱۶

تَنْشَقُّ۔ وہ پھٹ جائے، وہ شق ہو جائے
وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو، وہ پھٹتی ہے، وہ شق ہوتی ہے،
وہ پھٹ جائے گی، وہ شق ہو جائے گی،
اِنْشِقَاقٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب
(ملاحظہ ہو اِنْشَقَّ) پ ۱/۶

تَنْصُرُنَّهٗ۔ تم اس کی ضرور مدد کرو گے،
تَنْصُرُنَّ نَصْرٌ سے۔ مضارع با نون تاکید
کا صیغہ جمع مذکر حاضر، ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب
(ملاحظہ ہو اُنْصُرْنَا) پ ۳/۱۴

تَنْصُرُوْا۔ تم مدد کرتے ہو، تم مدد کرو گے،
نَصْرٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، نون
اعرابی عامل کے سبب محذوف ہے پ ۲۶/۵

تُنْصَرُوْنَ۔ تمہاری مدد کی جاتی ہے،
تمہاری مدد کی جائے گی، تم مدد دیے جاتے ہو
تم مدد دیئے جاؤ گے، نَصْرٌ سے۔ مضارع
مجہول کا صیغہ جمع مذکر حاضر، پ ۴/۱۲ پ ۱۸/۴ پ ۲۴/۲

تَنْصُرُوْهُ۔ تم اس کی مدد کرو گے، اس میں ہٗ
ضمیر واحد مذکر غائب ہے۔ پ ۱۰/۱۲

تَنْطِقُوْنَ۔ تم بولتے ہو (نَصَرَ) نُطْقٌ سے
جس کے معنی بولنے اور بات کرنے کے ہیں۔
مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ ۲۳/۲ پ ۲۶/۱۳

تَنْظُرُ وہ دیکھے، وہ دیکھ لے، وہ دیکھتی ہے،

وہ دیکھ لیگی، نَظَرٌ سے۔ مضارع کا صیغہ،
واحد مؤنث غائب (ملاحظہ ہو اُنْظُرْ) پ۳۰/۶

تَنْظُرُوْنَ۔ تم دیکھتے ہو، تم دیکھو گے نَظَرٌ
سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، پ۱/۶ پ۳۰/۵

تُنْظِرُوْنِ۔ تم مجھے ڈھیل دو، تم مجھے مہلت
دو، اِنْظَارٌ سے، مضارع کا صیغہ، جمع
مذکر حاضر، ی ضمیر واحد متکلم محذوف ہے
(ملاحظہ ہو اَنْظِرْنِیْ) پ۹ پ۱۱/۱۲ پ۱۲/۵

تَنْفُخُ۔ تو پھونک مارتا ہے، تو پھونک ماریگا
تو پھونکتا ہے، تو پھونکے گا، نَفْخٌ سے،
مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر (ملاحظہ ہو
اُنْفُخُوْا) پ۶/۵

تَنْفَدَ۔ وہ تمام ہو، وہ نبڑ جائے، وہ تمام ہوتی
ہے، وہ تمام ہوجائے گی (سَمِعَ) نَفَاذٌ سے
جس کے معنی نبڑ جانے، ختم ہوجانے اور تمام
ہوجانے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ،
واحد مؤنث غائب، پ۱۶/۳

تَنْفُذُوْا۔ تم نکل بھاگو، تم باہر چلے جاؤ نُفُوْذٌ
سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر اَنْ ناصبہ
کے سبب آخر سے نون اعرابی ساقط ہوگیا ہے
(ملاحظہ ہو اُنْفُذُوْا) پ۲۷/۱۲

تَنْفُذُوْنَ۔ تم نکلتے ہو، تم نکلو گے، نُفُوْذٌ سے
مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، پ۲۷/۱۲

تَنْفِرُوْا۔ تم نکلو، تم کوچ کرو، تم نکلتے ہو، تم کوچ
کرتے ہو، تم نکلو گے، تم کوچ کرو گے، نَفَارٌ
اور نُفُوْرٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر،
لَا تَنْفِرُوْا (تم مت نکلو، تم کوچ نہ کرو) فعل
نہی ہے (ملاحظہ ہو اِنْفِرُوْا) پ۱۰/۱۲ پ۱۰/۱۴

تَنَفَّسَ۔ اس نے سانس لیا، اس نے دم کھینچا
تَنَفُّسٌ سے، جس کے معنی سانس کی آمد و شد
کے ہیں، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، صبح
کے تنفسؔ کا مطلب پو پھٹنا ہے، پ۳۰/۴

تَنْفَعُ۔ وہ نفع دیتی ہے، وہ نفع دیگی، وہ کام
آتی ہے، وہ کام آئے گی، وہ فائدہ دیتی ہے
وہ فائدہ دیگی (فَتَحَ) نَفْعٌ سے جس کے معنی
فائدہ دینے، سود مند ہونے اور کام آنے کے
ہیں مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب
پ۱۶/۱۵ پ۲۲/۹ پ۲۷/۲

تَنْفَعَكُمْ، وہ تمہارے کام آتی ہے، وہ تمہارے
کام آئے گی۔ وہ تم کو نفع دیتی ہے، وہ تم کو
نفع دے گی۔ اس میں کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر
ہے۔ پ۲۸/۷

تَنْفَعُهٗ. وہ اس کو نفع پہنچاتی ہے، وہ اس کو نفع پہنچائے گی، وہ اس کے کام آتی ہے، وہ اس کے کام آئے گی، اس میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ہے، پ۳۰/۵

تَنْفَعُهَا۔ وہ اس کو فائدہ دیتی ہے، وہ اس کو فائدہ دیگی، وہ اس کے کام آتی ہے، وہ اس کے کام آئیگی، اس میں هَا ضمیر واحد مؤنث غائب ہے، پ۱/۱۵

تَنْفَعُهُمْ. وہ ان کو فائدہ دیتی ہے، وہ ان کو فائدہ دیگی، وہ ان کے کام آتی ہے، وہ ان کے کام آئیگی، اس میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے، پ۲۹/۶

تُنْفِقُوْا تم خرچ کرو، تم خرچ کرتے ہو، تم خرچ کروگے، اِنْفَاقٌ سے، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، نون اعرابی عامل کے سبب سے حذف ہوگیا ہے (ملاحظہ ہو اِنْفَاق) پ۳/۳ پ۴/۱ پ۱۰/۱ پ۲۶/۸ پ۲۸/۱۴ پ۲۸/۱۲

تُنْفِقُوْنَ. تم خرچ کرتے ہو، تم خرچ کروگے اِنْفَاقٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، پ۳/۵

تُنْقِذُ۔ تو نجات دلاتا ہے، تو نجات دلائیگا۔ تو چھڑاتا ہے، تو چھڑائیگا، تو رہا کراتا ہے، تو رہا کرائیگا، اِنْقَاذٌ سے، مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، (ملاحظہ ہو اَنْقَذَكُمْ) پ۲۳/۱۲

تَنْقُصُ، وہ گھٹاتی ہے، وہ کم کرتی ہے، نَقْصٌ سے، مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب (ملاحظہ ہو اُنْقُصُوْا) پ۲۶/۱۵

تَنْقُصُوْا، تم گھٹاؤ، تم کم کرو، نَقْصٌ سے مضارع کا صیغہ، جمع مذکر حاضر، یہاں لا نہی داخل ہے اس لئے فعل نہی ہے، پ۱۲/۸

تَنْقُضُوْا تم توڑو (نَصَرَ) نَقْضٌ سے بمعنی توڑنے کے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، یہاں چونکہ لا نہی موجود ہے، اس لئے فعل نہی ہے اصل میں نَقْضٌ کے معنی ہیں عمارت یا رسی یا ہار کی گرہ اور بندش کھولنے اور پراگندہ کرنے کے۔ اِبْرَامٌ کی ضد ہے اور اسی لئے بطور استعارہ "نقض" کا استعمال عہد شکنی کے لئے بھی ہوتا ہے۔ پ۱۴/۱۹

تَنْقَلِبُوْا۔ تم پھر جاتے ہو، تم پھر جاؤ گے، تم پلٹ جاتے ہو، تم پلٹ جاؤ گے اِنْقِلَابٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اِنْقَلَبَ) پ۴/۸

تَنْقِمُ. تو بیر کرتا ہے، تو انکار کرتا ہے، تو

عیب دیتا ہے، تو بیر کریگا، تو انکار کرے گا، تو عیب دیگا، (ضَرَبَ و سَمِعَ) نَقْمٌ سے جس کے معنی غصہ ہونے ناپسند کرنے اور انکار کرنے کے ہیں خواہ اس کا اظہار زبان سے ہو یا سزا دیکر، مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، پ۹

تَنْقِمُوْنَ. تم انکار کرتے ہو، تم بیر رکھتے ہو، تم عیب دیتے ہو، تم انکار کروگے، تم بیر کروگے، تم عیب دوگے، نَقْمٌ سے، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، پ۶ ع۱۲

تَنْكِحَ. وہ نکاح کرے، وہ وطی کرے، اِنْكَاحٌ سے، مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب یہاں نکاح کا استعمال وطی اور دخول کے معنی میں ہوا ہے (ملاحظہ ہو اَنْكِحُوْا) پ۲ ع۱۴

تَنْكِحُوْا. تم نکاح کرو، تم عقد کرو، نِکَاحٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، یہاں لَا نہی موجود ہے اس لئے فعل نہی ہے پ۲ ع۱۱

پ۴ ع۱۲ پ۵ ع۱۶ پ۲۲ ع۴

تُنْكِحُوْا. تم نکاح کردو، تم عقد کرادو، اِنْكَاحٌ سے، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اُنْكِحَكَ) پ۲ ع۱۱

تَنْكِحُوْهُنَّ. تم ان سے نکاح کرو، تم ان سے عقد کرو، اس میں هُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب ہے، پ۲۸ ع۸

تُنْكِرُوْنَ. تم انکار کرتے ہو، تم انکار کروگے اِنْكَارٌ سے، جس کے معنی انکار کرنے اور نہ پہچاننے کے ہیں، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، "انکار" "عرفان" کی ضد ہے، اصل میں اس کے معنی نہ پہچاننے یعنی قلب پر کسی ایسی چیز کے وارد ہونے کے ہیں کہ جو اس تصور میں نہ ہو یہ جہالت کی ایک قسم ہے جیسے فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ (جب وہ اس کے پاس آئے تو اس نے ان کو پہچان لیا اور وہ اس کو نہیں پہچانتے تھے) اور کبھی زبان سے انکار کرنے کے لئے بھی اس کا استعمال ہوتا ہے زبان سے انکار کا سبب وہی دل کا انکار ہے، لیکن بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ دل میں اس کی صورت موجود ہوتی ہے اور زبان سے انکار ہوتا رہتا ہے، اس صورت میں خلافِ واقع انسان جھوٹ بولتا ہے کہ دل میں اقرار اور زبان پر انکار ہوتا ہے چنانچہ یہاں بھی زبان کی جھٹلانا

اور نہ ماننا مراد ہے، پ۲۴ ع۱۴

تَنْكِصُوْنَ۔ تم بھاگتے ہو، تم پھرے جاتے ہو، (ضَرَبَ) نُكُوْصٌ سے، جس کے معنی کسی چیز سے پھرے جانے اور باز رہنے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، پ۱۸ ع۴

تَنْكِيْلًا۔ رسوا کرنا، عذاب دینا، سزا دینا، ضعیف اور عاجز بنا دینا، قید کر دینا، بروزن تَفْعِيْلٌ مصدر ہے، پ۵ ع۸

تَنُوْءُ۔ وہ بھاری ہوتی ہے، وہ جھکتی ہے (نَصَرَ) نَوْءٌ سے، جس کے معنی بھاری ہونے اور بوجھ کے مارے گرے جانے کے ہیں، مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب پ۲۰ ع۱۱

تَنُّوْرٌ۔ تنور، جس میں روٹی پکائی جاتی ہے علامہ خازن بغدادی تفسیر لباب التاویل میں رقمطراز ہیں۔

"تنور فارسی زبان کا لفظ ہے، معرب ہے، چونکہ اہلِ عرب اس کے دوسرے نام سے واقف نہیں اس لئے قرآن مجید میں یہی لفظ استعمال ہوا اور جس لفظ کو وہ جانتے تھے وہی بتایا اور بعض کا قول ہے کہ تنور فارسی اور عربی دونوں میں اسی طرح ہے (اس لئے یہ عربی بھی ہے اور فارسی بھی) اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اصل میں تو تنور عجمی لفظ ہے پھر عربوں نے اس کو بولنا شروع کیا تو عربی ہو گیا جیسے دیباج وغیرہ الفاظ ہیں

یہاں "تنور" سے کیا مراد ہے اس بارے میں اختلاف ہے، عکرمہ اور زہری کا بیان ہے کہ سطح زمین مراد ہے کیونکہ نوح علیہ السلام سے کہا گیا تھا کہ جب تم پانی کو سطح زمین پر ابلتا ہوا دیکھو تو کشتی پر سوار ہو جانا بس اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تنور کے جوش مارنے (یعنی سطح زمین کے ابلنے کو نوح علیہ السلام کے لئے اس حادثہ عظیم کی علامت قرار دی گئی تھی، حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ فار التنور کے معنی ہیں طلع الفجر و نور الصبح (یعنی پو پھٹ گئی اور صبح روشن ہو گئی) صبح کی روشنی کو تنور میں سے آگ نکلنے کے ساتھ تشبیہ دی گئی حسن بصری، مجاہد اور شعبی کہتے ہیں کہ تنور وہی ہے جس میں روٹی پکائی جاتی ہے یہی اکثر مفسرین کا قول ہے اور یہی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی ایک روایت میں منقول ہے اور یہی قول زیادہ صحیح ہے کیونکہ لفظ جب حقیقت اور مجاز میں دائر ہو تو اس کا حقیقت ہی پر حمل کرنا اولیٰ ہوتا ہے اور لفظ تنور اس جگہ کے نام کے لئے کہ جہاں

روٹی پکائی جاتی ہے حقیقت ہے۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ الف لام "التنور" میں ہے وہ عہد کا ہے اور یہاں پہلے سے سامع کے نزدیک کوئی چیز متعین نہیں، لہذا تنور کا کسی اور معنی پر محمول کرنا ضروری ہے اور وہ معاملہ کے شدت اختیار کر جانے کے معنی ہیں پس معنی یہ ہوں گے کہ جب پانی شدت سے ابلنے لگے اور زور کرے تو اپنے آپ کو اور اپنے ساتھیوں کو بچاؤ

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بعید نہیں کہ نوح علیہ السلام کو وہ تنور معلوم ہو، حسن بصریؒ کا بیان ہے کہ وہ تنور پتھر کا تھا اور حضرت حوا، اس میں روٹیاں پکاتی تھیں، پھر وہ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آگیا تھا اور ان سے کہہ دیا گیا تھا کہ جب تم دیکھو کہ پانی تنور سے ابل رہا ہے تو اپنے ساتھیوں کو لیکر کشتی میں سوار ہو جانا۔[1] پ۱۲ پ۱۸

تَنْهَرْ ۔ تو ڈانٹے، تو جھڑکے (فَتَحَ) نَهْرٌ سے، جس کے معنی سختی کے ساتھ ڈانٹنے اور جھڑکنے کے ہیں، مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، یہاں لاء نہی موجود ہے اس لئے فعل نہی ہے پ۳۰/۱۸،

تَنْهَرْهُمَا ۔ تو ان دونوں کو جھڑکے، تو ان دونوں کو ڈانٹے، اس میں هُمَا ضمیر تثنیہ مذکر غائب ہے، پ۱۵

تَنْهَوْنَ ۔ تم منع کرتے ہو، تم روکتے ہو نَهْیٌ سے، مضارع معروف کا صیغہ جمع مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اَنْهٰكُمْ) پ۸

تُنْهَوْنَ ۔ تم کو منع کیا جاتا ہے، تم کو روکا جاتا ہے، نَهْیٌ سے مضارع مجہول کا صیغہ جمع مذکر حاضر، پ۵

تَنْهٰى ۔ وہ روکتی ہے، وہ منع کرتی ہے نَهْیٌ سے، مضارع کا صیغہ، واحد مؤنث غائب۔ پ۲۱

تَنْهٰنَا ۔ تو ہم کو منع کرتا ہے، تو ہم کو روکتا ہے تَنْهٰى نَهْیٌ سے، مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر نَا ضمیر جمع متکلم، پ۱۲

تَنِيَا ۔ تم دونوں سستی کرو، تم دونوں سست ہو، (ضَرَبَ) وَنْیٌ سے جس کے معنی سست ہونے اور سستی کرنے کے ہیں مضارع کا صیغہ تثنیہ مذکر حاضر، یہاں لاء نہی موجود ہے اس لئے فعل نہی ہے، پ۱۶

[1] لباب التاویل ج ۳ ص ۱۸۹ طبع مصر ۱۳۲۱ھ

فصل الواو

تَوَّابٌ ۔ پھر آنے والا، توبہ کرنے والا، معاف کرنے والا، توبہ قبول کرنے والا، بروزن فَعَّالٌ مبالغہ کا صیغہ ہے، تَوْبَۃٌ سے مشتق ہے لغت میں توبہ کرنے والے اور توبہ قبول کرنے والے دونوں کو "تواب" کہا جاتا ہے، بندہ توبہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے اس لئے اس کا استعمال اللہ اور بندہ دونوں کے لئے ہوتا ہے، جب بندہ کی صفت میں آئے تو اس کے معنی کثرت سے توبہ کرنے والے بندہ کے ہوں گے چنانچہ جب وہ یکے بعد دیگرے گناہوں کو مسلسل ہر وقت چھوڑتے چھوڑتے بالکل تارک الذنوب ہو جاتا ہے تو "تواب" کہلاتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کی صفت میں استعمال ہوتا ہے تو اس کے معنی کثرت سے مسلسل بار بار بندوں کی توبہ قبول فرمانے والے کے ہیں، امام ابو سلیمان خطابی فرماتے ہیں۔

التواب ھوالذی یتوب علی عبادہ فیقبل توبتھم کلما تکررت التوبۃ تکرر القبول [1] — تواب وہ ہے کہ جو اپنے بندوں پر مہربانی فرما کر ان کی توبہ کو قبولیت بخشے کہ جتنی دفعہ توبہ دہرائی جائے اتنی ہی بار قبولیت کی تکرار ہو۔

قرآن مجید میں تواب کا لفظ جتنی جگہ آیا ہے، اللہ تعالیٰ کی صفت کے لئے آیا ہے، پ۱ ع۴،۶،۱۵ پ۲ پ۱۱ ع۳،۴ پ۱۸ ع۷ پ۲۶ ع۱۴

تَوَّابًا ۔ پ۵ ع۷ پ۵ ع۶ پ۳۰ ع۲۵

تَوَّابِیْنَ ، توبہ کرنے والے، تَوَّابٌ کی جمع، بحالت نصب و جر، پ۲ ع۱۲

تُؤَاخِذْنَآ ۔ تو ہم کو پکڑے، تُؤَاخِذُ مُؤَاخَذَۃٌ سے، جس کے معنی گناہ پر پکڑنے اور گرفت کرنے کے ہیں، مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر نَا ضمیر جمع متکلم، یہاں چونکہ لاءِ نہی ہے اس لئے فعل نہی ہے، پ۳ ع۸

تُؤَاخِذْنِیْ ۔ تو مجھے پکڑے، اس میں ن وقایہ، ی ضمیر واحد متکلم ہے، یہ بھی صیغہ نہی ہے، پ۱۵ ع۲۲

تَوَارَتْ ۔ وہ چھپ گیا، وہ پوشیدہ ہو گیا وہ چھپ گئی، وہ پوشیدہ ہو گئی، تَوَارِیٌ سے، جس کے معنی پوشیدہ ہونے اور چھپ

[1] کتاب الاسماء والصفات امام بیہقی طبع انوار احمدی الہ آباد ۱۳۱۳ھ ص ۵۹

جانے کے ہیں، ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب، واضح رہے کہ توارت کا فاعل شمس ہے جو یہاں مضمر ہے اور شمس یعنی آفتاب عربی میں مؤنث مستعمل ہوتا ہے ۳۲/۳۸

تَوَاصَوْا۔ انھوں نے وصیت کی، وہ کہہ مرے، انھوں نے تاکید کی، تَوَاصِیٌ سے جس کے معنی ایک دوسرے کو باہم نصیحت کرنے اور کہہ مرنے کے ہیں، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، ۲/۱۷ ۲۸،۱۵، ۳۰

تَوَاعَدْتُمْ۔ تم نے وعدہ مقرر کیا، تَوَاعُدٌ سے، جس کے معنی آپس میں ایک دوسرے سے وعدہ کرنے کے ہیں، ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر، پ۲

تُوَاعِدُوهُنَّ۔ تم ان سے وعدہ کرو تُوَاعِدُوْا مُوَاعَدَةٌ سے جس کے معنی کسی سے وعدہ کرنے کے ہیں مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، هُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب یہاں لا نہی موجود ہے اس لئے فعل نہی ہے۔ ۲/۱۲

تَوْبٌ۔ توبہ کرنا، تَابَ یَتُوْبُ کا مصدر ہے ۲۴/۳

تَوْبَةً۔ توبہ کرنا، گناہ سے باز آنا، توبہ کی توفیق دینا، توبہ قبول فرمانا، یہ بھی تَابَ یَتُوْبُ کا مصدر ہے، لازم اور متعدی دونوں طرح مستعمل ہوتا ہے، تَابَ اللّٰهُ عَلَى الْعَبْدِ جب بولا جاتا ہے تو اس کے معنی آتے ہیں اللہ نے بندہ کو توبہ کی توفیق دی اور تَابَ العبد کے معنی ہیں بندہ نے توبہ کی، ارشاد ہے ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا (پھر ان کو توبہ کی توفیق دی تاکہ وہ توبہ کریں، یا پھر ان پر مہربان ہوا تاکہ وہ باز آجائیں) غرض جب عَلٰی کے ساتھ استعمال ہوتا ہے تو متعدی ہوتا ہے، اور مہربان ہونے اور توبہ کی توفیق دینے کے معنی ہوتے ہیں اور بغیر علی کے آتا ہے تو لازم ہوتا ہے اور توبہ کرنے کے معنی ہوتے ہیں،

امام خطابی فرماتے ہیں معنی التوبۃ عود العبد الی الطاعۃ بعد المعصیۃ[1]۔ (توبہ کے معنی گناہ کے بعد بندہ کا نیکی کی طرف پلٹنا)۔

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں۔

• گناہ کے باحسن وجوہ چھوڑ دینے کا نام توبہ ہے یہ معذرت کی سب سے اچھی شکل ہے کیونکہ معذرت

[1] الاسماء والصفات لامام بیہقی ص ۵۹۔

کی تین ہی صورتیں ہیں، یا تو عذر بیان کرنیوالا
یوں کہیگا کہ میں نے کیا ہی نہیں یا یہ بیان کریگا
کہ میں نے اس وجہ سے کیا، یا میں نے کیا تو سہی
لیکن برا کیا۔ اور میں باز آیا، اس کے سوا چوتھی
صورت نہیں، بس یہ اخیر صورت توبہ ہے'
شریعت میں توبہ کا مطلب ہے (۱) گناہ کو برا
سمجھکر چھوڑ دینا (۲) جو کچھ غلطی ہو گئی اس پر
نادم ہونا۔ (۳) دوبارہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ
کرنا (۴) جن اعمال کا اعادہ کے ذریعہ تدارک
ہو سکتا ہے ان کا جہاں تک ممکن ہو تدارک کرنا[1]
جب یہ چاروں باتیں جمع ہوں گی تب توبہ
کی شرطیں پوری ہوں گی۔

پ۳/۱۷ پ۵/۱۰ پ۱۱/۲ پ۲۵/۳ پ۲۸/۲۰

تَوْبَتُهُمْ ان کی توبہ، تَوْبَةٌ، مضاف
هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ
آیت شریفہ إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ إِيْمَانِهِمْ
ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ
(بیشک جو لوگ اپنے ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے
اور پھر کفر میں بڑھتے رہے ان کی توبہ ہرگز قبول نہ ہوگی)
میں جو عدم قبولیت کے لئے فرمایا گیا ہے
اس کی صورت یہ ہے کہ ان کو توبہ کرنا ہی
نصیب نہ ہوگا کہ قبول ہو، پ۳/۱۷

تُوْبُوْا۔ تم توبہ کرو، تم باز آجاؤ، تم رجوع کرو
تَوْبَةٌ سے، امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، پ۱/۶

پ۱۱/۱۴ پ۱۲/۵، ۶، ۹، ۸ پ۱۸/۱۰ پ۲۸/۲۰

تُؤْتُوْا۔ تم دو، اِيْتَاءٌ سے، جس کے معنی دینے
اور لانے کے ہیں، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر
چونکہ یہاں لا نہی موجود ہے اس لئے فعل
نہی ہے پ۱۳/۱۲

تُؤْتُوْنِ۔ تم مجھ کو دو، اس میں نون وقایہ،
ی ضمیر واحد متکلم محذوف ہے، پ۱۳/۲

تُؤْتُوْهُنَّ۔ تم ان کو دیتے ہو، تُؤْتُوْنَ
اِيْتَاءٌ سے، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر
هُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب، پ۵/۱۶

تُؤْتَوْهُ۔ تم کو وہ دیا جائے تُؤْتَوْا، اِيْتَاءٌ
سے، مضارع مجہول کا صیغہ جمع مذکر حاضر
هٗ ضمیر واحد مذکر غائب، پ۶/۲

تُؤْتُوْهَا۔ تم اس کو دو، اس میں هَا ضمیر

[1] اگر حق العبد ہے تو اس کا تدارک ادا کرنے سے ہوگا اور اگر حق اللہ ہے اور قضا مشروع ہے تو قضا کرنے سے ورنہ محض توبہ ہے۔ ۱۲ منہ

واحد مؤنث غائب ہے۔ پ۵
تُؤتِیْ۔ تو دیتا ہے، تو دیگا، اِیْتَاءٌ سے۔ مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، پ۳
تُؤتِیْ۔ وہ دیتی ہے، وہ لاتی ہے، اِیْتَاءٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب، پ۱۳
تُؤثِرُوْنَ۔ تم اختیار کرتے ہو، تم پسند کرتے ہو، تم ترجیح دیتے ہو، اِیْثَارٌ سے، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اَثَرٌ) پ۳۰
تَوْجَلْ۔ تو ڈر (سَمِعَ) وَجَلٌ سے، جس کے معنی ڈر محسوس کرنے کے ہیں، مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، یہاں لا نہی موجود ہے، اس لئے فعل نہی ہے، پ۱۴
تَوَجَّہَ۔ وہ متوجہ ہوا، اس نے رخ کیا۔ تَوَجُّہٌ سے جس کے معنی متوجہ ہونے، کسی طرف رخ کرنے اور باہر نکلنے کے ہیں، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، پ۲۰
تَوَدُّ۔ وہ چاہیگی، وہ آرزو کریگی، وہ دوست رکھے گی (سَمِعَ) وُدٌّ سے، جس کے معنی دوست رکھنے اور آرزو کرنے کے ہیں، مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب پ۳
تُؤَدُّوْا۔ تم ادا کرو، تم پہنچا دو، تَاْدِیَۃٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر اَنْ ناصبہ کے آنے سے آخر سے نون اعرابی ساقط ہو گیا ہے (ملاحظہ ہو اَدُوْ) پ۵
تَوَدُّوْنَ۔ تم چاہتے ہو، تم دوست رکھتے ہو تم آرزو کرتے ہو، وُدٌّ سے، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، پ۹
تُؤْذُوْا۔ تم ایذا دو، تم تکلیف پہنچاؤ، اِیْذَاءٌ سے، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اَذَی) پ۲۲
تُؤْذُوْنَنِیْ۔ تم مجھے ستاتے ہو، تم مجھے ایذا دیتے ہو تُؤْذُوْنَ۔ اِیْذَاءٌ سے، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، نون وقایہ، ی ضمیر واحد متکلم ہے، پ۲۸
تُوْرُوْنَ۔ تم سلگاتے ہو، تم روشن کرتے ہو، اِیْرَاءٌ سے، جس کے معنی چقماق سے آگ نکالنے کے ہیں، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، پ۲۷
تَوْرٰىۃٌ۔ توریت، اس آسمانی کتاب کا نام ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی، علامہ زمخشری کی رائے میں توراۃ اور انجیل دونوں عجمی لفظ ہیں چنانچہ سابق میں

لفظ "انجیل" کے تحت ان کی تصریح مرقوم ہو چکی ہے، قاضی بیضاوی نے بھی انہی کی تحقیق کو مسلم رکھا ہے اور علامہ شیخ زادہ حواشی تفسیر بیضاوی میں رقمطراز ہیں۔

"لوگوں کا ان دونوں لفظوں کے متعلق اختلاف ہے کہ آیا یہ اشتقاق اور تصریف کے تحت آسکتے ہیں یا نہیں کیونکہ یہ دو مقدس کتابوں کے دو عجمی عبرانی نام ہیں، مصنف (قاضی بیضاوی) نے اسی دوسرے خیال کو اختیار کیا ہے، اور جو لوگ ان کے اشتقاق کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ تورات وری الزند سے مشتق ہے جس کا استعمال چقماق کی لکڑی کے سلگ کر آگ دینے کے لئے ہوتا ہے، چنانچہ وری الزند (چقماق کی لکڑی سلگ اٹھی) اور اوریتہ انا (میں نے اس کو سلگا کر آگ جلا دی) دونوں طرح مستعمل ہے، ارشاد الٰہی ہے أَفَرَأَيْتُمُ النَّارَ الَّتِي تُورُونَ (بھلا دیکھو تو آگ جو تم سلگاتے ہو) اس کا ثلاثی (ورى) لازم ہے اور رباعی (اورى) متعدی ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے فَالْمُورِيَاتِ قَدْحًا پھر قسم ہے آگ نکالنے والوں کی پتھر جھاڑ کر) پس چونکہ تورات میں وہ ضیاء و نور تھا، جس کے ذریعہ انسان ضلالت سے نکل کر ہدایت پر آجاتا ہے جس طرح کہ اندھیرے سے اجالے میں نکل آتا ہے اس لئے یہ کتاب تورات سے موسوم ہوئی اور اس کی تائید ارشاد خداوندی وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَىٰ وَهَارُونَ الْفُرْقَانَ وَضِيَاءً (اور ہم نے دی تھی موسیٰ اور ہارون کو فیصلہ کرنے والی اور روشنی) سے ہوتی ہے۔ یہی فراء اور جمہور کا قول ہے، فراء کا بیان ہے کہ اس کا وزن تَفْعِلَةٌ عین کے زیر سے ہے۔ پھر زیر کو زبر سے تبدیل کر لیا گیا۔ یہ طائی تلفظ یعنی بنی طے کی زبان ہے چنانچہ وہ ناصیۃ کو ناصاۃ اور جاریۃ کو جاراۃ اور ناحیۃ کو ناحاۃ بولتے ہیں اور بعض نے اس کا وزن تَفْعَلَةٌ عین کے زبر سے بتایا ہے۔" لہ

راغب اصفہانی کہتے ہیں کہ اس کا وزن فَوْعَلَةٌ بتایا گیا ہے اور تَفْعَلَةٌ اس لئے قرار نہیں دیا گیا کہ اس کا وجود کم ہے اور تا واؤ کا بدل ہے جس طرح کہ تَيْقُورٌ ہے کیونکہ اس کی اصل وَيْقُورٌ تھی۔ تا کو واؤ سے بدل لیا گیا۔

لہ حواشی شیخ زادہ ج ۱ ص ۶۰۱ طبع قسطنطنیہ ۱۲۸۳ھ

واضح رہے کہ توراۃ وہ کتاب ہے جو خاص حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی پس موجودہ کتاب جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد تصنیف ہوئی اور جس میں کچھ مضامین اصلی توراۃ کے بھی بطور یادداشت درج کرکے اس کا نام "توراۃ" رکھدیا گیا ہے، قطعی وہ توراۃ نہیں جس کا ذکر قرآن مجید میں کیا گیا پ۳ ع۹ و ۱۳ و ۱۵، پ۶ ع۱۰ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۴، پ۷ ع۱، پ۹ ع۴، پ۹ ع۹، پ۱۰ ع۳، پ۲۶ ع۱۲، پ۲۸ ع۱۱

تَؤُزُّهُمْ وہ (شیطانوں کی ٹولی) ان کو ابھارتی ہے، وہ ان کو اچھالتی ہے، وہ ان کو بھڑکاتی ہے (نَصَرَ) تَؤُزُّ، اَزٌّ سے، جس کے اصل معنی تو دیگ کے جوش مارنے کے ہیں اور پھر اسی مناسبت سے ورغلانے، ابھارنے، آپس میں گتھ جانے، اور اچھال دینے کے بھی آتے ہیں، مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب، پ۱۶ ع۶

تُوَسْوِسُ۔ وہ وسوسہ ڈالتی ہے، وہ خیال ڈالتی ہے، وَسْوَسَةٌ سے جس کے معنی بری بات کے جی میں ڈالنے کے ہیں، مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب، پ۲۶ ع۱۶

تُوْصُوْنَ۔ تم وصیت کرتے ہو، تم وصیت کروگے، اِیْصَاءٌ سے، مضارع کا صیغہ، جمع مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اَوْصٰنِیْ) پ۴ ع۱۲

تَوْصِیَةٌ۔ وصیت کرنا، کہہ مرنا، بروزن تَفْعِلَةٌ باب تَفْعِیْل کا مصدر ہے پ۲۳ ع۲

تُوْعِدُوْنَ۔ تم ڈراتے ہو، اِیْعَادٌ سے جس کے معنی ڈرانے کے ہیں، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، پ۸ ع۱۸

تُوْعَدُوْنَ۔ تم سے وعدہ کیا جاتا ہے، وَعْدٌ سے مضارع مجہول کا صیغہ جمع مذکر حاضر، (ملاحظہ ہو تَعِدُنِیْ) پ۳ پ۷ ع۱۷ پ۸ ع۴ پ۱۳ ع۳ و ۱۴، پ۱۸ ع۴، پ۲۶ ع۱۰ و ۱۸، پ۲۹ ع۱۲ و ۲۱

تُوْعَظُوْنَ۔ تمہیں نصیحت کی جاتی ہے، وَعْظٌ سے مضارع مجہول کا صیغہ، جمع مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اَوَعَظْتَ اور تَعِظُوْنَ) پ۲۸ ع۱

تَوَفَّتْهُ۔ اس (فرشتوں کی جماعت) نے اس کو قبض کیا، اس کو اٹھالیا، تَوَفَّتْ، تَوَفِّیْ سے ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب (ملاحظہ ہو تَتَوَفّٰهُمُ) پ۷ ع۱۴

تَوَفّٰهُمُ۔ اس (فرشتوں کی جماعت) نے ان کو قبض کیا، اس نے ان کو اٹھالیا، اس میں هُمْ

ضمیر جمع مذکر غائب ہے۔ پ ۲۶
تُؤْفَكُوْنَ۔ تم پلٹائے جاتے ہو، تم پھیرے جاتے ہو، اَفْكٌ سے، جس کے معنی کسی شے کے اپنے اصلی رخ سے پھرنے کے ہیں، مضارع مجہول کا صیغہ جمع مذکر حاضر، یہاں اعتقاد میں حق سے باطل کی طرف اور قول میں راستی سے دروغ بیانی کی طرف اور فعل میں نکوکاری سے بدکاری کی طرف پھیرا جانا مراد ہے۔ پ ۱۸، پ ۹، پ ۲۳/۱۲، پ ۲۴/۱۲
تَوَفَّنَا۔ تو ہم کو اٹھالے، تو ہم کو قبض کرلے، تَوَفَّ تَوَفِّیْ سے امر کا صیغہ، واحد مذکر حاضر نَا ضمیر جمع متکلم (ملاحظہ ہو تَتَوَفّٰهُمْ) پ ۱۲، پ ۹
تَوَفَّنِیْ۔ تو مجھے اٹھالے، تو مجھے قبض کرلے اس میں نون وقایہ ی ضمیر واحد متکلم ہے پ ۱۳
تُوَفَّوْنَ۔ تم کو پورا دیا جائیگا۔ تَوْفِیَۃٌ سے جس کے معنی پورا پورا دینے کے ہیں، مضارع مجہول کا صیغہ جمع مذکر حاضر، پ ۳
تُوَفّٰی۔ پورا دیا جائیگا۔ تَوْفِیَۃٌ سے، مضارع مجہول کا صیغہ واحد مؤنث غائب، پ ۳، پ ۱۴، پ ۷
تَوَفَّیْتَنِیْ۔ تونے مجھے اٹھالیا، تونے مجھے قبض کیا، تَوَفَّیْتَ، تَوَفِّیْ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر، ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم ہے، یہاں آسمان پر اٹھایا جانا مراد ہے، واضح رہے کہ تَوَفِّیْ کے اصل معنی لغت میں کسی چیز کو پورا لینے اور اس پر پورے طور پر قبضہ کرنے کے ہیں، نیند کی حالت میں ہوش کو پورے طور پر اٹھالیا جاتا ہے۔ موت کے وقت روح پورے طور پر قبض کرلی جاتی ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی زندگی ہی میں حسب تصریح آیت کریمہ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ، مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۝ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ (انہوں نے نہ اس کو مارا ہے نہ سولی پر چڑھایا لیکن وہی صورت بن گئی ان کے آگے، اور جو لوگ اس کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں وہ اس جگہ شبہ میں ہیں ان کو اس کی کچھ خبر نہیں صرف اٹکل پر چل رہے ہیں، یقیناً اس کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے اس کو اپنی طرف اٹھالیا) آسمان پر مع جسم کے پورے طور پر اٹھالیا گیا تھا۔ اس لئے

تینوں صورتوں کے لئے قرآن مجید میں "توفّی" کا استعمال ہوا ہے کیونکہ پورے طور پہ لے لینا اور قبض کر لینا تینوں صورتوں میں موجود ہے۔ یعنی "توفی" جنس ہے اور روح کھینچ لینا، ہوش چھین لینا اور جسم سمیت اٹھا لینا، یہ تینوں اس کی انواع ہیں، قاضی بیضاوی فرماتے ہیں۔

والتوفی اخذ الشیٔ وافیا والموت نوع منہ [1] — توفی کے معنی ہیں کسی چیز کو پورے طور پہ لینا اور موت اس کی ایک قسم ہے۔

علامہ گازرونی حاشی تفسیر بیضاوی میں لکھتے ہیں۔

انہ (ای التوفی) لستعمل مجازا للنوم لانہ قبض فی الجملۃ [2] — توفی کا نیند کے لئے مجازاً استعمال ہوا ہے کیونکہ وہ بھی ایک طرح کا قبض کرتا ہے۔

جن لوگوں کا مذاقِ عربیت پختہ نہیں وہ جب دیکھتے ہیں کہ عام لوگ توفی کا استعمال روح قبض کرنے اور مار ڈالنے کے لئے کرتے ہیں تو وہ روح قبض کرنے ہی کو توفی کے حقیقی معنی سمجھ لیتے ہیں جو سراسر غلط ہے، بلاغت کے نکتہ شناس جانتے ہیں کہ محاورات بلغاء میں اس کا استعمال ہمیشہ اس کے حقیقی معنی یعنی پورا لینے اور قبض کرنے کے اعتبار سے ہوتا ہے اور چونکہ موت اور نیند میں بھی یہ بات موجود ہے اس لئے ان دونوں کے لئے بھی اسی اعتبار سے توفی کا لفظ بولا جاتا ہے علامہ ابوالبقاء کفوی حنفی کلیات میں رقمطراز ہیں۔

التوفی الاماتۃ وقبض الروح وعلیہ استعمال العامۃ او الاستیفاء واخذ الحق وعلیہ استعمال البلغاء [3] — توفی یعنی موت دینا اور روح قبض کرنا اور یہ عام لوگوں کا محاورہ ہے، یا پورا لے لینا اور حق وصول کر لینا یہ بلیغوں کا محاورہ ہے۔

جس طرح ہم اپنی زبان میں بھی کسی کی خبر مرگ سناتے وقت کہتے ہیں "فلاں پورا ہو گیا" یا "اس کا کام تمام ہوا" جو توفی فلاں اور قضی نحبہ کا ٹھیٹ ترجمہ ہے، اسی طرح

[1] تفسیر انوار التنزیل ج ۱، ص ۲۱۳ طبع میمنیہ مصر۔ [2] حواشی گازرونی بر تفسیر بیضاوی ج ۲ ص ۱۹۹ طبع مصر
[3] کلیات ابوالبقاء طبع ایران ۱۲۸۶ھ

عربی میں توفی کا استعمال موت کے لئے ہوجاتا ہے جو اس کے حقیقی معنی نہیں ہیں، چنانچہ امام راغب فرماتے ہیں۔

وقد عبر عن الموت والنوم بالتوفی۔ — اور موت اور نیند کی بھی توفی سے تعبیر کی گئی ہے۔

امام موصوف نے وقد عبر کے الفاظ اسی لئے استعمال کئے ہیں کہ موت اور نیند کو کوئی اس کے حقیقی معنی نہ سمجھے بلکہ یہ مرادی اور تعبیری معنی ہیں، اب آپ خود غور فرما سکتے ہیں کہ وہ شخص اردو زبان کا کتنا بڑا ادیب ہوسکتا ہے جو "پورا ہونے" اور "کام تمام ہونے" کا مطلب صرف مرنا اور روح قبض ہونا ہی سمجھے، اور ان کے حقیقی اور مجازی معنی میں فرق نہ کرسکے۔

واضح رہے کہ یہاں توفی سے "توفی رفع" یعنی حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بحفاظت تمام مع جسد اطہر کے اٹھایا جانا مراد ہے، علامہ خازن بغدادی لکھتے ہیں۔

فالمراد بہ وفاۃ الرفع لا الموت [1] — اس سے مراد پورے طور پر اٹھا لینا ہے موت نہیں ہے۔

اور یہی "توفی" کے حقیقی معنی ہیں چنانچہ علامہ موصوف فرماتے ہیں۔

من قولہم توفیت الشئ واستوفیتہ اذا اخذتہ وقبضتہ تاماً۔ [2] — یہ معنی عرب کے محاورہ توفیت الشئ واستوفیتہ سے ماخوذ ہیں جو پورے طور پر اٹھا لینے اور قبضہ کرلینے کے لئے بولتے ہیں۔ [2]

(مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تَتَوَفّٰهُمْ)

تَوْفِیْقًا۔ ملاپ، موافقت کرنی، توفیق کے معنی ہیں اصل میں دو چیزوں میں مطابقت کرنا، اسی لئے عرف میں تقدیر کے موافق اچھے اعمال سرزد ہونے کا نام "توفیق" ہے یہاں اصلاح باہمی اور ملاپ کے معنی ہیں۔

تَوْفِیْقِیْ۔ مجھ سے بن آنا، میری توفیق، تَوْفِیْق مضاف ی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ، یہاں دینِ اللہ کی دین سے اچھے اعمال بن آنے کے معنی ہیں،

تَوَفَّتْهُمْ۔ اس (فرشتوں کی جماعت) نے ان کو قبض کیا، اس نے ان کو اٹھایا، وہ ان کو اٹھاتی ہے۔ وہ ان کو قبض کرتی ہے تَوَفّٰی

[1] لباب التاویل ج ۲ ص ۹۳ طبع مصر ۱۳۳۱ھ [2] ایضاً ج ۲ ص ۲۹۹

تُوُفِّیَ سے ماضی کا صیغہ بھی ہو سکتا ہے، اور مضارع کا بھی، مضارع ہونے کی صورت میں اس کی اصل تَتَوَفّٰی تھی ایک تا، حذف ہوگئی، ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب، ۳۱ پ

تُوْقِدُوْنَ ۔ تم آگ سلگاتے ہو، تم آگ روشن کرتے ہو، اِیْقَادٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اَوْقِدْ) ۲۷ پ

تُوَقِّرُوْہُ ۔ تم اس کی توقیر کرو، تم اس کا ادب کرو، تُوَقِّرُوا، تَوْقِیْرٌ سے، جس کے معنی تعظیم کرنے اور ادب رکھنے کے ہیں، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب، ۲۶ پ

تُوْقِنُوْنَ ۔ تم یقین کرو، تم یقین کرنے لگو، تم یقین کرتے ہو، تم یقین کروگے، اِیْقَانٌ سے، جس کے معنی یقین کرنے کے ہیں، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، ۲۵ پ

تَوَکَّلْ ۔ تو بھروسا کر، تو اعتماد کر، تو توکل کر، تَوَکُّلٌ سے، جس کے معنی کسی پر بھروسہ کرنے اور اعتماد کرنے کے ہیں، امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر، اس کا تعدیہ بذریعہ علی ہوتا ہے

شاہ ولی اللہ صاحبؒ توکل علی اللہ کی تعریف ان الفاظ میں فرماتے ہیں۔

التوکل وھوان یغلب "توکل یہ ہے کہ بندہ پر یقین
علیہ الیقین حتی اتنا غالب ہو کہ جلب منفعت
یفتر سعیہ فی جلب اور دفع مضرت میں اسباب
المنافع ودفع المضآ کے متعلق اس کی کوششیں
من قبل الاسباب سرد پڑجائیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ
ولکن یمشی علی ما نے اپنے بندوں میں جو کسب
سنہ اللہ تعالیٰ فی کے طریقے مقرر فرما دیے ہیں
عبادہ من الاکساب بغیر اس کے کہ ان پر اعتماد
من غیر اعتماد ہو ان طریقوں پر گامزن
علیھا۔ [1] رہے۔

امام حافظ الدین ابن البزاز کردری حنفی صاحب فتاوی بزازیہ رقمطراز ہیں۔

"توکل کی دو قسمیں ہیں ایک وہ کہ جس کو حضور علیہ السلام نے سابقین کی صفت بتلایا ہے چنانچہ ارشاد ہے ھم الذین لا یرقون ولا یسترقون ولا یکوون ولا یکتوون وعلی ربھم یتوکلون۔ (یہ وہ لوگ ہیں جو نہ منتر کہتے ہیں نہ منتر کراتے ہیں، نہ داغتے ہیں نہ داغ لگواتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں)

[1] حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۶۹ طبع خیریہ مصر ۱۳۲۲ھ

پر توکل جو کچھ قضاء الٰہی ہو چکی اس پر دل کو مطمئن ہو جانے کا نام ہے، بغیر اس کے کہ نفع کے فوت ہونے یا مضرت کے پہنچ جانے کی پروا یا اضطراب ہو، بندے کے نزدیک وصول (ملنا) و حرمان (نہ ملنا) میں برابری نہ ہونا توکل کی اس قسم کے منافی ہے، اسی طرح اسباب پر متوجہ ہونا اور ان میں مشغول ہونا اس توکل کو ختم کر دیتا ہے اور اسی کی طرف حضور علیہ السلام نے حدیث لو توکلتم علی اللہ[1] میں اشارہ فرمایا ہے کیونکہ معلوم ہے کہ پرندے حصولِ منفعت یا دفع مضرت کی طرف متفت نہیں ہوتے اور ملنے نہ ملنے کی پروا نہیں کرتے، پس حضور علیہ السلام نے یہ فرمایا کہ اگر تم اس صفت پر ہو کہ ملنے نہ ملنے کی پرواہ نہ کرو اور جیسا توکل کا حق ہے اسی طرح توکل کرو تو بغیر بوئے جوتے جو کچھ تمہاری قسمت میں آیا ہے تمہیں ضرور مل جائے، یہ وہ توکل ہے جس کی تحریص کی گئی ہے اور دعوت دی گئی ہے۔

توکل کی دوسری قسم وہ ہے جس کی اجازت دی گئی ہے دعوت نہیں دی گئی جو مضرت اور مکروہات کے دفعیہ اور حدود کی نگرانی اور آفات سے بچاؤ کے لئے ہوتا ہے کیونکہ یہ بھی توکل ہے اگرچہ ناقص ہے۔ چنانچہ عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ نے جب حضور علیہ السلام سے عرض کیا کہ اارسل ناقتی واتوکل ام اقیدہا واتوکل (کہ کیا میں ناقہ کو چھوڑ دوں اور توکل کروں یا باندھ دوں اور توکل کروں) تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بل قیدہا وتوکل (بلکہ باندھ اور توکل رکھو) کیونکہ عمرو توکل کے ذریعہ گم شدگی سے حفاظت چاہتے تھے، نہ کہ جو کچھ قضاء الٰہی میں ہو چکا ہے اس پر مطمئن ہونا، پس حضور علیہ السلام نے ان کو اسی نوع کا حکم دیا جس کے متعلق مشورہ تھا کیونکہ جس سے مشورہ لیا جاتا ہے وہ امین ہوتا ہے، اسی کے مثل وہ ہے جو حضور علیہ السلام نے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا جو کہ غزوۂ تبوک سے رہ جانے والے تین اشخاص میں سے ایک تھے کہ تم اپنا کچھ مال رہنے دو، جبکہ انہوں نے یہ

[1] پوری حدیث یہ ہے لو توکلتم علی اللہ حق توکلہ لرزقتم کما ترزق الطیر تغدو خماصا وتروح بطانا (اگر تم اللہ پر اس طرح توکل کرو جس طرح کہ توکل کا حق ہے تو تمہیں اسی طرح رزق ملے جس طرح کہ پرندوں کو ملتا ہے کہ صبح کو خالی پیٹ اٹھتے ہیں اور شام کو بھرے پیٹ جاتے ہیں۔

کہا تھا کہ میری توبہ یہ ہے کہ میں اپنے مال سے الگ ہو جاؤں اور بلال رضی اللہ عنہ کو یہ ہدایت کی تھی کہ انفق بلال ولا تخش من ذی العرش اقلالا (بلال خرچ کرو اور عرش والے سے کم دینے کا خوف نہ کرو) نیز حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جب حضور علیہ السلام کے لئے کچھ کھجوریں چھپا کر رکھدی تھیں تو ارشاد کیا تھا اما تخشی ان یخسف اللہ بہ فی نار جہنم (تو ڈرتا نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے سبب سے جہنم کی آگ میں دھنسادے) وجہ یہ تھی کہ حضور علیہ السلام کا توکل کامل تھا جو پروردگار کی طرف سے آپ کے لئے مقدر تھا اس پر مطمئن تھے۔ حظ نفس کی طرف التفات نہ تھا اور دوسروں کا مقصد مکروہات سے احتراز اور دفع مضرت کی تدبیر تھی[۱] پ۵ ع۸ پ۴ ع۸ پ۱ ع۳ پ۱۵ ع۱۹ پ۲ ع۲۰ پ۲ ع۳۱

تَوَكَّلْتُ۔ میں نے بھروسہ کیا، میں نے اعتماد کیا، میں نے توکل کیا، تَوَكُّلٌ سے ماضی کا صیغہ، واحد متکلم پ۸ ع۵ ع۱۲ پ۱۱ ع۵ پ۱۲ ع۸ پ۱۳ ع۱۰ پ۲۵

تَوَكَّلْنَا۔ ہم نے بھروسہ کیا، ہم نے اعتماد کیا، تَوَكُّلٌ سے، ماضی کا صیغہ، جمع متکلم، پ۹ پ۱۱ ع۱۲ پ۲۸ ع۱۹

تَوَكَّلُوْا۔ تم بھروسہ کرو، تم توکل کرو، تَوَكُّلٌ سے، امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، پ۶ ع۸ پ۱۱ ع۱۴

تَوْكِيْدِهَا۔ اس کی پختگی، اس کی مضبوطی، تَوْكِيْدٌ بروزن تَفْعِيْلٌ مصدر ہے۔ بمعنی استوار کرنا، پختہ کرنا، مضاف ہے، هَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ پ۱۴ ع۱۹

تَوَلَّ۔ تو پھر آ۔ تو ہٹ جا، تو منہ پھیر لے، تَوَلِّيٌّ سے، امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر، تَوَلِّيْ کا تعدیہ جب بلا واسطہ ہوتا ہے تو اس کے معنی کسی سے دوستی رکھنے، کسی کام کو اٹھانے اور والی و حاکم ہونے کے ہوتے ہیں جیسے وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ (جو کوئی تم میں ان سے دوستی کرے وہ ان ہی میں سے ہے) اور وَالَّذِیْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ (اور جس نے کہ اٹھایا اس بڑی بات کو) اور فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ (پھر تم سے یہ توقع ہے کہ اگر تم والی ہو) اور جب عَنْ کے ساتھ متعدی ہوتا ہے

[۱] ملاحظہ ہو مناقب امام اعظم مصنفہ امام کردری ج ۱ ص ۷، طبع دائرۃ المعارف ۱۳۲۱ھ

خواہ عن لفظوں میں مذکور ہو یا پوشیدہ ہو تو
منہ پھیرنے اور نزدیکی چھوڑنے کے معنی آتے
ہیں جس طرح کہ یہاں اسی معنی میں استعمال
ہوا ہے، پھر منہ پھیرنے کی بھی دو صورتیں ہیں
ایک وہاں سے ٹل جانا دوسرے توجہ نہ کرنا،
اور حکم نہ ماننا، پ ۱۹/۱۴ پ ۲۳/۴ پ ۲۸/۳۴ و ۸

تَوَلَّاہُ۔ وہ اس کا رفیق ہوا، اس نے اس سے
دوستی کی، تَوَلّٰی تَوَلِّیٌ سے، ماضی کا صیغہ
واحد مذکر غائب، ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب،
یہاں تَوَلِّیٌ کا استعمال دوستی کرنے کے معنی
میں ہوا ہے، پ ۱۷

تُوْلِجُ۔ تو داخل کرتا ہے، تو لے آتا ہے اِیْلَاجٌ
سے، جس کے معنی داخل کرنے اور لے آنے کے
ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، پ ۳/۱۱

تَوَلَّوْا۔ انھوں نے پشت پھیری، انھوں نے
منہ موڑا، تَوَلِّیْ سے، ماضی کا صیغہ، جمع مذکر
غائب۔ یہاں چونکہ تعدیہ بذریعہ عن ہے جو
مقدر ہے اس لئے پشت پھیرنے اور منہ پھیرنے
کے معنی ہوں گے، آیت سورہ مجادلہ اَلَمْ تَرَ
اِلَی الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ
(کیا تو نے نہ دیکھا ان لوگوں کی طرف کہ دوستی
کرتے ہیں اس قوم سے کہ جن پر اللہ غصہ ہوا ہے)
تَوَلِّیٌ بمعنی دوستی کے ہیں۔ پ ۲۸/۳

تَوَلَّوْا۔ تم پھر جاؤ گے۔ تَوَلِّیٌ سے بمعنی منہ پھیرنے
کے۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اصل میں
تَتَوَلَّوْا تھا، ایک تا حذف ہو گئی لَا تَتَوَلَّوْا
(مت پھرو) صیغہ نہی ہے، پ ۱/۱۶ پ ۲/۱۶ پ ۳/۱۰ و ۱۵ و ۱۲
پ ۳/۱۵ پ ۷/۷ پ ۹/۹ پ ۱۱/۲ پ ۹/۱۳ و ۱۴ پ ۱۲/۶ و ۱۸ پ ۱۲/۵ و ۱۴ پ ۱۲/۱۴
پ ۱۳/۷ پ ۱۸/۱۲ پ ۲۵/۱۴ پ ۲۸/۱۵ و ۴

تَوَلَّوْا۔ تم رخ کرو، تم پھر جاؤ، تَوْلِیَۃٌ سے
مضارع کا صیغہ، جمع مذکر حاضر، نون اعرابی
عامل کے سبب حذف ہو گیا ہے، تَوْلِیَۃٌ لغات
اضداد میں سے ہے منہ کرنے اور منہ پھیرنے
دونوں معنی کے لئے آتا ہے، چنانچہ اَنْ تُوَلُّوْا
وُجُوْھَکُمْ (کہ تم اپنے منہ کرو) میں پہلے معنی
کے لئے، اور بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِیْنَ (جب
تم جا چکو گے پیٹھ پھیر کر) میں دوسرے معنی
کے لئے استعمال ہوا ہے، پ ۲ پ ۱۲/۲ پ ۱۷/۵

تُوَلُّوْنَ تم منہ موڑو گے، تم پھر جاؤ گے، تَوْلِیَۃٌ سے
مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، پ ۲۴/۸

تُوَلُّوْھُمْ۔ تم ان سے منہ موڑو، یہاں لا نہی
موجود ہے اس لئے فعل نہی ہے، ھُمْ ضمیر

جمع مذکر غائب، پ ۹/۱۶

تَوَلَّوْهُمْ۔ ان سے دوستی کرنے لگو، تَوَلَّوْا
تَوَلِّیٌ سے بمعنی دوستی کرنے کے مضارع کا صیغہ
جمع مذکر حاضر، هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب، پ ۲۸/۸

تَوَلّٰی۔ اس نے منہ موڑا، اس نے پیٹھ پھیر دی
اس نے اٹھایا، وہ متولی ہوا، وہ پھر گیا، تَوَلِّیٌ
سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب (ملاحظہ ہو
تَوَلِّیْ) پ ۲/۹ پ ۳/۱۲ پ ۵/۱۴ پ ۱۵/۸ و ۱۳ پ ۹/۱ پ ۱۳/۲ پ ۱۶/۱۱ و ۱۳
پ ۱۸/۸ پ ۲۰/۹ پ ۲۷/۱ و ۹ و ۷ پ ۲۹/۷ و ۱۸ پ ۳۰/۵ و ۱۳ و ۱۷ و ۲۱

تَوَلَّيْتُمْ۔ تم پھر گئے، تم نے منہ موڑا، تم والی
ہوئے، تم حاکم ہوئے، تَوَلِّیٌ سے ماضی کا صیغہ
جمع مذکر حاضر پ ۱/۸ و ۱۰ پ ۲/۲ پ ۱۰/۷ پ ۱۱/۱۳ پ ۲۶/۷ و ۱۰ پ ۲۸/۱۹

تُؤْمَرُ۔ تجھکو حکم دیا جاتا ہے، اَمْرٌ سے،
مضارع مجہول کا صیغہ واحد مذکر حاضر،
(ملاحظہ ہو اَمَرَ) پ ۲۳/۷

تُؤْمَرُوْنَ۔ تم کو حکم دیا جاتا ہے، اَمْرٌ سے
مضارع مجہول کا صیغہ جمع مذکر حاضر، پ ۱/۸ پ ۱۴/۵

تُؤْمِنْ، تو ایمان لایا، تو یقین لایا، اِیْمَانٌ سے
مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، لَمْ کے
آنے سے مضارع ماضی منفی کے معنی میں ہو گیا ہے
(ملاحظہ ہو اٰمَنَ) پ ۳/۴

تُؤْمِنَ۔ وہ ایمان لائے۔ وہ ایمان لاتی ہے۔
وہ ایمان لائیگی، اِیْمَانٌ سے، مضارع کا صیغہ
واحد مؤنث غائب، پ ۷ پ ۱۱/۱۵

تُؤْمِنُنَّ۔ تم ضرور ایمان لاؤگے، اِیْمَانٌ سے
مضارع بانون تاکید صیغہ، جمع مذکر حاضر،
نون اعرابی عامل کے سبب سے حذف
ہو گیا ہے، پ ۳/۱۲

تُؤْمِنُوْا۔ تم ایمان لاتے ہو، تم ایمان لاؤ گے
اِیْمَانٌ سے مضارع کا صیغہ، جمع مذکر حاضر
نون اعرابی عامل کے سبب سے حذف ہو گیا
ہے۔ پ ۳/۱۲ پ ۴/۹ پ ۱۱/۱۲ پ ۲۴/۷ پ ۲۵/۱۲ پ ۲۶
پ ۲۷/۱۲ پ ۲۸/۱ و ۷

تُؤْمِنُوْنَ۔ تم ایمان لاتے ہو، تم ایمان لاؤ گے
اِیْمَانٌ سے۔ مضارع کا صیغہ، جمع مذکر حاضر
پ ۱ پ ۳/۴ پ ۵/۵ پ ۱۸/۷ پ ۲۷/۱۲ پ ۲۸/۱۰ پ ۲۹/۹

تُؤْوِیْ۔ تو جگہ دے، تو جگہ دیتا ہے۔ تو جگہ
دیگا، اِیْوَاءٌ سے، مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر
(ملاحظہ ہو اٰوٰی) پ ۲۲/۳

تُؤْوِیْهِ۔ وہ جگہ دیتی ہے، وہ فرودگش کرتی ہے
وہ ٹھکانہ دیتی ہے، تُؤْوِیْ اِیْوَاءٌ سے مضارع کا صیغہ
واحد مؤنث غائب هٖ ضمیر واحد مذکر غائب پ ۲۹/۷

فصل الھاء

تُهَاجِرُوْا۔ تم وطن چھوڑ جاؤ، مُھَاجَرَۃٌ سے جس کے معنی کسی سے قطع تعلق کرنے، چھوڑنے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ ہجرت کر جانے کے ہیں مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، ۵/۸

تَهْتَدُوْا۔ تم راہ پاؤ، تم راہ پاتے ہو، تم راہ پاؤگے، اِهْتِدَاءٌ سے، مضارع کا صیغہ، جمع مذکر حاضر، نون اعرابی عامل کے سبب سے حذف ہوگیا ہے (ملاحظہ ہو اهْتَدَوْا) ۱/۱۶ ۲/۱۸ ۸/۱۲

تَهْتَدُوْنَ۔ تم راہ پاؤ، تم راہ پاتے ہو، تم راہ پاؤگے، اِهْتِدَاءٌ سے۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۱/۶ ۲/۱۹ ۳/۹ ۱۴/۸ ۱۶/۸ ۱۷/۷ ۲۵/۶

تَهْتَدِیْ۔ وہ راہ پاتی ہے، وہ راہ پائے گی، اِهْتِدَاءٌ سے مضارع کا صیغہ، واحد مؤنث غائب، ۱۹/۱۸

تَهْتَزُّ۔ وہ ہلتی ہے، وہ پھنپھناتی ہے، وہ بل کھاتی ہے۔ اِهْتِزَازٌ سے مضارع کا صیغہ، واحد مؤنث غائب، (ملاحظہ ہو اهْتَزَّتْ) ۱۹/۱۱ ۲۰/۴

تَهَجَّدْ۔ تو جاگ اٹھ، تو بیدار ہوجا، تو تہجد پڑھ تَهَجُّدٌ سے۔ جس کے معنی سونے اور جاگ اٹھنے دونوں کے آتے ہیں۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر، یہاں نماز تہجد ادا کرنا مراد ہے شیخ سلام اللہ دہلوی لکھتے ہیں۔

"تہجد کے معنی ہیں نماز کے لئے ہجود یعنی نیند کو چھوڑ دینا جیسے تاثّم کے معنی ہیں اثم یعنی گناہ کو چھوڑ دینا۔ پھر خود اس نماز ہی کے لئے اس کا استعمال ہوگیا۔ اور سونے کو بھی تہجد کہتے ہیں لہذا یہ اضداد میں سے ہے[1] ۱۵/۹

تَهْجُرُوْنَ۔ تم چھوڑتے ہو، تم بیہودہ بکتے ہو، هَجْرٌ سے۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر هَجْرٌ کے معنی چھوڑنے اور ہذیان بکنے دونوں کے آتے ہیں اور یہاں دونوں صحیح ہیں، ۱۸/۴

تَهْدُوْا۔ تم راہ پر لاؤ، هِدَایَۃٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، ہدایت کا استعمال راہ پر لانے اور راہ بتانے دونوں معنی کے لئے ہوتا ہے پہلی صورت میں مطلوب تک پہنچنا ضروری ہے دوسری میں نہیں، یہاں دوسرے معنی مراد ہیں (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو هُدًی) ۵/۹

[1] الکمالین علی الجلالین صفحہ ۲۳۵ طبع نول کشور

تَهْدِیْ۔ تو راہ دیتا ہے، تو راہ بتاتا ہے، تو راہ پر لائیگا، تو راہ دکھائیگا، ھِدَایَۃٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، پ ۱۱ پ ۲۰ پ ۲۵ ع ۶ و ۱۰

تَهْلُكَۃٌ۔ ہلاکت میں ڈالنا، ھَلَكَ، یَهْلِكُ کا مصدر ہے، پ ۲

تُهْلِكُنَا۔ تو ہم کو ہلاک کرتا ہے، تو ہم کو ہلاک کرے گا، تُهْلِكُ اِهْلَاكٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، نَا ضمیر جمع متکلم، پ ۹ ع ۱۲

تَهِنُوْا۔ تم سست ہو جاؤ، تم بودے ہو جاؤ، تم سستی کرو، وَھْنٌ سے مضارع کا صیغہ، جمع مذکر حاضر، یہاں چونکہ لاءِ نہی موجود ہے اس لئے فعل نہی ہے (ملاحظہ ہو اَوْھَنُ) پ ۴ پ ۵ ع ۱۲ پ ۲۶ ع ۸

تَهْوِیْ۔ وہ گرتی ہے، وہ گرے گی، وہ پھینک دیتی ہے، وہ پھینک دیگی (ضَرَبَ) یہ صیغہ قرآن مجید میں دو جگہ استعمال ہوا ہے ایک سورہ حج میں تَهْوِیْ بِهِ الرِّیْحُ (اس کو ہوا پھینک دیتی ہے، اس کو ہوا گرا دیتی ہے) یہ ھَوِیٌّ سے مشتق ہے جس کے معنی اوپر سے نیچے گرنے اور جلد گزر جانے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب ہے۔ دوسرے سورہ ابراہیم میں فَاجْعَلْ اَفْئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْ اِلَیْهِمْ (سو رکھ بعض لوگوں کے دل ان کی طرف جھکتے ہوئے) اصمعی کہتے ہیں ھَوٰی یَهْوِیْ ھَوِیًّا کا استعمال اوپر سے نیچے کی طرف گرنے کے لئے ہوتا ہے، فراء تَهْوِیْ اِلَیْهِمْ کے معنی تُرِیْدُھُمْ بتاتے ہیں یعنی وہ ان کا ارادہ کریں، وہ ان کو چاہیں، چنانچہ بولتے ہیں رائیت فلانا یھوی نحوک (میں نے فلانے کو تیرا ارادہ کرتے ہوئے دیکھا) کہ یھوی یعنی یرید (وہ ارادہ کرتا ہے) ہے، نیز فراء نے تھوی کے معنی تسرع الیھم کے بتائے ہیں یعنی ان کی طرف تیزی سے آئیں، ابن الانباری اس کے معنی تنحط الیھم و تنحدر و تنزل (وہ ان کی طرف فروکش ہوں، اتریں اور نزول کریں) بیان کرتے ہیں، یہ ارباب لغت کا بیان ہے مفسرین میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما مشتاق ہونے کے معنی کہتے ہیں، سدی مائل ہونا اور قتادہ تیزی سے روانہ ہونا بتلاتے ہیں۔[1]

پ ۱۷ ع ۱۰ پ ۱۳ ع ۱۸

تَهْوٰی، وہ خواہش کرتی ہے، وہ خواہش کریگی وہ چاہتی ہے، وہ چاہیگی (سَمِعَ) ھَوًی سے جس کے معنی خواہش کی طرف نفس کے مائل

[1] تفسیر خازن ج ۳-۴ ص ۴۱

ہونے کے ہیں، مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب (ملاحظہ ہو تُبَنَّتْ) پ ۱۴ پ ۱۴ پ ۲۲

فصل الیاء المثناۃ

تَاْئَسُوْا۔ تم ناامید ہو، (یَمّمَ) یَاْسٌ سے، جس کے معنی ناامید ہونے کے ہیں، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، یہاں چونکہ لا نہی موجود ہے اس لئے فعل نہی ہے، پ ۱۳

تَیَسَّرَ۔ وہ آسان ہوا، وہ میسر ہوا، تَیَسُّرٌ سے جس کے معنی آسان ہونے کے ہیں، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، پ ۲۹

تَیَمَّمُوْا۔ تم قصد کرو، تم ارادہ کرو، تم تیمم کرو، تَیَمُّمٌ سے، امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، "تیمم" کے معنی لغت میں مطلق قصد کرنے کے ہیں اور شریعت کی اصطلاح میں پاک مٹی یا اس چیز کا جو پاک مٹی کے قائم مقام ہو (جیسے پتھر، چونہ وغیرہ) قصد کرنا اور طہارت کی نیت سے دونوں ہاتھ مٹی پر مار کر چہرہ اور دونوں ہاتھوں پر مسح کرنا مراد ہے، پ ۳ پ ۵ پ ۶

تِیْنِ۔ انجیر، قاضی بیضاوی لکھتے ہیں۔ "انجیر اور زیتون، اللہ تعالیٰ نے پھلوں میں خصوصیت کے ساتھ ان ہی دو کی قسم کھائی ہے، کیونکہ انجیر ایک عمدہ میوہ ہے جس میں فضلہ نہیں ہوتا، اور غذائے لطیف سریع الہضم اور کثیر النفع ہے طبیعت کو نرم کرتا ہے اور بلغم کو تحلیل کرتا ہے گردوں کو صاف کرتا ہے، ریگ مثانہ کو نکالتا ہے، جگر اور تلی کے سدے کھولتا ہے، بدن کو فربہ کرتا ہے اور حدیث میں ہے کہ یہ بواسیر کا قاطع اور نقرس کو نافع ہے۔ اور زیتون پھل کا پھل، سالن کا سالن اور دوا کی دوا ہے اس کا تیل لطیف ہوتا ہے جس کے فائدے بہت ہیں باوجودیکہ پہاڑی قسم کے علاقہ میں ہوتا ہے جہاں دہنیت نہیں ہوتی ہے، بعض کا قول ہے کہ تین اور زیتون سے مراد ارض مقدس کے دو پہاڑ ہیں یا دمشق اور بیت المقدس دو مسجدیں یا دو خاص شہر مراد ہیں"[1] پ ۳۰

---

[1] انوار التنزیل تفسیر سورہ والتین۔

بابُ الثاءِ المثلثة

فصل الالف

ثَابِتٌ۔ ثابت، استوار، محکم، مضبوط، ثَبَاتٌ اور ثُبُوْتٌ سے بمعنی استوار ہونے اور ثابت رہنے کے، اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر پ ۱۳/۱۹

ثَاقِبٌ۔ چمکنے والا، درخشندہ، جلا دینے والا، ثُقُوْبٌ سے، جس کے معنی آگ کے روشن ہونے کے ہیں، اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر، پ ۲۳/۵ پ ۳۰/۱۱

ثَالِثُ۔ تیسرا، اسم عدد ہے۔ مذکر کے لئے آتا ہے پ ۶/۱۴ پ ۲۲/۱۹

ثَالِثَةَ۔ تیسری، اسم عدد ہے، مؤنث کے لئے آتا ہے، پ ۲۷/۵

ثَامِنُهُمْ۔ ان کا آٹھواں، ثَامِنٌ، اسم عدد مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ، پ ۱۵/۱۵

ثَانِيَ دوسرا، اسم عدد ہے، مذکر کے لئے آتا ہے پ ۱۰/۱۴

ثَانِيَ۔ موڑنے والا (ضَرَبَ) ثَنْيٌ سے جس کے معنی موڑنے کے، اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر پ ۱۷/۸

ثَاوِيًا۔ مقیم، باشندہ، رہنے والا، (ضَرَبَ) ثَوَاءٌ سے، جس کے معنی اقامت گزیں ہونے اور رہنے بسنے کے ہیں، اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر، پ ۲۰

فصل الباء الموحدة

ثُبَاتٍ۔ متفرق، جدا جدا، گروہ گروہ، ثُبَةٌ کی جمع جس کے معنی جماعت اور گروہ کے ہیں پ ۵/۹

ثَبِّتْ۔ تو ثابت رکھ، تو قائم رکھ، تو ٹھیرا دے تَثْبِيْتٌ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر، (ملاحظہ ہو تَثْبِيْتًا) پ ۲/۱۷ پ ۴

ثَبَّتْنٰكَ۔ ہم نے تجھے ثابت رکھا، ہم نے تجھے ٹھیرا رکھا، ثَبَّتْنَا تَثْبِيْتٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم کَ ضمیر واحد مذکر حاضر، پ ۱۵/۸

ثَبِّتُوْا۔ تم ثابت رکھو، تم استوار کرو۔

تم قائم رکھو، تَثْبِیْتٌ سے، امر کا صیغہ، جمع مذکر حاضر، پ۹ ع۱۹

ثَبَّطَهُمْ ۔ ان کو باز رکھا، ان کو روک دیا، ثَبَّطَ تَثْبِیْطٌ سے، جس کے معنی روک دینے اور باز رکھنے کے ہیں، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب، پ۱۰ ع۱۲

ثُبُوْتِهَا ۔ اس کا جما، اس کا استوار ہونا، اس کا ثابت ہونا، ثُبُوْتٌ مضاف، هَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ، ثُبُوْتٌ ثَبَتَ یَثْبُتُ کا مصدر ہے جس کے معنی جمنے، استوار ہونے اور ثابت رہنے کے ہیں، پ۱۴ ع۱۹

ثُبُوْرًا ۔ ہلاکت، موت، ہلاک ہونا، مرجانا، ثَبَرَ یَثْبُرُ کا مصدر ہے، پ۱۸ ع۱۷ پ۳۰ ع۹

فصل الجیم المعجمة

ثَجَّاجًا ۔ زور شور کے ساتھ برسنے والا، ثَجٌّ سے جس کے معنی زور شور کے ساتھ پانی کے برسنے اور بہنے کے ہیں بروزن فَعَّالٌ مبالغہ کا صیغہ، پ۳۰

فصل الراء المهملة

ثَرٰی ۔ خاک نمناک، گیلی مٹی، سیلی زمین، اسم ہے، پ۱۶ ع۱۰

فصل العین المهملة

ثُعْبَانٌ ۔ اژدہا، اسم ہے، مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے، پ۹ ع۱۹ پ۱۹ ع۲

فصل القاف

ثِقَالِ ۔ بھاری، گراں بار، بوجھل، ثَقِیْلٌ کی جمع (ملاحظہ ہو اِثَّاقَلْتُمْ) پ۱۰ ع۱۳

ثِقَالًا ۔ پ۸ پ۱۰ ع۱۲ آیت شریفہ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا (نکلو ہلکے اور بوجھل) میں خفاف اور ثقال سے کیا مراد ہے، بعض جوان اور بوڑھے مراد لیتے ہیں، بعض مفلس اور تونگر بتلاتے ہیں بعض مسافر اور مقیم کہتے ہیں اور بعض چست اور سست بیان کرتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ یہ سب معانی عموم آیت میں داخل ہیں کیونکہ آیت کا مقصود جہاد فی سبیل اللہ میں نکلنے کی دعوت ہے کہ ہر حال میں اللہ کی راہ میں نکلنا چاہئے خواہ دشواری اٹھانی پڑے یا آسانی ہو، شاہ ولی اللہ صاحب فتح الرحمٰن میں فرماتے ہیں۔

• یعنی در سالیکہ اسباب وحشم بسیار دارید

یا بجز قدر ضروری بدست شما نباشد و باین توجیہ آیت محکم باشد غیر منسوخ واللہ اعلم۔

ثَقِفْتُمُوْهُمْ۔ تم نے ان کو پایا، (سَمِعَ) ثَقِفْتُمُوْا ثَقْفٌ سے جس کے معنی کسی چیز کے پانے اور اس پر کامیاب ہونے کے ہیں ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر، واو اشباع کا ہے هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب، اصل میں تو ثَقْفٌ کے معنی ہیں کسی شے کا ادراک کر لینے کے نیز اس کے کرنے اور انجام دینے میں مہارت اور حذاقت کے پائے جانے کے اور اسی لئے نظر کی مشاقی کی بدولت کسی چیز کو نگاہ سے پالینے کے لئے اس کا استعمال ہوتا ہے، پھر مجازاً بغیر اس کے کہ حذاقت و مہارت ملحوظ ہو صرف پانے اور ادراک کرنے کے لئے بولنے لگے، چنانچہ قرآن مجید میں اس کا استعمال اسی معنی میں ہوا ہے، ۲/۵ ۹/۵

ثُقِفُوْا۔ وہ پائے گئے۔ ثَقْفٌ سے، ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب ۳/۳ ۲۲/۵

ثَقَلٰنِ۔ دو بھاری چیزیں، دو بوجھل خلقتیں یعنی انسان اور جن، ثَقَلٌ کا تثنیہ، انسان اور جن کا نام ثقلان یا تو اس لئے ہوا کہ یہ زمین پر بھاری ہیں یا اس لئے کہ یہ گرانقدر و منزلت ہیں یا اس لئے کہ یہی تکلیف شرعیہ سے گرانبار ہیں، ۲۷/۱۲

ثَقُلَتْ۔ وہ بھاری ہوئی، (کَرُمَ) ثِقَلٌ سے، جس کے معنی گرانبار ہونے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب (ملاحظہ ہو اِثَّاقَلْتُمْ) ۹/۱۳ ۸/۶ ۳۰/۲۶

ثَقِيْلًا۔ گراں، بھاری، ثَقِيْلٌ بروزن فَعِيْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے قَوْلًا ثَقِيْلًا (بھاری بات) سے مراد دعوت و تبلیغ اسلام ہے، ۲۹/۱۸،۲۰

فصل اللام

ثَلٰثٌ۔ تین، اسم عدد ہے، مؤنث کے لئے آتا ہے، ۴/۴ ۱۶/۱۲ ۲۳/۱۵ ۲۹/۲۱

ثُلٰثَ۔ تین تین، اسم ہے، ثَلٰثَةٌ ثَلٰثَةٌ سے معدول ہے، ۴/۱۲ ۲۲/۱۳

ثُلُثُ۔ تہائی، تیسرا حصہ، اسم ہے، ۴/۱۳

ثُلُثَا۔ دو تہائی، ثُلُثٌ کا تثنیہ، بحالت رفع نون تثنیہ اضافت کے سبب سے گر گیا ہے، ۴/۱۳

ثُلُثَانِ۔ دو تہائی، ثُلُثٌ کا تثنیہ بحالتِ رفع، پ ۶/۲

ثَلٰثَةِ تین، اسم عدد ہے، مذکر کے لئے استعمال ہوتا ہے، پ ۲/۸و۱۲، پ ۳/۱، پ ۴/۴، پ ۶/۲و۱۲، پ ۷/۲، پ ۱۱/۲، پ ۱۲/۹، پ ۱۵/۵، پ ۲۶/۱۲، پ ۲۸/۱و۷

ثَلٰثَ مِائَةٍ تین سو، ثَلٰثَ مضاف مِائَةٍ مضاف الیہ، پ ۱۵/۱۶

ثَلٰثُوْنَ تیس، اسم عدد ہے، بحالت رفع "ثلاثون" آتا ہے، پ ۲۶/۲

ثُلُثَهٗ اس کا تہائی، ثُلُثَ مضاف هٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ، پ ۲۹/۱۱

ثُلُثَيِ۔ دو تہائی، ثُلُثٌ کا تثنیہ بحالتِ نصب و جر، نون تثنیہ اضافت کے سبب حذف ہوگیا ہے، پ ۲۹/۱۲

ثَلٰثِيْنَ ۔تیس، اسم عدد ہے، نصب و جر کی حالت میں "ثلاثین" آتا ہے، پ ۹/۷

ثُلَّةٌ۔ انبوہ کثیر، بڑی جماعت، اصل میں ثُلَّةٌ لغت میں اون کے گھیتے کو کہتے ہیں اور کثرتِ اجتماع کی مناسبت سے انبوہ کثیر کے لئے ثُلَّةٌ کا استعمال ہوتا ہے، پ ۲۷/۱۲و۱۵

فصل المیم

ثَمَّ۔ وہاں، وہیں، اس جگہ، اسم اشارہ ہے، مکان بعید کے لئے آتا ہے اور باعتبار محل کے ظرف ہے، پ ۱/۱۴، پ ۱۹/۸، پ ۲۹/۱۹، پ ۳۰/۶

ثُمَّ۔ پھر، حرف عطف ہے، ماقبل سے مابعد کے متاخر ہونے پر دلالت کرتا ہے، خواہ یہ متاخر ہونا بالذات ہو یا باعتبار مرتبہ کے یا وضع کے لحاظ سے ہو، پ ۱/۲و۶و۹و۱۰و۱۱

پ ۲/۷و۱۶، پ ۳/۳و۴و۶و۱۳و۱۴و۱۶، پ ۴/۷و۸و۹و۱۱و۱۴، پ ۵/۱۱و۱۳و۱۴و۱۷

پ ۶/۲و۹و۱۰و۱۳، پ ۷/۲و۳و۴و۶و۸و۹و۱۰و۱۱و۱۲و۱۳و۱۷

پ ۸/۱۴و۱۷و۱۹، پ ۸/۶و۷و۸و۹و۱۳، پ ۹/۲و۳و۴و۹و۱۳و۱۸

پ ۱۰/۳و۷و۱۰، پ ۱۱/۱و۲و۳و۵و۷و۸و۹و۱۰و۱۲و۱۳و۱۵و۱۶و۱۷

پ ۱۲/۲و۳و۴و۵و۶و۹و۱۰و۱۶، پ ۱۳/۳و۴و۷و۱۱، پ ۱۳/۷و۱۲و۱۵و۱۸و۱۹

پ ۱۴/۲۱و۲۲و۲۳، پ ۱۵/۱و۲و۷و۸و۱۰و۱۳و۱۷، پ ۱۶/۲و۸و۱۰و۱۱و۱۳

پ ۱۶/۱۳و۱۴و۱۶، پ ۱۷/۱و۵و۸و۹و۱۱و۱۳و۱۴و۱۵و۱۶

پ ۱۸/۱و۲و۳و۱۲، پ ۱۹/۲و۹و۱۰و۱۳و۱۵و۱۴و۱۶و۱۹

پ ۲۰/۱و۶و۱۰و۱۳و۱۵، پ ۲۱/۲و۴و۵و۶و۷و۹و۱۱و۱۲و۱۳و

پ ۲۱/۱۵و۱۸، پ ۲۲/۳و۵و۹و۱۱و۱۲و۱۳و۱۵و۱۶، پ ۲۳/۶و۷و۸و

پ ۲۳/۱۲و۱۵و۱۶و۱۷، پ ۲۴/۲و۳و۴و۱۲و۱۳و۱۶و۱۸، پ ۲۵/۲۱

پ ۲۵/۱۳و۱۴و۱۷و۱۸و۱۹، پ ۲۶/۲و۸و۱۱و۱۴

پ۲۶/۵و۷و۱۵و۱۶و۱۹و۲۰ پ۲۸/۲و۵و۱۱و۱۳ پ۲۹/۱و۵و
پ۲۹/۶و۷و۹و۱۰و۱۵و۱۶و۱۸و۲۱و۲۲ پ۳۰/۱و۳و۵و۷و۸و۹
پ۳۰/۱۰و۱۲و۱۳و۱۵و۱۹و۲۶

ثَمَانِیَ آٹھ۔ اسم عدد ہے، مؤنث کے لئے آتا ہے، پ۲۰/۹

ثَمَانِیَةَ آٹھ، اسم عدد ہے مذکر کے لئے آتا ہے، پ۸/۴ پ۲۳/۱۵ پ۲۵/۵

ثَمَانِیْنَ اسّی۔ اسم عدد ہے، بحالتِ نصب و جر استعمال ہوتا ہے، پ۱۸/۹

ثَمَرٌ۔ پھل، میوے، اس کا واحد، ثَمَرَۃٌ اور جمع ثِمَارٌ اور ثَمَرَاتٌ ہے، پ۱۵/۱۴

ثَمَرَاتٌ۔ پھل، میوے، ثَمَرَۃٌ کی جمع پ۱/۳و۱۵ پ۲/۲ پ۳/۱۳ پ۸/۴ پ۹/۹ پ۱۳/۱۷و۱۸ پ۱۴/۸و۱۵ پ۲۰/۹ پ۲۲/۱۹ پ۱۵/۱ پ۲۶/۹

ثَمَرَۃٍ۔ پھل، میوہ، واحد ہے، پ۱/۳

ثَمَرِہٖ۔ اس کے پھل، اس کے میوے، ثَمَرِ مضاف ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ پ۸/۲ پ۸/۴ پ۲۳/۲

ثَمَنَ۔ مول، قیمت، اسم ہے بیچنے والا جو کچھ فروخت شدہ چیز کے مقابلہ میں لیتا ہے خواہ زر نقد ہو یا سامان اس کا نام "ثمن" ہے اور ہر وہ چیز جو کسی چیز کے عوض میں حاصل ہو وہ اس کا "ثمن" کہلاتا ہے، پ۱۳/۱۲

ثَمَنًا پ۱/۵و۹ پ۲/۵ پ۴/۱۹ پ۶/۱۰و۱۱ پ۱۰/۱۱ پ۱۴/۲ پ۲/۸ پ۲۴/۱۹

ثُمُنُ۔ آٹھواں حصہ، اسم عدد ہے، پ۴/۱۴

ثَمُوْدُ۔ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کا نام ہے۔ لفظ "ثمود" کو بعض عجمی بتاتے ہیں اور بعض عربی اور چونکہ یہ قبیلہ کا نام ہے اس لئے غیر منصرف پڑھتے ہیں، عربی ہونے کی صورت میں یہ ثَمَدٌ سے مشتق ہے بروزن فَعُوْلُ، ثَمَدٌ بارش کے اس تھوڑے پانی کو کہتے ہیں جو گڑھے میں جمع ہو جاتا ہے، سردی میں باقی رہتا ہے اور گرمی میں سوکھ جاتا ہے ابو عمرو بن العلاء نے جو لغت و عربیت کے امام ہیں تصریح کی ہے۔

سمیت ثمود	چونکہ اس قوم میں پانی
لقلة ماتُھا ق	کی کمی تھی اس لئے وہ
الثمد الماء القلیل	"ثمود" کے نام سے موسوم
وکانت مساکنہم	ہوئی، ثَمَدْ تھوڑے
الحجر بین	پانی کو کہتے ہیں ان کی
الحجاز والشام	آبادیاں حجر میں حجاز و شام

الی وادی القریٰ کے درمیان وادی القریٰ تک
واقع تھیں۔ لہ

قاضی بیضاوی ثمود کی وجہ تسمیہ یہ بیان
کرتے ہیں۔

سموا باسم ابیہم اپنے مورثِ اعلیٰ ثمود بن
الاکبر ثمود بن عابر عابر بن ارم بن سام بن
بن ارم بن سام بن نوح کے نام پر پوری قوم
نوح سہ کا نام پڑ گیا ہے۔

مولانا سید سلیمان صاحب ندوی کی تحقیق
اس بارے میں جداگانہ ہے وہ فرماتے ہیں۔
"ثمود کی لغوی تحقیق شاید عربی میں صحیح نہ ملے
ثمد عربی زبان میں آبِ قلیل کو کہتے ہیں،
لیکن اس سے کوئی خاص مناسبت نہیں معلوم
ہوتی، عبری میں ایک لفظ تامید ہے جس کے
معنی "دائم" اور "خالد" کے ہیں، عربی کی "ث"
اور عبری کی "ت" ایک چیز ہے، عبری میں ث
نہیں ہے اس لئے اکثر وہ الفاظ جو عربی میں
"ث" سے ہیں، عبری میں "ت" ہیں، اس بنا پر
ثمود کے معنی عام سامی زبان میں وہی ہوں گے
جو عربی میں خالد کے معنی ہیں اور بہت قبائل
عرب کے نام ہیں سہ

قوم ثمود، سامی اقوام ہی کی ایک شاخ ہے
سامی اقوام کو عرب مورخین "امم بائدہ"
(ہلاک شدہ قومیں) کہتے ہیں، کیونکہ وہ
انقلابات وحوادث کی نذر ہو کر فنا ہو گئیں،
اور "عرب عاربہ" بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ عرب
کے خالص النسل باشندے تھے جن میں غیر
قوموں کا پیوند نہیں لگا تھا اور بعض یہود
کی غلط اتباع میں ان کو عمالیق بھی کہتے ہیں
ان امم بائدہ یا عرب عاربہ کا سلسلۂ نسب
تمام مورخین کے بیان کے مطابق ارم بن
سام بن نوح پر منتہی ہوتا ہے۔

تحقیقاتِ جدیدہ یعنی اکتشافاتِ عصریہ
اور قدیم تاریخ دونوں کا متفقہ فیصلہ ہے کہ
عرب کے قدیم باشندے یعنی امم سامیہ بڑی
پُرشکوہ اور باعظمت قومیں تھیں، جنھوں نے
بابل واسیریا، مصر وشام اور قرطاجنہ میں
بڑی بڑی متمدن سلطنتیں قائم کیں اور

لہ معالم التنزیل امام بغوی ج ۲ ص ۲۰۸ طبع مصر ۱۳۳۲ھ سہ انوار التنزیل بیضاوی ج ۱ ص ۲۵۰ طبع مصر ۱۳۳۰ھ سہ ارض القرآن ج ۱ ص ۱۸۸ طبع معارف اعظم گڑھ۔

مدت دراز تک ان ممالک کو اپنے زیرِ نگیں رکھا عرب مورخین ان ہی امم سامیہ کو عرب بائدہ یا عرب عاربہ اور ان کے مختلف قبیلوں کو عاد، ثمود اور طسم وجدیس کہتے ہیں۔ اندرونِ عرب میں حضر موت سے سواحل خلیج فارس کے طول میں عراق تک عاد، حجاز سے حدودِ سینا تک ثمود یمامہ میں طسم وجدیس اور یمن میں اہلِ معین حکمراں تھے۔

ثمود کا دورِ ترقی ہلاکت عادِ اولیٰ کے بعد سے شروع ہوتا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد سے پہلے پہلے ختم ہو جاتا ہے۔ ثمود شمالی عرب کی ایک زبردست اور پُرشوکت قوم تھی، عاد کی طرح فنِ تعمیر میں اسے بھی یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ پہاڑوں کو تراش کر سربفلک عمارتیں اور بلند و رفیع مقبرے تیار کرنا ان کا بھی دستور تھا۔ ان کی یادگاریں اب تک موجود ہیں۔

بت پرستی ان کا مذہب تھا، اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی عبادت سے منہ موڑ کر ستاروں کی ہیکلوں کے پرستار بن گئے تھے، چنانچہ سنتِ الٰہیہ کے مطابق حضرت صالح علیہ السلام ان کی طرف مبعوث ہوئے، اور انھوں نے ان کو دینِ حق کی دعوت دی لیکن بدبخت قوم نے قبول نہ کیا اور معجزہ کی طالب ہوئی۔ آخر ناقۃ اللہ معجزہ کی شکل میں ظاہر ہوئی۔ اور حضرت صالح علیہ السلام نے صاف صاف اعلان کر دیا کہ اب تمہارا مطالبہ پورا ہو چکا، یہ اونٹنی اللہ کی ایک آیت اور نشانی ہے، اسے نہ چھیڑو، اور زمین پر چرنے دو، چشمہ کا پانی ایک دن تم پینا اور ایک دن یہ پئے گی، اگر اس اونٹنی کو کسی طرح کا گزند پہنچا تو پھر خیر نہیں۔ عذابِ الٰہی کا آنا حتمی اور یقینی ہے، لیکن بدنصیب قوم نے آپ کے فرمان پر دھیان نہ کیا۔ قوم میں ایک مختصر سی محدود اور کمزور جماعت آپ پر ایمان لا چکی تھی، اس نے آپ کی دعوت کو لبیک کہا لیکن کافروں میں نو اشخاص نے جو قوم میں سربرآوردہ اور بڑے مفسد تھے یہ سازش کی کہ حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے خاندان پر شبخون مارا جائے۔ انھوں نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔ آخر عذاب الٰہی نے ایک ہولناک زلزلہ کی صورت میں ظاہر ہو کر بار تنذ... صالح اور مومنین صالح تمام قوم کو

فنا کے گھاٹ اتار دیا، قرآن مجید میں حضرت
صالح علیہ السلام کی دعوتِ تبلیغ اور ثمود
کی سرکشی وعدوان اور بالآخر عبرتناک طور
پر عذابِ الٰہی سے ان کی ہلاکت کا بیان
نہایت تفصیل سے مذکور ہوا ہے۔

یہ واضح رہے کہ ان کے طریقِ ہلاک
کو قرآن مجید نے کہیں رجفہ (زلزلہ) کہیں صاعقہ
(کڑک) کہیں صیحہ (چیخ) سے تعبیر کیا ہے، اور
کہیں صرف عذاب بتایا ہے۔ یہ ایک ہی
حقیقت کی مختلف تعبیرات ہیں، ایک
کوندتی اور گرجتی ہوئی بجلی جب پوری قوت
کے ساتھ لرزہ فگن انداز میں کسی مقام پر گرے
تو بیک وقت زلزلہ، کڑک اور چیخ سب کچھ
ہے، بعض مفسرین نے یہاں زلزلہ مراد لیا ہے
اس لئے قرین قیاس ہے کہ یہ آتش فشاں
زلزلہ ہو، کیونکہ جغرافیہ دانان قدیم وجدید کا
اس پر اتفاق ہے کہ ارضِ ثمود آتش فشاں
مادہ سے بھری ہوئی ہے (ملاحظہ ہو اَصْحٰبُ
الْحِجْرِ، صَالِحٌ، نَاقَةُ اللّٰهِ، وَادٍ) ب 8/14
ب 7/15، ب 12/6و8، ب 13/12، ب 15/6، ب 17/13، ب 19/3و12و14، ب 30/16، ب 33/10
ب 22/9و12، ب 26/5، ب 27/9و15، ب 29/5، ب 30/10و12و13

فصل الواو

ثَوَّابٌ، ثواب، انعام، جزا، بدلا، ثَوَابٌ
ثَوْبٌ سے مشتق ہے جس کے معنی کسی شے
کے اپنی پہلی حالت کی طرف جس پر کہ وہ تھی
یا اس حالت کی طرف کہ جو اول مرتبۂ انسانی
ذہن میں اس شے کے متعلق قائم ہوتی ہے
لوٹنے اور رجوع کرنے کے ہیں اسی لئے
انسان کے اعمال کی جو جزا اس کی طرف
راجع ہو اسے "ثواب" کہا جاتا ہے، اور لغوی
حیثیت سے گو ثواب کا استعمال اچھے اور برے
دونوں قسم کے اعمال کی جزا کے لئے ہوتا ہے
لیکن عرف میں زیادہ تر یہ نیک اعمال کی جزاء
کے لئے مستعمل ہے، ب 3/9و11، ب 4/11، ب 15/11، ب 3/11

ثُوِّبَ۔ بدلا دیا گیا، تَثْوِيْبٌ سے جس کے معنی
بدلہ دینے کے ہیں، ماضی مجہول کا صیغہ، واحد
مذکر غائب، ثُوِّبَ کا استعمال قرآن مجید میں
بُرے اعمال کی جزا ہی کے لئے ہوا ہے۔ ب

فصل الیاء المثناۃ

ثِيَابٌ۔ کپڑے، پوشاک، ثَوْبٌ کی جمع۔ جس کے

معنی کپڑے کے ہیں، اس کی جمع اَثْوَابٌ
بھی آتی ہے، پ ۹/۱۱ پ ۲۹/۱۹ ثِيَابًا پ ۱۵/۱۹

ثِيَابَكَ. تیرے کپڑے، ثِيَابَ مضاف كَ
ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ، آیت شریفہ
وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ (اور اپنے کپڑے پاک کر)
میں بعض نے "ثیاب" سے اس کے حقیقی معنی
(کپڑے) مراد لئے ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں
کہ "ثیاب" نفس سے کنایہ ہے یعنی اپنی جان
کو پاک رکھ جیسے شاعر کہتا ہے ع ثیاب
بنی عوف طهارى نقية (بنی عوف
کے دل پاک صاف ہیں) کہ یہاں "ثیاب"
سے مراد ان کے نفوس، دل اور جانیں
ہیں۔ پ ۲۹/۱۵

ثِيَابَكُمْ تمہارے کپڑے، تمہاری پوشاک
ثیاب مضاف كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر،
مضاف الیہ، پ ۱۸/۱۴

ثِيَابَهُمْ. ان کے کپڑے، ان کی پوشاک
ثِيَابَ مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب
مضاف الیہ، پ ۱۱/۱۲ پ ۲۹/۹

ثِيَابَهُنَّ، ان کے کپڑے، ان کی پوشاک
ثِيَابَ مضاف هُنَّ ضمیر جمع مونث غائب
مضاف الیہ پ ۱۸/۱۴

ثَيِّبَاتٍ. بیاہی ہوئیں، بیوہ عورتیں، ثَيِّبٌ
کی جمع، جس کے معنی بیاہی ہوئی اور نیز اس
عورت کے ہیں جس کے خاوند نے اسے طلاق
دیدی ہو یا وہ مر چکا ہو۔ پ ۲۸/۱۹

بابُ الجیم المعجمۃ

فصل الالف

جَآءَ۔ وہ آیا (ضَرَبَ) مَجِیْءٌ سے، جس کے معنی آنے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ، واحد مذکر غائب عربی میں جن معنی میں اِتْیَانٌ آتا ہے وہی معنی مَجِیْءٌ کے ہیں، لیکن مَجِیْءٌ اس سے زیادہ عام ہے کیونکہ اِتْیَانٌ کے معنی بسہولت آنے کے ہیں۔ علاوہ ازیں اِتیان کا استعمال کبھی صرف ارادہ کے اعتبار سے ہی ہو جاتا ہے، اگرچہ اس کا حصول نہ ہو، اور مجیء کا استعمال اس کے حصول کے اعتبار سے ہوتا ہے، جَآءَ کا استعمال اعیان اور معانی اور خود آنے اور کسی کے حکم سے آنے سب کے لئے ہوتا ہے، نیز کسی جگہ یا کام یا وقت کا قصد کرنے کے لئے بھی آتا ہے، جب اس کے صلہ میں با آئے تو یہ متعدی ہو جاتا ہے اور لانے کے معنی ہوتے ہیں۔ پ۵/۴، پ۶/۶، پ۷/۱۲و۱۴، پ۸/۱۱، پ۹/۴و۷، پ۱۰/۱۳و۱۸، پ۱۱/۱۰، پ۱۲/۲و۳و۵و۶و۷و۸و۹، پ۱۳/۲و۳و۵، پ۱۴/۵و۱۲، پ۱۶/۱و۹، پ۱۶/۲، پ۱۸/۲و۳و۹، پ۱۹/۷و۱۸، پ۲۰/۳و۵و۶و۱۲و۱۴، پ۲۱/۱۸، پ۲۲/۱۳و۱۴، پ۲۳/۶و۷، پ۲۴/۱۳، پ۲۶/۱۶و۱۹، پ۲۷/۱۰و۱۸، پ۲۸/۱۳، پ۲۹/۵و۹، پ۳۰/۱۲و۲۵

جَآءَتْ۔ وہ آئی، مَجِیْءٌ سے، ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب، پ۷/۱۹، پ۸/۱۲و۱۳، پ۱۲/۷و۱۲، پ۱۹/۱۸، پ۲۰/۱۹، پ۲۶/۱۶، پ۳۰/۴و۵

جَآءَتْكَ۔ وہ تیرے پاس آئی، اس میں کَ ضمیر واحد مذکر حاضر ہے پ۲۴/۳

جَآءَتْكُمْ۔ وہ تمہارے پاس آئی، اس میں کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر ہے پ۷/۲، پ۸/۱۴و۱۸، پ۱۱/۱۱، پ۲۶/۱۸

جَآءَتْنَا۔ وہ ہمارے پاس آئی، اس میں نَا ضمیر جمع متکلم ہے، پ۹/۲

جَآءَتْهُ۔ وہ اس کے پاس آئی۔ اس میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ہے، پ۲/۱۰، پ۱۲/۱۲، پ۲۰/۹

جَآءَتْهَا۔ وہ اس کے پاس آئی۔ اس میں ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب ہے پ۱۱/۸

جَآءَتْهُمْ۔ وہ ان کے پاس آئی، اس میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے، پ ۲/۱۰، پ ۳/۱، پ ۶/۲و۹، پ ۷/۱۰و۱۵، پ ۸/۳و۱۱، پ ۹/۲و۳، پ ۱۱/۶و۱۵، پ ۱۳/۱۲، پ ۱۹/۱۶، پ ۲۱/۴، پ ۲۳/۵، پ ۲۳/۱۳و۱۶، پ ۲۶/۴، پ ۳۰/۲۳

جَآءَكَ۔ وہ تیرے پاس آیا۔ اس میں كَ ضمیر واحد مذکر حاضر ہے (ملاحظہ ہو جَآءَ) پ ۱/۱۴، پ ۲/۱، پ ۳/۱۴، پ ۶/۱۱، پ ۷/۱۰و۱۲، پ ۱۲/۱۰، پ ۱۳/۱۱، پ ۲۸/۸و۱۳

جَآءَكُمْ۔ وہ تمہارے پاس آیا۔ اس میں كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر ہے پ ۱/۷، پ ۲/۱۰، پ ۶/۳و۴و۷، پ ۷/۱۹، پ ۸/۶و۱۵و۱۶، پ ۹/۱۶، پ ۱۱/۵و۱۳و۱۶، پ ۲۲/۱۰و۱۶، پ ۲۴/۹، پ ۲۶/۱۳، پ ۲۸/۷و۸

جَآءَنَا۔ وہ ہمارے پاس آیا۔ اس میں نَا ضمیر جمع متکلم ہے پ ۷/۱، پ ۱۶/۱۲، پ ۲۳/۹، پ ۲۵/۱۰، پ ۲۹/۱

جَآءَنِيْ۔ وہ میرے پاس آیا۔ اس میں نونِ وقایہ ی ضمیر واحد متکلم ہے، پ ۱۶/۶، پ ۱۹/۱، پ ۲۴/۱۲

جَآءُوْ۔ وہ آئے۔ مَجِيْءٌ سے۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب پ ۳/۱۰، پ ۹/۴، پ ۱۲/۱۲، پ ۱۸/۸و۱۶، پ ۳۰/۲، پ ۲۸/۴

جَآءُوْكَ۔ وہ تیرے پاس آئے، اس میں كَ ضمیر واحد مذکر حاضر ہے پ ۵/۶، پ ۶/۱۰، پ ۷/۹، پ ۲۸/۲

جَآءُوْكُمْ۔ وہ تمہارے پاس آئے۔ اس میں كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر ہے، پ ۵/۹، پ ۶/۱۲، پ ۲۱/۱۸

جَآءُوْهَا۔ وہ اس کے پاس آئے، اس میں هَا ضمیر واحد مؤنث غائب ہے، پ ۲۴/۵و۱۴

جَآءُوْهُمْ۔ وہ ان کے پاس آئے، اس میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے پ ۱۱/۱۳، پ ۲۱/۸

جَآءَهٗ۔ وہ اس کے پاس آیا، اس میں هٗ ضمیر واحد مذکر غائب ہے پ ۱۲/۱۷، پ ۱۹/۱۱، پ ۲۰/۹، پ ۲۱/۳، پ ۳۰/۵

جَآءَهَا۔ وہ اس کے پاس آیا۔ اس میں هَا ضمیر واحد مؤنث غائب ہے، پ ۱۹/۱۹، پ ۲۲/۱۹

جَآءَهُمْ۔ وہ ان کے پاس آیا۔ اس میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے پ ۱/۱۲، پ ۳/۱۰و۱۷، پ ۴/۲، پ ۵/۸، پ ۶/۱۴، پ ۷/۷و۱۱، پ ۸/۸، پ ۱۱/۸و۱۵، پ ۱۳/۹، پ ۱۳/۲۱، پ ۱۵/۱۱و۱۲و۲۰، پ ۱۸/۳، پ ۱۹/۱۵، پ ۲۰/۷و۸و۱۶، پ ۲۱/۲، پ ۲۲/۱۱و۱۷، پ ۲۳/۱۰، پ ۲۴/۸و۱۹، پ ۲۵/۳و۹و۱۱و۱۲و۱۸، پ ۲۶/۶و۱۵، پ ۲۷/۵و۸، پ ۲۸/۹

جَابُوْا۔ انہوں نے تراشا، (نَصَرَ) جَوْبٌ سے جس کے معنی تراشنے اور قطع کرنے کے ہیں ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب، پ ۳۰/۱۴

جٰثِمِيْنَ۔ اوندھے پڑنے والے، زانو کے بل گرنے والے، جُثُوْمٌ سے جس کے معنی سینہ کے بل اوندھے منہ زمین پر پڑنے کے ہیں، اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر، جَاثِمٌ کی جمع، پ ۸/۱۷، پ ۹/۱، پ ۱۲/۶و۸، پ ۳۰/۱۶

جَاثِيَةٌ. زانو پر بیٹھنے والی، زانو پر گرنے والی، جُثُوٌّ اور جُثِيٌّ سے، جس کے معنی زانو پر بیٹھنے کے ہیں۔ اسم فاعل کا صیغہ، واحد مؤنث غائب، یہاں لفظ "جاثیۃ" جمع کی جگہ پر استعمال ہوا ہے جیسے جَمَاعَةٌ قَائِمَةٌ یا جَمَاعَةٌ قَاعِدَةٌ بولتے ہیں، پ ۲۵/۲

جَادَلْتُمْ. تم نے جھگڑا کیا، تم جھگڑے، مُجَادَلَةٌ سے جس کے معنی جھگڑا کرنے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر (ملاحظہ ہو جِدَال) پ ۵/۱۴

جَادَلْتَنَا. تو نے ہم سے جھگڑا کیا۔ جَادَلْتَ مُجَادَلَةٌ سے، ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر نَا ضمیر جمع متکلم، پ ۱۲

جَادَلُوْا. انھوں نے جھگڑا کیا۔ مُجَادَلَةٌ سے، ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب، پ ۲۴

جَادَلُوْكَ. انھوں نے تجھ سے جھگڑا کیا، اس میں کَ ضمیر واحد مذکر حاضر ہے پ ۱۲/۱۶

جَادِلْهُمْ. تو ان سے جھگڑا کر، تو ان کو الزام دے، تو ان سے مناظرہ کر، جَادِلْ مُجَادَلَةٌ سے، امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر، هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب، پ ۱۴/۲۲

جَارٌ. پڑوسی، ہمسایہ، جو پڑوس میں رہے وہ جار کہلاتا ہے، یہ اسماء متضائفہ میں سے ہے جس طرح کہ "اخ" (بھائی) اور صدیق (دوست) ہیں کہ جس کا یہ پڑوسی وہ اس کا پڑوسی، کبھی کبھی مجازاً "جار" بمعنی مددگار، حمایتی اور رفیق کے بھی آتا ہے۔ چنانچہ اِنِّیْ جَارٌ لَّكُمْ میں یہی معنی مجازی مراد ہیں، پ ۵/۱۰ پ ۱

جَارِيَاتٌ. چلنے والیاں، جَرْيٌ سے جس کے معنی پانی کی روانی کی طرح تیز چلنے کے ہیں اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث، جَارِيَةٌ کی جمع، پ ۲۶/۱۸

جَارِيَةٌ. کشتی، چلنے والی، بہنے والی، رواں جَرْيٌ سے، اسم فاعل کا صیغہ، واحد مؤنث چونکہ کشتی سطح آب پر چلتی ہے، اس لئے جَارِيَة کہلاتی ہے، پ ۲۹/۵ پ ۳۰/۱۳

جَارٌ. کفایت کرنے والا، کام آنے والا، بدلہ دینے والا، جَزَاءٌ جس کے معنی کام آنے، کافی ہونے، اور بدلہ دینے کے ہیں، اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر، پ ۲۱/۱۲

جَاسُوْا. وہ گھس پڑے، وہ داخل ہوگئے (قصد) جَوْسٌ سے، جس کے معنی لوٹ مار کے لئے

گھس پڑنے کے ہیں، ماضی کا صیغہ، جمع مذکر غائب، پ ۱۵

جَاعِلٌ۔ بنانے والا، کرنے والا، رکھنے والا، جَعْلٌ سے، اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ (ملاحظہ ہو جَعَلَ) پ ۱/۲ پ ۳/۱۲ پ ۲۲/۱۲

جَاعِلُكَ۔ تجھکو بنانے والا، تجھکو کرنے والا، تجھے رکھنے والا، جَاعِلُ مضاف، كَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ، پ ۱/۱۵

جَاعِلُونَ۔ بنانے والے، کرنے والے، رکھنے والے، جَعْلٌ سے، اسم فاعل کا صیغہ، جمع مذکر جَاعِلٌ کی جمع۔ پ ۱۵/۱۲

جَاعِلُوهُ، اس کو کرنے والے، اس کو بنانے والے، جَاعِلُو مضاف، ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ، اضافت کے سبب سے نون جمع گر گیا ہے (ملاحظہ ہو جَعَلَ) پ ۲۰/۱۳

جَالُوتَ۔ ایک کافر بادشاہ کا نام ہے، یہ عجمی لفظ ہے، عربی میں اس کی کچھ اصل نہیں بحر روم کے کنارے مصر و فلسطین کے درمیان جو عمالقہ آباد تھے ان ہی میں سے تھا۔ بڑے زور و قوت کا فرمانروا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد ایک مدت تک بنی اسرائیل کا کام بنا رہا، پھر جب ان کی نیت بگڑی، دینداری میں فتور آیا تو غنیم مسلط ہوا، یہی جالوت ان پر چڑھ دوڑا ان کے اطراف کے شہر چھین لئے، بڑی لوٹ مار مچائی اور بہت قتل و غارت کیا، اور توراۃ کو فنا کر ڈالا، جو معزز اور سردار تھے ان کو گرفتار کر کے ساتھ لیتا تھا اور باقی کو رعایا بنا کر ان پر خراج مقرر کیا، جو لوگ باقی بچے وہ بھاگ کر بیت المقدس میں جمع ہوئے اور پیغمبرِ وقت سے درخواست کی کہ کوئی با اقبال بادشاہ ہم پر مقرر کر دیا جائے۔ چنانچہ بارگاہِ الٰہی سے طالوت ان پر بادشاہ مقرر کیا گیا، اور طالوت کی سرکردگی میں بنی اسرائیل کی ایک مختصر سی جماعت جو تین سو تیرہ نفوس پر مشتمل تھی، جالوت کی فوج کے مقابل ہوئی، جالوت خود مقابلہ کو نکلا اور حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ سے مارا گیا، اور اس کے لشکر نے شکست فاش اٹھائی، جالوت اور طالوت کی جنگ اور جالوت کے قتل کا قصہ قرآن مجید سورہ بقرہ میں تفصیل سے مذکور ہے۔

جَامِدَةً۔ جمی ہوئی، ٹھیری ہوئی، جُمُوْدٌ
سے، جس کے معنی جمنے اور ٹھیرنے کے ہیں،
اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث غائب پ ۲۰/۲
جَامِعٌ۔ جمع کرنے والا، اکٹھا کرنے والا، جَمْعٌ
سے جس کے معنی جمع کرنے اور اکٹھا کرنے کے
ہیں۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر، پ ۳/۹ پ ۵/۱۴ پ ۱۵/۱۵
جَانٌّ۔ جن، سانپ، جِنٌّ کی جمع ہے حضرت
عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت
ہے کہ جس طرح ابوالبشر (سارے انسانوں
کے باپ) کا نام آدم ہے، اسی طرح ابوالجن
(جنوں کے باپ) کا نام جانٌّ ہے، قتادہ
کا بیان ہے کہ جان ابلیس ہی ہے اور بعض
علماء کا خیال ہے کہ جان ابوالجن اور ابلیس
ابوالشیاطین ہے، جن مسلمان بھی ہوتے ہیں
اور کافر بھی۔ جس طرح بنی آدم کھاتے پیتے اور
مرتے جیتے رہتے ہیں، یہی حال ان کا ہے،
اور شیاطین مسلمان نہیں ہوتے نہ ابلیس کے
مرنے سے پہلے ان کو موت آئے گی۔[۱] راغب
کی رائے میں جان جن کی ایک خاص نوع
ہے۔ سانپ کی شکل جو بہت لہراتی اور
پھنپھناتی ہوئے بھی عربی میں جان کہتے ہیں
پ ۱۴/۳ پ ۱۹/۱۶ پ ۲۰/۷ پ ۲۷/۱۱،۱۲،۱۳
جَانِبٌ۔ جانب، کنارہ، طرف، کروٹ، رخ
اصل میں جَنْبٌ پہلو کو کہتے ہیں، عرب کی
عادت ہے کہ وہ اعضاء وجوارح ہی کو بطور
استعارہ سمتوں کے لئے استعمال کرتے ہیں۔
چنانچہ یمین وشمال اصل میں دائیں بائیں
ہاتھ کا نام ہے اور دائیں بائیں سمتوں کے
لئے بھی استعمال ہوتے ہیں۔ اسی طرح پہلو
کی سمت کو جَنْبٌ اور جَانِبٌ بولتے ہیں
پ ۱۵/۷ پ ۱۶/۷،۱۲ پ ۲۰/۷،۸ پ ۲۳/۵
جَانِبِهٖ۔ اس کا بازو، اس کی کروٹ، اس
کی جانب، جَانِبِ مضاف ہٖ ضمیر واحد
مذکر غائب مضاف الیہ پ ۱۵/۹ پ ۲۵/۱
جَاوَزَا۔ وہ دونوں آگے چلے، وہ دونوں
گزرے، مُجَاوَزَةٌ سے جس کے معنی کسی چیز سے
گزر جانے اس کو پار کرنے اور آگے بڑھنے کے
ہیں، ماضی کا صیغہ تثنیہ مذکر غائب، پ ۱۵/۲۱
جَاوَزْنَا۔ ہم نے پار کرایا۔ ہم نے پار اتارا مُجَاوَزَةٌ
سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم، پ ۹ پ ۱۱/۱۴

[۱] تفسیر خازن ج ۴ ص ۵۳۔

جَاوَزَهٗ۔ وہ اس کے پار اترا، وہ اس کے پار ہوا
جَاوَزَ مُجَاوَزَۃٌ سے، ماضی کا صیغہ، واحد مذکر
غائب، ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب، پ۲/۱۴

جَاهِدْ۔ تو جہاد کر، تو لڑائی کر، مُجَاهَدَۃٌ سے
امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر، مجاہدہ زبان اور
ہاتھ دونوں سے ہوتا ہے (ملاحظہ ہو مُجَاهِدُوْنَ)
پ۱/۱۹ پ۲۸/۲۰

جَاهَدَ۔ اس نے جہاد کیا، اس نے جنگ کی
مُجَاهَدَۃٌ سے، ماضی کا صیغہ، واحد مذکر
غائب، پ۱/۹ پ۳۰/۱۳

جَاهَدَاكَ۔ وہ دونوں تجھ سے لڑے، انھوں
نے تجھ پر زور ڈالا، ان دونوں نے تجھ پر
کوشش کی، جَاهَدَ مُجَاهَدَۃٌ سے،
ماضی کا صیغہ تثنیہ مذکر غائب، كَ ضمیر
واحد مذکر حاضر پ۲۰/۱۲ پ۲۱/۱۱

جَاهَدُوْا۔ انھوں نے جہاد کیا، انھوں نے
محنت کی، وہ لڑے، مُجَاهَدَۃٌ سے، ماضی
کا صیغہ، جمع مذکر غائب، پ۲/۱۱ پ۴/۵ پ۱۰/۶،۸،۹
پ۳۰/۱۴ پ۳/۱ پ۲۶/۱۴

جَاهِدُوْا۔ تم محنت کرو، تم لڑو، تم جہاد کرو،
مُجَاهَدَۃٌ سے، امر کا صیغہ، جمع مذکر حاضر، پ۶/۱۴
پ۱۰/۱۲،۱۴ پ۱۴/۱۴

جَاهِدْهُمْ، تو ان سے جہاد کر، تو ان سے
مقابلہ کر، جَاهِدْ فعل امر، هُمْ ضمیر جمع
مذکر غائب، پ۱۹/۳

جَاهِلٌ۔ جاہل، بے خبر، نادان، جَهَالَۃٌ سے
اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر (ملاحظہ ہو جَهَالَۃٌ)
پ۳/۵

جَاهِلُوْنَ۔ نادان، جاہل، ان سمجھ، جَاهِلٌ
کی جمع، بحالت رفع، اسم فاعل کا صیغہ،
جمع مذکر، پ۱۳/۲ پ۱۹/۲ پ۲۳/۲

جَاهِلِيَّۃٌ۔ جاہلیت، نادانی، حالتِ جہل
اسم ہے، جَهْلٌ سے مشتق ہے، قبل از اسلام
کے حالات اور زمانے کو جاہلیت سے تعبیر کیا
جاتا ہے۔ بیضاوی لکھتے ہیں۔

والمراد بالجاهلية	جاہلیت سے مراد
الملة الجاهلية	ملت جاہلیت یعنی
التي هي متابعة	اپنی خواہش پر چلنا
الهوى۔ [1]	ہے۔

پ۴/۷ پ۶/۱۱ پ۲۲/۱ پ۲۶/۱۱

[1] انوار التنزیل ج ۱ ص ۱۹۶۔

جٰھِلِیْنَ۔ جاہل، نادان، بے عقل۔ جَاھِلٌ کی جمع بحالتِ نصب وجر، اسمِ فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ پ۸ پ۱۰ پ۱۴/۹ پ۱۲/۱۱ پ۱۲/۴ پ۲۰/۹

جَآئِرٌ۔ کج۔ ٹیڑھا، جَوْرٌ سے، جس کے معنی راہ سے ہٹنے اور کج ہونے کے ہیں۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ پ۱۴

فصل الباء الموحدۃ

جُبّ۔ وہ گہرا کنواں، جس کی کوئی تعمیر نہ کی گئی ہو۔ اسم ہے۔ پ۱۲/۱۲

جَبَّارٌ۔ سرکش، زور کرنے والا، زبردست دباؤ والا، خود اختیار، جَبْرٌ سے، مبالغہ کا صیغہ اہلِ لغت کی تصریح کے مطابق "جبر" کے معنی اصل میں ایک طرح کی زبردستی کے ساتھ کسی شئے کی اصلاح کرنے کے ہیں لیکن جبر کا استعمال صرف اصلاح یا محض زبردستی کے لئے بھی ہوتا ہے، انسانوں میں جبّار وہ شخص کہلاتا ہے کہ جو اپنے نقص کو علوِ مرتبت کے اس ادعا سے پورا کرنا چاہے جس کا وہ مستحق نہیں ہے، بایں معنی "جبار" کا استعمال بطور مذمت ہی ہوتا ہے، کبھی کبھی جبّار اس کو بھی کہتے ہیں جس کا دوسرے پر دباؤ اور زور ہو جیسے وَمَآ اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِجَبَّارٍ (اور تیرا ان پر دباؤ نہیں، اور تو ان پر زور کرنے والا نہیں)۔

صفتِ باری تعالیٰ میں جو وصف جبّار مذکور ہے جیسے اَلْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَکَبِّرُ اس سلسلہ میں دو قول ہیں، ایک یہ کہ چونکہ باری تعالیٰ اپنے فیضانِ نعمت سے سب لوگوں کی حالتیں درست کرتا اور ان کے نقصانات پورے فرماتا ہے اس لئے اس کا نام "جبّار" ہے، یعنی نقصانات کا پورا کرنے والا احوال درست کرنے والا، عرب والے بولتے ہیں جبرت الفقیر یعنی میں نے فقیر کی حالت درست کر دی، اُسے تونگر کر دیا۔

دوسرے یہ کہ چونکہ اللہ تعالیٰ اپنے ارادہ کے آگے سب کو مجبور کر دیتا ہے اس لئے وہ جبّار سے موسوم ہے، امام بیہقی کتاب الاسماء والصفات میں محمد بن کعب سے روایت کرتے ہیں۔

انما یسمی الجبار	وہ "جبار" اس لئے موسوم ہے
لانہ یجبر الخلق	کہ مخلوق کو اپنے ارادہ کے
علی ما اراد (ص۳۲)	آگے مجبور کر دیتا ہے۔

اس توجیہ پر دو اعتراض کئے گئے ہیں، ایک
بحیثیتِ لفظ، دوسرا بحیثیتِ معنی۔ لفظی حیثیت
سے تو بعض اربابِ لغت نے یہ اعتراض
کیا ہے کہ مجبور کرنے کے معنی میں اِجْبَارٌ
آتا ہے نہ کہ جَبْرٌ اور بابِ اِفْعَالٌ سے
مبالغہ کا صیغہ بروزن فَعَّالٌ نہیں آسکتا،
پس جَبَّار کا صیغہ بابِ اِجْبَارٌ سے نہیں
بن سکتا، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ جَبْرٌ
سے بنا ہے، اِجْبَارٌ سے نہیں اور جَبْرٌ کے
معنی بھی مجبور کرنے کے آتے ہیں، چنانچہ مروی
ہے لا جبر ولا تفویض (نہ مجبور کرنا ہے،
نہ سونپ دینا)۔ ابوالنجم بیہقی نے تاج المصادر
میں تصریح کی ہے کہ بابِ اِجْبَارٌ ہی سے ہے
مگر خلافِ قیاس ہے۔

دوسرا اعتراض معنوی حیثیت سے معتزلہ
کی ایک جماعت نے کیا ہے، چنانچہ وہ اس
معنی کو تسلیم کرنے سے انکار کرتی اور یہ کہتی ہے
کہ اللہ کی شان اس سے بالاتر ہے کہ وہ
بندوں کو مجبور کرے، حالانکہ یہ انکار کی بات
ہی نہیں کیونکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ
نے اپنی حکمتِ الٰہیہ کے اقتضاء کے مطابق
بندوں کو بہت سی ایسی چیزوں پر مجبور کر رکھا
ہے کہ جن سے ان کو رہائی نہیں مل سکتی۔
نادان اور گمراہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ایسا نہیں
سو یہ نرا وہم ہے، بیماری، موت، حشر پر سب
مجبور ہیں، اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو خاص صنعت
اور خاص طریقہ اعمال و اخلاق پر مسخر فرمایا
ہے کہ بس اسی کی انجام دہی میں مصروف
اور اسی کی دھن میں لگا ہوا ہے، بندہ مجبور
بصورتِ مختار ہے۔ چنانچہ جو کوئی جس دھن
میں لگا ہوا ہے اسی میں مگن ہے اسے چھوڑنا
نہیں چاہتا اور کوئی کسی کام سے بیزار ہے
کڑھتا رہتا ہے مگر اس طرح کئے چلا جا رہا ہے
کہ گویا اس کے بدلہ کوئی اور کام اس کو ملتا
ہی نہیں، اسی کے متعلق ارشاد الٰہی فَتَقَطَّعُوْٓا
اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ
فَرِحُوْنَ (انھوں نے اپنا کام آپس میں پھوٹ
کر ٹکڑے ٹکڑے کر لیا، اور ہر فرقہ جو ان کے
پاس ہے اس پر ریجھ رہے ہیں) اور نَحْنُ
قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا
وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ
(ہم نے دنیا کی زندگی میں ان کے درمیان

ان کی روزی کو تقسیم کیا اور بعض کو بعض
پر بلند مرتبہ کیا ہے) اور اسی اعتبار سے اللہ
کی صفت قَاھِرٌ ہے کیونکہ اس کا قہر اسی
پر ہوتا ہے جس پر قہر کرنے کی اس کی حکمت
مقتضی ہوتی ہے۔ ؎۱

امام حلیمی فرماتے ہیں۔

"کہ جو لوگ اس کو جَبْرٌ سے جو کَرٌّ کی نظیر ہے
قرار دیتے ہیں وہ اس لئے کہ اس کے مفہوم میں
کسی شئے کا نیست سے ہست کرنا داخل ہے
کیونکہ جب کسی شئے کے ہونے کو چاہا اور وہ ہو گئی
اور ہونے میں اور اس کے چاہنے میں دیر نہ لگی
اور جو چاہا اس کے سوا دوسری بات کا ہونا ممکن
نہیں تو اس طرح پر اس کا کسی چیز کو کرنا گویا جبر
ہی ہے، کیونکہ مراد کے حاصل ہونے میں جو رکاوٹ
ہو اُس کے دفع کرنے کا طریقہ جَبْر کہلاتا ہے
پس جب یہ ایک حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ جو
چاہے اُسے کوئی نہ روک سکے تو یہ صورت
میں جبر ہی ہوا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ وَھِيَ دُخَانٌ
فَقَالَ لَھَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْھًا
قَالَتَآ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ ۝ (پھر وہ متوجہ ہوا آسمان
کی طرف اور وہ دھواں ہو رہا تھا تو کہا اس کو اور
زمین کو آؤ تم دونوں خوشی سے یا زور سے وہ بولے
ہم آئے خوشی سے) جَبَّار کے، اس کے علاوہ
اور معانی بھی کئے گئے ہیں۔ پس جو اس باب
سے "جبار" کو ملاتا ہے وہ ابداع اور جبر
میں فرق نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ کے بدیع
ہونے کے اقرار ہی کو اس کے جبار ہونے کا
اقرار قرار دیتا ہے۔"

امام ابو سلیمان خطابی فرماتے ہیں۔

الجبار الذی جبر — جبار وہ ذات ہے جس نے
الخلق علی ما اراد — اپنی مخلوق کو اپنے امر
من امرہ ونھیہ یقال — و نہی پر جس طرح چاہا مجبور
جبرہ السلطان و — کر دیا، چنانچہ بولتے ہیں جبر
اجبرہ بالالف ی — السلطان واجبرہ الف
یقال ھو الذی جبر — کے ساتھ یعنی بادشاہ نے
مفاقر الخلق وکفاھم — اپنے حکم ماننے پر مجبور کر دیا،
اسباب المعاش — اور بعض کا قول ہے جبار وہ
والرزق ویقال — ذات ہے کہ جس نے اپنی مخلوق
بل الجبار — کی حاجتوں کو پورا کیا اور ان کے

؎۱ مفردات راغب۔

العالی فوق   معاش اور روزی کے اسباب کو کافی
خلقہ من   ہوا اور بعض کہتے ہیں بلکہ جبار کے
قولھم   معنی اس ذات کے ہیں جو اپنی مخلوق
تجبّر النبات   سے اوپر ہے کیونکہ سبزہ جب بلند ہوجاتا
اذا علا۔ [۱]   ہے تو تجبر النبات بولتے ہیں۔

علامہ خازن بغدادی نے تصریح کی ہے
کہ جبار ذات باری کے لئے وصفِ مدح ہے
اور انسانوں کے حق میں صفتِ ذم، [۲] پ۱۲/۵
پ۱۳/۱۸ پ۱۹/۹ پ۲۶/۱۴ پ۳۰/۹

جَبَّارًا پ۱۶/۴ و ۵ پ۳۰/۵

جَبَّارِیْنَ۔ گردن کش، زورآور، زبردست،
جَبَّارٌ کی جمع بحالت نصب وجر، پ۶/۸ پ۱۹/۱۱

جِبَالُ۔ پہاڑ، جَبَلٌ کی جمع ہے، پ۸/۱۲ و ۱۷ پ۱۲/۴
پ۱۳/۱۰ و ۱۹ پ۱۳/۴ و ۱۵ و ۱۷ پ۱۵/۳ و ۱۸ پ۱۶/۹ و ۱۸ پ۱۷/۶ و ۹ پ۱۸/۱۲
پ۱۹/۱۲ پ۲۰/۳ پ۲۲/۶ و ۸ و ۱۹ پ۲۳/۱۱ پ۲۷/۳ و ۱۲ پ۲۹/۵ و ۷ و ۱۲ و ۲۱
پ۳۰/۱ و ۴ و ۹ و ۱۳ و ۳۶

جِبَاهُهُمْ ان کی پیشانیاں، ان کے ماتھے
جِبَاہٌ جَبْهَةٌ کی جمع، جس کے معنی پیشانی کے
ہیں مضاف ہے، ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب
مضاف الیہ، پ۱۰/۱۱

جِبْتِ، بت، راغب لکھتے ہیں۔
"جبت اور جبس اس دہودن کو کہتے ہیں جو
کسی کام کا نہ ہو اور کہا گیا ہے کہ تا سین ہی کا
بدل ہے، نیز ہر وہ چیز جس کے سوائے خدا کی پوجا
کی جائے "جبت" کہلاتی ہے اور جادو اور کاہن
کو بھی جبت کہتے ہیں۔"

اصل میں جبت کے معنی میں علماء کا اختلاف
ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ "جبت" کے معنی
جادو کے بتلاتے ہیں، عکرمہ کا قول ہے کہ "جبت"
حبشی زبان میں شیطان کو کہتے ہیں [۳]، ابن ابی
حاتم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما
سے بھی یہی روایت کیا ہے [۴] طبری نے مجاہد
سے جادو کے اور سعید بن جبیر اور ابو العالیہ کی
جادوگر اور قتادہ سے شیطان اور حضرت

---

[۱] حلیمی اور خطابی کے اقوال کے لئے ملاحظہ ہو کتاب الاسماء والصفات امام بیہقی ص ۳۲ طبع انوار احمدی
الہ آباد ۱۳۱۳ھ۔ [۲] لباب التاویل ج ۷ ص ۶۲۔
[۳] صحیح بخاری کتاب التفسیر سورہ نساء باب قولہ وان کنتم مرضیٰ او علی سفر [۴] اتقان ج ۱ ص ۱۳۹ طبع مصر۔

ابنِ عباسؓ سے بت کے معنی نقل کئے ہیں۔[1]
بغوی نے ابنِ سیرینؒ اور مکحولؒ کا قول نقل کیا
ہے کہ جبت کاہن کو کہتے ہیں۔ ابو عبیدہ کا
بیان ہے کہ ہر وہ معبود جس کی اللہ کے سوائے
عبادت کی جائے "جبت" ہے[2]، امام ابنِ جریر
طبری کا فیصلہ اس سلسلہ میں نہایت صاف
ہے جس سے ان تمام مختلف اقوال میں توفیق
ہو جاتی ہے، فرماتے ہیں۔

ان المراد بالجبت یقیناً جبت اور طاغوت سے
والطاغوت جنس وہ جنس مراد ہے جس کی
من کان یعبد من اللہ تعالیٰ کے سوائے پوجا
دون اللہ سواء کی جائے خواہ وہ بت ہو یا شیطان
کان صنما او شیطانا آدمی ہو یا جن، پس اس میں
جنیا او آدمیا فیدخل جادوگر اور کاہن بھی
فیہ الساحر والکاھن آجاتے ہیں۔
واللہ اعلم[3] واللہ اعلم

صحیح ابو داؤد میں حضرت قبیصہ رضی اللہ عنہ سے
مروی ہے۔

سمعت رسول اللہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ
صلی اللہ علیہ وسلم وسلم سے سنا کہ پرندوں کو
العافیۃ والطیرۃ و اڑا کر شگون لینا اور بدفال
الطرق من الجبت۔ لینا اور رمالوں کا خط کھینچنا
[4]۔ "جبت" میں داخل ہے۔

ج ب ر

جِبْرِیلَ۔ جبریل علیہ السلام، اللہ تعالیٰ کے
ایک مقرب فرشتے کا نام ہے، جبریل کے تلفظ
میں تیرہ لغات ہیں، جن کی قرائت کی گئی ہے
لیکن بیشتر قراءتیں شاذ ہیں، ابو حیان نے
البحر المحیط میں اور سمین نے اعراب القرآن میں
ان سب کو ذکر کیا ہے جو حسب ذیل ہیں (۱)
جِبْرِیل جیم کے زیر سے (۲) جَبْرِیل جیم
کے زبر سے (۳) جَبْرَئِیلُ بروزن خَنْدَرِیس
(۴) جَبْرَئِل ہمزہ کے بعد یا نہیں (۵) جَبْرَئِلّ
اس میں لام پر تشدید ہے (۶) جِبْرَائِیل
(۷) جِبْرَائِل (۸) جَبْرَال (۹) جَبْرِیل۔
(۱۰) جِبْرَایِیل اس میں دو یاء ہیں پہلی پر زیر
ہے (۱۱) جَبْرِین (۱۲) جِبْرِین (۱۳) جَبْرَائِین
ان میں سات کو امام جمال الدین بن مالکؒ نے

[1] ملاحظہ ہو فتح الباری ج ۸ ص ۱۸۹ و ۱۹۰ طبع امیریہ مصر [2] معالم التنزیل ج ۱ ص ۴۵۳ طبع مصر۔
[3] فتح الباری ج ۸ ص ۱۹۰۔ [4] سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۱۸۹ طبع نولکشور لکھنؤ

اور بقیہ چھ کو امام سیوطیؒ نے نظم کیا ہے ابن مالک کا شعر ہے۔

جبریل جبریل جبرائیل جبرئل
وجبرئیل وجبرال وجبرین

سیوطیؒ کہتے ہیں۔

جبرئل وجبرایل مع بدل
جبرائل دبیاء ثم جبرین

"مع بدل" سے جبرائین کی طرف اشارہ ہے، کیونکہ یا کو ہمزہ سے بدلا گیا ہے اور لام کو نون سے۔"

علامہ ابن الجنی المحتسب میں فرماتے ہیں کہ "عرب جب کسی عجمی لفظ کا تلفظ کرتے ہیں تو گڑبڑ کرتے ہیں، اصل میں یہ نام گوریال تھا، گ ہے جو کاف اور قاف کے درمیان ہے، اس کے بعد طول استعمال کی بنا پر اس میں وہ تبدیلی آگئی کہ جس نے اس قدر تفاوت تک اس کو لا ڈالا، اور "جبریل" کے معنی "عبداللہ" بندۂ خدا کے بتائے گئے ہیں، کیونکہ جبر بمنزلہ رجل یعنی مرد کے ہے، اور سواللہ کا بندہ ہوتا ہے اور ایل سُریانی زبان میں اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ اور جبر کا استعمال بھی بمعنی مرد صرف ابن احمدی کے اس شعر میں ہوا ہے:

اشرب برادوق جیت بہ
وانعم صباحا ایھا الجبر"

علامہ ابوحیان کا بیان ہے۔

"جبریل" عجمی لفظ ہے جو علمیت اور عجمہ کی بنا پر غیر منصرف ہے اور ان لوگوں نے بڑی دور کی کہی جو اس طرف گئے کہ وہ جبروت اللہ سے مشتق ہے، یا اس طرف کہ وہ مرکب اضافی ہے نیز جس نے یہ کہا کہ جبر بندہ اور ائل اللہ دونوں سے مل کر بنا ہے اور حضرموت کی طرح سے مرکب امتزاجی ہے۔" [۲]

حافظ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری میں لکھتے ہیں۔

"یہ اگرچہ سریانی لفظ ہے۔ لیکن معنی کے اعتبار سے عربی زبان سے موافقت واقع ہو گئی ہے، کیونکہ جبر کے معنی بگڑی ہوئی چیز کی اصلاح کے ہیں اور جبریل بھی وحی پر مقرر ہیں جس کے ذریعہ اصلاح عام حاصل ہوتی ہے۔" [۳]

---

[۱] لیکن اس اعتبار سے "جبرئیل" کے معنی بجائے بندۂ خدا کے مرد خدا ہونے چاہئیں۔ [۲] ان تمام حوالوں کیلئے ملاحظہ ہو تنویر الحوالک علی موطا مالک للسیوطی ج اص ۱۴۱ طبع مصر ۱۳۳۲ھ [۳] فتح الباری ج ۶ ص ۲۱۷

تفسیر ابن جریر میں جبریل کے معنی کے متعلق سلف سے حسب ذیل اقوال مروی ہیں۔

• عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، جبریل کے معنی عبداللہ، میکائیل کے معنی عبیداللہ، جس اسم میں ایل ہو، اس کے معنی اللہ کے بندگی کرنے والے کے ہیں۔

• عکرمہ، جبر معنی عبد (بندہ) اور ایل اللہ ہے،

عبداللہ بن الحارث البصری، عبرانی میں "ایل" اللہ کو کہتے ہیں۔

علی بن الحسین زین العابدین، جبریل کا نام عبداللہ میکائیل کا عبیداللہ اور اسرافیل کا عبدالرحمٰن ہے جس اسم میں ایل ہو وہ اللہ کا بندگی کرنے والا ہے

دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے بھی مرفوعاً یہی روایت کی ہے۔[1]

حافظ ابن حجر فتح الباری میں ان روایات کو نقل کرکے فرماتے ہیں۔

• اور اس کے بالکل برعکس بھی معنی کئے گئے ہیں یعنی ایل کے معنی تو بندہ کے ہیں اور اس سے پہلے جو لفظ ہو وہ اللہ کا نام ہے جیسے عبداللہ، عبدالرحمٰن اور عبدالرحیم ہیں کہ لفظ عبد تو نہیں بدلتا اور اس کے بعد کے الفاظ بدلتے رہتے ہیں اگرچہ معنی ایک ہی رہتے ہیں، نیز اس بات کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ عربی کے علاوہ اور زبانوں میں اسم مضاف میں اکثر مضاف الیہ مضاف سے پہلے ہوتا ہے۔[2]

علامہ سیوطی، حافظ صاحب کی اس عبارت کو ذکر کرکے فرماتے ہیں۔

قلت هذا ارجح میں کہتا ہوں یہ زیادہ راجح ہے والآثار السابقة اور آثار سابقہ اس کی شہادت تشهد له[3] دیتے ہیں۔

بہرحال معنی چاہے کچھ بھی ہوں یہ خیال رہے کہ فرشتوں کے نام عام آدمیوں کی طرح سے نہیں ہوتے کہ جو جی میں آیا نام رکھدیا، زنگی کا نام کافور اور فاسق کا صالح، بلکہ ان کے نام توقیفی یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کئے ہوئے ہیں (بلا تشبیہ عرض ہے کہ) جس طرح سے بادشاہوں کی طرف سے امیروں کو القاب اور خطابات بخشے جاتے ہیں جو ان کے منصب اور مرتبے پر دلالت کرتے ہیں، اسی طرح فرشتوں کے اسماء ہیں جو ان کے

لہ و سہ تنویر الحوالک ج ص ۱۴ و ۱۵۔ ۲ہ فتح الباری ج ۸ ص ۲۲۶

مرتبہ کمال کو بتلاتے ہیں۔

قرآن مجید نے جبریل امین کو روح القدس (پاک روح) روح الامین (فرشتہ معتبر) رسولِ کریم (پیغامبر گرامی قدر) ذو مرۃ (زور آور یا حسین) ذی قوۃ (صاحب طاقت) شدید القویٰ (سخت قوتوں والا) مکین (مرتبہ والا) مطاع (سب کا مانا ہوا) امین (با امانت) جیسے گرانقدر اوصاف سے متصف کیا ہے، اور ان سے عداوت کو خدا سے عداوت کا سبب بتایا ہے۔

طبرانی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل سے دریافت فرمایا تم کون سے کاموں پر مقرر ہو تو انھوں نے بتایا ہوا اور لشکروں پر یعنی ہواؤں کا چلانا، اور لشکروں کی فتح و شکست کا کام ان کے سپرد ہے[1]۔ صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام کو ان کی اصلی شکل پر دیکھا، ان کے چھ سو پر تھے۔

حضرت جبریل علیہ السلام کی پیدائش حضرت آدم علیہ السلام سے قبل ہوئی اور وفات ملک الموت کی موت سے پہلے ہوگی یہ امر متفق علیہ ہے کہ جبریل، میکائیل، اسرافیل ملک الموت علیہم السلام سب فرشتوں کے افسر اور ان سب میں اشرف ہیں، اور ان چاروں میں جبریل اور اسرافیل علیہما السلام ہیں اور ان دونوں کی تفضیل میں توقف ہے، جس کا سبب روایات کا اختلاف ہے، طبرانی کی معجم کبیر میں ایک حدیث آئی ہے افضل الملائکۃ جبریل (سب فرشتوں میں جبریل بڑھکر ہیں) لیکن اس کی سند ضعیف نیز اس کے معارض روایت موجود ہے اس لئے اس بارے میں توقف ہی اولیٰ ہے[2]۔ حافظ ابو الشیخ کی کتاب العظمۃ فرشتوں کے ذکر پر مشتمل ہے اور اس میں ان کے متعلق بہت سی حدیثیں اور آثار مروی ہیں[3]۔ شاہ عبدالعزیز صاحب نے بھی تفسیر فتح العزیز سورہ بقرہ میں زیر آیت مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَ

۱ فتح الباری ج ۶ ص ۲۶۸ ۲ تنویر الحوالک ج ۱ ص ۱۵۔ ۳ فتح الباری ج ۶ ص ۲۱۸۔

مِيكَالَ فَإِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ۔ حضرت جبریلؑ علیہ السلام کے حالات میں بہت سی حدیثیں ذکر کی ہیں، تفصیل کے لئے ان کا مطالعہ کافی ہے، پ۱ پ۱۹

جَبَل۔ پہاڑ، اسم ہے، پ۳ پ۹ پ۱۲ پ۲۰

جِبِلًّا۔ خلق، بڑی جماعت، جَبَلٌ یعنی پہاڑ کے معنی میں چونکہ بڑائی اور عظمت کا تصور موجود ہے اس لئے بڑی جماعت کو جبلٌ کہنے لگے، یعنی ایسی جماعت جو اپنی بڑائی میں مثل پہاڑ کے ہو، پ۲۳

جِبِلَّةَ۔ خلقت، خلائق، یہاں اس کا استعمال بطور مبالغہ ہوا ہے، پ۱۹

جَبِيْنِ: پیشانی، ماتھا، اسم ہے، پ۲۳

فصل الثاء المثلثة

جِثِيًّا۔ زانو پر گرے ہوئے، اوندھے گرے ہوئے جاثٍ کی جمع ہے جس کے معنی زانو کے بل گرنے والے کے ہیں پ۱۶

فصل الحاء المهملة

جَحَدُوْا۔ انہوں نے انکار کیا، وہ منکر ہوئے (فتح)، جَحْدٌ اور جُحُوْدٌ سے، جس کے معنی دل میں جس چیز کا اثبات ہو اس کی نفی اور جس کی نفی ہو اس کا اثبات کرنے کے ہیں ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب، پ۸ پ۱۲ پ۱۹

جَحِيْم دوزخ، دہکتی ہوئی آگ، جَحْمَةٌ کے معنی آگ کے سخت بھڑکنے کے ہیں، جَحِيْمٌ اسی سے مشتق ہے، فَعِيْلٌ بمعنی فاعل ہے، امام ابن جریج سے مروی ہے کہ دوزخ کے سات طبقے ہیں (۱) جہنم (۲) لظیٰ (۳) حطمہ (۴) سعیر (۵) سقر (۶) جحیم (۷) ہاویہ[1]۔ پ۲ پ۶ پ۷ پ۱۱ پ۱۴ پ۱۹ پ۲۰ پ۲۳ پ۲۵ پ۲۴ پ۲۹ پ۳۰ — جَحِيْمًا پ۲۹

فصل الدال المهملة

جَدُّ۔ شان، عزت، فیض، اسم مصدر ہے پ۲۹

جِدَارُ۔ دیوار، اسم ہے، پ۱۶ جِدَارًا پ۱۶

جِدَالَ۔ جھگڑا کرنا، باب مُفَاعَلَةٌ کا مصدر ہے، باہم جھگڑنے اور ایک دوسرے پر چھا جانے کے لئے گفتگو کرنے کو جدال یعنی

[1] معالم التنزیل ج ۳ ص ۵۵۔

دھاندلی کرنا کہتے ہیں۔ یہ جَدَلتُ الحبلَ
سے ماخوذ ہے۔ جس کا استعمال رسی بٹنے کے
لئے ہوتا ہے، چونکہ جھگڑا کرنے میں بھی بڑے
پیچ وتاب کھانے پڑتے ہیں اور ہر ایک
دوسرے کی رائے کو اپنے ہی پیچ میں لانا چاہتا
ہے، اس لئے اس طرح کی گفتگو کو جدال کہا
جاتا ہے، بعض علماء کا قول ہے کہ اصل میں
جدال کے معنی کشتی لڑنے اور مقابل کو
زمین پردے پٹکنے کے ہیں، جَدَالَۃٌ سخت
زمین کو کہتے ہیں جدال اسی سے لیا گیا ہے ۴
جِدَالَنَا۔ ہم سے جھگڑنا، جِدَالَ مضاف
نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ، ۱۲
جُدَدٌ۔ راستے، گھاٹیاں، جُدَّۃٌ کی جمع۔
جس کے معنی کھلے ہوئے راستہ کے ہیں، ۲۲
جُدُرٍ۔ دیواریں، جِدَارٌ کی جمع، ۲۸
جَدَلًا۔ سخت جھگڑنا (باب سَمِعَ کا مصدر) ہے
جس کے معنی شدید خصومت کرنے کے آتے
ہیں اور جَدَلٌ اسم بھی ہے سخت جھگڑنے
کے معنی میں آتا ہے، ۱۵ ۲۵
جَدِیْدٍ۔ نیا، جَدٌّ سے، جس کے معنی قطع کرنے
کے ہیں، بروزن فَعِیْلٌ بمعنی مَفْعُوْلٌ ہے

اصل میں کٹے ہوئے کپڑے کو ثوبِ جدید کہتے ہیں
اور چونکہ جس کپڑے کو کاٹا جاتا ہے وہ عموماً
نیا ہوتا ہے اس لئے ہر نئی چیز کو جدید کہنے لگے
۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ جَدِیْدًا۔ ۱۵

فصل الذال المعجمة

جُذَاذًا۔ ریزہ ریزہ، ٹکڑے ٹکڑے، بروزن
فُعَالٌ بمعنی مَفْعُوْلٌ ہے جَذٌّ سے مشتق
ہے جس کے معنی کاٹنے اور توڑنے کے ہیں، ۱۷
جِذْعِ۔ تنا، ٹہنا، شاخ، جُذُوْعٌ کا مفرد
ہے، ۱۶
جَذْوَۃٍ۔ چنگاری، انگارا، شعلہ جِذًی
اور جُذًی جمع، ۲۰
جُذُوْعِ۔ تنے، شاخیں، جِذْعٌ کی جمع ہے ۱۶

فصل الراء المهملة

جَرَادٌ۔ ٹڈے، ٹڈیاں، ملخ، اسم جنس، جَرَادَۃٌ
اس کا واحد جس کے معنی ٹڈی کے ہیں، یہ بھی
ہو سکتا ہے کہ یہ اصل ہو اور اسی سے جَرَادُ
الارض (زمین کو ٹڈیاں صاف کر گئیں)
مشتق ہو، اور یہ بھی ممکن ہے یہ خود جَرْدٌ سے

مشتق ہو، جس کے معنی ننگا کرنے اور کھال اتار لینے کے ہیں اور چونکہ ٹڈیاں کھیتوں کو برباد اور درختوں کو چاٹ کر صاف کر دیتی اور ان کے پوست کھا کر زمین ننگی کر دیتی ہیں اس لئے ان کو جَرَادٌ کہا جاتا ہے۔ پ ۹/۲۷

جَرَحْتُمْ۔ تم نے کمایا (فَتَحَ) جَرْحٌ سے، جس کے معنی زخمی کرنے، کمانے اور کسی میں طعن کرنے کے ہیں، ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر، یہاں کمانے کے معنی میں استعمال ہوا ہے پ ۷/۱۳

جُرُزًا۔ بنجر، چٹیل، جَرْزٌ سے جس کے معنی کاٹ دینے اور کھا کر صاف کر دینے کے ہیں صفتِ مشبہ کا صیغہ ہے، یعنی وہ زمین جس سے درخت اور گھاس چھانٹ دیئے گئے ہوں، اور چونکہ چٹیل میدان اور بنجر زمین درختوں اور گھاس سے خالی ہوتی ہے اس لئے جُرُزٌ کہلاتی ہے، پ ۱۵/۱۴ - جُرُزًا پ ۱۵/۱۱

جُرُفٍ۔ کھائیاں، اصل میں نالہ یا نہر کا وہ کنارہ جس کو پانی کے بہاؤ نے کاٹ کر کھد دیا ہو اور وہ گرنے کے قریب ہو جُرْفٌ کہلاتا ہے جُرُفٌ اس کی جمع ہے، پ ۱۱/۲

جَرَمَ کے لئے ملاحظہ ہو لَا جَرَمَ، پ ۱۲/۲ پ ۱۲/۲ و ۹ پ ۱۴/۲۰ و ۱۲ پ ۲۳/۱۰

جُرُوْحَ۔ زخم، جُرْحٌ کی جمع ہے، جس کے معنی زخم کے ہیں، پ ۶/۱۱

جَرَيْنَ۔ وہ چلیں، وہ جاری ہوئیں، جَرْيٌ سے، جس کے معنی رواں ہونے کے ہیں، ماضی کا صیغہ جمع مؤنث غائب، پ ۱۱/۸

فصل الزاء المعجمة

جُزْءٌ۔ حصہ، اَجْزَاءٌ جمع، پ ۲۵/۲

جُزْءًا پ ۳/۲ پ ۱۵/۴

جَزَآءٌ۔ جزا دینا، بدلہ دینا، سزا دینا، وہ معاوضہ یا بدلہ جو مقابلہ سے مستغنی کر دے خیر کے بدلے میں خیر اور شر کے بدلہ میں شر جزا کہلاتا ہے، مصدر ہے پ ۱/۱ پ ۲/۸ پ ۶/۹ پ ۷/۱ و ۳ پ ۷/۱۰ پ ۱۱/۸ پ ۱۲/۱۳ پ ۱۶/۱۴ پ ۲۳/۱۱ پ ۲۳/۱ و ۱۸ پ ۲۵/۵ پ ۲۴/۱۳ پ ۲۵/۵

جَزَآءً۔ پ ۶/۱ پ ۱۰/۱۴ پ ۱۱/۱ پ ۱۲/۲ پ ۱۶/۱۴ پ ۲۱/۱۵ پ ۲۶/۲ پ ۲۷/۷ و ۸ و ۱۳ پ ۲۹/۱۹ پ ۳۰/۱ و ۲

جَزَآؤُكُمْ۔ تمہاری جزا، تمہاری سزا، تمہارا بدلہ، جَزَآءٌ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر

مضاف الیہ، پ ۱۵/۱۱

جَزَآؤُهٗ. اس کی جزاء، اس کی سزا، اس کا بدلہ، جَزَآءُ مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ پ ۵/۱۰ پ ۱۳/۳

جَزَآؤُهُمْ، ان کی سزا، ان کی جزا، ان کا بدلہ، جَزَآءُ مضاف، هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ پ ۳/۱۱ پ ۱۵/۵ پ ۱۶/۱۲ پ ۲۰/۲۴

جَزَاهُمْ، ان کو بدلہ دیا، ان کو جزا دی، (ضَرَبَ) جَزٰی جَزَاءٌ سے، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، واضح رہے کہ قرآن مجید میں جَزٰی ہی کا استعمال ہوا ہے جَازٰی کا نہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ مُجَازَاۃٌ کے معنی مکافات کے ہیں اور اس میں دونوں طرف کا مقابلہ ہوتا ہے، مکافات کے معنی ہیں برابر کا بدلہ کرنے کے یعنی ہر نعمت کے مقابلہ میں ویسی ہی نعمت دینا اور اللہ کی نعمتیں ایسی نہیں ہوتیں کہ جن کے مقابلہ میں کوئی چیز آسکے اس لئے ظاہر ہے کہ اللہ عزوجل کے لئے مکافات کا لفظ کس طرح استعمال کیا جاسکتا ہے، پ ۲۰/۱۹

جَزِعْنَآ ہم نے بیقراری کی، ہم نے اضطراب کیا، (سَمِعَ) جَزَعٌ سے جس کے معنی بے صبری کرنے کے ہیں ماضی کا صیغہ جمع متکلم، پ ۱۳/۱۵

جَزُوْعًا گھبرا جانے والا، اضطراب کرنے والا جَزُعٌ سے بروزن فَعُوْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ، پ ۲۹

جِزْيَةَ، وہ رقم جو ذمیوں سے لی جاتی ہے، جزیہ کے معنی لغت میں جزاء کے ہیں، یہ کافر کے قتل کا بدلہ ہے کہ اگر جزیہ نہ دیتا تو قتل کیا جاتا اس کی جمع جُزًی ہے جیسے لِحْيَةٌ کی لُحًی

* جزیہ کی دو قسمیں ہیں، جزیہ صلحی اور جزیہ قہری جو جزیہ بطور صلح متعین ہوا ہو وہ جزیہ صلحی ہے اس کی کوئی مقدار مقرر نہیں ہوتی، باہمی رضامندی سے جو طے ہو جائے وہی لیا جاتا ہے اور اس میں کمی بیشی یا تبدیلی روا نہیں ہے کیونکہ اس کو بدل ڈالنا عہد شکنی ہے، اور جو جزیہ کہ کافروں کے مغلوب ہو جانے کے بعد اور ان کو ان کی املاک پر قائم رکھنے کے بعد لیا جائے وہ جزیہ قہری ہے، یہ جزیہ ہر کھانے والے محتاج سے جو زر و سیم کے کمانے پر قادر ہو ہر ماہ میں ایک درہم یعنی تخمیناً پانچ آنے (۵ر) مہینہ، اور متوسط الحال سے جو نہ

فقیر ہو نہ غنی ہو ہر ماہ میں دو درم یعنی دس آنے مہینہ اور غنی کثیر المال سے ہر ماہ میں چار درم یعنی سوا روپیہ مہینہ لیا جائیگا، امام ابو الحسن کرخیؒ نے تصریح کی ہے کہ جو ذمی دس ہزار درم یا زیادہ کا مالک ہو وہ غنی ہے اور جو دو سو درم یا زیادہ کا مالک ہو وہ متوسط الحال ہے۔ اور جو دو سو درم سے کمتر کا مالک ہو، یا کسی چیز کا مالک نہ ہو وہ فقیر اور محتاج ہے اور امام ابو جعفر طحاویؒ نے عرف کو معتبر رکھا ہے یعنی جس کو اہلِ شہر غنی یا متوسط یا فقیر کہتے ہوں وہی معتبر ہے نابالغ بچہ، عورت غلام، مدبر، مکاتب، ام ولد کے لڑکے اپاہج اندھے اور اس فقیر پر جو کماتا نہ ہو جزیہ نہیں ہے۔[1] پ۱۰

جَزَيْتُهُمْ۔ میں نے ان کو بدلہ دیا، میں نے ان کو جزا دی، جَزَيْتُ جَزَاءً سے ماضی کا صیغہ واحد متکلم، هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے پ۱۸

جَزَيْنٰهُمْ۔ ہم نے ان کو بدلا دیا، ہم نے ان کو سزا دی، جَزَيْنَا جَزَاءً سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم، هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے پ۲۲

فصل السین المهملة

جَسَدًا۔ دھڑ، بدن، جسد کے معنی جسم ہی کے ہیں مگر یہ اس سے اخص ہے کیونکہ جسدٌ وہ ہے جس میں رنگ ہو اور جسم کا استعمال اس کے لئے بھی ہوتا ہے جس کا رنگ ظاہر نہ ہو جیسے پانی اور ہوا، اَجْسَادٌ جمع ہے پ۱۶ پ۱۷

جِسْمٌ، جسم، بدن، جس میں لمبائی چوڑائی اور گہرائی پائی جائے وہ جسمٌ کہلاتا ہے اَجْسَامٌ جمع، پ۲۸

فصل العین المهملة

جَعَلَ۔ اس نے کیا، اس نے بنایا، اس نے ٹھیرایا، جَعْلٌ سے جس کے معنی کرنے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، امام راغب لکھتے ہیں۔

جَعَلَ ایسا لفظ ہے جو تمام افعال کے لئے عام ہے، یہ فَعَلَ، صَنَعَ اور اس قسم کے تمام افعال سے اعم ہے، اس کا استعمال پانچ طرح پر ہوتا ہے۔

[1] ملاحظہ ہو درمختار کتاب الجہاد فصل فی الجزیہ

(۱) صار اور طفق (ہوگیا، لگا) کی جگہ استعمال ہوتا ہے۔ اس وقت متعدی نہیں ہوتا، جیسے جعل زید یقول کذا (زید یہ کہنے لگا) شاعر کہتا ہے۔

وقد جعلت قلوص بنی سہیل

من الاکوار مرتعہا قریب

(بنی سہیل کی اونٹنی ایسی ہوگئی کہ گلوں سے اس کی چراگاہ قریب ہے)۔

(۲) اوجد (اس نے ایجاد کیا، اس نے پیدا کیا) کی بجائے آتا ہے، اس صورت میں اس کا تعدیہ ایک مفعول کی طرف ہوتا ہے جیسے وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ (اور اس نے پیدا کیا اندھیرا اور اجالا) اور جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ (اور اس نے بنا دیئے تمہارے واسطے کان اور آنکھیں اور دل)

(۳) ایک شے کو دوسری شے سے پیدا کرنے اور بنانے کے لئے جیسے وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا (اور اللہ نے بنا دیں تمہارے لئے تمہاری قسم سے عورتیں) اور وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا (اور بنا دیں تمہارے واسطے پہاڑوں میں چھپنے کی جگہیں) اور وَجَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا (اور رکھ دیں تمہارے واسطے اس میں راہیں)۔

(۴) کسی شے کو دوسرے حالت کی بجائے ایک حالت پر کر دینے کے لئے جیسے جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا (اس نے کیا تمہارے واسطے زمین کو بچھونا) اور وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا (اور اللہ نے کئے تمہارے واسطے اپنی پیدا کی ہوئی چیزوں کے سایے) اور وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا (اور کیا چاند کو ان میں روشن) اور اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا (بیشک ہم نے کیا ہے اس کو عربی قرآن)۔

(۵) کسی چیز کے متعلق کسی بات کا تجویز کرنا خواہ وہ حق ہو یا باطل، حق کی مثال جیسے اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (ہم اس کو تیری طرف پھیر لانے والے اور اس کو پیغمبروں میں سے کرنے والے ہیں) اور باطل کی مثال جیسے وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا (اور اللہ کی پیدا کی ہوئی کھیتی اور مویشی میں اللہ کا ایک حصہ ٹھہرایا) اور وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ (اور مقرر کرتے ہیں اللہ کے واسطے بیٹیاں) اور اَلَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ (انھوں نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کیا)۔

پ★ پ۳/۱۲ پ۵/۹ پ۲/۸و۱۳ پ۴/۳و۴و۷و۱۸ پ۹/۱۱ پ۱۰/۱۳
پ۱۱/۶و۱۲ پ۱۲/۱۰ پ۱۳/۴و۷ پ۱۴/۱۹و۱۶ پ۱۵/۱۱ پ۱۶/۵و۱۱ پ۱۷/۷
پ۱۸/۱۶ پ۱۹/۴و۳ پ۲۰/۱و۳و۱۰و۱۲ پ۲۱/۲و۹و۱۳و۱۶ پ۲۲/۳و۴
پ۲۳/۱۰و۱۵ پ۲۴/۱۲و۱۳و۱۶ پ۲۵/۴و۷و۱۹ پ۲۶/۱۱و۱۲و۱۹ پ۲۸/۱۷
پ۲۹/۲و۹و۱۸

جُعِلَ. مقرر کیا گیا، ٹھیرایا گیا، لازم کیا گیا، جَعْلٌ سے، ماضی مجہول کا صیغہ، واحد مذکر غائب، پ۲۴/۳

جَعَلَا. ان دونوں نے ٹھیرایا، ان دونوں نے مقرر کیا، جَعْلٌ سے، ماضی کا صیغہ تثنیہ مذکر غائب، پ۹/۱۳

جَعَلْتُ. میں نے کیا، میں نے بنایا، میں نے پیدا کیا. جَعْلٌ سے ماضی کا صیغہ واحد متکلم پ۲۹/۱۵

جَعَلْتُمْ. تم نے کیا، تم نے ٹھیرایا. تم نے بنایا، جَعْلٌ سے، ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ۹/۷ پ۱۱/۱ پ۱۴/۱۹

جَعَلَتْهُ. اس نے اس کو کر دیا، اس نے اس کو بنا دیا، جَعَلَتْ جَعْلٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب پ۲۷/۱

جَعَلَكُمْ. اس نے تم کو کیا، اس نے تم کو بنایا، جَعَلَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب

کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر، پ۶/۸و۱۱ پ۹/۷و۱۲و۱۷ پ۱۴/۱۹
پ۲۲/۱۳و۱۷ پ۲۴/۱۷

جَعَلْنَا. ہم نے کیا، ہم نے کر دیا، ہم نے ٹھیرایا، ہم نے مقرر کیا، جَعْلٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم، پ۱/۱۵ پ۵/۲و۹ پ۶/۷و۱۱ پ۷/۹ پ۸/۱و۲و۸و۱۰
پ۱۲/۷ پ۱۳/۱۲ پ۱۴/۲و۵ پ۱۵/۲و۳و۵و۶و۱۳و۱۷و۱۹و۲۰
پ۱۶/۹ پ۱۷/۲و۵و۱۶ پ۱۸/۱۷ پ۱۹/۱و۳و۴ پ۲۰/۳و۱۵ پ۲۱/۳و۱۹
پ۲۲/۸و۹و۱۸ پ۲۳/۲و۷ پ۲۵/۹و۱۰ پ۲۶/۳ پ۲۷/۲۰ پ۲۹/۱۸ پ۳۰/۱

جَعَلْنٰكَ ہم نے تجھ کو کیا، ہم نے تجھ کو رکھا اس میں کَ ضمیر واحد مذکر حاضر ہے پ۷/۱۹ پ۲۳/۱۱ پ۲۵/۱۸

جَعَلْنٰكُمْ، ہم نے تم کو کیا، ہم نے تم کو بنایا، اس میں کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر ہے پ۳/۱ پ۱۱/۷ پ۲۶/۱۴

جَعَلْنٰهُ. ہم نے اس کو کیا، ہم نے اس کو بنایا ہم نے اس کو مقرر کیا، ہم نے اس کو کر ڈالا، ہم نے اس کو رکھا، اس میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ہے، واضح رہے کہ فرق مبتدعہ، جہمیہ، معتزلہ، امامیہ اور بعض زیدیہ اور بعض خوارج نے جو خلقِ قرآن کے قائل ہیں آیت شریفہ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا (ہم نے رکھا اس کو قرآن عربی زبان کا) کو اپنے دعویٰ کی دستاویز سمجھ رکھا ہے جس کو ہمیشہ برہانِ جلی کے طور پر

اپنے مدعا کے اثبات میں پیش کیا جاتا رہا ہے
چنانچہ ربیع الاول ۲۱۸ھ میں جب خلیفہ
مامون الرشید عباسی نے اپنے عقیدہ خلق قرآن
کی حمایت میں حکومت کی طاقت سے کام
لینا چاہا اور گورنر بغداد، اسحٰق بن ابراہیم خزاعی کو
ایک مبسوط خط کے ذریعہ حکم دیا کہ وہ تمام علمائے
وقت کو جمع کرکے خلق قرآن کے مسئلہ میں
ان کے خیالات دریافت کرے اور جو لوگ
اس کے منکر ہوں انھیں سخت سے سخت
سزا دی جائے، تو اسی آیت سے استدلال کرتے
ہوئے لکھتا ہے۔

وقد قال الله تعالیٰ　اور خداوند عالم اپنی کتاب
فی محکم کتابہ الذی　محکم میں جس کو اس نے سینوں
جعلہ لما فی الصدور　کی بیماریوں کے لئے شفا اور
شفاءً وللمؤمنین　اہل ایمان کے لئے رحمت و
رحمۃ وھدی　ہدایت قرار دیا ہے، ارشاد
اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا　فرماتا ہے "ہم نے کیا ہے اس کو
فکل ما جعلہ الله　عربی قرآن" پس ہر وہ چیز جو
فقد خلقہ وقال　خدا کی بنی ہوئی ہے اس کو مخلوق
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ　ہے چنانچہ فرمایا "حمد ہے اس

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ　اللہ کے لئے جس نے خلق
وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ　کیا زمین اور آسمان اور بنایا
الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ[1]　تاریکی اور روشنی کو"

بشر مریسی نے عبدالعزیز بن یحییٰ مکی سے مناظرہ
میں اسی آیت کو پڑھ کر کہا تھا کہ "یہ قرآن
کے مخلوق ہونے میں نص ہے" ہمیں قادیانیوں
پر بڑی تعجب ہوتا تھا کہ وہ جب اپنے مدعا پر
کسی آیت کو دلیل گردانتے ہیں تو ان کی عربی دانی
پر بے اختیار ہنسی آنے لگتی ہے۔ مگر ان واقعی
عربی دانوں سے بھی جب اس قسم کی حرکت
سرزد ہو تو پھر غیروں کا کیا شکوہ" بے شک
جَعَلَ کا استعمال پیدا کرنے کے لئے بھی ہوتا
ہے لیکن کتنا پوچ ہے یہ دعویٰ کہ کل ما جعلہ
الله فقد خلقہ یعنی جہاں جعل اللہ ہو پیدا
کرنے ہی کے معنی ہیں" ہم پوچھتے ہیں فَجَعَلَهُمْ
كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ (پھر کر ڈالا ان کو جیسے بھس
کھایا ہوا) یہاں کس کا خلق مراد ہے اور وَقَوْمَ
نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَ
جَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً (اور نوح کی قوم نے
جب رسولوں کو جھٹلایا تو ہم نے ان کو غرق کیا

[1] تاریخ الامم والملوک ابن جریر طبری ج۱۰ ص ۲۸۴ طبع مصر

اور لوگوں کے حق میں نشانی کر دیا) اب یہاں غرق کرنے کے بعد پھر ان کو پیدا کیا گیا تھا حقیقت یہ ہے کہ جس طرح "توفی" کے معنی سمجھنے میں منکرینِ حیاتِ مسیح نے غوطے کھائے ہیں اسی طرح ان بدعت پرستوں کو جَعَلَ کے معنی سمجھنے میں دہوکہ ہوا ہے، جس کا اصلی سبب قرآن مجید کے محاورات اور عرب کے استعمالات پر غور نہ کرنا ہے، ہمارا دعوٰی ہے کہ ایک جگہ بھی قرآن یا غیر قرآن میں جعل بمعنی خَلَقَ نہیں ہے وہ ایک عام مفہوم ہے معنی کرنے کے جو بحیثیت مصداق کبھی تصییر یعنی کر دینے کبھی ایجاب یعنی لازم کرنے کبھی حکم لگانے کبھی کہنے اور موسوم کرنے اور کبھی پیدا کرنے وغیرہ پر منطبق ہوتا ہے (چنانچہ امام راغب کی تصریحات سابق میں منقول ہو چکی ہیں۔ آیتِ مذکورہ میں بھی جَعَلَ کا استعمال بمعنی تصییری ہے، ذرا سے غور سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اگر صرف جَعَلْنٰهُ ہوتا تو بیشک پیدا کرنے کے معنی بن سکتے تھے لیکن ایسا نہیں بلکہ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا ارشاد ہے جس کے معنی اس کے عربی قرآن کر دینے کے ہیں نہ کہ پیدا کرنے کے، شیخ الاسلام امام ابنِ تیمیہ اپنے ایک فتوٰی[1] میں جو مسئلہ کلام باری کے متعلق ہے تحریر فرماتے ہیں

قولہ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا ارشادِ الٰہی ہے جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا
لم یقل جعلنہ فقط حتے عَرَبِيًّا صرف جَعَلْنٰهُ
یظن انہ بمعنی خلقنہ نہیں فرمایا کہ گمان ہوتا بمعنی
ولکن قال جَعَلْنٰهُ خلقناہ ہے بلکہ جَعَلْنٰهُ
قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا ای صیرنٰہ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا فرمایا یعنی
عربیا لانہ قد کان ہم نے اس کو عربی قرآن رکھا
قادرا علی ان ینزلہ کیونکہ اللہ کو اس پر قدرت تھی
عجمیا وینزلہ عربیاً کہ وہ اس کو عجمی زبان فرمایا
فلما انزلہ عربیا کان عربی نازل کرتا ہیں جب اس کو
قد جعلہ عربیا دون عربی نازل کیا تو اس کو عربی
عجمی (ص ۲۳) رکھا عجمی نہیں

پ ۵/۱ ، پ ۱۵/۱۱ ، پ ۲۳/۱۹ ، پ ۲۵/ ۲ و ۷ و ۱۲ ، پ ۲۷/۱۵ ، پ ۲۹/ ۱۹ و ۲۱

جَعَلْنٰهُمْ ہم نے اس کو بنایا، ہم نے ان کو کر دیا ہم نے ان کو کیا، اس میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے، پ ۱۳/۱۳ ، پ ۱۷/ ۲ و ۱ ، پ ۱۸/ ۳ و ۱ ، پ ۲۰/۷ ، پ ۲۵/۱۱

جَعَلْنٰهُنَّ۔ ہم نے ان کو کیا، ہم نے ان کو بنایا اس میں هُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب ہے، پ ۲۷/۱۴

[1] یہ فتوٰی لاہور میں ۱۲۹۶ھ میں چھپا ہے۔

جَعَلَنِیْ. اس نے مجھ کو کیا، اس نے مجھ کو بنایا، اس نے مجھ کو ٹھیرایا، اس میں نون وقایہ ی ضمیر واحد متکلم ہے، پ۱۶/۵ پ۱۹/۵ پ۲۳/۱

جَعَلُوْا. انھوں نے کیا، انھوں نے کرلیا، انھوں نے ٹھیرایا، انھوں نے مقرر کیا جَعْلٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب، امام بیہقی مقاتل سے روایت کرتے ہیں کہ جَعَلُوْا کی تفسیر دو طرح پر ہے۔

(۱) جَعَلُوْا لِلّٰهِ یعنی وصفوا اللہ یعنی انھوں نے اللہ کے لئے بنایا، انھوں نے اللہ کے لئے بیان کیا، چنانچہ سورۂ انعام میں اللہ فرماتا ہے وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ (اور انھوں نے اللہ کے لئے شریک بنائے) اور سورہ زخرف میں ارشاد ہے۔ وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا (اور انھوں نے حق تعالیٰ کے لئے اس کے بندوں میں سے ایک جز یعنی اولاد بنائی) نیز وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا (اور انھوں نے فرشتوں کو جو رحمٰن کے بندے ہیں عورت بنایا)

(۲) جَعَلُوْا یعنی قد نحلوا بالفعل یعنی انھوں نے اپنے عمل کے ذریعہ کر ڈالا، چنانچہ سورۂ انعام میں ارشادِ الٰہی ہے وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا (اور انھوں نے اللہ کے لئے اس نے جو کھیتیاں اور مویشی پیدا کئے ان میں اس کا ایک حصہ لگایا) یعنی انھوں نے اپنے عمل سے اس کے لئے ایک حصہ لگایا۔[1] پ۴/۱۸ پ۸/۳ پ۱۳/۸و۱۱و۱۴
پ۱۴/۶ پ۱۹/۱۸ پ۲۳/۹ پ۲۵/۷و۸ پ۲۹/۹

جَعَلَهٗ. اس نے اس کو کیا۔ اس نے اس کو کر ڈالا، اس میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ہے
پ۱۴/۲ پ۹/۷و۱۵ پ۱۶/۲ پ۱۹/۴ پ۲۹/۴ پ۳۰/۱۲

جَعَلَهَا. اس نے اس کو کیا، اس نے اس کو کردیا، اس میں ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب ہے
پ۱۳/۵ پ۲۵/۹

جَعَلَهُمْ. اس نے ان کو کیا، اس نے ان کو کر ڈالا، اس میں ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے
پ۱۶/۴ پ۲۵/۲ پ۳۰/۳۰

فصل الفاء

جُفَآءً ناکارہ، ناچیز، وہ جھاگ اور کوڑا جو

[1] کتاب الاسماء والصفات ص ۱۰۳،

نالہ کے بہاؤ میں دونوں کناروں پر آکر جم جاتا ہے، یا دیگچی کے اُبھان کے ساتھ اوپر آکر رہ جاتا ہے، اسم ہے، ۱۳/۱۷

جِفَانٍ۔ لگن، جَفْنَةٌ کی جمع، جس کے معنی لگن کے ہیں، ۲۲/۱۳

فصل اللام

جَلَاءَ۔ جلاوطنی، جلاوطن ہونا، اجڑنا، جَلَا یَجْلُو کا مصدر ہے، ۲۸

جَلَابِيبِهِنَّ۔ ان کی بڑی چادریں۔ جَلَابِيبُ جِلْبَابٌ کی جمع، جس کے معنی بڑی چادر کے ہیں جو قمیص اور کرتے وغیرہ پر اوڑھی جاتی ہے، مضاف ہے، هِنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب مضاف الیہ، ۲۲/۳۳

جَلَالِ۔ بزرگی، عظمت، بلند مرتبہ ہونا، جَلَّ یَجِلُّ کا مصدر ہے، جَلَالَةٌ کے معنی عظمتِ قدر یعنی بلند مرتبہ ہونے اور جَلَالٌ کے معنی عظمت قدر کی انتہا کے ہیں اور اسی لئے یہ اللہ کی مخصوص صفت ہے، چنانچہ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ اسی کو کہا جاتا ہے دوسرے کیلئے استعمال نہیں کیا جاسکتا ۲۷/۱۳، ۱۲

جَلْدَةً۔ درہ مارنا، کوڑے مارنا، کھال پر مارنا جَلَدَ یَجْلِدُ کا مصدر ہے، ۱۸

جُلُود۔ کھالیں، چمڑے، جِلْدٌ کی جمع ہے جس کے معنی کھال کے ہیں، آیت شریفہ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِیَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ (اللہ نے اتاری بہتر بات، یکساں کتاب ہے، دوہرائی جانے والی، اس سے ان لوگوں کی کھال پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں، پھر ان کے چمڑے اور ان کے دل اللہ کی یاد پر نرم ہو جاتے ہیں) میں جُلُوْدُ سے مراد بدن اور قُلُوْبُ سے مراد نفوس اور جانیں ہیں، ۲۳/۲۴

جُلُوْدًا ۵

جُلُوْدُكُمْ۔ تمہارے چمڑے، تمہاری کھالیں جُلُوْدُ مضاف كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ ۲۴/۲۲

جُلُوْدُهُمْ۔ ان کے چمڑے، ان کی کھالیں جُلُوْدُ مضاف، هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ ۵ ۲۴/۲۲

جَلّٰهَا۔ اس کو روشن کیا، اس کو ظاہر کیا، جَلّٰی تَجْلِیَۃٌ سے، جس کے معنی ظاہر کرنے کے ہیں، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب ہے پ ۳۰

فصل المیم

جَمًّا۔ جی بھر کر، بہت، مصدر ہے، بہت کی کثرت اور زیادتی کے لئے آتا ہے، پ ۳۰

جَمَالٌ۔ رونق، جمال، آبرو، خوبی کا ہونا، مصدر ہے، حسنِ کثیر یعنی بہت خوبی کو جمال کہتے ہیں، اس کی دو قسمیں ہیں (۱) وہ خوبی جو انسان کی ذات یا اس کے بدن یا اس کے فعل سے مخصوص ہو (۲) وہ خوبی جو اس سے دوسرے کو پہنچے، چنانچہ حدیث شریف میں جو وارد ہے ان اللہ جمیل یحب الجمال (بیشک اللہ خوبیوں والا ہے اور خوبی کو دوست رکھتا ہے) اس میں اسی بات کو بتلایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی سے ساری خوبیاں جاری ہوتی ہیں اس لئے جو خوبیوں سے متصف ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوتا ہے، پ ۱۴

جِمٰلَتٌ، اونٹ، جِمَالَۃٌ کی جمع، اور جِمَالَۃٌ جَمَلٌ کی جمع ہے، جَمَلٌ اس اونٹ کو کہتے ہیں جس کی کھونٹیاں نکل آئی ہوں، امام راغب کی رائے میں ممکن ہے کہ جَمَلٌ جَمَالٌ ہی سے ماخوذ ہو، کیونکہ عرب اونٹوں کے ہونے کو اپنے لئے آبرو اور رونق سمجھتے تھے چنانچہ قرآن مجید نے بھی ان کے اس خیال کی طرف اشارہ فرمایا ہے، ارشاد ہے وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تُرِيحُونَ وَحِينَ تَسْرَحُونَ (اور تم کو ان سے رونق ہے جب شام کو پھیر لاتے ہو اور جب چراتے ہو) پ ۱۴

جَمْعِ۔ اکٹھا ہونا، جمع ہونا، اکٹھا کرنا، جمع کرنا، جماعت، فوج، جَمَعَ، یَجْمَعُ کا مصدر ہے معنی جماعت اور فوج کے بھی آتا ہے، اس کی جمع جُمُوعٌ ہے، پ ۲۵ پ ۳۰ پ ۱۵

جَمْعًا پ ۱۶ پ ۳۰ پ ۲۵

جَمَعَ۔ اس نے جمع کیا، اس نے فراہم کیا اس نے اکٹھا کیا، جَمْعٌ سے، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، پ ۱۶ پ ۲۹ پ ۳۰

جُمِعَ۔ وہ اکٹھا کیا گیا، وہ جمع کیا گیا، جَمْعٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب، پ ۱۹ پ ۲۹

جَمْعٰنِ، دوگروہ، دو فوجیں، دو جماعتیں،
جَمْعٌ کا تثنیہ، بحالتِ رفع ہے پ۴ پ۱۹
جُمُعَۃِ جمعہ، چونکہ اس دن سب مسلمان
نماز کے لئے ایک جگہ جمع ہوتے ہیں اس لئے
"جمعہ" کہلاتا ہے۔ پ۲۸
جَمْعُکُمْ۔ تمہارا جمع کرنا، تمہاری جمعیت
جَمْعٌ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر
مضاف الیہ پ۸
جَمَعْنٰکُمْ ہم نے تم کو جمع کیا، جَمَعْنَا
جَمْعٌ سے، ماضی کا صیغہ جمع متکلم، کُمْ ضمیر
جمع مذکر حاضر، پ۲۹
جَمَعْنٰھُمْ ہم نے ان کو جمع کیا، ہم نے
ان کو اکٹھا کیا، اس میں ھُمْ ضمیر جمع مذکر
غائب ہے، پ۳ پ۱۶
جَمَعُوْا۔ وہ جمع ہوئے، وہ اکٹھے ہوگئے۔ جَمْعٌ
سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب، پ۴
جَمَعَہٗ، اس کا جمع کرنا، اس کا اکٹھا کرنا
جَمْعَ مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب
مضاف الیہ پ۲۹
جَمَعَھُمْ۔ اس نے ان کو جمع کیا، اس نے
ان کو اکٹھا کیا، جَمَعَ صیغہ ماضی، ھُمْ ضمیر
جمع مذکر غائب، پ۲
جَمْعِھِمْ ان کو اکٹھا کرنا، ان کو جمع کرنا،
جَمْعِ مصدر مضاف، ھُمْ ضمیر جمع مذکر
غائب مضاف الیہ، پ۲۵
جَمَلٌ۔ اونٹ، اس کا استعمال زیادہ تر
مذکر کے لئے ہوتا ہے (ملاحظہ ہو جِمٰلَتٌ) پ۸
جُمْلَۃً۔ اکٹھا، سارا، جُمْلٌ سے مشتق ہے۔
جس کے معنی اکٹھا ہونے کے ہیں، پ۱۹
جَمِیْعٌ سب، سارے، جَمْعٌ سے، بروزن
فَعِیْلٌ بمعنی مَجْمُوْعٌ ہے پ۸ پ۱۹ پ۲۳ پ۲۷
جَمِیْعًا پ۱ پ۲ پ۳ پ۴ پ۵ پ۶
پ۷ پ۸ پ۹ پ۱۰ پ۱۱
پ۱۲ پ۱۳ پ۱۴ پ۱۵ پ۱۶
پ۲۲ پ۲۳ پ۲۴ پ۲۵ پ۲۸ پ۲۹
جَمِیْلٌ، بہتر، خوبتر، جَمَالٌ سے بروزن فَعِیْلٌ
صفت مشبہ کا صیغہ پ۱۲ پ۱۳ پ۱۴ پ۱۴
جَمِیْلًا پ۲ پ۲۱ پ۲۹

فصل النون

جَنَّ۔ اس نے ڈھانپ لیا، اس نے چھپا لیا،
(نَصَرَ) جَنٌّ سے جس کے معنی کسی چیز کے

حواس سے چھپ جانے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، ہے۔

جِنٌّ جن، اور مخلوقات کی طرح یہ بھی اللہ تعالیٰ کی مستقل مخلوق ہیں ان کی پیدائش آگ سے ہوئی ہے، لیکن ان کی تخلیق کی تفصیلی کیفیت سے ہم کو آگاہی نہیں ہے، ہماری طرح یہ بھی احکامِ شرعیہ کے مکلّف ہیں ان میں توالد و تناسل کا سلسلہ بھی ہے اور نیک و بد بھی ہیں، جَنٌّ سے مشتق ہے چونکہ یہ عام طور پر نظروں سے غائب رہتے ہیں، اس لئے ان کا نام "جن" ہوا۔ امام راغب فرماتے ہیں۔

"لفظ "جن" کا استعمال دو طرح پر ہوتا ہے، ایک بمقابلہ انسان ان تمام روحانیوں کے لئے جو حواس سے پوشیدہ ہیں "اس صورت میں فرشتہ اور شیاطین بھی اس میں آجاتے ہیں، پس ہر فرشتہ جن ہے لیکن ہر جن فرشتہ نہیں، اور اسی اعتبار سے ابو صالح نے کہا ہے کہ سب فرشتے جن ہیں اور بعض کا قول ہے کہ نہیں بلکہ جن روحانیوں کی ایک قسم ہیں کیونکہ روحانیوں کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) اخیار، یعنی نیک ہی نیک، یہ فرشتے ہیں،

(۲) اشرار، یعنی سرتاسر بد، یہ شیاطین ہیں،

(۳) اوسط، یعنی درمیانی، ان میں نیک بھی ہیں اور شریر بھی یہ "جن" ہیں، چنانچہ ارشاد الٰہی قُلْ أُوْحِیَ إِلَیَّ سے لیکر وَأَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُونَ وَمِنَّا الْقَاسِطُونَ (یعنی ہم میں حکمبردار بھی ہیں اور بے انصاف بھی) اس بات کو بتلا رہا ہے [شلہ]

تمام اربابِ مذاہب کے نزدیک جو کسی آسمانی مذہب کے قائل ہیں "جن" کا وجود مسلم ہے، لیکن بعض دانش فروشوں نے ان کے ماننے سے انکار کر دیا ہے، حالانکہ عقلاً کوئی وجہ انکار نہیں، سوائے اس کے کہ وہ ہماری نظروں سے اوجھل ہیں اور ہمیں دکھائی نہیں دیتے۔ لیکن کسی چیز کا ہم کو نظر نہ آنا یا اس کی کیفیت کا ہمیں معلوم نہ ہونا اس کے نہ ہونے کی دلیل کب ہے، قرآن مجید و احادیث متواترہ کے نصوص جب صراحت کے ساتھ "جن" کے وجود کو ثابت کر رہے ہیں اور بہت سی حدیثوں میں رویت جن کا ذکر بھی ہے تو پھر کسی مسلمان کا ان کو ماننے سے انکار کرنا

[شلہ] مفردات امام راغب۔

کیا معنی، خصوصاً جبکہ ہر زمانے میں بکثرت
ایسے سچے لوگ بھی موجود ہیں جو بیان کرتے
ہیں کہ ہم نے جن کو مختلف صورتوں میں دیکھا
ہے، ایسی صورت میں ان کے وجود سے وہی
شخص انکار کرے گا جو بدیہیات کو جھٹلائے
اور دیدہ و دانستہ ہٹ دھرمی پر اتر آئے۔
ابن حبان اور حاکم نے ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ
سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ جنوں کی تین قسمیں ہیں، ایک قسم کے
پر ہیں وہ ہوا میں اڑتی ہے، دوسری سانپ اور
بچھوؤں کی ہے، تیسری قسم (ایک مقام پر
کچھ عرصہ) اترتی اور چل دیتی ہے۔[1]

حافظ الحدیث قاضی بدر الدین شبلی حنفیؒ
المتوفی سنہ ۷۶۹ھ کی کتاب آکام المرجان نے
احکام الجان جنوں کے حالات میں ایک مستقل
تصنیف ہے جو چھپ کر شائع ہو چکی ہے۔ جن
کے متعلق تفصیلی معلومات کے لئے اس کا مطالعہ
کافی ہے، قادیانیوں نے قرآن میں جہاں جہاں
"جن" کا ذکر ہے اس سے انسان ہی مراد لئے
ہیں جس کی وجہ سے ان کو جگہ جگہ ایسی
تاویلیں کرنی پڑیں کہ ان کو پڑھ کر بے اختیار
ہنسی آنے لگتی ہے اتنا نہیں سمجھتے کہ قرآن
میں ان کی تخلیق شعلۂ آتش سے بیان کی گئی
ہے تو کیا انسان بھی آگ سے پیدا ہوئے ہیں
حالانکہ حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق صاف
تصریح موجود ہے خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ (اللہ نے
آدم کو مٹی سے پیدا کیا) پھر یہ آگ سے پیدا شدہ
انسان کون سے آدم کی نسل سے ہیں، پ۷ ۱۸
پ۸ ۱و۲و۳و۱۱، پ۹ ۱۲، پ۱۵ ۱۰و۱۹، پ۱۹ ۱۴و۱۸، پ۲۲ ۹و۱۱، پ۲۳ ۱۴و۱۷
پ۲۶ ۳و۴، پ۲۷ ۲و۱۲، پ۲۹ ۱۱

جَنًا میوہ، جو عمدہ چیز پھل یا سونا، یا شہد وغیرہ کی
جنس سے حاصل کی جائے، وہ جَنًا کہلاتی ہے
یہاں میوہ مراد ہے، اَجْنَاءٌ اور اَجْنٍ جمع
ہے، پ۲۷ ۱۲

جَنّٰتٍ، جنتیں، بہشتیں، باغات، جَنَّةٌ کی
جمع، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما
کہتے ہیں کہ جَنّٰتٍ بلفظ جمع اللہ تعالیٰ نے
اس لئے ارشاد فرمایا ہے کہ جنتیں سات ہیں
(۱) جنۃ الفردوس (۲) عَدْن (۳) جنۃ النعیم
(۴) دار الخلد (۵) جنۃ الماوی (۶) دار السلام

[1] فتح الباری ج ۶ ص ۲۴۶۔

(۷) عِلّیین[1]۔ پ۲ پ۳/۱۰ پ۴/(۵ و ۱۱ و ۱۳) پ۵/(۵ و ۱۵) پ۶/(۷ و ۱۲) پ۷/(۱ و ۶ و ۱۸) پ۸/۴ پ۱۰/(۹ و ۱۵ و ۱۶) پ۱۱/(۳ و ۹) پ۱۳/(۷ و ۹ و ۱۹) پ۱۴/(۶ و ۱۰) پ۱۵/۱۹ پ۱۶/(۳ و ۷ و ۱۳) پ۱۷/(۹ و ۱۰ و ۱۴) پ۱۸/۷ پ۱۹/(۸ و ۱۱ و ۱۲) پ۲۱/(۱۰ و ۱۵) پ۲۲/۱۹ پ۲۳/(۳ و ۹ و ۱۳) پ۲۴/۹ پ۲۵/(۳ و ۱۳ و ۱۶) پ۲۶/(۶ و ۹ و ۱۰ و ۱۵ و ۱۸) پ۲۷/(۳ و ۱۰ و ۱۳ و ۱۵) پ۲۸/(۳ و ۱۰ و ۱۵ و ۱۶ و ۱۸) پ۲۹/(۳ و ۷ و ۹ و ۱۶) پ۳۰/(۱ و ۱۰ و ۲۳)

جُنَاحٌ۔ گناہ، جُنُوْحٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنی ایک طرف مائل ہونے کے ہیں، اس لئے وہ گناہ جو انسان کو حق سے مائل کر دے اور دوسری طرف جھکا دے "جُناح" سے موسوم ہوا اور پھر ہر گناہ کے لئے اس کا استعمال ہونے لگا، پ۲/(۳ و ۹ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۵) پ۳/۷ پ۴/۱۵ پ۵/(۱ و ۱۴ و ۱۹) پ۶/۲ پ۱۰/(۱۰ و ۱۳) پ۲۱/۱۷ پ۲۲/(۳ و ۹) پ۲۸/۸

جَنَاحَ۔ بازو، اَجْنِحَۃٌ جمع، جناح" پرندہ کا پَر، کسی شے کی جانب اور پہلو اور بازو اور ہاتھ، تینوں معنی کے لئے آتا ہے پہلے معنی کی مثال وَلَا طٰٓئِرٍ یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْہِ (اور نہ پرندہ کہ اڑتا ہے اپنے دو پروں سے) دوسرے کی مثال وَاضْمُمْ یَدَکَ اِلٰی جَنَاحِکَ (اور ملالے اپنا ہاتھ اپنے پہلو سے) اور تیسرے کی مثال وَاضْمُمْ اِلَیْکَ جَنَاحَکَ (اور ملا اپنی طرف اپنا ہاتھ) ہے، اور قرآن مجید میں جو وَاخْفِضْ لَہُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَۃِ (اور ان دونوں کے لئے ذلت کا بازو مہربانی سے بچھا دے) وارد ہے یہ استعارہ ہے، کیونکہ ذلت کی دو قسمیں ہیں ایک ذلت انسان کو گراتی ہے اور دوسری بڑھاتی ہے اور یہاں چونکہ دوسری قسم کی ذلت مقصود ہے، جس سے اس کا مرتبہ بجائے گھٹنے کے بڑھتا ہے اس لئے جناح کا لفظ بطور استعارہ استعمال کیا گیا ہے یعنی ان کے سامنے ذلت اختیار کرکے رحم و کرم کا وہ برتاؤ پیش کر کہ جو تجھ کو اڑا کر اللہ کی رحمت کے بلند مقام پر پہنچا دے، پ۱۵/۳

جَنَاحِكَ۔ تیرا بازو، تیرا ہاتھ، تیرا پہلو، جَنَاحَ مضاف کَ ضمیر واحد مذکر حاضر، مضاف الیہ، پ۱۶/۹ پ۱۹/۱۵ پ۲۰/۷ ... پ۱۳/۹ پ۱۶/۱۰

جَنَاحَیْہِ۔ اس کے دونوں بازو، جَنَاحَیْ جَنَاحٌ کا تثنیہ ہے، اضافت کے سبب نون تثنیہ حذف ہو گیا ہے ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ، پ۷

[1] مفرداتِ راغب

جَنْبِ - طرف، پہلو، "الصاحب بالجنب" سے پہلو کا رفیق یعنی قریبی دوست مراد ہے ارشاد الٰہی اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ یّٰحَسْرَتٰی عَلٰی مَا فَرَّطْتُّ فِیْ جَنْۢبِ اللّٰهِ (ایسا نہ ہو کہ کوئی نفس کہنے لگے اے افسوس اس پر کہ میں نے کمی کی اللہ کی طرف سے) میں جَنْب سے مراد اللہ کا حکم اور اس کی وہ حد ہے جو اس نے ہمارے لئے مقرر فرمائی ہے (ملاحظہ ہو جَانِبْ) پ۲۴ س۳۹

جُنُبٌ - دور، اجنبی، جنبی، جَنْبٌ سے فعل کا استعمال معنی کے لئے ہوتا ہے ایک اپنے پہلو پر چل دینا یعنی دور کرنا دور ہونا۔ دوسرے اپنے پہلو پر جھکنا یعنی مائل اور مشتاق ہونا، یہاں جُنُبٌ اول معنی کے اعتبار سے بمعنی مخاطب ہے یعنی دور، ایک طرف مذکر مؤنث، مفرد جمع سب کے لئے استعمال ہوتا ہے، جنبی جسے جنابت لاحق ہو، یعنی جس پر غسل واجب ہو اجنبی کو " جُنُب " اس لئے کہا جاتا ہے کہ جب تک وہ غسل نہ کرے نماز اور مسجد سے دور رہتا ہے۔ پ۵ س۴ ع۳۰

جُنُبًا پ۵ س۴ ع۶

جَنْۢبِهٖ - اس کا پہلو، جَنْبِ مضاف ہ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ (ملاحظہ ہو جَانِب) پ۱۱

جُنَّةٌ - سپر، ڈھال، آڑ، پردہ، جُنَنٌ جمع جَنٌّ سے مشتق ہے، چونکہ ڈھال سے بدن کو چھپایا جاتا ہے، اس لئے اس کو جُنَّةٌ کہتے ہیں۔ پ۲۸

جَنَّةٌ - بہشت، جنت، باغ، جَنٌّ سے مشتق ہے، درختوں والا ہرہ بلاغ جس کے درخت زمین کو چھپالیں جنت کہلاتا ہے، جنت کو جنت یا تو دنیوی باغات سے تشبیہ دیکر کہا گیا اگرچہ دونوں میں بہت بعید ہے یا اس لئے کہ جنت کی نعمتیں ہماری آنکھوں سے مستور ہیں، ارشاد ہے فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ (پس کسی کو معلوم نہیں جو آنکھوں کی ٹھنڈک ان کے واسطے چھپائی گئی ہے) پ۱ ۴ و ۱۳ پ۳ ۲ و ۹ پ۴ ۳ پ۵ ۵ و ۱۰ پ۶ ۴ پ۸ ۱۲ و ۱۰ و ۱۳ پ۱۱ ۸ و ۳ پ۱۲ ۹ و ۲ پ۱۳ ۱۱ پ۱۴ ۱۰ پ۱۵ ۱۰ پ۱۶ ۷ و ۱۹ پ۱۸ ۱۴ و ۱۶ پ۱۹ ۱ و ۹ پ۲۱ ۴ پ۲۳ ۱ و ۳ پ۲۴ ۵ و ۱۰ پ۲۵ ۲ و ۱۳ پ۲۶ ۱۰ و ۱۶ پ۲۷ ۵ و ۱۹ و ۱۹ پ۲۸ ۶ و ۱۴ پ۲۹ ۳ و ۸ و ۱۹ پ۳۰ ۴ و ۹ و ۱۳

جِنَّةٌ۔ جنون، سودا، دیوانگی، جَنَّ سے مشتق ہے، چونکہ دیوانگی عقل کو چھپا دیتی ہے اس لئے اسے جِنَّةٌ کہتے ہیں، پ ۹/۱۲ پ ۱۸/۲ پ ۲۲/۱۱

جِنَّةِ۔ جنوں کی جماعت، جِنِّيٌّ کی جمع، پ ۱۲/۱۰ پ ۲۱/۱ پ ۲۲/۹ پ ۳۰/۲۴

جَنَّتَانِ۔ دو جنتیں، دو بہشتیں، دو باغ، جَنَّةٌ کا تثنیہ بحالت رفع، پ ۲۲/۸ پ ۲۷/۱۲

جَنَّتَكَ، تیرا باغ، جَنَّةَ مضاف كَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ، پ ۱۵/۱۷

جَنَّتَهُ، اس کا باغ، جَنَّةَ مضاف، هُ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ، پ ۱۵/۱۷

جَنَّتِيْ، میری جنت، میری بہشت، جَنَّةَ مضاف۔ ی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ پ ۳۰/۱۲

جَنَّتَيْنِ۔ دو جنتیں، دو بہشتیں، دو باغ، جَنَّةٌ کا تثنیہ بحالت نصب و جر، پ ۱۵/۱۷ پ ۲۲/۸ پ ۲۷/۱۲

جَنَّتَيْهِمْ۔ ان کے دو باغ، جَنَّتَيْ مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ ن تثنیہ اضافت کے سبب سے حذف ہو گیا ہے پ ۲۲/۸

جَنَحُوْا۔ وہ جھکے، جُنُوْحٌ سے، ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب (ملاحظہ ہو اِجْنَحْ) پ ۱۰/۴

جُنْدٌ۔ لشکر، فوج، جُنْدٌ سے ماخوذ ہے، جَنَدٌ اس سخت زمین کو کہتے ہیں جس میں پتھروں کا ڈھیر ہو، پھر ہر گروہ اور جماعت کو جُنْدٌ کہنے لگے، پ ۲۳/۱۰ پ ۲۵/۱۴ پ ۲۹/۲ جُنْدًا پ ۱۶/۸

جُنْدَنَا، ہمارا لشکر، ہماری فوج، جُنْدَ مضاف نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ، پ ۲۳/۹

جَنَفًا۔ ظلم، کجی، طرفداری، فیصلہ میں ایک طرف جھک پڑنا مصدر ہے، پ ۲/۶

جُنُوْبِكُمْ۔ تمہارے پہلو، جُنُوْبٌ، جَنْبٌ کی جمع مضاف ہے، كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ (ملاحظہ ہو جَنْبٌ اور جَانِبٌ) پ ۵/۱۲

جُنُوْبُهَا، ان کے پہلو، جُنُوْبُ مضاف هَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ پ ۱۷/۱۲

جُنُوْبُهُمْ ان کے پہلو، جُنُوْبُ مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ پ ۴/۱۱ پ ۱۱/۱۰ پ ۲۱/۱۵

جُنُوْدٌ۔ لشکر، فوجیں، جُنْدٌ کی جمع پ ۱۰/۱۱ پ ۱۲/۱۴ پ ۱۹/۱۸ پ ۲۰/۱۸ پ ۲۱/۱۸ پ ۲۶/۹ پ ۲۷/۱ پ ۲۹/۱۰ پ ۳۰/۱۲ پ ۳۰/۱۲

جُنُوْدًا۔

جُنُوْدِهٖ۔ اس کے لشکر، اس کی فوجیں، جُنُوْدِ مضاف هٖ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ پ ۱۶/۱۲

جُنُودُهُمَا، ان دونوں کے لشکر، ان دونوں کی فوجیں، جُنُوْدَ مضاف، هُمَا ضمیر تثنیہ مذکر غائب مضاف الیہ ہے۔ پ ۲۸

جَنِيًّا، تازہ چنا ہوا میوہ جَنْیٌ سے، بروزن فَعِیْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے، پ ۱۶

فصل الواو

جَوٌّ۔ ہوا، جِوَاءٌ اور اَجْوَاءٌ جمع، پ ۱۴/۱۳

جَوَابٌ، جواب، جَوْبٌ سے مشتق ہے جس کے معنی قطع کرنے کے ہیں چونکہ جواب بھی فضا کو قطع کرکے کہنے والے کے منہ سے سننے والے کے کانوں تک پہنچتا ہے، اس لئے جواب کہلاتا ہے، اَجْوِبَۃٌ جمع لیکن جواب ابتدائی گفتگو کے لئے نہیں بلکہ بعد کے کلام کے ساتھ مخصوص ہے جو سوال کے مقابلہ میں واقع ہو۔ پ ۸/۱۴ پ ۱۹/۱۱ پ ۲۰/۱۵

جَوَابِ تالاب، حوض، جَابِیَۃٌ کی جمع ہے جس کے معنی بڑے حوض کے ہیں، پ ۲۲/۸

جَوَارِ کشتیاں، جہاز، جَارِیَۃٌ کی جمع (ملاحظہ ہو جَارِیَۃ) پ ۲۵/۵ پ ۲۷/۱۱ پ ۳۰

جَوَارِحَ۔ شکاری جانور، زخمی کرنے والے جَارِحَۃٌ کی جمع جس کے معنی شکاری جانور کے ہیں خواہ پرندہ ہو یا درندہ جَرْحٌ سے مشتق ہے جس کے معنی زخمی کرنے کے ہیں۔ "جوارح" کو جوارح اسی لئے کہا جاتا ہے کہ وہ زخمی کردیتے ہیں، پ ۶/۵

جُوْدِیِّ۔ ایک پہاڑ کا نام ہے جو ملکِ شام میں ہے، مجاہد سے صحیح بخاری میں روایت ہے کہ جودی جزیرہ میں ایک پہاڑ ہے۔[1] پ ۱۲/۴

جُوْعٍ، بھوک، پ ۲/۳ پ ۱۴/۲۱ پ ۳۰/۱۳ و ۳

جَوْفِهٖ اس کے اندر، اس کا پیٹ، اندرونی حصہ جو خالی ہو جَوْفٌ کہلاتا ہے، مضاف ہے ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ، پ ۲۱/۱۷

فصل الهاء

جِهَادِ۔ جہاد، اللہ کی راہ میں لڑنا، محنت کوشش، جَاهَدَ يُجَاهِدُ کا مصدر ہے، دشمن کے مقابلہ میں جو کچھ بن سکے کر گزرنے کا نام جہاد ہے۔ جہاد تین طرح کا ہوتا ہے، (۱) دشمنانِ دین سے، (۲) شیطان سے، اور نفس سے اور

[1] صحیح بخاری کتاب الانبیاء باب قول اللہ تعالیٰ ولقد ارسلنا نوحًا الی قومہ۔

تین چیزوں سے کیا جاتا ہے زبان سے ہاتھ سے
اور دل سے، پ ۱۰ جِهَادًا پ ۱۹ ع ۳ پ ۲۸ ع ۷
جِهَادِهٖ۔ اس کی محنت، اس کا جہاد، جِهَادِ
مضاف ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ پ ۱۷ ع ۱۰
جِهَارًا۔ پکارنا، بلند آواز کرنا۔ علی الاعلان، کھلم
کھلا، برملا، جَاهَرَ يُجَاهِرُ کا مصدر ہے۔ پ ۲۹ ع ۹
جَهَازِهِمْ۔ ان کا سامان، ان کا اسباب، جس
ساز و سامان کی تیاری کی جائے جَهَاز کہلاتا
ہے، اَجْهِزَةٌ جمع ہے مضاف ہے، هُمْ
ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ، پ ۱۳ ع ۲ و ۳
جَهَالَةٍ۔ نادانی۔ جَهِلَ يَجْهَلُ کا مصدر
ہے۔ جہالت کی تین قسمیں ہیں (۱) علم سے
خالی ہونا، یہ اصل معنی ہیں (۲) کسی شئے
کے متعلق غلط اعتقاد رکھنا (۳) کسی فعل کے
انجام دینے کا جو حق ہے اس طرح انجام نہ دینا
خواہ اس فعل کے متعلق اعتقاد صحیح ہو یا غلط
مثلاً دیدہ و دانستہ نماز کا چھوڑ دینا، آیت شریفہ
وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ
اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ۭ قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا
قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ
(اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم کو اللہ فرماتا

ہے تم کو ذبح کرو ایک گائے، بولے کیا تو
پکڑتا ہے ہم کو ٹھٹھے میں، کہا پناہ اللہ کی اس سے
کہ میں ہوں نادانوں میں) میں جو ٹھٹھے کو جہالت
قرار دیا گیا وہ اسی اعتبار سے ہے کہ ٹھٹھے کے
طور پر گائے کی قربانی کے لئے کہہ دینا ایک نازیبا
فعل ہے جو جہالت میں داخل ہے، یہ بھی
واضح رہے کہ جَاهِل کا لفظ ہمیشہ مذمت
ہی کے لئے نہیں آتا بلکہ کبھی کبھی بغیر مذمت کے
بھی اس کا ذکر ہوتا ہے جیسے يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ
اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ (جاہل نہ مانگنے کے
سبب سے ان کو دولتمند سمجھے) کہ سیاق بتلاتا
ہے کہ یہاں جاہل کی مذمت مقصود نہیں ہے
پ ۳ ع ۱۴ پ ۷ ع ۱۲ پ ۱۲ ع ۳ پ ۳۶ ع ۱۳
جَهْدَ۔ [illegible] پوری کوشش، طاقت، مشقت
جَهَدَ يَجْهَدُ کا مصدر ہے، اس کے معنی
پورے طور پر کوشش و مشقت کرنے کے ہیں،
اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ (یعنی انہوں نے
پوری کوشش سے قسمیں کھائیں) پ ۷ ع ۱۲ پ ۷ ع ۱۹
پ ۱۴ ع ۱۳ پ ۱۸ ع ۱۲ پ ۲۲ ع ۱۷
جُهْدَهُمْ۔ ان کی مشقت، ان کی محنت جُهْدَ
مضاف، هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ پ ۱۰ ع ۱۴

جَهْرٌ۔ زور سے کہنا، ظاہر کرنا، اصل میں دیکھنے یا سننے میں کسی چیز کے کھلم کھلا ظاہر ہونے کا نام 'جہر' ہے پ ۱ پ ۵ پ ۶ پ ۷ پ ۸ پ ۱۵ پ ۲۰

جَهْرًا۔ پ ۱۴

جَهَرَ۔ اس نے ظاہر کیا۔ اس نے زور سے کہا جَهْرٌ سے، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، پ ۱۳

جَهْرَكُمْ۔ تمہارا ظاہر کرنا، تمہارا زور سے کہنا، تمہارا کھلا، جَهْرَ مضاف، كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ، پ ۷

جَهْرَةً۔ آشکارا، روبرو، کھلم کھلا، جَهَرَ يَجْهَرُ کا مصدر ہے، پ ۱ پ ۶ پ ۷

جَهَّزَهُمْ۔ اس نے ان کے لئے تیار کر دیا جَهَّزَ يُجَهِّزُ سے، جس کے معنی سامان تیار کر دینے کے ہیں، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب پ ۱۳

جَهَنَّمَ۔ جہنم۔ دوزخ کے ایک طبقہ کا نام ہے، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ اصل میں فارسی لفظ تھا۔ جہنام معرب کر لیا گیا ہے، پ ۲ پ ۴ پ ۵ پ ۶ پ ۸ پ ۹ پ ۱۰ پ ۱۱ پ ۱۲ پ ۱۳ پ ۱۴ پ ۱۵ پ ۱۶ پ ۱۷ پ ۱۸ پ ۱۹ پ ۲۱ پ ۲۲ پ ۲۳ پ ۲۴ پ ۲۵ پ ۲۶ پ ۲۷ پ ۲۸ پ ۲۹ پ ۳۰

جَهُولًا۔ بڑا نادان، بڑا جاہل، جَهْلٌ اور جَهَالَةٌ سے بروزن فَعُولٌ مبالغہ کا صیغہ، پ ۲۲

فصل الياء المثناة

الْجِيَادُ۔ خاصے، تیز رو، جَوَادٌ کی جمع جَوَادٌ اس تیز رو گھوڑے کو کہتے ہیں جو اپنی پوری دوڑ ختم کر ڈالے۔ پ ۲۳

جَيْبِكَ۔ تیرا گریبان، جَيْبٌ بمعنی گریبان مضاف ہے، كَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ پ ۱۹ پ ۲۰

جِئْتَ۔ تو لایا، تو آیا، مَجِيْءٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر (ملاحظہ ہو جَاءَ) پ ۱ پ ۹ پ ۱۵ پ ۱۶

جِئْتِ۔ تو لائی، تو آئی، مَجِيْءٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مؤنث حاضر، پ ۱۶

جِئْتُكَ۔ میں تیرے پاس لایا، میں تیرے پاس آیا، جِئْتُ مَجِيْءٌ سے ماضی کا صیغہ واحد متکلم كَ ضمیر واحد مذکر حاضر پ ۱۹

جِئۡتُكُمۡ۔ میں تمہارے پاس لایا، میں تمہارے پاس آیا، اس میں كُمۡ ضمیر جمع مذکر حاضر ہے

۳/۱۴، ۹/۳، ۲۵/۸، ۱۲

جِئۡتُمۡ۔ تم آئے، تم لائے، جِجیئٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر، ۱۱/۲، ۱۶/۹

جِئۡتُمُوۡنَا۔ تم ہمارے پاس آپہنچے، اس میں واو اشباع کا نَا ضمیر جمع متکلم ہے، ۴/۱۴، ۱۵/۱۸

جِئۡتَنَا۔ تو ہمارے پاس آیا، تو ہمارے پاس لایا جِئۡتَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر، نَا ضمیر جمع متکلم ہے، ۹/۱۹، ۹/۵، ۱۱/۱۲، ۱۲/۵، ۱۶/۱۲، ۱۴/۸، ۳۶/۲

جِئۡتَهُمۡ۔ تو ان کے پاس آیا، تو ان کے پاس لایا، اس میں هُمۡ ضمیر جمع مذکر غائب ہے، ۷/۵، ۲۱/۹

جِيۡدِهَا۔ اس کی گردن جِيۡدٌ معنی گردن، جُيُوۡدٌ اور اَجۡيَادٌ جمع، جِيۡدِهَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ ۳۰/۳۶

جُيُوۡبِهِنَّ۔ ان کے گریبان، جُيُوۡبٌ جَيۡبٌ کی جمع مضاف ہے، هِنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب مضاف الیہ ۱۸/۱۰

جِيۡٓءَ۔ وہ لایا گیا، مَجِيۡٓءٌ سے، ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب، ۲۳/۴، ۳۰/۱۲

جِئۡنَا۔ ہم آئے، مَجِيۡٓءٌ سے۔ ماضی کا صیغہ جمع متکلم ۵/۲، ۹/۱۲، ۱۳/۳، ۱۳/۱۸، ۱۵/۱۲، ۱۶/۴، ۲۵/۱۲

جِئۡنٰكَ۔ ہم تیرے پاس لائے ہیں، ہم تیرے پاس آئے ہیں، اس میں كَ ضمیر واحد مذکر حاضر ہے ۱۳/۵، ۱۷/۱۱، ۱۹/۱

بابُ الحَاءِ المهمَلة

فصل الالف

حَاجَّ۔ اس نے جھگڑا کیا، مُحَاجَّةٌ سے جس کے معنی باہم حجت کرنے یعنی ہر ایک کے دوسرے کو اس کی دلیل اور راہ سے ہٹانے کی خواہش کرنے کے ہیں، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب پ ۳ / ۲

حَاجٌّ۔ حاجی، حج کرنے والے، اسم جمع ہے بمعنی حُجَّاجٌ کے، پ ۱ / ۴

حَاجَةً، حاجت، ضرورت، خواہش، خطرہ، کام، غرض، حَوَائِجُ اور حَاجَاتٌ جمع ۔ پ ۳ / ۲، پ ۱۳ / ۱۴، پ ۲۸ / ۴

حَاجَجْتُمْ۔ تم نے جھگڑا کیا، تم نے حجت کی مُحَاجَّةٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر، پ ۳ / ۱۵

حَاجِزًا۔ حجاب، پردہ، اوٹ، روک، آڑ، حَجْزٌ سے جس کے معنی دو چیزوں کو آڑ کے ذریعہ ملنے سے روک دینے کے ہیں، اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر، پ ۲۰ / ۱

حَاجِزِيْنَ۔ باز رکھنے والے، روکنے والے حَاجِزٌ کی جمع بحالت نصب و جر، پ ۲۹ / ۶

حَاجَّكَ۔ اس نے تجھ سے جھگڑا کیا، حَاجَّ مُحَاجَّةٌ سے، ماضی کا صیغہ كَ ضمیر واحد مذکر حاضر، پ ۳ / ۱۴

حَاجُّوْكَ۔ انھوں نے تجھ سے جھگڑا کیا، حَاجُّوْا مُحَاجَّةٌ سے، ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب كَ ضمیر واحد مذکر حاضر، پ ۳ / ۱۰

حَاجَّهٗ۔ اس نے جھگڑا کیا، حَاجَّ ماضی کا صیغہ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب، پ ۷ / ۱۵

حَادَّ۔ وہ مخالف ہوا، اس نے مقابلہ کیا۔ مُحَادَّةٌ سے جس کے معنی لڑنے اور مخالفت کرنے کے ہیں، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، پ ۲۸ / ۲

حٰذِرُوْنَ۔ ڈرنے والے، خطرہ رکھنے والے مسلح، ہتھیار لگانے والے، حَذَرٌ سے جس کے معنی کسی خوفناک بات سے بچنے کے ہیں۔ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر، حَاذِرٌ کی جمع ہے

حَاذِرُوْنَ کے معنی اصل میں خطرہ سے بچنے والے کے ہیں اور چونکہ ہتھیار خطرہ سے بچنے ہی کے لئے باندھتے ہیں اس لئے ہتھیار بند اور مسلح کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہی یہاں دونوں معنی بن سکتے ہیں، پ۱۹ ۸

حَارَبَ۔ اس نے جنگ کی، وہ لڑا۔ مُحَارَبَۃٌ سے، جس کے معنی باہم جنگ کرنے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب پ۱۱

حَاسَبْنٰھَا۔ ہم نے اس سے حساب لیا، حَاسَبْنَا مُحَاسَبَۃٌ سے، جس کے معنی باہم حساب کرنے کے ہیں، ماضی کا صیغہ، جمع متکلم ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب، پ۲۸ ۱۹

حَاسِبِیْنَ۔ حساب لینے والے، حِسَابٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر، حِسَابٌ کی جمع بحالتِ نصب و جر (ملاحظہ ہو حساب) پ۱۷ ۴

حَاسِدٍ۔ حسد کرنے والا، ہونے والا، حَسَدٌ سے، اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر (ملاحظہ ہو تَحْسُدُوْنَنَا) پ۳۰ ۳۸

حَاشَ۔ حاشا، پاک ہے، دور ہے۔ امام راغب فرماتے ہیں۔

"ابوعبیدہ کا بیان ہے کہ حاش کا مطلب تنزیہ اور استثناء ہے، ابو علی فسوی کہتے ہیں کہ حاش اسم نہیں ہے کیونکہ حرف جر اس جیسے لفظ پر نہیں آتا اور نہ حرف ہے کیونکہ حرف جب تک مضاعف نہ ہو اس میں سے حذف نہیں ہوتا۔ حالانکہ حاش اور حَاشٰی دونوں طرح بولتے ہیں، پس بعض تو حاش کو اس کے باب کی اصل قرار دیکر لفظ حوش (یعنی وحشی) سے مشتق ملنتے ہیں جس سے کہ حوشی الکلام (کلام وحشی) ہے . . . اور بعض اس پر محمول کرتے ہیں کہ یہ حشی کا مقلوب ہے جس سے حاشیہ" بنا ہے[1]۔

امام جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں۔

"ارشاد الٰہی حَاشَا لِلّٰہِ مَا عَلِمْنَا عَلَیْہِ مِنْ سُوْٓءٍ (پاکی ہے اللہ کے لئے ہم نہیں جانتے اس پر کچھ برائی) اور حَاشَا لِلّٰہِ مَا ھٰذَا بَشَرًا (پاکی ہے اللہ کے واسطے نہیں یہ شخص آدمی) میں "حاشا" اسم ہے فعل اور حرف نہیں ہے، دلیل یہ ہے کہ بعض کی قرارت حَاشًا لِلّٰہِ تنوین کے ساتھ ہے۔ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرارت حَاشَا اللّٰہِ اضافت کے ساتھ ہے جیسے معاذ اللہ اور

[1] مفردات امام راغبؒ۔

سبحان اللہ نیز وہ قرأت سبعہ میں لام پر داخل
ہوا ہے، حالانکہ جار جار پر داخل نہیں ہوتا اور قرأت
سبعہ میں جو تنوین متروک ہے وہ اس سبب سے
ہے کہ چونکہ وہ "حاشا" حرفیہ سے لفظوں میں مشابہ
ہے اس لئے مبنی ہے۔ اس کے مبنی ہونے کی بنا پر
ہی ایک جماعت کا خیال ہے کہ یہ اسم فعل ہے
جس کے معنی ابترأ اور تبرأت کے ہیں یعنی میں
بیزار ہوں لیکن اس خیال کو اس بنا پر رد کر دیا گیا
کہ وہ بعض لغات میں معرب بھی استعمال ہوا ہے
اور مبرد اور ابن جنی نے اس کو فعل سمجھا ہے
اور آیت کے معنی کئے ہیں جانب یوسف المعصیۃ
لاجل اللہ (یوسف اللہ کے لئے معصیت سے
دور رہے) مگر "حاش اللہ" کے یہ معنی دوسری
آیت میں نہیں بن سکتے۔ فارسی کا بیان ہے
کہ حاشا فعل ہے حشا سے بنا ہے جس کے
معنی ناحیہ یعنی طرف کے ہیں اس اعتبار سے
اس کے معنی ہوئے صار فی ناحیۃ (وہ ایک
طرف رہا) یعنی جو الزام ان کو لگایا گیا اس سے
دور اور علیحدہ رہے اور نہ اس فعل کا ارتکاب
کیا اور نہ اس سے ملوث ہوئے۔ قرآن مجید
میں حاشا بہر حال استثنائیہ ہی ہے۔[1] پ ۱۲ ۱۲ و ۱۷

حٰشِرِیْنَ۔ نقیب، اکٹھے کرنے والے، جمع
کرنے والے، حَشْرٌ سے، اسم فاعل کا صیغہ
جمع مذکر، بحالت نصب وجر، ملاحظہ ہو اُحْشُرُوْا
پ ۱۹ ۱۲ ۷ و ۸

حَاصِبًا۔ بادِ سنگبار، پتھروں کا مینہ، ہوا والی
کا پتھراؤ۔ سخت آندھی، نیز وہ پتھراؤ جو تُند
ہوا میں ہو حاصب کہلاتا ہے، حَصْبَاءٌ کی
مشتق ہے۔ حصبا، کنکریوں کو کہتے ہیں۔ اسم
فاعل کا صیغہ واحد مذکر پ ۱۵ ۱۶ پ ۲۰ ۱۶ پ ۲۴ ۹ پ ۲۹ ۲

حَاضِرًا۔ حاضر، سامنے، روبرو، حُضُوْرٌ سے
جس کے معنی حاضر ہونے اور سامنے موجود
ہونے کے ہیں، اسم فاعل کا صیغہ، واحد
مذکر پ ۱۵ ۱۸

حَاضِرَةَ الْبَحْرِ۔ لبِ دریا، سمندر کے کنارے
حَاضِرَةٌ حُضُوْرٌ سے، اسم فاعل کا صیغہ
واحد مؤنث مضاف ہے اَلْبَحْرُ مضاف الیہ
بحر قلزم مراد ہے، پ ۹ ۱۱

حَاضِرِی باشندے، رہنے والے، حَضَارَةٌ
سے جس کے معنی شہر میں رہنے کے ہیں۔

[1] اتقان فی علوم القرآن ج ۱ ص ۱۶۱ و ۱۶۲ طبع مصر [2] صحیح البخاری کتاب بدء الخلق باب صفۃ النار وانہا مخلوقۃ

اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر، اصل میں حَاضِرِیْنَ تھا، اضافت کے سبب نون جمع حذف ہوگیا۔ پ۲۲

حَافِرَۃ۔ پہلی حالت، اُلٹے پاؤں، زمین، حَفْرٌ سے جس کے معنی زمین کھودنے کے ہیں۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث، عرب میں "حافرہ" اُلٹے پاؤں لوٹنے اور پہلی حالت پر پلٹنے کے لئے ضرب المثل ہوگیا ہے انسان جس راستہ آیا اُلٹے پاؤں اسی راستہ پلٹا تو چلنے کے سبب قدموں کے نشانات سے جو زمین کھدی اسی نسبت سے "حافرہ" کہلائی، یا قابل کو فاعل سے تشبیہ دیکر "حافرہ" کہدیا، امام بغوی لکھتے ہیں۔

"اور بعض کا قول ہے کہ "حافرہ" کے معنی روئے زمین کے ہیں جس میں ان کی قبریں کھدتی ہیں، اس کا نام حافرہ بمعنی محفورہ ہے جیسے عیشۃ راضیۃ بمعنی مرضیۃ کے ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ "حافرہ" یوں نام پڑا کہ وہ مستقر حوافر ہے یعنی سموں اور کھروں کے ٹکنے کی جگہ ہے۔"[1]

پ۳۰

حَافِظٌ۔ نگہبان، حفاظت کرنے والا حِفْظٌ سے، اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر، "حفظ" کبھی تو اس ہیئتِ نفس کو کہا جاتا ہے، جس کے ذریعہ جو چیز سمجھ میں آتی ہے قائم رہتی ہے اور کبھی دل میں یاد رکھنے کو کہتے ہیں جس کی ضد "نسیان" ہے اور کبھی قوتِ حافظہ کے کام میں لانے کے لئے استعمال ہوتا ہے، نیز ہر قسم کی جستجو اور نگہبانی اور نگرانی کے لئے بھی بولا جاتا ہے اور یہاں یہی اخیر معنی مراد ہیں پ۳۰

حَافِظًا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔ امام حلیمی نے اس کے معنی لکھے ہیں الصائن عبدہ عن اسباب الھلکۃ فی دینہ و دنیاہ (جو اپنے بندے کو دینی اور دنیوی معاملات میں ہلاکت کے اسباب سے بچائے)[2] پ۱۳

حٰفِظٰتٌ۔ نگہبانی کرنے والیاں، حَافِظَۃٌ کی جمع، حِفْظٌ سے اسم فاعل کا صیغہ، جمع مؤنث، پ۵ پ۲۲۔

حَافِظُوْا۔ تم خبردار رہو، تم محافظت کرو تم نگرانی رکھو۔ مُحَافَظَۃٌ سے جس کے معنی

[1] معالم التنزیل ج ۷، ص ۱۸۱ طبع مصر۔ [2] کتاب الاسماء والصفات امام بیہقی ص ۴۲ طبع انوار احمدی الٰہ آباد

کسی چیز کی نگہداشت اور نگرانی کرنے کے ہیں، امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، ۵/۲۵

حَافِظُونَ۔ نگرانی کرنے والے، نگاہ رکھنے والے، حفاظت کرنے والے، نگہبان حَافِظٌ کی جمع حِفْظٌ سے اسم فاعل کا صیغہ، جمع مذکر بحالت رفع ۲/۲۴ ۲/۲۳ ۲/۲۳ ۲/۱۲ ۲/۱۵ ۹/۱۱

حَافِظِیْنَ۔ نگہبانی کرنے والے، حفاظت کرنے والے۔ حَافِظٌ کی جمع بحالت نصب و جر ۳/۲۱ ۴/۱۷ ۲/۲۲ ۳۰/۸ ب

حَآفِّیْنَ۔ گردا گرد، گھیرنے والے، حَفٌّ کے جس کے معنی ارد گرد سے گھیر لینے کے ہیں، اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر، ۵/۲۴

حَاقَ۔ اس نے گھیر لیا، وہ الٹ پڑا، وہ نازل ہوا، (ضَرَبَ) حَیْقٌ سے، جس کے معنی گھیر لینے اور نازل ہونے کے ہیں، ماضی کا صیغہ، واحد مذکر غائب، بعض کا خیال ہے کہ یہ اصل میں حَقَّ تھا جو بدل کر حَاقَ ہو گیا۔ جیسے زَلَّ اور زَالَ اور ذَمَّ اور ذَامَ، ۱۸/۷ ۱۰/۱۱ ۱۰/۱۲ ۱۴/۱۴ ۲۲/۱۴ ۲۵/۲۲ ۲۶/۲ ب

حَاقَّةُ۔ حق ہونے والی، ثابت ہونے والی حَقٌّ سے، جس کے معنی حق اور ثابت ہونے کے ہیں۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث، یہاں روز قیامت مراد ہے، ۵/۲۹

حَاکِمِیْنَ۔ حکم کرنے والے، فیصلہ کرنے والے حُکْمٌ سے بمعنی فیصلہ کرنے کے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر، ۸/۱۴ ۱۱/۱۱ ۱۳/۱۲ ۱۳/۱۲ ۲۰/۱۰

حَالَ۔ وہ حائل ہو گیا، وہ بیچ میں آ پڑا (نَصَرَ) حَوْلٌ سے جس کے معنی کسی شے کے متغیر ہونے اور دوسرے سے جدا ہونے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، اور چونکہ حائل ہونے اور بیچ میں آپڑنے میں دوسرے سے جدائی ضروری ہے، اس لئے اس معنی میں بھی اس کا استعمال ہوتا ہے، ۴/۱۲

حَامٍ۔ حامی، جنوانے والا اونٹ، شاہ عبدالقادر صاحب موضح القرآن میں فرماتے ہیں، "جس اونٹ کی پشت سے دس بچے پورے ہوتے لائق سواری کے اور بوجھ کے اس باپ کو لادنا موقوف کرتے اور چارے پانی پر سے نہ ہانکتے وہ "حامی" تھا؛ ۴/۷

حَامِدُوْنَ۔ تعریف کرنے والے، شکر کرنے والے، سراہنے والے۔ حَمْدٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر، حَامِدٌ کی جمع (ملاحظہ ہو حَمْدٌ) ۳/۱۱

حَمِلٰتِ ۔ اٹھانے والیاں، حَامِلَۃٌ کی جمع
حَمْلٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث)
(ملاحظہ ہو تَحْمِلُ اور حَمْلاً) پ ۲۶/۱۸

حَامِلِیْنَ اٹھانے والے، حَامِلٌ کی جمع،
حَمْلٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر پ ۳۰/۱۲

حَامِیَۃً دہکتی ہوئی، جلتی ہوئی، حَمْیٌ
سے جس کے معنی دہکنے اور گرم ہونے کے ہیں
اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث، پ ۳۰/۱۳و۱۶

فصل الباء الموحدة

حُبُّ ۔ محبت، حَبَّ یَحِبُّ کا مصدر ہے، جو
چیز پسند ہو یا جو شے اچھی معلوم ہو اس کے
چاہنے کا نام حُبّ اور محبت ہے، محبت
کی تین صورتیں ہیں یا تو کسی لذت کے سبب
سے ہوتی ہے جیسے مرد کا عورت سے محبت کرنا
آیت شریفہ وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ
مِسْکِیْنًا (اور اس کی محبت میں محتاج کو کھانا
کھلاتے ہیں) میں اسی محبت کا ذکر ہے، یا
کسی نفع کے باعث جس طرح کہ نفع دینے والی
چیزوں سے محبت کرتے ہیں، آیت شریفہ
وَاُخْرٰی تُحِبُّوْنَہَا نَصْرٌ مِّنَ اللّٰہِ وَفَتْحٌ قَرِیْبٌ
(اور ایک بات جس کو تم چاہتے ہو مدد اللہ کی
طرف سے اور فتح نزدیک) میں یہی محبت
مراد ہے، یا کسی فضیلت کی بنا پر جس طرح
کہ اہل علم باہم علم کی وجہ سے محبت رکھتے
ہیں، اللہ تعالیٰ کے بندے سے محبت کرنے کا
مطلب اس پر انعام و نوازش فرمانا ہے اور بندے
کے اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے کے معنی اس کا
قرب طلب کرنے کے ہیں پ ۴ پ ۶ پ ۲۳/۱۲ پ ۳۰/۲۵

حُبًّا پ ۴ پ ۱۴/۱۲ پ ۳۰/۱۴

حَبٌّ ۔ دانہ، غلّہ، اناج، گندم اور جو وغیرہ
اناج کے دانہ کو حَبٌّ اور حَبَّۃٌ کہتے ہیں
حُبُوْبٌ جمع، پ ۷/۱۸ پ ۲۶/۱۵ پ ۲۷/۱۱

حَبًّا ۔ پ ۷/۱۸ پ ۲۳/۱ پ ۳۰/۱و۵

حَبَّۃٍ پ ۳/۲ پ ۷/۱۳ پ ۱۷/۴ پ ۲۱/۱۱

حِبَالُہُمْ ۔ ان کی رسیاں، حِبَالٌ حَبْلٌ
کی جمع ہے جس کے معنی رسی کے ہیں مضاف ہم
ہُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ، پ ۱۶/۱۲ پ ۱۹

حَبَّبَ ۔ اس نے محبت ڈالی، اس نے پیارا
کر دیا۔ اس نے محبوب بنا دیا، تَحْبِیْبٌ سے
جس کے معنی دوست بنا دینے اور محبوب کر دینے
کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، پ ۲۶/۱۳

حَبِطَ ۔ وہ اکارت ہوا، وہ ضائع ہوا، وہ نابود ہوا
وہ مٹ گیا، (سمع) حَبْطٌ سے، جس کے معنی
کام کے اکارت ہونے اور ضائع ہو جانے
کے ہیں، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب (ملاحظہ
ہو اَحْبَطَ) پ۲ پ۱۹ پ۲۲

حَبِطَتْ ۔ وہ اکارت ہو گئے، وہ مٹ گئے
وہ ضائع ہو گئے، حَبْطٌ سے ماضی کا صیغہ
واحد مؤنث غائب (ملاحظہ ہو بُہِتَتْ) پ۲۲
پ۲۳ پ۱۱ پ۹ پ۱۰ پ۲۶

حُبُكٌ ۔ راہیں، یا تو حَبِيكَةٌ کی جمع ہے جیسے
طَرِيقَةٌ اور طُرُقٌ ہے یا حِبَاكٌ کی جمع ہے
جیسے مثال اور مُثُلٌ ہے۔ حَبِيكَةٌ اور
حِبَاكٌ دونوں کے معنی ستاروں کی راہ کے
آتے ہیں، پ۲۶

حَبْلٌ ۔ رسی، عہد، پیمان، حَبْلٌ کے معنی اصل
میں تو رسی کے ہیں مگر مجازاً عہد و پیمان کے
لئے بھی استعمال ہوتا ہے، پ۴ پ۳۰

حَبْلُ الْوَرِيدِ ۔ رگ جان، شہ رگ، دھڑکتی
رگ، گردن کی رگ مراد ہے جس میں جان
پھرتی ہے، دل سے دماغ تک اس کے
کٹنے سے موت ہے[1]۔ چونکہ رگ بھی ہیئت میں
رسی سے ملتی جلتی ہے اس لئے شہ رگ کو
وحبل الورید کہتے ہیں۔ پ۲۶

حُبِّهٖ ۔ اس کی محبت، حُبِّ مضاف ہٖ ضمیر
واحد مذکر غائب مضاف الیہ، پ۲ پ۲۹

فصل التاء المثناة

حَتْمًا ۔ ضرور، لازم، قضاءً مقدر یعنی طے شدہ
فیصلہ الٰہی کا نام حتم ہے، پ۱۶

حَتّٰی ، جب تک، یہاں تک، علامہ سیوطی لکھتے ہیں
• حتیٰ حرف جر ہے اِلیٰ کی طرح انتہاء غایت
کے لئے آتا ہے مگر چند باتوں میں دونوں الگ
ہو جاتے ہیں، منجملہ ان کے حتیٰ جن باتوں میں
جدا ہے وہ یہ ہیں کہ وہ صرف اسم ظاہر اور اس
اسم آخر کو جر دیتا ہے کہ جس سے پہلے ذی اجزاء
یعنی تقسیم ہونے والا ہو اور یہ اس سے ملا ہوا ہو
جیسے سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ (سلامتی
ہے وہ یہاں تک کہ فجر طلوع ہو) اور اس سے پہلے
جو فعل تھا اس کے خاذ ذا کرکے ختم ہو جانے کا پتہ
دیتا ہے اور ابتداء غایت کے مقابل استعمال

[1] موضح القرآن

نہیں ہوتا اور اس کے بعد مضارع جو اَنْ مقدرہ کے سبب منصوب ہو واقع ہوتا ہے اور دونوں مصدر مجرور کے معنی میں ہوتے ہیں۔ اس صورت میں حَتّٰی تین معنی میں آتا ہے (۱) الیٰ (تک) کے ہم معنی ہوتا ہے جیسے لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى (ہم اسی پر لگے بیٹھے رہیں گے جب تک موسیٰ ہمارے پاس پھر کر آئے) کہ الیٰ رجوعہ (اس کی واپسی تک کے معنی ہیں (۲) کی تعلیلیہ (تاکہ) کے ہم معنی جیسے وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ (اور وہ تو لگے ہی رہتے ہیں تم سے لڑنے کو یہاں تک کہ تم کو پھیر دیں) اور لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا (مت خرچ کرو ان پر جو پاس رہتے ہیں رسول اللہ کے یہاں تک کہ بھاگ جاویں) اور کسی جگہ دونوں کے معنی بن سکتے ہیں جیسے فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ (تو سب لڑو اس چڑھائی والے سے جب تک کہ پھر آئے اللہ کے حکم کی طرف) (کہ یہاں الیٰ اور کَیْ دونوں کے معنی صحیح ہیں)

(۳) اِلَّا کے ہم معنی استثنا میں ابن مالک وغیرہ نے اس کی مثال وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ (اور وہ دونوں کسی کو نہیں سکھاتے یہاں تک کہ کہہ دیتے ہیں) کو قرار دیا ہے۔

حَتّٰی ابتدائیہ بھی ہوتا ہے یعنی ایسا حرف کہ جس کے بعد جملوں کی ابتدا ہوتی ہے۔ چنانچہ اسمیہ، فعلیہ، مضارعیہ ماضیہ سب پر آتا ہے جیسے حَتّٰى يَقُوْلُ الرَّسُوْلُ (لام کے) پیش کے ساتھ اور حَتّٰى عَفَوْا وَّقَالُوْا۔ اور حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ۔ ابن مالک نے یہ ادعا کیا ہے کہ وہ اس آیت میں اِذَا کا اور اگلی دو آیتوں میں اَنْ مضمرہ کا جار واقع ہوا ہے لیکن اکثر کی رائے اس کے برخلاف ہے اور حَتّٰی عاطفہ بھی آتا ہے مگر میرے علم میں قرآن کے اندر عطف کے لئے نہیں آیا ہے، کیونکہ اس کے ذریعہ عطف بہت کم ہوتا ہے اسی لئے کوفہ والوں نے تو سرے سے اس کے عاطفہ ہونے ہی سے انکار کر دیا ہے۔[1]

۱ پ ۱۶ع ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ — ۲ پ ۱۰ و ۸ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۲ و ۱۳ — ۳ سِ ۱ و ۹

۴ پ ۱۰ و ۱۲ و ۱۴ — ۵ پ ۲ و ۹ و ۱۷ — ۶ پ ۸ و ۱۲ — ۷ پ ۹ و ۱۰ و ۱۲

[1] اتقان ج ۱ ص ۱۶۲ طبع مصر۔

پ۸: ۲ و ۵ و ۶ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۸ — پ۹: ۲ و ۱۹ — پ۱۰: ۳ و ۵ و ۶ و ۹
پ۱۰: ۷ و ۹ و ۱۰ و ۱۳ — پ۱۱: ۳ و ۸ و ۱۳ و ۱۵ و ۱۶ — پ۱۲: ۴ و ۱۲
پ۱۳: ۲ و ۴ و ۶ و ۸ و ۱۰ — پ۱۴: ۱ و ۴ — پ۱۵: ۲ و ۴ و ۱۰ و ۱۱ و ۲۱ و ۲۲
پ۱۶: ۱ و ۳ و ۸ و ۱۳ — پ۱۷: ۲ و ۳ و ۷ و ۱۳ — پ۱۸: ۲ و ۳ و ۶ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۵ و ۱۷
پ۱۹: ۱۵ و ۱۸ — پ۲۰: ۳ و ۶ و ۹ — پ۲۲: ۹ — پ۲۳: ۲ و ۹ و ۱۳ — پ۲۴: ۵ و ۹ و ۱۷
پ۲۵: ۱ و ۹ و ۱۰ و ۱۳ — پ۲۶: ۲ و ۵ و ۶ و ۸ و ۱۳ — پ۲۷: ۱ و ۳ و ۱۸ — پ۲۸: ۷ و ۱۳ و ۱۷
پ۲۹: ۸ و ۱۲ و ۱۶ — پ۳۰: ۲۲ و ۲۳ و ۲۷

یہ بھی واضح رہے کہ اگر حَتّٰی کے بعد دخولِ غایت کے لئے کوئی دلیل موجود ہو تب تو اس پر عمل ظاہر ہی ہے اور اگر کوئی دلیل موجود نہ ہو تو اصح یہ ہے کہ غایت داخل سمجھی جائیگی۔

فصل الثاء المثلثة

حَثِيْثًا۔ دوڑتا ہوا، شتاب، جلد، حَثٌّ سے، جس کے معنی کسی کام پر ابھارنے اور رغبت دلانے کے ہیں، بروزن فَعِیْلٌ بمعنی فاعل یعنی حَاثٌّ (رغبت کرتے ہوئے) یا بمعنی مفعول یعنی مَحْثُوْثٌ (جسے رغبت دلائی گئی ہو) صفتِ مشبہ کا صیغہ ہے جس کا استعمال سریع یعنی جلد اور شتاب کے معنی میں ہوتا ہے، پ۸: ۱۴

فصل الجیم المعجمة

حَجَّ۔ حج کرنا۔ حَجَّ۔ یَحُجُّ کا مصدر ہے، اصل لغت میں حج قصدِ زیارت کو کہتے ہیں، اور اصطلاحِ شرع میں حج کی نیت سے اول احرام باندھ کر طواف اور وقوف کو اوقاتِ مخصوصہ میں ادا کرنا اس کا نام حج ہے۔

پ۲: ۸ و ۹ — پ۴: ۱ — پ۱۷: ۱۱

حِجٌّ۔ حج کرنا، حج، یہ بھی مصدر ہے، اور اسم ہو کر بھی مستعمل ہوتا ہے، پ۴: ۱

حَجَّ۔ اس نے حج کیا، حَجَّ اور حَجٌّ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب پ۲: ۳

حِجَابٌ۔ پردہ، اوٹ، ملنے سے روکنا، مصدر ہے، حُجُبٌ جمع، آیت شریفہ وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ (اور دونوں کے بیچ میں پردہ ہے) میں حجاب سے ایسا پردہ مراد نہیں ہے جو دیکھنے سے روک دے، بلکہ وہ آڑ مراد ہے جو جنت کی لذت و نعمت کو دوزخیوں تک پہنچنے سے مانع ہے اور وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ (اور کسی آدمی کی طاقت نہیں کہ اللہ اس سے بات کرے

مگر اشارہ سے یا پردہ کے پیچھے) میں حجاب
سے وہ پردہ مراد ہے جو رویت سے مانع ہو
پ ۱۲/۱ پ ۲۴/۴ پ ۲۲/۱۲ پ ۲۲/۱۵ پ ۲۵/۶ حِجَابًا پ ۱۵/۵ پ ۱۶/۵
حِجَارَۃ۔ پتھر، حَجَرٌ کی جمع، پ ۱/۹۱۲ پ ۹/۱۸ پ ۱۳/۷
پ ۱۴/۵ پ ۱۵/۵ پ ۲۴/۱ پ ۲۶/۲۹ پ ۳۰/۳۰
حُجَّتُنَا۔ ہماری دلیل۔ حُجَّۃٌ مضاف نَا ضمیر
جمع متکلم مضاف الیہ (ملاحظہ ہو حُجَّۃ) پ ۲/۱۶
حُجَّتُهُمْ۔ ان کی دلیل، حُجَّۃٌ مضاف هُمْ
ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ پ ۲۵/۱۹و۳
حِجَجٍ۔ برس، سال، حِجَّۃٌ کی جمع ہے،
جس کے معنی سال کے ہیں، پ ۲۰/۶
حَجَرٌ۔ پتھر، اَحْجَارٌ اور حِجَارَۃٌ جمع پ ۱/۷ ب ۹
حِجْرٌ۔ ممنوع، عقل، اصل میں جس مکان کا
احاطہ پتھروں سے بنایا جائے وہ حِجْر کہلاتا
ہے۔ اسی لئے ثمود کی آبادیاں چونکہ پتھروں کو
تراش کر بنائی گئی تھیں حِجْر کہلائیں۔ ارشاد ہے
كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ (حجر والوں
نے رسولوں کو جھٹلایا) ۹ھ ہجری میں
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تبوک جاتے ہوئے
اس شہر سے گزرے تھے۔ دولت عثمانیہ کے
زمانہ میں یہ حجاز ریلوے کا اسٹیشن تھا۔ اور

چونکہ پتھروں کے احاطہ سے مقصود حفاظت
اور روک تھام ہوتی ہے اور عقل بھی انسان
کی حفاظت کرتی اور اس کو روکتی رہتی ہے
اس لئے اس کو بھی حِجْر کہا جاتا ہے، ارشاد ہے
هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ (کیا ان
میں عقل والوں کے لئے قسم ہے)، اور اسی
وجہ سے وہ چیز جس سے روکا اور منع کیا جائے
حِجْر کہلاتی ہے جیسے هٰذِهٖ اَنْعَامٌ وَّ
حَرْثٌ حِجْرٌ (یہ مویشی اور کھیتی منع ہے) اور
حِجْرًا مَّحْجُوْرًا (اوٹ روکی ہوئی) پ ۸/۲
پ ۱۴/۶ پ ۳۰/۱۲۔ حِجْرًا، پ ۱۹/۱و۳
حُجُرٰتِ۔ حجرے، گھروں کی چاردیواری
حُجْرَۃٌ کی جمع، پ ۲۶/۱۳
حُجُوْرِكُمْ۔ تمہاری گودیاں، حُجُوْرٌ حِجْرٌ
کی جمع، جس کے معنی حفاظت کے ہیں اور
چونکہ گود میں بھی بچہ کی حفاظت ہوتی ہے
اس لئے اس کو حجر کہتے ہیں۔ مضاف ہے
كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ پ ۴/۱۳
حُجَّۃ۔ دلیل، حجت، حُجَجٌ جمع، پ ۲/۲
پ ۶/۳ پ ۸/۵ پ ۲۵/۳

فصل الدال المهملة

حِدَادٌ - تیز۔ حَدِیْدٌ کی جمع، پ ۲۱/۱۸

حَدَائِقَ - باغات، حَدِیْقَۃٌ کی جمع جس کے معنی اس باغ کے ہیں جس کے گرد چاردیواری کھنچی ہو، باغ کا نام حدیقہ اس مناسبت سے رکھا گیا کہ وہ اپنی ہیئت و شکل میں حدقہ یعنی آنکھ کی پتلی کے مشابہ ہے جس طرح وہ گھری ہوئی اور بارونق اور باآب و تاب ہوتی ہے اسی طرح حدیقہ ہوتا ہے، پ ۲۰/۱ پ ۳۰/۲و۵

حَدَبٌ - اونچان، بلندی، مصدر ہے، حَدِبَ الرجل اس وقت بولتے ہیں جبکہ آدمی کبڑا ہوجائے اور اس کی کمر اوپر کو اٹھ آئے اسی بات سے تشبیہ کی بنا پر اونچی اور بلند زمین کو حَدَبٌ کہتے ہیں پ ۱۷

حَدِّثْ - تو بیان کر، تُحَدِّثُ سے جس کے معنی بیان کرنے کے ہیں۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر، پ ۳۰/۱۸

حُدُوْدٌ - حدیں۔ حَدٌّ کی جمع۔ حد اس آڑ اور روک کو کہتے ہیں جو دو چیزوں کو آپس میں ملنے سے روکے، حدود اللہ سے مراد احکام الٰہی ہیں، پ ۲/۱۳و۱۲ پ ۴/۳و۱۲ پ ۲۸/۱۷و۱۴

حُدُوْدَہٗ - اس کی حدیں، حُدُوْدَ مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ پ ۴/۱۳

حَدِیْثٌ - بات (ملاحظہ ہو اَحَادِیْثُ) پ ۵/۱۴ پ ۷/۱۲ پ ۹/۱۳ پ ۱۵/۱۲ پ ۱۶/۱۰ پ ۲۱/۱۰ پ ۲۲/۴ پ ۲۳/۱۷ پ ۲۵/۱۷ پ ۲۶/۱۹ پ ۲۷/۲و۷و۱۶ پ ۲۹/۲و۲۳ پ ۳۰/۲و۱۰و۱۳

حَدِیْثًا پ ۵/۳و۸ پ ۱۳/۶ پ ۲۸/۹

حَدِیْدٌ - تیز، لوہا، حدید لوہے کو بھی کہتے ہیں اور نیز ہر وہ چیز جو بذاتہ باریک ہو، خواہ باعتبار خلقت کے خواہ باعتبار معنی کے حدید کہلاتی ہے، اس صورت میں یہ حِدَّۃٌ سے جس کے معنی تیز ہونے کے ہیں۔ بروزن فَعِیْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے، پ ۱۶/۲ پ ۱۴/۹ پ ۲۲/۸ پ ۲۶/۱۶ پ ۲۷/۱۱ **حَدِیْدًا** پ ۱۵/۵

فصل الذال المعجمة

حَذَرَ - ڈر، ڈرنا، حَذِرَ یَحْذَرُ کا مصدر ہے پ ۱/۲ پ ۵/۸

حِذْرَکُمْ - تمہارا بچاؤ، جس کے ذریعہ بچاؤ ہو حذر کہلاتا ہے، مضاف ہے، کُمْ ضمیر

جمع مذکر حاضر مضاف الیہ پ۵/۸

حِذْرَهُمْ۔ ان کا بچاؤ۔ حِذْرَ مضاف هُمْ
ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ، پ۵/۱۲

فصل الراء المهملة

حُرٌّ۔ آزاد۔ اَحْرَارٌ جمع، پ۲/۶

حَرٌّ۔ گرمی، حُرُوْرٌ جمع پ۱۰/۱۲ پ۱۴/۱۲ حَرًّا پ۱۰/۱۲

حَرَامٌ، حرام، حرمت والا، ممنوع، حُرُمٌ
جمع، امام راغب لکھتے ہیں۔

"جس چیز سے منع کردیا جائے وہ حرام ہے، خواہ
بہ تسخیر الٰہی ممنوع ہو یا بر منع قہری یا عقل کی رو سے
یا شرع کی طرف سے یا اس شخص کی وجہ سے
جس کا حکم مانا جاتا ہے۔"

تسخیر الٰہی کے سبب سے حرام ہونے کی مثال
وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ (اور ہم نے دائیوں
کا دودھ اس پر حرام کردیا ہے) کہ اللہ نے اپنی
تسخیر سے دائیوں کا دودھ پینے سے روک دیا،
اور منع قہری سے حرمت کی مثال اِنَّ اللّٰهَ
حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ (بیشک اللہ نے
ان دونوں کو کافروں پر حرام کیا ہے) یعنی
بزور قوت کافروں کو اس سے محروم کردیا،

باقی وجوہ حرمت کی مثالیں ظاہر ہیں، ماہ ہائے
حرام کو بھی حرام اسی وجہ سے کہا جاتا ہے
کہ اللہ تعالیٰ نے ان وقتوں میں بعض ان
چیزوں کو حرام کردیا ہے جو دوسرے اوقات
میں حلال ہیں، اسی طرح بیت الحرام اور
مشعر الحرام ہو (ملاحظہ ہو بَيْتُ الْحَرَامِ) پ۲/۸ و۲۳
پ۲/۹ و۱۱ پ۶/۵ پ۷/۴ پ۹/۱۸ پ۱۰/۸ و۹ و۱۰ پ۱۳/۲۱ پ۱۵/۱ پ۱۷/۷ و۱۰
پ۲۶/۲ و۱۲ حَرَامًا پ۱۱/۱۱

حَرْبٌ۔ لڑائی، جنگ، حُرُوْبٌ جمع۔
پ۳/۶ پ۶/۱۲ پ۱۰/۲ پ۲۶/۵

حَرْثٌ۔ کھیتی، زراعت، حَرَثَ يَحْرُثُ
کا مصدر ہے۔ اس کے معنی بیج ڈالنے اور
کھیتی کرنے کے ہیں اور کھیت کو بھی کہتے ہیں
آیت شریفہ نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ (تمہاری
بیویاں تمہاری کھیتی ہیں) میں عورتوں کو بطور
تشبیہ کھیتی سے تعبیر کیا گیا ہے کہ جس طرح
کھیت میں بیج ڈالنے سے غلہ پیدا ہوتا ہے
اسی طرح رحم میں نطفہ قرار پانے سے اولاد
پیدا ہوتی ہے پ۲/۸ پ۲/۹ و۱۲ پ۳/۱۰ پ۳/۲ پ۸/۲ پ۱۴/۹

حَرْثَكُمْ۔ تمہاری کھیتی حَرْثَ مضاف كُمْ
ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ پ۲/۱۲ پ۲۹/۲

حَرْثِهٖ اس کی کھیتی، حَرْثٌ مضاف، ہ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ، ۲۵

حَرَجَ - تنگی، مضائقہ، گناہ، تنگ، اصل میں تو "حرج" کے معنی کسی چیز کے مجتمع ہونے کی جگہ کے ہیں اور ایک جگہ جمع ہونے میں چونکہ تنگی کا تصور موجود ہے، اس لئے تنگی اور گناہ کو حرج کہا جاتا ہے ۔۔۔ حَرَجًا ۔۔۔

حَرْدٍ - تیزی اور غصہ کے ساتھ روکنا۔[1] امام بغوی لکھتے ہیں۔

"حرد کے معنی لغت میں قصد کرنے روکنے اور غصہ ہونے کے ہیں، حسن، قتادہ، اور ابوالعالیہ نے سعی دکوشش سے تفسیر کی ہے، قرظی، مجاہد اور عکرمہ نے اس طے شدہ معاملہ کو بتایا ہے جس کی باہم قرارداد کرلی ہو، یہ دونوں تفسیریں قصد کے معنی پڑتی ہیں کیونکہ جس کسی چیز کا ارادہ رکھتا ہو وہ کوشش سے کام لیتا اور معاملہ کے متعلق طے کرلیتا ہے، ابوعبیدہ، قتیبی کا بیان ہے کہ (غَدَوْا عَلٰی حَرْدٍ) یعنی مسکینوں کو روکنے کے لئے اپنے گھر سے سویرے چلے، چنانچہ بارش نہ ہو تو عرب والے بولتے ہیں حاردت السنۃ (یعنی امسال بارانی رک گیا) اور جب ناقہ کے دودھ نہ رہے تو کہتے ہیں حاردت الناقۃ (اونٹنی نے دودھ روک دیا) شعبی اور سفیان نے مسکینوں پر گھٹنے اور غصہ کرنے کے معنی کئے ہیں[2] ۲۹

حَرَسًا - پاسبان، چوکیدار، حَارِسٌ کی جمع جس کے معنی پاسبان اور چوکیدار کے ہیں حَرْسٌ اور حِرْزٌ کے جس طرح الفاظ ملتے جلتے ہیں ایسے ہی معنی بھی ملتے جلتے ہیں، فرق اتنا ہے کہ حِرْزٌ کا استعمال سامان اور اسباب جمع کی حفاظت کے لئے ہوتا ہے اور حَرَسٌ کا مکان کی پاسبانی اور چوکیداری کے لئے۔ ۲۹

حَرَصْتَ - تو للچایا، تونے حرص کی۔ حِرْصٌ سے۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر (ملاحظہ ہو تَحْرِصْ) ۱۳

حَرَصْتُمْ - تم نے حرص کی، تم نے لالچ کیا، حِرْصٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر، ۵

حَرِّضْ - تو رغبت دلا، تو تاکید کر، تَحْرِيْضٌ سے جس کے معنی کسی کام پر رغبت دلانے اور ابھارنے کے ہیں امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ۵ ۱۰

[1] مفردات راغب۔ [2] معالم التنزیل ج ۷، ص ۱۱۲ طبع مصر ۱۳۳۲ھ

حَرَضًا مضمحل، بیمار، بیکار، جو چیز نکمی اور بیکار ہو جائے اور در خورِ اعتنا نہ رہے "حرض" کہلاتی ہے۔ یہ اصل میں مصدر ہے، ۱۳/۴

حَرْفٍ۔ کنارہ، طرف، رخ، اَحْرُفٌ اور حُرُوْفٌ جمع، ۱۷/۹

حَرِّقُوْهُ۔ اس کو جلاؤ، حَرِّقُوْا تَحْرِيْقٌ سے جس کے معنی اچھی طرح سے جلا دینے کے ہیں امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ ۱۷/۵ ۲۰/۱۵

حَرَّمَ۔ اس نے حرام کیا، اس نے منع کیا، تَحْرِيْمٌ سے جس کے معنی حرام کر دینے اور سختی سے روک دینے کے ہیں، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو حَرَامٌ) ۲/۵ ۳/۶ ۴/۱ ۶/۱۴ ۸/۱و۲و۳و۵و۱۲ ۱۰/۱۰و۱۱ ۱۴/۲۱ ۱۵/۴ ۱۹/۲

حُرِّمَ۔ حرام کیا گیا، منع کیا گیا تَحْرِيْمٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب ۳/۱۲ ۱۸/۷ ۲/۲

حُرُمٌ۔ احرام باندھنے والے، حرام، ادب والے، حَرَامٌ کی جمع۔ چونکہ حالتِ احرام میں انسان کو بہت سی باتوں سے رکنا پڑتا ہے اس لئے اس کو حرام کہتے ہیں، اسی طرح ماہِ حرام ہے (ملاحظہ ہو حَرَامٌ) ۶/۵ ۷/۳ ۱۰/۱و۱۱

حُرُمًا ۲/۲

حَرَمًا۔ حرم، پناہ کی جگہ، ادب کا مقام مکہ معظمہ کا ایک مخصوص حصہ جس کی حدود میں اللہ تعالیٰ نے اس کے ادب کی وجہ سے بعض چیزوں کو حرام کر دیا ہے۔ علامہ ابن ملقن نے حدودِ حرم کو نظم کیا ہے فرماتے ہیں۔

وللحرم التحديد من ارض طيبة
ثلثة اميال اذا رمت اتقانه

حرم کی حد مدینہ طیبہ کی جانب سے تین میل ہے جبکہ اے مخاطب تو اس کے حفظ کا قصد کرے

وسبعة اميال عراق وطائف
وجدة عشر ثم تسع جعرانه

اور سات میل عراق اور طائف کی طرف سے ہے اور جدہ کی طرف سے دس میل ہے پھر جعرانہ کی طرف سے نو میل ہے۔

ومن يمن سبع بتقديم سينها
وقد كملت فاشكر لربك احسانه[1]

[1] الدر المختار، کتاب الحج،

اور یمن کی طرف سے سات میل ہے اور البتہ حدود حرم کی پوری ہوگئیں سو تو اپنے رب کے احسان کا شکر ادا کر۔ (ناظم نے کہا کہ اخیر شعر) سبع بتقدیم بین ہے تاکہ تسع سے مشتبہ ہو (ملاحظہ ہو بَیْتَ الْحَرَامِ)

حُرُمٰتُ۔ حرمتیں، بزرگیاں، حُرْمَۃٌ کی جمع، حرمت اس چیز کو کہتے ہیں جس کا ادب ضروری ہو۔

حُرِّمَتْ وہ حرام کی گئی، تَحْرِیْمٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مؤنث غائب

حَرَّمْنَا ہم نے حرام کر دیا۔ تَحْرِیْمٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم

حَرَّمُوْا۔ انھوں نے حرام ٹھیرایا، تَحْرِیْمٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب، یہ واضح رہے کہ جو چیز اللہ کی طرف سے حرام نہ ہو اس کی تحریم لائے معنی ہے،

حَرَّمَهَا اس کو حرمت دی، اس کا ادب رکھا حَرَّمَ فعل ماضی ہے، هَا ضمیر واحد مؤنث غائب

حَرَّمَهُمَا۔ اس نے ان دونوں کو حرام کر دیا۔ اس میں هُمَا ضمیر تثنیہ مذکر غائب ہے،

حَرُوْرٌ۔ لو، دھوپ، گرم ہوا، اسم ہے۔

حَرِیْرٌ، ریشم، اسم ہے حَرِیْرًا

حَرِیْصٌ۔ حرص کرنے والا، تلاش رکھنے والا، حِرْصٌ سے بروزن فَعِیْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ (ملاحظہ أَحْرَصَ اور تَحْرِیْصٌ)

حَرِیْقٌ۔ آگ، جلانے والا، جلا ہوا، حَرْقٌ سے جس کے معنی جلانے کے ہیں، بروزن فَعِیْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ، فاعل اور مفعول دونوں کے معنی دیتا ہے، یہاں بمعنی فاعل آگ کے معنی میں ہے،

فصل الزاء المعجمة

حِزْبٌ۔ گروہ، جماعت، أَحْزَابٌ جمع۔

حِزْبَهٗ۔ اس کا گروہ، اس کی جماعت، حِزْبٌ مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ،

حِزْبَيْنِ۔ دو فرقے، دو جماعتیں، دو گروہ، حِزْبٌ کا تثنیہ بحالت نصب وجر،

حُزْنٌ۔ غم، بیقراری، رنج، اندوہ أَحْزَانٌ جمع۔

حَزَنَ۔ رنج، اندوہ، بیقراری، غم، اَحْزَانٌ جمع، ۱۳/۱۳۔ **حَزَنًا** ۱۰/۱۸ ۲۸/۱۳

حُزْنِیْ۔ میرا غم، میرا رنج، میری بیقراری حُزْنِ مضاف ی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ ۱۳/۴

فصل السین المھملۃ

حِسَاب۔ حساب، شمار، گننا۔ حَسَبَ یَحْسُبُ کا مصدر ہے، آیت شریفہ وَاللّٰہُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَاءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ (اور اللہ روزی دیتا ہے جس کو چاہے بے شمار) کے متعلق امام راغب نے حسب ذیل وجہیں لکھی ہیں (۱) استحقاق سے زیادہ عطا فرماتا ہے۔ (۲) عطا فرماتا ہے اور لیتا نہیں (۳) اس قدر عطا فرماتا ہے کہ بشر کے لئے اس کی عطاؤں کا شمار ناممکن ہے (۴) بلا مضائقہ اور بغیر کسی تنگی کے دیتا ہے (۵) انسان کے گمان سے زیادہ دیتا ہے (۶) جس قدر اپنی مصلحت سمجھتا ہے، عطا فرماتا ہے انسانوں کے حساب پر نہیں رکھتا۔ (۷) مومن کو دیتا ہے اور دے کر حساب نہیں لیتا (۸) اللہ تعالیٰ قیامت میں ایمان والوں کو ان کے استحقاق سے زیادہ ان کو بدلہ عطا فرمائیگا، اسی طرح جہاں اور مقامات پر قرآن مجید میں بِغَیْرِ حِسَابٍ واقع ہے سمجھنا چاہیے، ۲/۹ ۳/۹ و ۱۰ ۳/۱۰ و ۱۱ و ۱۳ ۴/۱۱ ۶/۵ ۱۱/۹ ۱۳/۸ و ۹ و ۱۳ و ۱۸ و ۱۹ ۱۴/۲ ۱۶/۱۱ ۲۳/۱۱ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۶ ۲۴/۹ و ۸ و ۱۰ **حِسَابًا** ۲۸/۱۸ ۳۰/۱ و ۲ و ۹

حِسَابِكَ۔ تیرا حساب، حِسَاب مضاف كَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ، ۷/۱۴

حِسَابُهٗ۔ اس کا حساب، حِسَاب مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ، ۱۸/۶ و ۱۱

حِسَابَهُمْ۔ ان کا حساب، حِسَاب مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔ ۷/۱۴ و ۱۲ ۱۴/۱۲ ۹/۱۰ ۳۰/۱۴

حِسَابِيَهْ۔ میرا حساب، حِسَابُ مضاف ی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ، اور ہ اس میں وقف کی ہے جیسے مَالِیَهْ اور سُلْطَانِیَهْ کی ہ ہے۔ ۲۹/۵

حِسَانٌ۔ خوبصورت، حسین، نفیس، عمدہ حَسَنٌ، حَسِیْنٌ، حَسَنَةٌ اور حَسْنَآءُ کی جمع واحد ۲۷/۱۴

حَسِبَ۔ گمان کیا، سمجھا، خیال کیا، (ماضی اور مضارع دونوں میں عین کلمہ کو کسرہ) حُسْبَانٌ سے جس کے معنی گمان کرنے اور سمجھ بیٹھنے کے

ہیں، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، راغب لکھتے ہیں۔

حِسْبَانٌ یہ ہے کہ دو نقیضوں میں سے کسی ایک کے متعلق اس طرح رائے قائم کر لی جائے کہ بس اسی کا گمان ہو اور اسی پر انگلی اٹھے، دوسری کا دل میں خطرہ بھی نہ آنے پائے اور اس میں شک پیدا ہونے کی گنجائش رہے۔ ظن بھی اس کے قریب قریب ہی ہے لیکن ظن کے اندر دل میں دونوں نقیضوں کا خیال موجود ہوتا ہے، اور ایک کا خیال دوسرے پر غالب رہتا ہے۔

پ۲۶ پ۲۰ پ۲۵ پ۲۸

حُسْبَانٍ، حساب، شمار، حَسَبَ یَحْسُبُ کا مصدر ہے، آیتِ شریفہ وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا (اور بھیج دے اس پر عذاب) میں حُسْبَان کی دو تفسیریں کی گئی ہیں، ایک آگ یا بچھو کا، دوسرے عذاب اور حقیقت میں حساب کے مطابق سزا مراد ہے پ۲۱ حُسْبَانًا پ۷ پ۱۵

حَسِبْتَ، تونے سمجھا، تونے گمان کیا حِسْبَانٌ سے، ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر، پ۱۵

حَسِبْتُمْ۔ تم نے گمان کیا، تم نے جانا حِسْبَانٌ سے، ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر، پ۲ پ۴

پ۲ پ۹

حَسِبَتْهُ۔ اس کو خیال کیا، اس کو گمان کیا اس کو جانا، حَسِبَتْ حِسْبَانٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب، ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب

پ۱۹

حَسِبْتَهُمْ۔ تونے ان کو جانا، تونے ان کو خیال کیا، تونے ان کو گمان کیا، اس میں ھُم ضمیر جمع مذکر غائب ہے، پ۲۹

حَسْبُكَ۔ تجھ کو کفایت ہے، تجھ کو بس ہے، حَسْبُ حَسَبَ یَحْسُبُ کا مصدر ہے مگر بمعنی کافی ہونے کے استعمال ہوتا ہے مضاف ہے، کَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ، پ۱۰

حَسْبُنَا۔ ہم کو کافی ہے، ہم کو بس ہے، حَسْبُ مضاف نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ، پ۴

پ۲ پ۱۲

حَسِبُوْا۔ انھوں نے جانا، انھوں نے گمان کیا۔ حِسْبَانٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب پ۱۲

حَسْبُهُ۔ اس کو بس ہے، اس کو کفایت ہے حَسْبُ مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ، پ۹ پ۲۸

حَسْبُهُمْ۔ ان کو بس ہے، ان کو کافی ہے حَسْبُ

مضاف ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ پ ۲/۱۵، پ ۲۵/۲

حَسْبِیَ۔ مجھ کو بس ہے، مجھ کو کافی ہے، حَسْب مضاف ی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ پ ۱۱/۵، پ ۲۴/۱

حَسَدَ۔ اس نے حسد کی، اس نے جلنا، حَسَدٌ سے، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب (ملاحظہ ہو تَحْسُدُوْنَنَا) پ ۳۰/۲۶

حَسَدًا۔ جلنا، حسد کرنا، حَسَدَ یَحْسُدُ کا مصدر ہے، پ ۱/۱۳

حَسَرٰتٍ۔ افسوس، پشیمانیاں، حَسْرَۃٌ کی جمع ہے، پ ۲/۴، پ ۲۴/۱۲

حَسْرَتَنَا۔ ہماری پشیمانی، ہمارا افسوس، حَسْرَۃَ مضاف، نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ پ ۷/۱۰

حَسْرَتٰی وادریتا۔ اے افسوس، حَسْرَۃَ مصدر ہے، اور ی ندبہ کی ہے جیسے لَھْفٰی اور وَیْلَتٰی میں ہے، پ ۲۴/۳

حَسْرَۃً۔ افسوس، پشیمانی، پچھتاوا، حَسِرَ یَحْسَرُ کا مصدر ہے، پ ۲/۷، پ ۹/۱۸، پ ۱۶/۵، پ ۲۳/۳، پ ۲۹/۶

حُسْنُ۔ اچھا ہونا، عمدہ ہونا، حَسُنَ یَحْسُنُ کا مصدر ہے پ ۳/۱۰، پ ۳/۹،۲، پ ۱۳/۱۰، پ ۲۳/۱۱،۱۲،۱۴

حُسْنًا پ ۱/۱۰، پ ۱۵/۱۴، پ ۱۶/۲، پ ۱۹/۱۹، پ ۲۵/۱۲، پ ۲۶/۴

حَسُنَ خوب ہوا، اچھا ہوا، حُسْنٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، پ ۵/۶۔

حَسَنٍ، اچھا، عمدہ، خوب، حُسْنٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ، ہر خوش کن اور پسندیدہ چیز "حسن" کہلاتی ہے اس کی تین قسمیں ہیں (۱) وہ چیز جو عقل کے اعتبار سے مستحسن ہو (۲) وہ جو خواہش کے لحاظ سے پسندیدہ ہو (۳) وہ جو محسوس ہونے میں عمدہ معلوم ہو پ ۳/۱۲

حَسَنًا پ ۲/۱۹، پ ۳/۱۲، پ ۷/۷، پ ۹/۱۶، پ ۱۱/۱۲، پ ۱۴/۸، پ ۱۴/۱۵،۱۶، پ ۱۵/۱۴، پ ۱۶/۱۳، پ ۱۶/۱۸، پ ۲۰/۱۰، پ ۲۳/۱۲، پ ۲۶/۲، پ ۲۴/۱۸، پ ۲۸/۱۹، پ ۲۹/۱۲

حَسَنٰتٍ خوبیاں، بھلائیاں، نعمتیں، نیکیاں حَسَنَۃٌ کی جمع، پ ۹/۹، پ ۱۲/۱۰

حَسُنَتْ، وہ اچھی ہوئی، وہ خوب ہوئی حُسْنٌ سے، ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب پ ۱۵/۴، پ ۱۹/۴

حَسَنَۃٌ۔ خوبی، بھلائی، نیکی، نعمت، ہر وہ نعمت جو انسان کو اس کی جان یا بدن یا حالات میں حاصل ہو کر اس کے لئے مسرت کا سبب بنے "حسنۃ" کہلاتی ہے "سیئۃ" اس کی ضد ہے، یہ دونوں اسم جنس ہیں جن کے

تحت مختلف انواع داخل ہیں چنانچہ ارشاد ہے وَاِنۡ تُصِبۡهُمۡ حَسَنَةٌ يَّقُوۡلُوۡا هٰذِهٖ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ (اور اگر ان کو کچھ بھلائی پہنچتی ہے تو کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے) یہاں حسنہ سے مراد فصل کی عمدگی اور فراخی و کامیابی ہے اور وَاِنۡ تُصِبۡهُمۡ سَيِّئَةٌ (اور اگر پہنچتی ہے ان کو برائی) میں سیئہ سے قحط تنگی اور ناکامی مراد ہے، اسی طرح مَآ اَصَابَكَ مِنۡ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ (اور جو تجھ کو بھلائی پہنچے سو اللہ کی طرف سے) میں حسنہ سے ثواب اور وَمَآ اَصَابَكَ مِنۡ سَيِّئَةٍ فَمِنۡ نَّفۡسِكَ (اور جو تجھ کو برائی پہنچے سو تیرے نفس کی طرف سے) میں سیئہ سے عتاب مراد ہے، حَسَنٌ حَسَنَةٌ اور حُسۡنٰى میں فرق یہ ہے کہ حَسَنٌ اعیان (ذوات واشخاص) اور احداث (معاملات واقعات) دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے، اسی طرح "حسنۃ" جبکہ صفت ہو کر مستعمل ہو تو دونوں کے لئے بولی جاتی ہے اور اسم ہو کر مستعمل ہو تو صرف احداث ہی میں اس کا استعمال متعارف ہے اور "حسنیٰ" کا استعمال صرف احداث میں ہوتا ہے، اعیان میں نہیں ہوتا، پ۴ ۹، پ۴ ۱، پ۵ ۳ و ۸، پ۸ ۷، پ۹ ۲ و ۶ و ۹، پ۱۰ ۳، پ۱۳ ۷ و ۹، پ۱۴ ۱۰ و ۱۲ و ۲۲، پ۱۹ ۱۹، پ۳۰ ۳ و ۹ و ۱۳، پ۳۱ ۱۹، پ۳۲ ۸، پ۳۴ ۱۹، پ۲۵ ۳، پ۲۸ ۴۔

حُسۡنُهُنَّ۔ ان کا حسن، ان کی خوبصورتی، حُسۡنٌ مضاف، هُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب مضاف الیہ، پ۲۲ ۴

حُسۡنٰى۔ اچھی، عمدہ، بروزن فُعۡلٰى حُسۡنٌ سے۔ افعل التفضیل کا صیغہ واحد مؤنث پ۵، پ۹ ۶ و ۱۲، پ۱۱ ۴ و ۸، پ۱۳ ۸، پ۱۴ ۱۴، پ۱۵ ۱۲، پ۱۶ ۴ و ۱۰، پ۱۷ ۴، پ۲۵ ۱، پ۲۷ ۶ و ۱۴، پ۲۸ ۹، پ۳۰ ۱۴

حُسۡنَيَيۡنِ۔ دو اچھی چیزیں (یعنی فتح یا شہادت) حُسۡنٰى کا تثنیہ، پ۱۰ ۱۲

حُسُوۡمًا۔ سخت نحس، جڑسے کاٹنے والے جڑسے کاٹ دینا عرب کے محاورے میں جو نحوست جڑسے اکھیڑ دے "حسوم" کہلاتی ہے یہ حَسَمَ يَحۡسِمُ کا مصدر بھی ہو سکتا ہے، جس کے معنی جڑسے کاٹ دینے اور زخم کو مسلسل داغ دینے کے ہیں اور حَاسِمٌ کی جمع بھی جو اسم فاعل کا صیغہ ہے جیسے شَاهِدٌ کی جمع شُهُوۡدٌ ہے، اس صورت میں اس کے دو ترجمے کئے گئے ہیں ایک "جڑ کاٹنے والے"

دوسر لگا مار۔ اس معنی میں یہ دلغنے کے تسلسل
کے اعتبار سے استعمال ہوتا ہے، ۴/۶

حَسِیْبًا۔ حساب لینے والا، حساب کرنیوالا،
حِسَابٌ سے بروزن فَعِیْلٌ بمعنی فاعل ہے
حسیب اسمائے حسنیٰ کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کی
صفت میں استعمال ہو تو امام حلیمی لکھتے ہیں
اس کے معنی ہیں بغیر حساب لگائے ان اجزا
اور مقداروں کا ادراک کرنے والا جن کو بندے
اپنے حساب سے معلوم کرتے ہیں کیونکہ حساب
کرنے والا تو اجزاء کو یکے بعد دیگرے ادراک کرتا
جاتا ہے اور حساب کے ختم پر جملہ میزان معلوم
کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کا علم کسی چیز کی بابت
کسی بات کے واقع ہونے اور حالت کے پیدا
ہونے پر موقوف نہیں، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ
حَسِیْبٌ بمعنی کافی ہے فَعِیْلٌ بمعنی مُفْعِلٌ
ہے۔ عرب والے بولتے ہیں نزلت بفلان
فاکرمنی واحسبنی یعنی میں فلاں کے پاس
اترا تو اس نے میری عزت کی اور مجھے اتنا
دیا کہ جو مجھے کافی ہوگیا اور میں کہہ اٹھا کہ بس
بس ہے۔ سلہ ۴/۶ ۵/۸۶ ۲/۶ ۲/۳۳

حَسِیْرٌ۔ تھکا ہوا، درماندہ، حَسْرٌ سے، جس کے
معنی تھکنے اور عاجز ہونے کے ہیں۔ بروزن
فَعِیْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ بمعنی فاعل بھی
ہو سکتا ہے یعنی تھکنے والا اور عاجز اور بمعنی
مفعول بھی یعنی تھکا ہوا اور درماندہ، ۶۷/۴

حَسِیْسَهَا۔ اس کی آواز، اس کا کھٹکا، اس
کی آہٹ، حرکت اور آہٹ کو حسیس کہتے
ہیں۔ مضاف ہے، ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب
مضاف الیہ، ۲۱/۱۰۲

حَشْرٌ۔ لوگوں کا اکٹھا کرنا، ان کو گھیرنا۔ حَشَرَ
یَحْشُرُ کا مصدر ہے (ملاحظہ ہو اُحْشُرُوْا)
۱۴/۲ ۳۸/۴

حَشَرَ۔ اس نے اکٹھا کیا، اس نے جمع کیا۔
حَشْرٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ۷۹/۲

حُشِرَ۔ اکٹھا کیا گیا، جمع کیا گیا، حَشْرٌ سے ماضی
مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب، ۱۴/۱۹ ۱/۳۶ ۲/۲۰

حُشِرَتْ۔ وہ اکٹھی کی گئی، وہ جمع کی گئی،
وہ اکٹھے کئے گئے، وہ جمع کئے گئے۔ حَشْرٌ
سے۔ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب،
(ملاحظہ ہو بُعْثِرَتْ) ۲/۳۰

سلہ کتاب الاسماء والصفات امام بیہقی ص ۴۴ طبع انوار احمدی الہ آباد۔

حَشَرْتَنِیْ. تونے مجھے اٹھایا. تونے مجھے گھیر بلایا
حَشَرْتَ حَشْرٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر
حاضر، ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم، پ۱۶
حَشَرْنَا. ہم نے اکٹھا کیا، ہم نے جمع کیا حَشْرٌ
سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم، پ
حَشَرْنٰھُمْ. ہم نے ان کو اٹھایا، ہم نے
ان کو گھیر بلایا، اس میں ھُمْ ضمیر جمع مذکر
غائب ہے، پ۱۵

فصل الصاد المھملة

حَصَادِہٖ. اس کی کٹائی، اس کا کاٹنا حَصَادٌ
حَصَدَ یَحْصُدُ کا مصدر ہے جس کے معنی
کھیتی کاٹنے کے ہیں مضاف ہے، ہٖ ضمیر
واحد مذکر غائب مضاف الیہ، پ۸
حَصَبُ ایندھن، پ۱۷
حَصْحَصَ وہ کھل گیا، وہ ظاہر ہو گیا۔
حَصْحَصَۃٌ سے جس کے معنی ظاہر و ہویدا
ہونے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب پ۱۲
حَصَدْتُّمْ، تم نے کاٹا، حَصَادٌ سے،
ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر، پ۱۳
حَصِرَتْ. وہ تنگ ہو گئی، وہ رک گئی، وہ
تنگ ہو گئے، وہ رک گئے، (سَمِعَ) حَصْرٌ سے
جس کے معنی تنگ ہونے اور بھنچنے کے ہیں
ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب، پ۵
حُصِّلَ. وہ حاصل کیا گیا، وہ ظاہر کیا گیا
تَحْصِیْلٌ سے، جس کے معنی چھلکے میں سے
گودہ نکالنے کے ہیں جیسے کان میں سے سونا
نکالنا یا خوشہ میں سے گندم نکالنا۔ ماضی مجہول
کا صیغہ واحد مذکر غائب، پ۳۰
حَصُوْرًا عورت کے پاس جانے والا عورتوں
سے بے رغبت، رکنے والا، جو عورت کے
پاس نہ جائے، خواہ نامردی کے باعث خواہ
پاکبازی اور عفت کی وجہ سے وہ "حصور"
ہے۔ آیت میں دوسرے معنی مراد ہیں کیونکہ
یہ لفظ مقام مدح میں استعمال ہوا ہے،
حَصْرٌ سے بروزن فَعُوْلٌ مبالغہ کا صیغہ
ہے، پ۳
حُصُوْنُھُمْ، ان کے قلعے، حُصُوْنٌ
حِصْنٌ کی جمع، جس کے معنی قلعہ کے
ہیں، مضاف ہے، ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب
مضاف الیہ، پ۲۸
حَصِیْدٌ. کھیتی کٹی ہوئی. جڑ سے کٹا ہوا،

حَصَادُ سے بروزن فَعِیلٌ بمعنی مفعول صفتِ مشبہ کا صیغہ ہے، پ ۱۵ ۹ پ ۲۶
حَصِیدًا۔ پ ۱۱ پ ۱۷
حَصِیرًا۔ زندان خانہ، قید خانہ، تبدی خانہ
حَصْرٌ سے بروزن فَعِیلٌ صفتِ مشبہ کا صیغہ بمعنی فاعل بھی ہو سکتا ہے کیونکہ قید خانہ روکنے والا ہوتا ہے اور بمعنی مفعول بھی، کیونکہ وہ رکا ہوا ہوتا ہے، پ ۱۵

فصل الضاد المعجمة

حَضَرَ۔ وہ آیا، وہ حاضر ہوا۔ (نَصَرَ) حُضُورٌ سے، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب (ملاحظہ ہو حَاضِرًا) پ ۱ پ ۴ پ ۶ پ ۱۲، ۱۴ پ ۲۶
حَضَرُوْهُ۔ وہ اس کے پاس آئے حَضَرُوْا حُضُوْرٌ سے، ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہ ضمیر واحد مذکر غائب پ ۲۶

فصل الطاء المهملة

حُطَامًا۔ ریزہ ریزہ، چورا، روندن، جو چیز چورا ہو کر ریزہ ریزہ ہو جائے اور روندی جانے لگے "حطام" کہلاتی ہے، حَطْمٌ سے مشتق ہے جس کے معنی توڑنے کے ہیں، پ ۱۳ پ ۲۷ ۱۶، ۱۵ ۱۹، ۱۵
حَطَبِ۔ لکڑی، ایندھن، ہیزم، اَحْطَابٌ جمع، پ ۳۰ ۲۹۔ حُطَبًا پ ۲۹
حِطَّةٌ۔ ہم بخشش مانگتے ہیں، تو ہمارے گناہ جھاڑ، گناہ اترے، حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں "اس کلمہ کے معنی میں اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں یہ (اترنے) کی ہیئت کا نام ہے (یعنی اتار بہم) حَطٌّ سے مشتق ہے (جس کے معنی بلندی سے کسی چیز کے نیچے اترنے کے ہیں) جیسے جِلْسَةٌ (بیٹھک) ہے اور بعض کہتے ہیں اس کے معنی توبہ کے ہیں چنانچہ شاعر کہتا ہے۔
فاز بالحطة التی جعل اللّٰہ بها ذنب عبدہ مغفورا
(وہ اس توبہ پر فائز ہوا کہ جس کے ذریعہ اللہ نے اپنے بندے کے گناہ کو بخشدیا) اور بعض کا قول ہے کہ اس کے معنی معلوم نہیں محض امتثال امر مقصود تھا۔ اور ابن ابی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ سے روایت کی ہے کہ ان سے کہا گیا تھا کہ تم مغفرت مانگو۔" [۱] پ ۱ پ ۹

[۱] فتح الباری ج ۸ ص ۲۲۹ طبع امیریہ مصر

حُطَمَۃِ۔ روندنے والی، حَطْمٌ سے مشتق ہے دوزخ کے ایک طبقہ کا نام ہے۔ ۳۰/۲۹ ۳۰/۲۹

فصل الظاء المعجمة

حَظِّ حصہ، نصیب، مقررہ حصہ کو حظ کہتے ہیں۔ حُظُوظٌ جمع اور احظظ ہے

حَظًّا۔ ہے

فصل الفاء

حَفَدَۃً۔ پوتے، حَافِدٌ کی جمع ہے جو حَفْدٌ سے۔ جس کے معنی خدمت کے لئے دوڑتے ہوئے حاضر ہونے کے ہیں اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ ہر وہ شخص جو خوشی سے دوڑتے ہوئے خدمت کے لئے حاضر ہو خواہ رشتہ دار ہو یا اجنبی حافد کہلاتا ہے، مفسرین کا بیان ہے کہ حفدۃ سے پوتے وغیرہ مراد ہیں کیونکہ ان کی خدمت زیادہ بھی ہوتی ہے،

حُفْرَۃٍ۔ گڑھا۔ حَفْرٌ سے مشتق ہے جس کے معنی زمین کھودنے کے، حُفَرٌ جمع،

حَفِظَ۔ اس نے نگرانی کی، اس نے حفاظت کی، حِفْظٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔

(ملاحظہ ہو حَافِظًا)

حِفْظًا۔ بچاؤ، حفاظت، حَفِظَ یَحْفَظُ کا مصدر ہے (ملاحظہ ہو حَافِظًا)

حَفِظْنٰھَا۔ ہم نے اس کو محفوظ رکھا۔ ہم نے اس کو بچائے رکھا، حَفِظْنَا حِفْظٌ سے ماضی کا جمع متکلم، ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب،

حَفَظَۃً۔ نگہبان، حفاظت کرنے والے، حَافِظٌ کی جمع ہے،

حِفْظُھُمَا۔ ان دونوں کی حفاظت، ان دونوں کی نگرانی، حِفْظٌ مصدر مضاف ہے، ھُمَا ضمیر تثنیہ مذکر غائب،

حَفَفْنٰھُمَا۔ ہم نے ان دونوں کو گھیر لیا، ہم نے ان دونوں کے گرداگرد پیدا کر دیا، (نصر) حَفَفْنَا حَفٌّ سے، جس کے معنی گرداگرد گھیر لینے اور ہر طرف سے گھیرے میں لینے کے ہیں ماضی کا صیغہ جمع متکلم، ھُمَا ضمیر تثنیہ مذکر غائب۔

حَفِیٌّ۔ بحث کرنے والا، متلاشی، کسی چیز سے پورے طور پر باخبر، بڑا مہربان۔ حَفَاوَۃٌ سے جس کے معنی تلاش کے ساتھ کسی کا حال پوچھنے اور کسی کام میں مہربان ہونے کے ہیں

صفتِ مشبہ کا صیغہ ہے حَفِیًّا۔ پ ۱۶

حَفِیْظٌ۔ نگہبان۔ حفاظت کرنے والا۔ یاد رکھنے والا، حِفْظٌ سے بروزن فَعِیْلٌ بمعنی فاعل ہے، اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ میں سے ہے کیونکہ وہ کل کا نگہبان ہے پ ۱۹ پ ۱۲ ۸ حَفِیْظًا پ ۸ پ ۱۵ پ ۲ پ ۲۲ پ ۲۵

فصل القاف

حَقٌّ۔ حق۔ حق کے اصلی معنی مطابقت اور موافقت کے ہیں اور اس کا استعمال چار طرح پر ہوتا ہے (۱) اس ذات کے لئے جو اپنی حکمت کے اقتضاء کی بنا پر کسی شے کی ایجاد فرمائے، اللہ تعالیٰ کو اسی لئے حق کہا جاتا ہے۔ ارشاد ہے وَرُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ (اور پھیرے جائیں گے اللہ کی طرف جو ان کا مالک حق ہے) اور فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ (سو یہی ہے اللہ تمہارا پروردگار حق) (۲) وہ چیز جو حکمت کے مقتضیٰ کے مطابق ایجاد کی گئی ہو، اسی اعتبار سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کل فعل حق ہیں، چنانچہ ارشاد ہے هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ (وہی ہے جس نے بنایا سورج کو روشن اور چاند کو اجالا، اور اس کی منزلیں مقرر کیں تاکہ برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کرو، یہ سب اللہ نے نہیں بنایا مگر حق کے ساتھ) یعنی چونکہ سورج کی چمک، چاند کی دمک اور اس کی منزلوں کا تقرر تاکہ برسوں کا حساب اور شمار معلوم ہو سکے، یہ سب حکمتِ الٰہی کے مقتضیٰ کے مطابق بنایا گیا ہے اس لئے سب حق ہے (۳) کسی شے کے متعلق وہ اعتقاد رکھنا جو نفس الامر کے مطابق ہو، چنانچہ ہم کہتے ہیں کہ فلاں کا اعتقاد حق ہے، ارشاد ہے فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ (پھر اللہ نے اپنے ارادہ سے ایمان والوں کو اس حق بات کی ہدایت فرمائی جس میں وہ جھگڑ رہے تھے) (۴) وہ قول یا فعل جو اسی طرح واقع ہو جس طرح پر کہ اس کا ہونا ضروری ہے اور اسی مقدار اور اسی وقت میں ہو کہ جس مقدار اور جس وقت میں اس کا ہونا واجب ہے۔ چنانچہ قولِ حق اور فعلِ حق

اسی اعتبار سے کہا جاتا ہے ارشاد ہے لٰکِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّیْ لَاَمْلَئَنَّ جَھَنَّمَ (لیکن یہ بات میری طرف سے ثابت ہو گئی کہ مجھ کو دوزخ بھرنی ہے)۔

آیت شریفہ وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَھْوَآءَھُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِیْھِنَّ (اور اگر پیروی کرے حق ان کی خواہشوں کی تو آسمان اور زمین اور جو کوئی ان کے بیچ میں ہیں خراب ہو جائیں) میں حق سے ذات باری تعالیٰ بھی مراد لی جا سکتی ہے اور وہ حکم بھی جو حکمتِ الٰہی کے مقتضیٰ کے مطابق ہو،

یہ بھی واضح رہے کہ حق کا استعمال واجب، لازم اور جائز کے معنی میں بھی ہوتا ہے جیسے وَکَانَ حَقًّا عَلَیْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ (اور ہم پر ایمان والوں کی مدد لازم ہے) اور کَذٰلِکَ حَقًّا عَلَیْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِیْنَ (اسی طرح ذمہ ہمارا ہے ہم ایمان والوں کو بچاویں گے)

پ ۱ / ۳ و ۵ و ۷ و ۸ و ۱۱ و ۱۳ و ۱۴ — پ ۲ / ۱ و ۲ و ۵ و ۱۰ و ۱۷

پ ۳ / ۷ و ۹ و ۱۱ و ۱۴ و ۱۵ و ۱۷ — پ ۴ / ۲ و ۳ و ۷ و ۱۰ — پ ۵ / ۱۳

پ ۶ / ۲ و ۳ و ۹ و ۱۱ و ۱۲ — پ ۷ / ۱ و ۲ و ۷ و ۹ و ۱۲ و ۱۴ و ۱۵ و ۱۷

پ ۸ / ۱ و ۲ و ۸ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ — پ ۹ / ۱ و ۴ و ۶ و ۷ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۱

پ ۹ / ۱۲ و ۱۵ و ۱۸ — پ ۱۰ / ۱۰ و ۱۱ و ۱۳ — پ ۱۱ / ۶ و ۸ و ۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۳ و ۱۵ و ۱۶

پ ۱۲ / ۱۶ — پ ۱۲ / ۲ و ۴ و ۶ و ۷ و ۱۰ و ۱۷ — پ ۱۳ / ۸ و ۹ و ۱۵ و ۱۶ — پ ۱۴ / ۱ و ۳ و

پ ۱۴ / ۵ و ۶ و ۷ و ۱۱ — پ ۱۵ / ۲ و ۶ و ۹ و ۱۲ و ۱۴ و ۱۵ و ۱۶ و ۱۷ و ۲۰

پ ۱۶ / ۶ و ۱۵ — پ ۱۷ / ۲ و ۵ و ۷ و ۸ و ۹ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ و ۱۷

پ ۱۸ / ۳ و ۴ و ۵ و ۶ و ۹ و ۱۲ — پ ۱۹ / ۱ و ۴ — پ ۲۰ / ۳ و ۴ و ۷ و ۸ و ۹ و ۱۷

پ ۲۱ / ۳ و ۴ و ۹ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۷ — پ ۲۲ / ۴ و ۷ و ۹ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۳

پ ۲۳ / ۱۲ و ۱۵ و ۱۶ و ۱۸ — پ ۲۳ / ۶ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ و ۱۶

پ ۲۴ / ۱ و ۴ و ۶ و ۷ و ۸ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۴ و ۱۷ — پ ۲۵ / ۱ و ۳ و ۴ و ۵ و ۶

پ ۲۵ / ۹ و ۱۳ و ۱۵ و ۱۷ و ۱۹ و ۲۰ — پ ۲۶ / ۱ و ۳ و ۴ و ۵ و ۱۲ و ۱۵ و ۱۶

پ ۲۶ / ۱۴ و ۱۷ و ۱۸ — پ ۲۷ / ۶ و ۱۴ و ۱۸ و ۲۰ — پ ۲۸ / ۷ و ۹ و ۱۵ — پ ۲۹ / ۶ و ۷

پ ۳۰ / ۲ و ۲۸ **حَقًّا** پ ۲ / ۶ و ۱۵ — پ ۵ / ۱۵ — پ ۶ / ۱ — پ ۸ / ۱۲ — پ ۹ / ۱۵

پ ۱۰ / ۹ — پ ۱۲ / ۳ و ۶ و ۱۵ — پ ۱۳ / ۵ — پ ۱۴ / ۱۱ — پ ۱۶ / ۲ — پ ۲۱ / ۸ و ۱۰

حَقَّ۔ حق ہوا، ثابت ہوا، مطابق ہوا۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب پ ۲۰ / ۱۵ پ ۲۱

حُقُبًا۔ مدتہائے دراز، برسوں، قرنوں، حُقُبٌ زمانے کو کہتے ہیں اس کی جمع اَحْقَابٌ ہے (ملاحظہ ہو اَحْقَابًا) پ ۱۵ / ۲۱

حَقَّتْ۔ ثابت ہوئی، ٹھیک پڑی، مطابق ہوئی۔ حَقَّ سے، ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب پ ۹ و ۱۵ — پ ۱۳ / ۱۱ — پ ۲۴ / ۵ و ۶ — پ ۳۰ / ۹

حُقَّتْ۔ وہ اسی لائق ہے، وہ ثابت کی گئی

وہ مطابق کی گئی، وہ لائق بنائی گئی، حَقٌّ سے، ماضی مجہول کا صیغہ واحد مؤنث غائب پ۳۰

. . . .

. . . .

. . . .

حَقَّهُ۔ اس کا حق، حَقٌّ مضاف، ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ پ۸ پ۱۵ پ۲۱

حَقِيقٌ۔ سزاوار، لائق، ثابت، قائم، حَقٌّ سے، بروزن فَعِيلٌ صفت مشبہ کا صیغہ، پ۹

فصل الکاف

حُكَّامِ۔ حاکم۔ فیصلہ کرنے والے، حَاكِمٌ کی جمع، پ۲

حُكْمِ۔ حکم، حکم کرنا، حَكَمَ يَحْكُمُ کا مصدر ہے کسی چیز کے متعلق فیصلہ کرنے کا نام "حکم" ہے۔ خواہ وہ فیصلہ دوسرے کے لئے لازم کر دیا جائے یا نہ کیا جائے، پ۴ پ۶ پ۷ پ۱۳ پ۱۴ پ۱۵ پ۱۶ پ۱۷ پ۱۸ پ۲۰ پ۲۳ پ۲۴ پ۲۵ پ۲۷ پ۲۸ پ۲۹ **حُكْمًا** پ۱۲ پ۱۳ پ۱۶ پ۱۷ پ۱۹ پ۳۰

حَكَمَ۔ اس نے حکم کیا، وہ فیصلہ کر چکا (نَصَرَ) حُكْمٌ سے، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب پ۲۴

حَكَمًا۔ منصف، فیصلہ کرنے والا، حُكْمٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ، واحد اور جمع سب کے لئے مستعمل ہے خصوصی فیصلہ کرنے والے کو حَكَم کہتے ہیں، اس لئے یہ حاکم سے زیادہ بلیغ ہے، پ۵ پ۸ پ۱۵

حَكَمْتَ۔ تو نے حکم کیا، تو نے فیصلہ کیا حُكْمٌ سے، ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر، پ۵

حَكَمْتُمْ۔ تم نے حکم کیا، تم نے فیصلہ کیا۔ حُكْمٌ سے، ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر، پ۵

حِكْمَةَ۔ حکمت، دانش، سمجھ، علم، پکی باتیں تدبیر، علم و عقل کے ذریعہ حق بات سے کے دریافت کر لینے کا نام "حکمت" ہے، اس لحاظ سے حکمتِ الٰہی کا مطلب اشیاء کی معرفت اور ان کو نہایت ہی درست طریقہ پر ایجاد کرنا ہے، اور انسان کی حکمت موجودات کو پہچاننا اور نیک کاموں کا سر انجام دینا ہے آیتِ شریفہ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ (اور ہم نے دی ہے لقمان کو عقلمندی) میں حضرت لقمان کو اسی حکمت کے ساتھ موصوف کیا گیا ہے، آیاتِ شریفہ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (ان کو سکھاتا ہے کتاب اور عقلمندی)

اور یاد کرو جو پڑھی جاتی ہیں تمہارے گھروں میں اللہ کی آیتیں اور حکمت وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ (اور یاد کیا کرو جو پڑھی جاتی ہیں تمہارے گھروں میں اللہ کی باتیں اور عقلمندی کی ، حکمت سے علم نبوت مراد ہے، حِکَمٌ جمع

پ ۱ پ ۲ پ ۳ پ ۴ پ ۵ پ ۶ پ ۱۴

پ ۱۵ پ ۲۱ پ ۲۲ پ ۲۳ پ ۲۵ پ ۲۶ پ ۲۸

حُكْمِهٖ۔ اس کا حکم، اس کا فیصلہ، حُکْم مضاف ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ، پ ۱۳ پ ۱۴ پ ۱۵ پ ۲۵

حُكْمِهِمْ۔ ان کا حکم، ان کا فیصلہ، حُکْم مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ، پ ۱۴

حَكِيْمٌ۔ حکمت والا، بروزن فَعِيْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ، اللہ تعالیٰ کے اسمارِ حسنیٰ میں سے ہے۔ کیونکہ اصل حکمت اسی کی حکمت ہے، پ ۱ پ ۲ پ ۳ پ ۴

پ ۵ پ ۶ پ ۷ پ ۸ پ ۹ پ ۱۰

پ ۱۱ پ ۱۲ پ ۱۳ پ ۱۴ پ ۱۵ پ ۱۶

پ ۱۷ پ ۱۸ پ ۱۹ پ ۲۰ پ ۲۱ پ ۲۲

پ ۲۳ پ ۲۴ پ ۲۵ پ ۲۶

پ ۲۷ پ ۲۸ پ ۲۹

حَكِيْمًا۔ پ ۳ پ ۵ پ ۶

پ ۲۱ پ ۲۲ پ ۲۶ پ ۲۹

فصل اللام

حِلٌّ۔ حلال، حلال ہونا، حَلَّ يَحِلُّ کا مصدر ہے، پ ۲ پ ۴ پ ۶ پ ۷ ۔ حِلًّا پ ۴

حَلَّافٍ۔ بڑا قسمیں کھانے والا، حَلْفٌ سے جس کے معنی قسم کھانے کے ہیں بروزن فَعَّالٌ مبالغہ کا صیغہ، پ ۲۹

حَلٰلٌ۔ حلال، حلال ہونا، حَلَّ يَحِلُّ کا مصدر ہے، پ ۲۱ حَلٰلًا پ ۲ پ ۵ پ ۷ پ ۱۱ پ ۱۴ پ ۲۱

حَلَائِلُ۔ بیویاں، جوروئیں، حَلِيْلَةٌ کی جمع، جس کے معنی زوجہ کے ہیں۔ حَلِيْلَةٌ بروزن فَعِيْلَةٌ، حَلٌّ سے مشتق ہے، جس کے معنی گرہ کھولنے، اترنے اور حلال ہونے کے ہیں، چونکہ شوہر اور بیوی ایک دوسرے کی ازار کھولتے ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ اترتے ہیں اور ایک دوسرے کے لئے حلال ہیں اس لئے حَلِيْلٌ اور حَلِيْلَةٌ کہلاتے ہیں پ ۱۵

حَلَفْتُمْ۔ تم نے قسم کھائی، حَلْفٌ سے، ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر، پ ۷

حُلْقُوْمٌ۔ حلق، گلا، حَلَاقِيْم جمع، پ ۲۷

حَلَلْتُمْ۔ تم حلال ہو، احرام سے نکلو، حِلٌّ

اور حَلال سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۲ ۵
حُلُمٌ، بلوغ، عقل، اَحلَام جمع، ۲۴ ۱۱
حُلُّوا۔ ان کو پہنایا گیا، تَحلِیَۃٌ سے جس کے معنی زیور پہنانے کے ہیں، ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب، ۲۹ ۱۹
حَلِیمٌ، بردبار، تحمل والا، باوقار، حِلمٌ سے جس کے معنی جوشِ غضب سے نفس اور طبیعت کو روکنے یعنی بردباری اور تحمل کرنے کے ہیں بروزن فَعِیلٌ صفتِ مشبہ کا صیغہ اللہ کے اسماءِ حسنیٰ میں ہے کیونکہ اصل حلم اسی کا ہے۔ ۳ ۲ ۱۲ ۲ ۲ ۱۲ ۱۱ ۲۸ ۱۵ ۲۴ ۱۹ حَلِیمًا ۵ ۲۲
حُلِیِّھِمْ۔ ان کے زیورات، ان کے گہنے حُلِیٌّ حَلْیٌ کی جمع ہے جیسے ثُدِیٌّ ثَدْیٌ کی جمع ہے، حَلْیٌ کے معنی زیور اور گہنے کے ہیں حُلِیٌّ مضاف، ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ، ۹

فصل المیم

حٰمٓ۔ حا، میم، حروف مقطعات ہیں (ملاحظہ ہو الٓرٓ) ۱ ۲۵ ۲۴ ۲ ۲۵ ۲۶

حَمَاٍ۔ گارا، کیچڑ، ۱۴
حِمَارِ۔ گدھا، حَمِیرٌ اور حُمُرٌ جمع، ۲۴
حِمَارِكَ۔ تیرا گدھا، حِمَارِ مضاف، كَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ، ۳
حَمَّالَةَ۔ خوب اٹھانے والی، حَمْلٌ سے بروزن فَعَّالَۃٌ مبالغہ کا صیغہ، حَمَّالَةَ الْحَطَبِ (ایندھن سر پر لئے پھرنے والی) ابولہب کی جورو کی صفت ہے، اس کا نام اروی بنت حرب ہے کنیت ام جمیل اور لقب عوراء (کانی) ہے اپنے بدبخت شوہر ابولہب کی طرح اس شقیہ کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سخت ترین عداوت تھی۔ حاکم نے بسندِ ثقات حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر چند روز تک وحی نازل نہ ہوئی تو ابولہب کی جورو بولی اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے تو اس کے سوا کچھ نظر نہیں آتا کہ تیرا شیطان تجھ کو چھوڑ گیا۔ تب سورۂ والضحیٰ نازل ہوئی۔[۱] ایندھن سر پر لئے پھرنے کو

[۱] فتح الباری ج ۸ ص ۷، طبع امیریہ مصر۔

بعض نے تو حقیقت پر محمول کیا ہے، ان لوگوں کا بیان ہے کہ وہ خست کے مارے ایندھن جنگل میں سے آپ لاتی تھی اور کانٹے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں ڈال دیتی تھی تاکہ آتے جاتے چبھیں، اور بعض نے کہا ہے کہ سخن چینی سے استعارہ ہے، چونکہ وہ چغلخوری کے سبب قبیلہ میں لڑائی کی آگ بھڑکاتی تھی، اس لئے قرآن مجید نے اس کو حمالۃ الحطب کہا، ۳۰

حَمْدٌ۔ تعریف، خوبی، اللہ تعالیٰ کی فضیلت اور ثنا کو حمد کہتے ہیں، یہ مدح سے خاص اور شکر سے عام ہے کیونکہ مدح ان افعال پر بھی ہوتی ہے جو انسان سے اس کے اپنے اختیار سے سرزد ہوتے ہیں اور ان اوصاف پر بھی جو بہ تسخیرِ الٰہی اس میں موجود ہیں چنانچہ جس طرح انسان کی مدح طول قامت اور رخِ صبیح پر ہوتی ہے اسی طرح مال کے خرچ کرنے اور سخاوت وحصولِ علم پر بھی ہوتی ہے، اور حمد صرف ان امور پر ہی ہوتی ہے جو بہ تسخیرِ الٰہی ہوں اور شکر وہ ہے جو نعمت کے مقابلہ میں ہو پس ہر شکر حمد ہے اور ہر حمد شکر نہیں ہے، اور ہر حمد مدح ہے لیکن ہر مدح حمد نہیں ہے۔ ۸/۱۱و۱۲ ۸/۱۲ ۱۴ ۱۳/۱۸ ۱۳/۹و۱۴ ۱۵/۱۲و۱۳ ۱۶/۱۶ ۱۸/۳ ۱۹/۱۴و۲۰ ۲۰/۳و۷ ۲۱/۳و۵و۱۲و۱۵ ۲۲/۶و۱۳و۱۴ ۲۳/۹و۱۶ ۲۳/۵و۹و۱۱و۱۳ ۲۵/۳و۲۰ ۲۶/۱۶ ۲۸/۲ ۲۸/۱۵ ۳۰/۲۵

حَمْدِكَ۔ تیری تعریف، تیری خوبیاں حَمْدِ مضاف کَ ضمیر واحد مذکر حاضر، مضاف الیہ، ۱/۴

حَمْدِهٖ۔ اس کی تعریف، اس کی خوبیاں حَمْدِ مضاف ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب، مضاف الیہ، ۱۳/۸ ۱۵/۵ ۱۹/۲

حُمُرٌ۔ گدھے، حِمَارٌ کی جمع، ۲۹/۱۹

حُمْرٌ۔ سرخ، اَحْمَرُ کی جمع ۲۲/۱۴

حٰمٓ عٓسٓقٓ، حا، میم، عین، سین، قاف حروف مقطعات ہیں (ملاحظہ ہو الٓمٓ) ۲۵/۲

حَمْلٌ، حمل، پیٹ کا بچہ، اَحْمَالٌ جمع (ملاحظہ ہو تَحْمِلُ) ۹/۱۳ ۲۸/۴ ۲۹/۱۳

حَمْلًا ۹/۱۳

حِمْلٌ۔ بوجھ، اَحْمَالٌ اور حُمُوْلَۃٌ جمع (ملاحظہ ہو تَحْمِلُ) ۱۳/۱۳

حِمْلًا ۱۶/۱۳

حَمَلَ۔ اس نے اٹھایا، حِمْلٌ سے ، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، پ ۱۵/۱۶

حُمِّلَ۔ اٹھوایا گیا، بوجھ رکھا گیا، تَحْمِیْلٌ سے جس کے معنی بار کرنے اور بوجھ رکھنے کے ہیں، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب پ ۱۴/۲۲

حَمَلَتْ۔ اس نے اٹھا لیا، حَمْلٌ اور حِمْلٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب (ملاحظہ ہو تَحْمِلُ) پ ۹/۵ پ ۱۴/۹

حُمِلَتْ۔ وہ اٹھائی گئی، حَمْلٌ اور حِمْلٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مؤنث غائب پ ۲۹/۵

حُمِّلْتُمْ۔ تم پر بوجھ رکھا گیا، تم سے بوجھ اٹھوایا گیا، تَحْمِیْلٌ سے ۔ ماضی مجہول کا صیغہ، جمع مذکر حاضر، پ ۱۸/۱۳

حَمَلْتَهٗ۔ تو نے اس پر بوجھ رکھا۔ حَمَلْتَ حَمْلٌ اور حِمْلٌ سے، ماضی کا صیغہ، واحد مذکر حاضر، ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب، پ ۳/۸

حَمَلَتْهُ۔ اس نے اس کو اٹھایا، اس کو پیٹ میں رکھا، حَمَلَتْ حَمْلٌ سے، ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب، ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب پ ۱۶/۵ پ ۱۱/۱۶ پ ۲۶/۲

حَمَلْنَا۔ ہم نے بار کرایا، ہم نے سوار کرایا ۔ حَمْلٌ سے، ماضی کا صیغہ جمع متکلم (ملاحظہ ہو اِحْمِلْ) پ ۱/۱۵ پ ۱۶/۱ پ ۲۳/۲

حُمِّلْنَا۔ ہم پر لادا گیا، ہم سے اٹھوایا گیا، تَحْمِیْلٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ جمع متکلم، پ ۱۶/۱۲

حَمَلْنٰكُمْ۔ ہم نے تم کو چڑھا لیا، ہم نے تم کو لاد دیا۔ ہم نے تم کو سوار کر دیا، اس میں کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر ہے، پ ۲۵/۵

حَمَلْنٰهُ۔ ہم نے اس کو چڑھا لیا، ہم نے اس کو سوار کر لیا، اس میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ہے، پ ۲۷/۷

حَمَلْنٰهُمْ۔ ہم نے ان کو چڑھایا، ہم نے ان کو سواری دی، اس میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے، پ ۱۵/۷

حُمِّلُوْا۔ ان سے اٹھوایا گیا، ان پر لادا گیا، تَحْمِیْلٌ سے ، ماضی مجہول کا صیغہ ، جمع مذکر غائب، پ ۲۸/۱۱

حَمْلُهٗ۔ اس کا حمل میں رہنا، حَمْلُ مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ، پ ۲۶/۲

حَمْلَهَا۔ اس کا حمل، حَمْلَ مضاف، هَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ، پ ۲۸/۱۷

حِمْلُهَا۔ اس کا بوجھ، حِمْلِ مضاف، هَا ضمیر

واحد مؤنث غائب مضاف الیہ، پ ۲۲/۱۵

حَمَلَهَا۔ اس کو اٹھا لیا، حَمَلَ صیغہ ماضی هَا ضمیر واحد مؤنث غائب، پ ۲۲/۲

حَمْلُهُنَّ۔ ان (عورتوں) کا حمل، حَمْلَ مضاف، هُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب مضاف الیہ، پ ۲۸/۱۷

حَمُولَةً۔ لدنے والے، بوجھ اٹھانے والے حَمْلٌ سے صفتِ مشبہ کا صیغہ، پ ۸/۴

حَمِيْدٌ۔ ستودہ، تعریف کیا ہوا، سراہا ہوا، حَمْدٌ سے بروزن فَعِيْلٌ صفتِ مشبہ کا صیغہ بمعنی مفعول یعنی محمود ہے، اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ میں سے ہے کیونکہ وہی حقیقی طور پر مستحقِ حمد ہے، پ ۳/۵ پ ۱۲/۷ پ ۱۳/۱۲ و ۱۴ پ ۱۷/۱۰ و ۱۵ پ ۲۱/۱۱ و ۱۲ پ ۲۲/۷ و ۱۵ پ ۲۴/۱۹ پ ۲۵/۴ پ ۲۶/۱۹ پ ۲۸/۷ و ۱۵ پ ۳۰/۱۰

حَمِيْدًا۔ پ ۵/۱۹

حُمُرٌ۔ گدھے، حِمَارٌ کی جمع ہے۔ پ ۱۴/۷ پ ۲۹/۱۱

حَمِيْمٌ۔ نہایت گرم پانی، گہرا دوست، اصل میں حَمِيْمٌ سخت گرم پانی کو کہتے ہیں اور اسی اعتبار سے اس قریبی دوست کو بھی حمیم کہا جاتا ہے جو اپنے دوست کی حمایت میں گرم ہو جائے، پہلے معنی کے لحاظ سے اس کی جمع حَمَائِمُ ہے اور دوسرے معنی کے لحاظ سے اَحِمَّآءُ ہے، پ ۷/۱۲ پ ۱۱/۹ پ ۱۴/۹ پ ۱۷/۹ پ ۲۳/۶ و ۱۳ پ ۲۴/۷ و ۱۳ و ۱۹ پ ۲۵/۱۹ پ ۲۷/۱۲ و ۱۵ و ۱۶ پ ۲۹/۵ و ۶

حَمِيْمًا۔ پ ۲۶/۶ پ ۲۹/۷ پ ۳۰/۲

حَمِئَةٍ۔ کیچڑ والا، دلدل والا، حَمَأٌ سے جس کے معنی کیچڑ اور دلدل ہونے کے ہیں صفتِ مشبہ کا صیغہ، پ ۱۶/۱۲

حَمِيَّةَ۔ کد، ضد، حمیت، قوتِ غضبیہ، جب جوش میں آئے اور بڑھ جائے تو حمیت کہلاتی ہے۔ پ ۲۶/۱۱

فصل النون

حَنَاجِرَ۔ حلق، گلے، نرخرے، حَنْجَرَةٌ کی جمع، پ ۲۱/۱۸ پ ۲۴/۷

حَنَانًا۔ رحمت، شفقت، مہربانی، وہ رقتِ قلب جس میں شفقت موجود ہو، حَنَّ يَحِنُّ کا مصدر ہے، پ ۱۶/۴

حِنْثِ۔ گناہ، قسم توڑنا، اَحْنَاثٌ جمع، پ ۲۷/۱۵

حُنَفَآءَ۔ حنیفی، اللہ کی طرف ہونے والے، حَنِيْفٌ کی جمع، پ ۱۷/۱۱ پ ۳۰/۲۳

حَنِيْذٍ۔ بریاں، تلا ہوا، بھونا ہوا۔ حَنْذٌ کے

جس کے معنی تلنے اور بھوننے کے ہیں بروزن
فَعِیْلٌ بمعنی مفعول صفتِ مشبہ کا صیغہ، پ۱۲
حَنِیْفًا ایک طرف ہونے والا، حَنَفٌ سے
جس کے معنی گمراہی سے استقامت کی طرف
مائل ہونے کے ہیں، بروزن فَعِیْلٌ صفتِ
مشبہ کا صیغہ، جو کوئی ایک راہ حق پکڑے
اور سب باطل راہیں چھوڑے" حنیف"
کہلاتا ہے، شاہ ولی اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔
"حنیف آں را می گفتند کہ استقبال کعبہ کند
و حج گزارد و ختنہ نماید و از جنابت غسل کند حاصل
آنکہ نام کسے بود کہ بشریعت ابراہیمی متدین باشد"[1]
پ۳/۱۹ پ۵/۱۸ پ۷/۱ پ۸/۱۵ پ۹/۱۵ پ۱۱/۱۶ پ۱۳/۲۲ پ۱۴/۲۲ پ۲۱/۷
حُنَیْنٍ، حنین، طائف کے قریب ذوالمجاز
کے پہلو میں ایک وادی کا نام ہے جو مکہ معظمہ
سے بجانب عرفات کچھ اوپر دس میل ہے،
حنین بن قانیہ بن مہلائیل کے نام پر موسوم
ہے، شوال ۸ھ میں یہاں آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی قبیلہ بنو ہوازن سے مشہور جنگ
ہوئی تھی، جو غزوہ حنین اور غزوہ ہوازن
کے نام سے مشہور ہے، پ۱۰

فصل الواو

حَوَارِیُّوْنَ۔ حواری، حَوَارِیٌّ کی جمع،
بحالتِ رفع، حواری حَوَرٌ سے مشتق ہے
جس کے معنی خالص سپیدی کے ہیں، یہ حضرت
عیسیٰ علیہ السلام کے اصحاب کا خطاب ہے،
صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباس
رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ چونکہ ان کے
کپڑے سپید تھے اس واسطے وہ "حواری" کہلائے[2]
ابن ابی حاتم نے ضحاک سے روایت کی ہے
کہ حواری نبطی زبان میں دھوبی کو کہتے ہیں،
مگر وہ بجائے حا کے ہا بولتے ہیں، اور قتادہ
سے روایت کی ہے کہ حواری اس کو کہتے ہیں
جس میں خلافت اور حکومت کی صلاحیت
ہو، نیز اُن سے وزیر کے معنی بھی مروی ہیں،
ترمذی وغیرہ نے ابن عیینہ سے ناصر و مددگار کے
معنے نقل کئے ہیں، ان اخیر کے تین معانی کا
مفہوم قریب قریب ہے: یونس بن حبیب نے

---

[1] فتح الرحمٰن سورۂ آلِ عمران آیت ۶۷ مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا
[2] صحیح بخاری باب مناقب الزبیر بن عوام۔

خالص کے معنی بتائے ہیں اور ابن الکلبی نے
خلیل یعنی دلی دوست کہا ہے[1]۔ شاہ
عبد القادر صاحب موضح القرآن میں لکھتے ہیں۔
"حضرت عیسیٰؑ کے بارہ یار کا خطاب تھا حواری،
حواری اصل میں کہتے ہیں دھوبی کو، ان میں
پہلے جو دو شخص ان کے تابع ہوئے دھوبی تھے
حضرت عیسیٰؑ نے ان کو کہا کہ کپڑے کیا دھوتے
ہو، میں تم کو دل دھونے سکھا دوں وہ ان کے
ساتھ ہوئے اس طرح سب کو یہ خطاب
ٹھہر گیا۔" پ۳ ع۱۳، پ۷ ع۵، پ۲۸ ع۱۰

حَوَارِیِّیْنَ۔ حواری، حَوَارِیٌّ کی جمع
بحالتِ نصب وجر، پ۷ ع۵، پ۲۸ ع۱۰

حَوَایَا۔ انتڑیاں، آنتیں، حَوِیَّۃٌ کی جمع،
جس کے معنی آنت کے ہیں، پ۸ ع۵

حُوْبًا۔ گناہ، وبال، اسم ہے، پ۴ ع۱۲

حُوْتٌ۔ مچھلی، حِیْتَانٌ جمع، پ۱۵ ع۱۸، پ۹ ع۱۲، پ۲۹ ع۴

حُوْتَهُمَا۔ ان دونوں کی مچھلی، حوت مضاف
هُمَا ضمیر تثنیہ مذکر غائب مضاف الیہ، پ۱۵ ع۲۱

حُوْرٌ۔ حوریں، حَوْرَاءُ کی جمع، حورا، نہایت
گوری عورت کو کہتے ہیں، امام لغوی لکھتے ہیں

مستورہ عورتیں ہیں جن کی سفیدی گہری ہو،
مجاہد کا بیان ہے کہ ان کے گورے پن اور
رنگ کی صفائی کے سبب ان پر نگہ کام نہ
کر سکے، ابو عبیدہ کہتے ہیں حوریں وہ ہیں،
جن کی آنکھ کی سفیدی نہایت سفید اور
سیاہی نہایت گہری ہو[2]۔ پ۲۵ ع۱۶، پ۲۷ ع۳، پ۲۷ ع۱۳

حَوْلٌ۔ گرد، حوالی، مصدر ہے، اصل میں حول
کے معنی کسی چیز کے متغیر ہونے اور دوسرے
سے جدا ہونے کے ہیں، اور اسی اعتبار سے
کسی چیز کی اس جانب کو جس کی طرف اس کا
پلٹنا اور منتقل کرنا ممکن ہو حول کہتے ہیں،
پ۱ ع۲، پ۲۴ ع۵

حَوْلٌ۔ برس، سال، چونکہ سال پلٹتا رہتا ہے
اس لئے حول کہلاتا ہے، پ۲ ع۱۵

حِوَلًا۔ جگہ بدلنی، تبدیلی، پلٹنا مصدر ہے پ۱۶ ع۲

حَوْلَكَ۔ تیرے حوالی، تیرے گرد، حَوْلَ مضاف
كَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ، پ۴ ع۷

حَوْلَكُمْ۔ تمہارے گرد، تمہارے آس پاس،
حَوْلَ مضاف كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر
مضاف الیہ، پ۱۱ ع۱، پ۲۶ ع۴

---

[1] فتح الباری ج ۷، ص ۶۴ طبع امیریہ [2] معالم التنزیل ج ۷، ص ۱۶۵ طبع مصر۔

حَوْلَهٗ ۔ اس کے گرد اس کے آس پاس،
حَوْلَ مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ
پ۲ پ۱ پ۶ پ۷ پ۲۳

حَوْلَهَا ۔ اس کے آس پاس، اس کے ارد گرد،
حَوْلَ مضاف هَا ضمیر واحد مؤنث غائب
مضاف الیہ، پ۱۷ پ۱۹ پ۲۵

حَوْلَهُمْ ۔ ان کے ارد گرد، ان کے آس پاس
حَوْلَ مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب
مضاف الیہ، پ۱۵ پ۲۱

حَوْلَيْنِ ۔ دو برس، دو سال حَوْلٌ کا تثنیہ پ۲

فصل الیاء المثناۃ

حَيَّ وہ زندہ رہا، وہ جیا، (سَمِعَ) حَيَاةٌ سے
ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، حَيَّ اصل
میں حَيِيَ تھا یار کا یا میں ادغام ہو گیا ۔
(ملاحظہ ہو حَيٰوة) پ۱۰

حَيٌّ ۔ زندہ، حَيَاةٌ سے صفتِ مشبہ کا صیغہ،
(ملاحظہ ہو اَحْيٰى) پ۳ پ۱۸ پ۱۷ پ۱۶
پ۱۷ پ۱۹ پ۲۱ پ۲۲ حَيًّا پ۱۹ پ۲۴

حِيْتَانُهُمْ ۔ ان کی مچھلیاں، حِيْتَانٌ
حُوْتٌ کی جمع مضاف، هُمْ ضمیر جمع مذکر
غائب، مضاف الیہ، پ۹

حَيْثُ ۔ جہاں، جس جگہ، ظرف مکان ہے،
مبنی بر ضمہ ہے، مکان مبہم کے لئے آتا ہے
جس کی جملہ مابعد سے تشریح ہوتی ہے، اور
جب مَا اس کے بعد آتا ہے تو مجازات یعنی
شرط و جزاء کے معنی ہوتے ہیں، پ۱
پ۲ پ۵ پ۸ پ۹ پ۱۰ پ۱۳
پ۱۴ پ۱۶ پ۲۳ پ۲۴ پ۲۸ پ۲۹

حَيْرَانَ ۔ حیران، سراسیمہ، بہکا ہوا، متردد،
حَيْرَةٌ سے، جس کے معنی بہکنے اور متردد ہونے
کے ہیں صفت مشبہ کا صیغہ، پ۷

حِيْلَ ، حائل کر دیا گیا، جدائی ڈال دی گئی
(نَصَرَ) حَوْلٌ سے بمعنی جدائی ڈالنے کے
ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب، پ۲۲

حِيْلَةً ۔ بہانہ، چارہ، کسی حالت کو خفیہ طور
پر جس ذریعہ سے پہنچا جائے اس کا نام "حیلہ"
ہے، اس کا استعمال زیادہ تر برائی کے
حاصل کرنے میں ہوتا ہے، اور کبھی کبھی جس
چیز میں حکمت ہو اس کے لئے بھی بولا جاتا
ہے، یہ حَوْلٌ سے مشتق ہے، لیکن ماقبل کو
کسرہ ہونے کے سبب واؤ کو یا سے بدل

یا گیا۔ حِیَلٌ جمع ہے، پ ۱۵/۱۱

حِیْنٌ، وقت، زمانہ، مدت، ۲، ۳ اَنٌ جمع،

• حین، کسی شئے کے بلوغ اور حصول کے وقت کا نام ہے، اس کے معنی میں جو ابہام ہے مضاف الیہ سے اس کی تخصیص ہو جاتی ہے جیسے وَّلَاتَ حِیْنَ مَنَاصٍ (اور وقت نہ رہا تھا خلاصی کا) کہ حین یعنی وقت کے معنی میں جو ابہام تھا اس کی مضاف الیہ یعنی مناص (خلاصی) سے تخصیص ہو گئی، اس کا استعمال متعدد معانی کے لئے ہوتا ہے، (۱) مدت کے لئے جیسے وَّمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰی حِیْنٍ (اور ہم نے ان کا ایک مدت تک کام چلایا) (۲) برس اور سال کے لئے جیسے تُؤْتِیْۤ اُكُلَهَا كُلَّ حِیْنٍ (ہر سال اپنا پھل لاتا ہے۔ (۳) گھڑی جیسے فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ۔ (سو پاک اللہ کی یاد ہے جس گھڑی کہ تم شام کرو اور جس گھڑی کہ تم صبح کرو) (۴) زمان مطلق یعنی کوئی وقت جیسے هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ (کبھی ہوا ہے انسان پر ایک وقت زمانہ میں) پ ۱/۴ پ ۲/۴ پ ۶/۴ پ ۷/۹

پ ۱۱/۵ و ۱۴ پ ۱۲/۱۲ پ ۱۳/۱۲ پ ۱۳/۱۴ و ۱۶ پ ۱۴/۳ و ۷ پ ۱۸/۲ و ۴ و ۱۴

پ ۱۹/۲ و ۱۵ پ ۲۰/۵ پ ۲۱/۵ پ ۲۳/۲ و ۹ و ۱۰ و ۱۳ پ ۲۳/۳ و ۲ پ ۲۴/۲ و ۱ پ ۲۵/۴ پ ۲۹/۱۹

حِیْنَئِذٍ اس وقت، حِیْنَ مضاف اِذْ مضاف الیہ، پ ۲۷/۱۹

حَیُّوْا۔ تم دعا دو، تم سلام کرو، تَحِیَّةٌ سے جس کے معنی سلام کرنے اور زندگی کی دعا دینے کے ہیں، امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، (ملاحظہ ہو تَحِیَّةٌ) پ ۵/۸

حَیَوَانٌ۔ زندگی، جینا، حَیِیَ یَحْیٰی کا مصدر ہے، اصل میں حَیَیَانٌ تھا، یا ثانیہ واو سے بدل دی گئی، یہ حَیَاةٌ سے زیادہ بلیغ ہے کیونکہ فَعَلَانٌ کے وزن میں حرکت و اضطراب جو لازمۂ حیات ہے موجود ہے، اور یہی وجہ ہے کہ اس مقام پر لفظ حیات کی بجائے حَیَوَانٌ کا استعمال کیا گیا ہے، پ ۲۱/۲

حَیٰوةٌ۔ زندگی، جینا، حَیِیَ یَحْیٰی کا مصدر ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو اَحْیَا)۔ پ ۱/۱۰ و ۱۱

پ ۲/۶ و ۹ و ۱۰ پ ۳/۱۰ پ ۴/۳ و ۱۰ پ ۵/۷ و ۱۰ و ۱۳ پ ۷/۱۰ و ۱۴ پ ۸/۳ و ۱۱ و ۱۳

پ ۹/۹ پ ۱۰/۱۲ و ۱۳ پ ۱۱/۶ و ۸ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ پ ۱۲/۲ پ ۱۳/۹ و ۱۱ و ۱۳ و ۱۵

پ ۱۴/۱۶ پ ۱۵/۱۹ و ۲۰ پ ۱۶/۸ و ۱۳ و ۱۸ پ ۱۷/۳ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۷ پ ۱۸/۳ و ۱۰ و ۱۲

پ ۲۰/۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۵ پ ۲۱/۳ و ۴ و ۱۳ و ۲۰ پ ۲۲/۱۳ پ ۲۳/۱۴ پ ۲۴/۱۰ و ۱۱

پ۲۴ (۱۶و۱۸) پ۲۵ (۵و۹و۲۰) پ۲۶ (۸) پ۲۷ (۶و۱۹) پ۲۹ (۱) پ۳۰ (۴و۱۲)

حَیَاتِکُمْ. تمہاری زندگی، حَیَاۃِ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ، پ۲۶ (۲)

حَیَاتُنَا. ہماری زندگی، ہمارا جینا، حَیَاۃٌ مضاف نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ، پ۷ (۹) پ۸ (۲)

حَیَاتِیْ. میری زندگی، میرا جینا، حَیَاۃِ مضاف ی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ، پ۳۰ (۱۲)

حَیَّوْکَ. انھوں نے تجھ کو دعا دی، انھوں نے تجھے سلام کیا، حَیَّوْا تَحِیَّۃٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب، کَ ضمیر واحد مذکر حاضر (ملاحظہ ہو تَحِیَّۃٌ) پ۲۸ (۲)

حَیَّۃٌ. سانپ، مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے یکساں استعمال ہوتا ہے، حَیَّاتٌ جمع، پ۱۶ (۱)

حُیِّیْتُمْ. تمہیں دعا دی جائے، تمہیں سلام کیا جائے تَحِیَّۃٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر حاضر (ملاحظہ ہو تَحِیَّۃٌ) پ۵ (۸)

بَابُ الخَاءِ المُعجَمَة

فصل الالف

خَابَ۔ وہ نامراد ہوا، وہ خراب ہوا، اس کا مطلب فوت ہوا، (ضَرَبَ) خَيْبَةٌ سے جس کے معنی نامراد ہونے اور مطلب فوت ہونے کے ہیں، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ۱۳/۱۵ ب ۱۶/۱۲ و ۱۵ ب ۳۰/۱۶

خَاتَمَ۔ مہر، ختم کرنے والا، خَوَاتِمُ اور خُتُمٌ جمع، چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی تھے کہ آپ پر نبوت ختم ہوگئی اور آپ کے بعد کوئی اور نبی نہیں آنے والا، اس لئے قرآن مجید نے آپ کو خَاتَمَ النَّبِيِّينَ (مہر سب نبیوں کی) فرمایا ہے۔ یعنی تمام نبیوں کا ختم کرنے والا، کیونکہ سب کے مہر اخیر میں لگائی جاتی ہے ۲۲/۳

خَادِعُهُمْ۔ ان کو دغا دینے والا، ان کو فریب دینے والا، خَادِعٌ خِدْعٌ سے۔ جس کے معنی فریب دینے اور دغا دینے کے ہیں، اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر مضاف ہے، هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ (منافق جو ہیں دغابازی کرتے ہیں اللہ سے اور وہ ان کو دغابازی کی سزا دے گا) میں خَادِعُ کے معنی دغا کی سزا دینے والے کے ہیں، خدع (یعنی دغا کی سزا) کو خدعٌ سے تعبیر کرنا مقابلۃً اور مجازاً عرب کا عام محاورہ ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو يُخَادِعُونَ) ۵/۱۸

خَارِجٌ۔ نکلنے والا، خُرُوجٌ سے، اسم فاعل کا صیغہ، واحد مذکر (ملاحظہ ہو اُخْرُجْ) ۲/۸

خَارِجِينَ۔ نکلنے والے۔ خُرُوجٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر، ۴/۲ ب ۶

خَازِنِينَ۔ جمع کرنے والے، ذخیرہ کرنے والے، خزانہ کرنے والے، خَزْنٌ سے، جس کے معنی خزانہ میں جمع کرنے کے ہیں۔

اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر، ۴/۳۲

خَاسِرُوْنَ۔ ٹوٹا پانے والے، نقصان اٹھانے والے، زیان کار، خُسْرٌ اور خُسْرَانٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر بحالت رفع، (ملاحظہ ہو خُسْرٌ اور خُسْرَانٌ) ۱/۱، ۱۵، ۱۲، ۲۱ ۳/۱۳، ۱۴ ۸/۱۲، ۱۳ ۱۲/۱۵ ۹/۱۸ ۱۲/۱۴ ۱۳/۱۹ ۱۴/۲ ۱۵/۱۴ ۲۸/۱۸

خَاسِرَۃٌ۔ ٹوٹے والی، زیان دہندہ، خُسْرٌ اور خُسْرَانٌ سے، اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث، ۳۰/۳

خٰسِرِیْنَ۔ ٹوٹا پانے والے، نقصان اٹھانے والے، خراب ہونے والے، زیان کار، خُسْرٌ اور خُسْرَانٌ سے، اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر بحالتِ نصب وجر، ۶/۵، ۸، ۹، ۱۲ ۳/۷ ۳/۱۲ ۱/۱۷ ۹/۸، ۱ ۱۲/۱۱ ۱۱/۱۹ ۱۲/۱۲ ۲۴/۲، ۱۷ ۲۵/۹ ۲۶/۱۲

خَاسِئًا۔ ذلیل، خوار، درماندہ، خَسْأٌ سے جس کے معنی دھتکار پڑنے درماندہ ہونے اور تھک کر رہ جانے کے ہیں، اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر، ۲۹/۱

خَاسِئِیْنَ۔ ذلیل، خوار، خَسْأٌ سے، اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر، ۱/۸ ۹/۱۱

خَاشِعًا۔ دب جانے والا، عاجزی کرنے والا، خُشُوْعٌ سے، اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر (ملاحظہ ہو تَخَشُّع) ۲۸/۶

خٰشِعٰتِ۔ فروتنی کرنے والی عورتیں عاجزی کرنے والی عورتیں، دبی رہنے والی عورتیں خُشُوْعٌ سے، اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث ۲۲/۲

خَاشِعُوْنَ۔ زاری کرنے والے، عاجزی کرنے والے، خُشُوْعٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر بحالتِ رفع، ۱۸/۱

خَاشِعَۃٌ ذلیل ہونے والی، خوار، دبی جلنے والی، خُشُوْعٌ سے اسم فاعل کا صیغہ، واحد مؤنث، ۲۴/۱۹ ۲۹/۴، ۸ ۳۰/۴، ۱۲

خَاشِعِیْنَ، فروتنی کرنے والے، عاجزی کرنے والے، ڈرنے والے، خُشُوْعٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر بحالت نصب وجر، ۱/۵ ۴/۱۲ ۴/۱۴ ۲۲/۶ ۲۵/۹

خَاصَّۃً۔ خاص کر، چن کر، خَصٌّ سے جس کے معنی مخصوص کرنے کے ہیں، اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث، ۹/۱۷

خَاضِعِیْنَ۔ عاجزی کرنے والے، جھکنے والے، خضوعٌ سے، جس کے معنی عاجزی کرنے جھکنے اور تواضع کرنے کے ہیں، اسم فاعل کا

صیغہ، جمع مذکر، بحالتِ نصب وجر، پ۱۹ ع۵

خَاضُوْا. انھوں نے قدم ڈالے، انھوں نے بحث کی، (نَصَرَ) خَوْضٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب (ملاحظہ ہو خَوْض) پ۱۰ ع۱۵

خَاطَبَهُمُ. ان سے خطاب کیا، ان سے بات چیت کی، خَاطَبَ مُخَاطَبَةٌ سے جس کے معنی بات چیت کرنے کے ہیں، ماضی کا صیغہ، واحد مذکر غائب، هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب پ۱۹ ع۴

خَاطِئُوْنَ. گنہگار، خَطَأٌ سے، جس کے معنی گناہ کرنے کے ہیں، اسمِ فاعل کا صیغہ جمع مذکر بحالتِ رفع، خَاطِئٌ کی جمع، جس کے معنی گناہ کا قصد کرنے والے کے ہیں (ملاحظہ ہو أَخْطَأْتُمْ اور خَطَأٌ) پ۲۹

خَاطِئَةٍ. گناہ، گناہگار، خَطِئَ يَخْطَأُ کا مصدر بھی ہے اور اسمِ فاعل کا صیغہ، واحد مؤنث بھی، پ۲۹ ع۵ پ۳۰ ع۲۱

خٰطِئِيْنَ. گناہ گار، خطا کرنے والے، چوکنے والے، خَطَأٌ سے، اسمِ فاعل کا صیغہ جمع مذکر بحالتِ نصب وجر، پ۱۲ ع۱۴ پ۱۳ ع۳ پ۲۰ ع۱۲

خَافَ. وہ ڈرا، اس نے خوف کیا۔ خَوْفٌ سے، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب (ملاحظہ ہو أَخَافُ) پ۲ ع۹ پ۱۵ ع۱۳ پ۲۴ ع۱۴ پ۳۰ ع۴

خَافَتْ. وہ ڈری، اس نے خوف کیا، خَوْفٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب پ۵ ع۱۴

خَافِضَةٌ. پست کردینے والی، نیچا کردینے والی، خَفْضٌ سے، جس کے معنی پست ہونے پست کرنے اور جھکا دینے کے ہیں۔ اسمِ فاعل کا صیغہ واحد مؤنث پ۲۷ ع۱۴

خَافُوْا. وہ ڈرے، انھوں نے خوف کیا، خَوْفٌ سے، ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب، پ۴ ع۱۲

خَافُوْنِ. مجھ سے ڈرو۔ خَافُوْا خَوْفٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، ن وقایہ، ی ضمیر واحد متکلم، پ۴

خَافِيَةٌ. چھپنے والی، پوشیدہ ہونے والی، بھید، خَفَاءٌ سے۔ اسمِ فاعل کا صیغہ واحد مؤنث پ۲۹ ع۵

خٰلٰتِكَ. تیری خالائیں، خَالَاتٌ خَالَةٌ کی جمع، جس کے معنی خالہ کے ہیں مضاف ہے، كَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ پ۲۲ ع۴

خٰلٰتُكُمْ. تہاری خالائیں، خَالَاتٌ مضاف كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ پ۴ ع۱۵ پ۱۸ ع۱۴

خَالِدٌ۔ ہمیشہ رہنے والا، سدا رہنے والا خُلُوْدٌ سے، اسمِ فاعل کا صیغہ واحد مذکر (ملاحظہ ہو خُلُوْدٌ) [illegible]۔ خَالِدًا [illegible]

خٰلِدُوْنَ۔ ہمیشہ رہنے والے، سدا رہنے والے، خُلُوْدٌ سے۔ اسمِ فاعل کا صیغہ جمع مذکر بحالتِ رفع، [illegible]

خٰلِدِیْنَ۔ ہمیشہ رہنے والے، سدا رہنے والے، خُلُوْدٌ سے اسمِ فاعل کا صیغہ، جمع مذکر بحالتِ نصب و جر، [illegible]

خٰلِدَیْنِ۔ (دونوں) ہمیشہ رہنے والے، سدا رہنے والے، خُلُوْدٌ سے، اسمِ فاعل کا صیغہ تثنیہ مذکر، پ ۲۸

خَالِصٌ۔ خالص، نرا، صاف خُلُوْصٌ سے جس کے معنی خالص اور صاف ہونے کے ہیں اسمِ فاعل کا صیغہ واحد مذکر، خالص اور صافی دونوں ہم معنی ہیں فرق اتنا ہے کہ خالص ملاوٹ کے بعد ہوتا ہے اور صافی کا استعمال اس کے لئے بھی ہوتا ہے، جس میں سرے سے ملاوٹ نہ ہو، [illegible]۔ خَالِصًا [illegible]

خَالِصَةٌ۔ خالص، نری، خُلُوْصٌ سے اسمِ فاعل کا صیغہ واحد مؤنث غائب: [illegible]

خَالِفِیْنَ۔ پیچھے رہنے والے خَلْفٌ سے جس کے معنی پیچھے رہنے اور پیچھے آنے کے ہیں اسمِ فاعل کا صیغہ جمع مذکر، پ ۱۰

خَالِقٌ۔ پیدا کرنے والا، بنانے والا۔ خَلْقٌ سے اسمِ فاعل کا صیغہ واحد مذکر (ملاحظہ ہو خَلْقٌ) [illegible]

خَالِقُوْنَ۔ پیدا کرنے والے، بنانے والے خَلْقٌ سے، اسمِ فاعل کا صیغہ۔ جمع مذکر بحالتِ رفع، پ ۲۷

خَالِقِیْنَ۔ پیدا کرنے والے، بنانے والے، خَلْقٌ سے۔ اسمِ فاعل کا صیغہ، جمع مذکر بحالتِ نصب و جر، [illegible]

خَالِكَ تیرا ماموں، خَالِ معنی ماموں، اَخْوَالٌ جمع مضاف ہے، كَ ضمیر واحد مذکر حاضر

مضاف الیہ، پ۳۰

خَالِیَۃٌ. گذشتہ، گذرنے والی، خُلُوٌّ سے، جس کے معنی گزرنے کے ہیں، اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث، پ۲۹

خَامِدُوْنَ. بجھنے والے، خُمُوْدٌ سے، جس کے معنی بجھنے کے ہیں، اسمِ فاعل کا صیغہ، جمع مذکر بحالتِ رفع، پ۲۳

خَامِدِیْنَ. بجھنے والے، خُمُوْدٌ سے اسمِ فاعل کا صیغہ، جمع مذکر، بحالتِ نصب و جر۔ پ۱۷

خَامِسَۃَ. پانچویں، اسم عدد ہے، پ۱۸

خَانَتٰھُمَا. ان دونوں عورتوں نے ان دونوں کی خیانت کی، انھوں نے ان سے دغا کی، خَانَتَا، خِیَانَۃٌ سے، ماضی کا صیغہ، تثنیہ مؤنث غائب ھُمَا ضمیر تثنیہ مذکر غائب۔ (ملاحظہ ہو تَخُوْنُوْا) پ۲۸

خَانُوْا. انھوں نے خیانت کی، انھوں نے دغا کی، خِیَانَۃٌ سے، ماضی کا صیغہ، جمع مذکر غائب، پ۱۰

خَاوِیَۃٌ. افتادہ، گری ہوئی، کھوکھلی، خَوَاءٌ سے، جس کے معنی گھر کے خالی ہونے، گرپڑنے لوند ہوجانے، نیز اندر سے کھوکھلے ہو جانے کے ہیں، اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث، پ۳ پ۱۱ پ۱۹ پ۲۰ پ۲۹

خَاسِئِیْنَ. نامراد، خَیْبَۃٌ سے، اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر، (ملاحظہ ہو خَابَ) پ۱

خَائِضِیْنَ. بحث کرنے والے، گھسنے والے خَوْضٌ سے، اسم فاعل کا صیغہ، جمع مذکر (ملاحظہ ہو خَوْض) پ۲۹

خَائِفًا. ترساں، ڈرنے والا، خَوْفٌ سے اسم فاعل کا صیغہ، واحد مذکر (ملاحظہ ہو خَوْف) پ۲۰

خَائِفِیْنَ. ترساں، ڈرنے والے خَوْفٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر، خَائِفٌ کی جمع، پ۱

خَائِنَۃٍ. خیانت، دغا، خِیَانَۃٌ سے۔ اسم فاعل کا صیغہ، واحد مؤنث، یہاں اس کا استعمال مصدر کے معنی میں بھی ہو سکتا ہے، یعنی خیانت کرنے اور دغا دینے میں جیسے کہ قُمْ قِیَامًا میں ہے، اور اسم فاعل کے معنی میں تو ظاہر ہی ہے پ۶ پ۲۴

خَائِنِيْنَ۔ خیانت کرنے والے، دغاباز خِيَانَةٌ سے، اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر، پ۱۰ پ۱۳

فصل الباء الموحدة

خَبْءَ۔ پوشیدہ، چھپی چیز، جو چیز پوشیدہ طور پر جمع کی گئی ہو خَبْءٌ کہلاتی ہے، مصدر بہ معنی اسم مفعول، مَخْبُوْءٌ (چھپا ہوا) ہے، پ۱۹

خَبَالًا۔ تباہ کرنا، خرابی مچانا، فساد، تباہی، خَبَلَ يَخْبِلُ کا مصدر ہے، وہ خرابی یا فساد، کہ جس کے لاحق ہونے سے کسی جاندار میں اضطراب اور بے چینی پیدا ہو جائے۔ مثلاً جنون یا ایسا مرض کہ جو عقل اور فکر پر اثر انداز ہو اُسے "خبال" کہتے ہیں، پ۴ پ۱۰

خَبٰٓئِثَ۔ گندے کام، ناپاک چیزیں خَبِيْثَةٌ کی جمع، پ۹ پ۱۷

خَبَتْ۔ وہ بجھی، (نَصَرَ) خَبْوٌ اور خُبُوٌّ سے، بمعنی بجھنے کے، ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب، پ۱۵

خَبُثَ۔ وہ خبیث ہوا، وہ خراب ہوا، خَبَاثَةٌ اور خُبْثٌ سے بمعنی خبث ہونے، ناپاک ہونے اور خراب ہونے کے، ماضی کا صیغہ، واحد مذکر غائب، پ۸

خَبَرٍ۔ خبر۔ جو اشیاء کہ بتانے سے معلوم ہوں، ان کے جاننے کا نام "خبر" ہے، اَخْبَارٌ جمع، پ۱۴ پ۲

خُبْرًا۔ دانش، سمجھ، خبر، خبرداری، خَبَرَ يَخْبُرُ کا مصدر ہے، پ۱۵ پ۱۶

خُبْزًا۔ روٹی، نان، اسم ہے، پ۱۲

خَبِيْثٌ۔ خبیث، گندی چیز، ناپاک، پلید، ہر وہ چیز جو ردی اور خسیس ہونے کے سبب بری معلوم ہو "خبیث" کہلاتی ہے، خواہ وہ شے محسوس ہو یا امر معقول یعنی حواس کے ذریعہ اس کا پتہ چلے یا عقل کے ذریعہ اس کو دریافت کیا جائے، اس اعتبار سے اعتقاد باطل، گفتگوئی دروغ افعال قبیحہ سب اس میں داخل ہیں، غرض جس کا باطن خراب ہو، خبیث ہے، خُبْثٌ اور خَبَاثَةٌ سے بروزن فَعِيْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے، خُبُثٌ خُبَثَاءُ، اَخْبَاثٌ اور خَبَثَةٌ جمع ہے پ۴ پ۳ پ۹

خَبِيْثٰتُ۔ زنانِ ناپاک، خبیث عورتیں، گندیاں خَبِيْثَةٌ کی جمع، پ۱۸

خَبِيْثُوْنَ. خبیث مرد، گندے اشخاص، خَبِيْثٌ کی جمع، بحالتِ رفع، پ۱۸

خَبِيْثَةٍ. ناپاک، گندی، خَبِيْثٌ کا مؤنث پ۱۳/۱۶

خَبِيْثِيْنَ. گندے مرد، خبیث لوگ، خَبِيْثٌ کی جمع، بحالت نصب وجر، پ۱۸/۹

خَبِيْرٌ. خبردار، دانا، خُبْرٌ سے بروزن فَعِيْلٌ صفتِ مشبہ کا صیغہ، اسماء حسنیٰ میں سے ہے اور قرآن مجید میں یہ ذاتِ باری ہی کے لئے استعمال ہوا ہے، امام حلیمی نے اس کے معنی لکھے ہیں المتحقق لما یعلم[1] (اپنے علم پر متیقن)۔

پ۲/۱۴ پ۳/۵ پ۴/۷و۹ پ۵/۶ پ۶/۸و۱۵و۱۹ پ۸/۸ پ۱۱/۱۷ پ۱۳/۱۰

پ۱۷ پ۱۸/۱۰و۱۳ پ۲۰/۳ پ۲۱/۱۱و۱۲و۱۷ پ۲۲/۷و۹و۱۲و۱۹ پ۲۵/۳ پ۲۶/۱۴

پ۲۷/۱۷ پ۲۸/۱و۲و۶و۱۲و۱۵و۱۹ پ۲۹/۱ پ۳۰/۲۵۔ **خَبِيْرًا**

پ۵/۳و۱۰و۱۶و۱۷ پ۱۵/۲و۳و۱۱ پ۱۹/۳ پ۲۱/۱۷ پ۲۲/۱ پ۲۶/۱۰۔

فصل التاء المثناة

خَتَّارٍ. عہد شکن، عہد کا توڑنے والا، قول کا جھوٹا، خَتْرٌ سے، جس کے معنی بری طرح عہد شکنی کرنے کے ہیں کہ جس سے انسان ضعیف اور ڈھیلا ہو جائے، بروزن فَعَّالٌ مبالغہ کا صیغہ، پ۲۱/۱۲

خِتٰمُهٗ. اس کی مہر کرنے کی چیز، اس کا خاتمہ، خِتَامٌ کے دو معنی آتے ہیں۔ ایک مہر کرنے کی چیز یعنی وہ مسالہ جس سے مہر کی جائے، دوسرے ہر شے کا آخر اور خاتمہ خِتَامُ مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ، آیت شریفہ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ میں مفسرین نے دونوں معنی مراد لئے ہیں۔ یعنی اس کے مہر کرنے کی چیز مشک ہے، یہ ترجمہ اول معنی کے اعتبار سے ہے یعنی جس چیز کی اس پر مہر کی ہے وہ مشک ہے تاکہ اس کی خوشبو شیشہ لیتے ہی دماغ میں بس جائے، اور دوسرے معنی کے اعتبار سے اس کا ترجمہ ہوگا "اس کا خاتمہ مشک ہے" یعنی اس کا آخری مزہ مشک ہے، چنانچہ قتادہ کا بیان ہے کہ کافور کی آمیزش ہوگی اور اخیر مزہ مشک کا ہوگا۔[2] پ۳۰/۸

خَتَمَ. اس نے مہر لگائی (ضَرَبَ) خَتْمٌ سے جس کے معنی مہر کرنے اور ختم کرنے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، امام راغب لکھتے ہیں۔

---

[1] الاسماء والصفات امام بیہقی ص ۳۳۔ [2] معالم التنزیل ج ۷ ص ۱۸۵۔

• ارشادِ باری خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ (اللہ نے ان کے دلوں پر مہر کردی اور فرمانِ الٰہی قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَ اَبْصَارَكُمْ وَ خَتَمَ عَلٰی قُلُوْبِكُمْ (تو کہہ دیکھو تو اگر چھین لے اللہ تمہارے کان اور آنکھیں اور مہر کردے تمہارے دلوں پر) میں اللہ تعالیٰ کی اس عادتِ جاریہ کی طرف اشارہ ہے کہ انسان جب اعتقادِ باطل اور ارتکابِ حرام میں حد کو پہنچ جاتا ہے اور کسی طرح اس کو حق کی طرف التفات نہیں ہوتا تو اس سے اس کی ہیئت کچھ ایسی ہو جاتی ہے کہ گناہوں کو اچھا سمجھنا اس کی خُو بن جاتی ہے اور گویا اس طرح اس کے دل پر مہر لگ جاتی ہے۔

اور یہی مطلب ہے اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَ سَمْعِهِمْ وَ اَبْصَارِهِمْ (یہ لوگ وہ ہیں کہ مہر کردی اللہ نے ان کے دل اور کانوں پر اور آنکھوں پر) اور اسی طرح ارشادِ باری وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا (اور نہ کہا مان اس شخص کا کہ جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے) میں اغفال کا استعارہ اور فرمانِ الٰہی اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ (ہم نے رکھی ہے ان کے دلوں پر اوٹ کہ اس کو نہ سمجھیں) میں کِنٌّ (پردہ، اوٹ) کا استعارہ اور آیتِ شریفہ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً (اور ہم نے ان کے دلوں کو سخت کردیا) میں قساوت (دلوں کی سختی) کا استعارہ ہے۔

پ ۲۵/۱۹ پ ۱۱ پ ۱

فصل الدال المهملة

خَدَّكَ - تیرا رخسارہ، تیرا گال، خَدٌّ بمعنی رخسارہ خُدُوْدٌ جمع، مضاف ہے، كَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ، پ ۲۱/۱۱

فصل الذال المعجمة

خُذْ تو پکڑ، تو لے، اَخْذٌ سے، امر کا صیغہ، واحد مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اَخَذَ) پ ۲/۳ پ ۹ دوم/۱۲ پ ۲/۱۳ پ ۳/۱۴ پ ۲/۱۳ پ ۳/۱۲

خُذُوْا - تم پکڑو، تم لو، اَخْذٌ سے، امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، پ ۸/۱ پ ۵ دوم/۱۲ پ ۲/۱ پ ۱۱ پ ۹

خَذُوْلًا مصیبت میں تنہا چھوڑ دینے والا، خَذْلَانٌ سے جس کے معنی ہیں وقتِ مدد

ایسے شخص کی مدد چھوڑ کر علیحدہ ہو جانا کہ جس سے مدد کی امید ہو، بروزن فَعُوْلٌ مبالغہ کا صیغہ ہے، ۱۹

خُذُوْهُ۔ اس کو پکڑو، اس کو لو، اس میں هُ ضمیر واحد مذکر غائب ہے، ۲۹

خُذْهَا۔ اس کو پکڑ، اس کو لے، اس میں هَا ضمیر واحد مؤنث غائب ہے، ۱۶

خُذُوْهُمْ۔ ان کو پکڑو، اس میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے، ۵

فصل الراء المهملة

خَرَّ۔ وہ گر پڑا، خَرٌّ سے، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، (ملاحظہ ہو تَخِرُّ) ۱۲ ۱۷

۲۳

خَرَابِهَا۔ اس کا اجاڑنا، اس کا ویران کرنا خَرَاب، خَرِبَ یَخْرَبُ کا مصدر ہے مضاف ہے، هَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ، ۱

خَرَاجٌ۔ حاصل، مال، مزدوری، خراج، اَخْرَاجٌ اور اَخْرِجَةٌ جمع، اصل میں خراج محصول اور مالگزاری کو کہتے ہیں، یہاں اجر و ثواب اور

اللہ کا دیا ہوا رزق مراد ہے، ۱۸

خَرّٰاصُوْنَ۔ اٹکل دوڑانے والے، جھوٹ بکنے والے، خَرَّاصٌ کی جمع، خَرَّاصٌ خَرْصٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے (ملاحظہ ہو تَخْرُصُوْنَ) ۲۶

خَرَجَ۔ وہ نکلا، خُرُوْجٌ سے، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب (ملاحظہ ہو خُرُوْجٌ) ۲۰

خَرْجًا محصول، باج، مال، اَخْرَاجٌ جمع، ۱۶

خَرَجْتَ۔ تو نکلا، خُرُوْجٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر، ۲

خَرَجْتُمْ۔ تم نکلے، خُرُوْجٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر، ۲۸

خَرَجْنَ۔ وہ (عورتیں) نکلیں، خُرُوْجٌ سے ماضی کا صیغہ، جمع مؤنث غائب، ۲

خَرَجْنَا ہم نکلے، خُرُوْجٌ سے، ماضی کا صیغہ جمع متکلم، ۱۲

خَرَجُوْا۔ وہ نکلے، خُرُوْجٌ سے، ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب، ۲ ۱۰ ۲۶

خَرْدَلٍ۔ رائی، خَرْدَلَةٌ واحد، ۱۷ ۲۱

خُرْطُوْمِ۔ سونڈ، خَرَاطِيْمُ جمع، آیت کریمہ سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ (اب داغ دیں گے

ہم اس کی سونڈ پر) یہ اس کے رسوا کرنے کا کنایہ ہے۔ ۲۹/۲

خَرَقْتَهَا۔ تونے اس کو پھاڑ ڈالا، تونے اس کو قطع کردیا، (ضَرَبَ) خَرَقْتَ خَرْقٌ سے، ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر، هَا ضمیر واحد مؤنث غائب، (ملاحظہ ہو تَخْرِقُ) ۱۵/۲۲

خَرَقُوْا۔ انھوں نے تراشا، خَرْقٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب، ۷/۱۸

خَرَقَهَا۔ اس کو پھاڑ ڈالا، اس کو قطع کردیا، خَرْقٌ سے، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب هَا ضمیر واحد مؤنث غائب، ۷/۱۸

خَرُّوْا۔ وہ گر پڑے، خَرٌّ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب (ملاحظہ ہو تَخِرُّ) ۱۳/۵ ۱۲/۷ ۲۱/۱۵

خُرُوْج۔ نکلنا، خَرَجَ يَخْرُجُ کا مصدر ہے، خروج کے معنی نکلنے کے ہیں، خواہ اپنی قرارگاہ سے نکلے یا اپنی حالت سے اور قرارگاہ خواہ گھر ہو یا شہر یا خیمہ اور حالت خواہ اندرون میں ہو یا اسباب خارجی میں سب کے لئے خروج کا استعمال ہوتا ہے، ۱/۱۲ و ۱۷ ۷/۱۵ ۲۳/۱۵ ۲۶/۱۶ و ۱۶

فصل الزاء المعجمة

خَزَآئِنُ۔ خزانے، خِزَانَةٌ اور خَزِيْنَةٌ کی جمع، ۷/۱۷ ۷/۱۳ ۱۳/۳ ۱۵/۱۱ ۲۳/۱۰ ۲۷/۴ ۲۸/۱۱

خَزَآئِنُهٗ۔ اس کے خزانے، خَزَائِنُ مضاف هٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ، ۲۸/۴

خَزَنَةٌ۔ خزانچی، نگہبان، چوکیدار، داروغہ خَازِنٌ کی جمع، ۲۴/۱۰

خَزَنَتُهَا۔ اس کے داروغہ، اس کے چوکیدار، اس کے نگہبان، خَزَنَةٌ مضاف هَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ، ۲۴/۵، ۲۹/۱

خِزْیٌ۔ ذلت، خواری، رسوائی، خَزِیَ يَخْزٰی کا مصدر ہے، ۱/۱۲ و ۱۰۹ ۶/۱۳ و ۱۰۹ ۱۱/۱۱ ۱۱/۱۵ ۱۲/۶ ۱۳/۸ ۲۳/۱۷ ۲۳/۱۶

فصل السین المهملة

خَسَارًا۔ زیان۔ نقصان، ٹوٹا، خَسِرَ يَخْسَرُ کا مصدر ہے، ۱۵/۹ ۲۲/۱۲ ۲۹/۱۰

خُسْرٌ زیان، نقصان، ٹوٹا، خَسِرَ يَخْسَرُ کا مصدر ہے خُسْرٌ خَسَارٌ خُسْرَانٌ تینوں مصدر ہیں اور تینوں کے معنی خسارہ کے ہیں یعنی پونجی گھٹ جانا اور سرمایہ میں گھاٹا اور ٹوٹا پڑ جانا، یہ بھی واضح رہے کہ کبھی تو خسارہ

کی نسبت انسان کی طرف کی جاتی ہے چنانچہ کہتے ہیں فلانے کو گھاٹا ہوگیا ہے اور کبھی فعل کی طرف چنانچہ بولتے ہیں اس کی تجارت گھٹ گئی اور کبھی خارجی چیزوں کی طرف جیسے مال وجاہِ دنیوی وغیرہ میں اور خسارہ کا استعمال بیشتر ان ہی خارجی اشیا کے متعلق ہوتا ہے اور کبھی نفیس اور گرانقدر نعمتوں کی طرف جیسے صحت اور تندرستی، عقل و ہوش، ایمان و ثواب وغیرہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے "خُسْرَانٌ مُّبِيْنٌ" ان ہی گراں قدر نعمتوں کے خسارے کو فرمایا ہے، پ۱۷ خُسْرًا پ۲۸

خَسِرَ۔ اس نے ٹوٹا پایا، وہ گھاٹے میں رہا، اس نے گنوایا، خُسْرٌ خَسَارٌ اور خُسْرَانٌ سے، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، پ۵ پ۸ پ۹ پ۱۱ پ۱۷ پ۲۴

خُسْرَانٌ۔ گھاٹا، ٹوٹا، زیان، نقصان خَسِرَ یَخْسَرُ کا مصدر ہے، پ۹ پ۲۳

خَسِرُوْا۔ انھوں نے ٹوٹا پایا، انھوں نے نقصان اٹھایا، خُسْرٌ خَسَارٌ اور خُسْرَانٌ سے، ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب پ۷ پ۸ پ۱۳ پ۱۴ پ۱۵ پ۲۴ پ۲۵ خُسْرَانًا پ۵

خَسَفَ۔ وہ گہن میں آیا، (ضَرَبَ) خُسُوْفٌ سے جس کے معنی چاند کے گہن میں آنے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، پ۲۹

خَسَفَ۔ اس نے دھنسایا، (ضَرَبَ) خَسْفٌ سے۔ جس کے معنی زمین میں دھنسانے کے ہیں، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، پ۲۰

خَسَفْنَا۔ ہم نے دھنسایا، خَسْفٌ سے، ماضی کا صیغہ جمع متکلم، پ۲۰

فصل الشين المعجمة

خُشُبٌ۔ لکڑیاں، خَشَبٌ کی جمع، پ۲۸

خُشَّعًا۔ عاجزی کرنے والے، خشوع کرنے والے خَاشِعٌ کی جمع جو خُشُوْعٌ سے، اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے (ملاحظہ ہو تَخَشُّعٌ) پ۲۷

خَشَعَتْ۔ دب گئی، نیچی ہوگئی، پست ہوگئی عاجز ہوگئی، خُشُوْعٌ سے، ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب، پ۱۶

خُشُوْعًا۔ عاجزی، فروتنی، خَشَعَ یَخْشَعُ کا مصدر ہے، پ۱۵

خَشِيَ۔ وہ ڈرا، اس نے خوف کھایا (سَمِعَ) خَشْيَةٌ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب

پ ۵ پ ۳۲/۱۸ پ ۲۲/۱۲ پ ۳۰/۳۰

خَشِیْتُ. میں ڈرا۔ خَشْیَۃٌ سے ماضی کا صیغہ واحد متکلم، پ ۱۶/۱۲

خَشْیَۃِ۔ خوف، ڈر، ہیبت، خشیت، اس خوف کو کہتے ہیں جس میں تعظیم شامل ہو، یہ بات اکثر حالات میں جس کا ڈر ہو، اس کے علم سے ہوتی ہے، اسی بنا پر آیہ شریفہ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا (اللہ سے ڈرتے وہی ہیں اس کے بندوں میں جو عالم ہیں) میں علماء کو خشیت سے مخصوص کیا گیا ہے۔ پ ۱ پ ۵/۸ پ ۱۵/۱۱ پ ۲/۲ پ ۲۵/۲

خَشْیَتِہٖ۔ اس کی ہیبت، اس کا خوف، اس کا ڈر، خَشْیَۃٌ مضاف ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ، پ ۲۷/۱۱

خَشِیْنَآ۔ ہم ڈرے، خَشْیَۃٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم، پ ۱۶/۱

فصل الصاد المہملۃ

خَصَاصَۃٌ۔ احتیاج، بھوک، تنگی، فاقہ، خَصَّ یَخُصُّ کا مصدر ہے، پ ۲۸

خِصَامِ۔ جھگڑا کرنا، جھگڑا کرنے والے، اول معنی کے اعتبار سے باب مُفَاعَلَۃٌ کا مصدر ہے اور دوسرے معنی کے لحاظ سے خَصْمٌ کی جمع ہے، پ ۲ پ ۲۵/۸

خَصْمٌ۔ خصومت کرنے والا، جھگڑنے والا، واحد تثنیہ، جمع اور مؤنث سب کے لئے استعمال ہوتا ہے، خُصُوْمٌ خِصَامٌ اور اَخْصَامٌ جمع، پ ۲۳

خَصْمٰنِ۔ دو جھگڑنے والے، خَصْمٌ کا تثنیہ پ ۱۷/۹ پ ۲۳/۱۱

خَصِمُوْنَ۔ جھگڑالو، خصومت کرنے والے خَصِمٌ کی جمع، جو خَصْمٌ سے جس کے معنی جھگڑنے کے ہیں صفت مشبہ کا صیغہ ہے پ ۲۵/۱۲

خَصِیْمٌ۔ سخت جھگڑنے والا، خَصْمٌ سے بروزن فَعِیْلٌ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بمعنی کثیر المخاصمت اَخْصَامٌ خُصَمَآءُ اور خُصْمَانٌ جمع، پ ۱۴/۲ پ ۲۳۔ خَصِیْمًا، پ ۵/۱۲

فصل الضاد المعجمۃ

خُضْتُمْ۔ تم نے بحث کی، تم نے قدم ڈالے خَوْضٌ سے، ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر (ملاحظہ ہو خَوْض) پ ۱۰/۱۵

خُضْرٌ سبز، ہرے، اَخْضَرُ اور خَضْرَاءُ کی جمع
پ۱۲/۱۹ پ۲۷/۱۳ خُضْرٌ، پ۲۹/۱۹

خَضِرًا۔ سبزہ، سبز، سبزی، خَضِرٌ سے،
جس کے معنی سبز اور ہرے ہونے کے ہیں،
صفتِ مشبہ کا صیغہ، پ۷/۱۸ پ۱۵/۱۹

فصل الطاء المهملة

خَطَأً۔ چوک، چوک جانا، گناہ کرنا، خَطِئَ یَخْطَأُ کا مصدر ہے، امام راغب نے خطا کے معنی لکھے ہیں العدول عن الجهة یعنی اصلی رخ سے ہٹ جانا، اس کی مختلف صورتیں ہیں (۱) ایسی چیز کا ارادہ کرے جس کا کرنا اچھا نہیں اور پھر اس کو کر ڈالے، یہ خطا مکمل خطاء ہے کہ جس پر انسان سے بازپرس ہو گی، اس کے لئے خَطِئَ یَخْطَأُ خِطْأً اور خِطْأَةً بولا جاتا ہے۔ ارشاد ہے۔ اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِئِيْنَ (بیشک فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر خطا کار تھے) یہاں خطاء سے یہی خطا مراد ہے جو سراسر قابلِ مذمت ہے (۲) ارادہ تو اچھے کام کا کیا لیکن چوک جانے سے بلا ارادہ اس کے خلاف ہو گیا، اس کے لئے اَخْطَأَ اِخْطَأً فهو مُخْطِئٌ آتا ہے اور کبھی خَطِئَ یَخْطَأُ کا استعمال بھی اسی معنی میں ہوتا ہے یہاں خَطَأٌ سے یہی مراد ہے، اس شخص سے فعل میں خطا ہو گئی لیکن ارادہ نیک ہی تھا اس لئے شرعاً اس خطا پر بازپرس نہیں ارشاد ہے لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَا اَخْطَأْتُمْ بِهٖ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا، (اور گناہ نہیں تم پر جس چیز میں چوک جاؤ، لیکن گناہ وہ ہے جس پر دل سے ارادہ کیا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے) (۳) ارادہ برے فعل کا کیا لیکن اتفاق سے اس کے خلاف سرزد ہو گیا، اس کا فعل گو درست ہے لیکن ارادہ میں خطا رہے اس لئے یہ شخص قابلِ مذمت ہے اس کا قصد بھی مذموم ہے اور فعل بھی قابلِ ستائش نہیں کیونکہ نادانستہ طور پر سرزد ہوا ہے۔

بہرحال جس شخص نے کسی چیز کا ارادہ کیا اور اتفاق سے اس کے خلاف واقع ہو گیا تو "خطاء" ہے اور جو اس کے ارادہ کے مطابق ہو تو صواب ہے اور کبھی خطا کا استعمال اس کیلئے

بھی ہوتا ہے جس نے کسی برے فعل کا ارتکاب
کیا، یا برے ارادہ کا قصد کیا، غرض یہ لفظ
مشترک ہے اور متعدد معانی میں مستعمل ہے
اس لئے جو لئے حقیقت کو اس کے معنی میں
تامل کرنا ضروری ہے (ملاحظہ ہو اَخْطَاْتُمْ) ۵/پ
خِطْأً گناہ، چوک، خطا، خَطِیَ یَخْطَاُ کا
مصدر ہے، بمعنی گناہ کرنے کے آتا ہے، ۱۵/پ
خِطَابِ . کلام، سخن، بات، گفتگو، باب
مُفَاعَلَۃٌ کا مصدر ہے، ۲۳/پ خِطَابًا ۳۰/۴
خَطٰیٰکُمْ . تمہارے گناہ، تمہاری خطائیں
تمہاری تقصیریں، خَطَایَا خَطِیْئَۃٌ کی
جمع مضاف ہے، کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر،
مضاف الیہ (ملاحظہ ہو خَطِیْئَۃٌ) پ۱
خَطٰیٰنَا . ہمارے گناہ، ہماری خطائیں،
ہماری تقصیریں، خَطَایَا مضاف نَا ضمیر
جمع متکلم مضاف الیہ، ۱۲/پ ۱۶/پ
خَطٰیٰهُمْ . ان کے گناہ، ان کی خطائیں ان
کی تقصیریں، خَطَایَا مضاف هُمْ ضمیر
جمع مذکر غائب مضاف الیہ، ۲۰/پ
خَطْبُكَ . تیرا حال، تیری حقیقت، تیرا معاملہ
وہ اہم معاملہ جس کے متعلق لوگوں میں
کثرت سے بات چیت ہو خَطْبٌ کہلاتا ہے
خَطْبُ مضاف کَ ضمیر واحد مذکر حاضر
مضاف الیہ، ۲۶/۱۴
خَطْبُكُمْ . تمہاری مہم، تمہارا معاملہ، تمہاری
خبر، خَطْبُ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر
مضاف الیہ، ۱۳/۴ ۲۷/۱
خَطْبُكُمَا . تم دونوں (عورتوں) کا حال،
تمہارا کام، خَطْبُ مضاف کُمَا ضمیر
تثنیہ مذکر حاضر، مضاف الیہ ۲۰/۶
خَطْبُكُنَّ . تمہارا حال، تمہاری حقیقت
خَطْبُ مضاف، کُنَّ ضمیر جمع مؤنث حاضر
مضاف الیہ ۱۲/۱۴
خِطْبَۃِ . پیغام نکاح، منگنی، نکاح کی
بات چیت کو خطبہ کہتے ہیں، خَطَبَ یَخْطُبُ
کا مصدر ہے، ۲/۱۴
خَطِفَ ، اس نے اچک لیا، یہ اگرچہ ضَرَبَ
اور سَمِعَ دونوں سے مستعمل ہے اور دونوں
بابوں سے اس کی قرأت ہوتی ہے لیکن
سَمِعَ سے زیادہ فصیح ہے خَطْفَۃٌ سے
ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، ۲۳/۵
خَطْفَۃَ . جھپٹ سے اچک لینا، خَطِفَ

یَخْطَفُ کا مصدر ہے ۲۳
خُطُوٰتِ ۔قدم، خُطْوَۃٌ کی جمع ہے
پ۲ پ۸ پ۱۸
خَطِیٰٓـٰتِکُمْ ۔ تمہارے گناہ، تمہاری خطائیں، تمہاری تقصیریں، خَطِیْئٰاتٌ خَطِیْئَۃٌ کی جمع مضاف ہے، کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ، پ۱
خَطِیْئٰتِہِمْ ۔ان کی خطائیں، ان کی تقصیریں، ان کے گناہ، خَطِیْئٰاتِ مضاف ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ، پ۲۹
خَطِیْئَۃً ، خطا، تقصیر، "خطیئہ" اور "سیئہ" دونوں کے معنی قریب قریب ہیں، لیکن "خطیئہ" کا استعمال بیشتر اس فعل کے متعلق ہوتا ہے جو خود بذاتہ مقصود نہیں ہوتا، بلکہ قصد اس فعل کے وقوع کا سبب ہوتا ہے جیسے شکار کو نشانہ بنایا گولی خطا کر کے انسان کو جا لگی، یا کسی نشلی چیز کا استعمال کیا اور نشہ کی حالت میں کوئی قصور کر بیٹھا، غرض سبب کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ جس کا انجام دینا ممنوع ہے جیسے نشہ کرنا، اس صورت میں جو خطا ہو قابل گرفت ہے۔ دوسرا وہ جو منع نہیں، جیسے شکار کرنا، آیت شریفہ وَمَنْ یَّکْسِبْ خَطِیْئَۃً اَوْ اِثْمًا (اور جو کوئی کمائے تقصیر یا گناہ) میں "خطیئہ" سے وہ فعل مراد جو بلا قصد سرزد ہوا ہے، پ۵
خَطِیْئَتُہٗ ، اس کا گناہ، اس کی خطا، خَطِیْئَۃٌ مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ، پ۱
خَطِیْئَتِیْ ۔ میری خطا، میرا گناہ، میری تقصیر، خَطِیْئَۃَ مضاف، ی ضمیر واحد متکلم، مضاف الیہ، پ۱۹

فصل الفاء

خِفَافًا ۔ سبکبار، ہلکے، خَفِیْفٌ کی جمع، (ملاحظہ ہو خَفِیْفًا) پ۱۰
خَفَّتْ ، وہ ہلکی ہوئی، (ضَرَبَ) خِفَّۃٌ سے جس کے معنی ہلکا اور سبک ہونے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب، پ۸ پ۹ پ۱۸ پ۲۳
خِفْتُ ۔ میں ڈرا، مجھے خوف ہے، خَوْفٌ سے، ماضی کا صیغہ واحد متکلم، (ملاحظہ ہو اَخَافُ) پ۱۶
خِفْتِ ۔ تو ڈری، خَوْفٌ سے، ماضی کا صیغہ

واحد مؤنث حاضر، پ ۲۸
خِفْتُکُمْ، میں تم سے ڈرا، اس میں کُمْ ضمیر
جمع مذکر حاضر ہے، پ ۹
خِفْتُمْ۔ تم ڈرے، تم کو ڈر ہوا، خَوْفٌ سے
ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے پ ۱۳، ۱۵ پ ۱۲ پ ۵ پ ۱۰
خَفَّفَ۔ اس نے تخفیف کی۔ اس نے ہلکا کر دیا
تَخْفِیْفٌ سے، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب
(ملاحظہ ہو تَخْفِیْفٌ) پ ۱۰
خَفِیٌّ پوشیدہ، چھپی ہوئی، خَفَآءٌ سے جس کے
معنی پوشیدہ ہونے اور چھپنے کے ہیں۔ صفت
مشبہ کا صیغہ پ ۲۵ خَفِیًّا پ ۱۶
خُفْیَۃً پوشیدہ، چھپی ہوئی، خَفِیَ۔ یَخْفٰی
کا مصدر ہے۔ پ ۸ پ ۱۴
خَفِیْفًا۔ ہلکا، سبک، خِفَّۃٌ سے، جس کے معنی
ہلکا اور سبک ہونے کے ہیں، بروزن فَعِیْلٌ
صفت مشبہ کا صیغہ ہے، خَفِیْفٌ، ثَقِیْلٌ
کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے، ان دونوں کا استعمال
حسب ذیل معانی میں ہوتا ہے (۱) وزن کے
اعتبار سے ایک کو "خفیف" اور دوسرے
کو "ثقیل" کہا جاتا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں یہ ہلکا ہے
وہ بھاری ہے (۲) زمانہ کی مناسبت کے
اعتبار سے چنانچہ ایک مقررہ وقت میں جب
ایک گھوڑا دوسرے سے زیادہ دوڑے تو کہتے
ہیں فرس خفیف اور فرس ثقیل۔ (۳) جو
لوگوں کو بھلا معلوم ہو اس کو خفیف (آسان)
اور جو برا معلوم ہو اس کو ثقیل (گراں) بولتے
ہیں، اس صورت میں خفیف مدح اور ثقیل
ذم ہے اَلْئٰنَ خَفَّفَ اللّٰہُ (اب تخفیف
کی اللہ نے تم سے) اور حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِیْفًا
(حمل رہا ہلکا سا حمل) اسی کی مثالیں ہیں (۴)
جو طیش میں آجائے اسے خفیف اور جس میں
وقار ہو اسے ثقیل کہتے ہیں، اس معنی میں خَفِیْفٌ
مذمت ہے اور ثَقِیْلٌ مدح ہے (۵) جن اجسام
کا رُخ اوپر کی جانب ہو جیسے آگ وغیرہ خفیف
ہیں اور جن کا رخ نیچے کی جانب رہے جیسے
پانی وغیرہ ثقیل ہیں (ملاحظہ ہو اِثَّاقَلْتُمْ
اور ثِقَالًا) پ ۱۰

فصل اللام

خَلَا۔ وہ تنہا ہوا، وہ اکیلا ہوا، وہ خلوت میں
ہوا، (نَصَرَ) خَلَآءٌ سے، جس کے معنی خلوت
میں ہونے اور اکیلے ہونے کے ہیں، ماضی کا صیغہ

واحد مذکر غائب، پ۹

خَلَا۔ وہ گزرا، وہ ہو چکا، (نَصَرَ) خُلُوٌّ سے جس کے معنی گزرنے کے ہیں، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، پ۲۲

خِلَافٍ۔ خلاف، الٹا، مخالفت، پیچھا باب مُفَاعَلَۃٌ کا مصدر ہے، آیۂ کریمہ اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْھِمْ وَاَرْجُلُھُمْ مِنْ خِلَافٍ (یا کاٹے جائیں ان کے ہاتھ اور پاؤں الٹی طرف سے) میں دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں مراد ہیں، پ۶ پ۸ پ۱۳ پ۱۶ پ۱۹

خِلَافَکَ۔ تیرے خلاف، تیرے پیچھے، خِلَافِ مضاف کَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ پ۱۵

خَلَاقَ۔ حصہ، اپنی خلق اور عادت سے جو فضیلت انسان حاصل کرے اس کا نام خلاقٌ ہے، پ۲ پ۱۰ پ۳۰

خَلَّاقُ۔ پیدا کرنے والا، اصل بنانے والا، خَلْقٌ سے، مبالغہ کا صیغہ، امام حلیمی نے اس کے معنی لکھے ہیں الخالق خلقاً بعد خلقٍ[1]۔ (ایک مخلوق کے بعد دوسری کو پیدا کرنے والا) اسماءِ حسنیٰ الٰہیہ میں سے ہے (ملاحظہ ہو خَلْق) پ۱۴ پ۲۳

خَلَاقِکُمْ۔ تمہارا حصہ، خَلَاقِ مضاف، کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ، پ۱۰

خَلَاقِھِمْ۔ ان کا حصہ، خَلَاقِ مضاف ھِمْ ضمیر جمع مذکر غائب، پ۱۰

خِلَالٌ۔ دوستی، باب مُخَالَّۃٌ کا مصدر ہے نیز خُلَّۃٌ کی جمع بھی ہو سکتی ہے۔ جس کے معنی دوستی کے ہیں اور خَلِیْلٌ کے بھی جس کے معنی گہرے دوست کے ہیں، پ۱۳

خِلَالَ۔ درمیان، بیچ، وسط، خَلَلٌ کی جمع ہے جس کے معنی دو چیزوں کی درمیانی کشادگی کے ہیں، پ۱۵

خِلٰلَکُمْ۔ تمہارے درمیان۔ خِلَالِ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر، مضاف الیہ، پ۱۰

خِلٰلِہٖ۔ اس کے درمیان، خِلَالِ مضاف ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ پ۱۸ پ۲۵

خِلٰلَھَا۔ اس کے درمیان، خِلَالِ مضاف ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ پ۱۵ پ۲۰

[1] کتاب الاسماء والصفات امام بیہقی ص ۱۸ طبع انوار احمدی الٰہ آباد

خِلٰلَهُمَا۔ ان دونوں کے درمیان خِلاَلَ مضاف
هُمَا ضمیر تثنیہ مذکر غائب مضاف الیہ، پ ۱۵/۱۲
خَلٰٓئِفَ۔ جانشین، نائب، قائم مقام،
خَلِیْفَۃٌ کی جمع، پ ۸، پ ۱۱/۱۴، پ ۲۲/۱۴
خَلَتْ۔ وہ گزر گئی، خُلُوٌّ سے ماضی کا صیغہ،
واحد مؤنث غائب (ملاحظہ ہو خَلَا) پ ۱/۱۶
پ ۳ ۵و۶، پ ۹ ۱۱، پ ۱۳ ۷و۹، پ ۱۴ ۱، پ ۲۳ ۱۲و۱۴، پ ۲۶ ۱و۳و۱۱
خُلْدِ۔ ہمیشہ رہنا۔ دوام، بقا، (ملاحظہ ہو
خُلُوْدٌ) پ ۱/۱۰، پ ۱۶/۱۹، پ ۱۷/۳، پ ۱۸/۱۴، پ ۲۱/۱۵، پ ۲۳/۱۸
خَلَصُوْا۔ وہ اکیلے بیٹھے (نَصَرَ) خُلُوْصٌ
سے، جس کے معنی خالص ہونے کے ہیں،
ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب یہاں خالص ہونے
سے مراد تنہا بیٹھنا اور اکیلے میں ہونا ہے، پ ۱۳/۲
خُلَطَآءِ۔ شرکا، شرکت والے، خَلِیْطٌ کی
جمع، جس کے معنی شریک کے ہیں، پ ۲۳/۱۱
خَلَطُوْا۔ انھوں نے ملایا، (ضَرَبَ) خَلْطٌ
سے، جس کے معنی ملانے اور آمیزش کرنے کے
ہیں، ماضی کا صیغہ، جمع مذکر غائب، پ ۱۱/۱
خَلَفَ۔ وہ جانشین ہوا، وہ پیچھے آیا،
(نَصَرَ) اول معنی کے اعتبار سے خِلاَفَۃٌ
سے، جس کے معنی جانشین ہونے کے ہیں۔
اور دوسرے معنی کے اعتبار سے خَلْفٌ سے
جس کے معنی کسی کے پیچھے آنے کے ہیں، ماضی
کا صیغہ، واحد مذکر غائب، پ ۹/۱۱، پ ۱۶/۷
خَلْفٌ۔ ناخلف، برے جانشین، امام بغوی
لکھتے ہیں۔

مخلف اس قرن (نسل) کو کہتے ہیں جو دوسرے
قرن کے بعد آتا ہے، ابوحاتم کا بیان ہے کہ
خَلْفٌ لام کے سکون سے بمعنی اولاد ہے، واحد
اور جمع دونوں کے لئے یکساں مستعمل ہے، اور
خَلَفٌ لام کے زبر سے بمعنی بدل، خواہ اولاد ہو
یا کوئی اجنبی ہو، ابن الاعرابی کا قول ہے کہ
خَلَفٌ زبر کے ساتھ نیک کے لئے آتا ہے اور
جزم کے ساتھ بد کے لئے، نضر بن شمیل کہتے
ہیں کہ خَلَفٌ لام کی حرکت اور سکون کے ساتھ
تو بری نسل کے لئے استعمال ہوتا ہے، لیکن
اچھی نسل کے لئے بغیر لام کی حرکت کے نہیں آتا،
محمد بن جریر نے تصریح کی ہے کہ اکثر مدح میں تو لام کا
زبر مستعمل ہے اور ذم میں اس کا سکون اور کبھی یہ بھی
ہوتا ہے کہ مذمت میں متحرک ہوتا ہے اور مدح میں ساکن۔[1] پ ۹/۱۱

[1] معالم التنزیل ج ۲ ص ۲۵۰۔ طبع مصر۔

خُلَفَآءَ۔ جانشین، خَلِیْفَۃٌ کی جمع پ۸ پ۴ ۱۲، ۱۶ و ۱۵ ۱

خِلْفَۃً۔ آگے پیچھے آنے والے، اصل میں مصدر ہے، ہیئتِ فعل کو بتاتا ہے، خَلْفٌ کے معنی ہیں کسی کے پیچھے آنے کے۔ اور خِلْفَۃٌ کے معنی ہیں لگاتار ایک دوسرے کے پیچھے آنا، پ۱۹ ۳

خَلَفْتُمُوْنِیْ۔ تم نے میری جانشینی کی، تم نے میری نیابت کی، خَلَفْتُمْ خِلَافَۃٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر، واو اشباع کا ہے، ن وقایہ، ی ضمیر واحد متکلم، پ۹ ۸

خَلْفَكَ۔ تیرے پیچھے، خَلْفَ بمعنی پیچھے، قُدَّامٌ کی ضد ہے، ظروفِ غایات میں سے ہے۔ مضاف ہے کَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ، پ۱۱ ۱۴

خَلْفَكُمْ۔ تمہارے پیچھے، خَلْفَ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ، پ۳ ۱۳

خَلْفَنَا۔ ہمارے پیچھے، خَلْفَ، مضاف نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ، پ۱۶ ۷

خُلِّفُوْا۔ وہ پیچھے چھوڑے گئے، تَخْلِیْفٌ سے جس کے معنی پیچھے چھوڑنے کے ہیں، ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب، پ۱۱ ۳

خَلْفِهٖ۔ اس کے پیچھے، خَلْفَ ظرف مضاف ہے ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ، پ۲ ۱۸، پ۱۳ ۹، پ۲۲ ۸، پ۲۴ ۱۲

خَلْفَهَا۔ اس کے پیچھے، خَلْفَ مضاف هَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ، پ۱ ۸

خَلْفَهُمْ۔ ان کے پیچھے، خَلْفَ مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ پ۳ ۲، پ۴ ۸، پ۹ ۲۳، پ۱۰ ۴، پ۱۲ ۱۶، پ۱۶ ۱۴، پ۱۷ ۲، پ۲۲ ۸ و ۱۸، پ۲۴ ۱۶، پ۲۶ ۱۶ و ۱۷

خَلْقٌ۔ آفرینش، پیدائش، بنانا، پیدا کرنا، خَلَقَ، یَخْلُقُ کا مصدر ہے، اصل میں تو "خلق" کے معنی تقدیر مستقیم یعنی صحیح انداز ٹھیرانے کے ہیں اور اس کا استعمال کسی چیز کے بغیر نمونہ اور پیروی کے ایجاد کرنے کے لئے بھی ہوتا ہے، چنانچہ ارشاد ہے خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (اس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو) کہ یہاں خلق کا استعمال ابداع یعنی بے مثال اور بے نمونہ سابق بنانے کے لئے ہوا ہے، چنانچہ آیت بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (بنا نکالنے والا آسمانوں اور زمین کا) اس بات پر دلالت کر رہی ہے، نیز ایک شے کے دوسری شے سے بنانے اور

ایجاد کرنے کے لئے بھی مستعمل ہے جیسے خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ (اس نے تم کو پیدا کیا ایک جان سے) اور خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ (بنایا آدمی کو ایک بوند سے)۔

"خلق" بمعنی ابداع ذاتِ باری کی مخصوص صفت ہے، آیت شریفہ أَفَمَنْ يَخْلُقُ كَمَنْ لَا يَخْلُقُ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ (بھلا جو پیدا کرے برابر ہے اس کے جو پیدا نہ کرے کیا تم سوچتے نہیں) میں اسی فرق کو واضح کیا گیا ہے، البتہ دوسرے معنی کہ جس میں ابداع نہیں بلکہ استحالہ ہوتا ہے بعض اوقات اللہ تعالیٰ نے اس سے غیر کو بھی موصوف فرمایا ہے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ان کے معجزہ کے متعلق ارشاد ہے وَإِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِإِذْنِي (اور جب تو بناتا تھا مٹی سے جانور کی صورت میرے حکم سے) اور عام لوگوں کے لئے جو "خلق" کا استعمال ہوتا ہے تو صرف دو معنی کے لئے ہوتا ہے، ایک تو اندازہ کرنے کے لئے اور دوسرے جھوٹ گھڑنے کے لئے ارشاد ہے وَتَخْلُقُونَ إِفْكًا (اور تم جھوٹی باتیں گھڑتے ہو) چنانچہ کلام کی صفت میں جہاں بھی خلق کا لفظ آئیگا اس سے جھوٹ ہی مراد ہوگا امام راغب لکھتے ہیں

ومن هذا الوجه امتنع كثير من الناس من اطلاق لفظ الخلق على القرآن۔	اسی بنا پر بہت لوگ قرآن کے متعلق خلق کا لفظ استعمال کرنے سے رک گئے

آیتِ کریمہ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ (سو بڑی برکت اللہ کی جو سب سے بہتر بنانے والا ہے) میں خلق کا استعمال اندازہ کرنے اور صورت گری کے معنی میں ہوا ہے ابداع و ایجاد کے معنی میں نہیں، اور آیت کریمہ وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللَّهِ (اور میں ان کو حکم دونگا کہ وہ اللہ کی خلق کو بدلیں) میں حضرت عبد اللہ بن عباس رض حسن بصری، مجاہد، قتادہ، سعید بن المسیب اور ضحاک نے "خلق اللہ" کی تفسیر "دین اللہ" سے کی ہے، یعنی دین کی وضع جو اللہ نے رکھی ہے اسے بدل کر حرام کو حلال اور حلال کو

ایک گھڑنے

حرام قرار دیا جائے اور عکرمہ اور مفسرین کی دوسری جماعت کا قول ہے کہ خلق اللہ کی تبدیلی سے صورت بدلنا مراد ہے مثلاً خصی ہونا بدن گودوانا کان چیرنا وغیرہ[1] اسی طرح لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰہِ (بدلنا نہیں اللہ کے بنائے کو) میں بعض نے "خلق اللہ" سے قضا و قدر الٰہی مراد لیا ہے اور بعض نے احکامِ ملت، اور بعض نے تبدیلِ خلقت۔

خلق کا استعمال بمعنی مخلوق بھی ہوتا ہے اور خَلْقٌ اور خُلُقٌ اصل میں دونوں ایک ہی ہیں جیسے شُرْبٌ اور شَرْبٌ اور صَرْمٌ اور صُرْمٌ مگر اتنا فرق ہے کہ خلق کا استعمال خلقت کے لئے مخصوص ہے اور خُلُقٌ کا عادت و خصلت کے لئے، پ۲/۳ پ۳/۱۱ پ۵/۱۵ پ۸/۱۳و۱۴ پ۱۱/۶و۹ پ۱۳/۷و۹و۱۵ پ۱۵/۱۱ پ۱۷/۷ پ۱۸/۱ پ۲۰/۱و۱۳ پ۲۱/۵و۹و۷ پ۲۲/۷و۱۳و۱۵ پ۲۳/۱۴و۱۵ پ۲۴/۱۱ پ۲۵/۴ پ۲۶/۱۵ پ۲۹/۱ خَلْقًا پ۱۵/۵و۱۱ پ۱۸/۱ پ۲۳/۵و۱۵ پ۳۰/۴

خَلَقَ۔ اس نے بنایا، اس نے پیدا کیا، خَلْقٌ سے، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، پ۱/۱۲ پ۲/۱۲ پ۷/۱۲ پ۸/۱۴و۱۵و۱۶ پ۱۲/۱۲ پ۹/۴ پ۱۰/۷ پ۱۱/۶ پ۱۲/۱ پ۱۳/۱۵و۱۷ پ۱۴/۷و۱۲و۱۴ پ۱۵/۱۱ پ۱۶/۱۰ پ۱۷/۳ پ۱۸/۵و۱۲و۱۶ پ۱۹/۳و۱۳ پ۲۰/۱و۱۷ پ۲۱/۲و۳و۹و۱۰و۱۳و۱۴ پ۲۳/۲و۱۵ پ۲۴/۱و۱۶ پ۲۵/۷و۱۴ پ۲۶/۴ پ۲۷/۷و۱۱و۱۷ پ۲۸/۱۵و۱۸ پ۲۹/۱و۹و۱۸ پ۳۰/۲و۱۲ پ۳۰/۱۷و۲۱و۳۸

خُلِقَ۔ وہ بنایا گیا، وہ پیدا کیا گیا، خَلْقٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب، پ۵/۲ پ۱۷/۷ پ۲۹/۱ پ۳۰/۱۱

خُلُقٌ۔ عادت، خصلت، خو، خلق اَخْلَاقٌ جمع، پ۱۹/۱۱ پ۲۹/۳

خَلَقْتَ۔ تونے بنایا، تونے پیدا کیا خَلْقٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر، پ۴/۱۲ پ۱۵/۷

خَلَقْتُ۔ میں نے بنایا، میں نے پیدا کیا خَلْقٌ سے، ماضی کا صیغہ واحد متکلم، پ۱۴/۱۳ پ۲۳/۱۱ پ۲۷/۱۵

خُلِقَتْ۔ وہ پیدا کی گئی، وہ بنائی گئی، خَلْقٌ سے، ماضی مجہول کا صیغہ، واحد مؤنث غائب پ۳۰/۱۲

خَلَقْتُكَ۔ میں نے تجھ کو بنایا، میں نے تجھ کو پیدا کیا، اس میں كَ ضمیر واحد مذکر حاضر ہے، پ۱۶/۱۔

خَلَقْتَنِیْ۔ تونے مجھے پیدا کیا، تونے مجھے

[1] معالم التنزیل ج ۱ ص ۴۹۹ طبع مصر

بنایا، اس میں نون وقایہ، ی ضمیر واحد متکلم ہے،

پ ۲۳/۴ پ

خَلَقْتَهُ۔ تونے اس کو پیدا کیا، تونے اس کو بنایا، اس میں ہ ضمیر واحد مذکر غائب ہے،

پ ۱۴/۴ پ ۲۳/۱۳ پ

خَلَقَكَ۔ اس نے تجھ کو بنایا، اس نے تجھے پیدا کیا، اس میں كَ ضمیر واحد مذکر حاضر ہے (ملاحظہ ہو خَلَقَ) پ ۱۵/۲ پ ۳۰/۴

خَلَقَكُمْ۔ اس نے تم کو بنایا، اس نے تم کو پیدا کیا، اس میں كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر ہے، پ ۱/۳

پ ۴/۱۲ پ ۷/۷ پ ۹/۱۲ پ ۱۴/۱۵ پ ۱۹/۱۳ پ ۲۱/۶ و ۷ و ۹ پ ۲۲/۱۴

پ ۲۳/۴ و ۵ پ ۲۴/۱۲ و ۱۷ پ ۲۸/۱۵ پ ۲۹/۹

خَلْقُكُمْ تمہیں بنانا، تم کو پیدا کرنا، خَلْقٌ مصدر مضاف ہے اور کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ، پ ۲۱/۱۱ پ ۲۵/۱۲

خَلَقْنَا۔ ہم نے بنایا، ہم نے پیدا کیا، خَلْقٌ سے، ماضی کا صیغہ جمع متکلم، پ ۹/۱۲ پ ۱۳/۳ و ۹ پ ۱۵/۷

پ ۱۷/۲ پ ۱۸/۱ پ ۱۹/۳ پ ۲۳/۲ و ۵ و ۹ و ۱۲ پ ۲۵/۱۵ پ ۲۶/۱ و ۱۶ و ۱۷

پ ۲۷/۲ پ ۲۹/۹ پ ۳۰/۱۵ و ۲۰

خَلَقْنٰكُمْ۔ ہم نے تم کو بنایا، ہم نے تم کو پیدا کیا، اس میں كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر ہے، پ ۲۷/۱۸

پ ۳۰/۲ پ ۲۷/۱۵ پ ۲۴/۱۱ پ ۲۳/۱۲ پ ۱۹/۱۲ پ ۱۴/۱۲ پ ۸/۹ پ ۹/۹

خَلَقْنٰهُ۔ ہم نے اس کو بنایا، ہم نے اس کو پیدا کیا، اس میں ہُ ضمیر واحد مذکر غائب ہے، پ ۲۳/۴ پ ۲۷/۱۰

خَلَقْنٰهُمْ۔ ہم نے ان کو بنایا، ہم نے ان کو پیدا کیا، اس میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے

پ ۸/۲۳ پ ۲۵/۱۳

خَلَقْنٰهُمَا۔ ہم نے ان دونوں کو بنایا، ہم نے ان دونوں کو پیدا کیا، اس میں هُمَا ضمیر تثنیہ مذکر غائب ہے۔ پ

خَلَقَنِيْ۔ اس نے مجھے بنایا، اس نے مجھے پیدا کیا، خَلَقَ صیغہ ماضی ن وقایہ، ی ضمیر واحد متکلم ہے، پ ۱۹/۹

خَلَقُوْا۔ انھوں نے بنایا، انھوں نے پیدا کیا، خَلْقٌ سے، ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب

پ ۱۳/۷ پ ۱۷/۲ پ ۲۲/۲۶ پ ۲۵/۴

خُلِقُوْا۔ وہ بنائے گئے، وہ پیدا کئے گئے خَلْقٌ سے، ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب پ ۲۵/۴

خَلَقَهُ۔ اس کو بنایا، اس کو پیدا کیا، اس میں ہ ضمیر واحد مذکر غائب ہے (ملاحظہ ہو خَلَقَ) پ ۲۱/۱۲ پ ۳۰/۵ پ ۳۰/۵

خَلْقَهٗ۔ اس کا بنانا، اس کا پیدا کرنا خَلْقَ مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ پ۱۳ پ۱۶ پ۲۳

خَلَقَهَا۔ اس کو بنایا، اس کو پیدا کیا، اس میں ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب ہے، پ۲۷

خَلَقَهُمْ۔ ان کو بنایا، ان کو پیدا کیا، اس میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے، پ۲۸ پ۲۲ پ۲۵

خَلْقَهُمْ۔ ان کا بنانا، ان کا پیدا کرنا، خَلْقَ مضاف، هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب، مضاف الیہ، پ۲۵

خَلَقَهُنَّ۔ اس نے ان کو بنایا، اس نے ان کو پیدا کیا، اس میں هُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب ہے، پ۲۴ پ۲۵

خَلْقِهِنَّ۔ ان کا بنانا، ان کا پیدا کرنا، خَلْقِ مضاف، هِنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب مضاف الیہ، پ۲۵

خَلَوْا۔ وہ تنہا ہوئے، وہ اکیلے ہوئے، خَلَاءٌ سے، ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب (ملاحظہ ہو خَلَا) پ۱ پ۴

خَلَوْا۔ وہ گزرے، وہ پہلے ہو چکے، خُلُوٌّ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب (ملاحظہ ہو خَلَا) پ۲ پ۴ پ۱۱ پ۱۵ پ۱۹ پ۲۲

خَلُّوْا۔ تم چھوڑ دو، تَخْلِیَۃٌ سے، جس کے معنی اصل میں تو کسی خالی مکان میں چھوڑنے کے ہیں مگر پھر ہر طرح پر چھوڑنے کو تَخْلِیَۃ کہا جانے لگا، امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، پ۱۰

خُلُوْدٌ۔ ہمیشہ رہنا، خَلَدَ یَخْلُدُ کا مصدر ہے کسی شے کے بربادی سے بچنے اور اپنی اصلی حالت پر باقی رہنے کا نام خلود ہے، اسی بنا پر اہلِ عرب عام طور پر خلود کا استعمال اس چیز کے لئے کرتے ہیں کہ جو دیرپا ہو، اور اس میں تغیر و فساد مدت کے بعد پیدا ہو، چنانچہ چولہے کے ان تین پتھروں کو جن پر دیگ چڑھائی جاتی ہے اسی لئے خَوَالِدُ کہتے ہیں کہ وہ دیر تک قائم رہتے ہیں، عالمِ آخرت کے لئے جہاں خُلُوْدٌ کا استعمال ہوتا ہے، وہاں اس کے اصلی معنی یعنی تمام اشیاء کا اپنی اپنی حالت پر برقرار رہنا مراد ہیں، پ۲۶

خُلَّۃٌ۔ دوستی، آشنائی۔ قاضی بیضاوی لکھتے ہیں خُلَّۃٌ خِلَالٌ سے مشتق ہے (جس کا استعمال اندرون اور درمیان کے لئے ہوتا ہے) کیونکہ وہ

اس محبت کا نام ہے جو نفس کے اندر پیوست ہو کر مل گئی ہو اور بعض کا قول ہے کہ خَلَلٌ سے ماخوذ ہے کیونکہ جب دو شخص دوست ہوئے تو ہر ایک دوسرے کے خلل کو رد کرتا ہے یا خَلٌّ سے لیا گیا ہے جس کے معنی ریگستانی راستہ کے ہیں، کیونکہ یہ دو دوست راہ کے رفیق ہوتے ہیں، یا خَلَّةٌ سے جس کے معنی خصلت کے ہیں کیونکہ دو دوستوں کی خصلتیں ملتی جلتی ہوتی ہیں۔[1] پ

خَلِیْفَةٌ جانشین، قائم مقام، نائب، تا اس میں مبالغہ کے لئے ہے۔ خُلَفَاءُ اور خَلَائِفُ جمع، پ ۱ ع ۴

خَلِیْلًا وہ دوست جس کی محبت دل کی گہرائیوں میں جاگزیں ہو، خِلَالٌ اور مُخَالَّةٌ سے، جس کے معنی کسی سے دوستی کرنے کے ہیں، صفتِ مشبہ کا صیغہ، حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔

"خَلِیْلٌ بروزن فَعِیْلٌ بمعنی فاعل ہے، خُلَّةٌ بالضم سے ماخوذ ہے جس کے معنی اس دوستی اور محبت کے ہیں کہ جو دل کے اندر گھس کر اس کے وسط میں جا پہنچی ہو، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت کا جو اثر تھا اس کے اعتبار سے یہ بالکل صحیح ہے، اور اللہ تعالیٰ کے لئے جو اس کا استعمال کیا گیا ہے تو بطور مقابلہ ہے اور بعض کا قول ہے کہ "خلت" کے معنی اصل میں استصفا یعنی برگزیدگی کے ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل کے لقب سے اس لئے ملقب ہوئے کہ آپ کی دوستی اور دشمنی اللہ کے لئے تھی، اور ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی خلت کا مطلب ان کی مدد کرنا اور ان کو پیشوا بنانا تھا اور بعض کا قول ہے کہ وہ خَلَّةٌ بفتح خا سے مشتق ہے جس کے معنی حاجت کے ہیں اور ان کا نام خلیل اس لئے ہوا کہ وہ اپنے رب ہی کے ہو رہے تھے اور ساری حاجتیں اسی کے سپرد کر دی تھیں"[2] خازن بغدادی لکھتے ہیں۔

"خلۃ اللہ للعبد تمکینہ من طاعتہ وعصمتہ وتوفیقہ وستر خللہ ونصرہ والثناء علیہ" اللہ کا بندہ کو خلیل بنانے کا مطلب اس کو اپنی طاعت پر قابو عطا فرمانا اور توفیق عنایت و عصمت سے سرفراز فرمانا اور اس کے خلل کو چھپانا، اس کی مدد کرنا اور اس پر ثنا کہنا ہے۔[3] پ ۵ ع ۱۸

[1] تفسیر انوار التنزیل ج ۱ ص ۴۷، طبع میمنیہ مصر۔ [2] فتح الباری ج ۷ ص ۰۵ طبع امیریہ مصر
[3] لباب التاویل ج ۱ ص ۵۰۲ طبع مصر ۱۳۳۱ھ

فصل المیم

خَمۡرٌ۔ شراب انگوری، اصل میں تو انگور کے کچے پانی کا نام جبکہ وہ نشہ آور ہو' خمر ہے لیکن مجازاً ہر نشیلی شراب کو خمر کہدیتے ہیں' علامہ بغوی سید محمد مرتضیٰ زبیدی صاحب تاج العروس شرح قاموس میں رقمطراز ہیں۔

واعلم ان کون	اور یہ جان لینا چاہئے کہ
الخمر اسما للنئ من	باتفاق ائمہ لغت انگور کے کچے
ماء العنب اذا صار	پانی کا جب کہ وہ نشہ آور ہو
مسکرا حقیقة	خمر نام ہونا حقیقت ہے
بالاتفاق من ائمة	حتی کہ خمر کا استعمال اس میں
اللغة حتی اشتهر	مشہور ہے۔ دوسری
استعماله فیه وفی	شرابوں میں کہ جو مختلف
غیره سمی باسامی	ناموں سے موسوم ہیں اس کا
مختلفة مجازا[1]	استعمال مجازاً ہے۔

خمر یا تو اختمار سے ماخوذ ہے جس کے معنی خمیر اٹھنے کے ہیں، چونکہ اس میں بھی خمیر اٹھ کر جوش پیدا ہوتا اور جھاگ آنے لگتے ہیں اس لئے اس کا نام خمر ہوا یا مُخامرۃ سے مشتق ہے جس کے معنی چھپا لینے کے ہیں۔ چونکہ یہ وسواس کو گم کردیتی اور عقل و ہوش کو چھپا دیتی ہے اس لئے خمر سے موسوم ہوئی، ابو عبیدہ نے ضحاک تابعی سے اَعۡصِرُ خَمۡرًا کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ خمر اہل عمان کی زبان میں انگور کو کہتے ہیں[2]، اس اعتبار سے شراب انگوری کو خمر کہنے کی مناسبت ظاہر ہے، خمر کا استعمال عربی میں مؤنث ہو کر شائع ذائع ہے اور گو اس کی تذکیر کو بعض ائمہ لغت نے جائز رکھا ہے لیکن لغت فصیح تانیث ہی ہے پ۲ پ۷ پ۲۴

خَمۡرًا پ۱۲

خُمُرِهِنَّ، ان کی اوڑھنیاں، خُمُر خِمار کی جمع، مضاف ہے ھُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب مضاف الیہ، اصل میں خَمۡرٌ کے معنی ہیں کسی شے کے پوشیدہ ہونے کے اور جس چیز کے ذریعہ پوشیدہ ہوا جائے وہ "خمار" ہے لیکن عرف میں خمار اس چیز کا نام ہے جس کے ذریعہ عورت اپنے سر کو چھپاتی ہے یعنی اوڑھنی اور دوپٹہ، پ۱۸

[1] عقود الجواہر المنیفہ ج ۲ ص ۱۰۸ طبع مصر۔ [2] الاتقان فی علوم القرآن ج ۱ ص ۱۳۵ طبع میمنہ مصر۔

خَمْسَةٌ۔ پانچ، اسم عدد ہے، مذکر کے لئے استعمال ہوتا ہے، پ۱۲ پ۱۵ پ۲۹

خُمُسَهٗ۔ اس کا پانچواں حصہ، خُمُس اسم مضاف ہے ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ، پ۱۰

خَمْسِیْنَ۔ پچاس، اسم عدد ہے، مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے پ۲۰ پ۲۹

خَمْطٍ۔ کسیلا، بدمزہ، امام بغوی لکھتے ہیں۔ "خمط پیلو اور اس کا پھل ہے اس کو بریر بولتے ہیں، یہی اکثر مفسرین کا قول ہے، مبرد اور زجاج کا بیان ہے کہ ہر وہ سبزی جس کے مزہ میں اتنی تلخی پیدا ہو جائے کہ اس کو کھایا نہ جا سکے، وہ خمط ہے، ابن الاعرابی کہتے ہیں کہ خمط ایک درخت کا پھل ہے جس کو فسوۃ الضبع کہا جاتا ہے، خشخاش کی طرح ہوتا ہے اور جھڑ جاتا ہے، اس سے کوئی نفع اندوز نہیں ہوتا۔" [1] پ۲۲

فصل النون المعجمة

خَنَازِیْرَ۔ سور، خِنْزِیْرٌ کی جمع، راغب اصفہانی لکھتے ہیں۔

"ارشادِ خداوندی وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِیْرَ (اور کئے ان میں سے بندر اور سور) کے متعلق کہا گیا ہے کہ اس سے مخصوص جانور کو مراد لیا ہے، اور یہ بھی قول ہے کہ اس سے وہ شخص مراد ہے کہ جس کے اخلاق اور افعال اس جانور کے مشابہ ہوں نہ یہ کہ جس کی خلقت اس طرح کی ہو، اور آیت میں دونوں باتیں مراد ہیں، کیونکہ مروی ہے کہ ایک قوم کی خلقت مسخ ہو گئی تھی، اسی طرح انسانوں میں ایسی جماعت موجود ہے کہ جب ان کے اخلاق کو جانچا جائے تو وہ بندروں اور سوروں کی طرح نکلیں گے اگرچہ ان کی صورتیں انسانوں کی سی صورتیں ہیں"۔ پ۶

خَنَّاسِ۔ پیچھے ہٹ جانے والا، چھپ جانے والا، خَنْسٌ سے، جس کے معنی چھپنے اور پیچھے ہٹنے اور رک جانے کے ہیں، مبالغہ کا صیغہ، یہ شیطان کا لقب ہے، کیونکہ جب اللہ کا ذکر ہو تو وہ رک جاتا ہے، نیز وسوسہ

---

[1] معالم التنزیل ج ۵ ص ۲۳۶۔ طبع مصر ۱۳۳۲ء

ڈال کر غائب ہو جاتا ہے، ۳۰/۳۹

خِنْزِيْر. سؤر ۲/۷ ۵/۷ ۶/۸ ۱۶/۱۴

خُنَّس. پیچھے ہٹ جانے والے، پھر جانے والے، رک جانے والے، چھپ جانیوالے خَانِسٌ کی جمع، جو خَنَسٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے، بعض مفسرین کے نزدیک اس سے سارے مراد ہیں کیونکہ وہ دن میں چھپ جاتے ہیں اور بعض کے نزدیک چاند اور سورج کے علاوہ پانچوں سیارے کہ جن کو "خمسہ متحیرہ" کہتے ہیں، یعنی مریخ، زحل، عطارد، زہرہ اور مشتری کیونکہ ان کی چال کچھ اس ڈھب سے ہے کہ کبھی یہ مشرق سے مغرب کو چلتے ہیں اور کبھی ٹھٹک کر اُلٹے پھرتے ہیں اور کبھی سورج کے پاس آکر غائب رہتے ہیں، اور بعض کے نزدیک نیل گائے کیونکہ اس میں بھی پیچھے ہٹنے، پھر جانے رُکنے اور چھپنے کی صفت موجود ہے، یہ تینوں تفسیریں سلفِ صحابہ اور تابعین سے مروی ہیں۔[1] ۳۰/۶

فصل الواو

خُوَار. گائے کی آواز، اصل میں تو یہ لفظ گائے کی آواز کے لئے مخصوص ہے مگر کبھی کبھی بطور استعارہ اونٹ یا بکری یا ہرن یا تیروں کی آواز کے لئے بھی استعمال ہو جاتا ہے۔ ۹/۱۶ ۲۰/۸۸

خَوَالِف، پیچھے رہنے والیاں، خَالِفَۃٌ کی جمع ہے، خَالِفَۃٌ اصل میں خیمہ کے پچھلے ستون کو کہتے ہیں اور عورت سے بھی کنایہ ہے، کیونکہ وہ کوچ کرنے والوں سے پیچھے رہتی ہے، ۱۰/۸۷

خَوَّان. خیانت کرنے والا، دغاباز، خِيَانَۃٌ سے مبالغہ کا صیغہ (ملاحظہ ہو تَخْتَانُوْا) ۵/۱۱. خَوَّانًا ۵/۱۱

خَوْض. بیہودہ گوئی، باتیں بنانا، گھسنا، خَاضَ يَخُوْضُ کا مصدر ہے، اصل میں خَوْضٌ کے معنی پانی میں گھسنے کے ہیں اور بطور استعارہ سب کاموں میں گھسنے کے لئے اس کا استعمال ہوتا ہے (ملاحظہ ہو خُضْتُمْ) ۳/۲۴

---

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو فتح الباری ج ۸ ص ۵۳۳ طبع میریہ بولاق مصر۔

خَوْضِهِمْ۔ ان کی بحث، ان کی بک بک، خَوْضِ مضاف، هِمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ، پ۷

خَوْف۔ ڈر، خوف، خَافَ یَخَافُ کا مصدر ہے (ملاحظہ ہو أَخَافُ) پ۱ ۴، ۹، ۱۲ پ۲ پ۳ ۲۲، ۲۲ پ۴ پ۵ پ۶ پ۸ پ۹ پ۱۱ پ۱۲ ۱۴، ۱۲ پ۱۳ ۱۳، ۱۲ پ۱۴ ۲۱ پ۱۶ پ۱۸ پ۲۰ پ۲۱ ۱۴ پ۲۴ ۱۸ پ۲۱ **خَوْفًا** پ۸ پ۱۳ پ۲۱ پ۲۱ ۲، ۱۵

خَوْفِهِمْ۔ ان کا ڈر، ان کا خوف، خَوْفِ مضاف، هِمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ پ۱۸

خَوَّلْنٰكُمْ۔ ہم نے تم کو عطا کیا، ہم نے تم کو دیا خَوَّلْنَا تَخْوِیْلٌ سے، جس کے معنی کسی چیز کا مالک بنانے کے ہیں، ماضی کا صیغہ جمع متکلم کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر، پ۷

خَوَّلْنٰهُ۔ ہم نے اس کو بخشا، ہم نے اس کو عطا کیا، اس میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ہے پ۲۴

خَوَّلَهٗ۔ اس کو عطا کیا، اس کو دیا۔ خَوَّلَ تَخْوِیْلٌ سے، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب، پ۲۳

فصل الیاء المثناۃ

خِیَاطِ۔ سوزن، سوئی، اسم ہے، پ۸

خِیَامِ۔ ڈیرے، خیمے، خَیْمَۃٌ کی جمع، پ۲۷

خِیَانَۃً۔ خیانت، دغا، خَانَ یَخُوْنُ کا مصدر ہے (ملاحظہ ہو تَخُوْنُوْا) پ۱۰

خِیَانَتَكَ۔ تجھ سے دغا کرنی، خِیَانَۃَ مضاف كَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ

خَیْرٌ۔ بہتر، بھلا، نیکی، بھلائی، نیک کام، جو چیز سب کو پسند ہو، وہ خیر ہے عقل، عدل، فضل اور اشیا نافعہ، شر اس کی ضد ہے، خیر کی دو قسمیں ہیں، ایک "خیر مطلق" کہ جو ہر حال میں اور ہر ایک کے نزدیک پسندیدہ ہو جیسے کہ جنت ہے، دوسرے "خیر مقید" جو ایک کے لئے خیر ہو اور دوسرے کے لئے شر جیسے دولت کہ زید کے حق میں خیر ہوتی ہے اور عمرو کے حق میں شر، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے مال کے متعلق دونوں وصف بیان کئے ہیں، چنانچہ ایک جگہ تو ارشاد ہے اِنْ تَرَكَ خَیْرًا (اگر کچھ خیر یعنی مال چھوڑے) اور دوسرے مقام پر فرمایا ہے اَیَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِیْنَ، نُسَارِعُ لَهُمْ فِی الْخَیْرَاتِ بَلْ لَّا یَشْعُرُوْنَ۔ (کیا خیال

رکھتے ہیں کہ یہ جو ہم ان کو دیئے جاتے ہیں مال اور اولاد، تو شتابی کرتے ہیں، ان کی بھلائیوں میں بلکہ یہ لوگ سمجھتے نہیں) قرآن مجید میں جہاں مال کے لئے خیر کا لفظ استعمال ہوا ہے، اس کے متعلق بعض علماء نے تصریح کی ہے کہ اس سے مراد وہ مال ہے جو کثیر ہو اور بوجہ حلال جمع کیا گیا ہو۔

الفاظ خیر و شر کا دو طرح پر استعمال ہوتا ہے، ایک اسم ہو کر جیسے وَلْتَكُنْ مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ (اور تم میں ایک جماعت ہونی چاہئے کہ جو نیک کام کی طرف بلائے) دوسرے وصف ہو کر اس صورت میں افعل التفضیل کے معنی ہوتے ہیں جیسے فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَىٰ (پس بلاشبہ بہترین زادراہ تقویٰ ہے) کہ یہاں خیر افضل کے معنی میں آیا ہے، آیت شریفہ نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا (ہم لاتے ہیں اس سے بہتر) اور أَن تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ (روزہ رکھو تو تمہارا بھلا ہے) میں خیر اسم بھی ہو سکتا ہے اور بمعنی افعل بھی۔ یہ واضح رہے کہ خیر کا استعمال کبھی شر کے مقابلہ میں ہوتا ہے اور کبھی ضر یعنی تکلیف اور سختی کے مقابل میں جیسے وَإِن يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِن يَمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (اور اللہ اگر تجھ کو کچھ سختی پہنچائے تو کوئی اس کا دور کرنے والا نہیں اور اگر تجھے کچھ بھلائی پہنچائے تو وہ ہر چیز پر قادر ہے)

پ ۱ / ۶ و ۷ و ۱۲ و ۱۳ — پ ۲ / ۷ و ۹ و ۱۰ و ۱۱ — پ ۳ / ۲ و ۵ و ۶ و ۹ و ۱۰ و ۱۲ و ۱۳
پ ۴ / ۲ و ۳ و ۷ و ۸ و ۹ و ۱۱ — پ ۵ / ۵ و ۸ و ۱۳ و ۱۶ — پ ۶ / ۵ و ۸ و ۹ و ۱۰ و ۱۳
پ ۸ / ۹ و ۱۰ و ۱۸ — پ ۹ / ۱ و ۹ و ۱۱ و ۱۳ و ۱۶ و ۱۸ — پ ۱۰ / ۷ و ۱۲ و ۱۳
پ ۱۱ / ۲ و ۷ و ۱۱ و ۱۶ — پ ۱۲ / ۸ و ۱۵ — پ ۱۳ / ۱ و ۲ و ۳ و ۶ — پ ۱۴ / ۱۰ و ۱۶ و ۱۹ و ۲۲
پ ۱۵ / ۲ و ۳ و ۱۶ و ۱۸ — پ ۱۶ / ۲ و ۸ و ۱۲ و ۱۶ — پ ۱۷ / ۳ و ۶ و ۹ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۵
پ ۱۷ / ۱۶ — پ ۱۸ / ۲ و ۳ و ۶ و ۹ و ۱۰ و ۱۳ و ۱۷ — پ ۱۹ / ۱ و ۱۸ و ۲۰
پ ۲۰ / ۳ و ۹ و ۱۱ و ۱۳ و ۱۴ — پ ۲۱ / ۷ و ۱۸ — پ ۲۲ / ۱۱ — پ ۲۳ / ۶ و ۱۲ و ۱۴ — پ ۲۴ / ۱۹
پ ۲۵ / ۱ و ۵ و ۹ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۵ — پ ۲۶ / ۱۹ — پ ۲۷ / ۱۰ — پ ۲۸ / ۲ و ۱۰ و ۱۲
پ ۲۹ / ۳ و ۷ و ۱۴ — پ ۳۰ / ۱۲ و ۱۸ و ۲۲ و ۲۳ و ۲۵

خَيْرًا

پ ۲ / ۳ و ۹ و ۲۰ — پ ۳ / ۵ — پ ۴ / ۳ و ۹ و ۱۲ — پ ۵ / ۳ و ۹ — پ ۶ / ۱ و ۳ — پ ۸ / ۷ — پ ۹ / ۱۴
پ ۱۰ / ۶ و ۱۶ — پ ۱۲ / ۳ — پ ۱۴ / ۱۰ — پ ۱۵ / ۱۷ — پ ۱۶ / ۱ — پ ۱۸ / ۸ و ۱۰ و ۱۷ — پ ۲۱ / ۱۹
پ ۲۶ / ۲ و ۷ و ۱۳ و ۱۴ — پ ۲۸ / ۱۶ و ۱۹ — پ ۲۹ / ۳ و ۸ و ۱۳ — پ ۳۰ / ۲۳

خَيْرَاتٌ۔ نیکیاں، بھلائیاں، خوبیاں، نیک عورتیں، اچھی عورتیں۔ خَيْرَةٌ کی جمع ہے، آیہ شریفہ فِيهِنَّ خَيْرَاتٌ حِسَانٌ

(اُن میں نیک عورتیں ہیں خوبصورت) ہیں بعض علماء کا قول ہے کہ خَیْرَاتٌ اصل میں خَیِّرَاتٌ ہے جس کی تخفیف کرلی گئی ہے کیونکہ خیر کا استعمال جب افعل التفضیل کے معنی میں ہو تو اس کی جمع نہیں آتی، خَیْرَاتٌ خَیْرَةٌ کی جمع ہے جس کے معنی اس عورت کے ہیں جو خیر کے ساتھ مخصوص ہو، پ ۲ پ ۴ پ ۱۱ پ ۱۷ پ ۱۷ پ ۱۸ پ ۲۲ پ ۲۷

خِیَرَةٌ۔ اختیار، خَارَ یَخِیْرُ کا مصدر ہے۔ پ ۲۰ پ ۲۲

خَیْطٌ۔ رشتہ، تاگا، دھاری، قرآن مجید میں خیط ابیض سے سپیدۂ صبح اور خیط اسود سے ظلمتِ شب مراد ہے، پ ۲

خِیْفَةً۔ خوف، ڈر، خَافَ یَخَافُ کا مصدر ہے۔ راغب لکھتے ہیں، خِیْفَةٌ اس حالت کا نام ہے جو انسان کو خوف کی حالت میں ہوتی ہے آیہ شریفہ وَیُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِکَةُ مِنْ خِیْفَتِهٖ (اور پڑھتی ہے گرج اس کی خوبیاں اور سب فرشتے اس کے ڈر سے) میں خیفہ کا استعمال بجائے خوف کے ہوا ہے جو اس امر پر تنبیہ ہے کہ خوف ہر وقت ان کے شامل حال ہے، ایک آن اُن سے جدا نہیں ہوتا۔ پ ۹ پ ۱۳ پ ۱۶ پ ۲۶

خِیْفَتِکُمْ۔ تمہارا ڈرنا، خِیْفَةِ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ، یہاں بھی خِیْفَةٌ کا استعمال خوف کے لئے ہوا ہے، پ ۲۱

خِیْفَتِهٖ۔ اس کا ڈر، اس کا خوف خِیْفَةِ مضاف ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ، پ ۱۳

خَیْلِ۔ گھوڑے، سوار، اصل میں خَیْل گھوڑوں کا نام ہے۔ مجازاً سواروں کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے، خُیُوْلٌ اور اَخْیَالٌ جمع، پ ۳ پ ۱۰ پ ۱۴ پ ۲۸

خَیْلِكَ۔ تیرے سوار، تیرے گھوڑے خَیْلِ مضاف كَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ۔ یہاں خیل سے سوار مراد ہیں۔ پ ۱۵

باب الدال المهملہ

فصل الالف

دَأَب : حال، عادت، رسم، دستور، اس عادتِ مستمرہ کا نام کہ جو ہمیشہ ایک حالت پر رہے دأب ہے یہ اصل میں دأب یدأب کا مصدر ہے جس کے معنی لگاتار کسی کام میں لگنے اور مشقت برداشت کرنے کے ہیں اور اسی سبب سے اس کا استعمال عادت اور طریقہ کے معنی میں ہوتا ہے۔ پ ۳ پ ۱۰/۲ پ ۱۳/۹

دَأَبًا : یہ بھی دَأَبَ یَدأَبُ کا مصدر ہے اور اس کے بھی وہی معنی ہیں پ ۱۲/۱۶

دَابِرَ : جڑ، بیخ، بنیاد، پچھاڑی، پیچھا دُبُوْرٌ سے جس کے معنی پشت پھیرنے کے ہیں، اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر، ہر ایک چیز کے آخر اور تابع کے معنی میں مستعمل ہے، راغب نے لکھا ہے کہ متأخر اور تابع کو "دابر" کہا جاتا ہے خواہ باعتبار مکان ہو یا باعتبار زمان یا باعتبار مرتبہ پ ۷/۱۱ پ ۸/۱۶ پ ۹/۱۵ پ ۱۴/۵

دَآبَّةٍ : جانور، چلنے والا، پاؤں دھرنے والا، رینگنے والا دَابٌّ اور دَوَابٌّ سے جس کے معنی رینگنے اور پاؤں چلنے کے ہیں، اسم فاعل کا صیغہ مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے مستعمل ہے، اس میں تا وحدت کی ہے دَوَابُّ جمع، اگرچہ عرف میں یہ لفظ گھوڑے کے لئے مخصوص ہے مگر سب جانوروں کے لئے استعمال ہوتا ہے اور قرآن مجید میں جو "دابۃ" کا لفظ آیا ہے تو اس میں ہر ایک حیوان داخل ہے آیۃ شریفہ وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَیْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا لَا یُوْقِنُوْنَ (اور جس وقت ان پر بات آن پڑیگی تو ہم ان کیلئے زمین سے ایک جانور نکالیں گے وہ ان سے باتیں کریگا کیونکہ لوگ ہماری نشانیوں پر یقین نہیں کرتے تھے) میں "دآبّہ" سے ایک خاص جانور مراد ہے، قیامت سے پہلے کوہِ صفا جو مکہ میں واقع ہے دفعتاً شق ہوگا اور اس سے ایک جانور نکلیگا جو لوگوں سے باتیں کرے گا کہ اب قیامت نزدیک ہے اور نشان لگا کر سچے ایمانداروں

اور جیسے سنگروں کو ایک دوسرے سے ممتاز کر دے گا یہ مضمون احادیث صحیحہ میں وارد ہے۔ پ ٣/٤، پ ٧/١٠، پ ١٢/١ و ٥، پ ١٣/١٢، پ ١٨/١٢، پ ٢٠/٣، پ ٢١/٢ و ١٠، پ ٢٢/٨ و ١٧، پ ٢٥/٣ و ١٠۔

دَاحِضَۃٌ: باطل گرنے والی، ڈگمگانے والی، دحض سے جس کے معنی پھسلنے، ٹھوکر کھانے اور ڈگمگانے کے ہیں اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث، پ ٢٥/٣۔

دَاخِرُوْنَ: ذلیل ہونیوالے، عاجزی کرنیوالے دخور سے جس کے معنی ذلیل و خوار ہونے کے ہیں اسم فاعل کا صیغہ، جمع مذکر بحالت رفع دَاخِرٌ واحد پ ١٤/١٢، پ ٢٤/٥۔

دَاخِرِیْنَ: ذلیل، خوار، دَاخِرٌ کی جمع بحالت نصب و جر، پ ٢٠/١١، پ ٢٤/١١۔

دَاخِلُوْنَ: داخل ہونے والے، دُخُوْلٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر بحالت رفع دَاخِلٌ واحد (ملاحظہ ہو دُخُوْلٌ) پ ٦/٨

دَاخِلِیْنَ: داخل ہونیوالے، دُخُوْلٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر بحالت نصب و جر، پ ٢٥/٢٠۔

دَارٌ: گھر، دِیَارٌ جمع، یہ لفظاً مؤنث ہے اور کبھی مذکر ہو کر بھی استعمال ہوتا ہے گھر، شہر، دنیا، سب کے لئے دار کا استعمال ہوتا ہے پ ١/١١، پ ٧/١٠، پ ٨/٢ و ٣، پ ٩/٧ و ١١، پ ١١/١٣، پ ١٣/٦ و ٩ و ١٢ و ١٤، پ ١٣/١٠، پ ٢٠/٧ و ١١ و ١٣، پ ٢١/٣ و ٢٠، پ ٢٣/١٦، پ ٣٠/١٣، پ ٢٢/١٠ و ١١ و ١٣، پ ٢٤/٤۔

دَارِکُمْ: تمہارا گھر، دَارِ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ، پ ١٢/٦۔

دَارِہٖ: اس کا گھر، دَارِ مضاف ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ پ ٢٠/١١۔

دَارِھِمْ: ان کا گھر، دَارِ مضاف ھِمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ پ ٨/١٢، پ ٩/١، پ ١٣/١٣، پ ٢٠/١٦۔

دَاعٍ: بلانے والا، پکارنے والا، دعا کرنے والا، دُعَاءٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر بحالت رفع و جر، (ملاحظہ ہو دُعَاءٌ) پ ٢/٧، پ ٢٧/٨۔

دَاعِیَ: بلانیوالا، پکارنے والا، دُعَاءٌ سے، اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر بحالت نصب پ ١٦/١٥، پ ٢٦/٤

دَاعِیًا، پ ٢٢/٣۔

دَافِعٍ: دفع کرنیوالا، ٹالنے والا، ہٹانے والا، دَفْعٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر غائب (ملاحظہ ہو دَفْعٌ) پ ٢٧/٨، پ ٢٩/٧۔

دَافِقٍ: اچھلنے والا، دَفْقٌ سے جس کے معنی اچھل کر بہنے کے ہیں اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر غائب، پ ٣٠/١١۔

دَامَتْ: وہ ٹھہری رہی (نصر، ضرب)، دَوَامٌ سے جس کے معنی ٹھہرے رہنے اور ایک حالت پر برقرار رہنے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب یا دامت

(جب تک رہے) افعالِ ناقصہ میں سے ہے، ۱۲/پ۹۔

دَامُوْا: وہ ٹھہرے رہے دَوَامٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب مَادَامُوْا (جب تک وہ رہیں) افعالِ ناقصہ میں سے ہے، پ۷۔

دَانٍ: جھکنے والا، نزدیک، دُنُوٌّ سے جس کے معنی قریب ہونے کے ہیں خواہ قرب ذاتی ہو یا قرب حکمی، اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر، ۲۷/۱۲۔

دَانِیَۃٌ: نزدیک، جھکنے والی، لٹکنے والی، دُنُوٌّ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث پ۲۸، ۲۹/۱۹،۵۔

دَاوٗدُ: داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام مشہور اور جلیل القدر رسول ہیں جن پر زبور نازل ہوئی تھی، داؤد عجمی نام ہے اور علمیت و عجمہ کی بنا پر غیر منصرف ہے آپ ذریتِ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہیں اور آپ کا شمار انبیاءِ بنی اسرائیل میں ہے حق تعالیٰ نے آپ کو دونوں نعمتوں سے سرفراز فرمایا تھا کہ نبی و رسول بھی تھے اور بادشاہ صاحبِ تاج و سریر بھی اسی لئے قرآنِ مجید میں آپ کو خلیفہ کہا گیا ہے اور یہ وہ لقب ہے کہ تمام انبیاء و مرسلین میں بجز آپ کے اور حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اور کسی کو قرآن نے اس لقب سے یاد نہیں کیا۔ صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا داؤد علیہ السلام پر قرأت اس قدر آسان کر دی گئی تھی کہ آپ اپنی سواریوں کو زین کسنے کا حکم دیتے اور سواریوں کے کسے جانے سے پہلے پڑھ کر فارغ ہو چکے تھے اور اپنے ہاتھ کے کسب سے کھاتے تھے[۱] قرأت سے مراد اس حدیث میں زبور کی تلاوت ہے اتنی جلدی زبور کا تمام کرنا حضرت داؤد علیہ السلام کا معجزہ تھا اور باوجودیکہ بادشاہ تھے مگر اپنے کسب و محنت سے کھاتے تھے نیز صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہایت پیارا روزہ اللہ کے نزدیک داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے کہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن نہ رکھتے تھے اور نہایت پیاری نماز اللہ کے نزدیک حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز ہے کہ آدھی رات تک تو وہ سوتے تھے اور تہائی رات تہجد کی نماز پڑھتے تھے اور جب چھٹا حصہ رات کا باقی رہتا تھا تو پھر سو رہتے تھے[۲] اور صحیحین میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوموسیٰ تجھ کو داؤد علیہ السلام کی

۱؎ صحیح البخاری کتاب الانبیاء، باب قول اللہ وآتینا داؤد زبورا۔ ۲؎ صحیح بخاری کتاب الانبیاء، باب احب الصلوٰۃ الی اللہ صلوٰۃ داؤد۔

بانسریوں میں سے ایک بانسری دی گئی ہے۔[1] حضرت
ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نہایت خوش آواز تھے، آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات سفر میں ان کو قرآن پڑھتے
سنا، دوسرے روز یہ حدیث بیان فرمائی یعنی تیری آواز
ایسی دلکش ہے گویا تیرا گلا بانسری ہے اور تیری آواز میں
لحنِ داؤدی کا اثر ہے۔

واضح رہے کہ توراۃ اور اسرائیلی روایات میں حضرت
داؤد علیہ السلام اور اوریا کی بیوی کا جو افسانہ مذکور
ہے اور جس کو غلطی سے بعض غیر محتاط مفسرین نے بھی
سورۂ ص کی تفسیر میں حضرت داؤد علیہ السلام کے ذکر میں
نقل کر ڈالا ہے محض کذب و افترا ہے، علامہ داؤدی
نے صاف طور پر تصریح کی ہے:-

لیس فی قصۃ داؤد   داؤد اور اوریا کے قصہ میں
واوریا خبر یثبت[2]   کوئی روایت ثابت نہیں۔

اور قاضی عیاض فرماتے ہیں:-

اما قصۃ داؤد علیہ   لیکن داؤد علیہ السلام کا قصہ سو
السلام فلا یجب ان   ضروری نہیں کہ جو کچھ اخباریوں نے
یلتفت الی ما سطرہ   اہلِ کتاب سے جنہوں نے تبدیل
الاخباریون عن اھل   اور تحریف کر ڈالی ہے تحریر کیا ہے
الکتاب الذین بدلوا   اور بعض مفسرین نے اس کو نقل
وغیروا ونقل بعض   کر ڈالا ہے، اس کی طرف التفات
المفسرین ولم ینص   کیا جائے حالانکہ نہ اللہ تعالیٰ نے
اللہ علی شیئ من   اس بارے میں کچھ بتایا ہے
ذلک ولا ورد فی   اور نہ حدیثِ صحیح میں کچھ
حدیث صحیح[3]   آیا ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی پیغمبرانہ سیرت اور فضائل و
خصائص کا مفصل تذکرہ قرآنِ مجید میں جابجا اپنے موقع
پر تفصیل سے مذکور ہے۔

پ ۲/۱۷، پ ۶/۱۳و۱۵، پ ۷/۱۶، پ ۱۵/۹، پ ۱۷/۹، پ ۱۹/۱۷، پ ۲۲/۸، پ ۲۳/۱۱و۱۲۔

دَآئِبَیْنِ: پھرنے والے، ایک دستور پر چلنے والے
دَأْبٌ اور دُؤُوْبٌ سے اسمِ فاعل کا صیغہ تثنیہ مذکر،
(ملاحظہ ہو دَأْبٌ) پ ۱۳/۱۷۔

دَآئِرَۃٌ: گردش، مصیبت، دَوْرٌ سے جس کے
معنی پھرنے کے ہیں، اسمِ فاعل کا صیغہ واحد مؤنث۔
"دائرہ" خطِ محیط کو کہتے ہیں اور اسی مناسبت سے
اس کا استعمال گردش، مصیبت اور چکر کے متعلق ہوتا
ہے، پ ۶/۱۲، پ ۱۱/۱، پ ۲۶/۹۔

دَآئِمٌ: ہمیشہ، جاوید، دَوَامٌ سے اسمِ فاعل کا صیغہ
واحد مذکر (ملاحظہ ہو دَامَتْ) پ ۱۲/۱۱۔

دَآئِمُوْنَ: قائم، ہمیشہ رہنے والے، دائم کی جمع

[1] مشکوٰۃ باب جامع المناقب۔ [2و3] الشفاء فی تعریف حقوق المصطفےٰ، ص ۲۸۸ (طبع صدیقی بریلی ۱۲۸۶ھ)

دَآئِمٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر سالم ، ۲۹/۲ ۔

فصل الباء الموحدة

دُبُرٌ : پشت ، پیٹھ ، پیچھا ، پاخانہ کا مقام اَدْبَارٌ

جمع ، ۱۲/۱۲ ، ۲۷/۳ ۔

دُبُرَهٗ : اس کی پیٹھ ، اس کی پشت ، دُبُرٌ مضاف

ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ ، ۹/۱۶ ۔

فصل الحاء المهملة

دُحُوْرًا : بھگانا ، ہانکنا ، دھتکارنا ، دور کرنا دَحَرَ

یَدْحَرُ کا مصدر ہے ، ۲۳/۵ ۔

دَحٰهَا : اس کو ہموار کیا ، اس کو بچھایا (نَصَرَ)

دَحْیٌ دَحْوٌ سے جس کے معنی بچھانے اور ہموار کرنے

کے ہیں ، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ھا ضمیر واحد

مؤنث غائب ، ۳۰/۴ ۔

فصل الخاء المعجمة

دُخَانٌ : دھواں ، اَدْخِنَةٌ جمع ، آیہ شریفہ

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ (سو

تو راہ دیکھ اس دن کی کہ آسمان کھلم کھلا دھواں لائیگا)

میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے

کہ دھواں عہد نبوی میں ظاہر ہو چکا ہے اور حضرت

علی رضی اللہ عنہ اور بعض دیگر صحابہ سے مروی ہے کہ ابھی

وہ دھواں ظاہر نہیں ہوا بلکہ قیامت کے قریب ظاہر

ہوگا[۱] حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے قول اول کو

اختیار فرمایا ہے چنانچہ فتح الرحمٰن میں رقمطراز ہیں :-

"مترجم گوید ایں وعدہ متحقق شد خدائے تعالیٰ در

قریش قحط انداخت تا آنکہ شدت جوع یا از کثرت ابخرہ

بود دود محسوس شد و ایشاں بخدائے تعالیٰ رجوع کردند خدائے تعالیٰ

قحط را دور فرمود باز بکفر اصرار کردند خدائے تعالیٰ روز بدر را از ایشاں

انتقام کشید کہ بعضے کس را زر و سائے ایشاں کشت

و بعضے کس را اسیر ساخت واللہ اعلم[۲]

اور ان کے صاحبزادے شاہ عبد القادر صاحب نے

دوسرے قول کو لیا ہے چنانچہ موضح القرآن میں فرماتے ہیں :-

"اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دھوئیں کا مذکور

ہے کہ اس وقت سمجھنا کام نہیں آتا ، قیامت میں دھواں

گھیر لے گا نیک آدمی کو زکام سا ہوگا اور بد کو سر میں چڑھے

گا ، بیہوش ہو کر گر پڑے گا ۔" ۲۴/۱۶ ۲۵/۱۴ ۔

دَخَلَ : وہ اندر آیا ، وہ داخل ہوا دُخُوْلٌ سے ماضی کا

صیغہ واحد مذکر غائب (ملاحظہ ہو اُدْخُلْ) ۳/۱۲ ، ۱۲/۱۵

---

[۱] تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو فتح الباری ج ۸ ص ۴۴۴ تفسیر حم الدخان ۔

[۲] فتح الرحمٰن ، ص ۲۵۹ (طبع فاروقی دہلی)

۱۴/۱۵ ، ۵/۳۰ ، ۱۰/۲۹ ۔

دَخَلًا : بہانہ، دغا، فساد، دراندازی، دَخِلَ يَدْخَلُ کا مصدر ہے اصل میں اس ملاوٹ کو جو فساد کے لئے ہو دَخَلْ کہتے ہیں اسی لئے قتادہ نے اس کی تفسیر خیانت سے کی ہے جیسا کہ ابن ابی حاتم نے ان سے روایت کیا ہے[1] اور امام بخاری فرماتے ہیں کل شیئ لم یصح فھو داخل[2] (جو چیز درست نہ ہو وہ داخل ہے) ۱۴/۱۹ ۔

دَخَلَتْ : وہ داخل ہوئی، دُخُولٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب، ۱۱/۸ ۔

دَخَلْتَ : تو داخل ہوا، دُخُولٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر، ۱۴/۱۵ ۔

دُخِلَتْ : وہ داخل کی گئی، وہ آگھسی، دُخُولٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مؤنث غائب ۱۸/۲۱ ۔

دَخَلْتُمْ : تم داخل ہوئے، تم نے صحبت کی، دُخُولٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر، دُخُولٌ کبھی جماع کا کنایہ بھی ہوتا ہے۔ ۵/۴ ، ۱۴/۱۵ ۔

دَخَلْتُمُوْهُ : تم اس میں گھس پڑے تم اس میں داخل ہو گئے، اس میں واو اشباع کا ہے اور ہ ضمیر واحد مذکر غائب ہے۔ ۸/۶ ۔

دَخَلُوْا : وہ داخل ہوئے، وہ چلے آئے دُخُولٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ ۱۲/۶ ، ۱۳/۲،۳،۴،۵،۹ ، ۱۴/۴ ، ۱۸/۱۹ ، ۱۱/۲۳ ، ۱۹/۲۶ ۔

دَخَلُوْهُ : وہ اس میں داخل ہوئے، وہ اس میں گھسے، اس میں ہ ضمیر واحد مذکر غائب ہے۔ ۱/۱۵ ۔

دَخَلَهٗ : وہ اس میں داخل ہوا، وہ اس کے اندر آیا، دَخَلَ دُخُولٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، ہ ضمیر واحد مذکر غائب، ۱/۴ ۔

فصل الراء المهملة

دِرَاسَتِهِمْ : ان کا پڑھنا پڑھانا، ان کی تلاوت دِرَاسَةٌ دَرَسَ يَدْرُسُ کا مصدر ہے جس کے معنی پڑھنے پڑھانے کے ہیں، مضاف ہے ہِمْ ضمیر جمع مذکر غائب، مضاف الیہ، ۲/۸ ۔

دَرَاهِمَ : پاؤلیاں، دِرْهَمٌ کی جمع، شاہ عبدالقادر صاحب فرماتے ہیں درہم قریب ہے پاؤلی کے، ۱۲/۱۲ ۔

دَرَجٰتٌ : درجے، دَرَجَةٌ کی جمع، ۲/۳ ، ۱۰/۴ ، ۸/۵ ، ۱۶/۶ ، ۲/۳ ، ۱۵/۹ ، ۳/۱۳ ، ۲/۱۵ ، ۱۲/۱۶ ، ۷/۲۴ ، ۶/۲۵ ، ۲/۲۶ ، ۲/۲۸ ۔

دَرَجَةٌ : درجہ، مرتبہ، بلندی کے اعتبار سے جو مرتبہ ہوتا ہے اس کو درجہ بولتے ہیں ۱۲/۲ ، ۲/۵ ، ۹/۱۰ ، ۱۷/۲۷ ۔

دَرَسْتَ : تو نے پڑھا، دَرْسٌ اور دِرَاسَةٌ

---

[1] فتح الباری ، ج ۸ ، ص ۲۹۲

[2] صحیح بخاری تفسیر سورۂ نحل

سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر، پ ۷/۱۹۔

دَرَسُوْا: انھوں نے پڑھا، دَرْسٌ اور دِرَاسَۃٌ سے، ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب، پ ۹/۱۱۔

دَرْكِ: طبقہ، درجہ، اصل میں "درک" مثل درجہ کے ہے لیکن فرق یہ ہے کہ اونچے طبقہ کے لئے دَرَجَۃٌ اور نیچے طبقہ کے لئے دَرْکٌ بولا جاتا ہے نیز سمندر کے انتہائی قعر کو بھی دَرْکٌ کہتے ہیں دَرَکَات جمع، پ ۵/۱۸۔

دَرَكًا: پالینا، آپکڑنا، دَرَکٌ کا استعمال دو معنی میں ہوتا ہے ایک تو اس رسّی کیلئے جس کے ساتھ دوسری رسی اس غرض سے ملادی جاتی ہے کہ وہ پانی تک پہنچ جائے، دوسرے نسان کو جو کچھ خرابی کا نتیجہ پہنچے اس کو دَرَکٌ کہتے ہیں یہاں دوسرے معنی مراد ہیں، پ ۱۶/۱۲۔

دُرِّیٌّ: درخشندہ، چمکتا ہوا، اس میں ی نسبت کی ہے دُرٌّ کی طرف منسوب ہے جس کے معنی موتی کے ہیں یعنی موتی کی طرح چمکدار، پ ۱۸/۱۱۔

فصل السین المہملۃ

دُسُرٍ: کیلیں، میخیں، دِسَارٌ کی جمع، پ ۲۷/۸۔

دَسّٰهَا: اس کو خاک میں ملایا، اس کو گاڑ دیا۔ دَسٌّ تَدْسِیَۃٌ سے جس کے معنی چھپانے اور گمنام کرنے کے ہیں، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، ھا ضمیر واحد مؤنث غائب، پ ۳۰/۱۶۔

فصل العین المہملۃ

دَعْ: تو چھوڑ دے، وَدْعٌ سے جس کے معنی چھوڑنے کے ہیں امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر، پ ۲۲/۳۔

دَعًّا: دھکیلنا، دھکے دینا، دَعَّ یَدُعُّ کا مصدر ہے، پ ۲۷/۳۔

دُعَاءٌ: پکار، دعا، بلانا، پکارنا، مانگنا، سوال کرنا دَعَا یَدْعُوْا کا مصدر ہے دعا اور ندا ہم معنی ہیں مگر ندا کبھی بغیر نام لئے بھی یا اور ایا کے ساتھ ہوتی ہے اور دعا میں نام لیا جاتا ہے جیسے یا فلاں اور کبھی دعا کا استعمال ندا کی جگہ اور ندا کا استعمال دعا کی جگہ بھی ہوتا ہے ارشاد ہے كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّ نِدَآءً (جیسے مثال ایک شخص کی کہ چلاتا ہے ایک چیز کو جو سنتی نہیں مگر پکارنا اور چلانا) اور کبھی دعا کا استعمال تسمیہ یعنی نام رکھنے اور نام لینے کے معنی میں بھی ہوتا ہے جیسے لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (مت ٹھہراؤ رسول کا نام لینا آپس میں جسطرح کہ ایکدوسرے کا نام لیتے ہو) لوگ یا محمد یا محمد کہتے تھے، اس آیت میں آپ کی تعظیم

کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، اَدْعِیَۃٌ جمع، پ ۲/۵، پ ۳/۱۲، پ ۱۳/۱۸، ۱۸،
پ ۱۶/۶، پ ۱۷/۴، پ ۱۸/۵، پ ۲۰/۲، پ ۲۱/۸، پ ۲۴/۱، پ ۲۵/۱۔

دَعَا: اس نے پکارا، اس نے دعا کی، اس نے مانگا، اس نے بلایا دُعَاءٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب پ ۱۳/۱۲، پ ۲۳/۱۵، پ ۲۴/۱۹، پ ۲۵/۱۴، پ ۲۷/۸۔

دَعَاکُمْ: اس نے تم کو پکارا، اس نے تم کو بلایا۔ اس میں کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر ہے، پ ۹/۱۷، پ ۲۱/۹۔

دَعَانِ: اس نے مجھ کو پکارا، اس نے مجھ سے دعا کی، اس میں نونِ وقایہ ہے اور ی ضمیر واحد متکلم محذوف ہے، پ ۲/۷۔

دَعَانَا: اس نے ہم کو پکارا، اس نے ہم سے دعا کی، اس میں نا ضمیر جمع متکلم ہے، پ ۱۱/۷، پ ۲۴/۲۔

دَعَاہُ: اس نے اس کو پکارا، اس نے اس سے دعا کی، اس میں ہُ ضمیر واحد مذکر غائب ہے، پ ۳۰/۱۔

دُعَآءَكَ: تجھ سے دعا کرنا، تجھ کو پکارنا، تیری دعا، تیری پکار، دُعَاءِ مضاف کَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ، پ ۱۶/۴۔

دُعَاؤُكُمْ، دُعَآءَكُمْ: تمہاری التجا، تمہاری پکار، تمہارا پکارنا، دُعَآءُ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ، پ ۱۹/۴، پ ۲۴/۱۴۔

دُعَآءَہٗ: اس کا دعا کرنا، اس کا مانگنا، دُعَآءَ مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ، پ ۱۵/۲۔

دُعَآئِهِمْ: ان کا دعا کرنا، ان کی پکار، دُعَآءِ مضاف هِمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ، پ ۲۶/۱۔

دُعَآءِیْ: میری پکار، میرا بلانا، دُعَآءِ مضاف ی ضمیر واحد متکلم، مضاف الیہ، پ ۲۹/۹۔

دَعَوْا: انہوں نے پکارا، انہوں نے دعویٰ کیا، دُعَآءٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب، دَعَوْا اصل میں دَعَوُوْا تھا، واؤ متحرک ما قبل اس کا مفتوح اس لئے واؤ کو الف سے بدلا، اب الف اور واؤ دو ساکن جمع ہوگئے اس لئے الف حذف ہوگیا اور دَعَوْا رہ گیا، پ ۱۵/۱۹، پ ۱۶/۹، پ ۱۸/۱۲، پ ۲۰/۱۰، پ ۲۱/۷۔

دَعَوَا: ان دونوں نے پکارا، ان دونوں نے دعا کی، دُعَآءٌ سے ماضی کا صیغہ تثنیہ مذکر غائب، پ ۹/۱۴۔

دَعَوْا: انہوں نے پکارا، انہوں نے دعا کی، دُعَآءٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب، پ ۱۱/۸، پ ۲۱/۳ و ۱۳۔

دُعُوْا: انہیں بلایا گیا، انہیں پکارا گیا، وہ بلائے گئے، وہ پکارے گئے، دُعَآءٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب، پ ۳/۷، پ ۱۸/۱۲ و ۱۳۔

دَعَوْتُ: میں نے بلایا، میں نے دعوت دی، دُعَآءٌ سے ماضی کا صیغہ واحد متکلم، پ ۲۹/۹۔

دَعْوَتَكَ: تیری پکار یا بلاوا، تیرا پکارنا، دَعْوَۃَ مضاف کَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ (ملاحظہ ہو دَعْوَۃٌ) پ ۳/۹

دَعَوْتُكُمْ: میں نے تم کو بلایا، میں نے تم کو پکارا، دَعَوْتُ صیغہ ماضی، اس میں کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر ہے، پ ۱۳/۱۶ ۔

دَعْوَتُكُمَا: تم دونوں کی دعا، دَعْوَةٌ مضاف کُمَا ضمیر تثنیہ مذکر حاضر مضاف الیہ، پ ۱۱/۱۴ ۔

دَعَوْتُمُوْهُمْ: تم نے ان کو پکارا، تم نے ان کو دعوت دی دَعَوْتُمْ، دُعَاءٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر، واؤ اشباع کا اور هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے، پ ۹/۱۴ ۔

دَعَوْتُهُمْ: میں نے ان کو بلایا، میں نے انکو پکارا، دَعَوْتُ صیغہ ماضی هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب، پ ۲۹/۹ ۔

دَعْوَةٌ: دعا، پکارا، پکارنا، بلاوا، دَعَا يَدْعُوْ کا مصدر ہے جس طرح قَعْدَةٌ جَلْسَةٌ بیٹھک کے لئے آتے ہیں اسی طرح یہ بھی اصل میں حالتِ دعا کو بتاتا ہے پ ۲ پ ۱۳ پ ۸ پ ۲۴ ۔

دَعَوْهُمْ: انہوں نے ان کو بلایا، انہوں نے ان کو پکارا، دَعَوْا دُعَاءٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔

دَعْوٰىهُمْ: ان کی دعا، ان کا پکارنا، دَعْوٰى دَعَا يَدْعُوْ کا مصدر اور مضاف ہے هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ، پ ۸ پ ۱۱ پ ۱۷ ۔

دُعِيَ: وہ پکارا گیا، دُعَاءٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب، پ ۲۴ ۔

دُعِيْتُمْ: تم بلائے گئے، تم پکار لئے گئے دُعَاءٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر حاضر، پ ۲۲ ۔

فصل الفاء

دِفْءٌ: جاڑے کی پوشاک گرمی کا اسباب، جڑاول اَدْفَاءٌ جمع پ ۱۴ ۔

دَفْعٌ: دور کرنا، دفع کرنا، ہٹانا دَفَعَ يَدْفَعُ کا مصدر ہے جب اس کا تعدیہ بذریعہ الیٰ ہوتا ہے تو اس کے معنی دینے اور حوالہ کرنے کے آتے ہیں جیسے فَادْفَعُوْا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ (پس ان کو ان کے مال حوالہ کرو) اور جب عَنْ کے ذریعہ ہوتا ہے تو اس کے معنی دفع کرنے، ہٹانے اور حمایت کرنے کے آتے ہیں جیسے وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ (اور اگر دفع نہ کرتا اللہ لوگوں کو ایک کو ایک سے) پ ۲ پ ۱۷/۱۳ ۔

دَفَعْتُمْ: تم نے حوالہ کیا، تم نے دے دیا، دَفْعٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر، یہاں اس کا تعدیہ الیٰ کے ذریعہ ہوا ہے، پ ۴/۱۲ ۔

فصل الکاف

دَكًّا: ریزہ ریزہ کرنا، ڈھا کر برابر کرنا، کوٹ کر ہموار کرنا

دَکَّ یَدُکُّ کا مصدر ہے اصل میں دَکٌّ نرم اور ہموار زمین کو کہتے ہیں اور چونکہ نرم اور ہموار زمین ریزہ ریزہ ہوتی ہے اس لئے اسی مناسبت سے اس کے مصدر کے معنی مقرر ہوئے، پ ۹، ۳۰/۱۴ -

دَکَّآءَ: ہموار، برابر دَکَّاوَاتٌ جمع، پ ۱۶/۲ -

دُکَّتْ: وہ توڑ دی گئی، وہ ریزہ ریزہ کی گئی دَکٌّ سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مؤنث غائب، پ ۳۰/۱۴ -

دُکَّتَا: وہ دونوں توڑ دی گئیں، وہ دونوں ریزہ ریزہ کی گئیں دَکٌّ سے ماضی مجہول کا صیغہ تثنیہ مؤنث غائب ۲۹/۵ -

دَکًّا: توڑنا، ریزہ ریزہ کرنا، ڈھا کر ہموار کرنا، دَکَّ یَدُکُّ کا مصدر ہے، ۲۹/۵ -

فصل اللام

دُلُوْکِ: سورج کا ڈھلنا، سورج کا غروب ہونا، امام بغوی لکھتے ہیں :-

" دلوک کے بارے میں اختلاف ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا " دلوک " کے معنی غروب کے ہیں، ابراہیم نخعی، مقاتل بن حیان، ضحاک اور سدی کا بھی یہی قول ہے اور عبداللہ بن عباس، ابن عمر اور جابر رضی اللہ عنہم زوال آفتاب کے معنی بتاتے ہیں اور یہی عطاء، قتادہ، مجاہد اور اکثر تابعین کا قول ہے اور لفظ کے معنی دونوں کو جامع ہیں کیونکہ اصل میں دلوک مائل ہونے یعنی جھکنے کو کہتے ہیں اور آفتاب زوال کے وقت بھی جھکتا ہے اور غروب کے وقت بھی اور زوال پر اس کو حمل کرنا دونوں قولوں میں زیادہ اولیٰ ہے کیونکہ اس کے قائلین زیادہ ہیں نیز جب ہم اس کو زوال پر محمول کریں گے تو آیت نماز کے تمام اوقات کی جامع ہوگی، پس " دُلُوْکِ الشَّمْسِ " ظہر اور عصر کو شامل ہے اور " اِلٰی غَسَقِ الَّیْلِ " مغرب عشاء کو متناول ہے اور " قُرْاٰنَ الْفَجْرِ " نماز صبح ہے۔"[1] پ ۱۵/۹

دَلْوَہٗ: اس کا ڈول، دَلْوٌ بمعنی ڈول مضاف ہے، ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ، پ ۱۲/۱۲ -

دَلَّہُمْ: اس نے ان کو جتایا، اس نے ان کو خبردار کیا (نصر) دَلٌّ دَلَالَۃٌ سے جس کے معنی راہ بتلانے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، ہُمْ ضمیر جمع مذکر غائب، پ ۲۲/۸

دَلِیْلًا: نشانی، رہنما، راہ بتلانے والا دَلَالَۃٌ سے، بروزن فَعِیْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ بمعنی فاعل ہے اَدِلَّۃٌ جمع، پ ۱۹/۲

دَلّٰہُمَا: ان دونوں کو ڈھلا لیا، ان دونوں کو نیچے ڈال دیا، ان دونوں کو کھینچ لیا، دَلّٰی تَدْلِیَۃٌ سے جس کے

[1] معالم التنزیل ، ج ۴ ، ص ۱۳۱ (طبع مصر بر حاشیہ خازن)

معنی کسی کو حیلہ سے کام میں لگا دینے کے ہیں، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، تَدْلِیَۃٌ ادلاء الدلو سے لیا گیا ہے جس کے معنی ڈول ڈالنے کے ہیں اور اسی مناسبت سے نیچے ڈال دینے اور کھینچ لینے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے، ۹/۸ ۔

فصل المیم

دَمٌ : لہو، خون، اصل میں دَمْیٌ تھا اور بعض دَمْوٌ بتاتے ہیں، لام کلمہ محذوف ہے اور کبھی اس کو میم سے بدل کر میم کا میم میں ادغام کر دیتے ہیں جیسے دَمٌ ۲/۵، ۶/۵، ۹/۶، ۱۳/۱۲، ۱۴/۱۵ و ۲۱ ۔

دَمًا : ۸/۵ ۔

دِمَآءَ : لہو، خون، دَمٌ کی جمع ۱/۲ ۔

دِمَآءَكُمْ : تمہارے لہو، تمہارے خون دِمَآءَ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ، ۱/۱ ۔

دِمَآؤُهَا : اس کے خون، ان کے لہو، دِمَآءُ مضاف هَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ، هَا کی ضمیر جمع کے لئے استعمال ہوتی ہے، ۱۷/۱۲ ۔

دُمْتُ : میں ٹھہرا رہا، دَوَامٌ سے ماضی کا صیغہ واحد متکلم، مَا دُمْتُ (جب تک میں رہا) افعالِ ناقصہ میں سے ہے (ملاحظہ ہو دَامَتْ) ۶/۷، ۱۶/۵ ۔

دُمْتَ : تو ٹھہرا رہا، دَوَامٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر مَا دُمْتَ (جب تک تو رہا) افعالِ ناقصہ میں سے ہے، ۳/۱۶ ۔

دُمْتُمْ : تم ٹھہرے رہے، دَوَامٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر، مَا دُمْتُمْ (جب تک تم رہے) افعالِ ناقصہ میں سے ہے۔ ۷/۲ ۔

دَمْدَمَ : اس نے الٹ مارا، اس نے تباہی لا ڈالی، اس نے ہلاکت ڈال دی، اس نے غصہ کیا دَمْدَمَۃٌ سے جس کے معنی ہلاک کرنا اور غصہ ہونے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، ۳۰/۱۹ ۔

دَمَّرَ : اس نے اکھیڑ مارا، اس نے ہلاکت ڈال دی تَدْمِیْرٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب (ملاحظہ ہو تَدْمِیْرًا) ۲۶/۵ ۔

دَمَّرْنَا : ہم نے خراب کر دیا، ہم نے ہلاک کر دیا، ہم نے اکھیڑ مارا، تَدْمِیْرٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم ۹/۲، ۱۹/۱۳، ۲۳/۸ ۔

دَمَّرْنَاهَا : ہم نے اس کو اکھیڑ مارا، ہم نے اس کو تباہ کر کے چھوڑ دیا، اس میں هَا ضمیر واحد مؤنث غائب ہے، ۱۵/۲ ۔

دَمَّرْنٰهُمْ : ہم نے ان کو اکھیڑ مارا، ہم نے انکو ہلاک کر دیا اس میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے، ۱۹/۲ و ۱۹ ۔

دَمْعٌ: اشک، آنسو، دُمُوْعٌ اور اَدْمُعٌ جمع، پ ۷/ ۱۱۔

فصل النون

دَنٰی: وہ نزدیک ہوا، وہ قریب ہوا (نصر) دُنُوٌّ سے، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب (ملاحظہ ہو دَانٍ) پ ۲۷/ ۵۔

دُنْیَا: عالم، دنیا، بہت نزدیک، بہت ذلیل، دَانِیَۃٌ اور دَنِیَّۃٌ کا اسم تفضیل ہے، اول صورت میں اس کے معنی بہت قریب اور بہت نزدیک کے اور دوسری صورت میں بہت ذلیل اور بہت حقیر کے ہیں، اس کی جمع دُنًی ہے جیسے کُبْرٰی کی جمع کُبَرٌ اور صُغْرٰی کی جمع صُغَرٌ۔ جب دنیا کا استعمال آخرۃ کے مقابلہ میں ہوتا ہے تو اس کے معنی اول اور پہلے کے آتے ہیں اور جب قُصْوٰی کے مقابل ہوتا ہے تو زیادہ قریب کے آتے ہیں پ ۱/ ۹، ۱۳، ۱۴ پ ۲/ ۹، ۱۱
پ ۳/ ۱۰، ۱۱، ۱۳، ۱۴ پ ۴/ ۳، ۶، ۹، ۱۰ پ ۵/ ۷، ۸، ۱۰، ۱۱، ۱۲ پ ۶/ ۹، ۱۰ پ ۷/ ۹، ۱۰، ۱۲ پ ۸/ ۱۱، ۱۲، ۱۳
پ ۹/ ۹ اور ۵ پ ۱۰/ ۱، ۱۲، ۱۳، ۱۵، ۱۶، ۱۷ پ ۱۱/ ۶، ۹، ۱۲، ۱۴، ۱۵ پ ۱۲/ ۲، ۵
پ ۱۳/ ۵، ۹، ۱۱، ۱۳، ۱۶ پ ۱۴/ ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۲۰، ۲۲ پ ۱۵/ ۱۶، ۱۸ پ ۱۶/ ۱۳، ۱۴ پ ۱۷/ ۸، ۹
پ ۱۸/ ۲، ۸، ۹، ۱۰ پ ۲۰/ ۷، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۵ پ ۲۱/ ۳، ۶، ۱۱، ۱۳، ۲۰ پ ۲۲/ ۳، ۴ پ ۲۳/ ۵، ۶، ۱۶
پ ۲۴/ ۱، ۱۱، ۱۶، ۱۸ پ ۲۵/ ۴، ۵، ۹، ۱۹، ۲۰ پ ۲۶/ ۲، ۸ پ ۲۷/ ۶، ۱۹ پ ۲۸/ ۴ پ ۲۹/ ۱ پ ۳۰/ ۲، ۳۔

فصل الواو

دَوَآبُّ: چلنے والے، جانور، چارپائے، کیڑے، دَآبَّۃٌ کی جمع (ملاحظہ ہو دَآبَّۃٌ) پ ۹/ ۱۴ پ ۱۰/ ۳ پ ۱۴/ ۹ پ ۲۲/ ۱۶۔

دَوَآئِرُ: گردشیں، مصائب، دَآئِرَۃٌ کی جمع (ملاحظہ ہو دَآئِرَۃٌ) پ ۱۱/ ۲۔

دُوْلَۃً: دست گرداں، جو چیز گردش کرتی ہے، کبھی اس کے پاس اور کبھی اس کے پاس، اس کا نام "دولت" ہے، پ ۲۸/ ۴۔

دُوْنَ: ورے، سوائے، غیر، جو کسی سے نیچے ہو دُوْنَ کہلاتا ہے، بعض کا قول ہے کہ یہ دُنُوٌّ کا مقلوب ہے جس کے معنی نزدیک کے ہیں، امام سیوطی لکھتے ہیں:۔ "دُوْنَ ظرف ہو کر استعمال ہوتا ہے فوق کی نقیض ہے اور مذہب مشہور پر معرب نہیں ہوتا اور بعض کہتے ہیں کہ معرب ہوتا ہے چنانچہ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِکَ دونوں طرح پڑھا گیا ہے، پیش کے ساتھ بھی اور زبر کے ساتھ بھی اور اسم بھی واقع ہوتا ہے بمعنی غیر کے جیسے اِتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِہٖ اٰلِھَۃً (اور لوگوں نے پکڑے ہیں اس کے سوائے معبود) کہ دُوْنِہٖ بمعنی غیرہ یعنی اس کے سوا کے ہے، زمخشری نے کہا ہے کہ غیرہ کے معنی کسی چیز کے ورے کے ہیں اور حالت کا فرق بتانے کے لئے بھی اس کا استعمال ہوتا ہے جیسے زید دون عمرو (زید عمرو سے نیچے ہے) یعنی شرافت اور علم میں اس سے

پہنچے ہے اور اس کے معنی ہیں وسعت سے کام لے کر اس کا استعمال حد سے بڑھنے کے لئے بھی کیا جاتا ہے جیسے أَوْلِيَاءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ (رفیق مسلمانوں کو چھوڑ کر) یعنی مسلمانوں کی رفاقت سے کافروں کی رفاقت کی طرف تجاوز نہ کرو۔[1]

۱/۳،۱۱،۱۳ ۲/۴ ۳/۱۱،۱۵،۱۶ ۵/۴،۱۵،۱۷،۱۸ ۶/۴،۱۴ ۷/۶،۲۱،۲۲

۷/۱۴،۱۵،۱۹ ۸/۳،۱۱،۱۷ ۹/۱۱،۱۴ ۱۰/۸،۱۱ ۱۱/۳،۷،۹،۱۲،۱۶

۱۲/۲،۹،۱۰ ۱۴/۸،۱۶ ۱۵/۱۷ ۱۶/۶،۸ ۱۷/۵،۶،۷،۹،۱۶،۱۷ ۱۸/۴،۱۷

۱۹/۳،۹،۱۷،۱۸،۱۹ ۲۰/۱۱،۱۴،۱۶ ۲۱/۱۵،۱۸ ۲۲/۳،۹،۱۷ ۲۳/۴،۶،۷

۲۴/۱،۲،۱۲،۱۳ ۲۵/۵،۶،۱۰،۱۷ ۲۶/۱،۶،۱۲ ۲۷/۴،۷ ۲۸/۷،۱۱ ۲۹/۲،۱۲،۱۱۔

دُوْنِكَ: تیرے سوا، تیرے بغیر، دُوْنِ مضاف كَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ ۱۴/۱۸ ، ۱۵/۷ ۔

دُوْنِكُمْ: تمہارے سوائے، تمہارے غیر، دُوْنِ مضاف كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ ۴/۳ ۔

دُوْنِنَا: ہمارے سوائے، ہمارے غیر، دُوْنِ مضاف نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ ۱۷/۷ ۔

دُوْنِهٖ: اس کے سوائے، اس کے غیر، اس کے ورے، دُوْنِ مضاف ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ ۵/۱۵ ، ۷/۱۲

۸/۸ ۹/۱۴ ۱۲/۵،۱۵ ۱۳/۸ ۱۴/۱۱ ۱۵/۶،۱۴،۱۶،۲۰ ۱۷/۲،۱۵ ۱۸/۱۶

۲۰/۱۶ ۲۱/۱،۲،۱۴ ۲۲/۱۴ ۲۳/۱،۵،۱۷ ۲۴/۱،۲،۷ ۲۵/۲،۱۳ ۲۶/۴ ۲۹/۱۲ ۔

دُوْنِهَا: اس کے ورے، دُوْنِ مضاف هَا ضمیر واحد مؤنث

غائب مضاف الیہ ۱۶/۲ ۔

دُوْنِهِمْ: ان کے سوائے، ان کے ورے۔ دُوْنِ مضاف هِمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ ۱۰/۴ ، ۱۶/۵ ، ۳۰/۶ ، ۲۲/۱۱ ۔

دُوْنِهِمَا: ان دونوں کے ورے، ان دو کے سوائے دُوْنِ مضاف هِمَا ضمیر تثنیہ مذکر غائب مضاف الیہ، ۱۶/۲ ، ۲۷/۱۳ ۔

دُوْنِیْ: میرے سوا، میرے علاوہ، میرا غیر دُوْنِ مضاف ی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ، ۱۵/۱،۱۹ ، ۱۶/۳ ۔

فصل الهاء

دِهَاقًا: بھرا ہوا، چھلکتا ہوا، دَهْقٌ سے جس کے معنی لبالب بھر ہونے اور چھلکنے کے ہیں اسم صفت ہے، ۳۰/۲ ۔

دِهَانِ: تیل کی تلچھٹ، وہ تیل جس کی مالش کی جائے سرخ زی، أَدْهِنَةٌ اور دُهْنٌ جمع اور بعض کا قول ہے کہ دُهْنٌ کی جمع ہے جس کے معنی تیل کے ہیں، ۲۷/۲ ۔

دَهْرِ: زمانہ، اصل میں تو دہر عالم کے وجود میں آنے سے لیکر اس کے ختم ہونے تک کی مدت کا نام ہے اور پھر اس سے ہر بڑی مدت بھی مراد لے لی جاتی ہے برخلاف زَمَانٌ کے کیونکہ وہ مدتِ قلیلہ اور مدتِ کثیرہ دونوں کے لئے آتا ہے، ۲۵/۱۹ ، ۲۹/۱۹ ۔

دُهْنِ: تیل، چکنائی، اسم ہے دُهَانٌ اور اَدْهَانٌ جمع، ۱۸/۱ ۔

[1] الاتقان، ج ۱، ص ۱۶۲، ۱۶۳ (طبع مصر)

فصل الیاء المثناۃ

دِیَارِ: شہر، گھر دَارٌ کی جمع، ۱۵/۱ ۔

دَیَّارًا: بسنے والا، رہنے والا دَارٌ سے یا دَوْرٌ جس کے معنی گھومنے کے ہیں فَیْعَالٌ کے وزن پر ہے فَعَّالٌ کے وزن پر نہیں ورنہ دَوَّارٌ ہونا چاہیے قَوَّالٌ اور جَوَّادٌ ہے، ۲۹/۱۰ ۔

دِیَارِکُمْ: تمہارے گھر، تمہارے شہر، تمہارے وطن دِیَارٌ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ ۱/۱ ۵/۲ ۲۸/۸ ۔

دِیَارِنَا: ہمارے شہر، ہمارے گھر، ہمارے وطن، دِیَارِ مضاف نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ، ۲/۱٦ ۔

دِیَارِھِمْ: ان کے گھر، ان کے وطن دِیَارِ مضاف ھِمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ ۲/۱٦ ۸/۱۱ ۱۰/۳ ۱۲/۲،۸ ۱۷/۱۲ ۲۱/۱۹ ۲۸/۴ ۔

دِیْنٌ: جزاء، اطاعت، شریعت، بدلہ دینا، اطاعت کرنا، حکم ماننا، "دین" بمعنے ملت ہی ہے مگر اس کا استعمال اطاعت اور شریعت کی پابندی کے معنی میں ہوتا ہے دَانَ یَدِیْنُ کا مصدر ہے اَدْیَانٌ جمع ۱/۱٦ ۲/۸ ۳/۲،۱۰،۱۷ ۵/۳ ۸/۱۰ ۹/۱۹ ۱۰/۲،۸،۱۰،۱۱ ۱۱/۳،۸،۱٦ ۱۲/۱۵ ۱۳/۳ ۱۴/۲،۱۳ ۱۷/۱۲ ۱۸/۷ ۱۹/۹ ۲۱/۳،۷،۸،۱۳،۱۷ ۲۳/۵،۱۴،۱۵،۱٦ ۲۴/۷،۱۲ ۲۵/۳،۴ ۲٦/۱۲،۱۸ ۲۷/۱۵ ۲۸/۸،۹ ۲۹/۷،۱٦ ۳۰/۷،۸،۲۰،۲۳،۲۲،۳۲،۳۴،۳۵ ۔

دِیْنًا: ۳/۱۲ ۵/۱۵ ٦/۵ ۸/۷ ۔

دَیْنٌ: دام، قرض، ادھار، قرض دینا، قرض لینا دَانَ یَدِیْنُ کا مصدر ہے دُیُوْنٌ جمع، ۴/۱۲ ۳/۷ ۔

دِیْنَارٌ: دینار، اشرفی، ایک سونے کا سکہ جو عرب میں مستعمل تھا، دَنَانِیْرُ جمع، علامہ سیوطیؒ نے اتقانؒ میں لکھا ہے کہ "جوالیقی" وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ فارسی ہے[1]، ۳/۱٦ ۔

دِیْنُکُمْ: تمہارا دین، دِیْنُ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ ۲/۱۱ ۳/۱٦ ٦/۳،۵،۱۳،۱۴ ۱۰/۸ ۲۴/۸ ۳۰/۳۴ ۲٦/۱۴ ۔

دِیْنِہٖ: اس کا دین، دِیْنِ مضاف ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ، ۲/۱۱ ٦/۱۲ ۔

دِیْنِھِمْ: ان کا دین، دِیْنِ مضاف ھِمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ ۳/۱۱ ۵/۸ ۷/۱۴ ۸/۳،۷،۱۳ ۱۰/۳ ۱۸/۹،۱۳ ۲۱/۷ ۔

دِیْنِیْ: میرا دین، دِیْنِ مضاف ی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ، ۱۱/۱٦ ۲۳/۱٦ ۔

دِیَۃٌ: خون بہا، دیت، اصل میں وَدَیَ یَدِیْ کا مصدر ہے مقتول کے بدلہ میں جو خون بہا ادا کیا جاتا ہے اسکا نام دیت ہے، دِیَۃٌ اصل میں وَدْیٌ تھا، واو کو حذف کر کے آخر میں تا لگائی گئی ہے جیسا کہ عِدَۃٌ میں ہوا ہے۔ "دیت" میں سو اونٹ یا ایک ہزار دینار یا دس ہزار درہم دیئے

---

[1] اتقان، ج ۱، ص ۱۳۹

پڑتے ہیں حضرت شاہ عبد القادر صاحب موضح القرآن میں فرماتے ہیں:-
"خون بہا مذہبِ حنفی میں مسلمان کے دو ہزار سات سو چالیس روپے ہیں تخمیناً اور دینے آتے ہیں، قاتل کی برادری کو تین برس میں تفریق ادا کریں۔" ب۵۔

بابُ الذال المعجمة

فصل الالف

ذَا: یہ، جو، صاحب (والا) پہلے معنی کے اعتبار سے اسمِ اشارہ ہے، قریب کے لئے استعمال ہوتا ہے اور جب اس پر ہائے تنبیہ داخل ہوتی ہے تو ھٰذا بولتے ہیں مگر قرآنِ مجید میں بغیر ہائے تنبیہ کے صرف ذَا کا استعمال اسمِ اشارہ کے معنی میں نہیں ہوا ہے۔ دوسرے معنی کے اعتبار سے بمعنی اَلَّذِیْ ہے، یہ اس صورت میں ہوتا ہے کہ جب وہ بعد مَا استفہامیہ اور مَنْ استفہامیہ کے واقع ہو اور اشارہ کیلئے نہ ہو اور تیسرے معنی کے اعتبار سے اسم ہے بمعنی صاحب کے (ملاحظہ ہوں الفاظ ذو، ماذا، من ذا اور ھٰذا)، ب ۲/۱۰،۱۱،۱۶ ۳/۲ ۴/۸ ۵/۳ ۶/۵ ۷/۴و۵ ۸/۶ ۹/۴ ۱۱/۹،۱۰و۱۵ ۱۳/۳ ۱۴/۹و۱۰ ۱۵/۳ ۱۶/۲ ۱۸/۴ ۱۹/۱۸ ۲۰/۳و۱۰ ۲۱/۷،۱۰،۱۳و۱۸ ۲۲/۹،۵و۱۷ ۲۳/۷،۱۱و۱۳ ۲۶/۱و۹ ۲۷/۱۸ ۲۹/۳،۳۲و۱۹ ۳۰/۱۵۔

ذَا الْقَرْنَيْنِ: ذوالقرنین اس جلیل القدر صالح بادشاہ کا لقب ہے جس کا تذکرہ سورۂ کہف میں مذکور ہے۔ واضح رہے کہ قرآنِ مجید سیرت یا تاریخ کی کوئی کتاب نہیں ہے کہ وہ جس شخصیت کا ذکر کرے اس کے تمام حالات کا استقصار کرتا جائے کیونکہ یہ چیز اس کے موضوع سے خارج ہے، وہ جس شخص کا ذکر کرتا ہے اس کی زندگی کے اسی پہلو کو نمایاں کرتا ہے جو دوسروں کیلئے پند و موعظت اور عبرت و نصیحت کا سبق ہو چنانچہ قریش نے جب یہود سے معلومات حاصل کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذوالقرنین کی نسبت سوال کیا تو قرآنِ مجید نے اس کے جواب میں وہی انداز اختیار کیا جو صالحین کے تذکرہ میں اس کا عام انداز ہے اور وحیِ ربانی کے معجزانہ جواب کے سامنے سائنس کو مجالِ دم زدن نہ رہی لیکن جاہلیتِ کبریٰ کی اس نشأۃِ جدیدہ میں جبکہ بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ (کچھ نہیں پر

جس بات کے سمجھنے پر قابو نہ پایا اسے جھٹلانے لگے) کا مکمل دور دورہ ہے۔ حال کے معترضینِ قرآن نے ذوالقرنین کی شخصیت کو سب سے زیادہ اپنے معاندانہ اعتراضات کا ہدف بنا لیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ذوالقرنین کا کوئی تاریخی وجود نہیں بلکہ ایک بے حقیقت افسانہ تھا جو عرب کے یہودیوں میں مشہور تھا اور پیغمبرِ اسلام علیہ السلام نے نعوذ باللہ خوش اعتقادی کی بنا پر حقیقت سمجھ کر اسے نقل کر ڈالا۔

بلاشبہ مفسرین کے اقوال اس کی شخصیت کے تعین میں سخت مضطرب ہیں کوئی اس کو عرب کا بادشاہ سمجھ کر اذواء یمن میں سے قرار دیتا اور صعب نام بتاتا ہے اور کوئی اسکندر مقدونی کو ذوالقرنین خیال کرتا ہے، سید احمد خاں نے ازالۃ الغین عن ذی القرنین میں اسے "چی وانگ ٹی" بانی دیوارِ چین بنانے کی ناکام کوشش کی ہے۔ غرض جتنے منہ اتنی باتیں ہیں اور اس میں شک نہیں کہ ان میں سے کوئی بات بھی قابلِ التفات نہیں ہے لیکن بلا تحقیق کے معترضین کا اپنی علمی نارسائی کا اعتراف کرنے کی بجائے سرے سے اسکی شخصیت کا انکار کر بیٹھنا جہلِ مرکب کی کتنی شرمناک مثال ہے؟ آج اکتشافاتِ اثریہ نے جن سینکڑوں چھپی ہوئی حقیقتوں کو بے نقاب کر کے رکھ دیا ہے انہیں سے ایک ذوالقرنین کی بھی حقیقت ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے "ترجمان القرآن" میں اس بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ زمانہ حال کی نہایت قیمتی اسلامی تحقیقات میں سے ہے، ہم اسی کا اقتباس موصوف ہی کے الفاظ میں ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں، مولانا فرماتے ہیں:۔

"قرآن نے ذوالقرنین کی نسبت جو کچھ بیان کیا ہے اس پر بحیثیتِ مجموعی نظر ڈالی جائے تو حسبِ ذیل امور سامنے آجاتے ہیں:۔

اولاً جس شخصیت کی نسبت پوچھا گیا ہے وہ یہودیوں میں ذوالقرنین کے نام سے مشہور تھا یعنی ذوالقرنین کا لقب خود قرآن نے تجویز نہیں کیا ہے، پوچھنے والوں کا مجوزہ ہے کیونکہ فرمایا وَيَسْئَلُونَكَ عَنْ ذِی الْقَرْنَيْنِ۔

ثانیاً اللہ نے اپنے فضل و کرم سے اسے حکمرانی عطا فرمائی تھی اور ہر طرح کا ساز و سامان جو ایک حکمران کے لئے ہو سکتا تھا اس کے لئے فراہم ہو گیا تھا۔

ثالثاً اس کی بڑی مہمیں تین تھیں، پہلے مغربی ممالک فتح کئے پھر مشرقی، پھر ایک ایسے مقام تک فتح کرتا ہوا چلا گیا جہاں پہاڑی درّہ تھا اور اس کی دوسری طرف سے یاجوج اور ماجوج آکر لوٹ مار

کیا کرتے تھے۔

رابعاً اس نے وہاں ایک نہایت محکم سد تعمیر
کردی اور یاجوج و ماجوج کی راہ بند ہوگئی۔

خامساً وہ ایک عادل حکمران تھا، جب وہ مغرب
کی طرف فتح کرتا ہوا دور تک چلا گیا تو ایک قوم ملی جس
نے خیال کیا کہ دنیا کے تمام بادشاہوں کی طرح
ذوالقرنین بھی ظلم و تشدد کریگا لیکن ذوالقرنین نے
اعلان کیا کہ بے گناہوں کے لئے کوئی اندیشہ نہیں
ہے، جو لوگ نیک عملی کی راہ چلیں گے ان کے لئے
ویسا ہی اجر بھی ہوگا البتہ ڈرنا انہیں چاہئے جو جرم
اور بدعملی کا ارتکاب کرتے ہیں۔

سادساً وہ خدا پرست اور راستباز انسان تھا
اور آخرت کی زندگی پر یقین رکھتا تھا۔

سابعاً وہ نفس پرست بادشاہوں کی طرح
طامع اور حریص نہ تھا، جب ایک قوم نے کہا
یاجوج اور ماجوج ہم پر حملہ آور ہوتے ہیں، آپ ہمارے
اور ان کے درمیان ایک سد تعمیر کردیں ہم خراج دیں گے
تو اس نے کہا مَا مَكَّنِّي فِيهِ رَبِّي خَيْرٌ (جو کچھ
خدا نے مجھے دے رکھا ہے وہی میرے لئے بہتر ہے
میں تمہارے خراج کا طامع نہیں یعنی میں خراج کی
طمع سے یہ کام نہیں کرونگا اپنا فرض سمجھکر انجام دونگا۔

تاریخ قدیم کی جس شخصیت میں یہ تمام اوصاف
پائے جائیں وہی ذوالقرنین ہو سکتا ہے، سوال یہ
ہے کہ یہ کون شخص تھا؟

سب سے پہلا حل طلب مسئلہ جو مفسرین کے
سامنے آیا وہ اس کے لقب کا تھا، عربی میں بھی اور
عبرانی میں بھی "قرن" کے معنی صاف سینگ کے
ہیں پس ذوالقرنین کا مطلب ہوا دو سینگوں والا،
لیکن چونکہ تاریخ میں کسی ایسے بادشاہ کا سراغ نہیں
ملا جس کا ایسا لقب رہا ہو اس لئے مجبوراً "قرن"
کے معنی میں طرح طرح کے تکلفات کرنے پڑے
پھر چونکہ فتوحات کی وسعت اور مغرب و مشرق
کی حکمرانی کے لحاظ سے سکندر مقدونی کی شخصیت
سب سے زیادہ مشہور رہی ہے اس لئے متاخرین کی
نظریں اسی کی طرف اٹھ گئیں حالانکہ کسی اعتبار
سے بھی قرآن کا ذوالقرنین سکندر مقدونی نہیں
ہو سکتا، نہ وہ خدا پرست تھا، نہ عادل تھا، نہ مفتوح قوموں
کیلئے فیاض تھا اور نہ ہی اس نے کوئی سد بنائی۔

بہرحال مفسرین ذوالقرنین کی شخصیت کا سراغ
نہ لگا سکے، اگر ذوالقرنین کے مفہوم کا کوئی سراغ
ملتا تھا تو وہ صرف دور کا ایک اشارہ تھا جو حضرت
دانیال کی کتاب میں ملتا ہے یعنی ایک خواب جو

انہوں نے بابل کی اسیری کے زمانے میں دیکھا تھا چنانچہ کتاب دانیال میں ہے:

"میں دیکھتا ہوں کہ ندی کے کنارے ایک مینڈھا کھڑا ہے جس کے دو سینگ ہیں دونوں سینگ اونچے تھے لیکن ایک دوسرے سے بڑا تھا اور بڑا دوسرے کے پیچھے تھا۔ میں نے دیکھا کہ پچھم اُتر اور دکھن کی طرف وہ سینگ مارتا ہے یہاں تک کہ کوئی جانور اس کے سامنے کھڑا نہ رہ سکا اور وہ بہت بڑا ہوگیا۔ میں یہ بات سوچ ہی رہا تھا کہ دیکھوں پچھم کی طرف سے ایک بکرا آکے تمام روئے زمین پر پھر گیا، اس بکرے کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک عجیب طرح کا سینگ تھا، وہ دو سینگ والے مینڈھے کے پاس آیا اور اس پر غضب سے بھڑکا اور اس کے دونوں سینگ توڑ ڈالے اور مینڈھے کی قوت نہ تھی کہ اس کا مقابلہ کرے۔" (دانیال ۸)

پھر اس کے بعد ہے کہ جبریل نمایاں ہوا اور اس نے خواب کی یہ تعبیر بتلائی کہ دو سینگوں والا مینڈھا مادہ (میڈیا) اور فارس کی بادشاہت ہے اور بال والا بکرا یونان کی جو بڑا سینگ اسکی آنکھوں کے درمیان دکھائی دیتا ہے وہ اس کا پہلا بادشاہ ہوگا (۸: ۱۵)

اس بیان سے معلوم ہوا کہ مادہ (میڈیا) اور فارس کی مملکتوں کو دو سینگوں سے تشبیہ دی گئی تھی اور چونکہ یہ دونوں مملکتیں مل کر ایک شہنشاہی بننے والی تھیں اس لیے شہنشاہ مادہ و فارس کو دو سینگوں والے مینڈھے کی شکل میں ظاہر کیا گیا پھر اس مینڈھے کو جس نے شکست دی وہ یونان کے بکرے کا پہلا سینگ تھا یعنی سکندر مقدونی تھا جس نے فارس پر حملہ کیا اور کیانی شہنشاہی کا خاتمہ ہوگیا۔

اس خواب میں بنی اسرائیل کے لیے بشارت یہ تھی کہ ان کی آزادی و خوشحالی کا نیا دور اسی دو سینگوں والی شہنشاہی کے ظہور سے وابستہ تھا یعنی شہنشاہِ فارس بابل پر حملہ کر کے فتحمند ہونے والا تھا اور پھر اسی کے ذریعہ بیت المقدس کی از سر نو تعمیر اور یہودی قومیت کی دوبارہ شیرازہ بندی ہونے والی تھی چنانچہ چند برسوں کے بعد سائرس[1] کا ظہور ہوا، اس نے

---

[1] یاد رکھنا چاہیے کہ شاہانِ فارس کے ناموں نے مختلف زبانوں میں مختلف صورتیں اختیار کرلی ہیں اور اس کی وجہ سے مؤرخوں نے سخت غلطیاں کی ہیں، سائرس کا اصلی نام گورش یا گوروش تھا جیسا کہ دارا کے کتبے ستون سے معلوم ہوتا ہے لیکن یونانی اسے سائرس کہنے لگے اور یہودیوں نے اس کا تلفظ خورس کی شکل میں کیا چنانچہ یشعیا، ارمیا اور دانیال کے صحائف میں جابجا یہ نام آیا ہے اور یہی گورش ہے جس نے عربی میں خسرو کی شکل اختیار کرلی چنانچہ عرب مؤرخ اسے کیخسرو کے نام سے پکارتے ہیں۔

میڈیا اور فارس کی مملکتیں ملا کر ایک عظیم الشان شہنشاہی قائم کر دی اور پھر بابل پر پے در پے حملے کر کے اسے مسخر کر لیا۔

چونکہ اس خواب میں میڈیا اور فارس کی مملکتوں کو دو سینگوں سے تشبیہ دی گئی تھی اس لئے خیال ہوتا تھا کہ عجب نہیں فارس کے شہنشاہ کے لئے یہودیوں میں ذوالقرنین کا تخیل پیدا ہو گیا ہو یعنی دو سینگوں والی شہنشاہی اور وہ اسے اس لقب سے پکارتے ہوں تاہم یہ محض ایک قیاس تھا اس کی تائید میں کوئی تاریخی شہادت موجود نہ تھی، لیکن ۱۸۳۸ء کے ایک انکشاف نے جس کے نتائج بہت عرصہ کے بعد منظر عام پر آئے، اس قیاس کو ایک تاریخی حقیقت ثابت کر دیا اور معلوم ہو گیا کہ فی الحقیقت شہنشاہ سائرس کا لقب ذوالقرنین تھا اور یہ محض یہودیوں کا کوئی مذہبی تخیل نہ تھا بلکہ خود سائرس کا یا باشندگان فارس کا مجوزہ اور پسندیدہ نام تھا۔

اس انکشاف نے ظن و تخمین کے تمام پردے اٹھا دئے۔ یہ خود سائرس کا ایک سنگی تمثال ہے جو اصطخر کے کھنڈروں میں دستیاب ہوا، اس میں سائرس کا جسم اس طرح دکھایا گیا ہے کہ اس کے دونوں طرف عقاب کی طرح پر نکلے ہوئے ہیں اور سر پر مینڈھے کی طرح دو سینگ ہیں، اوپر خط میخی میں جو کتبہ کندہ تھا اس کا بڑا حصہ ٹوٹ کر ضائع ہو چکا ہے مگر جس قدر باقی ہے وہ اس کیلئے کافی ہے کہ تمثال کی شخصیت واضح ہو جائے، اس سے معلوم ہو گیا کہ مادہ اور فارس کی مملکتوں کو دو سینگوں سے تشبیہ دینے کا تخیل ایک مقبول اور عام تخیل تھا اور یقیناً سائرس کو ذوالقرنین کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ تمثال میں پروں کا ہونا اس کے ملکوتی صفات و فضائل کی طرف اشارہ ہے کیونکہ نہ صرف پارسیوں میں بلکہ تمام معاصر قوموں میں یہ اعتقاد عام طور پر پیدا ہو گیا تھا کہ وہ ایک غیر معمولی نوعیت کا انسان ہے۔ اب غور کرو قرآن کی تصریحات نے جو جامہ تیار کیا ہے وہ کس طرح ٹھیک ٹھیک سائرس ہی کے جسم پر راست آتا ہے؟ ہم نے اس بحث کے آغاز میں تصریحاتِ قرآنی کا خلاصہ دیدیا ہے جو سات دفعات پر مشتمل ہیں، ان پر پھر ایک نظر ڈال لو۔

سب سے پہلے اس بات پر غور کرو کہ ذوالقرنین کی نسبت سوال بالاتفاق یہودیوں کی جانب سے ہوا تھا اور یہ ظاہر ہے کہ اگر کسی غیر یہودی بادشاہ

کی شخصیت یہودیوں میں عزت واحترام کی نظر سے
دیکھی جاتی تھی تو وہ صرف سائرس ہی کی تھی، انبیوں
کی پیشینگوئیوں کا مصداق دانیال نبی کے خواب
کا ظہور، رحمتِ الٰہی کی واپسی کی بشارت بنی اسرائیل
کا نجات دہندہ، خدا کا فرستادہ چرواہا اور مسیح،
یروشلم کی تعمیرِ ثانی کا وسیلہ، پس اس سے زیادہ قدرتی
بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ اسی کی نسبت ان کا سوال
ہو، علاوہ بریں سائرس کی تمثال کے انکشاف نے
قطعی طور پر یہ بات آشکارا کر دی ہے کہ اس کے
سر پر دو سینگوں کا تاج رکھا گیا تھا اور یہ فارس
اور مادہ کی مملکتوں کے اجتماع اور اتحاد کی علامت تھی

اس کے بعد قرآن کی تصریحات سامنے لاؤ
سب سے پہلا وصف جو اس کا بیان کیا ہے یہ
ہے کہ اِنَّا مَکَّنَّا لَہٗ فِی الْاَرْضِ وَاٰتَیْنٰہُ مِنْ
کُلِّ شَیْءٍ سَبَبًا ہم نے اسے زمین میں قدرت
دی تھی اور ہر طرح کا ساز و سامان مہیا کر دیا، قرآن
جب کبھی انسان کی کسی کامرانی و خوشحالی کو براہِ راست
خدا کی طرف منسوب کر کے کہتا ہے جیسا کہ یہاں کہا
ہے تو اس سے مقصود ہوتا کہ کوئی ایسی بات ہوئی ہے
جو عام حالات کے خلاف محض اس کے فضل و کرم
سے ظہور میں آئی ہو پس ضروری ہے کہ ذوالقرنین
کو حکمرانی کا مقام ایسے ہی حالات میں ملا ہو جو
بالکل غیر معمولی قسم کے ہوں اور انہیں محض توفیقِ الٰہی
کی کرشمہ سازی سمجھا جا سکے کیونکہ اس کے تمکن فی الارض
کو براہِ راست خدا کی طرف نسبت دی ہے
لیکن اس اعتبار سے سائرس کی زندگی ٹھیک ٹھیک
اس آیت کی تصویر ہے اس کی ابتدائی زندگی
ایسے حالات میں بسر ہوئی جنہیں حیرت انگیز
حوادث نے ایک افسانہ کی شکل دے دی ہے قبل
اس کے کہ پیدا ہو خود اس کا نانا اس کی موت
کا خواہشمند ہو گیا تھا، ایک وفادار آدمی اس کی زندگی
بچاتا ہے اور وہ شاہی خاندان سے بالکل الگ
ہو کر ایک گمنام گڈریے کی طرح پہاڑوں میں زندگی
بسر کرتا ہے پھر اچانک نمایاں ہوتا ہے اور بغیر کسی
جنگ و مقابلہ کے میڈیا کا تخت اس کے لئے
خالی ہو جاتا ہے یقیناً بصورتِ حال واقعات و
حوادث کی عام رفتار نہیں ہے جو ہمیشہ پیش آتی
ہو، تو ادر ہستی کی ایک غیر معمولی عجائب آفرینی ہے
اور صاف نظر آ رہا ہے کہ قدرت کا مخفی ہاتھ کسی
خاص مقصد سے ایک خاص ہستی تیار کر رہا ہے! در
زمانہ کی عام رفتار تھم گئی ہے تاکہ اس کی راہ صاف
ہو جائے۔

اس کے بعد اس کی تین مہموں کا ذکر آتا ہے
ایک مغرب الشمس کی طرف یعنی پچھم کی طرف ایک
مطلع الشمس کی طرف یعنی پورب کی طرف تیسری ایک
ایسے مقام پر جہاں کوئی وحشی قوم آباد تھی اور
یاجوج اور ماجوج وہاں آکر لوٹ مار مچایا کرتے
تھے۔ اب دیکھو تمام تفصیلات کس طرح ٹھیک
ٹھیک سائرس کی فتوحات پر منطبق ہوتی ہیں۔

سائرس نے ابھی فارس اور میڈیا کا تاج
سر پر رکھا ہی تھا کہ ایشیائے کوچک کے بادشاہ
کروسس نے حملہ کر دیا۔ اب سائرس مجبور ہو گیا
کہ بلاتوقف اس حملہ کا مقابلہ کرے وہ میڈیا
کے دارالحکومت اگ متانہ سے (جو اب ہمدان
کے نام سے پکارا جاتا ہے) نکلا اور اس
تیزی کے ساتھ بڑھا کہ صرف دو جنگوں کے
بعد جو پیٹریا اور سارڈلیس کے قریب واقع ہوئی
تھیں، لیڈیا کی تمام مملکت پر قابض ہو گیا
اب تمام ایشیائے کوچک بحر شام سے بحر اسود
تک اس کے زیر نگین تھا وہ برابر بڑھتا گیا،
یہاں تک کہ مغربی ساحل پر پہنچ گیا۔ یہ لشکر کشی
جو اسے پیش آئی صریح مغرب کی لشکر کشی تھی
کیونکہ وہ ایران سے مغرب کی طرف چلا اور
خشکی کے مغربی کنارے تک پہنچ گیا، یہ اس
کے لئے مغرب الشمس کی آخری حد تھی۔

ایشیائے کوچک کا مغربی ساحل نقشہ
میں نکالو تم دیکھو گے کہ تمام ساحل اس طرح
کا واقع ہوا ہے کہ چھوٹے چھوٹے خلیج پیدا
ہو گئے ہیں اور سمرنا کے قریب اس طرح کے
جزیرے نکل آئے ہیں جنہوں نے ساحل کو ایک جھیل یا
حوض کی شکل دیدی ہے، لیڈیا کا دارالحکومت
سارڈلیس مغربی ساحل کے قریب تھا اور اس کا محل
موجودہ سمرنا سے بہت زیادہ فاصلہ پر نہ تھا، پس
جب سائرس، سارڈلیس کی تسخیر کے بعد آگے
بڑھا ہوگا تو یقیناً بحر ایجین کے اسی ساحلی مقام
پر پہنچا ہوگا جو سمرنا کے قرب و جوار میں واقع ہے،
یہاں اس نے دیکھا ہوگا کہ سمندر نے ایک
جھیل کی سی شکل اختیار کر لی ہے، ساحل کی کیچڑ
سے پانی گدلا ہو رہا ہے اور شام کے وقت اسی
میں سورج ڈوبتا دکھائی دیتا ہے، اسی صورت
حال کو قرآن نے ان لفظوں میں بیان کیا ہے
کہ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِي عَيْنٍ حَمِئَةٍ
اسے ایسا دکھائی دیا کہ سورج ایک گدلے حوض
میں ڈوب رہا ہے، دوسری لشکر کشی مشرق کی

طرف تھی چنانچہ ہیرو ڈوٹس اور سیازدونوں اسکی
مشرقی لشکر کشی کا ذکر کرتے ہیں جو لیڈیا کی فتح
کے بعد اور بابل کی فتح سے پہلے پیش آئی تھی
اور دونوں نے تصریح کی کہ مشرق کے بعض وحشی
اور صحرا نشین قبائل کی سرکشی اس کا باعث ہوئی
تھی، یہ ٹھیک ٹھیک قرآن کے اس اشارہ کی تصدیق
کہ حتی اذا بلغ مطلع الشمس وجدها
تطلع علیٰ قوم لم نجعل لهم من دونها
ستراً جب وہ مشرق کی طرف پہنچا تو اسے
ایسی قوم ملی جو سورج کے لئے کوئی آڑ نہیں رکھتی،
یعنی خانہ بدوش قبائل تھے۔

یہ خانہ بدوش قبائل کون تھے؟ ان مورخین
کی صراحت کے مطابق بکٹریا یعنی بلخ کے علاقہ
کے قبائل تھے۔ نقشہ پر اگر نظر ڈالو گے تو صاف
نظر آجائیگا کہ بکٹریا ٹھیک ٹھیک ایران کیلئے
مشرقِ اقصیٰ کا حکم رکھتا ہے کیونکہ اس کے آگے
پہاڑ ہیں اور انہوں نے راہ روک دی ہے۔

تیسری لشکر کشی اس نے ایسے علاقہ تک کی
جہاں یاجوج اور ماجوج کے حملے ہوا کرتے تھے
یہ یقیناً اس کی شمالی مہم تھی جس میں وہ بحرِ خزر (کاسپین)
کو داہنی طرف چھوڑتا ہوا کاکیشیا کے سلسلۂ کوہ
تک پہنچ گیا تھا اور وہاں سے اسے ایک درّہ
ملا تھا جو دو پہاڑی دیواروں کے درمیان تھا،
اسی راہ سے یاجوج اور ماجوج آکر اس طرف
کے علاقہ میں تاخت و تاراج کیا کرتے تھے
اور یہیں اس نے سدّ تعمیر کی۔

اس کے بعد ذوالقرنین کا جو وصف سامنے
آتا ہے وہ اس کی عدالت گستری اور خدمتِ
انسانی کی فیاضانہ سرگرمی ہے اور یہ اوصاف
سائرس کی تاریخی سیرت کی اس درجہ آشکارا
حقیقتیں ہیں کہ مورخ کی نگاہ کسی دوسری طرف
اٹھ ہی نہیں سکتی، قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ
اسے مغرب میں جو قوم ملی تھی، اس کی نسبت حکم
الٰہی ہوا تھا یا ذا القرنین اما ان تعذب واما
ان تتخذ فیهم حسناً یعنی قوم اب تیرے بس
میں ہے جس طرح چاہے توان کے ساتھ سلوک
کرسکتا ہے خواہ سزا دے خواہ انہیں اپنا دوست
بنالے یقیناً یہ لیڈیا کی یونانی قوم تھی، اس کے
بادشاہ کروسس نے تمام عہد و پیمان اور باہمی
رشتہ داریاں بھلا کر بلا وجہ سائرس پر حملہ کردیا
تھا اور صرف خود ہی حملہ آور نہیں ہوا تھا بلکہ
وقت کی تمام طاقتور حکومتوں کو بھی اسکے خلاف

ابھار کر اپنے ساتھ کر لیا تھا۔ تمام یونانی مؤرخ بالاتفاق شہادت دیتے ہیں کہ سائرس نے فتح کے بعد باشندگان لیڈیا کے ساتھ جو سلوک کیا وہ صرف منصفانہ ہی نہ تھا وہ اس سے بھی زیادہ تھا وہ فیاضانہ تھا وہ اگر اپنے دشمنوں کے ساتھ کرتا تو یہ انصاف ہوتا کیونکہ زیادتی ان ہی کی تھی لیکن وہ صرف منصف ہونے پر قانع نہیں ہوا اس نے رحم و بخشش کا شیوہ اختیار کیا، یہ تو صرف اس کی معرفی فتحمندی کی سرگذشت تھی، اب دیکھنا چاہئے کہ اس کے اعمال کی عام رفتار کیسی رہی اور قرآن کا بیان کردہ وصف کہاں تک اس پر راست آتا ہے؟

بالاتفاق یہ بات تسلیم کر لی گئی ہے کہ سائرس تاریخ قدیم کی سب سے بڑی شخصیت ہے جس میں بیک وقت فتوحات کی وسعت، فرمانروائی کی عظمت اور اخلاق وانسانیت کی فضیلت جمع ہو گئی تھی اور وہ جس عہد میں، ظاہر ہوا اس عہد میں اسکی شخصیت ہر اعتبار سے انسانیت کا ایک پیام اور نمونہ بن گئی تھی۔

اس سلسلہ میں آخری وصف جو ذوالقرنین کا سامنے آتا ہے وہ اس کا ایمان باللہ ہے۔ یہودیوں کے صحائف کی واضح شہادت موجود ہے کہ خدا نے اسے اپنا فرستادہ اور مسیح کہا اور وہ نبیوں کا موعود و منتظر تھا، ظاہر ہے کہ ایسی ہستی خدا کی نافرمان نہیں ہو سکتی۔"

ہم نے اقتباس میں نہایت ہی اختصار سے کام لیا ہے، مولانا کا یہ مقالہ جو ذوالقرنین، یاجوج و ماجوج اور سد کی تحقیق میں سپرد قلم ہوا ہے نہایت باریک خط کے اکتیس صفحات پر پھیلا ہوا ہے تفصیل کے لئے اس کا مطالعہ از بس مفید ہے۔

واضح رہے کہ ہمارے زمانے میں بھی اور اس سے پہلے بھی ذوالقرنین کی نبوت کا مسئلہ زیر بحث رہ چکا ہے اور ہر فریق اپنے دعوے کے ثبوت میں دلائل پیش کرتا ہے لیکن جس صورت میں کہ حاکم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کر رہے ہیں کہ

لا ادری اذا القرنین کان نبیا ام لا[له] "مجھے نہیں معلوم ذوالقرنین نبی تھے یا نہیں۔"

اس بحث کے فیصلہ کی جرأت کرنا کسقدر لایعنی ہے

ذَاالْكِفْلِ: ذوالکفل علیہ السلام، قرآن مجید میں آپکا ذکر انبیاء علیہم السلام کے زمرہ میں دو مقام پر آیا ہے، لیکن دونوں جگہ صرف نام لیا گیا ہے، آپ کے حالات کا کوئی اجمالی یا تفصیلی تذکرہ نہیں کیا گیا،

[له] المستدرک علی الصحیحین ج ۲ ص ۵۰ ۴ (طبع دائرة المعارف ۱۳۳۴ھ) حاکم نے اس کو بخاری مسلم کی شرط پر صحیح کہا اور ذہبی نے تلخیص میں اسکو تسلیم کر لیا ہے۔

اسی طرح جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اس سلسلہ میں کچھ مروی نہیں ہے۔ قرآن پاک نے آپ کے صابرین، صالحین اور اخیار میں سے ہونے کی شہادت اور رحمتِ الٰہی میں داخل کرنے کی بشارت دی ہے، عالمِ انسانی کیلئے اس سے زیادہ کسی کی سیرت میں اور کس چیز کے معلوم کرنے کی ضرورت ہے، ۱۷/۶ ۲۳/۱۳۔

ذَا النُّوْنِ: مچھلی والا، یہ حضرت یونس علیہ السلام کا لقب ہے چونکہ آپ کو مچھلی نگل گئی تھی اس لئے ذوالنون کہلائے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ذوا، یونس) ۱۷/۶۔

ذَاتِ: والی، صاحب۔ مؤنث ہے ذُوْ کا جو بمعنی صاحب ہے، ذَوَاتٌ جمع (ملاحظہ ہو ذُوْ) ۳/۳،۷ ۴/۴ ۹/۱۵ ۱۰/۱ ۱۱/۱۷ ۱۵/۱۴،۱۶ ۱۷/۸ ۱۸/۳ ۲۰/۱ ۲۱/۱۲ ۲۲/۱۷ ۲۳/۱۵ ۲۵/۴ ۲۶/۱۸ ۲۷/۸،۱۱،۱۷ ۲۸/۱۵ ۲۹/۱ ۳۰/۱۰،۱۱،۱۴،۱۹۔

ذَارِیٰتِ: بکھیرنے والیاں، پراگندہ کرنے والیاں، ذَرْوٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث، قرآن مجید میں یہ ہواؤں کی صفت بیان کی گئی ہے (ملاحظہ ہو ذَرْوًا) ۲۶/۱۸۔

ذَاقَا: ان دونوں نے چکھا (نَصَرَ) ذَوْقٌ سے جس کے معنی چکھنے کے ہیں، ماضی کا صیغہ تثنیہ مذکر غائب، ۸/۹۔

ذَاقَتْ: اس نے چکھا، ذَوْقٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب، ۲۸/۱۸۔

ذَاقُوْا: انہوں نے چکھا، ذَوْقٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب، ۸/۵ ۹/۵،۱۵۔

ذٰكِرٰتِ: یاد کرنے والی عورتیں، ذَاكِرَةٌ کی جمع، ذِكْرٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث (ملاحظہ ہو ذکر) ۲۲/۲۔

ذَاكِرِيْنَ: یاد رکھنے والے، یاد کرنیوالے ذَاكِرٌ کی جمع، ذِكْرٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر بحالتِ نصب و جر، ۱۲/۱۰ ۲۲/۲۔

ذٰلِكَ: یہ، یہی، اسماءِ اشارہ میں سے ہے، بعید کے لئے آتا ہے، اس میں ذَا اسم اشارہ ہے اور لِکَ حرفِ خطاب ہے اور اسی لئے مخاطب کے حالات کے اعتبار سے تذکیر، تانیث، تثنیہ اور جمع میں بدلتا رہتا ہے۔

۱/۱،۲،۷،۸،۹،۱۰ ۲/۵،۶،۸،۱۲،۱۳،۱۴،۱۶ ۳/۶،۱۰،۱۱،۱۲

۳/۱۴،۱۶،۱۷ ۴/۱،۳،۸،۱۰،۱۲،۱۳ ۵/۱،۲،۴،۵،۶،۱۲،۱۵،۱۶،۱۸

۶/۱،۲،۳،۷،۹،۱۰،۱۲،۱۳،۱۵ ۷/۱،۲،۳،۴،۹،۹،۱۶،۱۹ ۸/۳،۴،۵

۸/۷،۱۰ ۹/۷،۱۱،۱۲ ۱۰/۳،۷،۱۰،۱۱،۱۲،۱۵،۱۶،۱۷ ۱۱/۳،۱۳

۱۱/۴،۶،۱۱،۱۲ ۱۲/۶،۹،۱۰،۱۵،۱۶،۱۷ ۱۳/۲،۵،۷،۱۳،۱۵

۱۴/۵،۸،۱۴،۱۵،۱۷،۲۰،۲۱ ۱۵/۴،۹،۱۱،۱۲،۱۳،۱۴،۱۶،۲

۱۶/۱،۳،۵،۷،۱۱،۱۲،۱۶ ۱۷/۲،۶،۸،۹،۱۰،۱۵،۱۶ ۱۸/۱،۲،۴

۱۸/۷،۱۰،۱۲،۱۳،۱۷ ۱۹/۳،۴،۵،۸،۹،۱۰،۱۱،۱۳،۱۴،۱۵،۱۹

۲۰/۳،۹،۱۴،۱۵،۱۷ ۲۱/۱،۲،۶،۷،۸،۱۱،۱۲،۱۳،۱۴،۱۵،۱۶،۱۹

۲۱/۱۷،۱۸،۲۰ ۲۲/۳،۵،۷،۸،۱۴،۱۵،۱۶ ۲۳/۲،۶،۱۱،۱۲،۱۳

۲۳/۱۶،۱۷ ۔ ۲۴/۱ و ۲، ۳، ۶، ۸، ۱۱، ۱۶، ۱۸ ۔ ۲۵/۳، ۴، ۵، ۸، ۹، ۱۶، ۱۸، ۱۹، ۲۰
۲۶/۴، ۵، ۷، ۹، ۱۰، ۱۲، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸ ۔ ۲۷/۴، ۶، ۱۵، ۱۸، ۱۹
۲۸/۱، ۲، ۴، ۵، ۷، ۱۱، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۹ ۔ ۲۹/۳، ۴، ۷، ۸، ۱۱، ۱۵، ۱
۲۹/۱۸، ۱۹ ۔ ۳۰/۲، ۳، ۴، ۸، ۱۰، ۱۴، ۲۳، ۲۵، ۳۲ ۔

ذٰلِكِ : یہ، یہی، اسم اشارہ ہے واحد مؤنث کے لئے استعمال ہوتا ہے، ۳/۱۴، ۲۶/۱۹ ۔

ذٰلِكُمْ : یہ، یہی، اس میں کُمْ ضمیر جمع خطاب کیلئے ہے، ۱/۶، ۲/۱۴، ۳/۷، ۱۰، ۱۵، ۴/۹، ۵/۱، ۶/۵، ۷/۱۸، ۱۹، ۸/۴، ۱۸، ۹/۹، ۱۶، ۱۰/۱۲، ۱۱/۶، ۹، ۱۳/۱۴، ۱۷/۵، ۱۶، ۱۸/۱۰، ۲۰/۱۴، ۲۱/۷، ۱۴، ۲۳/۴، ۱۴، ۲۳/۱۵، ۲۴/۷، ۱۲، ۱۳، ۱۷، ۲۵/۳، ۲۰، ۲۸/۱، ۸، ۱۰، ۱۲، ۱۷ ۔

ذٰلِكُمَا : یہ، یہی، اس میں کُمَا ضمیر تثنیہ خطاب کے لئے ہے، ۱۲/۱۵ ۔

ذٰلِكُنَّ : یہ، یہی۔ اس میں کُنَّ ضمیر جمع مؤنث خطاب کے لئے ہے، ۱۲/۴ ۔

ذٰنِكَ : یہ دو، ذَانِ ذَا کا تثنیہ ہے، اسماء اشارہ میں سے ہے اور كَ ضمیر خطاب ہے، ۲۰/۷ ۔

ذَاهِبٌ : جانے والا، ذَهَابٌ سے اسمِ فاعل کا صیغہ واحد مذکر (ملاحظہ ہو ذَهَبَ)، ۲۳/۷ ۔

ذَائِقُوا : چکھنے والے، ذَائِقٌ کی جمع ذَوْقٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر، اصل میں ذَائِقُوْنَ تھا، نون اضافت کے سبب گر پڑا (ملاحظہ ہو ذَاقَ)، ۲۳/۶ ۔

ذَائِقُوْنَ : چکھنے والے، ذَوْقٌ سے، اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر، ۲۳/۶ ۔

ذَائِقَةٌ : چکھنے والی، ذَوْقٌ سے، اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث، ۴/۱۰، ۱۷/۳، ۲۱/۲ ۔

فصل الباء الموحدة

ذُبَابٌ : مکھی، اَذِبَّةٌ، ذِبَّانٌ، ذُبٌّ جمع، ۱۷/۱۴ ۔

ذُبَابًا : ۱۷/۱۴ ۔

ذُبِحَ : وہ ذبح کیا گیا، ذَبْحٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب (ملاحظہ ہو اَذْبَحْنَ)، ۶/۵ ۔

ذِبْحٍ : قربانی، جس چیز کو ذبح کیا جائے اس کا نام ذِبْحٌ ہے، ۲۳/۷ ۔

ذَبَحُوْهَا : انہوں نے اس کو ذبح کیا، ذَبَحُوْا ذَبْحٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب، هَا ضمیر واحد مؤنث غائب، ۱/۸ ۔

فصل الراء المهملة

ذَرْ : تو چھوڑ دے، (سَمِعَ، فَتَحَ) وَذْرٌ سے جس کے معنی چھوڑ دینے کے ہیں امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر، اس کی ماضی نہیں آتی ہے، ۱۴/۷ ۔

ذَرَاَ : اس نے پیدا کیا، اس نے پھیلایا، اس نے

بکھیرا، ذَرْءٌ سے جس کے معنی پیدا کرنے اور ظاہر کرنے اور پھیلانے کے ہیں، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، پ ۸ ۸/۲ -

ذِرَاعًا: گز، بازو، ہاتھ، کہنی سے لیکر بیچ کی انگلی کے سرے تک جو ہاتھ کا حصہ ہے "ذراع" کہلاتا ہے، اَذْرُعٌ اور ذُرْعَانٌ جمع، ۲۹/۵ -

ذِرَاعَیْهِ: اس کے دونوں ہاتھ، اس کے دونوں بازو، ذِرَاعَیْ، ذِرَاعٌ کا تثنیہ، مضاف ہے اور اضافت کے سبب نون تثنیہ حذف ہوگیا ہے، ہِ ضمیر واحد مذکر غائب، مضاف الیہ، ۱۵/۱۵ -

ذَرَأَكُمْ: اس نے تم کو پیدا کیا، اس نے تم کو پھیلایا، اس نے تم کو بکھیر دیا۔ اس میں کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر ہے، (ملاحظہ ہو ذَرَأَ)، ۱۸/۵ ۲۹/۲ -

ذَرَأْنَا: ہم نے پیدا کیا، ہم نے پھیلا دیا، ذَرْءٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم، ۹/۱۲ -

ذَرْعًا: طاقت، گنجائش، ہاتھ کی کشادگی، ذَرَعَ یَذْرَعُ کا مصدر ہے، خازن بغدادی لکھتے ہیں:

" ازہری کا بیان ہے کہ "ذرع" طاقت کی جگہ پر استعمال کیا جاتا ہے اور اس کی اصل یوں ہے کہ اونٹ اپنی رفتار میں اگلے قدموں کو پچھلے قدموں کی وسعت کے اعتبار سے بڑھاتا ہے اور جب اس پر طاقت سے زیادہ بوجھ ڈال دیا جاتا ہے تو اس کی وجہ سے اس کے اگلے قدم رک جاتے ہیں اور وہ کمزور ہوکر اپنی گردن لمبی کر دیتا ہے پس "ضیق ذرع" سے گنجائش اور طاقت کا ختم ہوجانا مراد لیا گیا اور ضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا کے معنی ہوئے کہ معاملہ کی خرابی سے رہائی کی کوئی صورت نہ ہو سکی اور ازہری کے علاوہ دوسرے علماء کا بیان ہے کہ اسکے معنی دل تنگی اور کڑھنے کے ہیں اور اس کی اصل کا پتہ نہیں، ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ "ذرع" وسعت (گنجائش) سے کنایہ ہے کیونکہ ذراع، بذل میں اصل ہے اور عرب والے بولتے ہیں لیس ھذا فی یدی (یہ میرے ہاتھ میں نہیں) اور مراد یہ لیتے ہیں کہ اس کی مجھ میں گنجائش نہیں، اور ضاق فلان ذرعا بکذا اس وقت بولا جاتا ہے جبکہ وہ شخص کسی مصیبت میں گرفتار ہو اور اس سے نکلنے کی طاقت نہ رکھتا ہو" [1] پ ۱۲ ۳۰/۱۶ -

ذَرْعُهَا: اس کا طول، اس کی درازی، اس کا ناپ، ذَرْعٌ مصدر ہے جس کے معنی پیمائش کرنے اور ناپنے کے آتے ہیں، مضاف ہے ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ، ۲۹/۵ -

[1] لباب التاویل، ج ۳، ص ۱۹۸، (طبع مصر ۱۳۳۱ھ)

ذَرْنَا: تو ہم کو چھوڑ دے، اس میں نَا ضمیر جمع متکلم ہے (ملاحظہ ہو ذَرْ)، ۱۰/۱۷ -

ذَرْنِيْ: تو مجھ کو چھوڑ دے اس میں نونِ وقایہ اور ی ضمیر واحد متکلم ہے، ۲۹/۱۵،۱۳و۴ -

ذَرْوًا: اڑانا، پراگندہ کرنا، جدا کرنا، ذَرَا یَذْرُوْ کا مصدر ہے، ۱۶/۱۸ -

ذَرُوْا: تم چھوڑ دو، وَذَرَ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر (ملاحظہ ہو ذَرْ) ۳/۶ ۱/۱ ۹/۱۲ ۲۵/۱۲ -

ذَرُوْنَا: تم ہم کو چھوڑ دو، اس میں نَا ضمیر جمع متکلم ہے، ۲۶/۱۰ -

ذَرُوْنِيْ: تم مجھے چھوڑ دو، اس میں نونِ وقایہ ی ضمیر واحد متکلم ہے، ۲۲/۸ -

ذَرُوْهُ: تم اس کو چھوڑ دو، اس میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ہے، ۱۲/۱۶ -

ذَرُوْهَا: تم اس کو چھوڑ دو، اس میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب ہے، ۱۷/۱۴ ۱۳/۹ -

ذَرَّةٍ: ذرہ، چھوٹی چیونٹی، ذَرَّاتٌ جمع، ۵/۳ ۱۱/۱۲ ۲۲/۷،۹ ۳۰/۲۴ -

ذَرْهُمْ: تو ان کو چھوڑ دے، اس میں ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے (ملاحظہ ہو ذَرْ) ۱۷/۱۲ ۳/۱،۳ ۱۴/۱ ۱۸/۴ ۲۵/۱۲ ۲۷/۴ ۲۹/۸ -

ذُرِّيَّتِنَا: ہماری اولاد، ذُرِّيَّاتٌ ذُرِّيَّةٌ کی جمع، مضاف ہے، نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ، ۴/۱۹ ۹/۱۲ -

ذُرِّيَّتِهِمْ: ان کی اولاد، ذُرِّيَّاتِ مضاف ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ، ۱۶/۱۲ ۱۳/۹ ۲۷/۶ -

ذُرِّيَّةً: اولاد، اصل میں چھوٹے چھوٹے بچوں کا نام ذُرِّيَّةٌ ہے مگر عرف میں چھوٹی اور بڑی سب اولاد کے لئے اس کا استعمال ہوتا ہے اور اگرچہ اصل میں یہ جمع ہے مگر واحد اور جمع دونوں کے لئے مستعمل ہے ذُرِّيَّةٌ کے بارے میں تین اقوال ہیں (۱) یہ ذَرْءٌ سے مشتق ہے جس کے معنی پیدا کرنے اور پھیلانے کے ہیں اور اس کی ہمزہ متروک ہوگئی ہے جیسے کہ رَعِيَّةٌ اور بَرِيَّةٌ ہیں۔ (۲) اس کی اصل ذُرْوِيَّةٌ ہے۔ (۳) ذَرٌّ سے جس کے معنی بکھیرنے کے ہیں فُعْلِيَّةٌ کے وزن پر ہے جیسے قُمْرِيَّةٌ ہے، ذُرَارِيُّ اور ذُرِّيَّاتٌ جمع، ۳/۱۲،۶ ۲۴/۱۲ ۵/۳ ۹/۱۲ ۱۱/۱۴ ۱۲/۱۲ ۱۵/۱ ۱۶/۷ -

ذُرِّيَّتَنَا: ہماری اولاد، ذُرِّيَّةٌ مضاف نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ، ۱/۱۵ -

ذُرِّيَّتَهٗ: اس کی اولاد، ذُرِّيَّةٌ مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ ۱۶/۱۲ ۱۹،۷/۱۵ ۳۰/۱۵ ۳۳/۷ -

ذُرِّيَّتَهَا: اس کی اولاد، ذُرِّيَّةٌ مضاف ھَا

ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ، ۳۰/۱۲۔

ذُرِّيَّتَهُمْ: ان کی اولاد، ذُرِّيَّةٌ مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ، ۹/۱۲، ۲۳/۲، ۲۷/۳۔

ذُرِّيَّتِهِمَا: ان دونوں کی اولاد، ذُرِّيَّةٌ مضاف هُمَا ضمیر تثنیہ مذکر غائب مضاف الیہ ۲۳/۷، ۲۷/۳۔

ذُرِّيَّتِي: میری اولاد، ذُرِّيَّةٌ مضاف ی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ، ۱/۱۵، ۱۳/۱۸۔

فصل القاف

ذُقْ: تو چکھ، ذَوْقٌ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر (ملاحظہ ہو ذَاقَا)، ۲۵/۱۶۔

فصل الکاف

ذِكْرٌ: ذکر، یاد، پند، نصیحت، بیان ذَكَرَ يَذْكُرُ کا مصدر ہے، امام راغب لکھتے ہیں:۔

"ذکر بول کر کبھی تو اس سے نفس کی وہ حیثیت مراد لی جاتی ہے کہ جس کے ذریعہ انسان کے لئے جو کچھ معرفت حاصل کرے اس کا یاد رکھنا ممکن ہوا اور یہ حفظ ہی کی طرح ہے مگر حفظ باعتبار اس کے حصول کے بولا جاتا ہے اور ذکر باعتبار اس کے استحضار کے (یعنی حفظ یاد کرنے کے لئے) اور کبھی ذکر کسی چیز کے دل میں یا گفتگو میں یاد آجانے کے لئے بھی بولا جاتا ہے اور اسی لئے کہا گیا ہے کہ ذکر دو ہیں، ذکر قلبی اور ذکر لسانی اور پھر دونوں میں سے ایک کی دو قسمیں ہیں ایک بھولے پیچھے یاد آنا، دوسرے بغیر بھولے یاد رہنا بلکہ دائمی یاد رکھنا، نیز ہر قول یعنی گفتگو اور بیان کو بھی ذکر کہا جاتا ہے۔"

اور بیہقی تاج المصادر میں رقمطراز ہیں :۔

"ذکر کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ ذکر جو نسیان کی ضد ہے جیسے ارشادِ باری جل وعلا ہے وَمَا أَنْسٰنِيْهُ إِلَّا الشَّيْطٰنُ أَنْ أَذْكُرَهٗ (اور یہ مجھ کو بھلایا شیطان ہی نے کہ اس کا مذکور کروں) اور ایک وہ ذکر جو کہ قول ہے جس کا ذکر ہو اس کی برائی نہ ہو جیسا کہ عام طور پر گفتگو میں ہوتا ہے نیز وہ گفتگو بھی جس میں مذکور کا عیب بیان ہو جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کی زبانی بیان فرمایا ہے سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ (ہم نے سنا ہے ایک جوان ان کو کچھ کہتا ہے) یعنی ان کو عیب دیتا ہے۔"

آیت شریفہ أَؤُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَيْنِنَا (کیا ہم سب میں سے اسی پر ذکر اتارا گیا)

میں ذِکر سے قرآن مجید مراد ہے کیونکہ اس سے بڑھ کر اور کونسا ذکر ہے، پ ۳/۱۴، پ ۷/۲، پ ۸/۵،۶،۱۵، پ ۱۲/۱۵، پ ۱۳/۵،۱۰، پ ۱۴/۱،۱۲، پ ۱۶/۴، پ ۱۷/۱،۲،۳،۴،۷، پ ۱۸/۱۱،۱۷، پ ۱۹/۱،۵، پ ۲۱/۱، پ ۲۲/۱۸، پ ۲۳/۱،۲،۳،۴،۱۲،۱۳،۱۴،۱۷، پ ۲۴/۱۹، پ ۲۵/۷،۱۰، پ ۲۷/۸،۹،۱۸، پ ۲۸/۲،۱۲،۱۴، پ ۲۹/۴،۱۲، پ ۳۰/۶ ۔

ذِکْرًا ۴ پ ۲/۹، پ ۱۵/۲۱، پ ۱۶/۲،۱۴،۱۵، پ ۱۷/۴، پ ۲۲/۳، پ ۲۳/۵،۹، پ ۲۸/۱۸، پ ۲۹/۲۱ ۔

ذَکَرٌ: مرد، نر، ذُکُورٌ اور ذُکْرَانٌ جمع، کبھی اس سے عضوِ مخصوص کا کنایہ بھی ہوتا ہے پ ۳/۱۲، پ ۴/۱۱،۱۳، پ ۵/۱۵، پ ۶/۴، پ ۱۴/۱۹، پ ۲۴/۱۰، پ ۲۶/۱۴، پ ۲۷/۵،۷، پ ۲۹/۱۸، پ ۳۰/۱۷ ۔

ذَکَرَ: اس نے ذکر کیا، اس نے یاد کیا (نَصَرَ) ذِکْرٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب پ ۲۱/۱۹، پ ۳۰/۱۲ ۔

ذُکِرَ: وہ یاد کیا گیا، وہ ذکر کیا گیا، ذِکْرٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب، پ ۸/۱، پ ۹/۱۵، پ ۱۷/۱۲، پ ۲۴/۲، پ ۲۶/۷ ۔

ذُکِّرَ: اس کو یاد دلایا گیا، اس کو سمجھایا گیا، اس کو نصیحت کی گئی، تَذْکِیْرٌ سے جس کے معنی یاد دلانے اور نصیحت کرنے کے ہیں، ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب (ملاحظہ ہو تَذْکِیْرًا) پ ۱۵/۲۰، پ ۲۱/۱۵ ۔

ذَکِّرْ: تو یاد دلا، تو سمجھا، تو نصیحت کر، تَذْکِیْرٌ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر، پ ۷/۱۴، پ ۲۶/۱۷، پ ۲۷/۲،۳، پ ۳۰/۱۲،۱۳ ۔

ذُکْرَانَ: مرد، ذَکَرٌ کی جمع پ ۱۹/۱۲ ۔

ذُکْرَانًا۔ پ ۲۵/۶ ۔

ذَکَرْتَ: تونے یاد کیا، تونے ذکر کیا، ذِکْرٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر، پ ۱۵/۵ ۔

ذُکِّرْتُمْ: تم کو سمجھایا گیا، تم کو نصیحت کی گئی، تَذْکِیْرٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر حاضر (ملاحظہ ہو تَذْکِیْرًا) پ ۲۲/۱۹ ۔

ذِکْرَكَ: تیرا ذکر، تیری یاد، تیرا مذکور، ذِکْرٌ مضاف كَ ضمیر واحد مذکر حاضر، مضاف الیہ، پ ۳۰/۱۹ ۔

ذِکْرِکُمْ: تمہارا ذکر، تمہارا مذکور، تمہارا یاد کرنا، تمہاری نصیحت، ذِکْرٌ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر، مضاف الیہ، پ ۱۷/۱ ۔

ذِکْرِنَا: ہماری یاد، ذِکْرٌ مضاف، نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ، پ ۱۵/۱۶، پ ۲۷/۶ ۔

ذَکَرُوْا: انہوں نے یاد کیا، انہوں نے ذکر کیا، ذِکْرٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب، پ ۴/۵، پ ۱۹/۱۵ ۔

ذُکِّرُوْا: ان کو سمجھایا گیا، ان کو نصیحت کی گئی، ان کو یاد دلائی گئی، تَذْکِیْرٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب، پ ۶/۷، پ ۷/۱۱، پ ۹/۱۱، پ ۱۹/۴، پ ۲۱/۱۵، پ ۲۳/۵ ۔

ذَکَرَهٗ: اس کو یاد کیا، اس کو ذکر کیا، ذَکَرَ صیغہ ماضی، ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب، پ ۲۹/۱۶، پ ۳۰/۵ ۔

ذِکْرِهِمْ: ان کا ذکر، ان کی نصیحت، ذِکْرٌ مضاف هِمْ ضمیر جمع مذکر غائب، مضاف الیہ، پ ۱۸/۴ ۔

ذَکِّرْهُمْ: تو ان کو نصیحت کر، تو انکو یاد دلا، ذَکِّرْ

تَذَکِّیرُ سے، صیغہ امر، ھُوْ ضمیر جمع مذکر غائب، ۱۳/۱۲ ۔

ذِکْرٰی: نصیحت کرنا، ذکر کرنا، یاد دہانی، موعظت، ذَکَرَ یَذْکُرُ کا مصدر ہے، کثرتِ ذکر کے لئے ذِکْرٰی بولا جاتا ہے، یہ ذکر سے زیادہ بلیغ ہے ۷/۱۶،۱۴ ۸/۸ ۱۰/۱۲ ۱۷/۶ ۱۹/۱۵ ۲۱/۱ ۲۳/۱۶،۱۲ ۲۴/۱۱ ۲۵/۱۴ ۲۶/۱۷،۱۵ ۲۷/۲ ۲۹/۱۵ ۳۰/۱۴،۱۲،۵ ۔

ذِکْرِیْ: میری نصیحت، میری یاد، میرا ذکر، ذِکْر مضاف، ی ضمیر واحد متکلم، مضاف الیہ ۱۶/۱۶،۱۱،۱۰،۲ ۱۸/۲ ۲۳/۷ ۔

ذَکَرَیْنِ: دو مرد، دو نر، ذَکَرٌ کا تثنیہ بحالتِ نصب و جر، ۸/۲ ۔

ذِکْرُھَا: اس کی یاد، اس کا مذکور، اس کا ذکر، ذِکْر مضاف، ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ ۳۰/۴ ۔

ذِکْرُھُمْ: ان کا نصیحت پکڑنا، ان کا یاد کرنا، ذِکْرٌ مضاف، ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ، ۲۶/۶ ۔

ذُکُوْرٌ: مرد، ذَکَرٌ کی جمع، ۲۵/۶ ۔

ذُکُوْرِنَا: ہمارے مرد، ذُکُوْرِ مضاف، نا ضمیر جمع متکلم، مضاف الیہ، ۸/۴ ۔

ذَکَّیْتُمْ: تم نے ذبح کیا، تَذْکِیَۃٌ سے جس کے معنی ذبح کرنے کے ہیں، ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر، ۶/۵ ۔

فصل اللام

ذُلٌّ: تواضع، ذلت، عاجزی، ذَلَّ یَذِلُّ کا مصدر ہے، دوسرے کے دباؤ اور قہر کی بنا پر جو ذلت ہو اس کو ذُلٌّ کہتے ہیں اور بغیر کسی کے قہر اور دباؤ کے خود اپنی سرکشی اور سخت گیری کے بعد جو ذلت حاصل ہو وہ ذُلٌّ کہلاتی ہے، ۵/۱۲،۳ ۲۵/۶ ۔

ذُلُلًا: مسخر، مطیع، منقاد، ذَلُوْلٌ کی جمع ۱۴/۱۵ ۔

ذُلِّلَتْ: وہ پست کر دی گئی، وہ مسخر کر دی گئی، وہ تابع کر دی گئی، تَذْلِیْلٌ سے، ماضی مجہول کا صیغہ واحد مؤنث غائب (ملاحظہ ہو تَذْلِیْلًا)، ۲۹/۱۹ ۔

ذَلَّلْنٰھَا: ہم نے ان کو رام کر دیا، ہم نے ان کو فرمانبردار کر دیا، ہم نے ان کو عاجز کر دیا، ذَلَّلْنَا تَذْلِیْلٌ سے، ماضی کا صیغہ جمع متکلم، ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب اَنْعَام (مویشی) کی طرف راجع ہے اس لئے جمع کے معنی دے گی، ۲۳/۴ ۔

ذَلُوْلٌ: رام، نرم، مطیع، ہموار، پست ذُلٌّ اور ذِلٌّ سے، صفت مشبہ کا صیغہ، ذُلُلٌ جمع، ۱/۸ ۔

ذَلُوْلًا، ۲۹/۲ ۔

ذِلَّۃٌ: ذلت، خواری، رسوائی ذَلَّ یَذِلُّ کا مصدر ہے ۱/۷ ۴/۲ ۹/۹ ۱۱/۸ ۲۹/۸،۴ ۔

فصل المیم

ذِمَّۃً : عہد، ذِمَمٌ جمع، پ ۱۰/۸ ۔

فصل النون المعجمۃ

ذَنْبٌ : گناہ، ذُنُوْبٌ جمع، اصل میں ذَنْبٌ کے معنی کسی چیز کی دم پکڑنے کے ہیں اور دم کے اعتبار سے ہی اس کا استعمال ہر اس فعل کے متعلق ہوتا ہے جس کا انجام بُرا ہو اور اسی وجہ سے بُرے انجام کا نام ذَنْب ہے اور چونکہ گناہ کا انجام برا ہے اس لئے اسے ذَنْب کہتے ہیں، پ ۹/۶ پ ۲۴/۶ پ ۳۰/۶ ۔

ذَنْبِكَ : تیرا بُرا انجام، تیرا گناہ، ذَنْبِ مضاف کَ ضمیر واحد مذکر حاضر، مضاف الیہ، پ ۱۲/۱۳ پ ۲۴/۱۱ پ ۲۶/۹،۶ ۔

ذَنْبِهٖ : اس کا گناہ، ذَنْبِ مضاف ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب، مضاف الیہ، پ ۳۰/۱۹ پ ۲۷/۱۲ ۔

ذَنْبِهِمْ : ان کا گناہ، ذَنْبِ مضاف هِمْ ضمیر جمع مذکر غائب، مضاف الیہ، پ ۲۹/۱ پ ۳۰/۱۹ ۔

ذَنُوْبٌ : بھرا ڈول، بطورِ استعارہ حصہ اور نصیب کے معنی میں بھی آتا ہے، ذَنَائِبُ، ذِنَابٌ اور اَذْنِبَۃٌ جمع پ ۲۷/۲، ذَنُوْبًا پ ۲۷/۲ ۔

ذُنُوْبٌ : گناہ، ذَنْبٌ کی جمع پ ۴/۵ پ ۱۵/۲ پ ۱۹/۲ پ ۲۴/۳ ۔

ذُنُوْبِكُمْ : تمہارے گناہ، ذُنُوْبِ مضاف كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر، مضاف الیہ، پ ۴/۱۲ پ ۶/۷ پ ۱۳/۱۴ پ ۲۲/۶ پ ۲۶/۴ پ ۲۸/۱۰ پ ۲۹/۹ ۔

ذُنُوْبَنَا : ہمارے گناہ، ذُنُوْبَ مضاف نَا ضمیر جمع متکلم، مضاف الیہ، پ ۳/۱۰ پ ۴/۶،۱۱ پ ۱۲/۵ پ ۲۴/۷ ۔

ذُنُوْبِهِمْ : ان کے گناہ، ذُنُوْبِ مضاف هِمْ ضمیر جمع مذکر غائب، مضاف الیہ، پ ۳/۱۰ پ ۴/۵ پ ۶/۱۱ پ ۷/۷ پ ۹/۲ پ ۱۰/۲ پ ۱۱/۲ پ ۲۰/۱۱ پ ۲۴/۸ ۔

فصل الواو

ذُوْ : والا، صاحب، اسم ہے اس کے ذریعہ اسماء، اجناس و انواع سے موسوم کیا جاتا ہے، یہ اسماء ستہ مکبرہ میں سے ہے یعنی ان چھ اسموں میں سے ہے کہ جب ان کی تصغیر نہ ہو اور وہ غیر یاء متکلم کی طرف مضاف ہوں تو ان کو پیش کی حالت میں واؤ، زبر کی حالت میں الف اور زیر کی حالت میں یاء آتی ہے جیسے ذُوْ، ذَا، ذِیْ، یہ ہمیشہ مضاف ہو کر ہی استعمال ہوتا ہے اور اسم ظاہر ہی کی طرف مضاف ہوتا ہے، ضمیر کی طرف نہیں اور اس کا تثنیہ بھی آتا ہے اور جمع بھی، علامہ سہیلی کا بیان ہے :-

ذُوْ کے معنی میں صاحب کے وصف کی

بہ نسبت زیادہ بلاغت ہے اور اس کے ذریعہ اضافت میں زیادہ شرف ہے کیونکہ ذُو تابع کی طرف مضاف ہوتا ہے اور صاحب متبوع کی طرف چنانچہ ابوھریرۃ صاحب النبی بولتے ہو النبی صاحب ابی ھریرۃ نہیں بولتے لیکن ذُو کے ساتھ جیسے ذُوالمال اور ذوالعرش کہو گے تو پہلا اسم نہیں متبوع ہی ملے گا تابع نہیں اور یہی فرق ہے جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانبیاء میں فرمایا ہے وَذَا النُّوْنِ اور اسکی اضافت نون کی طرف کی ہے جس کے معنی مچھلی کے ہیں اور سورۂ نون میں ارشاد ہے وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ حالانکہ معنی ایک ہی ہیں لیکن دو مختلف حالتوں کی طرف جس خوبی کے ساتھ دونوں لفظوں میں اشارہ کیا ہے بڑا تفاوت ہے کیونکہ تعریف کے موقع پر جب ان کا ذکر کیا تو ذا لایا گیا کہ اس ذریعہ اضافت میں زیادہ بزرگی ہے نیز لفظِ نون استعمال کیا کہ وہ لفظِ حُوت سے اشرف ہے کیونکہ اوائلِ سورہ میں موجود ہے اور لفظِ حوت میں کوئی ایسی چیز موجود نہیں جس کے ذریعہ اسکو یہ شرف حاصل ہو اس لئے اسی کو استعمال کیا گیا اور جب ایسے مقام پر ان کا ذکر کیا جہاں ان کی پیروی سے نہی ہے تو "صاحب" کا استعمال کیا گیا۔" [1]

پ۱/۱۳، پ۲/۱۶،۱۷، پ۳/۴،۹،۱۶، پ۴/۷،۹، پ۶/۳، پ۷/۳،۵، پ۹/۱۸، پ۱۱/۱۱
پ۱۳/۱۴،۷،۱۹، پ۱۵/۲۰، پ۲۰/۲،۱۱، پ۲۳/۱۰، پ۲۴/۷،۱۲،۱۹، پ۲۵/۱، پ۲۷/۲،۵،۱۱ و
پ۲۷/۱۲،۱۹،۲۰، پ۲۸/۱۱،۱۷، پ۳۰/۱۰ ۔

ذَوَا: والے، صاحب، ذُو کا تثنیہ بحالت رفع۔ پ۲۷/۴،۸ ۔

ذَوَاتَا: والیاں، صاحب، ذَاتُ کا تثنیہ بحالتِ رفع (ملاحظہ ہو ذات)، پ۲۷/۱۳ ۔

ذَوَاتَیْ: والیاں، صاحب، ذَاتُ کا تثنیہ بحالتِ نصب و جر، پ۲۲/۸ ۔

ذُوْقُوْا: تم چکھو، ذَوْقٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر (ملاحظہ ہو ذَاقَا) پ۴/۲،۱۰، پ۷/۹، پ۸/۱۱، پ۹/۱۸، پ۱۰/۳،۱۱، پ۱۱/۱۰،
پ۱۷/۹، پ۲۱/۲،۱۵، پ۲۲/۱۱،۱۹، پ۲۳/۱۷، پ۲۶/۴،۱۸، پ۲۷/۹،۱۰، پ۳۰/۱ ۔

ذُوْقُوْهُ: تم اس کو چکھو، اس میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ہے، پ۹/۱۶ ۔

ذَوَیْ: والے، صاحب، ذُو کا تثنیہ بحالتِ نصب و جر، پ۲۵/۱۴ ۔

ذَوِیْ: والے، صاحب، ذُو کی جمع، بحالت نصب و جر، پ۲/۶ ۔

[1] الاتقان مولفہ امام سیوطی، ج۱، ص ۱۶۳ (طبع مصر)

فصل الہاء

ذَهَاب: جانا، چلنا، چھوڑنا ذَهَبَ يَذْهَبُ کا مصدر ہے (ملاحظہ ہو ذَهَبَ)، ۱۵/۱۔

ذَهَبَ: وہ گیا، وہ لے گیا ذَهَابٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، ۱/۲، ۱۲/۲،۷، ۱۶/۶، ۱۸،۱۷/۶،۵، ۲۱/۱۸، ۲۹/۱۸۔

ذَهَب: سونا، زر، اَذْهَابٌ، ذُهُوْبٌ، ذُهْبَانٌ جمع، ۳/۱۰، ۱۰/۱۱، ۱۵/۱۶، ۱۷/۱۰، ۲۲/۶، ۲۵/۱۱،۱۳۔

ذَهَبًا: ۳/۱۷۔

ذَهَبَتْ: وہ گئی، وہ چلی گئی، ذَهَابٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب، ۲۸/۸۔

ذَهَبْنَا: ہم گئے، ہم چلے گئے، ذَهَابٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر متکلم، ۱۲/۱۲۔

ذَهَبُوْا: وہ گئے، وہ لے گئے، ذَهَابٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب، ۱۲/۱۲۔

فصل الیاء المثناة

ذِی: والا، صاحب، اسماء ستہ مکبرہ میں سے ہے (ملاحظہ ہو ذُو) ۱/۱۰، ۵/۳، ۸/۵، ۱۰/۱، ۱۱/۱۷، ۱۳/۱۸،۳، ۱۴/۱۹، ۱۵/۵، ۱۶/۲، ۲۳/۱۷،۱، ۲۴،۲۶/۱۴،۶،۱، ۲۵/۱۳،۱۴، ۲۹/۲۱،۷، ۳۰/۱۵،۱۴،۶۔

ذِئْبٌ: گرگ، بھیڑیا، ذِئَابٌ، اَذْؤُبٌ، ذُؤْبَانٌ جمع ۱۲/۱۲۔

باب الراء المہملۃ

فصل الالف

رَاٰی: اس نے دیکھا، رُؤْيَةٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، یہ تمام قرآن میں بغیر یاء کے تنہا الف کے ساتھ لکھا ہوا ہے، البتہ سورۃ النجم میں ی کے ساتھ مرقوم ہے (ملاحظہ ہو اَرَیٰ اور رَاٰی) ۷/۱۵، ۱۲/۱۲،۷، ۱۴/۱۸، ۱۵/۱۹، ۱۶/۱۰، ۲۱/۱۹۔

رَابِطُوْا: تم دل لگائے رہو، تم لگے ہو، تم آمادہ رہو، رِبَاطٌ اور مُرَابَطَۃٌ سے جس کے معنی محافظت اور نگرانی کرنا اور چوکی دینے کے ہیں، امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، علامہ خازن بغدادی لکھتے ہیں:-

"مُرَابَطَۃٌ کی اصل یہ ہے کہ ادھر کے لوگ اپنے گھوڑے اور ادھر کے لوگ اپنے گھوڑے اس طرح باندھ لیں کہ فریقین میں سے ہر ایک دوسرے سے جنگ کے لئے مستعد رہے، بعد میں ہر اس شخص کو جو سرحد پر اقامت گزین ہو کر سرحد پار کا

دفاع کرنے لگا، مُرَابِطٌ کہنے لگے گو اس کے پاس کوئی سواری بندھی ہوئی نہ ہو"۔ [1]

شرعاً مرابطت کی دو قسمیں ہیں ایک اسلامی سرحد پر کافروں کے مقابلہ میں دفاع کے لئے چوکی دیتے رہنا، دوسرے نفس کی بندش اور نگرانی کرنا، اسی لئے حدیث میں ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں مصروف رہنے کو رباط کہا گیا ہے، پ ۴/۱۱۔

رَابِعُهُمْ: ان کا چوتھا، رَابِعٌ اسم عدد مضاف ہے، هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ، پ ۱۵/۱۵، پ ۲۸/۲۔

رَابِيًا: چڑھنے والا، پھولنے والا، بلند، رَبْوٌ سے جس کے معنی پھولنے کے ہیں، اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر، پ ۱۳/۸۔

رَابِيَةً: سخت، زائد، رُبُوٌّ سے جس کے معنی بڑھنے اور زائد ہونے کے ہیں، اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث، پ ۲۹/۵۔

رَأَتْهُ: اس (عورت) نے اس کو دیکھا، رَأَتْ رُؤْيَةٌ سے، ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب (ملاحظہ ہو رَأَى اور رَأَى) پ ۱۹/۱۸۔

رَأَتْهُمْ: اس نے ان کو دیکھا، اس میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے، پ ۱۸/۱۷۔

[1] تفسیر لباب التاویل، ج۱، ص ۳۹۴، ۳۹۵ (طبع مصر)

رَاجِعُونَ: پھر جانے والے، لوٹنے والے، رُجُوعٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر، رَاجِعٌ کی جمع بحالت رفع (ملاحظہ ہو رَاجِعٌ اور رَجَعَ) پ ۱/۲، پ ۲/۳، پ ۴/۶، پ ۱۵/۴۔

رَاجِفَةُ: کانپنے والی، رَجْفٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث (ملاحظہ ہو تَرْجُفُ) پ ۳۰/۲۔

رَاحِمِينَ: رحم والے، مہربانی کرنیوالے، رُحْمٌ اور رَحْمَةٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر، رَاحِمٌ کی جمع بحالت نصب وجر (ملاحظہ ہو رُحَمَاءُ اور رَحِيمٌ) پ ۸/۹، پ ۱۳/۲،۴، پ ۱۷/۶، پ ۱۸/۶۔

رَادٌّ: رد کرنے والا، پھیرنے والا، دفع کرنے والا، رَدٌّ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر (ملاحظہ ہو تُرَدُّ) پ ۱۱/۱۶

رَادِفَةُ: پیچھے آنیوالی، رِدْفٌ سے جس کے معنی پیچھے ہونے اور کسی کے پیچھے سواری پر بیٹھنے کے ہیں، اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث، پ ۳۰/۲۔

رَادُّكَ: تجھ کو پھیرنے والا، تجھ کو لوٹانے والا، رَادُّ مضاف، كَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ، پ ۲۰/۱۲۔

رَادُّوهُ: اس کو پھیرنے والے، اس کو لوٹا دینے والے، رَادُّوْ، رَدٌّ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر بحالت رفع، ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب، رَادُّوْ اصل میں رَادُّوْنَ تھا، نون جمع اضافت کے سبب گر پڑا، پ ۲۰/۴۔

رَادِّي: پھیرنے والے، لوٹا دینے والے، رَدٌّ

سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر بحالتِ نصب وجر یہ بھی اصل میں رَازِقِیْنَ تھا، نونِ جمع اضافت کے سبب سے ساقط ہوگیا ہے، پ۲۸/۱۶۔

رَازِقِیْنَ: رزق دینے والے روزی دینے والے رِزْقٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر (ملاحظہ ہو اُرْزُقْ اور یَرْزُقُ) پ۵، پ۲/۱۴، پ۵/۱۴، پ۴/۱۸، پ۱۱/۲۲، پ۱۲/۲۵۔

رَأْسٌ: سر، رُءُوْسٌ جمع، پ۱۴/۱۶۔

رَاسِخُوْنَ: ثابت قدم مضبوط پکے رُسُوْخٌ سے جس کے معنی کسی شے کے استوار اور مضبوط ہونے کے ہیں، اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر، پ۳/۹، پ۶/۲۔

رَأْسِہٖ: اس کا سر، رَأْسٌ مضاف، ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب، مضاف الیہ، پ۸، پ۱۵/۱۲، پ۱۶/۲۵۔

رَأْسِیْ: میرا سر، رَأْسٌ مضاف ی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ، پ۱۵/۱۳، پ۱۴/۱۶۔

رٰسِیٰتٍ: ایک جگہ دھری رہنے والی چولہوں پر قائم رہنے والی، رُسُوْخٌ سے جس کے معنی کسی چیز پر قائم رہنے اور استوار ہونے کے ہیں، اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث، رَاسِیَۃٌ واحد، پ۸/۲۲۔

رَاشِدُوْنَ: بھلائی پانے والے، راہ یافتہ، رَشَدٌ اور رُشْدٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر، رَاشِدٌ کی جمع (ملاحظہ ہو رَشَدًا اور رُشْدٌ)، پ۱۳/۲۶۔

رَاضِیَۃٌ: پسندیدہ، خوش، من بھاتی، راضی، رِضًی سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث (ملاحظہ ہو تَرْضٰی) پ۵/۲۹، پ۱۳/۱۴/۲۶/۳۰۔

رَاعِنَا: ہماری رعایت کر، ہمارا خیال رکھ، ہماری طرف کان لگا، رَاعِ مُرَاعَاۃٌ سے جس کے معنی کسی کی بات پر کان رکھنا اور دوسرے کے حق کی رعایت کرنے کے ہیں، امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر، نَا ضمیر جمع متکلم، شاہ عبدالقادر صاحب فرماتے ہیں:۔

"یہود پیغمبر کی مجلس میں بیٹھتے اور حضرت کلام فرماتے بعضی بات جو نہ سنی ہوتی چاہتے کہ پھر تحقیق کریں تو کہتے رَاعِنَا یعنی ہماری طرف بھی متوجہ ہوں، ان سے مسلمان بھی سیکھ کر کسی وقت یہ لفظ کہتے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا کہ یہ لفظ نہ کہو اگر کہنا ہو تو اُنْظُرْنَا کہو اس کے معنی بھی یہی ہیں اور آگے سے سنتے رہو کہ پوچھنا ہی نہ پڑے، یہود کو اس کہنے میں دغا تھی، اس کو زبان دبا کر کہتے تو رَاعِیْنَا ہو جاتا یعنی چرواہا اور ان کی زبان میں رَاعِنَا احمق کو بھی کہتے تھے۔" [1]

پ۱/۱۳، پ۵/۴۔

رَاعُوْنَ: نباہنے والے، رعایت کرنے والے،

---

[1] موضح القرآن، سورۂ بقرہ۔

خبردار، رِعَايَةٌ سے جس کے معنی نگہداشت رکھنے
اور نگرانی کرنے کے ہیں، اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر رَاعٍ
کی جمع بحالتِ رفع، پ۱۸ ع۹ ۔

رَاغَ : وہ جا گھسا، وہ پوشیدہ طور سے گیا (نفر)
رَوْغٌ سے جس کے معنی چپکے سے کسی چیز کی طرف ہونے
اور خفیہ داؤ گھات لگانے کے ہیں، ماضی کا صیغہ واحد
مذکر غائب، پ۲۳ ۲۶/۱۹ ۔

رَاغِبٌ : رغبت کرنے والا، بے رغبتی کرنے والا
رَغْبَةٌ سے، اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر، جب اس
کے صلہ میں عن آتا ہے تو اس کے معنی بے رغبتی کرنے
اور منہ پھیرنے کے ہوتے ہیں اور یہاں یہی صورت ہے
(ملاحظہ ہو اِرْغَبْ اور رَغَبًا)، پ۱۶ ع۶ ۔

رَاغِبُوْنَ : رغبت کرنے والے، رَغْبَةٌ سے اسم
فاعل کا صیغہ جمع مذکر بحالتِ رفع رَاغِبٌ کی جمع،
پ۱۰/۱۴، ۲۹/۴ ۔

رَافِعُكَ : تجھ کو اٹھانے والا، رَافِعٌ رَفْعٌ سے
جس کے معنی اٹھانے اور بلند کرنے کے ہیں، اسم فاعل
کا صیغہ واحد مذکر مضاف ہے، كَ ضمیر واحد مذکر
حاضر مضاف الیہ۔ واضح رہے کہ یہاں رفع سے
رفع حقیقی جسمانی مراد ہے، رفع روحانی یا رفع درجات
مراد نہیں ہے، جیسا کہ منکرین نزولِ مسیح (علیہ الصلوٰۃ

والسلام) کا خیال ہے کیونکہ یہود مدعیانِ قتلِ مسیح
ہیں اور آیت ان کے اس زعمِ باطل کی تردید میں ہے
اور ظاہر ہے کہ اگر رفعِ روحانی یا رفعِ درجات مراد
لیا جائے تو تردید کے لئے کوئی معنی ہی نہیں رہتے
کیونکہ رفعِ روحانی یا رفعِ درجات اور قتل میں باہم
کوئی منافات نہیں ہے، پس قتل کی تردید اس
بات کے کہنے سے کس طرح ہو سکتی ہے کہ ان کی
روح آسمان پر اٹھالی گئی یا ان کے درجے بلند
ہو گئے، ہاں اگر رفع حقیقی جسمانی مراد لیا جائے تو
بلاشبہ ان کے دعاءِ قتل کی واشگاف تردید ہے
کہ انہوں نے تو داؤ لگایا ہی ہے مگر ہم تم کو صحیح و
سالم مع جسم کے اٹھالیں گے، آیت کو بغور پڑھیے
کہ رفع حقیقی جسمانی یعنی صحیح و سالم، زندہ و سلامت
آسمان پر اٹھا لینے کے علاوہ دوسرے معنی مناسب
ہو ہی نہیں سکتے، ارشاد ہے :۔

وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ اور خفیہ تدبیر کی انہوں نے اور
وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ خفیہ تدبیر کی اللہ نے اور اللہ تدبیر
اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰى کرنے والوں میں بہتر ہے جس وقت
اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَ کہا اللہ نے اے عیسیٰ میں تجھ کو
رَافِعُكَ اِلَيَّ ۔ پھر لونگا اور اٹھا لونگا اپنی طرف۔

شاہ عبد القادر صاحب فرماتے ہیں :۔

"یہود کے عالموں نے اس وقت کے بادشاہ
کو بہکایا کہ یہ شخص ملحد ہے، توریت کے حکم سے خلاف
بتلاتا ہے اس نے لوگ بھیجے کہ ان کو پکڑ لاویں،
جب وہ پہنچے، حضرتِ عیسٰی کے یار سرک گئے،
اس شتابی میں حق تعالیٰ نے حضرتِ عیسٰی کو آسمان
پر اٹھا لیا اور ایک صورت ان کی رہ گئی اسی کو
پکڑ لائے، پھر سولی پر چڑھایا،" [1]

غور کیجیے یہود کی خفیہ تدبیر تو یہ تھی کہ انہوں نے
مکر و فریب سے حضرتِ عیسٰی علیہ السلام کو سولی پر
چڑھانا چاہا اور حق تعالیٰ کی خفیہ تدبیر یہ تھی کہ حضرتِ
عیسٰی علیہ السلام کو تو زندہ و سلامت آسمان پر اٹھا لیا
اور جو شخص سب سے پہلے ان کو گرفتار کرنے آیا تھا اسی
پر حضرتِ عیسٰی علیہ السلام کی شبیہ ڈال دی اور یہود
نے حضرتِ عیسٰی علیہ السلام کے شبہ میں اسی شخص کو
سولی پر چڑھا دیا، اب یہاں کس طرح سے رفع
جسمانی حقیقی کے علاوہ کچھ اور مراد لیا جاسکتا ہے، پ ۳/۱۱۔

رَافِعَۃٌ : بلند کرنیوالی، اونچا کرنیوالی، رَفْعٌ سے
اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث، پ ۲۷/۱۴۔

رَأْفَۃٌ : ترس، مہربانی، شفقت، رحمت، نرمی
رَأَفَ یَرْأَفُ کا مصدر ہے، پ ۱۸/۸، پ ۲۷/۲۰۔

رَاقٍ : افسوں کنندہ، جھاڑنے پھونکنے والا رُقْیَۃٌ
سے جس کے معنی افسوں اور جھاڑ پھونک کرنے
کے ہیں، اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر، پ ۲۹/۱۷۔

رَاٰکَ : اس نے تجھ کو دیکھا رَاٰی رُؤْیَۃٌ سے
ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، کَ ضمیر واحد مذکر حاضر
(ملاحظہ ہو آرَیٰ اور رَاٰی)، پ ۲۷/۲۔

رَاکِعًا : جھکنے والا، عاجزی کرنیوالا، سجدہ کرنے
والا، رکوع کرنیوالا، رُکُوْعٌ سے جس کے معنی انحنار
یعنی جھکنے کے ہیں، اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر، رکوع
کا استعمال کبھی تو نماز کی ہیئتِ مخصوصہ کے لیے ہوتا ہے
اور کبھی تواضع و تذلل یعنی عاجزی اور گڑگڑانے
کیلئے خواہ کسی عبادت میں ہو یا غیر عبادت میں، پ ۲۳/۱۱۔

رَاکِعُوْنَ : رکوع کرنیوالے، عاجزی کرنیوالے،
جھکنے والے، رُکُوْعٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر
بحالتِ رفع، رَاکِعٌ کی جمع، پ ۶/۱۲، پ ۱۱/۳۔

رَاکِعِیْنَ : جھکنے والے، رکوع کرنیوالے،
رُکُوْعٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر بحالتِ نصب و جر
رَاکِعٌ کی جمع، پ ۱/۵، پ ۳/۱۳۔

رَانَ : اس نے زنگ پکڑ لیا (ضَرَب) رَیْنٌ سے
جس کے معنی زنگ آلود ہونے اور میل پکڑنے کے
ہیں، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، پ ۳۰/۸۔

---

[1] موضح القرآن، سورۂ آل عمران۔

رَاَوْا: انہوں نے دیکھا، رُؤْیَۃٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب، رَاَوْا اصل میں رَاَیُوْا تھا، ی متحرک ماقبل اس کا مفتوح، اس یاء کو الف سے بدلا، اب الف اور واؤ دو ساکن جمع ہوئے، الف کو حذف کر دیا پ ۹/۸، پ ۱۶/۸، پ ۲۳/۵، پ ۲۴/۱۴، پ ۲۵/۶، پ ۲۸/۱۲، پ ۲۹/۱۲ ۔

رَاَوُا: انہوں نے دیکھا، رُؤْیَۃٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب، پ ۴/۴، پ ۱۱/۱۱، پ ۱۲/۱۴، پ ۲۰/۱۰، پ ۲۲/۱۰ ۔

رَاوَدْتُّنَّ: تم نے گفت و شنید کی، تم نے بہلایا، تم نے پھسلایا، مُرَاوَدَۃٌ سے جس کے معنی دوسرے کو کسی کام پر جس کے کرنے کا وہ ارادہ نہ رکھتا ہو، پھسلانے، آمادہ کرنے اور اس کے متعلق گفت و شنید کرنے کے ہیں، ماضی کا صیغہ جمع مؤنث حاضر۔

راغب لکھتے ہیں :۔

والمراودۃ ان تنازع غیرک فی الارادۃ فترید غیر ما یرید او ترود غیر ما یرود۔

مراودہ یہ ہے کہ تمہاری اپنے غیر سے ارادہ میں نزاع ہو، تم اس بات کی خواہش کرو جو وہ نہیں چاہتا یا تم اس چیز کے طالب ہو جس کا وہ بسہولت طالب نہ ہو۔"

پ ۱۲/۱۲ ۔

رَاوَدَتْنِیْ: اس نے مجھے پھسلایا، اس نے مجھ سے گفت و شنید کی، اس نے مجھ سے خواہش کی، رَاوَدَتْ مُرَاوَدَۃٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب، ن وقایہ، ی ضمیر واحد متکلم، پ ۱۲/۱۲ ۔

رَاوَدْتُّہٗ: میں نے اس کو پھسلایا، میں نے اس سے گفت و شنید کی، رَاوَدْتُّ مُرَاوَدَۃٌ سے ماضی کا صیغہ واحد متکلم، ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب، پ ۱۳/۱۲،۱۴ ۔

رَاوَدَتْہُ: اس (عورت) نے اس کو پھسلایا، اس نے اس کو بہلایا، اس میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ہے، پ ۱۲/۱۲ ۔

رَاوَدُوْہُ: انہوں نے اس سے گفت و شنید کی، انہوں نے اس کو پھسلایا، رَاوَدُوْا مُرَاوَدَۃٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب، ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب پ ۲۷/۹ ۔

رَاَوْکَ: انہوں نے تجھ کو دیکھا، اس میں کَ ضمیر واحد مذکر حاضر ہے (ملاحظہ ہو رَاَوْا) پ ۱۹/۲ ۔

رَاَوْہُ: انہوں نے اس کو دیکھا، اس میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ہے، پ ۲۱/۸، پ ۲۶/۳، پ ۲۹/۲ ۔

رَاَوْھَا: انہوں نے اس کو دیکھا، اس میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب ہے، پ ۲۹/۲ ۔

رَاَوْھُمْ: انہوں نے ان کو دیکھا، اس میں ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے، پ ۳۰/۸ ۔

رَاٰہُ: اس نے اس کو دیکھا، رَاٰی رُؤْیَۃٌ سے

ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، ہ ضمیر واحد مذکر غائب (ملاحظہ ہو رَاٰی) پ ۱۹/۱۸، پ ۲۲/۱۴، پ ۲۳/۶، پ ۲۶/۵، پ ۳۰/۲،۶۔

رَاٰهَا: اس نے اس کو دیکھا، اس میں هَا ضمیر واحد مؤنث غائب ہے، پ ۱۹/۱۶، پ ۲۰/۲۔

رَأْیَ: دیکھنا، رَاٰی یَرٰی کا مصدر ہے نیز غلبۂ ظن کی بنا پر نقیضین[1] میں سے کسی ایک پر نفس کے اعتقاد کا نام "رائے" ہے، اس کی جمع آراء ہے، پ ۳/۱۰، پ ۱۲/۳۔

رَاٰی: اس نے دیکھا، رُؤْیَۃٌ اور رَأْیٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب رُؤْیَۃٌ کے معنی ادراکِ مرئی کے ہیں اور نفس کے مختلف قویٰ کے اعتبار سے اس کی مختلف قسمیں ہیں، اول آنکھ سے یا ایسی چیز سے جو آنکھ کے قائم مقام ہو، دیکھنا جیسے لَتَرَوُنَّ الْجَحِیْمَ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَیْنَ الْیَقِیْنِ (البتہ تم دیکھو گے دوزخ کو پھر دیکھو گے دوزخ کو یقین کی آنکھ سے) یعنی بچشم سر دیکھو گے اور فَسَیَرَی اللّٰہُ عَمَلَکُمْ (پس اب اللہ دیکھے گا تمہارے کام) آنکھ کے دیکھنے سے بھی بڑھ کر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ تو ذرہ ذرہ کو دیکھتا ہے مگر اس کو آنکھوں کی احتیاج نہیں، دوسرے بذریعۂ وہم و خیال جیسے وَلَوْ تَرٰی اِذْ یَتَوَفَّی الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اور کبھی تو دیکھے جس وقت جان لیتے ہیں کافروں کی، کہ یہاں دیکھنے سے اس وقت کا خیال کرنا مراد ہے، تیسرے بذریعہ تفکر جیسے اِنِّیْٓ اَرٰی مَا لَا تَرَوْنَ (میں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے) یعنی میں اس تفکر میں ہوں جس میں تم نہیں ہو، چوتھے بذریعۂ عقل جیسے مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی (جھوٹ نہیں کہا دل نے جو دیکھا) کہ یہاں رؤیت بذریعۂ عقل ہے نیز جب رَاٰی کا تعدیہ دو مفعولوں کی طرف ہوگا تو علم کے معنی کا مقتضی ہوگا جیسے وَیَرَی الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ (اور جانتے ہیں وہ لوگ کہ جن کو علم دیا گیا ہے)[2]، پ ۲۲/۵۔

رَاَیْتُ: میں نے دیکھا، رُؤْیَۃٌ سے ماضی کا صیغہ واحد متکلم، یہاں خواب میں دیکھنے کا مذکور ہے، بیداری کی حالت میں دیکھنے اور بحالتِ خواب دیکھنے میں یہ فرق ہے کہ بیداری میں حقیقۃً بذریعہ بصر اس شے کا ادراک ہوتا ہے اور خواب میں اس شے کا تصور قلب میں ہوتا ہے، اس توہم پر کہ بذریعہ حاسۂ بصر اس کا ادراک ہو رہا ہے حالانکہ بذریعہ حاسہ ادراک نہیں ہوتا[3]، پ ۱۲/۱۱۔

رَاَیْتَ: تو نے دیکھا، رُؤْیَۃٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر، اَرَاَیْتَ (کیا تو نے دیکھا، بھلا تو نے دیکھا) میں الف اولیٰ لفظاً استفہام تقریر و تنبیہ کیلئے ہے محض استفہام کیلئے نہیں ہے۔[4]

---

[1] کلام میں وہ دو باتیں کہ ایک کے صحیح ہوتے دوسری صحیح نہ ہو سکے، نقیضین کہلاتی ہیں، مثلاً کسی ایک ہی چیز کے متعلق یہ کہنا کہ وہ سپید ہے اور وہ سپید نہیں، باہم نقیضین ہیں۔

[2] مفردات امام راغب۔ [3] التحفۃ النظامیۃ فی الفروق الاصطلاحیۃ للشیخ علی اکبر النجلی طبع دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ۱۳۲۰ھ۔ [4] کتاب اعراب ثلاثین سورۃ من القرآن الکریم لابن خالویہ ص ۲۰۱ طبع دار الکتب المصریۃ ۱۳۶۰ھ۔

امامِ راغب لکھتے ہیں :-

"اَرَاَیْتَ اَخْبِرْنِیْ (تو مجھے بتا) کے قائمقام ہوتا ہے اور اس پر الف داخل ہوتا ہے اور تا کو تثنیہ جمع اور تانیث میں اسی کی حالت پر چھوڑ دیا جاتا ہے اور تغیر و تبدل کاف پر ہوتا ہے تا پر نہیں ہوتا، ارشاد ہے اَرَاَیْتَكَ هٰذَا الَّذِیْ، قُلْ اَرَاَیْتَكُمْ[1]

پ ۵/۶، پ ۷/۱۴، پ ۱۵/۲۱، پ ۱۶/۸، پ ۱۹/۱۵،۲، پ ۲۵/۱۹، پ ۲۶/۷، پ ۲۷/۷، پ ۳۰/۲۱،۲۲، پ ۳۴/۳،۵ -

رَاَیْتَكَ : تونے دیکھا، یہاں اَرَاَیْتَكَ (آیا تونے دیکھا، بھلا دیکھ تو) ہے - اس میں الف بلفظِ استفہام تنبیہ کے معنی میں ہے اور رَاَیْتَ رُؤْیَتٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے اور کَ ضمیر واحد مذکر حاضر خطاب کے لئے ہے امام اللغۃ علامہ ابنِ خالویہ لکھتے ہیں کہ :

" اس کاف میں جو تا کے بعد ہے تین اقوال ہیں، کسائی کے قول میں موضع نصب میں ہے اس کی تقدیراً اَرَاَیْتَ نَفْسَكَ ہے اور فرا کے قول میں موضعِ رفع میں ہے اور تقدیراً اَرَاَیْتَ اَنْتَ نَفْسَكَ ہے اور اہلِ بصرہ کے قول میں کاف کا کوئی موضع نہیں بلکہ تاکیدِ خطاب کے لئے آیا ہے جسطرح کہ ذَاكَ اور ذٰلِكَ کہا جاتا ہے"[1] پ ۱۵/۷

رَاَیْتُكُمْ : تم نے دیکھا، یہاں اَرَاَیْتُكُمْ (دیکھو تو، کیا دیکھا ہے تم نے !) ہے، اس میں ہمزہ بلفظِ استفہام تنبیہ کے معنی میں ہے، رَاَیْتَ صیغہ واحد مذکر حاضر ہے اور کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر خطاب جمع کے لئے ہے۔ علامہ ابن الشجری نے امالی میں تصریح کی ہے کہ اَرَاَیْتَكُمْ وغیرہ میں جو تا کو فتحہ ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ تذکیر، تانیث کی اصل ہے اور توحید تثنیہ اور جمع کی، پس جب صیغہ واحد مذکر حاضر کو فتحہ تا سے مخصوص کرکے تا کو خطاب سے مجرد کرلیا گیا اور کاف اور جو کاف پر زیادہ کیا گیا ہے، مثلاً کُمَا، کُمْ اور کُنَّ خطاب کے لئے مستقل ہو گیا تو تا کیلئے حرکتِ اصلیہ کو لازم کردیا گیا[2] - پ ۷/۱۰،۱۱ -

رَاَیْتُمْ : تم نے دیکھا، رُؤْیَتٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر اَرَءَیْتُمْ اور اَفَرَءَیْتُمْ میں ہمزہ بلفظِ استفہام تنبیہ کے معنی میں ہے، پ ۷/۱۹، پ ۱۱/۱۰،۱۱، پ ۱۲/۳،۶،۸، پ ۱۹/۹، پ ۲۰/۱۰، پ ۲۲/۱۲، پ ۲۴/۱، پ ۲۵/۱، پ ۲۶/۱، پ ۲۷/۵،۱۵، پ ۲۹/۲ -

رَاَیْتُمُوْهُ : تم نے اس کو دیکھا، اس میں واو اشباع کا اور ہُ ضمیر واحد مذکر غائب ہے، پ ۲۸/۵ -

رَاَیْتَهٗ : تونے اسکو دیکھا، اس میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ہے، (ملاحظہ ہو رَاَیْتَ) پ ۲۸/۹ -

---

[1] اعراب ثلاثین سورۃ من القرآن الکریم، ص ۲۰۲ -
[2] ملاحظہ ہو امالی ابن الشجری، ج ۱، ص ۲۹۹، طبع دائرۃ المعارف -

رَاَیْتَھُمْ : تو نے ان کو دیکھا، اس میں ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے، ۱۶/۱۴، ۲۱/۱۸، ۳۵/۱۲، ۲۹/۱۹ ۔

رَاَیْتُھُمْ : میں نے ان کو دیکھا، اس میں ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے (ملاحظہ ہو رَاَیْتُ) ۱۳/۱۱ ۔

رَاَیْنَہٗ : ان عورتوں نے اس کو دیکھا، رَاَیْنَ رُؤْیَۃٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مؤنث غائب، ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب، ۱۲/۱۴ ۔

فصل الباء الموحدۃ

رَبّ : پروردگار، مالک، صاحب، یہ اصل میں رَبَّ یَرُبُّ کا مصدر ہے جس کے معنی تربیت کے ہیں اور پھر مبالغہ کے لئے عَدْلٌ کی طرح بطورِ صفت استعمال کیا جانے لگا اور بعض کا قول ہے کہ جِبٌّ کیطرح صفتِ مشبہ کا صیغہ ہے، امامِ راغب کا بیان ہے کہ رَبّ مصدر ہے جو فاعل کے لئے مستعار ہے۔ تربیت کی تعریف امامِ موصوف نے ان الفاظ میں کی ہے ھوانشاء الشیئ حالاً فحالاً الی حد التمام[۱] یعنی کسی چیز کو یکے بعد دیگرے یک حالت سے دوسری حالت میں اس طرح نشوونما دیتے رہنا کہ حدِ کمال تک پہنچ جائے، اس معنی کے اعتبار سے امام حلیمی نے جو رَبّ کی تعریف کی ہے وہ ان ہی کے الفاظ میں درج ذیل ہے، امام بیہقی کتاب الاسماء والصفات میں رقمطراز ہیں :-

قال الحلیمی رحمہ اللہ حلیمی رحمہ اللہ نے رب کے
فی معنی الرب ھو معنی میں فرمایا ہے کہ رب وہ
المبلغ کل ما ابدع ہے جو ہر اس چیز کو جسے اس نے
حد کمالہ الذی ایجاد کیا ہے کمال کی اس حد
قدرہ فھو یسیل تک پہنچا دیتا ہے کہ جو حد اس
النطفۃ من الصلب چیز کیلئے اس نے مقدر فرما دی
ثم یجعلھا علقۃ ثم ہے پس وہ نطفہ کو پشت سے
العلقۃ مضغۃ ثم نکالتا، پھر اسکو پھٹکی بناتا
یخلق المضغۃ عظاما پھر پھٹکی کو بوٹی پھر بوٹی
ثم یکسو العظم لحما سے ہڈیاں پیدا کرتا پھر
ثم یخلق فی البدن ہڈیوں پر گوشت چڑھاتا
الروح ویخرجہ پھر بدن میں جان ڈالتا
خلقا أخر وھو اور اسکو ایک نئی صورت
صغیر ضعیف فلا میں جبکہ وہ ناتواں بچہ ہوتا
یزال ینمیہ وتنشیہ ہے نکال کھڑا کرتا اور برابر
حتی یجعلہ رجلا اس کو نشوونما کرتا رہتا ہے
ویکون فی بدء یہانتک کہ اسکو پورا مرد کر دیتا ہے
امرہ شابا ثم اور ابتداء حال میں وہ جوان ہوتا
یجعلہ کھلا ثم ہے پھر اسکو ادھیڑ پھر بوڑھا
شیخا وھکذا کل بنا دیتا ہے اور جو چیز بھی اس نے

[۱] مفردات ۔

شیئ خلقہ فھو	پیدا کی اس کو بھی طور پس
القلم علیہ المبلغ	رب وہ ہے جو اسکا نگران اور
ایاہ الحد الذی	اس حد پر اسکو پہنچانیوالا ہو جو
وضعہ وجعلہ	حد کہ اس کے لئے اس نے
نہایتہ و مقدارا	مقرر کی اور اس کی نہایت و
لہ لہ	مقدار قرار دی ہے۔

ابن خالویہ لغوی نے تصریح کی ہے کہ رب کے معنی لغت میں سید اور مالک کے ہیں[2]، امام بیہقی کتاب الاسماء والصفات میں امام خطابی سے ناقل ہیں کہ:-

"بہت سے مفسرین سے آیہ کریمہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کی تفسیر میں مروی ہے کہ رب کے معنی سید (سردار) کے ہیں اور یہ معنی اس وقت بن سکتے ہیں جب کہ ہم عالمین کے معنی جماد کو چھوڑ کر ممیزین یعنی ذوی العقول کے قرار دیں کیونکہ جس طرح سید النّاس کہا جاتا ہے اسی طرح سید الشجر والجبال وغیرہ کہنا درست نہیں ہے اور اسی معنی میں ارشاد الٰہی ہے اِرْجِعْ اِلٰی رَبِّکَ فَسْئَلْہُ مَا بَالُ النِّسْوَۃِ الّٰتِیْ قَطَّعْنَ اَیْدِیَھُنَّ (پھر جا اپنے آقا کے پاس اور اس سے پوچھ کیا حقیقت ہے ان عورتوں کی جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے) کہ یہاں رب بمعنی سید (آقا، خاوند) ہے اور بعض کا قول ہے کہ رب بمعنی مالک ہے اور اس اعتبار سے اضافت بر بنائے عموم درست ہے اور بہت سے علماء اس طرف گئے ہیں کہ اسم عالم تمام کائنات کے لئے بولا جاتا ہے، ان کا استدلال اس آیت کریمہ سے ہے قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ۔ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَھُمَا اِنْ کُنْتُمْ مُّوْقِنِیْنَ۔ (بولا فرعون کیا معنی جہان کا صاحب، موسیٰ نے کہا صاحب آسمان اور زمین کا اور جو ان کے بیچ میں ہے اگر تم یقین کرو)"[3]

امام راغب نے لکھا ہے:-

"رَبّ مطلقاً (یعنی جب بغیر کسی شرط کے استعمال ہو) سوائے اللہ تعالیٰ کے جو مصالح موجودات کا کفیل ہے، اور کسی کے لئے نہیں بولا جاتا چنانچہ ارشاد ہے بَلْدَۃٌ طَیِّبَۃٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ (دیس ہے پاکیزہ اور رب ہے گناہ بخشتا) اور اسی طرح اللہ کا قول ہے وَلَا یَاْمُرَکُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِکَۃَ وَالنَّبِیّٖنَ اَرْبَابًا (اور نہیں لائق کہ تم کو حکم کرے کہ ٹھہراؤ فرشتوں کو اور نبیوں کو رب) یعنی انہیں معبود قرار دو اور خالق اور مسبب الاسباب اور بندوں کی مصلحتوں کا کفیل سمجھو۔

[1] کتاب الاسماء والصفات ص ۵٦، طبع انوار احمدی الہ آباد۔

[2] کتاب اعراب ثلاثین سورۃ من القرآن الکریم، ص ۲۱۔

[3] کتاب الاسماء والصفات، ص ۵٦۔

اور اضافت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے لئے بھی بولا جاتا ہے اور غیر اللہ کے لئے بھی آتا ہے جیسے ارشاد ہے رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (سارے جہان کا صاحب) اور رَبُّکُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِکُمُ الْاَوَّلِیْنَ (صاحب تمہارا اور صاحب تمہارے اگلے باپ دادوں کا) اور رَبُّ الدار (گھر والا) اور رب الفرس (گھوڑے والا) ان دونوں کے مالک کے لئے بولا جاتا ہے، اور اس معنی میں ارشادِ الٰہی ہے اُذْکُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّکَ فَاَنْسٰهُ الشَّیْطٰنُ ذِکْرَ رَبِّهٖ (میرا ذکر کیجیو اپنے بادشاہ کے پاس سو بھلا دیا شیطان نے ذکر کرنا اپنے بادشاہ سے) اور ارشاد ہے اِرْجِعْ اِلٰی رَبِّکَ (پھر جا اپنے بادشاہ کے پاس)۔

آیہ کریمہ (قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیْۤ اَحْسَنَ مَثْوَایَ (اس نے کہا خدا کی پناہ وہ مالک ہے میرا اچھی طرح رکھا ہے مجھ کو) میں بعض کا قول ہے کہ رب سے اللہ تعالیٰ مراد ہے اور بعض کہتے ہیں کہ وہ بادشاہ مراد ہے جس نے ان کی تربیت کی تھی اور حضرت یوسف علیہ السلام کے قول کے زیادہ مناسب پہلے معنی ہیں" اَرْبَابٌ جمع۔

۱/۱،۱۵،۱۶ ۳/۲،۱۲،۱۳ ۷/۸،۹ ۶/۱۱،۱۵ ۶/۷،۱۴ ۸/۱۵،۱۶ ۹/۳،۴،۷،۲

۹/۸،۹ ۱۱/۵،۶،۹ ۱۲/۳،۴،۱۴ ۱۳/۵،۶،۱۸ ۱۴/۳ ۱۵/۳،۹،۱۲،۱۴ ۱۶/۴،۷،۱۱،۱

۱۶/۱۲،۱۳،۱۵،۱۶ ۱۷/۲،۵،۷ ۱۸/۲،۳،۵،۶ ۱۹/۱،۶،۷،۹،۱۰،۱۱

۱۹/۱۲،۱۳،۱۴،۱۵،۱۶،۱۷،۱۸ ۲۰/۳،۵،۶،۷،۱۵ ۲۱/۱۳،۱۴ ۲۲/۸ ۲۳/۲،۵

۲۳/۷،۸،۹،۱۲،۱۳،۱۴ ۲۴/۵،۱۳،۱۶ ۲۵/۱۱،۱۳،۱۴،۲۰ ۲۶/۳،۱۸ ۲۷/۷،۱۰،۱۱

۲۷/۱۶ ۲۸/۵،۱۴،۲۰ ۲۹/۶،۸،۹،۱۰،۱۳ ۳۰/۲،۶،۸،۱،۳،۳۸،۳۹

رَبًّا ث (ملاحظہ ہو اَرْبَابًا)۔

رِبًا : بیاج، سود۔ امام راغب لکھتے ہیں :۔

"راس المال (اصل سرمایہ) پر جو زیادتی ہو وہ "ربا" ہے لیکن شرع میں وہ اس زیادتی کے ساتھ مخصوص ہے جو ایک خاص ہی طریقہ پر ہو اور دوسری طرح نہ ہو"

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں :۔

" الربا مقصور ہے اور مد بھی بیان کیا گیا ہے جو شاذ ہے، یہ رَبَا یَرْبُو سے ہے اور الف کیساتھ لکھا جاتا ہے لیکن قرآن کے رسم الخط میں واؤ کے ساتھ واقع ہے اور ربا کی اصل زیادت ہے خواہ نفس شے میں ہو جیسے ارشادِ الٰہی ہے اِهْتَزَّتْ وَرَبَتْ (وہ لہلائی اور بڑھی) یا مقابلہ میں جیسے دو درہم کے بدلہ ایک درہم، اب بعض کا قول تو یہ ہے کہ یہ دونوں معنی میں حقیقت ہے اور بعض کہتے ہیں کہ پہلے میں حقیقت ہے اور دوسرے میں مجازاً ابن سریج کہتے ہیں کہ یہ دوسرے معنی میں حقیقت شرعیہ ہے

نیز ربا کا اطلاق ہر بیع حرام پر بھی ہوتا ہے۔“ [1]

حضرت الاستاذ فقیہ النفس علامہ محمود حسن خاں صاحب ٹونکی صاحب معجم المصنفین فرماتے ہیں :

”ربا اور بیع لغاتِ عرب سے ہے جب تک کوئی اصطلاحِ شرعی توقیفی خلافِ لغت کے مغیر نہ ہو کتاب و سنت کے معنی لغتِ عرب سے معلوم ہوتے ہیں ’ربا‘ لغۃً زیادۃ ہے اور لسان العرب وغیرہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ حقیقت ’بیع‘ کی معاہدہ فی تعاوض الاموال ہے پس لغوی اعتبار سے ربا کی تعریف یہ ہے کہ تعاوض الاموال کے معاہدہ میں عوضین متماثلین سے ایک عوض کا دوسرے عوض پر زیادۃ مذکور ہونا یا عوضین میں سے عوضِ دین پر زیادۃ مذکور ہونا اور جب معاہدہ میں زیادۃ مذکور ہوئی تو اس زیادۃ کا نام عرب میں ’ربا‘ ہے وھو المتعامل فیما بین الناس اور معاہدہ میں مذکور ہونے کی وجہ سے اس کو مشروط کہا جائیگا کسائر شروط البیع والمعاوضات۔

باجماعِ امت ’ربا‘ دو قسم ہے ایک حسی جس کو کتاب اللہ نے لا تاکلوا الربٰوا اضعافا مضاعفۃ میں بیان فرمایا ہے اور حدیث صحیح الفضل ربًا میں اسی حسی ربا کو بیان کیا گیا ہے اور حدیث فلا یاخذن الا مثلا بمثل (بروایۃ مسلم عن فضالۃ) اور حدیث لا تاخذوا الدینار بالدینارین ولا الدرھم بالدرھمین (طبرانی عن ابن عمر) بھی تحقق ربا کتاب اللہ کی تفسیر ہے اور تفسیرِ اضعافا کے تحت داخل ہے، حدیث بخاری بھی ربا حسی کی مفسر ہے الذھب بالذھب مثلا بمثل والورق بالورق مثلا بمثل (رواہ البخاری) یعنی فضل ربا ہے پس اس حسی ربا میں شارع نے لغوی معنی میں اور شرعی معنی میں مغایرت پیدا نہیں فرمائی ہے پس حسی ربا شرعی کی بھی وہی تعریف ہے جس کی عربی عبارت یہ ہے ھو الفضل الخالی عن العوض المشروط فی البیع۔

دوسرا ربا حکمی ہے کہ حسًا تفاضل عوضین میں نہیں ہے لیکن شارع نے سدًّا الباب للربا صورتِ تماثل کو بھی ربا حسی کے حکم میں قرار دیا ہے جبکہ معاوضہ یدًا بیدٍ نہ ہو کیونکہ مادہ ربا کا تاخیر و تاجیل ہے اور بغیر تاخیر کے فضل غیر متعامل ہے، اسی معنی پر محمول ہے حدیث مسلم کی لا ربا فیما کان یدا بیدٍ فضل حسی کا دروازہ اسی ربا حکمی سے مفتوح ہے کہ تجارتِ حاضرہ میں فضل حسی عادۃً ناممکن ہے، اس ربا حکمی کو شارع نے حدیث نہی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن بیع دینار اور حدیث الذھب بالورق ربًا

[1] فتح الباری، ج ۴، ص ۳۶۴ (طبع میریہ مصر)

لاھاءَ ولاھاءَ الحدیث فی الاشیاء الستۃ المنصوصۃ میں بیان فرمایا ہے اس ربا شرعی پر لغوی ربا صادق نہیں ہے۔" [1]

حضرت الاستاذ مدظلہم نے ربٰو کے موضوع پر ایک مستقل رسالہ تصنیف فرمایا ہے جس میں ربا کی حقیقتِ شرعیہ پر نہایت مجتہدانہ اور سیر حاصل بحث ہے اس عہدِ ضلالت میں جبکہ ربٰو کی حقیقتِ شرعیہ کے سمجھنے میں عوام تو عوام خواص کو غلط فہمیاں پیدا ہو رہی ہیں اس رسالہ کا بغور مطالعہ ان تمام غلط فہمیوں کے ازالہ کا ضامن ہے [2]

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ میں رقمطراز ہیں :۔

" ربا وہ قرض ہے جو اس شرط پر ہو کہ قرضدار قرض خواہ کو جتنا لیا ہے اس سے زیادہ یا اس سے اچھا واپس ادا کرے"۔ [3]

اور بعد چند سطور کے ارقام فرماتے ہیں :۔

" واضح رہے کہ ربا کی دو صورتیں ہیں حقیقی اور محمول بر حقیقی، لیکن حقیقی ربا تو وہ دیون میں ہوتا ہے اور ہم ذکر کر چکے ہیں کہ اس میں معاملات جس غرض کے لئے وضع کئے گئے ہیں وہ غرض الٹ جاتی ہے، لوگ زمانۂ جاہلیت میں اس کے اندر بہت منہمک تھے، اس کے باعث وسیع جنگیں پیش آئی ہیں اور یہ تھوڑا سا بھی بہت کی دعوت دیتا ہے پس اس کا دروازہ سرے سے مسدود کرنا واجب ہے چنانچہ قرآن میں اس کے بارے میں جو اترنا تھا اتر چکا۔

دوسرے ربا الفضل (یعنی تجارت میں بڑھتی لینا) اور اصل اس بارے میں حدیث مستفیض الذھب بالذھب والفضۃ بالفضۃ و البر والبر والشعیر بالشعیر والتمر بالتمر والملح بالملح مثلاً بمثل سواءً بسواءٍ یداً بیدٍ فاذا اختلف الاصناف فبیعوا کیف

---

[1] ملاحظہ ہو "صدارت کے استفتاء کا جواب مسئلہ ربٰو میں" ص ۱۱۳ و ۱۱۴

[2] اس رسالہ کی تصنیف دفترِ صدارت عالیہ محکمۂ امورِ مذہبی حیدرآباد دکن سے شائع کئے ہوئے ایک استفتاء کے جواب میں جو ربا الفرض سے متعلق ہے عمل میں آئی ہے اور چونکہ جوابِ مجتہدانہ مطلوب تھا اس لئے حسبِ فرمائش طریقۂ اجتہاد پر ہی جواب تحریر کیا گیا، حضرت الاستاذ مدظلہم العالی کی فقہ و اصول میں جو مجتہدانہ شان ہے اور اس کا اندازہ علماء کو اس کتاب کے مطالعہ ہی سے ہو سکتا ہے یہ رسالہ ۱۲۴ صفحہ پر مشتمل ہے اور ۱۳۳۶ھ میں دستی پریس کے ذریعہ طبع ہو کر حیدرآباد دکن سے شائع ہو چکا ہے۔

[3] حضرت الاستاذ فرماتے ہیں "یہ تعریف ربا کی بالکل صحیح اور جامع تعریف ہے اس لئے کہ قرض لغتِ عرب میں دین ہے، لسان العرب، صحاح، مصباح وغیرہ سے ثابت ہو چکا ہے اور جملہ دیون کو لفظِ قرض شامل ہے"۔ ص ۳۴۔

شئتم اذا کان یدا بید (جیسے سونے کو سونے سے اور چاندی کو چاندی سے اور گیہوں کو گیہوں سے اور جَو کو جَو سے اور کھجور کو کھجور سے اور نمک کو نمک سے جتنا ایک اتنا دوسرا برابر سرابر ہاتھو ہاتھ، اور جب جنسیں مختلف ہوں تو جس طرح چاہو بیچو بشرطیکہ ہاتھوں ہاتھ ہو) جسے یہ ربا الفضل ربا حقیقی سے مشابہت کی بنا پر تغلیباً ربا سے موسوم ہے جس طرح کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منجم کو کاہن فرمایا ہے اور اسی سے (انما الربا النسیئۃ (ربا نہیں مگر نسیئہ یعنی دین میں) کے معنی سمجھے جا سکتے ہیں پھر شریعت میں ربا کا استعمال اس معنی میں کثرت سے ہوا یہاں تک کہ وہ اس معنی میں بھی حقیقت شرعیہ بن گیا، واللہ اعلم۔[1]

ایام جاہلیت میں ربا کا جس طور معمول تھا اس کے متعلق امام مالک، زید بن اسلم سے جو مشہور تابعی ہیں، ناقل ہیں کہ انہوں نے بیان کیا جاہلیت میں ربا یہ تھا کہ ایک شخص کا دوسرے شخص کے ذمہ کچھ مدت معینہ کے لئے حق (واجب الادا) ہوتا پس جب مدت پوری ہو چکتی تو کہتا کہ تو ادا کرتا ہے یا زیادہ کرتا ہے، اب اگر وہ ادا کر دیتا تو اس کو لے لیتا ورنہ اپنا حق زیادہ کر دیتا اور مہلت میں تاخیر کر دیتا۔[2]

امام طبری نے عطا اور مجاہد سے اسی کے قریب قریب روایت کیا ہے نیز قتادہ سے نقل کیا ہے کہ جاہلیت میں ربا کا یہ دستور تھا کہ ایک شخص مدت معینہ پر سودا بیچتا، جب مدت پوری ہو جاتی اور خریدار کے پاس ادا کرنے کیلئے نہ ہوتا تو رقم زیادہ کر دیتا اور مدت کو مؤخر کر دیتا[3] باب۔

رِبَاطِ: باندھنا، سرحد پر چوکی دینا، یہ باب مفاعلت کا مصدر ہے اور مجرد میں رَبْط کا بھی جس کے معنی مضبوط اور مستحکم باندھنے کے ہیں، نیز اسم بھی آتا ہے اس شے کے معنی میں جس کے ساتھ دل یا گھوڑے باندھے جائیں اور اس جگہ کے معنی میں بھی جہاں دشمن کے دفاع کے لئے لشکر کا پڑاؤ ہوتا ہے جیسے مورچہ اور چھاؤنی نیز اس کا استعمال مصدر ہی کے معنی میں یعنی گھوڑے باندھنے کے ہوا ہے (ملاحظہ ہو رابطوا) ربط۔

رُبٰعَ: چار چار، یہ اَرْبَعَ اَرْبَعَ سے معدول ہے اور چونکہ اس میں دو عدل ہیں ایک اس کے صیغہ سے دوسری اس کی تکرار سے اس لئے غیر منصرف ہے، یہ علامہ زمخشری کی رائے ہے اور قاضی بیضاوی کے

[1] حجۃ اللہ البالغہ، ج ۲، ص ۸۰ (طبع مصر ۱۳۲۲ھ)

[2] مؤطا مع شرح تنویر الحوالک، ج ۲، ص ۱۶۳ (طبع دار احیاء الکتب العربیہ، ۱۳۴۳ھ)

[3] فتح الباری، ج ۴، ص ۲۶۴۔

خیال میں بنا بر عدل و وصف غیر منصرف ہے، وہ کہتے ہیں، دباع مبنی بر صفت ہے اگرچہ اس کی اصل وصف پر مبنی نہیں ہے[1]، پ ۱۲ ع ۱۲، ۱۳ ۔

رَبَّانِيُّوْنَ : زاہد، خدا پرست، درویش، اللہ والے مُربّی، مرشدِ خلق، رَبَّانِيٌّ کی جمع بحالتِ رفع ۔

امام راغب لکھتے ہیں :۔

"رَبَّانِيٌّ کے متعلق بعض کا قول ہے کہ وہ رَبَّان کی طرف منسوب ہے اور لفظِ فعلان فَعِلَ (بکسر العین) سے بنایا جاتا ہے جیسے عطشان اور سکران اور قلت کے ساتھ فَعَلَ (بفتح العین) سے بنتا ہے چنانچہ نعسان آیا ہے اور بعض کا قول ہے کہ یہ ربّ کی طرف منسوب ہے جو مصدر ہے اور ربانی وہ ہے کہ جو علم کی پرورش کرے جیسے کہ حکیم ہے اور بعض کا قول ہے کہ یہ منسوب تو اسی کی طرف ہے جو مصدر ہے اور اس کے معنی ہیں اس شخص کے جو اپنے نفس کی علم کے ذریعہ تربیت کرے اور حقیقت میں یہ دونوں معنی باہم متلازم ہیں کیونکہ جس نے بذریعہ علم اپنے نفس کی پرورش کی اور جس نے علم کی پرورش کی اس نے اس کے ذریعہ اپنے نفس کی پرورش کی، اور بعض کا قول ہے کہ یہ ربّ

[1] الکمالین علی الجلالین شیخ سلام اللہ ص ۱۳ ، ضمیمہ ص ۷۶ (طبع نولکشور)

یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہے پس جیسے الٰہیٌّ ہے اسی طرح رَبَّانِيٌّ ہے اور نون کی زیادتی اس میں ایسی ہے جیسی کہ اہلِ عرب لحیانی اور جسمانی کے بولتے وقت کرتے ہیں، حضرت علی کا قول ہے، انا ربانی ھذہ الامۃ (میں اس امت کا ربانی ہوں)، جمع رَبَّانِيُّوْنَ ہے اور بعض کا قول ہے کہ لفظِ رَبَّانِيٌّ اصل میں سریانی ہے اور یہی زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ اہلِ عرب کے کلام میں قلیل الوجود ہے"۔ ۶ / ۱۲، ۱۳ ۔

رَبَّانِيِّيْنَ : زاہد، خدا پرست، درویش، اللہ والے مربی، مرشدِ خلق، رَبَّانِيٌّ کی جمع بحالت نصب و جر، پ ۳ ع ۱۶ ۔

رَبَائِبُكُمْ : تمہاری جوروؤں کی لڑکیاں، رَبَائِبُ رَبِيْبَةٌ کی جمع جس کے معنی اس زیر پرورش لڑکی کے ہیں جو اگلے شوہر سے ہو، مضاف ہے کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر، مضاف الیہ، ربیبہ کو ربیبہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ بچی ماں کے دوسرے شوہر کے آغوشِ تربیت میں ہوتی ہے، پ ۴ ع ۱۵ ۔

رَبَتْ : وہ بڑھی، وہ پھولی، وہ ابھری (نَصَرَ) رَبْوٌ سے جس کے معنی بڑھنے، پھولنے اور بلند ہونے کے ہیں، ماضی کا صیغہ واحد مونث غائب، پ ۱۷ ع ۸، پ ۲۵ ع ۱۹ ۔

رَبِحَتْ : وہ سود مند ہوئی، اس نے فائدہ دیا، اس نے نفع دیا (سَمِعَ) رِبْحٌ سے جس کے معنی نفع دینے اور

سود مند ہونے کے ہیں، ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب، پ۱ ۲۔

رَبَطْنَا: ہم نے گرہ دی، ہم نے باندھ دیا، (ضرب) رَبْطٌ سے جس کے معنی باندھنے کے ہیں، ماضی کا صیغہ جمع متکلم، پ۱۵: ۱۴، پ۳۰: ۴۔

رُبُعُ: چوتھائی، حصہ چہارم، اسم ہے اَرْبَاعٌ جمع، پ۴ ۔

رَبِّكَ: تیرا رب، تیرا پروردگار، [illegible] رَبٌّ مضاف کَ ضمیر واحد مذکر حاضر [illegible] اِرْجِعْ اِلٰی رَبِّكَ (پھر جا اپنے بادشاہ کے پاس) اور اُذْكُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّكَ (میرا ذکر کیجو اپنے بادشاہ کے پاس) میں رَبّ بمعنی بادشاہ، سردار اور آقا کے [illegible]

پ۱: ۳،۷،۸، پ۲: ۱،۲، پ۳: ۱۲،۱۳،۱۴، پ۵: ۶، پ۶: ۸،۱۳،۱۳،۱۴، [illegible] ۵،۶،۱۶،۱۹، [illegible]

پ۸: ۳،۵،۷، پ۹: ۶،۹،۱۱،۱۲،۱۴،۱۵،۱۶، پ۱۱: ۷،۹،۱۰،۱۵، پ۱۲: ۲،۶،۷،۱۰،

پ۱۲: ۱۰،۱۱،۱۵،۱۷، پ۱۳: ۷،۹، پ۱۴: ۲،۳،۶،۱۰،۱۵،۲۰،۲۱،۲۲، [illegible]

پ۱۵: ۵،۶،۷،۹،۱۰،۱۶،۱۸،۲۰، پ۱۶: ۱،۴،۷،۸،۱۰،۱۱،۱۷، پ۱۷: ۴،۱۳،

پ۱۷: ۱۴،۱۶، پ۱۸: ۴،۱۷، پ۱۹: ۱،۳،۵،۶،۸،۹،۱۰،۱۱،۱۲،۱۳،۱۴، پ۲۰: ۲،۳،

پ۲۰: ۷،۸،۹،۱۰،۱۲،۱۳، پ۲۱: ۴،۱۶،۱۷، پ۲۲: ۷،۸، پ۲۳: ۹،۱۰،۱۴، پ۲۴: ۶،۱۱،۱۴،

پ۲۴: ۲۰، پ۲۵: ۱،۳،۹،۱۱،۱۳،۱۴،۱۶،۱۸، پ۲۶: ۱۷،۱۹، پ۲۷: ۱،۳،۴،۶،۷،

پ۲۷: ۱۲،۱۳،۱۵،۱۶، پ۲۹: ۳،۴،۵،۶،۱۳،۱۴،۱۵،۱۷،۲۰، پ۳۰: ۲،۳،

پ۳۰: ۴،۷،۹،۱۰،۱۲،۱۴،۱۸،۱۹،۲۱،۲۴،۲۷،۳۰،۳۳،۳۵۔

رَبُّكِ: تیرا رب، تیرا پروردگار، تیرا مالک، رَبٌّ مضاف، كِ ضمیر واحد مؤنث حاضر مضاف الیہ، پ۱۶: ۵، پ۲۶: ۱۹، پ۳۰: ۱۴۔

رَبُّكُمْ: تمہارا رب، تمہارا پروردگار، تمہارا مالک، تمہارا صاحب، رَبٌّ مضاف كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ،

پ۱: ۳،۹،۹،۱۳،۱۶، پ۲: ۹،۹،۱۶، پ۳: ۳،۱۹، پ۴: ۴،۵،۱۱،۱۲، پ۶: ۳،۴،۴،۱۴،

پ۸: ۲،۱۱،۱۹، پ۹: ۵،۶،۷،۸،۱۲،۱۴،۱۵،۱۶،۱۷،۱۸، پ۹: ۳،۵،

پ۹: ۶،۱۱،۱۲،۱۴،۱۵، پ۱۱: ۶،۹،۱۱،۱۶،۱۷، پ۱۲: ۳،۵،۷،۸، پ۱۳: ۱۳،۱۴،

پ۱۴: ۷،۹،۱۱،۱۲، پ۱۵: ۱،۲،۳،۴،۶،۷،۹،۱۴،۱۵،۱۹، پ۱۶: ۵،۱۳،۱۴،

پ۱۷: ۵،۶،۸،۱۷، پ۱۸: ۴، پ۱۹: ۶،۱۳، پ۲۱: ۱۳،۱۴، پ۲۲: ۸،۹،۱۴، پ۲۳: ۵،۶،۸،۱۰،

پ۲۳: ۱۴، پ۲۴: ۳،۵،۸،۹،۱۰،۱۱،۱۲،۱۷، پ۲۵: ۳،۶،۷،۱۲،۱۴،۱۸،

پ۲۶: ۱۴،۱۹، پ۲۸: ۷،۱۷،۲۰، پ۲۹: ۹، پ۳۰: ۳۔

رَبُّكُمَا: تم دونوں کا رب، تم دونوں کا پروردگار، تم دونوں کا مالک، تم دونوں کا صاحب، رَبّ مضاف كُمَا ضمیر تثنیہ مذکر حاضر، مضاف الیہ، پ۹: ۱۱، پ۱۶: ۱۱، پ۲۶: ۱۱،۱۲،۱۳۔

رُبَمَا: کسی وقت، بہت وقت، رُبَّ حرف جر ہے اور مَا کافہ ہے اور بعض کے خیال میں نکرہ موصوفہ ہے، امام سیوطی لکھتے ہیں:-

• رُبَّ حرف جر ہے اس کے معنی میں آٹھ اقوال ہیں (۱) وہ دائمی طور پر تقلیل کے لئے آتا ہے اکثر علماء اسی پر ہیں (۲) وہ دائمی طور پر تکثیر کے لئے آتا ہے چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ (بہت وقت آرزو کریں گے یہ لوگ جو منکر ہیں کسی طرح ہوتے مسلمان) کیونکہ وہ

کثرت سے اس کی تمنا کریں گے اور اول قول کے قائل یہ کہتے ہیں کہ وہ احوالِ قیامت کی مدہوشیوں میں اس طرح مشغول ہوں گے کہ بہت کم ہوش میں آئیں گے جب اس کی تمنا کریں گے (۳) وہ تقلیل و تکثیر دونوں کے لیے مساوی طور پر آتا ہے (۴) وہ اکثر تقلیل کے لئے آتا ہے اور نادراً تکثیر کے لئے اور یہ بھی اختیاری ہے (۵) اس کے بالکل برعکس (یعنی تکثیر کے معنی میں کثرت سے اور تقلیل کے معنی میں ندرت سے (۶) ان دونوں معنی میں سے کسی کے لئے اس کی وضع عمل میں نہیں آئی بلکہ حرفِ اثبات ہے جو نہ تکثیر پر دلالت کرتا ہے نہ تقلیل پر اور جو کچھ سمجھا جاتا ہے خارجی طور پر سمجھا جاتا ہے (۷) فخر و مباہات کے مواقع پر تکثیر کے لئے اور دیگر مواقع پر تقلیل کے لئے (۸) مبہم عدد کے لئے خواہ تقلیل ہو یا تکثیر اور رُبَّمَا کافہ بھی داخل ہوتا ہے جو اس کو عمل جر سے روک کر جملوں پر داخل کرتا ہے اس صورت میں بیشتر اس کا دخول ایسے جملہ فعلیہ پر ہوتا ہے جس کا فعل ماضی ہو خواہ وہ لفظاً موجود ہو یا معناً، اور آیتِ سابقہ میں وہ مستقبل پر داخل ہوا ہے اور بعض کا قول ہے کہ یہ اس بنیاد پر ہے گویا صور پھونک دیا گیا[1]

اور قیامت آ گئی (یعنی مستقبل یہاں معنیً ماضی ہی ہے)

پ۱۴ ۱ -

رَبَّنَا: ہمارا رب، ہمارا پروردگار، ہمارا صاحب، ہمارا مالک، رَبّ مضاف نا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ،

پ۱ ۱۵، ۱۶ — پ۲ ۹، ۱۷ — پ۳ ۸، ۹، ۱۰، ۱۳ — پ۴ ۶، ۱۶ — پ۵ ۷، ۸ — پ۶ ۱، ۵، ۹ — پ۸ ۳، ۹، ۱۱

پ۹ ۱۲، ۱۳ — پ۹ ۱، ۶، ۸ — پ۱۱ ۴ — پ۱۳ ۱۸، ۱۹ — پ۱۴ ۱۸ — پ۱۵ ۱۲، ۱۳، ۱۴ — پ۱۶ ۱۱، ۱۳، ۱۷

پ۱۷ ۱۳، ۱۴ — پ۱۸ ۱، ۶ — پ۱۹ ۷، ۱۳ — پ۲۰ ۸، ۹، ۱۰ — پ۲۱ ۱۵ — پ۲۲ ۵، ۸، ۹، ۱۶، ۱۹ — پ۲۳ ۹، ۱۱، ۱۲

پ۲۴ ۴، ۷، ۱۶، ۱۸ — پ۲۵ ۳، ۷، ۱۲ — پ۲۶ ۲، ۳، ۱۲، ۱۶ — پ۲۸ ۳، ۷، ۲ — پ۲۹ ۳، ۱۱، ۱۹ -

رِبٰوا: سود، بیاج۔ یہ لفظ تمام قرآن میں بار کے بعد واو اور واؤ کے بعد الف سے مرقوم ہے مگر ایک جگہ سورۃ الروم میں بار کے بعد الف سے لکھا ہوا ہے،

قاضی بیضاوی اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں :-

"چونکہ ایک لغت پر اس میں تفخیم ہے اس لئے صلٰوۃ کی طرح واو سے اس کو لکھا گیا اور واؤ کے بعد الف اس لئے زیادہ کر دیا گیا کہ واؤ جمع سے مشابہ ہے۔"[2]

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو رِبًا) پ۳ ۱۲، ۷ — پ۴ ۶ — پ۶ ۵ — پ۲۱ ۲ -

رَبْوَۃٍ: بلندی، بلند جگہ، ٹیلا، اسم ہے، رِبًا اور رُبُوٌّ سے مشتق ہے، رُبًی اور رُبِیٌّ جمع (ملاحظہ ہو رَابِیًا) پ۳ ۴ — پ۱۸ ۳ -

رَبُّهٗ: اس کا رب، اس کا پروردگار، اس کا صاحب،

---

[1] الاتقان ۱ج ۱ ، ص ۱۶۳ (طبع مصر)

[2] تفسیر انوار التنزیل ، ج ۱ ، ص ۱۰۳ (طبع مصر)

اس کا مالک، رَبَّ مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ، آیت شریفہ اَمَّآ اَحَدُکُمَا فَیَسْقِیْ رَبَّهٗ خَمْرًا (ایک جو ہے تم دونوں میں سو پلاویگا اپنے بادشاہ کو شراب) اور فَاَنْسٰهُ الشَّیْطٰنُ ذِکْرَ رَبِّهٖ (سو بھلا دیا اس کو شیطان نے ذکر کرنا اپنے بادشاہ سے) میں رب سے مراد آقا اور بادشاہ ہے نہ ذاتِ باری تعالیٰ۔

پ۱ (۴،۱۳،۱۵،۱۹)، پ۳ (۳،۶،۷،۸،۱۲)، پ۷ (۱۰)، پ۸ (۱۳،۱۶)، پ۹ (۷)، پ۱۱ (۷)، پ۱۲ (۴،۹،۱۲)
پ۱۲ (۱۳،۱۴،۱۵)، پ۱۳ (۷،۱۰)، پ۱۴ (۴)، پ۱۵ (۳،۹،۱۰)، پ۱۶ (۲،۳،۴،۷،۱۲،۱۶،۱۷)
پ۱۷ (۶،۱۱)، پ۱۸ (۶)، پ۱۹ (۳)، پ۲۱ (۱،۱۵)، پ۲۲ (۸)، پ۲۳ (۷،۱۱،۱۳،۱۵،۱۷)، پ۲۴ (۸)، پ۲۵ (۱۴)
پ۲۶ (۶)، پ۲۷ (۵،۸،۱۳)، پ۲۸ (۱۹)، پ۲۹ (۱۱،۱۳،۲۰)، پ۳۰ (۲،۳،۴،۹،۱۲،۱۴،۱۷،۲۳،۲۵)

رَبُّهَا: اس کا رب، اس کا پروردگار، اس کا مالک، اس کا صاحب، رَبُّ مضاف ھا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ، پ۳ (۱۲)، پ۱۳ (۱۶)، پ۲۴ (۳،۱۳)، پ۲۶ (۳)، پ۲۸ (۳)، پ۲۹ (۱۷)، پ۳۰ (۹)۔

رَبُّهُمْ: ان کا رب، ان کا مالک، ان کا پروردگار، ان کا صاحب، رَبُّ مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔ پ۱ (۳،۵،۸،۱۶)، پ۲ (۱،۳)، پ۳ (۴،۶،۱۰،۱۷)، پ۴ (۵،۸،۱۱)
پ۵ (۳،۱۳)، پ۷ (۷،۹،۱۰،۱۲،۱۹)، پ۸ (۲،۵،۶،۱۷)، پ۹ (۹،۱۵)، پ۱۰ (۳،۹)، پ۱۱ (۶)
پ۱۲ (۳،۵،۶)، پ۱۳ (۷،۸،۹،۱۳،۱۵،۱۶)، پ۱۴ (۲،۱۳،۱۹)، پ۱۵ (۶،۱۴،۱۸،۲۰)
پ۱۶ (۳)، پ۱۷ (۱،۹)، پ۱۸ (۴)، پ۱۹ (۴)، پ۲۱ (۳،۴،۷،۱۰،۱۳،۱۵)، پ۲۲ (۱۰،۱۵،۱۷)، پ۲۳ (۲،۳)
پ۲۳ (۱۷)، پ۲۴ (۱۵)، پ۲۵ (۲،۳،۴،۵،۱۷،۲۰)، پ۲۶ (۵،۶،۱۸)، پ۲۷ (۳،۵،۱۳)
پ۲۹ (۱،۳،۱۹)، پ۳۰ (۸،۱۶،۲۲،۲۳،۲۵)۔

رَبُّهُمَا: ان دونوں کا رب، ان دونوں کا پروردگار، ان دونوں کا صاحب، ان دونوں کا مالک، رَبُّ مضاف هُمَا ضمیر تثنیہ مذکر غائب مضاف الیہ، پ۹ (۱۴)، پ۱۶ (۱)۔

رَبِّیْ: میرا رب، میرا پروردگار، میرا مالک، میرا صاحب، رَبّ مضاف ی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ، پ۳ (۴،۱۳)، پ۶ (۱۴)
پ۷ (۶،۸،۱۳،۱۵)، پ۸ (۷،۱۰،۱۱،۱۵،۱۶،۱۷)، پ۹ (۱،۱۳،۱۴)، پ۱۱ (۷،۱۰)
پ۱۲ (۳،۴،۸،۱۴،۱۵،۱۷)، پ۱۳ (۵،۱۰،۱۸)، پ۱۵ (۱۰،۱۱،۱۵،۱۶،۱۷)
پ۱۶ (۲،۳،۵،۶،۱۱،۱۵)، پ۱۷ (۱)، پ۱۹ (۴،۶،۸،۱۰،۱۲،۱۶)، پ۲۰ (۴،۷،۱۲،۱۵)
پ۲۲ (۱۰،۱۲،۱۷)، پ۲۳ (۱،۶،۷،۱۲،۱۶)، پ۲۴ (۸،۹،۱۲)، پ۲۵ (۱،۳،۱۲،۱۴)، پ۲۸ (۱۵)، پ۲۹ (۱۲)
پ۳۰ (۱۲)۔

رَبَّیٰنِیْ: ان دونوں نے مجھ کو پالا، ان دونوں نے میری پرورش کی، رَبَّیَا، تَرْبِیَۃً سے ماضی کا صیغہ تثنیہ مذکر غائب ہے الف تثنیہ نون سے قبل محذوف ہے، نِ وقایہ، ی ضمیر واحد متکلم، پ۱۵ (۳)۔

رِبِّیُّوْنَ: خدا کے طالب، خدا پرست، اللہ والے، ہزاروں جماعتیں، رِبِّیٌّ کی جمع جو رَبَّانِیٌّ کی طرح ہے یہ امام راغبؒ کا بیان ہے، امام بخاری نے اس کے معنی جماعتوں کے کئے ہیں اور اس کا واحد رِبِّیٌّ بتایا ہے یہ معنی اصل میں امام لغت ابو عبیدہ سے منقول ہیں[1] اس صورت میں رِبِّیٌّ حسب تصریح قاضی بیضاوی

[1] ماخوذ از فتح الباری شرح صحیح بخاری ج ۸ ص ۱۵۵ (طبع میریہ)

رِبِّيٌّ کی طرف بطور مبالغہ منسوب ہے
جس کے معنی جماعت کے ہیں[1]۔

امام بغوی لکھتے ہیں :-

" رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ کے معنی حضرت ابنِ عباسؓ مجاہد اور قتادہ نے جماعاتِ کثیرہ کے بیان کئے ہیں اور حضرت ابنِ مسعودؓ نے ہزاروں بتلائے ہیں ، کلبی کا قول ہے کہ ایک 'رِبِّيَّہ' دس ہزار کا ہوتا ہے، ضحاک ایک ہزار کہتے ہیں اور حسن بصریؒ فقہاء و علماء ترجمہ کرتے ہیں اور بعض کا قول ہے کہ رِبِّيُّوْن اتباع ہیں، ربانیون حکام اور ربیون رعیت اور بعض کہتے ہیں کہ 'رب' کی طرف منسوب ہے یعنی وہ لوگ جو رب کی عبادت کرتے ہیں"[2]

اور ابو حاتم احمد بن حمدان لغوی نے کتاب الزینۃ میں تصریح کی ہے کہ یہ سریانی لفظ ہے[3] ۳/۶ ۔

فصل التاء المثناۃ

رَتْقًا : منہ بند، ملا ہوا، جڑا ہوا، رَتَقَ يَرْتُقُ کا مصدر ہے " رتق " کے معنی اصل میں بند ہونے اور جڑ جانے کے ہیں، خواہ خلقی طور پر ہو یا صناعی طور پر

[1] انوار التنزیل، ج ۱ ص ۱۳۲
[2] معالم التنزیل، ج ۱ ص ۳۶۲ (طبع مصر ۱۳۳۱ھ)
[3] الاتقان، ج ۱ ص ۱۳۹

مصدر یہاں پر اسم فاعل یا اسم مفعول کے معنی میں ہے ، ۳/۱۲ ۔

رَتِّلْ : کھول کھول کر پڑھ، آہستہ آہستہ یعنی واضح پڑھ، ترتیل سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر (ملاحظہ ہو تَرْتِيْلًا) ، ۲۹/۴ ۔

رَتَّلْنٰهُ : ہم نے اس کو تھم تھم کر پڑھا، ہم نے اس کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھ سنایا، رَتَّلْنَا تَرْتِيْلٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم ہ ضمیر واحد مذکر غائب ، ۱۹/۲ ۔

فصل الجیم المعجمۃ

رَجًّا : کپکپانا، لرزانا، ہلانا، رَجَّ يَرُجُّ کا مصدر ہے اس کے معنی کسی چیز کو ہلانے اور جنبش دینے کے ہیں ، ۲۷/۱۴ ۔

رِجَالٌ : مرد، پیادے، پاؤں چلتے، اول معنی کے اعتبار سے رَجُلٌ کی جمع ہے اور دوسرے معنی کے اعتبار سے رَاجِلٌ کی جیسے رِكَابٌ رَاكِبٌ کی جمع ہے رَاجِلٌ رِجْلٌ سے مشتق ہے جس کے معنی پیر کے ہیں اور اسی مناسبت سے پاؤں پیدل اور پیادہ کو رَاجِلٌ کہتے ہیں ۔

واضح رہے کہ مردان جن کے لئے بھی رِجَالٌ کا استعمال ہوتا ہے ارشاد ہے وَاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ

مِنَ الْجِنِّ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ (اور بہت سے مرد آدمیوں میں سے پناہ لیتے ہیں جنوں کے مردوں سے) شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے تصریح کی ہے کہ رجال الغیب جن ہی ہوتے ہیں اور اسی آیت کو استدلال میں پیش کیا ہے [1] قرآنِ مجید میں دو جگہ 'رجال' پیادوں کے معنی میں استعمال ہوا ہے ایک فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا (پھر اگر تم کو ڈر ہو تو پیادہ پڑھ لو یا سوار) اور دوسرے يَأْتُوكَ رِجَالًا (آئیں گے تیرے پاس پاؤں چلتے)

پ۲/۱۲، پ۴/۱۲، پ۵/۲، ۳، ۷، ۱۱، پ۸/۱۲، ۱۷، پ۱۱/۲، پ۱۸/۱۰، ۱۱، پ۱۹/۱۹

پ۳۰/۱۵، پ۲۱/۱۹، پ۲۶/۱۱، پ۲۹/۱۱ **رِجَالًا** پ۲/۱۵، پ۴/۱۲، پ۶/۳

پ۹/۱۲، پ۱۳/۶، پ۱۴/۱۲، پ۱۷/۱۰، ۱۱، پ۲۳/۱۳ -

رِجَالِكُمْ : تمہارے مرد، رِجَالِ مضاف كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر، مضاف الیہ، پ۳/۲۳ -

رُجَّتْ : وہ ہلائی گئی، اس کو جنبش دی گئی (نصر) رَجٌّ سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مؤنث غائب، پ۲۷/۱۴ -

رُجْزَ : پلیدی، گناہ، عذاب، بت۔ امام بغوی وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"مجاہد، عکرمہ، قتادہ، زہری، ابن زید اور ابو سلمہ کا بیان ہے کہ رُجز سے مراد اوثان یعنی بُت ہیں، پس اللہ نے فرمایا کہ اس سے دُور رہ اور قریب نہ جا، اور بعض کا قول ہے کہ 'ز' اس میں سین سے بدل لی گئی ہے، اہلِ عرب قربِ مخرج کے سبب سین اور زے کو ایک دوسرے کی جگہ لے آتے ہیں، اس تاویل کی دلیل فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس کے معنی ہیں گناہوں سے دور رہ، اور ابوالعالیہ اور ربیع کہتے ہیں کہ رُجز، راء کے پیش سے بمعنی بت اور راء کے زیر سے بمعنی نجاست و معصیت ہے، ضحاک نے اس کا ترجمہ شرک سے کیا ہے اور کلبی نے عذاب کے معنی بتائے ہیں" [2] پ۲۹/۱۵ -

رِجْزٌ : عقوبت، بلا، عذاب، قاضی بیضاوی لکھتے ہیں کہ :-

"رِجز اصل میں وہ چیز ہے جس سے گھن آئے اور رِجس بھی اسی کی طرح ہے،" [3]

---

[1] ملاحظہ ہو الصارم المنکی فی الرد علی السبکی للحافظ ابن عبدالہادی المقدسی، ص ۱۲۳ (طبع مصر ۱۳۱۶ھ)۔ امام موصوف کی عبارت یہ ہے:
"ورجال الغیب ہم الجن قال تعالیٰ وانہ کان رجال من الانس یعوذون برجال من الجن فزادوہم رہقا"

[2] معالم التنزیل، ج ۷، ص ۴۴۔ [3] انوار التنزیل، ج ۱، ص ۴۴ و ۴۵

لیکن علامہ زمخشری الفائق فی غریب الحدیث
میں رقمطراز ہیں :-
" رجز اور رجس کے معنی عذاب کے ہیں، ابوتراب
کا بیان ہے کہ میں نے ابوالسمیدع جہینی سے
سنا، وہ کہتے تھے کہ رجز اور رجس وہ سخت
مصیبت ہے جو لوگوں پر نازل ہو، یہ اہل عرب
کے محاورہ ارتجزت السماء بالرعد وارتجست
(آسمان بجلی کی کڑک سے کانپ اٹھا اور لرز
گیا) اور رعد مرتجز ومرتجس (کپکپا دینے والی
لرزا دینے والی گرج) سے ماخوذ ہے اور وہ ایسی
جنبش ہے جس کے ساتھ شور ہو کیونکہ جو عذاب
کہ اترتا ہے اس میں ضروری ہے کہ جن پر اترے
وہ ہل جائیں اور چیخ اٹھیں [1]"
اور امام راغب فرماتے ہیں :-
" رجز کی اصل اضطراب (یعنی خوب ہلنا
اور جنبش کرنا ہے) اور اسی سے رجز البعیر رجزا
فهو ارجز وناقة رجزاء آتا ہے جبکہ اونٹ یا
اونٹنی کے قدم قریب قریب پڑنے اور ضعف کے
سبب ڈگمگانے لگیں۔"
آیۂ شریفہ عَذَابٌ مِّن رِّجْزٍ اَلِيمٌ (بلا کی مار سے

دکھ والی) میں رجز یہاں زلزلہ کی طرح ہے۔"
پ۹ ۲۲ ۲۵، رِجْزًا پ۱ پ۹ ۳۰ -
رِجْسٌ : ناپاک، پلید، گندہ، عقوبت، عذاب،
بلا- آدجاسی جمع، رجس کی چار صورتیں ہیں،
(۱) طبیعت کی جہت سے (۲) عقل کی جہت سے
(۳) شرع کی جہت سے (۴) ان تینوں جہت سے
رجس شرعی جُوا اور شراب، رجس عقلی شرک اور
لحم خنزیر، تینوں کا مجموعہ میتہ (مردار) ہے۔ حق
تعالیٰ نے سب کے لئے لفظ رجس استعمال کیا ہے
بعض کا قول ہے کہ رِجْزٌ و رِجْسٌ زور کی چیخ
کو کہتے ہیں (ملاحظہ ہو رجن) پ۲ ۵۲ ۱۶۷ اور ۱۵
پ۱۱ ۲۲، رِجْسًا پ۵ ۱۱ -
رِجْسِهِمْ : ان کی نجاست، ان کی گندگی، ان
کی پلیدی، رِجْسِ مضاف هِمْ ضمیر جمع مذکر غائب
مضاف الیہ، پ۱۱ -
رَجْعٌ : پھر آنا، لوٹ آنا، مینہ، بارش، رَجَعَ يَرْجِعُ
کا مصدر ہے متعدی آتا ہے آیت شریفہ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ
الرَّجْعِ میں بعض نے "نو ذات الرجع" کا ترجمہ پھر برسنے
والا کیا ہے، شاہ عبدالقادر صاحب نے بھی اسی کو اختیار
کیا ہے اور قاضی بیضاوی کا بھی رجحان اسی

[1] الفائق فی غریب الحدیث، طبع دائرۃ المعارف، حیدرآباد دکن۔

طرف ہے اس اعتبار سے آسمان کو "ذات الرجع"
اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ اپنے ہر دورہ میں جس جگہ
سے حرکت کرتا ہے وہیں لوٹ آتا ہے[1] لیکن اکثر
مفسرین اور ائمہ لغت کی تصریح کے مطابق یہاں
رجع اپنے معنی مصدری میں نہیں بلکہ بارش
اور مینہ کے معنی میں اسم ہے، علامہ ابن خالویہ لغوی
ابوعبیدہ سے ناقل ہیں کہ رجع مطر یعنی بارش کو
کہا جاتا ہے اور ابن الاعرابی روایت کرتے ہیں کہ کل
مطر یثبت فی الارض فھو رجع[2] (ہر وہ بارش
جو زمین میں ٹھہر جائے، رجع ہے) بارش یا مینہ کا نام
رجع کیوں پڑا؟ قاضی بیضاوی نے اس کی دو وجہیں
لکھی ہیں: لان اللہ یرجعہ وقتا فوقتا
اولما قیل من ان السحاب یحمل الماء من
البحار ثم یرجعہ الی الارض[3] (اس لئے کہ اللہ تعالیٰ
وقتاً فوقتاً بارش کو لوٹاتا رہتا ہے یا اس لئے کہ کہا
گیا ہے کہ ابر سمندروں سے پانی لادلیتا اور پھر زمین
کی طرف لوٹا دیتا ہے) حاکم نے بسند صحیح حضرت
عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی
ہے کہ رجع کے معنی بارش کے ہیں، حضرت شاہ ولی اللہ
صاحب اور شاہ رفیع الدین صاحب نے بھی اسی ترجمہ
کو اختیار کیا ہے، پ۲۶/۱۵، پ۳۰/۱۱۔

رَجَعَ: وہ لوٹا، وہ پھر آیا (ضَرَبَ) رُجُوْعٌ سے جس
کے معنی جہاں سے ابتداء ہوئی یا ابتداء کا اندازہ ہوا
وہیں لوٹنے کے ہیں خواہ وہ کوئی مکان ہو یا فعل
ہو یا قول اور خواہ رجوع بذاتہ ہو یا کسی جزء کے
ذریعہ یا کسی فعل کے ذریعہ غرض رجوع کے معنی
عود کرنے اور لوٹنے کے ہیں، ماضی کا صیغہ واحد
مذکر غائب ہے۔ واضح رہے کہ رجوع مصدر لازم
ہے، پ۹/۸، ۱۶/۱۳۔

رُجِعْتُ: میں لوٹایا گیا، رَجْعٌ سے ماضی مجہول
کا صیغہ واحد متکلم، پ۲۵/۱۔

رَجَعْتُمْ: تم لوٹے، تم پھرے، رُجُوْعٌ سے ماضی
کا صیغہ جمع مذکر حاضر، پ۲/۸ ۱۱۔

رَجَعَكَ: تجھ کو واپس لوٹایا، تجھ کو پھیر لایا،
رَجَعَ رَجْعٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب
ک ضمیر واحد مذکر حاضر، پ۱۰/۸۔

رَجَعْنَا: ہم لوٹے، ہم واپس ہوئے، ہم پھرے،
رُجُوْعٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم، پ۲۸/۱۳۔

[1] انوار التنزیل، ج ۲، ص ۳٦۸ (طبع مصر)
[2] کتاب اعراب ثلاثین سورہ من القرآن الکریم، ص ۴۹، ۵۱
[3] انوار التنزیل، ج ۲، ص ۳٦۸
[4] مستدرک، ج ۲، ص ۵۲۰ (طبع دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن)

رَجَعْنٰکَ: ہم نے تجھ کو واپس لوٹایا، ہم تجھے پھیر لائے، رَجَعْنَا رَجْعٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم کَ ضمیر واحد مذکر حاضر، ۱۶/۱۱۔

رَجَعُوْا: وہ پھرے، وہ واپس لوٹے، رُجُوْعٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب، ۱۱/۴، ۱۳/۲، ۱۷/۵۔

رَجْعِهٖ: اس کو لوٹانا، اس کو پھیر لانا، رَجْعِ مضاف ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب، مضاف الیہ ۳۰/۱۱۔

رُجْعٰی: پھر جانا، لوٹنا، رَجَعَ یَرْجِعُ کا مصدر ہے، لازم آتا ہے، ۳۰/۲۱۔

رَجْفَةٌ: زلزلہ، بھونچال، کپکپاہٹ، لرزش اسم ہے، ۸/۱۷، ۹/۹،۱، ۲۰/۱۹۔

رَجُلٌ: مرد، جس کی مردی و مردانگی ظاہر ہو، رِجَالٌ جمع ۳/۷، ۷/۱۳، ۸/۱۵،۱۶، ۱۱/۶، ۱۲/۷، ۱۸/۲،۳، ۲۰/۵، ۲۱/۱۴، ۲۲/۷،۱۱،۱۹، ۲۳/۱۷، ۲۴/۹، ۲۵/۹۔

رَجُلًا: ۹/۹، ۱۵/۵،۷، ۱۸/۱۶، ۲۳/۱۷، ۲۴/۹۔

رَجُلٰنِ: دو مرد، رَجُلٌ کا تثنیہ بحالتِ رفع واضح رہے کہ اسم و فعل کے تثنیہ میں الف جب تک طرف (آخر) میں واقع نہ ہو، قرآن کے رسم الخط میں وہ لکھا نہیں جاتا، صرف قَدَّمَتْ یَدَاکَ اس سے مستثنیٰ ہے، ۶/۸۔

رِجْلِكَ: تیرا پاؤں، رِجْلِكَ مضاف کَ ضمیر واحد مذکر حاضر، مضاف الیہ، ۲۳/۱۲۔

رَجِلِكَ: تیرے پیادے، رَجِلِ مضاف کَ ضمیر واحد مذکر حاضر، مضاف الیہ، رَجِلٌ راجِلٌ کی جمع ہے، ۱۵/۷۔

رَجُلَیْنِ: دو مرد، رَجُلٌ کا تثنیہ بحالتِ نصب و جر، ۶/۷، ۱۴/۱۶، ۱۵/۱۷، ۲۰/۵۔

رِجْلَیْنِ: دو پیر، دو پاؤں، رِجْلٌ کا تثنیہ بحالتِ نصب و جر، ۱۸/۱۲۔

رَجْمًا: سنگسار کرنا، قتل کرنا، بے سوچے سمجھے منہ سے بات نکال دینا، لعنت کرنا، برا بھلا کہنا، پھٹکارنا، دھتکارنا، رَجَمَ یَرْجُمُ کا مصدر ہے، اصل میں رَجْمٌ کے معنی رِجَامٌ (پتھروں) سے مارنے کے ہیں اور بقیہ تمام معانی مستعارہ ہیں، ۱۵/۱۵۔

رَجَمْنٰکَ: ہم نے تجھ کو سنگسار کیا، ہم نے تجھ پر پتھراؤ کیا، رَجَمْنَا رَجْمٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم کَ ضمیر واحد مذکر حاضر، ۱۲/۸۔

رُجُوْمًا: آلاتِ سنگساری، رَجْمٌ کی جمع، رجم اصل میں مصدر ہے اور جس چیز کے ذریعہ سنگسار کیا جائے اس کے لئے بطورِ اسم مستعمل ہے، ۲۹/۱۔

رَجِیْمٌ: ملعون، مردود، راندہ ہوا، رَجْمٌ سے

بروزن فَعِیلٌ بمعنی مَفْعُولٌ یعنی مَرْجُوْمٌ ہے شیطان چونکہ اللہ تعالیٰ کی درگاہ سے راندہ ہوا اور مردود ہے اس لیے یہ اس کی مخصوص صفت ہے اور قرآن مجید میں جہاں بھی یہ لفظ آیا ہے اسی کی صفت میں آیا ہے، ۳/۱۲، ۱۴/۲،۳،۱۹، ۲۳/۱۳، ۳۰/۶ -

فصل الحاء المهملة

رِحَالِهِمْ : ان کی خرجیں، ان کے کجاوے، رِحَالِ مضاف ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ رِحَالِ رَحْلٌ کی جمع ہے، ۱۳/۲ -

رَحُبَتْ : وہ کشادہ ہوئی، وہ فراخ ہوئی (کَرُمَ) رُحْبٌ سے جس کے معنی فراخ ہونے کے ہیں، ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب، ۱۱/۳ -

رَحْلِ : کجاوہ، خرجیں، تھیلیہ، اصل میں اونٹ پر سواری کے لئے جو چیز رکھی جاتی ہے یعنی پالان کو رَحْلٌ کہتے ہیں اور مجازاً منزل و مسکن اور سامان سفر خرجیں اور تھیلیہ وغیرہ کے لئے بھی اس کا استعمال ہوتا ہے رِحَالٌ جمع، ۱۳/۳ -

رَحْلِهٖ : اس کا اسباب سفر، اس کا پالان، اس کا کجاوہ، رَحْلِ مضاف ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب، مضاف الیہ، ۱۳/۳ -

رِحْلَةَ : سفر کرنا، کوچ کرنا، کجاوہ کسنا، اصل میں تو اس کے معنی اونٹ پر پالان کسنے کے ہیں اور چونکہ اس کا مقصد کوچ اور سفر ہوتا ہے، اس لئے سفر کے معنی میں آنے لگا رَحَلَ یَرْحَلُ کا مصدر ہے، ۳۰/۳۱ -

رَحِمَ : اس نے رحم کیا، اس نے مہربانی کی (سَمِعَ) رُحْمٌ اور رَحْمَۃٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، ۱۲/۱۲، ۱۳/۱، ۲۵/۱۵ -

رُحْمًا : شفقت، محبت، مہربانی، رَحِمَ یَرْحَمُ کا مصدر ہے، ۱۶/۱ -

رُحَمَاءُ : بڑے نرم دل، بڑے مہربان، رَحِیْمٌ کی جمع، (ملاحظہ ہو رَحِیْمٌ) ۲۶/۱۲ -

رَحْمَتِكَ : تیری مہربانی، تیری مہر، تیری بخشش، رَحْمَۃِ مضاف کَ ضمیر واحد مذکر حاضر، مضاف الیہ (ملاحظہ ہو رَحْمَۃ) ۹/۸، ۱۱/۱۴، ۱۹/۱۷ -

رَحْمَتِنَا : ہماری مہربانی، ہماری رحمت، ہماری بخشش، رَحْمَۃِ مضاف نَا ضمیر جمع متکلم، مضاف الیہ، ۱۳/۱، ۱۶/۶،۷، ۱۷/۵،۶ -

رَحْمَتِهٖ : اس کی رحمت، اس کی مہربانی، رَحْمَۃِ مضاف ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ، ۱۱/۱۳،۸، ۳/۱۶، ۵/۱۳،۸، ۸/۱۳، ۱۱/۱،۱، ۵/۱۳،۶، ۸/۷،۸،۹ -

پ۱۹/۳، پ۲۰/۱۰،۱، پ۲۱/۸، پ۲۲/۱، پ۲۵/۲،۴،۲۰، پ۲۶/۱۱، پ۲۷/۲۰، پ۲۹/۲۰ ۔

رَحِمْتَهٗ: تو نے اس پر رحم کیا: تو نے اس پر مہربانی کی، رَحِمْتَ رُحْمٌ اور رَحْمَةٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر، ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب پ۲۶/۲ ۔

رَحْمَتِیْ: میری رحمت، میری مہربانی، رَحْمَةٌ مضاف یٰ ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ، پ۹/۹، پ۳۰/۱۵ ۔

رَحْمٰن: بڑا مہربان، بہت بخشش کرنے والا، چونکہ اس لفظ کے معنی بجز ذاتِ باری کے اور کسی پر صادق نہیں آتے کیونکہ اسی کی رحمت سب پر عام ہے، اس لئے سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کے لئے اس لفظ کا استعمال نہیں ہوتا۔ علماء عربیت کا اس میں اختلاف ہے کہ 'رحمٰن' عربی زبان کا لفظ ہے یا نہیں؟ اور عربی ہونے کی صورت میں یہ مشتق ہے یا غیر مشتق، مبرد اور ثعلب جو لغتِ عربیت کے امام ہیں اس طرف گئے ہیں کہ یہ عبرانی لفظ ہے اور اس کی اصل خا معجمہ سے ہے[1]۔ امام خطابی لکھتے ہیں :۔

" رحمٰن، کی تفسیر اور اس کے معنی میں نیز اس امر میں کہ وہ رحمة سے مشتق ہے یا نہیں، لوگوں کا اختلاف ہے بعض اس طرف گئے ہیں کہ یہ غیر مشتق ہے کیونکہ اگر یہ رحمة سے مشتق ہوتا تو مرحوم کے ذکر کے ساتھ آتا اور جس طرح کہ رحیم لعبادہ کہا جاتا ہے رحمٰن لعبادہ کہنا جائز ہوتا، نیز اس لئے کہ اگر رحمة سے مشتق ہوتا تو عرب سننے کے ساتھ ہی اس پر انکار نہ کرتے کیونکہ وہ رحمتِ پروردگار کے منکر نہ تھے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِذَا قِیْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا (جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رحمٰن کو سجدہ کرو تو کہتے ہیں رحمٰن کیا ہے؟ کیا تو جس کو کہے گا اس کو ہم سجدہ کریں گے اس سے ان کی نفرت میں اور زیادتی ہوتی جاتی ہے) اور بعض نے یہ خیال کیا ہے کہ یہ عبرانی نام ہے اور جمہور اس طرف گئے ہیں کہ یہ رحمة سے مشتق ہے اور مبالغہ پر مبنی ہے، اس کے معنی رحمت والے کے ہیں، اس سلسلہ میں اس کی کوئی نظیر نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ جس طرح رحیم کا تثنیہ اور جمع آتا ہے اس کا تثنیہ اور جمع نہیں آتا، فعلان کا وزن کلامِ عرب میں مبالغہ کا وزن ہے چنانچہ

[1] الاتقان، ج ۱ ص ۱۳۹

شدید الامتلاء کو مَلْآن اور خوب پیٹ بھرے کو شَبْعَان کہتے ہیں۔" [1]

بہرحال یہ واقعہ ہے کہ خدا کے لئے رحمٰن کا لفظ اسلام سے پہلے عام طور پر عربوں میں مستعمل نہ تھا اور صرف یہود و نصاریٰ اور بعض دیگر اربابِ مذاہب اس کو بولتے تھے چنانچہ نجد کے آخری کتبات میں رحمٰن ہی کا نام ملتا ہے۔ سدِ عرم کے عیسائی کتبہ کا آغاز بنعمۃ الرحمٰن الرحیم سے ہوتا ہے اسی لئے اسلام نے جب ابتداءً رحمٰن کا نام لیا تو قریش کو اچنبا ہوا کہ یہ کون نیا نام ہے۔ صلح حدیبیہ میں جب حضرتِ علی نے عہد نامہ کی پیشانی پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا تو قریش نے ماننے سے انکار کیا کہ ہم رحمٰن کو نہیں مانتے۔ [2]

جو لوگ رحمٰن کو رحمت سے مشتق بتاتے ہیں وہ رحمٰن و رحیم میں نہایت دقیق اور نازک فرق بیان کرتے ہیں چنانچہ ابنِ حجر عسقلانی لکھتے ہیں:۔

"اس میں اختلاف ہے کہ آیا رحمٰن اور رحیم کے ایک ہی معنی ہیں جس طرح کہ ندمان اور ندیم کے ہیں اور ان دونوں کو جو ایک ساتھ ذکر کیا گیا ہے وہ تاکید کیلئے ہے یا باعتبار تعلق دونوں میں باہم مغایرت ہے پس رحمٰن ہے دنیا کے لئے اور رحیم ہے آخرت کے لئے کیونکہ دنیا میں اس کی رحمت مومن و کافر سب کے لئے عام ہے اور آخرت میں مومن کے ساتھ مخصوص ہے یا مغایرت کسی اور جہت سے ہے کہ رحمٰن تو اس حیثیت سے زیادہ بلیغ ہے کہ وہ بڑی بڑی نعمتوں اور ان کے اصول پر مشتمل ہے جیسے کوئی غضب میں بھرا ہو تو اسے غضبان کہتے ہیں اور رحیم کو اس کے بعد ہی اس لئے لایا گیا کہ بطور تتمہ ہو کر چھوٹی نعمتوں کو شامل ہو جائے اور بعض کا قول ہے کہ رحیم زیادہ بلیغ ہے کیونکہ فَعِیلٌ کا صیغہ مبالغہ کا مقتضی ہے اور تحقیق یہ ہے کہ مبالغہ کی جہت دونوں میں مختلف ہے" [3]

علامہ ابنِ خالویہ لغوی کا بیان ہے کہ:۔

" رحمٰن کو رحیم پر اس لئے مقدم کیا گیا کہ رحمٰن، اللہ تعالیٰ کا اسم خاص ہے اور رحیم

---

[1] کتاب الاسماء والصفات امام بیہقی، ص ۲۷ (طبع انوار احمدی، الٰہ آباد) [2] ارض القرآن، ج ۲، ص ۲۳۹ (طبع معارف پریس، اعظم گڑھ) [3] فتح الباری، ج ۸، ص ۱۱۸ (طبع میریہ، مصر)

اسم مشترک ہے کیونکہ رجل رحیم تو بولتے ہیں مگر رجل رحمٰن نہیں بولتے، پس خاص کو عام پر مقدم کیا گیا، ابن عباس (رضی اللہ عنہما) کہتے ہیں کہ رحمٰن اور رحیم دو ایسے اسم ہیں جن میں رقت کے معنی ہیں اور ایک میں بہ نسبت دوسرے سے رقت کا مفہوم زیادہ ہے اور دوسروں کا بیان ہے کہ رحمٰن میں مدح زیادہ ہے اور رحیم میں رقت زیادہ ہے پس رحیم، لطیف کی طرح ہے، اور ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ رحمٰن اور رحیم دونوں نعتیں ہیں پس رحیم تو رحمت سے بروزن فعیل ہے اور رحمٰن بروزن فعلان۔ ابو عبیدہ کا بیان ہے کہ یہ اس بنا پر ہے کہ اہل عرب کے نزدیک زبان میں وسعت ہے جیسے کہ ندیم اور ندمان کے ایک ہی معنی ہیں، ابو عبیدہ نے اس شعر کو پیش کیا ہے ؎

وَنَدْمَانٍ يَزِيْدُ الْكَاسَ طِيْبًا
سَقَيْتُ وَقَدْ تَغَوَّرَتِ النُّجُوْمُ

اور دوسرے علماء کا قول ہے کہ رحمٰن عبرانی کا ماخذ ہے، ان لوگوں نے جریر کی یہ بیت استشہاد میں پیش کی ہے:

اَوْ تَتْرُكُوْنَ اِلَى الْقَسِّيْنِ هِجْرَتَكُمْ
وَمَسْحَكُمْ صُلْبَكُمْ رَحْمَانَ قُرْبَانَا [1]

مولانا ابوالکلام آزاد نے ترجمان القرآن میں ایک اور فرق نمایاں کیا ہے، فرماتے ہیں :۔

" اگرچہ یہ دونوں اسم رحمت سے ہیں لیکن رحمت کے دو مختلف پہلوؤں کو نمایاں کرتے ہیں، عربی میں فعلان کا باب عموماً ایسے صفات کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جو محض صفات عارضہ ہوتے ہیں، فعلی ظہور ان کے لئے ضروری نہیں ہوتا جیسے پیاسے کے لئے عطشان غضبناک کیلئے غضبان سراسیمہ کے لئے حیران، مست کے لئے سکران لیکن فعیل کے وزن میں صفات قائمہ و فاعلہ کا خاصہ ہے یعنی عموماً ایسے صفات کے لئے بولا جاتا ہے جو جذبات و عوارض ہونے کی جگہ صفات قائمہ ہوتے ہیں اور اپنا فعلی ظہور بھی رکھتے ہیں مثلاً کریم کرم کرنے والا، عظیم بڑائی رکھنے والا، حکیم حکمت رکھنے والا، پس الرحمٰن کے معنی یہ ہوئے کہ وہ ذات جس میں رحمت ہے اور الرحیم

[1] کتاب اعراب ثلاثین سورۃ من القرآن الکریم، ص ۱۳

کے معنی یہ ہوئے کہ وہ ذات جس میں نہ صرف رحمت ہے بلکہ جس کی رحمت اپنا فعل ظہور بھی رکھتی ہے اور تمام کائنات اسی سے فیض یاب ہو رہی ہے۔" سلہ

شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر فتح العزیز میں ایک اور نکتہ واضح فرماتے ہیں :۔

" باید دانست کہ از لوازم پرورش دو قسم رحمت ست، قسم اول رحمتے کہ در علین پرورش می باشد و آں رحمت اگر نباشد پرورش متصور نشود و حقیقت آں رحمت توجہ تام بد فع حاجات پروردہ خود و تعہد ضروریات او در ہر وقت و تفقد بالیست و نابالیست او در ہر آں ست و ازیں رحمت باسم رحمان تعبیر فرمودہ اند و قسم دوم از رحمت آنست کہ بعد از پرورش بحصول کمال ثمرات آں کمال را مترتب فرمایند و آں کمال را رائیگاں نسازند و ازیں رحمت تعبیر فرمودہ اند برحیم " سلہ

بہرحال یہ سب نکتہ سنجیاں اس بنیاد پر ہیں کہ رحمٰن کا اشتقاق رحمت سے ہے اور وہ عربی زبان کا لفظ ہے ورنہ اگر اس کو عبرانی لفظ مان

لیا جائے تو پھر کسی دقیقہ سنجی کی ضرورت نہیں رہتی، اس صورت میں یہ لفظ اللہ کی طرح ذات باری کا علم ہوگا، قرآن مجید میں یہ لفظ ترین جگہ مذکور ہے اور لفظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس کا استعمال بطور صفت نہیں بلکہ بطور علم ہوا ہے، پ ۲/۳، پ ۱۳/۱۰، پ ۱۵/۱۲

۱۶/ ۵، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۴، ۱۵، ۱۷/ ۲، ۳، ۴، ۷، ۱۹/ ۱، ۲، ۴، ۵، ۱۷

پ ۲۲/ ۱۸، ۱۹، پ ۲۳/ ۱، ۳، پ ۲۴/ ۱۵، ۲۵/ ۸، ۹، ۱۰، ۱۳، پ ۲۶/ ۱۷، پ ۲۷/ ۱۱، پ ۲۸/ ۶

پ ۲۹/ ۱، ۲، پ ۳۰/ ۲۔

رَحِمَنَا : اس نے ہم پر رحم کیا، اس نے ہم پر مہربانی کی، اس نے ہم پر رحمت کی، رَحِمَ صیغہ ماضی نا ضمیر جمع متکلم ہے (ملاحظہ ہو رَحِمَ) پ ۲۹/۲۔

رَحِمْنٰهُمْ : ہم نے ان پر مہربانی کی، ہم نے ان پر رحم کیا، ہم نے ان پر بخشش کی، رَحِمْنَا رَحْمٌ اور رَحْمَۃٌ سے، ماضی کا صیغہ جمع متکلم، هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب، پ ۱۸/۴۔

رَحِمَهٗ : اس پر رحم کیا، اس پر مہربانی کی، اس پر بخشش کی، اس میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ہے (ملاحظہ ہو رَحِمَ) پ ۸۔

رَحْمَةٌ : رحمت، بخشش، مہربانی، رَحِمَ یَرْحَمُ کا مصدر ہے، امام راغب لکھتے ہیں :۔

سلہ ترجمان القرآن، ج ۱، ص ۳۹ (طبع دہلی ۱۳۵۰ھ)

سلہ تفسیر فتح العزیز، ص ۴ (طبع محمدیہ ۱۲۶۴ھ)

"رحمۃ: وہ رقت ہے جو مرحوم کی طرف (یعنی جس پر رحم کیا جائے) احسان کی مقتضی ہو اور کبھی اس کا استعمال مجرد رقت کے معنی میں ہوتا ہے اور کبھی صرف احسان کے معنی میں جو رقت سے خالی ہو جیسے رَحِمَ اللہُ فلاناً (اللہ نے فلانے پر رحم کیا) جب اس سے ذاتِ باری کو موصوف کیا جائے گا تو صرف احسان مراد ہوگا، رقت مراد نہ ہوگی، اس لئے مروی ہے کہ اللہ کی طرف سے رحمت انعام اور فضل ہے اور آدمیوں کی طرف سے رحمت رأفت و تعطف (شفقت) ہے اور اسی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد ہے جو آپ نے اپنے رب سے نقل کیا ہے کہ جب اس نے رحم کو پیدا کیا تو اس سے فرمایا میں رحمٰن ہوں اور تو رحم ہے میں نے تیرے نام کو اپنے نام میں سے نکالا ہے پس جو تجھے ملائیگا میں اسے ملاؤں گا اور جو تجھے قطع کرے گا میں اسے پارہ پارہ کردونگا، یہ اسی طرف اشارہ ہے جو سابق میں گزرا کہ رحمت، رقت اور احسان دو معنوں پر مشتمل ہے، پس رقت کو طبائعِ انسانی میں جگہ دی اور احسان کے ساتھ خود منفرد رہا تو یہ ہوا کہ جس طرح لفظ رحم رحمت سے ہے اسی طرح اس کے جو معنی لوگوں میں موجود ہیں وہ اس معنی سے ہیں جو ذات باری کے لئے پائے جاتے ہیں اور ان دونوں کے معنوں میں بھی وہی تناسب ہے جو ان دونوں کے لفظوں میں ہے۔"

مولانا ابوالکلام آزاد نے اردو میں رحمت کی اچھی تشریح کی ہے جو ان ہی کے لفظوں میں درج ذیل ہے:

"عربی میں رحمت کا عواطف کی ایسی رقت اور نرمی کو کہتے ہیں جس سے کسی دوسری ہستی کے لئے احسان و شفقت کا ارادہ جوش میں آجائے پس رحمت میں محبت، شفقت، فضل، احسان سب کا مفہوم داخل ہے اور مجرد محبت لطف اور فضل سے زیادہ وسیع ہے" [1]

۲: ۶۴، ۱۱۳ — ۳: ۹ — ۴: ۲، ۸ — ۵: ۱۰ — ۶: ۴ — ۷: ۸، ۱۲ — ۸: ۲، ۵، ۶، ۷

۵: ۱۳، ۱۴، ۱۶ — ۹: ۹، ۱۴ — ۱۰: ۹، ۱۴ — ۱۱: ۸، ۱۱ — ۱۲: ۲، ۳، ۵، ۷، ۸

۱۳: ۶، ۳۴، ۳۴، ۱۸ — ۱۴: ۱۸، ۳۴ — ۱۵: ۳، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۳، ۲۰، ۲۱ — ۱۶: ۱، ۲

۱۶: ۴، ۵ — ۱۷: ۶، ۷ — ۲۰: ۸۳، ۱۲ — ۲۱: ۱، ۶، ۷، ۸، ۱۰، ۱۸ — ۲۲: ۱۳

۲۳: ۱۰، ۱۳، ۱۵ — ۲۴: ۱، ۳، ۱۶ — ۲۵: ۱، ۶، ۹، ۱۴، ۱۸ — ۲۶: ۳ — ۲۷: ۱۸، ۲۰

[1] ترجمان القرآن، ج ۱ ص ۳۹

رَحِیْق : شراب، ناب، اسم جامد ہے، علامہ ابو منصور ثعالبی فقہ اللغۃ میں ابو عبید سے ناقل ہیں الرحیق صفوۃ الخمر التی لیس فیہا غش[1] (رحیق وہ شراب صاف ہے جس میں ذرا آمیزش نہ ہو)، ٣٠/٢٥ -

رَحِیْم : بڑا مہربان، نہایت رحمت والا، رَحْمَۃٌ سے بروزن فَعِیْلٌ مبالغہ کا صیغہ رُحَمَآءُ جمع رحیم اسمائے حسنیٰ میں سے ہے اس کا استعمال غیر کے لئے بھی ہوتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید میں رَءُوْفٌ رَحِیْمٌ کہا گیا ہے، ابن مبارک کہتے ہیں رحمٰن وہ ذات ہے کہ جب اس سے مانگا جائے تو عطا فرمائے اور رحیم وہ ذات ہے کہ اس سے نہ مانگا جائے تو غضب میں آئے[2]، (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو رحمٰن) -

١/١، ٣، ١٥ ٢/٥، ٢، ١، ٥، ٦، ٨، ٩، ١١، ١٢ ٣/١٣، ١٧ ٣/٣ ٥/١، ٥ ٦/١٣، ١٠، ٥ ٧/٣، ١٣ ٨/٥، ٧ ٩/٩، ١١ ١٠/٥، ٦، ٧ ١٠/١٨ ١١/٢، ٣، ٥، ١٦ ١٢/٣، ٨ ١٣/٥، ١٨ ١٣/٣، ٧ ... ١٣/٣٠، ٢ ١٤/١٦ ١٥/٧، ٨، ٩، ١٠، ١٥ ٥، ٨، ٩ ... ١٢ ١٩/١٣، ١٣، ١٥، ١٦، ١٧ ٢٠/٥ ٢١/٣، ١٣ ٢٢/٧، ١٨ ٢٣/٣ ٢٤/٣، ١٥ ٢٤/١٩ ٢٥/٢، ١٥ ٢٦/١٣، ١٣، ١٣ ٢٧/٣، ١٧، ٢٠ ٢٨/٢، ٣، ٦، ٨

٢٨/١٦، ١٩ ٢٩/١٣ -

رَحِیْمًا : ٤/١٣، ١٥ ٥/٢، ٦، ١٠، ١١، ١٣، ١٦ ٦/١ ٩/٢ ١٨/١٦ ١٩/٣ ٢١/١٧، ١٩ ٢٢/٣، ٥، ٩ ٢٦/١٠ -

فصل الخاء المعجمۃ

رُخَآءً : ملائم، نرم نرم، اسم ہے رِخْوَۃٌ اور رَخَاوَۃٌ سے جس کے معنی نرم ہونے کے ہیں ماخوذ ہے، ٢٣/١٢ -

فصل الدال المہملۃ

رَدَّ : اس نے پھیر دیا، اس نے لوٹا دیا، اس نے واپس کر دیا (نَصَرَ) رَدٌّ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب (ملاحظہ ہو رَدَّھَا) ٢١/١٩ -

رِدْاً : مددگار، مدد دینے والا، جو دوسرے کی مدد کے لئے ساتھ چلے یہ رِدْءٌ کہلاتا ہے رِدْءٌ سے جس کے معنی مدد کرنے کے ہیں صفت مشبہ کا صیغہ اَرْدَاءٌ جمع) ٢٠/٧ -

رُدَّتْ : وہ واپس کر دی گئی، وہ لوٹا دی گئی، رَدٌّ سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مؤنث غائب ٣/٢ -

[1] فقہ اللغۃ، باب ٢٣، فصل ١٥ فی تفصیل اسماء الخمر وصفاتہا - [2] فتح الباری، ج ٨، ص ١١٨

رُدِدْتُّ، میں لوٹایا گیا، مجھ کو واپس کیا گیا، مجھے پھیرا، رَدٌّ سے، ماضی مجہول کا صیغہ واحد متکلم، ۱۵/۱۲ ۔

رَدَدْنَا: ہم نے پھیر دیا، ہم نے لوٹا دیا، ہم نے واپس کر دیا، رَدٌّ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم، ۱۵/۱ ۔

رَدَدْنٰهُ: ہم نے اس کو پھیر دیا، ہم نے اس کو واپس کر دیا، ہم نے اس کو لوٹا دیا، اس میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ہے، ۲۰/۲، ۳۰/۲ ۔

رَدِفَ: وہ پیچھے لگا، وہ پیچھے ہوا (رَمَعَ) رَدْفٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب (ملاحظہ ہو تَادِفَةٌ) ۲۰/۲ ۔

رَدْمًا: موٹی دیوار، مضبوط دیوار، سدِ محکم، رَدَمَ یَرْدِمُ کا مصدر ہے جس کے معنی رخنہ کو پتھروں سے بند کر دینے کے ہیں مگر یہاں مصدر بمعنی اسم مفعول ہے، ۱۶/۲ ۔

رَدُّوْا: انہوں نے الٹا دیا، انہوں نے لوٹایا، انہوں نے پھیر دیا، رَدٌّ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب، آیہ شریف فَرَدُّوْا اَيْدِيَهُمْ فِيْٓ اَفْوَاهِهِمْ (پھر انہوں نے اپنے ہاتھ الٹے دے اپنے منہ میں) کے تین معانی بیان کئے گئے ہیں (۱) غصہ کے مارے پشتِ دست کاٹنے لگے (۲) منہ پر ہاتھ لیجا کر خاموش کرنے لگے (۳) اَفْوَاهِهِمْ میں هِمْ کی ضمیر بجانب انبیاء راجع کی جائے یعنی انبیاء کے منہ پر ہاتھ رکھنے لگے رَدٌّ کے استعمال سے یہاں اس بات پر تنبیہ مقصود ہے کہ انہوں نے بار بار ایسا کیا، ۱۳/۱۴ ۔

رُدُّوْا: وہ واپس لائے گئے، وہ لوٹائے گئے وہ پھیرے گئے، رَدٌّ سے ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب، ۵/۹، ۷/۹، ۱۴، ۱۱/۸ ۔

رَدُّوْهُ: انہوں نے اس کو لوٹا دیا، اس میں ہُ ضمیر واحد مذکر غائب ہے، (ملاحظہ ہو رَدُّوْا) ۵/۸ ۔

رُدُّوْهُ: اس کو رجوع کرو، اس کو لوٹاؤ، اس کو پھیر دو، رُدُّوْا رَدٌّ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب، ۵/۵ ۔

رُدُّوْهَا: اس کو پھیر دو، اس کو واپس لاؤ، اس میں هَا ضمیر واحد مذکر غائب ہے، ۵/۸، ۲۳/۱۲ ۔

رَدُّهَا: اس کا پھیر دینا، رَدٌّ مضاف هَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ، رَدٌّ رَدَّ یَرُدُّ کا مصدر ہے جس کے معنی کسی شے کے لوٹانے کے ہیں خواہ ذاتِ شے کو لوٹایا جائے یا اس کی کسی حالت کو، ۱۷/۳ ۔

رَدِّهِنَّ: ان (عورتوں) کا لوٹانا، ان کا پھیر لینا رَدٌّ مضاف هِنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب مضاف الیہ، ۲/۱۲

فصل الزاء المعجمة

رَزَّاقُ: رزق دینے والا، روزی دینے والا، رِزْقٌ سے جس کے معنی روزی دینے کے ہیں، بروزن فَعَّالٌ مبالغہ کا صیغہ، امام حلیمی کہتے ہیں "رزق پہ رزق کثرت سے اور وسعت کے ساتھ دینے والا رزاق ہے" امام خطابی کا بیان ہے کہ رزاق وہ ذات ہے جو رزق کی متکفل ہے اور ہر جان کے قیام کے لئے جس قدر قوت کی ضرورت ہے اسکی بہم پہنچانیوالی ہے[1]، یاد رہے کہ اس لفظ کا اطلاق بجز ذاتِ باری کے غیر پر جائز نہیں ہے، ۲۷/۲۔

رِزْقٌ: روزی، رزق۔ راغب لکھتے ہیں کہ رزق کبھی تو عطاءِ جاری کو کہا جاتا ہے خواہ دنیوی ہو یا اخروی اور کبھی حصہ کو اور جو پیٹ میں پہنچکر غذا بن جاتی ہے اس کو، عطاءِ دنیوی کی مثال فِی السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ (آسمان میں ہے تمہاری روزی) اور عطاءِ اخروی کی مثال وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا (اور ان کو ہے ان کی روزی وہاں صبح اور شام) اور حصہ کی مثال وَتَجْعَلُونَ رِزْقَكُمْ أَنَّكُمْ تُكَذِّبُونَ (اور اپنا حصہ یہی لیتے ہو کہ تم جھٹلاتے ہو) اور غذا کی مثال فَلْيَأْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ (سو وہ تمہارے لئے اس میں سے کھانا لے آئے)، أَرْزَاقٌ جمع، ۱/۲، ۳/۱۱، ۹/۱۵، ۱۰/۶، ۱۱/۱۱، ۱۴/۹، ۱۴/۱۶، ۱۵/۳،۱۵، ۱۶/۱۷، ۱۷/۱۴، ۱۸/۹، ۲۰/۱۱،۱۴، ۲۱/۲،۷، ۲۳/۷،۸،۱۰،۱۱، ۲۳/۶، ۲۴/۲، ۲۵/۳،۴،۱۲،۱۷، ۲۷/۲۔

رِزْقًا ۱/۲، ۳/۱۲، ۴/۶، ۱۳/۱۲، ۱۴/۱۲،۱۶، ۱۶/۱۷، ۱۷/۱۵، ۲۰/۹،۱۴، ۲۲/۱، ۲۴/۷، ۲۶/۱۵، ۲۸/۱۸۔

رِزْقُكُمْ: تمہارا رزق، تمہاری روزی، رِزْقٌ مضاف، کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ، ۲۶/۱۸، ۲۷/۱۶۔

رَزَقَكُمْ: اس نے تم کو روزی دی، اس نے تم کو رزق دیا، رَزَقَ رِزْقٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اُرْزُقْ) ۲/۲، ۳/۱۳،۱۴، ۹/۱۷، ۱۴/۱۶،۲۱، ۱۷/۷، ۲۳/۳، ۲۴/۱۲۔

رِزْقُنَا: ہمارا رزق، ہماری روزی، رِزْقٌ مضاف، نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ، ۲۳/۱۳۔

رُزِقْنَا: ہمیں روزی دی گئی، ہمیں رزق دیا گیا، رِزْقٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ جمع متکلم، ۱/۳۔

رَزَقْنٰكُمْ: ہم نے تم کو رزق دیا، ہم نے تم کو روزی دی، رَزَقْنَا رِزْقٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم، کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر، ۱/۶، ۲/۵، ۳/۲، ۹/۱۰، ۱۶/۱۳، ۲۱/۷

[1] کتاب الاسماء والصفات امام بیہقی، ص ۵۰

پ ۲۸/۱۴ ۔

رَزَقْنٰهُ : ہم نے اس کو روزی دی، ہم نے اس کو رزق دیا، اس میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ہے، پ ۲۶/۱۶ ۔

رَزَقْنٰهُمْ : ہم نے ان کو روزی دی، ہم نے ان کو رزق دیا، اس میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے، پ ۱/۱، پ ۹/۱۵، پ ۱۱/۱۵، پ ۱۳/۹،۱۷، پ ۱۴/۱۳، پ ۱۵/۷، پ ۱۷/۱۲، پ ۲۰/۹، پ ۲۱/۱۵، پ ۲۲/۱۶، پ ۲۵/۵،۱۸ ۔

رَزَقَنِیْ : اس نے مجھے رزق دیا، اس نے مجھے روزی دی، ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم (ملاحظہ ہو رِزْقُکُمْ) پ ۱۲/۸ ۔

رُزِقُوْا : وہ روزی دیے گئے، ان کو رزق دیا گیا، رِزْقٌ سے، ماضی مجہول کا صیغہ، جمع مذکر غائب، پ ۱/۳ ۔

رِزْقُهٗ : اس کا رزق، اس کی روزی، رِزْقٌ مضاف، ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب، مضاف الیہ، پ ۲۸/۱۴، پ ۲۹/۲، پ ۳۰/۴ ۔

رِزْقُهَا : اس کا رزق، اس کی روزی، رِزْقٌ مضاف ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ، پ ۱۲/۱، پ ۲۴/۲۱، پ ۲۷/۱ ۔

رِزْقُهُمْ : ان کا رزق، ان کی روزی، رِزْقٌ مضاف، هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ، پ ۲۴/۱۹ ۔

رَزَقَهُمْ : اس نے ان کو رزق دیا، اس نے ان کو روزی دی، اس میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے (ملاحظہ ہو رَزَقَکُمْ) پ ۵/۳، پ ۸/۳، پ ۱۷/۱۱،۱۲ ۔

رِزْقُهُنَّ : ان (عورتوں) کی روزی، ان کا رزق، رِزْقٌ مضاف هُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب مضاف الیہ، پ ۲/۱۴ ۔

فصل السین المهملة

رَسٌّ : کنواں، ابن ابی حاتم نے مجاہد سے جو کبار تابعین میں سے مشہور مفسر ہیں، یہی معنی نقل کیے ہیں، امام بخاری نے "رَسٌّ" کے معنی معدن (کان) کے بیان کیے ہیں اور اس کی جمع رِسَاسٌ بتائی ہے،[1] ابو عبیدہ کا بھی یہی قول ہے، خلیل کہتے ہیں "ہر وہ کنواں جس کی کوٹھی پختہ نہ تعمیر کی جائے "رس" کہلاتا ہے[1]، راغب لکھتے ہیں :۔

"بعض کا قول ہے کہ "رس" ایک وادی ہے شاعر کہتا ہے ع وَهُنَّ لِوَادِی الرَّسِّ كَالْيَدِ لِلْفَمِ اور اصل میں "رس" کسی شے کا تھوڑا سا اثر

[1] فتح الباری، ج ۸، ص ۳۷۷

جو پایا جاتا ہے اس کو کہتے ہیں چنانچہ کہا جاتا ہے سمعت رسا من الخبر (میں نے کچھ یوں کی سی خبر سنی) رس الحدیث فی نفسی (میرے جی میں کچھ بات پڑی) وجد رسا من حمی (اس نے بخار کا کچھ اثر محسوس کیا) رُسّ المیت (میت دفن کی گئی) یعنی اس کی ذات کے بعد اس کا نشان رکھا گیا۔"

"اصحاب الرس" کے متعلق جو تحقیق تھی سابق میں گزر چکی، پ۹/۲، پ۲۶/۱۵۔

رِسٰلٰتِ: پیغامات، رِسَالَۃٌ کی جمع، پ۸/۱۵،۱۶، پ۹/۱، پ۲۲/۲، پ۲۹/۱۲۔

رِسٰلٰتِہٖ: اس کے پیغامات، رِسَالٰتِ مضاف ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب، مضاف الیہ، پ۶/۱۱۔

رِسٰلٰتِیْ: میرے پیغامات، رِسالاتِ مضاف ی ضمیر واحد متکلم، مضاف الیہ، پ۹/۱۔

رِسَالَۃٌ: پیغام، اِرْسَالٌ سے جس کے معنی بھیجنے کے ہیں اسم ہے، اس کے معنی پیغام اور خط کے آتے ہیں، رَسَائِلُ اور رِسَالَاتٌ جمع۔ رسالت کی شرعی تعریف علامہ سعد الدین تفتازانی نے ان الفاظ میں کی ہے "ھی سفارۃ العبد بین اللہ وبین ذوی الالباب من خلیقتہ لیزیح بھا عللھم فیما قصرت عنہ عقولھم من مصالح الدنیا والاخرۃ[1] (وہ اللہ تعالیٰ اور اس کی ہوشمند مخلوق کے مابین بندہ کی سفارت ہے تاکہ اس کے ذریعہ ان بیماریوں کو زائل کر دیا جائے کہ جن میں ان کی عقلیں دنیا و آخرت کی مصلحتوں سے عاجز ہو چکی ہیں، پ۶/۱۴۔

رِسَالَتَہٗ: اس کا پیغام، رِسَالَۃَ مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ، پ۷/۱۴، پ۸/۲۔

رُسُل: رسول، پیغمبر، رَسُوْلٌ کی جمع ہے، پ۱/۱۱، پ۳/۱، پ۴/۱،۶، پ۶/۲،۷،۱۴، پ۷/۵،۷،۱۰، پ۸/۲،۳،۱۱،۱۲،۱۳، پ۱۳/۷،۱۰، پ۱۳/۶،۱۱،۱۹، پ۱۴/۱۱، پ۱۷/۳، پ۱۸/۴، پ۱۹/۲، پ۲۲/۱۳، پ۲۳/۱۰، پ۲۴/۱۵،۱۶،۱۹، پ۲۶/۱۱،۱۴،۱۵، پ۲۹/۲۱، رُسُلًا پ۶/۳،۱۴، پ۱۱/۱۳، پ۱۳/۱۲، پ۱۷/۱۷، پ۲۱/۸، پ۲۲/۱۲، پ۲۴/۱۳۔

رُسُلُکَ: تیرے پیغمبر، تیرے رسول، رُسُلِ مضاف کَ ضمیر واحد مذکر حاضر، مضاف الیہ، پ۴/۱۱۔

رُسُلُکُمْ: تمہارے رسول، تمہارے پیغمبر، رُسُلُ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر، مضاف الیہ، پ۲۴/۱۰۔

رُسُلُنَا: ہمارے بھیجے ہوئے، ہمارے رسول، ہمارے پیغمبر، رُسُلُ مضاف نا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ

[1] شرح عقائد تفتازانی، ص ۹۷ (طبع علوی لکھنؤ)

پ ۹ ؎۲۶ ث ۱۱ ؎۱۴ ب ۵،۸ ؎۱۲ ۷ ؎۱۸ ۳ ؎۳۰ ۱۶ ؎۲۴ ۱۱،۱۲ ؎۲۵ ۱۰،۱۲ ؎۲۷ ۱۹،۲۰ -

رُسُلُہٗ: اس کے رسول، اس کے پیغمبر، رُسُلَ مضاف، ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب، مضاف الیہ، پ ۲ ؎۱ ۸ ؎۳۰ ۹ ؎۳ ۱۷ ؎۵ ۱،۳ ؎۶ ۵ ؎۱۲ ۱۹ ؎۱۳ ۱۸،۱۹ ؎۲۷ ۳،۱۸ ؎۲۸ -

رُسُلُہُمْ: ان کے رسول، ان کے پیغمبر، رُسُلُ مضاف، ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب، مضاف الیہ، پ ۲ ؎۱ ۱۵ ؎۱۰ ۷ ؎۱۱ ۱۴،۱۵ ؎۱۳ ۳ ؎۲۱ ۱۸ ؎۲۳ ۳ ؎۲۸ -

رُسُلِیْ: میرے رسول، میرے پیغمبر، رُسُلُ مضاف، ی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ، پ ۶ ؎۷ ۳ ؎۱۶ ۱۱ ؎۲۲ ۳ ؎۲۸ -

رَسُوْلٌ: پیغمبر، بھیجا ہوا، رسول، رِسَالَۃٌ سے ہے، شیخ شمس الدین قہستانی لکھتے ہیں:-

"فَعُوْلٌ مبالغہ ہے مُرْسَلٌ مُفْعَلٌ بالفتح کا اور فَعُوْلٌ کا استعمال اس طرح پر نادر ہی ہوتا ہے"۔[1]

نبی اور رسول کے مابین کیا نسبت ہے[2]؟ اس بارے میں تین مختلف رائیں ہیں:-

(۱) یہ دونوں مساوی ہیں یعنی ہر نبی رسول ہے اور ہر رسول نبی ہے، علامہ تفتازانی نے شرح عقائد

---

[1] جامع الرموز، ص ۵ (طبع نول کشور)

[2] جو کچھ ذہن میں حاصل ہوتا ہو مفہوم ہے اس کی دو قسمیں ہیں جزئی اور کلی۔ جزئی وہ مفہوم ہے جس کے ایک ذات سے زیادہ پر صادق ہونے کو عقل روا نہ رکھے جیسے مفہوم موسیٰ و عیسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام اور کلی وہ مفہوم ہے جس کے ایک ذات سے زیادہ پر صادق ہونے کو عقل روا رکھے جیسے مفہوم نبی اور رسول کا۔

جو دو کلی ہیں ان میں نسبت چار ہی طرح کی متصور ہو سکتی ہے کیونکہ یا تو دونوں میں سے ہر ایک کلی دوسری کلی کے ہر فرد پر صادق آئے گی جیسے انسان اور ناطق کہ انسان ناطق کے ہر فرد پر صادق آتا ہے اور ناطق انسان کے ہر فرد پر، ایسی دو کلیوں کو "متساویین" کہتے ہیں اور ان کی نسبت کو "تساوی" یا دونوں میں سے ہر ایک دوسری کے کسی فرد پر صادق نہ آئے گی جیسے انسان اور گھوڑا، کہ نہ انسان گھوڑے کے کسی فرد پر صادق آتا ہے نہ گھوڑا انسان کے کسی فرد پر ایسی دو کلیوں کو "متباینین" کہتے ہیں اور ان کی نسبت کو تباین یا دونوں میں سے ایک تو دوسری کے ہر فرد پر صادق آئے گی اور دوسری پہلی کے ہر فرد پر صادق نہ آئے گی بلکہ صرف بعض افراد پر جیسے حیوان اور انسان کہ حیوان تو انسان کے ہر فرد پر صادق آتا ہے اور انسان حیوان کے صرف بعض افراد پر، ایسی دو کلیوں میں سے اول کو اعم کہتے ہیں اور دوسری کو اخص اور ان کی نسبت کو عموم خصوص مطلق، مثالِ مذکور میں حیوان اعم ہے اور انسان اخص اور یا ان دونوں میں سے ہر ایک دوسری کے صرف بعض افراد پر صادق آئے گی جیسے حیوان اور سپید کہ حیوان سپید کے صرف بعض افراد پر صادق آتا ہے اور سپید حیوان کے صرف بعض افراد پر چنانچہ بطخ پر دونوں صادق ہیں اور ہاتھی پر صرف حیوان صادق ہے اور ہاتھی دانت پر صرف سپید، ایسی دو کلیوں کو اعم اخص من وجہ کہتے ہیں اور ان کی نسبت کو عموم و خصوص من وجہ۔

نسفی اور شرح مقاصد میں اسی کو اختیار کیا ہے اور امام ابنِ ہمام نے المسائرہ میں اس کو محققین کی طرف منسوب کیا ہے، فرماتے ہیں :-

" واما علی ما ذکرہ المحققون من ان النبی انسان بعثہ اللہ لتبلیغ ما اوحی الیہ وکذا الرسول فلا فرق ¹ (لیکن محققین نے جو ذکر کیا ہے کہ "نبی وہ انسان ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اسلئے مبعوث فرمایا ہو کہ جو کچھ اس کی طرف وحی کی ہے اس کی تبلیغ کر دے اور اسی طرح سے رسول، اس بنا پر کوئی فرق نہیں ہے ؛")

لیکن آیہ شریفہ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ الآیۃ (اور نہیں بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول اور نہ نبی) اس قول کی تردید کر رہی ہے کیونکہ عطف مغایرت پر دلالت کرتا ہے اور احد المتساویین کی نفی متساوی آخر کی نفی کو مستلزم ہے، پس اگر ان کے مابین تساوی مانی جائے تو وَلَا نَبِيٍّ کہنے کی ضرورت نہیں رہتی کیونکہ نبی تو رسول ہی کے ذکر میں آگیا اب علیحدہ ذکر کی کیا حاجت؟

(۲) یہ دونوں متباینین ہیں، رسول وہ ہے جو جدید شریعت لے کر آئے اور نبی وہ ہے جو جدید شریعت لے کر نہ آئے، پس کوئی رسول نبی نہیں اور کوئی نبی رسول نہیں، لیکن یہ محض غلط ہے کیونکہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے متعلق قرآن مجید میں صاف تصریح ہے وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا (اور تھا رسول نبی) اور اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حق میں وارد ہوا ہے۔

(۳) ان دونوں کے مابین عموم خصوص مطلق ہے اکثر علماء کی یہی رائے ہے، اب بعض تو اس طرف گئے ہیں کہ رسول اعم ہے اور نبی اخص کیونکہ رسول فرشتہ بھی ہوتا ہے اور انسان بھی، ارشاد ہے اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ (اللہ تعالیٰ چھانٹ لیتا ہے فرشتوں میں پیغام پہنچانے والے اور آدمیوں میں) اور نبی صرف انسان ہی ہوتا ہے فرشتہ نہیں، پس ہر رسول نبی ہوا لیکن ہر نبی رسول نہیں کیونکہ بعض رسول فرشتے ہوتے ہیں اور جمہور کا یہ قول ہے کہ نبی اعم ہے اور رسول اخص ² پس ہر رسول نبی ہے لیکن ہر نبی رسول نہیں مگر اس صورت میں نبی اور رسول میں فرق کیا ہوگا اور ان دونوں کی شرعی تعریف کیا ہوگی؟ اس سلسلہ میں سخت

¹ المسائرہ مع شرحہ المسامرہ، ص ۹۴ (طبع انصاری دہلی ۱۳۲۰ھ)

² واضح رہے کہ اس بحث کے سلسلہ میں ہمارے پیش نظر نبراس شرح شرح عقائد مصنفہ علامہ عبدالعزیز بن احمد فرہاری ص ۹، (طبع قیمی کانپور ۱۳۰۵ھ)

اختلافِ اقوال ہے جو درج ذیل ہے، حضرت شاہ عبدالقادر صاحب نے جمہور کی ترجمانی ان الفاظ میں کی ہے:

"جس کو اللہ سے وحی آئی وہ نبی ہے اور ان میں جو خاص ہیں امت رکھتے ہیں یا کتاب، وہ رسول ہیں" لہ

قاضی ناصرالدین علامہ عبداللہ بن عمر البیضاوی لکھتے ہیں:-

"رسول وہ ہے جس کو اللہ نے شریعتِ جدیدہ دیکر مبعوث فرمایا ہو تاکہ وہ لوگوں کو اس کی طرف دعوت دے اور نبی اس کو بھی عام ہے اور اس کو بھی کہ جس کو شرع سابق کے برقرار رکھنے کے لئے بھیجا ہو جیسے وہ انبیاء بنی اسرائیل جو حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کے مابین ہوئے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے علماء کو ان انبیاء سے اسی بناء پر تشبیہ دی ہے، پس نبی، رسول سے اعم ہے اور اس پر یہ چیز بھی دلالت کرتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انبیاء کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے فرمایا کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار، عرض کیا گیا ان میں رسول کتنے ہیں؟ فرمایا تین سو تیرہ کا جم غفیر، اور بعض کا قول ہے کہ رسول وہ ہے کہ معجزہ اور کتاب جو اس پر نازل کی گئی ہو، دونوں کا جامع ہو اور جو نبی ہی ہو، رسول نہ ہو، وہ ہے جس کے پاس کتاب نہ ہو اور بعض کہتے ہیں رسول وہ ہے جس کے پاس فرشتہ وحی لیکر آئے اور نبی اس کو بھی کہا جاتا ہے اور نیز اس کو بھی جس کی طرف خواب میں وحی کی جائے" ؎ لہ

محدث ملا علی قاری، المنہج الازہر شرح الفقہ الاکبر میں فرماتے ہیں:-

"زیادہ تر مشہور فرق جو ان دونوں میں منقول ہے یہ ہے کہ نبی رسول سے اعم ہے کیونکہ رسول وہ ہے جو تبلیغ پر مامور ہو اور نبی وہ ہے جس کی طرف وحی کی جائے خواہ وہ تبلیغ پر مامور ہو یا نہ ہو" سلہ

شیخ ابنِ ہمام نے المسائرہ میں اس فرق کو بعض اہلِ ظواہر و اصحابِ حدیث کی طرف منسوب کیا ہے کلہ

لہ موضح القرآن تفسیر سورۂ مریم
لہ تفسیر انوار التنزیل، ج ۲، ص ۶۴
سلہ شرح فقہ اکبر، ص ۵۰ (طبع مصر)
کلہ المسائرہ، ص ۹۴

شیخ اکبر محی الدین بن عربی بھی فتوحاتِ مکیہ میں اسی کے
قائل ہیں[1] اور علامہ جلال الدین دوانی نے بھی
تفسیر جلالین میں اسی کو اختیار کیا ہے[2] شیخ
الاسلام ابن تیمیہ نے کتاب النبوات میں اس
سلسلہ میں ایک نفیس بحث سپردِ قلم فرمائی ہے جو
ہدیۂ ناظرین ہے، فرماتے ہیں :۔

"نبی وہ ہے جس کو اللہ بتلاتا ہے اور جو کچھ
اللہ بتلاتا ہے اس کو بتاتا ہے اب اگر اسی کے ساتھ وہ
اس شخص کی طرف بھی بھیجا گیا کہ جو حکمِ الٰہی کا مخالف
ہے تاکہ اس کو اللہ کے پیغام کی تبلیغ کرے
تو وہ رسول ہے لیکن جس صورت میں کہ وہ پہلی
ہی شریعت پر عامل ہے اور کسی کی طرف اس کو
بھیجا نہیں گیا کہ جسے وہ اللہ کی طرف سے
پیغام پہنچائے تو وہ "نبی" ہوگا، رسول نہیں،
اللہ فرماتا ہے وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ مِنۡ
رَّسُوۡلٍ وَّلَا نَبِىٍّ اِلَّاۤ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلۡقَى الشَّيۡطٰنُ
فِىۡۤ اُمۡنِيَّتِهٖ (اور ہم نے جو رسول بھیجا تجھ سے
پہلے یا نبی سو جب لگا خیال باندھنے شیطان
نے ملادیا اس کے خیال میں) ارسال کا ذکر
فرمایا جو ہر دو نوع کو عام ہے ان میں سے ایک کو
بایں طور خاص کیا ہے کہ وہ رسول ہے اور یہی
وہ رسول مطلق ہے جو اللہ کے مخالفوں کی طرف
تبلیغِ رسالت پر مامور ہے جیسے حضرتِ
نوح علیہ السلام، صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ
وہ پہلے رسول ہیں جو اہلِ زمین کی طرف مبعوث
ہوئے اور ان سے پہلے جو تھے، انبیاء
تھے جیسے حضرتِ شیث اور حضرتِ ادریس
علیہما السلام اور ان دونوں سے بھی پہلے حضرتِ
آدم علیہ السلام جو نبی مکلم تھے (یعنی ان سے حق
تعالیٰ نے کلام فرمایا تھا) حضرتِ ابنِ عباس
رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضرتِ آدم اور
حضرتِ نوح علیہما السلام کے مابین دس
قرن گزرے ہیں جو سب کے سب اسلام پر
تھے، ان انبیاء پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی
آتی تھی جس پر یہ خود بھی عمل پیرا ہوتے تھے،
اور ان مومنوں کو بھی حکم فرماتے تھے جو ان کے
پاس تھے کیونکہ وہ سب ان پر ایمان رکھتے
تھے ٹھیک اسی طرح جس طرح کہ ایک شریعت
والے ان تمام باتوں کو مانتے ہیں کہ جن کی علماء
رسول کی طرف سے تبلیغ کرتے ہیں اور یہی حال

[1] فتوحاتِ مکیہ باب ۱۴، ص ۱۵۹
[2] تفسیر جلالین سورۂ حج

انبیاء بنی اسرائیل کا ہے کہ وہ شریعت تورات کے مطابق حکم کرتے تھے اور گو ان میں سے کسی کی طرف ایک معین واقعہ میں خاص وحی بھی کی جاتی تھی تاہم شریعت تورات میں اسکی مثال اسی عالم کی سی ہے جس کو اللہ عزوجل کسی قضیہ میں ایسے معنی سمجھا دیں جو مطابق قرآن ہو لہ جیسے کہ اللہ عزوجل نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس قضیہ کا حکم سمجھایا کہ جس میں انہوں نے اور حضرت داؤد علیہ السلام نے فیصلہ کیا تھا پس انبیاء کو تو اللہ تعالیٰ بتلاتا اور اپنے امر و نہی اور خبر سے ان کو مطلع فرماتا ہے اور وہ ان لوگوں کو کہ جو ان پر ایمان لاتے ہیں اللہ عزوجل نے جو کچھ خبر دی ہے اور امر و نہی سے مطلع فرمایا ہے بتلاتے ہیں، پھر اگر کفار کی طرف بھی رسول ہوئے تو ان کو توحید الٰہی اور اس وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کی دعوت دیتے ہیں نیز یہ ضروری ہے کہ رسولوں کی ایک قوم تکذیب کرے اللہ عزوجل فرماتا ہے كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ (اسی طرح ان سے پہلے لوگوں کے پاس جو رسول آیا تو یہی کہا کہ جادوگر ہے یا دیوانہ) اور ارشاد ہے مَا يُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ (تجھ سے وہی کہیں گے جو کہدیا ہے سب رسولوں سے تجھ سے پہلے) وجہ یہ ہے کہ رسول مخالفوں ہی کی طرف بھیجے جاتے ہیں اس لئے ان کی ایک جماعت ان کو جھٹلاتی ہے، ارشاد ہے وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ۭ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۔ حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْــَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَاۗءَهُمْ نَصْرُنَا ۙ فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَاۗءُ ۭ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ۔ (اور جتنے بھیجے ہم نے تجھ سے پہلے یہی مرد تھے کہ حکم بھیجتے تھے ہم ان کو بستیوں کے رہنے والے سو کیا یہ لوگ نہیں پھرے ملک میں کہ دیکھ لیتے کیسا ہوا انجام ان کا جو ان سے پہلے تھے اور پچھلا گھر تو بہتر ہے پرہیز کرنیوالوں کو، کیا اب بھی تم نہیں سمجھتے یہاں تک کہ جب نا امید ہونے لگے رسول اور

خیال کرنے لگے کہ ان سے جھوٹ کہا تھا پہنچی ان کو مدد ہماری، پھر بچا دیا جن کو ہم نے چاہا اور پھیری نہیں جاتی آفت ہماری قوم گنہگار سے، اور فرمایا اِنَّا لَنَنۡصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَیَوۡمَ یَقُوۡمُ الۡاَشۡهَادُ (ہم مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور ایمان والوں کی دنیا کی زندگانی میں اور جب کھڑے ہوں گے گواہ)

ارشاد ربانی وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ مِنۡ رَّسُوۡلٍ وَّلَا نَبِیٍّ اس امر کی دلیل ہے کہ نبی بھی مرسل ہی ہوتا ہے لیکن اطلاق کے وقت وہ رسول سے موسوم نہیں ہوگا۔ کیونکہ وہ کسی قوم کی طرف ایسی باتیں لے کر نہیں بھیجا گیا کہ جن سے وہ واقف نہ ہوں بلکہ اہل ایمان کو ان باتوں کا حکم دیتا تھا کہ جن کے حق ہونے کو وہ جانتے ہیں جو نوعیت کہ ایک عالم کی ہوتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لیے ارشاد فرمایا ہے العلماء ورثۃ الانبیاء (علماء انبیاء کے وارث ہیں)۔

نیز رسول کی شرط یہ بھی نہیں ہے کہ وہ نئی شریعت ہی لے کر آئے کیوں کہ حضرت یوسف علیہ السلام باوجود رسول ہونے کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت پر تھے۔ نیز حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام دونوں کے دونوں رسول تھے اور شریعت تورات پر تھے، حق تعالیٰ مؤمن آل فرعون کی زبانی فرماتے ہیں وَلَقَدۡ جَآءَکُمۡ یُوۡسُفُ مِنۡ قَبۡلُ بِالۡبَیِّنٰتِ فَمَا زِلۡتُمۡ فِیۡ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَکُمۡ بِهٖ ؕ حَتّٰۤی اِذَا هَلَكَ قُلۡتُمۡ لَنۡ یَّبۡعَثَ اللّٰهُ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ رَسُوۡلًا (اور تمہارے پاس آچکا ہے یوسف اس سے پہلے کھلی باتیں لے کر پھر تم رہے دھوکے ہی میں ان چیزوں سے جو وہ لایا یہاں تک کہ جب مرگیا کہنے لگے ہرگز نہ بھیجے گا اللہ اس کے بعد کوئی رسول، اور فرمایا اِنَّاۤ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡكَ كَمَاۤ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰی نُوۡحٍ وَّالنَّبِیّٖنَ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ وَاَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰۤی اِبۡرٰهِیۡمَ وَاِسۡمٰعِیۡلَ وَاِسۡحٰقَ وَیَعۡقُوۡبَ وَالۡاَسۡبَاطِ وَعِیۡسٰی وَاَیُّوۡبَ وَیُوۡنُسَ وَهٰرُوۡنَ وَسُلَیۡمٰنَ وَاٰتَیۡنَا دَاوٗدَ زَبُوۡرًا وَرُسُلًا قَدۡ قَصَصۡنٰهُمۡ عَلَیۡكَ مِنۡ قَبۡلُ وَرُسُلًا لَّمۡ نَقۡصُصۡهُمۡ عَلَیۡكَ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوۡسٰی تَكۡلِیۡمًا (ہم نے وحی بھیجی

تیری طرف جیسے وحی بھیجی نوح پر اور ان نبیوں پر
جو اس کے بعد ہوئے اور وحی بھیجی ابراہیم پر
اور اسمٰعیل پر اور اسحٰق پر اور یعقوب پر اور
اس کی اولاد پر اور عیسےٰ پر اور ایوب پر اور یونس
پر اور ہارون پر اور سلیمان پر اور ہم نے دی داؤد
کو زبور اور بھیجے ایسے رسول جن کا احوال ہم نے
سنایا تجھ کو اس سے پہلے اور ایسے رسول جن
کا احوال نہیں سنایا تجھ کو اور باتیں کیں اللہ
نے موسیٰ سے بول کر،

اور ارسال اسم عام ہے جو ارسال ملائکہ
ارسال ریاح، ارسال شیاطین اور ارسال نار،
سب پر مشتمل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،
يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّن نَّارٍ وَنُحَاسٌ
(چھوٹتے ہیں تم پر شعلے آگ کے صاف اور
دھواں ملے) اور ارشاد ہے جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ
رُسُلًا أُولِيٓ أَجْنِحَةٍ (جس نے ٹھہرائے
فرشتے پیغام لانے والے جن کے پر ہیں) یہاں
سب فرشتوں کو رسول قرار دیا گیا ہے اور ملک
لغت میں اس کو کہتے ہیں جو الوکۃ یعنی رسالت کا
حامل ہو اور دوسری جگہ فرمایا اَللّٰهُ يَصْطَفِي
مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ (اللہ چھانٹ
لیتا ہے فرشتوں میں پیغام پہنچانے والے اور
آدمیوں میں) اور یہ وہ ہیں جن کو وحی دے کر
بھیجتا ہے چنانچہ ارشاد ہے وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ
أَن يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِن وَرَآءِ
حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ
مَا يَشَآءُ (اور کسی آدمی کی طاقت نہیں کہ
اس سے باتیں کرے اللہ مگر اشارے سے یا
پردے کے پیچھے یا بھیجے کوئی پیغام لانے والا
پھر پہنچا دے اس کے حکم سے جو وہ چاہے)
اور فرمایا هُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيَاحَ بُشْرًا
بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ (وہی ہے کہ چلاتا ہے
ہوائیں خوشخبری لانے والی مینہ سے پہلے) اور
ارشاد فرمایا إِنَّآ أَرْسَلْنَا الشَّيَاطِينَ عَلَى
الْكَافِرِينَ تَؤُزُّهُمْ أَزًّا (ہم نے چھوڑ رکھے
ہیں شیطان منکروں پر اچھالتے ہیں ان کو ابھار کر)
لیکن لفظ رسول جب کہ اللہ کی طرف مضاف
ہو اور رسول اللہ کہا جائے تو اس سے وہی
سمجھا جائے گا جو اللہ کی طرف سے پیغام
لے کر آئے خواہ فرشتہ ہو خواہ بشر ہو چنانچہ
ارشاد ہے اَللّٰهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ
رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ اور فرشتے کہتے ہیں

يٰلُوۡطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنۡ يَّصِلُوۡۤا اِلَيۡكَ (اے لوط ہم بھیجے ہوئے ہیں تیرے رب کے وہ ہرگز نہ پہنچ سکیں گے تجھ تک) اور عام فرشتوں اور ہواؤں اور جنوں کا ارسال کسی فعل کی انجام دہی کے لئے ہوتا ہے تبلیغِ رسالت کے لئے نہیں، اللہ فرماتا ہے اُذۡكُرُوۡا نِعۡمَةَ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ اِذۡ جَآءَتۡكُمۡ جُنُوۡدٌ فَاَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِمۡ رِيۡحًا وَّجُنُوۡدًا لَّمۡ تَرَوۡهَا وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرًا (یاد کرو احسان اللہ کا جب چڑھ آئیں تم پر فوجیں پھر ہم نے بھیجدی ان پر ہوا اور وہ فوجیں جو تم نے نہیں دیکھیں اور ہے اللہ جو کچھ تم کرتے ہو دیکھنے والا) پس اللہ کے جو رسول اللہ کی طرف سے امر و نہی کی تبلیغ کرتے ہیں عند الاطلاق یہی اللہ کے رسول ہیں۔" سلہ

غرض امامِ موصوف کے نزدیک جس کو اللہ کی طرف سے وحی آئے اور وہ مومنین ہی کو احکامِ الٰہی کی تعلیم دے وہ نبی ہے اور جو اس کی دعوت کافروں کے لئے بھی عام ہو تو رسول ہے امام موصوف نے طبقاتِ انبیاء کے سلسلہ میں بھی ایک اہم فرق واضح کیا ہے جو یاد رکھنے کے قابل ہے، فرماتے ہیں:-

"(جس طرح اولیاء اللہ میں دو طبقے ہیں سابقین مقربین اور اصحابِ یمین مقتصدین) اسی کی نظیر انبیاء علیہم السلام میں "عبد رسول" اور "نبی ملک" کی تقسیم ہے، حق سبحانہ تعالیٰ نے حضرتِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دونوں کے درمیان اختیار عطا فرمایا تھا کہ خواہ "عبد رسول" بنیں خواہ "نبی ملک" آپ نے "عبد رسول" بننا اختیار فرمایا پس "نبی ملک" تو جیسے داؤد علیہ السلام اور ان کے امثال ہیں، اللہ تعالیٰ حضرتِ سلیمان پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قصے میں ارشاد فرماتا ہے قَالَ رَبِّ اغۡفِرۡ لِىۡ وَهَبۡ لِىۡ مُلۡكًا لَّا يَنۡۢبَغِىۡ لِاَحَدٍ مِّنۡۢ بَعۡدِىۡ ۚ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡوَهَّابُ فَسَخَّرۡنَا لَهُ الرِّيۡحَ تَجۡرِىۡ بِاَمۡرِهٖ رُخَآءً حَيۡثُ اَصَابَ ۙ وَالشَّيٰطِيۡنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ ۙ وَّاٰخَرِيۡنَ مُقَرَّنِيۡنَ فِى الۡاَصۡفَادِ هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامۡنُنۡ اَوۡ اَمۡسِكۡ بِغَيۡرِ حِسَابٍ (اس نے عرض

سلہ ملاحظہ ہو کتاب النبوات، ص ۱۷۲ و ۱۷۳ و ۱۷۴ (طبع منیریہ مصر ۱۳۴۶ھ)

کہا کہ اے میرے رب مجھے بخش دے اور مجھ کو عطا فرما ایسی بادشاہی کہ کسی کو سزاوار نہ ہو میرے بعد بیشک تو بہت دینے والا ہے تو ہم نے اس کا تابع بنا دیا ہوا کو کہ چلتی تھی اس کے حکم سے نرم نرم جہاں پہنچا چاہتا اور شیطان سارے عمارت بنانے والے اور غوطے لگانے والے اور کتنے اور بندھے ہوئے بیڑیوں میں یہ ہے ہماری عطا پس احسان کر یا رکھ چھوڑ کچھ حساب نہیں، پس "نبی ملک" پر جو کچھ فرض کیا گیا وہ اس کو انجام دیتا ہے اور جس کو اللہ نے اس پر حرام کر دیا اسے ترک کر دیتا ہے اور ولایت و مال میں جس طرح پسند کرتا اور مناسب سمجھتا ہے تصرف کرتا ہے بغیر اس کے کہ اس پر کچھ گناہ ہو۔

لیکن "عبد رسول" بغیر اپنے رب کے حکم کے کسی کو نہیں دیتا اور نہ نہیں کرتا کہ جسے چاہے عطا کر دے اور جسے چاہے محروم رکھے بلکہ جس کو عطا کرنے کا رب حکم دے اسے عطا کرتا اور جس کی تولیت کا امر کرے اسے الی بانٹا ہے پس اس کے سارے کے سارے کام اللہ تعالیٰ کی عبادات ہیں چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا انی واللہ لا اعطی احدا ولا امنع احدا انما انا قاسم اضع حیث امرت میں اللہ کی قسم نہ کسی کو عطا کرتا ہوں اور نہ کسی سے روکتا ہوں میں تو صرف تقسیم کرنے والا ہوں جہاں مجھے حکم دیا گیا رکھ دیتا ہوں۔

اور یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اموال شرعیہ کو اللہ اور رسول کی طرف منسوب کرتا ہے چنانچہ ارشاد الٰہی ہے قُلِ الْأَنفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ (کہہ دو کہ مال غنیمت اللہ کا ہے اور رسول کا) اور مَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ (جو کچھ دلایا، اللہ نے اپنے رسول کو بستیوں والوں سے سو اللہ اور رسول کے لئے) اور وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُم مِّن شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ (اور جان رکھو کہ جو غنیمت لاؤ کچھ چیز سو اللہ کے واسطے اس میں سے پانچواں حصہ اور رسول کے واسطے)

اور اسی لئے اقوال علماء میں ظاہر تر یہی قول

ہے کہ یا سوال ولی الامر کے اجتہاد کے مطابق
وہاں خرچ کئے جائیں جہاں اللہ اور اس کے
رسول کو پسند ہو چنانچہ امام مالک اور دیگر
سلف کا یہی مذہب ہے اور امام احمد سے
بھی یہی مشہور ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کے
تین حصے کر دیئے جائیں چنانچہ امام ابو حنیفہ
رحمۃ اللہ تعالیٰ اسی کے قائل ہیں۔

مقصود یہاں یہ ہے کہ "عبد رسول" "نبی
ملک" سے افضل ہے چنانچہ ابراہیم، حضرت
موسیٰ، حضرت عیسیٰ، حضرت محمد علیہم
الصلوٰۃ والسلام افضل ہیں، حضرت یوسف
حضرت داؤد، حضرت سلیمان علیہم السلام
سے کہ مقربین سابقین ابرار اصحاب الیمین
سے افضل ہیں۔" سلہ

امام ابن تیمیہ نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ:۔

" اولیاء اللہ میں سب سے افضل مرسلین ہیں
اور مرسلین میں سب سے افضل اولو العزم
ہیں، نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ اور محمد صلی اللہ
علیہ وسلم، اور ان اولو العزم میں سب سے
افضل محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین امام
المتقین، سید ولد آدم اور امام الانبیاء ہیں" سلہ

اور محدث ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ:۔

" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے
جد امجد ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام افضل ہیں
اور (بقیہ تینوں حضرات میں) ظاہر یہ ہے کہ
نوح علیہ السلام افضل ہیں، پھر موسیٰ علیہ
السلام پھر عیسیٰ علیہ السلام اور ہمارے شیخ
المشائخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا
ہے کہ ان تینوں میں کون افضل ہے اس کے
متعلق میں کسی روایت پر واقف نہیں ہو سکا۔" سلہ

انبیاء و رسل کی تعداد کے بارے میں جو روایتیں
آئی ہیں ان پر تفصیلی بحث لفظ "انبیاء" کے ضمن میں گزر
چکی ہے اور چونکہ ان روایتوں کو قطعیت کا درجہ
حاصل نہیں، اس لئے علماء کے نزدیک یہ مسلم ہے
کہ ان کی تعداد کا مسئلہ ظنی ہے اعتقادی نہیں۔

جن میں بھی رسول ہوئے ہیں یا نہیں؟ علماء اس
میں مختلف ہیں، ضحاک سے جب اس کے متعلق
سوال ہوا تو کہنے لگے ہاں کیا اللہ کو یہ فرماتے ہوئے
نہیں سنا یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ
رُسُلٌ مِّنْكُمْ (اے جماعت جنوں کی اور آدمیوں

سلہ الفرقان بین اولیاء الرحمٰن و اولیاء الشیطان؛ ص ۴۳ (طبع احمدی لاہور)
سلہ المنح الازہر شرح الفقہ الاکبر ص ۶۰

کی کیا نہ آئے تھے تمہارے پاس پیغمبر تمہیں میں سے)
یعنی انسانوں میں سے پیغمبر اور جنوں میں سے پیغمبر
کلبی کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
بعثت سے قبل جن وانس دونوں میں رسول
مبعوث ہوتے تھے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ و
سلم جن وانس سب کی طرف مبعوث ہوئے[1]
علامہ ابن حزم کہتے ہیں حدیث میں آیا ہے
وکان النبی یبعث فی قومہ (اور نبی اپنی قوم
میں مبعوث ہوتا تھا) اور جن قوم انس میں سے نہیں
لہٰذا ثابت ہوا کہ جن کے لئے بھی جن ہی میں انبیاء
ہوئے ہیں، ان کا دعویٰ ہے کہ بجز ہمارے پیغمبر صلی اللہ
علیہ وسلم کے کہ ان کی بعثت جن وانس کے لئے
بالاتفاق عام ہے انسانوں میں سے کوئی نبی جن
کی طرف مبعوث نہیں ہوا[2]
اور اکثر علماء اس طرف گئے ہیں کہ جن میں
کوئی رسول نہیں ہوا صرف انسانوں میں رسول ہوئے
ہیں، حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں :-
"جمہور ضحاک کے استدلال کا یہ جواب دیتے
ہیں کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ "رسل انس" وہ
رسول ہیں جو انسانوں کی طرف اللہ کی جانب

سے بھیجے گئے ہیں اور "رسل جن"، کو اللہ نے
زمین پر منتشر فرمایا کہ وہ "رسل انس" کی باتوں
کو سنکر اپنی قوم کو تبلیغ کریں، اسی لئے ان کا
کہنے والا کہتا ہے اِنَّا سَمِعْنَا كِتَابًا أُنْزِلَ
مِنْ بَعْدِ مُوسٰى الآیۃ (ہم نے سنی ایک کتاب
جو اتری ہے، موسیٰ کے بعد)"[2]
امام بغوی فرماتے ہیں :-
"مجاہد کہتے ہیں کہ انسانوں میں رسول ہوئے
ہیں اور جنوں میں رسول نذیر اور انہوں نے
تلاوت کیا وَلَّوْا إِلٰى قَوْمِهِمْ مُنْذِرِيْنَ
(پھر گئے اپنی قوم کی طرف ڈرانے ہوئے) منذرین
وہ ہیں جو پیغمبروں کی باتیں سنکر جو کچھ سنا
جنوں میں جا کر اس کی تبلیغ کرتے ہیں اور جن
میں پیغمبر نہیں ہوتے، اس صورت میں ارشادِ
الٰہی رُسُلٌ مِّنْكُمْ میں کُمْ کی ضمیر ایک صنف
یعنی صرف انس کی طرف راجع ہوگی جس
طرح کہ ارشاد ہے يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَ
الْمَرْجَانُ (نکلتا ہے ان سے موتی اور مونگا) حالانکہ
کھاری سے نکلتا ہے شیریں سے نہیں اور فرمایا وَجَعَلَ
الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُوْرًا (اور رکھا چاند ان میں اجالا)

[1] معالم التنزیل امام بغوی، ج ۳ ص ۱۵۲
[2] فتح الباری، ج ۶ ص ۲۴۵

حالانکہ وہ صرف ایک ہی آسمان میں ہے"[۱]۔

واضح رہے کہ قرآن مجید میں رسول سے کہیں فرشتہ مراد ہے اور کہیں نبیؐ اس لئے حسب موقع و محل معنے لئے جائیں گے نیز لفظِ رسول کا اطلاق واحد اور جمع دونوں کے لئے ہوتا ہے، ارشاد ہے لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ (آیا ہے تمہارے پاس رسول تم میں کا) اور اَنَا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (ہم پیغام لائے ہیں جہان کے صاحب کا) رَسُوْلٌ کی جمع رُسُلٌ ہے۔

۱/۱۱،۱۲ ۲/۱،۱۰ ۳/۸،۱۲،۱۳،۱۷ ۴/۵،۶،۷،۹،۱۰
۵/۳،۵،۶،۸،۱۴ ۶/۲،۳،۱۰،۱۴ ۷/۱،۲،۳،۴ ۸/۱۵،۱۶
۹/۲،۹،۱۰،۱۵،۱۷ ۱۰/۱،۸،۱۴،۱۷ ۱۱/۱،۴،۵،۱۰
۱۲/۱۷ ۱۳/۱۲،۱۳ ۱۴/۱،۲ ۱۶/۵،۱۴ ۱۷/۲،۴،۱۷ ۱۸/۱۳،۱۴،۱۵،۱۶
۱۹/۱،۶،۸،۱۱،۱۲،۱۳،۱۴ ۲۰/۱۳ ۲۱/۱۹ ۲۲/۲،۴ ۲۳/۱
۲۴/۱۳ ۲۵/۹،۱۱،۱۴ ۲۶/۸،۱۰،۱۲،۱۸ ۲۷/۲،۱۴ ۲۸/۲،۴،۷،۹
۲۸/۱۲،۱۶ ۲۹/۵،۶،۱۲،۱۳ ۳۰/۹،۱۶،۲۳۔

رَسُوْلًا ۱/۱۵ ۲/۲ ۳/۱۳ ۴/۸ ۵/۸ ۱۳/۱۱ ۱۵/۲،۱۰،۱۱
۱۶/۷،۱۴ ۱۸/۱۳ ۱۹/۲ ۲۰/۸،۹ ۲۲/۵ ۲۴/۹ ۲۵/۶ ۲۸/۱۱،۱۸
۲۹/۱۳۔

رَسُوْلَا: دو بھیجے ہوئے، دو رسول، رَسُوْلٌ کا تثنیہ اصل میں رَسُوْلَانِ تھا، اضافت کے سبب نون تثنیہ حذف ہو گیا۔ ۱۶/۱۱۔

رَسُوْلُكُمْ: تمہارا پیغمبر، تمہارا رسول، رَسُوْلُ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر، مضاف الیہ، ۱/۱۲ ۹/۱۶۔

رَسُوْلُنَا: ہمارا پیغمبر، ہمارا رسول، رَسُوْلُ مضاف نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ، ۶/۷ ۷/۲ ۲۸/۱۶۔

رَسُوْلُهٗ: اس کا پیغمبر، اس کا پیغمبر، رَسُوْلُ مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ،

۳/۶ ۴/۱،۱۳ ۵/۱۱،۱۷ ۶/۹،۱۲ ۹/۱۰،۱۵،۱۶،۱۷ ۱۰/۳،۱۷،۱۸
۱۰/۹،۱۰،۱۱،۱۳،۱۴،۱۵،۱۶،۱۷،۱۸ ۱۱/۱،۲ ۱۵/۱۲،۱۳،۱۷
۲۱/۱۸،۱۹،۲۰ ۲۲/۱،۲،۳،۶ ۲۶/۹،۱۰،۱۱،۱۲،۱۳،۱۴ ۲۷/۱۷،۲۰
۲۸/۱،۲،۳،۴،۹،۱۰،۱۳،۱۵ ۲۹/۱۲۔

رَسُوْلُهَا: اس کا پیغمبر، اس کا رسول، رَسُوْلُ مضاف هَا ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ، ۱۵/۴۔

رَسُوْلُهُمْ: ان کا پیغمبر، ان کا رسول، رَسُوْلُ مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب، مضاف الیہ، ۱۱/۱۰ ۱۸/۴ ۲۴/۶۔

رَسُوْلِيْ: میرا پیغمبر، میرا رسول، رَسُوْلُ مضاف

---

[۱] فتح الباری: ج ۶، ص ۲۴۵

[۱] معالم التنزیل، ج ۲، ص ۲۵۲

ی ضمیر واحد متکلم، مضاف الیہ، پ۲۔

فصل الشین المعجمۃ

رَشَادٍ: نیکی، راستی، بھلائی رَشَدَ یَرْشُدُ کا مصدر ہے، اس کے معنی راہِ راست اختیار کرنے کے ہیں، پ۲۴، ۱۰۹۔

رُشْدُ: ہدایت، صلاحیت، راہ یابی، بھلائی راستی، ہوشیاری، حسنِ تدبیر، رَشَدَ یَرْشُدُ کا مصدر ہے، ہدایت کی جگہ استعمال ہوتا ہے، آیہ شریفہ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ (پھر اگر دیکھو ان میں ہوشیاری تو حوالے کر دو ان کے مال) میں رُشد سے مراد صلاحیت ہے دین میں اور مال کے تصرف میں، صلاحِ دینی سے مراد یہ ہے کہ ان فواحش و معاصی سے مجتنب رہے جو عدالت کو ساقط کر دیتے ہیں اور مال میں صلاح کا یہ مطلب ہے کہ فضول خرچ نہ ہو یعنی ایسی جگہ مال خرچ نہ کرے کہ جہاں دنیا کی کوئی خوبی اور آخرت کا کوئی ثواب نہ ہو، نیز مال کا صرف کرنا جانتا ہو کہ لین دین میں غبن نہ اٹھائے۔

آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اگر یتیموں سے رُشد نہ دیکھا جائے تو ان کو مال سپرد نہ کیا جائے۔ امام شافعی، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا یہی مذہب ہے لیکن امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک چونکہ اٹھارہ برس سنِ بلوغ کی آخری حد ہیں اس لئے سات برس زائد یعنی پچیس برس کے سن تک اور انتظار کیا جائے کیونکہ سات برس کی مدت تغیرِ احوال کے لئے معتبر ہے، طفل کو اس مدت میں تمیز ہو جاتی ہے اور اس پر نماز کا حکم کیا جاتا ہے پس اس قدر انتظار کر کے اس کا مال اس کے حوالے کر دیا جائیگا اگرچہ اس سے رشد نہ دیکھا جائے اور مفہوم سے استدلال کرنا ہمارے نزدیک ناتمام ہے اور اگر تسلیم بھی کیا جائے تو آیت میں لفظِ رشد نکرہ ہے پس ادنیٰ رشد جس پر بولا جاتا ہے وہ مراد ہوگا اور اس سن پر اس قدر پایا جاتا ہے، پ۴، پ۹، ۲۹/۱۱۔

رُشْدًا ۴/۱۲، ۱۵/۲۱۔

رَشَدًا: راستی، بھلائی، نیکی، راہ یابی، رَشَدَ یَرْشُدُ کا مصدر ہے، اس کے معنی راہ راست پانے کے ہیں، امام راغب لکھتے ہیں:۔

" بعض علماء کا بیان ہے کہ رَشَدَ یَرْشُدُ سے اخص ہے کیونکہ رشد امور دنیویہ اور اخرویہ دونوں میں استعمال ہوتا ہے اور رُشد صرف

امورِ اخروی میں بولا جاتا ہے اور رَاشِدٌ اور رَشِیْدٌ دونوں کے لئے آتے ہیں ارشاد ہے اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ (وہ لوگ ہی ہیں نیک چال پر) اور مَآ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ (نہیں بات فرعون کی نیک چال رکھتی) "

۱۵/۱۳، ۱۶ ۲۹/۱۱، ۱۲ -

رُشْدَهٗ : اس کی راہ یابی، اس کی نیک راہ، اس کی ہدایت، رُشْدَ مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ، ۱۷/۱ -

رَشِیْدٌ : نیک چال والا، بھلائی والا، شائستہ رُشْدٌ سے بروزن فَعِیْلٌ بمعنی فاعل ہے، ۱۳/۹، ۱۸، ۹ -

فصل الصّاد المھملۃ

رَصَدًا : چوکیدار، نگہبان، گھات، رَصَدَ یَرْصُدُ کا مصدر ہے جس کے معنی نگاہ رکھنے اور گھات لگانے کے ہیں، واضح رہے کہ مصدر مذکور اسم فاعل اور اسم مفعول دونوں کے معنی میں مستعمل ہے نیز واحد تثنیہ اور جمع سب کے لئے آتا ہے قرآن مجید میں جہاں لفظِ رَصَد کا استعمال ہوا ہے ان سب معانی کا احتمال ہے۔ ۲۹/۱۱، ۱۲ -

فصل الضّاد المعجمۃ

رَضَاعَۃ : دودھ پلانا، شیر خوارگی، مصدر ہے اور اس کا فعل باب ضَرَبَ، سَمِعَ اور فَتَحَ تینوں سے مستعمل ہے، لغت میں اس کے معنی مطلق پستان سے دودھ پینے کے ہیں اور شرعاً بچہ کا حقیقتًہ یا حکمًا وقت مخصوص میں عورت کے خالص یا ملے ہوئے دودھ کو جبکہ دودھ غالب ہو، پینے کا نام ہے[۱] حکمًا پینے کا مطلب حلق میں ڈالنا یا ناک کے ذریعہ پیٹ میں اتارنا ہے، ۲/۱۴، ۲۸/۱۵ -

رَضُوْا : وہ راضی ہوئے، وہ خوش ہوئے، انہوں نے پسند کیا، رَضِیَ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب، راغب لکھتے ہیں :-

" بندے کا اللہ سے راضی ہونا یہ ہے کہ جو کچھ اس پر قضاءِ الٰہی جاری ہو وہ اسے مکروہ نہ سمجھے اور اللہ کا بندہ سے راضی ہونا یہ کہ اس کو اپنے حکم کا فرمانبردار اور اپنی نہی سے پرہیزگار دیکھے "

(ملاحظہ ہو تَرْضٰی) ۶/۱۳، ۱۷، ۱۸ ۱۰/۱۲ ۲۸/۳ ۳۰/۲۳ -

---

[۱] جامع الرموز، ص ۲۱۷ (طبع نولکشور)

رِضْوَانٌ: رضامندی، خوشنودی، مرضی، رضا، رَضِیَ یَرْضٰی کا مصدر ہے "رضا کثیر" یعنی بڑی رضامندی اور نہایت خوشنودی کو "رِضْوان" کہتے ہیں اور چونکہ سب سے بڑی رضا اللہ کی رضا ہے اس لئے قرآنِ مجید میں "رضوان" کا لفظ جہاں بھی استعمال ہوا ہے، رضاءِ الٰہی کے لئے مخصوص ہے، پ ۳/۱۰، ۴/۸،۹، ۶/۹،۱۵، ۱۱/۲، ۲۷/۱۹،۲۰۔

رِضْوَانًا پ ۶/۵، ۲۶/۱۲، ۲۸/۴۔

رِضْوَانَهٗ: اس کی رضا، اس کی خوشنودی، رِضْوَانَ مضاف، ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ پ ۶/۷، ۲۶/۷۔

رَضِیَ: وہ راضی ہوا، وہ خوش ہوا، اس سے پسند کیا، رِضًی سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب (ملاحظہ ہو تَرْضٰی) پ ۶/۶، ۱۱/۲، ۱۶/۱۵، ۲۶/۱۱، ۲۸/۳، ۳۰/۱۳۔

رَضِیًّا: پسندیدہ، من مانتا، رِضًی سے صفت مشبہ کا صیغہ، فَعِیْلٌ بمعنی مَفْعُوْلٌ ہے، پ ۱۶/۴۔

رَضِیْتُ: میں راضی ہوا، میں خوش ہوا، میں نے پسند کیا، رِضًی سے ماضی کا صیغہ واحد متکلم (ملاحظہ ہو تَرْضٰی) پ ۶/۵۔

رَضِیْتُمْ: تم راضی ہوئے، تم خوش ہوئے، تم نے پسند کیا رِضًی سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر، پ ۱۰/۱۲،۱۷۔

فصل الطاء المهملة

رَطْبٍ: ہرا، تر، یَابِسٌ کی ضد ہے جس کے معنی سوکھے اور خشک کے ہیں اور رُطُوْبَۃٌ سے جس کے معنی تر ہونے کے ہیں، صفتِ مشبہ کا صیغہ ہے، آیتِ شریفہ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ (اور نہ ہرا اور نہ سوکھا جو نہیں کھلی کتاب میں) کی تفسیر میں علامہ خازن بغدادی لکھتے ہیں :-

"ابنِ عباس (رضی اللہ عنہما) کا بیان ہے کہ رطب پانی اور یابس صحرا ہے اور عطاء کہتے ہیں کہ اگنے والی اور نہ اُگنے والی چیزیں مراد ہیں، اور بعض کا قول ہے کہ رطب سے زندہ اور یابس سے مردہ مراد ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ہر شے سے عبارت ہے کیونکہ جمیع اشیاء یا رطب یا یابس" [۱] پ ۷/۱۳۔

رُطَبًا: تازہ، خرما، تازہ کھجوریں، پکی کھجوریں، رُطَبَۃٌ واحد اور رِطَابٌ اور اَرْطَابٌ جمع الجمع، پ ۱۶/۵۔

[۱] تفسیر لباب التاویل فی معانی التنزیل، ج ۲، ص ۱۱۶۔

فصل العین المہملۃ

رِعَاءُ : چرواہے، رَاعِی کی جمع جس کے معنی چرواہے کے ہیں، رَاعِی رَعْیٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر (ملاحظہ ہو رَعَوْا) پ۲۰۔

رِعَایَتِهَا : اس کی نگاہ رکھنا، اس کو نباہنا، اس کی نگہداشت کرنا، رِعَایَۃٌ رَعٰی یَرْعٰی کا مصدر ہے بمعنی حفاظت اور نگرانی کرنے کے، مضاف ہے ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ، پ ۲۷/۲۔

رُعْبٌ : رعب، ہیبت، دھاک، دہشت، خوف، ڈر، رَعَبَ یَرْعَبُ کا مصدر ہے، راغب نے اس کے معنی خوف سے بھرپور ہونے کے سبب منقطع ہو جانے کے لکھے ہیں، پ۴، پ ۹/۱۶، پ ۲۱/۱۹، پ ۲۸/۴۔

رُعْبًا، پ ۱۵/۱۵۔

رَعْدٌ : کڑک، گرج، گرجنے والا، یہ اصل میں مصدر ہے بمعنی کڑکنے اور گرجنے کے، اس کا فعل باب نَصَرَ و فَتَحَ سے آتا ہے اور ابر کی کڑک اور گرج کے لئے بطور اسم مستعمل ہے امام بغوی نے معالم التنزیل میں تصریح کی ہے کہ اکثر مفسرین کے نزدیک رَعْد اس فرشتہ کا نام ہے جو ابر کو ہانکتا اور چلاتا ہے[1] جامع ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس سلسلہ میں ایک روایت منقول ہے کہ یہود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ بتائیے رَعْد کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ایک فرشتہ ہے جو ابر پر متعین ہے[2] پ ۱/۲، پ ۱۳/۸۔

رَعَوْهَا : انہوں نے اس کو نباہا، انہوں نے اس کی رعایت کی، انہوں نے اس کی نگہداشت کی، رَعَوْا رِعَایَۃٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب، پ ۲۷/۲۔

فصل الغین المعجمۃ

رَغَبًا : رغبت، توقع، رَغِبَ یَرْغَبُ کا مصدر ہے، امام راغب لکھتے ہیں :-

"رَغْبَۃٌ، رَغَبٌ اور رُغْبٰی کے معنی ارادہ یعنی خواہش میں وسعت کے ہیں، اللہ فرماتا ہے وَیَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا (اور پکارتے تھے ہم کو توقع اور ڈر سے) پس جب رَغِبَ فِیْہِ اور رَغِبَ اِلَیْہِ کہا گیا تو یہ اس شے پر حرص کو چاہتا ہے ارشادِ الٰہی ہے اِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ (ہم اپنے رب سے آرزو رکھتے ہیں)

[1] معالم التنزیل، ج ۴، ص
[2] الاتقان، ج ۲، ص ۱۴۱

اور جب رَغِبَ عَنْہُ کہا گیا تو یہ اس سے بے رغبتی اور بیزاری کا مقتضی ہے جیسے اللہ کا قول ہے وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرَاهِيْمَ (اور کون پسند نہ رکھے دین ابراہیم کا) اور اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ (کیا تو پھرا ہوا ہے میرے معبودوں سے)" پ۱۶/۶ -

رَغَدًا : بافراغت، وسیع، خوب اچھی طرح، یہ اصل میں سَمِعَ کا مصدر ہے بمعنی بہت نعمت ہونے کے اور صفتِ مشبہ ہو کر مستعمل ہے نیز رَاغِد کی جمع بھی ہے جیسے خَدَمٌ خَادِمٌ کی، آیتِ شریفہ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا (اور کھاتے پھرو اس میں جہاں چاہو محظوظ ہو کر) میں رَغَدًا بمعنی صفت بھی ہو سکتا ہے اور جمع بھی بمعنی رَاغِدِيْنَ کے، پ۱/۴، ۶ ۲۱/۱۵ -

فصل الفاء

رُفَاتًا : بوسیدہ، گلا ہوا، چورا، جو چیز خشک گھاس کی طرح بوسیدہ ہو کر چورا چورا ہو جائے، رُفات، کہلاتی ہے، رَفْتٌ سے مشتق ہے جس کے معنی چورا چورا کرنے اور ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالنے کے ہیں، پ۱۵/۵، ۱۱ -

رَفَثَ : عورتوں سے اختلاط کرنا، عورتوں سے بے پردہ ہونا، عورتوں کی طرف رغبت کرنا، رَفَثَ يَرْفُثُ کا مصدر ہے، اس کے معنی فحش بات کہنے اور جماع کرنے کے ہیں، قاضی بیضاوی[1] "رفث" کے معنی بیان کرتے ہیں :-

هو الافصاح بما يجب ان يكنى عنه جس چیز کو کنایہ سے کہنا واجب ہے اس کو کھول کر کہنا"

ان کا بیان ہے کہ جماع سے کنایہ ہے کیونکہ جماع تقریبًا رفث سے خالی نہیں ہوتا -

زجاج نے جو ائمۂ لغت میں سے ہیں اس کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے :-

الرفث كلمة جامعة لكل ما يريده الرجال من النساء رفث ایک ایسا کلمہ ہے جو ہر اس چیز پر شامل ہے جس کی مرد عورتوں سے خواہش کرتے ہیں۔

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں :-

" رفث وہ کلام ہے جو جماع اور دواعیِ جماع یعنی جماع پر برانگیختہ کرنے والی اشیاء کے ذکر پر مشتمل ہو کر جن کا بیان کرنا قبیح سمجھا جاتا ہے

[1] تفسیر انوار التنزیل، ج ۱، ص ۵ (طبع مصر ۱۳۲۰ھ) [2] تفسیر معالم التنزیل، ج ۱، ص ۱۳۶ (طبع مصر ۱۳۳۱ھ) حافظ ابن حجر نے بھی (زہری) سے یہی نقل کیا ہے الرفث اسم جامع لكل ما يريد الرجل من المرأة" (فتح الباری، ج ۳، ص ۳۰۲)

ارشادِ الٰہی اُحِلَّ لَکُمۡ لَیۡلَۃَ الصِّیَامِ الرَّفَثُ اِلٰی نِسَآئِکُمۡ (حلال ہوا تم کو روزے کی رات میں بے پردہ ہونا اپنی عورتوں سے) میں رفث کو یہ بتلاتے ہوئے کہ اس طرف عورتوں کو بلانا اور اس معاملہ میں ان سے گفتگو کرنا جائز ہے، جماع سے کنایہ قرار دیا گیا ہے اور بذریعہ الٰی تعدیہ اس لئے ہوا کہ یہ افضاء کے معنی پر مشتمل ہے اور آیت فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوۡقَ (تو بے پردہ ہونا نہیں عورت سے اور نہ گناہ کرنا) محتمل ہے کہ جماع کرنے سے ممانعت ہو نیز یہ کہ اس کی گفتگو سے نہی ہو کیونکہ وہ دواعی جماع میں داخل ہے اور احتمالِ اول اصح ہے۔"

حضرتِ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ :-

"حق تعالیٰ حیا والے ہیں کریم ہیں، کنایہ سے کام لیتے ہیں، جہاں کہیں قرآن مجید نے مباشرۃ، ملامسۃ، افضاء، دخول اور رفث کا ذکر فرمایا ہے اس سے جماع مراد لیا ہے"۔[۲]

محی السنہ بغوی آیہ شریفہ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوۡقَ کی تفسیر میں رقمطراز ہیں :-

"رفث کے بارے میں علما مختلف ہیں ابن مسعود ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم نے اس کو جماع کہا ہے اور یہی قول حسن (البصری) مجاہد عمرو بن دینار، قتادہ، عکرمہ، ربیع اور ابراہیم نخعی کا ہے اور علی بن ابی طلحہ ابن عباس سے راوی ہیں کہ "رفث" کے معنی عورتوں سے صحبت کرنے، بوسہ لینے، اشارے کرنے اور فحش بات کے ذریعہ عورت کو چھیڑنے کے ہیں حصین بن قیس کا بیان ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے اونٹ کی دم پکڑی، اسے بلانے لگے اور حدی گانے ہوئے کہنے لگے؎

وھن یمشین بنا ھمیسا
ان نصدق الطیر ننک لمیسا[۳]

میں نے ان سے کہا کہ آپ حالتِ احرام میں رفث میں مبتلا ہیں؟ کہنے لگے رفث وہ ہے جو

---

[۱] علامہ ابوجعفر بیہقی نے تاج المصادر میں تصریح کی ہے کہ یہ اس اصول کی بنا پر ہے کہ کسی شے کو اسکی نظیر کے قائمقام کر دیا جائے پس جس طرح فضیت کا تعدیہ الیٰ کے ذریعہ کیا جاتا ہے اسی طرح اس کو بھی تعدیہ الیٰ کے ذریعہ ہوا۔ عہ ملاحظہ ہو افضیٰ۔

[۲] معالم التنزیل ۔ ج ۱، ص ۱۳۶ [۳] ہمیس، اونٹ کے قدم اٹھانے کی آواز کا نام ہے اور لمیس محبوبہ کا۔

عورتوں کے سامنے ہو، طاؤس کہتے ہیں رفث عورتوں سے جماع کی چھیڑ چھاڑ اور ان کے سامنے اس کا ذکر ہے، عطاء کا قول ہے کہ مرد کا حالت احرام میں عورت سے یہ کہنا کہ جب تو احرام اتارے گی تو میں تجھ سے صحبت کروں گا "رفث" ہے اور بعض کا قول ہے کہ رفث کے معنی فحش اور بیہودہ بات کے ہیں۔[1]"

حافظ ابن حجر عسقلانی حدیث من حج للّٰہ فلم یرفث ولم یفسق رجع کیوم ولدتہ امہ (جس نے اللہ کے واسطے حج کیا پھر نہ عورت سے صحبت کی نہ صحبت کی بات کی اور نہ گناہ کیا تو اس طرح واپس ہوتا ہے کہ جیسے دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا) کی شرح میں لکھتے ہیں :-

" آیت میں جمہور کے نزدیک رفث سے جماع مراد ہے اور جو ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ حدیث میں رفث سے اس سے زیادہ عام مراد ہے اور اسی کی طرف قرطبی مائل ہیں اور یہی اس حدیث سے مراد ہے جو صیام کے بارے میں وارد ہے فاذا کان صوم احدکم فلا یرفث (جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو بیہودہ کلام نہ کرے)[3]" $\frac{2}{9,7}$ -

رِفْدٌ : بخشش، عطا، انعام، مدد اَرْفَادٌ اور رُفُوْدٌ جمع، $\frac{12}{9}$ -

رَفْرَفٌ : قالین، چاندنیاں، تکیے، علامہ زمخشری الفائق میں لکھتے ہیں :-

"الرفرف ما کان من الدیباج وغیرہ رقیقا حسن الصبغۃ۔ رفرف، دیباج وغیرہ کا باریک خوش رنگ کپڑا ہے۔[2]

علامہ موصوف نے اس کی جامع تعریف کی ہے اور چونکہ اس کپڑے کے گدے، تکیے، چاندنیاں، خیمے اور فرش فروش تیار ہوتے ہیں اس لئے ان سب معانی میں اس کا استعمال ہوتا ہے چنانچہ امام بغوی رقمطراز ہیں :-

" سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ رفرف جنت کے ہرے بھرے باغیچے ہیں، ابن عباس سے بھی یہی مروی ہے، اس کا واحد رفرفہ ہے اور جمع الجمع رفارف، اور بعض کہتے ہیں کہ فرش کو رفرف بتاتے ہیں حسن (بصری) مقاتل اور

[1] معالم التنزیل، ج ۱، ص ۱۵۳
[2] الفائق فی غریب الحدیث، ج ۱، ص ۲۴۶ (طبع دائرۃ المعارف)
[3] فتح الباری، ج ۳، ص ۳۰۲ و ۳۰۳ (طبع میریہ ۱۳۰۱ھ)

قرطبی کا بھی قول ہے عوفی، ابن عباس سے ادی ہیں کہ رفرف فرشتوں اور گدوں کا زائد حصہ ہے (غالبًا جھالر یا کپڑے کا کنارہ مراد ہے جو تخت کے چاروں طرف لٹکا رہتا ہے) ضحاک اور قتادہ کا بیان ہے کہ یہ فرش کے اوپر کی سبز چاندنیاں ہیں، ابن کیسان کہتے ہیں کہ یہ گل تکیے (جن پر رخسار سے رکھتے ہیں) ہیں، ابن عیینہ نہالچے بتاتے ہیں اور ان کے علاوہ دیگر علماء کی تصریح ہے کہ عرب کے نزدیک ہر بڑے عرض کا کپڑا رفرف ہے[۱]،

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں :

" رفرف بکھرے ہوئے پتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے جو عَلٰی رَفْرَفٍ خُضْرٍ (سبز چاندنیوں پر) فرمایا سو یہ ایک خاص قسم کے کپڑے ہیں جن کو (سبزی میں) باغات سے تشبیہ دی گئی ہے اور بعض کا قول ہے کہ رفرف میخوں اور طنابوں کے علاوہ خیمہ اور شامیانہ کے وہ کنارے ہیں جو زمین پر لٹکتے رہتے ہیں اور حسن (البصری) سے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ وہ گل تکیے ہیں " پ ۲۷/۱۲ -

رَفَعَ : اس نے بلند کیا، اس نے اونچا کیا، اس نے پڑھایا (فتح) رَفْعٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب (ملاحظہ ہو تُرْفَعُ) پ ۳/۱، پ ۸/۲، پ ۱۳/۵، پ ۳۰/۴ -

رُفِعَتْ : وہ بلند کی گئی، رَفْعٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مؤنث غائب، عربی میں لفظ سماء (آسمان) مؤنث مستعمل ہوتا ہے۔ پ ۳۰/۱۳ -

رَفَعْنَا : ہم نے بلند کیا، ہم نے اونچا کیا، ہم نے اٹھایا، رَفَعَ ماضی کا صیغہ جمع متکلم، پ ۱/۸، ۱۱، پ ۶/۲، پ ۲۵/۹، پ ۳۰/۱۹ -

رَفَعْنٰهُ : ہم نے اس کو بلند کیا، اس میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ہے۔ پ ۹/۱۲

رَفَعَهُ : اس کو اٹھا لیا، اس میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ہے، یہاں رفع سے رفع حقیقی جسمانی مراد ہے کیونکہ آیت میں اس کا تعدیہ بذریعہ الیٰ ہے نیز سیاق اس معنی کو بتلا رہا ہے، اس معنی کا انکار بجز مکابرہ اور جہالت کے اور کوئی معنی نہیں رکھتا (ملاحظہ ہو رَفَعَ و رَافِعُكَ) پ ۶/۲ -

رَفَعَهَا : اس کو بلند کیا، اس کو اونچا کیا، اس میں هَا ضمیر واحد مؤنث غائب ہے، پ ۲۷/۱۱ -

رَفِيْعُ : بلند کرنے والا، بلند ہونے والا، رَفْعٌ سے بروزن فعیل بمعنے فاعل یعنی رافع بھی ہو سکتا

[۱] معالم التنزیل، ج ۷، ص ۱۲

ہے یعنی بلند ہونے والے اور بلند کرنے والے کے اور بمعنی مَفعول یعنی مَرفوع بھی بمعنی بلند کئے ہوئے کے رَفِیۡعُ الدَّرَجٰتِ اسماءِ حسنیٰ میں سے ہے اس کے دونوں معنی ہو سکتے ہیں، بلند مرتبوں والے کے بھی اور درجوں کے بلند کرنے والے کے بھی، پ۲۴۔

رَفِیۡقًا: رفیق، رِفَاقَۃٌ سے جس کے معنی رفیق ہونے اور بلطف پیش آنے کے ہیں بروزن فَعِیۡلٌ صفتِ مشبہ کا صیغہ ہے، رُفَقَآءُ جمع، خازن بغدادی لکھتے ہیں:-

"رفیق کے معنی صاحب (ساتھی) کے ہیں، صاحب کا نام رفیق اس لئے پڑا کہ ہم اس سے اور اس کی صحبت سے نفع اندوز ہوتے ہیں اور رفیق حالانکہ جمع کی صفت واقع ہے مگر اس کو واحد لایا گیا کیونکہ عرب اسے واحد اور جمع دونوں میں استعمال کرتے ہیں[1]"، پ۵

فصل القاف

رَقٌّ: کاغذ، ورق، جھلی۔ راغب لکھتے ہیں:-

"کاغذ کی طرح جس میں لکھا جائے اس کا نام "رق" ہے، قاضی بیضاوی نے لکھا ہے کہ رق وہ جھلی ہے جس میں لکھا جاتا ہے[2]" رُقُوق جمع، پ۲۷۔

رِقَاب: گردنیں، رَقَبَۃٌ کی جمع، پ۲، پ۲۶۔

رَقَبَۃٌ: گردن، جان، غلام، رَقَبَۃٌ اصل میں گردن کا نام ہے پھر جملہ بدن انسانی کے لئے اس کا استعمال ہونے لگا اور عرف میں یہ غلاموں کا نام پڑ گیا جس طرح کہ الفاظ رأس اور ظہر کا استعمال سواریوں کے لئے کیا جانے لگا۔ پ۵، پ۷، پ۱۵، پ۳۰۔

رُقُوۡدٌ: خفتہ، سونے والے، رَاقِدٌ کی جمع ہے جیسے سَاجِدٌ کی سُجُوۡدٌ، راقد رقود سے، جس کے معنی سونے کے ہیں، اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے، پ۱۵۔

رَقِیۡبٌ: نگہبان، خبر رکھنے والا، محافظ، مطلع، منتظر، راہ دیکھنے والا، رُقُوۡبٌ سے جس کے معنی نگاہ رکھنے اور نگرانی کرنے کے ہیں، بروزن فَعِیۡلٌ صفتِ مشبہ کا صیغہ، راغب لکھتے ہیں:-

"رقیب حافظ یعنی نگران کو کہتے ہیں یا تو اس لئے

---

[1] لباب التاویل، ج۱، ص۵۰۴ [2] تفسیر انوار التنزیل، ج۲، ص۲۸۵، امام بغوی نے بھی یہی لکھا ہے ملاحظہ ہو معالم التنزیل، ج۶، ص۳۰۶

کہ وہ شخص محفوظ کی گردن کی حفاظت کرتا ہے
اور یا اس لئے کہ وہ اپنی گردن اٹھائے رہتا ہے"
نیز رقیب حق تعالیٰ کے اسمارِ حسنیٰ میں سے ہے
جب یہ ذات باری کی صفت واقع ہو تو اس
کے معنی ہیں :-
ھوالذی لایغفل "رقیب" وہ ذات ہے جو اپنی
عما خلق فیلحقہ مخلوق سے غافل نہیں ہوتی اسے
نقص او یدخل نقصان پہنچے یا اس کی غفلت
علیہ خلل من قبل کی بنا پر اس میں خلل واقع
غفلتہ عنہ۔ ہو جائے۔
یہ امام حلیمی کا بیان ہے، زجاج کہتے ہیں :-
" رقیب وہ نگراں ہے جس سے کوئی چیز غائب
نہ ہو، ارشادِ الٰہی ہے مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا
لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ (نہیں بولتا کوئی بات
مگر نزدیک اس کے نگہبان ہیں تیار) اسی سے
ماخوذ ہے"
امام بیہقی نے ان دونوں اقوال کو کتاب الاسماء و
الصفات میں نقل کیا ہے[1] ، ب ۱۲/۸ ، ۲۶/۱۶۔
رَقِيبًا ب ۱۲/۴ ، ۱/۴۔
رُقِيِّكَ : تیرا چڑھنا، رُقِیَ رَقْیًا یَرْقٰی کا مصدر

ہے اس کے معنی اوپر چڑھنے کے ہیں، مضاف ہے
ک ضمیر واحد مذکر حاضر، مضاف الیہ، ب ۱۵/۱۰۔
رَاقِيمْ : نوشتہ، کتبہ، لکھا ہوا، ایک شہر
کا نام جو ملکِ شام کے اطراف میں بجانب شمال واقع تھا
امام راغب مفردات میں لکھتے ہیں :-
"کہا گیا ہے کہ رقیم مقام کا نام ہے اور بعض کا قول
ہے کہ یہ (یعنی اصحاب الکہف والرقیم) اس پتھر
کی طرف منسوب ہیں جس پر ان کے نام تحریر
تھے"
امام محی السنۃ ابو محمد حسین فراء بغوی معالم التنزیل میں
فرماتے ہیں :-
"رقیم کے بارے میں مفسرین مختلف ہیں۔
سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ یہ وہ تختی ہے جس میں
"اصحاب کہف" کے نام اور ان کے حالات
لکھے گئے (بغوی کہتے ہیں) یہ سب اقوال میں
ظاہر تر ہے، پھر اس تختی کو لوگوں نے کہف
کے دروازہ پر نصب کر دیا، یہ تختی سیسہ کی تھی
اور بعض کا قول ہے کہ پتھر کی تھی، اس
صورت میں رقیم بمعنی مرقوم
یعنی مکتوب (نوشتہ) ہے،

[1] ملاحظہ ہو کتاب الاسماء والصفات ، ص ۵۹ (طبع انوار احمدی، الہ آباد)

اور رقم کے معنے کتابت کے ہیں اور ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے مروی ہے کہ انہوں نے اسے وادی کا نام بتایا ہے جس میں اصحاب الکہف ہیں، اس صورت میں یہ رقمۃ الوادی سے ماخوذ ہے جس کے معنی وادی کے کنارہ اور جانب کے ہیں اور کعب احبار کا بیان ہے کہ یہ اس بستی کا نام ہے جہاں سے اصحاب کہف نکلے تھے اور بعض کا قول ہے کہ اس پہاڑ کا نام ہے جس میں کہف تھا"[1]

واضح رہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس سلسلہ میں تین اقوال مروی ہیں، ایک تو یہی جس کو امام بغوی نے ذکر کیا اور ابن ابی حاتم بطریق عوفی ان سے راوی ہیں کہ "رقیم" فلسطین سے ورے عقبان وایلہ کے درمیان ایک وادی ہے[2] دوسرا وہ جس کو عبد بن حمید نے بطریق سعید بن جبیر ان سے روایت کیا ہے کہ رقیم سیسہ کی تختی تھی، جس میں ان کے حکمران نے ان لوگوں کے نام لکھ کر اس کو اپنے خزانہ میں داخل کر لیا تھا، امام بخاری نے بھی اس روایت کو اپنی صحیح میں تعلیقاً ذکر کیا، ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس روایت کی اسناد کو بخاری کی شرط پر صحیح بتایا ہے، تیسرا وہ جس کو ابن مردویہ نے بطریق عکرمہ ان سے نقل کیا ہے کہ میں رقیم سے واقف نہ تھا پھر میں نے اس کے متعلق دریافت کیا تو مجھے بتایا گیا کہ یہ وہ بستی تھی جس سے وہ لوگ نکلے ہیں، حافظ ابن حجر اس روایت کی اسناد کو ضعیف بتاتے ہیں[3] طبری نے قتادہ اور عطیہ عوفی سے روایت کیا ہے کہ "رقیم" اس وادی کا نام ہے جس میں کہف واقع تھا، ابو عبیدہ کا بھی یہی قول ہے، ابن ابی حاتم حضرت انس رضی اللہ عنہ اور سعید بن جبیر سے راوی ہیں کہ رقیم کتے کا نام ہے[4] اور علامہ سیوطی نے الاتقان میں ابن ابی حاتم ہی کے حوالہ سے انہی سعید بن جبیر سے نقل کیا ہے کہ یہ ایک وادی ہے[5]، واللہ اعلم۔

واضح رہے کہ اس بارے میں صحیح تر قول حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول اول ہے، انہوں نے جو اس کا جائے وقوع فلسطین سے ورے عقبہ وایلہ کے درمیان بیان

---

[1] معالم التنزیل، ج ۴، ص ۱۵۶ برحاشیہ خازن
[2] الاتقان، ج ۲، ص ۱۴۲ (طبع مصر)
[3] ملاحظہ ہو فتح الباری، ج ۸، ص ۳۰۸
[4] ایضاً، ج ۶، ص ۳۶۵ [5] الاتقان، ج ۲، ص ۱۴۲ طبع

فرمایا ہے، موجودہ اکتشافاتِ اثریہ نے اس کی حرف بحرف تصدیق کی ہے، ہم سابق میں اصحاب الکہف والرقیم کی بحث میں لکھ چکے ہیں کہ رقیم اس شہر کا نام ہے جہاں یہ واقعہ پیش آیا مفسرین سلف کی اکثریت اسی طرف گئی ہے اور چونکہ کہف یعنی غار اسی رقیم میں واقع تھا اس لئے قرآن مجید نے ان لوگوں کا ذکر "اصحاب الکہف والرقیم" کے الفاظ میں کیا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، کعب، احبار، قتادہ، عطیہ عوفی اور ابو عبیدہ کی تصریحات ابھی آپ کی نظر سے گزریں کہ وہ سب اس کو ایک مقام کا نام بتاتے ہیں فرق اتنا ہے کہ کوئی اسے بستی اور شہر کا نام قرار دیتا ہے اور کوئی وادی کا، لیکن درحقیقت یہ کوئی فرق نہیں کیونکہ شہر اور اس کی وادی یعنی حوالی شہر سب ایک ہی نام سے موسوم ہوتے ہیں مگر چونکہ اس شہر کا نام بدل کر بعد میں دوسرا رکھ دیا گیا اور اس کا اصلی نام مشہور نہ رہا اس لئے بعض اہل تفسیر کا ذہن اس جانب منتقل نہ ہو سکا کہ کسی شہر کا نام ہے اور انہوں نے رقیم سے اس کے لغوی معنی نوشتہ اور کتبہ کے مراد لئے یا پھر قیاس سے کام لیکر اسے اصحاب کہف کا کتبہ سمجھ لیا۔ مولانا سید سلیمان صاحب ندوی فرماتے ہیں :-

"الرقیم" اس کو عبرانی میں "سلاع" اور یونانی میں "پٹرا" کہتے ہیں، یہ شمالی عرب میں پہلے مدیانی حکومت کے ماتحت ایک دارالامارۃ تھا پھر نبطی عربوں کا دارالحکومت ہوا، رومیوں کے عہد میں بھی اس کو خاص اہمیت ملی۔" لہ

اور مولانا ابو الکلام آزاد، ترجمان القرآن میں رقمطراز ہیں :-

"قرآن نے کہف کے ساتھ الرقیم کا لفظ بھی بولا ہے اور بعض ائمہ تابعین نے اس کا یہی مطلب سمجھا تھا کہ یہ ایک شہر کا نام ہے لیکن چونکہ اس نام کا کوئی شہر عام طور پر مشہور نہ تھا اس لئے اکثر مفسرین اس طرف چلے گئے کہ یہاں رقیم کے معنی کتابت کے ہیں یعنی ان کے غار پر کوئی کتبہ لگایا تھا اس لئے کتبہ والے مشہور ہو گئے۔

لیکن اگر انہوں نے تورات کی طرف رجوع کیا ہوتا تو معلوم ہو جاتا کہ رقیم وہی لفظ ہے جسے تورات میں راقیم کہا گیا ہے اور یہ فی الحقیقت ایک شہر کا نام تھا جو آگے چل کر پٹرا کے نام سے

لہ ارض القرآن، ج ۱، ص ۴۴، (طبع معارف اعظم گڑھ ۱۳۴۴ھ)

مشہور ہوا اور عرب اسے بطرا کہنے لگے۔

عالمگیر جنگ کے بعد آثارِ قدیمہ کی تحقیقات کے جو نئے نئے گوشے کھلے ہیں ان میں ایک "پیٹرا" بھی ہے اور اس کے انکشافات نے بحث و نظر کا ایک نیا میدان مہیا کر دیا ہے۔

جزیرہ نمائے سینا اور خلیج عقبہ سے سیدھے شمال کی طرف بڑھیں تو دو پہاڑی سلسلے متوازی شروع ہو جاتے ہیں اور سطحِ زمین بلندی کی طرف اٹھنے لگتی ہے۔ یہ علاقہ نبطی قبائل کا علاقہ تھا اور اسی کی ایک پہاڑی سطح پر راقیم نامی شہر آباد تھا، دوسری صدی عیسوی میں جب رومیوں نے شام اور فلسطین کا الحاق کر لیا تو یہاں کے دوسرے شہروں کی طرح راقیم نے بھی ایک رومی نوآبادی کی حیثیت اختیار کر لی اور یہی زمانہ ہے جب پیٹرا کے نام سے اس کے عظیم الشان مندروں اور تھیٹروں کی شہرت دور دور تک پہنچی، ۱۰۶ء میں جب مسلمانوں نے یہ علاقہ فتح کیا تو راقیم کا نام بہت کم زبانوں پر رہا تھا، یہ رومیوں کا پیٹرا اور عربوں کا بطرا تھا۔

جنگ کے بعد سے اس علاقہ کی ازسرِنو تحقیق کی جا رہی ہے اور نئی نئی باتیں روشنی میں آ رہی ہیں، ازاں جملہ اس علاقہ کے عجیب و غریب غار ہیں جو دور دور تک چلے گئے ہیں اور نہایت وسیع ہیں، نیز اپنی نوعیت میں ایسے واقع ہوئے ہیں کہ دن کی روشنی کسی طرح بھی ان کے اندر نہیں پہنچ سکتی، ایک غار ایسا بھی ملا ہے جس کے دہانہ کے پاس قدیم عمارتوں کے آثار پائے جاتے ہیں اور بے شمار ستونوں کی کرسیاں شناخت کی گئی ہیں، خیال کیا گیا ہے کہ کوئی معبد ہوگا جو یہاں تعمیر کیا گیا تھا۔

اس انکشاف کے بعد قدرتی طور پر یہ بات سامنے آ جاتی ہے کہ اصحابِ کہف کا واقعہ اسی شہر میں پیش آیا تھا اور قرآن نے صاف صاف اس کا نام الرقیم بتلا دیا ہے اور جب اس نام کا ایک شہر موجود تھا تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ رقیم کے معنی میں تکلفات کئے جائیں اور بغیر کسی بنیاد کے اسے کتبہ پر محمول کیا جائے۔

علاوہ بریں دوسرے قرائن بھی اس بات کی تصدیق کرتے ہیں۔

قرآن نے جس طرح اس واقعہ کا ذکر کیا ہے

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ کی عرب میں شہرت تھی، لوگ اس بارے میں بحثیں کیا کرتے تھے اور اسے ایک نہایت ہی عجیب و غریب بات تصور کرتے تھے، اب یہ ظاہر ہے کہ مشرکینِ عرب کے وسائلِ معلومات محدود تھے، بہت کم امکان ہے کہ دور کی بحثیں ان کے علم میں آئی ہوں، پس ضروری ہے کہ یہ قریب حجاز ہی کی کوئی بات ہو اور ان لوگوں کی زبانی سنی جا سکے جن سے عربوں کا ملنا جلنا رہتا ہو ایسے لوگ کون ہو سکتے تھے؟ اگر اسے پیٹرا کا واقعہ قرار دیا جائے تو بات بالکل واضح ہو جاتی ہے، اول تو خود یہ مقام عرب سے قریب تھا یعنی عرب کی سرحد سے ساٹھ ستر میل کے فاصلہ پر، ثانیاً نبطیوں کی وہاں آبادی تھی اور نبطیوں کے تجارتی قافلے برابر حجاز آتے جاتے تھے، یقیناً نبطیوں میں اس واقعہ کی شہرت ہو گی اور ان ہی سے عربوں نے سنا ہو گا، خود قریش مکہ کے تجارتی قافلے بھی ہر سال شام جایا کرتے تھے اور سفر کا ذریعہ وہی شاہراہ تھی جو رومیوں نے ساحل خلیج سے لے کر ساحل مارمورا تک تعمیر کر دی تھی[1]، "پیٹرا" اسی شاہراہ پر واقع تھا بلکہ اس نواح کی سب سے پہلی تجارتی منڈی تھی، اس لئے اس سے زیادہ قدرتی بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ یہ واقعہ ان کے علم میں آ گیا ہو"[2]

(مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو اَصْحٰبُ الْکَہْفِ وَالرَّقِیْمِ) $\frac{۱۵}{۱۳}$۔

فصل الکاف

رِکَابٌ: اونٹ سواری، رُکُوبٌ سے اسم ہے، قاضی بیضاوی نے تصریح کی ہے کہ "رِکَابٌ" اونٹ کی سواری ہے جس طرح راکب کا استعمال شتر سوار کے لئے غالب ہے، اسی طرح اس کا استعمال اونٹ کے معنی میں غالب ہے[3]، اس کا واحد رَاحِلَۃٌ ہے (علی غیر لفظہ) اور رُکُبٌ، رِکَائِبُ اور رِکَابَاتٌ جمع ہے (ملاحظہ ہو رُکُبٌ) $\frac{۲۸}{۴}$۔

[1] جنگ کے بعد اس شاہراہ کا سراغ لگایا گیا تو پوری طرح نمایاں ہو گئی، اب یہ اپنے اصلی خط پر دوبارہ تعمیر کی جا رہی ہے اور عقبہ سے عمان تک تعمیر ہو چکی ہے، آجکل جہاں عقبہ ہے وہاں ان زمانوں میں آبادتھا جہاں سے حضرت سلیمان علیہ السلام کے جہاز ہندوستان جایا کرتے تھے اور بحر احمر کے تجارتی بیڑے کا مرکز تھا (حاشیہ ترجمان القرآن)

[2] ترجمان القرآن، ج ۲ ص ۳۹۳، ۳۹۴ (طبع مدینہ پریس بجنور)

[3] انوار التنزیل، ج ۲ ص ۳۱۲ (طبع مصر)

رُكَامًا: توبرتو، تہ بہ تہ، رَكْمٌ سے جس کے معنی تہ برتہ اکھٹا کرنے کے ہیں، اسم ہے، پ ۱۸/۱۲ -

رَكْبٌ: کارواں، قافلہ، سوار، رَاكِبٌ کی جمع جس کے معنی سوار کے ہیں، رَاكِبٌ رُكُوْبٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے، عرف میں اس کا استعمال شتر سوار کے لئے مخصوص ہے، عرب کا قافلہ چونکہ بیشتر شتر سواروں پر مشتمل ہوتا ہے اس لئے کارواں کے معنی میں بھی مستعمل ہے، پ ۱۰/۱ -

رَكِبَا: وہ دونوں سوار ہوئے، رُكُوْبٌ سے ماضی کا صیغہ تثنیہ مذکر غائب، (ملاحظہ ہو از رَكْبٌ) پ ۱۵/۲۲ -

رُكْبَانًا: سوار، رَاكِبٌ کی جمع ہے، یہاں عام سوار مراد ہیں، شتر سوار مخصوص نہیں، پ ۲/۱۵ -

رَكَّبَكَ: اس نے تجھے جوڑ دیا، اس نے تیری ترکیب دی، رَكَّبَ تَرْكِيْبٌ سے جس کے معنی ترکیب دینے، ملانے اور جوڑ دینے کے ہیں، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، كَ ضمیر واحد مذکر حاضر، پ ۳۰ -

رَكِبُوْا: وہ سوار ہوئے، رُكُوْبٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب (ملاحظہ ہو از رَكْبٌ) پ ۲۱/۲ -

رِكْزًا: بھنک، کھٹکا، پوشیدہ آواز، اسم ہے، پ ۱۶/۹ -

رُكَّعٌ: رکوع کرنے والے، رَاكِعٌ کی جمع (ملاحظہ رَاكِعًا) پ ۱۵، پ ۱۶/۱۱ رُكَّعًا پ ۲۶/۱۲ -

رُكْنٍ: آسرا، زور، قوت، کسی شے کی وہ جانب جس کا آسرا لیا جائے "رکن" کہلاتی ہے، استعارۃً زور و قوت کے لئے اس کا استعمال ہوتا ہے، یہاں رکن سے مراد محکم قلعہ یا زوردار قبیلہ ہے، پ ۱۲/۷ -

رُكْنِهٖ: اس کی قوت، اس کا زور، رُكْنِ مضاف ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ، پ ۲۷/۱ -

رُكُوْبُهُمْ: ان کا سوار ہونا، رُكُوْبُ مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ، (ملاحظہ ہو از رَكْبٌ) پ ۲۳/۴ -

فصل المیم

رِمَاحُكُمْ: تمہارے نیزے، رِمَاحُ مضاف كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر، مضاف الیہ، رِمَاحٌ رُمْحٌ کی جمع ہے جس کے معنی نیزے کے ہیں، پ ۷/۳ -

رَمَادٍ: راکھ، خاکستر، اسم ہے، اَرْمِدَةٌ جمع، پ ۱۳/۱۵

رُمَّانٌ: انار، رُمَّانَةٌ مؤنث، پ ۷/۱۸ پ ۸/۴ پ ۲۷/۱۳ -

رَمْزًا: اشارہ، ایما، رُمُوْزٌ جمع، امام راغب لکھتے ہیں:-

"رمز کے معنی ہیں لبوں سے اشارہ کرنے، مخفی

آواز اور ابرو کے ذریعہ ایما کے نیز ہر وہ بات جو اشارہ کی طرح ہو اسے "رمز" سے تعبیر کیا گیا ہے جس طرح کہ شکایت کی تعبیر "غمز" سے کی گئی ہے ۳/۱۲

رَمَضَانَ : رمضان مشہور مبارک مہینہ کا نام جو قمری سال کا نواں مہینہ ہے جس میں روزے رکھے جاتے ہیں، ابو الخیر طالقانی نے اپنی کتاب خطائر القدس میں اس ماہ کے ساٹھ نام ذکر کئے ہیں[۱] مجاہد کا قول ہے کہ "رمضان" اسماء الٰہی میں سے ہے جس طرح "شہر اللہ" کہتے ہیں، اسی طرح "شہر رمضان" کہا جاتا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ "رمضان" مہینہ کا نام ہے[۲]، قاضی بیضاوی لکھتے ہیں :-

"رمضان، رَمِضَ کا مصدر ہے جو جلنے اور سوختہ ہونے کے لئے آتا ہے پھر اس کی طرف شہر کی اضافت کی گئی اور اسے عَلَم قرار دیا گیا اور بنا بر علمیت و الف نون غیر منصرف ہوا جس طرح کہ ابن دایہ" میں جو کوّے کا نام ہے، لفظ "دایہ" بر بنا علمیت و تانیث غیر منصرف ہے اور اس ماہ کو "رمضان" سے یا تو اس لئے موسوم کیا کہ اس ماہ میں بھوک پیاس کی سوزش سے سوختہ ہوتے تھے یا اس لئے کہ گناہ اس میں جل جاتے ہیں اور یا اس لئے کہ جب ان لوگوں نے قدیم زبان سے مہینوں کے نام منتقل کئے تو یہ مہینہ گرمی کی سخت تمازت کے زمانہ میں واقع ہوا[۳]۔ ۲/۲۳

رَمَىٰ : اس نے پھینکا، رَمْیٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب (ملاحظہ ہو رَمَیْتَ) ۹/۱۶

رَمَيْتَ : تو نے پھینکا، رَمْیٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر، ۹/۱۶

رَمِيْمٌ : استخوانِ بوسیدہ، گلی ہوئی ہڈی، رِمَّۃٌ سے جس کے معنی ہڈیوں کے بوسیدہ ہو جانے کے ہیں، صفت مشبہ کا صیغہ، آرِمَّاءُ اور رِمَامٌ جمع، ۲۳/۴، ۲۷

فصل الواو

رَوَاحُهَا : اس کی شام کی سیر، اس کی شام کی منزل رَوَاحٌ، رَاحَ یَرُوْحُ کا مصدر ہے جس کے معنی شام کرنے اور شام کے وقت چلنے کے ہیں،

راغب نے لکھا ہے کہ رَوَاحٌ کے معنی سہولت اور آسانی کے ہیں اور بطور استعارہ اس کا استعمال نصف النہار کے بعد سے اس وقت کے لئے

[۱] فتح الباری ج ۴ ص ۸۷ [۲] معالم التنزیل ج ۱ ص ۳۰ برحاشیہ خازن [۳] انوار التنزیل ج ۱ ص ۴۷ ۔

ہوتا ہے جس میں انسان چلتا ہے بہر حال یہ غُدُوٌّ اور صَبَاحٌ کا مقابل ہے اور اس کا استعمال ہر شام یا زوال سے لے کر رات تک کے لئے ہوتا ہے یہاں رواح سے شام کی منزل یعنی زوال سے لے کر غروبِ آفتاب تک چلنا مراد ہے ۲۲/۸۔

رَوَاسِیَ: بوجھ، پہاڑ، رَاسِیَۃٌ کی جمع، "رواسی" کا استعمال ٹھہرے ہوئے پہاڑوں کے لئے ہوتا ہے، (ملاحظہ ہو رَاسِیٰتٍ) ۱۴/۳، ۱۳/۴۲، ۱۴/۸، ۲۰/۱، ۲۱/۱۰، ۱۷/۱۰، ۲۳/۱۵، ۲۹/۲۱۔

رَوَاكِدَ: ایستادہ، ٹھہری ہوئیں، تھمی ہوئیں، رَاكِدٌ کی جمع جو رُكُودٌ سے ہے جس کے معنی اپنی جگہ پر برقرار رہنے اور اپنے مقام پر ٹھہر جانے کے ہیں اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ رُكُودٌ کا استعمال عام طور پر کشتی، ہوا، پانی، ترازو اور آفتاب کے لئے ہوتا ہے ۲۵/۵۔

رَوْحٌ: فیض رحمت، راحت۔ مصدر ہے اس کا فعل نَصَرَ اور سَمِعَ سے آتا ہے۔ راغب نے اصل کے معنی تنفس یعنی سانس لینے کے بیان کئے ہیں اور لکھا ہے کہ رَوْحٌ سے وسعت کا مفہوم پیدا کیا گیا چنانچہ کہا گیا قصعۃ روحاء یعنی وسیع پیالہ اور

ارشادِ الٰہی ہے لَا تَيْاَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ (مت نا امید ہو اللہ کے فیض سے) یعنی اللہ کی کشائش اور رحمت سے کیونکہ یہ بھی رَوْحٌ کا ایک جزو ہے، بات یہ ہے کہ چونکہ تنفس باعثِ فرحت و راحت اور طلبِ رحمت ہے اور اسی کے ذریعہ خوشبو کا احساس ہوتا ہے اس لئے فرحت، تازگی، آسائش، خوشبو، نسیم کی خنکی اور خوش آئند ہوا کے لئے اس کا استعمال عام ہے چنانچہ امام بغوی نے مجاہد سے راحت کے اور سعید بن جبیر سے فرحت کے اور ضحاک سے مغفرت و رحمت کے معنی نقل کئے ہیں[1] اور بیہقی شعب الایمان میں مجاہد سے رَوْحٌ کے معنی جنت اور ہوا کے خوش آئند کے روایت کرتے ہیں[2] ۱۲/۱۳، ۲۷/۱۶۔

رُوْحٌ: روح، جان، بھید کی بات، فیضِ غیبی، وحی، قرآن، فرشتہ۔ امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:-

رَوْحٌ اور رُوْحٌ اصل میں ایک ہیں اور روح کو نفس یعنی سانس کا نام قرار دیا گیا ہے شاعر آگ کے بارے میں کہتا ہے ؎

فقلت لہ ارفعہا الیک واحیہا
بروحک واجعلہا لہا قید قدرا

میں نے اس سے کہا کہ اس آگ کو اپنی طرف

---

[1] ملاحظہ ہو معالم التنزیل، ج ۷، ص ۲۳

[2] فتح الباری، ج ۶، ص ۲۲۸

اٹھاکر اپنے سانس سے اس کو زندہ کردے اور اس کی مقررہ غذا اسے بہم پہنچادے۔

یہ اس بناپر ہے کہ سانس بھی روح ہی کا ایک جزو ہے، یہ تسمیہ ایسا ہی ہے جس طرح ہر کہ نوع کو اسم جنس سے موسوم کردینا جیسے انسان کو حیوان کہہ دینا، نیز روح کو اس جزو کا بھی نام قرار دیا گیا جس کے ذریعہ زندگی، حرکت، منفعتوں کا حصول اور مضرتوں کا دفاع حاصل ہوتا ہے ارشادِ الٰہی وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ (اور تجھ سے پوچھتے ہیں روح کو، تو کہہ! روح ہے میرے رب کے حکم سے) اور نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ (اور پھونک دوں اس میں اپنی جان سے) میں اسی روح کا مذکور ہے اور اپنی ذات کی طرف اس کی نسبت باعتبار ملکیت ہے اور اس نسبت سے تخصیص اس کی شرافت وعظمت کے لئے ہے جس طرح ارشاد ہے وَطَهِّرْ بَيْتِيَ (اور میرے گھر کو پاک رکھ) اور لِعِبَادِيْ (اے میرے بندو) نیز اشراف ملائکہ ارواح سے موسوم کئے گئے جیسے يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ (جس دن کھڑا ہو فرشتہ روح نامی اور سب فرشتے صف باندھ کر) اور تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ (چڑھیں گے فرشتے اور روح) یعنی جبرئیل اور نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ (اس کو روح الامین لیکر اترا ہے) جبرئیل اس نام سے موسوم ہیں، اور قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ (تو کہہ اس کو اتارا ہے پاک فرشتے نے) اور اَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ (اور ہم نے زور دیا اسکو روح پاک سے) میں ان کا نام روح القدس لیا اور ارشادِ الٰہی وَرُوْحٌ مِّنْهُ (اور روح ہے اس کے ہاں کی) میں حضرت عیسٰی علیہ السلام "روح" سے موسوم ہوئے کیونکہ وہ مردوں کو جلاتے تھے اور آیت شریفہ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا (اور اسی طرح ہم نے وحی کی تمہاری طرف قرآن کی اپنے حکم سے) میں قرآن کا نام "روح" رکھا گیا کیونکہ قرآن اس حیاتِ اخروی کا سبب ہے جس کا بیان آیت وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ (اور پچھلا گھر جو ہے سو وہی ہے زندگانی) میں ہے۔"

شیخ جلال الدین سیوطی تحریر فرماتے ہیں:-

"لفظِ روح متعدد معانی کے لئے استعمال ہوا ہے:

(۱) امر وَرُوْحٌ مِّنْهُ (اور اس کا امر ہے) (۲) وحی يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ (اتارتا ہے فرشتے وحی لیکر)

(۳) قرآن أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا (ہم نے وحی کی تیری طرف قرآن کی اپنے حکم سے)، (۴) رحمت وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ (اور ان کی مدد کی اپنی رحمت سے)، (۵) حیات فَرَوْحٌ وَرَيْحَانٌ (پس زندگی ہے اور روزی ہے)، (۶) جبریل فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا (پھر بھیجا ہم نے اس کی طرف اپنا فرشتہ) نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ (اس کو فرشتہ معتبر لے کر اترتا ہے)، (۷) ایک عظیم المرتبت فرشتہ يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ (جس دن کھڑا ہو فرشتہ روح نامی)، (۸) ایک خاص فرشتوں کا لشکر تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا (اترتے ہیں فرشتے اور ان کا خاص لشکر اس میں)، (۹) روح بدن وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ (اور تجھ سے پوچھتے ہیں جان کے متعلق)[۲]

امام ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی کتاب الاسماء والصفات میں بعض مفسرین سے ناقل ہیں:-

روح کبھی بمعنی رحمت آتی ہے فرمایا اللہ عزوجل نے وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ (یعنی اپنی رحمت سے ان کو تقویت دی)، اور ارشاد ہے فَنَفَخْنَا فِيهِ مِن رُّوحِنَا (پھر اس میں ہم نے اپنی روح پھونک دی) یعنی اپنی رحمت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو روح اللہ کہا جاتا ہے یعنی جو ان پر ایمان لائے ان کے لئے رحمت الٰہی ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ کبھی "روح" بمعنی وحی ہوتی ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ (اتارتا ہے وحی اپنے حکم سے جس پر چاہے اپنے بندوں میں) اور فرمایا وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا (اور اسی طرح وحی کی ہم نے تیری طرف روح کی اپنی طرف سے) نیز ارشاد ہے يُنَزِّلُ الْمَلَائِكَةَ بِالرُّوحِ مِنْ أَمْرِهِ (اتارتا ہے فرشتے وحی لیکر اپنے حکم سے) کہ یہاں (روح سے) وحی مراد ہے اور وحی "روح" سے اس لئے موسوم ہے کہ وہ (مرگ) جہالت کی حیات ہے اور اسی لئے حضرت مسیح عیسیٰ بن مریم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کا نام "روح" ہوا کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ ان کے متبعین کو ہدایت فرما کر کفر و ضلالت (کی موت) سے زندگی بخشتا ہے، اور فرمایا فَنَفَخْنَا فِيهِ مِن رُّوحِنَا یعنی وہ ہمارے ایک کُن کے کہہ دینے سے بغیر باپ کے بشر بن گیا، نیز حضرت جبریل

---

[۱] بعض قراء نے روح بالضم پڑھا ہے

[۲] ملاحظہ ہو الاتقان - ج ۱ ص ۱۴۳ (طبع مصر)

علیہ السلام کو روح سے موسوم کیا گیا، ارشاد ہے قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ، نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ، أَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ، فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا کہ سب جگہ جبریل علیہ السلام مراد ہیں اور فرمایا تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا (اترتے ہیں فرشتے اور روح اس میں) بعض کا قول ہے کہ اس سے جبریل علیہ السلام مراد ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ وہ فرشتہ معظم مراد ہے جو آیہ شریفہ يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلَائِكَةُ صَفًّا میں مراد ہے" ص ۲۶۴

آیت شریفہ وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي کی تفسیر میں امام بیہقی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ یہ ایک فرشتہ ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ یہ فرشتوں میں ایسا فرشتہ ہے جس کے ستر ہزار منہ ہیں، ہر منہ میں ستر ہزار زبانیں ہیں، ہر زبان کی ستر ہزار بولیاں ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتا رہتا ہے، حق تعالیٰ ہر تسبیح سے ایک فرشتہ پیدا کرتے ہیں جو قیامت تک فرشتوں کے ہمراہ اڑتا رہتا ہے[1] امام خطابی فرماتے ہیں :-

"ارواح میں سے جس روح کے متعلق سوال ہوا اس کے بارے میں علما مختلف ہیں، بعض کہتے ہیں، یہاں جبریل علیہ السلام مراد ہیں اور بعض کا قول ہے کہ وہ فرشتوں میں ایک خاص صفت کا فرشتہ ہے جس کے متعلق ان کا بیان ہے کہ وہ عظیم الخلقت ہے اور اکثر اہل تاویل اس طرف گئے ہیں کہ سوال اس روح کے متعلق کیا تھا جس سے حیاتِ جسم وابستہ ہے اور ان میں اہلِ نظر کا یہ بیان ہے کہ روح کی کیفیت کو دریافت کیا تھا کہ کس طرح بدن میں چلتی ہے اور جسم میں اس کے امتزاج اور حیات کے اس سے وابستہ ہونے کی صورت ہے[2]"

امام قرطبی لکھتے ہیں :-

"راجح یہی ہے کہ انہوں نے روحِ انسانی کے متعلق سوال کیا تھا کیونکہ یہود حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے روح اللہ ہونے کے قائل نہیں، اور اس سے ناواقف نہیں کہ جبریل ایک فرشتہ ہے اور ملائکہ ارواح ہیں[3]"

علامہ ابن قیم نے کتاب الروح میں اس کو ترجیح دی ہے جس کا آیت شریفہ يَوْمَ يَقُومُ

---

[1] الاسماء والصفات ص ۲۶۵ [2] الاسماء والصفات، ص ۲۶۵ [3] فتح الباری، ج ۸، ص ۳۰۴

الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ صَفًّا میں مذکور ہے ان کا بیان ہے کہ ارواحِ بنی آدم کو قرآن میں نفس کے علاوہ اور کسی نام سے موسوم نہیں کیا گیا لیکن حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں کہ یہ چیز ان کے مدعا پر دلالت نہیں کرتی بلکہ راجح قول اول ہی ہے کیونکہ طبری بطریق عوفی حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس قصہ میں راوی ہیں کہ انہوں نے روح کے متعلق کہا تھا اسے جسم میں کس طرح عذاب کیا جائیگا[1] یہ واضح رہے کہ تورات اور انجیل میں "روح" کا لفظ فرشتہ کے لئے آیا ہے اور قرآن مجید میں اس کا استعمال جیسا کہ سابق میں گزرا مختلف معانی میں ہوا ہے اب یہاں "الروح" سے مراد جسم انسانی کی روح ہو یا فرشتہ یا وحی، جواب کی جامعیت ہر ایک پر حاوی ہے کہ جو کچھ تمہیں بتلایا جاسکتا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ کا حکم کام کر رہا ہے اس سے زیادہ بتلانے کی تمہاری تنگنائے علم میں وسعت نہیں کہ وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا (تمہیں جو کچھ علم دیا گیا ہے وہ تھوڑا)

آیہ کریمہ یَوْمَ یَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ صَفًّا کی تفسیر میں ابن ابی حاتم بطریق علی بن ابی طلحہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ یہ ایک فرشتہ ہے جو خلقت کے اعتبار سے سب فرشتوں سے بڑا ہے[2] اور بیہقی بطریق عطیہ عوفی ابن عباس سے اس کی تفسیر میں یہ راوی ہیں کہ مراد یہ ہے کہ جب انسانوں کی روحیں فرشتوں کے ساتھ کھڑی ہونگی، یہ دونوں صورتوں کے پھونکے جانے کے درمیان روحوں کو جسموں کی طرف لوٹائے جانے سے پہلے ہوگا اور ابو صالح سے اسی آیت کی تفسیر میں یہ روایت کیا ہے کہ روح انسانوں کی طرح ایک مخلوق ہے پر وہ انسان نہیں ہیں، ان کے ہاتھ اور پاؤں ہیں نیز مجاہد سے ناقل ہیں کہ روح انسانوں کے مانند ایک مخلوق ہے اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بطریق مجاہد روایت کی ہے کہ روح اللہ کا ایک امر اور اس کی ایک مخلوق ہے ان کی صورتیں انسانوں کی صورتوں پر ہیں آسمان سے جب کوئی فرشتہ اترتا ہے تو اس کے ساتھ ایک روح ہوتی ہے[3]

روح کیا چیز ہے اور اس کی حقیقت کیا ہے اس بارے میں بڑا اختلاف رہا ہے کہا جاتا ہے کہ اس اختلاف کی تعداد سو اقوال تک جا پہنچتی ہے اسلاف نے اس قسم

---

[1] فتح الباری ج ۸ ص ۳۰۴ [2] الاتقان ج ۲ ص ۱۴۱ [3] الاسماء والصفات ص ۲۶۵، حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اس اخیر روایت کو ابن اسحٰق کی تفسیر سے نقل کر کے کہا ہے کہ اس کی اسناد صحیح ہے۔ [4] فتح الباری ج ۸ ص ۳۰۵

کی باتوں میں بحث کرنے سے سکوت اختیار کیا ہے،

حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں :-

وثبت عن ابن عباس حضرت ابن عباسؓ سے یہ ثابت
انه کان لا یفسر ہے کہ روح کی تفسیر نہیں کرتے تھے
الروح ای لایعین یعنی متعین نہیں کرتے تھے کہ
المراد به له یہی مراد ہے۔

عبداللہ بن بریدہ جو ثقات تابعین میں سے ہیں کہتے ہیں کہ اللہ نے روح پر نہ کسی ملک مقرب کو مطلع فرمایا نہ کسی نبی مرسل کو۔ له

عارف ربانی شیخ عبدالوہاب شعرانی نے اپنی نفیس کتاب الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر میں جس میں انہوں نے ارباب کشف اور اہل کلام کے عقائد میں مطابقت کی کوشش کی ہے اور جیسا کہ خود ان کا بیان ہے اس موضوع پر ان سے پہلے کسی نے قلم نہیں اٹھایا "روح" پر ایک مستقل بحث سپرد قلم فرمائی ہے جس کا اقتباس ہدیۂ ناظرین ہے۔

وہ لکھتے ہیں بحث اس امر کے بیان میں کہ ساری روحیں مخلوق ہیں اور جیسا کہ وارد ہے اللہ تعالیٰ کے امر (حکم) سے ہیں اور جن لوگوں نے بھی اپنی عقل سے اس کی حقیقت کے پہچاننے پر غور کیا ہے وہ اس بارے میں یقین پر نہیں ہے بلکہ جو کچھ ہے اس کا ظنی تخمینہ ہے :

اور ہم کو یہ نہیں ملا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی حقیقت پر کلام فرمایا ہو باوجودیکہ آپ سے اس کے متعلق سوال ہوا تھا پس ہم بھی ادباً اس سے باز رہتے ہیں۔

"روح کے متعلق اس سے زیادہ کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ موجود ہے جیسا کہ ابوالقاسم جنید وغیرہ نے کہا ہے چنانچہ جنید رحمۃ اللہ کے الفاظ ہیں :-

الروح شئی استأثر روح ایک ایسی شے ہے جس کا
الله تعالی بعلمه علم اللہ تعالیٰ کی ذات کے
ولم یطلع علیه ساتھ مخصوص ہے اور اس نے
احدا من خلقه اپنی مخلوق میں سے کسی کو اس پر
فلا یجوز لاحد مطلع نہیں فرمایا لہٰذا اس کے
البحث عنه باکثر متعلق کسی کو اس سے زیادہ بحث کرنا
من انه موجود۔ جائز نہیں کہ وہ موجود ہے۔

اکثر مفسرین جیسے ثعلبی اور ابن عطیہ بھی اسی طرف گئے ہیں اور جمہور متکلمین کا بیان یہ ہے کہ روح ایک جسم لطیف ہے جو بدن میں اسی طرح گھسی ہوئی ہے جس طرح

له فتح الباری

له معالم التنزیل جزء ۳ ص ۱۴۸ (طبع مصر)

کہ شاخ سبز میں پانی ہوتا ہے اور بہت سے متکلمین کا قول یہ ہے کہ وہ عرض ہے یعنی ایسی حیات کہ جس کے وجود سے بدنِ انسانی زندہ ہے قاضی ابوبکر باقلانی اسی طرف مائل ہیں اور احادیث میں جو روح کے اترنے چڑھنے اور برزخ میں چلنے پھرنے کا ذکر آتا ہے وہ قولِ اول پر دلالت کرتا ہے یہ سہروردی کا بیان ہے اور یہ اجسام کی صفت ہے اعراض کی نہیں کیونکہ عرض ان اوصاف سے موصوف نہیں ہوتا اور بہت سے صوفیہ نے کہا ہے کہ روح نہ جسم ہے نہ عرض بلکہ جوہر[1] مجرد قائم الذات اور غیر متحیز ہے بدن کی تدبیر و تحریک کے لئے اس کا بدن سے خاص تعلق ہے وہ نہ بدن میں داخل ہے نہ اس سے خارج، فلاسفہ کی بھی رائے ہے اور یہ ایک گہری ہوئی بات ہے۔

اور مجھے جو بات ظاہر ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ بالفرض اگر بندہ کو حقیقتِ روح پر مطلع بھی کر دیا جائے تو وہ اس کی استطاعت نہیں رکھتا کہ اس کو ایسی عبارت میں بیان کر سکے کہ جو سننے والے کو اسکی حقیقت کی معرفت تک پہنچا دے کیونکہ حق تعالیٰ نے اسکو ہمارے لئے ایسے مرتبہ میں رکھا ہے جو ہمیں عاجز کر دیتا ہے تاکہ ہم میں سے کوئی اپنے دل میں یہ کہہ اٹھے کہ جب ہم اپنی ذات کی حقیقت کے پہچاننے سے عاجز ہیں تو ذاتِ الٰہی کی معرفت میں کس قدر عاجز بلکہ عاجز تر ہوں گے لہٰذا ہمیں ذاتِ الٰہی کے بارے میں غور و خوض نہ کرنا چاہئے کیونکہ جب ہم اپنی روح ہی کی معرفت سے عاجز ہیں حالانکہ وہ مخلوق ہے اور سب چیزوں سے زیادہ ہم سے قریب ہے تو اپنے خالق کو کیسے پہچان لیں گے حضرتِ علی رضی اللہ عنہ کے کلام میں وارد ہے من عرف نفسہ فقد عرف ربہ (جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا) بعض عرفاء نے کہا ہے کہ مطلب یہ ہے چونکہ کسی کو بھی اپنے نفس کی معرفت کبھی ممکن نہیں کیونکہ حق تعالیٰ نے نفس کو اس طرح بنایا ہے کہ وہ ہمارے اور اس کی معرفتِ ذات کے درمیان ایک عاجز کر دینے والا مقام ہے گویا حق تعالیٰ یوں فرما رہے ہیں کہ جب انسان اپنے نفس کی معرفت سے بھی قاصر ہے باوجودیکہ وہ مخلوق ہے اور سب چیزوں میں انسان سے زیادہ قریب ہے تو اس ذات کی معرفت کس طرح حاصل ہو سکتی ہے جس کی نہ تشبیہ ہے نہ نظیر اور نہ وہ اپنے بندوں کے ساتھ کسی حد میں جمع ہو سکتا ہے نہ کسی حقیقت میں،

[1] جوہر وہ ہے جو بذاتِ خود قائم ہو جیسے کپڑا اور عرض وہ ہے جو بذاتِ خود قائم نہیں ہوتا بلکہ اس کا قیام بواسطہ جوہر ہوتا ہے جیسے رنگ۔

کمال بن ابی شریف نے اپنے حاشیہ میں کہا ہے
کہ اگر یہ کہا جائے کہ لوگوں نے روح کی معرفت میں
کیوں خوض کیا حالانکہ شارع نے اس بارے
میں خاموشی اختیار کی ہے تو اس کا جواب دو طرح
پر ہے، اول یہ کہ تفصیلی جواب اس لئے ترک کر دیا
گیا کہ یہود باہم یہ کہتے تھے کہ اگر اس کے متعلق جواب
نہیں دیا تو وہ سچے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک یہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی علامات نبوت میں
داخل تھی، پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا روح
کے متعلق جواب نہ دینا، ان کی کتابوں میں جو یہ وصف
مذکور تھا اس کی تصدیق کے لئے تھا، دوم یہ کہ
سوال محض تنگ کرنے اور تغلیط و بدگوئی کیلئے تھا
اور جب سوال اس طرح پر ہو تو اس کا جواب
ضروری نہیں کیونکہ الروح ایک ایسا امر ہے جو
روح انسانی، جبریل اور ایک اور فرشتہ کے درمیان
جس کو الروح کہا جاتا ہے مشترک ہے نیز فرشتوں کی
ایک خاص صنف اور قرآن اور عیسیٰ بن مریم (علیہ
السلام) کے لئے بھی اس کا استعمال ہوتا ہے لہٰذا اگر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان باتوں میں سے کوئی ایک
بات بھی جواب میں فرماتے تو یہود عبرت گیری
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اذیت کے لئے ضرور
کہہ اٹھتے کہ ہماری تو یہ مراد نہ تھی یہی سبب ہے کہ
جواب اجمالی طور پر اس طرح آیا کہ روح کے ہر معنی پر
صادق ہے (یہاں تک اہل اصول کا کلام ختم ہو گیا)

شیخ[1] محی الدین لواقح الانوار میں فرماتے ہیں "روح
اللہ" کلام سے یوں ہوئی کہ وہ بغیر کسی واسطہ کے حق
تعالیٰ کے فرمانے سے وجود میں آئی ہے اس نے روح
سے فرمایا کونی (ہو جا) وہ ہو گئی جیسا کہ حضرت عیسیٰ
علیہ السلام کے بارے میں کہا ہے کہ وہ روح اللہ ہیں
کیونکہ بلا واسطہ حق تعالیٰ کے پھونکنے سے (جیسا پھونکنا
کہ اس کے جلال کے لائق ہے) وجود میں آئے میں اللہ
فرماتا ہے اِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ
اللّٰهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِّنْهُ
(سوائے اس کے نہیں کہ مسیح جو ہے عیسیٰ، مریم کا بیٹا رسول
ہے اللہ کا اور اس کا کلام جو ڈال دیا مریم کی طرف
اور روح ہے اس کے ہاں کی) اور غزالی اس
طرف گئے ہیں کہ ارشاد خداوندی قُلِ الرُّوحُ مِنْ
أَمْرِ رَبِّي کے معنی من عندہ کے ہیں یعنی روح اس کے
غیب سے ہے کیونکہ عالم امر عالم غیب ہے اور عالم
خلق عالم شہادت ہے۔ ابن عربی کہتے ہیں ہمارے

[1] ابن عربی مراد ہیں، یہاں سے اہل کشف کا کلام شروع ہو جاتا ہے۔

نزدیک معاملہ اس کے برخلاف ہے جو غزالی نے کہا ہے کیونکہ ہم کہتے ہیں حق تعالیٰ جس کو بلا واسطہ ایجاد فرمائیں وہ عالمِ امر سے ہے یعنی جس سے وہ کُنْ فرمائیں اور وہ ہو جائے اس کا بس حق تعالیٰ ہی کی طرف ایک رُخ ہوتا ہے اور ہر وہ چیز جس کو وہ بالواسطہ ایجاد فرمائیں وہ عالمِ خلق سے ہے اور اس کے دو رُخ ہوتے ہیں ایک حق تعالیٰ کی طرف اور دوسرا اس سبب کی طرف جس سے وہ وجود میں آیا ہے پس کبھی تو حق تعالیٰ اسے خاص رُخ سے دعوت دیتے ہیں اور کبھی تفصیلات اور بالغ حکمتوں کی بنا پر اس رُخ سے دعوت دیتے ہیں جو سبب کا ہے۔

اور فتوحاتِ مکیہ کے بہتّرویں باب میں فرماتے ہیں روح اس لئے امرِ رب جل وعلا سے ہے کہ وہ خلق سے وجود میں نہیں آئی بلکہ اسکو اللہ تعالیٰ نے بلا واسطہ ایجاد فرمایا ہے اور اس کی حقیقت پر بجز ان اصفیاء کے جن کو حق تعالیٰ چاہے اور کوئی مطلع نہیں ہوتا۔

اور باب ۲۹۹ میں فرمایا ہے کہ روح کیلئے کیسے نہیں کہ وہ اپنے جوہرِ ذات میں زیادتی قبول کرے بلکہ وہ فرد ہے اور اگر عاقل بالذات نہ ہوتی تو اخذِ میثاق کے وقت اپنے خالق کی ربوبیت کا اقرار نہ کرتی کیونکہ حق تعالیٰ اسی سے خطاب فرماتے ہیں جس میں ان کے خطاب کی عقل ہو اور فی نفسہٖ انسان کی یہی حقیقت ہے، شیخ نے اس بارے میں بہت طول سے کام لیا ہے اور پھر فرمایا ہے کہ معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے روح کو کامل، بالغ، عاقل، توحیدِ الٰہی کا عارف اور اپنی ربوبیت کا معترف پیدا کیا ہے اور یہی وہ فطرت ہے جس پر اللہ نے لوگوں کو بنایا ہے چنانچہ حدیث کل مولود یولد علی الفطرۃ فابواہ یہودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ (ہر بچہ اپنی فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی بنا لیتے ہیں یا نصرانی کر لیتے ہیں یا مجوسی کر ڈالتے ہیں) میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے، یہاں اغلب یعنی ماں باپ کے وجود کا ذکر کیا اور جو بھی بچہ کی پرورش کرتا ہے وہ بمنزلہ ماں باپ ہی ہے۔

نیز شیخ باب ۳۶۲ میں رقمطراز ہیں، واضح رہے کہ سارے عالم میں جو بھی کسی صورت سے مقید ہے اس کے لئے ایک روحِ الٰہی ہے جو اس کو لازم ہے اور اسی سے وہ اللہ عز وجل کی تسبیح کرتا ہے پس بعض ارواح تو ایسی ہیں جو اس صورت کی مدبر ہیں کیونکہ صورت ارواح کی تدبیر کو قبول کرتی ہے اور یہ وہ ہر صورت ہے

جو ظاہری زندگی اور موت سے متصف ہے اور
اگر ظاہری زندگی اور موت سے متصف نہیں تو اس
کی روح روحِ تیسیر ہے روحِ تدبیر نہیں شیخ نے
اس پر طویل بحث کرتے ہوئے فرمایا ہے ان ارواح
میں ان صورتوں کی ارواح سے زیادہ اللہ تعالیٰ
کا کوئی عارف نہیں کہ جو تدبیر سے بے تعلق ہیں یہ
ارواحِ جماد ہیں اور ان سے رتبہ میں کم ارواحِ نبات
ہیں اور ان سے کم رتبہ ارواحِ حیوان ہیں اور سرکش
انسانوں کی روحیں ان سے بھی گئی گزری ہیں لیکن
صالحین میں حسب تفاوت طبقات انبیاء، اولیاء
اور مومنین کی ارواح سے معرفت میں اعلیٰ کوئی
نہیں کہ یہ اختصاصِ الٰہی ہے [۱] ،،

علماء راسخین میں ایک مشہور بزرگ ہیں، حضرت
شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو کشف و
کلام دونوں وادیوں سے یکساں آشنا ہیں، موصوف
نے اس سلسلہ میں حجاب حقیقت کے اور چند پردے
اٹھائے ہیں بحث یقیناً تشنہ رہیگی، اگر موصوف کے
گراں قدر افادہ سے قطع نظر کر لی جائے، موصوف
نے اپنی بے نظیر کتاب "حجۃ اللہ البالغہ" میں ایک
مستقل عنوان "باب حقیقۃ الروح" کے نام سے قائم
کیا ہے جس کا ترجمہ درج ذیل ہے :-

" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ
قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ
الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا (اور تجھ سے پوچھتے ہیں روح
کو تو کہہ روح ہے میرے رب کے حکم سے اور تم
کو جو علم دیا گیا ہے وہ تھوڑا سا ہے اور اعمش نے
حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت
سے وَمَا أُوتُوا مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا (اور ان کو
جو علم دیا گیا ہے وہ تھوڑا سا ہے) پڑھا ہے اور
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خطاب ان یہود سے
ہے جنہوں نے روح کے متعلق سوال
کیا تھا اور جیسا کہ خیال کیا جاتا ہے،
آیت اس بارے میں نص نہیں ہے کہ امتِ مرحومہ
میں روح کی حقیقت کا کسی کو علم نہیں اور یہ
بھی نہیں ہے کہ شرع جس سے خاموش ہو اس
کی معرفت کبھی ممکن ہی نہ ہو بلکہ بسا اوقات
شریعت کسی چیز سے اس لئے سکوت اختیار
کرتی ہے کہ اس کی معرفت دقیق ہوتی ہے اور
گو بعض کے لئے اس کی معرفت ممکن ہو مگر جمہور
امت میں اس کے دریافت کی صلاحیت

[۱] الیواقیت والجواہر، ج ۲، ص ۱۲۲، ۱۲۳ (طبع میمنیہ مصر ۱۳۱۷ھ)

نہیں ہوتی۔

واضح رہے کہ سب سے پہلے روح کی جس حقیقت کا ادراک ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ وہ حیوان کے لئے مبدأ الحیات ہے کہ اس کے اندر روح پھونکنے سے وہ زندہ اور اس سے مفارقت ہو جانے پر مردہ ہو جاتا ہے پھر جب بغور اس میں تامل کیا جائے تو یہ کھلتا ہے بدن میں ایک بخار لطیف ہے جو قلب کے اندر خلاصۂ اخلاط سے پیدا ہوتا ہے جو قوی و حار و محرکا در مدبرہ غذا کا حامل ہوتا ہے، طب کا حکم اسی پر جاری ہوتا ہے اور تجربہ بتاتا ہے کہ رقت، غلظت، صفائی اور کدورت غرض اس بخار کے تمام احوال کا قوی میں اور ان تمام افعال میں جو قوی سے سرزد ہوتے ہیں ایک خاص اثر ہوتا ہے اور جو آفت کہ کسی عضو پر اور اس عضو کے مناسب بخار کی تولید پر طاری ہوتی ہے وہ اس بخار کو فاسد اور اس کے افعال میں تشویش پیدا کر دیتی ہے، اس بخار کا وجود حیات کو ستلزم ہے اور اس کا تحلیل ہو جانا موت ہے، پس پہلی نظر میں تو یہی "روح" ہے اور نظرِ غائر کے اعتبار سے یہ روح کا طبقہ سفلی ہے، بدن میں اسکی مثال ایسی ہی ہے جیسے گلاب کے پھول میں گلاب کا عرق یا کوئلے کے اندر آگ، پھر جب اور غور سے دیکھا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ یہ روح اس روحِ حقیقی کی سواری اور اس کے تعلق کا مادہ ہے کیونکہ ہم دیکھ رہے ہیں بچہ جوان ہو رہا ہے، بوڑھا ہو رہا ہے اس کے بدن کے اخلاط اور وہ روح جس کی تولید ان ہی اخلاط سے ہوتی ہے، ہزار دفعہ سے زیادہ بدل جاتی ہے، وہ کبھی چھوٹا ہے اور کبھی بڑا، کبھی سیاہ ہو جاتا اور کبھی سپید، کبھی جاہل ہوتا ہے اور کبھی عالم، اسی طرح اور اوصاف میں، جو بدلتے رہتے ہیں اور شخص وہ کا وہ ہے اور اگر اس سلسلہ میں کسی بات میں مناقشہ کیا جائے تو ہمیشہ یہ حق حاصل ہے کہ ہم ان تغیرات اور طفل موجود فرض کریں اور کہیں کہ ان اوصاف کے بعینہٖ باقی رہنے کا ہم کو یقین حاصل نہیں اور اس طفل کے باقی رہنے کا یقین ہے پس وہ طفل ان اوصاف سے علیحدہ ہے اور وہ شے جس کے ذریعہ وہ وہ ہے نہ یہ روح ہے نہ یہ بدن اور نہ یہ تشخصات جو بنظرِ ظاہر معلوم ہوتے اور دکھائی دیتے ہیں بلکہ روح حقیقت میں

ایک حقیقت فردانیہ اور نقطۂ نورانیہ ہے جس کا
طوران تمام تغیر پذیر متغائرہ اطوار سے کہ جن
میں بعض جواہر ہیں اور بعض اعراض ہیں بڑھ
چڑھ کر ہے وہ جس طرح کبیر کے ساتھ ہے کسی
طرح صغیر کے ساتھ ہے اور جس طرح سپید کے
ساتھ ہے اسی طرح سیاہ کے ساتھ ہے علیٰ ہٰذا اسی
طرح دیگر متقابل اشیاء کے ساتھ۔ اس کو اولاً
تو روحِ ہوائی کے ساتھ ایک خاص تعلق ہے
اور ثانیاً بدن کے ساتھ اس حیثیت سے کہ
بدن نسمہ (روحِ ہوائی) کی سواری ہے اور وہ
عالمِ قدس کا ایک روزن ہے جس سے روحِ ہوائی
پر وہ تمام باتیں نازل ہوتی رہتی ہیں جنکی اس
میں استعداد ہوتی ہے پس امورِ متغیرہ میں جو
کچھ تغیر واقع ہوا وہ استعداداتِ ارضیہ کی بناء
پر ہوا جس طرح کہ آفتاب کی دھوپ ہے کہ کپڑے
کو سپید کرتی اور دھوبی کو سیاہ کر دیتی ہے۔

اور ہمارے نزدیک وجدانِ صحیح سے یہ محقق
ہو چکا ہے کہ بدن کے روحِ ہوائی کو پیدا کرنے
کی استعداد کو کھو دینے کے سبب بدن سے
روحِ ہوائی کے جدا ہو جانے کا نام موت ہے
روحِ ہوائی سے روحِ قدسی کے جدا ہو جانے کا
نام موت نہیں ہے چنانچہ امراضِ مہلکہ میں جب
روحِ ہوائی تحلیل ہونے لگتی ہے تو حکمتِ الٰہی
میں یہ ضروری ہے کہ روحِ الٰہی کا اس قدر
حصہ باقی رہے کہ روحِ الٰہی کا ارتباط اس سے
قائم رہ سکے جس طرح کہ شیشی سے تم ہوا کو چوسنے
لگو تو ہوا اس میں سے خارج ہوتی رہیگی یہاں
تک کہ اس حد پر جا پہنچے گی کہ اس کے بعد خالی
نہ ہو سکے اب یا تو چوسنے کی تم میں طاقت نہ
رہے گی یا شیشی پھٹ جائیگی یہ سب کچھ اس راز
کی بناء پر ہے جو ہوا کی طبیعت سے پیدا ہے،
اسی طرح روحِ ہوائی میں ایک راز ہے اور
اس کی ایک حد ہے کہ ان دونوں سے معاملہ
متجاوز نہیں ہو سکتا پھر جب انسان مر گیا روحِ
ہوائی کی نشأۃ ثانیہ ہوئی اب روحِ الٰہی کا
فیض مالیٔ حسِ مشترک میں ایک خاص قوت
پیدا کرے گا جو عالمِ مثال (یعنی وہ قوتِ متوسط
جو مجرد و محسوس کے درمیان افلاک میں شئے
واحد کی طرح منتشر ہے، کی مدد سے سننے،
دیکھنے اور بولنے کے لئے کافی ہو گی اور
بسا اوقات روحِ ہوائی اس وقت عالمِ مثال
کی مدد سے لباس نورانی یا ظلماتی کے لئے تیار

ہو جاتی ہے اور یہیں سے عالمِ برزخ کے عجائبات ظاہر ہونے لگتے ہیں پھر جب صور پھونکا گیا یعنی باری صور کی طرف سے اسی طرح کا فیضِ عام آیا جیسا کہ ابتداءِ آفرینش میں ہوا تھا جبکہ روحیں جسموں میں پھونکی گئیں اور عالمِ موالید کی تاسیس عمل میں آئی تھی تو روحِ الٰہی کا فیض اس کا موجب ہوا کہ لباس جسمانی یا ایسے لباس میں کہ جو عالمِ مثال و عالمِ اجسام کے بین بین ہو ملبوس ہوا اور اب وہ تمام باتیں پوری ہونگی جن کے متعلق صادق و مصدوق علیہ افضل الصلوات وایمن التحیات نے مطلع فرمایا ہے اور چونکہ روحِ ہوائی روحِ الٰہی اور بدنِ ارضی کے درمیان برزخ متوسط ہے اس لئے ضروری ہے کہ اس کا ایک رُخ اس طرف ہو اور ایک رُخ اس طرف اب جو رُخ کہ عالمِ قدس کی طرف مائل ہے وہ ملکیت ہے اور جو زمین کی طرف مائل ہے وہ بہیمیت ہے۔

حقیقتِ روح کے متعلق ہم ان ہی مقدمات پر اکتفا کرتے ہیں تاکہ اس علم میں اس کو تسلیم کر لیا جائے اور اس پر تفریعات قائم کی جائیں قبل اس کے کہ اس سے اعلیٰ علم میں حجاب منکشف ہو، واللہ اعلم" لہ

شاہ صاحب نے اخیر میں جس علم کا حوالہ دیا ہے وہ "علمِ حقائق" ہے، الطاف القدس فی لطائف النفس علمِ لطائف میں شاہ صاحب کا ایک بے نظیر رسالہ ہے اس کی فصلِ دوم میں شاہ صاحب نے حقیقتِ روح پر بڑی سیر حاصل بحث کی ہے، حجۃ اللہ البالغہ میں جو کچھ لکھا ہے وہ اسکی تلخیص ہے، بحث روح سے پہلے بطور تمہید رقمطراز ہیں:۔

بیانِ حقیقتِ ایں لطائف و خواصِ آں موقوف بر بیانِ حقیقتِ روح ست و آں مسئلۂ علمِ حقائق ست نہ از علم سلوک و شارع صلوات اللہ علیہ وسلامہ ہیچ رمزے از علمِ حقائق اظہار نہ فرمودہ بجز علمِ سلوک و تہذیبِ نفس تبلیغ ننمود مگر مشہودات چند کہ ہیچ طوائف عرب و عجم از آں اجنبی نیست و فرقہ نیست کہ آں علم در روز بانش نیست پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایں علوم مشہورہ را اجمالاً بیا دالیشاں داد و از خوض در تفصیل و تصویر آں زجر شدید فرمودہ ہمیں ست سنتِ

لہ حجۃ اللہ البالغہ، ج ا، ص ۱۴، ۱۵ (مطبع خیریہ مصر ۱۳۲۲ھ)

انبیاء اللہ اجمعین نہ پنداری کہ حل ایں علوم مقدور بشر نیست شد نہ بلکہ اظہار ایں علوم موافق مصلحت جمہور مخاطباں نیست سہ

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز
ورنہ در مجلس رنداں خبرے نیست کہ نیست

اولی و اخری در حق ما مردم نیز ہمیں است کہ ازیں تن زنیم و دیدہ را نادیدہ سازیم لیکن اختلاف صوفیہ دریں مسئلہ بسیار شد و طبائع الیث[1] مشوش شدند و علم لطائف بریں مسئلہ مبتنی شد پس ضرورت پیش آمد والضرورۃ تبیح المحذورات"[1]

مزید تفصیل کے لئے اس کتاب کا مطالعہ کافی ہے،

حافظ ابن مندہ اور علامہ ابن القیم نے روح کے متعلق مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں روح پر روایات و احادیث کی روشنی میں بحث کی ہے، دونوں کی تصنیف کا نام کتاب الروح ہے۔ ابن مندہ کی تصنیف اس وقت نایاب ہے حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اس کا حوالہ دیا ہے[2] اور ابن القیم کی کتاب عرصہ ہوا کہ مصر سے چھپ کر شائع ہو چکی ہے۔

ب ۶/۳، ۸۷/۱۲، ۸۵/۱۰، ۱۹/۱۵، ۲۲/۷، ۸/۳، ۱۹/۷، ۳۰/۲۲۔
رُوْحًا ۵۲/۶۔

رُوْحُ الْقُدُسِ : روح پاک، جانِ پاک، پاک فرشتہ، موصوف کی اضافت صفت کی طرف ہے جیسے حَاتِمُ الْجُوْدِ اور رَجُلُ صِدْقٍ ہے امام بغوی آیہ وَأَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"روح القدس کے بارے میں علماء مختلف ہیں ربیع وغیرہ کا بیان ہے کہ وہ روح مراد ہے جو حضرت عیسٰی علیہ السلام میں پھونکی تھی اور قدس اللہ ہے، حق تعالیٰ نے اس کی اضافت اپنی ذات کی طرف تکریم و تخصیص کے لئے کی ہے یعنی وہ روح جو اللہ نے ان میں پھونکی جیسے بیت اللہ اور ناقۃ اللہ ہے چنانچہ ارشاد ہے فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا (پھر ہم نے اس میں اپنی روح کو پھونک دیا) اور رُوْحٌ مِّنْهُ (اور روح ہے ان کے ہاں کی) اور بعض کا قول ہے کہ قدس سے طہارت مراد لی ہے یعنی روح طاہرہ ان کی روح کو قدس سے اس لئے موسوم کیا کہ وہ نہ مردوں کی پشت میں ہے نہ عورتوں کے رحم میں بلکہ اللہ کے امر میں سے ایک امر تھی، قتادہ، سُدی اور ضحاک کا قول ہے کہ

---

[1] الطاف القدس فی لطائف النفس، ص ۶،۵ (طبع احمدی دہلی ۱۳۰۶ھ)
[2] فتح الباری ج ، ص ۳۰۶

"روح القدس" جبریل علیہ السلام ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ وہ قدس یعنی طہارت سے اس لئے موسوم ہوئے کہ انہوں نے کبھی گناہ کا ارتکاب نہیں کیا اور حسن کہتے ہیں کہ قدس اللہ اور اس کی روح جبریل ہیں۔ اللہ فرماتا ہے قُلْ نَزَّلَهُ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ ، (تو کہہ اس کو اتارا ہے پاک فرشتہ نے تیرے رب کی طرف سے حق کے ساتھ) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تائید جبریل علیہ السلام کے ذریعہ اس طرح کی گئی کہ ان کا حکم تھا جہاں وہ جائیں انکے ساتھ رہیں یہاں تک کہ ان کو آسمان پر اٹھا لیا گیا اور بعض کا قول ہے کہ جبریل علیہ السلام کو جو روح سے موسوم کیا گیا وہ ان کی لطافت کے سبب اور روحی سے ان کے تعلق کی بنا پر کیا گیا کہ جو دلوں کی زندگانی کا باعث ہے اور ابن عباس اور سعید بن جبیر نے کہا ہے کہ روح القدس اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم تھا جس سے حضرت عیسےٰ علیہ السلام مردوں کو جلاتے اور لوگوں کو عجائبات دکھاتے تھے اور بعض کا قول ہے کہ وہ انجیل ہے جس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے روح بنایا گیا تھا جس طرح سے کہ قرآن کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے روح کر دیا گیا تھا کیونکہ وہ قلوب کی زندگانی کا سبب ہے اللہ فرماتا ہے وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا (اور اسی طرح ہم نے تیری طرف وحی کی قرآن کی اپنے حکم سے ؛" [1]

ابن ابی حاتم نے باسناد ثقات حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اور طبری نے محمد بن کعب قرظی سے روایت کیا ہے کہ روح القدس جبریل ہیں۔ ابو عبیدہ اور بہت علماء کا اس پر یقین ہے [2] امام بخاری نے بھی سورہ نحل کی تفسیر میں اسی کو اختیار کیا ہے۔ واضح رہے کہ آیہ کریمہ قُلْ نَزَّلَهُ رُوْحُ الْقُدُسِ میں تو بالاتفاق روح القدس سے جبریل علیہ السلام ہی مراد ہیں اور اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ اور اَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ میں اگرچہ اختلاف اقوال ہے مگر صحیح اور راجح یہی ہے کہ یہاں بھی جبریل علیہ السلام ہی مراد ہیں۔

[illegible] ۔

رُوْحَنَا: ہماری روح ، ہمارا فرشتہ ۔ رُوْحٌ مضاف نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ۔ قرآن مجید میں یہ الفاظ تین جگہ آئے ہیں جہاں رُوْحَنَا ہے وہاں اصح یہ ہے

[1] معالم التنزیل ۱: ۶۰ ص ۶۸، ۶۹
[2] فتح الباری ج۸، ۲۹۱

کہ جبریل علیہ السلام مراد ہیں اور جہاں مِنْ رُّوْحِنَا ہے
وہاں اصح یہ ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی روح مراد
ہے، ۱۶/۵ ، ۲۱/۶ ، ۲۸/۱۲ -

رُوْحِهٖ : اس کی روح، رُوْحٌ مضاف، ہٖ ضمیر
واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔ حضرت شاہ عبد القادر
صاحب رحمۃ اللہ علیہ آیہ کریمہ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ
رُّوْحِهٖ (اور پھونکی اس میں اپنی جان میں سے)
کی تفسیر میں فرماتے ہیں :-

"اپنی جان میں سے جو مخلوق ہے اسی کا مال ہے،
مگر جس کو عزت دی اس کو اپنا کہا جیسے فرمایا اِنَّ
عِبَادِيْ سو انسان کی جان غیب سے آئی ہے مٹی
پانی سے نہیں بنی اسکو اپنی کہا اور یہ نہ سمجھے
کہ اللہ کی جان، جان ہو تو بدن میں ہو،
بدن ہو تو ترکیب بھی ہو، ذات پاک کہاں
رہی؟" ۲۱/۱۲ -

رُوْحِيْ : میری روح، میری جان، رُوْحٌ مضاف، ی
ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ، حضرت شاہ عبد القادر
صاحب زیر آیت وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ (اور
پھونک دوں اس میں اپنی جان سے) سورہ حجر میں فرماتے ہیں :-

"اپنی جان" یعنی خاص جس میں نمونہ ہے اللہ کی
صفات کا علم اور تدبیر اور یاد حق کی اور لگاؤ اللہ سے"

اور سورہ ص میں تحت آیہ مذکورہ فرماتے ہیں :-

"اپنی ایک جان" یعنی آب و خاک کی نہیں بنی،
غیب سے آئی "

امام بیہقی فرماتے ہیں :-

"جس روح میں سے آدم علیہ السلام کے اندر
پھونکا گیا وہ اللہ کی مخلوقات میں سے ایک
مخلوق ہے جس سے حق تعالیٰ نے اجسام کی
زندگانی کو قرار دیا ہے اور اپنی ذات کی طرف
اس کی اضافت بسبب خلق و ملکیت ہے
اس بنا پر نہیں کہ ہے کہ روح اس کا جزو ہے
یہ ایسے ہی ہے جیسا کہ ارشاد عز و جل ہے وَسَخَّرَ
لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ
جَمِيْعًا مِّنْهُ (اور مسخر کیا تمہارے واسطے جو کچھ
آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے
سب اسی کی طرف سے ہے یعنی سب اسی
کی مخلوق ہے[۱]" ۱۳/۴۵ ، ۲۳/۱۴ -

رُءُوْسُ : اصل، سر، رَأْسٌ کی جمع ہے،
۶/۲ ، ۲۳/۶ -

رُءُوْسِكُمْ : تمہارے سر، رُءُوْس مضاف
کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ، ۶/۵ ، ۲۶/۱۲ -

---

۱ کتاب الاسماء والصفات، ص ۲۶۲

رُءُوْسِہِمْ : ان کے سر، رُءُوس مضاف ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ ، ۱۳/۱۹، ۱۵/۵، ۱۷/۵، ۹، ۲۱/۱۵، ۲۸/۱۳۔

رَوْضٰتِ : باغات، سبزہ زار، رَوْضَۃٌ کی جمع، ۲۵/۴۔

رَوْضَۃٍ : باغ، سبزہ زار، اس کی جمع رِیَاضٌ بھی آتی ہے۔ ۲۱/۶۔

رَوْعُ : خوف، ڈر، رَاعَ یَرُوْعُ کا مصدر ہے، ۱۲/۷۔

رَءُوْفٌ : مہربان، شفقت کرنے والا، رَأْفَۃٌ سے بروزن فَعُوْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ، اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے، امام حلیمی فرماتے ہیں :۔

"اس کے معنی ہیں اپنے بندوں سے نرم برتاؤ کرنیوالا، کیونکہ حق تعالیٰ نے ان پر ایسی عبادتیں مقرر نہیں فرمائیں جن کی وہ بسبب اپاہج ہونے یا بیماری یا ضعف کے باعث طاقت نہیں رکھتے بلکہ جن عبادات کی ان میں طاقت تھی ان سے بھی بدرجہا زیادہ کم عبادات کا مکلف فرمایا اور ساتھ ہی شدت قوت کے زمانے میں اپنے فرائض کو سخت فرمایا اور ضعف و قوت کی کمی کے وقت ان کو ہلکا کر دیا، مقیم کو ان باتوں پر پکڑا جن پر مسافر کو نہ پکڑا اور تندرست کی ان امور پر گرفت کی جن پر بیمار کی گرفت نہ کی ، یہ سب کچھ رأفت و رحمت ہے۔"

امام خطابی نے رحمت ورافت کا فرق بیان کیا ہے:

"رحمت تو کسی مصلحت کی بنا پر کبھی ناپسندیدگی میں بھی ہوتی ہے لیکن رأفت ناپسندیدگی میں تقریباً نہیں ہوتی" [1]

ملاحظہ ہو رَأْفَۃٌ ۲/۹، ۳/۱۱، ۱۱/۳، ۵/۱۲، ۱۳/۷، ۱۷/۱۹، ۱۸/۸، ۲۷/۱۷، ۲۸/۱۴۔

رُوْمٌ : قوم روم، رومی، کبھی تو اس لفظ کا استعمال قوم روم کے لئے ہوتا ہے اور کبھی رُوْمِی کی جمع کے لئے جس طرح کہ عجم ہے، ۲۱/۴۔

رُوَیْدًا : تھوڑی سی مہلت، اسم فعل ہے، ابن خالویہ کہتے ہیں، یہ اصل میں اَرْوَادٌ ہے رُوَیْدٌ اِرْوَادٌ کی تصغیر ہے رُوَیْدًا کے معنی مہلت دینے اور ٹھہرنے کے ہیں کہا جاتا ہے اِمْشِ مَشْیًا رُوَیْدًا یعنی آہستہ چل، جلدی نہ کر، [2]

اور سیوطی نے اتقان میں لکھا ہے کہ رُوَیْدٌ اسم ہے ہمیشہ مصغر اور مامور بہ ہو کر بولا جاتا ہے، یہ

[1] الاسماء والصفات امام بیہقی، ص ۴۲ [2] اعراب ثلاثین سورۃ من القرآن العظیم، ص ۵۳ (طبع دار الکتب المصریۃ قاہرہ ۱۳۶۰ھ)

رُوَیْدًا کی تصغیر ہے جس کے معنی مہلت کے ہیں[1] ۳۰/۱۱۔

فصل الهاء

رِهٰنٌ: گرد، رہن، رِهْنٌ کی جمع ہے بمعنی مَرْهُوْنٌ، ۳/۲۔

رَهْبِ: ڈر، رَهِبَ يَرْهَبُ کا مصدر ہے جس کے معنی ڈرنے کے ہیں، بعض کا قول ہے کہ حمیری زبان میں رهب آستین کو کہتے ہیں، اصمعی کا بیان ہے کہ میں نے ایک اعرابی کو کہتے ہوئے سنا اَعْطِنِیْ مافی رهبك (جو تیری آستین میں ہے مجھے دیدے) اس صورت میں آیت وَاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ کے معنی ہوں گے اپنے ہاتھ کو آستین سے نکال کر اپنی طرف ملاؤ۔[2] اسی طرح ثعالبی کہتے ہیں کہ میں لفظ رهب کی تفسیر کی تلاش میں نکلا تو مجھ سے ایک اعرابیہ کی ملاقات ہوئی میں کچھ کھا رہا تھا، اس نے کہا اے اللہ کے بندے مجھ پر صدقہ کر، میں نے دونوں لپ بھر کر اسے دینا چاہا تو وہ کہنے لگی ھٰھُنَا فِی رهبی (یہاں ڈال میری آستین میں) لیکن پہلے معنے زیادہ صحیح ہیں[3] ۲۰/۲۔

رَهَبًا: خوف، ڈر، رَهِبَ يَرْهَبُ کا مصدر ہے، ۱۷/۶۔

رُهْبَانِ: زاہدانِ اہلِ کتاب، اہلِ کتاب کے درویش۔ بغوی لکھتے ہیں:۔

"رہبان عابدانِ صومعہ نشین ہیں، اس کا واحد رَاهِبٌ ہے جیسے فَارِسٌ و فُرْسَانٌ اور رَاكِبٌ اور رُكْبَانٌ ہیں اور کبھی رُهْبَانٌ واحد ہوتا ہے اور اس کی جمع رَهَابِيْنُ ہے جیسے قُرْبَانٌ قَرَابِيْنُ"[4]

راغب کہتے ہیں، رُهبان واحد اور جمع دونوں ہوتا ہے جو اس کو واحد قرار دیتے ہیں وہ اس کی جمع رَهَابِيْنُ بناتے ہیں اور رَهَابِنَةٌ جمع کے لئے زیادہ مناسب ہے، ۱۰/۱۱۔

رُهْبَانًا ۱۵/۷۔

رُهْبَانَهُمْ: ان کے درویش، رُهْبان مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب، مضاف الیہ، ۱۰/۱۱۔

رَهْبَانِيَّةً: دنیا چھوڑنا، گوشہ نشینی، راغب لکھتے ہیں:۔

الرهبانیۃ غلو فرطِ خوف سے عبادت کی فی تحمل التعبد بجاآوری میں غلو کرنے کا نام

---

[1] الاتقان، ج ۱، ص ۱۶۳ [2] معالم التنزیل ج ۵، ص ۱۴۳ [3] مفردات راغب [4] معالم التنزیل ج ، ص

من فرط الرھبۃ　رہبانیت ہے۔

علامہ محمود بن عمر زمخشری کہتے ہیں :-

"راہبوں کا فعل رہبانیت ہے، پیاپے بغیر افطار روزے رکھنا، ٹاٹ پہننا، گوشت نہ کھانا وغیرہ وغیرہ، اس کی اصل رہبت سے ہے۔"[1]

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی رہبانیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"یہ فقیری اور تارکِ دنیا بننا نصاریٰ نے رسم نکالی، جنگل میں تکیہ بنا کر بیٹھتے، نہ جورو رکھتے نہ بیٹا، نہ کماتے نہ جوڑتے، محض عبادت میں رہتے، خلق سے نہ ملتے، اللہ نے بندوں پر یہ حکم نہیں رکھا"[2]

سننِ ابی داؤد میں حضرتِ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی جانوں پر سختی نہ کرو کہ اللہ تم پر سختی کرے گا، بلاشبہ ایک قوم (راہبوں کی جماعت مراد ہے) نے اپنی جانوں پر سختی کی تو اللہ نے ان پر سختی کی چنانچہ یہ گرجاؤں اور دیروں میں ان ہی کے بقایا ہیں وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ (ایک دنیا چھوڑنا انہوں نے نیا نکالا ہم نے ان پر نہیں لکھا تھا)[3] مسند امام احمد بن حنبل میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم ایک سریۃ (چھوٹی لڑائی) میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں نکلے پس ایک شخص کا گزر ایک ایسے غار پر ہوا جہاں کچھ پانی اور سبزہ تھا، اس نے اپنے دل میں کہا کہ یہاں پر اقامت گزیں ہو کر دنیا سے کنارہ کش ہو جاؤں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں اجازت طلب کی، آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے یہودیت یا نصرانیت دے کر نہیں بھیجا گیا، میں تو حنیفیتِ سمحہ (جو تمام کجرویوں سے ہٹ کر توحید کی طرف جھکی ہوئی اور آسان ہے) لے کر مبعوث ہوا ہوں، قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے اللہ کی راہ میں ایک صبح نکلنا یا ایک شام نکلنا دنیا اور ما فیہا سے بڑھ کر ہے اور تم میں سے کسی ایک کا صف میں قائم رہنا اس کی ساٹھ سالہ نماز سے بڑھ کر ہے[4] بغوی نے اپنی اسناد سے حضرتِ عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ

---

[1] الفائق فی غریب الحدیث ج ۱، ص ۲۶۹ (طبع دائرۃ المعارف، حیدرآباد دکن)
[2] موضح القرآن، سورہ حدید، تفسیر آیۃ وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا
[3] مشکوٰۃ المصابیح، ص ۳۱ (طبع مجتبائی دہلی)　[4] ایضاً، ص ۳۲۴

سے نقل کیا ہے کہ جب انہوں نے آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم سے رہبانیت کی اجازت مانگی تو آپ
نے ارشاد فرمایا:

ترهبانية امتي الجلوس میری امت کی رہبانیت
في المساجد و مسجد میں بیٹھنا اور نماز کا
انتظار الصلوٰة[1] انتظار کرنا۔

واضح رہے کہ حدیث لا رهبانية في الاسلام
جو زبان زدِ خاص وعام ہے، حافظ ابنِ حجر عسقلانی
اس کے متعلق فتح الباری شرح صحیح البخاری میں
رقمطراز ہیں:۔

واما حديث لا رهبانية اور رہی حدیث لا رہبانیۃ
في الاسلام فی الاسلام تو میں نے
فلم اره بهذا اس کو بایں لفظ نہیں دیکھا
اللفظ لكن في لیکن طبرانی میں سعد بن
حديث سعد بن ابی وقاص کی حدیث میں
ابي وقاص عند یوں ہے کہ اللہ نے رہبانیت
الطبراني ان الله کے بدلہ میں ہم کو آسانی
قد ابدلنا بالرهبانية حنیفیت عطا کی ہے۔
الحنيفية السمحة[2]

۲۷/۲۰

رَهْبَةٌ: ڈر، رعب، ایسا خوف جس میں بچاؤ کا خیال
اور اضطراب موجود ہو "رہبت"[3] کہلاتا ہے،
رَهِبَ يَرْهَبُ کا مصدر ہے، [4]۔

رَهْطٌ: نفر، شخص، قبیلہ، برادری، بھائی بند،
راغب اور زمخشری دونوں نے لکھا ہے کہ دس
سے کم آدمیوں کی جماعت "رہط" کہلاتی ہے اور
بعض کا قول ہے کہ چالیس تک کے لئے "رہط"
استعمال ہوتا ہے، بغدادی لکھتے ہیں کہ رہط اور
نفر میں فرق یہ ہے کہ رہط کا استعمال تین یا سات
سے دس تک کے لئے ہوتا ہے اور نفر کا استعمال
تین سے نو تک کے لئے[3]۔ قرآن نے اس کا استعمال
قوم اور برادری کے معنی میں بھی کیا ہے جس سے
اس قول کی تائید ہوتی ہے کہ چالیس اشخاص تک کی
جماعت کے لئے اس کا استعمال ہوتا ہے، زمخشری
نے لکھا ہے کہ اس کی جمع أَرَاهِطُ آتی ہے
جیسے کہ سیبویہ کے نزدیک باطل کی جمع
میں اَبَاطِيل آتا ہے اور دوسروں کا بیان ہے کہ
رَهْط کی جمع اَرْهُطٌ آئیگی اور استشہاد میں پیش کیا
ہے ع وفاضو منتضح في رهط پھر ارھط
کی جمع اراھط ہوگی۔[4] ـ ۱۹/۱۹ ـ

[1] معالم التنزیل ج ۲ ص ۰۷، [2] فتح الباری ج ۹ ص ۹۶ [3] انوار التنزیل ج ۲ ص ۱۲۰ (طبع مصر) [4] الفائق ج ۱ ص ۲۵۷

رَهْطُكَ: تیرا قبیلہ، تیری برادری، تیرے بھائی بند، رَھْطٌ مضاف، كَ ضمیر واحد مذکر حاضر، مضاف الیہ، ۱۱/۸۔

رَهْطِیْ: میرا قبیلہ، میری برادری، میرے بھائی بند، رَھْطٌ مضاف، ی ضمیر واحد متکلم، مضاف الیہ، ۱۱/۸۔

رَهَقًا: سرکشی، تکبر، سر چڑھنا، ستم، زیادتی، زبردستی، رَہِقَ یَرْھَقُ کا مصدر ہے۔ اصل میں اس کے معنی ایک شے کے دوسری شے پر زبردستی چھا جانے کے ہیں اور چونکہ اس کا لازمی نتیجہ ہے تباہی اس لئے تباہ ہونے کے معنی میں بھی اس کا استعمال ہوتا ہے۔ مبرد نے تصریح کی ہے کہ جب کسی شخص کے متعلق کہا جائے فیہ رھق تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس میں عقل کی کمی ہے جس کی بنا پر وہ شر میں گھرا ہوا ہے اور برائی ہر طرف سے اس پر چھا رہی ہے۔[1] آیہ شریفہ فَزَادُوْھُمْ رَھَقًا (پھر ان کو بڑا سر چڑھنا) میں سرکشی اور تکبر مراد ہے اور فَلَا یَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَھَقًا (سو وہ نہ ڈرے گا نقصان سے نہ زبردستی سے) میں تباہی کے معنی مراد ہیں کیونکہ دوسرے کی زبردستی کا نتیجہ اپنی تباہی ہے۔ ۲۹/۱۱۔

رَهْوًا: خشک تھا ہوا، راغب لکھتے ہیں "رھو کے معنی ہیں ساکن یعنی تھمے ہوئے اور ٹھہرے ہوئے کے اور بعض نے کہا ہے کہ راہ کی وسعت مراد ہے اور یہی صحیح ہے" یہ رَھَا یَرْھُوْ کا مصدر ہے جس کے معنی دریا کے تھمنے کے آتے ہیں، امام بخاری سورہ حٰم الدخان کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ "مجاہد نے کہا ہے رھو خشک راستہ ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ رھو کے معنی ساکن کے ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

"مجاہد کے قول کو فریابی نے اپنے طریق سے روایت کیا ہے اور اتنا زیادہ کیا ہے کہ اسی ہیئت پر جو کہ ضرب کے دن تھی (یعنی اللہ یہ فرماتا ہے کہ) سمندر کو یہ حکم نہ دو کہ وہ اصلی حالت پر رجوع کرے بلکہ اس وقت تک کے لئے چھوڑ دو کہ (لشکر فرعون) کا آخری (سپاہی) تک داخل ہو جائے اور عبد بن حمید نے دوسرے طریق سے مجاہد سے رھوا کے معنی منفرجا یعنی وسیع اور کشادہ کے نقل کئے ہیں اور عبد الرزاق معمر سے وہ قتادہ سے راوی ہیں کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے ارادہ کیا کہ سمندر پر ضرب لگائیں تاکہ وہ باہم مل جائے اور انہیں ڈر ہوا کہ مبادا فرعون اپنی فوجوں سے

[1] الفائق، ج ۱، ص ۲۵۷

ان کا تعاقب کرے تو ان سے کہا گیا اُتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا (سمندر کو خشک ہی رہنے دو) یہ فرمادہے ہیں کہ جیسا خشک راستہ بن گیا ہے اسے رہنے دو، کیونکہ یہ لشکر غرق ہونے والا ہے۔"

اور دوسرا قول ابوعبیدہ کا ہے انہوں نے وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا کی تفسیر سَاكِنًا سے کی ہے کہا جاتا ہے جاءت الخیل رهوا یعنی ساکنۃ گھوڑے تھمے ہوئے آئے اور اِرْهِ علیٰ نفسك (اپنے اوپر نرمی کر) اور عیش راہ (سکون کی زندگی)" له ۲۵/۱۴

رَهِيْنٌ: گرو، گرفتار، پھنسا ہوا، رِهْنٌ سے، جس کے معنی گرو ہونے کے ہیں، بروزن فَعِيْلٌ بمعنی مرہون ہے، ۳۸/۳ ۔

رَهِيْنَةٌ: گرو، راغب لکھتے ہیں:۔

"رهينة کے متعلق بعض کا قول ہے کہ فعیل ہے بمعنی فاعل یعنی ثابتۃ مقیمۃ ثابت رہنے والی، قیام کرنے والی اور بعض کا قول ہے کہ بمعنی مفعول ہے یعنی ہر جان اپنے گزشتہ اعمال کی پاداش میں رکی ہوئی ہے۔"

بیضاوی لکھتے ہیں:۔

"کہ یہ مصدر ہے جیسے شکیمۃ اور مثل رهن کے مفعول کے لئے استعمال کیا گیا ہے اور اگر صفت ہو تو رهین کہا جاتا۔" له ۲۹/۱۶ ۔

فصل الیاء المثناة

رِءْيًا: نمود، منظر، قرآن کریم کے رسم الخط میں یہ ہمزہ ساکن کے ساتھ بغیر مرکز کے خلافِ قیاس لکھا جاتا ہے رُؤْيَةٌ سے مشتق ہے بروزن فِعْلٌ جیسے طحن اور خبز میں، جو چیز نظر آئے اس کا نام رِءْیٌ ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے طبری نے بطریق علی بن ابی طلحہ اور ابن ابی حاتم نے بطریق ابی ظبیان منظر ہی کے معنی نقل کئے ہیں نیز ابن ابی حاتم نے ابو رزین سے کپڑوں کے اور عبدالرزاق نے بروایت معمر قتادہ سے اور ابن ابی حاتم نے حسن بصری سے صورتوں کے معنی روایت کئے ہیں له، یہ دونوں مرادی معنی ہیں۔ ۱۶/۸ ۔

رِئَاءٌ: دکھاوا، دکھانا، خود نمائی، بابِ مفاعلت کا مصدر ہے، اس کے معنی ہیں دوسرے کو دکھانے کے لئے کسی کام کا کرنا، یہ لفظ تمام قرآن شریف میں

له انوار التنزیل، ج ۲، ص ۳۴۷

له فتح الباری، ج ۸، ص ۳۲۴، ۳۲۵

ہمزہ کے ساتھ جو ی کے مرکز پر ہوتی ہے لکھا جاتا ہے،
اور یار کے نیچے نقطے نہیں دیئے جاتے ۳۴/۲
۵/۳۸ ۲/۱۔

رُءْیَا: خواب، قرآنِ مجید میں یہ لفظ بغیر واو کے
صرف ہمزہ کے ساتھ بغیر مرکز ہمزہ کے لکھا جاتا ہے (رَأَی یَرَی)
کا مصدر ہے جس کے معنی خواب دیکھنے کے ہیں نیز بعض
فعلی خواب کا اسم بھی ہے، بیضاوی لکھتے ہیں :-
"رُؤیا رُؤیۃ ہی کی طرح ہے مگر وہ خواب میں دیکھنے
کے لئے مخصوص ہے ان دونوں میں تانیث کے دو
حرفوں کا فرق ہے جیسے کہ قُرْبَۃٌ اور قُرْبیٰ ہے"[۱]
واحدی نے تصریح کی ہے کہ یہ اصل میں مصدر ہے جیسے
بشریٰ پھر جب یہ اس چیز کا نام قرار پایا جو سونے والے
کے تخیل میں ہوتا ہے تو اسمار کی بجائے استعمال کیا گیا،
علامہ قرطبی[۲] مفہم شرح مسلم میں لکھتے ہیں کہ بعض علمار کا
بیان ہے رویا کبھی بمعنی رؤیت بھی آتے جیسے اللہ
تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ
إِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ[۳] (اور رؤیا جو ہم نے تجھے دکھائی تو
اسی لئے دکھلائی کہ لوگوں کے لئے ایک آزمائش ہو)
بحکم حریری نے اور لوگوں کی اتباع میں اس سے انکار
کیا ہے ان کا بیان ہے کہ "رویا" خواب کیلئے کہا
جاتا ہے اور بیداری میں جو ہو اس کو رؤیۃ کہتے ہیں
لیکن متنبی ان لوگوں میں سے ہے جس نے "رویا" کا
استعمال بیداری کیلئے کیا ہے چنانچہ کہتا ہے ع
ورؤیاک احلیٰ فی العیون من الغمض[۴]
(نیم باز آنکھوں کی بہ نسبت تو تیرا (نگاہ بھر کر) دیکھنا
آنکھوں کو زیادہ بھلا معلوم ہوتا ہے) نیز ترجمان القرآن
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما آیہ مذکورہ کی
تفسیر میں فرماتے ہیں ھی رؤیا عین اریھا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ اسری بہ[۵] (یہ آنکھ
کا دیکھنا تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شبِ اسریٰ
میں دکھایا گیا) حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں احتمال
ہے کہ اس کو رؤیا سے موسوم کرنے میں یہ حکمت ہو کہ
امورِ غیب چونکہ رؤیتِ شہادت کے مخالف ہیں اس
لئے وہ عالمِ مثال کے مشابہ قرار دئے گئے،[۶] ۱۲/۱۱/۱۶
۱۳/۵ ۵/۱۵ ۴۳/۲۳ ۱۲/۲۶۔

رِیَاح: ہوائیں، رِیح کی جمع، واضح رہے کہ قرآن
مجید میں جہاں "ارسالِ ریح" کا تذکرہ ہے اگر بلفظ جمع ہے
یعنی ریاح کا لفظ استعمال ہوا ہے تو وہاں عام طور

[۱] انوار التنزیل، ج ۱، ص ۳۰۴ [۲][۳] فتح الباری، ج ۱۲، ۳۰۹ [۴] ایضاً ج ۸، ص ۳۰۲ (طبع میریہ مصر ۱۳۰۰ھ)
[۵] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الا فتنۃ للناس
[۶] فتح الباری، ج ۱۲، ص ۳۰۹ (طبع میریہ مصر)

بہ رحمت کی ہوائیں مراد ہیں اور اگر ریح یعنی واحد کا لفظ استعمال ہوا ہے تو عذاب کے معنی مراد ہیں، امام سیوطی اتقان میں قرآن مجید کے قاعدہ افراد و جمع کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :-

" اور اسی قاعدہ سے ریح ہے کہ وہ جمع ہو کر بھی مذکور ہے اور مفرد ہو کر بھی، پس جہاں وہ سیاقِ رحمت میں ذکر کی گئی ہے، جمع ہو کر مستعمل ہوئی ہے اور جہاں سیاقِ عذاب میں آئی ہے مفرد لائی گئی ہے ابن ابی حاتم وغیرہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ قرآنِ مجید میں ریاح میں سے ہر شے رحمت اور ریح میں سے ہر شے عذاب ہے اور اسی لئے حدیث میں وارد ہے اللھم اجعلھا ریاحا ولا تجعلھا ریحا (اے اللہ اس کو ریاح کر ریح نہ بنا) اور اس کی حکمت یہ بیان کی گئی ہے کہ رحمت کی ہواؤں کی صفتیں، ہیئتیں اور منفعتیں مختلف ہیں اور جب بھی ان میں سے کوئی ہوا چلتی ہے تو ان کے مقابل سے ایسی چیز ابھار دی جاتی ہے جو اس کی تیزی کو توڑ کر رکھ دے اور پھر ان دونوں کے درمیان سے ایسی ہوا لطیف اٹھتی ہے جو حیوان و نبات دونوں کو نفع دیتی ہے پس رحمت میں تو کئی ہوائیں ہوئیں اور عذاب کے اندر ہوا ایک ہی رخ پر آتی ہے نہ ان کا کوئی روکنے والا ہوتا ہے نہ دفع کرنے والا البتہ سورۂ یونس میں جو ارشادِ الٰہی وَجَرَيْنَ بِهِم بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ (اور لوگوں کو خوش آئند ہوا کے ساتھ لے کر چلیں) ہے، وہ اس قاعدہ سے خارج ہے جس کی دو وجہیں ہیں، ایک تو لفظی اور وہ جَاءَتْهَا رِيحٌ عَاصِفٌ (آیا اس کو آندھی کی ہوا نے) کے مقابلہ میں آتا ہے اور بعض اوقات ایک شے مقابلہ میں جائز ہوتی ہے اور استقلالاً ناجائز جیسے وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللَّهُ اور دوسری معنوی اور وہ یہ ہے کہ یہاں رحمتِ تمام، وحدتِ ریح سے حاصل ہوگی نہ کہ اختلافِ ریاح سے کیونکہ کشتی ایک ہی ہوا سے، جو ایک ہی رخ کی ہو، چلتی ہے اور جو اس پر مختلف ہوائیں چلیں تو تباہی کا سبب ہو پس یہاں ایک ہی ہوا مطلوب ہے اور اسی لئے اس معنی کی طیب کے وصف سے تاکید کی گئی ہے اور اسی پر ارشادِ الٰہی جاری ہوا ہے اِن يَشَأْ يُسْكِنِ الرِّيحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ (اور اگر چاہے تھام دے ہوا کو تو رہ جائیں سارے دن ٹھہرے) اور ابن المنیر کا بیان ہے کہ یہ قاعدہ ہی یہ ہے کیونکہ ہوا کا تھم جانا

کشتی بانوں کے لئے سختی اور عذاب ہے" لہ

۱۳/۴ ، ۱۴/۸ ، ۱۲/۶ ، ۲/۵ ، ۳/۹ ، ۱/۲ ، ۸/۱ ، ۱۴/۲ ، ۱۴/۲ ، ۱۷/۵ -

رَيْبٌ: شک، شبہ، گمان، رَابَ يَرِيْبُ کا مصدر ہے اس کے معنی شک اور گمان میں ڈالنے کے ہیں،

راغب اصفہانی لکھتے ہیں :-

الريب ان تتوهم	ریب یہ ہے کہ کسی شے کے
بالشئ امرا ما	متعلق آپ کو ایک بات کا
فينكشف عما	وہم ہو اور وہ شے آپ کے وہم
تتوهمه۔	سے الگ ظاہر ہو

غرض "ریب" کا استعمال اس شک یا گمان کے متعلق ہوتا ہے جس کی حقیقت بعد میں اس کے برخلاف منکشف ہو جائے اور چونکہ زمانہ کی گردشوں کے تعین اوقات میں بھی شک ہوتا ہے کہ خدا جانے کب گردش کا وقت آجائے اس لئے جب زمانہ کے ساتھ ریب کا لفظ مستعمل ہوگا تو گردش کے معنی ہونگے ارشاد ہے نَتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ (ہم راہ دیکھتے ہیں اس پر زمانہ کی گردشوں کی) ۲/۱، ۱۱/۹،۱ ، ۸/۵ ، ۸/۲ ، ۹/۱۱ ، ۱۴/۸ ، ۱۴/۲ ، ۱۱/۲۴ ، ۲۰،۱۹،۲/۲۵ ، ۴/۲۷ -

رِيْبَةٌ: شبہ، شک، ریب سے اسم ہے، رِيَبٌ جمع، ۲/۱۱

رَيْبِهِمْ: ان کا شک، ریب مضاف ھم ضمیر جمع مذکر غائب، مضاف الیہ، ۱۳/۱ -

رِيَاحٌ: ہوا، بو، ہوائے متحرک جو آسمان و زمین کے درمیان مسخر ہے ریح کہلاتی ہے، رِيْحٌ اصل میں رِوْحٌ تھا، دلیل یہ کہ اس کی تصغیر رُوَيْحَةٌ آتی ہے لیکن ماقبل کے مکسور ہونے کی بنا پر واو کو ی سے بدل لیا گیا ہے، اصل کے اعتبار سے اس کی جمع اَرْوَاحٌ اور کسرہ ماقبل کے اعتبار سے رِيَاحٌ آتی ہے۔ ریح کی چار قسمیں ہیں (۱) شمال (شمالی ہوا) یہ شام کی طرف سے چلتی ہے، موسم گرما میں گرم ہوتی اور خاک اڑاتی ہے (۲) جنوب (جنوبی ہوا) جو اس کے مقابل ہے یہی ریح یمانی ہے (۳) صبا (پروا ہوا) مشرق کی طرف سے چلتی ہے اسی کو قبول بھی کہتے ہیں (۴) دبور (پچھوا ہوا) مغرب کی سمت سے چلتی ہے۔ ریح کا استعمال بیشتر تو مؤنث ہی ہوکر ہے مگر کبھی کبھی مذکر بھی بولا جاتا ہے۔ یہ ابو زید نے نقل کیا ہے اور ابن الانباری کا بیان ہے کہ ریح بلا کسی علامت کے مؤنث ہے اور بجز ایک عصار (بگولا) کے کہ وہ تو البتہ مذکر ہے، اس کے اور تمام اسماء بھی اسی کی طرح سے ہیں۔ لہ

لہ الاتقان بص ۲۷۳ (طبع احمدی ۱۲۸۰ھ) لہ ملاحظہ ہو المصباح المنیر فی غریب الشرح الکبیر از احمد بن محمد فیومی ج ۱، الرا مع الواو (طبع خیریہ مصر ۱۳۰۹ھ)

نیز ریح کا استعمال بُو کے معنی میں ہوتا ہے کیونکہ کسی چیز کی بُو جو ناک میں پہنچتی ہے وہ ہوا ہی کے ذریعہ پہنچتی ہے حضرتِ یعقوب علیہ السلام کی زبانی قرآنِ مجید میں منقول ہے اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ (میں پاتا ہوں بُو یوسف کی) اور کبھی کبھی بطورِ استعارہ غلبہ کے لئے بھی ریح کا استعمال ہوتا ہے ارشاد ہے وَتَذْهَبَ رِیْحُكُمْ (اور جاتی رہیگی تمہاری ہوا یعنی غلبہ ختم ہو جائیگا)۔

۳/۲۶ ۵/۲۵ ۱۲/۲۳ ۸/۲۲ ۱۱،۶/۱۷ ۷/۱۵ ۱۴،۵/۱۳ ۸/۱۱ ۳/۷ ۵/۲۹ ۱/۷ ۔ رِیْحًا ۸،۱۸/۲۱ ۱۶/۲۴ ۸/۲۷ ۔

رَیْحَانٌ: خوشبودار پھول، روزی، احمد فیومی المصباح المنیر میں لکھتے ہیں :-

"ریحان ہر اگنے والی خوشبودار شے ہے لیکن عام لوگوں میں جب یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے تو مخصوص نبات کی طرف پلٹتا ہے نیز اس کے متعلق اختلاف ہے بہت سے یہ کہتے ہیں کہ یہ واوی ہے اور اس کی اصل ریوحان ہے بیا ساکنہ اور پھر واو مفتوح لیکن اس میں ادغام کر کے تخفیف کر لی گئی ہے بایں دلیل کہ اس کی تصغیر رویحین پر ہے اور ایک جماعت کا یہ بیان ہے کہ یہ یائی ہے بر وزن شیطان اور اس میں تغیر نہیں ہوا ہے بایں دلیل کہ اس کی جمع ریاحین پر ہے جیسے شیطان اور شیاطین ہیں۔" [1]

امام راغب فرماتے ہیں :-

اور فرمانِ ایزدی فَرَوْحٌ وَّرَیْحَانٌ میں ریحان تو وہ ہے جس میں رائحہ (بُو) ہوا ور روزی کو بھی کہا گیا ہے پھر ارشادِ الٰہی وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّیْحَانُ میں کھانے کے اناج کو ریحان بتایا جاتا ہے۔ ایک اعرابی سے کہا گیا کہ کہاں چلے؟ جواب دیا اطلب من ریحان اللہ میں اللہ کے رزق کی تلاش میں ہوں۔"

محی السنہ بغوی سورۂ الرحمٰن میں ریحان کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :-

"اکثر کے قول میں وہ رزق ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ قرآن میں جہاں ریحان ہے رزق ہی کے معنی ہیں، حسن بصری اور ابن زید کہتے ہیں کہ یہ وہی تمہارا ریحان ہے جسے سونگھا جاتا ہے۔ ضحاک کا قول ہے کہ عصف بھس اور ریحان اس کا پھل ہے۔" [2]

---

[1] ملاحظہ ہو المصباح المنیر فی غریب الشرح الکبیر از احمد بن محمد فیومی، ج ۱، الراء مع الواو (طبع خیریہ مصر ۱۳۰۵ھ)

[2] تفسیر معالم التنزیل، ج ۴، ص ۱۱۲ (طبع صالحی بمبئی ۱۲۶۹ھ)

اور سورۂ واقعہ میں ارقام فرماتے ہیں :۔

" ریحان استراحت ہے اور مجاہد اور سعید بن جبیر نے رزق کہا ہے، مقاتل کہتے ہیں کہ حمیری زبان میں یہی معنی ہیں، بولا جاتا ہے خرجت اطلب من ریحان اللہ یعنی میں اللہ کے رزق کو طلب کرنے نکلا ہوں اور دوسروں کا بیان ہے کہ ریحان سے وہی ریحان مراد ہے جو سونگھا جاتا ہے، ابوالعالیہ کا قول ہے کہ مقربین میں کوئی دنیا سے اس وقت تک رخصت نہیں ہوتا جب تک کہ ریحان جنت سے شاخ لاکر اس کو سنگھا نہ دی جائے اس کے بعد اس کی روح قبض کی جاتی ہے " [1]

علامہ ابن الجوزی نے فنون الافنان میں تصریح کی ہے کہ قرآن میں ہمدان کی زبان میں ریحان بمعنی رزق ہے۔ [2] ۱۱/۲۷، ۱۹ -

رِیْحُكُمْ ، تمہاری ہوا، رِیْحُ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر، مضاف الیہ۔ امام بغوی نے اس کی تفسیر میں حسب ذیل اقوال نقل کئے ہیں :۔

" مجاہد کا قول ہے تمہاری نصرت، سدی نے کہا تمہاری جرأت و کوشش، مقاتل کہتے ہیں تمہاری حدت، نضر بن شمیل کا بیان ہے تمہاری قوت، اخفش فرماتے ہیں تمہاری دولت یعنی حکومت "

اس کے بعد لکھتے ہیں :۔

" اور "ریح" اس مقام پر حکم کے نافذ ہونے اور اس کے مقصد کے مطابق جاری ہونے سے کنایہ ہے، جب کسی شخص کا معاملہ اس کی مراد کے مطابق آگے بڑھنے لگے تو عرب والے بولتے ہیں ھبت ریح فلان (فلانے کی ہوا آگئی) قتادہ اور ابن زید نے کہا ہے کہ یہ "ریح نصر" یعنی مدد کی ہوا ہے، کبھی کوئی مدد بغیر اس ہوا کے نہیں ہوئی جس کو حق تعالیٰ اس لئے بھیجتا ہے کہ دشمن کے چہروں پر ضرب لگائے اور اسی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نصرت بالصبا و اھلکت عاد بالدبور مجھے پروا کے ذریعہ مدد دی گئی اور عاد پچھوا کے ذریعہ ہلاک کئے گئے، اور نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ میں رہا ہوں تو جب کبھی آپ دن کے ابتدائی حصے میں قتال نہ فرماتے تو انتظار کرتے کہ ہوائیں چلنے لگیں اور نمازوں کا وقت آجائے اور ایک روایت میں یوں ہے کہ یہاں تک انتظار فرماتے کہ آفتاب

[1] تفسیر معالم التنزیل، ج ۴، ص ۱۲۴

[2] الاتقان از سیوطی، ص ۱۸۹ (طبع احمدی)

ڈھل جائے اور ہوائیں چلنے لگیں اور مدد اترنے لگے"۔ سلہ ۲/۱

رِیْشًا: رونق، لباسِ زینت، مال، ریش، اصل میں پرندوں کے پروں کو کہتے ہیں، اس کا واحد رِیْشَۃٌ ہے اور چونکہ پرندوں کی پروں سے رونق ہے اور وہ ان کیلئے ایسے ہی ہیں جیسے انسان کے لئے کپڑے اس لئے بطور استعارہ اس کا استعمال رونق، زیب، زینت اور کپڑوں کے لئے ہوتا ہے نیز رونق اور لباسِ زینت لازمہ ہے، مال کا اس لئے اس کے معنی مال کے بھی آتے ہیں،

خازن بغدادی لکھتے ہیں:۔

"آیت میں جو لفظِ ریش مذکور ہے اس کے معنی میں علماء مختلف ہیں پس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تو مال کے معنی بیان فرماتے ہیں اور یہی قول مجاہد، ضحاک اور سدی کا ہے کیونکہ مال ان چیزوں سے ہے جس کے ذریعہ زینت حاصل کی جاتی ہے چنانچہ جب کوئی شخص مالدار ہو تو کہا جاتا ہے

تریش الرجل (وہ مرد مالدار بن گیا) اور ابن زید کا قول ہے کہ "ریش" جمال ہے اور یہ معنی بھی زینت ہی کی طرف لوٹتے ہیں اور بیان کیا گیا ہے کہ ریاش عربی زبان میں اثاثہ ہے اور وہ کپڑے اور سامان کہ جس کو ظاہر میں پہنایا جاتا یا بچھایا جاتا ہے اور ریش بھی ان کے نزدیک متاع اور اموال کو کہتے ہیں اور بسا اوقات اہل عرب تمام مال چھوڑ کر اس کا استعمال صرف لباس اور کسوت (پہننے کے کپڑے) ہی میں کرتے ہیں چنانچہ کہا جاتا ہے انہ لحسن الریش (یعنی اس کے کپڑے عمدہ ہیں) اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ریش اور ریاش کا استعمال فراخی اور خوش عیشی کے لئے بھی ہوتا ہے"۔ سلہ ۱/۹

رِیْعٍ: ٹیلا، وہ مکانِ مرتفع جو دور سے ظاہر ہو "ریع" کہلاتا ہے اس کا واحد رِیْعَۃٌ اور جمع رُیُوْعٌ اور اَرْیَاعٌ ہے۔ ۱۱/۱۹

سلہ معالم التنزیل ج ۲، ص ۵۲ (طبع بمبئی)　سلہ تفسیر لباب التاویل از خازن ج ۲، ص ۸۱ (طبع میمنیہ مصر ۱۳۱۷ھ)

باب الزاء المعجمة

فصل الالف

زَاجِرَاتِ : ڈانٹنے والیاں زَجْرٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث، زَاجِرَةٌ واحد، اکثر مفسرین کے نزدیک یہ فرشتوں کی صفت ہے جو بادل کو ڈانٹ کر ہنکاتے، اور شیطانوں جھڑکتے رہتے ہیں ہچونکہ لفظِ ملائکہ مؤنث ہے اس مناسبت سے صفت بھی مؤنث ہوگی اور بعض مفسرین کے نزدیک زاجرات سے وہ نواہی مراد ہیں جن سے قرآن مجید نے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے (ملاحظہ ہو زَجْرًا) - ۲۳/۵ -

زَادِ : توشہ، خرچ راہ، فی الوقت جسکی احتیاج ہو اس سے زائد ذخیرہ کو "زاد" کہتے ہیں، اَزْوَادٌ جمع، ۲/۴

زَادَتْهُ : اس نے اس کو زیادہ کیا، اس نے اس کو بڑھایا، زَادَتْ زِیَادَةٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب (ملاحظہ ہو اَزِیْدَ) ۱۱/۵

زَادَتْهُمْ : اس نے ان کو زیادہ کیا، اس نے ان کو بڑھایا، اس میں ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے، ۹/۱۵، ۱۱/۵ -

زَادَکُمْ : اس نے تم کو زیادہ دیا، اس نے تم کو بڑھایا - زَادَ زِیَادَةٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر، ۸/۱۶ -

زَادُوْکُمْ : انہوں نے تم کو زیادہ دیا، انہوں نے تم کو بڑھایا زَادُوْا زِیَادَةٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب، کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر، ۱۰/۱۳ -

زَادُوْھُمْ : انہوں نے ان کو زیادہ دیا، انہوں نے ان کو بڑھایا، اس میں ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے، ۲۹/۹، ۱۱ -

زَادَہٗ : اس نے اس کو زیادہ دیا، اس نے اس کو بڑھایا، اس میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ہے (ملاحظہ ہو زَادَکُمْ) ۲/۱۶ -

زَادَھُمْ : اس نے ان کو زیادہ دیا، اس نے ان کو بڑھایا، اس میں ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے، ۱/۲

پ ۹/۳، ۱۹/۱۹، ۲۱/۱۲، ۲۲/۱۷، ۲۶/۶ ۔

زَارِعُوْنَ : کھیتی کرنے والے، زَرْعٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر، زَارِعٌ واحد (ملاحظہ ہو تَزْرَعُوْنَ) ۲۷/۱۵ ۔

زَاغَ : وہ بہکا، وہ کج ہوا، (ضَرَبَ) زَیْغٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب (ملاحظہ ہو زَیْغٌ)، ۲۷/۵ ۔

زَاغَتْ : وہ چوک گئی، وہ بہک گئی، وہ پھری، وہ کج ہوئی، زَیْغٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب، ۱۸/۲۱، ۲۳/۱۳ ۔

زَاغُوْا : وہ پھر گئے، وہ کج ہوئے، زَیْغٌ سے کا صیغہ جمع مذکر غائب، ۲۸/۹ ۔

زَالَتْ وہ زائل ہوئی، زِیَالٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب، مَازَالَتْ (یہی رہی، متواتر رہی) افعالِ ناقصہ میں سے ہے، فاعل کے ساتھ استمرارِ فعل کے معنی ہوں گے (ملاحظہ ہو تَزَالُ) ۱۷/۲ ۔

زَالَتَا : وہ دونوں ٹل گئیں، وہ دونوں اپنے مقام سے ہٹ گئیں، زَوَالٌ سے ماضی کا صیغہ تثنیہ مؤنث غائب (ملاحظہ ہو تَزُوْلُ) ۲۲/۱۷ ۔

زَانٍ : زنا کرنے والا مرد، زِنًی سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر، اصل میں زَانِیٌ تھا چونکہ اسم منقوص ہے اس لئے رفع اور جرکی حالت میں ی جو حرفِ علت

تھی، ساقط ہو جاتی ہے (ملاحظہ ہو زنا) ۱۸/۷ ۔

زَانِیْ : زنا کرنے والا مرد، زِنًا سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر، ۱۸/۷ ۔

زَانِیَۃُ : زنا کرنے والی عورت، زِنًا سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث، ۱۸/۷ ۔

زَاهِدِیْنَ : بیزار، زُهْدٌ اور زَهَادَةٌ سے جس کے معنی بے رغبت اور بیزار ہونے اور تھوڑے سے پر راضی ہو جانے کے ہیں، اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر، زَاهِدٌ واحد، ۱۲/۱۲ ۔

زَاهِقٌ : مٹ جانے والا، مٹ جانے والا، زائل ہو جانیوالا، زَهْقٌ اور زُهُوْقٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر (ملاحظہ ہو تَزْهَقُ) ۱۷/۲ ۔

فصل الباء الموحدة

زَبَانِیَۃَ : سیاست کے پیادے، دوزخ کے فرشتے، "زبانیہ" عربی زبان میں سیاست کے پیادے یعنی پولیس کے سپاہی کو کہتے ہیں، فریابی نے مجاہد سے اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرشتگان دوزخ کے معنی نقل کئے ہیں[1]، لغوی لحاظ سے یہ زَبْنِیٌّ کی جمع ہے جو زَبْنٌ سے

---

[1] فتح الباری، کتاب التفسیر سورۂ علق۔

ماخوذ ہے جس کے معنی دفع کرنے کے ہیں حضرتِ ابنِ
عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں زبانیہ "جہنم" مراد ہیں
یہ اس نام سے اس لئے موسوم ہوئے کہ دوزخیوں
کو دوزخ کی طرف دھکیلیں گے،[1] جرمی کے نزدیک
اس کا واحد زِبْنِیَۃٌ ہے[2] ۳۰/۲۱ ۔

زَبَدٌ : جھاگ، اسم ہے، ۱۳/۱۷ ۔

زَبَدًا ۱۳/۱۷ ۔

زُبَرَ : لوہے کے تختے لوہے کے بڑے بڑے
ٹکڑے، زُبْرَۃٌ کی جمع ہے، جیسے کہ غُرْفَۃٌ کی جمع غُرَف
ہے لوہے کے بڑے ٹکڑے کو زُبْرَۃٌ کہتے ہیں ۱/۲

زُبُرِ : کتابیں، اوراق، زَبُوْرٌ کی جمع، [illegible]
[illegible] ۔

زُبُرًا : ٹکڑے ٹکڑے، پارہ پارہ، امام راغب
لکھتے ہیں کبھی زُبْرَۃٌ بالوں کے گچھے کے لئے بولا جاتا
ہے اور مجازاً اس کا استعمال ٹکڑے ٹکڑے ہو جانے کے
لئے ہوتا ہے ارشاد ہے فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ
زُبُرًا (پھر پھوٹ کر کر لیا اپنا کام آپس میں ٹکڑے ٹکڑے)
علامہ زمخشری نے لکھا ہے کہ یہ وزن الغضۃ الجدۃ[3]
(چاندی اور لوہے کے ٹکڑے) سے مستعار ہے قتادہ اور
مجاہد نے زُبُرًا کے معنے کتابوں کے بیان کئے ہیں
ہر فریق نے اپنا دین اس کتاب کو ٹھہرایا جس کو
دوسرے نے دین نہ بنایا[4]، اس صورت میں زَبُوْرٌ
کی جمع ہوگا، ۵۳/۲۳ ۔

زَبُوْرِ : زبور، وہ آسمانی کتاب جو حضرتِ داؤد
علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی، زَبْرٌ سے جس کے معنی
لکھنے کے ہیں بروزن فَعُوْلٌ ہے بمعنی مفعول یعنی
مکتوب کے جیسے رسول ہے زُبُرٌ جمع ہے ابنِ درید
لغوی نے لکھا ہے کہ اصل میں زَبْرٌ چٹان میں کندہ
کرنے کو کہتے ہیں اور اہل یمن ہر باب کو زبور بولتے
ہیں وہ لوگ شاخِ خرما پر لکھا کرتے تھے[5]، علامہ راغب
اصفہانی لکھتے ہیں :-

"ہر وہ کتاب جس کی کتابت گاڑھی ہو اس کو
زبور کہا جاتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ نہیں بلکہ
زبور کتبِ الٰہیہ میں سے ہر وہ کتاب ہے جس پر
واقفیت دشوار ہو، ارشاد ہے وَاِنَّهٗ لَفِيْ
زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ (اور یہ لکھا ہے پہلوں کی کتابوں
میں) اور فرمایا وَالزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ (اور
نوشتے اور چمکتی کتاب) اور اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ

[1] معالم التنزیل تفسیر سورہ علق [2] کتاب اعراب ثلاثین سورہ من القرآن العظیم از ابن خالویہ، ص ۱۴۱ [3] تفسیر کشاف ج ۲ ص [illegible] (طبع بولاق مصر ۱۲۸۳ھ) [4] معالم التنزیل امام البغوی، ج ۳، ص ۵۲ (طبع بمبئی ۱۲۹۶ھ)
[5] جمہرۃ اللغۃ، ج ۱، ص ۲۵۴ (طبع دائرۃ المعارف)۔

فِي الزُّبُرِ) ہم کو ناریخ لکھی گئی، ورقوں میں
اور بعض کا قول ہے کہ زبور اس کتاب کا نام ہے
جس میں صرف عقلی حکمتیں ہوں، احکامِ شرعیہ
نہ ہوں اور کتاب اس کو کہتے ہیں جو احکام و
حکم دونوں پر مشتمل ہو اور اس امر پر یہ چیز بھی
دلالت کرتی ہے کہ حضرتِ داؤد علیہ السلام کی
زبور میں احکام میں سے کوئی چیز نہیں ہے"
امام بغوی لکھتے ہیں :-
" زبور وہ کتاب ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرتِ
داؤد علیہ السلام کو تعلیم فرمایا تھا، یہ ایک سو پچاس
سورتوں پر مشتمل ہے جو تمام تر دعا اور تحمید و تمجید
اور حق تعالیٰ کی ثنا میں ہیں، ان میں حلال و حرام
اور فرائض و حدود نہیں ہیں[1]"

ابن مردویہ نے حضرت جابر بن عبداللہ
رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا زبور رمضان
کی بارہ تاریخ کو نازل ہوئی ہے[2]
یہ واضح رہے کہ موجودہ زبور کے بھی ایک سو
پچاس ہی حصے ہیں جن کو اصطلاحِ اہلِ کتاب میں
مزامیر کہا جاتا ہے مگر یہ وہ اصلی زبور نہیں ہے جو
حضرتِ داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی بلکہ محرفین
اہلِ کتاب نے اس کو بہت کچھ بدل ڈالا ہے چنانچہ
موجودہ زبور خود اس امر کی زندہ شہادت ہے کہ یہ
سب مزامیر حضرتِ داؤد علیہ السلام کے نہیں ہیں
کیونکہ ان میں اگر بعض پر حضرتِ داؤد علیہ السلام کا
نام مذکور ہے تو بعض پر قورح کا جو نغمہ سراؤں کا
استاد تھا اور بعض پر شوشنیم کے سروں پر آصف کا
اور بعض پر گتیت کا اور بعض پر کسی کا نام نہیں ہے
نیز بعض مزامیر میں ایسے واقعات کا تذکرہ ہے
جو حضرتِ داؤد علیہ السلام کے صدیوں بعد پیش آئے
ہیں، ۱۷/۴ ۔ زَبُوْرًا ۱۶/۹ ۔ ۱۵/۳

فصل الجیم الموحدہ

زُجَاجَةٍ: شیشہ، زُجَاجٌ جمع، ۱۸/۱۱ ۔
زَجْرًا: جھڑکنا، ڈانٹنا، زجر کرنا (نصر) زَجَرَ
يَزْجُرُ کا مصدر ہے، ۲۳/۵ ۔
زَجْرَةٌ: جھڑکی، ڈانٹ، تہدید، ۲۳/۵ ۔ ۳۰/۳ ۔

فصل الحاء المہملۃ

زُحْزِحَ: وہ سرکا دیا گیا، وہ ہٹا دیا گیا، وہ دور

[1] معالم التنزیل، ج ۳، ص ۱۹۶ (طبع بمبئی ۱۲۷۰ھ)
[2] تفسیر ابن کثیر، ج ۲، ص ۲۱۶ (طبع مصر ۱۳۵۶ھ)

کردیا گیا، زُحْزِحَ زَحْزَحَةٌ سے جس کے معنے دور کرنے کے ہیں ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے، ۳/۱۸۵۔

زَحْفًا: میدانِ جنگ، گھمسان، لشکرِ کثیر (فتحۃ) زَحَفَ یَزْحَفُ کا مصدر ہے، راغب اصفہانی لکھتے ہیں:-

"اصل میں زحفٌ کے معنی پاؤں کھینچ کر گھسٹنے کے ہیں جس طرح کہ بچہ چلنے کے قابل ہونے سے پہلے گھسٹتا ہے اور اونٹ تھک کر اپنے پاؤں گھسیٹنے لگتا ہے اور لشکر جب زیادہ ہو تو اس کا چلنا دشوار ہوتا ہے۔"

اور علامہ زمخشری رقمطراز ہیں:-

"زحف وہ انبوہ در انبوہ لشکر ہے کہ جو اپنی کثرت کی بنا پر ایسا معلوم ہونے لگے کہ گویا گھسٹ رہا ہے یہ زحف الصبی سے ہے جس کا استعمال بچہ کے سرین کے بل ذرا ذرا گھسٹنے کے لئے ہوتا ہے اور مصدر ہی اسم ہو کر مستعمل ہے زحوف جمع ہے"[1] ۱۶/۹۔

فصل الخاء المعجمة

زُخْرُفٍ: ملمع، سنہری، سونا، آراستہ، زینت اور کسی شئے کے کمالِ حسن کو "زخرف" کہتے ہیں اور اسی اعتبار سے سونے کو "زخرف" کہا جاتا ہے لیکن قول کے لئے جب اس کا استعمال ہو تو جھوٹ سے آراستہ کرنا اور ملمع کی باتیں کرنے کے معنے ہونگے، ارشاد ہے زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا (ملمع کی باتیں فریب کی)، ۶/۱۱۲۔ زُخْرُفًا ۴۳/۳۵۔

زُخْرُفَهَا: اس کی رونق، اس کی چمک، اس کا سنگار، زُخْرُفٌ مضاف، هَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ، ۱۰/۲۴۔

فصل الدال المهملة

زِدْ: تو زیادہ کر، زِیَادَةٌ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر (ملاحظہ ہو آیت زَیْدًا و زِیَادَةٌ) ۱۳/۲۹۔

زِدْنٰهُمْ: ہم نے ان کو بڑھایا، ہم نے ان کو زیادہ دیا۔ زِدْنَا زِیَادَةٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب، ۱۸/۱۳، ۱۱/۱۵و۱۴۔

زِدْنِیْ: مجھے زیادہ دے، مجھے بڑھتی دے، اس میں زِدْ صیغہ امر واحد مذکر حاضر، ن وقایہ اور ی ضمیر واحد متکلم ہے، ۱۶/۱۵۔

زِدْهُ: اس کو بڑھتی دے، اس کو زیادہ دے، اس

---

[1] تفسیر کشاف، ج۱، ص ۲۹۹ (طبع بولاق مصر ۱۲۸۱ھ)

میں ہ ضمیر واحد مذکر حاضر ہے، ۲۳/۱۲ ۔

فصل الراء المہملۃ

زَرَابِیُّ: مخمل کے بنا بچھے، زِرْبِیٌّ کی جمع ہے کو ایک قسم کا آراستہ کپڑا ہے اور ایک موضع کی طرف منسوب ہے، قرآن مجید میں اس کا استعمال بطور تشبیہ استعارہ ہوا ہے، مجدالدین فیروزآبادی قاموس میں لکھتے ہیں:-

"زرابیّ قالیچے اور فرش ہیں یا ہر وہ چیز جو بچھائی جائے اور اس پر تکیہ لگایا جائے اس کا واحد زِرْبِیٌّ ہے زیر کے ساتھ اور کبھی پیش بھی دے دیتے ہیں"۔ ۳۰/۱۲ ۔

زُرَّاعَ: کاشتکار، کھیتی والے، زَارِعٌ کی جمع ہے جو زَرْعٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے جس کے معنی کسان اور کاشتکار کے ہیں، ۲۶/۱۲ ۔

زُرْتُمُ: تم نے جا دیکھا، تم نے زیارت کی (نصر) زِیَارَۃٌ سے جس کے معنی زیارت کرنے کے ہیں، ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اصل میں زَوْرٌ سینہ کے بالائی حصہ کو کہتے ہیں، اس اعتبار سے زیارت کے معنی سینے سے کسی کے سامنے ہونے یا کسی کے سینہ کی طرف رُخ کرنے کے ہوتے ہیں، ۳۰/۶ ۔

زَرْعٌ: کھیتی، کھیتی کرنا، اگانا، (فتح) زَرَعَ یَزْرَعُ کا مصدر ہے، امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:-

"زرع کے معنی اگانے کے ہیں اور اس کی حقیقت امور الٰہیہ کے ذریعہ ظہور پذیر ہوتی ہے امور بشریہ کے ذریعہ نہیں، ارشاد ہے اَفَرَءَیْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ (بھلا دیکھو تو جو تم بوتے ہو کیا تم اس کو اگاتے ہو یا ہم ہیں اگانے والے) پس بونے کو ان کی طرف منسوب کیا اور اگانے کی ان سے نفی کر کے اس کو اپنی ذات کی طرف نسبت دی اور جب بندے کی طرف اس کو نسبت دی جاتی ہے تو اس بنا پر کہ بندہ ان اسباب کو سرانجام دیتا ہے جو اگانے کا سبب ہیں چنانچہ جب تم کسی چیز کے اُگنے کا باعث ہو تو کہتے ہو میں نے یہ اگایا۔

زرع اصل میں مصدر ہے اور مزروع یعنی کھیتی اس سے مراد لی گئی ہے جیسے ارشاد ہے نُخْرِجُ بِہٖ زَرْعًا (پھر ہم نکالتے ہیں اس سے کھیتی) اور فرمایا: وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ کَرِیْمٍ (اور کھیتیاں اور گھر خاصے)"

۴/۴ ، ۱۳/۱۹،۷ ، ۱۴/۸ ، ۲۶/۱۲ ۔

زَرْعًا: ۱۵/۱۴ ، ۲۱/۱۶ ، ۲۳/۱۶ ۔

زُرْقًا: نیلی چشم، کبود چشم، اَزْرَقُ کی جمع جو زُرْقَۃٌ

سے ہے جس کے معنی نیلگوں ہونے کے ہیں، صفتِ مشبہ کا صیغہ ہے جس کی آنکھ کی سیاہی نیلاہٹ یا سبزی یا زردی کی طرف مائل ہو اسے ازرق کہا جاتا ہے۔ علامہ زمخشری لکھتے ہیں :۔

"زُرق کے بارے میں دو قول ہیں، ایک یہ کہ کبود رنگ عرب کے نزدیک آنکھوں کے بارے میں سب سے مبغوض ترین رنگ ہے کیونکہ رومی جو ان کے دشمن ہیں، گربہ چشم ہی ہوتے ہیں اسی لئے انہوں نے دشمن کی صفت یہ بیان کی ہے

اسود الکبد اصہب السبال ازرق العین

(سیاہ جگر، بھوری مونچھوں والا، کبود چشم) دوسرے یہ کہ اندھے مراد ہیں کیونکہ جس کی آنکھ کی روشنی جاتی رہتی ہے اس کی پتلی نیلی ہو جاتی ہے۔"

پ ۱۶/۱۴ ۔

زُرُوعٍ : کھیتیاں، زَرْعٌ کی جمع ہے، پ ۱۹/۱۲، ۲۵/۱۴ ۔

فصل العین المہملۃ

زَعَمَ : اس نے دعویٰ کیا، زَعْمٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب (ملاحظہ ہو تَزْعُمُوْنَ)، پ ۲۸/۱۵ ۔

زَعَمْتَ : تو نے کہا، تو نے خبر دی، زَعْمٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر، پ ۱۵/۱ ۔

زَعَمْتُمْ : تم نے بتایا، تم نے سمجھا، تم نے دعویٰ کیا زَعْمٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر، پ ۷/۱۴، ۱۵/۶، ۱۸، ۱۹، ۲۲/۹، ۲۵/۱۱ ۔

زَعْمِهِمْ : ان کا خیال، ان کا گمان، زَعَمَ، یَزْعَمُ یَزْعُمُ کا مصدر ہے جو مضاف ہے اور ھم ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ ہے، علامہ احمد فیومی المصباح المنیر میں لکھتے ہیں :۔

"زَعَمَ میں تین لغتیں ہیں، اہلِ حجاز کے نزدیک زا کا زبر ہے، قبیلۂ اسد کے نزدیک پیش ہے اور قبیلۂ قیس کے بعض افراد کے نزدیک زیر ہے اسی سے ہے زعمت الحنفیۃ (حنفیہ نے کہا) زعم سیبویہ (سیبویہ نے کہا) ارشادِ الٰہی اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ کَمَا زَعَمْتَ (یا گرا دے آسمان ہم پر جیسا کہ کہا کرتا ہے) بھی اسی معنی میں ہے نیز ظن یعنی گمان کے لئے بھی بولتے ہیں فی زعمی کذا (میرا گمان یہ ہے) اور اعتقاد کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے زَعَمَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ یُّبْعَثُوْا (جو لوگ کافر ہیں ان کا اعتقاد ہے کہ ہرگز اٹھائے نہ جائیں گے) ازہری نے کہا ہے کہ "زعم" بیشتر اس شے میں ہوتا ہے جس میں شک کیا جاتا ہو اور متحقق نہ ہو اور بعض کا قول

ہے کہ یہ کذب سے کنایہ ہے اور مرزوقی کا بیان ہے کہ اس کا استعمال اکثر اس شے کے لئے ہوتا ہے جو باطل ہو یا جس میں شبہ ہو اور ابن القوطیہ کہتے ہیں زعم زعما کے معنی ہیں ایسی بات کہے جس کے متعلق پتہ نہیں کہ یہ صحیح ہے یا غلط" [۳]۔

زَعِیْمٌ: ذمہ دار، ضامن، کہنے والا، قائل، اول معنی کے اعتبار سے زَعَامَۃٌ سے جس کے معنی ضامن اور کفیل ہونے کے ہیں اور دوسرے معنی کے لحاظ سے زَعْمٌ سے بروزن فَعِیْلٌ بمعنی اسم فاعل ہے، راغب لکھتے ہیں :۔

"بذریعہ قول یا بسبب ریاست ضمانت دینے کو زَعَامَۃٌ کہا جاتا ہے چنانچہ متکفل اور رئیس کو زَعِیْمٌ بولتے ہیں کیونکہ ان دونوں کے قول میں مظنہ کذب ہونے کا یقین موجود ہے ارشاد ہے وَاَنَا بِہٖ زَعِیْمٌ (اور میں ہوں اس کا ضامن) اَیُّہُمْ بِذٰلِکَ زَعِیْمٌ (کون ان میں اس کا ذمہ لیتا ہے) یہ زَعَامَۃٌ سے بمعنی کفالت ہے، یا زعم بالقول سے یعنی زبان سے کہنے کے ہے"۔

کلبی کا بیان ہے کہ زعیم اہل یمن کی زبان میں کفیل کو کہتے ہیں [۱]۔ مفسرین نے اس کے معنی ضامن ہی کے بیان کئے ہیں۔ [۱۲/۲۹]۔

فصل الفاء

زَفِیْرٌ: چلانا، زَفَرَ یَزْفِرُ کا مصدر ہے علامہ خازن بغدادی رقمطراز ہیں :۔

" زفیر کی اصل سانس کی اتنی آمد و شد ہے کہ پسلیاں اس سے پھولنے لگیں اور شہیق سینہ کی طرف سانس کا لوٹانا ہے یا زفیر سانس کھینچ کر اس کو سینے سے نکالنا ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں زفیر زور کی آواز ہے اور شہیق پست آواز، ضحاک و مقاتل کا بیان ہے کہ زفیر گدھے کی پہلی آواز ہے اور شہیق اس کی آخری جبکہ وہ اس کو سینہ کی طرف لوٹاتا ہے اور ابوالعالیہ کہتے ہیں کہ زفیر حلق میں ہوتی ہے اور شہیق پیٹ میں [۲]"،

[۱۲/۱۰۶]، زَفِیْرًا [۲۵/۱۲]۔

فصل القاف

زَقُّوْمٌ: سینہنڈ، تھوہر، جہنم کے ایک درخت

---

[۱] لباب التاویل از علامہ خازن بغدادی، ج ۳، ص ۲۳ (طبع میمنیہ مصر)　　[۲] ایضاً، ج ۲، ص ۳۴۹، ۳۵۰

کا نام ہے جو دوزخیوں کی غذا بنے گا جب اس کو کھائیں گے گلے میں پھنسے گا، ایک غذا اب یہ بھی ہوگا، ابن ابی حاتم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ سے اسی طرح ڈرتے رہو جس طرح کہ ڈرنے کا حق ہے کیونکہ اگر زقوم کا ایک قطرہ بھی دنیا کے سمندروں میں ڈال دیا جائے تو زمین پر بسنے والوں کی زندگیاں خراب کر ڈالے پھر جس کی یہ غذا ہے اس کا تو پوچھنا ہی کیا، امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے[1] ۲۳/۶ ۲۵/۱۶ ۲۷/۱۵ ۔

فصل الکاف

زَكَرِيَّا: زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام انبیاء بنی اسرائیل میں مشہور عظیم المرتبت نبی گزرے ہیں حضرت یحیی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد ماجد تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ ماجدہ حضرت مریم علیہا السلام کی کفالت آپ ہی نے فرمائی تھی، مسند احمد بن حنبل، صحیح مسلم اور سنن ابن ماجہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، حضرت زکریا علیہ السلام نجار یعنی بڑھئی تھے،[2] تعجب ہے کہ حاکم نے مستدرک میں اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد یہ لکھا ہے :۔

ھذا حدیث صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجاہ۔ — یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے حالانکہ بخاری و مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا۔

اور امام ذہبی نے بھی تلخیص المستدرک میں اس پر کچھ نہیں کہا[3] حالانکہ صحیح مسلم میں یہ روایت بعینہٖ باب فضائل زکریا صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہے،[4] اسی طرح حافظ ابن کثیر نے تفسیر سورہ مریم میں صحیح بخاری کے حوالہ سے اس روایت کو نقل کر ڈالا[5] حالانکہ امام بخاری نے سرے سے اس حدیث کی تخریج ہی نہیں کی ہے چنانچہ علامہ عبدالرؤف مناوی نے صاف تصریح کی ہے ولم یخرجہ البخاری[6] (اور بخاری نے اس کو روایت نہیں کیا ہے) اور حافظ بدرالدین عینی لکھتے ہیں انفرد بالخراجہ مسلم[7] (صرف مسلم نے اس کی روایت کی ہے)

---

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۱۰ (طبع مصر ۱۳۵۶ھ) [2] البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۴۹ (طبع مصر ۱۳۵۱ھ) [3] ملاحظہ ہو المستدرک علی الصحیحین مع تلخیص المستدرک ج ۲ ص ۵۹۰ (طبع دائرۃ المعارف ۱۳۳۴ھ) [4] صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۰۸ (طبع اصح المطابع دہلی ۱۳۴۹ھ) [5] ان کے الفاظ یہ ہیں وفی صحیح البخاری انکان یعمل بالاکل من عمل یدہ فی النجارۃ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۱۱۰) [6] فیض القدیر شرح جامع الصغیر للمناوی ج ۴ ص ۵۴۵ (طبع مصر ۱۳۵۶ھ) [7] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج ۷ ص ۴۳۳ (طبع دار الطباعۃ العامرۃ مصر)

واضح رہے کہ زکریا عجمی نام ہے اور قراءت مشہورہ میں مد و قصر دونوں آئے ہیں اور ممدود ہو یا مقصور دونوں صورتوں میں غیر منصرف ہے، پ ۱۶ پ ۱۶ پ ۱۲ پ ۲۳ پ ۳۳ پ ۱۶۔

زکوٰۃ، ستھرائی، پاکیزگی، زکوٰۃ، تزکیہ سے اسم ہے،

علامہ زمخشری تفسیر سورۂ مؤمنوں میں لکھتے ہیں:۔

"زکوٰۃ ذات اور معنی دونوں کے درمیان مشترک اسم ہے، پس ذات تو نصاب کی وہ مقدار ہے جس کو زکوٰۃ دہندہ فقیر کو نکال کر دیتا ہے اور معنی زکوٰۃ دہندہ کا فعل ہے جس کا نام تزکیہ ہے۔"[1]

اور سورۂ کہف کی تفسیر میں زکوٰۃ کے معنی گناہوں سے پاک صاف ہونے کے بیان کئے ہیں[2] اور خلیفۂ زمخشری علامہ ناصر بن عبد السید مطرزی، المغرب فی ترتیب المعرب میں رقمطراز ہیں:۔

"زکوٰۃ کے معنی تزکیہ کے ہیں، ارشاد ہے وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ (اور جو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں) پھر زکوٰۃ مال کی اس مقدار کا نام پڑ گیا کہ جو فقیروں کے لئے نکالی جاتی ہے اور تزکیہ (الفاظ) طہارت کو بتا رہی ہے اور بعض کا قول ہے کہ زیادتی اور نمو پر دلالت کرتی ہے اور یہی ظاہر ہے۔"[3]

اور امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں:۔

"اصل میں زکوٰۃ وہ افزونی ہے جو اللہ تعالیٰ کی برکت سے حاصل ہوتی ہے اور اس کا امور دنیویہ و اخرویہ کے ذریعہ اعتبار کیا جاتا ہے چنانچہ جب کھیتی میں افزونی و برکت حاصل ہو تو کہا جاتا ہے زکا الزرع عزیز کو ارشاد ہے أَيُّهَا أَزْكَىٰ طَعَامًا (کونسا ستھرا کھانا ہے) میں اس طرف اشارہ ہے کہ جو حلال ہو اور انجام کار بدہضمی نہ پیدا کرے اور اسی سے زکوٰۃ اس شے کو کہتے ہیں جسے انسان اللہ تعالیٰ کے حق میں سے فقیروں کو نکالتا ہے اور یہ نام اس لئے ہوا کہ اس میں برکت کی امید ہوتی ہے یا اس لئے کہ نفس کا تزکیہ ہوتا ہے یعنی خیرات و برکات کے ذریعہ اس کا نمو عمل میں آتا ہے یا دونوں سبب سے کیونکہ دونوں خوبیاں اس میں موجود ہیں حق تعالیٰ شانہٗ نے قرآن مجید میں زکوٰۃ کو نماز کے ساتھ ساتھ رکھا ہے، ارشاد ہے وَأَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ (اور نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو)

نفس کی پاکیزگی اور طہارت کی بدولت انسان

---

[1] کشاف ج ۳، ص ۱۶ (مطبعہ مصر ۱۳۰۸ھ) [2] ایضاً ج ۱، ص ۴۷۹ [3] ملاحظہ المغرب (طبع دائرۃ المعارف النظامیہ دکن)

اس حیثیت میں ہوتا ہے کہ دنیا میں اوصافِ حمیدہ
کا مستحق ہوتا ہے اور آخرت میں اجر و ثواب کا اور
اس کی صورت یہ ہے کہ انسان اس چیز کی کوشش
میں لگ جائے جس میں اس کی پاکیزگی ہے۔
تزکیہ کی نسبت کبھی تو بندہ کی طرف ہوتی ہے
کیونکہ وہ اس کا اکتساب کرتا ہے جیسے قَدْ اَفْلَحَ
مَنْ زَكّٰهَا (مراد کو پہنچا جس نے اس کو درست کیا)
اور کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف اس کو نسبت دی جاتی
ہے کیونکہ حقیقت میں وہی اس کا فاعل ہے
جیسے بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ (بلکہ اللہ پاکیزہ
کرتا ہے جس کو چاہتا ہے) اور کبھی نبی کی طرف
کیونکہ وہی لوگوں کی طرف تزکیہ کے پہنچنے میں واسطہ
ہوتا ہے جیسے تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا (کہ ان کو
اس کے ذریعہ پاک کرے اور تربیت دے) اور يَتْلُوْا
عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ (پڑھتا ہے تمہارے
پاس ہماری آیتیں اور تم کو سنوارتا ہے) اور کبھی
عبادت کی طرف کہ جو اس کا ذریعہ ہے جیسے
وَحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً (اور شوق دیا اپنے
پاس سے اور ستھرائی)"
(ملاحظہ ہو تُزَكُّوْنَ) ۵ ز ۱، ۱۳ ، ۶ ، ۶ ، ۸ ، ۲ ، ۷ ، ۱۲ ، ۹ ، ۷ ، ۸ ، ۱۵ ، ۱۰ ، ۱ ، ۴ ، ۱۵ ، ۶ ، ۵ ، ۱۳ ، ۱۷ ، ۱۷ ، ۱ ، ۱۱ ، ۱۳ ، ۱۹

۱۶ ، ۱۰۷ ، ۱ ، ۱۵ ، ۲ ، ۱۳ ، ۲۲ -
زَكٰى: وہ سنورا، وہ پاک ہوا، وہ درست ہوا،
(نَصَرَ) زکاۃ سے، جس کے معنے درست ہونے،
سنورنے اور زیادہ ہونے کے ہیں، ماضی کا صیغہ
واحد مذکر غائب، ۹ -
زَكِيًّا: ستھرا، زکاۃ سے بروزن فَعِيْلٌ صفتِ مشبہ
کا صیغہ واحد مذکر ہے یعنی گناہوں سے پاک کے
یا خیر و برکت پر پرورش پانیوالے کے، اَزْكِيَاءُ جمع،
امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:-
"زَكِيًّا یعنی مزکّٰی بالخلقۃ کہ جس کی خلقت ہی
کو سنوار دیا گیا ہو اور یہ جیسا کہ ہم نے بتایا اجتبار
کے طریق پر ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ اپنے کسی بندے
کو عالم اور پاکیزہ اخلاق بنادیں، سیکھنے اور کوشش
کرنے سے نہیں بلکہ محض توفیقِ الٰہی سے
جس طرح کہ عام طور پر نبیوں اور رسولوں
کے ساتھ ہوتا ہے، نیز یہ بھی ہو سکتا ہے کہ
مزکّٰی سے موسوم کرنا استقبال میں ہونے کے
اعتبار سے ہو نہ کہ فی الحال اور معنی یہ ہوں کہ جو
مزکّٰی ہونے والا ہے" ۱۶ ، ۵
زَكِيَّةً: ستھرا، گناہوں سے پاک صاف زکاۃ
سے بروزن فَعِيْلَةٌ صفتِ مشبہ کا صیغہ

واحد مؤنث ہے، پ ۱۵/۲۲ ۔

زَکّٰهَا: اس کو سنوارا، تَزْکِیَۃٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، ھا ضمیر واحد مؤنث غائب ہے (ملاحظہ ہو سَنَّ کَوْنَ)، پ ۳۰/۱۶ ۔

فصل اللام

زِلْتُمْ: تم الگ رہے تم علیحدہ رہے، زَیْلٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر، مَا زِلْتُمْ (تم برابر رہے، تم مسلسل رہے) افعالِ ناقصہ میں سے ہے اس کا استعمال کسی شے کے مسلسل اور دائمی حالت میں رہنے کے لئے ہوتا ہے (ملاحظہ ہو تَزَالُ) پ ۲۴ ۔

زِلْزَالًا: جھڑجھڑانا، لرزا دینا، ہلا ڈالنا، زَلْزَلَ یُزَلْزِلُ کا مصدر ہے جس کے معنی ہلا دینے اور جھڑجھڑا دینے کے ہیں، راغب نے لکھا ہے کہ اس میں تکرارِ حروف تکرارِ معنی کیلئے ہے یعنی بار بار جھڑجھڑانا اور ہلا ڈالنا، پ ۲۱/۸ ۔

زِلْزَالَهَا: اس کا بھونچال، اس کا زلزلہ، اس کا ہلا دینا، زِلْزَالٌ مصدر مضاف ھا ضمیر واحد مؤنث غائب، مضاف الیہ، پ ۳۰/۲۴ ۔

زُلْزِلَتْ: وہ ہلائی گئی، اس کو لرزایا گیا، اس کو زلزلہ میں ڈالا گیا، زَلْزَلَۃٌ اور زِلْزَالٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مؤنث غائب ہے، پ ۳۰/۲۴ ۔

زُلْزِلُوْا: وہ جھڑجھڑائے گئے، وہ زلزلے میں آگئے، ہلا ڈالے گئے، زَلْزَلَۃٌ اور زِلْزَالٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب، پ ۲، پ ۲۱/۱۸ ۔

زَلْزَلَۃَ: بھونچال، زلزلہ، ہلا ڈالنا، زِلْزَالٌ کی طرح یہ بھی زَلْزَلَ یُزَلْزِلُ کا مصدر ہے، پ ۱۷/۸ ۔

زُلَفًا: رات کی گھڑیاں، ساعاتِ شب، ابوعبیدہ کہتے ہیں زُلَفُ اللَّیْلِ کے معنی رات کی ساعتوں کے ہیں، اس کا واحد زُلْفَۃٌ ہے جس کے معنی ساعت، منزلت اور قربت کے ہیں[1] پ ۱۲/۱ ۔

زُلْفَۃً: نزدیک، پاس، قریب، درجہ، منزلت، امام بغوی لکھتے ہیں کہ یہ اسم ہے بوصف مصدر اس میں مذکر، مؤنث، واحد، تثنیہ، جمع سب برابر ہیں[2]۔

امام راغب فرماتے ہیں:-

"زلفۃ کے معنی مرتبہ اور قدم کے ہیں، ارشادِ الٰہی فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَۃً (جب دیکھیں گے وہ پاس آلگا) کے متعلق کہا گیا ہے کہ اس کے معنی ہیں جب وہ مومنوں کے مرتبہ کو دیکھیں گے جس سے وہ محروم ہوگئے اور بعض کا قول ہے کہ زلفۃ کا استعمال عذاب کی جگہ میں اسی طرح ہے جیسے کہ بشارت

[1] عمدۃ القاری، ج ۸، ص ۶۷۳

[2] معالم التنزیل، ج ۴، ص ۱۶۹ (طبع بمبئی)

وغیرہ الفاظ کا استعمال ہوتا ہے۔" پ ۲۹/۲ -

زُلْفٰی : درجہ، مرتبہ، مصدر ہے مثل قُرْبٰی کے جو زُلْفَۃٌ کے معنی ہیں وہی اس کے ہیں، پ ۲۲/۱۱ ۲۳/۱۱، ۱۲، ۱۵ -

زَلَقًا : تیز، ایسا صاف کہ جس پر پیر پھیلنے لگے، زَلِقَ یَزْلِقُ کا مصدر ہے، پ ۱۵/۱۴ -

زَلَلْتُمْ : تم ڈگمگائے، تم نے لغزش کی، تم نے ٹھوکر کھائی، زَلَّ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر (ملاحظہ ہو تَزِلَّ) پ ۲ -

فصل المیم

زُمَرًا : جتھے جتھے، گروہ در گروہ، جوق جوق زُمْرَۃٌ کی جمع، جس کے معنی تھوڑی جماعت کے ہیں، پ ۲۴ -

زَمْهَرِیْرًا : ٹھر، سخت ٹھنڈک، چاند، آیت شریف لَا یَرَوْنَ فِیْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِیْرًا نہیں دیکھتے وہاں دھوپ نہ ٹھر، کی تفسیر میں علامہ زمخشری رقمطراز ہیں :-

"یعنی جنت کی ہوا معتدل ہے نہ وہاں آفتاب کی دھوپ تمازت پہنچاتی ہے نہ سردی کی ٹھر ستاتی ہے، حدیث میں ہے ھواء الجنۃ سجسج لا حر ولا قر (جنت کی ہوا خوشگوار ہے نہ گرم ہے نہ سرد) اور زمہریر بکلمہ ماہتاب بھی کیا گیا ہے ثعلب کا بیان ہے کہ یہ قبیلہ طے کی لغت میں ہے چنانچہ یہ شعر پیش کیا ہے ؎

ولیلۃ ظلامها قد اعتکر
قطعتها والزمهریر ما زهر

(ایسی رات کہ جس کی اندھیاری چھائی ہوئی تھی اسکو میں نے قطع کیا اور چاند روشن نہ تھا) اور معنی یہ ہوں گے کہ جنت تاباں و درخشاں ہے وہاں آفتاب کی حاجت ہے نہ ماہتاب کی۔"[1] پ ۲۹/۱۹ -

فصل النون

زَنْجَبِیْلًا : سونٹھ، امام سیوطی الاتقان میں جوالیقی اور ثعالبی سے ناقل ہیں کہ یہ فارسی لفظ ہے[2] اور مولوی غیاث الدین رام پوری غیاث اللغات میں لکھتے ہیں :-

"زنجبیل بالفتح چشمہ است در بہشت و نام وادی معروف و بایں معنی معرب زنگور است از شرح ی و رسالہ معربات۔"

[1] تفسیر کشاف، ج ۲، ص ۴۴۳ (طبع بولاق مصر ۱۲۸۱ھ) [2] الاتقان، ص ۱۹۴ (طبع احمدی دہلی ۱۲۸۶ھ)

علامہ ابنِ دُرَید لغوی جمہرۃ اللغۃ میں رقمطراز ہیں :-

" زنجبیل معرب ہے اور ایک قوم کا بیان ہے کہ "زنجبیل" کے معنی خمر یعنی شراب کے ہیں" [1]

امام بغوی فرماتے ہیں :-

" سونٹھ ان چیزوں میں سے ہے جن کو عرب گرم ہونے کے اعتبار سے پسند کرتے ہیں اس لئے حق تعالیٰ نے ان سے وعدہ فرمایا کہ جنت میں ان کو وہ پیالے پلائے جائیں گے جن میں جنت کی سونٹھ کی ملونی ہوگی۔ مقاتل کہتے ہیں یہ دنیا کی سونٹھ جیسی نہ ہوگی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جنت کی جس چیز کا بھی ذکر کیا اور نام لیا ہے دنیا میں اس کی مثل نہیں ہے اور کہا گیا ہے کہ زنجبیل جنت کا ایک چشمہ ہے جس میں سونٹھ کا مزہ پایا جائے گا، قتادہ کہتے ہیں مقربین تو خالص پئیں گے اور تمام اہلِ جنت کے لئے اس کی ملونی ہوگی" [2] ۲۹/۱۹ -

زِنُوا : تم تولو (ضَرَبَ) و ز ن سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر (ملاحظہ ہو وَزْن) ۱۵/۲ ، ۱۹/۱۴ ۔

زِنَا : زنا، بدکاری، زَنَی یَزْنِی کا مصدر ہے بغیر عقدِ شرعی کے عورت سے وطی کرنے کا نام زنا ہے ۱۵/۲ -

زَنِیم : بدنام، جو کسی بری علامت سے مشہور ہو وہ شخص جو کسی قوم میں اپنے کو ملائے لیکن نہ ان کے ساتھ ہو نہ ان میں سے ہو۔ ابنِ درید نے جو لغت و عربیت کے امام ہیں جمہرۃ اللغۃ میں یہی دونوں معانی نقل کئے ہیں [3] شاہ عبدالقادر صاحب نے موضح القرآن میں پہلے معنی اختیار فرمائے ہیں چنانچہ "زنیم" کا ترجمہ لکھتے ہیں "بدنام یعنی بدی کر مشہور" اور شیخ نور الحق صاحب محدث دہلوی نے دوسرے، چنانچہ تیسیر القاری شرح فارسی صحیح بخاری میں رقمطراز ہیں :-

" زنیم بمعنی آنکہ نسبت کردہ شدہ است بقومے کہ از ایشاں نباشد، ماخوذ است از زنمتی الشاۃ کہ گوشِ بریدہ گلوئے آں را پارہ می برند و آویختہ باں می گزارند" [4]

حافظ ابن کثیر نے سلف صحابہ و تابعین کے متعدد اقوال اس کی تفسیر میں نقل کرنے کے بعد ان

---

[1] جمہرہ، ج ۲، ص ۳۰۰ (طبع دائرۃ المعارف ۱۳۴۵ھ)

[2] معالم التنزیل، ج ۴، ص ۱۹۶ (طبع بمبئی)

[3] ملاحظہ ہو جمہرہ، ج ۳، ص ۱۹

[4] تیسیر القاری، ج ۴، ص ۶۲۵ (طبع علوی لکھنؤ ۱۳۰۵ھ)

سب کا خلاصہ ان الفاظ میں نقل کیا ہے :
والاقوال فی ھذا اور اس میں اقوال بہت ہیں
کثیرۃ وترجع الی ما اور سب اسی طرف لوٹتے ہیں
قلناہ وھو ان الزنیم جو ہم نے بیان کیا کہ زنیم
ھو المشھور بالشر وہ شخص ہے جو برائی میں اتنا
الذی یعرف بہ مشہور ہو کہ اسی کے ذریعہ
بین الناس و لوگوں میں اسے پہچانا جائے
غالباً یکون دعیاً اور اکثر ایسا شخص نسب میں
ولد زنا فانہ فی متہم اور حرام زادہ ہوتا ہے
الغالب یتسلط کیونکہ بیشتر شیطان جتنا
الشیطان علیہ مالا اس پر مسلط ہوتا ہے دوسرے
یتسلط علی غیرہ پر نہیں ہوتا جیسا کہ حدیث
کما جاء فی الحدیث میں آیا ہے کہ ولد الزنا جنت
لا یدخل الجنۃ ولد میں نہیں جائیگا اور دوسری
زنا و فی الحدیث حدیث میں ہے کہ ولد الزنا
الآخر ولد الزنا شر تینوں میں برا ہے جبکہ
الثلاثۃ اذا عمل اپنے ماں باپ کے عمل سے
بعمل ابویہ[1] کرے۔

امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں :۔
" زنیم کے بارے میں متعدد اقوال ہیں :

(۱) فراء کا بیان ہے کہ زنیم وہ ہے جس کے نسب میں تہمت ہو، قوم میں ملحق ہوا اور ان میں سے نہ ہو۔ حضرت حسان کہتے ہیں :۔

وانت زنیم نیط فی آل ھاشم
کما نیط خلف الراکب القدح الفرد

(اور تو حرام زادہ ہے آلِ ہاشم کے ساتھ میں لٹکایا ہوا جس طرح کہ سوار کے پیچھے اکیلا تیر لٹکایا گیا ہو) اور ہر چیز میں جو زیادتی (یعنی فالتو) ہو وہ زنمۃ ہے اور زنمت الشاۃ بھی اس وقت بولتے ہیں جبکہ بکری کے کان چیرے جائیں اور وہ لٹک کر خشک ہو جائیں اور ایک معلق شے کی طرح باقی رہ جائیں؛ حاصل یہ کہ زنیم وہ ولد الزنا ہے جو نسب میں قوم کے ساتھ ملحق ہوا اور ان میں سے ہو نہیں ولید قریش میں نسب کے اندر متہم تھا اور ان کی اصل میں سے نہ تھا، اس کے باپ نے اس کی پیدائش کے اٹھارہ سال کے بعد اس کے متعلق دعوی کیا تھا، اور بعض کا قول ہے کہ اس کی ماں نے زنا کیا تھا مگر مشہور نہ تھا یہاں تک کہ آیت نازل ہوئی۔

(۲) شعبی کا قول ہے کہ زنیم وہ ہے جو برائی اور

[1] تفسیر ابن کثیر، ج ۴، ص ۵۰۴ (طبع مصر ۱۳۵۶ھ)

ملامت میں اس طرح مشہور ہو جیسے کہ بکری اپنے زنمہ یعنی کان کے لٹکے ہوئے زائد گوشت سے پہچانی جاتی ہے۔

(۲) عکرمہ، ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ زنیم ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اس کے گلے میں بھی زائد گوشت تھا جس سے وہ مشہور تھا اور مقاتل نے کہا ہے کہ اس کے کان کی جڑ میں اسی طرح تھا جیسا کہ بکری کے کان کا کٹا ہوا گوشت لٹکا ہوتا ہے[1] ۲۹/۲۔

فصل الواو

زَوَالٌ : زائل ہونا، زَالَ یَزُوْلُ کا مصدر ہے، زوال کا استعمال اس شے کے متعلق ہوتا ہے جو پہلے سے قائم ہو، ۱۳/۱۹ ۔

زَوْجٌ : خاوند، بیوی، جوڑا، بھانت بھانت قسم قسم، علامہ احمد بن علی الفیومی، المصباح المنیر میں رقمطراز ہیں :۔

"زوج وہ شکل ہے جس کی کوئی نظیر ہو جیسے کہ اصناف و الوان یعنی مختلف قسمیں اور رنگ ہیں اور یا اس کی کوئی نقیض ہو جیسے خشک و تر، نر و مادہ، شب و روز، شیریں و تلخ۔ ابن درید کہتے ہیں زوج ہر فرد کو کہتے ہیں، فرد کی ضد ہے، جوہری کا بھی ان کے اتباع میں یہی بیان ہے کہ ان دو کو جو جفت ہوں زوجان کہا جاتا ہے اور زوج بھی چنانچہ عندی زوج نعال کہو گے تو دو جوتے مراد لو گے اور زوجان ہوگا تو چار مراد ہوں گے اور ابن قتیبہ کا قول ہے کہ زوج ایک بھی ہوتا ہے اور دو بھی، ارشادِ الٰہی مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ میں زوج یہاں واحد ہی ہے، ابو عبیدہ اور ابن فارس نے بھی یہی کہا ہے۔

اور ازہری کہتے ہیں کہ نحویوں نے دو کے "زوج" ہونے سے انکار کیا ہے، زوج ان کے نزدیک فرد ہے اور یہی درست ہے، ابن الانباری کا بیان ہے کہ عوام خطا کرتے ہیں جو یہ خیال کرتے ہیں کہ زوج دو ہیں حالانکہ یہ ہرگز مذہب نہیں ہے کیونکہ وہ مثلاً زوج حمام (کبوتر کا جوڑا) کہتے وقت زوج کو واحد نہیں بولیں گے بلکہ کہیں گے زوجان من حمام (کبوتر کا ایک جوڑا) زوجان من خفاف (موزوں کا ایک جوڑا) اور پرندوں میں کسی ایک کو زوج نہیں بولتے بلکہ نر کو فرد۔

[1] تفسیر کبیر، ج ۸، ص ۱۹۸ (طبع خیریہ مصر ۱۳۰۸ھ)

اور مادہ کو خرجۃ کہتے ہیں اور سجستانی کا قول ہے کہ دو کو زوج نہیں کہا جاتا نہ پرند میں سے نہ پرند کے علاوہ، کیونکہ یہ جاہلوں کا کلام ہے لیکن ہر دو زوجان ہیں اور بعض نے اس کے لئے خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنْثَىٰ (اس نے بنایا جوڑا نر اور مادہ) سے استدلال کیا ہے (کیونکہ اگر زوج دو کے لئے آتا تو زوجین نہ لایا جاتا) ہاں واحد کو زوج کے ساتھ موسوم کرنا اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ اس کے ساتھ دوسرا اس کی جنس کا ہو"

اَزْوَاجٌ جمع، ۱۳/۱۲ ۱۷/۸ ۱۹/۵ ۲۱/۱۰ ۲۶/۱۵۔

زَوْجًا ۱۲ (ملاحظہ ہو اَزْوَاجٌ)

زَوْجَانِ: قسم قسم، وہ دو شکلیں جن میں سے ہر ایک دوسرے کا نظیر ہو یا نقیض ہو، زَوْجٌ کا تثنیہ بحالتِ رفع، ۲۷/۱۳۔

زُوِّجَتْ: اس کا جوڑ ملا دیا گیا تَزْوِيْجٌ سے جس کے معنی ایک کے دوسری شے کے جفت و قرین کرنا اور اسی اعتبار سے مرد و عورت میں عقد کرنے کے معنے آتے ہیں، ماضی مجہول کا صیغہ واحد مؤنث غائب آیتِ شریفہ وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ اور جب جیوں کے جوڑ بندھیں) کی تفسیر میں امام راغب نے تین قول نقل کئے ہیں (۱) ہر گروہ کو اس کے گروہ کے ساتھ جنت یا دوزخ میں ملا دیا جائیگا (۲) ارواح کو اجساد کے ساتھ ملا دیا جائیگا۔ (۳) نفوس کو اپنے اعمال کے ساتھ ملا دیا جائے۔ ۳۰/۶۔

زَوْجُكَ: تیری بیوی، تیری جورو، تیری عورت زوج مضاف ك ضمیر واحد مذکر حاضر، مضاف الیہ، ۱/۴ ۸/۹ ۱۶/۱۶ ۲۲/۲۔

زَوَّجْنٰكَهَا: ہم نے وہ تیرے نکاح میں دی زَوَّجْنَا تَزْوِيْجٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم ك ضمیر واحد مذکر حاضر ها ضمیر واحد مؤنث غائب، ۲۲/۲۔

زَوَّجْنٰهُمْ: ہم نے ان کو بیاہ دیا، اس میں ھم ضمیر جمع مذکر غائب ہے، ۲۵/۱۶ ۲۷/۳۔

زَوْجَهٗ: اس کی عورت، اس کی بیوی، زوج مضاف ہ ضمیر مضاف الیہ ۱/۱۲ ۱۷/۹۔

زَوْجَهَا: اس کا جوڑا، اس کا خاوند، زوج مضاف ها ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ، ۴/۱۲ ۹/۱۴ ۲۳/۱۵ ۲۸/۱۔

زَوْجَيْنِ: وہ دو شکلیں جن میں سے ہر ایک دوسرے کا نظیر ہو یا نقیض، جوڑا، زوج کا تثنیہ بحالتِ نصب و جر، آیۂ شریفہ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ (اور ہر چیز کے بنائے ہم نے جوڑے) میں بعض نے زوجین کے

معنی نر اور مادہ کے لیے ہیں اور بعض نے مرکب کے اور صحیح و راجح صنفوں اور قسموں کے ہیں یعنی ہر شے کی ہم نے دو قسمیں کی ہیں اور قسم سے مراد مقابل ہے یعنی ہر شے میں کوئی نہ کوئی صفت ذاتی یا عرضی ایسی ہے جس سے دوسری شے جس میں اس صفت کی ضد و نقیض ملحوظ ہے اس کے مقابل شمار کی جاتی ہے جیسے آسمان و زمین، جوہر و عرض، گرمی و سردی، چھوٹی بڑی، خوشنما و بدنما، سفید و سیاہی، روشنی و تاریکی وغیرہ وغیرہ، پ۱۳ ع۱۲، پ۱۸ ع۲، پ۱۹ ع۱۸، پ۲۷ ع۲ -

زُوْرٌ: جھوٹ، علامہ زمخشری لکھتے ہیں :-

"زور، زَوْرٌ اور اِزْوِرَارٌ سے ہے جس کے معنی انحراف کے ہیں"۔ [1]

چونکہ حق، جھوٹ سے منحرف ہوتا ہے اس لئے اس کو زور کہا جاتا ہے، پ۱۷ ع۱۱، پ۱۹ ع۴ -

زُوْرًا پ۱۸ ع۱۶، پ۲۹ ع۱ -

فصل الہار

زَهْرَةَ: رونق، خوبی، تازگی، سرسبزی، زینت، بہار۔ اصل میں کلی جب کھل جاتی ہے تو زَهْرَةٌ کہلاتی ہے اور دنیا کی بہار اور زیب و زینت کیلئے بھی اسی مناسبت سے زَهْرَةٌ بولا جاتا ہے، پ۱۶ ع۱۷ -

زَهَقَ: وہ نکل بھاگا، وہ مٹ گیا، زُهُوْقٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب (ملاحظہ ہو تَزْهَقُ)، پ۱۵ ع۹ -

زَهُوْقًا: نکل بھاگنے والا، مٹ جانے والا۔ زُهُوْقٌ سے بروزن فَعُوْلٌ بمعنی اسم فاعل صفتِ مشبہ کا صیغہ ہے، پ۱۵ ع۹ -

فصل الیاء المثناۃ

زِيَادَةٌ: زیادتی، بڑھتی، زیادہ ہونا، زیادہ کرنا، زَادَ يَزِيْدُ کا مصدر ہے امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں :-

"زیادت کبھی تو مذموم ہوتی ہے جیسے زیادت علی الکفایۃ یعنی کافی سے زائد ہونا مثلاً انگلیوں کا زائد ہونا اور کبھی محمود جیسے ارشادِ ربانی ہے لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ (جنہوں نے کی بھلائی ان کو ہے بھلائی اور بڑھتی) منقول طرق سے مروی ہے کہ یہ زیادت اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے رخِ انور کی طرف نظر کرنا ہے یا انعامات اور حالات کی جانب اشارہ ہے جن کا دنیا میں تصور کرنا ناممکن ہے اور زَادَهٗ بَسْطَةً فِى الْعِلْمِ وَ

[1] تفسیر کشاف، ج ۲، ص ۵۴ (طبع بولاق مصر ۱۲۸۱ھ)

الجسم (اور زیادہ کشائش دی عقل میں اور بدن میں) یعنی ان کے اہلِ زمانہ کو جو کچھ عطا کیا تھا اس سے زائد مقدار میں انکو علم اور جسم میں سے عطا فرمایا۔ اور "زیادت" مکروہ کے سلسلہ میں ارشاد ہے مَا زَادَهُمْ إِلَّا نُفُورًا (اور زیادہ ہوا ان کا بدکنا) اور زِدْنَاهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ (انکو ہم نے بڑھائی مار پر مار) اور فَمَا تَزِيدُونَنِي غَيْرَ تَخْسِيرٍ (سو تم کچھ نہیں بڑھاتے میرا سوائے نقصان) اور یہ جو فرمایا فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا (پھر زیادہ کیا اللہ نے ان کو آزار) تو یہ وہ زیادتی ہے جس پر انسان کی سرشت بنائی گئی ہے کہ جو شخص کسی فعل کو انجام دیتا ہے خواہ خیر ہو یا شر، تو اس کی انجام دہی سے قوت محسوس کر کے دم بڑھتا رہتا ہے۔"

پ ۱۱ ع ۸۔

زَيْتُونَ : زیتون ایک مشہور درخت کا نام ہے پ ۸ ع ۱۸، پ ۱۳ ع ۲ ، زَيْتُونًا پ ۳۰ ع ۵ (ملاحظہ ہو تین) ۔

زَيْتُونَةٍ : درخت زیتون، اس میں تا وحدت کی ہے جیسے شَجَرٌ اور شَجَرَةٌ پ ۱۸ ع ۱۱ ۔

زَيْتُهَا : اس کا تیل، زَيْتٌ مضاف هَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ، روغنِ زیتون یعنی زیتون کے تیل کو زَیت کہتے ہیں، پ ۱۸ ع ۱۱ ۔

زَيْدٌ : رضی اللہ عنہ، ایک مشہور صحابی کا اسم گرامی ہے، حافظ ابنِ حجر عسقلانی نے الاصابہ میں ان کا مفصل تذکرہ قلم بند کیا ہے جو ہدیۂ ناظرین ہے :۔

" زید بن حارثہ بن شراحیل الکلبی ابنِ سعد کا بیان ہے کہ ان کی ماں سعدیٰ تھیں ثعلبہ بن عبد عامر کی بیٹی جو بنی معن بن طے میں سے ہے حضرتِ عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) فرماتے ہیں کہ ہم زید بن حارثہ کو زید بن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی کہا کرتے تھے، یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی اُدْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ (پکارو لے پالکوں کو ان کے باپ کا کر کر) اس کو بخاری نے روایت کیا ہے، ہشام بن محمد بن السائب الکلبی اپنے باپ نیز حمید بن منہ الطائی وغیرہ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ زید بن حارثہ کی والدہ سعدیٰ اپنی قوم میں ملنے آئیں، زید ان کے ساتھ تھے زمانہ جاہلیت کی بات ہے بنی القین بن الجسر کے سواروں نے بنی معن کے گھروں پر غارتگری کی اور زید کو اٹھا کر لے گئے، یہ اس وقت نوخیز بچے تھے پھر انہیں بازارِ عکاظ میں لیکر آئے اور فروخت ہونے کے لئے پیش کیا چنانچہ حکیم بن حزام (رضی اللہ عنہ) نے اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لئے چار سو درہم میں انہیں خرید لیا اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو انہوں نے انہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بخش دیا۔

ادھر جب یہ گم ہوئے تو ان کے باپ حارثہ بن شراحیل نے ان کے فراق میں دردناک اشعار کہے جن میں کہا،

بکیت علی زید ولم ادر ما فعل

احی فیرجی ام اتی دونہ الاجل

(میں زید پر رویا حالانکہ مجھے معلوم نہیں اس نے کیا کیا آیا وہ زندہ ہے کہ اس کی آس لگائی جائے یا اس کو موت آگئی ہے)

ان ہی اشعار کے سلسلہ میں یہ بھی ہے سہ

اوصی بہ عمرا و قیس کلاھما

واوصی یزید ا ثم بعدھم جبل

(میں اس کے متعلق عمرو اور قیس دونوں کو وصیت کرتا ہوں نیز یزید کو اور ان سب کے بعد جبل کو کہتا ہوں)

عمرو اور قیس سے اس کے دونوں بھائی مراد ہیں اور یزید زید کا ماں شریکی بھائی ہے، یہ یزید بن کعب بن شراحیل ہے اور جبل سے ان کا بڑا بیٹا مراد ہے، راوی کہتا ہے کہ پھر بنی کلب کے کچھ لوگ حج کرنے آئے تو انہوں نے زید کو دیکھا

زید انہیں پہچان گئے اور انہوں نے زید کو پہچان لیا تب زید نے کہا کہ میرے گھر والوں کو یہ اشعار پہنچا دینا سہ

احن الی قومی وان کنت نائیا

مانی قطین البیت عند المشاعر

(میں اپنی قوم کا مشتاق ہوں اگرچہ دور پڑا ہوا ہوں کیونکہ میں شعائر اللہ کے پاس بیت اللہ میں مقیم ہوں) پھر جب یہ لوگ واپس ہوئے تو انہوں نے ان کے باپ کو اطلاع دی اور ان کے جائے قیام کو بتلا دیا چنانچہ حارثہ اور ان کا بھائی کعب دونوں زر فدیہ لیکر چل پڑے اور مکہ آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دریافت کیا، کسی نے کہدیا آپ مسجد الحرام میں تشریف فرما ہیں، بس دونوں آپ کے پاس حاضر ہوئے اور یوں گفتگو شروع کی، اے ابن عبد المطلب! اے سردار قوم کے صاحبزادے! تم لوگ حرم الٰہی کے رہنے والے ہو، مصیبت زدہ کو چھڑاتے ہو، قیدی کو کھانا کھلاتے ہو، ہم تمہارے پاس اپنے لڑکے کے معاملہ میں حاضر ہوئے ہیں جو تمہارا غلام ہے لہٰذا آپ ہم پر احسان فرمائیں اور اس کے زر فدیہ کے بارے میں جو ہم ابھی آپ کے سامنے پیش کئے دیتے ہیں اچھا معاملہ

فرمائیں آپ نے فرمایا وہ کون ہے؟ کہنے لگے زید بن حارثہ
اس پر آپ نے ارشاد فرمایا اس کے علاوہ کوئی اور (بھی)
اس کو بلا لو اور اختیار دے دو اگر وہ تمہیں اختیار کرے
تو بغیر فدیہ دیئے وہ تمہارا ہے اور اگر اس نے مجھے اختیار
کیا تو اللہ کی قسم جو مجھے اختیار کرے میں اس پر کسی کو
پسند کرنے والا نہیں، انہوں نے عرض کیا کہ آپ نے ہمارے ساتھ
مزید انصاف فرمایا پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زید کو
بلا کر فرمایا تم ان لوگوں کو جانتے ہو؟ انہوں نے
عرض کیا جی ہاں یہ میرے والد ہیں اور وہ میرے
چچا، تب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا
اور میں جو ہوں تم جانتے ہی ہو اور میری صحبت
کو تم دیکھ ہی چکے ہو اب یا تو مجھے اختیار کر لو یا
ان دونوں کو، زید نے عرض کیا میں آپ پر
کسی کو اختیار کرنے والا نہیں، میرے لئے تو آپ
ہی بجائے باپ اور چچا کے ہیں، اس پر وہ دونوں
بول اٹھے، زید تجھ پر افسوس، تو آزادی کے مقابلہ
میں غلامی کو اور باپ چچا اور خاندان کے مقابلہ
میں انہیں اختیار کرتا ہے، زید نے کہا ہاں میں نے
اس ذات میں وہ بات پائی ہے جس کی بنا پر میں
اس پر کسی کو پسند نہیں کر سکتا۔ اور حضور علیہ
الصلوٰۃ والسلام نے جب یہ دیکھا تو ان کو حطیم

میں لیکر آئے اور ارشاد فرمایا گواہ رہنا کہ زید میرا بیٹا
ہے، یہ میرا وارث ہوا اور میں اس کا وارث (یہ
نبوت سے قبل کا واقعہ ہے) ان کے باپ اور چچا
نے جب یہ کیفیت دیکھی تو ان کے جی راضی ہو گئے
اور واپس لوٹ گئے، جب سے زید بن محمد ہی
کہا جاتا تھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو
بھیج دیا اور ابن اسحٰق نے بھی زید کے والد
حارثہ کا ان کی طلب میں آنے کا قصہ اسی کے
قریب قریب بیان کیا ہے۔

اور ابن الکلبی اپنے باپ سے، وہ ابوصالح سے
وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی
ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
زید کو متبنّیٰ کیا تو زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا
سے ان کا نکاح کر دیا جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
کی پھوپھی حضرت امیمہ بنت عبدالمطلب کی
صاحبزادی تھیں، اور اس سے قبل حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے اپنی باندی ام ایمن رضی اللہ عنہا
سے ان کا عقد کر دیا تھا چنانچہ حضرت زید سے
ام ایمن رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضرت
اسامہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے پھر جب انہوں
نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دیدی

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ام کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر دیا، ام کلثوم کی والدہ اروی بنت کریز ہیں اور اروی کی ماں بیضاء ہیں جو عبدالمطلب کی صاحبزادی ہیں چنانچہ اروی کے بطن سے زید بن زید اور رقیہ پیدا ہوئے پھر انہوں نے ام کلثوم کو طلاق دیکر درہ بنت ابی لہب بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا، پھر ان کو بھی طلاق دیدی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی بہن ہند بنت العوام سے عقد کیا۔

عبدالرزاق معمر سے وہ زہری سے روایت کرتے ہیں کہ ہمیں نہیں معلوم کوئی زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے پہلے اسلام لایا ہو، عبدالرزاق کا بیان ہے کہ زہری کے علاوہ اور کسی نے یہ ذکر نہیں کیا، حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ واقدی نے اپنی اسناد کے ساتھ سلیمان بن یسار سے اس کو جزم کے ساتھ بیان کیا ہے نیز زائدہ کا بھی یہی قول ہے حضرت زید بن حارثہ بدر اور اس کے بعد تمام غزوات میں شریک رہے ہیں اور غزوہ موتہ میں شہید ہوئے ہیں یہ اس وقت امیر لشکر تھے، بعض سفروں میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو مدینہ میں اپنا خلیفہ کیا ہے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت زید بن حارثہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا تھا، یا رسول اللہ آپ نے میرے اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے درمیان رشتہ مواخاۃ (بھائی چارہ) قائم فرمایا ہے، اس کو ابو یعلیٰ نے روایت کیا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ کو جس سریہ میں بھی بھیجا لوگوں کا امیر بنا کر ہی بھیجا اور اگر وہ زندہ رہتے تو آپ ان کو خلیفہ بناتے، اس کو ابوبکر بن ابی شیبہ نے قوی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے، حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں سات غزووں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا اور سات غزوات میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان ہی کو ہم پر امیر کرتے رہے، یہ بخاری کی روایت ہے، واقدی نے کہا ہے کہ زید کا پہلا سریہ قردہ کی طرف ہوا پھر علی الترتیب جموم، عیص، مطرف، حسمی اور ام قرفہ کی طرف پھر غزوہ موتہ پر ان کو امیر بنایا گیا اور اسی

میں شہید ہو گئے، اس وقت ان کی عمر پچپن سال
کی تھی، قرآنِ مجید میں ان کے سوا بالاتفاق (صحابہ
میں سے) کسی کا ذکر بھی اس کے نام کے ساتھ نہیں
ہوا ہے اور اگر ثابت ہو سکے تو پھر سجل ہیں[1]
محمد بن اسامہ بن زید اپنے والد سے راوی ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرتِ زید بن حارثہ
رضی اللہ عنہ سے فرمایا یا زید انت مولائی
ومنی والی واحب الناس الی (اے زید تو میرا
آزاد کردہ ہے، مجھ سے ہے اور میری طرف ہے
اور مجھ کو سب لوگوں میں زیادہ محبوب ہے) اس کو
ابن سعد نے اسناد حسن سے روایت کیا ہے
اور امام احمد کے ہاں یہ طویل روایت ہے
اور حضرتِ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
اللہ کی قسم وہ امارت کے لائق ہے یعنی زید
بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور مجھے سب لوگوں میں
زیادہ محبوب ہے، اس کو بخاری نے روایت
کیا ہے اور ترمذی وغیرہ نے حضرتِ عائشہ رضی
اللہ عنہا کی روایت سے نقل کیا ہے کہ حضرت
زید رضی اللہ عنہ مدینہ آئے تو اس وقت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تشریف فرما تھے
جب انہوں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر
دروازہ پر دستک دی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
ان کی طرف کھڑے ہو گئے تا آنکہ انہیں گلے لگایا
اور بوسہ دیا اور حضرتِ عبداللہ بن عمر رضی اللہ
عنہما سے مروی ہے کہ حضرتِ عمر رضی اللہ
عنہ نے حضرتِ اسامہ رضی اللہ عنہ کا اس سے
زیادہ مقرر کیا جتنا میرے لئے مقرر کیا تھا،
چنانچہ میں نے ان سے اس کے متعلق دریافت
کیا تو فرمانے لگے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کو تجھ سے زیادہ محبوب تھے اور ان کے
والد تیرے باپ سے زیادہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کو پیارے تھے، یہ صحیح روایت ہے۔
حضرتِ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے صحیح
میں روایت ہے جو حضرتِ انس رضی اللہ عنہ کے
واسطے سے ان سے مروی ہے، یہ زینب بنت
جحش کے واقعہ میں ہے جس کو ان سے انس،
براء بن عازب، ابن عباس اور ان کے صاحبزادے
اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے
اور تابعین کی ایک جماعت نے مرسلاً روایت

[1] ملاحظہ ہو سجل۔

"کیا ہے۔" سلہ ۲۲/۲ ۔

زَيْغٌ : کجی، اعتدال سے ہٹنا، زَاغَ يَزِيْغُ کا مصدر ہے امام راغب نے اس کے معنے اعتدال سے ہٹنے کے بیان کئے ہیں، ۳/۵ ۔

زَيَّلْنَا : ہم نے جدا کر دیا، ہم نے تفریق کر دی، تَزْيِيْلٌ سے جس کے معنی متفرق اور پراگندہ کرنے کے ہیں، ماضی کا صیغہ جمع متکلم، ۱۱/۷ ۔

زَيَّنَ : اس نے سنوارا، اس نے زینت دی، اس نے بھلا کرکے دکھلایا، تَزْيِيْنٌ سے جس کے معنی آراستہ کرنے اور زینت دینے کے ہیں، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، ۷/۱۱ ۸/۳ ۱۰/۲ ۱۳/۱۴ ۱۹/۱۷ ۲۰/۱۶ ۔

زُيِّنَ : وہ سنوارا گیا، مزین کیا گیا، اچھا دکھلایا گیا، تَزْيِيْنٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب، ۳/۱ ۳/۱۰ ۸/۲ ۱۰/۱۱ ۱۱/۷ ۱۳/۱۱ ۲۲/۱۴ ۲۳/۹ ۲۶/۲،۲۰ ۔

زَيَّنَّا : ہم نے زینت دی، ہم نے سنوارا، ہم نے رونق دی، تَزْيِيْنٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم، ۴/۱۹ ۱۹/۱۶ ۲۳/۵ ۲۳/۱۲ ۲۹/۱ ۔

زَيَّنّٰهَا : ہم نے اس کو رونق دی، ہم نے اس کو زینت دی، اس میں هَا ضمیر واحد مؤنث غائب ہے، ۱۴/۳ ۲۶/۱۵ ۔

زِيْنَتَكُمْ : تمہاری زینت، تمہاری رونق، زِيْنَةٌ مضاف كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر، مضاف الیہ، یہاں زینت سے لباس مراد ہے، ۸/۳ ۔

زِيْنَتِهٖ : اس کی زینت، اس کی آراستگی، زِيْنَةٌ مضاف، ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب، مضاف الیہ، ۲۰/۵ ۔

زِيْنَتَهَا : اس کی رونق، اس کی آرائش، زِيْنَةٌ مضاف هَا ضمیر واحد مؤنث غائب، مضاف الیہ، ۱۲/۲ ۲۰/۶ ۲۱/۱۴ ۔

زِيْنَتَهُنَّ : ان کا سنگار، ان کی زینت، زِيْنَةٌ مضاف هُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب، مضاف الیہ، ۱۸/۱۰ ۔

زَيَّنُوْا : انہوں نے مزین کر دیا، انہوں نے سنوارا انہوں نے اچھا کرکے دکھلایا، تَزْيِيْنٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب،

زَيَّنَهٗ : اس نے اسے آراستہ کیا، اس نے اسے زینت دی، اس میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ہے (ملاحظہ ہو زَيَّنَ) ۲۶/۱۴ ۔

زِيْنَةٌ : زینت، زیبائش، آرائش، سنگار، گہنا، اسم ہے، امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں :-
"زینتِ حقیقی وہ ہے جو انسان کو کسی حالت میں

سلہ ملاحظہ ہو الاصابہ فی تمییز الصحابہ، ج ۱ ص ۵۶۳، ۵۶۴ (طبع السعادہ مصر ۱۳۲۵ھ)

بھی محبوب نہ ہو، نہ دنیا میں، نہ آخرت میں لیکن جو چیز ایک حالت میں تو انسان کو رونق دے اور دوسری حالت میں نہ دے، وہ ایک حیثیت سے معیوب ہے۔

مختصر الفاظ میں زینت کی تین قسمیں ہیں:-

(۱) زینت نفسی جیسے علم اور عمدہ عقائد (۲) زینت بدنی جیسے قوی و تنومند و بالا ہونا (۳) زینت خارجیہ جیسے مال وجاہ۔ آیت کریمہ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ (اس نے محبت ڈالی تمہارے دل میں ایمان کی اور اچھا دکھایا اس کو تمہارے دلوں میں) زینت نفسی سے متعلق ہے اور مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ (کس نے منع کی ہے رونق اللہ کی) کو زینت خارجی پر محمول کیا گیا ہے کیونکہ مروی ہے کہ ایک قوم بیت اللہ کا برہنہ طواف کیا کرتی تھی، اس آیت کے ذریعہ ان لوگوں کو منع کیا گیا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ نہیں بلکہ زینتِ مذکورہ سے اس آیت میں کرم مراد ہے جو آیتِ کریمہ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ (معزز عزت اللہ کے ہاں اسی کی بڑی ہے جس کو ادب بڑا) میں مذکور ہے اور اسی کو شاعر نے کہا ہے کہ و زینۃ المرء حسن الادب (ادب کی خوبی انسان کی زینت ہے) اور ارشاد الٰہی فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ (پھر نکلا اپنی قوم کے سامنے اپنی تیاری سے) میں زینت دنیوی یعنی مال، اثاثہ اور جاہ مراد ہیں۔

آیات کریمات زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ (ہم نے رونق دی ورلے آسمان کو چراغوں سے) اور اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ الْكَوَاكِبِ (ہم نے رونق دی آسمان دنیا کو ستاروں کی زیبائش سے) اور زَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ (اس کو رونق دی دیکھنے والوں کے لئے) میں اس زینت کی طرف بھی اشارہ ہے جو نگاہ سے محسوس ہو رہی ہے اور عام و خاص سب اس کو جانتے ہیں اور اس زینت معقولہ کی طرف بھی جس کی معرفت خواص کے ساتھ ہی مخصوص ہے یعنی ستاروں کے احکام اور ان کی رفتار۔

اللہ تعالیٰ کا اشیاء کو زینتِ دنیا کبھی ان کے مزین کر کے ابداع فرمانے اور اسی طرح بیان کے ایجاد کرنے سے ہوتا ہے اور لوگوں کا کسی شے کو مزین کرنا یا تو ان کے آراستہ کرنے سے ہوتا ہے اور یا ان کے قول سے کہ اس کی مدح کرنے لگیں اور بڑھا چڑھا کر اس کا ذکر کریں۔"

یَوْمَ الزِّیْنَةِ کے معنی روزِ عید اور جشن کے دن کے ہیں، پ ۸/۱۱ ۱۱/۱۴ ۱۲/۷ ۱۵/۱۳،۱۶،۱۸ ۱۸/۱۲،۱۳ ۲۳/۵ ۲۷/۱۹ ۔

بابُ السین المہملۃ

س : اب، ابھی، قریب، عن قریب۔ علامہ سیوطی الاتقان میں لکھتے ہیں :-

"سین حرف ہے جو مضارع کے ساتھ مخصوص ہے اور اس کو استقبال کے لئے خاص کر دیتا ہے اور مضارع کے بمنزلہ جزء کے ہے اسی لئے اس میں عمل نہیں کیا ہے اہل بصرہ اس طرف گئے ہیں کہ سوف کی بہ نسبت مضارع کے ساتھ اس کی نسبت استقبال تنگ تر ہوتی ہے، اہلِ عربیت اس کو حرفِ تنفیس سے تعبیر کرتے ہیں جس کے معنی حرفِ توسیع کے ہیں کیونکہ یہ مضارع کو تنگ زمانہ یعنی حال سے کویع زمانہ یعنی استقبال کی طرف پلٹ دیتا ہے اور بعض نے ذکر کیا ہے کہ کبھی استقبال کے استمرار کے لئے آتا ہے جیسے ارشاد ہے سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِیْنَ الآیہ (اب تم دیکھو گے اگلے رلوگ) اور سَیَقُوْلُ السُّفَہَآءُ الآیہ (اب کہیں گے بیوقوف) کیونکہ یہ ان کے اس کہنے کے بعد نازل ہوا ہے کہ وہ کاہے پر پھر گئے تو سین استمرار کو بتانے کے لئے آیا ہے استقبال کے لئے نہیں، ابنِ ہشام نے کہا ہے کہ اہلِ نحو اس کو نہیں جانتے بلکہ استمرار تو مضارع سے سمجھا جاتا ہے اور سین استقبال پر آتی ہے کیونکہ استمرار مستقبل ہی میں ہوتا ہے۔

ابنِ ہشام کہتے ہیں کہ زمخشری نے یہ خیال کیا ہے کہ سین جب کسی محبوب یا مکروہ فعل پر داخل ہوتا ہے تو یہ بتاتا ہے کہ وہ ضرور واقع ہوگا اور مجھے نہیں معلوم کہ کسی نے اس کی وجہ سمجھی ہو اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ فعل کے ہونے کے وعدہ کو بتاتا ہے پس اس کا اس پر داخل ہونا جو وعدہ یا وعید کو بتائے اس کی تاکید اور اس کے معنی برقرار رہنے کا مقتضی ہے چنانچہ زمخشری نے سورہ بقرہ میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے چنانچہ

فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ (سو اب کفایت ہے تیری طرف سے ان کو اللہ) میں کہا ہے کہ "سین" کے معنی یہ ہیں کہ یہ لامحالہ ہو کر ہی رہے گا اگرچہ کچھ وقت کی اس کی دیر ہو، اور سورۂ براءۃ میں اس کی تصریح ہے چنانچہ آیت أُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ (وہ لوگ ان پر رحم کریگا اللہ) میں کہا ہے کہ "سین" لامحالہ وجود رحمت کو بتاتا ہے اور یہ وعدہ کی اسی طرح تاکید کرتا ہے جس طرح تمہارے سَأَنْتَقِمُ مِنْكَ (بس اب تجھ سے بدلہ لونگا) کہنے میں وعید کی تاکید کرتا ہے۔" [1]

فصل الالف

سَآءَ: برا ہے (نَصَرَ) فعلِ ذم ہے، سَوْءٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب (ملاحظہ ہو اَسْتَوَءُ)، ٣٤/١٤، ٥/٣، ١٢/١٣، ٧/١٠، ٨/٣، ٩/١٢، ١٠/٨، ٩ و ٣٤/١٣، ٥/٤، ١٦/١٤، ١٩/١٣، ٩/١٩، ٢٠/١٣، ٢٢/٩، ٢٥/١٨، ٣، ٢٦/١٣ -

سَآءَتْ: بُری ہے اَسَوْءٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب، ٥/١١، ١٤، ١٥/١٦، ١٩/٤، ٢٦/٩ -

سٰبِحٰتِ: تیرنے والیاں سَبْحٌ سے اسمِ فاعل کا صیغہ جمع مؤنث، سَابِحَةٌ کی جمع ہے (ملاحظہ ہو سَبْحًا) ٣٠/٢ -

سٰبِغٰتٍ: کشادہ زرہیں، سُبُوغٌ سے جس کے معنی وسیع اور فراخ ہونے کے ہیں۔ اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث، سَابِغَةٌ کی جمع، پوری لمبی چوڑی زرہ کے لئے "سابغہ" کا استعمال ہوتا ہے، ١١/٢٢ -

سَابِقٌ: آگے بڑھنے والا، سَبْقٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر (ملاحظہ ہو نَسْتَبِقُ اور سَبَقَا) ١٦/٢٢، ٢٣/٢ -

سٰبِقٰتِ: آگے بڑھنے والیاں، سَبْقٌ سے اسمِ فاعل کا صیغہ جمع مؤنث، سَابِقَةٌ کی جمع ہے ٣٠/٢ -

سَابِقُوْا: دوڑو، سبقت کرو، مُسَابَقَةٌ اور سِبَاقٌ سے جس کے معنی دوڑ میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کے ہیں، امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، ٢٧/١٩ -

سٰبِقُوْنَ: آگے پہنچنے والے، آگے بڑھنے والے، سَبْقٌ سے اسمِ فاعل کا صیغہ جمع مذکر بحالتِ رفع، سَابِقٌ کی جمع، آیۂ شریفہ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ (اور جو لوگ قدیم ہیں پہلے وطن چھوڑنے والے اور مدد کرنے والے) کی تفسیر

[1] الاتقان فی علوم القرآن (طبع احمدی دہلی) ص ۲۲۸، ۲۲۹

میں حافظ ابن عبد البر نے اپنی مشہور کتاب الاستیعاب فی اسماء الاصحاب میں حسبِ ذیل اقوال نقل کئے ہیں:-

(۱) ابن سیرین کہتے ہیں "سابقون اولون" وہ لوگ ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف نمازیں ادا کی ہیں، محمد بن الحنفیہ اور سعید بن المسیب کا بھی یہی قول[1] ہے۔ امام مالکؒ یحییٰ بن سعید سے وہ سعید بن المسیب سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ ماہ تک بیت المقدس کی طرف نماز ادا کی پھر واقعۂ بدر سے دو مہینے پہلے آپ کا رخ کعبہ کی طرف پھیر دیا گیا۔

(۲) محمد بن کعب قرظی اور عطاء بن یسار کا قول ہے کہ یہ اہلِ بدر ہیں، عبیدہ کہتے ہیں کہ اہلِ بدر کی تعداد تین سو تیرہ یا تین سو چودہ تھی۔

(۳) شعبی کا بیان ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے بیعتِ رضوان میں شرکت کی ہے، حضرتِ جابر بن عبد اللہ معقل بن یسار اور عبد اللہ بن اوفی رضی اللہ عنہم کا بیان ہے کہ ان کی تعداد چودہ سو تھی، یہ تینوں حضرات بھی اس بیعت میں شریک تھے اور ایک روایت میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے پندرہ سو کی تعداد منقول ہے[2]، ۱۱/۲ ، ۱۸/۴ ، ۲۷/۱۴ -

سَابِقِیْنَ: آگے بڑھنے والے، سَبْقٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر بحالتِ نصب وجر سَابِقٌ کی جمع، ۲/۹ -

سَاجِدًا: سجدہ کرنے والا، سُجُوْدٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر (ملاحظہ ہو اُسْجُدْ)، ۲۳/۱۵

سٰجِدُوْنَ: سجدہ کرنے والے، سُجُوْدٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر بحالتِ رفع، سَاجِدٌ واحد، ۱۱/۳ -

سٰجِدِیْنَ: سجدہ کرنے والے، سُجُوْدٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر بحالتِ نصب وجر، ۶/۹ ، ۹/۴ ، ۱۲/۱۱ ، ۱۴/۶،۳ ، ۱۹/۱۵،۷ ، ۲۳/۱۴ -

سَاحَتِہِمْ: ان کا میدان، ان کا صحن، سَاحَۃٌ مضاف ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ، جائے فراخ کو سَاحَۃٌ کہتے ہیں اور اسی لئے سَاحَۃُ الدار یعنی صحنِ مکان ہے، ۲۳/۹ -

سَاحِرٌ: جادوگر، سِحْرٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر، یہ لفظ صرف سورۂ ذٰریٰت میں الف کے ساتھ مرقوم ہے اور باقی تمام قرآن میں بغیر الف ہے،

[1] حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں حضرت ابو موسیٰ اشعری، حسن بصری اور قتادہ سے بھی یہی نقل کیا ہے (ملاحظہ ج ۲ ص ۳۸۳ (طبع مصر ۱۳۵۶ھ)

[2] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو الاستیعاب، ج ۱ ص ۲ لغایت ص ۷، (طبع مصر ۱۳۲۸ھ) بر حاشیہ الاصابۃ -

ملاحظہ ہو سِحْرٌ) ۲۰ ، ۱۳/۱۱ ، ۱۲/۱۶ ، ۷/۱۹ ، ۱۰/۲۳ ، ۲۴ ، ۲۵ ، ۲۶ ۔

سٰحِرَانِ: دو جادوگر، سِحْرٌ سے اسم فاعل کا صیغہ تثنیہ مذکر بحالتِ رفع، ۱۲/۱۶ ۔

سٰحِرُوْنَ: جادو کرنے والے، سِحْرٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر بحالتِ رفع سَاحِرٌ واحد، ۱۳/۱۱ ۔

سَاحِلِ: کنارۂ دریا، ساحلِ سمندر، سَحْلٌ سے جس کے معنی چھیلنے کے ہیں، ماخوذ ہے، چونکہ کنارۂ دریا سے پانی کو جدا کرتا ہے اس لئے ساحل سے موسوم ہوا اور بعض کا خیال ہے کہ یہ بمعنی مسحول ہے کیونکہ پانی اس کو چھیلتا اور کاٹتا ہے لیکن اس کا استعمال بلفظ فاعل ہوا ہے جیسے هَمٌّ نَاصِبٌ بمعنے منصوب ہوتے ہیں، سَوَاحِلُ جمع، ۱۱/۶ ۔

سٰخِرِیْنَ: ہنسی کرنے والے، ٹھٹھا کرنے والے سُخْرِیَّۃٌ سے جس کے معنی استہزاء اور مذاق کرنے کے ہیں، اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر بحالتِ نصب و جر، سَاخِرٌ واحد، ۲۴ ۔

سَادَتَنَا: ہمارے سردار، سَادَۃٌ، سَیِّدٌ کی جمع مضاف ہے نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ (ملاحظہ ہو سَیِّدًا) ۲۲ ۔

سَادِسُهُمْ: ان کا چھٹا سَادِسٌ مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ، ۱۵ ، ۲/۲۸ ۔

سَارَ: وہ چلا، سَیْرٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، (ملاحظہ ہو تَسِیْرُ) ۲۰ ۔

سَارِبٌ: گلیوں میں پھرنے والا، راہ میں چلنے والا سُرُوْبٌ سے جس کے معنی اپنے رخ پر چلنے کے ہیں، اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر، سَرْبٌ جمع ہے جیسے رَکْبٌ رَاکِبٌ کی جمع ہے، ۱۳/۸ ۔

سَارِعُوْا: جلدی کرو، دوڑو، مُسَارَعَۃٌ سے جس کے معنی دوڑنے اور دوڑانے کے ہیں امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اس کا تعدیہ بذریعہ اِلٰی ہوتا ہے ابن جنی نے تصریح کی ہے کہ سَارِعْ متعدی ہے اور سَرُعَ اور اَسْرَعَ دونوں لازم ہیں اور ان دونوں میں باہم فرق یہ ہے کہ سَرُعَ تو پسندیدہ ہے اور اَسْرَعَ کا مطلب ہے اپنی جان کو سرعت کی تکلیف دی[1]، ۴ ۔

سَارِقُ: چور، چوری کرنے والا، سَرِقَۃٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر، (ملاحظہ ہو سَرَقَ) ۶ ۔

سٰرِقُوْنَ: چور، چوری کرنے والا، سَرِقَۃٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر بحالتِ رفع سَارِقٌ واحد، ۱۳ ۔

سَارِقَۃُ: چوری کرنے والی، چرانے والی، سَرِقَۃٌ

[1] ملاحظہ ہو تاج المصادر از امام ابوجعفر بیہقی۔

سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث، پ ۔

سٰرِقِيْنَ: چرانے والے چوری کرنے والے، یہ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر بحالت نصب و جر ہے، پ۱۳ ۔

سَاعَة: گھڑی، وقت، رات یا دن کا کوئی سا وقت ہو ساعت کہلاتا ہے اہلِ عرب اس کا استعمال وقت ہی کے معنی میں کرتے ہیں چاہے ذرا دیر ہی کے لئے ہو قرآن مجید میں الساعۃ کا لفظ جہاں کہیں بھی استعمال ہوا ہے اس سے قیامت مراد ہے امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں :۔

"زمانہ کے حصوں میں سے کوئی سا بھی حصہ ہو ساعت ہے اور قیامت بھی اس سے مراد لی جاتی ہے، ارشاد ہے اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ (پاس آلگی وہ گھڑی یعنی قیامت) اور يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ (تجھ سے پوچھتے ہیں وہ گھڑی یعنی قیامت) اور عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ (اس کے پاس ہے قیامت کی خبر) اب تو حق تعالیٰ شانہ کے جلد حساب لینے کے سبب اس کو قیامت سے تشبیہ دی گئی ہے چنانچہ ارشاد ہے وَهُوَ اَسْرَعُ الْحَاسِبِيْنَ (اور وہ شتاب لیتا ہے حساب) اور یا اس وجہ سے کہ جس پر یہ کہکر تنبیہ فرمایا ہے كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا (ایسا لگے گا جس دن اس کو دیکھیں گے کہ ان کو دیر نہ لگی مگر ایک شام یا اس کی صبح) اور يَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ (اور جس دن ان کو جمع کریگا گویا نہ رہے تھے مگر کوئی گھڑی دن) پس ساعتِ اولیٰ قیامت ہے اور ساعتِ ثانیہ زمانہ کا قلیل وقت ۔)

اور بعض کا قول ہے کہ وہ ساعات جو قیامت کے معنی دیتی ہیں تین ہیں (۱) الساعۃ الکبرٰی یعنی لوگوں کا حساب دینے کے لئے اٹھنا، اسی کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں اشارہ فرمایا ہے لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَظْهَرَ الْفُحْشُ وَالتَّفَحُّشُ وَحَتّٰى يُعْبَدَ الدِّرْهَمُ وَالدِّيْنَارُ (قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ فحش اور بے حیائی کھلم کھلا ہونے لگے اور یہاں تک کہ روپیہ اور اشرفی کی پوجا ہونے لگے) وغیرہ وغیرہ، اور آپ نے بہت سے ان امور کا ذکر فرمایا کہ جو نہ آپ کے زمانہ میں ہوئے اور نہ آپ کے بعد۔ (۲) الساعۃ الوسطٰی اور یہ ایک قرن کے لوگوں کا مرجانا ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ

آپ نے عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر فرمایا ان یطل عمر ھٰذا الغلام لم یمت حتی تقوم الساعۃ (اگر اس لڑکے کی عمر دراز ہوئی تو یہ اس وقت تک نہیں مریگا جب تک قیامت قائم نہ ہو) چنانچہ کہا جاتا ہے کہ یہ صحابہ میں سب سے آخری مرنے والے شخص ہیں۔

(۳) الساعۃ الصغریٰ: اور یہ انسان کی موت ہے پس ہر انسان کی ساعت اس کی موت ہے اور اسی کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا (خراب ہوئے جنھوں نے جھوٹ جانا ملنا اللہ کا جب تک کہ آپہنچی ان پر قیامت بے خبر، کہنے لگے اے افسوس کیسا قصور کیا اس میں) اور معلوم ہے کہ یہ حسرت انسان کو اس کی موت کے وقت حاصل ہوتی ہے کیونکہ ارشاد ہے وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَاۤ اَخَّرْتَنِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ (اور خرچ کرو کچھ ہمارا دیا اس سے پہلے کہ پہنچے کسی کو تم میں سے موت، تب کہے اے رب کیوں نہ ڈھیل دی مجھ کو ایک تھوڑی مدت کہ میں خیرات کرتا اور ہوتا نیک لوگوں میں) اور اسی طرح یہ آیت ہے قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ (تو کہہ دیکھو تو اگر آوے تم پر عذاب اللہ کا یا آوے تم پر قیامت) اور مروی ہے کہ جب آندھی آتی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا رنگ رو متغیر ہو جاتا اور فرماتے تخوفت الساعۃ (مجھے قیامت کا دھڑکا ہوا) نیز ارشاد ہے ما امد طرفی ولا اغضہا الا والساعۃ قد قامت (میں جب بھی نظر اٹھاتا ہوں یا نیچی کرتا ہوں تو یہ خیال کرتا ہوں کہ قیامت ہو چکی یعنی موت آچکی)۔

۷/۱۰، ۸/۱۱، ۹/۱۳، ۱۱/۳ و ۱۰، ۱۳/۶، ۱۴/۴، ۱۳ و ۱۷، ۱۵/۱۵ و ۱۷، ۱۶/۸ و ۱۰، ۱۷/۴، ۸ و ۱۳، ۱۸/۱۷، ۲۱/۵، ۹ و ۱۳، ۲۲/۵، ۷ و ۹، ۲۳/۱۰ و ۱۱، ۲۵/۱ و ۲، ۳ و ۱۳ و ۲۰، ۲۶/۴ و ۹، ۲۷/۸ و ۱۰، ۳۰/۴۔

سَافِلَهَا: اس کے نیچے، اس کے تلے، سَافِلٌ سُفُوْلٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر، مضاف ھا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ (ملاحظہ ہو اَسْفَلَ) ۱۲/۵، ۱۴/۵۔

سَافِلِيْنَ: نیچے ہونے والے سُفُوْلٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر بحالت نصب وجر، ۳۰/۲

سَاقٍ: پنڈلی، علامہ لغوی مجدالدین فیروزآبادی قاموس میں رقمطراز ہیں:۔
"ٹخنہ اور گھٹنے کے جو درمیان ہے "وہ ساق" ہے، سُوْقٌ، سِیْقَانٌ اور اَسْوُقٌ جمع ہوا اور کو ہمزہ اس لئے کیا گیا کہ ضمہ کو برداشت کرسکے اور یَوْمَ یُکْشَفُ عَنْ سَاقٍ (جس دن کھولی جائے پنڈلی) کے معنی عن شدۃ کے ہیں (یعنی جس دن سختی ظاہر ہو) وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ (اور لپٹ گئی پنڈلی پر پنڈلی) یعنی دنیا کی آخری شدت آخرت کی پہلی شدت سے لپٹ گئی، جب معاملہ کی شدت اور اس کی ہولناکی کی خبر دینا مقصود ہوتا ہے تو ساق کا ذکر کرتے ہیں"، پ ۲۹/۴، ۱۷ ۔

سَاقِطًا: گرنے والا، سُقُوْطٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر (ملاحظہ ہو تَسَّقُطُ)، پ ۲۷/۴ ۔

سَاقَيْهَا: اس کی دونوں پنڈلیاں، سَاقَ مضاف هَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ، سَاقَيْ اصل میں سَاقَيْنِ تھا سُوْقٌ کا تثنیہ بحالت نصب یا جر، اضافت کے سبب نَ ساقط ہوگئی، پ ۱۹/۱۸ ۔

سَاكِنًا: ٹھہرا ہوا، ساکن، سُکُوْنٌ سے جس کے معنی تھمنے اور حرکت کے بعد کسی شے کے ٹھہر جانے کے ہیں، اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر، پ ۱۹/۲ ۔

سَاَلَ: اس نے مانگا، سُؤَالٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب (ملاحظہ ہو اِسْئَلْ اور سُؤَالَ)، پ ۲۹/۷ ۔

سَالَتْ: وہ بہی، وہ جاری ہوئی، (ضَرَبَ) سَیْلًا سے جس کے معنی بہنے کے ہیں، ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب، پ ۱۳/۸ ۔

سَاَلْتُكَ: میں نے تجھ سے پوچھا، میں نے تجھ سے سوال کیا، سَاَلْتُ سُؤَالٌ سے ماضی کا صیغہ واحد متکلم، كَ ضمیر واحد مذکر حاضر، پ ۱۶/۱ ۔

سَاَلْتُكُمْ: میں نے تم سے سوال کیا، میں نے تم سے مانگا، اس میں كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر ہے، پ ۷/۱۲، پ ۲۲/۱۲ ۔

سَاَلْتُمْ: تم نے مانگا، تم نے سوال کیا، سُؤَالٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر، پ ۱ ۔

سَاَلْتُمُوْهُ: تم نے اس کو مانگا، تم نے اس کا سوال کیا، اس میں واؤ اشباع کا، هُ ضمیر واحد مذکر غائب ہے، پ ۱۳/۱۴ ۔

سَاَلْتُمُوْهُنَّ: تم نے ان (عورتوں) سے مانگا، تم نے ان سے سوال کیا، اس میں واؤ اشباع کا اور هُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب ہے، پ ۲۲/۴ ۔

سَاَلْتَهُمْ: تو نے ان سے پوچھا، تو نے ان سے

سوال کیا، سَاَلْتُ سُؤَالٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر، هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب، پ۲۱/۱۲، ۲، پ۲۴/۱، ۲۵/۳، ۱۷ ۔

سَاَلَکَ: اس نے تجھ سے پوچھا، اس نے تجھ سے سوال کیا، اس میں کَ ضمیر واحد مذکر حاضر ہے، (ملاحظہ ہو سَاَلَ) پ۲ ۔

سَالِمُوْنَ: چنگے، اچھے بھلے، صحیح سالم، سَلَامَۃٌ سے جس کے معنی آفاتِ ظاہرہ و باطنہ سے صحیح سالم رہنے کے ہیں، اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر، سَالِمٌ کی جمع، پ۲۹/۴ ۔

سَاَلُوْا: انہوں نے مانگا، انہوں نے سوال کیا، سُؤَالٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب، پ۲ ۔

سَاَلَهَا: اس کو پوچھا، اس کا سوال کیا، اس میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب ہے (ملاحظہ ہو سَاَلَ) پ۷ ۔

سَاَلَهُمْ: ان سے پوچھا، ان سے سوال کیا، اس میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے (ملاحظہ ہو سَاَلَ) پ۲۹/۱ ۔

سَامِدُوْنَ: کھیل کرنے والے، غافل ہونے والے، گانے والے، تکبر سے سر اٹھانے والے، حیرت میں کھڑے رہنے والے، سُمُوْدٌ سے جس کے معنی کھیلنے، غافل ہونے، گانے اور تکبر سے سر اٹھانے اور حیرت میں کھڑے رہ جانے کے ہیں، اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر، سَامِدٌ واحد، ابن درید نے تصریح کی ہے کہ یہ یمانی لغت ہے[1] اور عبدالرزاق بروایتِ عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے معنی گانے کے نقل کرتے ہیں، عکرمہ کا بیان ہے کہ یہ اہل یمن کی زبان ہے جب یمنی تَغَنَّ (تو گا) کہنا چاہیگا تو اس کے لئے اُسْمُدْ بولیگا،[2] اور امام بخاری اپنی صحیح میں عکرمہ سے ناقل ہیں کہ سَامِدُوْنَ کے معنی حمیری زبان میں گانیوالوں کے ہیں[3]، نیز عبدالرزاق نے ایک اور طریق سے بروایتِ عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے معنی کھیل کرنیوالوں کے اور بروایتِ معمر، قتادہ سے غافل ہونیوالوں کے روایت کئے ہیں، اور ابن مردویہ بروایتِ سعید بن جبیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روگردانی کرنیوالوں کے معنی نقل کرتے ہیں[4]، پ۲۷ ۔

سٰمِرًا: کہانی والا، افسانہ گو، داستان سرا، سَمَرٌ سے جس کے معنی رات میں قصہ گوئی کے ہیں، اسم

---

[1] جمہرۃ اللغۃ، ج ۲، ص ۲۶۵ (طبع مصر)
[2] فتح الباری، ج ۸، ص ۵۰۶ (طبع مصر)
[3] صحیح البخاری، ج ۲، ص ۷۲۰ (طبع مجتبائی دہلی)
[4] فتح الباری، ج ۸، ص ۴۶۵ (طبع مصر)

فاعل کا صیغہ جمع مذکر، علامہ محمود آلوسی روح المعانی میں
رقمطراز ہیں :-
"سامِرًا بربنائے حال منصوب ہے، اور یہ اسم جمع ہے
جیسے کہ حاج، حاضر، جامل اور باقر ہیں اور بعض
کا قول ہے کہ یہ مصدر ہے جو بنائے تاویل مشہور
حال واقع ہوا ہے اسی لئے اپنی اصل کے
اعتبار سے قلیل و کثیر سب پر مشتمل ہے مگر مخفی نہ
رہے کہ مصدر کا فاعل کے وزن پر آنا نادر ہے
اور اسی سے عافیۃ اور عاقبۃ ہے، سمر اصل میں
ظل قمر (چاند کا سایہ) کو کہتے ہیں اور یہ جیسا کہ
مطلع (کتاب کا نام ہے) میں مذکور ہے، اپنے
دھندلے پن کی وجہ سے اس نام سے موسوم ہے
اور بحر میں ہے کہ درختوں پر جو چاندنی پڑتی ہے
اسے کہتے ہیں، اور راغب کا بیان ہے کہ یہ رات
کی اندھیاری ہے بعد میں رات میں باتیں کرنے
کے معنی میں اس کا استعمال ہونے لگا، اور بعض نے
سامر کی تفسیر اندھیری رات سے کی ہے اور یہاں
اسی معنی میں اس کا ہونا اور پھر بربنائے نزع
خافض اسے منصوب قرار دینا کچھ نہیں ہے۔"[1] پ ۱۸

سَامِرِیٌّ سامری، علامہ محمود زمخشری، کشاف
میں رقمطراز ہیں :-
"سامری بنی اسرائیل کے ایک قبیلہ کی طرف
منسوب ہے جس کو سامرہ کہا جاتا ہے اور بعض کا
قول ہے کہ سامرہ یہود میں ایک قوم ہے جو بعض
مذہبی چیزوں میں یہود کی مخالف ہے اور بعض نے
اس کو باجرما کا رہنے والا بتایا ہے اور بعض کہتے
ہیں کہ کرمان کا ایک دیہاتی کافر تھا، اس کا نام
موسیٰ بن ظفر ہے، یہ منافق تھا اور اسلام ظاہر کرتا
تھا، اس کی قوم گائے کی پجاری تھی"[2]
اور مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں :-
"سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سامری کون تھا، یہ
اس کا نام تھا یا قومیت کا لقب؟ قیاس کہتا ہے
کہ یہاں سامری سے مقصود سمیری قوم کا فرد
ہے، کیونکہ جس قوم کو ہم نے سمیری کے نام سے
پکارنا شروع کر دیا ہے، عربی میں قدیم سے
اس کا نام سامری چلا آرہا ہے اور اب بھی عراق
میں ان کا بقایا اسی نام سے پکارا جاتا ہے، یہاں
قرآن کا "السامری" کہہ کے اسے پکارنا صاف
کہہ رہا ہے کہ یہ نام نہیں ہے اس کی قومیت کی طرف
اشارہ ہے یعنی وہ شخص اسرائیلی نہ تھا، سامری تھا،

[1] روح المعانی، ج ۱۸، ص ۴۵ (طبع منیریہ مصر)

[2] کشاف، ج ۴، ص ۲۹، (طبع بولاق مصر ۱۲۸۱ھ)

حضرت مسیح علیہ السلام سے تقریباً ساڑھے تین ہزار برس پہلے دجلہ و فرات کے دوآبے میں دو مختلف قومیں آباد ہو رہی تھیں اور ایک عظیم الشان تمدن کی بنیادیں اٹھا رہی تھیں، ان میں ایک قوم جو جنوب سے آئی تھی عرب تھی، دوسری جس کی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ شمال سے اتری سمیری تھی، اسی قوم کے نام سے تاریخ قدیم کا شہر سامرہ اور آباد ہوا تھا جس کا محل تل العبید میں دریافت ہوا ہے اور وہاں سے پانچ ہزار برس پیشتر کے بنے ہوئے زیور اور سنہری ظروف برآمد ہوئے ہیں۔

بہرحال سمیری قبائل کا اصلی وطن عراق تھا مگر یہ دور دور تک پھیل گئے تھے، مصر اور ان کے تعلقات کا سراغ ایک ہزار سال قبل مسیح تک روشنی میں آچکا ہے پس معلوم ہوتا ہے اسی قوم کا ایک فرد حضرت موسیٰ کا بھی معتقد ہو گیا اور جب بنی اسرائیل نکلے تو یہ بھی ان کے ساتھ نکل آیا، اسی کو قرآن نے "السامری" کے لفظ سے یاد کیا ہے گائے بیل اور بچھڑے کی تقدیس کا خیال سمیریوں میں بھی تھا اور مصریوں میں بھی[1]"۔

$\frac{16}{13,14}$ -

سَاوٰی: اس نے برابر کر دیا، وہ برابر ہو گیا۔ مُسَاوَاۃ سے جس کے معنی برابر کرنے اور برابر ہونے کے ہیں، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، $\frac{16}{2}$

سَاهِرَۃ: میدان، زمین، روئے زمین، سَہَر سے جس کے معنی نیند اُڑ جانے کے ہیں، اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث، مگر اس کا استعمال زمین اور روئے زمین کے معنی میں ہوتا ہے، امام رازی تفسیر کبیر میں رقمطراز ہیں:-

"ساھرۃ سفید ہموار زمین کو کہتے ہیں، اس نام سے اس کے موسوم ہونے کی دو وجہیں ہیں، (۱) اس پر چلنے والا خوف سے سوتا نہیں، (۲) اس میں سراب رواں ہوتا ہے، یہ عرب کے محاورہ عین ساھرۃ (چشمۂ رواں) سے ماخوذ ہے اور میرے نزدیک اس میں تیسری وجہ بھی ہے وہ یہ کہ زمین کا ساھرۃ اس لئے نام پڑا کہ شدتِ خوف کے باعث اس میں انسان کی نیند اڑ جاتی ہے تو وہ زمین کہ جس کے اندر قیامت کے موقع پر کافر جمع ہوں گے نہایت ہی خوف میں ہوں گے لہٰذا اس زمین کا نام ساھرۃ اس

[1] ترجمان القرآن، ج ۲، ص ۴۶۴، ۴۶۵

بنا پر ہوا۔

پھر ایک اور وجہ سے بھی علماء میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ دنیا کی زمین ہے اور دوسروں کا بیان ہے کہ ارضِ آخرت ہے کیونکہ لوگ زجرہ (جھڑکی) صیحہ (شور) کے وقت جوق در جوق آخرت کی زمین پر منتقل ہو نگے شاید یہ وجہ زیادہ قریب ہو[1]، پ ۳۰/۲۔

سَاهَمَ: اس نے قرعہ ڈلوایا، مُسَاهَمَةٌ سے جس کے معنے کسی کے ساتھ قرعہ ڈالنے کے ہیں، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، پ ۲۳/۹۔

سَاهُوْنَ: بے خبر، بھولنے والے، غافل، سَهْوٌ سے جس کے معنی غافل ہونے کے ہیں، اسمِ فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ سَاهُوْنَ اصل میں سَاهِيُوْنَ تھا بروزن فَاعِلُوْنَ، یٰ مضموم ماقبل اس کا مکسور ضمہ یٰ پر ثقیل ہوا، نقل کر کے ماقبل کو دیا، اب وٓ اور یٰ دو ساکن جمع ہوئے، یٰ کو حذف کر دیا۔ امام راغب لکھتے ہیں:-

"غفلت سے جو خطا ہو وہ "سہو" ہے اس کی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ انسان سے ایسی چیزیں سرزد نہ ہوں جو اس خطا کو کھینچتی اور پیدا کرتی ہیں جیسے دیوانہ کسی انسان کو گالی دے دوسرے یہ کہ اس سے ایسی چیزیں ہوئیں جو اس خطا کو پیدا کرتی ہیں جیسے وہ شخص کہ جس نے شراب پی اور پھر اس سے کوئی برائی بغیر اس برائی کے ارادہ کے ظہور میں آئی تو پہلی خطا تو اس کی معاف ہے اور دوسری پر ماخوذ ہوگا اور دوسری طرح کی خطا پر حق تعالیٰ نے مذمت فرمائی ہے ارشاد ہے فِيْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ (غفلت میں بھول رہے ہیں) عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ (اپنی نماز سے بے خبر ہیں)"

پ ۲۶/۱۸ پ ۳۰/۳۲۔

سَائِبَةٍ: سائبہ اہلِ جاہلیت مویشی میں سے جو جانور بت کے نام پر آزاد کر تے اور اسے اپنے اختیار پر چھوڑ دیتے، وہ "سائبہ" تھا،

امام فخرالدین رازی تفسیر کبیر میں رقمطراز ہیں:-

"سائبہ بروزن فاعلۃ، ساب سے ہے جو سطح زمین پر کسی چیز کے رواں ہونے کے لئے استعمال ہوتا ہے کہا جاتا ہے ساب الماء (پانی رواں ہوا) سابت الحیۃ (سانپ رواں ہوا) پس جو جانور اس لئے چھوڑ دیا جائے کہ جدھر چاہے چلا جائے وہ سائبۃ ہے اور یہ بمعنی مسیبۃ (رواں شدہ

[1] تفسیر کبیر، ج ۸، ص ۳۳۳ (طبع مصر ۱۳۰۹ھ)

اسمِ فاعل بمعنی اسمِ مفعول) ہے جیسے کہ عیشۃ راضیۃ بمعنی مرضیۃ ہے اور اس کے متعلق علماء نے متعدد صورتیں بیان کی ہیں :۔

(۱) ابوعبیدہ کا بیان ہے کہ کوئی شخص جب بیمار ہو جاتا یا سفر سے واپس ہوتا یا کوئی منت مانتا یا کسی نعمت کا شکرانہ ادا کرتا تو اونٹ چھوڑ دیتا جو تمام احکام میں بحیرہ[1] کی طرح ہوتا تھا۔

(۲) فراء کا قول ہے کہ جب ناقہ دس بچے دے چکتی جو سب کے سب مادہ ہوتے تو اسے چھوڑ دیا جاتا نہ اس پر سواری کی جاتی نہ اس کا دودھ دوہا جاتا اور نہ اس کی اُون کاٹی جاتی اور نہ بجز بچہ یا مہمان کے کوئی اس کا دودھ پیتا تھا۔

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سائبہ وہ ہے جو بتوں کے لئے لیجائی جاتی یعنی ان کے لئے چھوڑی جاتی تھی ایک شخص اپنے مال میں سے جو چاہتا چھوڑ دیتا اور اسے لیکر پجاریوں کے پاس جو ان کے بتوں کے خادم تھے آتا تھا اور وہ مسافروں کو اس کا دودھ پلاتے تھے۔

(۴) سائبہ وہ غلام ہے جو اس طرح پر آزاد کیا جاتا کہ نہ اس پر ولاء ہو گی نہ دیت اور نہ میراث۔"[2]

شیخ نور الحق محدث دہلوی، تیسیر القاری میں فرماتے ہیں :۔

"ابوعبیدہ گوید سائبہ از ہمہ انعام می باشد کہ نذر بتاں کردند می گذاشتند و بعضے گویند مخصوص بہ شتر است۔"[3]

صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے عمرو بن عامر خزاعی کو دیکھا کہ وہ اپنی آنتیں آگ میں کھینچ رہا ہے یہ پہلا شخص ہے جس نے سوائب (سانڈنیاں) کو چھوڑا ہے۔[4] سہؔ۔

سٰٓئِحٰتٍ : روزہ دار، سیاحۃ سے جس کے معنی زمین پر چلنے کے ہیں، اسمِ فاعل کا صیغہ جمع مؤنث، سائحۃ واحد اس اعتبار سے اس کے لغوی معنی زمین پر سیر و سیاحت کرنے والیوں کے ہیں لیکن سلف کی اکثریت نے اس کی تفسیر صائمات یعنی روزہ رکھنے والیوں سے کی ہے، حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں

[1] ملاحظہ ہو لفظ بحیرہ [2] تفسیر کبیر، ج ۳، ص ۴۵۷، ۴۵۸ [3] تیسیر القاری شرح صحیح البخاری، ج ۴، ص ۳۴۵ (طبع نولکشور)
[4] صحیح البخاری، ج ۲، ص ۶۶۵ (طبع مجتبائی دہلی)

صحابہ میں سے حضرت ابو ہریرہ، حضرت عائشہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم اور تابعین اہل تفسیر میں سے عکرمہ، مجاہد، سعید بن جبیر، عطاء، محمد بن کعب قرظی، ابو عبد الرحمن سلمی، ابو مالک، ابراہیم نخعی، حسن، قتادہ، ضحاک، ربیع بن انس اور سدی وغیرہم کا یہی قول نقل کیا ہے اور زید بن اسلم اور ان کے صاحبزادے عبدالرحمن نے اس کی تفسیر مہاجرات (ہجرت کرنے والیاں) سے کی ہے مگر پہلا قول اولیٰ ہے[1]۔

علامہ زمخشری، کشاف میں سورہ التحریم میں اس لفظ کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:-

صائم کو سائح کہا گیا کیونکہ اس کے پاس توشہ نہیں ہوتا اس لئے جب تک کھانے کو نہ ملے رکا رہتا ہے پس روزہ دار کو افطار کا وقت آجانے تک رک جانے میں اس سے تشبیہ دی گئی ہے" ۲۸/۱۹۔

سَائِحُونَ: بے تعلق رہنے والے، یہ شاہ عبدالقادر صاحب کا ترجمہ ہے فرماتے ہیں:-

"بے تعلق رہنا روزہ ہے یا ہجرت ہے یا دل نہ لگا دینا دنیا کے مزوں میں" (موضح القرآن)

سِیَاحَۃٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ سَائِحٌ واحد، علامہ خازن بغدادی لکھتے ہیں:-

"سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ صائم کا سائح اس لئے نام پڑا کہ سیاحت کرنے والا کھانا پینا، نکاح کرنا سب لذتوں کو ترک کر دیتا ہے اور زہری کا بیان ہے کہ جو شخص عابدانہ طریق پر زمین میں سیاحت کرتا ہے اس کے ساتھ توشہ نہیں رہتا اس لئے وہ کھانے سے رکا رہتا ہے اور اسی طرح روزہ دار بھی کھانے سے رک جاتا ہے اور بعض کا قول ہے کہ سیاحت اصل میں زمین پر برابر چلتے رہنے کا نام ہے جیسے کہ بہتا پانی ہوتا ہے اور روزہ دار بھی برابر طاعت کی بجا آوری اور امر ممنوع کے ترک میں مشغول رہتا ہے عطاء کہتے ہیں کہ "سائحون" سے مراد راہ خدا کے غازی اور مجاہد ہیں اور اس پر وہ حدیث دلالت کرتی ہے جو حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) مجھے سیاحت کی اجازت عطا فرمایئے، تو آپ نے ارشاد فرمایا میری امت کی سیاحت اللہ کی راہ میں جہاد ہے۔ بغوی نے اس روایت کو بغیر سند کے ذکر کیا ہے

[1] ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۹۰ (طبع مصر ۱۳۵۶ھ)

عکرمہ نے کہا ہے کہ "سائحون" سے طالب علم مراد ہیں کہ جو طلبِ علم میں ایک شہر سے دوسرے شہر میں پھرتے رہتے ہیں اور بعض کا قول ہے کہ کہ نفس کی درستگی اور اخلاق کی خوبی میں سیاحت کو بڑا دخل ہے کیونکہ ضرور ہے کہ سیاحت کرنے والے کو طرح طرح کی تکالیف اور مشقتوں سے سابقہ پڑے جن پر صبر کرنا اسے لابدی ہے، دورانِ سیاحت میں علماء و صلحاء سے ملاقات ہوگی اور ان سے استفادہ کر کے ان کی برکتوں کو لے کر واپس ہوگا نیز قدرتِ الٰہی کے آثار و عجائبات نظر پڑیں گے اور ان پر غور کریگا تو حق تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی عظمت قدرت کیطرف رہنمائی کریں گے۔" لہ

امام راغب مفردات القرآن میں تحریر کرتے ہیں:-

"بعض نے کہا ہے کہ روزہ کی دو قسمیں ہیں ایک حقیقی یعنی کھانے پینا اور جماع کو ترک کرنا دوسرے حکمی یعنی جوارح کان آنکھ، زبان وغیرہ کی معاصی سے حفاظت کرنا پس سائح وہ ہے جو پہلی قسم کا روزہ نہیں بلکہ یہ روزہ رکھے اور بعض کا قول ہے کہ "سائحون" وہ ہیں جو اس آیت کے مقتضیٰ کی تلاش میں رہتے ہیں أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَتَكُونَ لَهُمْ قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ بِهَا أَوْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا (کیا پھرے نہیں ملک میں جو ان کے دل ہوتے جن سے بوجھتے یا کان ہوتے جن سے سنتے۔")

حافظ ابنِ کثیر نے مفسرین سلف صحابہ و تابعین سے اس کی تفسیر میں روزہ داروں کے سے نقل کر کے لکھا ہے کہ اس بارے میں حدیث مرفوع بھی وارد ہوئی ہے، ابن جریر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سائحون روزہ دار ہیں مگر یہ موقوفاً صحیح ہے، نیز ابن جریر نے عبید بن عمیر سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سائحین کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا وہ روزہ رکھنے والے ہیں، ابن کثیر کہتے ہیں یہ مرسل جید ہے اور یہ معنی سب اقوال میں اصح اور زیادہ مشہور ہیں اور ایسی روایت بھی آئی ہے جو یہ بتاتی ہے کہ سیاحت سے مراد جہاد ہے، اس کے بعد لکھتے ہیں مگر سیاحت سے مراد وہ نہیں ہے جو بعض متعبدین سمجھ بیٹھے ہیں کہ بس محض زمین میں پھر لینا اور پہاڑ کی چوٹیوں اور کھوؤں اور جنگلوں میں تنہا بسر کرنا سیاحت ہے کیونکہ یہ چیز بجز اس زمانہ کے جب کہ

؎ لباب التاویل فی معانی التنزیل، ج ۲، ص ۲۶۹ (طبع مصر)

فتنوں کا زمانہ ہو اور مذہب پامال ہو رہا ہو اور کسی وقت مشروع نہیں ہے[1] پ ۱/۳ -

سَآئِغٌ: خوشگوار، رچتا پچتا، سَوْغٌ سے جس کے معنی آسانی کے ساتھ کھانے پینے کے حلق سے نیچے اتر جانے کے ہیں، اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر پ ۲۲/۱۴ - سَآئِغًا پ ۱۴/۱۵ -

سَآئِقٌ: ہانکنے والا، سَوْقٌ سے جس کے معنے ہانکنے کے ہیں، اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر، یہاں وہ فرشتہ مراد ہے جو حشر میں کھینچ کر لائے گا۔ پ ۲۶/۱۶ -

سَآئِلٌ: مانگنے والا، سوال کرنے والا، سُؤَالٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر، آیت شریفہ سَاَلَ سَآئِلٌ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ کی تفسیر میں ابن ابی حاتم نے ابن زید سے یہ روایت کی ہے کہ جہنم کی ایک وادی ہے جسے سائل کہا جاتا ہے[2]، حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ یہ قول ضعیف اور مراد سے دور ہے، صحیح پہلے ہی معنی ہیں کیونکہ سیاق اسی کو بتا رہا ہے[3] (ملاحظہ ہو اِسْئَلْ اور سُؤَالٌ) پ ۱۸/۳۶، پ ۷/۲۹، پ ۱۸/۲۰ -

سَآئِلِیْنَ: مانگنے والے، سوال کرنے والے، پوچھنے والے، سُؤَالٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر بحالت نصب و جر، پ ۶/۲، پ ۱۲/۱۳، پ ۱۶/۲۴ -

فصل الباء الموحدہ

سَبَا: ایک قوم کا نام ہے، ان کا وطن عرب میں تھا، یمن کی طرف (موضح القرآن) امام ابن جریر طبری حضرت فروہ بن مسیک غطیفی رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے سبا سے مطلع فرمائیے وہ کیا ہے؟ آیا وہ کوئی ملک ہے یا کوئی عورت ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ تو وہ کوئی ملک ہے اور نہ کوئی عورت بلکہ ایک شخص ہے جس کے دس اولادیں ہوئیں، چھ نے یمن کی سمت کو اختیار کیا اور چار نے شام کو، جو لوگ بجانب شام ہیں وہ لخم، جذام، عاملہ اور غسان ہیں اور جنھوں نے یمن کی سمت کو اختیار کیا وہ کندہ، اشعریین، ازد، مذحج، حمیر اور انمار ہیں، تب اس شخص نے دریافت کیا انمار کون ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ لوگ جن میں خثعم اور بجیلہ ہیں، امام ترمذی نے بھی اس حدیث کو اپنی جامع میں اس سے زیادہ بسط کے ساتھ روایت کیا ہے اور اس کو حسن غریب بتایا ہے[4]، زجاج کہتے ہیں کہ سبا وہ

---

[1] تفسیر ابن کثیر، ج ۲، ص ۳۹۲

[3] تفسیر ابن کثیر، ج ۴، ص ۴۱۴ (طبع مصر ۱۳۵۶ھ)

[2] الاتقان فی علوم القرآن از سیوطی، ص ۳۹۰ (طبع احمدی)

[4] ایضاً، ج ۳، ص ۵۳۱ (طبع مصر ۱۳۵۶ھ)

شہر ہے جو مارب کے نام سے مشہور ہے، یہ صنعاء سے تین شب کی مسافت پر ہے[1]۔ یاقوت حموی لکھتے ہیں کہ یہ سرزمین اس نام سے اس لئے موسوم ہوئی کہ یہی اولادِ سبا ابن یشجب بن یعرب بن قحطان کی سکونت گاہ تھی، یاقوت نے اس کا طول البلد ۶۳ درجہ اور عرض البلد ۱۷ درجہ بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ اقلیم اول میں ہے[2]۔ ابن درید نے کتاب الاشتقاق میں لکھا ہے کہ سبا ابن یشجب بن یعرب کا لقب ہے اس کا نام عبدِ شمس ہے، یہ لفظ یمن کے تمام قبائل کو جامع ہے[3]۔

مولانا سید سلیمان ندوی، ارض القرآن میں لکھتے ہیں:۔

"توراۃ میں شبا ایک جدِّ قبیلہ کا نام ہے، عرب روایت کے مطابق اس جدِ قبیلہ کا نام عمر یا عبدِ شمس اور لقب سبا تھا، محققینِ جدید بھی زیادہ تر اس کو لقب خیال کرتے ہیں، لغویینِ عرب کی رائے ہے کہ یہ "سبی" سے مشتق ہے جس کے معنی غلام بنانے کے ہیں، چونکہ عبدِ شمس بہت بڑا فاتح تھا اور اس نے بہت سے لوگوں کو گرفتار کرکے غلام بنایا اس لئے اس کا لقب سبا قرار دیا گیا، تحقیقِ جدید یہ ہے کہ "سبی" اور "سبا" اس معنی سے ماخوذ ہے جس کا مفہوم تجارت ہے کتبات میں عموماً سبا کا مادہ تجارتی سفر کے معنی میں مستعمل ہوا ہے، عربی زبان میں یہ اب تک شراب کی تجارت، اور خرید و فروخت اور اس کے سفر کے معنی میں مستعمل ہے، سبا چونکہ تاجر قوم تھی اس لئے اس لقب سے مشہور ہوئی"[4] ۲۷/۱۹ ، ۳۴/۲۸۔

سُبَاتًا: آرام، راحت، تکان کا دفع کرنا، اصل میں اس کے معنی راحت کے ہیں، اسی سے سَبَتَ یَسْبُتُ (نَصَرَ) بضمِ مضارع آتا ہے، آیتِ شریفہ وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا (اور بنایا نیند کو تمہاری تکان دفع کرنے کے لئے) میں ابن الاعرابی نے سُبات کو معنی قطع کرنے کے لیا ہے اور سبت کے معنی قطع کرنے کے ہیں، گویا جب سوگیا لوگوں سے منقطع ہوگیا۔ زجاج کہتے ہیں، سبات یہ ہے کہ حرکت سے منقطع ہوجائے اور روح بدن میں موجود ہو پس معنی یہ ہیں "ہم نے تمہاری نیند کو تمہارے لئے راحت بنایا"[5]۔

راغب لکھتے ہیں سبات بمعنی قطعِ عمل ہے، یہ رات کی اس صفت کی طرف اشارہ ہے جس کا آیت لِتَسْكُنُوا فِيهِ (تاکہ اس میں چین پکڑو) میں بیان ہے۔ ۳۰/۹، ۱/۳۔

---

[1] تاج العروس [2] معجم البلدان، ج ۵، ص ۲۴۴ (طبع مصر ۱۳۲۴ھ) [3] تاج العروس

[4] ارض القرآن ج ۱، ص ۲۳۶، ۲۳۷ (طبع معارف اعظم گڑھ ۱۳۴۳ھ) [5] تاج العروس

سَبَبٌ: رسی، سامان، ذریعہ، ابو عبیدہ کہتے ہیں ہر وہ رسی جو اوپر سے ڈالی جائے "سبب" ہے خالد بن جنبہ کا بیان ہے کہ جو مضبوط اور لمبی رسی ہو وہ "سبب" ہے اور جب تک اس کے ذریعہ اترا چڑھا نہ جائے سبب نہیں کہلاتی اور بعض کا قول ہے کہ اس وقت تک "سبب" سے موسوم نہیں ہوتی جب تک کہ وہ ایک طرف سے چھت یا اسی قسم کے کسی مقام میں لٹکی ہوئی نہ ہو۔[1] (ملاحظہ ہو اَسْبَاب) ۹/۱۵۔

سَبَبًا ۲/۱۶۔

سَبْتٌ: کام کاج سے قطع تعلق کر لینا، سنیچر کی تعظیم کرنا، سنیچر کا دن، یوم شنبہ، اول معنی کے اعتبار سے مصدر ہے اور دوسرے معنی کے اعتبار سے اسم ہے جس کی جمع اَسْبُتٌ اور سُبُوْتٌ آتی ہے، علامہ زمخشری نے پہلے معنی اختیار کئے ہیں اور علامہ ابو حیان اندلسی نے دوسرے، چنانچہ زمخشری کشاف میں لکھتے ہیں:۔

"سبت مصدر ہے سبتت الیھود کے معنی ہیں یہود نے شنبہ کے دن کی تعظیم کی"۔[2]

اور ابو حیان البحر المحیط میں فرماتے ہیں:۔

"السبت یوم معلوم (روزِ شنبہ) کا نام ہے اور یہ سَبْتٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنی قطع کرنے کے ہیں اور یا سبات سے ہے جس کے معنی آسائش و راحت کے ہیں اور ابو الفرج ابن الجوزی نے کہا ہے کہ یہ خطاب ہے، کلامِ عرب میں سَبَتَ بمعنی اِسْتَرَاحَ کے معروف نہیں

ابن جریج کا بیان ہے کہ "یوم السبت" اس لئے نام پڑا کہ وہ زمانہ کا ایک قطعہ (ٹکڑا) ہے"۔[3]

علامہ مرتضیٰ زبیدی لغوی تاج العروس شرح قاموس میں رقمطراز ہیں:۔

"السبت ہفتہ کا ایک مشہور دن ہے اور وہ ہفتہ کا ساتواں روز ہے[4] اور سَبْت اس کا اس لئے نام پڑا کہ اللہ تعالیٰ نے اس دن میں پیدائش کی ابتدا فرمائی اور زمین کی پیدائش کے ایک حصہ کو اسی دن میں قطع یعنی تمام کیا اور کہا جاتا ہے کہ بنی اسرائیل کو اس دن کام کاج کے قطع کرنے اور چھوڑ دینے کا حکم تھا اور محکم میں ہے کہ سبت اس لئے نام رکھا گیا کہ پیدائش کی ابتدا یکشنبہ کے دن سے ہوئی تھی جو جمعہ کے دن تک جاری رہی

---

[1] تاج العروس [2] تفسیر کشاف، ج ۱، ص ۷۳ (طبع مصر) [3] البحر المحیط، ج ۱، ص ۲۴۰ (طبع سعادة مصر ۱۳۲۸ھ)

[4] اردو میں اسی لئے اسے ہفتہ کہا جاتا ہے۔

اور شنبہ کو کسی چیز کی پیدائش عمل میں نہیں آئی، اہلِ لغت نے کہا ہے لہٰذا یوم السبت ھسبتہ ہوا یعنی تمام شدہ بایں طور کہ اس دن میں عمل منقطع ہو گیا۔" [1]

علامہ موصوف نے سبت کی وجہ تسمیہ کے سلسلہ میں تین توجیہیں ذکر فرمائی ہیں جن میں پہلی تو یقیناً پوچ ہے کیونکہ اولاً تو اس میں اختلاف ہے کہ ہفتہ کے دن کسی چیز کی پیدائش عمل میں بھی آئی یا نہیں اور بر تقدیر صحت ہفتہ ہی کو سبت سے موسوم کرنا کیا معنی جب کہ بقیہ چھ دنوں میں سے ہر ایک دن میں کسی نہ کسی شے کی تخلیق تکمیل کو پہنچی ہے البتہ دوسری توجیہ قابلِ قبول ہے لیکن اصل میں سبت کی وجہ تسمیہ وہی ہے جو علامہ موصوف نے امام اللغۃ ابنِ سیدہ کی کتاب المحکم سے نقل کی ہے، ائمہ لغت کی تصریحات اسی کی تائید میں ہیں، ابو عبیدہ کہتے ہیں :-

انما سمی سبتا لانہ سبت اسلئے نام رکھا گیا کہ سبت فیہ خلق کل اس میں ہر شے کی پیدائش شیئی وعملہ [2] کا کام قطع ہو چکا۔

امام راغب مفردات میں لکھتے ہیں :-

"حق تعالیٰ نے زمین و آسمان کی پیدائش کی ابتدا یوم الاحد یعنی یک شنبہ کے دن سے فرمائی جیسا کہ ارشاد ہے چھ دن میں ان کو خلق فرما کر ہفتہ کو اپنا کام ختم فرما دیا لہٰذا اس دن کا نام "یوم السبت" پڑ گیا۔"

جوہری کا بیان ہے :-

وسمی یوم السبت چونکہ دن اس پر ختم ہو جاتے ہیں لانقطاع الایام اس لئے اس کا نام "یوم السبت" عندہ [3] قرار دیا گیا۔

غرض آفرینش عالم کی ابتدا چونکہ اتوار کے دن سے عمل میں آتی ہے اس لئے وہ عالم کا پہلا دن یعنی یوم الاحد قرار پایا اور ہفتہ کے دن چونکہ پیدائش کا کام منقطع ہو گیا اس لئے انقطاع کے دن یعنی یوم السبت سے موسوم ہوا، یہود و نصاریٰ دونوں فرقوں نے اپنی اپنی سمجھ کے مطابق ہفتہ کے ایک دن کو عید قرار دیا، یہود نے سنیچر کو پسند کیا اور نصاریٰ نے اتوار کو اور حق تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے یوم جمعہ کو مشروع فرمایا، صحیحین میں حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم پچھلے ہیں قیامت کے اگلے بس کتاب ان یہود و نصاریٰ کو پہلے مل گئی اور یہ یعنی جمعہ ان کا دن ہے جو ان پر مقرر

[1] تاج العروس من جواہر القاموس ج ۱، ص ۵۷۴ (طبع خیریہ مصر ۱۳۰۶ھ، مادہ سبت) [2] تاج العروس [3] ایضاً

گیا گیا تھا تو انہوں نے اس میں اختلاف کیا اور اللہ نے ہمیں اس کی طرف رہنمائی فرمائی، اب لوگ اس میں ہمارے پیچھے ہیں، یہود کل اور نصاریٰ پرسوں، اور صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ سے اللہ نے اگلوں کو بے خبر رکھا، یہودیوں کے لئے تو سنیچر ہوا اور نصرانیوں کیلئے اتوار اور اللہ ہمیں لایا تو ہمیں جمعہ کے دن کی ہدایت فرمائی اور جمعہ، سنیچر اور اتوار مقرر ہوئے اور اسی طرح وہ لوگ قیامت کے دن ہمارے پیچھے ہوں گے ہم دنیا والوں میں اخیر ہیں اور قیامت کے دن اول کہ خلائق سے پہلے ہمارا ہی فیصلہ ہوگا [۲]

امام رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:۔

"اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ آیا عقل میں کوئی ایسی وجہ ہے جو یہ بتلاتی ہو کہ جمعہ کا دن ہفتہ کے دن سے افضل ہے کیونکہ اہلِ ملل اس پر متفق ہیں کہ حق تعالیٰ نے چھ روز میں عالم کی تخلیق فرمائی یکشنبہ سے پیدائش و آفرینش کی ابتداء فرمائی اور جمعہ کے دن میں تکمیل ہوگئی، سنیچر کا دن فراغت کا دن ہوا، یہود تو یہ کہتے ہیں کہ ہم ترکِ اعمال میں اپنے پروردگار کی موافقت کرتے ہیں، بدیں وجہ انہوں نے سبت کو معین کیا ہے اور نصاریٰ یہ کہتے ہیں کہ خلق و تکوین کی ابتداء تو ایک شنبہ سے ہوئی ہے اس لئے ہم اس دن کو عید قرار دیتے ہیں لہٰذا یہ دونوں وجہیں تو معقول ہیں، پھر جمعہ کو ہمارے لئے عید مقرر کرنے کی کیا وجہ ہے؟ تو ہم کہیں گے کہ جمعہ کا دن کامل ہونے اور تمام ہونے کا دن ہے اور تمام و کمال کا حاصل ہونا فرحِ کامل اور سرورِ عظیم کا موجب ہے لہٰذا اس بنا پر جمعہ کے دن کو عید قرار دینا اولیٰ ہے، واللہ اعلم" [۳]

واضح رہے کہ اس امر میں علماء کا اختلاف ہے کہ آفرینشِ عالم کی ابتداء کس دن میں عمل میں آئی بعض شنبہ بتاتے ہیں اور بعض یکشنبہ، اور اسکی وجہ اختلافِ روایات ہے، حافظ ابنِ کثیر، البدایہ والنہایہ میں فرماتے ہیں:۔

"ابنِ جریر نے اولِ ایام کے بارے میں تین اقوال نقل کئے ہیں اور محمد بن اسحاق سے ان کا بیان روایت کیا ہے کہ اہلِ توراۃ کہتے ہیں اللہ

---

[۱] صحیح بخاری، ج ۱، ص ۱۲۰ (طبع مصطفائی ۱۳۰۷ھ) صحیح مسلم ج ۲، ص ۱۴۳ (طبع مصر ۱۳۳۶ھ) [۲] صحیح بخاری ج ۱، ص ۱۴۶ (طبع مصر ۱۳۲۷ھ) [۳] تفسیر کبیر، ج ۵، ص ۳۶۳۔

نے آفرینش کی ابتدا یکشنبہ کو دیا نئی اور اہلِ انجیل کہتے ہیں
دوشنبہ کو اللہ نے تخلیق شروع کی اور ہم مسلمان جیسا کہ ہم کو
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہنچا ہے یوں کہتے ہیں
کہ اللہ نے شنبہ کو پیدائش کا آغاز فرمایا۔

اور یہ قول جس کی ابنِ اسحٰق نے مسلمانوں سے
حکایت کی ہے فقہاءِ شافعیہ وغیرہم کی ایک جماعت
اسی طرف مائل ہے اور ابھی اس بارے میں ابوہریرہ
(رضی اللہ عنہ) کی حدیث خلق اللہ التربۃ یوم
السبت (اللہ نے مٹی کو شنبہ کے دن پیدا فرمایا)
آنے والی ہے۔

اور یکشنبہ کے قول کو ابنِ جریر نے بروایتِ
سدی، ابو مالک (رضی اللہ عنہ) اور بروایتِ
ابی صالح، ابنِ عباس (رضی اللہ عنہما) سے اور بروایت
مرہ، ابنِ مسعود (رضی اللہ عنہ) اور صحابہ کی ایک جماعت
نیز عبد اللہ بن سلام (رضی اللہ عنہ) سے بھی روایت
کیا ہے اور اسی کو ابنِ جریر نے اختیار کیا ہے
اور یہی توراۃ کی تصریح ہے اور اسی کی طرف فقہاء کا
دوسرا گروہ مائل ہے اور یہی لفظِ احد سے زیادہ
مشابہ ہے اور اسی بنا پر چھ دن میں پیدائش کی تکمیل
ہوئی اور جمعہ ان کا آخری دن تھا اور مسلمانوں نے
ہفتہ میں اسے اپنے لئے عید قرار دیا۔[1]"

حدیثِ مذکور جس کی طرف حافظ ابن کثیر نے اشارہ
کیا ہے، مسندِ احمد بن حنبل، صحیح مسلم اور نسائی میں
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اللہ نے
مٹی کو شنبہ کے دن پیدا فرمایا اور پہاڑوں کو یکشنبہ کے
دن اور درختوں کو دوشنبہ کے دن اور مکروہ یعنی ناپسند
امور کو سہ شنبہ کے دن اور نور کو چہار شنبہ کے دن خلق فرمایا
اور پنجشنبہ کے دن جانوروں کو منتشر فرمایا اور روزِ جمعہ
بعد عصر حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا جو آخری مخلوق
ہیں اور جمعہ کی آخری ساعت میں عصر سے لیکر رات
کے درمیان ان کی تخلیق عمل میں لائی گئی ہے
یہ روایت ان تینوں کتابوں میں بروایت ابن جریج
باین اسناد مروی ہے ابن جریج اخبرنی
اسماعیل بن امیۃ عن ایوب بن خالد
عن عبد اللہ بن رافع مولی ام سلمۃ عن ابی ہریرۃ
نیز امام نسائی نے تفسیر میں بروایت ابن جریج عن عطاء
بن ابی رباح عن ابی ہریرہ روایت کیا ہے[2]۔ حافظ
ابن کثیر اس روایت کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:۔
"ابن جریج پر اس حدیث میں اختلاف ہے،"

[1] البدایہ والنہایہ، ج ۱، ص ۱۵ (طبع مصر مطبع کردستان العلمیۃ ۱۳۴۸ھ)
[2] ایضاً ج ۱، ص ۱۷

علی بن المدینی، بخاری اور بیہقی وغیرہ حفاظ نے اس حدیث میں کلام کیا ہے، البخاری نے تاریخ میں کہا ہے کہ "بعض نے اس کو کعب سے بیان کیا ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے" یعنی یہ حدیث ان روایتوں میں سے ہے جس کو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کعب سے سنا اور ان سے لیا ہے کیونکہ وہ دونوں حدیث کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ رہتے اور اٹھتے بیٹھتے تھے، پس وہ انہیں اپنے صحیفوں سے بتاتے اور وہ انہیں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وہ باتیں نقل کرتے جو اس کی تصدیق میں ہوتیں، پس یہ حدیث وہ ہے جس کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کعب سے ان کے صحیفوں سے لی ہے پھر کسی راوی کو وہم ہوا اور اس نے اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع کر دیا اور یہ کہہ کر کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ" اس کے رفع کی اور تاکید کر دی۔

نیز اس کے متن میں سخت غرابت ہے منجملہ اس کے یہ کہ اس میں آسمانوں کے پیدا کرنے کا ذکر تک نہیں اور زمین اور زمین میں جو کچھ ہے سات روز میں اس کے پیدا ہونے کو بیان کیا ہے، اور یہ قرآن مجید کے خلاف ہے کیونکہ زمین چار دن میں پیدا ہوئی ہے پھر دو دن میں آسمانوں کو دھوئیں سے پیدا کیا گیا"۔ ؎

اور دوسرے قول یعنی یکشنبہ کو آغاز آفرینش ہونے کے بارے میں وہ حدیث ہے جو مستدرک حاکم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر آسمانوں اور زمین کی پیدائش کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ نے زمین کو یکشنبہ اور دوشنبہ کے دن پیدا فرمایا اور پہاڑوں کو نیز ان منافع کو جو پہاڑوں میں ہیں سہ شنبہ کے روز بنایا اور درخت، پانی، شہر، آبادی اور ویرانہ کی چہار شنبہ کے روز تخلیق فرمائی، یہ چار روز ہوئے، ارشاد عزوجل ہے قُلْ أَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُونَ بِالَّذِي خَلَقَ الْأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُونَ لَهُ أَنْدَادًا ذَٰلِكَ رَبُّ الْعَالَمِينَ ۝ وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبَارَكَ فِيهَا وَقَدَّرَ فِيهَا أَقْوَاتَهَا فِي أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ سَوَاءً لِلسَّائِلِينَ ۝ (تو کہہ کیا تم منکر ہو اس سے جس نے بنائی زمین دو دن میں اور برابر کرتے ہو اس کے ساتھ اوروں کو وہ رب ہے

؎ ملاحظہ ہو البدایہ والنہایہ، ج ۱، ص ۱۷

جہان کا اور رکھے اس میں بھاری پہاڑ اوپر سے اور برکت رکھی اس کے اندر اور ٹھہرائیں اس میں خوراکیں اس کی چار دن میں، پورا ہوا پوچھنے والوں کو) اور پنجشنبہ کے دن آسمان پیدا کیا اور جمعہ کے دن ستارے، آفتاب وماہتاب اور فرشتے پیدا فرمائے، اب تین ساعتیں جمعہ کی باقی رہی تھیں کہ ان تین ساعتوں میں سے پہلی ساعت میں اجلیں پیدا فرمائیں کہ وقت پر مرتا ہے جسے موت آئی اور دوسری ساعت میں ہر اس شے پر کہ جس سے لوگ منتفع ہوتے ہیں، آفت ڈالی اور تیسری میں حضرتِ آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا کہ انہیں جنت میں بسایا اور ابلیس کو انہیں سجدہ کرنے کا حکم دیا اور آخری ساعت میں وہاں سے ان کا اخراج کر دیا، یہود نے کہا پھر کیا ہوا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے فرمایا پھر وہ عرش پر قائم ہوا، بولے اگر پوری بات کہتے تو ٹھیک تھا، کہنے لگے پھر آپ نے آرام لیا، اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت غصہ آیا اور یہ آیت نازل ہوئی وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ۝ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ (اور ہم نے بنائے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے چھ دن میں اور ہم کو نہ ہوا کچھ تکان، سو تو سہتا رہ جو کچھ وہ کہتے ہیں)۔

حاکم نے لکھا ہے :۔

هٰذا صحيح الاسناد ولم يخرجاه[1] — یہ حدیث صحیح الاسناد ہے مگر بخاری ومسلم نے اس کو روایت نہیں کیا۔

مگر حاکم کی تصحیح میں اہلِ فن کو کلام ہے۔ حافظ ابنِ کثیر فرماتے ہیں اس حدیث میں غرابت ہے[2]، اس حدیث کا ایک راوی ابوسعید بقال ہے، اس کے متعلق حافظ ذہبی تلخیص المستدرک میں ابنِ معین سے جو فنِ جرح وتعدیل کے امام ہیں ناقل ہیں کہ لا یکتب حدیثہ[3] (اس کی حدیث نہ لکھی جائے)۔

غرض آفرینشِ عالم کے متعلق دنوں کی ترتیب وتعیین میں تو کوئی صحیح حدیث موجود نہیں البتہ سلف صحابہ وتابعین کی اکثریت اسی پر ہے کہ ابتدائے آفرینش

---

[1] مستدرک حاکم، ج ۲، ص ۵۴۳ (طبع دائرۃ المعارف) واضح رہے کہ اس حدیث کو حاکم کے علاوہ ابنِ جریر نے اپنی تفسیر میں اور نحاس نے ناسخ ومنسوخ میں اور ابوالشیخ نے کتاب العظمۃ اور ابنِ مردویہ نے اپنی تفسیر میں نیز بیہقی نے کتاب الاسماء والصفات میں روایت کیا ہے (ملاحظہ ہو الدر المنثور فی تفسیر الماثور، از سیوطی، ج ۵، ص ۱۳۶)۔

[2] تفسیر ابنِ کثیر، ج ۴، ص ۹۴

[3] تلخیص المستدرک، ج ۲، ص ۵۴۳

یکشنبہ کے دن سے عمل میں آئی بلکہ امام جریر طبری نے تو اس پر سلف کا اجماع نقل کیا ہے[1]۔

پ ۱/۸، پ ۵/۱۴، پ ۶/۲، پ ۹/۱۱، پ ۱۴/۲۲۔

سَبْتِهِمْ: ان کا شنبہ منانا، ان کا سنیچر منانا، ان کا کام چھوڑ دینا، سبت مضاف ھم ضمیر جمع مذکر غائب، مضاف الیہ، یہود سنیچر کے دن کام چھوڑ دیتے اور اس دن کی تعظیم کرتے ہیں۔ پ ۹/۱۱۔

سَبَّحَ: اس نے پاکی بیان کی، تَسْبِیْحٌ سے جس کے معنی سُبْحَانَ اللّٰہ کہنے اور اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنے کے ہیں، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، امام راغب لکھتے ہیں:

"سب چیزیں حق تعالیٰ شانہ کی تسبیح کرتی ہیں بعض کا سجدہ تسخیری ہوتا ہے اور بعض کا اختیاری۔ آسمان، زمین اور رینگنے والے جانوروں کے متعلق اس بارے میں تو کوئی اختلاف نہیں کہ وہ بالتسخیر تسبیح گذار ہیں کیونکہ ان کے احوال اللہ تعالیٰ کی حکمتِ کاملہ پر دال ہیں البتہ اس میں اختلاف ہے کہ آسمان و زمین آیا اپنے اختیار سے بھی اللہ کی پاکی بولتے ہیں اور آیت اسی کی مقتضی ہے۔"

علامہ لغوی سید محمد مرتضیٰ زبیدی، تاج العروس شرح قاموس رقمطراز ہیں:۔

"اور کبھی تسبیح بول کر اس سے نماز اور ذکر اور تحمید اور تمجید مراد لی جاتی ہے اور نمازِ تسبیح سے اس لئے موسوم ہوئی کہ تسبیح کے معنی اللہ کی تعظیم کرنے اور ہر برائی سے اس کی تنزیہ یعنی پاکی بیان کرنے کے ہیں اور ارشادِ الٰہی فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ (سو پاک اللہ کی یاد کرو جب شام کرو اور جب صبح کرو) کی اسی معنی پر تفسیر کی گئی ہے کہ ان دونوں وقتوں میں اللہ ان کو نماز کا حکم فرماتا ہے اور فراء نے کہا ہے کہ حِيْنَ تُمْسُوْنَ نمازِ مغرب و عشاء اور حِيْنَ تُصْبِحُوْنَ نمازِ فجر اور عَشِيًّا نمازِ عصر اور حِيْنَ تُظْهِرُوْنَ نمازِ اولیٰ یعنی ظہر ہے اور ارشاد ہے وَسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ یعنی نماز پڑھ شام اور صبح" (ملاحظہ ہو تَسْبِیْحَۃً) پ ۲۷/۱۷، پ ۲۸/۴/۹۔

فَسَبِّحْ: تو تسبیح کر، تو پاکی بیان کر، تو عبادت کر، تَسْبِیْحٌ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر، پ ۱۴/۶، پ ۱۶/۱۲، پ ۱۶/۷، پ ۱۹/۳، پ ۲۴/۱۱، پ ۲۶/۱۷، پ ۲۷/۴، ۱۵، ۱۶، پ ۲۹/۶، پ ۳۰/۱۲، ۳۵

---

[1] تاریخ طبری، ج ۱ ص ۲۳ (طبع مصر)

سَبْحًا: مشغول ہونا، تیزی سے تیرنا، یہ سَبَحَ یَسْبَحُ کا مصدر ہے، امام راغب فرماتے ہیں:۔
"سَبْحٌ کے معنی پانی اور ہوا میں تیز گزرنے کے ہیں، بولا جاتا ہے سَبَحَ، سَبْحًا وسَبَاحَۃً اور حسب ذیل معانی میں بطور استعارہ استعمال ہوا ہے:
(۱) آسمان میں ستاروں کی گردش کے لئے جیسے وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ (اور ہر کوئی ایک چکر میں پھرتے ہیں۔ (۲) گھوڑے کے دوڑنے کے لئے جیسے وَالسَّابِحَاتِ سَبْحًا (اور قسم ہے پیرنے والے گھوڑوں کی تیزی سے) (۳) کام میں جلد لگ جانے کے لئے جیسے إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا (البتہ تجھ کو دن میں جلد شغل رہتا ہے لمبا)"
علامہ محمود آلوسی آیت إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا کی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔
"کہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کے معنی ہیں" دن کو اپنے سونے اور حوائج میں مصروف ہونے کیلئے فراغت اور گنجائش ہے" اور بعض نے کہا ہے کہ "اگر رات میں کچھ چھوٹ جائے تو تمہیں دن میں فراغت ہے تم اس کی تلافی کر سکتے ہو"۔ پس سبح یعنی فراغ ہے اور لغت میں یہ اس معنی میں مستعمل ہے لیکن پہلے معنی (یعنی کام میں جلدی مشغول ہو جانا) عرب کے محاورہ سبح فی الماء کے زیادہ موافق اور موقع کے زیادہ مناسب ہیں[1]" ۲۹/۱۲ ۳/۳۔

سُبْحٰنَ: پاک ہے، امام سیوطی الاتقان میں رقمطراز ہیں:۔
"سبحان مصدر ہے بمعنی تسبیح (یعنی پاکی بیان کرنے کے)، نصب نیز مفرد کی طرف اضافت اس کو لازم ہیں خواہ مفرد اسم ظاہر ہو جیسے سُبْحٰنَ اللّٰهِ (اللہ پاک ہے) اور سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى (پاک ذات ہے جو لے گیا) یا اسم ضمیر سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ (اس کے لائق نہیں ہے کہ اس کے اولاد ہو) اور سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَا (پاک ہے تو ہم کو معلوم نہیں) اور یہ ان مصادر میں سے ہے جن کے فعل کو مردہ کر دیا گیا ہے (یعنی کبھی استعمال نہیں کیا گیا) اور کرمانی کی عجائب میں ہے کہ "یہ غریب (یعنی اوپری سی بات) ہے جو مفضل نے بیان کی ہے کہ سبحان سَبَحَ کا مصدر ہے جب کہ دعا اور ذکر کے لئے

[1] روح المعانی، ج ۲۹، ص ۱۰۵ (طبع منیریہ مصر)

اپنی آواز بلند کرے اور یہ شعر پیش کیا ہے ؎

قبح الالٰہ وجوہ تغلب کلما
سبح الحجیج وکبروا اھلالا

(اللہ تغلب کے مونہوں کو بگاڑے جب بھی حاجی زور سے دعا مانگیں اور چلا کر تکبیر کہیں)

ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سبحان اللہ کے معنی ہیں اللہ کی ذات کی ہر برائی سے پاکی بیان کرنا"۔ لہ

علامہ مجدالدین فیروز آبادی نے قاموس میں سبحان کو معرفہ لکھا ہے یعنی وہ اس کی تسبیح کا علمِ جنس بناتے ہیں جیسے بُرَّۃٌ (ایک گیہوں) بُرٌّ (گندم) کا علمِ جنس ہے اور اسی طرح دوسرے اعلامِ اجناس کہ جو معانی کے لئے وضع کئے گئے ہیں اور صاحبِ قاموس نے جو اس کا علم ہونا بیان کیا ہے یہی مختار جاحیز، قاضی بیضاوی، زمخشری، دمامینی اور بہت سے علماء بھی اسی کے مُقِر ہیں، زجاج نے سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی کی تفسیر میں کہا ہے کہ یہ مصدر ہونے کی بنا پر منصوب ہے یعنی مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے اور اس کا نصب ایک پوشیدہ فعل کی بنا پر ہے جس کا اظہار متروک ہے

اصل یوں ہے اُسَبِّحُ اللّٰہَ سُبْحٰنَہٗ تَسْبِیْحًا (میں اللہ کی تسبیح کرتا ہوں) شیخ محمد فاسی لکھتے ہیں کہ جب سبحان فعل کا قائم مقام ہو کر تنزیہ بلیغ یعنی ان برائیوں سے جن کو مشرکین حق تعالےٰ شانہ کی طرف منسوب کرتے ہیں، پاک ہونے کو بتانے لگا، نضر بن شمیل کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا ایک شخص نے مجھ سے سبحان اللہ کی تفسیر بیان کی اس نے کہا کہ کیا تم محاورہ الفرس یسبح فی عنقہ (گھوڑا اپنی تیزی میں دوڑ رہا ہے) پر غور نہیں کرتے کہنے لگا سبحان اللہ کے معنی ہیں اللہ کی طرف لپکنا اور اس کی اطاعت میں چست رہنا۔

یہ واضح رہے کہ امام سیوطی نے جو یہ کہا ہے کہ سبحان کے فعل کو مردہ کر دیا گیا ہے اور مفصل نے جو اس سے فعل کے آنے کا ذکر کیا ہے تو تعجب کے ساتھ اسے کرمانی کی عجائب سے نقل کیا ہے اور اسی طرح ابن یعیش وغیرہ شارحینِ مفصل نے بھی لکھا ہے سو لائقِ اعتبار نہیں کیونکہ اس کا فعل مشہور ہے اور اربابِ افعال اور دیگر علماء اس کو لائے ہیں ان کا بیان ہے کہ یہ سَبَحَ مخفف سے ہے جیسے کہ شکر شکراناً ہے اور ایک جماعت نے اس کو بھی جائز

لہ الاتقان فی علوم القرآن، ج ۱، ص ۱۶۳ (طبع مصر ۱۳۴۳ھ)

رکھا ہے کہ اس کا فعل مُسَبَّحٌ ہو مشدّد، مگر تصریح ضرور کرتے ہیں کہ یہ بعید از قیاس ہے کیونکہ اس کی کوئی نظیر نہیں، برخلاف اول کے کہ اس کی نظیریں بہت سی ہیں اگرچہ وہ بھی غیر مقیس ہے یعنی قاعدہ کے مطابق نہیں ہے۔[1] پ۱۳/۶، پ۱۵/۱،۱۰،۱۲، پ۱۷/۲، پ۱۸/۵، پ۱۹/۱۶، پ۲۰/۱۰، پ۲۱/۵، پ۲۳/۲،۴،۹، پ۲۵/۷،۱۳، پ۲۷/۴، پ۲۸/۶، پ۲۹/۳۔

سُبْحٰنَكَ: تو پاک ہے، سبحان مضاف، کَ ضمیر واحد مذکر حاضر، مضاف الیہ، پ۱/۴، پ۴/۱۱، پ۷/۶، پ۹/۱۴، پ۱۱/۶، پ۱۷/۶، پ۱۸/۸،۱۷، پ۲۲/۱۱۔

سُبْحٰنَهٗ: وہ پاک ہے، سبحان مضاف، ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب، مضاف الیہ، پ۱/۱۴، پ۶/۷، پ۷/۱۸، پ۱۰/۱۱، پ۱۱/۷،۲، پ۱۴/۷،۱۳، پ۱۵/۵، پ۱۶/۵، پ۱۷/۲، پ۲۱/۷، پ۲۳/۱۵، پ۲۴/۴۔

سَبَّحُوْا: انہوں نے تسبیح کی، انہوں نے پاکی بیان کی، تَسْبِیْحٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب، (ملاحظہ ہو تَسْبِیْحَۃً اور سَبَّحَ) پ۲۱/۱۵۔

سَبِّحُوْا: تم تسبیح پڑھو، تم پاکی بیان کرو، تم عبادت کرو، تَسْبِیْحٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، پ۱۶/۴۔

سَبِّحُوْهُ: اس کی پاکی بولتے رہو، اس کی یاد کرتے رہو، اس میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ہے، پ۲۲/۳۔

سَبِّحْهُ: تو اس کی تسبیح کر، اس کی پاکی بول، اس میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ہے۔ (ملاحظہ ہو سَبِّحْ) پ۲۶/۱۷، پ۲۷/۴، پ۲۹/۲۰۔

سَبُعٌ: درندہ، اَسْبُعٌ اور سِبَاعٌ جمع، امام راغب نے مفردات میں لکھا ہے:۔

"درندہ کو سَبُعٌ اس لئے کہا گیا کہ اس کی قوت پوری ہوتی ہے اور سَبْعٌ بھی اعدادِ تامّہ میں سے ہے۔" پ۶/۵۔

سَبْعَ: سات، ہفت، اسم عدد ہے، مؤنث کے لئے آتا ہے، پ۱/۳، پ۳/۴، پ۱۴/۱۶، پ۱۵/۵، پ[illegible]/۱۰،۱۵، پ۲۴/۱۶، پ۲۵/۱۸، پ۲۹/۱،۵،۹، سَبْعًا پ۲۸/۶، پ۳۰/۱۔

سَبْعُوْنَ: ستر، اسم عدد ہے، بحالتِ رفع سبعون ہوگا، پ۲۹/۵۔

سَبْعَةٌ: سات، ہفت، اسم عدد ہے جو مذکر کے لئے آتا ہے، پ۲/۸، پ۱۴/۳، پ۱۵/۱۵، پ۲۱/۱۲۔

سَبْعِیْنَ: ستر، اسم عدد ہے، بحالت نصب و جر، سَبْعِیْنَ ہوگا۔ پ۹/۹، پ۱۰/۱۶۔

سَبَقَ: وہ پہلے ہو چکا، وہ پہلے گزر چکا، اس نے

[1] اس بحث کے تمام حوالوں کے لئے ملاحظہ ہو، تاج العروس شرح قاموس۔

سبقت کی، سَبَقَ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، مِنَ اللّٰهِ سَبَقَ کا مطلب ہے اللہ کی طرف سے پہلے سے ٹھہر چکا اور ہو چکا، ۹/۱۶ (ملاحظہ ہو تَسْبِقُ) ۱۵/۵، ۱۲/۴، ۱۶/۴، ۱۹/۲۔

سَبْقًا: آگے ہونا، پہلے ہونا، مقدم ہونا، سَبَقَ یَسْبِقُ کا مصدر ہے، ۳۰/۳۔

سَبَقَتْ: پہلے سے ہو چکی، پہلے سے ٹھہر چکی، سَبَقَ سے ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب، ۱۱/۷، ۱۲/۲۰، ۱۶/۱۲، ۱۷/۷، ۲۱/۹، ۲۳/۲۰، ۲۵/۳۔

سَبَقَكُمْ: اس نے تم سے پہلے کیا، اس نے تم سے سبقت کی، سَبَقَ اس میں کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر ہے (ملاحظہ ہو سَبَقَ) ۸/۱۷، ۲۰/۱۵۔

سَبَقُوْا: انہوں نے سبقت کی، وہ آگے نکل گئے، سَبَقَ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب، ۸/۴۔

سَبَقُوْنَا: وہ ہم سے پہلے دوڑے، انہوں نے ہم سے سبقت کی، وہ ہم سے آگے ہو گئے، اس میں نا ضمیر جمع متکلم ہے، ۲۶/۲، ۲۸/۴۔

سُبُلَ: راہیں، راستے، سَبِیْلٌ کی جمع، ۷/۲، ۸/۶، ۱۳/۱۵۔

سُبُلَنَا: ہماری راہیں، ہمارے راستے، سُبُلَ مضاف، نا جمع متکلم مضاف الیہ، ۱۳/۱۴، ۲۱/۲۔

سُبُلًا ۱۴/۸، ۱۶/۱۱، ۱۷/۳، ۲۵/۷، ۲۹/۹۔

سَبِیْل: راستہ، راہ، "سبیل" اصل میں اس راہ کو کہتے ہیں جو واضح ہو اور اس میں سہولت ہو، امام راغب لکھتے ہیں:-

"سَبِیْلٌ کا استعمال ہر اس شے کیلئے ہوتا ہے جس کے ذریعہ کسی شے تک پہنچا جا سکے خواہ وہ شے شر ہو یا خیر، نیز واضح راستہ بھی اس سے مراد لیا جاتا ہے یہ لفظ مذکر بھی استعمال ہوتا ہے اور مؤنث بھی، ابن الاثیر نے کہا ہے کہ اس کی تانیث زیادہ غالب ہے[1] اس کی تذکیر کا شاہد ارشادِ الٰہی وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ہے (کہ اس میں سبیل کے لئے مذکر کی ضمیر لائی گئی ہے) اور تانیث کا شاہد قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣعَلٰي بَصِيْرَةٍ ہے (کہ ھٰذہ کے ذریعہ اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو مؤنث کے لئے استعمال ہوتا ہے)

آیت شریفہ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ (اور ان کو روکتے رہتے ہیں راہ سے) میں "سبیل" سے راہِ حق مراد ہے کیونکہ اسم جنس کا جب مطلق ہو کر استعمال ہو تو وہ

[1] النہایہ فی غریب الحدیث والاثر، ج ۲، ص ۱۵۶ (طبع خیریہ مصر)

اس کے ساتھ مخصوص ہوگا جو حق ہو اور ایسے ہی ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ (پھر راہ آسان کر دی اس کو) سے آیت کریمہ وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ (اور اللہ تک پہنچتی ہے سیدھی راہ اور بعضی راہ کج بھی ہے) میں سبیل سے کوئی ایک معین راستہ مراد نہیں کہ جو کچھ بھی ہو بلکہ یہاں یہ اسم جنس ہے سبیل

۱/۱۳، ۲/۶،۱۰، ۳/۱۶، ۵/۳،۴،۹،۱۱،۱۴، ۶/۷،۱۳،۱۴، ۷/۱۳، ۹/۷، ۱۰/۱،۱۸، ۱۱/۱۳، ۱۳/۱۱، ۱۴/۵،۷،۲۱، ۱۵/۳، ۱۸/۱۷، ۱۹/۱۷، ۲۰/۶،۱۵،۱۶، ۲۱/۷،۱۱،۱۷، ۲۴/۷،۹،۱۰، ۲۵/۵،۶،۲، ۲۸/۴،۷، ۲۹/۱۹، ۳۰/۵ ۔

سَبِیْلاً ۴/۱۴۱، ۵/۳،۵،۹،۱۱،۱۷،۱۸، ۶/۱، ۹/۷،۸، ۱۵/۳،۵،۸،۹،۱۲، ۱۸/۱۶، ۱۹/۱،۲،۳، ۲۲/۵، ۲۹/۱۳،۲۰ ۔

سَبِیْلِ اللّٰهِ: راہِ خدا، اللہ کی راہ، سَبِیْل مضاف اللّٰہ مضاف الیہ، حافظ ابو السعادات ابن الاثیر الجزری لکھتے ہیں :۔

"سبیل اللہ لفظ عام ہے جو ہر اس خالص عمل کیلئے آتا ہے جس کی بدولت حق کے تقرب کے راستہ پر فرائض نوافل اور انواع عبادات کی ادائگی کے ذریعہ گامزن ہوا جائے اور جب یہ مطلق استعمال ہو تو بیشتر جہاد کے معنی میں آتا ہے حتّٰی کہ کثرتِ استعمال کی بنا پر ایسا ہو گیا کہ گویا اسی معنی میں منحصر ہو"[1]

۲/۳،۸،۱۱،۱۶، ۳/۴،۵،۱۰، ۴/۱،۶،۸، ۵/۷،۸،۱۰، ۶/۲،۳،۱۲، ۸/۱،۱۲،۱۸، ۹/۱۸، ۱۰/۲،۴،۶،۹،۱۱،۱۲،۱۴،۱۷، ۱۱/۳،۴، ۱۲/۲، ۱۳/۱۳، ۱۴/۱۸،۱۹، ۱۷/۸،۱۰، ۱۸/۹، ۲۱/۱۰، ۲۳/۱۱، ۲۶/۵،۸،۱۴، ۲۷/۱۷، ۲۸/۳،۱۰،۱۳، ۲۹/۱۴ ۔

سَبِیْلِكَ: تیری راہ، تیرا راستہ، سبیل مضاف كَ ضمیر واحد مذکر حاضر، مضاف الیہ، ۱۴/۱۲، ۲۴/۶ ۔

سَبِیْلَنَا: ہماری راہ، ہمارا راستہ، سَبِیْلَ مضاف نَا ضمیر جمع متکلم، مضاف الیہ، ۳۰/۱۳ ۔

سَبِیْلِهٖ: اس کی راہ، ان کا راستہ، سبیل مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ، ۱/۱۰، ۸/۱،۶، ۱۰/۸،۹، ۱۳/۱۷، ۱۴/۲۲، ۱۵/۲۱، ۲۳/۱۵، ۲۷/۹، ۲۸/۴، ۲۹/۳ ۔

سَبِیْلِهِمْ: ان کی راہ، ان کا راستہ، سَبِیْل مضاف هِمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ، ۱/۷ ۔

سَبِیْلِیْ: میری راہ، میرا راستہ، سَبِیْل مضاف ی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ، ۷/۱۱، ۱۳/۶، ۲۶/۷ ۔

فصل التاء المثناة

سِتْرًا: حجاب، پردہ، سُتُوْر اس کی جمع، ۱۶/۲

[1] ملاحظہ ہو النہایہ فی غریب الحدیث والاثر

سِتَّةٍ: چھ، اسم عدد ہے، مذکر کے لئے استعمال ہوتا ہے سِتَّۃٌ اصل میں سِدْسَۃٌ تھا، سین کو تا سے بدلا اور پھر دال کا اس میں ادغام کر دیا گیا، پ ۸/۱۴ پ ۱۱/۶ پ ۱۲/۱ پ ۱۹/۳ پ ۲۱/۱۴ پ ۲۶/۱۷ پ ۲۷/۱۷۔

سِتِّیْنَ: ساٹھ، اسم عدد ہے، سِتَّۃٌ سے مشتق ہے، پ ۲۸/۱۔

فصل الجیم المعجمہ

سَجَدَ: اس نے سجدہ کیا، سُجُوْدٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کے متعلق بعض نے تو یہ کہا ہے کہ فرشتوں کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کو قبلہ قرار دیں اور بعض کا قول ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے فروتنی کرنے اور ان کی اولاد کی مصالح کا بندوبست کرنے کا ان کو حکم ہوا تھا سو بجز ابلیس کے سب نے حکم مانا[۱]۔ (ملاحظہ ہو اُسْجُدُ) پ ۸/۳ پ ۲۳/۱۴۔

سُجَّدًا: سجدہ کرنے والے، ساجِدٌ کی جمع، آیت شریفہ اُدْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا (اور داخل ہو دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے) میں جھکتے ہوئے اطاعت شعارانہ داخل ہونا مراد ہے، امام سیوطی واسطی سے اس آیت کی تفسیر میں ناقل ہیں کہ سریانی میں سجدًا کے معنی ہیں سر جھکانے والا اور وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا (اور سب گرے اس کے آگے سجدہ میں) میں سجدہ تعظیمی مراد ہے، سجدۂ عبادت نہیں اور اخفش نے جو نحو و لغت کے امام ہیں، فرمایا ہے کہ یہاں خَرُّوْا یعنی مَرُّوْا (یعنی گزرنے) کے ہے، گرنے اور زمین پر پڑنے کے معنی میں نہیں، ان کے قول پر آیت کا ترجمہ یوں ہوگا "وہ ان کے لئے جھکے ہوئے گزرے" پ ۱/۶ پ ۲/۲ پ ۹/۱۰ پ ۱۳/۵ پ ۱۴/۱۲ پ ۱۵/۱۲ پ ۱۶/۱۲،۷ پ ۱۹/۴ پ ۲۱/۱۵ پ ۲۶/۱۲۔

سَجَدُوْا: انہوں نے سجدہ کیا، سُجُوْدٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب، پ ۱/۴ پ ۵/۱۲ پ ۸/۹ پ ۱۵/۱۹،۷ پ ۱۶/۱۶۔

سُجِّرَتْ: وہ آگ سے بھر کی گئی، اس کا پانی بہایا گیا، وہ خالی کی گئی، وہ پُر کی گئی، تَسْجِیْرٌ سے جس کے معنی زور سے آگ بھڑکانے اور بہانے، خالی کرنے اور پُر کرنے کے ہیں، ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب، امام فخر الدین رازی آیۂ شریفہ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ (اور جب دریا جھونکے جائیں گے) کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:۔

"یہ بالتخفیف بھی پڑھا گیا ہے اور بالتشدید بھی (یعنی سُجِرَتْ بھی اور سُجِّرَتْ بھی) اور اس میں

[۱] الاتقان ج ۱ ص ۱۳۸　　[۲] تاج العروس

مختلف وجہیں ہیں۔
(۱) اصل کلمہ مسجرت التنور سے ہے جو تنور جھونکنے
اور اس میں آگ بھڑکانے کے لئے آتا ہے
اور کسی چیز میں جب آگ بھڑکائی جاتی ہے تو
جو کچھ رطوبت اس میں ہوتی ہے وہ خشک
ہوجاتی ہے تو اس وقت سمندروں میں ذرا
سا پانی بھی نہیں بچے گا، پھر چونکہ حسب تصریح
وَسُيِّرَتِ الْجِبَالُ (اور چلائے جائیں گے پہاڑ)
پہاڑ چلائے جائیں گے اس لئے اس آن سمندر
اور زمین انتہائی حرارت اور سوزانی میں ایک شے
بن جائیں گے اور یہ بھی احتمال ہے کہ جب سمندروں
کے پانی سوکھ جائیں تو زمین ابھر کر اور مرتفع
ہوکر پہاڑوں کی چوٹیوں کے برابر ہوجائے
اور یہ بھی احتمال ہے کہ جب پہاڑ ریزہ ریزہ
ہوکر ان کے اجزاء منتشر ہوں اور وہ مٹی کیطرح
ہوجائیں تو وہ مٹی سمندروں کی تہ میں جا پہنچے
اور سطح زمین سمندروں کے ساتھ برابر ہوجائے
اور سب مل کر ایک دہکتا ہوا سمندر بن جائے۔
(۲) سجرت بمعنی فجرت ہو جو پانی کے رواں ہونے
کے لئے آتا ہے اور یہ اس طرح کہ چونکہ حسب ارشاد
مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ
لَّا يَبْغِيٰنِ (چلائے دو دریا مل کر چلنے والے،
ان دونوں میں ہے ایک پردہ جو ایک دوسرے
پر زیادتی نہ کرے) سمندروں کے مابین آڑ ہے
پس جب اللہ اس آڑ کو ہٹا دیگا، ایک دوسرے
میں رواں ہونے لگے گا اور سارے سمندر ایک
سمندر بن جائیں گے، کلبی کا قول یہی ہے۔
(۳) سجرت بمعنی اوقدت یعنی آگ بھڑکانے کے ہے
قفال نے کہا ہے کہ اس کی تاویل میں مختلف وجوہ
کا احتمال ہے اول یہ کہ جہنم سمندروں کی تہوں
میں ہو اس لئے سمندر اس وقت تو اس لئے
نہیں دہکتے کہ دنیا کو قائم رکھنا ہے لیکن جب دنیا
کی مدت ختم ہوجائیگی، حق تعالیٰ شانہ اس
آگ کی تاثیر کو سمندروں تک پہنچا دیگا اور
اس لئے وہ پورے طور پر کھولنے لگ جائیں گے
دوم یہ کہ اللہ تعالیٰ آفتاب و ماہتاب اور
ستاروں کو سمندر میں ڈال دیگا اور سمندر کھول
اٹھیں گے۔ سوم یہ کہ اللہ تعالیٰ سمندروں میں آتش
عظیم پیدا فرمائیگا کہ پانی ابل جائینگے میں (یعنی
امام رازی) کہتا ہوں کہ ان سب وجہوں میں
تکلف سے کام لیا گیا ہے، ان میں سے کسی کی بھی
حاجت نہیں کیونکہ جو دنیا کی تخریب اور

قیامت کے قائم کرنے پر قادر ہے یقیناً وہ اس پر بھی قادر ہے کہ سمندروں کے ساتھ جو چاہے کرے، ان کو کھولا دے یا ان کے پانیوں کو آگ کی شکل میں بدل ڈالے بغیر اس کے کہ اسے ان میں آفتاب و ماہتاب ڈالنے کی حاجت ہو یا ان کے نیچے جہنم کی آگ ہو[1]،، پ ۳۰۔

سِجِلّ: کاغذ کا طومار، صحیفہ، محضر، وثیقہ، لکھنے والا مرد، ایک شخص کا نام، سِجِلَّاتٌ جمع، یہ ان اسماء میں ہے کہ باوجود مذکر ہونے کے ان کی جمع الف تا کے ساتھ آتی ہے[2] جو جمع مونث سالم کا وزن ہے۔

علامہ محمود آلوسی لکھتے ہیں :۔

" اس میں اختلاف ہے کہ آیا یہ لفظ عربی ہے یا معرب (یعنی دوسری زبان سے عربی میں لایا گیا) ہے بس بصرہ والے تو اس طرف گئے ہیں کہ یہ عربی ہے، اور ابوالفضل رازی نے کہا ہے کہ اصح یہ ہے کہ یہ فارسی سے معرب ہے،، [3]

ابن جنی نے جو نحو و عربیت کے امام ہیں المحتسب میں سجل کے معنی کتاب یعنی نوشتہ کے نقل کئے ہیں اور لکھا ہے کہ ایک قوم نصاریٰ، کو فارسی سے معرب کہا ہے[4]، امام راغب مفردات میں لکھتے ہیں کہ :۔

" اس کی اصل جیسا کہ بیان کیا گیا ہے، فارسی ہے جس کو عربی کر لیا گیا ہے اور سجل کو پتھر بنایا گیا ہے جس پر تحریر کیا جاتا تھا بعد میں ہر وہ شے جس پر لکھا جانے لگا اس کا نام سجل پڑ گیا۔،،

اس لحاظ سے سجل فارسی لفظ سنگ کا معرب ہے

اور ابن مردویہ نے بطریق ابی الجوزا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ حبشی زبان میں اس کے معنی شخص کے ہیں[5]، امام لغت زجاج کا بھی یہی بیان ہے۔[6]

امام ابن جریر طبری اپنی مشہور تفسیر جامع البیان فی تفسیر القرآن میں رقمطراز ہیں :۔

"جس سجل کا حق تعالیٰ نے یہاں ذکر فرمایا ہے، اہل تاویل اس کے معنی میں مختلف ہیں، بعض کا قول ہے کہ وہ ایک فرشتہ کا نام ہے، کچھ لوگوں کا بیان ہے کہ وہ ایک کاتب تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کتابت کی خدمت انجام دیا کرتے تھے[7]، دیگر حضرات

---

[1] تفسیر کبیر، ج ۸، ص ۳۸۳، ۳۳۹ (طبع شرفیہ مصر ۱۳۲۴ھ) [2] تاج العروس [3] روح المعانی ج ۱۷ ص ۹۱ (طبع منیریہ مصر)
[4] الاتقان از سیوطی ج ۱ ص ۱۳۸ (طبع مصر ۱۳۱۸ھ) [5] ایضاً [6] غرائب القرآن و رغائب الفرقان از نظام الدین نیشاپوری ج ۱۷ ص ۶۰ (بر حاشیہ تفسیر طبری)

یہ کہتے ہیں کہ سجل وہ صحیفہ ہے جس میں لکھا جاتا ہے (پہلے قول کو ابن جریر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور سدی سے اور دوسرے کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور تیسرے کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد سے روایت کیا ہے اور اس کے بعد فرمایا ہے کہ) اور اس بارے میں ہمارے نزدیک سب اقوال میں صحت کے اعتبار سے اولیٰ اس شخص کا قول ہے جس نے سجل کو اس جگہ بمعنی صحیفہ بیان کیا ہے کیونکہ یہی معنے کلام عرب میں معروف ہیں اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کسی ایسے کاتب کا پتہ نہیں چلتا کہ جس کا نام سجل ہوا ورنہ فرشتوں میں کوئی ایسا فرشتہ ہے کہ جس کا یہ نام ہو[1]

واضح رہے کہ ابن مندہ، ابونعیم، ابن مردویہ، خطیب اور ابن عساکر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک کاتب تھا جس کو سجل کہا جاتا تھا سو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا یَوْمَ نَطْوِي السَّمَاۗءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ (جس دن ہم لپیٹ دیں گے آسمان کو جس طرح کہ سجل کا لپیٹنا ہے نوشتوں کو)[2]

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں اس حدیث کو روایت کر کے یہ روایت برقانی حافظ ابوالفتح ازدی سے نقل کیا ہے کہ اگر یہ روایت صحیح ہو تو ابن نمیر اس میں منفرد ہیں[3]۔ حافظ ابن حجر عسقلانی الاصابہ میں لکھتے ہیں کہ "ابن نمیر کبار ثقات میں سے ہیں اور یہ حدیث ان طرق سے صحیح ہے اور اس سے غفلت ہوئی جس نے یہ زعم کیا یہ حدیث موضوع ہے"[4] لیکن حافظ صاحب کا یہ فرمانا اسناد کے اعتبار سے تو ممکن ہے اسے تسلیم کر لیا جائے لیکن متن بہرحال نکارت سے خالی نہیں، حافظ ابن کثیر نے صاف تصریح کی ہے:۔

وھذا منکر جدا | یہ ابن عمر سے بروایت
من حدیث نافع | نافع سخت منکر ہے
عن ابن عمر | ہرگز صحیح نہیں ہے۔"
لا یصح اصلا[5]

اسی طرح ابوداؤد اور نسائی وغیرہ کی وہ روایت جو انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ کی ہے کہ سجل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

---

[1] جامع البیان المعروف بتفسیر ابن جریر طبری، ج ۱۷، ص ۱۰۷، (طبع میمنیہ مصر) [2] تفسیر فتح القدیر، ج ۳، ص ۴۱۸ (طبع مصر ۱۳۵۰ھ)
[3] تاریخ بغداد، ج ۸، ص ۱۷۵ (طبع سعادۃ مصر ۱۳۴۹ھ) [4] الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ، ج ۳، ص ۶۵ (طبع شرفیہ مصر ۱۳۲۵ھ)
[5] ملاحظہ ہو الدر المنثور فی تفسیر بالماثور از امام سیوطی، ج ۴، ص ۳۴۰ (طبع مصر)

کے کاتب تھے اور بیہقی نے اس کی تصحیح بھی کی ہے
صحیح نہیں بلکہ موضوع ہے چنانچہ حافظ ابن کثیر
اپنی تفسیر میں رقمطراز ہیں :-

"اور اسی طرح ابن عباس سے بروایت
ابی داؤد وغیرہ جو گزرا وہ بھی صحیح نہیں، حفاظ کی
ایک جماعت نے اس کے موضوع ہونے کی تصریح
کی ہے اگرچہ وہ ابو داؤد کی سنن میں موجود ہے
منجملہ ان کے ہمارے شیخ حافظ کبیر ابو الحجاج
مزی ہیں اور بحمد اللہ اس حدیث پر ایک مستقل جزء
لکھا ہے اور امام ابو جعفر بن جریر یہ اس روایت پر
انکار کے درپے ہیں، انہوں نے اس کی پورے
طور پر تردید کی ہے، ان کا بیان ہے کہ صحابہ میں
کسی ایسے شخص کا پتہ نہیں چلتا کہ جس کا نام سجل
ہو حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کاتب
معروف ہیں، ان میں کوئی ایسا شخص نہیں کہ جسکا
نام سجل ہو، اللہ ان پر رحم فرمائے! انہوں نے
اس بارے میں بالکل صحیح فرمایا ہے اور یہ اس
حدیث کی نکارت پر سب سے قوی دلیل ہے
اور جس نے بھی اسماء صحابہ میں سجل کا ذکر کیا ہے
اس نے اسی حدیث پر اعتماد کیا ہے کسی اور
چیز پر نہیں، واللہ اعلم۔ اور صحیح ابن عباس سے
یہی ہے کہ سجل صحیفہ ہی ہے، علی بن ابی طلحہ
اور عوفی ان سے یہی روایت کرتے ہیں۔ مجاہد،
قتادہ اور بہت سے علماء نے اسی کی تصریح
کی ہے اور ابن جریر نے اسی کو اختیار کیا ہے
کیونکہ لغت میں یہی مشہور ہے پس اس صورت
میں آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ "جس دن کہ
ہم لپیٹ لیں آسمان کو جیسے لپیٹتے ہیں صحیفہ
میں نوشتے "۔

قاضی شوکانی نے تفسیر فتح القدیر میں لکھا ہے
کہ یہ کہنا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بس یہی
صحیح ہے (یعنی سجل کا معنی صحیفہ ہونا) درست نہیں

کیونکہ علی بن ابی طلحہ اور عوفی دونوں ضعیف ہیں لہٰذا اولیٰ یہ ہے کہ معنی لغوی ہی پر اعتماد کیا جائے [۹] لیکن واضح رہے کہ علی بن ابی طلحہ وہ ہیں جن پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایات کے باب میں امام بخاری نے اپنی صحیح میں اعتماد کیا ہے اور عوفی کی روایات کی امام ترمذی نے تحسین کی ہے [۱۰]

علاوہ ازیں سجل کو اگر کسی کاتب کا نام مانا جائے تو تشبیہ میں حسن نہیں رہتا [۱۱] بہر حال لغت کے اعتبار سے بھی اور روایت کے اعتبار سے بھی اولیٰ یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس کے معنی صحیفہ کے لئے جائیں

پ ۱۷/۶۔

سِجْنٌ: قید خانہ، محبس، سُجُون جمع پ ۱۲/۱۴، ۱۵ پ ۱۳/۵۔

سُجُوْدٌ: سجدہ کرنا، سر زمین پر رکھنا، فروتنی کرنا، یہ سَجَدَ یَسْجُدُ کا مصدر ہے امام راغب نے لکھا ہے کہ کبھی سجود کی تعبیر نماز سے بھی کی جاتی ہے ارشاد ہے وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ (اور نماز کے پیچھے) اور صلوٰۃ الضحیٰ کو سبحۃ الضحیٰ اور سجود الضحیٰ بھی کہتے ہیں پ ۲۶/۱۶ پ ۹/۱۴۔

سُجُوْدٌ: سجدہ کرنے والے، سَاجِدٌ کی جمع پ ۱/۱۵ پ ۱۷/۱۱ پ ۲۶/۱۳۔

سَجٰی: وہ چھا گیا، اس نے آرام لیا، اس نے قرار پکڑا (النصر)، مسجوٌ ہے جس کے معنی سکون پانے اور قرار پکڑنے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، علامہ حسین بن محمد معروف بابن خالویہ لکھتے ہیں کہ:۔

"جب رات میں ہوا ختم ہوجائے اور اسکی اندھیاری سخت بڑھ جائے تو کہا جاتا ہے لیل ساج اسی طرح جب سمندر تھم جاتا ہے تو بحر ساج بولتے ہیں" [۱] پ ۳۰/۱۸۔

سِجِّیْلٌ: کنکر، یہ وہی فارسی کا سنگ و گل ہے جو عربی میں آکر سجیل بن گیا ہے۔ فریابی نے مجاہد سے یہی نقل کیا ہے [۲] پ ۱۲/۷ پ ۱۴/۵ پ ۳۰۔

سِجِّیْنٌ: سجین، قید خانہ، ابو حاتم نے کتاب الزینۃ میں ذکر کیا ہے کہ یہ لفظ غیر عربی ہے، امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں رقمطراز ہیں:۔

"سجین آیا شئے معین کے لئے اسم علم ہے یا کسی معنی سے اسم مشتق ہے، اس بارے میں دو قول ہیں۔

اول جمہور مفسرین کا قول ہے کہ یہ شئے معین کا علم ہے پھر اس سے شئے معین میں اختلاف ہے اکثر تو اس طرف ہیں کہ ساتویں زمین زیر زمین ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

---

[۱] اعراب ثلاثین سورۃ من القرآن العظیم ص ۱۱۶ (طبع دار الکتب المصریہ)

[۲] الاتقان ج ۱، ص ۱۳۸ (طبع مصر)

د کا بروایتِ عطا رنیز) قتادہ، مجاہد ضحاک اور ابنِ زید کا یہی قول ہے حضرت براء رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ آپ نے فرمایا سجین ساتوں زمینوں میں سب سے نیچے ہے، عطاء خراسانی کا بیان ہے کہ ابلیس اور اس کی ذریت اسی میں ہے اور حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سجین جہنم میں ایک گڑھا ہے، کلبی اور مجاہد نے کہا ہے کہ سجین ساتویں زمین کے نیچے ایک چٹان ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ مشتق ہے اور سجین بروزن فعّیل سَجْنٌ سے جس کے معنی حبس اور تضییق (یعنی روکنے، قید کرنے اور تنگ کرنے کے ہیں، اسی طرح اسم قرار دیا گیا ہے جس طرح کہ فسق سے فِسّیقٌ بولا جاتا ہے' ابو عبیدہ، مبرا اور زجاج کا یہی قول ہے' واحدی کا بیان ہے کہ یہ قول ضعیف ہے اور اس امر کی دلیل کہ اہلِ عرب سجین کو نہیں جانتے آیۃ شریفہ وَمَآ أَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ (اور تجھ کو کیا خبر ہے کیا ہے سجین) ہے یعنی سجین اس میں سے نہیں جسے تم اور تمہاری قوم جانتی ہو (امام رازی کہتے ہیں) اور میں اس کو ضعیف نہیں بتاتا کیونکہ شاید یہ سجین کے معاملہ کی عظمت کے لئے بیان کیا گیا ہو جیسے ارشادِ الٰہی وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ (اور تجھ کو کیا خبر ہے کیا ہے دن انصاف کا) میں ہے۔" ؎

شیخ اسمٰعیل حقی بروسوی لکھتے ہیں :-

"سجین اس جامع کتاب کا علم ہے جو شر کا دفتر ہے جس میں شیاطین نیز کافران و فاسقان جن و انس کے اعمال مدون ہیں، یہ لفظ حاتم کی طرح صفت سے نقل کر لیا گیا ہے اور منصرف ہے کیونکہ اس میں صرف ایک ہی سبب ہے یعنی معرفہ ہونا اور اس کی اصل فعّیل ہے سَجْنٌ سے سَاجِنٌ کا مبالغہ ہے عہ یا چونکہ جیسا کہ بیان کیا گیا ہے' اسے ساتویں زمین کے نیچے تاریک اور وحشتناک مقام پر ڈال دیا گیا ہے' نیز ابلیس اور اس کی ذریت کا ان کی تذلیل اور تحقیر کی بنا پر مسکن ہے اور وہاں راندہ درگاہ شیاطین

؎ تفسیر کبیر مسمٰی بہ مفاتیح الغیب، ج ۸، ص ۳۵۲ (طبع مصر)

عہ یعنی بہت روکنے اور قید کرنے والے کے کیونکہ یہ دوزخیوں کو جہنم میں روکنے اور قید کرنے کا سبب ہے۔

پہنچتے رہتے ہیں جس طرح کہ نیکوں کے نوشتوں پر فرشتگانِ مقرب حاضر ہوتے ہیں لہٰذا سجّین سجران کا مبالغہ ہے۔" [۱] عہ

قاضی محمد بن علی شوکانی فرماتے ہیں:۔

"سجّین کے نون میں علماء نے اختلاف کیا ہے بعض نے کہا ہے کہ اصلی ہے اور اس کا اشتقاق سَجْنٌ سے ہے جس کے معنی حبس کے ہیں اور یہ مبالغہ کا وزن ہے جیسے خِمّیرٌ سِکّیرٌ اور فِسِّیقٌ، خمر، سکر اور فسق سے ہیں۔ ابوعبیدہ مبرد اور زجاج نے ایسا ہی بیان کیا ہے، واحدی نے کہا ہے کہ یہ کمزور بات ہے کیونکہ عرب سجّین سے واقف نہ تھے اور اس کا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ ان ائمہ کا بیان کرنا، خود دلیل قائم کرنا اور یہ بتلانا ہے کہ لفظ عربی زبان کا ہے اور اسی میں سے ابن مقبل کا شعر ہے ؎

و رجلة يضربون البيض ضاحية
ضربا تواصت به الابطال سجينا

اور بعض کا قول ہے کہ نون لام کے بدلہ میں ہے اصل میں سجّیل تھا جو سجل سے مشتق ہے جس کے معنی نوشتہ کے ہیں۔" [۲] سجن

فصل الحاء المهملة

سَحَابٌ: بادل، سحاب ابر کو کہتے ہیں خواہ اس میں پانی ہو یا نہ ہو اور کبھی لفظ سحاب ذکر کر کے بطور تشبیہ اس سے سایہ اور اندھیرا بھی مراد لیا جاتا ہے ارشاد ہے اَوْ کَظُلُمٰتٍ فِیْ بَحْرٍ لُّجِّیٍّ یَّغْشٰہُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِہٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِہٖ سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُہَا فَوْقَ بَعْضٍ (یا جیسے اندھیرے گہرے دریا میں چڑھی آتی ہے اس پر ایک لہر اس پر ایک اور لہر اس کے اوپر بادل (یعنی اندھیرا بادل) اندھیرے ہیں ایک پر ایک)، اصل میں سَحْبٌ کے معنی کھینچنے کے ہیں اسی سے سحاب ہے کیونکہ ہوا اس کو کھینچ کے چلتی ہے یا اس لئے کہ یہ پانی کو کھینچ کر لاتا ہے یا اس بنا پر کہ یہ خود اپنی روانی میں کھنچا چلا آتا ہے۔ اصمعی نے جو لغتِ عربیت کے امام ہیں کتاب السحاب میں لکھا ہے کہ:۔

"سحاب اسمِ جنس جمعی ہے، اس کا واحد سحابة

---

[۱] تفسیر روح البیان، ج ۳، ص ۳۶۶ (طبع استنبول)

[۲] تفسیر فتح القدیر، ج ۵، ص ۳۸۸ (طبع مصر)

عہ یعنے محبوس و مقید کے کیونکہ ساتویں زمین میں مقید پڑا ہوا ہے۔

ہے، یہ مذکر بھی آتا ہے اور مؤنث بھی، مفرد بھی استعمال ہوتا ہے اور جمع بھی" ۱

فرید وجدی لکھتے ہیں :-

"لفظ کی رعایت سے اس کی صفت مفرد آتی ہے جیسے ارشادِ الٰہی وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ (اور بادل جو کرنا بعدا ہے اس کے حکم کا درمیان آسمان اور زمین کے) اور معنی کی رعایت سے جمع بھی لائی جاتی ہے جیسے وَيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ (اور اٹھاتا ہے بادل بھاری)" ۲

اسی طرح تذکیر کی مثال آیتِ مذکورہ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ اور تانیث کی حتیٰ اِذَا اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا ہے، تانیث جمع ہونے ہی کی وجہ سے ہے، اس کی جمع سُحُبٌ آتی ہے، لسان العرب میں ہے "مناسب یہ ہے کہ سُحُبٌ سَحَابٌ کی جمع ہو جو سَحَابَةٌ کی جمع ہے پس سُحُبٌ جمع الجمع ہے۔

حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمامۂ مبارک کا نام سحاب تھا جو ہوا میں (شملہ کے) اڑنے کے سبب بادل سے تشبیہ کی بنا پر اس نام سے موسوم ہوا ۳، ۲/۱۶۴، ۱۳/۸، ۲۰/۲، ۲۷/۴۔ سَحَابًا ۴/۷، ۸/۲۱، ۱۴/۲۳۔

سَحَّارٌ : بڑا جادوگر، سِحْرٌ سے بروزن فَعَّالٌ مبالغہ کا صیغہ ہے، ۷/۱۹۔

سُحْتٌ : حرام، اصل میں وہ چھلکا جسے جڑ سے اکھیڑ لیا جائے سحت ہے اور اسی سے سُحت کا استعمال اس ممنوع فعل کے لئے ہوتا ہے کہ جس کے مرتکب کو عار دامن گیر ہو، گویا وہ اپنے دین و مروت کی جڑ کاٹتا ہے، مرتضیٰ زبیدی لکھتے ہیں :-

"گفتگو میں یہ کبھی مکروہ کے لئے آتا ہے اور کبھی حرام کے لئے اور قرآن سے اس کا پتہ چلتا ہے" ۴

ارشادِ الٰہی ہے اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ (اور بڑے حرام کے کھانے والے ہیں) میں سُحت بمعنی حرام ہے یعنی وہ چیز جو ان کے دین کا ناس کرنے والی ہے اور حدیث کسب الحجام سحت (پچھنے لگانے والے کی کمائی سحت ہے) یعنی سحت بمعنی مکروہ ہے یعنی یہ کمائی مروت کو ختم کرنے والی ہے دین کو نہیں کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو اونٹنی کے چارہ اور

۱ تاج العروس شرح قاموس
۲ دائرۃ المعارف، فرید وجدی، مادہ سحب
۳، ۴ تاج العروس شرح قاموس

غلاموں کو کھانا کھلانے میں صرف کرنے کی اجازت دی ہے[1] - $\frac{۶}{۱۳،۱۰}$

سِحْرٌ : جادو، جادو کرنا، سَحَرَ یَسْحَرُ کا مصدر ہے یہ مصادرِ شاذہ میں ہے[2]، علامہ ابنِ خالویہ لغوی نے کتاب لیس میں تصریح کی ہے کہ عربی زبان میں فَعَلَ یَفْعَلُ فِعْلًا کے وزن پر سوائے سَحَرَ یَسْحَرُ سِحْرًا اور کوئی مصدر نہیں ہے[3]، لیکن علامہ ابوحیان نے البحر المحیط میں اتنا اور زیادہ کیا ہے کہ بجز سِحْرٌ اور ذِخْلٌ کے اور کوئی مصدر بر وزن فِعْلٌ فَعَلَ یَفْعَلُ کا نہیں پایا جاتا[4]، شیخ سمین نے بھی یہی کہا ہے[5]

امام ابوبکر جصاص رازی احکام القرآن میں رقمطراز ہیں :-

" اہلِ لغت ذکر کرتے ہیں کہ سحر کی اصل لغت میں اس شے کے لئے ہے جو لطیف ہو اور جس کا سبب مخفی ہو اور سَحَر ان کے نزدیک بالفتح بمعنی غذا کیونکہ وہ مخفی ہوتی ہے اور اس کے مجاری لطیف ہوتے ہیں، لبید کہتے ہیں (رضی اللہ عنہ) ؎

ارانا موضعین لامر غیب
و نسحر بالطعام وبالشراب

یہاں نسحر میں دو وجہیں بیان کی گئی ہیں ہم سحر زدہ کی طرح مشغول و فریفتہ تھے، دوسرے یہ کہ ہم غذا حاصل کر رہے تھے اور جو وجہ بھی ہو اس کے معنی خفا کے ہوتے ہیں، ایک اور شاعر کہتا ہے ؎

فان تسئلینا فیم نحن فاننا
عصافیر من ھٰذا الانام المسحر

اس بیت کے معنی میں بھی وہی احتمال ہیں جو اول میں ہیں اور یہ بھی احتمال ہے کہ مُسَحَّر سے ذو سحر (پھیپھڑے والا) مراد لیا ہو، سحر پھیپھڑے کو اور جو حلق سے لگا ہوا ہے کہتے ہیں، اسی سے حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما بین سحری ونحری (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے پھیپھڑے اور سینے کے بالائی حصہ کے مابین وفات پائی) اور ارشادِ الٰہی ہے اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ (یعنی تم اس مخلوق سے ہو جو کھاتی پیتی ہے) و اسی کو آیتِ شریفہ وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا (اور تو بھی ایک آدمی ہے جیسے ہم) بتلاتی ہے جس طرح کہ فرمایا ہے مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ

---

[1] ملاحظہ ہو مفرداتِ امام راغب [2] روح المعانی، ج ۱، ص ۳۰۵ [3] تاج العروس شرح قاموس
[4] البحر المحیط ج ۱، ص ۳۱۹ [5] الفتوحات الالٰہیہ بتوضیح تفسیر الجلالین للدقائق الخفیہ مشہور بہ حاشیہ جمل علی الجلالین ج ۱، ص ۸۴ (طبع مصر ۱۳۵۲ھ)

الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ (یہ کیسا رسول ہے کھاتا ہے کھانا اور پھرتا ہے بازاروں میں) نیز یہ بھی احتمال ہے کہ ہماری طرح ذُو سَحَرٍ (پھیپھڑے والا) ہے اور اس قسم کے مقامات پر لفظِ سحر کا ذکر ان اجسام کے ضعف و لطافت اور رقت کے سبب کیا جاتا ہے، نیز با ایں ہمہ اس کے ذریعہ انسان کا قوام ہے لہٰذا جس کی یہ صفت ہو وہ ضعیف و محتاج ہے، یہ ہیں وہ معنی جو لغت میں سحر کے آتے ہیں، پھر یہ اسم منقول ہو کر ہر اس امر کے لئے استعمال ہونے لگا جس کا سبب مخفی ہو اور اپنی حقیقت کے خلاف اس کا تخیل ہونے لگے نیز ملمع اور دھوکہ بازی کے قائم مقام ہوا اور جب بھی یہ لفظ مطلق بلا کسی قید کے استعمال ہوگا اپنے فاعل کی مذمت کو بتائے گا ہاں قید کے ساتھ قابلِ مدح و ستائش کے بارے میں بھی استعمال ہوا ہے، مروی ہے ان من البیان لسحرا (بعض بیان تو جادو ہے[1])

امام راغب فرماتے ہیں:-

"سحر طرف حلقوم اور پھیپھڑے کو کہتے ہیں اور کہا گیا ہے کہ اس سے سحر کا اشتقاق کیا گیا ہے اور وہ سَحر یعنی گلے اور پھیپھڑے کو نشانہ بنانا ہے، سحر مختلف معانی کے لیے بولا جاتا ہے

(۱) دھوکہ دینا اور بے حقیقت خیالات کا پیدا کرنا، جیسے شعبدہ باز کہ جو کچھ بھی کرتا ہے ہاتھ کی صفائی کی بنا پر نظریں بچا کر کرتا ہے اور جیسے کہ چغلخور ملمع کی باتوں کے ذریعہ جو (دوسری طرف سے) کانوں کو بند کر دیتی ہیں، کیا کرتا ہے ارشادِ الٰہی سَحَرُوا أَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوهُمْ (انہوں نے باندھ دیا لوگوں کی آنکھوں کو اور ان کو ڈرایا) اسی کے متعلق ہے، نیز فرمایا ہے يُخَيَّلُ إِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ (اس کے خیال میں آئیں ان کے جادو سے) اور اسی لحاظ سے انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ساحر (جادوگر) سے موسوم کیا، وَقَالُوا يَا أَيُّهَ السَّاحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ (اور کہنے لگا اے جادوگر پکار ہمارے واسطے اپنے رب کو)

(۲) شیطان سے کسی طرح کے تقرب کے ذریعہ اس کی معاونت کا حاصل کرنا، جیسا کہ ارشاد ہے هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَىٰ مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ تَنَزَّلُ عَلَىٰ كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ (میں بتلاؤں تم

[1] احکام القرآن، ج۱، ص ۴۷ (طبع مصر ۱۳۴۷ھ)

کوکس پر اترتے ہیں شیطان ، ہر جھوٹے گنہگار پر)
اور اسی کے متعلق فرمایا ہے وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ
كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ (لیکن شیطانوں
نے کفر کیا کہ سکھلاتے تھے لوگوں کو جادو) ۔

(۳) جس کی طرف اَن سمجھ (جو بات تک کہ نا نہیں
جانتے) جاتے ہیں کہ وہ ایک ایسے فعل کا نام
ہے جس کے متعلق ان کا دعویٰ ہے کہ اس کی
قوت سے صورتوں اور طبیعتوں کو بدلا اور
انسان کو گدھا بنایا جاتا ہے حالانکہ اہل علم کے
نزدیک اس کی کچھ حقیقت نہیں ہے اور کبھی
سحر سے اس کی خوبی کا تصور ہوتا ہے چنانچہ
کہا گیا ہے ان من البیان لسحراً اور
کبھی کام کی باریکی کا چنانچہ اطباء طبیعت کو
سَاحِرَۃ کہتے اور غذا کو سحر سے موسوم
کرتے ہیں کیونکہ اس کا فعل دقیق اور اسکی تاثیر
لطیف ہوتی ہے ۔

حافظ ابوحیان اندلسی لکھتے ہیں :۔

"سحر کی حقیقت کیا ہے ؟ اس کے بارے
میں مختلف اقوال ہیں :

اول یہ کہ وہ اعیان (حقائق) کلقلب و اختراع
اور لوگوں کی صورتوں کو بدل ڈالنا ہے جو کہ
معجزات و کرامات کے مشابہ ہے جیسے کہ ہوا میں
اڑنا اور ایک رات میں مسافتوں کا قطع کر ڈالنا ،

دوم یہ کہ دھوکہ بازیاں بازی گریاں طرح سازیاں
اور شعبدہ بازیاں ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں
يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى (اس کے
خیال میں آئیں ان کے جادو سے کہ دوڑ رہی
ہیں) اسی کو بتلا رہا ہے اور حدیث میں ہے کہ
لبید بن الاعصم نے جب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم پر سحر کیا تھا تو آپ کے خیال میں یوں آتا
تھا کہ آپ کسی چیز کو انجام دے رہے ہیں حالانکہ آپ
اس کو انجام دیتے نہ تھے اور یہ معتزلہ کا قول ہے جن کی
رائے میں سحر کی کوئی حقیقت نہیں ہے شافعیہ میں
ابو اسحٰق استرابازی بھی انہی کے موافق ہیں ۔

سوم یہ کہ وہ حیلہ کے طور پر ایسا معاملہ ہے جو
نظر بندی کر دیتا ہے اسی سے ہے سَحَرُوْٓا
اَعْيُنَ النَّاسِ (انہوں نے نظر بندی کی لوگوں کی آنکھوں
کو) حیلہ گروں اور ایک چیز کو دوسری چیز کے
ساتھ ملا دینے والوں اور شعبدہ بازوں میں
اس طرح کی چیزیں ہوتی ہیں جن میں سے بہت سی
باتیں کتاب کشف الدق والشعوذہ وایضاح الشک
اور کتاب ارخاء الستور والکلل فی الشعوذہ

دلائل میں مذکور ہیں اور حدیث میں ہے کہ جب مکہ میں چاند کے دو ٹکڑے ہوگئے تو ابوجہل (علیہ اللعن) کہنے لگا ذرا اتنا صبر کرو کہ بادیہ نشیں لوگ آئیں اگر وہ اس کی خبر نہ دیں تو محمد (صلوات اللہ علیہ وسلامہ) نے ہماری آنکھوں پر سحر کیا ہے (یعنی ہماری نظر بندی کردی ہے) جب انہوں نے بھی اس کی خبر دی تو بولا کہ یہ تو بڑا جادو ہے۔

چہارم یہ کہ وہ خدمت جن کی ایک قسم ہے اور انہوں نے ہی اسے اپنے اجسام کی جنسِ لطیف اور اس کی ہیئتوں سے نکالا ہے چنانچہ وہ لطیف دقیق اور مخفی ہی ہے۔

پنجم یہ کہ وہ ان اجسام سے مرکب ہے جن کو جمع کرکے جلایا جاتا اور ان کی راکھ اور سیاہیاں بنا کر ان پر اسماء اور عزیمتیں پڑھی جاتی ہیں اور پھر جہاں سحر کی ضرورت پڑتی ہے وہاں انہیں استعمال کیا جاتا ہے۔

ششم یہ کہ اس کی اصل طلسمات اور قلفطریات ہیں جو ستاروں کی خاصیتوں کی تاثیر پر بنائے جاتے ہیں جیسے کہ فرعونی لاٹھیوں کے بارہ میں دھوپ کی تاثیر تھی یا جو چیز مشکل ہو اس کی سہولت کے لئے شیطانوں سے خدمت لینا۔

ہفتم یہ کہ وہ ان کلمات سے مرکب ہے جو کفر پر مشتمل ہیں۔

ہمارے ایک معاصر کا بیان ہے کہ یہ سب اقوال جو سحر کی حقیقت کے متعلق لوگوں نے بیان کئے ہیں سحر کے اقسام میں سے بعض قسمیں ہیں، اس نے ان کے ساتھ دوسرے انواع شعبدہ، دک (ایک چیز کو دوسری چیز سے ملا دینا) نیز نیرنجات، اوفاق، عزائم اور رومالوں کا ڈالنا اور اختلالِ حواس کی قسموں کو بھی شامل کیا ہے (یہاں تک معاصر کا بیان ختم ہوا)

اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ سحر موجود تھا، کیونکہ قرآن اور حدیث صحیح اس پر ناطق ہیں لیکن اب ہمارے زمانہ میں تمام وہ باتیں جن پر ہم نے کتابوں کے ذریعہ واقفیت حاصل کی ہے کذب وافترا ہیں جن سے کچھ نہیں بنتا اور قطعی کوئی شے اس میں سے صحیح نہیں اور یہی حال عزیمتوں اور رومال ڈالنے کا ہے پر وہ لوگ جن کے متعلق یہ اعتقاد کیا جاتا ہے کہ وہ عقلمند ہیں، ان باتوں کی تصدیق کرتے

ان پر کان دھرتے ہیں حالانکہ میں نے بعض ان لوگوں کو کہ جو اپنے کو عالم بتلاتے ہیں یہ دیکھا ہے کہ جب مفلس ہوئے چند کتابیں بنائیں اور اپنے دماغ سے کچھ باتیں ان میں ذکر کر کے بازار میں اچھے داموں انہیں فروخت کر ڈالا۔

اور بعض علماء نے سحر کے اسم کا اطلاق لوگوں کے درمیان چغلخوری کے ذریعہ ادھر کی باتیں ادھر لگانے پر بھی کیا ہے کیونکہ اس میں بھی دوست کو دشمن سے اور محبوب کو مبغوض سے بدل دیتا ہے۔" [1]

سحر کی حقیقت پر امام ابوبکر جصاص رازی نے احکام القرآن میں اور امام فخرالدین رازی نے تفسیر کبیر میں اور علامہ ابن خلدون نے مقدمہ میں اور شاہ عبدالعزیز صاحب نے تفسیر فتح العزیز میں اور شیخ طنطاوی جوہری نے تفسیر الجواہر میں بڑی سیر حاصل بحثیں لکھی ہیں، تفصیل کے لئے ان کا مطالعہ کافی ہے۔

پ ۱/۱۲، ۷/۵،۷، ۹/۴، ۱۱/۱۳، ۱۳/۱، ۱۶/۱۲، ۱۷/۱، ۱۹/۱۶،۷، ۲۰/۷، ۲۲/۱۱، ۲۳/۵، ۲۵/۹، ۲۶/۱، ۲۷/۳،۸، ۲۸/۹، ۲۹/۱۵۔

سَحَرٍ: پچھلی رات، سحر کا وقت۔ سحر کے معنی اصل میں پھیپھڑے کے ہیں، مجازاً اس کا استعمال صبح سے کچھ پہلے رات کے اس آخری حصہ کے لئے ہوتا ہے جبکہ پچھلی رات کی سیاہی دن کی روشنی سے مل جاتی ہے، علامہ زمخشری کا بیان ہے:

"سحر اس کا نام بطورِ استعارہ پڑا کیونکہ وہ رات کے جانے اور دن کے آنے کا وقت ہے اس لئے وہ صبح کے سانس لینے کا مقام ہے۔" [2]

اَسْحَارٌ جمع (ملاحظہ ہو اَسْحَارِ) ۲۶/۹۔

سِحْرَانِ: دو جادو، سِحْرٌ کا تثنیہ بحالتِ رفع، ۲۰/۸۔

سِحْرُكَ: تیرا جادو، سحر مضاف كَ ضمیر واحد مذکر حاضر، مضاف الیہ، ۱۶/۱۲۔

سَحَرُوْا: انہوں نے جادو کیا، انہوں نے نظر بندی کی (فتح) سِحْرٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب، ۹/۴۔

سَحَرَةٌ: جادوگر، سَاحِرٌ کی جمع ۹/۴ ۱۱/۱۲ ۱۶/۱۲ ۱۹/۷۔

سِحْرِهٖ: اس کا جادو، سِحْرٌ مضاف ہٖ ضمیر

[1] البحر المحیط، ج۱، ۳۲۵،۳۲۷ (طبع مصر)

[2] تاج العروس، فصل السین، باب الراء

واحد مذکر غائب، مضاف الیہ، ۱۹/۱۔

سِحْرِهِمَا: ان دونوں کا جادو، سحر مضاف، هما ضمیر تثنیہ مذکر غائب، مضاف الیہ، ۱۶/۱۲۔

سِحْرُهُمْ: ان کا جادو، سحر مضاف، هم ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ، ۱۶/۱۲۔

سُحْقًا: دفع ہونا، دور کرنا، مصدر ہے اور اس کا فعل ثلاثی ہے سَمِعَ کَرُمَ دونوں سے آتا ہے[1] یعنی سَحِقَ یَسْحَقُ بھی اور سَحُقَ یَسْحُقُ بھی، زجاج نے اس باب افعال کا مصدر بتایا ہے یعنی اَسْحَقَ سُحْقًا، ابو علی فارسی کا بیان ہے کہ قیاس اِسْحَاقًا ہے مصدر بحذف زوائد آیا ہے جیسے کہ کہا گیا ہے

ع وان اهلك فذلك كان قدري (اگر میں ہلاک ہوا تو یہی میری تقدیر میں تھا) کہ یہاں قدری بمعنی تقدیری کے ہے۔ ابو حیان لکھتے ہیں کہ:

"مصدر میں ادعا حذف کی احتیاج نہیں کیونکہ اس کا فعل ثلاثی آیا ہے[2]"، ۱۹/۱

سَحِيْقٍ: دور، بعید، سُحْقٌ سے بروزن فَعِيْلٌ بمعنی فاعل ہے۔ ۱۵/۱۱

فصل الخاء المعجمہ

سَخِرَ: اس نے ٹھٹھا کیا (سَمِعَ) سُخْرٌ سے جس کے معنی ٹھٹھا کرنے کے ہیں، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، آیت شریفہ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ (اللہ نے ان کو ٹھٹھا کرنے کی سزا دی) میں سُخْرٌ کا استعمال حق تعالیٰ شانہ کے لئے بسبب مشاکلت ہے۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں :-

"یہ ان کی بد اطواری اور اہل ایمان سے استہزاء کے مقابلہ کے طور پر ہے کیونکہ جیسا کام ویسا بدلہ"[3]

امام رازی نے اصم سے اس کے معنی کی تشریح نقل کی ہے:

"مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان منافقین نے جو نیکی کے کام بظاہر انجام دئے تھے انہیں قبول تو رکھا مگر ان پر انہیں ثواب نہیں عطا فرمائیگا تو یہ تخریہ (ٹھٹھے) ہی کی طرح ہوا[4]"، ۱۰/۱۶

سَخَّرَ: اس نے کام میں لگا دیا، اس نے بس میں کر دیا، تَسْخِيْرٌ سے جس کے معنی بس میں کرنے اور زبردستی کسی خاص کام میں لگا دینے کے ہیں، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب: ۱۳/۷، ۱۰ ۱۴/۸ ۱۶/۱۶ ۲۱/۲، ۱۳ ۲۲/۱۴ ۲۳/۱۵ ۲۵/۷، ۱۸

[1] کاریں [2] ابو محیط ج ۸ ص ۳۰۰ [3] تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۷۶ (طبع مصر ۱۳۶۵ھ) [4] تفسیر کبیر ج ۴ ص ۹۹، ملاحظہ ہو

سَخَّرْنَا: ہم نے تابع کر دیا، ہم نے بس میں کر دیا، تَسْخِیْرٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم، پ ۱۷/۶، ۱۱، ۲۳/۱۲

سَخَّرْنٰهَا: ہم نے اس کو بس میں کر دیا، اس میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب ہے، پ ۱۷/۱۲

سَخِرُوْا: انہوں نے ہنسی کی، انہوں نے ٹھٹھا کیا، سُخْرٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب، پ ۱۷/۲، ۱۲/۴۔

سَخَّرَهَا: اس نے اس کو مقرر کر دیا، اس نے اس کو کام میں لگا دیا، اس میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب ہے (ملاحظہ ہو سَخَّرَ) پ ۱۲/۲۹، ۵

سِخْرِيًّا: ٹھٹھا، ہنسی، دل لگی، اسم ہے، واضح رہے کہ یہ سُخْرٌ سے جس کے معنی ٹھٹھا کرنے کے ہیں، اسم بھی ہو سکتا ہے اور سَخِرَ يَسْخَرُ کا مصدر بھی جس کے معنی مسخر ہونے اور بس میں آنے کے ہیں، اور علامہ زمخشری تفسیر سورہ مومنوں میں رقمطراز ہیں:۔

"سُخْرِيَّۃٌ پیش کے ساتھ اور زیر کے ساتھ بھی سخر کا مصدر ہے سُخْرٌ کی طرح ہے مگر یا نسبت کی بنا پر فعل کی قوت میں زیادتی ہو جاتی ہے جس طرح کہ خصوص میں خصوصیۃ کہا گیا ہے اور کسائی و فراء سے منقول ہے کہ مکسور تو ٹھٹھے سے ہے اور مضموم مسخر کرنے اور غلام بنانے سے یعنی انہوں نے ان کو مسخر رکھا اور غلام سمجھا۔ اور پہلا مذہب خلیل اور سیبویہ کا ہے"۔ [1]

علامہ محمود آلوسی، روح المعانی میں فرماتے ہیں:۔

"نافع، حمزہ اور کسائی نے سُخْرِيًّا بضم سین پڑھا ہے اور باقی سبعہ نے بکسر سین، اور معنی صورتوں میں ایک ہی ہیں یعنی ٹھٹھا کرنا، یہ خلیل، ابوزید انصاری اور سیبویہ کے نزدیک ہے اور ابوعبیدہ، کسائی اور فراء نے مضموم السین کو بمعنی بلا اجرت خدمت لینے کے اور مکسور السین کو بمعنی استہزاء کے بیان کیا ہے اور یونس نے کہا ہے کہ جب خدمت لینا مراد ہو تو سین پر ضمہ (پیش) کے سوا اور کچھ نہ آئیگا اور جب ہنسی ٹھٹھا کرنا مراد ہو تو ضمہ بھی روا ہے اور کسرہ (زیر) بھی اور دونوں حالتوں میں یہ مصدر ہے جس میں یا نسبت مبالغہ کے لئے بڑھا دی گئی ہے جیسے کہ احمری میں"۔ [2]

ابوعلی فارسی کہتے ہیں کہ:۔

"قرأت کسر سین کی زیادہ مناسب ہے کیونکہ وہ بمعنی استہزاء ہے اور کسرہ اس میں اکثر ہے اور

[1] تفسیر الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل، ج ۳، ص ۵۷ (طبع مصر)

[2] روح المعانی، ج ۱۸، ص ۶۳ (طبع منیریہ مصر)

بھی آیت سے زیادہ لائق ہے دیکھئے نہیں ارشاد ہے وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ (اور تم ان سے ہنستے تھے)"۔ [1] پ ۱۸ ع ۶ ۲۳/۱۳

سُخْرِيًّا: خدمت گار، تابعدار، علامہ محمود آلوسی لکھتے ہیں:۔

"سُخْرِيًّا جیسا کہ آپ نے ساخرہ کی طرف نسبت ہے جس کے معنی لبس میں کرنے اور کام میں لگانے کے ہیں، راغب کہتے ہیں کہ سخری وہ ہے کہ جس پر زبردستی کی جائے اور وہ اپنے ارادہ سے مسخر ہو جائے اور بعض نے خیال کیا ہے کہ یہ یہاں سُخر سے ہے یعنی استہزاء کے یعنی تاکہ تونگر فقیر پر ٹھٹھا کرے اور ابوحیان نے اس کو بعید بتایا ہے اور سمین نے کہا ہے کہ یہ موقع کے مناسب نہیں"۔ [2] ۲۵/۹

سَخَطٍ: غصہ، وہ سخت غصہ جو عقوبت کا مقتضی ہو، سَخَطٌ ہے، پ ۴

سَخِطَ: وہ غصہ ہوا (جمع) سَخِطُوْا ہے جس کے معنی غصہ ہونے کے ہیں، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، پ ۱۵ ع ۶

فصل الدال المهملة

سَدّ: آڑ، حائل، دیوار، دو چیزوں کے درمیان آڑ اور حائل کو سَدّ کہا جاتا ہے، اصل میں یہ سَدَّ يَسُدُّ کا مصدر ہے جس کے معنی رخنہ کو استوار کرنے اور خلل کو بند کرنے کے ہیں، دیوار، پہاڑ اور بند میں چونکہ یہ صفت موجود ہے اس لئے ان کے لئے بھی سَدّ کا لفظ استعمال ہوتا ہے، سد ذوالقرنین کے بارے میں مولانا ابوالکلام آزاد کی جو تحقیق ہے اس کا اقتباس درج ذیل ہے، فرماتے ہیں:۔

"بحر خزر کے مغربی ساحل پر ایک قدیم شہر دربند آباد ہے، یہ ٹھیک اس مقام پر واقع ہے جہاں کاکیشیا کا سلسلہ کوہ ختم ہوتا اور بحر خزر سے مل جاتا ہے، اس مقام پر قدیم زمانہ سے ایک عریض و طویل دیوار موجود ہے جو سمندر سے شروع ہو کر تقریباً تیس میل تک مغرب میں چلی گئی ہے اور اس مقام تک پہنچ گئی ہے جہاں کاکیشیا کا مشرقی حصہ بہت زیادہ بلند ہو گیا ہے۔ اس طرح اس دیوار نے ایک طرف بحر خزر کا ساحلی مقام بند کر دیا تھا دوسری طرف پہاڑ کا وہ تمام حصہ بھی روک دیا تھا جو ڈھلوان ہونے کی وجہ سے

---

[1] البحر المحیط، ج ۶، ص ۴۲۳ (طبع مصر ۱۳۲۸ھ)

[2] روح المعانی، ج ۲۵ ص ۷۲

قابلِ عبور ہوسکتا تھا، ساحل کی طرف یہ دیوار دوہری ہے یعنی اگر آذربائیجان سے ساحل ہوتے ہوئے آگے بڑھیں تو پہلے ایک دیوار ملتی ہے جو سمندر سے برابر مغرب کی طرف چلی گئی ہے، اس میں پہلے ایک دروازہ تھا، دروازے سے جب گزرتے تھے تو شہر دربند ملتا تھا، اب یہ صورت باقی نہیں رہی، دربند سے آگے پھر اسی طرح کی ایک دار ملتی ہے لیکن یہ دوہری دیوار صرف دو میل تک گئی ہے، اس کے بعد اکہری دیوار کا سلسلہ ہے، دونوں دیواریں جہاں جا کر ملی ہیں وہاں ایک قلعہ ہے، قلعہ تک پہنچ کر دونوں کا درمیانی فاصلہ سو گز سے زیادہ نہیں رہتا لیکن ساحل کے پاس پانچ سو گز ہے اور اسی پانچسو گز کے عرض میں دربند آباد ہے اس دوہری دیوار کو ایرانی قدیم سے "دوبارہ" کہتے آئے ہیں یعنی دوہرا سلسلہ۔

اس مقام سے جب مغرب کی طرف کاکیشیا کے اندرونی حصوں میں اور آگے بڑھتے ہیں تو ایک اور مقام ملتا ہے جو درۂ داریال کے نام سے مشہور ہے اور موجودہ زمانہ کے نقشہ میں اس کا محل ولاڈی کیوکز دیونانی کاکیشیا، ردسی کیوکز اور فارسی قفقاز ایک ہی لفظ ہے) اور تفلس کے درمیان دکھایا جاتا ہے، یہ کاکیشیا کے نہایت بلند حصوں سے ہوکر گزرا ہے اور دو زنگ بلند چوٹیوں سے گھرا ہوا ہے، یہاں بھی قدیم زمانے سے ایک دیوار موجود ہے اور ارمنی روایتوں میں اسے "آہنی دروازہ" کے نام سے پکارا گیا ہے، ارمنی زبان میں اس کا قدیم نام بھاک کوراتی" اور اس کا پان کورائی" چلا آتا ہے، دونوں ناموں کا مطلب یہ ہے کہ "کورہ درہ"۔ سوال یہ ہے کہ کور سے مقصود کیا ہے؟ کیا یہ گورش کی بدلی ہوئی شکل نہیں ہے جو سائرس (ذوالقرنین) کا اصلی نام تھا جیسا کہ دارا کے کتبہ اصطخر میں پڑھا جا چکا ہے۔

اب ایک سوال اور غور طلب ہے، ذوالقرنین نے جو سد تعمیر کی تھی وہ درۂ داریال کی سد ہے یا دربند کی دیوار یا دونوں؟

قرآن میں ہے کہ ذوالقرنین دو پہاڑی دیوارو ں کے درمیان پہنچا، اس نے آہنی تختیوں سے کام لیا، اس نے برابر کا حصہ پاٹ کے برابر کر دیا، اس نے پگھلا ہوا تانبا استعمال کیا، تعمیر کی یہ تمام خصوصیات کسی طرح بھی دربند کی دیوار

پر صادق نہیں آتیں، یہ پتھر کی بڑی بڑی سِلوں کی دیوار ہے اور دو پہاڑی دیواروں کے درمیان نہیں ہے بلکہ سمندر سے پہاڑ کے بلند حصے تک چلی گئی ہے، اس میں آہنی تختیوں اور پگھلے ہوئے تانبے کا کوئی نشان نہیں ملتا، پس یہ قطعی ہے کہ ذوالقرنین والی سدّ کا اطلاق اس پر نہیں ہو سکتا۔

البتہ درہ داریال کا مقام ٹھیک ٹھیک قرآن کی تصریحات کے مطابق ہے، یہ دو پہاڑی چوٹیوں کے درمیان ہے اور جو سدّ تعمیر کی گئی ہے اس نے درمیان کی راہ بالکل مسدود کر دی ہے، چونکہ اس کی تعمیر میں آہنی سِلوں سے کام لیا گیا تھا اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ جارجیا میں "آہنی دروازہ" کا نام قدیم سے مشہور چلا آتا ہے اسی کا ترجمہ ترکی میں "دامر کپو" مشہور ہو گیا، بہرحال ذوالقرنین کی اصلی سدّ یہی ہے،،[1]

(ملاحظہ ہو ذَا الْقَرْنَيْن) ۱۶/۲، ۲۳/۱۸

سِدْرٍ: بیری کا درخت، راغب لکھتے ہیں:-

"سدر ایسا درخت ہے جو کھانے میں ناکافی ہوتا ہے اس لئے ارشاد ہوتا ہے وَّ اَثْلٍ وَّ شَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ (اور جھاؤ اور کچھ بیر تھوڑے سے) اور چونکہ اس کے کانٹے جھاڑ کر اس کے ذریعہ سایہ حاصل کیا جاتا ہے اس لئے یہ ارشادِ الٰہی فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ (بیری کے درختوں میں جن میں کانٹا نہیں ہے) میں یہ جنت کے سایہ اور اس کی مثال قرار دیا گیا کہ سایہ حاصل کرنے کے لئے بہت کافی ہوتا ہے۔ ۲۲/۸، ۲۷/۱۴

سِدْرَةً: بیری کا درخت، واحد ہے، سِدْرٌ جمع، ۲۷/۵

سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى: سدرۃ المنتہیٰ، پرے حد کی بیری، سدرۃ المنتہیٰ کیا ہے؟ انسانی فہم و ادراک کی اخیر سرحد پر ایک درخت، اکابر تابعین سے یہی روایت طبری نے اس آیت کی تفسیر میں نقل کی ہے[2] یہی وہ مقام ہے جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فیوضِ رحمانی اور نعمائے صمدانی سے مخصوص فرمایا گیا تھا۔ ۲۷/۵

سُدُسٌ: چھٹا حصہ، اسمِ عدد ہے، اَسْدَاس جمع، ۴/۱۲

[1] ملاحظہ ہو ترجمان القرآن، ج ۲، ص ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹ (طبع مدینہ پریس بجنور)

[2] سیرۃ النبی، ج ۳، ص ۳۵۰ (طبع معارف پریس اعظم گڑھ ۱۳۶۱ھ)

سُدًی: بے قید، مہمل کہ نہ کسی بات پر مامور ہو اور نہ کسی چیز سے اسے روکا جائے، اَسْدَاءٌ سے جس کے معنی مہمل چھوڑ دینے کے ہیں، اسم ہے واحد و جمع دونوں کے لئے مساوی طور پر مستعمل ہے، پ ۲۹/۱۸

سَدِیْدًا: سیدھا، سَدَادٌ سے جس کے معنی درست و راست ہونے کے ہیں، بروزن فَعِیْلٌ صفتِ مشبہ کا صیغہ، پ ۴/۱۲ پ ۲۲/۶

سَدَّیْنِ: دو پہاڑ، دو آڑ، سَدٌّ کا تثنیہ بحالت نصب و جر (ملاحظہ ہو سَدٌّ) پ ۱۶/۲

فصل الراء المہملۃ

سِرٌّ: چھپی ہوئی بات، بھید، راز، دل میں جو بات چھپی ہو اسے سِرّ کہتے ہیں، اَسْرَارٌ جمع۔ واضح رہے بطور کنایہ اور مجاز کے لفظِ سِرّ کا استعمال جماع، نکاح، نکاح کرنے کا اظہار کرنے، نیز زنا کے لئے بھی ہوتا ہے چنانچہ آیتِ شریفہ لَا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا (ان سے نکاح کا وعدہ نہ کر رکھو چھپ کر) میں سِرّ کو ابن السیدہ نے نکاح کا کنایہ بتایا ہے اور مجاہد و فراء نے زمانۂ عدت میں نکاح کی بات چیت کرنے کے معنی لئے ہیں اور ابو الہیثم، حسن بصری، ابو مجلز نے زنا سے تفسیر کی ہے[1] پ ۲/۱۰ پ ۱۸/۱۹

سِرًّا پ ۳/۱۴ پ ۱۳/۹، ۷ پ ۱۴/۱۶ پ ۲۲/۱۶

سَرَّآءٌ: نعمت، فراخی، خوشی، اصل میں حالتِ شادمانی کا نام سَرَّاء ہے، پ ۴/۵ پ ۹/۲

سَرَابٌ: چمکتی ہوئی ریت، سراب، شدتِ گرما میں دوپہر کے وقت دھوپ کی تیزی سے میدان میں جو ریت پانی کی طرح چمکتی ہوئی نظر آتی ہے اور دور سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پانی بہ رہا ہے اور مکانات اور درختوں کا عکس اس میں دکھائی دے رہا ہے اسے سَرَاب کہتے ہیں۔ چونکہ اکثر اس کے نظر پڑنے سے پانی کا دھوکا ہو جاتا ہے اس لئے سَرَاب دھوکا اور فریب کے لئے ضرب المثل ہے۔ پ ۱۸/۱۱ سَرَابًا پ ۳۰/۱

سَرَابِیْلُ: کرتے، قمیصیں، پیراہن، سِرْبَالٌ کی جمع، سِرْبَال قمیص کو کہتے ہیں، وہ کسی قسم کی بھی ہو، پ ۱۴/۱۵

سَرَابِیْلُهُمْ: ان کے کرتے، ان کے پیراہن سَرَابِیْلُ مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ، پ ۱۳/۱۹

سِرَاجًا: چراغ، دیا، مجازاً آفتاب اور ہر روشن چیز کے لئے بھی اس کا استعمال ہوتا ہے، سُرُجٌ جمع، پ ۱۹/۴ پ ۲۲/۳ پ ۲۹/۹ پ ۳۰/۱

---

[1] تاج العروس

سَرَاحًا: رخصت کرنا، چھوڑنا، تَسْرِیْحٌ سے جس کے
معنی طلاق دینے کے ہیں۔ اسم ہے، جیسے تَبْلِیْغٌ سے
بَلَاغٌ ہے۔ ابوجعفر بیہقی نے تاج المصادر میں لکھا ہے کہ:۔
"اس مقام پر تحقیق یہ ہے کہ سَرَاحٌ، سَلَامٌ،
کَلَامٌ اسماء ہیں، بروزن فَعَالٌ جو مصدر کے معنی
دیتے ہیں"
راغب لکھتے ہیں کہ:۔
"ارشادِ الٰہی وَ سَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا ۝
(اور رخصت کر دو بھلی طرح سے) "تسریحِ ابل" (اونٹوں
کو چرنے کے لئے چھوڑنا) سے مستعار ہے جیسے
کہ طَلَاقٌ "اطلاقِ ابل" (اونٹوں کے پائے بند
کھولنے) سے مستعار ہے"
(ملاحظہ ہو تَسْرِیْحٌ) پ ۲۱، ۲۲ ۔

سُرَادِقُهَا: اس کی قناتیں، سُرَادِقٌ مضاف
ھا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ، علامہ
ابوالسعادات مبارک بن الاثیر جزری نے لکھا ہے
کہ ہر وہ شے جو کسی شے کا احاطہ کئے ہوئے ہو خواہ
چار دیواری ہو یا شامیانہ یا خیمہ وہ سُرادق ہے [1]
امام سیوطی الاتقان میں فرماتے ہیں:۔
"جوالیقی کا بیان ہے کہ یہ فارسی ہے معرب اصل
میں سرادر تھا بمعنی (در سرا) دہلیز کہا اور دیگر حضرات
یہ کہتے ہیں یہ فارسی کا "سراپردہ" ہے" [2]
اور علامہ زبیدی نے تاج العروس میں جوالیقی سے
یہ نقل کیا ہے کہ یہ "سرادر" یا "سراطاق" کا معرب
ہے لیکن طاق خود معرب ہے۔
راغب اصفہانی مفردات میں رقمطراز ہیں:۔
"سُرادِق فارسی ہے معرب اور کلامِ عرب میں
کوئی ایسا مفرد اسم نہیں ہے کہ جس کا تیسرا حرف
الف ہو اور الف کے بعد دو حرف ہوں"
علامہ محمود آلوسی نے لکھا ہے کہ:۔
"اس کے معرب ہونے کے بارے میں تو راغب نے
صحیح کہا کیونکہ عامۂ اہلِ لغت اسی پر ہیں لیکن یہ جو
کہا ہے کہ کلامِ عرب میں الخ تو علابط، قراقص،
جنادف، حلاحل کا آنا اس کی تکذیب کرتا
ہے، حالانکہ سب کے سب سرادق کے وزن
پر ہیں اور ایسے الفاظ بہت، باوجود اس کثرت
کے ایسے فاضل سے غفلت ہو جانا بعید ہے، اس
لئے غور کرنا چاہئے کہ ان کی مراد کیا ہے" [3]
امام احمد، امام ترمذی اور امام ابن جریر طبری نے
حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت

[1] النہایہ فی غریب الحدیث والاثر [2] الاتقان، ج ۱، ص ۱۳۸ (طبع مصر ۱۳۴۳ھ) [3] روح المعانی، ج ۱۵، ص ۲۴۶

کی ہے کہ "سرادق نار" (سراپردہ آتش) کی چار دیواریں ہیں اور ہر دیوار کی موٹائی چالیس سال کی مسافت کے بقدر ہے[1] سُرَادِقَاتٌ جمع ہے۔ سیبویہ کا بیان ہے کہ جب اس کو کسرہ نہ دیا گیا تو باوجود مذکر ہونے کے اس کی جمع تار کے ساتھ لائے[2] ۱۵/۱۶

سِرَاعًا: دوڑتے ہوئے، جلدی کرتے ہوئے، دوڑنے والے، جلدی کرنے والے، سَرِيْعٌ کی جمع جو کہ سُرْعَةٌ سے جس کے معنی جلدی کرنے کے ہیں بروزن فَعِيْلٌ بمعنے فاعل ہے جس طرح کہ کِرام کَرِيْم کی جمع ہے[3] ۲۶/۱۷ ۲۹/۸

سَرَائِرُ: بھید، راز، پوشیدہ باتیں، سَرِيْرَةٌ کی جمع علامہ ابن خالویہ لکھتے ہیں :-

"یار کو جمع میں ہمزہ کر لیا گیا حالانکہ واحد میں ہمزہ نہ تھی، اس کی وجہ یہ ہے کہ جمع میں یار سے قبل الف ہے جو ساکن ہے، اب دو ساکن جمع ہوئے تو انہوں نے یار کو ہمزہ سے بدل کر التقاء ساکنین کی بنا پر اس کو کسرہ دے دیا اور اسی طرح سے ہے قَبِيْلَةٌ اور قَبَائِلُ اور اگر "یار" اصلی ہوتی جیسے کہ مَعِيْشَةٌ میں ہے تو جمع میں اسے ہمزہ نہ کیا جاتا ہے، ارشاد ہے وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ[4] ۳۰/۱۱

سَرَبًا: زنگ، اَسْرَابٌ جمع، ۱۵/۲۱

سَرِّحُوْهُنَّ: تم ان عورتوں کو رخصت کر دو، تم ان عورتوں کو چھوڑ دو، سَرِّحُوْا تَسْرِيْحٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر هُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب، (ملاحظہ ہو تَسْرِيْحٌ) ۲/۱۳ ۲۲/۳

سَرْدٌ: کڑیاں جوڑنا، زرہیں بنانا، سَرَدَ يَسْرُدُ کا مصدر ہے نیز کڑیوں کے لئے بطور اسم بھی مستعمل ہے، ۲۲/۱۸

سُرُرٌ: تخت، سَرِيْرٌ کی جمع ہے، راغب لکھتے ہیں :-

"سَرِيْرٌ یعنی جس پر سرور سے بیٹھا جائے کیونکہ یہ ارباب نعمت کے ہی پاس ہوتا ہے اس کی جمع اَسِرَّةٌ اور سُرُرٌ ہے۔

۲۳/۴ ۲۴/۶ ۳۰/۱۳ ۲۷/۱۴، ۳ سُرُرًا ۲۵/۹

سَرَقَ: اس نے چوری کی (ضَرَبَ) سَرِقَةٌ سے جس کے معنی چوری کرنے کے ہیں، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، راغب لکھتے ہیں :-

---

[1] تفسیر ابن کثیر، ج ۳، ص ۸۱ (طبع مصر ۱۳۵۶ھ) [2] تاج العروس [3] تفسیر کبیر سورۂ ق، ج ۷، ص ۶۲۴
[4] اعراب ثلاثین سورة من القرآن العظیم، ص ۴۹ (طبع دار الکتب المصریة)

سَرِقَۃٌ کے معنی ہیں پوشیدہ طور پر اس چیز کا لینا جس چیز کو لینے کا حق نہ ہو، اور شرع میں کسی شے کے مخصوص جگہ سے اور مخصوص مقدار میں لے لینے کے لئے مستعمل ہے۔"

$\frac{13}{2}$ ۳

سِرَّکُمْ: تمہارا بھید، تمہارا چھپا، سِرٌّ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ (ملاحظہ ہو سِرًّا) ۴

سَرْمَدًا: ہمیشہ، دائم۔ علامہ زمخشری کشاف میں رقمطراز ہیں:۔

"سرمد کے معنی دائم و متصل کے ہیں، سَرْدٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنی متابعت یعنی پے بہ پے اور لگاتار ہونے کے ہیں، اس سے ماہ ہائے حرام کے بارے میں عرب کا محاورہ ہے ثلاثۃ سرد و واحد فرد (تین یعنی ذی قعدہ، ذی حجہ، محرم، پے بہ پے ہیں اور ایک یعنی رجب یکہ ہے) اور میم زائد ہے، اس کا وزن فَعْمَلٌ ہے اور اس کی نظیر دلامص ہے دلاص سے [1]۔، اور بعض نحویوں کا مختار یہ ہے کہ میم اس میں اصلی ہے اور اس کا وزن فَعْلَلٌ ہے کیونکہ درمیان میں میم کی زیادتی قیاس سے نہیں کی جاتی ہے [2]، قاضی شوکانی نے اسی کو ظاہر بتایا ہے [3]، $\frac{20}{10}$ ب

سُرُوْرًا: سرور، جو خوشی اندر چھپے ہی ہو اس کا نام سرور ہے، یہ سَرَّ یَسُرُّ کا مصدر ہے، علامہ مرتضیٰ زبیدی، بعض اہلِ لغت سے ناقل ہیں کہ "سرور" کی حقیقت یہ ہے کہ فقط قلب میں التذاذ (مزہ پانا) و انشراح (کھلنا) حاصل ہوتا ہے بغیر اس کے کہ ظاہر میں اس کا کوئی اثر ہو اور "حبور" وہ ہے جس کا اثر ظاہر میں دکھائی دیتا ہے [4]۔۔ $\frac{29}{19}$

سِرَّھُمْ: ان کا بھید، ان کا راز، سِرٌّ مضاف ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ $\frac{1}{16}$ $\frac{25}{13}$

سَرِیًّا: ایک چشمہ، اَسْرِیَۃٌ اور سُرْیَانٌ جمع، جیسے کہ رَغِیْفٌ کی جمع اَرْغِفَۃٌ اور غُرْفَانٌ ہیں، تاج العروس میں ہے،

"سَرِیٌّ غَنِیٌّ کی طرح سے بمعنی نہر ہے ثعلب نے یہی کہا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ بمعنی جدول ہے یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے اور یہی اہلِ لغت کا قول ہے چنانچہ انہوں نے

---

[1] تفسیر کشاف ج ۳ ص ۱۷۷ (طبع مصر ۱۳۵۴ھ) [2] روح المعانی ج ۲۰ ص ۹۳ [3] فتح القدیر ج ۴ ص ۱۷۰ (طبع مصر ۱۳۵۰ھ)
[4] روح المعانی ج ۱۶ ص ۷۶

اس کی تفسیر اس چھوٹی نہر سے کی ہے جو نخلستان کی طرف رواں ہو"

علامہ آلوسی لکھتے ہیں :-

"جدول کو سری سے اس لئے موسوم کیا کہ پانی اس میں سیر کرتا یعنی رواں ہوتا ہے اس معنی کے اعتبار سے اس کا لام کلمہ یاء ہے، حسن بصری، ابن زید اور جبائی سے مروی ہے کہ سری سے عیسیٰ علیہ السلام مراد ہیں اور یہ سرو بمعنی رفعت ہے جیسا کہ راغب نے کہا ہے اس صورت میں آیہ شریفہ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا کے معنی ہوں گے، یعنی تیرے رب نے تیرے نیچے ایک رفیع الشان، بلند مرتبت لڑکا کر دیا اور صحاح میں اس کے معنی مروت کے ساتھ سخاوت کے مرقوم ہیں، یہ رفعت مراد لینا قدر کے اعتبار سے زیادہ اونچا ہے اور اس معنے کے لحاظ سے لام کلمہ واو ہے"[1]

س ر ع

سَرِيعٌ : جلد کرنے والا، سُرْعَةٌ سے جس کے معنی جلدی کرنے کے ہیں بروزن فَعِيلٌ بمعنے فاعل صفت کا صیغہ ہے، قاموس میں ہے :-

"اللہ عزوجل کے "سریع الحساب" ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اس کا حساب لینا لامحالہ واقع ہو کر رہے گا یا ایک حساب اس کو دوسرے حساب سے اور ایک شے اس کو دوسری شے سے ہٹا کر اپنی طرف مشغول نہیں کر سکتی یا اس کے افعال جلد ظہور میں آتے ہیں اور جو وہ ارادہ فرماتے ہیں اس میں کسی بات کی دیر نہیں لگتی، کیونکہ اس کا ہر فعل بغیر کسی چیز کے ارتکاب اور کوشش کے واقع ہوتا ہے پس حق سبحانہ تمام خلق سے ان کے جی اٹھنے اور جمع ہو جانے کے بعد ایک لحظہ میں بغیر کسی قسم کے شمار لگائے اور رکاوٹ کے حساب فرمالیں گے وَهُوَ أَسْرَعُ الْحَاسِبِينَ اور وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔

راغب لکھتے ہیں :-

"فرمان الٰہی إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ (اور بیشک اللہ جلد لیتا ہے حساب) اور سَرِيعُ الْعِقَابِ (جلد عذاب کرنے والا ہے) یہ تنبیہ ہے اس پر جس کے متعلق ارشاد ہے إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ

[1] روح المعانی ج ۱۶، ص ۷۶

اس کا حکم یہی ہے کہ جب کرنا چاہے کسی چیز کو تو
کہے اس کو ہو اور وہ اسی وقت ہو جائے۔"
پ ۲/۹، پ ۳/۱۰، پ ۴/۱۱، پ ۵/۵، پ ۶/۷، پ ۹/۱۱، پ ۱۳/۱۲، ۱۹، پ ۱۸/۱۱، پ ۲۳/۷

فصل الطاء المهملة

سُطِحَتْ : وہ بچھائی گئی، (فَتْحٌ) سَطْحٌ سے جس کے معنی بچھانے کے ہیں، ماضی مجہول کا صیغہ واحد مؤنث غائب، پ ۳۰/۱۳

فصل العين المهملة

سَعَتِهٖ : اس کی وسعت، اس کی گنجائش، سَعَة مضاف ہ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ (ملاحظہ ہو سَعَتِہٖ) پ ۵/۱۶، پ ۲۸/۱۷

سُعِدُوْا : وہ نیک بخت بنائے گئے (فَتْحٌ) سَعْدٌ سے جس کے معنی نیک بخت کرنے کے ہیں، ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب، علامہ ابوجعفر بیہقی تاج المصادر میں لکھتے ہیں:۔

"سَعْدٌ اور سُعُوْدٌ کے معنی مبارک ہونے کے ہیں کہا جاتا ہے سَعَدَ یَوْمُنَا (ہمارا دن مبارک ہوا) نیز سَعْدٌ کے معنی ہیں نیک بخت کرنے کے اور اس معنی میں اہلِ لغت نے اختلاف کیا ہے، زجاج، الازہری اور فارابی نے تو اس کو جائز رکھا ہے اور ارشادِ الٰہی وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا (اور لیکن جو لوگ نیک بخت کئے گئے) سے جو بضم سین ہے استدلال کیا ہے اور سیبویہ نیز محققین اہلِ لغت نے اس سے انکار کیا ہے ان کا بیان ہے کہ (اس معنی میں) عرب کا محاورہ اَسْعَدَهُ اللّٰهُ ہے اور یہ روا نہیں کہ سُعِدُوْا سَعَادَةٌ سے بمعنی نیک بخت ہونا ہو کیونکہ سَعَادَةٌ شَقَاوَةٌ کی طرح سے لازم ہے اور اس قراءت کے بارے میں سیبویہ نے کہا ہے کہ یہ لغت قیاس سے خارج ہے یا باب فَعَلَ اور فَعَلْتُهٗ سے ہوگی (یعنی لازم بھی اور متعدی بھی) جیسے کہ غَاضَ (وہ گھٹ گیا) اور غِضْتُهٗ (میں نے اس کو گھٹا دیا) ہے اور اسی طرح سے سَعَدَ (وہ نیک بخت ہوا) اور سَعَدْتُهٗ (میں نے اس کو نیک بخت کیا) ہیں اور مَسْعُوْدٌ میں ان کے لئے کوئی دلیل نہیں کیونکہ جائز ہے یہ مثل اَجَنَّهُ اللّٰهُ فَهُوَ مَجْنُوْنٌ کے ہو (یعنی باب اِسْعَادٌ سے مستعمل ہو)" پ ۱۲/۹

سُعُرٍ : سودا، جنون، بے عقلی، علامہ سمین لکھتے ہیں:

"سُعُرٌ مفرد بھی ہو سکتا ہے بمعنی جنون کے کہا جاتا ہے نَاقَةٌ مَسْعُوْرَةٌ یعنی اپنی رفتار میں دیوانی سی ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سَعِیْرٌ کی جمع ہو جس کے معنی نار یعنی آگ کے ہیں اور دونوں احتمال منقول ہیں" [1]

اصل میں سَعْرٌ کے معنی آگ بھڑکانے کے ہیں جب انسان کے دماغ میں گرمی بھڑک اٹھتی ہے تو وہ پاگل ہو جاتا ہے سُعُرٌ کا استعمال سودا اور جنون کے معنی میں اسی اعتبار سے ہے، پ ۲۷ ۹، ۱۰

سُعِّرَتْ : وہ دہکائی گئی، وہ بھڑکائی گئی تَسْعِیْرٌ سے جس کے معنی سخت آگ دہکانے کے ہیں، ماضی مجہول کا صیغہ واحد مؤنث غائب، پ ۳۰ ۶

سَعَوْا : وہ لپکے، انہوں نے کوشش کی، مَسْعٰی سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب (ملاحظہ ہو سَعْیٌ) پ ۱۷ ۲۲ ۱۴

سَعَةٍ : کشائش، فراخی، وسعت، طاقت، پہنچ، یہ وَسِعَ یَسَعُ کا مصدر ہے جس کے معنی فراخ ہونے کے ہیں اس کی تاء واو کے بدلہ میں ہے عِدَةٌ اور زِنَةٌ کی طرح اول سے واو کو حذف کر کے آخر میں اس کے عوض تاء لے آتے ہیں، راغب لکھتے ہیں "سَعَةٌ کا استعمال امکنہ (مقامات) کے لئے بھی آتا ہے اور حالت کے لئے بھی اور فعل کے لئے بھی جیسے کہ قُدْرَةٌ اور جُوْدٌ وغیرہ الفاظ ہیں، چنانچہ مکان کے بارے میں جیسے ارشاد ہے اِنَّ اَرْضِیْ وَاسِعَةٌ (میری زمین کشادہ ہے) اَلَمْ تَکُنْ اَرْضُ اللّٰہِ وَاسِعَةً (کیا نہ تھی زمین اللہ کی کشادہ) اور حالت کے بارے میں فرمانِ الٰہی ہے لِیُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِہٖ (چاہئے خرچ کرے وسعت والا اپنی وسعت کے موافق) اور ارشاد ہے عَلَی الْمُوْسِعِ قَدَرُہٗ (اور مقدور والے پر اس کے موافق ہے)۔

آیت کریمہ وَمَنْ یُّهَاجِرْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ یَجِدْ فِی الْاَرْضِ مُرٰغَمًا کَثِیْرًا وَّسَعَةً (اور جو کوئی وطن چھوڑے اللہ کی راہ میں پائیگا اس کے مقابلہ میں جگہ بہت اور کشائش) کے بارے میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما، ربیع بن انس اور ضحاک سے مروی ہے کہ اس سے وسعتِ رزق مراد ہے اور قتادہ سے روایت کیا گیا ہے کہ اظہارِ دین کی طاقت مراد ہے کیونکہ ان کو مشرکین کی جانب سے دین کے

[1] حواشی سلیمان جمل علی الجلالین، ج ۴، ص ۲۴۴ (طبع مصر ۱۳۵۲ھ)

معاملہ میں سخت تنگی زیادتی ہمیں کر اظہارِ دین سے روکتے تھے،[1] ۲/۱۶ ۵/۱۱ ۱۹/۹ ۲۶/۱۷

سَعْیٌ: قصد کرنا، کام کرنا، چلنا دوڑنا، کمانا، سَعٰی یَسْعٰی کا مصدر ہے یہ سب معانی قاموس میں منقول ہیں اور امام راغب مفردات میں فرماتے ہیں:-

"سَعْیٌ کے معنی مشیٌ سریعٌ (تیز روی، لپکنے) کے ہیں جو عَدْوٌ (دوڑنے) سے کم ہے اور کسی معاملہ میں کوشش کے لئے استعمال کیا جاتا ہے خواہ خیر ہو یا شر اور بیشتر سعی کا استعمال اچھے کاموں کے بارے میں ہوتا ہے"، ۱۵/۲ ۲۳/۷،

سَعْیًا ۳/۲۔

سَعٰی: اس نے کوشش کی، وہ دوڑا، اس نے کمایا، سَعْیٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، ۱/۱۴ ۲/۹ ۱۵/۲ ۲۷/۷ ۳۰/۴۔

سَعِیْدٌ: نیک بخت، سَعَادَۃٌ جس کے معنی نیک بخت ہونے کے ہیں، بروزن فَعِیْلٌ صفتِ مشبہ کا صیغہ ۱۲/۹۔

سَعِیْرٌ: دہکتی ہوئی آگ، دوزخ سَعْرٌ سے جس کے معنی آگ بھڑکانے کے ہیں بروزن فَعِیْلٌ بمعنی مَفْعُوْلٌ ہے (ملاحظہ ہو جَحِیْمٌ) ۱۷/۹ ۲۱/۱۲ ۳۳/۸،۱۳ ۲۵/۲ ۲۹/۱

سَعِیْرًا ۲/۱۲ ۵/۵ ۱۵/۱۱ ۱۹/۱۷ ۲۲/۵ ۲۶/۱۰ ۲۹/۱۹ ۳۰/۹۔

سَعْیَکُمْ: تمہاری کمائی، تمہاری کوشش، سَعْیٌ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ ۲۹/۱۹ ۳۰/۱۷

سَعْیَہٗ: اس کی کمائی، اس کی کوشش، سَعْیٌ مضاف، ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ، ۱۷/۷ ۲۷/۷۔

سَعْیَہَا: اس کی کمائی، اس کی دوڑ، سَعْیٌ مضاف ھا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ ۱۵/۲ ۳۰/۱۳

سَعْیُہُمْ: ان کی دوڑ، ان کی کوشش، سَعْیٌ مضاف ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب، ۱۵/۲ ۱۶/۲۔

فصل الفاء

سَفَاهَةٍ: بے عقلی، بیوقوفی، جہالت، سَفِہَ یَسْفَہُ کا مصدر ہے، ۸/۱۶

سَفَرٍ: سفر، دور کی مسافت قطع کرنے کا نام "سفر" ہے اَسْفَارٌ جمع، اصل میں سَفَرٌ کے معنی پردہ ہٹانے اور متفرق کرنے کے ہیں، سفر کو سفر اسی اعتبار

[1] احکام القرآن از امام جصاص رازی، ج ۱، ص ۳۰۶ (طبع مصر ۱۳۴۷ھ)

سے کہا جاتا ہے کہ اس میں یہ دونوں معانی ملحوظ ہیں۔

علامہ ابن سیدہ محکم میں لکھتے ہیں:-

"اس نام سے یہ اس لئے موسوم ہوا کہ جس طرح ہوا سوکھے پتوں کو لاتی اور لیجاتی، متفرق کرتی ہے اسی طرح سفر میں بھی آمد و رفت ہوتی ہے" لہ

اور امام ابو منصور ازہری تہذیب میں رقمطراز ہیں:-

"سفر کا نام سفر اس لئے پڑا کہ وہ مسافروں کے رخ اور ان کے اخلاق کو ظاہر کرتا ہے اور جو بات ان میں چھپی ہوتی ہے اسے کھول دیتا ہے" ع

اور اصطلاح شرع میں سفر سے خاص قسم کی قطع مسافت مراد ہے جس سے احکام شرعیہ متغیر ہو جاتے ہیں ع۔ ائمہ احناف کے نزدیک "جس سفر سے احکام متغیر ہوتے ہیں وہ یہ ہیں کہ انسان تین دن رات کی مسافت کا ارادہ کرے، مسافت اونٹ کی رفتار سے ہو یا پیادہ روی سے پر چال درمیانی ہو" لہ

اور یہی قول امام سفیان ثوری اور امام حسن بن صالح کا ہے۔ تلہ امام ابو بکر احمد بن علی جصاص رازی فرماتے ہیں:-

"لغت میں سفر کی کوئی حد معلوم نہیں کہ جس سے فرق ہو سکے کہ کم سے کم سفر یہ ہے اور اس کے علاوہ یہ ہے پس لغت کا معاملہ یہ ٹھہرا، اور علماء اس پر متفق ہیں کہ جو سفر افطار کو مباح کرتا ہے اس کی مقدار شرع میں معلوم ہے، ہاں اس مقدار کے بارے میں وہ باہم مختلف ہیں، ہمارے اصحاب (حنفیہ) تین دن اور تین رات کی مسافت بتاتے ہیں اور دوسرے دو دن کی مسافت اور اور لوگ ایک ہی دن کی مسافت اور لغت کا اس بارے میں کوئی حصہ نہیں کیونکہ اس میں کم سے کم سفر کی کسی وقت کے ساتھ اس طرح تحدید ہے ہی نہیں کہ جس سے کم کرنا جائز نہ ہو کیونکہ وہ ایسا اسم ہے جو عادت سے ماخوذ ہے اور ہر وہ چیز جس کا حکم عادت سے ماخوذ ہوا قل قلیل سے اس کی تحدید ناممکن ہے، نیز یہ بیان کیا گیا ہے کہ سَفَرَ یَسْفُرُ سے

لہ تاج العروس ع سفر سے جو احکام متغیر ہوتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں: نماز کا قصر کرنا روزہ کے افطار کا مباح ہونا، موزوں پر مسح کی عادت کی مدت کا تین دن تک بڑھ جانا، جمعہ عیدین اور قربانی کے وجوب کا ساقط ہو جانا، بغیر محرم کے آزاد عورت کے نکلنے کا حرام ہونا (ملاحظہ ہو عنایہ شرح ہدایہ از علامہ اکمل الدین بابرتی، ج ۱، ص ۳۹۳) تلہ ہدایہ باب صلاۃ المسافر
تلہ احکام القرآن از جصاص، ج ۲، ص ۳۱۲ (طبع مصر ۱۳۴۷ھ)

مشتق ہے جس کے معنی کھولنے کے ہیں عرب کے
اس محاورہ سے ہے سفرت المرأۃ عن وجہہا
(عورت نے اپنا چہرہ کھولا) اور اسفر الصبح
(صبح روشن ہوئی) اور سفرت الریح السحاب
(ہوا نے بادل کھول دیا) اور مسفرۃ (جھاڑو کے
معنی میں ہے کیونکہ وہ مٹی کو جھاڑ کر زمین کو
کھول دیتی ہے اور اسفر وجہہ اس کا چہرہ تابناک
اور روشن ہوا اور اسی سے ارشادِ الٰہی ہے وُجُوۡہٌ
یَّوۡمَئِذٍ مُّسۡفِرَۃٌ (کتنے چہرے اس دن روشن
ہیں) یعنی تاباں و درخشاں ہیں پس کسی دور مقام
کی طرف جانے کو سفر سے موسوم کیا گیا کیونکہ وہ
مسافر کے اخلاق و احوال کو کھولتا ہے۔

اور معلوم ہے کہ جب سفر کے معنی وہ ہوئے
جو ہم نے بیان کئے تو یہ تھوڑے سے وقت اور
ایک دن اور دو دن میں واضح نہیں ہوتے
کیونکہ اکثر اس قسم کی مسافت کا ارتکاب کیا جاتا
اور اس میں اس کے اخلاق کی وہ باتیں ظاہر
نہیں ہو پاتیں کہ جن کو دور کا سفر کھول کر
رکھ دیتا ہے۔

پھر اگر عادت کا اعتبار کیا جائے تو ہم یہ جانتے
ہیں کہ قریب کی مسافت کو سفر نہیں کہا جاتا اور
دور کی مسافت کا نام سفر ہے ہاں اس پر سب
متفق ہیں کہ تین دن رات کی مسافت سفرِ صحیح
ہے کہ جس کے بارے میں احکامِ شرع متعلق
ہیں، پس تین دن رات کی مسافت کا سفر
ہونا تو ثابت ہو گیا اور اس سے کم کا سفر
ہونا ثابت نہیں کیونکہ سفر کے معنی اس میں
معدوم اور توقیف (اس سے واقف کرانا) اور
اس کی تحدید پر اتفاق مفقود ہے۔

نیز نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایسی حدیثیں
مروی ہیں جو چاہتی ہیں کہ احکامِ شرع میں سفر
کے ہونے میں تین دن کی مسافت کا اعتبار ہے
من جملہ ان کے ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ کوئی عورت
بغیر اپنے محرم کے تین دن کا سفر کرے،، [1]

پ۲/۷ پ۳/۷ پ۵/۴ پ۶/۶ پ۱۵/۲۱

سَفَرًا پ۱۰/۱۲

سَفَرِنَا: ہمارا سفر، سَفَرِ مضاف نا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ، پ۱۵/۲۱

سَفَرَۃٍ: لکھنے والے، سَافِرٌ کی جمع ہے جیسے کَتَبَۃٌ

[1] احکام القرآن، ج ۱، ص ۲۰۴

کاتب کی ہے، واضح رہے کہ سَفَرَہ کے معنی لکھنے کے بھی آتے ہیں جو اسی اعتبار سے ہیں کہ لکھنے میں وہ شے کھلتی ہے، مُسَافِر اسی سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے، تفسیر کبیر میں ہے کہ :-

"کتبہ کو سَفَرَۃ اور کاتب کو سَافِر اس لئے کہا گیا کہ اس کے معنی ہیں کہ وہ اس شے کو بیان کرنے والا اور واضح کرنے والا ہے" [۱]

ابن ابی حاتم نے بروایت ابن جریج حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ نبطی زبان میں اس کے معنی قراء یعنی قرأت کرنے والوں کے ہیں [۲] پ ۳۰

سَفَرِنَا : ہمارا سفر، سَفَر مضاف نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ، پ ۱۵/۲۱

سُفْلٰی : بہت نیچی، سُفُول سے اسم تفضیل کا صیغہ واحد مؤنث، عُلْیَا کی نقیض ہے (ملاحظہ ہو اَسْفَلَ) پ ۱۰/۱۲

سَفِهَ : وہ بیوقوف ہوا، اس نے احمق بنایا، اس نے ہلاک کیا (س ع) علامہ محمود آلوسی زیر آیہ کریمہ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ "مگر جو بیوقوف ہوا اپنے جی سے یا مگر وہی کہ جس نے احمق بنایا اپنے آپ کو) تحریر فرماتے ہیں :-

"اور سَفِهَ بالکسر (بروزن سَمِعَ) جیسا کہ مبرد و ثعلب کا بیان ہے متعدی بنفسہ بطور نفسہ، مفعول ہے لیکن سَفُهَ بالضم (بروزن کَرُمَ) ہو وہ لازم ہے اور حدیث میں جو آتا ہے کہ الکبر ان تسفہ الحق و تغمط الناس (کبر یہ ہے کہ تو حق کا استخفاف کرے اور لوگوں کو خوار رکھے) وہ اس کے متعدی ہونے کا شاہد ہے اور بعض کا قول ہے کہ یہ بھی لازم ہے اور مفعول کی طرف اس کا تعدیہ اس بنا پر ہے کہ وہ اس معنی جہل یا اہمال پر مشتمل ہے جس کی طرف تعدیہ ہوتا ہے یعنی نفسہ جہل او عدم الفکر کی بنا پر اس نے اپنے آپ کو نادان بنایا اور یہ زجاج کا قول ہے یا "اس نے اپنے آپ کو ہلاک کیا" یا ابو عبیدہ کا قول ہے" [۳] پ ۱/۱۶

سَفَهًا : نادانی، کم عقلی، بیوقوفی سَفِهَ يَسْفَهُ کا مصدر ہے، واضح رہے کہ سَفَه کا استعمال امور اُخروی اور دنیاوی دونوں کے بارے میں ہوتا ہے چنانچہ سفہ دنیوی کے متعلق ارشاد ہے وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ اَمْوَالَكُمْ (اور مت پکڑا دو

بے عقلوں کو اپنے مال) اور سورہ الجن کے متعلق فرمایا ہے
وَاَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا
(اور یہ کہ ہم میں کا بیوقوف اللہ پر بڑھا کر باتیں کہا کرتا
تھا) یہ دین کے بارے میں سفاہت و بیوقوفی
کا بیان ہے، پ ۲۹/۸

سُفَهَآءُ: بے وقوف، کم عقل، بے سمجھ، احمق،
سَفِيْهٌ کی جمع، پ ۱/۲، پ ۲/۱، پ ۴/۱۲، پ ۹/۹

سَفِيْنَةُ: کشتی، جہاز، سَفْنٌ سے جس کے معنی
پوست اکھیڑنے اور کسی شے کو اوپر سے چھیلنے کے ہیں
بروزن فَعِيْلَةٌ بمعنے فَاعِلَةٌ ہے چونکہ کشتی سطح آب کو
چیرتی جاتی ہے اس لئے اس کا نام "سفینۃ" ہوا، سَفَائِنُ
اور سُفُنٌ جمع، پ ۱۵/۲۲، پ ۱۶/۱، پ ۳۰/۱۴

سَفِيْهًا: بیوقوف، بے عقل سَفَهٌ اور سَفَاهَةٌ
سے بروزن فَعِيْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ واحد
مذکر، پ ۳

سَفِيْهُنَا: ہم میں کا بیوقوف، سَفِيْهٌ مضاف
نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ، پ ۲۹/۱۱

فصل القاف

سِقَايَةَ: پانی پلانا، پلانے کی جگہ، پینے کا برتن۔
"سقایۃ" کے بارے میں مفسرین و اہل لغت کے اقوال
سخت پریشان ہیں کوئی اس کو سَقٰى یَسْقِیْ کا مصدر
بتاتا ہے اور کوئی اَسْقٰى کا اور کوئی مصدر کو بمعنے اسم
فاعل بیان کرتا ہے اور کوئی کہتا ہے اس مکان کا
نام ہے جہاں حاجیوں کو پینے کے لئے پانی دیا جاتا
تھا، علامہ سید محمد رشید رضا مصری نے تفسیر المنار
میں اس پر بڑی عمدہ تحقیقی بحث لکھی ہے جو درج
ذیل ہے فرماتے ہیں:۔
"سقایۃ لغت میں اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں پانی
وغیرہ پلایا جاتا ہے اسی معنی میں ہے جَعَلَ السِّقَايَةَ
فِيْ رَحْلِ اَخِيْهِ (رکھ دیا پینے کا پیالہ اسباب میں
اپنے بھائی کے) اسے سقایۃ سے اس لئے موسوم
کیا گیا کہ اس سے پلایا جاتا تھا اور صواع اس لئے
کہا گیا کہ صاع کی طرح اس سے ناپا جاتا تھا، یہ
مؤنث بھی استعمال ہوتا ہے اور مذکر بھی لسان
میں (اسی طرح دوسری کتابوں میں) مذکور ہے،
اور سقایۃ وہ مقام ہے جس میں حج کے مواقع وغیرہ
پر شراب (پینے کی چیز شربت، پانی وغیرہ) تیار
کیا جاتا ہے (اس کے بعد کہا ہے) کہ حدیث میں
آتا ہے ما ثر الجاهلية تحت قدمي الا
سقاية الحاج وسدانة البيت (جاہلیت کے
قابل ذکر کارناموں میں سے ہر کارنامہ میرے

قدموں تلے ہے بجز حاجیوں کے پانی پلانے کے انتظام اور خانہ کعبہ کی خدمت گزاری اور پاسبانی کے کہ قریش حاجیوں کو پانی میں کشمش ڈال کر پلایا کرتے تھے اور حضرتِ عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ جاہلیت اور اسلام دونوں میں اس کے متولی رہے ہیں اور جس حدیث کو صاحبِ لسان نے بیان کیا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ حجۃ الوداع کی بعض روایات میں وارد ہوئی ہے۔

اور نووی نے الاسماء واللغات میں (اس سلسلہ میں) جو فرمایا ہے حسبِ ذیل ہے:-

سقایۃ العباس رضی اللہ عنہ مسجد حرام (زادہ اللہ شرفاً) میں ایک مقام ہے جس میں لوگوں کے پینے کے لئے پانی کھینچا جاتا ہے، اس کے اور زمزم کے درمیان چالیس ہاتھ کا فاصلہ ہے، ازرقی نے اپنی کتاب تاریخ مکہ میں، نیز علماء نے بیان کیا ہے کہ سقایہ چمڑے کے حوض تھے جو قصی بن کلاب کے زمانہ میں مکہ کے صحن میں رکھے جاتے تھے اور ان میں اونٹوں کے ذریعہ کنوؤں سے شیریں پانی کھینچا جاتا تھا، پھر قصی نے مرتے وقت سقایہ کا منصب اپنے بیٹے عبد مناف کے سپرد کیا اور وہ برابر عبد مناف کے ہی پاس رہا وہ اسے سرانجام دیتے رہے یہاں تک کہ ان کا انتقال ہوگیا۔

میں (یعنی علامہ رشید رضا) کہتا ہوں اس مقام پر جو سقایۃ العباس سے موسوم ہے ایک عمارت تعمیر کردی گئی تھی جو اب تک قائم چلی آتی ہے یہ چاہِ زمزم کی جانب جنوب ایک بڑا حجرہ ہے، مؤرخین مکہ نے اس کی پیمائش نیز زمزم اور کعبہ مشرفہ سے اس کے فاصلہ کا حال بیان کیا ہے۔

اور اس لفظ کے استعمال سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ اسم حرفہ بن گیا ہے اور اسی طرح حجابہ جو بیت اللہ کی کلید برداری اور پاسبانی تھی اور یہ دونوں حرفے قریش کے نہایت شاندار کارنامے تھے اور اسی بنا پر اسلام نے ان دونوں کو برقرار رکھا اور یہ بالبداہۃ معلوم ہے کہ حضرتِ عباس رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ انا صاحب السقایۃ اور لوگوں کا بھی ان کے متعلق یہی کہنا اس سے یہ مراد نہیں لیا جائیگا کہ وہ اس مقام کے مالک تھے جہاں وہ پانی رکھا جاتا تھا جو کشمش یا اس میں خرما ڈال کر

شیریں کیا جاتا تھا اور نہ سقایہ سے وہ پانی مراد ہوگا، بلاشبہ اس سے مراد یہی ہے کہ وہ اس کام کے انتظام کے متولی ہیں یعنی کشمش اور خرما لاکر انہیں پانی میں ڈالنا اور اس کے برتنوں کو ان مقامات پر رکھنا جہاں آکر حاجی اس کو پیتے ہیں اور عجیب بات ہے کہ لغوی اور مفسر اس معنی سے غفلت کرے اور کوئی تو یوں کہے کہ وہ اس مکان کا نام ہے جہاں پانی پلایا جاتا تھا اور کوئی سقی یا اسقی کا مصدر بتائے (وغیرہ وغیرہ)" [1]

آگے چل کر سید صاحب موصوف لکھتے ہیں:۔

"موجودہ زمانہ میں حکومتِ سعودیہ کی توجہ ہر سال لاکھوں حاجیوں کے لئے پانی کی وافر مقدار مہیا کرنے اور اسے صاف ستھرا رکھنے کی طرف بڑھتی جاتی ہے لیکن شربت کا پلانا بہت زمانوں سے چھوٹ گیا ہے کیونکہ حجاج کی کثرت کی بنا پر یہ دشوار بن گیا ہے اور اگر حرمین کے اوقاف کے چوتھائی حصہ کا بھی جو اسلامی اطراف میں موجود ہیں انتظام کرکے حکومتِ حجاز کی طرف روانہ کیا جائے تو حکومت کے لئے اس کا اعادہ اور مکہ یا منیٰ میں اس کے لئے عام انتظام کرنا ممکن ہے" [2] پ ۲۹ ۷۴

سَقَرَ: آگ، دوزخ کے ایک طبقہ کا نام ہے۔

علامہ سید مرتضیٰ زبیدی تاج العروس من جواہر القاموس میں رقمطراز ہیں:۔

"سَقَر کے بارے میں دو قول ہیں، ایک یہ کہ آتش کا نام سَقَر رکھ دیا گیا ہے، اس لفظ کے اشتقاق کا پتہ نہیں [3]، اور معرفہ اور عجمہ ہونا منصرف ہونے سے مانع ہے اور بعض کا قول ہے کہ دوزخ کو سَقَر اس لئے کہا گیا کہ وہ جسم و روح کو تحلیل کر ڈالتی ہے اور یہ عربی نام ہے اہلِ عرب کے محاورہ سقرتہ الشمس سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں دھوپ نے اسے تحلیل کر دیا اور اسے لُو لگ گئی اور جو اسے عربی اسم بتاتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس کے غیر منصرف ہونے کی وجہ یہ ہے کہ معرفہ مؤنث ہے۔"

علامہ ابوحیان اندلسی نے البحر المحیط میں لکھا ہے:۔

[1] تفسیر المنار، ج ۱ ص ۲۱۶، ۲۱۷ (طبع مصر ۱۳۴۶ھ)
[2] ایضاً ص ۲۱۸، ۲۱۹
[3] امام سیوطی نے الاتقان میں جوالیقی سے نقل کیا ہے کہ عجمی لفظ ہے (الاتقان، ج ۱ ص ۱۳۸)

"سقر علمیت اور تانیث کی بنا پر غیر منصرف ہے
اس کے وسط کی حرکت "زینب" کے حرف رابع
کے قائم مقام ہے۔" (ج ۸ ص ۱۷۲)
راغب اصفہانی مفردات میں لکھتے ہیں :-
"چونکہ سقر اصل میں جھلسانے کو چاہتا تھا اس لئے
یہ فرما کر کہ وَمَا أَدْرَاكَ مَا سَقَرُ، لَا تُبْقِي وَ
لَا تَذَرُ، لَوَّاحَةٌ لِلْبَشَرِ (اور تو کیا سمجھا کیسی
ہے وہ آگ نہ باقی رکھے اور نہ چھوڑے،
جلا دینے والی ہے آدمیوں کو) متنبہ کر دیا گیا کہ
مشاہدہ میں جو سقر کا احوال تم جانتے ہو اس
سے معاملہ جداگانہ ہے۔" پ۲۹ ع۱۵

سُقِطَ: وہ گرا دیا گیا (نصر) سُقُوْطٌ جس کے معنی
گر پڑنے کے ہیں ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب
امام ابو جعفر احمد بن علی مقری بیہقی اپنی کتاب نادر
تاج المصادر میں رقمطراز ہیں :-
"اور ارشاد الٰہی وَلَمَّا سُقِطَ فِي أَيْدِيهِمْ
یعنی وہ نادم ہوئے اس کے معنی ہوتے ہیں سقط
الندم فی ایدیھم (ندامت ان کے ہاتھوں
میں گر پڑی) اور ندامت کو ذکر نہیں کیا گیا
ہے اور بعض کا قول ہے کہ سُقِطَ منقول
مالم یسم فاعلہ پر آیا ہے جس طرح کہ رُغِبَ فی
فلاں بولا جاتا ہے اور سُقِطتُ نہیں بولا جاتا
جس طرح کہ رُغِبتُ نہیں بولا جاتا بلکہ کہا جاتا ہے
رُغِبَ فیَّ اور سُقِطَ فی یدہ بمعنی ندم کے
اور سقط فی ایدیھم اور اسقط بھی مگر
سقط کا استعمال زیادہ بھی ہے اور عمدہ بھی
اور بعض نے اُسْقِطَ کا انکار کیا ہے اور
اس طرز استعمال کو نہ قرآن سے پہلے سنا گیا
اور نہ عرب اس سے واقف تھے اور یہ ترکیب
کسی شے کے اوپر سے نیچے کی طرف آنے اور
اس کے زمین پر گرنے کو بتاتی ہے پھر اس کے
معنی میں وسعت کی گئی چنانچہ غلط بات کو
سَقَطٌ (پڑی گری چیز) کہا جانے لگا کیونکہ
انہوں نے اس کو بے ضرورت چیز کے مشابہ
قرار دیا۔

اور ہاتھ کا ذکر اس لئے کیا گیا کہ ندامت
دل میں پیدا ہوتی ہے اور اس کا اثر ہاتھوں
میں ظاہر ہوتا ہے جیسے ارشاد الٰہی ہے فَأَصْبَحَ
يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلَىٰ مَا أَنْفَقَ فِيهَا (پھر صبح کو وہ گیا
ہاتھ نچاتا اس مال پر جو اس میں لگایا تھا) اور
فرمایا وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ (اور جس دن
کاٹ کاٹ کھائے گا گنہگار اپنے ہاتھوں

کو) چنانچہ بسا اوقات ہاتھوں کی طرف اس فعل
کی نسبت کردی جاتی ہے جو اس سے سرزد نہیں
ہوتا جیسے ارشادِ الٰہی ہے ذٰلِکَ بِمَا قَدَّمَتْ
یَدٰکَ (یہ اس کی وجہ سے ہے جو آگے بھیج
چکے تیرے دو ہاتھ) پ ۹/۱۷

سَقَطُوْا: وہ گر پڑے، سُقُوْطٌ سے ماضی کا صیغہ
جمع مذکر غائب، پ ۱/۱۳

سَقْفٌ: چھت، سُقُوْفٌ جمع اَلسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ
(اونچی چھت) سے مراد آسمان ہے جو زمین کے لئے
چھت کی بجائے ہے اور یا عرش عظیم جو تمام آسمانوں
کے اوپر ہے، پ ۱/۱۳ پ ۲۷/۳ سُقُفًا پ ۱۷/۳

سُقُفًا: چھتیں، اخفش نے اس کو سَقْفٌ کی جمع
بتایا ہے جیسے کہ رَهْنٌ اور رُهُنٌ میں اور فراء نے
سَقِيْفٌ (اس کے معنی بھی چھت ہی کے ہیں) کی جمع بیان
کیا ہے جس طرح سے کہ کَثِيْبٌ اور كُثُبٌ بولتے ہیں۔
فراء نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر چاہو تو جمع الجمع بھی قرار
دے سکتے ہو کہ سَقْفٌ کی جمع سُقُوْفٌ اور سُقُوْفٌ
کی جمع سُقُفٌ ہے۔[1] پ ۲۵/۹

سُقْنٰهُ: ہم نے اس کو ہانک دیا، ہم اس کو ہانک
لے گئے، (نصر) سُقْنَا سَوْقٌ سے ماضی کا صیغہ
جمع متکلم ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب (ملاحظہ ہو سَائِقٌ)
پ ۲۲/۱۴ پ ۱۴

سُقُوْا: ان کو پلایا گیا (ضرب) سَقْیٌ سے ماضی
مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب (ملاحظہ ہو تَسْقِیْ) پ ۲۶/۶

سَقٰى: اس نے پلایا، سَقْیٌ سے ماضی کا صیغہ
واحد مذکر غائب، پ ۲۰/۶

سُقْیٰهَا: اس کو پانی پلانا، سُقْیَا سَقْیٌ سے اسم
ہے مضاف ہے اور ھا ضمیر واحد مؤنث غائب،
مضاف الیہ سُقْیَا کی جمع سُقْیَاتٌ ہے جیسے حُبْلٰی
کی حُبْلَیَاتٌ ہے، پ ۳۰/۱۶

سَقَیْتَ: تو نے پلایا، سَقْیٌ سے ماضی کا صیغہ
واحد مذکر حاضر، پ ۲۰/۶

سَقِیْمٌ: دکھی، بیمار، سُقْمٌ سے جس کے معنی بیمار
ہونے کے ہیں، بروزن فَعِیْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ
ہے، امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:۔
"سَقْمٌ اور سُقْمٌ اس مرض کو کہتے ہیں جو بدن کے
ساتھ مخصوص ہو اور "مرض" کبھی بدن میں ہوتا
ہے اور کبھی نفس میں جیسے فِیْ قُلُوْبِهِمْ
مَّرَضٌ (ان کے دلوں میں بیماری ہے) اور
ارشادِ الٰہی اِنِّیْ سَقِیْمٌ (میں دکھی ہوں)

[1] تاج العروس

یہ تعریض ہے یا زمانۂ ماضی اور مستقبل کی طرف
اشارہ ہے یا اس تھوڑے سے دکھ کی طرف جو
فی الحال موجود رہتا ہے کیونکہ انسان کو کوئی نہ کوئی
خلل لگا ہی رہتا ہے اگرچہ وہ اسے محسوس
نہ کرے۔ ۲۳/۹،۷

سَقٰهُمْ: اس نے ان کو پلایا، اس میں ھُمْ ضمیر
جمع مذکر غائب ہے، (ملاحظہ ہو سَقٰی) ۲۹/۱۹

فصل الکاف

سُکَارٰی: نشہ میں مست، سَکْرَان سے جس کے
معنی مست ہونے کے ہیں یا جمع مکسر ہے یا اسمِ جمع،
امام تاج الدین ابومحمد بن مکتوم قیسی حنفی نحوی الدر اللقیط
میں لکھتے ہیں:۔
"سُکَارٰی مضموم کے بارے میں علماء کو اختلاف ہے،
کہ آیا وہ جمع تکسیر ہے؟ سیبویہ نے تکسیرِ صفات کے
بیان میں کہا ہے" اور کبھی بعض صفات کی فعالی پر
بھی تکسیر کرتے ہیں چنانچہ بعض سُکَارٰی اور
عُجَالٰی بولتے ہیں فعالی کے جمع ہونے پر یہ سیبویہ
کی صاف تصریح ہے اور استاذ ابوالحسن بن
الباذش کو وہم ہو گیا جو انہوں نے سیبویہ کی
طرف یہ نسبت کر دی کہ یہ اسم جمع ہے نیز یہ کہ
ابنیہ کے سلسلہ میں سیبویہ نے اس کو بیان بھی
کیا ہے" ابن الباذش کا بیان ہے کہ قیاس بھی
یہی ہے کیونکہ یہ ایسے وزن پر آیا ہے جس پر کبھی
کوئی جمع آئی ہی نہیں حالانکہ ابنیہ کے سلسلہ
میں سیبویہ کی اس کے سوا کوئی تصریح ہی نہیں
کہ وہ جمع تکسیر ہے چنانچہ انہوں نے یہ کہا ہے
کہ فعالی کا وزن اسم میں ہوتا ہے جیسے حبارٰی
سمانٰی، کبارٰی اور صفت نہیں ہوتا ہاں صرف
اس صورت میں کہ اس کے وزن پر واحد کی تکسیر
کر لی جائے جیسے عجالٰی، سکارٰی اور
کسالٰی ہیں اور سیرافی نے اس کے بارے میں
دونوں قول بیان کئے ہیں اور اسی کو ترجیح دی
ہے کہ یہ جمع تکسیر ہے نیز یہ کہ سیبویہ کا کلام اسی
پر دلالت کرتا ہے۔" [1]
اور امام ابن جنی المحتسب میں فرماتے ہیں:۔
"سُکَارٰی بالضم اس کا ظاہر یہ ہے کہ یہ اسم
مفرد غیر مکسر ہے جیسے کہ حبارٰی، سمانٰی اور
سلامٰی ہیں نیز یہ بھی جائز ہے کہ مکسر ہو اور ان
الفاظ میں سے ہو کہ جو فعالی کے وزن پر

[1] الدر اللقیط من البحر المحیط، ص ۲۵۵ (طبع مصر ۱۳۲۸ھ) برحاشیہ البحر المحیط

پرآئے ہیں جیسے طُوَادٌ، عُرَاةٌ اور رُخَالٌ میں مگر اتنی بات ہے کہ الف کے ذریعہ سے مؤنث کر لیا گیا ہے جیسے کہ نُقَاوَةٌ کے استعمال میں ھَا کے ذریعہ تانیث کر لی گئی ہے ابو علی نے اس کو نَقْوَةٌ کی جمع کہا ہے نیز جس طرح کہ حِجَارَةٌ، ذِکَارَةٌ اور عِبَارَةٌ میں فعال کی تانیث کر لی گئی ہے اسی طرح اس کی بھی تانیث عمل میں آئی ہے[۱]۔"

امام ابوبکر جصاص آیت لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُکَارٰی کی تفسیر میں رقمطراز ہیں کہ:-

"اس بارے میں اختلاف کیا گیا ہے کہ سُکر سے اس آیت میں کیا مراد ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، ابراہیم، قتادہ نے شراب کا نشہ بیان کیا ہے، مجاہد، ابراہیم، قتادہ نے یہ بھی کہا ہے کہ شراب کی حرمت نے اس حکم کو منسوخ کر دیا ہے اور ضحاک نے کہا ہے کہ اس سے خاص طور پر نیند کا نشہ مراد ہے۔

امام ابوبکر فرماتے ہیں کہ سُکر میں صحیح تاویل یہ ہے کہ یہ شراب کا نشہ ہے اس کی دو وجہیں ہیں ایک یہ کہ سونے والے کو اور جس کی آنکھوں میں نیند بھری ہو اسے سکران نہیں کہا جاتا اور جو شراب میں مست ہو اس کو حقیقت میں سکران کہا جاتا ہے اس لئے لفظ کو حقیقت پر محمول کرنا ضروری ہے اور بغیر کسی دلالت کے مجاز کی طرف پھیرا نہیں جا سکتا۔ دوسری وہ روایت جو سفیان نے عطاء بن السائب سے بواسطہ ابو عبدالرحمٰن حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے کہ ایک انصاری نے کچھ لوگوں کی دعوت کی اور پھر انہوں نے مے نوشی کی، پھر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نمازِ مغرب کے لئے کھڑے ہوئے اور قُلْ یٰاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ کی تلاوت کی تو متشابہ لگنے لگا، اس پر اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُکٰرٰی (نزدیک نہ جاؤ نماز کے جس وقت کہ تم نشہ میں ہو)" [۲] ۴ ۳

سَکَتَ: وہ تھم گیا، اس نے خاموشی اختیار کی (نصر) سُکُوْتٌ سے جس کے معنی خاموش ہونے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔

راغب لکھتے ہیں:-

"سکوت ترک کلام کے ساتھ مخصوص ہے اور چونکہ سکوت بھی سکون ہی کی ایک قسم ہے اس لئے

[۱] تاج العروس [۲] احکام القرآن، ج ۲، ص ۲۴۴ و ۲۴۵

ارشادِ الٰہی وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوسَى الْغَضَبُ (اور جب ختم گیا موسیٰ کا غصہ) میں سکوت بطورِ استعارہ سکون ہی کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔"

سَكَرًا : جس چیز کا نشہ ہو، نبیذ، امام ابوبکر جصاص فرماتے ہیں :-

"سلف نے سَکَر کی تاویل میں اختلاف کیا، چنانچہ حسن اور سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ کھجور اور انگور کی جو چیز حرام ہو چکی ہے، سَکَر ہے اور جو اس میں حلال ہے "رزقِ حسن" ہے، اور ابراہیم، شعبی اور ابورزین سے روایت ہے کہ سَکَر خمر ہے اور جریر نے حضرتِ عبداللہ (ابن مسعود) رضی اللہ عنہ سے بھی بروایت مغیرہ عن ابراہیم یہی روایت کیا ہے اور ابن شبرمہ، ابوزرعہ بن عمرو بن جریر سے راوی ہیں کہ سَکَر شرابِ خرما ہے اور ان سب نے کہا ہے کہ اس کی اباحت تحریمِ خمر سے منسوخ ہو چکی ہے۔

اس کے بعد امام جصاص رازی اپنی سند سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سَکَر کے معنی نبیذ کے اور رزقِ حسن کے معنی کشمش کے نقل کر کے یہ فرماتے ہیں :-

"جب کہ سلف نے اس کے معنی خمر اور نبیذ نیز خرما یا انگور کی اس چیز کے لئے ہیں کہ جس کا استعمال حرام ہے تو یہ ثابت ہوا کہ یہ اسم سب کے لئے استعمال ہوتا ہے اور ان کا یہ کہنا کہ تحریمِ خمر سے یہ حکم منسوخ ہے، اس بات کو بتاتا ہے کہ آیت اباحتِ سَکَر کی مقتضی ہے اور سَکَر خمر اور نبیذ ہے اور جس کا نسخ ثابت ہے وہ خمر ہے اور نبیذ کی حرمت ثابت نہیں لہٰذا ظاہرِ آیت سے نبیذ کی تحلیل ثابت ہے کیونکہ اس کا نسخ ثابت نہیں۔" [۲]

ابن مردویہ نے بطریق عوفی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حبشی زبان میں سَکَر کے معنی سرکہ کے ہیں۔[۳] ۱۴/۱۵

سُكِّرَتْ : اس کی نظر بندی کر دی گئی، "تَسْكِيْر" سے جس کے معنی نظر بندی کرنے کے ہیں، ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب، ۱۴/۱۰

سَكْرَتِهِمْ : ان کی مستی، ان کا نشہ، ان کی مدہوشی

---

[۱] احکام القرآن، ج ۲، ص ۲۴۴ و ۲۴۵

[۲] ملاحظہ ہو احکام القرآن، ج ۳، ص ۲۲۷ و ۲۲۸

[۳] الاتقان، امام سیوطی، ۱:۱، ص ۱۳۸ (طبع مصر)

سَکۡرَتِهِمۡ مضاف ھِم ضمیر جمع مذکر غائب، مضاف الیہ

سکرۃ

سَکۡرَۃٌ : بے ہوشی، مدہوشی، مستی، راغب لکھتے ہیں کہ :-

"سکر وہ حالت ہے جو انسان اور اس کی عقل کے درمیان پیش آتی ہے اور اکثر اس کا استعمال شراب کے بارے میں ہوتا ہے اور کبھی غضب و عشق کی بنا پر بھی یہ حالت طاری ہو جاتی ہے شاعر کہتا ہے ع

سکران سکر ھوی و سکر مدام

نشۂ محبت اور شراب کی مستی سے مدہوش ہے

سکرات الموت اسی سے ماخوذ ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَجَآءَتۡ سَکۡرَۃُ الۡمَوۡتِ (اور آگئی بیہوشی موت کی)"

علامہ مجد الدین فیروز آبادی بصائر ذوی التمیز فی لطائف کتاب اللہ العزیز میں فرماتے ہیں :-

"نزع کی سختی کے باعث عقل کے گڑبڑ ہو جانے کا نام "سکرۃ الموت" ہے"[1] ۲۶/۱۶

سَکَنَ : وہ ٹھہرا، وہ بسا، وہ رہا، اس نے آرام پکڑا، سُکُوۡنٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔

علامہ محمد مرتضیٰ زبیدی لغوی تاج العروس میں ابن الکمال سے ناقل ہیں :-

"سکون جس میں حرکت کی صلاحیت ہو، اس کے حرکت نہ کرنے کا نام ہے، پس جس میں متحرک ہونے کی صلاحیت نہ ہو اس سے حرکت کا نہ ہونا سکون نہیں ہوگا اور جو ایسا ہوگا وہ نہ متحرک ہوگا نہ ساکن۔"

اس کے بعد لکھتے ہیں کہ :-

"ارشادِ الٰہی وَلَہٗ مَا سَکَنَ فِی الَّیۡلِ وَ النَّہَارِ میں ابن الاعرابی نے سَکَنَ کے معنی حَلَّ (وہ فروکش ہوا) کے لئے ہیں اور ثعلب نے کہا ہے کہ ساکن کا استعمال انسان اور بہائم ہی کے لئے خاص ہے، سکن کا ترجمہ ہے حرکت کے بعد ٹھہر گیا اور یہاں اس کے معنی (اور اللہ تعالیٰ دانا تر ہے) پیدا کرنے کے ہیں"

غرض ابن الاعرابی کے قول پر آیت کا ترجمہ ہوگا اور اسی کا ہے جو بستا ہے رات میں اور دن میں" اور ثعلب کے قول پر یہ معنی ہوں گے" اور اسی کا ہے جو پیدا کیا رات میں اور دن میں" (ملاحظہ ہو اُسۡکُنۡ) ہے

سَکَنٌ : تسکین، آرام، رحمت، برکت، جس سے

[1] تاج العروس، ج ۳، ص ۲۷۵، مادہ سکن

سکون حاصل ہو، بسنے کی جگہ سُکُوْنٌ سے اسم ہے ۱۱/۲، سَکَنًا ۱۸/۲۴، ۱۲/۱۴

سَکَنْتُمْ: تم بسے تم آباد ہوئے، تم رہے سُکُوْنٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر، ۱۳/۱۹، ۲۵/۱۷

سِکِّیْنًا: چھری، چاقو، سَکَاکِیْن جمع، لفظ سکین مذکر بھی استعمال ہوتا ہے اور مؤنث بھی اور غالب اس پر تذکیر ہی ہے، راغب لکھتے ہیں کہ اس کا نام سکین اس لئے ہوا کہ مذبوح کی حرکت کو زائل کردیتی ہے، یہ سُکُوْنٌ سے بروزن فِعِّیْلٌ اسم مشتق ہے، ۱۲/۱۴

سَکِیْنَتَهٗ: اس کی طرف کی تسکین، اس کی طرف کا اطمینان سَکِیْنَۃٌ مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ، ۱۰/۱۲، ۲۶/۱۱

سَکِیْنَۃٌ: تسکین تسلی خاطر، اطمینان، سُکُوْنٌ سے بروزن فَعِیْلَۃٌ مصدر ہے جو اسم کی جگہ استعمال ہوا ہے، جیسے کہ عَزِیْمَۃٌ ہے [1]

علامہ لغوی سید محمد مرتضیٰ زبیدی لکھتے ہیں:-

"سَکِیْنَۃٌ وہ اطمینان، چین، قرار اور سکون ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندہ کے قلب میں اس وقت نازل فرماتا ہے جب کہ وہ ہولناکیوں کی شدت سے مضطرب ہو جاتا ہے پھر اس کے بعد جو کچھ بھی اس پر گزرے وہ اس سے گھبراتا نہیں، یہ اس کے لئے ایمان کی زیادتی یقین میں قوت اور استقلال کو ضروری کردیتا ہے اسی وجہ سے حق سبحانہ نے "یوم الغار" اور "یوم حنین" جیسے قلق و اضطراب کے مواقع پر اپنے رسول اور مؤمنین پر اس کے نازل کرنے کی خبر دی ہے۔" [2]

واضح رہے کہ قرآن مجید سکینہ کا لفظ چھ جگہ استعمال ہوا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ بجز سورۂ بقرہ کے قرآن مجید میں جہاں کہیں بھی "سکینہ" آیا ہے اس کے معنی اطمینان کے ہیں [3] سورۂ بقرہ کی جس آیت کا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے استثناء فرمایا ہے وہ آیۂ کریمہ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ (طالوت کی سلطنت کی نشانی یہ ہے کہ آوے تمہارے پاس ایک صندوق کہ جس میں تسلی خاطر ہے تمہارے رب کی طرف سے) یہاں "سکینہ" سے کیا مراد ہے، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے تو یہاں بھی حضرت عبداللہ بن عباس

[1] مفردات القرآن راغب، غرائب القرآن ورغائب الفرقان معروف بتفسیر نیشاپوری، ج ۲۲، ص ۲۷۷ (طبع مصر برحاشیہ تفسیر ابن جریر) [2] تاج العروس

رضی اللہ عنہما سے اطمینان ہی کے معنی روایت کئے ہیں[1]۔ اور یہی صحیح ہیں، اس کے علاوہ اس بارے میں تفسیر کی کتابوں میں جو بہت سی بے سروپا روایتیں منقول ہیں نہ عقلاً صحیح ہیں نہ نقلاً اور پھر سخت متعارض کہ ان کا باہم جمع کرنا غیر ممکن ہے[2] ۲۶/۱۶ ، ۲۶/۱۱،۹

فصل اللام

سَلْ : تو پوچھ، تو دریافت کر، سُؤَالٌ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر (ملاحظہ ہو اِسْئَلْ اور سُؤَالٌ) ۲/ب

سَلَاسِلُ : زنجیریں، سِلْسِلَةٌ کی جمع، ۲۴/۱۳

سَلَاسِلَا ۲۹/۱۹

سُلٰلَةٍ : چنی ہوئی، نچوڑی ہوئی، نچوڑ، خلاصہ سَلٌّ سے جس کے معنی کسی چیز کو کسی چیز سے کھینچنے، سوتنے اور نچوڑنے کے ہیں، اسم مشتق ہے، ۱۸/۱، ۲۱/۱۴

سَلْمٌ : سلامتی، امان، سلام، سالم، یہ سَلِمَ یَسْلَمُ کا مصدر ہے اس کے معنی عیوب و آفات سے سلامت رہنے، ان سے چھٹکارا پانے اور بری ہونے کے ہیں، امام راغب مفردات القرآن میں رقمطراز ہیں :-

"سَلْمٌ اور سَلَامَةٌ کے معنی ہیں ظاہری اور باطنی آفتوں سے الگ رہنے کے، ارشاد ہے بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ یعنی ایسا دل جو دغا سے خالی ہو، یہ باطن کے بارے میں ہے اور مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيْهَا (بے عیب ہے کوئی داغ اس میں نہیں) یہ ظاہر کے بارے میں ہے سَلِمَ يَسْلَمُ سَلَامًا وَّسَلَامَةً وسلمہ اللہ فرمایا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ (اور لیکن اللہ نے بچا لیا) اور ارشاد ہے اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ (جاؤ ان میں سلامتی سے بے کھٹکے) یہاں سلامتی مراد ہے، اسی طرح اِهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا (اتر سلامتی کے ساتھ ہماری طرف سے) ہے اور حقیقی سلامتی جنت کے سوا اور کہیں نہیں کیونکہ وہاں بقا ہے فنا نہیں، غنا ہے احتیاج نہیں، عزت ہے ذلت نہیں، صحت ہے بیماری نہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ (ان ہی کے لئے ہے سلامتی کا گھر اپنے رب کے ہاں) یہاں

---

[1] الدر المنثور، امام سیوطی، ج ۱، ص ۳۱۷، (طبع مصر) اور تفسیر فتح القدیر، ج ۱، ص ۲۳۹

[2] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تفسیر المنار، ج ۲، ص ۴۸۴ (طبع

"سلام یعنی سلامتی ہے اور وَاللّٰهُ يَدْعُوا إِلَىٰ دَارِ السَّلَامِ (اور اللہ بلاتا ہے سلامتی کے گھر کی طرف) اور يَهْدِي بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ (جس سے اللہ ہدایت کرتا ہے اس کو جو تابع ہوا اس کی رضا کا سلامتی کی راہیں) ان سب جگہ سلامتی کے معنی ہو سکتے ہیں اور بعض کا قول ہے کہ السلام اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے اور اسی طرح لَهُمْ دَارُ السَّلَامِ کے بارے میں کہا گیا ہے[1] اور اَلسَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ (سب عیوب سے سالم، امان دینے والا، پناہ میں لینے والا) کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سلام ہے اس لئے موصوف کیا گیا کہ جس طرح خلق کو عیوب و آفات ہوتی ہیں اس کو لاحق نہیں ہوتیں اور فرمایا سَلَامٌ قَوْلًا مِّن رَّبٍّ رَّحِيمٍ (سلام، بولنا ہے رب مہربان سے) سَلَامٌ عَلَيْكُم بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ (سلامتی تم پر بدلے اس کے کہ تم نے صبر کیا سو خوب ملا عاقبت کا گھر) سَلَامٌ عَلَىٰ إِلْ يَاسِينَ (سلام ہے الیاس پر) یہ سب (یعنی سلام علیک) لوگوں کی جانب سے تو بذریعہ قول ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے فعل یعنی جنت میں جس سلامتی کے ہونے کا سابق میں مذکور ہوا ہے اس کو عطا فرمانا۔

اور آیۂ شریفہ وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا (اور جب بات کرنے لگیں ان سے بے سمجھ لوگ تو کہیں صاحب سلامت) کا مطلب یہ ہے کہ ہم تم سے سلامتی چاہتے ہیں اس صورت میں سَلَامًا کو نصب اضمارِ فعل کی بنا پر ہوگا (اور تطلب کو مضمر مانا جائے گا) اور بعض نے کہا ہے کہ قَالُوا سَلَامًا کے معنی ہیں اچھی بات کہنے کے، اس صورت میں یہ مصدر محذوف (یعنی قَوْلًا) کی صفت ہوگا اور آیۂ شریفہ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَامًا قَالَ سَلَامٌ (جب اندر پہنچے اس کے پاس تو بولے سلام، وہ بولا سلام ہے) میں ثانی پر رفع (پیش) اس لئے ہے کہ دعا کے باب میں رفع زیادہ بلیغ ہے گویا اس ادب کا لحاظ رکھا جس کا اس آیت میں حکم دیا گیا ہے وَإِذَا حُيِّيتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا (اور جب تم کو دعا دے کوئی تو تم بھی دعا دو

[1] اس صورت میں "دار السلام" کے معنی اللہ کے گھر اور "سبل السلام" کے معنی اللہ کی راہوں کے ہوں گے۔

اس سے بہتر)۔

اور آیۂ شریفہ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا (نہیں سنیں گے وہاں بکواس اور نہ گناہ کی بات مگر ایک بولنا سلام سلام)، تو یہ چیز ان کے واسطے صرف قول ہی قول سے نہیں ہوگی بلکہ قول اور فعل دونوں کے ذریعہ ہوگی اور اسی طرح آیۂ کریمہ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ (تو سلامتی پہنچے تجھ کو رہنے والوں سے) ہے۔

اور آیۂ شریفہ وَقُلْ سَلٰمٌ (اور کہہ سلام) اس کا ظاہر مطلب تو یہ ہے کہ تو ان پر سلام کر اور حقیقت میں اللہ تعالیٰ کا ان کفار سے مطالبہ ہے اور یہ جو فرمایا ہے سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ (سلام ہے نوح پر سارے جہان والوں میں) سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ (سلام ہے موسیٰ اور ہارون پر) سَلٰمٌ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ (سلام ہے ابراہیم پر) یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس امر کا بیان ہے کہ ان کو اس حیثیت کا بنایا ہے کہ ان کی ثنا کی جاتی رہے گی اور ان کے لئے دعا ہوتی رہے گی۔"

امام سہیلی الروض الانف میں فرماتے ہیں:۔

اکثر اہل لغت اس طرف گئے ہیں کہ رضاع اور رضاعۃ کی طرح سلام اور سلامۃ کے بھی ایک ہی معنی ہیں اور اگر وہ کلام عرب میں تامل کرتے اور ہاء تانیث اس میں جس قسم کی تحدید پیدا کرتی ہے اور اس پر غور کرتے تو ان کا نظر آتا کہ ان دونوں کے درمیان بڑا فرق ہے۔

اور اللہ جل جلالہ کو سلام کہا جاتا ہے کہ تمام خلق کے لئے اختلال اور تفاوت سے سالم رہنے کو اس نے وسیع اور عام کر دیا ہے کیونکہ ہر چیز نظام حکمت پر چل رہی ہے اسی طرح جن و انس حق سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے کسی ظلم یا جور کے ہونے سے سلامت ہیں پس اللہ تعالیٰ اپنے تمام افعال میں "سلام" ہے کہ نہ زیادتی ہے نہ ظلم، نہ فرق ہے نہ خلل۔

اور مفسرین میں سے جس نے اس اسم کے متعلق یہ دعویٰ کیا کہ حق سبحانہ کو اس سے اس لئے موسوم کیا جاتا ہے کہ عیوب و آفات سے سالم ہے تو اس نے نامناسب بات کی، سلام وہ ہے جس سے دوسرا سلامت رہے اور سالم وہ ہے جو دوسرے سے سلامت رہے، دیوار

کو بھی نہیں کہا جاتا کہ وہ نکان سے سالم ہے اور دمھٹر کو کہا جاتا ہے کہ وہ زکام سے سالم ہے سالم اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ جس پر آفت کا آنا ممکن اور متوقع ہو اور پھر وہ اس سے سلامت رہے اور حق سبحانہ آفتوں کے واقع ہونے اور نقائص کے آنے سے منزہ ہیں اور جس کی یہ صفت ہو اس کے بارے میں یہ نہیں کہا جائیگا کہ وہ ان سے سلامت رہا اور نہ اسے سالم سے موسوم کیا جائیگا، ان لوگوں نے سلام کو سالم کے معنی میں کر دیا جو چیز ہم نے پہلے ذکر کی اکثر سلف کے قول سے وہی مراد ہے اور سلامتہ سلام کے خصائل میں سے صرف ایک خصلت ہے۔[1]"

امام ابن جریر طبری نے قتادہ سے سلام کے معنی یہی نقل کئے ہیں السلام ھو الذی یسلم خلقہ من ظلمہ[2] (سلام وہ ذات ہے کہ جس کے ظلم سے اس کی مخلوق سالم رہے)

۵/۱۰ ۶/۷ ۹/۱۲،۲ ۱۱/۸،۶ ۱۲/۴،۷ ۱۳/۱۶،۹

۱۴/۱۰،۴ ۱۶/۱۱،۹،۶،۵،۴ ۱۹/۲۰ ۲۰/۹ ۲۲/۳ ۲۳/۹،۸،۷،۳ ۲۴/۵

۲۵/۱۳ ۲۶/۱۹،۷ ۲۷/۱۶ ۲۸/۶ ۳۰/۲۲

سَلَامًا ۱۲/۷ ۱۴/۴ ۱۶/۷ ۱۷/۵ ۱۹/۴ ۲۶/۱۹ ۲۷/۱۴

سَلْسَبِيلًا سلسبیل جنت کے ایک چشمہ کا نام ہے[3] جس کے معنی ہیں "بہتا ہوا صاف پانی" جوالیقی کا بیان ہے کہ عجمی لفظ ہے[4]، ابن الاعرابی کہتے ہیں کہ میں نے سلسبیل کو قرآن کے سوا اور کہیں نہیں سنا اس صورت پر اس کے اشتقاق کا پتہ نہیں لگایا[5] جا سکتا اور زمخشری کشاف میں لکھتے ہیں :-

"شراب، سلسل، سلسال، و سلسبیل بولا جاتا ہے اس میں ترکیب کے اندر باء زائد کر دی گئی ہے جس سے کلمہ خماسی ہو گیا ہے اور انتہائی خوش گواری پر دلالت کرتا ہے، زجاج کا بیان ہے کہ سلسبیل لغت میں اس چیز کی صفت ہے جس میں انتہائی خوشگواری ہو"[6]

علامہ ابوحیان، زمخشری کے بیان کو نقل کر کے لکھتے ہیں :-

"اگر زمخشری کی مراد یہ ہے کہ باء حقیقت میں زائد کر دی گئی تو درست نہیں کیونکہ علمِ نحو کے اندر ب ان حروف میں سے نہیں ہے کہ جو زیادت کے لئے مقرر ہیں اور اگر یہ مطلب ہے

ل تاج العروس ۲ جامع البیان فی تفسیر القرآن معروف بہ تفسیر ابن جریر ج ۲۸، ص ۳۴ (طبع میمنیہ مصر) ۳ الاتقان ج ۱، ص ۱۳۹ (طبع مصر) ۴ ابن ابی حاتم نے عکرمہ سے [illegible] روایت کیا ہے (ملاحظہ ہو فتح الباری ج ۸، ص [illegible]۴۵) ۵ تفسیر کبیر ج ۸، ص ۳۹۱ (طبع عامرہ مصر) ۶ کشاف ج ۴، ص ۱۷۰ (طبع مصر)

کو حرف با ر اشارِ کلمہ میں آگیا ہے اور سلسل اُو سلسال میں نہیں ہے تو صحیح ہے اور یہاں الفاظ میں سے ہوگا کہ جو معنی میں متفق ہیں اور مادہ میں مختلف ہیں سلہ ۲۹/۱۹

سِلْسِلَةٍ : زنجیر، سَلَاسِل جمع۔ سلسلہ کے معنی اصل میں ایک شے کے دوسری شے سے اتصال کے ہیں زنجیر میں بھی چونکہ کڑیاں ایک دوسرے سے ملی ہوتی ہیں اس لئے اس کو سِلْسِلَۃ کہتے ہیں۔ ۲۹/۵

سُلْطٰنٍ : زور، قوت، حجت، برہان، سند، حکومت، تاج العروس میں ہے :۔

"سلطان" کے معنی حجت و برہان کے ہیں اسی معنی میں ارشادِ الٰہی ہے لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ (نہیں نکل سکنے کے بدوں سند کے) اور کبھی اس سے معجزہ بھی مراد لیا جاتا ہے چنانچہ فرمایا ہے اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ (جب بھیجا ہم نے اس کو فرعون کے پاس دیکر کھلی سند (یعنی معجزہ) اور جب "سلطان" کے معنی حجت ہوں تو اس کی جمع نہیں آتی کیونکہ اس صورت میں وہ مصدر کا قائم مقام ہوتا ہے

محمد بن یزید نے کہا ہے کہ سلیط سے جس کے معنی زیتون کے تیل کے ہیں، اس کے روشن کرنے کی بنا پر ماخوذ ہے کیونکہ دلیل ایسی ہونی چاہیے جو روشن ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ قرآن مجید میں ہر جگہ سلطان بمعنی حجت (دلیل) ہے، اور بصائر میں ہے کہ حجت کو سلطان اس لئے کہا گیا ہے کہ دلوں پر اس کا دباؤ ہوتا ہے لیکن اکثر اس کا تسلط اہلِ علم و حکمت ہی پر ہوتا ہے، اور لیث نے کہا ہے کہ سلطان کے معنی بادشاہ کی طاقت نیز اس شخص کی طاقت کے ہیں جو گو بادشاہ نہ ہو مگر اس کو شاہی طاقت حاصل ہو جیسے کہتے ہیں قد جعلت لك سلطانا على اخذ حقي من فلان (فلاں سے میرا حق لینے کے لئے میں نے تیرے لئے سند کر دی ہے) اور اس کے لام کو ضمہ بھی دیا جاتا ہے، یہ لفظ مذکر و مونث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ ابن السکیت کا بیان ہے کہ سلطان مونث ہے، بولا جاتا ہے قضيت به عليه السلطان اور قد آمنته السلطان، ازہری نے کہا ہے کہ چونکہ سلطان کا لفظ

سلہ البحر المحیط ۱۸۶۲، ص ۳۹۸

مذکر ہے اس لئے کبھی مذکر بھی استعمال ہوا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ
پ ۸/۱۶، پ ۱۱/۱۲، پ ۱۲/۹،۱۵، پ ۱۳/۱۳،۱۴،۱۶، پ ۱۴/۳،۹، پ ۱۵/۷،۱۳، پ ۱۸/۳، پ ۱۹/۱۷
پ ۲۲/۲۰، پ ۲۳/۶،۹، پ ۲۴/۸،۹،۱۱، پ ۲۵/۱۳، پ ۲۷/۱،۳،۵،۱۲

سُلْطٰنًا پ ۳/۷، پ ۵/۹،۱۸، پ ۶/۲، پ ۷/۱۵، پ ۸/۱۱
پ ۱۵/۶،۹، پ ۱۷/۱۶، پ ۲۰/۷، پ ۲۱/۷ -

سُلْطٰنُهٗ: اس کا زور، سُلْطَانٌ مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ، پ ۱۴/۱۹

سُلْطٰنِيَهْ: میری حکومت، سُلْطَانِ مضاف، یْ ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ، ہْ سکتہ کی ہے، پ ۲۹/۸

سَلَّطَهُمْ: اس نے ان کو زور دیا، اس نے ان کو مسلط کیا، سَلَّطَ تَسْلِيْطٌ سے جس کے معنی مسلط کر لے اور غلبہ دینے کے ہیں، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب، پ ۵/۹

سَلَفَ: وہ ہو چکا، وہ گزر گیا (نَصَرَ) سَلَفٌ سے جس کے معنی گزرنے اور ہو چکنے کے ہیں، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب پ ۳/۶، پ ۴/۱۴،۱۵، پ ۷/۳، پ ۹/۱۹

سَلَفًا: گیا گزرا، اصل میں مصدر ہے اور لبطور اسم کے متقدم یعنی گزرے ہوئے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، پ ۲۵/۱۱

سَلَقُوْكُمْ: وہ تم سے چڑھ چڑھ بولے، وہ تم سے بڑھ بڑھ کے بولے (ضَرَبَ) سَلَقُوْا سَلْقٌ سے جس کے معنی زبان سے ستانے کے ہیں، ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب، کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر، پ ۲۱/۱۸

سَلَكَ: اس نے چلائیں (نَصَرَ) سَلْكٌ سے جس کے معنی چلانے اور داخل کرنے کے ہیں، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، پ ۱۶/۱۱

سَلَكَكُمْ: اس نے تم کو چلایا، اس نے تم کو داخل کیا، اس میں کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر ہے، پ ۹/۱۶

سَلَكْنٰهُ: ہم نے اس کو گھسا دیا، ہم نے اس کو داخل کر دیا، ہم نے اس کو چلایا، سَلَكْنَا سَلْكٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم، ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب، پ ۱۹/۱۵

سَلَكَهٗ: اس نے اس کو چلایا، اس نے اس کو داخل کیا، اس میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ہے۔ پ ۲۳/۱۶

سَلْمِ: صلح، اسم ہے، مذکر بھی استعمال ہوتا ہے اور مؤنث بھی، پ ۵/۲، پ ۲۶/۸

سِلْمِ: اسلام، اسم ہے، مذکر و مؤنث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے، پ ۲/۹

سَلَمٌ: صلح، انقیاد، فرمانبرداری و اطاعت، عاجزی، تسلیم سے بمعنی سپرد کرنے کے، اسم ہے،

(ملاحظہ ہو تَسْلِیمًا) ۱۴/۱۰

سَلَمًا: پورا، سالم، سَلِمَ یَسْلَمُ کا مصدر ہے جس کے معنی خالص اور پورے طور پر کسی دوسرے کے لئے ہو جانے کے آتے ہیں۔ ۲۳/۱۲

سَلَّمَ: اس نے بچا لیا، تَسْلِیْم سے بمعنی بچانے کے، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تَسْلِیمًا)

سُلَّمٌ: سیڑھی، زینہ، سیڑھی کے ذریعہ چونکہ آدمی سلامتی کے ساتھ اوپر پہنچ جاتا ہے اس لئے اس کا نام سُلَّم ہوا، سَلَالِیْم اور سَلَالِیْم جمع۔ ۲۷/۴

سُلَّمًا

سَلَّمْتُمْ: تم نے حوالہ کر دیا، تم نے سپرد کر دیا، تم نے سونپ دیا۔ تَسْلِیْم سے بمعنی سپرد کرنے کے، ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر (ملاحظہ ہو تَسْلِیمًا) ۲/۱۴

سَلِّمُوْا: تم سلام کرو، تم سلام بھیجو، تَسْلِیْم سے بمعنی سلام کرنے کے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ ۲۲/۴

سَلْوٰی: سلوٰی ایک پرندہ ہے جس کو بٹیر کہتے ہیں۔ قاموس میں اس کا واحد سَلْوَاۃٌ مرقوم ہے اور صحاح میں اخفش سے منقول ہے کہ میں نے اس کا واحد نہیں سنا، ان کا بیان ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کا واحد جمع ہی کی طرح ہے۔ ۱۶/۱۳ ۹/۱۰

۱؎ تاج العروس

سَلْهُمْ: ان سے پوچھ، اس میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے (ملاحظہ ہو سَلْ) ۲۹/۴

سَلِیْمٌ: چنگا، بے روگ، ستھرا، نروگا، سَلَامَۃٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ (ملاحظہ ہو سَلَامٌ)

۱۹/۹ ۲۳/۷

سُلَیْمٰنُ: سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام مشہور جلیل القدر نبی کا اسمِ گرامی جو حضرت داؤد علیہ السلام کے فرزندِ ارجمند تھے اور ان کی وفات کے بعد ان کے جانشین ہوئے، اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے آپ کی ذاتِ بابرکات میں نبوت اور سلطنت دونوں کو مکمل طور پر جمع فرمایا اور ایسی بادشاہی عطا فرمائی جو اگلوں پچھلوں میں سے کسی کو نصیب نہ ہوئی، جن، ہوا اور پرندوں کو آپ کے لئے مسخر فرمایا، سب جانوروں کی بولیاں جانتے تھے، چیونٹی تک کی بات سمجھ لیتے، آپ کے فضائل و کمالات اور آپ کی پیغمبرانہ سیرت کا تذکرہ جا بجا قرآن مجید میں تفصیل سے مذکور ہے۔ حافظ ابوحیان اندلسی "البحر المحیط" میں لکھتے ہیں:-

"سلیمان عجمی نام ہے علمیت اور عجمہ کی بنا پر غیر منصرف ہے، عجمیت میں اس کی نظیر اس امر میں کہ اس کے بھی آخر میں الف اور نون ہو

ھامان، ہاھان اور سامان ہیں اور اس کا غیر منصرف ہونا، علمیت اور الف و نون کی زیادت کی بنا پر نہیں کیونکہ الف و نون کا زیادہ ہونا اشتقاق و تصرف پر موقوف ہے اور عجمی ناموں میں اشتقاق و تصریف کا دخل نہیں ہوتا" ۱؎

آپ کی والدہ ماجدہ بھی بڑی عابدہ و صالحہ تھیں سنن ابن ماجہ میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کی ماں نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے کہا تھا کہ بیٹا رات میں زیادہ نہ سونا کیونکہ رات میں زیادہ سونا مرد کو قیامت کے دن محتاج کر کے چھوڑتا ہے ۲؎

فصل خصومات میں اصابت رائے کا ملکہ بچپن ہی سے آپ کو عطا ہوا تھا، صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ دو عورتیں تھیں جن کے ساتھ ان کے دو بیٹے تھے بھیڑیا آیا اور دونوں میں سے ایک کے لڑکے کو لیکر چلتا بنا جس کو یہ حادثہ پہنچا تھا وہ کہنے لگی تیرے لڑکے کو اٹھا کر لے گیا ہے دوسری بولی نہیں، تیرے لڑکے کو لے گیا ہے چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس فیصلہ کے لئے پہنچیں، آپ نے بڑی کے حق میں فیصلہ صادر فرمایا پھر وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے آئیں اور ان سے اس واقعہ کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا کہ میرے پاس چھری لاؤ میں اسے کاٹ کر دونوں کو دے دوں، تب چھوٹی کہنے لگی اللہ آپ پر رحم کرے ایسا تو نہ کیجئے یہ اسی کا بیٹا ہے، اس پر آپ نے چھوٹی کے حق میں فیصلہ فرما دیا،

نیز صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ ایک زبردست جن گذشتہ شب اچانک ظاہر ہوا تاکہ میری نماز میں خلل ڈالے، حق تعالیٰ شانہ نے مجھے اس پر قابو عطا فرمایا، میں نے اسے پکڑ لیا اور ارادہ کیا کہ اسے مسجد کے ستونوں میں سے کسی ستون سے باندھ دوں کہ تم سب اسے دیکھ لو، پھر مجھے اپنے بھائی سلیمان کی دعا یاد آئی رَبِّ هَبْ لِي مُلْكًا لَّا يَنبَغِي لِأَحَدٍ مِّن بَعْدِي (اور بخش مجھ کو وہ بادشاہی کہ نہ پھبے کسی کو میرے پیچھے) تو میں نے اس کو ذلیل کر کے لوٹا دیا ۳؎، امام احمد، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ابن حبان اور حاکم نے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کیا

۱؎ البحر المحیط، ج ۱، ص ۳۱۸، ۳۱۹ (الطبع مصر ۱۳۵۱ھ) ۲؎ سنن ابن ماجہ، ص ۹۵ (الطبع فاروقی دہلی)

۳؎ ان دونوں روایتوں کے لئے ملاحظہ ہو صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، قول اللہ تعالیٰ ووھبنا لداؤد سلیمان۔

سلیمان علیہ السلام نے جب بیت المقدس کی
تعمیر کی تو اللہ عزوجل سے تین چیزیں مانگیں، دو
چیزیں تو اللہ نے ان کو عطا فرمائیں اور ہمیں امید ہے
کہ تیسری ہمارے لئے ہو، وہ حکم مانگا جو اس کے حکم
کے موافق ہوا اور اللہ نے عطا فرمایا، وہ بادشاہی
مانگی جو آپ کے بعد کسی کے لئے مناسب نہ ہو اور
اللہ نے عطا فرمائی، یہ مانگا کہ جو شخص بھی گھر سے چلے
اور اس کا ارادہ اس مسجد میں نماز ادا کرنے کے سوا
اور کچھ نہ ہو تو وہ اپنے گناہ سے اس طرح نکل جائے
جیسا کہ اس دن جب کہ اس کی ماں نے اسے جنا
تھا، ہم یہ امید رکھتے ہیں کہ یہ چیز اللہ نے ہمیں عطا فرمادی۔[1]
انگشتری سلیمان کا جو قصہ مشہور ہے وہ اسرائیلی فسانہ
ہے جس کی کوئی اصل و حقیقت نہیں ہے۔ ل ۱/۱۲

ٹ ۶/۳ ث ۷/۱۹ ل ۱۷/۶ ل ۱۹/۱۸،۱۷ ۲۲/۸ ۲۳/۱۲

فصل المیم

سَمِّ: ناکہ، سوراخ، ہر تنگ سوراخ کو سَمّ کہتے ہیں
جیسے کہ سوئی کا ناکہ اور ناک اور کان کا بیندھا ہوا سوراخ
ہوتا ہے، سُمُوْم جمع، ث ۳/۱۲

سَمَآء: آسمان، ابر، بارش، امام راغب مفردات
میں لکھتے ہیں:۔
"ہر شے کا جو بالا ہے وہ سماء ہے، بعض نے
کہا ہے کہ ہر سماء، اپنے نیچے کی نسبت سے سماء
اور اپنے اوپر کی نسبت سے ارض ہے بجز سماء
علیا کے کہ وہ سماء ہی ہے، ارض نہیں ہے،
اور آیت شریفہ اللّٰهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ
وَّمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ (اللہ وہ ہے جس نے
بنائے سات آسمان اور زمین بھی اتنی ہی) کو اسی
پر محمول کیا ہے۔
نیز مطر (بارش، مینہ) کو سماء سے موسوم
کیا گیا کیونکہ وہ اسی سے نکلتا ہے، بعض نے کہا
ہے کہ جب تک زمین پر نہ گرے سماء سے موسوم
ہے، ایسا اسی اعتبار سے ہے جو سابق میں مذکور
ہوا اور نبات (ہر اگنے والی چیز) کا نام سماء یا
تو اس بنا پر رکھ گیا کہ وہ مطر سے جو کہ سماء ہے
وجود میں آتا ہے اور یا اس لئے کہ زمین سے
مرتفع ہوتا ہے۔
اور وہ سماء جو ارض کے مقابل ہے مؤنث
ہے اور کبھی مذکر بھی آتا ہے اور واحد اور جمع دونوں
کے لئے استعمال ہوتا ہے کیونکہ ارشاد ہے ثُمَّ

[1] البدایہ والنہایہ، ج۲ ص ۲۶ (طبع مصر ۱۳۵۱ھ)

اسْتَوٰى إِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰهُنَّ (پھر قصد کیا آسمان کی طرف، سو ٹھیک کر دیا ان کو) اور کبھی اس کی جمع میں سَمٰوٰتٌ بھی کہا جاتا ہے فرمایا خَلَقَ السَّمٰوٰتِ (پیدا کیا آسمانوں کو) قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ (پوچھ کون ہے رب آسمانوں کو) اور اَلسَّمَآءُ مُنْفَطِرٌ بِهٖ (آسمان پھٹ جائیگا اس دن میں) فرمایا تو مذکر استعمال کیا اور اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ (جب آسمان پھٹ جائے) اور اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ (جب آسمان چِر جائے) کہا تو مؤنث استعمال کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ نخل اور شجر اور ان کے قائم مقام دیگر اسماء اجناس کی طرح ہے کہ مذکر بھی استعمال کئے جاتے ہیں اور مؤنث بھی[1] اور واحد نیز جمع کے لفظ سے ان کی تعبیر کی جاتی ہے۔

جو سماء کہ بمعنی مطر (یعنی بارش) ہے وہ مذکر ہی استعمال ہوتا ہے اور اس کی جمع اَسْمِيَةٌ آتی ہے۔"

اور ابن خالویہ لغوی لکھتے ہیں:۔

"ہر وہ شے جو تم پر بلند ہو سماء ہے اور اسی لئے گھر کی چھت سماء سے موسوم ہے' اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے مَنْ كَانَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ یعنی ان کافروں میں سے جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حسد کرنے میں جس کو بھی یہ خیال ہو کہ اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد نہ فرمائے گا، فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ (اسے چاہئے کہ ایک رسی تان لے) اِلَى السَّمَآءِ یعنی گھر کی چھت میں ثُمَّ لْيَقْطَعْ پھر گلا گھونٹ ڈالے) فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ مَا يَغِيْظُ اب دیکھے کچھ جاتا رہا اس کی اس کی اس تدبیر سے اس کا غصہ" [2]

امام نووی تہذیب الاسماء والصفات میں رقمطراز ہیں:۔

"سماء یہی سقف معروف (آسمان) ہے، سُمُوٌّ سے مشتق ہے جس کے معنی بلندی کے ہیں اس میں دونوں لغتیں ہیں، تذکیر بھی اور تانیث بھی'

---

[1] واضح رہے کہ مفرداتِ راغب کے مطبوعہ نسخوں میں طباعت کی غلطی کی وجہ سے عبارت اس طرح چھپ گئی ہے و وجہ ذلک انہا کالنخل فی الشجر و مایجری مجراہ من اسماء الجنس الذی یذکر و یؤنث' لیکن تاج العروس میں یہ عبارت اس طرح منقول ہے و وجہ ذلک انہ کالنخل و الشجر و ما یجری مجراہما من اسماء الاجناس التی تذکر و تؤنث' ہم نے اسی عبارت کو سامنے رکھ کر ترجمہ کیا ہے۔

[2] کتاب اعراب ثلاثین سورۃ من القرآن العظیم ا ص ۳۰۷،۳۰۸ (طبع دار الکتب المصریہ ۱۳۶۰ھ)

ابوالفتح ہمدانی نے کہا ہے تذکیر تین وجوہ میں سے کسی ایک وجہ کی بنا پر ہوتی ہے، اول یہ کہ جہت کے معنی ہوں، دوسرے باعتبار لفظ کے تیسرے اس بنا پر کہ وہ جمع مذکر ہے خواہ جمع واقع ہوئی ہو یا نہ ہو، اس صورت میں یہ سماءٌ کی جمع ہوگا جیسے عطا عطاءٌ کی جمع ہے، ابوالفتح نے اس کو جمع سے ہی موسوم کیا ہے جو اہلِ لغت کی اصطلاح ہے لیکن اہلِ نحو وصرف اس کو اسم جمع یا اسم جنس سے موسوم کرتے ہیں اور اس کو جمع نہیں کہتے، ابوالفتح کا بیان ہے کہ تانیث دو وجہوں سے ہوتی ہے ایک یہ کہ وہ ان اسماء کے باب سے ہے جو تانیث کے لئے موضوع ہیں جیسے اتان اور عناق ہیں، دوسرے یہ کہ وہ اہلِ حجاز کی لغت پر سماء کی جمع ہے کیونکہ وہ اس قسم کو مؤنث استعمال کرتے ہیں چنانچہ ھٰذہ الصخر ھٰذہ النمر اور ھٰذہ السعیر کو بمعنی صخور اور نمور بولتے ہیں" لہ

پ۱: ۲، ۳، ۴ — پ۲: ۱، ۴ — پ۳: ۹ — پ۶: ۲ — پ۷: ۵، ۷، ۱۰، ۱۸ — پ۸: ۲، ۱۲

پ۹: ۲، ۱۰، ۱۶، ۱۸ — پ۱۱: ۸، ۹، ۱۲ — پ۱۲: ۴، ۵ — پ۱۳: ۸، ۱۶، ۱۷، ۱۸

پ۱۴: ۲، ۸، ۱۳، ۱۷ — پ۱۵: ۱۰، ۱۱، ۱۷، ۱۸ — پ۱۶: ۱۱ — پ۱۷: ۱، ۲، ۳، ۷، ۹، ۱۱

پ۱۷: ۱۵، ۱۶ — پ۲۰: ۱، ۲، ۱۴، ۱۶ — پ۲۱: ۲، ۶، ۸، ۱۰، ۱۴ — پ۲۳: ۱۹ — پ۲۴: ۷، ۱۴، ۱۹

پ۲۵: ۷، ۱۳، ۱۴، ۱۷ — پ۲۶: ۱۵، ۱۸ — پ۲۷: ۲، ۳، ۴، ۸، ۱۱، ۱۲، ۱۴، ۱۹

پ۲۹: ۱، ۲، ۵، ۷، ۹، ۱۱، ۱۳، ۲۱ — پ۳۰: ۱، ۳، ۴، ۶، ۷، ۹، ۱۰، ۱۱

پ۳۰: ۱۳، ۱۶

سَمّٰعُوْنَ: خوب کان لگا کر سننے والے، جاسوس، سَمْعٌ سے مبالغہ کا صیغہ جمع مذکر سَمَّاعٌ کی جمع، واضح رہے کہ خوب کان لگا کر سننا کبھی تو جاسوسی کے لئے ہوتا ہے اور کبھی قبول کرنے اور ماننے کے لئے، چنانچہ سَمَّاعٌ کا استعمال جاسوس اور مطیع دونوں کے لئے ہوتا ہے، یہاں بھی دونوں معنی بن سکتے ہیں، بعض مفسرین نے پہلے معنی اختیار کئے ہیں اور بعض نے دوسرے، پ۶ ۱۰/۱۲

سِمَانٍ: موٹی، سَمِیْنٌ کی جمع (ملاحظہ ہو سَمِیْنٌ) پ۱۲/۶

سَمْعٌ: قوتِ سامعہ، کان، سننا، پہلے دونوں معنی کے اعتبار سے اسم ہے اور دوسرے معنی کے اعتبار سے سَمِعَ یَسْمَعُ کا مصدر، امام راغب مفردات میں تحریر فرماتے ہیں:-

"کان کی وہ قوت کہ جس سے آوازیں دریافت کی جاتی ہیں، سَمْعٌ ہے اور اس کے فعل کو بھی

لہ تہذیب الاسماء واللغات، ج ۱، ص ۱۵۶ (طبع منیریہ مصر)

سَمْعٌ کہتے ہیں سَمِعَ سَمْعًا آتا ہے اور کبھی سمع سے کان مراد لیا جاتا ہے جیسے خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ وَعَلٰی سَمْعِھِمْ (اللہ نے مہر کردی ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر) اور کبھی لفظ سِمَاع کی طرح اس کا فعل (یعنی سننا) مراد ہوتا ہے جیسے اِنَّھُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ (وہ تو سننے سے برطرف کردیئے گئے ہیں) اور ارشاد ہے اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَھُوَ شَھِیْدٌ (یا قوتِ سماعت سے کام لے دل لگا کر) اور کبھی سمجھنا اور کبھی ماننا اس سے مراد لیا جاتا ہے بولتے ہو اِسْمَعْ مَا اَقُوْلُ لَکَ (سن جو میں تجھ سے کہتا ہوں) اور لَمْ تَسْمَعْ مَا قُلْتُ (تو نے نہیں سنا جو میں نے کہا) تمہارا مطلب یہ ہوتا ہے کہ تو سمجھا نہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْھِمْ اٰیٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا (اور جو کوئی پڑھے ان پر ہماری آیتیں تو کہیں ہم سن چکے اگر ہم چاہیں تو ہم بھی کہہ لیں) اور فرمایا سَمِعْنَا وَعَصَیْنَا (سنا ہم نے اور نہ مانا) یعنی ہم نے تیری بات کو سمجھا اور تیرے حکم کو نہ مانا اور اسی طرح ارشاد سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا (ہم نے سنا اور قبول کیا) ہے، یعنی ہم نے سمجھا اور حکم مانا اور آیتِ شریفہ وَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَھُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ (اور ان جیسے مت ہو جنہوں نے کہا ہم نے سن لیا اور وہ سنتے نہیں) میں یہ بھی معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ "ہم نے سمجھا حالانکہ وہ سمجھتے نہیں" اور یہ بھی کہ "ہم نے سمجھا حالانکہ وہ اس کے مطابق عمل نہیں کرتے" اور جب کسی نے اس کے مطابق عمل نہ کیا تو وہ گویا اس شخص کے حکم میں ہوا کہ جس نے سنا ہی نہیں اور اس کے بعد ارشاد فرمایا وَلَوْ عَلِمَ اللّٰہُ فِیْھِمْ خَیْرًا لَّاَسْمَعَھُمْ وَلَوْ اَسْمَعَھُمْ لَتَوَلَّوْا (اور اگر اللہ جانتا ان میں کچھ بھلائی تو ان کو سنا دیتا اور اگر ان کو اب سنا دے تو ضرور بھاگیں) یعنی ان کو سمجھا نا یا یں طور کہ ان میں وہ قوت کہ جس سے وہ سمجھ لیتے، عطا فرما دیتا۔

اور ارشاد وَاسْمَعْ غَیْرَ مُسْمَعٍ (کہتے ہیں سن نہ سنایا جائیو) یہ دو طرح پر بولا جاتا ہے ایک انسان پر بہرا ہونے کی بددعا کے لئے، دوسرے اس کے لئے دعا کے واسطے[عہ] پس اول کی مثال تو جیسے اَسْمَعَکَ اللّٰہُ ہے یعنی اللہ تجھے بہرا کردے اور دوسرے کی یہ کہ کہا جاتا ہے

عہ پہلی صورت میں غَیْرَ مُسْمَعٍ کے معنی ہوں گے "کچھ سنائی نہ دے" اور دوسری صورت میں "گالی نہ سنائی جائے"

اَسْمَعْتُ فُلَانًا (میں نے فلاں کو سنائی) جب کہ تم نے اس کو گالیاں دی ہوں، اور اس کا استعمال گالی دینے کے بارے میں متعارف ہے در حقیقت یہ ہے کہ اہلِ کتاب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہی کہا کرتے تھے اس گمان میں ڈالنے کے لئے کہ وہ آپ کی تعظیم کرتے اور آپ کے حق میں دعا کرتے تھے۔

اور ہر وہ مقام کہ جہاں اللہ نے اہلِ ایمان کے لئے سمع کا اثبات فرمایا ہے یا کافروں سے اس کی نفی کی ہے یا سننے پر رغبت دلائی ہے، وہاں مقصود معنی پر دھیان کرنا اور اس میں غور و فکر کرنا ہے جیسے اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا (یا ان کے کان ہیں جن سے سنتے ہیں) اور صُمٌّ بُكْمٌ (بہرے ہیں گونگے) اور فِیْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ (ان کے کانوں میں بے بوجھ)

اور جب اللہ تعالیٰ کو آپ سمع سے موصوف کیجئے گا تو اس سے مراد اللہ کا مسموعات کا علم اور ان کو جزا دینے کا ارادہ فرمایا ہے جیسے قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا (سن لی اللہ نے بات اس عورت کی جو جھگڑتی تھی تجھ سے اپنے خاوند کے حق میں) اور لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا (بے شک اللہ نے سنی ان کی بات جنھوں نے کہا)

اور آیہ شریفہ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ (البتہ تو نہیں سنا سکتا مردوں کو اور نہیں سنا سکتا بہروں کو اپنی پکار) یعنی تم انہیں سمجھا نہیں سکتے کیونکہ وہ اپنی بد عملی کی بنا پر قوتِ عاقلہ کو جو کہ انسانیت کی مخصوص حیات ہے گم کر دینے میں مردوں کی طرح سے ہیں۔

اور ارشاد ہے اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ (کیا عجیب دیکھتا اور سنتا ہے) یعنی اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ اس شخص کی زبان سے نکلے گا جو اس کی عجائب حکمت پر مطلع ہوگا اور اس کے بارے میں مَآ اَبْصَرَهٗ وَمَآ اَسْمَعَهٗ نہیں کہا جائیگا کیونکہ سابق میں یہ مذکور ہو چکا کہ حق تعالیٰ شانہ کو صرف اسی صفت سے موصوف کیا جا سکتا ہے جو ذکرِ مسموع میں وارد ہوا ہو۔

اور کفار کے بارے میں جو ارشاد ہے اَسْمِعْ بِهِمْ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا (کیا خوب سنتے اور دیکھتے ہوں گے جس دن آئیں گے ہمارے پاس) اس کے معنی یہ ہیں کہ جو چیزیں اپنی جانوں پر ظلم کرنے

اور غور و فکر کے ترک کر دینے کی بنا پر آج ان سے
مخفی اور گم ہیں اس دن ان کو سن رہے ہوں گے
اور دیکھ رہے ہوں گے"
سَمْعٌ (بمعنی کان) کا استعمال واحد اور جمع دونوں کے
لئے ہوتا ہے ارشاد ہے خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ
وَعَلٰى سَمْعِهِمْ (اللہ نے مہر کردی ان کے دلوں پر
اور ان کے کانوں پر) کیونکہ حسب تصریح صحاح یہ اصل
میں مصدر ہے، جمع اَسْمَاعٌ اور جمع قلت اَسْمُعٌ اور
جمع الجمع اَسَامِعُ ہے ۱۱/۹ ۱۲/۲ ۱۴/۲،۱۷ ۱۵/۴ ۱۸/۵ ۱۹/۱۵
۲۶/۱۷ ۲۹/۲،۱۱

سَمُعًا ۱۶/۲ ۲۶/۳

سَمِعَ: اس نے سنا، سَمْعٌ اور سَمَاعَةٌ سے ماضی
کا صیغہ واحد مذکر غائب، ۴/۱۰ ۲۸/۱

سَمِعَتْ: اس (عورت) نے سنا، سَمْعٌ سے ماضی
کا صیغہ واحد مؤنث غائب، ۱۲/۱۴

سَمِعْتُمْ: تم نے سنا، سَمْعٌ سے ماضی کا صیغہ جمع
مذکر حاضر، ۵/۱۷

سَمِعْتُمُوْهُ: تم نے اس کو سنا، اس میں واو اشباع
کا ہے اور ہ ضمیر واحد مذکر غائب، ۱۸/۸

سَمْعَكُمْ: تمہارے کان، تمہاری قوت سماعت،
سَمْعَ مضاف كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ۔

۴/۱۱ ۲۴/۱۴

سَمِعْنَا: ہم نے سنا، ہم نے سمجھا، سَمْعٌ سے ماضی
کا صیغہ جمع متکلم، ۱/۱۱ ۳/۸ ۴/۱۱ ۵/۴ ۷/۶ ۹/۱۷،۱۸ ۱۲/۵
۱۸/۲،۱۳ ۲۰/۷ ۲۱/۱۵ ۲۳/۱۰ ۲۶/۴ ۲۹/۱۱

سَمِعُوْا: انہوں نے سنا، سَمْعٌ سے ماضی کا صیغہ
جمع مذکر غائب، ۷/۱ ۱۸/۱۲ ۲۰/۹ ۲۳/۱۴ ۲۹/۱،۴

سَمْعِهٖ: اس کا کان، اس کی قوت سماعت
سَمْعِ مضاف، ہ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف
الیہ، ۲۵/۱۹

سَمِعَهٗ: اس نے اسے سنا، سَمِعَ صیغہ ماضی
ہ ضمیر واحد مذکر غائب، ۲/۶

سَمْعُهُمْ: ان کے کان، سَمْعُ مضاف هُمْ ضمیر جمع
مذکر غائب مضاف الیہ، ۱/۱،۲ ۱۴/۲ ۲۴/۱۷
۲۶/۳

سَمْكَهَا: اس کا ابھار، اس کی چھت، اس
کی بلندی، سَمْكٌ مضاف هَا ضمیر واحد مؤنث غائب
مضاف الیہ، سَمْكٌ اصل میں سَمَكَ يَسْمُكُ
کا مصدر ہے اس کے معنی بلند کرنے کے ہیں چھت
بھی چونکہ بلند ہوتی ہے اس لئے اس کو بھی سَمْكٌ
کہتے ہیں، ۳۰/۴

سَمٰوٰتٍ: آسمان، سَمَآءٌ کی جمع (ملاحظہ ہو

سَمَّآءِ) ۱/ ۳، ۴، ۱۳، ۱۴ ۲/ ۴ ۳/ ۲، ۸، ۱۱، ۱۷ ۴/ ۲، ۴، ۵
۴/ ۹، ۱۰، ۱۱ ۵/ ۱۵، ۱۶ ۶/ ۳، ۷، ۱۰ ۷/ ۳، ۶، ۷، ۸، ۱۵، ۱۹
۸/ ۱۴ ۹/ ۱۰، ۱۳ ۱۰/ ۱۱ ۱۱/ ۳، ۶، ۷، ۱۱، ۱۲، ۱۵ ۱۲/ ۱، ۹، ۱۰
۱۳/ ۵، ۶، ۷، ۸، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۷، ۱۹ ۱۴/ ۶، ۷، ۱۲، ۱۳، ۱۶،
۱۴/ ۱۷ ۱۵/ ۵، ۹، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۶، ۱۹ ۱۶/ ۷، ۹، ۱۰ ۱۷/ ۲، ۳، ۵،
۱۷/ ۹، ۱۵ ۱۸/ ۴، ۵، ۱۱، ۱۲، ۱۵، ۱۶ ۱۹/ ۳، ۶، ۱۷ ۲۰/ ۱، ۳، ۱۷
۲۱/ ۲، ۴، ۵، ۶، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۴ ۲۲/ ۶، ۷، ۹، ۱۳، ۱۷
۲۳/ ۴، ۵، ۱۰، ۱۴، ۱۵ ۲۴/ ۱، ۲، ۳، ۶، ۹، ۱۱، ۱۶
۲۵/ ۲، ۳، ۴، ۶، ۷، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰
۲۶/ ۱، ۴، ۹، ۱۰، ۱۴، ۱۷ ۲۷/ ۴، ۶، ۱۲، ۱۷ ۲۸/ ۲، ۴، ۶،
۲۸/ ۹، ۱۱، ۱۳، ۱۵، ۱۸ ۲۹/ ۱، ۹ ۳۰/ ۲، ۱۰

سَمُوْمِ : لُو، تیز بھاپ، وہ گرم ہوا جو زہر کا سا اثر کرے سموم کہلاتی ہے، مؤنث ہے، سَمَائِم جمع، ۱۴/ ۳ ۲۷/ ۳، ۱۵

سَمُّوْهُمْ : تم ان کا نام لو، سَمُّوْا تَسْمِیَۃٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب، راغب اصفہانی مفردات میں لکھتے ہیں :-

"آیت شریفہ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ قُلْ سَمُّوْهُمْ (اور مقرر کرتے ہیں اللہ کے لئے شریک، کہہ ان کا نام لو) سے یہ مراد نہیں ہے کہ لات عزّٰی وغیرہ ان کے ناموں کا ذکر کردیں بلکہ معنی یہ ہیں کہ جن کو تم معبود کہتے ہو ان کے متعلق تحقیق بتاؤ نیز یہ کہ ان اسماء کے معانی آیا ان میں موجود بھی ہیں، اسی لئے بعد میں ارشاد ہے اَمْ تُنَبِّئُوْنَهٗ بِمَا لَا یَعْلَمُ فِی الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ (یا اللہ کو بتلاتے ہو جو وہ نہیں جانتا زمین میں یا کرتے ہو اوپر ہی اوپر باتیں)"

(ملاحظہ ہو تَسْمِیَۃٌ) ۱۳/ ۱۱

سَمِیًّا : ہمنام، نظیر، امام راغب لکھتے ہیں :-

"آیت کریمہ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِیًّا (کسی کو پہچانتا ہے تو اس کے نام کا) یعنی اس کی کوئی نظیر جانتے ہو جو اس کے نام کا مستحق ہو یا اس کی صفت سے متصف کہ حقیقۃً اس کا استحقاق رکھتا ہو اور یہ معنی نہیں کہ" آیا کسی کو پاتے ہو جو اس کے نام سے موسوم ہو" کیونکہ اللہ کے بہت سے اسماء ہیں جن کا غیر پر بھی اطلاق ہوتا ہے لیکن اللہ کے لئے جب ان کا استعمال ہو تو وہ معنی نہیں ہوتے جو غیر کے لئے استعمال کرتے وقت ہوتے ہیں" ۱۶/ ۴، ۷

سَمَّیْتُمُوْهَا : تم نے ان کا نام رکھ لیا ہے، سَمَّیْتُمْ تَسْمِیَۃٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر، وَاو اشباع کا اور هَا ضمیر واحد مؤنث غائب ہے،

جو جمع کے لئے استعمال کی گئی ہے، امام راغب لکھتے ہیں :-
"آیت کریمہ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَا (کچھ نہیں پوجتے ہو سوائے اس کے، مگر نام ہیں جو رکھ لئے ہیں تم نے) کے معنی یہ ہیں کہ جن ناموں کا تم ذکر کرتے ہو ان کے مسمیات نہیں ہیں بلکہ یہ اسماء ایسے ہیں جو بغیر مسمّیٰ کے ہیں کیونکہ ان ناموں کے اعتبار سے بتوں کے بارے میں جو وہ اعتقاد رکھتے ہیں اس کی حقیقت ان میں پائی نہیں جاتی"۔

۸/۱۶ ۱۲/۱۵ ۲۷/۵

سَمَّيْتُهَا : میں نے اس کا نام رکھا، سَمَّيْتُ تَسْمِيَةٌ سے ماضی کا صیغہ واحد متکلم، هَا ضمیر واحد مؤنث غائب (ملاحظہ ہو تَسْمِيَةٌ) ۳/۱۲

سَمِيْعٌ : سننے والا، سَمْعٌ سے بروزن فَعِيْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ، اسمائے حسنیٰ میں سے ہے، جب یہ حق تعالیٰ شانہٗ کی صفت واقع ہو تو اس کے معنی ہیں "ایسی ذات جس کی سماعت ہر شے پر حاوی ہے"۔

۱/۱۵،۱۶ ۲/۶،۱۲،۱۶ ۳/۲،۱۲ ۴/۴ ۶/۱۴ ۷/۸ ۸/۱
۹/۱۴،۱۹ ۱۰/۴،۱۳،۱ ۱۱/۱،۲،۱۳ ۱۲/۲،۱۳ ۱۳/۱۸ ۱۵/۱
۱۷/۱،۵،۱۲ ۱۸/۹،۱۴ ۱۹/۱۵ ۲۰/۱۳ ۲۱/۲،۱۲ ۲۲/۱۲ ۲۴/۱۷،۱۱،۱۹

۲۵/۱۲،۳ ۲۶/۱۳ ۲۶/۱

سَمِيْعًا ۵/۱۶،۵ ۶/۱ ۲۹/۱۹

سَمَّيْتُمُوْهُ : اس نے تمہارا نام رکھا، سَمّٰى تَسْمِيَةٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر، (ملاحظہ ہو تَسْمِيَةٌ) ۱۷/۱۷

سَمِيْنٍ : فربہ، موٹا تازہ، سِمَنٌ سے جس کے معنی فربہ ہونے کے ہیں، بروزن فَعِيْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ، سِمَانٌ جمع ۲۶/۱۹

فصل النون

سِنٌّ : دانت، اَسْنَانٌ جمع، ۶/۱۱

سَنَا : چمکدار روشنی، بعض اہل لغت نے اس کو "بجلی کی چمک" کے ساتھ مخصوص کیا ہے لیکن صحیح یہی ہے کہ لفظ عام ہے، بجلی کی کوند ہو یا آگ کی چمک، ہر تیز روشنی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے[1]، حافظ ابن حجر عسقلانی نے ایک نظم کہی ہے جن میں ان الفاظ کو شمار کرایا ہے جن کو معرب بتایا گیا ہے، اس میں سنا بھی مذکور ہے[2] لیکن امام سیوطی نے لکھا ہے کہ مجھے یہ پتہ نہیں چلا کہ کسی اور نے بھی ایسا کہا ہو[3]، ۱۸/۱۲

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تاج العروس [2] یہ نظم فتح الباری ج ۸، ص ۲۰۳، ۲۰۴، طبع مصر میں مذکور ہے [3] الاتقان، ج ۱، ص ۱۳۸

سَنَابِلَ: بالیں، خوشے، سُنْبُلٌ کی جمع پ۳

سُنْبُلٰتٍ: بالیں، خوشے۔ سُنْبُلَۃٌ کی جمع، پ۱۲

سُنْبُلَۃٍ: بال، خوشہ، پ۳

سُنْبُلِہٖ: اس کی بال، اس کا خوشہ، سُنْبُلِ مضاف، ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب، مضاف الیہ، پ۱۲

سُنَّتَنَا: ہمارا دستور، سُنَّۃٌ مضاف نا ضمیر جمع متکلم، مضاف الیہ (ملاحظہ ہو سُنَّۃٌ) پ۱۵

سُنْدُسٍ: باریک ریشم، لاہی، باریک دیبا، علامہ سیوطی الاتقان میں لکھتے ہیں:-

"جوالیقی نے کہا ہے کہ فارسی میں اس کے معنی باریک دیبا کے ہیں اور لیث کہتے ہیں کہ ارباب لغت اور مفسرین میں کسی کا اس میں اختلاف نہیں کہ یہ معرب ہے شیدلہ نے اس کو ہندی بنایا ہے"[1] پ۱۵ ۲۵ ۲۹

سُنَنٌ: راہیں، طریقے، سُنَّۃٌ کی جمع پ۴ ۵

سَنَۃٌ: سال، برس، سِنُوْنَ، سَنَہَاتٌ، سَنَوَاتٌ جمع سَنَۃٌ کی اصل سَنْہَۃٌ تھی جَبْہَۃٌ کی طرح پھر اس کا لام کلمہ حذف کر کے اس کی حرکت نون کی طرف نقل کر دی گئی تو سَنَۃٌ باقی رہ گیا اور بعض کا قول ہے کہ اس کی اصل سَنْوَۃٌ تھی، واؤ کے ساتھ (اور جس طرح کہ ہا کو حذف کیا گیا) واؤ کو حذف کر دیا گیا ہے علامہ مجدالدین فیروز آبادی نے قاموس میں اس کو باب ہا میں تو اس بنا پر ذکر کیا کہ اس کا لام کلمہ ہا ہے اور معتل میں دوبارہ اس لئے بیان کیا کہ اس کا لام کلمہ واؤ ہے اور دونوں وجہیں صحیح ہیں گو بعض نے دوسرے قول کو ترجیح دی ہے، کیونکہ تصریف لفظی دونوں کی شاہد ہے[2] امام راغب مفردات میں لکھتے ہیں:-

"اَلسَّنَۃُ اس کی اصل کے بارے میں دو طریقے ہیں، ایک یہ کہ اس کی اصل سَنْہَۃٌ ہے کیونکہ وہ بولتے ہیں سانہت فلانا یعنی میں نے فلاں سے سال کے سال معاملہ کیا، نیز (تصغیر میں) سُنَیْہَۃٌ کہتے ہیں بعض نے کہا ہے کہ اسی سے لَمْ یَتَسَنَّہْ ہے یعنی سالوں کے اس پر گزر جانے سے نہیں بدلا اور اس کی طراوت نہیں گئی، اور کہا گیا ہے کہ اس کی اصل واؤ

[1] الاتقان، ج ۱، ص ۱۳۸ (طبع مصر)

[2] تاج العروس، باب الہاء، فصل السین

سے ہے کیونکہ سَنَوَاتٌ بولتے ہیں اور اسی سے سَانَيْتُ ہے اور ہا وقف کے لئے ہے جیسے کہ كِتَابِيَهْ اور حِسَابِيَهْ میں ہے۔"

ابن السکیت جو لغت کے امام ہیں، فرماتے ہیں:-

"اہل عرب کے یہاں سَنَة بارہ مہینوں کا نام ہے انہوں نے سَنَة کو دو حصوں (شتاء اور صیف) میں تقسیم کر دیا ہے اور سنہ کی ابتدا اولِ شتاء (ابتداء سرما) سے شروع کی کیونکہ وہ مذکر ہے اور صیف (گرما) مؤنث ہے، پھر شتاء کے بھی دو حصے کئے، نصف اول کا نام شتوی ہے اور نصفِ آخر کا ربیع، پس شتوی بھی تین مہینے کا ہوا اور ربیع بھی تین مہینے کا، اور تین مہینے صیف کے رکھے اور تین قیظ کے۔" [1]

سنہ کی دو قسمیں ہیں، ایک قمری یا ہلالی، دوسرے شمسی، قمری سال کا شمار رویتِ ہلال سے ہے، سال میں بارہ مرتبہ چاند ہلال بن کر افقِ آسمان پر نمودار ہوتا ہے جس سے سنہ قمری کے بارہ مہینے شمار ہوتے ہیں اور شمسی سنہ آفتاب کے بارہ برجوں کو قطع کرنے کی مدت کا نام ہے [2]، احکامِ شرعیہ میں سنہ قمری معتبر ہے۔

عَامٌ اور سَنَةٌ میں آیا کوئی فرق ہے یا نہیں؟ تو واضح رہے کہ قاموس میں عَام کی تشریح میں لفظِ سَنَةٌ اور سَنَةٌ کی تشریح میں لفظِ عَام مذکور ہے۔

علامہ سید مرتضٰی زبیدی لغوی اپنے شیخ (محمد بن الطیب فاسی لغوی شارحِ قاموس) سے ناقل ہیں کہ "ان دونوں کے اتحاد پر ہی مصنف (قاموس) گئے ہیں لہٰذا انہوں نے ان میں سے ہر ایک کی تفسیر دوسرے لفظ سے کی ہے" لیکن دیگر علماءِ عربیت نے ان دونوں کے باہم فرق بیان کیا ہے چنانچہ علامہ موہوب بن احمد جوالیقی فرماتے ہیں کہ:-

"عوام الناس عَام اور سَنَة میں باہم فرق نہیں کرتے اور دونوں کے ایک ہی معنی قرار دیتے ہیں حالانکہ یہ غلط ہے اور صحیح وہ ہے جس کے متعلق مجھے احمد بن یحییٰ سے اطلاع ملی ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ سَنَة جس دن

---

[1] تاج العروس فصل السین من باب الواو والیاء

[2] بطرس بستانی نے دائرۃ المعارف میں قاموس کے حوالہ سے سنہ شمسی کی مذکورہ بالا تحدید نقل کی ہے لیکن مجھے قاموس میں نہیں ملی (ملاحظہ ہو دائرۃ المعارف، لفظ سنۃ، ج ۱۰، ص ۱۴۳ (طبع الہلال مصر ۱۸۹۸ء)

سے بھی تم شمار کرو (آئندہ سال کے) اسی دن تک ہے اور عام بغیر "شتاء" اور "صیف" کے نہیں ہوتا۔ سنۃ عام ایک شے سے متفق نہیں ہیں لہٰذا جب تم آج سے لے کر آج ہی دن تک شمار کرو گے تو وہ سنۃ ہوگا، اس میں نصف شتاء اور نصف صیف داخل ہو جائے گا اور عام جب تک کہ صیف اور شتاء (دونوں موسم کامل طور پر) نہ ہوں نہیں ہوتا جیسا کہ اول میں تو چوتھائی (اس برس کا) اور چوتھائی (اگلے برس کا) اور نصف (اس سال کا) اور نصف (اس سال کا) آجائیگا، اور جب یہ قسم کھائے کہ لا یکلمہ عاما (اس سے ایک عام کے لئے بات نہ کرے گا تو کچھ اس میں کا اور کچھ اس میں کا شامل نہیں ہوگا بلکہ شتاء اور صیف ہی مراد ہوں گے پس لفظِ عام، سنۃ سے اخص ہے اور اس بنا پر تم کہو گے کہ ہر عام، سنۃ ہے اور ہر سنۃ عام نہیں ہے۔"

اور علامہ ازہری کہتے ہیں:-

"عام وہ سال ہے جو موسم سرما اور موسم گرما کے ساتھ آتا ہے اور اس بنا پر عام، سنۃ کی نسبت سے اخص مطلق ہے اور جب کسی دن سے لے کر اسی دن تک (سال کا) شمار کرو تو وہ سنۃ کہلائے گا اور اسی میں کبھی نصف گرما اور نصف سرما بھی ہوگا اور عام میں صیف و شتاء لگاتار ہوتے ہیں۔"

اور امام سہیلی الروض الانف میں ان کے باہمی فرق میں یہ رقمطراز ہیں:-

"سنۃ، عام سے لمبا ہوتا ہے یہ آفتاب کے دوروں میں سے ایک دورہ ہے اور برخلاف سنۃ کے عام کا استعمال عربی مہینوں کے لئے ہوتا ہے۔" [لہ]

اور امام راغب اصفہانی نے ایک اور فرق بیان کیا ہے:-

"عام، سنۃ کی طرح ہی سے ہے لیکن بسا اوقات سنۃ کا استعمال اس سال کے لئے ہوتا ہے جس میں سختی یا قحط ہوا اور اسی لئے قحط کی تعبیر لفظِ سنۃ سے کی جاتی ہے اور عام کا استعمال اس برس کے لئے ہوتا ہے جس میں فراخی اور سرسبزی ہوا رشاد ہے فِيهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَ

[عہ] اہل عرب نے سال کی جو دو حصوں میں تقسیم کی ہے اس کا بیان ہے شتاء سے (موسم سرما) نصف اول مراد ہے اور صیف (موسم گرما) سے نصف ثانی۔

[عہ] اس اصطلاح کے لئے ملاحظہ ہو لفظ ربیع۔ – [لہ] ان تینوں حوالوں کے لئے ملاحظہ ہو تاج العروس، فصل العین من باب المیم۔

فِيْهِ يَعْصِرُوْنَ (ایک برس اس میں مینہ برسے گا لوگوں پر اور اس میں رس نچوڑیں گے)"

۱۲/۱۲ ۱۷/۱۲ ۲۰/۱۳ ۲۱/۱۴ ۲۶/۲ ۲۹/۷

سِنَةٌ: اونگھ، غفلت، غنودگی، وَسِنَ يَوْسَنُ کا مصدر ہے، اس کے معنی غنودگی سے بیہوش ہونے کے آتے ہیں، سِنَةٌ اصل میں وَسْنٌ تھا عِدَةٌ کی طرح سے، اس کی ہاء واؤ محذوف کے بدلہ میں ہے، ۳/۲

سُنَّةٌ: راہ، رسم، دستور، طریقہ جاریہ، اسم ہے سُنَنٌ جمع، سَنَّ کا استعمال متعدد معانی میں ہوتا ہے، مثلاً اس کے دستور جاری کرنے کے معنی بھی ہیں چنانچہ تاج المصادر میں مرقوم ہے:-

"السن و نہادی نہادن و منہ الحدیث سَنَّ لَكُمْ مُعَاذٌ"،

سنۃ اسی معنی کے اعتبار سے اس کا اسم ہے۔ راغب اصفہانی لکھتے ہیں :-

"سنۃ النبی سے مراد وہ طریقہ ہے جس کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انتخاب فرماتے تھے اور سنۃ اللہ کا استعمال حق تعالیٰ کے دستورِ حکمت اور طریقۂ طاعت کے لئے ہوتا ہے جیسے سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا (رسم پڑی ہوئی اللہ کی جو چلی آتی ہے پہلے سے اور تو ہرگز نہ دیکھے گا اللہ کی رسم کو بدلتے) اور وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا (اور ہرگز نہ پائے گا اللہ کا دستور ٹلتا) یہ اس پر تنبیہ ہے کہ شریعتوں کے احکامِ فروعی کی گو صورتیں مختلف ہیں لیکن جو غرض کہ ان سے مقصود ہے یعنی نفس کی پاکیزگی اور اللہ تعالیٰ کے ثواب اور اس کے قرب تک رسائی کے لئے آراستگی، وہ مختلف و متغیر نہیں ہوتی۔"

۹/۱۹ ۱۴/۱ ۱۵/۸، ۱۰ ۲۲/۲، ۱۷، ۵ ۲۴/۱۴ ۲۶/۱۱

سِنِيْنَ: سال، برس، قحط، سَنَةٌ کی جمع، مصباح میں ہے کہ :-

"سَنَةٌ کی جمع، جمع مذکر سالم کی طرح آتی ہے چنانچہ سِنُوْنَ اور سِنِيْنَ بولا جاتا ہے اور اضافت کے لئے نون حذف ہو جاتا ہے اور ایک لغت (بولی) میں تمام حالتوں میں یاء برقرار رہتی ہے اور نون کو حرفِ اعراب قرار دیا جاتا ہے جس کو نکرہ ہونے کی حالت میں تنوین دی جاتی ہے اور اضافت میں حذف نہیں کیا جاتا گویا کہ وہ اصول کلمہ میں ہے اور اسی لغت پر یہ حدیث ہے، اللّٰھم اجعلھا سِنِیْنَ کَسِنِیْنِ یوسُفَ

سابق میں راغب کی تصریح گزر چکی ہے کہ سَنَۃٌ کا استعمال بسا اوقات سالِ قحط کے لئے ہوتا ہے جیسے لَقَدْ اَخَذْنَا اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِیْنَ (اور ہم نے پکڑ لیا فرعون والوں کو قحطوں میں) میں سِنِیْن سے سالہائے قحط ہی مراد ہیں۔ تاج العروس میں تصریح ہے کہ یہ اس کے مجازی معنی ہیں۔ ۹/۶، ۱/۶، ۱۲/۱۵،۱۶، ۱۵/۲،۱۳،۱۶
۱۶/۱۱، ۱۸/۶، ۱۹/۶،۱۵، ۲۱/۴

فصل الواو

سُوْءٌ : برائی، آفت، گناہ، برا کام، عیب، سَوْءٌ سے اسم ہے، علامہ سید مرتضیٰ زبیدی نے لکھا ہے کہ یہ آفات و امراض کا ایک جامع نام ہے[1] امامِ راغب فرماتے ہیں :-

"سُوْءٌ ہر وہ چیز ہے جو انسان کو غم میں ڈال دے خواہ دنیوی امور میں سے ہو یا اخروی امور سے احوالِ نفسیہ میں سے ہو یا احوال بدنیہ میں سے یا ان حالات میں سے ہو کہ جو جاہ و مال کے چھوٹ جانے اور دوست کے بچھڑ جانے سے پیدا ہوتے ہیں"

قرآن مجید میں اس کا استعمال جن معانی میں ہوا ہے امام سیوطی نے ان کو تفصیل کے ساتھ قلمبند کیا ہے، فرماتے ہیں :-

"سُوْءٌ کئی طرح پر استعمال ہوتا ہے، شدت کے لئے یَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ (وہ کرتے تھے تم پر سخت عذاب) کونچیں کاٹنے کے لئے وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ (اور اس کو ہاتھ نہ لگاؤ بری طرح یعنی ناقہ کی کونچیں نہ کاٹ ڈالنا) زنا کے لئے مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا (اور کچھ سزا نہیں ہے ایسے شخص کی جو چاہے تیرے گھر میں برائی یعنی زنا) برص کے لئے بَیْضَآءَ مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ (سفید بغیر عیب یعنی برص کے) عذاب کیلئے اِنَّ الْخِزْیَ الْیَوْمَ وَالسُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ (بیشک رسوائی آج کے دن اور برائی منکروں پر ہے) شرک کے لئے مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ (ہم تو کرتے نہ تھے کچھ برائی یعنی شرک) گالی گلوچ کے لئے لَا یُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ (اللہ پسند نہیں کرتا کسی بری بات کو یعنی کسی کی دشنام طرازی کو) وَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ (اور کھولیں) اپنی زبانیں برائی کے ساتھ) گناہ کے لئے یَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ (کرتے ہیں برا

[1] تاج العروس، فصل السین من باب الہمزۃ

کام جہالت سے) بِئْسَ (بُرا ہے) کے معنی میں، وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ (اور ان کے لئے ہے بُرا گھر) ضرر کے لئے وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ (اور دور کردیتا ہے سختی) وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ (اور مجھ کو برائی کبھی نہ پہنچی) قتل و ہزیمت کے لئے لَمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ (نہ پہنچی ان کو کچھ آنچ) [1]

پ۱/۶، پ۲/۵، پ۳/۱۱، پ۴/۹، ۱۴، پ۵/۱، ۱۳، ۱۵، پ۶/۱، پ۷/۱۲، پ۸/۷، ۱۷، پ۹/۶، ۱۱، ۱۳
پ۱۰/۱۱، پ۱۲/۵، ۶، ۱۳، ۱۷، پ۱۳/۱، ۹، ۹، ۱۲، پ۱۴/۱۰، ۱۳، ۱۹، ۲۱
پ۱۶/۱۰، پ۱۹/۱۲، ۱۶، پ۲۰/۱، ۷، پ۲۱/۱۸، پ۲۲/۱۴، پ۲۳/۱۷، پ۲۴/۲، ۳، ۵، ۱۰، ۱۱
پ۲۶/۶، پ۲۵/۷

سَوْءٌ: برا ہونا، سَاءَ يَسُوْءُ کا مصدر ہے۔

پ۱۱/۱، پ۱۶/۵، پ۱۷/۵، ۶، پ۱۹/۲، پ۲۶/۹، ۱۰

سَوَآءٌ: برابر، اسم مصدر ہے بمعنی استوا یعنی دونوں طرف سے بالکل برابر ہونے کے، نہ اس کا تثنیہ بنایا جاتا ہے نہ جمع، [2]

امام سیوطیؒ اتقان میں لکھتے ہیں:۔

"سواء بمعنی مستوی (برابر) ہوتا ہے کسرہ کے ساتھ اس میں قصر ہوگا جیسے مَكَانًا سُوًى (جگہ برابر یعنی صاف اور ہموار) اور فتحہ کے ساتھ جیسے سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ (برابر ہے ان کو تو ڈرائے یا نہ ڈرائے) اور بمعنی وسط بھی آتا ہے، اس صورت میں بھی فتحہ کے ساتھ مد ہوگا جیسے فِيْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ (بیچوں بیچ دوزخ کے) اور بمعنی تمام کے بھی، اس صورت میں بھی ایسا ہی ہوگا جیسے فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ سَوَآءً (چار دن میں پورا ہوا) اور وَاهْدِنَآ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ (اور بتلا دے ہم کو پوری راہ) بھی اس معنی میں ہوسکتا ہے، قرآن مجید میں یہ لفظ بمعنی غیر (سوائے) کے نہیں آیا ہے اور کہا گیا ہے کہ آیا ہے چنانچہ البرہان [3] میں آیت فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ (وہ بہک گیا غیر راستہ کو) کو اسی سے قرار دیا ہے، حالانکہ یہ وہم ہے اور اس سے بہتر تو کلبی کا قول ہے جو ارشادِ الٰہی وَلَآ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى (اور نہ تو سوائے اس جگہ کے) کے بارے میں ہے کہ سوٰی استثنائیہ ہے اور مستثنیٰ محذوف ہے ای مکانا سوی هذا المكان، کرمانی نے اس کو اپنی کتاب عجائب میں بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ اس میں بُعد ہے

[1] الاتقان، ج ۱، ص ۱۴۲ (طبع مصر ۱۳۴۳ھ) [2] روح المعانی، ج ۱۲، ص ۱۱۹ (طبع مصر)
[3] البرہان فی مشکلات القرآن، علامہ ابو المعالی عزیزی بن عبد الملک المعروف بہ شیدلہ کی مشہور تصنیف ہے۔

کیونکہ سوٓی استثنائیہ بغیر مضاف ہوئے استعمال ہی نہیں ہوتا"۔ [1]

پ۱/۱،۱۳ پ۳/۱۵ پ۴/۳ پ۵/۹ پ۶/۷،۱۳،۱۴ پ۹/۱۴ پ۱۰/۳ پ۱۳/۸،۱۵
پ۱۴/۱۶ پ۱۷/۷،۱۰ پ۱۹/۱۱ پ۲۰/۶ پ۲۱/۷ پ۲۲/۱۸ پ۲۳/۶،۱۱ پ۲۴/۱۶ پ۲۵/۱۶،۱۸
پ۲۷/۳ پ۲۸/۷،۱۳

سَوْاٰتِکُمْ: تمہاری شرمگاہیں، سَوْاٰتِ، سَوْاٰۃٌ کی جمع مضاف ہے، کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر، مضاف الیہ، (ملاحظہ ہو سَوْاٰۃٌ) پ۸

سَوْاٰتِہِمَا: ان دونوں کی شرمگاہیں، سَوْاٰتِ مضاف ھُمَا ضمیر تثنیہ غائب، مضاف الیہ،

پ۸/۹،۱۰ پ۱۶/۱۶

سُوَاعًا: ایک بت کا نام، مولانا سید سلیمان ندوی فرماتے ہیں:-

"اس لفظ کا مشتق منہ کلام عرب میں نہیں ملتا ممکن ہے کہ سوع سے مشتق ہو جس کے معنی زمانہ کے ہیں" [2]

قرآن مجید میں سورۂ نوح کے اندر وَدّ، سُوَاع، یَغُوث، یَعُوق اور نَسر کے نام آئے ہیں ابن جریر طبری اور ابن المنذر نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ یہ وہ بت تھے جن کی حضرت نوح علیہ السلام کے عہد میں پرستش کی جاتی تھی [3] بعد میں زمانہ جاہلیت کے اندر عرب کے مختلف قبیلوں میں بھی ان کی پوجا کا سلسلہ جاری تھا، مولانا سید سلیمان صاحب ندوی ارض القرآن میں اصنام عرب پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"ایک غیر مرفوع روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بت گزشتہ بزرگوں کے مجسمے تھے جن کو اہل عرب نے بعد میں پوجنا شروع کر دیا تھا ممکن ہے کہ ان میں بعض ایسے بھی ہوں لیکن زیادہ صحیح خیال یہ ہے کہ اصل میں یہ مختلف ستاروں کی خیالی صورتیں تھیں، نسر کے متعلق تو یہ تحقیق ثابت ہے کہ وہ ایک آسمانی شکل کا نام ہے، اسی پر دوسرے بتوں کو بھی قیاس کرنا چاہیے، بعد میں مرورِ زمانہ سے ان کی اصلیتیں ذہنوں سے اتر گئیں اور وہ صرف پتھر اور مٹی کا ڈھیر بن کر رہ گئے چنانچہ لات، عزّیٰ اور منات کی یہی صورت تھی، لات گول سفید پتھر تھا اور اس پر ایک عمارت بنی تھی، عزّیٰ ایک درخت تھا، اس کے نیچے ایک بت تھا، چاروں طرف چہار دیواری تھی، منات پتھر کی ایک چٹان تھی

[1] الاتقان ج ۱ ص ۱۶۳ (طبع مصر) [2] ارض القرآن ج ۲ ص ۲۲۶ (طبع معارف پریس) [3] تفسیر امام ابن جریر طبری ج ۲۹ ص ۵۲، اور الدر المنثور امام سیوطی ج ۶ ص ۲۶۹ (طبع میمنیہ مصر)

دوسرے بتوں کی مختلف صورتیں تھیں۔
وَدّ دراز قد مرد کی صورت ایک تہبند کمر میں لپیٹے، ایک چادر اوڑھے، گلے میں تلوار حمائل، کمان لٹکی ہوئی، ایک طرف ترکش پڑا ہوا، سامنے نیزہ، اس میں جھنڈا بندھا ہوا، ستارہ جبّار کی تقریباً یہی شکل ہے۔ سواعؔ کی شکل عورت کی تھی، آسمان میں مرأۃ مسلسلہ، ذات الکرسی وغیرہ عورت کی شکلیں ہیں۔ یغوث (فریادرس) کی شکل شیر کی تھی، ستارہ اسد ہوگا، ایک فریادرس اور مددگار کی صورت شیر سے بہتر کیا خیال کی جاسکتی ہے؟ یعوق (مصیبتوں کو روکنے والا) کی صورت گھوڑے کی تھی، ستاروں کی ایک شکل فرس بھی ہے، عربوں کے نزدیک تو فرس حقیقۃً ان کے مصائب کا چارہ گر ہے، نسر ایک پرندہ کی شکل پر تھا، نسر طائر اور واقع ستاروں کی دو مشہور شکلیں ہیں، بابل میں نسرک کی جو سنگی صورت ملی ہے وہ بالکل گدھ کی شکل ہے۔" [1]

لیکن ہمارے نزدیک اس سارے بیان میں اتنی حقیقت تو بلاشبہ صحیح ہے کہ نسر طائر اور نسر واقع آسمان میں ستاروں کی دو مشہور شکلوں کے نام ہیں باقی اس سے زیادہ جو کچھ ہے اس کے پیچھے جب تک تاریخی شواہد نہ ہوں قیاس آرائی سے زیادہ اس کی کیا وقعت ہے؟ چنانچہ سید صاحب نے بھی اس کو "زیادہ صحیح خیال" ہی فرمایا ہے نیز اس کے قیاس ہونے کی بھی بایں الفاظ تصریح کردی ہے کہ:۔

"نسر کے متعلق تو بہ تحقیق ثابت ہے کہ وہ ایک آسمانی شکل کا نام ہے اسی پر دوسرے بتوں کو بھی قیاس کرنا چاہیے۔"

گویا یہ قیاس بھی مطرد نہیں کہ بعض میں تو بہ تکلف چلتا ہے اور بعض میں سرے سے اس کی گنجائش ہی نہیں رہتی، ہوا یہ کہ اولاً نسر سے ذہن نسر واقع اور نسر طائر کی طرف منتقل ہوا پھر وَدّ اور سواع کے بارے میں قیاس سے کام لیا تو تیر نشانہ پر بیٹھتا نظر آیا، چونکہ یہاں زمینی مورتوں اور آسمانی شکلوں میں مشابہت نظر آئی اس لئے ان دونوں کے بارے میں معنوی مناسبت کو نظر انداز کیا گیا، یغوث اور اسد، یعوق اور فرس میں بہ تکلف معنوی مناسبت پیدا کی گئی اور شیر کو جو حیوان مفترس اور حقیقت میں ایک خونخوار درندہ ہے، فریادرس بنا کر ستارۂ اسد کی خیالی صورت کا بت قرار دیا گیا، لات، عزّیٰ اور مناۃ میں

[1] ارض القرآن، ج ۲، ص ۲۳۷، ۲۳۸

قیاس کیا کام دیتا اس لئے یہ کہہ دیا کہ "مرورِ زمانہ سے ان کی اصلیتیں ذہنوں سے اتر گئیں اور وہ صرف پتھر اور مٹی کا ڈھیر بن کر رہ گئے"، ہم پوچھتے ہیں کہ اگر عرب کے بت اصل میں مختلف ستاروں کی خیالی صورتیں تھیں تو بتایا جائے کہ لات ، عزّیٰ اور مناۃ کن ستاروں کی خیالی صورتیں ہیں؟ نیز ستارہ جبار کی خیالی صورت کی مورت کا نام وُدّ کس مناسبت سے پڑ گیا؟ تاریخی چیزوں میں محض قیاس کیسے کام چل سکتا ہے پھر یہ امر اپنی جگہ ثبوت طلب ہے کہ یغوث کی شکل شیر کی اور یعوق کی صورت گھوڑے کی اور نسر کی مورت پرندہ کی تھی، سید صاحب نے لکھا ہے "کہ بتوں کی یہ شکلیں فتح الباری تفسیر سورۂ نوح میں مذکور ہیں[1]"، لیکن دشواری یہ ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی جو فتح الباری کے مصنف ہیں وہ خود اس بات پر اعتماد نہیں کرتے، چنانچہ حافظ صاحب نے اس سلسلہ میں جو کچھ لکھا ہے درج ذیل ہے فرماتے ہیں:-

وحکی الواقدی قال — اور واقدی نے بیان کیا ہے
کان ود علی صورۃ — کہ ودّ مرد کی شکل پر تھا اور
رجل وسواع علی — سواع عورت کی شکل پر
صورۃ امراۃ و — اور یعوق گھوڑے کی شکل پر
یغوث علی صورۃ — اور نسر پرندہ کی شکل پر اور
فرس ونسر علی صورۃ — یہ بیان شاذ ہے اور مشہور
طائر وھذا شاذ — یوں ہے کہ یہ سب بت
والمشھور انہم کانوا — انسانی شکل کے تھے اور
علی صورۃ البشر وھو — یہی ان آثار کا مقتضی ہے
مقتضی ما تقدم من — جو ان کی پوجا کی وجہ
الآثار فی سبب — کے سلسلہ میں گزر چکے
عبادتھا[2] — ہیں۔

ایسی حالت میں واقدی کے بیان کی خصوصاً آثار کی سلف کی موجودگی میں جو وقعت ہو سکتی ہے ظاہر ہے۔

اور بالفرض اگر واقدی کا بیان صحیح بھی تسلیم کیا جائے تب بھی اس کے معارض نہیں کہ یہ بت گزشتہ بزرگوں کے مجسمے تھے کیونکہ ممکن ہے کہ یہ معنوی طور پر ان کی صفات کے مجسمے ہوں، ودّ مردانگی میں کامل شخص کا مجسمہ اور سواع عبادت میں کامل عورت کی مورت اور یغوث مردِ شجاع کی صورت اور یعوق سبقت لے جانے والے اور توانا کی شکل، اور نسر بڑی عمر والے بزرگ کی

[1] ملاحظہ ہو حاشیہ ارض القرآن، ج ۲، ص ۲۳۸
[2] فتح الباری شرح صحیح بخاری ج ۸، ص ۵۴۳ (طبع مصر ۱۳۲۶ھ)

تشبیہ، چنانچہ علامہ بقاعی کی یہی رائے ہے۔ [1]

علاوہ ازیں یہ خیال زیادہ صحیح اس وقت قرار دیا جاسکتا ہے جب یہ ثابت ہو جائے کہ بت پرستی کے شروع ہونے سے پہلے ستاروں کی خیالی صورتیں متعین ہو چکی تھیں اور بحیثیت دیوتا کے ان کی پرستش کی جاتی تھی حالانکہ خود سید صاحب ابتداء بحث میں فرما چکے ہیں کہ :-

"مذہب کی ابتدائی تاریخ کا منظر اصنام پرستی عرب میں موجود تھی، صحیح بخاری میں عبد اللہ ابن عباس سے مروی ہے کہ عرب کے مشہور بت لات، ود، یغوث وغیرہ پہلے زمانہ کے بزرگوں کے نام ہیں، بعد میں اہل عرب ان کی مورتیں بنا کر پوجنے لگے، قرآن مجید ذیل کی آیت پاک میں اسی مذہب کی تردید کرتا ہے :-

اَلَّذِیۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ عِبَادٌ اَمۡثَالُکُمۡ (اعراف) خدا کے سوا اور جنکو پکارتے ہو تمہاری ہی طرح مخلوق ہیں۔

اِنۡ کُلُّ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ اِلَّاۤ اٰتِی الرَّحۡمٰنِ عَبۡدًا (مریم) آسمان اور زمین میں جو چیز بھی ہے وہ خدا کے سامنے غلام بن کر آنے والی ہے۔ [2]

صحیح بخاری کی جس روایت کا حوالہ سید صاحب نے دیا ہے وہ بروایت عطاء حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس طرح مروی ہے کہ وہ بت جو حضرت نوح علیہ السلام کی قوم میں تھے بعد میں عرب میں رائج ہو گئے چنانچہ ودّ دومۃ الجندل میں کلب کا بت تھا ہذیل کا سواع تھا، یغوث پہلے مراد کا تھا، پھر سبا کے نزدیک جرف میں بنی غطیف کا ہوا، یعوق ہمدان کا تھا اور نسر حمیر میں سے آل ذی الکلاع کا، یہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے نیک مردوں کے نام تھے، جب وہ مر گئے تو شیطان نے ان کی قوم کے دلوں میں یہ بات ڈالی کہ جن مجالس میں یہ لوگ بیٹھے تھے وہاں ان کے مجسمے کھڑے کر کے ان مجسموں کو ان ہی کے نام پر موسوم کر دیا جائے چنانچہ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا، اس وقت ان کی پرستش ہوئی نہیں تا آنکہ یہ لوگ مر کھپ گئے اور ان مجسموں کے متعلق خصوصی معلومات جاتی رہی تب ان کی پوجا ہونے لگی [3]

گو حسب تصریح ائمہ، بخاری کی یہ روایت منقطع ہے [4]

---

[1] الفتوحات الالٰہیہ بتوضیح تفسیر الجلالین للدقائق الخفیہ معروف بہ حاشیہ جمل علی الجلالین، ج ۴، ص ۲۱۴ (طبع مصر ۱۳۵۳ھ)

[2] ارض القرآن، ج ۲، ص ۱۹۔ [3] صحیح بخاری کتاب التفسیر سورۂ نوح باب ودا ولا سواعا ولا یغوث ویعوق۔

[4] ملاحظہ ہو ارشاد الساری مقدمہ فتح الباری، ج ۲، ص ۴، ۱۰۵ (طبع منیریہ مصر ۱۳۴۷ھ) اور عمدۃ القاری، ج ۹، ص ۲۳۰ (طبع مصر)

لیکن مفسرین سلف میں سے عکرمہ، ضحاک، قتادہ اور ابن اسحٰق سے بھی اسی کے قریب قریب منقول ہے[1] ابن ابی حاتم نے عروہ بن زبیر سے جو مشہور تابعی ہیں، روایت کیا ہے کہ یہ پانچوں حضرت آدم علیہ السلام کی صلبی اولاد میں سے تھے[2] ابو الشیخ نے کتاب العظمۃ[3] میں اور عمر بن شبیہ نے کتاب مکہ میں محمد بن کعب قرظی کا بھی یہی قول نقل کیا ہے[4]

ابو عبیدہ کا بیان ہے کہ لوگوں کا خیال ہے یہ مجوسی تھے ان کے مجسمے طوفان میں غرق ہو گئے تھے، جب پانی خشک ہوا تو ابلیس نے ان کو نکال کر زمین میں پھیلایا لیکن حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ ان کو مجوس کہنا غلط ہے کیونکہ مجوسیت اس کے زمانہ دراز کے بعد پیدا ہوئی ہے[5]

امام سہیلی التعریف والاعلام فیما ابہم فی القرآن من الاسماء والاعلام میں لکھتے ہیں کہ:۔

"مجھے یہ پتہ نہیں کہ یہ نام عربوں تک کس طرح پہنچے، آیا ہندوستان کی طرف سے آئے کیونکہ یہ کہا گیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد بت پرستی کا مبدا یہی لوگ تھے یا شیطان نے عرب کو اس کا الہام کیا"

علامہ محمد بن علی معروف با بن عسکر نے اس کتاب پر ایک ذیل لکھا ہے جس کا نام ہے التکمیل والاکمال اس میں انہوں نے تصریح کی ہے کہ امام موصوف کا یہ بیان تفسیر شیخ الاسلام بقی بن مخلد سے ماخوذ ہے اس میں مذکور ہے کہ یہ نام ہندوستان پہنچے تو اہل ہند نے اپنے بتوں کو ان اسماء سے موسوم کیا، پھر عرب کی سرزمین میں عمرو بن لحی نے ان ناموں کو داخل کیا ہے،،[6]

ابو المنذر ہشام بن محمد بن السائب الکلبی المتوفی سنہ ۲۰۴ھ کی کتاب الاصنام، استاذ احمد زکی پاشا کی تصحیح و تحشیہ کے ساتھ مصر میں شائع ہو چکی ہے جو عرب کی بت پرستی کی تاریخ پر دورِ اول کے مسلمان مؤرخین کی قدیم یادگار ہے ہشام بن الکلبی اگرچہ حدیث میں معتبر نہیں لیکن تاریخ و نسب کا بڑا علامہ تھا، اس نے اپنے باپ محمد بن السائب الکلبی سے نقل کیا ہے کہ عمرو بن لحی کا جن تھا اسے جن نظر آتا تھا، جن نے اس سے کہا تھا کہ تہامہ سے جدہ کے ساحل پر جا، وہاں تجھے تیار شدہ بت ملیں گے انہیں وہاں سے

[1] تفسیر حافظ ابن کثیر ج۴ ص ۴۲۶ (طبع مصر ۱۳۵۶ھ)
[2] الاتقان، از امام سیوطی، ج۱، ص ۱۴۲ (طبع مصر)
[3] روح المعانی ج۲۹، ص ۷۷ (طبع مصر)
[4] فتح الباری ج۸، ص ۵۲۲
[5] ایضاً
[6] ایضاً

لاکر عرب کو ان کی پرستش کی دعوت دے، اہل عرب تیری دعوت کو مان لیں گے چنانچہ وہ جدہ پہنچا، بتوں کو کھود کر اپنے ساتھ لیا اور حج کے موقع پر سارے عرب کو ان کی پرستش کی طرف دعوت دی، عوف بن عذرہ نے جو بنی کلب میں سے تھا اس کی دعوت کو قبول کیا اور عمرو نے اسے وَدّ دے دیا، عوف اسے اپنے ساتھ لیکر دومۃ الجندل آیا، بنو مضر بن نزار نے بھی عمرو کی بات مانی تو اس نے ہذیل کے ایک شخص کو جسے حارث بن تمیم بن سعد بن ہذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر کہا جاتا تھا، سواع کو سپرد کیا چنانچہ سواع بطن نخلہ میں اس مقام پر تھا جس کو رہاط کہا جاتا ہے، مضر کے آس پاس جو لوگ بستے تھے اس کی عبادت کرتے تھے، چنانچہ عرب کے ایک شاعر نے کہا ہے سہ

تراهم حول قیلهم عکوفا
کما عکفت هذیل علی سواع

(تو ان کو اپنے بادشاہ کے گرداگرد اس طرح جھکا ہوا دیکھے گا جس طرح کہ ہذیل سواع کے آگے جھکے ہوں")[1]

س ء ل ۲۹

سُؤَالٌ: مانگنا، پوچھنا، سَأَلَ يَسْأَلُ کا مصدر ہے امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں :-

"سوال کے معنی ہیں معرفت کی استدعار یا اس چیز کی استدعار جو معرفت تک پہنچا دے، نیز مال کی استدعار یا اس چیز کی استدعار جو مال تک پہنچا دے، معرفت کی استدعار کا جواب زبان سے ہوتا ہے اور ہاتھ بذریعہ کتابت یا اشارت اس کا قائم مقام ہوتا ہے اور مال کی استدعار کا جواب ہاتھ سے ہوتا ہے اور زبان وعدہ کی صورت میں یا انکار کی شکل میں اس کی قائم مقام ہوتی ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ یہ کہنا کس طرح صحیح ہے کہ سوال معرفت کے لئے ہوتا ہے حالانکہ یہ بات معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں سے سوال کریگا جیسے وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ (اور جب کہیگا اللہ اے عیسیٰ مریم کے بیٹے) تو کہا جائیگا کہ یہ لوگوں کو بتلانے اور ان کو سرزنش دینے کے لئے ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں لانے کے لئے کیونکہ وہ تو علام الغیوب ہے لہٰذا یہ بھی معرفت کے سوال سے خارج نہیں رہتا۔

معرفت کے لئے سوال کبھی تو آگاہی حاصل کرنے کے لئے ہوتا ہے اور کبھی سرزنش کے لئے

[1] ملاحظہ ہو کتاب الاصنام، ص ۵۴ تا ۵۷ (طبع دارالکتب المصریہ ۱۳۴۳ھ)

جیسے ارشادِ الٰہی ہے وَ اِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ
(اور جب زمین میں جیتی گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائیگا) اور کبھی مسئول کو جتلانے اور تنبیہ کرنے کے لئے نہ کہ خود اپنی علم واطلاع کے لیے۔

سوال جب کہ معلوم کرنے کے لئے ہو تو مفعول ثانی کی طرف اس کا تعدیہ کبھی تو بنفسہٖ ہوگا اور کبھی بواسطہ حرف جر، چنانچہ کہو گے سألتہ کذا و سألتہ عن کذا و بکذا اور عن کے ذریعہ تعدیہ زیادہ ہے ارشاد ہے وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ (وہ تم سے روح کے متعلق پوچھتے ہیں) يَسْئَلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ (اور تجھ سے پوچھتے ہیں ذو القرنین کو) وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ (تجھ سے پوچھتے ہیں حکم غنیمت کا) وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ (اور جب تجھ سے پوچھیں میرے بندے مجھ کو) اور فرمایا سَاَلَ سَائِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ (مانگا ایک مانگنے والے نے عذاب پڑنے والا)

اور جب سوال مال کی مقدار کا ہو تو تعدیہ بنفسہٖ بھی ہوتا ہے اور بذریعہ مِنْ بھی جیسے وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ (اور جب مانگنے لگو بیبیوں سے کچھ چیز کام کی تو مانگو پردہ کے باہر سے) اور وَاسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا (اور تم مانگ لو جو تم نے خرچ کیا اور وہ کافر مانگ لیں جو انہوں نے خرچ کیا) اور فرمایا وَاسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ (اور مانگو اللہ سے اس کا فضل)

فقیر کو بھی جب وہ کسی چیز کی استدعا کرے تو سائل کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے جیسے وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ (اور سائل کو مت جھڑک) اور لِلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ"

اور امام ابو جعفر بیہقی، تاج المصادر میں رقمطراز ہیں:۔
"سَأَلْتُ کے بارے میں دو لغتیں ہیں، ہمزہ کی تحقیق یعنی اس کو ثابت رکھنا اور یہی لغت شائع ہے اور اس سے اِسْأَل ہوگا اور اس کی تخفیف اور اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اس کو اس باب (یعنی فَتَحَ يَفْتَحُ ہی سے رہنے دیجئے) (دوسرے باب کی طرف نقل نہ کیجئے اور دوسری یہ کہ اسے باب فَعَلَ يَفْعَلُ سے قرار دیجئے اور خِفْتُ اَخَافُ کی طرح سِلْتُ اَسَالُ کہئے اس قول پر عین کلمہ واؤ ہوگا اور امر دونوں سے سَلْ آئے گا۔

سَئَلَ ایسا فعل ہے جس کا تعدیہ دو مفعولوں کی طرف ہوتا ہے اور مفعول ثانی تین طرح پر ہوتا ہے،

اول یہ کہ اس کی طرف تعدیہ بغیر کسی حرف ظاہر یا مضمر کے ہو جیسے کہ راجز (رجز خواں) کا قول ہے
ع سألت عمروا بعد بکر خفا، دوم یہ کہ فعل کا اس کی طرف تعدیہ کسی حرف کے اضمار کے ساتھ ہو جیسے حق تعالیٰ کا قول ہے وَلَا يَسْئَلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا (اور نہ پوچھے گا دوست دوست کو) کہ معنی عن حمیم ہے (عن مضمر ہے) اور اظہار بھی جائز ہے جیسے وَاسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ (اور پوچھ ان سے حال بستی کا) سوم یہ کہ مفعولِ ثانی کے موقع پر استفہام واقع ہو جیسے سَلْ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ كَمْ آتَيْنٰهُمْ (پوچھ بنی اسرائیل سے کس قدر عنایت کیں ہم نے ان کو) اور وَاسْئَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَا أَجَعَلْنَا (اور پوچھ دیکھ جو رسول بھیجے ہم نے تجھ سے پہلے کبھی ہم نے رکھے ہیں)

نیز اس میں ایک مفعول پر بھی اقتصار جائز ہے اور یہ دو طرح پر ہوتا ہے ایک یہ کہ متعدی بنفسہ ہو جیسے وَاسْئَلُوْا مَا أَنْفَقْتُمْ دوسرے یہ کہ (باء اور عن) دو حرف کے ذریعہ اس کا تعدیہ ہو۔ باء کے ذریعہ جیسے سَأَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ اور عن کے ذریعہ جیسے سال عن زید۔

علامہ ابوالسعادات مبارک بن محمد معروف بابن الاثیر جزری ارقام فرماتے ہیں کہ:۔

"کتاب اللہ اور حدیث میں دو طرح کا سوال ہے ایک تو وہ جو ان چیزوں کی وضاحت کرنے اور سیکھنے کے لئے ہے کہ جن کی ضرورت پیش آتی ہے ایسا سوال مباح ہوگا یا مستحب یا مامور بہ اور دوسرا وہ کہ جو تکلف وتعنّت (غلطیاں ڈھونڈنا) کے طریق پر ہے، ایسا سوال مکروہ اور ممنوع ہے اور ہر وہ سوال جو اس قسم کا ہو اور اس کے جواب سے سکوت واقع ہو وہ سائل کے لئے سرزنش و زجر ہے اور اگر اس کا جواب آیا تو عقوبت اور سخت گرفت ہے[1] ۲۳/۱۱

سُوْآی: بر افعل، بروزن فُعْلٰی اَسْوَءُ کی تانیث ہے جس طرح سے کہ اچھے عمل کا نام حُسْنٰی ہے اسی طرح فعلِ بد کا نام سُوْآی ہے، یہ بسبب صفت ہونے کے افعل التفضیل پر محمول ہے[2] اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ مصدر ہو بروزن فُعْلٰی جیسے کہ رُجْعٰی ہے، اس سے مراد جہنم ہے[3] ۲۱/۴

سَوْءَةٌ: لاش، عیب، فضیحت، علامہ زمخشری

[1] النہایہ فی غریب الحدیث والاثر فصل السین مع الہمزۃ [2] تاج العروس [3] ملاحظہ ہو البحر المحیط ج ۷، ص ... (طبع مصر)

ذ بتانے ہیں کہ سَوْاَۃٌ کے معنی فضیحت کے ہیں کیونکہ اس میں برائی ہوتی ہے[1] امام راغب نے لکھا ہے ف.رج (شرمگاہ) کا سَوْاَۃٌ سے کنایہ کیا گیا ہے اور علامہ ابن الاثیر کا بیان ہے کہ :۔

" اصل میں سَوْرَۃٌ کے معنی فرج (شرمگاہ) کے ہیں۔ بعد میں اس کو ہر اس شے کے معنی میں نقل کر لیا گیا کہ جب وہ ظاہر ہو تو اس سے حیا آنے لگے خواہ قول ہو یا فعل " [1]

لیث کہتے ہیں کہ :۔

" اس کا اطلاق مرد کی شرمگاہ پر بھی ہوتا ہے اور عورت کی شرمگاہ پر بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا (کھل گئیں ان پر شرمگاہیں ان کی) اور سَوْرَۃ ہر وہ عمل یا امر ہے کہ عیبناک ہو " [2]

یہاں سَوْرَۃٌ سے کیا مراد ہے؟ اس کے متعلق علامہ ابوحیان لکھتے ہیں :۔

" یہاں سَوْرَۃ سے مراد بعض نے کہا ہے کہ عورت ہے اور اہتمام کے لئے خاص طور پر اسے ذکر کیا گیا، گو سارے جسم کا چھپانا مقصود ہے نیز اس کے ستر کی زیادہ تاکید ہے اور کہا گیا ہے کہ پوری لاش مراد ہے کیونکہ میت سب کی سب عورت ہے اور اسی بنا پر اسے کفن میں لپیٹا جاتا ہے، ابن عطیہ نے کہا ہے کہ یہ بھی احتمال ہے کہ سَوْرَۃ سے یہی حالت مراد لی جائے جو کہ مجموعی طور پر دیکھنے والے کو بری لگتی ہے " [2]

س و

سُوْدٌ : کالے، اَسْوَدُ کی جمع (ملاحظہ ہو اَسْوَدَ) $\frac{۲۲}{۱۶}$

سُوَرٍ : سورتیں، سُوْرَۃٌ کی جمع، باجماع علمائے معتبرین قرآن مجید کی کل سورتوں کی تعداد ایک سو چودہ ہے۔

واضح رہے کہ اول کی سات سورتیں بقرہ سے لیکر براءۃ تک سبع طوال کہلاتی ہیں کیونکہ یہ لمبی سورتیں ہیں ان کے بعد کی سورتیں مئین سے موسوم ہیں کہ ان میں سے ہر سورت سو آیت سے زیادہ کی یا اس کے قریب قریب ہے، پھر جو سورتیں ہیں ان کو مثانی کہا جاتا ہے یا تو اس لئے کہ یہ مئین کے بعد ہیں لہٰذا مثنیٰ امائل (پہلی) ہوئیں اور یہ

---

[1] تفسیر کشاف ، ج ۱ ، ص ۲۴۲ (طبع مصر ۱۳۵۴ھ)
[2] تاج العروس
[1] نہایہ ، ج ۲ ، ص ۲۰۵ (طبع مصر) فصل السین مع الواو
[2] البحر المحیط ، ج ۳ ، ص ۴۶۵ - ۴۶۶

ثوانی (دوسری) ہیں اور یا اس لئے کہ ان کے مضامین مکرر ہیں، یہ وہ سورتیں ہیں جن کی تعداد سو سے کم ہے، مثانی کے بعد جو چھوٹی سورتیں ہیں انہیں مفصل کہتے ہیں کیونکہ ان سورتوں میں بسم اللہ کے ذریعہ کثرت سے فصل واقع ہے نیز محکم بھی ہیں کہ ان کی تفصیل کر دی گئی ہے [۱]

پھر مفصل بھی طِوال، اوساط اور قِصار، تین ٹکڑوں میں منقسم ہیں اور ان کی تعیین میں علماء باہم مختلف ہیں، علامہ زین بن نجیم مصری البحر الرائق شرح کنز الدقائق میں لکھتے ہیں کہ :-

"ہمارے اصحاب (فقہاء حنفیہ) جس پر ہیں وہ یہ ہے کہ سورۃ الحجرات سے لیکر والسماء ذات البروج تک طوال ہیں اور وہاں سے لیکر لم یکن تک اوساط اور لم یکن سے اخیر قرآن تک قصار ہیں، نقایہ میں اسی کی تصریح کی ہے [۲]" [۱۳]

سُوْرٌ : دیوار، فصیل، شہر پناہ، شہر کی چار دیواری کو سُوْرٌ کہتے ہیں، اَسْوَارٌ اور سِیْرَانٌ جمع جیسے ثَوْرٌ کی جمع اَثْوَارٌ اور کُوْزٌ کی جمع کِیْزَانٌ ہے، [۲۶/۱۸]

سُوْرَۃٌ : سورت، علامہ زمخشری کشاف میں رقمطراز ہیں :-

"سورۃ، قرآن کے متعینہ حصہ کا نام ہے، یہ کم سے کم تین آیت کا ہے، اور اس کا واو اگر اصلی ہے تو یا سورۃ المدینہ پر موسوم ہے جس کے معنی شہر کی چار دیواری کے ہیں کیونکہ یہ بھی قرآن کا ایک محدود ٹکڑا ہے جو مستقل طور پر احاطہ کئے ہوئے ہے جیسے وہ شہر کہ جس کے گرد فصیل کھینچی ہوتی ہے، اور یا اس لئے کہ فنونِ علم اور انواعِ اقسام کے فوائد پر حاوی ہے جس طرح کہ شہر پناہ اپنے اندرون کو گھیرے ہوئے ہوتی ہے۔

اور یا اس سورۃ سے موسوم ہے جس کے معنی رتبہ کے ہیں، یہ دو معنی کی بنا پر ہو سکتا ہے :

(۱) اس لئے کہ سورتیں بھی بمنزلہ درجوں اور مرتبوں کے ہیں کہ جن پر قاری ترقی کرتا جاتا ہے نیز خود سورتیں طوال، اوساط اور قصار پر مرتب ہیں۔

(۲) اور یا اس لئے کہ دین میں ان کی رفعتِ شان اور جلالتِ مرتبت مسلم ہے۔

اور اگر اس کے واو کو ہمزہ سے بدلا ہوا قرار دیا جائے تو جس طرح کہ سُؤْرَۃ کے معنی کسی شے کے بقیہ اور بچے ہوئے حصہ کے ہیں، یہ بھی قرآن کا ایک ٹکڑا اور حصہ ہے [۳]

[۱] ملاحظہ ہو الاتقان ج ۱ ص ۶۳، ۶۴ (طبع مصر ۱۳۴۳ھ) [۲] البحر الرائق ج ۱ ص ۳۶۰ (طبع مصر) [۳] تفسیر کشاف ص ۴۹

۱/۳　۱۰/۱۴،۱۲　۱۱/۵،۹　۱۸/۷　۲۶/۷

سَوْطٌ: چمڑے کا کوڑا، اَسْوَاطٌ اور سِیَاطٌ جمع

سَوْطٌ کے معنی اصل میں کسی شے کے باہم خلط ملط ہونے کے ہیں کوڑے کو سوط اسی لئے کہتے ہیں کہ اس کے تسمے آپس میں بٹے ہوئے ہوتے ہیں۔[1] ابن درید کا بیان ہے کہ جب کوڑے لگائے جاتے ہیں تو کوڑا چونکہ گوشت کو خون سے خلط ملط کر دیتا ہے اس لئے اس کا نام سوط ہوا۔[2] ۳۰/۱۴

سَوْفَ: عنقریب، جلد اب، آخر، امام راغب مفردات میں فرماتے ہیں:۔

"سوف حرف ہے جو افعال مضارع کو استقبال کے ساتھ خاص کر کے حال سے علیحدہ کر دیتا ہے جیسے سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ (دم لو بخشواؤں گا تم کو اپنے رب سے) اور ارشادِ الٰہی فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ (اب آگے جان لو گے) اس پر تنبیہ ہے کہ جو چیز وہ طلب کر رہے ہیں گو فی الوقت حاصل نہیں مگر بعد میں وہ لامحالہ ہو کر رہے گی اور یہ ڈھیل اور تاخیر کے معنی کا مقتضی ہے"

اور امام سیوطی لکھتے ہیں:۔

"سوف سین کی طرح ہے، بصریوں کے نزدیک زمانہ کے لحاظ سے یہ سین سے زیادہ وسیع ہے کیونکہ حروف کی کثرت معنی کی کثرت پر دلالت کرتی ہے اور دیگر علماء کے نزدیک یہ سین کا مرادف (ہم معنی) ہے البتہ لام کے داخلہ کے سلسلہ میں سین اس سے علیحدہ ہے جیسے وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ (اور آگے دیگا تجھ کو) ابو حیان نے کہا ہے کہ حرکات کے پے در پے نامناسب ہونے کے باعث سین پر لام کا آنا ممتنع ہے جیسے کہ سیضرب پھر باقی میں بھی یہی قاعدہ جاری ہو گیا۔ ابن بابشاذ کا بیان ہے کہ سوف کا غالب استعمال وعید اور تہدید میں ہے اور سین کا وعدہ میں، اور کبھی سوف وعدہ میں استعمال ہوتا ہے اور سین وعید میں"۔[3]

۵/۲،۵،۷،۱۲،۱۸　۶/۱،۷،۱۲　۷/۷،۱۲　۸/۳　۹/۶،۷　۱۰/۱۰　۱۲/۳،۸

۱۳/۵　۱۴/۱،۶،۱۳　۱۶/۲،۷،۸　۱۹/۲،۴،۷　۲۱/۳،۷　۲۳/۹　۲۴/۱،۱۳

۲۵/۱۰،۱۳　۲۶/۷　۳۰/۹،۱۷،۱۹،۱۷،۲

سُوْقٌ: پنڈلیاں، سَاقٌ کی جمع۔ ۲۳/۱۴

سُوْقِهٖ: کھیتی کی نالیں، اس کو جڑیں اس کے تنے۔ سُوْقٌ مضاف ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ

[1] تفسیر کشاف ج ۱، ص ۳۸ وطبع مصر ۱۳۵۴ھ [2] مفردات راغب [3] تاج العروس [4] الاتقان، ج ۱، ص ۱۶۳ (طبع مصر)

۲۶/۱۲
سَوَّلَ: اس نے بات بنائی، اس نے اچھا کر کے دکھایا، تَسْوِیْلٌ سے جس کے معنی نفس کے اس چیز کو کہ جس پر وہ حریص ہے، مزین کرنے اور بری کو اچھی شکل میں پیش کرنے کے ہیں، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب

۲۶/۷
سَوَّلَتْ: اس نے بات بنائی، اس نے اچھا کر کے دکھایا، تَسْوِیْلٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب، ۱۲/۱۲ ۱۳/۴ ۱۶/۱۴

سُؤْلَکَ: تیری تمنا، تیرا سوال، سُؤْلٌ اس حاجت کو کہتے ہیں جس کی طبیعت کو حرص ہو، سُؤْلٌ مضاف کَ ضمیر واحد مذکر حاضر، مضاف الیہ، امام راغب لکھتے ہیں:-

"سُؤْلٌ، اُمْنِیَّۃٌ کے قریب ہے لیکن اُمْنِیَّۃٌ (تمنا) اس چیز کے لئے بولا جاتا ہے جس کو انسان نے ٹھہرا لیا ہو، اور سُؤْلٌ اس تمنا کو کہا جاتا ہے جو طلب بھی کی جا چکی ہو گویا سُؤْلٌ اُمْنِیَّۃٌ کے بعد ہوتا ہے۔"

علامہ جاراللہ زمخشری، رقمطراز ہیں:-

"سُؤْلٌ بروزن فُعْلٌ بمعنی مَفْعُوْلٌ ہے جیسے کہ خُبْزٌ بمعنے مَخْبُوْزٌ اور اُکُلٌ بمعنی مَاکُوْلٌ ہے[1]، ۱۶/۱۱

سُوًی: صاف، درمیانی، راغب لکھتے ہیں:-

"جس کی دونوں طرفیں برابر ہوں، وہ سُوًی ہے یہ وصف ہو کر بھی مستعمل ہے اور ظرف ہو کر بھی اور اصل میں یہ مصدر ہے۔" ۱۶/۱۲

سَوِیٌّ: سیدھا، درست، صحیح، بروزن فَعِیْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے، امام راغب لکھتے ہیں:-

"سَوِیٌّ اس کو کہا جاتا ہے جو مقدار اور کیفیت دونوں حیثیت سے افراط و تفریط سے محفوظ ہو، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ثَلٰثَ لَیَالٍ سَوِیًّا (تین رات تک بھلا چنگا) اور فرمایا مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِیِّ (کون ہیں سیدھی راہ والے) اور رجل سوی وہ ہے جس کے اخلاق بھی اور خلقت بھی افراط و تفریط کے اعتبار سے معتدل ہوں۔"

ابوالہیثم کا بیان ہے کہ یہ بروزن فَعِیْلٌ بمعنی مُفْتَعِلٌ یعنی مُسْتَوِیٌ ہے جو کہ خلق اور عقل میں انتہا کو پہنچا ہوا ہو،[2] اَسْوِیَاءُ جمع، ۱۶/۱۷

سَوِیًّا ۱۶/۴،۵،۶ ۲۹/۲

سَوّٰی: اس نے پورا پورا بنایا، اس نے برابر کیا،

[1] تفسیر کشاف، ج۲، ص ۴۳۳ (طبع مصر ۱۳۵۴ھ)　[2] تاج العروس

تَسْوِیَۃٌ سے جس کے معنی کسی چیز کے بلندی یا پستی میں برابر بنانے کے ہیں، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب،

۲۹/۱۸ ۳۰/۱۲

سَوَّیْتُہٗ: میں نے اس کو پورا پورا بنایا، میں نے اس کو برابر کیا، سَوَّیْتُ تَسْوِیَۃٌ سے ماضی کا صیغہ واحد متکلم، ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب، ۱۴/۳ ۲۳/۱۴

سَوّٰکَ: اس نے تجھ کو پورا پورا بنایا، اس نے تجھ کو برابر کیا، اس میں کَ ضمیر واحد مذکر حاضر ہے،

۳/۳ ۱۵/۱۴

سَوّٰہُ: اس کو برابر کیا، اس کو پورا پورا بنایا، اس میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ہے، ۲۱/۱۴

سَوّٰھَا: اس کو برابر کیا، اس کو پورا پورا بنایا اس میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب ہے، امام راغب لکھتے ہیں:-

"آیۃ شریفہ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰھَا (اور قسم ہے جی کی اور جیسا کہ اس کو ٹھیک بنایا) میں ھا سے ان قوتوں کی طرف اشارہ ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے نفس کا قائم رکھنے والا بنایا، چنانچہ فعل کو ان ہی کی طرف منسوب کیا گیا ہے اور یہ دوسرے مقام پر مذکور ہے کہ فعل کی نسبت جس طرح فاعل کی طرف درست ہے اسی طرح آلہ، نیز ان تمام اشیاء کی طرف بھی کہ جن کی فعل کو احتیاج ہوتی ہے، منسوب کرنا صحیح ہے جیسے کہ سیف قاطع (شمشیرہ برندہ) ہے اور یہ وجہ اس کے قول سے بہتر ہے جس نے یہ کہا ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ مراد ہیں کیونکہ مَا کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے تعبیر نہیں کی جاتی کہ وہ جنس کے لئے وضع کیا گیا ہے، اور نہ صحیح روایت میں اللہ تعالیٰ کے لئے اس کا استعمال سننے میں آیا ہے" ۳۰/۱۶ ۴/۳

سَوّٰھُنَّ: اس نے ان کو ٹھیک کر دیا، اس نے ان کو پورا پورا بنایا، اس میں ھُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب ہے،

۱/۳

فصل الہاء

سُھُوْلِھَا: اس کے نرم مقامات سُھُوْلٌ سَھْلٌ کی جمع جس کے معنی نرم زمین کے ہیں، مضاف ہے، ھا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ، ۸/۱۲

فصل الیاء المثناۃ

سِیْٓءَ: وہ غمگین ہوا، اسے برا معلوم ہوا، وہ ناخوش ہوا، سُوْءٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب (ملاحظہ ہو سُوْءٌ) ۱۲/۷ ۳۰/۱۶

سَیِّئٌ: بد، برا، سُوْءٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ، ۲۲/۱۷، سَیِّئًا ۱۱/۲

سَیِّاٰتِ: برے کام، گناہ، سَیِّئَۃٌ کی جمع (ملاحظہ ہو سَیِّئَۃٌ) ۳۶/۹، ۹/۱۱، ۱۱/۸، ۱۳/۱۰،۷،۲، ۱۳/۱۲،۱۰، ۱۴/۱۲، ۲۰/۱۳،۱۲، ۲۲/۱۴، ۲۴/۱،۲،۴، ۲۵/۱۸،۲۰

سَیِّاٰتِکُمْ: تمہارے گناہ، تمہارے اعمالِ بد، سَیِّاٰتِ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر، مضاف الیہ، ۳/۵، ۵/۲، ۷/۶، ۹/۱۸، ۲۸/۲۰

سَیِّاٰتِنَا: ہماری برائیاں ہمارے گناہ، سَیِّاٰتِ مضاف نَا ضمیر جمع متکلم، مضاف الیہ، ۴/۱۱

سَیِّاٰتِہٖ: اس کی برائیاں اس کے گناہ، سَیِّاٰتِ مضاف، ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب، مضاف الیہ، ۲۸/۱۵،۱۷

سَیِّاٰتِھِمْ: ان کی برائیاں، ان کے گناہ، سَیِّاٰتِ مضاف، ھِمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ، ۴/۱۱، ۶/۱۳، ۱۹/۴، ۲۰/۱۳، ۲۶/۲،۵،۹

سَیَّارَۃٌ: کارواں، قافلہ، چلنے والے مسافر، سَیَّارٌ کا مونث جو کہ سَیْرٌ سے صفت کا صیغہ ہے اس کی تانیث جمع کے معنی کے لحاظ سے ہے، ۷/۳، ۱۲/۱۲

سِیْئَتْ: وہ بری کر دی گئی، ان کو برا معلوم ہوا سُوْءٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب (ملاحظہ ہو سُیِّئَت) ۲۹/۲

سِیْحُوْا: تم پھر لو، تم سیاحت کرو، (ضَرَبَ) سَیْحٌ سے جس کے معنی زمین پر چلنے اور سفر کرنے کے ہیں، امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، ۱۰/۱

سَیِّدًا: سردار، سِیَادَۃٌ سے جس کے معنی سرداری کرنے اور سردار ہونے کے ہیں صفتِ مشبہ کا صیغہ سَادَۃٌ جمع، راغب اصفہانی رقمطراز ہیں :۔

"سَیِّدٌ کے معنی "متولی سواد" یعنی جماعت کے متولی کے ہیں، اور اسی کی طرف اس کی نسبت ہوتی ہے چنانچہ سید القوم بولا جاتا ہے اور سید الثوب یا سید الفرس نہیں بولا جاتا، اور کہا جاتا ہے القوم یسودھم اور چونکہ تہذیب النفس ہونا متولی جماعت کی شرط ہے اس لئے ہر اس شخص کو کہ جو اپنی ذات کے اعتبار سے برگزیدہ ہو سَیِّد کہا جاتا ہے، اسی معنی میں ارشاد ہے وَسَیِّدًا وَّحَصُوْرًا (اور سردار ہوگا اور عورت کے پاس نہ جائے گا) اور فرمایا وَاَلْفَیَا سَیِّدَھَا (اور دونوں نے پایا اس کے خاوند کو) یہاں شوہر کو اپنی بیوی کا نگران ہونے کے باعث سید سے موسوم کیا گیا ہے"۔

پ ۳/۱۲

سَیِّدَهَا : اس کا شوہر، اس کا خاوند، سَیِّدَ مضاف، ھا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ،

پ ۱۲/۱۳

سَیْرٌ : چلنا، سیر کے معنی زمین پر چلنے کے ہیں یہ سَارَ یَسِیْرُ کا مصدر ہے جو ضَرَبَ یَضْرِبُ سے آتا ہے، پ ۲۲/۸ - سَیْرًا پ ۲۷/۳

سُیِّرَتْ : وہ چلائی گئی، وہ چلائے گئے، تَسْیِیْرٌ سے جس کے معنی چلانے کے ہیں، ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب، راغب لکھتے ہیں:-

"تَسْیِیْرٌ کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ جو سائر یعنی جو چلنے والے کے امر و اختیار اور ارادہ سے ہو جیسے هُوَ الَّذِیْ یُسَیِّرُکُمْ (وہ تو ہے جو تم کو پھراتا ہے) اور دوسرے وہ جو بذریعہ قہر و تسخیر ہو جیسے کہ پہاڑوں کی تسخیر ہے وَاِذَا الْجِبَالُ سُیِّرَتْ (اور جب پہاڑ چلائے جائیں)"

(ملاحظہ ہو نُسِفَتْ) پ ۳۰/۱۱ پ ۳۰/۱

سِیْرَتَهَا : اس کی چال، اس کی سیرت، اس کی حالت، جس حالت پر کہ انسان یا غیر انسان ہوتا ہے خواہ وہ اس کی طبعی ہو یا اکتسابی، اس کا نام سیرۃ ہے سَیْرٌ سے اسم ہے، سِیْرَ مضاف، ھا ضمیر واحد مؤنث غائب، مضاف الیہ، پ ۱۶/۱۰

سِیْرُوْا : تم پھرو، تم چلو، تم سیر کرو، سَیْرٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، راغب نے لکھا ہے کہ:-

"ارشاد الٰہی سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ (سیر کرو ملک کی) میں کہا گیا ہے کہ زمین پر سیاحت جسمی مراد ہے اور بعض نے فکر کو جولاں کرنے اور اس کے احوال کی نگرانی کرنا بیان کیا ہے جس طرح کہ خبر میں مروی ہے کہ اولیاء کے وصف میں کہا گیا ہے ابدانہم فی الارض سائرۃ وقلوبہم فی الملکوت جائلۃ (ان کے بدن تو زمین پر رواں ہیں اور ان کے دل ملکوت میں جولاں ہیں) اور بعض نے اس کو بہ قوتِ تمام اس طرح عبادت میں لگنے پر محمول کیا ہے کہ جو ثواب تک رسائی کرا دے۔"

پ ۲۲/۸ پ ۲۱/۸ پ ۲۰/۲،۱۴ پ ۱۴/۱۱ پ ۷/۸ پ ۷/۵

سِیْقَ : وہ ہانکا گیا (نَصَرَ) سَوْقٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب (ملاحظہ ہو سَائِقٌ)

پ ۲۴/۵

سَیْلُ : بہاؤ، سیلاب، یہ اصل میں سَالَ یَسِیْلُ کا مصدر ہے جس کے معنی بہنے کے ہیں، پھر مصدر بطور اسم سیلاب کے معنی میں استعمال ہونے لگا،

اس کی جمع سُیُوْلٌ آتی ہے قرآن مجید میں اس کا استعمال بطور اسم ہی ہوا ہے، ۱۳/۸ ، ۲۲/۸

سُئِلَ: (اس مرد سے) پوچھا گیا، سوال کیا گیا، سُؤَالٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ ۱/۱۴

سُئِلَتْ: (اس عورت سے) پوچھا گیا، سوال کیا گیا، سُؤَالٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ ۳۰/۹

سُئِلُوا: ان سے سوال کیا گیا، سُؤَالٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب، ۲۱/۱۸

سِیْمَاهُمْ: ان کا چہرہ، ان کی نشانی، سِیمَا کے معنی نشانی اور علامت کے ہیں یہ اصل میں وِسْمٰی تھا۔ واو کو فاء کلمہ کی بجائے عین کلمہ کی جگہ پر رکھا گیا جس طرح کہ ما اطیبہ اور ایطبہ بولتے ہیں تو سِوْمٰی ہوا پھر واو کے ساکن اور ماقبل کے مکسور ہونے کی وجہ سے واو کو یاء کر لیا گیا اور سِیمٰی ہو گیا سِیمٰی مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ، ۳/۵ ، ۸/۱۲، ۱۳
۲۶/۱۸، ۱۲ ۲۷/۱۲

سِیْنَاءَ: سیناء مشہور پہاڑ ہے، علامہ یاقوت حموی معجم البلدان میں لکھتے ہیں:۔

"سِینَا بکسر اول اور فتحہ بھی آتا ہے، شام میں ایک موضع کا نام ہے جس کی طرف طُور کی نسبت کی جاتی ہے اور طورِ سیناء کہا جاتا ہے یہ وہی پہاڑ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام سے کلام فرمایا تھا اور اسی مقام پر ان کو ندا کی گئی تھی یہ گھنے درختوں کا ہے۔

ہمارے شیخ ابوالبقاء کا بیان ہے کہ یہ مشہور پہاڑ کا نام ہے جب سین کو فتحہ دیا جائیگا تو اس کی ہمزہ قطعی طور پر تانیث کے لئے ہو گی کیونکہ الحاق اور تکثیر کے لئے ہمزہ کا ہونا باطل ہے اس لئے فَعْلَال غیر مضاعف میں نہیں آیا جیسے کہ زَلْزَال اور قَلْقَال ہے اور سین کا کسرہ بھی جائز ہے اس صورت میں یاء اس میں زائد ہو گی اور فیعال کے وزن پر ہو گا جیسے کہ دِیْبَاج اور دِیْمَاس ہیں اور ممکن ہے کہ یاء اصلی ہی ہو علباء کی طرح ہو اور اس صورت میں ہمزہ کے بائے الحاق ہونے کی بنا پر اسے علباء کی طرح رکھا گیا ہے۔

اور اگر تم یہ دریافت کرو کہ پھر منصرف کیوں نہیں ہوا؟ تو ہم کہیں گے کہ یہ تعریف اور تانیث کے اجتماع کی وجہ سے ہے کیونکہ یہ ایک جگہ کا نام ہے اور یا اس امر میں کہ اس کی تانیث بغیر علامت

کے بے شل دمشق کے ہے اور اس مقام کے نام کے لیے سِینِیْنَ بھی آیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَطُوْرِ سِیْنِیْنَ (اور قسم ہے طور سینین کی)۔

عربی زبان میں کوئی ایسا اسم کہ جو سی ای آن سے مرکب ہو، بجز اس حرف کے کہ جس کا نام سین ہے نہیں ہے۔" [1]

علامہ سید محمود آلوسی بغدادی تحریر کرتے ہیں :-

"اکثر اس پر ہیں کہ سیناء عربی نہیں ہے بلکہ یا تو نبطی ہے یا حبشی اور اس کے اصلی معنی اچھے یا مبارک کے ہیں، بعض اس کا عربی ہونا بھی تجویز کرتے ہیں، یا تو سَنَاءٌ بالمد سے کہ جس کے معنی رفعت کے ہیں یا سَنًا بالقصر سے کہ جس کے معنی نور کے ہیں، ابو حیان نے اس پر یہ بیمار کیا ہے کہ دونوں مادے مختلف ہیں کیونکہ سَنَاءٌ ہو یا سَنًا (دونوں) کا عین کلمہ نون ہے اور سیناء کا عین کلمہ یاء ہے، مگر یہ اس طرح رد کر دیا گیا ہے کہ جو اس کا قائل ہے وہ اس کا وزن فِیْعَالٌ بتاتا ہے اور عین کلمہ نون اور یاء کو زائد اور ہمزہ کو واؤ سے تبدیل شدہ قرار دیتا ہے" [2]

اور شیخ سلیمان جمل، علامہ سہیلی سے ناقل ہیں کہ:-

"صحیح یہی ہے کہ سِیْنَاءُ عجمی نام ہے، عرب جب اس کو بولنے لگے تو ان کے تلفظ مختلف ہو گئے چنانچہ انہوں نے سَیْنَاءُ حَمْرَاءُ کی طرح سے اور سِیْنَاءُ عِلْبَاءُ کی طرح سے اور سِیْنِیْنَ قِنْدِیْلٌ کی طرح سے کہا" [3]

واضح رہے کہ جس طرح اس کے تلفظ میں اختلاف ہے اسی طرح اس کے معنی میں بھی اختلاف ہے بعض نے اس کے معنی مبارک کے، بعض نے حسن یعنی اچھے کے، بعض نے گھنے درختوں والے کے بیان کئے ہیں اور بعض نے اس کو مشہور پہاڑ کا نام بتایا ہے۔

امام ابن جریر طبری ان سب اقوال کو اپنی تفسیر میں نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں :-

"صحیح قول اس بارے میں یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ سیناء اسم ہے، طور کی طرف اس کی اضافت ہے جس کے ذریعہ وہ مشہور ہے جس طرح سے کہ جبل طئ کہا گیا ہے کہ طئ کی طرف ان کی اضافت ہے اور اگر اس بارے میں بات وہ ہوتی جو کہ ان لوگوں نے بیان کی

[1] معجم البلدان، ج ۵، ص ۲۰۱ (طبع مصر ۱۳۲۴ھ)

[2] روح المعانی، ج ۱۸، ص ۲۰ (طبع مصر)

[3] حاشیۃ الجمل علی الجلالین، ج ۳، ص ۱۸۷ (طبع مصر)

ہے جنہوں نے اس کے معنی جبل مبارک (کوہِ مبارک) کے بیان کئے ہیں یا جنہوں نے کہ اس کے معنی حسن (اچھا) کے بتائے ہیں تو طور پر تنوین ہونی چاہئے تھی اور سیناء اس کی صفت ہوتی، علاوہ ازیں سینا بمعنی مبارک یا حسن کلامِ عرب میں مشہور نہیں، کہ اس کو پہاڑ کی صفت قرار دیا جائے لیکن بات اس سلسلہ میں انشاء اللہ وہی ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمائی ہے کہ سینا پہاڑ ہے جو اس نام سے مشہور ہے، حضرت موسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی پر خطاب کیا گیا تھا اور یہاں یہ وہ پہاڑ مبارک بھی ہے، نہ کہ سیناء کے معنی مبارک کے ہیں[1]"، پ ۱۸/۱

سِيْنِيْنَ: سینین، کوہِ سینا کو سینین بھی کہا جاتا ہے، پ ۳۰/۲

سَيِّئَةٌ: برائی، گناہ، فعل بد، حَسَنَةٌ کی ضد ہے، سَيِّئَةٌ اصل میں سَيْوِئَةٌ تھا، واو کو یٰ سے بدل کر یاء کا یاء میں ادغام کردیا گیا ہے، راغب لکھتے ہیں:-

"حَسَنَةٌ اور سَيِّئَةٌ دو قسم پر ہیں، ایک باعتبار عقل و شرع جیسے وہ کام کہ جن کا مذکور آیتِ شریفہ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰى اِلَّا مِثْلَهَا (جو کوئی لاتا ہے ایک نیکی تو اس کے لئے اس کا دس گنا ہے اور جو کوئی لاتا ہے، ایک برائی سو سزا پائیگا اسی کے برابر) میں ہے، دوسرے حسنۃ اور سیئۃ باعتبار طبع، کہ طبیعت پسند کرے یا گراں جانے، جیسے ارشاد ہے فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ (پھر جب پہنچی ان کو بھلائی، کہنے لگے یہ ہے ہمارے لائق اور اگر پہنچی برائی تو نحوست بتلانے لگے موسیٰ کی اور اس کے ساتھ والوں کی"،

پ ۱/۹، پ ۴/۳، پ ۸/۸، پ ۸/۷، پ ۹/۶،۲، پ ۱۱/۸، پ ۱۳/۹،۷، پ ۱۸/۶، پ ۱۹/۱۹، پ ۲۰/۱۲،۹،۳، پ ۲۱/۷، پ ۲۳/۱۹،۱۰، پ ۲۵/۶،۵ -

سَيِّئُهٗ: اس کی بری چیز، سَيِّئُ مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ (ملاحظہ ہو سَيِّئُ) پ ۱۵/۴

۱؎ تفسیر امام ابن جریر، ص ۱۰، ص ۱۸ (طبع مصر)

باب الشین المعجمة

فصل الالف

شَآءَ : اس نے چاہا، اس نے ارادہ کیا (سَمِعَ) مَشِیْئَۃٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ شَآءَ اصل میں شَیِئَ تھا، یٰ متحرک، ماقبل مفتوح، اس لئے یٰ کو اَ سے بدل لیا گیا۔

امام راغب لکھتے ہیں :۔

"اکثر متکلمین کے نزدیک مَشِیْئَۃٌ بالکل ارادۃٌ کی طرح ہے اور بعض کے نزدیک مشیئۃ نام ہے اصل میں کسی شے کے ایجاد کرنے اور چاہنے کا گو عرف میں اس کا استعمال ارادہ ہی کی جگہ ہوتا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کی طرف سے مشیئۃ کے معنی ایجاد کرنے کے ہیں اور لوگوں کی طرف سے مشیت کے معنی چاہنے کے ان کا بیان ہے کہ (کسی شے کے متعلق) اللہ تعالیٰ کی مشیت ہونا اس امر کا مقتضی ہے کہ (اس) شے کا وجود عمل میں آجائے اور اللہ کے ارادہ کا ہونا اس کا مقتضی نہیں کہ مراد لامحالہ وجود پذیر ہو کر ہی ہے دیکھتے نہیں ارشاد ہے یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ (اللہ چاہتا ہے تم پر آسانی اور نہیں چاہتا تم پر دشواری) اور وَمَا اللّٰہُ یُرِیْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ (اور اللہ بے انصافی نہیں چاہتا بندوں پر) حالانکہ معلوم ہے کہ کبھی کبھی تنگی بھی ہوتی ہے اور لوگوں کے مابین ظلم بھی۔

یہ لوگ ان دونوں کے مابین یہ فرق بتاتے ہیں کہ انسانی ارادہ کبھی بغیر ارادہ الٰہی کے تقدم کے بھی حاصل ہو جاتا ہے چنانچہ انسان کا ارادہ ہوتا ہے کہ اسے موت نہ آئے اور اللہ تعالیٰ اس سے اِبا فرماتا ہے لیکن مشیتِ انسانی بغیر مشیتِ الٰہی کے وجود میں نہیں آتی کیونکہ ارشاد ہے وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ (اور تم نہیں چاہو گے مگر جو چاہے اللہ) مروی ہے کہ جب یہ آیت اتری لِمَنْ شَآءَ مِنْکُمْ اَنْ یَّسْتَقِیْمَ (جو کوئی چاہے تم میں سے کہ سیدھا چلے) تو کافر کہنے لگے معاملہ تو ہمارے

اختیار میں ہے چاہیں سیدھے چلیں چاہیں نہ چلیں، اس پر اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ۔

اور بعض علماء نے کہا ہے کہ اگر امور تمام تر اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف نہ ہوتے اور ہمارے افعال کی اس پر تعلیق و انحصار نہ ہوتا تو لوگ اپنے تمام کاموں میں ان شاء اللہ کے ذریعہ استثناء کی تعلیق پر متفق نہیں ہو سکتے تھے جیسے سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ، سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا، يَاْتِيْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَآءَ، اُدْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ، قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ، وَمَا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَآ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا، وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَايْءٍ اِنِّيْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ "

پ ۱/۶،۲ ۲/۱۱ ۳/۱،۲ ۵/۹ ۶/۱۱ ۷/۱۰،۱۹ ۸/۱،۲،۳،۵ ۹/۸ ۱۰/۱۰ ۱۱/۷،۱۰،۱۵ ۱۲/۳،۹،۱۰ ۱۳/۵ ۱۴/۷،۱۱،۱۹ ۱۵/۱۲،۱۷،۲۱ ۱۶/۲،۱۷ ۱۹/۱۳ ۲۰/۳،۶ ۲۱/۱۹ ۲۳/۷ ۲۴/۶،۱۶ ۲۵/۲،۸ ۲۶/۱۲ ۲۹/۱۳،۱۶،۲۰ ۳۰/۲،۵،۷،۱۲

شَاخِصَةٌ: کھلی کی کھلی رہ جانے والی۔ شُخُوْصٌ سے جس کے ٹھیٹ معنی آنکھوں کے کھلے کے کھلے رہ جانے کے ہیں، اسمِ فاعل کا صیغہ واحد مؤنث غائب، (ملاحظہ ہو تَشْخَصُ) پ ۱۷/۵

شَارِبُوْنَ: پینے والے، شُرْبٌ سے اسمِ فاعل کا صیغہ جمع مذکر، شَارِبٌ کی جمع بحالتِ رفع (ملاحظہ ہو اِشْرَبُوْا اور شُرْبٌ) پ ۱۷/۱۵

شَارِبِيْنَ: پینے والے، شُرْبٌ سے اسمِ فاعل کا صیغہ جمع مذکر، شَارِبٌ کی جمع بحالتِ نصب و جر پ ۶/۲۳ پ ۱۴/۲۶

شَارِكْهُمْ: تو ساجھا کر ان سے، تو ان کا شریک ہو جا، شَارِكْ مُشَارَكَةٌ سے جس کے معنی آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ شریک ہونے کے ہیں، امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر، هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب،

راغب لکھتے ہیں :-

" شِرْكَةٌ اور مُشَارَكَةٌ کے معنی دو ملکوں کے مل جانے کے ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ کسی ایسی شے کا پایا جانا جو دو یا دو سے زائد کے لئے ہو خواہ وہ شے ذات ہو یا وصف جیسے کہ حیوان ہونے میں انسان اور گھوڑے کا باہم شریک ہونا یا ایک گھوڑے کا دوسرے گھوڑے کے ساتھ کمیت یا مشکی ہونے میں شریک ہونا " پ ۱۵/۷

شَاطِئٌ: کنارہ، شَوَاطِئُ جمع، [illegible]

شَاعِرٌ: شاعر، شعر کہنے والا، شَعَارَۃٌ سے جس کے معنی شاعر ہونے کے ہیں اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر، شُعَرَاءُ جمع، (تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو شِعْرٌ)

[illegible]

شَافِعِيْنَ: سفارش کرنے والے، شَفَاعَۃٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر، شَافِعٌ کی جمع بحالتِ نصب جر، (ملاحظہ ہو شَفَاعَۃ) [illegible]

شَاقُّوْا: وہ مخالف ہوئے، مُشَاقَّۃٌ شِقَاقٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب (ملاحظہ ہو تُشَاقُّوْنَ اور شِقَاقٌ) [illegible]

شَاکِرٌ: قدردان، حق ماننے والا، شُکْرٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر، امام راغب لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو جب شکر سے متصف کیا جائے تو اس سے اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر انعام فرمانا اور جو کچھ عبادت کہ انہوں نے دا کی ہے اس کی جزا دینا مراد ہوتا ہے (ملاحظہ ہو شُکْرٌ اور شَکُوْرٌ) شَاکِرًا [illegible]

شَاکِرُوْنَ: حق ماننے والے شکر گذار، شُکْرٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر، شَاکِرٌ کی جمع بحالت رفع، [illegible]

شَاکِرِيْنَ: شکر گزار، شکر کرنے والے، احسان ماننے والے، شُکْرٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر شَاکِرٌ کی جمع بحالتِ نصب و جر،

[illegible]

شَاکِلَتِهٖ: اس کا ڈھنگ، شَاکِلَۃٌ شَکْلٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث مضاف ہے ہ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ، علامہ ابوحیان اندلسی لکھتے ہیں :-

"شاکلہ کے معنی اس طریقہ اور روش کے ہیں کہ جو اس کی فطرت میں ودیعت کی گئی ہے، فراء کا بیان یہی ہے اور یہ شکل سے ماخوذ ہے، کہا جاتا ہے لست علیٰ شکلی و لا شاکلتی (تو میرے طریقے اور روش پر نہیں ہے) شکل کے معنی مثل اور نظیر کے ہیں اور شکل بالکسر کے معنی ہیئت کے ہیں، بولتے ہیں جاریۃ حسنۃ الشکل (اچھی شکل کی لڑکی)" [1]

راغب اصفہانی رقمطراز ہیں :-

"ارشادِ الٰہی کُلٌّ یَّعْمَلُ عَلٰی شَاکِلَتِهٖ (ہر ایک کام کرتا ہے اپنے ڈھنگ پر) ع ہر کسے آں کند کز و شاید یعنی اس سجیّۃ (طبیعت) پر کہ جس کا تم نے اسے پابند کیا ہے، کیونکہ سجیۃ کا غلبہ

[1] البحر المحیط، ج ۶، ص ۶۸

انسان پر چھائے ہوئے ہے جیسا کہ میں نے الذریعۃ الی مکارم الشریعۃ میں بیان میں کیا ہے، یہ آیت اسی طرح کی ہے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد کلٌ میسّرٌ لما خلق لہ (ہر ایک کے لئے وہی چیز آسان ہے جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے) ۱۵/۹

شٰمِخٰتٍ: اونچے، بلند، شُمُوخٌ سے جس کے معنی بلند ہونے کے ہیں، اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث شَامِخَۃٌ کی جمع، ۲۹/۲۱

شَاْنٍ: دھندا، فکر، حال، کسی اہم معاملہ یا حال کو خواہ بُرا ہو یا بھلا شَاْن کہتے ہیں، شُئُوْنٌ جمع، ۱۱/۱۲ ۲۷/۱۲ ۳۰/۵

شَاْنِھِمْ: ان کا کام، ان کا معاملہ، شَاْن مضاف ھِمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ، ۱۸/۱۵

شَانِئَکَ: تیرا دشمن، شَانِئٌ شَنَاٌ سے جس کے معنی دشمن رکھنے کے ہیں، اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر مضاف ہے، کَ ضمیر واحد مذکر حاضر، مضاف الیہ، ۳۰/۳۳

شَاوِرْھُمْ: تو ان سے مشورہ کر، شَاوِرْ مُشَاوَرَۃٌ سے جس کے معنی باہم مشورہ کرنے کے ہیں امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر، ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ۴/۷

شَاھِدٌ: گواہ، حاضر ہونے والا، بتانے والا، شَہَادَۃٌ اور شُہُوْدٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء گرامی میں سے ہے کیونکہ آپ قیامت میں امت کے گواہ اور دنیا میں تعلیم ربانی کے بتانے والے ہیں (ملاحظہ ہو شَہَادَۃ) ۱۲/۱۳، ۱۴ ۱۷/۱ ۲۲/۱ ۲۶، شَاھِدًا ۲۲/۳ ۲۶/۹ ۲۹/۱۴

شَاھِدُوْنَ: گواہ، حاضر ہونے والے، شَہَادَۃٌ اور شُہُوْدٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر، شَاھِدٌ کی جمع بحالت رفع، ۲۳/۹

شَاھِدِیْنَ: گواہ، ماننے والے، شہادت دینے والے، شَہَادَۃٌ اور شُہُوْدٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر، شَاھِدٌ کی جمع بحالت نصب و جر، ۳/۱۳، ۱۷ اور ۷/۵ ۱۰/۹ ۱۷/۵، ۶ ۲۰/۸

فصل الباء الموحدۃ

شُبِّہَ: وہی صورت بنادی گئی، مانند کر دیا گیا، تَشْبِیْہٌ سے جس کے معنی کسی چیز کو کسی چیز کے مانند کر دینے کے ہیں، ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب، ۶/۲

فصل التاء المثناة

شِتَآءِ: جاڑا، موسم سرما، اَشْتِیَۃٌ جمع بعض علماء نے شِتَآءٌ کو شَتْوَۃٌ کی جمع بتلایا ہے (ملاحظہ ہو سَنَۃٌ) ۳۰/۱۳

شَتّٰی: طرح طرح، جدا جدا، مختلف، متفرق، پراگندہ، بعض کے نزدیک یہ لفظ مفرد ہے اور بعض نے اس کو شَتِیْتٌ کی جمع بیان کیا ہے۔

۱۶/۱۱ ۲۹/۵ ۳۰/۱۷

فصل الجیم المعجمة

شَجَرٌ: درخت، اَشْجَارٌ جمع، ۲۸ ۱۷/۹ ۲۳/۴ ۲۷/۱۱،۱۵

شَجَرَ: اختلاف ہوا، جھگڑا ہوا (نصر) شُجُوْرٌ سے جس کے معنی آپس میں جھگڑنے اور اختلاف کرنے کے ہیں، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، ۵/۶

شَجَرَۃٌ: درخت، واحد مونث ہے، اس کی جمع شَجَرَاتٌ آتی ہے۔ ۱/۲ ۵/۹ ۱۳/۱۶ ۱۵/۶

۱۶/۶ ۱۸/۱۱،۱ ۲۰/۷ ۲۱/۱۲ ۲۳/۹،۶ ۲۵/۱۶ ۲۶/۱۱

شَجَرَتِهَا: اس کا درخت، شَجَرَۃٌ مضاف ھا ضمیر واحد مونث غائب، مضاف الیہ، ۲۷/۱۵

شَجَرَهَا: اس کا درخت، شَجَرٌ مضاف ھا ضمیر واحد مونث غائب، مضاف الیہ، ۳۰

فصل الحاء المهملة

شُحَّ: خودغرضی، کنجوسی، بخل، حرص، راغب لکھتے ہیں کہ "شح وہ بخل ہے جس میں حرص ہو اور عادت بن گیا ہو" اردو میں اس کے لئے خودغرضی کا لفظ موزوں ہے، یہ مصدر ہے، اس کا فعل باب عَلِمَ، ضَرَبَ اور نَصَرَ تینوں سے آتا ہے، ۵/۱۶ ۲۸/۴،۱۶

شُحُوْمَهُمَا: ان دونوں کی چربی، شُحُوْمٌ شَحْمٌ کی جمع جس کے معنی چربی کے ہیں، مضاف ہے، هُمَا ضمیر تثنیہ مونث غائب، مضاف الیہ، ۸/۵

فصل الدال المهملة

شِدَادٌ: سخت، زبردست، مضبوط، شَدِیْدٌ کی جمع (ملاحظہ ہو اَشِدَّآءُ اور شَدِیْدٌ) ۱۲/۱۶ ۲۸/۱۹ شِدَادًا ۳۰

شَدَدْنَا: ہم نے قوت دی، ہم نے مضبوط کیا (نصر و ضرب) شَدٌّ سے جس کے معنی مضبوط باندھنے کے ہیں، ماضی کا صیغہ جمع متکلم، راغب نے لکھا ہے کہ شِدَّۃٌ کا استعمال باندھنے کے لئے بھی

ہوتا ہے اور بدن کے بارے میں بھی اور نفس کی قوتوں کے متعلق بھی اور عذاب کے واسطے بھی، پ۲۳/۱۱ پ۲۹/۲

شُدُّوْا: تم مضبوط باندھو، شَدٌّ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، پ۲۶/۵

شَدِیْدٌ: سخت مستحکم، پکا، شَدٌّ سے بروزن فَعِیْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ، واضح رہے کہ شَدِیْدٌ کے معنی بخیل کے بھی آتے ہیں جیسے وَاِنَّہٗ لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْدٌ (اور آدمی مال کی محبت میں بخیل ہے) اس صورت میں فَعِیْلٌ بمعنے مفعول بھی ہوسکتا ہے گویا مَشْدُوْدٌ یعنی بندھا ہوا ہے اور بمعنی فاعل بھی کہ اس نے اپنی تھیلی باندھ رکھی ہے۔

پ۲/۴،۸،۱۰ پ۳/۱،۹ پ۶/۵ پ۷/۳ پ۸/۲ پ۹/۱۶،۱۷ پ۱۰/۲،۳
پ۱۱/۱۲ پ۱۲/۷،۱۹ پ۱۳/۷،۸،۱۳،۱۴ پ۱۵/۱ پ۱۷/۸ پ۱۸/۴ پ۱۹/۱۸
پ۲۲/۱۲،۱۳،۱۴ پ۲۳/۱۱ پ۲۴/۴،۸ پ۲۵/۳،۴ پ۲۶/۱۰،۱۶ پ۲۷/۵،۱۹
پ۲۸/۴،۵ پ۳۰/۱۰،۲۵

شَدِیْدًا پ۳/۱۴ پ۹/۱۱ پ۱۵/۶،۱۲ پ۱۹/۱۷ پ۲۱/۱۸ پ۲۴/۱۸ پ۲۸/۳،۱۸ پ۲۹/۱۱

فصل الراء المھملۃ

شَرٌّ: برائی، شر جس سے سب کو نفرت ہو وہ شر ہے اس کی تحقیق سابق میں لفظ خیر کے ضمن میں گزر چکی ہے اور وہیں اس کے انواع کا بھی مذکور ہو چکا ہے، شُرُوْرٌ جمع، پ۲/۱۰ پ۴/۹ پ۶/۱۳ پ۹/۱۷ پ۱۰/۳ پ۱۱/۷ پ۱۳/۳ پ۱۵/۲،۹ پ۱۶/۸ پ۱۷/۳،۱۶ پ۱۹/۱ پ۲۳/۱۳ پ۲۵/۱ پ۲۹/۷،۱۹ پ۳۰/۲۳،۲۸،۲۹

شَرًّا پ۱۸/۸ پ۳۰/۲۴

شَرَابٌ: پینے کی چیز، ہر وہ چیز کہ جس کو چبانا نہ پڑے بلکہ پیا جائے عربی میں اس کے لئے شراب کا لفظ استعمال ہوتا ہے، اَشْرِبَۃٌ جمع، پ۱۱/۶ پ۷/۱۲ پ۱۴/۸،۱۵ پ۱۵/۱۶ پ۲۳/۱۳ **شَرَابًا** پ۲۹/۱۹ پ۳۰/۱

شَرَابُکَ: تیرے پینے کی چیز، شَرَابٌ مضاف اور ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ، پ۳/۳

شَرَابُہٗ: اس کے پینے کی چیز، شَرَابٌ مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ، پ۲۲/۱۴

شَرِبَ: اس نے پیا، شُرْبٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب (ملاحظہ ہو اِشْرَبُوْا) پ۲/۱۷

شُرْبٌ: پینا، شَرِبَ یَشْرَبُ کا مصدر ہے پ۲۷/۱۵

شِرْبٌ: پانی پینے کی ایک باری، پانی کا ایک حصہ، شُرْبٌ سے اسم ہے، اَشْرَابٌ جمع، پ۱۹/۱۲ پ۲۷/۹

شَرِبُوْا: انہوں نے پیا، شُرْبٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب، پ۲/۱۷

شَرَحَ : اس نے دل کھولا شَرْحٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، اصل میں شَرْحٌ کے معنی گوشت وغیرہ کے پھیلانے کے ہیں "شرح صدر" کا مطلب سینہ کا نورِ الٰہی سے کشادہ ہونا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے تسکین و تقویت کا پانا ہے (ملاحظہ ہو اِشْرَحْ) ۲۳/۱۷، ۲۰
شَرِّدْ : تو ایسی سزا دے کہ دوسرے دیکھ کر بھاگ جائیں، تَشْرِیْدٌ سے جس کے معنی ایسی سزا دینے کے ہیں کہ دوسرے دیکھ کر بھاگ جائیں، امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، ۳
شَرْذِمَةٌ : تھوڑے سے آدمی، قلیل جماعت شَرَاذِمُ اور شَرَاذِیْمُ جمع، ۱۹/۸
شَرَرٍ : شرارے چنگاریاں شَرَرَةٌ واحد، ۲۹/۲۱
شَرَعَ : اس نے راہ ڈالی (فتح) شَرْعٌ سے جس کے معنی صاف راستے پر چلنے اور راہ ڈالنے کے آتے ہیں، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب،
راغب لکھتے ہیں :-
"ارشادِ الٰہی شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّيْنِ (راہ ڈالدی تمہارے لئے دین میں) میں ان اصول کی طرف اشارہ ہے کہ جن میں ساری ملتیں برابر ہیں اور جن کا نسخ صحیح نہیں جیسے حق تعالیٰ شانہ کی معرفت اور اسی طرح کے وہ امور کہ جن کو آیہ کریمہ وَمَن يَكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ (اور جو کوئی یقین رکھے اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور کتابوں پر اور رسولوں پر اور قیامت کے دن پر) بتلا رہی ہے۔"

حضرت الاستاذ علامہ محمود حسن خاں ٹونکی مدظلہم نے اسی آیت سے یہ نکالا ہے کہ شریعتِ سماویہ کی ابتدا حضرت نوح علیہ السلام کے عہد سے ہوئی ہے، اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں :-
"نوح علیہ السلام کے عہد سے شریعت سماویہ یعنی اسلام کی ابتداء ہوئی ہے قال سبحانہ تعالیٰ شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوحًا الآیۃ، یہ آیت جو پچیسویں پارے میں ہے صاف تاریخ ہے ابتداء شریعت اسلام کی۔
نوح علیہ السلام سے پہلے دین و مذہب محض فطرتی تھا یعنی خالق عالم ذاتِ واحد ہے اور بس اسی کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بیان فرمایا ہے وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا یہ اختلاف بعثت انبیاء علیہم السلام کے بعد خلق اللہ نے پیدا کیا ہے۔" ۲۵

شُرَّعًا: پانی کے اوپر ظاہر ہونے والے، شارِع کی جمع، جو شَرَعَ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے، شَرُعَ کے معنی ظاہر ہونے اور پانی کے اندر آنے کے بھی آتے ہیں، پ۹

شَرَعُوا: انہوں نے راہ ڈالی، شَرَعَ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب، پ۲۵

شِرْعَةً: دستور، شَرَعَ سے اسم ہے، امام راغب لکھتے ہیں:-

"شَرَعَ کے معنی ہیں صاف راستہ پر چلنے کے، کہا جاتا ہے شرعت طریقا اور شرع مصدر ہے بعد میں اسے طریق واضح (صاف راستہ) کا اسم قرار دیا گیا، چنانچہ شِرْعٌ، شَرْعٌ اور شَرِیْعَةٌ استعمال ہونے لگا نیز طریقۃ الٰہیہ کے لئے اس کا استعارہ کر لیا گیا ارشاد ہے شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا، یہ دو باتوں کی طرف اشارہ ہے ایک تو وہ راہ کہ جس پر اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو مسخر فرما رکھا ہے کہ وہ اسی طریق کا طالب ہے جو بندوں کی مصلحتوں اور شہروں کی آبادی کی طرف عائد ہو ارشادِ الٰہی وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا (اور ہم نے بلند کر دئے درجے بعض کے بعض پر کہ ٹھہراتا ہے ایک دوسرے کو خدمتگار) میں اسی کی طرف اشارہ ہے، دوسرے وہ دین کہ جس کا اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرمایا اور حکم دیا ہے کہ انسان اپنے اختیار سے اس کا قصد کرے جس میں شرائع کا اختلاف اور نسخ واقع ہوتا ہے آیۂ شریفہ ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا (پھر تجھ کو رکھا ہم نے ایک رستہ پر دین کے کام کے تو اسی پر چل) نے اسی کو بیان کیا ہے۔"

اور علامہ سید مرتضیٰ زبیدی "تاج العروس" میں رقمطراز ہیں:-

"مفسرین کے اقوال شرعۃ اور منہاج کی تفسیر میں مختلف ہیں، بعض نے کہا ہے کہ شرعۃ دین اور منہاج طریق ہے، اور بعض کا قول ہے کہ دونوں کے معنی طریق ہی کے ہیں اور طریق سے مراد یہاں دین ہی ہے لیکن جب لفظ مختلف ہوں تو متعدد الفاظ کو اس لئے لایا جاتا ہے تاکہ اس قصہ اور معاملہ کی تاکید ہو جائے، عنترہ کہتا ہے ع

اقوی واقفر بعد ام الهیثم

کہ اقوی اور اقفر دونوں کے معنی ایک ہی

ہیں خلوت کے، لیکن دو لفظوں کا ہونا خلوت کے معنی کی تاکید کرتا ہے، حضرتِ ابنِ عباس (رضی اللہ عنہما) نے کہا ہے کہ شرعۃ اور منہاج کے معنی سبیل اور سنت (راہ اور طریقے) کے ہیں، اور مفردات میں آپ سے یہ منقول ہے کہ شرعۃ وہ ہے جس کو قرآن لیکر آیا اور منہاج وہ ہے جو سنت میں وارد ہوا، قتادہ نے شرعۃ ومنہاجا کی تفسیر میں کہا ہے کہ دین ایک اور شریعت مختلف۔[1]

شَرْقِیًّا: شرقی، مشرق کی سمت والا، شرق کے معنی جانب شرق کے ہیں جس طرف سے سورج نکلتا ہے اور ی اس میں نسبت کے لئے ہے،

شَرْقِیَّةً: شرقی، مشرق کی سمت والی اس میں تاء تانیث کی ہے،

شِرْكٌ: شرک، ساجھا، ساجھی بنانا، شریک ٹھہرانا، شرکۃ اور اشتراک سے اسم ہے۔

مولانا شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی موضح القرآن میں سورۂ بقرہ میں زیرِ آیہ لَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ فرماتے ہیں:۔

"شرک یہ کہ اللہ کی صفت کسی اور میں جانے مثلاً کسی کو سمجھے کہ اس کو ہر بات معلوم ہے یا وہ جو چاہے کر سکتا ہے یا ہمارا بھلا یا برا کرنا اس کے اختیار میں ہے اور یہ کہ اللہ کی تعظیم کسی اور پر خرچ کرے مثلاً کسی چیز کو سجدہ کرے اور اس سے حاجت مانگے اس کو مختار جان کر۔"

اور سورۂ نساء میں زیرِ آیہ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"اوپر سے ذکر تھا منافقوں کا جو پیغمبر کے حکم پر راضی نہ ہوا اور جدی راہ چلے یہ آیت فرمائی کہ اللہ شرک نہیں بخشتا تو شرک فرمایا حکم میں شریک کرنے کو یعنی سوائے دینِ اسلام کے اور دین پسند رکھے اور اس پر چلے پس جو دین ہے سوائے اسلام کے سب شرک ہے اگرچہ پوجنے میں شرک نہ کرتے ہوں۔"

اور سورۂ انعام میں زیرِ آیہ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ فرماتے ہیں:۔

"شرک فقط یہی نہیں کہ کسی کو سوائے خدا کے پوجئے بلکہ شرک کے حکم میں ہے کہ اور کا مطیع ہو جائے۔"

اور اسی سورۃ میں زیرِ آیہ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ

[1] فصل الشین من باب العین

مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا لکھتے ہیں:۔

"اب جاننا چاہیئے کہ اللہ کی نیاز دینی یہ کہ اس کی راہ میں جن کو دلوادے ان کو دینا اس کا فائدہ اس کو پہنچانا اس کی حکم برداری ہے اور چیز سے فقیر کو فائدہ اور ثواب سے فائدہ دینے والے کو، پھر جو کسی بزرگ کے واسطے کچھ دے اگر اسی دطع پر دے شرک ہے جس پر اللہ نے الزام دیا مگر اس بزرگ کو اپنی جگہ ٹھہرا دے کہ اس کی طرف سے اللہ کی راہ میں جن کو کہا ہے ان کو دے تو حکم برداری اللہ کی اور چیز فقیر کو اور ثواب اس شخص کے بدلے اس بزرگ کو"۔

اور سورۂ یونس میں زیرِ آیۃ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ ارقام فرماتے ہیں کہ:۔

"اللہ ہی کی طرف سب آخر کو کھینچے جائیں گے تو بس اللہ ایک ہے اس کے سوائے کی طرف رجوع کرنا حماقت سے "شرک کرنا ہے"۔

اور سورۂ نحل میں زیرِ آیۃ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ، فرماتے ہیں کہ:

"مشرک کہتے ہیں کہ مالک اللہ ہی ہے یہ لوگ اس کی سرکار میں مختار ہیں"۔

اور سورۂ حج میں زیرِ آیۃ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا مرقوم ہے:۔

"یعنی مواشی ذبح کرنے نیاز اللہ کی ہر دین میں عبادت رکھا ہے اس کے سوا کسے اور کی نیاز ذبح کرنا اس کی عبادت ہوگئی تو شرک ہوا"۔

شاہ صاحب موصوف نے شرک کے متعلق متفرق مقامات پر مختصر الفاظ میں جو کچھ فرمایا ہے ان کے بھتیجے مولانا شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے "تقویۃ الایمان" میں اسی کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے، فرماتے ہیں:۔

"سمجھنا چاہیئے کہ شرک اسی پر موقوف نہیں کہ کسی کو اللہ کے برابر سمجھے اور اس کے مقابل جانے بلکہ شرک کے معنی یہ ہیں کہ جو چیزیں اللہ نے اپنے واسطے خاص کی ہیں اپنے بندوں کے ذمہ نشان بندگی کے ٹھہرائے ہیں، وہ چیزیں کسی اور کے واسطے کرنی، اب یہ بات تحقیق کی چاہیئے کہ اللہ صاحب نے کون کونسی چیزیں اپنے واسطے خاص کر رکھی ہیں کہ اس میں کسی کو شریک نہ کیا چاہیئے سو وہ باتیں بہت ساری ہیں مگر کئی باتوں کا ذکر کر دینا ضروری ہے تا اور باقی باتیں ان سے لوگ سمجھ لیں۔

سوا دل بات یہ کہ ہر جگہ حاضر و ناظر رہنا، اور ہر چیز کی خبر ہر وقت رکھنی، دور ہو یا نزدیک چھپی ہو کھلی، اندھیرے میں ہو یا اجالے میں آسمانوں میں ہو یا زمینوں میں، پہاڑوں کی چوٹی پر ہو یا سمندر کی تہ میں، یہ اللہ ہی کی شان ہے اور کسی کی یہ شان نہیں، سو جو کوئی کسی کا نام اٹھتے بیٹھتے لیا کرے اور دور و نزدیک سے پکارا کرے اور بلا کے مقابلہ میں اس کی دہائی دیوے اور دشمن پر اس کا نام لے کر حملہ کرے اور اس کے نام کا ختم پڑھے یا شغل کرے یا اس کی صورت کا خیال باندھے اور یوں سمجھے کہ جب میں اس کا نام لیتا ہوں زبان سے یا دل سے یا اس کی صورت کا یا اس کی قبر کا خیال باندھتا ہوں تو وہیں اس کو خبر ہو جاتی ہے اور اس سے میری کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی اور جو مجھ پر احوال گزرتے ہیں، جیسے بیماری، تندرستی، کشائش و تنگی، مرنا جینا، غم و خوشی سب کی ہر وقت اسے خبر ہے اور جو بات میرے منہ سے نکلتی ہے وہ سب سن لیتا ہے اور جو خیال و وہم میرے دل میں گزرتا ہے وہ سب سے واقف ہے سو ان باتوں سے مشرک ہو جاتا ہے اور اس قسم کی باتیں شرک ہیں، اس کو "اشراک فی العلم" کہتے ہیں یعنی اللہ کا سا علم اور کو ثابت کرنا سو اس عقیدہ سے آدمی البتہ مشرک ہو جاتا ہے، خواہ یہ عقیدہ انبیاء اولیاء سے رکھے، خواہ پیر شہید سے رکھے، خواہ امام و امام زادہ سے، خواہ بھوت و پری سے، پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی ذات سے ہے خواہ اللہ کے دینے سے، غرض اس عقیدہ سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ عالم میں ارادہ سے تصرف کرنا اور اپنا حکم جاری کرنا اور اپنی خواہش سے مارنا اور جلانا اور روزی کی کشائش اور تنگی کرنی اور تندرست اور بیمار کر دینا، فتح و شکست دینی، اقبال و ادبار دینا، مرادیں پوری کرنی، حاجتیں بر لانی، بلائیں ٹالنی، مشکل میں دستگیری کرنی، برے وقت میں پہنچنا، یہ سب اللہ ہی کی شان ہے اور کسی نبی ولی کی، پیر و شہید کی، بھوت و پری کی یہ شان نہیں، جو کوئی کسی کو ایسا تصرف ثابت کرے اور اس سے مرادیں مانگے اور اس توقع پر نذر و نیاز کرے اور اس کی منتیں مانے اور اس کو مصیبت کے وقت پکارے، وہ مشرک

ہو جاتا ہے اور اس کو "اشراک فی التصرف" کہتے ہیں یعنی اللہ کا سا تصرف ثابت کرنا، سو یہ محض شرک ہے پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے، خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو ایسی قدرت بخشی ہے، ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔

تیسری بات یہ کہ بعضے تعظیم کے کام اللہ نے اپنے لئے خاص کئے ہیں کہ ان کو عبادت کہتے ہیں جیسے سجدہ اور رکوع اور ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا اور اس کے نام پر مال خرچ کرنا اور اس کے نام کا روزہ رکھنا اور اس کے گھر کی طرف دور دور سے قصد کر کے سفر کرنا اور ایسی صورت بنا کر چلنا کہ ہر کوئی جان لیوے کہ یہ لوگ اس گھر کی زیارت کو جاتے ہیں اور راستے میں اس مالک کا نام پکارنا اور نامعقول باتیں کرنے سے اور شکار سے بچنا اور اسی قید سے جا کر طواف کرنا اور اس کی طرف سجدہ کرنا اور اس کی طرف جانور لیجانے اور وہاں منتیں ماننی اس پر غلاف ڈالنا اور اس کی چوکھٹ کے آگے کھڑے ہو کر دعا مانگنی اور التجا کرنی اور دین و دنیا کی مرادیں مانگنی اور ایک پتھر کو بوسہ دینا اور اس کی دیوار سے اپنا منہ اور چھاتی ملنی اور اس کا غلاف پکڑ کر دعا کرنی اور اس کے گرد روشنی کرنی اور اس کا مجاور بن کر اس کی خدمت میں مشغول رہنا جیسے جھاڑو دینی روشنی کرنی فرش بچھانا، پانی پلانا۔ وضو غسل کا لوگوں کے لئے سامان درست کرنا اور اس کے کنوئیں کے پانی کو تبرک سمجھ کر پینا، بدن پر ڈالنا، آپس میں بانٹنا، غائبوں کے واسطے لیجانا، رخصت ہوتے وقت الٹے پاؤں چلنا اور اس کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرنا، یعنی وہاں شکار نہ کرنا، درخت نہ کاٹنا، گھاس نہ اکھاڑنا، مویشی نہ چگانا، یہ سب کام اللہ نے اپنی عبادت کے لئے اپنے بندوں کو بتائے ہیں پھر جو کوئی کسی پیر و پیغمبر کو یا بھوت و پری کو یا کسی سچی قبر کو یا جھوٹی قبر کو یا کسی کے تھان کو یا کسی چلّے کو یا کسی کے مکان کو یا کسی کے تبرک کو یا نشان کو یا تابوت کو سجدہ کرے یا رکوع کرے یا اس کے نام کا روزہ رکھے یا ہاتھ باندھ کر کھڑا ہووے یا جانور چڑھاوے یا ایسے مکانوں میں دور دور سے قصد کر کے جاوے یا وہاں روشنی کرے غلاف ڈالے، چادر چڑھاوے، ان کے نام

کی چہری کھڑے رخصت ہوتے وقت الٹے پاؤں چلے ان کی قبر کو بوسہ دے، مورچھل جھلے، اس پر شامیانہ کھڑا کرے، چوکھٹ کو بوسہ دیوے، ہاتھ باندھ کر التجا کرے، مراد مانگے، مجاور بن کر بیٹھا رہے، وہاں کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرے اور اسی قسم کی باتیں کرے تو اس پر شرک ثابت ہوتا ہے، اس کو "اشراک فی العبادت" کہتے ہیں، یعنی اللہ کی سی تعظیم کسی کی کرنی، پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ آپ ہی اس تعظیم کے لائق ہیں یا یوں سمجھے کہ ان کی اس طرح کی تعظیم کرنے سے اللہ خوش ہوتا ہے اور اس کی تعظیم کی برکت سے اللہ مشکلیں کھول دیتا ہے، ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔

چوتھی بات یہ کہ اللہ صاحب نے اپنے بندوں کو سکھلایا ہے کہ اپنے دنیا کے کاموں میں اللہ کو یاد رکھیں اور اس کی تعظیم کرتے رہیں تاکہ ایمان بھی درست رہے اور ان کاموں میں بھی برکت ہووے جیسے اڑے کام پر اللہ کی نذر ماننی اور مشکل کے وقت اس کو پکارنا اور ہر کام کا شروع اس کے نام سے کرنا اور جب اولاد ہو تو اس کے شکر میں اس کے نام کا جانور ذبح کرنا اور اس کا نام عبداللہ، عبدالرحمن، خدابخش، اللہ دیا، امۃ اللہ، اللہ دی رکھنا اور کھیت اور باغ میں تھوڑا بہت اس کے نام کا رکھنا اور دھن اور ریوڑ میں سے کچھ اس کی نیاز کا رکھنا اور جو جانور اس کے نام کے اس کے گھر کی طرف لیجائے ان کا ادب کرنا یعنی نہ ان پر سوار ہونا نہ لادنا، اور کھانے پینے پہننے میں اس کے حکم پر چلنا یعنی جس چیز کے برتنے کو اس نے فرمایا برتنا اور جو منع کیا اس سے دور رہنا اور برائی بھلائی جو دنیا میں پیش آتی ہے جیسے قحط اور ارزانی، صحت و بیماری، فتح و شکست، اقبال و ادبار، غمی و خوشی یہ سب اس کے اختیار میں سمجھنا اور اپنا ارادہ جس کام کا بیان کرنا تو پہلے اس کے ارادہ کا ذکر کر دینا جیسا یوں کہنا کہ اگر اللہ چاہے تو ہم فلانا کام کریں گے اور اس کے نام کو ایسی تعظیم سے لینا کہ جس میں اس کی مالکیت نکلے اور اپنی بندگی جیسے یوں کہنا کہ ہمارا رب، ہمارا مالک، ہمارا خالق اور کلام میں جب کھانے کی حاجت ہو تو اسی

کے نام کی قسم کھائی، سو اس قسم کی چیزیں اللہ نے اپنی تعظیم کے واسطے بتائی ہیں پھر جو کوئی کسی انبیاء اولیاء کی، اماموں اور شہیدوں کی بھوت و پری کی اس قسم کی تعظیم کرے جیسے اٹکے کام پر ان کی نذر مانے مشکل کے وقت ان کو پکارے بسم اللہ کی جگہ ان کا نام لیوے جب اولاد ہو ان کی نذر و نیاز کرے اپنی اولاد کا نام عبدالنبی، امام بخش، پیر بخش رکھے کھیت اور باغ میں ان کا حصہ لگا دے جو کھیتی باڑی سے آوے پہلے ان کی نیاز کر دے جب اپنے کام میں لاوے اور دھن اور ریوڑ میں سے ان کے نام کے جانور ٹھہراوے اور پھر ان جانوروں کا ادب کرے، پانی دانے پر سے نہ ہانکے، لکڑی پتھر سے نہ مارے اور کھانے پینے میں رسموں کی سند پکڑے کہ فلانے لوگوں کو چاہیے کہ فلانا کھانا نہ کھاویں، فلانا کپڑا نہ پہنیں حضرت بی بی صحنک مرد نہ کھاویں، لونڈی نہ کھاوے، جس عورت نے دوسرا خصم کیا ہو وہ نہ کھاوے شاہ عبدالحق کا توشہ حقہ پینے والا نہ کھاوے اور برائی بھلائی جو دنیا میں پیش آتی ہے اس کو ان کی طرف نسبت کرے کہ فلانا ان کی پھٹکار میں آکر سڑی دیوانہ ہو گیا اور فلانے کو انہوں نے لیا راندا کہ محتاج ہو گیا اور فلانے کو نواز دیا تو فتح و اقبال مل گیا اور قحط فلانے ستارے کے سبب سے پڑا، فلانا کام جو فلانے دن شروع کیا تھا یا فلانی ساعت میں سو پورا نہ ہوا یا یوں کہے کہ اللہ و رسول چاہے گا تو میں آؤں گا یا پیر چاہے گا تو یہ بات ہو جاوے گی، یا اس کے تئیں بولنے میں یا معبود، داتا، بے پروا خداوند خدائیگان، مالک الملک، شہنشاہ بولے یا جب حاجت قسم کھانے کی پڑے تو پیغمبر کی یا علی کی یا امام کی یا پیر کی یا ان کی قبروں کی قسم کھاوے سو ان سب باتوں سے شرک ثابت ہوتا ہے اور اس کو "اشراک فی العادۃ" کہتے ہیں یعنی اپنی عادت کے کاموں میں جو اللہ کی تعظیم کرنی چاہیے سو غیر کی کرے سو ان چاروں طرح کے شرک کا" از قرآن و حدیث میں ذکر ہے۔"

شرک کی تفصیل و توضیح کے لئے مولانا اسمٰعیل شہید کی "تقویۃ الایمان" اور مولانا خرم علی بلہوری کی "نصیحۃ المسلمین" سے بہتر اور مفید کتابیں اردو میں موجود نہیں شرک کی حقیقت کے سمجھنے اور اچھی طرح ذہن نشین

کرنے کے لئے عام لوگوں کیواسطے ان کا مطالعہ
از بس ضروری ہے (ملاحظہ ہو اَشْرَکَ
شَادِکْھُمْ، ۲۱/۱۱، ۲۲/۹،۱۷، ۲۶/۱

شُرَکَآءُ: شریک، ساجھی، شَرِیْکٌ کی جمع، تمام
قرآنِ مجید میں یہ لفظ دو مقام پر اس طرح مرقوم ہے
شُرَکٰٓؤُا، کاف کے بعد واو ہے اور واو کے بعد ہمزہ
اور الف ایک تو سورۂ انعام میں اور دوسرے سورۂ شوریٰ
میں لیکن واو تلفظ میں نہیں آتا ہے۔
۴/۱۳، ۷/۱۷،۱۸، ۸/۳، ۹/۱۴، ۱۱/۱۲،۱۳، ۱۳/۸،۱۱، ۲۰/۱۰، ۲۲/۹،۱۷
۲۳/۱۷، ۲۵/۲، ۲۹/۳

شُرَکَآؤُکُمْ: تمہارے شریک، شُرَکَآءُ مضاف
کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر، مضاف الیہ، ۷/۹، ۸/۱۱

شُرَکَآئِکُمْ ۱۱/۷، ۲۱/۹

شُرَکَآؤُنَا: ہمارے شریک، شُرَکَآءُ مضاف
نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ، ۱۴/۱۸

شُرَکَآئُنَا ۸/۳

شُرَکَآؤُھُمْ: ان کے شریک، شُرَکَآءُ مضاف
ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب، مضاف الیہ، ۸/۳، ۱۱/۱۴

شُرَکَآئِھِمْ، ۸/۳، ۲۱/۵، ۲۹/۱۴

شُرَکَآءِیْ: میرے شریک، شُرَکَآءُ مضاف
یْ ضمیر واحد متکلم، مضاف الیہ، ۱۴/۱۰، ۱۵/۱۹، ۲۰/۱۰، ۲۵/۱

شِرْکِکُمْ: تمہارا شرک، شِرْکٌ مضاف کُمْ ضمیر
جمع مذکر حاضر، مضاف الیہ، ۲۲/۱۴

شَرَوْا: انہوں نے بیچا (ضَرَبَ) شِرَاءٌ سے
جس کے معنی خرید و فروخت کرنے کے ہیں، ماضی کا
صیغہ جمع مذکر غائب، واضح رہے کہ گو شِرَاءٌ کے
معنی خریدنے اور بیچنے دونوں کے ہیں لیکن بیشتر اس کا
استعمال بیچنے ہی کے لئے ہوتا ہے۔ ۱/۱۲

شَرَوْہُ: انہوں نے اس کو بیچ ڈالا، اس میں
ہُ ضمیر واحد مذکر غائب ہے، ۱۲/۱۲

شَرُّہٗ: اس کی شر، اس کی برائی، شَرٌّ مضاف
ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب، مضاف الیہ، ۲۹/۱۹

شِرْعَۃٌ: راستہ، شریعت، الٰہی طریقہ، شَرْعٌ
سے اسم ہے، راغب لکھتے ہیں:-
"بعض علماء کا بیان ہے کہ شریعت کا شریعت نام
پڑا شرعۃ الماء (پانی کا گھاٹ) سے تشبیہ کی بناء
پر اس حیثیت سے کہ جو اس کی سچی حقیقت پر مطلع
ہوا سیراب ہو گیا اور پاک ہوا اور میری مراد
سیرابی سے وہ ہے جس کو کسی حکیم نے بیان کیا
ہے کہ کنت اشرب فلا اروی فلما عرفت
اللہ تعالیٰ رویت بلا شرب (میں پیتا رہا
اور سیراب نہ ہوا پھر جب اللہ تعالیٰ کی معرفت

لہ مفاتیح الغیب معروف بہ تفسیر کبیر ج ۲۴ ص ۱۵ (طبع مصر)

ہوئی تو بلا پئے سیراب ہو گیا) اور پاک ہونے
سے مراد وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا
ہے اِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ
الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا
(اللہ یہی چاہتا ہے کہ دور کرے تم سے گندی
باتیں اے نبی کے گھر والو اور ستھرا کر دے تم کو
ایک ستھرائی سے) ۲۲/۱۸

شَرِيْكٌ: شریک ساجھی شِرْكَةٌ سے بروزن فَعِيْلٌ
بمعنے فَاعِلٌ ہے شُرَكَاءُ جمع، ۸ ۱۵/۱۲
۱۸/۱۶

فصل الطاء المهملة

شَطْأَهٗ: اس کی سوئی، اس کا پٹھا، اس کا پتہ،
شَطْءٌ مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف
الیہ، شَطْءٌ کے معنی پودے کی سوئی کے ہیں جو اس
کی دونوں جانب پھوٹ نکلتی ہے اس کی جمع
شُطُوْءٌ اور اَشْطَاءٌ ہے، ۲۶/۱۲

شَطْرَ: طرف، سمت، جہت، اسم ہے جب یہ
اس معنی میں آتا ہے تو اس سے فعل کا استعمال نہیں
ہوتا، امام فخرالدین رازی لکھتے ہیں کہ "اہلِ لغت کا
بیان ہے کہ شَطْر اسمِ مشترک ہے جو دو معانی کیلئے
آتا ہے ایک بمعنی نصف کے اور دوسرے بمعنی طرف
سامنے اور طرف کے" ۲/۱،۲

شَطْرَهٗ: اس کی سمت، اس کی جانب اس
کی طرف، شَطْرَ مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب
مضاف الیہ، ۲

شَطَطًا: جو بات حق سے دور، شَطَّ يَشُطُّ
اور شَطَّ يَشِطُّ کا مصدر ہے جس کے معنی اصل
میں افراطِ بُعد یعنی حد سے زیادہ دور ہونے کے ہیں اور
چونکہ حد سے بڑھنا جور و ستم ہے اس لئے ان معنوں
میں بھی اس کا استعمال ہوتا ہے اور اسی لئے اس بات
کو جو حق سے دور ہو شَطَطًا کہتے ہیں، ۱۵/۱۴ ۱۹/۱۱

فصل العین المهملة

شَعَآئِرَ اللّٰهِ: اللہ کی نشانیاں اللہ کے نام
کی چیزیں، یعنی وہ چیزیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے
بندوں کے ذمہ نشان بندگی ٹھہرائے ہیں، امام
فخرالدین رازی لکھتے ہیں:-
"معلوم رہے کہ شَعَآئِر جمع ہے اکثر علماء اس
پر ہیں کہ شَعِيرَة کی جمع ہے اور ابن فارس نے
اس کا واحد شِعَارَةٌ بتایا ہے شَعِيْرَةٌ بروزن
فَعِيْلَةٌ بمعنی مَفْعَلَةٌ (یعنی مَشْعَرَةٌ) ہے

اور مَشْعَرَۃٌ کے معنی نشانی کے اور اَشْعَرَ کے معنی علم میں لانے کے ہیں جس شے کے متعلق اشعر آئیگا اَعْلَمَ (وہ علم میں لایا، اس نے اطلاع دی) کے معنی ہوں گے اور ہر وہ شے کہ جو کسی چیز کا نشان مقرر ہو یا جو کسی علامت کو بتائے اسے شَعِیْرَۃٌ سے موسوم کیا جا سکتا ہے۔" [1]

اور امام ابوبکر احمد بن علی جصاص رازی حنفی رقم طراز ہیں :۔

"اہلِ لغت کا بیان ہے کہ شَعَائِرُ شَعِیْرَۃٌ کی جمع ہے شَعِیْرَۃٌ وہ نشانی ہے جو اس چیز کو بتاتی ہے جس کے لئے وہ مقرر کی گئی ہے، اشعارِ بدن کے یہ معنی ہیں کہ تم اس پر ایسی نشانی مقرر کرو جس سے یہ پتہ چلے کہ وہ ھدی (قربانی کا جانور) ہے اور اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ شعائر تمام مناسکِ حج کی تمام علامات کا نام ہے جن میں رمی جمار اور سعی بین الصفا والمروہ داخل ہیں اور حبیب معلم عطاء سے راوی ہیں کہ ان سے شعائر اللہ کے متعلق سوال ہوا تو کہنے لگے "حرمات اللہ" (اللہ کا ادب) اس کی طاعت کا اتباع اور معصیت سے اجتناب یہ "شعائر اللہ" ہیں اور شریک نے بروایت جابر عطاء سے آیت وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰہِ کی تفسیر میں قربانی کا فربہ اور بڑے ڈیل ڈول کا کرنا بیان کیا ہے اور ابن ابی نجیح نے بھی بروایتِ مجاہد حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے آیۂ مذکورہ کی تفسیر میں یہی نقل کیا ہے کہ تعظیم کا مطلب قربانی عمدہ، فربہ اور بلند بالا کرنا ہے، عکرمہ سے بھی یہی مروی ہے اور یہی مجاہد کا قول ہے اور حسن (البصری) نے کہا ہے کہ شعائر اللہ سے مراد اللہ کا دین ہے، ابوبکر کہتے ہیں کہ آیۂ مذکورہ میں یہ سب وجوہ مراد ہو سکتے ہیں کیونکہ آیت میں سب کا احتمال موجود ہے۔" [2]

اور سورۂ مائدہ میں آیہ لَا تُحِلُّوْا شَعَائِرَ اللّٰہِ (اللہ کی نشانیوں کی بے حرمتی نہ کرو) کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ :۔

"شعائر اللہ، اللہ کے دین کے تمام نشانات پر حاوی ہے یعنی دین کے وہ فرائض اور نشانات کہ جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتلا دیا ہے کہ ان کے حدود سے تجاوز نہ کریں اور ان کے

[1] تفسیر کبیر، ج ۳، ص ۲۵۳ (طبع مصر سنیہ)

[2] احکام القرآن، ج ۳، ص ۲۹۸ (طبع مصر ۱۳۴۷ھ)

حقوق میں کوتاہی نہ ہو اور انہیں ضائع نہ ہونے دیں،
یہ معنی ان تمام معانی کو جامع ہیں کہ جو سلف سے
اس کی تشریح میں مروی ہیں۔" لہ

شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی ارقام
فرماتے ہیں :-

" شعائر در اصل جمع شعیرۃ است یا جمع
شعارۃ است بمعنی علامت و شعائر اللہ در
عرف دین مکانات و ازمنہ و علامات و اوقات
عبادت را گویند، اما مکانات عبادت پس
مثل کعبہ و عرفہ و مزدلفہ و جمار ثلثہ و صفا و مروہ
و منا و جمیع مساجد اند و اما ازمنہ پس مثل رمضان
و اشہر حرم و عید الفطر و عید النحر و جمعہ
و ایام تشریق اند، اما علامات پس مثل اذان و
اقامت و ختنہ و نماز جماعت و نماز جمعہ و
نماز عیدین اند و در ہمہ ایں چیزہا معنی علامت
بودن متحقق ست زیرا کہ مکان و زمان عبادت
نیز از عبادت بلکہ از معبود یاد میدہد۔" سلہ

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے
اپنی بے نظیر کتاب "حجۃ اللہ البالغہ" میں ایک مستقل
باب باندھا ہے باب تعظیم شعائر اللہ "شعائر اللہ"
کی مزید تشریح و تفصیل کے سمجھنے کے لئے اہل
علم کو اس کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

۲/۳ ، ۶/۵ ، ۱۷/۱۱،۱۲

شُعَب : پھانکیں، شاخیں، حصے شُعْبَۃٌ کی
جمع جس کے معنی شاخ اور حصہ کے ہیں۔ ۲۹/۲۱

شِعْر : شعر، شعر کہنا، شَعَرَ یَشْعُرُ کا مصدر ہے
جس کے معنی شعر کہنے کے ہیں نیز ادب کی اصطلاح
میں شعر نام ہے اس کلام کا جو موزون ہو اور متکلم
نے بہ ارادہ موزون کیا ہو؛

راغب اصفہانی لکھتے ہیں :-

"شَعْرٌ کے معنی معروف ہیں (بال کو کہتے ہیں)
جمع ہے ارشاد ہے وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا
وَاَشْعَارِهَا (اور بھیڑوں کی اون سے اور
اونٹوں کی بیرلوں سے اور بکریوں کے بالوں
سے) اور شَعَرْتُ کے معنی ہیں میں نے بالوں
کو حاصل کر لیا (یعنی گھنے بال کر لئے) اور اسی
سے استعارہ کیا گیا ہے شَعَرْتُ کَذَا یعنی
میں نے علم حاصل کیا جو باریکی میں ایسا ہے جیسے
بال کا پتہ چلانا، اور شاعر کو شاعر اس کی
فطانت اور دقت معرفت ہی کی بنا پر

لہ احکام القرآن ، ج ۲ ، ص ۳۶۶

سلہ تفسیر فتح العزیز ، ص ۳۶۹ (مطبع مجتبائی دہلی)

کہا گیا ہے لیس شعر اصل میں علم دقیق کا نام ہے عرب کا محاورہ ہے لیت شعری (کاش مجھے اس کا گہرا پتہ ہوتا) اور عرف میں جو کلام موزون اور مقفیٰ ہو اس کا نام شعر ہے اور جو صنعت شعر گوئی سے مخصوص ہو اس کا نام شاعر ہو گیا ہے۔

قرآن مجید میں کفار کی زبانی مذکور ہے بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ (نہیں جھوٹ باندھ لیا ہے نہیں شعر کہتا ہے) اور لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ (ایک شاعر دیوانہ کے لیے) اور شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ (یہ شاعر ہے ہم منتظر ہیں اس پر گردش زمانہ کے) بہت سے مفسرین نے تو اسے اس پر محمول کیا ہے کہ کفار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ الزام لگایا تھا کہ آپ (نعوذ باللہ) منظوم و مقفیٰ شعر پیش کرتے ہیں حتیٰ کہ انہوں نے قرآن میں جہاں کہیں بھی ایسے الفاظ آئے ہیں جن میں وزن کا شبہ ہوتا ہے جیسے کہ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ اور تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ میں، ان سب کی تاویل کی ہے۔

اور بعض حقیقت شناسوں نے کہا ہے کہ اس الزام سے کافروں کا یہ مقصد تھا ہی نہیں کیونکہ کلام اللہ سے ظاہر ہے کہ وہ اسالیب شعر پر نہیں ہے اور یہ بات ایسی ہے کہ عجم کے غیر فصیح لوگوں پر بھی مخفی نہیں، فضلاء عرب کا تو ذکر ہی کیا، بلکہ انہوں نے (نعوذ باللہ) آپ کو کذب سے منسوب کیا تھا کیونکہ شعر کی تعبیر کذب سے کی جاتی ہے اور شاعر بمعنی کاذب ہے حتیٰ کہ ایک قوم نے تو ادلہ کاذبہ کا نام ہی ادلہ شعریہ رکھا ہے اور اسی لئے حق تعالیٰ شانہ نے عام شعراء کا یہ وصف بیان فرمایا ہے وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ (اور شاعروں کی بات پر چلیں وہی جو بے راہ ہیں تو نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر میدان میں سر مارتے پھرتے ہیں اور یہ کہ وہ کہتے ہیں جو نہیں کرتے اور اسی باعث کہ شعر جھوٹ کا ٹھکانہ ہے کہا گیا ہے احسن الشعر اکذبہ (احسن اوست اکذب او) اور بعض حکماء کا بیان ہے کہ کوئی متدین صادق اللہجہ شاعری میں نادرہ کار نہیں دیکھا گیا۔

بہر حال یہ ایک امر واقعہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم ترجمانِ حقیقت تھے، شاعر نہ تھے، نہ شاعری آپ کے لئے زیبا تھی، پیغمبرانہ صداقت اور شاعرانہ تخیلات میں زمین آسمان کا فرق ہے البتہ کسی موقع پر کسی شاعر کا شعر پڑھا دینا یا رجز کے وقت بے ساختہ مقفّٰی عبارت زبان مبارک سے نکل جانا، یہ ایک الگ بات ہے، اسے شاعری نہیں کہتے۔ حافظ ابنِ حجر عسقلانی نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ:-

"اس امر میں اختلاف کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کسی شعر کا بطورِ مثال بیان کرنا یا کسی دوسرے کا شعر بطورِ حکایت نقل کرنا روا تھا تو صحیح یہ ہے کہ ایسا کرنا آپ کے لئے جائز تھا۔" [۱]

علامہ احمد قسطلانی مواہبِ لدنیہ میں لکھتے ہیں کہ:-

"آیا شعر کی ممانعت صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص تھی یا نوعِ انبیاء کے لئے تھی، بعض علماء کا بیان ہے کہ یہ ممانعت عام تھی کیونکہ ارشاد ہے وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِيْ لَهٗ (اور ہم نے نہیں سکھایا اس کو شعر کہنا اور یہ اس کے لائق نہیں) اور اس میں خصوصیت کی کوئی وجہ ظاہر نہیں ہے۔" [۲]

۲۳/۴

شُعَرَآءُ: شاعر لوگ، شَاعِرٌ کی جمع ہے خلافِ قیاس، علامہ احمد فیومی ابن خالویہ سے ناقل ہیں کہ:-

"شاعر کی جمع شُعَرَاء اس لئے آئی کہ بعض عرب شُعَرَاء بالضم بولتے ہیں اس لئے قیاس یہ ہے کہ اس سے صفت کا صیغہ فَعِیل کے وزن پر آئے جیسے شُرَفَاء کہ شَرِیف کی جمع ہے پر اس طرح کہا جاتا تو شَعِیر سے التباس ہوتا جس کے معنی جَو کے ہیں لہٰذا انہوں نے شاعر کہا اور اس کے اصلی وزن کو ملحوظ رکھا ہاں عُلَمَاء اور حُلَمَاء وغیرہ جمع ہیں سو علیم اور حلیم کی جمع ہیں۔" [۳]

۱۹/۱۵

شِعْرٰی: شعریٰ ایک مشہور ستارہ کا نام ہے، خاص طور پر اس کا ذکر اس لئے کیا کہ عرب کی ایک قوم کا یہ معبود تھا۔ شیخ سلیمان جمل لکھتے ہیں:-

"عربی زبان میں شعریٰ نام کے دو ستارے ہیں ان میں سے ایک الشعری العبور کہلاتا ہے اور وہی آیہ کریمہ میں مراد ہے کیونکہ قبیلہ خزاعہ

---

[۱] فتح الباری، ج ۱۰، ص ۴۴۵ (طبع مصر ۱۳۲۵ھ)

[۲] مواہب اللدنیہ مع شرح زرقانی، ج ۵، ص ۲۵۵ (طبع مصر)

[۳] تاج العروس

اس کی پرستش کیا کرتا تھا، قبیلہ کے سرداروں میں ایک شخص ابو کبشہ نامی تھا اس نے اس کی پوجا کا طریق قائم کیا، کہنے لگا کہ سارے ستارے تو آسمان کو عرض میں قطع کرتے ہیں اور شعریٰ طول میں قطع کرتا ہے اس لئے یہ ان سے جدا ہے چنانچہ اس نے اس کی پوجا شروع کر دی اور خزاعہ و حمیر بھی اسے پوجنے لگے، ابو کبشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ناناؤں میں سے کوئی ہوا ہے، اسی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مشرکین قریش کو اللہ کی طرف دعوت دی اور ان کے مذاہب کی مخالفت کی تو وہ آپ کو اس شخص سے مشابہت دے کر کہ اس نے ان کے دین کے سوا نیا دین نکالا تھا ابن ابی کبشہ کہتے تھے۔

یہ ستارہ جوزا کے بعد سخت گرما کے زمانہ میں طلوع ہوتا ہے اور شعریٰ یمانیہ سے موسوم ہے اور دوسرا ستارہ الشعریٰ الغمیصا (بغین معجمہ مضموم و میم مفتوح و صاد مہملہ) غمص سے ہے بفتحتین جس کے معنی آنسوؤں کے جاری ہونے کے ہیں۔" [1]

رسالہ زینتِ آسمان میں مرقوم ہے:۔

"شعرای یمانی" تمام آسمان میں اس کے برابر کوئی روشن ستارہ نہیں، نیلگوں سفید رنگ ہے اور جب ٹمٹماتا ہے رنگ بدلتا نظر آتا ہے اس کی روشنی "الدبران" سے بارہ گنی ہے، اس کی ضیاءِ حقیقی ہمارے آفتاب سے بیس گنی ہے، یہ ہمارے آفتاب سے بہت زیادہ گرم ہے اس کا فاصلہ ۸½ سال نوری [2] ہے، یعنی ان ستاروں میں سے ہے جو ہم سے قریب ہیں، یہ ہماری طرف ۳۰۰۰ میل فی منٹ بڑھ رہا ہے، چونکہ کلب اکبر کا مشہور ستارہ شعریٰ ہی ہے اس لئے اسے "کلب الجبار" بھی کہتے ہیں، ۲۵ جولائی سے ۵ ستمبر تک آفتاب اور کلب الجبار کا طلوع تقریباً ایک ہی وقت پر ہوتا ہے ان دنوں کو ایام الکلب کہتے ہیں۔" [3]

[1] حاشیۃ الجمل علی الجلالین، ج ۴، ص ۲۳۸ (طبع مصر ۱۳۵۲ھ) [2] نور یعنی روشنی کی رفتار فی سکنڈ ۱۸۶۰۰۰ میل ہے ایک سال نوری کا مطلب یہ ہے کہ ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سکنڈ کی رفتار سے کسی ستارے کی روشنی ایک سال کی مدت میں ہم تک پہنچتی ہے۔

[3] زینتِ آسمان، از برکت علی و منہاج الدین پروفیسران اسلامیہ کالج پشاور، ص ۲۹ (طبع اول)۔

شُعُوبًا: ذاتیں، شاخیں، شَعْبٌ کی جمع، جس کے معنی قبائل کے اس جدِ اعلیٰ کے ہیں جہاں سب قبیلے جاکر مل جاتے ہوں یا شعب وہ ایک برادری ہے جو شاخ در شاخ پھیل گئی ہو، عرب میں قبیلہ کی تدریجی تقسیم کثرت سے قلت کی طرف حسب ترتیب ذیل ہے :-

پہلے شَعْب پھر قَبِیلہ پھر عِمَارہ پھر بطن پھر فخذ پھر فصیلہ۔ ابواسامہ نے تصریح کی ہے کہ یہ طبقاتِ انسانی خلقت کی ترتیب پر ہیں، شَعْب سب سے عظیم تر ہے، شَعْبُ الرَّأس (جہاں دماغ کے چاروں حصے جڑتے ہیں) سے مشتق ہے پھر قبیلہ اپنے اجتماع کی بنا پر قبیلۃ الرأس (کھوپڑی کا وہ حصہ جو شاخ در شاخ ہوتا ہے) سے ہے پھر عِمَارہ ہے جس کے معنی سینہ کے ہیں، پھر بطن (پیٹ) سے ہے، پھر فخذ (ران) سے ہے، پھر فصیلہ ہے جس کے معنی پنڈلی کے ہیں[1] ۲۶/۱۴

شُعَیْبٌ: شعیب علیہ السلام مشہور پیغمبر ہیں، ابن عساکر بطریق اسحٰق بن بشر، شرقی بن القطامی سے جو علمِ انساب کے بڑے ماہر تھے، ناقل ہیں کہ آپ عبرانی کے ثیروب ہیں اور عربی کے شعیب[2]، صغانی نے کہا ہے کہ عربی نام ہے، ممکن ہے کہ شَعْب کی تصغیر ہو یا اَشْعب (بہت چوڑے سینہ والا) کی جس طرح کہ اہلِ عرب اَسْوَد کی تصغیر میں سُوَید کہتے ہیں، یہ تصغیر ترخیم ہے[3]، راغب لکھتے ہیں کہ شعیب یا تو شَعْبٌ مصدر کی تصغیر ہے (جس کے معنی فراہم کرنے اور پراگندہ کرنے کے ہیں) اور یا شَعْبٌ اسم کی (جس کے معنی بڑے قبیلہ کے آتے ہیں) اور یا شِعْبٌ کی (جس کے معنی پہاڑ کی گھاٹی کے ہیں) بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اسے مصغر بتانا غلط ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے ناموں کی تصغیر جائز نہیں ہے، لیکن یہ امر قابلِ بحث ہے کیونکہ یہ حکم نام کے وضع ہوجانے کے بعد ہے نہ کہ نام رکھتے وقت علاوہ ازیں مختار یہ ہے کہ یہ اسم مرتجل[ع] ہے اور اسی طرح اس کی وضع عمل میں آئی ہے[4]

صحیح ابنِ حبان میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث مرفوعًا وارد ہے کہ چار پیغمبر عرب سے ہیں، ہود، صالح، شعیب اور تمہارے نبی اے ابوذر![5]

---

[1] تاج العروس، فصل الشین من باب الباء [2] الدر المنثور، ج ۳، ص ۱۰۲ [3] تاج العروس فصل الشین من باب الباء۔
[4] ملاحظہ ہو، روح المعانی، ج ۸، ص ۱۵۳ [5] پوری حدیث لفظِ انبیاء کے ضمن میں گزر چکی ہے۔
[ع] مرتجل وہ اسم ہے جس کو وضع کرتے وقت پہلے معنی کی مناسبت ملحوظ نہ ہو۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ اس حدیث کی رو سے حضرت شعیب علیہ السلام عرب عاربہ سے ہیں[1] بعض کا خیال ہے کہ آپ عرب کے قبیلہ بنو عنزہ بن اسد سے ہیں کیونکہ طبرانی اور ابن قانع نے حضرت سلمہ بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب وہ اپنے قبیلہ بنو عنزہ کا وفد لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قبیلہ عنزہ کی طرف اپنا انتساب ظاہر کیا تو آپ کی زبانِ مبارک سے ارشاد ہوا مرحبا بقوم شعیب واختان موسٰی[2] (شعیب کی قوم اور موسٰی کے سسرال والوں کو مرحبا) لیکن حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں کہا ہے کہ اس کی اسناد میں مجہول راوی ہیں[3]، اور حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ اگر یہ روایت صحیح ہو تو اس کا پتہ دیتی ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام حضرت موسٰی علیہ السلام کے اقرباء میں سے ہیں اور عرب عاربہ کے اس قبیلہ سے ہیں جس کو عنزہ کہا جاتا ہے یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ عنزہ ابن اسد بن ربیعہ بن نزار بن معد بن عدنان سے ہیں کیونکہ یہ لوگ حضرت شعیب علیہ السلام کے زمانۂ دراز کے بعد ہوئے ہیں[4]۔

آپ نے جس حسنِ اسلوب کے ساتھ قوم کے سامنے دعوتِ حق رکھی تھی اور پھر اس سلسلہ میں جو کچھ باہمی سوال و جواب ہوئے اس کے لفظ لفظ سے آپ کی فصاحت و بلاغت اور حسنِ خطابت کے جوہر ٹپکتے ہیں، اسی لئے علماء سلف انکو خطیب الانبیاء کہتے تھے۔

ایک مرسل حدیث میں جس کو طبری، حاکم اور ابن ابی حاتم نے یعقوب بن ابی سلمہ سے بروایت ابن اسحٰق نقل کیا ہے وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت شعیب علیہ السلام کا ذکر کرتے تو فرماتے ذاک خطیب الانبیاء (وہ خطیب الانبیاء ہیں[5]) اسحٰق بن بشر نے اس روایت کو بایں سند عن جویر ومقاتل عن الضحاک عن ابن عباس مرفوعاً بھی روایت کیا ہے[6] لیکن سلسلہ سند سخت ضعیف ہے۔

مستدرک حاکم میں حضرت عبداللہ بن عباس

---

[1] فتح الباری ج ۶ ص ۳۴۹ [2] یہ حدیث مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۵۱ (طبع مصر ۱۳۵۳ھ) میں منقول ہے اور ابن قانع کا حوالہ کنز العمال ج ۶ ص ۲۰۹ (طبع دائرۃ المعارف) میں ہے [3] فتح الباری ج ۶ ص ۳۴۹ [4] البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۱۸۵ (طبع مصر ۱۳۵۱ھ) [5] ملاحظہ ہو تاریخ الامم والملوک ج ۱ ص ۱۶۸ (طبع حسینیہ مصر) اور الدر المنثور ج ۳ ص ۱۰۳ (طبع مصر) [6] البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۱۸۵ (طبع مصر ۱۳۵۱ھ)

رضی اللہ عنہا سے آیۂ کریمہ وَ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا کی تفسیر میں مروی ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نابینا تھے، حاکم نے اس کو مسلم کی شرط پر صحیح بتایا ہے، اور ذہبی نے تلخیص میں حاکم کی تصحیح کو برقرار رکھا ہے۔[1] ابوالشیخ اور ابن عساکر نے سعید بن جبیر سے جو مشہور جلیل القدر تابعی ہیں، روایت کیا ہے کہ اللہ کی محبت میں روتے روتے آپ کا یہ حال ہو گیا تھا، یہ مضمون ایک مرفوع روایت میں بھی آیا ہے[2]، چنانچہ خطیب اور ابن عساکر نے حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام محبتِ الٰہی میں اتنے روئے کہ نابینا ہو گئے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپکو دوبارہ بینائی عطا فرمائی اور وحی کی کہ اے شعیب یہ گریہ کیسا ہے؟ جنت کے شوق میں ہے یا دوزخ کے ڈر سے، عرض کیا اے میرے معبود، میرے مولیٰ، تو جانتا ہے کہ نہ تیری جنت کے شوق میں روتا ہوں نہ دوزخ کے ڈر سے لیکن تیری محبت کو اپنے دل میں جما رکھا ہے جب تیری طرف نظر پڑتی ہے تو پھر مجھے پروا نہیں کہ میرے ساتھ کیا ہو، اللہ تعالیٰ نے ان کی جانب وحی فرمائی کہ شعیب اگر یہ حق ہے تو تمہیں میری لقا مبارک ہو اور اسی لئے تو میں نے اپنے کلیم موسیٰ بن عمران کو تمہاری خدمت کے لئے کھڑا کر دیا ہے، خطیب نے تاریخ بغداد[3] میں اس حدیث کو منکر کہا ہے[4] اور ذہبی نے میزان میں تصریح کی ہے کہ "یہ حدیث باطل ہے بے اصل ہے[4]"، اور ابن کثیر سخت غریب[5] بتلاتے ہیں، آپ کی پیغمبرانہ سیرت اور دعوتِ حق کا تذکرہ قرآن مجید میں جابجا مذکور ہے (ملاحظہ ہو اصحٰب الْاَيْكَةِ اور مَدْيَنَ) پ ۹ ع ۱۲ ع $\frac{19}{14}$

شُعَيْبًا پ ۸ ع ۹ پ ۱ ع $\frac{12}{8}$ ع $\frac{20}{16}$

فصل الغین المعجمہ

شَغَفَهَا: اس نے اس کو فریفتہ کر لیا، وہ اس کے دل میں اتر گیا، اس نے اس کے دل میں جگہ پکڑ لی (فتح) شَغَفَ شَغْفًا سے جس کے معنی محبت کے دل کے پردوں میں اتر جانے کے ہیں، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ھا ضمیر واحد مؤنث غائب، شَغَافٌ کے معنی پردہ دل کے ہیں اس لئے پردہ دل میں اتر جانے کیلئے

---

[1] مستدرک حاکم مع تلخیص ذہبی ج ۲ ص ۵۶۸ (طبع دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن) [2] الدر المنثور ج ۳ ص ۳۴۸ [3] تاریخ بغداد ج ۶ ص ۳۱۵ (طبع مصر ۱۳۴۹ھ) [4] کنز العمال ج ۶ ص ۱۲۵ [5] البدایۃ والنہایۃ ج ۱ ص ۱۸۸

شَغَفَ آتا ہے، پ ۱۲/۱۴

شُغُلٍ: دھندا، مشغلہ، شُغْل، اَشْغَال اور شُغُول جمع، پ ۲۳/۳

شَغَلَتْنَا: ہمیں مشغول کر لیا، ہمیں دھندے میں لگا لیا، (فتح) شَغَلَتْ شَغْلٌ سے جس کے معنی مشغول کر لینے کے ہیں، ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب، نا ضمیر جمع متکلم، پ ۲۶/۱۰

فصل الفاء

شَفَا: کنارہ، یہ لفظ ہلاکت سے قریب ہونے کے لئے ضرب المثل ہے، اَشْفَاہ جمع ہے، پ ۴/۲ پ ۱۱/۲

شِفَآءٌ: بیماری سے اچھا ہونا، اصل میں شَفٰی یَشْفِیْ کا مصدر ہے اور مرض سے صحت پا جانے کے لئے بطور اسم مستعمل ہے، اَشْفِیَۃٌ جمع ہے جیسے کہ سِقَآءٌ کی جمع اَسْقِیَۃٌ ہے، پ ۱۱/۱۱ پ ۱۴/۱۵ پ ۱۵/۱۹ پ ۲۴/۱۹

شَفَاعَۃٌ: سفارش کرنا، شفاعت کرنا، شَفَعَ یَشْفَعُ کا مصدر ہے، مولانا شاہ اسمٰعیل شہید نے تقویۃ الایمان میں شفاعت پر بڑی سیر حاصل بحث کی ہے جو ہدیۂ ناظرین ہے فرماتے ہیں:۔

"کان رکھ کر سن لینا چاہیے کہ اکثر لوگ انبیاء اولیاء کی شفاعت پر بہت بھول رہے ہیں اور اس کے معنی غلط سمجھ کر اللہ کو بھول گئے ہیں، سو شفاعت کی حقیقت کو سمجھ لینا چاہیے، سو سننا چاہیے کہ شفاعت کہتے ہیں سفارش کو اور دنیا میں سفارش کئی طرح کی ہوتی ہے جیسے ظاہر کے بادشاہ کے ہاں کسی کی چوری ثابت ہو جائے اور کوئی امیر وزیر اس کو اپنی سفارش سے بچا لیوے تو ایک صورت تو یہ ہے کہ بادشاہ کا جی تو اس چور کے پکڑنے ہی کو چاہتا ہے اور اس کے آئین کے موافق اس کو سزا پہنچتی ہے مگر اس امیر سے دب کر اس کی سفارش مان لیتا ہے اور اس چور کی تقصیر معاف کر دیتا ہے کیونکہ وہ امیر اس کی سلطنت کا بڑا رکن ہے اور اس کی بادشاہت کو بڑی رونق دے رہا ہے سو بادشاہ یہ سمجھ رہا ہے کہ ایک جگہ اپنے غصہ کو تھام لینا اور ایک چور سے در گذر کر جانا بہتر ہے اس سے کہ اتنے بڑے امیر کو ناخوش کر دیجئے کہ بڑے بڑے کام خراب ہو جاویں اور سلطنت کی رونق گھٹ جائے اس کو "شفاعت وجاہت" کہتے ہیں یعنی اس امیر کی وجاہت کے سبب سے اس کی سفارش قبول کی، سو اس قسم کی سفارش

اللہ کی جناب میں ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتی اور جو کوئی نبی و ولی کو یا امام اور شہید کو یا کسی فرشتہ یا کسی پیر کو اللہ کی جناب میں اس قسم کا شفیع سمجھے سو وہ اصلی مشرک ہے اور بڑا جاہل کہ اس نے خدا کے کچھ معنی ہی نہیں سمجھے اور اس مالک الملک کی قدر کچھ بھی نہ پہچانی، اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کُن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن اور فرشتے جبرئیل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے اور ایک دم میں سارا عالم عرش سے فرش تک الٹ پلٹ کر ڈالے اور ایک اور ہی عالم اس جگہ قائم کرے کہ اس کے تو محض ارادے ہی سے ہر چیز ہو جاتی ہے کسی کام کے واسطے کچھ اسباب اور سامان جمع کرنے کی کچھ حاجت نہیں اور سب لوگ پہلے اور پچھلے اور آدمی اور جن بھی سب مل کر جبرئیل اور پیغمبر ہی سے ہو جاویں تو اس مالک الملک کی سلطنت میں ان کے سبب کچھ رونق نہ بڑھ جاویگی اور جو سب شیطان اور دجال ہی سے ہو جاویں تو اس کی کچھ رونق گھٹنے کی نہیں، وہ ہر صورت سے بڑوں کا بڑا ہے اور بادشاہوں کا بادشاہ اس کا نہ کوئی کچھ بگاڑ سکے اور نہ کچھ سنوار سکے،

دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی بادشاہزادوں میں سے یا بیگماتوں میں سے یا کوئی بادشاہ کا معشوق اس چور کا سفارشی ہو کر کھڑا ہو جاوے اور چوری کی سزا نہ دینے دیوے اور بادشاہ اس کی محبت سے لاچار ہو کر اس چور کی تقصیر معاف کر دے تو اس کو شفاعتِ محبت کہتے ہیں یعنی بادشاہ نے محبت کے سبب سے سفارش قبول کر لی اور یہ بات سمجھی کہ ایک بار غصہ پی جانا اور ایک چور کو معاف کر دینا بہتر ہے اس رنج سے کہ جو اس محبوب کے روٹھ جانے سے مجھ کو ہوگا اس قسم کی شفاعت بھی اس دربار میں کسی طرح ممکن نہیں اور جو کوئی کسی کو اس جناب میں اس قسم کا شفیع سمجھے وہ بھی ویسا ہی مشرک ہے اور جاہل جیسا کہ اول مذکور ہو چکا، وہ مالک الملک اپنے بندوں کو بہتیرا ہی نوازے اور کسی کو حبیب کا اور کسی کو خلیل کا اور کسی کو کلیم کا اور کسی کو روح اللہ وجیہ کا خطاب بخشے اور کسی کو رسول کریم اور

امین اور روح القدس اور روح الامین فرماوے
مگر پھر مالک ہے اور غلام غلام، کوئی
بندگی کے رتبہ سے قدم باہر نہیں رکھ سکتا اور نہ
غلامی کی حد سے زیادہ نہیں بڑھ سکتا، جیسا
اس کی رحمت سے ہردم خوشی سے جھکتا ہے
ویسا ہی اس کی ہیبت سے رات دن زہرہ
پھٹتا ہے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ چور پر چوری ثابت
ہوگئی مگر وہ ہمیشہ کا چور نہیں اور چوری کو کچھ
اس نے اپنا پیشہ نہیں ٹھہرایا مگر نفس کی شامت
سے قصور ہوگیا سو اس پر شرمندہ ہے اور
رات دن ڈرتا ہے اور بادشاہ کے آئین کو
سرآنکھوں پر رکھ کر اپنے تئیں قصوروار سمجھتا ہے
اور لائق سزا کے جانتا ہے اور بادشاہ سے بھاگ
کر کسی امیر و وزیر کی پناہ نہیں ڈھونڈتا اور
اس کے مقابلہ میں کسی کی حمایت نہیں جتاتا
اور رات دن اسی کا منہ دیکھ رہا ہے کہ دیکھئے
میرے حق میں کیا حکم فرماوے، سو اس کا یہ حال
دیکھ کر بادشاہ کے دل میں اس پر ترس آتا ہے
مگر آئین بادشاہت کا خیال کر کے بے سبب
درگزر نہیں کرتا کہ کہیں لوگوں کے دلوں میں
اس آئین کی قدر گھٹ نہ جاوے سو کوئی امیر
وزیر اس کی مرضی پا کر اس تقصیروار کی سفارش
کرتا ہے اور بادشاہ اس امیر کی عزت بڑھانے
کو ظاہر میں اس کی سفارش کا نام کر کے اس
چور کی تقصیر معاف کر دیتا ہے سو اس امیر نے
اس چور کی سفارش اس لئے نہیں کی کہ اس کا
قرابتی ہے یا آشنا یا اس کی حمایت اس نے
اٹھائی بلکہ محض بادشاہ کی مرضی سمجھ کر کیونکہ
وہ تو بادشاہ کا امیر ہے چوروں کا تھانگی جو
چور کا حمایتی بن کر اس کی سفارش کرتا ہے تو
آپ بھی چور ہو جاتا ہے اس کو شفاعت بالاذن
کہتے ہیں یعنی یہ سفارش خود مالک کی پروانگی
سے ہوتی ہے سو اللہ کی جناب میں ایسی قسم
کی شفاعت ہو سکتی ہے اور جس نبی و ولی کی
شفاعت کا قرآن و حدیث میں مذکور ہے
سو اس کے معنی یہی ہیں۔" لہ

۱/۶،۱۵ ۳/۲ ۵/۸ ۲۶/۹،۱۵ ۲۲/۹ ۲۴/۲ ۲۵/۱۴
۲۹/۱۶

شَفَاعَتُهُمْ ان کی شفاعت، ان کی
سفارش شَفَاعَةُ مضاف، هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب
مضاف الیہ، ۳۰/۱ ۲۶/۶

لہ ماخوذ از تقویۃ الایمان، فصل ثالث

شَفَتَيْنِ: دو ہونٹ، شَفَۃٌ کا تثنیہ بحالتِ نصب و جر، شَفَۃٌ کے معنی ہونٹ کے ہیں بعض کے نزدیک اس کا لام کلمہ ہا ہے اور اصل شَفَھَۃٌ ہے پھر ہا اصلیہ حذف کر دی گئی اور دوسری ہا جو تانیث کی علامت تھی باقی رکھی گئی اور بعض کے نزدیک اس کی اصل شَفَوَۃٌ ہے، واؤ کو حذف کر کے اس کا فتحہ ماقبل کو دے دیا گیا ہے، شِفَاہٌ اور شَفَوَاتٌ جمع ہے، ۳۰/۱۵

شَفْعِ: جفت (جو طاق کی ضد ہے) جوڑا ایک چیز کا اپنی ہی جیسی چیز کے ضم ہونا، واضح رہے کہ لغت میں تو "شفع" کے یہی معنی ہیں لیکن یہاں اس سے کیا کوئی متعین شے مراد ہے تو اس بارے میں مفسرین کے متعدد اقوال ہیں صنعانی نے کہا ہے کہ شَفع و وَتر کے بارے میں بیس قول ہیں[1]، تفسیر کبیر کے تکملہ میں یہ سب اقوال درج ہیں[2]، حافظ ابو حیان اندلسی البحر المحیط میں لکھتے ہیں کہ "شفع و وتر" کے بارے میں کتاب التحریر والتحبیر میں چھتیس قول ذکر کئے جن کے پڑھنے ہی سے ہم تنگ آ گئے اپنی کتاب میں درج کرنا تو بڑی بات ہے[3]

امام محمد بن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں خوب فیصلہ کیا ہے کہ:-

"اس بارے میں صحیح بات یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے شَفع و وَتر کی قسم کھائی ہے اور روایت سے یا عقل سے شفع و وتر کی کسی نوع کی تخصیص نہیں ہوتی کہ یہی نوع ہے اور نوع نہیں اور ہر شفع و وتر کی اللہ نے قسم کھائی ہے تو جس شے کے متعلق بھی اہلِ تفسیر کا بیان ہے کہ اللہ کے اس عموم کی قسم میں داخل ہے تو اللہ نے اس کی قسم کھائی ہے"[4]

(ملاحظہ ہو وتر) ۳۰/۱۴

شُفَعَآءُ: سفارشی، سفارش کرنے والے، شفاعت کنندہ، شَفِیْعٌ کی جمع، واضح رہے کہ تمام قرآن مجید میں اس کی املاء اسی طرح عین الف کے ساتھ ہے مگر سورۂ روم میں یہ عین واؤ کے ساتھ اس طرح مرقوم شُفَعٰٓؤُا، پہلے عین ہے پھر واؤ پھر ہمزہ اور پھر الف اور واؤ اور الف کا تلفظ نہیں ہوتا ہے، ۶/۱۳ ، ۵/۲۱ ، ۲/۲۲

[1] تاج العروس، فصل الشین، باب العین
[2] ملاحظہ ہو تفسیر کبیر ج ۸، ص ۳۹۳، ۳۹۴ (طبع مصر ۱۳۲۴ھ)
[3] البحر المحیط ج ۸، ص ۴۶۸ (طبع مصر ۱۳۲۸ھ)
[4] تفسیر جامع البیان معروف بتفسیر ابن جریر ج ۳۰ ص ۱۱۴ (طبع مصر)

شُفَعَآءُكُمْ: تمہارے سفارشی، شُفَعَآءُ مضاف، کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر، مضاف الیہ، پ۹

شُفَعَآؤُنَا: ہمارے سفارشی، شُفَعَآؤُ مضاف، نَا ضمیر جمع متکلم، مضاف الیہ، پ۱۱

شَفَقَ: شفق، واضح رہے کہ شفق کے معنی میں اختلاف ہے، بعض شام کے وقت افق کی سرخی کو شفق کہتے ہیں اور بعض اس کی سپیدی کو، راغب نے جو شفق کے معنی بیان کئے ہیں وہ ان کی امامتِ فن کے شایانِ شان ہے، فرماتے ہیں "سورج کے ڈوب جانے پر دن کی روشنی اور رات کی سیاہی کی باہمی آمیزش" شفق "ہے" یہ معنی کنارہ آسمان کی سرخی اور سپیدی دونوں پر مشتمل ہیں، علامہ ابو سعادات ابن الاثیر جزری لکھتے ہیں :-

"شفق اضداد میں سے ہے، اس سرخی کے لئے بھی استعمال ہوتی ہے کہ جو مغرب میں آفتاب غروب ہونے پر نظر آتی ہے اور امام شافعی نے اسی کو لیا ہے اور اس سپیدی کے لئے بھی آتی ہے جو سرخی کے بعد مغربی افق پر باقی رہتی ہے اور امام ابو حنیفہ نے اسی کو اختیار کیا ہے"۔ [1]

شوکانی نے تفسیر فتح القدیر میں ابو حنیفہ کے قول کو نقل کر کے لکھا ہے کہ :-

ولا وجہ لھٰذا القول اس قول کی کوئی وجہ نہیں ولا متمسك لہ لا من اور نہ اس کے لئے زبان لغۃ العرب ولا من عرب سے کوئی سند ہے الشرع (ج۵ ص۳۹۶) اور نہ شرع سے۔

لیکن یہ شوکانی کی خیرہ چشمی ہے، امام ابوبکر جصاص فرماتے ہیں :-

"شفق کے بارے میں ائمہ مختلف ہیں، ابو حنیفہ سپیدی کو شفق بتاتے ہیں اور ابو یوسف، محمد، ابن ابی لیلیٰ، مالک، ثوری، حسن بن صالح اور شافعی کہتے ہیں کہ شفق سرخی ہے۔

اور سلف نے بھی شفق کے متعلق اختلاف کیا ہے کہ بعض نے سپیدی کو بتلایا ہے اور بعض نے سرخی کو جو لوگ سرخی بتاتے ہیں ان میں حضرت ابن عباس، ابن عمر، عبادہ بن الصامت اور شداد بن اوس (رضی اللہ عنہم) ہیں، اور جن سے یہ مروی ہے کہ شفق سپیدی ہے ان میں حضرت عمر بن الخطاب، معاذ بن جبل

---

[1] النہایہ فی غریب الحدیث والاثر، باب الشین مع الفاء

اور عمر بن عبدالعزیز ہیں[1] (رضی اللہ عنہم)
آگے چل کر لکھتے ہیں :-
"جب لوگوں نے شفق میں اختلاف کیا اور بعض
کہنے والوں نے سرخی کہا اور دوسروں نے
سپیدی، تو ہمیں معلوم ہوا کہ یہ نام دونوں معنی
کو شامل ہے اور لغت میں دونوں کے لئے آتا
ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ لوگ شفق کی تفسیر ان دونوں
معنی سے نہ کرتے کیونکہ وہ لوگ اسمار لغویہ اور شرعیہ
کے معانی کے عالم تھے دیکھتے نہیں جب علمار نے
قرر کے معنی میں اختلاف کیا اور بعض نے حیض
کے معنے بتائے اور بعض نے طہر کے تو اس سے
یہ ثابت ہوا کہ یہ لفظ دونوں معنی کے لئے آتا ہے
ہاں اس کے بعد یہ ضرورت پڑتی ہے کہ آیت
میں ان میں سے جو مراد ہے اس کی دلیل معلوم
کریں اور ہم سے ابوعمرو غلام ثعلب نے بیان
کیا کہ ثعلب سے شفق کے بارے میں سوال کیا
گیا کہ کیا ہے انہوں نے کہا سپیدی سائل نے
کہا کہ شواہد سرخی کے زیادہ ہیں ثعلب نے جواب
دیا کہ جو غیر حاضر ہو اس کے لئے شاہد کی ضرورت
پیش آتی ہے، بیاض (سپیدی) تو لغت میں
اس سے زیادہ مشہور ہے کہ اس کے لئے
کسی شاہد کی ضرورت ہو۔
ابوبکر کہتے ہیں اور یہ کہا جاتا ہے کہ شفق کی
اصل رقت ہے اور اسی سے ثوب شفق
(رقیق کپڑا) بولا جاتا ہے نیز اسی سے شفقۃ
ہے جس کے معنی رقتِ قلب کے ہیں اور جب
اس کی اصل یہ ٹھہری تو سپیدی کو شفق سے
زیادہ خصوصیت ہونی چاہئے کیونکہ شفق سے
مراد آفتاب کی روشنی کے باقیماندہ اجزاء رقیقہ
ہیں اور یہ اجزاء سرخی کی بہ نسبت سپیدی میں
زیادہ رقیق ہوتے ہیں"۔[2]
اخیر بحث میں ایک اور دلیل پیش کی ہے فرماتے ہیں:
"ایک اور چیز جس سے اس پر استدلال ہوتا
ہے کہ شفق سے مراد بیاض ہے یہ ہے کہ ہم آفتاب
کے طلوع ہونے سے پہلے سرخی اور اس سے قبل
سپیدی کو پاتے ہیں اور سب ایک ہی نماز کا
وقت ہے کیونکہ دونوں کی دونوں بغیر قرص
آفتاب کے ظاہر ہوئے اسی کی روشنی سے
ہوتی ہیں اسی طرح یہ ضروری ہے کہ غروب
آفتاب کے بعد بھی سرخی و سپیدی ایک ہی

[1] احکام القرآن، ج ۳، ص ۳۳۴ (طبع مصر ۱۳۴۷ھ)
[2] ایضاً، ج ۳، ص ۳۳۶

نماز کا وقت ہوں، اسی علت کی بنا پر جسے ہم نے بیان کیا ہے [1] تو ۳۰/۹

شَفِیْعٌ: شفاعت کنندہ، سفارشی، سفارش کرنیوالا، شَفَاعَۃٌ سے بروزن فَعِیْلٌ بمعنی فَاعِلٌ ہے

۷/۱۲،۱۴ ۱۱/۶ ۲۱/۱۴ ۲۳/۷

فصل القاف

شِقٍّ: مشقت، جانکاہی، راغب لکھتے ہیں کہ شِقٌّ وہ مشقت اور تکان ہے جو انسان کے نفس اور بدن کو لاحق ہوتی ہے بعض نے اس کو شَقَّ یَشُقُّ کا مصدر بتایا ہے بمعنی دشواری میں پڑنے اور دشواری میں ڈالنے کے اور بعض نے اسم قرار دیا ہے، ۷/۱۶

شَقًّا: چیرنا، پھاڑنا، شَقَّ یَشُقُّ کا مصدر ہے، ۳۰/۵

شِقَاقٍ: ضد، مخالفت، مقابلہ، اپنے دوست کی شق کو چھوڑ کر دوسری شق میں ہونا، باب مفاعلت کا مصدر ہے، علامہ ابوحیان اندلسی البحر المحیط میں لکھتے ہیں :-

"شِقَاقٌ مصدر ہے شَاقَّہٗ کا جس طرح کا ضارب ضِرابًا اور خالف خِلافًا ہوتے ہو اور اس کے معنی عداوت رکھنے اور مخالفت کرنے کے ہیں، اس کی اصل شَقٌّ سے ہے یعنی یہ ایک شق میں ہوا اور وہ ایک شق میں، شَقٌّ طرف کو کہتے ہیں، چنانچہ شاعر کہتا ہے ؎

اذا ما بکی من خلفها انحرفت لہ
بشق و شق عندنا لم یحول

(جب بچہ اس کی پشت پر سے روتا ہے تو وہ ایک جانب سے اس کی طرف مڑ جاتی ہے اور اس کی ایک طرف ہماری جانب رہتی ہے جو نہیں بدلتی)

اور بعض نے کہا ہے کہ یہ مَشَقَّۃٌ سے ماخوذ ہے کیونکہ دونوں میں سے ہر ایک اس چیز کا خواہشمند ہوتا ہے کہ جو دوسرے کو شاق ہو"، [2]

۱/۱۶ ۷/۵ ۵/۳ ۱۷/۱۴ ۲۳/۱۰ ۲۵/۱

شِقَاقِیْ: میری مخالفت، میری عداوت، شِقَاق مضاف، یْ ضمیر واحد متکلم، مضاف الیہ، ۱۲/۸

شَقَقْنَا: ہم نے چیرا، ہم نے پھاڑا، شَقٌّ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم، ۳۰/۵

شَقُوْا: وہ بدبخت ہوئے، شَقَاوَۃٌ سے ماضی کا

[1] احکام القرآن، ج ۲، ص ۳۳۹

[2] البحر المحیط، ج ۱، ص ۳۹۸

صیغہ جمع مذکر غائب (ملاحظہ ہو تَشْقٰی)، ۱۲/۹

شِقْوَتُنَا: ہماری کمبختی، شِقْوَۃٌ مضاف، نَا ضمیر جمع متکلم، مضاف الیہ، شِقْوَۃً، شَقِیَ یَشْقٰی کا مصدر ہے جس کے معنی بد بخت ہونے کے ہیں، ۱۸/۶

شُقَّۃٌ: مسافت، راغب نے شُقَّۃ کے معنی اس سمت کے لکھے ہیں جہاں پہنچنے تک مشقت لاحق ہو جائے، یہاں غزوۂ تبوک کی مسافت مراد ہے، ۱۰/۱۲

شَقِیٌّ: بدبخت، محروم، شَقَاوَۃٌ سے بروزن فَعِیْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے، اَشْقِیَاءُ جمع، ۱۲/۹

شَقِیًّا ۱۶/۴،۵،۶

فصل الکاف

شَکٌّ: شَکَّ یَشُکُّ کا مصدر ہے جس کے معنی شک کرنے کے ہیں نیز بطور اسم بھی مستعمل ہوتا ہے اور شُکُوْکٌ جمع آتی ہے، راغب اصفہانی لکھتے ہیں:-

"انسان کے نزدیک دو نقیضوں کے برابر اور مساوی ہونے کا نام شک ہے، یہ یا تو اس بنا پر ہوتا ہے کہ دونوں نقیضوں کی علامتیں متساوی طور پر پائی جاتی ہیں اور یا اس بنا پر کہ دونوں میں علامت نہیں ہوتی۔

شک کبھی تو اس شے ہی میں ہوتا ہے کہ موجود بھی ہے یا نہیں اور کبھی اس کی جنس میں کہ کس جنس سے ہے اور کبھی اس کی کسی صفت میں اور کبھی اس کی غرض کے بارے میں کہ جس کے لئے وہ شے وجود میں لائی گئی۔

شک جہل ہی کی ایک قسم ہے لیکن جہل سے اخص ہے کیونکہ جہل میں کبھی سرے سے نقیضین کا علم ہوتا ہی نہیں پس ہر شک جہل ہے لیکن ہر جہل شک نہیں، ارشاد ہے فِیْ شَکٍّ مُرِیْبٍ (ایسے تردد میں جو چین نہ لینے دے) بَلْ ھُمْ فِیْ شَکٍّ یَّلْعَبُوْنَ (کوئی نہیں وہ دھوکے میں کھیلتے) فَاِنْ کُنْتَ فِیْ شَکٍّ (سو اگر تو ہے شک میں)۔

شَکٌّ کا اشتقاق یا تو شَکَکْتُ الشَّیْءَ سے ہے جس کے معنی ہیں میں نے اس کو چاک کر ڈالا شاعر کہتا ہے

وشککت بالرمح الاصم ثیابہ
لیس الکریم علی القنا بمحرم

(اور میں نے ٹھوس نیزے سے اس کے کپڑے

سہ ملاحظہ ہو راغب۔

زرہ وغیرہ جنگ کا لباس کا مراد ہے) پھاڑ کر ڈالے نیزے پر باعزت آدمی حرام نہیں ہے)۔

گویا شک "کسی شے کا چاک ہونا اور اس طرح ہوجاتا ہے کہ رائے اس میں جمنے کے لئے اپنا کوئی ٹھکانہ نہ پا سکے اور یہ بھی صحیح ہوسکتا ہے کہ اس شک سے مستعار ہو جس کے معنی بازو کے پہلو سے چپکنے کے ہیں۔ یہ اس طرح کہ (شک میں) دونوں نقیضیں باہم اس طرح مل جاتی ہیں کہ سمجھ اور رائے کو ان کے درمیان گھسنے کا موقع نہیں ملتا۔ اہل عرب جو التبس الامر (معاملہ مشتبہ ہوگیا) اختلط الامر (معاملہ گڈمڈ ہوگیا) اشکل الامر (معاملہ مشکل ہوگیا) وغیرہ استعارات استعمال کرتے ہیں وہ بھی اسی معنی کے شاہد ہیں۔"

٢/٢ ، ١١/١٥،٣١ ، ١٢/١٠،٦ ، ١٣/١٤ ، ٢٠/١ ، ٢١/٨،١٢ ، ٢٣/١٠ ، ٢٤/٩،٢ ، ٢٥/٢،١٢

شَكَرَ: اس نے شکر کیا، اس نے قدر جانی، اس نے حق مانا، شُكْرٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، ١٩/١٨ ، ٢٧/٩

شُكْرًا: شکر کرنا، احسان ماننا، قدر پہچاننا۔ شَكَرَ يَشْكُرُ کا مصدر ہے۔ امام راغب لکھتے ہیں:-

"شکر نعمت کے تصور اور اس کے اظہار کو کہتے ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ کَشْرٌ سے مقلوب ہے جس کے معنی کھولنے کے ہیں اور کُفْرٌ اس کی ضد ہے جس کے معنی نعمت کے بھلانے اور اس کے چھپانے کے ہیں۔ دابۃ شکور وہ جانور ہے جو اپنی فربہی سے اپنے مالک کی رکھوالی کا پتہ دے رہا ہو۔

اور بعض نے کہا ہے کہ اس کی اصل عین شکریٰ ہے یعنی وہ چشمہ جو کہ پُر ہو اس اعتبار سے اپنے منعم کے ذکر سے (اوقات کے) پُر ہوجانے کا نام شکر ہے۔"

علامہ لغوی مجدالدین فیروزآبادی بصائر ذوی التمیز فی لطائف کتاب اللہ العزیز میں رقمطراز ہیں کہ:-

"شکر پانچ قاعدوں پر مبنی ہے اول شاکر کی مشکور کے لئے فروتنی، دوسرے اس سے محبت کرنا، تیسرے اس کی نعمت کا معترف ہونا، چوتھے اس نعمت کی بنا پر اس کی ثنا کرنا، پانچویں اس نعمت کو ایسی جگہ استعمال میں نہ لانا جہاں وہ ناپسند کرے۔ یہ پانچ باتیں شکر کی اساس ہیں اور ان ہی پر اس کی بنیاد ہے"

اگر ان میں سے ایک بھی معدوم ہوئی تو شکر کے قواعد میں سے ایک قاعدہ مختل ہو گیا۔ شکر کے بارے میں جس نے بھی کلام کیا ہے اس کا کلام ان ہی امور کی طرف راجع اور ان ہی میں دائر ہے[1]۔

آیہ کریمہ اِعۡمَلُوۡۤا اٰلَ دَاوٗدَ شُكۡرًا (کام کرو اے داؤد کے گھر والو احسان مان کر) کے متعلق امام راغب نے لکھا ہے کہ "بعض نے کہا ہے کہ شُكۡرًا بربنائے تمیز منصوب ہے یعنی جو کچھ بھی تم عمل کرتے ہو اس کو اللہ تعالیٰ کے شکر کے لئے کرو اور بعض نے کہا ہے کہ شُكۡرًا، اِعۡمَلُوۡا کا مفعول ہے اور اِعۡمَلُوۡا فرمایا گیا اُشۡكُرُوۡا نہیں فرمایا گیا، یہ اس لئے کہ شکر کے انواع سہ گانہ (شکر قلبی، شکر لسانی اور شکر جمیع اعضاء جوارح) کے التزام پر متنبہ کر دیا جائے۔ (ملاحظہ ہو اَشۡكُرُ اور حَمۡد) $\frac{۲۲}{۸}$

شَكَرۡتُمۡ: تم نے شکر کیا، تم نے حق مانا، تم نے احسان مانا۔ شُكۡرٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر، $\frac{۵}{۱۴}$ $\frac{۱۳}{۱۴}$

شَكۡلِهٖ: اس کی شکل، شَكۡلِ مضاف، ہ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ، شَكۡل کے معنی مثل اور مانند کے ہیں، اَشۡكَالٌ جمع، واضح رہے کہ شکل کا استعمال ہیئت و صورت کے بارے میں ہوتا ہے اور نِدٌّ کا جنسیت میں اور شِبۡهٌ کا کیفیت میں۔ $\frac{۲۳}{۱۳}$

شَكُوۡرٌ: بڑا شکرگزار، بڑا احسان ماننے والا، بڑا قدردان، شُكۡرٌ سے بروزن فَعُوۡلٌ صفت کا صیغہ ہے، مبالغہ کے اوزان میں سے ہے، مذکر و مؤنث دونوں کے لئے یکساں استعمال ہوتا ہے، شُكُرٌ جمع ہے، شکور وہ بندہ ہے کہ جو اطاعتِ الٰہی اور اس عبادت کی بجا آوری کے ذریعہ کہ جو اس پر مقرر کی گئی ہے، حق تعالیٰ کی شکرگزاری میں خوب کوشاں ہو، یہ بھی واضح رہے کہ شَكُوۡرٌ اسمائے حسنیٰ میں سے ہے جب اللہ سبحانہ کی صفات میں اس کا استعمال ہوگا تو اس کے معنی بڑے قدردان یعنی تھوڑے کام پر بہت ثواب دینے والے کے ہوں گے، $\frac{۱۳}{۱۳}$ $\frac{۲۱}{۱۳}$ $\frac{۲۲}{۱۹،۸}$ $\frac{۲۵}{۵،۴}$ $\frac{۲۸}{۱۶}$

شَكُوۡرًا $\frac{۱۵}{۳}$

شُكُوۡرًا: شکرگزاری، شکر کرنا۔ شَكَرَ يَشۡكُرُ کا مصدر ہے۔ $\frac{۱۹}{۴}$ $\frac{۲۹}{۱۹}$

[1] تاج العروس، فصل الشین باب الراء

فصل المیم

شِمَال: جانبِ شمال، بائیں طرف، یمین کا مقابل ہے، اسم ہے اَشْمُلٌ اور شُمُلٌ جمع، ۱۴/۱۵،۱۴ — ۲۲/۸ — ۲۶/۱۶ — ۲۷/۱۵ — ۲۹/۹

شِمَالِهٖ: اس کی بائیں طرف، شِمَالِ مضاف ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب، مضاف الیہ، ۲۹/۵

شَمَائِلِ: بائیں طرف، بائیں جانب شِمَالٌ کی جمع خلافِ قیاس، ۱۴/۱۲

شَمَآئِلِهِمْ: ان کے بائیں سے، شَمَائِلِ مضاف ھِمْ ضمیر مذکر غائب مضاف الیہ ۸/۹

شَمْس: سورج کو بھی کہتے ہیں اور دھوپ کو بھی، شُمُوسٌ جمع، ۳/۳ — ۷/۱۵،۱۸ — ۸/۱۴ — ۱۱/۶ — ۱۲/۱۱ — ۱۳/۷،۱۷ — ۱۴/۸ — ۱۵/۹،۱۴ — ۱۶/۲،۱۷ — ۱۷/۳،۹ — ۱۹/۳،۱۷ — ۲۱/۲،۱۲ — ۲۲/۱۴ — ۲۳/۲،۱۵ — ۲۴/۱۹ — ۲۶/۱۷ — ۲۷/۱۱ — ۲۹/۹،۱۷ — ۳۰/۲،۱۶

شَمْسًا ۲۹/۱۹

فصل النون

شَنَآنٌ: دشمنی کرنا، بغض رکھنا، یہ مصدر سماعی ہے خلافِ قیاس، اس کا فعل فَتَحَ اور سَمِعَ دونوں سے آتا ہے۔ ۶/۵،۶

فصل الواو

شُوَاظٌ: شعلے، آنچ جس میں دھواں نہ ہو، اسم ہے، ۲۷/۱۲

شَوْبًا: ملونی، ملاوٹ، آمیزش، شَابَ یَشُوْبُ کا مصدر ہے، ۲۳/۶

شُوْرٰی: مشورہ کرنا، قاضی شوکانی لکھتے ہیں کہ:-

"شوریٰ شاورتہ (بابِ مفاعلت) کا مصدر ہے جیسے کہ بشریٰ ذکریٰ ہے[۱]" ۲۵/۵

شَوْكَةِ: کانٹا، شوکت کے معنی اصل میں تو کانٹے کے ہیں اور مجازاً اعتبار اور سختی کے معنی میں بھی اس کا استعمال ہوتا ہے، ۹/۱۵

شَوٰی: کلیجہ، منہ کی کھال، سر کی کھوپڑی لغت میں اس کا استعمال تینوں معانی میں ہوتا ہے راغب لکھتے ہیں کہ شَوٰی کے معنی اطراف البدن کے ہیں جیسے کہ ہاتھ اور پیر، یہ شَوَاۃٌ کی جمع ہے جیسے کہ نوی نَوَاۃٌ کی ہے علامہ ابو حیان اندلسی نے اس کے حسب ذیل معانی نقل کئے ہیں: سر کی کھال، النسان

---

[۱] فتح القدیر ج ۴ ص ۵۲۶ (طبع مصر ۱۳۵۰ھ)

کی کھال، حیوان کے ہاتھ پاؤں ہر عضو کہ جہاں سے قتل نہ کیا جاتا ہو[1]، اور سر کی کلغی وغیرہ کے معنی کتب لغت میں مذکور ہیں، ۲۹/۷

فصل الہاء

شِہَابٌ: انگارا، فضا میں جو تارا ٹوٹتا ہوا نظر آتا ہے، ابن السکیت اور ابو الہیثم سے انگارے ہی کے معنی منقول ہیں اور راغب نے شہاب کے معنی اس چمکدار شعلے کے بتائے ہیں جو بھڑکتی ہوئی آگ میں یا فضا میں ابر کے اندر ہوتا ہے، شُہُبٌ، شُہْبَانٌ، شِہْبَانٌ، اَشْہُبٌ جمع، ۱۴/۲ ۱۹/۱۶ ۲۳/۵

شِہَابًا ۲۹/۱۱

شَہٰدٰتٌ: گواہیاں، شَہَادَۃٌ کی جمع ہے، (ملاحظہ ہو شَہَادَۃٌ) ۶/۱

شَہٰدٰتِہِمْ: ان کی گواہیاں، شَہَادَاتٌ مضاف ہِمْ ضمیر جمع مذکر غائب، مضاف الیہ، ۲۹/۷

شَہَادَتُنَا: ہماری گواہی، شَہَادَۃٌ مضاف نَا ضمیر جمع متکلم، مضاف الیہ، ۷/۶

شَہَادَتُہُمْ: ان کی گواہی، شَہَادَۃٌ مضاف ہُمْ ضمیر جمع مذکر غائب، مضاف الیہ۔ ۲۵/۴

شَہَادَتِہِمَا: ان دونوں کی گواہی، شَہَادَۃِ مضاف ہِمَا ضمیر تثنیہ مذکر غائب، مضاف الیہ، ۷/۶

شَہَادَۃٌ: گواہی، قطعی خبر، ظاہر، کھلا، اصل میں تو یہ شَہِدَ یَشْہَدُ کا مصدر ہے لیکن اسم ہو کر بھی استعمال ہوتا ہے، شَہَادَاتٌ جمع، امام راغب لکھتے ہیں:

"شُہُودٌ اور شَہَادَۃٌ کے معنی اس کے حضور (موجود رہنا، سامنے ہونا) کے ہیں جو مشاہدہ کے ساتھ ہو، خواہ مشاہدہ بصر کے ساتھ ہو یا بصیرت کے ذریعہ اور کبھی صرف حضور کو بھی کہتے ہیں جیسے عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّہَادَۃِ (دانائے غیب وظہور ہے) لیکن شُہُودٌ کا استعمال حضور مجرد کے ساتھ اولیٰ ہے اور شَہَادَۃٌ کا اس حضور کے لئے کہ جو مشاہدہ کے ساتھ ہو، نیز شہادۃ وہ بیان ہے جو اس علم کی بنا پر سرزد ہو کہ جو مشاہدہ بصیرت یا مشاہدہ بصر کے ذریعہ حاصل ہوا ہو۔"

۱/۱۶ ۳/۷ ۶/۴،۸،۱۵ ۱۱/۲ ۱۳/۸ ۱۸/۵،۷ ۲۱/۱۴ ۲۴/۲ ۲۸/۶،۱۱،۱۶،۱۷

[1] دیکھو البحر المحیط، ج ۸، ص ۳۳۰

شُهُبًا: انگارے، شِہَابٌ کی جمع جس طرح کہ کُتُبٌ کِتَابٌ کی جمع ہے ، پ۲۹/۱۱

شَہِدَ: اس نے پایا، اس نے گواہی دی، پہلے معنی کے اعتبار سے شُہُوْدٌ سے اور دوسرے معنی کے اعتبار سے شَہَادَۃٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب راغب لکھتے ہیں :-

"شَہِدَ کا استعمال دو طرح پر ہوتا ہے ایک تو علم کی جگہ آتا ہے اور اسی لفظ سے شہادت قائم ہوتی ہے اور کہا جاتا ہے اشہد بکذا (میں گواہی دیتا ہوں) اور گواہ کا اَعْلَمُ کہنا قبول نہیں بلکہ اشہد کہنے کی ضرورت ہے، اور دوسرے قسم کے مقام پر چنانچہ اشہد باللہ ان زیدا منطلق (میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ زید چل رہا ہے) کہے گا تو قسم ہو جائیگی، اور بعض نے کہا ہے کہ اگر اَشْہَدُ ہی کہا بِاللّٰہِ نہ کہا تب بھی قسم ہو جائے گی :،

پ۲/۷ ، پ۳/۱۰ ، پ۴/۱۳ ، پ۱۴/۱۷ ، پ۲۵/۱۳ ، پ۲۶/۱

شُہَدَآءَ: موجودین، حاضرین، شاہد، نگران، گواہ بنانے والے، شہادت پانے والے، شہید، علامہ ابو حیان اندلسی لکھتے ہیں :-

"شُہَدَآءُ، شَہِیْدٌ کی جمع ہے جو مبالغہ کے لئے ہے جیسے کہ علیم اور علماء، یہ بھی بعید نہیں کہ شاہد کی جمع ہو جیسے کہ شاعر اور شعراء، پر فُعَلَآءُ فَاعِل کا باب نہیں ہے[1]"

اور آگے چل کر لکھا ہے کہ :-

"اس کا شہید کی جمع ہونا شاہد کی جمع ہونے سے زیادہ بہتر ہے کہ فعیل کی جمع کے قاعدہ پر جاری ہے[2]"

پ۱/۱۶ ، پ۲/۱ ، پ۳/۷ ، پ۴/۱،۷ ، پ۵/۶،۱۷ ، پ۶/۶،۱۱ ، پ۸/۴ ، پ۱۴/۱۴

پ۱۸/۷،۸ ، پ۲۳/۴ ، پ۲۷/۱۸

شُہَدَآءَکُمْ: تمہارے مددگار، تمہارے گواہ، شُہَدَآءَ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر، مضاف الیہ، آیۂ کریمہ وَادْعُوْا شُہَدَآءَکُمْ کی تفسیر بر اس شے سے کی گئی ہے کہ شہادت کے معنی جس کے مقتضی ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مددگار کے معنی لئے ہیں، مجاہد نے کہا ہے کہ جو لوگ تمہاری گواہی دیں، بعض کا قول ہے کہ جن کے موجود ہونے کا اعتبار ہو ، پ۱/۳ ، پ۸/۴

شَہِدْتُّمْ: تم نے بلایا، تم نے گواہی دی، شَہَادَۃٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر، پ۲۳/۱۷

---

[1] البحر المحیط، ج ۱ ص ۱۰۲

[2] ایضاً ، ص ۱۰۶

شَهِدْنَا: ہم نے اقرار کر لیا، ہم نے بیان کیا، ہم موجود تھے، ہم نے دیکھا، شُهُود اور شَهَادَة سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم، راغب نے لکھا ہے کبھی شہادت سے اقرار کرنا بھی مراد ہوتا ہے، پ ۳/۳ پ ۹/۱۲ پ ۱۳/۴ پ ۱۹/۱۹

شَهِدُوْا: انہوں نے گواہی دی، انہوں نے اقرار کیا، وہ موجود تھے، انہوں نے دیکھا، شُهُوْد اور شَهَادَة سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب، پ ۳/۱۷ پ ۱۱/۱۴ پ ۵/۱۳، ۱۱ پ ۲۵/۸

شَهْر: مہینہ، اَشْهُر اور شُهُوْر جمع، مہینہ کی دو قسمیں ہیں، قمری جس کا شمار چاند کے دیکھنے سے ہوتا ہے اور شمسی جس کا شمار آفتاب کے ایک برج سے دوسرے برج میں داخل ہونے سے ہوتا ہے۔ احکامِ شرعی میں قمری ماہ کا اعتبار ہے، مہینہ کا نام شہر اس لئے ہوا کہ لوگوں میں اس کے شروع ہونے اور گزر جانے کی شہرت ہوتی ہے۔ پ ۲/۷، ۷، ۱۱ پ ۶/۵ پ ۴/۳ پ ۲۳/۸ پ ۳۰/۲۲، شَهْرًا پ ۱/۱۱ پ ۲۶/۲

شَهْرَيْنِ: دو مہینے، شَهْر کا تثنیہ بحالت نصب وجر، پ ۵/۱ پ ۲۸/۱

شَهَوَات: مرغوب چیزیں، مزے، شَهْوَة کی جمع، پ ۳/۱۰ پ ۵/۲ پ ۱۱/۲

شُهُوْد: اپنی آنکھوں سے دیکھنے والے، حاضرین، موجودین، شاہد، شَاهِد کی جمع ہے جیسے کہ سُجُوْد سَاجِد کی، پ ۳۰/۱

شُهُوْدًا پ ۱۱/۱۲ پ ۲۹/۱۵

شُهُوْر: مہینے، شَهْر کی جمع ہے، پ ۱۰/۱۱

شَهْوَة: شہوت، للچانا، خواہش کرنا، آرزو کرنا، مصدر ہے، اس کا فعل باب نَصَرَ اور سَمِعَ دونوں سے آتا ہے، مصباح میں ہے کہ شہوۃ کسی شے کی طرف نفس کے اشتیاق کا نام ہے، اس کی جمع شَهَوَات آتی ہے، امام راغب لکھتے ہیں:-

"شہوۃ، اصل میں جس چیز کی تمہیں خواہش ہو اس کی طرف جی کے للچانے کو کہتے ہیں، دنیا میں اصل کی دو قسمیں ہیں، ایک سچی، دوسرے جھوٹی، شہوتِ صادقہ تو وہ ہے جس کے بغیر بدن مختل ہو جائے جیسے بھوک کے وقت کھانے کی اشتہا ہوتی ہے اور شہوتِ کاذبہ وہ ہے جس کے بغیر بدن میں اختلال نہ ہو اور کبھی مُشتہیٰ (جس چیز کی چاہت ہو) اس کو بھی شہوت سے موسوم کرتے ہیں نیز اس قوت کو بھی جو کسی شے کی اشتہا کرتی ہے شہوت کہا جاتا ہے، آیۂ شریفہ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ (الخ) میں ...) رکھ دی گئی ہے

لوگوں کے لئے مزوں کی چاہت ہیں) دونوں شہوتوں کی محتمل ہے اور ارشاد اِتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ (پیچھے ہو لئے مزوں کے) یہ جھوٹی شہوتیں اور ایسی مشتبہات ہیں کہ جن سے استغفار ہونا چاہئے۔

شَهِيْدٌ: گواہ، شاہد، نگران احوال کہنے والا، اقرار کرنے والا، امام راغب نے لکھا ہے کہ شہید شاہد کو بھی کہا جاتا ہے اور کسی چیز کے مشاہدہ کرنے والے کو بھی، علامہ ابوالسعادات مبارک ابن الاثیر جزری النہایہ فی غریب الحدیث والآیہ میں رقمطراز ہیں:۔

"حق تعالیٰ کے اسماء میں شہید وہ ذات ہے جس کے علم سے کوئی چیز غائب نہ ہو اور شاہد کے معنی حاضر کے ہیں، فَعِیْل فاعل کے معنی میں مبالغہ کے اوزان سے ہے، جب مطلق علم کا اعتبار ہو تو اللہ علیم ہے اور امور باطنہ کا خیال کیا جائے تو خبیر ہے اور امور ظاہرہ کیطرف نسبت ہو تو شہید ہے اور کبھی اس معنی کے ساتھ یہ بھی ملحوظ ہوتا ہے کہ وہ قیامت میں خلق پر گواہ ہو گا۔" [۲]

اور شرع میں شہید وہ شخص ہے جو اللہ کی راہ میں قتل کیا گیا ہو، شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی موضح القرآن سورہ نساء میں زیر آیۃ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ الآیۃ فرماتے ہیں:۔

"نبی وہ لوگ جن کو اللہ کی طرف سے وحی آوے یعنی فرشتہ ظاہر میں پیغام کہہ جاوے اور صدیق وہ کہ جو وحی میں آوے ان کا جی آپ ہی اس پر گواہی دے اور شہید وہ جن کو پیغمبر کے حکم پہ ایسا صدق آیا کہ اس پر جان دیتے ہیں اور نیک بخت (صالح) وہ جن کی طبیعت نیکی ہی پر پیدا ہوئی ہے۔"

اس معنی میں شہید کا اشتقاق آیا شَهَادَةٌ سے ہے یا مُشَاهَدَةٌ سے یا شُهُوْدٌ سے نیز فَعِيْلٌ بمعنی فَاعِلٌ ہے یا مَفْعُوْلٌ ہے اس پر علامہ ابوالقاسم عبدالرحمٰن سہیلی نے الروض الانف میں نفیس بحث لکھی ہے جس کا اقتباس ہدیۂ ناظرین ہے، فرماتے ہیں:۔

"یہ اسم شَهَادَةٌ سے ماخوذ ہے یا مُشَاهَدَةٌ سے اگر شَهَادَةٌ سے ہے تو شَهِيْدٌ بمعنی مَشْهُوْدٌ ہے یعنی اس کے حق میں جنت کی

---

[۱] ابن سیدہ کہتے ہیں یعنی وہ جاننے والا کہ جو جانے بیان کر دے، (تاج العروس)

[۲] النہایہ باب الشین مع الیاء،

شہادت دی گئی ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شَہَادَۃٌ ہی سے ماخوذ ہو اور فَعِیْلٌ بمعنے فَاعِلٌ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ یعنی تم لوگوں پر گواہی دو گے اور یہ چیز گو ساری امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کے بارے میں عام ہے پر شہداء کے لئے یہ نام اولیٰ ہے کیونکہ وہ صدیقین و انبیاء کے پیچھے ہی ہیں، اللہ سبحانہٗ فرماتا ہے فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ سو شہید کے معنی میں یہ دو وجہیں تو جب ہیں کہ اس کو شَہَادَۃ سے مشتق قرار دو۔"

اور اگر مُشَاهَدَۃٌ سے ماخوذ ہو تب بھی فَعِیْلٌ بمعنی فَاعِلٌ ہے کہ شہید ملکوتِ الٰہی کا مشاہدہ کرتا اور اللہ کے ان فرشتوں کا معائنہ کرتا ہے جنہیں اور کوئی نہیں دیکھتا اور مُشَاهَدَۃٌ سے بمعنی مَفْعُوْلٌ بھی ہو سکتا ہے یعنی بایں معنی کہ فرشتے اس کے فیض اور اس کی روح کے عروج کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

ان سب وجہوں میں صحت کے اعتبار سے اولیٰ یہی ہے کہ فَعِیْلٌ بمعنی مَفْعُوْلٌ ہو اور معنی یہ ہوں گے کہ اس کے لئے جنت کی شہادت دی گئی ہے یا نبی علیہ السلام کی اس کے لئے شہادت ہوگی چنانچہ آپ کا ارشاد ہے کہ هٰٓؤُلَآءِ الذین اشہد علیہم (یہ وہ لوگ ہیں جن پر میں گواہی دوں گا) پس یہ وجہ بحیثیت حدیث کے بھی قوی ہے اور بلحاظ عربیت ایک اور وجہ سے بھی، وہ یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب شہداء کا ذکر کیا تو فرمایا والمرأۃ تموت بجمع شہید (اور عورت کی زچگی سے مرے شہید ہے) اور شَہِیْدَۃٌ نہیں فرمایا، اور دوسری روایت میں ہے کہ والنفساء شہید یجرھا جنینھا بسورہ الی الجنۃ (نفاس والی عورت شہید ہے اسے اس کا بچہ اپنے نال سے جنت کی طرف کھینچے گا) پر شَہِیْدَۃٌ نہیں فرمایا اور فَعِیْل جب مؤنث کی صفت ہو تو تا اسی وقت میں نہ ہوگی جب کہ وہ بمعنے مَفْعُوْلٌ ہو جیسے اِمْرَأَۃٌ قتیل اور جرح ہیں اور اگر بمعنے فاعلٌ ہو تو مؤنث تا کے ساتھ آئے گی جیسے امرأۃ علیمۃ اور رحیمۃ وغیرہ ہیں اس سے پتہ چلا کہ شہید بمعنی مشہود (جس کے لئے گواہی دی گئی ہو) اور مشہود علیہ (جس پر گواہی دی گئی ہو) ہے اور یہ لغت سے تو

استقراء صحیح اور حدیث سے استنباط بدیع ہے
سو علم میں ہے ،، [۱]

شُهَدَآءَ: جمع، ۳/۷، ۴/۱، ۵/۳، ۶/۸،۶، ۱۱/۱۰، ۱۴/۹، ۲۳/۱۲
۲۵/۱، ۲۶/۱۶،۱۷، ۲۹/۱، ۳۰/۱۰،۲۵

شَهِيدًا: ۲/۱، ۵/۲،۳،۷،۸، ۶/۲،۳، ۷/۶، ۱۱/۸
۱۳/۱۲، ۱۳/۱۸، ۱۵/۱۱، ۱۷/۱۷، ۳۰/۱۰، ۲۱/۲، ۲۲/۴، ۲۶/۱،۱۲

شَهِيدَيْنِ: دو گواہ، دو شاہد، شَهِيد کا تثنیہ
بحالت نصب و جر، ۳/۷

شَهِيقٌ: دھاڑنا، چلانا، سائیں سائیں کرنا،
گدھے کا آواز کرنا، مصدر ہے، اس کا فعل باب
ضَرَبَ، سَمِعَ اور فَتَحَ تینوں سے استعمال ہوتا
ہے، ۱۲/۹، شَهِيقًا ۲۹/۱

فصل الیاء المثناۃ

شَيْءٌ: چیز، کچھ، علامہ ابو المسعود بن محمد العمادی
اپنی مشہور تفسیر ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب
الکریم میں رقمطراز ہیں :-
" لفظ شَيْءٌ اپنے مفہوم لغوی کے اعتبار سے
ہر اس چیز کے لئے آتا ہے کہ جس کو معلوم کیا
جا سکے اور اس کے متعلق خبر دی جا سکے، خواہ
کچھ ہی ہو، یہ اصل میں شَآءَ کا مصدر ہے جو
ایک مفہوم کے لئے بولا جاتا ہے اور اس مفہوم
میں صرف اس پر اکتفاء کی گئی ہے کہ اس سے
مشیئۃ کے تعلق کا اعتبار ہو، خواہ علم کی حیثیت
سے خواہ خبر دینے کی حیثیت سے "

علامہ حسن بن محمد نظام نیشاپوری تفسیر غرائب القرآن
و رغائب الفرقان میں لکھتے ہیں :-
" لفظ شَيْءٌ اعم العام ہے جس طرح کہ اللہ اخص
الخاص ہے، یہ جوہر و عرض، قدیم و حادث بلکہ
محال و معدوم تک کے لئے آتا ہے " [۱]

۱/۲، ۳، ۱۳، ۱۴ — ۲/۳، ۳، ۶، ۱۳ — ۳/۲، ۳، (۴)، ۷، ۹، ۹، ۱۱
۴/۱، ۴، ۷، ۸، ۱۰، ۱۲ — ۵/۲، ۵، ۸، ۱۴، ۱۵
۶/۶، ۷، ۱۰، ۱۳ — ۷/۳، ۴، ۶، ۱۰، ۱۱، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۸، ۱۹
۸/۱، ۵، ۶، ۷ — ۹/۱، ۷، ۹، ۱۳ — ۱۰/۱، ۴، ۶، ۱۲
۱۱/۳، ۱۷ — ۱۲/۲، ۵، ۷، ۹، ۱۵ — ۱۳/۲، ۶، ۸، ۱۵، ۱۸
۱۴/۲، ۱۱، ۱۲، ۱۶، ۱۷، ۱۹ — ۱۵/۲، ۵، ۱۶، ۱۸، ۲۰، ۲۱
۱۶/۱، ۲، ۱۱، ۱۴ — ۱۷/۳، ۶، ۸، ۹ — ۱۸/۵، ۱۱، ۱۲، ۱۵، ۱۶
۱۹/۶، ۷ — ۲۰/۳، ۹، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۶ — ۲۱/۲، ۷، ۸، ۱۴، ۱۹
۲۲/۲، ۳، ۴، ۸، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۵، ۱۷، ۱۸، ۱۹ — ۲۳/۴، ۱۰
۲۴/۳، ۴، ۷، ۱۲، ۱۷، ۱۹ — ۲۵/۱، ۲، ۳، ۵ — ۲۶/۳، ۴، ۱۱

---

[۱] الرد علی الالفت، ج ۲، ص ۱۵۱ (طبع جمالیہ مصر ۱۳۳۲ھ)

۲۶/۱۴، ۱۵ — ۲۷/۱، ۲، ۳، ۴، ۸، ۱۰، ۱۷، ۲۰ — ۲۸/۱، ۲، ۳، ۴،
۲۸/۷، ۱۰، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۲۰ — ۲۹/۱، ۲، ۱۲ — ۳۰/۱، ۵، ۱۰

شَیْئًا ۱/۵، ۶ — ۲/۵، ۱۰، ۱۳ — ۳/۷، ۱۰، ۱۵ — ۴/۶، ۹، ۱۴ — ۵/۷ — ۶/۷، ۱۰ — ۷/۴، ۱۱ — ۸/۶ — ۹/۱۴، ۱۶ — ۱۰/۷، ۱۰، ۱۲ — ۱۱/۹، ۱۰ — ۱۲/۵ — ۱۳/۸، ۱۵، ۱۶، ۱۷ — ۱۵/۸، ۱۷، ۲۲ — ۱۶/۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹ — ۱۷/۴، ۸، ۱۱، ۱۷ — ۱۸/۱، ۱۳، ۱۶ — ۲۱/۱۳ — ۲۲/۴ — ۲۳/۱، ۳، ۴ — ۲۴/۲، ۱۳ — ۲۵/۵، ۱۷، ۱۸ — ۲۶/۱، ۸، ۱۰، ۱۴ — ۲۷/۴، ۹ — ۲۸/۲، ۱۳ — ۲۸/۱۰، ۲۰ — ۲۹/۱۹ — ۳۰/۷

شَیَاطِیْنَ : شیاطین، شَیْطَانٌ کی جمع مکسر ہے (ملاحظہ ہو شَیْطَانٌ) ۱/۱۲ — ۷/۱۵ — ۸/۱، ۱۰ — ۱۵/۳ — ۱۶/۸، ۹ — ۱۷/۶ — ۱۸/۶ — ۱۹/۱۵ — ۲۳/۶، ۱۲ — ۲۹/۱۱

شَیَاطِیْنِهِمْ : ان کے شیطان، شَیَاطِیْنِ مضاف، هِمْ ضمیر جمع مذکر غائب، مضاف الیہ، ۱/۲

شَیْبًا : بڑھاپا، سر کے سپید ہونے کو شَیْب کہتے ہیں، شَابَ یَشِیْبُ کا مصدر ہے، ۱۶/۴

شِیْبًا : بوڑھے، اَشْیَبُ کی جمع جیسے بِیْضٌ اَبْیَضُ کی جمع ہے۔ ۲۹/۱۳

شَیْبَةً : بڑھاپا، بالوں کا سپید ہونا، یہ بھی شَابَ یَشِیْبُ کا مصدر ہے، ۲۱/۶

شِئْتَ : تو نے چاہا، مَشِیْئَۃٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر (ملاحظہ ہو شَآءَ) ۹/۹ — ۱۶/۱ — ۱۸/۱۵

شِئْتُمْ : تم نے چاہا، مَشِیْئَۃٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر، ۱/۲ — ۲/۱۲ — ۹/۱۰ — ۲۳/۱۶ — ۲۴/۱۹

شِئْتُمَا : تم دونوں نے چاہا، مَشِیْئَۃٌ سے ماضی کا صیغہ تثنیہ مذکر حاضر، ۱/۴ — ۸/۹

شَیْخٌ : بوڑھا، ابن سیدہ نے المخصص میں، اور قزاز نے جامع میں لکھا ہے کہ پچاس سے لے کر اسی برس کے بوڑھے کو شَیخ کہتے ہیں[1]، شُیُوْخٌ اور اَشْیَاخٌ جمع ہے آیہ شریفہ وَاَبُوْنَا شَیْخٌ کَبِیْرٌ (اور ہمارا باپ بوڑھا ہے بڑی عمر کا) میں شیخ کبیر سے کون مراد ہیں، اس کے متعلق حافظ عماد الدین بن کثیر لکھتے ہیں کہ:

"اس بارے میں علماء نے اختلاف کیا ہے کہ یہ شیخ کون ہیں؟ چنانچہ بیان کیا گیا ہے حضرت شعیب علیہ السلام ہیں، اکثر کے نزدیک یہی مشہور ہے اور حضرت حسن بصری اور امام مالک بن انس نے اسی کی تصریح کی ہے اور ایک حدیث میں بھی یہ مصرح آیا ہے لیکن اس کی اسناد میں نظر ہے[2]"

اس سلسلہ میں حضرت سعد بن سلمہ عنزی رضی اللہ عنہ کی روایت کا ذکر حضرت شعیب علیہ السلام کے تذکرہ

[1] تاج العروس، فصل الشین من باب الخاء
[2] البدایہ والنہایہ، ج ۱، ص ۲۴۴ (طبع مصر ۱۳۴۸ھ)

گزر چکا ہے اور ابن ماجہ، بزار، ابن المنذر، ابن ابی حاتم طبرانی اور ابن مردویہ نے حضرت عتبہ بن الندر سلمی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں ایک طویل روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آٹھ یا دس برس تک تو اپنے کو اجرت پر رکھا پھر جب مدت پوری کر چکے تو حضرت شعیب سے جدا ہونے کا ارادہ کیا تو اپنی اہلیہ کو حکم دیا کہ اپنے والد بزرگوار سے کچھ بکریاں مانگ لیں کہ جن سے گزران کریں[۱] اس روایت میں بھی حضرت شعیب علیہ السلام کے نام کی تصریح کی ہے لیکن حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ اس حدیث کا دار و مدار عبد اللہ بن لہیعہ مصری پر ہے اور اس کے حافظہ میں خرابی ہے مجھے یہ ڈر ہے کہ اس کا مرفوع ہونا غلط ہے[۲] ن پ

شَيْـًٔا ، پ ۱۲ ، پ ۳

شَيْطَان: شیطان، سرکش، شریر، امام محمد بن جریر طبری فرماتے ہیں :-

"عربی زبان میں ہر سرکش شیطان ہے جن میں سے ہو انسانوں میں سے ہو جو چوپایوں میں سے ہو غرض ہر شے سے ہو اور اسی طرح ارشاد ہے پروردگار جل شانہ کا وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَ الْجِنِّ (اور اسی طرح کر دیا ہم نے ہر نبی کے لئے دشمن شریر آدمیوں کو اور جنوں کو) کم کہ انسانوں میں سے بھی اسی طرح شیاطین قرار دئے ہیں جس طرح کہ جنوں میں سے قرار دئے ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب آپ ایک ترکی گھوڑے پر سوار ہوئے، وہ لگا اٹھکیلیاں کرنے، آپ نے اسے مارنا شروع کیا پر اس کی اٹھکیلیاں اور بڑھتی ہی گئیں، تب آپ اس پر سے اتر آئے اور فرمانے لگے کہ تم نے تو مجھے شیطان ہی پر سوار کر دیا، میں اس سے اس وقت تک نہیں اترا جب تک میں نے اپنے آپ میں تبدیلی محسوس نہ کی "[۳]

سیبویہ نے جو لغتِ عربیت کے امام ہیں الکتاب میں کبھی اس کے نون کو زائد لکھا ہے اور کبھی اصلی[۴]، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے اشتقاق

---

[۱] الدر المنثور، ج ۵، ص ۱۲۶ (طبع مصر)
[۲] تفسیر ابن کثیر، ج ۳، ص ۳۸۶ (طبع مصر)
[۳] تفسیر ابن جریر، ج ۱، ص ۳۶، ۳۷ (طبع مصر)
[۴] تاج العروس فصل الشین من باب الطاء

میں اختلاف ہے بصریوں کے نزدیک اس کا وزن فَیْعَالٌ ہے لہٰذا اس کا نون اصلی ہے اور شَطَنَ سے مشتق ہے جس کے معنی دور ہونے کے ہیں اور اسم فاعل شَاطِنٌ ہے اور کوفیوں کے نزدیک اس کا وزن فَعْلَانٌ ہے اور نون زائد ہے اور شَاطَ يَشِيْطُ سے مشتق ہے جس کے معنی ہلاک ہونے کے آتے ہیں اس کی مؤنث شَيْطَانَةٌ ہے اور شَيْطَانٌ کی جمع شَيَاطِيْنُ ہے جس طرح کہ غَرْثَانٌ کی جمع غَرَاثِيْنُ. فرّاء نے یہی مثال بیان کی ہے، علامہ ابوحیان نے کہا ہے کہ غَرْثَانٌ کی طرح یہ اسی صورت میں ہوگا جب کہ اس کا نون زائد ہو[1]، امام ابوجعفر طبری فرماتے ہیں کہ:-

"ہر شے کو جو سرکش ہو، شیطان سے اس لئے موسوم کیا گیا کہ اس کے اخلاق اور افعال اپنے تمام ہم جنسوں کے اخلاق اور افعال سے جدا ہوتے ہیں اور وہ خیر سے بعید ہوتا ہے اس معنی کے اعتبار سے شَيْطَانٌ شَيْطَنَ سے بروزن فَيْعَالٌ ہے[2]"

اور جن لوگوں کے نزدیک کہ شیطان بروزن فعلان ہے اور اس کا اشتقاق شاط سے ہے چونکہ شَيَّطَ کا استعمال جلنے، ہلاک ہونے، جانے، باطل ہونے، غرض کئی معنوں میں ہوتا ہے اور سرکش و متمرد میں یہ ساری صفتیں یکجائی موجود ہیں، وہ دنیا میں غصہ اور حسد سے جیا مرتا ہے اور آخرت میں دوزخ میں جلے گا اور ہلاک ہوگا، خود غلط راہ پر جاتا اور اوروں کو لیجاتا ہے، باطل پر ہے یعنی غلط کار ہوتا ہے اس لئے کسی نے کسی معنی کے اعتبار سے اس کی وجہ تسمیہ بیان کی ہے اور کسی نے کسی معنی کے لحاظ سے بہرحال اتنا یاد رہے کہ جلنے کے معنی تو حقیقی ہیں اور اور معنی مجازی۔[3]

عرف میں شیطان سے مراد ابلیس علیہ اللعنۃ ہے اور جب الشیطان الف لام کے ساتھ کہا جائیگا یہی مراد ہوگا جس طرح کہ ابلیس اس کا نام اس لئے ہوا کہ اِبْلَاسٌ کے معنی ناامید ہونے کے ہیں اور وہ رحمت حق سے ناامید ہے اسی طرح شَطَنَ کے معنی دور ہونے کے ہیں اور شیطان نیکی سے دور ہے[4] اور شَاطَ يَشِيْطُ کا استعمال غصہ میں جلنے بھننے کے لئے ہوتا ہے اور شیطان آگ سے پیدا ہوا ہے

[1] پوری بحث کے لئے ملاحظہ ہو البحر المحیط، ج ۱، ص ۶۲ (طبع مصر) [2] تفسیر ابن جریر، ج ۱، ص ۴۷ [3] ملاحظہ ہو تاج العروس فصل الشین من باب الطاء
[4] ابن خالویہ لغوی نے یہی وجہ لکھی ہے ملاحظہ ہو: اعراب ثلاثین سورۃ من القرآن العظیم، ص ۲۷

چنانچہ آیہ شریفہ وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ۲۷/۵۵
(اور بنایا جن کو آگ کی لپٹ سے) اس پر دلالت کرتی ہے
اور اسی بنا پر وہ فرطِ قوتِ غضبیہ اور حمیت مذمومہ سے
مخصوص ہوا اور حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے
سے باز رہا (ملاحظہ ہو اِبْلِیْس)

۱/۴ ۲/۵،۹ ۳/۵،۶،۱۲ ۴/۷،۹ ۵/۳،۶،۷،۸،۱۵
۷/۲،۱۱،۱۴ ۸/۴،۹،۱۰ ۹/۱۲،۱۴،۱۶ ۱۰/۱۰ ۱۲/۱۱،۱۴ ۱۳/۱۵،۱۶
۱۴/۲،۱۴،۱۹ ۱۵/۳،۶،۷،۲۱ ۱۶/۶ ۱۷/۸،۱۴ ۱۸/۹
۱۹/۱،۱۷ ۲۰/۱۵،۱۶ ۲۱/۱۲ ۲۲/۱۳ ۲۳/۴،۵،۱۳ ۲۴/۱۹
۲۵/۱۲ ۲۶/۷ ۲۸/۲،۳،۵ ۳۰/۶

شَیْطَانًا، ۵/۱۵ ۲۵/۱۰

شِیَعٍ : فرقے، گروہ، شِیْعَۃٌ کی جمع، ۱۴/۱

شِیَعًا ۷/۱۴ ۸/۷ ۲۰/۴ ۲۱/۷

شِیْعَتِہٖ[1] : اس کے رفیق، اس کا گروہ، شِیْعَۃ مضاف، ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ،
۲۰/۵ ۲۳/۷

شِیْعَۃٍ : فرقہ، گروہ، اصل میں شِیَاعٌ کے معنی انتشار اور تقویت کے ہیں جن سے انسان کو تقویت ہو اور جو اس سے نکلا اور پھیلے ہوں وہ اس انسان کے "شیعہ" یعنی اس کا فرقہ اور پارٹی ہیں۔ شیعہ کا اطلاق واحد تثنیہ جمع، مذکر، مؤنث، سب پر ہوتا ہے، شِیَعٌ اور اَشْیَاعٌ جمع، ۱۶/۸

شِئْنَا : ہم نے چاہا، مَشِیْئَۃٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم (ملاحظہ ہو شَآءَ) ۹/۱۲ ۱۵/۱۰ ۱۹/۳
۲۱/۱۵ ۲۹/۲۲

شُیُوْخًا : بوڑھے، شَیْخٌ کی جمع (ملاحظہ ہو شَیْخٌ)
۲۴/۱۲

شِیَۃَ : داغ، جانور جس رنگ کا ہو اس کے علاوہ دوسرے رنگ کا دھبہ، شِیَۃٌ اصل میں وِشْیَۃٌ تھا، وَشٰی یَشِیْ کا مصدر ہے عِدَۃٌ اور زِنَۃٌ کی طرح، اس کی ہاء، واو محذوف کے عوض میں ہے، شِیَاتٌ جمع ہے، ۱/۸

---

[1] راغب کا یہی بیان ہے۔

بابُ الصّادِ المُہملۃ

فصل الالف

صٓ - صاد حروفِ مقطعات میں سے ہے اور جس سورت کے ابتداء میں آیا ہے وہ بھی اسی نام سے موسوم ہے (ملاحظہ ہو الٓمّٓ)

صَابِرًا - صبر کرنے والا، ٹھہرنے والا، جھیلنے والا، سہارنے والا، صَبْرٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر (ملاحظہ ہو اِصْبِر اور صَبْر) ۱۵/۲۱ ۲۳/۱۳

صَابِرَاتِ - صبر کرنے والی عورتیں، صَبْرٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث۔ صَابِرَۃٌ کی جمع ۲۲/۲

صَابِرُوْا - مقابلہ میں مضبوط جمے رہو۔ مُصَابَرَۃٌ سے جس کے معنے صبر کے ساتھ کسی سے جنگ کرنے کے ہیں، امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ امام راغب نے اس کے معنی یہ لکھے ہیں کہ عبادت پر اپنے آپ کو جمائے رکھو اور اپنی خواہشات سے جنگ کرتے رہو۔ ۴/۱۲

صَابِرُوْنَ - ثابت قدم رہنے والے، سہنے والے صبر کرنے والے: صَبْرٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر بحالت رفع۔ صَابِرٌ کی جمع ۱۰/۵ ۳۰/۱۱ ۲۳/۱۶

صَابِرَۃٌ - ثابت قدم رہنے والی، صبر کرنے والی۔ صَبْرٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ۱۰/۵

صَابِرِیْنَ - صبر کرنے والے، ثابت قدم رہنے والے صَبْرٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر بحالت نصب و جر۔ صَابِرٌ واحد ۲/۱۲،۶،۴ ۳/۱۰ ۴/۶،۵ ۱۰/۵،۲ ۱۴/۲۲ ۱۷/۱۲،۶ ۲۲/۲ ۲۳/۷ ۲۶/۸

صَابِئُوْنَ - فرقہ صابی۔ دینِ حنیف یعنی ملتِ ابراہیم کے متبع یعنی حنفاء کے مقابل فرقہ کا نام ہے صابِیٌ کی جمع بحالت رفع۔ اس لفظ کے عربی ہونے میں اختلاف ہے۔ امام سہیلی نے روض الانف میں اس کو عجمی نام بتایا ہے[1]۔ عربی ہونے کی صورت میں یہ صُبُوْءٌ سے جس کے معنی صابی ہونے اور ایک دین سے دوسرے دین میں ہونے کے ہیں۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ قاضی

[1] علامہ مرتضیٰ زبیدی نے تاج العروس میں اپنے شیخ کے حوالہ سے اس کو نقل کیا ہے۔

شوکانی تفسیر فتح القدیر میں رقمطراز ہیں:

"صابئین صابی کی جمع ہے، اور بعض نے صابی کی جمع کہا ہے، اور قاریوں نے اس میں اختلاف کیا ہے چنانچہ بجز نافع کے سب نے اس کو ہمزہ کے ساتھ پڑھا ہے، سو جس نے اسے مہموز پڑھا اس نے اسے صبأت النجوم سے قرار دیا جو ستاروں کے طلوع ہونے کیلئے استعمال ہوتا ہے اور جس نے مہموز نہیں کیا اس نے صبا یصبو سے قرار دیا جس کے معنی مائل ہونے اور جھکنے کے ہیں۔

لغت میں صابی وہ ہے جو ایک دین سے نکل کر دوسرے دین کی طرف مائل ہو۔ اسی لیے جب کوئی شخص اسلام لاتا تھا تو کفار عرب کہتے تھے قد صبأ وہ دین سے پھر گیا، فرقہ صابیہ اس نام سے اس لیے موسوم ہوا کہ وہ یہود و نصاریٰ کے دین سے نکل کر ستاروں کی پرستش کرنے لگے۔ ۱ھ

اور مولانا سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:-

"لفظ صابی کی لغوی تشریح ابھی کسی قدر تفصیل طلب ہے۔ کہتے ہیں کہ صبا عبری لفظ صبع کا آرامی تلفظ ہے۔ صبع عربی لفظ صبغ کے ہم معنی ہے جس سے عربی میں دوسرا لفظ اصطباغ بنا ہے، اس کے اصلی معنی نہانے دھونے کے ہیں اور اصطلاحاً بپتسمہ کے معنی میں بولا جاتا ہے چونکہ یہ فرقہ مذہباً دن میں کئی مرتبہ غسل کرتا ہے اس لیے ان کا آرامی نام صابئی پڑا، اور اسی سے عربی میں آیا لیکن ہمارے سامنے ایک اور لغوی تشریح اس سے زیادہ سہل اور با معنی موجود ہے اصل یہ ہے کہ ہماری زبانوں میں صبا کا لفظ ستاروں کے مفہوم میں عام طور سے مستعمل ہے عبرانی میں اس کے معنی جماعت ستارگان کے ہیں عربی میں صبا کے معنی ستارے کے طلوع ہونے اور نکلنے کے ہیں چنانچہ قاضی بیضاوی نے صابی کا اشتقاق اسی لفظ سے کیا ہے ۲ھ

یہاں تک تو اس لفظ کی لغوی تشریح کا تعلق تھا باقی رہی تاریخی تشریح کہ "صابئین" کون تھے کہاں تھے اور ان کے عقائد کیا ہیں۔ اس کے متعلق سید صاحب موصوف رقمطراز ہیں کہ۔

"علامہ ابن تیمیہ نے صابئین کی تحقیق پر "الرد علی المنطقیین" میں جو کچھ لکھا ہے وہ محققانہ ہے، ہم اسی کا لفظی ترجمہ کر دیتے ہیں۔

ان صابئین کا خاص مرکز حران تھا، حضرت

۱ھ فتح القدیر۔ ج ۱ ص ۸۰، طبع مصر ۱۳۴۹ھ ۲ھ ارض القرآن ج ۲ ص ۲۱۰۔ طبع مطبعہ معارف اعظم گڑھ ۱۳۶۲ھ

ابراہیم یہیں پیدا ہوئے تھے یا عراق سے یہاں آئے تھے، دونوں قول ہیں۔ یہاں علت اولیٰ عقل اوّل اور نفس کلیہ کے ہیکل تھے۔ نیز زحل، مشتری، مریخ، شمس، زہرہ عطارد اور قمر کے ہیکل تھے۔ عیسائیت سے پہلے ان کا یہی مذہب تھا۔ عیسائیت کے بعد ان مشرک صابئین کی بقا کے ساتھ ساتھ ان میں عیسائیت پھیلی، یہاں تک کہ اسلام آیا اور وہاں یہ صابئین اور فلاسفہ حکومت اسلامی میں آخر وقت تک موجود رہے انہی میں سے وہ صابئین تھے جو بغداد میں طبیب یا منشی تھے۔ ان میں سے بعض اسلام نہ لائے، چوتھی صدی میں فارابی جب حران گیا ہے تو انہی سے فلسفہ سیکھا۔ اہل دمشق وغیرہ کا مذہب بھی عیسائیت سے پہلے یہی تھا۔ ان کی نماز کا قبلہ "قطب شمالی" تھا اسی لیے دمشق میں بہت سی کہنہ مسجدیں ہیں جن کا ایک قبلہ قطب شمالی کی طرف بھی ہے۔ دمشق کی جامع مسجد کے نیچے ایک بہت بڑا معبد ہے۔

علامہ موصوف نے اس کے بعد صابئین کی دو قسمیں کی ہیں ایک موحدین یہ وہ ہیں جنہوں نے حضرت ابراہیم کی ملت کی پیروی کی اور دوسری جماعت وہ تھی جو مشرک تھی، قرآن شریف نے دو حیثیتوں سے صابئین کا ذکر کیا ہے ایک میں اوّل کا ذکر ہے اور دوسرے میں دوم کا۔

امام ابوبکر احمد بن علی جصاص رازی احکام القرآن میں فرماتے ہیں[1]:-

"صابئین کے بارے میں اختلاف ہے کہ آیا وہ اہل کتاب میں سے ہیں یا نہیں۔ امام ابوحنیفہ سے مروی ہے کہ وہ اہل کتاب ہیں اور امام ابویوسف اور امام محمد کا قول ہے کہ اہل کتاب نہیں ہیں۔ ابوالحسن کرخی کہتے تھے کہ امام صاحب کے نزدیک جو صابی اہل کتاب میں داخل ہیں وہ لوگ ہیں جو دین مسیح کے قائل ہیں اور انجیل کو پڑھتے ہیں۔ لیکن جو صابی کہ ستارہ پرست ہیں اور حران کے اطراف میں یہی لوگ ہیں۔ وہ سب کے نزدیک اہل کتاب نہیں ہیں۔

ابوبکر (مصنف احکام القرآن) کہتے ہیں کہ اس

[1] ارض القرآن، ج ۲ ص ۲۰۳-۲۰۴ -

وقت جو لوگ صابئین کے نام سے مشہور ہیں ان میں اہل کتاب نہیں ہیں، اور دراصل ان سب کا مذہب ایک ہے۔ میری مراد ان لوگوں سے ہے کہ جو حرّان کے اطراف میں ہیں، نیز واسط کے مضافات میں بنگستانی علاقہ میں ہیں۔ ان کے عقیدہ کی بنیاد سبعہ سیارہ کی تعظیم، ان کی پرستش اور ان کو معبود قرار دینا ہے۔ یہ لوگ اصل میں بت پرست ہی ہیں مگر جب سے کہ اقلیم عراق پر اہل فارس کا غلبہ ہوا اور انہوں نے صابئین کی سلطنت کا کہ جو نبطی تھے خاتمہ کر ڈالا تو ظاہر میں یہ بت پرستی کی جرأت نہ کر سکے کیوں کہ انہوں نے اس کی ممانعت کر دی تھی۔ اسی طرح رومی اور اہل شام اور اہل جزیرہ بھی صابی تھے۔ پھر جب قسطنطین نصرانی ہو گیا تو اس نے بزور شمشیر ان کو نصرانیت کے قبول کرنے پر مجبور کیا اس وقت سے بت پرستی تو موقوف ہوئی اور یہ بظاہر نصاریٰ کی جماعت میں آملے پر بہتیرے اسی مذہب پر باقی رہے اور خفیہ بت پرستی کرتے رہے پھر جب اسلام پھیلا تو یہ بھی نصاریٰ ہی کے زمرہ میں آ گئے اور مسلمان ان میں اور نصاریٰ میں فرق نہ کر سکے۔ کیوں کہ یہ خفیہ طور پر بت پرست تھے اور اصل اعتقاد کو پوشیدہ رکھتے تھے۔ انسانی دنیا میں یہ سب سے زیادہ اپنے اعتقاد کو چھپانے والے ہیں اس لئے کہ جب سیانے ہوتے ہیں تو اپنے مذہب کے چھپانے میں ان کے عجیب گر اور حیلے ہیں۔ ان سے ہی فرقہ اسماعیلیہ نے کتمان مذہب کا طریقہ اخذ کیا ہے اور ان کی دعوت بھی ان ہی کے مذہب پر جا کے ختم ہوتی ہے سب صابئیوں کا اصل الاصول سبعہ سیارہ کو معبود بنانا، ان کی عبادت کرنا اور ان کے نام کے بت تیار کرنا ہیں۔ اس بارے میں ان کے اندر باہم کوئی اختلاف نہیں، علاقہ حرّان اور بنگستانی علاقہ کے لوگوں میں جو اختلاف ہے وہ ان کے کچھ شرائع (رسوم و آئین مذہب) کے متعلق ہے اور ان میں اہل کتاب موجود نہیں ہیں۔

صابئین کے متعلق امام ابو حنیفہؒ کا جو قول ہے اس کے متعلق میرا ظن غالب یہ ہے کہ انہوں نے اس فرقہ کے ان لوگوں کو دیکھا ہوگا جو تقیۃً ظاہر میں اپنے کو نصاریٰ کہتے، انجیل پڑھتے اور دین مسیحی کی طرف اپنی نسبت کرتے ہیں۔ یہ سب اس لیے ہے کہ بہت سے فقہاء اس قسم کے اعتقاد رکھنے والوں کے بارے میں جزیہ کے قائل نہیں۔ اور یہ بجز اسلام یا تلوار کے ان کے متعلق اور کسی بات کو قبول نہیں کرتے صابئین میں جس کا بھی یہ اعتقاد ہے جو ہم نے بیان

کیا ان کے متعلق فقہاء کے درمیان اس امر میں کوئی اختلاف نہیں کہ نہ وہ اہل کتاب ہیں اور نہ اُن کا ذبیحہ کھایا جا سکتا ہے اور نہ ان کی عورتوں سے نکاح ہو سکتا ہے۔ لہ

"صابئین" کے معتقدات اور ان کے مزید حالات کے معلوم کرنے کے لیے ابن الندیم کی الفہرست؛ امام ابن حزم کی الفصل فی الملل والنحل اور علامہ عبدالکریم شہرستانی کی کتاب الملل والنحل کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ یہ سب کتابیں مصر سے چھپ کر شائع ہو چکی ہیں۔ $\frac{6}{14}$

صَابِئِیْنَ - صابئین صابیٔ کی جمع بحالت نصب وجر۔ $\frac{1}{9}$ $\frac{17}{9}$

صَاحِب - والا، ساتھی، رفیق۔ صُحْبَۃٌ سے جس کے معنی ساتھ رہنے کے ہیں۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ اصحابٌ اور صَحابۃٌ جمع۔ امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:-

"ساتھ رہنے والا صاحب ہے انسان ہو یا حیوان مکان ہو یا زمان اور اس امر میں فرق نہیں کہ مصاحبت (باہم ساتھ رہنا) بدن سے ہو جو کہ اصل اور اکثر ہے بذریعہ عنایت یا ہمت کہ جس کے متعلق کہا ہے:-

لئن غبت عن عینی لما غبت عن قلبی

(اگر تو میری نظروں سے غائب ہے تو دل سے تو غائب نہیں)

اور عرف میں "صاحب" صرف اسی کو کہا جائیگا کہ جو کثرت کے ساتھ رہا ہو اور کسی شے کے مالک کو بھی، صاحب، کہہ دیا جاتا ہے اور اسی طرح اس کو بھی کہ جو اس شے میں تصرف کا مالک ہو"

(ملاحظہ ہو ذ۔) $\frac{5}{2}$ $\frac{29}{4}$

صَاحِبَۃ - اس کے ساتھ والی۔ اس کی بیوی صَاحِبَۃٌ مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ (ملاحظہ ہو صَاحِبَۃٌ) $\frac{29}{7}$ $\frac{30}{5}$

صَاحِبُکُمْ - تمہارا رفیق صَاحِبُ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ۔ یہاں کُمْ کا خطاب کفار کی جانب ہے اور صاحب سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ راغب نے لکھا ہے کہ یہاں صَاحِب کہہ کر کفار کو اس امر پر تنبیہ کرنا ہے کہ تم ان کے ساتھ رہ چکے ہو ان کا تجربہ کر چکے ہو اور اُن کے ظاہر و باطن کو پہچان چکے ہو اور پھر بھی تم نے ان میں کوئی خرابی

لہ احکام القرآن ج ۲ ص ۴۰۱ و ۴۰۲ طبع مصر ۱۳۴۷ھ

یاد دلوانگی نہیں پائی ہے" ب ۲۲/۱۲ ب ۲۱/۵ ب ۳۰/۶

صَاحِبَتُهٗ - ساتھ رہنے والی، جورو، بیوی، صُحْبَۃٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث۔ چونکہ بیوی رفیقہ حیات ہوتی ہے اس لیے صاحبہ کہلاتی ہے۔

ب ۶/۱۹ ب ۲۹/۱۱

صَاحِبِهٖ - اُس کا رفیق، اس کا ساتھی، صَاحِبِ مضاف ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ

ب ۱۰/۱۲ ب ۱۵/۱۰

صَاحِبِهِمْ - اُن کا رفیق، صاحِب مضاف ھِمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ ۹/۱۲ ب ۲۷/۹

صَاحِبْهُمَا - اُن دونوں کا ساتھ دے، ان دونوں کی رفاقت کر، صَاحِبْ، مُصَاحَبَۃٌ سے جس کے معنی کسی سے صحبت رکھنے یا اس کے ساتھ رہنے کے ہیں امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر - ھُمَا ضمیر تثنیہ غائب ۲۱/۱۱

صَاحِبَيِ دو ساتھی، دو رفیق - صَاحِبٌ کا تثنیہ بحالت نصب وجر- اصل میں صَاحِبَیْنِ تھا منادیٰ مضاف ہونے کے باعث نون تثنیہ آخر سے ساقط ہو گیا ہے۔ ب ۱۲/۱۵

صَاخَّةٌ غل، کان پھوڑ دینے والی۔ علامہ سید مرتضیٰ زبیدی لکھتے ہیں:

"صَاخَّۃٌ وہ چیخ ہے جو کانوں کو پھوڑ دے یعنی اپنی سختی کے باعث بہرا کر دے، یہ ابن سیدہ کا بیان ہے، اور اسی سے قیامت کو صَاخّہ کہا گیا ہے، چنانچہ ابو عبیدہ نے آیت فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّۃُ کی یہی تفسیر کی ہے۔ اب یا تو صَاخَّۃ صَخَّ یَصِخُّ سے (بمعنی غل شور کا کانوں کا پھوڑ دینا) اسم فاعل ہے اور یا مصدر ہے۔ ابو اسحٰق نے کہا ہے کہ صَاخَّہ وہ شور ہے جس میں قیامت برپا ہوگی اور جو کانوں کو پھوڑ ڈالے گا۔ اور بہرا کر دے گا کہ بجز اس آواز کے جو زندہ ہونے کے لیے دی جائیگی اور کوئی چیز سنائی نہ دے گی۔ [1] ب ۳۰/۵

صَادِقٌ سچا۔ صِدْقٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر (ملاحظہ ہو صِدْق) ب ۱۶/۲ ب ۲۶/۱۸

صَادِقًا ۲۴/۹

صٰدِقٰتِ ۔ سچی عورتیں۔ سچ کہنے والیاں۔ صِدْقٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث، صَادِقَۃٌ کی جمع ۲۲/۲

صٰدِقُوْنَ : سچے مرد۔ سچ بولنے والے۔ صِدْقٌ

سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر صَادِقٌ کی جمع بحالت رفع ش ۹/۵ پ ۱۳/۴ پ ۱۴/۵ پ ۱۹/۱۹ پ ۲۶/۱۴ پ ۲۸/۴

صٰدِقِیْنَ۔ سچے مرد۔ سچ بولنے والے صِدقٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر صَادِقٌ کی جمع بحالت نصب وجر پ ۱/۳،۴،۱۱،۱۳ پ ۳/۱۰ پ ۴/۱،۸،۱۰ پ ۷/۶،۱۰ پ ۸/۴،۱۶ پ ۹/۳،۱۴ پ ۱۱/۴،۹،۱۰ پ ۱۲/۲،۳،۱۲،۱۳،۱۶ پ ۱۴/۱ پ ۱۶/۲ پ ۱۸/۷ پ ۱۹/۴،۱۲،۱۴ پ ۲۰/۱،۲،۸،۱۵ پ ۲۱/۱۱،۱۶،۱۹ پ ۲۲/۲،۹ پ ۲۳/۲،۹ پ ۲۵/۱۵،۱۹ پ ۲۶/۱،۳،۱۴ پ ۲۷/۴،۱۶ پ ۲۸/۱۱ پ ۲۹/۲،۴

صَارِمِیْنَ۔ کاٹنے والے صَرْمٌ سے جس کے معنی کاٹنے کے ہیں اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ صَارِمٌ کی جمع پ ۲۹/۲

صٰعِقَۃٌ: بجلی کی کڑک۔ امام راغب فرماتے ہیں :-

صَاعِقَۃٌ اور صَاقِعَۃٌ دونوں قریب قریب ہیں اور ان دونوں کے معنی سخت گڑگڑاہٹ کے ہیں، مگر صَقْعٌ اجسام ارضیہ کے لیے بولا جاتا ہے اور صَعْقٌ اجسام علویہ کے لیے بعض اہل لغت نے کہا ہے کہ صَاعِقَہ تین طرح پر آتا ہے (۱) موت کے معنی میں جیسے فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ (سو مر گئی اس کو جو تھا آسمان میں اور زمین میں اور ارشاد ہے فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ (پھر آ لیا اُن کو موت نے) (۲) عذاب کے معنی میں جیسے اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ (میں نے تم کو خبر سنادی ایک سخت عذاب کی جیسے عذاب آیا عاد اور ثمود پر) (۳) آگ کے معنی میں جیسے وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَاءُ (اور بھیجتا ہے آگ پھر ڈالتا ہے جس پر چاہے) اور یہ جو کچھ ذکر کیا ہے وہ چیزیں ہیں کہ جو صَاعِقَہ سے حاصل ہوتی ہیں۔ کیونکہ صاعقہ فضائے آسمانی کی سخت آواز کا نام ہے پھر یا تو اس میں فقط آگ ہی ظاہر ہوتی ہے اور یا عذاب اور موت بھی، اور وہ اپنی ذات کے اعتبار سے ایک ہی چیز ہے اور یہ چیزیں اس کے اثرات ہیں"

صَاعِقَہ یا تو صَعِقَ یَصْعَقُ کا مصدر ہے جس کے معنی بے ہوش ہونے کے ہیں جیسا کہ کَاذِبَۃٌ کے بارے میں اہل لغت نے کہا ہے یا صَعِقٌ سے بمعنی مذکور اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے اور آواز رعد کی صفت ہے یا خود "رعد" کی۔ اخیر صورت میں "تا" اس میں مبالغہ کے لیے ہوگی جیسے کہ رَاوِیَۃٌ میں ہے۔ [1]

[1] البحر المحیط ج ۱۔ ص ۸۴ طبع مصر ۱۳۲۸ھ

ب ۱/۹ ب ۷/۲ ب ۲۴/۱۶ ب ۲۶/۱

صَاغِرُوْنَ ۔ ذلیل، خوار۔ صَغَارٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر، صَاغِرٌ کی جمع بحالت رفع، (ملاحظہ ہو صَغَارٌ) ب ۱/۱۰ ب ۱۹/۱۸

صَاغِرِيْنَ ۔ ذلیل، بے عزت صَاغِرٌ کی جمع بحالت نصب و جر۔ ب ۸/۹ ب ۹/۴ ب ۱۲/۱۴

صٰٓفّٰتٍ ۔ پرا باندھے، صف بستہ صف باندھنے والیاں، پر کھولے ہوئے۔ صَفٌّ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث، صَافَّۃٌ کی جمع (ملاحظہ ہو صَفًّا) ب ۱۸/۱۲ ب ۲۳/۵ ب ۲۹/۲

صٰفِنٰتُ ۔ وہ گھوڑے جو تین پاؤں پر کھڑے ہوں اور چوتھے پاؤں کے سم کو موڑ کر اس پر ٹیک لگاتے ہوں۔ صُفُوْنٌ سے جس کے معنی تین پاؤں پر کھڑے ہو کر چوتھے پاؤں کے کنارہ سم پر ٹیک لگانے کے ہیں۔ اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث، صَافِنَۃٌ کی جمع، واضح رہے کہ جو گھوڑا اس طرح کھڑا ہوتا ہے وہ نہایت ہی فربہ اور توانا ہوتا ہے۔ ب ۲۳/۱۲

صَآفُّوْنَ ۔ صف باندھنے والے، صَفٌّ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر صَافٌّ کی جمع (ملاحظہ ہو صَفًّا)، ب ۲۳/۹

صَالِ ۔ پہنچنے والا صَلْیٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر، یہ اصل میں صَالِیٌ تھا، ی آخر سے حذف ہوگئی ہے (ملاحظہ ہو اِصْلَوْهَا) ب ۲۳/۹

صَالِحٌ ۔ نیک، اچھا، بھلا۔ صَلَاحٌ سے جس کے معنی نیک ہونے کے ہیں، اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر صُلَحَاءُ جمع۔ امام راغب لکھتے ہیں: "صلاح فساد کی ضد ہے یہ دونوں اکثر استعمال میں افعال کے ساتھ مخصوص ہیں قرآن مجید میں صلاح کہیں تو فساد کے مقابل لایا گیا ہے اور کہیں سیئۃ کے۔ ارشاد ہے (خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا (ملایا انہوں نے ایک کام نیک اور دوسرا بد) اور لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا (مت خرابی ڈالو زمین میں اس کی اصلاح کے بعد) اور اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ تو بہت مقامات پر ہے"

ب ۱۱/۴ ب ۱۲/۴ ب ۲۲/۱۴ ب ۲۸/۱۹

صَالِحًا ۔ ب ۱/۸ ب ۶/۱۴ ب ۹/۱۴ ب ۱۱/۲ ب ۱۴/۱۹ ب ۱۶/۱،۲،۳،۷،۱۳ ب ۱۸/۴،۶ ب ۱۹/۱،۴ ب ۲۰/۱۰،۱۱ ب ۲۱/۸،۱۵ ب ۲۲/۱،۸،۱۵ ب ۲۴/۱۰،۱۹،۲۰ ب ۲۵/۱۸ ب ۲۶/۲ ب ۲۸/۱۵،۱۸

صَالِحٌ ۔ علیہ الصلوٰۃ والسلام مشاہیر انبیاء میں سے ہیں۔ قرآن مجید میں ان کا اسم گرامی نو جگہ آیا ہے قوم

ثمود کی طرف مبعوث ہوئے تھے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث میں مذکور ہے کہ چار پیغمبر عرب سے ہیں ہود، صالح، شعیب اور تمہارے نبی (علیہم الصلوٰۃ والسلام)[1] امام احمد بن حنبل اپنی مسند میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ حج کے موقع پر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر وادی عسفان پر ہوا تو آپ نے فرمایا اے ابوبکر یہ کون سی وادی ہے؟ عرض کیا وادی عسفان، ارشاد فرمایا یہاں سے ہود اور صالح علیہما السلام جوان اونٹوں پر گزرے ہیں جن کی مہاریں خرما کی چھال کی تھیں ان کی تہبند عباء کے تھے اور ان کی چادریں دھاری دار تھیں لبیک کہتے ہوئے خانہ کعبہ کا حج کرتے تھے، حافظ ابن کثیر نے اس کی اسناد کو حسن کہا ہے۔[2]

پ ۸/۱۶ پ ۱۲/۸،۶ پ ۲۹/۱۲ صَالِحًا پ ۸/۱۷ پ ۱۲/۹ پ ۱۹/۱۹

صٰلِحٰتٌ۔ نیکیاں، اچھے کام، نیک عورتیں صَلَاحٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث صَالِحَۃٌ کی جمع۔ قرآن مجید میں صرف ایک مقام پر لفظ صٰلِحٰت نیک عورتوں کے لیے استعمال ہوا ہے ارشاد ہے فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ (پھر جو عورتیں نیک ہیں سو تابعدار ہیں) اور باقی سب جگہ پر نیکیوں کے لیے آیا ہے

پ ۱/۹،۳ پ ۲/۱۴،۶ پ ۵/۱۵،۵،۳ پ ۶/۶،۴ پ ۷/۲ پ ۸/۱۲ پ ۱۱/۶
پ ۱۲/۲ پ ۱۳/۱۶،۱۰ پ ۱۵/۱۸،۱۶،۱۳،۱ پ ۱۶/۱۵،۱۲،۹،۸،۳
پ ۱۷/۱۴،۱۰،۹،۷ پ ۱۸/۱۳ پ ۱۹/۱۵ پ ۲۰/۱۳ پ ۲۱/۱۵،۱۰،۸،۵،۲
پ ۲۲/۱۳،۷ پ ۲۳/۱۵،۱۲،۱۱ پ ۲۴/۱۵،۱۱ پ ۲۵/۲۰،۱۸،۴ پ ۲۶/۱۲،۹،۶،۵
پ ۲۸/۱۸ پ ۳۰/۲۸،۲۳،۲۰،۱۶،۹

صٰلِحُوْنَ نیک مرد، نیک لوگ، صَلَاحٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر صَالِحٌ کی جمع بحالت رفع پ ۹/۱۱ پ ۱۷/۷ پ ۲۹/۱۱

صٰلِحِیْنَ: نیک بندے۔ صَلَاحٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر، صَالِحٌ کی جمع بحالت نصب و جر پ ۱/۱۶ پ ۳/۱۳،۱۲ پ ۴/۳ پ ۵/۶ پ ۷/۱۶،۱ پ ۹/۱۴ پ ۱۰/۱۶ پ ۱۲/۱۲
پ ۱۳/۵ پ ۱۴/۲۲ پ ۱۵/۳ پ ۱۷/۶،۵ پ ۱۸/۱۰ پ ۱۹/۱۴،۹ پ ۲۰/۱۵،۱۳،۶
پ ۲۳/۷ پ ۲۸/۲۰،۱۴ پ ۲۹/۴

صَالُوْا۔ گھسنے والے، داخل ہونے والے صَلْیٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ اضافت کے سبب نون جمع حذف ہو گیا ہے، اصل میں صَالُوْنَ تھا پ ۲۳/۱۲ پ ۳۰/۸

صَامِتُوْنَ۔ خاموش چپ صَمْتٌ سے جس کے معنی خاموش ہونے کے ہیں اسم فاعل کا صیغہ جمع

---

[1] حدیث کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو لغات انبیاء۔ [2] البدایۃ والنہایۃ ج ۱ ص ۱۳۹ طبع مصر ۱۳۴۸ھ

مذکر صَامِتٌ کی جمع ہے ۹/۱۴

صَائِمَاتٍ روزہ دار عورتیں۔ صَوْمٌ اور صِیَامٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث "صَائِمَۃٌ" کی جمع (ملاحظہ ہو صَوم اور صِیَام) ہے ۲۲/۲

صَائِمِیْنَ۔ روزہ دار مرد صَوْمٌ اور صِیَامٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے ۲۲/۲

فصل الباء الموحدہ

صَبَّ۔ اُس نے بہایا۔ اُس نے اوپر سے ڈالا (نَصَرَ) صَبٌّ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ۳۰/۱۴

صَبًّا۔ اوپر سے بہانا۔ اوپر سے بہنا، مصدر ہے متعدی اور لازم دونوں طرح مستعمل ہے پہلی صورت میں بہانے کے معنی ہوں گے اور اس کا فعل باب نَصَرَ سے آئے گا۔ اور دوسری صورت میں بہنے کے اور فعل باب ضَرَبَ سے استعمال ہوگا[۱]۔ قرآن مجید میں یہ متعدی ہی استعمال ہوا ہے۔ ۳۰/۵

صَبَاحُ۔ صبح۔ دن کا ابتدائی حصہ جب کہ کنارۂ آفتاب سے اُفق مشرق سُرخ رہتا ہے۔ اسم ہے مُسَاءٌ کی ضد ہے۔ ۲۲/۹

صَبَّارٍ۔ بڑا صبر کرنے والا، بڑا تحمل کرنے والا بڑا قائم رہنے والا۔ صَبْرٌ سے بروزن فعّال مبالغہ کا صیغہ ہے۔ راغب لکھتے ہیں کہ "صَبَّارٌ اُس وقت کہا جاتا ہے جب کہ اس میں ایک قسم کا تکلف[۲] اور مجاہدہ ہو"۔ سید مرتضیٰ زبیدی لکھتے ہیں کہ:-

"صبر کے پانچ درجے بتائے گئے ہیں۔ صَابِرٌ، مُصْطَبِرٌ، مُتَصَبِّرٌ، صَبُوْرٌ، صَبَّارٌ سو صَابِرٌ تو ان سب میں عام ہے اور مصطبر جو صبر کے حصول میں لگا ہو اور اُس میں مبتلا ہو، اور "مُتَصَبِّرٌ" وہ جو بقوت صبر سے کام لے اور اپنے آپ کو اس پہ مجبور کرے، اور "صبور" جو بڑا صبر کرنے والا ہو کہ اس کا صبر دوسروں سے بڑھ کر ہو اور "صبّار" وہ کہ جو بلا کا صابر ہو۔ یہ مقدار اور کمیت کے اعتبار سے ہے اور "صبور" وصف اور کیفیت کے لحاظ سے[۳]

۱۳/۱۳ ۲۱/۱۳ ۲۲/۸ ۲۵/۵

صَبَبْنَا: ہم نے بہایا صَبٌّ سے ماضی کا صیغہ

---

[۱] ملاحظہ ہو تاج العروس فصل الصاد من باب الباء۔ [۲] مطلب یہ کہ صبر بن نہ آتا ہو مگر زبردستی اپنے کو آمادہ بصبر کیا جائے [۳] تاج العروس فصل الصاد من باب الراء۔

جمع متکلم (ملاحظہ ہو صَبَّا) پ ۳۰/۵

صُبْحُ۔ صبح فجر، صَبَاحٌ کے ہم معنی ہے اَصْبَاحٌ جمع۔ پ ۱۲/۷ پ ۲۹/۱۶ پ ۳۰/۶ **صُبْحًا** پ ۳۰/۲۵

صَبَّحَهُمْ۔ صبح کو ان پر آپڑا۔ صَبَّحَ تَصْبِيْحٌ سے جس کے معنی صبح سویرے کسی پر آپڑنے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ پ ۲۷/۹

صَبْرٌ۔ صبر، تحمل، سہنا۔ جمے رہنا تنگی میں روکے رکھنا۔ صَبَرَ يَصْبِرُ کا مصدر ہے۔ امام راغب مفردات میں فرماتے ہیں:۔

"صبر، کے معنی ہیں اپنے جی کو اس طرح روکے رکھنا جس طرح کہ عقل اور شرع کا تقاضا ہے یا عقل و شرع جس چیز سے نفس کو روکنے کے مقتضی ہیں اس سے روک دینا پس صبر ایک عام لفظ ہے جس کے مختلف مواقع کے اعتبار سے مختلف نام ہو جاتے ہیں، چنانچہ اگر کسی مصیبت پر جی کو تھاما جا رہا ہے تو یہ صبر کے سوا اور کسی نام سے موسوم نہیں ہوگا، اور جزع (گھبراہٹ) اس کی ضد ہوگا، اور اگر جنگ میں ہو تو شجاعت سے موسوم ہوگا اور جُبْنٌ (بزدلی) اس کی ضد ہوگا، اور اگر کسی ملول کر دینے والے حادثہ میں ہوگا تو رَحْبُ الصَّدْرِ (کشادہ دلی) سے موسوم ہوگا اور ضَجَرٌ (تنگ دلی) اس کی ضد ہوگا۔ اور اگر بات کو روکے رکھنے کے بارے میں ہوگا تو کتمان (چھپانا) سے موسوم ہوگا اور مَذَلٌ (تنگدل ہو کر فاش کر دینا) اس کی ضد ہوگا اور حق تعالیٰ شانہ نے ان سب باتوں کو صبر سے موسوم فرمایا ہے"

پ ۱/۵ ۲/۳ ۱۲/۱۲ ۱۳/۴ پ ۳۰/۱۵، ۲۸

صَبْرًا پ ۲/۱۷ پ ۹/۴ ۱۵/۲۱، ۲۲ پ ۱۶/۱ پ ۲۹/۷

صَبَرَ۔ اس نے سہا، اس نے تحمل کیا۔ وہ ٹھہرا رہا۔ صَبْرٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ پ ۲۵/۵ ۲۶/۴

صَبَرْتُمْ۔ تم نے صبر کیا۔ صَبْرٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ ۱۳/۹ ۱۴/۲۲

صَبْرُكَ: تیرا صبر کرنا۔ صَبْرٌ مصدر مضاف كَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ ۱۴/۲۲

صَبَرْنَا۔ ہم نے صبر کیا، ہم جمے رہے صَبْرٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم پ ۱۳/۱۵ ۱۹/۲

صَبَرُوْا۔ انہوں نے صبر کیا، صَبْرٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب پ ۷/۷ پ ۹/۷ ۱۲/۲ ۱۳/۹

پ ۳۴/۱۲،۱۹،۲۰ پ ۱۸/۶ پ ۱۹/۴ پ ۲۰/۹ پ ۲۱/۱۶،۲ پ ۲۴/۱۹ پ ۲۶/۱۳ پ ۲۹/۱۹

صِبْغٍ ۔ روٹی ڈبونا، سالن، نانخورش، امام بغوی لکھتے ہیں :۔

صِبْغٌ اور صِبَاغٌ وہ سالن ہے کہ جب روٹی اس میں ڈبوئی جائے تو وہ روٹی کو رنگ دے اور روٹی رنگین ہو جائے اور "ادام" ہر وہ سالن ہی جو روٹی کے ساتھ کھایا جاتا ہے خواہ روٹی اس سے رنگین ہو یا نہ ہو، لہ

اصل بیہ صَبْغٌ کے معنی رنگنے اور ڈبونے کے ہیں اس لیے ایسا سالن کہ جس میں روٹی ڈبونے سے رنگین ہو جائے صِبْغٌ کہلاتا ہے، یہ معنی مجازی ہیں اَصْبَاغٌ جمع پ ۱۸/۱

صِبْغَةَ ۔ رنگ، اسم مصدر ہے، رنگ کی ہیئت و کیفیت کو صبغہ کہتے ہیں، صِبْغَةٌ سے مراد جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے "اللہ کا دین" ہے۔ دین کو صبغہ اس لیے موسوم ہوا کہ جس طرح رنگ کا اثر کپڑے پر ظاہر ہوتا ہے، اسی طرح دیندار پر دین کا اثر ظاہر ہوتا ہے یا جس طرح سے کہ کپڑے میں رنگ ہوتا ہے اسی طرح دیندار کو دین لازم ہے کہ اس سے الگ نہیں ہوتا . سے

شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی موضح القرآن میں زیر آیہ صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ (ہم نے لیا رنگ اللہ کا اور کس کا رنگ ہے اللہ سے بہتر اور ہم اسی کی بندگی پر ہیں) فرماتے ہیں :۔

"نصاریٰ کے پاس دستور تھا کہ جس کو اپنے دین میں داخل کرتے ایک زرد رنگ بناتے اور اس کے کپڑے بھی رنگ دیتے اور اس پر ڈال بھی دیتے۔ یہاں کے مقابل فرمایا۔"

صُبُّوْا ۔ تم بہاؤ، تم اوپر سے ڈالو، صَبٌّ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ ۲۵/۱۶

صَبِيًّا ۔ بچہ، لڑکا، صاحب قاموس نے صبی کے معنی اس بچہ کے لکھے ہیں کہ جس نے ابھی دودھ نہ چھوڑا ہو۔ اور راغب نے لکھا ہے کہ صبی وہ بچہ ہے جو بلوغ کو نہ پہنچا ہو۔ اور یہی زیادہ صحیح ہے صُبُوٌّ سے جس کے معنی نادانی کی طرف مائل ہونے کے ہیں بروزن فَعِيْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے صِبْيَةٌ اور صِبْيَانٌ جمع۔ پ ۱۶/۴،۵

لہ تفسیر معالم التنزیل ج ۵ ص ۲۹ طبع مصر۔ ۲ہ البحر المحیط ج ۱ ص ۴۱۱ طبع مصر ۱۳۲۹ھ

فصل الحاء المهملة

صِحَافٍ۔ رکابیاں۔ صَحْفَةٌ کی جمع۔ اتنی بڑی رکابی جس میں پانچ آدمی پیٹ بھر کر کھانا کھالیں۔ صَحْفَةٌ کہلاتی ہے۔ ۲۵/۱۳

صُحُفُ صحیفے، کتابیں، نوشتے، (اوراق) صَحِیفَةٌ کی جمع، واضح رہے کہ یہ جمع نادر ہے کیونکہ فعیلۃ کی جمع فُعُلٌ پر نہیں آتی ہے۔ ندرت اور قیاس میں اس کی مثال سَفِینَةٌ اور سُفُنٌ ہے ۱۶/۱۸ ۲۶/۶ ۳۰/۱۶،۶،۵ **صُحُفًا** ۲۹/۱۶ ۳۰/۲۳

فصل الخاء المعجمة

صَخْرَ۔ سخت پتھر صَخْرَةٌ کی جمع ۳۰/۱۴

صَخْرَةِ۔ بڑا اور سخت پتھر صَخْرٌ اور صُخُورٌ جمع۔ ۱۵/۲۱ ۲۱/۱۱

فصل الدال

صَدٌّ۔ رکنا۔ روکنا۔ صَدَّ یَصُدُّ کا مصدر ہے پہلے معنی کے اعتبار سے لازم ہے اور دوسرے کے اعتبار سے متعدی۔ راغب لکھتے ہیں کہ صُدُودٌ اور صَدٌّ کے معنی کبھی کسی شے سے پھرنے اور رک جانے کے ہوتے ہیں جیسے یَصُدُّونَ عَنْكَ صُدُودًا (رک جاتے ہیں تیری طرف سے پھر کر) اور کبھی روکنے اور منع کرنے کے ہوتے ہیں جیسے وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيلِ (اور بھلے دکھائے ہیں شیطان نے اُن کو اُن کے کام پھر روکا ہے اُن کو راہ سے) یہاں اس کا استعمال دوسرے ہی معنی میں ہوا ہے۔ ۲/۱۱

صَدَّ۔ وہ باز رہا، وہ الگ رہا، وہ رک رہا (لفظ) صَدٌّ اور صُدُودٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، اس معنی میں یہ لازم ہے ۵/۵

صَدَدْتُمْ۔ تم نے روکا۔ صَدٌّ اور صُدُودٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر، بایں معنی فعل متعدی ہے ۱۴/۱۹

صَدَدْنٰكُمْ۔ ہم نے تم کو روک رکھا صَدَدْنَا، صَدٌّ اور صُدُودًا سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ یہاں بھی فعل متعدی ہی ہے۔ ۲۲/۱۰

صَدْرًا۔ سینہ۔ صُدُورٌ جمع۔ راغب لکھتے ہیں بعض حکماء کا بیان ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ نے قلب کا ذکر فرمایا ہے وہاں عقل و علم کی طرف اشارہ ہے جیسے إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِمَنْ :

كَانَ لَهٗ قَلْبٌ (بے شک اس میں نصیحت ہے
اس کے لیے جس کے پاس دل ہو) اور جہاں "صدر"
کا ذکر کیا ہے وہاں عقل و علم کی طرف بھی اشارہ
ہے، نیز شہوت، ہوائے نفس اور غضب وغیرہ
تمام قویٰ کی طرف بھی۔ اور رَبِّ اشْرَحْ
لِيْ صَدْرِيْ (اے میرے پروردگار میرا
سینہ کھول دے) میں اپنے قویٰ کی اصلاح
ہی کا سوال ہے۔ اسی طرح آیہ وَيَشْفِ
صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ (اور دل ٹھنڈے کرے
مسلمانوں کے) اہل ایمان کی شفایابی کی طرف
اشارہ ہے، اور ارشاد ہے فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى
الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي
الصُّدُوْرِ (سو کچھ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں
پر اندھے ہوتے ہیں دل جو سینوں میں ہیں)
یعنی وہ عقلیں کہ جو تمام قویٰ میں گم سی ہو گئی
ہیں اور صحیح راہ پر نہیں ہیں۔ واللہ اعلم بذلك

صَدْرُكَ تیرا سینہ۔ صَدْرُ مضاف كَ ضمیر
واحد مذکر حاضر مضاف الیہ ۸/۸ ۱۲/۲ ۱۴/۲ ۳۰/۱۹

صَدْرَهٗ ۔ اس کا سینہ۔ صَدْرَ مضاف ہٗ
ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ ۸/۲ ۲۳/۱۷

صَدْرِيْ میرا سینہ۔ صَدْرِ مضاف ی ضمیر
واحد متکلم مضاف الیہ ۱۶/۱۱ ۱۹/۹

صَدْعٌ ۔ شق ہونا۔ شگافتہ ہونا، پھٹنا۔ صَدَعَ
يَصْدَعُ کا مصدر ہے۔ یہاں صَدْعٌ سے مراد زمین
سے کھیتی کا پھوٹ نکلنا ہے (ملاحظہ ہو اِصْدَعْ)

۳۰/۱۲

صَدَفَ ۔ وہ کترایا۔ اُس نے مُنہ موڑا (ضَرَبَ)
صَدَفٌ سے جس کے معنی سخت روگردانی کرنے
کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ۸/۸

صَدَفَيْنِ ۔ پہاڑ کی دو پھانکیں۔ پہاڑ کے
دونوں کنارے، صَدَفٌ کا تثنیہ بحالت نصب و
جر۔ جس کے معنی کنارِ کوہ کے ہیں کہ جہاں جا کر
پہاڑ کا اوپر کا سرا تمام ہوتا ہے۔ ۲۶/۲

صِدْقٌ ۔ راستی، سچائی۔ نام نیک۔ ثنا۔
سچی بات۔ صَدَقَ يَصْدُقُ کا مصدر ہے۔ اس
کے معنی لغت میں سچ کہنے اور سچ کر دکھانے
کے ہیں اور چونکہ یہ ذکر خیر کا سبب ہے اس لیے مجازاً
نام نیک، ثنا اور ذکر خیر کے معنی میں بھی اس کا استعمال
ہوتا ہے۔ امام راغب فرماتے ہیں۔

"صدق و کذب اصل میں تو یہ دونوں
قول میں خواہ وہ ماضی ہو یا مستقبل، وعدہ ہو
یا غیر وعدہ۔ اور مراد اولی میں یہ دونوں قول

کے علاوہ اور کسی کے لیے نہیں آتے اور
قول میں بھی صرف خبر میں ہی ہوتے ہیں اس
کے سوا اور اصناف کلام میں نہیں ہوتے
اسی لیے ارشاد ہے وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ
قِیْلًا (اور اللہ سے سچی کس کی بات) اِنَّهٗ كَانَ
صَادِقَ الْوَعْدِ (وہ وعدہ کا سچا) ہاں
بالعرض ضمنی طور پر دیگر انواع کلام مثلاً استفہام
امر اور دعا کے لیے بھی استعمال ہوتے ہیں جیسے
کہنے والے کا یہ کہنا کہ ازید فی الدار (کیا
زید گھر میں ہے) کہ اس کے ضمن میں اس بات کی
اطلاع ہے کہ وہ زید کے حال سے بے خبر ہے
اور اسی طرح جب کہا وَاسِنِیْ (اور تو میری
غم خواری کر) تو اس کے ضمن میں یہ آیا کہ وہ
مواساۃ کا محتاج ہے، اور جب کہا لا توذنی
(تو مجھے ایذا مت دے) تو اس کے ضمن میں یہ
پتہ چلا کہ وہ اسے ایذا دیتا ہے اور صدق کے
معنی ہیں ضمیر (یعنی دل) اور مخبر عنہ (یعنی جس کے
متعلق کہ خبر دی گئی ہے) دونوں کے ساتھ قول
کا مطابق ہونا۔ اگر ان میں سے ایک شرط میں
بھی فتور آ گیا تو "صدق تام" نہ رہے گا۔ بلکہ یا
تو اس کو صدق سے موصوف ہی نہیں کیا جائے
گا اور یا دو مختلف حیثیتوں کے اعتبار سے
کبھی اس کو صدق سے متصف کریں گے اور کبھی
کذب سے۔ مثلاً کسی کافر کا "محمد رسول اللہ"
کہنا جبکہ وہ بغیر اعتقاد کے کہے کہ اس کو صدق
کہنا بھی صحیح ہے کیونکہ مخبر عنہ ایسے ہی ہیں (یعنی
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واقع میں اللہ کے
رسول ہی ہیں) اور اس کو کذب کہنا بھی صحیح
ہے کیونکہ اس کا یہ کہنا اس کے ضمیر کے خلاف
ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو منافقین کی تکذیب فرمائی
ہے وہ دوسری ہی وجہ کی بنا پر ہے اس لیے
کہ انہوں نے کہا تھا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ
اللّٰهِ (ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک تم خدا کے
رسول ہو) اور کبھی "صدق"، "کذب" کا استعمال
ہر اس شے کے متعلق ہوتا ہے کہ جو اعتقاد میں
ثابت اور موجود ہو جیسے صَدَقَ ظَنِّیْ (میرا ظن
سچ نکلا) یا كَذَبَ ظَنِّیْ (میرا ظن جھوٹا رہا) نیز افعال
جوارح کے لیے بھی ان کا استعمال ہوتا ہے چنانچہ
جب کوئی شخص جنگ کا حق ادا کر دے اور جو کچھ اس
پر واجب تھا یا جیسا کہ اس پر لازم تھا
کر دکھائے تو کہا جاتا ہے صَدَقَ فِی الْقِتَالِ

؎ جان و مال سے کسی کے ساتھ غم خواری کرنا

(وہ جنگ میں سچا رہا) اور اگر اس کے خلاف ہو
تو کہا جاتا ہے "کَذَبَ فِی الْقِتَالِ" (وہ جنگ میں
غلط رہا۔ یعنی بودا ثابت ہوا) ارشاد ہے رِجَالٌ
صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ (کتنے مرد ہیں
کہ انہوں نے سچ کر دکھایا جس پر قول کیا تھا اللہ
سے) یعنی انہوں نے جو کارہائے نمایاں انجام
دیئے ان کے ذریعہ اپنے عہد کو ثابت کر
دکھایا۔ نیز ہر وہ فعل کہ جس میں ظاہری یا باطنی
فضیلت ہو اُسے صدق سے تعبیر کیا جاتا
ہے۔ چنانچہ جو فعل اس صفت سے موصوف
ہوتا ہے اس کو اس کی طرف مضاف کر دیا
جاتا ہے جیسے فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ
مُّقْتَدِرٍ (سچی مجلس میں قدرت والے بادشاہ
کے پاس) اور اسی طرح اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ
صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ (کہ ان کو ہے پایا سچا
اپنے رب کے یہاں) اور ارشاد ہے اَدْخِلْنِيْ
مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ
صِدْقٍ (مجھ کو داخل کر اچھا داخل کرنا اور مجھ
کو نکال اچھا نکالنا) اور وَاجْعَلْ لِّيْ
لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِيْنَ (اور رکھ
میرا ذکر خیر پچھلوں میں) کیوں کہ یہ اس امر کا سوال

ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ایسا صالح بندہ کر دے
کہ بعد کے لوگ جب ان کی ثنا کریں تو وہ ثنا
غلط نہ ہو بلکہ ایسی ہو جیسا کہ شاعر نے کہا ہے

اِذَا نَحْنُ اَثْنَيْنَا عَلَيْكَ بِصَالِحٍ
فَاَنْتَ الَّذِيْ نُثْنِيْ وَفَوْقَ الَّذِيْ نُثْنِيْ

(جب ہم کسی بات میں تیری ثنا کرتے ہیں تو بس
تیری ہی ثنا کرتے ہیں اور تو تو اس سے بھی
بالا ہے کہ جو ہم ثنا کرتے ہیں)

۱۱/۱۵،۸ پ ۱۵/۹ پ ۱۶/۲ ۱۹/۹ ۲۴/۱ ۲۶/۲ پ ۲۷/۱۰

صدقا ۸/۱

صَدَقَ - اس نے سچ کہا۔ اس نے سچ کر دکھایا
(نَصَرَ) صِدْقٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب
آیۂ کریمہ لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ
(بیشک اللہ نے سچا دکھایا تھا اپنے رسول کو خواب
واقع کے مطابق) صدق باعتبار فعل ہے یعنی عمل
سے ثابت کر دینا مراد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان
کے خواب کو سچ کر دکھایا۔ واضح رہے کہ صَدَقَ
کا تعدیہ کبھی دو مفعولوں کی طرف بھی ہوتا ہے جیسے
وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ (اور اللہ
سچ کر چکا تم سے اپنا وعدہ) ۴/۱ پ ۲۱/۱۹
۲۴/۳ ۲۶/۱۱ -

صَدَّقَ - اس نے سچ کر دکھایا، اس نے سچ مانا وہ یقین لایا۔ تَصْدِیْقٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ آیہ کریمہ وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَ صَدَّقَ بِہٖ (اور جو لایا سچی بات اور سچ مانا اس کو) کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ زبان سے ادا کیا اپنے عمل سے اس کو ثابت بھی کر دیا (ملاحظہ ہو تَصْدِیْقٌ)
۲۲/۸ ۲۳/۲ ۲۴/۱ ۲۹/۱۸ ۳۰/۱۷

صَدَقٰتٍ - خیراتیں، زکوٰتیں۔ صَدَقَۃٌ کی جمع (ملاحظہ ہو صَدَقَۃٌ) ۳/۶۵ ۱۰/۱۳، ۱۴ اور ۱۷ ۱۱/۲ ۲۸/۲

صَدَقٰتِکُمْ تمہاری خیراتیں، تمہارے صدقے صَدَقٰتِ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ ۳/۴

صَدُقٰتِهِنَّ ان کے مہر۔ صَدُقٰتِ مضاف هِنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب مضاف الیہ۔ صَدُقٰتِ صَدُقَۃٌ کی جمع ہے جس کے معنی مہر کے ہیں ۴/۱۲

صَدَقَتْ - اس نے سچ کہا، وہ سچ بولی صِدْقٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب ۱۲/۱۳

صَدَّقَتْ - اس نے تصدیق کی، اس نے سچ مانا۔ تَصْدِیْقٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب (ملاحظہ ہو تَصْدِیْقٌ) ۲۸/۲۰

صَدَقْتَ - تو نے سچ کہا۔ صِدْقٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ ۱۹/۱۷

صَدَّقْتَ - تو نے سچ کر دکھایا۔ تَصْدِیْقٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر ۲۳/۷

صَدَقْتَنَا - تو نے ہم کو سچ بتایا۔ صَدَقْتَ صیغہ ماضی۔ نا ضمیر جمع متکلم ۷/۵

صَدَقَکُمْ - اس نے تم کو سچ کر دکھایا۔ صَدَقَ صیغہ ماضی، کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر ہے ۴/۷

صَدَقَنَا - اس نے ہم سے سچ کر دکھایا۔ اس میں نا ضمیر جمع متکلم ہے۔ ۲۴/۵

صَدَقْنٰهُمْ - ہم نے ان کو سچ کر دکھایا۔ صَدَقْنَا صِدْقٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ۱۷/۱

صَدَقُوْا - انہوں نے سچ کہا، انہوں نے سچ کر دکھایا۔ صِدْقٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ ۲/۱ ۱۰/۱۲ ۳۰/۱۴ ۲۱/۱۹ ۲۶/۷

اَلصَّدَقٰتُ - خیرات۔ زکوٰۃ۔ امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:-

"الصدقۃ" وہ ہے جس کو انسان اپنے مال میں سے بطور عبادت نکالتا ہے جیسے کہ زکوٰۃ، لیکن صدقۃ اصل میں نفلی خیرات کے لیے بولا جاتا ہے۔

اور زکوٰۃ واجب کے لیے اور کبھی واجب کو صدقہ سے موسوم کر دیا جاتا ہے جب کہ اس کا ادا کرنے والا اپنے فعل میں صدق کا ارادہ کرے ارشاد ہے خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً (لے ان کے مال میں سے زکات) اور فرمایا اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَاءِ (زکوٰۃ جو ہے سو حق ہے مفلسوں کا)

یہاں دو باتیں یاد رکھنے کے قابل ہیں اول تو یہ کہ زکوٰۃ انبیاء علیہم السلام پر بالاتفاق واجب نہیں ہے. مفتی ابو السعود نے اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ یہ حضرات اپنے پاس کی چیز کو ودیعت جانتے تھے خرچ کے موقع پر اس کو صرف کر دیتے اور بے موقع خرچ سے روکتے تھے، دوسری وجہ یہ ہے کہ زکوٰۃ طہارت ہے اس شخص کے حق میں جو آلودہ گناہ ہو، اور انبیاء علیہم السلام گناہوں سے معصوم ہیں۔ [۱]

دوم یہ کہ زکوٰۃ اور صدقہ واجبہ نہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے حلال تھا اور نہ بنی ہاشم کے لیے البتہ دیگر انبیاء کے لیے بھی حلال تھا یا نہیں اس میں اختلاف ہے. مبسوط میں مذکور ہے کہ آیا صدقہ بقیہ انبیاء کے لیے حلال ہے تو ایک قول یہ ہے کہ ہاں جائز ہے اور خصوصیت ہی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ ان کے لیے جائز نہیں ہے اور ایک قول یہ ہے کہ انبیاء کو حلال نہیں بلکہ ان کے اقرباء کو حلال ہے تو یہ خصوصیت ہے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقرباء کی ان کے اکرام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کی بناء پر کہ ان کو صدقہ حلال نہیں [۲] ہے

پ ۸/۲ پ ۱۴/۳ پ ۱۴/۵ پ ۲/۱۱ پ ۲/۲۸

صِدْقِهِمْ ان کا سچ. صِدْق مضاف ہُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ آیہ شریفہ لِيَسْئَلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ (تاکہ اللہ پوچھے سچوں سے ان کا سچ) کا مطلب یہ ہے کہ جس نے اپنی زبان سے صدق کا اظہار کیا اس کے "صدق فعل" سے اللہ تعالیٰ سوال فرمائے گا، یہ جتلاتا ہے کہ فعل کے ذریعہ طلب حق کیے بغیر محض اعتراف حق کافی نہیں ہے. پ ۲۱/۱۶،۱۹

صَدُّوْا. انہوں نے روکا صَدٌّ اور صُدُوْدٌ سے ماضی کا صیغہ مذکر غائب پ ۳/۲ پ ۸/۱۰ پ ۱۸/۱۴ پ ۵،۸/۲۶ پ ۱۳،۱۴/۲۸

صُدُّوْا. وہ روکے گئے صَدٌّ اور صُدُوْدٌ

[۱] ملاحظہ ہو طحطاوی شرح درمختار کتاب الزکوٰۃ

[۲] الدر المختار کتاب الزکوٰۃ باب المصرف

سے ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب پ ۱۳/۱۱

صُدُوْدًا۔ رُکنا، روگردانی کرنا، منہ موڑنا۔ صَدَّ یَصُدُّ کا مصدر ہے۔ لازم ہے۔ پ ۵/۹

صُدُوْرِ۔ سینے۔ صَدْرٌ کی جمع پ ۳/۲،۷ پ ۶/۶ پ ۱۰/۱،۸ پ ۱۱/۱۰،۱۱ پ ۱۶/۱۳ پ ۲۰/۱۳ پ ۲۱/۱،۱۲ پ ۲۲/۱۶ پ ۲۳/۱۵ پ ۲۴/۷ پ ۲۵/۴ پ ۲۷/۱۶ پ ۲۸/۱۵ پ ۲۹/۱ پ ۳۰/۲۵،۲۹

صُدُوْرِکُمْ۔ تمہارے سینے۔ صُدُوْرِ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ پ ۴/۳ پ ۵/۹ پ ۸/۱۲ پ ۱۱/۱۶ پ ۱۴/۴ پ ۲۰/۲،۱۰ پ ۲۴/۱۱ پ ۲۸/۴،۵

صَدُّوْکُمْ۔ انہوں نے تم کو روک دیا۔ صَدُّوْا صیغہ ماضی۔ کُمْ جمع مذکر حاضر (ملاحظہ ہو صَدُّوْا) پ ۶/۵ پ ۲۶/۱۱

صَدَّهَا اس کو روک دیا۔ صَدَّ صیغہ ماضی هَا ضمیر واحد مؤنث غائب (ملاحظہ ہو صَدَّ) پ ۱۹/۱۸

صَدَّهُمْ۔ اس نے ان کو روک دیا۔ صَدَّ صیغہ ماضی، هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب پ ۱۹/۱۶ پ ۲۰/۱۶

صَدِّهِمْ۔ ان کو روکنا۔ صَدِّ مصدر مضاف هِمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ (ملاحظہ ہو صَدٌّ، پ ۶/۲

صَدِیْدٍ۔ پیپ پ ۱۳/۱۵

صَدِیْقٍ۔ دوست۔ جمع اَصْدِقَاء۔ قاضی بیضاوی نے لکھا ہے کہ صَدِیْقٌ اصل میں مصدر ہے جیسے کہ حَنِیْنٌ اور صَہِیْلٌ ہیں[1]۔ واضح رہے کہ یہ لفظ مفرد بھی آیا ہے اور جمع بھی، مذکر بھی استعمال ہوا ہے اور مؤنث بھی[2]۔ راغب لکھتے ہیں کہ صَدَاقَۃٌ کے معنی مودت میں صدق اعتقاد کے ہیں یعنی سچی دوستی کے اور یہ انسان ہی کے ساتھ مختص ہے کسی اور کے لیے نہیں پ ۱۹/۹

صِدِّیْقٌ۔ بہت سچا۔ صِدْقٌ سے بروزن فِعِّیْلٌ۔ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ شاہ عبد القادر صاحب دہلوی فرماتے ہیں کہ "صدیق وہ کہ جو حق میں آوے ان کا جی آپ ہی اس پر گواہی دے"[3]

امام راغب رقمطراز ہیں:-

"صدیق وہ ہے جس سے کثرت سے صدق ظاہر ہوا اور کہا گیا ہے بلکہ اس کو کہا جاتا ہے جو کبھی جھوٹ نہیں بولتا اور بعض نے کہا ہے جس سے سچائی کی عادت ڈال لینے کے سبب

[1] تفسیر بیضاوی سورۃ شعرا۔ ج ۲ ص ۱۰۹، طبع مصر [2] منتخب اللغات شاہجہانی باب الصاد مع القاف

[3] موضح القرآن سورۃ نساء، مائدہ آیۃ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ۔

جھوٹ بن ہی نہ آتا ہو، اور بعض کا بیان ہے
بلکہ جو قول میں اور اعتقاد میں سچا ہو اور اپنے
عمل سے اپنے صدق کو ثابت کرے ارشاد
ہے وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ
اِبْرٰهِيْمَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا (اور
مذکور کر کتاب میں ابراہیم کا بے شک تھا وہ سچا
نبی) اور فرمایا وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ (اور اس
کی ماں صدیقہ یعنی ولی ہے) اور فرمایا مِنَ
النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ
(نبی اور صدیق اور شہداء) پس "صدیقین"
وہ لوگ ہیں جو فضیلت میں انبیاء سے کچھ
ہی کم ہیں، جیسا کہ میں نے "الذریعة الی مکارم
الشریعة" میں بیان کیا ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے
ازالۃ الخفاء میں مقام "صدیقیت" کی مزید
تشریح فرمائی ہے جو درج ذیل ہے فرماتے ہیں
آنکہ بمجرد استماع سخن پیغامبر باصل کار
متنبہ شود و گویا بے واسطہ می بیند بمثل
آنکہ آئینہ از آفتاب اثر پذیر گردد و نور خاص
برآید و نام ایں مقام صدیقیت است و از
لوازم او تصدیق پیغامبر بے اکثرات و
بدوں طلب معجزہ و صحبت والمہ بوصف
فنا و فدا و تسلیم و رضا و اختیار موافقت و
ترک مخالفت اگرچہ در ادنیٰ شے باشد اعنی
حالتے کہ در عرف آں را عشق مفرط گویند و
نیز از لوازم او تعبیر رؤیا ست و موافقت رائے
پیغمبر قبل از آنکہ پیغامبر تصریح کردہ باشد[1]

۱۲/۱۶ صِدِّيْقًا ۱۹/۶

صَدِيْقِكُمْ - تمہارا گہرا دوست۔ صَدِيْقٌ
مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ ۱۸/۱۴

صِدِّيْقُوْنَ: صدیق، سچے ایمان والے۔ صِدِّيْقٌ
کی جمع بحالتِ رفع ۲۷/۱۸

صِدِّيْقَةٌ: سچی، ایمان والی، ولی۔ صِدِّيْقٌ
کی مؤنث ہے۔ ۶/۱۴

صِدِّيْقِيْنَ صدیق، سچے ایمان والے
صِدِّيْقٌ کی جمع بحالت نصب وجر ۵/۶

فصل الراء المهملة

صِرٌّ - ٹھرہ، پالا۔ لُو، باد سموم، علامہ
خازن بغدادی لکھتے ہیں:۔

---

[1] ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء۔ ج ۲ ص ۳۔ طبع بریلی۔

"در صِرٌّ میں دو وجہیں ہیں (۱) جو کہ اکثر مفسرین
اور اہل لغت کا قول ہی یہ ہے کہ صِرٌّ سخت
ٹھنڈ ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما
قتادہ، سدی اور ابن زید نے یہی کہا ہے
(۲) یہ کہ وہ گرم لو ہے جو کہ مہلک ہوتی ہے
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی ایک
روایت یہی ہے اور اہل لغت میں سے ابن
الانباری کا بھی یہی قول ہے"[1]

قاضی بیضاوی نے لکھا ہے:۔

"اس کا اطلاق ہوا سے سرد کے لیے شائع
ہے جیسے کہ صَرصَر ہے۔ پس یہ اصل میں مصدر
ہے جو بطور وصف مستعمل ہے یا صفت ہے
کہ بطور مبالغہ بردٌ اس سے موصوف ہے
جیسے کہ بردٌ باردٌ بولتے ہیں"[2] ۳/۴

صِرَاطٌ۔ راہ، راستہ، سیدھے اور آسان
راستہ کو صِراطٌ کہتے ہیں۔ واضح رہے کہ صِراطٌ اصل
میں سِراطٌ ہے۔ اس میں س کا ص سے قلب ہے
تاکہ اطباق میں طا کے مطابق ہو جائے۔ اس کی اصل
سرطت الطعام سے ہے جس کا استعمال کھانے
کے نگلنے کے لیے ہوتا ہے گویا سراط میں اس کا
تصور ہے کہ رہرو راہ کو نگل لیتا ہے یا راستہ رہرو کو
ہڑپ کر جاتا ہے۔ عربی کی مثل ہے قتل ارضاً عالمھا
وقتلت أرضٌ جاھلھا (زمین سے واقف نے تو
زمین کو ختم کیا اور اس سے ناواقف کو زمین نے مار
ڈالا) اس کی جمع سُرُطٌ اور صُرُطٌ ہے جیسے کتابٌ کی جمع
کُتُبٌ ہے ۱/۱ ۲/۱،۲،۱ ۳/۱۳ ۴/۱ ۵/۴ ۷/۱۰،۱۲ ۸/۲،۷،۱۰،۹ ۱۱/[illegible] ۱۲/۵
۱۳/۱۳ ۱۴/۳،۶،۲۲ ۱۶/۵،۱۶ ۱۷/۱۰،۱۳ ۱۸/۴،۱۲ ۲۲/۷،۱۸ ۲۳/۳،۶،۸،۱۱
۲۵/۶،۱۰،۱۲ ۲۹/۲

صِرَاطًا ۵/۶ ۶/۴ ۱۷/۴ ۲۶/۹،۱۱

صِرَاطَكَ۔ تیرا راستہ۔ صِراطٌ مضاف لَکَ
ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ ۸/۱

صِرَاطِیْ۔ میرا راستہ صِراطِ مضاف ی ضمیر
واحد متکلم مضاف الیہ۔ ۸/۹

صَرْحٌ۔ محل، قصر، ہر وہ عالی شان عمارت کہ جس
میں نقش و نگار ہوں صَرح کہلاتی ہے صُرُوحٌ
جمع ہے ۱۹/۱۸ **صَرْحًا** ۲۰/۷ ۲۴/۹

صَرْصَرٍ۔ ہوائے تند، سخت ٹھنڈی، شمالی
کی ٹھنڈی ہوا۔ راغب لکھتے ہیں کہ لفظ صَرصَر
صَرٌّ سے ہے جس کے معنی باندھنے کے ہیں اور یہی بندش
ہی کی طرف راجع ہے کیوں کہ ٹھنڈ میں جما دینے کی

[1] لباب التاویل معروف بہ تفسیر خازن ج ۱ ص ۲۴۲ طبع مصر ۱۳۳۱ھ [2] تفسیر انوار التنزیل ج ۱ ص ۱۲۷ طبع میمنیہ مصر ۱۳۲۰ھ

صفت ہے۔ مَرَاضِعُ ۔ جمع پ ۲۹/۵ صَرْصَرًا پ ۲۳/۱۶ پ ۲۸/۸

صَرْعٰی بچھڑے ہوئے۔ زمین پر گرے ہوئے مَرِیْعٌ کی جمع جو صَرِیْعٌ ہے جس کے معنی زمین پر بچھڑنے کے ہیں بروزن فَعِیْلٌ بمعنی مفعول ہے ۲۹/۱

صَرَفَ اس نے پھیر دیا۔ اس نے دور رکھا اس نے دفع کیا۔ صَرْفٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، آیۂ کریمہ ثُمَّ انْصَرَفُوْا صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ میں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ اُن کے لیے بددعا ہو یعنی "پھیر دے پلٹے پلٹ دے اللہ ان کے دل" (ملاحظہ ہو اَصْرِفْ) پ ۱۱/۵ ۱۲/۱۴

صَرْفًا ۔ پھیرنا، "نالناصرف یصرف" کا مصدر ہے۔ آیۂ کریمہ فَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ صَرْفًا وَّلَا نَصْرًا (اب تم پھیر دے سکتے ہو نہ مدد کر سکتے ہو) میں عذاب پھیر دینا یا بات پلٹ دینا مراد ہے۔ پ ۱۸/۱۴

صُرِفَتْ ۔ وہ پھیری گئی۔ صَرْفٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مؤنث غائب پ ۸/۱۲

صَرَفَكُمْ اس نے تم کو پھیر دیا۔ صَرْفٌ صیغہ ماضی، کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر ہے۔ پ ۴/۷

صَرَفْنَا ۔ ہم نے پھیرا۔ ہم نے متوجہ کیا صَرْفٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم پ ۲۶/۴

صَرَّفْنَا ہم نے پھیر پھیر کر سمجھایا۔ ہم نے طرح طرح سے بیان کیا۔ تَصْرِیْفٌ سے جس کے معنی پھیرنے اور ظاہر کرنے کے ہیں ماضی کا صیغہ جمع متکلم۔

امام راغب فرماتے ہیں :-

"تَصْرِیْفٌ، صَرْفٌ ہی کی طرح ہے، البتہ تکثیر میں فرق ہے (کہ تَصْرِیْفٌ کے معنی بہت پھیرنے کے آتے ہیں۔ اور صَرْفٌ کے معنی صرف پھیرنے کے، اور زیادہ تر یہ کسی شے کے ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف اور ایک امر سے دوسرے امر کی طرف پلٹنے اور تبدیل کرنے کے لیے بولا جاتا ہے اور "تصریف الریاح" کے معنی ہیں ہواؤں کا ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف لوٹانا، ارشاد ہے وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ (اور ہم نے پھیر پھیر کر سنائیں باتیں) وَصَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ (اور طرح طرح پر اس میں سنا دیئے ڈراوے) اور اسی سے ہے "تصریف الکلام" (بات کو پھیر پھیر کر بیان کرنا، طرح طرح سے گفتگو کا بیان کرنا) اور "تصریف الدراہم" (درہموں کا الٹ پلٹ کرنا) پ ۱۵/۵، ۱۰، ۲۰ پ ۱۶/۱۵

صَرَّفْنٰهُ ہم نے اُس کو تقسیم کیا، ہم نے اُس کو طرح طرح بانٹا ہم نے اُس کو پھیر پھیر کر بیان

کیا۔ صَرَّفْنَا فعل ماضی، ہ ضمیر واحد مذکر غائب آیہ
شریفہ وَلَقَدْ صَرَّفْنَاهُ بَيْنَهُمْ میں بعض نے
تو ہ ضمیر کا مرجع "قول" کو قرار دیا ہے۔ یعنی ہم نے
اس بات کو ان میں طرح طرح سے بیان کیا اور
بعض نے پانی کو اس صورت میں معنی یہ ہوں گے
کہ ہم نے پانی کو ان میں طرح طرح سے بانٹا ۱۹/۳

صَرَّة۔ چیخ۔ فریاد۔ انسانوں کی جماعت جو باہم
ملی جلی ہو۔ راغب نے دونوں معنی لکھے ہیں۔
لیکن فریابی نے مجاہد سے اور ابن ابی حاتم نے
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی
تفسیر میں چیخ کے معنی نقل کیے ہیں۔ ابوعبیدہ نے
بھی "شدۃ الصوت" یعنی زور کی آواز سے اس
کی تفسیر کی ہے[1]۔ اس معنی میں یہ صَرِيْرٌ سے ماخوذ
ہے جس کے معنی زور سے چیخنے کے ہیں اور
دوسرے معنی میں صرٌّ سے ماخوذ ہے جس کے
معنی باندھنے کے ہیں۔ گویا ایسی جماعت کو جو باہم
باندھ دی گئی ہو۔ ۲۶/۱۹

صُرْهُنَّ۔ تو ان کو ہلا (نفس صُرْ، صَوْرٌ) سے
جس کے معنی ہلانے اور مائل کرنے کے ہیں۔ امر کا
صیغہ واحد مذکر حاضر، هُنَّ ضمیر جمع مونث غائب

واضح رہے کہ یہ لفظ صَارَ يَصُوْرُ اور صَارَ يَصِيْرُ
دونوں سے پڑھا گیا ہے اور لفظ مشترک ہے بمعنی
مائل کرنا اور ہلانا اور پارہ پارہ اور ٹکڑے ٹکڑے کرنا
اور بعض نے کہا ہے کہ بالکسر بمعنی قطع کرنا اور بالضم
بمعنی مائل کرنا۔ اور بعض نے کہا کہ بالضم تو دونوں معنوں
میں مشترک ہے اور بالکسر فقط بمعنی قطع کرنا ہے۔

ابن ابی حاتم نے دو طریقوں سے حضرت ابن عباس رضی
اللہ عنہما سے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے معنی ہی نقل
کیے ہیں اور متعدد طرق سے تابعین کی ایک جماعت
سے بھی یہی نقل کیا ہے[2]۔ اور ابن جریر نے حضرت
ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ
ارشاد باری فَصُرْهُنَّ نبطی زبان کا لفظ ہے اس
کے معنی ہیں فَشَقِّقْهُنَّ یعنی ان کو پارہ پارہ کر دے
نیز ضحاک سے بھی اسی کی مثل نقل کیا ہے اور
ابن المنذر وہب بن منبہ سے راوی ہیں کہ انہوں
نے یہ بیان کیا کہ کوئی سی زبان ہو قرآن میں اس
میں کا کچھ نہ کچھ موجود ہے۔ اس پر ان سے کہا گیا
رومی زبان کا کیا ہے؟ کہنے لگے فَصُرْهُنَّ
بمعنی قَطِّعْهُنَّ کے[3]۔

---

[1] فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۸ ص ۱۴۱ طبع میمنیہ

[2] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو فتح الباری ج ۸ ص ۱۵۰-۱۵۱ [3] الاتقان ج ۱ ص ۱۴۲ طبع مصر میمنیہ

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں :-

"صاحب "مغرب" نے ذکر کیا ہے کہ یہ لفظ سریانی ہے اور بیان کیا گیا ہے کہ نبطی ہے لیکن سابق میں جو نقل ہوا وہ اس کو بتاتا ہے کہ یہ عربی ہے۔ والعلم عند اللہ تعالیٰ لہ ۳/۴

صَرِیْخٌ۔ فریاد کو پہنچنے والا۔ فریادرس، چیخ، پکار فریاد، استغاثہ۔ اوّل معنی کے اعتبار سے صُرَاخٌ سے جو کہ اضداد میں سے ہے اور جس کے معنی فریاد کرنے اور فریاد کو پہنچنے کے ہیں، بمعنی فریاد کو پہنچنے کے بروزن فَعِیْلٌ بمعنی فاعل ہے اور صُرَخَاءُ جمع ہے اور دوسرے معنی میں صَرَخَ یَصْرُخُ کا مصدر ہے جس کے معنی فریاد کرنے اور چلانے کے آتے ہیں

۲۳/۲

صَرِیْمٌ: کٹا ہوا، ٹوٹا ہوا۔ صَرْمٌ سے جس کے معنی کاٹنے کے ہیں یہ وزن فَعِیْلٌ بمعنی مفعول یعنی مَصْرُوْمٌ ہے۔ واضح رہے کہ اصل معنی تو "صریم" کے یہی ہیں، کٹا ہوا، جدا کیا ہوا۔ پھر چونکہ صبح رات سے کٹی ہوئی ہوتی ہے اور رات صبح سے، اس لیے صریم کا استعمال کبھی صبح کے معنی میں ہوتا ہے اور کبھی رات کے معنی میں بھی، اسی طرح اس ذرہ ریگ کو صَرِیْمٌ کہا جاتا ہے کہ جو تودۂ ریگ سے جدا ہو گیا چنانچہ کالصَّرِیْم کی تفسیر میں یہ سارے اقوال بیان کیے گئے ہیں کہ وہ باغ سوکھ کر ایسا سپید ہو گیا جیسا کہ دن ہوتا ہے۔ یا جل کر اتنا سیاہ ہو گیا جیسی کہ رات ہوتی ہے، یا اس طرح ٹوٹ کر ذرہ ذرہ ہو گیا کہ جس طرح ذرہ ہائے ریگ تودۂ ریگ سے اڑ کر منتشر ہو جاتے ہیں۔ نیز صَرِیْمٌ کی تفسیر مَصْرُوْمٌ سے بھی کی گئی ہے جیسے کہ قتیل بمعنی مقتول ہے لہ ۲۱/۲

فصل العین المہملۃ

صَعَدًا: سخت شاق کہ جو معذب کے اوپر چھا جائے۔ قاضی بیضاوی نے لکھا ہے کہ یہ مصدر ہے جو صفت واقع ہوا ہے۔ امام راغب فرماتے ہیں :-

صَعَدٌ، صَعِیْدٌ اور صَعُوْدٌ اصل میں ایک ہیں لیکن صَعُوْدٌ اور صَعَدٌ تو گھاٹی کے لیے بولا جاتا ہے، اور بطور استعارہ ہر امر شاق کے لیے آتا ہے۔ ارشاد ہے وَمَنْ یُّعْرِضْ عَنْ ذِکْرِ رَبِّہٖ یَسْلُکْہُ عَذَابًا صَعَدًا (اور جو کوئی منہ موڑے اپنے رب کی یاد سے تو داخل کرے اس کو سخت عذاب میں یعنی

لہ ملاحظہ ہو صحیح بخاری تفسیر سورۃ نٓ والقلم اور تفسیر بیضاوی سورۃ مذکورہ۔

جو کہ سخت شاق ہو۔ اور فرمایا سَأُرْهِقُهُ صَعُوْدًا (اب اُس سے چڑھواؤں گا بڑی چڑھائی) یعنی سخت گھاٹی اور صَعِيْدٌ روئے زمین کو کہا جاتا ہے۔ فرمایا فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا (تو قصد کرو زمین پاک کا) اور بعض نے کہا ہے کہ صَعِيد اُس غبار کو کہا جاتا ہے کہ جو اوپر چڑھتا ہے صُعُوْدٌ سے ماخوذ ہے اور اُن کے نزدیک اسی لیے تیمم کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ اس کے ہاتھ میں غبار لگ جائے" $\frac{۲۹}{۱۱}$

صَعِقَ ۔ وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ وہ مر گیا۔ (سمع) صَعْقٌ سے جس کے معنی گرج کے صدمہ سے بیہوش ہونے اور مر جانے کے آتے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ $\frac{۲۴}{۴}$

صَعِقًا ۔ بے ہوش۔ صَعِقٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ $\frac{۱۵}{۹}$

صَعُوْدًا ۔ بڑی چڑھائی۔ سخت گھاٹی، دوزخ کے ایک پہاڑ کا نام، اصل میں صُعُوْدٌ اس گھاٹی کو کہتے ہیں کہ جس کی چڑھائی سخت ہو، جو سختیاں اور دشواریاں کہ پیش آتی ہیں ان کے لیے یہ لفظ بطور مثال مستعمل ہے۔ امام احمد اور ترمذی نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ صَعُوْد آگ کا ایک پہاڑ ہے کہ جس پہ ستر برس تک چڑھایا جائیگا اور پھر وہاں سے گرایا جائیگا۔[۱]

اور امام بغوی معالم التنزیل میں اپنی اسناد سے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ صَعُوْد دوزخ میں آگ کا ایک پہاڑ ہے کافر پر زور دیا جائے گا کہ اس پر چڑھے سو جب وہ اس پہ ہاتھ رکھے گا گل جائے گا اور جب اٹھاویگا تو پھر بدستور درست ہو جائے گا۔ اسی طرح جب پاؤں رکھے گا تو گل جائے گا اور جب اٹھائے گا تو پھر ویسا ہی ہو جائے گا۔[۲] $\frac{۲۹}{۱۵}$

صَعِيْدًا ۔ زمین۔ خاک۔ صُعُوْدٌ سے جس کے معنی بلند ہونے کے ہیں بروزن فَعِيلٌ صفت کا صیغہ ہے۔ اس کے معنی کے متعلق جو علماء کا اختلاف ہے وہ صَعَدًا کے ضمن میں امام راغب کے بیان میں معلوم ہوا کہ بعض نے اس کے معنی غبار کے بھی لیے ہیں۔ امام شافعی کا یہی مسلک ہے۔ علامہ علی بن محمد خازن البغدادی، تفسیر لباب التاویل فی معانی التنزیل میں لکھتے ہیں:۔

---

[۱] الاتقان ج ۲ ص ۲۰۳ طبع مصر　[۲] معالم التنزیل ج ۷ ص ۱۴۶ طبع مصر

ربیع نے امام شافعی سے صعید کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ اسم صعید غبار والی مٹی کے علاوہ اور کسی معنی کے لیے نہیں آتا چنانچہ سنگریزہ پر بھی خواہ موٹا ہو یا باریک صعید کا لفظ واقع نہیں ہوتا اور اگر مٹی یا ڈھیلہ سنگریزہ کے ساتھ اس طرح مل جائے کہ اس پر غبار آجائے تو صعید وہ ہے جو اس کے ساتھ ملا ہے۔ امام شافعی نے فرمایا ہے کہ چونہ اور سرمہ اور گیرو سے تیمم نہ کرے کہ یہ سب پتھر ہی ہیں۔

خازن لکھتے ہیں کہ صعید کی تفسیر میں یہ امام شافعی کا کلام ہے کہ جو لغت میں مقتدا ہیں اور ان کا قول اس کے بارے میں سند ہے۔ اور فراء اور ابوعبیدہ نے بھی اس بارہ میں ان سے موافقت کی ہے کہ اس کے معنی مٹی ہی کے ہیں۔ ؎۱

لیکن حقیقت یہ ہے کہ لفظ صعید کی یہ لغوی تشریح نہیں بلکہ فقہی تفسیر ہے جو امام شافعی نے اپنے مسلک کے مطابق کر دی ہے چنانچہ امام حافظ قاضی ابوبکر بن العربی امام شافعی کا قول نقل کر کے فرماتے ہیں :-

وهذا تفسير فقهي على مذهب و الاول الذي قدمنا اصوب واجری على اللغة قال الله سبحانه فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا	یہ ان کی اپنے مذہب کے مطابق فقہی تفسیر ہے اور پہلے معنی جو ہم نے سابق میں بیان کیے زیادہ صحیح اور لغت کے زیادہ مطابق ہیں۔ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے پھر ہو جائے وہ زمین صاف ؎۲

اور زجاج نے جو لغت عربیت کے امام ہیں تصریح کی ہے کہ :-

لا اعلم خلافا بين اهل اللغة ان الصعيد وجه الارض سواء كان عليها التراب ام لا ومنه قوله	میں اس بارے میں اہل لغت کے درمیان کوئی اختلاف نہیں جانتا کہ صعید کے معنی روئے زمین کے ہیں خواہ اس پر مٹی ہو یا نہ ہو اسی سے

؎۱ تفسیر خازن ج ۱ ص ۴۴۸ شیخ احمد قسطلانی نے بھی ارشاد الساری شرح صحیح البخاری میں یہی لکھا ہے (ملاحظہ ہو قسطلانی ج ۲ ص ۶۶ طبع نول کشور۔)

؎۲ عارضۃ الاحوذی شرح الجامع للترمذی از ابن العربی ج ۱ ص ۲۰۶ طبع نظامی ۱۲۹۲ھ مع مجموعہ شروح اربعہ ترمذی

تعالیٰ صعیداً — ارشادِ الٰہی ہے صعیداً
جُرُزاً وصعیداً — جُرُزاً (زمین چاٹ کر)
زلقاً وانما سمی — اور صَعِیداً زَلَقاً (زمین
صعیداً لانہا — پر) اور اس کا نام
نہایۃ ما یصعد — اس لیے ہوا کہ وہ زمین کی
من الارض ۱؎ — سطح بالائی کی انتہا ہے

امام بخاری نے اپنی صحیح میں سورۂ نساء کی تفسیر میں صَعِید کے معنی "وجہ الارض" یعنی روئے زمین کے ہی لکھے ہیں، اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں ابو عبیدہ کا بھی یہی قول نقل کیا ہے ۲؎ اور اسی بنا پر ائمہ حنفیہ کا مسلک ہے کہ زمین کی جنس میں سے جس چیز سے بھی تیمم کر لیا بشرطیکہ وہ پاک کرنے والی ہو تو جائز ہے اگرچہ اس پر گرد و غبار نہ ہو زمین کی جنس سے وہ چیز مراد ہے جو نہ آگ سے پگھلے اور نہ جل کر راکھ ہو جائے۔ چنانچہ پتھر اور گچ اور چونہ اور سرمہ اور گیرو اور ہرتال اور گندھک اور یاقوت اور زبرجد اور فیروزہ اور عقیق اور ریت اور پختہ اینٹ کہ یہ سب زمین کی جنس میں داخل ہیں اور یہاں کے نمک یعنی سیندھا لونوں میں دو روائتیں ہیں مگر جواز تیمم پر فتویٰ ہے۔ ۵/۴ ۶/۶ ۱۵/۱۳،۱۴

فصل الغین المعجمہ

صَغَارٌ ۔ ذلت، خواری۔ صَغُرَ یَصْغُرُ کا مصدر ہے جس کے معنی ذلیل ہونے کے ہیں، نیز یہ لفظ بطور اسم بھی بمعنی ذلت و خواری مستعمل ہے ۸/۲

صَغَتْ ۔ وہ جھک پڑی، وہ مائل ہو گئی صَغْوٌ اور صَغْیٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مونث غائب۔ یہاں قُلُوبٌ کے فاعل ہونے کی بنا پر صیغہ جمع کے معنی ہوں۔ یعنی جھک پڑے، مائل ہو گئے (ملاحظہ ہو تُبْتَ اور تَصْغٰی ۲۸/۲۹

صَغِیْرٌ ۔ چھوٹا۔ صِغَرٌ سے جس کے معنی چھوٹا ہونے کے ہیں، یہ بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے صِغَارٌ اور صُغَرَاءُ جمع ہے۔ امام راغب نے لکھا ہے کہ۔

صِغَر اور کِبَر اسماء متضادہ میں سے ہیں جو بعض کے لیے بعض کے اعتبار سے بولے جاتے ہیں، پس ایک ہی شے ایک شے کی نسبت سے صغیر ہوتی ہے اور دوسری کے اعتبار سے کبیر اور کبھی زمانے کے اعتبار سے بولتے ہیں چنانچہ کہا جاتا ہے کہ فلاں صغیر

۱؎، ۲؎ فتح الباری ج ۸ ص ۱۸۹ ۔

ہے اور فلاں کبیر ہے جب کہ اس کی عمر دوسرے
سے کم ہو اور کبھی جثہ کے لحاظ سے اور کبھی
قدر و منزلت کے اعتبار سے کہتے ہیں آیاتِ
شریفہ كُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُّسْتَطَرٌ اور لَا يُغَادِرُ
صَغِيرَةً وَّلَا كَبِيرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا وَلَآ
اَصْغَرَ وَلَآ اَكْبَرَ میں سب جگہ خیر و شر میں قدر و منزلت
کے اعتبار سے ایک دوسرے کی نسبت
سے صغیر و کبیر مراد ہیں "
$\frac{۲۱}{۱۰}$ صَغِيرًا $\frac{۱۵}{۳}$
صَغِيرَةً چھوٹی - صَغِيرٌ کی مؤنث ہے
$\frac{۱۱}{۴}$ $\frac{۱۵}{۱۸}$

فصل الفاء

صَفَا - ایک مشہور پہاڑی کا نام ہے جو مکہ شریف
میں مسجد حرام کے پاس ہے - امام بغوی لکھتے ہیں -
صَفَا صَفَاةٌ کی جمع ہے - صَفَاةٌ اس سخت
چٹان کو کہتے ہیں جو صاف اور ہموار ہو - کہا
جاتا ہے صَفَاةٌ اور صَفَا جیسے حَصَاةٌ اور حَصٰی
اور نَوَاةٌ اور نَوٰی - اور "مروہ" نرم پتھر کو کہتے
ہیں اور اس کی جمع مروات آتی ہے اور جمع
کثرت مَرْوٌ ہے جیسے تَمْرَةٌ اور تَمَرَاتٌ اور تَمْرٌ ہے
اور حق تعالیٰ شانہ کی صفا اور مروہ سے مراد مکۂ
معظمہ کی وہ دو مشہور پہاڑیاں ہیں جو سعی گاہ
کے ہر دو جانب ہیں - [1]

تعجب ہے کہ علامہ سیوطی سے الاتقان فی
علوم القرآن کی "النوع التاسع والستون" میں
جو ان اسماء اور کنی اور القاب کے بیان میں ہے
کہ جن کا قرآن مجید میں مذکور ہے - صفا اور مروہ کا ذکر
چھوٹ گیا - $\frac{۱۵۸}{۲}$

صَفًّا قطار - صف - یہ اصل میں صَفَّ يَصُفُّ
کا مصدر ہے جس کے معنی قطار باندھنے کے آتے
ہیں اور یہ خود قطار کے معنی میں بھی بطور اسم مستعمل
ہے - صُفُوفٌ جمع - راغب لکھتے ہیں کہ
"کسی شے کو مثلاً آدمیوں یا درختوں کو کم ایک
خط مستوی پر کر دینا اس کو صف کہتے ہیں
اور کبھی جیسا کہ ابو علیدہ نے تصریح کی ہے
صَفٌّ بمعنی (اسم فاعل) صَافٌّ (قطار
باندھنے والا) بھی آتا ہے حق تعالیٰ کے ارشاد
اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ
صَفًّا (اللہ چاہتا ہے اُن کو جو لڑتے ہیں اس

[1] معالم التنزیل ج ۱ ص ۱۱۱ طبع مصر برحاشیہ خازن

کی راہ میں قطار باندھ کر) اور ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا
(پھر آؤ قطار باندھ کر) میں لفظ صَفّ مصدر
بھی ہو سکتا ہے اور اسم فاعل بھی بمعنی صَافِّیْنَ
یعنی قطار باندھنے والوں کے اور اِنَّا لَنَحْنُ
الصَّآفُّوْنَ (اور ہم جو ہیں سو ہم ہی ہیں قطار
باندھنے والے) اور وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا (قسم
صف باندھنے والوں کی قطار ہو کر) میں
ملائکہ مراد ہیں ۔

۱۵/۱۸ ۱۶/۱۲ ۲۳/۵ ۲۸/۹ ۳۰/۱۴،۲

صَفْحٌ ۔ کنارہ پکڑنا ۔ کنارہ کش ہونا ، الزام سے
درگزر کرنا ۔ صَفَحَ یَصْفَحُ کا مصدر ہے ۔ راغب نے
لکھا ہے کہ :۔

"صَفْحٌ کے معنی ترک تثریب یعنی الزام اور
الاہنا چھوڑ دینے کے ہیں اور یہ عَفْوٌ سے زیادہ بلیغ
ہے اسی لیے ارشاد ہے فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ
اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ (سو تم درگزر کرو اور خیال میں نہ
لاؤ جب تک بھیجے اللہ اپنا حکم) اور یہ واقعہ ہے
کہ کبھی انسان معاف تو کر دیتا ہے مگر الزام دینا
نہیں چھوڑتا"

۱۲/۴ **صَفْحًا** ۲۵/۶

صُفْرٌ ۔ زرد ۔ صُفْرَۃٌ سے جس کے معنی زردی کے
ہیں بروزن فُعْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ جمع ہے
اَصْفَرُ واحد مذکر اور صَفْرَاءُ واحد مؤنث ہے ۲۹/۲۱

صَفْرَاءُ ۔ زرد ۔ صُفْرَۃٌ سے بروزن فَعْلَاءُ
صفت مشبہ کا صیغہ واحد مؤنث ہے راغب نے
لکھا ہے کہ :۔

"چونکہ زردی سیاہی سے زیادہ قریب ہوتی ہے
اس لیے کبھی صفرۃ کی تعبیر "سواد" (سیاہی)
سے بھی کی جاتی ہے چنانچہ حضرت حسن بصری
نے ارشاد الٰہی صَفْرَآءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا میں
صَفْرَاءُ کی تفسیر سَوْدَاءُ (سیاہ رنگ والی)
سے کی ہے اور بعض علماء نے کہا ہے کہ سواد
میں فَاقِعٌ نہیں کہا جاتا بلکہ حَالِکٌ کہتے ہیں

۱/۸

صَفْصَفًا ۔ چٹیل میدان ۔ ایسی ہموار زمین
کہ گویا اس کے اجزاء ایک ہی صف میں ہیں صفصف
کہلاتی ہے ۔ اسم ہے ۱۶/۵

صَفْوَانٍ ۔ صاف پتھر ۔ اس کا واحد صَفْوَانَۃٌ
ہے ۔ ۳/۴

فصل الکاف

صَکَّتْ ۔ اس نے پیٹ لیا (نصر) صَکٌّ سے

. ں کے معنی کہ سٹنے اور دوسرے ... کے ہیں۔
ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب پ ۲۶/۱۹

فصل اللام

صَلِّ ۔ تو دعا دے، تو نماز پڑھ۔ تَصْلِیَۃٌ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر (ملاحظہ ہو تَصْلِیَۃٌ صَلوٰۃ) پ ۳۰/۲۴ ۲/۱

صَلٰوتُکَ تیری نماز۔ صَلٰوۃٌ مضاف کَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ واضح رہے کہ قرآن مجید میں جہاں بھی لفظ صَلٰوۃ کی اضافت ضمیر بنی آدم کی طرف ہے وہاں یہ الف کے ساتھ مرقوم ہے جو لام سے متصل ہے، البتہ دو جگہ ایک تو سورۂ ہود میں اور دوسرے سورۂ توبہ میں باوجود ضمیر مخاطب کی طرف اضافت کے واو ہی کے ساتھ مرقوم ہے جو لام سے ملا ہوا ہے پ ۱۵/۱۲

صَلَاتَہٗ اس کی نماز، اپنی نماز صَلٰوۃ مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ پ ۱۸/۱۲

صَلَاتِہِمْ اُن کی نماز، اپنی صَلٰوۃ مضاف ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ پ ۹/۱۸ ۱۷/۱۸ پ ۱۸/۱ پ ۲۹/۷ پ ۳۰/۳۲

صَلَاتِیْ میری نماز صَلٰوۃٌ مضاف ی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ پ ۸

صُلْبٌ ۔ پیٹھ اَصْلَابٌ جمع۔ راغب نے لکھا ہے کہ صُلْبٌ کے معنی سخت کے ہیں اور باعتبار صلابت اور شدت کے ہی پشت کو صُلْب کہا جاتا ہے[1] اور ابن خالویہ لغوی نے تصریح کی ہے کہ صُلْبٌ، صَلَبٌ، صَالِبٌ، قَرَا، مَطَا، ظَهْرٌ، مَتْنٌ اور مَتْنَۃٌ کے ایک معنی ہیں۔ ارشاد الٰہی یَخْرُجُ مِنْ بَیْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ (جو نکلتا ہے پیٹھ اور چھاتی کے بیچ سے)۔ ... کو واحد لایا گیا اور تَرَائِب جمع ... اس کی دو وجہیں ہیں ایک تو یہ کہ گو عورت کے سینہ کو تَرِیْبَۃٌ کہتے ہیں مگر محاورہ میں کہا جاتا ہے لِلْمَرْاَۃِ تَرَائِبُ اس سے مراد اس کا سینہ اور سینہ کا اِدھر اُدھر کا حصہ ہوتا ہے۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ صُلْب سے مراد تو اصلاب ہی ہیں مگر جمع کی بجائے واحد پر اکتفا کی گئی جیسے کہ آیہ شریفہ اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کَانَتَا رَتْقًا (کیا دیکھا نہیں ان منکروں نے آسمان اور زمین منہ بند تھے) اگرچہ اراضی متعدد ہیں لیکن اَلْاَرْض کہا اَلْاَرَضِیْن نہیں کہا پ ۳۰/۱۱

[1] ملاحظہ ہو کتاب، اعراب ثلاثین سورۃ من القرآن العظیم از ابن خالویہ ص ۴۰ طبع دار الکتب المصریہ ۱۳۶۰ ھجری

صَلَبُوْهُ - انہوں نے اس کو سولی دی (ضرب) صَلْبٌ سے جس کے معنی سولی دینے اور دار پر کھینچنے کے ہیں، ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب، ضمیر واحد مذکر غائب ۶/۲

صُلْحٌ - صُلْحٌ، آشتی، مُصَالَحَۃٌ سے جس کے معنی آپس میں صلح کرنے کے ہیں، اسم ہے۔ راغب نے لکھا ہے کہ "صلح لوگوں کی باہمی منافرت کو دور کرنے کے لیے مخصوص ہے" ۵/۱۶ **صُلْحًا** ۵/۱۶

صَلَحَ - وہ نیک ہوا (نصر، فتح، کرم) صَلَاحٌ اور صُلُوْحٌ سے جس کے معنی نیک ہونے اور نیکی کرنے کے ہیں، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، امام راغب فرماتے ہیں:-

صَلَاحٌ، فَسَادٌ کی ضد ہے، یہ دونوں غالب استعمال میں اعمال کے ساتھ مخصوص ہیں قرآن مجید میں کہیں تو صلاح کا فساد سے مقابلہ کیا گیا ہے اور کہیں سَیِّئَۃٌ سے۔ ارشاد ہے خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَیِّئًا (انہوں نے ملایا ایک کام نیک اور دوسرا بد) اور وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِہَا (اور مت خرابی ڈالو زمین میں اس کے سنوارے پیچھے)"۔ ۱۳/۹ ۲۴/۱

صَلْدًا - پاٹ اور سخت پتھر کہ جس پر کچھ نہ اُگے اَصْلَادٌ جمع۔ ۲/۴

صَلْصَالٍ - بجتی ہوئی مٹی، کھنکھناتی ہوئی مٹی (وہ خشک مٹی کہ جب اس پر انگلی ماری جائے تو بجنے اور کھنکھنانے لگے صلصال کہلاتی ہے اور بعض نے اس کے معنی سڑی ہوئی مٹی کے بھی بیان کیے ہیں۔ امام راغب لکھتے ہیں:-

اصل میں صَلْصَال خشک چیز کے بجنے کا نام ہے اسی سے محاورہ ہے صَلَّ الْمِسْمَارُ (کھونٹی بجی)، اور اسی سے خشک مٹی صلصال سے موسوم ہے کیونکہ وہ بجتی ہے ارشاد ہے مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ (کھنکھناتی مٹی سے جیسے ٹھیکرا) اور مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ (کھنکھناتے سنے گارے سے) اور صَلْصَلَۃٌ باقی ماندہ پانی کا نام ہے جو مشکیزہ میں ہلنے کی کھڑکھڑاہٹ سے مشابہ ہونے کی بنا پر اس نام سے موسوم ہے اور بعض نے کہا ہے کہ صلصال سڑی ہوئی مٹی ہے۔ یہ عرب کے محاورہ صَلَّ اللَّحْمُ (گوشت سڑ گیا) سے ماخوذ ہے۔ ان کا بیان ہے کہ اس کی اصل صَلَّالٌ ہے ایک لام کو ص سے بدل لیا گیا ہے"۔

فرا کا بیان ہے کہ صلصال وہ مٹی ہے جس
میں ریگ ملی ہوئی ہو اور اس طرح بجنے لگے جس طرح
کہ ٹھیکری بجتی ہے، اور ابو عبیدہ نے کہا ہے کہ
صلصال وہ خشک مٹی ہے جس کو آنچ نہ پہنچی ہو اور
جب تم اس کو انگلی سے ٹھونکو تو بجنے لگے اور تم اس
کی کھنکھناہٹ سن لو، اور جب وہ آگ میں پکائی جائے
تو فخّار ہے، نیز ہر وہ شے جو کھنکھن بولے صلصال
ہے۔ طبری نے قتادہ سے بھی باسناد صحیح ایسا ہی
نقل کیا ہے اور مجاہد سے سٹری ہوئی کے معنی روایت
کیے ہیں[۱]۔ کسائی نے بھی مجاہد ہی کے قول کو اختیار کیا ہے[۲]

یہاں یہ امر ذہن نشین رہے کہ صنعت خلقت
انسانی یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے
بارے میں قرآن مجید میں مختلف عبارتیں مذکور
ہیں کہیں ارشاد ہے مِنْ تُرَابٍ (مٹی سے) کہیں
فرمایا مِنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ (چپکتے گارے سے) اور کہیں
مذکور ہے مِنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ (سنے گارے سے) اور کہیں
وارد ہے مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ (کھنکھناتی
مٹی سے جیسے ٹھیکرا) تو واضح رہے کہ ان
عبارات میں ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ
حقیقت میں اختلاف نہیں ہے، بلکہ مطلب ایک ہی
ہے، کیوں کہ حضرت آدم علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے
اول مٹی سے پیدا کیا، پھر اس میں پانی ملا تو طین لازب
ہوئی یعنی اس میں چپک پیدا ہوئی، اس کے بعد
حمأ مسنون کہلائی کہ سیاہ ہو گئی اور سڑ گئی
پھر جب خشک ہوئی صلصال کالفخار سے
موسوم ہوئی کہ ٹھیکری کی طرح کھن کھن بولنے لگی[۳]

$\frac{۱۴}{۳}$ ب $\frac{۲۷}{۱۱}$ ب $\frac{۲۹}{۵}$

صَلُّوْا ۔ تم درود بھیجو، تم رحمت بھیجو تَصْلِيَةٌ
سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر (ملاحظہ ہو تَصْلِيَةٌ
اور صَلٰوةٌ) ب $\frac{۲۲}{۴}$

صَلَوٰتٌ ۔ رحمتیں، شاباشیں، نمازیں، دعائیں
عبادت خانے، صَلٰوةٌ کی جمع ہے ب $\frac{۲}{۵،۳}$ ب $\frac{۱۱}{۱}$ ب $\frac{۱۷}{۱۳}$

صَلَاتِهِمْ ۔ اپنی نمازیں۔ ان کی نمازیں صَلٰوةِ
مضاف، هِمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ
ب $\frac{۱۸}{۱}$ ۔

صَلٰوتُكَ تیری دعا، صَلٰوةِ مضاف
كَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ ملحوظ رہے
کہ لفظ صلوٰۃ ان دو مقامات پر باوجودیکہ ضمیر

---

[۱] فتح الباری ج ۶ ص ۲۵۷، ۲۵۸ [۲] معالم التنزیل۔ ج ۴ ص ۵۳ طبع مصر ۱۳۳۲ھ
[۳] ملاحظہ ہو لباب التاویل از علامہ خازن بغدادی ج ۷، ص ۴ طبع مصر

کی طرف مضاف ہے مگر واؤ کے ساتھ مرقوم ہے الف کے
ساتھ نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دو قرائتیں ہیں
اس لیے اس کو صلوٰۃ غیر مضاف کی طرح لکھنا
چاہیے۔ ۱۱/۲ ۱۲/۸

صَلٰوۃ ۔ نماز، دعا، رحمت، قرآن مجید میں جہاں
بھی لفظ صلوٰۃ بغیر اضافت ہے واو کے ساتھ
مرقوم ہے، یہ لفظ کے مفخم ہونے کی بنا پر ہے جیسے کہ
لفظ زکوٰۃ ہے صَلٰوۃ، تَصْلِیَۃٌ سے اسم ہے ۔ امام
راغب اصفہانی رقمطراز ہیں :۔
بہت سے اہل لغت کا بیان ہے کہ صلوٰۃ کے معنی
دعا کرنے، برکت مانگنے اور بزرگی سے یاد کرنے
کے ہیں، بولا جاتا ہے صلیت علیہ یعنی میں نے
اس کے لیے دعا کی اور بزرگی سے یاد کیا
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اذا
دعی احدکم الی طعام فلیجب وان
کان صائما فلیصل (جب تم میں کسی کو کھانے
پر بلایا جائے تو قبول کر لینا چاہیے اور اگر
روزہ دار ہو تو دعا کرنا چاہیے) یعنی دعوت دینے
والے کے حق میں دعا کرے ۔ اور وَصَلِّ
عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ (اور
دعا دے ان کو بیشک تیری دعا ان کے لیے

اسودگی ہے) يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ
آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ (وہ رحمت بھیجتے ہیں رسول
پر اے ایمان والو رحمت بھیجو اس پر) وَصَلَوَاتِ
الرَّسُولِ (اور دعائیں یعنی رسول کی) اللہ تعالیٰ
کی طرف سے مسلمانوں پر صلوٰۃ کا مطلب
حقیقت میں ان کو سراہنا ہے۔ ارشاد ہے
أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ
وایسے لوگوں پر ہی شاباشیں ہیں اپنے رب کی اور
مہربانی ۔ اور فرشتوں کی طرف سے صلوٰۃ کے
وہی معنی ہیں جو آدمیوں کی طرف سے صلوٰۃ
کے ہیں یعنی دعا کرنا اور مغفرت چاہنا۔ ارشاد ہے
إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ
اللہ اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں رسول پر۔
صلوٰۃ اگر چہ عبادت مخصوصہ ہے (یعنی
[illegible]) اس کی اصل بھی دعا ہی ہے جس طرح
[illegible] کو اس کے بعض اجزاء کے نام
[illegible] اسی طرح یہ عبادت یعنی
[illegible] دعا پر مشتمل
[illegible] کہ جس
[illegible] خالی نہیں [illegible] کسی
[illegible] شریعت کے اعتبار سے

یکے بعد دیگرے مختلف رہیں۔ اسی لیے وارد ہے
اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا
مَّوْقُوْتًا (بیشک یہ نماز ہے مسلمانوں پہ
وقت باندھا حکم) اور بعض علماء نے کہا ہے کہ
صلوٰۃ کی اصل صلا ہے، ان کا بیان ہے کہ صَلّٰی
الرَّجُل کے معنی یہ ہیں کہ اس شخص نے اس
عبادت کے ذریعہ صلا کو کہ جو حق تعالیٰ کی
سلگاتی ہوئی آگ ہے اپنے اوپر سے دفع کر دیا
اور صلّی کی بنا مَرَّضَ کی طرح ہے کہ جو ازالۂ مرض
کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

نیز عبادت خانہ کو بھی صلوٰۃ کہا جاتا ہے
چنانچہ کنائس یہود (یہودیوں کے عبادت خانے
صلوات سے موسوم ہیں، ارشاد ہے لَهُدِّمَتْ
صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ (تو
ڈھائے جاتے تکیے اور مدرسے اور عبادت
خانے اور مسجدیں)

اور [illegible] جہاں حق تعالیٰ نے قول
صلوٰۃ [illegible] ہے یا اس پر رغبت دلائی
ہے وہاں لفظ اقامت [illegible] ہے جیسے اِقَامَةُ
الصَّلٰوةِ (اور آخرین ہے کہ اور قائم [illegible]

کو وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ (اور قائم کرو نماز)
اَقَامُوا الصَّلٰوةَ (اور قائم کریں نماز) حالانکہ
مُصَلِّيْنَ منافقین کے سوا اور کسی کو نہیں کہا
چنانچہ فرمایا: فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ
عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ (پھر خرابی ہے
ان نمازیوں کی جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں) وَلَا
يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى (اور نہیں
آتے نماز کو مگر جی ہارے) لفظ اقامت کو خاص
طور پر اس لیے لایا گیا کہ اس امر پر تنبیہ ہو جائے
کہ نماز پڑھنے کا مقصد اس کے حقوق و شرائط
کی بجا آوری ہے نہ کہ مجرد ہیئت کذائی کا ادا
کر دینا۔ اسی لیے مروی ہے کہ ان المصلین
کثیر والمقیمین قلیل (نمازی تو بہت ہیں
پر نماز کے حقوق و شرائط کے ادا کرنے والے
تھوڑے ہیں)۔"

علامہ جوالیقی نے کہا ہے کہ عبرانی میں صلوات
کے معنی کنائس یہود کے ہیں اور اس کی اصل
صلوتا ہے۔[1]

واضح رہے کہ نماز معراج میں شب ستائیس
رمضان کی ستر ہویں تاریخ ہجرت سے ڈیڑھ برس پہلے

[1] الاتقان ج ۱ ص ۱۴۰ طبع مصر۔

فرض ہوئی ہے اور معراج سے پہلے دو نمازیں تھیں ایک تو آفتاب نکلنے سے پہلے اور دوسری اس کے ڈوبنے سے پہلے۔ یہ علامہ شمنی کا بیان ہے[1] لیکن رمضان میں معراج کا ہونا ایک قول ہے اور دوسرا یہ ہے کہ معراج رجب میں ہوئی تھی اور یہی عام طور پر مشہور ہے

۱ (۱،۵،۷،۱۲)　۲ (۳،۶)　۳ (۶)

۵ (۴،۸،۱۲،۱۸)　۶ (۲،۶،۷،۱۲،۱۳)　۷ (۲،۴،۱۵، ۱۱)　۹ (۱،۱۵)

۱۰ (۷،۸،۹،۱۳،۱۸)　۱۱ (۱۴)　۱۲ (۱۰)　۱۳ (۹،۱۰،۱۸)　۱۵ (۹)

۱۶ (۵،۷،۱۰،۱۶)　۱۷ (۵،۱۲،۱۳،۱۶)　۱۸ (۱۱،۱۳،۱۴)　۱۹ (۱۲)　۲۱ (۱،۷،۱۰،۱۱)

۲۲ (۱،۱۵،۱۶)　۲۵ (۵)　۲۸ (۲،۱۲)　۲۹ (۱۴)　۳۰ (۲۳)

اَلصَّلٰوۃُ الْوُسْطٰی :- بیچ والی نماز اور درمیانی نماز۔ شاہ عبدالقادر صاحب موضح القرآن میں فرماتے ہیں :—

"بیچ والی نماز عصر ہے کہ دن اور رات کے بیچ میں ہے، اس کا تقید زیادہ کیا ہے"

واضح رہے کہ سلف میں صلوٰۃ وسطیٰ کی تعیین میں اختلاف ہے کہ اس کو کون سی نماز مراد ہے علامہ دمیاطی نے اس کے متعلق ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جس میں انیس اقوال درج ہیں اس رسالہ کا نام "کشف الغطاء عن الصلوٰۃ الوسطیٰ" ہے۔ اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں اس پر ایک اور قول کا اضافہ کر کے پورے بیس نقل کیے ہیں[2] لیکن صحیح حدیثوں میں اس کی تفسیر نماز عصر سے مروی ہے۔ چنانچہ ترمذی اور ابن حبان نے بروایت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور امام احمد نیز ترمذی نے بروایت سمرہ رضی اللہ عنہ اور ابن جریر نے بروایت ابوہریرہ اور ابومالک اشعری رضی اللہ عنہما آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ "صلوٰۃ وسطیٰ" صلوٰۃ عصر ہے[3] چنانچہ امام ابوحنیفہ اور امام احمد کا یہی قول ہے۔

جو لوگ عصر کی نماز کے علاوہ کسی اور نماز کو صلوٰۃ وسطیٰ کہتے ہیں اُن کے دلائل کا حاصل تین باتیں ہیں (۱) بعض صحابہ کے اقوال مگر وہ اور صحابہ کے اقوال کے معارض ہیں کہ جو عصر بیان کرتے ہیں اور قول عصر کی تائید نص صریح مرفوع سے ہوتی ہے۔ نیز جب صحابہ میں اختلاف ہوتا ہے تو ایک کا قول دوسرے کے مقابل حجت نہیں ہوتا لہٰذا حدیث مرفوع کی دلیل اپنی جگہ باقی رہیگی

---

[1] ملاحظہ ہو الدر المختار کتاب الصلوٰۃ　[2] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو فتح الباری ج ۸ ص ۱۳۶ تا ۱۴۸۔　[3] الاتقان ج ۲ ص ۱۹۲ طبع مصر۔

(۲) حدیث مرفوع کا معارضہ ان روایتوں سے کرنا کہ جن میں عصر کی نماز کے علاوہ اور نمازوں کی تاکید آئی ہے جیسے وہ روایت کہ جس میں صبح اور عشاء کی پابندی پر رغبت دلائی گئی ہے مگر یہ اس روایت کے معارض ہے کہ جو اس سے زیادہ قوی ہے اور جس میں نماز عصر کے چھوڑنے پر سخت وعید آئی ہے

(۳) حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما سے جو ایک قرأت میں حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَ الصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی آیا ہے وَصَلٰوۃِ الْعَصْرِ بواو عطف وارد ہے اور عطف مغائرت کا مقتضی ہے مگر یہ قرآن کا خبر آحاد سے اثبات ہے جو ممنوع ہے اور بمنزلہ خبر واحد اس کو تسلیم کرنا مختلف فیہ ہے اور بالفرض اگر اس کو خبر واحد تسلیم بھی کر لیا جائے تب بھی منصوص صریح کا معارض نہیں ہو سکتا علاوہ ازیں عطف کا مقتضی مغائرت ہونا بھی صریح نہیں کیوں کہ نفس صفات میں عطف وارد ہے جیسے ارشاد باری هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ہے۔ یہ حافظ صلاح الدین علائی کے بیان کی تلخیص ہے[1]۔ ۲/۱۵

صَلَوْهُ ۔ اس کو داخل کرو۔ صَلُّوْا تَصْلِیَۃٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب، ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ۲۹/۵

صَلّٰی ۔ اس نے نماز پڑھی، تَصْلِیَۃٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ امام راغب نے لکھا ہے کہ آیۂ کریمہ فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰی سو اس نے نہ تصدیق کی نہ نماز پڑھی، میں اس امر پر تنبیہ ہے کہ وہ ان لوگوں میں نہ تھا کہ جو نماز ادا کرتے ہیں، یعنی نماز کے حقوق و شرائط تو درکنار اس کی ظاہری ہیئت کو بھی ادا نہیں کرتا تھا (ملاحظہ ہو تَصْلِیَۃٌ اور صَلٰوۃ) ۲۹/۱۸ ۳۰/۲۱،۱۲

صِلِیًّا ۔ آگ میں داخل ہونے والے آگ میں داخل ہونا۔ پہلے معنی کے اعتبار سے یہ صَالٍ کی جمع ہے اور دوسرے معنی کے اعتبار سے صَلِیَ یَصْلٰی کا مصدر ہے جس کے معنی سوختہ ہونے اور آگ میں داخل ہونے کے آتے ہیں (ملاحظہ ہو صَالٍ) ۱۶/۶

فصل المیم

صُمٌّ ۔ بہرے۔ اَصَمُّ کی جمع ہے (ملاحظہ ہو اَصَمُّ اور صَمُّوْا) ۱/۲ ۲/۵ ۷/۱۰ ۹/۱۱ ۱۱/۱۱ ۱۷/۴ ۲۰/۲ ۲۱/۸ ۲۵/۱۰ **صُمًّا** ۱۵/۱۱ ۱۹/۴

---

[1] ملاحظہ ہو فتح الباری ج ۸ ص ۱۴۸۔

صَمَدٌ - بے نیاز - بے احتیاج - جو کھاتا پیتا نہ ہو واضح رہے کہ صَمَدٌ کے معنی میں مفسرین کا اختلاف ہے - امام بغوی لکھتے ہیں :-

ابن عباس (رضی اللہ عنہما)، مجاہد، حسن اور سعید بن جبیر نے کہا ہے کہ صمد وہ ہے جس کے جوف یعنی شکم نہ ہو۔ شعبی نے کہا یعنی جو نہ کھاتے نہ پیتے۔ عہ بعض نے کہا ہے کہ اس کا مابعد اس کی تفسیر ہے، چنانچہ ابوالعالیہ ابی بن کعب (رضی اللہ عنہ) سے راوی ہیں کہ الصمد الذی لم یلد ولم یولد (صمد وہ ہے جس کو نہ کسی نے جنا نہ وہ کسی سے جنا گیا کیوں کہ جو پیدا ہوگا ضرور مرے گا، اور جو وارث ہوگا دوسرا اس کی وراثت پائیگا)۔ ابو وائل شقیق بن سلمہ کا بیان ہے کہ "صمد" وہ سردار ہے جس پر سرداری ختم ہو گئی ہو۔ علی بن ابی طلحہ کی بھی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت یہی ہے کہ صمد وہ سردار ہے جو سیادت کی تمام انواع میں کامل ہو۔ نیز سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ جمیع صفات و افعال میں کامل ہو۔ اور بعض نے کہا ہے کہ وہ سردار ہے جو حوائج میں مقصود ہو۔ سُدی کا بیان ہے کہ وہ سردار جس کی طرف نعمتوں میں رخ کیا جائے اور مصیبتوں میں اس سے فریاد کی جائے۔ اہل عرب قصد کرنے کے معنی میں بولتے ہیں صمدت فلانا اصمدہ صمدا (بسکون میم) اور صَمَدٌ بفتح میم مقصود کو کہتے ہیں"۔ اور قتادہ کا قول ہے کہ صمد وہ ذات ہے جو اپنی خلق کے فنا ہو جانے کے بعد باقی رہے اور عکرمہ نے کہا ہے کہ صمد وہ ہے جس کے اوپر کوئی نہ ہو اور یہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے

عہ شاہ عبدالقادر صاحب نے بھی موضح قرآن میں یہی معنی اختیار کیے ہیں، چنانچہ اَللّٰہُ الصَّمَدُ کا ترجمہ لکھتے ہیں "نرادھار ہے یعنی کھاتا پیتا نہیں" امام راغب نے لکھا ہے کہ اَللّٰہُ الصَّمَدُ فرمانے سے مقصود اس امر پر تنبیہ کرنا ہے کہ ان لوگوں نے جن کو معبود قرار دیا اللہ تعالے کی ذات ان کے برخلاف ہے۔ آیۂ کریمہ مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ (اور کچھ نہیں مسیح مریم کا بیٹا، مگر رسول ہے۔ گزر چکے اس سے پہلے بہت رسول اور اس کی ماں ولی ہے، دونوں کھاتے تھے کھانا) میں بھی اسی حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تم جن کو معبود بناتے ہو وہ کھانے پینے کے محتاج ہیں اور اللہ تعالیٰ کو نہ کھانے کی حاجت نہ پینے کی - ۱۲ منہ

اور ربیع کہتے ہیں کہ صَمَدٌ وہ ہے جس پر آفتیں نہ آئیں اور مقاتل بن حیان نے کہا ہے کہ جس میں کوئی عیب نہ ہو[1]

محدث ملا علی قاری حنفی نے الحرز الثمین شرح الحصن الحصین میں ان تمام معانی کا خلاصہ ان لفظوں میں بیان کیا ہے :۔

وحاصل الغنی المغنی الذی لا یحتاج الی شیئ ویحتاج الیہ کل احد[2]

حاصل یہ ہے کہ صمد وہ ذات غنی مغنی ہے کہ جس کو کسی چیز کی طرف احتیاج نہیں اور اس کی طرف ہر ایک کو احتیاج ہے۔

علامہ خازن البغدادی نے لکھا ہے کہ "اولیٰ یہ ہے کہ صمد کو ان تمام معانی پر محمول کیا جائے کہ جو اس کے متعلق بیان کیے گئے ہیں کیونکہ وہ ہر ایک کا محتمل ہے۔[3]

واضح رہے کہ جیسا سابق میں معلوم ہوا اصل میں صَمَدٌ کے معنی قصد کرنے کے ہیں اور صَمَدٌ اسی سے بر وزن فَعَلٌ صیغہ صفت ہے بمعنی مفعول یعنی مقصود پس لغت و اشتقاق کے اعتبار سے تو اس کے اصل معنی وہی ہیں جو ائمہ لغت ابو عبیدہ[5]، راغب اور خطابی نے بیان کیے ہیں کہ الصمد السید الذی یصمد الیہ۔ "صمد" وہ سردار ہے جس کی طرف (حاجتوں، مصیبتوں اور تمام معاملات میں) قصد کیا جائے۔

صَمُّوا ۔ وہ بہرے بن گئے (بَنْخ) صَمَّ اور صَمَمٌ سے جس کے معنی بہرا ہونے کے ہیں ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب، جو حق کی طرف متوجہ نہ ہو اور اسے قبول نہ کرے وہ اس صفت سے متصف کیا جاتا ہے۔ ارشاد ہے صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ (یہ بہرے ہیں گونگے اندھے سو وہ نہیں پھرتے) اور فرمایا وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوا عَلَيْهَا صُمًّا وَعُمْيَانًا اور جب ان کو سمجھائیے

[1] معالم التنزیل ج ۷، ص ۲۶۵ طبع مصر۔ امام بیہقی نے بھی ان میں سے اکثر اقوال کو باسانید روایت کیا ہے (ملاحظہ ہو کتاب الاسماء والصفات ص ۴۴، ۴۴ مطبع انوار احمدی الہ آباد۔ [2] منقول از حواشی مولانا عبدالحی فرنگی محلی بر حصن حصین ص ۳۸ طبع مصر ۱۳۳۱ھ [3] لباب التاویل معروف بہ تفسیر خازن ج ۷، ص ۲۲۶ [5] ابوعبیدہ کا قول فتح الباری میں اور خطابی کا قول کتاب الاسماء والصفات میں منقول ہے۔ ابن خالویہ لغوی نے اس معنی کیلئے کہا ہے (یعنی جو کچھ بیان کیا گیا ہے ان سب میں بہتر) ملاحظہ ہو کتاب اعراب ثلاثین سورۃ من القرآن العظیم ص ۲۲۹ اور خطابی نے کہا ہے کہ جو کچھ اس بارے میں کہا گیا ہے اس میں زیادہ صحیح وہی ہے جس کے لیے معنی اشتقاق شاہد ہیں (ملاحظہ ہو الاسماء والصفات ص ۴۴)

ان کے رب کی باتیں نہ ہو پڑیں ان پہ بہرے اندھے۔
وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا وَصَمُّوْا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا اور خیال کیا کہ کچھ خرابی نہ ہوگی سو اندھے ہو گئے اور بہرے پھر اللہ متوجہ ہوا ان پر پھر بہرے اور اندھے ہو گئے۔
۶/۱۴

فصل النون

صُنْعٌ - کاریگری، بنانا، اچھا کام کرنا - صَنَعَ يَصْنَعُ کا مصدر ہے جس کے معنی کاریگری اور نکوئی کرنے کے ہیں۔ راغب نے لکھا ہے کہ صُنْعٌ کے معنی "اجادۃ فعل" کام کو عمدگی سے کرنے کے ہیں، پس ہر "صنع" "فعل" ہے لیکن ہر فعل "صنع" نہیں ہے۔ نیز جس طرح کہ فعل کی نسبت حیوانات اور جمادات کی طرف ہوتی ہے صنع کی نہیں ہوتی
۲۰/۳ صُنْعًا ۱۶/۳

صَنَعُوْا - انہوں نے کیا، انہوں نے بنایا صَنْعٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے ملاحظہ ہو اِصْنَعْ ، ۱۲/۲ ۱۳/۱۰ ۱۶/۲

صَنْعَةَ - بنانا۔ یہ بھی صَنَعَ يَصْنَعُ کا مصدر ہے۔ ۱۱/۴

صِنْوَانٌ : - جڑے ہوئے ایک جڑ سے نکلی ہوئی شاخیں۔ صِنْوٌ کی جمع۔ صِنْوٌ اس شاخ کو کہتے ہیں جو درخت کی جڑ سے نکلی ہو، اس کا تثنیہ صِنْوَانِ اور جمع صِنْوَانٌ ہے۔ یہ امام راغب اصفہانی کا بیان ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ "اصل میں صِنْوٌ کے معنی مثل کے ہیں اور مراد اس سے یہاں وہ شاخ ہے کہ اس کو اور دوسری شاخ کو یا زیادہ شاخوں کو ایک ہی جڑ گھیرے ہوئے ہو۔ اسی معنی میں حدیث ہے عَمُّ الرَّجُلِ صِنْوُ اَبِيْهِ (مرد کا چچا اپنے باپ کی طرح ہے) کیوں کہ ان دونوں کو ایک ہی اصل گھیرے ہوئے ہوتی ہے"[1] ۱۳/۴

فصل الواو

صَوَابًا - ٹھیک بات، حق، راست اور درست خَطَأ کی ضد ہے۔ امام راغب لکھتے ہیں: - صَوَاب کا استعمال دو[2] طرح پر ہوتا ہے ایک کسی شے کے اپنی ذات کے لحاظ سے یعنی جب کوئی شے فی نفسہ تعریف کے قابل ہو

---

[1] فتح الباری ج ۸ ص ۲۸۳ طبع مصر۔ [2] دادا مراد ہے۔

اور عقل و شرع کے مقتضیٰ کے مطابق پسندیدہ
ہو تو کہا جاتا ہے ھذا صواب جیسے تم بولتے
ہو تحری العدل صواب الفاف کو مد نظر
رکھنا ٹھیک ہے اور الکرم صواب
(سخاوت عمدہ ہے)

دوسرے قاصد یعنی ارادہ کرنے والے کے
اعتبار سے اس کا استعمال ہوتا ہے جبکہ
وہ مقصود کو اپنے ارادہ کے مطابق پا لے
چنانچہ کہا جاتا ہے اصاب کذا یعنی جس
کی طلب تھی اسے پا لیا۔ جیسے تم بولتے ہو
اصابہ بالسھم (تیر سے اس کو پا لیا)

اور اس کی مختلف صورتیں ہیں:-

(۱) یہ کہ جس چیز کا قصد کرنا مستحسن ہے اس
کا قصد کرے اور اسے کر ڈالے اور یہی "صواب
تام" ہے کہ جس پر انسان کی مدح کی جاتی ہے
(۲) یہ کہ جس چیز کا قصد کرنا مستحسن ہے قصد تو
اسی کا کرے مگر اس شے کے علاوہ اور کوئی
شے اس سے سرزد ہو جائے کیوں کہ اس کے
اجتہاد کے بعد اپنے اندازہ میں وہی چیز "صواب"
تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کل
مجتہد مصیب فرمایا ہے اس سے یہی مراد ہے
نیز مروی ہے المجتہد مصیب وان اخطأ
فھذا لہ اجر (مجتہد صواب پر ہے اور اگر اس
نے خطا کی تو اس کو ایک اجر ہے) جس طرح یہ
روایت ہے کہ من اجتہد فاصاب فلہ
اجران ومن اجتہد فاخطأ فلہ اجر
(جس نے اجتہاد کیا اور ٹھیک کیا تو اس کو دو
اجر ہیں اور جس نے اجتہاد کیا اور خطا کی تو اس
کو ایک اجر ہے) (۳) صواب کا قصد کیا مگر
کسی خارجی سبب کی بناء پر خطا ہو گئی جیسے
ایک شخص شکار پر تیر لگانا چاہتا تھا کہ انسان
کو لگ گیا تو یہ معذور ہے (۴) یہ کہ فعل
قبیح کا قصد کرتا تھا لیکن اس سے اپنے
قصد کے خلاف واقع ہوا تو کہا جائیگا کہ اس
نے اپنے قصد میں خطا کی اور جو اس نے پایا وہ
صواب یعنی درست ہے" ۳۰/۲

صُوَاعٌ . پینے کا بڑا جام جس میں شراب پی
جاتی ہے، نیز "صاع" کو صواع کہتے ہیں جو
ایک مشہور پیمانہ ہے صِیْعَانٌ جمع۔ امام راغب لکھتے ہیں
یہ ایک برتن تھا جس سے پیا بھی جاتا تھا اور
ناپا بھی جاتا تھا۔ اسے صاع بھی کہا جاتا ہے
یہ مذکر اور مؤنث دونوں طرح مستعمل ہے

چنانچہ نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ (ہم نہیں پاتے بادشاہ کا پیمانہ) کے بعد ارشاد ہے ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا (آخر کار وہ برتن نکالا)

اس میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب صُوَاعَ کی طرف راجع ہے (ملاحظہ ہو سِقَايَة) 13/3

صَوَاعِق۔ کڑک۔ بجلیاں۔ صَاعِقَةٌ کی جمع ہے (ملاحظہ ہو صَعِقَ) 1/2 12/8

صَوَافَّ۔ صف بستہ۔ صف باندھی ہوئیں صَافَّةٌ کی جمع، جو صَفٌّ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے۔ قاموس میں مرقوم ہے۔ قرآن مجید میں فَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا صَوَافَّ (سو ان پر نام اللہ کا قطار باندھ کر) میں صَوَافَّ بمعنی مَصْفُوفَةٌ (اسم مفعول کے معنی میں یعنی ایک قطار میں کی ہوئیں)، فَوَاعِل بمعنی مَفَاعِلُ اور بعض نے بمعنی مُصْطَفَّةٌ (اسم فاعل یعنی قطار باندھ والیاں) بیان کیا ہے" 16/12

صَوَامِعُ۔ عیسائی راہبوں کے تکیے صَوْمَعَةٌ کی جمع "صومعہ" ہر وہ عمارت ہے کہ جس کا اوپر کا سرا باہم جڑا ہوا ہو۔ چونکہ عیسائی اپنے عبادت خانوں کا سرا بلند اور باریک گاؤدم بناتے ہیں اس لیے اس کو صومعہ بولتے ہیں۔ علامہ سلیمان جمل شیخ مسیحین سے ناقل ہیں کہ:-

صَوَامِعُ، صَوْمَعَةٌ کی جمع ہے۔ صومعۃ اس بلند عمارت کو کہتے ہیں کہ جس کا بالائی حصہ محدب ہو، اور اس کا وزن فَوْعَلَةٌ ہے جیسے کہ دَحْرَجَةٌ ہے، اور یہ راہبوں کا عبادت خانہ ہے اور بعض نے کہا ہے کہ صابیوں کا عبادت خانہ ہے۔ [1] 16/14

صَوْتٌ۔ آواز۔ آواز کرنا۔ پہلے معنی کے اعتبار سے اسم ہے اور اس کی جمع اَصْوَاتٌ اور دوسرے معنی کے لحاظ سے صَاتَ يَصُوْتُ کا مصدر ہے۔ راغب لکھتے ہیں:-

"صوت وہ ہوا ہے جو دو جسموں کے ٹکرانے سے بج جاتی ہے، اور اس کی دو قسمیں ہیں ایک وہ آواز کہ جو کسی شے کے تنفس (سانس) سے خالی ہو، جیسے وہ آواز کہ جو (فضا میں) پھیلی ہوئی ہے دوسری وہ کہ جس میں کسی آواز کی سنسناہٹ موجود ہو، اس "صوت متنفس" کی بھی دو قسمیں ہیں۔

[1] الفتوحات الالہیہ بتوضیح تفسیر الجلالین للدقائق الخفیہ از سلیمان جمل ج ۳ ص ۱۶۹ طبع مصر

(۱) غیر اختیاری جو کہ جمادات اور حیوانات سے
سرزد ہوتی ہے، (۲) دوم اختیاری جو کہ انسان سے
ظاہر ہوتی ہے۔ اور اس کی بھی دو قسمیں ہیں۔
(۱) جو ہاتھ کی حرکت سے پیدا ہو جیسے عود
اور اسی قسم کی اشیاء کی آوازیں (۲) اور جو منہ
سے نکلے اس کی بھی دو قسمیں ہیں نطق اور غیر
نطق، غیر نطق جیسے بانسری کی آواز ہے اور
نطق یا کلام مفرد ہوگا یا کلام مرکب"

۲۱/۱۱ ۲۲/۱۳

صَوْتِكَ - تیری آواز، تیرا آواز کرنا صَوْتِ
مضاف کَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ

۱۵ ۲۱/۱۱

صُوْرِ - صور - نرسنگا - شیخ ابو الفضل (...)
قرشی رقمطراز ہیں -
"صور بالضم بمعنی شاخ ہے، نیز وہ چیز کہ
جسکو حضرت اسرافیل علیہ السلام خلق کو مارنے
اور جلانے کے لیے پھونکیں گے۔ ارشاد الٰہی ہے
یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ (جس دن پھونکا جائیگا صور)
کلبی نے کہا ہے مجھے نہیں معلوم کہ صور کیا ہے
نیز بیان کیا جاتا ہے کہ صُوْر، صُوْرَۃ کی جمع ہے
جس کے معنی پیکر اور پتلے کے ہیں جیسے کہ
بُسْرَۃٌ اور بُسْرٌ ہیں یعنی مردوں کے پیکروں میں روحیں
پھونکی جائیں گی اور حسن بصری نے تو قراءت ہی
بتحریک واؤ کی ہے۔
(جس دن پتلوں میں پھونکا جائیگا)[1]
یہ دوسرا قول ابو عبیدہ اور مقاتل کا ہے[2] مگر پہلا
قول زیادہ صحیح ہے کیونکہ قرآن مجید میں دوسری جگہ
فرمایا ہے ثُمَّ نُفِخَ فِیْهِ اُخْرٰی (پھر دوبارہ اس
میں پھونکا جائے گا) فِیْهِ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب
ہے ظاہر ہے کہ اگر صُوْر صُوْرَۃ کی جمع ہوتو ضمیر
واحد مذکر کیوں آتی ہے۔ نیز ارشاد ہے فَاِذَا نُقِرَ
فِی النَّاقُوْرِ (پھر جب بجنے لگے گی وہ کھوکھلی چیز)
یہ صور پھونکنے کا بیان ہے علاوہ ازیں خود حدیث میں
اس کے معنی نرسنگے کے موجود ہیں چنانچہ امام
احمد، ابوداؤد، نسائی، دارمی، ترمذی اور حاکم نے
حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی روایت
سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا۔
الصور القرن - صور نرسنگا ہے جس کو
ینفخ فیہ[3] - پھونکا جائے گا۔

---

۱ ملاحظہ ہو الصراح من الصحاح باب الواو فصل الصاد
۲ حواشی شیخ سلیمان جمل بر جلالین ج ۴ ص ۹۴ طبع مصر
۳ - مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح از ملا علی قاری ج ۵ ص ۲۳۲ طبع مصر۔

اور مجاہد نے جو کبراء تابعین سے ہیں تصریح کی ہے کہ صُوْر شاخ (نرسنگا) ہے جو بوق کی طرح ہوتی ہے۔

له - ب ۷/۱۵ ب ۱۶/۲ ب ۲۰/۳ ب ۲۳/۳ ب ۲۴/۴ ب ۲۶/۱۶ ب ۲۹/۵ ب ۳۰/۱

صُوَرَكُمْ۔ تمہاری صورتیں، صُوَرٌ، صُوْرَةٌ کی جمع ہے، مضاف ہے۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ (ملاحظہ ہو صُوْرَةٍ) ۲۴/۱۲ ۲۸/۱۵

صَوَّرَكُمْ۔ اس نے تمہاری صورت کھینچی اس نے شکل بنائی صَوَّرَ، تَصْوِیْرٌ سے ہے کے معنے صورت بنانے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر ہے۔

۲۴/۱۲ ۲۸/۱۵

صَوَّرْنٰكُمْ۔ ہم نے تمہاری صورتیں بنائیں صَوَّرْنَا، تَصْوِیْرٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم، کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر ہے۔ ۹

صُوْرَةٌ۔ صورت، شکل، ہیئت، جمع۔ امام راغب لکھتے ہیں،

صُورۃ وہ ہے جس کے ذریعہ ذوات اشیاء کا نقش ابھارا جاتا ہے اور اسی سے اشیاء میں باہم تمیز ہوتا ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں (۱) صورت محسوسہ کہ حس کا خاص و عام سب ادراک کرتے ہیں، بلکہ انسان تو انسان بہت سے جانوروں کو بھی اس کا ادراک ہوتا ہے، جیسے انسان گھوڑے گدھے کی صورت ہے کہ جو معائنہ میں آتی ہے۔

(۲) صورت معقولہ کہ جس کا خاص ہی لوگ ادراک کرتے ہیں عام نہیں جیسے انسانی عقل و فکر کی وہ صورت کہ جو انسان ہی کے ساتھ مخصوص ہے، نیز وہ معانی کہ جن سے کوئی شے کسی خاص شے کے ساتھ مختص ہے آیات ذیل میں دونوں ہی صورتوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ ارشاد ہے ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ (پھر ہم نے تمہاری صورتیں بنائیں) اور صَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ (اور صورت بنائی تمہاری اچھی بنائیں صورتیں تمہاری) اور فرمایا فِیْٓ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ (جس صورت میں چاہا تجھ کو جوڑ دیا) یُصَوِّرُكُمْ فِی الْاَرْحَامِ كَیْفَ یَشَآءُ (وہی تو ہے جو) بناتا ہے تمہارا

ماؤں کے پیٹ میں جس طرح چاہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِهٖ (یا) اللہ نے آدم کو اس

۵ جمل علی الجلالین ج ۲ ص ۳۹۹ - طبع مصر

کی صورت پر بنایا) یہاں "صورت" سے انسان کی وہ مخصوص ہیئت مراد ہے کہ جس کا بصر سے ادراک ہوتا ہے اور بصیرت سے بھی اور جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی اور بہت سی مخلوق پر فضیلت عطا کی ہے۔ اور صورۃ کی اضافت حق کی طرف بہ سبب ملکیت ہے نہ کہ بسبیل بعضیت وتشبیہ، کہ اللہ کی ذات اس سے برتر ہے۔ بلکہ یہ اس صورت کے شرف کے لئے ہے جیسے کہ "بیت اللہ" (اللہ کا گھر) اور "ناقۃ اللہ" (اللہ کی اونٹنی) ہے اور اسی طرح سے وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي (اور میں پھونکوں اس میں ایک اپنی جان ہے) [30]

صَوْمًا ۔ روزہ۔ یہ صَامَ يَصُومُ کا مصدر ہے جس کے معنی روزہ رکھنے کے ہیں۔ راغب لکھتے ہیں:-

صوم کے معنی اصل میں کام کے کرنے سے رک جانے کے ہیں، خواہ کھانا ہو یا گفتگو کرنا ہو یا چلنا پھرنا۔ اسی لیے اس گھوڑے کو کہ جو چلنے پھرنے اور گھاس چارہ سے رک جائے صائم کہا جاتا ہے۔ شاعر کہتا ہے۔ ع

خیل صیام واخری غیر صائمۃ

اور تھمی ہوئی ہوا کو صائمۃ بولتے ہیں اور استواء[1] نہار کو صوم کہتے ہیں یہ تصور کر کے کہ آفتاب وسط آسمان میں ٹھہر گیا ہے اور اسی تصور پر بولتے ہیں۔ قام قائم الظھیرۃ (گرمی کے وقت کا ٹھہرنے والا ٹھہر گیا۔ یعنی دوپہر ہوگئی اور آفتاب سر پر آکر رک گیا) اور شریعت میں صوم سے مراد مکلف کا نیت کے ساتھ صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے پینے، استمناء (قصداً منی نکالنے) اور استقاء (خود چاہ کر قے کرنے) سے رک جانے کا نام ہے اور ارشاد الٰہی اِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا (میں نے مانا رحمٰن کا روزہ) کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ اس سے چپ رہنا مراد ہے جس کو فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا (سو میں بات نہ کروں گی آج کسی) سے بتا رہا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی

عـہ یعنی یہ مطلب نہیں کہ اللہ نے کچھ اپنی صورت میں سے آدم کی صورت بنائی یا اپنی جیسی بنائی۔ بلکہ اضافت اس بنا پر ہے کہ وہ صورت اللہ کی ہے یعنی اللہ اس صورت کا مالک ہے اور وہ صورت اس کی مخلوق ہے۔ ۱۲ منہ

[1] نیمروز ٹھیک دوپہر جب سورج سر پر آجائے۔

یہاں صوماً کی تفسیر میں خاموش رہنا ہے مروی ہے[1] اسرائیلی شریعت میں چپ کا روزہ رکھنا درست تھا لیکن ہماری شریعت میں یہ حکم منسوخ ہوا اب خاموشی کا روزہ رکھنا درست نہیں ۱۶/۵

فصل الهاء

صِهْرًا: سسرال۔ امام قرطبی فرماتے ہیں:۔

"صہر اور نسب دو ایسے معنی ہیں جو ہر اس قرابت کو شامل ہیں کہ جو دو آدمیوں میں پائی جائے۔

"نسب" اور "صہر" میں فرق یہ ہے کہ "نسب" وہ قرابت ہے جس سے خاندانی رشتہ چلتا ہے اور نسل کا سلسلہ قائم ہوتا ہے اور صہر وہ قرابت ہے جو عورتوں سے چلتی ہے اور اس سے سسرال اور دامادی کا رشتہ قائم ہوتا ہے چنانچہ علامہ محمود بن عمر زمخشری آیۂ شریفہ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا (اور وہی ہے جس نے بنایا پانی سے آدمی پھر ٹھہرایا اس کیلئے نسب اور سسرال) کی تفسیر میں رقمطراز ہیں۔

مراد یہ ہے کہ بشر کی دو قسمیں فرمائیں (۱) ذوی نسب یعنی مرد کہ جن سے نسب چلتا ہے اور کہا جاتا ہے فلاں بن فلاں اور فلانہ بنت فلاں (۲) ذوات صہر یعنی عورتیں کہ جن سے سسرالی رشتہ چلتا ہے۔[2]

ازہری نے کہا ہے کہ:۔

"صہر عورتوں کی قرابتوں والے محرم مرد اور محرم عورتوں پر مشتمل ہے جیسے والدین اور بھائی اور ان کی اولاد اور چچا اور ماموں اور خالائیں کہ یہ سب عورت کے شوہر کے اصہار (سسرال والے) ہیں، اور اسی طرح جو شوہر کی طرف کے قرابت والے محارم ہیں وہ عورت کے اصہار ہیں"

اور ابن السکیت کا بیان ہے:۔

"شوہر کی طرف کے جو قرابت دار ہیں اس کا بھائی اور چچا یہ سب احماء کہلاتے ہیں اور عورت کی طرف کے جو اہل قرابت ہیں وہ اختان کہلاتے ہیں اور اصہار کا لفظ دونوں صنفوں کو جامع ہے"[3]

---

[1] صراح باب المیم فصل الصاد۔　　[2] الکشاف عن حقائق التنزیل ج ۲ ص ۹۸۱ طبع کلکتہ

[3] قرطبی، ازہری اور ابن السکیت تینوں کے بیانات جمل علی الجلالین میں مرقوم ہیں۔ ملاحظہ ہو ج ۲ ص ۲۷۸ طبع مصر۔

غرض سسرالی اور دامادی رشتے کے جو اہل قرابت ہیں وہ سب صِھر میں داخل ہیں اسی لیے صِھر کے معنی داماد، خسر اور بہنوئی سب کے آتے ہیں صِھر کی جمع اَصْھَار ہے۔ پ ۱۹/۳

فصل الیاء المثناة

صَیَاصِیْھِمْ ۔ اُن کے قلعے، ان کی گڑھیاں صَیَاصِی ۔ مضاف ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ صَیَاصِی، صِیْصَۃٌ کی جمع ہے۔ بمعنی قلعہ ہر وہ چیز کہ جس کے ذریعہ تحفظ کیا جائے صِیْصَۃٌ کہلاتی ہے، اور اسی اعتبار سے گائے کے سینگ اور مرغ کے خار کو "صِیْصَۃ" بولتے ہیں۔ پ ۲۱/۱۹

صِیَامٌ ۔ روزہ رکھنا۔ صَامَ یَصُوْمُ کا مصدر ہے پ ۲/۶،۷،۸ پ ۵/۱۰ پ ۶/۲ پ ۲۸/۱ صِیَامًا پ ۷/۲

صَیِّبٌ ۔ زور کا مینہ، برسنے والا بادل۔ یہ صَوْبٌ سے بروزن فَیْعِلٌ مبالغہ کا صیغہ ہے یاء کا یاء میں ادغام کر دیا گیا ہے۔ صَوْبٌ کے معنی اوپر سے نشیب کی طرف آنے، نازل ہونے اور برسنے کے ہیں، چونکہ مینہ برستا ہے اور بادل میں برسنے والا پانی ہوتا ہے اس لیے زور کی بارش اور ابر بارندہ کو صَیِّب کہتے ہیں۔ پ ۱/۲

صَیْحَۃٌ ۔ چیخ، کڑک، ہولناک آواز، نعرہ، چنگھاڑ۔ یہ صَاحَ یَصِیْحُ کا مصدر ہے اور بمعنی حاصل مصدر بھی آتا ہے۔ علامہ سلیمان جمل شیخ سمین سے ناقل ہیں:۔

"صَیْحَۃٌ بروزن فَعْلَۃٌ یہ صیاح کے ایک بار وقوع میں آنے کو بتاتا ہے اور "صیاح" صوت شدید (سخت عذاب) کو کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے صَاحَ یَصِیْحُ صِیَاحًا یعنی زور سے چیخا،[1] اصل میں لکڑی کے چرنے یا کپڑے کے پھٹنے سے جو زور کے چیرا پھٹنے کی آواز پیدا ہوتی ہے اس آواز کے نکلنے کو "الصیاح" کہتے ہیں، صیحہ اسی سے ہے اور چونکہ زور کی آواز سے آدمی گھبرا اٹھتا ہے اس لیے بمعنی گھبراہٹ اور عذاب کے بھی اس کا استعمال ہوتا ہے۔ پ ۱۲/۶،۸ پ ۱۴/۵،۶ پ ۱۸/۳ پ ۲۰/۱۶ پ ۲۳/۱،۲،۳،۱۱ پ ۲۶/۱۷ پ ۲۷/۹ پ ۲۸/۱۳

صَیْدٌ ۔ شکار، شکار کرنا۔ اصل میں تو صَادَ یَصِیْدُ کا مصدر ہے جس کے معنی شکار کرنے کے آتے ہیں اور کبھی شکار کیے ہوئے جانور کے معنی میں بھی آتا ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں: "فقیر گوید صید گاہے اطلاق کردہ می شود بمعنی

[1] الجمل علی الجلالین ج ۲ ص ۴۲۴ طبع مصر۔

مصدر۔ صاد یصید دگا ہے اطلاق کردہ می شود بمعنی حیوانے کہ صید کردہ شد، وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا [1]

امام راغب نے لکھا ہے کہ آیات شریفہ لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ (نہ مارو شکار جس وقت تم ہو احرام میں) اور إِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا (جب احرام سے نکلو تو شکار کرلو) اور غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ (مگر حلال نہ سمجھو شکار کو احرام کی حالت میں) میں جیسا کہ فقہاء کا بیان ہے "صید" کا لفظ ان مواضع میں اسی جانور کے ساتھ مختص ہے کہ جس کا گوشت کھایا جاتا ہے

چنانچہ روایت خمس یقتلهن المحرم فی الحل والحرم الحية والعقرب والفأرة والذئب الكلب العقور (سانپ، بچھو، چوہا، بھیڑیا، کٹ کھنا کتا۔ یہ پانچ جانور ہیں کہ جن کو احرام باندھنے والا حل و حرم سب جگہ قتل کرے گا) اس مدعا پر دلالت کر رہی ہے۔ ب ٦/٥ ب ٣/٣

صَيْفِ ۔ موسم گرما گرمی کی رت۔ شتاء کی ضد ہے، یہ اصل میں صاف یصیف کا مصدر ہے جس کے معنی گرمی کے موسم میں کسی مقام پر قیام کرنے کے آتے ہیں، اور یہ گرمی کے موسم کے لیے بطور اسم بھی مستعمل ہے۔ ب ٣٠/٣١

باب الضاد المعجمه

فصل الالف

ضَاحِكًا ہنستے ہوتے۔ ضحك سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر، واضح ہو کہ "ضحک" کے اصل معنی تو ہنسنے کے ہیں اور ہنسنے کے مختلف اسباب ہیں، انسان کبھی مذاق اڑانے کے لیے ہنستا ہے کبھی محض خوشی ہنسی کا باعث ہوتی ہے کبھی کسی چیز پر اچنبھا ہوتا ہے تو ہنسی آجاتی ہے اس لیے بطور استعارہ ضحک کا استعمال تمسخر اور مسرت اور تعجب کے لیے بھی ہوتا ہے، چنانچہ قرآن مجید میں بھی یہ تینوں معانی میں استعمال ہوا ہے ارشاد ہے فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِآيَاتِنَا إِذَا هُمْ مِنْهَا يَضْحَكُونَ (پھر جب موسیٰ لائے انکے پاس ہماری نشانیاں

[1] ازالۃ الخفاء ج ۱ ص ۱۱۰۔ طبع صدیقی بریلی۔

تو وہ لگے ان پر ہنسنے (یعنی معجزات کا مذاق اُڑانے
لگے) اور خوشی اور تعجب دونوں کی مثال جیسے یہی
آیت فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا (سو
سلیمان اس کی بات سے مسکراتے ہوئے ہنس
پڑے (یعنی چیونٹی کی گفتگو کے سننے پر تعجب سے
مسکرا دیئے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کی بات
سننے پر مارے خوشی کے مسکرا دیئے۔ [1]
واضح رہے کہ تبسّم (مسکرانا) ضحک (ہنسنا)
قہقہہ (کھکھلا کر ہنس پڑنا) مُنہ تو ان تینوں میں کھلتا
ہے مگر تبسم میں آواز بالکل نہیں ہوتی ضحک میں
آواز تو ہوتی ہے مگر بہت خفیف اور قہقہہ میں
اچھی خاصی آواز ہوتی ہے[2]۔ پ 19/17

ضَاحِكَةٌ ۔ خنداں، ہنستے ہوئے، ضحکٌ
سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث، یہ بھی
مسرت کا بیان ہے۔ پ 30/5

ضَآرِّهِمْ ۔ ان کو ضرر پہنچانے والا، ان کا
نقصان رساں۔ ضَآرِّ، ضَرٌّ سے اسم فاعل کا
صیغہ واحد مذکر، مضاف ہے ھُمْ ضمیر جمع
مذکر غائب مضاف الیہ (ملاحظہ ہو ضَرًّا) پ 18/2

ضَآرِّيْنَ ۔ ضرر پہنچانے والے ضَرٌّ سے اسم
فاعل کا صیغہ جمع مذکر، ضَآرٌّ کی جمع بحالت
نصب و جر۔ پ 1/12

ضَاقَ ۔ وہ تنگ ہوا ضِیْقٌ سے ماضی کا صیغہ
واحد مذکر غائب (ملاحظہ ہو ضَیِّقٌ) پ 12/7 پ 20/16

ضَاقَتْ ۔ وہ تنگ ہوگئی، ضِیْقٌ سے ماضی
کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ پ 10/1 پ 11/3

ضَآلًّا : ناواقف، حیران، بے خبر۔ ضَلَالٌ
سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ تفصیل کے
لیے ملاحظہ ہو ضَلَالٌ پ 30/18

ضَآلُّوْنَ ۔ گمراہ، بھٹکے ہوئے، راہ بھولے
ہوئے۔ ضَلَالٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر
ضَآلٌّ کی جمع بحالت رفع پ 3/17 پ 14/4 پ 27/15
پ 29/3 پ 30/8

ضَامِرٍ ۔ دُبلا جس کی کمر پتلی ہو اور پیٹ پیٹھ
سے لگ گیا ہو ضُمُوْرٌ سے جس کے معنی دبلا ہونے
کے ہیں۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر، چونکہ دبلے پن میں
پیٹ پیٹھ سے لگ جاتا ہے اور کمر پتلی ہو جاتی
ہے اس لیے ضامر کے مفہوم میں یہ دونوں معنی

---

[1] علامہ جار اللہ زمخشری نے کشاف میں دونوں وجہیں ذکر کی ہیں (ملاحظہ ہو ج ۲ ص ۱۰۲۱ طبع کلکتہ)

[2] الجمل علی الجلالین ۔ ج ۳ ص ۳۲۲ ۔ طبع مصر۔

داخل ہیں، یہاں "ضامر" سے مراد سواری کا جانور اونٹ گھوڑا وغیرہ ہے کہ جو سواری دینے کے سبب دبلا ہوگیا ہو۔ پ ۱۷/۱۱

ضَأْنِ ۔ بھیڑ، دنبہ جس پہ اون ہوتی ہے، ضائن کی جمع ہے جیسے رَکْبٌ، رَاکِبٌ کی، "ضائن" میش نر یعنی نر دنبہ یا نر بھیڑ کو کہتے ہیں جو "ماعز" یعنی بکرے کی ضد ہے صراح میں اسی طرح ہے، اور بعض نے کہا ہے کہ ضَأْنٌ ضَائِنٌ اور ضَائِنَةٌ یعنی نر اور مادہ دونوں کی جمع ہے اور بعض نے اس کو اسم جمع بھی بتایا ہے۔[1] پ ۸/۴

ضَائِقٌ ۔ تنگ ہونے والا، ضَیْقٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر (ملاحظہ ہو ضَیِّق) پ ۱۲/۲

فصل الباء الموحدة

ضَبْحًا ۔ ہانپنا، یہ ضَبَحَ یَضْبَحُ کا مصدر ہے "ضبح" گھوڑوں کے دوڑنے کے سبب ہانپنے کو کہتے ہیں۔ پ ۳۰/۲۵

فصل الحاء المهملة

ضَحِکَتْ ۔ وہ ہنسی، وہ ہنس پڑی۔ اسے ہنسی آگئی۔ ضَحِکٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ آیۃ شریفہ وَامْرَاَتُہٗ قَائِمَۃٌ فَضَحِکَتْ (اور اس کی عورت کھڑی تھی تب وہ ہنس پڑی) یہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ و والسلام کی زوجہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کا ذکر ہے، یہاں "ضحکت" سے کیا مراد ہے علماء کے اس کی تفسیر میں دو قول ہیں۔ اول یہ کہ ضحک سے یہی مشہور معنی ہنسنا مراد ہیں اور یہی اکثر مفسرین کا قول ہے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ یہ ہنسی کس بات پر تھی۔ بعض نے کہا ہے کہ قوم لوط کی تباہی کی جو بشارت سُنی اسی کی خوشی میں تھی، اور بعض کا بیان ہے کہ فرشتوں کے آنے سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل میں جو دھڑکا پیدا ہوگیا تھا اُس ڈر کے رفع ہونے سے خوش ہو کر ہنس پڑیں بعض کہتے ہیں کہ حضرت اسحٰق علیہ السلام کی ولادت کی خبر سُننے پر مارے اچنبھے کے ہنسی آگئی۔ بعض نے ہنسی کی اور وجہیں بھی ذکر کی ہیں۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ضَحِکَتْ بمعنی حَاضَتْ ہے یعنی اُن کو حیض آگیا، چنانچہ ابوجعفر بیہقی نے تاج المصادر میں ثعلب اور ابن الاعرابی سے

[1] الجمل علی الجلالین ج ۲ ص ۱۰۴ - طبع مصر

یہی معنے نقل کیے ہیں۔ اور عکرمہ اور مجاہد کا بھی یہی قول ہے، لیکن امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں کہ

"ان کا ہنسنا تعجب کی بنا پر تھا جیسا کہ ارشاد باری أَتَعْجَبِينَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ کیا تو تعجب کرتی ہے اللہ کے حکم سے) دلالت کر رہا ہے نیز ارشاد ءَأَلِدُ وَأَنَا عَجُوزٌ وَهَٰذَا بَعْلِي شَيْخًا إِنَّ هَٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيبٌ (کیا میں بچہ جنوں گی اور میں بڑھیا ہوں اور یہ خاوند میرا بوڑھا ہے یہ تو ایک عجیب بات ہے) بھی اسی کو بتلا رہا ہے، اور جس نے یہ بیان کیا ہے کہ ان کو حیض آ گیا تو یہ ضحکت کی تفسیر نہیں ہے جیسا کہ بعض مفسرین نے خیال کیا ہے، بلکہ اظہار واقعہ کے طور پر ذکر کیا ہے کہ ان کو جو بشارت دی گئی تھی، اللہ تعالیٰ نے یہ اس کا نشان ٹھہرایا، اور انہیں اسی دم حیض آ گیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ ان کا حاملہ ہونا کچھ بعید نہیں ہے اس لیے کہ عورت کو جب تک حیض آتا ہے وہ حاملہ ہو جاتی ہے"

مگر یہ واضح رہے کہ راغب نے جو ہنسنے کی وجہ تعجب بیان کی ہے تو اس کے ماننے کی صورت میں آیت میں تقدیم و تاخیر ماننی پڑے گی اور تقدیر آیت یوں ہو گی فَبَشَّرْنَاهَا بِإِسْحَاقَ فَضَحِكَتْ یعنی ہم نے اس کو اسحٰق کی خوشخبری دی تو وہ ہنس پڑی [1]

پ ۱۲

ضُحًی : ۔ وقت چاشت، دن چڑھے، وہ وقت جب کہ دھوپ چڑھ جائے، "ضحی" کے معنے دھوپ کے پھیلنے اور دن کے چڑھنے کے ہیں نیز اس وقت کو بھی ضحیٰ کہتے ہیں۔ ابن خالویہ لغوی لکھتے ہیں

"ضحیٰ مقصور ہے۔ مثل ھُدٰی کے اور ضحیٰ مؤنث ہے اس کی تصغیر ضُحَیَّۃ ہے اور بہتر یہ ہے کہ اس کی تصغیر میں ضُحَیٌّ کہیے بغیر ہا کے تاکہ اس کی تصغیر ضحوۃ کی تصغیر کے مشابہ نہ ہو، اور ضحیٰ کے معنی دن چڑھنے کے ہیں [2]"

شیخ مجد الدین فیروز آبادی نے قاموس میں تصریح کی ہے کہ ضحیٰ مذکر بھی آتا ہے۔ علامہ ابو الفضل جمال قرشی نے لکھا ہے کہ :۔

"جس نے اس کو مؤنث کیا اس نے اسے

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو الجمل علی الجلالین ج ۲ ص ۴۲۶ طبع مصر تفسیر سورۂ ہود،

[2] کتاب اعراب ثلاثین سورۃ من القرآن العظیم ص ۹۵ طبع دار الکتب المصریہ ۱۳۶۰ھ

حقوۃ کی جمع کہا اور جس نے مذکر کیا اس نے کہا
کہ یہ اسم ہے بروزن فُعَلٌ جیسے کہ صُرَدٌ ہے
اور ظرف غیر متمکن ہے مثل سَحَرَ کے“ [1]

پ ٩/٢ ١٦/١٢ ٣٠/١٨

ضُحٰهَا - اس کے دن چڑھے، اس کی
دھوپ کا پھیلنا اور روشن ہونا ۔ ضُحٰی مضاف
ھا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ ٣٠/١٢/٤

فصل الدال المہملہ

ضِدًّا - مخالف ۔ اَضْدَادٌ جمع ، یہ مفرد اور جمع
دونوں طرح استعمال ہوتا ہے [2] ۔ اور یہاں یہ جمع ہی کے
معنی میں ہے ۔ علامہ سمین فرماتے ہیں کہ :-
”اگرچہ خبر ایک جماعت کے متعلق دی گئی مگر
”ضداً“ کو واحد لایا گیا ، اس کی دو وجہیں ہو
سکتی ہیں یا تو یہ کہ ضِدٌّ اصل میں مصدر ہے
اور مصادر واحد ہوتے ہیں اور مذکر ہوتے
ہیں اور یا یہ کہ یہ مفرد ہے بمعنی جمع“ [3]
اور شیخ سلیمان جمل نے لکھا ہے کہ ضد کے متعلق
ایسا معلوم ہوتا ہے یا تو یہ مصدر سماعی ہے اور یا
اسم [4] مصدر ہے - اور امام راغب ضد کے معنی کی
تشریح میں رقمطراز ہیں :-
”ایک قوم نے کہا ہے کہ ”ضِدَّیْن“ وہ دو چیزیں
ہیں کہ جو ایک ہی جنس کے تحت ہوں اور
ان میں سے ہر ایک دوسرے کے اوصاف خاصہ
میں منافی ہو اور دونوں کے مابین بہت ہی
زیادہ فرق ہو جیسے کہ سیاہی اور سپیدی
اور خیر و شر اور جو دو چیزیں کہ ایک جنس کے
تحت نہیں ہوں گی ”ضدین“ نہیں کہلائیں گی
جیسے کہ شیرینی اور حرکت یہ کہتے ہیں کہ ضد
احد المتقابلات کا نام ہے ، کیونکہ ”متقابلین“
وہ دو مختلف بالذات چیزیں ہیں کہ ان میں سے
ہر ایک دوسرے کے مقابل ہو اور ایک وقت
میں دونوں کسی ایک شے میں جمع نہ ہو سکیں
اور ایسی چیزیں چار ہیں (١) ضدین جیسے سپیدی
اور سیاہی (٢) متناقضین جیسے ضعف (دو
چند) اور نصف (٣) وجود و عدم جیسے بینائی
اور نابینائی (٤) اخبار میں موجبہ اور
سالبہ جیسے ہر انسان یہاں ہے اور

[1] صراح باب الواو والیا فصل الضاد [2] منتخب اللغات شاہ جہانی باب الضاد مع الدال
[3] [4] حواشی سلیمان جمل علی الجلالین ج ٣ ص ٨٢ -

ہر انسان یہاں نہیں ہے۔

اور بہت سے متکلمین اور اہل لغت ان سب کو متضادات ہی میں سے قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ضدّین وہ دو چیزیں ہیں کہ جن کا اجتماع ایک محل پر نہ ہو سکے۔ اور کہا جاتا ہے اَللّٰہُ لَا نِدَّ لَہٗ وَلَا ضِدَّ کیونکہ ند کہتے ہیں جوہر میں اشتراک کو اور "ضد" کا مطلب یہ ہے کہ دو متنافی چیزیں ایک جنس کے تحت ہوں اور جب حق تعالیٰ جوہر ہونے ہی سے منزّہ ہے تو اب نہ اس کا کوئی ضد ہوا نہ ند۔"

16/8

فصل الراء المہملۃ

ضُرٌّ۔ بلا، سختی، برائی، تکلیف، ضرر، ایذا، نقصان اسم ہے۔ امام راغب لکھتے ہیں:۔ "ضُرٌّ بمعنے بدحالی ہے خواہ اپنے نفس (اندرون) میں ہو بسبب علم و فضل اور عفت کی کمی ہونے کے خواہ اپنے بدن میں کسی عضو کے نہ ہونے کے باعث یا کسی نقص کی بنا پر خواہ حالت ظاہری میں بوجہ مال و جاہ کی قلت کے آیہ شَرٌّ لِفِیْ فَکَشَفْنَا مَا بِہٖ مِنْ ضُرٍّ (سو ہم نے دور کر دی جو اُس پر تکلیف تھی)، تینوں کی محتمل ہے"

پ 7/8، پ 11/16،7، پ 13/4، پ 14/13، پ 15/6،7، پ 17/6، پ 19/4، پ 21/7، پ 23/1،15، پ 24/1،2 -

ضَرًّا۔ ضرر، ضرر پہنچانا، ضَرَّ یَضُرُّ کا مصدر ہے جس کے معنے گزند پہنچانے کے ہیں نَفْعٌ کی ضد ہے پ 6/14، پ 9/13، پ 11/10، پ 13/8، پ 17/13، پ 19/16، پ 22/11، پ 23/10، پ 26/12

ضَرَّآءُ۔ تکلیف، سختی، تنگی، مرض، بیماری، مصیبت، اسم ہے ضَرَّاءُ اور نَعْمَاءُ کی ضد ہے، واضح رہے کہ بَاْسَاءُ اور ضَرَّآءُ دونوں مؤنث ہیں اور ان کا مذکر نہیں آتا ہے فَرّاء کا بیان ہے کہ اگر ان دونوں کی جمع میں اَبْؤُسٌ اور اَضُرٌّ استعمال کیا جائے جس طرح سے کہ نَعْمَاءُ کی جمع اَنْعُمٌ استعمال کی جاتی ہے تو جائز ہے[1]

پ 2/10،6، پ 4/5، پ 7/11، پ 9/2، پ 11/8، پ 12/2، پ 25/1

ضِرَارًا۔ ستانا، ایذا دینا، تکلیف پہنچانا، ضرر پہنچانا۔ ضَارَّ یُضَارُّ باب مُفَاعَلَۃ کا مصدر ہے، جس کے معنی ایک دوسرے کو گزند پہنچانے کے ہیں۔ پ 2/13، پ 11/2

---

[1] الصراح من الصحاح باب الراء فصل الضاد۔

ضَرَبَ۔ بیان کیا، بتایا، ظاہر کیا۔ ضَرْبٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب "ضرب المثل" کے معنی مثال بیان کرنے کے ہیں ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا کے معنی ہیں اللہ نے مثال بیان کی۔ قرآن مجید میں لفظ ضَرَبَ جہاں آیا ہے مثال بیان کرنے ہی کے لیے آیا ہے (ملاحظہ ہو اِضْرِبْ)

پ۱۳/۱۶ پ۱۴/۱۶،۱۹،۲۱ پ۲۱/۷ پ۲۳/۴،۱۷ پ۲۵/۸ پ۲۸/۲۰

ضُرِبَ۔ بیان کیا گیا، بتایا گیا، ظاہر کیا گیا کھڑا کیا گیا۔ قائم کیا گیا۔ ضَرْبٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب فَضُرِبَ بَیْنَھُمْ بِسُوْرٍ لَّہٗ بَابٌ (پھر کھڑا کر دیا جائیگا اُن کے درمیان میں ایک دیوار کو جس میں ہوگا دروازہ) یہاں ضرب بمعنی کھڑا کرنے کے ہے۔

پ۱۷/۱۷ پ۲۵/۱۲ پ۲۷/۱۸

ضَرْبٌ۔ مارنا، چلنا ضَرَبَ یَضْرِبُ کا مصدر ہے اس کے معانی کی تفصیل اِضْرِبْ کے ضمن میں گزر چکی ہے۔ "ضرب فی الارض" کے معنی زمین پر چلنے کے ہیں۔ پ۲۶/۵ ضَرْبًا پ۳/۵ پ۲۳/۷

ضُرِبَتْ۔ ڈال دی گئی، مار دی گئی، لازم کر دی گئی، لگا دی گئی۔ ضَرْبٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب، امام راغب فرماتے ہیں :-

ضَرَبَ الْخَیْمَۃَ (خیمہ گاڑا) کے معنے ہیں ٹھوکنے سے اس کی میخوں کو ٹھونکنا۔ اور خیمہ ہی سے تشبیہ کی بنا پر ارشاد ہے ضُرِبَتْ عَلَیْھِمُ الذِّلَّۃُ یعنی ذلت نے ان کو اس طرح سے گھیر لیا جس طرح سے کہ خیمہ اس شخص کو گھیر لیتا ہے جس پہ اُس کو تانا جاتا ہے اور اسی طرح وَضُرِبَتْ عَلَیْھِمُ الْمَسْکَنَۃُ (اور لازم کر دی گئی ان پہ حاجت مندی"

پ۱/۷ پ۴/۳

ضَرَبْتُمْ۔ تم نے سفر کیا، تم چلے ضَرْبٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ یہاں بھی "ضرب" کا استعمال چلنے ہی کے معنی میں ہے

پ۵/۱۰،۱۲ پ۱۵/۲

ضَرَبْنَا۔ ہم نے تلایا، ہم نے کہہ سنایا، ہم نے بیان کیا، ہم نے تھپک دیا ضَرْبٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم، آیہ شریفہ فَضَرَبْنَا عَلٰی اٰذَانِھِمْ (پھر تھپک دیئے ہم نے اُن کے کان) بھی ضرب الخیمۃ ہی سے مستعار ہے کہ جس طرح "ضرب الخیمۃ" کا مطلب اس کی میخوں کا گاڑنا ہے اسی طرح "ضرب علی الآذان" کے معنے کانوں کو تھپک

دیتے اور ان کو گویا ٹھونک دیتے ہیں تاکہ کوئی
چیز سنائی نہ دے سکے، یا یہ معنی ہیں کہ ہم نے ان
کے کانوں پر نیند کا پردہ ڈال دیا۔ گویا جس طرح
سے کہ ضرب الخیمہ کے معنی خیمہ تاننے کے آتے
ہیں اسی طرح "ضرب علی الآذان" کے معنی نیند
کا پردہ ڈالنے کے ہیں۔ اس صورت میں ضَرَبْنَا
کا مفعول "الحجاب المانع من السماع" محذوف
ماننا پڑیگا۔ اور عَلٰی اٰذَانِهِمْ ان پر نیند ڈالنے
کا استعارہ ہوگا۔ پ ۱۳/۱۹ ۱۵/۱۳ ۱۹/۲ ۲۱/۹ پ ۲۳/۱۷

ضَرَبُوْا ۔ وہ چلے۔ انہوں نے بیان کیا۔ ضَرَبَ
سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔
پ ۴/۸ ۱۵/۵ ۱۸/۱۶ ۲۵/۱۲

ضَرَبُوْهُ ۔ انہوں نے اس کو بیان کیا۔ اس
میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ہے ۲۵/۱۲

ضَرَرٍ ۔ ضرر۔ اسم ہے۔ پ ۵/۱۰

ضُرُّهٗ ۔ اس کی تکلیف۔ ضُرٌّ مضاف، ہٗ
ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ پ ۱۱/۴

ضَرُّهٗ ۔ اس کا ضرر۔ اس کا ضرر پہنچانا۔
ضَرٌّ مصدر مضاف، ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب
مضاف الیہ۔ سورۃ حج میں جو ارشاد ہے یَدْعُوْا مِنْ
دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ
ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ۔ يَدْعُوْا لَمَنْ
ضَرُّهٗ أَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ لَبِئْسَ الْمَوْلٰى
وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ (پکارتا ہے اللہ کے سوائے
ایسی چیز کو کہ نہ اُس کا نقصان کرے اور نہ اس
کا فائدہ کرے یہی ہے دور جا پڑنا گمراہ ہو کر
پکارنے جاتا ہے اس کو جس کا ضرر پہلے پہنچے اس کے
نفع سے بیشک بُرا دوست ہے اور بُرا رفیق ہے)
یہاں ایک طرف تو یہ ارشاد ہے کہ وہ چیز نہ اس کا
نقصان کرے نہ نفع، اور ساتھ ہی یہ فرمایا جاتا
ہے کہ اس کا ضرر نفع سے پہلے ہے تو واضح
رہے کہ پہلی آیت میں وہ ضرر اور نفع مراد ہے
جو قصد اور ارادہ سے ہو اور اس امر پر تنبیہ ہے
کہ بت چونکہ جماد ہے اس لیے وہ اس بارے
میں نہ ضرر کا قصد کرتا ہے نہ نفع کا اور دوسری
آیت میں وہ ضرر مراد ہے جو بت سے مدد
مانگنے اور اس کی پوجا کرنے کی وجہ سے پیدا
ہوتا ہے وہ ضرر نہیں کہ جو بت کے اپنے ارادہ
سے صادر ہو۔ پ ۱۷/۹

ضَرِيْعٌ ۔ خاردار جھاڑ۔ کانٹے۔ صحیح
بخاری میں ہے: ۔
"بیان کیا جاتا ہے کہ "ضریع" ایک گھاس ہے

جس کو شبرق کہا جاتا ہے، یہی گھاس جب سوکھ جاتی ہے تو اہل حجاز اس کو ضریع سے موسوم کرتے ہیں اور یہ زہر ہے۔[1]

حافظ الحدیث علامہ بدر الدین عینی نے لکھا ہے کہ اس کے بیان کرنے والے فراہیں اور خلیل نے کہا ہے کہ یہ ایک بدبودار سبز گھاس ہے جس کو سمندر کنارہ پر ڈال دیتا ہے۔[2] مجاہد کا قول ہے کہ یہ ایک خاردار گھاس ہے جو زمین سے چپاں رہتی ہے، قریش اس کو شبرق کہتے ہیں اور جب خشک ہو جاتی ہے تو اس کو ضریع نام دیتے ہیں اور یہ سب سے زیادہ خبیث اور سب سے زیادہ بری خوراک ہے۔ کلبی کا بیان ہے کہ جب یہ گھاس خشک ہو جاتی ہے تو جانور بھی اس کے پاس نہیں پھٹکتا۔ ابن زید کہتے ہیں کہ دنیا میں تو ضریع خشک کانٹے ہیں کہ جن پر پتے نہیں اور آخرت میں آگ کے کانٹے ہوں گے اور حدیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً آیا ہے کہ ضریع دوزخ میں کانٹوں کی طرح ایک درخت ہے جو ایلوے سے زیادہ تلخ مردار سے زیادہ بدبودار ہے اور آگ سے زیادہ حرارت والا ہے۔[3] شاہ عبد العزیز صاحب فرماتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح دنیا میں یہاں کے حیوانات نباتات کی طبائع پر جوہر خاک مآب غالب ہے اس طرح سے دوزخ میں جوہر ناری وہاں کے حیوانات و نباتات کی طبیعتوں پر غالب ہے۔ وہاں کے جانور اور درخت بس ظاہری صورت میں تو دنیا کے جانوروں اور درختوں سے مشابہت رکھتے ہیں لہٰذا اسی نام سے وہ بھی پکارے جاتے ہیں ورنہ درحقیقت ان کا مادہ جوہر آتش ہے اور وہاں کی ہر چیز میں سوزش و ناریت موجود ہے۔[4]

واضح رہے کہ سورہ غاشیہ میں تو دوزخیوں کا کھانا صرف ضریع ہی کو بتلایا ہے ارشاد ہے

لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ إِلَّا مِنْ ضَرِيعٍ

انکو بجز ایک خاردار جھاڑ کے اور کوئی کھانا نصیب نہ ہوگا حالانکہ دوسری سورتوں میں دوزخیوں

[1] صحیح بخاری کتاب التفسیر سورہ ھل اتاک [2] عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری للعینی ج ۹ ص ۲۶۵ طبع مصر [3] الفتوحات الالٰہیہ بتوضیح تفسیر الجلالین للدقائق الخفیہ معروف بہ حاشیہ جمل علی الجلالین نقلاً عن الخطیب ج ۴ ص ۵۱۴ طبع مصر [4] تفسیر فتح العزیز سورہ غاشیہ۔

کے لیے دوسرے کھانوں کا بھی ذکر ہے چنانچہ سورۂ دخان میں ہے اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ طَعَامُ الْاَثِیْمِ (بیشک درخت زقوم کا کھانا ہے گنہگار کا) اور سورۂ واقعہ میں ہے۔ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ (یقیناً کھاؤ گے سینڈھ کے درخت سے) اور سورۂ حاقہ میں فرمایا وَلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِیْنٍ لَّا يَأْكُلُهٗٓ اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ (اور کچھ نہ ملے کھانا مگر وہی دھوون کوئی نہ کھاوے اس کو مگر وہی گنہگار) تو اس کی وجہ یہ ہے کہ عذاب رنگارنگ کا ہوگا اور معذبین کے مختلف طبقے ہوں گے بعض "زقوم" کے کھانے والے ہوں گے، بعض "غسلین" کے اور بعض "ضریع" کے ہر طبقہ میں ایک خاص قسم ہوگی۔[1]

اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ آیت میں ضَرِیْعٍ سے "ضریع" کی خصوصیت مراد نہیں بلکہ جو کچھ "ضریع" کی جنس سے ہے بے لذتی اور تلخی اور بدبو اور موٹا نہ کرنا اور بھوک دفع نہ کرنا وہ سب ضریع میں داخل ہے۔ یہاں تک کہ بعض مفسرین نے ضریع کو فعیل بمعنی مُفْعِل جیسے عَلِیْم اور بَدِیْع میں قرار دیا ہے اور معنی یہ بیان کیے ہیں کہ جو طعام کہ سبب ضراعت اور خواری اور طبیعت کی بدمزگی کا ہو وہ "ضریع" ہے، اس صورت میں بھی یہ اشکال دفع ہو جاتا ہے۔[2] ۳۰/۱۲

فصل العین المہملۃ

ضِعْفًا: ضعیف، ناتواں، ضَعِیْفٌ کی جمع ہے۔ ۱۴/۱۲

ضِعْفٌ۔ دوگنا، دونا، دوچند، امام راغب اصفہانی تحریر فرماتے ہیں۔

"ضِعْفٌ" الفاظ متضائفہ میں سے ہے کہ ان میں سے ایک کا وجود دوسرے کے وجود کا مقتضی ہے جیسے کہ نصف اور زوج ہیں "ضِعْف" کے معنی دو مساوی قدروں کی ترکیب کے ہیں اور یہ عدد کے ساتھ مخصوص ہے، چنانچہ جب کہا جائیگا اَضْعَفْتُ الشَّیْءَ وَضَعَّفْتُهٗ، وَضَاعَفْتُهٗ تو معنی ہوں گے میں نے اس کے ساتھ اسی کی مثل اور اس سے بھی زیادہ شامل کر دیا۔[3] بعض نے کہا ہے کہ ضَاعَفْتُ بہ نسبت ضَعَّفْتُ کے زیادہ

[1] ملاحظہ ہو عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۷۵ اور حاشیہ جمل علی الجلالین ج ۴ ص ۵۲۱

[2] تفسیر فتح العزیز سورۂ غاشیہ

[3] مصباح میں خلیل سے بھی یہی معنی منقول ہیں۔

بلیغ ہے، اور اسی لیے اکثر قراء نے پڑھا ہے۔
يُضَاعَفُ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ۔ اور
وَإِنْ تَكُ حَسَنَةً يُضَاعِفْهَا اور فرمایا
مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا
(اور جو کوئی لاتا ہے ایک نیکی تو اس کے لیے اس کا
دس گنا ہے) اس فرمان کے مطابق "مضاعفت"
اس کی مقتضی ہے کہ دس گنی ہو اور کہا گیا ہے
ضَعَّفْتُهُ بالتخفیف ضَعْفًا فَهُوَ مَضْعُوفٌ
ضَعْفٌ مصدر ہے اور ضِعْفٌ اسم جیسے
کہ شَيْءٌ اور شَيْءٌ پس کسی شے کا "ضعف"
وہ ہے جو اس کو ڈبل کر دے اور جب اس
کی اضافت کسی عدد کی طرف کی جائے گی تو
وہ عدد اور اتنا ہی اور (یعنی اس عدد کا دوگنا)
مراد ہوگا، جیسے اگر ضعف العشرۃ
اور ضعف المائۃ کہا جائے تو بلا خوف
عشرون (بیس) اور مائتین (دو سو) مراد
ہوں گے اور اسی محاورہ پر شاعر کا شعر ہے
جَزَيْتُكَ ضِعْفَ الْوُدِّ لَمَّا اشْتَكَيْتَهُ
وَمَا إِنْ جَزَاكَ الضِّعْفَ مِنْ أَحَدٍ قَبْلِي
(جب تو نے اس کا گلہ کیا تو میں نے دوگنی
محبت تجھے جزا میں دی اور مجھ سے پہلے کسی نے
تجھے دوگنی جزا نہیں دی)

اور جب بولا جائے گا أَعْطِهِ ضِعْفَيْ
وَاحِدٍ تو اس (ضعفی) کا یہ مطلب ہوگا
کہ ایک اور اس کا دو چند یعنی سہ چند کیوں کہ
اس کے معنی ہوئے ایک اور ایسے دو کہ جو
اس کے برابر ہوں تو تین ہی ہوتے، اور یہ معنی جب
ہیں جب کہ ضعف مضاف ہو اور اگر مضاف
نہ ہو اور ضِعْفَيْنِ کہو تو یہ زوجین کے
قائم مقام ہوگا اس امر میں کہ ان میں سے ہر
ایک دوسرے کا جفت ہے تو یہ دو کا
مقتضی ہوا کیوں کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے
کو دو چند کر دیتا ہے تو دو ہونے سے خارج
نہ ہوئے بخلاف اس صورت کے جب کہ
ضعفین کی اضافت واحد کی طرف
ہو کہ یہ ان کو تین کر دے گی جیسے کہ ضعفی
الواحد اور ارشاد باری ہے فَآتِهِمْ
عَذَابًا ضِعْفًا مِنَ النَّارِ سو تو ان کو
دوگنا عذاب آگ کا) کیوں کہ انہوں نے
جناب باری عز اسمہ سے سوال کیا تھا
کہ ان کو ایک عذاب ان کی گمراہی کا ہو اور
اور ایک ان کے گمراہ کرنے کا جیسا کہ

حق تعالٰے نے آیہ کریمہ لِيَحْمِلُوا أَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَوْمَ
الْقِيٰمَةِ وَمِنْ أَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ
(تاکہ اٹھائیں بوجھ اپنے پورے دن قیامت کے
اور کچھ بوجھ ان کے جن کو بہکاتے ہیں) میں اس
کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور آیۃ وَلِكُلٍّ
ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ (ہر ایک کو
دوگنا ہے لیکن تم نہیں جانتے) کے معنی یہ ہیں کہ
ان میں سے ہر ایک کو جتنا تمہیں عذاب ہے
اس سے دوگنا ہے اور یہ معنی بھی بیان کیے
گئے ہیں کہ ان میں سے اور تم میں سے ہر ایک
کو اس سے دوگنا عذاب ہے جتنا کہ دوسرے کو
نظر آتا ہے کیوں کہ عذاب کا ایک ظاہر ہے
اور ایک باطن ہے اور ہر ایک دوسرے
کے ظاہر کا تو ادراک کرتا ہے، باطن کا نہیں
کرتا اس لیے وہ دل میں یہ سمجھتا ہے کہ اس کو
باطن میں عذاب نہیں ہے۔

نیز جو لغت و عربیت کے امام ہیں
تصریح کی ہے کہ ضعف کے معنی کلام عرب میں
مثل کے ہیں اور اصل تو یہی ہے، پھر ضِعف کا استعمال
مثل میں بھی کیا گیا اور اس سے زیادہ کیلئے بھی اور
زیادتی کی کوئی حد نہیں ہے، کہا جاتا ہے هٰذَا
ضِعْفُ هٰذَا یعنی یہ اس کے مثل ہے اور
هٰذَانِ ضِعْفَا هٰذَا یعنی یہ اس کے دو چند ہیں اور
سہ چند ہیں کیوں کہ تضعیف غیر محدود زیادتی ہے[1]

ث ۱۵/۸ ث ضِعْفًا ث ۸/۱۱ ۲۳/۱۳

ضُعْفٌ ۔ ناتوانی، کمزوری، ضعف، سست
ہونا۔ ضَعُفَ يَضْعُفُ کا مصدر ہے "قاموس"
میں ہے کہ اس کا فعل باب کَرُمَ اور نَصَرَ دونوں
سے آتا ہے اور تاج المصادر اور صراح میں
صرف باب کَرُمَ مذکور ہے اور قرآن مجید میں بھی
اس کا استعمال کَرُمَ ہی سے ہوا ہے۔ راغب لکھتے ہیں:
ضعف خلافِ قوت ہے ضَعُفَ فَهُوَ
ضَعِيْفٌ آتا ہے (باب کَرُمَ سے) ارشاد ہے
ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ (بودا ہے
چاہنے والا اور جس کو چاہتا ہے) "ضعف"
نفس میں بھی ہوتا ہے بدن میں بھی اور حال میں
بھی، اور کہا گیا ہے کہ ضَعْفٌ اور ضُعْفٌ
دونوں لغتیں ہیں۔ ارشاد ہے وَعَلِمَ أَنَّ
فِيْكُمْ ضَعْفًا (اور جانا کہ تم میں سستی) اور خلیل
رحمہ اللہ نے کہا کہ ضُعْفٌ بالضم بدن میں ہوتا ہے

[1] حاشیہ جمل علی الجلالین ج ۳ ص ۴۵۴

اور ضُعف عقل اور رائے میں، اور اسی معنی میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے فَاِنْ کَانَ الَّذِیْ عَلَیْہِ الْحَقُّ سَفِیْھًا اَوْ ضَعِیْفًا (پھر اگر وہ شخص کہ جس پر قرض ہے بے عقل ہے یا ضعیف (یعنی کم سمجھ ہے)، ضَعِیْفٌ کی جمع ضِعَافٌ اور ضُعَفَاءُ ہے، آیۂ شریفہ اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّۃً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّۃٍ ضُعْفًا (اللہ ہے جس نے بنایا تم کو کمزوری سے پھر دیا کمزوری کے پیچھے زور پھر دیگا زور کے پیچھے کمزوری) یہاں دوسرا "ضعف" پہلے "ضعف" سے جدا ہے اور اسی طرح تیسرا "ضعف" دونوں کے علاوہ ہے کیونکہ خَلَقَکُمْ مِّنْ ضُعْفٍ میں "ضعف" سے مراد نطفہ یا مٹی ہے اور دوسرا "ضعف" وہ ہے جو جنین (وہ بچہ جو ماں کے پیٹ میں ہو) اور طفل (بچہ) میں پایا جاتا ہے، اور تیسرا "ضعف" وہ ہے کہ جو بڑھاپے کے بعد ہو جس کی طرف اَرْذَلِ الْعُمُرِ (نکمی عمر) سے اشارہ کیا گیا ہے اور اور دو قوتوں میں سے پہلی قوت تو وہ ہے جو بچہ کو حرکت کرنے، ہدایت پانے دودھ مانگنے اور رو کر اپنے پر سے اذیت دفع کرنے کے لیے دی جاتی ہے اور دوسری قوت وہ ہے جو بلوغ کے بعد عطا ہوتی ہے۔

اور اس امر پر کہ یہ آیۂ شریفہ میں ہر "ضعف" ایک ایسی حالت کی طرف اشارہ ہے کہ جو پہلی حالت کے سوا ہے یہ چیز بھی دلالت کرتی ہے کہ اس کو نکرہ ذکر کیا گیا ہے اور قاعدہ ہے کہ نکرہ کو جب دوبارہ ذکر کیا جائے اور اس سے اگلی ہی چیز مراد ہو تو اسے معرفہ کر لیا جاتا ہے جیسے تم بولتے ہو رایت رجلا فقال لی الرجل میں نے ایک شخص کو دیکھا تو اس شخص نے مجھ سے یوں کہا (عہ) اور جب دوبارہ بھی نکرہ ہی ذکر کیا جائے تو اس سے اوّل کے علاوہ کوئی اور مراد ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آیہ کریمہ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا (البتہ مشکل کے ساتھ آسانی ہے البتہ مشکل کے ساتھ آسانی ہے) میں فرمایا ہے کہ لَنْ یَّغْلِبَ عُسْرٌ یُسْرَیْنِ (ہرگز ایک مشکل دو آسانیوں پر غالب نہیں آسکتی)"

عہ یہاں پہلے رَجُلاً نکرہ لایا گیا اور دوبارہ چونکہ وہی مراد تھا اس لیے الرجل معرفہ کہا گیا۔

ضُعْفًا ۲۱/۹

ضَعُفَ ۔ کمزور ہوا۔ ناتواں ہوا۔ بوڑھا ہوا
ضُعْفٌ اور ضَعْفٌ سے ماضی کا صیغہ واحد
مذکر غائب۔ پ ۱۱/۱۴

ضَعْفًا ۔ سستی۔ کمزوری۔ سست ہونا۔
ضَعُفَ یَضْعُفُ کا مصدر ہے پ ۱۰/۵

ضُعَفَاءُ ۔ ضعیف، کمزور، ناتواں ضَعِیْفٌ
کی جمع ہے یہ لفظ سورۂ مومن اور سورۂ ابراہیم
میں واؤ کے ساتھ موسوم ہے۔ ۳/۴ پ ۱۰/۱۸

ضُعَفٰٓؤُا پ ۱۳/۱۵ ۲۴/۱۰

ضَعُفُوْا ۔ وہ سست ہوئے وہ کمزور ہوئے
ضُعْفٌ اور ضَعْفٌ سے ماضی کا صیغہ جمع
مذکر غائب پ ۴/۶

ضِعْفَیْنِ ۔ دوگنا، دونا۔ دو برابر، دو چند
ضِعْفٌ کا تثنیہ بحالت نصب وجر پ ۳/۴
پ ۲۱/۲۰ ۲۲/۵

ضَعِیْفًا ۔ ضعیف، سست۔ کمزور
ضُعْفٌ اور ضَعْفٌ سے بروزن فَعِیْلٌ
صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ راغب
لکھتے ہیں۔
ارشاد ہے وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا اور پیدا
کیا گیا انسان ناتواں، یہ انسان کا ضعف اس
کی حاجتوں کی کثرت ہے کہ جس سے ملأ اعلیٰ
مستغنی ہے، اور فرمایا اِنَّ کَیْدَ الشَّیْطٰنِ
کَانَ ضَعِیْفًا (بے شک فریب شیطان کا
سست ہے) یہ شیطان کے فریب کا سست
ہونا ان لوگوں کے ساتھ ہے جو اللہ کے ان
بندوں میں سے ہو گئے ہیں جن کا آیہ کریمہ اِنَّ
عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ
(جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا زور نہیں)
میں تذکرہ ہے۔"

اور قاموس میں ہے کہ خُلِقَ الْاِنْسَانُ
ضَعِیْفًا کا مطلب یہ ہے کہ انسان کی خواہش
اس کو ہر طرف مائل کرتی رہتی ہے۔ اور ضعیف
بمعنی نابینا کے حمیری لفظ ہے اور بیان کیا
گیا ہے کہ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْنَا ضَعِیْفًا
بھی اسی سے ہے یعنی بمعنی نابینا" پ ۳/۷ ۵/۱۲،۷ پ ۱۲/۸

فصل الغین المعجمہ

ضِغْثًا ۔ سینکوں کا مٹھا، جھاڑو، راغب
نے لکھا ہے کہ ضغث کھیتی کے تنوں یا گھاس
کے یا ٹہنیوں کے مٹھے کو کہتے ہیں۔ اس کی

جمع اَضْغَاثٌ ہے اور حاشیہ جمل میں شیخ سمین سے منقول ہے کہ ضغث گھاس یا ٹہنیوں کی چھوٹی گٹھڑی کو کہتے ہیں، اور کہا گیا ہے کہ ٹہنیوں کا ٹہرا گٹھر ہے[۱]۔ یہاں درخت کی پتلی پتلی ٹہنیوں کا جو کہ قمچیوں کے طور پر استعمال ہوتی ہیں گٹھا مراد ہے شیخ سلام اللہ دہلوی لکھتے ہیں کہ :۔

"ابن ابی حاتم نے بطریق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور سعید بن المسیب روایت کی ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے قسم کھائی تھی کہ اپنی بیوی کو سو تازیانے لگائیں گے پھر جب حق تعالیٰ شانہٗ نے آپ کی تکلیف کو دور کر دیا تو ساتھ ہی یہ حکم بھی فرمایا کہ ضغث (یعنی پتلی پتلی ٹہنیوں کی قمچی کا مٹھا) لے کر اس سے اپنی اہلیہ کو ماردیں چنانچہ آپ نے سو ٹہنیاں لے کر ان سے انہیں ایک ہی دفعہ مار دیا۔ پھر عطا سے یہ روایت کی ہے کہ یہ حکم سب لوگوں کے لیے عام ہے۔ اور مجاہد سے یوں نقل کیا ہے کہ یہ حضرت ایوب علیہ السلام ہی کیلئے خاص تھا چنانچہ امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ عطا کے قول کی طرف گئے ہیں کہ جو ایسا کرے گا وہ اپنی قسم سے بری ہو جائے گا اور امام مالکؒ جیسا کہ مجاہد نے کہا ہے اس حکم کو حضرت ایوب علیہ السلام کے لیے خاص سمجھتے ہیں[۲]"

فصل الفاء

ضَفَادِعَ ۔ مینڈک ضِفْدَعٌ کی جمع جس معنی مینڈک کے ہیں۔ پ ۹/۶

فصل اللام

ضَلَّ ۔ گمراہ ہوا، بہکا، بھٹکا، راہ سے دور جا پڑا، کھو گیا، ضائع ہو گیا، گم ہو گیا، ہلاک ہو گیا ضَلَالٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب

پ ۱/۱۳ ، پ ۵/۱۴،۱۵،۱۶ ، پ ۶/۷ ، پ ۷/۴،۹،۱۶ ، پ ۸/۱۳ ، پ ۱۱/۸،۱۲ ، پ ۱۲/۲ ، پ ۱۴/۱۸،۲۲
پ ۱۵/۲،۷ ، پ ۱۶/۳ ، پ ۲۰/۳،۱۰ ، پ ۲۲/۲ ، پ ۲۳/۶ ، پ ۲۴/۱ ، پ ۲۵/۱
پ ۲۷/۵،۶ ، پ ۲۸/۲ ، پ ۲۹/۳

ضَلَالٌ ۔ گمراہی بھٹکنا، راہ سے دور جا پڑنا کھو جانا، ضائع ہو جانا، گم ہو جانا۔ ہلاک ہو جانا۔ علامہ جمال قرشی لکھتے ہیں۔

"ضلال بالفتح ضائع ہونا، گم ہونا اور مغلوب ہونا

[۱] حاشیہ جمل بر جلالین ج ۳ ص ۶۰۱ [۲] الکمالین علی الجلالین ص ۳۸۱ طبع مجتبائی دہلی۔

کہا جاتا ہے، ضل الماء فی اللبن یعنی
پانی اتنا مغلوب ہوا کہ دودھ میں اس کا اثر ظاہر
نہیں ہوتا اور اسی سے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے
یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی زبانی
کہ اِنَّ اَبَانَا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ کہ ہمارے
باپ تو ان دونوں کی محبت میں مغلوب ہیں
یعنی حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے
بھائیوں کی محبت میں۔ اور حضرت موسیٰ
علیہ السلام کی زبانی مذکور ہے فَعَلْتُهَآ اِذًا
وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّیْنَ ۔ یعنی میں نے یہ کام
اس وقت کیا تھا جب کہ میں عصبیت دین میں
مغلوب تھا، نیز ہلاک ہونے کے بھی معنی ہیں
اور ضلال بالفتح اور ضلالۃ بمعنی گمراہی رشاد
کی ضد ہے اس کی ماضی کے عین کلمہ کو فتحہ
اور مضارع کے عین کلمہ کو کسرہ ہے یعنی باب
ضَرَبَ یَضْرِبُ سے مستعمل ہے، حق تعالیٰ کا ارشاد
ہے قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَآ اَضِلُّ
عَلٰی نَفْسِیْ اور یہی اہل نجد کی زبان ہے اور
یہی فصیح ہے۔ اور اہل عالیہ[عـہ] ضَلِلْتُ اَضَلُّ
ماضی میں عین کلمہ کو کسرہ اور مضارع
میں عین کلمہ کو فتحہ بولتے ہیں (یعنی باب سمع
"یسمع" سے استعمال کرتے ہیں)، [لـہ]

اور امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں :-
"ضلال کے معنی سیدھے راستہ سے ہٹ
جانے کے ہیں۔ ھدایۃ اور یہ باہم ضد ہیں،
حق تعالیٰ کا ارشاد ہے فَمَنِ اهْتَدٰی فَاِنَّمَا
یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا
یَضِلُّ عَلَیْهَا (اب جو کوئی راہ پر آوے تو وہ
راہ پاتا ہے اپنے بھلے کو اور جو کوئی بہکا پھرے
تو وہ بہکا پھرے اپنے برے کو) اور راہ سے
ہٹنا کسی طرح بھی ہو قصداً ہو یا سہواً کم ہو یا
زیادہ ہر حال میں "ضلال" ہی کہلائیگا۔ کیونکہ
"طریق مستقیم" جو پسندیدہ ہے بہت دشوار ہے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے
استقیموا ولن تحصوا سیدھے چلے چلو
اور تم ہرگز پورے طور پر نگہداشت نہیں کرسکو گے
کسی حکیم نے کہا ہے کہ ہمارا صواب پر ہونا تو ایک
ہی وجہ سے ہے اور گمراہ ہونا بہت سی وجہوں
سے کیونکہ استقامت اور صواب نشانہ بازی
کے نشانہ کے قائم مقام ہے اور اس کے علاوہ

عـہ حجاز اور اس کے مضافات کا علاقہ "عالیہ" کہلاتا ہے۔ لـہ الصراح من الصحاح باب اللام فصل الضاد

سب طرف ضلال ہے ضلال ہے، اور اسی
بنا پر کہ جو ہم نے بیان کیا بعض صالحین سے
مروی ہے کہ اُنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا یا رسول اللہ
(صلی اللہ علیہ وسلم) ہم سے روایت بیان کی جاتی
ہے کہ آپ نے یوں ارشاد فرمایا ہے شَيَّبَتْنِي
هُودٌ وَاَخَوَاتُهَا (مجھے ہود اور اس کے ساتھ
کی سورتوں نے بوڑھا بنادیا) آخر ان کی کس چیز
نے آپ کو بوڑھا بنایا، فرمایا ارشاد الٰہی فَاسْتَقِمْ
كَمَا اُمِرْتَ (تو سیدھا چلا چل
جیسا تجھ کو حکم ہوا ہے) نے۔

اور جب ضلال طریق مستقیم کا ترک کرنا
ہو اعمداً ہو یا سہواً قلیل ہو یا کثیر تو جس سے
بھی کسی قسم کی کوئی خطا سرزد ہو اس کیلئے
ضلال کا استعمال صحیح ہے اسی وجہ ہے کہ
انبیاء، اور کفار دونوں کی طرف ضلال
کی نسبت کی گئی ہے، گو دونوں ضلالوں میں تو بون
بعید ہے۔ دیکھئے نہیں آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے بارے میں ارشاد ہے وَوَجَدَكَ
ضَالًّا فَهَدٰى (اور پایا تجھ کو بھٹکتا پھر
راہ سمجھائی) یعنی جو نبوت کہ تمہاری طرف بھیجی
گئی اس کی طرف تم راہ یاب نہ تھے، اور حضرت
یعقوب علیہ السلام کی بابت ہے اِنَّكَ لَفِيْ
ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ (تو تو اپنی اسی قدیم
غلطی میں ہے) اور ان کی اولاد نے کہا تھا
اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (البتہ ہمارا
باپ صریح خطا پر ہے) یہ حضرت یوسف علیہ
السلام کی طرف آپ کے دل سے فریفتہ
ہونے اور ان کی جانب آپ کے شوق کی
طرف اشارہ ہے اور اسی طرح آیہ کریمہ قَدْ
شَغَفَهَا حُبًّا اِنَّا لَنَرٰىهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ
(فریفتہ ہوگیا اس کا دل اس کی محبت میں ہم تو
دیکھتے ہیں اس کو صریح خطا پر ہے) اور
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبانی فرمایا ہے
وَاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ (اور میں تھا چوکنے والا)
اس پر متنبہ کرنا ہے کہ یہ فعل اُن سے سہواً ہوا۔
اور آیہ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا (میں ضلال
بمعنی فراموش کرنے کے ہے (یعنی اگر ایک
ان دونوں میں سے بھول جائے) اور یہ وہ نسیان
ہے کہ جس پر انسان کی گرفت نہیں ہے۔

نیز ایک اور دستور سے ضلال کی دو قسمیں
ہیں (۱) علوم نظریہ میں ضلال جیسے اللہ تعالیٰ

شانہ کی معرفت، اس کی واحدانیت نیز نبوت کی معرفت وغیرہ میں ضلال کہ جن کی طرف آیہ کریمہ وَمَنْ یَّکْفُرْ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِیْدًا (اور جو کوئی یقین نہ رکھے اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور کتابوں پر اور رسولوں پر اور قیامت کے دن پر وہ بھٹک کر دور جا پڑا) میں اشارہ کیا گیا ہے (۲) علوم عملیہ جیسے کہ معرفت احکام شرعیہ یعنی عبادات کے بارے میں ضلال۔

اور "ضلال البعید" کفر کی طرف اشارہ ہے چنانچہ آیۂ سابقہ میں وَمَنْ یَّکْفُرْ فرمایا ہے اور ارشاد ہے اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًا بَعِیْدًا (جو لوگ کافر ہوئے اور انہوں نے روکا اللہ کی راہ سے وہ بھٹک کر دور جا پڑے) اور فرمایا بَلِ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَۃِ فِی الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِیْدِ بلکہ جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے عذاب اور دور دراز گمراہی میں ہیں یعنی "ضلال بعید" کی عقوبت میں گرفتار ہیں اور اسی طرح سے آیہ کریمہ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ کَبِیْرٍ تم تو بڑے ہوئے ہو بڑے بہکاوے میں، اور قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا کَثِیْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِیْلِ (جو گمراہ ہو چکے پہلے اور گمراہ کر گئے بہتوں کو اور بہک گئے سیدھی راہ سے) ہیں اور ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ (کیا جب ہم رل گئے زمین میں) یہ موت اور بدن کے استحالہ کا کنایہ ہے، اور وَلَا الضَّآلِّیْنَ کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ "ضالین" سے نصاریٰ مراد ہیں، اور یہ جو فرمایا ہے عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ فِیْ کِتٰبٍ لَا یَضِلُّ رَبِّیْ وَلَا یَنْسَی (ان کی خبر میرے رب کے پاس لکھی ہوئی ہے نہ بھٹکتا ہے میرا رب اور نہ بھولتا ہے) یہاں لَا یَضِلُّ کے یا تو یہ معنی ہیں کہ میرے رب سے کوئی چیز رہتی نہیں (یعنی ہر ایک چیز اس کو معلوم ہے) اور یا یہ مطلب ہے کہ میرا رب کسی چیز سے غافل نہیں ہوتا

ب۴/۸ ، ب۷/۱۵ ، ش۸/۱۵ ، ب۱۱/۹ ، ب۱۲/۱۳،۱۴ ، ب۱۳/۸،۱۳،۱۵ ، ب۱۶/۵ ، ب۱۷/۵،۹ ، ب۱۹/۹ ، ب۲۰/۱۲

ب۲۱/۱۰ ، ب۲۲/۷،۹ ، ب۲۳/۱،۲،۱۷ ، ب۲۴/۸،۱۰ ، ب۲۵/۳،۱ ، ب۲۶/۴،۱۲ ، ب۲۷/۹،۱۰

ب۲۸/۱۱ ، ب۲۹/۱،۲

ضَلَالٌ ش۵/۶،۱۵،۱۷ ، ب۶/۳ ، ب۲۲/۲ ، ب۲۹/۱۰

ضَلَالَۃٌ ۔ گمراہی، بھٹکنا، گمراہ ہونا، یہ سبھی

ضَلَالٌ کی طرح ضَلَّ یَضِلُّ کا مصدر ہے
پ ۱/۲ پ ۲/۵ پ ۵/۴ پ ۸/۱۰، ۱۵ پ ۱۴/۱۱ پ ۱۶/۸

ضَلَالَتِهِمْ۔ ان کی گمراہی۔ ضَلَالَۃٌ مضاف هِمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ پ ۲۰/۲ پ ۲۱/۸

ضَلَالِكَ۔ تیری حیرانی، تیری غلطی، تیری خطا ضَلَالِ مضاف، كَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ پ ۱۳/۵

ضَلَلْتُ۔ میں بھٹکا، میں گمراہ ہوا۔ ضَلَالٌ اور ضَلَالَۃٌ سے ماضی کا صیغہ واحد متکلم پ ۷/۱۳ پ ۲۲/۱۲

ضَلَلْنَا۔ ہم رل گئے، ہم گم ہو گئے، ہم ضائع ہو گئے۔ ضَلَالٌ اور ضَلَالَۃٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم پ ۲۱/۱۴

ضَلُّوْا۔ وہ بھٹکے، وہ گمراہ ہوئے، وہ گم ہوئے وہ کھو گئے ضَلَالٌ اور ضَلَالَۃٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب پ ۶/۳، ۱۴ پ ۸/۳، ۱۱ پ ۹/۸ پ ۱۵/۵
پ ۱۶/۱۴ پ ۱۸/۱۶، ۱۷ پ ۲۴/۱۳ پ ۲۶/۴

فصل النون

ضَنْكًا۔ تنگ۔ تنگ ہونا ضَنُكَ یَضْنُكُ کا مصدر ہے جو باب کَرُمَ سے آتا ہے علامہ شیخ زادہ نے حواشی تفسیر بیضاوی میں ضَنُكَ کو باب نَصَرَ یَنْصُرُ سے بیان کیا ہے[1] جو صحیح نہیں کیونکہ قاموس اور تاج المصادر وغیرہ میں اس کو باب کَرُمَ ہی سے بتلایا ہے اور چونکہ یہ مصدر ہے اس لیے جب بطور صفت استعمال ہوتا ہے تو مذکر، مؤنث مفرد و تثنیہ اور جمع سب کے لیے یکساں استعمال ہوتا ہے چنانچہ یہاں بھی یہ باعتبار اصل مؤنث ہی کی صفت واقع ہے[2] پ ۱۶/۱۶

ضَنِیْنٌ۔ بخیل، ضَنٌّ سے جس کے معنی بخل کرنے کے ہیں صفت مشبہ کا صیغہ ہے یہ بھی واضح رہے کہ ضَنٌّ کا استعمال نفیس شے کے بارے میں بخل کے متعلق ہوتا ہے پ ۳۰/۶

فصل الیاء

ضِیَاءٌ۔ چمک، روشنی، چمکنا، روشن ہونا، یہ اجوف واوی ہے اور مہموز اللام، اصل میں ضِوَاءٌ ہے چونکہ واو کے ماقبل پر کسرہ تھا اس لیے اس کو یا سے بدل لیا گیا ہے، ابو علی فارسی کا بیان ہے

[1] حاشیہ شیخ زادہ علی تفسیر البیضاوی ج ۲ ص ۲۳۵ طبع عثمانیہ ۱۳۰۶ھ
[2] روح المعانی ج ۵ ص ۳۱۵ طبع میریہ بولاق مصر ۱۳۰۱ھ

کہ ضیاء دو امر سے خالی نہیں یا تو یہ ضَوْءٌ کی جمع ہے
جیسے کہ سَوْطٌ اور سِیَاطٌ اور حَوْضٌ اور حِیَاضٌ
میں اور یا مصدر ہے ضَاءَ یَضُوْءُ ضِیَاءً سے
جیسے کہ قَامَ قِیَامًا اور صَامَ صِیَامًا میں۔ اور
ابو علی نے اس کے جمع ہونے ہی کو زیادہ قرینِ
قیاس بتایا ہے لیکن آیہ شریفہ ھُوَ الَّذِیْ جَعَلَ
الشَّمْسَ ضِیَاءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا (وہی ہے جس نے
بنایا سورج کو چمکتا اور چاند کو چاندنا) میں نوراً کا
مفرد لانا اس کے مصدر ہونے ہی کو راجح قرار
دیتا ہے نیز مصدر ہونے کی صورت میں ضِیَاءٌ
بمعنی اسم فاعل یعنی مُضِیْئَۃٌ (روشن کنندہ) بھی
ہو سکتا ہے اور مبالغہ کے لیے بھی۔[۲] ۱۱/۲ ۱۷/۴ ۲۰/۱۰

ضَیْرٌ - ڈر، ضرر، مضرت، زیان۔ ضَارَ
یَضِیْرُ کا مصدر ہے جس کے معنی نقصان کرنے
اور ضرر پہنچانے کے ہیں۔ ۱۹/۲

ضِیْزٰی - بہت بھونڈی، بہت ناقص
شیخ سلیمان جمل علامہ سمین سے ناقل ہیں:
محتمل ہے کہ ضَازَ یَضِیْزُ سے ہو جس کا استعمال
بیداد کرنے اور ستم ڈھانے کے معنی میں ہوتا ہے
اور ضِیْزٰی کے معنی ہوتے ظالمانہ نا منصفانہ
اور اس صورت میں دو وجہوں کا احتمال
ہے ایک یہ کہ صفت ہو بروزن فُعْلٰی
اور فا کو کسرہ اس لیے دیا گیا تاکہ یٰ کی سلامتی
برقرار رہ سکے جیسا کہ بِیْضٌ میں ہوا ہے۔[۳]
اب اگر یہ سوال ہو کہ آخر اس کی ضرورت ہی
کیا ہے کہ اس کی اصل کو بضم فا مقدر مانا جائے
تو جواب یہ ہے کہ سیبویہ کا بیان ہے کہ صفات
میں فِعْلٰی بکسر فا نہیں پایا بلکہ بضم فا ہی آیا ہے
جیسے حُبْلٰی، اُنْثٰی، رُبّٰی اور جو اس کے مثل آئے
ہے۔ ہاں سیبویہ کے علاوہ اور علماء نے صفات
میں یہ بھی بیان کیا ہے۔ چنانچہ ثعلب نے مِیْتَۃٌ
حِیْکٰی، رجل نقل کیا ہے اور ثعلب کے
علاوہ دیگر لوگوں نے امرأۃ عِزْھٰی اور امرأۃ
سِعْلٰی بھی حکایت کیا ہے۔ لیکن اس سے
سیبویہ کی تردید نہیں ہوتی کیوں کہ سیبویہ
حِیْکٰی اور کِیْصٰی کی بھی وہی وجہ بیان کرتے ہیں
جو ضِیْزٰی کی بیان کی ہے کہ کسرہ یا کی صحت
کے لئے ہے۔ رہا عِزْھٰی اور سِعْلٰی تو ان دونوں کی صفت

---

[۱] تفسیر کبیر ج ۴ ص ۸۰ طبع دار الطباعۃ العامرہ
[۲] ملاحظہ ہو روح المعانی تفسیر سورہ یونس
[۳] بِیْضٌ اصل میں اَبْیَضُ کی جمع ہے جیسے کہ سُوْدٌ اَسْوَدُ کی، اس کی با کو اصل میں ضمہ تھا، مگر یا کے سلامت رہنے کے لیے ضمہ کو کسرہ سے بدل لیا گیا۔

ہیں بھی عزاۃ اور سعلاۃ بھی مشہور ہیں
اور دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ ضِیزیٰ
مصدر ہو جیسے کہ ذِکریٰ ہے کسائی سے کہا ہے
کہ ذکر یذکر ذکریٰ کی طرح سے ضَازَ یَضِیزُ
ضِیزیٰ بھی بولا جاتا ہے۔

نیز یہ بھی احتمال ہے کہ ضَأَزَ ہو ہمزہ کے
ساتھ جیساکہ ابن کثیر کی قرأت میں ضئزیٰ ہے
لیکن اس کی ہمزہ میں تخفیف کر دی گئی ہو
اور ضَأَزَ یَضْأَزُ کے معنی بھی ظلم اور نا انصافی
سے کسی کے حق کو گھٹا دیتے کے ہیں اور
یہ معنی بھی اوّل معنی ہی کے قریب ہیں [1]

واضح رہے کہ ضَازَ یَضِیزُ اجوف ہے
باب ضَرَبَ سے آتا ہے اور ضَأَزَ یَضْأَزُ مہموز بھی
اور باب فَتَحَ سے آتا ہے معنی دونوں کے قریب قریب
ہیں اور ضِیزیٰ دونوں سے صیغہ صفت کا بھی
ہو سکتا ہے اور مصدر بھی۔ ب ۲۷

ضَیْفٌ ۔ مہمان۔ راغب لکھتے ہیں:
"ضَیْفٌ کے معنی اصل میں میلان کے ہیں
کہا جاتا ہے ضِفْتُ الیٰ کذا (میں اس کی
طرف مائل ہوا) اور اضعفت کذا الی کذا
(میں نے اس کو اس کی طرف مائل کیا) اور
ضَافَتِ الشمس للغروب وتضیّفت
(آفتاب ڈوبنے کی طرف مائل ہوا) اور ضاف
السھم عن الھدف وتضیّف (تیر نشانہ
سے جھک گیا) اور ضَیْفٌ وہ ہے جو تمہارے
پاس اتر کر تمہاری طرف مائل ہو اور ضیافۃ
بستیوں میں متعارف ہو چکی ضیف
اصل میں مصدر ہے اسی لیے عرب کی عام
بول چال میں واحد اور جمع دونوں میں اس
کا استعمال یکساں ہے اور کبھی اس کی جمع بھی بنا لی جاتی ہے
چنانچہ اَضْیَافٌ، ضُیُوفٌ اور ضِیفَانٌ کہا جاتا ہے
علامہ محمود آلوسی نے تصریح کی ہے کہ
مزید فصیح یہی ہے کہ نہ اس کا تثنیہ بنایا جائے
نہ جمع اور نہ تثنیہ جمع اور مؤنث کے لیے اس
کی تانیث کی جاتی ہے [2]

اور علامہ شیخ زادہ لکھتے ہیں:
ضَیْفٌ اصل میں ضَافَ یَضِیْفُ کا

[1] الفتوحات الالٰہیہ بتوضیح تفسیر الجلالین للدقائق الخفیہ از سلیمان جمل سورۃ النجم ج ۴
[2] روح المعانی طبع میریہ بولاق مصر ۱۳۰۱ھ سورۃ الحجر۔ ج ۴ ص ۳۱۱ —

مصدر ہے جس کے معنی کسی شخص کے پاس مہمان
بن کر آنے کے ہیں۔ پھر خود مہمان ہی کو یہ نام
دے دیا گیا (یہاں) جو فرشتوں کے حق میں
لفظ ضیف کا استعمال ہوا ہے حالانکہ کھانا
اور مہمانی کا طلب کرنا ان کے لیے ناممکن ہے
تو یہ اس حیثیت سے ہے کہ حضرت ابراہیم
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو اپنے خیال
میں مہمان ہی سمجھا تھا کیوں کہ مہمانوں کی ہی
صورت میں وہ آپ کے پاس آئے تھے"[1]

۱۴/۴ ۲۶/۱۹

ضَیْفِہٖ ۔ اس کے مہمان۔ ضیفِ مضاف ہ ضمیر
واحد مذکر غائب مضاف الیہ ۲۷/۹

ضَیْفِیْ: میرے مہمان۔ ضیف مضاف ی
ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ ۱۲/۱۱ ۱۴/۵

ضَیْقٍ: تنگ ہونا ضَاقَ یَضِیْقُ کا مصدر ہے

راغب لکھتے ہیں۔
"ضیق سَعَۃ (وسعت، کشادگی) کی ضد ہے
اور ضَیِّق بھی بولا جاتا ہے، ضَیْقَۃٌ کا استعمال
فقر، بخل، غم اور اسی قسم کے معنوں میں ہوتا ہے
ارشاد ہے وَضَاقَ بِھِمْ ذَرْعًا یعنی ان سے
عاجز ہو گیا، اور فرمایا وَضَآئِقٌ بِہٖ صَدْرُکَ
(اور تنگ ہو گا اس سے تیرا جی) وَیَضِیْقُ
صَدْرِیْ (اور رُک جاتا ہے میرا جی) ضَیِّقًا
حَرَجًا (تنگ بے نہایت تنگ) ضَاقَتْ
عَلَیْھِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ
عَلَیْھِمْ اَنْفُسُھُمْ تنگ ہو گئی ان پر زمین باوجود کشادہ
ہونے کے اور تنگ ہو گئیں اُن پر ان کی جانیں
وَلَا تَکُ فِیْ ضَیْقٍ (اور تنگ مت
ہو) یہ سب غم و حزن کی تعبیریں ہیں اور وَلَا
تُضَآرُّوْھُنَّ لِتُضَیِّقُوْا عَلَیْھِنَّ (اور ایذا نہ
دینا چاہو ان کو تاکہ تنگ پکڑو ان کو) یہ لفظ
کی تنگی پر بھی حاوی ہے اور دل کی تنگی پر بھی اور
فقر کے معنی میں بھی ضَاقَ اَضَاقَ فَھُوَ
مُضِیْقٌ بولا جاتا ہے، اور اس کا استعمال فقر
میں ایسا ہی ہے جیسا کہ وُسْعٌ کا استعمال
اس کی ضد میں"

۱۴/۲۲ ۲۰/۲

ضَیِّقًا: ۔ تنگ، ضیق سے صفت
کا صیغہ ہے۔ ۸/۲ ۱۸/۱۷

[1] حواشی شیخ زادہ علی تفسیر البیضاوی طبع عثمانیہ ج ۲ ص ۱۵۸

باب الطاء المهملة

فصل الالف

طَابَ ۔ خوش آیا۔ بھلا معلوم ہوا (ضَرَبَ) طَيِّبٌ سے جس کے معنی خوش لگنے، خوشبودار ہونے اور پاکیزہ ہونے کے آتے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ۴۳/۱۲

طَارِدِ ۔ ہانکنے والا۔ طَرْدٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر (ملاحظہ ہو طَرْدٌ) ۱۲/۲۳ ، ۱۹/۱۰

طَارِقٌ ۔ اندھیرے میں آنے والا، رات میں آنے والا، شب میں ظاہر ہونے والا ستارہ، ثریا کا نام۔ علامہ محمود آلوسی رقمطراز ہیں:۔

"یہ اصل میں طَرْقٌ سے اسم فاعل ہے جس کے معنے ٹکرا اس زور سے مارنے کے ہیں کہ اس کی آواز سنائی دینے لگے، اسی سے مِطْرَقَةٌ بمعنی ہتھوڑا، اور طَرِيْقٌ (بمعنی راستہ) بھی کیونکہ چلنے والے اُس کو روندتے رہتے ہیں۔ پھر عرف لغت میں یہ رہ نورد کا نام پڑ گیا اس تصویر پر کہ وہ راستہ کو اپنے قدم سے روندتا رہتا ہے اور اس معنی میں اس درجہ مشتہر ہوا کہ گویا اس کی حقیقت ٹھہر گیا، پھر یہ لفظ شب میں آنیوالے کے لیے مختص ہوا کیونکہ وہ اکثر اوقات دروازہ بند پاکر ان کو پیٹتا ہے، پھر اس کے معنی کو ہر اس شے کے لیے کہ جو رات میں ظاہر ہو وسعت دی گئی خواہ وہ کچھ ہی ہو حتی کہ ان خیالی صورتوں کے لیے بھی کہ جو رات میں ظاہر ہوتی ہیں، اس کا استعمال کیا جانے لگا۔

اور یہاں جمہور کے نزدیک رات میں ظاہر ہونے والا ستارہ مراد ہے یا تو اس بنا پر کہ وہ اسم جنس ہے اور ایک معہود ستارہ کا نام ہے۔ ؎۱

۳۰/۱۱

طَاعِمٌ ۔ کھانے والا طُعْمٌ سے جس کے معنی چکھنے اور کھانے کے ہیں، اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ۶/۵

؎۱ روح المعانی۔ سورۃ الطارق۔

طَاعَۃٌ: حکم برداری، قبول کرنا، حکم ماننا، طَوْعٌ سے جس کے معنی فرمانبرداری کرنے کے ہیں۔ اسم ہے ۵/۴ ، ۱۸/۱،۱۳ ، ۲۶/۷

طَاغُوْتٌ: شیطان، حق سے روکنے والے بت، معبود باطل، سرکش، سخت طاغی، مفسد، مُرد ہنگا۔ [۱]

"طاغوت" سے کیا مراد ہے امام فخر الدین رازی نے مفسرین سے اس بارے میں پانچ اقوال نقل کیے ہیں (۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ، مجاہد اور قتادہ نے شیطان کے معنے بیان کیے ہیں (۲) سعید بن جبیر نے کاہن کہا ہے (۳) ابو العالیہ نے ساحر بتایا ہے (۴) بعض مفسرین اصنام (بت) بیان کرتے ہیں، اور (۵) پانچواں قول یہ ہے کہ اس سے سرکش جن اور انسان نیز ہر وہ شخص جو حد سے گزر جائے، مراد ہے۔

امام رازی فرماتے ہیں کہ تحقیق اس باب میں یہ ہے کہ چونکہ ان سب اشیا سے اتصال کے وقت طغیان کا حصول ہوا، اس لیے یہ سب چیزیں اسباب طغیان قرار دے دی گئیں۔ [۲]

حقیقت یہ ہے کہ اس سلسلہ میں جو اقوال بھی بیان کیے گئے ہیں وہ تعین کے لیے نہیں بلکہ تمثیل کے طور پر ہیں، طاغوت اپنے عموم کے اعتبار سے ہر معصیت میں حد سے گزر جانے والے نیز ہر اس معبود کے لیے کہ جس کی حق تعالیٰ کے سوا پرستش کی جائے استعمال ہوتا ہے اور اسی اعتبار سے ساحر، کاہن، سرکش جن اور خیر کے راستہ سے روکنے والے کو "طاغوت" سے موسوم کیا جاتا ہے۔ [۳] چنانچہ امام محمد بن جریر طبری فرماتے ہیں :-

میرے نزدیک "طاغوت" کے بارے میں صحیح بات یہی ہے کہ جو بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں حد سے متجاوز ہو اور پھر حق تعالیٰ کو چھوڑ کر اُسے پوجا بھی جائے وہ طاغوت ہی ہے خواہ جو اس کو پوجتا ہے اس پر اس کا دباؤ ہو خواہ پوجنے والے کی اپنی مرضی ہو اور خواہ وہ معبود انسان ہو یا شیطان یا پتھر ہو یا بت یا کچھ بھی کیوں نہ ہو۔ [۴]

---

[۱] مُرد ہنگا وہ جو ناحق سرداری کا دعویٰ کرے جو کچھ سند نہ رکھے، ایسے کو طاغوت کہتے ہیں، بت اور شیطان اور زبردست ظالم سب یہی ہیں ۱۲ موضح القرآن از شاہ عبد القادر صاحب دہلوی سورۃ النحل رکوع ۵ -

[۲] تفسیر کبیر ج ۱۷ ص ۳، ۴، ۴۰، ۴ طبع مصر سورۃ البقرہ [۳] ملاحظہ ہو مفردات امام راغب اصفہانی

[۴] تفسیر امام ابن جریر طبری ج ۳ - ص ۱۲ -

علامہ محب الدین ابو البقاء عبداللہ العکبری املاء ما منّ بہ الرحمٰن من وجوہ الاعراب والقراءات فی جمیع القرآن میں لکھتے ہیں [1]۔

"طاغوت مذکر بھی آتا ہے اور مونث بھی نیز واحد جمع، تذکیر تانیث سب میں ایک ہی طرح یہ استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کی اصل طَغَيُوتٌ ہے کیونکہ یہ طَغَيْتُ طَغَى سے ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ واو سے ہو کیونکہ اس میں يَطْغُو بھی بولا جاتا ہے پر یاء کا استعمال اکثر ہے اور اسی پر (مصدر) طغیان آیا ہے پھر لام کلمہ کو مقدم کر کے غین سے پہلے کر دیا گیا تو طَغَيُوتٌ یا طَوَغُوتٌ بن گیا پھر حرف علت متحرک اور اس کا ماقبل مفتوح ہوا تو اس کو الف سے بدل دیا گیا۔ چنانچہ اب اس کا وزن فَلَعُوتٌ ہے اور در اصل یہ مَلَكُوتٌ کی طرح مصدر ہے واضح رہے کہ مصدر ہونے کی صورت میں اس کی تاء زائد ہوگی۔ اور علامہ سلیمان نے بعض سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ اس کی تاء زائد نہیں بلکہ لام کلمہ کا بدل ہے اور اس کا وزن فاعول ہے [2]

پھر اس کے مصدر ہونے نہ ہونے میں بھی بحث ہے مبرد نے تصریح کی ہے کہ میرے نزدیک زیادہ درست یہ ہے کہ یہ جمع ہے۔ ابو علی فارسی کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک ایسا نہیں ہے کیونکہ طاغوت مصدر ہے جیسے کہ رَغَبُوتٌ، رَهَبُوتٌ، مَلَكُوتٌ ہیں۔ پس جس طرح یہ اسماء آحاد ہیں اسی طرح یہ اسم بھی مفرد ہے جمع نہیں ہے اور جو چیز اس کے مصدر (مفرد) ہونے پر دلالت کر رہی ہے وہ آیہ کریمہ اَوْلِيٰۤـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ (ان کے رفیق ہیں شیطان) ہے کہ جمع کے مقام پر مفرد لایا گیا ہے جس طرح سے کہ هم رضا اور هم عدل کہا جاتا ہے اور سیبویہ کے نزدیک یہ اسم جنس ہے مفرد مذکر، اور اس کی جمع و تانیث الہہ مراد ہونے کی بنا پر ہے۔ [3]

اور علامہ جار اللہ محمود زمخشری تفسیر سورۃ الزمر میں رقمطراز ہیں۔

"یہ لفظ شیطان یا شیاطین کے لیے استعمال کیا گیا ہے کیونکہ یہ مصدر ہے، اور اس میں کئی مبالغے ہیں (۱) مصدر ہے موسوم کرنا گویا کہ

---

[1] کتاب مذکور ج ۱ ص ۶ طبع میمنیہ مصر ۱۳۰۶ھ [2] حواشی سلیمان جمل علی التفسیر للجلالین ج ۱ ص ۲۰۴ مصر
[3] تفسیر کبیر امام رازی ج ۱ ص ۳، ۴ [4] تفسیر علامہ ابو السعود عمادی بر حاشیہ تفسیر کبیر امام رازی حوالہ مذکور۔

شیطان کی ذات خود طغیان ہے (۲) صیغہ بھی مبالغہ کا صیغہ ہے کیوں کہ رحموت کے معنی ہیں وسیع رحمت اور ملکوت کے معنی ہیں فراخ ملک (۳) فلب جو اختصاص کے لیے ہے کہ غیر شیطان کے لیے استعمال نہیں ہوتا۔ ؎۱

ب ۳/۲ ب ۵/۵،۶،۷ ب ۹/۱۳ ب ۱۴/۱۱ ب ۲۳/۱۶

طَاغُوْنَ ۔ نافرمان، سرکش، شریر، معصیت میں حد سے بڑھ جانے والے، طُغْیَانٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر طَاغِیْ کی جمع بحالت رفع ب ۲۷/۲،۴ (ملاحظہ ہو طُغْیَانًا)

طَاغِیْنَ ۔ سرکش، شریر، حد سے گزر جانے والے طاغی کی جمع بحالت نصب و جر، ب ۲۳/۱۳،۶ ب ۲۹/۳ ب ۳۰/۱

طَاغِیَۃٌ ۔ نافرمانی، الغیرۃ تند، حد سے نکل جانے والی آواز۔ یہ یا تو مصدر ہے اس صورت میں اس کے معنی خدا کی نافرمانی میں حد سے آگے بڑھ جانے کے ہیں، یا صفت ہے یعنی حد سے بڑھ جانے والی اس صورت میں طُغْیَانٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہوگا، امام فخرالدین رازی مفاتیح الغیب معروف بہ تفسیر کبیر میں رقم طراز ہیں :۔

طَاغِیَۃٌ کے بارے میں کئی قول ہیں اوّل یہ کہ "طاغیہ" ایسا واقعہ ہے جو شدت و قوت میں حد سے بڑھ گیا ہو ارشاد الٰہی ہے اِنَّا لَمَّا طَغَی الْمَآءُ (ہم نے جس وقت پانی نے طغیانی کی) یعنی حد سے بڑھ گیا۔ اور فرمایا مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی (بھٹکی نہیں نگاہ اور حد سے بڑھی نہیں) اس قول پر" طاغیہ" کسی محذوف کی صفت ہے اور وہ محذوف کیا ہے۔ اس میں لوگ مختلف ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ لفظ صیحۃ (چنگھاڑ) محذوف ہے یعنی ایسی چنگھاڑ کہ جو بہت سی چنگھاڑوں سے قوت و شدت میں بڑھی ہوئی ہو یعنی ارشاد الٰہی ہے اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَیْہِمْ صَیْحَۃً وَّاحِدَۃً فَکَانُوْا کَہَشِیْمِ الْمُحْتَظِرِ (ہم نے بھیجی اُن پر ایک چنگھاڑ پھر رہ گئے جیسے روندی باڑھ کانٹوں کی) اور بعض رَجْفَۃٌ (زلزلہ بھونچال) محذوف بتاتے ہیں، اور بعض صَاعِقَۃٌ (بجلی کی کڑک) بیان کرتے ہیں۔

؎۱ الکشاف عن حقائق التنزیل وعیون الاقاویل فی وجوہ التاویل ج ۱ ص ۲۶۱ طبع بولاق مصر ۱۲۸۰ھ

دوسرا قول یہ ہے کہ طَاغِیَۃ یہاں بمعنی طغیان ہے۔ اور کَاذِبَۃ، بَاقِیَۃ اور عَافِیَۃ کی طرح یہ بھی مصدر ہے، یہ قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے[۱]۔ اور متاخرین نے دو طرح سے اس قول پر اعتراض کیے ہیں۔

پہلا اعتراض تو وہی ہے جو زجاج نے ذکر کیا ہے کہ چونکہ جملہ ثانیہ میں جس شے کا عذاب واقع ہوا ہے اس کی نوع کا بیان ہے جو ارشاد الٰہی بِرِیۡحٍ صَرۡصَرٍ (ٹھنڈی سناٹے کی باد سے) میں مذکور ہے، لہٰذا جملہ اولیٰ میں بھی ایسا ہی ہونا لازم ہے تاکہ مناسبت موجود رہے اور دوسرا وہ اعتراض ہے جو قاضی (عبدالجبار ہمدانی معتزلی) نے کیا ہے کہ جو یہ بیان کرتے ہیں۔ اگر وہ مراد ہو تو محاورہ کا تقاضا یہ تھا کہ أُهۡلِكُوا لِلطَّاغِيَة یا لاجل الطاغیۃ کہا جاتا، حالانکہ یہاں لام کی بجائے بار کا صلہ ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ بالطاغیۃ کے معنی ہیں اس جماعت کی بدولت کہ جس نے تمام ثمود میں حد سے بڑھ کر سرکشی کی، اور ناقہ کی کونچیں کاٹنے کی جسارت کی کہ آخر اس کی کونچیں کاٹ ہی ڈالیں یعنی ثمود اپنے اس طاغی فرقہ کی بدبختی کی بدولت ہلاک کیے گئے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ طاغیۃ سے مراد خاص وہی ایک شخص ہو کہ جس نے اس فعل بد کا اقدام کر کے سب کو ہلاک کرایا کیونکہ سب اس کے کرتوت پر خوش تھے اور جس طرح سے فلان راویۃ الشعر، داهیۃ، نسّابۃ اور نسابۃ کہا جاتا ہے اسی طرح سے اس کو طاغیۃ کہا گیا ہو (یعنی تار مبالغہ کی ہو)[۲]۔

واضح رہے کہ امام راغب اصفہانی سے اس جگہ فاش غلطی ہو گئی کہ "طاغیۃ" کو طوفان کا اشارہ سمجھے حالانکہ یہاں ثمود کا مذکور ہے، قوم نوح کا نہیں، چنانچہ مفردات میں لکھتے ہیں۔

ارشاد باری فَأُهۡلِكُوا بِالطَّاغِيَةِ اس طوفان کی طرف اشارہ ہے کہ جس کو إِنَّا لَمَّا طَغَى الۡمَاءُ میں بیان کیا گیا ہے۔" پ ۲۹ / ۵

طَافَ ۔ پھر گیا، پھرا گیا، نصر، طَوۡفٌ سے جس کے معنی کسی چیز کے گرد پھرنے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب پ ۲۹ / ۳

طَاقَۃَ ۔ طاقت، قوت، توانائی۔ راغب

---

[۱] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی صحت محل نظر ہے [۲] تفسیر کبیر ج ۸ ص ۲۰۰ طبع دار الطباعۃ العامرہ قسطنطنیہ

کہتے ہیں کہ :

طاقت اس مقدار کا نام ہے جس کو انسان کے بیسے مشقت کے ساتھ انجام دینا ممکن ہو یہ دراصل اُس طوق کے ساتھ تشبیہ ہے کہ جو کسی چیز کو گھیرے رہتا ہے۔ پس آیۂ کریمۂ لَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ اور نہ اُٹھوا ہم سے جس کی طاقت نہیں ہم کو' کا مطلب یہ ہے کہ جس کا انجام دینا دشوار ہو اور یہ معنی نہیں ہیں" وہ چیز ہم پر مت ڈال جس کی ہم کو قدرت نہیں' کیونکہ حق تعالےٰ شانہٗ کبھی وہ چیز بھی انسان پر ڈال دیتے ہیں جو اس پر دشوار ہوتی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ (اور اُتارتا ہے ان سے بوجھ اُن کے) اور فرمایا وَ وَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ (اور اُتار رکھا ہم نے اُن سے بوجھ تیرا یعنی وہ سخت عبادات کہ جن کے چھوڑنے میں گناہ تھا ہم نے تم پر سے اُن کی تخفیف کر دی اور اسی طرح قَالُوا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوتَ وَجُنُودِهٖ انہوں نے کہا قوت نہیں ہم کو آج جالوت کی اور اس کے لشکروں کی) ہے یعنی ممکنہ مشقت کے ساتھ آج اس لڑائی کا انجام دینا بس میں نہیں"

امام فخرالدین رازی سورۃ البقرہ کے اخیر میں رقم طراز ہیں :-

طَاقَةٌ اسم ہے اِطَاقَةٌ سے جیسے طَاعَةٌ اِطَاعَةٌ سے اور جَابَةٌ اِجَابَةٌ سے اور یہ مصدر کی جگہ بھی استعمال کیا جاتا ہے" [1]

اور اس سے پہلے قَالُوا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوتَ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں "طَاقَةٌ مصدر ہے بمنزلہ اِطَاقَةٌ کے کہا جاتا ہے اَطَقْتُ الشَّيْءَ اِطَاقَةً وطاقۃ اور اسی طرح سے ہے اطاع اطاعۃ اور طاعۃ اسم ہے اور اَغَارَ يُغِيْرُ اِغَارَةً اور غارۃ اسم ہے اور اجاب یجیب اجابۃ اور جابۃ اسم ہے مثل میں ہے۔ اَسَاءَ سَمْعًا فَاَسَاءَ اِجَابَةً ای جَوَابًا [2]

علامہ خازن بغدادی نے رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ کے ذیل میں لکھا ہے۔

"تکلیف ما لا یطاق کی دو صورتیں ہیں' ایک تو وہ کہ جس کا برداشت کرنا بندہ کی قدرت

---

[1] ج ۱۲ ص ۵۷۹
[2] ج ۱ ص ۲۴۲

ہی سے باہر ہے جیسے نابینا کو بینائی کا مکلف کرنا یا اپاہج کو دوڑنے کی تکلیف دینا سو اس قسم کی تکلیف کا حق تعالیٰ کسی صورت میں بھی اپنے بندے کو مکلف نہیں فرماتا، اور دوسری قسم کی تکلیف مالا یطاق وہ ہے کہ شدید مشقت اور سخت تکلیف کے ساتھ اس کو برداشت کر لینا بندے کی قدرت میں ہے جیسے کہ اعمال شاقہ اور فرائض ثقیلہ کا مکلف کرنا چنانچہ ابتدائے اسلام میں قیام اللیل واجب تھا، سو یہی وہ تکلیف جس کے متعلق اہل ایمان نے اپنے رب سے درخواست کی کہ ان پر وہ بوجھ نہ ڈالے جس کے اٹھانے کی ان میں طاقت نہیں۔

جو لوگ "تکلیف مالا یطاق" کے جواز کے قائل ہیں وہ اسی آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ اگر یہ جائز نہ ہوتی تو حق تعالےٰ سے دعا کے ذریعہ اس کی تخفیف کی درخواست بھی مناسب نہ ہوتی" پ ٢/١٧ ۳/٨

طَالَ ۔ دراز ہوا، لمبا ہوا (نصر) طول سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب (ملاحظہ ہو طُولاً) ١٦/١٣ پ ١٧/٤ پ ٢٧/١٨

طَالِبٌ ۔ طالب، مانگنے والا، چاہنے والا طَلَبَ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر غائب (ملاحظہ ہو طَلَبًا) پ ١٧/١٧

طَالُوْتُ ۔ بنی اسرائیل کے ایک با اقبال اور صالح بادشاہ کا نام ہے جو حضرت داؤد علیہ السلام کے ابتدائے عہد میں گزرے ہیں قرآن مجید میں سورۃ بقرہ میں ان کا تفصیلی احوال مذکور ہے، صحیح بخاری میں بطرق متعددہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ بیان کیا کرتے تھے کہ اصحابِ بدر کی تعداد طالوت کے ان ساتھیوں کی تعداد کے مطابق تھی کہ جنہوں نے ان کے ہمراہ نہر کو پار کیا تھا اور طالوت کے ساتھ جس نے بھی نہر کو پار کیا مومن ہی تھا یہ کچھ اوپر تین سو دس آدمی تھے[١]۔ جامع ترمذی کے الفاظ یہ ہیں کہ ہم یہ گفتگو کیا کرتے تھے کہ اصحابِ بدر بدر کے دن اصحاب طالوت کی تعداد کے مطابق تین سو تیرہ تھے، امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اس بارے حضرت ابن عباس

[١] صحیح بخاری کتاب المغازی باب عدۃ اصحاب بدر

رضی اللہ عنہما سے بھی روایت ہے اور یہ حدیث حسن صحیح ہے[1]۔ بخاری اور ترمذی کے علاوہ ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے بھی دلائل النبوۃ میں اس روایت کو نقل کیا ہے[2]۔

تعجب ہے کہ علامہ جلال الدین سیوطی سے الاتقان فی القرآن کی النوع التاسع والستون میں جو کہ قرآن مجید کے اسماء، کنی اور القاب کے بیان پر مشتمل ہے طالوت کا ذکر چھوٹ گیا ہے[3]۔

علامہ محی الدین ابو البقاء عکبری لکھتے ہیں:

طالوت عجمی نام ہے معرفہ ہے اور اسی بنا پر غیر منصرف ہے اور طول سے مشتق نہیں ہے جس طرح کہ اسحٰق سحق سے نہیں بنا ہے بلکہ یہ وہ الفاظ ہیں جو عربی الفاظ سے ملتے جلتے ہیں[4]۔

اور علامہ جار اللہ زمخشری کشاف میں رقمطراز ہیں:

"طالوت، جالوت اور داؤد کی طرح سے عجمی نام ہے اور معرفہ اور عجمہ ہونے کے سبب غیر منصرف ہے لوگوں کا یہ خیال ہے کہ یہ طول سے بنا ہے کیوں کہ طالوت کو بسطۃ فی الجسم سے موصوف کیا گیا ہے۔ اور اگر یہ طول سے ہے تو اس کا وزن اس سے فَعَلُوْتٌ ہوگا اور اس کی اصل طَوَلُوْتٌ ہوگی۔ مگر اس کا غیر منصرف ہونا اس کے طول سے مشتق ہونے کو مانع ہے۔ مسے الا یہ کہ یوں کہا جائے کہ یہ عبرانی نام ہے جو عربی کے موافق ہو گیا ہے جیسے حنطا حنطہ کے موافق ہے اور بشما لاھا رحمانا رخیما، بسم اللہ الرحمن الرحیم کے موافق ہے پس یہ طول سے اسی طرح بنا ہے جس طرح سے کہ عربی ہونے کی صورت میں مشتق ہوتا۔ اور عبرانی ہونے کے باعث اسی کا عجمی ہونا بھی اس کے غیر منصرف ہونے کے لیے دو سببوں میں سے ایک سبب ہے[5]۔

اور علامہ محمود آلوسی فرماتے ہیں:-

"طالوت کے بارے میں دو قول ہیں۔ ان دونوں میں ظاہر تر یہ ہے کہ یہ عجمی اور عبری نام ہے جیسے

---

[1] جامع ترمذی باب ما جاء فی عدۃ اصحاب بدر ص ۲۰۱ طبع احمدی دہلی ۱۳۶۶ھ [2] الدر المنثور ج ۱ ص ۳۱۸ طبع مصر

[3] اس وقت میرے پیش نظر اتقان کا نسخہ مطبوعہ مطبع احمدی دہلی ہے [4] املاء ما من بہ الرحمٰن ص ۵۸ طبع مصر [5] کیونکہ غیر منصرف ہونے کے لیے دو سبب یا ایک ایسا سبب جو کہ دو سببوں کا قائم مقام ہو سکے موجود ہونا ضروری ہے اور اس کے مشتق ہونے کی صورت میں یہ عجمی نہیں رہتا بلکہ عربی ہو جاتا ہے اور پھر بجز معرفہ ہونے کے کوئی دوسرا سبب اس کے غیر منصرف ہونے کے لیے موجود نہیں رہتا۔ [5] تفسیر کشاف ج ۱ ص ۱۰۰ طبع بولاق مصر۔

کہ واؤ ہے اور اسی لیے غیر منصرف ہے، اور بعض کا قول ہے کہ یہ عربی ہے طول سے بنا ہے اور اس کی اصل طَوَلُوْتٌ ہے جیسے کہ رَهَبُوْتٌ اور رَحَمُوْتٌ میں پھر چونکہ واؤ متحرک تھا اور اس کا ماقبل مفتوح اس لیے واؤ الف سے بدل لیا گیا اور اس صورت میں اس کا غیر منصرف ہونا عَلَمِیَّت اور شبہ عجمیہ کی بنا پر ہے کیونکہ یہ اوزانِ عرب پر نہیں ہے، لیکن اس کے متعلق طویل سے عدل کا دعویٰ کرنا یا یہ کہنا کہ یہ عبرانی ہے اور عربی کے موافق ہو گیا ہے تکلف ہے۔[1] ۲ ب ۱۶، ۱۹

طَآمَّۃٌ۔ بلائے بزرگ، بڑی آفت، بڑا ہنگامہ قیامت، طَمَّ سے جس کے معنی کسی چیز کے اتنے زیادہ ہونے کے ہیں کہ وہ چھا جائے اور غالب آجائے۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث اور اسی لیے طامۃ کے معنی اس بڑی مصیبت کے آتے ہیں کہ جو ہر چیز پر چھا جائے۔ یہاں اس سے قیامت مراد ہے کیوں کہ ہنگامہ قیامت سب کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوگا۔ ۳۰ پ ۴

طَآئِرٍ۔ پرندہ، ہر وہ جانور کہ جس کے پر ہوں اور ہوا میں اُڑتا پھرے "طائر" ہے۔ طَیْرٌ جمع ہے۔ ۷ ب ۱۰

طٰٓئِرُکُمْ:۔ تمہاری فال بد، تمہارا شگون بد، تمہاری بُری قسمت، تمہاری نحوست، تمہاری نامبارکی طَآئِرُ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ واضح رہے کہ اصل میں تو طَآئِر کے معنی اُڑنے والے ہی کے ہیں چنانچہ طَارَ یَطِیْرُ طَیْرًا ناً کا استعمال اسی معنی میں ہوتا ہے، مگر عرب جاہلیت کا معمول تھا کہ جب وہ کسی اہم کام کا ارادہ کرتے تو پرندوں کو للکارتے اور ان سے فال لیتے اگر وہ داہنے سے بائیں کو نکل جاتے تو اُسے بُرا سمجھتے اور منحوس جانتے اور پھر اس کام کو نہ کرتے چنانچہ اس طرح اس کا استعمال پرندوں سے بُرے شگون لینے کے بارے میں ہونے لگا۔ اور پھر ہر اس شے کیلئے کہ جس سے بدفالی لی جائے یا اسے منحوس سمجھا جائے استعمال کرنے لگے غرض چونکہ عرب پرندوں کو شوم و نحوست کی دلیل و علامت سمجھتے تھے اس لئے مدلول کو دلیل کا نام دے کر خود طائر اور طیر کو شوم سے موسوم کر دیا گیا نیز طائر کے معنی حصہ کے بھی ہیں چنانچہ امام رازی نے ابوعبیدہ سے تفسیر کبیر میں نقل کیا ہے۔[2] علامہ آلوسی لکھتے ہیں:۔

---

[1] روح المعانی ج ۱ ص ۲ ۵ ۴ طبع میریہ بولاق مصر ۱۳۰۱ھ [2] تفسیر کبیر ج ۴ ص ۱۰ ۴ سورہ اعراف

کبھی طائر کا استعمال حصّہ اور نصیب کے معنی میں بھی کرتے ہیں خواہ بھلا ہو یا بُرا۔ حتیٰ کہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ تطیر کی اصل ہی لوگوں میں مال کو متفرق کر دینا اور اُڑا دینا ہے تاکہ ہر ایک کے لیے اس کا حصّہ بھلا ہو یا بُرا اُڑ جائے پھر شر میں اس کا استعمال غالب ہو گیا"[1]

دوسرے معنی کے اعتبار سے طائرہم کے معنی ہوں گے ان کا بُرا حصّہ یا ان کی بدنصیبی۔ پ ۱۹/۱۹ پ ۲۲/۱۹

طَائِرَہٗ - اس کی شامتِ اعمال، اس کی بُری قسمت، طائر مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔ راغب اصفہانی لکھتے ہیں کہ وہ عمل مراد ہے جو انسان سے اُٹھے[عہ] خیر ہو یا شر" ۱۵/۲

طَائِرُہُمْ - ان کا شگونِ بد، ان کی شومی ان کی نحوست، طائر مضاف ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔ پ ۹/۶

طَائِعِیْنَ۔ فرمانبردار، اپنی خوشی سے کہا ماننے والے طَوْعٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر طائع کی جمع بحالتِ نصب و جر املاحظہ ہو طَوْعًا ۲۴/۱۲

طَائِفٌ وسوسہ، خطرہ، پھر جانے والا، پھیرے والا

پہلے معنی مجازی ہیں اور دوسرے حقیقی۔ سورۃ الاعراف میں اس کا رسم خط بغیر الف کے ہمزہ کے مرکز کے ساتھ اس طرح ہے طٰیِفٌ، طَائِفٌ طَوْفٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے طوف کے معنی ہیں کسی چیز کے گرد چکر کاٹنے کے اور اسی لیے جو شخص گھروں کے گرداگرد ان کی حفاظت کے لیے چکر لگاتا رہتا ہے "طائف" کہلاتا ہے اور اسی سے جن، خیال، حادثہ وغیرہ کو بطور استعارہ "طائف" بولتے ہیں۔ ارشاد ہے اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ (جہاں پڑ گیا ان پر شیطان کا گزر) یعنی جو شیطان انسان پر چکر کاٹتا رہتا ہے اور اس کو شکار کرنا چاہتا ہے اس کا وسوسہ اور خطرہ اثر کر گیا۔ اور فَطَافَ عَلَيْهَا طَائِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ (پھر پھیرا کر گیا اس پر کوئی پھیرے والا تیرے رب کی طرف سے) یعنی جو عذاب الٰہی ان لوگوں کو پہنچا تھا اس کو بطور تعریض بیان کیا گیا ہے۔ پ ۹/۱۴ پ ۲۹/۳ -

طَائِفَۃٌ۔ گروہ، جماعت، بعض لوگ، کچھ لوگ ایک اور ایک سے زائد سب "طائفہ" کہلاتا ہے طَوْفٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث

---

[1] روح المعانی ج ۳ ص ۵۳ طبع میریہ بولاق مصر عہ یعنی سرزد ہوا، اُڑنا اسی سے استعارہ ہے۔

شیخ الاسلام حافظ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں قمطراز ہیں "لغت میں "طائفہ" کے معنی ہیں کسی شے کے ایک قطعہ یعنی ٹکڑے کے۔ عباب میں ہے "الطائفۃ من الشیء القطعۃ" اسی معنی میں ارشاد ہے وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ (اور دیکھیں ان کا مارنا کچھ لوگ مسلمان) ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک اور ایک سے زائد طائفہ ہے چنانچہ جو مفرد کے لیے "طائفہ" کا استعمال کرتے ہیں وہ نفس طائفہ مراد لیتے ہیں اور مجاہد کا بیان ہے کہ ایک شخص سے لے کر ہزار تک "طائفہ" ہے عطا نے کہتے ہیں کہ "طائفہ" کم سے کم دو آدمی ہیں انتہی۔ اور زجاج نے کہا ہے کہ میرے نزدیک اقل طائفہ دو ہی ہیں۔ امام شافعی وغیرہ علما نے قرآن مجید میں مختلف مواقع پر "طائفہ" کو اپنے اپنے مقام کے لحاظ سے مختلف وجوہ پر محمول کیا ہے چنانچہ آیت کریمہ فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ (سو کیوں نہ نکلا ہر فرقہ میں سے ایک طائفہ) میں ایک اور ایک سے زائد مراد ہے۔ اور اسی آیت سے خبر واحد کے مقبول ہونے پر استدلال کیا ہے اور آیہ کریمہ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ میں (کم سے کم) چار اور فَلْتَقُمْ طَائِفَةٌ مِّنْهُم مَّعَكَ (تو چاہیئے کہ ایک جماعت ان کی کھڑی ہو تیرے ساتھ) میں (کم سے کم) تین مراد ہیں اور ان سب مقامات پر قرائن کے لحاظ سے تفریق کی ہے پہلی جگہ اس اعتبار سے کہ انذار (یعنی احکام الٰہی سے ڈرانا اور خبردار کرنا) ایک سے بھی حاصل ہو جاتا ہے اور دوسری جگہ اس لحاظ سے کہ چار ہی کی شہادت اس میں معتبر سمجھی ہے، اور تیسری تین اس بنا پر کہ پوری آیت وَلْيَأْخُذُوا أَسْلِحَتَهُمْ الخ میں ان لوگوں کو بلفظ جمع ہی ذکر کیا ہے۔ اور اقل جمع جمہور اہل لغت و فقہ و اصول کے مذہب مختار پر تین ہی ہے۔

اور اگر تم یہ کہو کہ آیت انذار میں بھی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ اور یہ سب جمع ہی کی ضمیریں ہیں تو میں جواب میں کہوں گا کہ ضمیر جمع ان طوائف کی طرف عائد ہے کہ جو مختلف فرقوں سے مجتمع ہوں گے[1]

[1] عینی شرح بخاری ج ۱ ص ۲۴۴ طبع استنبول۔

اور علامہ شہاب الدین خفاجی فرماتے ہیں کہ :-

"تحقیق مقام یہ ہے کہ طائفۃ اصل میں اسم فاعل ہے مؤنث، طواف سے جس کے معنی دوران (چکر لگانے گھومنے) یا احاطہ (گھیر لینے) کے ہیں اب یہ یا تو نفس کی صفت ہے یعنی نَفْسٌ طَائِفَةٌ اس صورت میں واحد کے لیے بولا جاتا ہے یا جماعت کی صفت ہے یعنی جَمَاعَةٌ طَائِفَةٌ اور ایک سے زائد کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ تو گویا یہ ان سب معانی میں مشترک ہے۔ اور ہر مقام پر اس مقام کے مناسب معنی پر محمول ہوتا ہے" ۱ے

اور علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں :-

"طائفۃ سے جب جماعت مراد لی جائے گی تو طائف کی جمع ہوگا، اور جب اس سے واحد مراد ہوگا تو اس صورت میں اس کا جمع ہونا بھی صحیح ہے اور اس کے ذریعہ واحد سے کنایہ ہوگا اور یہ بھی صحیح ہے کہ اس کو رَاوِیَۃٌ اور عَلَّامَۃٌ وغیرہ کی طرح قرار دیا جائے (یعنی اس کی تاء کو مبالغہ کی تاء قرار دیا جائے نہ کہ تانیث کی)۔

امام فخر الدین رازی آیۃ کریمہ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ (سو کیوں نہ نکلے ہر فرقہ میں سے ایک دو آدمی تا سمجھ پیدا کریں دین میں اور تا خبر پہنچاویں اپنی قوم کو جب پھر آویں ان کی طرف شاید وہ بچتے رہیں) کے ذیل میں لکھتے ہیں :-

"یہ آیت ان کی قوی دلیل ہے جو خبر واحد کو حجت سمجھتے ہیں، ہم نے کتاب المحصول من علم الاصول میں اس کی تقریر میں نہایت تفصیل سے کام لیا ہے، اور یہاں جو ہم کہنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہر تین ایک فرقہ ہیں اور حق تعالےٰ شانہ نے ہر فرقہ میں سے ایک طائفہ کا نکلنا واجب قرار دیا ہے، اور تین میں سے نکلنے والے دو ہونگے یا ایک، اس لیے "طائفہ" کا دو یا ایک ہونا ضروری ہوا، پھر حق تعالےٰ شانہ نے ان کے خبر دینے پر عمل کو واجب قرار دیا کیونکہ ارشاد الٰہی وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ ان کے خبر دینے ہی سے عبارت ہے اور فرمان لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ میں ان کی قوم پر اس کو واجب قرار دیا ہے کہ ان کے خبر دینے پر عمل کریں اور یہ اس کا مقتضی ہے کہ ایک کی یا دو کی خبر شریعت میں حجت قرار پائے" ۲ے

۱ے روح المعانی ج ۶ ص ۱۱ طبع میریہ مصر ۱۳۰۱ھ ۲ے تفسیر کبیر ج ۴ ص ۶۵، ۶۶، طبع دار الطباعۃ العامرہ استنبول

اور اسی طرح امام ابوبکر جصاص رازی حنفی نے بھی احکام القرآن میں اس آیت سے خبر واحد پر عمل لازم ہونے کے بارے میں نہایت عمدہ تقریر کی ہے جو بخوف طوالت درج نہیں کی گئی منکرین حدیث کو جو اپنے اہل قرآن ہونے کا شور مچاتے ہیں اس آیت پر خوب غور کرنے کی ضرورت ہے۔

۳/۱۶،۱۵ ، ۴/۷ ، ۵/۱۴،۱۲،۱۸ ، ۸/۱۸ ، ۱۰/۱۶،۱۴ ، ۱۱/۴ ، ۱۹/۷ ، ۲۰/۴ ، ۲۱/۱۸ ، ۲۸/۱۰ ، ۲۹/۱۴ -

طَائِفَتٰنِ - دو گروہ - دو فرقے - دو جماعتیں، طائفۃ کا تثنیہ بحالت رفع، امام رازی کا بیان ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے جو یہاں اِنْ طَآئِفَتَانِ فرمایا ہے اور اِن فِرْقَتَانِ نہیں فرمایا یہ اسی معنی کو ثابت کرنے کے لیے ہے جس کا ہم نے ذکر کیا اور وہ تقلیل ہی ہے کیونکہ طائفہ، فرقہ سے کم ہوتا ہے[۱] اور امام ابوبکر جصاص فرماتے ہیں کہ :-

اس امر میں کوئی اختلاف نہیں کہ وہ بھی جب جنگ کریں گے آیت کے حکم میں مراد ہوں گے نیز اس لیے بھی کہ لغت میں طائفہ ایسا ہی ہے جیسا کہ تم بعض کا لفظ بولتے ہو یا "القطعہ من الشیء" کسی چیز کا ایک قطعہ یا ٹکڑا کہتے ہو اور یہ معنی واحد میں بھی موجود ہیں[۲]۔

۴/۴ ، ۲۶/۱۳

طَائِفَتَیْنِ - دو گروہ، دو جماعتیں، دو فرقے طائفۃ کا تثنیہ بحالت نصب وجر۔ آیہ کریمہ اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَیْنِ مِنْ قَبْلِنَا اس واسطے کہ کبھی کہو تم کتاب جو اُتری تھی سو دو ہی فرقوں پر ہم سے پہلے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حسن البصری، مجاہد، قتادہ سدی اور ابن جریج نے کہا ہے کہ "طائفتین" سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں۔ ابوبکر جصاص فرماتے ہیں کہ :-

"یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اہل کتاب صرف یہود و نصاریٰ ہی ہیں، اور مجوس اہل کتاب نہیں ہیں کیونکہ اگر وہ اہل کتاب ہوتے تو تین طائفے ہوتے حالانکہ حق تعالیٰ شانہ نے دو ہی طائفے بتلائے ہیں[۳]"

اسی طرح ہندو اور بدھ وغیرہ غیر مسلم فرقے اہل کتاب نہیں ہیں۔

[۱] تفسیر کبیر ج، ص ۵۹۶. طبع دارالطباعۃ العامرہ اسلامبول [۲] احکام القرآن از جصاص ج ۲ ص ۱۶۲ طبع دارالخلافہ [۳] ایضاً ج ۲ ص ۲۶

اور سورۃ الانفال میں جو اِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ (دو جماعتوں میں سے ایک) ارشاد ہے ان دونوں طائفوں سے مراد ایک تو قریش کا وہ کاروان تجارت ہے جو مال و اسباب سے لدا پھندا ابوسفیان کی سرکردگی میں شام سے مکہ معظمہ واپس ہو رہا تھا اور جس کو قرآن مجید نے غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ سے تعبیر فرمایا ہے اور دوسرا طائفہ قریش کا وہ ایک ہزار کا لشکر تھا جو ساز و سامان سے لیس عتبہ بن ربیعہ کی سپہ سالاری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نبرد آزمائی کے لیے مکہ معظمہ سے نکلا تھا اور بدر کے میدان میں کھیت رہا۔ ب ۸ $\frac{9}{15}$

طَائِفِيْنَ: طواف کرنے والے، گرد پھرنے والے، طَوْفٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر بحالت نصب و جر، طَائِفٌ کی جمع، لغت میں طَوْفٌ اور طَوَافٌ کے معنی کسی چیز کے گرد پھرنے کے ہیں لیکن شرعی اصطلاح میں "طواف" سے مراد خانہ کعبہ کے گرد پھرنا اور اس کا چکر کاٹنا ہے اور "طائفین" وہ لوگ ہیں جو حج اور عمرہ کی نیت سے بیت اللہ شریف کا قصد کرتے اور اس کا طواف کرتے ہیں، واضح رہے کہ سورۃ "البقرۃ" میں جو لِلطَّائِفِيْنَ وَالْعَاكِفِيْنَ وارد ہے اس سے بعض علماء نے بیرونی اور مقامی اشخاص کو مراد لیا ہے چنانچہ امام محمد بن جریر طبری لکھتے ہیں:-

"اہل تفسیر نے اس مقام پر طائفین کے معنی میں اختلاف کیا ہے۔ بعض نے تو کہا ہے کہ یہ وہ بیرونی لوگ ہیں جو باہر سے بیت اللہ شریف آتے ہیں (چنانچہ طبری نے سعید بن جبیر کا یہی قول نقل کیا ہے) اور دوسروں کا بیان ہے کہ نہیں بلکہ "طائفین" وہ لوگ ہیں جو بیت اللہ شریف کا طواف کرتے ہیں خواہ بیرونی ہوں یا مقامی (چنانچہ عطاء کا یہی قول نقل کر کے لکھتے ہیں) اور دونوں تفسیروں میں آیت کے زیادہ مناسب وہ ہے جو عطاء بیان کرتے ہیں۔ کیونکہ طائف وہی ہے جو کسی چیز کا طواف کرے کوئی اور نہیں اور بیرون سے آنے والا اگر اس نے بیت اللہ شریف کا طواف نہیں کیا ہے تو طائف کے نام کا بھی مستحق نہیں ہے"[1]

یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ طواف خانہ کعبہ ہی کے ساتھ مخصوص ہے کسی اور جگہ یہ معاملت نہ چاہیئے عوام میں جو اولیا اور صلحا کی قبروں کے

[1] تفسیر طبری مسمّی بجامع البیان۔ ج ۱ ص ۴۴۰ ۔

گرد پھرنے اور اُن کا چکر کاٹنے کا رواج ہو گیا ہے اور وہ اس کو بزرگوں کی قبروں کی تعظیم شمار کرتے اور ان سے تبرک حاصل کرنے کا ایک ذریعہ سمجھتے ہیں غلط ہے اور شرعاً ناجائز ہے۔ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی، ارشاد الطالبین میں فرماتے ہیں "وگرد قبور گردیدن جائز نیست کہ طواف بیت اللہ حکم نماز دارد۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طواف البیت صلوٰۃ یعنی طواف بیت اللہ حکم نماز دارد"[1]

قاضی صاحب نے جس حدیث کا ذکر فرمایا ہے وہ سنن الدارمی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بایں الفاظ مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الطواف بالبیت صلوٰۃ[2] (بیت اللہ کا طواف نماز کے حکم میں ہے) اور مسند امام احمد اور نسائی میں ایک صحابی سے یوں مرفوعاً روایت ہے الطواف صلوٰۃ[3]

$\frac{15}{11}$ ۱۶ ۱

[1] ارشاد الطالبین ص ۸ ا طبع مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۰۸ھ
[2] سنن الدارمی ص ۲۳۲ طبع مطبع نظامی کانپور ۱۲۹۳ھ
[3] تلخیص الحبیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر از حافظ ابن حجر عسقلانی ص ۴۸ طبع الغفاری دہلی۔

فصل الباء

طِبَاقًا - اوپر تلے تہ بر تہ۔ تو بر تو۔ یہ باب مفاعلہ کا مصدر ہے، فعل طَابَقَ یُطَابِقُ آتا ہے "مطابقت" اسماء متضائفہ میں سے ہے۔ اس کے معنی ہیں ایک چیز کو دوسری چیز کے اوپر اس کے اندازے کے مطابق رکھ دینا۔ طَابَقْتُ النَّعْلَ میں نے ایک جوتے کو دوسرے کے مطابق کر دیا۔ کسی کے قدم بقدم چلنے کیلئے بطور محاورہ مستعمل ہے، اسی سے ہے "طباق"، کا استعمال کبھی تو اس شے کے لیے ہوتا ہے جو دوسری کے اوپر ہو اور کبھی اس شے کے لیے کہ جو دوسری شے کے موافق ہو۔ امام ابو جعفر بیہقی تاج المصادر میں لکھتے ہیں کہ "باب ایک شے کے دوسری شے پر اس طرح پہلا کر رکھنے پر دلالت کرتا ہے کہ یہ اس کو ڈھانپ لے" $\frac{29}{9}$ ۱۰

طِبْتُمْ : تم خوش حال رہے۔ تم پاکیزہ ہوئے تم مزے میں رہے۔ طِیْبٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ انسان کے طیب ہونے کا یہ مطلب ہے کہ وہ جہالت فسق اور اعمال بد کی گندگی سے صاف اور علم و ایمان اور اعمال صالحہ سے آراستہ ہو (ملاحظہ ہو طاب) $\frac{24}{5}$

طَبَعَ - اُس نے مہر کی، اُس نے بند لگادیا، اس نے چھاپ لگادیا، اس نے کندہ کردیا (فَتَحَ، یَطْبَعُ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب) کسی شے کے کسی صورت میں اُتارنے کو طبع کہتے ہیں، جیسے کہ ٹھپہ یا زرو میں کندہ کرنا، یہ لفظ ختم سے عام ہے، اور نقش سے خاص ہے، اور اسی اعتبار سے طَبْعٌ یا طَبِیْعَۃٌ نفس پر کسی صورت کے نقش کا نام ہے خواہ خلقی طور پر ہو یا عادت کے طور پر مگر خلقی طور پر جو نقش ہوتا ہے اس میں اس کا استعمال بیشتر ہے اور طبع السیف کے معنی ہیں تلوار کا زنگ آلود ہونا اور اس پر میل کچیل چڑھ جانا، محاورہ ہے رجل طَبِعٌ یعنی وہ شخص کہ جس کے اخلاق دنی ہوں، اور گندہ کہ کسی بے حیائی سے شرمانا نہ ہو جیا نچہ بعض علماء نے طَبَعَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ اور کَذٰلِكَ یَطْبَعُ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِ الْکٰفِرِیْنَ میں طبع کو اسی معنے پر محمول کیا ہے اور اس کے معنی کیے ہیں کہ اللہ نے ان کے دلوں کو زنگ آلود اور میلا کردیا ہے۔ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا ہے بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ (یہ زنگ پکڑ گیا ہے ان کے دلوں پر) اور فرمایا اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ لَمْ یُرِدِ اللّٰہُ اَنْ یُّطَهِّرَ قُلُوْبَہُمْ

(یہ لوگ ایسے ہیں کہ خدا تعالےٰ کو ان کے دلوں کا پاک کرنا منظور نہیں ہوا)

علامہ محمد طاہر پٹنی مجمع بحار الانوار فی غرائب التنزیل ولطائف الاخبار میں لکھتے ہیں:-

طَبْعٌ سکون کے ساتھ بمعنی ختم یعنی مہر کرنے کے ہی اور حرکت کے ساتھ یعنی (طَبَعٌ) بمعنی زنگ لگنے کے ہے اور اصل میں یہ وہ میل کچیل اور زنگ ہے جو تلوار پر چھاجاتا ہے طبع السیف سے ماخوذ ہے، پھر گناہ وغیرہ برائیوں کے لیے استعمال ہونے لگا"۔ [1]

اور علامہ راغب اصفہانی مفردات القرآن میں فرماتے ہیں:-

"خَتْمٌ اور طَبْعٌ دو طرح مستعمل ہیں ایک تو خَتَمْتُ اور طَبَعْتُ کا مصدر ہو کر بمعنی تاثیر لشئ کے یعنی کسی چیز کا کسی چیز میں اثر اور نشان چھوڑنا (جیسے کہ مہر اور ٹھپہ کا نقش کرنا) دوم خود وہ اثر جو نقش سے حاصل ہو اس صورت میں بحیثیت اسم مستعمل ہیں، اور مجازاً ان کا استعمال کبھی تو کسی شے سے بندش اور منع کرنے کے لیے ہوتا ہے یہ معنی لوثقوں اور

[1] کتاب مذکور۔ ج ۲ ص ۳۰۲ طبع نولکشور

دروازوں پر مُہر کرنے سے جو ان کے بارے میں یعنی نوشتہ میں زیادتی اور دروازہ میں داخلہ سے ممانعت حاصل ہوتی ہے اس کے اعتبار سے ہیں، چنانچہ ارشاد ہے۔ خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ (اللہ نے انکے دلوں پر مہر کر دی) اور خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی سَمْعِہٖ وَقَلْبِہٖ (مہر لگا دی اس کے کان پر اور اس کے دل پر ؏) اور کبھی کسی شئے سے کوئی اثر حاصل کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ یہ معنی اسی نقش حاصل کرنے کے اعتبار سے ہیں اور کبھی اس سے آخر تک پہنچنا مراد ہوتا ہے۔

امام ابو جعفر بیہقی نے تاج المصادر میں تصریح کی ہے کہ طبع کی ترکیب اس انتہا پر دلالت کرتی ہے کہ جہاں کوئی شئے پہنچ کر ختم ہو جاتی ہے۔

علامہ محمود آلوسی رقمطراز ہیں: ۔

"اکثر کے نزدیک اس طبع سے آیات میں تدبر اور پند و وعظ سے نصیحت حاصل ہونے کی توفیق کا سلب ہونا اور اللہ کی مدد سے محروم ہونا مراد ہے اور بعض کے نزدیک "طبع حقیقی" ہے اور اس کی تائید میں بزار کی اس روایت کو بھی پیش کیا گیا ہے جس کو وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ناقل ہیں کہ طابع (مہر یا ٹھپہ لگانے والا فرشتہ) عرش کے پایہ سے معلق ہے جب کسی حکم الٰہی کی حرمت کو پامال کیا گیا اور معاصی پر عمل درآمد ہوا اور اللہ تعالےٰ کے خلاف جرأت کو کام میں لایا گیا تو حق تعالےٰ اس طابع کو بھیج دیتا ہے اور وہ اس مجرم کے قلب پر ٹھپہ لگا دیتا ہے کہ پھر وہ شخص سمجھانے کچھ نہیں سمجھتا۔ امام بیہقی نے شعب الایمان میں اس حدیث کو روایت کیا ہے مگر انہوں نے اس کی تضعیف کی ہے"[1] (ملاحظہ ہو ختم)

پ ۶/۲ پ ۱/۱۸ پ ۱۴/۲۰ ۲۶/۶

طُبِعَ: مہر کر دی گئی، بندش کر دی گئی، بند لگا دیا گیا۔ طَبْعٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب پ ۱۰/۱۰ ۲۸/۱۳

طَبَقٍ طبقہ، درجہ، منزل، کھنڈ، حال، حالت

طَبَقٍ اصل میں مطلقاً اس چیز کو کہتے ہیں جو دوسری چیز کے مطابق ہو اور عرف میں یہ لفظ اس حال کے لیے خاص ہو گیا ہے کہ جو دوسرے

؏ یعنی اب قبول حق سے رکاوٹ اور بندش ہو گئی۔

[1] روح المعانی ج ۲ ص ۲۱ طبع میریہ مصر سنہ ۱۳۰۱ھ

حال کے مطابق ہو، اقرع بن حابس کا شعر ہے :-

اِنّی امرؤٌ قد حلبتُ الدھرَ اَشطُرَہٗ

وساقنی طَبقٌ منہ الی طبقٍ

(میں ایسا شخص ہوں کہ زمانہ کے سرد و گرم کو دیکھ چکا ہوں اور اس کا ایک حال مجھے دوسرے حال کی طرف کھینچ چکا ہے)

علماء لغت کی ایک جماعت طَبَقٍ کو طَبَقَۃٌ کی جمع بتاتی ہے جس کے معنے درجہ کے ہیں اور بعض کے خیال میں یہ اسم جنس جمعی ہے جو واحد اور جمع دونوں کیلئے مستعمل ہے[1]۔ راغب لکھتے ہیں

"ارشادِ الٰہی ہے لَتَرْکَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ (تم کو ضرور ایک حالت سے دوسری حالت پر پہنچنا ہے) یعنی ایک منزل سے دوسری منزل کی طرف ترقی کرنی ہے۔ دنیا میں جو انسان مختلف حالات میں ترقی کرتا ہے۔ یہ ان حالات کی طرف اشارہ ہے، جیسا کہ آیہ کریمہ خَلَقَکُمْ[2] مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَۃٍ تم کو بنایا مٹی سے پھر بوند پانی سے، فرما کر بھی اسی طرف ایما کیا ہے نیز آخرت میں حشر و نشر حساب و کتاب اور پل صراط سے لے کر جنت دوزخ میں ٹھکانہ ہونے تک جو مختلف حالات پیش آنے والے ہیں اُن کی طرف اشارہ ہے"

۳۰ طَبقا ت ۳۰/۹

طِبْنَ : وہ خوش ہوئیں، اُن کو خوش آیا ان کو بھلا معلوم ہوا۔ طَیْبٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مؤنث غائب (ملاحظہ ہو طاب) ۴/۱۲

فصل الحاء المهملة

طَحٰىهَا : اس کو پھیلایا۔ اس کو بچھایا (فتح) طَحْیٌ طَحْوٌ سے جس کے معنے کسی چیز کو بچھانے اور پھیلانے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب امام فخرالدین رازی نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے :-

---

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو روح المعانی سورۃ الانشقاق۔ [2] پوری آیت سورۂ مومن میں اس طرح ہے جس میں مراتب ارتقاء کا تفصیلی بیان ہے ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَۃٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَۃٍ ثُمَّ یُخْرِجُکُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّکُمْ ثُمَّ لِتَکُوْنُوْا شُیُوْخًا وَمِنْکُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰی مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّی وَّلَعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ (وہی ہے جس نے بنایا تم کو خاک سے پھر پانی کی بوند سے۔ پھر لہو کی پھٹکی سے پھر تم کو نکالتا ہے لڑکے۔ پھر جب تک پہنچو اپنے زور کو، پھر جب تک ہو جاؤ بوڑھے اور کوئی ہے تم میں کہ بھر لیا پہلے اس سے اور جب تک پہنچو لکھے وعدہ کو، اور شاید تم بوجھو) ۔

"لیث نے کہا ہے کہ طحو، دحو کے ہم معنی ہے
جس کے معنے بسط یعنی پھیلانے کے ہیں اور
طاء کا دال سے بدلنا جائز ہے"

فصل الراء المهملة

طَرَائِق : راہیں، طریقے آسمان کے طبقے
طَرِیْقَۃ کی جمع ہے۔ آیہ کریمہ وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ
سَبْعَ طَرَائِقَ (اور ہم نے تمہارے اوپر سات
طبق راہوں والے پیدا کیے) میں طبقات آسمانی مراد
ہیں۔ اور كُنَّا طَرَائِقَ قِدَدًا (ہم مختلف طریقوں
پر تھے) میں مسلک و مشرب نیز درجات کا اختلاف
مراد ہے۔ پ ۱۸ ، ۲۹/۱۱

طَرَدْتُّهُمْ : میں نے ان کو ہانک دیا، میں نے
ان کو نکال دیا۔ طَرَدْتُ، طَرْدٌ سے ماضی کا صیغہ
واحد متکلم اور هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب (ملاحظہ
ہو تَطْرُدُ) پ ۱۲/۳

طَرْفِ : نظر، نگاہ، "طرف العین" کہتے ہیں آنکھ
کی پلک کو اور طَرْفٌ کے معنی ہیں پلک جھپکانے
کے، پلک جھپکانے کو لازم ہے نگاہ، اس لیے خود
نگاہ اور نظر کے لیے بھی طرف کا استعمال ہوتا ہے
قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ (نیچی نگاہ والیاں) حوران جنت
کی صفت ہے کہ غایت عفت کے سبب ان کی
نظریں اوپر کو نہیں اٹھتیں۔
پ ۲۳/۶، ۱۳ پ ۲۵/۶ پ ۲۷/۱۳

طَرَفًا : ایک ٹکڑا، ایک حصہ۔ لفظ طَرَفٌ
کا استعمال اجسام میں بھی ہوتا ہے اور اوقات میں
بھی اَطْرَافٌ جمع (ملاحظہ ہو اَطْرَافَ) پ ۴/۴

طَرْفُكَ : تیری نگاہ، تیری نظر طَرْفٌ مضاف
لَكَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ۔ پ ۱۹/۱۸

طَرْفُهُمْ : اُن کی نگاہ، اُن کی آنکھ طَرْفٌ
مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ پ ۱۳/۱

طَرَفَيِ : دونوں طرف، دونوں کنارے طَرَفٌ
کا تثنیہ بحالت نصب (ملاحظہ ہو اَطْرَافَ)
پ ۱۲/۱۰

طَرِيًّا : تر و تازہ طَرَاوَةٌ سے جس کے معنی ترو تازہ
ہونے کے ہیں، بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ
ہے پ ۱۴/۸ ، ۲۲/۱۴

طَرِيقٌ : راہ، راستہ، طُرُقٌ جمع طَرْقٌ سے
بروزن "فعیل" بمعنے مفعول ہے۔ مذکر و مؤنث دونوں
طرح مستعمل ہے، راستہ کو "طریق" اس لیے کہتے
ہیں کہ وہ پیروں سے روندا جاتا ہے اور طَرَقَ
طَرْقًا کے معنی ہتھوڑے سے مارنے کے ہیں اور بطور

استعارہ انسان کے ہر اس مسلک کو جو کسی فعل کے بارے میں وہ اختیار کرتا ہے "طریق" کہتے ہیں خواہ وہ محمود ہو یا مذموم (ملاحظہ ہو طَارِقٌ)

۱۶/۱۳ ۶/۳ طَرِیۡقًا ۲۶/۴ ۶/۳

طَرِیۡقَۃٌ: روش، راہ، دین، مذہب طَرَائِقُ جمع۔ لغت میں طریقہ کے معنی سردار قوم کے بھی آتے ہیں۔ اور اس معنی میں واحد اور جمع دونوں کے لیے مستعمل ہے۔ ۱۶/۱۴ ۲۹/۱۱

طَرِیۡقَتِکُمۡ: تمہاری راہ، تمہارا طریقہ، تمہارا دین تمہارا مذہب، طَرِیۡقَۃِ مضاف کُمۡ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ۔ آیہ شریفہ وَیَذۡهَبَا بِطَرِیۡقَتِکُمُ الۡمُثۡلٰی (اور تمہارے بہتر طریقے یعنی دین ہی کو اٹھا دیں) میں عام مفسرین نے تو دین ومذہب اور راہ روش ہی کے معنی کیے ہیں لیکن ابوجعفر محمد بن جریر طبری نے ,, طریقہ ،، کے معنے سادات واشراف کے بیان کیے ہیں ان کے نزدیک آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ تمہارے سادات واشراف پر وہ غالب ہو جائیں گے (یعنی ان کو اپنے ساتھ ملا لیں) فرماتے ہیں: —

"جب کوئی شخص اپنی قوم کا سردار، رئیس اور منظور نظر ہوتا ہے تو اس کے متعلق بولا جاتا ہے ھو طریقۃ قومہ ونظورۃ قومہ ونظیرتہم اور اس معنی میں یہ واحد اور جمع دونوں کے لیے مستعمل ہے اور کبھی کبھی اس کی جمع بھی لے آتے ہیں، چنانچہ بولتے ہیں ھٰؤلاءِ طَرَائِقُ قَوۡمِهِمۡ (یہ لوگ اپنی قوم کے سردار ہیں، اور اسی معنی میں ارشاد باری ہے کُنَّا طَرَائِقَ قِدَدًا (ہم تھے مختلف سردار)[1]

ائمہ لغت میں سے فراء بھی اس بارے میں امام موصوف کے ہمنوا ہیں، انہوں نے بھی یہاں "طریقہ" کے معنے ان سرداروں ہی کے کیے ہیں جو اپنی قوم کے مقتدا ہوں[2]، علامہ محمود آلوسی روح المعانی میں لکھتے ہیں کہ سرداران قوم کے لیے طریقہ کا استعمال مجاز ہے بایں طور کہ جس طرح آدمی طریق یعنی راستہ کی اتباع کرتا ہے اسی طرح سرداروں کی بھی اتباع کیا کرتا ہے[3] (لہٰذا مجازی طور پر خود سرداروں کو بھی طریقہ کہا جانے لگا؛

علامہ ابوالسعود عمادی نے اس معنی پر یہ اعتراض

---

[1] تفسیر ابن جریر ج ۱۶ ص ۱۲۱ طبع مصر [2] ملاحظہ ہو تفسیر کبیر امام رازی ج ۶ ص ۴ طبع دار الطباعۃ العامرہ [3] روح المعانی ج ۵ ص ۲۰۵ طبع بولاق ۱۳۰۱ھ

کیا ہے کہ اگر سردار مراد لیے جائیں گے تو ان کی تخصیص میں کیا خوبی رہے گی۔[1] لیکن یہ اعتراض بالکل بے معنی ہے کیوں کہ جب اربابِ مناصب و ربابِ اقتدار اصحاب ساتھ ہو لیتے ہیں تو عوام اپنے آپ ہی مان جاتے ہیں۔

ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت کی ہے کہ سریانی میں طریقہ کے معنی سوادِ قوم کے ہیں، واللہ اعلم۔ ب ۱۶/۱۲

فصل السین المہملۃ

طٰسٓ: طا، سین، حروف مقطعات میں جن کی مراد حق تعالیٰ شانہٗ ہی کو معلوم ہے (ملاحظہ ہو آلٓر) ۱۹/۱۶

طٰسٓمٓ: طا، سین، میم، حروف مقطعات ہیں جن کے معنی اللہ ہی کو معلوم ہیں (ملاحظہ ہو آلٓر) ب ۱۹/۵، ۲۰/۴

فصل العین المہملۃ

طَعَام: کھانا، خوراک، خوردنی، کھلانا، جو چیز کھائی جائے اس کا نام ہے اَطْعِمَۃٌ جمع اور کبھی طعام اسم ہوتا ہے بمعنے الطعام یعنی کھلانے کے جیسے کہ عطا اسم ہے بمعنی اعطاء کے[2] چنانچہ آیہ کریمہ وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنِ (جو اور فقیر کے کھانا کھلانے پر رغبت نہیں دلاتا) میں طعام بمعنی اطعام ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ بعض اہل لغت صاحب قاموس اور ان کے متبعین نے طعام کے معنی گندم کے بھی بیان کیے ہیں لیکن گیہوں سے اس کی تخصیص کی کوئی وجہ لغت یا عرف کے اعتبار سے نہیں ہے بات یہ ہے کہ صدقۂ فطر کی حدیث میں جو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت میں صَاعًا مِّن طَعَامٍ وارد ہے یہاں بعض ائمہ نے بعض قرائن کی وجہ سے طعام سے گندم مراد لیا ہے لیکن اور ائمہ نے اس مراد کو تسلیم نہیں کیا اور طعام سے یہاں بھی وہی اس کے عام اور اصل معنی ہی مراد لیے ہیں لیکن بعد کو بعض شافعی لغت نویسوں نے اپنے مذہب کی تائید کے

[1] تفسیر ابوالسعود بر حاشیہ تفسیر کبیر ج ۶ ص ۲۔ [2] تفسیر غرائب القرآن و رغائب الفرقان معروف بہ تفسیر نیشاپوری ج ۲۹ ص ۳۶ - بر حاشیہ تفسیر ابن جریر طبری طبع میمنیہ مصر۔

لیے "طعام" کے معنے گندم کے بھی نقل کرنا شروع کر دیئے ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ عہد نبوی کے بعد جب مسلمانوں میں فتوحات کی کثرت ہوئی اور مال غنیمت کی فراوانی ہو گئی تو کسی خاص خطہ میں گندم کے معنی میں اس کا استعمال بکثرت ہونے لگا ہو آیۂ شریفہ

وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ (اور کتاب والوں کا کھانا تم کو حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کو حلال ہے)

میں طعام سے مراد ذبیحہ ہے ۔ امام ابو بکر احمد بن علی بن جصاص رازی احکام القرآن میں رقمطراز ہیں ۔

"حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) ، ابو الدرداء (رضی اللہ عنہ) حسن بصری ، مجاہد ، ابراہیم نخعی قتادہ اور سدی سے مروی ہے کہ ذبائح مراد ہیں اور ظاہر اسی کا مقتضی ہے کیوں کہ ان کے ذبیحے ان کے طعام میں داخل ہیں اور اگر ہم لفظ کو اس کے عموم میں استعمال کریں تو وہ ذبیحے غیر ذبیحے سب پر سب کھانوں پر مشتمل ہو گا ۔ مگر زیادہ ظاہر یہی ہے کہ خاص طور پر ذبائح ہی مراد ہیں گیہوں کہ اور سب کھانے روٹی تیل اور تمام روغنیات کا حکم ان کے مالک کے اعتبار سے مختلف نہیں اور اس بارے میں کسی کو شبہ بھی نہیں خواہ ان کا بنانے والا اور تیار کرنے والا مجوسی ہو یا کتابی اور نہ اس بارے میں مسلمانوں میں کوئی اختلاف ہے اسی طرح جو چیز ذبح نہ کی گئی ہو اس کی حرمت کا حکم بھی مختلف نہیں خواہ اس کا مار ڈالنے والا مسلمان ہو یا کتابی یا مجوسی پھر جب اللہ تعالیٰ نے طعام اہل کتاب کو اباحت کے ساتھ مخصوص فرمایا تو یہ ضروری ہے کہ حکم ذبائح پر ہی محمول ہو کیوں کہ ان کا حکم اختلاف ادیان سے بدل جاتا ہے" [1]

اور علامہ صدر الدین حسن بن محمد نیشاپوری لکھتے ہیں "اکثر مفسرین کے نزدیک یہاں طعام سے ذبائح مراد ہیں کیوں کہ آیت کا ماقبل صید و ذبائح کے بیان میں ہے نیز ماسوائے صید و ذبائح تو اہل کتاب ہونے سے پہلے بھی اور اہل کتاب ہونے کے بعد بھی حلال ہی ہیں لہٰذا اہل کتاب سے ان کی تخصیص میں

[1] احکام القرآن ج ۲ ص ۳۲۲ طبع دار الخلافہ استنبول ۱۳۳۵ھ

کیا فائدہ ہے" لہ

پ ۱/۶ پ ۲/۸ پ ۴/۱ پ ۶/۵،۱۴ پ ۷/۳ پ ۱۲/۱۵ پ ۱۸/۱۶،۱۶ پ ۲۲/۳ پ ۲۵/۱۶
پ ۲۹/۱۹،۵ پ ۳۰/۱۳،۱۴،۳۲

طَعَامًا: پ ۱۵/۱۵ پ ۲۹/۱۳

طَعَامِكَ: تیرا کھانا۔ طَعَام مضاف کَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ پ ۳/۳

طَعَامُكُمْ: تمہارا کھانا طَعَامُ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ پ ۶/۵

طَعَامِهٖ: اس کا کھانا طَعَامُ مضاف ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ پ ۷/۳ پ ۳۰/۵

طَعِمْتُمْ: تم کھا چکے، تم نے کھا لیا (سَمِعَ) طَعْمٌ سے، جس کے معنی کھانا کھانے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر پ ۲۲/۴

طَعِمُوْا: وہ کھا چکے، انہوں نے کھایا طَعْمٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب پ ۷/۲

طَعْمُهٗ: اس کا ذائقہ، اس کا مزہ طَعْمٌ مضاف، ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ کسی شئے کا جو مزہ یا ذائقہ ہوتا ہے، مثلاً میٹھاس یا ترشی اسی کو طَعْمٌ کہتے ہیں۔ اس کی جمع طُعُوْمٌ ہے۔ پ ۲۶/۶

طَعْنًا: طعن کرنا، عیب دینا، مصدر ہے اس کا فعل نَصَرَ، ضَرَبَ، فَتَحَ تینوں بابوں سے مستعمل ہے اصل میں تو اس کے معنی نیزہ، سینگ اور اسی قسم کی چیزوں سے مارنے کے ہیں، لیکن بطور استعارہ عیب گوئی اور طعنہ زنی کے لیے استعمال ہوتا ہے اور یہاں یہی معنی مراد ہیں۔ پ ۵/۴

طَعَنُوْا: انہوں نے طعن کیا، انہوں نے عیب دیا۔ طَعْنٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب پ ۱۰/۸

فصل الغین المعجمہ

طَغَوْا: انہوں نے سرکشی کی۔ انہوں نے سر اٹھایا، وہ حد سے گزر گئے (نَصَرَ، سَمِعَ) طُغْیَانٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب (ملاحظہ ہو اَطْغٰی اور طُغْیَانًا)، پ ۳۰/۱۴

طَغْوٰهَا: اس کی سرکشی، اس کا حد سے گزرنا۔ طَغْوٰی مضاف ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ طَغْوٰی، طُغْیَانٌ سے اسم ہے جیسے کہ دَعْوٰی دُعَاءٌ سے ہے۔ آیہ شریفہ کَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰهَا (ثمود نے اپنی شرارت سے جھٹلایا) کے بارے

لہ تفسیر نیشاپوری بر حاشیہ ابن جریر ج ۶ ص ۵۸ -

ہیں علامہ واحدی کا بیان ہے کہ مفسرین کہتے ہیں ثمود نے اپنی طغیان کی بناء پر تکذیب کی مطلب یہ ہے کہ طغیان نے ان کو جھٹلانے پر مجبور کیا۔ طغیان کے معنی معاصی کے ارتکاب میں حد سے گزر جانے کے ہیں اور بطغوٰھا میں سببیت کے لیے ہے بعض مفسرین نے طغویٰ سے وہ عذاب مراد لیا ہے جس کی ان کو دھمکی دی گئی تھی۔ عذاب کو طغویٰ اس لیے کہا گیا کہ عذاب نے ان سرکشوں پر طغیانی کی تھی۔ اس صورت میں با تعدیہ کے لیے ہو گی۔[1] علامہ راغب اصفہانی کا رجحان بھی اسی طرف ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ آیہ مذکورہ میں اس امر پر تنبیہ ہے کہ ثمود کو جب ان کی سرکشی کی یاداش سے ڈرایا گیا تو انہوں نے تصدیق نہیں کی۔

طغویٰ اصل میں طغیا تھا ی کو واؤ سے بدل لیا گیا ہے تاکہ اسم اور صفت میں فرق باقی رہے اہل عرب کا دستور ہے کہ وہ اکثر اسماء میں یا کو واؤ سے بدل لیتے ہیں جیسے تقویٰ اور سروی۔[2] علامہ مخدوم علی مہائمی فرماتے ہیں کہ طغویٰ قوت نظریہ کا قوت شہویہ اور غضبیہ کے تابع کر دینے کا نام ہے۔[3] $\frac{30}{16}$

طَغٰی : وہ حد سے نکل گیا۔ اس نے سرکشی کی۔ اس نے سر اٹھایا۔ طُغیَانٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ جب نگاہ اپنی حد سے گزر جاتی ہے تو بھٹکنے لگتی ہے۔ اسی طرح پانی جب اپنی حد سے متجاوز ہوتا ہے تو طغیانی آجاتی ہے طغٰی کا استعمال ان دونوں معنوں میں اسی اعتبار سے ہے $\frac{16}{11:10}$ $\frac{27}{5}$ $\frac{30}{4:3}$ طغا $\frac{29}{5}$

طُغْیَانًا : سرکشی، شرارت، نافرمانی، گمراہی اصل میں "طغیان" کے معنی نافرمانی اور معصیت کوشی میں حد سے بڑھ جانے کے ہیں۔ یہ مصدر ہے اس کا فعل جب واوی ہوتا ہے تو باب نَصَرَ سے آتا ہے طَغٰی یَطْغُو طُغْیَانًا اور جب یائی ہوتا ہے تو فَتَحَ اور سَمِعَ دونوں سے آتا ہے طَغٰی یَطْغٰی طُغْیَانًا وطَغِیَ یَطْغٰی طُغْیَانًا اور قرآن مجید میں یہ باب فَتَحَ ہی سے آیا ہے۔ $\frac{6}{14:13}$ $\frac{15}{2}$ $\frac{16}{1}$

طُغْیَانِہِمْ : ان کی گمراہی، ان کی سرکشی ان

---

[1] تفسیر فتح القدیر از علامہ شوکانی ج ۵ ص ۴۳۰ طبع مصر، سورۃ الشمس [2] الیضاً
[3] تفسیر تبصیر الرحمٰن وتیسیر المنان بعض ما یشیر الی اعجاز القرآن از مخدوم مہائمی ج ۲ ص ۴۴۴

کی شرارت، ان کی بے راہی۔ طُغْيَانِ مضاف،
هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔
۱/۲ ۶/۱۹ ۹/۱۳ ۱۱/۱ ۱۵/۴

فصل الفاء

طَفِقَ: وہ کرنے لگا۔ اس نے شروع کیا۔ (سَمِعَ) طَفِقَ سے جس کے معنی کسی کام کو کرنے لگنے اور اس کو شروع کرنے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ شیخ رضی نے شرح کافیہ میں لکھا ہے کہ:۔

اخفش نے بعض اہل لغت سے (اس کا مصدر) طُفُوقًا بھی نقل کیا ہے اور طَفِقَ يَطْفَقُ جَلَسَ يَجْلِسُ کی طرح (باب ضَرَبَ) سے بھی آتا ہے"[۱]

لیکن امام ابوجعفر بیہقی نے تاج المصادر میں تصریح کی ہے کہ طَفَقَ بفتح فاء ردی لغت ہے قاموس میں ہے کہ اس کا استعمال وصل فعل (یعنی اس کام کو کرنے لگ جانے) کیلئے ہوتا ہے۔ اور یہ اثبات کے ساتھ خاص ہے مَا طَفِقَ نہیں کہا جائے گا۔

واضح رہے کہ طَفِقَ افعال مقاربہ میں سے ہے جو فاعل کے لیے خبر کے شروع کرنے اور اس کی انجام دہی کو قریب کرنے کیلئے وضع کیا گیا ہے۔ جیسے طَفِقَ زَيْدٌ يَخْرُجُ۔ (زید نکلنے لگا) کہ یہ زید کے لیے حصول خروج کے قرب پر دلالت کر رہا ہے اور یہ بتلاتا ہے کہ زید ایسی چیز شروع کر چکا ہے جو اس کے لیے نکلنے کی مقتضی ہے۔ مگر شیخ رضی محمد بن حسن استرآبادی کو اس کے افعال مقاربہ میں شمار کرنے پر اعتراض ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:۔

طَفِقَ اور اس کے مرادفات (جَعَلَ، كَرَبَ، أَخَذَ) کو نحویوں کا افعال مقاربہ میں بایں معنی شمار کرنا کہ وہ قرب خبر کے لیے موضوع ہیں محل نظر ہے کیونکہ طَفِقَ زَيْدٌ يَخْرُجُ کے معنی یہ ہیں کہ زید نے نکلنا شروع کر دیا اور وہ نکلنے کے ابتدائی اجزاء کے ساتھ لگ چکا اور یہ بات کہ زید کا نکلنا قریب اور نزدیک ہے یہ سب خروج زید کے شروع ہونے سے پہلے پہلے ہی کہی جا سکتی ہے کیونکہ قرب کے معنی قلت مسافت کے ہیں ہاں جو شخص کسی چیز کو شروع کر چکا ہو تو اس کے لیے

[۱] شرح کافیہ للرضی مطبوعہ نول کشور ۱۳۰۱ھ ص ۲۶۴

یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ اس شے کا اس کے ہاتھوں پورا ہونا قریب ہے۔

لہذا اس تقریر پر سوائے کاد اور اس کے مرادفات کے اور کوئی فعل افعال مقاربہ میں سے نہیں جو کہ قرب خبر کے لیے موضوع ہیں"

پھر چند سطور کے بعد لکھتے ہیں کہ:۔

"طَفِقَ اور اس کے مرادفات خبر کو شروع کرنے کے قرب کے لیے نہیں بلکہ خود شروع کرنے کے لیے ہیں" لہ

واضح رہے کہ طَفِقَ کا استعمال کاد کی طرح سے ہوتا ہے یعنی جس طرح سے کہ کاد کی خبر مضارع بغیر ان ہوتی ہے اسی طرح طفق کی خبر بھی مضارع ہوتی ہے اور بغیر اَن آتی ہے

۱۲/۲۲

طَفِقَا: وہ دونوں لگے (اس کام میں جو آگے مذکور ہے) ان دونوں نے شروع کیا طَفِقَ سے ماضی کا صیغہ تثنیہ مذکر غائب ۸/۹ ۱۶/۱۶

طِفْلٌ: لڑکا، بچہ، واحد ہے اور کبھی جمع کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے کیونکہ یہ اسم جنس ہے حیوان یا انسان کا ہر نوزائیدہ بچہ "طفل" کہلاتا ہے۔ اس کی جمع اَطْفَالٌ آتی ہے (ملاحظہ ہو اَطْفَالٌ ۱۸/۱۰

طِفْلًا ۱۶/۸ ۲۲/۱۲

فصل اللام

طَلٌّ: شبنم، اوس، پھوار، طِلَالٌ اور طِلَلٌ

جمع ۲/۲۶۵

طَلَاقٌ: طلاق، جدائی، رخصت کرنا، چھوڑ دینا، نکاح کی قید سے عورت کے باہر آنے کو طلاق کہتے ہیں۔ یہ مصدر ہے اس کا فعل باب نَصَرَ اور کَرُمَ دونوں سے آتا ہے نیز "طلاق" بمعنی تطلیق (چھوڑ دینے) کے اسم ہو کر بھی مستعمل ہے۔ علامہ سید شریف جرجانی کتاب التعریفات میں رقم طراز ہیں۔

"طلاق کے معنے لغت میں قید سے رہا کرنے اور چھوڑ دینے کے ہیں اور شرع میں ملک نکاح کے زائل کرنے کو کہتے ہیں۔

طلاق بدعت یہ ہے کہ عورت کو تین طلاقیں ایک ہی کلمہ کے ساتھ دی جائیں یا تینوں ایک ہی طہر میں دے دی جائیں۔ طلاق سنت یہ ہے کہ مرد عورت کو تین طلاقیں تین طہر میں دے طلاق احسن یہ ہے کہ مرد عورت کو ایسے طہر میں کہ جس میں اس سے جماع نہ کیا ہو

لہ ملاحظہ ہو شرح کافیہ از رضی ص ۴۵۹۔

ایک طلاق دے کر چھوڑ دے اور دوسری طلاق نہ دے یہاں تک کہ وہ اپنی عدت پوری کرے۔ لہ

اور درمختار کتاب الطلاق میں مرقوم ہے:-

" طلاق لغت عرب میں بمعنی رفع قید ہے لیکن علماء نے عورت کے لیے "طلاق" اور عورت کے علاوہ اور چیز کے لیے "اطلاق" کا لفظ مقرر کیا ہے اور اسی واسطے اَنْتِ مُطْلَقَۃٌ کنایہ ہے طلاق سے (صریح الفاظ میں داخل نہیں ہے) کیونکہ "مطلقۃ" "اطلاق" سے مشتق ہے اور اطلاق بمعنی طلاق کے مستعمل نہیں، اور شرع میں "طلاق" لفظ مخصوص کے ذریعہ رفع قید نکاح کو کہتے ہیں خواہ رفع قید فی الحال ہو جیسے کہ طلاق بائن سے ہوتا ہے یا انجام کار رفع قید ہی ہو جیسے کہ طلاق رجعی سے بعد عدت گزرنے کے ہوتا ہے" (لفظ مخصوص سے مراد وہ لفظ ہے جو طلاق کو شامل ہو خواہ طلاق صریح ہو یا کنایہ، رجعی ہو یا بائن)

راغب لکھتے ہیں:-

اصل میں طلاق کے معنی بندش سے رہا کر دینے کے ہیں چنانچہ بولا جاتا ہے اطلقت البعیر من عقالہ وطلقتہ (یعنی میں نے اونٹ کو پائے بند سے رہا کر دیا) اور ھو طالق وطلق کے معنی ہیں وہ بلا قید ہے۔ اسی سے طلقت المرأۃ بمعنی عورت کو چھوڑ دینے کے استعارہ کر لیا گیا ہے۔ اور ھی طالق کے معنی ہیں عورت حبالۂ نکاح سے آزاد ہے"

$\frac{۲}{۱۲-۱۳}$

طَلَبًا : طلب کرنا۔ ڈھونڈھنا۔ تلاش کرنا۔
"طلب" کے معنی ہیں کسی شے کو پانے کے لیے جستجو کرنا خواہ وہ شے اعیان میں سے ہو یا معانی میں سے اس کا فعل باب نَصَرَ سے آتا ہے۔ $\frac{۱۵}{۱۲}$

طَلْحٍ : موز۔ کیلے، طَلْحَۃٌ واحد ہے۔ $\frac{۲۷}{۱۴}$

طَلْعٌ : خوشہ، گچھا لگا ہوا۔ درخت خرما کا پہلا شگوفہ جو باہر نکلتا ہے "طلع" کہلاتا ہے طَلْعَۃٌ واحد ہے۔ $\frac{۲۶}{۱۵}$

طَلَعَتْ : وہ دھوپ نکلی۔ وہ آفتاب نکلا (نَصَرَ، طُلُوْعٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب ہے) $\frac{۱۵}{۱۴}$

طَلْعِہَا : اس کا گابھا، اس کا خوشہ، اس کا

لہ کتاب التعریفات مطبوعہ خیریہ مصر ۱۳۰۶ھ ص ۶۱۔ عہ وہ رسی جس سے اونٹ کے پاؤں گھٹنے تک بازو سے باندھ دیتے ہیں۔

تنگوں طَلْعِ مضاف، ھَا ضمیر واحد مونث غائب
مضاف الیہ۔ پ ۷/۱۸ پ ۱۹/۱۲ پ ۲۳/۶

طَلَّقْتُمُ: تم نے طلاق دی تَطْلِیْقٌ سے
جس کے معنے عورت کو طلاق دینے کے ہیں ماضی کا
صیغہ جمع مذکر حاضر پ ۲/۱۳،۱۴،۱۵ پ ۲۸/۱۴

طَلَّقْتُمُوْهُنَّ: تم نے ان کو طلاق دی۔
اس میں هُنَّ ضمیر جمع مونث غائب ہے پ ۲/۱۵ پ ۲۲/۳

طَلَّقَكُنَّ: اس نے تم کو طلاق دی، طَلَّقَ
تَطْلِیْقٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اور
كُنَّ ضمیر جمع مونث حاضر ہے، پ ۲۸/۱۹

طَلِّقُوْهُنَّ: ان کو طلاق دو، طَلِّقُوا، تَطْلِیْقٌ
سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر اور هُنَّ ضمیر جمع
مونث غائب ہے۔ پ ۲۸/۱۷ -

طَلَّقَهَا: اس نے اس عورت کو طلاق
دی طَلَّقَ تَطْلِیْقٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر
غائب اور ھَا ضمیر واحد مونث غائب ہے۔ پ ۲/۱۳

طُلُوْعِ: نکلنا، طلوع ہونا، سورج یا دھوپ
کے نکلنے کو طُلُوْعٌ کہتے ہیں۔ یہ مصدر ہے اس کا
فعل باب نَصَرَ سے آتا ہے پ ۱۹/۱۷ پ ۲۶/۱۷

فصل المیم

طُمِسَتْ: وہ مٹائی گئی (ستارے) مٹا دیئے
گئے، بے نور کر دیے گئے (ضَرَبَ و نَصَرَ) طَمْسٌ
سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مونث غائب ہے
واضح رہے کہ طَمْسٌ کا استعمال متعدی اور غیر
متعدی دونوں طرح پر ہوتا ہے یعنی مٹانے اور
محو کر دینے کے بھی معنی آتے ہیں اور مٹ جانے اور
محو ہو جانے کے بھی آیۂ شریفہ اِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ
(جب تارے مٹائے جائیں) میں بعض اہل لغت نے
تو یہی مٹانے کے معنے کیے ہیں، لیکن ابن سیدہ نے
محکم میں تصریح کی ہے کہ نجم، قمر اور بصر کے ساتھ
جب طمس کا استعمال ہوگا تو بے نور ہونے اور
روشنی زائل ہو جانے کے معنی ہوں گے۔ اسی
طرح ازہری نے تہذیب اللغۃ میں لکھا ہے کہ
"طموس الکواکب" کے معنی ستاروں کے بے نور ہونے
اور ماند پڑ جانے کے ہیں[1]۔ اس اعتبار سے آیہ
مذکورہ میں ستاروں کا بے نور ہونا اور ماند پڑ جانا مراد ہوگا۔
واضح رہے کہ ضمیر جمع مذکر مکسر کے بیچ چونکہ صیغہ
فعل میں تاء تانیث یا واؤ جمع کا الحاق ضروری ہے
اس لیے طُمِسَتْ کو مونث لایا گیا۔ کیوں کہ اس میں

[1] تاج العروس۔

جو ضمیر مستتر ہے وہ نجوم کی طرف راجع ہے جو جمع مذکر مکسر ہے۔ پ ۲۹/۱

طَمَسْنَا: ہم نے مٹا دیا۔ ہم نے بے نور کر دیا طَمَسَ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم ہے۔ یہاں بھی چونکہ طمس کا استعمال آنکھوں کے لیے ہوا ہے اس لئے حسب تصریح ابن سیدہ وازہری بے نور کرنے اور

روشنی کھو دینے یعنی اندھا کر دینے کے معنی زیادہ مناسب ہیں امام راغب اصفہانی نے آیہ شریفہ وَلَوْ نَشَاءُ لَطَمَسْنَا عَلَىٰ أَعْيُنِهِمْ میں دونوں معنی جمع کر دیے ہیں فرماتے ہیں: یعنی ہم آنکھوں کی روشنی کو اور ان کی صورت شکل کو مٹا دیں جس طرح سے کہ نشان مٹایا جاتا ہے۔

پ ۲۳/۳ ۲۷/۹

طَمَعًا: توقع، امید، لالچ، حرص طَمِعَ يَطْمَعُ کا مصدر ہے۔ باب سَمِعَ يَسْمَعُ سے مستعمل ہے۔ امام راغب فرماتے ہیں کہ کسی چیز کی طرف اس کی خواہش کی بنا پر جی للچانے کا نام طمع ہے" شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی زیر آیہ شریفہ تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ (الگ رہتی ہیں ان کی کروٹیں اپنے سونے کی جگہ سے پکارتے ہیں اپنے رب کو ڈر سے اور لالچ سے اور ہمارا دیا کچھ خرچ کرتے ہیں۔) رقم طراز ہیں:

"اللہ سے لالچ یہ ہے انہیں نہ اس سے ڈرنا اور اس واسطے بندگی کرے تو قبول ہے۔ ڈر اور لالچ دنیا کا ہو یا آخرت کا۔ اگر کسی اور کے خوف و رجا سے بندگی کرے تو ریا ہے، کچھ قبول نہیں"[1]

اور سورۂ انبیاء میں زیر آیت اِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ (وہ لوگ دوڑتے تھے بھلائیوں پر اور پکارتے تھے ہم کو توقع یا ڈر سے اور تھے ہمارے آگے عاجز) فرماتے ہیں:- "لوگ کہتے ہیں جو کوئی اللہ کو پکارے توقع سے یا ڈر سے وہ محب تحقیق نہیں یہاں سے اس کی غلطی نکلی"

ش ۸/۱۴ پ ۱۳/۸ ۲۱/۶، ۱۵

فصل الواوٗ

طَوَّافُونَ: بہت پھرتے رہنے والے کثرت سے آنے جانے والے۔ بہت زیادہ چکر کاٹنے والے طَوَّفَ اور طَوَافٌ سے مبالغہ کا صیغہ جمع مذکر۔ راغب اصفہانی نے تصریح کی ہے کہ یہاں طَوَّافُونَ سے مراد خادم ہیں لیکن آیت میں خود نابالغوں اور غلاموں کیلئے استئذان کی تصریح موجود ہے چونکہ نابالغ لڑکے لڑکیاں، لونڈی غلام اور دیگر خادمات کثرت سے اندر باہر چکر کاٹتے رہتے ہیں اسلئے انکو طوافون فرمایا جیسے

[1] موضح القرآن، سورۃ السجدہ

بلی کیلئے حدیث میں آتا ہے کہ انہا من الطوافین علیکم
والطوافات (بلاشبہ وہ تو تمہارے پاس چکر کاٹنے والے
اور چکر کاٹنے والیوں میں ہے) ملاحظہ ہو طائف اللہ
طائفین ۱۴/۱ ۔

طوبیٰ: خوبی، خوش حالی جنت کے ایک درخت کا
نام علامہ محمود آلوسی فرماتے ہیں :۔
"طوبیٰ کو طابَ[۱] (ضرب) کا مصدر بتایا گیا ہے جیسے
کہ بُشریٰ اور زُلفیٰ ہیں اور واؤ مُوسِرٌ اور مُوقِنٌ
کی طرح یا سے تبدیل شدہ ہے[۲] چنانچہ مکوزہ اعرابی
نے یا کے سلامت رہنے کیلئے اسکی قرأت
طِیبیٰ ہی کی ہے۔ ابوالحسن ہنائی کا بیان ہے کہ یہ
طَیِّبَۃٌ (پاکیزہ، عمدہ) کی جمع ہے جس طرح سے کَیِّسَۃٌ
کی جمع کُوسیٰ بیان کرتے ہیں لیکن ابوحیان نے
اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ فُعلیٰ اوزان جمع میں
سے نہیں ہے۔ اس لیے شاید جمع کہنے سے ابوالحسن
کی مراد اسم جمع ہو۔

بہرحال مصدر مان لینے کی صورت میں اس کے
معنی اور مراد کو مختلف عبارات میں ادا کیا گیا ہے
چنانچہ ابن جریر وغیرہ نے حسب ذیل اقوال نقل
کیے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں
کہ اس کے معنی فرحت اور آنکھوں کی ٹھنڈک کے
ہیں ضحاک کا بیان ہے کہ قابل رشک ہونا مراد ہے
قتادہ کہتے ہیں خوبی کے معنی ہیں، اور دوسری روایت میں
خیر کے معنے بتاتے ہیں ۔ امام نخعی نے خیر کثیرہ سے
ترجمہ کیا ہے، امام منصور ہی کی دوسری روایت میں
کرامت یعنی عز و شرف کے معنی منقول ہیں سمیط
بن عجلان کہتے ہیں دوام خیر مراد ہے، بہرحال سارے
معانی کے حاصل عیش طیب (مزیدار اور پاکیزہ
زندگی) ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت
میں یہ بھی مروی ہے کہ حبشی زبان میں طوبیٰ جنت
کا نام ہے۔ ابن جبیر سے بھی یہی منقول ہے یہ بھی کہا
گیا ہے کہ ہندی میں اس کے معنی جنت کے ہیں۔
علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ صحیح یہی ہے کہ یہ جنت کے
ایک درخت کا نام ہے کیوں کہ امام احمد، ابن جریر، ابن
ابی حاتم، ابن حبان اور طبرانی نیز بیہقی اپنی تصنیف
البعث والنشور میں عتبہ بن عبد رضی اللہ عنہ
سے روایت کرتے ہیں۔ اور سہیلی وغیرہ نے

[۱] طاب یطیب کا استعمال لذیذ، شیریں، خوب اور عمدہ ہونے کے لیے ہوتا ہے۔ [۲] طوبیٰ اصل میں طُیبیٰ
تھا بروزن فُعلیٰ یا ساکن ماقبل اس کا مضموم تھا اس لیے یا کو واؤ سے بدل لیا گیا ہے۔

اس روایت کی تصریح بھی کی ہے کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ کیا جنت میں میوے بھی ہیں آپ نے فرمایا ہاں جنت میں ایک درخت ہے جس کو طوبیٰ کہا جاتا ہے۔ (الحدیث بطولہ)[1]

واضح رہے کہ حسب تصریح احادیث چونکہ طوبیٰ شجرہ جنت کا علم ہے۔ اسلیئے اس پر الف لام داخل نہیں ہوگا لیکن اگر اس کو طَیِّبَۃٌ کی جمع قرار دیا جائے تو اس کے معنی عمدہ خوب اور پاکیزہ اشیاء کے ہوں گے۔ نیز طوبیٰ اَطْیَبُ کی تانیث بھی ہو سکتی ہے جس کے معنی بہت عمدہ اور بہت پاکیزہ کے ہیں۔ اس صورت میں یہ طَیِّبٌ سے افعل التفضیل کا صیغہ واحد مونث ہوگا تاہم چونکہ احادیث میں مصرح ہے کہ طوبیٰ الجنت کے ایک درخت کا نام ہے اس لیے یہاں یہی مراد لینا زیادہ صحیح ہے۔ پ ۱۳/۱۰

طَوْدٍ: بلند پہاڑ۔ علامہ زمخشری لکھتے ہیں طود کے معنی ہیں بلند پہاڑ کے۔ یہ بِنَاءٌ مُّنْطَادٌ سے ماخوذ ہے اہل عرب "بناء منطاد" اس عمارت کو کہتے ہیں جو بلندی میں آسمان سے جا لگے[2] راغب اصفہانی نے تنبیہ کی ہے کہ قرآن مجید میں جو طود کی صفت عظیم آئی ہے اس لیئے کہ وہ بلند پہاڑ کی طرح تھا۔ یہ مطلب نہیں کہ اور سب پہاڑوں سے بلند تر تھا۔ پ ۱۹/۸

طُوْرٌ: پہاڑ، ہرا بھرا پہاڑ، کوہ درخت ناک، جزیرۃ نمائے سینا کے ایک مخصوص و متعین پہاڑ کا نام عربی زبان میں طور کے معنی پہاڑ کے ہیں لیکن بعض اہل لغت نے تصریح کی ہے کہ مطلق پہاڑ کو طور نہیں کہتے بلکہ جب تک وہ درختوں سے ہرا بھرا نہ ہو طور نہیں کہلائیگا عرب کے مشہور جغرافیہ نویس اور ادیب علامہ یاقوت حموی رومی المتوفی سنہ ۶۲۶ھ اپنی کتاب معجم البلدان میں کہ جو قدیم جغرافیہ پر نہایت ہی مستند اور مشہور و معروف تصنیف ہے رقمطراز ہیں:۔

والطور فی کلام العرب	"طور" عربی زبان میں پہاڑ کو کہتے ہیں
الجبل وقال بعض	اور بعض اہل لغت نے بیان کیا
اهل اللغة لا یسمی	ہے کہ جب تک پہاڑ میں درخت
طورا حتی یکون ذا	نہ ہوں اس کو "طور" سے موسوم نہیں
شجر ولا یقال للاجرد	کیا جاتا، چنانچہ خشک پہاڑ کو جو
طور (ج ۶ ص ۶۷)	درختوں سے خالی ہو طور نہیں کہتے۔

امام بخاری نے کتاب التفسیر میں مجاہد سے نقل کیا ہے کہ سریانی زبان میں طور پہاڑ کو کہتے ہیں۔ اور ابن ابی حاتم رضی اللہ عنہما سے ناقل ہیں کہ نبطی زبان میں طور کے معنی پہاڑ کے ہیں[3] بہر حال ان تصریحات سے ثابت

---

[1] روح المعانی تفسیر سورہ رعد ج ۱۳ ص ۱۳۵ طبع منیریہ مصر۔ پوری حدیث روح المعانی میں مذکور ہے۔
[2] الفائق فی غریب الحدیث ج ۱ ص ۵۰۲ طبع دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن [3] الاتقان فی علوم القرآن للسیوطی ج ۱ ص ۱۴۰ طبع میمنیہ مصر

ہوتا ہے کہ عربی سریانی اور نبطی "تینوں زبانوں میں طور کا استعمال یکساں طور پر ہوتا ہے لیکن عربی لغت نویسوں نے اس کے معنی بیان کرنے میں سرسبز اور خشک پہاڑ کا بھی فرق ملحوظ نظر رکھا ہے مفسرین ارباب روایت میں سے ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس فرق کو نقل کیا ہے کہ۔

الطور ما انبت من	"طور" وہ پہاڑ ہے جس میں روئیدگی
الجبال وما لم ینبت	ہو اور جس میں روئیدگی نہیں
فلیس بطور[1]	وہ "طور" نہیں۔

قرآن مجید میں طور کا استعمال ایک مخصوص و متعین پہاڑ کے لیے ہوا ہے چنانچہ الطور میں الف لام عہد کا اس پر دلالت کر رہا ہے یہ وہی پہاڑ ہے جو مصر و مدین کے مابین ہے حضرت موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اسی پہاڑ پر تجلی خداوندی سے سرفراز فرمایا گیا تھا اسی پہاڑ پر آپ کو خلعت کلیمی سے نوازا گیا تھا اسی پہاڑ پر آنجناب کو پیش گاہ ربانی سے الواح تورات کا نسخہ مرحمت فرمایا گیا تھا یہ وہی پہاڑ ہے جس کو حضرت جبریل علیہ السلام نے اٹھا کر بنی اسرائیل کے سروں پر لا کھڑا کیا تھا۔ قرآن مجید میں جا بجا ان تمام واقعات کا تفصیلی تذکرہ موجود ہے۔

یاقوت رومی نے طور کے سلسلہ میں حسب ذیل پہاڑوں کی نامزدگی کی ہے (۱) بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ طور یہی پہاڑ ہے جو نابلس پر بلند ہے سامرہ اس کا حج کرتے ہیں اور یہود اس کی بڑی تعظیم بجا لاتے ہیں یہود کے زعم میں اسی پہاڑ پر حضرت ابراہیم علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت اسمٰعیل علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قربانی کے لیے حکم دیا گیا تھا مگر ان کے یہاں تورات میں ذبیح (بجائے حضرت اسمٰعیل کے) حضرت اسحٰق علیہ السلام ہیں) (۲) مصر کے قریب ایک موضع کے پاس جس کا نام مدین ہے ایک پہاڑ ہے جو طور سے موسوم ہے یہ صلحاء کا مسکن ہے۔ اس پہاڑ کے پتھروں کو کسی ترکیب سے بھی توڑا جائے ان پر درخت علیق[2] کی تصویر نمودار ہوتی ہے حضرت موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دوسری مرتبہ خطاب الٰہی اسی پہاڑ پر ہوا تھا جبکہ وہ بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے واپس آ رہے تھے نبطی میں ہر پہاڑ کو طور کہتے ہیں اور جب اس پر ہم

---

[1] فتح القدیر للشوکانی ج ۱ ص ۸۰ طبع مصر [2] یہ ایک قسم کی گھاس ہے جو درختوں پر آویزاں ہو جاتی ہے اس کے فوائد بہت ہیں۔ اس کا پھل شہتوت کی طرح کا ہوتا ہے۔

سبزہ اور درخت ہوں تو طور سینا کہلاتا ہے۔

(۲) طبریہ اردن پر بھی ایک پہاڑ ہے جس کو طور کہا جاتا ہے۔ یہ طبریہ سے بارہ میل پر ہے۔

(۳) مصر کے بالائی علاقہ میں ایک آبادی کے پاس طور نامی ایک پہاڑ ہے جس میں متعدد گاؤں بستے ہیں اور اسی کے قریب کوہ فاران واقع ہے[1]

طور کی وجہ تسمیہ کے سلسلہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے صاحبزادے طور بن اسمٰعیل کی طرف منسوب ہونے کی بنا پر طور سے موسوم ہے۔ یا کا استعمال ثقل کی وجہ سے جاتا رہا اور طور کہلانے لگا یہی نہیں بلکہ پورا ملک شام بھی طور کہلاتا تھا اہل سیر کا بیان ہے چونکہ طور بن اسمٰعیل یہاں کے حکمران تھے اس کی نسبت سے پورا ملک طور کہلاتا تھا۔[2]

چونکہ ملک شام اور وہاں کے پہاڑ طور سے موسوم تھے اس لیے طور موسیٰ کے سلسلہ میں بھی بہت سے علماء کا ذہن ملک شام کی طرف منتقل ہوا اور انہوں نے اس کو شام ہی میں بتلایا حتیٰ کہ ابوحیان نے تو البحر المحیط میں یہاں تک لکھ دیا کہ اس میں کوئی اختلاف ہی نہیں کہ یہ پہاڑ شام میں واقع ہے چنانچہ محمود آلوسی روح المعانی میں رقمطراز ہیں:

وفی البحر انه لم یختلف فی انه جبل بالشام وتعقبه الشهاب بانه خلاف المشهور فان المعروف الیوم بطور سینا ما هو بقرب التیه بین مصر و العقبة۔ (ج ۹ ص ۶۰ طبع قدیم)	البحر المحیط میں ہے کہ اس بارہ میں کوئی اختلاف نہیں کہ یہ شام میں ایک پہاڑ ہے اور شہاب الدین خفاجی نے اس پر گرفت کی ہے کہ یہ خلاف مشہور ہے کیونکہ جو پہاڑ آج طور سینا کے نام سے معروف ہے وہ ہے جو تیہ کے نزدیک مصر و عقبہ کے مابین واقع ہے۔

واضح رہے کہ زمانہ حال میں نہر سویز نے براعظم افریقہ کو ایک عظیم الشان جزیرہ کی شکل میں ایشیا کے براعظم سے جدا کر دیا ہے۔ اور جزیرہ نمائے سینا خلیج سویز اور خلیج عقبہ سے گھرا ہوا ہے اس کے شمال میں بیابان تیہ ہے یہ عرب کے شمال اور مغربی حصہ کو افریقہ سے ملائے ہوئے تھا۔ اس جزیرہ نما میں سینا کا کوہستانی سلسلہ دور تک پھیلا ہوا ہے، جدید جغرافیہ نویس تصریح کرتے ہیں کہ طور کا اطلاق جزیرہ نمائے سینا کے متعدد پہاڑوں پر ہوتا ہے لیکن موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے سلسلہ میں کوہ طور سے مراد کوہ سینا ہے۔

قرآن مجید میں دو مقام پر طور کی قسم کھائی گئی ہے

[1] و [2] ملاحظہ ہو معجم البلدان ج ۶ ص ۶۷ - ۶۸ طبع مطبعۃ السعادہ مصر ۱۳۲۴ھ

ایک سورۃ الطور میں دوسرے سورۃ التین میں شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے اس سلسلہ میں ایک نفیس بحث سپرد قلم فرمائی ہے جو ہدیۂ ناظرین ہے فرماتے ہیں۔ طور لغت میں پہاڑ کو کہتے ہیں۔ پہاڑ دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جو درختوں سے بھرے ہوں ان میں جابجا پانی کے چشمے بہہ رہے ہوں جن کی بدولت درختوں کی ان میں بہتات ہو میوہ کے اقسام میں سے چارمغز اور حب الزلم جس کو ہندی میں چیہ پستی کہتے ہیں۔ انجیر و زیتون اور بھی بڑے بڑے درخت خصوصاً ساگوان کے درخت خودرو وہاں پیدا ہوتے ہوں اور انواع و اقسام کی دوائیاں اور جڑی بوٹیاں گرم مصالحے اور چند اور نیز طرح طرح کی نفع بخش و مضر نباتات کی وہاں کثرت سے پیداوار ہو اور عجیب عجیب جانور جیسے بارہ سنگھا اور آہوئے مشک اور مرغ زریں اور مختلف اقسام کے جانور وہاں پیدا ہوتے ہوں، اور جنس معادن سے بلور، یشب اور دوسرے مختلف اقسام کے پتھر وہاں پائے جاتے ہوں۔ سو اس قسم کے پہاڑ کی جامعیت بہت اعلیٰ مرتبہ پہ پہنچ جاتی ہے کہ کہ اس میں طرح طرح کے نباتات اور انواع اقسام کے حیوانات موجود ہوتے ہیں نیز ازواج جنبہ ان پہاڑوں میں بہت ہوتے ہیں اور انسانی افراد بھی اشیاء مذکورہ سے نفع اندوزی کی خاطر وہیں سکونت اختیار کر لیتے ہیں۔ سو ایسی جمعیت وہاں فراہم ہو جاتی ہے کہ اس کا عشر عشیر بھی کسی جگہ معلوم نہیں ہوتا۔ تاہم باوجود اس جامعیت کے ہر کوہ پر شجر پر تجلی الٰہی نہیں ہوتی۔ لہٰذا اس قسم کے پہاڑ پہ اگر تجلی الٰہی بھی حاصل ہو جائے تو پھر جامعیت اتم فراہم ہو جاتی ہے۔

سو اس صفت کا کوہ پر شجر مدین و مصر کے راستے میں ایک پہاڑ ہے کہ جس کو فلسطین کہتے ہیں حضرت موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اسی پہاڑ پہ تجلی الٰہی سے مشرف فرمایا گیا۔ اور ندا اِنِّیۡۤ اَنَا رَبُّ الۡعٰلَمِیۡنَ اسی پہاڑ سے آپ کے سمع اقدس میں پہنچائی گئی۔ اسی پہاڑ پہ آنجناب کو رتبۂ کلیمی حاصل ہوا۔ اور اس واقعہ کے بعد بھی حضرت موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام اس پہاڑ پر تشریف لیجاتے اور مناجات باری میں چلّہ کشیاں فرماتے تھے۔ الواح توریت بارگاہ خداوندی سے اسی پہاڑ پر آپ کو عنایت ہوئی تھیں۔ سو وہ پہاڑ جامعیت ظاہر کے ساتھ ساتھ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسرار وحی اور انوار عبادات

کا بھی جامع تھا اور جس سر اور نور نے اس پہاڑ پر ظہور فرما کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بخشش کیا تھا وہ اس قدر اس مقام پر جا گزین اور راسخ رہا کہ مدت ہائے مدید اور زمانہائے دراز کے گزرنے پر بھی وہ پیروان حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی شرائع کی امداد کے لیے کافی ہوا پس انوار موسوی کا مبدا اور منبع تھا کہ سارے بنی اسرائیل جن انوار سے منور و مہذب ہوئے یہی مبارک پہاڑ ہے۔ اسی واسطے اس قسم میں پہلی قسم سے بھی ترقی فرمائی کیونکہ جو نور زیتون میں ہے وہ نور لون عنصری ہے اور جس نور نے اس پہاڑ پر تجلی فرما کر اس کو ریزہ ریزہ اور پارہ پارہ کر دیا تھا وہ نور الٰہی تھا کہ قرنوں اور مدتوں اس کی تاثیر باقی رہی اور بہ حال کمال موسوی کو تا بہ ابد اس سے سیراب فرمایا۔

دوسرے خشک پہاڑ کہ اس میں پانی نہ جھاڑ ایسا پہاڑ انسان کے جسم مردہ کے مانند ہے کہ بظاہر انسان معلوم ہوتا ہے اور باطن میں کسی انسانی کیفیت کا حامل نہیں اور چونکہ اس قسم کا پہاڑ قسم کے قابل نہیں لہٰذا اس سے بچنے کے لیے ہی سینین کا لفظ فرمایا ہے اور اگرچہ اصل لغت میں طور سینین ہر کوہ پر شجر کو کہتے ہیں لیکن اہل عرب کے عرف میں یہ لفظ اسی کوہ موسیٰ کے ساتھ مخصوص ہے کہ جس پر

پر تجلی الٰہی واقع ہوتی تھی۔ لفظ سینین نبطی زبان کا ہے نبطی اقلیم شام کے کاشتکار لوگ ہیں عرب اس لفظ کو طرح طرح کے تصرف سے استعمال کرتے ہیں کبھی سینین کہتے ہیں اور کبھی سَینَا بفتحہ سین چنانچہ سورہ قد افلح میں آیا ہے اور کبھی سِیناء بکسر سین چنانچہ ابو عمرو، نافع اور ابن کثیر نے یہی قرآت کی ہے۔

اور بعض مفسرین کا بیان ہے کہ انجیر سے مراد مسجد اصحاب کہف ہے اس مسجد کے حوالی میں انجیر کے درخت بہت ہیں۔ اور زیتون سے مراد مسجد بیت المقدس ہے کہ اس کے ارد گرد درخت زیتون بہت ہیں۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ زیتون سے مراد طور زیتا ہے کہ جو بیت المقدس کی شرقی جانب ایک پہاڑ ہے اور مسجد اقصیٰ پر بلند ہے حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ جب بیت المقدس کی زیارت کے لیے تشریف فرما ہوئیں اور مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھ چکیں تو کوہ زیتا کے اوپر چڑھ گئیں اور اس پر بھی نماز ادا کی اور اس پہاڑ کے ایک کنارے پر کھڑے ہو کر اشارہ فرمایا

کہ اس جگہ سے لوگ قیامت کے دن جدا ہونگے ایک جماعت بہشت کو روانہ ہوگی اور دوسری دوزخ کو اور یہی پہاڑ ہے کہ حضرت عیسٰے علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو اسی پہاڑ پر سے آسمان پر اُٹھایا گیا تھا۔ اس مقام کی نصاریٰ بڑی تعظیم کرتے تھے اور اب بھی کرتے ہیں۔ اس پہاڑ کی چوٹی پر ہیلانہ نامی ایک فرنگی عورت نے ایک گرجا تعمیر کرایا تھا اور اس گرجا میں ایک گنبد بنایا تھا کہ جس کو مصعد عیسٰے کہا کرتے تھے یعنی حضرت عیسٰے علیہ السلام کے آسمان پر اُٹھائے جانے کی جگہ رفتہ رفتہ وہ گنبد تو منہدم ہو گیا لیکن بالفعل اس پہاڑ پر خرنوب نبطی کا درخت ہے جس کے قریب ایک مسجد بنائی گئی ہے اور اس مسجد کے پائیں میں ایک غار ہے مصفّٰے، بہت سے لوگ اس مکان کی زیارت کے واسطے وہاں جاتے ہیں اور اس درخت کو خرنوبۃ العشرہ کہتے ہیں۔

سلطان صلاح الدین ایوبی نے جب بیت المقدس کو فتح کر کے فرنگیوں کے ہاتھ سے چھڑایا تھا تو طور زیتا کی کل زمین کو شیخ احمد حکاری اور شیخ علی حکاری دونوں کو برابر تقسیم کر کے وقف کر دیا تھا۔ یہ واقعہ ۱۰ ذی الحجہ ۵۸۳ھ ہجری کا ہے۔ اور وہ زمین تا حال ان دونوں شیخوں کی اولاد کے ہاتھ میں ہے۔[1]

پس اس صورت میں اوّل قسم اس مقام کی ذکر کی جو اصحاب کہف کے انوار و ولایت کی جگہ ہے۔ اصحاب کہف اولیاء کا وہ پہلا گروہ ہے کہ جنھوں نے راہ فنا کو طے کیا ہے اس کے بعد مقام انوار نبوت عیسوی کی قسم کھائی زاں بعد مقام انوار موسوی کی قسم کو ذکر کر کے اس کے بعد فرماتے ہیں وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ یعنی قسم ہے اس امانت والے یا امن والے شہر کی۔ اس شہر سے مکہ معظمہ مراد ہے کہ جو اپنی جامعیت میں انتہا کو پہنچ چکا ہے۔[2]

یہاں یہ امر بھی واضح کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مفسرین کا اس امر میں تو کوئی اختلاف نہیں کہ طور سے طور موسیٰ اور بلد امین سے مکہ معظمہ مراد ہے لیکن عام طور پر مفسرین نے تین و زیتون سے انجیر و زیتون ہی مراد لیے

---

[1] یہ قصہ شاہ صاحب کے عہد تک کا ہے۔ معلوم نہیں اس دور انقلاب میں اب وہ زمین کس کے قبضہ میں ہے ۱۲ نعمانی

[2] تفسیر فتح العزیز از شاہ صاحب مذکور سورۃ التین مطبوعہ محمدی لاہور۔ ص ۲۲۷، ۲۲۸۔

ہیں حالانکہ سیاق چاہتا ہے کہ یہاں بھی تین و زیتون سے منابت التین والزیتون مراد ہوں۔ اور ان سے بھی ایسے دو مختلف مقامات مراد ہوں۔ کہ جو طور و بلد امین کی طرح مہبط انوار الٰہی ہوں۔ متقدمین سلف کی ایک جماعت نے اس کی تصریح بھی کی ہے چنانچہ ابن زید فرماتے ہیں کہ تین سے مسجد دمشق اور زیتون سے مسجد بیت المقدس مراد ہے۔ قتادہ کا قول ہے کہ تین وہ پہاڑ ہے جہاں دمشق آباد ہے اور زیتون وہ پہاڑ ہے جہاں بیت المقدس بسا ہوا ہے۔ عکرمہ اور کعب احبار کہتے ہیں کہ تین دمشق اور زیتون بیت المقدس ہے۔[1]

تین و زیتون سے منابت التین والزیتون یعنی ان کی پیداوار کے مقامات کو مراد لینے میں زبان کا ادنیٰ سا بھی اشکال نہیں۔ عرب کا دستور ہے کہ وہ اکثر ان مقامات کو جہاں پر کوئی درخت کثرت سے پیدا ہو اسی درخت کے نام سے موسوم کرتے ہیں چنانچہ جہاں غضا[2] کے درخت بکثرت ہوں اس مقام کو غضی اور درختوں کا جھنڈ جہاں ہو اس کو شجرا اور نخلستان کو نخلہ کہتے ہیں۔ یہ لفظ کے اصلی معنی سے ہٹنا نہیں بلکہ اس کے متعدد معانی میں سے ایک معنی کا استعمال ہے۔ بطریق تسمیۃ الظرف بالمظروف یعنی ظرف کو مظروف کا نام دے دینا جو شائع ذائع ہے پس تین و زیتون سے ان کے مقامات روئیدگی کو مراد لینا بھی اسی قبیل سے ہے۔

مولانا حمید الدین فراہی نے اپنی تفسیر نظام القرآن میں سورۃ التین[3] کی تفسیر میں ان مقامات کے تعین پر بڑی عمدہ اور تحقیقی بحث کی ہے وہ مقامات ثلاثہ کی تعیین میں تو شاہ صاحب سے متفق ہیں زیتون سے وہ بھی طور زیتا یعنی جبل زیتون ہی مراد لیتے ہیں۔ البتہ تین کی تفسیر میں شاہ صاحب نے محمد بن کعب کے قول کو لیا ہے۔ وہ تین مسجد اصحاب کہف کو بتلاتے ہیں اور مولانا فراہی نے اس سلسلہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر کو اختیار کیا ہے کہ وہ تین سے مسجد نوح علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مراد لیتے ہیں کہ جس کو وہ جودی پہ تعمیر کی گئی تھی[4]۔ اور یہی زیادہ قرین صحت ہے کہ اس طرح وہ چاروں مقامات داخل

---

[1] تفسیر فتح القدیر۔ ج ۵ ص ۲۵۲ طبع مصر [2] غضا ایک قسم کا درخت ہے جو بیر کے مشابہ ہوتا ہے۔

[3] نظام القرآن میں سے تفسیر سورۃ التین کا ٹکڑا علیحدہ رسالہ کی صورت میں مطبع معارف اعظم گڈھ میں طبع ہو چکا ہے اسی طرح پارہ عم کی کچھ اور سورتوں کی تفسیریں بھی علیحدہ علیحدہ رسالوں کی شکل میں طبع ہو کر شائع ہو چکی ہیں۔ [4] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس روایت کو ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے نقل کیا ہے (ملاحظہ ہو فتح القدیر۔ ج ۵ ص ۲۵۴)

تسلیم ہو جاتے ہیں کہ جو انبیاء، اولو العزم کے لیے مخصوص الفاظ رہے ہیں تفصیل کے لیے مولانا فراہی کی تفسیر کی طرف مراجعت کی جائے کہ وہ اس سلسلہ میں بہت ہی قیمتی معلومات کی حامل ہے۔

پ ۱/۱۱،۸ پ ۶/۲ پ ۱۲/۱۳،۷ پ ۱۸/۱ پ ۲۰/۸،۷ پ ۲۷/۳ پ ۳۰/۲۰

طَوْعًا: فرمانبرداری، انقیاد۔ یہ مصدر ہے اس کے معنی فرمانبرداری کرنے کے ہیں، کُرْہٌ اس کی ضد ہے اس کا فعل باب نَصَرَ اور عَلِمَ دونوں سے مستعمل ہے طاع یطوع طوعًا اور طلع یطلع طوعًا اوّل کو ازہری نے جو لغت کے مشہور امام ہیں بعض اہل عرب سے نقل کیا ہے اور طاع یطاع کے لیے تصریح کی ہے کہ لغت جیدہ ہے۔ ازہری نے طاع یطاع اور طاوع کے درمیان یہ دقیق فرق بھی بیان کیا ہے کہ بغیر الفت انقیاد و فرمانبرداری کے لیے یطوع آتا ہے اور جب حکم کی بجا آوری کر چکا تو اطاع بولتے ہیں اور جو محض موافقت کی تو طاوع استعمال ہوگا۔[۱]

پ ۳/۱۴ پ ۱۰/۱۲ پ ۱۳/۸ پ ۲۴/۱۶

طَوَّعَتْ اس نے رغبت دلائی۔ اس نے راضی کر دیا۔ اس نے آمادہ کر دیا۔ اس نے آسان کر دیا تَطْوِیْعٌ سے جس کے معنی کسی چیز کو فرمانبردار و سازوار کر لینے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب آیہ شریفہ فَطَوَّعَتْ لَہٗ نَفْسُہٗ قَتْلَ اَخِیْہِ (سو اس کے جی نے اس کو اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ کر دیا) میں مترجمین قرآن نے طَوَّعَتْ کے ترجمہ میں یہ سب معانی لکھے ہیں جو اوپر تحریر ہوئے علامہ سید مرتضیٰ زبیدی تاج العروس میں رقم طراز ہیں: ارشاد الٰہی فَطَوَّعَتْ لَہٗ نَفْسُہٗ کی تاویل میں اختلاف کیا گیا ہے چنانچہ بعض نے تَابَعَتْہٗ کہا ہے یعنی اس کے جی نے اس کی پیروی کی، یہ معنی ازہری نے فراء سے نقل کیے ہیں اور بعض نے طاوعتہ بیان کیا ہے یعنی اس کے جی نے اس کی موافقت کی، اور اخفش نے کہا ہے کہ طوعت لہ طوّقت لہٗ کی طرح سے ہے اور اس کے معنی ہیں اس کے جی نے اس کے لیے سہل اور آسان کر دیا، اس اعتبار سے یہ مجازیہ ہوگا۔ مبرد کا بیان ہے کہ طَوْعٌ سے باب تفعیل کے وزن پر ہے یا یہ بمعنی شَجَّعَتْہٗ ہے یعنی اس کے جی نے اس کو آمادہ کر دیا۔ یہ معنی مجاہد سے مروی ہیں۔ ابو عبیدہ کا بیان ہے کہ مجاہد کی مراد یہ ہے کہ اس کے نفس نے اس کی اعانت کی اور اس کی بات کو منظور کر لیا۔ ابو عبیدہ نے

---

[۱] ملاحظہ ہو تاج العروس۔

نے یہ بھی کہا ہے کہ میں اس کی اصل طَوَاعِيَةٌ (بمعنی اطاعت کے اور کچھ نہیں جانتا ازہری نے کہا ہے کہ میرے نزدیک اخفش کا قول زیادہ قرین صحت ہے اور فرّا اور مبرد کے بیان پر قَتْلَ اَخِيْهِ کا نصب اس کی طرف فعل کے تعدیہ کی بنا پر ہے، تو گویا طَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ کا مطلب ہوا انقادت فی قتل اخیہ ولقتل اخیہ پھر حرف جارہ کو حذف کر کے اس کی طرف فعل کا تعدیہ کیا گیا تو اس کو نصب ہو گیا۔"

علامہ محمد بن احمد انصاری قرطبی نے ہروی سے نقل کیا ہے کہ طَوَّعَتْ اور اطاعت دونوں کے ایک ہی معنی ہیں[1] لیکن امام راغب اصفہانی نے مفردات القرآن میں تصریح کی ہے کہ طَوَّعَتْ اطاعت سے زیادہ بلیغ ہے۔ امام موصوف نے یہ بھی لکھا ہے کہ طَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ۔ اہل عرب کے محاورہ تَابَعَتْ عَنْ كَذَا نَفْسُهٗ (اس کے جی نے اس سے انکار کیا) کے ٹھیک بالمقابل استعمال ہوتا ہے۔

علامہ سید محمد رشید رضا مصری نے تفسیر المنار میں اس کی بلاغت پر نہایت تفصیل سے عمدہ بحث کی ہے جو ہدیۂ ناظرین ہے۔ فرماتے ہیں۔

"مفسرین نے طَوَّعَتْ کی تفسیر شجعت سے کی ہے اور یہی تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور مجاہد سے مروی ہے نیز وَسَّعَتْ سَهَّلَتْ، زَيَّنَتْ اور اسی قسم کے اور الفاظ بھی مفسرین سلف اور علماء لغت سے منقول ہیں، ان الفاظ میں سے ہر ایک فی الجملہ حاصل معنی کی طرف اشارہ کرتا ہے لیکن میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ جس نے اس مقام پر اس لفظ کی بلاغت کی ذرا سی بھی اس قسم کی تشریح کی ہو جیسی کہ میں اپنے دل میں اس کی تاثیر کو پا رہا ہوں۔ حالانکہ یہ لفظ بلاغت کے اس مقام پر ہے کہ قلب کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور ہر طرف سے اس کو دبائے جا رہا ہے۔

میں اس وقت لکھ تو رہا ہوں لیکن اس اثر و تاثیر کی بنا پر کہ جو اس لفظ کا مجھ پر ہے میرا دل مجھ کو لکھنے نہیں دیتا یہ لفظ اس تدریج اور کشمکش کو تبلاتا ہے کہ جو فطرت انسانی کو ایسی حسد کے کہے پر چلنے میں پیش آتی ہے کہ جو قتل

[1] الجامع لاحکام القرآن۔ مطبوعہ دار الکتب المصریہ ۱۳۵۷ھ ج ۶ ص ۱۳۸۔

تک نوبت پہنچا دیتی ہے جس طرح سے
ایک سرکش گھوڑے یا اونٹ کے رام
کرنے میں پیش آیا کرتی ہے، یہ درحقیقت
اہل دانش کے لیے ایک نقشہ کھینچا جا رہا
ہے۔ آدم کا بیٹا جس کو حسد نے اپنے بھائی
کے قتل پہ آمادہ کر دیا ہے۔ کشاکش میں
مبتلا ہے وہ اپنے بھائی کے حکمت بھرے
بولوں میں سے ہر بول پہ سوچ رہا ہے اور
ہر بول میں اس کو ارتکاب جرم سے باز
رکھنے والی ایک ایسی حقیقت مل رہی ہے
کہ جو نظری موانع عقل، قرابت اور خوف کی
موید و مددگار ہے دفعۃً حسد جلدی سے
نفس امارہ سے اٹھ کر نفس لوامہ کے ہر باز
رکھنے والے اور روکنے والے کے خلاف
صف آرا ہو جاتا ہے۔ اب حسد اور اس
کے موانع میں جنگ شروع ہو جاتی ہے کشاکش
ہونے لگتی ہے۔ آخر حسد سب پر غالب آتا ہے
اور آدم کے بیٹے کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔
غرض موانع فطرت نیز موانع پند و موعظت
کے داعیہ کا حسد کے آگے جھک جانا اور
اس کا مطیع و منقاد ہو جانا یہی وہ "تطویع" ہے

جس کو حق تعالیٰ شانہ نے مراد لیا ہے۔ اور جب یہ
تطویع (مطیع کرنا) تمام ہو جاتی ہے تو اس سے
قتل کا صدور ہوتا ہے یہی وہ معنی ہیں جن کو لفظ بتلا
رہا ہے اور ہر دور میں اس کے مقتضے کے مطابق جو
نسل انسانی کا حال رہا ہے وہ اس کا مؤید ہے چنانچہ
ہم لوگوں کے حالات دیکھتے رہتے ہیں اور حکام
کو تو ملزموں اور قصور واروں کا خوب تجربہ
ہے کہ ہر وہ شخص جس کو اس کا جی اپنے بھائی
کے قتل کے لیے کہتا ہے خواہ وہ بھائی اس
کے قریبی باپ سے ہو یا دور کے باپ سے
(یعنی آدم علیہ السلام کے رشتہ سے) وہ اپنے
نفس میں ایک یا ایک سے زائد ایسے موانع
محسوس کرتا ہے جو اس کو ناروا کام سے باز
رکھتے ہیں پھر دیر یا سویر تک اس کے دل ہی
دل میں اس مانع (روکنے والا) اور مقتضی (اکسانے والا)
میں باہم تصادم ہوتا رہتا ہے تا آنکہ اس کا
نفس موانع پر مقتضی کو ترجیح دے کر قتل پہ
آمادہ ہو جاتا ہے اور اب اگر وہ قتل کر سکتا ہے
تو کر ڈالتا ہے۔ پس تطویع میں ویسی ہی کشاکش
ضروری ہے جیسی کہ سرکش حیوان کو رام
کرنے میں اور صنعت یا علم کے سکھانے

ہیں کبھی تو یہ کشاکش صرف ایک ہی مانع اور
ایک ہی رُکاوٹ کی بنا پر ہوتی ہے اور کبھی متعدد
رکاوٹوں کی وجہ سے۔ اور اس مانع معنی کی تعبیر
کے لیے سب سے زیادہ مناسب لفظ
تشجیع ہی ہے کہ جو سلف سے مروی بھی ہے اور
جو اس بات کو بتلاتا ہے کہ وہ اپنے بھائی کے
قتل سے ڈرتا تھا اور اس کی فطرت اس کے
ارتکاب میں بزدلی کا ثبوت دے رہی تھی لیکن
اس کا نفس امارہ برابر اس کو اس فعل پر اکساتا
رہا ہے یہاں تک کہ اس میں جرأت آگئی
اور اس تطویع کے بعد انجام کو سوچے سمجھے
بغیر قتل کا ارتکاب کر بیٹھا'' ۱ہ

ب ۶/۹

طُوفَانٌ ، طوفان۔ امام راغب اصفہانی
فرماتے ہیں :-
ہر وہ حادثہ جو انسان کو گھیرے طوفان ہے
ارشادِ الٰہی فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ (سو
ہم نے بھیجا اُن پر طوفان) اسی معنی پر محمول ہے
ویسے اس کا استعمال اس پانی کے لیے کہ
انتہائی کثرت میں ہو متعارف ہو گیا ہے
کیوں کہ نوح علیہ السلام کی قوم کو جو حادثہ
پہنچا تھا، وہ پانی ہی کا حادثہ تھا''

اور علامہ سید مرتضیٰ زبیدی تاج العروس
من جواہر القاموس میں عبارت مذکورۃ الصدر
کو نقل کر کے لکھتے ہیں :-
''یہ نفیس تحقیق ہے پھر اس کے اشتقاق میں
بھی اختلاف ہے گو اکثر ائمہ نے اس سے
تعرض نہیں کیا ہے، چنانچہ بعض نے تو
کہا ہے کہ یہ طاف یطوف سے ہے جیسا
کہ مصنف (صاحب قاموس) اور راغب
کے کلام کا اقتضاء ہے۔ اور بعض نے کہا
ہے کہ یہ طغا الماء یطغو سے جس کے معنے
پانی کے بلند ہونے اور چڑھ آنے کے ہیں
فعلان کے وزن پر ہے بعد
میں عین کلمہ کی جگہ پر لام کلمہ کو بدل
دیا گیا۔ چنانچہ ہمارے شیخ نے الاقتضاء
سے اس کو نقل کیا ہے۔ میں (یعنی صاحب
تاج العروس) کہتا ہوں کہ دوسرا قول
غریب ہے''

شیخ احمد بن محمد فیومی المصباح المنیر میں قمطراز ہیں۔

۱ہ تفسیر المنار۔ ج ۶ ص ۳۴۵ و ۳۴۶ طبع مطبع المنار مصر۔

"بصری کہتے ہیں کہ یہ جمع ہے اور اس کا واحد طوفانۃ ہے۔ اور کوفہ والوں کا بیان ہے کہ یہ رُجحانُ اور نُقصانُ کی طرح سے مصدر ہے اور جمع نہیں آتا"

تاج العروس میں ہے:-

"اخفش کا بیان ہے کہ طُوفانٌ، طُوفانۃٌ کی جمع ہے۔ ابن سیدہ کہتے ہیں۔ اخفش ثقہ ہے اور جب ثقہ کسی بات کو بیان کرے تو اس کا قبول کرنا لازم ہے۔ اور ابو العباس (مبرد) کہتے ہیں کہ یہ طاف یطوف سے مشتق ہے اور طوفان مثل رجحان اور نقصان کے مصدر ہے اور اس کی ضرورت نہیں کہ اس کا واحد تلاش کیا جائے۔

اور علامہ محمود آلوسی روح المعانی میں فرماتے ہیں:-

"طوفان وہ ہے جو لوگوں کو گھیر لے اور ان کے مکانات اور کھیتوں کو ڈھانپ لے خواہ وہ بارش ہو یا سیلاب، تو یہ طواف سے اسم جنس ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ اصل میں نقصان کی طرح سے مصدر ہے اور ہر اس شے کا نام ہے جو حادثہ میں نمودار ہو کر چھا جائے سے گھیر لے اور عام ہو جائے جیسے بہت زیادہ پانی اور قتل عام اور موت کی گرم بازاری اور پانی کے طوفان میں اس کا استعمال مشہور ہو چکا ہے۔ اور اس مقام پر اس کی تفسیر متعدد روایات میں حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے یہی آئی ہے۔ اور عطا اور مجاہد سے موت کے معنے آتے ہیں اور موت ہی کی تفسیر ابن جریر وغیرہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً نقل ہے۔ اور وہب بن منبہ سے منقول ہے کہ یمنی زبان میں اس کے معنی طاعون کے ہیں اور ابو قلابہ سے مروی ہے کہ اس سے مراد چیچک ہے۔ اور قوم فرعون پر سب سے پہلے یہی عذاب بھیجا گیا تھا۔ پر یہ دونوں باتیں حدیث مرفوع ہی سے جا ملتی ہیں۔ [1]

۹/۶ ۲۰/۱۴

طَوْل : مال، دولت، تونگری / انعام / وسعت گنجائش مقدور / قدرت / یہ طال یطول کا مصدر ہے۔ اس کا استعمال دو معنی میں ہوتا ہے ایک تو درازی اور فضیلت میں غلبہ کرنا۔ دوسرے کسی شخص کے ساتھ احسان کرنا اور اس کو انعام

[1] تفسیر روح المعانی۔ ج ۹ ص ۳۰ طبع منیریہ مصر۔

دینا۔ علامہ بغوی ابو جعفر بیہقی تاج المصادر میں رقمطراز ہیں۔

"الطول بدرازی وفضل غلبہ کردن، و با کسے فضل کردن"

اس معنی میں اس کا تعدیہ بحرف علیٰ ہوتا ہے اور باب نصر سے آتا ہے۔ امام راغب فرماتے ہیں:۔

"طول۔ فضیلت اور احسان کے معنی میں مخصوص ہوگیا ہے۔ ارشاد ہے: شَدِیْدُ الْعِقَابِ ذِی الطَّوْلِ (سخت عذاب کرنیوالا، انعام کا مالک) اور دوسری جگہ فرمایا اِسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ (تجھ سے رخصت مانگتے ہیں ان کے صاحبانِ مقدور، یعنی اُن کے بڑے لوگ اور وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا (اور جو کوئی نہ رکھے تم میں سے مقدور) میں طَوْلًا مہر و نفقہ سے کنایہ ہے۔"

اور علامہ احمد فیومی المصباح المنیر میں فرماتے ہیں طال علی القوم یطول طولاً یہ باب قال سے ہے۔ اس کے معنی صاحب فضل ہونے کے ہیں۔ طائل اسم فاعل ہے۔ اور طائل (الف کے ساتھ) اور تطول بھی اسی معنی میں مستعمل ہیں اور طول الحرۃ بھی اصل میں اسی سے مصدر

ہے۔ کیونکہ شوہر جب بیوی کے مہر اور اس کے خرچ وغیرہ کی تکلیف برداشت کرنے پر قادر ہوا تو اس پر صاحب فضیلت ہوا۔ اور بعض فقہاء کہتے ہیں کہ طول الحرۃ وہ سرمایہ ہے جو مرد کے کفاف سے زائد ہو اور نکاح کے خرچ و اخراجات کے لیے کافی ہو سکے۔ اور یہ معنی ازہری کے اس بیان کے موافق ہیں کہ آیۂ کریمہ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ (یہ اس کے واسطے ہے جو کوئی تم میں ڈرے تکلیف میں پڑنے سے) اس شخص کے بارے میں نازل ہوئی ہے جس میں طول کی استطاعت نہیں یعنی اس کے پاس اتنا نہیں ہے کہ جس سے وہ آزاد عورت سے نکاح کر سکے اور بعض نے طول کے معنی غنیٰ یعنی تونگری کے بیان کیے ہیں۔

اور اصل تو یہ ہے کہ اس کا تعدیہ بذریعہ الیٰ کیا جائے اور کہا جاتا ہے وجدت طولاً الی النکاح الحرۃ یعنی آزاد عورت کے نکاح تک پہنچنے کے لیے میں نے مالی وسعت پائی۔ کیونکہ یہ صلت یعنی پہنچنے کے معنی پر مشتمل ہے پھر جب اس کا استعمال بکثرت ہونے لگا تو طولاً الی الحرۃ کہنے لگے۔ بعد میں فقہاء نے اس کی مزید تخفیف کی

تو صرف طول الحرۃ ہی بولنے لگے اور بعض نے کہا ہے کہ اصل میں طولاً علیہا ہے اور معنی ہیں عورت کے نکاح پر قدرت ہونا۔ اور زیادتی کے معنی پر باب کا دارومدار ہے"

اور علامہ نظام الدین حسن بن محمد قمی نیشاپوری اپنی تفسیر غرائب القرآن و رغائب الفرقان میں لکھتے ہیں:۔

"طَوْلٌ کے معنی ہیں مال میں زیادتی اور وسعت کے اور اسی سے طُوْلٌ (دراز ہونا، لمبا ہونا) ہے جو جسم میں ہوتا ہے کیوں وہ جسم میں زیادتی ہے جس طرح سے کہ قصر (کوتاہ ہونا جسم میں قصور و نقصان ہے)"[1]

بابا ۲۴ طَوْلاً ۵/۱

طَوْلاً: لمبا ہونا، دراز ہونا، لمبائی، درازی، لمبا ہو۔ طَالَ یَطُوْلُ کا مصدر ہے۔ اس کے معنی امتداد یعنی لمبے اور دراز ہونے کے ہیں صحاح جوہری میں ہے کہ طول خلاف عرض ہے اور محکم میں ہے کہ قصر کی نقیض ہے۔ امام راغب نے تصریح کی ہے کہ

"طول اور قصر اسمار متضائفہ میں سے ہیں اور طول کا استعمال اعیان و اعراض (جیسے زمان وغیرہ) سب کے لیے ہوتا ہے ارشاد ہے فَطَالَ عَلَيْهِمُ

الْاَمَدُ (پھر لمبی گزری ان پر مدت)"

اور احمد فیومی مصباح میں لکھتے ہیں:۔

"کہ بعض تو اس کی نقیض قَصُرَ پر حمل کر کے اس کو باب ذَهَبَ و كَرُمَ) سے بتاتے ہیں اور بعض کہتے ہیں باب قَالَ (نَصَرَ) سے ہے اور اس کا فعل لازم مستعمل ہے"

۱۵/۴

طُوًى: طوٰی، وادی مقدس کا نام ہے علامہ مرتضٰی زبیدی تاج العروس میں رقمطراز ہیں:۔

(طُوًى بالضم اور بالکسر یعنی طِوٰی اور اس کو تنوین بھی دی جاتی ہے۔ ملک شام میں ایک وادی ہے ارشاد الٰہی اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى (تو ہے میدان پاک میں) کی یہی تفسیر کی گئی ہے حمزہ، کسائی، عاصم اور ابن عامر نے اس کی قرأت تنوین کے ساتھ کی ہے۔ صحاح میں ہے کہ طوٰی شام میں ایک جگہ کا نام ہے۔ اسے کسرہ بھی دیا جاتا ہے اور ضمہ بھی اور یہ منصرف بھی پڑھا جاتا ہے اور غیر منصرف بھی جس نے اس کو منصرف کیا ہے اس نے وادی اور مکان کا نام قرار دیا ہے اور اسے

---

[1] ملاحظہ ہو تفسیر مذکور طبع شدہ برحاشیہ تفسیر ابن جریر طبری۔ ج ۵ ص ۱۹ ر ۲۰ طبع امیری بولاق مصر۔

[5] بین القوسین متن یعنی قاموس کی عبارت کا ترجمہ ہے۔

نکرہ بنایا ہے۔ اور جس نے غیر منصرف کیا ہے اس نے اسے شہر اور مقام کا نام قرار دیا ہے اور معرفہ بنایا ہے۔ انتہی۔ زجاج کا بیان ہے کہ طوی میں چار صورتیں ہیں (۱) ضم اوّل اور منون طُوًى (۲) ضم اوّل اور غیر منون طُوَى (۳) کسر اوّل اور منون طِوًى (۴) کسر اوّل اور غیر منون طِوَى پس جس نے تنوین دی وہ اس بنا پر کہ یہ ایک خاص وادی کا نام ہے جو مذکر ہے۔ کیونکہ وہ فُعَلٌ کے وزن پر ہے جیسے کہ حُطَمٌ اور صُرَدٌ میں مذکر سے موسوم ہے۔ مبرد سے دریافت کیا گیا تھا کہ وہ وادی جس کو طُوٰی کہا جاتا ہے آیا ہم اس کو منصرف کر سکتے ہیں۔ جواب دیا ہاں کیونکہ دو علتوں میں سے ایک اس میں سے گر چکی ہے۔ اور محکم میں ہے طوی بالضم والکسر شام میں ایک پہاڑ ہے یا طور کی جگہ میں ایک وادی ہے۔ پس جو اس کو غیر منصرف کرتے ہیں وہ دو وجہ سے کرتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ طاو سے معدول ہے جیسے کہ عمر عامر سے ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ ایک مخصوص مقام کا نام ہے اور جو اس کو ضمہ اور تنوین دیتے ہیں وہ اس کو میدان یا پہاڑ کا ایسا اسم مذکر قرار دیتے ہیں کہ جو مذکر ہی سے موسوم ہے اور جو کسرہ اور تنوین دیتے ہیں وہ اسے معی اور ضِلَعٌ کی طرح سمجھتے ہیں۔ نیز صحاح میں ہے کہ بعض علماء کہتے ہیں طُوًی مثل طِوًی ہے جس کے معنی ہیں شئے مثنی کے یعنی وہ چیز جس کو دو بار عمل میں لایا جائے۔ یہ لوگ واد المقدس طوی کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں "وہ وادی کہ جس کی دو[2] دفعہ تقدیس کی گئی ہے"

علامہ یاقوت رومی نے بھی معجم البلدان میں طوی پر اسی کے قریب قریب لکھا ہے[1] اور امام ابوبکر محمد بن عزیز سجستانی نزہۃ القلوب فی تفسیر غریب القرآن میں لکھتے ہیں۔

"جو لوگ اس کو مصدر قرار دیتے ہیں جیسے کہ نادیتہ طوی (میں نے اس کو دو[2] دفعہ پکارا) وہ بھی اس کو منصرف ہی کرتے ہیں[2]"

امام راغب نے لکھا ہے کہ:

"بعض تو طوی کو اس وادی کا نام بتاتے ہیں کہ جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حصول نبوت ہوا تھا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ طوی اس

---

[1] ملاحظہ ہو معجم البلدان ج ۶ ص ۴۴ طبع السعادۃ مصر سنہ ۱۳۲۴
[2] نزہۃ القلوب طبع مصر سنہ ۱۲۹۵ ج ۲ ص ۳۴ برحاشیہ تبصیر الرحمٰن و تیسیر المنان معروف بہ تفسیر مہائمی۔

حالت کی جانب اشارہ ہے کہ جو آپ کو لبطریق اجتباء حاصل ہوئی تھی۔ گویا آپ کو اپنی مسافت طے کرادی گئی تھی کہ اگر اپنی ذاتی کوشش سے اس کو حاصل کرنے کی ضرورت پیش آتی تو اس کا حصول لعبید تھا۔"

اور علامہ مہائمی نے اپنے خاص متصوفانہ ذوق پہ اس کی تفسیر یوں کی ہے۔

طوی ای الذی	"طوی" یعنی وہ مقام جہاں
طوی فیہ الالتفات	ماسوی کی طرف سے التفات
الی ماسواہ فیجب	کو بالکل لپیٹ دیا گیا ہو اور
فیہ رعایۃ الادب	جہاں ہر طرح پر ادب
من کل وجہ ۱	کا ملحوظ رکھنا واجب ہے

لیکن علامہ محمود آلوسی نے روح المعانی میں صاف تصریح کر دی ہے۔

ولا یخفی علیک ان	تمہیں واضح رہے کہ زیادہ
الاظہر کونہ اسما	ظاہر یہی ہے کہ یہ سب قرأتوں
للوادی فی جمیع	میں وادی ہی کا نام ہے
القراءات ۲	

اور علامہ سیوطی، الاتقان فی علوم القرآن میں فرماتے ہیں:—

۱ تفسیر مہائمی ج ۲ ص ۱۵

"طوی وادی کا نام ہے چنانچہ ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اور ایک اور سند سے انہی سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ اس وادی کا نام طوی اس لیے پڑا کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو رات میں طے کیا تھا۔ نیز حضرت حسن بصری سے روایت کی ہے کہ طوی فلسطین میں ایک وادی ہے جس کو طوی اس لیے کہا گیا ہے کہ اس کی تقدیس دوبارہ عمل میں آئی۔ اور مبشر بن عبید سے یہ روایت نقل کی ہے کہ طوی ایلہ کی ایک وادی ہے جس کو دو دفعہ برکت سے سرفراز کیا گیا تھا۔" ۳

پ ۱۶/۱۰ س ۳۰/۲

طَوِیۡلًا : لمبا، دراز، طُوۡلٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر، طِوَالٌ جمع جیسے کہ کَرِیۡمٌ اور کِرَامٌ ہیں علامہ احمد فیومی نے مصباح میں اسی طرح ذکر کیا ہے لیکن اصطلاح نحاۃ میں اس کو بجائے اسم فاعل صفت مشبہ کہنا چاہئے۔ تاج العروس میں ہے کہ "نحویوں کا بیان ہے کہ طال کی اصل طَوُلَ ہے

۲ روح المعانی ج ۱۶ ص ۱۵۵ طبع منیریہ مصر

۳ الاتقان ج ۲ ص ۱۴۸ طبع مصر ۱۳۰۶ھ

بروزن کُرّم اور اپنے اس دعوے پر وہ اس کے اسم سے استدلال کرتے ہیں کیوں کہ وہ فَیعَل کے وزن پر آیا ہے چنانچہ طویل مستعمل ہے اور اسی بنا پر نحوی اس کو شَرُفَ فھو شریف اور کَرُم فھو کریم پر حمل کرتے ہیں،،

۲۹
۲۰۰۱۲

فصل الہاء

طٰہٰ: طا، ہا۔ طٰہٰ کی تفسیر میں مفسرین کے دو قول ہیں۔ ایک تو یہ کہ یہ دونوں حروف تہجی میں سے ہیں جو سورتوں کی ابتدا میں آتے ہیں۔ اور حروف مقطعات کہلاتے ہیں حروف مقطعات کے معانی کے متعلق تفصیلی بحث الٓم میں گزر چکی ہے ملاحظہ فرمائی جاوے مجاہد[1] سے جو درتابعین کے مشہور مفسر ہیں ایک روایت میں یہی قول مروی ہے اور علامہ محمود آلوسی نے تو روح المعانی میں یہاں تک لکھ دیا ہے۔

بل قیل ھی کذلک عند جمھور المتقنین بلکہ کہا گیا ہے کہ جملہ ماہرین فن کی یہی رائے ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ طٰہٰ ایک بامعنی کلمہ ہے جس کے معنے ہیں اے شخص،، سُدّی کہتے ہیں اس کے معنی ہیں اے فلاں،، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک جماعت نے اس کے معنے یا رجل یعنی اے مرد کے نقل کیے ہیں۔ اور یہی معنی حسن البصری سعید بن جبیر، عطاء اور عکرمہ سے منقول ہیں اور مجاہد سے بھی دوسری روایت میں یہی مروی ہے۔ البتہ ان حضرات میں اس سلسلہ میں اختلاف ہے کہ طٰہٰ کے یہ معنے کس زبان میں آتے ہیں بعض کہتے ہیں نبطی ہیں اس کے یہی معنی ہیں بعض کہتے ہیں حبشی زبان میں ہیں بعض عبرانی میں بتلاتے ہیں اور بعض سریانی میں اور بعض کا قول ہے کہ یہ قبیلہ عکل کی زبان ہے اور بعض کہتے ہیں کہ قبیلہ عک کی ہے چنانچہ کلبی سے یہی تصریح منقول ہے کہ اگر قبیلہ عک میں تم کسی کو یا رجل کہو گے تو وہ جواب نہیں دے گا، تا آنکہ طاھا کہہ کر اس کو مخاطب کرو، امام ابن جریر طبری کے نزدیک یہی دوسرے معنے قابل ترجیح ہیں فرماتے ہیں:۔

ان اقوال میں میرے نزدیک	والذی ھو اولی بالصواب
جو زیادہ قرین صحت ہے وہ اس	عندی من الاقوال قول
شخص کا قول ہے جو اس کے معنی	من قال معناہ یا رجل
اے شخص کے بتاتا ہے کیونکہ جیسا	لانھا کلمۃ معروفۃ

[1] ہر سہ مذکورہ حوالوں کے لیے ملاحظہ ہو روح المعانی ج ۱۶ ص ۱۴۴ طبع منیریہ مصر۔

فی عک فیما بلغنی   کہ مجھے روایت پہنچی ہے کہ قبیلہ
وان معناہ فیہم   عک کا محاورہ ہے جس کے
یا رجل۔   معنی ان کے یہاں ہیں
"اے شخص"

امام موصوف نے اس سلسلہ میں دو شعر بطور استشہاد پیش کیے ہیں ہتیم بن نویرہ کا شعر ہے۔

ھتفت بطہ فی القتال فلم یجب
فخفت علیہ ان یکون موائلا

(میں نے اے شخص کہہ کر اسے جنگ میں پکارا۔ تو اس نے جواب نہیں دیا اور مجھے یہ ڈر ہوا کہیں وہ ہاتھ سے نہ نکل جائے۔)

اور ایک دوسرا شاعر کہتا ہے:۔

ان السفاہۃ طٰہٰ من خلائقکم
لا بارک اللہ فی القوم الملاعین

(بلاشبہ اے شخص بے وقوفی تو تمہاری عادات میں داخل ہے۔ خدا لعنتی لوگوں میں برکت نہ دے)

اس کے بعد امام موصوف نے لکھا ہے کہ جب یہ معنی جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ان لوگوں میں مشہور ہیں تو ضروری ہے کہ طٰہٰ کی تاویل میں اس کے مشہور و معروف معنی ہی کی توجیہ لی جائے خصوصاً جب کہ یہ توجیہ علماء صحابہ و تابعین کی تفسیر کے موافق ہے[1] اور علامہ ابن الانباری نے تو یہ بھی تصریح کی ہے کہ

ان لغۃ قریش وافقت   قریش کی زبان بھی طٰہٰ کے
تلک اللغۃ فی ھذا   استعمال میں اس زبان کے
لان اللہ تعالیٰ لم   موافق ہے کیوں کہ حق تعالیٰ
یخاطب نبیہ صلی   نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
اللہ علیہ وسلم   کو قریش کی زبان کے
بلسان غیر لسان   علاوہ کسی دوسری زبان
قریش   میں خطاب نہیں فرمایا۔

لیکن یہ واضح رہے کہ آیا قرآن مجید میں قریش کی زبان کے علاوہ دیگر قبائل عرب کی زبانوں کے الفاظ بھی پائے جاتے ہیں یا نہیں یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے علامہ سیوطی نے الاتقان فی علوم القرآن میں اس پر تفصیل سے بحث کی ہے اور صحیح یہی ہے کہ دوسری زبانوں کے الفاظ بھی قرآن مجید میں موجود ہیں۔

علامہ زمخشری نے یہاں ایک اور قیاس لگایا ہے، وہ کہتے ہیں کہ شاید قبیلہ عک نے یا ھذا میں تصرف کرکے طٰہٰ بنایا ہو بایں طور کہ یا کو طا سے بدل کر طا کہنے لگے، اور ھذا میں اختصار کرکے

[1] تفسیر امام ابن جریر طبری۔ ج ۶ ص ۱۰۳ طبع میریہ بولاق مصر ۱۳۲۸ھ۔

صرف ھا پر اکتفا کی۔ اور اس طرح یا ھذا کی جگہ طٰہٰ استعمال کرنے لگے لیکن علامہ ابوحیان نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ عربی زبان میں یا ندا کو طا سے بدلنے کا کہیں وجود نہیں۔ اور اسی طرح ندا کے وقت اسم اشارہ کو حذف کر کے ہا تنبیہ کو برقرار رکھنے کا ثبوت بھی نادر ہے، اور نہ کوئی نحوی اس کا قائل ہے۔ ؎۱ پ ۱۶

طَهِّرْ: پاک رکھ تَطْهِيْرٌ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر راغب اصفہانی، مفردات میں لکھتے ہیں

"ارشاد باری وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ کے بعض نے یہ بھی معنی کیے ہیں کہ اپنے نفس کو معائب سے پاک صاف رکھو۔ اور یہ جو فرمان ہے وَطَهِّرْ بَيْتِيَ (اور کہہ دیا ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل کو کہ پاک کر رکھو گھر میرا) یہ کعبہ کو بتوں کی گندگی سے پاک رکھنے کی ترغیب ہے اور بعض علماء کا بیان ہے کہ قلب کو اس سکینت کے داخلہ کے لیے پاک رکھنے کی ترغیب دلاتا ہے کہ جس کا آیۂ شریفہ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ وہی ہے جس نے اتارا چین دل میں ایمان والوں کے) میں مذکور ہے"

(ملاحظہ ہو تطہیرا) ؎ ۱۱ پ ۲۹/۱۵

طَهِّرَا: تم دونوں پاک رکھو تَطْهِيْرٌ سے امر کا صیغہ تثنیہ مذکر حاضر۔ تاج العروس میں ازہری سے منقول ہے کہ طَهِّرَا بَیْتِیَ کے معنی یہ ہیں کہ معاصی اور ناجائز افعال کے ارتکاب سے میرے گھر کو پاک رکھو پ ۱/۵

طَهَّرَكِ: تجھ کو ستھرا بنایا۔ تجھ کو پاک کیا۔ طَهَّرَ تَطْهِيْرٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب کِ ضمیر واحد مؤنث حاضر۔ امام ابن جریر طبری نے تصریح کی ہے کہ طَهَّرَكِ کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے دین کو شک اور ان آلودگیوں سے پاک کر دیا کہ جو دیگر بنی آدم کی مستورات کے مذاہب میں پائی جاتی ہیں" ؎ پ ۳/۱۳

طَهُوْرًا: پاک کرنے والا۔ نہایت پاک۔ پاک کرنا۔ امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں۔

"طہور کبھی تو مصدر ہوتا ہے جیسا کہ سیبویہ نے عرب کا محاورہ تَطَهَّرْتُ طَهُوْرًا نقل کیا ہے اور تَوَضَّأْتُ وَضُوْءًا کہ یہ فَعُوْلٌ کے وزن پر مصدر ہے اور اسی طرح وَقَدْتُ وَقُوْدًا ہے۔ اور کبھی اسم ہوتا ہے مصدر نہیں ہوتا جیسے کہ فَطُوْرٌ فطاری کا نام ہے اور اسی

؎ ملاحظہ ہو روح المعانی ج ۱۶ ص ۱۳۵ طبع منیریہ مصر ؎ تفسیر ابن جریر ج ۳ ص ۱۸۰ طبع مصر ۱۳۲۴ھ

؎ وہ چیز جس سے روزہ کھولا جائے۔

طرح وَجُورٌ (وہ دوا جو حلق میں ڈالی جائے)
سَعُوطٌ (وہ دوا جو ناک میں چڑھائی جائے)
اور ذَرُورٌ (وہ دوا جو آنکھ کے اندر یا کسی زخم
پر چھڑکی جائے) ہیں، نیز صفت بھی ہوتا ہے
جیسے کہ بَہُولٌ اور اسی طرح کی اور صفات
ہیں اور اسی معنی میں ارشاد ہے وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ
شَرَابًا طَهُورًا (اور ان کو ان کا رب پاکیزہ
شربت پلائے گا) یہ اس امر پر تنبیہ ہے کہ اہل
جنت کی مشروبات اہل دوزخ کی مشروبات
سے بالکل مختلف ہیں کہ جس کا بیان آیہ کریمہ وَ
يُسْقَىٰ مِن مَّاءٍ صَدِيدٍ (اور اس کو پیپ کا
پانی پلایا جاوے گا) میں مذکور ہے۔
آیہ کریمہ وَأَنزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا
(اور اتارا ہم نے آسمان سے پانی ستھرائی کرنے
کا) میں امام شافعی رضی اللہ عنہ کے اصحاب طَهُورٌ
کو بمعنی مُطَهِّرٌ (پاک کرنے والا) لیتے ہیں
لیکن لفظ کے لحاظ سے یہ معنی صحیح نہیں کیونکہ
فَعُولٌ باب أَفْعَلَ (افعال) اور فَعَّلَ (تفعیل)
سے نہیں بنایا جاتا۔ بلکہ فَعَلَ سے بنایا جاتا ہے
اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ یہ لفظ معنی کے لحاظ
سے تطہیر کا مقتضی ہے کیونکہ طاہر (پاک) کی دو

قسمیں ہیں ایک وہ جس کی طہارت متعدی نہ ہو
جیسے کپڑے کی طہارت کہ کپڑا خود تو پاک ہے
مگر دوسری شے کو اس کے ذریعہ پاک نہیں کیا جا سکتا
دوسرا وہ کہ جس کی طہارت متعدی ہو اور دوسری
شے کو بھی پاک کر دیتا ہو چنانچہ حق تعالیٰ شانہ
نے پانی کو جو طہور سے موصوف فرمایا ہے وہ اس
کی اسی صفت کو بتلانے کے لیے ہے"
اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ:۔
"ہر وہ پانی کہ جس کو حق تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے
خواہ وہ آسمان سے نازل ہوا ہو، یا زمین سے ابلا
ہو، نیز کسی اور چیز نے مل کر نہ تو اس کا رنگ بدلا
ہو اور نہ اس کے مزہ میں اس سے کوئی تبدیلی
آئی ہو تو ایسا پانی حکم خداوندی کے مطابق طہور
ہے اور ماسوئی اس کے جو اور پانی ہیں جیسے
عرق گلاب یا کسی درخت کے پتوں کا عرق یا
وہ پانی جو انگور کی بیل سے بہتا ہے وہ اگرچہ
طاہر ہے لیکن طہور نہیں[1]
تاج العروس میں ہے۔
"آب طہور (بالفتح) وہ ہے جو حدث کو رفع کر دے[2]

---

[1] تاج العروس [2] حدث کہتے ہیں نجاست حکمی کو یعنی بے وضو اور بے غسل ہونا۔

نجاست کا ازالہ کرے کیونکہ فَعُول اوزانِ مبالغہ میں سے ہے۔ گویا وہ پانی کہ جو طہارت میں انتہا کو پہنچ چکا ہو۔ اور آبِ طاہر غیر طہور وہ ہے کہ جو نہ حدث کو رفع کرے اور نہ نجاست کو زائل کرے جیسے وہ پانی کہ جو وضو اور غسل میں استعمال کیا جا چکا ہو"

ب ١٩/٣ ٢٩/١٩

فصلُ الیاءِ المثناۃ

طَیّ: لپیٹنا، طَوٰی یَطْوِیْ کا مصدر ہے۔ اس کا فعل باب ضرب سے آتا ہے۔ ب ١٤

. پاک، پاکیزہ، ستھرا، حلال۔ طَابَ یَطِیْبُ طِیْبًا سے صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر۔ امام راغب فرماتے ہیں:-

"اصل میں طیب وہ چیز ہے کہ جس سے حواس لذت اٹھائیں اور جی مزہ پائے"۔ طعام طیب" شرع میں وہ ہے جو جائز طور پر جائز مقدار میں جائز مقام سے حاصل کیا گیا ہو۔ کیونکہ جو کھانا ایسا ہوگا، وہ اب بھی اور آئندہ بھی "طیب" ہی رہیگا۔ ثقیل اور ردی نہیں ہوگا۔ ورنہ فی الحال اگر طیب بھی ہوا تو آئندہ چل کر مضر ہوگا اور اسی معنی میں ارشاد ہے کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ (کھاؤ ستھری چیزیں جو دیں ہم نے تم کو) فَکُلُوْا مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہُ حَلٰلًا طَیِّبًا (سو کھاؤ جو روزی دی اللہ نے تم کو حلال اور پاک) لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکُمْ (مت حرام ٹھہراؤ ستھری چیزیں جو اللہ نے تم کو حلال کیں) کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا (کھاؤ ستھری چیزیں اور کام کرو بھلا) اور یہی مراد ہے وَالطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ (اور ستھری چیزیں کھانے کی) سے اور آیہ شریفہ اَلْیَوْمَ اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبٰتُ (آج حلال ہوئیں تم کو سب ستھری چیزیں) میں بعض نے کہا ہے کہ اس سے ذبائح مراد ہیں اور رَزَقَکُمْ مِنَ الطَّیِّبٰتِ (اور روزی دی تم کو ستھری) مال غنیمت کی طرف اشارہ ہے۔ اور انسانوں میں طیب" وہ ہے کہ جو جہالت، فسق اور بداعمالیوں کی نجاست سے پاک ہو اور علم و ایمان اور محاسن اعمال سے آراستہ ہو۔ ارشاد الٰہی اَلَّذِیْنَ تَتَوَفّٰہُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ طَیِّبِیْنَ (جو لوگ کہ قبض کرتے ہیں ان کو فرشتے اس حالت میں کہ وہ پاکیزہ ہیں) سے یہی لوگ مراد ہیں اور فرمایا طِبْتُمْ فَادْخُلُوْہَا خٰلِدِیْنَ (تم لوگ پاکیزہ ہو

سو داخل ہو اس میں سدا رہنے کو نیز ارشاد ہے

هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً (عطا کر

مجھ کو اپنے پاس سے اولاد پاکیزہ) اور لِيَمِيْزَ

اللّٰهُ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ (تا جدا کرے

اللہ ناپاک کو پاک سے)

ب ۳/۱۲،۹ ب ۷/۳ ب ۸/۱۴ ب ۹/۱۸ ب ۱۷/۱۰ ب ۲۳/۱۴ طَيِّبًا ب ۳/۵ ب ۵/۴

ب ۶/۶ ب ۷/۲ ب ۱۰/۵ ۱۴/۲۱

طَيِّبٰتِ: ستھری چیزیں، نفیس اشیاء، پاک چیزیں

پاکیزہ چیزیں، عمدہ چیزیں طَيِّبَةٌ کی جمع، ارشاد الٰہی

وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ (اور ستھریاں ہیں ستھروں

کے لیے) کے متعلق راغب نے لکھا ہے کہ اس

بات پر تنبیہ ہے کہ پاکیزہ اعمال پاکیزہ ہی لوگوں سے

سرزد ہوتے ہیں چنانچہ مروی ہے کہ المؤمن اطیب

من عملہ و الکافر اخبث من عملہ

(مومن اپنے عمل سے بھی زیادہ پاکیزہ ہے اور کافر

اپنے عمل سے بھی زیادہ خبیث ہے)

واضح رہے کہ آیہ بالا کا نزول واقعہ افک کے

سلسلہ میں ہوا ہے پوری آیت اس طرح ہے۔

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ج

وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ج

اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ط لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ

وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ (گندیاں ہیں گندوں کے واسطے اور گندے

واسطے گندیوں کے، اور ستھریاں ہیں واسطے

ستھروں کے اور ستھرے واسطے ستھریوں کے وہ لوگ بے

لگاؤ ہیں ان باتوں سے جو کہتے ہیں ان کو بخشنا

ہے اور روزی ہے عزت کی) اکثر مفسرین نے آیہ

مذکورہ میں "خبیثات" سے بری باتیں اور "طیبات"

سے اچھی باتیں مراد لی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ بری

باتیں برے آدمیوں کے لیے مناسب ہوتی ہیں اور

اچھی باتیں اچھوں کیلئے۔ لہٰذا حضرت عائشہ

صدیقہ رضی اللہ عنہا کے لیے بری باتیں کیونکر

مناسب ہو سکتی ہیں وہ تو طیبہ ہیں ان کی طرف تو پاکیزہ

باتوں ہی کا انتساب ہو سکتا ہے اور مدح و ثنا ہی

ان کے حق میں زیب دیتی ہے۔ زجاج کہتے ہیں کہ

آیت کے یہ معنی ہیں کہ خبیث باتیں . . . خبیث ہی

لوگ زبان سے نکالتے ہیں اور اچھے لوگ تو اچھی

ہی باتیں کہتے ہیں۔ اس لحاظ سے آیت میں ان لوگوں

کی مذمت ہے کہ جنہوں نے قذف کی حرکت ناشائستہ

کا ارتکاب کیا تھا۔ اور ان لوگوں کی مدح ہے کہ

جنہوں نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طہارت

بیان کر کے آپ کی برأت کا اظہار کیا تھا۔ اور

ابن زید نے اس کے یہی معنی بیان کیے ہیں جو بین القوسین

ترجمہ میں مذکور ہیں اور اسی کو شاہ عبدالقادر صاحب اور دیگر مترجمین قرآن نے اختیار فرمایا ہے اور اس صورت میں مطلب صاف ہے کہ حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا طیبہ ہیں جن کو حق تعالیٰ شانہ نے اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے منتخب فرمایا تھا[1]

یہ بھی واضح ہے کہ پہلے دونوں معنے کے لحاظ سے خبیثین اور طیبین میں مردوں کے ساتھ عورتیں بھی بر سبیل تغلیب داخل ہوں گی جس طرح سے کہ اور جگہ قرآن مجید میں مردوں کا مذکور ہے اور عورتیں بھی اس کی مخاطب ہیں۔ ب ۱/۶ ب ۲/۵ ب ۳/۵ ب ۶/۲،۵ ب ۷/۲ ث ۸/۱۱ ب ۹/۹،۱۰،۱۱

ب ۱۱/۱۵ ب ۱۴/۱۶ ب ۱۵/۷ ب ۱۶/۱۳ ب ۱۸/۴،۹ ب ۲۴/۱۲ ب ۲۵/۱۸

طَیِّبٰتِکُمْ: تمہاری لذت کی چیزیں، تمہاری نعمتیں، تمہاری نیکیاں، تمہاری پاکیزہ چیزیں طَیِّبٰتُ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ ب ۲۶/۲

طَیِّبُوْنَ: ستھرے مرد، پاکیزہ لوگ، مردان پاک طَیِّبٌ کی جمع بحالت رفع ب ۱۸/۹

طَیِّبَۃٌ: پاک، پاکیزہ، اچھی، ستھری، نفیس طاب یطیب سے صفت مشبہ کا صیغہ واحد مؤنث غائب طیبات جمع ب ۲/۱۲ ب ۱۱/۱۵ ب ۱۱/۸ ب ۱۳/۱۶

ب ۱۴/۱۹ ب ۱۸/۱۴ ب ۲۲/۸ ب ۲۸/۱۰

طَیِّبِیْنَ: پاکیزہ، ستھرے، پاک مرد طَیِّبٌ کی جمع بحالت نصب وجر ب ۱۴/۱۰ ث ۱۸/۹

طَیْرٌ: پرندے، پرندہ۔ علامہ احمد فیومی المصباح المنیر میں رقم طراز ہیں:۔

طائرٌ کی جمع طَیْرٌ ہے جیسے کہ صاحِبٌ اور صَحْبٌ اور راکِبٌ اور رَکْبٌ ہیں اور طَیْرٌ کی جمع طُیُوْرٌ اور اَطْیارٌ آتی ہے۔ ابوعبیدہ اور قطرب کا بیان ہے کہ لفظ طیر واحد اور جمع دونوں کے لیے آتا ہے۔ اور ابن الانباری نے کہا ہے کہ طیر جمع ہی ہے، اور اس کی تانیث بہ نسبت تذکیر کے زیادہ مستعمل ہے اور واحد کے لیے طَیْرٌ نہیں بلکہ طائر کہا جاتا ہے۔"

واضح رہے کہ آیت شریفہ فَیَکُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِ اللّٰہِ (تو وہ ہو جاوے اڑتا جانور اللہ کے حکم سے) میں طیر کا اطلاق واحد پر ہوا ہے۔ اس لحاظ سے ابوعبیدہ اور قطرب کا بیان صحیح ہے ب ۲/۳،۱۳ ث ۵

ب ۱۲/۱۵ ب ۱۴/۱۶ ب ۱۷/۶،۱۱ ب ۱۸/۱۲ ب ۱۹/۱۶ ب ۲۲/۸ ب ۲۳/۱۱ ب ۲۷/۱۴

ب ۲۹/۲ طَیْرًا ب ۳/۱۳ ث ۵/۵ ب ۳۰/۲۳

طِیْنٍ: گارا، مٹی، خاک، مٹی اور پانی دونوں کا آمیزہ طین، ہے جس کو فارسی میں گل اور اردو میں

---

[1] ملاحظہ ہو معالم التنزیل ج ۶ ص ۸۸ و ۸۹ طبع المنار مصر ۱۳۴۳ھ یہ تفسیر ابن کثیر کے ساتھ طبع ہوئی ہے۔

گارا اور کیچڑ کہتے ہیں۔ اور کبھی پانی کی قوت زائل ہو جانے کے بعد بھی اس کو طین ہی کہتے ہیں جیسے ارشاد ہے مِنْ طِينٍ لَّازِبٍ (چپکنے گارے

سے) ۳/۱۳ ۷/۵،۷ ۸/۹ ۱۸/۱ ۲۰/۷ ۲۱/۱۴ ۲۳/۵،۱۴
۲۷/۱ طِينًا ۱۵/۷

بابُ الظاء المعجمہ

فصل الالف

ظَالِمٌ: ظالم، ستمگار، ظلم کرنے والا، نا انصاف ظُلْمٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر (ملاحظہ ہو ظلم) ۵/۷ ۱۵/۱۷ ۹/۱ ۲۲/۱۶ ۲۳/۷

ظٰلِمُوْنَ: ظالم لوگ، ظلم کرنے والے ستمگار بے انصاف، ظُلْمٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ظَالِمٌ کی جمع بحالت رفع ۱/۶،۱۱ و ۲/۱۳ ۳/۲ ۴/۱،۲۰
۶/۱۱ ۷/۹،۱۱،۱۷ ۸/۳ ۱۰/۹ ۱۲/۱۳ ۱۳/۳،۹،۱۹ ۱۴/۲۱ ۱۵/۵،۱۱
۱۶/۵ ۱۷/۵ ۱۸/۶،۱۲،۱۶ ۲۰/۷،۹،۱۴ ۲۱/۱،۱۰ ۲۲/۱۰،۱۷
۲۵/۲ ۲۶/۱۴ ۲۸/۸

ظَالِمَةٌ: ظلم کرنے والی، نا انصاف، ستمگار۔ ظُلْمٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مونث ۱۲/۹ ۱۷/۲،۳

ظَالِمِي: ظلم کرنے والے، اصل میں ظٰلِمِيْنَ تھا اضافت کے سبب نون جمع گر گیا ہے ۵/۱۱ ۱۴/۱۰

ظٰلِمِيْنَ: ظلم کرنے والے، ستمگار، نا انصاف ظَالِمٌ کی جمع بحالت نصب و جر ۱/۶،۱۱،۱۵
۲/۱،۸،۱۶ ۳/۳،۵،۱۴،۱۶ ۴/۵،۷،۱۱ ۶/۹،۱۲،۱۳
۷/۴،۱۰،۱۲،۱۳،۱۴ ۸/۲،۴،۸،۹،۱۲ ۹/۸
۱۰/۳،۹،۱۳ ۱۱/۲،۹،۱۴،۱۹ ۱۲/۲،۳،۴،۷ ۱۳/۳،۱۵،۱۹
۱۴/۵ ۱۵/۹،۱۶،۱۹ ۱۶/۸ ۱۷/۲،۴،۵،۶،۷،۱۳،۱۶
۱۸/۲،۳،۶ ۱۹/۲،۶،۱۵ ۲۰/۵،۶،۷،۸،۱۹ ۲۲/۱۶ ۲۳/۳،۱۷ ۲۴/۷،۱۱
۲۵/۴،۵،۶،۱۳،۱۵ ۲۶/۱ ۲۸/۵،۹،۱۱،۲۰
۲۹/۳،۱۰،۲۰

ظَآنِّيْنَ: گمان کرنے والے، اٹکل چلانے والے ظَنٌّ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ظَانٌّ کی جمع بحالت نصب و جر (ملاحظہ ہو اَظُنُّ و ظَنَّ) ۲۶/۹

ظَاهِرٌ: ظاہر، کھلا، آشکارا، ظاہری اور اوپر باہر ظُهُوْرٌ سے جس کے معنی ظاہر ہونے بلند جگہ پر ہونے اور قابو پانے کے ہیں۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر،

کبھی کبھی "ظاہر" کا استعمال ظاہری اور سرسری کے معنی میں بھی ہوتا ہے جیسے اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ (یا گرتے ہو ظاہری بات پر) اور فَلَا تُمَارِ فِيهِمْ إِلَّا مِرَاءً ظَاهِرًا (سو تو مت جھگڑ ان کی بات میں مگر سرسری جھگڑا)۔

اور الظَّاهِرُ حق تعالیٰ شانہ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ علامہ مجد الدین ابو السعادات مبارک بن محمد المعروف با بن الاثیر اپنی مشہور کتاب النہایہ فی غریب الحدیث والاثر میں رقم طراز ہیں۔

"اسماء الٰہی میں الظاهر سے وہ ذات عالی مراد ہے جو ہر شے سے اوپر اور ہر چیز پر غالب ہو اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ انسان حق تعالیٰ شانہ کے افعال وصفات کے آثار دیکھ کر عقلی استدلال کی راہ سے جس ذات عالی کی معرفت حاصل کرتا ہے وہی الظاهر ہے[1]"

اور علامہ نظام الدین حسن بن محمد قمی نیشاپوری لکھتے ہیں:۔

الظاہر والباطن کی تفسیر کے متعلق محققین کا بیان ہے کہ حق تعالیٰ شانہ "ظاہر" ہے ان دلائل کی بنا پر جو اس کے وجود پر دلالت کرتے ہیں اور باطن ہے اس بنا پر کہ وہ دنیا میں یا دنیا و آخرت دونوں میں حواس وعقول کی دسترس سے بالاتر ہے اور بعض نے ظاہر کے معنی غالب کے اور باطن کے معنی پوشیدہ کو جاننے والے کے لیے ہیں۔ لیث نے کہا ہے کہ انت ابطن هذا الامر کے معنی آتے ہیں تو اس امر سے زیادہ خبردار ہے[2]"

اور امام بخاری اس کی تفسیر میں یحییٰ سے ناقل ہیں:۔

الظاهر علی کل شیئ علما۔ ہر شے پر اس کا ظہور علم کے اعتبار سے ہے۔

یعنی ہر ظاہر شے کا وہ عالم ہے۔ حافظ مزی نے تصریح کی کہ یہ یحییٰ وہی ابن زیاد فراء ہیں جن کی کتاب معانی القرآن سے موسوم ہے[3] لغت کے دوسرے مشہور امام ازہری بھی یہی کہتے ہیں کہ الظاهر والباطن کا استعمال کبھی عالم ظاہر و باطن کے لیے بھی ہوتا ہے[4] حجۃ الاسلام غزالی فرماتے ہیں:۔

الظاہر والباطن یہ دونوں اضافی وصف ہیں کوئی شے کسی شے کے لیے ایک ہی حیثیت سے ظاہر و باطن نہیں ہو سکتی بلکہ ادراک

---

[1] النہایہ ج ۳ ص ۵۰ طبع عثمانیہ مصر سنہ ۱۳۱۱ھ

[2] غرائب القرآن و رغائب الفرقان معروف بہ تفسیر نیشاپوری ج ۲۷ ص ۱۳۶ برحاشیہ تفسیر ابن جریر طبع امیریہ مصر ۱۳۲۹ھ [3] تفسیر ابن کثیر ج ۸ ص ۲۱ طبع المنار ۱۳۴۷ھ اس کے ساتھ معالم التنزیل بھی طبع ہوئی ہے [4] روح المعانی ج ۲۷ ص ۱۴۳۔

کے لحاظ سے ایک وجہ سے ظاہر ہو گی اور دوسری وجہ سے باطن۔ کیونکہ ظہور اور بطون ادراکات کے لحاظ سے ہوتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی اگر حواس کے ادراک اور خزانہ خیال سے جستجو کی جائے تو وہ "باطن" ہے اور جو خزانہ عقل سے استدلال کے ذریعہ اسے طلب کیا جائے تو وہ "ظاہر" ہے اور (منکرین کو وجود باری میں جو شک ہے وہ شدت ظہور کی بنا پر ہے[1]۔"

اور آیہ شریفہ یَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (جانتے ہیں ظاہر کو زندگانی دنیا سے) کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ صرف امور دنیوی کو جانتے ہیں اور علوم اخروی کا علم نہیں رکھتے اور علم ظاہر و باطن سے کبھی تو کھلے اور چھپے علوم مراد ہوتے ہیں۔ اور کبھی دنیوی اور اخروی علوم۔ ۲۱/۶ ۱۵/۱۵ ۲۷/۱۲ ۱۳/۱۱ ۸/۱

ظَاهَرُوْا : انہوں نے مدد کی۔ انہوں نے پشتی کی، مُظَاهَرَةٌ سے جس کے معنی باہمی ایک دوسرے کی پشتیبانی کرنے اور معاونت کرنے کے ہیں ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب، ۲۸/۲

ظَاهَرُوْهُمْ : انہوں نے ان کی مدد کی انہوں نے ان کی پشتیبانی کی۔ ظَاهَرُوْا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب، هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ۲۱/۱۹

ظَاهِرَةً : ظاہری، کھلی، آشکارا ظُهُوْرٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث اور آیہ کریمہ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً (اور پورا کیا تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتوں کو) میں "نعم ظاہرہ" سے وہ نعمتیں مراد ہیں جن سے ہم واقف ہیں۔ اور "نعم باطنہ" سے وہ نعمتیں مراد ہیں جن کی معرفت ہم کو حاصل نہیں ۲۱/۱۲ ۲۲/۸

ظَاهِرُهٗ : اس کا ظاہر، اس کا باہر ظَاهِرُ مضاف، هٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ ۲۷/۱۸

ظَاهِرِيْنَ : غالب، غلبہ پانے والے ظُهُوْرٌ سے بمعنی اوپر ہونے اور غلبہ پانے کے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ظَاهِرٌ کی جمع بحالت نصب و جر ۲۴/۹ ۲۸/۱۰

فصل العین

ظَعْنِكُمْ : تمہارا سفر، تمہارا کوچ، تمہارا ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا۔ ظَعْنِ مضاف، كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر

[1] روح المعانی، ج ۲۷، ص ۱۴۴۔ طبع منیریہ مصر۔

مضاف الیہ، ظَعْنٌ مصدر ہے۔ اس کے معنے ہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا۔ اس کا فعل باب فَتَحَ سے آتا ہے ۱/۱۴

فصل الفاء

ظُفُرٍ : ناخن۔ امام راغب نے تصریح کی ہے کہ "ظفر" کا استعمال انسان اور غیر انسان دونوں کے لیے ہوتا ہے۔ اَظْفَارٌ جمع ہے ۶/۵

فصل اللام

ظَلَّ : ہو گیا، رہا (فتح، سمع) ظَلّ اور ظُلُولٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب "ظل" اور "ظلول" کے معنی دن میں کسی کام کو انجام دینے کے ہیں۔ واضح رہے کہ جس طرح بَاتَ يَبِيتُ کا استعمال رات گزارنے کے لیے ہوتا ہے اسی طرح ظل یظل کا استعمال دن گزارنے کے لیے ہوتا ہے۔ امام راغب فرماتے ہیں کہ جو چیز دن میں کی جائے اس کی تعبیر ظَلّ سے کی جاتی ہے نیز یہ صار کی جگہ بھی استعمال ہوتا ہے۔ علامہ شہاب خفاجی شرح شفاء میں لکھتے ہیں۔

"یہ فعل ناقص ہے اور جیسا کہ رضی نے کہا ہے خبر کو دن بھر کے لیے ثابت کرتا ہے کیونکہ یہ ایسے وقت کو بتاتا ہے کہ جس میں سورج کا سایہ موجود ہو از صبح تا شام یا از طلوع تا غروب۔ اور جب بمعنی صار ہوتا ہے تو پھر دن کی تخصیص نہیں رہتی۔ اور اسی طرح جب یہ تامہ ہوتا ہے تو دوام کے معنی دیتا ہے" ؎۱

واضح رہے کہ یہاں یہ فعل ناقصہ ہے بمعنی صار اور زمانہ سے مقید نہیں ہے ۱۴/۱۲ ، ۲۵/۸

ظِلٌّ : سایہ، پرچھائیں، چھاؤں۔ امام راغب لکھتے ہیں :-

ظِلٌّ، ضِحٌّ (دھوپ) کی ضد ہے۔ یہ فَیْءٌ سے زیادہ عام ہے کیونکہ ظلّ اللیل اور ظِلّ الجنۃ بولا جاتا ہے۔ (مگر فیئ اللیل اور فیئ الجنۃ نہیں بولا جاتا) نیز ہر اس جگہ کو کہ جہاں دھوپ نہ پہنچی ہو ظِلٌّ بولتے ہیں۔ مگر فیئ صرف اسی جگہ کو کہتے ہیں کہ جہاں سے دھوپ جا چکی ہو۔ اور کبھی عزت و شوکت نیز رفاہیت کو بھی ظلّ سے تعبیر کرتے ہیں۔ . . . اور بعض اہل لغت نے کہا ہے کہ پرچھائیں کو بھی کہا جاتا ہے۔ . . . اور کبھی ہر اس شے کو جو

؎۱ تاج العروس شرح قاموس۔

ڈھانپنے والی ہو ظِلٌّ کہہ دیتے ہیں خواہ وہ شے اچھی ہو یا بُری چنانچہ اچھی شے کی مثال ہے وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ (اور نہ سایہ اور نہ لو) اور وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلَالُهَا (اور جھک رہی ہیں ان پر اس کی چھاؤں) اور بُری شے کے بارے میں ارشاد ہے وَظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ (اور چھاؤں میں دھوئیں کی) اور آیہ شریفہ اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ (ایک سائبان کی طرف جس کی تین شاخیں ہیں) میں ظِلٌّ بمعنی ظُلَّةٌ یعنی سائبان ہے۔ کیونکہ دوسری جگہ ارشاد ہے ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ سائبان ہوں گے آگ کے،"

اور علامہ احمد بن محمد فیومی، المصباح المنیر میں رقمطراز ہیں "ابن قتیبہ کا بیان ہے کہ لوگ ظل اور فیٔ کو ایک خیال کرتے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ ظل صبح اور شام ہوتا ہے اور فیئ صرف زوال کے بعد چنانچہ سایہ قبل زوال کو فیئ نہیں کہا جائے گا۔ اور سایہ بعد زوال جو فے سے موسوم ہے وہ اس لیے کہ وہ مغرب کی سمت سے مشرق کی طرف لوٹ کر آیا ہے اور فی کے معنی رجوع یعنی لوٹنے کے ہیں۔ اور ابن السکیت کہتے ہیں کہ ظل طلوع سے لے کر زوال تک ہوتا ہے۔ اور زوال سے لے کر غروب تک۔ اور ثعلب کا قول ہے کہ ظل صبح کے اوقات میں درخت وغیرہ کا ہوتا ہے اور فی شام کے اوقات میں اور رؤبۃ بن العجاج کا بیان ہے کہ جب کسی چیز پر دھوپ آ کر منتقل ہو جاتی تو وہ ظل بھی ہے اور فی بھی۔ اور جہاں سرے سے دھوپ ہی نہ ہو تو وہ ظل ہی ہے۔ اور اسی لیے کہا گیا ہے کہ الشمس تنسخ الظل والفی تنسخ الشمس (دھوپ "ظل" کو مٹا دیتی ہے اور "فے" دھوپ کو) ظل کی جمع ظِلَالٌ، اَظِلَّةٌ اور ظُلَلٌ ہے۔ اور انا فی ظل فلان کے معنی ہیں میں فلاں کے زیر سایہ ہوں اور ظل اللیل کے معنی رات کے اندھیرے کے ہیں، کیوں کہ وہ نگاہوں کو نفوذ کرنے سے روک دیتا ہے"

غرض اکثر اہل لغت کی تصریح کے مطابق ظل غربی سایہ ہے اور فیئ شرقی سایہ۔ نیز یہ بھی واضح رہے کہ جو ظل بمعنی سائبان ہے وہ اظلال کا اسم ہے اظلال کے معنے ہیں ڈھانپنے کے چونکہ سائبان اپنے زیر سایہ اشیاء کو ڈھانپ لیتا ہے اس لیے

کو ظل بھی کہہ دیتے ہیں پ ۱۹/۳ پ ۲۰/۲ پ ۲۲/۱۵ پ ۲۷/۱۴،۱۵ پ ۲۹/۲۱ ظِـلًّا ۵

ظِلٰلٍ : سایے ظِلٌّ کی جمع۔ راغب نے لکھا ہے کہ اِنَّ المتقین فِی ظِـلٰلٍ (جو ڈر والے ہیں وہ چھاؤں میں ہیں) میں "ظلال" کے معنی عزت و بزرگی و سطوت کے ہیں اور اسی طرح وَاَزْوَاجُهُمْ فِیْ ظِلٰلٍ میں بھی یہی مراد ہے پ ۲۳/۳ پ ۲۹/۲۲ ظِلٰلًا پ ۱۴/۱۲

ظِلٰلُهٗ : اس کے سایے ظِلٰلُ مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ پ ۱۴/۱۲

ظِلٰلُهَا : اس کے سایے ظِلٰلُ مضاف هَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ پ ۲۹/۱۹

ظِلٰلُهُمْ : ان کے سایے، ان کی پرچھائیاں ظِلٰلَ مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ

امام راغب اصفہانی نے زیر آیہ شریفہ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ (اور اللہ کو سجدہ کرتا ہے جو کوئی ہے آسمان و زمین میں خوشی سے اور زور سے اور ان کی پرچھائیاں صبح اور شام) حضرت حسن بصری سے بڑا جچتا ہوا فقرہ نقل کیا ہے فرماتے ہیں اما ظِلُّكَ فیسجد للّٰه واما انت فتکفر (اے انسان جائے غور ہے تیرا سایہ تو اللہ کے حضور سجدہ ریز ہو اور تو مبتلا کفر ہو۔

اور شاہ عبد القادر صاحب اسی آیت کے تحت موضح القرآن میں فرماتے ہیں۔ "جو اللہ پر یقین لایا خوشی سے رکھتا ہے اس کے حکم پر اور جو نہ یقین لایا آخر اس پر بھی اسی کا حکم جاری ہے اور پرچھائیاں صبح و شام زمین پر پسر جاتی ہیں یہی ہے ان کا سجدہ" پ ۱۳/۸

ظَلَّامٍ : ظلم کرنے والا ظُلْمٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ واضح رہے کہ آیت شریفہ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ (اور اللہ ظلم نہیں کرتا بندوں پر) اور اسی طرح دیگر آیات میں کہ جہاں حق تعالیٰ شانہ کی ذات عالی سے نفی ظلم کے سلسلہ میں مبالغہ کا صیغہ استعمال ہوا ہے اور ظَلَّام کا اطلاق کیا گیا تو ظَلَّام میں مبالغہ کمیت کے اعتبار سے ہے نہ کیفیت کے لحاظ سے یعنی ذرا سا بھی ظلم نہیں کرتا یہ مطلب نہیں کہ زیادہ ظلم نہیں کرتا اور تھوڑا کرتا ہے۔ نیز یہ بھی خیال رہے کہ ظَلَّام نسبت کے اعتبار سے عَطَّار کی طرح ہے یعنی جس طرح عطر کی نسبت سے عطار بولتے ہیں اسی طرح ظلم کی نسبت سے ظلام تو معنی یہ ہوتے کہ اس کی طرف ظلم کی نسبت سرے سے

ہو ہی نہیں سکتی۔

شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی۔ موضح القرآن میں زیر آیۂ کریمہ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا فرماتے ہیں۔

"رب جو کہے ظلم نہیں سب اسی کا مال ہے پر ظاہر میں جو ظلم نظر آوے وہ بھی نہیں کرتا۔ بے گناہ دوزخ میں نہیں ڈالتا۔ اور نیکی ضائع نہیں کرتا۔

جو کوئی کہے گناہ میں ہمارا کیا اختیار، سو بات نہیں اپنے دل سے پوچھ لے جب گناہ پر دوڑتا ہے اپنے قصد سے دوڑتا ہے اور جو کوئی کہے قصد بھی اسی نے دیا سو قصد دونوں طرف لگ سکتا ہے اور جو کوئی کہے اسی نے ایک طرف لگا دیا سو بندے کی دریافت سے باہر ہے۔ بندے سے معاملت ہے اس کی سمجھ پر۔ بندہ بھی کڑے گا اسی کو جو اس سے بدی کرے نہ کہیگا کہ اس کا کیا قصور اللہ نے کروایا" [1]

۴/۱۰ ۱۰/۳ ۱۰/۸ ۲۴/۲۰ ۲۶/۱۶

ظَلْتَ : تو سارے دن لگا۔ تو ہو گیا، تو رہا، لگا رہا۔ ظَلَّ، ظُلُوْلٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ واضح رہے کہ یہاں دوام کے معنی مراد ہیں اور ظَلْتَ بمعنی دُمْتَ ہے ظَلْتَ اصل میں ظَلِلْتَ تھا چونکہ دو لاموں کا ایک ساتھ جمع ہونا ثقیل تھا اور پھر کسرہ میں اور بھی ثقل تھا۔ لہٰذا لام اولیٰ کو حذف کر دیا گیا اور ظا اپنے فتح پر باقی رہا۔

علامہ ابوحیان نے سیبویہ سے نقل کیا ہے کہ یہ حذف شذوذ قیاس میں داخل ہے اور صرف اسی وقت ہوتا ہے جبکہ آخر فعل ساکن ہو اور ان ہی کے بعض معاصرین کا یہ بیان ہے کہ لغت بنی سلیم میں ہر مضاعف العین و اللام میں جبکہ آخر فعل ساکن ہو یہی قاعدہ ہے اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ مضاعف کا جب عین کلمہ مکسور یا مضموم ہو تو پھر قیاس یہی ہے [2]

(ملاحظہ ہو ظَلَّ) ۱۶/۱۴

ظَلَّتْ : وہ ہو گئی، وہ رہ گئی۔ ظَلَّ ظُلُوْلٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب یہاں بھی دوام کے معنی مراد ہیں (ملاحظہ ہو ظَلَّ اور ظَلْتَ) ۱۹/۵

ظَلْتُمْ : تم سارے دن رہو۔ ظَلَّ اور ظُلُوْلٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر ظَلْتُمْ اصل میں ظَلِلْتُمْ تھا بکسر لام۔ لام اول کو جیسا ظَلْتَ

---

[1] موضح القرآن سورہ کہف [2] روح المعانی ج ۱۶ ص ۲۳۲ طبع منیریہ مصر۔

میں گزر (تخفیف کے لیے حذف کر دیا گیا ہے ۲۷/۱۵ ۔

ظُلَلٌ : سائبان، بدلیاں۔ ظُلَّۃٌ کی جمع ہے جیسے غُرْفَۃٌ کی جمع غُرَفٌ اور قُرْبَۃٌ کی جمع قُرَبٌ ہے۔ امام راغب لکھتے ہیں کہ ارشاد باری اَنْ یَّاْتِیَہُمُ اللّٰہُ فِیْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ (یہ کہ آوے اللہ ان پر ابر کے سائبانوں میں) میں مراد یہ ہے کہ عذابِ الٰہی ان کو آ پکڑے (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ظُلَّۃٌ)

۱/۹ ۲۱/۱۲ ۲۳/۱۶

ظَلَّلْنَا : ہم نے سایہ کیا۔ ہم نے سائبان کیا۔ ہم نے سایہ فگن کر دیا۔ تَظْلِیْلٌ سے جس کے معنے سایہ میں کر دینے اور سایہ دار کرنے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ جمع متکلم۔ آیہ شریفہ وَظَلَّلْنَا عَلَیْکُمُ الْغَمَامَ (اور سایہ کیا ہم نے تم پر ابر کا) میں حق تعالیٰ شانہ کی اس مسلسل نعمت کا ذکر ہے کہ جب بیابان تیہ میں بنی اسرائیل سرگرداں تھے تو قدرتِ الٰہی سے بادل ان کے لیے مسخر کر دیا گیا تھا جو ان کے سر پر سایہ فگن رہتا اور دن کو دھوپ سے بچاتا تھا اور پھر یہ کیفیت ارضِ مقدس میں داخلہ تک برابر قائم رہی ۔

۱/۶ ۹/۱۰

ظُلْمٌ : ظلم، ستم، بے انصافی، اندھیر، حق تلفی، ستمگاری، شرک، گناہ، تقصیر۔ ظلم کے اصل معنی ہیں غیر کی ملک میں تصرف کرنا۔ اور حد سے گزر جانا۔ اسی لیے علماء نے تصریح کی ہے کہ ظلم کا صدور ذاتِ باری تعالیٰ سے محال ہے کیونکہ عالم کل تمام تر اسی وحدہٗ لاشریک لہٗ کی ملکیت ہے لہٰذا وہ اپنی ملک میں جو بھی کرے بجا ہی بجا ہے۔ امام راغب اصفہانی رقم طراز ہیں :۔

"اہل لغت اور بہت سے علماء کے نزدیک ظلم کہتے ہیں کسی شے کو اس کی مخصوص جگہ سے ہٹا کر نقصان کے ساتھ یا زیادتی کے ساتھ یا وقت بدل کر یا جگہ بدل کر ایسے جگہ رکھ دینے کو، اسی سے عربی کا محاورہ ہے ظَلَمْتُ السِّقَاءَ (یعنی میں نے مشکیزہ کے دودھ کا بے وقت استعمال کیا) اور یہ استعمال شدہ دودھ ظلیم کہلاتا ہے اسی طرح ظلمت الارض کے معنی ہیں

ع۔ سقاء اس مشکیزہ کو کہتے ہیں کہ جس میں پانی اور دودھ وغیرہ رکھتے ہیں۔ سبب مشکیزہ میں دودھ کو دہی جمانے اور مکھن نکالنے کی غرض سے رکھا جاتا تھا۔ اور دودھ کو جمنے سے پہلے استعمال کر لیا جاتا تو ایسے موقع پر یہ محاورہ بولتے ہیں ۔

میں نے زمین کو ایسی جگہ سے کھودا کہ جہاں کھودنے کی جگہ نہ تھی اور وہ جگہ ارض مظلوم کہلاتی ہے اور جو مٹی اس زمین سے نکلتی ہے وہ بھی ظلیم کہلاتی ہے۔

اور ظلم کا استعمال حق سے کہ جو نقطہ دائرہ کا حکم رکھتا ہے۔ تجاوز کرنے کے لیے ہوتا ہے اور خواہ تجاوز کثیر ہو یا قلیل دونوں کے لیے بولا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کبیرہ گناہ ہو یا صغیرہ دونوں کے لیے اس کا استعمال ہوتا ہے چنانچہ حضرت آدم علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی اپنی تقصیر پر ظالم کہا گیا ہے اور ابلیس لعین کے حق میں بھی ظالم ہی کا لفظ استعمال ہوا ہے حالانکہ دونوں کے ظلموں میں بون بعید ہے۔

اور بعض حکماء نے کہا ہے کہ ظلم تین طرح کا ہوتا ہے۔ اول ظلم وہ جو انسان سے اللہ تعالیٰ کے بارے میں ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے بڑا ظلم کفر و شرک اور نفاق ہے اس لیے ارشاد ہے اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ (بے شک شرک کرنا بڑا بھاری ظلم ہے) اور اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ (سن لو پھٹکار ہے اللہ کی بے انصاف لوگوں پر) اور وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا (اور ظالموں کے لیے اس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے) وغیرہ بہت سی آیات میں ظلم سے یہی ظلم مراد ہے نیز ارشاد ہے فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا (اور اس سے زیادہ ظالم کون جو جھوٹ باندھے اللہ پر)۔

دوسرا وہ ظلم جو انسان سے دوسرے لوگوں کے بارے میں ہوتا ہے چنانچہ ارشاد باری وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ (اور برائی کا بدلہ برائی ہے ویسی ہی پھر جو کوئی معاف کر دے اور سنوارے تو اس کا ثواب ہے اللہ کے ذمے، واقعی اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں کرتا) میں اسی ظلم کا بیان مقصود ہے نیز اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ (الزام تو ان پر ہے جو ظلم کرتے ہیں لوگوں پر) اور وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا (جو مارا گیا ہو ظلم سے) میں بھی یہی ظلم مراد ہے۔

تیسرا ظلم وہ ہے جو انسان سے اپنے نفس کے بارے میں سرزد ہوتا ہے چنانچہ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ

لِنَفْسِہٖ (پھر کوئی ان میں سے ظلم کرتا ہے اپنی جان پر) اور ظَلَمْتُ نَفْسِیْ (میں نے اپنی جان پر ظلم کیا) اور اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ (جس وقت کہ ظلم کیا تھا ان لوگوں نے اپنی جانوں پر) یہاں بھی ظلم مراد ہے اور فَتَکُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِیْنَ کے معنی ہیں کہ ہیں تم بھی ان لوگوں میں سے ہو جاؤ کہ جو اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں اور فرمایا وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَہٗ (اور جس نے ایسا کیا اُس نے اپنے آپ پر ظلم کیا)

درحقیقت یہ تینوں ظلم نفس پر ہی ظلم ہیں کیونکہ جب انسان ظلم میں پہل کرتا ہے تو پہلے اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے۔ لہٰذا ظالم کے ظلم کی ابتدا ہمیشہ اپنے آپ سے ہوا کرتی ہے۔ اسی بنا پر حق تعالےٰ نے جگہ جگہ فرمایا ہے وَمَا ظَلَمَھُمُ اللّٰہُ وَلٰکِنْ کَانُوْٓا اَنْفُسَھُمْ یَظْلِمُوْنَ اور اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں) اور مَا ظَلَمُوْنَا وَلٰکِنْ کَانُوْٓا اَنْفُسَھُمْ یَظْلِمُوْنَ (اور انہوں نے ہمارا کچھ نقصان نہیں کیا لیکن اپنا ہی نقصان کرتے رہے) ۔

اور ارشاد الٰہی وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَھُمْ بِظُلْمٍ (اور انہوں نے اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ مخلوط نہیں کیا) کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ یہاں ظلم سے مراد شرک ہے۔ جس پر یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب پر شاق ہوا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کے اس فرمان کو نہیں دیکھتے اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ (بلاشبہ شرک کرنا بڑا ظلم ہے)[1]

[1] صحیح بخاری کتاب التفسیر سورۂ لقمان میں یہ واقعہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی زبانی اس طرح منقول ہے کہ جب آیہ کریمہ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَھُمْ بِظُلْمٍ نازل ہوئی تو یہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر شاق گزرا کہنے لگے ہم میں کون ہے جس کا ایمان ظلم سے آلودہ نہ ہوا ہو تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ مطلب نہیں تم نے سُنا نہیں لقمان نے اپنے بیٹے کو کیا کہا ہے اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ (جلد ثانی ص ۷۰۴) مطلب صاف ہے کہ اگلی آیت کے نزول پر صحابہ کو یہ فکر دامن گیر تھا کہ ہم میں ایسا کون ہے جس سے بحالت ایمان کوئی نہ کوئی تقصیر نہ ہو گزری ہو کیونکہ عصمت تو صفت انبیا ہے لہٰذا جس ایمان پر امن و ہدایت کا وعدہ ہے اس سے نعوذ باللہ ہم محروم نہ ہو جائیں تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی (باقی بر صفحہ ۱۳۷)

اور یہ جو ارشاد ہے وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْـًٔا (اور نہ گھٹایا اس میں سے کچھ) یہاں ظلم کے معنی نقصان کے ہیں اور لَمْ تَظْلِمْ بمعنی لَمْ تَنْقُصْ ہے اور آیہ شریفہ وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (اور اگر گنہگاروں کے پاس ہو جتنا کچھ کہ زمین میں ہے سارا اور اتنا ہی اور اس کے ساتھ سب دے ڈالیں اپنے چھڑوانے میں بری طرح کی مار سے دن قیامت کے) ظلم کی تمام قسموں کو عام ہے، کیونکہ کوئی ایسا شخص نہیں کہ جس سے دنیا میں ذرا سا بھی ظلم سرزد ہوا ہو اور اس کو (بروز قیامت) جو کچھ زمین میں ہے سارا اور اتنا ہی اور اس کے ساتھ مل جائے اور وہ اپنے چھڑوانے میں سب کا سب نہ دے ڈالے۔

یہ بھی واضح رہے کہ ظُلْمٌ بالضم اسم ہے جو مصدر کا قائم مقام ہو گیا ہے۔ پ ۶/۱۵۲، پ ۸/۳، پ ۱۲/۱۰، پ ۱۷/۱۰، پ ۲۱/۱۱، پ ۲۴/۷۔ ظُلْمًا پ ۲/۱۲، ۲، پ ۵/۲، پ ۱۲/۱۵، پ ۱۸/۱۶، پ ۱۹/۱۶، پ ۲۴/۹ ۔

ظَلَمَ: اس نے ظلم کیا۔ اس نے ستم کیا، اس نے برا کیا۔ اس نے نقصان کیا۔ اس نے بے انصافی کی اس نے زیادتی کی (ضرب) ظَلْمٌ (بالفتح) سے جس کے معنے ظلم کرنے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب پ ۲/۱۳، پ ۱۶/۲، پ ۱۹/۱۶، پ ۲۸/۱۴

ظُلِمَ: وہ مظلوم ہوا۔ اس پر ظلم کیا گیا ظَلْمٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب پ ۶/۱

ظُلُمٰتٍ: تاریکیاں۔ اندھیرے ظُلُمَاتٌ جمع ہے ظُلْمَةٌ کی ظلمت کہتے ہیں روشنی کے نہ ہونے کو۔ امام راغب فرماتے ہیں:۔

"کبھی کبھی جہالت، شرک اور فسق کو ظلمت سے تعبیر کیا جاتا ہے جس طرح سے کہ ان کے اضداد (علم، ایمان، اور عمل صالح) کو نور سے تعبیر کرتے ہیں۔ اللہ تعالے فرماتا ہے يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (نکالتا ہے ان کو اندھیروں سے اجالے میں) اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (کہ نکال اپنی قوم کو اندھیروں سے اجالے میں) فَنَادٰى فِي

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۶) غلط فہمی دور کرنا پڑی کہ یہاں ظلم سے تقصیر اور گناہ نہیں بلکہ شرک مراد ہے اور آپ نے اس کے استشہاد میں سورۂ لقمان کی آیہ مذکور بالا کو پیش فرما کر ان کی تسلی فرما دی۔

الظُّلُمٰتِ (پھر پکارا ان اندھیروں میں) اور کَمَنْ مَّثَلُہٗ فِی الظُّلُمٰتِ (برابر اس کے کہ جس کا حال یہ کہ اندھیروں میں پڑا) کَمَنْ ھُوَ اَعْمٰی (برابر ہوگا اس کے جو اندھا ہے) کے ہم معنی ہے۔ اور سورۂ انعام میں جو ارشاد ہوا ہے، وَالَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا صُمٌّ وَّبُکْمٌ فِی الظُّلُمٰتِ (اور جو جھٹلاتے ہیں ہماری آیتیں بہرے اور گونگے ہیں۔ اندھیروں میں) تو یہاں الظلمت کا استعمال ٹھیک اسی موقع پر ہوا ہے جہاں کہ صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ (بہرے ہیں گونگے اندھے ہیں) عُمْیٌ کا اور فِیْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ (تین اندھیروں میں) سے مراد پیٹ، رحم اور بچہ دانی ہے"

پ ۱/۲ پ ۳/۲ پ ۶/۷ پ ۷/۷،۱۰،۱۳،۱۴،۱۸ پ ۸/۲ پ ۱۳/۸،۱۳ پ ۱۷/۱۶

پ ۱۸/۱۱ پ ۲۰/۱ پ ۲۲/۳،۱۵ پ ۲۳/۱۵ پ ۲۷/۱۷ پ ۲۸/۱۸

ظَلَمَتْ : اس نے ظلم کیا۔ ظَلْمٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب پ ۱۱/۱۱

ظَلَمْتُ : میں نے ظلم کیا۔ میں نے بُرا کیا۔ میں نے قصور کیا۔ ظَلْمٌ سے ماضی کا صیغہ واحد متکلم پ ۱۹/۱۸ پ ۲۰/۵

ظَلَمْتُمْ : تم نے ظلم کیا۔ تم نے نقصان کیا۔ تم نے ستم کیا۔ ظَلْمٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر پ ۱/۶ پ ۲۵/۱۰

ظَلَمَکَ : اس نے تیرے ساتھ بے انصافی کی۔ اس نے تجھ پر ظلم کیا۔ ظَلَمَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اور کَ ضمیر واحد مذکر حاضر پ ۲۳/۱۱

ظَلَمْنَا : ہم نے ظلم کیا۔ ہم نے نقصان کیا ہم نے خراب کیا۔ ظَلْمٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم پ ۸/۹

ظَلَمْنٰھُمْ : ہم نے ان پر ظلم کیا۔ ہم نے ان پہ زیادتی کی۔ ظَلَمْنَا صیغہ جمع متکلم ماضی ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب پ ۱۲/۹ پ ۱۴/۲۱ پ ۲۵/۱۳

ظَلَمُوْا : انہوں نے ظلم کیا۔ انہوں نے بے انصافی کی۔[۱] انہوں نے ظلم کیا۔ ظَلْمٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ یہاں "ظلم" سے مراد اکثر جگہ کفر و شرک و نفاق ہے۔ پ ۱/۶ پ ۲/۲،۴ پ ۴/۳،۵

پ ۵/۶ پ ۶/۳ پ ۷/۱۱ پ ۹/۳،۱۰،۱۱،۱۶ پ ۱۱/۷،۱۰ پ ۱۲/۴،۶،۸

پ ۱۲/۹،۱۰ پ ۱۳/۱۹ پ ۱۴/۱۸ پ ۱۵/۶،۲۰ پ ۱۷/۱ پ ۱۸/۲ پ ۱۹/۱۹

پ ۲۰/۳ پ ۲۱/۱،۷،۹ پ ۲۲/۸،۱۱ پ ۲۳/۶ پ ۲۴/۲ پ ۲۵/۱۲ پ ۲۶/۲

پ ۲۷/۲،۴۔

[۱] انہوں نے زیادتی کی۔

ظُلِمُوْا : وہ ستائے گئے، ان پر ظلم کیا گیا۔ ظُلْمٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب پ ۱۴/۱۲

پ ۱۷/۱۳ پ ۱۹/۱۵

ظَلَمُوْنَا : انہوں نے ہمارا نقصان کیا۔ انہوں نے ہم پر ظلم کیا۔ ظَلَمُوْا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ نَا ضمیر جمع متکلم پ ۱/۶ ۹

ظُلْمِهٖ : اس کا ظلم، اس کی تقصیر، اس کی زیادتی۔ اس کا مظلوم ہونا۔ ظُلْمِ مضاف۔ ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔ واضح رہے کہ آیہ شریفہ فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهٖ (پھر جس نے توبہ کی اپنی تقصیر کے پیچھے) میں ظلم کرنا۔ اور لَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ (جو کوئی بدلا لے اپنے ظلم پر) میں مظلوم ہونا مراد ہے۔ پ ۶/۱۰ ۲۵/۲

ظَلَمَهُمْ : اس نے ان پر ظلم کیا۔ ظَلَمَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ۴/۳ ۱۴/۱۰

ظُلْمِهِمْ : ان کا ظلم، ان کی گنہگاری، ان کی بے انصافی۔ ظُلْمِ مضاف۔ هِمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ ۶/۲ ۱۳ ۱۴/۱۴

ظَلُّوْا : وہ سارے دن رہے، وہ ہو گئے وہ لگے۔ ظَلَّ اور ظُلُوْلٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب (ملاحظہ ہو ظَلَّ) ۱۴/۱ ۲۱/۲

ظَلُوْمٌ : نہایت ستمگار، بہت ظلم کرنیوالے بڑا بے انصاف، نہایت بے باک، بڑا بے ترس

ظَلْمٌ سے بروزن فَعُوْلٌ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ واضح رہے کہ قرآن مجید میں "ظلوم" انسان کی صفت بیان ہوئی ہے۔ اور انسان سے جنس انسان مراد ہے اور جب جنس کو مبالغے کے صیغہ سے متصف کیا جائے تو یہ ضرور نہیں کہ وہ صفت اس جنس کے تمام افراد میں یا بعض میں مبالغہ ہی کے ساتھ پائی بھی جائے ہاں اگر پائی جائے تو بہتر ضرور ہے چنانچہ یہ بات یہاں بھی موجود ہے کہ اکثر افراد انسانی ظلم شدید کے مرتکب ہیں۔ تاہم یہ چیز ضروری اور لازمی نہیں ہے[۱]۔ اور روح المعانی میں ہے کہ شاید "ظلوم جہول" سے یہ مراد ہو کہ جس کی شان ظلم کرنا اور جہالت ہو[۲]۔ اور شاہ ولی اللہ دہلوی حجۃ اللہ البالغہ میں رقمطراز ہیں۔

فان الظلوم من لا یکون عادلاً و من شانہ ان یعدل والجہول من لا یکون عالماً و من شانہ ان یعلم[۳]	بلا شبہ ظلوم ہی جو عادل نہ ہو اور اس میں عدل کی صلاحیت موجود ہو۔ اور جہول یہ ہے کہ جو عالم نہ ہو اور اس کی شان یہ ہو کہ وہ عالم ہو سکے۔

۱۳/۱۷ ظَلُوْمًا پ ۲۲/۶

[۱،۲] ملاحظہ ہو روح المعانی ج ۲۲ ص ۹۳ طبع منیریہ مصر
[۳] باب سر التکلیف ج ۱ ص ۱۹ طبع مذکور

ظُلَّۃٌ: سائبان، ظُلَلٌ جمع۔ امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:-

"ظُلَّۃٌ وہ بدلی ہے جو سایہ فگن ہو۔ اور اکثر اس کا استعمال بُری اور ناپسند صورتِ حال میں ہوتا ہے۔ ارشاد ہے وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ (اور جس وقت اٹھایا ہم نے پہاڑ ان کے اوپر جیسے سائبان) اور فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ (پھر پکڑا ان کو آفت نے سائبان والے دن کی)"

اور جوہری نے ابوزید سے نقل کیا ہے کہ پہلی بدلی جو سایہ فگن ہو وہ ظُلّہ ہے۔ اور عذاب یوم الظلۃ کے متعلق جوہری نے لکھا ہے۔ کہ یہ ایک ابر تھا جس کے نیچے بادِ سموم چل رہی تھی۔ اور تہذیب اللغۃ میں ہے کہ ایک بدلی ان کے سر پر سایہ فگن ہو گئی تھی جب لوگ اس کے نیچے تپش سے پناہ کے لیے جمع ہوئے تو وہ یکایک ان پر آ گر پڑی اور سب وہیں ڈھیر ہو گئے۔ نیز جس چیز سے سایہ کیا جائے اس کو بھی ظلّہ کہتے ہیں۔ اور وہ سائبان بھی کہ جس سے گرمی اور سردی کا بچاؤ ہوتا ہے ظُلَّۃ کہلاتا ہے۔ پ ۹ ۱۹/۱۴

ظِلُّهَا: اس کا سایہ۔ ظِلٌّ مضاف، ھا ضمیر واحد مونث غائب مضاف الیہ۔ ظل سے مراد یہاں بہشت کا دائمی عیش و آرام اور شان و شوکت ہے۔ پ ۱۲/۱۱

ظَلِيْلٌ: گھنی چھاؤں، ٹھنڈا سایہ، سایہ دینے والا۔ علامہ محمود آلوسی لکھتے ہیں:-

"ظَلِيْل صیغہ صفت ہے جو لفظ ظل عرب کی عام عادت کے مطابق تاکید کے لیے مشتق ہوا ہے۔ جس طرح یوم اَيْوَمُ (بڑا سخت دن) اور لَيْلٌ اَلْيَلُ (لمبی اور بھیانک رات) وغیرہ ہیں۔ اور امام مرزوقی نے کہا ہے کہ یہ محض مشتق منہ کا تابع مہمل ہے اور اس کے کوئی وصفی معنی نہیں ہیں بلکہ ایسا ہی ہے جیسا کہ حسن بسن میں بسن، حسن کا تابع مہمل ہے"[1]

اور امام راغب نے لکھا ہے کہ آیۂ کریمہ وَنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا (اور ان کو ہم داخل کریں گے گھنی چھاؤں میں) میں ظل ظلیل خوش عیشی سے کنایہ ہے۔ ۲۹/۲۱ ۵/۵

فصل المیم

ظَمَاٌ: تشنگی، پیاس، یہ اصل میں ظَمِیَ یَظْمَاُ کا مصدر ہے جس کے معنی پیاس لگنے کے ہیں۔ پ ۱۱

[1] روح المعانی ج ۵ ص ۵۵ طبع منیریہ مصر۔

ظَمْاٰنُ: پیاسا۔ تشنہ۔ ظَمِیَ یَظْمَاُ سے بروزن فعلان صیغہ صفت ہے۔ ۱۸ ۱۱

فصل النون

ظَنٌّ: گمان، خیال، اٹکل، تخمینی بات، علم، یقین شک، وہ اعتقاد راجح کہ جس میں اس کے خلاف ظہور پذیر ہونے کا بھی احتمال ہو۔ یہ ظَنَّ یَظُنُّ (نص) سے کبھی مصدر ہو کر مستعمل ہوتا ہے اور کبھی اسم ہو کر اور جب بمعنی اسم ہو تو اس کی جمع ظُنُوْنٌ آتی ہے۔ علامہ قاضی ابوبکر ابن العربی اندلسی مالکی فرماتے ہیں:-

"ہمارے علماء نے کہا ہے کہ ظن کی حقیقت دل میں دو باتوں کا ٹھہرانا ہے بایں طور کہ ایک کو دوسرے پر ترجیح ہو، اور شک کا مطلب ان دونوں کو برابر رکھنا ہے۔ اور علم کہتے ہیں ان دونوں میں سے ایک کو گرا کر دوسری کے متعین کر دینے کو اور ہم اصول کی کتابوں میں ان کی تحقیق کر چکے ہیں"۔[1]

لیکن یہ ظن کی منطقی تعریف ہے جس کو اصولیوں نے اختیار کر لیا ہے۔ قرآن کریم میں ہر جگہ اس کا استعمال اس معنی میں نہیں فرمایا گیا ہے چنانچہ امام جلال الدین سیوطی شافعی الاتقان فی علوم القرآن میں رقمطراز ہیں:-

"ظن کے معنی اصل میں اعتقاد راجح کے ہیں چنانچہ ارشاد الٰہی ہے اِنْ ظَنَّآ اَنْ یُّقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰہِ (اگر دونوں گمان غالب رکھتے ہیں کہ خداوندی ضابطوں کو قائم رکھیں گے) اور کبھی یقین کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے جیسے ارشاد ہوتا ہے اَلَّذِیْنَ یَظُنُّوْنَ اَنَّھُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّھِمْ (جن کو یقین ہے کہ ان کو ملنا ہے اپنے رب سے) ابن ابی حاتم وغیرہ نے مجاہد سے نقل کیا ہے کہ قرآن مجید میں ہر جگہ ظن کا استعمال یقین ہی کے معنی میں ہے لیکن اس کلیہ کا بہت سی ان آیات میں کہ جہاں یہ معنی یقین مستعمل نہیں ہوا ہے تسلیم کرنا مشکل ہے جیسے کہ پہلی ہی آیت ہے اور زرکشی نے برہان میں کہا ہے کہ قرآن مجید میں اس فرق کو سمجھنے کے لیے کہ کہاں ظن کا استعمال یقین کے معنی میں ہے اور کہاں شک کے معنی میں دو ضابطے ہیں-

(۱) جہاں ظن کی تعریف آئی ہے اور اس پر

[1] ملاحظہ ہو احکام القرآن ابن العربی۔ ج ۲ ص ۲۲۶ طبع مصر ۱۳۳۱ھ

ثواب کا وعدہ فرمایا گیا ہے وہاں یقین مراد ہے اور جہاں اس کی مذمت واقع ہے اور اس پر عقاب کی دھمکی دی گئی ہے وہاں شک کے معنی ہیں۔

(۲) ہر وہ ظن جس کے بعد اَنْ خفیفہ ہوگا وہاں شک کے معنی ہوں گے جیسے بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ (بلکہ تمہیں شک تھا کہ اب رسول واپس نہ ہوں گے) اور ہر وہ ظن کہ جس کے ساتھ اَنَّ مشددہ متصل ہوگا بمعنی یقین ہوگا، جیسے ارشاد ہے اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِیَہْ (بلاشبہ مجھے یقین تھا کہ مجھ کو ملنا ہے میرا حساب) اور وَظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ (اور یقین جانا کہ اب آیا وقت جدائی کا) چنانچہ بجائے ظَنَّ کے اَیْقَنَ اَنَّهُ الْفِرَاقُ کی قراءت بھی مروی ہے۔

اور وجہ اس کی یہ ہے کہ مشددہ چونکہ تاکید کے لیے وضع کیا گیا ہے اس لیے وہ یقین کے موقع پر آتا ہے۔ اور خفیفہ میں چونکہ یہ بات نہیں اس لیے وہ شک کے موقع پر استعمال ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مشددہ کا استعمال علم میں ہوا کرتا ہے جیسے فَاعْلَمْ اَنَّهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (سو تو یقین رکھ کہ کسی کی بندگی نہیں سوائے اللہ کے) اور عَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا (اور جانا کہ تم میں سستی ہے) اور مخففہ کا حسبان (گمان کرنے) میں چنانچہ ارشاد ہے وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ (اور گمان کیا کہ کچھ خرابی نہ ہوگی) راغب نے اپنی تفسیر میں اس قاعدہ کو بیان کر کے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ (اور انہوں نے یقین کر لیا کہ اللہ سے کوئی پناہ کی جگہ نہیں) میں یہ ضابطہ نہیں چلتا کیوں کہ یہاں باوجود اَن خفیفہ کے یقین کے معنی ہیں لیکن اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہاں اَن کا اتصال ملجأ سے جو کہ اسم ہے اور امثلہ سابقہ میں اس کا اتصال فعل سے تھا۔ اس جواب کو برہان میں ذکر کر کے لکھا ہے کہ اس ضابطہ کو ہاتھ سے نہ دو کیونکہ یہ اسرار قرآن میں سے ہے۔ اور ابن الانباری کہتے ہیں کہ ثعلب کا بیان ہے عرب ظن کو علم بھی قرار دیتے ہیں اور شک اور کذب بھی سو اگر علم کے دلائل قائم ہوں اور وہ شک کے دلائل سے زیادہ ہوں تو ظن بمعنی یقین ہوگا

اور اگر یقین و شک دونوں کے دلائل برابر ہوں تو ظن کے معنی شک کے ہوں گے اور اگر شک کے دلائل یقین کے دلائل سے زیادہ ہوں تو ظن بمعنی کذب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ (وہ لوگ محض جھوٹ بولتے ہیں) یہاں يَظُنُّوْنَ بمعنی یکذبون ہے)[1]

اور علامہ سید مرتضیٰ زبیدی تاج العروس میں لکھتے ہیں :-

"ظن اس تردد راجح کا نام ہے کہ جو اعتقاد غیر جازم کی طرفین کے مابین ہوتا ہے اور محکم میں ہے کہ اس کے معنی شک اور یقین کے ہیں مگر وہ یقین نہیں جو معائنہ سے حاصل ہو بلکہ وہ یقین جو تدبر سے پیدا ہوتا ہے اور جو یقین کے معائنہ سے حاصل ہوتا ہے اس کے سوائے علم کے اور کسی لفظ کا استعمال نہیں ہوتا . . . اور مناوی کہتے ہیں کہ ظن اس اعتقاد راجح کا نام ہے جس کے ساتھ اس کی نقیض کا احتمال بھی موجود ہو، نیز شک اور یقین میں اس کا استعمال ہوتا ہے . . .

. . . . اور بصائر میں ہے کہ ظن قرآن مجید میں چار طرح پر وارد ہوا ہے۔ یقین کے معنی میں، شک کے معنی میں، تہمت کے معنی میں اور گمان کرنے کے معنی میں پھر بصائر میں ان آیات کو ذکر کیا ہے۔ اور ہمارے شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ بیضاوی اور مطول کے حاشیہ نگاروں نے لکھا ہے کہ اشیاء محسوسہ کے لیے ظن کا استعمال بمعنی یقین اور علم نہیں ہوتا ہے اور بہت سے لوگوں کا ظن کے معنی کے متعلق یہ فیصلہ ہے کہ یہ اضداد میں سے ہے۔ چنانچہ شرح فصیح میں مذکور ہے"

اور امام راغب اصفہانی مفردات القرآن میں فرماتے ہیں :-

"نشان اور علامت سے جو حاصل ہو اس کا نام ظن ہے۔ جب علامت قوی ہو تو اسے "علم" تک پہنچا دیتی ہے اور جو بہت زیادہ ضعیف ہو تو پھر وہم کی حد سے آگے نہیں بڑھنے دیتی پھر جب ظن قوی ہوتا ہے یا قوی کی طرح اس کا تصور کیا جاتا ہے تو اس کے ساتھ

[1] ملاحظہ ہو الاتقان ج ۱ ص ۱،۱ طبع مصر ۱۳۰۶ھ سے بین القوسین ظن تاج العروس یعنی قاموس کا ترجمہ ہے

اَنَّ مشدّدہ اور اس اَنْ کا استعمال ہوتا ہے کہ جس کو مشدّدہ سے مخفف کر لیا گیا ہو۔ اور جو ضعیف ہوتا ہے تو پھر اس کے ساتھ اس اَنَّ اور ان کا استعمال ہوتا ہے کہ جو معلوم قول و فعل کے ساتھ مختص ہیں"

غرض لغت کے اعتبار سے ظن یقین اور شک کے خلاف کسی خاص ادراک کا نام نہیں بلکہ علامات و نشانات اور دلائل کی بنا پر جو انسان کا ایک تخمینہ اور اٹکل قائم ہوتی ہے وہ ظن ہے اس اعتبار سے ظن علم و یقین، شک و وہم اور کذب سب سے عام ہے اور سب کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے، رہا اس کا فیصلہ کہ کون سا "ظن" علم و یقین میں داخل ہے اور کون سا شک و وہم میں شامل ہے۔ یہ حسب تصریح ثعلب و راغب اصفہانی ان دلائل و علامات کی بنا پر ہو گا کہ جن کی بنا پر اس ظن کا حصول ہوا ہے۔

البتہ اہل منطق کی اصطلاح میں ظن اعتقاد راجح کا نام ہے۔ ان کے یہاں اگر قضیہ کی صورت کا حصول بلا تردد و تجویز ہو تو وہ "تخییل" ہے اور اگر نسبت باہمی کا ادراک اس طرح ہو کہ اس میں تردد ہو اور جانبین کی تجویز برابر ہے تو اس کو "شک" کہتے ہیں اور جو نسبت کا تصور بایں طور ہو کہ جانب مخالف کا رجحان ہے تو ادراک مرجوح کو وہم کہیں گے اور ادراک راجح کو ظن اس اعتبار سے منطقی اصطلاح میں ظن اس اعتقاد کا نام ہے کہ جس میں اس کی نقیض کا احتمال بھی باقی ہو اور اگر اس اعتقاد میں نقیض کا احتمال باقی نہ رہے تو پھر وہ "جزم" کہلاتا ہے پھر یہ "جزم" اگر مطابق واقع نہیں ہے تو "جہل مرکب" ہے اور اگر مطابق واقع ہے مگر کسی شک ڈالنے والے کے شک سے زائل ہو جاتا ہے تو اس کو "تقلید" کہیں گے۔ ورنہ اس کا نام "یقین" ہو گا اس لحاظ سے منطقیوں کے یہاں تصدیق کی سب سے اعلیٰ قسم کا نام "یقین" ہے اور سب سے ادنیٰ کا نام ظن ہے۔

علمی اصطلاحات میں عام طور پر ظن سے اس کے منطقی معنی مراد ہوتے ہیں لیکن لغوی اعتبار سے یہ ٹھیک ایسے موقع پر استعمال ہوتا ہے کہ جہاں ہم اردو میں اٹکل کا لفظ استعمال کیا کرتے ہیں یعنی کسی چیز کے متعلق وہ اندازہ کہ جو ہم نشانات دیکھ کر قائم کر سکیں خواہ وہ رجحان کے مرتبہ پر پہنچے یا نہ پہنچے۔ یہاں پہنچ کر ہم کو ہمارے ملک کے مایہ صد افتخار مشہور مترجم قرآن مولانا شاہ عبدالقادر

دہلوی خلاصہ دودمان ولی اللّٰہی کی بالغ نظری کا بے اختیار معترف ہونا پڑتا ہے کہ موصوف نے جا بجا اس کا ترجمہ اٹکل اور خیال سے ہی فرمایا ہے (فجزاہم اللّٰہ خیر الجزاء واحسن الجزاء) اس دور ضلالت کا ایک بڑا سخت گمراہ کن فتنہ انکار حدیث بھی ہے منکرین حدیث نے اس سلسلہ میں بڑا شور یہ مچا رکھا ہے کہ خبر واحد مفید ظن ہوتی ہے مفید یقین نہیں لہٰذا دین کی بنیاد غیر یقینی چیزوں پر کس طرح رکھی جا سکتی ہے۔ اور پھر اس سلسلہ میں تمام وہ آیات کہ جن میں ظن کی مذمت وارد ہے بڑے زور شور سے پیش کر کے سادہ لوح عوام کو گمراہ کرتے ہیں لیکن درحقیقت یہ ایک قسم کا خوشنما مغالطہ ہے جس کا اصل سبب ان کی علمی فرومایگی اور بے بضاعتی ہے۔ نہ یہ لوگ ظن کی حقیقت لغویہ سے واقف ہیں نہ اس کی اصطلاح عرفی سے اس مقام پر حجیت حدیث کی تفصیلی بحث چونکہ ہمارے موضوع تصنیف سے خارج ہے اس لیے ہم اس کو مجبوراً نظر انداز کرتے ہیں۔ جن حضرات کو اس سلسلہ میں تفصیلی بحث درکار ہو وہ ہمارے رفیق محترم حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی کی مشہور بلند پایہ تصنیف ترجمان السنۃ[1] کی طرف مراجعت فرمائیں موصوف نے اس کے مقدمہ میں حجیت حدیث پر بڑی سیر حاصل بحث کی ہے اور اس کے ہر گوشہ پر بڑی تفصیل سے داد تحقیق دی ہے چنانچہ مولانا نے اس سلسلہ میں ظن و علم کے مفہوم پر بھی ایک نہایت اہم اور نفیس بحث سپرد قلم فرمائی ہے جو کتاب کے پورے سولہ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے حقیقت یہ ہے کہ موصوف کا مقدمہ بڑی ہی قیمتی تحقیقات پر مشتمل ہے اور منکرین کے تمام شبہات کا نہایت ہی تفصیلی جواب ہے۔

آیۂ شریفہ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ اے ایمان والو بچتے رہو زیادہ اٹکل چلانے سے بلاشبہ بعضی اٹکل چلانا گناہ ہے کے ذیل میں امام ابوبکر احمد بن علی جصاص رازی حنفی المتوفی ۳۷۰ھ نے اپنی مشہور بیش بہا تصنیف احکام القرآن میں ظن کے اقسام و احکام کے متعلق ایک نہایت ہی عمدہ بحث قلم بند فرمائی ہے جو ہدیہ ناظرین ہے۔ فرماتے ہیں:

"آیت اس بات کی مقتضی ہے کہ بعض ظن کی ممانعت ہو نہ جمیع ظنون کی کیونکہ الفاظ کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ بعض ہی کے مقتضی ہیں اور پھر اس کے بعد جو ارشاد ہے اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ

[1] کتاب کا یہ نام ناچیز مؤلف ہی کا تجویز کردہ ہے ورنہ پہلے مولانا کا ارادہ اس کو جامع الاصول سے موسوم کرنے کا تھا۔

إِثْمٌ یہ بھی اس بات کو بتلا رہا ہے کہ سب
ظنوں سے نہی نہیں فرمائی ہے اور دوسری آیت
میں فرمایا ہے۔ إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ
شَيْئًا (بلاشبہ اٹکل کام نہیں آتی صحیح بات کچھ بھی نیز
ارشاد ہوتا ہے وَظَنَنتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ وَكُنتُمْ
قَوْمًا بُورًا (اور اٹکل کی تم نے بری
اٹکلیں اور تم لوگ تھے کھپنے والے) ان
دونوں آیتوں سے پتہ چلا کہ ایک تو صحیح بات
میں اٹکل چلانا خراب ہے۔ اور دوسرے کسی
کے بارے میں بُری ہی اٹکل کرنا اور بے جا
گمان رکھنا ناجائز ہے ورنہ اٹکل کی جگہ پر اٹکل
کرنا بُرا نہیں)

پس ظن کی چار قسمیں ہیں (۱) محظور یعنی جس
کی ممانعت ہے (۲) مامور بہ یعنی جس کا حکم دیا
گیا ہے (۳) مندوب الیہ یعنی جس کی صرف
ترغیب دلائی گئی ہے، حکم نہیں دیا گیا
(۴) مباح۔ اب جو ظن کہ ممنوع ہے وہ اللہ
تعالیٰ کی جناب میں سوءِ ظن ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی
ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
آپ کی وفات سے تین روز پہلے سنا فرماتے
تھے۔ لا یموتن احدکم الا وھو یحسن
الظن باللہ عزوجل (تم میں کسی کو اس وقت
تک مرنا زیب نہیں جب تک کہ اس کو
اللہ عزوجل کی جناب میں حسن ظن نہ حاصل ہو)
۔۔۔ اور حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ
عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے ارشاد فرمایا حق تعالیٰ فرماتا ہے انا
عند ظن عبدی فلیظن بی ما شاء
(میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں سو
جو چاہے میرے متعلق خیال کرے) ۔۔

۔۔۔ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ آپ
نے فرمایا حسن الظن من العبادة
(حسن ظن عبادت ہے) ۔۔۔ لہذا اللہ تعالیٰ
کی جناب میں حسن ظن فرض ہے اور سوءِ ظن ممنوع
اور حرام۔ اور اسی طرح ان مسلمانوں کے حق
میں بھی کہ جن کا ظاہر حال عدالت ہے اسوءِ
ظن ممنوع ہے جس سے سختی سے روکا گیا
ہے اور یہ بھی اسی ظن محظور ومنہی عنہ میں
داخل ہے۔ ۔ ۔ ۔ اور ام المومنین
حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی رہائش گاہ

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے گھر میں
تھی، راہ میں دو انصاری مردوں کا گزر ہوا
انہوں نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا
تو تیزی اختیار کی آپ نے فرمایا ٹھہر جاؤ
یہ صفیہ بنت حیی ہیں۔ دونوں نے عرض کیا
یارسول اللہ، سبحان اللہ (یعنی بھلا اس
بات کے جتانے کی کیا ضرورت تھی اور آپ
کی جناب میں بدگمانی کا کیا موقع ہو سکتا تھا)
ارشاد فرمایا کہ شیطان انسان کے
اندر اس طرح دوڑتا ہے جس طرح سے
کہ خون کا اس کے اندر دوران ہوتا ہے
سو مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ تمہارے دل
میں کوئی خیال آئے یا برائی کا خطرہ گزرے
. . . اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ
روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ نے
فرمایا ایاکم والظن فان الظن اکذب
الحدیث (بچو تم بدگمانی سے کیونکہ بدگمانی
سب سے جھوٹی بات ہے) سو یہ
تو ظن "ممنوع" کا بیان ہے یعنی کسی مسلمان کے
متعلق بغیر کسی ضروری وجہ سے بدگمانی کرنا نیز
ہر وہ ظن (اٹکل) کہ جس کی معرفت کا

راستہ موجود ہے اور شریعت نے وہاں پر عبادت
حصول علم (یقین) پر وابستہ رکھی ہے (ایسا ظن
بھی ممنوع ہے کیونکہ جب عبادت کی بجا آوری
علم کے حصول پر وابستہ ٹھہری اور اس علم پر
دلیل بھی قائم کر دی گئی اور پھر بھی اس نے دلیل
کا اتباع نہیں کیا اور ظن (اٹکل) پر ہی اڑا رہا
تو جس چیز کا وہ مامور تھا اس کو چھوڑ بیٹھا۔
لیکن جس جگہ پر کوئی ایسی دلیل نہیں بتلائی
گئی کہ جو اس کو علم و یقین کے مقام پر پہنچا سکے
اور وہاں حکم کی بجا آوری عبادت میں داخل
ہے تو ایسی جگہ پر "ظن غالب" ہی پر اکتفا اور اس
پر عمل درآمد واجب ہے۔ چنانچہ اس قسم کے
احکام کی مثالیں کہ جن کی بجا آوری کا ہمیں
حکم ہے جیسے عادل گواہوں کی شہادت
کو قبول کرنا (اور اشتباہ کے وقت) اٹکل سے
قبلہ کا رُخ متعین کرنا اور (خصومت کے
وقت) تلف شدہ اشیاء کی قیمتوں کا تعین
کرنا۔ نیز ان جنایات کا تاوان مقرر کرنا کہ
شرع کی جانب سے جن کی
مقداروں پر کوئی اطلاع نہیں ہے سو یہ
اور اسی قسم کے اور مسائل میں ہم کو

ظنِ غالب کے احکام نافذ کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

اور "ظنِ مباح" جیسے وہ شخص کہ جس کو نماز میں اکثر شبہ ہو جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اٹکل اور ظنِ غالب پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔ سو اگر وہ ظنِ غالب پر عمل کرے تو مباح ہے اور اگر بجائے ظنِ غالب کے یقین پر بنا رکھا اور نئے سرے سے نماز پڑھے، تب بھی جائز ہے (کیونکہ یہ امر وجوبی نہیں ہے) . . . . اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اذا ظننتم فلا تحققوا (جب تم کو کچھ گمان ہو تو تحقیق میں مت پڑو) سو یہ وہ ظن (گمان) ہے جو انسان کے دل میں اپنے بھائی کے متعلق پیدا ہو جاتا ہے اور شک میں ڈال دیتا ہے سو ایسے گمان کی تحقیق مناسب نہیں۔

اور "ظنِ مندوب الیہ" مسلمان بھائی کے ساتھ وہ حسنِ ظن ہے کہ اس کے متعلق ترغیب دی لائی گئی ہے اور اس پر ثواب ہوگا۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ جب مسلمان کے متعلق بدظنی ممنوع ہے تو حسنِ ظن واجب ہونا چاہیے تو اس کا جواب یہ ہے کہ نہیں یہ واجب نہیں ہے کیونکہ بدظنی اور حسنِ ظن دونوں کے مابین ایک بیچ کی چیز بھی موجود ہے اور وہ یہ کہ اس کے متعلق کچھ بھی ظن نہ رکھے، پھر جب اس نے اس شخص کے متعلق حسن ظن رکھا تو ایسے فعل کو انجام دیا ہے جو فعل مرغوب ہے۔[1]

غور فرمائیے شریعت کے بیشتر معاملات کا دار مدار ظن پر ہے۔ دنیا کا سارا کاروبار ظن پر چل رہا ہے نسب کا ثبوت میراث کی تقسیم حد و قصاص کا اجرا سب ظنی اخبار پر موقوف ہے کیا دو یا گواہوں کی شہادت سے ظن یقین میں تبدیل ہو جاتا ہے اور ان کی شہادت میں کذب کا امکان باقی نہیں رہتا۔ آخر اس امر کا یقینی ثبوت کس طرح ہم پہنچایا جا سکتا ہے کہ زید، عمرو ہی کا بیٹا ہے آخر سوائے ظن کے یہاں اور کس چیز کا اعتبار ہے مگر ان منکرین حدیث کی دانش فروشی ملاحظہ ہو کہ انہوں نے خبر واحد میں سرے سے ظن کا اعتبار ہی اڑا دیا۔ قاضی ابوبکر بن العربی :۔ بالکل ٹھیک

[1] احکام القرآن ج ۳ ص ۴۹۹ و ۵۰۰ طبع مصر ۱۳۴۷ھ

لکھا ہے: ھی مسئلۃ تفرق بین الغبی والفطن
(ظن کے ماننے اور نہ ماننے کا مسئلہ غبی اور ذکی
کی شناخت کر دیتا ہے) پ ۴/۲ پ ۶/۲ پ ۸/۱،۵ پ ۱۱/۹،۱۱
پ ۲۳/۱۲ پ ۲۶/۹،۱۰،۱۴

ظَنًّا پ ۲/۱۳ پ ۱۱/۹ پ ۲۵/۲۰

ظَنَّ: وہ اٹکلا، اس نے اٹکل کی۔ اس نے گمان کیا، اس نے جانا۔ ظَنٌّ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب آیہ شریفہ وَظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ (اور یقین کیا کہ آیا اب وقت جدائی کا) میں ظن بمعنی یقین ہی امام راغب لکھتے ہیں وَظَنَّ اَهْلُهَا اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَا (اور گمان کیا زمین والوں نے کہ وہ اس سے نفع اندوزی پر قادر ہیں) میں بات کو جتلانا ہے کہ اپنی قوی امید اور توقع کی بدولت یقین کرنے والوں کے حکم میں ہو گئے تھے اور وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ (اور خیال میں آیا داؤد کے کہ ہم نے اس کو جانچا) میں ظَنَّ بمعنی عِلم ہے اور "فتنہ" یہاں اسی معنی میں ہے جس معنی میں ارشاد ہی وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا (اور جانچا تجھ کو ایک رہ جانچنا) اور ارشاد الٰہی وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ (اور مچھلی والے (یعنی یونس علیہ السلام) کو یاد کرو جب چلا گیا غصہ کھا کر پھر گمان کیا کہ ہم تنگ نہ پکڑیں گے) کے بارے میں کہا گیا ہے کہ بہتر یہی ہے کہ یہاں ظن بمعنی وہم ہو یعنی انکو وہم گزرا کہ ہم ان پر تنگی نہ کریں گے۔ پ ۱۱/۸ پ ۱۲/۱۵ پ ۱۴/۶ پ ۱۸/۸
پ ۲۳/۱۱،۱۲ پ ۲۹/۱۶ پ ۳۰/۹

ظَنُّكُمْ: تمہارا گمان، تمہارا خیال۔ ظَنٌّ مضاف ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ۔ یہاں بھی حسب تصریح امام راغب ظن اس اعتقاد ہی کے معنی میں ہے جو یقین کا حکم رکھتا ہے۔ پ ۲۳/۴ پ ۲۴/۱۶

ظَنَنَّا: ہم نے گمان کیا، ہم نے خیال کیا۔ ظَنٌّ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم پ ۲۹/۱۱

ظَنَنْتُ: میں نے یقین کیا۔ میں نے جانا۔ ظَنٌّ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم پ ۲۹/۱۱

ظَنَنْتُمْ: تم نے گمان کیا، تم نے خیال کیا، تم نے جانا، تم نے اٹکل کی۔ تم نے یقین کیا۔ ظَنٌّ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ یہاں بھی ظن بمعنی یقین ہی ہے اور زیادہ تر "ظن مذموم" کے لیے استعمال ہوا ہے۔ پ ۲۴/۱۶ پ ۲۶/۱۰ پ ۲۸/۴ پ ۲۹/۱۱

ظَنُّوْا: انہوں نے یقین کیا، انہوں نے جانا، انہوں نے گمان کیا۔ ظَنٌّ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ آیہ شریفہ وَظَنُّوْا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ (اور انہوں نے گمان کیا کہ وہ ہماری طرف پھر نہ آویں) کے متعلق راغب نے لکھا ہے کہ یہاں

آنے کا لانا جو کہ اس ظن کے لیے لایا جاتا ہے جس کے
نی یقین کے ہوں اس بات پر تنبیہ ہے کہ ان
لوں کو اس کا ایسا ہی اعتقاد تھا جیسا کسی یقینی
ت کا ہوتا ہے، حالانکہ یہ چیز یقین کے قابل نہ
تھی۔ اور وَظَنُّوْا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ
اور وہ خیال رکھتے تھے کہ ان کا بچاؤ ہے ان کے
قلعے کے معنی یہ ہیں کہ انہوں نے اس کا ایسا
اعتقاد کر لیا تھا کہ جس سے وہ یقین رکھنے والوں
کے حکم میں ہو گئے تھے۔ ب ۹/۱۱، ب ۱۱/۲،۸، ۱۳/۶، ۱۵/۱۹
۲۰/۷، ۲۵/۱، ۲۸/۴، ۲۹/۱۱

ظُنُوْنَا: طرح طرح کے گمان ظنٌّ کی جمع ہے اور الف اشباع کا ہے۔ ارشاد باری وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا (اور گمان کرتے تھے تم اللہ کے ساتھ طرح طرح کے گمان) کے متعلق علامہ محمود آلوسی لکھتے ہیں: ۔

"ظنون، جمع ہے ظن کی اور ظن گو مصدر اور قلیل و کثیر سب کو شامل ہے تاہم جمع کو اس لیے لایا گیا ہے کہ اس کے متعدد انواع پر دلالت کرے چنانچہ اشعار عرب میں بھی اس کا استعمال اسی غرض کے لیے ہوا ہے۔ ابو عمر نے کتاب الالحان میں یہ شعر درج کیا ہے: ۔

اذا الجوزاء اردفت الثریا
ظننت بآل فاطمة الظنونا

آیۃ کا مطلب یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی جناب میں طرح طرح کے مختلف گمان کر رہے تھے تم میں سے جو لوگ مخلص اور راسخ الایمان تھے وہ یہ سمجھتے تھے کہ اللہ سبحانہ نے اپنے دین کو بلند کرنے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کا جو وعدہ فرمایا ہے وہ ضرور پورا فرما کر رہے گا چنانچہ آگے چل کر جو ان کا مقولہ بیان فرمایا جا رہا ہے کہ هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ، وَمَا زَادَهُمْ اِلَّا اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا (یہ وہی ہے جو وعدہ دیا تھا ہم کو اللہ اور اس کے رسول نے اور سچ کہا اللہ اور اس کے رسول نے اور ان کو اور بڑھایا یقین اور اطاعت کرنا) یہ اسی بات کو ظاہر کر رہا ہے۔

یا یہ خیال کر رہے تھے کہ حق تعالیٰ شانہ ان کا امتحان لینے والا ہے اور ڈر رہے تھے کہ کہیں ان کے قدم نہ ڈگمگا جائیں اور جس حادثہ سے انہیں دوچار ہونا ہے اس کا تحمل کر سکیں

ظاہر ہے کہ ایسا خیال کرنا اخلاص و استقلال کے منافی نہیں ہے۔ اور منافقین اور جن لوگوں کے دلوں میں کھوٹ تھا وہ اس سوچ میں تھے جس کا ذکر آیہ کریمہ وَإِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا (اور جب کہنے لگے منافق اور جن کے دل میں روگ ہے جو وعدہ دیا تھا ہم کو اللہ نے اور اس کے رسول نے سب فریب تھا) میں ہے۔

اور ابن جریر و ابن ابی حاتم نے حسن بصری سے یہ نقل کیا ہے کہ آیت میں ظنون مختلفہ کا بیان ہے۔ منافقوں کا تو یہ ظن تھا کہ (اعوذ باللہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کا بالکل خاتمہ ہو جائے گا اور مسلمانوں کو یقین تھا کہ اللہ اور اس کے رسول کا وعدہ حق ہے، اور دین اسلام بہت جلد سب ادیان پر غالب ہو کر رہے گا۔

نیز یہ بھی اختیار کیا جا سکتا ہے کہ آیت میں خطاب صرف مسلمانوں ہی کو ہو ظاہراً بھی اور باطناً بھی۔ اور اختلاف ظنون بایں صورت ہو کہ کبھی یہ خیال آیا کہ حق تعالیٰ شانہ کفار کے مقابل ان کی مدد تو ضرور فرمائیگا مگر اسی کو معلوم ہے کہ ان پر مسلمانوں کا پورا استیلا ہو سکے یا نہ ہو، اور کبھی یہ خیال ہوا کہ پہلے ان کے خلاف خدا کافروں کی مدد فرمائے گا اور وہ مدینہ پر قابض ہو جائینگے اور پھر بعد میں مسلمانوں کو نصرت عطا کی جائے گی۔ اور کبھی یہ خطرہ گزرا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کافروں کی مدد ہو جائے اور وہ مسلمانوں کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکیں اور جاہلیت کا دور دورہ ہو جائے۔ یا اختلاف ظنون اس بنا پر ہو اگر کسی کو یہ خیال تھا اور کسی کو وہ اور کسی کو کچھ اور۔ اور اس صورت میں یہ لازمی ہے کہ جو ظن مسلمان کی شان کے لائق نہیں وہ نفس کا خطرہ ہے کہ جو خوف طبعی کی بنا پر ضروری ہوتا ہے اور جس کا دفعیہ انسانی دسترس سے باہر ہے۔ اور ایسا خطرہ معاف بھی ہے۔

یا یہ کہنا چاہیئے کہ ان کے ظنون مختلفہ یہ تھے۔ ان کو گمان تھا کہ ان کی مدد ہو گی اور دشمن ان کو ذرا نقصا [illegible] پہنچا سکے گا۔ اور یہ بھی خیال تھا کہ مدد تو ہو گی مگر نقصان اٹھانے کے بعد نیز امتحان و آزمائش کا بھی ڈر تھا اس صورت میں کسی اور توجیہ کی ضرورت

ہی نہیں رہتی" [1]

اور علامہ نظام الدین نیشاپوری لکھتے ہیں :-

"ظن کی جو جمع لائی گئی ہے اس کے فوائد میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس بات کا یقینی طور پر علم ہو جائے کہ ان میں سے بعض لوگوں کا ظن قطعی غلط تھا، کیونکہ ظاہر ہے "ظنون مختلفہ" سب کے سب صحیح نہیں ہو سکتے۔ یا تو سب کے سب غلط ہوں گے ورنہ بعض تو ضرور ہی ہوں گے اور پھر یہ مقام ہے بھی نتائج خوف ہی کے بیان کا" [2] $\frac{21}{18}$

ظَنَّهٗ : اس کی اٹکل۔ اس کا گمان۔ اس کا اندیشہ۔ ظَنَّ مصدر مضاف، ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ $\frac{22}{8}$

فصل الہاء

ظَهَرَ : وہ کھلا، وہ ظاہر ہوا، وہ آشکارا ہوا، وہ غالب ہوا، وہ پھیل پڑا (فتحہ) ظُهُوْرٌ سے ماضی کا واحد مذکر غائب۔ راغب لکھتے ہیں :-

ظَهَرَ الشَّیْءُ کا اصل مطلب یہ ہے کہ کوئی شئے پشت [3] زمین پر نمودار ہے اور مخفی نہیں ہے اور بطن کے معنی یہ ہیں کہ وہ زمین کے اندر موجود ہے اور مخفی ہے۔ پھر ظَهَرَ کا استعمال ہر اس شئے کے بارے میں ہونے لگا کہ جو آشکارا ہو اور بصر و بصیرت سے نظر آتی ہو"۔

اور علامہ احمد فیومی المصباح المنیر میں فرماتے ہیں کہ ظہور کے معنی ہیں خفا کے بعد نمودار ہونے کے چنانچہ کہا جاتا ہے ظَهَرَ لِی رَأْیٌ (مجھے یہ رائے ظاہر ہوئی) یعنی پہلے معلوم نہ تھی اب معلوم ہوئی۔ اور جب اس کا صلہ علیٰ آتا ہے تو اس کے معنی اوپر سے جھانکنے، بلند مقام پر چڑھنے اور غلبہ پانے کے آتے ہیں۔

آیہ شریفہ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا (اور نہ دکھاویں اپنا سنگار مگر جو کھلی چیز ہے اس میں سے) میں "زینت" سے زینت خلقی اور زینت کسبی دونوں مراد ہو سکتی ہیں۔ کیونکہ زینت کا لفظ خلقی محاسن اور پیدائشی خوبیوں

---

[1] روح المعانی ج ۱۱ ص ۱۴۰ و ۱۴۱ طبع منیریہ مصر [2] تفسیر نیشاپوری موسوم بہ غرائب القرآن و رغائب الفرقان ج ۲۰ ص ۸۸ طبع شدہ برحاشیہ تفسیر ابن جریر طبع میریہ ۱۳۱۸ھ [3] عربی میں ظہر کے معنی پشت ہی کے ہیں۔

کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے اور ران تمام چیزوں کے
لیے بھی کہ جن کو انسان اپنی آرائش و زیبائش کے
لیے استعمال میں لاتا ہے جیسے عمدہ لباس اور
زیورات وغیرہ ہیں مفسرین سلف میں سے بعض
نے یہاں زینت خلقی مراد لی ہے اور بعض نے زینت
کسبی جن لوگوں نے زینت کسبی مراد لی ہے انہوں
نے اس کو تین باتوں میں منحصر کیا ہے۔

(۱) وہ رنگ جو زینت کے لیے استعمال کیے
جاتے ہیں جیسے آنکھ کے لیے سرمہ ابروؤں کے
لیے وسمہ رخساروں کے لیے زعفران اور ہاتھ
پاؤں کے لیے مہندی۔

(۲) زیورات جیسے انگوٹھی، کنگن، پازیب، پہنچی،
بازوبند، ہار، تاج، جھومر، کمر پیٹی اور آویزے
وغیرہ۔

(۳) کپڑے۔ چنانچہ قرآن مجید میں خُذُوا
زِينَتَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ (لو اپنی رونق
سر نماز کے وقت) میں زینت سے کپڑے ہی مراد ہیں
اب جو علماء کہ زینت سے "زینت خلقی" مراد
لیتے ہیں۔ ان کے نزدیک آیت کے معنی یہ ہوں گے
کہ عورتیں اپنے سارے بدن کو ظاہر نہ کریں سوائے
ان اعضاء کے کہ جن کے کھولنے میں مجبوری اور
ناچاری ہے اور جو عادتاً کھلے ہی رہتے ہیں عورتوں
میں ایسے اعضاء چہرہ اور دونوں ہاتھ ہی ہیں
کیونکہ ان کے چھپانے میں سخت حرج ہے کہ چیزوں کے
اٹھانے رکھنے اور لینے دینے میں ہاتھوں ہی سے
کام لینا پڑتا ہے اسی طرح چلنے پھرتے آنے جانے
اٹھنے بیٹھنے میں چہرہ کا کھل جانا بھی لازمی ہے تو
اگر ضرورت کے وقت غیر محرم اجنبی کے سامنے چہرہ
اور دونوں ہاتھ کھولے تو اس کی اجازت ہے
کہ یہ اعضاء عورت کے ستر میں داخل نہیں ہیں
اور نماز میں عورت کو ان کے کھولنے کا حکم ہے اور
جو حضرات کہ زینت سے زینت کسبی مراد لیتے
ہیں وہ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں زینت کا لفظ مذکور
ہے اور ظاہر ہے کہ زینت جب عورت کے بدن
سے علیحدہ ہو تو اس زینت کا دیکھنا بالاتفاق حلال
اور جائز ہے اب جب حق سبحانہ تعالیٰ نے اس
زینت کے اظہار سے بھی منع فرمایا کہ جو عورت کے بدن
پر ہے تو اس کے اعضاء پر نگاہ ڈالنے کی حرمت تو
اور زیادہ ہوئی، ہاں اِلَّا مَا ظَهَرَ سے جس زینت
کے چھپانے میں ناچاری ہے اس کے کھولنے کی
اجازت ہوئی۔ اب ناچاری کو یا ہاتھ کی مہندی
انگلی کا چھلا۔ آنکھ کا کاجل، لبوں کی سُرخی،

رخسار کا غازہ کھل جائے، یا عورت کی چھٹی پوشاک اور نیچی یا پوشش پر نظر پڑ جائے تو روا ہے۔ [1]

بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ اِلَّا مَا ظَهَرَ سے مراد چہرہ اور دونوں ہاتھ ہیں نیز طبری اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی تفسیر میں سرمہ اور انگوٹھی کو بھی روایت کیا ہے۔ اور مصنف ابن ابی شیبہ میں عکرمہ، ابو صالح اور سعید بن جبیر سے اور مصنف عبدالرزاق میں قتادہ سے بھی یہی تفسیر مروی ہے البتہ طبری نے متعدد طرق سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد کپڑے ہیں۔ [2]

استاذ مرحوم مولانا حیدر حسن خان ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ نے پردہ کے ثبوت میں ایک مستقل رسالہ عربی زبان میں تصنیف فرمایا ہے جس کا نام ہے الحجاب فی الاسلام یہ ۱۳۵۰ھ ہجری مطبع قیمہ بمبئی سے چھپ کر شائع ہو چکا ہے استاذ مرحوم نے رسالہ مذکور میں حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کے اقوال کے مابین بایں طور تطبیق دی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کا محمل حالت نماز ہے یعنی نماز میں تو عورت کو سوائے دونوں ہاتھوں اور چہرہ کے باقی سارے بدن کا ڈھانپنا ضروری ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں نظر کا حکم مذکور ہے کہ اجنبی مرد کو سر سے پا تک عورت کے کسی عضو پر نظر ڈالنے کی اجازت نہیں اگر وہ عورت پوری طرح سے پیر تک کپڑوں میں لپٹی ہوئی ہو تو اوپر کے کپڑے جو بضرورت ظاہر ہوں جیسے چادر یا برقع وغیرہ ان کے دیکھنے میں مضائقہ نہیں۔ پ ۸/۶، ۱۱ پ ۱۰/۱۳ پ ۱۵/۱۰

۲۱/۸

ظَهْرَكَ: تیری پیٹھ۔ تیری پشت ظَهْرٌ اور بطن دو متقابل اعضا کے نام ہیں بطن پیٹ کو کہتے ہیں اور ظَهْر پیٹھ کو۔ تاج العروس میں ہے کہ انسان کی "ظہر" کاندھے سے شروع ہو کر سرین کے قریب اس کے آخر پر ختم ہوتی ہے یہ لفظ عربی زبان میں مذکر آتا ہے اور ان اسماء میں سے ہے کہ

---

[1] تفصیل کے ملاحظہ ہو تفسیر کبیر از امام رازی سورۃ النور، آیہ مذکورہ

[2] نصب الرایہ لاحادیث الہدایہ للزیلعی ج ۲ ص ۲۸۸ طبع علوی لکھنؤ۔

جو ظروف کی جگہ استعمال ہوتے ہیں اس کی جمع اَظْهُرٌ
ظُهُورٌ اور ظُهْرَانٌ ہے۔ ظَهْرَ مضاف کُمْ ضمیر
جمع مذکر حاضر مضاف الیہ پ ۳۰/۱۹

ظَهْرِهٖ: اس کی پیٹھ اس کی پشت۔ ظَهْرِ مضاف
ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔

پ ۲۵/۵ ر ۳۰

ظَهْرِهَا: اس کی پیٹھ اس کی پشت۔
ظَهْرِ مضاف، هَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف
الیہ۔ راغب نے تصریح کی ہے کہ روئے زمین کے
لیے بھی بطور استعارہ ظهر کا استعمال ہوتا ہے
چنانچہ کہا جاتا ہے ظهر الارض و بطنها ۱۲/۲۲

ظِهْرِيًّا: بھولا بسرا، فراموش شدہ، پیٹھ پیچھے
ڈالا ہوا۔ علامہ زمخشری کشاف میں لکھتے ہیں۔
"ظِهْرِيٌّ ظَهْرٌ کی طرف منسوب ہے اور
کسرہ نسبت کے تغیرات میں سے ہے جیسے
اَمْس کی طرف نسبت کرتے ہیں تو اِمْسِيٌّ
بولتے ہیں" ؎۱

اصل میں جو چیز پیٹھ پیچھے ڈال کر بھلا دی جائے وہ
ظہری کہلاتی ہے۔ اسی لیے کوتل اونٹ کو بھی
ظہری کہتے ہیں۔ کیونکہ اس کا مالک اس پر سوار
ہوتا ہے اور نہ اس پر کچھ لادتا ہے بلکہ وقت ضرورت
کے لیے تیار کر کے رکھ چھوڑتا ہے۔ ؎۲ پ ۱۲/۸

ظُهُوْرِكُمْ: تمہاری پیٹھیں، تمہاری پشتیں۔ ظُهُوْرِ
ظَهْرٌ کی جمع مضاف ہے کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر
مضاف الیہ پ ۱۱/۴

ظُهُوْرِهٖ: اس کی پیٹھیں، اس کی پشتیں ظُهُوْرٌ جمع
ظُهُوْرِ مضاف، ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ
آیہ شریفہ وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ
مَا تَرْكَبُوْنَ لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ
(اور بنا دی تم کو کشتی اور چوپایا جس پر تم سوار ہوتے ہو تا
چڑھ بیٹھو اس کی پیٹھ پر) کے متعلق امام فخرالدین
رازی تفسیر کبیر میں رقمطراز ہیں۔

"یہاں دو سوال ہیں۔ ایک یہ کہ (جمع کے اعتبار
سے بجائے علی ظهوره کے) علی ظهورها
کیوں نہ فرمایا گیا۔ علماء نے اس کے متعدد
جوابات دیئے ہیں (۱) ابو عبیدہ کا بیان ہے
کہ تذکیر ضمیر لفظ ما کے لحاظ سے ہے۔ تقدیر
عبارت یہ ہے لتستووا على
ظهور ما تركبوه (۲) فراء کہتے ہیں کہ ظهور
کی اضافت ایسے واحد کی طرف ہے کہ جس

؎۱ تفسیر کشاف ج ۱ ص ۶۱۱ طبع مصر ؎۲ ملاحظہ ہو تاج العروس۔

میں جمع کے معنی موجود ہیں جس طرح سے کہ
(سپاہ) اور جند (لشکر) ہیں۔ اور یہی وجہ ہے
کہ ضمیر کو مذکر لایا ہے اور ظہور کو جمع
(۲) یہ تانیث تانیث حقیقی نہیں لہذا الفاظ
کا مختلف ہونا اس میں جائز ہے چنانچہ بولا
جاتا ہے عندی من النساء من یوافقک
(کہ یہاں بجائے من یوافق
کے من توافق صیغہ واحد مؤنث غائب
ہونا چاہیے تھا مگر چونکہ تانیث حقیقی نہیں ہے
اس لیے صیغہ کا اختلاف جائز ہے)۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ رکبوا الانعام اور
رکبوا فی الفلک بولا جاتا ہے۔ یعنی "انعام" کی
طرف رکوب کا تعدیہ بلا واسطہ ہوتا ہے اور
"فلک کی طرف بواسطہ فی، اب یہاں
الفلک اور الانعام دو جنسوں کو ذکر کرکے صرف
ترکبون کیوں فرمایا گیا، اس کا جواب یہ ہے کہ
متعدی بغیر واسطہ کو اس کی قوت کی بنا
پر متعدی بالواسطہ پر غالب کر دیا گیا
ہے،، [1] ب ۲۵

ظُهُوْرِهَا: ان کی پیٹھیں۔ ان کی پشتیں ظُهُوْر
مضاف، ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ
دوسرے پارے میں ھا کا مرجع الواب ہیں اور
آٹھویں میں انعام س ۲/۸ ب ۵/۳

ظُهُوْرِهِمْ: ان کی پیٹھیں، ان کی پشتیں ظُهُوْرِ
مضاف، ھِمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ
ب ۱/۱۲ ب ۴/۱۰ ب ۷/۱۰ ب ۱۰/۱۱ ب ۱۴/۳

ظُهُوْرُهُمَا: ان کی پیٹھیں، ان کی پشتیں۔
ظُهُوْر مضاف، ھُمَا ضمیر تثنیہ مذکر غائب
مضاف الیہ ب ۵

ظَهِيْرٌ: یاور، پشتیبان، مددگار مُظَاهَرَةٌ
سے بروزن فَعِیْلٌ بمعنی فاعل صفت کا صیغہ ہے
علامہ لغوی سید مرتضیٰ زبیدی تاج العروس میں
لکھتے ہیں:۔

"ظَهِيْرٌ بروزن امیر بمعنی معین و مددگار
ہے۔ واحد اور جمع دونوں میں اس کا استعمال
یکساں ہے، اور ظہیر کی جمع اس لیے نہیں
بنائی کہ فعیل اور فعول دونوں
میں مذکر و مؤنث اور جمع کا استعمال یکساں
طور پر ہوتا ہے، چنانچہ ارشاد ہے اِنَّا رَسُوْلُ
رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (بلاشبہ ہم دونوں رب العلمین

[1] تفسیر کبیر ج ۷، ص ۲۳۲ و ۲۳۳ طبع مصر۔

کے فرستادہ ہیں، اور فرمایا وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ
ذٰلِكَ ظَهِيْرًا (اور فرشتے اس کے پیچھے
مددگار ہیں) ابن سیدہ کا بیان ہے کہ یہ اس
محاورہ کے مطابق ہے جس کو سیبویہ
نے اہلِ عرب سے نقل کیا ہے کہ وہ جماعت
کو کہتے ہیں هم صديق (وہ دوست ہیں)
اور هم فريق (وہ ایک گروہ ہیں)
لیکن یہ واضح رہے کہ علامہ ابن مالک نحوی نے
"الاعلام بمثلث الکلام" میں اس کی جمع ظُهُرٌ
لکھی ہے فرماتے ہیں:-

فهو ظهير والجميع ظهرا
على قياس للخلاق ابى[1]

ہاں قرآن کریم میں بلاشبہ آیت وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ
ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ میں جو اس کی جمع ظُهُرٌ نہیں
لائی گئی اس کی وجہ وہی ہے جو صاحب تاج العروس
نے لکھی ہے چنانچہ امام رازی نے تفسیر کبیر میں
اور قاضی شوکانی نے فتح القدیر میں آیہ مذکور کے
تحت ابو علی فارسی اور فراء وغیرہ سے یہی نقل کیا ہے
آیہ کریمہ وَكَانَ الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ ظَهِيْرًا اور
ہے کافر اپنے رب کی طرف سے پیٹھ دے رہا ہے کے
متعلق امام راغب لکھتے ہیں:-
"یعنی کافر رحمٰن کی مخالفت میں شیطان کا مددگار
ہے۔ اور ابو عبیدہ کا بیان ہے کہ ظهیر
بمعنی مظهر ہے (وہ چیز جو پیٹھ پیچھے
ڈال دی گئی ہو فعیل بمعنی مفعول) ہے یعنی
اللہ تعالیٰ کے نزدیک بے وقعت اور ذلیل
ہے جس طرح سے کہ پیٹھ پیچھے ڈالی ہوئی
چیز ہوتی ہے عرب کا محاورہ ہے ظهر بكذا
یعنی اس کو پس پشت ڈال کر پھر التفات نہ
کیا ہو"

اور امام رازی نے تفسیر کبیر میں توجیہ مذکور کے علاوہ
دو توجیہیں اور نقل کی ہیں:-
(۱) ظهیر بمعنی مظاهر ہے جیسے عوین بمعنی معاون
اور فعیل بمعنی مفاعل غریب نہیں ہے اور معنی یہ
ہیں کہ کافر خدا سے عداوت کر کے شیطان کا معین
مددگار بن جاتا ہے۔
(۲) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ظهیر سے جماعت مراد ہو
جیسا کہ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ میں ہے
اور جس طرح سے کہ صدیق اور خلیط کا استعمال ہوتا ہے
اس تفسیر پر کافر سے جنس کافر مراد ہو گی اور مطلب یہ

[1] کتاب مذکور ص ۱۱۰ طبع جمالیہ مصر ۱۳۲۹ھ۔

ہوگا۔ کہ کافر نورحق کے گل کرنے میں ایک دوسرے کے معین و مددگار رہیں۔ ارشاد ہے وَاِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَهُمْ فِى الْغَيِّ (اور جو شیطانوں کے بھائی ہیں وہ ان کو کھینچے جاتے ہیں غلطی میں)[1]

اور قاضی شوکانی نے ایک اور توجیہ بھی نقل کی ہے وہ یہ کہ آیت میں رب سے کافر کا وہ معبود مراد لیا ہے جس کی وہ پرستش کرتا ہے یعنی بت اور ظہیر کے معنی قوی اور غالب کئے جائیں۔ اب مطلب صاف ہے کہ جماد میں نہ دفع کرنے کی قوت ہے نہ نفع دینے کی طاقت، بلکہ کافر ہی اس پہ قوی اور غالب ہے کہ جو چاہتا ہے وہ اس کے ساتھ کرتا رہتا ہے[2]

۲۸/۱۹ ۲۲/۹

ظَهِيْرًا ۱۵/۱۰ ۱۹/۲۰ ۲۰/۵، ۱۲

ظَهِيْرَة : دوپہر، نیمروز، وقت ظہر، ٹھیک دوپہر میں جو گرمی کی شدت ہوتی ہے وہ "ظہیرہ" کہلاتی ہے۔ ابن الاثیر اور ابن سیدہ نے تصریح کی ہے کہ موسم سرما میں دوپہر کو "ظہیرہ" نہیں بولتے ہیں[3]۔ قرآن کریم میں اس سے قیلولہ کا وقت مراد ہے ظَهَائِر جمع ہے ۱۸/۱۴

---

[1] ملاحظہ ہو کتاب مذکور ج ۶ ص ۴۹۲ [2] فتح القدیر ج ۴ ص ۸۱ طبع بابی حلبی مصر۔
[3] تاج العروس۔

بابُ العین المُہملة

فصل الالف

عَابِدٌ: پوجنے والا، عبادت کرنے والا، بندگی کرنے والا۔ عِبَادَةٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر (ملاحظہ ہو عِبَادَةٌ) ۳۰/۲۴

عٰبِدٰتٍ: عبادت کرنے والیاں، بندگی بجا لانے والیاں۔ عِبَادَة سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث عَابِدَةٌ کی جمع۔ حضرت حسن بصری اور سعید بن جبیر نے "عابدات" کے معنی کثرت سے عبادت کرنے والیوں کے بیان کیے ہیں۔[لہ] ۲۸/۱۹

عٰبِدُوْنَ: عبادت کرنے والے، بندگی کرنے والے، خدمت کرنے والے، مطیع عِبَادَةٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر، عَابِدٌ کی جمع بحالت رفع۔

ارشاد الٰہی وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ (اور ان کی قوم تو ہماری بندگی کرتی ہے) میں اکثر مفسرین نے "عابدون" کی تفسیر خادمون سے کی ہے، کیوں کہ ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل کو فرعون بے عون نے خادم اور غلام بنا رکھا تھا چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰة والسلام جب اس کے دربار میں تبلیغ رسالت کے لیے تشریف لیجاتے ہیں اور بنی اسرائیل کو اپنے ساتھ لیجانے کا مطالبہ فرماتے ہیں تو فرعون طعنہ دیتا ہے اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا وَّلَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ (کیا نہیں پالا ہم نے تجھ کو اپنے اندر لڑکا سا اور رہا تو ہم میں کئی برس) اور جواب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اسی حقیقت کو آشکارا فرماتے ہیں کہ وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ (اور یہ وہ احسان ہے جس کو تو مجھ پر اس لیے رکھتا ہے کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے) عربی زبان میں عابد کے معنی مطیع

لہ تفسیر فتح القدیر ج ۵ ص ۲۴۴ - طبع مصر-

زنا بردار اور خادم کے بھی آتے ہیں چنانچہ امام ابن جریر طبری فرماتے ہیں :-

العرب تسمی کل من	اہل عرب ہر اس شخص کو جو کسی
دان لملك عابدا	بادشاہ کے آگے سر تسلیم خم کر
له ومن ذلك قیل	دے اس کا عابد بتاتے ہیں
لاهل الحیرة العباد	اہل حیرہ کو "عباد" اسی لیے
لانهم کانوا اهل	کہا جاتا تھا کہ وہ شاہان عجم
طاعة لملوك العجم ؎	کے اطاعت گزار تھے۔

لیکن علامہ زمخشری اور بعض دوسرے مفسرین نے یہاں بھی عابدین کے معنی عبادت گزار اور پرستار ہی کے اختیار کیے ہیں۔ ان کے خیال میں چونکہ فرعون مدعی الوہیت تھا اس لیے وہ لوگوں کو اپنا پرستار ہی سمجھتا تھا لیکن پہلے معنی زیادہ مناسب معلوم ہوتے ہیں چنانچہ علامہ محمود آلوسی فرماتے ہیں :-

والاولی تفسیر	عابدوں کی تفسیر خادموں
عابدون بخادمون ؎	ہی سے کرنا بہتر ہے

البتہ اس میں اہل لغت کا اختلاف ہے کہ عابد بمعنی خادم حقیقت ہے یا مجاز۔ علامہ خفاجی نے راغب سے تصریح نقل کی ہے کہ ان

العابد بمعنی الخادم حقیقة ؎ پ ۱/۶ ۱۱/۳ ۳/۳ ۲۰/۳

عَابِدِیْنَ : عبادت کرنے والے، بندگی کرنے والے، پوجا کرنے والے، عِبَادَةٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر، عَابِدٌ کی جمع بحالت نصب وجر۔ آیہ کریمہ

قُلْ إِنْ كَانَ لِلرَّحْمَٰنِ وَلَدٌ فَأَنَا أَوَّلُ الْعَابِدِينَ (تو کہہ اگر ہو رحمٰن کو اولاد تو میں سب سے پہلے پوجوں) میں جمہور مفسرین نے عَابِدِیْنَ کو عِبَادَةٌ سے ہی مشتق مانا ہے۔ لیکن امام بخاری نے کتاب التفسیر میں اِنْ کَانَ کو بمعنے مَا کَانَ (نہیں ہے) اور عَابِدِیْنَ کو بمعنی اٰنِفِیْنَ (ناراض ہونے والے) بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں :-

اول العابدین ای	یعنی رحمٰن کے اولاد نہیں سو
ما کان اول الآنفین	میں تو اولاد ماننے سے پہلا
وهما لغتان عابدٌ	ناراض ہونے والا ہوں ناراض
وعبِدٌ ؎	ہونے والے کے لیے عابد
	اور عَبِدٌ دونوں لفظ استعمال
	ہوتے ہیں۔

اس معنی کے لحاظ سے عَابِدِیْنَ عَبِدَ یَعْبَدُ عَبَدًا (سَمِعَ) سے جس کے معنی ناراض اور غصہ ہونے کے ہیں، اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہوگا۔ لیکن اس

؎ تفسیر ابن جریر ج ۱۰ ص ۱۹ طبع میریہ بولاق مصر ۱۳۲۸ھ ؎ روح المعانی ج ۱۸ ص ۳۳ طبع منیریہ مصر
؎ صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۱۳ طبع مجتبائی دہلی -

معنی پر ایک سخت اشکال یہ ہے کہ عَبِدَ یَعْبَدُ سے صیغہ صفت عَبِدٌ مستعمل ہے اور عَابِدٌ کا استعمال قلیل و نادر بلکہ شاذ و نادر استعمال کی بنیاد پر قرآنِ مجید کے معنی کرنا کیا معنی۔ چنانچہ قاضی محمد بن علی شوکانی جو متاخرین علماء میں بہت نامور ہیں رقمطراز ہیں:۔

لا شك ان عبد واعبد بمعنى انف او غضب ثابت فى اللغة وكفى بنقل هؤلاء الائمة حجة ولكن جعل ما فى القرآن من هذا من التكلف الذى لا ملجأ اليه ومن التعسف الواضح وقد رد ابن عرفة ما قالوه فقال انما يقال عَبِدَ يَعْبَدُ فهو عَبِدٌ وقلما يقال عابد والقرآن لا يأتى بالقليل من اللغة ولا الشاذ[1]

اس میں شک نہیں کہ عَبِدَ اور اعبد کا استعمال لغت میں نفرت اور غصہ کیلئے ثابت ہے۔ اور ان ائمہ کی نقل اس کے بارے میں حجت ہے لیکن قرآن مجید میں یہ معنی لینا بلاوجہ کا تکلف اور کھلی ہوئی بے اعتدالی ہے چنانچہ ابن عرفہ نے ان لوگوں نے جو کچھ بیان کیا ہے اس کی تردید کی ہے اور کہا ہے کہ عَبِدَ یَعْبَدُ، عَبِدٌ تو بولا جاتا ہے مگر عَابِدٌ کا استعمال اس باب سے بہت کم ہوتا ہے۔ اور قرآن کریم قلیل الاستعمال اور شاذ الفاظ کو نہیں لاتا ہے۔

جمہور کے معنی بالکل صاف اور واضح ہیں یعنی بفرضِ محال اگر خدا کے کوئی اولاد ہو تو سب سے پہلے میں اس کی عبادت کروں۔ لیکن چونکہ اس کے لیے اولاد کا ہونا محال اس لیے میرا اس کی عبادت کرنا بھی محال۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے یوں کہا جائے کہ اگر پانچ جفت ہوں تو وہ دو مساوی حصوں پر برابر تقسیم ہوں گے۔ اب ظاہر ہے کہ پانچ کا جفت ہونا محال ہے۔ اسی طرح یہ آیت بھی قضیہ شرطیہ ہے کہ جس کے دونوں جزء محال و ممتنع ہیں لیکن ان کے باہم لزوم صادق ہے پس اگر مقدم فی الواقع پایا جائے گا تو تالی کا وقوع بھی لازم ہوگا، ورنہ نہیں[2] قرآن مجید میں اس طرح کی تعلیق بالمحال اور جگہ بھی ہے مثلاً لَوْ أَرَادَ اللّٰهُ أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا لَاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ سُبْحٰنَهٗ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ

[1] فتح القدیر ج ۴ ص ۵۵۰ طبع مصر [2] غرائب القرآن و رغائب الفرقان معروف بہ تفسیر نیشاپوری ج ۲۵ ص ۶۷، طبع امیریہ بولاق مصر ۱۳۲۹ھ بر حاشیہ تفسیر ابن جریر طبری۔

اَلْقَھَّارُ (اگر اللہ چاہتا کہ اولاد کرے تو چن لیتا اپنی
خلق میں جو چاہتا، وہ پاک ہے، وہی ہے اللہ اکیلا
دباؤ والا) یعنی بفرض محال اگر اللہ اولاد ہی چاہتا تو
حسب زعم مشرکین بیٹیاں ہی لینے کی کیا ضرورت
جیسی چیز یعنی بیٹے کیوں نہ لیتا لیکن چونکہ اللہ تعالےٰ
کے لیے اولاد محال اس لیے بیٹا بیٹی سب
محال پ ۱۷/۵،۶،۷ پ ۲۵/۱۲

عَابِرِیْ: گزرنے والے، عبور کرنے والے، راہ چلتے
مسافر عابری اصل میں عابرین تھا عابری سبیل یعنی سبیل
کی طرف اضافت کی بنا پر حسب قاعدہ نحو نون جمع ساقط
ہوگیا یہ عَبْرٌ اور عُبُوْرٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر
ہے اور عابر کی جمع بحالتِ نصب عام لغت نویس عَبْرٌ اور عُبُوْرٌ
دونوں کے معنی پانی پر سے گزرنے کے لکھتے ہیں، لیکن
امام راغب اصفہانی نے مفردات القرآن میں ان کے
باہم نہایت لطیف فرق بیان کیا ہے فرماتے ہیں:
"عَبْرٌ کے معنی ہیں اصل میں ایک حالت سے
دوسری حالت کی طرف تجاوز کرنا لیکن
عُبُوْرٌ کا استعمال پانی پر سے گزرنے کے
لیے مخصوص ہے۔ تیر کر اسے پار کیا جائے
یا کشتی میں بیٹھ کر خواہ اونٹ پر سوار ہو
کر یا پل کے اوپر سے گزر کر"

آیہ شریفہ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ
وَاَنْتُمْ سُکٰرٰی حَتّٰی تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا
جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ حَتّٰی تَغْتَسِلُوْا
اے ایمان والو نزدیک نہ ہو نماز کے جب تم کو نشہ ہو
یہاں تک کہ سمجھنے لگو تم جو کہتے ہو اور نہ جب کہ جنابت
میں مگر راہ چلتے ہوئے یہاں تک کہ غسل کر لو
میں "عابری سبیل" سے کیا مراد ہے اس
بارے میں مفسرین سلف سے دو قول مروی ہیں
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حسن
بصری، ابراہیم نخعی، عکرمہ اور عمرو بن دینار نے
اس کے معنی "راستے سے گزرنے والوں" کے بیان
کیے ہیں۔ اس صورت میں آیت شریفہ میں الصلوٰۃ
سے "مساجد" مراد لینی ہوں گی۔ اور معنی یہ ہوں گے
کہ "جب تم نشہ میں ہو تو مسجدوں کے پاس نہ جاؤ
یہاں تک کہ تم سمجھنے لگو کہ کیا زبان سے نکال
رہے ہو اور نہ مسجدوں کے قریب اس وقت
جاؤ جب کہ تم جنبی ہو یہاں تک کہ غسل کر لو۔ البتہ
راہ چلتے ہوئے گزر سکتے ہو۔ یعنی جنبی کو مسجد
میں ٹھہرنے کی تو اجازت نہیں لیکن بغیر ٹھہرے
گزرنے کی اجازت ہے چنانچہ جو حضرات یہ معنی
کرتے ہیں ان کے نزدیک جنبی بحالت جنابت مسجد

ہیں سے بغیر ٹھہرے گزر سکتا ہے۔ امام شافعی کی یہی رائے ہے۔

دوسرا قول حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ہے کہ "عابری سبیل" سے مراد مسافر ہیں۔ اکابر تابعین میں سے سعید بن جبیرؒ مجاہد اور حکم وغیرہ نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے دونوں قول مروی ہیں۔ اس صورت میں آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ "تم نماز کے قریب نہ جاؤ جب کہ تم نشہ میں ہو یہاں تک جو کچھ تم زبان سے کہو اس کو سمجھنے لگو۔ اور اسی طرح جب تم جنابت کی حالت میں ہو تو نماز کے قریب نہ جاؤ جبتک کہ غسل نہ کر لو ہاں اگر مسافر ہو تو اس حکم سے مستثنیٰ ہو کہ اس صورت میں بغیر غسل کے تیمم سے بھی نماز ادا کر سکتے ہو۔ اس تفسیر پر جنبی کو مسجد میں حق مرور حاصل نہیں چنانچہ امام ابو حنیفہ اور امام مالک کا یہی مذہب ہے کہ جنابت کی حالت میں کسی کو مسجد میں جانے کی اجازت نہیں سنن ابی داؤد میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے :-

انی لا احل المسجد لحائض ولا جنب　　میں کسی حائضہ یا جنبی کے لیے مسجد کا داخلہ روا نہیں رکھتا

اس روایت پر چونکہ ابو داؤد نے سکوت اختیار کیا ہے اور کسی قسم کی کوئی جرح نہیں کی ہے۔ اس لیے حسب قاعدہ اصول حدیث اس کو حسن ہونا چاہیے چنانچہ حافظ جمال الدین زیلعی نے تصریح کی ہے وھو حدیث حسن [2]

بہرحال اس میں تو کوئی اشکال نہیں کہ آیت دونوں معنی کی محتمل ہے۔ اور یہی صحابہ کے اختلاف کی بنیاد ہے۔ اب حضرات شافعیہ کا ذہن تو اس طرف گیا کہ اگر آیت "الصلوٰۃ" سے نفس صلوٰۃ مراد ہو تو اثنائے صلوٰۃ میں عبور کیوں کر ممکن ہو سکتا ہے۔ اس لیے یہی مناسب ہے کہ "الصلوٰۃ" سے "موضع الصلوٰۃ" یعنی مسجد مراد لی جائے اور مضاف کو محذوف مان کر مضاف الیہ کو اس کا قائم مقام قرار دیا جائے اس کی راتے میں پھر آیت کے اندر کسی لمبی تاویل کرنے یا حذف کثیر ماننے کی حاجت نہیں رہتی۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ عابری سبیل کے جو معنی دوسرے حضرات کر رہے ہیں وہ تو بعد والی فتیمموا صعیدًا طیبًا سے سمجھے ہی جاتے ہیں۔ پھر یہاں پر بھی وہی معنی مراد لینا کیا معنی۔

[1] سنن ابی داؤد ص ۳۰ طبع اصح المطابع کراچی [2] نصب الرایہ تخریج احادیث ہدایہ ج ۱ ص ۱۰۱ طبع علوی

اور ہمارے علماء یہ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے آیت کے شانِ نزول پر غور کرنا چاہیے چنانچہ عبد بن حمید ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، نحاس اور حاکم نے اس سلسلہ میں جو روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ہماری دعوت کی تھی جس میں شراب بھی تھی چنانچہ شراب نے اپنا اثر دکھایا، نماز کا وقت ہو چکا تھا سب نے مجھے آگے کر دیا۔ میں نے قرأت شروع کی تو پڑھنے لگا قل یا ایہا الکفرون لا اعبد ما تعبد و نحن نعبد ما تعبدون تب اللہ تعالیٰ نے آیت مذکورہ کو نازل فرمایا[۱]۔ امام ترمذی اس حدیث کو نقل کر کے لکھتے ہیں ھذا حدیث حسن غریب صحیح[۲]۔ اسی طرح قاضی علامہ ابوبکر بن العربی احکام القرآن میں لکھتے ہیں ھذا حدیث صحیح من روایۃ العدل عن العدل اب شان نزول سے یہ بات تو صاف ہو جاتی ہے کہ آیت کا نزول نماز کے بارے میں ہے نہ کہ مسجد کے متعلق اس لیے لفظ جب تک اس کے ظاہری معنی مراد لیے جا سکیں دوسرے معنی پر محمول کرنا درست نہیں۔

دوسرے لغت کے اعتبار سے غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ قرآن مجید میں لا تقربوا کے فتحہ کے ساتھ باب تفعّل سے آیا ہے۔ اور باب سمع سے اس کا استعمال قرب فعل کے لیے ہوتا ہے نہ قرب مکان کے لیے۔ لہٰذا یہاں مکان یعنی مسجد مراد لے کر اس کے ساتھ فعل کا تعلق کرنا صحیح نہیں،

چنانچہ علامہ ابوبکر بن العربی مالکی رقمطراز ہیں:

فانہ تعالیٰ قال	کہ اللہ تعالیٰ نے تو لا تقربوا
لا تقربوا بفتح الراء	را کے زبر سے ارشاد فرمایا ہے
وذالک یکون فی	اور یہ قرب فعل کے لیے آتا ہے
الفعل لا فی المکان	نہ قرب مکان کے لیے لہٰذا مکان
فکیف یضمر المکان	کو مضمر مان کر اس کے غیر
و یوصل بغیر فعلہ	مناسب فعل کے ساتھ اس
ھذا محال و تقدیر	کو کس طرح ملایا جا سکتا ہے
الآیۃ ان قال	یہ تو محال ہے اور تقدیر آیت
سبحانہ لا تصلوا	یوں ہوگی لا تصلوا سکاریٰ
سکاریٰ ولا جنبا	ولا جنبا الا عابری سبیل
الا عابری سبیل[۳]	یعنی نشہ کی حالت میں نماز

۱؎ الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور از امام سیوطی ج ۲ ص ۱۶۴، ۱۶۵ طبع مصر ۲؎ جامع ترمذی طبع احمدی ص ۴۹۲ دہلی ۱۲۶۶ھ ۳؎ احکام القرآن از ابن العربی ج ۱ ص ۱۸۲ - طبع السعادہ مصر ۱۳۳۱ھ -

اور اگر وہ جنابت کی حالت
میں مگر سفر کی حالت مستثنیٰ ہے

تعجب ہے لغت کے اس دقیق فرق کو صاحب قاموس بھی نظر انداز کر گئے اور صرف اتنا لکھ کر رہ گئے قرب منہ ککرم وقرب۔ کسمع اور آخر شارح قاموس علامہ سید مرتضیٰ زبیدی کو اس پر تنبیہ کرنی پڑی کہ۔

"مصنف کے کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں مترادف ہیں، حالانکہ اہل اصول نے ان کے باہم فرق بیان کیا ہے کہ جب لا تقرب کذا بفتح الراء بولا جائے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کام کو انجام نہ دو۔ اور جب بضم را ہو تو معنی یہ ہوں گے کہ قریب نہ ہو"

(تاج العروس)

رہی یہ بات کہ تیمم کا حکم تو بعد والی آیت سے سمجھا ہی جاتا ہے پھر یہاں بھی جنبی کے لیے بحالت سفر تیمم کی اجازت کے معنی مراد لینا کیا معنی تو اس کا جواب مولانا سید امیر علی مرحوم صدر مدرس دار العلوم ندوۃ العلماء مترجم فتاویٰ عالمگیری وہدایہ نے اپنی بیش بہا تفسیر مواہب الرحمٰن میں خوب ارقام فرمایا ہے، فرماتے ہیں:۔

"رہا یہ امر کہ مابعد میں بیان حکم مسافر سے تکرار لازم آتی ہے۔ تو یہ میرے نزدیک کسی طرح مسلم نہیں بلکہ یہ تو اضعف الاضعف ہے اول اس وجہ سے کہ الا عابری سبیل سے استثناء کیا گیا ہے بدون اس کے کوئی حکم اس کا بیان ہو۔ پس صحیح تو یہ ہے کہ حکم سے سکوت ہے اور اگر مستثنیٰ منہ کے حکم کے خلاف مفہوم سے نکالا جاتا ہے تو مفہوم مخالف حجت نہیں۔ اور اگر مان لیا جائے تو اس سے یہ کب ثابت ہوا کہ مسافر اگر پانی نہ پاوے تو نماز پڑھ لے کیونکہ اتنا نکلتا ہے کہ مسافر ہو تو نماز پڑھ لے اور مابعد میں یہ قید مذکور ہے کہ مسافر ہو اور پانی نہ پاوے تو تیمم کرے پھر نماز پڑھے۔ اب فرمائیے کہ تکرار کہاں لازم آتی ہے" [1]

اور قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں:۔

"ہمارے نزدیک جنبی کو مسجد میں گزرنے کی اجازت نہیں کیونکہ اجازت ہونے کی صورت

[1] مواہب الرحمٰن المشتہر بجامع البیان ج ۵ ص ۶۲ طبع نول کشور پریس لکھنؤ۔

میں آیت کے معنی مضاف کو مقدر ماننے
پر موقوف رہیں گے۔ حالانکہ اصل عدم تقدیر ہی
ہے (یعنی اصل قاعدہ یہی ہے کہ جہاں تک
بن پڑے عبارت میں کسی لفظ کو مقدر ماننے
سے احتراز کیا جائے) نیز اگر آیت کے معنی
یہ لیے جائیں کہ مواضع صلوٰۃ کے پاس نہ جاؤ
تو اس سے جنبی کے لیے گھروں کی مساجدؔ
میں داخلہ کی حرمت بھی لازم ہوگی حالانکہ
اس کا کوئی قائل نہیں۔

نیز یہ تفسیر کہ نہ قریب جاؤ نماز کی جگہوں کے
درآنحالیکہ تم نشہ میں ہو یہاں تک کہ تم سمجھنے
لگو کہ تم کیا بول رہے ہو" خود بے معنی ہے
کیونکہ آیت قرب صلوٰۃ سے نہی کے بارے میں
صریح ہے اور معطوف میں کسی ایسی چیز کا مقدر
ماننا کہ جو معطوف علیہ میں مذکور یا مقدر نہ ہو
کسی طرح ممکن نہیں[۲]"

یہاں یہ بھی واضح کرنا ضروری ہے کہ قاضی شوکانی
اور ان کے مقلد جامد نواب صدیق حسن خان کو عابر سبیل
سے مسافر کے مراد لینے میں ایک گونہ تکلف نظر آتا
ہے اور عبور سبیل بمعنی راہ سے گزر جانا بے تکلف معلوم
ہوتا ہے۔ اور اسی بنا پر ان کے نزدیک گو اور وجوہ
سے مسافر کے معنی یہاں مراد لینا قوی ہیں لیکن اس اعتبار
سے اس میں ایک قسم کا ضعف ہے۔

سو عابر سبیل" سے مسافر مراد لینا کچھ مستبعد
نہیں حدیث میں آتا ہے کن فی الدنیا کانک
غریب او عابر سبیل دنیا میں اس طرح رہ
گویا کہ تو اجنبی اور مسافر ہے حقیقت اور راہ دونوں
کے اعتبار سے مسافر کو "عابر سبیل" کہا جاتا ہے
امام ابوبکر جصاص رازی فرماتے ہیں:۔

وانما سمی المسافر عابر سبیل لانہ علی الطریق کما سمی ابن السبیل[۵] — مسافر بھی طرح ابن السبیل سے موسوم ہے اسی طرح اس کا نام "عابر سبیل" بھی ہے کیونکہ

ا۔ اپنے گھر کے اندر جو جگہ علیحدہ عبادت نماز کے طور پر مخصوص کر لی جاتی ہے وہ "مسجد بیت" کہلاتی ہے عورتوں کے لیے اسی میں اعتکاف کا حکم ہے۔

۲۔ تفسیر مظہری ج ۲ سورۂ نساء ص ۱۰۶ طبع جید برقی پریس دہلی ۳۔ ترغیب و ترہیب منذری بحوالہ بخاری و ترمذی ج ۵ ص ۲۰۲ طبع مصر ۱۳۵۸ھ ۴۔ ملاحظہ تفسیر فتح القدیر ج ۱ ص ۴۳۴ [illegible] طبع علوی نواب صاحب نیل المرام میں جو کچھ داد تحقیق دی ہے وہ حرف بحرف قاضی شوکانی کی تفسیر کا [illegible] ہوشیاری کہ کہیں قاضی کا نام تک نہیں لیا۔

۵۔ احکام القرآن از امام جصاص ج ۲ ص [illegible] طبع مصر ۱۳۴۷ھ۔

وہ راستہ پہ لگا ہوا ہے

یہاں یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ عام طور پر مسائل فقہیہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ابراہیم نخعی کا (جو امام صاحب کے استاذ الاستاذ ہیں) مسلک ہی اختیار فرماتے ہیں۔ چنانچہ فقہ حنفی کا مدار بیشتر ان ہی دونوں بزرگوں کے فتاوی پر ہے لیکن اس مسئلہ میں امام صاحب نے ان حضرات کی رائے سے اتفاق نہیں فرمایا، اور نہ امام شافعی رحمہ اللہ نے جو عام طور پر مسائل خلافیہ میں دوسری طرف جاتے ہیں یہاں اسی مسلک کو اختیار کیا ہے۔

ع ت

عَاتِيَةٌ : حد سے نکل جانے والی، نافرمان عُتُوٌّ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مونث، یہاں عَاتِيَةٌ بادِ صرصر کی صفت ہے جو قوم عاد پر ان کی سرکشی کی پاداش میں بصورت عذاب بھیجی گئی تھی۔ قاضی شوکانی لکھتے ہیں:۔

"عاتیۃ وہ جو اطاعت سے گردن تابی کرے گویا وہ فرشتگان ہوا سے سرکشی کر رہی تھی ان کی اطاعت نہیں کرتی تھی اور وہ اس کے تیز و تند چلنے کے باعث اس کے تھامنے پر قابو نہ پا رہے تھے یا عاد کے خلاف اس نے سرکشی کی تھی کہ وہ اس کو روک نہ سکے بلکہ الٹا اس نے ہی انہیں تباہ کر ڈالا[1]"

ابن جریر طبری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب بھی کوئی ہوا بھیجی ایک خاص مقدار سے بھیجی۔ اسی طرح جب بھی پانی کا کوئی قطرہ نازل فرمایا ایک مخصوص پیمانہ سے نازل فرمایا بجز یوم نوح اور یوم عاد کے۔ کہ یوم نوح میں پانی فرشتگان آب کے کہنے سے باہر تھا اور اس روز ان کا اس پر کچھ قابو نہ تھا۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی إِنَّا لَمَّا طَغَى الْمَاءُ حَمَلْنَاكُمْ فِي الْجَارِيَةِ بیشک جس وقت پانی بے قابو ہوا تو ہم نے تم کو کشتی میں لاد لیا، اسی طرح یوم عاد میں ہوا فرشتگان ہوا کے کہنے سے باہر تھی اور ان کا اس پر کچھ زور نہ چل رہا تھا۔ پھر تلاوت فرمایا بِرِيحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ٹھنڈی سناٹے کی باد سے ہاتھوں سے نکلی جاتی۔ ابن جریر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی اسی مضمون کی

[1] فتح القدیر ج ۵ ص ۲۸۲ طبع مصر۔

روایت نقل کی ہے۔ شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی نے جو "عاتیہ" کا ترجمہ "ہاتھوں سے نکل جاتی" کیا ہے وہ اسی اعتبار سے ہے (ملاحظہ ہو عُتُوٌّ)

$\frac{۲۹}{۵}$ -

عَاجِلَۃ : جلد ملنے والی، دنیا اور دنیا کی آسودگی مراد ہے۔ عَجَلٌ اور عَجَلَۃٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث (ملاحظہ ہو عَجَلٌ) $\frac{۱۵}{۲}$

$\frac{۲۹}{۲۰/۱۷}$

عَاد : حضرت نوح علیہ السلام کی قوم میں ایک شخص گزرا ہے جس کا سلسلہ نسب تین واسطوں سے حضرت نوح علیہ السلام سے جا ملتا ہے۔ بعد میں اس کی نسل بھی اسی نام سے موسوم ہوئی جو طوفان نوح کے بعد ملک عرب میں سب سے پہلی بااقتدار حکمران قوم تھی۔

لفظ "عاد" کے لغوی معنی کیا ہیں، اس کے متعلق مولانا سید سلیمان ندوی ارض القرآن میں لکھتے ہیں:

"السنۂ سامیہ میں لٹریچر کے لحاظ سے عبرانی سب سے قدیم زبان ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ قدیم الفاظ کی اصلیت عربی سے زیادہ اس میں محفوظ ہے، لغوی حیثیت سے عربی میں عاد کے کوئی معنی نہیں ملتے۔

عبری میں "عاد" کی اصلیت موجود ہے עד کے معنی "بلند و مشہور" کے ہیں اور عجیب یہ کہ "ارم" ארם اور "شم" (سام) کے بھی یہی معنی ہیں۔ ان معنوں کا بقیہ اثر عربی میں بھی موجود ہے۔ ارم کے معنی پہاڑی اور نشان راہ کے پتھر کے لغت میں مذکور ہیں اور "شم" سے "شمم" اور "سمو" تو اب تک مستعمل ہیں۔ توراۃ میں "عاد" مذکر کے لیے اور "عادہ" عورتوں کے لیے کئی جگہ آیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عہد قدیم میں یہ نام عموماً مستعمل تھا"[۲]

تاج العروس میں ابن سیدہ سے منقول ہے کہ ہم نے "عاد" کے الف کے بارے میں فیصلہ کیا ہے کہ وہ واؤ ہے کیونکہ اس مادہ کا واؤ کے ساتھ استعمال کثیر ہے اور عربی زبان میں ع۔ی۔د کے مادہ کا وجود نہیں۔ رہا عید اور اعیاد سو یہ بدل لازم ہیں۔

منصرف ہے یا غیر منصرف اس کے متعلق

---

[۱] ملاحظہ ہو تفسیر ابن جریر۔ ج ۲۹ ص ۱۳۲۔ میریہ مصر [۲] ارض القرآن۔ ج ۱ صفحہ ۱۲۹ طبع معارف اعظم گڑھ ۱۳۴۲ھ

علامہ محمود آلوسی لکھتے ہیں:۔

"عاد اصل میں قبیلہ کے مورث اول کا نام ہے۔ پھر قبیلہ یا حی (خاندان) کو اس نام سے موسوم کیا گیا سو اس کا منصرف اور غیر منصرف ہونا دونوں جائز ہیں جیسا کہ سیبویہ نے ذکر کیا ہے[1]"

اور امام قرطبی فرماتے ہیں:۔

"کسائی نے بیان کیا ہے کہ بعض اہل عرب عاد کو غیر منصرف بولتے ہیں اور اس کو قبیلہ کا نام قرار دیتے ہیں"[2]

اور سورۃ شعراء میں لکھتے ہیں کہ "عاد کی تانیث قبیلہ اور حی کے معنی کے لحاظ سے ہے" اور روح المعانی میں ہے کہ

"عاد منصرف ہے حی کے معنی کے اعتبار سے اور قبیلہ کے معنی کے لحاظ سے اس کو غیر منصرف بھی بولا جاتا ہے چنانچہ ضحاک نے اس کو ایک روایت میں غیر منصرف ہی کہا ہے اور چونکہ یہ ساکن الاوسط ہے اس لیے خفت کے اعتبار سے اس کے منصرف ہونے ہی کو ترجیح دی گئی ہے۔۔۔ لیکن میں نے تفسیر بیضاوی کے حواشی عصامیہ پہ بعض افاضل کی تعلیقات میں یہ دیکھا ہے کہ اگر تو علمیت و عجمہ کی بنا پر غیر منصرف ہی ہوگا خواہ اسے قبیلہ کا نام قرار دیا جائے یا جد قبیلہ کا، اور گو یہ دونوں باتیں عاد میں بھی موجود ہیں لیکن چونکہ وہ ثلاثی ساکن الاوسط ہے اس لیے اس میں صرف و عدم صرف دونوں جائز ہیں"[3]

بہر حال سیبویہ اور کسائی کے بیان کے مطابق اس کے غیر منصرف ہونے کی وجہ تانیث اور علمیت ہوگی اور اس صورت میں یہ قبیلہ کا نام ہوگا۔ اور منصرف ہونے کی وجہ یہ ہوگی کہ یہ حی کے معنی میں ہے جو مذکر ہے لہذا صرف علمیت کی بنا پر غیر منصرف نہیں ہو سکتا ہے۔ اور فاضل مذکور کی تصریح کی بنا پر اس کے عدم صرف کی وجہ علمیت اور عجمہ اور صرف کی وجہ ثلاثی ساکن الاوسط ہونا،

---

[1] روح المعانی ج ۸ ص ۱۵۴ طبع مصر [2] الجامع لاحکام القرآن ج ۹ ص ۵۴ طبع دار الکتب المصریہ ۱۳۵۹ھ

[2] ادیب لغوی محمد بن احمد خوارزمی مفاتیح العلوم میں لکھتے ہیں۔ حی اور قبیلہ کے مابین فرق یہ ہے کہ حی میں بنو فلاں نہیں کہا جاتا جیسے قریش، ثقیف، معد اور جذام ہیں۔ اور قبائل میں بنو فلاں کہا جاتا ہے جیسے بنو تمیم، بنی سلول (کتاب مذکور ص ۴، طبع منیریہ مصر ۱۳۴۲ھ) [3] روح المعانی ج ۳۰ ص ۱۲۳ و ۱۲۴ طبع مصر۔

لیکن دونوں صورتوں میں بوجہ خفت اس کا منصرف ہونا
ہی راجح ہے اور یہی جمہور کی قرأت ہے۔

علامہ احمد بن محمد بن علی مصری فیومی المتوفی ۷۷۰ھ
المصباح المنیر فی غریب الشرح الکبیر میں لکھتے ہیں:
"عاد عرب اولیٰ کے ایک شخص کا نام ہے جس
کے نام پر قوم ہود کا قبیلہ موسوم ہے۔ اور قدیم العہد
سلطنت کو عادی کہا جاتا ہے گویا وہ بھی قدامت
عہد کی بنا پر عاد ہی کی طرف منسوب ہے
اسی طرح پرانے کنوئیں کو بئر عادیۃ اور
اس زمین کو جو قدیم سے ملکیت میں چلی آتی ہو
عادی الارض بولتے ہیں۔ نیز اہل عرب
عام طور پر مضبوط عمارتوں اور کنوؤں کو کہ
جن کی منڈیریں پختہ ہوں اور جن میں
پانی خوب ہو عاد کی طرف منسوب کر
دیتے ہیں"

اور علامہ محمود آلوسی ارقام فرماتے ہیں:
"عاد سے مراد اولاد عاد بن عوص ارم بن
سام بن نوح علیہ السلام ہے اور یہی حضرت
ہود علیہ السلام کی قوم ہے، یہ اپنے باپ کے
نام سے موسوم ہیں۔ جس طرح بنو ہاشم ہاشم
کے نام سے۔ اور باپ کا نام اس کی قوم پر بولا
جانا مجاز شائع ذائع ہے، یہاں تک کہ
بعض نے تو اسے حقیقت ہی قرار دے دیا ہے
ان کے اگلوں کو عاد اولیٰ اور پچھلوں کو
عاد آخرہ کہا جاتا ہے۔ عماد الدین بن کثیر نے
کہا ہے کہ قرآن مجید میں باستثناء سورہ احقاف
جہاں بھی عاد کا واقعہ مذکور ہے اس سے
"عاد اولیٰ" ہی مراد ہیں۔

اور ان ہی کو ان کے دادا کے نام پر ارم
بھی کہا جاتا ہے۔ دادا کے نام پر پورے
قبیلہ کا نام رکھ دینا بھی شائع ذائع ہے
مگر یہ نام عاد اولیٰ کے ساتھ مخصوص ہے[1]
یہ بھی ایک عجیب بات ہے کہ تاریخ قدیم
کے بعض یورپین مصنفین عاد کو محض ایک
فرضی اور مذہبی افسانہ خیال کرتے ہیں۔ چنانچہ
مشہور مستشرق نولدیکی نے کہ جو یورپ کی سرزمین
پر مشرقیات اور تاریخ کا سب سے بڑا فاضل
سمجھا جاتا ہے، عاد اور عمالیق کی تحقیق میں ایک
رسالہ لکھا جس میں ثابت کیا ہے کہ یہ غیر تاریخی قومیں
ہیں، لیکن یہ کوئی نئی اُپج نہیں قدیم زمانہ میں

[1] روح المعانی ج ۳۰ ص ۱۲۲ طبع منیریہ مصر۔

بھی بعض ایرانیوں کو ان کے وجود سے انکار تھا چنانچہ امام ابن جریر طبری نے جو مشہور مورخ ہیں عاد کے حالات میں لکھا ہے۔

"بعض ایرانیوں نے عاد سے انکار کیا ہے حالانکہ اشعار جاہلیت میں ان کا نہایت کثرت سے تذکرہ ہے اگر خوف تطویل نہ ہوتا تو میں ان کو نقل کرتا"

لیکن یہ نہایت فاش غلطی ہے۔ عاد و ثمود کے واقعات عرب کے مشہور ترین واقعات ہیں جن کا علم خود ان کو ذاتی طور پر حاصل تھا۔ کیوں کہ عاد و ثمود کی آبادیاں خود ان کے اندرون ملک کی آبادیاں تھیں اور ان کے حالات و واقعات خاندانی طور پر ان میں نقل ہوتے چلے آتے تھے۔

مشہور مؤرخ ابن ہشام کلبی نے جس کا مخصوص موضوع عرب جاہلیت کی تاریخ و روایت ہے، ان کے حالات میں تین مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں پہلی کتاب کا نام تفرق عاد ہے یعنی عاد کی قوم عرب سے نکل کر کہاں کہاں گئی اور دوسری کتاب کا نام ہے کتاب من نقل من عاد و ثمود والعالیق وجرھم و بنی اسرائیل من العرب یعنی عاد و ثمود عمالیق، جرہم اور بنی اسرائیل جو عرب سے نکل کر باہر گئے ان کے حالات" تیسری کتاب کا نام ہے،

یعنی عاد اولیٰ اور عاد ثانیہ کے حالات۔

بطلیموس نے اپنے جغرافیہ میں جنوبی عرب کے قبائل میں عاد رمیثیا اور عاد ائٹ کا ذکر کیا ہے ظاہر ہے کہ پہلا نام عاد ارم اور دوسرا عاد ہے جس کو یونانی تلفظ نے یہ صورت دے دی ہے بطلیموس دوسری صدی عیسوی میں تھا اس بنا پر عاد کا وجود اس زمانہ تک مسلم ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں عبدالرحمٰن مصر کے گورنر تھے۔ انہوں نے حضر موت کے منہدم شدہ قلعہ حصن غراب پر ایک کتبہ پایا تھا۔ یہ کتبہ علامہ نویری نے اپنی کتاب مسالک الابصار میں نقل کیا ہے ۱۸۳۴ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے ایک مشن یمن بھیجا تھا۔ اس کو یہی کتبہ اصل قدیم حمیری خط میں ملا، یہ کتبہ فارسٹر صاحب کی تحقیق کے مطابق قوم عاد کا ہے اور عرب کے قدیم ترین کتبات میں سے ہے جس کا زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اٹھارہ سو برس قبل کا ہے۔ یہ کتبہ ایک منہدم عمارت میں پتھر پر کندہ تھا۔ ایک انگریز افسر جس کا نام ولسٹد تھا اس کا مکتشف تھا، اور یہ سب سے پہلا عربی کتبہ

ہے جو یورپ نے عرب کی سرزمین میں دریافت کیا اصل
کتبہ اور اس کا حل اولاً ایشیاٹک سوسائٹی کے
جرنل میں چھپا تھا۔ مولانا سید سلیمان صاحب ندوی
نے اس کا پورا ترجمہ "عاد ثانیہ" کی تحقیق میں اپنی مشہور
کتاب ارض القرآن میں درج کر دیا ہے جو ہدیہ
ناظرین ہے: -

"ہم مدت تک اس وسیع قصر میں رہے ہماری
حالت بدنصیبی اور ادبار سے دور تھی، ہماری
نہروں میں دریا کا پانی اُمڈا آتا تھا، سمندر موجیں
مارتا ہوا ہمارے قلعہ کی دیواروں سے غضبناک
ہو کر ٹکریں مارتا تھا، ہمارے چشمے خوش آیند
آواز سے بہتے تھے۔ بلند کھجوروں کے اوپر
جن کے باغبان خشک چھوہارے ہماری
وادیوں کے چھوہاروں کی زمینوں میں لگاتے
تھے اور خشک چاول بوتے تھے (؟)
ہم پہاڑی بکروں کا اور جوان خرگوشوں
کا شکار زنجیروں اور جالوں سے کرتے تھے
اور مچھلیوں کو بہلا بہلا کر باہر نکال لیتے تھے
اور ہم آہستہ آہستہ خراماں رنگ برنگ کے
ریشم کے کپڑے اور کاہی سبز مختلف
الالوان جامے پہن کر چلا کرتے تھے اور
ہم پر وہ بادشاہ حکومت کرتے تھے جو کمینہ
خیالات سے بہت دور اور شریروں
کو سزا دینے والے تھے۔ ہود کی شریعت کے
مطابق اچھے فیصلے ایک کتاب میں لکھے جاتے
تھے اور ہم معجزات کا یقین رکھتے تھے قیامت
کے بارہ اور پھونکوں کے بارہ پر ایمان تھا۔ راہزن
(دشمن) گھس آتے اور وہ ہمارے ساتھ کچھ
جھگڑا کرتے مگر ہم نے گھوڑوں کو پیٹ ڈال
دیا اور ہمارے کریم نوجوان سخت اور نوک دار
نیزوں کو لے کر آگے بڑھے، ہمارے
خاندان کے مغرور بہادر مرد اور عورتیں
گھوڑوں پر لڑ رہی تھیں جن کی گردنیں لمبی
تھیں اور جو چمکدار کمیت رنگ کے تھے
ہماری تلواریں بدستور دشمنوں کو زخمی کر
رہی تھیں اور چھید رہی تھیں یہاں تک کہ ان
کے قلب پر حملہ کر کے ان کو مفتوح اور
بالکل پست کر دیا جو بدترین نوع انسان تھے"
یہ کتبہ متعدد حیثیات سے قرآن عظیم کی تائید
کرتا ہے۔ اوّل یہ کہ حضرت ہود علیہ السلام کی تاریخی
شخصیت ثابت ہے، ثانیاً یہ کہ بقایا ئے عاد حضرموت
متبعین ہود علیہ السلام تھے، ثالثاً یہ کہ عاد ثانی ثابت عاد

اور عمارتوں کے بانی تھے۔ رالغایہ کہ وہ حقیقتہً جیسا کہ قرآن کریم نے فرمایا ہے بڑے بڑے باغ چشمے آل اولاد اور چوپالیوں کے مالک تھے۔

لفظ عدن کی حقیقت پر بھی غور کر لیجیے جو ساحل یمن و حضر موت کا مشہور شہر ہے۔ عہد قدیم میں عموماً عربوں کا یہ دستور رہا ہے کہ آبادی کا نام اس کے بانی کے نام پر مشہور ہو جاتا تھا۔ چنانچہ عرب کے قدیم ترین شہر رقیم، سبا، حضر موت، عمان، مدین، اوفر، حویلہ، تیما۔ وغیرہ کے نام اسی طرح پر رکھے گئے ہیں۔ اس طرح اگر یمن کا قدیم ترین شہر عدن بھی اگر اپنے آباد کرنے والوں کے نام پر اصل میں "عادیین" ہو اور بعد میں کثرت استعمال کی بنا پر مخفف ہو کر عدن رہ گیا ہو تو کیا تعجب کا مقام ہے جب کہ اس کے قریب وہ تمام عمارات واقع ہیں جن کو عرب عادیات کہتے ہیں اور تاریخ سے اسی کے قرب و جوار میں عاد کی آبادی کا پتہ چلتا ہے۔ لے

بہر حال عاد کا انکار تاریخ کی ایک مسلّمہ حقیقت کا انکار ہے۔ تاریخ اور اکتشافات عصریہ دونوں

کا متفقہ فیصلہ ہے کہ عرب کے قدیم باشندے ایک کثیر التعداد اور باعظمت و جبروت قوم تھی۔ جن کا زمانہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام۔ سے قبل کا زمانہ ہے عرب مورخین ان کو عرب عاربہ یعنی خالص عرب کہتے ہیں، یہ بہت سے قبائل تھے، مؤرخ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں ان میں سے حسب ذیل بارہ قبائل نام بنام گنائے ہیں:-

(۱) عاد (۲) ثمود (۳) جرہم (۴) طسم (۵) جدیس (۶) امیم (۷) مدین (۸) عملاق (۹) عبیل (۱۰) جاسم (۱۱) قحطان (۱۲) بنو یقطن۔ ۲ے

ان قبائل کو "امم بائدہ" بھی کہا جاتا ہے یعنی برباد شدہ قومیں کیوں کہ زمانہ نے ان کا نام و نشان مٹا کر رکھ دیا۔ ان میں سے عاد، ثمود، جرہم لحیان طسم اور جدیس وغیرہ مشہور قبائل ہیں اور اشعار جاہلیت میں ان کا ذکر کثرت سے آیا ہے۔ قبیلہ عاد ان قبائل میں سب سے زیادہ کثیر الافراد باعظمت جمعیت تھی جو تمام عرب بائدہ میں شوکت و جبروت کے اعتبار سے ممتاز تھی۔ اور نوح علیہ السلام کی قوم کی بربادی کے بعد خلافت ارضی

لے عاد کے تاریخی ثبوت کی یہ بحث تمام تر ارض القرآن جلد اوّل سے ماخوذ ہے جو کتاب مذکور کے جستہ جستہ مقامات سے مرتب کی گئی ہے ۲ے ملاحظہ ہو کتاب مذکور ج ۱۔ ص ۱۲۰ طبع مصر ۱۳۵۱ھ۔

اسی کے حصہ میں آئی تھی۔ یہی قوم تھی جو دنیا کی قدیم ترین تہذیب کی بانی تھی۔ بڑی بڑی عظیم الشان عمارتیں اسی کی دستکاری کا نتیجہ تھیں۔ قرآن مجید میں جو اس قوم کا بار بار ذکر آیا ہے وہ اسی لیے کہ اہل عرب کے لیے خود ان کے ملک کے اندر اس قوم کی تاریخ زندگی میں عبرت کا بہت بڑا مرقع تھا۔

عاد کے مسکن کے متعلق تفصیلی بحث احقاف کے ضمن میں سپرد قلم کی جا چکی ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ قوم عاد کے متعلق عام طور پر نہایت لغو باتیں مشہور ہیں۔ مثلاً شداد کی جنت کا قصہ کہ اس میں سونے چاندی کی اینٹیں تھیں اور لعل و گوہر کی پچی کاری۔ اس کے سنگریزے جواہر کے تھے اور مٹی مشک و عنبر کی وغیرہ وغیرہ مفسرین کی ایک جماعت نے اس قصہ کو اپنی تفسیروں میں نقل کر ڈالا ہے اور ثعلبی وغیرہ نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں عبداللہ بن قلابہ اس کی سیر بھی کر آئے (اور تعجب یہ ہے تفسیر قرطبی اور تفسیر عزیزی تک میں یہ قصہ [illegible] کا قول منقول ہے) لیکن یہ محض ایک بے اصل افسانہ ہے جس کی کچھ حقیقت نہیں ہے۔ چنانچہ

قاضی محمد بن علی شوکانی نے اس کی تردید بڑے زور شور سے کی ہے۔ فرماتے ہیں:-

وھٰذا کذب علیٰ	اور یہ جھوٹ پر جھوٹ اور
کذب وافتراء علیٰ	افتراء پہ افتراء ہے اسلام
افتراء وقد اصیب	اور اہل اسلام اس قسم کے
الاسلام واھلہ	جھوٹے دجالوں سے کہ جو کبھی بنی اسرائیل اور کبھی
بداھیۃ دھیاء و	کبھی انبیاء پہ اور کبھی صالحین
فاقرۃ عظمیٰ و رزیۃ	پہ اور کبھی خود رب العٰلمین
کبریٰ من امثال	پہ دروغ بیانی کی جرأت
ھؤلاء الکذابین	کر بیٹھتے ہیں، سخت مصیبت
الدجالین الذین	اور عظیم نقصان اور بڑی
یجترؤن علی الکذب تارۃ علی بنی اسرائیل و تارۃ علی الانبیاء	پریشانی لاحق ہوئی۔ اور پھر ایسے لوگوں کے تصنیف اور
وتارۃ علی الصالحین	کتاب اللہ کی تفسیر میں پیش
وتارۃ علی رب العٰلمین	پیش ہو جانے سے کہ جن
وتضاعف ھذا الشر	کو صحیح ضعیف اور موضوع
وزاد کثرۃ بتصدر	روایات کا پتہ نہیں یہ برائی
جماعۃ	دونی ہو گئی اور کثرت
من الذین	سے بڑھ گئی۔ کیوں کہ
لاعلم لہم بصحیح الروایۃ	انہوں نے ان میں گھڑت
من ضعیفھا و	خرافات اور خود ساختہ

موضوعہا للتصنیف فسانوں اور بنائے
التفسیر للکتاب العزیز ہوئے قصوں کو
فادخلوا ھذہ الخرافات کتاب اللہ کی تفسیر
المختلفۃ والاقاصیص میں داخل کر کے
المنحولۃ والاساطیر بڑی تحریف
المفتعلۃ فی کتاب اللہ اور تغییر و تبدل
سبحانہ فحرفوا وغیروا کر ڈالا۔
و بدلوا[1]

ملاحظہ فرمایا تردید میں کیا زور لگایا ہے

لیکن یہی بزرگ ہیں جنہوں نے سورۂ اعراف میں عاد کے قد و قامت، ڈیل ڈول اور انسان کی جسامت کے بارے میں عجیب و غریب باتیں بے تکلف نقل کر ڈالی ہیں جو درج ذیل ہیں۔ فرماتے ہیں:۔

"ابن عساکر وہب سے راوی ہیں کہ عاد کا ہر شخص ان کے گز کے اعتبار سے ساٹھ گز کا ہوتا تھا۔ اور اس کی کھوپڑی بڑے گنبد کے مانند ہوتی تھی اور آنکھ اور اسی طرح ان کی ناک اتنی بڑی تھی کہ جس میں درندوں کے بچے پیدا ہو جائیں، اور عبد بن حمید نے قتادہ سے روایت کی ہے کہ ان کی قامت کی درازی بارہ گز کی تھی، اور حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ ان کا قد اسی ہاتھ لمبا اور گیہوں کا دانہ ان کے یہاں گائے کے گردے کے برابر تھا۔ اور انار اتنا بڑا ہوتا تھا کہ جس کے چھلکے میں دس آدمی بیٹھ جائیں، اور عبداللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں نیز ابن ابی حاتم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ قوم عاد کا ایک شخص سنگ مرمر کے دروازہ کا ایک پٹ اتنا بڑا بناتا تھا کہ اس امت کے پانچ سو مل کر اس کو اپنی جگہ سے نہیں ہلا سکتے اور اگر عاد کا کوئی آدمی زمین میں اپنا پاؤں دھنساتا تو دھنس جاتا تھا"[2]

اب یہاں بجائے اس کے کہ قاضی صاحب ان حکایات واہیہ کی تردید کرتے یہ کہہ کر کہ
وقد ورد عن السلف قوم عاد کے بڑے بڑے
حکایات عن عظم ڈیل ڈول ہونے میں سلف
اجرام قوم عاد[3] سے بہت سے قصے منقول ہیں

۱؎ تفسیر فتح القدیر ج ۵ ص ۲۲۴ طبع بابی حلبی مصر ۲،۳؎ کتاب مذکور ج ۲ ص ۲۰۸۔

اور ان پر مہر تصدیق ثبت کردی۔ اصل میں بات یہ ہے کہ قرآن مجید میں ان کے متعلق مذکور ہے :۔

وَزَادَکُمْ فِی الْخَلْقِ بَسْطَۃً۔ اور زیادہ دیا تم کو بدن میں پھیلاؤ۔

قاضی صاحب اس آیت سے یہ سمجھے کہ یہ ان کے قد و قامت کی درازی اور ان کے ڈیل ڈول کی بڑائی کا بیان ہے چنانچہ وہ اس کی تفسیر ان الفاظ میں کرتے ہیں :۔

ای طولا فی الخلق و عظم جسم زیادۃ علی ما کان علیہ اباؤھم فی الابدان [۱] یعنی خلقت میں درازی اور جثہ میں بڑائی کہ جو ان کے باپ دادا کے قد و قامت سے کہیں زیادہ تھے۔

حالانکہ بَصْطَۃً سے مقصود زور و قوت کا بیان ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارے بدن میں زور و توانائی زیادہ دی۔ لطف یہ کہ خود قاضی صاحب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بروایت ابن ابی حاتم و ابو الشیخ بَصْطَۃً کی تفسیر شِدَّۃً (زور و طاقت) سے نقل کی ہے [۲]۔ غور فرمائیے دوسری جگہ خود قرآن مجید میں حضرت طالوت کے متعلق بھی یہی ارشاد ہوتا ہے۔

وَزَادَہٗ بَسْطَۃً فِی الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ۔ اور اللہ نے ان کو زیادہ کشائش دی عقل میں اور بدن میں

اب اس سے یہ کون سمجھے گا کہ طالوت بہت ہی قدآور تھے بلکہ یہ ان کے صاحب زور و قوت ہونے کا بیان ہے۔

اسی طرح سورہ الفجر میں عاد کو ذَاتِ الْعِمَادِ (ستون والے) کہا گیا ہے۔ بعض مفسرین نے اس کو بھی قد و قامت کا بیان سمجھا ہے، حالانکہ مقصود "عمارتوں والے" ہے۔

درحقیقت عاد کے طول قامت کے بارے میں جتنی بھی روایات ہیں سب اسرائیلی فسانے ہیں جو مسلمانوں میں پھیل گئے تھے۔ اسی لیے محتاط مفسرین جو نقد و نظر کے مالک تھے اس بارے میں ایک حرف نہیں نقل کیا۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر نے البدایۃ والنہایۃ میں وَزَادَکُمْ فِی الْخَلْقِ بَسْطَۃً کی تفسیر میں اس سے زیادہ کچھ نہ لکھا۔

ای جعلھم اشد اھل زمانھم فی الخلقۃ والشدۃ والبطش [۳] یعنی ان کو اپنے اہل خانہ میں شکل و صورت اور طاقت و گرفت میں سب سے زیادہ زور آور بنایا۔

---

[۱] فتح القدیر ج ۲ ص ۲۰۸ [۲] ... [۳] البدایۃ والنہایۃ ج ۱ ص ۱۲۳ طبع السعادۃ مصر۔

ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں کوئی روایت منقول نہیں اور جو حکایات کہ اوپر ذکر کی گئی ہیں وہ ان کتابوں میں موجود نہیں کہ جن کے مصنفین نے صحت کا التزام کیا ہے اور نہ ان کی اسانید کا حال معلوم کہ صحیح ہیں یا ضعیف پھر ایسے غیر معمولی واقعات کے لیے جب تک کہ کثرت سے روایتیں نہ موجود ہوں کیوں کر ان کو صحیح تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ اسی بنا پر امام محمد بن احمد قرطبی نے اپنی تفسیر جامع احکام القرآن میں جب ابن العربی کے حوالہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ نقل کیا کہ عاد میں ہر شخص کا قد ستر گز کا تھا۔ تو فرمایا:۔

وھو باطل لان	یہ غلط ہے کیونکہ الصحیح
فی الصحیح ان اللہ	میں موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ
خلق آدم طولہ	نے آدم کو پیدا کیا تو ان کا
ستون ذراعا فلم	قد ساٹھ گز کا تھا پھر برابر
یزل الخلق ینقص	نسل انسانی کا قد آج تک
الی الآن [1]	گھٹتا چلا آتا ہے۔

بلا شبہ یہ روایت صحیح بخاری، کتاب الاستیذان باب بدء السلام میں موجود ہے جس کو ہم بتمامہ یہاں نقل کیے دیتے ہیں:۔

عن ابی ھریرۃ عن	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ
النبی صلی اللہ علیہ	سے روایت ہے کہ آنحضرت
وسلم قال خلق اللہ	صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ
آدم علی صورتہ	تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام
طولہ ستون ذراعا	کو اپنی صورت پر
فلما خلقہ قال	بنایا کہ ان کے قامت
اذھب فسلم علی	کی درازی ساٹھ گز تھی پھر
اولئک نفر من	جب ان کو پیدا فرما چکا تو
الملئکۃ جلوس فاستمع	ارشاد فرمایا جاؤ اور وہ جو
ما یحیونک فانھا تحیتک	فرشتوں کی جماعت بیٹھی ہوئی
وتحیۃ ذریتک	ہے ان کو سلام کرو اور سنو کہ
فقال السلام علیکم	وہ تمہیں کیا جواب دیتے ہیں کیونکہ
فقالوا السلام علیک	وہی تمہارا اور تمہاری اولاد
ورحمۃ اللہ فزادوہ	کا آپس کا سلام رہے گا چنانچہ
رحمۃ اللہ فکل من	انہوں نے فرمایا السلام علیکم
یدخل الجنۃ علی	فرشتوں نے جواب میں کہا
صورۃ آدم فلم	السلام علیک ورحمۃ اللہ فرشتوں
یزل الخلق ینقص	نے ورحمۃ اللہ کو اور زیادہ کیا
بعد حتی الآن	اب جو بھی جنت میں داخل ہوگا۔

[1] کتاب مذکور ج ۲۰ ص ۲۵ طبع مصر۔

وہ آدم علیہ السلام کی صورت ہی پر
داخل ہو گیا پھر ان کے بعد سے
برابر اب تک مخلوق گھٹتی چلی جاتی ہے

لیکن اس حدیث کے متعلق حافظ عقیلی، کتاب الضعفاء میں ابوالزناد کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:-

حدثنا مقدام بن	ابن قاسم کہتے ہیں میں نے
داؤد حدثنا الحارث	مالک سے اس شخص کے
بن مسکین وابن	بارے میں دریافت کیا جو
ابی الغمر قالا انبأنا	اس حدیث کو بیان کرتا ہے جس
ابن القاسم قال	میں لوگوں نے کہا ہے
سألت مالکاً عمن	ان اللہ خلق آدم
یحدث بالحدیث	علی صورتہ تو امام
الذی قالوا ان	مالک نے اس روایت کا
اللہ خلق آدم	نہایت سختی سے انکار فرمایا
علی صورتہ فانکر	اور منع کر دیا کہ کوئی اس کو
ذلک مالک انکارا	بیان نہ کرے۔
شدیدا ونہی ان	
یحدث بہ احد [1]	

اور حافظ ابن حجر عسقلانی کہ جو سرآمد علماء متاخرین میں لکھتے ہیں:-

ویشکل علی ھذا ما	اس روایت پر یہ اشکال ہوتا
یوجد الآن من آثار	ہے کہ اب جو گزشتہ
الامم السالفۃ کدیار	قوموں کے آثار موجود ہیں
ثمود فان مساکنہم	جیسے ثمود کی آبادیاں ہیں
تدل علی ان قاماتہم	کہ ان کی سکونت گاہیں یہ
لم تکن مفرطۃ الطول	بتلاتی ہیں کہ ان کے ڈیل
علی حسب ما یقتضیہ	ڈول زیادہ لامبے نہ تھے
الترتیب السابق و	اس معیار کے مطابق کہ
لا شک ان عہدہم	جس کی ترتیب سابق
قدیم وان الزمان	مقتضی ہے حالانکہ اس
الذی بینہم وبین	میں شک نہیں کہ ان کا
ادم دون الزمان	زمانہ قدیم ہے اور جو مدت
الذی بینہم وبین	کہ ان کے اور آدم علیہ السلام
اول ھذہ الامۃ و	کے مابین ہے وہ اس مدت سے
لم یظہر لی الی الآن	کم ہے کہ جو اس مدت کے اوائل
ما یزیل ھذا	اور ان کے مابین گزری اور اب
الاشکال [2]	تک مجھے کوئی ایسی چیز معلوم
	نہ ہو سکی کہ جو اس اعتراض
	کو دفع کر سکے۔ عـہ

[1] کتاب الضعفاء عقیلی کا قلمی نسخہ حیدر آباد دکن کے کتب خانہ آصفیہ میں نظر سے گزرا ہے۔ اس وقت یہ عبارت امام ذہبی کی مشہور کتاب میزان الاعتدال ج ۲ ص ۲۰۶ طبع مصر سے نقل کی گئی ہے [2] فتح الباری ج ۶ ص ۲۶۰ طبع میریہ مصر ۱۳۰۰ھ

عـہ (بر صفحہ ۱۶۸)

آئیے اب ذرا قرآن مجید کی روشنی میں اس روایت اور عاد کے قدو قامت پر نظر ڈال لیجیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَعَادًا وَّ ثَمُوْدَا۟ وَقَدْ — اور ہم نے عاد اور ثمود کو
تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ — (بھی ہلاک کیا) اور تم پر کھل
مَّسٰكِنِهِمْ — چکا ہے ان کے گھروں سے

یہ عاد و ثمود کے ان ہی مکانات کا ذکر ہے جو عہد نبوی میں ظاہر تھے اور آج بھی موجود ہیں اور جن کو مسلمان اس زمانہ سے لے کر آج تک مساکن عاد و ثمود ہی مانتے ہیں۔ ورنہ ان مساکن کے مساکن عاد و ثمود ہونے میں اگر کچھ شبہ ہوتا تو قَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مَّسٰكِنِهِمْ کیوں فرمایا جاتا۔ اس لیے اس بارے میں خود ان کی سکونت گاہوں سے بڑھ کر جو آنکھوں دیکھی کھلی شہادت ہے اور کون سی چیز فیصلہ کن ہو سکتی ہے، رہا عاد کی قدامت عہد کا یقین سو قرآن مجید کی اس آیت سے ہو جاتا ہے جس میں حضرت ہود علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قوم کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں :-

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ — اور یاد کرو کہ اللہ نے تم کو
خُلَفَآءَ مِنْ بَعْدِ — سردار کر دیا پیچھے قوم
قَوْمِ نُوْحٍ — نوح کے۔

قرآن مجید میں عاد کا ذکر سورۂ اعراف، ہود، مومنون، شعراء، حٰم السجدہ، احقاف، ذاریات، حاقہ اور فجر میں تفصیل سے وارد ہے۔

اور صحیحین میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مروی ہے کہ مجھے پروا ہوا کے ذریعہ نصرت عطا کی گئی اور قوم عاد پچھوا کے ذریعہ ہلاک کی گئی ہے۔[1] اور صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب آندھی چلتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرماتے :

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ — یا اللہ میں تجھ سے مانگتا ہوں
خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا — بھلائی اس کی اور بھلائی اس

(حاشیہ صفحہ ۱۶۰) ہے ہاں ایک یہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ یہ واقعہ آسمان کا ہو اور دنیا میں آنے کے بعد وہی قد و قامت رہ گیا ہو جو نسل انسانی کا عام طور پر چلا آرہا ہے جس طرح دن کا معاملہ ہے کہ عالم علوی کا ایک دن عالم سفلی کے ایک ہزار برس کے برابر ہے چنانچہ ارشاد وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ (اور ایک دن تیرے رب کے ہاں ہزار برس کے برابر ہے جو تم گنتے ہو) اور جب اس عالم میں دوبارہ پہنچیں گے تو پھر وہیں کے مناسب قد و قامت عطا کر دیا جائے گا چنانچہ اہل جنت کا قد و قامت ساٹھ ہی گز کا روایات میں مذکور ہے۔

نوٹ صفحہ ھذا - [1] البدایۃ والنہایۃ ج ۱ ص ۱۲۸ و ۱۲۹ -

فیہا وخیر ما — چیز کی جو اس میں ہے اور بھلائی
ارسلت بہ و — اس کی کہ جس کو لے کر وہ بھیجی
اعوذ بک من — گئی ہے اور پناہ مانگتا ہوں میں تجھ
شرھا وشر ما — سے اس کی برائی سے اور
فیہا وشر ما — اس چیز کی برائی سے جو اس میں ہے
ارسلت بہ۔ — اور اس چیز کی برائی سے
کہ جس کو وہ لے کر بھیجی گئی ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آسمان پر ابر چھا جاتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ متغیر ہو جاتا کبھی باہر جاتے کبھی اندر آتے کبھی آگے بڑھتے کبھی پیچھے ہٹ آتے (یہ آپ کے اضطراب و تردد کا بیان ہے) پھر جب برس جاتا تو یہ کیفیت جاتی رہتی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب اس بات کو پہچان لیا تو آپ سے دریافت کیا۔ ارشاد فرمایا اے عائشہ شاید ایسا ہو جیسا کہ قوم عاد نے کہا تھا فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ قَالُوا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا [1] پھر جب دیکھا اس کو ابر سامنے آیا ان کو نالوں کے بولے یہ ابر ہے ہم پر برسے گا (بشارت) جیسی حدیث نے تصریح کی ہے کہ یہ واقعہ جب کا ہے کہ آپ کو اپنی امت کے آسمانی عذاب سے محفوظ رہنے کی ابھی بشارت نہیں ملی تھی۔

۸/۱۲،۱۶ ۔ ۱۰/۱۵ ۔ ۱۲/۵ ۔ ۱۳/۱۴ ۔ ۱۶/۱۳ ۔ ۱۹/۱۱ ۔ ۲۳/۱۰ ۔ ۲۴/۹،۱۲
۲۶/۳،۱۵ ۔ ۲۷/۱،۸ ۔ ۲۹/۵ ۔ ۳۰/۱۴

عَادًا ۵/۱۲ ۔ ۱۹/۲ ۔ ۲۰/۱۶

عَادٍ : زیادتی کرنے والا، عَدْوٌ سے جس کے معنی ظلم کرنے اور حد سے بڑھ جانے کے ہیں اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر، امام فخر الدین رازی عدو کی تشریح ان الفاظ میں فرماتے ہیں:۔

العدو ھو التعدی — "عدو" کے معنی ہیں معاملات
فی الامور وتجاوز — میں زیادتی کرنا اور جس حد پر
ما ینبغی ان یقتصر — رکنا چاہیے اس سے
علیہ یقال عدا علیہ — آگے بڑھ جانا، عدا
عدوا وعدوانا وعدیا — علیہ عدوا و عدوانا و
واعتداء وتعدیا — عدیا و اعتداء و
اذا ظلمہ ظلما — تعدیا کا استعمال ایسے
مجاوزا للحد [2] — موقع پر ہوتا ہے جب کہ
کسی نے کسی پر حد سے
زیادہ ظلم کیا ہو۔

عَادٍ اصل میں عَادِیٌ تھا۔ واو پہلے یا ہوا

[1] البدایۃ والنہایۃ ج ۱ ص ۱۳۰
[2] تفسیر کبیر ج ۲۰ ص ۱۲۱ طبع مصر۔

اور پھر گر پڑا کیوں کہ قاعدہ یہ ہے کہ جو واؤ اسم فاعل میں کلمہ کے آخر میں ہو اور اس کا ماقبل مکسور ہو وہ یا ہو کر گر پڑتا ہے، امام قرطبی کے نزدیک عَادٍ عَائِدٌ کا مقلوب ہے جیسے شَاكٍ شَائِكٌ کا اور هَارٍ هَائِرٌ کا اور لَاثٍ لَائِثٌ کا۔[1]

ارشاد باری فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ (پھر جو کوئی پھنسا ہو نہ بے حکمی کرتا ہو نہ زیادتی تو اس پر گناہ نہیں) میں "باغی" اور "عادی" سے کیا مراد ہے۔ اس کے متعلق امام رازی فرماتے ہیں:-

ارشاد الٰہی غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ میں اہل دلیل کے دو قول ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ اکل (کھانے) کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور دوسرا یہ کہ اکل اور غیر اکل دونوں کے لیے عام ہے۔

پہلے قول پر اس کی چند صورتیں ہیں، غَيْرَ بَاغٍ باغی نہ ہو یعنی طالب حرام نہ ہو کہ حلال ملجانے کے باوجود محض اس لیے کہ وہ پسند خاطر اور مرغوب طبع نہیں لذیذ حرام کی طرف متوجہ ہو جائے وَلَا عَادٍ اور زیادتی نہ کرے یعنی رخصت کی مقدار سے آگے نہ بڑھے (۲) باغی نہ ہو یعنی لذت کا طالب نہ ہو۔ اور "عادی" نہ ہو یعنی بھوک کی روک تھام سے زیادہ نہ کھائے۔

(۳) "باغی" نہ ہو یعنی کسی اور مضطر کے خلاف بغاوت نہ کرے کہ اس پر قابو پا کر اس کا حصہ چھین لے، اور عادی نہ ہو یعنی گرسنگی کو روکنے میں حد سے نہ بڑھے۔

دوسرے قول پر معنی یہ ہوں گے کہ سفر میں امام المسلمین سے بغاوت نہ کرے اور معصیت کر کے حق پرستوں کے شیوہ سے متجاوز نہ ہو (یعنی رہزنی اور قزاقی کا مرتکب نہ ہو)[2]"

اور امام ابوبکر احمد بن علی جصاص رازی المتوفی ۳۷۰ھ ہجری احکام القرآن میں رقمطراز ہیں:-

"ارشاد الٰہی (فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ) کے معنی میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما)، حسن بصری اور مسروق فرماتے ہیں (غَيْرَ بَاغٍ فی المیتۃ وَلَا عَادٍ فی الاکل) یعنی نہ مردار کی چاہت ہو اور نہ کھانے میں

[1] تفسیر قرطبی ج ۲ ص ۲۱۴
[2] تفسیر کبیر ج ۲۰ ص ۱۲۱۔

زیادتی، اور یہی ہمارے اصحاب (ائمہ احناف) اور امام مالک بن انس کا قول ہے۔ یہ لوگ ان باغیوں کیلئے بھی کہ جو مسلمانوں کے خلاف خروج کریں ضرورت پڑ جانے پر مردار کھانے کو اسی طرح مباح قرار دیتے ہیں جس طرح کہ اہلِ حق کے لیے۔

اور مجاہد اور سعید بن جبیر یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص امام المسلمین کے خلاف بغاوت کر کے خروج نہیں کرتا ہے اور اس کا سفر معصیت کا سفر نہیں ہے تب تو اس کے لیے روا ہے کہ مضطر ہو تو مردار کھالے ورنہ اگر اس کا سفر معصیت (رہزنی و قزاقی) کا سفر ہے یا وہ امام سے باغی ہے تو ایسی صورت میں اس کو کھانا حلال نہیں، اور یہی امام شافعی کا قول ہے۔[1]

اب اس پر غور کرنا ہے کہ ان دونوں معانی میں سے کس معنی کو زیادہ ترجیح ہے۔ سو واضح ہے کہ اضطرار کے احکام قرآن مجید میں تین جگہ مذکور ہیں اوّل تو اسی آیت میں جو تین جگہ مکرر ہے فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ (پھر جو کوئی عاجز ہو نہ زور کرتا ہو نہ زیادتی) دوسری جگہ سورۂ مائدہ میں ارشاد ہے فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّإِثْمٍ فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (پھر جو کوئی ناچار ہو گیا بھوک میں کچھ گناہ پر نہیں ڈھلتا تو اللہ بخشنے والا ہے مہربان) تیسری جگہ سورۂ انعام میں وارد ہے وَقَدْ فَصَّلَ لَكُم مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ (اور وہ کھول چکا جو کچھ تم پر حرام ہے مگر جس وقت ناچاری ہو اس کی طرف) ان تینوں مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے ضرورت اور ناچاری کا بیان فرمایا ہے اور اخیر آیت یعنی إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ میں اباحت کو اضطرار کی حالت میں مطلق رکھا ہے کسی شرط یا صفت کے ساتھ مقید نہیں فرمایا جو اس بات کو مقتضی ہے کہ جب اضطرار پایا جائے اباحت بھی پائی جائے خواہ اضطرار کسی حال میں بھی ہو لہٰذا معلوم ہوا کہ آیت مذکورہ سب مضطرین کے لیے اباحت کو واجب کر رہی ہے خواہ وہ مطیع ہوں یا عاصی۔

اب پہلی آیت میں جو غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ ارشاد فرمایا ہے تو اس میں دونوں احتمال ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ البغی والعدوان فی الاکل (یعنی کھانے کی جانب اور اس میں زیادتی) مراد ہو اور اس کا بھی

[1] احکام القرآن ج ۱ ص ۱۲۶ طبع آستانہ (قسطنطنیہ)

احتمال ہے کہ البغی علی الامام وغیرہ (امام یا کسی اور کے خلاف بغاوت) مراد ہو۔ اور محض احتمال سے کسی آیت کے عموم کی تخصیص نہیں کی جا سکتی بلکہ ایسی صورت میں آیت کو اسی معنی پر محمول کرنا ضروری ہے کہ جس میں اس کا عموم بغیر کسی قسم کی تخصیص کے باقی رہے۔

اس پر بھی غور فرمایئے کہ ایک شخص کا سفر سفرِ معصیت نہیں کہ جو ناجائز ہو بلکہ وہ حج کے مبارک سفر پر نکل رہا ہے یا جہاد اور تجارت کے لیے سفر کر رہا ہے مگر وہ اس سفر میں دوسرے شخص کا مال زبردستی لے لیتا ہے اور اس طرح اس کے خلاف بغاوت کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے یا اسی سفر میں نماز چھوڑ دیتا ہے اور زکوٰۃ نہیں ادا کرتا اور اس طرح حکمِ الٰہی سے عدوان و سرتابی کا مرتکب ہوتا ہے تو باتفاقِ فقہاء اس کی یہ بغاوت و عدوان اضطرار کی حالت میں اس کو مردار کھانے سے مانع نہیں بلکہ مردار کا کھانا اس کے لیے اسی طرح مباح ہے جس طرح کہ ان ناجائز امور کے ارتکاب سے پہلے اضطرار کی حالت میں تھا۔

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ میں جمیع وجوہ سے بغاوت و عدوان کی نفی مراد نہیں ہے اسی طرح آیت میں کسی مخصوص "بغی و عدوان" کا بھی ذکر نہیں ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ دونوں الفاظ مجمل ہیں اور محتاج بیان بدیں وجہ آیت اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ کی اس سے تخصیص نہیں کی جا سکتی ہے اور نہ اضطرار کو کسی خاص حالت سے مقید کیا جا سکتا ہے کیوں کہ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ کا استعمال اپنی حقیقت اور ظاہر پر دشوار ہے۔

ہاں اگر یہاں "البغی والتعدی فی الاکل" مراد لیں تو اس صورت میں ہم لفظ کو اسی حقیقت اور عموم میں استعمال کریں گے کہ جو اس سے مراد ہے اور جس کے لیے وہ لفظ لایا گیا ہے اور دو وجہ سے یہاں یہی معنی اولیٰ ہیں اول تو اس لیے کہ اس صورت میں یہ الفاظ اپنے عموم میں مستعمل ہوں گے یعنی مردار کھانے کے بارے میں ہر طرح کی چاہت اور زیادتی حرام رہے گی اور دوسری وجہ یہ ہے کہ پھر اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ کی تخصیص بھی نہیں کرنا پڑے گی۔

اسی طرح غَیْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ (وہ مائل نہ ہو گناہ پر) کا یا تو یہ مطلب ہوگا کہ وہ سارے گناہوں سے مجتنب ہے یعنی مضطر کے لیے شرطِ اباحت یہ ہوگی کہ اس سے قطعاً کسی قسم کا کوئی گناہ سرزد نہ ہوا ہو خواہ اس گناہ کا تعلق کھانے سے ہو یا نہ ہو حتیٰ کہ اگر اس نے کسی کا ایک روپیہ بھی دبا رکھا ہے یا کسی ایک

وقت کی بھی نماز چھوڑ رکھی ہے یا کسی ایک دن کے بھی روزہ کی ناغہ کر دی ہے اور ابھی تک توبہ نہیں کی ہے تو اس کے لیے مردار کھانا روا نہیں۔ یا پھر یہ معنی کرنا پڑینگے کہ خواہ اس سے کسی قسم کا بھی گناہ سرزد ہوا ہے اکل میتہ کی اجازت ہے بس اتنی شرط ہے کہ اس کا سفر معصیت کے لیے نہ ہو اور وہ امام کا باغی نہ ہو حالانکہ یہ سب کے نزدیک ثابت ہے کہ بعض معاصی پر اس کا جمار ہنا بوقت اضطرار اس کے لیے مردار کے حلال ہونے کو نہیں روکتا اس لیے یہ معنی بھی مراد نہیں ہو سکتے، اب وہ کون سا گناہ ہے کہ جو اباحت سے مانع ہے اس کو دوسری جگہ سے تلاش کرنا پڑے گا جس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ لفظ کو مجمل اور محتاج بیان ماننا پڑے گا اور آیت کا حکم دوسری جگہ کے بیان پر موقوف رہے گا حالانکہ جہاں تک ہم سے آیت کے حکم پر عمل ہو سکے وہاں تک اس پر عمل کرنا لازمی ہے اور اس پر عمل کرنے کی صورت یہی ہے کہ "اثم" سے مراد یہی ہے یعنی "لا تعدی فی الاکل" ہے کہ بقدر سد رمق کھائے یعنی اتنا کہ جس سے تلف ہونے کا خوف جاتا رہے۔

یہ واضح رہے کہ دوسری جگہ ارشاد ہو رہا ہے وَلَا تَقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ (اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو) اب جو شخص کہ مباح کو استعمال نہ کرے اور مر جائے تو وہ سارے اہل علم کے نزدیک اپنے نفس کا قاتل اور اس کا تلف کنندہ ہے اور علماء میں اس مسئلہ کے اندر عاصی اور مطیع کا حکم مختلف نہیں ہے۔ بلکہ ایسی صورت میں عاصی کا کھانے سے رک جانا اس کے عصیان میں اور زیادتی ہی کا باعث ہے۔ لہٰذا بحالت اضطرار بھی کھانے کے مباح ہونے میں عاصی اور مطیع دونوں کا حکم ایک ہونا چاہیے۔ غور فرمائیے اگر وہی عاصی اس طعام مباح کے کھانے سے باز رہے جو اس کے پاس موجود ہے اور اسی حالت میں مر جائے تو یقیناً نہ کھانے میں وہ اللہ کا نافرمان ہوگا۔ گو وہ باغی ہو اور اس کا سفر سفر معصیت ہی ہو۔ ظاہر ہے کہ بحالت ضرورت و ناچاری مردار کا وہی حکم ہے جو وسعت و گنجائش کے ہوتے حلال کا۔ اب اگر یہ سوال اٹھایا جائے کہ آخر "باغی" اور "عادی" کو دقت ہی کیا ہے کیوں نہ فوراً توبہ کر لے کہ مردار حلال ہو جائے۔ لہٰذا جب وہ توبہ نہیں کرتا اور مردار حلال نہ ہونے کے سبب بغیر کھائے مر جاتا ہے تو ایسی صورت میں وہ خود اقدام خودکشی کا مرتکب ہے، تو اس کا جواب صاف ہے کہ بلا شبہ یہ آپ کا فرمانا بجا لیکن بہرحال اگر اس سے توبہ نہ کی جب بھی اس کو اپنے آپ کو تلف کرنے کی اجازت

نہیں کر کھانا چھوڑ بیٹھے اور مر جائے کیونکہ ترک توبہ سے اس کو خودکشی مباح نہیں ہو جائے گی بلکہ اس نے اگر ایسا کیا تو ڈبل مجرم ہوگا اور ایک کی بجائے دو گناہوں کا ارتکاب کرے گا۔ ایک خروج فی المعصیت کا اور دوسرا نہ کھانے کے باعث خودکشی کا۔

یہ بھی خیال رہے کہ مطیع اور عاصی کا حکم ماکولات و مشروبات میں مختلف نہیں مطیع اور فرمانبردار کو جن چیزوں کے کھانے کی اجازت ہے نافرمان اور عصیاں شعار بندوں کو بھی ان کا استعمال روا ہے اور جو اطعمہ اور اشربہ نیک بندوں پر حرام ہیں ان کا استعمال گنہگار بندوں کو بھی ناجائز ہے۔ غرض حلت و حرمت کے باب میں اطاعت کیش اور معصیت کوش میں کوئی فرق مراتب نہیں ہے۔ اب فیصلہ فرمائیے کہ اگر بوقت ضرورت مطیعین کو اکل میتہ مباح ہے تو عاصیوں کو ضرورت پڑ جانے پر کیوں حرام ہو جائے گا۔

شاید یہ خیال آئے کہ اباحت میتہ ایک شرعی رخصت ہے اور عاصی کو رخصت سے فائدہ اٹھانے کا حق نہیں۔ تو اول تو یہ دراصل ایک قسم کا مغالطہ ہے کیونکہ اکل میتہ بحالت اضطرار درحقیقت رخصت نہیں بلکہ فرض ہے اضطرار نے اس کی حرمت کو زائل کر دیا ہے چنانچہ سابق میں گزر چکا کہ اگر مضطر اس کے کھانے سے باز رہا اور مر گیا تو شرعاً وہ اسی طرح خودکشی کا مرتکب سمجھا جائے گا جس طرح وہ شخص کہ جس نے مقدور رہتے ہوئے روٹی کھانا اور پانی پینا چھوڑ دیا اور جان دے ڈالی۔ دوسرے یہ دعویٰ کہ عاصی کو رخصت سے فائدہ اٹھانے کا حق نہیں یہ بھی سرے سے غلط ہے۔ اگر عاصی مقیم ہو اور ماہ رمضان میں بیمار ہو جائے تو اس کو روزہ افطار کرنے کی رخصت حاصل ہے اسی طرح اگر وہ مسافر ہو اور سفر میں پانی نہ ملے تو تیمم کر سکتا ہے۔ اسی طرح مسح علی الخفین میں مقیم کو ایک دن اور ایک رات اور مسافر کو تین دن اور تین رات تک موزوں پر مسح کرنے کی اجازت ہے اور اس باب میں عاصی اور مطیع میں کوئی فرق ہے۔

عربیت کے لحاظ سے غور کیجئے گا تو معلوم ہوگا کہ آیت فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ اور فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ

مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ میں ایک فعل مضمر ہے جس سے کلام مستغنی نہیں ہو سکتا کیوں کہ ضرورت کا پڑ جانا مضطر کا اپنا ذاتی فعل نہیں کہ جس کی بنا پر فَلَآ اِثْمَ عَلَیْهِ اور فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ اس کی خبریں بن سکے لہٰذا فَمَنِ اضْطُرَّ کے لیے خبر کا ہونا ضروری ہے جس پر کلام تمام ہو کیوں کہ حکم کا تعلق نفس ضرورت سے نہیں ہے اب جس خبر پر کلام تام ہوگا وہ اکل ہی ہے گویا تقدیر آیت یہ ہے فمن اضطر فاکل فلا اثم علیہ (جو عاجز ہوا اور اس نے کھا لیا تو اس پر کچھ گناہ نہیں) رہا غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ تو ان لوگوں کے نزدیک کہ جو اس کی تفسیر غیر باغ فی المیتۃ ولا عاد فی الاکل سے کرتے ہیں یہ حالت اکل کا بیان ہے یعنی اس حالت میں کھایا کہ نہ کھاتے وقت مردار کی چاہت تھی اور نہ کھانے میں ضرورت کی حد سے آگے بڑھا صرف بقدر ضرورت کھایا اور جو لوگ کہ اس کی تفسیر غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ علی المسلمین سے کرتے ہیں ان کے نزدیک تقدیر یوں ہوگی فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ ولا عاد علی المسلمین فاکل فلا اثم علیہ (یعنی جو مضطر ہوا بشرطیکہ وہ مسلمانوں کے خلاف بغاوت اور زیادتی نہ کرتا تھا اور پھر اس نے کھا لیا تو اب گناہ نہیں) اس صورت میں بغاوت و عدوان کھانے سے قبل اضطرار کی حالت کا بیان ہوگا یعنی ایسا مضطر ہے کہ جو مسلمانوں سے باغی نہیں ہے اور ان کے خلاف سرتابی نہیں کرتا ہے بغرض ان کے خیال میں وہ اکل کی صفت نہیں ہے اور پہلی تفسیر پر یہ اکل ہی کی صفت ہے یہ حذف ایسا ہی ہے جیسا کہ آیت شریفہ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِیْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ (پھر جو کوئی تم میں بیمار ہو یا سفر میں تو گنتی چاہیے اور دنوں سے) میں یہ معنی ہیں کہ جو کوئی تم میں بیمار ہو یا مسافر ہو اور افطار کرلے تو دوسرے دنوں میں ان کو گن کر پورے کرلے یہاں فافطر محذوف ہے تقدیر آیت یوں ہے فمن کان منکم مریضا او علی سفر فافطر فعدۃ من ایام اخر اسی طرح دوسری آیت فَمَنْ كَانَ مَرِیْضًا اَوْ بِهٖۤ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْیَةٌ مِّنْ صِیَامٍ (پھر جو کوئی تم میں بیمار ہو یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو تو بدلا ہے روزے) کہ یہاں فحلق محذوف ہے اور تقدیر آیت یوں ہوگی فحلق فدیۃ من صیام یعنی اگر بیمار ہو یا سر میں کچھ تکلیف ہو اور منڈا ڈالے تو روزے

رکھے۔ ان مقامات پر حذف اس لیے ہوا ہے کہ مخاطبوں کو محذوف کا علم ہے اور خطاب حذف پر دلالت کر رہا ہے۔ اب غور کیجیے یہ حذف بھی اسی بات کو بتلاتا ہے کہ یہاں "البغی والعدوان فی الاکل" ہی مراد لینا اولیٰ ہے اور "البغی والعدوان علی المسلمین" مراد لینا مناسب نہیں کیونکہ آیت میں اس سے پیشتر مسلمین کا کہیں مذکور نہیں نہ محذوفاً نہ مذکوراً جس طرح سے کہ اکل کا لفظ محذوف ہے لہٰذا آیت کو اس کے مقتضیٰ پر محمول کرنا یعنی غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ کو "اکل" کا حال اور راس کی صفت قرار دینا ہی اولیٰ ہے بہ نسبت اس کے کہ اس کو ایسے معنی پر محمول کیا جائے کہ جس پر لفظ محذوفاً یا مذکوراً کسی طرح بھی متضمن نہ ہو ہاں آیۃ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ میں کسی اضمار یا حذف کے ماننے کی ضرورت نہیں کہ یہ بذات خود اس سے مستغنی ہے کیونکہ یہ ایسے جملہ سے استثناء ہے کہ جس سے خود اس کے معنی یعنی تحریم سمجھ میں آرہی ہے۔ ارشاد ہے وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ (اور کھول چکا تم کو جو کچھ کہ تم پر حرام ہے مگر جس وقت ناچار ہو اس کی طرف) معلوم ہوا کہ حالت اضطرار حرمت سے مستثنیٰ ہے لہٰذا مباح ہے اس لیے یہاں کسی اضمار کے ماننے کی سرے سے گنجائش نہیں[1] (ملاحظہ ہو اضطرّ)

۲/ھ ۸/ھ ۱۴/۲۱

عَادَ : وہ پھرا، اس نے عود کیا، وہ پھر آرہا، وہ گیا (نصر) عَوْدٌ ہے جس کے معنی کسی چیز سے ہٹ جانے کے بعد پھر اس کی طرف لوٹنے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب عَادَ اصل میں عَوَدَ تھا واو متحرک ماقبل مفتوح فتحہ واو پر ثقیل تھا اس لیے واو کو الف سے بدلا عَادَ ہوگیا۔

واضح رہے کہ عود کے معنی کبھی صیرورت کے بھی آتے ہیں چنانچہ علامہ ناصر بن عبد السید مطرزی المغرب میں لکھتے ہیں :-

"عود کے معنی ہیں صیرورت (ایک حال سے دوسری حالت کی طرف پلٹنے کے) خواہ ابتداً ہو یا ثانیاً۔ پہلی صورت کی مثال ہے حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ (یہاں تک کہ پھر آرہا جیسے کہ ٹہنی پرانی) اور دوسری صورت کی مثال ہے كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ جیسا تم کو پہلی بنایا دوسری

[1] یہ بحث تمام تر احکام القرآن جصاص کا ترجمہ ہے۔

بار ہوں گے" عود کا تعدیہ بنفسہٖ بھی ہوتا ہے اور حروف جارہ میں الیٰ، علیٰ اور فی کے ساتھ بھی نیز لام کے ذریعہ بھی جیسے ارشاد ہے وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ "اور اگر پھر بھیجے تو پھر کریں وہی جو منع ہوا تھا ان کو"

آیہ شریفہ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (اور جو کوئی پھر کرے تو وہی ہیں دوزخ کے لوگ اسی میں رہ پڑے) میں "عود" سے مراد جیسا کہ زجاج نے تصریح کی ہے سود کا پھر حلال سمجھنا ہے[1] محض سود خواری نہیں جیسا کہ زمخشری نے اپنے اعتزال کی بدولت سمجھا ہے۔ اور آیت سے فساق کے عذاب دائمی پر استدلال کیا ہے[2] کیونکہ عود کو اسی معنی پر محمول کیا جائے گا جس کی سابق میں تصریح گذر چکی ہے۔ اور آیات سابقہ میں سود خواری اور بیع پر قیاس کر کے اس کو جائز سمجھنے کا بیان ہے لہٰذا عود سے مراد اسی ناپاک اعتقاد کی طرف عود ہوگا (ملاحظہ ہو تَعُوْدُوْنَ ۳/۴، ۷/۲، ۲۳/۲)

عَادَ نِ الْاُوْلٰى: عاد اولیٰ، اگلے عاد۔ یہاں اولیٰ ہمزہ کے ساتھ بغیر اس کا مرکز ظاہر کیے ہوئے لکھا جاتا ہے۔ اسی طرح رسم قرآنی میں عاد کی دال کے بعد ایک الف کا اور اضافہ کیا جاتا ہے کیونکہ یہ ثمود سے پہلے ہو گذرے ہیں۔ ابن زید نے تصریح کی ہے کہ "ان کو عاد اولیٰ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ حضرت نوح علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد پہلی ہلاک ہونے والی قوم یہی ہے[3] اور صالحین قوم ہود علیہ السلام کو جنہوں نے ایمان کی بدولت نجات پائی تھی اور ان کی اولاد "عاد ثانیہ" کہلاتی ہے[4]

شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی عاد اولیٰ اور عاد ارم کو تو ایک خیال کرتے ہیں لیکن قوم ہود علیہ السلام کو "عاد ثانیہ" بتاتے ہیں۔ چنانچہ تفسیر عزیزی میں رقمطراز ہیں "دریں جا باید دانست کہ عاد نام دو فرقہ است عاد اولیٰ کہ آنہا را عاد قدیمہ نیز گویند و آنہا اولاد عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام اند و آنہا را عاد ارم نیز گویند زیرا کہ ارم جد آنہا بود و شہرا رم نیز بنام جد خود مسمّٰی کردہ بودند

[1] تفسیر مدارک التنزیل امام نسفی ج ۱ ص ۱۰۸ طبع مصر [2] ملاحظہ ہو تفسیر کشاف آیہ مذکورہ [3] فتح القدیر ج ۵ ص ۱۱۴ - [4] ملاحظہ ہو تفسیر بغوی اور تفسیر خازن ج ۷ ص ۲۲۵ طبع مصر ۱۱۰۳۴ھ

مساکن ایشاں متصل عدن بود، و عاد دوم کہ آنہا اولادِ شخصے دیگر اند کہ نام او نیز عاد بود دانہ بقیہ عاد اولیٰ بود کہ در زمین احقاف متصل بحضر موت وطن گرفت و فتنہ زندان او و آں ملک منتشر گشتند و قصہ عاد دوم با پیغمبر ایشاں کہ حضرت ہود علیہ السلام بودند در قرآن مجید بکمر روارد است چنانچہ در ہر مقام خود مذکور است و قصہ عاد اولیٰ در قرآن مجیدیش از دو جا بیامدہ و آں ہم بطریق اجمال یکے ایں جا و دوم در سورۂ نجم کہ اَهۡلَكَ عَادَاً الۡاُوۡلٰى بآں اشارہ است[1]۔

لیکن شاہ صاحب کا یہ خیال چونکہ عام مفسرین اور مورخین کی تصریح کے خلاف ہے اس لیے قابلِ قبول نہیں ہے۔ ہود علیہ السلام عاد ثانیہ میں مبعوث نہیں ہوئے تھے بلکہ عاد اولیٰ کی طرف ان کی بعثت ہوئی تھی۔ اور یہی عاد اولیٰ عاد ارم بھی کہلاتے ہیں۔ قرآن مجید میں جہاں بھی عاد کا ذکر آیا ہے اس سے عاد اولیٰ ہی مراد ہیں سوائے سورۃ الاحقاف کے کہ وہاں حافظ ابن کثیر کے خیال میں عاد ثانیہ کا مذکور ہے۔ چنانچہ البدایۃ والنہایہ میں رقمطراز ہیں :

فعلی ھٰذا انکون القصة المذکورۃ فی سورۃ الاحقاف خبراعن قوم عاد الثانیۃ وتکون بقیۃ السیاقات فی القرآن خبراعن عاد الاولیٰ	اس صورت میں سورہ احقاف میں جو قصہ مذکور ہے وہ عاد ثانیہ کا واقعہ ہے اور باقی قرآن مجید میں جتنے بھی عاد کے قصے ہیں وہ عاد اولیٰ ہی کی خبر ہے۔

لیکن صحیح یہی ہے کہ سورۂ احقاف میں بھی عاد اولیٰ ہی کا واقعہ مذکور ہے کیوں کہ اس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے وَاذۡكُرۡ اَخَا عَادٍ اِذۡ اَنۡذَرَ قَوۡمَهٗ بِالۡاَحۡقَافِ (اور یاد کر عاد کے بھائی کو جب ڈرایا اپنی قوم کو احقاف میں)، اب ظاہر ہے کہ یہ اخا عاد ہود علیہ السلام کے سوا اور کون ہیں خود قرآن مجید کی تصریح ہے وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمۡ هُوۡدًا (اور عاد کی طرف ان کا بھائی ہود) دوسری جگہ ارشاد ہے اِذۡ قَالَ لَهُمۡ اَخُوۡهُمۡ هُوۡدٌ اَلَا تَتَّقُوۡنَ (جب کہا ان کو ان کے بھائی ہود نے کیا تم کو ڈر نہیں) چنانچہ اتنا

[1] تفسیر عزیزی الموسوم بہ فتح العزیز پارۂ عم طبع محمدی لاہور ص ۱۹۱ ر ۱۹۲
[2] البدایۃ والنہایۃ ج ۱ ص ۱۳۰ طبع مصر۔

اقرار تو خود حافظ ابن کثیر کو بھی ہے۔

فالظاہران عادا — سو ظاہر یہی ہے کہ یہ عاد
ھذہ ھی عاد الاولیٰ — عاد اولیٰ ہی ہیں کیوں کہ
فان سیاقھا شبیہ — اس کا سیاق قوم ہود
بسیاق قوم ھود — کے سیاق کے مشابہ ہے
وھم الاولیٰ۔ — اور قوم ہود عاد اولیٰ ہی ہیں۔

حافظ ابن کثیر کے شبہ کا منشا دراصل ابن اسحٰق کا وہ بیان ہے جو انہوں نے قوم عاد کی تباہی کے بارے میں تحریر کیا ہے اور جس کو مفسرین عام طور پر نقل کرتے چلے آتے ہیں کہ جب قوم عاد نے بحجز کفر کے ہر چیز کے ماننے سے انکار کیا تو حق تعالےٰ شانہ نے تین سال تک مسلسل بارش کو روک رکھا آخر جب یہ مجبور ہوئے تو انہوں نے ستر آدمیوں کا ایک وفد حرم مکہ کو روانہ کیا تاکہ وہاں جاکر بارش کے لیے دعائیں کریں۔ اس زمانہ میں دستور تھا کہ جب کوئی سخت مجبوری ہوتی تو حرم میں آکر اللہ تعالیٰ سے کشائش کے لیے دعا کیا کرتے تھے چنانچہ یہ وفد مکہ معظمہ میں ایک ماہ تک تو معاویہ بن بکر کا مہمان بنا رہا کہ مزے سے وہاں مے نوشی کرتے اور اس کی دو لونڈیاں تھیں ان کا گانا سنا کرتے۔ ایک مہینہ میں یہاں تک پہنچ پاتے تھے اور ایک مہینہ یوں گزار دیا آخر میزبان ہی کو خیال آیا مگر چونکہ واپسی کے لیے ان سے خود کہتے شرم آتی تھی اس لیے کچھ اشعار نظم کرکے لونڈیوں کو دیئے تاکہ وہ ان کو گائیں، ان اشعار میں قوم عاد کی بدحالی پر توجہ دلائی تھی اور وفد کو اپنے فرض کی بجاآوری پر یاد دہانی کی تھی لونڈیاں اشعار گانے لگیں تو وفد کو ہوش آیا حرم محترم میں اٹھ کر گئے اور قوم کے لیے پانی کی دعا مانگی۔ رئیس وفد قیل بن عنز نے جب دعا کی تو اللہ تعالےٰ نے تین بدلیاں بھیجیں، سفید، سرخ اور سیاہ اور آسمان سے منادی نے ندا دی کہ اپنے اور اپنی قوم کے لیے ان تینوں ٹکڑوں میں سے جس کو چاہے پسند کرلے قیل نے کہا کہ میں ابر سیاہ کو پسند کرتا ہوں یہ ابر سیاہ ابر عذاب تھا جس نے قوم عاد کو تہ و بالا کر کے رکھ دیا۔ اور صفحہ ہستی سے ان کا نام و نشان مٹا ڈالا۔ یہ قصہ بہت طول طویل ہے ابن اسحٰق نے اس کو بہ تمام و کمال بیان کیا ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل میں بھی بروایت حارث بن حسان بن یزید اس قصہ کی کچھ اصل ملتی ہے اس بنا پر حافظ ابن کثیر کو یہ شبہ ہوا کہ یہ حالات تو عاد ثانیہ کے ہوسکتے ہیں کیوں کہ ابن اسحٰق

کے بیان میں مکہ شریف کا نام آیا ہے اور اس کی بنا حضرت ابراہیم خلیل صلوات اللہ وسلامہ علیہ کے عہد میں ہوئی ہے ۔ نیز اس میں معاویہ بن بکر اور اس کے اشعار کا تذکرہ ہے جو عاد اولیٰ کے بعد کا کلام ہے پھر اس کی زبان متقدمین کی زبان کے مشابہ نہیں لہٰذا سورۂ احقاف میں جس عاد کا ذکر ہے وہ بھی عاد ثانیہ ہیں ۔ سو اس کے متعلق صرف اتنا عرض کیا جا سکتا ہے کہ سند کی روایت کے بارے میں تو خود حافظ ابن کثیر ہی نے لکھا ہے ۔

ھو غریب جدا من غرائب الحدیث و افرادہ [1]	وہ احادیث غرائب و افراد میں غریب ترین روایت ہے ۔

رہا ابن اسحٰق کا بیان سو وہ کوئی حدیث مرفوع نہیں کہ جس کی بنا پر خواہ مخواہ ظاہر سیاق قرآن کو چھوڑا جائے علاوہ ازیں قرآن مجید میں مصرح ہے وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖٓ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ (اور یاد کر عاد کے بھائی کو جب ڈرایا اپنی قوم کو احقاف میں اور گزر چکے تھے ڈرانے والے اس سے پہلے اور اس کے پیچھے کہ نہ بندگی کرو کسی کی اللہ کے سوا)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ہود علیہ السلام سے پہلے بھی اور پیچھے بھی عاد میں متعدد رسول گزر چکے ہیں لہٰذا بجائے اس کے کہ خود قرآن کو سیاق کے خلاف احقاف کے عاد کو عاد ثانیہ بتایا جائے صرف یہ کہنا چاہیے کہ ابن اسحٰق کے بیان میں جس عاد کا تذکرہ ہے وہ عاد ثانیہ تھے ۔ اور یہ واقعہ حضرت ہود علیہ السلام کے علاوہ کسی اور پیغمبر کے عہد میں ہوا ہے پھر اس پر مزید لطف یہ ہے کہ خود حافظ ابن کثیر حضرت ہود علیہ السلام کے متعلق مسند احمد سے باسناد حسن حج بیت اللہ کا واقعہ بھی نقل فرما رہے ہیں ۔ اتنا ہی نہیں بلکہ مسند ابی یعلی سے حضرت نوح علیہ السلام کے حج کو بھی نقل کیا ہے ۔ اب ظاہر ہے کہ کعبہ شریف کی بنا عہد ابراہیم علیہ السلام سے پہلے ہی ہونا چاہیے اور یہ ماننا چاہیے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھوں اس کی دوبارہ تعمیر عمل میں آئی تھی ۔ ر ۲۶

عَادُوْا : وہ پھر سے ، انہوں نے پھر کیا ۔ عَوْدٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب لَعَادُوْا (وہ پھر جاتے ، وہ پھر کرتے ہیں) میں لام جواب لو میں واقع ہے (ملاحظہ ہو لام) ث

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۱۶۰ طبع مصر ۔

عَادُوْنَ : حد سے گزرنے والے، حد سے بڑھنے والے، حد سے نکلنے والے، عَدْوٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع عَادٍ کی جمع بحالت رفع، عَادُوْنَ اصل میں عَادِوُوْنَ تھا، واو کلمہ میں چوتھی جگہ آیا اور ما قبل اس کا مضموم نہ تھا لہٰذا اس کو ی سے تبدیل کیا عَادِیُوْنَ ہوا۔ ضمہ ی پہ دشوار تھا، نقل کر کے ما قبل کو دیا اب دو ساکن جمع ہوئے ی اور و، ی کو حذف کر دیا عَادُوْنَ ہو گیا۔

علامہ راغب اصفہانی آیہ شریفہ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عَادُوْنَ (بلکہ تم لوگ ہو حد سے بڑھنے والے) کے تین معنی کرتے ہیں (۱) مُعْتَدُوْنَ یعنی حد سے نکلنے والے (۲) مُعَادُوْنَ (بلکہ تم لوگ ہو حد سے بڑھنے والے) (۳) متجاوزن الطور یعنی طور طریق سے ہٹنے والے، یہ عرب کے محاورہ عدا طورہ (وہ اپنے طور سے ہٹ گیا) سے ماخوذ ہے۔ اس صورت میں معنی ہوں گے "انسانیت کے طور سے ہٹ جانیوالے"

آیہ شریفہ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ (اور جو لوگ اپنی شہوت کی جگہ تھامتے ہیں مگر اپنی عورتوں پر یا اپنے ہاتھ کے مال (لونڈیوں) پر سو ان پر نہیں الاہنا، پھر جو کوئی ڈھونڈے اس کے سوائے سو وہی ہیں حد سے بڑھنے والے) متعہ کی ناسخ ہے، کیوں کہ ظاہر ہے کہ جن عورتوں سے متعہ کیا جاتا ہے وہ لونڈیاں تو یقیناً نہیں ہیں، اور نہ ازواج میں بھی داخل نہیں کیوں کہ وہ وارث نہیں ہو سکتی ہیں۔ اور یہ بات بالاجماع ثابت ہے حتیٰ کہ روافض بھی ان کی وراثت کے قائل نہیں ہیں حالانکہ بیویاں قرآن مجید کی رو سے وارث ہیں اور ان کا حصہ قرآن شریف میں بصراحت مذکور ہے جامع ترمذی میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ متعہ ابتداء اسلام میں رائج تھا۔ کوئی شخص جب کسی شہر میں جاتا اور وہاں اس کی جان پہچان نہ ہوتی تو وہ جتنی مدت کے لیے وہاں قیام کا ارادہ کرتا کسی عورت سے عقد کر لیتا۔ وہ عورت اس کے مال و متاع کی حفاظت کرتی اور اس کا کام کاج بھی کر دیتی تھی تا آنکہ جب آیت اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ نازل ہوئی تو سوائے بیوی اور لونڈی کے ہر شرم گاہ حرام ہو گئی [1] پ ۱۸/۱ پ ۱۹/۱۳ ۲۹/۷

[1] جامع ترمذی ص ۱۸۹ مطبوعہ احمدی دہلی۔

غٰدِیٰتِ: دوڑنے والیاں (گھوڑے یا اونٹنیاں)

قاضی شوکانی لکھتے ہیں:

"عَادِیٰت عَادِیَۃٌ کی جمع ہے جو بمعنی تیز دوڑنے والی کے ہے اور عَدْوٌ سے مشتق ہے جس کے معنی تیز روی کے ہیں۔ واؤ کو ما قبل کے مکسور ہونے کی وجہ سے یا سے تبدیل کر لیا ہے۔ جس طرح سے کہ غَازِیَاتٌ میں جو غَزْوٌ سے بنا ہے[1]"۔

امام راغب فرماتے ہیں کہ عَدْوٌ کے معنی ہیں تجاوز کرنے اور ہم آہنگی کو ختم کرنے کے۔ اب اگر یہ چیز چلنے میں ہو تو اس کو عَدْوٌ (دوڑنا) کہتے ہیں۔ یہاں "عادیات" سے کیا مراد ہے اس بارے میں مفسرین سلف کے دو قول ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما عطاء مجاہد، عکرمہ، حسن بصری، کلبی، قتادہ، مقاتل اور ابوالعالیہ وغیرہ کا قول ہے کہ غازیوں کے گھوڑوں کی صفت بیان کی گئی ہے۔ اور حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس سے مراد اونٹ ہیں، محمد بن کعب اور سدی کا بھی یہی قول ہے[2]۔

تفسیر کی کتابوں میں "العادیات" کے متعلق حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کے مابین ایک نہایت دلچسپ مکالمہ منقول ہے جو یہاں درج کیا جاتا ہے۔ ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن الانباری (کتاب الاضداد میں) حاکم (اور انہوں نے اس روایت کو صحیح بھی کہا ہے) اور ابن مردویہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ میں حجر اسود کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ ایک شخص نے مجھ سے آکر "العادیات ضبحا" کے متعلق دریافت کیا، میں نے کہا یہ ان گھوڑوں کا بیان ہے جو اللہ کی راہ میں تاخت کرتے ہیں اور جب سر شام واپس ہوتے ہیں تو پھر لوگ کھانوں کی تیاری کے لیے آگ جلاتے ہیں۔ وہ میرے پاس سے پلٹ کر (حضرت) علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) کے پاس پہنچا آپ اس وقت زمزم کے سقایہ کے نیچے تشریف فرما تھے۔ اس نے آپ سے بھی اسی کے متعلق سوال کیا آپ نے فرمایا تم مجھ سے پہلے بھی اس کے بارے میں کسی سے دریافت کر چکے ہو کہنے لگا ہاں میں نے ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے پوچھا تھا، تو انہوں نے بتلایا کہ یہ وہ گھوڑے ہیں جو اللہ کی راہ میں تاخت کرتے

[1] تفسیر فتح القدیر سورہ العٰدیٰت [2] ملاحظہ ہو معالم التنزیل از امام البغوی ج ۷، ص ۲۲۵ طبع مصر ۱۳۶۷ھ بر حاشیہ تفسیر خازن۔

میں آپ نے فرمایا جاؤ اور انہیں میرے پاس لے آؤ جب میں آپ کے پاس لایا تو فرمانے لگے کہ تم لوگوں کو وہ بات بتاتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں۔ خدا کی قسم پہلا غزوہ جو اسلام میں ہوا وہ بدر تھا اور اس وقت ہمارے ساتھ صرف دو گھوڑے تھے - ایک حضرت زبیر بن العوام (رضی اللہ عنہ) کے پاس اور دوسرا حضرت مقداد بن الاسود (رضی اللہ عنہ) کے پاس، پھر العادیات ضبحا سے یہ مطلب کب نکلے گا اَلْعٰدِیٰتِ ضَبْحًا سے تو وہ اونٹنیاں مراد ہیں جو عرفہ سے مزدلفہ تک دوڑتی ہیں اور جب لوگ مزدلفہ جا ٹھہرتے ہیں تو پھر آگ روشن کرتے ہیں اور اَلْمُغِیْرٰتِ صُبْحًا یعنی صبح کو مزدلفہ سے منیٰ کی طرف تاخت کرتی ہیں چنانچہ یہی جَمْعًا سے مراد ہے اور فَاَثَرْنَ بِہٖ نَقْعًا اس میں زمین کے اُس غبار کا بیان ہے جو ان اونٹنیوں کے قدموں تلے روندنے سے اُٹھتا ہے - ابن عباس (رضی اللہ عنہما) کا بیان ہے کہ پھر میں نے اپنے قول کو چھوڑ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول کی طرف رجوع کر لیا - اور ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم ابراہیم نخعی سے ناقل ہیں کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا تھا کہ بدر میں گھوڑے نہ تھے تو حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) نے کہا تھا کہ یہ سواروں کے ایک خاص دستہ کا بیان ہے جو کسی جنگی مہم پر روانہ کیے گئے تھے اور عبد بن حمید نے شعبی سے جو اس مکالمہ کو نقل کیا ہے اس کے اخیر میں یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ بھی کہا تھا کہ ملاحظہ فرمائیے اس میں غبار اُڑانے کا ذکر ہے اور غبار گھوڑوں کی ٹاپوں ہی سے اُڑتا ہے۔ نیز عبدالرزاق، سعید بن منصور، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم بطریق عمرو بن دینار، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے العادیات ضبحا کی تفسیر میں راوی ہیں

لیس شیئ من	سوائے کتے اور گھوڑے
الدواب یضبح الا	کے چوپایوں میں سے کوئی
الکلب والفرس -	جانور نہیں ہانپتا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس روایت کی اسناد کو صحیح کہا ہے - [2]

اسی طرح کی گفتگو ان دونوں حضرات کے شاگردوں میں بھی ہوئی ہے - چنانچہ عبد بن حمید

[1] یہ تمام روایات تفسیر فتح القدیر ج ۵ ص ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۴ سے منقول ہیں [2] ملاحظہ ہو فتح الباری ج ۸ ص ۵۵۹ طبع میریہ مصر۔

ابو صالح سے نقل کرتے ہیں کہ میرے اور عکرمہ کے درمیان "العادیات" پر گفتگو ہوئی وہ کہنے لگے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ یہ جہاد کے گھوڑے ہیں اور میں نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ یہ حاجیوں کے اونٹ ہیں اور میرے مولیٰ تمہارے مولیٰ سے زیادہ عالم تھے۔[1] بہرحال گو اس سے اونٹ بھی مراد لیے جا سکتے ہیں تاہم عامہ مفسرین و اہل لغت نے "العادیات" سے گھوڑے ہی مراد لیے ہیں چنانچہ امام قرطبی فرماتے ہیں :-

كذا قال عامة المفسرين واهل اللغة [2]	عامہ مفسرین اور اہل لغت نے ایسا ہی کہا ہے۔

اور قاضی محمد بن علی شوکانی لکھتے ہیں :-

والراجح انها الخيل كما ذهب اليه الجمهور وكما هو الظاهر من هذه الاوصاف المذكورة في هذه السورة فانها في الخيل اوضح منها في الابل [3]	اور راجح یہی ہے کہ یہ گھوڑے ہیں چنانچہ جمہور اسی طرف گئے ہیں اور یہی ان اوصاف سے ظاہر ہوتا ہے جو اس سورت میں مذکور ہیں کیونکہ یہ صفات بہ نسبت اونٹ کے گھوڑوں میں زیادہ واضح ہیں۔

اور تفسیر کبیر میں اسی کو اکثر محققین کا قول بیان کر کے لکھا ہے کہ۔

"العادیات کا الف لام اگر ہم عہد کا قرار دیں تو یہ قسم اسی سریہ (دستہ فوج) کے سوار ہوں گے اور اگر جنس کا قرار دیں تو یہ ان تمام گھوڑوں کی قسم ہوگی کہ جو اللہ کی راہ میں دوڑتے ہیں۔

اور واضح رہے کہ آیتیں پکار کر بتلا رہی ہیں کہ یہاں گھوڑے ہی مراد ہیں کیوں کہ ضبح گھوڑے ہی میں پایا جاتا ہے۔ اور اونٹ کے لیے اس کا استعمال استعارہ ہے جیسا کہ مشافر (اونٹ کے ہونٹ) اور حافر (کھر) کا انسان کے لیے اور شفتان (انسان کے دونوں ہونٹ) کا بچھڑے کے لیے اور حقیقت کو چھوڑ کر بلا وجہ مجاز مراد لینا جائز نہیں ہے۔[4]"

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے سورۃ العادیات کی تفسیر میں ایک مستقل رسالہ فارسی زبان میں لکھا ہے

[1] فتح القدیر ج ۵ ص ۴۷۱
[2] تفسیر قرطبی ج ۲۰ ص ۱۵۳ طبع مصر
[3] فتح القدیر ج ۵ ص ۴۶۹
[4] تفسیر کبیر ج ۸ ص ۶۵۸ طبع مصر قدیم

جس کا نام ہے تحصیل الغنائم والبرکات سورۃ العادیات اس میں العادیات کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"آواز اسپ را اسم نام است، صہیل کہ بلند کند آواز را چنانکہ عادت است در حمحمہ چنانکہ برائے علف کند۔ و ضبح آواز نفس اور در وقت دویدن[1]"

۳۰/۲۵

عَادَیْتُمْ: تم نے دشمنی کی، تم نے عداوت رکھی مُعَادَاۃٌ (باب مفاعلت) سے جس کے معنی کسی کے ساتھ دشمنی کرنے کے ہیں ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر (ملاحظہ ہو عَدَاوَۃٌ)

۲۸/۸

عَادِّیْنَ: گننے والے، شمار کرنے والے، عَدٌّ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر عَادٌّ کی جمع حالت نصب، عَادِّیْنَ اصل میں عَادِدِیْنَ تھا، دو حرف ایک ہی جنس کے جمع ہوتے لہٰذا ایک کا دوسرے میں ادغام کر دیا گیا، عَادِّیْنَ ہو گیا۔ یہاں "عادّین" سے بعض نے تو حساب دانوں کو مراد لیا ہے اور بعض نے ان فرشتوں کو کہ جو اعمال اور دنیا کے اوقات و ساعات قلم بند کرتے رہتے ہیں (ملاحظہ ہو تَعُدُّوْنَ اور عَدَدًا)

۱۸/۶

عَارِضٌ: ابر، بادل۔ عَرْضٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر، امام راغب لکھتے ہیں:

"عارض وہ ہے جو اپنے عرض (چوڑائی) کو ظاہر کرے یہ لفظ کبھی تو بادل کے لیے مخصوص ہوتا ہے جیسے هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا (یہ ابر ہے ہم پر برسے گا۔ نیز جو بیماری لاحق ہوتی ہے اس کے لیے کہا جاتا ہے بہ عَارِضٌ مِنْ سَقَمٍ (اس کو بیماری کا عارضہ ہے) اور کبھی یہ لفظ رخسارہ کے لیے خاص ہوتا ہے جیسے اخذ من عارضیہ (اپنے دونوں رخساروں سے اس نے لیا) اور کبھی دانتوں کے لیے آتا ہے چنانچہ ہنستے وقت جو اگلے دانت ظاہر ہوتے ہیں ان کو عوارض کہا جاتا ہے اور فلان شدید العارضۃ جودت بیان سے کنایہ ہے"

کشاف میں ہے کہ عارض وہ بادل ہے جو افق آسمان پر نمودار ہوتا ہے[2]۔ صاحب تاج العروس نے ائمہ لغت سے اس کی حسب ذیل تشریحات نقل کی ہیں۔ الجوہری کا بیان ہے کہ "عارض" وہ بدلی

---

[1] یہ رسالہ المکاتیب والرسائل الی ارباب الکمال والفضائل کے ساتھ کہ جو شیخ کے مکاتیب کا مجموعہ ہے طبع ہوا ہے۔ ملاحظہ ہو المکاتیب والرسائل ص ۲۰۲ مطبوعہ برحاشیہ اخبار الاخیار طبع مجتبائی دہلی۔

[2] الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل ج ۲ ص ۳۰۲ طبع العامرۃ مصر ۱۳۰۸ھ۔

ہے جو آسمان کے کنارے پر نظر آتی ہے۔ یہ بھی جلب (بے پانی کا بادل) ہی کی طرح ہے فرق یہ ہے کہ عارض سفید ہوتا ہے اور جلب سیاہ، نیز جلب "عارض" کی بہ نسبت نہ زیادہ سمٹا ہوا اور نہ زیادہ دور پر ہوتا ہے اصمعی کہتے ہیں عارض وہ بادل ہے جو آسمان پر محیط ہونے سے پہلے پہاڑ کی طرح نمودار ہو۔ باہلی نے کہا ہے کہ عارض وہ ابر ہے جو اچانک آسمان پر نمودار ہو اور کسی کو اس کا خیال بھی نہ ہو۔ ٢٦/٣

عَارِضًا ٢٦/٣

عَاشِرُوهُنَّ: تم ان کے ساتھ گزران کرو، تم ان کے ساتھ برتاؤ کرو، تم ان کے ساتھ زندگی گزارو عَاشِرُوا مُعَاشَرَةً (مفاعلۃ) سے جس کے معنی باہم زندگانی گزارنے کے ہیں امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ھُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب، ارشاد ہے وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ (ان کے ساتھ تمہارا اچھا رہن سہن ہو) اس "معاشرت بالمعروف" کی تشریح امام جصاص رازی حنفی المتوفی ۳۷۰ھ اس طرح فرماتے ہیں:-

"اللہ تعالیٰ نے شوہروں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنی بیویوں کے ساتھ اچھی طرح سے پیش آئیں معروف کا مطلب یہ ہے کہ زوجہ کے حقوق مہر اور نفقہ کی پوری طرح ادائیگی ہو اگر اس کی کئی بیویاں ہوں تو دنوں کی تقسیم میں کمی بیشی نہ ہو سخت گفتگو اور اس سے بے رخی اور غیر کی طرف میلان سے اس کو اذیت نہ پہنچائے بلاوجہ اس کے سامنے ترشروئی بدمزاجی اور اسی قسم کی اور باتوں سے پرہیز کرے"[1] ٤/١٧

عَاصِفٌ: تیز و تند ہوا۔ سخت جھونکا عَصْفٌ سے جس کے معنی آندھی آنے اور تیز و تند ہوا کے چلنے کے ہیں۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر راغب لکھتے ہیں کہ ریح عاصف وہ ہوا ہے جو چیزوں کو توڑ کر بھس بنا دے (کیوں کہ عصف بھس کو کہتے ہیں اسی لیے ریح عاصف وہ ہوا ہوئی جو چیز کو "عصف" کی طرح کر ڈالے) آیہ کریمہ مَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا أَعْمَالُهُمْ كَرَمَادٍ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيحُ فِي يَوْمٍ عَاصِفٍ (احوال ان کا کہ جو منکر ہوئے اپنے رب سے ان کے لیے جیسے راکھ، زور کی چلے اس پر باؤ آندھی کے دن) میں "یوم عاصف" سے مراد آندھی کا دن ہے اور عاصف بمعنی معصوف ہے یعنی فاعل بمعنی مفعول جیسے کہ لیل نائم اور ھم ناصب ہیں "عاصف" کو یوم کی صفت کیوں

[1] احکام القرآن ج ۲ ص ۱۰۹ طبع دار الخلافہ ۱۳۲۵ھ۔

قرار دیا گیا، اس کی وجہ امام فراء یہ بیان کرتے ہیں :-

ان العصوف للریاح	حقیقت میں تو "عصوف"
وانما جعلہ تابعا	ہواؤں ہی کی صفت ہے
للیوم علی جہتین	اور یوم کی جو اس کو بنایا گیا ہے
احدہما ان العصوف	تو صرف دو وجہ سے ایک
وان کان للریح فان	تو یہ گو "عصوف"
الیوم یوصف بہ	ریح ہی کے لیے مخصوص
لان الریح تکون	ہے تاہم یوم کو بھی اس سے
فیہ فجاز ان یقال	موصوف کر دیا جاتا ہے
یوم عاصف کما	چونکہ آندھی اس دن
یقال یوم حار ویوم	میں ہوتی ہے۔ لہٰذا یوم
بارد والحر والبرد	عاصف" کہنا درست
فیہما والوجہ الآخر	ہے جس طرح سے کہ
ان یقال اراد فی	یوم حار" (گرم دن) اور یوم
یوم عاصف الریح	بارد (سرد دن) کہا جاتا ہے
لانہا ذکرت فی	جبکہ ان دونوں میں گرمی اور
اول الکلمۃ ۔	سردی ہو۔ دوسری وجہ

(تاج العروس) یوم عاصف میں ہوا کے
مراد لینے کی یہ ہو کہ ابتدا کلام
میں وہی مذکور ہے۔

(عَوَاصِفُ جمع (مثلاً) ہو عَصْفًا)، ۱۱/۸، ۱۳/۱۵

عٰصِفٰتٍ: جھونکا دینے والیاں، تند ہوائیں جو تیز و تند چلتی ہیں، آندھیاں، عَصَفَ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث، علامہ سید مرتضیٰ زبیدی تاج العروس میں لکھتے ہیں عاصفات وہ ہوائیں ہیں کہ جس پر گزرتی ہیں مٹی ڈال کر اس کا بھس بنا دیتی ہیں۔ عَاصِفَۃٌ کی جمع۔

واضح رہے کہ قرآن مجید میں حق تعالیٰ شانہ نے سورۃ "المرسلات" میں حسب ذیل پانچ چیزوں کی قسم کھائی ہے المرسلات، العاصفات الناشرات، الفارقات، الملقیات ان پانچوں چیزوں سے کیا مراد ہے، اس بارے میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔ مولانا محمد سعید اسلمی مدراسی اپنی تفسیر مواہب الرحمٰن میں لکھتے ہیں:-

"بدانکہ مفسرین ذکر کردہ اند در تفسیر ایں پنج کلمہ وجوہے چند، اول آنکہ مراد ایں پنج بادہا تے کہ ذکر کردہ شد بہ تفصیل و بہ بینید جمہور ثانی آنکہ مراد ازاں فرشتگان اند و ہمیں است مروی از ابن مسعود رضی اللہ عنہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ وعاصفات ہماں فرشتگانند کہ ہمچو باد شدید می پرند و نازل شوند تشبیہ دادہ شدند فرشتگان در سرعت پرواز ایشاں

بوزیدن باد سخت، و نزد بعضے مراد از "عاصفات" فرشتگانیکہ می برند ارواح کفار را و ہلاک کنند ایشاں را ماخوذ از قول عرب تعصف بالقوم اے ببرد و ہلاک و فنا کند ایشاں را، و نیز احتمال دارد کہ مراد از "عاصفات" آیات مہلکہ بود چوں زلزلہ ہا و خسفات و خسوف و مانند آں . . .

ثالث[۳] آنکہ مراد از "مرسلات عرفا" آیات قرآن مجید است کہ فرود می آید پے در پے بر پیغمبر خدا علیہ السلام بہر معروف و خیر، و عاصفات ہمیں آیات قرآن است کہ می لرزاند دلہا را بذکر وعید تا آنکہ می گرداند ہمچو برگ کشت افسردہ و ریزہ شدہ یا ببرد و محو کنند سائر کتب و ادیان را بہ نسخ . . .

رابع[۴] آنکہ مراد ازیں پنج کلمات چیز واحد نیست بلکہ چیز ہائے متعددہ مراد است بنا بریں کہ از مرسلات تا ناشرات بادہا مراد است و از قول فالفارقات تا ذکرًا فرشتگان

و بہر تقدیر و بہر تاویل ایں پنج اسماء مقسم بہ بود و قسم خوردن خدائے تعالیٰ بایں چیزہا دلالت دارد بر بودن آں معظم نزد خدائے تعالیٰ

و مناسبت درمیان باد و فرشتگان ہمیں کہ فرشتگان روحانیانند سریع الحرکات بسبب لطافت خود چوں باد، و نیز ایں ہر دو مخلوقات اکثر جنود خدائے تعالیٰ اند چنانچہ در خبر است اکثر جنود اللّٰہ الملئکۃ والریح و از جہت ہمیں مناسبت ذکر کردہ شدند ہم در قسم در وجہ خیر"[۱] (انتہیٰ ملخصًا بقدر الحاجہ) 25/21

عَاصِفَۃٌ : باد تند۔ آندھی ازور کی ہوا عَصْفٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث، 14/6

عَاصِمٌ : بچانے والا، حفاظت کرنے والا۔ روکنے والا عِصْمَۃٌ سے جس کے معنی حفاظت کرنے کے اور روکنے کے ہیں اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر 11/8 12/4 24/9

عَافِیْنَ : معاف کرنے والے عَفْوٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر، عَافٍ کی جمع بحالت نصب وجر دملاحظہ ہو عَفْوٌ) 4/5

عَاقَبَ : اُس نے بدلہ دیا۔ اس نے سزا دی مُعَاقَبَۃٌ (مفاعلۃ) سے جس کے معنی عقوبت کرنے اور سزا دینے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب

[۱] تفسیر مواہب الرحمٰن (فارسی) ص ۲۵ و ۲۶ پارہ تبارک مطبوعہ مطبع جامع الاخبار مدراس ۱۲۶۱ ہجری

اِعْقَابٌ اور مُعَاقَبَۃٌ میں فرق یہ ہے کہ پہلے لفظ کا استعمال جزاءِ خیر کے لیے ہوتا ہے اور دوسرے کا جزاءِ شر کے لیے، علامہ ابوالقاسم بن القطاع کتاب الافعال میں لکھتے ہیں۔

والعرب تقول — اہل عرب کہتے ہیں
اعقبت الرجل — اعقبت الرجل یعنی میں
جازیتہ بخیر — نے اس شخص کے ساتھ
وعاقبتہ جازیتہ — بہتر بدلہ کیا اور عاقبتہ
بشر۔ — یعنی اس کو بُرا بدلہ دیا۔

14/15

عَاقَبْتُمْ: تم نے بدلہ دیا۔ تم نے سزا دی۔ تمہاری باری آئی مُعَاقَبَۃٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر آیہ شریفہ وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا الَّذِيْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَا اَنْفَقُوْا (اور اگر جاتی رہیں تمہارے ہاتھ سے کوئی تمہاری عورتیں کافروں کی طرف پھر تمہاری نوبت آئے تو دو ان کو جن کی عورتیں جاتی رہی ہیں جتنا انہوں نے خرچ کیا تھا) کے متعلق امام ابو جعفر بیہقی تاج المصادر میں لکھتے ہیں:

قولہ فَعَاقَبْتُمْ تاویلہ — عَاقَبْتُمْ کا مطلب
فکانت العقبیٰ لکم و — یہ ہے کہ نتیجہ تمہارے
الغلبۃ لکم — حق میں ظاہر ہو اور
حتی غنمتم — غلبہ تمہارا ہونا آنکہ تم
ومعنی عاقبتم — غنیمت حاصل کرو اور
اصبتموہم فی — معنی اس کے یہ ہیں کہ تم
القتال بعقوبۃ — نے جنگ میں ان کو اتنی
حتی غنمتم — عقوبت پہنچائی کہ غنیمت
حاصل کرلی۔

امام بیہقی نے معاقبہ کے حسب ذیل معانی لکھے ہیں عقوبت کردن، او از پے کسے درآمدن و بنوبت کارے کردن و غنیمت یافتن آیہ مذکور میں سب معانی بن سکتے ہیں تم نے ان کو سزا دی تم نے ان کا تعاقب کیا۔ تمہاری باری آئی تم نے غنیمت پائی۔ ہر صورت میں مراد یہ ہے کہ جب تمہاری ادائیگی مہر کی باری آئے۔ کیونکہ یہ سب معانی کامیابی اور فتح و ظفر پر دلالت کرتے ہیں جس کے بعد ادائیگی مہر میں کوئی دقت نہیں۔

14/22 28/8

عَاقِبَتَهُمَا: ان دونوں کا انجام۔ ان دونوں کی عاقبت، عَاقِبَۃٌ مضاف، هُمَا ضمیر تثنیہ مذکر غائب مضاف الیہ (ملاحظہ ہو عَاقِبَۃ)

28/5

عَاقِبُوْا: تم بدلہ دو، تم سزا دو مُعَاقَبَۃٌ سے بمعنی سزا دینے اور عقوبت کے امر کا صیغہ

جمع مذکر حاضر۔ پ ۱۴/۲۲

عَاقِبَۃٌ: عاقبت، انجام، آخر۔ یہ اصل میں عَقَبَ یَعْقُبُ کا مصدر ہے جس کے معنی پیچھے سے آنے کے ہیں لیکن اس کا استعمال ہر شئے کے آخر اور انجام کے لیے ہوتا ہے۔ امام راغب نے تصریح کی ہے کہ اس کا استعمال ثواب کے لیے مخصوص ہے جیسے وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ (اور آخر بھلا ہے ڈر والوں کا) اور اضافت کی صورت میں کبھی کبھی عقوبت کے لیے بھی آتا ہے جیسے ثُمَّ کَانَ عَاقِبَۃَ الَّذِیْنَ اَسَآءُوا (آخر عاقبت خراب ہوئی ان لوگوں کی جنہوں نے برا کام کیا تھا) اور آیہ شریفہ فَکَانَ عَاقِبَتَہُمَآ اَنَّہُمَا فِی النَّارِ (پھر آخر ان دونوں کا یہ انجام نیک ہوا کہ وہ دونوں آگ میں ہیں) استعارہ بالضد ہو سکتا ہے جیسا کہ فَبَشِّرْہُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ (سو ان کو خوشخبری سنا دکھ والی مار کی) میں کہ عذاب کی خوشخبری نہیں بلکہ دھمکی ہوتی ہے لیکن یہاں استعارہ بالضد کے طور پر وعید کو بشارت سے تعبیر کیا ہے اسی طرح آیہ مذکورہ میں انجام بد کی تعبیر عاقبۃ سے کی گئی ہے اس کی جمع عواقب ہے۔

پ ۴/۵، پ ۷/۸، پ ۸/۳، ۱۷، ۱۸، پ ۹/۳، ۵، پ ۱۱/۹، ۱۳، پ ۱۲/۴، پ ۱۳/۶، پ ۱۴/۱۱، پ ۱۶/۱۶، پ ۱۸/۱۳، پ ۱۹/۱۲، ۱۹، پ ۲۰/۴، ۷، ۱۲، پ ۲۱/۴، ۸، ۱۳، پ ۲۲/۱۶، پ ۲۳/۴، پ ۲۴/۸، ۱۴، پ ۲۵/۸، پ ۲۶/۵، پ ۲۸/۱۰

عَاقِرٌ: بانجھ، عَقَارَۃٌ سے جس کے معنی عورت کے بانجھ ہونے کے ہیں، بروزن فاعل بمعنی اسم منسوب ہے، امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

عُقْرُ الْحَوْضِ عُقْرُ الدَّارِ (پیش کے ساتھ) حوض اور گھر کے صحن اور رحبہ کو کہتے ہیں اور عَقْرٌ (بالفتح) بھی بولتے ہیں۔ اور عَقَرْتُہٗ کے معنی ہیں میں نے اس کی عُقْر جڑ پر رسید کیا جیسے رَاَسْتُہٗ کے معنی ہیں میں نے اس کے سر پر ضرب لگائی۔ اور اسی سے نکلا ہے عقرت النخل میں نے درخت خرما کو جڑ سے کاٹ ڈالا اور عقرت البعیر میں نے اونٹ کی کونچیں کاٹ دیں، اور عقرت ظہر البعیر فانعقر میں نے اونٹ کی پشت پر زخم لگایا تو وہ زخمی ہو گیا۔ . . .

اور اسی سے حسب ذیل الفاظ کا استعارہ کیا گیا ہے سَرْجٌ مُعْقِرٌ (زخمی کر دینے والی زین۔ اور کَلْبٌ عَقُوْرٌ (سگ گزندہ کٹ کھنا کتا) اور رجل عاقر (بانجھ مرد) اور اِمْرَاَۃٌ عَاقِرٌ (وہ عورت جو بچہ نہ جنے گویا

مرد کے نطفہ کو قطع کرنے والی ہے۔"
یہ واضح رہے کہ اس کا فعل ضَرَبَ، سَمِعَ
اور کَرُمَ تینوں بابوں سے آتا ہے۔ تاج العروس
میں ہے کہ عَاقِرٌ اسم ہے نسبت کے معنی میں
یعنی ذات عقر کے معنی جیسے کہ امرأۃ حائض (بمعنی
ذات حیض) اور امرأۃ طالق (بمعنی ذات طلاق)
ہے۔ قاضی شوکانی نے لکھا ہے کہ اگر فاعل کے
معنی میں ہوتے تو عاقرۃ ہونا چاہیے تھا[1]۔ تفسیر مظہری
میں ہے کہ "اس لفظ کا استعمال مذکر و مؤنث دونوں
کے لیے یکساں ہوتا ہے[2]۔" اور قاضی شوکانی نے
تصریح کی ہے کہ "جو عورت بڑھاپے کے سبب
سے نہ جنے وہ بھی عاقر ہے اور جو بانجھ ہو وہ بھی
اور یہاں بانجھ ہی مراد ہے[3]۔ ان بی بی صاحبہ کا نام ابن جریر
نے تو الیشاع بنت فاقوذ بن میل بتایا ہے جو حضرت حنہ
رضی اللہ عنہا کی بہن ہوتی ہیں۔ حنہ رضی اللہ عنہا حضرت
مریم علیہا السلام کی والدہ ماجدہ کا نام ہے اور مورخ
ابن قتیبہ ان کا نام الیشاع بنت عمران بیان کرتے
ہیں۔ پہلے قول پر ان کے صاحبزادے حضرت
یحییٰ بن زکریا علیہما السلام حضرت عیسیٰ
علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کے خالہ کے بیٹے ہوتے
ہیں اور دوسرے قول پر خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے
خالہ زاد بھائی جیسا کہ صحیح حدیث میں وارد ہے[4]

پ ۳/۱۲ عَاقِرًا ۱۶/۴

عَاكِفٌ : رہنے والا، باشندہ، متوطن، مجاور
لگ بیٹھنے والا، جم کر بیٹھنے والا۔ عُكُوفٌ سے
اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر، راغب اصفہانی
لکھتے ہیں:۔
"عُكُوفٌ کے معنی ہیں تعظیم کے طور پر کسی
چیز کی طرف متوجہ ہونا۔ اور اس کو لازم
پکڑ لینا۔"
"تاج المصادر" میں اس کے حسب ذیل معانی
لکھے ہیں، روکا جانا، کسی چیز کی طرف متوجہ ہونا
کسی چیز کے گرد جمع ہونا۔ کسی جگہ میں مقیم ہونا۔ ارشاد
باری اَلْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ کے متعلق امام ابو بکر
جصاص فرماتے ہیں کہ "سلف کی ایک جماعت
سے مروی ہے کہ "عَاكِفٌ" سے مراد اہل حرم اور
باد سے غیر اہل حرم ہیں[5]۔ اور ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا
میں عَاكِفٌ بمعنی مجاور و معتکف ہے کیونکہ جب

۱ فتح القدیر ج ۱ ص ۳۰۶ ۲ تفسیر مظہری ج ۲ سورہ آل عمران ص ۴۶ طبع جید پریس دہلی ۳، ۴ ملاحظہ ہو
فتح القدیر ج ۳ ص ۳۱۱ ۵ احکام القرآن ج ۳ ص ۲۳۰ طبع دار الخلافہ۔

عکوف کا صلہ علیٰ آتا ہے تو اس کے معنی ہوتے ہیں کسی چیز کی طرف اس طرح الگ کر بیٹھ جانا کہ پھر اس کی طرف سے منہ ہی نہ موڑے ۔ تاج العروس میں ہے وعکف علیہ عکوفا اقبل علیہ مواظبا لا یصرف وجہہ عنہ ۔ یعنی اس کی طرف اس اہتمام سے متوجہ ہوا کہ ادھر سے منہ ہی نہیں ہٹانا ۔

ب ١ عَاكِفًا ١٦/١٤

عَاكِفُونَ : معتکف ، اعتکاف کرنے والے مجاور ، گرد جمع ہونے والے ، عکوف سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر عاکف کی جمع بحالت رفع تاج العروس میں ہے کہ عاکفون ای مقیمون ملازمون لا یبرحون یعنی مقیم ہونے والے اور ایسے جمنے والے کہ ٹلتے ہی نہیں ، اور عکوف فی المسجد کے معنی ہیں مسجد میں اعتکاف کرنے کے ، اور اعتکاف شرع میں کہتے ہیں عبادت کی نیت سے اپنے آپ کو مسجد میں روکے رکھنے کو ۔ ارشاد الٰہی "عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ" میں "عاکفون" سے معتکف لوگ مراد ہیں اور یہاں یہ لفظ اپنے شرعی معنی میں استعمال ہوا ہے اور مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيلُ الَّتِي أَنتُمْ لَهَا عَاكِفُونَ (یہ کیا مورتیں ہیں جن پر تم لگے بیٹھے ہو) میں "عاکفون" سے اس کے لغوی معنی مراد ہیں

ب ٢ ١

عَالٍ : سرکش ، متکبر ، غالب ، قابو یافتہ ۔ غلو سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ، علامہ ابوجعفر بیہقی نے غلو کے حسب ذیل معانی لکھے ہیں سرکشی کرنا ۔ بلند ہونا ۔ کسی کام پر قابو پانا ، کسی چیز کے اوپر ہونا ۔ کسی شخص پر غلبہ پانا ۔ یہاں سب معانی بن سکتے ہیں ، لیکن اس کا استعمال مذمت کیلئے ہوا ہے ۔ اس لیے اس کا لحاظ رہے عَالٍ اصل میں عَالِیٌ تھا ، عَادٍ میں جو تعلیل ہوئی وہی اس میں بھی ہوئی ہے (ملاحظہ ہو عَادٍ اور عُلُوًّا) ١٩/١٤

عَلِيمٌ : جاننے والا ۔ علم رکھنے والا ۔ عِلم سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ۔ قرآن مجید میں اس لفظ کا استعمال حق تعالیٰ کی ذات عالی ہی کے لیے ہوا ہے ۔ اور جب حق تعالیٰ شانہ کے لیے اس لفظ کا استعمال ہوتا ہے تو اس کے معنی ہوتے ہیں "وہ ذات عالی کہ جس پر کوئی چیز مخفی نہ ہو اور ہر چیز کی حقیقت سے باخبر ہو ۔ چنانچہ امام بیہقی کتاب الاسماء والصفات میں فرماتے ہیں ۔

قال الحلیمی فی	حلیمی نے "عالم" کے معنی
معنی العالم انہ	بتائے ہیں وہ ذات جو
مدرک الاشیاء	اشیاء کا اس طرح ادراک

علیٰ ما ھی بید لے	کرے جس طرح پر کہ وہ ہیں

اور امام راغب رقم طراز ہیں ؛ ۔

والعالم فی وصف	عالم جب اللہ تعالیٰ کا
اللہ ھو الذی لا	وصف ہو تو اس کے
یخفی علیہ شیئ و	معنی ہیں وہ ذات جس
ذلک لا یصح الا	سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں
فی وصف	اور یہ بات صرف اللہ
تعالیٰ۔	تعالیٰ ہی کے وصف
	میں صحیح ہے۔

(ملاحظہ ہو علم) پ ۷/۱۵ پ ۱۱/۱،۲ پ ۱۳/۸ پ ۱۸/۵ پ ۲۱/۱۴
پ ۲۲/۷،۱۸ پ ۲۴/۲ پ ۲۸/۶،۱۱،۱۶ پ ۲۹/۱۲

عَالِمُوْنَ : جاننے والے، علم رکھنے والے
عِلْمٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر عَالِمٌ کی جمع
بحالت رفع پ ۲۰/۱۶

عَالِمِیْنَ : جاننے والے، علم رکھنے والے عِلْمٌ
سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر عَالِمٌ کی جمع بحالت
نصب وجر پ ۱۲/۱ پ ۱۷/۵،۶

عٰلَمِیْنَ : سارے جہان، (تمام) عالَم،
عَالَمٌ کی جمع بحالت نصب وجر، اللہ تعالیٰ کی ذات
کے سوا سب مخلوقات کو "عالم" کہتے ہیں۔[1]
علامہ ابو البرکات عبداللہ بن احمد نسفی، تفسیر
مدارک التنزیل وحقائق التاویل میں فرماتے ہیں۔
"اجسام جواہر[2] اور اعراض جن سے خالق کا علم
ہوتا ہے یہ سب عالم ہیں یا اللہ تعالیٰ کے
سوا جو کچھ موجود ہے اس کا نام "عالم" ہے
اور یہ نام اس لیے ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ
کے وجود کی علامت ہے[3]۔"
اور امام راغب "مفردات القرآن" میں رقمطراز ہیں
"عالم آسمان اور آسمان کے تلے جو جواہر و اعراض
ہیں ان کا نام ہے۔ یہ اصل میں اسم ہے اس
چیز کا جس کے ذریعہ علم حاصل کیا جائے جس
طرح سے طابع (ٹھپہ) اور خاتم (مہر)
ان اشیاء کے اسم ہیں کہ جن سے ٹھپہ لگایا جاتا
اور مہر کی جاتی ہے اور اس صیغہ پر اس کی
بنا بھی اسی لیے رکھی گئی ہے کہ وہ بھی
بمنزلہ آلہ کے ہے کیونکہ عالم اپنے بنانے والے

لہ کتاب مذکور ص ۱۵ طبع النوار احمدی الہ آباد۔ سہ واضح رہے کہ منطقی ذات کو "جوہر" کہتے ہیں اور صفت کو "عرض"۔
ذات کی دو قسمیں ہیں جسم اور روح، جسم اس کو کہتے ہیں کہ جو محسوس ہو اور طول، عرض، عمق رکھتا ہو اور ایک صورت اور مقدار
اس کی معین ہو اور اپنی صورت اور مقدار کو چھوڑ کر دوسری صورت اور مقدار کو اختیار نہ کرے اور روح وہ
ہے جو ایسی نہ ہو ۔ سہ مدارک التنزیل ج ۱ ص ۶ طبع مصر۔

کی طرف رہنمائی کا آلہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی واحدانیت کی معرفت کے سلسلہ میں ہم کو عالم ہی کا حوالہ دیا ہے۔ ارشاد ہے اَوَلَمْ یَنْظُرُوْا فِیْ مَلَکُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰہُ مِنْ شَیْءٍ (کیا انہوں نے نگاہ نہیں کی سلطنت میں آسمان اور زمین کی اور جو کچھ اللہ نے بنایا ہے اس میں)

اور اس کی جمع بھی اسی لحاظ سے ہے کہ ان مخلوقات کی ہر نوع "عالم" کہلاتی ہے چنانچہ کہا جاتا ہے۔ عالمِ انسان، عالمِ آب عالم آتش، نیز مروی ہے کہ حق تعالیٰ کے دہ وچند ہزار "عالم" ہیں عہ۔ اور جمع سلامت کی وجہ یہ ہے کہ انسان بھی ان عالموں کے زمرہ میں شامل ہے اور جب کسی لفظ کا استعمال انسان اور غیر انسان کا دونوں کے لیے مشترک ہو تو انسان کا حکم غالب ہوتا ہے اور بعض کہتے کہ چونکہ اس سے مخلوقات کی اصناف خاص یعنی فرشتے، جن اور انسان ہی مراد ہیں اور ان کے علاوہ دیگر مخلوقات مراد نہیں چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی مروی ہے اس بنا پر اس کی یہ جمع لائی گئی ہے اور امام جعفر بن محمدؒ (صادق) کا قول ہے کہ علمین سے مراد صرف انسان ہیں اور ہر انسان کو ایک عالم قرار دیا گیا ہے امام موصوف نے یہ بھی فرمایا ہے کہ عالم کی دو قسمیں ہیں ایک عالم کبیر یہ آسمان اور جو کچھ زیر آسمان ہے اس کا نام ہے، اور دوسرا عالم صغیر جو انسان ہے کیوں کہ وہ عالم کی ہیئت پہ بنایا گیا ہے اور حق تعالیٰ نے جو کچھ عالم کبیر میں ایجاد فرمایا ہے وہی اس میں پیدا فرمایا ہے۔"

علامہ محمود زمخشری کا بھی مختار یہی معلوم ہوتا ہے کہ عالم ارباب علم کا نام ہے چنانچہ وہ الکشاف عن حقائق التنزیل میں لکھتے ہیں۔

العالم اسم لذوی العلم من الملئکۃ والثقلین وقیل کل ما علم بہ الخالق من الاجسام والاعراض۔

"عالم" نام ہے فرشتوں جنوں اور انسانوں میں سے ان لوگوں کا جو اہل علم ہیں اور کہا گیا ہے کہ وہ سب اجسام واعراض کہ جن سے خالق کا علم

عہ جو ذوی العقول کے ساتھ خاص ہے۔

ہوتا ہے عالم ہیں

دوسرے قول کو چونکہ علامہ موصوف نے بلفظ قیل ذکر کیا ہے جو اس کے ضعف کی طرف ارشارہ ہے اس سے معلوم ہوا کہ علامہ پہلے قول کے قائل ہیں۔

مشہور محقق علامہ سید شریف علی بن محمد جرجانی المتوفی ۸۱۶ھ کی تحقیق یہ ہے کہ مخلوقات کی ہر جنس پر "عالم" کا اطلاق ہوتا ہے۔ لہٰذا وہ اجناس کے مابین قدر مشترک کا نام ہے اور ہر جنس پر بھی بولا جاتا ہے اور مجموعہ اجناس پر بھی۔ چنانچہ سید موصوف حواشی الکشاف میں زمخشری کی عبارت مذکورہ کے تحت رقمطراز ہیں۔

"مطلب یہ ہے کہ جس طرح طابع اور خاتم دو نام ہیں ٹھپہ لگانے اور مہر کرنے والی چیز کے اسی طرح عالم بھی۔ چونکہ اس کا اشتقاق علم سے ہے، ارباب علم کا نام ہے یعنی وہ ایسا اسم ہے کہ جس کا اطلاق اہل علم کی اجناس میں سے ہر جنس پر ہوتا ہے فرد پر نہیں چنانچہ عالم الملک (فرشتوں کا عالم) عالم الانس (انسانوں کا عالم) عالم الجن (جنات کا عالم)، تو بولا جاتا ہے پر عالم زید

مثلاً نہیں بولا جاتا۔

اور کہا گیا ہے کہ وہ ایسا اسم ہے جو ہر اس جنس پر بولا جاتا ہے کہ جس سے خالق کا علم ہو یعنی اللہ کے ماسوا ہر جنس کو "عالم" کہتے ہیں۔ چنانچہ کہا جاتا ہے۔ عالم افلاک عالم عناصر، عالم نبات، عالم حیوان، عالم اعراض، وغیرہ۔

پس عالم نام ٹھہرا اس قدر مشترک کا کہ جو اجناس اہل علم اور ان اجناس کے مابین ہے کہ جن سے خالق کا علم ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کا استعمال ان میں سے ہر ایک کے لیے بھی صحیح ہے اور ان سب کے مجموعہ پر بھی اور مصنف (یعنی علامہ زمخشری) کی یہ مراد نہیں ہے کہ وہ مجموع من حیث المجموع کے اعتبار سے مجموع ذوی العلم یا مجموع ما یعلم الخالق کا نام ہے۔ ورنہ اس صورت میں اس کی جمع بنانی ناممکن ہوگی کیونکہ ہر دو مجموع میں اس حیثیت سے کوئی تعدد نہیں ہے۔"[1]

سید محمود آلوسی بھی جو متاخرین علماء میں بڑے

[1] ملاحظہ ہو کشاف مع حاشیہ سید شریف ج ۱- ص ۳۴ طبع مصر۔

بایں کہ مفسر ہوئے ہیں اس تحقیق میں سید شریف کے ہمزبان ہیں، چنانچہ روح المعانی میں ارقام فرماتے ہیں :-

"عالم جو خاتم کی طرح سے ہے نام ہے اس شے کا کہ جس کے ذریعہ کسی چیز کا علم کیا جائے، اس کا غالب استعمال اس شے کے متعلق ہوتا ہے کہ جس سے خالق عالم کا علم حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ کے ماسوا جو کچھ ہے جواہر ہوں یا اعراض وہ سب عالم ہیں۔ عالم کا اطلاق جس طرح ایک یا ایک سے زائد جنس پر ہوتا ہے اسی طرح مجموعہ اجناس پر بھی ہوتا ہے۔ گویا یہ قدر مشترک کا نام ہے ورنہ یا تو اس میں اشتراک ماننا پڑے گا یا حقیقت و مجاز، حالانکہ اصل عہ ان دونوں چیزوں کی نفی ہی ہے۔

عالم کا استعمال جنس کے کسی ایک فرد کے لیے نہیں ہوتا ہے۔ چنانچہ جس طرح عالم نسل کہا جاتا ہے عالم زید نہیں کہا جاتا۔ اور شاید یہ صرف غلبہ استعمال اور اصطلاح کی بنا پر ہے ورنہ اصل معنی کے لحاظ سے فرد پر اس کا اطلاق صحیح ہونے میں قطعاً کوئی شبہ نہیں۔ کیوں کہ اس لفظ کا جو مصداق ہے وہ اس میں قطعی طور پر موجود ہے۔ کیوں کہ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ کے وجود باجود پر جس طرح کہ اس کے ماسوا مجموعہ مخلوقات نیز مخلوقات کی ہر جنس سے استدلال کیا جا سکتا ہے ٹھیک اسی طرح اس مجموعہ کے اجزاء میں سے ہر ایک جزء سے اور ان اجناس کے افراد میں سے ہر فرد سے بھی اس ذات عالی کے متعلق استدلال کیا جا سکتا ہے" لہ

اور ذرا آگے چل کر لکھتے ہیں کہ :-

"بعض علماء نے العلمین کو ملائکہ اور ثقلین کے ارباب علم سے مخصوص کر دیا اور جو اشرف الموجودات کا رب ہے وہ اوروں کا بھی رب ہے۔ امام سیوطی فرماتے ہیں کہ اس معنی کے اعتبار سے لفظ

عہ یعنی جب تک تحقیقی طور پر لفظ کا مشترک ہونا یا حقیقت و مجاز ہونا معلوم نہ ہو اصل قاعدہ کے اعتبار سے اس کو ایک ہی معنی کے لیے موضوع سمجھا جائے گا۔ لہ روح المعانی ج ۱ ص ۸، طبع منیریہ مصر۔

عالَم علم سے مشتق ہے۔ اور جو عالمین میں
عموم مانا جائے تو علامۃ (نشانی) سے، لیکن
اس میں یہ خرابی ہے کہ دو معنی پر دونوں لفظوں
سے اشتقاق ہو سکتا ہے لہٰذا یہ تخصیص
دعویٰ بلا دلیل ہے" [1]

زجاج نے بھی جو متقدمین ائمہ لغت و عربیت
میں سے ہیں، اس کو علم اور علامۃ دونوں سے
ماخوذ بتایا ہے۔ [2]

بعض لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ عٰلمین جمع
مذکر سالم کے وزن پر اسم جمع ہے، اور یہ اس بارے
میں اپنی آپ نظیر ہے لیکن یہ خیال صحیح نہیں معلوم
ہوتا۔ علامہ محمود آلوسی فرماتے ہیں:۔
"اور کہا گیا ہے کہ وزن سلامت پر اسم جمع
ہے اور اس کی کوئی نظیر نہیں ہے لیکن اس
میں بحث ہے کیوں کہ جو اسم دو سے زیادہ
پر دلالت کرتا ہے وہ اگر اکھٹی اکائیوں کے
لیے وضع کیا گیا ہے اور ان پر اس طرح
دلالت کرتا ہے کہ جس طرح واحد عطف کے
ساتھ تکرار پر دلالت کرتا ہے تو وہ "جمع" کہلاتا
ہے، اور اگر وہ حقیقت کے لیے وضع کیا گیا ہے
اور فردیت کا اعتبار اس میں ملحوظ نہیں تو وہ "اسم
جنس جمعی" ہے جیسے "تَمْر" (اسم جنس جمعی)
اور "تَمْرَۃ" (واحد) اور جو معنی مجموع احاد کے
لیے وضع کیا گیا ہے تو وہ "اسم جمع" ہے خواہ
اس کا کوئی واحد ہو جیسے "رَکْب" (کہ اس کا
واحد "راکب" ہے) خواہ اس کا واحد نہ ہو جیسے
رھط، اب خود غور کر لیجئے کہ اس پر کونسی
تعریف صادق آتی ہے" [3]

قاموس میں ہے کہ سوائے عالَم اور یاسم
کے "فَاعَل" کے وزن پر کوئی بھی لفظ ہو اس کی
جمع واؤ نون کے ساتھ نہیں آتی ہے۔ اور تاج العروس
میں بعض علماء سے یہ نقل کیا ہے کہ عَالَم
جب بمعنی خلق ہو تو اس کی جمع عوالم ہوتی ہے
عَالَمُونَ کے متعلق ایک بحث یہ بھی ہے کہ اس کا
واحد آتا ہے یا نہیں، علامہ ابن خالویہ نحوی
اعراب ثلاثین سورۃ من القرآن العظیم میں لکھتے ہیں
"عالمین جمع ہے اس کا واحد عَالَم ہے
اور عَالَمٌ بھی جمع ہے مگر اس کا واحد اس
لفظ پر بھی نہیں آتا۔ البتہ رجل، فرس،
امرأۃ یہ سب اس کے واحد من غیر لفظہ

۱ روح المعانی ج ۱ ص ۹، ۲ ملاحظہ ہو فتح القدیر شوکانی ج ۱ ص ۱۱ ۳ روح المعانی ج ۱ ص ۸۔

ہیں اور دیگر علماء یہ کہتے ہیں کہ عالم کا واحد ہی نہیں ہے نہ اس کے لفظوں پر نہ اور لفظوں پر کیونکہ وہ اشیاء مختلفہ کی جمع ہے[1]۔

بہر حال جیسا کہ سابق میں معلوم ہوا عالم سے کبھی مجموعہ مخلوقات مراد ہوتا ہے اور کبھی مخلوقات کی جنس خاص اس لیے قرآن مجید میں اس کے معنی کا تعین موقع اور محل استعمال کے اعتبار سے کرنا پڑے گا۔ چنانچہ رب العلمین میں عالمین سے کل مخلوقات کا مراد لینا زیادہ بہتر ہے کیونکہ خدا کی ربوبیت عام کے لیے یہی معنی زیادہ مناسب معلوم ہوتے ہیں۔ علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

والمناسب للمقام هنا هو العموم[2] — یہاں تو عموم موقع کے زیادہ مناسب ہے

اور آیہ شریفہ وَ اَنِّی فَضَّلْتُکُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ (اور وہ جو میں نے تم کو بڑا کیا جہان کے لوگوں سے) میں عٰلَمِیْنَ سے اسی زمانے کے لوگ مراد ہیں چنانچہ امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:-

ارشاد الٰہی وَ اَنِّی فَضَّلْتُکُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ میں کسی نے تو یہ کہا ہے کہ "عالمین" سے اس زمانے کے جہان مراد ہیں۔ اور کسی نے کہا ہے کہ اس سے اس عہد کے وہ فضلاء مراد ہیں کہ جن میں سے ہر ایک اللہ کی دین اور اس کی نوازش کی بدولت ایک عالم کا قائم مقام تھا۔ اور ان کو عالم سے موسوم کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ کَانَ اُمَّةً میں "امت" کے نام سے موسوم فرمایا ہے"

اور علامہ محمود بن عمر زمخشری نے تفسیر کشاف میں اس کا ترجمہ "انسانوں کے جم غفیر" سے کیا ہے چنانچہ وہ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:-

"ارشاد الٰہی بٰرَکْنَا فِیْهَا لِلْعٰلَمِیْنَ (ہم نے اس زمین میں لوگوں کے لیے برکت رکھی) کی طرح سے یہاں بھی عٰلَمِیْن سے انسانوں کا جم غفیر مراد ہے۔ محاورہ ہے رأیت عالما من الناس (میں نے لوگوں کا ایک عالم دیکھا) اس سے کثرت مراد ہوتی ہے[3]"

لیکن امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں کہ:

---

[1] کتاب مذکور ص ۲۲ طبع دار الکتب المصریہ ۱۳۲۶ھ [2] روح المعانی ج ۱ ص ۷۹

[3] تفسیر کشاف ج ۱ ص ۲۱۲ طبع مصر۔

"یہ قول ضعیف ہے اس واسطے کہ عالم کا لفظ علم سے مشتق ہے اور علم کے معنی دلیل کے ہیں پس عقلی چیزیں حق تعالے کے وجود کی دلیلیں ہیں وہ سب عالم ہیں اور علمائے متکلمین کا جو یہ قول ہے کہ عالم ماسوی اللہ کو کہتے ہیں اس کی تحقیق بھی یہی ہے اس بنا پر عالم کی تخصیص بعض موجودات کے ساتھ نہیں ہو سکتی"۔ [1]

اس پر قاضی محمد بن علی شوکانی فتح القدیر میں رقم طراز ہیں:-

"میں کہتا ہوں کہ یہ اعتراض ساقط ہے ایک تو اس وجہ سے کہ اس کا اشتقاق علم سے بتانا دعویٰ بلا دلیل ہے۔ دوسرے اس بنا پر کہ اگر اس اشتقاق کی صحت کو ہم تسلیم بھی کر لیں تب بھی اس میں وہ معنی موجود ہیں کہ جس کے ہوتے دلیل وجود باری کا وہ مفہوم اس میں قائم رہتا ہے کہ جس کی بنا پر لفظ عالم کا اطلاق اس پر صحیح ہے۔ اور یہ معنی تو افراد مخلوقات میں سے ہر فرد میں موجود ہیں کہ اس سے خالق کائنات کے وجود پر استدلال ہوتا ہے۔

زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ عالم کی جمع اس بات کو مستلزم ہے کہ مخلوقات کے بہت سے افراد پر ان کو فضیلت دی گئی ہے لیکن یہ بات کہ ہر زمانے میں ان کو کل خلق پر فضیلت عطا کی گئی تو نہ اس لفظ ہی سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے اور نہ اس کا اشتقاق ہی اس پر دلالت کرتا ہے۔

اور جن لوگوں نے کہ "عالم" سے اہلِ زمانہ مراد لیا ہے ان کے معنی پر بھی زیادہ سے زیادہ یہی ہو گا کہ چند زمانوں کے اعتبار سے ان کو فضیلت ہو گی نہ کہ ہر زمانہ کے لحاظ سے لہذا اس لفظ سے ان کی فضیلت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ عصر اور از منہ مابعد کے لوگوں پر لازم نہیں آتی۔

یہ بات حسب ذیل آیات کی تفسیر کرتے وقت بھی یاد رکھنی چاہیئے (۱) اِذْ جَعَلَ فِيكُمْ أَنْبِيَاءَ وَجَعَلَكُمْ مُلُوكًا وَآتَاكُمْ مَا لَمْ يُؤْتِ أَحَدًا مِنَ الْعَالَمِينَ رجب پیدا کئے تم میں نبی اور کر دیا تم کو بادشاہ اور

[1] تفسیر کبیر ج ۱ ص ۵۰۰ طبع مصر۔

دیا تم کو جو نہیں دیا کسی کو جہان میں) (۲) وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰى عِلْمٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ (اور ان کو ہم نے پسند کیا جان بوجھ کر جہان کے لوگوں سے) (۳) إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ (بلا شبہ اللہ نے برگزیدہ کیا آدم کو اور نوح کو اور ابراہیم کے کنبے کو اور عمران کے کنبے کو سارے جہان پر)

اب اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ العلمین کا معرف باللام ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ لفظ ہر عالم پر شامل ہے (خواہ اس عہد کے عالم ہوں یا بعد کے) تو میں کہونگا کہ اگر ایسا ہو جب بھی یہ امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر افضلیت کو مستلزم نہیں کیوں کہ حق تعالےٰ کا ارشاد ہے كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (تم ہو بہتر امت جو پیدا ہوئے ہیں لوگوں میں) لہذا یہ اور اسی طرح کی دوسری آیات ان آیتوں کی تخصیص کردیں گی" ؎

مفسرین سلف میں سے مجاہد، ابو العالیہ اور قتادہ سے اس آیت کی تفسیر میں عالمی زمانہم ہی مروی ہے۔ ؎۲

اسی طرح وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ (اور سب کو ہم نے بزرگی دی سارے جہان والوں پر) اور وَهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ (اور اس نے تم کو بزرگی دی سب جہان پر) اور اسی طرح کی دیگر آیات میں اسی عہد کے لوگ مراد ہیں۔ اور نِسَاۗءِ الْعٰلَمِيْنَ سے بھی اس عہد کی عورتیں مراد ہیں لیکن زجاج کا مختار یہ ہے کہ اس سے مراد ساری دنیا کی عورتیں ہیں۔ اور سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ (سلام ہے نوح پر سارے جہان والوں میں) میں "عالمین" سے ملائکہ اور جن و انس مراد ہیں یعنی ساری خلق ان پر سلام بھیجتی ہے۔

اسی طرح ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ اور ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ اور لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا اور رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ وغیرہ آیات میں "عالمین" سے مراد وہ تمام جن و انس ہیں کہ جو نزول قرآن مجید کے وقت موجود تھے اور جو آئندہ تا قیام قیامت ہوتے رہیں گے خواہ وہ مومن ہوں یا کافر

۱/ ۲، ۱۵، ۱۶ — ۲/ ۱۴ — ۳/ ۱۲، ۱۳ — ۴/ ۱، ۲ — ۶/ ۸، ۹

۷/ ۵، ۱۱، ۱۵، ۱۶ — ۸/ ۴، ۱۳، ۱۵، ۱۶، ۱۷ — ۹/ ۲۳، ۴۴، ۶۲

؎ تفسیر فتح القدیر ج ۱ ص ۶۷ طبع بابی حلبی ۱۳۴۹؁ ؎۲ تفسیر مظہری ج ۱ سورہ بقرہ ص ۲۶ بحوالہ ابن جریر

پ ۱۱/۶، ۹ ، پ ۱۳/۵ ، پ ۱۴/۵ ، پ ۱۷/۵، ۶، ۷ ، پ ۱۸/۱۶ ، پ ۱۹/۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲
پ ۱۹/۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۸ ، پ ۲۰/۷، ۱۳، ۱۴، ۱۵ ، پ ۲۱/۶، ۱۴
پ ۲۳/۷، ۹، ۱۴ ، پ ۲۴/۵، ۱۲، ۱۶ ، پ ۲۵/۱۱، ۱۵، ۱۸، ۲۰ ، پ ۲۷/۱۶
پ ۲۸/۵ ، پ ۲۹/۴، ۶ ، پ ۳۰/۶، ۸

عَالِيًا : سرکش، متکبر، جبر کرنے والا عُلُوٌّ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر (ملاحظہ ہو عَالٍ) پ ۲۵/۵

عَالِيْنَ : سرکشی کرنے والے، تکبر کرنے والے زبردستی کرنے والے، بلند مرتبے والے عُلُوٌّ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر، عَالِیٌ کی جمع بحالت نصب وجر، پ ۱۸/۳ پ ۲۳/۱۴

عَالِيَةٍ ، عال، اونچی، بلند، عُلُوٌّ سے بمعنی بلند ہونے کے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث، یہاں اس کا استعمال مقام مدح میں ہوا ہے اور جنت کی صفت میں آیا ہے کیوں کہ جنت مکان کے اعتبار سے بھی سب امکنہ سے بلند ہے اور قدر و منزلت کے لحاظ سے بھی سب سے بالا ہے اور وہاں وہ سب چیزیں موجود ہیں کہ جن سے آنکھوں کو نور اور دل کو سرور ہوتا ہے۔ پ ۲۹/۵ پ ۳۰/۱۲

عَالِيَهَا : اس کا اوپر، اس کا بالا ۔ یہاں عالی کا استعمال سافل کے مقابلہ میں ہے، اور قوم لوط علیہ السلام پر عذاب کا بیان ہے۔ لہذا ترجمہ یوں ہوگا: "زمین کا بالائی طبقہ"، عَالِی، عُلُوٌّ سے بمعنی بلند تر ہونے کے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر، مضاف، هَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ، پ ۱۲/۷ پ ۱۴/۵

عَالِيَهُمْ : ان کے اوپر کی پوشاک، جو چیز اوپر رہے اور بالا ہو وہ "عالی" ہے۔ اوپر کی پوشاک میں بھی چونکہ یہ بات موجود ہے اس لیے وہ بھی عالی ہے اور یہاں اس لفظ سے یہی معنی مراد ہیں، عَالِیَ مضاف، هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ، پ ۲۹/۱۹ ۔

عَامٌ : برس، سال، قاضی شوکانی لکھتے ہیں:-
کے معنی سال کے ہیں۔ عَوْمٌ کی طرح اس کی اصل بھی مصدر ہے۔ جو زمانہ کی اتنی مدت کا نام پڑ گیا ہے"[1]
اور علامہ احمد فیومی مصباح میں رقمطراز ہیں:-
"عَامٌ فَعَلٌ بفتحتین کے وزن پر (عَوَمٌ) تھا۔ اسی لیے اس کی جمع أَعْوَامٌ آتی ہے جیسے سَبَبٌ کی جمع أَسْبَابٌ۔

[1] تفسیر فتح القدیر ج ۱ ص ۲۵۱، طبع مصر۔

امام راغب مفردات میں لکھتے ہیں:۔
"عَوْمٌ کے معنی تیرنے کے ہیں۔ چنانچہ بیان کیا گیا ہے کہ سال کا نام بھی عام اسی لیے پڑا کہ سورج اتنی مدت میں سب برجوں میں شناوری کر لیتا ہے۔ اور آیہ کریمہ وَ كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ اور ہر کوئی ایک گھیرے میں پیرتے ہیں (بھی عَوْمٌ ہی کے معنی کو بتلاتی ہے۔"

عَامٌ اور سَنَةٌ میں جو فرق ہے اس کی بحث کے ضمن میں تفصیل کے ساتھ سپرد قلم کی جا چکی ہے اور آیہ شریفہ فَلَبِثَ فِي قَوْمِهٖ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا (پھر رہا وہ اپنی قوم میں پچاس کم ہزار برس) میں جو مستثنیٰ منہ لفظ سنۃ اور مستثنیٰ لفظ عام ہے، اس کے متعلق امام راغب تو یہ فرما کر کہ "اس میں جو دقیق نکتہ ہے اس کا بیان ان شاء اللہ اس کتاب کے علاوہ کسی دوسرے موقع پر ہوگا" مفردات القرآن میں اس کے بیان کرنے سے گریز فرما گئے۔ لیکن علامہ محمود آلوسی المتوفی سنہ ۱۲۷۰ھ نے اپنی مشہور تصنیف روح المعانی میں اس کو تصریح کے ساتھ بتا دیا ہے فرماتے ہیں:۔

"اوّل میں لفظ سنۃ کو اختیار فرمانے میں یہ نکتہ ہے کہ سنۃ کا استعمال بر خلاف لفظ عام کے سختی اور قحط سالی کے سلسلہ میں ہوتا ہے۔ لہٰذا اس زمان دعوت کے لیے کہ جس میں حضرت نوح علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی قوم کے ہاتھوں وہ مصیبتیں جھیلیں کہ جو بیان سے باہر ہیں لفظ سنۃ ہی اختیار کرنا مناسب تھا۔"[1]

اور علامہ محمود زمخشری اور امام ابوالبرکات نسفی کی رائے یہ ہے کہ فن بلاغت کی رو سے چونکہ ایک ہی جملہ میں ایک ہی لفظ کو بلا ضرورت مکرر لانے سے بچنا چاہیے، اس لیے ایسا کیا گیا ہے[2]
لفظ عَامٌ جیسا کہ فیومی نے تصریح کی ہے، عَوَمٌ تھا۔ اجوف کا قاعدہ ہے کہ جو واؤ یا یا متحرک ہو اور اس کا ماقبل مفتوح ہو وہ الف سے بدل جاتا ہے۔ اسی قاعدہ کے مطابق یہاں بھی عَوَمٌ کا واؤ الف سے تبدیل ہو کر عَامٌ ہو گیا ہے۔ ب ۳/۲ ، ب ۱۱/۵ ، ب ۱۲/۱۶ ، عَامًا ب ۱۱ ، ب ۲۰/۱۴

عَامِلٌ: محنت کرنے والا، کام کرنے والا عمل کرنے والا۔ عَمَلٌ سے اسم فاعل کا صیغہ

[1] روح المعانی ج ۲۰ ص ۱۴۳ [2] ملاحظہ ہو تفسیر کشاف ج ۲ ص ۱۰۶۔ اور مدارک التنزیل ج ۳ ص ۱۹۳ —

واحد مذکر غائب (ملاحظہ ہو اَعْمَالٌ اور عَمَلٌ)

۴/۱۱ ۶/۳ ۱۲/۸ ۲۴/۱

عٰمِلُوْنَ : عمل کرنے والے، کام کرنے والے محنت کرنے والے عَمَلٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر عَامِلٌ کی جمع بحالت رفع، ۱۲/۱۰ ۱۸/۴ ۲۳/۹ ۲۴/۱۵

عَامِلَةٌ : محنت کرنے والی، عمل کرنے والی کام کرنے والی عَمَلٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ۳۰/۱۳

عَامِلِیْنَ : کام کرنے والے عمل کرنے والے عَمَلٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر عَامِلٌ کی جمع بحالت نصب و جر۔ وَالْعَامِلِیْنَ عَلَیْهَا میں عَامِلِیْنَ سے محکمہ زکوٰۃ کے کارندے مراد ہیں جن کے ذمہ زکوٰۃ و صدقات کی وصولیابی ہوتی ہے کیونکہ عَامِلٌ کے معنی متولی امور اور کارندے کے بھی آتے ہیں اور اسی لحاظ سے محصل زکوٰۃ کو "عامل" کہتے ہیں۔۱ ۴/۵ ۱۰/۱۴ ۲۱/۲ ۲۴/۵

عَامِهِمْ : ان کا برس، ان کا سال، عَامِ مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ ۱۰/۱

عَامَیْنِ : دو سال، دو برس عَامٌ کا تثنیہ بحالت جر، ۲۱/۱۱

عٰهَدَ : اس نے عہد کیا، اس نے اقرار کیا مُعَاهَدَةٌ سے جس کے معنی باہم عہد و پیمان اور قول و قرار کرنے کے ہیں، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب (ملاحظہ ہو عَهِدَ) ۱۰/۱۶ ۲۶/۹

عٰهَدْتَّ : تو نے اقرار لیا۔ تو نے عہد باندھا مُعَاهَدَةٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۱۰/۲

عٰهَدْتُّمْ : تم نے عہد باندھا۔ تم نے عہد کیا مُعَاهَدَةٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۱۰/۸ ۱۴/۱۹

عٰهَدُوْا : انہوں نے عہد کیا۔ انہوں نے عہد باندھا۔ انہوں نے قول کیا مُعَاهَدَةٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ۱/۱۲ ۲/۶ ۱۸، ۲۱/۱۹

عَآئِدُوْنَ : پھر کرنے والے۔ پلٹنے والے عَوْدٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر عَائِدٌ کی جمع بحالت رفع (ملاحظہ ہو تَعُوْدُوْنَ اور عَادَ) ۲۵/۱۴

عَآئِلًا : تنگ دست، فقیر، مفلس، نادار

۱۔ ملاحظہ ہو تاج العروس۔

عیالدار۔ عَیْلَۃٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں :۔

ارشاد ہے وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنٰى

(اور تجھ کو فقیر پایا سوغنی کردیا) یعنی فقر نفس کو

دور کرکے اسی "غنی اکبر" سے کہ جس کے متعلق

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

الغنی غنی النفس (غنا دل غنی ہونے کا

نام ہے) آپ کو سرفراز فرمایا۔

اور بعض نے یہ معنی کیے ہیں کہ تمہیں اللہ کی

رحمت و بخشش کا محتاج پایا تو ساری اگلی

پچھلی خطاؤں کی مغفرت فرماکر تم کو غنی

کردیا"

امام محمد بن اسمٰعیل بخاری نے الجامع الصحیح

میں عَائِلًا کی تفسیر عیالدار سے کی ہے، ابوعبیدہ

اور اخفش کا بھی یہی قول ہے اور فرّا اس کے معنی

فقیر کے بتاتے ہیں ان کا بیان ہے کہ میں نے خود

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے

مصحف میں عدیما کا لفظ دیکھا ہے جس کے

معنی نادار کے ہیں اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ

حق تعالیٰ شانہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو

مال و اسباب کی زیادتی سے نہیں بلکہ اپنی رضا کی

دولت سے مالامال فرمایا جو اصلی غنا ہے کیونکہ

ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس

دولت ظاہری کی فراوانی نہ تھی۔ [1]

اور ابن خالویہ لغوی المتوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

"اہل عرب عَالَ الرَّجُلُ يَعِيلُ عَيْلًا

فَهُوَ عَائِلٌ کا استعمال کسی شخص کے فقیر ہو

جانے کے لیے کرتے ہیں، اور عَالَ يَعُولُ

کا ظلم کرنے کے لیے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

ذٰلِكَ أَدْنٰى أَلَّا تَعُولُوا (یہ بہت

نزدیک ہے اس سے کہ بے انصافی نہ کرو)

اور أَعَالَ يُعِيلُ کا کثیر العیال ہونے کے

لیے" [2] $\frac{30}{18}$

فصل الباء الموحدة

عِبَاد ، بندے، غلام، عَبْدٌ کی جمع، راغب

لکھتے ہیں کہ جو "عبد" بمعنی غلام کے ہے اس کی جمع

عَبِيْدٌ آتی ہے اور جو عبد کہ بمعنی عابد ہے یعنی پرستار حق

اس کی جمع عِبَادٌ ہے، لیکن میری ناقص رائے میں یہ قاعدہ

کلیہ نہیں بلکہ اکثری ہے کیونکہ خود قرآن پاک میں

[1] ملاحظہ ہو فتح الباری اور فتح القدیر تفسیر سورۃ والضحیٰ [2] اعراب ثلاثین سورۃ من القرآن العظیم ص ۱۲۱

ایک مقام پر عِبَاد کا استعمال غلاموں کے معنی میں ہوا ہے، ارشاد ہے وَ اَنْکِحُوا الْاَیَامٰی مِنْکُمْ وَ الصّٰلِحِیْنَ مِنْ عِبَادِکُمْ وَ اِمَآئِکُمْ (اور نکاح کرو رانڈوں کا اپنے اندر، اور جو نیک ہوں تمہارے غلام اور لونڈیاں)۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو عَبْد) پ ۲/۹، پ ۳/۱۰،۱۱، پ ۹/۱۴، پ ۱۶/۲، پ ۱۹/۴، پ ۲۳/۱،۶،۹، پ ۲۳/۱،۸،۹،۱۶، پ ۲۴/۹،۱۰، پ ۲۵/۸،۱۳،۱۴، پ ۲۶/۱۵، پ ۲۹/۱۹

عِبَادًا پ ۳/۱۶، پ ۱۵/۱

عِبَادَتِکُمْ: تمہاری بندگی، تمہاری عبادت تمہاری پرستش، عِبَادَةِ مضاف، کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو عِبَادَة) پ ۱۱/۸

عِبَادَتِہٖ: اس کی بندگی، اس کی پرستش ان کی عبادت، عِبَادَةِ مضاف ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ پ ۱۲/۴، پ ۹/۱۴، پ ۱۶/۷، پ ۱۶/۲

عِبَادَتِہِمْ: ان کی بندگی، ان کی پرستش ان کی عبادت، عِبَادَةِ مضاف ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ پ ۱۶/۸، پ ۲۶/۱

عِبَادَتِیْ: میری بندگی میری پرستش میری عبادت عِبَادَةِ مضاف ی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ پ ۲۴/۱۱

عِبَادُکَ: تیرے بندے، عِبَادَ مضاف کَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ (ملاحظہ ہو عِبَاد اور عَبْد) پ ۵/۱۵، پ ۷/۶، پ ۱۴/۳، پ ۱۹/۱۶، پ ۲۳/۱۴، پ ۲۴/۲، پ ۲۹/۱۰ -

عِبَادِکُمْ: تمہارے غلام عِبَادِ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ پ ۱۸/۱۰

عِبَادِنَا: ہمارے بندے عِبَادِ مضاف نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ، پ ۱۲/۱۳، پ ۱۵/۲۱، پ ۱۶/۷، پ ۲۲/۱۲، پ ۲۳/۱،۸،۹،۱۳، پ ۲۵/۶، پ ۲۸/۲۰

عِبَادَةِ: عبادت، بندگی، پرستش عَبَدَ یَعْبُدُ کا مصدر ہے جس کے معنی پوجنے اور عبادت کرنے کے ہیں اس کا فعل باب نَصَرَ سے آتا ہے۔ امام راغب لکھتے ہیں۔ "عُبُودِیۃ اظہار فروتنی کا نام ہے اور عِبَادَة اس سے بھی بلیغ تر ہے کیوں کہ اس کے معنی انتہائی فروتنی کے ہیں اور اس کا استحقاق بھی سوائے اس ذات عالی کے کہ جس کے افضال و انعام بے حد و نہایت ہیں اور کسی کو نہیں ہے اسی لیے ارشاد ہے اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ (کہ نہ پوجو مگر اسی کو۔)

اور عبادت" کی دو قسمیں ہیں (۱) عبادت بالتسخیر یہ وہی عبادت ہے جس کو ہم سجودؔ کی بحث میں ذکر کر چکے ہیں (۲) عبادت بالاختیار جو ذوی العقول کے ساتھ خاص ہے اور جس کا حکم اُعْبُدُوْا رَبَّكُمْ (بندگی کرو تم اپنے رب کی) اور اُعْبُدُوا اللّٰہَ (عبادت کرو اللہ کی) وغیرہ آیات میں دیا گیا ہے"

قاموس میں عبادت" کے معنی طاعت کے بیان کیے ہیں لیکن ابن الاثیر کے نہایہ میں یہ الفاظ ہیں

العبادة فی اللغة لغت میں عبادت نام ہے
الطاعة مع اس اطاعت کا جو عاجزی کے
الخضوع ساتھ ہو۔

علامہ ابن الاثیر کی یہ تعریف بہت جامع ہے راغب اصفہانی اور مجد الدین فیروزآبادی نے اس کے صرف ایک جز کو بیان کیا ہے۔ قاضی شوکانی نے تفسیر فتح القدیر میں حافظ ابن کثیر کے حوالہ سے عبادت کی شرعی تعریف ان لفظوں میں نقل کی ہے:-

وفی الشرع عبادة اور شرع میں عبادت
عما یجمع کمال وہ ہے جو انتہائی محبت
المحبة والخضوع فروتنی اور خوف پر مشتمل
والخوف ہو۔[1]

اور علامہ علاء الدین علی بن محمد خازن البغدادی نے تفسیر لباب التاویل میں بعض علماء سے اس طرح نقل کیا ہے کہ "عبادت اس فعل کا نام ہے جس کے ذریعہ تعظیم الٰہی کے لیے فرض کی ادائیگی عمل میں آتی ہے"[2]

اور مخدوم علی مہائمی اپنی مشہور تفسیر تبصیر الرحمٰن وتیسیر المنان لبعض مایشیر الی اعجاز القرآن میں رقمطراز ہیں:-

العبادة تذلل عبادت اپنے اختیار سے
للغیر عن اختیار دوسرے کی انتہائی تعظیم
لغایة تعظیمه فخرج کی غرض سے اس کیلئے

عہ سجود کی بحث میں امام موصوف نے اس کی تعریف ان لفظوں میں کی ہے۔

هو الدلالة الصامتة الناطقة المنبهة وہ خاموش دلالت جو کائنات کے مخلوق ہونے پر ناطق ہے اور علی کونها مخلوقة وانها خلق فاعل حکیم جو صاف بتلاتی ہے کہ یہ سب کچھ اسی حکیم کہ دگار کا پیدا کیا ہوا ہے اس لحاظ سے عبادتِ تسخیری" کے معنی ہوں گے" زبانِ حال کی وہ خاموش دلالت جو اس بات کو بتلاتی ہے کہ کائنات کا ذرہ ذرہ اپنے خالق و مولیٰ کے حکم کا غلام اس کے ارادہ کا مطیع اور اس کی مشیت کا مسخر ہے"۔

[1] تفسیر فتح القدیر ج ۱ ص ۱۲

[2] لباب التاویل معروف بہ خازن ج ۱ ص ۱۹ طبع مصر ۱۳۳۱ھ۔

التسخیر و السخر و القیام و الانحناء لنوع تعظیم [1] — فروتنی کا نام ہے۔ لہٰذا تسخیر کی بنا پر یا مذاق کی غرض سے ایسا کرنا نیز تعظیم رسمی کے لیے کسی کے واسطے کھڑا ہو جانا یا جھک جانا، عبادت کی طرف سے خارج ہے۔

مخدوم موصوف نے عبادت شرعی کی یہ بڑی جامع مانع تعریف کی ہے۔ غور فرمائیے بہت سے افعال ہیں جو بظاہر عبادت معلوم ہوں گے حالانکہ حقیقت میں وہ عبادت کی تعریف میں نہیں آتے ایک شخص پر کسی نے تسخیر کا عمل کر دیا ہے وہ عبادت کے بہت سے کام کرتا ہے لیکن چونکہ اس کے اپنے ارادے اور اختیار کو اس میں دخل نہیں اس لیے اس کو عبادت نہیں کہا جا سکتا۔ اسی طرح ایک شخص مذاق کے طور پر رسوم عبادت کو بجا لاتا ہے دیکھنے والا جو حقیقت حال سے واقف نہیں بظاہر اس کو عبادت ہی خیال کرے گا حالانکہ ایسا نہیں کیوں کہ وہ تعظیم کے لیے ان کو انجام نہیں دے رہا بلکہ مسخرہ پن کر رہا ہے۔ ایسے ہی قیام اور انحنا (جھکنا) کا شمار گو افعال عبادت میں ہے لیکن جبکہ اس سے مقصود غایت تعظیم نہیں کہ جو فی الواقع عبادت ہے بلکہ ایک خاص قسم کی رسمی تعظیم ہے کہ جو سوسائٹی میں رواج پا گئی ہے تو اس کو عبادت نہیں کہیں گے۔ علامہ سید مرتضیٰ زبیدی بلگرامی تاج العروس من جواہر القاموس میں لکھتے ہیں:۔

"بعض المشاشتقاق کا بیان ہے کہ عبودیۃ کی اصل عاجزی اور فروتنی ہے اور دوسرے حضرات یہ کہتے ہیں کہ عبودۃ کے معنیٰ ہیں رب جو کرے اس پر راضی رہنا اور عبادۃ کے معنی ہیں وہ کام کرنا جس سے رب راضی رہے اول زیادہ محنت و مشقت کا کام ہے اسی لیے کہا گیا ہے کہ عبادۃ تو عالم آخرت میں ساقط ہو جائیگی مگر عبودۃ بدستور باقی رہے گی۔ کیوں کہ عبودۃ کا مطلب یہ ہے کہ دونوں جہان میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو متصرف نہ سمجھے،،

اس عبارت کو نقل کر کے علامہ زبیدی فرماتے ہیں:۔

قال شیخنا [2] هذا ملحظ صوفی لا — ہمارے شیخ نے کہا ہے کہ یہ صوفیانہ نقطہ نگاہ ہے لغط

[1] تفسیر مہائمی ج ۱ ص ۴ طبع بولاق مصر

[2] شیخ سے مراد ابو عبد اللہ محمد بن طیب القاسمی المتوفی ۱۱۷۰ھ ہیں انہوں نے بھی قاموس کی مبسوط شرح لکھی ہے

دخل للاوضاع اللغویۃ فیہ۔ کی لغوی ساخت کو اس تشریح میں کچھ دخل نہیں

امام محیی السنۃ حسین بن مسعود فراء البغوی معالم التنزیل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ناقل ہیں کہ:

کل ما ورد فی القرآن من العبادۃ فمعناھا التوحید[1] قرآن پاک میں جہاں بھی عبادت کا ذکر ہے اُس سے توحید مراد ہے

قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی فرماتے ہیں کہ اس تفسیر پر کفار کو تو اس کی بجا آوری کا حکم ہے اور مومنین کو اس پر ثابت قدم رہنے کا۔[2] پ ۱۶/۳

عِبَادِہٖ: اس کے بندے، عِبَادِ مضاف ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔

پ ۱/۱۱ پ ۷/۸،۱۴،۱۰ پ ۸/۱۱ پ ۹/۵ پ ۱۱/۲،۱۶ پ ۱۳/۱۴ پ ۱۴/۷
پ ۱۵/۲،۳،۱۱ پ ۱۶/۷ پ ۱۹/۳،۶،۲۰ پ ۲۰/۱۱ پ ۲۱/۶،۸ پ ۲۲/۱۱،۱۲،۱۶
پ ۲۳/۱۵،۱۶ پ ۲۴/۱۴ پ ۲۵/۳،۴،۷

عِبَادِیْ: میرے بندے عِبَادِ مضاف ی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ آیہ کریمہ یٰعِبَادِ لَاخَوْفٌ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ اے میرے بندو نہ ڈر ہے تم پر آج کے دن اور نہ تم غم کھاؤ ہیں یا عِبَادِی کے دونوں الف اور دال کے بعد ی قرآنی رسم خط میں بالاتفاق محذوف ہے۔ پ ۱۲ پ ۱۳/۱۴ پ ۱۴/۳،۴ پ ۱۵/۶،۷ پ ۱۶/۳،۱۳ پ ۱۷/۷
پ ۱۸/۶،۱۶ پ ۱۹/۴ پ ۲۱/۲ پ ۲۲/۸ پ ۲۴/۳ پ ۲۵/۱۳،۱۴ پ ۳۰/۱۴

عَبَثًا: کھیلنا، بے فائدہ، بیہودہ۔ اس کا فعل باب سَمِعَ سے آتا ہے۔ عَبِثَ یَعْبَثُ عَبَثًا

امام ابوجعفر بیہقی نے تاج المصادر میں اس کا ترجمہ لکھا ہے ”بازی کردن“ اور امام ابو الفتح ناصر بن عبد السید مطرزی المغرب فی ترتیب المعرب میں لکھتے ہیں۔ ”عَبَث کے معنی ہیں کھیلنے اور بے فائدہ گڑبڑ کا کام کرنے کے اور علامہ راغب اصفہانی مفردات القرآن میں رقم طراز ہیں۔ اپنے کام میں کھیل کود کے شامل کر دینے کو عَبَث کہتے ہیں۔ یہ عرب کے محاورے عَبَثْتُ الْاَقِطَ سے نکلا ہے جس کے معنی پنیر کو ملانے کے ہیں اور عَبَث اس کھانے کو کہتے ہیں جو کسی چیز کے ساتھ مخلوط ہو جیسا کہ کھجور اور گھی کے آمیزہ اور مخلوط ستو کو عوبثانی اسی اعتبار سے بولا جاتا ہے ارشاد ہے۔ اَتَبْنُوْنَ بِکُلِّ رِیْعٍ اٰیَۃً

[1] کتاب مذکور ج ا ص ۳۳ بر حاشیہ تفسیر خازن طبع مصر [2] تفسیر مظہری ج ا ص ۳۵،۳۶ طبع جید پریس دہلی۔

تَعۡبَثُوۡنَ (کیا بناتے ہو ہر اونچی زمین پر ایک نشان کھیلنے کو) اور جس چیز سے کوئی صحیح غرض حاصل نہ ہو اس کو عَبَثٌ کہتے ہیں۔ ارشاد ہے اَفَحَسِبۡتُمۡ اَنَّمَا خَلَقۡنٰکُمۡ عَبَثًا (سو کیا تم خیال رکھتے کہ ہم نے تم کو بنایا کھیلنے کو؟)

تاج العروس میں ہے کہ "عَبَثٌ کے معنی ہیں کسی چیز کے ساتھ کھیلنے کے اور جس چیز میں کوئی قابل لحاظ فائدہ نہ ہو یا سرے سے کوئی فائدہ نہ ہو اس کو بھی عَبَث کہتے ہیں" [۱]

عَبۡد: بندہ، غلام۔ تاج العروس میں ہے "(عَبۡدٌ انسان کو کہتے ہیں آزاد ہو یا غلام) المحکم اور موعب[۲] میں بھی ہے۔ گویا مصنف اس طرف گئے ہیں کہ "عبد" وہ ہے جو اپنے خالق کا پروردہ ہو۔ ابن حزم نے کہا ہے کہ عبد کا لفظ مذکر و مؤنث دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے (نیز) عبد کے معنی (غلام) کے بھی ہیں جو آزاد کے برخلاف ہے . . . سیبویہ نے بیان کیا ہے کہ یہ اصل میں صفت ہے (اہل عرب رجل عبد (مرد غلام) کہتے ہیں لیکن اسماء کی جگہ پر اس کا استعمال کیا جاتا ہے"

علامہ احمد فیومی مصباح میں لکھتے ہیں:۔
"اس کی جمع تو بہت سی استعمال ہوتی ہیں مگر اَعۡبُدٌ، عَبِیۡدٌ اور عِبَادٌ ان سب میں زیادہ مشہور ہیں"

اور امام راغب مفردات میں (رقام فرماتے ہیں):۔
"عبد کا استعمال چار طرح پر ہوتا ہے اول عبد شرعی جو حکم شرع کے لحاظ سے "عبد" ہو اور یہ وہ انسان ہے کہ جس کی خرید و فروخت صحیح ہے جیسے اَلۡعَبۡدُ بِالۡعَبۡدِ (غلام کے بدلے غلام) اور عَبۡدًا مَّمۡلُوۡکًا لَّا یَقۡدِرُ عَلٰی شَیۡءٍ (ایک غلام پرایا مال نہیں اختیار رکھتا کسی چیز پر) دوسرا "عبد بالایجاد" جو اس اعتبار سے "عبد" ہے کہ اللہ نے اس کو عدم سے وجود عطا فرمایا ہے اور ایسا عبد سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کا نہیں پایا جا سکتا۔ آیہ شریفہ اِنۡ کُلُّ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ اِلَّاۤ اٰتِی الرَّحۡمٰنِ عَبۡدًا (کوئی نہیں آسمان اور

---

[۱] بین القوسین متن یعنی قاموس کی عبارت ہے۔ [۲] یہ دونوں کتابوں کے نام ہیں۔

زمین میں جو نہ آئے رحمٰن کا بندہ ہو کر) میں بھی عبد مراد ہے۔ تیسرا وہ جو عبادت وخدمت کی بدولت عبد ہے۔ اس طرح کے لوگ دو قسم کے ہیں۔ ایک "عبد اللہ" جو اللہ کا مخلص بندہ ہے اور اسی کا ذکر آیات ذیل میں مقصود ہے وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ أَيُّوبَ (اور یاد کر ہمارے بندے ایوب کو) إِنَّهُ كَانَ عَبْدًا شَكُورًا (بے شک وہ تھا بندہ حق ماننے والا) نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ (اس نے اتاری فیصلہ کی کتاب اپنے بندے پر) أَنْزَلَ عَلَىٰ عَبْدِهِ الْكِتَابَ (اس نے اتاری اپنے بندے پر کتاب) إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ (وہ جو میرے بندے ہیں ان پر نہیں تیری حکومت) كُونُوا عِبَادًا لِّي (تم میرے بندے ہو جاؤ) إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ (مگر جو تیرے چنے ہوئے بندے ہیں) وَعَدَ الرَّحْمَٰنُ عِبَادَهُ بِالْغَيْبِ (وعدہ کیا ہے رحمٰن نے اپنے بندوں سے ان کے بن دیکھے) وَعِبَادُ الرَّحْمَٰنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا (اور بندے رحمٰن کے وہ ہیں جو چلتے ہیں زمین پر دبے پاؤں) أَنْ أَسْرِ بِعِبَادِي لَيْلًا إِنَّكُمْ مُتَّبَعُونَ (پھر لے نکل رات میرے بندوں کو البتہ تمہارا پیچھا کریں گے) فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا (پھر پایا ان دونوں نے ایک بندہ ہمارے بندوں میں کا)۔

اور ایک "عبد للدنیا" جو دنیا اور متاع دنیا ہی کا بندہ ہو کر رہ گیا ہے۔ یہ وہ شخص ہے جو دنیا ہی کا غلام ہے اور اسی کی رعایت رکھتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جو ارشاد ہے تعس عبد الدرھم تعس عبد الدنیا (ہلاک ہو روپیہ کا بندہ ہلاک ہو اشرفی کا بندہ) اس سے یہی شخص مراد ہے اور اسی لحاظ سے یہ کہنا صحیح ہے کہ ہر انسان اللہ کا عبد (بندہ) نہیں کیونکہ اس صورت میں عبد بمعنی عابد ہے۔ لیکن عبد عابد سے زیادہ بلیغ ہے اور ویسے تو سب لوگ اللہ ہی کے بندے ہیں بلکہ انسان کیا تمام اشیاء کا یہی حکم ہے لیکن بعض "عبد بالتسخیر" اور بعض "عبد بالاختیار"

جو عبد کہ بمعنی غلام ہے اس کی جمع عَبِيدٌ اور بعض عِبِدّ بھی بتاتے ہیں اور جو عَبْد کہ

بمعنی عابد ہے اس کی جمع عِبَادٌ ہے لیکن عَبِیْدٌ کی اضافت جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کے معنی میں عِبَاد سے زیادہ عموم ہوتا ہے۔ اسی لیے ارشاد ہوتا ہے وَمَا اَنَا بِظَلَّامٍ لِلْعَبِیْدِ اور میں ظلم نہیں کرتا بندوں پر) سو تنبیہ فرمادی کہ وہ نہ ان پر ظلم کرتا ہے جو خاص اسی کی عبادت کرتے ہیں اور نہ ان پر کہ جو غیر سے تعلق جوڑتے ہیں اور اپنا نام "عبد الشمس" اور "عبد اللات" وغیرہ رکھتے ہیں"

"قاضی شوکانی نے لکھا ہے کہ عَبَدَ تَعَبُّدٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنی فروتنی کے ہیں[1]۔ اور امام بغوی فرماتے ہیں۔

سمی العبد عبدا عبد کو عبد اس کی فروتنی لذلتہ وانقیادہ اور عاجزی کی وجہ ہی سے کہا جاتا ہے[2]۔

$\frac{۲}{۱۱،۲}$ $\frac{۲۲}{۷}$ $\frac{۲۳}{۱۳،۱۲}$ $\frac{۲۵}{۱۲}$ $\frac{۲۶}{۱۵}$ عَبْدًا $\frac{۹}{۴}$ $\frac{۱۴}{۱۶}$ $\frac{۱۵}{۲۱،۱}$ $\frac{۱۶}{۹}$ $\frac{۳۰}{۲۱}$

عَبَدَ: اس نے بندگی کی۔ اس نے عبادت کی۔ اس نے اطاعت کی، عِبَادَۃٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب (ملاحظہ ہو عبادۃ)

$\frac{۶}{۱۳}$
عَبَّدْتَ: تو نے غلام بنایا۔ تَعْبِیْدٌ سے جس کے معنی کسی کو غلام بنانے اور اپنی بندگی میں رکھنے کے ہیں، ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر ابن زید کہتے ہیں تَعْبِیْدٌ کے معنی ہیں کسی کو اتنا عاجز و ناچار کرنا کہ وہ غلاموں کے سے کام کرنے لگے۔ صاحب موعب نے ان کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں عَبَّدْتَ الرَّجُلَ ذَلَّلْتَہٗ حتی عمل عَمَلَ العبید[3]

$\frac{۱}{۹}$
عَبَدْتُّمْ: تم نے پوجا، تم نے بندگی کی، تم نے عبادت کی عِبَادَۃٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر $\frac{۳۰}{۲۴}$

$\frac{۱۱}{۱۱}$
عَبْدُ اللّٰہِ: اللہ کا بندہ۔ یہاں بندہ کامل مراد ہے، کیوں کہ قاعدہ ہے مطلق کو اپنے اطلاق پر جب باقی رکھا جاتا ہے تو فردِ کامل مراد ہوتا ہے قرآن پاک میں یہ الفاظ دو اولوالعزم انبیاء کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ ایک سورۂ مریم میں حضرت روح اللہ عیسیٰ بن مریم صلوات اللہ وسلامہ علی نبینا وعلیہ وعلیٰ امہ کے لیے اور دوسرے سورۂ

[1] فتح القدیر ج ۱ ص ۳۹ [2] معالم التنزیل ج ۱ ص ۱۹ برحاشیہ تفسیر خازن [3] تاج العروس۔

عن میں حضرت خاتم النبیین جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے متعلق ظاہر ہے کہ عبدیت کاملہ مبارک وصف انبیاء علیہم السلام سے زیادہ اور کس کے لیے زیبا ہے۔ حضرت عیسےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت باسعادت پر جب ان کی والدہ ماجدہ حضرت صدیقہ مریم بتول علیہ السلام پر کی قوم طوفان اٹھاتی ہے کہ یہ بن باپ کے کیسے پیدا ہو گئے تو حضرت آغوش مادر ہی میں بزبان فصیح گویا ہوتے ہیں اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا (میں بندہ ہوں اللہ کا مجھ کو اس نے کتاب دی ہے اور مجھ کو اس نے نبی کیا ہے) سچ ہے یہ روز پیدائش ہی عبودیت کا اقرار ایک سچے نبی ہی کی شان ہو سکتی ہے۔ ساتھ ہی اس میں قدرت کا یہ راز بھی پنہاں تھا کہ چونکہ آگے چل کر عیسائی امت حضرت کو آپ کے ملکوتی صفات کے باعث بندگی سے خدا کے درجہ پر پہنچا دے گی اس لیے سب سے پہلا کام جو آپ کی زبان اعجاز سے ادا ہو وہ اعتراف عبودیت ہونا چاہیے۔

اور ہمارے نبی اکرم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ لقب خود پیش گاہ ربانی سے عطا فرمایا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہے وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا (اور یہ کہ جب کھڑا ہوا اللہ کا بندہ کہ اس کو پکارتے تو لوگوں کا بندھنے لگتا ہے اس پر ٹھٹھ) اس آیۂ کریمہ میں خود حضرت حق جل مجدہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو "عبداللہ" کے لقب سے موسوم فرمایا ہے۔ استاذ ابو علی دقاق فرماتے ہیں:۔

"مومن کے لیے کوئی صفت عبودیت سے زیادہ اکمل و اشرف نہیں ہے اللہ تعالےٰ نے اسی لیے عزت کے سب سے اونچے موقع پر اپنے نبی کے لیے اس لفظ کا استعمال فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (۱) سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ (۲) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتٰبَ (۳) تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ (۴) فَاَوْحٰی عَلٰی عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰی [1]

اور امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی

---

[1] ملاحظہ ہو المعراج الکبیر تالیف حافظ نجم الدین غیطی ص ۷ ، ۸ طبع میمنیہ مصر۔

اپنے مکتوبات میں ارقام فرماتے ہیں :-

مقامِ عبدیت فوق جمیع مقامات باشد
چہ این معنی در عبدیت اتم و اکمل است
محبوبان را باین مقام مشرف می سازند محباں
بذوق شہود متلذذ دانند، التذاذ در بندگی و
انس بآں مخصوص بہ محبوبان است انس محبان
بمشاہدہ محبوب است و انس محبوباں بہ بندگی
محبوب دریں انس ایشاں را باین دولت
می رسانند و باین نعمت سرفراز می سازند
شاہ سوار یکہ تاز این میدان سرور دنیا
و دین سید اولین و آخرین حبیب
رب العلمین است علیہ من الصلوٰۃ اتمہا و
من التحیات اکملہا و کسے را کہ بمحض فضل
خواہند کہ باین دولت برسانند او را بکمال
متابعت آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام
متحقق می سازند و آں را بآں می برند
ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ
ذو الفضل العظیم "لہ

کسی نے کیا خوب کہا ہے :

مقامِ عبدیت کاں منزل تست : ز ہر بالا و بالا آفریدن

پ ۱۶/۵ ۲۹/۱۱

عَبَدْنَا : ہم نے پوجا۔ ہم نے عبادت کی
عِبَادَۃٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم۔ (ملاحظہ ہو
عِبَادَۃ) ۱۳/۱۱

عَبْدِنَا : ہمارا بندہ، قرآن پاک میں یہ مبارک
الفاظ حضرت نوح، حضرت ایوب، حضرت داؤد
اور آنحضرت علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے استعمال
فرمائے گئے ہیں جو کمال عبدیت کے مقام بلند پر
فائز تھے اور خدا کے کامل ترین بندے تھے
پ ۱/۲ پ ۱۰/۱ پ ۲۳/۱۱،۱۲ پ ۲۷/۸ ۔

عَبَدْنٰہُمْ : ہم نے اُن کی بندگی کی، ہم نے
اُن کو پوجا، عَبَدْنَا ماضی کا صیغہ جمع متکلم
ہُمْ ضمیر جمع مذکر غائب پ ۲۵/۸

عَبْدِہٖ : اس کا بندہ ۔ قرآن پاک میں
سوائے ایک مقام کے کہ وہاں یہ حضرت زکریا
علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفت میں آیا
ہے ۔ باقی سب جگہ "عبد کامل" جناب محمد رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے استعمال ہوا ہے
اور اسی لیے کلمہ شہادت میں آپ کی صفت رسالت
کے اقرار کے ساتھ آپ کے لیے عبدیت کی شہادت

لہ مکتوبات امام ربانی ج ۱ ص ۱۲ طبع نول کشور ۔

بھی لازم کر دی گئی ہے (امی ہو (امی صلی اللہ علیہ وسلم) پ۱۵/۱،۱۳ پ۱۶/۴ پ۱۸/۱۲ پ۲۴/۱ پ۲۸/۵،۸،۱۷

عَبْدَيْنِ : دو بندے، عبد کا تثنیہ بحالت جر۔ یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے دو مقدس و برگزیدہ بندے حضرت نوح اور حضرت لوط صلوات اللہ و سلامہ علیہما کی صفت میں آیا ہے پ۲۸/۲۰۔

عِبْرَةً : عبرت، نصیحت حاصل کرنا۔ دوسرے کے حال سے اپنا حال قیاس کرنا۔ دھیان کرنا

راغب لکھتے ہیں :۔

"اصل میں عَبْرٌ کے معنی ہیں ایک حال سے دوسرے حال میں گزرنے کے . . . اور اِعْتِبَارٌ اور عِبْرَةٌ اس حالت کے ساتھ مخصوص ہے کہ جس کے ذریعہ ایک ایسی چیز کی معرفت سے کہ جو مشاہدہ میں آرہی ہے اس چیز کی معرفت تک پہنچا جائے کہ جو ابھی مشاہدہ میں نہیں آتی"

اور علامہ احمد فیومی المصباح المنیر میں فرماتے ہیں :۔

"اِعتِبَارٌ کے معنی نصیحت پکڑنے کے بھی آتے ہیں۔ جیسے فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ (سو نصیحت پکڑو، اے ایمان والو) عِبْرَةٌ اسی اِعْتِبَارٌ سے اسم ہے۔ خلیل نے کہا ہے کہ عبرۃ اور اعتبار بماضی کے معنی ہیں گزرے ہوئے واقعات سے نصیحت پکڑنا اور عبرت حاصل کرنا عِبْرَةٌ کی جمع عِبَرٌ ہے جیسے سِدْرَةٌ کی سِدَرٌ"

اور امام فخر الدین رازی، تفسیر کبیر میں رقمطراز ہیں :

"عِبْرَةٌ کے معنی ہیں نصیحت حاصل کرنا یہ وہ نشانی ہے کہ جس کے ذریعہ جہالت کے مقام کو عبور کر کے علم تک رسائی ہوتی ہے اس کی اصل عُبُورٌ سے ہے جس کے معنی ہیں ایک جانب سے دوسری جانب کی طرف پہنچ جانا، اور اسی عُبُورٌ سے عِبَارَةٌ ہے جس کے معنی اس کلام کے ہیں کہ جو معنی کو لیکر مخاطب تک پہنچتا ہے، اور اسی سے عبارۃ الرؤیا ہے کیونکہ وہ خواب کی تعبیر ہے"[1]

علامہ خازن بغدادی نے اس کی تعریف ان

---

[1] تفسیر کبیر ج ۲ ص ۶۱۶ طبع مصر قدیم۔

الفاظ میں کی ہے :-

العبرۃ الدلالۃ — عبرت وہ دلالت ہے جو
الموصلۃ الی الیقین ۔ یقین تک پہنچاتی اور
المودیۃ الی العلم — علم تک رسائی کراتی ہے،

اور قاضی شوکانی نے تفسیر فتح القدیر میں اس کی تشریح مختلف مقامات پر متعدد پیرایہ بیان میں کی ہے۔ چنانچہ سورہ آل عمران میں لکھتے ہیں:-

"عِبْرَۃ عُبُور سے بروزن فِعْلَۃ ہے اور مراد ہے نصیحت حاصل کرنا اور تنکیر اس میں تعظیم کے لیے ہے یعنی عظیم عبرت اور بڑی موعظت" ۲؎

اور سورہ یوسف میں اس طرح لکھتے ہیں:-

"عبرت" وہ فکر و بصیرت جو جہالت و حیرت سے نجات دلاتی ہے بعض نے کہا ہے کہ یہ "اعتبار" ہی کی ایک نوع ہے یعنی طرف معلوم سے طرف مجہول کو عبور کرنا ۳؎

اور زیر آیت وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً (اور بے شک تمہارے لیے چوپایوں میں سمجھنے کی جگہ ہے) یوں رقمطراز ہیں:-

"عبرۃ کے معنی ہیں اصل میں ایک چیز کی دوسری چیز کے ساتھ اس طرح تمثیل دینا کہ مشاکلت اور مشابہت کی بنا پر اس دوسری چیز کی حقیقت آنکھوں کے سامنے پھر جائے" ۴؎

۳/۱۰ ، ۱۳/۶ ، ۱۴/۱۵ ، ۱۸/۱۲،۱۱ ، ۳۰/۳

عَبَسَ : اس نے تیوری چڑھائی، وہ ترش رو ہوا، وہ چیں بجبیں ہوا۔ اس نے منہ بنایا (ضرب) عَبَسَ اور عُبُوسٌ سے بمعنی ترش رو ہونے اور تیوری چڑھانے کے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔

راغب لکھتے ہیں کہ "دل تنگی سے ماتھے پر بل آ جانے کا نام عُبُوسٌ ہے۔ اور تفسیر کبیر میں مرقوم ہے:-

عَبَسَ يَعْبِسُ فَهُوَ عَابِسٌ کا استعمال ماتھے پر بل ڈالنے کے لیے ہوتا ہے اور اگر اسی ترش روئی میں دانت بھی ظاہر ہو جائیں

۱؎ فِعْلَۃ کا وزن بیانِ حالت و نوع کے لیے آتا ہے چنانچہ جِلْسَۃ جلوس کی ایک خاص نوع اور حالت کے لیے استعمال کیا جائے گا۔ اس لحاظ سے عبرۃ عبور کی ایک خاص حالت و نوع کا نام ہوگا۔ ۱؎ تفسیر خازن ج ۱ ص ۲۶۴
۲؎ فتح القدیر ج ۱ ص ۲۹۲ ۳؎ ایضاً ج ۳ ص ۵۸ ۴؎ ایضاً ج ۳ ص ۱۶۶ -

توپھر کلح بولتے ہیں اور اگر منہ بنانے کا فکر
اہتمام بھی ہو تو اس کے لیے بسر آتا ہے
اور جو تیوری پر بل ڈالنے کے ساتھ غصہ
ہو جائے تو پھر بسل کہا جاتا ہے ؎ ۱

۲۹/۱۵ ۔ ۳۰/۵

عَبْقَرِيٍّ (قیمتی، نادر، عجیب، خوبصورت
بچھونے) امام محمد بن عزیز سجستانی نزہۃ القلوب میں
جو لغت قرآن پر ان کی مشہور ترین کتاب ہے
رقمطراز ہیں :-
"عبقری موٹے فرش ہیں، ابو عبیدہ نے
کہا ہے کہ اہل عرب ہر بچھونے اور فرش کو
"عبقری" کہتے ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ عبقر
ایک خطہ ہے کہ جہاں منقش کپڑا تیار ہوتا تھا
چنانچہ ہر عمدہ چیز کو اس کی طرف منسوب کیا
جانے لگا نیز کہا جاتا ہے کہ عبقری ہر اس
مرد نیز اس بچھونے کو کہتے ہیں کہ جو قابل تعریف
و توصیف ہو اور اسی معنی میں حدیث میں
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے آیا ہے
فلم ار عبقریا یفری فریہ (میں
میں نے ایسا عجیب و غریب کسی کو نہیں دیکھا
کہ جوان کی طرح کام کرنے والا ہو)
اور امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں :-
"بیان کیا جاتا ہے کہ عبقر جنوں کی ایک
بستی ہے، جس کی طرف ہر نادر چیز کو انسان
ہو یا حیوان یا کپڑا منسوب کر دیا جاتا ہے
اور اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے
بارے میں فرمایا گیا ہے فلم ار عبقریا
مثلہ۔ اور قرآن پاک میں ہے وَعَبْقَرِيٍّ
حِسَانٍ (اور قیمتی بچھونے نفیس) یہ جیسا کہ
بیان کیا جاتا ہے بچھونوں کی ایک خاص قسم
ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے جنت کے بچھونوں
کے لیے بطور مثال بیان فرمایا ہے۔
اور علامہ سید مرتضیٰ زبیدی تاج العروس من
جواہر القاموس میں لکھتے ہیں :-
(عبقر) بروزن جعفر (ایک موضع ہے)
بادیہ میں (جہاں جنات بہت ہیں) مثل چلی
آتی ہے کانہم جن عبقر (گویا یہ عبقر
کے جنات ہیں) بعض لوگوں کا بیان ہے کہ
یہ یمن میں ایک جگہ ہے اور صحاح میں ہے
کہ عرب یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ جنات

؎ ۱ تفسیر کبیر ج ۸ ص ۲۵۰ طبع مصر قدیم ؎ ۲ بین القوسین متن یعنی قاموس کا ترجمہ ہے۔

کی سرزمین میں ہے۔ چنانچہ لبید کا شعر ہے

ومن فاد من اخوانہم وبنیہم کہول وشبان کجنۃ عبقر

بعد میں ہر اس چیز کو کہ جس سے اس کی مہارت یا خوبی صنعت اور قوت کی بناپر تعجب ہوتا اس کی طرف منسوب کرنے لگے۔ اور ابن الاثیر کہتے ہیں کہ عبقر ایک قریہ ہے جہاں عربوں کے خیال میں جنات بستے تھے لہٰذا جب بھی کسی عمدہ اور عجیب چیز پران کی نظر پڑتی کہ جس کا بنانا دشوار اور اس کی ساخت نازک ہوتی یا خود وہ چیز بڑی پُر عظمت ہوتی تو اُسے عبقری کہنے اور ابن سیدہ کہتے ہیں کہ عبقر (ایک شہر ہے) یمن میں، اور معجم میں ہے کہ جزیرہ میں ہے جہاں منقش کپڑے اور فرش تیار کیے جاتے تھے (اور اس جگہ کے کپڑے نہایت ہی نفیس اور عمدہ ہوتے تھے) لہٰذا یہ ہر اس شے کے لیے کہ جو کسی اعلیٰ درجہ کی چیز کی طرف منسوب ہو ایک کہاوت بن گیا اور جب بھی کسی چیز کی تعریف میں انتہائی مبالغہ کرنے لگے تو اسے عبقری کہہ دیا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ یہ اس کی طرف نسبت ہے کہ جو جنات کا موضع ہے۔ ابو عبیدہ کا بیان ہے کہ ہمیں کوئی ایسا شخص نہیں ملا جو یہ جانتا ہو کہ یہ شہر کہاں تھا اور کب تھا۔"

قاموس میں عبقری کے حسب ذیل معانی اور لکھے ہیں (۱) ہر وہ چیز جس میں کمال ہو (۲) سردار (۳) وہ جو سب سے فوق لے جائے (۴) مضبوط اور قوی (۵) خاص قسم کے فرش اور بچھونے تاج العروس میں ہے کہ فراء نے کہا ہے عبقری دبیز فرش ہیں۔ اور اس کا واحد عبقریہ ہے۔ اور عبقری دیبا کو بھی کہتے ہیں۔ اور قتادہ نے اس کا ترجمہ غالیچے کیا ہے۔ اور سعید بن جبیر نے نفیس غالیچے" اور صراح میں یہ ہے کہ عبقری واحد اور جمع دونوں ہے۔ $\frac{۲۷}{۱۳}$

عَبُوْسًا: مُنہ بنانے والا۔ تیوری چڑھانے والا۔ ترش رو۔ سخت امنہ بگاڑ دینے والا عَبَسَ اور عبُوسٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ قرآن پاک میں یہ یوم کی صفت واقع ہے۔ علامہ احمد فیومی نے مصباح میں لکھا ہے کہ عبس الیوم کے معنی ہیں دن کے سخت ہونے کے اس اعتبار

سے یوم عبوس کے معنی سخت دن کے ہیں اور قاموس میں یوماً عَبُوساً کی تشریح ان لفظوں میں کی ہے ای کریہا تعبس منہ الوجوہ (ایسا مکروہ دن کہ جس سے منہ بگڑ جائیں) علامہ خازن نے تصریح کی ہے کہ "یوم کو جو عبوس سے موصوف کیا ہے یہ مجاز ہے جس طرح سے کہ نہارہ صائم بولتے ہیں اور اس سے مراد وہ شخص ہوتا ہے جس نے اس دن کا روزہ رکھا ہے۔ بغرض مطلب یہ ہوا کہ اس دن میں لوگوں کے چہرے اس کے ہول اور شدت سے بگڑ جائیں گے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ چونکہ خود اس دن میں سختی اور شدت ہے اس لیے اس کو عَبُوسٌ سے موصوف کیا گیا ہے"[1] ۲۹/۱۹

عَبِیْدٌ: بندے عَبْدٌ کی جمع تاج العروس میں ہے:-

"عبد کی جمع عبید ہے جیسے کلب اور کلیب اور معز اور معیز جوہری نے کہا ہے کہ یہ جمع نادر ہے۔ ہمارے شیخ (محمد بن الطیب فاسی) کہتے ہیں کہ اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ یہ جمع ہے یا اسم جمع۔ اور شیخ ابن مالک نے اس کی وضاحت کی ہے اور کہا ہے کہ اوزان جمع میں فعیل بھی آیا ہے۔ لیکن اہل عرب کبھی تو اس کے ساتھ جمع کا معاملہ کرتے ہیں اور اس کو مؤنث لاتے ہیں جیسے عبید اور کبھی اسم جمع کا اور اس وقت مذکر استعمال کرتے ہیں جیسے حجیج اور کلیب"

ازہری نے تصریح کی ہے کہ سب کا اس پر اتفاق ہے کہ عباداللہ اور ممالیک میں فرق ہے" عبادت گزاروں کو عباد کہتے ہیں اور غلاموں کو عبید[2] لیکن جیسا کہ امام راغب نے بیان کیا ہے جب عبید کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے تو پھر اس سے جملہ بندگان خدا مراد ہوتے ہیں ۲/۱۰ ۱۰/۳ ۱۷/۸ ۲۲/۲۰ ۲۶/۱۶

فصل التاء المثناة

عَتَتْ: اس نے سرتابی کی، اس نے سرکشی کی۔ اس نے نافرمانی کی (دَنَصَ) عُتُوٌّ سے ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب (ملاحظہ ہو عُتُوٌّ) ۲۸/۱۸

[1] لباب التاویل از خازن ج ۷، ص ۱۶ طبع مصر۔ [2] ملاحظہ ہو تاج العروس۔

عُتُلٍّ : سخت مزاج۔ گردن کش، احمد ملا عبد الرشید ٹھٹوی نے منتخب اللغات میں اس کے حسب ذیل معانی لکھے ہیں (۱) بسیار خوار (۲) درشت (۳) ستمگار (۴) سخت گوئے۔ یہ عَتَلَ سے صفت کا صیغہ ہے جس کے معنی کسی چیز کو پورے طور پر پکڑ کر سختی اور زبردستی کے ساتھ کھینچنے کے ہیں

امام ابو بکر محمد بن عزیز سجستانی نزہۃ القلوب میں رقمطراز ہیں۔

عُتُلٍّ سے مراد یہاں تند خو اور سخت مزاج کافر ہے عُتُلٌّ ہر سخت چیز کو کہتے ہیں۔ ابو عمر ثعلب سے اور وہ ابن الاعرابی سے ناقل ہیں کہ عُتُلٌّ وہ شخص ہے جو نصیحت کو کچھ نہ سمجھے"

اور مولانا محمد سعید اسلمی مدراسی، تفسیر مواہب الرحمٰن میں لکھتے ہیں :۔

عُتُلٍّ درشت خوئے، جفا کار۔ حسن بصری فرمودہ کہ بدکار زشت خو، فرّا گفتہ شدید الخصومہ در باطن۔ و نزد کلبی شدید در کفر، و ہر شدید در لغت عرب عُتُلّ است۔ و عُتُلٌّ بضمتین و تشدید۔ مرد درشت آزار دہندہ و سخت گوئے کمافی الصراح، و در قاموس می گوید الاکول المنیع الجافی الغلیظ بسیار خوار سخت باز دارندہ و جفا کنندہ و درشت ماخوذ از قول عرب عتلہ چوں براند او را بدرشتی و سختی، و ابو عبیدہ در معنی عُتُلّ گفت بسیار خورندہ و بسیار آشامندہ زورمند زبردستیکہ سنجیدہ شود در میزان آخرت بیک جو" [1]

قاضی شوکانی نے واحدی کے حوالہ سے مفسرین کے اقوال کا خلاصہ ان دو لفظوں میں نقل کر دیا ہے :۔

ھو الشدید الخَلق عُتُلّ وہ ہے جو جسم کا مضبوط الفاحش الخُلق [2] ہو اور اخلاق کا خراب

مسند امام احمد بن حنبل میں حضرت عبد الرحمٰن بن غنم سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے العتل الزنیم کی تفسیر دریافت کی گئی تو آپ نے ارشاد فرمایا :

ھو الشدید الخلق وہ جو جسم کا مضبوط ہو

[1] مواہب الرحمٰن پارہ تبارک الذی ص ۲۰، ۲۱ طبع مطبع جامع الاخبار مدراس ۱۳۶۱ھ ہجری

[2] فتح القدیر ج ۵ ص ۲۶۱ -

المصحح الاکول الشروب صمت مندہو بڑا کھانے
الوالہد للطعام و پینے والا جسے کھانے
الشراب الظلوم للناس پینے کو ملتا ہے لوگوں
الرحیب الجوف[1] پر بہت ظلم کرتا ہو اور
تو ندا اس کی بڑی ہو۔

حضرت عبدالرحمن بن غنم رضی اللہ عنہ کے صحابی ہونے میں محدثین کا اختلاف ہے۔ تاہم کبار تابعین میں ان کا شمار ہونے میں کیا کلام ہو سکتا ہے۔

چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی تقریب التہذیب میں لکھتے ہیں :۔

"عبدالرحمٰن بن غنم (غین پہ زبر اور نون ساکن) اشعری ہیں ان کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے۔ عجلی نے کبار ثقات تابعین میں ان کا ذکر کیا ہے۔ ۷۸ھ ہجری میں وفات پائی"

بہرحال حدیث مرفوع نہ سہی مرسل ہوگی جو امام ابوحنیفہ، امام مالک وغیرہ دیگر ائمہ کے نزدیک صحیح ہی ہے۔ ۲۹/۲ ب

عُتُوٌّ : شرارت، سرکشی، نافرمانی عَتَا یَعْتُو کا مصدر ہے جس کے معنی اطاعت سے اکڑ جانے تکبر کرنے اور حد سے بڑھ جانے کے ہیں اس کا فعل باب نَصَرَ سے آتا ہے۔ قاضی شوکانی لکھتے ہیں :۔

العتو مجاوزة الحد عُتُوٌّ کے معنی ہیں سرکشی
فی الطغیان و میں حد سے گزر جانا اور
البلوغ الی اقصی نافرمانی کی آخری منزل
غایاته[2] پر پہنچ جانا۔

۲۹/۲ عُتُوًّا ۱۹/۱ ب

عَتَوْا : انہوں نے سرکشی کی، انہوں نے نافرمانی کی، وہ سرتابی میں حد سے گزر گئے۔ وہ شرارت میں انتہا کو پہنچ گئے۔ عُتُوٌّ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے۔ ۱۲/۸ ب ۹/۱۱ ب ۱۹/۱ ب ۲۷/۱

عِتِيًّا : حد سے باہر ہونا، اکڑنا، سرکشی کرنا۔ یہ بھی عَتَا یَعْتُوْ کا مصدر ہے۔ جوہری کا بیان ہے کہ یہ اصل میں عُتُوٌّ ہی تھا اس کے ایک ضمہ کو کسرہ سے بدلا تو واؤ بھی یا سے بدل گیا عُتِيًّا ہوا۔ پھر ایک کسرہ کے ساتھ دوسرا کسرہ بھی لگا دیا گیا تاکہ اس تبدیلی کی مزید تاکید ہو جائے تو عِتِيًّا ہو گیا[3]۔ تاج المصادر میں عِتِيًّا کا ترجمہ لکھا ہے "لغایت پیری رسیدن" روح المعانی میں ہے کہ عِتِيٌّ کے معنی ہیں جوڑوں اور ہڈیوں میں خشکی اور

[1] فتح الباری ج ۸ ص ۵۰۰ طبع میریہ مصر [2] فتح القدیر ج ۴ ص ۷۰ طبع مصر [3] تاج العروس۔

یوست دوڑ جانے کے لیے[1] راغب لکھتے ہیں "من
الکبر عتیاً کا مطلب یہ ہے کہ پیری کی اس حالت
پر پہنچ گیا کہ اب اصلاح و مداوے کی کوئی سبیل نہیں
رہی، اور قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی
تفسیر مظہری میں ارقام فرماتے ہیں۔

عُتُوٌّ کے معنی اطاعت سے انکار کر دینے
کے ہیں۔ یہاں کمال پیری مراد ہے کیوں کہ
ضعیف آدمی کے اعضاء اس کے تابع نہیں
نہیں رہتے اور وہ جو چاہے ان سے کام
نہیں لے سکتا۔ قتادہ کا بیان ہے کہ ہڈیوں
کا گھلنا مراد ہے اور جب کسی شخص کا سن
انتہا کو پہنچ جاتا ہے اور وہ بوڑھا ہو
جاتا ہے تو اس کے لیے بولتے ہیں عتا
الشیخ یعتو عتیا و عَسِیا اور جب اُس
کی ہڈیاں خشک ہو جائیں تو اس کو عاتٍ اور
عاسٍ کہا جاتا ہے"[2]

اور آیہ شریفہ اَیُّهُمْ اَشَدُّ عَلَی الرَّحْمٰنِ
عِتِیًّا (کون سا ہے ان میں رحمٰن
سے سخت اکڑنے والا) کے متعلق
امام راغب نے لکھا ہے کہ بعض تو عِتِیًّا
کو یہاں مصدر بتاتے ہیں اور بعض عاتٍ
کی جمع۔ ۱۶/۲۴ ۸۱

عَتِیْدٌ: تیار۔ ابوبکر سجستانی نے اس کے
معنی حاضر کے لکھے ہیں۔ اور قاموس میں اس
کا ترجمہ الحاضر المهیا کیا ہے، یہ عتاد سے جس
کے معنی ضرورت سے پہلے کسی چیز کے ذخیرہ
کر لینے کے ہیں یہ وزن فعیل، کبھی بمعنی فاعل آتا
ہے اور کبھی بمعنی مفعول۔ راغب لکھتے ہیں
وَالعتید المعِدُّ والمعَدُّ "عتید" کے معنی
ہیں تیار کرنے والا اور تیار کردہ شدہ، قاضی شوکانی
نے مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ
عَتِیْدٌ (وہ منہ سے کوئی بات نہیں نکالنے
پاتا کہ اس کے پاس ایک نگہبان تیار رہتا ہے)
میں فاعل کے معنی لیے ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں۔
المراد هنا انه معد للكتابة مهيو لها (یہاں
یہ مراد ہے کہ وہ کتابت کے لیے
تیار اور آمادہ ہے) اور وقال
قَرِیْنُهٗ هٰذَا مَا لَدَیَّ عَتِیْدٌ
(اور بولا اس کا ساتھ
والا یہ ہے جو میرے پاس

---

[1] روح المعانی ج ۱۶ ص ۶۶ طبع منیریہ مصر [2] تفسیر مظہری ج ۶ ص ۸۵ سورہ مریم شائع کردہ ندوۃ المصنفین دہلی۔

حاضر تھا) ہیں مفعول کے، چنانچہ یہاں فرماتے ہیں:
عتید حاضر قد هیأته یعنی حاضر ہے اور اسے میں نے تیار کر رکھا ہے۔ قاضی صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ جوہری وغیرہ ائمہ لغت و نحو نے تصریح کی ہے کہ فعیل اور فعول واحد، تثنیہ اور جمع تینوں میں مساوی طور پر استعمال ہوتے ہیں[1]۔

۲۶/۱۲

عَتِیْقٌ: قدیم، آزاد، یہ یا تو عِتْقٌ سے جس کے معنی آزاد ہونے کے ہیں بر وزن فَعِیْلٌ بمعنی مَفْعُوْلٌ ہے یعنی آزاد شدہ، اور یا عَتَاقَۃٌ سے جس کے معنی قدیم اور پرانا ہونے کے ہیں صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ علامہ ابوبکر بن العربی کا مختار بھی یہی ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:-

البیت العتیق فعیل من عَتُقَ ای تقدم وجوده ویقال سیف عتیق اذا تقدم صنعته[2]	"عتیق" عَتُقَ سے بر وزن فَعِیْلٌ ہے یعنی قدیم الوجود اور جب کسی تلوار کو بنائے ایک زمانہ ہو جائے تو کہتے ہیں "سیف عتیق" پرانی تلوار ہے

عِتْقٌ کا فعل باب ضرب سے آتا ہے اور عَتَاقَۃٌ کا باب کَرُمَ سے اور کبھی باب نَصَرَ سے بھی۔ اور علامہ ناصر بن عبد السید مطرزی المغرب میں لکھتے ہیں:-

"عتق کے معنی ہیں غلامی سے نکلنا چنانچہ بولا جاتا ہے عَتَقَ العبد عتقاً وعتاقاً وعتاقۃ وهو عتیق وهم عتقاء اور اعتقه مولاه کے معنی آزاد کرنے کے ہیں اور کبھی عتق کو بھی اعتاق کی جگہ استعمال کر لیا کرتے ہیں۔ یہ اس کے اصل معنی ہیں پھر شرافت اور اسی قسم کے معنی جیسے تیز گامی وغیرہ اس سے مراد لیے جانے لگے چنانچہ فرس عتیق رائع اس عمدہ گھوڑے کو بولتے ہیں کہ جو دوڑ میں آگے بڑھ جائے اور عتاق الخیل والطیر سے مراد بہترین گھوڑے اور پرندے ہوتے ہیں اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ مادہ گھوم پھر کر متقدم کے معنی کو بتلاتا ہے۔ چنانچہ عتق الفرس الخیل کے معنی ہیں گھوڑا دوڑ میں اور گھوڑوں سے

---

[1] فتح القدیر ج ۵ ص ۲، ۷، ۳، ۴۷، [2] ملاحظہ ہو عارضۃ الاحوذی شرح جامع الترمذی از ابوبکر بن العربی ج ۱۲ ص ۳۰ طبع صادی مصر۔

معقدم ہوگیا اور آگے نکل گیا اور کاندھے اور گردن کے درمیان حصہ ابھرا ہوا ہے اس کو "عاتق" اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ آگے نکلا ہوتا ہے اور عَتِیق کے معنی قدیم کے آتے ہیں اور عِتْقٌ اور عَتَاقَۃٌ کا استعمال پرانے اور قدیم ہونے ہی کے لیے ہوتا ہے اور اسی معنی میں ہے دَرَاھِمُ عُتُقٌ (عین اور تاء دونوں کے پیش کے ساتھ) یعنی پرانے درہم اور عُتَّقٌ تشدید کے ساتھ بولنا غلط ہے کیوں کہ یہ عَتِیق کی جمع ہے اور پوری تفصیل "المعرب" میں مذکور ہے"

قرآن شریف میں یہ لفظ بیت کی صفت واقع ہوا ہے۔ ارشاد ہے وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ (اور طواف کریں اس قدیم گھر کا) اور اس سے مراد خانہ کعبہ ہے۔ کعبہ شریف کو "بیت عتیق" کیوں فرمایا گیا۔ اس کے بارے میں متعدد اقوال ہیں جو البیت العتیق کے ضمن میں گزر چکے ہیں لیکن حدیث میں خود اس کی وجہ تسمیہ مذکور ہے۔ چنانچہ جامع ترمذی میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

انما سمی البیت العتیق لانہ لم یظھر علیہ جبار[1] "بیت اللہ" شریف کا نام "عتیق" اس لیے ہوا کہ اس پر کسی زبردست کا قبضہ نہ چلا۔

امام ابو عیسیٰ ترمذی اس روایت کو نقل کر کے فرماتے ہیں ھذا حدیث حسن غریب اسی طرح حاکم نے بھی اس کو روایت کر کے صحیح کہا ہے ترمذی اور حاکم کے علاوہ امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اور ابن جریر و طبرانی وغیرہ دیگر ائمہ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے[3]۔ اس روایت کی بنا پر کعبہ شریف کو "عتیق" کہنے کی وجہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اس کو زبردستوں کے پنجے سے ہمیشہ آزاد رکھا اور کسی کو اس کے برباد کرنے کا موقع نہیں دیا۔ چنانچہ آج تک تاریخ اس پر شاہد ہے سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ "عتیق" بمعنی جید ہے

[1] جامع ترمذی ص ۵۲۱ طبع احمدی دہلی ۱۲۶۶ھ [2] لیکن مصری نسخہ میں بجائے حسن غریب کے حسن صحیح ہے (ملاحظہ ہو صحیح ترمذی مع شرح ابن العربی ج ۱۲ ص ۳۰-)

[3] ملاحظہ ہو روح المعانی ج ۱۷ ص ۱۴۶، طبع منیریہ مصر

جو عرب کے محاورے عتاق الخیل اور عتاق
الطیر سے ماخوذ ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ فَعِیْلٌ
بمعنی مُفْعِلٌ یعنی مُعْتِقٌ ہے۔ اس صورت
میں اس کے معنی ہوں گے گنہگاروں کی گردنوں کا
آزاد کرنے والا اور اعتاق کی نسبت اس کی طرف
مجاز ہے کیوں کہ حقیقت میں تو اس کے طواف
کی بدولت خود حضرت حق جل مجدہ ان کی گردنوں
کو آزاد فرماتے ہیں۔ [1]

حافظ ابوبکر بن العربی فرماتے ہیں:۔
مفسرین عتیق بمعنی قدیم لیتے ہیں اور گو
اشتقاق میں بھی اس کی گنجائش ہے تاہم نبی
صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر زیادہ صحیح ہے
اور حدیث صحیح میں ہے کہ آپ سے دریافت
کیا گیا کہ روئے زمین پہ پہلی مسجد کونسی
تعمیر ہوئی ارشاد فرمایا مسجد حرام سو
یہ بھی اس کے متقدم ہونے پر نص ہے
اس لحاظ سے خانہ کعبہ دونوں وجہوں
کے اعتبار سے عتیق ہے۔ یہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر کو
اس بارے میں زیادہ ترجیح حاصل ہے" [2]

علماء متاخرین میں سے علامہ محمود آلوسی بھی یہی
کہتے ہیں:۔

وھذا ھو المتبادر — عتیق بمعنی قدیم یہی معنی
الا انک تعلم — متبادر ہیں تاہم یہ آپ جانتے
انہ اذا صح الحدیث — ہیں کہ حدیث صحیح ہو تو
لا یعدل عنہ [3] — اس سے روگردانی نہیں
کی جا سکتی۔

لیکن قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی کو یہ دونوں
وجہیں پسند نہیں وہ فرماتے ہیں:۔
"مجھے سفیان بن عیینہ کا قول پسند ہے
کہ اس کا نام عتیق اس لیے ہوا کہ وہ
کسی بشر کی ملکیت میں نہیں آیا، اور وہ
تو کبھی کسی بشر کی ملکیت کیا ہوتا اس کے
ارد گرد کا علاقہ یعنی حرم بھی کسی کی ملکیت
میں نہیں بنا"

قاضی صاحب موصوف کو ترمذی کی حدیث
پر یہ شبہ ہے کہ حسب ذیل روایات اس قول کی
تردید کر رہی ہے۔

لہ، سہ ملاحظہ ہو روح المعانی ج ۱۷ ص ۱۴۶، ۱۴۷۔
ٹہ عارضۃ الاحوذی شرح جامع ترمذی ج ۱۲ ص ۳۰۔

(۱) صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جبشہ کا ایک شخص دو پتلی پتلی پنڈلیوں والا کعبہ کو ویران کرے گا۔

(۲) بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گویا میرے سامنے ہے وہ سیاہ حبشی چھدری ٹانگوں والا جو کعبہ کا ایک ایک پتھر اکھیڑتا جاتا ہے۔

(۳) حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک حبشی تمہیں چھوڑیں تم انہیں مت چھیڑو کیونکہ کعبہ کے خزانہ کو سوائے ایک پتلی پتلی ٹانگوں والے حبشی کے اور کوئی نہیں نکالے گا۔ اس روایت کو ابوداؤد اور حاکم نے نقل کیا ہے اور حاکم نے اس کی تصحیح بھی کی ہے۔

قاضی صاحب ان روایات کو نقل کر کے فرماتے ہیں :-

فان ہذہ الاحادیث یہ احادیث اس بات تدل علی تسلط کو بتلاتی ہیں کہ آئندہ چل کر جبار علیہ فی اس پر ایک زبردست المستقبل و ذلک کا قبضہ ہو جائے گا اور یہ ینافی کونہ عتیقا بات اس لحاظ سے اس بہذا المعنی[۱] کے عتیق ہونے کے منافی ہے

لیکن افسوس ہے کہ قاضی صاحب نے حدیث کے الفاظ پر غور نہیں فرمایا اس میں لم یظہر علیہ وارد ہے نہ لا یظہر ماضی میں تسلط کی نفی ہے نہ مستقبل میں۔ لہٰذا ان روایات اور اس حدیث میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ حدیث ترمذی میں زمانہ گذشتہ کا بیان ہے اور ان احادیث میں علامات قیامت کا - یہ وہ زمانہ ہوگا جب دنیا کی عمر ختم ہونے پر ہوگی اور خدائے واحد کا کوئی نام لیوا باقی نہیں رہے گا۔ لوگ خانہ کعبہ کی حرمت اٹھا چکے ہوں گے تب حبشیوں کے ہاتھوں کعبہ اس طرح برباد ہو جائے گا کہ پھر کبھی آباد نہ ہو گا

چنانچہ مسند امام احمد بن حنبل میں اس سلسلہ میں جو روایت مذکور ہے وہ بڑی مفصل ہے اس کے اخیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ الفاظ منقول ہیں :-

---

[۱] ملاحظہ ہو تفسیر مظہری ج ۶ ص ۳۰۵ سورہ حج شائع کردہ ندوۃ المصنفین دہلی۔

ولن یستحل ھذا	اور اس کعبہ کو بے حرمت
البیت الا اھلہ	نہ کریں گے مگر کعبہ والے ہی،
فاذا استحلوہ	پھر جب وہ اس کو بے حرمت
فلا تسئل عن	کر چکیں گے تو اب عرب کی
ھلکۃ العرب	تباہی کو نہ پوچھو۔ پھر تو
ثم تجیئ الحبشۃ	حبشی جن کا شمار ہمیشہ
فیخربونہ خرابا	دنیا کی ذلیل قوموں میں
لا یعمر بعدہ ابدًا[1]	رہا ہے آئیں گے اور کعبہ
	کو اس طرح برباد کر دیں گے
	کہ پھر کبھی آباد نہ ہوگا۔

علماء کی تصریحات بھی یہی ہیں۔ چنانچہ علامہ محمود آلوسی روح المعانی میں فرماتے ہیں:۔

ان ذلك من اشراط	یہ تو علامات قیامت
الساعۃ التی لا ترد	میں سے ہے اس سے
نقضًا[2]	کوئی اعتراض نہیں آتا

اور امام ابوبکر بن العربی لکھتے ہیں:۔

وذلك عند انقضاء	یہ کعبہ کی بربادی جب
الزمان ووجوب الساعۃ	ہو گی جب کہ زمانہ ختم
والخروج من الدنیا[3]	ہو رہا ہوگا۔ قیامت

سر پر ہوگی۔ اور دنیا سے نکلنے کا زمانہ ہوگا۔

اور علامہ محمد طاہر پٹنی مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں:۔

"یہ قرب قیامت میں ہوگا جب کوئی اللہ اللہ کہنے والا باقی نہ رہے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات ہو چکی ہوگی اور قرآن سینوں اور کتابوں سے اٹھ چکا ہوگا رہا ارشاد حرامًا امنًا سو اس کے معارض نہیں، کیوں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کا امن قرب قیامت اور دنیا کی بربادی تک ہے[4]" (انتہی ملخصًا)

اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں اسی کے قریب قریب لکھا ہے[5]

۱۴/۱۱

فصل الثاء المثلثہ

عُثِرَ: اسے اطلاع دی گئی۔ اسے خبر کر دی گئی (نصر، ضرب) عُثُوْرٌ سے جس کے معنی بغیر جانے کسی چیز پر مطلع ہو جانے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ

[1,5] فتح الباری ج ۳ ص ۳۶۹ [2] روح المعانی ج ۱ ص ۱۲، [3] عارضۃ الاحوذی ج ۱۲ ص ۳۰
[4] مجمع بحار الانوار ج ۲ ص ۱۵۶ و ۱۵۷ طبع نول کشور لکھنؤ۔

دھماکہ کہ غائب۔ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:۔
عثرالرجل یعثرعثاراً و عثوراً
کے معنی گرپڑنے کے ہیں۔ اور مجازاً اس کا استعمال
کسی شخص کے اچانک بلاطلب کسی بات پر
مطلع ہوجانے کے لیے ہوتا ہے
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فان عُثِرَ علٰی
اَنَّھُمَا اسْتَحَقَّا اِثْمًا پھر اگر خبر ہوجاوے
کہ وہ دونوں حق بات دبا گئے، مگر اس معنی
میں اس کا صلہ علیٰ آتا ہے، اور عَثَرْتُ
عَلٰی کَذَا کہا جاتا ہے"
علامہ احمد فیومی نے مصباح میں مختصر العین کے
حوالہ سے اس کے مصادر کا حسب ذیل فرق
نقل کیا ہے۔
"انسان کے گرنے کے لیے عَثَرَ الرَّجُلُ
عُثُورًا اور گھوڑے کے گرجانے کے لیے
عَثَرَ الْفَرَسُ عِثَارًا اور کسی چیز پر اطلاع
پانے کے لیے عثر علیہ عثرًا و عُثُورًا
ہے باب نَصَرَ سے"
اور امام فخرالدین رازی تفسیر کبیر میں رقمطراز ہیں[1]:۔
"لیث رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ عثر
الرجل یعثر عثوراً کے معنی ہیں کسی چیز پر
اس طرح اچانک جا پڑنا کہ دوسرا ایکا یک نہ
پہنچ سکے، اور اعثرت فلانا علی
امرہ کے معنی ہیں میں نے فلاں کو اس کی
اطلاع دے دی اور عثر الرجل یعثر
عثرۃً کے معنی ہیں کسی چیز پر گر پڑنے کے
اہل لغت نے کہا ہے کہ عثر بمعنے اطلع
عثرۃ ہی سے ہے جس کے معنی گرپڑنے کے
ہیں کیونکہ عاثر (ٹھوکر کھاکر گرپڑنے والا)
ایسی ہی چیز پر گرتا ہے جس کو وہ نہیں دیکھتا
پھر جب اس پر گر پڑتا ہے تو اس مطلع ہو
جاتا ہے اور دیکھ لیتا ہے کہ کیا چیز ہے
اسی لیے جب کوئی شخص کسی بات پر مطلع ہوجو
اس سے پوشیدہ تھی تو بولتے ہیں قد
عثرعلیہ (اس پر مطلع ہوگیا) اور اعثر
غیرہ (اس نے دوسرے کو اس پر مطلع کردیا
اور اسی معنی میں ارشاد ہے وَکَذٰلِکَ
اَعْثَرْنَا عَلَیْھِمْ (اور اسی طرح ہم نے
لوگوں کو ان کی خبر ظاہر کردی)[1]"
عَثَرَ کا استعمال اطلاع پانے کے معنی میں

[1] تفسیر کبیر ج۔۳ ص ۶۸۶ طبع مصر قدیم۔

حقیقت ہے یا مجاز۔ اس بارے میں راغب کی تصریح آپ کی نظر سے گزری۔ صاحب روح المعانی نے عوزری سے بھی یہی نقل کیا ہے کہ کا استعمال کسی مخفی چیز پر اطلاع پانے کے معنی میں مجاز ہے۔ اصل میں عَثَر کے معنی ہیں کبا یعنی وہ منہ کے بل گر پڑا۔ چونکہ منہ کے بل گر پڑنے والا اپنے گرنے کی جگہ کو دیکھ لیتا ہے اور اسے پہچان کر اس پر مطلع ہو جاتا ہے اس لیے مجازاً مطلع ہونے کے معنی میں بھی اس کو استعمال کرنے لگے لیکن خود صاحب روح المعانی اس کو مجاز ماننے میں مذبذب ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

"لیث نے کہا ہے کہ عثر بمعنی اطلع کا مصدر عثور ہے اور عثر بمعنی کبا کا عثار اور اس صورت میں قول بالمجاز کی نفی ہوتی ہے کیونکہ مصدر کا اختلاف مجاز ماننے کے منافی ہے لہذا یہ دعویٰ راغب کے قول کے مطابق [illegible] دونوں مصدروں کے اتحاد ہی کی صورت میں صحیح ہو سکتا ہے۔ اور قاموس میں ہے کہ عثر بروزن ضَرَبَ و نَصَرَ و عَلِمَ وکَرُمَ عَثْرًا و عَثِیْرًا و عِثَارًا اس کے معنی ہیں منہ کے بل گرنا اور عُثُورٌ کے معنی ہیں مطلع ہونا۔ نیز عَثْر بھی اسی معنی میں آتا ہے۔ اس سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ مجاز نہیں ہے۔ نیز اس معنی میں بعض مصادر کا اتحاد بھی سمجھ میں آتا ہے" [1]

بلاشبہ اختلاف مصادر سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ائمہ نقل نے اس کو بیان کیا ہے لیکن یہ فرق کثرت استعمال کے لحاظ سے ہے، اور بعض مصادر حسب تصریح صاحب قاموس و دیگر ائمہ لغت دونوں معنوں میں یکساں مستعمل ہیں تاہم اس مادہ کی اصل وضع حسب تصریح ائمہ لغت و عربیت گرنے ہی کے معنی کے لیے ہے۔ اور اطلاع ہونے کے معنی بعد کی پیداوار ہیں۔ امام رازی کے بیان سے بھی یہی پتہ چلتا ہے، علامہ مطرزی بھی المغرب میں امام رازی کے ہم زبان ہیں، اور سید مرتضیٰ زبیدی نے تاج العروس میں صاف لکھا ہے ومن المجاز (العثور) بالضم (الاطلاع) علی امر من غیر

[1] ملاحظہ ہو روح المعانی ج ، ص ۵۰ طبع منیریہ مصر۔

طلب رکالعش) بالفتح ۔زبیدی حقیقت و مجاز کا فرق عام طور پر علامہ زمخشری کی اساس البلاغہ سے نقل کرتے ہیں۔ اور زمخشری کا لغت وعربیت میں جو درجہ ہے محتاج بیان نہیں ہے۔

بُ/۴۴

فصل الجیم المعجمہ

عُجَابٌ: عجیب، عجیب، التعجب میں ڈالنے والی چیز۔ امام راغب کے نزدیک عُجابٌ کے معنی ہیں اچنبھے کی ایسی چیز جو باور نہ ہو "عَجَبٌ سے بروزن فُعَالٌ مبالغہ کا صیغہ جوہری لکھتے ہیں "جس سے اچنبھا ہو وہ عجیبٌ ہے اور یہی معنی عُجابٌ بالضم کے ہیں اور عُجّابٌ بالتشدید وہ جس میں اس سے بھی زیادہ اچنبھا ہو "

بعض علماء نے کہا ہے کہ عُجَابٌ بالتخفیف اور عُجّابٌ بالتشدید دونوں حد سے زیادہ تعجب کو بتلاتے ہیں جس طرح سے کہ طَوِیلٌ کہتے ہیں لمبے کو اور طُوَّالٌ وہ ہے جو حد سے زیادہ لمبا ہو قاضی شوکانی اس کو نقل کر کے لکھتے ہیں:-

وکلام الجوھری	اور جوہری کا کلام یہ بتاتا ہے کہ
یفید اختصاص	مبالغہ عُجَابٌ بغیر تشدید میں
المبالغۃ بعجاب	نہیں بلکہ عُجّابٌ کے ساتھ
مشددۃ الجیم	مخصوص ہے جس کے جیم
لا بالمخفف [1]	پر تشدید ہے۔

لیکن قاضی صاحب موصوف کو یہ لکھتے وقت شاید خیال نہیں رہا کہ فَعِیلٌ اور فُعَالٌ دونوں مبالغہ کے اوزان ہیں۔ روح المعانی میں ہے۔

عُجابٌ ای بلیغ	"عجاب" کے معنی ہیں بہت
فی التعجب فان	ہی اچنبھے کی چیز کیونکہ
فعالا بناء مبالغۃ	فُعَالٌ مبالغہ کا وزن ہے
کرجل طوال	جیسے رجل طُوالٌ بہت
وسراع۔	لمبا مرد اور رجل سراع
	بہت جلدباز شخص۔

نیز جوہری کے الفاظ جو قاضی صاحب نے نقل کیے ہیں وہ یہ ہیں۔ والعجّاب بالتشدید اکثر منہ یعنی عُجّابٌ جو تشدید کے ساتھ ہے اس میں عُجَابٌ سے بھی زیادہ اچنبھا ہے معلوم ہوا کثرت تعجب تو عُجَابٌ میں بھی ہے لیکن عُجّابٌ میں اس سے بھی زیادہ ہے ۲۳ب

[1] فتح القدیر ج ۴ ص ۴۰۸ -

عِجَافٌ ، لاغر، دبلی امام عزیزی سجستانی نزہۃ القلوب میں لکھتے ہیں۔ عِجَافٌ وہ ہیں جو لاغری میں انتہا کو پہنچ چکی ہوں، اور تاج العروس میں ہے کہ "عِجَافٌ" کے معنی ہیں ایسی لاغر کہ جن پر نہ گوشت ہو نہ چربی" اَعْجَفُ اور عجفاء دونوں کی جمع ہے جو عَجَفٌ سے جس کے معنی چربی کے جاتے رہنے کے ہیں صفت مشبہ کے صیغے ہیں، پہلا واحد مذکر کا صیغہ ہے اور دوسرا واحد مؤنث کا

امام محمد فخرالدین رازی تفسیر کبیر میں رقمطراز ہیں:-

"لیث کہتے ہیں عَجَفٌ کے معنی ہیں چربی کے جاتے رہنے کے اس کا فعل آتا ہے عَجِفَ یَعْجَفُ اور مذکر کی صفت اَعْجَفُ اور مؤنث کی عَجْفَاءُ ہے اور مذکر و مؤنث دونوں کی جمع عِجَافٌ ہے۔ عربی زبان میں سوائے اَعْجَفُ اور عَجْفَاءُ کے اَفْعَلُ اور فَعْلَاءُ کی کوئی جمع فِعَالٌ کے وزن پر نہیں آتی ہے اور عِجَافٌ جمع شاذ ہے جس کو لفظ سِمَانٌ پر حمل کرکے سِمَانٌ اور عِجَافٌ بولتے ہیں۔ چونکہ یہ دونوں باہم نقیضیں ہیں اور عرب کی عادت ہے کہ وہ ایک نظیر کو دوسری نظیر پہ اور ایک نقیض کو دوسری نقیض پہ حمل کر لیا کرتے ہیں" [1]

یہاں یہ مؤنث یعنی عجفاء کی جمع واقع ہے قاعدہ کے لحاظ سے اس کی جمع عُجْفٌ ہونا چاہیے تھی جیسے کہ حَمْرَاءُ سے حُمْرٌ ہے مگر عرب کی عادت کے مطابق یا تو یہ اپنی نقیض سمان (فربہ) پہ محمول ہے یا اپنی نظیر ضعاف (کمزور اور لاغر) پر بہرحال یہ جمع خلاف قیاس اہل عرب سے مروی ہے۔ کرّاع کا قول ہے کہ عجفاء عجاف کی کوئی نظیر سوائے حسناء حسان کے کلام عرب میں نہیں ہے۔ لیکن سید مرتضیٰ زبیدی نے تاج العروس میں تصریح کی ہے کہ اس بات میں اس لیے زور نہیں کہ اہل عرب نے بَطْحَاءُ کی جمع تکسیر بِطَاحٌ اور بَرْقَاءُ کی بِرَاقٌ بنائی ہے لغت نے اسی حمل الشئی علی ضدہ کی مثال میں عَدُوَّةٌ کو بھی پیش کیا ہے جس کے معنی دشمن عورت کے ہیں، اور جو صَدِیْقَةٌ (دوست عورت) کی ضد ہے کیونکہ عَدُوَّةٌ میں ہاء کو محض

---

[1] تفسیر کبیر ج ۵ ص ۱۹۷ طبع مصر قدیم [2] المصباح المنیر۔

صَدِیقٌ کی بنا پر داخل کیا گیا ہے، حالانکہ فَعُولٌ جب بمعنی فاعل ہو تو اس کے مؤنث میں ہا نہیں آیا کرتی۔ بلکہ وہ مذکر و مؤنث دونوں میں یکساں استعمال ہوتا ہے[1]۔ ۱۲/۱۶

عَجَبٌ: عجب، التعجب، اچنبھا، عجیب۔ یہ عَجِبَ یَعْجَبُ کا مصدر بھی ہے جس کے معنی تعجب کرنے اور اچنبھا ہونے کے ہیں اور اسم بھی۔ تفسیر کبیر میں ہے۔

"عَجَبٌ مصدر ہے اور عَجِیْبٌ کی جگہ بھی استعمال ہوتا ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ عَجَبٌ عَجِیْبٌ سے زیادہ بلیغ ہے" [2]

اور امام راغب اصفہانی رقمطراز ہیں:۔

عَجِبْتُ عَجَبًا بولا جاتا ہے (یعنی باب سَمِعَ یَسْمَعُ سے آتا ہے) اور جس چیز سے اچنبھا ہو اُس کو عَجَبٌ بولتے ہیں اور جس کی مثال نہ دکھائی دے اس کو عَجِیْبٌ کہتے ہیں، ارشاد ہے أَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا أَنْ أَوْحَيْنَا (کیا لوگوں کو تعجب ہوا کہ وحی بھیجی ہم نے) یہ اسی بات پر تنبیہ ہے کہ یہ بات تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے قبل بھی لوگ دیکھ چکے ہیں نیز ارشاد ہے وَعَجِبُوا أَنْ جَاءَهُمْ مُنْذِرٌ (اور تعجب کرنے لگے اس بات پر کہ آیا ان کے پاس ایک ڈر سنانے والا) وَإِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ (اور اگر تو عجب بات چاہے تو عجب ہے ان کا کہنا) اور یہ جو فرمایا ہے أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ كَانُوا مِنْ آيَاتِنَا عَجَبًا (کیا تو خیال کرتا ہے کہ غار اور کھوہ والے ہماری قدرتوں میں اچنبھا تھے) سو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ کوئی حد درجہ تعجب کی چیز نہیں بلکہ ہمارے کام تو ایسے ہیں کہ ان سے بھی کہیں بڑھ چڑھ کر ان میں تعجب اور اچنبھا ہے

قُرْآنًا عَجَبًا کے معنی ہیں ایسا قرآن کہ جس کی مثال نہ دیکھی گئی اور نہ اس کا سبب معلوم ہو سکا۔

اور کبھی بطور استعارہ اس کا استعمال کسی بھلی اور عمدہ چیز کے لیے بھی ہوتا ہے چنانچہ بولتے ہیں أَعْجَبَنِي كَذَا (مجھے یہ بھلا معلوم ہوا) اسی معنی میں ارشاد ہے وَمِنَ

---

[1] تاج العروس [2] تفسیر کبیر ج ۸ - ص ۳۱۹ طبع مصر قدیم۔

النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ (اور بعض آدمی
وہ ہے کہ پسند آتی ہے تجھ کو اس کی بات) اور
وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ (اور تجھے بھائیں
اُن کے مال) اور وَيَوْمَ حُنَيْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ
كَثْرَتُكُمْ (اور حنین کے دن جب خوش ہوگئے
تم اپنی کثرت پر) اور اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ
(خوش لگا کسانوں کو اس کا سبزہ) اور ارشاد فرمایا
بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ یعنی آپ کو
تو چونکہ پختہ طور پر معرفت حاصل ہے اس لیے
اس پر تعجب ہے کہ یہ دوبارہ جی اُٹھنے سے
کیوں انکار کرتے ہیں اور یہ اپنی جہالت سے
ٹھٹا اڑاتے ہیں اور بعض نے یہ معنی لیے ہیں کہ
آپ کو ان کے انکار ہی پر تعجب ہے"

لسان العرب میں ہے کہ تعجب وہ ہے جس کا
سبب مخفی ہو معلوم نہ ہو۔ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے
کسی چیز پر تمہاری نظر پڑے اور تم یہ خیال کرنے لگو
کہ ایسی چیز کبھی نظر سے نہیں گذری اس کا نام
"التعجب" ہے شیخ ابو الطیب فاسی نے قاموس کے
قدیم حواشی سے اس کے معنی کے متعلق اہل لغت
نے جو کچھ ذکر کیا ہے اس کا ماحصل ان لفظوں
میں پیش کیا ہے:

التعجب حيرة	تعجب وہ حیرت ہے جو
تعرض للانسان	انسان کو کسی شے کے
عند سبب	متعلق اس وقت لاحق
جهل الشيئ	ہوتی ہے جبکہ اس کا
(تاج العروس)	سبب معلوم نہیں ہوتا

علامہ احمد فیومی نے مصباح میں بعض نحاۃ سے
اس کی تعریف یہ نقل کی ہے۔

التعجب انفعال	تعجب نفس کا وہ تاثر ہے
النفس لزيادة	جو اس چیز میں کہ جس پر
وصف في المتعجب	تعجب ہو رہا ہے کسی وصف
منه۔	کی زیادتی کے باعث
	پیدا ہوتا ہے۔

(ملاحظہ ہو تعجب) ۱۳ عَجَبًا ۱۱/۶ ۱۵/۱۲، ۲۱ ۲۹/۱۱ ۔

عَجِبْتَ: تو نے تعجب کیا۔ تو نے اچنبھا کیا
(سَمِعَ) عَجَبٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے ۲۳/۵

عَجِبْتُمْ: تم نے تعجب کیا۔ تمہیں اچنبھا ہوا۔
عَجَبٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے ۸/۱۱

عَجِبُوْا: انہوں نے تعجب کیا۔ انہوں نے
اچنبھا کیا۔ عَجَبٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر
غائب ہے ۲۳/۱۰ ۲۶/۱۵ ۔

عَجَزْتُ : میں عاجز ہوا، میں ناتواں ہوا۔ (عجزت) عَجْزٌ سے جس کے معنی ناتواں اور عاجز ہونے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد متکلم۔ امام راغب اصفہانی مفردات القرآن میں لکھتے ہیں :۔

"عَجْزٌ کے معنی ہیں اصل میں کسی چیز سے پیچھے رہنے نیز کسی شئے کے بالکل معاملہ کے اخیر میں حاصل ہوتے کے جیساکہ دُبُرٌ میں ذکر کیا جا چکا ہے مہ۔ اور عرف میں کسی فعل کی انجام دہی سے قاصر رہنے کا نام "عجز" ہے جو قدرت کی ضد ہے۔ ارشاد ہے اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ (مجھ سے اتنا نہ ہو سکا کہ ہو جاؤں)

ع ج ل

عَجِلَ : جلدی کرنا، شتابی کرنا۔ عَجِلَ يَعْجَلُ کا مصدر ہے۔ راغب لکھتے ہیں :۔

"عَجَلَةٌ کے معنی ہیں وقت سے پہلے کسی چیز کی طلب اور اس کا قصد کرنا اور چونکہ یہ خواہش نفسانی کے تقاضے کا نتیجہ ہے اس لیے قرآن مجید کے تمام مواقع استعمال میں یہ مذموم بن گئی ہے حتیٰ کہ محاورہ ہو گیا ہے العجلة من الشیطان (جلدی کام شیطان کا)

آیہ شریفہ خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ (پیدا کیا گیا ہے انسان جلدی سے) میں بعض نے عَجَل کے معنی حَمَأٌ یعنی گارے کے بیان کیے ہیں، جو کچھ نہیں ہیں بلکہ اس طرز بیان سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ انسان جلد بازی سے خالی نہیں رہتا اور جن اخلاق پر کہ اس کی ترکیب عمل میں آئی ہے ان میں سے ایک یہ چیز بھی ہے۔ یہی مطلب دوسری آیت میں اس طرح ادا کیا گیا ہے وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا (اور ہے انسان جلد باز) امام راغب نے قائل کا نام نہیں بتایا لیکن صاحب تاج العروس نے ابن الاعرابی سے یہی معنی نقل کیے ہیں۔ ابن الاعرابی نے اپنے دعوے کے ثبوت میں یہ شعر بھی پیش کیا ہے۔

والنبع فی الصخرة الصماء منبتہ
والنخل ینبت بین الماء والعجل

(نبع کا درخت تو سخت چٹان میں اگتا ہے اور کھجور کا درخت پانی اور گارے میں)

ابن عرفہ کہتے ہیں کہ میرے نزدیک اس میں کسی ایسے شخص کا حوالہ نہیں دیا گیا کہ جو علم لغت کا مرجع ہو

مہ وہاں لکھتے ہیں دبر فلان القوم صار خلفہم یعنی دبر کے معنی پیچھے ہونے کے آتے ہیں۔

ازہری نے بھی ایسا ہی کہا ہے۔ ابو عبیدہ کا بیان یہ ہے
کہ عَجَل کے معنی گارے کے حمیری زبان میں آتے
ہیں مشکل یہ ہے کہ وہ کبھی سند میں اسی شعر کو پیش
کرتے ہیں۔ اسی لیے علامہ زمخشری کو لکھنا پڑا
واللہ اعلم بصحتہ۔ یعنی ابو عبیدہ کے دعوے
کی صحت کا حال خدا ہی کو معلوم ہے۔ ابن درید
نے بھی اسی کے قریب قریب اشارہ کیا ہے[1]
اور علامہ احمد فیومی المصباح المنیر میں فرماتے
ہیں کہ آیت میں قلب ہے، اس لیے معنی یہ ہوں گے
خلق العجل من الانسان یعنی انسان جلدی
سے نہیں بلکہ جلدی انسان سے پیدا ہوئی ہے۔
صاحب تاج العروس نے ثعلب سے اور صاحب
روح المعانی نے ابو عمرو، ابو عبیدہ اور قطرب سے
بھی یہی نقل کیا ہے[2]۔ ان حضرات کے خیال میں
جس طرح آیت یَوْمَ یُعْرَضُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا
عَلَی النَّارِ (اور جس دن پیش کیے جائیں گے کافر
آگ پر) میں قلب واقع ہوا ہے اور آیت کے
معنی ہیں تعرض النار علیہم یعنی آگ ان پر پیش
کی جائے گی۔ اسی طرح اس آیت میں بھی قلب ہے[3] لیکن

سید مرتضیٰ زبیدی ابن جنی سے ناقل ہیں:۔
"سب سے بہتر یہی ہے کہ اس کی تقدیر
خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَلَقٍ ہی ہے
بایں معنی کہ انسان جلدی کو بہت کام میں لاتا
ہے اور اس کا عادی ہے۔ اور یہ معنی خلق
العجل من الانسان مراد لینے کی بہ نسبت
زیادہ قوی ہیں کیوں کہ یہ معنی درست بھی ہیں اور
اس کی گنجائش بھی ہے اور قلب پر محمول کرنا
فن کے لحاظ سے بھی بعید ہے اور معنی کو
بھی پست کر دیتا ہے۔
(ابن جنی نے یہ بھی) کہا ہے کہ غالباً یہ مقام
بعض لوگوں پر واضح نہ ہو سکا تو انہوں نے
عَجَل کے معنی گارے کے کر ڈالے (ابن
جنی کہتے ہیں) سو اپنی جان کی قسم لغت میں
اس کے یہ معنی بھی آتے ہیں لیکن اس جگہ بجز
عجلت اور شتابی کے اس سے اور کچھ
مراد نہیں لیا جا سکتا۔ دیکھیے اس کے عین
مابعد اللہ عزاسمہٗ کا کیا ارشاد ہو رہا ہے
سَاُورِیْکُمْ اٰیٰتِیْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ

[1] ملاحظہ ہو تاج العروس [2] روح المعانی ج ۱۷ ص ۴۸
[3] تفسیر کبیر امام رازی ج ۶ ص ۱۵۲ و ۱۵۳ مطبوعہ مصر طبع قدیم۔

(اب دکھلاتا ہوں تم کو اپنی نشانیاں سو مجھ سے جلدی مت کرو)۔ آیت مذکورہ ہی کی نظیر یہ آیتیں بھی ہیں وَ خُلِقَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا (اور انسان جلد باز پیدا کیا گیا ہے) اور خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا (اور بنا ہے انسان کمزور) کیوں کہ عجلت بھی ضعف ہی کی ایک قسم ہے بایں طور کہ شتابی اس کی ضرورت اور حاجت کا اظہار ہے۔ بعرض یہ اس آیت کی اصل توجیہ ہے۔"

بات یہ ہے کہ عربی زبان کا یہ عام محاورہ ہے کہ بعض اوقات جب کسی چیز میں کسی صفت کی بافراط موجودگی کو بیان کرنا ہوتا ہے تو بطور مبالغہ اس کی تعبیر ان لفظوں میں کرتے ہیں کہ خلق منہ یعنی وہ تو اس سے بنا ہے۔ خود ہماری زبان میں بھی ایک ایسا ہی محاورہ مستعمل ہے کہ فلاں شخص تو حرفوں کا بنا ہوا ہے یعنی بڑا چالاک اور عیار ہے لوگوں کو باتوں باتوں میں دم جھانسے دے جاتا ہے اسی طرح یہ بھی محاورہ ہے کہ فلاں شخص آگ کا پتلا ہے یعنی بڑا آتش خو اور شعلہ مزاج ہے۔ آیت مذکورہ میں بھی انسان کے عجلت پسند اور جلد باز ہونے کے لیے یہی پیرایہ بیان اختیار فرمایا گیا ہے جس طرح پر دوسری جگہ ارشاد ہے خَلَقَکُمْ مِنْ ضُعْفٍ یعنی اللہ نے تم کو ضعیف پیدا فرمایا ہے۔ چنانچہ ابو اسحٰق زجاج فرماتے ہیں۔

"عرب کو ان کی ہی سمجھ کے موافق خطاب فرمایا گیا ہے۔ اہل عرب اس شخص کے لئے کہ جس سے کوئی چیز بکثرت سرزد ہو خُلِقتَ منہ۔ بولتے ہیں یعنی تو تو اس سے بنا ہے مثلاً کسی شخص کے وصف لعب (کھیل کود) کو اگر مبالغہ کے ساتھ بیان کرنا ہوگا تو بولیں گے خلقت من لعب (تو تو کھیل سے بنا ہے) اسی طرح اگر افراط دانائی کے ساتھ کسی متصف کریں گے تو کہیں گے خلق فلان من الکیس (فلاں شخص دانائی سے بنا ہے یعنی عقل کا پتلا ہے)"

(تاج العروس)

ازہری نے تہذیب میں فراء سے اس کی تشریح ان الفاظ میں نقل کی ہے:۔

خُلِقَ الْاِنْسَانُ	"خلق الانسان من عجل" او علی
مِنْ عَجَلٍ وَعَلٰی	عجل اسی معنی میں ہیں جس معنی
عَجَلٍ کانک	میں تم بولتے ہو رکب علی العجلۃ
قلت رکب علی العجلۃ	یعنی وہ تو عجلت سے بنا ہے

و بنیتہ العجلۃ و — اور "بنیتہ العجلۃ" اس کی نہاد
خلقتہ العجلۃ — عجلت ہے۔ اور "خلقتہ العجلۃ و علی
و علی العجلۃ — العجلۃ" یعنی اس کی سرشت
(تاج العروس) — ہی عجلت ہے۔ یا عجلت پر اس
کی خلقت ہے۔

اس تفصیل کے بعد ناظرین پر یہ عیاں ہو گیا ہو گا کہ قلب یہاں چسپاں نہیں ہوتا۔ اسی لیے امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں رقمطراز ہیں کہ "ان اقوال میں سب سے بعید تر یہ قلب ہے کیونکہ جہاں تک ہو سکے کلام کو اس کی اپنی ترتیب پر رکھتے ہوئے صحیح معنی پر محمول کرنا اس سے زیادہ بہتر ہے کہ اس کو منقلوب پر محمول کیا جائے

علاوہ ازیں خلقت العجلۃ من الانسان میں بھی مجاز کے مختلف وجوہ موجود ہیں بہر خواہ مخواہ نظم آیت (استائل) کو اسی طرح کے مجاز میں تبدیل کرنا اس سے کیا فائدہ؟[۱]

آخیر میں یہ واضح کر دینا بھی ضروری ہے کہ نفس عجلت مذموم نہیں بلکہ جو چیز مذموم ہے وہ افراط عجلت ہے یا عجلت بیجا۔[۲] ۱۷/۳

عِجْلٍ بچھڑا، گوسالہ، گائے کا بچہ، علامہ مطرزی نے المغرب میں تصریح کی ہے کہ گائے کا بچہ وقت ولادت سے لے کر ایک ماہ تک عِجْلٍ کہلاتا ہے۔ راغب اصفہانی لکھتے ہیں کہ عِجْلٌ بچہ گاؤ کو کہتے ہیں کیوں کہ اس کے متعلق عجلت کا وہ تصور پایا جاتا ہے کہ جو ثور (بیل) ہو جانے کی حالت میں معدوم ہو جاتا ہے" اس کی مؤنث عجلۃ اور جمع عجول ہے۔ امام ابو منصور ثعالبی نے فقہ اللغہ میں گائے بیل کی عمر کے لحاظ سے حسب ذیل تین الفاظ نقل کیے ہیں بچہ کے لیے عجل جوان کے لیے شَبُوبٌ اور کمسن اور عمر رسیدہ کے لیے فَارِضٌ ۱/۱۱۰۹، ۶/۲، ۹/۹، ۱۲/۷، ۲۶/۱۹

عِجْلًا ۹/۸، ۱۹/۱۳۔

عَجِلَ : اس نے جلدی کی، اس نے عجلت کی تعجیل سے جس کے معنی جلدی کرنے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ ۱۵/۲۰، ۲۶/۱۱

عَجِّلْ : تو جلدی کر تعجیل سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ۲۳/۱۱۔

عَجِلْتُ : میں نے جلدی کی (سَمِعَ) عَجَلٌ

---

[۱] تفسیر کبیر۔ ج ۶ - ص ۱۵۳ طبع مصر

[۲] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو تفسیر مظہری۔ ج ۶ ص ۱۹۲ طبع دہلی۔

اور عَجَلَۃٌ سے بمعنی جلدی کرنے کے ماضی کا صیغہ واحد متکلم۔ امام راغب فرماتے ہیں کہ آیت شریفہ وَعَجِلْتُ اِلَیْكَ رَبِّ لِتَرْضٰی (اور میں جلدی آیا تیری طرف اے میرے رب تاکہ تو راضی ہو) میں (حضرت موسٰی علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے) یہ ذکر کیا ہے کہ عجلت گو مذموم ہے مگر اس کا جو داعی تھا وہ امر محمود ہے یعنی طلب رضائے الٰہی۔ ۱۲/۱۲

عَجِلْتُمْ : تم نے جلدی کی۔ تم نے جلد بازی کی عَجَلٌ اور عَجَلَۃٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۹/۸

عَجَّلْنَا : ہم نے جلدی کی تَعْجِیْلٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم ۱۵/۲ ۔

عَجُوْزٌ : بڑھیا۔ پیرزن۔ راغب نے لکھا ہے کہ بڑھیا کو عجوز اس لیے کہتے ہیں کہ بہت سے امور کی انجام دہی سے عاجز ہے۔ علامہ فیومی المصباح المنیر میں لکھتے ہیں :۔

"ابن السکیت نے کہا ہے کہ ہا کے ساتھ اس کی تانیث نہیں ہوتی۔ اور ابن الانباری کا بیان یہ ہے کہ تانیث کے مزید اثبات کی غرض سے عَجُوْزَۃٌ ہا کے ساتھ بھی بولا جاتا ہے۔ اور یونس سے مروی ہے کہ میں نے اہل عرب کو عجوزہ بالہا بولتے ہوئے سنا ہے عَجُوْزٌ کی جمع عَجَائِزُ اور عُجُزٌ ہے"

۱۲/۸ ۲۶/۱۹ عَجُوْزًا ۱۹/۱۳ ۲۳/۸

عَجُوْلًا : بہت جلد باز، بڑا اتاؤلا، بہت زیادہ شتاب کار، عَجَلٌ سے مبالغہ کا صیغہ ۔ ۱۵/۲ ۔

عَجِیْبٌ : عجیب۔ تعجب کی چیز۔ اچنبھے کی بات راغب اصفہانی نے لکھا ہے کہ جس چیز کی مثل نہ پائی گئی ہو وہ عجیب کہلاتی ہے۔ عَجَبٌ سے بر وزن فَعِیْلٌ مبالغہ کا صیغہ عجائب جمع ۔ ۱۲/۷ ۲۶/۱۵ ۔

فصل الدال المھملۃ

عَدًّا : شمار کرنا، گننا، گنتی، شمردنی۔ یہ عَدَّ یَعُدُّ کا مصدر ہے۔ مضاعف ہے اور اس کا فعل باب نَصَرَ سے آتا ہے۔ امام راغب لکھتے ہیں :۔

بعض اعداد کو بعض کے ساتھ ضم کرنے کا نام عَدٌّ ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور مجازاً عَدٌّ کا استعمال کئی طرح پہ ہوتا ہے۔ کبھی تو کسی ایسی چیز کے مقابلہ میں کہ جو کثرت کے

باعث شمار میں نہ آسکے اور جس کو قرآن پاک میں بِغَیْرِ حِسَابٍ سے تعبیر فرمایا گیا ہے، کسی تھوڑی سی چیز کو "شَیءٌ مَعْدُوْدٌ محصور" بولتے ہیں چنانچہ اِلَّآ اَیَّامًا مَّعْدُوْدَۃً (مگر گنتی کے چند دن) میں یہی معنی مراد ہیں یعنی تھوڑے سے دن"۔ کیونکہ یہود کا یہ دعویٰ تھا کہ ہمیں تو صرف اتنے ہی دن عذاب دیا جائے گا کہ جتنے دن ہم نے بچھڑے کی پوجا میں گزارے ہیں۔

اور کبھی بالکل اس کے مخالف معنی میں اس کا استعمال ہوتا ہے جیسے جیشٌ عدید کے معنی ہیں لشکر کثیر اور انھم لذو عدد یعنی وہ لوگ اس قدر ہیں کہ کثرت کے باعث ان کا شمار کرنا ضروری ہے۔ اس صورت تقلیل کے لیے شَیْءٌ غیر معدود آتا ہے یعنی اتنی کم چیز کہ جسے گننے کی ضرورت ہی نہیں اور آیۂ فِی الْکَھْفِ سِنِیْنَ عَدَدًا میں دونوں معنی کا احتمال ہے یعنی برسہا برس کہ جن کو شمار کرنا ضروری ہے یا گنتی کے چند سال یعنی تھوڑے سے برس۔ عرب کا محاورہ ہے ھذا غیر معتد بہٖ ہم معنی میں مستعمل ہے یعنی یہ چیز اتنی کم حیثیت یا اتنی کم مقدار میں ہے کہ لائق التفات اور قابل شمار نہیں"

آیۂ شریفہ اِنَّمَا نَعُدُّ لَھُمْ عَدًّا (ہم تو ان کے لیے تعداد کا شمار کرتے جاتے ہیں) میں بھی عَدًّا کا استعمال اظہار قلت ہی کے لیے ہے۔ چنانچہ علامہ سید محمود آلوسی روح المعانی میں فرماتے ہیں:-

"یعنی ان کے چند دن اور کچھ سانس باقی رہ گئے ہیں کہ جو ہم شمار کر رہے ہیں مطلب یہ کہ بہت تھوڑے سے اور ہیں۔ جیسا کہ دَرَاھِمَ مَعْدُوْدَۃٌ کے متعلق بیان کیا گیا ہے (کہ یہاں بھی معدودۃ بیان قلت کے لیے ہے)[1]

عَدَاوَۃٌ : عداوت، دشمنی۔ امام راغب فرماتے ہیں کہ

"جب عَدْوٌ (جس کے معنی تجاوز کرنے اور پیوستگی اور تعلق باہمی کے ختم ہو جانے کے ہیں) کے معنی کا قلب میں اعتبار کیا جائے تو عَدَاوَۃ اور مُعَادَاۃ بولتے ہیں یعنی دل سے تعلق اور وابستگی کا منقطع ہو جانا"

[1] روح المعانی ج ۱۶ ص ۱۳۵۔

سیّد مرتضٰی زبیدی نے تاج العروس میں لکھا ہے کہ عَدَاوَۃٌ، عَدْوٌ سے اسم عام ہے۔

ب ۶/۱۵، ۱۳ ؛ ب ۷/۲ ؛ ۲۴/۱۹ ؛ ۲۸/۷

عُدْتُمْ : تم نے پھر کیا۔ تم نے دوبارہ کیا عَوْدٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر عُدْتُمْ میں ادغام متجانسین ہے۔ (ملاحظہ ہو تَعُوْدُنَّ اور عَادَ)

۱۵/۱

عِدَّتَهُمْ : ان کی گنتی، ان کا شمار، ان کی تعداد عِدَّۃَ مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ (ملاحظہ ہو عِدَّۃ) ب ۵/۵ ؛ ۲۹/۱۵

عِدَّتِهِنَّ - ان کی عدت، عِدَّۃِ مضاف هِنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب مضاف الیہ (ملاحظہ ہو عِدَّۃ) ب ۲۸/۱۸

عَدَدَ : گنتی، شمار، تعداد عَدَّ یَعُدُّ کا اسم ہے۔ اور کبھی بمعنی معدود (شمار کیا ہوا گنا ہوا) بھی استعمال ہوتا ہے اس صورت میں فَعَلَ بمعنی مَفْعُوْلٌ ہوگا اَعْدَادٌ جمع۔ راغب اصفہانی رقمطراز ہیں "عَدَدٌ احاد مرکبہ یعنی مرکب اکائیوں کو کہتے ہیں اور بعض نے ترکیب احاد کو "عدد" کہا ہے اور یہ دونوں معنی درحقیقت ایک ہی ہیں ارشاد ہے۔ عَدَدَ السِّنِیْنَ وَ الْحِسَابِ (گنتی برسوں کی اور حساب)

اور آیۂ کریمہ فَضَرَبْنَا عَلٰی اٰذَانِهِمْ فِی الْکَهْفِ سِنِیْنَ عَدَدًا (پھر تھپک دیے ہم نے ان کے کان اس کھوہ میں (یعنی سُلا دیا) برس ہا برس) میں لفظ عدد کو سالوں کی کثرت پر تنبیہ کرنے کے لیے ذکر کیا ہے"

اور علامہ فیومی المصباح المنیر میں فرماتے ہیں:- عَدَد بمعنی مَعْدُوْد ہے۔ علماء نے کہا ہے کہ عَدَد وہ مقدار ہے جو اکائیوں سے مرکب ہوتی ہے۔ اس صورت میں لفظ عدد کا استعمال اس کے ساتھ مخصوص ہے کہ جو فی ذاتہٖ متعدد ہو۔ اسی لیے واحد (ایک) عدد نہیں ہو سکتا کیوں کہ اس میں تعدد نہیں کہ تعدد تو کثرت کا نام ہے۔

اور نحوی یہ کہتے ہیں کہ واحد بھی عدد میں داخل ہے کیوں کہ وہ تو اصل ہی ہے اور اسی پر عدد کی بنا ہے اور یہ بالکل بعید ہے کہ شئے کی اصل اس سے خارج ہو علاوہ ازیں واحد میں فی نفسہٖ کمیت موجود ہے کیوں کہ جب یہ سوال کیا جائے تمہارے پاس کتنے ہیں؟ تو اس کے جواب میں جس طرح تین ۳

وغیرہ؛ عداد کا بیان کرنا صحیح ہے اسی طرح ایک بنانا بھی درست ہے۔

زجاج نے کہا ہے کہ عدد کا استعمال کبھی مصدر (گننے) کے معنی میں بھی ہوتا ہے جیسے کہ ارشاد الٰہی سِنِيْنَ عَدَدًا (کئی سال گن کر) میں ہے۔ اور علماء کی ایک جماعت کا بیان یہ ہے کہ یہاں بھی اس کے وہی معنے ہیں کہ جس میں اس کا عام استعمال ہے یعنی سِنِين، معدودۃ، عددًا بمعنی مَعْدُوْدَةً۔

آیہ شریفہ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا (اور گن لیا ہر چیز کو شمار میں) کے متعلق تاج العروس میں ابن الاثیر سے منقول ہے کہ یہاں عَدَدًا بمعنی معدودًا بھی ہو سکتا ہے اس صورت میں اس کو نصب بربنائے حال ہوگا۔ اور بمعنی احصاء بھی اس صورت میں مفعول مطلق ہوگا اور مصدر کے معنی دے گا۔ "عدد" اور "حساب" میں جو فرق ہے اس کو قاضی شوکانی نے ان الفاظ میں واضح کیا ہے۔

"عدد اور حساب میں فرق یہ ہے کہ "عدد" ایک کمیت والی چیز کا اسی جیسی چیز کے ساتھ بار بار شمار کرنا ہے بغیر اس کے کہ کوئی بات نکلے (یعنی محض گن لینا) اور حساب گننے میں کسی کمیت والی چیز کو اسی جیسی چیز کے ساتھ بار بار شمار کرنا بایں طور کہ اس کمیت کے ایک معینہ حصہ سے اس شمار کے ذریعہ ایک معین حد حاصل ہوتی جائے کہ جس کا خاص نام ہو۔

مثلاً سال پر اگر صرف اس حیثیت سے نظر ڈالی جائے کہ وہ کتنے دن کا ہوتا ہے تو اس کو "عدد" کہیں گے لیکن اگر اس حیثیت سے اس کو دیکھا جائے کہ وہ کتنے مہینے کا ہوتا ہے اور ہر مہینہ کتنے دن کا اور ہر دن کتنے گھنٹوں کا اور ہر گھنٹہ کتنے منٹ کا تو اس کا نام "حساب" ہے"[1]

۱۱/۶ ۱۵/۲ ۱۸/۶ عَدَدًا ۱۵/۱۳ ۲۹/۱۲

عَدَّدَہٗ: اس نے اس کو گن گن رکھا۔ اس نے اس کو بار بار گنا عَدَّدَ، تَعْدِيْدٌ۔ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ امام ابوجعفر بیہقی نے تاج المصادر

---

[1] تفسیر فتح القدیر۔ ج ۳۔ ص ۳۰۵۔ طبع مصر سورہ الاسراء۔

میں تَعْدِیْدٌ کے معنی لکھے ہیں "بڑی تعداد میں مال کا جمع کرنا اور نہایت اہتمام سے کسی چیز کا گننا"
علامہ فیومی نے مصباح میں تصریح کی ہے کہ عَدَّدَ بالتشدید کا استعمال مبالغہ کے لیے ہوتا ہے۔
تفسیر کبیر میں ہے کہ :-
"ارشاد الٰہی وَعَدَّدَهٗ کے معنی کئی طرح ہو سکتے ہیں :-
اول یہ کہ عُدَّةٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنی ذخیرہ کے ہیں چنانچہ اَعْدَدْتُ الشَّیْءَ لِکَذَا اور عَدَّدْتُہٗ کا استعمال ایسے موقع پر ہوتا ہے جب کہ اس غرض کے لیے مال کو روک رکھا جائے اور حوادث زمانہ کے خیال سے اس کا ذخیرہ اور اندوختہ کیا جائے۔
دوم یہ کہ عَدَّدَهٗ کے معنی ہیں اس کو خوب گنا اور تشدید کثرت معدود کے لیے آئی ہے جس طرح کہ کہا جاتا ہے فُلَانٌ یُعَدِّدُ فضائل فلان (فلاں شخص فلانے کی فضیلتوں کو خوب گنتا ہے) اسی لیے سُدی نے عَدَّدَهٗ کے معنی بیان کیے ہیں احصاہ یعنی اس نے خوب شمار کر رکھا ہے اور گنتا رہتا ہے کہ یہ بھی میرا ہے یہ بھی میرا ہے غرض دن بھر اسی مالی مصروفیت میں ختم ہو جاتا ہے اور رات آتی ہے تو چھپا کر رکھ دیتا ہے۔
سوم یہ کہ عَدَّدَهٗ بمعنی کَثَّرَهٗ ہے یعنی اس کو خوب زیادہ کر لیا۔ محاورہ ہے فی بنی فلان عَدَدٌ یعنی بنو فلاں میں بڑی کثرت ہے
اخیر کی دونوں توجیہوں کا تعلق عدد کے معنی سے ہے اور پہلی کا عُدَّۃ کے معنی سے" لہ
زجاج نے پہلے ہی معنی اختیار کیے ہیں اور ضحاک نے اس کی تفسیر ان لفظوں میں کی ہے اَعَدَّ لہ مالہ و رثتہ یعنی اپنے وارثوں کے لیے مال کا اندوختہ کیا۔ اس تفسیر پر بھی یہ عُدَّۃٌ ہی سے ماخوذ ہے ۳۰/۲۹

عَدَسِهَا : اس کے مسور عَدَس مسور کو کہتے ہیں، هَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ۔ ۱/۲

عَدْلٌ : عوض، بدلہ، معاوضہ، الفداء
برابر امام ابوبکر عزیزی سجستانی "نزہتہ القلوب فی تفسیر غریب القرآن" میں لکھتے ہیں :-

لہ تفسیر کبیر سورۃ "الہمزہ"
ع۲ فتح القدیر تفسیر سورہ مذکورہ۔

"عَدْلٌ" کے معنی فدیہ کے ہیں جیسے وَلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ (اور نہ لیا جاوے اس سے فدیہ ہی کچھ) اور وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا (اور اگر فدیہ دے ہر فدیہ تب بھی اس سے نہ لیا جائے گا) اور عَدْلٌ کے معنی مثل (یعنی برابر اور یکساں) کے بھی آتے ہیں جیسے ارشاد ہے اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا (یا برابر اس کے روزے) یعنی اس کے مثل۔ ابو عمر نے کہا ہے کہ عَدْلٌ بمعنی عِدْلٌ صرف ابو عبیدہ کے نزدیک بولا جاتا ہے ابو عمر نے یہ بھی کہا ہے کہ عَدْلٌ بالفتح کے معنی قیمت کے بھی ہیں، فدیہ کے بھی مرد صالح کے بھی اور حق و انصاف کے بھی اور عِدْلٌ بالکسر کے معنی مثل کے ہیں"

اور امام راغب اصفہانی رقمطراز ہیں۔

عَدَالَةٌ اور مُعَادَلَةٌ وہ لفظ ہے جو مساوات کے معنی کو مقتضی ہے اور اس کا استعمال ان چیزوں کے لیے ہوتا ہے کہ جن کا ادراک بصیرت سے ہوتا ہے جیسے کہ احکام میں چنانچہ اسی معنی میں ارشاد ہے اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا اور عَدْلٌ اور عَدِيْلٌ کا استعمال ان اشیاء کے لیے ہوتا ہے کہ جن کا ادراک حاسہ سے ہوتا ہے جیسے کہ موزونات (تولے جانے والی چیزیں) معدودات (شمار کی جانے والی چیزیں) اور مکیلات (ناپے جانے والی چیزیں) میں غرض عَدْل کے معنی ہوئے بالکل برابر سرابر حصہ لگا دینا۔

آیہ شریفہ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ (بے شک اللہ حکم کرتا ہے انصاف کرنے کا اور بھلائی کرنے کا) میں "عدل" سے مراد برابر کا بدلہ دینا ہے نیکی کی جزا نیکی کے موافق اور برائی کی سزا برائی کے مطابق۔ اور احسان کے معنی یہ ہیں کہ خیر کا بدلہ زیادہ ہو اور شر کا کم۔

عَدْلٌ اصل میں مصدر ہے جیسا کہ ارشاد ہے وَاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ (اور گواہ کر لو دو صاحبان عدل کو) یعنی ایسے دو شخصوں کو کہ جو صفت عدالت سے موصوف ہوں۔

اور آیہ شریفہ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا میں عَدْل بمعنی مالیعادل ہے یعنی اتنے روزے کہ جو فدیہ طعام

کے برابر ہوں اسی طرح غذا کو بھی جب
اس میں مساوات کے معنی ملحوظ
ہوں گے تو " عدل " کہا جائے گا۔

اور علامہ فیومی مصباح میں یہ فرماتے ہیں۔
"عَدْلٌ کے معنی ہیں معاملات میں میانہ روی
سے کام لینے کے یہ جور کے خلاف ہے
عَدَلَ فِي امرِہ عدلًا اور عَدَلَ
عَلَى القَومِ عَدْلًا باب ضرب
سے مستعمل ہے۔ عدل الشیئ بالکسر
جو جنس میں یا مقدار میں اس شے کی مثل ہو
ابن فارس کہتے ہیں عِدل وہ ہے جو
جنس اور مقدار میں برابر ہو اور عَدل
بالفتح وہ ہے جو غیر جنس میں اس شیئ کا
قائم مقام ہو چنانچہ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ
صِيَامًا میں عدل سے یہی مراد ہے یہ
بھی دراصل مصدر ہے جب ایک چیز کو
دوسری چیز کے مثل اور اس کا قائم مقام
کر دیا جائے تو بولا جاتا ہے
عَدَلْتُ هٰذَا بِهٰذَا (میں نے اس کو
برابر کر دیا) اس معنی میں بھی یہ باب
ضَرَبَ ہی سے آتا ہے"

پ ۱/۶، ۱۵ پ ۳/۷ پ ۵/۵ پ ۷/۳، ۴، ۱۴ پ ۱۴/۱۶، ۱۹، پ ۲۶/۱۳
پ ۲۸/۱۴ عَدْلًا (انصاف، راستی) پ ۸/۱

عَدَلَكَ : تجھ کو برابر کیا تجھ کو اعتدال پہ
بنایا (ضَرَبَ) عَدَلَ عَدْلٌ سے ماضی کا
صیغہ واحد مذکر غائب، كَ ضمیر واحد مذکر حاضر
واضح رہے کہ عَدْلٌ کے معنی برابر کرنے کے بھی آتے
ہیں اور لوٹنے اور پھرنے کے بھی چنانچہ یہاں
اہل لغت نے دونوں معانی بیان کئے ہیں۔

تفسیر کبیر میں ہے:-
"کوفہ کے قاریوں نے فَعَدَلَكَ کو تخفیف
کے ساتھ پڑھا ہے یعنی عَدَلَكَ تشدید
کے ساتھ نہیں پڑھا جبکہ (یہ قراء سبعہ میں
سے بعض کی قراءت ہے) اور اس کی کئی
توجیہیں ہیں۔

(۱) ابو علی فارسی کہتے ہیں اس کے معنی یہ
ہیں کہ تیرے بعض اعضاء کو بعض کے ساتھ
اس طرح برابر کر دیا کہ سب میں اعتدال
آگیا۔

(۲) فراء کہتے ہیں فَعَدَلَكَ کے معنی یہ
ہیں جس صورت کی طرف تجھ کو چاہا لوٹا دیا
اس کے بعد فراء نے کہا ہے کہ تشدید کی قراءت

زیادہ بہتر ہے کیوں کہ صَرَفْتُكَ اِلٰى كَذَا کی طرح عَدَلْتُكَ اِلٰى كَذَا بھی مستعمل ہے لیکن عدلتُكَ فیہ۔ اور صرفتك فیہ مستحسن نہیں اب پہلی قرأت (یعنی تشدید) پر تو فِیْٓ اَیِّ صُوْرَۃٍ میں لفظ فِیْ ترکیب کا صلہ ہوتا ہے جو بالکل مناسب ہے اور دوسری قرأت (یعنی صورت تخفیف میں) پر عَدَلَكَ کا صلہ قرار پاتا ہے جو ضعیف ہے۔

تاہم یہ معلوم رہے کہ فراء کا اعتراض اس دوسرے معنی پر تو چلتا ہے جو خود ان کے اپنے بیان کردہ ہیں، لیکن پہلے معنے جو ابو علی فارسی نے بیان کیے ہیں اس پر یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا۔

(۳) قفال نے بعض اہل لغت سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ عَدَلَ اور عَدَّلَ یہ دونوں لغتیں ہیں اور دونوں کے معنی ایک ہی ہیں" لہ

۳۰
۴

عَدْنٌ ۔ رہنا بسنا کسی جگہ مقیم ہونا۔ یہ مصدر ہے اور اس کا فعل باب ضَرَبَ اور نَصَرَ سے آتا ہے۔ جنّٰتِ عَدْنٍ کے معنی ہیں رہنے بسنے کے باغات یعنی وہ جنتیں کہ جہاں ہمیشہ رہنا ہوگا واضح رہے کہ عدن کو بعض علماء علم قرار دیتے ہیں اور بعض صفت، جو لوگ علم کہتے ہیں وہ اس کو جنت میں ایک خاص مقام کا نام بتاتے ہیں اور دلیل میں اس آیت شریفہ کو پیش کرتے ہیں۔

جَنّٰتُ عَدْنِ الَّتِیْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَیْبِ۔ کیونکہ یہاں معرفہ کو اس کی صفت لایا گیا ہے۔ نیز بزار، اور دار قطنی (المختلف والمؤتلف میں) اور ابن مردویہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عدن حق تعالیٰ کا (بنایا ہوا) گھر ہے کہ جس کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی بشر کے دل پر اس کا خیال آیا۔ اس میں انبیاء، صدیقین اور شہداء ان تینوں کے علاوہ اور کوئی نہ رہنے پائے گا اور حق تعالیٰ فرمائیں گے:۔

طُوْبٰى لِمَنْ دَخَلَكَ (اے عدن جو تجھ میں داخل ہو اس کے لیے خوبی ہے)

اور جو لوگ عدن کو علم نہیں بلکہ جنت کی صفت بتاتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ عدن کے معنی اصل

لہ تفسیر کبیر سورۃ "الانفطار"

میں استقرار اور ثبات کے ہیں محاورہ ہے عَدَنَ بالمکان یعنی اس نے اس جگہ قیام کیا اور عدن سے مراد اقامت علی وجہ الخلود ہے یعنی دائمی طور پر رہنا بسنا۔ اور عَدْن کے یہی معنی وہ فرد کامل ہیں جو مقام مدح کے مناسب ہیں یعنی جنات اقامت وخلود۔ اس معنی کے لحاظ سے تمام جنتیں "جنات عدن" ہیں [1]

امام قرطبی نے لکھا ہے کہ جنتیں سات ہیں (۱) دار الخلد (۲) دار الجلال (۳) دار السلام (۴) جنت عدن (۵) جنت الماویٰ (۶) جنت النعیم (۷) الفردوس [2]

پ ۱۰/۱۵ ، پ ۱۳/۹ ، ۱۴/۱۰ ، ۱۵/۱۲ ، پ ۱۶/۱۲،۷ ، پ ۲۲/۱۶ ، پ ۲۳/۱۳ ، ۲۴/۶ ، پ ۲۸/۱۰ ، پ ۳۰/۲۳ ۔

عُدْنَا ۔ ہم پھر آئے۔ ہم نے پھر کیا۔ ہم نے دوبارہ کیا۔ عَوْدٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم (ملاحظہ ہو تَعُوْدُنَّ اور عَادَ) پ ۹/۱ ، ۱۵/۱ ، ۱۸/۶

عَدْوًا : زیادتی، (ظلم وستم) حد سے بڑھنا۔ زیادتی کرنا۔ مصدر ہے اس کا فعل باب نَصَرَ سے آتا ہے۔ علامہ راغب فرماتے ہیں۔ عَدْوٌ کے معنی ہیں تجاوز کرنا اور وابستگی کا نابود ہونا جب اس کا تعلق قلب سے ہو تو عَدَاوَۃٌ اور مُعَادَاۃٌ کہا جاتا ہے اور جب چلنے سے ہو تو عَدْوٌ کہلاتا ہے اور جب معاملات میں انصاف کو ہاتھ سے دینے کے متعلق ہو تو عُدْوَان اور عَدْوٌ بولتے ہیں ارشاد ہے فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ (ایسی بُرا کہنے لگیں گے خدا کو زیادتی سے بے سمجھے" پ ۷/۱۹ ، ۱۱/۱۴

عَدُوٌّ : دشمن، عَدْوٌ سے بروزن فَعُول بمعنی فاعل صیغہ صفت ہے۔ قاضی شوکانی تفسیر فتح القدیر میں لکھتے ہیں۔

عَدُوٌّ، صَدِیْقٌ (دوست) کے برخلاف ہے یہ یا تو عَدَا بمعنی ظلم سے ماخوذ ہے چنانچہ ذئب عدوان اس بھیڑیئے کو بولتے ہیں جو لوگوں پر ستم ڈھائے۔ اور عُدْوَانٌ کے معنی صریح ظلم کے ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ یہ مجاوزت (حد سے بڑھنا اور زیادتی کرنا) سے ماخوذ ہے چنانچہ

[1] روح المعانی ج ۱۰ ص ۱۳۶ طبع جدید۔
[2] تفسیر مظہری سورہ توبہ ص ۶۵ طبع قدیم۔

عَدَاہ بمعنی جَاوَزَہٗ یعنی حد سے بڑھ جانے اور زیادتی کرنے کے معنی میں مستعمل ہے اور دونوں معنی قریب قریب ہیں۔ کیونکہ ظالم بھی حد سے تجاوز ہی کرتا ہے"[1]

یہ بھی واضح رہے کہ قرآن مجید میں اس لفظ کا استعمال حق تعالیٰ شانہ کے لیے بھی ہوا ہے اب بندے اور خدا کی عداوت میں کیا فرق ہے قاضی صاحب نے دوسری جگہ پر اس فرق کو بھی واضح کیا ہے فرماتے ہیں :۔

والعداوة من العبد	بندے کی اللہ سے عداوت
هی صدور المعاصی	یہ ہے کہ اس سے اللہ کے معاصی
منه لله والبغض	صادر ہوں اور وہ اولیاء
لاولیاءه والعداوة	اللہ سے بغض رکھے اور
من الله للعبد هی	اللہ کی عداوت بندے
تعذیبه بذنبه	سے یہ ہے کہ اس کے گناہ
وعدم التجاوز عنه	پر اسے عذاب دے اور
بالمغفرة [2]	مغفرت کے ذریعے اس سے درگزر نہ فرمائے

اور علامہ فیومی المصباح المنیر میں مختصر العین سے ناقل ہیں کہ عَدُوٌّ کا استعمال واحد و جمع اور مذکر و مونث کے لیے یکساں ہوتا ہے لیکن قاموس میں ہے کہ کبھی کبھی تثنیہ، جمع اور مونث بھی آتا ہے اور صحاح میں ابن السکیت سے منقول ہے کہ فَعُوْلٌ جب بمعنی فاعل ہو تو مونث میں ۃ نہیں آتی جیسے کہ رَجُلٌ صبورٌ اور امراۃٌ صبورٌ۔ سوائے ایک لفظ کے کہ جس کا استعمال نادر ہے۔ چنانچہ بولتے ہیں ھٰذِہٖ عَدُوَّۃُ اللّٰہِ لیکن فراء نے کہا ہے کہ اس میں ۃ کو داخل کر دیا ہے وہ محض صدیقۃ کی مشابہت کے لیے کیا ہے کیونکہ کبھی کسی لفظ کو اس کی ضد کے وزن پر بھی بنا لیا کرتے ہیں[3] اور امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں :۔

"مُعَادَاۃٌ (باہم دشمنی کرنا) سے رَجُلٌ عَدُوٌّ (دشمن شخص) اور قَوْمٌ عَدُوٌّ (دشمن قوم) بولا جاتا ہے (یعنی واحد اور جمع دونوں کے لیے آتا ہے) ارشاد ہے بَعْضُکُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ (تم ایک دوسرے کے دشمن ہو۔ اور کبھی اس کی جمع عِدًی اور اَعْدَاءٌ بھی آتی ہے۔ ارشاد ہے وَیَوْمَ یُحْشَرُ اَعْدَاءُ اللّٰہِ (اور جس دن اکٹھے کیے جائیں گے دشمن اللہ کے)۔

[1] تفسیر فتح القدیر۔ ج ۱ ص ۵۵ [2] ایضاً ص ۹۹ [3] تاج العروس۔

اور "عدو" کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو دشمنی کے قصد و ارادہ کی بنا پر "عدو" قرار پایا ہے جیسے فَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ اور اگر وہ ایسی قوم سے ہو کہ جو تمہارے دشمن ہیں) اور جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِينَ رکھے ہیں ہم نے دشمن ہر نبی کے گنہگاروں میں سے) اور دوسری آیت میں ہے عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنسِ وَالْجِنِّ شیطان آدمی (اور جن)

اور دوسرا وہ "عدو" کہ جس کے مقصد اور ارادہ کو تو دشمنی میں کچھ دخل نہ ہو لیکن اس کی حالت ایسی ہو کہ جس کی بنا پر اس سے ویسی ہی اذیت پہنچتی ہو جیسی کہ دشمنوں سے پہنچا کرتی ہے جیسے ارشاد ہوتا ہے فَإِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّي إِلَّا رَبَّ الْعَالَمِينَ (یعنی خدا کے سوا جن کو بھی تم اور تمہارے اگلے باپ دادا پوجتے چلے آئے وہ سب معبودان باطل میرے دشمن اور غنیم ہیں) اور اولاد ازواج کے بارے میں فرمایا جا رہا ہے إِنَّ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوهُمْ یعنی تمہاری جوروئیں اور تمہاری اولاد دشمن ہیں تمہاری سو ان سے بچتے رہو۔ یعنی بیوی اور اولاد کے بارے میں محتاط رہو ورنہ بعض وقت ان کی حالت اس درجہ بگڑ جاتی ہے کہ جس طرح دشمن سے اذیت پہنچتی ہے ان سے بھی پہنچنے لگتی ہے"

۱/۱۲،۴ ۲/۵،۹ ۵/۱۰ ۸/۴،۹ ۱۰/۴ ۱۱/۳،۴ ۱۲/۱۱
۱۵/۱۹ ۱۶/۱۱،۱۶ ۲۳/۱۳ ۲۰/۵ ۱۹/۹ ۲۵/۱۲ ۲۸/۱۳
عَدُوًّا ۱/۱۲ ۵/۱۲ ۸/۱ ۱۰/۱۴ ۱۵/۹ ۱۹/۰۱
۲۰/۴ ۲۲/۱۳ ۲۸/۱۶

عُدْوَانَ: ظلم، ستم، زیادتی۔ یہ عَدَا يَعْدُو کا مصدر ہے جو باب نَصَرَ سے آتا ہے۔ امام ابوبکر عزیزی سجستانی لکھتے ہیں

"عُدْوَانَ کے معنی تعدی اور ظلم کے ہیں آیہ فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِينَ کے معنے ہیں فلا جزاء ظلم الا علی ظالم یعنی ظلم کا بدلہ صرف ظالم ہی سے لیا جائیگا

اور امام راغب فرماتے ہیں:۔

وہ "عدوان" کہ جس کی ابتداء کرنی ممنوع ہے اس آیت میں مراد ہے وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (اور آپس میں مدد کرو نیک کام

پر اور پرہیزگاری پر اور مدد نہ کرو گناہ اور
زیادتی پر) لیکن جو "عدوان" کہ بدلہ کے طور پر
ہو اور یہ جس کا اس شخص کے ساتھ برتنا
روا ہے کہ جو اس کی پہل کر چکا ہے وہ اس
آیت میں مراد ہے فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى
الظّٰلِمِيْنَ (تو زیادتی نہیں مگر بے انصاف
لوگوں پر)"
اور تاج العروس میں "عدوان" کے معنی عدالت کو نظر انداز
کرنے میں حد سے گزر جانے کے لکھے ہیں اور آیت
فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ کی تفسیر کی ہے
ای لاسبیل الا علی الظالمین یعنی دار و گیر
نہیں مگر ظالموں پر۔ اور بعض علماء سے نقل کیا ہے
کہ "عدوان" کے معنی ہیں بری طرح حد سے بڑھ جانے
کے خواہ یہ بات قوت (استعداد) میں ہو یا فعل میں یا
حال میں۔ اور اسی معنی میں ارشاد ہے وَمَنْ
يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ
نُصْلِيْهِ نَارًا (اور جو کوئی یہ کام کرے زیادتی سے
تو ہم ڈالیں گے اس کو آگ میں) پ ۱/۱۰ پ ۲/۸ پ ۶/۵، ۱۳
پ ۲۰/۶ پ ۲۸/۸ عُدْوَانًا ۵/۲

عَدُوِّكُمْ : تمہارا دشمن عَدُوّ مضاف،
ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ ۹/۵ پ ۱۰/۴

پ ۱۶/۱۲ پ ۲۸/۷

عُدْوَةِ : کنارہ، ناکہ، جانب، سمت، طرف
امام ابوبکر عزیزی لکھتے ہیں:-
"ارشاد عز و جل ہے اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ
الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى
(جس وقت کہ تم تھے ورے کنارے پر اور وہ تھے
پرے کنارے پر) عِدْوَةٌ بکسر العین
اور عُدْوَةٌ بضم العین دونوں کے معنی
کنارہ وادی یعنی میدان کے ناکہ کے ہیں اور
دُنْيَا اور قُصْوٰى اور اَدْنٰى
کی تانیث ہیں"
علامہ فیومی نے مصباح میں تصریح کی ہے کہ
قریش عین پر پیش بولتے ہیں اور قیس زبر دیتے
ہیں۔ اور سبعہ میں دونوں طرح قراءت کی گئی ہے
میدان بدر کے ورلے کنارے کو جو مدینہ منورہ
کی جانب تھا اور جہاں لشکر نبوی فروکش تھا
قرآن مجید نے "العدوۃ الدنیا" فرمایا ہے اور اس کے
پرلے کنارہ کو کہ جو مکہ معظمہ کی جانب تھا اور جہاں
کفار نابکار پڑاؤ ڈالے تھے "العدوۃ القصوٰی"
فرمایا ہے۔
واضح رہے کہ بدر کے اطراف و جوانب میں

جو پہاڑ ہیں ان کے مختلف حصے مختلف ناموں سے موسوم ہیں ان میں سے جو دو سفید پہاڑیاں دور سے ریت کے دو سفید تودوں کی شکل میں دکھائی پڑتی ہیں اب بھی ان میں سے جو پہاڑی مدینہ منورہ کی جانب ہے اس کا نام العدوۃ الدنیا ہے اور دوسری جو مکہ مکرمہ کی سمت ہے العدوۃ القصوی سے موسوم ہے اور جو بہت اونچا سا پہاڑ ان دونوں کے درمیان ہے وہ آج کل جبل اسفل کہلاتا ہے کیوں کہ اسی کے نیچے نیچے ابوسفیان اپنے تجارتی قافلہ کا راستہ کاٹ کر سمندر کے کنارے کنارے گزر گیا تھا۔ جس کا ذکر قرآن پاک میں بایں الفاظ آیا ہے وَالرَّكْبُ أَسْفَلَ مِنْكُمْ اور کارواں تم سے نیچا تھا، ب ۱۰/۱

عَدُوِّهٖ: اس کا دشمن، عَدُوِّ مضاف ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ ب ۲۰/۵ ب ۲۳/۳

عَدُوِّهِمْ: ان کے دشمن، عَدُوِّ مضاف ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ ب ۲۸/۱۰

عَدُوِّيْ: میرا دشمن، عَدُوِّ مضاف ی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ، ب ۲۸/۷

عُدَّةً: ساز و سامان، اسباب، علامہ راغب نے اس کے معنی لکھے ہیں" مال ہتھیار وغیرہ بہت سا ساز و سامان جو تیار کیا جائے" فیومی نے لکھا ہے کہ اس کی جمع عُدَدٌ ہے جیسے کہ غُرْفَةٌ کی جمع غُرَفٌ ہے۔ تاج العروس میں ہے۔

"عُدَّةٌ بالضم جو کچھ بھی تم گردش ایام کے لیے تیار کر سکو مال ہو خواہ ہتھیار أُهْبَةٌ کا استعمال جس معنی میں ہوتا ہے ٹھیک اسی معنی میں عُدَّةٌ اور عَتَادٌ بھی آتے ہیں بولا جاتا ہے اخذ للامر عدته و عتاده یعنی اس نے معاملے کے لیے اپنی تیاری کر لی یا اپنے مقصد کا ساز و سامان لے لیا، غرض تینوں لفظوں کے معنی ایک ہی ہیں، یہ اخفش کا بیان ہے اور ابن درید کے الفاظ یہ ہیں العدة من السلاح ما اعتددته یعنی سلاح میں عدّۃ اس کو کہتے ہیں جس کو تم نے طیار کر لیا ہو ابن درید نے الفاظ میں تو سلاح کی تخصیص کی ہے معلوم نہیں وہ معنی میں بھی عُدَّةٌ کو سلاح کے ساتھ مخصوص سمجھتے ہیں یا نہیں" ب ۱۰/۱۳

عِدَّةٌ: گنتی شمار۔ عدت

امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:۔

عِدَّۃٌ عَدٌّ سے بروزن فِعْلَۃٌ بمعنی مَعْدُوْدٌ ہے جیسے کہ طِحْنٌ بمعنی مَطْحُوْنٌ اور اسی بنا پر انسانوں کی گنی ہوئی جماعت کو عِدَّۃٌ کہتے ہیں اور عورت کی عدت بھی اسی معنی میں ہے یعنی اس کے گنے ہوئے دن[1]"

اور راغب اصفہانی لکھتے ہیں۔

عَدَّۃٌ کے معنی ہیں گنی ہوئی چیز ارشاد ہے۔ وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ (اور نہیں رکھی ہم نے گنتی ان کی) یہاں عِدَّتَهُمْ بمعنی عَدَدُهُم آیا ہے اور فرمایا فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ (تو گننی چاہیئے اور دنوں سے) یعنی ماہِ رمضان چھوڑ کر دوسرے وقت اتنے ہی گنے ہوئے دن کے روزے رکھے جتنے کہ فوت ہوتے ہیں۔

اور "عدت" سے مراد عورت کی عدت ہے یعنی وہ ایام کہ جن کے گزر جانے پر اس سے نکاح کرنا حلال ہو جاتا ہے ارشاد ہے فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا (سو نہیں ان پر تمہارے لیے عدت میں بیٹھنا کہ جس کو تم شمار کرنے لگو) فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ (تو ان کو طلاق دو ان کی عدت پر اور گنتے رہو عدت)"

"عِدَّۃٌ کی جمع عِدَدٌ ہے جیسے کہ سِدْرَۃٌ کی سِدَرٌ۔ تاج العروس میں ہے عِدَّۃٌ عَدٌّ کی طرح سے مصدر ہے اور اس کے معنی جماعت کے بھی آتے ہیں خواہ وہ چھوٹی جماعت ہو یا بڑی۔

اور مطلقہ عورت کی عدت یا جس عورت کا شوہر مرگیا ہو اس کی [illegible]ت اس کے حیض یا حمل کے وہ ایام ہیں کہ جن کو وہ گنتی رہے یا چار ماہ دس دن۔ نیز وہ ایام کہ جن کو شوہر کے سوگ میں گزارے اور مہینوں اور حیض اور وضع حمل تک وہ زمانہ کہ جن میں زینت سے مجتنب رہے"

ب ۲/۷ ب ۱۰/۱۱ ب ۲۲/۳ ب ۲۸/۱۶

عِدْهُمْ: تو ان سے وعدہ کر، تو ان کو وعدہ دے عِدْ وَعْدٌ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب (اور صحیح یہ ہے کہ مثال واوی مجرد کے مضارع مکسور العین معروف کا

---

[1] تفسیر کبیر ج ۲ ص ۱۰۲ مطبوعہ مصر طبع قدیم۔

واو اصلی جو فا کلمہ ہے حذف ہو جاتا ہے چنانچہ وَعَدَ یَعِدُ باب ضَرَبَ یَضْرِبُ سے ہے اس اعتبار سے اس کا مضارع معروف یَوْعِدُ ہونا چاہیئے مگر قاعدہ مذکور کی بنا پر یَعِدُ ہو گیا ہے۔ اور مضارع سے واو گرا تو امر جو تابع مضارع ہے اس میں گرے گا اس بنا پر تَعِدُ سے امر کا صیغہ عِدْ ہوگا (ملاحظہ ہو تَعِدُ اینِی اور وَعَدَ) ١٥/٢

عَدَّهُمْ : اس نے ان کو گن رکھا ہے عَدَّ عَدٌّ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب (ملاحظہ ہو عدّا) ١٦/٩

فصل الذال المعجمة

عَذَابٌ: عذاب، سخت سزا، دکھ کی مار۔

علامہ فیومی المصباح المنیر میں لکھتے ہیں:۔

عَذَابٌ تَعْذِیْبٌ (سزا دینا) سے اسم (یعنی حاصل مصدر ہے) اصل میں عربی زبان میں اس کے معنی مارنے کے ہیں بعد میں ہر دردناک سزا کے لیے استعمال کیا جانے لگا۔ اور استعارہ کے طور پر امور شاقہ کو بھی عذاب کہنے لگے چنانچہ محاورہ ہے السفر قطعۃ من العذاب (سفر تو عذاب کا ایک ٹکڑا ہے)

اور امام راغب مفردات القرآن میں رقمطراز ہیں:۔

عَذَابٌ کے معنی سخت دکھ دینے کے ہیں۔ اور اس میں اختلاف ہے کہ اس کی اصل کیا ہے بعض کہتے ہیں کہ عَذَبَ الرَّجُلُ فَهُوَ عَاذِبٌ وَعَذُوْبٌ سے ماخوذ ہے جس کا استعمال کھانا اور سونا چھوڑ دینے کے لیے ہوتا ہے۔ لہٰذا تَعْذِیْبٌ کے معنی اصل میں یہ ہوئے کہ انسان کو بھوکا رہنے اور جاگنے پر مجبور کیا جائے اور بعض کہتے ہیں کہ اس کی اصل عَذْبٌ (شیرینی اور گوارائی) ہے لہٰذا عَذَّبْتُهٗ کے معنے ہیں اَزَلْتُ عَذْبَ حَیَاتِهٖ یعنی میں نے اس کی زندگی کی شیرینی اور گوارائی کو زائل کر دیا۔ اس لحاظ سے مَرَّضْتُهٗ (میں نے اس کے مرض کا ازالہ کر دیا) اور قَذَّیْتُهٗ (میں نے اس کی آنکھ سے قَذًی یعنی تنکا نکال دیا) کے قاعدے پر ہے یعنی اس میں سلب ماخذ ہے۔ اور بعض یہ کہتے ہیں کہ تعذیب کے معنے اصل میں کثرت سے عَذَبَةُ السَّوط یعنی کوڑے کے پھندے سے مارنے کے ہیں

اور بعض اہل لغت کا بیان ہے کہ تعذیب کے معنے خود مارنے کے ہیں اور بعض کا قول ہے کہ عرب کے محاورے ماءٌ عَذِبٌ سے ماخوذ ہے "ماءِ عذب" اس پانی کو کہتے ہیں کہ جس میں کوڑا کرکٹ ہو اور گدلا ہو گیا ہو اس صورت میں عَذَّبْتُہٗ کے معنی ہوں گے کَدَّرْتُ عَلَیْہِ عَیْشَہٗ وَ نَغَّصْتُ حیاتہ (یعنی میں نے اس کی زندگی مکدر کر دی اور اس کا جینا تنگ کر دیا"

اور علامہ سید مرتضیٰ زبیدی تاج العروس میں فرماتے ہیں :-

"ہمارے شیخ (ابو الطیب فاسی) اہل اشتقاق سے ناقل ہیں کہ عذاب کلام عرب میں عَذْبٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنے روکنے کے ہیں چنانچہ عَذَبْتُہٗ عَنْہُ کے معنی ہیں میں نے اس کو اس سے روک دیا اور عَذَبَ عُذُوْبًا کے معنی ہیں وہ رک گیا اور اور آب شیریں کو عذب اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ پیاس کو روک دیتا ہے۔ اور عذاب کو بھی عذاب اسی لیے کہا جاتا ہے کہ سزا یافتہ کو دوبارہ اس قسم کے جرم کا ارتکاب کرنے سے روک دیتا ہے اور نہ صرف اسے بلکہ اوروں کو بھی اس کے کرنے سے باز رکھتا ہے۔"

علامہ زبیدی اس کو نقل کر کے فرماتے ہیں "وہو کلام حسن" (یہ عمدہ بات کہی ہے) اور علامہ جار اللہ زمخشری تفسیر کشاف میں ارقام فرماتے ہیں :-

"عَذَابٌ نَكَالٌ کی طرح سے ہے وزن کے لحاظ سے بھی اور معنی کے اعتبار سے بھی چنانچہ جب کوئی شخص کسی چیز سے رک جاتا ہو تو کہا کرتے ہیں اعذب عن الشیئ جس طرح سے ٹھیک اسی معنی میں نکل عن الشیئ بولتے ہیں اور اسی سے عَذْبٌ ہے کیونکہ وہ پیاس کو روک دیتا ہے اور اسے ختم کر دیتا ہے بخلاف مُلح یعنی آب شور کے کہ وہ پیاس کو اور بڑھا دیتا ہے اور اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ آب شیریں کو نِقَاخٌ بھی بولتے ہیں کیونکہ وہ تشنگی کو توڑتا ہے اور فُرَاتٌ بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ قلب پر سے پیاس کو زائل کرتا ہے۔ بعد میں اس لفظ کے اندر وسعت ہوتے ہوتے

پر سخت درد والم کو عذاب کہنے لگے اگرچہ وہ نکال نہ ہو یعنی گو وہ ایسی سزا نہ ہو کہ جو مجرم کو دوبارہ ارتکاب جرم سے باز رکھ سکے[۱] (یعنی اصل میں تو اس کے معنی اس سزا کے ہیں کہ جو ارتکاب جرم سے باز رکھے لیکن بعد کو کثرت استعمال کی بنا پر اس کے معنی سخت دکھ اور درد والم کے بھی آتے ہیں)"

۱/ ۱، ۲، ۴، ۷، ۱۰، ۱۱، ۱۳، ۱۴، ۱۵ — ۲/ ۳، ۴، ۵، ۶، ۹ — ۳/ ۹، ۱۱، ۱۲، ۱۷ — ۴/ ۲، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۳ — ۵/ ۱، ۵ — ۶/ ۹، ۱۰، ۱۴، ۱۵ — ۷/ ۳، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۴، ۱۷ — ۸/ ۳، ۷، ۱۱، ۱۵، ۱۷ — ۹/ ۶، ۱۱، ۱۶، ۱۸ — ۱۰/ ۳، ۵، ۷ — ۱۰/ ۱۱، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۸ — ۱۱/ ۲، ۶، ۷، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳ — ۱۱/ ۱۴، ۱۵، ۱۷ — ۱۲/ ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹ — ۱۲/ ۱۳، ۱۴ — ۱۳/ ۶، ۱۱، ۱۳، ۱۵، ۱۶، ۱۹ — ۱۴/ ۴، ۱۰، ۱۲ — ۱۴/ ۱۳، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱ — ۱۵/ ۶، ۲۰ — ۱۶/ ۶، ۸، ۱۱، ۱۲، ۱۶، ۱۷ — ۱۷/ ۶، ۸، ۹، ۱۰، ۱۳، ۱۴ — ۱۸/ ۴، ۷، ۸، ۹، ۱۵ — ۱۹/ ۲، ۴، ۱۱ — ۱۹/ ۱۲، ۱۴، ۱۵، ۱۶ — ۲۰/ ۱۰، ۱۳، ۱۵ — ۲۱/ ۲، ۵، ۱۰، ۱۲ — ۲۱/ ۱۵، ۲۰ — ۲۲/ ۵، ۷، ۸، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۹ — ۲۳/ ۵، ۶، ۱۰، ۱۱، ۱۳، ۱۴، ۱۷ — ۲۴/ ۱، ۲، ۳، ۵، ۶، ۱۰، ۱۶ — ۲۵/ ۱، ۳، ۴، ۵، ۶، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷

۲۶/ ۲، ۳، ۴، ۱۶، ۱۹ — ۲۷/ ۱، ۳، ۹، ۱۸، ۱۹ — ۲۸/ ۱، ۳، ۴، ۵ — ۲۸/ ۱۰، ۱۵ — ۲۹/ ۱، ۲، ۳، ۷، ۹ — ۳۰/ ۹، ۱۰، ۱۳، ۱۴

عَذَابًا ۳/ ۱۴ — ۴/ ۱۴ — ۵/ ۳، ۱۰، ۱۲، ۱۷ — ۶/ ۱، ۲، ۴ — ۷/ ۵، ۱۴ — ۸/ ۱۱ — ۹/ ۱۱ — ۱۰/ ۱۲، ۱۶ — ۱۴/ ۱۸ — ۱۵/ ۱، ۹ — ۱۶/ ۲، ۱۳ — ۱۸/ ۱۷ — ۱۹/ ۲، ۱۷ — ۲۱/ ۱۷ — ۲۲/ ۴ — ۲۳/ ۱۳ — ۲۴/ ۱۸ — ۲۶/ ۱۰، ۱۱ — ۲۷/ ۴ — ۲۸/ ۳، ۱۸ — ۲۹/ ۱۱، ۱۳، ۲۰ — ۳۰/ ۱، ۲

عَذَابِكُمْ: تمہارا عذاب۔ عَذَابِ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ ۵/ ۱۸

عَذَابِنَا: ہمارا عذاب، ہماری مار، عَذَابِ مضاف نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ ۱۹/ ۱۵ — ۲۳/ ۹

عَذَابُهُ: اس کا عذاب، اس کی مار اس کی عقوبت، عذاب مضاف، ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ ۱۱/ ۱۰ — ۱۵/ ۶ — ۳۰/ ۱۴

عَذَابَهَا: اس کا عذاب، اس کی کلفت عَذَابَ مضاف، هَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ ۱۹/ ۴ — ۲۲/ ۱۶

عَذَابَهُمَا: ان دونوں کا عذاب، ان دونوں کا مارنا۔ ان دونوں کی سزا۔ عَذَابَ مضاف هُمَا ضمیر تثنیہ مذکر غائب مضاف الیہ ۱۸/ ۷۔

[۱] تفسیر کشاف ج ۱ ص ۱۲۶ طبع قدیم مطبوعہ مصر

عَذَابِیْ : میرا عذاب، میری مار، میری سزا
عَذَابٌ مضاف، ی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ
۹/۹ ب ۱۳/۱۴ ب ۱۴/۴

عَذْبٌ : شیریں، میٹھا، گوارا۔ امام راغب
نے لکھا ہے کہ مَاءٌ عَذْبٌ کے معنی عمدہ اور
ٹھنڈے پانی کے ہیں۔ عَذُوْبَۃٌ سے جس کے
معنی پانی کے خوشگوار اور میٹھے ہونے کے ہیں
صفت مشبہ کا صیغہ ہے، عِذَابٌ اور عُذُوْبٌ
جمع، ۱۹/۳ ب ۲۲/۱۴

عَذَّبَ : اس نے عذاب کیا، اس نے سزا
دی۔ تَعْذِیْبٌ سے جس کے معنی عذاب کرنے
اور دردناک سزا دینے کے ہیں ماضی کا صیغہ
واحد مذکر غائب۔ علامہ راغب لکھتے ہیں:
"عَذَّبَہٗ تَعْذِیْبًا کے معنی ہیں اکثر
حبسہ فی العذاب یعنی دیر تک اُسے
عذاب میں محبوس رکھا۔ ارشاد ہے لَاُعَذِّبَنَّہٗ
عَذَابًا شَدِیْدًا (میں اس کو سخت سزا
دوں گا) ب ۱/۱۰

عَذَّبْنَا : ہم نے عذاب دیا۔ ہم نے دردناک
سزا دی تَعْذِیْبٌ سے ماضی کا صیغہ جمع
متکلم ۲۶/۱۱۔

عَذَّبْنٰہَا : ہم نے اس کو عذاب کیا، ہم نے
اس کو بڑی بھاری سزا دی۔ عَذَّبْنَا ماضی کا صیغہ
جمع متکلم اور ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب ۲۸/۱۸

عَذَّبَہُمْ : اس نے اُن کو عذاب دیا، اس
نے ان کو سخت سزا دی عَذَّبَ تَعْذِیْبٌ سے
ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، ھُمْ ضمیر جمع
مذکر غائب ۲۸/۴

عُذْتُ : میں نے پناہ لی، میں نے پناہ پکڑی
عَوْذٌ سے ماضی کا صیغہ واحد متکلم۔ عُذْتُ
اصل میں عَوَذْتُ تھا واو متحرک ماقبل مفتوح
اس لیے الف سے بدلا گیا اور الف اجتماع ساکنین
کی وجہ سے حذف ہو گیا۔ پھر واو کی
رعایت سے عین کو ضمہ دے دیا۔ ملاحظہ
ہو اَعُوْذُ، ب ۲۴/۸ ب ۲۵/۱۴

عُذْرًا : عذر۔ الزام کو دور کرنا۔ سید
مرتضیٰ زبیدی تاج العروس میں لکھتے ہیں "عذر" کے
معنی معروف ہیں یعنی وہ دلیل کہ جس کے ذریعہ
معذرت پیش کی جاتی ہے۔ اور علامہ فیومی مصباح
میں فرماتے ہیں کہ یہ عَذَرَ یَعْذِرُ عُذْرًا فَھُوَ
مَعْذُوْرٌ سے جو باب ضَرَبَ سے آتا ہے اور جس کے معنی
ملامت کو دفع کرنے کے ہیں اسم یعنی حاصل مصدر

ہے اور اس کی ذال پر ضمہ بھی آتا ہے اور سکون بھی' اور
جمع اَعْذَارٌ ہے۔ اور امام راغب مفردات القرآن
میں رقمطراز ہیں :-
"بعض علماء نے کہا ہے کہ اصل میں عُذْرٌ
عَذِرَةٌ سے ہے جس کے معنی نجس شے کے
ہیں اور اسی لیے قلفہ (سرِ ذکر کا غلاف جس کو
ختنہ میں کاٹ کر پھینک دیتے ہیں) کو عُذْرَةٌ
کہتے ہیں۔ اور عَذَرْتُ الصَّبِیَّ کا استعمال
بچہ کی ختنہ کرنے کے لیے ہوتا ہے پس جس طرح
اس کے معنی یہ ہوئے کہ میں نے اس کو پاک
کر دیا۔ اور عُذْرَہ کو زائل کر دیا۔ اسی طرح عَذَرْتُ
فُلَانًا کے معنی یہ ہیں کہ میں نے اس شخص کا
قصور معاف کر کے اس کے گناہ کی نجاست
کا ازالہ کر دیا اور اسی طرح سے غَفَرْتُ لَہٗ کے
معنی ستوت ذنبہ کے ہیں یعنی میں نے
اس کے گناہ کو چھپا دیا۔"

اور ارشاد الٰہی عُذْرًا اَوْ نُذْرًا (الزام اُتار کو
یا ڈر سنانے کو) کے متعلق علامہ محمود آلوسی لکھتے ہیں کہ
"یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ دونوں مصدر ہوں
عُذْرًا عَذَرَ سے بمعنی برائی کو دور کرنے
کے اور نُذْرًا اَنْذَرَ سے جس کے معنی ڈرانے
کے ہیں اور دونوں فُعُلٌ کے وزن پر ہوں
جس طرح سے کہ شُکْرٌ اور کُفْرٌ
ہیں۔ عُذْرًا کا مصدر ہونا تو ظاہر ہے کیونکہ
فُعْلٌ مصادر ثلاثی میں سے ہے البتہ نُذْرٌ
کا مصدر ہونا خلاف قیاس ہے کیونکہ اَفْعَلَ
کا مصدر قاعدہ کے اعتبار سے اِفْعَالٌ ہونا
چاہیے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ اسم مصدر ہے
جیسے کہ طَاقَۃٌ ہے یا اس نَذَرَ کا مصدر
ہے جو بمعنی اَنْذَرَ ہے۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دونوں جمع ہی ہوں
عُذْرًا تو عَذِیْرٌ کی جمع ہو بمعنی معذرت کے
اور نُذْرًا، نَذِیْرٌ بمعنی اِنْذَارٌ (ڈرانا) کی
اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دونوں صفت ہوں
بمعنی عَاذِرِیْنَ (الزام اُتارنے والے) اور
مُنْذِرِیْنَ (ڈرانے والے)[1]"

اور تفسیر کبیر میں ہے کہ :-
عُذْرًا اور نُذْرًا میں دو مسئلے بحث طلب
ہیں۔ پہلا مسئلہ تو یہ ہے کہ اس میں دو قراءتیں
ہیں ایک تو تخفیف کی یعنی ذال کے سکون
کے ساتھ کہ جو ابو عمرو کی اور حفص کی روایت کے

[1] ملاحظہ ہو روح المعانی ج ۲۹ ص ۱۰۰ طبع جدید۔

مطابق عاصم کی قراءت ہے اور باقی قاریوں نے اس کو عُذُرًا اَوْ نُذُرًا (بالتثقیل یعنی ذال کے پیش کے ساتھ) پڑھا ہے۔ تخفیف کی صورت میں تو اس کے مصدر ہونے میں کوئی نزاع نہیں ہے۔ اور معنی ہیں اِعذَارٌ اور اِنذَارٌ کے یعنی الزام اُتارنے اور ڈرانے کے۔ لیکن تثقیل کی صورت میں ابو عبیدہ کا تو یہ خیال ہے کہ یہ جمع ہے مصدر نہیں، اور اخفش اور زجاج کی یہ رائے ہے کہ یہ مصدر ہی ہیں اور ضمہ اور سکون دونوں لغتیں ہیں۔ ابو علی بھی اخفش اور زجاج ہی کی تائید کرتے ہیں ان کا بیان ہے کہ عُذُرٌ اور عَذِیرٌ اور نُذُرٌ اور نَذِیرٌ ایسے ہی ہیں جیسے کہ نُکُرٌ اور نَکِیرٌ، ابو علی نے یہ بھی کہا ہے کہ جو لوگ عُذُرًا پڑھتے ہیں۔ ان کی قرأت پر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عُذُرًا عَاذِرٌ کی جمع ہو جیسے کہ شُرُفٌ شَارِفٌ کی جمع ہے اور اسی طرح نُذُرٌ ہو سکتا ہے کہ نَذِیرٌ کی جمع ہو ارشاد ہے ھٰذَا نَذِیْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰی (یہ ایک ڈر سنانے والا ہے پہلے سنانے والوں کا)

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اس کے نصب میں تین وجہیں ہیں۔ دو وجہیں تو مصدر ہونے کی صورت میں ہیں۔

(۱) ذِکْرًا سے بر بنائے بدل مفعول ہے

(۲) مفعول لہٗ ہے اور معنی ہیں فَالْمُلْقِیَاتِ ذِکْرًا لِلْاِعْذَارِ وَالْاِنْذَارِ (یعنی ذکر کا القاء کرنے والے الزام اتارنے کو اور ڈرانے کو۔

(۳) اور جمع ہونے کی صورت میں نصب اس بنا پر ہے کہ یہ اِلقاءٌ سے حال ہے اور تقدیر عبارت یہ ہے فالملقیات ذکرا حال کونھم عاذرین او منذرین یعنی ذکر کا القاء کرنے والے دراں حالیکہ وہ الزام اتارنے والے یا ڈرانے والے ہیں؎ (ملاحظہ ہو تَعْتَذِرُوْا ۱۲/۱ ۲۹/۲۱ ۔

فصل الراء المهملة

عَرَآءٌ: چٹیل میدان کہ جس میں گھاس نہ ہو علامہ فیومی نے مصباح میں اس کے معنی اس وسیع جگہ کے لکھے ہیں کہ جہاں اوٹ نہ ہو۔ اور امام ابوبکر

؎ تفسیر کبیر سورۂ والصّٰفّٰت ۱

سجستانی عزیزی کے نزہۃ القلوب فی تفسیر غریب القرآن میں یہ الفاظ ہیں۔

"عَرَاء وہ کھلی جگہ ہے کہ جس میں درخت وغیرہ کی اوٹ نہ لی جاسکے نیز روئے زمین کو بھی عَرَاء کہتے ہیں"

امام فخر الدین رازی نے اس کے معنی خالی جگہ کے لکھے ہیں اور ابو عبیدہ سے نقل کیا ہے کہ خالی مقام کو عَرَاء اسی لیے کہا جاتا ہے کہ وہاں نہ تو درخت ہوتے ہیں اور نہ اس قسم کی اور کوئی چیز ہوتی ہے کہ جو اس جگہ کو ڈھانپ سکے[1]۔ اس کی جمع اَعْرَاء ہے۔ ۲۳/۹ ۲۹/۴ ۔

عُرُبًا: سہاگ والیاں۔ پیار دلانے والیاں محبوبائیں۔ عَرُوْبٌ کی جمع جو بروزن فَعُوْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے جس کے معنی اس عورت کے ہیں کہ جو اپنے ناز و انداز کی وجہ سے اپنے شوہر کی محبوبہ ہو نیز اپنی فراست کی بنا پر اس کی مزاج شناس بھی ہو۔ عَرَبٌ کا مادہ چونکہ اظہار کو بتاتا ہے اس بنا پر امام راغب اصفہانی نے مفردات میں اس کے معنی یہ لکھے ہیں:۔

"اِمْرَأَةٌ عَرُوْبٌ وہ عورت کہ جو زبان حال سے اپنی عفت اور اپنے شوہر کی محبت کا اظہار کرے۔ عُرُبٌ اسی کی جمع ہے"

امام محمد بن اسماعیل بخاری نے اپنی صحیح میں عُرُبًا کی تفسیر کی ہے اَلْمُتَحَبِّبَاتُ اِلٰی اَزْوَاجِهِنَّ جو اپنے شوہروں کو محبوب ہوں، امام بخاری فرماتے ہیں۔

"عُرُبٌ بالضم ہے اور اس کا واحد عَرُوْبٌ ہے جیسے کہ صَبُوْرٌ اور صُبُرٌ میں عَرُوْبٌ کو اہل مکہ عَرِبَۃ کہتے ہیں اور اہل مدینہ غَنِجَۃ اور اہل عراق شَکِلَۃ"[1]

اور ابن ابی حاتم نے زید بن اسلم سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی شیریں کلام کے ہیں اور بطریق جعفر بن محمد عن ابیہ عن جدہ مرفوعاً خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نقل کیا ہے کہ عُرُبٌ کے معنی ان عورتوں کے ہیں جن کی زبان عربی ہو۔ لیکن حافظ ابن حجر عسقلانی نے تصریح کی ہے کہ یہ روایت ضعیف اور منقطع ہے[2]۔ اور طبری نے تمیم بن حذام سے عَرِبَۃ کے معنی ایسی عورت کے نقل کیے ہیں کہ جو شوہر کی

---

[1] تفسیر کبیر۔ ج ۸۔ ص ۱۶۵

[1] صحیح بخاری تفسیر سورۃ الواقعہ۔

[2] اور علامہ آلوسی لکھتے ہیں لا اظن لھذا صحۃ و التفسیر بالمحببات ھو الذی علیہ الاکثر یعنی میں اسے صحیح نہیں خیال کرتا۔ اور محبوباؤں کی تفسیر پر ہی اکثر علماء ہیں (روح المعانی ج ۲۷۔ ص ۱۴۲ طبع مصر۔

اطاعت گذار ہو اور فرمانبردار ہو اور عبداللہ بن عبید بن عمیر مکی سے یہ نقل کیا ہے کہ عَرِبَۃٌ وہ عورت ہے جو اپنے شوہر کو چاہے۔[1]

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر ان الفاظ میں فرمائی ہے:-

العرب العواشق	یعنی عُرُبٌ کے معنی ہیں وہ
لازواجھن و	عورتیں کہ جو اپنے شوہروں
ازواجھن لھن	کی عاشق ہوں، اور ان کے
عاشقون۔	شوہر ان کے عاشق ہوں

حافظ ابن کثیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مذکورہ بالا تفسیر کو نقل کر کے فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن سرجس، مجاہد، عکرمہ، ابو العالیہ یحییٰ بن ابی کثیر، عطیہ، حسن بصری، قتادہ اور ضحاک وغیرہ نے بھی یہی کہا ہے۔[2] ۲۶/۱۴

عَرَبِیٌّ: عربی۔ جو عرب کی طرف منسوب ہو یہ اسم منسوب ہے۔ اور یا اس میں نسبت کے لیے ہے۔ علامہ ناصر بن عبدالسید مطرزی "المغرب" میں لکھتے ہیں:-

"عَرَبِیٌّ "عرب" کا واحد ہے عرب وہ لوگ ہیں جو ملک عرب کے شہروں اور دیہاتوں کے باشندے ہیں"

اور علامہ فیومی مصباح میں ارقام فرماتے ہیں:-

"لفظ "عرب" اسم مونث ہے۔ اسی لیے اس کی صفت بھی مونث آتی ہے چنانچہ بولتے ہیں العرب العاربۃ، العرب العرباء عرب وہ ہیں جو عجم کے سوا ہیں اور "رجل عربی" وہ شخص ہے جس کا نسب عرب میں ثابت ہو گو وہ فصیح نہ ہو"

امام راغب اصفہانی نے مفردات القرآن میں لفظ عربی کے حسب ذیل معانی سپرد قلم فرمائے ہیں

۱- المفصح یعنی وہ شخص جو فصاحت اور صفائی کے ساتھ اظہار مدعا کر سکے۔

۲- الفصیح البین من الکلام یعنی وہ کلام جو فصیح اور صاف ہو۔ چنانچہ آیات ذیل میں عَرَبِیٌّ سے یہی مراد ہے قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا، بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ مُّبِیْنٍ، فُصِّلَتْ اٰیٰتُہٗ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا۔

۳- حُکْمًا عَرَبِیًّا کے معنی ہیں وہ صاف اور واضح حکم جو حق کو حق کر دکھائے اور باطل کو باطل

---

[1] ملاحظہ ہو فتح الباری ج ۶ ص ۲۲۸ طبع میریہ مصر۔
[2] تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۲۹۲۔ طبع مصر ۱۳۶۷ھ۔

۱۴/۲۰ ۱۹/۱۵ ۲۲/۱۹ عَرَبِیًّا ۱۲/۱۱ ۱۳/۱۱ ۱۶/۱۵
۲۳/۱ ۲۴/۱۵ ۲۵/۲۷ ۲۶/۲

عُرْجُوْنِ ، کھجور کی ٹہنی ، شاخ خرما ، عرجون اصل میں کھجور کے گچھے کی وہ شاخ ہے جس میں اس گچھے کی جڑ ہوتی ہے یہ ٹیڑھی ہوتی ہے اور گچھے کو کاٹ لینے کے بعد درخت پر خشک ہو کر باقی رہتی ہے عَرَاجِیْن ، جمع ، علامہ محمود آلوسی فرماتے ہیں :-

"عُرْجُون کا نون جیسا کہ زجاج نے بیان کیا ہے زائد ہے اور اس کا وزن فُعْلُون ہے۔ یہ اِنْعِرَاج سے بنا ہے جس کے معنی ٹیڑھے ہونے اور مڑ جانے کے ہیں۔

اور ایک جماعت اس طرف گئی ہے اور یہی راغب اور سمین اور صاحب قاموس کا مختار ہے کہ اس کا نون اصلی ہے اس صورت میں اس کا وزن فُعْلُول ہے"[1]

۲۳/۲

عَرْش ، عرش ، تخت شاہی - امام ابوبکر عزیزی سجستانی نزہۃ القلوب میں فرماتے ہیں -

"عرش کے معنی تخت شاہی کے ہیں چنانچہ آیت ذیل میں عرش سے یہی مراد ہے وَ رَفَعَ اَبَوَیْهِ عَلَى الْعَرْشِ (اور اونچا بٹھایا اپنے ماں باپ کو تخت پر) اور فرمایا اَهٰكَذَا عَرْشُكِ (کیا تیرا تخت بھی ایسا ہی ہے)"

اور امام راغب اصفہانی ، مفردات القرآن میں رقمطراز ہیں -

"عرش اصل میں مُسَقَّف شئے کو کہتے ہیں اور اس کی جمع عُرُوْش ہے - ارشاد ہے وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا (اور وہ اپنی چھتریوں کے بل گرا پڑا تھا) اور اسی اعتبار سے عَرَشْتُ الْكَرْمَ اور عَرَّشْتُ الْكَرْمَ کے معنی انگور کی بیلوں کے لیے ٹٹیاں اور چھتریاں لگانے کے آتے ہیں - ارشاد ہے مَعْرُوْشٰتٍ وَّ غَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ (ٹٹیوں پر چڑھائے ہوئے اور بغیر چڑھائے ہوئے) اور وَمِنَ الشَّجَرِ وَ مِمَّا يَعْرِشُوْنَ (درختوں میں اور جہاں چھتریاں ڈالتے ہیں) اور وَ مَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ میں يَعْرِشُوْنَ کے معنی ابو عبیدہ نے يَبْنُوْنَ کے کیے ہیں یعنی جو عمارتیں وہ بناتے تھے -

اور بادشاہ کے بیٹھنے کی جگہ کو بھی اسی اعتبار سے عرش کہتے ہیں کہ وہ بلند ہوتی ہے چنانچہ

---

[1] روح المعانی - ج ۲۳ - ص ۲۰ -

ارشاد ہے وَرَفَعَ اَبَوَیْهِ عَلَى الْعَرْشِ
اَیُّکُمْ یَاْتِیْنِیْ بِعَرْشِهَا، نَکِّرُوْا لَهَا
عَرْشَهَا، اَهٰکَذَا عَرْشُكِ۔
اور کبھی عرش عزت غلبہ اور سلطنت سے بھی
کنایہ ہوتا ہے محاورہ ہے فلان ثُلَّ عرشہ
یعنی فلاں کی عزت خاک میں مل گئی اور بیان کیا
جاتا ہے کہ کسی شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ
کو خواب میں دیکھا تو اُن سے پوچھا کہ خدا کا آپ
کے ساتھ کیا معاملہ رہا جواب دیا لولا ان
ان تدارکنی اللہ برحمتہ لَثُلَّ عرشی
اگر خدا اپنی رحمت سے میری دستگیری نہ فرماتا
تو بس میری عزت ختم تھی۔
اور "عرش اللہ" کے متعلق بشر کو بجز نام کے
اس کی کچھ حقیقت معلوم نہیں اور عوام کے اوہام
اس بارے میں جس طرف جاتے ہیں وہ صحیح
نہیں کیوں کہ اس صورت میں عرش
ذات باری کا حامل ہوگا نہ کہ محمول، حالانکہ
ذات الہی اس سے بالاتر ہے کہ کوئی چیز
اُسے اُٹھا سکے، خود حق تعالےٰ کا ارشاد ہے
اِنَّ اللّٰهَ یُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
اَنْ تَزُوْلَا وَلَئِنْ زَالَتَاۤ اِنْ اَمْسَكَهُمَا
مِنْ اَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهٖ (بلاشبہ اللہ تھام
رہا ہے آسمانوں کو اور زمین کو کہ ٹل نہ جائیں
اور اگر ٹل جاویں تو اس کے سوا کوئی تھام
نہیں سکتا)
اور ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ عرش فلک
اعلیٰ (آسمان نہم) ہے اور کرسی فلک ثوابت
(یعنی آسمان ہشتم)، یہ گروہ اس روایت سے
استدلال کرتا ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ
وسلم سے منقول ہے کہ ساتوں آسمان اور
ساتوں زمینیں کرسی کے مقابلہ میں ایسی
ہیں جیسے جنگل بیابان میں کوئی انگوٹھی پڑی
ہو اور یہی حال کرسی کا عرش کے مقابلہ
میں ہے۔
اور یہ جو ارشاد ہے وَکَانَ عَرْشُهٗ عَلَى
الْمَآءِ (اور تھا تخت اس کا پانی پر) یہ اس
پر تنبیہ ہے کہ "عرش" جب سے وجود
میں آیا پانی کے اوپر ہی رہا۔
اور ذُوالْعَرْشِ الْمَجِیْدُ (مالک تخت کا
بڑی شان والا) اور رَفِیْعُ الدَّرَجٰتِ
ذُوالْعَرْشِ (درجوں کو بلند کرنے والا تخت کا
مالک) نیز اسی طرح کی جو اور آیات ہیں ان کے

متعلق کہا گیا ہے کہ یہ حق تعالیٰ شانہ کی سلطنت و مملکت کی طرف اشارہ ہے اور اس کے مستقر کا بیان نہیں ہے کیوں کہ اس کی ذات عالی اس سے بالا ہے"

اور امام ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی المتوفی ۴۵۸ھ کتاب الاسماء والصفات میں لکھتے ہیں:۔

مفسرین کے اقوال یہی ہیں کہ عرش سے مراد تخت ہی ہے اور یہ ایک جسم مجسم ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے اور فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اُسے اُٹھائے رکھیں اور اس کی تعظیم اور طواف کے ذریعہ عبادت کو بجا لائیں، جس طرح سے کہ زمین میں اس نے ایک گھر پیدا فرمایا اور نبی آدم کو حکم دیا کہ اس کا طواف کریں اور نماز میں اس کی طرف منہ کیا کریں" لے

اور امام عبدالوہاب شعرانی الیواقیت والجواہر فی عقائد الاکابر میں ارقام فرماتے ہیں:۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ عَرْش کو عظیم، کریم اور مجید تین ناموں سے موسوم کرنے کی کیا وجہ ہے کیا یہ الفاظ مترادف ہیں یا نہیں۔

تو جواب یہ ہے کہ یہ مترادف نہیں ہیں بلکہ عرش کو اگر اس کے احاطہ کی حیثیت سے دیکھو تو "وہ عظیم" ہے کیوں کہ سب اجسام سے بڑا ہے اور اس حیثیت سے کہ اس کو ان سب پر فوقیت دی گئی ہے کہ جن کا وہ احاطہ کیے ہوئے ہے وہ "کریم" ہے اور اس حیثیت سے کہ کوئی اور جسم اس کا احاطہ کر سکے اس سے وہ بالا ہے وہ "مجید" ہے۔

پ۸/۱۴، پ۱۱/۵،۶، پ۱۳/۵،۷، پ۱۵/۵، پ۱۶/۱۰، پ۱۷/۲، پ۱۸/۵،۶
پ۱۹/۳،۷، پ۲۱/۱۴، پ۲۴/۵،۶،۷، پ۲۵/۱۳، پ۲۷/۱۶، پ۲۹/۵
پ۳۰/۶،۱۰

عَرْشُكِ : تیرا تخت، عرش مضاف ضمیر واحد مؤنث حاضر مضاف الیہ، پ۱۹/۱۸

عَرْشُهٗ : اس کا عرش عَرْشُہٗ مضاف، ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ پ۱۲/۱

عَرْشِهَا : اس کا تخت، عَرْشِ مضاف ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ پ۱۹/۱۸

عَرَضٌ : مال متاع، سامان، اسباب، امام راغب مفردات القرآن میں لکھتے ہیں:

"عَرَض وہ ہے جس کو ثبات نہ ہو متکلمین جو

لے کتاب مذکور ص ۲۸۱ طبع انوار احمدی الہ آباد — ؎ کتاب مذکور۔ ج ۱۔ ص ۹۱ طبع مصر۔

"عرض" کی یہ تعریف کرتے ہیں کہ عرض "وہ ہے جس کا قیام بغیر جوہر کے نہ ہو جیسے کہ زنگ اور مزہ ہے" سو یہ تعریف اسی سے مستعار ہے اور یہ جو بولا جاتا ہے الدنیا عرض حاضر (جو مال متاع اب ہے اس کا نام دنیا ہے) یہ بھی دنیا کی بے ثباتی ہی بتانے کے لیے ہے۔ ارشاد ہے تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَ اللّٰهُ يُرِيدُ الْاٰخِرَةَ (تم چاہتے ہو جنس دنیا کی اور اللہ چاہتا ہے آخرت) اور فرمایا۔ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى (لیتے ہیں اسباب اس ادنیٰ زندگی کا) اور لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا کے معنی ہیں، اگر کچھ آسان سا مطلب ہوتا"

اور علامہ سید مرتضیٰ زبیدی تاج العروس من جواہر القاموس میں ارقام فرماتے ہیں:۔

"عَرَضٌ کے معنی ہیں دنیا کے مٹ جانے والے مال و متاع کے، اور عَرْضٌ سکون را کے ساتھ سونے چاندی کے علاوہ جو کچھ بھی دنیوی اثاثہ اور ساز و سامان ہوتا ہے اس کو کہتے ہیں اور جمع عُرُوْضٌ آتی ہے۔ لہٰذا ہر عَرْضٌ، عَرَضٌ ہے اور ہر عَرَضٌ عَرْضٌ نہیں اور جو کچھ بھی تھوڑا یا بہت مال ہو اس کو "عرض الدنیا" بولتے ہیں، صحاح میں مثل نقل کی ہے الدنیا عَرَضٌ حَاضِرٌ يَاْكُلُ مِنْهُ الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ (دنیا موجودہ مال و متاع کا نام ہے جس میں سے نیک بھی کھاتا ہے اور بدکار بھی) لیکن یہ مرفوع حدیث ہے جس کے راوی حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ ہیں، ایک اور حدیث ہے لیس الغنی عن کثرۃ العرض انما الغنی غنی النفس (غناء دنیوی مال و اسباب کی زیادتی کا نام نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ "غنا" تو اصل میں دل کا غنی ہونا ہے) اصمعی نے کہا ہے کہ دنیا کا ناپائیدار اثاثہ اور جو کچھ انسان دنیا میں حاصل کر لیتا ہے وہ عرض ہے اور ارشاد الٰہی يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَ يَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا (اس دنیائے دنی کا مال و متاع لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہماری ضرور مغفرت ہو جائے گی) فیصلوں کے بارے میں ان کے رشوت لینے کا بیان ہے اور ابو عبیدہ نے کہا ہے کہ جمیع متاع الدنیا عرض بفتح الراء یعنی عَرَض را کے زبر کے ساتھ

دنیا کے سارے مال و اسباب کو کہتے ہیں۔
اور لو کمان عَرَضًا قَرِيبًا میں عرض
سے مراد مال غنیمت ہے نیز عرض کے معنی طمع
کے بھی آتے ہیں"
دنیوی اثاثہ کو عَرَض کیوں کہتے ہیں اس کی وجہ
قاضی شوکانی نے یہ لکھی ہے۔

وسمی متاع الدنیا عرضا	متاع دنیوی کا نام "عرض"
لانہ عارض زائل	اس لیے پڑا کہ وہ بھی عارضی
غیر ثابت۔	فانی اور ناپائیدار ہوتی ہے

$\frac{5}{10}$ ب $\frac{9}{11}$ ب $\frac{10}{5}$ ب $\frac{30}{10}$ عَرَضًا $\frac{10}{12}$
عُرِضَ : وہ پیش کیا گیا، وہ روبرو لایا گیا،
عُرِضَ سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب
(ملاحظہ ہو تُعْرَضُونَ اور عَرَضًا) $\frac{23}{12}$
عَرْضًا : روبرو لانا۔ پیش کرنا، عَرَضَ یَعْرِضُ
کا مصدر ہے یہ لازم اور متعدی دونوں طرح
مستعمل ہے یعنی پیش ہونا اور پیش کرنا، لیکن
یہاں یہ متعدی ہے۔ $\frac{16}{2}$
عَرَّضْتُمْ : تم نے پردہ میں بات کی تم نے
اشارتاً کنایتاً کہا، تم نے مبہم کہا تعریض سے جس
کے معنی بغیر کھولے بات کہہ دینے کے ہیں ماضی کا

صیغہ جمع مذکر حاضر۔ امام ابوجعفر بیہقی نے تاج المصادر
میں تَعْرِيضٌ کا ترجمہ لکھا ہے "سخن سربستہ
گفتن" اور امام ابوبکر محمد بن عزیز سجستانی
نزہۃ القلوب میں لکھتے ہیں۔

التعریض الایماء	"تعریض" کے معنی ہیں بغیر
والتلویح من	کھولے اور صاف بتائے
غیر کشف ولا	کسی بات کو ایما و اشارہ میں
تبیین۔	کہہ ڈالنا۔

اور علامہ راغب اصفہانی مفردات القرآن
میں فرماتے ہیں؛

التعریض کلام	"تعریض" وہ گفتگو ہے جس
لہ وجہان من	کے دو پہلو ہوں ایک صحیح
صدق وکذب	دوسرا غلط یا ایک ظاہری
اوظاہر وباطن	پہلو ہو اور دوسرا باطنی

اور قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی تفسیر مظہری
میں رقمطراز ہیں۔

التعریض من	"تعریض" وہ کلام ہے جس سے
الکلام ما یفہم بہ	سننے والا کہنے والے کی مراد
السامع مراد المتکلم	سمجھ جاتے حالانکہ لفظ اس
من غیر ان یکون	مراد کے لیے نہ حقیقتاً وضع

لہ فتح القدیر۔ ج ۱۔ ص ۴۴۶ طبع مصر۔

اللفظ موضوعاً المراده　کیا گیا ہو نہ مجازاً
حقیقۃً ولا مجازاً[1]

اور امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں ارقام فرماتے ہیں
"تعریض لغت میں تصریح کی ضد ہے اور اس
کے معنی ہیں اپنے کلام میں ایسی چیز کو لے آنا کہ
جو اپنے مقصود پر بھی دلالت کی صلاحیت
رکھتی ہو اور غیر مقصود پر بھی مگر جانبِ مقصود کی
طرف اس کی رہنمائی زیادہ مکمل اور زیادہ راجح
ہو۔ یہ اصل میں عرض الشیئ سے ماخوذ
ہے جس کے معنی جانب اور کنارے کے
ہیں۔ گویا تعریض کرنے والا شخص اپنے مقصد
کے گرد گھومتا تو ہے مگر اسے ظاہر نہیں کرتا
اس کی مثال یہ ہے کہ ایک حاجتمند شخص
ایک شخص سے کہ جو اس کی حاجت برآری
کر سکتا ہو کہنے لگے میں تو حضور کے سلام
کو حاضر ہوا ہوں، اور محض آپ کی زیارت
کو آیا ہوں۔ اسی معنی میں یہ مصرعہ ہے۔ ع
وحسبك بالتسليم مني تقاضيا (تجھ سے
تقاضے کو میرا اسلام کافی ہے۔) "تعریض" کو
کبھی "تلویح" سے بھی موسوم کرتے ہیں کیوں کہ
(تلویح کے معنی اشارہ کرنے کے ہیں اور)
"تعریض" متکلم کی مراد کی طرف اشارہ ہوتا
ہے۔

"کنایہ" اور "تعریض" میں فرق یہ ہے کہ کنایہ
کسی شے کا اس طرح ذکر کرنا ہے کہ اس کے
لوازم کو ذکر کر دیا جائے مثلاً فلان طویل
النجاد (لمبے پر تلے والا) اس کے طویل القامت
ہونے سے "کنایہ" ہو اور کثیر الرماد (بڑی
راکھ والا) اس کے بڑے مہمان نواز ہونے
سے[2] اور "تعریض" یہ ہے کہ تم ایسی بات ذکر
کرو جس میں تمہارے مقصود کا بھی احتمال ہو
اور غیر مقصود کا بھی مگر تمہارے قرائن احوال
اسی بات کے موید ہوں کہ اسے تمہارے ہی
مقصود پر محمول کیا جائے[3]"

بعض محققین نے ثابت کیا ہے کہ تعریض اور
کنایہ میں عموم خصوص من وجہ ہے[4] چنانچہ حاجتمند کا

---

[1] تفسیر مظہری ج ۱ ص ۳۲۰ طبع دہلی [2] ظاہر ہے کہ جو طویل القامت ہوگا اس کے لیے لازم ہے کہ پرتلا بھی لمبا ہی رکھے۔ اسی طرح جو بڑا مہمان نواز ہوگا اس کے یہاں کھانا بھی خوب پکے گا جس کا لازمی نتیجہ ہے کہ اس کے چولہوں کی راکھ بھی بہت ہوگی۔ منہ [3] تفسیر کبیر ج ۲ ص ۲۹۸ طبع قدیم [4] عموم خصوص من وجہ کے لیے ملاحظہ ہو لفظ (رسول)

یہ کہنا کہ جئتك لاسلم علیك (میں آپ کے سلام
کو حاضر ہوا ہوں) "کنایہ" بھی ہے اور "تعریض" بھی
اور ہو یدعو بیل النجاد "کنایہ" ہے "تعریض" نہیں
اور مثلاً ایک شخص تمہیں ایذا دیتا ہے اور تم اس کی
موجودگی میں بغیر اس کو مخاطب کیے کہتے ہو اٰذیتنی
فستعرف (تو نے مجھے ستایا ہے مگر اب تجھے پتہ
چلے گا) یہ موذی کو "تعریض" کی صورت میں دھمکی
ہے مگر "کنایہ" یہ نہیں ہے[1]۔

یہاں "تعریض" سے مراد ہے عورت کو اس کی
عدت میں در پردہ اپنے سے نکاح کا پیغام
سُنا دینا۔ شاہ عبد القادر صاحب دہلوی موضح القرآن
میں لکھتے ہیں:-

یعنی عورت ایک خاوند سے چھوٹی ہے اور عدت
میں ہے تب تک کسی اور کو روا نہیں کہ
اس سے نکاح باندھ لیوے یا صاف
وعدہ کر رکھے، مگر دل میں نیت رکھے کہ یہ
فارغ ہوگی تو میں نکاح کرونگا یا اس کو پردہ
میں سُنا رکھے تا اس سے پہلے کوئی اور نہ کہہ
بیٹھے، پردہ (یعنی تعریض) یہ کہ ایک بات
کہہ دے مدح سی، مثلاً عورت کو کہے کہ تجھ کو
ہر کوئی عزیز کرے گا یا کہے مجھ کو ارادہ نکاح ہے"

۲/۱۴

عَرَضْنَا : ہم نے پیش کیا، ہم نے روبرو کیا،
عَرَضَ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم (ملاحظہ ہو
عَرَضْنَا ، ۱۶/۹ ، ۲۲/۹)

عُرِضُوْا : وہ پیش کیے گئے، وہ روبرو کیے گئے
عَرَضَ سے ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب

۱۵/۱۸

عُرْضَةً : نشانہ، ہتھکنڈا، آڑ، علامہ سید
محمود آلوسی حنفی روح المعانی میں لکھتے ہیں۔
"عُرْضَةً بروزن فُعْلَة بمعنی مفعول ہے
جیسے کہ قُبْضَة اور غُرْفَة ہیں اور یہ یہاں
یا تو عرض الشیٔ سے ہے جو باب نَصَرَ یا
ضَرَبَ سے ہے، اور اس کے معنی ہیں
جعلہ معترضا یعنی اس چیز کو آڑ بنالیا
یا عرضہ للبیع عرضا سے جو باب
ضَرَبَ سے مستعمل ہے اور جس کے معنی
آتے ہیں کسی چیز کو فروخت کے لیے پیش
کر دینا، اور سودے کے لیے لاکھڑا کرنا"[2]
اور علامہ ابوبکر بن العربی، احکام القرآن میں

---

[1] تفسیر روح المعانی۔ ج ۲۔ ص ۱۵۰

[2] ایضاً۔ ج ۲۔ ص ۱۲۶۔

عُرْضَۃٌ کی شرح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔
"ع۔ ر۔ ض کا مجموعہ عربی زبان میں مختلف معانی
میں گردش کرتا رہتا ہے مگر ان سب معانی
کا مرجع ہے منع کرنا، کیوں کہ جو چیز
بھی عارض ہو جاتی ہے وہ مانع بن جاتی
ہے چنانچہ آسمان پر جو ابر چھا جاتا ہے اس
کو اسی لیے عارض کہتے ہیں کہ وہ آسمان
چاند، سورج اور ستاروں کے دیکھنے سے
مانع ہوتا ہے۔ محاورہ ہے ھٰذَا عُرْضَۃٌ
یعنی یہ تو تمہارا بہانہ اور ہتھکنڈا ہے جسے
تم پر اس چیز کے لیے کام میں لاسکتے ہو جو تمہیں
درپیش ہو" [۱]

آیہ شریفہ لَا تَجْعَلُوا اللّٰہَ عُرْضَۃً لِّاَیْمَانِکُمْ
(اور اللہ کو اپنی قسموں کے لیے آڑ (یا بہانہ) نہ بناؤ)
کی دو تفسیریں کی ہیں ایک یہ کہ کسی اچھے کام کے نہ
کرنے پر خدا کی قسم نہ کھا بیٹھو اور جب اس کے کرنے
کو کہا جائے تو پھر قسم کی آڑ نہ لو، اس تفسیر پر
عُرْضَۃٌ کے معنی ہوئے مانع اور آڑ کے اور دوسری
یہ کہ مطلب نکالنے کے لیے بات بات پر اللہ کی
قسم نہ کھایا کرو، کہ اس صورت میں اللہ کا باعزت
نام تمہاری قسموں کا نشانہ بن جائے گا۔ اور تم ہر وقت
قسم کے ذریعہ کام نکالنے کی فکر میں لگے رہو گے
اس تفسیر پر عُرْضَۃٌ کا ترجمہ ہتھکنڈا، نشانہ اور بہانہ
کرنا چاہیئے۔ بہرحال آیۂ شریفہ میں دونوں باتوں
کی ممانعت ہے۔ ۲/۱۲

عَرْضُهَا : اس کی وسعت، اس کا چوڑاؤ،
اس کا پھیلاؤ، عرضُ مضاف، ھا ضمیر واحد
مؤنث غائب مضاف الیہ، امام ابوبکر سجستانی نے
لکھا ہے کہ عَرْضُ کے معنی یہاں وسعت کے
ہیں اور اس سے مراد وہ عرض نہیں ہے جو طول
کے خلاف ہے [۲] لیکن امام راغب اصفہانی،
مفردات القرآن میں فرماتے ہیں:-
"آیہ شریفہ وَجَنَّۃٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَ
الْاَرْضُ (اور جنت جس کا پھیلاؤ ہے آسمان
اور زمین) میں بعض نے تو یہ کہا ہے کہ یہ وہی
عرض ہے جو طول کے برخلاف ہے اور
اس کے تصور کی مختلف صورتوں میں
ایک یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس سے مراد یہ ہو
کہ جنت کی چوڑائی عالم آخرت میں اتنی ہوگی
جتنی کہ اس عالم میں آسمانوں اور زمین کی ہے

[۱] احکام القرآن، از ابن العربی، ج ۱، ص ۴، طبع مصر ۱۳۳۱ھ [۲] نزہۃ القلوب۔

کیوں کہ ارشاد ہوتا ہے یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ (جس روز دوسری زمین بدل دی جاوے گی اس زمین کے علاوہ اور آسمان) اور یہ بالکل ممکن ہے کہ آسمان اور زمین عالم آخرت میں موجود عالم سے بہت بڑے ہوں۔

اور بعض یہ کہتے ہیں کہ عرض سے مراد اس کی وسعت (یعنی گنجائش) ہے لیکن پیمائش کے لحاظ سے نہیں بلکہ مسرت اور خوشی کے اعتبار سے جس طرح سے کہ اس کے بالکل مخالف مفہوم میں یہ محاورہ مستعمل ہے الدنیا علی فلان کحلقۃ خاتم وکفۃ حابل (دنیا تو فلانے پر انگشتری کے حلقہ اور شکاری کے جال کی طرح (تنگ) ہو گئی ہے) اور اسی طرح یہ بھی محاورہ ہے سعۃ هٰذه الدار کسعۃ الارض (اس گھر کی وسعت تو روئے زمین کی وسعت کے برابر ہے)

اور بعض کہتے ہیں کہ عرض یہاں عرض البیع سے ماخوذ ہے کہ جب کوئی چیز کسی سامان کے عوض بیچ ڈالی جاتی ہے تو بولتے ہیں بیع کذا بالعرض یعنی یہ چیز اس سودے کے عوض فروخت کی گئی۔ اس صورت میں عرض کے معنی اس کے بدلے اور عوض کے ہوں گے جس طرح کہ بولا جاتا ہے عرض هٰذا الثوب کذا وکذا (اس کپڑے کا بدلہ یعنی معاوضہ یہ ہے)" ۴/۵ پ ۲۷/۱۹

عَرَضَهُمْ : اس نے ان کو پیش کیا۔ اس نے ان کو روبرو کیا۔ اس نے ان کو سامنے کیا۔ عَرَضَ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب (ملاحظہ ہو عَرَضًا) ۱/۴

عُرْفٍ : پسندیدہ کام۔ نیک کام۔ نیکی عَرَفَ يَعْرِفُ سے جس کا استعمال جاننے پہچاننے کے لیے ہوتا ہے بروزن فُعْلٌ اسم ہے بمعنی مَعْرُوْفٌ کے۔ امام رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں۔

العرف والعارفۃ	عُرْفٌ، عَارِفَۃٌ اور مَعْرُوْفٌ
والمعروف هو کل	ہر اس امر کو کہتے ہیں جس کے
امر عرف انہ لابد	متعلق معلوم ہو کہ اس کا کرنا
من الاتیان بہ	ضروری اور اس کا ہونا
ان وجوده خیر	اس کے نہ ہونے سے
من عدمہ [1]	بہتر ہے۔

[1] تفسیر کبیر ج ۴ ص ۹۵۴ مطبوعہ مصر طبع قدیم۔

قاضی شوکانی نے "عرف" کے معنی لکھتے ہر وہ اچھی خصلت جس کو عقل پسند کرے اور جی اس پر مطمئن ہو"۔[1] پ ۹/۱۴

عُرْفًا: نیکی، احسان، بخشش، متواتر پے بہ پے

"عرف" کا استعمال دو معنی میں ہوتا ہے ایک معنی معروف یعنی نیکی اور نیک کام اور دوسرے معنی پے در پے کے، محاورہ ہے جاء القوم عرفاً عرفاً یعنی لوگ پیاپے اور لگاتار ایک دوسرے کے پیچھے آئے، اس معنی میں یہ عُرف الفرس سے ماخوذ ہے "عرف فرس" گھوڑے کے ایال کو کہتے ہیں یعنی جس طرح ایال کے بال لگاتار ایک دوسرے کے پیچھے ہوتے ہیں اسی طرح لوگوں کی آمد و رفت ہوئی۔ آیہ کریمہ وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا میں دونوں معنی کیے گئے ہیں یعنی نیکی اور خوبی کے ساتھ بھیجی ہوئی یا پے در پے بھیجی ہوئی، اس کے منصوب ہونے کی چار وجہیں ہو سکتی ہیں (۱) مفعول لہ ہونے کی بنا پر منصوب ہو یعنی المرسلات لاجل العرف اس صورت میں "عرف" بمعنی خوبی و احسان ہوگا (۲) حال ہو بمعنی متتابعۃً پیاپے یعنی اس حال میں بھیجی گئیں کہ وہ پے بہ پے تھیں (۳) عُرفًا مفعول مطلق ہو بمعنی مصدر اور ارسال کے معنی دے یعنی المرسلات ارسالاً اس صورت میں بھی ارسالاً بمعنی لگاتار اور پیاپے ہی کے ہوگا۔ (۴) منصوب ہو بنزع خافض بمعنی المرسلات بالعرف اس صورت میں عرف بمعنی معروف ہوگا۔[2] پ ۲۹/۲۱

عَرَّفَ: اس نے جتلا دیا۔ اس نے پہچنوا دیا تعریف سے جس کے معنی آگاہ کرنے، جتلانے اور پہچنوانے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ پ ۲۸/۱۹

عَرَفَاتٍ: عرفات، مشہور مقام کا نام ہے جہاں عرفہ کے دن وقوف کرنا حج کا اہم ترین رکن ہے۔ تعجب ہے کہ امام سیوطی نے اپنی کتاب الاتقان فی علوم القرآن کی "النوع التاسع و الستون" میں جو ان اسماء کے بیان میں ہے کہ جن کا ذکر قرآن پاک میں آیا ہے عرفات کا نام نہیں لیا۔ حالانکہ جمع کا ذکر کیا ہے اور وہ قرآن پاک میں "مزدلفہ" کے لیے استعمال نہیں ہوا ہے علامہ احمد فیومی المصباح المنیر میں لکھتے ہیں کہ اس کے اور مکہ معظمہ کے مابین تقریباً نو میل کا فاصلہ بیان

[1] فتح القدیر۔ ج ۲۔ ص ۲۹۶۔ طبع مصر۔

[2] ملاحظہ ہو فتح القدیر از قاضی شوکانی ج ۵ ص ۳۴۴

کیا جاتا ہے لیکن صاحب قاموس نے تصریح کی ہے کہ عرفات مکہ مکرمہ سے بارہ ۱۲ میل پر ہے اور سید مرتضیٰ زبیدی نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ جغرافیہ نویسوں کی بھی یہی تحقیق ہے۔ قاموس میں یہ بھی ہے کہ جوہری نے غلطی سے اس کو منیٰ کا ایک مقام بتایا ہے۔ زبیدی لکھتے ہیں اسی طرح اور لوگوں نے جو یہ کہا ہے کہ یہ مکہ مکرمہ کا ایک مقام ہے یہ بھی غلط ہے ہاں اگر اس سے یہ مقصود ہے کہ یہ منیٰ یا مکہ معظمہ کے قریب ہے تو بیشک صحیح ہے۔ عرفات کی وجہ تسمیہ کے بارے میں تاج العروس میں حسب ذیل اقوال مذکور ہیں :-

(۱) چونکہ جنت سے نکلنے کے بعد حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام کا دنیا میں پہلا تعارف اسی مقام پر ہوا تھا اس لیے اس کا نام "عرفات" ہوا۔

(۲) حضرت جبریل علیہ السلام جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مناسک حج کی تعلیم دے چکے تو اسی مقام پر انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہا تھا۔ اَعَرَفْتَ اَعَرَفْتَ (کیا تم نے جان لیا، کیا تم نے جان لیا) اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب میں فرمایا تھا عَرَفْتُ عَرَفْتُ (میں نے جان لیا، میں نے جان لیا)

(۳) چونکہ یہ مقام مقدس اور معظم ہے اس لیے عرفات کہلایا بایں معنی کہ کَاَنَّهَا عُرِّفَتْ گویا وہ خوشبودار کر دیا گیا۔ عَرْفٌ کے معنی عربی میں خوشبو کے بھی آتے ہیں۔

(۴) لوگوں کا اس مقام پر باہم تعارف ہوتا ہے

(۵) دعا اور عبادت کے ذریعہ لوگ اللہ تعالیٰ سے متعارف ہوتے ہیں چنانچہ اسی اعتبار سے "عرف الدیک" کے معنی مرغے کے کلغی کے آتے ہیں۔ روح المعانی میں ایک اور وجہ بھی لکھی ہے کہ "اس کے علو و رفعت کی بنا پر اس کا نام "عرفات" پڑا"

اس کے بعد علامہ آلوسی مصنف روح المعانی لکھتے ہیں کہ :-

تسمیہ میں جمع کے لفظ کو مبالغہ کے واسطے اختیار کیا گیا ہے گویا ایک عرفات "نہیں بلکہ وجوہ مذکورہ کی بنا پر متعدد "عرفات" ہیں اور محققین کے نزدیک عرفات قطعی طور پر اسمائے مرتجلہ میں سے ہے" [1]

---

[1] روح المعانی - ج ۲ - ص ۸۸ -

علامہ ابو مسعود عمادی، اپنی مشہور تفسیر ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم میں رقمطراز ہیں :-

"عرفات جمع ہے اور اسی سے موسوم ہے جس طرح کہ اذرعات ہے اور باوجودیکہ اس میں علمیت اور تانیث دونوں باتیں موجود ہیں مگر پھر بھی اس پر تنوین بھی آتی ہے اور کسرہ بھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جمع کی تنوین تنوین مقابلہ ہے، تنوین تمکن نہیں ہے اور اسی لیے یہ جمع الف لام کے ساتھ نہیں آتی اور کسرہ کا نہ آنا تنوین نہ آنے کے تابع ہوتا ہے منصرف نہ ہونے کے بدلے میں نہیں ہوتا،

یا یہ وجہ ہے کہ عرفات میں تانیث یا تو تاء مذکورہ کی بناپر ہے سو یہ تاء تانیث نہیں ہے بلکہ اپنے ماقبل الف کے ساتھ جمع مؤنث کی علامت ہے۔ یا اس میں تانیث تاء مقدرہ کی بناپر ہوگی جس طرح کہ سعاد میں ہے اور اس کی بھی کوئی صورت نہیں بن سکتی کیوں کہ تاء مذکورہ تاء مقدرہ کے ماننے سے مانع ہے کہ یہ تو خود اس کا بدل ہے اور بنت کی تاء کی طرح مؤنث کے لیے مخصوص ہے" [1]

قاموس میں ہے :

"عرفات اسم ہے بلفظ جمع۔ اس کی جمع نہیں آتی ہے اور باوجود جمع ہونے کے معرفہ ہے کیوں کہ مقامات اپنی اپنی جگہ پر ہی رہتے ہیں۔ اس لیے وہ بمنزلہ شئے واحد ہی ہیں اور منصرف ہے کیوں کہ تاء اس میں مسلمون اور مسلمین کی یاء اور واؤ کی طرح ہے"

بہر حال جو لوگ عرفات کو غیر منصرف سمجھتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ غیر منصرف تو اس وجہ سے ہے کہ اس میں علمیت اور تانیث موجود ہیں اور اسی لیے اس پر الف لام نہیں آتا۔ باقی رہی اس کی تنوین سو وہ جمع مذکر کے نون کے مقابلہ میں ہے کیونکہ جمع مذکر کا نون اس تنوین کا قائم مقام ہے جو واحد میں ہوتی ہے اور واحد کی تنوین صرف اس کے تمام ہونے کی علامت ہے۔ اسی طرح جمع مؤنث کی تنوین بھی صرف اسم کے تمام ہونے کی علامت ہے پھر اس میں بجز مقابلہ کے

[1] کتاب مذکور۔ ج ۲۔ ص ، ۲۵۰ مطبوعہ مصر برحاشیہ تفسیر کبیر امام رازی۔

تنوین کے معانی میں سے اور کوئی معنی موجود بھی نہیں ہیں اور غیر منصرف میں ایسی تنوین کا ہونا منع بھی نہیں ہے بلکہ تنوین تمکن کا ہونا منع ہے کیوں کہ وہ فعل سے اسم کے مشابہ نہ ہونے کو بتلاتی ہے۔ رہا کسرہ اس کا نہ آنا مذہب مختار کے مطابق تنوین کے نہ آنے کا تابع ہے، غیر منصرف ہونے کا نتیجہ نہیں۔

اور جو علماء عرفات کو منصرف سمجھتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ اس میں غیر منصرف ہونے کا دوسرا سبب تانیث موجود نہیں ہے کیوں کہ اس کی تا تانیث کی نہیں بلکہ جمع مؤنث کی علامت ہے اور تا تانیث کو یہاں مقدر بھی نہیں مانا جا سکتا کیوں کہ یہ تا جمع مؤنث کے ساتھ مختص ہے اس لیے اب اگر ایک اور تاء تانیث مقدر مانی جائے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ تانیث کی دو علامتیں جمع ہو جائیں جو سرے سے غلط ہے۔ عرفات کی تا تو بنت کی تاء کی طرح ہے کہ وہ تانیث کے لیے نہیں بلکہ واو محذوف کے عوض میں ہے اور مؤنث کے ساتھ مخصوص ہے، لہذا کسی اور تاء کا مقدر ماننا یہاں صحیح نہیں ہے، اسی بنا پر مثلاً اگر مسلمات یا بنت کسی مونث کا نام رکھ دیا جائے تو وہ منصرف ہوگا۔

فراء نے جو لغت و نحو کے امام ہیں تصریح کی ہے کہ عرفات کا واحد صحت کے ساتھ کوئی نہیں ہے اور لوگ جو یہ بولتے ہیں کہ نزلنا بعرفۃ ہم عرفہ میں اترے ایسا مولد کے مشابہ ہے اصل عربی نہیں، بعض لوگوں نے فراء کے اس بیان پر اعتراض کیا ہے اور دلیل یہ پیش کی ہے کہ حدیث میں آتا ہے الحج عرفۃ (حج عرفہ کا نام ہے) جواب یہ کہ حدیث میں عرفہ کا لفظ مقام کا نام نہیں بلکہ عرفہ ذی الحجہ کی نویں تاریخ کو کہتے ہیں جیسا کہ راغب لغوی اور کرمانی نے تصریح کی ہے اور فراء کا جو اعتراض ہے وہ مقام کا نام ہونے پر ہے[1]

حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ عرفات کو المشعر الحرام، المشعر الاقصی اور الاول بروزن ھلال بھی کہتے ہیں اور عرفات کے درمیان میں جو پہاڑ ہے اس کا نام جبل الرحمت ہے[2]

ذی الحجہ کی نویں تاریخ یعنی "عرفہ" کو جو حج کا دن ہے، عرفات میں پہنچنا حج کا سب سے بڑا رکن ہے اگر یہ رہ جائے تو پھر حج ادا نہیں ہوتا،

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو روح المعانی ج ۲ - ص ۸۶، ۸۸

[2] تفسیر ابن کثیر ج ۱ - ص ۲۴۳ طبع مصر ۱۳۷۶ھ

عَرَّفْتَهُمْ : تو نے ان کو پہچان لیا ہے عَرَفْتَ مَعْرِفَةٌ اور عِرْفَانٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر ، ھم ضمیر جمع مذکر غائب ، علامہ احمد فیومی نے مصباح میں لکھا ہے کہ عِرْفَانٌ کے معنی ہیں کسی شئے کو حواس خمسہ میں سے کسی حاسہ کے ذریعہ معلوم کرنا "معرفت" اور "علم" کا جو قبیق فرق ، امام راغب اصفہانی نے بیان کیا ہے اس کو ہم تَعَرَّفُ کی تشریح میں تفصیل کے ساتھ سپرد قلم کر چکے ہیں اس فرق کو بیان کرنے کے بعد راغب لکھتے ہیں کہ عرفان کے اس معنی میں استعمال ہونے کی اصل یہ ہے کہ وہ یا تو عرفت بمعنی اصبت عرفہ سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں میں نے اس کی خوشبو پائی" اور یا اَصَبْتُ عُرْفَهٗ سے ہے جس کے معنی آتے ہیں میں نے اس کی حد کو پا لیا (ملاحظہ ہو تَعَرَّفُ) $\frac{۲۶}{۸}$

عَرَفُوْا : انہوں نے پہچانا ۔ انہوں نے جانا مَعْرِفَةٌ اور عِرْفَانٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب $\frac{۱}{۱۱}$ ب

عَرَّفَهَا : اس نے اس سے شناسا کر دیا ، اس نے اس کو پہچنوا دیا ۔ اس نے اس کی تعریف کی عَرَّفَ تَعْرِيْفٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ضمیر واحد مؤنث غائب ، امام راغب اصفہانی مفردات القرآن میں لکھتے ہیں : -

"عَرَّفَهٗ کے معنی خوشبودار کرنے کے بھی آتے ہیں جنت کے بارے میں جو یہ ارشاد ہو رہا ہے عَرَّفَهَا لَهُمْ اس کے بھی یہی معنی ہیں کہ حق تعالیٰ نے جنت کو اہل جنت کے لیے خوشبودار اور مزین کر دیا ۔ اور بعض نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ ان سے اس کا وصف بیان کیا ، شوق دلایا اور اس کی طرف رہنمائی کی" $\frac{۲۶}{۵}$

عَرَفَهُمْ : اس نے ان کو پہچان لیا عَرَفَ عِرْفَانٌ اور مَعْرِفَةٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اور هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ۔ $\frac{۱۳}{۴}$

عَرِمَ : تیز و تند ، زور دار (سخت) یہ عَرَامَةٌ اور عُرَامٌ سے جن کے معنی بد اخلاق اور سخت و درشت ہونے کے ہوتے ہیں صفت مشبہ کا صیغہ ہے لغت کے اعتبار سے اصل معنی تو عَرِم کے یہی ہیں لیکن بہت سی ان اشیاء کیلئے بھی کہ جن میں یہ وصف نمایاں طور پر پایا جاتا ہے اس کا استعمال ہوتا ہے اسی بنا پر یہاں اہل لغت اور مفسرین نے اس کے بہت سے معانی نقل کیے ہیں جو درج ذیل ہیں : -

(۱) سخت بارش (۲) بند (۳) بند کا پشتہ (۴) گھونس (۵) اس خاص بند کا نام جو یمن میں

تعمیر ہوا تھا (۶) ایک وادی کا نام (۷) وہ سیلاب کہ جس کو روکا نہ جا سکے (۸) وہ آڑ کہ جو دو چیزوں کے درمیان میں ہو (۹) وہ سرخ پانی کہ جس کو اللہ تعالےٰ نے عذاب کی شکل میں اس بند میں بھیج دیا اور اس نے اس بند کو توڑ کر رکھ دیا تھا۔

یہ بھی بحث ہے کہ عرم جمع ہے یا واحد اور جمع ہونے کی صورت میں اس کا واحد آتا ہے یا نہیں بعض کہتے ہیں یہ جمع ہے اس کا واحد نہیں آتا اور بعض اس کا واحد عرمۃ کو بتاتے ہیں۔ عرمۃ کہتے ہیں تلے اوپر رکھے ہوئے پتھروں کو یا اس پشتہ کو جو وادی کے عرض میں ہو۔

قرآن پاک میں سورہ السبا میں سیل عرم کا ذکر آیا ہے جو قوم سبا پر ان کے کفر کی پاداش اور احکام الٰہی سے روگردانی کی بنا پر عذاب الٰہی کی صورت میں بھیجا گیا تھا۔ سبا۔ امم قحطانیہ کی مشہور ترین شاخ ہے جس نے قدیم زمانہ میں عظیم الشان تمدن کی بنیاد ڈالی تھی جنوب عرب میں یمن کا مشرقی حصہ ان کے تمدن کا اصل مرکز تھا شہر مارب جو صنعا یمن کا موجودہ پایہ تخت ہے تین منزل پہ ہے ان کا دار الحکومت تھا۔ تبع اور وہ ملکہ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی تھی اور جس کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے اسی قوم سے تھی۔ ان کا ملک بڑا سر سبز و شاداب تھا مال و دولت کی فراوانی تھی الہلہاتے کھیت طرح طرح کے پھول پھل باغات اور نہروں کی بہتات تھی اور یہ مزے سے داد عیش و عشرت دیتے تھے چنانچہ تورات میں سبا کی دولت و عظمت کا تذکرہ تفصیل سے آیا ہے سبا نے اپنے عروج کے زمانہ میں بہترین قلعے اور عمارتیں بنائی تھیں ان میں سے بعض عمارات زمانہ اسلام تک باقی رہیں جن کو مسلمان مورخین نے خود دیکھا ہے اور ان کے حالات اپنی تصانیف میں درج کئے ہیں چنانچہ ہمدانی کی کتاب الاکلیل کا ایک مستقل باب ان ہی عمارتوں کے حالات کے بیان میں ہے۔ اسی طرح نشوان بن سعید حمیری نے قصیدہ حمیریہ میں بلقیس کے قریب شاہی عمارتوں کا ذکر کیا ہے اور قصر سلحین جو بادشاہ کے رہنے کا محل تھا اس کے نشانات تو اب تک موجود ہیں آب پاشی کی غرض سے بھی سبا نے اندرون ملک میں جگہ جگہ بند بنائے تھے جن کے ذریعہ بارش کے پانی کو روک کر ملک کی زمین کو سیراب کرتے تھے۔ ان میں سب سے مشہور

وہ بند تھا جو سد مارب کہلاتا ہے اور جس کے ٹوٹنے کو
قرآن مجید نے سیل العرم سے تعبیر کیا ہے۔ مولانا سید
سلیمان ندوی نے ارض القرآن میں اس کے متعلق تفصیلی
معلومات مہیا کی ہیں جو ہدیۂ ناظرین ہیں فرماتے
ہیں۔

"اسی سلسلہ عمارات میں ایک چیز بند آب ہے
جس کو عرب حجاز "سد" اور عرب یمن "عرم"
کہتے ہیں، عرب کے ملک میں کوئی دائمی دریا
نہیں صرف سلسلہ کوہستان ہے۔ پانی پہاڑوں
سے بہ کر ریگستانوں میں خشک ہو جاتا ہے اور
ضائع ہو جاتا ہے، زراعت کے مصرف میں
نہیں آتا، سبا مختلف مناسب موقعوں پر
پہاڑوں اور وادیوں کے بیچ میں بڑے بڑے
بند باندھ دیتے تھے کہ پانی رُک جائے
اور بقدر ضرورت زراعت کے مصرف میں آئے
مملکت سبا میں اس قسم کے سیکڑوں بند تھے
ان میں سب سے مشہور سد مارب تھا
خود دار الحکومت کے اندر واقع تھا۔

شہر مارب کے جنوب میں داہنے
بائیں دو پہاڑ ہیں جن کا نام کوہ ابلق
ہے دونوں کے بیچ میں وادی اذینہ
ہے پہاڑوں سے نیز ادھر ادھر سے پانی
جمع ہو کر وادی اذینہ میں ایک دریا جاری ہو
جاتا ہے۔ سبا نے ان دونوں پہاڑوں
کے بیچ میں تقریباً ۸۰۰ قبل مسیح میں
سد مارب کی تعمیر کی تھی، یہ بند تقریباً ۱۵۰
فٹ لمبی اور ۵۰ فٹ چوڑی ایک دیوار ہے
اس کا اکثر حصہ تو اب افتادہ ہے تاہم اس کی
ایک ثلث دیوار اب بھی باقی ہے۔ ارناؤ
ایک یورپین سیاح نے اس کے موجودہ حالات پر
ایک مضمون فرنچ ایشیاٹک سوسائٹی کے جرنل میں لکھا
ہے اور اس کا موجودہ نقشہ نہایت عمدگی سے طیار
کیا ہے۔ اس دیوار پر جابجا کتبات ہیں وہ بھی
پڑھے گئے ہیں۔

عام مسلمان مورخین چونکہ ہر قدیم عمارت
کو "بنائے سلیمانی" کہنے کے عادی ہیں اس لیے
اس سد کا بانی وہ بلقیس ملکہ یمن و حرم سلیمانی
کو قرار دیتے ہیں لیکن سد مارب کے بقیہ
حصہ پر جو کتبات ہیں ان میں بانیوں کے نام
بھی خوش قسمتی سے باقی رہ گئے ان
میں سے تبع آمر بیین بن نیوف سمہعلی
مکارب سبا، سمہعلی نیوف بن ذمر علی مکارب سبا

کرب ایل یتین بن تبیع امر مکارب سبا، ذمر علی ذرح
ملک سبا اور یدع ایل وتار کے نام پڑھے گئے
ہیں، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ سد ایک
زمانہ ممتد میں مختلف سلاطین یمن کے عہد میں تعمیر
ہوا ہے اس کا پہلا بانی تبیع امر تھا جو آٹھویں صدی
ق م میں تھا۔ اس سد میں اوپر نیچے تک بہت سی
کھڑکیاں تھیں، اوپر سے نیچے تک کی کھڑکیاں
حسب ضرورت کھولی اور بند کی جاتی تھیں، سد
کے دائیں بائیں دو بڑے بڑے دروازے تھے
جن سے پانی تقسیم ہو کر چپ و راست کی میلوں
زمینوں کو سیراب کرتا تھا۔ اس سد کے
حالات ہمارے مفسرین نے جو بیان کیے
ہیں بعینہ ارناؤ کے بیان سے اس کی
تصدیق ہوتی ہے (تفسیر آیت مذکور
طبری اور بغوی میں دیکھو۔ حاشیہ ارض القرآن)
اس انتظام آبرسانی سے چپ و راست دونوں
جانب اس ریگستانی اور شور ملک کے اندر ۳۰۰
مربع میل سیکڑوں کوس تک بہشت زار
طیار ہوگئی تھی جس میں انواع و اقسام کے
میوے اور خوشبودار درخت تھے ان کی خوشبو
دور تک پھیلی رہتی تھی۔

قرآن مجید ان آیات میں انہی باغوں کی طرف
اشارہ کرتا ہے:۔

لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ	سبا کے لوگوں کیلئے خود ان
فِي مَسْكَنِهِمْ آيَةٌ	کے گھر میں قدرت خدا کی ایک عجیب
جَنَّتَانِ عَنْ يَمِينٍ	نشانی موجود تھی، دو باغوں
وَشِمَالٍ كُلُوا مِنْ	کا سلسلہ داہنے بائیں، سبا کے
رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَ	لوگو اپنے پروردگار کی روزی کھاؤ
اشْكُرُوا لَهُ بَلْدَةٌ	اور شکر کرو، شہر پاکیزہ
طَيِّبَةٌ وَرَبٌّ غَفُورٌ	اور پروردگار ہے بخشنے والا۔

ہمارے پاس اس جنت زار کے قصے عربوں
کی روایت سے کئی سو سال بعد کے موجود ہیں
لیکن خود ہمارے دشمنوں کے سفینوں میں اس کی
معاصرانہ شہادتیں جو محفوظ ہیں ان کو ایک دفعہ
پھر پڑھو۔

ارالوستھینس جو ۱۹۴ سنہ ق م سبا کا معاصر تھا
لکھتا ہے۔

"سبا کے لوگ ہیں جن کا دار الحکومت شہر مارب
ہے۔ یہ قطعہ ملک مصر زریں سے بڑا ہے
گرمیوں میں بارش ہوتی ہے اور دریا جاری ہوتے
ہیں جو میدانوں اور تالابوں میں خشک ہو جاتے
ہیں اس سبب سے زمین اس قدر سرسبز

اور شاداب ہے کہ تخم ریزی وہاں سال میں دوبار
ہوتی ہے سبا کا ملک خوش و خرم ہے"
آغا ستھارشیدس، جو ۱۳۵ ق م میں سبا کے زمانہ
وعصر میں تھا بیان کرتا ہے :-
"سبا عرب کے حصہ سرسبز و آباد میں رہتے ہیں
جہاں اچھے اچھے بے شمار میوے ہوتے ہیں، دریا
کے کنارے جو زمین ہے اس میں نہایت خوبصورت
درخت ہوتے ہیں جو دیکھنے میں بہت بھلے معلوم
ہوتے ہیں اندرون ملک میں تجورات، دارچینی
اور چھوارے کے نہایت بلند درختوں کے گنجان
جنگل ہیں اور ان درختوں سے نہایت شیریں بو پھیلا
کرتی ہے درختوں کے اقسام کی کثرت اور تنوع
کے سبب سے ہر قسم کا نام و وصف مشکل ہے جو
خوشبو اس میں سے اڑتی ہے وہ جنت کی خوشبو
سے کم نہیں اور جس کی تعریف لفظوں میں ادا نہیں
ہو سکتی جو اشخاص زمین سے دور ساحل سے
گزرتے ہیں وہ بھی جب ساحل کی طرف سے ہوا
چلتی ہے تو اس خوشبو سے محظوظ ہوتے ہیں۔
وہ گویا ابجیا کا لطف اٹھاتے ہیں اور یہ تشبیہ
بھی اس کی قوت و لطافت کے مقابل میں ناقص ہے
آرٹی میڈروس جو سبا کے عہد آخر میں تھا لکھتا ہے"۔

"سبا کا بادشاہ اور اس کا ایوان مارب میں ہے
جو ایک پُر اشجار پہاڑ پر عیش و مسرت (زمانہ
خوشحالی) میں واقع ہے"
خدائے پاک اس کے بعد فرماتا ہے۔

فَأَعْرَضُوا — پھر انہوں نے سرتابی کی تو ہم
فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ — نے اُن پر بند (توڑ کر اس کا)
سَيْلَ الْعَرِمِ۔ — سیلاب بھیجا۔

یہ سیلاب آیا اور ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں لیکن
اس عصر تاریخی میں جب ہر غیر معاصرانہ روایت
قابل شک و اشتباہ ہے، خدائے قرآن نے
اپنے کلام معجز کی صداقت کا نیا سامان پیدا کر دیا
یعنی اس بند کے ٹوٹے ہوئے کھنڈر میں واقعہ
سیلاب کے مشرح حالات کا کتبہ جو ایک
عیسائی فاتح یمن کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے مل
گیا ہے۔ یہ عیسائی فاتح وہی ہے جو اپنے
ہاتھیوں کے بل پر کعبہ کو ڈھانے نکلا تھا لیکن
آج اسی دشمن کعبہ کا سنگی ہاتھ کعبہ مکرمہ کی کتاب
مقدس کی تصدیق کے لیے بلند ہے۔

وَبَدَّلْنَاهُم بِجَنَّتَيْهِمْ — اور ان اعلیٰ باغوں کے میووں
جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ — کے بدلہ معمولی پھلوں یعنی
أُكُلٍ خَمْطٍ وَأَثْلٍ وَ — پیلو جھاؤ اور کچھ بیری کے

وَشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ باغ دیدیے یہ ان کے کفران

قَلِيْلٍ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ کی سزا ہے ہم کفران نعمت

بِمَا كَفَرُوْا وَهَلْ کرنے والوں ہی کو سزا

نُجٰزِيْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ (سبا) دیتے ہیں۔

قرآن مجید جب نازل ہو رہا تھا تو اس سزا کو

جوان درختوں کی شکل میں نمودار ہوئی یمن کا

ہر باشندہ بچشم خود معائنہ کر رہا تھا لیکن چار

سو برس کے بعد بھی برائے العین پر سیاح

کو نظر آ رہی تھی، ہمدانی المتوفی سنہ ۳۳۰ھ جس

کی صداقت بیانی کے نہ صرف سیاحین یورپ

بلکہ آثرین (ارکیالوجسٹ) بھی معترف ہیں وہ خود

چوتھی صدی کے اوائل میں شہادت عینی پیش

کرتا ہے کہ ان باغوں کی جگہ پیلو کے درخت

اتنے ہیں کہ کہیں اور نہیں۔ [1] $\frac{۲۴}{۸}$

عُرُوْشِهَا: اس کی چھتیں، اس کی چھتریاں

اُس کی ٹٹیاں، عُرُوْش۔ عَرْش کی جمع مضاف

ہے، ھَا ضمیر واحد مونث غائب مضاف الیہ

عرش البیت کے معنی گھر کی چھت کے آتے ہیں

نیز بیل کے چھانے کے لیے جو چھتری اور ٹٹی

کھڑی کرتے ہیں اس کو بھی "عرش" کہتے، امام

ابوبکر سجستانی نے نزہۃ القلوب میں خَاوِيَةٌ عَلٰى

عُرُوْشِهَا کا مطلب لکھا ہے کہ پہلے چھتیں

گریں اور اس کے اوپر دیواریں (ملاحظہ ہو عرش)

$\frac{۳}{۳}$ $\frac{۱۵}{۱۷}$ $\frac{۱۷}{۱۳}$

عُرْوَةٌ: کڑا، حلقہ، کسی چیز کا قبضہ یا دستہ

وہ چیز جس کو پکڑا جائے، عُرًى جمع۔ امام فخرالدین

رازی تفسیر کبیر میں آیہ شریفہ فَمَنْ يَّكْفُرْ

بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ

بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى (جو کوئی انکار کرے طاغوت کا

اور ایمان لائے اللہ پر اس نے مضبوط حلقہ

تھام لیا) کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ۔

"اس میں شئے معقول کے لیے شئے محسوس

کا استعارہ ہے کیوں کہ جو شخص کسی چیز کو تھامنا

چاہتا ہے وہ اس کے دستہ اور حلقے کو پکڑ

لیتا ہے اسی طرح جو کوئی اس دین کو تھامنا

چاہتا ہے وہ ان دلائل سے وابستہ ہو جاتا

ہے جو اس پر رہنمائی کرتے ہیں اب چونکہ

اسلام کے دلائل سب سے زیادہ مضبوط اور واضح

تر ہیں اس لیے ان کو العروۃ الوثقٰی سے موصوف کیا گیا۔" [2]

اور امام محمد بن احمد انصاری قرطبی الجامع لاحکام

القرآن میں لکھتے ہیں:۔

"یہ آیت تشبیہ ہے اور مشبہ بہ کے بارے میں

[1] ارض القرآن ج ۱ ص ۱۵۰ مطبوعہ معارف پریس اعظم گڈھ سنہ ۱۳۰۱ھ [2] تفسیر کبیر ج ۲ ص ۲۴ مطبوعہ مصر طبع قدیم۔

مفسرین کی عبارتیں مختلف ہیں، مجاہد کہتے ہیں عروۃ سے مراد ایمان ہے، سدیؔ کہتے ہیں اسلام ہے حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سعید بن جبیر اور ضحاک لا الٰہ الا اللہ بیان کرتے ہیں اور ان سب عبارتوں کا مطلب ایک ہی ہے۔" [1]

حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے قرآن اور سالم بن ابی الجعد سے حب فی اللہ اور بغض فی اللہ بھی نقل کیا ہے۔ نیز صحیحین میں بھی اس آیت کی تفسیر میں تو نہیں لیکن حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے ایک خواب کی تعبیر میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی العروۃ الوثقیٰ کی تفسیر "اسلام" ہی منقول ہے۔ [2] ۳/۲ ۲۱/۱۲

عَرِیْضٌ: خوب چوڑی عَرْضٌ سے بروزن صفت مشبہ کا صیغہ جو مبالغہ کے لیے ہے راغب اصفہانی لکھتے ہیں:-

"عرض وہ ہے جو طول کے خلاف ہے، اصل میں تو اس کا استعمال اجسام کے لیے ہی ہوتا تھا۔ (کیونکہ جسم ہی طول، عرض اور عمق کے ساتھ موصوف ہوتا ہے) لیکن غیر اجسام میں بھی اس کا استعمال ہونے لگا۔ چنانچہ ارشاد ہے فَذُوْ دُعَاءٍ عَرِیْضٍ (تو خوب لمبی چوڑی دعائیں کرتا ہے)"

اور قاضی شوکانی فرماتے ہیں:

"عریض کے معنی کثیر کے ہیں، عرب طول و عرض کا استعمال مجازاً کثرت کے معنی میں کیا کرتے ہیں چنانچہ محاورہ ہے اطال فلان فی الکلام واعرض فی الدعاء ای اکثر یعنی کثرت سے باتیں کیں اور خوب دعائیں کیں" [3]

۲۵/۱

فصل الزاء المعجمہ

عِزًّا: عزت، قوت، یہ عَزَّ یَعِزُّ کا مصدر ہے جس کے معنی قوی ہونے کے ہیں، تاج العروس میں ہے:-

العز فی الاصل	عز کے معنی ہیں اصل میں
القوۃ والشدۃ و	قوی ہونا، سخت ہونا، غلبہ
الغلبۃ والرفعۃ والامتناع۔	پانا، بلند ہونا اور محفوظ ہونا۔

[1] تفسیر قرطبی۔ ج ۳۔ ص ۲۸۲ طبع مصر ۱۹۳۶ء

[2] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۱۱ طبع مصر ۱۳۶۷ھ [3] فتح القدیر۔ ج ۴۔ ص ۵۰۸ طبع مصر۔

اور ابن القطاع نے کتاب الافعال میں اس کے معنی
اعانت کرنے کے بھی لکھے ہیں۔ غالباً اسی وجہ سے
شاہ عبدالقادر دہلوی نے اس کا ترجمہ یہاں "مدد"
کیا ہے۔ ۱۶/۸

عَزَّتِكَ: تیری عزت، عِزَّةٌ مضاف کَ
واحد مذکر حاضر مضاف الیہ (ملاحظہ ہو عِزَّةٌ)

۲۳/۱۲
عَزَّرْتُمُوْهُمْ: تم نے ان کی مدد کی، تم نے
ان کو قوت پہنچائی، تم نے ان کی تعظیم کی۔
عَزَّرْتُمُو، تَعْزِیْرٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر
حاضر، واو اشباع کا ہے هُمْ ضمیر جمع مذکر
غائب۔ قاموس میں تَعْزِیْرٌ کے حسب ذیل معانی
لکھے ہیں: شرع میں کسی حد کی جو سزا مقرر ہے
اس سے کم مارنا، یا بہت زیادہ مارنا۔ بزرگ
ماننا اور تعظیم کرنا، اسی بنا پر یہ اضداد میں سے
ہے (یعنی ایسے دو مختلف معانی میں اس کا
استعمال ہوتا ہے کہ جو ایک دوسرے کی ضد ہیں)
اعانت کرنا اور یہی معنی عَزْرٌ کے آتے ہیں
قوت پہنچانا، مدد کرنا، علامہ سید مرتضیٰ زبیدی
شرح قاموس میں لکھتے ہیں۔
عَزْرٌ اور عَزَّرَهٗ کے معنی ہیں مدد کرنے کے

ارشاد ہے لِتُعَزِّرُوْهُ تفسیر میں اس کے
معنی آتے ہیں لِتَنْصُرُوْهُ بِالسَّیْفِ۔ یعنی
تلوار کے ذریعہ آپ کی مدد کرو۔ اور عَزَّرْتُمُوْهُمْ
کے معنی لکھے ہیں عَظَّمْتُمُوْهُمْ (تم نے ان
کی تعظیم کی) ابراہیم بن السری کا بیان ہے
کہ یہی معنی حق ہیں واللہ اعلم۔
اس کی وجہ یہ ہے کہ عَزْرٌ کے معنی لغت
میں مدافعت کرنے اور رد کرنے کے ہیں
اور عَزَرْتُ فُلَانًا کا استعمال جو تادیب کے
لیے ہوتا ہے اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ
"میں نے اس کے ساتھ وہ برتاؤ کیا جو برائی
سے اس کو روک دیتا ہے" جس طرح
سے کہ نَكَلْتُ بِهٖ کا مطلب یہ ہوگا کہ میں نے
اس کو وہ سزا دی کہ جس کی بنا پر دوبارہ اس
کام کو نہیں کرے گا۔ لہذا عَزَّرْتُمُوْهُمْ کا مطلب
یہ ہوگا کہ تم نے ان کی مدد کی بایں طور کہ ان کے دشمنوں
کی ان سے مدافعت کی، اور اگر تعزیر کا مطلب
صرف توقیر ہی ہوتا تو اس کی تشریح لغوی میں
اسی لفظ سے بہت اچھی طرح استغنا ہو
جاتا۔ پھر جب نصرت واجب ہوئی تو تعظیم
بھی اس میں آ گئی کیوں کہ انبیاء کی نصرت کے معنی

یہی ہیں کہ ان کی طرف سے مدافعت کی جائے اور ان کے دین کی حمایت نیز خود ان کی تعظیم و توقیر ہو۔ چنانچہ عربی زبان میں تَعْزِیْرٌ کے معنی توقیر کرنے اور زبان اور تلوار کے ذریعہ مدد کرنے کے آتے ہیں۔ حدیث مبعث میں ہے۔

قال ورقة بن نوفل ان بعث وانا حی فاعزره وانصره۔ ورقہ بن نوفل نے کہا کہ اگر یہ (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) میرے سامنے مبعوث ہوئے تو میں ان کی توقیر کروں گا اور ان کو مدد دوں گا

یہاں تَعْزِیْرٌ کے معنی اعانت توقیر اور بار بار مدد کرنے کے ہیں۔ (ملاحظہ ہو تَعْزِرُوْهُ) $\frac{٦}{٢}$

عَزَّرُوْهُ: انہوں نے اس کی تعظیم کی انہوں نے اس کو قوت دی انہوں نے اس کی رفاقت کی۔ عَزَّرُوْا تَعْزِیْرٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب، ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ $\frac{٦}{٢}$

عَزَّزْنَا: ہم نے قوت دی، ہم نے زور دیا تَعْزِیْزٌ سے جس کے معنی قوت دینے کے ہیں ماضی کا صیغہ جمع متکلم۔ $\frac{٢٢}{١٩}$

عَزَلْتَ: تو نے ایک کنارے کر دیا، تو نے جدا کر دیا، تو نے علیحدہ کر دیا (ضَرَبَ) عَزْلٌ سے جس کے معنی کسی شئے کو جدا کرنے، علیحدہ کرنے اور ایک کنارے لگا دینے کے ہیں، ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ $\frac{٢٢}{٣}$

عَزْم: ہمت، پختہ ارادہ، امام راغب لکھتے ہیں "عَزْمٌ" اور حَقِّ بِہِمَّۃٍ کے معنی ہیں کسی کام کے کر گزرنے پر دل کو پکا کر لینا یہ عَزَمَ یَعْزِمُ کا مصدر ہے اور اس کا فعل باب ضَرَبَ سے آتا ہے یہاں مصدر بمعنی مفعول ہے یعنی عَزْمٌ بمعنی مَعْزُوْمٌ اور اس سے مراد ہے وہ عمل کہ جس کو اس کی خوبی بڑائی اور عزت کی بنا پر ہر ایک کو کرنے کا پختہ ارادہ کر لینا چاہیئے یا اس کام کی انجام دہی حق تعالیٰ کی طرف سے بندوں پر پختہ اور مصمم کر دی گئی ہے[1]

آیۂ شریفہ لَقَدْ عَهِدْنَا اِلٰۤی اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا اور ہم نے تاکید کر دی تھی آدم کو اس سے پہلے پھر بھول گیا اور نہ پائی ہم نے اس میں کچھ پختگی (کی تفسیر کرتے ہوئے امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں:

"عَزْمٌ کے معنی ہیں مصمم اور پختہ ہونے کے اور لَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا میں یہ بھی احتمال ہے

[1] روح المعانی۔ ج ۴۔ ص ۱۴۸۔ طبع مصر، مطبع منیریہ

کہ عزم سے مراد معصیت پر قائم رہنا ہو۔ اس صورت میں یہ مدح کے زیادہ قریب ہوگا (یعنی ہم نے ان میں معصیت کا پختہ ارادہ نہیں پایا بلکہ بھول کر انہوں نے ایسا کیا) اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ ہم نے ان میں ترک معصیت کا پختہ ارادہ نہ پایا، یا غفلت سے محفوظ رہنے اور اس سے بچنے میں پختگی نہ دیکھی، یا اپنی کوشش میں احتیاط کا پختہ قصد نہ پایا۔ یہ سب معانی اس صورت میں ہیں کہ جب ہم حضرت آدم علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خطا اجتہادی مانیں۔" [1]

اور قاضی شوکانی فتح القدیر میں لکھتے ہیں:

"بعض لوگوں نے عزم کے معنی صبر کے بھی کیے ہیں یعنی ہم نے ان میں اس شجر ممنوعہ کے کھانے سے باز رہنے پر صبر نہ پایا۔ نحاس نے کہا ہے کہ لغت میں بھی اس کے یہ معنی آتے ہیں چنانچہ بولا جاتا ہے لفلان عزم یعنی فلاں شخص میں معاصی سے بچنے اور ان سے سالم رہنے پر صبر اور ثابت قدمی موجود ہے اور اسی معنی میں یہ آیت بھی ہے كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ کہ یہاں بھی "عزم" سے صبر ہی مراد ہے۔" [2]

اور آیہ کریمہ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ (تو آپ صبر کیجیے جیسے اولوالعزم رسولوں نے صبر کیا تھا) کے متعلق روح المعانی میں مرقوم ہے۔

"من اس میں بیانیہ ہے جس طرح کہ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ میں ہے اور مِنَ الرُّسُلِ میں جار مجرور حال کی جگہ ہیں اس صورت میں "اولوالعزم" سارے رسولوں کی صفت ہوگی چنانچہ ابن زید، جبائی اور ایک جماعت اس طرف گئی ہے یعنی آپ بھی اسی طرح صبر سے کام لیجیے جس طرح کہ اور رسولوں نے صبر کیا اور تبلیغ وحی میں برابر اس طرح جدوجہد کرتے رہے کہ نہ کوئی روکنے والا انہیں روک سکا اور نہ جھکانے والا انہیں جھکا سکا اور حق سبحانہٗ تعالیٰ نے جو کچھ ان سے عہد لیا تھا اور بالواسطہ یا بلاواسطہ جو کچھ ان کے حق میں قضاء و قدر کا فیصلہ فرما دیا تھا اس پر ثابت قدم رہے۔

اور عطاء خراسانی، حسن بن الفضل، کلبی، مقاتل

---

[1] تفسیر کبیر ج ٦، ص ١١٢۔ [2] فتح القدیر۔ ج ٣۔ ص ٣٧٦۔

قتادہ، ابوالعالیہ اور ابن جریج سے یہ مروی ہے کہ اکثر مفسرین بھی اسی طرف گئے ہیں کہ من تبعیض کے لیے ہے اور "اولوالعزم" سے بعض رسول مراد ہیں، البتہ ان کی تعداد اور تعیین میں مختلف اقوال ہیں، حسن بن الفضل کا بیان ہے کہ یہ وہی اٹھارہ پیغمبر ہیں جو نام بنام سورہ انعام میں مذکور ہیں کیونکہ ان کے ذکر کے بعد ارشاد ہوتا ہے، فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ (سو آپ ان ہی کے طریق پر چلیے)۔

اور بعض کا قول یہ ہے کہ یہ نو حضرات ہیں (۱) حضرت نوح علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جنہوں نے زمانہ دراز تک اپنی قوم کے ستانے پر صبر کیا (۲) حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جنہوں نے آگ میں ڈالے جانے پر صبر کیا (۳) ذبیح (یعنی حضرت اسمٰعیل) علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جنہوں نے اپنے ذبح ہونے پر صبر کیا (۴) حضرت یعقوب علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جنہوں نے اپنی اولاد کے گم ہوجانے پر صبر کیا (۵) حضرت یوسف علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جنہوں نے کنویں میں ڈالے جانے اور قید ہونے پر صبر کیا (۶) حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جن سے ان کی قوم نے کہا تھا إِنَّا لَمُدْرَكُونَ (ہم تو پکڑے گئے) اور انہوں نے فرمایا تھا كَلَّا إِنَّ مَعِيَ رَبِّي (کوئی نہیں میرے ساتھ ہے میرا رب) (۸) حضرت داؤد علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جو چالیس سال تک اپنی خطا پر روتے رہے (۹) حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جنہوں نے دنیا میں کبھی ایک اینٹ پر دوسری اینٹ نہیں رکھی اور فرمایا کہ یہ دنیا گزرگاہ ہے اس پر گزر جاؤ اور تعمیر (کے بکھیڑوں) میں نہ پھنسو۔

اور بعض کہتے ہیں کہ یہ سات حضرات ہیں حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت داؤد، حضرت سلیمان اور حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام اور بعض ان چھ حضرات کو بتاتے ہیں جن کو دشمنان خدا سے جنگ کا حکم ملا تھا حضرت نوح، حضرت ہود، حضرت صالح، حضرت موسیٰ، حضرت داؤد، حضرت سلیمان علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام، چنانچہ ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی نقل کیا ہے اور مقاتل سے بھی چھ ہی کی تعداد مروی ہے مگر وہ یہ نہیں کہتے کہ یہ

وہی حضرات ہیں جن کو جہاد کا حکم ملا۔ بلکہ وہ حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت اسحٰق، حضرت یعقوب حضرت یوسف اور حضرت ایوب علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کو بتاتے ہیں اور ابن عساکر نے قتادہ سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت نوح حضرت ہود، حضرت ابراہیم، حضرت شعیب اور حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں اور اس سے یہ ظاہر ہے کہ وہ اس بات کے قائل تھے کہ ان کی تعداد پانچ ہے۔ مگر عبدالرزاق عبد بن حمید اور ابن المنذر ان سے یہ نقل کرتے ہیں کہ یہ حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ اور اس روایت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک ان کی تعداد چار ہے اور یہی صحیح ترین قول ہے۔

اور جلال الدین سیوطی جو یہ فرماتے ہیں کہ ان سب میں صحیح تر یہ قول ہے کہ یہ پانچ ہیں چار تو یہی حضرات مذکورین اور پانچویں ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلیہم اجمعین اور ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی نقل کیا ہے اور یہی ائمہ اہل بیت میں سے ابوجعفر (امام باقر) اور ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) سے مروی ہے اور کسی بزرگ نے اس کو نظم بھی کر دیا ہے چنانچہ ان کا شعر ہے:-

اولوالعزم نوح والخلیل المجد
وموسیٰ وعیسیٰ والحبیب محمد

یہ اسی بنا پر ہے کہ نزول آیت اور ہمارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جن حضرات کی پیروی کا حکم دیا گیا تھا ان کی پیروی کے بعد اب اولوالعزم سے یہی حضرات مراد لیے جاتے ہیں اور سیوطی کا مطلب بالکل نہیں ہے کہ آیت میں صحیح ترین قول کے مطابق یہی پانچوں حضرات (علیہم الصلوٰۃ والسلام) مراد ہیں کیوں کہ اس صورت پر یہ لازم آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خود اپنی طرح سے صبر کرنے کا حکم دیا۔ جو کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا اور یہی مطلب ہے ابوالعالیہ کے اس قول کا کہ جس کو عبد بن حمید، ابوالشیخ اور بیہقی نے شعب الایمان میں نیز ابن عساکر نے روایت کیا ہے کہ یہ تین حضرات ہیں:-

حضرت نوح[1]، حضرت ابراہیم[2] اور حضرت ہود[3] اور چوتھے[4] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہم اجمعین اور شاید آیت میں زیادہ بہتر قول اول ہی ہے۔ مگر بعد میں اولوالعزم کا استعمال ان پانچوں حضرات کے ساتھ ان کی شہرت کی بنا پر مخصوص ہوگیا ہے جس طرح سے کہ اور اعلام غالبہ کا حال ہے لہٰذا آیت میں گویا یہ کہا جا رہا ہے کہ آپ دعوت حق اور شدائد کے برداشت کرنے میں اسی طرح پورے طور پر صبر سے کام لیجئے جس طرح کہ آپ سے پہلے آپ کے بعض اگلے رسولوں نے کیا ہے[1]۔ (علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام)

حافظ عبدالقادر قرشی حنفی نے الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیہ کے دیباچہ میں پیغمبران اولوالعزم پر بڑی سیر حاصل بحث کی ہے جو اسی کے قریب قریب ہے۔ ۳/۴۶، ۲۱/۱۱، ۲۵/۵، ۲۶/۴

عَزْمًا ۱۶/۱۵

عَزَمَ: جب مصمم ہوگیا، جب پختہ ہوگیا۔ عَزْمٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔

تفسیر کبیر میں ہے:

آیہ شریفہ فَإِذَا عَزَمَ الْأَمْرُ میں "عزم" کی نسبت امر کی طرف ہے۔ اس لیے اس کے معنی ہوں گے "جب صاحب امر نے عزم کرلیا" چنانچہ زمخشری نے یہی معنے کیے ہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کو مجاز کہا جائے جس طرح کہ ہم بولا کرتے ہیں جَاءَ الْأَمْرُ وَوَلَّى (امر آیا اور چلا گیا) کیونکہ پہلی صورت میں یہ بھی ہوسکتا ہے کہ امر کا وقوع ہی نہ ہو لیکن جب معاملہ آن ہی پڑے اور اسے ناپسند سمجھنے والا اس کے باطل کرنے سے عاجز ہو جائے تو اس صورت میں پھر اس کا وقوع ہو کر ہی رہے گا"[2] ۲۱/۴۷

عَزَمْتَ: تو پختہ کر چکا۔ تو نے پکا کرلیا، تو نے عزم کیا۔ عَزْمٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر ۱۵۹/۳ ۴/۲

عَزَمُوا: انہوں نے پختہ ارادہ کیا۔ عَزْمٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ ۲/۱۲

عَزَّنِي: اس نے مجھ پر غلبہ کیا، اس نے مجھ سے زبردستی کی، اس نے مجھ پر دباؤ ڈالا۔ عَزَّ يَعِزُّ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ان وقایہ، ی ضمیر واحد متکلم

امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:-

عَزَّنِي فِي الْخِطَابِ کا مطلب یہ ہے کہ اس نے گفتگو میں مجھ پر دباؤ ڈالا، اور بعض نے اس کے معنی کیے ہیں کہ وہ

---

[1] روح المعانی۔ ج ۱۶، ص ۳۴، ۳۵ مطبوعہ مصر طبع جدید [2] تفسیر کبیر۔ ج ۷، ص ۳۴۵ طبع قدیم۔

خطاب کرنے اور جھگڑنے میں مجھ سے زیادہ باعزت
بن بیٹھا" ۳۸/۲۳

عِزَّۃٌ : عزت، غلبہ، زور، بزرگی، اقبال۔ یہ عَزَّ یَعِزُّ کا مصدر ہے، اور بطور اسم بھی استعمال ہوتا ہے

امام راغب اصفہانی رقمطراز ہیں :۔

"عزۃ اس حالت کو کہتے ہیں جو انسان کو مغلوب ہونے سے بچاتی ہے۔ یہ ارض عزاز سے ماخوذ ہے جس کے معنی سخت زمین کے ہیں (گویا جس طرح سخت زمین کھدائی سے مانع ہوتی ہے اسی طرح عزت مغلوب ہونے سے روکتی ہے) ارشاد ہے وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ (اور زور ہے اللہ کا اور اس کے رسول کا اور ایمان والوں کا) اور سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ (پاک ذات ہے تیرے رب کی جو مالک ہے عزت کا) پھر کبھی عزت کے ذریعہ مدح کی جاتی ہے جیسا کہ آپ نے (ان آیات میں) ملاحظہ فرمایا اور کبھی اس کے ذریعہ مذمت بھی ہوتی ہے جس طرح کہ کفار کی عزت کے متعلق ارشاد ہوتا ہے بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ (بلکہ جو لوگ کافر ہیں وہ عزت کے گھمنڈ میں ہیں اور مقابلے میں) اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جو عزت اللہ، رسول اور مسلمانوں کی ہے وہ دائمی ہے اور باقی اور وہی حقیقی عزت ہے، اور کافر کی جو عزت ہے وہ تو زبردستی کی عزت ہے جو حقیقت میں عزت نہیں بلکہ ذلت ہے۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے كُلُّ عِزٍّ لَيْسَ بِاللّٰهِ فَهُوَ ذُلٌّ (جو عزت اللہ کے ذریعہ سے نہیں وہ تو ذلت ہے) اور اسی معنی میں ارشاد ہے: وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا (اور ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اور معبود تجویز کر رکھے ہیں تاکہ وہ ان کے لیے باعث عزت ہوں) اور عذاب سے روک سکیں۔

اور یہ جو ارشاد ہے مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا (جس کو چاہیے عزت تو اللہ کی ہے عزت ساری) اس کا مطلب یہ ہے کہ جو کوئی عزت چاہتا ہے اُسے اس بات کی ضرورت ہے کہ اللہ کے یہاں سے عزت حاصل کرے، کیونکہ عزت تو اصل اسی کی ہے اور کبھی بطور استعارہ عزت کا استعمال حمیت بیجا اور مذموم خود داری کے لیے بھی ہوتا ہے جیسے اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ (اسے لے آتی ہے حمیت گناہ پر) ۲/۹، ۵/۱۰، ۱۱/۱۲، ۱۹/۷

پ ۲۲/۱۴ پ ۲۳/۹، ۱۰ پ ۲۸/۱۳

عُزّٰی : عُزّٰی ایک بت کا نام ہے مولانا سید سلیمان ندوی، ارض القرآن لکھتے ہیں :-

" اَلْعُزّٰی اس کے متعلق یہ تو ظاہر ہے کہ یہ (عَزَّ) سے مشتق ہے جس کے معنی غلبہ کے ہیں "عَزَّ" کا اسم تفضیل مونث عُزّٰی ہے، یعنی بہت غالب آنے والی دیبی" عجب نہیں کہ یہ قریش اور ان کے ہم نسب قبائل کی لڑائی کی دیبی ہو اور غالباً یہی سبب ہے کہ جنگ اُحد میں جب مسلمانوں کو شکست ہوئی اور وہ کوہ اُحد پر چڑھ گئے تو ابوسفیان نے دامن کوہ میں کھڑے ہو کر مسلمانوں کو خطاب کر کے عزیٰ کی جے پکاری تھی کہ لنا العزّٰی ولا عزّٰی لکم ہمارے طرف عزّٰی ہے تمہاری طرف کوئی عُزّٰی نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے حضرت عمر نے اس کے جواب میں فرمایا اللہ مولانا ولا مولیٰ لکم ہمارا آقا اللہ ہے تمہارا کوئی آقا نہیں (صحیح بخاری، غزوہ اُحد)[1] اور آگے چل کر لکھتے ہیں :-

عُزّٰی ایک درخت تھا اس کے نیچے ایک بُت تھا، چاروں طرف چار دیواری تھی "[2]

اور سیرۃ النبی میں تحریر فرماتے ہیں :-

"عزّٰی ایک درخت تھا، اس کے پاس ایک بُت تھا یہ قبیلہ غطفان کا بت تھا، لیکن قریش بھی اس کی نہایت عزت کرتے تھے اور اس کی زیارت کو جاتے تھے قریش جب کعبہ کا طواف کرتے تھے تو یہ پڑھتے تھے

اللات والعزّٰی	لات، عُزّٰی اور تیسرا
ومناۃ الثالثۃ	منات یہ بڑے برگزیدہ
الاخریٰ انہن	ہیں اور ان کی سفارش
الغرانیق العلیٰ	کی خدا کے ہاں اُمید
وان شفاعتہن	ہے۔
لترتجی	

(معجم البلدان لفظ "لات" وکتاب الاصنام للکلبی مطبوعہ دار الکتب المصریہ ۱۳۴۳ھ ص ۱۹)[3]

سید صاحب نے عُزّٰی کے بارے میں جو یہ فرمایا ہے کہ "عجب نہیں کہ جو یہ قریش اور ان کے ہم نسب

[1] ارض القرآن ج ۲ ص ۳۵ ۲ طبع معارف اعظم گڑھ ۱۳۴۳ھ [2] ایضاً - ص ۲۳۷،
[3] سیرۃ النبی - ج ۴ - ص ۱۹۵ طبع معارف اعظم گڑھ ۱۳۵۰ھ -

قبائل کی لڑائی کی وجہ بھی یہ محض سید صاحب موصوف کا قیاس ہے تاریخ اور تفسیر کی کتابیں اس کے ذکر سے خاموش ہیں۔

تاج العروس میں ابن سیدہ سے منقول ہے کہ عُزّیٰ، اَعَزّ کی تانیث ہے جیسے کہ فُضْلیٰ اَفْضَلْ کی اس صورت میں اَلْعُزّیٰ کا الف لام زائد نہیں بلکہ الحارث اور العباس کی طرح ہے، اور قاعدہ کے لحاظ سے زائد ہونا چاہیئے کیوں کہ جس طرح الصغریٰ اور الکبریٰ کا استعمال صفات کے سلسلہ میں سنا ہے اس طرح اَلْعُزّیٰ کا نہیں سنا ،،

مشرکین اپنے دیوتاؤں کے نام زیادہ تر مؤنث رکھتے تھے چنانچہ لات، عُزّیٰ اور مناتِ تینوں مؤنث ہیں وہ ان کو العیاذ باللہ خدا کی قدوس کی بیٹیاں سمجھ کر پوجتے تھے۔ امام محمد بن جریر طبری المتوفی ۳۱۰ھ نے جو کہ بڑے مشہور مفسر اور مؤرخ گزرے ہیں، عُزّیٰ کے متعلق مفسرین سلف سے حسب ذیل اقوال نقل کیے ہیں :۔

مجاہد :۔ یہ کچھ درخت تھے۔

سعید بن جبیر : یہ ایک سفید پتھر تھا۔

ابن زید : یہ طائف کا ایک مقام تھا۔

قتادہ : یہ بطن نخلہ میں تھا۔[1]

قاموس میں ہے کہ عُزّیٰ ایک کیکر کا درخت تھا جس کی قبیلہ غطفان پوجا کیا کرتا تھا۔ ظالم بن اسعد نے سب سے پہلے اس کی پرستش شروع کی تھی یہ ذات عرق سے اوپر بستان کی طرف نو میل پر تھا اور علامہ ابو حیان اندلسی نے ابو عبیدہ سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ عزّیٰ اور مناۃ کعبہ میں تھے، علامہ موصوف نے ان سب اقوال میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ یہ ممکن ہے کہ طائف، بطن نخلہ اور کعبہ شریف تینوں مقام پر اس کی مورتیاں رکھی ہوں اور ہر ایک نے اپنے علم میں اس نام کا بت جہاں رکھا تھا، اس کو بتایا۔[2]

اور حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں :۔

"عُزّیٰ ایک درخت تھا، جہاں ایک عمارت بنی ہوئی تھی اور اس پر پردے پڑے رہتے تھے یہ مقام نخلہ میں تھا جو طائف اور مکہ مکرمہ کے درمیان ہے، قریش اس کی بڑی عظمت کرتے تھے، چنانچہ ابو سفیان نے اُحد کے دن کہا تھا لنا العزّیٰ ولا عزّیٰ لکم اور رسول اللہ

---

[1] تفسیر ابن جریر، ج ۲۷، ص ۳۲ [2] البحر المحیط، ج ۸، ص ۱۶۱ طبع مصر ۱۳۲۸ھ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا جواب دو اللہ
مولانا ولا مولیٰ لکم، بخاری میں حضرت ابوہریرہ
رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے قسم کھائی اور اپنی
قسم میں واللات والعزیٰ کہا یعنی لات
وعزیٰ کی قسم، اسے چاہیے کہ لا الہ الا اللہ
کہے اور جس نے اپنے ساتھی سے یوں کہا کہ
آ جوا کھیلیں، تو صدقہ دے، یہ حکم اس شخص کے بارے
میں ہے کہ جس کی زبان سے بے ساختہ یہ کلمات
نکل جائیں جس طرح سے کہ زمانہ جاہلیت میں
لوگوں کی زبانوں پر یہ الفاظ چڑھے ہوتے تھے
چنانچہ نسائی نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی
اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ میری زبان
سے لات وعزیٰ کی قسم نکل گئی تو میرے ساتھیوں
نے مجھ کو ٹوکا کہ تم نے برا کیا اور بیہودہ بات
زبان سے نکالی، میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت میں آ کر واقعہ عرض کیا۔ آپ نے
ارشاد فرمایا کہو لا الہ الا اللہ وحدہ
لا شریک لہ لہ الملک ولہ
الحمد وھو علی کل شیئ قدیر
اور تین دفعہ بائیں طرف تھتکار دو، اور

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم
پڑھو اور آئندہ کے لیے ایسا نہ کرو"
اس کے بعد ابن اسحٰق کی کتاب السیرۃ سے ناقل ہیں کہ
"اہل عرب نے کعبہ شریف کے علاوہ بھی بہت
سے استھان بنا رکھے تھے چنانچہ متعدد بت خانے
ایسے تھے جن کی وہ خانہ کعبہ کی طرح سے تعظیم
کرتے تھے، ان بت خانوں میں پجاری اور
دربان بھی ہوتے تھے اور کعبہ کو جس طرح ہدی جاتی
ہے یہاں بھی جاتی تھی، طواف بھی ہوتا تھا اور
قربانی بھی ہوتی تھی، حالانکہ وہ ان بت خانوں
پر کعبہ کی فضیلت بھی مانتے تھے، کیونکہ انہیں
اس بات کا علم تھا کہ کعبہ حضرت ابراہیم علی نبینا و
علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عبادت کدہ اور آپ
کی مسجد ہے۔

چنانچہ مقام نخلہ میں قریش اور بنی کنانہ کی
دیبی عزیٰ تھی اور اس کے پجاری اور دربان قبیلہ
سلیم میں سے بنی شیبان تھے جو بنی ہاشم
کے حلیف تھے۔

میں (ابن کثیر) کہتا ہوں رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے حضرت خالد بن الولید رضی اللہ
عنہ کو عزیٰ کی طرف بھیجا تھا تا کہ آپ اس کو

جاکر گرادیا، گراتے وقت آپ یہ شعر پڑھ رہے تھے
یاعُزّیٰ کفرانك، لا سبحٰنكِ، انی رأیت اللہ قد اھانكِ
اے عزیٰ تیرا انکار ہے، تیری پاکی نہیں، میں نے دیکھ لیا کہ اللہ نے تجھے ذلیل کر دیا۔

نسائی حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ شریف کو فتح فرما لیا تو حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کو نخلہ کی جانب بلا کر فرمایا، عزیٰ دیبی وہیں تھی، چنانچہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ وہاں آئے اس مقام پر ببول کے تین درخت تھے آپ نے سب کو کاٹ ڈالا اور اس بتھ کو گرادیا۔ جو اس پر بنا تھا پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت مبارک میں حاضر ہو کر اس کی اطلاع دی تو آپ نے فرمایا واپس جاؤ تم نے کچھ نہ کیا حضرت خالد رضی اللہ عنہ واپس ہوئے۔

پجاریوں نے جو دربان بھی تھے ان کو آتے دیکھا تو عُزّیٰ کی جے لگاتے ہوئے پہاڑ کے اندر جا گھسے، اب جو حضرت خالد رضی اللہ عنہ یہاں آئے تو ایک عورت کو دیکھا برہنہ، بال بکھرے ہوئے، اسر پر خاک اُڑ رہی ہے، آپ نے تلوار اس کے جسم میں اُتار دی اور اُسے قتل کر دیا۔ اور واپس آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع کی تو آپ نے فرمایا کہ عزّیٰ یہی تھی، [1]

یہاں یہ بھی واضح کر دینا ضروری ہے کہ ابوالمنذر ہشام کلبی نے جو کتاب الاصنام میں یہ لکھ دیا ہے:۔

وقد بلغنا ان	اور ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ
رسول اللہ صلی	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اللہ علیہ وسلم	نے ایک روز عزّیٰ کا ذکر کیا
ذکرھا یوما	اور فرمایا کہ میں نے عزّیٰ پر
فقال لقد	ایک خاکی رنگ کی بھیڑ چڑھائی
اھدیت للعزیٰ	تھی جبکہ میں اپنی قوم کے دین
شاۃ عفراء وانا	پر تھا۔
علی دین قومی [2]	

سو محض واہیات ہے۔ اوّل تو ہشام کلبی رافضی مشہور دروغ گو ہے اس پر طرہ یہ کہ اس کی کوئی سند

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۲۵۳، ۲۵۴ طبع مصر ۱۳۶۰ھ [2] کتاب الاصنام ص ۱۹ طبع امیریہ قاہرہ ۱۳۳۲ھ۔

بھی نہیں بلکہ بلاغ ہے، خدا جانے کس طریقہ سے یہ روایت اس تک پہنچی، اور پھر ا تمام اہل حق کا اجماع ہے کہ انبیاء علیہم السلام نبوت سے پہلے بھی شرک و کفر سے معصوم تھے۔

اسی طرح بخاری کی تاریخ صغیر میں ہشام بن عروہ کی زبانی یہ منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صاحبزادہ عبد العزیٰ نامی حضرت خدیجہ کے بطن سے ہوا جو زمانہ اسلام سے قبل فوت ہو گیا۔[1] یہ بھی محض غلط ہے، چنانچہ امام طحاوی، بیہقی، ابن الجوزی، ابن ناصر اور حافظ قطب الدین حلبی وغیرہ بڑے بڑے محدثین نے اس واقعہ کے غلط ہونے کی تصریح کی ہے۔[2]

۲۶
ـــ
۵

عُزَیْرٌ: ایک مشہور اسرائیلی بزرگ کا نام جن کے متعلق عرب کا یہ عقیدہ تھا کہ نعوذ باللہ یہ اللہ تعالیٰ کے فرزند ہیں علامہ ابوحیان اندلسی غرناطی المتوفی ۷۵۴ھ اپنی مشہور تفسیر البحر المحیط میں رقمطراز ہیں:۔

"عاصم اور کسائی نے عُزَیْرٌ تنوین کے ساتھ پڑھا ہے اس خیال سے کہ یہ عربی لفظ ہے اور باقی قراء سبعہ عاذر، عیذار اور عزرائیل کی طرح عجمیت اور علمیت کی بنا پر اس کو بغیر تنوین کے غیر منصرف پڑھتے ہیں بہرحال دونوں قراءتوں پر آیت میں لفظ ابن اس کی خبر ہے، اور ابو عبید نے کہا ہے کہ یہ عجمی ہے اور تصغیر کی بنا پر خفیف اس لیے منصرف ہے جیسے کہ نوح لوط اور ہود میں، اور بعض نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ بات اس لیے صحیح نہیں کہ یہ لفظ چار حرفی ہے اور مصغر نہیں بلکہ عجمی نام ہے جو مصغر کے وزن پر آیا ہے جیسے کہ سلیمان بر وزن عثمان ہے مگر مصغر نہیں ہے"۔[3]

عام طور پر مشہور ہے کہ عزیر انبیائے بنی اسرائیل میں تھے لیکن علامہ محمود آلوسی روح المعانی میں لکھتے ہیں:۔

واختلف فی عزیر	اس میں اختلاف ہے
ھل ھو نبی ام لا	کہ آیا عزیر نبی تھے یا
والاکثرون علیٰ	نہیں، اکثر علماء ان کو

[1] تاریخ صغیر۔ ص ۳۔ طبع انوار احمدی الہ آباد [2] ملاحظہ ہو شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ ج ۳ طبع مصر ۱۳۲۶ھ [3] البحر المحیط۔ ج ۵۔ ص ۳۱ طبع مصر ۱۳۲۸ھ

الثانی [1] نبی نہیں مانتے۔ چنانچہ شیخ جلال الدین سیوطی نے بھی الاتقان فی علوم القرآن میں ان ہی لوگوں میں ان کا نام لیا ہے جو نبی اور رسول نہ تھے۔[2] مولانا سیّد سلیمان ندوی، ارض القرآن میں لکھتے ہیں :-

"عُزَیر سے مراد عزرا کاہن ہیں جنہوں نے توراۃ کو اپنے اعجاز سے دوبارہ زندہ کیا معترضین اسلام کا بیان ہے کہ یہودیوں میں عزیر کی ابنیت کا کوئی عقیدہ نہیں ہے اس لیے قرآن کا یہ دعویٰ سراسر خلاف واقع ہے۔ اس اعتراض کا سرسری جواب تو یہ ہے جیسا بیضاوی نے لکھا ہے یہ ہے کہ قرآن نے اپنی آواز مدینہ میں یہودیوں کے مجمع کے اندر بلند کی، اور کہیں سے اس کی تکذیب اور خلاف واقعیت کی صدا نہ اٹھی اس سے یہ معلوم ہوا کہ عرب کے یہودیوں میں یہ اعتقاد موجود تھا، ابن جریر طبری نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ مدینہ میں اس اعتقاد کے لوگ موجود تھے۔ ابن حزم نے ملل میں لکھا ہے کہ یہودیوں کا صدوقی فرقہ جو یمن میں تھا اسی کا یہ عقیدہ تھا۔

(جلد اول صفحہ ۹۹)

میرے نزدیک اصل یہ ہے کہ یہودیوں میں ابنیت کا تخیل نہایت قدیم ہے تکوین کے چھٹے باب میں ہے کہ :-

"خدا کے بیٹوں نے دیکھا کہ انسان کی بیٹیاں خوب صورت ہیں"

"ابن اللہ" کے معنی عبرانیوں کے محاورے میں خدا کے محبوب اور پیارے کے تھے، اسی لیے مسلمانوں کے مقابلہ میں عرب کے یہودیوں اور عیسائیوں کا دعویٰ تھا :

وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ۔ (مائدہ) ہم خدا کے فرزند ہیں اور اس کے چہیتے۔

ایسی حالت میں یہود عرب اگر عیسائیوں کے مقابلہ میں ان کا غرور توڑنے کے لیے

[1] روح المعانی- ج ۱۰- ص ۸۲- طبع منیر مصر۔ [2] ملاحظہ ہو الاتقان فی علوم القرآن کی النوع الرابع والستون (ج ۲ - ص ۱۴۲ طبع جدید مطبوعہ مصر)

حضرت عزیر کو حضرت عیسیٰ کا مماثل اور ہمسر قرار دیتے ہوں تو کیا عجب ہے، قرآن نے بھی اسی موقع پر یہودیوں کے اس قول کو نقل کیا ہے چنانچہ پوری آیت یہ ہے

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ	یہود نے کہا عزیر
ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ	خدا کا بیٹا ہے اور
النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ	نصاریٰ نے کہا مسیح خدا
اللَّهِ ذَلِكَ قَوْلُهُمْ	کا بیٹا ہے یہ ان کا
بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِئُونَ	صرف زبانی دعویٰ
قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا	ہے یہ اگلے کافروں
مِنْ قَبْلُ ۔ (توبہ)	کی بات کی نقل اتارتے ہیں۔

آیت بالا کے آخیر حصہ کا مطلب بیان کرتے ہیں ہمارے مفسرین مصنف آلبیان ہیں کہ ابنیت کے مسئلہ پر یہ کسی اگلی قوم کے عقیدہ کی نقل اتارتے ہیں، درحقیقت یہ تخیل تمام بت پرست قوموں کی میتھالوجی کا جزو رہا ہے لیکن خصوصیت کے ساتھ عیسائیوں نے جس قوم سے اس عقیدہ کو حاصل کیا وہ اہل مصر ہیں اور یہودی فرقہ نے عیسائیوں کی دیکھا دیکھی یہ کلمہ منہ سے نکالا" ۱ے

مولانا شبیر احمد عثمانی نے شیخ الہند کے ترجمہ قرآن مجید کے حواشی پر یہ بھی لکھا ہے کہ:-

"ہم سے ایک نہایت ثقہ بزرگ (حاجی امیر شاہ خاں مرحوم) نے بیان کیا کہ سیاحت فلسطین وغیرہ کے دوران میں مجھے بعض یہود اس خیال کے ملے جن کو اسی عقیدہ کی نسبت سے "عزیری" کہا جاتا ہے" ۲ے

حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں تصریح کی ہے کہ:

"بہت سے علماء نے کہا ہے کہ تورات کا تواتر حضرت عزیر کے زمانہ میں ختم ہو گیا تھا" ۳ے

ع ز ز

عَزِيزٌ: غالب، زبردست، قوی، گرامی قدر، مشتاق، دشوار، شاہ مصر و اسکندریہ کا لقب عِزَّةٌ سے فَعِيلٌ کے وزن پر بمعنی فاعل مبالغہ کا صیغہ ہے۔ امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں۔

۱ے ارض القرآن ج ۲ ص ۱۹۶ ۲ے ملاحظہ ہو حواشی سورۂ توبہ ص ۲۴۸ طبع مدینہ پریس بجنور
۳ے البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۴۶ طبع مصر۔

عَزِیْزٌ وہ ہے جو غالب ہو مغلوب نہ ہو،
ارشاد ہے هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (وہ زبردست
ہے حکمتوں والا) اور يَا أَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا
(اے عزیز پڑی ہم پر) عَزَّ عَلَيَّ
كَذَا اس کے معنی شاق اور گراں گزرنے کے ہیں
ارشاد ہے عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ
(شاق ہے اس پر یہ کہ تم ایذا میں پڑو) اور
عَزَّ الشَّيْءُ کے معنی ہیں کمیاب ہونا، اسی
معنی میں جس معنی میں کہ یہ مقولہ ہے کل
موجود مملول وکل مفقود مطلوب
(ہر موجود چیز سے اکتایا جاتا ہے اور ہر مفقود
کو تلاش کیا جاتا ہے) اور یہ جو ارشاد
ہے اِنَّهٗ لَكِتَابٌ عَزِيْزٌ (بلاشبہ
یہ کتاب ہے نادر، یعنی اس کا حصول اور
اس جیسی کتاب کا وجود دشوار ہے)"
اور سید مرتضیٰ زبیدی، تاج العروس میں
رقمطراز ہیں کہ:
عزیز شاہ مصر و اسکندریہ کا بھی لقب
ہو جس طرح سے کہ شاہ حبشہ کو نجاشی اور
شاہ روم کو قیصر کہتے ہیں۔ چنانچہ آیہ شریفہ
يَا أَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَأَهْلَنَا الضُّرُّ
(اے عزیز آپڑی ہم پر اور ہمارے گھر پر سختی) میں
عزیز کی یہی تفسیر کی گئی ہے۔
نیز عزیز حق تعالیٰ کی صفات اور اس کے
اسماء حسنیٰ میں سے ہے، زجاج نے اس کے
معنی کیے ہیں "ایسا زبردست جس پر کوئی
چیز غالب نہ ہو سکے" اور دوسرے لوگوں نے
اس کا ترجمہ کیا ہے "قوی جو ہر شے پر غالب
ہو" اور بعض نے کہا ہے کہ عزیز
وہ ہے کہ جس کی مثل کوئی نہ ہو" اور ارشاد
الٰہی وَاِنَّهٗ لَكِتَابٌ عَزِيْزٌ لَا يَأْتِيْهِ
الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ
خَلْفِهٖ (اور یہ کتاب ہے نادر اس پر جھوٹ
کا دخل نہیں آگے اور نہ پیچھے سے) کا مطلب
یہ ہے کہ الحاق سے محفوظ اور بالاتر ہے"
اور امام بیہقی کتاب الاسماء والصفات میں فرماتے
ہیں:۔
"حلیمی رحمہ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ عزیز کے
کے معنی ہیں اس ذات کے جس تک رسائی
نہ ہو سکے، اور نہ کسی نامناسب بات کا عمل
دخل اس پر ممکن ہو" کیوں کہ عزیز عربی زبان
میں عِزَّۃ سے مشتق ہے جس کے معنی صلابت

بدنی سخت ہوتے گئے ہیں۔ اس لیے اللہ کو عَزِیْزٌ کہنے کا مطلب ہے اس کے قدیم ہونے کا اعتراف کرنا اس طرح کہ حسبِ قدرت اور حسین قوت کے ساتھ وہ ہمیشہ سے چلا آرہا ہے اس میں ذرا تبدیلی کی گنجائش نہیں جس کا نتیجہ ہے اللہ کو پاک سمجھنا ان تمام باتوں سے کہ جو مخلوق میں ہو سکتی ہیں کیوں کہ وہ اپنی ذات قدیم نہ ہونے کے باعث حوادث و تغیرات کا آماجگاہ رہتی ہے۔

اور ابو سلیمان امام خطابی صاحب معالم السنن شرح سنن ابی داؤد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ "عَزِیْزٌ ایسا غالب ہے جو مغلوب نہ ہو" عِزٌّ کے معنی کبھی تو غلبہ کے آتے ہیں چنانچہ عَزَّ یَعُزُّ عزًّا کی عین کے پیش کے ساتھ اسی معنی میں آتا ہے اور کبھی اس کے معنی شدت اور قوت کے ہوتے ہیں اس لیے عَزَّ یَعَزُّ بفتح العین آتا ہے اور کبھی گرامی قدر ہونے کیلئے آتا ہے چنانچہ عَزَّ یَعِزُّ بکسر العین اسی معنی میں مستعمل ہے۔ لہذا عَزِیْز کے معنی ہوئے وہ ذات جس کا کوئی عدیل و مثیل نہ ہو" واللہ

اعلم[۱]

۱/۱۵ ۲/۹، ۱۱، ۱۲، ۱۵ ۳/۳، ۹، ۱۰، ۱۴ ۴/۴ ۶/۱۰

۷/۳، ۴، ۱۸ ۹/۱۵ ۱۰/۳، ۴، ۵، ۱۲، ۱۵ ۱۱/۵

۱۲/۶، ۸، ۱۴، ۱۰ ۱۳/۳، ۴، ۱۳، ۱۵، ۱۹ ۱۴/۱۳ ۱۷/۱۳، ۱۶

۱۹/۵، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱

۲۰/۲، ۱۵، ۱۶ ۲۱/۴، ۶، ۱۰، ۱۲، ۱۴ ۲۲/۷، ۹، ۱۳

۲۲/۱۵، ۱۶، ۱۸ ۲۳/۲، ۱۰، ۱۴، ۱۵ ۲۴/۴، ۱۰، ۱۶، ۱۹

۲۵/۲، ۳، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۲۰ ۲۶/۱ ۲۷/۱۰، ۱۷، ۱۹

۲۸/۳، ۴، ۶، ۷، ۹، ۱۱، ۱۶ ۲۹/۱ ۳۰/۱۰

عَزِیْزًا ۵/۵ ۶/۲، ۳ ۲۱/۱۹ ۲۶/۹، ۱۱

عِزِیْنَ: گروہ گروہ، جماعت جماعت، جوق جوق۔ امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:۔ عِزِیْنَ کے معنی ہیں متفرق جماعتیں اس کا واحد ہے عِزَةٌ یہ اصل میں عِزْوَةٌ فَاعْتَزَیٰ سے ہے یعنی میں نے اس کو نسبت کی تو وہ منسوب ہو گیا گویا عِزَةٌ وہ جماعت ہوتی کہ جس کا ایک فرد دوسرے کی طرف منسوب ہو ولادت میں یا ایک دوسرے کی پشت پناہی میں، اور اسی سے ہے الاعتزاء فی الحرب یعنی جنگ میں اپنا انتساب بتانا،

---

[۱] کتاب مذکور ص ۴۳ مطبع انوار احمدی الہ آباد۔

مثلاً یہ کہنا کہ انا ابن فلان (میں ہوں فلاں کا بیٹا)، انا صاحب فلان (میں ہوں فلاں کا ساتھی)

اور بعض کہتے ہیں کہ عِزِیْنَ عَزَاءٌ فَهُوَ عَزٍ سے نکلا ہے جس کے معنی آتے ہیں بتکلف صبر کرنے اور دوسرے کو اسی حال میں دیکھ کر تسلی پانے کے گویا عِزَۃٌ اس جماعت کا نام ہے کہ جو ایک دوسرے کو دیکھ دیکھ کر تسلی پاتی رہتی ہے"

اور علامہ ابوحیان اندلسی البحر المحیط میں رقمطراز ہیں :-

عِزِیْنَ جمع ہے عِزَۃٌ کی، ابوعبیدہ نے اس کے معنی متفرق جماعتوں کے بیان کیے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ تین تین چار چار آدمیوں کی چھوٹی چھوٹی ٹکڑیاں مراد ہیں، اصمعی کا بیان ہے کہ فِی الدَّارِ عِزُوْنَ کے معنی ہیں گھر میں مختلف قسم کے لوگ ہیں۔

عِزَۃٌ کا لام کلمہ محذوف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ حرف محذوف واو ہے اور اس کی اصل عِزْوَۃٌ ہے گویا ہر ٹولی اس کی طرف منسوب ہے جس کی طرف دوسری ٹولی منسوب نہیں اور اسی لیے وہ جدا جدا ہیں، کہا جاتا ہے عَزَاهُ یَعْزُوْهُ وہ یعنی اس نے اپنے کو دوسرے کی طرف منسوب کیا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اس کا لام کلمہ ہا ہے اور یہ اصل میں عِزْھَۃٌ تھا۔ اور جس طرح کہ سَنَۃٌ اور اس کے نظائر کی جمع واو نون کے ساتھ آتی ہے اسی طرح عِزَۃٌ کی جمع بھی آتی ہے اور جمع میں اس کی عین پر کسرہ اور ضمہ دونوں آتے ہیں" [1] ۲۹/ ۸

فصل السین المہملہ

عُسْر دشواری، مشکل، سختی، تنگی۔ یُسْر (آسانی) کی ضد ہے اس کے معنی سخت اور دشوار ہونے کے ہیں یہ مصدر ہے اور اس کا فعل باب سَمِعَ اور کَرُمَ سے آتا ہے، چونکہ فقیری میں بھی تنگی اور سختی ہوتی ہے اس لیے تنگدست ہونے میں بھی اس کا استعمال ہوتا ہے۔ قاموس میں ہے کہ

عُسْرٌ بالضم اور بضمتین یعنی عُسُرٌ اور

---

[1] البحر المحیط۔ ج ۸۔ ص ۳۳۰

بالتحریک یعنی عَسَرۃٌ، عُسْرَۃٌ کی ضد ہے"
اور علامہ سید مرتضیٰ زبیدی اس کی شرح
تاج العروس میں لکھتے ہیں:۔
"عیسٰی بن عمر کا بیان ہے کہ ہر وہ اسم جو سہ
حرفی ہو اور اس کے پہلے حرف پر پیش ہو اور
بیچ کا حرف ساکن ہو اس کو بعض عرب حرکت
دیتے ہیں اور بعض ساکن رکھتے ہیں جیسے عُسُرٌ
اور عُسْرٌ اور حُلُمٌ اور حُلْمٌ اس کے
معنی تنگی، سختی اور دشواری کے ہیں، اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا
(اب کر دیگا اللہ سختی کے پیچھے کچھ آسانی) نیز
ارشاد ہوتا ہے فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا اِنَّ
مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا (سو البتہ مشکل کے ساتھ
آسانی ہے، البتہ مشکل کے ساتھ آسانی ہے)
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے
کہ اُنہوں نے اس آیت کو تلاوت کر کے
فرمایا لن یغلب عسر یسرین (ایک عُسْر
یسر دو پر ہرگز غالب نہیں ہو سکتی) ابو العباس
سے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس قول
کی تفسیر اور اس کی مراد کو دریافت کیا
گیا تھا، تو ابو العباس نے کہا کہ فراء نے
بیان کیا ہے کہ عرب جب ایک دفعہ نکرہ
بول کر دوبارہ پھر اسی نکرہ کو لائیں تو وہ دو نکرے
ہو جاتے ہیں اور جب دوبارہ معرفہ کر کے ذکر
کریں تو پھر وہی ایک چیز رہتی ہے چنانچہ یہ
کہا جائے کہ اذا کسبت درھما فانفق
درھما (جب تو ایک درم کمائے تو دوسرا
درم خرچ کر) تو یہاں درم ثانی درم اول کے
علاوہ سمجھا جائیگا، لیکن اگر دوسری دفعہ الف
لام کے ساتھ اس کا ذکر ہوگا تو بعینہٖ وہی درم
مراد ہوگا۔ چنانچہ اگر یہ کہو کہ اذا کسبت
درھما فانفق الدرھم (جب تو ایک
درم کما لائے تو اس درم کو خرچ کر) تو یہاں
درم ثانی سے وہی درم اول مراد ہوگا۔
ابو العباس کہتے ہیں یہی معنی حضرت ابن
مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کے بھی ہیں کہ
حق تعالیٰ شانہ نے جب عسر کا ذکر فرما کر
دوبارہ الف لام کے ساتھ اسے ذکر فرما کر
معلوم ہوا کہ اس سے مراد وہی عسر مذکور ہے"
اور جب یسر کو ذکر فرما کر بغیر الف لام کے
اس کا اعادہ فرمایا تو معلوم ہوا کہ یسر ثانی
یسر اول کے علاوہ ہے، لہٰذا "عسر ثانی

عسر اول ہی رہا اور "یسر ثانی"۔ اس یسر کے علاوہ ہوا کہ جس کا ابتداء میں ذکر آچکا ہے"

پ ۲۔ ۲۸/۱۱۔ ۳۰/۱۹۔ عُسْرًا ۱۵/۲۲

عَسِیْرٌ: دشوار، سخت، مشکل، عُسْرٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ۔ پ ۲۷/۸

عُسْرَۃ: تنگی، تنگدستی، مفلسی، اسم ہے قاضی محمد بن علی شوکانی لکھتے ہیں:۔

العسر تضیق الحال من جہۃ عدم المال[1] — عسرت کہتے ہیں مال نہ ہونے کے سبب حالت کے تنگ ہونے کو۔

"ساعۃ العسرۃ" مشکل کی گھڑی" سے مراد غزوہ تبوک کی سختی کا زمانہ ہے کیونکہ اس وقت سخت قحط اور شدت کی گرمیاں تھیں، پھر کھجور کا موسم اور سفر لمبا، بے سروسامانی کا یہ عالم کہ ایک ایک کھجور پر دو دو سپاہیوں نے گزارہ کیا بلکہ بہت سے مجاہدین نے تو صرف ایک ہی کھجور کو باری باری چوس کر اوپر سے پانی پی لیا اور لشکر غلادا کیا پھر پانی کی قلت بھی اتنی ہو گئی تھی کہ بعض لوگ اونٹوں کے اوجھ کی آلائش نچوڑ کر پینے پر مجبور ہوتے ادھر سواری کی کمی کا یہ حال تھا کہ دس دس آدمی ایک ایک اونٹ پر باری باری سے سوار ہوتے چلے آرہے تھے، یہی مشکلات تھیں جن کی بنا پر اس غزوہ کو "غزوۃ العسرۃ" اور اس لشکر کو "جیش العسرۃ" کہا جاتا ہے، یہ غزوہ ماہ رجب ۹ سنہ ہجری میں پیش آیا تھا۔ پ ۱۱/۳

عُسْرٰی: سختی، دشواری، سخت چیز، مشکل کام، عُسْرٌ سے افعل التفضیل کا صیغہ واحد مؤنث اَعْسَر کی تانیث ہے، تاج العروس میں ہے کہ مفسرین نے عُسْرٰی سے، عذاب مراد لیا ہے

پ ۳۰/۱۷

عَسْعَسَ: رات کا اندھیرا چھا گیا، رات کا اندھیرا چلا گیا، یہ بروزن فَعْلَلَ، عَسْعَسَۃٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے امام ابو جعفر بیہقی تاج المصادر میں لکھتے ہیں:۔

"عسعس اللیل کے معنی ہیں رات کا اندھیرا چھا گیا، نیز رات کا اندھیرا چلے جانے کے لیے بھی یہ لفظ بولا جاتا ہے۔ لہذا یہ کلمہ اضداد میں سے ہے۔ اسی باب سے یہ آیہ کریمہ ہے وَاللَّیْلِ اِذَا عَسْعَسَ (اور قسم ہے رات کی جب پھیل جاوے یا قسم ہے رات کی جب وہ جانے لگے)

[1] فتح القدیر۔ ج ۱۔ ص ۱۱۸۔ طبع مصر۔

اور آیت وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ (اور قسم ہے
صبح کی جب وہ سانس لیوے) اس بات کو
بتلاتی ہے کہ یہاں عَسْعَسَ بمعنے أَدْبَرَ
(رات نے مُنہ پھیرا) کے لینا زیادہ بہتر ہے
اور بعض کہتے ہیں کہ تَعَسْعَسَ کا مقلوب
ہے، اور تَعَسْعَسَ کی ترکیب کسی چیز کے چلے
جانے کو بتلاتی ہے اور یہی ابن فارس کا قول
ہے ''

اور امام راغب اصفہانی مفردات القرآن
میں رقمطراز ہیں :-

وَاللَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ میں عَسْعَسَ
کے معنی أَقْبَلَ اور أَدْبَرَ دونوں کے ہیں
(یعنی رات کا اندھیرا چھانے کے بھی اور چھٹ
جانے کے بھی) اور یہ کیفیت رات کی ابتدا
میں بھی ہوتی ہے اور انتہا میں بھی، لہذا
عَسْعَسَۃ اور عَسَاسٌ کے معنی ہوئے ہلکا
ہلکا اندھیرا ہونے کے اور یہ رات کے
دونوں اطراف میں ہوتا ہے'' ب ۳۰/۶

عٓسٓقٓ : عین، سین، قاف، حروف
مقطعات ہیں، جن کے معانی کا صحیح علم حق تعالیٰ
کے ساتھ خاص ہے (ملاحظہ ہو الٓمّٓ) ب ۲۵/۴

عَسَل : شہد، یہ لفظ مذکر اور مؤنث دونوں
طرح مستعمل ہے، مگر تانیث کا استعمال زیادہ
ہے، علامہ مجدالدین فیروز آبادی مصنف قاموس
نے ایک مستقل رسالہ ترقیق الاسل لتصفیق العسل
شہد کے منافع اور اس کے اسماء میں تصنیف
کیا ہے۔ ب ۲۶/۶

عَسٰی : عنقریب ہے، انتساب ہے، ممکن
ہے، توقع ہے، اندیشہ ہے، کھٹکا ہے۔ علامہ
جلال الدین سیوطی، الاتقان فی علوم القرآن
میں لکھتے ہیں :-

'' عَسٰی فعل جامد ہے، غیر منصرف اور اسی
بناء پر ایک جماعت کا دعویٰ ہے کہ یہ حرف
ہے اس کے معنی پسندیدہ بات میں امید
کے اور ناپسندیدہ میں اندیشہ اور کھٹکے کے
ہیں، اور یہ دونوں معنی اس آیت کریمہ میں
جمع ہو گئے ہیں، وَعَسٰى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا
وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسٰى أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا
وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ (اور توقع ہے کہ ایک چیز
تم کو بُری لگے اور وہ بہتر ہو تمہارے حق
میں اور خدشہ ہے کہ ایک چیز تم کو بھلی
لگے اور وہ بُری ہو تمہارے حق میں)

ابن فارس کا بیان ہے کہ عَسٰی قرب اور
نزدیکی کے لیے آتا ہے، جیسے قُلْ عَسٰی اَنْ
یَّکُوْنَ رَدِفَ لَکُمْ (تو کہہ کیا بعید ہے
جو تمہاری پیٹھ پر پہنچ چکی ہو) اور کسائی نے
کہا ہے کہ ہر وہ جگہ جہاں قرآن مجید میں عَسٰی
خبر کے لیے آیا ہے بصیغہ واحد آیا ہے جیسا
کہ آیت سابقہ میں ہے اور اس کے معنی ہوں
گے عسی الامر ان یکون کذا یعنی
توقع ہے کہ معاملہ یوں ہو) اور جہاں استفہام
کے لیے آتا ہے بصیغہ جمع ہوتا ہے جیسے
فَہَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ تَوَلَّیْتُمْ (پھر تم سے یہی
اندیشہ ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے)
ابو عبیدہ نے کہا ہے کہ ہَلْ عَسَیْتُمْ بمعنی
ہَلْ عَرَفْتُمْ ذٰلِکَ (کیا تم نے جان لیا) اور
ہَلْ اَخْبَرْتُمُوْہُ (کیا تمہیں یہ بتلایا بھی گیا
ہے اسے -

ابن ابی حاتم اور بیہقی وغیرہ حضرت ابن
عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ
قرآن پاک میں ہر جگہ عَسٰی واجبہ ہے یعنی تحقیق
کیلئے استعمال ہوا ہے اور امام شافعی فرماتے
ہیں کہ عَسٰی اللہ تعالٰی کی طرف سے وجوب
کے لیے ہے۔ اور ابن الانباری نے کہا ہے بجز دو
جگہ کے سارے قرآن میں عَسٰی واجبہ ہے
ایک تو عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یَّرْحَمَکُمْ (بعید
نہیں تمہارے رب سے کہ رحم کرے تم پر)
میں کہ بنی نضیر سے خطاب تھا کیوں کہ اللہ تعالٰی
نے ان پر رحم نہیں فرمایا بلکہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے ان سے جنگ کی اور ان
کو ان کے کیفر کردار تک پہنچایا اور دوسرے
عَسٰی رَبُّہٗ اِنْ طَلَّقَکُنَّ اَنْ
یُّبْدِلَہٗ اَزْوَاجًا (اگر نبی چھوڑ دے تم سب
کو تو بھی اس کا رب بدلہ میں دیدے اس کو عورتیں)
میں کہ یہاں بھی تبدیلی واقع نہیں ہوئی
لیکن بعض علماء نے اس استثناء کو بھی
باطل قرار دیا ہے اور قاعدہ کو عام ہی رکھا
ہے کیوں کہ رحمت اس شرط کے ساتھ
مشروط تھی کہ وہ دوبارہ بدکرداری کے
مرتکب نہیں ہوں گے (چنانچہ ساتھ ہی یہ فرما دیا
گیا تھا وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا (اگر تم نے
دوبارہ شرارت کی تو ہم پھر تمہیں سزا دیں گے)
لہٰذا جب بنو نضیر نے دوبارہ شرارت
شروع کی تو انہیں سزا دینا ضروری تھا۔

اسی طرح ازواج کی تبدیلی مشروط تھی اس امر کے ساتھ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو طلاق دیدیتے اور جب آپ نے انہیں طلاق نہیں دی تو پھر تبدیلی بھی ضروری نہ تھی۔

تفسیر کشاف میں سورہ التحریم میں مذکور ہے کہ عَسٰی کا لفظ اللہ پاک کی طرف سے اپنے بندوں کو توقع دلانے کے لیے آتا ہے اور اس کی دو وجہیں ہیں ایک یہ کہ باجبروت بادشاہوں کا دستور ہے کہ وثوق اور یقین کے موقع پر بھی جواب عسٰی اور لَعَلَّ ہی سے دیتے ہیں دوسرے یہ کہ اس کا استعمال اپنے بندوں کو یہ سکھلانے کے لیے ہوا ہے کہ وہ بیم ورجا کی حالت میں رہیں۔

اور برہان میں ہے کہ عَسٰی اور لَعَلَّ اللہ پاک کی طرف سے تو واجبہ ہی ہیں یعنی مفید یقین ہی ہیں گو مخلوق کے کلام میں ان کا استعمال امید وار توقع کے سلسلہ میں ہوتا ہے کیوں کہ مخلوق کو تو شکوک اور طرح طرح کے گمان پیدا ہوتے رہتے ہیں اور حق تعالیٰ اس سے پاک ہے اور ان الفاظ کے استعمال کرنے کی وجہ یہ ہے کہ امور ممکنہ میں چونکہ خلق کو تو شک رہا کرتا ہے اور کسی ہونے والی چیز کا ان کو یقین حاصل نہیں ہوتا اور اللہ پاک کو ہر ہونے والی چیز کا صحیح طور پر علم ہوتا ہے اس لیے ان امور ممکنہ کی دو نسبتیں ہوئیں، ایک نسبۃ الی اللہ جو نسبت قطع و یقین ہے اور دوسری نسبت بجانب خلق کہ جو نسبت شک و ظن ہے بدیں وجہ یہ الفاظ کبھی تو بلفظ الیقین استعمال ہوتے ہیں اس اعتبار سے کہ جس طرح یہ ان کا ہونا اللہ تعالیٰ کے یہاں طے ہو چکا ہے جیسے فَسَوْفَ یَاْتِیَ اللّٰہُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَیُحِبُّوْنَهٗ (تو اللہ عنقریب لاویگا ایسی قوم کو کہ اللہ ان کو چاہتا ہے اور وہ اس کو چاہتے ہیں) اور کبھی بلفظ شک ان کا استعمال ہوتا ہے یہ اس نسبت کے اعتبار سے کہ جو خلق کے نزدیک ان کو حاصل ہے جیسے فَعَسَی اللّٰہُ اَنْ یَّاْتِیَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ (سو قریب ہے کہ اللہ جلد ظاہر فرمادے فتح یا کوئی حکم اپنے پاس

سے اور فَقُولَا لَہٗ قَوْلًا لَّیِّنًا لَّعَلَّہٗ
یَتَذَکَّرُ اَوْ یَخْشٰی (سو تم دونوں کہنا
اس سے بات نرم شاید وہ سوچے یا ڈرے)
حالانکہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت موسیٰ
و حضرت ہارون علیٰ نبینا و علیہما الصلوٰۃ
والسلام کو فرعون لعین کی طرف بھیجا تھا اس
وقت بھی اس کو معلوم تھا کہ فرعون کا انجام
کار کیا ہوگا لیکن جو لفظ استعمال ہوا وہ
تصویر ہے توقع اور امید کی اس
کشاکش کی کہ جو ان ہر دو حضرات کے
قلب میں برپا تھی۔

نیز چونکہ قرآن پاک اہل عرب کی زبان
میں اترا ہے اس لیے وہ ان کے محاورات
کے مطابق اترا ہے۔ اور اہل عرب کا دستور
ہے کہ وہ متعدد اغراض کی بنا پر کبھی کبھی یقینی
بات مشکوک صورت میں بھی پیش کیا کرتے
ہیں۔

ابن الدہان کہتے ہیں کہ عسیٰ لفظ اور
معنی دونوں کے اعتبار سے فعل ماضی ہے
کیوں کہ اس کا استعمال اس توقع کے لئے
ہوتا ہے کہ جو آنے والی چیز کے بارے میں
حاصل ہو چکی ہے اور کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ
یہ لفظ کے اعتبار سے تو ماضی ہے۔ مگر معنی
کے لحاظ سے مستقبل ہے کیونکہ یہ اس توقع
کی اطلاع ہے کہ جس کے وقوع کا وہ
خواہش مند ہے۔

تنبیہ۔ عسیٰ کا استعمال قرآن پاک میں
دو طرح پر ہوا ہے ایک اس اسم صریح
کا رافع ہو کر کہ جس کے بعد فعل مضارع
مقرون بان واقع ہو ایسی صورت میں (اس)
کے اعراب کی نسبت مشہور تر قول یہ ہے
کہ وہ فعل ناقص کا صیغہ ماضی ہے اور
کان کا سا عمل کرتا ہے۔ لہذا مرفوع اس کا
اسم ہے اور مرفوع کا مابعد اس کی خبر۔ اور
بعض کہتے ہیں کہ وہ فعل متعدی ہے اور
عمل میں قارب کی طرح سے ہے اور بعض
کا قول ہے کہ یہ فعل قاصر (لازم) ہے
اور بمنزلہ قرب من ان یفعل کے ہے اور
جار کو محض توسع کے لیے حذف کر دیا گیا ہے
چنانچہ سیبویہ اور مبرد کی یہی رائے ہے اور بعض
نے یہ کہا ہے کہ قرب کی طرح سے فعل
قاصر ہے اور ان یفعل اس کے فاعل سے

بدل اشتمال ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ عسٰی کے بعد اَنْ اور فعل واقع ہو اس صورت میں نحویوں کے کلام سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس وقت میں یہ تامہ ہوتا ہے، ابن مالک کا قول ہے کہ میرے نزدیک یہ ہمیشہ ناقصہ ہی ہوتا ہے اور اگر اس کو وصل کردیں تو پھر وہ دو جزوں کو قائم مقام ہوگا جیسے کہ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْا میں ہے"۔ ۱؎

علامہ ابو حیان اندلسی نے البحر المحیط میں یہ بھی تصریح کی ہے کہ عسٰی کا استعمال رجا میں زیادہ ہوتا ہے اور خوف میں کم۔ ۲؎

اور امام راغب اصفہانی مفردات القرآن میں رقمطراز ہیں:-

"عسٰی کے معنی طمع اور ترجّی کے ہیں یعنی توقع اور امید ہے" اور بہت سے مفسرین نے قرآن پاک میں اس کی تفسیر لازم یعنی ضروری اور یقینی سے کی ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نسبت طمع و رجا صحیح نہیں ہو سکتی، لیکن یہ ان کی کوتاہ نظری ہے کیونکہ کہ اللہ پاک نے جو عسٰی کا ذکر کیا ہے تو وہ اس لیے ذکر کیا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ سے توقع رکھے نہ یہ کہ خود اللہ تعالیٰ توقع رکھے پس عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یُّهْلِکَ عَدُوَّکُمْ (نزدیک ہے کہ رب تمہارا ہلاک کردے تمہارے دشمن کو) کا یہ مطلب ہے کہ تم اللہ سے اس کی توقع رکھو"

صاحب قاموس نے لکھا ہے کہ "عسٰی یا مطلقاً فعل ہے یا مطلقاً حرف ہے" اس پر علامہ زبیدی اپنے شیخ ابو الطیب فاسی سے ناقل ہیں کہ:-

"یہ دونوں باتیں تشنہ ہیں بلکہ عسٰی میں تفصیل ہے، جب یہ ضمیر متصل پر داخل ہوتا ہے جیسے عساہ تو حرفیہ ہوتا ہے جیسا کہ سیبویہ اور ایک جماعت کا مذہب ہے اور جب اسم ظاہر پر داخل ہوتا ہے تو افعال مقاربہ میں سے ایک فعل ہے چنانچہ یہی مبرد اور اخفش وغیرہ کی رائے

۱؎ الاتقان فی علوم القرآن۔ ج ۱ ص ۱۶۴، ۱۶۵۔ طبع مصر ۱۳۷۰ھ

۲؎ البحر المحیط۔ ج ۲۔ ص ۱۳۴۔ طبع مصر ۱۳۲۸ھ

ہے، اور دونوں طرح استعمال ہونے کے شرائط تسہیل اور اس کی شرح میں مذکور ہیں۔ اور مصنف قاموس کا کلام انتہائی ناقص، نادرست، اور تشنہ ہے، لہذا قابل اعتبار نہیں"

یہ بھی واضح رہے کہ گو نحوی عَسٰی کا شمار افعال مقاربہ میں کرتے ہیں لیکن درحقیقت یہ افعال مقاربہ میں سے نہیں بلکہ ان افعال میں سے ہے کہ جو رجاء پر دلالت کرتے ہیں جیسے کہ حری اور اخلولق وغیرہ ہیں، اور افعال مقاربہ میں سے ان کا شمار کرنا محض تغلیباً تسمیۃ الکل باسم البعض کے طور پر ہے۔ [1]

اور شیخ رضی تشیعی محمد بن حسن استرآبادی شرح کافیہ میں لکھتے ہیں۔

"عسٰی کی گردان نہیں آتی بلکہ اس سے صرف فعل ماضی مستعمل ہے کیونکہ یہ حرف کے معنی پر مشتمل ہے یعنی انشاء طمع و رجاء کے لیے ہے جیسے کہ لَعَلَّ ہے۔ اور انشاءات بیشتر حروف ہی کے معانی ہیں اور حروف کی گردان نہیں آتی ہے رہا فعل جیسے بعت اور جملہ اسمیہ جیسے انت حر۔ سو ان میں انشاء کا ہونا عارضی ہے" [2]

۲/۱۰، ۴/۱۴، ۵/۸،۱۱، ۶/۱۲، ۹/۱۵،۳۳، ۱۰/۹، ۱۱/۳، ۱۲/۱۳، ۱۳/۴

۱۵/۱،۵،۹،۱۷،۱۸، ۱۶/۶، ۲۰/۲،۴،۹۶،۱۰، ۲۶/۱۴

۲۸/۸،۱۹،۲۰، ۲۹/۳

عَسَیْتُمْ: توقع ہے، اندیشہ ہے عَسٰی جو افعال مقاربہ میں سے ہے اس کا ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ قاضی شوکانی نے فتح القدیر میں لکھا ہے کہ اس پر حرف استفہام (یعنی ھل) کو امر متوقع کے ثبوت کے لیے داخل کیا ہے یعنی یہ بتلانا ہے کہ یہ بات ہو کر رہے گی۔ [3] ۲/۱۶، ۲۷/۷

عَسِیْرٌ: سخت، مشکل، بھاری عُسْرٌ سے بروزن فَعِیْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ۲۹/۱۵، ۱۹/۱

فصل الشین المعجمہ

عِشَاءٌ: اندھیرا پڑے، عشاء کے وقت شبانگاہ۔ امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں کہ:۔

"عشاء نماز مغرب سے لیکر نماز عشاء کے وقت

---

[1] ملاحظہ ہو شرح ابن عقیل علی الفیہ بن مالک ج ۱۔ ص ۱۸۴ طبع مصر ۱۳۵۴ھ

[2] شرح کافیہ للرضی ج ۲۔ ص ۲۵۲ طبع نول کشور [3] فتح القدیر ج ۱۔ ص ۲۳۶ طبع مصر ۱۳۴۹ھ

تک کو کہتے ہیں، نیز نمازِ عشاء کو بھی عشاء
بولتے ہیں۔"
اور علامہ احمد فیومی نے المصباح المنیر میں اس
کے معنی سرِ شام کے اندھیرے کے نقل کیے ہیں
اور صاحبِ قاموس ان دونوں معانی کے
علاوہ تیسرے معنی یہ بتلاتے ہیں کہ زوال آفتاب
سے لے کر طلوع فجر تک عشاء کہلاتا ہے
اور نمازِ عشاء کا وقت شفق کے غائب ہونے
کے بعد سے لے کر طلوع فجر تک ہے $\frac{۱۲}{۱۲}$ ث $\frac{۱۸}{۱۴}$

عِشَارٌ: دس مہینے کی گابھن اونٹنیاں،
بیاہی ہوئی اونٹنیاں۔ امام ابوبکر محمد بن عزیز
سجستانی نزہۃ القلوب میں لکھتے ہیں: ۔
"عشار حاملہ اونٹنیاں ہیں اس کا واحد
عُشَرَاء ہے، عُشَرَاء وہ اونٹنی ہے جس
کو گابھن ہوئے دس ماہ ہو چکے ہوں اور بیانے
بلکہ بیا جانے کے بعد تک اس کا یہی نام
رہتا ہے۔ ایسی اونٹنی عرب کے نزدیک
نفیس ترین سمجھی جاتی ہے"
علامہ فیومی نے المصباح المنیر میں تصریح
کی ہے کہ اس طرح کے واحد اور جمع کی
نظیر صرف نُفَسَاءُ اور نِفَاسٌ ہی ہے اور ان دو
کے علاوہ تیسری نظیر موجود نہیں ہے $\frac{۳۰}{۶}$ پ

عَشْرٌ: دس، یہ بغیر ہاء کے مؤنث کا عدد ہے
جو پہلی دہائی کے لیے مستعمل ہے اور جب اس
کے ساتھ اَحَدَ سے لیکر تِسْعَۃَ تک کسی لفظ کو
ملا کر استعمال کرتے ہیں تو اس صورت میں اس کے
شین کو فتحہ دیتے ہیں چنانچہ اَحَدَ عَشَرَ
اور ثَلَاثَۃَ عَشَرَ، تِسْعَۃَ عَشَرَ تک
بولتے ہیں۔ $\frac{۸}{۲}$ پ $\frac{۹}{۷}$ پ $\frac{۱۲}{۲}$ پ $\frac{۳۰}{۱۴}$

عَشْرًا $\frac{۲}{۱۴}$ پ $\frac{۱۶}{۱۴}$ پ $\frac{۳۰}{۶}$ پ

عِشْرُوْنَ: بیس ۲۰۔ اسم عدد ہے اور مذکر
و مؤنث دونوں کے لیے یکساں مستعمل ہے اور
اس کا اعراب واؤ اور یاء کے ساتھ آتا ہے
یعنی بحالت رفع عشرون اور بحالت نصب و جر
عشرین $\frac{۱۰}{۵}$ پ

عَشَرَۃٌ: دس، اسم عدد ہے اور مذکر کے
لیے استعمال ہوتا ہے $\frac{۲}{۲}$ پ ث

عَشِیٌّ: شام، سورج ڈھلے، دن ڈھلے
تیسرے پہر، بعد زوال، دن کا پچھلا وقت
مولانا حمید الدین فراہی مفردات القرآن میں
لکھتے ہیں:
"عَشِیّ سورج ڈوبنے سے پہلے کا وقت ہے

جب کہ سورج کی روشنی پھیکی پڑنے لگتی ہے
اور جن شہروں میں فضا صاف نہیں ہوتی
وہاں دھوپ پیلی پڑ جاتی ہے۔ اور یہی نماز
عصر کا وقت ہوتا ہے، اس وقت میں قدیم
زمانے سے لوگ نمازیں پڑھتے آئے ہیں
چنانچہ قرآن مجید میں انبیاء کے بارے میں آتا ہے

وَاذْكُرْ عَبْدَنَا	اور یاد کر ہمارے بندے
دَاوُدَ ذَا الْأَيْدِ	داؤد قوت والے کو، وہ
إِنَّهُ أَوَّابٌ إِنَّا	تھا رجوع ہونے والا ہم
سَخَّرْنَا الْجِبَالَ	نے تابع کیے پہاڑ اس کے
مَعَهُ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ	ساتھ پاکی بولتے تھے
وَالْإِشْرَاقِ۔	شام کو اور صبح کو۔

اور ارشاد ہے:۔

وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ	اور دیا ہم نے داؤد کو
سُلَيْمٰنَ نِعْمَ الْعَبْدُ	سلیمان بہت خوب
إِنَّهُ أَوَّابٌ، إِذْ عُرِضَ	بندہ، وہ ہے رجوع ہونے
عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ	والا، جب دکھانے کو
الصَّافِنَاتُ الْجِيَادُ	لائے اس کے سامنے
فَقَالَ إِنِّي أَحْبَبْتُ	شام کو گھوڑے خاصے
حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ	تو بولا میں نے دوست
رَبِّي حَتّٰى تَوَارَتْ	رکھا مال کی محبت کو
بِالْحِجَابِ رُدُّوهَا	اپنے رب کی یاد سے یہاں
عَلَيَّ فَطَفِقَ مَسْحًا	تک کہ سورج چھپ گیا
بِالسُّوقِ وَالْأَعْنَاقِ	اوٹ میں، پھر لاؤ ان کو
	میرے پاس پھر لگا جھاڑنے
	ان کی پنڈلیاں اور گردنیں"

علامہ احمد فیومی نے المصباح المنیر میں، لغت سے
اس کے حسب ذیل معانی نقل کیے ہیں:۔

(۱) زوال کے بعد سے لے کر غروب آفتاب
تک اور اسی بنا پر ظہر و عصر کو صلاتا العشی
بولتے ہیں۔

(۲) دن کا پچھلا وقت۔

(۳) زوال سے لیکر صبح کا وقت

(۴) عَشِیٌّ اور عِشَاءٌ دونوں کے معنی ہیں نماز
مغرب سے لیکر عشاء کی نماز تک کا وقت
اسی لیے ابن فارس نے العشاءان کا ترجمہ مغرب
و عشا کیا ہے۔

امام راغب اصفہانی نے اس کے معنی زوال
سے لیکر صبح تک کے ہی لکھے ہیں اور اتنے عام
ہیں کہ اہل لغت نے اس کے جتنے معانی لکھے
ہیں وہ سب اس میں آجاتے ہیں۔

علامہ ابو حیان اندلسی نے البحر المحیط میں عَشِیٌّ

کو عَشِیَّۃٌ کا مفرد بتاتے ہیں جیسے کہ زَکِیٌّ اور زَکِیَّۃٌ ہیں[1]۔ اور امام محمد بن احمد قرطبی اس کے بالکل برخلاف عَشِیٌّ کو عَشِیَّۃٌ کی جمع لکھتے ہیں[2]۔ تاج العروس میں بعض علماء سے منقول ہے کہ عَشِیٌّ بلا ہاء کے دن کے آخری حصہ کو کہتے ہیں اور عَشِیَّۃٌ ایک دن کے آخری حصہ کا نام ہے۔ اس لحاظ سے عَشِیٌّ کا ترجمہ شام اور عَشِیَّۃٌ کا ایک شام ہونا چاہیے۔ ۳/۱۲ ، ۷/۱۲ ، ۱۶/۱۲ ، ۲۳/۱۲
۲۴/۱۱ عَشِیًّا ۱۶/۴ ، ۲۱/۵ ، ۲۴/۱۰

عَشِیْرٌ: رفیق، ہم صحبت، ساتھی، شریک یہ بروزن فَعِیْلٌ بمعنی مُعَاشِرٌ یعنی میل جول رکھنے والا ہے۔ خواہ رشتہ دار ہو یا دوست جیسے کہ خَلِیْلٌ بمعنی مُخَالِلٌ اور صَدِیْقٌ بمعنی مُصَادِقٌ ہیں[3]۔ ۱۶/۹

عَشِیْرَتَکَ: تیرا کنبہ، تیرا قبیلہ، تیرے ملنے والے، تیرے رشتہ دار، تیری برادری عَشِیْرَۃٌ مضاف کَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ۔ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:-
عَشِیْرَۃُ انسان کے وہ رشتہ دار ہیں کہ جن کے ذریعہ اسے کثرت حاصل ہوتی ہے۔ گویا وہ لوگ اس کے لیے عدد کامل کا کام دیتے ہیں کیوں کہ عَشَرَۃٌ عدد کامل ہے ارشاد ہے وَاَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ (اور تمہاری بیویاں اور تمہاری برادری) لہذا عَشِیْرَۃٌ انسان کے اُن تمام رشتہ داروں کی ہر اس جماعت کا نام ہوا کہ جن کی وجہ سے اُسے کثرت حاصل ہو"

فیومی لکھتے ہیں کہ عَشِیْرَۃ کے معنی قبیلہ ہیں اس لفظ سے اس کا کوئی واحد نہیں آتا اور اس کی جمع عَشِیْرَاتٌ اور عَشَائِرُ ہے۔ اور علامہ ابو حیان اندلسی لکھتے ہیں کہ عَشِیْرَہ وہ جماعت ہے جو کسی سبب یا معاہدہ یا دوستی کی بنا پر مجتمع ہو جیسے کہ "عقد عشرہ" ہوتا ہے[4]۔ اور تاج العروس میں ہے کہ:-
"اس لفظ کے ماخذ میں اختلاف ہے بعض اس کا ماخذ عِشْرَۃٌ بتاتے ہیں جس کے معنی معاشرت یعنی باہمی میل جول کے ہیں کیوں کہ یہی ان لوگوں کا نمایاں وصف ہے یا عَشَرَۃٌ سے

۱ البحر المحیط ج ۲۔ ص ۴۳۴ طبع مصر ۲ ملاحظہ ہو تفسیر قرطبی۔ ج ۴۔ ص ۸۲ طبع مصر
۳ ملاحظہ ہو الفائق للزمخشری ۴ البحر المحیط ج ۵۔ ص ۴۔

ماخوذ ہے جو عدد کا نام ہے۔ گویا یہ لوگ بھی اپنے
مکمل ہونے میں عدد کامل کی طرح ہیں یا ان
کی نسبت کا عقد بھی "عقد عشرہ" کے
مانند ہے" ۱۹/۱۵
عَشِيرَتُكُمْ : تمہاری برادری، تمہارا کنبہ،
تمہارا قبیلہ عَشِيرَةُ مضاف كُمْ ضمیر جمع مذکر
حاضر مضاف الیہ، ۱۰/۹
عَشِيرَتَهُمْ : ان کا گھرانہ، ان کا کنبہ، ان
کی برادری عَشِيرَةَ مضاف هُمْ ضمیر جمع
مذکر غائب مضاف الیہ، ۲۸/۳
عَشِيَّةً : ایک شام عَشَايَا اور عَشِيَّاتٌ
جمع، مصباح میں ہے کہ:۔
"ابن الانباری کا بیان ہے کہ عَشِيَّةٌ مؤنث
ہے اور لیکن بسا اوقات اہل عرب اس کو عَشِيٌّ
کے معنی کے اعتبار سے مذکر بھی استعمال کرتے
ہیں، اور بعض اہل لغت کہتے ہیں کہ عَشِيَّةٌ
واحد ہے اور اس کی جمع عَشِيٌّ ہے"
(ملاحظہ ہو عَشِيّ) ۲۲/۱۳

فصل الصّاد المہملة

عَصَاكَ : تیرا عصا، تیری لاٹھی، عصا مضاف

ك ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ امام راغب
نے تصریح کی ہے کہ:۔
"عَصَا کی اصل واؤ سے ہے کیونکہ اہل عرب اس
کے تثنیہ میں عَصَوَانِ بولتے ہیں اور اس کی
جمع میں عُصِيٌّ کہا جاتا ہے"
اور فیومی مصباح میں لکھتے ہیں۔
"عَصَا مقصور ہے اور مؤنث ہے تثنیہ
عَصَوَان ہے اور جمع اَعْصٍ اور عُصِيٌّ۔۔
بروزن فُعُول جیسے کہ اَسَدٌ اور اُسُودٌ
ہیں، اور قاعدہ کے لحاظ سے اس کی جمع
اَعْصَاءٌ ہونا چاہیئے تھی جیسے کہ سَبَبٌ اور
اَسْبَابٌ ہیں لیکن یہ جمع منقول نہیں، یہ
ابن السکیت کا بیان ہے"
اور صاحب قاموس نے اس کی جمع اَعْصَاءٌ
بھی نقل کی ہے چنانچہ انہوں نے اس کی
حسب ذیل جمعیں لکھی "اَعْصٍ اَعْصَاءٌ عُصِيٌّ اور
عِصِيٌّ" اور تاج العروس میں ہے کہ،
"عَصَا کو عَصَا اس لیے کہتے ہیں کہ اس کے
ہاتھ اور انگلیاں دونوں مجتمع ہو جاتی ہیں یہ
عرب کے محاورہ عَصَوْتُ الْقَوْمَ اَعْصُوْهُمْ
سے ماخوذ ہے جس کے معنی لوگوں کو
جمع کرنے کے ہیں، یہی اصمعی نے بعض

بصریوں نے نقل کیا ہے اور کہا ہے
کہ یہ مد کے ساتھ درست نہیں اور
نہ تا کا اس پر داخل کرنا صحیح ہے"
اور علامہ ابو منصور ثعالبی، فقہ اللغۃ میں لکھتے
ہیں کہ۔
"جس لکڑی کو آدمی بطور مشغلہ اپنے ہاتھ میں
رکھتا ہے وہ مخصرہ (چھڑی) ہے۔ اور جو ذرا
لمبی ہوتی ہے اور چرواہے، لنگڑے اور بوڑھے
کے کام میں آتی ہے وہ عَصَا کہلاتی ہے
اور جو مریض اور ضعیف لوگ استعمال کرتے ہیں
وہ مِنْسَأَةٌ ہے" [1]

[1] ب ۹/۱۰ ب ۱۹/۱۹۷ ۸ ب ۲۰/۷

عَصَانِیْ: اس نے میری نافرمانی کی، اس
نے میرا کہا نہ مانا۔ عَصٰی ماضی کا صیغہ واحد مذکر
غائب۔ ن وقایہ، ی ضمیر واحد متکلم۔ (ملاحظہ ہو
عَصٰی) ۱۳/۱۴ پ

عَصَاهُ: اس کی لاٹھی، اس کا عصا عَصَا
مضاف، ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ
پ ۹/۳ ۱۹/۷۶

عَصَایَ: میری لاٹھی، میرا عصا، عَصَا مضاف
ی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ ۱۶/۱۰

عُصْبَۃٌ: جماعت، گروہ۔ یہ عَصْبٌ سے
ماخوذ ہے جس کے معنی جمع ہونے اور گھیرنے کے
ہیں، علامہ زمخشری لکھتے ہیں:۔
"عُصْبَۃٌ اور عِصَابَۃٌ، دس اور دس سے
زیادہ اشخاص کو کہتے ہیں اور بعض چالیس تک
بتاتے ہیں، ان کا یہ نام اس لیے پڑا کہ اتنے
اشخاص سے سب کاموں میں قوت ہوتی ہے
اور وقت پڑنے پر یہ لوگ کافی سمجھے جاتے
ہیں" [2]

اور امام ابن جریر طبری نے تصریح کی ہے کہ
نَفَرٌ اور رَہْطٌ کی طرح اس کے لفظ سے بھی واحد
نہیں آتا ہے [3]۔ اور مصباح میں ہے کہ عُصْبَۃٌ
مردوں کی جماعت ہے اور اس کی جمع عُصَبٌ ہے جیسے
غُرْفَۃٌ کی جمع غُرَفٌ راغب اصفہانی
کہتے ہیں:۔
"عُصْبَۃٌ وہ جماعت ہے جو ایک دوسرے کی
پشتیبان اور مددگار ہو۔ ارشاد ہے لَتَنُوْۗءُ
بِالْعُصْبَۃِ (وہ بھاری ہوتی تھیں پوری جماعت)
اور وَنَحْنُ عُصْبَۃٌ (اور ہم ہیں پوری جماعت)
یعنی ہماری بات ایک ہے اور ہم ایک دوسرے

[1] فلاحظہ فقہ اللغۃ باب ۲۳ فصل ۱۲ [2] تفسیر کشاف ج ۱ ص ۲۹ طبع
مصر [3] تفسیر طبری ج ۱۲ ص ۸۸ طبع مصر۔

کے یار و مددگار ہیں''

''عصبہ'' کتنے افراد کی جماعت کا نام ہے اس کے بارے میں علامہ ابوحیان اندلسی نے البحر المحیط میں مفسرین سلف سے حسب ذیل اقوال نقل کیے ہیں:-

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما: دس سے زائد، انہی سے ایک روایت میں دس سے چالیس تک مروی ہے۔

قتادہ: دس سے لے کر چالیس تک

مجاہد، دس سے پندرہ تک

مقاتل: دس

سعید بن جبیر: چھ یا سات

بعض ایک سے دس تک اور بعض ایک سے پندرہ تک بتاتے ہیں۔

فرا: دس اور دس سے زائد۔

ابن زید، زجاج اور ابن قتیبہ: تین تک نَفَرٌ ہیں اس سے زائد ہوں تو نو تک رَہطٌ ہیں اس بھی زیادہ ہوں تو پھر عُصْبَۃٌ ہیں اور دس سے کم کم عُصْبَۃ نہیں ہیں [1]

اور علامہ سید مرتضی زبیدی، تاج العروس میں اپنے شیخ سے ناقل ہیں کہ

''اصل میں تو اس کے معنی مطلق جماعت کے ہیں، پھر عرف میں ایک خاص تعداد کے ساتھ مخصوص ہو گیا، بعد کو عرف بھی مختلف ہو گئے، یا اہل لغت سے چونکہ اس کی تعیین میں مختلف بیانات منقول ہیں اس لیے یہ اختلاف ہوا''

پ ۱۲/۱۲ پ ۱۸/۸ پ ۲۰/۱۱

عَصْر: زمانہ، وقت عصر۔ امام راغب رقمطراز ہیں:-

عَصْرٌ اور عُصُرٌ کے معنی زمانے کے ہیں، اس کی جمع عُصُورٌ ہے ارشاد ہے وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ (قسم ہے زمانہ کی بیشک انسان ٹوٹے میں ہے) نیز ''عصر'' کے معنی پچھلے پہر یعنی دن کے آخری حصے کے بھی ہیں اور اسی معنی میں ''نماز عصر'' ہے۔

صاحب قاموس نے اس کی جمع اَعْصَارٌ، عُصُورٌ، اَعْصُرٌ اور عُصُرٌ نقل کی ہے آیت میں عصر سے بعض نے زمانہ مراد لیا ہے اور بعض نے نماز عصر اور دونوں معنی صحیح ہیں۔ پ ۳۰/۲۸

[1] البحر المحیط ج ۵ ص ۲۸۲

عَصۡفٌ: بھس، بھوسا، بھوسی، چھلکا، کھیت کے پتے، تفسیر کبیر میں اس کے حسب ذیل معانی لکھے ہیں: ۔

(۱) بھوسا جو ہمارے مولیشی استعمال کرتے ہیں۔

(۲) اس پودے کے پتے کہ جس میں ڈنٹھل ہوں اور اس ڈنٹھل کے اطراف و جوانب میں پتے ہوں جیسے کہ خوشے کے اوپر کے پتے ہوتے ہیں۔

(۳) کھائے ہوئے پھل کا چھلکا۔[۱] امام قرطبی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ عَصۡفٌ جمع ہے اور اس کا واحد عَصۡفَۃٌ، عُصَافَۃٌ اور عَصِیۡفَۃٌ ہیں۔[۲]

۳۰ / ۲۷ / ۱۱ / ۳۰

عَصۡفًا: آندھی آنا، اس زور سے ہوا کا چلنا کہ چیزوں کو توڑ کر (عصف) بھس بنا دے جھکڑ جو عصف کو اڑا کر لاتا ہے یہ مصدر ہے اور اس کا فعل باب ضرب سے آتا ہے (ملاحظہ ہو عَاصِفٌ) ۲۹ / ۲۱

عِصَمٌ: رسیاں، عِصۡمَۃٌ کی جمع ہے، زجاج نے تصریح کی ہے کہ عِصۡمَۃٌ کے اصل معنی رسی کے ہیں اور یہی معنی محمد بن نشوان حمیری نے ضیاء الحلوم میں لکھے ہیں اور امام ابوبکر سجستانی نے نزہۃ القلوب میں فرماتے ہیں: ۔

"عِصَم کے معنی رسیوں کے ہیں اس کا واحد عِصۡمَۃٌ ہے اور عِصۡمَۃٌ کے معنی ہیں کسی چیز کو روک رکھنے کے۔ اور آیہ شریفہ وَلَا تُمۡسِکُوۡا بِعِصَمِ الۡکَوَافِرِ (اور نہ رکھو اپنے قبضہ میں ناموس کافر عورتوں کے) کے معنی یہ ہیں کہ ان کافر عورتوں کی رسیاں نہ تھامے رہو یعنی ان سے رغبت نہ رکھو"

اور تاج العروس میں اس آیت کی تفسیر میں ابن عرفہ سے نقل کیا کہ عِصۡمَۃٌ سے مراد یہاں عقد نکاح ہے، محاورہ ہے بِیَدِہٖ عِصۡمَۃُ النِّکَاحِ یعنی اس کے ہاتھ میں تو عقد نکاح ہے۔[۳] ۲۸

عَصَوۡا: انہوں نے نافرمانی کی، انہوں نے اطاعت نہ کی، انہوں نے کہنا نہ مانا (مَعۡصِیَۃٌ اور عِصۡیَانٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب عَصَوۡا اصل میں عَصَیُوۡا تھا، یا متحرک ما قبل اسکا مفتوح اسلیے اس یا کو الف سے بدلا گیا، اب واو اور یا۔ دو ساکن جمع ہوئے لہذا الف گر گیا اور عَصَوۡا رہ گیا (ملاحظہ ہو عِصۡیَانٌ اور مَعۡصِیَۃٌ) ۴/۳ ۵/۳ ۶/۱۵ ۱۲/۵ ۲۹/۵

[۱] تفسیر کبیر سورۃ الرحمٰن ج ۸۔ ص ۱۳۔ طبع قدیم [۲] تفسیر قرطبی سورۃ الفیل [۳] ملاحظہ ہو تاج العروس

عَصَوْكَ: انہوں نے تیری نافرمانی کی، انہوں نے تیرا کہا نہ مانا، انہوں نے تیری اطاعت نہ کی عَصَوْا صیغہ ماضی اور كَ ضمیر واحد مذکر حاضر ہے ۱۹/۱۵

عَصَوْنِيْ: انہوں نے میری نافرمانی کی انہوں نے میرا حکم نہ مانا، انہوں نے میری اطاعت نہ کی عَصَوْا صیغہ ماضی، ن وقایہ اور ی ضمیر واحد متکلم ہے۔ ۲۹/۱

عَصٰى: اس نے حکم ٹالا، اس نے نافرمانی کی، اس نے کہا نہ مانا، اس نے اطاعت نہ کی مَعْصِيَةٌ اور عِصْيَانٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، عَصٰی اصل میں عَصَیَ تھا، ی بعد فتحہ کے واقع تھی، اس لیے الف ہو گئی ۱۶/۱۶ ۲۹/۱۳ ۳۰/۳

عَصِيًّا: بڑا نافرمان، بہت بے حکم مَعْصِيَةٌ اور عِصْيَانٌ سے بروزن فَعِيْلٌ یا فَعُوْلٌ صفت مشبہ یا مبالغہ کا صیغہ ہے علامہ قرطبی نے اپنی تفسیر میں امام کسائی سے نقل کیا ہے کہ عِصِیٌّ اور عَاصٍ دونوں کے معنی ایک ہیں[1]۔ اس صورت میں یہ صفت مشبہ کا صیغہ ہو گا۔ لیکن امام رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں کہ عَصِيًّا، عَاصِی سے بلیغ تر ہے جس طرح عَلِيْمٌ عَالِمٌ سے زیادہ بلیغ ہے[2]۔ اس اعتبار سے یہ مبالغہ کا صیغہ ہو گا علامہ ابوحیان اندلسی کی بھی رائے ہے چنانچہ البحر المحیط میں رقمطراز ہیں:۔

"عِصِيًّا کے معنی ہیں "عاصی کثیر العصیان" یعنی ایسا نافرمان جو بڑی نافرمانی کرے۔ یہ اصل میں عُصُوْیٌ تھا بروزن فَعُوْلٌ جو مبالغہ کے لیے ہے، اور اس کا بھی احتمال ہے کہ بروزن فَعِیْلٌ ہو اور یہ بھی مبالغہ کا صیغہ ہے۔" ۱۶/۱۴، ۶

عِصْيَانٌ: نافرمانی، گناہ، عدول حکمی، طاعت کی ضد ہے، اصل میں تو عَصٰی یَعْصِیْ کا مصدر ہے لیکن بطور اسم یعنی حاصل مصدر کے زیادہ مستعمل ہے۔ امام راغب لکھتے ہیں "عَصٰی عِصْيَانًا کے معنی ہیں اطاعت سے باہر ہونا اور اصل میں اس کے معنی ہیں ڈنڈے کے زور سے روکنا۔ ۲۶/۱۲

عَصِيْبٌ: سخت، بھاری، عَصْبٌ سے جس کے معنی سخت کسنے باندھنے اور گھیر لینے

---

[1] تفسیر قرطبی ج ۱۱۔ ص ۱۱۱ [2] تفسیر کبیر ج ۵۔ ص ۷۶، طبع قدیم۔

کے ہیں بروزن فَعِیْل، صفت مشبہ کا صیغہ ہے
علامہ سید مرتضیٰ زبیدی تاج العروس میں
رقمطراز ہیں:-
قرآن مجید میں ہے ھٰذَا یَوْمٌ عَصِیْبٌ
(یہ دن بڑا سخت ہے) فرّا کہتے ہیں یَوْمٌ
عَصَبْصَبٌ اور یَوْمٌ عَصِیْبٌ کے معنی
ہیں سخت گرم دن کے یا سخت دن کے اور
یہی معنی لَیْلَۃٌ عَصِیْبٌ کے ہیں اور لَیْلَۃٌ
عَصِیْبَۃٌ نہیں بولتے ہیں کراع نے کہا ہے
کہ عَصَبْتُ الشَّیْءَ سے ماخوذ ہے جس کے معنی
باندھنے کے ہیں لیکن یہ معروف نہیں ہے۔
اور ازہری نے یہ کہا ہے کہ یہ عَصَبَ الْقَوْمَ
اَمْرٌ یَعْصِبُھُمْ عَصْبًا سے ماخوذ ہے جس کے
معنے ہیں کسی سخت بات کا پیش آکر لوگوں
کو اکٹھا کر دینا،،
اور امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں کہ
"یَوْمٌ عَصِیْبٌ میں عَصِیْبٌ بمعنی شدید
ہے اور یہ فاعل کے معنی میں بھی ہو سکتا ہے
اور مفعول کے معنی میں بھی یعنی ایسا دن کہ
جس کے اطراف باندھ دیئے گئے ہوں"
جیسا کہ اسی معنی میں عرب کا محاورہ ہے یَوْمٌ

کَکِفَّۃِ حَابِلٍ وَحَلْقَۃِ خَاتَمٍ (البلاد ان
جو شکاری کے جال اور انگوٹھی کے حلقہ
کی طرح سے تنگ ہے) ۱۲/۲
عَصَیْتُ: میں نے نافرمانی کی، میں نے حکم
نہ مانا، مَعْصِیَۃٌ اور عِصْیَانٌ سے ماضی کا
صیغہ واحد متکلم (ملاحظہ ہو مَعْصِیَۃٌ) ۶/۲
۱۱ ۲۳/۱۶ -
عَصَیْتَ: تو نے نافرمانی کی، تو نے حکم نہ
مانا مَعْصِیَۃٌ اور عِصْیَانٌ سے ماضی کا
صیغہ واحد مذکر حاضر۔ ۱۱/۱۴ ۱۴/۱۴ -
عَصَیْتُمْ: تم نے نافرمانی کی، تم نے حکم نہ
مانا مَعْصِیَۃٌ اور عِصْیَانٌ سے ماضی کا
صیغہ جمع مذکر حاضر ہے
عَصَیْتُہٗ: میں نے اس کی نافرمانی کی میں
نے اس کا حکم نہ مانا، عَصَیْتُ ماضی کا صیغہ
واحد متکلم، ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ ۱۹/۶
عَصَیْنَا: ہم نے نہ مانا۔ ہم نے نافرمانی کی
مَعْصِیَۃٌ اور عِصْیَانٌ سے ماضی کا صیغہ
جمع متکلم ۱۱/۱ ۵/۴
عِصِیُّھُمْ: ان کی لاٹھیاں، ان کے عصا
عِصِیٌّ عَصَا کی جمع، ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب

۱۹/ع ۱/۱۲

فصل الضاد المعجمہ

عَضُدًا : بازو، قوت بازو، یار و مددگار

راغب اصفہانی لکھتے ہیں۔

"عَضُدٌ کہنی سے لے کر کاندھے تک کا درمیانی حصہ ہے... محاورہ ہے عَضُدْتُہٗ یعنی میں نے اس کا بازو تھام لیا، اور اس کو تقویت دی، نیز یَدٌ کی طرح سے عَضُدٌ کا استعمال بھی بطور استعارہ معین و مددگار کے لیے ہوتا ہے"

اور مصباح میں ابو زید سے منقول ہے کہ "اہل تہامہ عَضُدٌ کو مؤنث استعمال کرتے ہیں اور بنو تمیم مذکر بولتے ہیں اور اس کی جمع اَعْضُدٌ اور اَعْضَادٌ ہے جیسے کہ اور اَقْفَالٌ ہیں"

اور تاج العروس میں ہے کہ:۔

قرآن پاک میں آتا ہے وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا (اور میں وہ نہیں کہ بناؤں بہکانے والوں کو اپنا قوت بازو) یہاں عَضُدٌ بمعنی اَعْضَادٌ یعنی انصار کے ہیں" اور عَضُدُ الرجل کے معنی ہیں اس شخص کے اعوان و انصار۔ اسے یہاں مفرد اس لیے لایا گیا ہے تاکہ اور تمام رؤس آیات کے ساتھ مفرد ہونے میں برابر ہو جائے"

امام قرطبی نے اپنی تفسیر میں لفظ عَضُد کے بارے میں حسب ذیل آٹھ لغات نقل کی ہیں

(۱) عَضُدًا، عین پر زبر اور ضاد پر پیش یہی جمہور کی قرأت ہے، اور یہی سب سے فصیح ہے۔

(۲) عَضْدًا، عین پر زبر اور ضاد ساکن یہ بنو تمیم کی لغت ہے۔

(۳) عُضُدًا، عین اور ضاد دونوں پر پیش ابو عمرو اور حسن البصری کی قرأت یہی ہے۔

(۴) عُضْدًا عین پر پیش اور ضاد ساکن یہ عکرمہ کی قرأت ہے۔

(۵) عِضْدًا عین پر زیر اور ضاد ساکن، یہ ضحاک کی قرأت ہے۔

(۶) عَضَدًا عین اور ضاد دونوں پر زبر یہ عیسیٰ بن عمر کی قرأت ہے۔

(۷) ہارون قاری نے عَضِدًا بھی نقل کیا ہے

(۸) عِضُدًا یہ ان لوگوں کی لغت ہے جو کَتِفٌ اور فِخُذٌ بولتے ہیں" [1]

۱۵/۱۹

(۱) تفسیر قرطبی، ج ۱۱ - ص ۲۰ -

عَضُدَكَ: تیرا بازو عَضُدَ مضاف كَ
ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ ہے۔

عَضُّوا: انہوں نے کاٹ کاٹ کھایا، انہوں نے
دانتوں میں دبایا (سَمِعَ) یہ عَضٌّ سے جس کے
معنی دانتوں سے کسی چیز کے پکڑنے کے ہیں ماضی
کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ دانتوں سے پکڑنا کبھی کسی
چیز کو مضبوطی سے تھامنے کے لیے ہوتا ہے
اور کبھی کاٹ کھانے کیلئے لہذا اس کا استعمال
دونوں معنوں میں ہوتا ہے، یہاں غصے کے
مارے اپنی انگلیاں چبا ڈالنے کے معنی میں آیا
ہے جو انسان غصے میں ندامت کے مارے کیا
کرتا ہے، مصباح میں ہے کہ:۔

"اکثر اس کا استعمال باب فَتَحَ سے ہوتا ہے
لیکن مصدر ساکن ہے اور باب فَتَحَ سے
بھی ایک لغت ہے جو قلیل الاستعمال ہے
اور افعال ابن القطاع میں اس کو باب
نَصَرَ سے بھی ذکر کیا ہے"

اور امام ابوجعفر بیہقی تاج المصادر میں لکھتے ہیں کہ
مدیہ متعدی بنفسہ بھی ہے اور اس کا تعدیہ
علیٰ اور باء کے ساتھ بھی ہوتا ہے، نیز فتح
بھی اس میں ایک لغت ہے جو شاذ ہے"

۴/۳

عِضِيْنَ: پارہ پارہ ٹکڑے ٹکڑے، بوٹی
بوٹی، عِضَةٌ کی جمع بحالت نصب امام فخر الدین
رازی تفسیر کبیر میں رقم فرماتے ہیں:۔

"اہل لغت نے عِضِيْنَ کے واحد کے متعلق
دو باتیں ذکر کی ہیں:۔

(۱) اس کا واحد عِضَةٌ ہے جیسے کہ عِزَةٌ
بُرَةٌ اور ثُبَةٌ ہیں یہ اصل میں عِضْوَةٌ تھا
عَضَيْتُ الشَّيءَ سے جس کے معنی ٹکڑے ٹکڑے
کرنے کے ہیں اور ہر ٹکڑا عِضَةٌ کہلاتا ہے
یہ ناقص واوی ہے اور واو جو لام کلمہ تھا حذف
ہوگیا ہے تَعْضِيَةٌ کے معنی تجزیہ اور
تفریق کے ہیں چنانچہ بولتے ہیں عَضَّيْتُ
الجزور والشاۃ تعضیۃ یعنی میں نے
اونٹ بکری کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے اور ان
کو تقسیم کر دیا۔ اور حدیث میں آتا ہے کہ
لا تعضیۃ فی میراث الا فیما یحتمل
القسمۃ (میراث میں صرف اسی چیز کے ٹکڑے
کیے جائیں گے جو تقسیم کے قابل ہو) یعنی
جو چیز تقسیم نہ ہو سکے جیسے موتی ہے تلوار ہے
اس کو تقسیم نہیں کیا جائے گا، پس آیہ شریفہ

جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ (انہوں نے قرآن کی بوٹیاں بنائی ہیں) سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے اس کے ٹکڑے اڑا دیئے ہیں چنانچہ کوئی اسے جادو کوئی شاعری کوئی اگلوں کے افسانے اور کوئی خود ساختہ بتاتا ہے۔

(۲) اس کا واحد عِضَۃٌ ہے اور وہ اصل میں عِضْھَۃٌ تھا پھر چونکہ دو ہاؤں کا اکٹھا ہونا ثقیل خیال کیا گیا اس لیے عِضَۃٌ بولنے لگے جس طرح سے کہ شَفَۃٌ کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ یہ اصل میں شَفْھَۃٌ تھا جس کی دلیل یہ ہے کہ شَافَھْتُ مُشَافَھَۃً بولتے ہیں اور اسی طرح سے سَنَۃٌ ہے کہ بعض اقوال کی بنا پر اصل میں سَنْھَۃٌ تھا۔

اور یہ عِضَۃٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنی جھوٹ کے ہیں اور اسی معنی میں حدیث میں آتا ہے اِیَّاکُمْ وَالْعِضَۃَ (تم جھوٹ سے بچو) اور ابن السکیت نے کہا ہے کہ عِضۃ کے معنی یہ ہیں کہ انسان بہتان باندھے اور کسی چیز کے متعلق وہ بات کہے جو اس میں نہ ہو، اور یہی خلیل کا بھی قول ہے جیسا کہ لیث نے ان سے نقل کیا ہے۔ اس قول پر جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ کے یہ معنی ہوں گے کہ انہوں نے اس کو خود ساختہ بتایا۔

اور عِضَۃٌ کی جمع عِضُوْنَ (ذوی العقول کی جمع کے وزن پر) اس لیے آئی کہ اس میں حذف ہوا ہے۔ لہٰذا الف نون کے ساتھ جمع لاکر اس کو حذف کا عوض کر دیا گیا ہے"[1] پ ۱۴

فصل الطاء المهملة

عَطَاءً : عطا، بخشش، عطیہ، دین، انعام صلہ، مغرب میں ہے کہ:-

"جو بخشش کی جائے اس کا نام عطاء ہے اور جمع اَعْطِيَۃٌ اور اَعْطِيَاتٌ ہے"

اور امام راغب لکھتے ہیں کہ عَطِيَّۃٌ اور عَطَاءٌ کا استعمال صلہ کے معنی میں مخصوص ہوگیا ہے ارشاد ہے ھٰذَا عَطَاؤُنَا یہ ہے ہمارا انعام"؛ اور ابو بکر عزیزی لکھتے ہیں:-

عَطَاءً حِسَابًا کے معنی ہیں وہ عطا جو کافی ہو، بولا جاتا ہے اعطانی ما احسبنی

[1] تفسیر کبیر ج ۵ ص ۱۰۹ مطبوعہ مصر طبع قدیم سورۃ الحجر۔

(یعنی اس نے مجھے اتنا دیا کہ جو مجھے کافی ہوا)
بعض نے کہا ہے کہ اس کے اصل معنی ہیں
ان تعطیہ حتی یقول حسبی یعنی تم کسی کو اتنا دو
کہ وہ کہنے لگے بس بس"
اور علامہ سید مرتضیٰ زبیدی، تاج العروس میں
جوہری سے ناقل ہیں :-
عَطَاءٌ اِعْطَاءٌ سے اسم ہے اور اس کی اصل
عَطَاوٌ تھی واو کے ساتھ کیوں کہ یہ عَطَوْتُ
سے بنا ہے مگر اہل عرب کا دستور ہے کہ جب
الف کے بعد واو اور یا آتے ہیں تو ان کو ہمزہ
بنا لیتے ہیں کیوں کہ ہمزہ ان دونوں کی نسبت
حرکت کو زیادہ برداشت کرتی ہے نیز واو اور
اسی طرح یا پر بھی وہ وقف کو ثقیل سمجھتے ہیں
عَطَاءٌ کی مثل رِدَاءٌ ہے جو اصل میں رِدَایٌ
تھا۔ پھر جب ان کے آخر میں ہا لاحق کرتے
ہیں تو بعض تو واحد کے وزن کا خیال رکھتے
ہوئے اس میں بھی ہمزہ لاتے ہیں اور عَطَاءَةٌ
اور رِدَاءَةٌ بولتے ہیں اور بعض اس کو اصل
کی طرف لوٹا کر عَطَاوَةٌ اور رِدَایَةٌ کہتے ہیں
اور اسی طرح تثنیہ میں بھی عَطَاءَانِ اور
رِدَاءَانِ اور عَطَاوَانِ اور رِدَایَانِ بولا جاتا ہے

پ ۱۲/۹　پ ۱۵/۱۲　پ ۳۰/۲

عَطَاؤُنَا : ہماری بخشش، ہمارا انعام،
ہمارا عطیہ، ہماری دین، عَطَاءٌ مضاف نَا
ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ پ ۲۳/۱۲
عِطْفِہٖ : اس کا شانہ، اس کا پہلو، عِطْفِ
مضاف، ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ
عِطْفٌ کے معنی ہیں جانب اور پہلو کے اور
اس کی جمع اَعْطَافٌ ہے جیسے کہ حَبْلٌ
کی جمع اَحْبَالٌ ہے۔ امام راغب اصفہانی
مفردات القرآن میں فرماتے ہیں :-
عِطْفَا الانسان سر سے لے کر سرین تک
انسان کے دونوں جانب یعنی پہلو ہیں اور
یہ بدن کا وہ حصہ ہے جس کو وہ موڑ سکتا ہے
اور ثنی عطفہٗ کا استعمال ہوتا ہے منہ موڑنے
اور نخوت برتنے کیلئے جیسے کہ نَاٰی بِجَانِبِہٖ
(اس نے پہلو تہی کی) اور صَعَّرَ بِخَدِّہٖ
(اس نے اپنا گال پھلایا) وغیرہ الفاظ اسی معنی
میں بولے جاتے ہیں، اور جب اس کا
لفظ بذریعہ علیٰ ہوتا ہے تو پھر لطور استعارہ
اس کا استعمال شفقت اور میلان کے معنی
میں ہوتا ہے، چنانچہ بولا جاتا ہے
عَطَفَ عَلَیْہِ (وہ اس پہ مہربان ہوا)

ثناہ عَاطِفَۃُ رَحِم (اس کو جذبہ رحم نے مائل کردیا)
ظَبیۃٌ عَاطِفَۃٌ علیٰ وَلَدِھَا (ایسی ہرنی جو اپنے بچہ پر مائل ہو)
نَاقَۃٌ عَطُوفٌ علیٰ وَلَدِھَا (ایسی نا(قہ جو) اپنے بچہ پر بڑی شفقت رکھتی ہے)

اور جب بذریعہ عن اس کا تعدیہ ہوتا ہے تو پھر اس کے بالکل مخالف معنی میں آتا ہے جیسے عَطَفْتُ عَنْ فُلَانٍ میں نے فلاں سے منہ موڑ لیا اور اس سے بے رخی کی 17/8

عُطِّلَتْ: یوں ہی چھوڑ دی گئی، وہ بیکار چھوڑ دی گئی تَعْطِیْلٌ سے جس کے معنی یوں ہی چھوڑ دینے، دیکھ بھال نہ کرنے اور بے زیور کر دینے کے ہیں، ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب مجہول یعنی نہ اٹھانا اور یوں ہی بے کار چھوڑ دینا مراد ہے 30/6

فصل الظاء المعجمۃ

عِظَامٌ: ہڈیاں، عَظْمٌ کی جمع، جیسے کہ سِھَامٌ سَہْمٌ کی جمع ہے، 3/2، 18/1، 23/4

عِظَامًا 15/11،5 18/3،5 اور 23/5،6 27/15 30/3

عِظَامَہٗ: اس کی ہڈیاں عِظَامَ مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ 30/17

عَظْمٌ: ہڈی، جمع اَعْظُمٌ اور عِظَامٌ جیسے اَسْھُمٌ اور سِھَامٌ ہیں 16/4

عِظُوْھُنَّ: تم ان (عورتوں) کو نصیحت کرو، تم ان کو سمجھاؤ (ضَرَبَ) عِظُوْا وَعْظٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر اور ھُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب صحاح میں وعظ کے معنی لکھے ہیں النصح والتذکیر بالعواقب (نصیحت کرنا اور انجام کو بتا دینا) اور ابن فارس کہتے ہیں الوعظ ھو التخویف والانذار (وعظ کے معنی خوف دلانے اور ڈرانے کے ہیں) (ملاحظہ ہو تَعِظُوْنَ 5/3)

عِظْھُمْ: تو ان کو نصیحت کر، عِظْ وَعْظٌ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر اور ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب 5/6

عَظِیْمٌ: بزرگ، بڑا، یہ عَظَمَۃٌ سے جس کے معنی بڑا اور بزرگ ہونے کے ہیں، بروزن فَعِیْلٌ صفت کا صیغہ ہے، امام راغب اصفہانی مفردات القرآن میں فرماتے ہیں:
عَظُمَ الشَّیْئُ کے معنی ہیں اصل میں کسی عَظْمٌ، یعنی اس کی ہڈی بڑی ہوگئی (اسلئے

عَظِیْمٌ کے اصلی معنی ہوئے بڑی ہڈی والا، پھر بطور استعارہ ہر کبیر کیلئے اس کا استعمال ہونے لگا اور بجائے کبیر کے عَظِیْمٌ بولنے لگے خواہ وہ شے محسوس ہو یا معقول، عین (ذات) ہو یا معنی (مفہوم)، ارشاد ہے۔ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ (ایک بڑے دن کا عذاب)، قُلْ هُوَ نَبَؤٌ عَظِیْمٌ (تو کہہ کہ یہ ایک بڑی خبر ہے) عَمَّ یَتَسَاءَلُوْنَ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِیْمِ (کیا بات پوچھتے ہیں لوگ آپس میں، پوچھتے ہیں اس بڑی خبر سے) وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ (اور کہتے ہیں کیوں نہ اترا یہ قرآن کسی بڑے مرد پر ان دونوں بستیوں میں کے)۔

اور عَظِیْمٌ کا استعمال جب اعیان کے بارے میں کیا جائے تو قاعدہ کی رو سے اجزاء متصلہ میں تو عَظِیْمٌ کا لفظ لانا چاہیئے اور اجزاء منفصلہ میں کثیر کا، لیکن کبھی کبھی منفصل میں بھی عَظِیْمٌ بول دیتے ہیں جیسے جَیْشٌ عَظِیْمٌ (بڑا لشکر) اور مال عَظِیْمٌ (بڑا مال) مگر ان دونوں جگہ عظیم کے معنی کثیر ہی کے ہیں"

اور علامہ زمخشری تفسیر کشاف میں رقمطراز ہیں کہ "عَظِیْمٌ اور کَبِیْرٌ میں فرق یہ ہے کہ عَظِیْمٌ حَقِیْرٌ کی نقیض ہے اور کَبِیْرٌ صَغِیْرٌ کی، لہذا عظیم کبیر سے بڑھ کر ہے جس طرح سے حقیر صغیر سے کمتر ہے اور ان دونوں الفاظ کا استعمال اجسام اور اعراض دونوں کے لئے ہوتا ہے"[1]

اور تاج العروس میں ہے کہ:۔

"عظیم حق تعالیٰ شانہ کی صفات میں سے بھی ہے، جو بمعنی کَبِیْرٌ ہے اور یہ دونوں مترادف لفظ ہیں، اور فخر الدین رازی کہتے ہیں کہ کبیر وہ ہے جو ذاتی طور پر بڑا ہو اور عظیم وہ جس کو دوسرے بڑا سمجھیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ کے وصف میں بجائے عظیم کے کبیر کا استعمال زیادہ ہے"،

اور امام بیہقی کتاب الاسماء والصفات میں لکھتے ہیں کہ:۔

"حلیمی رحمہ اللہ نے العظیم کے معنی میں یہ بیان کیا ہے کہ "عظیم" وہ ذات ہے جس پر

۱؎ تفسیر کشاف ج ۱۔ ص ۲۱۔ طبع مطبع شرقیہ مصر۔

کسی قسم کی پابندی نہ ہو سکے، کیونکہ "عظیم القوم" اس کو کہتے ہیں جو لوگوں کے معاملات کا مالک ہو اور لوگوں کو اس کے خلاف نہ تاب مقاومت ہو نہ اس کے حکم سے مجال سرتابی اور بلاشبہ گو اس کی اصلی شان یہی ہے تاہم بہت سی آفتیں ایسی بھی پیش آ جاتی ہیں کہ جن کے باعث وہ اپنے اختیارات میں عاجز ہو کر اس درجہ لاچار اور ضعیف ہو جاتا ہے کہ اب اس کی مقاومت درکنار اس کو مغلوب اور ختم بھی کیا جا سکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ جل شانہ ایسی قدرت والا ہے کہ اس کو کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی اور یہ ممکن ہی نہیں کہ اس کو دبا کر یا مغلوب کر کے اس کی نافرمانی یا عدول حکمی کی جا سکے، لہٰذا حقیقی اور واقعی طور پر تو عظیم وہی ہے اور اس کے ماسوا کے لیے جو یہ لفظ آتا ہے تو وہ محض مجاز ہے

اور ابو سلیمان خطابی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ عظیم کے معنی ہیں عظمت و جلال والا اور اس معنی کا تعلق عظمت و شان اور جلالت قدر سے ہے اور یہ وہ عظیم نہیں ہے کہ جو اجسام کی صفات ہیں آتا ہے کہ جس کے معنی بڑے ڈیل ڈول اور جثے والے کے ہیں" [1]

پ ۱/ ۱، ۲، ۱۳ — پ ۲/ ۲، ۱۶ — پ ۴/ ۴، ۹، ۱۳ — پ ۶/ ۶، ۹، ۱۰ — پ ۷/ ۶، ۸ — پ ۸/ ۱۵

پ ۹/ ۴، ۶، ۱۷، ۱۸ — پ ۱۰/ ۵، ۹، ۱۴، ۱۵، ۱۶ — پ ۱۱/ ۲، ۳، ۵، ۷، ۱۲

پ ۱۲/ ۱۳ — پ ۱۳/ ۱۳ — پ ۱۴/ ۶، ۱۹، ۲۰ — پ ۱۶/ ۵ — پ ۱۷/ ۶، ۸ — پ ۱۸/ ۵، ۸، ۹

پ ۱۹/ ۸، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۶ — پ ۲۰/ ۱۱ — پ ۲۱/ ۱۱ — پ ۲۳/ ۶، ۷، ۱۴، ۱۶ — پ ۲۴/ ۶، ۱۹

پ ۲۵/ ۲، ۹، ۱۶، ۱۷ — پ ۲۶/ ۳، ۱۲ — پ ۲۷/ ۱۵، ۱۶، ۱۸، ۱۹، ۲۰

پ ۲۸/ ۱۰، ۱۱، ۱۵، ۱۶ — پ ۲۹/ ۳، ۵، ۶ — پ ۳۰/ ۱، ۸

عَظِیْمًا: پ ۵/ ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۱۰، ۱۴، ۱۸ — ۶/ ۲

پ ۱۵/ ۴ — پ ۲۱/ ۲۰ — پ ۲۲/ ۲، ۴، ۶ — پ ۲۶/ ۹، ۱۲

فصل الفا

عَفَا: اس نے معاف کیا، اس نے بخش دیا اس نے گناہ مٹا دیئے عَفْوٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب واضح رہے کہ عَفْوٌ کا استعمال جب کسی کے جرم کو معاف کرنے کے لیے ہوتا ہے تو اس کا تعدیہ بذریعہ عن ہوتا ہے (ملاحظہ ہو عفو)

۲/ ۲ — پ ۴/ ۴ — پ ۷/ ۳، ۴

پ ۱۰/ ۱۳ — ۲۵/ ۵

عِفْرِیْتٌ: دیو، راکشس، قوی ہیکل تہمتن

---

[1] کتاب الاسماء والصفات ص ۴۲ مطبوعہ الوار احمدی الہ آباد ۱۳۱۳ھ

امام ابوبکر عزیزی نزہتہ القلوب میں لکھتے ہیں:[1]

العفریت من الجن	جن وانس میں "عفریت"
والانس	وہ ہے جو بڑھا چڑھا ہو
الفائق المبالغ	دوں کی لیتا ہو اور
الرئیس۔	سرغنہ ہو۔

اور راغب اصفہانی رقمطراز ہیں:۔

"ارشاد ہے عِفْرِیْتٌ من الجِنِّ جنوں میں سے عِفْرِیْتٌ اس کو کہتے ہیں جو موذی اور خبیث ہو اور جس طرح انسان کو کبھی کبھی شیطان بھی کہہ دیتے ہیں اسی طرح استعارہ کے طور پر اسے عِفْرِیْتٌ بھی کہہ دیا کرتے ہیں چنانچہ کہا جاتا ہے عِفْرِیْتٌ لِفْرِیْتٌ لفریت عفریت کا تابع مہمل ہے یعنی دیو دیو) اور ابن قتیبہ نے عِفْرِیْتٌ کا ترجمہ کیا ہے اَلْمُوَثَّقُ الْخَلْقِ یعنی تہمتن، مضبوط ہاڑ کا اور بڑے ڈیل ڈول والا۔"

اور امام ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں اس کے معنی سرغنہ سرکش اور قوی کے لکھے ہیں[1] انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ اہل عرب کی اس میں دو لغتیں ہیں ایک عِفْرِیْتٌ دوسرے عِفْرِیَةٌ عِفْرِیَةٌ کی جمع عَفَارِی اور عِفْرِیْتٌ کی عَفَارِیْتُ ہے[1]، اور سید محمود آلوسی[2] تصریح کی ہے کہ مشہور قول کے مطابق عِفْرِیْتٌ میں تا مبالغہ کے لیے ہے[1] لیکن علامہ ابن الاثیر نہایہ میں لکھتے ہیں کہ اس میں تا۔ قِنْدِیْلٌ سے الحاق کے لیے ہے، یعنی اس لیے ہے تاکہ فِعْلِیْلٌ کے وزن پر ہو جائے۔

عَفْوٌ : آسان، حاجت سے زیادہ، معاف کر دینا۔ یہ عَفَا یَعْفُوْ کا مصدر ہے اور اسم بھی۔ امام عزیزی نزہتہ القلوب میں رقمطراز ہیں:۔ "عَفْوٌ کے معنی ہیں، القدر طاقت جو بن آئے محاورہ ہے خذ ما عفا لك یعنی جو تمہیں بآسانی بغیر مشقت ملے وہ لے لو۔ نیز عفو کے معنی بچے ہوئے مال کے بھی ہیں چنانچہ بولا جاتا ہے عفا الشیء یعنی وہ چیز زیادہ ہو گئی اور بچ رہی اور ارشاد ہے وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَا

[1] تفسیر ابن جریر۔ ج ۱۹ - ص ۹۳ - طبع مصر [2] روح المعانی۔ ج ۱۹ - ص ۲۰۲ طبع منیریہ مصر۔

[5] علامہ زمخشری نے تفسیر کشاف میں سورہ البقرہ اور سورہ اعراف دونوں جگہ تصریح کے ساتھ لکھا ہے کہ عَفْوٌ جُهْدٌ کی ضد ہے۔ اور جہد کے معنی ہیں مشقت میں پڑنا اور طاقت سے زیادہ بوجھ اٹھانا۔ اس اعتبار سے عفو کا ٹھیک ٹھیک وہی ترجمہ ہو گا کہ جو امام عزیزی نے کیا ہے۔

مَاذَا یُنْفِقُوْنَ (اور تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں کہہ دے جو بچے اپنے خرچ سے یعنی آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ صدقہ میں کیا دیں تو آپ کہہ دیجیے کہ عفو یعنی وہ دو جو تمہارے مال میں سے بچ رہے اور اس چیز کو خیرات کر دو کہ جو تمہارے اور تمہاری عیال کے نفقہ سے زائد ہو"

لیکن امام راغب اصفہانی مفردات القرآن میں یہ فرماتے ہیں کہ :-

"عفو کے معنی ہیں کسی چیز کے لینے کا ارادہ کرنا چنانچہ بولا جاتا ہے عَفَاهُ وَاعْتَفَاهُ یعنی جو کچھ اس کے پاس تھا اس کو لینے کا ارادہ کیا اور عَفَتِ الرِّیحُ الدَّارَ (ہوا نے گھر کے نشانات مٹا دیئے) یعنی ہوا نے گھر کا رخ کیا اس کے آثار کو لیتے ہوئے، اور اسی معنی میں شاعر کہتا ہے ع اخذ البلی ایاتہا (بوسیدگی نے اس کی نشانیاں لے لیں) اور عَفَتِ الدَّارُ کا مطلب یہ ہے کہ گویا خود گھر نے بوسیدگی کا ارادہ کیا اور عَفَا النَّبْتُ وَالشَّجَرُ کے معنی ہیں پودے نے اور درخت نے بڑھنے کا ارادہ کیا جیسے کہ یہ محاورہ ہے اخذ النبت فی الزیادۃ (پودے نے بڑھنا شروع کیا)۔

اور عَفَوْتُ عَنْهُ کے معنی ہیں قصدت ازالۃ ذنبہ صارفا عنہ۔ یعنی میں نے اس سے درگزر کرتے ہوئے اس کے گناہ مٹانے کا ارادہ کر لیا۔ یہاں درحقیقت مفعول مذکور نہیں ہے اور عن کا تعلق مضمر سے ہے پس عفو کے معنی ہوئے گناہ سے درگزر کرنا۔ چنانچہ ارشاد ہے فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ (پھر جو کوئی معاف کرے اور بات کو سنوارے) اور وَأَنْ تَعْفُوا أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ (اور اگر تم مرد درگزر کرو تو قریب ہے پرہیزگاری) اور ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ (پھر معاف کیا ہم نے تم کو) اور اِنْ نَعْفُ عَنْ طَائِفَةٍ مِنْكُمْ (اگر ہم معاف کر دیں گے تم میں سے بعضوں کو) اور فَاعْفُ عَنْهُمْ (سو معاف کر ان کو) اور خُذِ الْعَفْوَ (عادت کر درگزر کی) میں عَفْو سے مراد ہے مَا یسہل قصدہ وتناولہ یعنی جس کا ارادہ کرنا اور حصول سہل ہو۔ اور بعض نے اس کے معنی لوگوں سے درگزر کرنے کے بھی کیے ہیں۔ اور آیہ وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ میں عفو میں مراد وہ چیز

ہے جس کا خرچ کرنا آسان ہو"

اور علامہ ابو الفتح ناصر بن عبد السید مطرزی حنفی المغرب فی ترتیب المعرب میں یوں رقم فرماتے ہیں:-
"بعض مصنفین نے اس ترکیب (یعنی عفو کے مادہ) کو دو چیزوں پر دلالت کرنے والا قرار دیا ہے ایک ترک دوسرے طلب پر لیکن عفو کا استعمال اس شخص کے متعلق ترک عقوبت میں غالب ہو گیا ہے کہ جو مستحق عقوبت ہو اور اعفاء کا غالب استعمال مطلق ترک میں ہوتا ہے اور جو اہل لغت کہتے ہیں کہ عفو کے معنی ہیں فضل یعنی بچا ہوا اور زائد کے یہ صحیح ہے کیونکہ جب کسی چیز کو چھوڑ دیا جاتا ہے تو وہ بچی اور زائد ہو جاتی ہے۔"

علامہ موصوف نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ عفو کا تعدیہ جرم اور مجرم دونوں کی طرف بذریعہ عن ہوتا ہے جیسے عفا عنہ اور عفا عن ذنبہ اور جو یہ دونوں ایک ساتھ مذکور ہوں تو پھر مجرم کی طرف اس کا تعدیہ بذریعہ لام اور جرم کی طرف بذریعہ عن ہوتا ہے جیسے عفوت لفلان عن ذنبہ۔

اور امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں یہ تحریر فرماتے ہیں کہ:-
"واحدی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ عفو کے اصل معنی لغت میں زیادتی کے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے خُذِ الْعَفْوَ یعنی جو زیادہ ہو وہ لے لو اور دوسری جگہ فرمایا حَتّٰی عَفَوْا یعنی حیوان کی تعداد بڑھی اس سے زیادہ ہو گئے اور قفال نے کہا ہے کہ عفو کے معنی ہیں جو سہل ہو اور کفایت سے زائد میسر آئے چنانچہ محاورہ خذ ما عفا لک یعنی جو میسر آجائے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عفو عن الذنب یعنی گناہ معاف کرنے کے معنی بھی اسی سہولت اور آسانی ہی کی طرف راجع ہوں گے[1]

اور علامہ سید مرتضیٰ زبیدی تاج العروس میں اپنے شیخ محمد بن طیب فاسی شارح قاموس سے ناقل ہیں:-
"عفو کا بغیر گناہ کے ہونا گو عرف میں مشہور ہو گیا ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ عفو بمعنی عدم لزوم (لازم نہ ہونا) بھی آتا ہے اور اس کے اصل معنی ترک کے ہیں اور اسی پر اس کے سارے معانی گھومتے رہتے ہیں چنانچہ جن مقامات پر اس کا ترجمہ کیا جاتا ہے کہ کسی سزا دینے کے معنی ہوں گے کہ جیسا مثلاً لازم کرنے کے ہیں مفسرین اور حدیث کے شارحین کے کلام میں بھی اس طرف میلان پایا جاتا ہے اور عبد الباسط بلقینی نے عفو و صفح کے فرق میں ایسی گفتگو کی ہے کہ جس کا کوئی خاص فائدہ ظاہر نہیں ہوتا اس کے بعد سید موصوف لکھتے ہیں کہ:-
"صفح کے معنی ہیں سرزنش کو چھوڑ دینے کے اور یہ عفو سے ابلغ ہے کیونکہ کبھی انسان سزا تو معاف کر دیتا ہے مگر سرزنش نہیں چھوڑتا اور عفو کے معنی ہیں کسی شے کو حاصل کرنے کا ارادہ کرنا" اور یہی اس کے اصلی معنی ہیں اور اسی پر اس کے سارے معانی گردش کرتے رہتے ہیں جیسا کہ راغب وغیرہ کی تحقیق ہے نہ کہ جیسا ہمارے شیخ نے بیان کیا ہے کہ اس کے اصل معنی ترک کے ہیں"

لیکن ناظرین پر واضح رہے کہ شیخ ابن طیب فاسی نے جو اس کے اصل معنی بیان کئے ہیں یہی معنی علامہ مطرزی صاحب نے بھی مقاییس اللغہ یعنی ابن فارس سے

---

[1] تفسیر کبیر ج ۲ ص ۳۳۲ طبع قدیم۔

نقل کیے ہیں اور مطرزی اور ابن فارس دونوں لغت عربیت کے اکابر ائمہ میں سے ہیں۔ پ ۱۱ ۲/۹ ۹/۱۴

عَفَوْا: وہ بڑھ گئے، وہ زیادہ ہو گئے (نصَرَ)، عَفْوٌ سے جس کے معنے زیادہ ہونے کے ہیں ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ علامہ مطرزی نے مغرب المعرب میں لکھتے ہیں کہ:۔

عَفَوْا بمعنے کثروا ہے جب کوئی چیز زیادہ اور گھنی ہو جاتی ہے تو بولتے ہیں عفا الشیئ نیز عفا الشئ کے معنی بوسیدہ اور ختم ہونے کے بھی آتے ہیں اور یہ اضداد میں سے ہے"

علامہ قرطبی نے شرح صحیح مسلم میں بھی یہی لکھا ہے کہ :۔

"عفا اضداد میں سے ہے زیادہ ہونے کے معنی میں بھی آتا ہے اور کم ہونے کے معنی میں بھی، ظاہر ہونے کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے اور پوشیدہ ہونے کے لیے بھی"[1] پ ۹

عَفُوٌّ: بڑا چھوڑنے والا، بڑا درگزر کرنے والا، بڑا معاف کرنے والا۔ جوہری صحاح میں لکھتے ہیں:۔

"عَفُوٌّ بروزن فَعُوْلٌ اس کے معنی ہیں بہت زیادہ معاف کرنے والا، اور یہ اللہ عزوجل کے اسماء حسنی میں سے ہے"

اور امام بیہقی، ابو سلیمان خطابی سے ناقل ہیں :۔

عَفُوٌّ بروزن فَعُوْلٌ عَفْوٌ سے ہے اور مبالغہ کا صیغہ ہے عَفْوٌ کہتے ہیں گناہ سے درگزر کرنے کو اور بعض کہتے ہیں کہ عفو عفت الریح الاثر سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں ہوا نے نشان مٹا دیا تو گویا گناہ معاف کرنے والا بھی گناہ سے درگزر کر کے اس کو مٹا دیتا ہے"[2] پ ۵ ۲/۱۵ عَفُوٌّ آ ۲ پ ۵ ۱۲/۱۱ پ ۶

عَفَوْنَا: ہم نے معاف کیا، ہم نے درگزر کیا عَفْوٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم، امام عزیزی فرماتے ہیں:۔

عَفَوْنَا عَنْکُمْ کے معنی ہیں ہم نے تمہارے گناہ مٹا دیئے اور یہی معنی عَفَا اللّٰہُ عَنْکَ کے ہیں یعنی اللہ نے تیرے گناہ مٹا دیئے" پ ۱/۶ پ ۲/۶

عُفِیَ: اُسے معاف کیا گیا، اسے سہولت دی گئی، عَفْوٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ پ ۲/۱

فصل القاف

عِقَاب: مار، عذاب، سزا، عقوبت سزا دینا، عَاقَبَ یُعَاقِبُ کا مصدر ہے۔ راغب نے لکھا ہے کہ عُقُوْبَۃٌ، مُعَاقَبَۃٌ اور عِقَابٌ تینوں الفاظ عذاب کے لیے مخصوص ہیں۔ اور علامہ ابو ہلال عسکری الفروق اللغویہ میں رقمطراز ہیں:۔

عذاب اور عقاب میں فرق یہ ہے کہ عقاب سزا کے استحقاق کو بتلاتا ہے چنانچہ عقاب کو عقاب اسی لیے کہا جاتا ہے کہ مرتکب جرم جرم کے عقب ہی میں اس کا مستحق ہو جاتا ہے اور عذاب "استحقاق اور بغیر استحقاق دونوں طرح ہو سکتا ہے۔

"عقاب" کے معنی اصل میں پیچھے ہو لینے کے ہیں چنانچہ بولتے ہیں

[1] ملاحظہ ہو تاج العروس۔ [2] کتاب الاسماء والصفات ص ۱۸ طبع انوار احمدی الہ آباد۔

عَقِبَ الثّانی الاوّل (دوسرا پہلے کے پیچھے ہو لیا) اور عَقِبَ اللیل النہار (رات دن کے پیچھے ہو لی) اس اعتبار سے عقاب وہ سزا ہوئی جو جرم کے پیچھے دی جاتی ہے۔ لہذا اس کا ترجمہ بادافش جرم کرنا چاہیئے۔ ۲/۸،۱۰ ۳/۱۰ ۶/۵ ۷/۳ ۸/۷ ۹/۱،۱۶،۱۷ ۱۰/۲،۳ ۱۳/۷ ۲۴/۸،۱۹ ۲۸/۴

عِقَاب: میری (طرف سے) سزا۔ یہ اصل میں عِقَابِی تھا، عِقَابِ مضاف ی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ ی آخیر سے حذف ہو گئی ہے ۱۳/۱۱ ۲۳/۱۰ ۲۴/۶

عُقْبًا: بدلہ، جزا، انجام، عاقبت، ثواب، علامہ احمد فیومی نے المصباح المنیر میں تصریح کی ہے کہ عُقْبٌ عاقِبَۃٌ ہی کی تخفیف ہے اور امام راغب نے مفردات میں لکھا ہے کہ عُقُبٌ اور عُقْبیٰ دونوں کا استعمال ثواب کے ساتھ مخصوص ہے۔ ۱۵/۱۴

عَقَبَۃ: گھاٹی، پہاڑ میں چڑھائی کا جو دشوار گزار راستہ ہوتا ہے اس کو عَقَبَۃ کہتے ہیں اس کی جمع عُقُبٌ اور عِقَاب ہے ۳۰/۱۵

عَقِبِہٖ: اس کی اولاد، عَقِب مضاف ہ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ، امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:-

عَقِبٌ پاؤں کے پچھلے حصہ (یعنی ایڑی) کو کہتے ہیں اور بعض عَقْبٌ بولتے ہیں اس کی جمع اَعْقَابٌ ہے۔ حدیث میں مروی ہے وَیْلٌ لِلاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ (ایڑیوں کے لیے آتش دوزخ سے افسوس ہے) اور بطور استعارہ عَقِبٌ کا استعمال بیٹے اور پوتے کے لیے بھی ہوتا ہے چنانچہ ارشاد ہے وَجَعَلَہَا کَلِمَۃً بَاقِیَۃً فِی عَقِبِہٖ (اور یہی بات پیچھے چھوڑ گیا اپنی اولاد میں)" ۲۵/۹

عُقْبیٰ: عاقبت، بدلہ، انجام۔ علامہ ابو حیان اندلسی البحر المحیط میں لکھتے ہیں:

العقبی خاتمۃ الشیء وما یجیء من الامور علی عقبہ[1]	"عقبی کے معنی ہیں کسی چیز کا انجام اور جو باتیں کہ اس چیز کے پیچھے پیش آئیں۔"

اور قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی تفسیر مظہری میں فرماتے ہیں:-

"عُقْبیٰ کے معنی ہیں کام کی جزا، اسکے قاموس میں ہے کہ اَعْقَبَہٗ کے معنی جزا دینے کے ہیں

[1] ملاحظہ ہو تفسیر سورہ الشمس۔

جزاء فعل کا نام عُقْبیٰ اس لیے قرار پایا کہ وہ فعل کی انجام دہی کے بعد ملتی ہے لیکن عُقْبٌ عُقْبیٰ اور عَاقِبَۃٌ کا استعمال ثواب اور نیکی کی بہتر جزا کے ساتھ مخصوص ہے جس طرح کہ عُقُوبَۃٌ، مُعَاقَبَۃٌ اور عِقَابٌ کا استعمال عذاب اور برائی کی سخت سزا کے لیے خاص ہے اللہ فرماتا ہے خَیْرٌ ثَوَابًا وَّخَیْرٌ عُقْبیٰ (بہتر ہے انعام کے اعتبار سے اور بہتر ہے ثواب کے لحاظ سے) اور فرمایا اُولٰٓئِکَ لَھُمْ عُقْبَی الدَّارِ (ان لوگوں کے لیے ہے عاقبت کا گھر) یعنی وہاں کا ثواب اور فَنِعْمَ عُقْبَی الدَّارِ (سو خوب ملا گھر عاقبت کا) اور ارشاد ہے وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ (اور آخر میں بھلائی ہے ڈرنے والوں کے لیے)۔

اور عذاب کے بارے میں ارشاد ہے فَحَقَّ عِقَابِ (پھر ثابت ہوئی میری طرف سے سزا) اور شَدِیْدُ الْعِقَابِ (سخت عذاب دینے والا)۔ اور فرمایا وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِہٖ (اور اگر بدلہ لو تو بدلہ اسی قدر جس قدر تم کو تکلیف پہنچائی جائے) اور وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِہٖ (اور جس نے بدلہ لیا جیسا کہ اس کو دُکھ دیا گیا تھا) لیکن اضافت کے ساتھ عَاقِبَۃٌ کا استعمال عُقُوْبَۃٌ میں بھی ہوتا ہے چنانچہ ارشاد ہے ثُمَّ کَانَ عَاقِبَۃَ الَّذِیْنَ اَسَآءُوا السُّوْٓاٰی (پھر ہوا انجام برا کرنے والوں کا بُرا) اور وَکَانَ عَاقِبَتَھُمَآ اَنَّھُمَا فِی النَّارِ (پھر انجام دونوں کا یہی کہ وہ دونوں ہیں آگ میں) اب عَاقِبَۃٌ کا استعمال اس معنی میں یا تو اس لیے ہو کہ وہ دونوں معنی میں مشترک ہے یا یہ اپنی ضد یعنی مخالف معنی میں بطور استعارہ مستعمل ہے جیسا کہ ارشاد باری فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ (سو خوشخبری سنا دے ان کو عذاب دردناک کی) میں عذاب کے لیے بشارت کا لفظ استعمال ہوا ہے۔[1]

عُقْبیٰ کے بارے میں قاضی صاحب نے جو یہ لکھا ہے کہ اس کا استعمال ثواب کے لیے خاص ہے یہی امام راغب اصفہانی نے بھی تحریر فرمایا ہے لیکن خود قرآن مجید کی حسب ذیل

[1] تفسیر مظہری۔ ج ۵ سورۂ رعد ص ۲۳ طبع دہلی۔

آیت میں اس کا استعمال ثواب اور عذاب دونوں کے لیے ہوا ہے ارشاد ہے تِلْكَ عُقْبَى الَّذِينَ اتَّقَوْا وَعُقْبَى الْكٰفِرِينَ النَّارُ یہ جزا ہے اُن کی جو ڈرتے ہیں اور سزا منکروں کی آگ ہے)

اور امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں "واحدی نے کہا ہے کہ عُقْبٰی (معنی میں) عَاقِبَۃ کی طرح ہے) اور یہ مصدر بھی ہو سکتا ہے جیسے کہ شُوْرٰی اور قُربٰی اور رُجْعٰی ہیں اور اس قسم کے مصادر کبھی فَعْلٰی کے وزن پر بھی آتے ہیں جیسے کہ نَجْوٰی اور دَعْوٰی ہیں اور کبھی فِعْلٰی کے وزن پر بھی جیسے کہ ذِکْرٰی اور حِیْزٰی ہیں، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ اسم ہو" [۱]

۱۳/۹ و ۱۱ و ۱۲

عَقِبَيْہِ : اس کی دونوں ایڑیاں عَقِبَی مضاف، ہِ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ عَقِبَی اصل میں عَقِبَیْنِ تھا عَقِبٌ کا تثنیہ اس کا نون اضافت کے سبب گر گیا ہے عَقِبٌ ایڑی کو کہتے ہیں اس کی جمع اَعْقَابٌ ہے۔ ۱/۲ ۲/۱ ۲/۶ ۱/۲

عُقْبٰـهَا : اس کا انجام، اس کی پاداش اس کی عاقبت، عُقْبٰی مضاف ھَا ضمیر واحد مونث غائب مضاف الیہ یہاں بھی عُقْبٰی کا استعمال ثواب کے لیے نہیں ہوا ہے۔ ۳۰/۱۲

عُقَدِ : گرہیں، عُقْدَۃٌ کی جمع جس کے معنی گرہ کے ہیں۔ آیت شریفہ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ (اور بدی الی عورتوں کی جو گرہوں میں پھونک ماریں) عُقَدِ سے مراد وہ گرہیں ہیں جن کو جادوگرنیاں ڈوریاں پر افسوں پڑھ کر پھونکنے کے بعد لگایا کرتی ہیں اسی لیے عربی میں ساحر کو مُعَقِّدٌ بھی کہتے ہیں۔ ۳۰/۲۸

عَقَدَتْ : اس نے باندھا عَقْدٌ سے جس کے معنے باندھنے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مونث غائب۔ تاج المصادر میں عقد کے حسب ذیل معانی لکھے ہیں "گرہ و بیع بستن و سوگند خوردن و پیمان کردن" اور راغب اصفہانی لکھتے ہیں:-

عَقْد کے معنی ہیں کسی چیز کے اطراف کو آپس میں جمع کر دینا، اس کا استعمال سخت اجسام میں بھی ہوتا ہے جیسے عَقْدُ الْحَبْلِ

---

[۱] تفسیر کبیر ج ۵۔ ص ۲۹۴۔ طبع قدیم

رسی میں گرہ لگانا۔ عَقْدُ الْبِنَاءِ مکان کو مضبوط
کرنا اور بطور استعارہ معانی کے لیے بھی بولا جاتا
ہے جیسے عقد البیع و العہد یعنی بیع
منعقد کرنا اور عہد باندھنا"
اور تاج العروس میں ہے کہ :۔
"ائمہ اشتقاق نے جو کچھ اس بارے میں تصریح
کی ہے وہ یہ ہے کہ یہ اصل میں حل کی ضد
ہے جس کے معنی کھولنے کے ہیں، بعد کو
اس کا استعمال لین دین اور دیگر معاملات
میں بھی ہونے لگا۔ ذاں بعد اس کو یقین
کی پختگی اور اعتقاد جازم کے لیے بھی بولنے
لگے"۔
آیہ شریفہ وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ (اور جن
سے قرار باندھا تم نے) میں "عقد یمین" سے مراد
عہد و پیمان کی پختگی ہے۔ ۵/۲

عَقَّدْتُّمْ : تم نے گرہ باندھی، تم نے مضبوط
کیا، تم نے پختہ کیا، تَعْقِيْدٌ سے جس کے معنی گرہ
لگانے اور معاہدہ کو پختہ کرنے کے ہیں ماضی کا
صیغہ جمع مذکر حاضر ۔ ۵/۲

عُقْدَةٌ : عقد، گرہ، رکاوٹ، لکنت
بندش۔ راغب لکھتے ہیں:۔
عقد نکاح، پیمان وغیرہ جس چیز کو باندھا جائے
اس کا نام "عقدہ" ہے، ارشاد ہے وَلَا
تَعْزِمُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ (اور نہ ارادہ
کرو عقد نکاح کا) اور "عُقِدَ لِسَانُهٗ" کے معنی
ہیں اس کی زبان پر گرہ لگا دی گئی، اور
فِيْ لِسَانِهٖ عُقْدَةٌ کے معنی ہیں اس کی
زبان میں لکنت ہے، ارشاد ہے وَاحْلُلْ
عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ (اور میری زبان کی
گرہ کھول دے)۔

۲/۱۴،۱۵ ۱۶/۱۱

عَقَرَ : اس نے کونچیں کاٹ دیں (ضرب)
عَقْرٌ سے جس کے معنی کونچیں کاٹنے کے ہیں،
ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، کونچیں کہتے ہیں
پاؤں کے پٹھوں کو جو پیچھے کی طرف ایڑی کے
پاس ہوتے ہیں، عرب میں دستور تھا کہ اونٹ
کو حلال کرنا ہوتا تو پہلے اس کی کونچیں کاٹتے
تاکہ بھاگ نہ جائے۔ پھر اس کو نحر کرتے فیومی
نے مصباح میں لکھا ہے کہ عُقر کا استعمال صرف
کونچیں کاٹنے کے لیے ہوتا ہے اور کبھی کبھی
نحر کے معنی میں بھی آتا ہے، ازہری نے اس کی وجہ
بھی یہی لکھی ہے کہ چونکہ نحر عام طور پر عُقر کے بعد

ہی ہوا کرتا ہے اس لیے اس سے نحر کرنا بھی مراد لے لیتے ہیں۔[1] ۲۷/۹

عَقَرُوْا: اُنہوں نے کونچیں کاٹ دیں، عَقْرٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ۸/۱۴

عَقَرُوْهَا: انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں، عَقَرُوْا صیغہ ماضی، هَا ضمیر واحد مؤنث غائب ۱۲/۹، ۱۹/۱۲، ۳۰/۱۶

عَقَلُوْهُ: انہوں نے اس کو سمجھ لیا عَقَلُوْا عَقْلٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب اور ہ ضمیر واحد مذکر غائب۔ محکم میں ہے کہ: عَقْل حُمْق کی ضد ہے۔ صاحب قاموس نے "عقل" کے حسب ذیل معانی نقل کیے ہیں:۔

"(۱) علم (۲) صفات اشیاء یعنی ان کی اچھائی بُرائی، کمال اور نقصان کو جاننا، (۳) دو بہتر چیزوں میں زیادہ بہتر کو اور دو بُری چیزوں میں زیادہ بدتر کو جاننا (۴) متعلق امور کا علم (۵) اس قوت کو کہتے ہیں کہ جس سے بُرائی اور بھلائی میں تمیز ہوتی ہے (۶) ان معانی مجتمعہ فی الذہن کا نام ہے کہ جن کے ذریعہ اغراض و مصالح کی درستی حاصل ہوتی ہے (۷) انسان کی وہ اچھی ہیئت جو اس کی حرکات سکنات اور بول چال میں پائی جاتی ہے۔

اس کے بعد لکھتے ہیں کہ:۔

حق یہ ہے کہ یہ ایک روحانی نور ہے جس کی بدولت نفس علوم ضروریہ و نظریہ کا ادراک کیا کرتا ہے۔ اور اس کے وجود کی ابتدا اسی وقت سے شروع ہونے لگ جاتی ہے جب کہ بچہ ماں کے پیٹ میں جنم لیتا ہے اور پھر برابر وہ بڑھتی رہتی ہے تا آنکہ سن بلوغ میں جا کر تکمیل کو پہنچ جاتی ہے"

صاحب قاموس نے عقل کے جتنے معانی لکھے ہیں اس کے متعلق شارح قاموس علامہ سید مرتضٰی زبیدی بلگرامی فرماتے ہیں:۔

هذه الاقوال التی	یہ جتنی باتیں مصنف نے
ذکرها المصنف کلها	ذکر کی ہیں سب کی سب
فی مصنفات المعقولات	معقولات کی کتابوں میں مذکور
ولم یعرج علیها ائمۃ	ہیں مگر ائمہ لغت نے
اللغۃ۔	ان کی طرف التفات نہیں
(تاج العروس)	کیا ہے۔

علامہ ابن الہمام نے التحریر میں لکھا ہے:

[1] ملاحظہ ہو تاج العروس۔

"عقل کو عقل اس لیے کہتے ہیں کہ عقل کے معنی منع کرنے کے ہیں چونکہ عقل عاقل کو نازیبا باتوں سے روکتی رہتی ہے، اس لیے اس کا نام "عقل" ہوا۔ یا عقل "مَعْقِل" سے ماخوذ ہے، معقل کہتے ہیں جائے پناہ کو، اور چونکہ عقلمند کو عقل کے ملنے ہی پناہ ملتی ہے اس لیے اس کو عقل کہنے لگے" ۔ ؎۱

۱/۹

عُقُوْدٌ: قول و قرار۔ عہد و پیمان، عَقْدٌ کی جمع ہے، عَقْد کہتے ہیں ایک چیز کو ایک چیز میں مضبوطی کے ساتھ باندھنے اور گرہ لگانے کو یہاں اس سے مراد وہ تمام تکالیف شرعیہ اور احکام دینیہ ہیں کہ جن کی تعمیل بندوں پر لازمی اور ضروری ہے اور اسی میں داخل ہیں امانات اور معاملات کے جملہ عہد و پیمان کہ جن کا پورا کرنا واجب ہے۔ ۶/۵

عَقِیْمٌ: بانجھ، بے خیر، منحوس، اس لفظ کا استعمال مذکر اور مؤنث دونوں کے لیے ہوتا ہے جب مرد کے لیے آئیگا تو اس کی جمع عُقَمَا اور عِقَامٌ ہوگی اور جب عورت کے لیے آئیگا

؎۱ تاج العروس۔

تو عَقَائِمُ اور عُقُمٌ۔ امام عزیزی نزہۃ القلوب میں لکھتے ہیں:۔

"عاقر اور عَقِیْمٌ دونوں کے معنی ایک ہیں یعنی وہ عورت کہ جو بانجھ ہو اور وہ مرد کہ جس کے اولاد نہ ہوتی ہو۔

اور عَذَابُ یَوْمٍ عَقِیْمٍ میں "یوم عقیم" سے وہ دن مراد ہے کہ جو اس سے بانجھ ہو چکا ہے کہ اس میں کافروں کے لیے کسی قسم کی خیر پیدا ہو"

اور امام راغب رقمطراز ہیں:۔

"عُقْمٌ اصل میں اس خشکی کو کہتے ہیں کہ جو اثر قبول کرنے سے مانع ہو چنانچہ محاورہ ہے عَقِمَتْ مَفَاصِلُهٗ (اس کے جوڑ خشک ہو گئے) اور دَاءٌ عُقَامٌ کہتے ہیں لا علاج مرض کو، اور عورتوں میں عَقِیْمٌ اس کو بولتے ہیں جو مرد کے نطفہ کو قبول نہیں کرتی چنانچہ بولا جاتا ہے عَقِمَتِ الْمَرْاَةُ (عورت بانجھ ہو گئی) اور عَقِمَتِ الرَّحِمُ (بچہ دانی خشک ہو گئی) اور ارشاد ہے فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ (پیٹا اپنا منہ پیٹ لیا اور کہنے لگی بڑھیا بانجھ)

اور رِیْحٌ عَقِیْمٌ میں "عقیم" بمعنی فاعل بھی ہو سکتا ہے یعنی وہ ہوا کہ جو نہ بادل کو لے کر آئے نہ کسی درخت میں پھل لائے اور بمعنی مفعول بھی، جیسے کہ عَجُوْزٌ عَقِیْمٌ ہے یعنی وہ ہوا کہ جو کسی چیز کا اثر قبول نہ کرے اور چونکہ وہ نہ کسی چیز کو قبول کرتی ہے نہ کسی چیز سے اثر لیتی ہے اس لیے نہ کچھ دیتی ہے، نہ اپنا اثر چھوڑتی ہے ارشاد ہے

اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمُ الرِّیْحَ الْعَقِیْمَ

جب بھیجی ہم نے ان پر ہوا خیر سے خالی اور یَوْمٍ عَقِیْمٍ سے مراد وہ دن ہے کہ جس میں کوئی فرحت نہ ہو"

اور "صباح میں یوم عقیم" کے معنی لکھے ہیں وہ دن کہ جس میں ہوا نہ ہو اور سخت گرم ہو، وجہ یہ ہے کہ عَذَابُ یَوْمٍ عَقِیْمٍ میں بعض نے اس سے قیامت کا دن مراد لیا ہے، اور بعض نے بدر کا دن۔ قیامت کا دن مراد لینے کی صورت میں اس کے معنی ہونگے ایسا دن کہ جس کے بعد کوئی اور دن نہ ہو یعنی جس طرح ہر دن کے بعد دوسرا دن پیدا ہوتا رہتا ہے یہ بات قیامت کے دن میں نہ ہوگی اس لیے وہ "عقیم" یعنی بانجھ ہے کہ اب اس کے بعد کوئی اور دن نہیں، اور بدر کا دن مراد لینے کی صورت میں اس کو "عقیم" کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس دن بہت سی عورتوں کی اولاد قتل کر دی گئی تو گویا وہ بانجھ ہو گئیں کہ ان کے اولاد ہی پیدا نہیں ہوئی تھی۔ ۱۷/۱۴ ۲۶/۱۹ ۲۷/۱

عَقِیْمًا ۲۵/۹

فصل اللام

عَلَا : وہ چڑھ گیا، اس نے چڑھائی کی، وہ غالب آیا، عُلُوٌّ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، (ملاحظہ ہو عُلُوًّا) ۱۸/۵ ۲۰/۶

عَلَّامٌ : خوب جاننے والا، عِلْمٌ سے بروزن فَعَّالٌ مبالغہ کا صیغہ ہے، قرآن مجید میں عَلَّامُ الْغُیُوْبِ کا استعمال حق تعالیٰ شانہ کی صفات کے سلسلہ میں ہوا ہے، جس میں اس طرف ارشارہ ہے کہ اس سے کوئی پوشیدہ سے پوشیدہ چیز بھی چھپی نہیں رہ سکتی، امام ابوبکر بیہقی کتاب الاسماء والصفات میں لکھتے ہیں:

"اس کے معنی ہیں ایسا زبردست جاننے والا جو ہر طرح کی معلومات کا ان کے گوناگوں ہونے کے باوجود علم رکھتا ہو چنانچہ جواب

موجود ہے اُسے بھی جانتا ہے اور جو آئندہ
ہوگا۔ اسی طرح جو چیز ہونے والی نہیں اس
کا بھی اسے علم ہے اور اس کا بھی کہ اگر وہ
ہوتی تو کس طرح ہوتی،، ؎۱

ب ۷/۵،۶ ، ب ۱۰/۱۶ ، ب ۲۲/۱۲

عَلٰمٰتٍ: نشانیاں، پتے، عَلَامَۃٌ کی جمع
جس کے معنی نشان اور پتہ کے ہیں ب ۱۴/۸

عَلَانِیَۃً: کھلم کھلا، ظاہر، آشکار، علانیہ
قاموس میں ہے کہ یہ عَلَنَ یَعْلِنُ کا مصدر ہے
جس کے معنی ظاہر اور آشکارا ہونے کے آتے
ہیں مگر مصباح میں اس کو اسم لکھا ہے۔ اور
امام راغب لکھتے ہیں:

"عَلَانِیَۃٌ سِرٌّ کی ضد ہے اور اس کا استعمال
بیشتر معانی میں ہوتا ہے، اعیان میں نہیں
ہوتا،، ب ۳/۶ ، ب ۱۳/۹،۱۰ ، ب ۲۲/۱۶

عَلَقٍ: لہو کی پھٹکیاں، جما ہوا خون جو خشک
نہ ہوا ہو۔ امام راغب نے تو اس کے معنی صرف
جمے ہوئے خون کے لکھے ہیں، لیکن قاموس میں
ہے کہ:۔

"عَلَق کے معنی ہیں عام خون، یا وہ خون کہ جو
بہت زیادہ سُرخ ہو، یا جما ہوا خون"

۳۰/۲۱

عَلَقَۃً: جمے ہوئے خون کی ایک پھٹکی۔ خون
کی وہ پھٹکی جو منی سے پیدا ہوتی ہے اس کی جمع
عَلَق ہے۔ امام قرطبی نے تصریح کی ہے کہ علقہ
جمے ہوئے خون کو کہتے ہیں اور جب وہ بہتا ہو تو
مسفوح کہلاتا ہے۔ اور علقہ کو علقہ اس
لیے کہتے ہیں کہ وہ اس رطوبت کے ساتھ جو
اس میں لگی رہتی ہے معلق ہوتا ہے، چنانچہ جب
وہ رطوبت خشک ہو جاتی ہے تو پھر علقہ نہیں
کہلاتا، ؎۲ ب ۱۷/۵ ، ب ۱۸/۱ ، ب ۲۴/۱۲ ، ب ۲۹/۱۸

عِلْم: علم، دانش، جاننا، یہ عَلِمَ یَعْلَمُ
کا مصدر ہے۔ علامہ احمد فیومی، المصباح المنیر
میں لکھتے ہیں:۔

"علم کہتے ہیں یقین کو، چنانچہ عَلِمَ یَعْلَمُ
کا استعمال کسی بات کے یقین کرنے کے لیے
ہوا کرتا ہے، نیز علم کے معنی معرفت کے اور
معرفت کے معنی علم کے بھی آیا کرتے ہیں

۱؎ کتاب الاسماء والصفات۔ ص ۳۳ طبع انوار احمدی الٰہ آباد۔
۲؎ تفسیر قرطبی۔ ج ۲۰۔ ص ۱۱۹۔ طبع دار الکتب المصریہ ۱۳۶۹ھ

چونکہ علم اور معرفت دونوں مسبوق بالجہل ہونے میں باہم شریک ہیں اس لیے ان میں سے ہر ایک دوسرے کے معنی پر متضمن ہے اور علم کا حصول اگرچہ کسب کی بنا پر ہوتا ہے مگر یہ کسب جہالت کے بعد ہی ہوتا ہے چنانچہ قرآن پاک میں مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ (اس وجہ سے کہ انہوں نے یقین کر لیا حق بات) میں عَرَفُوا بمعنی عَلِمُوا ہے اور لَا تَعْلَمُونَهُمْ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ (تم ان کو نہیں پہچانتے اللہ ان کو پہچانتا ہے) یعنی لا تعرفونهم الله يعرفهم ہے۔ اللہ بیر کہتا ہے:۔

واعلم علم اليوم والامس قبله
ولكنني عن علم ما في غد عمي

(میں آج کی بھی معرفت رکھتا ہوں اور آج سے پہلے کل کی بھی لیکن کل کیا ہوگا اس کی معرفت سے میں نابینا ہوں)۔

اس شعر میں بھی اعلم بمعنی اعرف ہے معرفت کا اطلاق اللہ تعالے پر بھی ہوتا ہے کیوں کہ وہ بھی علم ہی کی ایک قسم ہے رہا علم اور معرفت کا باہمی فرق سو وہ اصطلاحی اور اپنے متعلقات کے اختلاف پر مبنی ہے، ہاں ذات باری سبحانہ وتعالیٰ جہل واکتساب سے منزہ ہے کیوں کہ جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ آئندہ ہوگا اسے سب معلوم ہے اور جو نہ ہوگا اس کے متعلق بھی اس کو یہاں تک علم ہے کہ اگر وہ ہوتا تو کیوں کر ہوتا۔ علم حق ایک صفت قدیم ہے جو ازل سے ذات الٰہی کے ساتھ قائم ہے لہذا جہل کا ہونا اس کے حق میں محال ہے

علم کے معنی جب یقین کے آتے ہیں تو متعدی بدو مفعول ہوتا ہے اور جب معرفت کے معنی دیتا ہے تو متعدی بیک مفعول ہوتا ہے۔ اور کبھی "شعور" کے معنی پر بھی متضمن ہوتا ہے۔ اس صورت میں اس کا تعدیہ بذریعہ ب بھی ہوتا ہے جیسے علمتہ اور علمت بہ"

اور امام راغب نے لکھا ہے کہ
"ایک حیثیت سے تو علم کی دو قسمیں ہوتی ہیں، نظری اور عملی۔ نظری تو وہ جو صرف علم ہی سے مکمل ہو جاتے جیسے کہ عالم کا علم ہے اور عملی وہ جو بغیر عمل کے تکمیل نہ پاتے جیسے کہ عبادات کا علم ہے اور دوسری حیثیت

ہے اس کی دو قسمیں عقلی اور سمعی بھی ہوتی ہیں"
اور قاموس میں ہے کہ:۔

" عَلِمَ، بروزن سَمِعَ عِلْمًا بالکسر بمعنی عَرَفَ ہے"

علامہ سید مرتضیٰ زبیدی تاج العروس میں اس کی شرح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:۔
"صحاح اور بہت سی امہات لغت میں بھی اسی طرح مذکور ہے، اور مصنف نے البصائر میں عَرَفَ کے ساتھ حق المعرفۃ کے الفاظ اور زیادہ کیے ہیں، اب یہاں نیز آگے چل کر جو مصنف نے یہ لکھا ہے کہ علم ب۔ بروزن بمعنی شعر ہے" یہ اس بارے میں بالکل صریح ہے کہ علم معرفت اور شعور سب ایک ہی معنی میں، اور پہلے (یعنی معرفت کے معنی میں یہ متعدی بنفسہ ہے اور جب شعور کے معنی میں آتا ہے تو اس کا تعدیہ بذریعہ ب ہوتا ہے یہ تصریح بیشتر لغت نویسوں کے کلام سے ملتی جلتی ہے مگر اکثر محققین ان سب میں باہم فرق کرتے ہیں اور علم ان کے نزدیک ان تینوں اوصاف میں بالاتر ہے یہی وجہ ہے کہ وہ علم کا اطلاق تو اللہ تعالیٰ پر جائز سمجھتے ہیں مگر صحیح تر قول کے بموجب نہ اس کو عارف کہتے ہیں نہ شاعر، اور ان کے باہم جو فرق ہے وہ اہل اشتقاق کی تصانیف میں مذکور ہے البتہ خود علم کے بارے میں اس قدر سخت اختلاف ہے کہ ایک جماعت تو یہ کہتی ہے کہ اس کی کوئی تعریف ہی نہیں کی جا سکتی کیوں کہ یہ بالکل ظاہر اور بدیہیات میں سے ہے اور دوسری جماعت اس کی قائل ہے کہ دشواری اور دقت کی بنا پر اس کی تعریف کرنا ممکن نہیں اور دوسرے کچھ اور بھی کہتے ہیں:۔

چنانچہ اس بحث کو مع ماله وما علیہ کے امام ابوالحسن یوسی نے قانون العلوم میں قلمبند کر دیا ہے، اور الدر المصون میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ ب کے ذریعہ اس کے تعدیہ کی وجہ یہ ہے کہ اس میں کبھی کبھی احاطہ کے معنی بھی ملحوظ ہوتے ہیں۔

اور مناوی التوقیف میں لکھتے ہیں کہ علم وہ پختہ اور جازم اعتقاد ہے کہ جو واقع کے مطابق ہو، یا علم وہ صفت ہے جو اس تمیز کو ضروری کر دیتا ہے کہ جس میں اس

کی نقیض کا احتمال تک نہ ہو یا علم کہتے ہیں عقل میں کسی شئے کی صورت کے حاصل ہونے کو اور پہلی تعریف زیادہ خاص ہے۔

اور لبصائر میں ہے کہ "معرفت" کہتے ہیں کسی شے کے نشانات پر غور و فکر کر کے اس کے ادراک کرنے کو، اور یہ علم سے اخص ہے معرفت اور علم میں لفظی اور معنوی طور پر متعدد وجوہ سے فرق ہے لفظی تو یہ کہ "معرفت" کا فعل ایک مفعول کو چاہتا ہے اور علم کا فعل دو مفعولوں کو، اور جب "علم" کا ایک ہی مفعول مذکور ہوگا تو وہ بمعنی "معرفت" ہی ہوگا۔ اور معنوی حیثیت سے ان دونوں میں حسب ذیل وجوہ سے فرق ہے (۱) "معرفت" کا تعلق ذات شے سے ہوتا ہے اور "علم" کا اس کے احوال سے (۲) "معرفت" اکثر اس چیز کی ہوا کرتی ہے کہ جس کا ادراک پہلے سے قلب میں موجود تھا اور بعد میں جاتا رہا۔ چنانچہ اب دوبارہ جو اس کا ادراک ہوگا وہ "معرفت" کہلائیگا برخلاف علم کے کہ اس میں یہ بات نہیں ہوتی، لہذا "معرفت" نام ہے ذکر نفسی کی نسبت کا یعنی اس چیز کا حضور کہ جو ذاکرہ سے غائب تھی۔ یہی وجہ ہے کہ "معرفت" کی ضد "انکار" ہے اور علم کی ضد جہل (۳) "معرفت" کسی شے کی ذات کا ایسا تفصیلی علم ہے جو اس کو ماسوا سے الگ کر دے لیکن "علم" کا تعلق کسی شے سے اجمالی بھی ہوسکتا ہے۔ نیز اس کے علاوہ اور بھی فرق ہیں"

امام راغب نے تصریح کی ہے کہ آیت شریفہ يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَا أُجِبْتُمْ قَالُوا لَا عِلْمَ لَنَا (جس دن اللہ جمع کریگا سب پیغمبروں کو پھر کہے گا تم کو کیا جواب ملا تھا وہ کہیں گے ہم کو خبر نہیں) میں اس طرف اشارہ ہے کہ اس روز ان حضرات کی عقلیں بھی دنگ ہو گئیں اور قَالَ الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ (بولا وہ شخص جس کے پاس تھا ایک علم کتاب کا) میں "علم" سے مراد وہ علم خاص ہے کہ جو بشر سے مخفی ہوتا ہے اور وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ (اور جن کو علم دیا گیا ہے ان کے درجے اللہ بلند فرماتا ہے) میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس امر پر تنبیہ کی گئی ہے کہ علم اور اہل علم کے درجات د

مراتب مختلف ہیں، (ملاحظہ ہو اَعْلَمُ)

۱/۱۴،۱۴ ۲/۱۱،۱۶ ۳/۹،۱۰،۱۴،۱۵ ۶/۲ ۷/۵،۸،۱۹

۸/۱،۳،۴،۵،۸،۱۲ ۱۱/۱۵ ۱۲/۲،۴ ۱۳/۲،۳،۱۱،۱۲

۱۴/۹،۱۰،۱۵ ۱۵/۳،۱۰،۱۱،۱۳ ۱۶/۶ ۱۷/۸،۱۴،۱۹

۱۹/۱۸ ۲۰/۱۱،۱۳ ۲۱/۱،۷،۹،۱۰،۱۱،۱۲،۱۳

۲۳/۱۴ ۲۴/۲،۱۰،۱۴ ۲۵/۱،۳،۸،۱۲،۱۳،۱۵،۱۶ ۲۵/۱۹

۲۶/۱،۳،۶،۱۱ ۲۷/۶،۷ ۲۷/۶،۷ ۲۸/۲ ۲۹/۲ ۳۰/۲۷

عِلْمًا : ۷/۱۵ ۹/۱ ۱۲/۱۳ ۱۵/۲۱ ۱۶/۱۴،۱۵

۱۷/۵،۶ ۱۹/۱۷ ۲۰/۳،۵ ۲۶/۶ ۲۸/۱۸

عَلِمَ : اس نے جان لیا، اس نے پہچان لیا، اس نے معلوم کر لیا، وہ واقف ہو گیا۔ عِلْمٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب،

۱/۷ ۲/۶،۱۴ ۹/۱۰،۱۷ ۱۰/۵ ۱۸/۱۲ ۲۵/۱۷ ۲۶/۱۱

۲۹/۱۴ –

عَلَّمَ : اس نے سکھایا، اس نے تعلیم دی تَعْلِیْمٌ سے جس کے معنی سکھانے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں کہ :-

"اصل میں تو اِعْلَامٌ اور تَعْلِیْمٌ کے معنی ایک ہی ہیں مگر اعلام مخصوص ہے جلدی سے بتا دینے کے لیے اور تعلیم مخصوص ہے بار بار اور کثرت سے بتانے کے لیے تاکہ متعلم کے ذہن میں اس کا ایک اثر پیدا ہو، اور بعض نے کہا ہے کہ تعلیم کہتے ہیں معانی کے تصور کے لیے نفس کے متوجہ کرنے کو اور تعلم کہتے ہیں ان تصور کی طرف نفس کے متوجہ ہونے کو اور کبھی "تعلیم" کا استعمال اعلام کے معنی میں بھی ہوتا ہے جب کہ اس میں بھی تکرار کے معنی موجود ہوں جیسے اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِیْنِکُمْ (کیا جتلاتے ہو اللہ کو اپنی دینداری)

آیہ شریفہ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا (اور سکھلا دیے آدم کو نام سب چیزوں کے) میں "تعلیم اسماء" سے مراد یہ ہے کہ ان کو وہ قوت عطا فرمائی کہ جس کی بدولت وہ گویا ہوئے اور انہوں نے اشیاء کے نام وضع فرمائے اور یہ سب کچھ ان کے اندر القاء ربانی سے عمل میں آیا۔ جس طرح سے کہ اللہ تعالیٰ نے حیوانات میں ہر ایک کو اس کا ایک مستقل کام سکھلایا کہ جس کو وہ انجام دیتا رہتا ہے اور ایک مستقل آواز عنایت کی کہ جس کو وہ نکالتا رہتا ہے۔ اور یہ جو ارشاد ہے و- ق

عَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا قَالَ لَهٗ مُوْسٰی

نَقَلَ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنۡ تُعَلِّمَنِ مِمَّا
عُلِّمۡتَ رُشۡدًا (اور سکھلایا تھا اس کو
اپنے پاس سے ایک علم، کہا اس کو موسٰی نے
کہے تو تیرے ساتھ ہوں اس بات پر کہ
مجھ کو سکھلا دے کچھ جو تجھ کو سکھلائی ہے
بھلی راہ) اس کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ
اس سے ایک خاص علم مراد ہے جو بشر سے
مخفی ہوتا ہے اور جب تک اللہ تعالیٰ اس
سے واقف نہ فرمائے لوگوں کے نزدیک وہ
قابل انکار ہی ہوتا ہے، کیوں کہ جب حضرت موسٰی
علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ ہوتے
تو جب تک اس علم کی حقیقت سے باخبر نہ
ہوتے جو دیکھا اس پر انکار ہی فرماتے رہے"

$\frac{1}{4}$ ب $\frac{27}{11}$ ت $\frac{30}{21}$

عُلَمٰٓؤُا : علماء، عالم لوگ، قرآن پاک میں
اس کا رسم الخط سورہ شعراء اور سورہ فاطر دونو
جگہ میم کے بعد واؤ کے ساتھ ہے جس پر ہمزہ ہے
اور واؤ کے بعد الف بھی لکھا جاتا ہے مگر یہ پڑھنے
میں نہیں آتا، علامہ احمد فیومی نے المصباح المنیر
میں لکھا ہے کہ "علیم کی جمع علماء اور عالم کی
جمع عالِمُونَ آتی ہے، لیکن صاحب قاموس

نے علماء کو عالم اور علیم دونوں کی جمع بنایا ہے
اور علامہ سید مرتضیٰ زبیدی نے تاج العروس میں
ابن جنی سے اس کی یہ وجہ نقل کی ہے کہ،۔
"علم" کا وصف چونکہ مزاولت اور گہرے
تعلق کے بعد پیدا ہوتا ہے اس لیے یہ وصف
بمنزلہ طبیعت ہے اور ابتدائی طور پر علم میں
داخل ہونے سے نہیں ہوا ہے کیوں کہ
اس صورت میں وہ متعلم کہلاتا ہے نہ عالم
لہٰذا جب یہ وصف طبیعت کے معنی لیکر
باب سمع میں آیا تو عالم بمعنی علیم ہوا
اور اسی لیے اس کی جمع بھی اسی کی طرح سے
آئی اور بعد کو اس کی ضد کو بھی اسی پر محمول
کیا گیا، چنانچہ علماء کی طرح جہلاء
بھی بولنے لگے،، $\frac{19}{15}$ $\frac{22}{16}$

عَلِمۡتَ : تو جان چکا، تو نے جان لیا۔ عِلۡمٌ
سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر، پ $\frac{12}{12}$ $\frac{15}{}$
$\frac{17}{5}$

عَلِمۡتُ : میں نے جانا عِلۡمٌ سے ماضی کا
صیغہ واحد متکلم۔ $\frac{23}{9}$ ب $\frac{30}{227}$

عُلِّمۡتَ : تو سکھلایا گیا، تجھے تعلیم دی گئی
تَعۡلِیۡمٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر حاضر

(ملاحظہ ہو عَلَّمَ) ۱۵/۲۱

عَلَّمْتُكَ : میں نے تجھے تعلیم دی عَلَّمْتُ تَعْلِیْمٌ سے ماضی کا صیغہ واحد متکلم اور کَ ضمیر واحد مذکر حاضر ۵/۲

عَلِمْتُمْ : تم نے جانا تم جان چکے، عِلْمٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۱/۸ ۱۳/۴۴ ۸/۱۰ ۲۷/۱۵

عَلَّمْتُمْ : تم نے سکھلایا، تم نے تعلیم دی تَعْلِیْمٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر (ملاحظہ ہو عَلَّمَ) ۶/۵

عُلِّمْتُمْ : تم سکھلائے گئے، تم کو تعلیم دی گئی تَعْلِیْمٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۔ ۲/۱۶

عَلِمْتُمُوْهُنَّ : تم نے ان (عورتوں) کو جانا عَلِمْتُمْ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر، واو اشباع کا اور هُنَّ ضمیر جمع مذکر حاضر ہے ۲۸/۸

عَلَّمْتَنَا : تو نے ہمیں سکھایا، تو نے ہم کو تعلیم دی عَلَّمْتَ تَعْلِیْمٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ نا ضمیر جمع متکلم ۱/۴

عَلَّمْتَنِیْ : تو نے مجھ کو سکھلایا، تو نے مجھ کو تعلیم دی عَلَّمْتَ تَعْلِیْمٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر ن و قایہ ی ضمیر واحد متکلم ۱۳/۵

عَلِمْتَهٗ : تو اس کو جان چکا، تجھے وہ معلوم ہے عَلِمْتَ عِلْمٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر، ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ ۴/۹

عَلَّمَكَ : اس نے تجھ کو سکھلایا۔ اس نے تجھے تعلیم دی، عَلَّمَ، تَعْلِیْمٌ سے صیغہ ماضی اور كَ ضمیر واحد مذکر حاضر ۵/۱۴

عَلَّمَكُمْ : اس نے تم کو سکھلایا۔ اس نے تم کو تعلیم دی، عَلَّمَ تَعْلِیْمٌ سے صیغہ ماضی اور كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر ۲/۱۵ ۶/۵ ۱۶/۱۲ ۱۹/۷

عَلِمْنَا : ہم نے جانا، ہم کو معلوم ہے سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم ۱۲/۱۷ ۱۳/۴ ۱۴/۲ ۲۲/۳ ۲۶/۱۵

عُلِّمْنَا : ہم سکھلائے گئے، ہمیں تعلیم دی گئی، تَعْلِیْمٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ جمع متکلم ۱۹/۱۱

عَلَّمْنٰهُ : ہم نے اس کو سکھلایا، ہم نے اس کو تعلیم دی، عَلَّمْنَا تَعْلِیْمٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ ۱۳/۲

پ ۱۵/۲۱ پ ۱۷/۶ پ ۲۳/۴

عَلَّمَنِیْ : اس نے مجھے سکھلایا، اس نے مجھے تعلیم دی عَلَّمَ تَعْلِیْمٌ سے صیغہ ماضی ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم پ ۱۲/۱۵

عَلِمُوْا : انہوں نے جان لیا۔ عِلْمٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب پ ۱/۱۲ پ ۲۰/۱۰

عَلِمَہٗ : اس نے اس کو جان لیا عَلِمَ عِلْمٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اور ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب آیہ شریفہ لَعَلِمَہُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْبِطُوْنَہٗ مِنْہُمْ (تو جان لیتے اس کو جو تحقیق کرنے والے ہیں ان میں سے) میں عَلِمَہٗ کے معنی واحد کی بجائے جمع کے کیے جائیں گے کیوں کہ عربی میں قاعدہ ہے کہ فاعل جب اسم ظاہر ہو تو فعل کو واحد لاتے ہیں چنانچہ یہاں بھی اَلَّذِیْنَ جو فاعل ہے جمع ہے اس لیے صیغہ فعل واحد آیا۔ پ ۵

عَلَّمَہٗ : اس نے اس کو سکھلایا، عَلَّمَ تَعْلِیْمٌ سے صیغہ ماضی، ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب پ ۳/۱۸ پ ۳/۷ پ ۲۷/۱۱،۵

عِلْمُہٗ : اس کا جاننا، اس کا علم، عِلْمُ مضاف، ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ پ ۳/۲ پ ۷/۳ پ ۱۱/۹ پ ۲۴/۱۴ پ ۲۵/۱

عِلْمُہَا : اس کا علم، اس کا جاننا عِلْمُ مضاف، ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ پ ۹/۱۳ پ ۱۶/۱۱ پ ۲۲/۵

عِلْمُہُمْ : ان کا جاننا، ان کا علم عِلْمُ مضاف، ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ پ ۲۰/۱

عِلْمِیْ : میرا علم، میرا جاننا عِلْمِ مضاف ی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ۔ پ ۱۹/۱۰

عَلَوْا : وہ غالب آئے عُلُوٌّ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ پ ۱۵/۱

عُلُوًّا : بلند ہونا، سرکشی کرنا، کسی کام پر قوی ہونا، کسی چیز پر زبر ہونا، کسی شخص پر غلبہ کرنا، یہ عَلَا یَعْلُوْ کا مصدر ہے اور اس کا فعل باب نَصَرَ سے آتا ہے۔ امام ابوجعفر بیہقی تاج المصادر میں مذکورہ بالا معانی نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں :

التركيب يدل على السمو والارتفاع مع كثرته۔	اس مادہ کی ترکیب دلالت کرتی ہے بکثرت بلندی اور رفعت پر۔

اور امام راغب اصفہانی، مفردات القرآن

ہیں فرماتے ہیں:۔
عُلُوٌّ سِفْلٌ کی ضد ہے، اور عُلْوِیٌّ اور
سُفْلِیٌّ ان ہی دونوں کی طرف منسوب ہیں
عُلُوٌّ کے معنی بلند ہونے کے ہیں (گردان آتی
ہے، عَلَا یَعْلُو عُلُوًّا وھو عَالٍ، نیز عَلِیَ
یَعْلیٰ عَلَاءً فھو عَلِیٌّ بھی مستعمل ہے مگر
عَلَاءٌ بالفتح کا استعمال امکنہ اور اجسام کے
بارے میں زیادہ ہے، ارشاد ہے عَالِیَھُمْ
ثِیَابُ سُنْدُسٍ (اوپر کی پوشاک ان کے
کپڑے ہیں باریک ریشم کے) اور بعض نے
کہا ہے کہ عَلَاءٌ کا استعمال قابل مدح اور
قابل مذمت دونوں کے لیے ہوتا ہے مگر
عَلِیَ صرف قابل مدح ہی کے لیے بولا
جاتا ہے۔
آیہ شریفہ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالیٰ عَمَّا یَقُوْلُوْنَ
عُلُوًّا کَبِیْرًا (وہ پاک ہے اور برتر ہے ان کی
باتوں سے بہت زیادہ) میں عُلُوًّا، تَعَالیٰ
کا مصدر نہیں ہے جس طرح سے کہ اَنْبَتَکُمْ
مِنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا میں نَبَاتًا، اَنْبَتَکُمْ
کا اور تَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا میں تَبْتِیْلًا
تَبَتَّلْ کا مصدر نہیں ہے"

۱۵/۱،۵ ۱۹/۱۶ ۳۰/۱۲

عَلٰی : پر، اوپر۔ امام جلال الدین سیوطی
الاتقان فی علوم القرآن میں فرماتے ہیں:۔
"علیٰ حرف جر ہے، جس کے متعدد معانی
ہیں اور ان میں سب سے زیادہ مشہور
"استعلا" (یعنی اظہار بلندی و برتری) کے
معنی ہیں، خواہ استعلا حسی ہو یا معنوی، جیسے
وَعَلَیْھَا وَعَلَی الْفُلْکِ تُحْمَلُوْنَ
(اور ان پر اور کشتیوں پر تمہیں سوار کرایا جاتا
ہے) کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ (جو کوئی ہے
زمین میں فنا ہونے والا ہے) فَضَّلْنَا بَعْضَھُمْ
عَلٰی بَعْضٍ (فضیلت دی ہم نے ان
میں بعض کو بعض پر) وَلَھُمْ عَلَیَّ ذَنْبٌ
(اور ان کو مجھ پر ہے ایک گناہ کا دعویٰ)[۵]
(۲) مع کی طرح مصاحبت (یعنی معیت)
کے لیے جیسے وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ
ای مع حبہ یعنی اس کی محبت کے ساتھ مال
بھی دے وَاِنَّ رَبَّکَ لَذُوْ مَغْفِرَۃٍ
لِلنَّاسِ عَلٰی ظُلْمِھِمْ (تیرا رب معاف

۵؎ پہلی دو مثالیں استعلاء حسی کی ہیں اور دو دوسری
دو استعلاء معنوی کی۔

بھی کرتا ہے لوگوں کو باوجود ان کے ظلم کے، ای مع ظلمھم (۳) مِنْ کی طرح سے ابتداء کے لیے جیسے اِذَا اکْتَالُوا عَلَی النَّاسِ (جب ناپ کرلیں لوگوں سے) بمعنی مِنَ النَّاسِ ہے۔ اسی طرح لِفُرُوْجِھِمْ حٰفِظُوْنَ اِلَّا عَلٰی اَزْوَاجِھِمْ (اپنی شہوت کی جگہوں کو تھامتے ہیں مگر اپنی بیویوں سے) یہیں بھی عَلٰی بمعنی مِنْ ہے اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے (احفظ عورتك الّا من زوجتك تو اپنی شرمگاہ کی حفاظت کر مگر اپنی بیوی سے (۴) لام کی طرح سے تعلیل یعنی بیان سبب و علت کے لیے جیسے وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰی مَا ھَدٰىكُمْ (تاکہ تم بڑائی کرو اللہ کی اس بات پر کہ تم کو ہدایت کی) یعنی چونکہ اللہ نے تم کو ہدایت فرمائی اس لیے تم اس کی بڑائیاں بیان کرو۔ (۵) فی کی طرح سے ظرفیت کے لیے جیسے وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰی حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا (اور آیا شہر کے اندر جس وقت بے خبر ہوتے تھے وہاں کے لوگ) کہ یہاں علٰی حین بمعنی فی حین ہے یعنی جس وقت میں کہ وہ بے خبر تھے اور وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰی مُلْكِ سُلَيْمٰنَ (اور پیچھے ہو لیے اس علم کے جو پڑھتے تھے شیطان، سلیمان کی بادشاہت کے وقت میں) کہ یہاں علٰی ملک سلیمٰن بمعنی فی زمن ملکہ ہے۔ (۶) ب کے معنی میں جیسے حَقِيْقٌ عَلٰی اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَی اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ (قائم اس بات پر کہ نہ کہوں اللہ کی طرف سے مگر جو سچ ہے) کہ یہاں علٰی ان، بِاَن کے معنی میں ہے۔ چنانچہ حضرت اُبَیّ بن کعب (رضی اللہ عنہ) کی یہی قرائت ہے۔

فائدہ:- وَتَوَكَّلْ عَلَی الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ (اور بھروسہ کر اس زندہ پر کہ جس کو موت نہیں آتی) اور اسی قسم کی آیات میں عَلٰی بمعنی اضافت و اسناد ہے" ای اضف توکلك و اسنده الیہ" یعنی اپنے توکل کو اسی کی طرف لگا اور اسی سے متعلق کر۔ چنانچہ بعض نے یہی بیان کیا ہے لیکن میرے نزدیک اس میں عَلٰی باء استعانت کے معنی میں ہے اور كَتَبَ عَلٰی نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ (اس نے

لکھی ہے اپنے ذمہ مہربانی، جیسی آیات میں علیٰ ذات الٰہی پر رحمت کے ایجاب و استحقاق کے لیے نہیں بلکہ محض اس کے فضل کی تاکید کے واسطے ہے، اور اسی طرح ثُمَّ اِنَّ عَلَیۡنَا حِسَابَہُمۡ (بیشک ہمارا ذمہ ہے ان سے حساب لینا) کی طرح آیات میں علیٰ محض تاکید مجازات کے لیے ہے۔

تنبیہ: علیٰ جیسا کہ اخفش نے بیان کیا ہے اسم بھی واقع ہوتا ہے جبکہ اس کا مجرور اور اس کے متعلق کا فاعل دونوں ضمیریں ہوں جیسے کہ اَمۡسِکۡ عَلَیۡکَ زَوۡجَکَ[1] (رہنے دے اپنے پاس اپنی بیوی کو)[2] اور علامہ لغوی سید مرتضیٰ زبیدی تاج العروس شرح قاموس میں رقمطراز ہیں:

(علیٰ ایک حرف ہے[3] جو حروف اضافت یعنی حروف جارہ میں سے ہے، ان حروف کو حروف اضافت اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ فعل یا شبہ فعل کو اس اسم سے لگا دیتے ہیں کہ جو اس سے متصل ہو اور جار بردی کہتے ہیں کہ چونکہ یہ معانی افعال کی اضافت اسماء کی طرف کرتے ہیں، اس لیے حروف اضافت سے موسوم ہیں، پھر بعض حروف تو فقط حرف ہی رہتے ہیں اور بعضے کبھی حرف ہوتے ہیں اور کبھی اسم اور بعضے کبھی حرف ہوتے ہیں اور کبھی فعل (اور سیبویہ کا بیان ہے، کہ علیٰ اسم ہے جو استعلا کے لیے آتا ہے) اور حرف مِنۡ بھی اس پر آتا ہے اور اس صورت میں یہ بمعنی فوق ہوتا ہے، جیسے آیہ شریفہ (وَعَلَیۡہَا وَعَلَی الۡفُلۡکِ تُحۡمَلُوۡنَ) اور صحاح میں ہے کہ علیٰ حرف جار ہے اور کبھی اسم بھی واقع ہوتا ہے، اور اس پر حرف مِن آتا ہے۔ جیسا کہ شاعر کہتا ہے

غدت من علیہ تنفض الطل بعدما
رأت حاجب الشمس استوی فترفعا

کہ یہاں من علیہ بمعنی من فوقہ ہے کیونکہ حرف جر پر حرف جر نہیں آیا کرتا، اور مبرد نے کہا کہ لفظ علیٰ اسم، فعل، حرف تینوں کے لیے

[1] الاتقان فی علوم القرآن - ج ۱ - ص ۱۶۴ - طبع مصر ۱۳۰۶ھ [2] کہ یہاں علیٰ اسم ہے کیونکہ اس کا مجرور کہ بھی ضمیر ہے اور اس کے متعلق یعنی اَمۡسِکۡ کا فاعل اَنۡتَ بھی ضمیر مستتر ہے۔ [3] بین القوسین متن یعنی قاموس کا ترجمہ ہے۔

مشترک ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ جو اسم ہے
وہی حرف یا فعل بھی ہے بلکہ یہ بتلانا ہے کہ
کبھی کسی لفظ میں اسم اور حرف دونوں جمع
ہو جاتے ہیں، چنانچہ دیکھو جب تم عَلٰی زَیْدٍ
ثَوْبٌ (زید پر کپڑا ہے) بولو گے تو عَلٰی یہاں
حرف ہوگا، اور عَلَا زَیْدًا ثَوْبٌ (زید کے
اوپر کپڑا آ گیا) میں عَلٰی فعل ہے کیونکہ یہ علا،
یعلو سے ہے...... اور سیبویہ نے کہا ہے
کہ اس کا الف واؤ سے بدلا ہوا ہے اور ضمیر
کے ساتھ بھی واؤ یا یاء سے بدل جاتا ہے جیسے
علیك ہے، اور بعض عرب ﷺ اس صورت میں
بھی اس کو علیٰ حالہ چھوڑ دیتے ہیں چنانچہ
راجز کہتا ہے۔ ع

طاروا علاهن فطر علاها

اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ بلحرث بن کعب
کی یہی لغت ہے (انتہیٰ) اور سبکی نے کہا ہے
کہ زیادہ صحیح یہی ہے کہ یہ کبھی اسم بھی ہوتا ہے
بمعنی فوق کے مگر ایسا کم ہوتا ہے، اور بیشتر
اس کا استعمال حرف ہو کر ہی ہے"

۱: ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۱۰، ۱۲، ۱۳، ۱۴ و ۱۵

ع: یہ ایک قبیلہ کا نام ہے۔

۲: ۱، ۲، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۵، ۱۶ و ۱۷

۳: ۱، ۳، ۴، ۷، ۸، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۶ و ۱۷

۴: ۱، ۲، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱ و ۱۴

۵: ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۸، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۶ و ۱۷

۶: ۲، ۳، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵ و

۷: ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵ و ۱۶، ۱۷ و ۱۹

۸: ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۱۰، ۱۱ و ۱۲ و ۱۳، ۱۴، ۱۵ و ۱۶

۹: ۱، ۳، ۶، ۷، ۱۱، ۱۲، ۱۵ و ۱۷ و ۱۸

۱۰: ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲ و ۱۳، ۱۷، ۱۸

۱۱: ۱، ۲، ۳، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴ و ۱۵ و ۱۷

۱۲: ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۸، ۱۰، ۱۱، ۱۲ و ۱۲، ۱۳ و ۱۵

۱۳: ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۱۱ و ۱۳، ۱۴، ۱۵ و ۱۸

۱۴: ۴، ۶، ۷، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳ و ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱ و ۲۲

۱۵: ۳، ۵، ۶، ۷ و ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸ و ۲۰ و ۲۱

۱۶: ۳، ۴، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳ و ۱۶ و ۱۷

۱۷: ۳، ۵، ۷، ۸، ۹، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۶ و ۱۷

۱۸: ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴ و ۱۵، ۱۶، ۱۷

۱۹: ۱، ۲، ۳، ۴، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴ و ۱۵، ۱۷ و ۲۰

۲۰: ۲، ۴، ۵، ۶، ۷، ۱۱، ۱۴، ۱۵، ۱۶

۲۱: ۲، ۳، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۴، ۱۷، ۱۸، ۱۹ و ۲۰

۲۲
۲و۳و۴و۶و۷و۸و۹و۱۲و۱۳و۱۴و۱۵و۱۶و۱۷و۱۸

۲۳
۱و۲و۳و۴و۶و۷و۸و۹و۱۰و۱۱و۱۲و۱۵و۱۶

۲۴
۱و۲و۳و۵و۶و۷و۸و۹و۱۲و۱۴و۱۶و۱۹

۲۵
۱و۲و۳و۴و۵و۷و۸و۹و۱۰و۱۴و۱۵و۱۸و۱۹

۲۶
۲و۴و۵و۶و۷و۹و۱۰و۱۱و۱۲و۱۳و۱۷و۱۸

۲۷
۳و۵و۸و۱۰و۱۳و۱۵و۱۶و۱۹و۲۰

۲۸
۱و۲و۳و۴و۶و۸و۹و۱۰و۱۳و۱۵و(۱۶)و۱۷و۱۸و۲۰

۲۹
۱و۲و۳و۵و۶و۸و۱۰و۱۱و۱۲و۱۳و۱۵و۱۶و۱۸و۱۹

۳۰
۸و۱۰و۱۱و۱۴و۲۱و۲۵و۲۹و۳۲

عَلَیَّ : مجھ پر۔ عَلٰی حرف جار۔ ی ضمیر واحد متکلم مجرور۔ ۵/۷ ، ۱۳/۳ ، ۱۴/۳ ، ۱۵/۷ ، ۱۶/۵ ، ۱۹/(۶و۱۷)
۲۰/(۵و۶) ، ۲۶/(۲و۱۴)

عُلٰی : اونچے بلند۔ عُلیا کی جمع ، ۲۶/(۱۰و۱۲)

عَلِیٌّ : بلند مرتبہ، سب سے اوپر، عالیشان برتر، یہ عَلَاءٌ سے جس کے معنی بزرگ ہونے کے ہیں، بروزن فَعِیْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ امام راغب فرماتے ہیں :۔

" عَلِیٌّ کے معنی ہیں، رفیع القدر یعنی بلند مرتبت کے یہ عَلِیَ سے ہے اور جب یہ اللہ تعالیٰ کی صفت واقع ہو جیسے ھُوَ الْعَلِیُّ الْکَبِیْرُ (وہی ہے عالی شان بڑا) اور اِنَّ اللّٰهَ کَانَ عَلِیًّا کَبِیْرًا (بیشک اللہ ہے سب سے اوپر بڑا) تو اس کے معنی ہوں گے اس ذات کے جو اس سے کہیں برتر ہے کہ وصف بیان کرنے والوں کا وصف بلکہ عالموں کا علم بھی اس کا احاطہ نہ کر سکے "

اور تاج العروس میں ہے کہ :۔

" اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے عَلِیٌّ اور مُتَعَالِی بھی ہیں، سو عَلِیٌّ کے معنی ہیں " اس ذات کے کہ جس کے اوپر کوئی نہیں جو ساری خلق پر غالب ہے اور جس نے سب کو اپنی قدرت سے مغلوب کر رکھا ہے

۳/۲ ، ۱۶/۱۵ ، ۲۱/۱۲ ، ۲۲/۹ ، ۲۴/۷ ، ۲۵/(۲و۶و۷)

عَلِیًّا ۵/۳ ، ۱۶/(۶و۷)

عُلْیَا : سب سے اوپر۔ اَعْلٰی کی تانیث عُلُوٌّ سے افعل التفضیل کا صیغہ واحد مؤنث

عُلٰی جمع ، ۱۰/۱۲

عَلَیْكَ : تجھ پر، تیرے اوپر۔ عَلٰی حرف جار لَکَ ضمیر واحد مذکر حاضر مجرور۔ ۲/۱۷ ، ۳/(۵و۹و۱۰و۱۴)
۴/۲ ، ۵/۱۴ ، ۶/۳ ، ۷/(۵و۷و۱۰و۱۲) ، ۹/۳ ، ۱۱/(۳و۹و۱۰و۱۱)
۱۳/۱۲ ، ۱۴/(۳و۱۳و۱۷و۱۸و۲۱) ، ۱۵/(۲و۱۰و۱۴)
۱۹/(۶و۱۰و۱۱و۱۴) ، ۲۰/(۴و۶و۱۴) ، ۲۱/۱ ، ۲۲/(۲و۳)

پ ۲۳/۱۴ ، پ ۲۴/۱ و ۳ ، پ ۲۵/۶ و ۱۷ ، پ ۲۶/۹ و ۱۴ ، پ ۲۸/۷
پ ۲۹/۱۳ و ۲۰ ، پ ۳۰/۵

عَلَیْكِ : تجھ پر، تیرے اوپر۔ عَلٰی حرف جر
كِ ضمیر واحد مؤنث حاضر مجرور ، پ ۱۶/۵

عَلَیْكُمْ : تم پر، تمہارے اوپر، عَلٰی حرف
جار۔ كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مجرور

پ ۱/۵، ۶، ۸، ۹، ۱۰، ۱۳ و ۱۵ ، پ ۲/۱، ۲، ۵، ۶، ۷ و
پ ۲/۸، ۹، ۱۰، ۱۳، ۱۴، ۱۵ و ۱۶ ، پ ۳/۷ و ۱۳
پ ۴/۱، ۲، ۳، ۷، ۱۲، ۱۵ ، پ ۵/۱، ۲، ۸، ۹، ۱۰، ۱۲ و
پ ۵/۱۲، ۱۶، ۱۸ ، پ ۶/۵، ۶، ۸ ، پ ۷/۳، ۴، ۵، ۱۲، ۱۴ و
پ ۷/۱۵، ۱۹ ، پ ۸/۱، ۳، ۶، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۵، ۱۶
پ ۹/۱۲، ۱۹ ، پ ۱۰/۶، ۷، ۸، ۱۰ ، پ ۱۱/۵، ۷، ۱۲، ۱۳، ۱۶، ۱۷
پ ۱۲/۳، ۵، ۷، ۸ ، پ ۱۳/۴، ۹، ۱۳، ۱۶ ، پ ۱۴/۲، ۱۷، ۱۹، ۲۱
پ ۱۵/۱، ۷، ۱۵ ، پ ۱۶/۲، ۱۳ ، پ ۱۷/۱۱، ۱۷ ، پ ۱۸/۲، ۳، ۵، ۷، ۸، ۹
پ ۱۸/۱۰، ۱۲، ۱۳، ۱۴ ، پ ۱۹/۱۱ ، پ ۲۰/۹، ۱۰ ، پ ۲۱/۱۲، ۱۷، ۱۸
پ ۲۲/۳، ۵ ، پ ۲۳/۲ ، پ ۲۴/۵، ۹، ۱۰ ، پ ۲۵/۱۳، ۲۰ ، پ ۲۶/۳، ۱۴
پ ۲۷/۳ ، پ ۲۸/۲، ۸، ۱۸ ، پ ۲۹/۲، ۳، ۹، ۱۳، ۱۴ ، پ ۳۰/۷

عَلَیْكُمَا : تم دونوں پر، تم دونوں کے اوپر
عَلٰی حرف جار، كُمَا ضمیر تثنیہ مذکر حاضر
مجرور ، پ ۲۰/۱۲

عَلِیْمٌ : بڑا دانا، خوب جاننے والا۔ عِلْمٌ سے
بروزن فَعِیْلٌ، مبالغہ کا صیغہ عُلَمَاءُ جمع
امام راغب فرماتے ہیں :۔
"آیہ شریفہ وَفَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ (اور
ہر جاننے والے کے اوپر ہے ایک جاننے والا)
میں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عَلٰی سے اشارہ
ایسے انسان کی طرف ہو کہ جو دوسرے کی
نسبت علم میں بڑھا ہوا ہو، اور لفظ عَلِیْمٌ
جو مبالغہ کے لیے آتا ہے اسے خاص طور
پر اس امر پر متنبہ کرنے کے لیے لایا گیا ہو
کہ یہ اپنے اگلے کی بہ نسبت زیادہ عالم ہے
گو اوپر والے کی نسبت سے ایسا نہیں۔
اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عَلِیْمٌ اگرچہ نکرہ
لایا گیا ہے مگر اس سے مراد اللہ تعالےٰ ہو
کیونکہ حقیقت میں صفت علیم سے موصوف
وہی ذات بزرگ و برتر ہے اس صورت
میں فَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ میں ذِیْ
عِلْمٍ سے مراد اوّل سے آخر تک پوری کی
پوری اہل علم کی جماعت ہو گی (یعنی جتنے
بھی ذی علم ہیں اللہ تعالےٰ ان سب سے زیادہ
عالم ہے) اور پہلی صورت میں ہر ایک ذی
علم کے اوپر اس سے زیادہ علم رکھنے والا

موجود ہے۔"

واضح رہے کہ عَلِیْمٌ اسماء الٰہی میں سے بھی ہے اور قرآن پاک میں اس کا بیشتر استعمال اللہ تعالیٰ کی صفت ہی میں ہوا ہے کیوں کہ اصل علم اسی کا ہے

۱ / ۳، ۴، ۱۱، ۱۴، ۱۵، ۱۶ — ۲ / ۳، ۶، ۱۰، ۱۲، ۱۳، ۱۶
۳ / ۳، ۴، ۵، ۷، ۱۲، ۱۴، ۱۶ — ۴ / ۱، ۳، ۴، ۷، ۱۳
۵ / ۲ — ۶ / ۴، ۶، ۱۲، ۱۴ — ۷ / ۳، ۸، ۱۶، ۱۸، ۱۹
۸ / ۱، ۲، ۳ — ۹ / ۴، ۱۴، ۱۶ — ۱۰ / ۱، ۳، ۴، ۶، ۸، ۱۰، ۱۳
۱۰ / ۱۴ — ۱۱ / ۱، ۳، ۹، ۱۲، ۱۳، ۱۶ — ۱۲ / ۱۱، ۱۲
۱۲ / ۱۴، ۱۶ — ۱۳ / ۱، ۳، ۴، ۵ — ۱۴ / ۲، ۵، ۶، ۱۰، ۱۵
۱۶ / ۱، ۴، ۱۴، ۱۶ — ۱۸ / ۴، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۴، ۱۵
۱۹ / ۱، ۱۵، ۱۶ — ۲۰ / ۲، ۱۳ — ۲۱ / ۲، ۹، ۱۳ — ۲۳ / ۲، ۴، ۷
۲۴ / ۶، ۱۶، ۱۹ — ۲۵ / ۳، ۴، ۶، ۷، ۱۳، ۱۴ — ۲۶ / ۱۳، ۱۴
۲۶ / ۱۹ — ۲۷ / ۱۶ — ۲۸ / ۲، ۳، ۱۱، ۱۵، ۱۶، ۱۹ — ۲۹ / ۱

عَلِیْمًا ۴ / ۱۳، ۱۴ — ۵ / ۱، ۲، ۳، ۶، ۱۰، ۱۲، ۱۳، ۱۶
۵ / ۱۸ — ۶ / ۱، ۳ — ۲۱ / ۱۶ — ۲۲ / ۲، ۳، ۴، ۱۶ — ۲۶ / ۹، ۱۱
۲۹ / ۲۰

عَلَیْنَا: ہم پر، ہمارے اوپر، عَلٰی حرف جار نَا ضمیر جمع متکلم

۱ / ۸، ۱۱، ۱۵ — ۲ / ۱۲، ۱۶
۳ / ۸، ۱۲، ۱۶ — ۵ / ۸ — ۷ / ۵ — ۸ / ۷، ۱۲، ۱۳ — ۹ / ۴، ۱۸
۱۱ / ۱۵ — ۱۳ / ۴، ۱۲، ۱۵، ۱۷، ۱۸ — ۱۶ / ۱۱ — ۱۸ / ۷

۱۸ / ۶ — ۱۹ / ۱، ۱۱، ۱۴ — ۲۰ / ۱۱ — ۲۱ / ۸ — ۲۲ / ۱۹ — ۲۳ / ۶
۲۴ / ۴، ۱۹ — ۲۵ / ۱۳ — ۲۶ / ۱۶ — ۲۷ / ۳ — ۲۹ / ۴، ۶، ۱۶
۳۰ / ۱۳، ۱۶

عِلِّیُّوْنَ : علیین، اوپر والے، اوپر ہی اوپر

امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں:۔

"آیہ شریفہ لَفِیْ عِلِّیِّیْنَ میں بعض تو عِلِّیِّیْنَ کو سب سے اعلیٰ جنت کا نام بتاتے ہیں جس طرح کہ سِجِّیْنَ سب سے بدتر دوزخ کا نام ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ یہ درحقیقت وہاں کے رہنے والوں کا نام ہے اور عربیت کے لحاظ سے یہی معنی زیادہ قریب ہیں کیوں کہ یہ جمع ذوی العقول کے ساتھ مخصوص ہے یہ لوگ، اس کو عِلِّیٌّ بروزن بِطِّیْخٌ کی جمع بتاتے ہیں اور معنی یہ بیان کرتے ہیں کہ ابرار بھی ان ہی لوگوں کے زمرہ میں ہوں گے، اس صورت میں یہ آیت فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ سو وہ ان کے ساتھ ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا یعنی نبی اور صدیق اور شہید اور نیک بختوں کے ساتھ، کی طرح سے ہو گی۔"

اور علامہ ابوحیان اندلسی، البحر المحیط میں رقمطراز ہیں :-

"عِلِّيُّوْنَ جمع ہے اور اس کا واحد عِلِّيٌّ ہے جو عُلُوٌّ سے مشتق ہے اور مبالغہ کے لیے ہے یہ یونس اور ابن جنی کا بیان ہے اور ابوالفتح نے کہا ہے کہ قاعدہ کے لحاظ سے اس کو عِلِّيَّةٌ کہنا چاہیے تھا جس طرح سے کہ بالاخانہ کو بھی عِلِّيَّةٌ کہتے ہیں مگر چونکہ اس کی تاء حذف کر دی گئی ہے اس لیے اس کے عوض میں اس کی جمع واو نون کے ساتھ لائی گئی ہے۔ اور بعض کہتے ہیں چونکہ یہ ملائکہ کی صفت ہے اس بناء پر واو نون کے ساتھ جمع آئی ہے، اور فراء کا بیان یہ ہے کہ یہ اسم ہے جو جمع کے وزن پر وضع کر لیا گیا ہے مگر اس کے لفظ سے کوئی واحد نہیں آتا جیسے کہ عِشْرِيْنَ اور ثَلَاثِيْنَ ہیں، اور عرب کا دستور ہے کہ جب وہ کوئی ایسی جمع بنائیں کہ جس کے واحد اور تثنیہ کا کوئی صیغہ نہ ہو تو وہ مذکر اور مؤنث دونوں میں واو نون کے ساتھ میں بولا کرتے ہیں۔ اور زجاج نے کہا ہے کہ اس اسم کا اعراب جمع کے اعراب کی طرح ہے ہے جیسے هٰذِهٖ قِنَّسْرُوْنَ اور رَاَيْتُ قِنَّسْرِيْنَ ہے۔

اور عِلِّيُّوْنَ سے مراد یا تو فرشتے ہیں یا بلند مقامات یا پھر یہ نیکی کے رجسٹر کا نام ہے کہ جس میں وہ تمام چیزیں مدون ہیں کہ جو فرشتے اور تمام علمائے جن وانس انجام دیا کرتے ہیں یا اس کے معنی ہیں دوگنی چوگنی بلندی پر بلندی یہ تین اقوال ہیں جو زمخشری نے بیان کیے ہیں" [1]

عَلَيْهِ : اس پر، اس کے اوپر، عَلٰی حرف جر، ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مجرور۔

۱ / ۴ — ۲ / ۳،۵،۶،۸،۹ — ۳ / ۴،۶،۹،۱۶ — ۴ / ۹ — ۵ / ۱۰

۶ / ۵،۱۰،۱۱،۱۳،۱۴ — ۷ / ۴،۷،۱۰،۱۵،۱۶

۸ / ۱،۳،۴ — ۹ / ۱۲ — ۱۰ / ۲،۱۴ — ۱۱ / ۳،۵،۷،۱۳،۱۴

۱۲ / ۲،۳،۴،۵،۸،۱۰،۱۶ — ۱۳ / ۲،۴،۵،۷،۸،۱۰

عہ کہ یہ اسم عدد ہیں اور جمع کے وزن پر ہیں مگر جمع نہیں ہیں کیونکہ عِشْرِيْنَ اگر جمع ہوتا تو کم از کم تین عشر یعنی تیس کے لیے بولا جاتا، حالانکہ اس کے معنی بیس کے ہیں۔ اسی طرح ثَلَاثِيْنَ اگر ثلاث کی جمع ہوتا تو اس کے معنی کم از کم نو کے ہوتے حالانکہ اس کے معنی تیس کے ہیں [1] البحر المحیط ج ۸ ص ۴۴۲ طبع مصر۔

۱۴/ ۱، ۴، ۱۱ — ۱۶/ ۱، ۲، ۴، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۶ — ۱۷/ ۶، ۸
۱۷/ ۹، ۱۵ — ۱۸/ ۲، ۵، ۷، ۸، ۱۳، ۱۵، ۱۶ — ۱۹/ ۱، ۲، ۳، ۱۰
۱۹/ ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۸ — ۲۰/ ۴، ۵، ۶، ۱۶ — ۲۱/ ۱، ۶، ۸، ۱۰
۲۱/ ۱۴، ۱۸، ۱۹ — ۲۲/ ۲، ۴، ۸، ۱۷ — ۲۳/ ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۲
۲۳/ ۱۲، ۱۴، ۱۶ — ۲۴/ ۱، ۹ — ۲۵/ ۳، ۴، ۷، ۸، ۱۱، ۱۲، ۱۷
۲۶/ ۷، ۱۹ — ۲۷/ ۱، ۷، ۹، ۱۵ — ۲۸/ ۴، ۱۷، ۱۹ — ۲۹/ ۲، ۳، ۱۱
۲۹/ ۱۳ — ۳۰/ ۸، ۱۴، ۱۵

عَلَیْہِ : اُس پہ، اُس کے اوپر عَلٰی حرفِ جر، ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مجرور، آیہ شریفہ بِمَا عٰھَدَ عَلَیْہُ اللّٰہَ میں عَلَیْہُ کی ہا پر واو کو حذف کرنے کے بعد ضمہ اس لیے رہنے دیا تاکہ اللہ کا لفظ پُر کر کے پڑھا جائے، اصل میں ضمیرہٗ ھُوَ تھی، پ ۲۶/ ۹

عَلَیْہَا : اُس پر، اُس کے اوپر عَلٰی حرفِ جر، ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب مجرور، پ ۲/ ۱ — ۳/ ۳، ۱۲
۶/ ۲ — ۷/ ۱۵، ۱۹ — ۸/ ۳، ۷، ۱۰ — ۱۰/ ۱۱، ۱۴ — ۱۱/ ۸، ۱۶ — ۱۲/ ۷ — ۱۳/ ۶
۱۴/ ۱۴ — ۱۵/ ۲، ۱۳، ۱۷ — ۱۶/ ۵، ۱۰، ۱۷ — ۱۷/ ۸، ۱۲ — ۱۸/ ۱، ۷ — ۱۹/ ۲، ۳، ۴
۲۱/ ۷ — ۲۳/ ۶ — ۲۴/ ۱، ۲، ۱۰، ۱۴، ۱۹، ۲۰ — ۲۵/ ۶، ۹، ۱۸
۲۶/ ۱۱ — ۲۷/ ۱۲، ۱۴ — ۲۸/ ۱۹ — ۲۹/ ۳، ۱۵ — ۳۰/ ۵، ۱۰، ۱۱

عَلَیْہِمْ : ان پہ، ان کے اوپر عَلٰی حرف جر، ھِمْ ضمیر جمع مذکر غائب مجرور۔

۱/ ۱، ۲، ۴، ۷، ۸، ۱۰، ۱۳، ۱۵ — ۲/ ۳، ۳، ۴، ۱۶
۳/ ۴، ۶، ۱۷ — ۴/ ۳، ۴، ۷، ۸، ۱۲، ۱۴ — ۵/ ۳، ۶، ۱۸
۵/ ۹، ۱۳ — ۶/ ۲، ۸، ۹، ۱۱، ۱۴، ۱۹ — ۷/ ۳، ۵، ۷، ۱۱
۷/ ۱۲، ۱۹ — ۸/ ۱، ۳، ۵، ۸، ۱۰، ۱۱، ۱۷ — ۹/ ۲، ۶، ۹
۹/ ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۵، ۱۸ — ۱۰/ ۸، ۱۲، ۱۴، ۱۶
۱۱/ ۱، ۲، ۳، ۷، ۱۲، ۱۳، ۱۵ — ۱۳/ ۳، ۸، ۹، ۱۰
۱۴/ ۱، ۳، ۵، ۶، ۱۰، ۱۸، ۲۰، ۲۲ — ۱۵/ ۱، ۶، ۷، ۱۱
۱۵/ ۱۲، ۱۴، ۱۵ — ۱۶/ ۷، ۸، ۹ — ۱۷/ ۴، ۱۶ — ۱۸/ ۴، ۹، ۱۲، ۱۴
۱۹/ ۵، ۹، ۱۳، ۱۵، ۱۹ — ۲۰/ ۲، ۳، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱
۲۱/ ۱، ۷، ۸، ۱۸، ۱۹ — ۲۲/ ۳، ۷، ۸، ۱۱، ۱۴، ۱۶، ۱۸
۲۳/ ۶، ۸ — ۲۴/ ۱، ۶، ۷، ۸، ۱۸، ۱۹ — ۲۵/ ۲، ۳، ۵، ۶، ۱۰، ۱۳
۲۵/ ۴، ۱۹ — ۲۶/ ۱، ۲، ۵، ۹، ۱۱، ۱۷ — ۲۷/ ۱، ۳، ۸، ۹، ۱۴
۲۷/ ۱۸، ۲۰ — ۲۸/ ۳، ۴، ۸، ۱۱، ۱۳، ۲۰ — ۲۹/ ۵، ۱۹
۳۰/ ۸، ۹، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۲۹، ۳۰

عَلَیْہِمَا : اُن دونوں پہ، ان دونوں کے اوپر عَلٰی حرفِ جر، ھِمَا ضمیر تثنیہ مذکر و مؤنث غائب مجرور، پ ۲/ ۱۲، ۱۳ — ۵/ ۱۶ — ۶/ ۸ — ۸/ ۹ — ۱۶/ ۱۶ — ۲۳/ ۸

عَلَیْہِنَّ : ان عورتوں پہ، اُن عورتوں کے اوپر، عَلٰی حرف جر، ھِنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب مجرور، پ ۲/ ۱۲ — ۴/ ۱۴ — ۵/ ۳ — ۱۲/ ۱۴ — ۱۸/ ۱۴
۲۲/ ۳، ۴، ۵ — ۲۸/ ۱۷۔

عِلِّیِّیْنَ: علیین، اوپر والے اوپر ہی اوپر، بحالت رفع اس کا اعراب واو نون کے ساتھ آتا ہے اور بحالت نصب و جر یا نون کے ساتھ۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو عِلِّیُّوْنَ۔ ۳۰/۸

فصل المیم

عَمَّ: کس چیز سے، زجاج کا بیان ہے کہ یہ اصل میں عَنْ مَا تھا، نون کا میم میں ادغام کر دیا گیا ہے کیونکہ نون اور میم دونوں غنے میں شریک ہیں، اور مَا کا الف اس غرض سے حذف کیا گیا ہے تاکہ مَا استفہامیہ اور ما خبریہ میں تمیز باقی رہے، جس طرح سے کہ فِیْمَ اور مِمَّ وغیرہ میں ہوا ہے۔[1] ۳۰/۱

عَمَّا: جس چیز سے، اصل میں عن ما تھا حسب قاعدۂ سابق اس میں ادغام ہوا اور الف کو اس لیے حذف نہیں کیا گیا کہ مَا موصولہ ہے

۱/۹، ۱۰، ۱۶ — ۲/۱، ۲ — ۴/۱ — ۶/۱۱، ۱۴ — ۷/۳، ۱۸ — ۸/۳
۹/۱۱، ۱۴ — ۱۰/۱۱ — ۱۱/۷، ۱۳ — ۱۲/۱۰ — ۱۳/۱۴، ۱۹ — ۱۴/۴، ۷، ۱۳، ۱۹ — ۱۵/۵
۱۷/۲، ۸ — ۱۸/۳، ۵ — ۲۰/۳، ۱۰، ۱۳ — ۲۱/۷ — ۲۲/۱۱ — ۲۳/۹
۲۴/۴ — ۲۵/۱۲ — ۲۶/۱ — ۲۷/۴ — ۲۸/۶

عَمّٰتِكَ: تیری پھوپھیاں۔ عَمَّاتٍ، عَمَّةٌ کی جمع، منصوب ہے اور کَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ، عَمَّةٌ کے معنی پھوپھی کے ہیں۔ ۲۲/۲

عَمّٰتِكُمْ: تمہاری پھوپھیاں، عَمَّاتِ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ ۴/۱۵ ۱۸/۱۴۔

عِمَادِ: ستون، علامہ احمد فیومی المصباح میں لکھتے ہیں "عماد" وہ چیز جس کا سہارا لیا جائے اس کی جمع عَمَدٌ بفتحتین ہے۔ امام راغب نے بھی یہی معنی لکھے ہیں مگر قاموس میں عِمَادٌ کے معنی بلند عمارتوں کے بتائے گئے ہیں اور اس کو عِمَادَةٌ کی جمع بتایا ہے اور یہ بھی تصریح کی ہے کہ یہ مؤنث بھی استعمال ہوتا ہے۔ تاج العروس میں ہے کہ

"آیہ شریفہ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ میں بعض نے "ذات العماد" کے معنی دراز قامت بیان کیے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد ستونوں والی بلند عمارت والے ہیں اور اس کی جمع عَمَدٌ ہے بعض نے کہا ہے کہ ذات العماد ان کو اس لیے کہا گیا کہ وہ لوگ خیموں والے تھے جہاں سبزہ زار ہوتا وہیں منتقل ہو جاتے اور

---

۱ ملاحظہ ہو فتح القدیر از قاضی شوکانی۔ ج ۵۔ ص ۳۵۲۔ طبع مصر۔

پھر اپنی فرودگاہوں پر واپس آجاتے تھے اور
لیث کا بیان ہے کہ ان خیمہ نشین لوگوں کو جو
ڈیروں اور خیموں کے علاوہ اور کہیں نہیں
رہتے، اھل عمود اور اھل عماد بولتے
ہیں ۔ پ ۳۰/۱۴

عِمَارَةَ : بسانا، آباد کرنا، بسنا، آباد ہونا یہ عَمَرَ
یَعْمُرُ کا مصدر ہے اور لازم و متعدی دونوں
طرح مستعمل ہے، امام راغب نے لکھا ہے کہ
عِمَارَۃٌ خَرَابٌ کی ضد ہے ۔ پ ۱۰/۹

عَمَدٍ : ستون، عَمُودٌ اور عِمَادٌ کی جمع
پ ۱۳/۲ پ ۲۱/۱۰ پ ۳۰/۲۹

عُمُرٍ : عمر، زندگی، قاموس میں ہے کہ عَمْرٌ
عُمُرٌ اور عُمْرٌ تینوں کے معنی زندگی کے ہیں امام
راغب لکھتے ہیں :
عُمْرٌ اور عُمُرٌ زندگی سے بدن کے آباد رہنے
کا نام ہے، یہ معنی ہیں بَقَاءٌ سے فروتر ہے
چنانچہ جب طال عمرہ بولتے ہیں تو اس کے
معنی روح سے بدن کے آباد رہنے کے ہوتے
ہیں، لیکن طال بقاءہ اس معنی کا متقاضی
نہیں کیونکہ بقاء، فنا کی ضد ہے اور
چونکہ لفظ بقاء کو لفظ عمر پر فضیلت ہے
بدیں وجہ حق تعالیٰ کو بقا کے ساتھ تو موصوف
کیا کرتے ہیں مگر عمر کا استعمال اس کے وصف
میں بہت کم ہوتا ہے ۔
پ ۱۴/۱۵ پ ۱۷/۸ پ ۱۹/۹ پ ۲۰/۸ عُمُرًا پ ۱۱/۲

عِمْرَانَ : ایک شخص کا نام، واضح رہے کہ تاریخ
مقدسین میں اس نام کے دو شخص گزرے ہیں
ایک حضرت موسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام
کے پدر بزرگوار اور دوسرے حضرت مریم علی نبینا
و علیہا الصلوٰۃ والسلام کے والد ماجد اور دونوں
کے صاحبزادوں کا نام ہارون ہے، چنانچہ حضرت
موسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے برادر
محترم حضرت ہارون بن عمران علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ
والسلام تو مشہور پیغمبر گزرے ہیں اور حضرت مریم
علی نبینا و علیہا الصلوٰۃ والسلام کے برادر بزرگوار
کا تذکرہ اس آیت مبارکہ ہے یَا اُخْتَ هٰرُوْنَ
مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ
اُمُّكِ بَغِيًّا (اے ہارون کی بہن نہ تو تیرا باپ
ہی برا آدمی تھا اور نہ تیری ماں ہی بدکار تھی) ان
دونوں حضرات کا تذکرہ ان شاء اللہ اپنے
اپنے مقام پر آئے گا ۔ پ ۳/۱۲ پ ۲۸/۲۰

عَمْرُكَ : تیری جان، تیری زندگی، عَمْرٌ

مضاف، لَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ۔ امام راغب نے تصریح کی ہے کہ
عُمُرٌ اور عَمْرٌ اگرچہ دونوں ایک ہی ہیں لیکن قسم عَمْرٌ کے ساتھ مخصوص ہے، اس وقت عُمُرٌ نہیں بولتے جیسے لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ (قسم تیری جان کی وہ اپنے نشے میں مدہوش ہیں)"
قسم فتح عین کے ساتھ اس لیے مخصوص ہوئی کہ فتح اخف الحرکات ہے اور عرب کی زبان پر چونکہ لَعَمْرِي اور لَعَمْرُكَ کثرت سے چڑھا ہوا ہے اس لیے خفت اختیار کرنے کے لیے صرف فتحہ کا استعمال ہوتا ہے۔ یہ بھی واضح رہے کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی پیغمبر کی قسم نہیں کھائی ہے۔ $\frac{14}{5}$

عُمُرِكَ: تیری عمر، تیری زندگی عُمُرِ مضاف لَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ $\frac{17}{4}$

عَمَرُوْهَا: انہوں نے اس کو بسایا، انہوں نے اس کو آباد کیا۔ عَمَرُوْا عِمَارَةٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب، هَا ضمیر واحد مؤنث غائب (ملاحظہ ہو عِمَارَةٌ) $\frac{21}{4}$

عُمُرِهٖ: اس کی عمر، اس کی زندگی، عُمُرِ مضاف، ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ $\frac{22}{14}$۔

عُمْرَةٌ: عمرہ، زیارت بیت اللہ کے سلسلہ میں ایک مخصوص عبادت کا نام ہے جو حج کی طرح خاص وقت کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، ہاں عمر بھر میں ایک دفعہ اس کا بجالانا بشرط استطاعت سنت مؤکدہ ہے، مولانا شاہ عبدالقادر دہلوی موضح قرآن میں فرماتے ہیں:
"عمرے کا طریق یہ کہ احرام باندھے جن دنوں چاہے اور طواف کعبہ کرے اور صفا اور مروہ کے بیچ دوڑے پھر حجامت کرا کر احرام اتارے" $\frac{2}{8}$

عَمِّكَ: تیرا چچا عَمِّ مضاف، كَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ عَمٌّ کے معنی عربی میں چچا کے ہیں۔ $\frac{23}{3}$

عَمَلٌ: عمل، محنت، کام۔ امام راغب اصفہانی مفردات القرآن میں ارقام فرماتے ہیں

"عمل ہر وہ فعل ہے جو کسی جاندار سے بالقصد صادر ہو، یہ فعل سے اخص ہے کیونکہ فعل کی نسبت کبھی ان حیوانات کی طرف بھی ہوتی ہے کہ جن سے بلا ارادہ فعل سرزد ہوتا ہے، نیز کبھی جمادات کی طرف بھی فعل کو منسوب کر دیا جاتا ہے مگر عمل کی نسبت ان چیزوں کی طرف بہت ہی کم ہے۔ حیوانات کے لیے تو اس کا استعمال صرف البقر العوامل (وہ بیل کہ جن سے کام لیا جائے یعنی جو رہٹ چلانے اور کھیتی کرنے میں کام آتے ہیں) میں ہے۔ نیز عمل کا استعمال اچھے اور بُرے دونوں قسم کے اعمال میں ہوتا ہے"

۴/۱۱ ، ۷/۲ ، ۱۱/۱۲،۱۲،۱۳ ، ۱۲/۴ ، ۱۹/۱ ، ۲۰/۵ ، ۲۲/۱۴

عَمَلاً: ۱۱/۱۱ ، ۱۲/۴ ، ۱۵/۱۳،۱۶ ، ۱۶/۳ ، ۱۷/۶ ، ۱۹/۴ ، ۲۹/۱

عَمِلَ: اس نے عمل کیا، اس نے کام کیا، اس نے کیا (سَمِعَ)، عَمَلٌ سے جس کے معنی عمل کرنے کے ہیں، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب

۱/۸ ، ۶/۱۴ ، ۷/۱۲ ، ۱۴/۱۹ ، ۱۶/۲،۷،۱۲،۱۳ ، ۱۹/۴ ، ۲۰/۱۰،۱۱ ، ۲۱/۸ ، ۲۲/۱۱ ، ۲۴/۱۰،۱۹،۲۰ ، ۲۵/۱۸

عَمِلَتْ: اس نے کیا، اس نے عمل کیا، اس نے کام کیا، اس نے بنایا، عَمَلٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب (ملاحظہ ہو بَتَّتْ)

۳/۱۱ ، ۱۴/۲۱ ، ۲۳/۴ ، ۲۴/۴

عَمِلْتُمْ: تم نے کیا، تم نے عمل کیا، عَمَلٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ ۲۸/۱۵

عَمِلَتْهُ: اس نے اس کو بنایا، عَمِلَتْ عَمَلٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب، ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب، "عمل" سے مراد یہاں کسی چیز کو عمل میں لانا یعنی اس کا بنانا ہے (ملاحظہ ہو بَتَّتْ) ۲۳/۲

عَمَلُكَ: تیرا عمل، عَمَلُ مضاف، كَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ ۲۴/۴

عَمَلُكُمْ: تمہارا عمل، تمہارا کام، عَمَلُ مضاف، كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ ۱۹/۱۳ ، ۱۱/۱۲،۲۰

عَمِلُوا: انہوں نے کیا، انہوں نے عمل کیا، عَمَلٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ۱/۹،۲

۳/۱۴،۶ ، ۵/۱۵،۱۵ ، ۶/۶،۴ ، ۷/۲ ، ۸/۱۲،۳ ، ۹/۹ ، ۱۱/۶ ، ۱۲/۲ ، ۱۳/۱۰،۱۶ ، ۱۴/۱۰،۲۱ ، ۱۵/۱۶،۱۸ ، ۱۶/۹،۳ ، ۱۷/۹،۱۰،۱۴ ، ۱۸/۱۱،۱۳،۱۵ ، ۱۹/۱،۱۵ ، ۲۰/۱۲،۱۳ ، ۲۱/۲،۵،۸،۱۰،۱۲ ، ۲۱/۱۵ ، ۲۲/۷،۱۱،۱۳ ، ۲۳/۱۱،۱۲ ، ۲۴/۱،۱۱،۱۵ ، ۲۵/۱،۴،۸،۲۰ ، ۲۶/۲،۵،۹،۱۲ ، ۲۷/۶ ، ۲۸/۱،۲،۱۸

ب ۹، ۱۰، ۱۲، ۲۳، ۲۸ / ۳۰

عَمَلُہٗ: اس کا عمل، اس کا کام، اس کی محنت۔ عَمَلُ مضاف، ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔ ب ۵/۹، ب ۱۴/۲۲، ب ۹/۲۴، ب ۶/۲۶، ب ۲/۲۸

عَمَلُہُمْ: ان کا عمل، ان کا کام عَمَل مضاف، ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ ب ۱۹/۷، ب ۳/۲۷

عَمَلِیْ: میرا عمل، میرا کام عَمَلِ مضاف ی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ ب ۱/۱۱

عَمُوْا: وہ اندھے ہوگئے (سمع) عَمًی سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب (ملاحظہ ہو عَمًی) ب ۱۴/۶

عَمُوْنَ: کور دل۔ دل کے اندھے عَمٍ کی جمع بحالت رفع عَمٍ عَمًی سے بروزن فَعِلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ یہ اصل میں عَمِیٌ تھا چونکہ ناقص یائی میں صفت مشبہ کا ی حذف ہو جاتا ہے، اس لیے یا۔ حذف ہوگئی اور عَمٍ رہ گیا۔ ب ۱/۲۰

عَمِیَ: وہ اندھا ہوگیا۔ عَمًی سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ یہاں کور دل ہونا مراد ہے۔ ب ۱۹/۷

عَمًی: نابینا ہونا، اندھا ہونا۔ کور دل ہونا یہ عَمِیَ یَعْمٰی کا مصدر ہے جو باب سَمِعَ سے مستعمل ہے علامہ احمد فیومی المصباح المنیر میں لکھتے ہیں۔

"عَمًی کا استعمال دونوں آنکھوں کی بینائی جاتی رہنے کے لیے ہوتا ہے۔ نیز لطور استعارہ کور دل ہونے کے لیے بھی آتا ہے، جو ضلالت سے کنایہ ہے اور ہر دو معانی میں باہم علاقہ راہ پانے کا ہے، دل کے اندھے کو عَمٍ اور اعمی القلب بولتے ہیں"

(ملاحظہ ہو اعمٰی) ب ۱۹،۱۲/۲۴

عُمْیٌ: اندھے، کور دل اَعْمٰی کی جمع اَعْمٰی کا استعمال آنکھوں کے اندھے اور دل کے اندھے دونوں کے لیے ہوتا ہے۔ قرآن پاک میں جہاں بھی اندھوں کی مذمت ہے اس سے کور دل مراد ہیں۔ امام راغب نے لکھا ہے کہ آیہ کریمہ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا (اور اٹھائیں گے ہم ان کو دن قیامت کے چلیں گے منہ کے بل اندھے اور گونگے اور بہرے) میں لبصر و لبصارة دونوں سے اندھے ہونے کا بھی احتمال ہے ب ۲/۱، ب ۵/۲، ب ۱۰/۱۱، ب ۲/۲۰، ب ۸/۲۱، ب ۱۰/۲۵ عُمْیًا ب ۱۱/۱۵

عُمْیَانًا: اندھے کور دل، یہ بھی اَعْمٰی کی جمع ہے۔ ۱۹/۴

عَمِیَتْ: وہ سجھائی نہ دی، وہ مشتبہ ہو گئی۔ وہ نظر دل سے اوجھل ہو گئی، عَمیٰ سے ماضی کا صیغہ واحد مونث غائب، علامہ احمد فیومی نے مصباح میں عَمِیَ الخَبَرُ کے معنی خبر کے پوشیدہ ہو جانے کے لکھے ہیں۔ اور امام راغب فرماتے ہیں۔

"عَمِیَ علیہ کے معنی ہیں کسی چیز کا ایسا مشتبہ ہو جانا کہ آدمی اس کے لحاظ سے اندھا ہو جائے اور وہ چیز اسے بالکل سجھائی نہ دے، ارشاد ہے فَعَمِیَتْ عَلَیْهِمُ الْاَنْۢبَآءُ یَوْمَئِذٍ (پھر سجھائی نہ دیں گی ان کو باتیں اس روز) نیز وَاٰتٰىنِیْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ فَعُمِّیَتْ عَلَیْكُمْ (اور اس نے بھیجی مجھ پہ رحمت اپنے پاس سے پھر وہ تمہاری نظروں سے اوجھل کر دی گئی)"

(ملاحظہ ہو لَبَّسَتْ) ۲۰/۱۰

عُمِّیَتْ: وہ چھپا دی گئی، وہ نظروں سے اوجھل کر دی گئی تَعْمِیَةٌ سے جس کے معنی اندھا کر دینے اور چھپا دینے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مونث غائب۔ ۱۲/۱۳

عَمِیْقٍ: دور، البعید عُمْقٌ سے بروزن فَعِیْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ، عُمْقٌ کے معنی اصل میں تو گہرا ہونے کے ہیں مگر دور و دراز ہونے کے لیے بھی اس کا استعمال ہوتا ہے۔ ابن الاعرابی نے جو لغت و عربیت کے امام ہیں تصریح کی ہے کہ عُمْقٌ کا استعمال جب راستے کے لئے ہو تو دور و دراز ہونے کے معنی ہیں اور جب کنویں کے متعلق ہو تو اس کے معنی گہرا ہونے کے ہیں۔[1] ۱۷/۱۱

عَمِیْنَ: اندھے، کور دل عَمٍ کی جمع بحالت نصب و جر (ملاحظہ ہو عَمُوْنَ) ش/۱۵

فصل النون

عَنْ: سے، حرف جر ہے، امام جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی، الاتقان فی علوم القرآن میں فرماتے ہیں:-

"عن حرف جر ہے جو متعدد معانی میں استعمال ہوتا ہے (۱) مجاوزت کے لیے جو اس کے مشہور ترین معنی ہیں جیسے فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖ سو ڈرتے رہیں وہ

۱۔ تاج العروس

لوگ جو خلاف کرتے ہیں اس کے حکم کا، یعنی جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے تجاوز کرتے اور دور رہتے ہیں (۲) بدلے کے لیے جیسے لَا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ شَیْئًا (کام نہ آئے کوئی کسی کے بدلے میں کچھ بھی (۳) تعلیل یعنی بیان سبب کے لیے جیسے وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِیْمَ لِاَبِیْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ (اور نہ تھا بخشش مانگنا ابراہیم کا اپنے باپ کے واسطے مگر ایک وعدہ کے سبب سے، یہاں عَنْ مَّوْعِدَةٍ بمعنے لاجل موعدۃ ہے اور وَمَا نَحْنُ بِتَارِكِیْۤ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ (اور ہم نہیں چھوڑنے والے اپنے معبودوں کو تیرے کہنے سے) اس میں عَنْ قَوْلِكَ بمعنے لِقَوْلِكَ ہے (۴) بمعنی جیسے فَاِنَّمَا یَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ (تو حقیقت میں خود اپنے سے بخل کرتا ہے) کہ اس میں عَنْ نَّفْسِهٖ بمعنے عَلٰى نَفْسِهٖ ہے (۵) بمعنی مِن جیسے یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ (وہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے) یہاں عَنْ عِبَادِهٖ بمعنے مِنْ عِبَادِهٖ ہے، اور اس کی دلیل آیہ فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا (سو ان میں سے ایک سے قبول کر لی گئی) ہے (۶) بمعنی بعد جیسے یُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ (وہ الفاظ کو اپنی جگہوں سے پھیرتے ہیں) اس کے بمعنی بعد ہونے کی دلیل یہ ہے کہ دوسری آیت میں ارشاد ہے مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ اور جیسے لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ (تمہیں ضرور چڑھنا ہے ایک منزل کے بعد دوسری منزل میں) کہ یہاں مراد ایک حالت کے بعد دوسری حالت ہے

تنبیہ: جب اس پر مِنْ آجاتا ہے تو اس وقت یہ اسم ہوتا ہے، ابن ہشام نے اس کی مثال میں آیت ذیل کو پیش کیا ہے ثُمَّ لَاٰتِیَنَّهُمْ مِّنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَیْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ (پھر ان پر میں آؤں گا ان کے آگے سے اور پیچھے سے اور دائیں سے اور بائیں سے) یہاں ابن ہشام نے کہا ہے کہ اس کو مجرور مِن پر معطوف مانا جائیگا۔ اور مِن اور اس کے مجرور پر نہیں[1] اور رضی استرآبادی نے شرح کافیہ میں لکھا ہے

---

[1] ملاحظہ ہو الاتقان فی علوم القرآن ج ا ص ۱۶۴ طبع مصر ۱۳۷۰ھ

"عن مجاوزت کے لیے ہے یعنی کسی چیز کو عن کے مجرور سے (اس مصدر کے وجود میں آنے کے سبب سے کہ جس کا تعدیہ بذریعہ عن ہوا ہے) دور کرنے کے لیے آتا ہے جیسے رمیت عن القوس (میں نے تیر کمان سے چلایا) یعنی رمی (چلانے) کے سبب سے تیر کمان سے دور ہو گیا، اور اسی طرح اطعمتہ من الجوع کا مطلب یہ ہے کہ کھانا کھلانے کے سبب سے اسے بھوک سے دور کر دیا۔ اور ایسے ہی ادیت الدین عن زید (میں نے زید کا قرض ادا کر دیا) ہے اور یہ جو محاورہ ہے رویت عنہ علما (میں نے اس سے علم کی روایت کی) اور اخذت عنہ العلم (میں نے اس سے علم اخذ کیا) یہ مجاز ہے گویا علم کو اس سے منتقل کیا، اور جلست عن یمینہ کا مطلب یہ ہے کہ میں بیٹھنے میں اس کی داہنی طرف ہٹ کر بیٹھا، اور ارشاد الٰہی یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖ بتجاوزون کے معنی پر متضمن ہے، اور طبقًا عَنْ طَبَقٍ کے معنی ہیں وہ درجہ کہ جو سختی میں اس دوسرے درجہ سے متجاوز ہے کہ جو اس سے شدت کے اعتبار سے کم تھا۔ اس صورت میں ہر درجہ اپنے پہلے درجہ سے شدت اور سختی میں بڑھ کر ہوتا۔ اور عَنْ طَبَقٍ طَبَقًا کی صفت ہے اور فقط دو ہی درجے مراد نہیں بلکہ بہت سے درجے مراد ہیں کہ جن میں ہر ایک دوسرے سے بڑھ کر ہے۔ بغرض یہ بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ لبیک میں تثنیہ اور آیہ مبارکہ میں کہ تین ہے کہ ان سب میں مراد کثرت اور تکرار ہے۔ اور اس کو تکرار کے اقل درجے یعنی دو میں کہ جو اس کا حقیقت میں اقل درجہ ہے، مختصر کر دیا ہے۔ . . . . ابو عبیدہ نے آیہ کریمہ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى (وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتے) میں عن کو بمعنی ب لیا ہے یعنی بالھوی اور اولی یہی ہے کہ یہاں بھی عن اپنے ہی معنی میں ہے اور جار مجرور مصدر کی صفت ہے بمعنی نطقا صادرا عن الھوی (یعنی وہ گفتگو کہ جو خواہش نفس کی بنا پر ہو) عن ایسے مقام پر سببیت کا فائدہ دیتا ہے جیسے کہ قلت ھذا عن علم (یہ تو میں نے اپنے علم کی بنا پر کہا ہے) [1]

۱ — ۱۴ و ۱۵ و ۱۶ | ۲ — ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ | ۳ — ۱ و ۲ و ۳ و ۵

[1] ملاحظہ ہو رضی شرح کافیہ ج ۲ ص ۲۸۷

پ ۴: ۸، ۱۰، ۱۲ — پ ۵: ۲، ۴، ۱۲، ۱۳ — پ ۶: ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۷، ۱۱، ۹

پ ۶: ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵ — پ ۷: ۲، ۴، ۱۷، ۱۹ — پ ۸: ۱، ۵، ۶، ۷، ۹

پ ۸: ۱۲، ۱۷، ۱۸ — پ ۹: ۷، ۹، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۸

پ ۱۰: ۱، ۲، ۸، ۱۰، ۱۱، ۱۴، ۱۵ — پ ۱۱: ۱، ۲، ۳، ۴، ۶، ۸

پ ۱۱: ۱۲، ۱۴، ۱۵ — پ ۱۲: ۲، ۵، ۷، ۹، ۱۰، ۱۳، ۱۴، ۱۶

پ ۱۳: ۶، ۱۱، ۱۳، ۱۷ — پ ۱۴: ۴، ۵، ۶، ۱۲، ۱۸، ۱۹، ۲۱، ۲۲

پ ۱۵: ۸، ۱۰، ۱۴، ۱۹، ۲۱ — پ ۱۶: ۱، ۴، ۶، ۱۴، ۱۵، ۱۶

پ ۱۷: ۲، ۳، ۸، ۱۰، ۱۲ — پ ۱۸: ۱، ۴، ۱۱، ۱۲، ۱۵ — پ ۱۹: ۱، ۲

پ ۲۰: ۴، ۱۱، ۱۲، ۱۳ — پ ۲۱: ۱، ۴، ۸، ۱۰، ۱۱، ۱۳، ۱۵، ۱۷، ۱۸

پ ۲۲: ۵، ۸، ۹، ۱۰ — پ ۲۳: ۱۱، ۱۲، ۱۵ — پ ۲۴: ۹، ۱۱ — پ ۲۵: ۴، ۵، ۱۰، ۱۵

پ ۲۶: ۱، ۲، ۳، ۵، ۸، ۹، ۱۶ — پ ۲۷: ۱، ۵، ۶، ۹ — پ ۲۸: ۲، ۳، ۸، ۱۳

پ ۲۸: ۱، ۲، ۳، ۵، ۸، ۹، ۱۰، ۱۶ — پ ۲۹: ۳، ۴، ۸، ۱۱، ۱۶ — پ ۳۰: ۱، ۴، ۸، ۹

پ ۳۰: ۲۷، ۳۲

عَنَّا: ہم سے، عَنْ حرف جر، نَا ضمیر جمع متکلم مجرور۔ پ ۳/۸ — پ ۴/۱۱ — پ ۸/۱۱ — پ ۹/۶ — پ ۱۳/۱۵ — پ ۱۹/۴ — پ ۲۲/۱۶ — پ ۲۴/۱۰، ۱۳ — پ ۲۵/۱۴

عِنَبٌ: انگور۔ امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں: "عنب" انگور کو بھی کہتے ہیں اور اس کے درخت کو بھی۔ اس کا واحد عِنَبَۃٌ ہے اور جمع اَعْنَابٌ اور علامہ فیومی نے مصباح میں یہ بھی لکھا ہے کہ جب کھجور تازہ ہو رہا ہے عِنَبٌ کہلاتا ہے اور جب خشک ہو جاتا ہے تو زبیب بولتے ہیں پ ۱۵ عِنَبًا پ ۳۰/۵

عَنَتًا: گناہ، بدکاری، زنا، تکلیف، علامہ ابن الاثیر نے اس کے حسب ذیل معانی لکھے ہیں: مشقت، فساد، ہلاکت، گناہ، غلطی، خطا، زنا۔ صاحب تاج العروس نے اس پر جور و اذیت کا اضافہ کیا ہے، یہ عَنِتَ یَعْنَتُ کا مصدر ہے جو باب سَمِعَ سے آتا ہے۔ امام ابو جعفر بیہقی تاج المصادر میں لکھتے ہیں:-

"عَنَتٌ کے معنی ہیں گنہگار ہونا، کسی ایسے کام میں پڑنا کہ جس سے نکل نہ سکے، کسی چیز سے ہڈی ٹوٹ جانا۔ ارشاد باری اَلْعَنَتَ مِنْکُمْ میں عنت سے مراد زنا اور بدکاری ہے اور یہ مادہ مشقت کے معنی پر دلالت کرتا ہے"

اور علامہ ابو السعود عمادی اپنی مشہور تفسیر ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم میں ارقام فرماتے ہیں:-

"عنت اصل میں کہتے ہیں ہڈی کے جڑ سے پیچھے ٹوٹ جانے کو۔ مگر بعد کو ہر اس مشقت اور ضرر کے لیے کہ جو حالت سنور نے پیچھے انسان کو لاحق ہو اس کا استعارہ کر لیا گیا ہے" [۱]

[۱] ملاحظہ ہو کتاب مذکور۔ ج ۳۔ ص ۲۹۴ برحاشیہ تفسیر کبیر امام رازی۔

اور علامہ ابوحیان اندلسی البحر المحیط میں اس لفظ کی
تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :-

"عنت سے مراد زنا ہے چنانچہ حضرت ابن
عباس (رضی اللہ عنہما) مجاہد ابن جبیر، ضحاک
عطیہ عوفی اور عبدالرحمٰن بن زید نے یہی بیان
کیا ہے، عنت کے معنی اصل میں مشقت
کے ہیں اور زنا کا نام بھی عنت اسی مشقت
کی بنا پر پڑا ہے کہ جو دنیا و آخرت میں زانی
کو اس فعل کے نتیجہ میں اٹھانی پڑتی ہے
مبرد کا بیان ہے کہ اصل میں عنت یہ
ہے کہ عشق اور شہوت آدمی کو زنا پر مجبور کرے
اور پھر آخرت میں اس کی سزا پائے اور دنیا
اس پر حد لگائی جائے، اور ابو عبیدہ اور
زجاج نے عنت کے معنی ہلاکت
کے کئے ہیں اور کچھ لوگوں نے اس کا ترجمہ
حد کیا ہے اور کچھ نے ایسے گناہ کا کہ جو
غلبہ شہوت کی بنا پر صادر ہو" ؎

اور امام ابوبکر عزیزی سجستانی نے نزہۃ القلوب
میں بسند متصل مبرد سے یہ بھی نقل کیا ہے
کہ اہل عرب کے نزدیک عنت کے معنی
طاقت سے زیادہ تکلیف اٹھانے کے ہیں اور امام
ابن جریر طبری اس کی تفسیر میں اختلاف اقوال نقل
کرنے کے بعد فرماتے ہیں :-

"صحیح قول اس بارے میں یہ ہے کہ ارشاد
الٰہی ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ الْعَنَتَ مِنْکُمْ
میں عنت سے مراد دینی اور بدنی ضرر ہے
کیونکہ عنت کہتے ہیں اس چیز کو جو انسان
کو ضرر پہنچائے، چنانچہ عنت فلان
فھو یَعْنَتُ عَنَتاً کا استعمال
ایسا کام کرنے کے لیے ہوتا ہے کہ جو دین
یا دنیا میں ضرر رساں ہو اور اسی معنی میں
اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے وَدُّوْا مَا
عَنِتُّمْ (وہ خوش ہیں تمہیں جس قدر تکلیف
پہنچے) اور مضرت رسانی کے لیے اَعْنَتَنِیْ
فُلَانٌ فھو یُعْنِتُنِیْ بولا جاتا
ہے، اور بعض نے عنت کے معنی ہلاکت کے
بھی کیے ہیں، بہر حال جو لوگ اس کی تاویل
میں "زنا" کے معنی لیتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں
کہ زنا ایک دینی ضرر ہے جو عنت میں
داخل ہے اور جو لوگ اس کی توجیہ میں گناہ
کا ترجمہ کرتے ہیں وہ یہ بیان کرتے ہیں

؎ البحر المحیط - ج ۳ - ص ۲۲۴ طبع مصر ۱۳۲۸ھ

کو گناہ سب کے سب چونکہ دین کے لیے
ضرر ہیں اس لیے عنت ہیں اور جو اس
کی تشریح میں عقوبت کے معنی بیان کرتے
ہیں یعنی وہ حد شرعی کہ جو بدن کو ضرر پہنچاتی
ہے وہ یہ بتاتے ہیں کہ چونکہ حد محدود کے
بدن کے لیے ضرر رساں ہے اس لیے وہ
عنت ہے۔

اور اللہ تعالےٰ نے جو لِمَنْ خَشِیَ الْعَنَتَ
مِنْکُمْ فرمایا ہے، اس میں عنت جمیع
معانی کو عام ہے۔ اور یہ سب معانی زنا میں موجود
ہیں کیونکہ زانی کو دنیا میں اس کی وجہ سے
ایسی شدید سزا ملتی ہے جو اس کے بدن کے
لیے سخت ضرر رساں ہے اور پھر دین و دنیا میں
اس کا گناہ اور مضرت علیحدہ، نیز تمام مفسرین
کا کہ جو تفسیر کے اہل ہیں اس امر پر اتفاق ہے
کہ یہاں عنت کے معنی زنا ہی کے ہیں
اس لیے کہ زنا کو ذاتی طور پر لذت
اور تقاضائے شہوت ہے لیکن چونکہ وہ
عنت کا سبب ہے لہٰذا اس کے
ارتکاب کو عنت کی طرف منسوب اور اس
سے موصوف قرار دیا گیا[1]،

۵ ث
عَنَتِ : جھک گئے، ذلیل ہو گئے، رگڑ دیئے
(نَصَرَ) عُنُوٌّ سے جس کے معنی عاجزی اور فروتنی
کرنے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب
اس کا ترجمہ بصیغہ جمع اس لیے کیا کہ اس کا فاعل
وجوہ ہے۔ (ملاحظہ ہو بُنَتْ ؛ $\frac{۱۶}{۱۵}$

عَنِتُّمْ : تم کو مضرت پہنچی، تم کو ایذا پہنچی
عَنَتٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔

$\frac{۴}{۲}$ ب $\frac{۱۱}{۵}$ $\frac{۲۶}{۱۲}$

عِنْدَ : نزدیک، قریب، پاس، امام
راغب فرماتے ہیں :۔

"عِنْدَ وہ لفظ ہے جو قریب کے لیے وضع
کیا گیا ہے، اس کا استعمال کبھی تو مکان یعنی جگہ
کے لیے ہوتا ہے اور کبھی اعتقاد کے بارے
میں اور کبھی قرب و منزلت کے سلسلے میں
چنانچہ آیات ذیل میں یہی قرب و منزلت
کے معنی مراد ہیں بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّہِمْ
(بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس)
اِنَّ الَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ
(بے شک جو تیرے رب کے نزدیک ہیں وہ

---

[1] تفسیر ابن جریر طبری۔ ج ۵۔ ص ۱۶۔ طبع مصر۔

تکبر نہیں کرتے) فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ (سو جو لوگ تیرے رب کے پاس ہیں پاکی بولتے رہتے ہیں اس کی رات اور دن) رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ (اے رب بنا میرے واسطے اپنے پاس ایک گھر بہشت میں) اور اسی معنی میں بولا جاتا ہے اَلْمَلٰٓئِكَةُ المقربون عند الله یعنی وہ فرشتے جو اللہ کے یہاں قرب و منزلت رکھتے ہیں۔ اور آیہ کریمہ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ (تو وہ لوگ اللہ کے یہاں وہی ہیں جھوٹے) اور تَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ (اور تم سمجھتے ہو اس کو ہلکی بات اور یہ اللہ کے یہاں بہت بڑی ہے) نیز اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ (اگر یہی دین حق ہے تیری طرف سے) ان تینوں مقامات پہ عند بمعنی حکم الٰہی ہے''

اور علامہ جلال الدین سیوطی الاتقان فی علوم القرآن میں رقمطراز ہیں: ۔

"عِنْدَ ظرف مکان ہے جو حضور و قرب کے استعمال ہوتا ہے خواہ وہ دونوں حسی ہوں جیسے فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ (پھر جب دیکھا اس کو دھرا ہوا اپنے پاس) سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى (سدرۃ المنتہی کے پاس اس کے پاس ہے بہشت آرام سے رہنے کی) خواہ دونوں معنوی جیسے قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ (بولا وہ شخص جس کے پاس تھا ایک علم کتاب کا) وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ (اور وہ سب ہمارے نزدیک ہیں چنے ہوئے) فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ (بیٹھے سچی بیٹھک میں نزدیک بادشاہ کے جس کا سب پر قبضہ ہے) اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ (زندہ ہیں اپنے رب کے پاس) اِبْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ (بنا دے میرے لیے اپنے پاس ایک گھر بہشت میں) کہ ان سب آیات میں شرف قرب و رفعت منزلت مراد ہے۔

اور یہ یا تو ظرف ہو کر مستعمل ہے اور یا صرف مِنْ کے ذریعہ مجرور ہو کر جیسے فَمِنْ عِنْدِكَ (تو وہ تیری طرف سے ہی) وَلَمَّا

جَاءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ (الآیة) جب پہنچا ان کے پاس رسول اللہ کی طرف سے" لہ

اور علامہ احمد فیومی المصباح المنیر میں رقمطراز ہیں:-

"عِنْدَ ظرف مکان ہے لیکن جب زمان کی طرف مضاف ہو تو ظرف زمان بھی ہوتا ہے جیسے عند الصبح (صبح کے قریب) عند طلوع الشمس (سورج نکلنے کے قریب) اس پر حرف جر میں سے من کے علاوہ کوئی اور حرف نہیں آتا۔

عِنْدَ کی عین پر کسرہ ہے اور یہی فصیح لغت ہے جس کو اہل فصاحت استعمال کرتے ہیں، اور پیش فتحہ اور ضمہ بھی اس کے متعلق نقل کیا جاتا ہے، اور اصل میں اس کا استعمال اس شئے کے متعلق ہوتا ہے کہ جو تمہارے پاس موجود ہو، یا تمہارے قریب ہو، خواہ وہ کسی طرف سے ہو۔ اور کبھی دوسرے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے چنانچہ عندی مال (میرے پاس مال ہے) اس مال کے لیے بھی بولا جائیگا جو ساتھ موجود ہے اور اس مال کے لیے بھی کہ جو غائب ہو، یہاں عند کے معنی ملکیت اور قبضہ میں ہونے کے ہیں، اور اسی وجہ سے اس کا استعمال معانی (یعنی صفات) میں بھی ہوتا ہے چنانچہ بولا جاتا ہے عندہ خیر (اس کے پاس بھلائی ہے) اور ما عندہ شر (اس کے پاس شر نہیں ہے) کیونکہ معانی کی جہات متعین نہیں ہوتیں۔ اور اسی معنی میں ارشاد ہے فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ (اگر تم نے دس برس پورے کر دیئے تو یہ تمہاری مہربانی) یہاں مِنْ عِنْدِكَ بمعنی من فضلك ہے، نیز حکم کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے هٰذا عندی افضل من هٰذا (یہ میرے نزدیک اس سے بڑھ کر ہے) یہاں عندی بمعنی حکمی ہے یعنی میری رائے اور فیصلہ میں یہ اس سے بڑھ کر ہے"۔

اور علامہ ازہری نے تہذیب میں تصریح کی ہے کہ عند کے معنی قریب کے انتہائی حدود کے

لہ الاتقان - ج ۱ - ص ۱۶۵ -

میں الدی یسے اس کی تصغیر نہیں آتی، نیز یہ ظرف مبہم ہے بدیں وجہ غیر متمکن یعنی غیر منصرف اور لازم الظرفیت ہے۔

۱/۸،۶،۹،۱۱،۹، ۲/۸،۹،۱۱،۱۲،۱۳ ۳/۴،۶،۷،۹،۱۰ ۳/۱۲،۱۴،۱۶ ۴/۴،۸،۱۱ ۵/۸،۱۰،۱۲،۱۶ ۶/۱۳ ۷/۱۹

۸/۱۰،۲ ۹/۷،۶ ۱۰/۲،۳ ۱۱/۱۴،۷،۱۲،۱۳،۱۴،۱۵،۱۸ ۱۲/۱۵،۱۲،۷ ۱۳/۱۸،۱۹ ۱۴/۱۹

۱۹/۱۹ ۲۰/۸،۹،۱۴ ۲۲/۱۴ ۵،۶،۱۰،۱۶

۲۳/۱۶ ۲۴/۱،۹،۱۹ ۲۵/۳،۴،۵،۹ ۲۶/۱،۳،۹،۱۳،۱۴ ۲۷/۵،۱۰،۱۸ ۲۸/۹،۱۲،۱۳ ۲۹/۲،۴،۱۴ ۳۰/۶،۲۳

عِنْدَكَ: تیرے پاس، تیری رائے، تیرا فیصلہ، تیری مہربانی عِنْدَ مضاف کَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ۔ ۵/۸ ۹/۶،۱۸ ۱۵/۳

۲۰/۶ ۲۵/۱۱ ۲۶/۶ ۲۸/۲۰

عِنْدَكُمْ: تمہارے پاس عِنْدَ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ۔

۵/۸ ۱۱/۱۲ ۱۴/۱۹

عِنْدَنَا: ہمارے پاس، ہمارے نزدیک کُنْ مضاف، نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ

۴/۸ ۱۱/۱۲ ۱۴/۱ ۱۵/۲۱ ۱۷/۶ ۲۰/۸ ۲۳/۱۱

۲۳/۹، ۱۱، ۱۲، ۱۳ ۲۴/۸ ۲۵/۱۴ ۲۶/۱۵ ۲۷/۹

عِنْدَهٗ: اس کے پاس، اس کے نزدیک عند مضاف، ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔ ۱/۱۲ ۳/۱،۲ ۴/۱۱ ۶/۱۲ ۷/۴،۱۳ ۱۰/۹،۱۳ ۱۲/۳

۱۳/۴،۸،۱۲ ۱۷/۲ ۱۸/۱۱،۱۴ ۱۹/۱۸ ۲۰/۷ ۲۱/۱۳

۲۲/۹ ۲۵/۱،۱۳ ۲۷/۷ ۲۸/۱۹ ۳۰/۱۷

عِنْدَهَا: اس کے پاس، اس کے نزدیک عِنْدَ مضاف، ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ۔ ۳/۱۲ ۱۶/۲ ۲۷/۵

عِنْدَهُمْ: ان کے پاس، ان کے نزدیک عِنْدَ مضاف، ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔ ۵/۱۱ ۶/۱۰ ۹/۹ ۲۳/۶،۱۰ ۲۴/۱۹ ۲۷/۴

۲۸/۴ ۲۹/۴

عِنْدِیْ: میرے پاس، میرے نزدیک، عِنْدِ مضاف، ی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ

۷/۱۱،۱۳ ۱۲/۳ ۱۳/۲ ۲۰/۱۱

عُنُقَكَ: تیری گردن عُنُقِ مضاف کَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ۔ علامہ احمد فیومی المصباح المنیر میں رقمطراز ہیں۔

"عُنُقٌ کے معنی گردن کے ہیں، یہ مذکر ہے مگر اہل حجاز اس کو مؤنث بولتے ہیں، نیز

حجاز کی زبان میں اس کا نون مضموم ہے اور
بنو تمیم کی زبان میں ساکن، اس کی جمع
اَعْنَاقٌ ہے"۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ جو لوگ اس کے
نون کو ضمہ دیتے ہیں وہ اس کو مونث بولتے ہیں
اور جو اس کے نون کو ساکن رکھتے ہیں وہ اسے
مذکر استعمال کرتے ہیں ۱۵/۳

عُنُقِہٖ: اس کی گردن عُنُقِ مضاف، ہٖ
ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ ۱۶/۲

عَنْكَ: تجھ سے عن حرف جار كَ ضمیر
واحد مذکر حاضر مجرور۔ ۱/۱۴ ۵/۶ ۶/۵ ۰/۱۳ ۱۲/۶
۲۵/۱۸ ۲۶/۱۶ ۳۰/۱۹

عَنْكَبُوْتٌ: مکڑی۔ اس کا اطلاق واحد، جمع
اور مذکر و مونث سب پر یکساں ہوتا ہے لیکن
بیشتر مونث مستعمل ہے۔ اس کی تؔ "طاغوت"
کی طرح سے ہے۔ اور جمع عَنَاكِب اور عَنْكَبُوْتَاتٌ
ہے۔

سیبویہ نے تصریح کی ہے کہ جب نون کلمہ میں
حرف ثانی واقع ہو تو اس کو بغیر کسی پختہ ثبوت کے
زائد نہیں قرار دیا جائیگا، سیبویہ کی یہ تصریح جوہری

نے لفظ عندلیب کی تشریح میں نقل کی ہے لیکن
اس کے باوجود خود انہوں نے عنکبوت کو عکب
ہی کے مادہ میں ذکر کیا ہے، جس کا صاف مطلب
یہ ہے کہ وہ اس کے نون کو زائد مانتے ہیں اور علامہ
ابن ہشام نے بصراحت لکھا ہے کہ عنکبوت میں
نون کا زائد ہونا ہی صحیح ہے اور یہی سیبویہ کا مذہب
ہے کیونکہ اس کی جمع عناکب آتی ہے۔

اس صورت میں اس کا وزن فَعْلَلُوْتٌ ہوگا
اور نون کو زائد ماننے کی شکل میں فَنْعَلُوْتٌ اور
علامہ سید مرتضیٰ زبیدی نے لکھا ہے کہ سیبویہ
نے اس کی جمع ایک مقام پر تو عَنَاكِبُ بروزن
فَنَاعِلُ لکھی ہے اور دوسری جگہ عَنَاكِبُ بروزن
فَعَالِلُ بتلائی ہے مگر تمام نحوی عنکبوت کو
بروزن فَعْلَلُوْتٌ بیان کرتے ہیں[ا]۔ ۳۰/۱۶

عَنْكُمْ: تم سے عَنْ حرف جر، كُمْ ضمیر جمع
مذکر حاضر مجرور۔ ۱/۹ ۲/۲ ۳/۵ ۴/۴ ۵/۲ ۶/۹,۸,۷
۷/۱۴ ۸/۱۳ ۹/۱۸,۱۶ ۱۰/۵,۱۰ ۱۳/۲ ۱۴/۱۳ ۱۵/۶ ۲۲/۱
۲۳/۱۵ ۲۵/۷ ۲۶/۱۱ ۲۸/۲۰

عَنْهُ: اس سے عَنْ حرف جار، ہُ ضمیر
واحد مذکر غائب مجرور۔ ۵/۲,۵ ۶/۲ ۷/۶,۱۸ ۹ -

ا؎ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو تاج العروس۔

۹/۱۶،۱۷ ۱۱/۲،۷ ۱۲/۸،۱۲ ۵،۱۳،۱۶،۱۳ ۱۳/۲ ۱۵/۶ ۱۶/۱۴ ۱۹/۵
۲۰/۹ ۲۲/۷،۹ ۲۳/۷،۱۳ ۲۵/۱۴ ۲۶/۱۳ ۲۸/۲،۳،۴ ۲۸/۱۵،۱۷
۲۹/۶ ۳۰/۵،۱۷،۲۳،۲۶

عَنْهَا: اس سے، عَنْ حرف جر، هَا ضمیر واحد مؤنث غائب مجرور۔ ۱/۴ ۵/۱۵ ۷/۳،۷
۸/۷،۱۱،۱۲ ۹/۶،۷،۱۳ ۱۳/۴ ۱۴/۶ ۱۵/۱۹،۲۰ ۱۶/۳،۱۰
۱۷/۷ ۱۸/۷ ۲۱/۱۵ ۲۳/۲،۶ ۲۷/۱۴ ۳۰/۷

عَنْهُمْ: ان سے، عَنْ حرف جر، هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مجرور۔ ۱/۱۰ ۲/۳ ۳/۱۰،۱۶ ۴/۳،۷،۸،۱۷
۵/۶،۸،۱۷،۱۳ ۶/۷،۱۰،۱۳ ۷/۶،۹،۱۴،۱۶ ۸/۱۲،۱۶
۹/۶،۹ ۱۱/۲،۸،۱۵ ۱۲/۱،۲،۹ ۱۳/۳،۴ ۱۴/۶،۱۸
۱۵/۱۳،۱۶ ۱۹/۱۵،۱۶ ۲۰/۱۰،۱۳ ۲۱/۱۶ ۲۲/۱۶
۲۳/۹،۱۳ ۲۴/۱،۲،۱۴ ۲۵/۱،۱۱،۱۳،۱۶ ۲۶/۲،۳،۴،۵،۹
۲۶/۱۱،۱۶ ۲۷/۲،۴،۸ ۲۸/۳، ۳۰/۲۳

عَنْهُمَا: ان دونوں سے، عن حرف جر، هُمَا ضمیر تثنیہ غائب مجرور۔ ۳/۱۴ ۸/۹،۱۰ ۲۸/۲۰

عَنِّیْ: مجھ سے، عَنْ حرف جار، ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم مجرور۔ ۲/۷ ۱۲/۲،۱۴ ۲۳/۱ ۲۹/۵

عَنِیْدٍ: عناد رکھنے والا، مخالف، ضدی امام ابوبکر عزیزی لکھتے ہیں عَنِیْدٌ وہ شخص ہے جو تمہارے ساتھ مخالفت سے پیش آئے، اور امام راغب نے اس کا ترجمہ کیا ہے المعجب بما عِنْدَہٗ یعنی جو کچھ اپنے پاس موجود ہے اس پر اترانے والا" اور علامہ ناصر بن عبد السید مطرزی نے اس کے معنی "اس شخص کے لکھے ہیں جو حق کو جانتے پہچانتے مکر جائے" یہ عُنُوْدٌ سے جس کے معنی راستے سے ادھر اُدھر ہٹ جانے کے ہیں بروزن فَعِیْلٌ بمعنی فاعل صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اس کی جمع عُنُدٌ ہے۔ ۱۲/۵ ۱۳/۱۵ ۲۶/۱۶

عَنِیْدًا ۱۹/۱۵

فصل الواو

عَوَانٌ: میانہ عمر، عورتوں اور مویشیوں میں جو درمیانی عمر کی ہو اس کو عَوَانٌ کہتے ہیں اس کی جمع عُوْنٌ ہے۔ قاعدہ کے اعتبار سے تو جمع کے واو پر ضمہ ہونا چاہیے تھا مگر تخفیف کی بنا پر اس کو ساکن کر دیا ہے۔ ۱/۸

عِوَجٌ: کجی، ٹیڑھا پن، یہ عَوِجَ یَعْوَجُ سے جس کا استعمال ٹیڑھا اور کج ہونے کے لیے ہوتا ہے اسم ہے، ابوزید نے جو لغت کے مشہور امام ہیں تصریح کی ہے کہ جو کجی آنکھوں سے نظر آئے اس کے لیے عَوَجٌ بالفتح آتا ہے

اور جو آنکھ سے نہیں بلکہ عقل و شعور سے سمجھ میں آتے اس کے لیے عِوَجٌ بکسر العین آتا ہے پ ۱۶/۱۵ پ ۲۳/۱۷ عِوَجًا ۴/۱ پ ۸/۱۲، ۱۸ پ ۱۲/۲ پ ۱۳/۱۳ پ ۱۵/۱۳ پ ۱۶/۱۵

عَوْرٰتٍ: چھپی باتیں، پردہ کی باتیں عَوْرَۃٌ کی جمع، علامہ فیومی نے مصباح میں لکھا ہے کہ عَوْرَۃٌ کی جمع عَوْرَاتٌ تخفیف کی غرض سے ہے ورنہ قاعدہ کے لحاظ سے اس کے واو پر اسم ہونے کی وجہ سے فتحہ ہونا چاہیے تھا، چنانچہ ہذیل کی یہی بولی ہے۔ پ ۱۸/۱۰، ۱۴

عَوْرَۃٌ: کھلے، غیر محفوظ، خالی، علامہ مجدالدین فیروزآبادی نے قاموس میں اس کے حسب ذیل معانی لکھے ہیں:۔

(۱) سرحد وغیرہ میں خلل پڑنا (۲) چھپانے کی جگہ (۳) مرد اور عورت کی شرمگاہ (۴) وہ وقت جو بے پردہ ہونے کا ہو۔ اور یہ تین اوقات ہیں فجر سے پہلے، دوپہر کے وقت، اور نماز عشاء کے بعد (۴) ہر وہ بات جس کے ظاہر ہونے سے آدمی شرمائے۔

اور امام راغب لکھتے ہیں:۔

عَوْرَۃٌ انسان کی شرمگاہ کو کہتے ہیں، جو کنایہ ہے اور اصل میں یہ عار سے ہے کیوں کہ شرمگاہ کے کھلنے میں عار محسوس ہوتی ہے اور عورتوں کو بھی عَوْرَۃٌ اسی بنا پر کہا جاتا ہے (کہ ان کے بھی غیر مردوں کے سامنے آنے سے عار آتی ہے)

اور عَوَارٌ اور عَوْرَۃٌ اس شگاف کو بھی کہتے ہیں کہ جو کپڑے یا گھر وغیرہ کسی چیز میں پڑ جاتا ہے ارشاد ہے اِنَّ بُیُوْتَنَا عَوْرَۃٌ وَ مَا ھِیَ بِعَوْرَۃٍ (ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں حالانکہ وہ کھلے نہیں پڑے) یعنی ان میں جگہ جگہ سے گھسنے کی جگہ موجود ہے کہ جو چاہے چلا آئے۔ اور آیہ کریمہ اَلَّذِیْنَ لَمْ یَظْھَرُوْا عَلٰی عَوْرٰتِ النِّسَآءِ (جو عورتوں کی پردے کی بات سے آگاہ نہیں) سے مراد نابالغ بچے ہیں"

اور امام ابوبکر سجستانی نزہۃ القلوب میں آیہ اِنَّ بُیُوْتَنَا لَعَوْرَۃٌ میں لفظ عَوْرَۃٌ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

عَوْرَۃٌ کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے گھر دل پر چوروں کی آمد و رفت کے بہت مواقع ہیں، محاورہ ہے۔ اعورت بیوت القوم

یعنی لوگ اپنے گھروں کو چھوڑ کر چل دیتے اور اب دشمن یا جس کا جی چاہے وہاں گھس سکتا ہے،، ۲۱/۱۸

عُوْقِبَ: اُسے ایذا دی گئی، اسے تکلیف پہنچائی گئی، وہ ستایا گیا عِقَابٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب (ملاحظہ ہو عِقَاب) ۱۷/۱۵

عُوْقِبْتُمْ: تمہیں ایذا دی گئی، تمہیں ستایا گیا عِقَابٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ ۱۴/۲۲

فصل الہاء

عَهْدٌ: عہد، قول، قرار، پیمان، معاہدہ عُهُوْدٌ جمع، امام راغب فرماتے ہیں:۔

"عہد اللہ، یعنی خدائی عہد و پیمان کبھی تو اس طرح ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ اس بات کو ہماری عقلوں میں بٹھا دیتا ہے، اور کبھی یہ شکل ہوتی ہے کہ اس کے پیغمبر کتاب و سنت کے ذریعہ اس بات کا ہم کو حکم دیتے ہیں، اور کبھی خود اپنے التزام کی بنا پر ایک شئے جو اصل شرع کے اعتبار سے پہلے ہم پر لازم نہ تھی اب لازم ہو جاتی ہے جیسے کہ نذر وغیرہ۔ چنانچہ آیات ذیل میں یہ عہد کی آخری قسم ہی مراد ہے وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ (اور ان میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جنہوں نے اللہ کے ساتھ قول کیا تھا)۔ اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ (کیا جب کبھی کوئی قول کر لیتے ہیں تو ان کا کوئی نہ کوئی فریق اس کو اٹھا کر رکھ دیا کرتا ہے)۔ وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ (حالانکہ پہلے خدا سے عہد کر چکے تھے)"

(ملاحظہ ہو اَعْهَدَ) ۱/۳ ۳/۱۶ ۸/۶ ۹/۳ ۱۰/۸ ۱۳/۹ ۱۴/۱۹ ۱۵/۴ ۱۶/۱۳ ۲۱/۱۸

عَهْدًا ۱/۱۲، ۹ و ۱۶/۸، ۹

عَاهَدَ: اس نے تاکید کی، اس نے عہد لیا اس نے قرار کیا (سَمِعَ) عَهْدٌ سے جس کے معنی تاکید کرنے اور عہد کرنے اور دیکھتے رہنے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب

امام ابو جعفر بیہقی نے تاج المصادر میں مذکورہ بالا ہر سہ معانی نقل کرنے کے بعد تصریح کی ہے کہ یہ باب کسی چیز کی نگرانی اور اس کی دیکھ بھال کرتے

رہنے پر دلالت کرتا ہے یہ بھی واضح رہے کہ پہلے معنی کی صورت میں اس کا تعدیہ بذریعہ الیٰ ہوتا ہے چنانچہ امام راغب اصفہانی مفردات القرآن میں فرماتے ہیں: -

عَهِدَ فُلَانٌ اِلٰى فُلَانٍ کے معنی آتے ہیں کسی سے عہد لیتے اور اس پر قائم رہنے کی تاکید کرنے کے، ارشاد ہے وَلَقَدْ عَهِدْنَا اِلٰى آدَمَ (اور ہم نے عہد لیا تھا آدم سے)، اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ (کیا میں نے تاکید نہ کی تھی تم کو)

پ ۴/۱۰ ۹/۶ ۲۵/۵

عَهْدِكُمْ: تمہارا عہد، تمہارا اقرار عَهْدِ مضاف، کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ پ ۱/۵

عَهِدْنَا: ہم نے عہد لیا، ہم نے تاکید کر دی عَهِدَ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم پ ۱/۱۵ ۱۶/۱۵

عَهْدِهٖ: اس کا اقرار، اس کا عہد، عَهْدِ مضاف، ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ پ ۱/۹ ۳/۱۶ ۱۱/۲

عَهْدِهِمْ: ان کا اقرار، ان کا عہد۔ عَهْدِ مضاف، هِمْ ضمیر مذکر غائب مضاف الیہ پ ۲/۶ پ ۱۰/۳،۲،۷،۸ پ ۱۸/۱ پ ۲۹/۷

عَهْدِيْ: میرا اقرار، میرا عہد عَهْدِ مضاف، ی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ پ ۱/۵،۱۵

عِهْنِ: رنگین اون عِهْن لغت میں رنگین اون کو کہتے ہیں جو مختلف رنگوں میں رنگی ہوئی ہو عُهُوْنٌ جمع پ ۲۹/۷ پ ۳۰/۲۶

فصل الیاء

عِيْدًا: عید، خوشی کا دن، امام راغب فرماتے ہیں: -

"عید وہ ہے جو بار بار عود کرے یعنی لوٹ لوٹ کر آئے اور شریعت میں لفظ "عید الفطر" اور "عید قربان" کے لیے خاص ہے اور چونکہ شرعی طور پر یہ دن مسرت کے قرار دیئے گئے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے ایام اکل وشرب وبعال (کہ یہ دن کھانے پینے اور وصل کا لطف اٹھانے کے ہیں) بدیں وجہ لفظ عید کا استعمال ہر اس دن کے لیے ہونے لگا کہ جو مسرت اور خوشی کا دن ہو چنانچہ ارشاد الٰہی ہے اَنْزِلْ عَلَيْنَا

مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا (اُتار ہم پر خوان بھرا ہوا آسمان سے کہ وہ دن عید رہے ہماری) میں عید سے یہی مسرت کا دن مراد ہے"

اور امام ابوبکر عزیزی نزہۃ القلوب میں لکھتے ہیں :-

"ہر اجتماع کا دن "عید" ہے اور بعض کہتے ہیں یوم العید کے معنی ہیں وہ دن کہ جس میں فرحت و سرور عود کر آتے"

عِيْدٌ اصل میں عِوْدٌ تھا، عین کے کسرہ کی وجہ سے واو کو یا سے بدل لیا ہے، فیومی نے لکھا ہے کہ :-

"اس کی جمع واحد کے لفظ پر اعیاد آتی ہے تاکہ عُوْدٌ (بمعنی لکڑی) کی جمع اَعْوَادٌ اور اس میں فرق رہے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ چونکہ اس کے واحد میں یا لازمی تھی، اس لیے جمع میں بھی لازمی ہوئی۔"

۵

عِيْرٌ : قافلہ کا رسالہ، یہ مؤنث ہے اور عَارَ يَعِيْرُ سے مشتق ہے جس کے معنی چلنے کے ہیں علامہ ناصر بن عبد السید مطرزی المغرب میں لکھتے ہیں :-

"عیر وہ گدھے یا اونٹ ہیں جو غلہ کی بار برداری میں کام آتے ہیں، بعد کو ہر قافلہ کے لیے اس لفظ کا استعمال عام ہو گیا"

اور امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں :-

"عیر وہ لوگ جو اپنے ساتھ غلہ لادے ہوں یہ غلہ لادنے والے مردوں اور اونٹوں دونوں کا نام ہے مگر کبھی اس کا استعمال صرف ایک کے لیے بھی ہوتا ہے یعنی کبھی اس سے صرف غلہ بار کرنے والے مرد یا صرف غلہ لادنے والے اونٹ بھی مراد ہوتے ہیں"

عِيَرَات اور عِيْرَاتٌ جمع $\frac{12}{5, 4, 3}$

عِيْسٰى ، علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام مشہور و معروف جلیل القدر پیغمبر کا نام نامی، علامہ ابو حیان اندلسی البحر المحیط میں رقمطراز ہیں :

"عیسٰی عجمی نام ہے جو علمیت اور عجمیت کی بنا پر غیر منصرف ہے، سیبویہ کے نزدیک اس کا وزن فِعْلٰی ہے اور یاء اس میں وہ ہے جو رباعی کے ساتھ ملحق ہوتی ہے جیسے کہ معزیٰ کی یاء ہے، اور یاء سے

مراد یہاں الف ہے چونکہ اس کی کتابت بشکل یار ہوتی ہے اس لیے اس کو یار کہتے ہیں۔ ابو علی نے کہا ہے کہ یہ یاء نسبت کی نہیں ہے جس طرح سے ذکریٰ میں ہے کیوں کہ جب یہ نکرہ ہوتا ہے تو اس کو منصرف کر لیتے ہیں، اور حافظ ابو عمرو عثمان بن سعید دانی کہ جو فن قراءات میں صاحب تصانیف ہیں اور عثمان بن سعید صیرفی وغیرہ اس طرف گئے ہیں کہ اس کا وزن فِعْلَلٰی ہے، لیکن اُستاذ ابوالحسن بن الباذش نے اس کو یہ کہہ کر رد کر دیا ہے کہ یار اور واو رباعی میں اصلی نہیں ہوا کرتے۔

اور ہمارے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ یہ عجمی نام ہے اور جب عجمی نام کو اہل عرب استعمال کرتے ہیں تو نحوی اس کے احکام تصریحیہ اسی حد تک کلام کیا کرتے ہیں کہ جس حد تک عربی زبان سے اس کا تعلق ہوتا ہے، چنانچہ عیسیٰ بھی اسی قسم میں داخل ہے (انتہیٰ کلامہ) اور جس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ عَیَس سے مشتق ہے اور عَیَس کہتے ہیں اس سپیدی کو جو مائل بسرخی ہو اس نے غلطی کی کیوں کہ عربی اشتقاق عجمی ناموں میں نہیں چلا کرتا" لہ

اور علامہ سید مرتضیٰ زبیدی تاج العروس میں فرماتے ہیں:-

"عیسیٰ بالکسر حضرت مسیح صلوات اللہ علی نبینا و علیہ وسلم کا نام نامی ہے جوہری کا بیان ہے کہ یہ عبرانی یا سریانی ہے، اور لیث کہتے ہیں کہ یہ ایشوع سے معدول ہے، چنانچہ سریانی زبان کے جاننے والے یہی بتاتے ہیں"

اور علامہ سید محمود آلوسی روح المعانی میں ارقام فرماتے ہیں:-

"عیسیٰ کی اصل عبرانی میں ایشوع ہے اس ہمزہ کے ساتھ جس کا امالہ بین بین ہے یا ہمزہ پر کسرہ ہے، اس کے معنی سید یعنی سردار کے ہیں اور بعض نے اس کا ترجمہ مبارک کیا ہے البعد کو اس کی تعریب کر کے

لہ البحر المحیط ج ۲ - ص ۲۹۰ طبع مصر ۱۳۲۸ھ

عیسٰی کر لیا گیا، اور جب اس لفظ کی طرف نسبت کی جاتی ہے تو عِیْسِیٌّ اور عِیْسَوِیٌّ بولتے ہیں[1]"

حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت باسعادت اور آپ کی پیغمبرانہ سیرت کا تفصیلی تذکرہ قرآن پاک میں جا بجا نہایت بسط سے مذکور ہے، یہ بھی واضح رہے کہ قرآن شریف میں اگرچہ پچیس ۲۵ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر ہے مگر ان میں صرف چار حضرات کے میلاد مبارک کا بیان ہے۔ جس کی وجہ صرف یہی ہے کہ ان حضرات کی ولادت باسعادت عام طریقے سے بالکل جداگانہ محض کرشمہ ربانی اور قدرت الٰہی کے مظاہر کے لیے خرق عادت کے طور پر واقع ہوئی تھی، ان چاروں حضرات کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔ حضرت آدم حضرت اسحاق اور حضرت یحییٰ علیٰ نبینا و علیہما الصلوٰۃ والسلام کی مائیں بانجھ تھیں اور پھر ولادت ایسے وقت میں ہوئی جبکہ والدین بڑھاپے کی آخری منزلوں میں پہنچ کر اولاد کی کوئی توقع نہیں رکھتے تھے حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے اور حضرت آدم صلی اللہ علیٰ نبینا و علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بغیر ماں باپ کے مٹی ہی سے پیدا فرما دیا تھا۔

امام نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اور بیہقی نے حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش بیت لحم میں کھجور کے درخت کے تلے ہوئی تھی[2] اور مسند امام احمد اور صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی نوزائیدہ بچہ ایسا نہیں ہوتا کہ جس کو شیطان اس کی ولادت کے وقت نہ چھوتا ہو، پھر وہ شیطان کے چھونے سے زور سے چلا اٹھتا ہے، مگر حضرت مریم علیہا السلام اور ان کے بیٹے

[1] روح المعانی ج ۱۔ ص ۳۱۶ طبع منیریہ مصر۔ [2] ملاحظہ ہو البدایہ والنہایہ از حافظ ابن کثیر ج ۲ ص ۶۶ ۔ امام بیہقی نے اپنی روایت کی تصحیح کی ہے اور حافظ ابن کثیر نے نسائی کی اسناد کے متعلق فرمایا ہے لا باس بہ ۔

(حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہاتھ نہیں لگایا۔ [۱]

صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شب اسراء میں حضرت عیسٰے (علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) سے میری ملاقات ہوئی تھی (آپ نے ان کا حلیہ بھی بیان فرمایا کہ میانہ قامت سرخ سپید تھے گویا حمام سے نکل کر آرہے ہیں (یہ آپ کے چہرۂ مبارک کی طراوت اور تازگی کا بیان ہے) صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی زبانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ ایک دفعہ حضرت عیسٰی (علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) نے ایک شخص کو چوری کرتے دیکھا تو اس سے فرمایا کیا تو نے چوری کی وہ کہنے لگا نہیں صاحب میں قسم کھاتا ہوں اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں اس پر حضرت عیسٰی علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میں اللہ پہ ایمان لایا اور میں نے اپنی آنکھ کو جھوٹا جانا۔ یہ حضرت کا کمال اخلاق اور انتہائی حسن ظن تھا کہ اس کے حلف کو اپنے مشاہدہ پر مقدم رکھا اور جب اس نے قسم کھا کر بیان کیا تو آپ کو یقین آگیا کہ وہ واقعی ایماندار چوری نہیں کرتا بلکہ میری آنکھ نے خطا کی، غالباً آپ نے یہ خیال فرمایا ہوگا کہ اس مال میں اس کا بھی کچھ حق ہوگا یا کوئی اور وجہ ہوگی، حسن ظن کے واسطے بہت سے احتمالات نکل سکتے ہیں۔

ابن ابی حاتم نے بایں اسناد حدثنا احمد بن سنان حدثنا ابومعاویۃ عن الاعمش عن المنہال بن عمرو عن سعید بن جبیر عن ابن عباس رضی اللہ عنہما نقل کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسٰی علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو آسمان پر اٹھانے کا ارادہ فرمایا تو آپ اپنے اصحاب کے پاس

---

[۱] البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۵۰، حضرت مریم اور حضرت عیسٰی علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو شیطان نے اس واسطے ہاتھ نہیں لگایا کہ حضرت مریم علی نبینا وعلیہا السلام کی والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا نے ان کے اور ان کی اولاد کے لیے خدا سے دعا مانگی تھی کہ شیطان کا ان پہ دخل نہ ہو چنانچہ قرآن پاک سورۂ آل عمران میں وہ دعا مذکور ہے حق تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی تھی۔ [۲] ملاحظہ ہو صحیح بخاری کتاب الانبیاء: ذکر عیسٰی علیہ السلام۔

تشریف لائے اس وقت ان اصحاب میں سے گھر کے اندر بارہ حواری موجود تھے، چنانچہ آپ کمرہ سے باہر تشریف لائے۔ سر اقدس سے پانی کے قطرات ٹپکتے جاتے تھے آپ نے فرمایا تم سے بعض ایسے ہیں جو مجھ پر ایمان لانے کے بعد بارہ دفعہ میرا انکار کریں گے اس کے بعد فرمانے لگے تم میں سے کس پر میری شبیہ ڈالی جائے جو میری بجائے قتل ہو اور پھر (جنت میں) میرے ساتھ میرے درجہ میں ہو۔ اس پر ایک جوان جو سب میں نوعمر تھا اٹھ کھڑا ہوا آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ، دوبارہ پھر آپ نے یہی فرمایا اور پھر وہی جوان کھڑا ہوا تیسری مرتبہ بھی یہی ہوا تب آپ نے فرمایا کہ ہاں تم وہی ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپ کی شبیہ اس پر ڈال دی گئی اور آپ کو گھر کے روشندان سے آسمان پر اٹھا لیا گیا، اس کے بعد یہود کی دوڑ آئی اور انہوں نے اس شبیہ عیسیٰ کو گرفتار کر کے قتل کیا اور سولی پر چڑھا دیا۔ اور ان حواریوں میں سے بعض نے آپ پر ایمان لانے کے بارہ دفعہ آپ کا انکار بھی کیا۔

حافظ ابن کثیر البدایہ والنہایہ میں اس روایت کو نقل کر کے فرماتے ہیں :-

وهذا اسناد صحيح الى ابن عباس على شرط مسلم ورواه النسائي عن ابي كريب عن ابي معاوية بنحوه ورواه ابن جرير عن مسلم بن جنادة عن ابي معاوية وهكذا ذكره غير واحد من السلف۔

یہ اسناد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تک صحیح ہے اور مسلم کی شرط پر ہے، اور نسائی نے بھی ابو معاویہ سے بواسطہ ابو کریب اس اسناد سے ایسا ہی نقل کیا ہے اور ابن جریر نے ابو معاویہ سے بواسطہ مسلم بن جنادہ اس کو روایت کیا ہے اور ایسا ہی سلف میں سے بہت سے علماء نے ذکر کیا ہے

(ج ۲- ص ۹۲)

اور امام احمد بن حنبل اپنی مسند میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، انبیاء سوتیلے بھائی ہیں کہ ان کا دین ایک اور مائیں (یعنی شریعتیں) الگ الگ ہیں، اور میں سب لوگوں سے زیادہ عیسیٰ بن مریم (علیہ وعلی انبیاء الصلوٰۃ والسلام) سے تعلق رکھتا ہوں کیونکہ میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں وہ نازل ہونے والے ہیں جب تم ان کو دیکھو تو

تو پہچان لینا کیوں کہ وہ ایسے شخص ہیں جن کا رنگ سُرخ سپید ہے اور بال سیدھے آپ کے سر سے ایسا معلوم ہوگا کہ بغیر پانی لگے قطرات ٹپک رہے ہیں ہاں آپ دو زرد رنگ کے کپڑوں میں ہوں گے آپ صلیب کو توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے جزیہ اُٹھا دیں گے اور سب مذاہب کو ختم کر دیں گے کہ بجز اسلام کے کوئی مذہب آپ کے عہد میں باقی نہیں رہے گا۔ حق تعالیٰ آپ ہی کے زمانہ میں مسیح دجال کذاب کو ہلاک کرے گا اور زمین پر ایسا امن ہو جائیگا کہ اونٹ اور شیر چیتے اور گائے بیل، بھیڑیے اور بکریاں ایک ساتھ چرتے ہوں گے اور بچے اور لڑکے سانپوں کے ساتھ کھیلتے ہوں گے مگر کوئی کسی کو کسی قسم کا گزند نہ پہنچائیگا۔ اور جب تک اللہ چاہے گا آپ رہیں گے پھر آپ کی وفات ہو جائے گی، تب مسلمان آپ کی نماز جنازہ ادا کریں گے اور آپ کی تدفین کریں گے

یہ حدیث سنن ابو داؤد میں بھی موجود ہے حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کی اسناد کو صحیح کہا ہے[1]۔ جامع ترمذی میں روایت ہے کہ آپ کی تدفین حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پہلو میں ہوگی۔ ابو مودود نے (جو اس روایت کے ایک راوی ہیں) تصریح کی ہے کہ ابھی روضۂ اطہر میں ایک قبر کی جگہ باقی ہے۔[2]

آخیر زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا آسمان سے نازل ہونا متواتر احادیث سے ثابت ہے اور قرآن پاک کی بعض آیات میں بھی اس طرف اشارہ موجود ہے اور تمام امت کا اس پر اجماع ہے۔

حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات اور متنبی قادیان علیہ ما علیہ کی خرافات کا اگر تفصیلی مطالعہ مطلوب ہو تو علامہ محدث سید محمد انور شاہ کشمیری کی کتاب عقیدۃ الاسلام فی حیات عیسیٰ علیہ السلام کا مطالعہ کرنا چاہیئے جو عربی زبان میں اس موضوع پر بے نظیر کتاب ہے۔ اور اردو میں مولانا محمد سلیمان منصور پوری مصنف رحمۃ للعالمین کی کتاب غایۃ المرام اور حضرت الاستاذ علامہ محمود حسن خان ٹونکی مصنف معجم المصنفین کی اصول توارث، معیار السنۃ لختم النبوۃ اور تصدیق السنۃ وغیرہ تصانیف

[1] فتح الباری۔ ج ۶۔ ص ۳۵۰۔ طبع میریہ۔

[2] جامع ترمذی ابواب المناقب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس موضوع پر بہترین کتابیں ہیں، اور پروفیسر محمد الیاس برنی کی کتاب "قادیانی مذہب" کو متنبی قادیان اور اس کی امت کی ہفوات و خرافات کا انسائیکلوپیڈیا کہنا چاہیے (ملاحظہ ہو مسیح اور توفّی کی بحث دیکھنا ہو تو تتوفّیھم)

۱/۱۱، ۱۶ — ۲۰/۱۳، ۱۴، ۱۷ — ۶/۲، ۳، ۱۴، ۱۵ — ۷/۵، ۶، ۱۶

۱۲/۵ — ۲۱/۱۷ — ۲۵/۳، ۱۲ — ۲۷/۲۰ — ۲۸/۹، ۱۰

عِیْشَۃٍ: زندگانی، گزران، یہ عَاشَ یَعِیْشُ کا مصدر ہے جو باب ضَرَبَ سے آتا ہے اور جس کے معنی جینے کے ہیں۔ علامہ نظام الدین حسن بن محمد نیشاپوری نے اپنی تفسیر غرائب القرآن و رغائب الفرقان میں لکھا ہے کہ یہ بروزن فِعْلَۃٌ، عَیْشٌ سے بیان نوع کے لیے ہے[1]۔ امام راغب فرماتے ہیں کہ عَیْش اس زندگی کو کہتے ہیں جو حیوان کے ساتھ مخصوص ہے اور یہ حیاۃ سے اخص ہے کیونکہ حیاۃ کا استعمال حیوان، باری تعالیٰ اور فرشتہ سب کے لیے ہوتا ہے۔ ۲۹/۵ ب ۳۰/۲۶

عَیْلَۃً: فقر، احتیاج، مفلسی، یہ عَالَ یَعِیْلُ کا مصدر ہے جو باب ضَرَبَ سے آتا ہے اور جس کے معنی فقیر ہونے کے ہیں۔ ب ۱۰/۱

عَیْنٌ: آنکھ، چشم، چشمہ، کنڈ۔ قرآن پاک میں اس لفظ کا استعمال ان ہی دو[2] معنی میں ہوا ہے ورنہ یہ بہت سے مختلف معانی میں مستعمل ہے امام راغب کے نزدیک اس کے اصل معنی آنکھ کے ہیں اور دیگر معانی میں اس کا استعمال بطور استعارہ ہے چنانچہ ان کے خیال میں چشمہ کو جو عین کہتے ہیں وہ اسی تشبیہ کی بنا پر کہتے ہیں کہ جس طرح آنکھ سے قطرات اشک ابلتے ہیں اسی طرح چشمہ سے پانی ابلتا ہے، اس کی جمع اَعْیُنٌ اور عُیُوْنٌ ہے ب ۳/۱۰، ۶/۱۱، ۱۶/۲، ۲۰/۴

۲۲/۸ ب ۳۰/۱۳، ۲۷ **عَیْنًا** ۱/۷ ب ۹/۱۰ ۱۶/۵ ۲۹/۱۹

۳۰/۸ ب

عِیْنٌ: بڑی بڑی خوبصورت آنکھوں والیاں، زنان فراخ چشم، عَیْنَاءُ کی جمع جس کے معنی بڑی اور خوبصورت آنکھوں والی کے ہیں۔

۲۳/۶ ب ۲۵/۱۶ ب ۲۷/۳، ۱۴

عَیْنَاکَ: تیری دونوں آنکھیں عَیْنَا عَیْنٌ کا تثنیہ بحالت رفع، مضاف ہے کَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ۔ یہ اصل میں

---

[1] کتاب مذکور ج ۲۹ - ص ۳۴ بر حاشیہ تفسیر ابن جریر مطبوعہ مصر۔

عَیْنَایْكَ تھا، تثنیہ کا نون اضافت کے سبب حذف ہوگیا ہے ۱۵/۱۶

عَیْنَانِ : دو چشمے عَیْنٌ کا تثنیہ بحالت رفع۔ ۲۷/۱۳

عَیْنَاهُ : اس کی دونوں آنکھیں عَیْنَا عَیْنٌ کا تثنیہ مضاف، هٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔ نون تثنیہ اضافت کی وجہ سے حذف ہوگیا ہے، ۱۳/۴

عَیْنُهَا : اس کی آنکھ، عَیْنٌ مضاف هَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ ۱۶/۱۱ ۲۰/۴

عَیْنِیْ : میری آنکھ، عَیْنِ مضاف ی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ، امام راغب نے لکھا ہے کہ وَ لِتُصْنَعَ عَلٰی عَیْنِیْ (اور تاکہ تو پالا جائے میری آنکھ کے سامنے) میں عَلٰی عَیْنِیْ سے مراد میری حفاظت و نگہداشت ہے۔

۱۶/۱۱

عَیْنَیْكَ : تیری دونوں آنکھیں عَیْنَیْ عَیْنٌ کا تثنیہ بحالت نصب مضاف ہے كَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ، اصل میں عَیْنَیْنَكَ تھا، نون تثنیہ اضافت کے سبب گر پڑا۔ ۱۴/۹ ۱۶/۱۷

عَیْنَیْنِ : دو آنکھیں عَیْنٌ کا تثنیہ بحالت نصب ۳۰/۱۵

عُیُوْنٌ : چشمے عَیْنٌ کی جمع ۱۴/۴ ۱۹/۸، ۱۱، ۱۲ ۲۳/۲ ۲۵/۱۴، ۱۶ ۲۶/۱۸ ۲۹/۲۲

عُیُوْنًا ۲۷/۸

عَیِیْنَا : ہم تھک گئے، ہم عاجز ہوگئے (بلکہ تھک گئے) عِیٌّ سے جس کے معنی تھکنے اور عاجز ہونے کے ہیں ماضی کا صیغہ جمع متکلم۔ امام راغب لکھتے ہیں اِعْیَاءٌ کہتے ہیں اس عاجزی کو جو چلنے سے بدن کو لاحق ہوتی ہے اور عِیٌّ کہتے ہیں اس درماندگی کو جو کسی کام کے انجام دینے یا بولنے سے پیش آتی ہے۔

۲۶/۱۵

تم المجلد الرابع من لغات القرآن

بحمد اللہ سبحانہ

باسمہٖ تقدس تعالیٰ

باب الغین

اَلْغَابِرِیْنَ: باقی رہنے والے، پیچھے رہ جانے والے، نجات سے رہ جانے والے، ہلاک ہونیوالے، اسمِ فاعل جمع مذکر قیاسی بحالتِ نصب و جر، اَلْغَابِرُ واحد،

بحیرۂ مردار کے ساحل پر سدوم بستی کے رہنے والوں نے حضرتِ لوطؑ کی نصیحت نہیں مانی، امرد پرستی اور بعض دوسری اخلاقی و سماجی خباثتوں میں الودہ رہے۔ حضرتِ لوطؑ اپنے ساتھیوں کو لیکر بحکمِ الٰہی بستی سے نکل کھڑے ہوئے آپ کی بیوی دل سے سدوم والوں کی طرفدار تھی اس لئے اس نے ساتھ نہیں دیا، حضرتِ لوطؑ کو جھوٹا سمجھنے والے کافر سدوم میں باقی رہے تو وہ عورت بھی انہیں کے ساتھ رہی اور بستی والوں کی طرح وہ بھی عذابِ الٰہی سے تباہ ہوئی۔

محقق عبد الرؤف مصری نے لکھا ہے کہ اصل چیز کے گزر جانے کے بعد جو چیز باقی رہ جاتی ہے اس کو لغت میں غابِر کہتے ہیں اس لئے غبار اس خاک کو کہتے ہیں جو قافلہ کے گزر جانے کے بعد اڑکر پیچھے رہ جاتی ہے۔

(معجم القرآن حصہ دوم)

اہلِ لغت نے مادہ غَبْر کو اضداد میں سے شمار کیا ہے شیخ فیروزآبادی نے لکھا ہے غَبَرَ غُبُوْرًا مَكَثَ و ذَهَبَ ضدوها غابِرٌ من غُبَّرٍ یعنی غَبَرَ غُبُو کے معنی ہیں رہ گیا اور چلا گیا یہ لفظ متضاد المعنی ہے اسم فاعل غابر ہے جس کی جمع غُبَّر ہے (القاموس باب الراء فصل الغین)

صاحب منتہی الارب نے مؤلف قاموس سے کسی قدر اختلاف کیا ہے، لغات اضداد میں سے اس لفظ کا ہونا تسلیم کیا ہے لیکن اسی کے ساتھ لکھا ہے غَبَرَ غُبُوْرًا (ن) درنگ کرد و باقی ماند و غَبَرَ غَبْرًا بالفتح رفت و درگزشت و علی الوجہین یفسر قولہ

تعالیٰ الا عجوزا فی الغابرین یعنی باب نَصَرَ سے غَبَرَ غُبُورًا کے معنی ہیں توقف کیا، باقی رہا، اور غَبَرَ غَبْرًا کے معنی ہیں، چلا گیا، گزر گیا، آیت اِلَّا عَجُوزًا فِی الْغَابِرِیْنَ کی تفسیر دونوں طرح کی گئی ہے۔

مجمع البحار میں ہے وفی حدیث اویس اکون فی غبر الناس احب الیّ ای اکون مع المتأخرین لا المتقدمین المشہورین من الغابر الباقی الکوکب الدری الغابر ای الذاھب الماضی (مجمع البحار جلد ثالث ص۳) یعنی حدیث اویس میں جو لفظ غُبَّرُ الناس آیا ہے وہ غابر کی جمع ہے اور غَابِر کا معنی ہے باقی یعنی پیچھے رہنے والے لوگ پیش رو اور مشہور نہیں اور الکواکب الدری الغابر میں لفظ غابر کا معنی ہے چلا جانے والا، گزرا ہوا، زمخشری نے آیت من الغابرین کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے من الذین غبروا فی دیارھم ای بقوا فھلکوا یعنی وہ لوگ جو اپنی بستیوں میں رہ گئے اور ہلاک ہوگئے (کشاف جزء اول ص۴۹۴)

تفسیر کبیر میں امام رازی نے غبور کے معنی بقاء بلکہ نجات نہ پانے کا مفہوم مراد لیا ہے، لکھا ہے:-

غبر الشئی غبورا اذا مکث وبقی قال الھذلی فغبرت بعدھم بعیش ناصب ولخال انی لاحق مستتبع یعنی بقیت فمعنی الآیۃ انھا کانت من الغابرین عن النجاۃ ای من الذین بقوا عنھا ولم یدرکوا النجاۃ یقال فلان غبر ھذا الامر ای لم یدرکہ انتھی یعنی غبر الشئی غبورا کا معنی ہے رک گیا، باقی رہا ہذلی شاعر کا قول ہے، دوستوں کے جانے کے بعد میں دکھ کے ساتھ جینے کے لئے رہ گیا اور مجھے خیال ہوتا ہے کہ اب میں بھی ان کے پیچھے جانے ہی والا ہوں، اس صورت میں آیت کا معنی یہ ہوا کہ وہ عورت رہ جانے والے اور نجات نہ پانے والوں کے ساتھ رہ گئی، محاورے میں بولا جاتا ہے فلان غبر ھذا الامر یعنی فلاں شخص اس امر کو نہ پا سکا، انتہیٰ۔

امام راغب اصفہانی نے تضاد معنوی کو نقل کرنے کے بعد ایک لطیف توجیہ کی ہے جس سے دونوں میں حقیقی فرق باقی نہیں رہتا، صرف اعتباری تضاد رہ جاتا ہے، فرماتے ہیں:-

کہا جاتا ہے کہ غابر ماضی کو بھی کہتے ہیں اور مستقبل کو بھی، اگر یہ صحیح ہے تو وجہ یہ ہے کہ غبار زمین سے اٹھ کر اوپر کو چڑھ جاتا ہے لیکن قافلہ گزر جاتا ہے اور غبار پیچھے رہ جاتا ہے، اول معنی

کی مناسبت سے غابر بمعنی ماضی اور دوسرے معنی کے لحاظ سے بمعنی مستقبل ہے (مفردات القرآن)

۲۷/۱۴ ۳۰/۱۲ ۱۴/۴ ۱۹/۱۹،۱۳ ۲۳/۸

اَلْغَارِ: الف لام عہدی، کوہِ ثور والا غار، مکہ سے سیدھی جانب تقریباً تین میل دور کوہ ثور کے بالائی حصہ میں ایک غار ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیقؓ نے مکہ سے ہجرت کرنے کے بعد سب سے پہلے قیام فرمایا تھا۔ اس کا منہ اتنا تنگ تھا کہ ایک آدمی لیٹ کر بمشکل سینہ کے بل اندر گھس سکتا تھا، ۱۲۹۹ھ میں شریف عون کے حکم سے کشادہ کر دیا گیا، اب پورا دروازہ لگا ہوا ہے (معجم القرآن لعبد الرؤف المصری)۔ ۱۰/۱۲

اَلْغَارِمِيْنَ: غارم کی جمع، اسم فاعل جمع مذکر، بحالتِ جر، قرضدار، ایسے قرضدار جو مسلمانوں کی اندرونی اصلاحات کے سلسلے میں قرض لیکر صرف کرنے پر مجبور ہو گئے ہوں یا خود اپنے صرف کے سبب قرضدار ہوں بشرطیکہ گناہ کے کام میں خرچ نہ کیا ہو یا بدچلنی ہی کے سبب قرضدار ہوں لیکن سچی توبہ کر لی ہو۔ (سیوطی وجمل برحاشیہ جلالین)

غارم کا مادہ غُرم ہے، غُرم قرض تاوان اور ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس کو ادا کرنا لازم ہو (قاموس، منتہی الارب) غریم قرضدار اور قرضخواہ دونوں کو کہتے ہیں۔ (منتہی الارب) ۲۴/۱۴

غَاسِقٍ: غسق سے اسم فاعل واحد مذکر، تاریک رات، گرہن کے سبب سیاہ پڑ جانے والا چاند (معجم القرآن) صراح میں ہے غاسق تاریکی بعد از غروب شفق، یا غروب آفتاب کے بعد آنیوالی تاریک رات (لغوی) یا ڈوبنے والا چاند، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا استعیذ باللّٰہ من القمر فانہ الغاسق (ترمذی) حضرتِ عائشہ فرماتی ہیں رسول اللہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر چاند کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تَعَوَّذِي باللّٰہ من شر ھٰذا فانہ الغاسق اذا وقب (ابو السعود) یا مراد حوادث شب (المفردات، معجم القرآن) رات کو آنے والی مصیبتوں سے بچاؤ دشوار ہوتا ہے، دشمن کا شب خون چوری نقب زنی، ڈاکہ اور طرح طرح کے حوادث عموماً رات کی تاریکی میں ہوتے ہیں، اسی لئے عربی مثل ہے اللیل اخفی للویل رات اپنے اندر بلاکتوں کو چھپائے رکھتی ہے (معجم القرآن) ۳۰/۲۸

اَلْغَاشِيَۃِ: غَشِيَ غِشَاءٌ سے اسم فاعل

واحد مؤنث، ہر چیز چھپا لینے والی، ڈھانک دینے والی، چھا جانے والی چیز، یہ اصل وصفی معنی ہے لیکن مراد قیامت ہے اس لئے کہ اس کی ہولناکیاں سب پر چھا جائیں گی (معجم المفردات، جلالین)

حاصل مطلب یہ کہ لغوی اعتبار سے وصفی معنی تھا کسی چیز کا نام نہ تھا لیکن قرآنی اصطلاح میں قیامت کا علم بن گیا، ۳۰/۱۲

غَاشِیَةٌ: اسم فاعل واحد مؤنث، ہر طرف سے گھیر لینے والی عقوبت اور چھا جانے والا عذاب (جلالین) ۳۰/۹

غَافِرِ الذَّنْبِ: اسم فاعل واحد مذکر مضاف الذنب مضاف الیہ، بخشنے والا، معاف کرنے والا، ۲۴/۹ مزید تشریح آئندہ غفر کے ذیل میں آئے گی۔

اَلْغَافِرِیْنَ: اسم فاعل جمع مذکر بحالت جر، غافر واحد، معاف کرنے والے بخشنے والے، درگذر کرنے والے، ۹/۹

بِغَافِلٍ: بَا حرف جر، غَافِل اسم فاعل مذکر مجرور، مادہ غفل، بے خبر، لاعلم، ۱/۹،۱۲،۱۶، ۲/۱۲، ۲/۱، ۸/۳، ۱۰/۱۳

غَافِلًا: اسم فاعل واحد مذکر بحالت نصب، بے خبر، ۱۳/۱۹

اَلْغَافِلَاتِ: اسم فاعل جمع مؤنث معرف باللام الغافلۃ واحد، ناتجربہ کار، بھولی عورتیں۔ ۱۸/۹

غَافِلُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر، حالت رفع، غافل واحد، غفلت کرنے والے، بے خبر ہونے والے، ۹/۱۲، ۸/۳، ۱۱/۱۴،۶، ۱۳/۱۳، ۱۴/۲۰، ۲۱/۴، ۲۲/۱۸، ۲۶/۱

غَافِلِیْنَ: اسم فاعل جمع مذکر، حالت نصب و جر، غافل واحد، بے خبر ہونے والا، نادان، ۸/۲ ۹/۲،۷،۱۲،۱۴ ۱۱/۸ ۱۲/۱۱ ۱۸/۱

غَالِبٌ: اسم فاعل واحد مذکر، غَلَبٌ و غَلَبَۃٌ مصدر، باب ضرب، قابو رکھنے والا، مزید تشریح غلبہم میں آئے گی، ۱۲/۱۳

لَا غَالِبَ: لا نافیہ غالب اسم فاعل نکرہ حالت نصب، تم پر کوئی غلبہ پانے والا نہیں، ۱/۲ ۲۸/۸

اَلْغَالِبُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر، حالت رفع، غالب آنے والے، قابو پانے والے، ۶/۸،۱۲ ۹/۷ ۱۴/۴ ۲۰/۷ ۲۳/۴

اَلْغَالِبِیْنَ: اسم فاعل جمع مذکر، حالت نصب غالب واحد، غلبہ پانے والے، ۹/۴ ۹/۷ ۲۳/۸

اَلْغَاوُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر معرفہ، حالت رفع غوایت مصدر، گمراہ اور کج راہ، یہ لفظ دو جگہ آیا ہے ۱۹/۹ میں بت پرست مراد ہیں، یعنی بت اور

بت پرست اوندھے منہ جہنم میں ڈالے جائیں گے،

پ ۱۹/۱۵ میں شاعروں کے کج راہ پیرو مراد ہیں مبالغہ آمیز مدح، بیجا مذمت، جھوٹا تغزل، جذبات محبت کی فحش اور غلط تصویر کشی، رندی، مے نوشی، بے حیائی، عریانی، نسبی فخر، شخصی اور قومی شیخی، غرض اخلاقِ ذمیمہ کا انبار عموماً شعراء (باستثناء اہلِ حق وصداقت) کے کلام میں ہوتا ہے، کج راہ، بیوقوف، سبک سر، پڑھے لکھے اور جاہل پرستارانِ ادب ایسے کلام کو مزے لے کر پڑھتے گاتے سنتے سر دھنتے اور جولانِ فکر کا سیرگاہ بناتے ہیں، اسی جگہ ایسے ہی غلط رو، گمراہ، گمراہ مراد ہیں پ ۱۹/۱۵ ب ۹ (معجم القرآن)

اَلْغَاوِیْنَ: اسم فاعل جمع مذکر، غاوی واحد، حالتِ نصب، گمراہ، کج راہ، مراد بتوں کے پجاری

پ ۹/۱۲ پ ۱۴/۳ پ ۱۹/۹ پ ۲۳/۶

غَائِبَۃٍ: اسم فاعل واحد مذکر، تاء آخر میں مبالغہ کی ہے مؤنث کی نہیں ہے (محلی) یعنی بہت ہی چھپنے والی اور زیادہ سے زیادہ پوشیدہ رہنے والی چیز، (روح المعانی) سمین میں اس قول کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ بعض اقوال کے موافق اس میں تاء مصدری ہے جیسے عَاقِبَۃٌ اور عَافِیَۃٌ زمخشری نے کشاف میں مصدری تاء کی نظیر پیش کرتے ہوئے لکھا ہے جیسے ذَبِیْحَۃٌ نَطِیْحَۃٌ اور دَمِیَّۃٌ اسم مصدر ہیں، صفت کے صیغے نہیں ہیں، پ ۳۰/۲

غَائِبِیْنَ: اسم فاعل جمع مذکر حالتِ جر، غائب واحد، چھپنے والے، غیر حاضر، غائب ہونے والے، پ ۸ پ ۱۹/۱۷ پ ۳۰/۲

اَلْغَائِطِ: نشیبی وسیع میدان، مراد قضاء حاجت کا مقام یا قضاء حاجت، عمرو بن معدی کرب کا شعر ہے ؎ وَکَمْ مِنْ غَائِطٍ مِنْ دُوْنِ سَلْمٰی (سلمٰی سے ادھر بہت وسیع میدان ہیں) عرب قضاء حاجت کے لئے نشیبی وسیع میدانوں میں جاتے تھے اس لئے بطورِ کنایہ براز یا قضاءِ حاجت کا مقام مراد ہے (معجم القرآن) پ ۵/۴ پ ۶

لَغَائِظُوْنَ: لام تاکید، غَائِظُوْنَ اسمِ فاعل جمع مذکر (حالتِ رفع) غَائِظٌ واحد غائظ کا معنی غصہ دلانے والا، غضب پیدا کرنے والا (معجم القرآن) اس لفظ کا مادہ غیظ ہے، غیظ انتہائی غضب کو کہتے ہیں، اگر اللہ کی طرف غیظ کی نسبت کی جاتی ہے جیسا اس جگہ ہے تو انتقام مراد ہوتا ہے، یعنی وہ اپنی حرکتوں سے ہم کو انتقام پر آمادہ کرتے ہیں۔ (المفردات لراغب) پ ۱۹/۸

غَبَرَةٌ: خاک اور وہ اثر جو کسی چیز پر جمی ہوئی خاک دور ہونے کے بعد بھی باقی رہ جاتا ہے، مراد یہ کہ غم کے سبب چہروں کا رنگ بگڑ جائیگا (راغب) ٣٠/٥

غُثَاءً: سیلاب کا کوڑا اور جھاگ، ہانڈی کے جھاگ، سوکھے سڑے گلے پتے، مراد بے سود، تباہ، غُثَّاء تشدید کے ساتھ بھی اسی معنی میں مستعمل ہے (تاج، قاموس، منتہی الارب، مجمع البحار، المفردات) اس سے غَثَا يَغْثُو غَثْوًا (نصر) اور غَثَا يَغْثِي غَثْيًا (ضرب) آتا ہے، مؤخر الذکر کا معنی ہے، خبثِ نفس، بدباطنی، غَثَتْ نَفْسُهٗ محاورہ ہے، (المفردات) ١٨/٣ ٣٠/١٢

لِغَدٍ: لام حرفِ جر، غَدٍ مجرور، اصل میں غَدْوٌ تھا، آنے والا کل، فردا، آئندہ زمانہ جو جلد آنیوالا ہو، ٢٨/٥

غَدًا: غَدٌ کا ہم معنی، حالتِ نصب، اگرچہ بلفظ غَد میں غَدْوٌ کا واؤ بلا عوض حذف کر دیا گیا ہے لیکن شعر میں غَدْوٌ بھی آیا ہے، اصحابِ فیل کے کعبہ پر حملہ کرنے کے وقت عبد المطلب نے جو شعر پڑھے تھے، ان میں یہ شعر بھی ہے،

وَمِحَالُهُمْ غَدْوًا مِحَالَكْ (مجمع البحار)

١٢/٣٠ ١٦/١٥ ١٣/٢١ ٩/٢٧

بِالْغَدَاةِ: با حرف جر الغداة مجرور اَلْغَدَاةُ تڑکا یا طلوعِ فجر اور طلوعِ آفتاب کا درمیانی وقت (تاج، منتہی الارب) ١٢/٦ ١٦/١٥

اَلْغُدُوُّ: صبح صبح کو نکلنا، صبح کو پہنچنا یا فجر اور طلوعِ آفتاب کا درمیانی وقت (مجمع البحار) یا دن کا ابتدائی حصہ (المفردات) یا دن کے ابتدائی حصہ میں چلنا (مجمع البحار) اَلْغُدُوُّ اَلْغَدَاةُ کی جمع بھی ہے اور آیت بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ میں جمع ہی مراد ہے (منتہی الارب) ١٤/٩ ٨/١٣ ١١/١٥ ٨/١٨

غُدُوًّا: تڑکا اَلْغُدُوُّ کا ہم معنی، ١/٢٤

غَدَوْتَ: غُدُوٌّ سے واحد مذکر حاضر ماضی معروف یعنی جب آپ مدینے سے سویرے نکلے تھے اس آیت میں گھر والوں کے پاس سے نکل کر جانے سے مراد ہے مدینہ سے باہر نکلنا (معالم، خازن، مدارک) ٤/٤

غَدَوْا: جمع مذکر غائب ماضی معروف، غُدُوٌّ مصدر غَدَا يَغْدُوْ ماضی اور مضارع باب نصر، جب وہ تڑکے سے نکلے، ٣/٢٩

غَدَاءَنَا: غدا مضاف نا مضاف الیہ، ہمارا صبح کے دن کا کھانا، دن کے ابتدائی حصے کے

کھانے کو غَدَا کہتے ہیں اسی کو سحور بھی کہا جاتا ہے،
(زبدۃ عین اشعار) غدا کے غین کو فتحہ ہے
(کرمانی شرح بخاری، قاموس، صحاح) آخر میں مد
ہے (نہایہ) تغدّی اسی سے بنا ہے یعنی ناشتہ
کرنا حضرت ابن عباس نے تَغَدّی کو سحری کھانے
کے لئے بھی استعمال کیا ہے، فرمایا ہے کُنْتُ
اَتَغَدّٰی عِنْدَ عُمَرَ فِیْ رَمَضَانَ (میں حضرت
عمر کے پاس سحری کھاتا تھا) (مجمع البحار) ۱۵/۲۱

غَدَقًا: بارش کا کثیر پانی (معجم المفردات) موسلا دھار
بارش کا کثیر پانی جو سات برس کی خشک سالی کے
بعد برسا تھا (معجم) مراد وسعتِ رزق (ابن جریر
طبری) مالِ کثیر (مجاہد) اس سے فعل باب سَمِعَ سے
آتا ہے غَدِقَتْ عَیْنُہٗ (اس کی آنکھ سے خوب
پانی بہا) غَیْدَاق سیال پانی کی طرح گفتگو کی روانی،
سیم دودھ (راغب) ۱۹/۱۱

غُرَابًا: حالتِ نصب، کوا، حدیث میں غراب کو
فاسق بھی فرمایا ہے (مجمع البحار) ۶

اَلْغُرَاب: الف لام تعریف کا ہے، غراب کی جمع
اَغْرُبٌ اور اَغْرِبَۃٌ اور غِرْبَانٌ اور غُرْبٌ آتی
ہے اور جمع الجمع غَرَابِیْن ہے (قاموس) غَرْبٌ
کا معنی چونکہ تیزی ہے اور کوا چالاک جانور ہوتا ہے،
غالبًا اسی وجہ سے اس کو غراب کہا گیا، مثل مشہور ہے
فُلَانٌ اَحْذَرُ مِنَ الْغُرَابِ (فلاں شخص کوے سے
زیادہ چالاک ہے) ممکن ہے وجہ تسمیہ یہ ہو کہ کوے
کی آواز سے کسی مسافر یا مہمان کے آنے کا شگون لیا جاتا
ہے اور غریب اجنبی مسافر کو کہتے ہیں۔

غَرَابِیْبُ: جمع، غربیب واحد، گہرے سیاہ،
مراد کالے پہاڑ (المفردات، خازن، بیضاوی) غربیب
اس بوڑھے آدمی کو بھی کہتے ہیں جو خضاب سے ہمیشہ
بال سیاہ رکھے (منتہی الارب) اس جگہ غرابیب
سُوْدٌ کی صفت نہیں ہے، عربی میں کسی رنگ کی
تاکیدی صفت کو موصوف سے پہلے نہیں ذکر کیا جاتا
ہے (کشاف، کبیر، روح المعانی) لیکن غریب سجستانی
میں ہے کہ اصل میں یہ لفظ سُوْدٌ غَرَابِیْبُ تھا،
سود موصوف غرابیب صفت، استعمال میں
الٹ کر غرابیب سود کر دیا، علامہ نسفی نے لکھا ہے
کہ اَصْفَرُ فَاقِعٌ (خالص زرد) کی طرح اَسْوَدُ غِرْبِیْبٌ
کہا جاتا ہے یعنی اگر اسود کی تاکیدی صفت ذکر کرنی ہوتی
ہے تو غربیب کو اسود کے بعد لاتے ہیں۔
(معجم القرآن) ۲۲/۱۶

غَرَبَتْ: واحد مؤنث غائب ماضی معروف، غروب اور
غرب مصدر، ڈوبنا، چھپنا، عربی زبان میں سورج

مؤنث استعمال ہوتا ہے اسی سے تَغْرُبُ مضارع واحد مؤنث غائب بنا ہے، ۱۵/۱۴ (دیکھو باب التاء فصل غین)

اَلْغَرْبِیِّ: غربی جانب. مغرب کی طرف والا، صاحب منتہی الارب نے غربی کا معنی لکھا ہے وہ درخت جس کو غروب کے وقت سورج کی گرمی پہنچتی ہو، ۲۰/۷

غَرْبِیَّۃٍ: یہ غربی کا مؤنث ہے (منتہی الارب) جلال محلی نے لکھا ہے بل بینہما فلا یتمکن منہ حر ولا برد مضرین (وہ درخت نہ شرقی ہے نہ غربی بلکہ دونوں کے درمیان واقع ہے اس لئے اس کو نہ ضرر رساں گرمی ستاتی ہے نہ سردی) گویا شیخ محلی کے نزدیک غربیۃ کا معنی ہوا واقع بجانب غرب، قاضی بیضاوی نے اس کی عجیب تفسیر کی ہے فرماتے ہیں وہ ایسا نہیں کہ کبھی اس پر دھوپ پڑے کبھی نہ پڑے بلکہ پورے دن پڑتی رہتی ہے یعنی وہ درخت کسی ٹیلے پر ہے یا کھلے میدان میں ایسے درخت کے پھل نہایت پختہ اور تیل بہت صاف ہوتا ہے یا یہ مطلب کہ وہ درخت نہ ہمیشہ دھوپ میں رہتا ہے کہ سورج کی گرمی سے جل جائے نہ ہمیشہ سائے میں کہ اس کے پھل کچے رہ جائیں یا یہ مطلب کہ وہ درخت نہ آبادی کے غربی حصہ میں واقع ہے نہ غربی جانب بلکہ وسط میں ہے، یہ آخری مطلب ہی اکثر اہل تفسیر نے پسند کیا ہے، ۱۸/۱۱

غَرَّتْکُمْ: واحد مؤنث غائب ماضی معروف کُمْ ضمیر مفعول، غرور مصدر. حیات دنیوی نے تم کو فریب دے رکھا تھا اور باطل آرزوؤں نے، ۲۵/۴ ۲۷/۱۸

غَرَّتْھُمْ: واحد مؤنث غائب ماضی، ھُمْ ضمیر مفعول، دنیوی زندگی نے ان کو بہکا رکھا ہے ۷/۱۴ ۳/۱۳، ۱۳

غُرْفَۃً: ایک چلو پانی، اس آیت میں لفظ اِغْتَرَفَ بھی آیا ہے جو باب افتعال سے واحد مذکر غائب ہے اس کا مادہ غَرْفٌ ہے غرف کا معنی کسی چیز کو اٹھانا، ہاتھ سے لینا (المفردات) اغترف کا معنی ہوا، چلو بھر کر پانی لیا، اس صورت میں غرفۃ کا ترجمہ ہوا ایک چلو یعنی جس نے نہر میں سے ایک چلو پانی لے لیا تو کوئی حرج نہیں، ۲/۲

اَلْغُرْفَۃَ: مکان کی بالائی منزل یا اونچا مکان (کشاف) مراد جنت میں خاص منزل (محلی بروایت عطاء خراسانی) ۱۹/۴

غُرَفًا: جمع غرفۃ واحد حالت نصب، اونچے مکان، جنت کے اندر شاندار منزلیں، ۲۱/۲

غُرَفٌ: جمع غُرْفَۃٌ واحد، حالت رفع، جنت کی

منازل، ۲۳/۱۹

اَلْغُرُفَاتِ : جمع اَلْغُرْفَۃ واحد، اہلِ لغت نے بضم را، بسکون را، اور بفتحہ را، تینوں طرح سے جائز لکھا ہے (قاموس، منتہی الارب) اونچے مکان، منازلِ عالیہ، ۲۲/۱۱

اَلْغَرَقُ : اسم فعل، پانی یا مصیبت یا نعمت میں ڈوب جانا (معجم القرآن) اس جگہ مراد پانی میں ڈوبنا ہے، ۱۱/۱۴

غَرْقًا : مصدر حالتِ نصب، ڈوبنا، گہرائی کے اندر سے شدت کے ساتھ کھینچنا، مراد کافروں کی جانیں کھینچنا (ملی) یعنی ان فرشتوں کی قسم جو کافروں کی جانیں شدت اور سختی کے ساتھ کھینچتے ہیں، اس جگہ غرق بمعنی اغراق ہے (روح المعانی) کذا روی عن علی اخرجہ سعید بن منصور (کرخی) ۳۰/۲

غَرَامًا : اسم فعل، ہمیشہ تکلیف، ہلاکت، بشر بن حازم کا شعر ہے ؎

ویوم الجفار ویوم النسار کان عذابا وکان غراما

جفار اور نسار کی لڑائیاں سراسر دکھ اور ہمیشہ تکلیف کا سبب تھیں (معجم القرآن) اسی لئے تکلیف دہ محبت کو بھی غرام کہا جاتا ہے (المفردات) ۱۹/۴

غُرُوْرًا : مصدر اور اسم فعل، جھوٹی امید، دھوکہ دینا، غَرٌّ بمعنی فریب خوردہ، ناتجربہ کار، غَرِیْرٌ فریب خوردہ، جھوٹے لالچ میں آجانے والا، ڈرانے والا، (قاموس) ۵/۱۵ ۲۱/۱۸ ۲۲/۱۴ ۸/۱ ۱۵/۷

اَلْغُرُوْرِ : اسم فعل بمعنی غرور، ۹/۱۰ ۸/۹ ۲۶/۱۹ ۲۹/۲

غَرَّ : واحد مذکر غائب ماضی معروف، غرور مصدر، دھوکہ دیا، فریب دیا، ۱۳/۱۱ ۱۸/۳ ۲۷/۱۸ ۳/۷

اَلْغُرُوْبِ : مصدر اور اسم فعل، سورج ڈوبنے وقت، غروب (مدارک، معالم) غُرُوْبٌ غَرْبٌ کی جمع بھی ہے جس کے معنی ہیں تیز تلوار، تیر بلکہ ہر چیز کی تیزی شباب، آنسو اور آبِ دہن وغیرہ کا تیزی سے بہنا، غَرَبَ غُرُوْبًا چھپ گیا، دور ہوگیا، غائب ہوگیا، غَرَبَ غُرُوْبًا (نصر) کے معنی ہیں چاند یا سورج چھپ گیا، غَرِبَ غَرَبًا (سمع) سخت سیاہ ہوگیا غَرُبَ (کرم) چھپ گیا، اجنبی ہوگیا (قاموس، محیط) ۲۶/۷

غُرُوْبِہَا : مصدر مضاف ہا ضمیر مضاف الیہ، ڈوبنا، چھپنا، غائب ہوجانا، ۱۶/۱

اَلْغَرُوْرُ : صیغہ صفت، دھوکہ دینے والا، جھوٹی امید دلانے والا (معجم) مال ہو یا دنیا یا خواہشِ نفس یا شیطان (المفردات وزبدۃ علی الشعار) صاحبِ نہایہ نے شیطان مراد لیا ہے کیونکہ شیطان

انسان سے پیہم گناہ کراتا ہے اور مغفرت الٰہی کا امیدوار بنائے رکھتا ہے، گویا مغفرت کی امید کو سامنے لاکر وہ متواتر گناہ کرنے کی جرأت پیدا کرتا ہے مغفرت اگرچہ ممکن ہے لیکن اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص اس اعتماد پر زہر کھائے کہ زہر کے اثر کو طبیعت خود رفع کر دے گی۔ (نہایہ) ۲۱/۱۳ ۲۳/۱۳

غَزْلَهَا: مصدر اور اسم فعل مضاف، ہا ضمیر مضاف الیہ، سوت کاتنا، سوت، تاگہ، غَزَلَ ماضی باب ضرب (قاموس) اس جگہ مصدر بمعنی اسم مفعول ہے یعنی کاتا ہوا سوت (جلالین) مکہ میں ایک بے وقوف قریشی عورت تھی جو صبح سے دوپہر تک یا دن بھر باندیوں کو ساتھ لیکر سوت کاتتی تھی اور آخر میں تمام کاتا ہوا سوت توڑ ڈالتی تھی، اس کا نام ریطہ بنت عمرو بن سعد تھا (بغوی) یا رائطہ یا جعوا، یا خرقاء تھا، (خطیب فی السراج المنیر) یہ اسد بن عبد العزیٰ کی ماں اور سعد کی بیٹی تھی (بلاذری) آیت کی مراد یہ ہے کہ تم نے جو معاہدہ اللہ سے کر رکھا ہے اس کو نہ توڑ دو، کی کرائی محنت برباد نہ کر دو، اس عورت کی طرح نہ کر دو جو (دن بھر) کاتنے کے بعد (آخر میں کاتا ہوا سوت) توڑ ڈالتی تھی، ۱۴/۱۹

غُزًّى: جمع، غازی واحد، غزاۃ بھی جمع ہے دشمن سے لڑنے والے، جہاد کے لئے نکلنے والے غَزْوٌ کی مصدر غَزَا ماضی یَغْزُوْ مضارع (باب نَصَرَ) (مجمع البحار)

۱۵/۸

غَسَقِ اللَّيْلِ: رات کی سخت تاریکی (معجم و مفردات) اول رات کی تاریکی (قاموس و منتہی الارب) غَسَقَ اللَّيْلُ غَسْقًا (رات خوب تاریک ہو گئی) غَسَقَتْ عَيْنُهٗ غُسُوْقًا (آنکھ متحیر ہو گئی، آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا) (منتہی الارب) آیت میں نمازِ عشاء مراد ہے (معجم) ۳۰/۹

غَسَّاقًا: ٹھنڈا بدبودار پانی (معجم القرآن عبد الرؤف و غریب القرآن) یا دوزخیوں سے بہنے والا لہو (جلالین، صاوی، معجم القرآن، المفردات) ایک حدیث ہے کہ اگر غساق کا ایک ڈول دنیا میں بہا دیا جائے تو دنیا والوں کے دماغ سڑ جائیں (مجمع البحار) صاحب مجمع البحار نے غساق کے معنی لکھے ہیں دوزخیوں سے بہنے والا لہو یا ان کا دھوون یا آنسو یا انتہائی ٹھنڈا ٹک صاحب قاموس نے ترجمہ میں زمہریر (تیخ بنا دینے والی سردی) لکھا ہے حضرت ابن عباس اور حضرت ابن مسعود کا بھی یہی قول ہے، تاج میں بھی یہی تشریح ہے اور بخاری نے بھی اسی کی صراحت کی ہے، پروفیسر عبد الرؤف مصری نے پانی

کتاب معجم القرآن کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ غساق
ترکی لفظ ہے جس کے اصل معنی ہیں بدبودار ٹھنڈا
پانی (شرح ادب الکاتب للجوالیقی، الاشتقاق و
التعریب، ترجمۃ القاموس لعاصم آفندی، المعرب
من الکلام الاعجمی) میرا خیال ہے کہ اگر قرآن میں
ایسے الفاظ آئے ہیں جو دوسری زبانوں میں مستعمل
ہیں اور ان کا ماخوذ عنہ عربی یا سریانی یا عبرانی
یا حبشی دیا میں ہیں تو ان کو اصلاً عربی کہا جائے
گا ورنہ توافق پر محمول کیا جائے گا بہر حال معرب
نہیں کہا جائے گا، ۳۰/۱

غَسَّاقٌ: دوزخیوں سے بہنے والا لہو (جلالین،
المفردات) ۲۳/۱۴

غِسْلِیْنٌ: انتہائی گرم ابلتا ہوا پانی (تاج) یہ
لغت ہرف، قبیلہ ازد کا ہے یا زخموں کا دھوون یعنی
کافر دوزخیوں کے زخموں سے نکلنے والا پانی (راغب)
دوزخ کے ایک درخت کا نام بھی ہے (جلالین)
۲۹/۹

غِشَاوَۃٌ: سرپوش، ڈھکنا، پردہ، یہ مصدر
بھی ہے مگر اس جگہ ڈھانکنے والی چیز مراد ہے یعنی
آنکھوں پر پڑ جانے والا پردہ (معالم) ۱/۲

غِشَاوَۃٌ: تاریکی کا پردہ کہ جب آنکھوں پر اللہ
نے ڈال دیا تو پھر راہ حق نہیں سوجھتی، ۲۵/۱۹

غَشِیَهُمْ: واحد مذکر غائب ماضی معروف
غِشْیَانٌ غِشَاءٌ اور غِشَاوَۃٌ مصدر (قاموس)
ڈھانک لیا، چھا گیا، اوپر آ پڑا، ۱۶/۱۳ ۲۱/۱۳

غَشّٰهَا مَا غَشّٰی: غَشّٰی واحد مذکر غائب ماضی
معروف تَغْشِیَۃٌ مصدر باب تفعیل، چھا گیا، چھپا لیا
اڑھا دیا، ڈھانک دیا، یہاں چھا جانے اور چھپا
لینے کے معنی ہیں، ہا ضمیر اول غَشّٰی کا مفعول ہے
اور دوسرے غَشّٰی کا مفعول محذوف ہے۔ ۲۷/۷

غَصْبًا: مصدر، حالت نصب، چھیننا، جبر،
ظلم، ۱۶/۱

غُصَّۃٌ: حلق میں کسی چیز کا پھنسنا، پھندہ لگنا،
وہ ہڈی جو حلق میں پھنس جائے (المفردات) مراد درخت
زقوم یا ضریع جو دوزخیوں کی خوراک ہوگی یا غسلین
یا دوزخ کے کانٹے (معالم) ۲۹/۱۳

غَضَبٌ: اسم فعل سخت غصہ، بہت غصہ ہونا،
انتقام کے لئے دل کے خون میں جوش آکر گردن
کی رگیں پھول جانا اور آنکھیں سرخ ہو جانا، گویا بدن
کے اندر ایک آگ بھڑک جانا لیکن اللہ کے غضب سے
مراد ہوتا ہے انتقام سخت عذاب دینا (المفردات،
بیضاوی) ۱/۲ ۹/۹ ۷/۹ ۲۵/۳ ۷/۱۹ ۱۶/۱۳

بِغَضَبٍ : با حرفِ جر، غضب مجرور، ناراضگی، عذاب، پ۳/۳ پ۹/۱۶ پ۱/۲ پ۱/۱۱

عَلٰی غَضَبٍ : علیٰ حرفِ جر، غضب مجرور، غضب بالائے غضب یا دوہرا عذاب، پ۱/۱۱

غَضَبَ اللّٰهِ : اسم فعل مضاف، حالتِ نصب، اللہ مضاف الیہ۔ اللہ کا غضب، اللہ کی ناراضگی۔ اللہ کا عذاب۔ پ۱۸/۷

غَضَبِيْ : اسم فعل مضاف، یا متکلم مضاف الیہ، میرا غضب، میرا عذاب، پ۱۶/۱۳

غَضْبَانَ : صیغہ مبالغہ، سخت غضبناک (حالتِ نصب) امام راغب نے لکھا ہے، غضبان وہ شخص جس کے غصہ میں شدت ہو اور غضوب وہ شخص جس کو غصہ بہت آتا ہو اور غُضُبَّۃٌ وہ شخص جس کو غصہ جلد آئے (المفردات) پ۹/۸ پ۱۶/۱۳

غَضِبَ : واحد مذکر غائب ماضی معروف، غَضَبٌ مصدر، وہ ناراض ہوا وہ غضبناک ہوا، امام راغب نے المفردات میں لکھا ہے کہ غَضِبَ لَہٗ کے معنی ہیں کسی زندہ کے سبب سے غضب ناک ہوا اور غَضِبَ بِہٖ کے معنی ہیں کسی مردہ کے سبب سے غضبناک ہوا اور غَضِبَ عَلَیْہِ کے معنی ہیں اس پر غضبناک ہوا۔ پ۵/۱۰ پ۶/۱۲ پ۲۶/۹ پ۲۸/۳،۸

غَضِبُوْا : جمع مذکر غائب ماضی معروف، وہ ناراض ہوئے، وہ غضبناک ہوئے، پ۲۵/۵

غِطَآءٍ : (حالتِ جر) ڈھکنا یعنی وہ سرپوش جو طباق کی قسم میں سے ہو، کپڑے وغیرہ کا نہ ہو، مراد غفلت موٹا پردہ (المفردات و معجم) پ۱۶/۲

غِطَآءَكَ : حالتِ نصب، غِطَآءَ مضاف، کَ ضمیر مضاف الیہ، تیری جہالت یا غفلت کا پردہ، پ۲۶/۱۶

غَفَرَ : واحد مذکر غائب ماضی معروف غُفْرَانٌ اور مَغْفِرَۃٌ مصدر غَفْرٌ مادہ، باب ضرب، اس نے معاف کر دیا، مغفرت کے معنی ہیں ڈھانکنا، مٹانا، رد کرنا، (معجم و منتہی الارب) امام راغب نے لکھا ہے کہ غَفْرٌ کے معنی ہیں کسی چیز کو محفوظ رکھنے کے لئے کسی چیز میں چھپانا عربی محاورہ ہے اِغْفِرْ ثَوْبَكَ فِي الْوِعَآءِ اپنے کپڑے محفوظ رکھنے کے لئے کسی برتن میں چھپا دو دوسرا قول ہے اُصْبُغْ ثَوْبَكَ فَاِنَّهٗ اَغْفَرُ لِلْوَسَخِ کپڑے رنگ لو اس سے میل سے کپڑا محفوظ رہتا ہے یا رنگ کپڑے کے میل کو چھپا لیتا ہے مَغْفِرَۃُ اللّٰهِ کے معنی ہیں بندہ کو عذاب سے محفوظ رکھنا، بچانا، کبھی ظاہری طور پر درگذر کرنے کے معنی بھی مراد لئے جاتے ہیں خواہ دل سے معاف نہ کیا جائے جیسے قُلْ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا لِلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ

لِقَآءَ اللّٰہِ اہلِ ایمان سے کہہ دو کہ منکرین قیامت سے ظاہری درگزر کریں (المفردات) پ ۲۰/۵، پ ۲۳/۱، پ ۲۵/۵

غَفَرْنَا: جمع متکلم ماضی معروف، مَغْفِرَۃٌ مصدر، ہم نے بخش دئے، ہم نے معاف کر دیا، پ ۲۳/۱۱

غُفْرَانَکَ: غفران مصدر، کَ ضمیر مضاف الیہ، تیری بخشش، تیری پناہ، پ ۳/۸

غَفَّارًا: صیغہ مبالغہ، حالتِ نصب، بہت بخشنے والا، بکثرت معاف کرنے والا، پ ۲۹/۹

لَغَفَّارٌ: صیغہ مبالغہ، حالتِ رفع، لام تاکید، بڑا معاف کرنے والا، پ ۱۶/۱۲

اَلْغَفَّارُ: صیغہ مبالغہ، حالتِ رفع، الف لام تعریف کا، بڑا معاف کرنے والا، پ ۲۳/۱۴، ۱۵

اَلْغَفَّارَ: صیغہ مبالغہ، حالتِ نصب، الف لام تعریف کا، بڑا معاف کرنے والا، پ ۲۴/۱۰

اَلْغَفُوْرُ: صیغہ مبالغہ معرف باللام، خوب بخشنے والا، بڑا معاف کرنے والا، پ ۱۱/۱۶ پ ۱۳/۵ پ ۱۴/۴ پ ۱۵/۲۰ پ ۲۰/۵ پ ۲۲/۷ پ ۲۵/۲ پ ۲۴/۳ پ ۲۶/۱

غَفُوْرًا: صیغہ مبالغہ نکرہ، حالتِ نصب، بڑا معاف کرنے والا، پ ۶/۱ پ ۵/۴، ۱۰، ۱۱، ۱۶ پ ۴/۵ پ ۱۶/۱۶ پ ۱۵/۳، ۵ پ ۲۶/۱۰ پ ۱۹/۴ پ ۲۱/۱۷، ۱۹ پ ۲۲/۳، ۵، ۱۶، ۱۷

غَفُوْرٍ: صیغہ مبالغہ نکرہ، حالتِ جر، ترجمہ سابق، پ ۲۴/۱۸

غَفُوْرٌ: صیغہ مبالغہ نکرہ، حالتِ رفع، ترجمہ سابق، پ ۲/۶، ۸، ۹، ۱۱، ۱۲، ۱۴ پ ۳/۴ پ ۶/۵، ۱۴ پ ۷/۳، ۴، ۱۲ پ ۱۰/۵، ۷، ۱۱، ۱۸ پ ۱۱/۱ پ ۱۲/۴ پ ۱۳/۱ پ ۱۴/۸ پ ۱۵/۸ پ ۱۷/۱۵ پ ۱۸/۹، ۱۰ پ ۱۹/۱۹ پ ۲۲/۱۲، ۱۹، ۱۶ پ ۲۶/۱۳، ۱۴ پ ۲۷/۲۰ پ ۲۸/۱، ۲

غَلَّ: واحد مذکر غائب ماضی معروف، غُلول مصدر (باب نصر) خیانت کی، کچھ مال غنیمت تقسیم سے پہلے چھپا لیا، چرا لیا، ابوعبیدہ لغوی کا قول ہے کہ صرف مال غنیمت میں ہی خیانت کرنے کو غلول کہتے ہیں (تاج) پ ۴/۸

غِلًّا: اسم فعل، کینہ، دل میں چھپی ہوئی دشمنی، کدورتِ قلبی، غَلَّ ماضی یَغِلُّ مضارع، باب ضرب، پ ۲۸/۴

غِلٍّ: اسم فعل، دلی کدورت، قلبی عداوت، پ ۸/۱۲ پ ۱۴/۴

غُلُّوْہُ: جمع مذکر حاضر امر، ہٗ ضمیر مفعول غَلٌّ مصدر، باندھ دو، جکڑ دو، ہاتھ پاؤں گردن میں قید ڈال دو، پ ۲۹/۶

غُلَّتْ: واحد مؤنث غائب ماضی مجہول، مادہ غَلٌّ باب نصر، ان کے ہاتھ گردن سے بندھے ہوئے ہیں یعنی سخت کنجوس ہیں، ہاتھ بالکل نہیں پھیلتے، یا ان کے ہاتھ بندھ جائیں (بددعائیہ) غُلٌّ کے معنی ہیں باندھنا، جکڑنا، طوق، ہتھکڑی، بیڑی، تپش، پیاس کی سوزش، پیٹ کی جلن، بدخلق عورت وغیرہ

(قاموس) یہاں اول معنی مراد ہے بطور کنایہ انتہائی کنجوسی مراد ہے (جلالین، مدارک) یا بد دعائیہ جملہ ہے، ۶/۳

غِلَاظٌ، جمع غلیظ واحد سخت دل بے رحم (مکی) ۲۹/۱۹

غِلْظَةً: اسم مصدر سختی، دل کی سختی، قوت، محنت، امام راغب نے صراحت کی ہے کہ غِلْظَتْ کا مفہوم رِقَّۃ کی ضد ہے، کسی سیال قوام والی چیز کے گاڑھے ہونے کو غِلْظَۃ کہتے ہیں مثلاً شربت، سرکہ، شراب وغیرہ کا گاڑھا ہونا، بطور استعارہ صفات میں اس کا استعمال ہوتا ہے، مزاج میں غلظت، اخلاق میں غلظت، دل میں غلظت، (المفردات) غلظت کا ہم معنی غِلَاظَۃٌ اور غِلَظٌ بھی آتا ہے، اس سے فعل باب کَرُمَ اور ضَرَبَ سے آتا ہے، ۹/۵

غُلَامٌ: لڑکا، بچہ، ۳/۱۲ ۱۲/۱۲ ۱۶/۴، ۵

بِغُلَامٍ: بِ حرف جر، غلام مجرور، لڑکا، ۱۴/۴ ۲۳/۷ ۲۶/۱۹

غُلَامًا: بچہ اور جوان، اس کی جمع غِلْمَانٌ ہے (راغب، رازی) اَغْلِمَۃٌ و غِلْمَۃٌ بھی جمع ہے، (قاموس) حضرت موسیٰ اور حضرت خضر کے قصہ میں غلام سے مراد جوان ہے (رازی فی الکبیر) ۱۵/۲۲ ۱۶/۵

اَلْغُلَامُ: الف لام تعریف، لڑکا مراد جوان، (رازی) ۱۶/۱

لِغُلَامَيْنِ: لام حرف جر، غلامین مجرور، تثنیہ غلام واحد، دو بچوں کی، دو لڑکوں کی، ۱۶/۱

غِلْمَانٌ: جمع، غلام واحد، بہت لڑکے، بہشت کی ایک خاص نعمت جو حسین لڑکوں کی شکل میں ہوگی، ۲۷/۴

غُلْبًا: جمع، غُلْبَاءُ واحد، حالت نصب، موٹی گردن والی، مراد وہ باغ جن میں درخت بہت ہوں (جلال مکی) گھنے درختوں والے باغ، (بیضاوی) ۳۰/۵

غَلَبِهِمْ: مصدر مضاف (حالت جر) ہِمْ ضمیر مضاف الیہ، قوت کے ساتھ غالب آنا یا مغلوب ہونا، اس جگہ مغلوب ہونا مراد ہے یعنی مصدر مجہول، غَلَبَۃٌ غَلَبَۃٌ اور غَلْبٌ بھی مصدر ہیں (قاموس) اصل لغت میں غَلَبٌ موٹی گردن کو اور اَغْلَبُ موٹی گردن والے آدمی اور شیر کو کہتے ہیں اس لئے لغوی اعتبار سے غَلَبَۃٌ کے معنی ہوئے کسی کی موٹی گردن کو اپنی گرفت میں لے لینا (راغب) عمرو بن معدی کرب کا شعر ہے:

بَمَشِيْ بِهَا غُلْبُ الرِّقَابِ كَأَنَّهُمْ

بُزْلٌ کَیِیْنَ مِنَ الْکَحِیْلِ جِلاً لَا

ایسی موٹی گردنوں والے وہاں پھرتے ہیں جیسے تارکول کی جھولیں پہنے ہوئے موٹی گردنوں والے طاقتور اونٹ (معجم) غالب آنے اور قابو پانے کے معنی بھی اسی مناسبت سے لئے ہیں، مؤلف قاموس نے لکھا ہے غَلِبَ بروزن فَرِحَ گردن موٹی ہو گئی۔

اگر غَلَبَۃٌ یا اس کے کسی مشتق کے بعد لام آتا ہے تو غالب آنے کا مفہوم ہوتا ہے اور عَلیٰ آتا ہے تو قابو پانے کا، دونوں میں بہت نازک فرق ہے، پ ۲۱/۴

غَلَبَتْ: واحد مؤنث غائب ماضی معروف، غَلَبَۃٌ مصدر، غالب ہو گئی، پ ۲/۱، پ ۱۸/۹

غُلِبَتْ: واحد مؤنث غائب ماضی مجہول، مغلوب ہو گئی، پ ۲۱/۴

غَلَبُوْا: جمع مذکر غائب ماضی معروف غَلَبَۃٌ مصدر انہوں نے قابو پا لیا، وہ غالب آگئے، پ ۱۵/۱۵

غُلِبُوْا: جمع مذکر غائب ماضی مجہول، غَلَبَۃٌ مصدر وہ مغلوب ہو گئے۔ پ ۹/۴

غُلْفٌ: جمع، اَغْلَفُ واحد، اصل میں لام پر ضمہ تھا جو تخفیفاً ساقط کر دیا گیا، اَغْلَفُ وہ چیز جو کسی غلاف میں بند ہو (تاج) یعنی یہودی کہتے ہیں کہ ہمارے دل غلافوں کے اندر بند ہیں تمہاری نصیحت کی رسائی ہمارے دلوں تک ناممکن ہے (بیضاوی) مؤلف قاموس نے لکھا ہے کہ غُلُفٌ کا واحد غِلاَفٌ بھی ہے اور غلاف کے معنی مخزن (قاموس) یعنی یہودی کہتے ہیں کہ ہمارے دل علوم کے خزانے ہیں، تمہاری نصیحت کی ہم کو ضرورت نہیں (راغب و بیضاوی) پ ۱/۱۱

غَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ: واحد مؤنث غائب ماضی معروف، مصدر تَغْلِیْقٌ باب تفعیل، خوب بند کرنا، غَلْقٌ مادہ، غَلْقٌ بھی متعدی ہے غَلَقْتُ الْبَابَ غَلْقًا میں نے دروازہ بند کر دیا، باب تفعیل میں پہنچ کر معنی میں کثرت یا قوت ہو گئی یعنی بہت بند کرنا یا مضبوطی کے ساتھ بند کرنا (قاموس و منتہی الارب) مطلب یہ کہ عزیز مصر کی بیوی نے بہت دروازے بند کر دئیے یا مضبوطی کے ساتھ بند کر دئیے۔

امام راغب نے لکھا ہے کہ غَلَقٌ متضاد المعنی لفظ ہے وہ جس چیز سے کھولا جائے یا بند کیا جائے دونوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے، بندش کا لحاظ کیا جائے تو اسم آلہ مِغْلاَقٌ اور مِغْلَقٌ آتا ہے اور کھولنے کے مفہوم کے اعتبار سے اسم آلہ مِفْتَحٌ اور مِفْتَاحٌ آتا ہے (المفردات) پ ۱۲/۱۲

غَلْيِ الْحَمِيْمِ: مصدر، گرم پانی کا جوش مارنا، کھولنا غَلَی ماضی یَغْلِیْ اور یَغْلُوْ مضارع، امام راغب نے لکھا ہے کہ غَلَاءٌ کے معنی ہیں کسی چیز کا حد سے آگے بڑھ جانا، اگر چیزوں کا نرخ حدِ اعتدال سے آگے بڑھ جائے تو اس کو غَلَاءٌ (گرانی، مہنگائی) کہتے ہیں اگر کسی کے بیانِ مرتبہ اور تعریف میں زیادتی کر دی جائے تو غُلُوٌّ (حد سے بڑھ کر مبالغہ) کہتے ہیں، اگر تیر حدِ مقرر سے آگے بڑھ جائے تو غَلْوٌ کہا جاتا ہے ان تینوں صورتوں میں ماضی و مضارع باب نصر سے آتا ہے لیکن اگر یہ لفظ ہانڈی وغیرہ کے جوش کے لئے استعمال کیا جائے تو بابِ ضرب سے آتا ہے (المفردات) ٢٥/١٦

غَلِيْظٌ: غِلْظَۃٌ سے صفتِ مشبہ، سخت، شدید (حالتِ رفع)، جمع غِلَاظٌ، ١٣/١٥

غَلِيْظٍ: صفتِ مشبہ، سخت، شدید (حالتِ جر) جمع غِلَاظٌ، ١٢/٥ ٢١/١٢ ٢٥/١

غَلِيْظًا: صفتِ مشبہ، سخت (حالتِ نصب) جمع غِلَاظٌ ٤/١٢ ٦/٢ ٢١/١٧

غَلِيْظَ الْقَلْبِ: غلیظ مضاف (حالتِ نصب) الْقَلْبِ مضاف الیہ، سخت دل والا یعنی بداخلاق، بدخو، ٤/٨

غَمٌّ: اسم فعل رنج، اندوہ، لفظ کی اصل وضع، تاریکی اور گرمی کے لئے ہے اسی لئے یَوْمٌ غَمٌّ کے معنی ہیں تاریک اور دم گھوٹنے والی گرمی کا دن، لَیْلَۃٌ غَمَّۃٌ تاریک اور دم گھوٹنے والی گرمی کی رات، جس رنج سے دل گھٹتا ہے اور سینے کے اندر اندھیرا محسوس ہوتا ہے اس کو غم اسی مناسبت سے کہا جاتا ہے، لفظ غَمٌّ لازم بھی ہے اور متعدی بھی غَمَّ یَوْمُنَا ہمارا دن تاریک اور گھٹن والا ہو گیا، غَمَّہٗ غَمًّا فلاں نے فلاں کو رنجیدہ اور غمگین کر دیا۔

غَمٌّ کے معنی چھپانا بھی ہیں غَمَّ الشَّیْءَ اس چیز کو چھپا دیا، غَمَّ الْهِلَالُ ابر میں چاند چھپ رہا دیکھا نہ گیا، غَمَّ عَلَیْہِ الْخَبَرُ اس کو خبر معلوم نہ ہوئی چھپی رہی (قاموس، تاج، منتہی الارب) رنج بھی دل کو چھپا لیتا ہے، چھا جاتا ہے اس لئے اس کو غم کہا جاتا ہے یعنی دل پر چھا جانے والا اندوہ، ٤/٧

غَمًّا بِغَمٍّ: رنج کے سبب سے رنج، تم نے نافرمانی کر کے رسول اللہ کو رنج پہنچایا، اللہ نے اس کے عوض میں تم کو شکست کا رنج دیا یا رنج بالائے رنج ساتھیوں کے مارے جانے اور نتیجہ میں شکست کا رنج، ٤/٧

اَلْغَمِّ: الف لام تعریف، حالتِ جر، رنج، اندوہ، ٤/٧ ١٦/١١ ٧/٦

غُمَّةً : تاریک، مشتبہ، پوشیدہ، دشوار، پ ۱۱/۱۳

اَلْغَمَامَ : جمع ابر، سفید ابر، غَمَامَةٌ واحد غَمَامَةٌ کی جمع غَمَائِم بھی ہے (منتہی الارب) پ ۲/۱۰ پ ۹

اَلْغَمَامِ : جمع ابر، سفید ابر، غَمَامَةٌ واحد غَمَامَةٌ کی جمع غَمَائِم بھی ہے (منتہی الارب) پ ۹ پ ۱۹/۱

غَمْرَةٍ : وہ کثیر پانی جس کی تہ نظر نہ آئے، بطورِ تشبیہ مراد جہالت، چھا جانے والی غفلت، غَمْرٌ کے اصل معنی ہیں کسی چیز کے اثر کو زائل کر دینا، اسی لئے غَمْرٌ اور غَامِرٌ اس کثیر پانی کو کہتے ہیں جو سیلاب کے اثر کو دور کر دیتا ہے، فیاض آدمی اور تیز رو گھوڑے کو بھی اسی مناسبت سے غَمْرٌ کہا جاتا ہے جو جہالت آدمی پر چھا جائے وہ غَمْرَۃ کہلاتی ہے (المفردات و معجم) پ ۱۸/۴ پ ۲۶/۱۸

غَمْرَتِهِمْ : غَمْرَۃ مضاف (حالتِ جر) ہم ضمیر مضاف الیہ، سخت جہالت اور غفلت۔ پ ۱۸/۴

غَمَرَاتِ الْمَوْتِ : جمع غَمْرَۃ واحد، حالتِ جر، موت کی سختیاں جو سارے اعضاء پر چھا جائیں، پ ۷/۱۷

اَلْغَنَمِ : اسم جنس معرف باللام، بکری، بکریاں، پ ۸/۵

غَنَمُ الْقَوْمِ : غنم حالتِ رفع، مضاف اَلْقَوْم مضاف الیہ، قوم کی بکریاں، پ ۱۷/۶

غَنَمِيْ : غنم مضاف ی متکلم مضاف الیہ، میری بکریاں

پ ۱۶/۱۰

غَنِمْتُمْ : جمع مذکر حاضر ماضی معروف (باب سمع) غُنْمٌ اور غَنِيْمَةٌ مصدر غُنْمٌ کے اصلی معنی کامیابی، فتح، استعمالی معنی فتح کے بعد دشمن سے چھینا ہوا مال تم نے دشمن سے چھینا اور پایا۔ پ ۱۰/۱، ۵

غَنِيٌّ : بے نیاز، غیر محتاج، کم محتاج، قانع، مالدار، غنی، صفتِ مشبہ کا صیغہ ہے، اَغْنِيَاء جمع غِنَا اسم فعل۔

امام راغب نے لکھا ہے کہ غِنَا کے تین معنی ہیں:

(۱) بالکل محتاج اور ضرورتمند نہ ہونا، بے نیاز ہونا، ایسا غنی سوائے خدا کے کوئی نہیں (۲) کم ضرورتمند ہونا، قانع ہونا، یہ صفت ہر قانع کی ہے آیت وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنٰى میں بھی غنا مراد ہے یعنی اے نبی ہم نے تم کو مفلس پایا تو قانع بنا دیا (۳) مالدار ہونا (المفردات) پ ۳/۴، ۵ پ ۴/۱
پ ۱۳/۴ پ ۱۹/۱۸ پ ۳۰/۱۲ پ ۲۱/۱۱ پ ۲۸/۱۵

اَلْغَنِيُّ : صفتِ مشبہ، ال لام تعریف، غنی کا ہم معنی،
پ ۸/۳ پ ۱۱/۱۲ پ ۱۷/۱۵ پ ۲۱/۱۲ پ ۲۲/۱۵ پ ۲۶/۸ پ ۲۷/۱۹ پ ۲۸/۷

غَنِيًّا : غنی (حالتِ نصب) نکرہ، تفصیل کے لئے پڑھو سطورِ بالا، پ ۴/۱۲ پ ۵/۱۶، ۱۷

غَوَاشٍ : جمع غَاشِيَةٌ واحد (حالتِ رفع) اصل میں غَوَاشِي تھا، حالتِ رفع کے سبب یاء کو ساقط کر دیا،

مراد آگ کے پردے، ہر طرف سے ڈھانک لینے والی آگ (مدارک، بیضاوی)، دیکھو غاشیۃ باب الغین مع الف، پ ۱۲ ش

غَوَّاصٍ: مبالغہ کا صیغہ، حالتِ جر، غَوْصٌ مصدر، غوطہ خور، غوص کے معنی پانی میں غوطہ مار کر کچھ نکالنا، علم کی گہرائی میں جا کر باریک نکتے حل کرنا، کوئی نادر چیز نکالنا، بنانا اور عجیب عجیب کام کرنا (المفردات) امام راغب کے نزدیک آیت میں موتی نکالنے والے غوطہ خور ہی مراد نہیں ہیں بلکہ نادر کام اور عجیب صنعتوں کے ماہر بھی مراد ہیں، پ ۲۳/۱۲

غَوْرًا: نشیبی جگہ، گڑھا، پانی کا زمین کے اندر گھس جانا، کسی چیز کا اندر کی طرف چلا جانا، غَوْرٌ اور غُؤُوْرٌ مصدر ہے، غَارَ ماضی ہے، غَارَ الرَّجُلُ فلاں شخص نیچے گھس گیا، غَارَتْ عَيْنُهُ اس کی آنکھ اندر کو گھس گئی، غِيَار بھی مصدری معنی میں مستعمل ہے یعنی سورج کا غروب ہو جانا، افق سے نیچے آفتاب کا چلا جانا (المفردات) ایک شاعر کا قول ہے:

هَلِ الدَّهْرُ اِلَّا لَيْلَةٌ وَّ نَهَارُهَا
وَ اِلَّا طُلُوْعُ الشَّمْسِ ثُمَّ غِيَارُهَا

زمانہ نام ہے صرف رات دن اور آفتاب کے طلوع و غروب کا (معجم)

آیت میں مصدر بمعنی اسم فاعل ہے یعنی زمین میں گھس کر خشک ہو جانے والا پانی (بیضاوی، مدارک، معالم) پ ۲۹/۲ پ ۱۵/۱۲

غَوْلٌ: اسم فعل اور مصدر، نشہ، دردِ سر، مستی، بگاڑ، اچانک ہلاک کر دینا (باب نصر) یعنی جنت کی شراب میں دردِ سر اور بدمستی نہ ہو گی (نہایۃ الایجاز، خازن) صاحبِ منتہی الارب نے لکھا ہے: لَا فِيْهَا غَوْلٌ اى لَيْسَ فِيْهَا غَائِلَۃُ الصُّدَاعِ یعنی جنت کی شراب میں سر چکرانے کا اثر نہ ہو گا۔

غَوْلٌ کے معنی ہلاکت، بلا، سختی، ناگہاں ہلاک کر دینے والی چیز، عقل کو زائل کر دینے والی ہر چیز (قاموس، منتہی الارب) پ ۲۳/۲

غَوٰى: واحد مذکر غائب ماضی معروف مثبت غَيٌّ اور غَوَايَۃٌ مصدر غَوَايَۃٌ کے معنی ہیں بہک جانا، بے راہ ہو جانا (قاموس) نادان ہونا (راغب) ناکام ہونا (تاج، لسان، راغب) امام راغب نے آخری معنی کے ثبوت میں کسی شاعر کا یہ مصرعہ لکھا ہے:

وَمَنْ يَّغْوِ لَا يُعْدَمْ عَلَى الْغَيِّ لَائِمًا

ناکام ہونے والے کو ناکامی پر ملامت کرنے والا بھی ضرور ملتا ہے یعنی ایک تو ناکامی دوسرے ناکامی پر ملامت دوہری تکلیف ہوتی ہے، مطلب یہ کہ وہ بہک گیا، بے راہ ہو گیا یا نادان ہو گیا، یا ناکام ہو گیا، یا مراد ہے

اس کی زندگی کا مزہ جاتا رہا، عیش چھن گیا (راغب
لسان) ۱۶/۶

مَا غَوٰی: واحد مذکر غائب ماضی معروف منفی، وہ
نہیں بہکا، وہ نہیں بھٹکا (جلالین، صاوی) ۲۷/۵

غَوَیْنَا: جمع متکلم ماضی معروف، غوایۃ مصدر، ہم برباد
ہوئے، ہم ہلاک ہوئے، ہم بدراہ ہوئے، ہم ناکام
ہوئے، ہم بھٹک گئے ۲۰/۱

غَوِیٌّ: صفت مشبہ بروزن نَبِیٌّ غَیٌّ مصدر
بے راہ، برباد، ناکام، ہلاک، ۲۰/۵

غَیًّا: اسم فعل، گمراہی، بدراہی، امام راغب نے
لکھا ہے کہ لفظ غَیٌّ سے کبھی عذاب مراد ہوتا ہے
کیونکہ گمراہی عذاب کا سبب ہے اور سبب کا اطلاق
مسبب پر ہوجاتا ہے جیسے فَسَوْفَ یَلْقَوْنَ غَیًّا
کچھ مدت کے بعد وہ عذاب پائیں گے، یا اس آیت
میں مضاف محذوف ہے یعنی یَلْقَوْنَ اَثَرَ الْغَیِّ
وہ گمراہی کا نتیجہ پائیں گے (المفردات) ۱۶/۷

اَلْغَیِّ: اسم فعل، گمراہی، بدراہی، ۳/۲، ۹/۱۴۶

غَیَابَتِ الْجُبِّ: تاریک کنواں، کنوئیں کی اندھیری
گہرائی اسی طرح غَیَابَۃُ الْوَادِیْ پہاڑی وادی کی گہرائی اور تاریک
گڑھا شامل ہے وَقَعُوْا فِیْ غَیَابَۃٍ ہم زمین کی ایسی گہرائی میں پہنچ گئے
کہ اوپر والی ہر چیز اوجھل ہوگئی (منتہی الارب) ۱۲/۲

غَیْبٌ: پوشیدہ ہونا، غیر حاضر ہونا، انسان کے
علم و احساس سے بالاتر ہونا، وہ چیزیں جو آدمی کی
حسی اور عقلی رسائی سے خارج ہیں اور جن کا علم انبیاء
کی اطلاع کے بغیر نہیں ہو سکتا، انبیاء پر آنے والی وحی،
اندرون اور باطن، غیب کا استعمال قرآن مجید میں
ان تمام معانی میں ہوا ہے، لفظ غیب پورے قرآن
مجید میں بصورت نکرہ کہیں نہیں آیا، مضموم بھی
آیا ہے مفتوح بھی اور مکسور بھی مگر ہر جگہ معرفہ ہے
کل ۴۹ مقامات پر لفظ غیب آیا ہے۔ ایک جگہ
ضمیر کی طرف اضافت کی گئی ہے یعنی غیبہ
فرمایا ہے، باقی ۴۸ مقامات ہیں یا الف لام کے ساتھ
آیا ہے یا اسم ظاہر کی طرف اضافت کی شکل میں
ہم ہر پارے اور رکوع کے حوالے سے تفصیل کے
ساتھ آخر میں لکھیں گے لیکن چونکہ ہر جگہ آیت میں
ایک ہی معنی مراد نہیں ہے اس لئے امام راغب
کی تشریح کے موافق اول چند آیات کی تفسیری مراد
بیان کرنا ضروری سمجھتے ہیں عَالِمُ الْغَیْبِ وَ
الشَّهَادَةِ یعنی جن چیزوں کو تم دیکھتے اور جانتے
ہو اور جن چیزوں کو نہیں جانتے ان سب کو اللہ
جانتا ہے (الحشر آیت ۲۲) اَطَّلَعَ الْغَیْبَ (مریم ۷۸)
یعنی جو چیزیں بصر اور بصیرت کی حدود سے

بالا ہیں اور وہاں تک کسی نظر اور تصور کی رسائی نہیں کیا اس نے ان کو جھانک کر دیکھ لیا ہے، کیا ان کا علم اس کو ہو گیا ہے لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ (النمل ۶۵) جو چیزیں مخلوق کی حس اور علمی رسائی سے خارج ہیں ان کو آسمان و زمین کی کل کائنات سوا خدا کے نہیں جانتی مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ (آل عمران ۱۷۹) جو چیزیں تم پر ظاہر کرنے کی نہیں اور تمہاری نظر و فہم سے ماوراء ہیں ان پر تم کو اللہ اطلاع نہیں دے گا (یا اس جگہ غیب کے معنی وحی ہیں) یعنی اللہ ایسا نہیں کہ براہ راست تمہارے پاس وحی بھیجکر تم کو مطلع کر دے اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ (المائدہ ۱۰۹) یہ حقیقت ہے ناقابل شک کہ مخلوق کی علمی رسائی سے جو چیزیں پوشیدہ ہیں ان سے تو ہی بخوبی واقف ہے وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ (الانعام ۵۹) جو راز کائنات کے سربستہ ہیں اور مخلوق کا علم وہاں تک نہیں پہنچ سکتا، اللہ ہی کے پاس ان کے کھولنے کی کنجیاں ہیں لَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ اِلَّا هُوَ کا بھی یہی مطلب ہے رَجْمًا بِالْغَيْبِ (الکہف ۲۲) بے جانے بن دیکھے یہ وہ تیر چلاتے تھے يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ (البقرہ ۲) جن چیزوں کا صحیح علم بغیر وحی کے نہیں ہو سکتا حس اور بداہت عقل کی رسائی وہاں تک نہیں ہو سکتی اور انبیاء وحی کے ذریعہ سے ان کی اطلاع دیتے ہیں مثلاً اللہ کی ذات صفات قیامت حشر نشر جنت دوزخ وغیرہ ان کو انبیاء کے بتانے سے وہ مانتے اور یقین رکھتے ہیں، یا یہ مطلب کہ جب وہ مسلمانوں سے الگ ہوتے ہیں کسی کے سامنے نہیں ہوتے اس وقت بھی وہ مومن ہی ہوتے ہیں یعنی ان کا ایمان مخلصانہ ہے دکھاوٹ کا نہیں اَلَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ (الانبیاء ۴۹) وہ جو تنہائی میں اللہ سے ڈرتے ہیں لِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آسمان زمین میں جو چیزیں تم سے پوشیدہ ہیں اللہ ہی کو ان کا علم ہے یا اللہ ہی ان کا خالق مالک اور متصرف ہے حَافِظَاتٌ بِالْغَيْبِ (النساء ۳۴) شوہروں کی غیبت میں اپنی عزت اور ان کے مالوں کی حفاظت رکھتی ہیں یا غیب سے مراد ہیں وہ اعضاء جن کو لوگوں کے سامنے ظاہر کرنا ممنوع ہے مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ (المائدہ ۹۴) جو تنہائی میں اللہ سے ڈرتا ہے لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ (یوسف ۵۲) میں نے اس کی غیر حاضری میں اس کی امانت میں خیانت نہیں کی فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا (الجن ۲۶)

اللہ اپنی وحی کی اطلاع سوائے پیغمبروں کے کسی کو نہیں دیتا، وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ (التکویر ۲۴) اللہ کا رسول وحی کے معاملے میں بخل نہیں کرتا یعنی اللہ کی بھیجی ہوئی وحی چھپا کر نہیں رکھتا منزل پہنچاتا ہے ذٰلِكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ (آل عمران ۴۴) گذشتہ خبریں جو تمہارے زمانہ میں نہیں تھیں اور نہ تمہیں معلوم تھیں، یہ خبر انہیں میں سے ہے وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حَافِظِينَ (یوسف ۸۱) ہم غیبی مصیبت سے بچا نہیں سکتے تھے یا ہم کو آنے والی چھپی بات کا علم نہیں تھا، مذکورہ بالا حوالجات سے معلوم ہوتا ہے کہ آیاتِ مصرحہ میں غیب کا استعمال پانچ معانی کے لئے ہوا ہے ۱ غیب وہ چیز ہے جہاں تک احساس اور بداہتِ عقل کی رسائی نہ ہو سکے اور انبیاء کی اطلاع کے بغیر اس کا علم ہونا ممکن نہ ہو ۲ تنہائی کا وقت لوگوں سے الگ ہو کر ۳ وحی ۴ بعض گذشتہ واقعات ۵ آئندہ واقعات، ان معانی کے علاوہ اگر کسی آیت میں استعمال ہوا ہے تو خفیف غور کرنے کے بعد اس کو انہیں معانی کی طرف لوٹایا جا سکتا ہے، کوئی جدید نوع پیدا نہیں ہو سکتی اب ہم لفظِ غیب کے کل استعمال نمبروار بیان کرتے

ہیں ۱/۱،۴ ۳/۱۳ ۴/۹ ۵/۳ ۷/۳،۱۱،۱۲،۱۵ ۹/۱۱،۱۳ ۱۱/۲،۱۲،۷
۱۲/۳،۴،۱۰،۱۷ ۱۳/۴،۵،۸ ۱۴/۱۷ ۱۵/۱۵،۱۶ ۱۶/۷،۸ ۱۷/۴ ۱۸/۵
۲۰/۱ ۲۱/۱۴ ۲۳/۷،۸،۱۲،۱۵،۱۷،۱۹ ۲۴/۲ ۲۶/۱۴،۱۷ ۲۷/۷،۴
۲۷/۱۹ ۲۸/۶،۱۱،۱۶ ۲۹/۱،۴،۱۲ ۳۰/۶

غُيُوبِ: غیب کی جمع، معرفہ غُیُوب ۱/۱۰
۷/۵،۶ ۱۰/۱۶ ۲۲/۱۲

غَيْثٍ: بارش، غَاثَ يَغِيثُ ماضی و مضارع بر فعل متعدی ہے کہا جاتا ہے غَاثَنِي مجھ پر بارش کی، غَيْث اجوف یائی ہے اس کے مشابہ لفظِ غَوث (مددگار) ہے جو اجوف واوی ہے، غَوث سے أَغَاثَ يُغِيثُ (باب افعال) ماضی و مضارع آتا ہے باب استفعال میں پہنچ کر غیث اور غوث دونوں کی شکل ظاہری ایک طرح کی ہو جاتی ہے۔

امام راغب نے لکھا ہے کہ آیت وَإِنْ يَسْتَغِيثُوا يُغَاثُوا بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ میں دونوں معنی کا استعمال ہے یعنی جب دوزخی مدد طلب کریں گے یا پانی مانگیں گے تو پگھلے ہوئے تانبے کا پانی ان کو دیا جائے گا یا پگھلے ہوئے تانبے کا پانی دے کر ان کی فریاد رسی کی جائے گی (المفردات)
۲۱/۱۳ ۲۵/۴ ۲۷/۱۹

غَيْر: لفظِ غیر قرآنِ مجید میں ۱۱۳ جگہ آیا ہے جس کی

تفصیل ہم آخر میں لکھیں گے، اول یہ ظاہر کرنا ضروری ہے کہ ہر جگہ غیر کا استعمال ایک طرح نہیں ہے نہ ہر آیت میں ایک ہی معنی ہیں، امام راغب نے اس کی کچھ توضیح کی ہے، توضیح بجائے خود اگرچہ ناکافی ہے تاہم اس میں کسی قدر زیادتی کرکے ہم نقل کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں غیر کا استعمال چار طور پر ہوا ہے ۱۔ صرف نفی کے لئے جیسے بِغَیْرِ هُدًى مِّنَ اللهِ (القصص ۵۰) یعنی اللہ کی طرف سے ہدایت نہ ہونے کی صورت میں وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ (الزخرف ۱۸) دلیل پیش کرنے کے وقت، مناظرہ کے وقت وہ کھول کر نہیں بیان کر سکتا ۲۔ لفظ اِلَّا کی طرح صرف استثناء کے لئے جیسے مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ (القصص ۳۸) مجھے تمہارے لئے کوئی الٰہ معلوم نہیں، ہاں میں الٰہ ہوں مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ (الاعراف ۵۹) سوا اس کے تمہارا کوئی الٰہ نہیں ہے هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللهِ (الفاطر ۳) اللہ کے سوا کوئی خالق نہیں۔ ۳۔ اصل چیز کو باقی رکھتے ہوئے صرف ظاہری شکل و صورت کی نفی کے لئے جیسے كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا (النساء ۵۶) جب دوزخیوں کے بدن کی کھال پک جائے گی تو اللہ ان کی کھال کی صورت از سر نو بدل دے گا، کھال وہی ہو گی، صورت نئی پیدا ہو جائے گی ۴۔ صورت اور اصل شے سب کی نفی یعنی کسی چیز کی مکمل نفی کرکے دوسری چیز کو اس جگہ قائم کرنا جیسے بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللهِ غَيْرَ الْحَقِّ (الانعام ۹۴) تم اللہ پر ناحق بات کہتے یعنی باطل بہتان بندی کرتے تھے وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُوْدُهٗ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ (القصص ۳۹) اس نے اور اس کی جماعت نے ملک میں باطل پر غرور کیا وَيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ (التوبہ ۳۹) تمہاری جگہ اللہ دوسری قوم کو لے آئے گا یا لے آئے ۲ اَغَيْرَ اللهِ اَبْغِيْ رَبًّا (الانعام ۱۶۴) کیا اللہ کو چھوڑ کر میں کوئی اور رب ڈھونڈوں ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَا (الرعد ۱۲) یعنی کوئی دوسرا قرآن پیش کرو۔

ضروری تنقیح: اگر غیر نفی کے معنی میں مستعمل ہو تو منصوب ہوتا ہے، اگر اس سے پہلے کوئی اور عامل نہ ہو اگر غیر استثنائی ہو تو مضاف الیہ کا ہونا ضروری ہے لیکن اگر بغیر مضاف الیہ کے ذکر کئے کلام کے معنی پورے طور پر سمجھ میں آجاتے ہوں اور لفظ غیر سے پہلے لفظ لَيْسَ مذکور ہو تو مضاف الیہ کو لفظاً حذف

کیا جا سکتا ہے مگر معنیٔ اضافت بہر حال قائم رہے گی

سیرانی کا قول ہے کہ:

اگر اِلَّا اور غَیْر سے پہلے لَیْسَ مذکور ہو تو مضاف الیہ کو حذف کرنا جائز ہے، اگر لَیْسَ نہ ہو بلکہ لَیْسَ کا ہم معنی کوئی دوسرا حرفِ نفی ہو تو مضاف الیہ کو حذف نہیں کیا جا سکتا، اس لئے لَاغَیْرُ کہنا غلط ہے البتہ اگر کوئی مثال کلامِ عربی میں ایسی مل جائے تو اس قسم کا استعمال اسی مثال پر محصور رکھا جائے گا، قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ ابنِ مالک نے شرحِ تسہیل میں سیرافی کے قول کی تنقیح کے سلسلے میں ایک شعر نقل کیا ہے:

جَوَاباً بِہٖ تَنْجُوا عْتَمِدْ فَوَرَبِّنَا

لَعَنْ عَمَلٍ اَسْلَفْتَ لَاغَیْرُ تُسْأَلُ

گویا ابنِ مالک کی نظر میں لَاغَیْرُ کو غلط کہنے والے غلطی پر ہیں، لفظِ غَیْر مندرجہ ذیل مقامات میں استعمال کیا گیا ہے:

۱/۷،۱۴ — ۲/۵،۱۰،۱۳،۱۵ — ۳/۱۱،۱۲،۱۷ — ۴/۳،۷،۸،۱۳ — ۵/۱،۴،۸،۹،۱۰،۱۳،۱۴،۱۷

۶/۲،۵،۶،۱۴ — ۷/۴،۸،۱۰،۱۱،۱۴،۱۶،۱۷،۱۹ — ۸/۳،۴،۵،۷،۱۱،۱۳

۸/۱۵،۱۶،۱۷،۱۹ — ۹/۶،۷،۱۵ — ۱۰/۷،۱۲ — ۱۱/۷،۸ — ۱۲/۴،۵،۶،۷،۸،۹

۱۳/۷،۱۸،۱۹ — ۱۴/۸،۹،۱۳،۲۱ — ۱۵/۸،۲۲ — ۱۶/۱۰ — ۱۷/۸،۱۱،۱۳ — ۱۸/۲،۱۰،۱۱،۱۴

۱۹/۶،۱۶،۱۷ — ۲۰/۷،۸،۱۰ — ۲۱/۷،۹،۱۱،۱۲ — ۲۲/۴،۱۳،۱۹ — ۲۳/۱۴،۱۹،۱۷

۲۴/۴،۹،۱۰،۱۱،۱۳،۱۵،۱۹ — ۲۵/۵،۸ — ۲۶/۲،۴،۸،۱۱،۱۷ — ۲۷/۱،۹،۱۹

۲۹/۳،۷،۱۵ — ۳۰/۹،۲۰

غِیْضَ: واحد مذکر غائب ماضی مجہول، غَیْضٌ مصدر اور اسمِ فعل، پانی کو زمین میں جذب کر دیا گیا، پانی خشک کر دیا گیا (باب ضرب) ۱۲/۴

اَلْغَیْظِ: اسمِ فعل معرف باللام (حالتِ جر) سخت غصہ، وہ گرمی جو انتہائی غضب کے وقت دل میں محسوس ہوتی ہے (المفردات و معجم) ۴/۳

اَلْغَیْظَ: اسمِ فعل معرف باللام (حالتِ نصب) ۵/۴

غَیْظًا: اسمِ فعل، حالتِ نصب۔ ۱/۲۱

بِغَیْظِکُمْ: بِا حرفِ جر، غَیْظِ مضاف، کُمْ ضمیر مضاف الیہ، اپنے غصہ میں مر جاؤ، ۴/۳

بِغَیْظِهِمْ: بِا حرفِ جر، غَیْظِ مضاف، هِمْ ضمیر مضاف الیہ، ۲۱/۱۹

باب الفاء

ف: حرفِ فَ قرآن مجید میں ۲۳۶۱ مرتبہ سے بھی زیادہ آیا ہے لیکن سب مقامات پر ایک ہی معنی کے لئے نہیں استعمال کیا گیا، سیاق و سباق کو دیکھ کر اہلِ تفسیر نے ہر جگہ فَ کا خصوصی فائدہ بیان کیا ہے

کو جامع البیان، روح المعانی، کبیر اور دوسری بڑی
بڑی تفسیروں میں ہر آیت اور آیت کے ہر ٹکڑے
کے ذیل میں آتا ہے، تئیس چوبیس سو مقامات میں
استعمال کئے ہوئے حرف کا الگ الگ بیان تو
اس مختصر رسالے کی وسعت سے خارج ہے تاہم
اتنا بالاجمال جان لینا ضروری ہے کہ اکثر مقامات
پر قرآن مجید میں فَ کو عطف کے لئے استعمال کیا
ہے تعقیب ہو یا نہ ہو، سببی ہو یا غیر سببی۔

ہم بطور تمثیل چند آیات نقل کرکے یہ بتانا چاہتے
ہیں کہ قرآن مجید میں فَ کو کس کس معنی کے لئے استعمال
کیا گیا ہے جو طالب قرآن پوری توضیح چاہتا ہے
اس کو طویل الذیل تفسیروں کی طرف رجوع کرنا چاہئے
یا کم سے کم ہماری تفسیر بیان السبحان کا ہی مطالعہ
کر لینا چاہئے فَ کا استعمال مختلف معانی کے
لئے ہوا ہے۔

۱۔ عاطفہ مع ترتیب یعنی جس طرح کسی واقعہ کی
ترتیب حقیقت میں تھی اسی ترتیب کے ساتھ اس
کو بیان بھی کیا جیسے فَرَاغَ اِلٰٓی اَهْلِهٖ فَجَآءَ
بِعِجْلٍ سَمِیْنٍ فَقَرَّبَهٗٓ اِلَیْهِمْ یعنی ابراہیم کے گھر
انجان مہمان آئے تو وہ اپنے گھر گئے پھر ایک (بھنا
ہوا) موٹا بچھڑا لے کر آئے پھر مہمان کے سامنے
رکھا (الذاریات، آیت ۲۶-۲۷) فرا نحوی ترتیب
کا منکر ہے کہتا ہے فَ مطلق عطف کے لئے آتا ہے
ترتیب کے لئے نہیں، جمہور علماء نحو کی تحقیق فرا کے
خلاف ہے ان کے نزدیک ف کا واؤ سے اصلی
وضعی فرق ہی یہ ہے کہ واؤ مطلق عطف کے لئے
آتا ہے اور ف کے عاطفہ ہونے میں ترتیب ذکری
کا ترتیب واقعی کے موافق ہونا ضروری ہے۔

ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ
مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا یعنی ہم نے
نطفہ بنایا پھر نطفہ کو خون کا لوتھڑا بنایا پھر لوتھڑے
کو بوٹی بنایا پھر بوٹی کو ہڈیاں دیں (المومنون
آیت ۱۴)

۲۔ عطف مع تعقیب یعنی مابعد ف کا ماقبل فَ
سے اتنی دیر پیچھے آنا جتنی تاخیر ضروری ہو جیسے
حضرت مریم کے واقعہ میں ہے اور سورہ مریم کی
آیت ۲۱ سے شروع ہو کر آیت ۲۵ پر ختم ہوا ہے۔
فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ ------ فَاَجَآءَهَا
الْمَخَاضُ ------ فَنَادٰىهَا ---------
فَكُلِیْ وَاشْرَبِیْ -------- فَاِمَّا تَرَیِنَّ -----
فَقُوْلِیْٓ ----- فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا ---- فَاَشَارَتْ
ہم نے وسط میں نقطے لگا کر بتایا ہے کہ پہلے

اور دوسرے ٹکڑے میں جتنا فصل واقع ہوا تھا، قرآنِ مجید نے طرزِ بیان میں اس فصل کو پیشِ نظر رکھا اور تذکرہ میں بھی اول کے بعد دوسرے کو اور دوسرے کے بعد تیسرے کو اور تیسرے کے بعد چوتھے کو اور چوتھے کے بعد پانچویں کو پھر چھٹے کو پھر ساتویں کو پھر آٹھویں ٹکڑے کو فصل دے کر بیان کیا۔ پورا قصہ اس طرح ہے: جبرئیل کے پھونکنے کے بعد مریم حاملہ ہو گئیں، حاملہ ہونے کے کچھ وقت یا دنوں کے بعد سب لوگوں سے الگ ایک دور جگہ پر چلی گئیں اور گوشہ گیر ہو گئیں جب حمل کی مقررہ مدت گزر گئی تو دردِ زہ سے مجبور ہو کر درخت کے ایک تنے کے نیچے آ گئیں، درد کی تکلیف سے مجبور ہو کر موت کی تمنا کرنے لگیں، اتنے میں غیبی: آئی، غمگین اور رنجیدہ نہ ہو اللہ نے تیرے نیچے چشمہ جاری کر دیا ہے کھجور کے خشک تنے کو ہلا، تازہ کھجوریں گریں گی مریم نے تنے کو ہلایا کھجوریں گریں اللہ نے فرمایا کھجوریں کھا، چشمہ کا پانی پی، بچے سے آنکھوں کو ٹھنڈا کر، بچے کو اٹھا کر لے جا، اگر کوئی پوچھے تو (اشارہ سے) کہہ دینا میں نے روزے کی منت مانی ہے میرا روزہ ہے کسی شخص سے بات نہیں کروں گی۔ مریم بچے کو اٹھا کر آبادی کی طرف لائیں، لوگوں نے دیکھا کہا مریم تو نے برا کام کیا تیرا باپ برا آدمی نہ تھا اور تیری ماں بھی بدکار نہ تھی، مریم نے بچے کی طرف اشارہ کیا کہ   سے پوچھو

قصہ مزید تفصیل طلب ہے ہم نے مختصراً پیر ذکر کیا ہے دیکھو ف کہاں کہاں اور کتنے تا ہلے سے آئی ہے پس وہ حاملہ ہو گئی پھر حمل کو لیکر گوشہ گیر ہو گئی ----- پھر دردِ زہ اس کو کھجور کے تنے کے پاس لے گیا ----- پھر اس کو ندا آئی۔ ----- پھر کہا اور پی ----- پھر اگر تو کسی کو دیکھے ----- پس کہہ دینا ----- پھر وہ بچے کو لے کر قوم کے پاس آئی ----- پھر بچے کی طرف اس نے اشارہ کیا۔

۳ عطف سببی کے لئے، یعنی ف کا ما قبل ما بعد کے لئے سبب ہو جیسے فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ آدم نے اپنے رب سے چند (دعائیہ) الفاظ سیکھ لئے (اور دعا کی) تو اللہ نے ان کی توبہ قبول کر لی، الفاظ سیکھنا اور دعا کرنا توبہ قبول ہونے کا سبب ہے۔ (البقرہ ۳۷)

۴ سببیت محض بلا عطف جیسے فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ (کوثر ۲) عطیہ کوثر شکریہ کا سبب ہے جس کا مظاہرہ نماز اور قربانی سے ہوتا ہے۔

۵۔ محض جواب کے لئے جیسے اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ (المائدہ ۱۱۸)

۶۔ بالکل زائد جیسے بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ (الزمر ۶۶)

۷۔ استیناف یعنی آغازِ کلام کے لئے جیسے كُنْ فَيَكُوْنُ (البقرہ ۱۱۷)

اَفَ: یہ لفظ اصل میں فَ اَ تھا، فا حرفِ عطف اور ہمزہ سوالیہ ہے۔ پس کیا، پھر کیا، اَفَ پورے قرآن میں تقریباً ۱۴۳ جگہ آیا ہے۔

فَآءَتْ: واحد مؤنث غائب، ماضی معروف فَيْئٌ مصدر، لوٹ گئی، باب افعال میں پہنچکر یہ لفظ متعدی ہو جاتا ہے (دیکھو اَفَاءَ باب الالف فصل الفاء) ۲۶/۱۳

فَآءُوْا: جمع مذکر غائب ماضی معروف فَيْئٌ مصدر، اگر وہ قسم سے لوٹ جائیں۔ پ ۲/۱۲

اَلْفَاتِحِيْنَ: اسم فاعل جمع مذکر (حالت جر) فَتَحَ ماضی يَفْتَحُ مضارع، فَتْحٌ مصدر واسم فعل، فیصلہ کرنے والے، حق و باطل کو الگ الگ کر دینے والے، پ ۹/۱

فَاتَكُمْ: واحد مذکر غائب ماضی معروف كُمْ مفعول فَوْتٌ مصدر واسم فعل، تم سے فوت ہو جائے، تمہارے ہاتھ سے نکل جائے، تم سے چھوٹ جائے، تم سے بچ کر نکل جائے، پ ۲۷/۱۹ ۲۸/۸

بِفَاتِنِيْنَ: اسم فاعل جمع مذکر، حالتِ جر، فِتْنَةٌ مصدر واسم فعل فُتُوْنٌ مصدر، با زائد، تم بہکا نہیں سکتے، پ ۲۳/۹

فَاجِرًا: اسم فاعل واحد مذکر حالتِ نصب، فُجُوْرٌ مصدر، باب نصر۔ دین کا پردہ پھاڑنے والا، علی الاعلان گناہ کرنے والا، حق سے انحراف کرنے والا، پ ۲۹/۱۰

فَاحِشَةً: اسم، حد سے بڑھی ہوئی بدی، (قاموس) ایسی بے حیائی جس کا اثر دوسروں پر پڑے (مرزا ابو الفضل) ہر وہ چیز جس کی ممانعت اللہ نے کر دی ہے (منتہی الارب) بُرا قول یا عمل (النور ۲۹) زنا۔ ابن عباس (النساء ۱۴۷) برہنہ ہو کر کعبہ کا طواف کرنا (الاعراف ۲۷) پ ۵/۱ ۴/۱۴،۵ ۸/۱۰،۱۷ ۱۵/۴ ۱۸/۸ ۱۹/۱۹ ۲۰/۵ ۲۱/۲۰ ۲۵/۱۲

فَارَ: واحد مذکر غائب ماضی معروف فَوْرٌ، فُوُوْرٌ اور فَوَرَانٌ مصدر، جوش مارا، ابلا (باب نصر) کبھی یہ فعل متعدی بھی آتا ہے جیسے فُرْتُهُ اَنَا میں اس کو جوش میں لایا، پ ۱۲/۴ ۱۸/۲

فَارِضٌ: اسم فاعل واحد مذکر، مادہ فَرْضٌ، فرض کے معنی کسی ٹھوس چیز کو کاٹ دینا (راغب) فارض سے مراد وہ بیل یا گائے جس نے اپنی جوانی کی عمر کاٹ دی ہو اور عمر رسیدہ ہو گئی ہو (جلالین) یا زمین کو کاٹنے یعنی جوتنے والا بیل یا سخت کاموں کو کاٹنے والا اور برداشت کرنے والا بیل (راغب) پ۱

فَارِغًا: اسم فاعل واحد مذکر، حالتِ نصب، فَرَاغَتٌ اسم مصدر، بے صبر، صبر سے خالی یا خوف سے خالی پ۲۰

اَلْفَارِقَاتِ: اسم فاعل جمع مؤنث (حالتِ جر) اَلْفَارِقَةُ واحد، فَرْقٌ مصدر، قرآنِ مجید کی آیات جو حق کو باطل سے جدا کرتی ہیں (مملی، کذا رواہ ابن جریر عن قتادۃ) یا اللہ کے حکم کے مطابق اشیاء کو الگ الگ کرنے والے فرشتے (راغب) یا حق کو باطل سے جدا کرنے والے فرشتے (منتہی الارب وروی ابن المنذر عن ابن عباس ہکذا ونقل ابن کثیر الاجماع علیہ) یا بادلوں کو الگ الگ کر دینے والی ہوائیں (مجاہد) ۲۹/۲۱

فَارِقُوْا: جمع مذکر امر حاضر معروف، مُفَارَقَةٌ مصدر، باب مُفَاعَلَةٌ، فرق مادہ، چھوڑ دو، الگ کر دو (یعنی ارادۂ طلاق رکھتے ہوئے) رجوع مت کرو بلکہ اس حد تک ان کو چھوڑ دو کہ ان کی عدت کا زمانہ ختم ہو جائے (مملی) ۲۸/۱۱

فَارِهِيْنَ: جمع مذکر اسم فاعل، حالتِ نصب، فَارِهٌ واحد، مہارت کے ساتھ یا غرور کے ساتھ اتراتے ہوئے (راغب) مملی نے لکھا ہے کہ فَارِهِيْنَ کی قراءت پر ترجمہ ہو گا، مہارت اور ہنر کے کمال کے ساتھ اور فَرِهِيْنَ کی قراءت پر ترجمہ ہو گا اتراتے ہوئے (جلالین) امام راغب اور مملی دونوں کی تشریح اس جگہ محل ہے، اہلِ لغت نے لکھا ہے کہ فَرُهَ فَرَاهَةً وَفَرَاهِيَةً (بابِ کَرُمَ) کے معنی ہیں دانا ہو گیا، ماہر ہو گیا، اس سے اسم فاعل فَارِهٌ آتا ہے جس کی جمع فَارِهِيْنَ۔ فَرِهَ فَرَهًا (بابِ سَمِعَ) کے معنی ہیں اترایا، مٹک کر چلا، اس سے صفت مشبہ کا صیغہ فَرِهٌ بروزن کَتِفٌ آتا ہے جس کی جمع فَرِهِيْنَ ہے یعنی اترانے والے (قاموس)

پروفیسر عبد الرؤف مصری نے لکھا ہے کہ فَرِهِيْنَ یا فَارِهِيْنَ میں ھا ہوز حاء حطی کے عوض آئی ہے اصل میں فَرِحِيْنَ یا فَارِحِيْنَ تھا جیسے مَدَحْتُهٗ مَدَهْتُهٗ پڑھنا جائز ہے (معجم القرآن) اور چونکہ فرحین اور فارحین دونوں کے معنی ہیں اترانے والے غرور کے ساتھ خوش ہونے والے، اس لئے حاذق اور ماہر کا ترجمہ کسی صورت میں نہ ہوگا۔ ۱۹/۱۲

فَازَ: واحد مذکر غائب، ماضی معروف، فَوْزٌ مصدر واسم فعل، مَفَازَۃٌ بھی مصدر ہے، کامیاب ہوا، فتح پائی، مصیبت سے نجات پائی۔

امام راغب نے لکھا ہے کہ فَوْزٌ کے معنی ہیں حصولِ سلامتی کے ساتھ خیر کو پالینا (المفردات) جلال الدین سیوطی اور محلی نے لکھا ہے فَازَ غَایَۃَ مَطْلُوْبِہٖ انتہائی مقصد پالیا، ۲۲/۱۰

فَاسِقٌ: اسم فاعل واحد مذکر، فِسْقٌ اور فُسُوْقٌ مصدر فَسِیْقٌ بدکردار، راستی سے نکل جانے والا۔ فُسَیْقٌ ہمیشہ اللہ کی نافرمانی کرنے والا، بدچلن مرد، فَسَاقِ نافرمان، بدچلن عورت فُسُوْقٌ کا لغوی ترجمہ ہے کھجور کا اپنے چھلکے کے اندر سے باہر نکل آنا (قاموس) اصطلاح شریعت میں فِسْقٌ کے معنی ہیں حدود شریعت سے نکل جانا، گناہ کرنا یا کفر عموماً عملی گناہ کو فِسْقٌ کہا جاتا ہے اور ضروریاتِ دین کے انکار کو کفر، فاسق کے معنی ہوئے اللہ کی اطاعت سے خارج ہونے والا، قاموس میں ہے فَسَقَ کے معنی ہیں جَارَ (جور کیا) اور فَسَقَتِ الرُّطَبَۃُ عَنْ قِشْرِھَا کھجور اپنے چھلکے سے باہر نکل آئی اسی سے فاسق بنایا گیا کیونکہ فاسق بھی خیر سے باہر نکل آتا ہے عرب جاہلیت کے کلام یا شعر میں یہ لفظ نہیں آیا مختار میں ہے کہ ابن اعرابی کا جو یہ قول ہے کہ جاہلیت کے کلام یا شعر میں لفظِ فاسق نہیں آیا، عجیب قول ہے لفظِ فاسق تو عربی لفظ ہے۔

صاحبِ مصباح نے لکھا ہے یہ لفظ فصیح عربی ہے اور قرآن میں بھی آیا ہے (حکاہ السرقسطی) تاج لسان اور محیط المحیط میں بھی اسی طرح مذکور ہے، حاصل یہ کہ ابن اعرابی کے قول کو نقل کرنیوالوں کی روایت میں اختلاف ہے، راغب کی روایت کے بموجب ابن اعرابی کے نزدیک عربی زبان میں لفظ فاسق کا اطلاق کسی انسان پر نہیں سنا گیا یعنی لفظ اگرچہ عربی ہے لیکن انسان پر اس کا اطلاق سننے میں نہیں آیا، مختار، تاج، لسان وغیرہ کی روایات کے بموجب ابن اعرابی لفظِ فاسق کے جاہلی ہونے کا منکر ہے بہرحال قرآن میں یہ لفظ آیا ہے، اس لئے فصیح عربی ہے، ۲۶/۱۳

فَاسِقًا: اسم فاعل واحد مذکر، حالتِ نصب، (دیکھو لفظِ فاسق) ۲۱/۱۵

فَاسِقُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر، حالتِ رفع، فَاسِقٌ واحد (دیکھو لفظِ فاسق) ۶/۱۵،۱۳،۱۲ ۷/۱۱ ۷/۳ ۱۲/۱۷ ۸/۱۷،۱۵،۸ ۱۵/۱۳،۷ ۲۶/۴ ۲۷/۲۰،۱۸ ۲۸/۹

فَاسِقِیْنَ: اسم فاعل جمع مذکر، حالتِ نصب و جر،

فاسق واحد، نافرمانِ خدا (دیکھو لفظِ فاسقٌ) ۱/۳ ، ۶/۸ ، ۶/۴ ، ۹/۳،۲ ، ۹/۷،۲ ، ۱۰/۱۳،۱۶ ، ۱۱/۱ ، ۱۱/۵ ، ۲۰/۷ ، ۲۵/۱۱ ، ۲۷/۱ ، ۲۸/۴،۹،۱۳

اَلْفَاصِلِیْنَ: اسم فاعل جمع مذکر، حالتِ جر، فَصْلٌ مصدر، فَاصِلٌ واحد، فیصلہ کرنے والے، حق کو باطل سے الگ کرنے والے، ۷/۱۳

فَاطِرٌ: اسم فاعل واحد مذکر، فَطْرٌ مصدر (باب نصر و ضرب) عدم کو پھاڑ کر وجود میں لانے والا، نیست سے ہست کرنے والا، اہلِ تفاسیر نے اس کا ترجمہ مُبدِع کیا ہے یعنی بغیر نظیر و مثال کے عدم محض سے عالمِ وجود میں لانے والا، لغت میں فَطْرٌ کے معنی ہیں پھاڑنا (قاموس و صحاح) اللہ بھی کائنات کو عدم کا پردہ پھاڑ کر وجود میں لایا ہے اس لئے ان کو فاطر کہا جاتا ہے، ۷/۸ ، ۱۳/۱۵،۱۶ ، ۲۲/۱۳ ، ۲۴/۲ ، ۲۵/۳

فَاعِلٌ: اسم فعل واحد مذکر، فَعْلٌ مصدر، فِعْلٌ اسم مصدر یعنی کردار اور عمل، فَعِلَۃٌ خصلت، عادت، فَعَلَ ماضی یَفْعَلُ مضارع (باب فتح) کرنیوالا، ۱۵/۱۶

فَاعِلِیْنَ: اسم فاعل جمع مذکر (حالتِ نصب) فَاعِلٌ واحد، کرنیوالے۔ سورۃ الحجر رکوع ۵ پارہ ۱۴ میں جو یہ لفظ آیا ہے اس سے مراد ہے نکاح کرنے والے (سیوطی) یا ضمانت میں مکفول کرنے والے، (معجم القرآن) ۱۲/۱۲ ، ۱۴/۵ ، ۱۷/۲،۵،۶،۷

فَاعِلُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر (حالتِ رفع) کرنے والے، یہ لفظ جو پارہ ۱۸ رکوع ۱ میں آیا ہے اس سے مراد ہے ادائے زکوٰۃ کرنیوالے، (بیضاوی) ۱۳/۲ ، ۱۸/۱

فَاقِرَۃٌ: اسم فاعل واحد مؤنث، یہ اگرچہ اسم فاعل مؤنث ہے لیکن غالباً ان اسماء کی جگہ اس کا استعمال ہوتا ہے جو موصوف سے بے نیاز ہیں اور بغیر کسی ذات کے ان کا استعمال ہوتا ہے جیسے دَاہِیَۃٌ حَادِثَۃٌ اسی لئے منتہی الارب میں اس کا ترجمہ بلا، و سختی لکھا ہے اور عملی نے فقراتِ ظہر یعنی پشت کے مہرے (کُرے) توڑ دینے والی مصیبت کہا ہے۔ ۲۹/۱۷

فَاقِعٌ: اسم فاعل واحد مذکر فَقْعٌ فَقَعٌ فُقُوْعٌ تینوں مصدر ہیں (باب فتح و نصر و سمع) گہرا زرد یا خالص زرد (جلالین، بیضاوی، مدارک، معجم القرآن، خازن) قاموس اور تاج وغیرہ میں گہرا زرد، خالص زرد، گہرا سرخ اور خالص سرخ بھی فاقع کی تشریح میں لکھا ہے بلکہ مادہ فَقْعٌ سے دوسرے صفت کے صیغے بیشتر سرخ رنگ کے لئے ہی استعمال ہوتے ہیں جیسے نَقَعْتُمْ سرخ فُقَاعٌ سرخ رنگ والا،

لیکن اُفقع بہت زیادہ سفید کو کہتے ہیں اگر زردی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے تو فَقَعَ فَقْعًا (باب فتح) اور فَقَعَ فُقُوعًا (باب نصر) سے آتا ہے اور سرخی کے لئے مستعمل ہو تو فَقِعَ فَقَعًا سے آتا ہے اس جگہ زرد مراد ہے اس کے تمام افعال باب فتح یا نصر سے آئیں گے (تاج قاموس وغیرہ) پ ۱/۸

فَاكِهَةٌ: ہر قسم کا میوہ سیب انگور انار وغیرہ، یہ اسم فاعل کا صیغہ بھی ہے بروزن فَاعِلٌ تاء آخر میں مبالغہ کی ہے، فَاكِهَةٌ ظریف اور ہنس ہنس کے باتیں کرنے والے کو کہتے ہیں اور فَاكِهَةٌ بہت زیادہ ہنس مکھ ظریف دوستوں سے ہنسی کرنیوالے اور خوب ٹھٹھے لگانے والے کو کہتے ہیں (قاموس) بعض نے انگور اور انار کو فواکہ میں شمار نہیں کیا ہے (معجم) آیات میں مراد پھل اور میوے ہیں (خازن)

پ ۲۳ ۱۳/۲، پ ۲۵ ۱۳/۱۶، پ ۲۷ ۳/۱۱ ، ۱۳/۱۵، پ ۳۰ ۵

فَاكِهِيْنَ: اسم فاعل جمع مذکر، فَاكِهَةٌ واحد (حالت نصب) فُكَاهَةٌ اسم مصدر، محلی نے اس کا ترجمہ کیا ہے نَاعِمِيْنَ یعنی آرام پانے والے یا مزہ اڑانے والے، صاوی نے اس کی تائید کے بعد یہ بھی لکھا ہے کہ فَكِهِيْنَ کے معنی ہیں استہزاء کرنے والے، صاحب معجم القرآن نے لکھا ہے کہ فَكِهِيْنَ اور فَاكِهِيْنَ کے معنی ہیں مسلمانوں کا مذاق بنا کر مزے اڑانے والے یا دل لگی کرنیوالے، پ ۲۵ ۱۴، پ ۲۷ ۲

فَاكِهُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر، فَاكِهَةٌ واحد، (حالت رفع) آرام پانیوالے یا راحت پانیوالے، پ ۲۳ ۲

فَالِقُ: اسم فاعل واحد مذکر، فَلْقٌ مصدر، پھاڑنے والا، بیج اور گٹھلی کو پھاڑ کر سبزہ نکالنے والا، تاریکی کو پھاڑ کر صبح نکالنے والا۔ پ ۷ ۱۴

فَانٍ: اسم فاعل واحد مذکر، اصل میں فَانِي تھا، فنا ہونے والا، بالکل معدوم ہو جانے والا، ماضی فَنِيَ مضارع يَفْنٰى (باب سمع) محلی نے فانی کا ترجمہ ہالک لکھا ہے لیکن علامہ تفتازانی کا جو قول عقائد نسفی کی شرح میں جنت و نار کی بحث میں ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ ہالک فانی سے جدا چیز ہے جس چیز کی ہیئت ترکیبی زائل ہو جائے گو اجزاء الگ الگ باقی رہیں اس کو ہالک کہتے ہیں، كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ کا یہی مطلب ہے اور فانی وہ ہے جو معدوم ہو جائے۔ پ ۲۷ ۱۱

فَاهُ: فَا مضاف هٗ ضمیر مضاف الیہ (حالت نصب) اس کے منہ کو، اس کے منہ تک، فَاهٗ بھی منہ کو کہتے ہیں، اس وقت هٗ ضمیر کی نہیں ہے اور نہ حالت نصبی ہے اس طرح فِيْهِ، فُوْهٗ، فَوْهَةٌ، فَمٌ سب کے معنی

منہ کے ہیں، اَفْوَاہٌ جمع ہے (قاموس صحاح) ۱۲/۸

فَآئِزُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر (حالت رفع) فَآئِزٌ واحد، کامیاب، انتہائی مقصود پانیوالے (دیکھو فَازَ) ۱/۹، ۱۸/۱۲،۶، ۲۸/۹

فَتْحٌ: مصدر اور اسم فعل، فتح کا استعمال قرآنِ مجید میں تین طرح ہوا ہے ۱ اس ظاہری بندش کو جو آنکھوں سے دیکھی سکتی ہو دور کر دینا، کھول دینا ۲ مصائب کو دور کر دینا، زائل کر دینا ۳ علمی بندش کھول دینا، شبہات دور کر دینا، جہالت کے پردے ہٹا دینا، تفصیل و توضیح ابھی آتی ہے، ۵/۱۷، ۲۸/۱۰

اَلْفَتْحُ: اسم فعل (حالت جر) کامیابی وغیرہ، ۶/۱۲، ۲۷/۱۷، ۲۱/۱۶

فَتْحًا مُّبِيْنًا: اسم فعل نکرہ (حالت نصب) کھلی فتح مراد فتح مکہ یا علم و ہدایت کا دروازہ کھول دینا (راغب) ۲۶/۹

فَتْحًا قَرِيْبًا: اسم فعل نکرہ (حالت نصب) مراد فتح خیبر (محلی) جو صلح حدیبیہ سے چھ مہینے بعد ۷ھ میں ہوئی (رواہ عکرمہ و الشعبی) ۲۶/۱۱،۱۲

فَتْحًا: مصدر نکرہ (مفعول مطلق) فیصلہ کر دینا۔ ۱۹/۱

اَلْفَتْحُ: اسم فعل (حالت رفع) یہ لفظ تین جگہ آیا ہے، ۹/۱۶، ۲۱/۱۶، ۳۰/۳۵

پارہ ۹ رکوع ۱۶ میں فیصلۂ ہلاکت مراد ہے یعنی جن کافروں نے دعا کی تھی ان کی ہلاکت کا فیصلہ آ پہنچا (سیوطی)، پارہ ۲۱ رکوع ۱۶ میں بھی آخری فیصلہ مراد ہے اور پارہ ۳۰ رکوع ۳۵ میں فتح مکہ مراد ہے (محلی) امام راغب کے نزدیک حکم اور عملی بھی مراد ہونا جائز ہے۔

اَلْفَتْحِ: اسم فعل (حالت جر) ۱۶/۱۲، ۲۷/۱۷، ۲۱/۱۶

پارہ ۱۶ اور ۲۷ میں کامیابی نصرت اور فتح مراد ہے اور پارہ ۲۱ میں فیصلہ اور حکم (محلی) امام راغب نے کہا یا شبہات کو زائل کرنے کا دن یا عذاب کھول دینے کا دن (المفردات)

فَتَحَ: واحد مذکر غائب ماضی معروف، فَتْحٌ، مصدر، علم دیا (سیوطی) کھول کر بیان کر دیا (عباسی) ۱/۹

فُتِحَتْ: واحد مؤنث غائب ماضی مجہول، کھول دیا گیا، پھاڑ دیا جائے گا، ۱۷/۵، ۲۴/۵، ۳۰/۱

پارہ ۱۷ اور ۲۴ میں مراد ہے کھول دیا گیا اور پارہ ۳۰ میں مراد ہے پھاڑ دیا جائے گا (محلی) یعنی ۳۰ میں آسمان کے دروازے کھول دینا مراد نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ آسمان پھاڑ دیا جائے گا (صاوی)

فَتَحْنَا: جمع متکلم ماضی معروف، فَتْحٌ، مصدر ۷/۱۱، ۹/۲، ۱۸/۱، ۱۲/۴، ۲۶/۹، ۲۷/۸

پارہ ۷ میں توسیعِ رزق مراد ہے، پارہ ۹ میں بھی یہی مراد ہے ۱۸ میں محسوس طور پر کھول دینا

مراد ہے، پ۱۸/۴ میں غیر محسوس دروازہ کھولنا مراد ہے، یعنی بدر کی شکست اور کافروں کا قتل، پ۲۶/۹ میں فتحِ مکہ کا فیصلہ کرنا مراد ہے اور پ۲۷/۸ میں بکثرت پانی برسانا، (معالم، مدارک وخازن)

فَتَحُوْا: جمع مذکر غائب ماضی معروف فَتْحٌ، انہوں نے کھولا، پ۱۳/۲

اَلْفَتَّاحُ: صیغہ مبالغہ، بہت بڑا فیصلہ کرنے والا، پ۲۲/۹

فَتْرَةٍ: اسم فعل مصدر، دھیما ہو جانا، سست ہو جانا کسی نبی کی شریعت کا دھیما پڑ جانا اور آئندہ نبی کا اس وقت تک مبعوث نہ ہونا، دونوں کے درمیانی وقفہ کو فترۃ کہتے ہیں، (راغب) سیوطی نے فترۃ کا ترجمہ کیا ہے، منقطع ہونا (جلالین) پ۶/۷

فَتَقْنَا: جمع متکلم ماضی معروف، فَتْقٌ مصدر، فَتْقٌ کے معنی ہیں پھاڑ دینا، جڑی ہوئی چپاں چیز کو الگ الگ کر دینا، عطاء، قتادہ اور ابنِ عباس کے ایک قول سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین آسمان پہلے باہم جڑے ہوئے تھے پھر اللہ نے ان کو جدا جدا کر دیا (کمالین) محلی کے ایک قول سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے محلی کا دوسرا قول یہ ہے کہ آسمان کا فتق ہے پانی برسانا اور زمین کا فتق ہے سبزہ اگانا پہلے آسمان سے پانی نہیں برستا تھا نہ زمین سے سبزہ اگتا تھا، پھر اللہ نے ان میں یہ قابلیت پیدا کی، قاضی بیضاوی نے اس قول کو نقل کیا ہے مگر اس کے ضعف کو اشارۃً ظاہر بھی کیا ہے، حقیقت میں یہ قول عطیہ اور عکرمہ کا ہے اور حاکم کی روایت کے بموجب حضرت ابنِ عباس سے بھی یہ تفسیر مروی ہے، پ۱۷/۳

فِتْنَةً: پ۹/۱۷ پ۱۷/۳،۱۴ پ۱۸/۱۷ پ۲۳/۷ پ۲۷/۹ پ۲۸/۷ پ۲۹/۱۵

فِتْنَةٌ: پ۱/۱۱ پ۲/۷ پ۶/۱۴ پ۹/۱۹ پ۱۰/۶ پ۱۷/۹،۷ پ۱۸/۱۵ پ۲۴/۲ پ۲۸/۱۶

اَلْفِتْنَةُ: پ۲/۱۱

اَلْفِتْنَةَ: پ۱۰/۱۳ پ۲۱/۱۸

اَلْفِتْنَةِ: پ۳/۷ پ۵/۹

فِتْنَةً لِّلنَّاسِ: پ۲/۱۳

لغت میں فَتَنَ کے معنی ہیں سونے کو آگ میں تپا کر کھرا کھوٹا جانچنا یا آگ میں ڈالنا (تاج) قرآنِ مجید میں لفظِ فتنہ اور اس کے مشتقات کو مختلف معانی کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔

۱ آزمائش اور آزمائش کرنا، پ۱/۱۱ پ۱۷/۷ پ۲۴/۲ پ۲۸/۱۶ پ۱۷/۳،۱۴ پ۱۸/۱۷ پ۲۷/۹ پ۲۹/۱۵ پ۹/۹

۲ آفت، مصیبت، پ۶/۱۴ پ۱۷/۹ پ۱۸/۱۵ پ۹/۱۷

۳ فساد، پ۳/۷ پ۲/۷

۴؎ فساد انگیزی، فساد ڈالنا، ب ۵/۱۳ ب ۱۱/۱۳

۵؎ باہم فساد، خانہ جنگی، ب ۲۱/۱۸

۶؎ کفر، ب ۹/۱۹

۷؎ بدنظمی، خرابی، پ ۶

۸؎ تختۂ مشق، عبرت، یعنی ہم کو ان کا تختۂ مشق نہ بنا، ابنِ عباس نے فرمایا ان کو ہم پر مسلط نہ کر کہ وہ ہم کو دکھ دے سکیں، بیضاوی میں ہے ہم کو آزمائش کا مقام نہ بنا، ب ۲۸/۷

۹؎ ایذار، ب ۲/۱۴

۱۰؎ دکھ، عذاب، ب ۲۳/۷ ب ۲۶/۱۸

۱۱؎ عذر، ب ۹

فِتْنَتُكَ : فِتْنَةٌ مضاف، کَ ضمیر مضاف الیہ تیری آزمائش، ب ۹

فِتْنَتَكُمْ : فِتْنَةٌ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ تمہارا عذاب، تم اپنا عذاب ۲۶/۱۸

فِتْنَتُهُمْ : فِتْنَةٌ مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب، مضاف الیہ، ان کا عذر (ابن عباس) ب ۷

فَتَنَّا : جمع متکلم ماضی معروف، ہم نے آزمائش میں ڈالا، ہم نے آزمائش کی، ہم نے سزا دی، ہم نے مصیبت سے بچایا، ب ۷/۱۲ ب ۱۶/۱۱،۱۳ ب ۲۰/۱۳ ب ۲۳/۱۱،۱۲ ب ۲۵/۱۴

پارہ ۱۶/۱۱ میں متواتر تکلیفوں اور دکھوں سے بچا لینے کے معنی ہیں (ابن عباس) اور ب ۱۲ میں سزا دینے کے معنی ہیں باقی مقامات پر آزمائش کے۔

فُتِنْتُمْ : جمع مذکر حاضر ماضی مجہول، تمہاری آزمائش کی گئی، ب ۲۷/۱۸

فُتِنُوا : جمع مذکر غائب ماضی مجہول، ان کو ایذاء دی گئی، ان کو دکھ دیا گیا، ب ۱/۱۴

فَتَنُوا : جمع مذکر غائب ماضی معروف، انہوں نے ایذا دی، دکھ دیا۔ ب ۳۰

فُتُونًا : اسم فعل مصدر، آزمائش اور آزمانا، یہ لفظ جمع بھی ہے فَتْنٌ واحد، آزمائشیں، طرح طرح کی تکلیفیں، ہم نے تمہاری طرح طرح کی آزمائشیں کیں، یا بقول ابنِ عباس طرح طرح کی تکلیفوں سے بچایا، ب ۱۶/۱۱

فَتًى : لڑکا، جوان، بوڑھا، عربی میں سب کے لئے بولا جاتا ہے، خادم کے لئے بھی کہا جاتا ہے اور غلام کو بھی کبھی فَتٰی کہہ دیتے ہیں، اس جگہ نوجوان مراد ہے، ب ۱/۵

فَتَاهُ : فَتًا مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب، مضاف الیہ، اس کا خادم، ب ۱۵/۲۱

فَتَاهَا : فَتًا مضاف هَا ضمیر واحد مؤنث غائب، مضاف الیہ، اس کا غلام خادم، ب ۱۲/۱۴

فَتَیَانِ: تثنیہ، فتیٰ واحد (حالتِ رفع) دو جوان آدمی، پ ۱۲/۱۵

فَتَیَاتِ: نوجوان عورتیں، باندیاں، خواہ لڑکی ہو یا جوان یا بوڑھی، یہ لفظ جمع ہے، فَتَاۃٌ واحد، یہاں مراد باندیاں ہیں، پ ۵/۱، پ ۱۸/۱

اَلْفِتْیَۃُ: جمع، فَتیٰ واحد معرف باللام، چند آدمی، چند جوان، پ ۱۵/۱۲

فِتْیَۃٌ: جمع، نکرہ، فَتیٰ واحد۔ چند جوان، پ ۱۵/۱۴

لِفِتْیَانِہٖ: جمع، فَتیٰ واحد، لام حرفِ جر، فِتْیَان مضاف (حالتِ جر) ہ ضمیر مضاف الیہ، اپنے خادموں سے، پ ۱۳/۲

فَتِیْلًا: باریک تاگہ، ڈورہ جو دو انگلیوں میں پکڑ کر بٹا جاتا ہے، کھجور کی گٹھلی کے شگاف میں جو ڈورا یا سوتا ہوتا ہے وہ بھی فتیل کہلاتا ہے، مراد حقیر، قلیل، پ ۵/۴، پ ۵/۸، پ ۱۵/۸

فَجٌّ: دو پہاڑوں یا پہاڑ کے دو حصوں کے درمیان چوڑا راستہ، پ ۱۷/۱۱ فجاج کے بھی یہی معنی ہیں۔

فِجَاجًا: جمع، فَجٌّ واحد، حالتِ نصب، دو پہاڑوں کے درمیان کشادہ راستے، پ ۱۷/۲، پ ۲۹/۹

اَلْفَجْرُ: اسم فعل، مصدر، پو پھٹنا، صبح کی روشنی، نمودار ہونا، پھاڑ کر بہانا، وقتِ فجر، گناہ کرنا، فَجْرٌ بخشش، سخاوت، مروت، احسان، مال، مال کی کثرت، پ ۲/۷، پ ۱۵/۹، پ ۱۵/۱۴، پ ۳۰/۲۲،۱۴ قرآنِ مجید میں صرف وقتِ فجر اور طلوعِ صبح کے لئے اس کا استعمال ہوا ہے۔

فُجِّرَتْ: واحد مؤنث غائب ماضی مجہول، تَفْجِیْرٌ مصدر، بابِ تفعیل، پھاڑ دیے جائیں گے یعنی ایک کا دہانہ دوسرے کی طرف کھول دیا جائے گا، سب سمندر آپس میں مل جائیں گے۔ پ ۳۰/۷

فَجَّرْنَا: جمع متکلم ماضی معروف، تَفْجِیْر مصدر، بابِ تفعیل، ہم نے پھاڑا، ہم نے بہایا، ہم نے پھاڑ کر بہایا، پ ۱۵/۷، پ ۲۳/۲، پ ۲۷/۸

اَلْفَجَرَۃُ: جمع، فَاجِرٌ واحد، سخت نافرمان، شریعت کا پردہ پھاڑنے والے، دیکھو فاجر پ ۳۰/۵

اَلْفُجَّارِ: جمع، فَاجِر واحد، بدکار، نافرمان، کافر (دیکھو فاجر) پ ۲۳/۱۲، پ ۳۰/۸

اَلْفُجَّارَ: جمع، فَاجِر واحد، بدکار، کافر، (دیکھو فاجر) پ ۳۰/۷

فُجُوْرَھَا: مصدر، مضاف، ھا ضمیر مضاف الیہ لغوی معنی سوار کا زین سے ایک طرف کو جھک جانا، جھوٹ بولنا، کسی کو جھوٹا قرار دینا، نافرمانی کرنا

تباہ ہوجانا، بینائی کا کمزور ہوجانا، مرادی معنی دین کا پردہ پھاڑنا، علی الاعلان گناہ کرنا، اس سے ماضی فَجَرَ اور مضارع یَفْجُرُ (نصر) آتا ہے، فَجَرَ عَنِ الْحَقِّ حق سے روگردانی کی، فَجَرَ الْمَاءَ پانی بہادیا۔ فَجَرَ مِنَ الْمَرَضِ بیماری سے اچھا ہوگیا، آیت میں بدکاری اور شریعت کی نافرمانی مراد ہے، ۳۰/۱۶

فَجْوَةٍ: وسیع میدان (راغب) غار کے اندر کشادہ زمین (غریب القرآن میرزا ابوالفضل) دو پہاڑوں کے درمیان شگاف اور وسیع زمین (قاموس) ۱۵/۱۴

اَلْفَحْشَاءِ: اسم تفضیل، واحد مؤنث، اس سے مذکر اَفْحَشُ آتا ہے، مادہ فُحْش برا کام (صحاح)، وہ قول و عمل جس کی برائی کھلی ہوئی ہو اور اس سے سننا یا کرنا برا لگے، (تاج) بخل (قاموس) ۲/۵ ۳/۵ ۸/۱

اَلْفَحْشَاءَ: برا کام، بے حیائی کا کام، زنا، ۱۲/۱۳ ۱۹/۱۱ ۱۸/۹ ۲۱/۱

قرآن مجید میں یہ لفظ مختلف معانی میں مستعمل ہے، ۲/۵ میں وہ کلام مراد ہے جو شرعاً برا ہو، ۳/۵ میں بخل اور زکوٰۃ نہ دینا مراد ہے، ۸/۱ میں بے حیائی، ۱۲/۱۳ اور ۱۹/۱۱ میں زنا مراد ہے، ۲۱/۱ میں امر قبیح مراد ہے، (سیوطی و عملی)

اَلْفَخَّارِ: جمع، اَلْفَخَّارَۃ واحد ٹھیکرے، ۲۷/۱۱

فَخُوْرٌ: صیغہ مبالغہ (حالت رفع) فَخْرٌ مصدر، و اسم فعل، امام راغب نے لکھا ہے کہ ظاہری چیزوں پر اترانا (مثلاً مال، عزت، جاہ، حکومت وغیرہ) فخر کہلاتا ہے، بہت زیادہ فخر کرنے والا، ۱۲/۲

فَخُوْرٍ: صیغہ مبالغہ (حالت جر) اترانے والا، بڑا شیخی خورا، ۱۱/۱۲ ۲۷/۱۹

فِدَاءً: وہ چیز جو جان کے بدلے دی جاتی ہے اسی کو فدی بھی کہتے ہیں، فَدٰى يَفْدِي (ضرب) ماضی اور مضارع کے صیغے ہیں، ۲۶/۵

فَدَيْنَا: جمع متکلم ماضی معروف، ہم نے اس کو بچالیا اور اس کے عوض دوسری چیز دیدی، ۲۳/۷

فِدْيَةٌ: وہ چیز جو جان بچانے کے لئے لی یا دی جاتی ہے، ایک مثل ہے خُذْ عَلٰى هٰذَيْتِكَ وَ فِدْيَتِكَ اس سے مراد یہ ہے کہ اپنی پہلی چال پر چلو، ۲/۷ ۲۷/۱۸

فُرَاتٌ: بہت شیریں پانی، مصدر فُرُوْتَةٌ شیریں ہونا، ماضی فَرُتَ شیریں ہوگیا، مضارع يَفْرُتُ شیریں ہو رہا ہے یا ہوگا (باب کرم) لیکن اگر

باب نَصَرَ سے اس کے مشتقات بنائے جائیں تو
فَرَتَ فُرُوتًا کہا جائے گا اور معنی ہوں گے زناکار
اور بدچلن ہونے کے اور باب سَمِعَ میں اس کے
معنی ہوں گے بیوقوف ہو جانے کے (قاموس)
پ۱۹/۱۲ پ۲۲/۱۴

فُرَاتًا: آبِ شیریں، خوش مزہ (حالتِ نصب)
(دیکھو سطورِ بالا) پ۲۹/۲۱

فُرَادٰی: جمع غیر قیاسی فَرْدٌ واحد، اکیلے
اکیلے، ایک ایک، عربی محاورہ ہے جَاءُوْا فُرَادٰی
وہ اکیلے اکیلے آئے، پ۷/۱۷ پ۲۲/۱۲
پ۷ میں مال و عیال سے تنہا ہونا مراد ہے
اور پ۲۲/۱۲ میں ایک ایک ہونا یعنی دو دو نہ ہونا،
(بیضاوی)

اَلْفِرَارُ: خوف سے بھاگنا، مصدر (باب ضَرَبَ)
ماضی و مضارع فَرَّ یَفِرُّ۔ فرار لازم ہے لیکن
کبھی متعدی بھی آتا ہے فَرَّ الدَّابَّةَ عمر معلوم
کرنے کے لئے گھوڑے کے دانت دیکھے ایک
مثل ہے اَلْجَوَادُ عَيْنُهٗ فِرَارُهٗ گھوڑے کی
آنکھ ہی عمر بتا دیتی ہے، اس معنی میں یہ لفظ باب
ضَرَبَ اور نَصَرَ دونوں سے آتا ہے، پ۲۱/۱۸

فِرَارًا: مصدر، حالتِ نصب، ڈر کر بھاگنا، مزید
تحقیق سطورِ بالا میں دیکھو، پ۵/۱۵ پ۲۱/۱۸ پ۲۹/۹

فَرَّتْ: واحد مؤنث غائب ماضی معروف، مصدر
فِرَارٌ اور مَفَرٌّ، وہ بھاگی، پ۲۹/۱۶

فَرَرْتُ: واحد متکلم ماضی معروف مصدر فِرَارٌ
اور مَفَرٌّ، میں بھاگا، پ۱۹/۱۶

فَرَرْتُمْ: جمع مذکر حاضر ماضی معروف، مصدر
فِرَارٌ اور مَفَرٌّ، تم بھاگے، پ۲۱/۱۸

فَفِرُّوْا: جمع مذکر حاضر امر، فَا حرفِ تعقیب،
مصدر فِرَارٌ اور مَفَرٌّ، بھاگ چلو، پ۲۷/۲
(چاروں لفظوں کی مزید تحقیق کے لئے اَلْفِرَار دیکھو)

اَلْفَرَاشُ: جمع، فَرَاشَةٌ واحد، پروانے،
چست اور سبک آدمی، یہاں مراد اول معنی ہیں،
آیت میں اَلْفَرَاش کو بطور اسم جنس استعمال
کیا گیا ہے اسی لئے اس کی صفت کو مفرد لایا گیا،
اور بجائے اَلْمَبْثُوْثَةِ کے اَلْمَبْثُوْث فرمایا
جس طرح السحاب اگرچہ سَحَابَةٌ کی جمع ہے
(قاموس) لیکن اسم جنس بھی ہے اسی لئے سَحَابٌ
مَرْکُوْمٌ کہا جاتا ہے، پ۳۰/۲۶

فِرَاشًا: فرش جس کو بچھایا جاتا ہے یعنی بستر اس
کی جمع فُرُشٌ ہے، پ۱/۳

فُرُشٌ: جمع، فِرَاشٌ واحد، فرش، بستر، پ۲۷/۱۴

فَرَشْنَا: جمع متکلم ماضی معروف، ہم نے بچھایا، فَرْشٌ و فِرَاشٌ مصدر، فَرَشَہٗ اس کو بچھایا، اس کے لئے فرش بچھایا، فَرَشَ فُلَانًا اس سے جھوٹی بات کہی (قاموس)، ۲۷/۲

فَرْشًا: فَرْشٌ مصدر بھی ہے لیکن اس جگہ ایسے چھوٹے چوپائے مراد ہیں جن پر بوجھ نہیں لادا جاتا (رازی فی الکبیر) جیسے بکریاں اور چھوٹے چھوٹے اونٹ (ابن عباس)، ۸/۴

فَرْثٍ: واحد، وہ گوبر جو جانور کی آنتوں کے اندر ہو، فُرُوث جمع، اسی کو فُرَاثَۃٌ بھی کہتے ہیں فَرِثَ فَرْثًا سیر ہو گیا فَرِثَتْ الْقَوْمُ قوم منتشر ہو گئی، ۱۴/۱۴

فَرْجَهَا: فرج مضاف (حالت نصب) ہَا ضمیر مضاف الیہ، فَرْجٌ واحد، فُرُوْجٌ جمع، فرج کے معنی پھاڑنا، چیرنا، شق کرنا (مصدر) شگاف (حاصل مصدر) عورت اور مرد کی شرمگاہ، آیت میں آخری معنی مراد ہے، ۱۷/۶ ۲۸/۳۰

فُرُوْجٍ: اسم فعل، شگاف (راغب)، ۲۶/۱۵

فُرُوْجِهِمْ: جمع، فَرْج واحد، فروج مضاف (حالت جر) ہِمْ ضمیر مضاف الیہ، ان مردوں کی شرمگاہیں، ۱۸/۱ ۲۹/۲

فُرُوْجَهُمْ: جمع، فرج واحد، فروج مضاف (حالت نصب) ہُمْ مضاف الیہ، اپنی شرمگاہوں کو، ۱۸/۱ ۲۲/۲

فُرُوْجَهُنَّ: جمع، فرج واحد، فروج مضاف (حالت نصب) ہُنَّ مضاف الیہ، ان عورتوں کی شرمگاہیں، ۱۸/۱۰

فُرِجَتْ: واحد مؤنث غائب ماضی مجہول، فَرْجٌ مصدر، آسمان پھاڑ دیا جائے گا۔ ۲۹/۲۱

عربی میں آسمان (سَمَاءٌ) مؤنث استعمال کیا جاتا ہے۔

فَرِحَ: واحد مذکر غائب ماضی معروف، فَرَحٌ مصدر، وہ خوش ہوا، فَرَحٌ کا استعمال پسندیدہ اچھی خوشی کے لئے بھی ہوا ہے اور بُری مذموم خوشی کے لئے بھی جس کے معنی ہیں اِترانا، بدمست ہونا، عموماً اس کا اطلاق دنیوی جسمانی لذتوں سے حاصل شدہ خوشی پر ہوا ہے اور کہیں علمی خوشی پر بھی، ۱۰/۷ ۲۵/۶

فَرِحُوْا: جمع مذکر غائب ماضی معروف، وہ خوش ہوئے وہ اترا گئے، ۱۱/۷ ۱۱/۸ ۱۳/۹ ۱۱/۷ ۲۴/۱۴

فَرِحٌ: صیغہ صفت مشبہ واحد، خوش، اِترانے والا۔ ۱۲/۱

فَرِحُوْنَ: جمع (حالت رفع) فَرِحٌ واحد، خوش

اترانے والے، پ۱۲ ع۴

فَرِحِيْنَ: جمع (حالتِ نصب) فَرِحٌ واحد، خوش، اترانے والے، پ۲۰ ع۱۱

فَرْدًا: واحد (حالتِ نصب) فُرَادیٰ جمع غیر قیاسی، اکیلا، تنہا جو کسی غیر کے ساتھ مخلوط نہ ہو لفظ فَرْد وِتْر (طاق) سے عام ہے اور واحد سے خاص (راغب) اللہ کے فرد ہونے کے معنی ہیں اس کا جوڑا نہ ہونا، ماسوا سے بے نیاز ہونا، (المفردات) پ۱۶ ع۹ ع۱۷

اَلْفِرْدَوْسَ: لفظ فارسی ہے یا قبطی، فارسی میں فردوس اس باغ کو کہتے ہیں جس کے درخت پھیلتے جائیں اور قبطی زبان میں انگور کی ٹٹیوں کو کہتے تھے (معجم القرآن لعبد الرؤف مصاحب) قاموس و منتہی الارب نے لکھا ہے، فردوس پانی کی وہ چھوٹی نہر جس میں ہر طرح کا سبزہ اگا ہوا ہو وہ باغ جس کے اندر انگور اور ہر طرح کے پھل اور پھول ہوں اور جنت، یہ لفظ یا عربی ہے یا رومی یا سریانی، جمع فرادیس، محلی نے کہا فردوس اعلیٰ درجہ کی جنت، جو وسط میں واقع ہے، میرے خیال میں یہ لفظ عربی ہے کیونکہ اس کے ہم مادہ دوسرے الفاظ عربی میں مستعمل ہیں مثلاً فُرْدُوس سامان کے سامنے رکھا جانے والا کھانا، صَدْرٌ مُفَرْدَسٌ چوڑا سینہ، فَرْدَسَةٌ کشادگی، فراخی، زمین پر کسی کو پٹک دینا، گرا دینا (قاموس) پ۱۶ ع۳

اَلْفِرْدَوْسَ: دیکھو اَلْفِرْدَوْس، پ۱۶ ع۳

فَرَضَ: واحد مذکر غائب ماضی معروف، فَرْضٌ مصدر، لغت میں فرض کے معنی ہیں کسی حجم والی چیز کو جس میں صلابت ہو، کاٹ دینا، قرآنی اصطلاح میں اس کے کئی معنی ہیں:-

۱ مقرر اور معین کرنا،

۲ عزم کرنا، اپنے اوپر لازم کر لینا،

۳ واجب کرنا اگر مفعول دوئم پر عَلٰی آئے،

۴ اجازت یعنی روک اور بندش نہ ہونا بشرطیکہ اس کے بعد لام آئے (المفردات و غریب القرآن)

فرض کا ترجمہ ہوا اس نے واجب کر دیا، مقرر کر دیا، اجازت دیدی، عزم کر لیا، (دیکھو تفرضوا) پ۲ ع۹ پ۲۰ ع۱۲ پ۲۲ ع۳ پ۲۵ ع۱۹ (پ۲ ع۹ عزم پ۲۰ ع۱۲ واجب کر دیا پ۲۲ ع۳ اجازت دیدی پ۲۵ ع۱۹ اجازت دیدی)

فَرَضْتُمْ: جمع مذکر حاضر ماضی معروف، فَرْضٌ مصدر، تم نے مقرر کیا، تم نے معین کیا، پ۲ ع۱۵

فَرَضْنَا: جمع متکلم ماضی معروف، فَرْضٌ مصدر، ہم نے واجب کیا، ہم نے عمل کرنا ضروری قرار دیدیا

ہم نے مقرر کیا، پ ۲۳/۳

فُرُطًا: حد سے بڑھا ہوا یا ضائع (راغب) فُرُطٌ ظلم اور حد سے بڑھ جانے کو بھی کہتے ہیں، لیکن اس جگہ اول معنی ہی مراد ہے، اَفَرَطٌ پیش رو پہلے سے کام کو درست کرنے کے لئے چلا جانے والا، پہلے سے بھیجا ہوا سامان، پ ۱۵/۱۶

فَرَّطْتُ: واحد متکلم ماضی معروف، تَفْرِیطٌ مصدر باب تفعیل فَرْطٌ مادہ، میں نے کمی کی، میں نے کوتاہی کی، پ ۲۴/۳

مَا فَرَّطْنَا: جمع متکلم ماضی معروف منفی، تفریط مصدر باب تفعیل، ہم نے کمی کوتاہی نہیں کی، ہم نے کسی (ضروری) چیز کو نہیں چھوڑا، پ ۷

فَرَّطْتُمْ: جمع مذکر حاضر معروف تَفْرِیْطٌ مصدر، باب تفعیل، تم نے قصور کیا، تم نے کوتاہی کی، پ ۱۳/۴

فِرْعَوْنَ: اصل میں یہ لفظ فارا، اوہ تھا، مصری زبان میں فار کے معنی محل اور راوہ کے معنی اونچا بڑا تھا فارا اوہ محل کبیر عالی، اس سے مراد شاہ مصر کی ذات ہوتی تھی جیسے خلافتِ عثمانی کے زمانہ میں باب عالی سے مراد خلیفہ کی ذات ہوتی تھی، یورپ کی زبانوں میں بھی لفظ فرعون آیا ہے (مؤلفاتِ بروکسن) حضرت یوسف کے زمانے میں فرعون کا نام ابوفس تھا، حضرت موسیٰ کو جس فرعون نے پرورش کیا تھا اس کا نام رعمیس دوئم یا رعمسیس تھا، یونانی اس کو سوسترلیس کہتے تھے اور عبرانی فرعون التسخیر رعمسیس کے بیٹے، منفتاح کے زمانہ میں حضرت موسیٰ کی بعثت ہوئی، اسی سے مقابلہ ہوا اور یہ ہی ۱۲۹۱ء قبل مسیح میں غرق ہوا:

(معجم القرآن) پ ۱/۶ ۳۰/۱۰ ۹/۳،۴،۵،۶ ۱۰/۲ ۱۱/۱۳،۱۴ ۱۲/۹ ۱۳/۱۲ ۱۵/۱۲ ۱۶/۱۰،۱۱،۱۲،۱۳ ۱۸/۳ ۱۹/۶،۷،۸،۱۶ ۲۰/۱۴،۷،۱۶ ۲۳/۱۰ ۲۴/۸،۹،۱۰ ۲۵/۱۱،۱۴،۱۵ ۲۶/۱۵ ۲۵/۱،۱۰ ۲۸/۲۰ ۲۹/۱۳،۵ ۳۰/۱۳،۱۰،۱۴

فَرْعُهَا: واحد، جمع فروع، شاخ، فرع مضاف ہا ضمیر مضاف الیہ، اس کی شاخ، فَرْعٌ ہر چیز کا بالائی حصہ، فَرْعُ الْقَوْمِ قوم کا سردار، فَرْعُ الْمَالِ مال کا نفع، پ ۱۳/۱۶

فَرَغْتَ: واحد مذکر حاضر معروف، جب تم فارغ ہو جاؤ نماز سے (مکی، یا (جہاد) حسن بصری، یا (تبلیغ سے) بعض اہل تفسیر، پ ۳۰/۹۴ (دیکھو اَفْرِغْ)

فِرَاقٌ: اسم فعل، جدائی، پ ۱۶/۱ پ ۲۹/۱۷ پارہ ۲۹/۱۷ میں موت مراد ہے۔

فِرْقٍ: اسم فعل، مجموعہ میں سے کاٹ کر الگ کیا ہوا ایک ٹکڑا (تاج، لسان) پ ۱۹/۸

فِرْقَۃٌ: واحد، آدمیوں کا گروہ، جماعت، جمع
فِرَقٌ شعر میں اَفَارِقَۃٌ بھی جمع کے لئے استعمال
کیا گیا ہے اَفْرَاقٌ جمع الجمع اَفَارِیْقُ جمع الجمع
کی جمع (قاموس) پ۱۱/۴

فَرْقًا: مصدر، حالتِ نصب، الگ الگ کر دینا،
پھاڑ کر جدا جدا کر دینا (دیکھو الفارقات) پ۲۹/۲۱

اَلْفُرْقَانَ: فرقان مصدر بھی ہے یعنی الگ الگ
کرنا، حق کو باطل سے جدا کرنا اور صیغۂ صفت بھی،
یعنی حق کو باطل سے الگ کر دینے والی شے،
قرآن مجید، تورات، دلیل و حجت، وہ نور جس سے
حق و باطل میں امتیاز ہو جائے، جنگِ بدر کا دن،
مندرجہ ذیل آیات میں بقول امام راغبؒ وہ معانی
مراد ہیں جو ان کے ساتھ ہم نے لکھے ہیں، پ۱/۶
معجزات، پ۳/۹ قرآن، پ۱۸/۱۶ قرآن، پ۱۷/۴ تورات
یا دلیل و حجت یا وہ نور جو حق و باطل میں امتیاز کرنیوالا
ہے یا معجزات۔

اَلْفُرْقَانِ: پ۲ میں وہ دلائل مراد ہیں جو حق کو
باطل سے الگ کر دینے والی ہیں اور پ۱۰ میں
جنگِ بدر کا دن جو حق و باطل میں فیصلہ
کر دینے کا دن تھا۔

فُرْقَانًا: وہ نور جو حق و باطل سے الگ کرنے
والا ہے، پ۹/۱۸

فَرَّقْتَ: واحد مذکر حاضر ماضی معروف، مصدر
تَفْرِیْقٌ، باب تفعیل، تونے ٹکڑے ٹکڑے کر دئے،
تونے پھوٹ ڈال دی، پ۱۶/۱۴

فَرَقْنَا: جمع متکلم واحد مذکر غائب، مصدر
فَرْقٌ، یہ لفظ دو جگہ آیا ہے پ۱ میں ترجمہ ہے ہم نے
پھاڑ دیا، ہم نے پانی کو الگ الگ کر دیا، پ۱۵/۱۲ میں
مراد ہے ہم نے الگ الگ حکم بیان کیا، تفصیل کی
الگ الگ کر کے بتا دیا (راغب) یا ہم نے تھوڑا
تھوڑا نازل کیا (سیوطی)

فَرَّقُوْا: جمع مذکر غائب، ماضی معروف، مصدر تفریق،
انہوں نے ٹکڑے کر دئے، پ۸/۷ پ۲۱/۷

فَرِیْقٌ: آدمیوں کی جماعت، گروہ، فِرْقَۃٌ بھی
گروہ کو کہتے ہیں لیکن فریق (گروہ) فِرْقَۃٌ (گروہ)
سے بڑا ہوتا ہے اس کی جمع اَفْرِقَۃٌ۔ فُرُوْقٌ اور
فُرُوْقٌ ہے (قاموس) پ۱/۹، ۱۲ پ۳/۱۱ پ۵/۸ پ۱۴/۱۳
پ۱۸/۶، ۱۲ پ۲۱/۷، ۱۸ پ۲۵/۲

فَرِیْقٍ: دیکھو فَرِیْقٌ، پ۱۱/۴ (حالتِ جر)

فَرِیْقًا: دیکھو فَرِیْقٌ (حالتِ نصب) پ۱/۱۱، ۱۲ پ۲/۷، ۱۶ پ۳/۱۶
پ۱/۶ پ۱۰/۸ پ۱۴/۱۰ پ۱۵/۹ پ۱۹/۲۱ پ۸/۲۳

فَرِیْقَانِ: تثنیہ (حالتِ رفع) فَرِیْقٌ واحد، دو گروہ، پ۱۹/۱۹

فَرِیْقَیْنِ: تثنیہ (حالتِ جر) فَرِیْقٌ واحد، دو گروہ مشرک اور مومن، پ۱۵ ۱۲/۲

فَرِیْضَۃً: صیغہ صفت مشبہ واحد مؤنث، مادہ فَرْضٌ، لازم کیا ہوا حکم، مقرر کیا ہوا مہر، پ۱۵ ۲/۱۳ پ۱۴ ۵/۱، پارہ ۲/۱۵ و ۵/۱ میں مقرر کیا ہوا مہر مراد ہے اور پ۱۳ و ۱/۱۴ میں اللہ کی طرف سے لازم کیا ہوا حکم۔

فَزِعَ: واحد مذکر غائب ماضی معروف، فَزَعٌ مصدر واسم فعل، ڈر گیا، گھبرا گیا۔ یہ باب سَمِعَ سے بھی آتا ہے اور فَتَحَ سے بھی (قاموس) قرآن مجید میں باب سَمِعَ سے آیا ہے۔ پ۲۰ ۲۳/۱۱

پارہ ۲۰/۲ میں اگرچہ ماضی کا صیغہ ہے لیکن معنی مضارع کے ہیں یعنی گھبرا جائیں گے، ڈر جائیں گے۔

فُزِّعَ: واحد مذکر غائب ماضی مجہول مصدر تَفْزِیْعٌ باب تفعیل، تَفْزِیْعٌ کے معنی ڈرانا اور خوف دور کرنا (لغاتِ اضداد میں سے ہے) یہاں آخری معنی مراد ہے، محلی نے ترجمہ کیا ہے کُشِفَ عَنْهَا الْفَزَعُ دلوں سے خوف دور کر دیا گیا، ۲۲/۹

فَزِعُوْا: جمع مذکر غائب ماضی معروف، مصدر واسم فعل فَزَعٌ، وہ ڈر گئے، گھبرا گئے (باب افعال میں اس کے معنی ڈرانے، بے خوف کرنے اور آگاہ کر دینے کے ہو جاتے ہیں)

اَلْفَزَعُ: اسم فعل، گھبراہٹ، خوف، رسول اللہ نے انصار سے فرمایا تھا اِنَّکُمْ لَتَکْثُرُوْنَ عِنْدَ الْفَزَعِ وَتَقِلُّوْنَ عِنْدَ الطَّمَعِ تم خوف کے وقت کثیر ہو جاتے ہو اور مال کی طمع کے وقت تمہاری تعداد کم ہو جاتی ہے یعنی کسی کی مدد کی ضرورت ہوتی ہے اور دشمن سے مقابلے کا وقت ہوتا ہے تو بلا خوف و خطر باہم مدد کرنے کیلئے سب جان کی بازی لگا دیتے ہو اور مالِ غنیمت کی تقسیم کا وقت آتا ہے تو لالچ نہیں کرتے اِدھر اُدھر منتشر ہو جاتے ہو، مال لینے والوں کی تعداد کم رہ جاتی ہے (مجمع البحار) ۱۴/۷

فَزَعٍ: اسم فعل (حالتِ جر) گھبراہٹ، ڈر، پ۲۰ ۲/۳

اَلْفَسَادُ: اسم فعل و مصدر، بگاڑ، خرابی، تباہی بگڑ جانا، خراب ہو جانا، پ۲۱ ۲/۲

اَلْفَسَادِ: اسم فعل و مصدر، بگاڑ، خرابی، تباہی، بگڑ جانا، خراب ہو جانا، پ۱۲ ۱/۱۔

اَلْفَسَادَ: اسم فعل و مصدر، بگاڑ، خرابی، تباہی، بگڑ جانا، خراب ہو جانا، پ۱۳ ۹ پ۲۰ ۱۱ پ۲۵ ۸ پ۳۰ ۱۴

فَسَادٍ: اسم فعل نکرہ، حالتِ جر، بگاڑ، خرابی، تباہی، بگڑ جانا، خراب ہو جانا، پ۶ ۹

فَسَادٌ: اسم فعل نکرہ حالتِ رفع، بگاڑ، خرابی، تباہی

بگڑ جانا، خراب ہوجانا، پ۶

فَسَادًا: اسم فعل نکرہ، حالتِ نصب، بگاڑ، خرابی، تباہی، بگڑ جانا، خراب ہوجانا، پ۶ ۹و۱۲ پ۲۰ ۱۲

فَسَدَتْ: واحد مؤنث غائب ماضی معروف، زمین تباہ ہوجاتی، ملک برباد ہوجاتا، پ۲ ۱۷ پ۸ ۱

فَسَدَتَا: تثنیہ مؤنث غائب ماضی معروف، فساد مصدر (زمین آسمان) دونوں تباہ ہوجاتے، پ۱۷ ۲

فَسَقَ: واحد مذکر غائب ماضی معروف، فِسْقٌ مصدر اس نے نافرمانی کی، حدودِ اطاعت سے نکل گیا (دیکھو فَاسِقًا و اَلْفَاسِقُوْنَ) پ۱۵ ۱۹

فِسْقٌ: اسم فعل اور مصدر، گناہ، نافرمانی کرنی، حدودِ شریعت سے نکل جانا، گناہ کبیرہ کرنا وغیرہ (دیکھو فَاسِقًا) پ۸ ۱

فِسْقًا: اسم فعل، حالتِ نصب، گناہ کی چیز، پ۸

فُسُوْقٌ: اسم فعل، گناہ، نیز مصدر، گناہ کرنا، پ۲

فُسُوْقَ: اسم فعل، گناہ، نیز مصدر، گناہ کرنا مراد گالی گلوچ (ابن عباس و مجاہد معجم القرآن) پ۲ ۹

اَلْفُسُوْقُ: الف لام تعریف، اسم فعل، گناہ یا کبیرہ گناہ یا گناہ والا کام، پ۲۶ ۱۴

اَلْفُسُوْقَ: معرف باللامِ تعریف، گناہ، پ۲۶ ۱۳ (فُسُوْقٌ و فِسْقٌ کی تنقیح کے لئے دیکھو فَاسِقًا)

فَشِلْتُمْ: جمع مذکر حاضر ماضی معروف، مصدر فَشَلٌ (باب سمع) فَشَلٌ کے معنی ہیں پست ہمت ہوجانا (معجم القرآن) بزدلی کے ساتھ کمزور ہوجانا (راغب فی المفردات) تم پست ہمت ہوگئے یا ہوجاؤ گے، تم بزدلی کے ساتھ کمزور ہوگئے یا ہوجاؤ گے۔

صاحب قاموس نے لکھا ہے فَشِلَ فَشَلًا سست ہوگیا، کاہل ہوگیا، پست ہمت ہوگیا، دیر کی، فَشِلٌ صیغہ صفت بھی ہے، ڈرنے والا، سست، فَشْلٌ بھی صفت مشبہ ہے، سست، پ۱۰ ۱

فِصَالًا: اسم فعل، بچہ کا دودھ چھڑانا، یہ باب مفاعلہ کا مصدر بھی ہے یعنی باہم جدا ہونا، آیت میں اول معنی مراد ہے، پ۲ ۱۴

فِصَالُهٗ: اسم فعل، بچہ کا دودھ چھڑانا، فِصَالُ مضاف ہٗ ضمیر مضاف الیہ، اس کا دودھ چھڑانا، پ۲۱ ۱۱ پ۲۶ ۲

فَصَلَ: واحد مذکر غائب ماضی معروف، مصدر فُصُوْلٌ باب ضرب، جدا ہونا، نکلنا، آیت میں یہی مراد ہے، لیکن اگر مصدر فَصْلٌ ہو تو معنی ہوتے ہیں کاٹنا، جدا کرنا، ٹکڑے کردینا، بچہ کا دودھ چھڑانا، یعنی متعدی آتا ہے (قاموس) لیکن اہلِ لغت نے فَصَلَ فَصْلًا کو لازم بھی کہا ہے (منتہی الارب) پ۲ ۱۷

فَصَلَتْ: واحد مؤنث غائب ماضی معروف، مزید توضیح

کے لئے دیکھو فَصَلَ، پ۱۳/۵

فَصَّلَ: واحد مذکر غائب، ماضی معروف، مصدر تَفْصِیْل، باب تفعیل، الگ الگ بیان کر دیا، تفصیل وار بیان کر دیا، پ۹

فُصِّلَتْ: واحد مؤنث غائب، ماضی مجہول، مصدر تفصیل، باب تفعیل، کھول کر بیان کر دی گئیں، وضاحت کر دی گئی، تفصیل وار بیان کر دی گئیں، پ۱۱/۱، پ۲۴/۱۵، ۱۹

فَصَّلْنَا: جمع متکلم ماضی معروف، مصدر تفصیل، باب تفعیل، ہم نے کھول کر بیان کر دیا، الگ الگ تفصیل کر دی، وضاحت کر دی، پ۷/۱۸، پ۸/۲، ۱۳، پ۱۵/۲

فَصْلٌ: حق و باطل کی تمیز، حق بات، سچا فیصلہ کرنے والا قول، حق کو باطل سے الگ کرنے والا کلام، ہڈیوں کا اور اعضاء کا جوڑ، دو چیزوں کو ملنے سے روکنے والا اور دونوں کو جدا جدا رکھنے والا پردہ، آیت میں اول الذکر تینوں معنی مراد ہیں، پ۳۰/۱۱

فَصْلَ الْخِطَابِ: فصل مضاف، الخطاب مضاف الیہ، اصل میں الخطاب موصوف اور فصل صفت تھا فصل الخطاب میں صفت کی اضافت موصوف کی جانب کر دی گئی ہے۔

صاحب منتہی الارب نے اس لفظ کی تشریح کے ذیل میں لکھا ہے کہ اس سے مراد اَمَّا بَعْدُ کا لفظ ہے یا اَلْبَیِّنَۃُ عَلَی الْمُدَّعِیْ وَالْیَمِیْنُ عَلٰی مَنْ اَنْکَرَ ہے، اس کلام کا مطلب شاید یہ ہے کہ سب سے پہلے رسول اللہ نے لفظ اَمَّا بَعْدُ فرمایا، کسی عربی شاعر یا خطیب نے حضور سے پہلے یہ لفظ نہیں بولا تھا، اسی طرح البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر اتنا بلیغ کلام ہے کہ اس بلاغت و ایجاز کے ساتھ عدالتی مقدمات کا فیصلہ کرنے کیلئے کسی شخص نے کوئی ضابطہ نہیں بنایا اور اس ضابطہ کے موجد بھی حضور اقدس ہی ہیں لیکن یہ مؤلف منتہی الارب کا صرف دعویٰ ہی ہے ثبوت دشوار ہے لغت میں فصل الخطاب کے معنی ہیں حق کو باطل سے جدا کرنے والا کلام، قول فیصل اور بیان شافی (معجم القرآن) آیت میں بھی یہی مراد ہے، پ۲۳/۱۱

اَلْفَصْلِ: قیامت کا دن، فیصلے کا دن، حق و باطل سے جدا کرنے کا دن (معجم القرآن اور المفردات) پ۲۳/۵، پ۲۵/۴، ۱۵، پ۲۹/۲۱، پ۳۰/۱

فَصِیْلَتِہٖ: فصیلۃ (حالت جر) مضاف، ہٖ ضمیر مضاف الیہ، مرد کے اقارب ور اعرمعہ (منتہی الارب) قبیلہ (ملی) ماں، باپ، لڑکا والدین سے ہی جدا ہوتا ہے یعنی ان سے پیدا ہوتا ہے، ماں باپ بھی اس سے الگ ہوتے ہیں یعنی اپنے بدن سے

اولاد کو قطع کر کے جدا ہو جاتے ہیں (کبیر) یک جدی افرادِ خاندان (معجم) ۲۹/۷

فَضْلُ اللّٰہِ: اللہ کی مہربانی۔ اسم فعل۔ فضل کے معنی ہیں برتری، بڑھوتری، مال، قوت، حسن، مرتبہ، عزت، حکومت، عقل، علم اور حلم وغیرہ میں زیادتی، مہربانی، اپنی طرف سے بغیر استحقاق کے کسی کو کچھ دینا۔

فضل بمعنی زیادتی کی دو صورتیں ہیں ۱۔ اچھی اور پسندیدہ زیادتی جیسے علم، حلم، حیا وغیرہ کی زیادتی، ۲۔ بری زیادتی جیسے غضب وغیرہ کی زیادتی۔ لفظِ فضل کا زیادہ استعمال اچھی زیادتی کے لئے ہوتا ہے اور بری زیادتی کے لئے لفظِ فضول مستعمل ہے اگرچہ وضع لغت کے لحاظ سے لفظِ فضل دونوں کو شامل ہے۔

فضل بمعنی برتری کی تین صورتیں ہیں ۱۔ ایک جنس کا دوسری جنس سے برتر ہونا جیسے جنسِ حیوان کا افضل ہونا ۲۔ ایک نوع کا دوسری نوع سے اعلیٰ ہونا جیسے نوعِ انسان کا حیوان کی ہر نوع سے اشرف ہونا ۳۔ ایک شخص کا دوسرے شخص سے برتر ہونا جیسے زید کا خالد سے افضل ہونا، اول الذکر دونوں صورتوں میں ادنیٰ کا ترقی کر کے اعلیٰ کی صف میں داخل ہونا ناممکن ہے، صرف تیسری صورت کی بعض شقوں میں امکان ہے (قرآن میں فضل بمعنی برتری سے تیسری ہی صورت مراد ہوتی ہے اگرچہ کسی جگہ نوعی برتری بھی مراد ہے (راغب فی المفردات) ۱/۸ ۵/۱۴،۸ ۶/۱۲ ۱۸/۸،۷ ۲۷/۱۹ ۲۸/۱۱
(دیکھو تَفْضِيْلًا)

فَضْلِ اللّٰہِ: اسم فعل، حالتِ جر، مضاف۔ اللہ مضاف الیہ۔ اللہ کی مہربانی، فضل، ۱۱/۱۱ ۱۲/۱۵ ۱۹/۱۸ ۲۷/۲۰ ۲۸/۱۲ ۲۹/۱۴

اَلْفَضْلُ: اسم فعل، ۵/۶ اہلِ طاعت کا جنت میں انبیاء شہداء اور صدیقوں کے ساتھ ہونا، ۱۹/۱۷ سلیمان کا پرندوں کی بولی سمجھنا اور شاندار سلطنت پانا، ۲۲/۱۶ نیکیوں میں سب سے بڑھ جانا، ۲۵/۴ نیک عمل والے اہلِ ایمان کو جنت میں مرضی کے موافق ہر چیز ملنا۔

اَلْفَضْلَ: اسم فعل، ۲/۱۵ آپس کے تعلقات کی بھلائی، میاں بی بی کے سلوک میں خوشگواری، پاسداری، لحاظ، مروت۔ ۳/۱۶ اللہ کی طرف سے ہدایت اور کتاب اور شریعت۔

اَلْفَضْلِ: اسم فعل، ۱/۱۳ خیر، برکت، ہدایت، شریعت، وحی، ۳/۱۶ مہربانی، عطاء، شریعت، ہدایت، ۹/۱۸ مغفرت، امتیاز، ۵/۹ مال، ۲۷/۱۹ مہربانی، کرم، ۲۵/۱۱

مہربانی، نبوتِ عامہ الی یوم القیامہ۔

فَضْلٍ: اسم فعل، پ ۲/۱۶ مہربانی، موت کے بعد زندگی، پ ۲/۱۷ مہربانی، بعض آدمیوں کو بعض پر حملہ نہ کرنے دینا، امن قائم رکھنا، پ ۴/۷ معافی، پ ۴/۸ انعام، شہداء کو عطاءِ درجات، پ ۹ [illegible] مہربانی، مدد، پ ۶/۴ مغفرت، جنت، پ ۱۱/۶ فضیلت، برتری، پ ۱۱/۱۷ نیکی، مرتبہ، پ ۱۲/۱۶ برتری، فضیلت، پ ۱۲/۲ مہربانی، قیامت کا فوراً نہ آجانا، پ ۱۲/۱۵ مہربانی، دن کو روشن اور رات کو آرام کے لئے بنانا، پ ۱۱/۱۱ مہربانی، عطاءِ رزق۔

فَضْلٌ: اسم فعل، اللہ کی طرف سے فضل، فتح، کامیابی، مالِ غنیمت، پ ۴/۵

فَضْلًا: اسم فعل (حالتِ نصب) پ ۹/۲ تجارت کے ذریعے سے رزق، پ ۵/۳ رحمت، شاید اس جگہ رحمت سے مراد مالی وسعت ہو، پ ۵/۶ مغفرت، پ ۲/۱۵ روزی، پ ۲/۲۲ فضل، رتبہ، جنت، پ ۸/۲۲ فضیلت، برتری، پ ۱۶/۲۵ عنایت، مہربانی، پ ۱۲/۲۶ مغفرت، رحمت، پ ۱۳/۲۶ مہربانی، پ ۴/۲۸ رحمت، مغفرت۔

فَضْلِهٖ: فضل مجرور مضاف، ہ ضمیر مضاف الیہ پ ۱۱/۱ رحمت، وحی پ ۸/۷ رحمت، مہربانی، خاص رزق، پ ۴/۹ مہربانی بلا استحقاق، پ ۵/۲، ۳، ۵ رحمت، مہربانی، مال، پ ۴/۶، پ ۱۶/۱۰، ۱۳ فضل و کرم پ ۱۶/۱۱ خیر بھلائی پ ۸/۲۴

معاش، مال پ ۷/۵ روزی پ ۱۸/۱۵ عنایت، مہربانی، پ ۱۱/۱۰، ۱۵ مہربانی، پ ۱/۲۰ معاش، پ ۶/۲۱ معاش، پ ۸/۲۱ معاش، پ ۱۴/۲۲ معاش، پ ۱۶/۲۲ عنایت، مہربانی، پ ۴/۲۵ مہربانی، پ ۱۸/۲۵ معاش۔

فَضَّلَ: واحد مذکر غائب ماضی معروف، مصدر تفضیل، باب تفعیل پ ۲/۵، ۳، ۱۰ اس نے فضیلت دی، برتری دی، پ ۱۶/۱۴ اس نے زیادتی کی، زیادہ دیا۔

فَضَّلَكُمْ: واحد مذکر غائب ماضی معروف، کُمْ ضمیر مفعول، اس نے تم کو فضیلت بخشی، بزرگی عطا کی پ ۶/۹

فَضَّلَنَا: واحد مذکر غائب ماضی معروف، نَا ضمیر مفعول، اس نے ہم کو برتری عطا کی، فضیلت بخشی پ ۱۷/۱۹

فَضَّلْتُكُمْ: واحد متکلم ماضی معروف، کُمْ ضمیر مفعول، میں نے تم کو بزرگی عطا کی پ ۱۵/۱، ۶

فَضَّلْنَا: جمع متکلم ماضی معروف، ہم نے فضیلت دی، ہم نے بزرگی عطا کی، پ ۱/۳، پ ۱۶/۷ پ ۲، ۶/۷، ۱۵ پ ۱۸/۲۵

فُضِّلُوْا: جمع مذکر غائب ماضی مجہول، مصدر تفضیل، باب تفعیل، ان کو رزق زیادہ دیا گیا، ان کی معاش بڑھائی گئی۔ پ ۱۶/۱۴

فِضَّةٍ: اسم جنس نکرہ، چاندی، پ۲۵/۹، پ۲۹/۱۹

اَلْفِضَّةَ: اسم جنس معرف باللام، حالتِ نصب، چاندی۔ پ۳/۱۱

اَلْفِضَّةِ: اسم جنس معرفہ (حالتِ جر) چاندی پ۳/۱۰

فَطَرَ: واحد مذکر غائب ماضی معروف، مصدر "فطر" اس نے نیست سے ہست کیا، وہ عدم سے وجود میں لایا، اس نے پیدا کیا، لغوی لحاظ سے "فطر" کے مفہوم میں پھاڑنے کے معنی ضرور ہونا چاہیے کیونکہ لغت میں فَطْر کے معنی ہیں پھاڑنا، عدم کے پردے کو پھاڑ کر وجود میں لانا یعنی پیدا کرنا، اسی مناسبت سے اس کا مفہوم قرار پایا، پ۱۵/۴، پ۲۱/۷

فَطَرَنِیْ: واحد مذکر غائب، ماضی معروف، نِیْ مفعول اس نے مجھے پیدا کیا، پ۱۲/۵، پ۲۳/۱، پ۲۵/۹

فَطَرَکُمْ: واحد مذکر غائب ماضی معروف، کُمْ ضمیر مفعول، اس نے تم کو پیدا کیا، پ۱۵/۵

فَطَرَنَا: واحد مذکر غائب ماضی معروف، ھَا ضمیر مفعول، اس نے ہم کو پیدا کیا، پ۱۶/۱۲

فَطَرَھُنَّ: واحد مذکر غائب ماضی معروف ھُنَّ ضمیر مفعول، اس نے ان کو پیدا کیا، پ۱۷/۵

فِطْرَةَ اللّٰهِ: اسم فعل، فِطْرَةَ مضاف، اللّٰہ مضاف الیہ، تخلیق، بناوٹ، بنائی ہوئی چیز، پ۲۱/۷

پروفیسر عبد الرؤف مصری نے لکھا ہے کہ فطرۃ ان خصوصی صفات کو کہتے ہیں جن سے کسی قوم یا فرد کی اچھی بری شخصیت بنتی ہے مثلاً شجاعت قوت، ذہانت، محنت، دانشمندی، مکاری وغیرہ فطرۃ کے اصلی معنی ہیں، آٹا گوندھ کر فوراً بغیر خمیر کے روٹی پکانا، خُبْزٌ فَطِیْرٌ (چپاتی) رَاْیٌ فَطِیْرٌ (بے سوچی رائے) اصل لغت میں توسیع ہوئی تو ایجاد و اختراع کے معنی ہو گئے (معجم القرآن)

امام راغب نے لکھا ہے فطرۃ اللہ سے مراد ہے انسان کی وہ پیدائشی (تخلیقی) قوت جس سے ایمان کا حصول ہوتا ہے (المفردات)

فُطُوْرٍ: اسم فعل، رخنہ، شگاف، عیب، پ۲۹/۱

فَظًّا: بد کلام، بدخو، بد اخلاق، لفظ کی اصل وضع اس گندے پانی کے لئے ہے جو غلاظت سے بھری ہوئی آنتوں کے اندر ہوتا ہے (معجم القرآن و مفردات) پ۴/۸

فَعَلَ: واحد مذکر غائب، ماضی معروف، کیا۔ امام راغب نے لکھا ہے ہر قسم کی تاثیر کو فعل کہتے ہیں ناقص ہو یا کامل، دانستہ ہو یا نادانستہ، ارادے کے ساتھ ہو یا بلا ارادہ، انسان کی طرف سے ہو یا حیوان

کی طرف سے یا کسی اور کی طرف سے فعل اور عمل دونوں کے ایک ہی معنی ہیں البتہ صَنَعَ کا مفہوم خاص ہے یعنی بنانا۔

لفظ فَعَل اسم فعل بھی ہے، مصدر بھی ہے اور اس کام کو بھی کہتے ہیں جو کیا گیا ہو، مفعول اور منفعل میں کوئی فرق نہیں، بعض اہلِ لغت کا قول ہے کہ فاعل کے فعل سے جو چیز بطور نتیجہ بلا ارادہ ظاہر ہو جاتی ہے وہ انفعال ہے جیسے محبوب کو دیکھنے سے چہرے کی شگفتگی اور دل میں سرور گانا سننے سے دل میں ہوک اور طرب، لیکن مفعول میں یہ شرط نہیں ہے (المفردات) پ۹ ۱۲/۹، پ۱۱ ۱۰/۱۱، پ۱۷ ۵، پ۳ ۱۴/۳۰ (دیکھو افعل)

فُعِلَ: واحد مذکر غائب ماضی مجہول، کیا گیا یعنی ان کو عذاب دیا گیا، پ۲۲ ۱۲

فَعَلْتَ: واحد مذکر حاضر ماضی معروف، تو نے کیا، پ۱ ۱۶ یعنی شرک کیا، خدا کو چھوڑ کر دوسرے کو پکارا، پ۱۷ ۵ یعنی کیا تو نے ہمارے معبودوں کو توڑا پ۱۹ ۱۶ یعنی تو نے قتل کیا۔

فَعَلْتُمْ: جمع مذکر حاضر ماضی معروف، تم نے کیا پ۱۳ ۴ یعنی تم نے کیا سلوک کیا، پ۲۶ ۱۲ یعنی، دانی سے کسی قوم کو نقصان پہنچا دیا۔

فَعَلْنَا: جمع متکلم ماضی معروف، ہم نے کیا پ۱۳ ۱۹ یعنی ہم نے ان کو برباد کر دیا، ہلاک کر دیا۔

فَعَلُوْا: جمع مذکر غائب ماضی معروف، انہوں نے کیا پ۱۷ ۵ یعنی کھلا گناہ کیا، پ۵ یعنی وہ تعمیلِ حکم نہیں کرتے پ۶ ۵ یعنی بدی پ۸ ۱۳ یعنی نہ گمراہ ہوتے نہ اغوا کرتے پ۸ ۳ یعنی کھلا گناہ کیا، بے حیائی کا کام کیا، پ۲۷ ۱۰ یعنی جو کام انہوں نے کیا۔

فَعَلْنَ: جمع مؤنث غائب ماضی معروف، ان عورتوں نے کیا، پ۲ ۱۴، ۱۵ یعنی نکاح۔

فَعَلْتُهٗ: واحد متکلم ماضی معروف، ہ ضمیر مفعول پ۱۶ ۱ یعنی میں نے خود اپنی رائے سے نہیں کیا۔ (ابن عباس)

فَعَلْتُهَا: واحد متکلم ماضی معروف، ھا ضمیر مفعول میں نے وہ حرکت کی، پ۱۹ ۱۶ یعنی قتل۔

فَعَلَهٗ: واحد مذکر غائب ماضی معروف، ہ ضمیر مفعول، پ۱۷ ۵ ہاں کسی نے تو کیا (کسائی و رازی) یعنی اس جگہ فَعَلَهٗ کا فاعل غیر معین اور نامعلوم ہے اس لئے حذف کر دیا گیا، رازی کی یہ تشریح اس بنا پر ہے کہ فَعَلَهٗ پر وقف ہے کَبِيْرُهُمْ جو اس کے بعد آیا ہے وہ اس کا فاعل نہیں ہے، عام اہلِ تفسیر نے کَبِيْرُهُمْ کو فاعل قرار دیا ہے اور یہ مطلب

لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم نے فرمایا میں نے یہ کام نہیں کیا بلکہ بڑے بت نے کیا ہے یعنی ان لوگوں کو قائل کرنے اور ان کے عقیدے کا مذاق اڑانے کے لئے حضرت نے انکار کر دیا اور اپنے فعل کو بڑے بت کی طرف منسوب کر دیا۔

فَعَلْتَكَ: اسم فعل مضاف، ک ضمیر مخاطب مضاف الیہ، فَعْلَةٌ بمعنی فعل یعنی تو نے اپنی ایک اور حرکت کی تھی۔ ۱۹/۶

فَعَّالٌ: صیغہ مبالغہ، زبردست کام کرنے والا، خود مختاری سے کرنے والا، ۱۲/۹ ۳۰/۱۰

اَلْفَقْرُ: اسم فعل اور مصدر، تنگ دستی، ناداری، مفلس ہو جانا، محتاج ہو جانا، ۳/۵

پروفیسر عبدالرؤف نے لکھا ہے کہ اگر صرف اہل و عیال کی کفالت کے لئے رزق ہو زائد نہ ہو تو ایسا شخص فقیر ہے، اتنا بھی نہ ہو تو مسکین ہے اصل میں فقیر اس شخص کو کہتے تھے جس کے فقار الظہر (پشت کے مہرے، کریے) ٹوٹ گئے ہوں اس کے بعد ہر کمزور کو کہنے لگے، استعمال میں مزید توسیع کی گئی تو اس شخص پر اطلاق ہونے لگا جس کے پاس روزی زائد نہ ہو مشہور راعی کا قول ہے،

اما الفقیر الذی کانت حلوبتہ • وفق العیال فلم یترک لہ سبد

یعنی میں وہ فقیر ہوں جس کے پاس دودھ دینے والی اونٹنی صرف اہل و عیال کی ضرورت کے لائق دودھ دیتی ہے (معجم القرآن)

امام راغب نے لکھا ہے فقر کا استعمال چار طور پر ہوا ہے:-

۱ ضرورت کے لائق روزی نہ ہونا۔

۲ صرف ضرورت کے لائق ہونا، اندوختہ نہ ہونا آیہ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ میں یہی مفہوم مراد ہے۔

۳ فقر نفس، کتنا ہی مال ہو مگر نفس حریص رہے۔

۴ اللہ کی طرف احتیاج، ایسا فقر ہر آدمی ہر جانور بلکہ کائنات کی ہر چیز میں ہے سب اللہ کے محتاج ہیں آیت رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ میں یہی معنی مراد ہیں (المفردات) (دیکھو فاقرۃ)

فَقِيْرًا: صفت مشبہ نکرہ واحد (حالت نصب) فُقَرَاءُ جمع، محتاج، ۴/۲ ۲/۵ ۶/۱۰

فَقِيْرٌ: صفت مشبہ نکرہ واحد (حالت رفع) فُقَرَاءُ جمع، ۱/۲ محتاج، ۶/۲ ضرورت مند۔

اَلْفَقِيْرُ: صفت مشبہ معرف باللام (حالت نصب) محتاج، ۱/۲

اَلْفُقَرَاءُ: صفت مشبہ جمع معرفہ حالت رفع، اَلْفَقِيْرُ واحد

ضرورتمند (بے نیاز نہیں ہو) ۲۲/۱۵ ۲۶/۸

اَلْفُقَرَاءَ: صفت مشبہ جمع معرفہ، حالتِ نصب،
اَلْفَقِيْرُ واحد، محتاج، ۳۵/۱۵

لِلْفُقَرَاءِ: لام حرفِ جر، اَلْفُقَرَاءِ مجرور صفتِ مشبہ
جمع، حالتِ جر، محتاج۔ ۳/۵ ۱۰/۱۴ ۲۸/۴

فُقَرَاءَ: صفتِ مشبہ نکرہ، جمع (حالتِ نصب)
محتاج، ۱/۱۸

فَكُّ رَقَبَةٍ: مصدر (باب نصر) مضاف رَقَبَةٍ
مضاف الیہ، غلامی سے آزاد کرنا۔

امام راغب نے لکھا ہے بعض کا قول ہے کہ
گردن کی آزادی سے مراد ہے، اللہ کے عذاب
سے اپنی اور دوسروں کی گردنوں کو آزاد کرنا،
(المفردات) ۳۰/۱۵

فَكَّرَ: واحد مذکر غائب ماضی معروف، مصدر تَفْكِيْر
باب تفعیل، اس نے سوچا۔ فِكْرٌ، فَكْرٌ، فِكْرَةٌ، فِكْرَى
اسم مصدر بمعنی سوچ وچار، فِكْرٌ اور فَكْرٌ کے معنی
حاجت بھی ہیں، محاورے میں کہتے ہیں مَا لِيْ فِيْهِ
فَكْرٌ یا مَا لِيْ فِيْهِ فِكْرٌ، مجھے اس کی حاجت نہیں
(قاموس ولسان)

امام راغب نے لکھا ہے کسی چیز میں تفکر اسی
وقت ہو سکتا ہے جب اس کی صورت دماغ میں
آ سکے جیسے آسمان زمین سارا جہان، اگر دماغ میں
صورت نہ آ سکے تو ایسے مقام میں تفکر کا استعمال
صحیح نہیں اس لئے کہا گیا ہے، اللہ کی
آیات اور نعمتوں پر غور کرو، اس کی ذات کو نہ
سوچو (المفردات) ۲۹/۱۵

فَكِهِيْنَ: جمع، حالتِ نصب، فَكِهٌ واحد،
باتیں بناتے ہوئے، اتراتے ہوئے، مذاق اڑاتے
ہوئے۔ (دیکھو فَاكِهِيْنَ وفَاكِهُوْنَ تَفَكَّهُوْنَ)
۳۰/۸

فُلَانًا: فلاں شخص کو، اگرچہ کسی کا نام نہ لیا جائے
اور اسمی تعیین نہ کی جائے تو نام کی جگہ لفظِ فلاں
آتا ہے۔

پروفیسر عبدالرؤف مصری نے لکھا ہے کسی شخص
یا چیز کے نام کی طرف کنایہ کرنے کے لئے لفظِ فلاں
بولا جاتا ہے بلکہ غیر عقلاء کی جماعت کی طرف
کنایہ کرنے کے لئے بھی اس لفظ کا استعمال ہوا ہے
ابوالنجم کا شعر ہے:

تَدَافُعَ الشَّيْبِ وَلَمْ تَقْتُلِ
فِيْ لُجَّةٍ اَمْسِكْ فُلَانًا عَنْ فُلِ

(معجم القرآن)

راغب نے المفردات میں لکھا ہے کہ فُلَانٌ اور

فُلَانَةٌ کا استعمال انسان (مرد و عورت) کے لئے ہوتا ہے اور اَلْفُلَانُ اور اَلْفُلَانَۃُ کا استعمال حیوان (مذکر و مؤنث) کے لئے ہوتا ہے۔ پ۱۹/۱

اَلْفَلَقِ: اسم فعل، تڑکا، اول صبح (مصلح، قاموس، زجاج، راغب) یا مخلوق (ابن عباس) لفظی ساخت کے اصل معنی ہیں پھاڑنا، صبح کا نور، سیاہی کے پردے کو پھاڑ کر نکلتا ہے مخلوق عدم کے پردے کو چاک کر کے آئی ہے، اسی مناسبت سے اول صبح یا مخلوق مراد ہوئی۔
(دیکھو فَالِقُ) پ۳۰/۲۸

فَلَكٍ، واحد فُلُكٌ و اَفْلَاكٌ جمع، گھیرا دائرہ، لفظ کی اصل وضع اس پانی کے لئے ہے جس پر ہوا لگنے سے گول گول دائرے پیدا ہو جاتے ہیں (معجم القرآن) پ۱۷/۳ پ۲۳/۲

اَلْفُلْكِ: یہ لفظ مذکر بھی ہے اور مؤنث بھی، جمع بھی ہے اور واحد بھی یا جمع بصورت واحد ہے اگر جمع ہوگا تو اس کا واحد فَلَكٌ ہوگا جیسے اُسُدٌ (قاموس) کشتی، جہاز۔ پ۲/۴ پ۸/۱۵ پ۱۱/۸،۱۳ پ۱۸/۲ پ۱۹/۱۰ پ۲۱/۳ پ۲۳/۲ پ۲۴/۱۴ پ۲۵/۷

اَلْفُلْكَ، حالت نصب (دیکھو اَلْفُلْكِ) پ۱۲/۳ پ۱۳/۱۷ پ۱۴/۱۳ پ۱۵/۷ پ۱۷/۱۶ پ۱۸/۲ پ۲۲/۱۴

اَلْفُلْكُ، حالت رفع (دیکھو اَلْفُلْكِ) پ۲۱/۸ پ۲۵/۱۸

فَوَاحِشَ، جمع، واحد فَاحِشَةٌ، بے حیائی کے کام، کھلے گناہ (دیکھو فَاحِشَةً) پ۶/۱۱ پ۲۵/۲ پ۲۷/۶

فَوَاقٍ: اسم فعل، واحد، اس کی جمع اَفْوِقَۃٌ اور اَفِقَّۃٌ ہے، درمیانی وقفہ، وہ وقفہ جو دو مرتبہ دودھ دوہنے کے درمیان ہوتا ہے، دوہنے والا ایک مرتبہ دودھ دھوکتا ہے پھر بچے کو پینے کے لئے چھوڑ دیتا ہے، بچے کے پینے سے جانور کے تھنوں میں دوبارہ دودھ اترآتا ہے، دوہنے والا بچے کو ہٹا کر خود دوبارہ دودھ لیتا ہے، اس درمیانی وقفہ کا نام اصل لغت میں فواق ہے (قاموس) یہاں مراد سکون اور مرض کا افاقہ (منتہی الارب، لسان، ابوعبیدہ) یا رجوع (مجمل، راغب اور معجم) یا راحت (راغب و منتہی الارب) پ۲۳/۱۱

فَوَاكِهَ، جمع فَاكِهَةٌ واحد، پھل، میوہ (دیکھو فَاكِهَةٌ) پ۱۸/۱ پ۲۳/۹ پ۲۹/۲۲

فَوْتَ: اسم فعل، آگے بڑھ جانا، گرفت سے باہر ہو جانا، رسائی سے نکل جانا، هُوَ فَوْتُ رُمْحِہٖ وہ اس کے نیزے کی رسائی سے آگے ہے هُوَ فَوْتُ یَدِہٖ وہ ہاتھ کی پہنچ سے باہر ہے هُوَ فَوْتُ فَمِہٖ وہ اس کے منہ کی رسائی سے باہر ہے یعنی منہ

وہاں تک نہیں پہنچ سکتا، بددعا کے وقت کہا جاتا ہے جَعَلَ اللّٰهُ رِزْقَهٗ فَوْتَ فَمِهٖ اللہ اس کے رزق کو اس کے منہ کی رسائی سے باہر کردے یعنی رزق سامنے ہو مگر منہ وہاں تک نہ پہنچ سکے (تاج لسان) دیکھو فَاتَكُمْ ٢٣/١٢

فَوْجٌ : واحد، حالتِ رفع، اَفْوَاجٌ جمع، گروہ، جماعت فُوُوْجٌ بھی جمع ہے اَفَاوِجُ اور اَفَاوِيْجُ جمع الجمع ہے۔ ٢٣/١٣ ٢٩/١

فَوْجًا : واحد، حالتِ نصب۔ گروہ، ٣٠/٣

فَوْرِ : اسم فعل، جوش، ابال، عجلت، فَوْرًا۔ اور آجائیں تم پر اپنے جوش سے (ترجمہ شاہ رفیع الدین) اور وہ آویں تم پر اسی دم (شاہ عبدالقادر) (دیکھو فَارَ) ٤/٣

اَلْفَوْزُ : اسم فعل و مصدر، فتح۔ کامیابی۔ کامیاب ہونا (باب نصر) (دیکھو فَازَ) ٤/١٣ ٧/٨،٦ ١٠/١٥،١٤ ١١/١٢،٣،٢ ٢٣/٦ ٢٤/٦ ٢٥/٢٠،١٦ ٢٧/١٨ ٢٨/١٥،١٠ ٣٠/١٠

فَوْزًا : اسم فعل و مصدر، حالتِ نصب، دیکھو اَلْفَوْزُ ٥/٧ ٢٢/٦ ٢٦/٢٩

فَوْقَ : ظرف مکان، اوپر، اونچا جیسے رَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ۔

مرتبہ میں زیادتی، برتری، جیسے رَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ۔ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

بلندی بلحاظ غلبہ جیسے وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ۔

جسامت کے لحاظ سے بڑا یا چھوٹا ہونا جیسے بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا یعنی مچھر اور مچھر سے کوئی بڑی چیز (مثلاً مکڑی) یا چھوٹی چیز (مثلاً مچھر کی ٹانگ)،

حقارت اور ذلت میں زیادتی جیسے بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا یعنی مچھر اور مچھر سے بھی زیادہ حقیر چیز۔

تعداد میں زیادتی فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ ٣/١٤ ٤/١٢ ٧/١٣،٨ ٨/٧ ٩/١٦ ١٢/١٥ ١٣/٣ ١٤/١٨،٩ ٢٥/١٦،٩ ٢٦/١٣،٩

فَوْقِ : ظرف مکان مجرور، اوپر سے، اونچائی سے۔ حالتِ جر میں فَوْقَ کے عموماً یہی معنی ہوتے ہیں جیسے وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا۔ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ۔ اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ۔ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ۔ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمْ۔ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ۔ ١٣/١٦ ١٤/٩ ١٨/١١۔

فَوْقَكُمْ : فَوْقَ منصوب، مضاف كُمْ ضمیر مضاف الیہ، تمہارے اوپر، ١/٨،١١ ١٨/١ ٣٠/١

فَوْقِكُمْ : فَوْقِ مجرور، مضاف كُمْ ضمیر مضاف الیہ

تمہارے اوپر سے، پٹ ۱۴ پ ۲۱/۱۸ ۔

فَوْقَهَا : فوق ظرف منصوب مضاف ھا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ، اس کے اوپر، پ ۱/۲

فَوْقِهَا : فوق ظرف مجرور مضاف ھا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ، اس کے اوپر سے۔ پ ۲۳/۱۶ پ ۲۴/۱۶

فَوْقَهُمْ : فوق ظرف منصوب مضاف ھُم ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ، ان کے اوپر۔ ان سے بڑھ کر۔ ان سے زیادہ۔ ان پر غالب۔ پ ۲/۱۰ پ ۶/۲ پ ۹/۵،۱۱ پ ۲۶/۱۵ پ ۲۹/۲،۵

فَوْقِهِمْ : فوق ظرف مجرور مضاف ھُم ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ، ان کے اوپر سے، پ ۶/۱۲ پ ۸/۱۲ پ ۱۲/۱۰،۱۲ پ ۱۲/۲ پ ۲۳/۱۶

فَوْقِهٖ : فوق ظرف مجرور مضاف ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ، اس کے اوپر سے، پ ۱۸/۱۱

فَوْقِهِنَّ : فوق ظرف مجرور مضاف ھِنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب مضاف الیہ، ان کے اوپر سے پ ۲۵/۲

فُوْمِهَا : فُوم مضاف ھا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ، گیہوں (راغب) یا لہسن (عام اہلِ تفسیر) حضرتِ ابنِ مسعود اور حضرتِ ابنِ عباس

کی قراءت میں یہ لفظ ثُوْمِهَا ہے۔

ابنِ قتیبہ نے لکھا ہے کہ فُوم اصل میں ثُوم تھا ثاء کو فاء سے بدل دیا اور یہ جائز ہے جیسے جَدَثٌ کو جَدَفٌ اور مَغَاثِیْرُ کو مَغَافِیْرُ کہا جاتا ہے (القرطین لابن قتیبہ) پ ۱/۱

فُؤَادُ : واحد، معرفہ۔ اَفْئِدَةٌ جمع، دل۔ لغت میں تَفَوُّدٌ کے معنی ہیں روشن ہونا۔ علمی ادراکی اور عرفانی نور کا مرکز بھی دل ہے اسی لحاظ سے اس کو فُؤاد کہا جاتا ہے۔ پ ۱۵/۴

اَلْفُؤَادُ : واحد، معرف باللام اَلْاَفْئِدَةُ جمع، دل۔ پ ۲۷/۵

اَلْفُؤَادَ : واحد، حالتِ نصب، دل، پ ۱۵/۴

فُؤَادَكَ : فؤاد منصوب مضاف کَ ضمیر واحد مذکر حاضر، مضاف الیہ، تیرے دل کو، پ ۱۲/۱۰ پ ۱۹/۱

فِئَةٌ : واحد، حالتِ رفع، گروہ اور بقول امام راغب وہ گروہ جو باہم مددگار رہا اور ایک دوسرے کی طرف مدد کرنے کے لئے لوٹے (المفردات) پ ۳/۱۰ پ ۱۵/۱۷

فِئَةً : واحد، حالتِ نصب، گروہ (دیکھو فِئَةٌ) پ ۲/۱۷ پ ۸/۲

فِئَةٍ : واحد، حالتِ جر، گروہ (دیکھو فِئَةٌ) پ ۲/۱۷ پ ۹/۱۶ پ ۲۰/۱۱

فِئَتُكُمْ: فِئَۃٌ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ، تمہارا گروہ۔ پ ۹

فِئَتَانِ: تثنیہ فِئَۃٌ واحد، حالتِ رفع، دو گروہ۔ پ ۳

فِئَتَيْنِ: تثنیہ فِئَۃٌ واحد، حالتِ جر و حالتِ نصب، دو گروہ۔ پ ۳، پ ۵، پ ۱۰

فَفَهَّمْنَا: جمع متکلم ماضی معروف مصدر تَفْہِیْمٌ بابِ تفعیل، اس کا مجرد باب سمع سے مستعمل ہے ہم نے سمجھا دیا۔ پ ۱۷

اَلْفِيْلِ: اسم جنس مذکر و مؤنث واحد و جمع، اگر اس کو واحد قرار دیا جائے تو فُیُوْلٌ اور فِیَلَۃٌ جمع آتی ہے ہاتھی اصحاب الفیل سے مراد ہیں ابرہۃ حبشی شاہ یمن اور اس کا لشکر جس نے کعبہ ڈھانے کے لئے چڑھائی کی تھی اور اللہ نے اس کو غیبی حادثہ بھیجکر تباہ کیا، قصہ اس سورت میں مذکور ہے۔ پ ۳۰

فِيْ: حرف جر ہے اس کا استعمال قرآن مجید میں مختلف طور پر ہوا ہے۔

۱۔ ظرفیت کے لئے ایسا استعمال قرآن مجید میں زیادہ ہے، ظرف مکان جیسے اَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِي الْمَسَاجِدِ، ظرف زمان جیسے وَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ۔

۲۔ بمعنی مع یعنی شمول الخ اور مصاحبت کے لئے جیسے اُدْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قوموں کے ساتھ شامل ہوجاؤ۔

۳۔ بمعنی باء سببیت بابت متعلق فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ یہی وہ ہے جس کے سبب جس کے متعلق تم نے مجھے برا کہا تھا ۴۔ بمعنی لام (واسطے) اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا اگر تم ان کے لئے بھلائی سمجھو (ابن عباس)

۵۔ بمعنی علیٰ (اوپر) لَاُصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ کھجور کے تنوں پر میں تم کو صلیب دوں گا۔

۶۔ بمعنی الیٰ (طرف) فَرَدُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فِيْٓ اَفْوَاهِهِمْ ای اِلٰٓی اَفْوَاهِهِمْ۔ فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ ایک نظر ستاروں کی طرف دیکھا۔ (ابن عباس)

۷۔ بمعنی عَنْ (اعراض) فَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى۔

۸۔ بمعنی مِنْ (سے) وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا جس روز ہم ہر امت میں سے ایک گواہ اٹھائیں گے۔

۹۔ باہم اندازہ کرنا، مقابلہ اور موازنہ کرنا فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ آخرت کے مقابلے میں دنیوی زندگانی کا سامان حقیر ہے۔

۱۰۔ تاکید یا زائد وَ قَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا عربی میں باب رکب متعدی ہے رکب الفرس گھوڑے پر سوار ہوا، اس لئے آیت میں فی زائد ہے، اردو میں کشتی پر یا کشتی میں سوار ہونا بولا جاتا ہے اس لئے

ترجمہ میں فی کو زائد نہیں قرار دیا جا سکتا۔ قرآن پاک میں حرفِ فی ۱۲۹۱ مرتبہ سے بھی زیادہ آیا ہے۔ کل آیات یا حوالجات کو نقل کرنا غیر مفید طوالت ہے۔ ذیل میں ان مقامات کے حوالے لکھے جاتے ہیں جہاں ضمیروں پر فی آیا ہے۔

فِیْہِ: فی حرفِ جر، ہ ضمیر واحد مذکر غائب مجرور

اس میں ۱/۱، ۲، ۴، ۸، ۱۳ — ۲/۷، ۸، ۱۰، ۱۱، ۱۶ — ۳/۲، ۴، ۵، ۶، ۹، ۱۱، ۱۳، ۱۴ — ۴/۱، ۱۴ — ۵/۸ — ۶/۲، ۱۱ — ۷/۸، ۱۳ — ۸/۳، ۵ — ۹/۶، ۱۱ — ۱۱/۲، ۷، ۹، ۱۲، ۱۵ — ۱۲/۱۰، ۱۲، ۱۴، ۱۵، ۱۶ — ۱۳/۱۷، ۱۹ — ۱۴/۱، ۳، ۵، ۸، ۱۱، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۹، ۲۲ — ۱۵/۷، ۱۱، ۱۳، ۱۸ — ۱۶/۲، ۵، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۷ — ۱۷/۱، ۲، ۶، ۱۰، ۱۶ — ۱۸/۴، ۸، ۱۱ — ۱۹/۴ — ۲۰/۲، ۳، ۱۰ — ۲۱/۷، ۱۴، ۱۶ — ۲۲/۱۴، ۱۶ — ۲۳/۱۴، ۱۵، ۱۷ — ۲۴/۴، ۱۲، ۱۸، ۲۰ — ۲۵/۲، ۳، ۱۲، ۱۳، ۱۵، ۱۸، ۱۹ — ۲۶/۱، ۲ — ۲۷/۴، ۸، ۱۷، ۱۸، ۱۹ — ۲۸/۲۰ — ۲۹/۴، ۱۱ — ۳۰/۱

فِیْہَا: فی حرفِ جر، ہا ضمیر واحد مؤنث غائب مجرور

اس میں ۱/۳، ۴، ۸، ۹، ۱۳ — ۲/۳، ۴، ۹، ۱۱ — ۳/۲، ۴، ۹، ۱۰، ۱۷ — ۴/۲، ۳، ۵، ۱۱، ۱۲، ۱۳ — ۵/۵، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۵ — ۶/۳، ۸، ۱۰، ۱۱ — ۷/۱، ۵، ۹، ۱۰ — ۸/۲، ۸، ۹، ۱۱، ۱۲ — ۹/۱، ۹ — ۱۰/۹، ۱۴، ۱۵، ۱۷ — ۱۱/۳، ۶، ۸ — ۱۲/۲، ۴، ۶، ۸، ۹ — ۱۳/۶، ۷، ۱۶ — ۱۴/۲، ۴، ۷، ۱۰ — ۱۵/۲، ۱۴، ۱۵، ۱۷ — ۱۶/۱، ۳، ۷، ۸، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۵، ۱۹ — ۱۷/۳، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳ — ۱۸/۱، ۲، ۵، ۶، ۷، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۷ — ۱۹/۴، ۵، ۹ — ۲۰/۵، ۲۶ — ۲۱/۲، ۱۰، ۱۵ — ۲۲/۵، ۷، ۸، ۱۵، ۱۶ — ۲۳/۲، ۴، ۶، ۱۳ — ۲۴/۵، ۱۰، ۱۱، ۱۳، ۱۴، ۱۶، ۱۸ — ۲۵/۲، ۷، ۱۳، ۱۴، ۱۶، ۲۰ — ۲۶/۲، ۳، ۶، ۷، ۹، ۱۵، ۱۷ — ۲۷/۱، ۳، ۱۱، ۱۴، ۱۷، ۱۸ — ۲۸/۳، ۵، ۱۵، ۱۸ — ۲۹/۱، ۵، ۹، ۱۲، ۱۹، ۲۱ — ۳۰/۱، ۲، ۵، ۹، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۲۲، ۲۳

فِیْہِمَا: فی حرفِ جر، ہما ضمیر تثنیہ مذکر و مؤنث غائب مجرور، ان دونوں میں ۳/۱۱ — ۱۷/۲ — ۲۳/۹ — ۲۵/۴ — ۲۷/۱۳

فِیْہِمْ: فی حرفِ جر، ہم ضمیر جمع مذکر غائب مجرور ان سب میں ۱/۱۵ — ۳/۸ — ۵/۱۲ — ۶/۱۲ — ۷/۶ — ۹/۱۷، ۱۸ — ۱۴/۱۰ — ۱۵/۱۵ — ۱۶/۲ — ۱۸/۲، ۱۰ — ۲۰/۱۴ — ۲۳/۹ — ۲۸/۷

فِیْہِنَّ: فی حرفِ جر، ہن ضمیر جمع مؤنث غائب مجرور، ان سب میں ۴/۹ — ۵/۱۶ — ۷/۶ — ۱۰/۱۱ — ۱۵/۵ — ۱۸/۴ — ۲۷/۱۳ — ۲۹/۲

فِیْکُمْ: فی حرفِ جر، کم ضمیر جمع مذکر حاضر مجرور۔ تم میں ۲/۲ — ۳/۱ — ۶/۸ — ۷/۱۴ — ۱۰/۵، ۸، ۱۳ — ۱۱/۵، ۷ — ۲۱/۱۸ — ۲۶/۱۳ — ۲۸/۵

فِیْنَا: فی حرفِ جر، نا ضمیر جمع متکلم مجرور۔ ہم میں ۱۲/۶، ۸ — ۱۹/۶ — ۲۱/۳

باب القاف

ق: چھبیسویں پارہ میں سورۃ ۵۰ کا نام، حروف

ہمارے ہیں سے ایک حرف، حروفِ مقطعات میں سے ایک حرف جس کا صحیح علم امت میں کسی کو نہیں، اللہ ہی کو اصلی مراد معلوم ہے۔ ۲۶/۱۵

قَابَ : اندازہ، مقدار یا کمان کے قبضہ سے نوک تک کا فاصلہ یعنی آدھی کمان کی لمبائی (تاج، صحاح، راغب، معجم)

اہلِ عرب کسی مسافت کا اندازہ کرنے کے لئے مختلف الفاظ بولتے تھے مثلاً کمان برابر، ایک تیر کے برابر، ایک کوڑے کے برابر، ہاتھ برابر، بانہہ برابر، بالشت بھر، انگل برابر وغیرہ۔ آیت میں لفظی قلب کر دیا گیا ہے، اصل میں قَابَیْ قَوْسٍ تھا یعنی کمان کے دو قاب کی برابر۔ ایک کمان کے دو قاب ہوتے ہیں یعنی وسطی قبضہ سے دونوں طرف کے حصے برابر ہوتے ہیں، دو قاب پوری کمان کی برابر ہو گئے (معجم القرآن) صاحبِ منتہی الارب نے بھی آیت میں لفظی قلب مکانی نقل کیا ہے لیکن قَابَ کے معنی (عام) اندازہ و مقدار بھی لکھا ہے۔ حلی نے بھی مقدار ترجمہ کیا ہے یعنی جبریل رسول اللہ کے اتنے قریب آ گئے کہ دونوں کے درمیان دو کمانوں کے برابر فاصلہ رہ گیا بلکہ اس سے بھی کم۔ بات یہ تھی کہ حضورِ والا نے حضرتِ جبریل سے خواہش کی تھی کہ اپنی اصلی صورت مجھے دکھایئے۔ جبریل اصلی شکل میں مشرقی افق میں نمودار ہوئے اور سارے آسمان پر چھا گئے، حضورِ والا پر اتنا خوف طاری ہوا کہ بے ہوش ہو گئے، جبریل انسانی صورت میں قریب آ گئے اتنے کہ دو کمان برابر یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا اور حضور کو تسلی دی اور خوف دور کیا۔

لیکن عام اہلِ تفسیر نے لکھا ہے کہ نہ قلبِ مکانی کہنے کی ضرورت ہے نہ دو کمانوں کے برابر فاصلہ قرار دینے کی کیونکہ اس جگہ کلام کی بنا عرب کے رواج اور دستور پر ہے۔ عرب میں جب دو شخص گہری دوستی اور ایک روح دو قالب ہونے کا پیمان باندھتے تھے تو ہر ایک اپنی کمان نکال کر لاتا تھا، پھر دونوں کمانوں کو اس طرح ملا دیا جاتا تھا کہ دونوں کے قبضے مل جاتے تھے، گوشے مل جاتے تھے، "تانت مل جاتی تھی گویا دونوں کمانیں جڑ کر ایک ہو جاتی تھیں پھر دونوں سے ملا کر ایک تیر پھینکا جاتا تھا مطلب یہ ہوتا تھا کہ ہم دونوں ان دونوں کمانوں کی طرح ایک ہو گئے اور دونوں یک ذات ہو کر دشمن کا مقابلہ کریں گے ایک کسی سے صلح کرے گا تو دوسرے کی بھی صلح

مانی جائے گی اور ایک کی کسی سے جنگ ہوگی تو دوسرے
کی بھی جنگ سمجھی جائے گی (کذا نقل عن مجاہد)
اس صورت میں جبرئیل اور رسول اللہ کے درمیان
فاصلہ ثابت ہوگا جتنا دو کمانوں کو جوڑنے کے بعد
دونوں کے درمیان ہوتا ہے یعنی بالکل فاصلہ
نہ رہے گا، دونوں کا بالکل متصل ہونا سمجھا جائیگا
واللہ اعلم ٢٧

قَابِلِ التَّوْبِ: اسم فاعل (حالتِ جر) مضاف
التَّوْب مضاف الیہ، توبہ قبول کرنے والا، اس کا
ماضی مضارع باب نصر سے بھی آتا ہے اور ضرب سے
بھی اور سمع سے بھی، سب کے معنی قبول کرنے
کے ہوتے ہیں بشرطیکہ متعدی بالباء ہو جیسے قَبِلَ
بِہٖ۔ یَقْبَلُ بِہٖ۔ قَبَلَ بِہٖ۔ یَقْبِلُ بِہٖ۔ قَبَلَ بِہٖ یَقْبُلُ
بِہٖ، سب کا مصدر قَبَالَۃٌ آتا ہے۔
اگر متعدی بالباء نہ ہو تو کبھی لازم آتا ہے اس
وقت سامنے سے آنے کے معنی ہوتے ہیں اور
باب سمع سے آتا ہے جیسے قَبِلَتِ اللَّیْلَۃُ رات
سامنے آگئی اور کبھی بغیر حرف جر کی وساطت کے
خود متعدی آتا ہے اس وقت بھی باب سمع سے
ہی آتا ہے جیسے قَبِلَہٗ اس کو قبول کیا، اس وقت
مصدر قُبُولٌ اور قَبُولٌ آتا ہے، آیت میں صیغہ
اسم فاعل اسی سے آیا ہے۔
اگر قَبِلَ کے بعد عَلٰی آئے تو چمٹنے اور شروع
کرنے کے معنی ہوتے ہیں جیسے قَبِلَ عَلَی الشَّیْءِ اس
چیز پر چمٹ گیا یا اس کو شروع کیا اس وقت بھی
باب سمع سے آتا ہے (لسان و قاموس) ٢٧
(باقی تتبع کے لئے دیکھو اَقْبَلَ اور تَقَبَّلَ)

قَاتَلَ: واحد مذکر غائب ماضی معروف مُقَاتَلَۃٌ
مصدر، باب مُفَاعَلَۃٌ، جنگ کی، نیکی سے دور
کر دیا، رحمت سے دور کر دیا، اس جگہ آخری معنی
مراد ہے یعنی خدا ان پر لعنت کرے۔
(ابن عباس)
امام راغب نے ایک دقیق معنی لکھے ہیں جس کا
حاصل یہ ہے کہ خدا نے ان کو مغلوب کر دیا اس لئے
کہ وہ خداوندی احکام کی مخالفت کر کے گویا خدا
سے لڑائی پر تلے ہوئے ہیں پس اللہ نے ان کو
مغلوب کر دیا (اس وقت جملہ بد دعائیہ نہ ہوگا) یا
خدا ان کو مغلوب کرے (اس وقت جملہ بد دعائیہ
ہوگا) انتہیٰ کلامہ۔ لیکن جس کلام کا قائل خدا ہے
اس میں بد دعا کے کوئی معنی نہیں اللہ کس سے بد دعا
کرتا ہے اس لئے کلام کو محاورہ عرب پر محمول کیا
جائے گا کہ جملہ بد دعائیہ ہے مگر معنی میں صرف ذم کے

یعنی یہ لوگ مستحق لعنت ہیں یا مؤلف معجم القرآن کے موافق یہ بد شعار کی تعلیم ہے یعنی لوگوں کو کافروں کے متعلق بد دعا کرنی چاہیے کہ اے اللہ ان کو رحمت سے دور کر دے۔ پ ۲۷/۱

قَاتِلْ: واحد مذکر حاضر امر معروف مُقَاتَلَۃٌ مصدر باب مُفَاعَلَۃٌ، لڑ، قتال کر، یعنی اگر منافق پیچھے ہٹتے ہیں کافروں سے جہاد نہیں کرتے تو تنہا تم جہاد کرو، کافروں سے جنگ کرو، یہ خطاب رسول اللہ کو ہے (روح المعانی و سیوطی) پ ۵/۸

قَاتِلَا: تثنیہ امر حاضر معروف قَاتِلْ واحد مُقَاتَلَۃٌ مصدر، بابِ مُقَاتَلَۃٌ، تم دونوں لڑو، جنگ کرو، یعنی یہودیوں نے حضرت موسیٰ سے کہا تم اور تمہارا رب جا کر کافروں سے لڑو ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے، ہم نہیں لڑیں گے، شاید یہودی خدا کی جسمانیت کے قائل تھے حقیقت یہ ہے کہ یہودی جاہل تھے، اللہ کی ذات اور صفات سے ناواقف تھے اسی لئے ایسی بدتمیزی کی بات کہی تھی۔ (خازن) پ ۶/۸

قَاتَلَکُمْ: واحد مذکر غائب ماضی معروف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مفعول، مُقَاتَلَۃٌ مصدر، باب مُفَاعَلَۃٌ یعنی اگر حدیبیہ میں کافر تم سے لڑتے (جمل و خازن) پ ۲۶/۱۱

قَاتَلَهُمُ: واحد مذکر غائب ماضی معروف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مفعول۔ پ ۱۰/۱۳ پ ۲۸/۱۱ دونوں جگہ بد دعائیہ جملے ہیں، ان پر اللہ کی لعنت ہو، اللہ کی مار ہو۔ (دیکھو قَاتَلَ)

قَاتَلُوْا: جمع مذکر غائب ماضی معروف، مُقَاتَلَۃٌ مصدر، باب مُفَاعَلَۃٌ پ ۲/۶ اگر وہ حرم کے اندر تم سے لڑیں، پ ۱۱/۴ وہ کافروں سے لڑے۔ پ ۵/۹ وہ ضرور تم سے لڑتے۔ پ ۲۱/۱۸ اگر وہ تمہارے ساتھ موجود ہوتے اور مدینے کر نہ چلے گئے ہوتے تب بھی نہیں لڑتے (بیضاوی) پ ۲۷/۱۷ اور کافروں سے لڑے۔ پ ۲۸/۸ جو تم سے لڑے تھے۔

قَاتِلُوْا: جمع مذکر حاضر امر معروف، مُقَاتَلَۃٌ مصدر باب مُفَاعَلَۃٌ لڑو۔ پ ۲/۱۶، ۱۸ پ ۴/۸ پ ۵/۷ پ ۹/۱۹، ۸ پ ۱۰/۲، ۱۱ پ ۲۶/۱۳

بِقَادِرٍ: بِ حرفِ جر، قَادِرٍ اسم فاعل واحد مذکر مجرور، قَادِرُوْنَ اور قَادِرِیْنَ جمع، طاقت رکھنے والا۔ قابو پانے والا۔ غالب، گرفت کرنے والا۔ پ ۲۳/۴ پ ۲۶/۴ پ ۲۹/۱۷

قَادِرٌ: اسم فاعل واحد مذکر نکرہ حالت رفع، قابو پانے والا۔ طاقت رکھنے والا۔ گرفت کرنے والا، غالب

پ ۱۱ پ ۱۵ پ ۳۰

اَلْقَادِرُ: اسم فاعل معرفہ، باقی معانی مذکورہ بدستور سابق۔ پ ۱۴

اَلْقَادِرُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر معرفہ، اَلْقَادِرُ واحد، اندازہ کرنے والے۔ پ ۲۹/۲۱

قَادِرُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر نکرہ حالتِ رفع قَادِرٌ واحد، قابو پانے والے۔ گرفت کرنے والے، غالب۔ پ ۱۱/۸ پ ۱۸/۱، ۲ پ ۲۹/۸

قَادِرِیْنَ: اسم فاعل جمع مذکر نکرہ، حالتِ نصب قدرت رکھنے والے، قابو پانیوالے پ ۲۹/۱۳، ۷ (تحقیق کے لئے دیکھو تَقْدِیْرًا)

قَارِعَۃٌ: اسم فاعل واحد مؤنث، قَارِعَاتٌ اور قَوَارِعُ جمع، مصیبت، بلا۔ حادثہ یا اچانک آجانے والی مصیبت قَارِعَۃُ الدَّارِ مکان کا صحن قَارِعَۃُ الطَّرِیْقِ وسطِ راہ قَوَارِعُ الْقُرْاٰنِ وہ آیات جن پڑھنے سے آدمی خبیث جنات سے محفوظ رہتا ہے اصل مادہ قَرْعٌ ہے، بابِ فتح میں اس کے معنی ہیں کھٹکھٹانا مثلاً قَرَعَ الْبَابَ دروازہ کھٹکھٹایا قَرَعَ رَاْسَہٗ بِالْعَصَا لاٹھی سے اس کے سر کو کھٹکھٹایا یعنی لاٹھی سر پر ماری قَرَعَ الشَّابُّ جَبْھَتَہٗ بِالْاِنَاءِ جوان نے اپنی پیشانی برتن سے کھٹکھٹائی یعنی برتن میں جو کچھ تھا سب پی لیا، قَرَعَ زَیْدٌ سِنَّہٗ زید نے اپنے دانت پیسے یعنی پشیمان ہوا۔ قَرَعَ سے اسم فاعل مؤنث قَارِعَۃٌ ہے اصل معنی سے مناسبت ظاہر ہے، ساعتِ قیامت بھی ناگہاں آجانیوالی مصیبت اور حادثہ عظیم ہے اسی لئے اس کو اَلْقَارِعَۃُ کہا گیا ہے۔ پ ۱۳/۱۰

اَلْقَارِعَۃِ: روزِ قیامت یا ساعتِ ہلاکت، دیکھو قَارِعَۃٌ) پ ۲۹/۵

اَلْقَارِعَۃُ: ساعتِ قیامت، اصل میں یہ لفظ صیغۂ صفت تھا، پھر قیامت کا وصفی نام بنادیا گیا، پ ۳۰/۲۶

قَارُوْنَ: بنی اسرائیل میں حضرتِ موسٰے کے زمانہ میں ایک مالدار سردار تھا، توراۃ اور قاموس مقدس میں اس کا نام قُوْرَحْ بن یَصْھَار لکھا ہے لیکن روڈول نے کورا (Kora) نقل کیا ہے اس نے ۲۵۰ سرداروں کو ملاکر حضرتِ موسٰی کے کوہِ طور پر جانے کے بعد حضرتِ ہارون پر چڑھائی کی تھی اور عہدۂ کہانت یعنی بنی اسرائیل کی مذہبی سیادت کا خواستگار تھا، حضرتِ موسٰی کی بددعا سے زمین میں مکان سمیت دھنس گیا، لیکن ایک عیسائی مذہبی مؤرخ بوت بوست نے توراۃ کے سفر خروج

سے نقل کر کے لکھا ہے کہ :

" آسمان سے ایک آگ اتری جس سے قارون اور اس کے ساتھی سب جل گئے (معجم القرآن)

۲۰/۱۶،۱۱ ۲۴/۸

اَلْقَاسِطُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر حالتِ رفع، قَاسِطٌ واحد، ناانصافی کرنے والے، انصاف نہ کرنے والے، قِسْطٌ دوسرے کا حق لے لینا قَسَطَ الرَّجُلُ غَيْرَهٗ اس آدمی نے دوسرے کا حق لے لیا (المفردات) مراد راہِ حق سے مڑ جانے والے کافر (معجم القرآن) ملی اور دوسرے اہلِ تفسیر نے بھی یہی لکھا ہے، ۲۹/۱۱ (دیکھو اقسطوا)

قَاسَمَهُمَا: قَاسَمَ واحد مذکر غائب ماضی معروف هُمَا ضمیر تثنیہ مفعول، مُقَاسَمَةٌ مصدر باب مُفَاعَلَةٌ، پختہ قسم کھائی (معجم) (دیکھو اَقْسَمَ و اقسموا باب الالف مع القاف) ۸/۹

قَاسِيَةً: اسم فاعل واحد مؤنث قَاسِيَاتٌ جمع قَسَاءٌ قَسْوَةٌ اور قَسَاوَةٌ مصدر، سخت دل، سنگدل ایسے کہ ایمان کے لئے نرم نہیں پڑتے (ملی، خازن) ۶/۲

لِلْقَاسِيَةِ: لام حرفِ جر، القاسیۃ مجرور سخت۔ ۲۳/۱۷

قَاصِدًا: متوسط یا قریب، اس کا مادہ قَصْدٌ ہے جس کے معنی ہیں وسطی راستے پر چلنا، درمیانی راستہ قریب بھی ہوتا ہے اس لئے سَفَرًا قَاصِدًا کے معنی ہوئے قریبی سفر۔ ۱۰/۱۲

قَاصِرَاتُ: اسم فاعل جمع مؤنث قَاصِرَةٌ واحد نظر کو روکنے والیاں، پاک دامن عورتیں، وہ عورتیں جن کی نظر اپنے شوہروں سے ہٹ کر دوسروں پر نہ پڑے (راغب و معجم و لسان و ملی و خازن) قَصَرَ الْبَصَرَ کے معنی ہیں نظر کو روکا، سمیٹا (معجم) ۲۳/۱۲،۶ ۲۷/۱۳ (دیکھو تَقْصُرُوا)

قَاصِفًا: اسم فاعل واحد مذکر (حالتِ نصب) طوفانِ ہوا۔ ایسی تیز سخت آندھی کہ جو چیز اس کی زد میں آجائے اس کو توڑ دے (بیضاوی و جلالین) لغت میں قَصْفٌ کے معنی ہیں توڑ دینا بشرطیکہ بابِ ضرب سے آئے جس طرح اس آیت میں ہے، باب سَمِعَ سے یہ لفظ لازم آیا ہے جیسے قَصِفَ الْعُوْدُ لکڑی اتنی نرم ہو گئی کہ ٹوٹنے کے قابل بن گئی۔ قَصِفَ النَّبْتُ سبزی کی شاخ لمبی ہو کر جھک گئی کہ ٹوٹنے کا اندیشہ ہو گیا۔ قَصِفَتِ الشَّجَرَةُ درخت بنا بوسیدہ ہو گیا کہ ٹوٹ جانے کا خطرہ ہو گیا، باب ضرب سے

شور کرنے اور گرجنے کے معنی بھی ہوتے ہیں اسی لئے رعدٌ قَاصِفٌ کہا جاتا ہے (قاموس وتاج) پ ۱۵/۷

قَاضٍ: اسم فاعل واحد مذکر، اصل میں قَاضِیٌ تھا یاء کو حذف کر دیا گیا۔ قَاضُوْنَ قَاضِیْنَ اور قُضَاۃٌ جمع، قَضَاءٌ مصدر، قضاء کے معنی ہیں آخری قطعی حکم اور قطعی عمل، اسی لئے اہلِ تفسیر نے اس جگہ فَاقْضِ کی تفسیر کی ہے عملی قضاء اور قَاضٍ کی تشریح کی ہے قَوْلِی قَضَاءٌ یعنی جو کچھ تو نے آخری بات کہی تھی وہی کر گزر، فَاصْنَعْ مَا قُلْتَہٗ (معلی وخازن و بیضاوی وراغب وکبیر) (لفظِ قضاء کے لئے دیکھو قض اور قضی) پ ۱۶/۱۲

اَلْقَاضِیَۃَ: اسم فاعل واحد مؤنث، اس جگہ عملی قضاء مراد ہے یعنی ختم کر دینے والی ایسی موت جس کے بعد زندگی نہ ہو، کام تمام ہو جائے (معلی و خازن) پ ۲۹/۵

قَاطِعَۃً: اسم فاعل واحد مؤنث، اس کا مذکر قَاطِعٌ ہے، قطعی فیصلہ کرنے والی قولی اور عملی یعنی آخری حکم اور اس کا نفاذ کرنے والی، امامِ راغب نے اس آیت کی تشریح میں لکھا ہے کہ:

"قَطْعُ الْاَمْرِ کے معنی ہیں کسی امر کا آخری فیصلہ کر دینا (المفردات) حقیقت میں قَطْعٌ کے معنی ہیں کاٹ دینا محسوس طور پر ہو یا صرف عقلی طور پر، اول کی مثال ہے ہاتھ یا پاؤں قطع کرنا۔ دوسرے کی مثال میں آیتِ مذکورہ کو پیش کیا جا سکتا ہے، ہر رائے اور امر کو چھوڑ کر ایک رائے مقرر کر لینا اور ہر عمل کو چھوڑ کر صرف ایک ہی آخری حکم نافذ کرنا یہی قطعِ امر ہے۔" پ ۱۹/۱۸

قَاعًا: نرم ہموار نشیبی میدان جو پہاڑوں اور ٹیلوں سے دور واقع ہو (قاموس) اس کی جمع قِیَعٌ قِیْعَۃٌ قِیْعَانٌ اَقْوَاعٌ اَقْوُعٌ ہے، قیامت کے دن پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر زمین پر پھیل جائیں گے اور سب چٹیل میدان کی شکل اختیار کر لیں گے۔ پ ۱۶/۱۵

قَاعِدًا: اسم فاعل واحد مذکر، قُعُوْدٌ جمع، کھڑے سے بیٹھنے والا، بیٹھا رہنے والا، سستی کرنے والا، کام میں شریک ہونے والا، کام سے پیچھے ہٹنے والا، پ ۱۱/۲

اَلْقَاعِدُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر حالتِ رفع، اَلْقَاعِدُ واحد، بیٹھے رہنے والے، جنگِ بدر میں شریک نہ ہونے والے۔ (بخاری) پ ۵/۱۰

قَاعِدُوْنَ: یعنی بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ سے کہا ہم یہیں بیٹھے رہیں گے ملکِ شام کو لڑنے کے لئے تمہارے ساتھ نہیں جائیں گے (سیوطی) ہم یہیں انتظار کریں گے۔ (راغب) پ ۶/۸

اَلْقَاعِدِيْنَ: اسم فاعل جمع مذکر حالتِ جر، ۵/۱۰،

۱ کسی جسمانی عذر اور بیماری کی وجہ سے بیٹھے رہنے والے، جہاد میں شریک نہ ہونے والے ۵/۱۰ ۲ بغیر بیماری کے جہاد میں شریک نہ ہونے والے، بیٹھ رہنے والے (گھروں میں) ۱۰/۳،۱۷ جہاد میں شریک نہ ہونے والے اور گھروں پر رہ جانے والے بیمار عورتیں اور بچے۔

قَالَ: واحد مذکر ماضی معروف، قَوْلٌ مصدر عربی میں قول کے معانی اتنے زیادہ ہیں کہ ان کا احاطہ دشوار ہے، عموماً مندرجہ ذیل معانی کے لئے اس کا استعمال ہوا ہے:

۱ بولنا یا لفظ خواہ مفرد ہو یا مرکب، ایک ہو یا چند اس معنی پر عموماً اطلاق ہوا ہے، ۲ دل کی بات یا دل میں باتیں کرنا ۳ رائے، نظریہ ۴ زبانِ حال سے کسی بات کو ظاہر کرنا ۵ کسی چیز کی طرف صحیح توجہ کرنا ۶ کسی کو کوئی بات الہام کرنا ۷ حکم دینا ۸ اللہ کا علم ۹ وہ امر جس کے متعلق کوئی بات کہی گئی ہو ۱۰ نقل اور روایت کرنا ۱۱ کسی کی طرف کسی بات کو غلط طور پر منسوب کر دینا یعنی کسی بات کا قائل یا کسی امر کا آمر کسی کو قرار دینا باوجودیکہ وہ اس کا قائل ہو نہ آمر، اس صورت میں مفعول دوئم پر علیٰ ضرور آتا ہے ۱۲ اشارہ کرنا ۱۳ دل سے کسی بات کو سچ جاننا اور پھر زبان سے اقرار کرنا۔

۱/۴، ۶، ۷، ۸، ۱۳، ۱۵، ۱۶ — ۲/۴، ۱۶، ۱۷ — ۳/۲، ۳، ۱۳، ۱۴، ۱۷ — ۴/۹، ۱۴ — ۵/۷، ۱۵ — ۶/۷، ۸، ۹، ۱۴ — ۷/۵، ۶، ۷، ۹، ۱۵، ۱۷ — ۸/۳، ۹، ۱۱، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸ — ۹/۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹ — ۱۰/۲ — ۱۱/۶، ۷، ۸، ۱۳، ۱۴ — ۱۲/۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۱۰، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷ — ۱۳/۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۸ — ۱۴/۳، ۴، ۵، ۱۰، ۱۱، ۱۳ — ۱۵/۷، ۱۳، ۱۵، ۱۷، ۲۱، ۲۲ — ۱۶/۱، ۲، ۴، ۵، ۶، ۸، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۶ — ۱۷/۱، ۵، ۷ — ۱۸/۲، ۳، ۵، ۶، ۱۶ — ۱۹/۱، ۲، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹ — ۲۰/۲، ۳، ۵، ۶، ۷، ۱۰، ۱۱، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶ — ۲۱/۹، ۱۱ — ۲۲/۷، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۹ — ۲۳/۱، ۲، ۳، ۴، ۶، ۷، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳ — ۲۴/۳، ۵، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۶، ۱۸، ۱۹ — ۲۵/۹، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳ — ۲۶/۱، ۲، ۳، ۴، ۶، ۱۰، ۱۵، ۱۶، ۱۹ — ۲۷/۱ — ۲۸/۵، ۹، ۱۰، ۱۹ — ۲۹/۳، ۹، ۱۰، ۱۵ — ۳۰/۲، ۳، ۸، ۱۶، ۲۴

قَالَا: تثنیہ مذکر غائب ماضی معروف، ان دونوں نے کہا۔ ۵/۹، ۱۱/۱۱، ۱۶/۷

قَالَتْ: واحد مؤنث غائب ماضی معروف، اس نے کہا۔ ۱/۱۴، ۳/۱۲، ۱۳، ۱۶، ۶/۷، ۱۳، ۸/۱۱، ۹/۱۱، ۱۰/۱۱، ۱۲/۷، ۱۳، ۱۴، ۱۷، ۱۳/۱۴، ۱۶/۵، ۱۹/۱۷، ۱۸، ۲۰/۳، ۹، ۲۱/۱۸، ۲۶/۱۳، ۱۹، ۲۸/۱۹، ۲۰

قَالَتَا: تثنیہ مؤنث غائب ماضی معروف۔ ان دونوں (عورتوں) نے کہا۔ ۲۸ : ۲۳

قَالُوْا: جمع مذکر غائب ماضی معروف۔ انہوں نے کہا۔

۱ — ۲، ۳، ۴، ۸، ۹، ۱۱، ۱۳، ۱۴، ۱۶
۲ — ۳، ۵، ۱۶، ۱۷
۳ — ...۸، ۱۱، ۱۶، ۱۷
۴ — ۳، ۶، ۸، ۹، ۱۰
۵ — ۴، ۸، ۱۱، ۱۷
۶ — ...۷، ۸، ۱۰، ۱۳، ۱۴، ۱۵
۷ — ۱، ۴، ۵، ۷، ۹، ۱۰، ۱۷
۸ — ...۳، ۸، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۶، ۱۷
۹ — ۳، ۴، ۵، ۶، ۸، ۱۱، ۱۲، ۱۴، ۱۷، ۱۹
۱۰ — ...۱۱، ۱۲، ۱۷
۱۱ — ۱۲، ۱۳، ۱۴
۱۲ — ۳، ۵، ۶، ۷، ۸، ۱۲، ۱۶
۱۳ — ...۳، ۴، ۵، ۱۴، ۱۵
۱۴ — ۱، ۴، ۵، ۹، ۱۰، ۱۸، ۲۰
۱۵ — ...۱۰، ۱۱، ۱۳، ۱۴، ۱۵
۱۶ — ۲، ۵، ۹، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۷
۱۷ — ۱، ۲، ۵
۱۸ — ۳، ۵، ۶، ۸، ۱۶، ۱۷
۱۹ — ...۴، ۷، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۶، ۱۸، ۱۹
۲۰ — ...۸، ۹، ۱۵، ۱۶
۲۱ — ۱، ۱۲، ۱۴، ۱۹
۲۲ — ...۶، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۶، ۱۹
۲۳ — ۳، ۵، ۶، ۷، ۱۱، ۱۳
۲۴ — ...۷، ۸، ۱۰، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹
۲۵ — ...۸، ۹، ۱۱، ۱۲، ۱۴، ۱۹
۲۶ — ۲، ۳، ۴، ۶، ۷، ۱۹
۲۷ — ۲، ۳، ۸، ۹، ۱۸
۲۸ — ۱، ۷، ۹، ۱۳، ۱۵
۲۹ — ۱، ۳، ۳، ۱۱، ۱۶

۳۰
۸،۹

قَالَهَا: قَالَ فعل ماضی هَا ضمیر مفعول۔ وہ بات ... یعنی پچھلے لوگ بھی یہی بات کہتے تھے کہ وراثتِ مال ... حصول کا سبب ہمارا علم و دانش ہے ہم نے اپنے فہم و عقل سے دولت کمائی ہے۔ ۲۴/۲

اَلْقَالِیْنَ: اسم فاعل جمع مذکر حالتِ جر۔ اَلْقَالِیْ واحد قَلْیٌ مادہ۔ بیزار ہونے والے، سخت نفرت کرنے والے، چھوڑنے والے۔ اصل میں اس کا مادہ واوی (قَلْوٌ) ہے یا یائی (قَلْیٌ) اگر واوی ہے تو اصل معنی ہوگا پھینکنا۔ محاورہ ہے قَلَتِ النَّاقَةُ بِرَاكِبِهَا اونٹنی نے سوار کو پھینک دیا، نفرت اور بیزار ہونے کا مفہوم بھی پھینک دینے کے مفہوم سے خالی نہیں۔ نفرت والی چیز کو دل قبول نہیں کرتا؛ باہر پھینک دیتا ہے۔ اور اگر مادہ یائی قرار دیا جائے تو بھوننے کے معنی ہوں گے۔ محاورہ ہے قَلَیْتُ السَّوِیْقَ بِالْمِقْلَاةِ میں نے کڑھائی میں ستو بھونے۔ آیت میں اول معنی مراد ہیں (از باب ضرب و سمع)

۱۹
۱۲

قَامَ: واحد مذکر غائب ماضی معروف۔ مادہ قَوْمٌ مصدر قِیَامٌ (باب نصر) کھڑا ہوا۔ کلامِ عربی اور قرآن مجید میں مادۂ قیام کو مختلف معانی کے لئے استعمال کیا گیا ہے: ۱۔ کھڑا ہونا یا کھڑا رہ جانا ۲۔ ایک جگہ گڑ جانا یا جم جانا ۳۔ اگر اس کے بعد عَلٰی آئے گا تو نگرانی رکھنے کے معنی ہوں گے ۴۔ اگر لام آئیگا تو تعظیم اور لحاظ رکھنے کا مفہوم ہوگا ۵۔ اگر باء رہو گی

تو ادا کرنے کا مطلب ہوگا مثلاً اگر الیٰ ہو گا تو ارادہ اور استقبال مراد ہوگا مثلاً اگر عن ہوگا تو ہٹ جانے کی غرض ہوگی، کبھی قیام کے معنی قیامِ عمل ہوتے ہیں اور کبھی قیام بمعنی قوام ہوتا ہے یعنی وہ چیز جس سے کسی چیز کا بقاء یا درستی ہوتی ہو وغیرہ۔ ۲۹/۱۱

قَامُوْا: جمع مذکر غائب ماضی معروف، قِیَام مصدر، وہ کھڑے ہوئے پ ۱/۲ پ ۵/۱۸ ۱۵/۱۴

قَانِتٌ: اسم فاعل واحد مذکر، قُنُوت سے، خضوع اور عاجزی کرنے والا (معجم القرآن) خضوع کے ساتھ اطاعت کرنے والا (راغب) فرمانبردار نماز میں باتیں نہ کرنے والا، خاموش کھڑا ہونے والا (قاموس) فرائضِ طاعت کو ادا کرنے والا (محلی) ۲۳/۱۵

قَانِتًا: قنوت سے اسم فاعل، حالتِ نصب، فرمانبردار، اطاعت گزار۔ ۱۴/۲۲

اَلْقَانِتَاتِ: اسم فاعل جمع مؤنث، حالتِ نصب، اَلْقَانِتَۃُ واحد۔ فرمانبردار، اطاعت گزار عورتیں، ۲۲/۲

قَانِتَاتٍ: بہ تفصیلِ مذکور۔ ۲۸/۱۹

قَانِتَاتٌ: بہ تفصیلِ مذکور حالتِ رفع۔ پ ۵/۲

قَانِتُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر حالتِ رفع، قَانِتٌ واحد۔ اطاعت کرنے والے یعنی زندگی موت او[ر] حشر قیامت میں تو کافر بھی اللہ سے سرکشی نہیں کر سکتے، سب اس کے مطیع ہیں اگرچہ عبادت میں نافرمان ہیں دوسروں کو بھی معبود بناتے ہیں (ابن عباس) آیت میں مراد صرف فرمانبردار اور عبادت گذار ہیں (کلبی) حاصل یہ کہ حضرت ابن عباس کے نزدیک اطاعت سے مراد ہے طاعتِ تسخیری کیونکہ پیدائش اور موت اور پھر حشر کے متعلق ا[س] کا فرمان جاری ہے خطرۃً کافر بھی اس کا انکار نہیں کر سکتے نہ سرتابی کی مجال رکھتے ہیں، کلبی کی نظر میں اطاعت کرنے سے مراد ہے عبادت کرنا او[ر] چونکہ کافر اللہ کی عبادت نہیں کرتے اس لئے کافر[وں] کو چھوڑ کر دوسرے عبادت گزار بندے مراد ہوں گے ۱/۲ لیکن پ ۱/۱۲ میں اسی لفظ سے مراد ہے ربوبیت کا اقرار کرنا (کمالین) لیکن یہ اقرار بھی فطری اور تسخیری ہے ارادۃً اقرارِ ربوبیت مراد نہیں ہے۔

قَانِتِيْنَ: اسم فاعل مذکر جمع، حالتِ نصب قَانِتٌ واحد، اطاعت گزاری کی حالت میں خاموش۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود اور حضرت زی[د] بن ارقم نے آخری ترجمہ کیا ہے (کبیر) زید بن ارق[م]

نے یہ بھی فرمایا کہ پہلے ہم نماز میں بات کر لیتے تھے
اس آیت میں ہم کو کلام کرنے سے روک دیا
گیا (بخاری وسلم) ۲/۱۵

اَلْقَانِتِیْنَ: اسم فاعل جمع مذکر معرف باللام، طاعت گزار (خطیب فی السراج المنیر) ۱ ۳/۲ ۲۲، ۲/۲۸ سلہ

اَلْقَانِطِیْنَ: اسم فاعل جمع مذکر اَلْقَانِطُ واحد، قُنُوط مصدر (باب ضرب و سمع) خیر سے ناامید ہونے والے (راغب) امام راغب نے صرف ضرب اور سمع سے باب قنوط کا استعمال لکھا ہے۔
"صاحب تاج المصادر نے جو تنقیح کی ہے وہ اسی کتاب کی جلد دوئم میں لفظ تَقْنَطُوْا کے تحت میں پڑھو"

مولف قاموس نے لکھا ہے کہ:
"قنوط مصدر سے افعال باب نَصَرَ کَرُمَ ضَرَبَ حَسِبَ سب سے آتے ہیں البتہ باب سمع کے وزن پر اس مادہ سے جو افعال آتے ہیں ان کا مصدر قُنُوط نہیں بلکہ قَنَطٌ اور قَنَاطَۃٌ آتا ہے۔ بہر حال قرآن مجید میں اس کا مضارع مفتوح العین مستعمل ہوا ہے اس لئے یا باب فتح سے ہے یا سَمِعَ سے، نَصَرَ کَرُمَ ضَرَبَ اور حَسِبَ سے نہیں ہے اس لئے معلوم ہوتا ہے یہی لغت فصیح ہے۔"

مولف مجمع البحار نے قنوط کا ترجمہ کیا ہے کسی چیز سے سخت مایوسی یعنی سخت کی قید بڑھادی اور خیر کی شرط ساقط کردی، آیت میں خیر سے ناامید ہونے والے ہی مراد ہیں۔ ۱۴/۶

اَلْقَانِعَ: اسم فاعل واحد مذکر، امام راغب نے لکھا ہے بعض لوگوں کا قول ہے کہ:
"قناع اس کپڑے کو کہتے ہیں جو سر چھپانے کے لئے سر پر ڈالا جاتا ہے، اس سے باب سمع کے وزن پر بھی افعال آتے ہیں اور فتح سے بھی، قَنِعَ (سمع) کے معنی ہیں فلاں چھپانے کے لئے سر ڈھانکا اس وقت مصدر قَنَاعَۃٌ آتا ہے اور قَنَعَ (فتح) کے معنی ہیں سر کھولا، بھیک مانگی، سوال کیا اس وقت مصدر قُنُوْعٌ آتا ہے۔"

امام راغب نے یہ بھی لکھا ہے کہ:
"بعض لوگوں کے نزدیک قانع اس سائل کو کہتے ہیں جو بھیک پر اصرار نہ کرے بلکہ جو کچھ مل جائے

سلہ حدیث مرفوع ہے کل قنوت فی القرآن فھو طاعۃ (رواہ احمد فی مسندہ) قرآن مجید میں ہر قنوت (سے مراد) طاعت ہے اس لئے جو قانتات یا قانتین یا اس کا ماضی یا مضارع اس کے معنی میں اطاعت کا مفہوم معتبر ہوگا خواہ قرینے کو دیکھ کر یا شان نزول کے تحت کوئی بھی ترجمہ کیا جائے، اس لئے امام راغب نے المفردات میں لکھا ہے کہ قنوت کے معنی ہیں اطاعت مع الخضوع۔

اس پر بس کرے۔" (المفردات)
پروفیسر عبدالرؤف مصری نے لکھا ہے کہ:
"قانع وہ شخص ہے جس کو جو کچھ دیدیا جائے اس پر راضی ہو جائے۔ یہ قَنَعَ قُنوعًا سے مشتق ہے اس کا مصدر قناعت نہیں ہے۔" اس کے بعد لکھا ہے، قنوع کے معنی ہیں عاجزی اور خضوع جس سے اسم فاعل ہے قانع یعنی جو کچھ مل جائے اس پر راضی ہو جانے والا، اور قناعت کے معنی بھی یہی ہیں یعنی جو کچھ مل جائے اس پر راضی ہو جانا، اس سے صیغہ صفت قَنِعٌ آتا ہے یعنی بغیر سوال اور خضوع کے جو کچھ مل جائے اس پر راضی ہو جانے والا۔ اس کے بعد لکھا ہے "میرے نزدیک قُنُوعٌ ہو یا قَنَاعَۃٌ دونوں سے قانع کا اشتقاق صحیح ہے۔" (معجم القرآن)
صاحب قاموس نے لکھا ہے:۔
"باب سمع سے مصدر قَنَعٌ بھی آتا ہے اور قَنَاعَۃٌ بھی جس کے معنی ہیں نصیب میں جو کچھ مل جائے اس پر راضی ہو جانا، محاورہ ہے نَسْأَلُ اللّٰهَ الْقَنَاعَةَ وَنَعُوْذُ بِهٖ مِنَ الْقُنُوْعِ ہم اللہ سے قناعت کے طالب ہیں اور قنوع سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں البتہ باب فتح سے مصدر قُنُوعٌ آتا ہے جس کے معنی ہیں بھیک میں عاجزی اور اصرار کرنا اور جو کچھ مل جائے بغیر اصرار کے اس پر راضی ہو جانا، یہ لغات اضداد میں سے ہے محاورے میں بولا جاتا ہے خَیْرُ الْغِنَی الْقُنُوْعُ وَشَرُّ الْفَقْرِ الْخُضُوْعُ بہترین دولت قنوع ہے اور بدترین فقر خضوع (مذکورہ بالا مثل میں، قنوع برے معنی میں استعمال کیا گیا ہے اور اس محاورے میں اچھے معنی میں) اس لئے لفظ قنوع لغات اضداد میں سے ہو گیا) پس قانع کے دونوں معنی ہیں (بشرطیکہ اس کو فتح سے کہا جائے اور مصدر قُنُوعٌ قرار دیا جائے) بھیک میں عاجزی اور اصرار کرنے والا اور بغیر عجز و خضوع کے جو کچھ مل جائے اس پر راضی ہو جانے والا (ہاں اگر سمع سے کہا جائے تو مصدر قَنَاعَۃٌ ہو گا اور معنی ہوں گے سوال میں خضوع و اصرار نہ کرنے والا۔" ۱۲

اَلْقَاهِرُ: اسم فاعل واحد مذکر، قَهْرٌ مصدر، امام راغب نے لکھا ہے:
"قَهْرٌ کے معنی ہیں غالب ہونا اور ذلیل کرنا اور

دونوں معنی کا مجموعہ اَلْقَاهِرُ میں اول معنی مراد ہے یعنی غالب (المفردات) (دیکھو تَفْھَس باب التارمع النقات جلد دوئم) ۸/۱۴۲

قَاهِرُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر، قَاهِرٌ واحد غالب ہونے والے زبردست۔ ۹/۵

قَائِلٌ: اسم فاعل واحد مذکر، قِیْلٌ و قَوْلٌ مصدر کہنے والا (دیکھو قَالَ) ۱۲/۱۲ ۱۵/۱۵ ۲۳/۶

قَائِلُهَا: اسم فاعل واحد مذکر مضاف، ھَا ضمیر واحد مؤنث مضاف الیہ، زبان سے کہنے والا، ۱۸/۶

اَلْقَائِلِیْنَ: اسم فاعل جمع مذکر، حالت نصب، مصدر قَوْلٌ، کہنے والے۔ ۲۱/۱۸

قَائِلُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر، مصدر قَیْلُوْلَۃٌ دوپہر میں سونے والے، قَیْلُولہ۔ دوپہر میں آرام کرنے کو کہتے ہیں، نیند ہو یا نہ ہو (معجم القرآن) اس جگہ دوپہر میں سونا مراد ہے۔ ۸/۸

قَائِمٌ: اسم فاعل واحد مذکر قَائِمُوْنَ قَائِمِیْنَ جمع، قِیَامٌ مصدر، ۳/۱۲ کھڑا ہونے والا، ۱۳/۹ اپنی جگہ کھڑا رہ جانے والا، باقی رہنے والا۔ ۱۳/۱۱ نگراں (دیکھو قَامَ)

قَائِمًا: اسم فاعل واحد مذکر، حالت نصب، ۳/۱۰ ادا کرنیوالا، ۳/۱۶ کھڑا ہونے والا یا نگراں۔ ۱۱/۷

۲۳/۱۵ ۲۸/۱۲ کھڑا۔

قَائِمُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر حالت رفع، قَائِمٌ واحد، ادا کرنیوالے یا جمے رہنے والے، ۲۹/۷

قَائِمَۃٌ: اسم فاعل، واحد، مؤنث حالت رفع، قَائِمَاتٌ جمع، ۳/۲ سچائی اور حقانیت پر جمی رہنے والی (سیوطی)، ۱۲/۷ کھڑی۔

قَائِمَۃً: اسم فاعل واحد مؤنث، حالت نصب، ۵/۱۲ ۵/۱ برپا ۴/۲۸ جمی رہنے والی اپنی جگہ ثابت برپا۔

اَلْقَائِمِیْنَ: اسم فاعل جمع مذکر حالت جر، اَلْقَائِمُ واحد، اور ۱۷/۱۱ قیام کرنے والے۔

قَبَائِلَ: جمع، قَبِیْلَۃٌ واحد، قبیلہ اس گروہ کو کہتے ہیں جو ایک ہی باپ کی نسل سے ہو (قاموس) عربی میں کنبہ اور خاندان کے معنی کے لئے چھ الفاظ ہیں: شَعْبٌ، قَبِیْلَۃٌ، عِمَارَۃٌ، بَطْنٌ، فَخِذٌ، فَصِیْلَۃٌ، سب سے اونچا اور بڑا شعب ہوتا ہے اس سے نیچے قبیلہ اس سے نیچے عمارہ، اس سے نیچے فخذ اس سے نیچے فصیلہ، توضیح کیلئے یوں سمجھو کہ خذیمہ شعب تھا، اس کی ایک شاخ کنانہ ہوئی جس کو قبیلہ کہہ سکتے ہیں، کنانہ کی ایک شاخ قریش ہوئی جس کو عمارہ کہہ سکتے ہیں،

قریش کی ایک شاخ قُصَیّ ہوئی جس کو بطن قرار دیا جا سکتا ہے۔

پھر قُصَیّ کی ایک شاخ ہاشم ہوئی جس کو فخذ کہہ سکتے ہیں۔ ہاشم کی ایک شاخ بنی عباس ہوئے جس پر فصیلہ کا اطلاق ہوگا (معجم القرآن)

یہ بھی یاد رکھو کہ ہر ماتحت مافوق کے اعتبار سے الگ نام رکھتا ہے اور اپنے ماتحت کے اعتبار سے الگ نام، مثلاً مافوق پانچ اصول کا لحاظ کیا جائے تو علویہ پر فصیلہ کا اطلاق ہوگا لیکن حسنی اور حسینی کا اعتبار کیا جائے تو علویہ کو فخذ کہہ سکتے ہیں۔ $\frac{۲۶}{۱۴}$

قَبْرِہٖ: قبر مضاف ہٖ ضمیر مضاف الیہ، میت کے دفن ہونے کی جگہ، قَبْرٌ مصدر بھی ہے اس سے فعل قَبَرَ آتا ہے (نصر، ضرب) قَبَرْتُہٗ قَبْرًا میں نے اس کو دفن کر دیا، رکھ دیا، باب افعال میں پہنچ کر کبھی یہ متعدی بدو مفعول ہو جاتا ہے جیسے اَقْبَرْتُہٗ میں نے اس کو قبر میں رکھوا دیا، دفن کرا دیا۔ کبھی قبر کے لئے جگہ دینے کے معنی ہوتے ہیں یعنی میں نے اس کو قبر کے لئے جگہ دے دی۔ (دیکھو اَقْبَرَ) $\frac{۲۱}{۱۴}$

اَلْقُبُوْرِ: جمع، اَلْقَبْرُ واحد، قبر میں ہونے کے حقیقی معنی تو مدفون ہونا اور مٹی کے اندر میت کا ہونا ہی ہے لیکن مجازاً دو معنی اور بھی مراد لیے جاتے ہیں ۱۔ پوشیدہ رہنا ۲۔ قعرِ جہالت و ضلالت میں پڑا رہنا۔ اسی بنا پر مَا فِی الْقُبُوْرِ سے اشارہ یا تو حالتِ بعثت کی طرف ہے یعنی قبروں سے مردوں کے اٹھنے کی حالت (یہ معنی حقیقی ہیں) یا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جب تک آدمی دنیا میں تھے ان کی حالت چھپی ہوئی تھی، عذاب ثواب کچھ ظاہر نہ تھا۔ قیامت کے دن ظاہر کر دیا جائے گا، اس وقت مَا فِی الْقُبُوْرِ کا مطلب ہوگا دنیوی حالات اور بعثت کا مطلب ہوگا کھول دینا (یہ معنی مجازی ہے) یا یہ مراد کہ کافر جب تک دنیا میں تھا جہالت کے گڑھے میں پڑا ہوا تھا، مرنے کے بعد جہالت دور ہو جائے گی، سب کچھ دیکھ جائے گا۔ مَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ کا مطلب بھی بعض اہل حق نے یہی بیان کیا ہے کہ آپ (پیامِ حق) جاہل کافروں کو نہیں سنا سکتے جو قعرِ جہالت میں پڑے ہوئے ہیں (یہ معنی مجازی ہے) (المفردات)

$\frac{۱۷}{۸}$ $\frac{۲۲}{۱۵}$ $\frac{۲۸}{۸}$ $\frac{۳۰}{۲۵}$

اَلْقُبُوْرُ: قبروں والے اٹھائے جائیں گے مصا

قاموس نے لکھا ہے :

"قبروں سے مراد ہیں قبروں والے" ۔ ب ۳

قَبَس : آگ کا شعلہ ، جلتی ہوئی لکڑی کا شعلہ ، اُکھٹی ۔ قَبَس مصدر بھی ہے ، لکھٹی کا طلب کرنا ، اسی کے ہم معنی اقتباس بھی ہے ۔ مجازاً علم و ہدایت کی طلب کو کہتے ہیں ۔ ب ۱۶/۱ ۱۹/۱۶

قَبْضًا : مصدر ۔ کسی چیز کو پانچوں انگلیوں سے مٹھی بھر کر پکڑنا ، اس کے دوسرے مفعول پر علٰی بھی آتا ہے اور عَنْ بھی ، اول صورت میں معنی ہوں گے بھرپور پکڑنا ۔ دوسری صورت میں معنی ہوں گے سمیٹنا سکوڑنا ۔ ہاتھ کو کسی چیز کی طرف سے کھینچ لینا ۔ اسی مفہوم کے لحاظ سے خرچ سے ہاتھ روکنے کو قَبَض کہا جاتا ہے یہ مفہوم حقیقی قبض کا ہے لیکن کسی چیز کو اپنے تصرف میں لے لینے اور اپنے قابو میں رکھنے کو بھی قبض کہتے ہیں اگرچہ ہاتھ سے نہ پکڑا جائے جیسے مکان وغیرہ کا قبضہ ، آیت مندرجہ میں قبض کے معنی میں کھینچ لینا ۔ ب ۱۹/۳

قَبْضَةً : تھوڑا سا لے لینا قَبْضَةً میں تنوین قِلَّتْ کو ظاہر کر رہی ہے ، مٹھی بھر ۔ ب ۱۶/۱۴

قَبَضْتُ : واحد متکلم ماضی معروف ' میں نے لے لی عام مفسرین نے اس کی تفسیر کی ہے ۔ میں نے جبرئیل کے گھوڑے کے قدم کے نیچے کی مٹھی بھر خاک لے لی یعنی رسول سے مراد ہیں جبرئیل اور اثر سے مراد نقش قدم ، امام رازی نے کبیر میں لکھا ہے "قَبَضْتُ سے مراد عہد و سنت اور رسول سے مراد موسٰی ، یعنی میں نے حضرت موسٰی کی سنت کسی قدر لے لی ، اختیار کر لی ۔"

صاحب معجم القرآن نے اس تفسیر کو جمہور کی تفسیر پر ترجیح دی ہے ، ابو مسلم اصفہانی نے لکھا ہے "وقد کنت قبضت قبضۃ من اثرک ایہا الرسول ای شیئًا من سنتک و دینک فقد یقول الرجل فلان یقفو اثر فلان و یقتص اثرہ فلان اذا کان یمتثل اسمہ انتہٰی ۔ یعنی سامری نے کہا اے موسٰی میں نے آپ کے دین اور طریقہ کا کسی قدر اتباع کیا ، محاورے میں کسی کے نقش قدم پر چلنے اور نقش قدم کو پکڑنے کے معنی ہوتے ہیں اس کے طریقہ کو اختیار کرنا ، اس سے بھی امام رازی کے قول کی تائید ہوتی ہے ۔" ب ۱۶/۱۴

قَبْضَتُهٗ : قبضۃ مضاف ہ مضاف الیہ ، اس کا تصرف اس کا اختیار کامل (راغب) جیسے مٹھی میں بند چیز پر آدمی کا اختیار ہوتا ہے گویا مٹھی میں بند سے مراد ہے

تصرف کامل اور اختیار۔

صاحبِ کشاف نے لکھا ہے:

"قبل قَبْضَتُہٗ مِلکُہٗ بِلَا مُدَافِعٍ وَّ مُنَازِعٍ،

قَبْضَتُہٗ کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ بغیر مقابل اور منازع کے (خالص اللہ ہی کی) ملک یعنی قیامت کے دن کوئی شخص ظاہری طور پر بھی زمین کو اپنی ملک قرار دینے کا مدعی نہ ہوگا، خالص خدا ہی کی ملک ہوگی۔" ۲۴/۴

قَبَضْنٰہُ: جمع متکلم ماضی معروف، ہٗ ضمیر مفعول، ہم اس کو اپنی طرف سمیٹ لیتے ہیں، کھینچ لیتے ہیں۔ ۱۹/۲

قَبْلُ: ظرف زماں بھی ہے اور ظرف مکاں بھی، اس کا استعمال چار طور پر ہوتا ہے ۱؎ تقدمِ زمانی، جیسے قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِہَا سورج کے طلوع و غروب سے پہلے، ۲؎ تقدم مکانی یعنی کسی مقام کا دورانِ رفتار میں پہلے واقع ہونا اور دوسرے مقام کا بعد کو واقع ہونا جیسے دہلی سے مرادآباد کو جانے میں شاہدرہ غازی آباد سے قبل آتا ہے یا مرادآباد سے دہلی کو جانے میں غازی آباد پہلے آتا ہے ۳؎ مرتبہ میں تقدم جیسے عبد الملک حجاج سے پہلے آتا ہے یعنی مرتبہ میں بڑا ہے ۴؎ ترتیب فنی و تعلیمی میں تقدم جیسے الف باء سے اور باء جیم سے اور جیم دال سے پہلے آتا ہے (راغب)

قرآن مجید میں لفظ قَبْل عموماً تقدم زمانی کے لئے استعمال ہوا ہے۔ ۱/۲،۱۱ دو جگہ،۱۴، ۳/۹، ۴/۸، ۵/۱۰،۱۷، ۶/۳،۱۳،۱۴، ۷/۹،۱۶، ۸/۷،۱۳، ۹/۳،۹،۱۲، ۱۰/۲،۱۱،۱۳، ۱۱/۲،۳،۱۷، ۱۲/۷،۹،۱۱، ۱۳/۲،۳،۴،۵،۱۶،۱۹، ۱۴/۳،۲، ۱۶/۴،۸،۱۴،۱۵، ۱۷/۵،۸،۱۷، ۱۸/۵، ۲۰/۲،۴،۸، ۲۱/۴،۸،۱۸، ۲۳/۲،۵،۱۲ دو جگہ، ۲۳/۱۵، ۲۴/۹،۱۲،۱۳، ۲۶/۲،۱۱، ۲۷/۱،۳،۱۷،۱۸، ۲۸/۱،۱۵

قَبْلَ: ظرف زماں، پہلے ۴/۶، ۹/۹، ۱۲/۱۶،۱۵، ۱۴/۷، ۱۵/۶، ۱۶/۳،۱۵،۱۷ دو جگہ، ۱۹/۷،۱۸،۱۹، ۲۲/۱۱، ۲۶/۱۷،۱۸، ۲۷/۱۵

قَبْلِ: پہلے۔ ۲/۱۵، ۳/۲، ۴/۱،۵، ۵/۴، ۶/۹، ۹/۵، ۱۴/۴، ۱۳/۱۷، ۱۶/۱۵،۱۷، ۱۸/۱۴، ۲۲/۳، ۲۴/۳ دو جگہ، ۲۵/۹، ۲۶/۱، ۲۷/۱۷،۱۹، ۲۸/۱۴ و ۱ دو جگہ، ۲۹/۹

قَبْلِہٖ: قَبْل مضاف ہٖ ضمیر غائب مضاف الیہ، اس سے پہلے۔ ۴/۶، ۶/۱۴، ۱۱/۷، ۱۲/۲،۱۱، ۱۵/۱۲، ۱۶/۷، ۲۰/۹،۱۱،۱، ۲۱/۸، ۲۵/۸، ۲۶/۲

قَبْلَکَ: قَبْل مضاف کَ ضمیر غائب مضاف الیہ، اس سے پہلے۔ ۲۹/۵

قَبْلِہَا: قَبْل مضاف ہَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ، اس سے پہلے، ۱۳/۷، ۱۹/۱۸

قَبْلِہِمْ: قَبْلِ مضاف ہِمْ ضمیر جمع مذکر غائب

مضاف الیہ، ان سے پہلے۔ پ۱/۱۴ پ۳/۱۰ پ۷/۷ پ۸/۵
پ۱۰/۴،۱۵ پ۱۱/۹،۱۵ پ۱۳/۶،۷،۱۵ پ۱۴/۱۰،۱۱ پ۱۸/۱۳،۱۴ پ۲۰/۱۳ پ۲۱/۴،۱۶
پ۲۲/۱۱،۱۶،۱۷ پ۲۳/۱۰،۱۷ پ۲۴/۲،۸،۱۴،۱۷ پ۲۵/۱۵ پ۲۶/۲،۵ پ۲۷/۲
پ۲۸/۱،۲،۵ پ۲۹/۲

قَبْلَهُمْ: قَبْلَ مضاف، هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ، ان سے پہلے پ۶/۸،۹،۱۶ پ۱۵/۱،۱۳ پ۲۳/۱،۶
پ۲۴/۶ پ۲۵/۱۴ پ۲۶/۱۵،۱۷ پ۲۷/۸،۱۳

قَبْلِكَ: قَبْلَ مضاف، کَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ، تجھ سے پہلے۔ پ۱/۱ پ۴/۱۰ پ۵/۶ پ۶/۲
پ۷/۷،۱۰،۱۱ پ۱۳/۶،۱۱،۱۲ پ۱۴/۱،۱۲،۱۴ پ۱۷/۲،۳،۴ پ۲۰/۸
پ۲۱/۸،۴ پ۲۲/۱۳ پ۲۴/۴،۱۳،۱۹ پ۲۵/۲،۸،۱۰

قَبْلَكَ: قبل مضاف کَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ، تجھ سے پہلے۔ پ۱۵/۸ پ۱۷/۱ پ۱۸/۱۴ پ۲۲/۱۱

قَبْلِكُمْ: قبل مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ، تم سے پہلے۔ پ۱/۳ پ۲/۷،۱۰ پ۴/۵،۱۰ پ۵/۲،۱۶ پ۶/۵،۱۳
پ۷/۴ پ۸/۱۱ پ۱۰/۱۵ پ۱۱/۷ پ۱۲/۱۰ پ۱۳/۱۴ پ۱۸/۱۰ پ۲۰/۱۴

قَبْلِي: قبل مضاف ی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ، مجھ سے پہلے۔ پ۴/۱۰ پ۱۷/۲ پ۲۶/۲

قَبْلَنَا: قبل مضاف، نا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ، ہم سے پہلے۔ پ۳/۸ پ۸/۷

قِبْلَةٌ: کعبہ کا رُخ جو نماز میں سامنے ہوتا ہے سامنے کا رخ، محاورہ ہے اَیْنَ قِبْلَتُكَ تمہارا رخ کدھر کو ہے۔ جو چیز منہ کے سامنے ہو اس کو بھی قبلہ کہتے ہیں، نماز پڑھنے والے کے منہ کے سامنے کعبہ ہوتا ہے اس لئے کعبہ کو بھی قبلہ کہتے ہیں۔

امام راغب نے المفردات میں اور پروفیسر عبدالرؤف مصری نے معجم القرآن میں لکھا ہے کہ:

"اصل لغت میں سامنے والے (مقابل) آدمی کی حالت کو قبلہ کہا جاتا تھا، مجازاً سامنے والے آدمی اور سامنے کی جہت میں اس کا استعمال ہونے لگا، پ۲/۱ لیکن پ۱۱/۱۴ سورۂ یونس میں قبلۃ سے مراد ہے نماز کا مقام، فرعون نے چونکہ نماز پڑھنے کی ممانعت کردی تھی اس لئے بنی اسرائیل کو حکم دیا گیا کہ گھروں کو ہی مقامِ نماز بنالو اور چھپ کر گھروں میں ہی نماز پڑھا کرو (سیوطی و خازن و معجم القرآن) لیکن بعض غیر معتبر مفسرین لغاتِ قرآن نے اس آیت میں قبلۃ کا ترجمہ کیا ہے آمنے سامنے یعنی اپنے مکان آمنے سامنے بناؤ تاکہ ضرورت کے وقت باہم شریک ہو سکو۔ یہ تشریح سیاقِ قرآنی کے بھی خلاف ہے نہ قدماء مفسرین میں سے کسی نے اس کی صراحت کی ہے نہ شہادت

لغت اس کی اجازت دیتی ہے نہ قرینہ اس کا مقتضی ہے، نہ واقعہ ہی اس کی تائید کرتا ہے۔"

قِبْلَتَكَ : قبلۃ مضاف، ک ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ۔ تیرا قبلہ، وہ مکان جس کی طرف رُخ کر کے تو نماز پڑھتا تھا۔ پ۲

قِبْلَتِهِمْ : قبلۃ مضاف، ھم ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ، ان کا قبلہ یعنی وہ مکان جس کی طرف یہودی رخ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ پ۲

قِبَلَ : جانب، طرف، مقابلہ کی طاقت۔ پ۲ پ۱۹

قِبَلَكَ : قبل مضاف، ک ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ، تیری جانب۔ پ۲۹

قِبَلِهٖ : قِبَل مضاف، ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔ اس سے آگے کی جانب، اس کے سامنے، ادھر۔ پ۲۷ پ۱۸

قُبُلًا : جمع قَبِيْلٌ واحد۔ جماعت جماعت، گروہ گروہ (مجاہد) بعض کے نزدیک قَابِلٌ کی جمع ہے یعنی آنکھوں کے سامنے، آگے۔ پ۸ پ۱۵

قُبُلٌ : آگے، سامنے۔ پ۱۲

قَبُوْلٍ : مصدر۔ پسندیدگی سے قبول کرنا۔ قبول پروا ہوا کو بھی کہتے ہیں لیکن اس جگہ اول معنی ہی مراد ہیں۔ سامنے سے لینا پسندیدگی پر دلالت کرتا ہے اور پیچھے کو ہاتھ کر کے لینے سے بے پروائی اور ناپسندیدگی کا ظہور ہوتا ہے اسی لئے قبول کے معنی ہوئے پسندیدگی سے لینا۔ پ۳ (دیکھو قابل)

قَبِيْلًا : جمع۔ قَبِيْلَةٌ واحد۔ جماعت جماعت (مزید تشریح کے لئے دیکھو لفظ قبائل) امام رازی نے لکھا ہے:

"آگے، سامنے (کبیر) امام راغب نے بعض کے قول پر ترجمہ کیا ہے کَفِيْلًا یعنی ذمہ دار" پ۱۵

قَبِيْلُهٗ : قَبِيْلُ مضاف ہٗ ضمیر مضاف الیہ اس کی جماعت، گروہ۔ پ۸

قَتْرٌ : اسم فعل اور مصدر، خرچ بہت ہی کم کرنا، کنجوسی بخل، اسراف کی ضد۔ (المفردات و قاموس) قَتَرٌ بسکون تا بھی اس معنی میں مستعمل ہے (تاج) قُتُوْرٌ کے معنی اہل و عیال کو کم خرچ دینا (نصر و ضرب) قَتُوْرٌ صفت مشبہ، کنجوس طبیعت والا آدمی۔ قَاتِرٌ جو اہل و عیال کو کم خرچ دے۔ قَتَرٌ اور قُتَارٌ کے اصل معنی ہیں کسی لکڑی کا اٹھتا ہوا دھواں، کنجوس آدمی بھی کسی کو مال دینے کی جگہ گویا دھواں دے کر بہلا دیتا ہے (راغب) پ۱۵

قَتَرَةٌ : غبار (قاموس) دھوئیں کی طرح غبار نما بدرونقی جو چہرے پر چھا جاتی ہے (المفردات) پ۱۱

قِتَالٌ: بابِ مُفَاعَلَۃٌ کا مصدر مُقَاتَلَۃٌ اور قِیْتَالٌ بھی باب مُفَاعَلَۃٌ سے مصدر آتے ہیں، باہم کشت و خون مراد جہاد۔ قصداً قتل کرنا (راغب) پ۲/۱۱

قِتَالٍ: مصدر باب مفاعلۃ، حالتِ جر، باہم کشت و خون کرنا، مراد جہاد۔ پ۲/۱۱ پ۹/۱۶

قِتَالًا: تفصیل مذکور، حالتِ نصب، باہم ایک کا دوسرے کو قتل کرنا مراد جہاد۔ پ۶/۸

اَلْقِتَالُ: مصدر، بابِ مفاعلۃ، حالتِ رفع، جنگ، جہاد۔ پ۲/۱۰،۱۶ دو جگہ پ۵/۸ پ۲۶/۷

اَلْقِتَالَ: مصدر، بابِ مفاعلۃ، حالتِ نصب، جنگ، جہاد۔ پ۵/۸ پ۲۱/۱۹

اَلْقِتَالِ: مصدر، بابِ مفاعلۃ، حالتِ جر، جنگ، جہاد۔ پ۴/۴ پ۱۰/۵

قَتَلَ: واحد مذکر غائب ماضی معروف قَتْلٌ مصدر، اس نے مار ڈالا۔ قَتْلٌ کے حقیقی معنی ہیں (موت طبعی کے علاوہ کسی اور طریقہ سے) روح کو جسم سے جدا کر دینا خواہ ذبح کی صورت میں ہو یا کسی اور طریقہ سے۔ مجازی معنی میں غالب آنا، ذلیل کرنا۔ مطیع بنا لینا۔ کسی چیز کا علمی احاطہ کر لینا۔ اس کے تمام جزئیات کا ماہر ہو جانا (معجم القرآن) قرآن میں قَتْلٌ کا صرف حقیقی استعمال ہوا ہے۔ پ۲/۱۷ پ۵/۱۰ پ۶/۹ پ۷/۳

قُتِلَ: واحد مذکر غائب ماضی مجہول، پ۲۹/۴ پ۱۵/۱ مارا گیا یعنی مارا جائے، اس جگہ ماضی بمعنی مستقبل ہے، پ۲۶/۱۸ پ۲۹/۱۵ دو جگہ پ۳۰/۱۰ بد دعائیہ جملے ہیں، مارا جائے لیکن اللہ کے کلام میں بد دعا کے معنی حقیقی نہیں، بد دعا سے کلامِ الٰہی میں مراد ہوتا ہے ایجادِ قتل، یعنی اللہ نے ان کے لئے قتل کیا جانا مقرر کر دیا یا رحمتِ خدا سے ان کو دور کر دیا گیا (مفردات) (مزید تشریح کے لئے دیکھو لفظ قَاتَلَ) پ۳۰/۵ خندق والے قتل کر دئے گئے یا رحمتِ خدا سے دور کر دئے گئے۔

اَلْقَتْلِ: پ۲/۸،۱۱ پ۲۱/۱۸ اَلْقَتْلُ پ۲/۷ قَتْلَ پ۹/۷ پ۳/۶ سب جگہ لفظ قَتْل مصدری معنی میں مستعمل ہے اول الذکر چاروں مقامات میں معرف باللام ہے اور آخری دونوں آیات میں معرفہ باضافت، مار ڈالنا۔

قَتَلْتَ: واحد مذکر حاضر ماضی معروف، تو نے مار ڈالا۔ پ۱۵/۲۲ پ۱۶/۱۱ پ۲۰/۵

قَتَلْتُ: واحد متکلم ماضی معروف، میں نے مار ڈالا۔ پ۲۰/۷

قُتِلَتْ: واحد مؤنث غائب ماضی معروف، وہ ماری گئی۔ پ۳۰/۶

قَتَلْتُمْ: جمع مذکر حاضر ماضی معروف، تم نے قتل کیا۔

رسول اللہ کے زمانے کے یہودیوں کو خطاب ہے، حقیقت میں وہ لوگ قاتل نہ تھے بلکہ ان کے اسلاف قاتل تھے لیکن دورِ رسالت کے یہودی اپنے اسلاف کے اس فعل سے ناراض نہ تھے، ناپسندیدہ نظر سے نہ دیکھتے تھے اس لئے ان کو بھی قاتل قرار دیا گیا۔ پ ۱/۹

قُتِلْتُمْ: جمع مذکر حاضر ماضی مجہول، اگر تم مارے گئے یعنی اگر تم قتل کئے جاؤ، شرط کی وجہ سے اس جگہ ماضی بمعنی مستقبل ہے۔ پ ۴

قَتَلْنَا: جمع متکلم ماضی معروف، ہم نے قتل کیا، ہم نے مار ڈالا۔ پ ۲

(مَا) قَتَلُوْهُ: مَا حرفِ نفی قَتَلُوْا جمع مذکر غائب ماضی معروف منفی۔ ہُ ضمیر مفعول، انہوں نے اس کو قتل نہیں کیا، پ ۲ نمبر اول، وہ یقین کے ساتھ نہیں جانتے کہ انہوں نے مسیح کو قتل کر دیا (المفردات و معجم القرآن) پ ۲ نمبر دوئم۔

قَتَلُوْا: جمع مذکر غائب ماضی معروف مثبت، وہ جنہوں نے قتل کیا۔ پ ۴/۳

مَا قُتِلُوْا: جمع مذکر غائب ماضی مجہول منفی، وہ نہیں مارے جاتے۔ پ ۴/۸

قُتِلُوْا: جمع مذکر غائب ماضی مجہول مثبت، وہ مارے گئے، قتل کئے گئے۔ پ ۴/۱۱ ۱۷/۱۵

قَتَلَهٗ: واحد مذکر غائب ماضی معروف ہٗ ضمیر مفعول اس نے اس کو مار ڈالا۔ پ ۶/۹ پ ۳ ۱۵/۲۲

قَتَلَهُمْ: واحد مذکر غائب ماضی معروف ھُمْ ضمیر مفعول، اللہ نے ان کو قتل کیا، کوئی آدمی کسی کی جان نہیں نکال سکتا، کتنا ہی زخمی کر دے مگر روح کو بدن سے الگ کر دینا انسان کے بس کی بات نہیں، انسان کو قاتل صرف اس وجہ سے قرار دیا جاتا ہے کہ وہ اسبابِ قتل فراہم کر دیتا ہے یعنی گھائل کر دیتا ہے یا زہر کھلا دیتا ہے یا پانی میں غرق کر دیتا ہے ورنہ قتل کا اصل حقیقی فاعل اللہ ہی ہے، آیت میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ پ ۹/۱۶

قَتَلْتُمُوْهُمْ: جمع مذکر حاضر ماضی معروف، ھُمْ ضمیر جمع مفعول، تم نے ان کو قتل کیا۔ پ ۴/۱۰

قَتْلَهُمْ: قَتْلَ مصدر مضاف، حالتِ نصب، ھُمْ ضمیر جمع مضاف الیہ، ان کے قتل کرنے کو، ان کو قتل کرنا۔ پ ۴ ۱۵/۱۰

قَتْلِهِمْ: قَتْلِ مصدر مضاف حالتِ جر، ھُمْ ضمیر جمع مضاف الیہ، ان کے قتل کرنے کے سبب، پ ۶/۲

اَلْقَتْلٰی: جمع اَلْقَتِیْلُ واحد بمعنی مقتول، وہ لوگ جنکو قتل کیا گیا ہو۔ پ ۲ قتل کے حقیقی اور مجازی معنی کی مزید تشریح کے لیے دیکھو اقتلوا تقتلوا

قَتُوْرًا: صیغہ صفت مشبہ، کنجوس طبیعت والا بخیل،
دیکھو لفظ قَتَرَ ص ۱۱

قِثَّائِهَا: قِثَّاءِ اسم مجرور مضاف ھَا ضمیر واحد مؤنث
مضاف الیہ، قِثَّاءٌ اسم جنس ہے اس کی جمع نہیں آتی
واحد اور جمع سب پر اطلاق ہوتا ہے، ککڑی یا
ککڑیاں، یا قِثَّارَةٌ کی جمع ہے (قاموس اللغت میں
قُثَّاءٌ قاف کے پیش کے ساتھ بھی آیا ہے۔ ۱ے

قَدْ: قَدْ اسم بھی ہے اسم فعل بھی حرف بھی، اَحَسْبُ کا
ہم معنی عموماً سکون پر مبنی جیسے قَدْ زَیْدٍ دِرْھَمٌ زید
کو ایک درہم بس ہے اور کبھی معرب جیسے قَدُ زَیْدٍ
دِرْھَمٌ ۲ے یَکْفِی کا ہم معنی قَدْنِیْ دِرْھَمٌ یا قَدْنِیْ
دِرْھَمٌ مجھے ایک درہم کفایت کرتا ہے قَدْ زَیْدًا
دِرْھَمٌ زید کو ایک درہم کفایت کرتا ہے یہ دونوں
قسمیں قرآنِ مجید میں مستعمل نہیں ہوئیں ۳ے اس فعل
کے ساتھ مخصوص ہے جو متصرف ہو، خبری ہو مثبت
ہو، حرفِ جازم و ناصب اور حرفِ تنفیس سے خالی ہو،
یہ ماضی پر بھی آتا ہے اور مضارع پر بھی، ماضی پر
داخل ہو تو تین معانی میں سے کسی ایک معنی کے لئے
مفید ہوتا ہے ۱ے ماضی مطلق کو ماضی قریب بنا دیتا
ہے قَدْ قَامَ زَیْدٌ ابھی کھڑا ہوا زید ۲ے شک کو دور
کرنے اور مضمون کلام کو پختہ کرنے کے لئے قَدْ اَفْلَحَ
مَنْ زَکّٰهَا جس نے اپنے نفس کو پاک کیا اس نے
بلاشبہ فلاح پائی ۳ے کبھی نفی کے لئے قَدْ كُنْتَ
فِیْ خَیْرٍ فَتَعْرِفُهٗ تو خیر میں نہیں تھا کہ اس کو پہچانتا
مضارع پر داخل ہو تو تکثیر کے معنی پیدا ہو جائیں گے
جیسے قَدْ اَتْرُكُ الْقِرْنَ مُصْفَرًّا اَنَامِلُهٗ میں
اپنے حریف جنگ کو اکثر ایسی حالت میں چھوڑتا ہوں
کہ اس کی انگلیاں زرد ہوتی ہیں یا جس طرح آیہ:
قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِ میں بقولِ زمخشری
کثرتِ رؤیت مراد ہے یا تعلیل کے معنی پیدا ہوں گے
جیسے قَدْ یَصْدُقُ الْكَذُوْبُ جھوٹا کبھی سچ بول
دیتا ہے۔ یا توقع کے معنی پیدا ہوں گے جیسے قَدْ
یَقْدُمُ الْغَائِبُ توقع ہے کہ مسافر آجائے۔

یاد رکھو کہ جو قَدْ مفید توقع ہوتا ہے وہ کبھی
ماضی پر بھی آتا ہے خلیل اور اکثر اہلِ لغت کا یہی
قول ہے بعض منکر ہیں کیونکہ ماضی تو اسی کو کہتے ہیں
جس کا وقوع ہو چکا ہو، وقوع کے بعد توقع کے
معنی ہی کیا ہیں۔ ابنِ مالک نے صراحت کی کہ جس
ماضی کا وقوع سے پہلے انتظار اور توقع ہو اس پر
قَدْ آتا ہے جیسے قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ
جو عورت تم سے اپنے شوہر کے بارے میں گفتگو
کر رہی تھی (اور امید وار فیصلہ تھی) اللہ نے اس کی

بات سن لی۔

جو قَدْ ماضی مطلق کو ماضی قریب بنانے کے لئے آتا ہے وہ لَيْسَ عَسٰى، نِعْمَ اور بِئْسَ پر داخل نہیں ہوتا، یہ افعال متصرف نہیں ہیں۔

جو ماضی بمعنی حال ہو سوا اخفش کے باقی تمام ادبائے بصرہ کے نزدیک اس پر قَدْ کا آنا ضروری ہے اگر قَدْ مذکور نہ ہوگا تو مقدر مانا جائیگا۔ اخفش اور تمام علمائے کوفہ نہ وجوب کے قائل ہیں نہ تقدیر کے

ابن عصفور کا قول ہے کہ:

"اگر قسم کے جواب میں ماضی مثبت متصرف آئے اور ماضی بعید ہو تو جواب پر صرف لام تاکید آتا ہے جیسے حَلَفْتُ لَهَا بِاللّٰهِ حَلْفَةَ فَاجِرٍ لَنَامُوا میں نے اس سے جھوٹی قسم کھا کر کہا کہ وہ لوگ سو گئے تھے اور اگر ماضی قریب ہو تو لام اور قَدْ دونوں کو لانا لازم ہے جیسے تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا خدا کی قسم اللہ نے تجھے ہم پر فضیلت بخشی ہے۔ علامہ ابن ہشام انصاری مؤلف مغنی اللبیب کی رائے اس کے خلاف ہے ان کے نزدیک دونوں مثالوں میں سے اول ماضی قریب ہے اور دوسری ماضی بعید، زمخشری نے آیت وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا کی تفسیر میں جو صراحت کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جواب قسم میں لَقَدْ تقریب کے لئے سرے سے ہوتا ہی نہیں ہے بلکہ توقع کے لئے ہوتا ہے۔"

اگر قَدْ مضارع پر داخل ہونے کے بعد مفید تقلیل ہو تو اس کی دو صورتیں ہوتی ہیں ۱۔ وقوع فعل کی تقلیل جیسے اَلْكَذُوْبُ قَدْ يَصْدُقُ جھوٹا کبھی سچ بول دیتا ہے ۲۔ فعل کے متعلق کی تقلیل جیسے قَدْ يَعْلَمُ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ یعنی جس حال میں تم ہو وہ اللہ کی معلومات کا قلیل حصہ ہے، یہ مطلب نہیں کہ تمہارے حال کو خدا کبھی جانتا ہے کبھی نہیں جانتا۔ (مغنی اللبیب)

قَدْ حرفی قرآن مجید میں فا کے ساتھ ۵۰ جگہ آیا ہے جو کہیں تحقیق کے لئے ہے کہیں تقلیل و تکثیر کے لئے کہیں تقریب کے لئے اور لام تاکید کے ساتھ ۱۳۹ جگہ آیا ہے جو صرف تحقیق کے لئے ہے، تقلیل تکثیر وغیرہ کے لئے نہیں ہے باقی صرف قَدْ یا واؤ کے ساتھ قَدْ علاوہ نفی کے پانچوں معانی کے لئے آیا ہے۔ نفی کے لئے مطلقاً نہیں آیا اور توقع کے لئے بہت ہی کم، تقریب تحقیق تقلیل اور تکثیر کے لئے بکثرت۔

قُدَّ : واحد مذکر غائب ماضی مجہول، پھاڑا گیا، چیرا گیا،
قَدٌّ کے معنی لمبا شگاف، لمبائی میں پھاڑنا،
بیابان کو طے کرنا، بات کو کاٹ دینا (نصر) قُدٌّ
اس لمبے تسمہ کو بھی کہتے ہیں جس کا کوڑا بنایا جاتا
ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے لَقَابُ قَوْسِ
اَحَدِكُمْ وَمَوْضِعُ قَدِّهٖ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّنَ
الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا آدھی کمان کے برابر اور کوڑے کے
تسمہ کے برابر جنت میں جگہ دنیا اور ما فیہا سے
بہتر ہے (مجمع البحار) قَدِيدٌ گوشت کا خشک لمبا
پارچہ (قاموس) ۱۲/۱۴

قَدَّتْ : واحد مؤنث غائب ماضی معروف
اس عورت نے پھاڑ دیا۔ ۱۲/۱۳

قِدَدًا : جمع قِدَّةٌ واحد مختلف راہ و روش اور
جدا جدا ارادے رکھنے والے گروہ، ۲۹/۱۱

قَدْحًا : مصدر، چقماق کو مار کر آگ نکالنا، پتھر
پر پتھر کو یا لوہے کو مار کر آگ نکالنا قَدَحَ
بِالزَّنْدِ چقماق کو رگڑ کر آگ نکالی، نیز نکتہ چینی
کرنا بشرطیکہ اس کے بعد فِي آئے قَدَحَ فِيهِ اس
پر نکتہ چینی کی (نصر) آیت میں صلہ یعنی کوئی حرف
جو لفظ قَدْحًا کے بعد مذکور نہیں، مراد ہے گھوڑوں کا
نعلدار ٹاپوں کو پتھریلی زمین پر مارنا۔ ۳۰/۲۵

قَدَرٍ : اللہ کا حکم، اندازہ، مقدار، طاقت،
وسعت، کمی کرنا (قاموس)، اللہ کا علمی اندازہ،
تقدیر (معجم و محلی، خازن) ۱۲/۲ مقدار مقرر ۱۶/۱۱
عمر کی مقدار جو نبوت کے لئے علم الٰہی میں مقرر تھی
(محلی) یا مقرر وقت (تاج) ۱۸/۲ اندازہ، مقدار
معین (خازن) ۲۵/۴ اندازہ ۲۵/۷ مقررہ اندازہ
یا بقدر حاجت (محلی)، ۲۷/۷ اللہ کا علمی اندازہ، تقدیر
۲۹/۲۱ مقدار، وقت (محلی)

قَدَرًا : ازلی فیصلہ، لوح محفوظ میں لکھا ہوا
یعنی اللہ کا حکم ایک ازلی فیصلہ ہے اور دنیا میں
وقتاً فوقتاً اس کے موافق ہوتا رہتا ہے۔
(راغب فی المفردات) ۲۲/۲

قَدْرُهٗ : قَدْرُ مضاف ہٗ ضمیر مضاف الیہ،
اس کی مالی وسعت، گنجائش ۲/۱۵ دو جگہ

قَدَرِهَا : قَدَرِ مجرور مضاف ھَا ضمیر مضاف
الیہ یعنی نالے اپنی مقدار کے موافق یا زمین کی
حاجت کے مطابق بہہ نکلتے ہیں۔ ۱۳/۸

قَدَرًا : قَدْرٌ کے معنی اندازہ، طاقت، مالی
گنجائش، فراخی (قاموس) آیت میں وقتی اندازہ
یعنی مقرر وقت مراد ہے (محلی و بیضاوی) ۲۸/۱۷

قَدْرِهٖ : قَدْرِ مضاف، ہٖ ضمیر مضاف الیہ،

عظمت و مرتبہ یا معرفت۔ پ۲۷ ۱/۱۷ ۲۴/۴

اَلْقَدْرِ: یعنی برکت و عظمت کی رات، (کبیر) یا ایسی رات جس میں بڑے بڑے کاموں کا تقدیری فیصلہ کیا جاتا ہے (راغب) ۳۰/۲۲ دو جگہ

قَدَرَ: واحد مذکر غائب ماضی معروف، اگر قدرۃ کا موصوف انسان ہو تو ایسی صفت اور قوت مراد ہوتی ہے جس سے آدمی کوئی کام کر سکتا ہے اگر قدرت کی نسبت اللہ کی طرف کی جائے تو مراد ہوتا ہے عاجز نہ ہونا، اللہ ہر چیز پر قادر ہے یعنی کسی چیز کو کرنے یا نہ کرنے سے عاجز نہیں، انسان کی قدرت ناقص ہے اسی لئے مطلقاً قادر انسان کو نہیں کہہ سکتے جب تک اس چیز کا ذکر نہ کر دیا جائے جس چیز پر انسان کی قدرت ظاہر کرنی مقصود ہے۔

مثلاً یوں کہا جا سکتا ہے کہ زید چلنے پھرنے پر قادر ہے لیکن بغیر کسی قید مخصوص کے اس طرح نہیں کہہ سکتے کہ زید قادر ہے یا قدیر ہے ہاں اللہ کی قدرت کاملہ ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے اس لئے بغیر کسی خاص مفعول کے تذکرے کے اس کو علی الاطلاق قادر اور قدیر کہا جا سکتا ہے (راغب)

قَدَرَ لازم بھی ہے اور متعدی بھی، بصورت اول معنی ہوں گے طاقت رکھی غالب ہوا، قادر ہوا، قابو والا ہے (ضرب، سمع، نصر) اس وقت اس کا مصدر قُدْرًا ہوگا، قُدْرَۃً، مَقْدُرَۃً، مِقْدَارًا، قَدَارًا، قِدَارًا، قَدَارَۃً، قُدُوْرًا، قُدُوْرَۃً اور قِدْرَانًا بھی مصادر آئے ہیں۔

اگر قَدَرَ کو بصورت متعدی استعمال کیا جائے تو معنی ہوں گے علمی اندازہ کیا، روزی تنگ کی، تعظیم کی، اللہ نے حکم دیا، پہچانا، آمادہ کیا، وقت مقرر کیا، مقرر کر دیا (ضرب، نصر) (قاموس) قرآن مجید میں یہ لفظ متعدی استعمال کیا گیا ہے جس کے معنی ہیں روزی تنگ کی۔ ۳۰/۱۴

(ما) **قَدَرُوْا**: جمع مذکر غائب ماضی معروف منفی، انہوں نے تعظیم نہیں کی، انہوں نے نہیں پہچانا (خازن) پ۲۳ ۱/۱۷ ۲/۴

قُدِرَ: واحد مذکر غائب ماضی مجہول ۲۷/۸ مقرر کر دیا گیا، ازل میں مقرر کر دیا گیا۔ ۲۸/۱۷ روزی تنگ کر دی گئی۔

قَدَرْنَا: جمع متکلم ماضی معروف، ہم اس پر قدرت رکھتے ہیں (ملی) ہم نے حکم دیا یا ہم نے اندازہ کیا، مقدار مقرر کی (راغب) ۲۹/۲۱

قَدَّرَ: واحد مذکر غائب ماضی معروف تَقْدِیْرٌ مصدر

بابِ تفعیل: سوچ کر غور کر کے اندازہ کیا، رزق بخشا، روزی تنگ کی، اگر مفعول دو تُم پر عَلٰی یا لام ہو جیسے قَدَّرَہٗ عَلَیْہِ وَ لَہٗ، تو معنی ہوں گے کسی چیز کو کسی شخص کے لئے اندازہ کرنے کے بعد مقرر کر دیا اور حکم دے دیا کہ فلاں چیز فلاں کو مل جائے (مزید تشریح کے لئے تَقْدِیْرٌ دیکھو باب التاء مع القاف) پ۱۱/۶ رفتار کی مقدار مقرر کر دی۔ پ۲۹/۱۶ بناوٹ اور تخلیق کو درست کیا (محلی) یا اس کو مقررہ قوتیں عطا فرمائیں (راغب) یا اس کو مصلحت کے موافق ٹھیک ٹھیک بنایا (کشاف) بعض علماء نے اس طرح ترجمہ کیا ہے پھر اس کے باقی رہنے کی ایک خاص تقسیم کر دی پ۲۹/۱۶ (محلی) حضرتِ ابنِ مسعود کی قراءت میں اس جگہ قَدَّرَ کی جگہ قَسَّمَ ہے (کشاف) دونوں کے معنی ایک ہیں۔ پ۲۹/۱۵ دو جگہ۔ دل میں اندازہ کیا، سوچا پ۳۰/۵ قوتیں عطا فرمائیں جن کے موافق وقتاً فوقتاً ظہور ہوتا ہے (راغب) شکل، صورت، حجم، مقدار اور ہر چیز کا اندازہ مقرر کر دیا (جمل) پ۳۰/۱۲ مصلحت کے موافق ہر چیز عطا فرمائی پھر فطری طور پر یا تعلیم کے ذریعہ سے نجات کا راستہ بتایا (راغب)

قَدِّرْ: واحد مذکر حاضر امر معروف، تَقْدِیْر مصدر بابِ تفعیل، مناسب اندازہ کے ساتھ بناؤ، کڑیوں کو حساب کے ساتھ بناؤ اور جوڑو پ۲۲/۸

قَدَّرُوْا: جمع مذکر غائب ماضی معروف، تَقْدِیْر مصدر، پینے والوں کی خواہش کے بقدر وہ دیں گے (محلی) یا اہلِ جنت دلوں میں برتنوں کا جو پیمانہ مقرر کر لیں گے اسی ناپ کے مطابق ان کو ملے گا (کمالین) پ۲۹/۱۹

قَدَّرْنَا: جمع متکلم ماضی معروف، تَقْدِیْر مصدر پ۱۴/۴ ہم نے (ازل میں) حکم دیدیا (راغب) یا مقرر کر دیا (تاج) پ۱۹/۱۹ ہم نے مقدر کر دیا تھا۔ ازل میں حکم دے دیا تھا پ۲۲/۸ ہم نے منزلیں مقرر کر دیں (مولانا محمود حسن) پ۲۳/۲ ہم نے حساب سے چاند کی منزلیں مقرر کر دیں پ۲۷/۱۵ حساب کے ساتھ مقرر کر دی۔

قَدِیْرٌ: صفت مشبہ، قدیر اس کو کہتے ہیں جو حکمت کے مطابق جو کچھ چاہے کرے اسی لئے اللہ کے سوا کسی مخلوق کو قدیر نہیں کہہ سکتے البتہ قادر عام ہے (راغب) علامہ محمود آلوسی نے روح المعانی میں آیت اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ کی تشریح میں لکھا ہے:

"قادر وہ ہے کہ اگر چاہے تو کرے نہ چاہے تو نہ کرے اور قدیر وہ ہے جو اقتضاء حکمت کے موافق جو کچھ چاہے کرے اللہ کے علاوہ کسی غیر کی

صفت میں لفظِ قدیر بہت کم آتا ہے۔" (روح المعانی)

علامہ آلوسی کے بیان سے معلوم ہوا کہ غیرِ خدا کی صفت بھی لفظِ قدیر سے کی جا سکتی ہے مگر بہت ہی کم، اور امام راغب نے غیرِ خدا کے اتصاف کی مطلق نفی کر دی ہے، میری نظر میں یہ اختلاف ہی بیکار ہے، لغتِ عرب میں اگر لفظِ قدیر کا غیر اللہ پر اطلاق ہو بھی، تب بھی امامِ راغب کی تردید نہیں ہو سکتی، امام راغب نے صرف شرعی اصطلاحی معنی بیان کئے ہیں اور اصطلاحِ شرع میں لفظِ قدیر کا اطلاق غیر اللہ پر نہیں ہوتا، قرآن یا حدیث میں کسی جگہ کسی انسان یا فرشتے یا جن یا کسی مخلوق پر اس کا اطلاق نہیں ہوا۔ پ۱ ۲،۱۳ پ۲ ۲ پ۳ ۳،۸،۱۱

پ۴ ۸،۱۰ پ۶ ۷،۱۰ پ۷ ۶،۸ پ۱۰ ۱،۱۲ پ۱۱ ۱۷ پ۱۴ ۱۵،۱۶ پ۱۷ ۹،۱۳ پ۱۸ ۱۲

پ۲۰ ۱۴ پ۲۱ ۸،۹ پ۲۲ ۱۳ پ۲۳ ۱۹ پ۲۵ ۲،۴،۷ پ۲۶ ۶ پ۲۷ ۱۷ پ۲۸ ۴،۸،۱۵

پ۲۸ ۱۸،۲۰ پ۲۹ ۱

قَدِیرًا: (دیکھو قَدِیْرٌ) پ۵ ۱۶ پ۶ ۱ پ۱۹ ۳ پ۲۱ ۱۹

پ۲۲ ۱۷ پ۲۶ ۱۱

اَلْقُدُّسُ: اسم فعل اور مصدر، پاکی اور پاک ہونا، آیات میں صیغۂ صفت کے معنی میں ہے، موصوف کو صفت کی طرف شدتِ لزوم کے سبب مضاف کر دیا گیا ہے یعنی روحِ مقدس، مراد جبرئیل، صحاح قاموس میں اَلْقُدُسُ بھی آیا ہے، لسان العرب میں صفائی برکت اور پاکیزگی ترجمہ کیا ہے صاحبِ تاج نے رحمت اور فضل سے تعبیر کی ہے، پ۱ ۱۱

پ۱ ۱ پ۷ ۵ پ۱۱ ۲۰

قَدَمَ: (صِدْقٍ) قَدَمَ اسم مصدر مضاف صِدْقٍ مضاف الیہ، گذشتہ نیک کام (راغب) ہر نیک کام جو پہلے کر لیا گیا ہو یا ہو گیا ہو (قاموس) مراد اچھا اجر (سیوطی) یعنی آیت میں سبب بول کر نتیجہ مراد لیا ہے (خازن) قَدَمَ کے معنی سَلَفَ یعنی گذرا ہوا نیک عمل) (رواہ الحاکم عن ابی بن کعب) پ۱ ۱۱

قَدَمٌ: واحد اَقْدَامٌ جمع یعنی قدم پاؤں تَقَدُّم قَدَمٌ سے ہی بنایا گیا ہے (راغب) قَدَمٌ اسم مصدر بھی ہے یعنی نیکی میں تقدم، صیغۂ صفت بھی ہے، مذکر مؤنث واحد جمع سب پر اس کا اطلاق ہوتا ہے، نیکی میں آگے بڑھنے والا، قَدَمٌ کے معنی تقدم بھی ہے اور قدامت بھی، قدم سے مشتقات باب سَمِعَ سے بھی آتے ہیں اور نَصَرَ و کَرُمَ سے بھی، باب سَمِعَ سے آنے کی صورت میں اگر مصدر قُدُوْمٌ یا قِدْمَانٌ ہو تو سفر سے واپسی کے معنی ہوں گے اگر مصدر قَدَمٌ ہو تو بہت آگے بڑھ جانے

کے معنی ہوں گے، باب نَصَرَ سے آنے کی صورت میں اگر مصدر قُدُوْمٌ ہو تو متعدی ہوگا اور آگے بڑھانے کے معنی ہوں گے اور اگر مصدر قَدْمٌ ہو تو لازم و متعدی دونوں طرح آئے گا۔ باب کَرُمَ سے آنے کی صورت میں مصدر قَدَمٌ بھی آتا ہے اور قَدَامَۃٌ بھی اور قدیم ہونے کے معنی بھی ہوتے ہیں۔ آیت میں صرف اسی صورت میں مستعمل ہے۔ پ ۱۴/۱۹

قَدَّمَ: واحد مذکر غائب ماضی معروف، مصدر تَقْدِیْمٌ، باب تفعیل، آگے لایا، سامنے لایا (دیکھو تقدموا) پ ۲۳/۱۳

قَدَّمْتُ: واحد متکلم ماضی معروف، تقدیم مصدر، اگر تقدیم کے بعد بار آجائے تو وقت سے پہلے کسی کام کا حکم دینے یا وقت سے پہلے اطلاع دیدینے کے معنی ہوتے ہیں تاکہ وقت آنے سے پہلے اطلاع پانے والا کام کرلے۔ پ ۲۶/۱۶ میں یہی مراد ہے کہ میں نے یوم جزاء آنے سے پہلے دنیا میں ہی تمہارے پاس خوف آگیں اطلاع بھیجدی تھی اور پہلے ہی حکم دے دیا تھا کہ تیاری کرلو۔ اگر تقدیم کے بعد بار نہ آئے تو پہلے سے کرنے، پہلے سے بھیجنے، پیش کرنے اور پہلے زمانے میں کر چکنے کے معنی ہوتے ہیں، پ ۳۰/۴ میں پہلے سے بھیجدینے

کے معنی ہیں۔

قَدَّمَتْ: واحد مؤنث غائب ماضی معروف، تقدیم مصدر، پہلے کرچکے یا پہلے بھیج چکے، پ ۱/۱۱ پ ۴/۱۰ پ ۵/۶ پ ۷/۱۵ پ ۱۰/۳ پ ۱۵/۲۰ پ ۱۷/۸ پ ۲۰/۸ پ ۲۱/۷ پ ۲۵/۹ پ ۲۸/۶،۱۱ پ ۳۰/۲،۷

قَدَّمْتُمْ: جمع مذکر حاضر ماضی (جو کچھ) تم نے پہلے سے رکھ چھوڑا ہوگا۔ پ ۱۳/۱۶

قَدَّمْتُمُوْہُ: قَدَّمْتُمْ جمع مذکر حاضر، ہُ ضمیر مفعول، تم اس کو سامنے لائے، پ ۲۳/۱۳

قَدَّمُوْا: جمع مذکر غائب ماضی، انہوں نے پہلے بھیجدیے۔ پ ۲۲/۱۸

قَدِّمُوْا: جمع مذکر حاضر امر معروف پ ۲/۱۲ پہلے بھیجدو، پ ۲۸/۲ پہلے دیدیا کرو۔

قَدِمْنَا: جمع متکلم ماضی باب سَمِعَ، ہم آگے بڑھیں گے، ہم متوجہ ہوں گے (ماضی بمعنی مستقبل) پ ۱۹/۱۔

اَلْقَدِیْمُ: صفت مشبہ معرفہ، قِدَمٌ و قَدَامَۃٌ مصدر و اسم مصدر، گذشتہ زمانے میں موجود ہونیوالا پہلے زمانے میں پایا جانے والا، قرآن و حدیث میں لفظ قدیم کا اطلاق اللہ پر کہیں نہیں آیا، نہ اللہ کے صفاتی ناموں میں اس کا شمار ہے

البتہ علمائے اسلام میں سے متکلمین اس کا اطلاق
اللہ پر کرتے ہیں (راغب) عموماً قدیم پرانے زمانے
کو یا پرانے زمانے کی چیز کو کہتے ہیں، ۱۳/۵ اور ۲۳/۲
میں مراد ہے پرانی۔

قَدِیْمٌ : صفت مشبہ نکرہ پرانا، قدیمی ۲۶/۲

قُدُوْرٍ : جمع قِدْرٌ واحد، ہانڈیاں دیگیں،
لفظ قدر استعمال میں عموماً مؤنث آتا ہے اور بہت
کم مذکر۔ ۲۲/۲

اَلْقُدُّوْسُ : صیغہ مبالغہ بہت پاک، برکت
والا، وزن فُعُّوْلٌ (بضم فاء) پر کلام عربی میں
صرف چار لفظ آئے ہیں قُدُّوْسٌ سُبُّوْحٌ ذُرُّوْحٌ
فُرُّوْجٌ اور ان کو بفتحہ فاء پڑھنا جائز ہے، باقی
اس وزن پر جتنے لفظ آئے ہیں سب بفتحہ فاء
آئے ہیں، ۲۸/۱

اَلْقُدُّوْسِ : بہت پاک ذات مبارک صیغہ
مبالغہ، ۲۸/۱

قَذَفَ : واحد مذکر غائب ماضی، قَذْفٌ مصدر
قذف کے اصلی معنی تیر کو دور پھینکنا پھر تیر کی شرط
کو ساقط کر کے مطلق پھینکنے اور ڈالنے اور مارنے
کے معنی میں استعمال کیا جانے لگا اور مجازاً گالی دینا
اور تہمت زنا لگانا اور کسی چیز کو عیب کی
طرف منسوب کرنا بھی مراد لیا جاتا ہے آیت میں
مراد ہے ڈال دیا۔ ۲۱/۱۹ ۲۸/۴

فَقَذَفْنٰهَا : فاء حرف تعقیب، قَذَفْنَا جمع
متکلم ماضی، ہا ضمیر مفعول، پھر ہم نے اس کو
ڈال دیا۔ ۱۶/۱۲

قَرَارًا : اسم مصدر اور مصدر، ٹھہراؤ اور ٹھہرنا،
سردی، سکون اور جمود جیا معنی ہے اسی لئے اس کو
قُرٌّ کہتے ہیں (راغب) آیات میں مراد ہے ٹھہرنے
کی جگہ (راغب) یا قرار والی، نہ لرزنے والی جگہ
(حلی) ۲/۱ ۲۴/۱۲

قَرَارٍ : قرار کے معنی اہل لغت نے آرام کی جگہ بھی
لکھا ہے (تاج) ۱۳/۱۶ جاؤ اور استقرار (سیوطی) ۱۸/۱
ٹھہرنے کی جگہ، آرام کی جگہ (روح المعانی و صحاح) ۱۸/۳
سرسبز و شاداب زمین (ابن عباس) ہموار زمین (حلی)
۱۹/۲ پانی ٹھہرنے کی جگہ (تاج) یعنی رحم۔

اَلْقَرَارُ : ۱۳/۱۷ ۲۴/۱۳ قرار گاہ، ٹھکانا۔

اَلْقَرَارِ : ۲۴/۱ ٹھہرنا، رہنا مراد ہمیشہ رہنا۔

فَقَرَءَ : فاء حرف تعقیب، واحد مذکر غائب ماضی
قَرْءٌ، قِرَاءَةٌ اور قُرْاٰنٌ مصدر (باب نصر و فتح)
خود فعل متعدی ہے کبھی مفعول پر باء بھی آتا ہے
قَرَءَ الْقُرْاٰنَ اور قَرَءَ بِالْقُرْاٰنِ، دونوں طرح

استعمال صحیح ہے "قرءٌ" ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ ملا کر جمع کرنے کو بھی کہتے ہیں، پڑھنے کے معنی بھی اس مناسبت سے خالی نہیں، ایک حرف کو دوسرے حرف کے ساتھ ملا کر تلفظ کرنے کو قرارت کہتے ہیں (راغب) صاحب قاموس نے اگرچہ قَرَءَ بِالشَّیْءِ قُرْءًا کے معنی ایک چیز کو دوسری چیز سے ملا کر جمع کرنا لکھا ہے اور کسی خاص شرط کے ساتھ مشروط نہیں کیا لیکن راغب نے لکھا ہے کہ:

"ہر جمع کرنے کو قَرْءٌ نہیں کہتے، اسی لئے قَرَأْتُ الْقَوْمَ بجائے جَمَعْتُ کے کہنا صحیح نہیں ہے۔"

شاید راغب کی مراد یہ ہے کہ ایک چیز کو دوسری چیز سے ملانا اور جوڑ کر جمع کرنا۔ لفظ قرءٌ کے مفہوم کو ظاہر کرنے کے لئے ضروری ہے قرءٌ کے معنی صرف اکٹھا کرنا کافی نہیں ہے اور صاحبِ قاموس کی عبارت سے بھی یہ مترشح ہے، آیت میں ہٗ ضمیر مفعول بغیر بار کے موجود ہے' پھر وہ اس کو پڑھتا۔ ۱۹/۱۵

قَرَأْتَ: واحد مذکر حاضر، ماضی، ۱۴/۱۹ جب تم قرآن پڑھو، یعنی پڑھنا چاہو (سیوطی) اکثر فقہاء اسلام اور محدثین کا یہی قول ہے کہ قرآن پڑھنے سے پہلے جب پڑھنے کا ارادہ کیا جائے تو تعوذ پڑھا جائے، سیوطی نے اسی بناء پر قراءۃ قرآن کی تفسیر ارادۂ قرارت سے کی ہے۔ امام مالک اور بعض صحابہ وتابعین کی نظر میں قرارت کے حقیقی معنی مراد ہیں اور قرارت کے بعد تعوذ کرنا چاہئے (جمل) ۱۵/۵ جب تم قرآن پڑھتے ہو یا جب تم نے قرآن پڑھا۔

قُرِئَ: واحد مذکر غائب ماضی مجہول، جب قرآن پڑھا جائے، ۹/۱۴ جب قرآن پڑھا جاتا ہے۔ ۳۰/۹

قَرَأْنَاهُ: جمع متکلم ماضی ہٗ ضمیر مفعول، جب ہم قرآن تمہارے سینہ میں جمع کر دیں تو تم اس پر عمل کرو، ابن عباس (راغب) جب ہم (بوساطت قرارتِ جبرئیل) قرآن پڑھیں تو تم اس کو کان لگا کر سنو (محلی و محمود آلوسی) صاحبِ منتہی الارب نے بحوالہ حضرت ابن عباس اس طرح ترجمہ کیا ہے، جب ہم قرآن کو بیان کر دیں تو ہمارے بیان کے موافق تم عمل کرو، محلی اور آلوسی کا ترجمہ اکثر مفسرین نے لکھا ہے۔ ۱۹/۱۷

قُرْآن: مصدر ہے پڑھنا، اللہ کی کتاب کا خاص نام جو محمد رسول اللہ پر نازل کی گئی، کسی دوسری آسمانی کتاب کا نام قرآن نہیں ہے جس طرح

جزء بول کر کل مراد لے لیا جاتا ہے جیسے گردن سے ذاتِ انسانی، اسی طرح رکوع، سجود، قیام اور قرآن بول کر مجازاً پوری نماز بھی مراد لے لی جاتی ہے۔ قرآن کی وجہ تسمیہ کے متعلق علماء کے متعدد اقوال ہیں، کسی نے کہا قَرْءٌ کا معنی جمع کرنا ہے، قرآن، کتبِ سابقہ الٰہیہ کا حاصل اور مجموعہ ہے، راغب نے اتنا اور بڑھا دیا کہ قرآن تمام علوم کا مجموعہ ہے، ابوعبیدہ نے کہا سورتوں کا مجموعہ ہے، بہر حال سب نے قرآن کی وجہ تسمیہ بیان کرنے میں جمع کا مفہوم پیشِ نظر رکھا، پروفیسر عبدالرؤف نے کہا یہ وجہ تسمیہ غلط ہے، قرآن کا نام سب سے پہلے سورت مزمل میں آیا ہے جو ترتیبِ نزول کے اعتبار سے تیسری سورت ہے، اس وقت تک نہ سورتوں کا مجموعہ تھا نہ کتبِ سابقہ کا نچوڑ، اور خلاصہ بلکہ قرآن کہنے کی وجہ صرف قرارت اور تلاوت ہے اللہ کی کتاب عموماً جہر کے ساتھ نماز میں، دینی محافل میں، مدارس میں اور دوسری تقریبات میں پڑھی جاتی ہے، حضرت عثمان کے مرثیہ میں ایک شاعر نے کہا تھا:

ضحوا باشمط عنوان السجود بہ
یقطع اللیل تسبیحا و قرآنا

لوگوں نے ایک ایسے پکی عمر والے سردار کو ذبح کر دیا جس کی پیشانی پر سجدے کا نشان تھا جو راتیں تسبیح و تلاوت میں کاٹ دیتا تھا۔ عبرانی یہودی بھی تورات کو ([illegible]) یعنی قرارت کہتے تھے اس کے بعد سریانی عیسائیوں نے کتاب مقدس کے بعض حصوں کا نام قریانا رکھا۔ اب تک تمام عراق، حجاز، فلسطین میں اس لفظ کو وہ استعمال کرتے ہیں، آیت اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ سے تو ویسے بھی صاف ظاہر ہے کہ جمع قرآن سے قرارتِ قرآن الگ چیز ہے (معجم القرآن) قرآن کا کچھ حصہ مکی ہے کچھ مدنی، ۱۷ رمضان سنہ ۴۱ھ میلادِ نبوی سے ۵۳ھ یا بقول صاحبِ معجم القرآن ۵۲ھ میلادِ نبوی تک نازل شدہ حصہ مکی کہلاتا ہے جس کی مقدار مجموعہ کے لحاظ سے ۱۹/۳ کی ہے، باقی حصہ ۱۱/۳ مدنی ہے جو آخر عمر تک نازل ہوا، کل آیات (قطع نظر از اختلافِ روایات) ۶۲۳۶ اور کل الفاظ ۷۷۴۳۰ اور کل حروف ۳۲۳۶۷۱ ہیں۔

قرآن چونکہ مکمل درسِ حیات ہے اس لئے تمام ضروریاتِ زندگی کو واضح طور پر بیان کیا گیا ہے انسانی زندگی کی چند در چند شاخوں کو سامنے رکھتے ہوئے ہم کو قرآنی مضامین کے تنوع کے کچھ مظاہر

نظر آتے ہیں جو کتابیں انسانی دماغ کی زائیدہ ہیں خصوصاً وسطی دور کی کتابیں، ان کی طرح فصل بندی اور تبویب قرآن کی نہیں ہے قرآن کا رنگ خطابی بھی ہے برہانی بھی، جدلی بھی آئینی اور تشریعی بھی اور واعظانہ بھی لیکن ہر رنگ دوسرے رنگ سے اور ہر بیان دوسرے بیان سے مخلوط ہے جس طرح انسان کی ضروریاتِ زندگی مخلوط ہیں اور بغیر تجزیہ و تحلیل کے ان کی باہمی وابستگی کو جدا جدا نہیں کیا جا سکتا اسی طرح قرآن کا تنوعِ بیان بھی محتاجِ تفصیل و تحلیل ہے، ہم تحلیل کے بعد آٹھ قسم کے مضامین قرآن میں پاتے ہیں:

۱ عقائد یعنی توحیدِ ذات و صفات، ایمان بالرسالۃ والملائکہ والبعث بعد الموت وغیرہ ۲ دینی فرائض نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ ۳ اخلاقی احکام صدق، عدل، احسان، جود، عدمِ ایذا وغیرہ ۴ دنیوی اور اخروی وعدہ وعید ۵ قرآن کو پیش کر کے دعوتِ مقابلہ و مناظرہ ۶ گذشتہ قصص و حکایات عبرت آفرینی کے لئے ۷ وعظ و ارشاد، دانش آفرین حکمت اور اقوام کے عروج و زوال کے ضوابط ۸ آئین و تشریع، تشریعات کے چار حصے ہیں ۱ سیاسی و نظمی جیسے حکام کی اطاعت عہد و میثاق کی پابندی ۲ ضوابط فوجداری حدود و قصاص وغیرہ ۳ تمدنی قوانین، سود، میراث، وصیت، قرض وغیرہ کی دستاویز ۴ جنگی ضوابط، جنگ کی تیاری، آلاتِ جنگ کی فراہمی، فوجی اسرار کی رازداری، صلح اور صلح کی پابندی، قیدیوں کا معاملہ، جاسوسوں سے احتیاط، دشمنوں سے موالات کی ممانعت وغیرہ۔

یاد رکھو کہ قرآن جس طرح مجموعے کا نام ہے اسی طرح اجزاءِ قرآن کو بھی اس وقت قرآن کہہ سکتے ہیں، اور نزول کے زمانے میں تو جتنا حصہ نازل ہو چکا تھا اس کو قرآن ہی کہا جاتا تھا، پورے قرآن کے نزول کا انتظار نہیں رکھا جاتا تھا، اب چونکہ پورا قرآن ہمارے ہاتھوں میں ہے اس لئے پوری کتاب کا نام قرآن ہے لیکن کل کا اطلاق جُز پر مجازاً کیا جا سکتا ہے۔ ۲/۴، ۵/۸، ۷/۴،۸، ۹/۱۴

۱۱/۳،۷،۹،۱۲، ۱۲/۱۱، ۱۳/۲۰، ۱۴/۶،۱۹، ۱۵/۱،۵،۶،۹،۱۰،۲۰

۱۶/۱۰،۱۵، ۱۹/۱،۱۶، ۲۰/۳،۲،۱۲، ۲۱/۹، ۲۲/۱۰،۱۸، ۲۳/۴،۱۰،۱۷، ۲۴/۱۸

۲۵/۹، ۲۶/۴،۷،۱۵،۱۷، ۲۷/۸،۹،۱۱،۱۶، ۲۸/۶، ۲۹/۱۳،۱۴،۲۰

۳۰/۹،۱۰

قُرْاٰنًا: ۱۲/۱۱، ۱۳/۱۰، ۱۵/۱۲، ۱۶/۱۵، ۲۳/۱۷، ۲۴/۵،۱۹، ۲۵/۲،۱۷

۲۹/۱۱،۱۷ - قرآنِ مجید

قُرْاٰنَہٗ: قرآن مصدر، مضاف ہ ضمیر مضاف الیہ، پڑھنا۔ اس کے پڑھنے پر عمل کر دیا، اس کے پڑھنے کو کان لگا کر سنو۔ ۲۹/۱۷

قَرَّبَا قُرْبَانًا: تثنیہ مذکر غائب، ماضی معروف، تَقْرِیْبٌ مصدر، باب تفعیل، پیش کرنا، نزدیک لانا، قرب حاصل ہونے کی امید پر بھینٹ دینا، تقریب کا مادہ قُرْبٌ ہے۔ قرب کا استعمال، مکان، زمان، رشتہ داری، مرتبہ، حفاظت و نگرانی اور قدرت سب لحاظ سے ہوتا ہے۔ قربان لغت میں اس چیز کو کہتے ہیں جو قربِ خداوندی کے حصول کا ذریعہ ہو (خواہ کوئی چیز جاندار یا بے جان یا اعمالِ صالحہ) اسلامی عرف میں اس ذبیحہ کو قربان کہا جاتا ہے جو اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے ذبح کیا جاتا ہے، اس کی جمع قَرَابِیْن ہے (راغب)

دنیا میں پہلی بھینٹ حضرت آدم کے دونوں لڑکوں ہابیل اور قابیل نے پیش کی، ہابیل نے کچھ بھیڑیں اور قابیل نے کچھ غلہ کی سوختنی قربانی دی پھر حضرت نوح نے ایک قربان گاہ بنائی اور بہت جانوروں کی سوختنی قربانی دی پھر حضرت ابراہیم نے (بقول یہود) روٹی اور شراب قربانی میں پیش کی پھر حسب وحی بچھیا، بکرا، مینڈھا اور کبوتر ذبح کیا (سفر التکوین ۹، ۱۷) پھر حسب الحکم بیٹے کو قربانی کے لئے پیش کیا لیکن اللہ نے بیٹے کو محفوظ رکھا اور مینڈھے کی قربانی کا حکم دیا، اسلام سے پہلے ہی عرب میں یہ سنتِ ابراہیمی جاری تھی، قربانیاں کی جاتی تھیں اور گوشت فقراء کو بانٹ دیا جاتا تھا، سوختنی قربانی کا دستور نہ تھا، سوختنی قربانی صرف یہودیوں میں جاری تھی، حضرتِ موسیٰ دونوں قسم کی قربانیاں دیتے تھے، جاندار اور بے جان، لیکن سب قربانیاں سوختنی ہوتی تھیں، عیسائیوں میں قربانی کا دستور نہ تھا، ان کے عقیدے میں مسیح نے اپنی قربانی کر کے سارے عالم کے گناہوں کا کفارہ ادا کر دیا تھا، مسیح کے خون کے عوض شراب اور گوشت کے عوض روٹی دینے کا ان میں دستور تھا، پرانے یونانی قربانی میں نمک اور جَو دیتے تھے، دونوں چیزیں ایک ٹوکرے میں رکھ کر تھوڑا تھوڑا حاضرین کو تقسیم کر دیتے تھے، ممالکِ عربیہ میں میلادِ مبارک کے جلسوں میں نمک اور جَو تقسیم کرنے کا مسلمانوں میں اب بھی رواج ہے (معجم القرآن برحاشیہ) ممالکِ اسلامیہ اور ہندوستان میں مساجد، مزارات اور متبرک مقاموں میں اگر، لوبان اور بعض دوسری چیزیں سلگانے کا اب بھی دستور ہے اور یہ ستارہ پرستوں اور بت پرستوں کی نقل ہے (الخ جلتہ)

فینقی، کنعانی، سوری، فارسی، عرب قدیم، رومن، مصری اور اکثر مغربی اقوام آدمی کی قربانی کو باعثِ تقریب جانتی تھیں ۶۵۷ء میں اس کی ممانعت کے کیلئے رومن قانون بنا لیکن ۱۸۲۴ء تک جرمنی اور پرتگال کے بعض حصوں میں برابر انسانی قربانی ہوتی رہی۔ آیتِ مذکورہ میں قربانی کی نوعیت نہیں بیان کی صرف اتنا فرمایا کہ آدم کے دونوں بیٹوں نے قربانی پیش کی۔ ۶/۹

قُرْبَانًا: مصدر، مفعول لہ، تقریب حاصل کرنے کے لئے دوسروں کو پوجتے تھے اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے۔ امام راغب نے اس جگہ قربان کو صیغہ صفت کے معنی لیا ہے اور صراحت کی ہے کہ قربان کا اطلاق جمع پر بھی ہوتا ہے یعنی ایسی چیز جو اللہ کی مقرب ہو۔ ۲۶/۴

بِقُرْبَانٍ: با، حرفِ جر، قُربانٍ مجرور کوئی ایسی چیز جو قربانی میں پیش کی جائے (اور آگ غیبی آگ اس کو کھا جائے) ۱/۴

قَرَّبْنَاهُ: جمع متکلم ماضی، مصدر تقریبٌ ہ ضمیر مفعول، ہم نے اس کو قریب کر لیا، قریب بلا لیا، امام راغب نے لکھا ہے:

"کسی بندے کے مقرب معرب الٰہی ہونے کے معنی ہیں قرب روحانی کا بڑھ جانا، بدنی مادی قوتوں کا مغلوب ہو جانا، جہالت کا میل دور ہو جانا علم، علم، حکمت، فہم، رحمت اور دوسری صفاتِ الٰہیہ کی جھلک اس میں خصوصی طور پر نمودار ہو جانا۔" (المفردات) ۱۶/۷

قَرَّبَهُ: قَرَّبَ واحد مذکر غائب، مصدر تقریبٌ ہ ضمیر مفعول۔ اس (کھانے) کو ان (فرشتوں) کے سامنے رکھا۔ اگر قَرَّبَ کے بعد إلیٰ آئے تو سامنے لانے کے معنی ہوتے ہیں، یہی اس جگہ ہے۔ ۲۶/۱۹

اَلْقُرْبٰی: اسم مصدر، رشتہ داری قرابت، قَرُبَ (باب نصر) مصدر قَرَابَۃٌ، قَرُبَ منہ (باب کرم) مصدر قُرْبٌ و قُرْبَانٌ، قَرِبَہ (باب سمع) مصدر قُرْبٌ و قُرْبَانٌ۔ نزدیک ہو گیا (قاموس) ۲/۶ ۱/۱ ۴/۱۲ ۵/۳ دو جگہ ۱۰/۱ ۱۴/۱۹ ۱۵/۳ ۱۸/۹ ۲۱/۷ ۲۵/۴ ۲۸/۴

قُرْبٰی: اسم مصدر نکرہ، رشتہ داری، قرابت۔ ۴/۲ ۸/۶ ۱۱/۲ ۲۲/۱۵

قُرْبَۃٌ: اسم مصدر، مرتبہ کا قرب، خوشنودی، رضا (راغب) مراد خوشنودی حاصل ہونے کا ذریعہ ۱۱/۱

قُرُبَاتٍ: جمع، قُرْبَۃٌ واحد، قُرْبَۃٌ کو قُرُبَۃٌ پڑھنا بھی جائز ہے۔ (تاج) ۱۱/۱

قَرِيْبٌ: صفت مشبہ ہے، واحد و جمع سب کے

لئے آتا ہے، لفظ مذکر ہے لیکن مؤنث غیر حقیقی پر بھی اس کا اطلاق صحیح ہے، جیسے إِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيبٌ، فراء کا قول ہے اگر قَرِيبٌ سے قریب مسافت یا قریب جگہ مراد لی جائے تو لفظ قریب کا مذکر و مؤنث دونوں پر اطلاق ہوتا ہے اور اگر قرابت نسبت مراد ہو تو مذکر کے لئے قَرِيبٌ اور مؤنث کے لئے قَرِيبَةٌ آتا ہے۔ پ۲/۷ پ۸/۱۴ ۱۲/۶ پ۱۸/۱۶ پ۱۷/۷ پ۲۵/۳ پ۲۸/۱۰ پ۲۹/۱۲ اول الذکر تینوں آیات میں نگرانی اور بخشائش کے اعتبار سے قریب ہونا مراد ہے اور آخر الذکر پانچوں جگہ زمانے کے اعتبار سے قرب مقصود ہے۔

قَرِيبٍ: پ۳/۱۴ پ۵/۸ پ۱۲/۷ پ۱۳/۱۹ پ۲۲/۱۳ پ۲۶/۱۷ پ۲۸/۱۴ مرث پ۲۲/۱۲ اور پ۲۹/۱۷ میں قربِ مکانی مراد ہے اور باقی سب میں قربِ زمانی۔

قَرِيبًا: پ۱۵/۵ پ۲۲/۵ پ۲۶/۱۱،۱۲ پ۹/۷ پ۳۰/۲ سب میں زمانے کا قریب ہونا، کچھ ہی مدت کے بعد ہو جانا مراد ہے، پ۱۲/۱ میں قربِ مکانی مراد ہے، پ۲۵/۵ میں بھی قربِ زمانی مراد ہے اور ترجمہ ہے کچھ ہی بیشتر پ۱۰/۱۲ میں سہل الحصول ہونا مراد ہے یعنی مالِ غنیمت سہل الحصول ہو، جلد اور آسانی سے ملنے والا۔

قُرَّةٌ: آنکھ کی خنکی، مراد سرورِ قلب، یہ لفظ قُرٌّ سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں ٹھنڈک، بعض کا قول ہے:

"خوشی کے آنسو قارّہ (ٹھنڈے) اور غم کے آنسو حارّہ (گرم) ہوتے ہیں اسی لئے آنکھوں کی خنکی سے مراد ہوتا ہے سرورِ قلب۔"

بعض کا قول ہے:

"یہ لفظ قرار سے نکلا ہے یعنی سکون۔" پ۱۹/۴ پ۲۰/۴

قُرَّةَ أَعْيُنٍ: آنکھوں کی خنکی۔ پ۲۱/۱۵

قَرْحٌ: کسی بیرونی چیز سے پہنچنے والا زخم، مثلاً تلوار کا زخم اور اَلْقُرْحُ اندر سے پیدا ہونے والا زخم، جیسے پھنسی کا زخم، اول متعدی ہے اور باب فتح سے آتا ہے دوسرا لازم ہے اور باب سمع سے آتا ہے کبھی باب فتح سے بھی لازم آیا ہے جیسے قَرِحَ قَلْبُهٗ اس کا دل زخمی ہو گیا، قَرْحٌ مصدر بھی ہے یعنی زخمی کرنا اور قُرْحٌ اس دکھ اور تکلیف کو بھی کہتے ہیں جو کسی زخم سے پیدا ہو، آیت میں زخمی ہونا اور دکھ یا نامرادی مراد ہے (راغب) پ۴/۵ دو جگہ

اَلْقَرْحُ: دکھ، زخم۔ پ۴/۹

قِرَدَةٌ: جمع، قِرْدٌ واحد، بندر، لنگور، ایلہ بلکہ شام میں ایک ساحلی بستی تھی عموماً مچھیرے اس میں

رہتے تھے، سنیچر کے دن شکار کرنے کی اللہ نے ان کو ممانعت کر دی تھی، نافرمانی کرنے کی پاداش میں ان کی صورتیں بندروں کی طرح بنا دی گئیں، جو کچھ دن یا گھنٹے زندہ رہے پھر تڑپ تڑپ کر مر گئے۔ یہ تشریح عام طور پر جمہور مفسرین نے کی ہے اور ان کا واقعی طور پر بندروں کی صورت پر بن جانے کا ذکر کیا ہے لیکن امام راغب نے بعض علماء کا قول نقل کیا ہے کہ:

"ان کے اخلاق و عادات بندروں ایسے ہو گئے تھے بندروں کی صورت نہیں بنی تھی۔"

پروفیسر عبد الرؤف نے معجم القرآن میں اسی تاویل کو پسند کیا ہے، مجاہد تابعی کا قول ہے:

"ان کی صورتیں مسخ نہیں ہوئیں بلکہ دلوں کو بندروں کے دلوں کی طرح کر دیا گیا" (بیضاوی)

پ ۹/۱۱ ۸

اَلْقِرَدَةَ: جمع، معرف باللام، بندر، لنگور، پ ۶/۱۳

قَرْضًا: مصدر، کترنا۔ کاٹنا (دیکھو تقرضهم) وہ چیز جو کسی کو (اس کی ضرورت پوری کرنے کے لئے) دی جائے اور اس کا بدلہ اور واپسی لازم ہو (لمج)، قرضِ حَسَن وہ قرض جو خالص لوجہ اللہ دیا جائے بنا اس کی واپسی کی خواہش ہو نہ بدلے کا لالچ، نہ شکریے کی طمع نہ دینے کے بعد احسان

لکھا جائے (دیکھو اقرضوا)، پ ۲۰/۱۶ دل کی خوشی سے پ ۶/۱۲ زکوٰۃ کے علاوہ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے دینا پ ۲/۱۸ اللہ راستہ میں لوجہ اللہ دینا پ ۲۷/۱۶ دل کی خوشی سے خیرات دینی پ ۲۹/۱۴ فرضی زکوٰۃ کے علاوہ دل کی خوشی سے راہ خیر میں خرچ کرنا۔

قِرْطَاسٍ: واحد، قَرَاطِيس جمع۔ جس پر لکھا جائے (امام راغب) لکھنے کی جھلی (سیوطی) جھلی ہو یا کاغذ بہرحال جس پر لکھا جائے۔ (معجم القرآن) پ ۷

قَرَاطِيسَ: جمع، قرطاس واحد، الگ الگ اوراق (مجلی) پ ۷/۱

وَقَرْنَ: واؤ عاطفہ جمع مونث حاضر امر معروف اصل میں اِقْرَرْنَ تھا، قَرَارٌ مصدر (باب علم) یا اصل میں اِقْرِرْنَ تھا (باب ضرب) ٹھیری رہو۔ بیضاوی، زمخشری اور نیشاپوری نے لکھا ہے کہ یہ صیغہ قَارَ یَقَارُ بروزن خَافَ یَخَافُ سے بنا ہے اس وقت ترجمہ ہوگا، جمع رہو۔ بعض نے واؤ کو اصلی قرار دیکر وَقَرَ یَقِرُ وَقَارًا سے مشتق قرار دیا ہے یعنی سکون اور وقار سے رہو (لسان۔ قاموس)

قَرْنٍ: سینگ، عورت کے گیسو اور بالوں کا بٹا ہوا حصہ (چٹی) زمانہ۔ ایک زمانے کے آدمی، قوم کا سردار، قرن الشمس، آفتاب کا کنارہ، عمر، سن هُوَ عَلٰی قَرْنِیْ وہ میرا ہم عمر ہے دس یا بیس یا تیس

یا چالیس یا پچاس یا ساٹھ یا ستر یا اسی یا سو یا ایکسو بیس سال کو بھی قرن کہتے ہیں۔ سو سال کو قرن کہنا زیادہ صحیح ہے ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ نے ایک لڑکے کو دعا دی تھی تیری عمر ایک قرن ہو چنانچہ اس کی عمر سو سال کی ہوئی (مجمع البحار) قَرْنٌ کی جمع قُرُوْنٌ ہے۔ آیات میں وہ قوم مراد ہے جو ایک زمانے میں ہو۔ ۷/۸، ۹، ۲۳/۱۰، ۲۶/۱۷

قَرْنًا : حالتِ نصب، ایک زمانے کے لوگ، ۱۸/۲

اَلْقَرْنَيْنِ : تثنیہ، قَرْنٌ واحد، دو کنارے، دو سینگ، ذوالقرنین، ایک نیک عادل، پرجلال وسیع الملک، با اقتدار بادشاہ تھا (دیکھو ذوالقرنین باب الدال) ۱۶/۲

اَلْقُرُوْنُ : جمع، حالتِ رفع، اَلْقَرْنُ واحد، قومیں الگ الگ زمانے والی۔ ۲۶/۲

اَلْقُرُوْنَ : جمع، حالتِ نصب، اَلْقَرْنُ واحد۔ قوموں کو۔ ۷/۸، ۲۰/۸

اَلْقُرُوْنِ : جمع، حالتِ جر، اَلْقَرْنُ واحد، وہ قومیں جن میں سے ہر ایک کا زمانہ دوسری سے جدا ہو۔ ۲/۱۰، ۵/۲، ۱۶/۱۹، ۲۰/۱۱، ۲۳/۱

قُرُوْنًا : جمع، نکرہ، حالتِ نصب، قَرْنٌ واحد۔ قوموں کو۔ ۱۸/۳، ۹/۲، ۲۰/۸

قُرَنَاءَ : جمع، قَرِیْنٌ واحد، ساتھ رہنے والے ہم نشین، قَرْنٌ کے مفہوم میں اجتماعیت اور قرب کا مفہوم ضرور ہوتا ہے دیکھو قرن وہ آدمی جو دوسرے کا ہم عمر ہو، ایک زمانے میں دونوں جمع ہوں، وہ اونٹ جو دوسرے اونٹ کے ساتھ ایک رسی میں بندھا ہو وہ بھی قرین ہے، ہم نشین بھی قرین ہے، قوت بہادری اور دوسرے اوصاف میں اگر کوئی آدمی دوسرے کی مثل ہو تو وہ بھی دوسرے کا قرین ہے، انسان کا نفس بھی قرین ہے جو زندگی بھر آدمی سے جدا نہیں ہوتا، وہ فرشتہ بھی قرین ہے جو ہر وقت آدمی کے ساتھ رہتا ہے، وہ شیطان بھی قرین ہے جو بہکانے کے لئے ہر وقت ساتھ لگا رہتا ہے (راغب، قاموس، قرب الموارد مع بعض کمی بیشی) ۲۴/۱۷

قَرِیْنٌ : واحد، قُرَنَاءُ جمع، ۲۳/۶ ساتھی، دوست ۵/۱۰ ساتھی، شیطان۔

قَرِیْنًا : حالتِ نصب واحد، قُرَنَاءُ جمع ۵/۳ و دیگر۔ ساتھی جس کے مشورے پر عمل کرتا تھا۔

قَرِیْنُهٗ : قَرِیْنُ مضاف ہٗ ضمیر مضاف الیہ، ۲۶/۱۶ نمبر اول۔ ساتھی، فرشتہ، ۲۶/۱۶ نمبر دوم ساتھی شیطان

قُرُوْءٍ: جمع، قَرْءٌ واحد، لفظ قَرْءٌ لغاتِ اضداد میں سے ہے: اہلِ حجاز کی زبان میں طُہر (حیض سے پاکی) اور اہلِ عراق کی زبان میں حیض کو کہتے ہیں (احناف کے نزدیک حیض اور شوافع کے نزدیک طہر مراد ہے) اصل میں قرء کے معنی ہیں ایک حال یا شے سے دوسرے حال یا شے کی طرف منتقل ہونا حیض سے طہر کی طرف اور طہر سے حیض کی طرف منتقل ہونے کو قرء کہتے ہیں اسی لئے جس عورت کو حیض نہ ہوتا ہو زیادہ عمر رسیدہ ہو یا صغیر السن ہو اس کے طہر کو قرء نہیں کہتے (راغب) قَرْءٌ کے معنی وقت بھی ہے ابن قتیبہ نے القرطین میں اس کے لئے مختلف شواہد پیش کئے ہیں جن میں سے ایک شعر یہ ہے ؎

وَصَاحِبٍ مُكَاشِحٍ مُبَاغِضٍ
لَهُ قُرُوْءٌ كَقُرُوْءِ الْحَائِضِ

بہت ساتھی ایسے بھی ہیں جن کے دلوں میں دشمنی اور بغض چھپا رہتا ہے ان کے (بغض و عداوت کے ظہور کے) مقررہ اوقات ہیں جیسے حیض والی عورت کے ایام۔ ۲۲۸/۲

قَرِّيْ: واحد مؤنث حاضر امر معروف بروزن فَرِّيْ تو ٹھنڈی کر، قُرٌّ سے جس کے معنی ہیں خنکی، ۲۶/۱۹

قَرْيَةٍ: واحد، قُرٰی جمع بستی اور بستی کے رہنے والے، قُرٰی جمع قیاسی نہیں صرف سماعی ہے کیونکہ فَعْلَۃٌ کی قیاسی جمع فِعَالٌ کے وزن پر آتی ہے جیسے ظَبْیَۃٌ کی جمع ظِبَاءٌ۔ بعض اہلِ لغت نے کہا ہے کہ اہلِ یمن قِرْیَۃٌ بولتے ہیں اس کی جمع قُرٰی قیاسی ہے جیسے ذِرْوَۃٌ کی جمع ذُرٰی (قاموس) بہرحال قرآن میں قَرْیَۃٌ آیا ہے اور یہی فصیح ہے، اس کے مقابلے میں یمنی استعمال فصیح نہیں لغت میں قَرْیٌ کے معنی ہیں جمع کرنا قَرَیْتُ الْمَاءَ فِي الْحَوْضِ میں نے حوض میں پانی جمع کر دیا بستی میں بھی آدمی جمع ہوتے ہیں۔

قرآن میں یہ لفظ دونوں معانی کے لئے مستعمل ہے بستی اور باشندے، جہاں اہل یا اس کا ہم معنی لفظ موجود ہے وہاں قَرْیَۃٌ یا قُرٰی سے مراد ہے بستی اور جہاں اہل کا لفظ موجود نہیں وہاں قریۃ اور قرٰی سے مراد ہوں گے باشندے، غور کرو وَاسْئَلِ الْقَرْيَةَ اور ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً اور كَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ، ہر جگہ قریۃ سے قریہ کے باشندے مراد ہیں اور نُوْحِيْ اِلَيْهِمْ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى اور مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا میں قُرٰی اور قریہ سے بستی مراد

پ ۳/۳، پ ۳/۲، پ ۹/۲، پ ۱۴/۱، پ ۱۵/۹، پ ۱۶/۱، پ ۱۷/۱، ۲، ۷، ۱۳
پ ۱۹/۳، ۱۵، پ ۲۰/۹، پ ۲۲/۱۰، پ ۲۵/۸، پ ۲۶/۶، پ ۲۸/۱۸، قَرْيَةٌ پ ۱۱/۱۵، قَرْيَةً
پ ۲۴/۲۱، پ ۲۵/۲، پ ۱۹/۱۸

اَلْقَرْيَةَ: معرف باللام، اَلْقُرٰى جمع۔ پ ۱/۶، پ ۱۳/۴

اَلْقَرْيَةِ پ ۵/۷، پ ۹/۱۱، پ ۱۷/۵، پ ۱۹/۲، پ ۲۰/۱۶، پ ۲۲/۱۸

قَرْيَتِكَ: قَرْيَةٍ مضاف مجرور، كَ مضاف الیہ، تیری بستی سے یعنی بستی والوں سے مراد اہلِ مکہ پ ۲۶/۶

قَرْيَتِكُمْ: قَرْيَةِ مضاف كُمْ ضمیر جمع مضاف الیہ مراد سدوم یعنی قوم لوط نے کہا، لوط کو اور ان کے گھر والوں کو اپنی بستی (سدوم) سے نکال دو۔ پ ۸/۱۷، پ ۱۹/۱۹

قَرْيَتِنَا: یعنی قوم مدین نے حضرت شعیب سے کہا کہ ہم تم کو اپنی بستی سے نکال دیں گے۔ پ ۹/۱

اَلْقَرْيَتَيْنِ: تثنیہ، القریہ واحد، دو بستیاں یعنی مکہ اور طائف، مراد یہ کہ مکہ اور طائف کے کسی بڑے آدمی پر وحی کیوں نہیں اتری، مکہ کے بڑے آدمی ولید بن مغیرہ اور طائف کے بڑے آدمی سے مراد عروہ بن مسعود ثقفی تھا۔ پ ۲۵/۹

قُرَيْشٍ: یعنی عدنان کے قبیلہ کنانہ کی ایک شاخ تھی جو دنیا میں خاندانِ قریش کے نام سے مشہور ہوئی۔ اسلام سے پہلے تمام قبائلِ عدنان پر اس کو برتری حاصل تھی اور طلوعِ اسلام کے بعد تمام امتِ اسلامیہ نے اس کی عظمت تسلیم کر لی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے قریش کے مورثِ اعلیٰ تک تیرہ پشت ہیں اور اس سے اوپر عدنان تک سات پشت ہیں، عبداللہ، عبدالمطلب، ہاشم، عبدمناف، قصی، کلاب، مُرّۃ، کعب، لُوَیّ، غالب، فہر، مالک، نضر، قریش کا مورثِ اعلیٰ یہی نضر ہے، اسی کو قریش کہا جاتا ہے اس سے اوپر کا سلسلہ کنانہ، خزیمہ، مدرکہ، الیاس، مضر، نزار، معد۔ عدنان ہے۔

قبائل قریش کی تین شاخیں تھیں کچھ قبائل تو وادی کے اندر آباد تھے جن کو قریش اباطح یا قریش بطحاء کہا جاتا تھا ان میں مندرجہ ذیل قبائل شامل تھے، بنی عبدمناف، بنی اسد بن عبدالعزیٰ، بنی زہرہ، بنی تیم، بنی مخزوم، کچھ وادی کے باہر بالائی حصوں میں آباد تھے، ان کو قریش ظواہر کہا جاتا تھا، ان میں بنی ادرم بن غالب بنی محارب، بنی فہر اور بنی معیص شامل تھے۔ تیسری شاخ نے مکہ کی سکونت ترک کر دی تھی بنی اسامہ بن لوی عمان میں جا کر بس گئے تھے

اور بنی جُشَم یا مِیں۔

مکہ کا محل وقوع کچھ ایسا تھا کہ خواہ مخواہ اس کو مرکزی حیثیت حاصل ہو گئی، شمالی جانب شام، عراق اور ایران کو سڑک جاتی تھی اور جنوبی جانب یمن، حبش اور مصر کو، مکہ دونوں سڑکوں کے وسط میں واقع تھا (پروفیسر جمعہ از آلوسی و ازرقی و مویر وغیرہ) مکہ کے چار حصے تھے ہر حصہ کا حکمران اس کا شیخ تھا، پوری بستی پر حکومت کسی ایک آدمی کی تھی۔ ام القریٰ کے اندر بنی کعب بن لوئی رہتے تھے، ان کے برابر بنی عامر بن لوئی آباد تھے تجارتی غرض سے یہ لوگ شام کو بھی جاتے تھے وہاں رومن اور یونانی تمدن دیکھنے کا بھی ان کو موقع ملتا تھا اور کسی قدر مغربی تہذیب سے روشناس بھی ہوتے تھے۔ آس پاس والے محض بدوی اور صحرائی تھے۔ ادھر مدینے والے محض زراعت پیشہ تھے۔ انہیں وجوہ نے مکہ کو تجارتی مرکز بنا دیا تھا۔ دوسری قوموں کو دیکھنے کے بعد انہوں نے کسی قدر اپنے اندر نظامِ اجتماعیت بھی پیدا کر لیا تھا، اگرچہ کسی ایک شخص یا مجلسِ شوریٰ کی اندرونی طور پر حکومتِ عامہ نہ تھی پھر

بھی قریش کی ہر شاخ کی ایک اجتماعی ہیئت ضروری تھی جو دوسری شاخ کی اجتماعیت سے ٹکراتی نہ تھی، اور بیرونی دفاع کے وقت سب مجتمع ہو جاتے تھے (سلسلۃ الثقافۃ الاسلامیۃ للاستاذ جمعہ) قریش کے ایلاف کا یہی مطلب ہے۔

اَلْقُرٰی : جمع، اَلْقَرْيَة واحد، ۷/۴۲ اُمُّ الْقُرٰی مکہ، ۸/۲ باشندے، ۹/۲ بستیاں، ۹/۴ باشندے، ۱۲/۹ دو جگہ باشندے، ۱۲/۱ باشندے، ۱۳/۲ بستیاں ۱۵/۲، ۲۰/۹ دو جگہ باشندے، ۲۲/۸ شام کی بستیاں ۲۵/۲ ام القریٰ مکہ، ۲۶/۴ باشندے، ۲۸/۲ بستیاں۔

قُرٰی : جمع قَرْيَةٌ، واحد ۲۲/۸ کھلے ہوئے دیہات جو میدانوں میں بالکل سامنے دکھتے تھے، ۲۵/۵ دیہات۔

قَسَتْ : واحد مؤنث غائب، قَسْوَةٌ مصدر دل سخت پڑ گئے، خشک ہو گئے، حق کو قبول نہیں کرتے (دیکھو قَاسِیَة) ۱/۹، ۷/۱۱، ۲۷/۱۸

اَلْقِسْط : اسم مصدر، انصاف ۳/۱۰، ۱۱، ۵/۱۴، ۱۶، ۱۷ ۶/۱۰، ۸/۱۰، ۲۶، ۱۱/۱۰، ۲۶، ۱۱، ۱۲/۸، ۲۷/۱۱، ۱۹ اَلْقِسْط ۱۷/۴ (دیکھو اَلْقَاسِطُوْنَ)

اَلْقِسْطَاس : انصاف کی ترازو یا ہر ترازو مراد انصاف، قاف کا ضمہ بھی صحیح ہے اول بین

کی جگہ صاد بھی صحیح ہے (قاموس) بعض کے نزدیک یہ
لفظ رومی ہے۔ پ۱۵ ۱۹/۱۴
قَسَمٌ: اسم مصدر، قسم، (دیکھو اَقْسَمَ و اَقْسَمُوْا) ۲۷/۱۶ پ۱۴ ۳۰
قَسَمْنَا: جمع متکلم، ماضی معروف، قَسْمٌ اور قِسْمَۃٌ مصدر، ہم نے بانٹا، ہم نے حصہ دیا (دیکھو اِقْسِموا و اقسم) ۲۵/۹
قِسْمَۃٌ: اسم مصدر و مصدر، حصہ بانٹنا، ہر ایک کا حصہ جدا کر دینا۔ ۲۷/۹ ، ۵
اَلْقِسْمَۃَ: مصدر، تقسیم کرنا مراد تقسیم میراث کے وقت۔ ۴/۱۲
قَسْوَۃً: اسم مصدر و مصدر، سختی، سخت ہونا (دیکھو قَاسِیَۃً) ۱/۹
قَسْوَرَۃٍ: شیر (صحاح) یا اسم جمع ہے بمعنی شکاری تیر انداز (فراء، قاموس، صحاح) ۲۹/۱۶
قِسِّیْسِیْنَ: جمع، حالت نصب قِسِّیْسٌ واحد حالت رفع میں جمع قِسِّیْسُوْنَ آتی ہے قِسٌّ اور قِسِّیْسٌ عیسائی عالم اور درویش کو کہتے ہیں یہ لفظ سریانی ہے (معجم القرآن) اُسْقُفْ سب سے بڑا دینی ذمہ دار ہوتا ہے اس سے نیچا قِسِّیْسٌ اور اس سے نیچے شماس، اس کی جمع قِسَّانٌ اَقِسَّۃٌ
اور قَسَاوِسَۃٌ بھی آتی ہے۔ اگر اس کو عربی لفظ قرار دیا جائے جیسا کہ اہل لغت کی صراحت اور امام راغب کے کلام سے مترشح ہے تو اس کا مادہ قَسٌّ ہوگا جس کے معنی ہیں رات میں کسی چیز کو ڈھونڈنا، تَقَسَّسْتُ اَصْوَاتَھُمْ بِاللَّیْلِ رات میں میں ان کی آوازوں پر چلا یا میں نے ان کی آوازوں کو طلب کیا، قَسْقَاسٌ اور قَسْقَسٌ اس رہبر کو کہتے ہیں جو رات کے وقت رہنمائی کرتا ہے (راغب) یا قَسَّ الْاِبِلَ سے ماخوذ ہوگا جس کے معنی ہیں اونٹوں کو اچھی طرح چرایا۔ قِسِّیْسٌ راتوں کے اندھیرے میں اپنے معبود کا طالب بھی ہوتا ہے لوگوں کا رہنما بھی ہوتا ہے اور عوام کی مذہبی نگرانی بھی کرتا ہے۔ ۶/۱۵ پ
قَصَّ: واحد مذکر غائب ماضی معروف، قَصَصٌ مصدر، اگر اس کے بعد عَلٰی آئے تو قصہ بیان کرنے کے معنی ہوں گے جس طرح اس آیت میں ہے ورنہ اس کے معنی ہوں گے نقش قدم پر چلنا، پیروی کرنا، نشان قدم تلاش کرنا، قصہ بیان کرنے والا بھی ویسا ہی بیان کرتا ہے جیسا واقعہ ہوتا ہے، گویا اصل واقعہ کی پیروی اپنے بیان میں کرتا ہے، قَصَاصٌ

بھی اس بدلہ کو کہتے ہیں جو اصل جرم کے برابر ہو جیسا جرم ویسا ہی اس کا عوض کسی نے مار ڈالا، اس کو قتل کر دیا جائے، ہاتھ توڑ دیا، اس کا ہاتھ توڑ دیا جائے۔ آنکھ پھوڑ دی۔ اس کی آنکھ پھوڑ دی جائے۔ جتنا اس نے کیا اتنا ہی اس کے ساتھ کیا جائے۔ گویا اصلی جرم کے نقشِ قدم پر چلا جائے پ ۲۰/۶

قِصَاصٌ: بدلہ، قتل کا بدلہ قتلِ قاتل، ہر عضو کا بدلہ عضو، ہر چوٹ کا بدلہ ویسی ہی چوٹ، پ ۲/۱۱۔ ادب کی چیزوں کے احترام میں مساوات یعنی ماہِ حرام میں اگر دشمن قتال کرے اور اس کی حرمت کا لحاظ نہ کرے تم بھی دفاعی جنگ کرو۔ پ ۲/۸

اَلْقِصَاصُ: اور اَلْقِصَاص پ ۲/۶ خون کا بدلہ خون

اَلْقَصَصُ: اسم مصدر و مصدر، قصہ، بیان قصہ بیان کرنا۔ پ ۳/۱۴

اَلْقَصَصَ: اسم مصدر، قصہ، پ ۹/۱۲ پ ۲۰/۶

اَلْقَصَصِ: اسم مصدر، قصہ، پ ۱۲/۱۱

قَصَصًا: مصدر، حالتِ نصب، نشانِ قدم تلاش کرتے ہوئے۔ پ ۱۵/۲۱

قَصَصِهِمْ: اسم مصدر مضاف، هُمْ ضمیر مضاف الیہ، ان کا قصہ۔ پ ۱۳/۹

قَصَصْنَا: جمع متکلم ماضی معروف (باب نصر) ہم نے قصہ بیان کیا پ ۶/۳ ہم نے بیان کیا، پ ۲۴/۲۱ پ ۲۴/۱۳

قُصِّيْهِ: واحد مؤنث حاضر امر معروف (باب نصر) بروزن مُدِّيْهِ، حضرت موسیٰ کی بہن کو خطاب ہے اس کے پیچھے پیچھے جا۔ پ ۲۰/۴

قَصْدُ: اسم مصدر اور مصدر، راستے کا سیدھا ہونا (دیکھو اَقْصَدَ) مراد سیدھا راستہ جس میں کوئی پیچ و خم نہ ہو اسی کو صراطِ مستقیم کہا گیا ہے، اقتصاد میانہ روی۔ خرچ کرنے میں اعتدال، نہ اسراف، نہ بخل، نیکی اور بدی میں توسط، نہ بالکل نیک نہ بدترین گنہگار۔ پ ۲۲/۱۷

قَصْرٌ اور اَلْقَصْرُ: محل، قِصَر، چھوٹا ہونا، طول کا ضد، یہاں اول مراد ہے اس کی جمع قُصُوْر ہے، اس سے فعل متعدی بنا لیا جاتا ہے قَصَرْتُهُ، میں نے اس کو محل میں داخل کر دیا یا ساکن کر دیا یا بند کر دیا حُوْرٌ مَّقْصُوْرَاتٌ محلوں کے اندر رہنے والی حوریں (مزید تنقیح کے لئے دیکھو تقصروا اور قاصرات) پ ۱۷/۱۲ اَلْقَصْرِ پ ۲۹/۲۱

قُصُوْرًا: جمع، قَصْرٌ واحد، محل۔ پ ۸/۱۲ پ ۱۸/۱۷

قَصَمْنَا: جمع متکلم ماضی معروف، ہم نے توڑ دیا ہم نے ریزہ ریزہ کر دیا، مراد ہم نے ہلاک کر دیا۔

(خازن وراغب) قَاصِمَۃُ الظَّہْرِ (پشت کو توڑ
دینے والی مصیبت) سے مراد ہوتی ہے ہلاکت،
پ ۱۷/۲

اَلْقُصْوٰی: اسم تفضیل مؤنث، اَلْاَقْصٰی مذکر،
دور والا کنارہ یعنی مدینہ سے دور مکہ کی طرف والا
کنارہ، اس کے مقابلہ میں اَلْعُدْوَۃُ الدُّنْیَا (مدینہ
کے طرف والا کنارہ) فرمایا ہے، قَصَا کے معنی
دوری کا ضد دو، قَصِیَ (باب سَمِعَ) دور ہوگیا کنارے
پہ ہوگیا (المفردات وقاموس) صاحب معجم القرآن
نے قُصْوٰی کا ترجمہ کیا ہے عُلْیَا یعنی اونچا
کنارہ۔ پ ۱۰/۱

قَصِیًّا: صفت مشبہ، قَصَا مادہ، دور،
الگ پ ۱۶/۵

قَضْبًا: کھیرا یا عام سبز ترکاری (معجم القرآن)
قَضِیْبٌ اور قَضْبٌ دونوں کے معنی تر و تازہ
لیکن درخت کی تروتازہ شاخوں کو قضیب اور
سبز ترکاری کو قُضْب کہا جاتا ہے (المفردات)
قَضْبٌ کے معنی کاٹنا بھی ہے اس لئے تلوار کو
قَاضِبٌ اور قَضِیْبٌ کہتے ہیں (قاموس) پ ۳۰/۵

قَضَوْا: جمع مذکر غائب ماضی معروف قَضَا اور
قَضَاءٌ مصدر، جب انہوں نے حاجت پوری
کرلی، بےتعلق ہوگئے یعنی طلاق دیدی۔ پ ۲۲/۲

قَضٰی: واحد مذکر غائب ماضی معروف، قَضَا
اور قَضَاءٌ مصدر، قَضَاءٌ قولی ہو یا عملی، بشری
ہو یا الٰہی، بہرحال فیصلہ کردینا یا کرلینا، کسی
بات کے متعلق آخری ارادہ یا حکم یا عمل کو ختم کردینا
ضرور مفہوم قضاء کے اندر ماخوذ ہے۔ صلات
کے اختلاف اور سیاق کی مناسبت سے
مختلف معانی مراد ہوتے ہیں، بنانا، پورا کرنا، عزم
کرنا، فیصلہ کرنا، حکم جاری کرنا، حکم دینا، مقدر کرنا
قطعی وحی بھیج کر اطلاع دینا، مقرر کرنا، حاجت
پوری کرکے قطع تعلق کرلینا، فارغ ہونا، مرجانا،
مار ڈالنا، ان سب معانی کے لئے قضاء کا
استعمال قرآن مجید میں ہوا ہے، دیکھو پ ۱/۱۴ پ ۳/۱۳
پ ۱۶/۵ پ ۲۴/۱۲ چاروں آیات میں مراد ہے عزم کیا، علمی
فیصلہ کردیا۔ پ ۷ مقرر کردی، پ ۱۵/۲ حکم دے دیا، پ ۳۰/۵
مار ڈالا (اس جگہ قَضٰی کے بعد عَلٰی آیا ہے)، پ ۲۰/۷
پوری کرلی ختم کردی، پ ۲۱/۱۹ نذر سے فارغ ہوگیا
یعنی مرگیا، پ ۲۲/۲ زید نے اپنی بیوی سے اپنی حاجت
پوری کرلی، بےتعلق ہوگیا، قطع تعلق کرلیا
یعنی طلاق دے دی، پ ۲۲/۲ موت کا حکم دے دیا
(اس جگہ قَضٰی کے بعد عَلٰی آیا ہے)، پ ۲۴/۱۶ بنادیا

قُضِیَ: واحد مذکر غائب، ماضی مجہول، ۳/۹ کام
تمام کر دیا جائے ۶/۱۴ فیصلہ ہو چکا ہوتا، ۱۱/۷ عمر کی
میعاد پوری کر دی گئی ہوتی، ۱۱/۱۰ فیصلہ کر دیا جاتا
ہے (اس جگہ قُضِیَ کے بعد لفظِ بَیْنَ آیا ہے)
اسی طرح ۱۱/۱۱ میں لفظِ بَیْنَ آیا ہے، فیصلہ کر دیا
جائے گا۔ اسی طرح ۴، ۵، ۲۴/۱۳ میں لفظِ بَیْنَ آیا
ہے، ان کا فیصلہ کیا جائے گا، اسی طرح ۱۲/۱۰
۲۴/۲۰، ۲۵/۴ کا ترجمہ ہے ان کا فیصلہ کر دیا گیا ہوتا
۱۲/۱۵ کام کا فیصلہ کر دیا گیا، ۱۳/۱۶ جب فیصلہ
ہو چکے گا، ۲۶/۴ جب قرارت ختم کر دی گئی (مزید
تشریح کے لئے دیکھو اَقْضِ)

قَضَیْتَ: واحد مذکر حاضر، ماضی معروف، قَضَا
مصدر، تو نے فیصلہ کیا، تو نے حکم دیا ۵/۶

قَضَیْتُ: واحد متکلم ماضی معروف، میں پوری
کر دوں۔ ۲۰/۶

قُضِیَتِ: واحد مؤنث غائب ماضی مجہول قَضَا
مصدر، اصل میں قُضِیَتْ تھا، الصَّلٰوۃُ سے ملا کر
پڑھتے میں قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ ہو گیا، جب نماز ختم
کر دی جائے، پوری کر دی جائے (ہو چکے) ۲۸/۱۲

قَضَیْتُمْ: جمع مذکر حاضر ماضی معروف، قَضَا مصدر
۲/۹ جب تم پورے کر چکو، ۵/۱۲ جب تم نماز پوری کر چکو،
نماز سے فارغ ہو جاؤ۔

قَضَیْنَا: جمع متکلم ماضی معروف، قَضَا مصدر ۱۴/۵
وحی بھیجکر اطلاع دی، ۱۵/۱ ہم نے قطعی فیصلے کی
اطلاع دے دی تھی، ۲۰/۸ ہم نے حکم بھیجا: وحی
بھیجی، ۲۱/۸ موت کا حکم دیا۔

قَضٰهَا: واحد مذکر غائب ماضی معروف، ھَا
ضمیر مفعول، یعقوب نے خواہش پوری کر لی، ۱۳/۲

قَضٰهُنَّ: واحد مذکر غائب ماضی معروف
ھُنَّ ضمیر جمع مفعول، اللہ نے ان کو بنایا ۲۴/۱۶

اَلْقِطْرِ: پگھلا ہوا تانبا، (قاموس المغردات) یہ
صرف حمیری لغت ہے دوسرے قبائل عرب کی
زبان میں مستعمل نہیں، حضرت ابن عباس نے اس کا
ترجمہ الصفر یعنی پیتل کیا ہے۔ ۲۲/۸

قِطْرًا: بحالتِ نصب پگھلا ہوا تانبا۔ ۱۶/۴

قَطِرَانٍ: رال، تارکول، گندھک (غریب القرآن مرزا
ابی الفضل) ابو الفضل کا یہ ترجمہ اہل لغت کے موافق
نہیں، صاحب معجم القرآن نے لکھا ہے:
"تیل کی طرح ایک سیال مادہ ہوتا ہے جو
اُبہل یا صنوبر وغیرہ کے درختوں سے نکلتا
ہے اور خارشتی اونٹ کے لگایا جاتا ہے۔
قاموس وغیرہ میں درخت ابہل وغیرہ سے

نکلنے والے سیال مادے کو قطران کہا گیا ہے۔
امام راغب نے لکھا ہے کہ:
"بعض قراتوں میں قِطْرٍ آنٍ آیا ہے یعنی
پگھلا ہوا تانبا، کھولتا ہوا۔ ۱۴/۱۹
قُطِعَ: واحد مذکر غائب ماضی مجہول، قطعٌ مصدر،
کاٹنا، کاٹ دینا حسی طور پر ہو یا معنوی طور پر،
کاٹنے کا مفہوم تمام استعمالات میں مشترک ہے
۱۔ قَطَعَ السَّبِیْل راستہ طے کرنا، ۲۔ نیز گزرنے والوں
کو گزرنے سے روک دینا اور ان کا مال چھین
لینا ۳۔ قطع الرحم، رشتہ کاٹ لینا، تعلق
قطع کر لینا ۴۔ زندگی کو کاٹ دینا یعنی مار ڈالنا،
۵۔ دل کا کٹ جانا یعنی مرجانا یا ندامت کے مارے
کٹ کٹ جانا ۶۔ قطع الامر کسی بات کا فیصلہ کر دینا،
جھگڑا کاٹ دینا، ۷۔ قطع الدابر نسل کاٹ دینا، ختم
کر دینا، آیت میں مراد ہے جڑ کاٹ دی گئی، نسل
ختم کر دی گئی، ۶/۴۵
قُطِّعَ: واحد مذکر غائب ماضی مجہول، تقطیع مصدر،
باب تفعیل، کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیگا۔ ۶/۲۶
قِطْعٌ: واحد، درخت سے کٹا ہوا لکڑی کا ٹکڑا،
اَقْطُعٌ اَقْطَاعٌ اور قِطَاعٌ جمع، آخر رات کی تاریکی
یا آخر رات کی تاریکی کا ایک حصہ یا اول رات
کی تاریکی یا اول رات کا ایک تہائی حصہ اور زین کے
نیچے کا عرق گیر، قُطُوْعٌ اور اَقْطَاعٌ جمع
۱۱/۸۱ ۱۵/۶۵ دونوں جگہ، رات کا آخری حصہ مراد ہے۔
قِطَعٌ: جمع قِطْعَةٌ واحد، ٹکڑے ۱۳/۴ مراد زمین
کے مختلف الخواص اور مختلف الاحوال ٹکڑے
(سیوطی و خازن)
قِطَعًا: جمع، قِطْعَةٌ واحد ٹکڑے ۱۰/۲۷ مراد
رات کے سیاہ ٹکڑے۔
قُطِّعَتْ: واحد مؤنث غائب ماضی مجہول تَقْطِیْعٌ
مصدر باب تفعیل ۲۲/۱۹ پھاڑ دی جائی، ٹکڑے کر دیجائی
۹/۱۷ دوزخیوں کے بدن کے انداز سے کے
موافق، ناپ کر آگ کے کپڑے بنائے جائیں گے
(روح المعانی) یعنی کپڑوں کی طرح آگ ہر طرف
سے لپیٹ لے گی۔ (مکی)
قَطَعْتُمْ: جمع مذکر حاضر ماضی معروف (کھجور
کے درخت) تم نے کاٹ ڈالے۔ ۵۹/۵
قَطَّعْنَ: جمع مؤنث غائب ماضی معروف، تَقْطِیْعٌ
مصدر، ۱۲/۳۱ ان عورتوں نے (ہاتھ) کاٹ لئے،
۱۲/۵۰ (جن) عورتوں نے (ہاتھ) کاٹ لئے تھے۔
قَطَعْنَا: جمع متکلم ماضی معروف، قَطْعٌ مصدر، ۷/۷۲ ہم
نے جڑ کاٹ دی یعنی نسل ختم کر دی، ۶۹/۴۶ ہم کاٹ دیتے

قَطَّعْنَا: جمع متکلم ماضی معروف، تقطیع مصدر۔ پ ۹ / ۱۰ ہم نے ان کی (جماعت کو) کاٹ کر الگ الگ (بارہ قبیلے) بنا دیئے۔ پ ۹ / ۱۱ ہم نے ان کو (جماعت جماعت کر کے ملک میں) پھیلا دیا۔

قِطْمِيْرٍ: وہ باریک چھلکا جو گٹھلی پر ہوتا ہے یا وہ باریک ڈورا جو کھجور کی گٹھلی کے شگاف میں ہوتا ہے (معجم القرآن) مراد حقیر بے مقدار چیز (المفردات) پ ۲۲ / ۱۴

قِطَّنَا: قِطَّ مضاف نا ضمیر مضاف الیہ، قِطٌّ اصل لغت میں اس چیز کو کہتے ہیں جس کو عرض میں کاٹا جائے اور قَدٌّ وہ چیز جس کو طول میں کاٹا جائے توسیع محاورے کے بعد جدا کردہ حصے کو کہنے لگے۔ آیت میں حضرت ابن عباس کے نزدیک یہی مراد ہے یعنی ہمارا حصہ ہم کو جلدی دیدے پھر اس کاغذ کے ٹکڑے کو کہنے لگے جس پر کچھ (فیصلہ حکم یا اور کچھ) لکھا ہوا ہو پھر اس (فیصلے حکم وغیرہ) کو جو کسی کاغذ کے ٹکڑے پر لکھا گیا ہو کہنے لگے (پھر) اس چیز (حکم فیصلہ وغیرہ) کا نام قِطّ ہو گیا جو لکھا جاتا ہے خواہ لکھا نہ گیا ہو (المفردات مع بعض تغیر) عام اہل تفسیر کے نزدیک آیت میں اعمال نامہ مراد ہے (روح المعانی) ابن عباس سے قوی روایت اور مجاہد کا بھی یہی قول ہے۔ قتادہ کے نزدیک عذاب کا حصہ (رواہ عبدالرزاق) اور سعید بن جبیر کے نزدیک جنت کا حصہ مراد ہے (رواہ ابن جریر) پ ۲۳ / ۱۱

قُطُوْفُهَا: جمع قِطْفٌ واحد، قُطُوْفٌ مضاف ہا ضمیر مضاف الیہ، قَطْفٌ درخت سے پھل توڑنا۔ قِطْفٌ وہ پھل جو درخت سے توڑے جائیں (خواہ توڑ لئے گئے ہوں یا توڑے نہ گئے ہوں توڑے جانے کے قابل ہوں) آیت میں وہ پھل مراد ہیں جو اہل جنت کھڑے بیٹھے توڑ سکیں گے۔ پ ۲۹ / ۵، ۱۹

قَعَدَ: واحد مذکر غائب ماضی معروف، قَعْدَةٌ ایک بار بیٹھنا۔ قِعْدَةٌ بیٹھنے کی حالت۔ قُعُوْدٌ مصدر، بیٹھنا۔ قُعُوْدٌ قَاعِدٌ کی جمع بھی ہے بیٹھنے والے جس طرح قِیَامٌ مصدر بھی ہے اور قَائِمٌ کی جمع بھی، قُعُوْدٌ (مصدری) کے معنی بیٹھنا بھی ہے اور گھات میں بیٹھنا بھی (لاقعدن لهم صراطك المستقيم) اور انتظار کرنا بھی (انا ههنا قاعدون) اور اعمال و اقوال کی نگرانی کرنا بھی (عن اليمين وعن الشمال قعيد) اور عاجز ہو کر

کسی کام سے بیٹھ رہنا بھی اور کھڑا نہ ہو سکنا بھی وغیرہ آیت میں مراد ہے بیٹھ رہے اٹھ کر جہاد کو نہیں گئے، پ۴/۸

قَعَدُوْا : جمع مذکر غائب ماضی معروف، وہ بیٹھ رہے تھے۔ پ۴/۸

بِالْقُعُوْدِ : باحرفِ جر، القعود مجرور، مصدر، بیٹھ رہنے سے، قعود لغات اضداد میں سے ہے بیٹھنا اور اٹھنا دونوں کے لئے مستعمل ہے (قاموس) (باب نصر، جلوس) تو سجدہ سے اٹھ کر بیٹھنے کو، یا سونے کے بعد اٹھ کر بیٹھنے کو کہتے ہیں اور قعود کھڑے سے بیٹھنے کو، یہ فرق اصل وضع کے اعتبار سے ہے۔ استعمال میں کبھی ایک دوسرے کی جگہ آجاتا ہے (تاج و منتہی الارب)

قُعُوْدٌ : جمع، قاعدٌ واحد، بیٹھنے والے بیٹھے ہوئے پ۳/۱

قُعُوْدًا : جمع قاعدٌ واحد، حالتِ نصب، بیٹھے ہوئے امام راغب نے اس آیت میں قُعُوْدًا کو جمع کہا ہے (المفردات) پ۴/۱۱ پ۵/۱۲

قَعِيْدٌ : صیغہ واحد کا ہے اطلاق جمع پر بھی ہوتا ہے وہ فرشتہ جو ہر وقت اعمال کا نگراں ہے، آدمی جو کچھ کرتا ہے فرشتہ اعمال نامہ میں درج کر لیتا ہے (راغب) پ۲۶/۱۶

قَعُوْا : جمع مذکر حاضر امر معروف، وقوعٌ مصدر اصل میں اِوْقَعُوْا تھا، وقوع کے معنی ہیں ثابت اور واجب ہونا، عدم سے وجود میں آجانا، گر پڑنا اس جگہ آخری معنی مراد ہیں یعنی تم گر پڑنا، مقصد یہ کہ سجدہ کرنے میں دیر نہ کرنا (راغب) وَاقِعَۃٌ کا لفظ اگرچہ عام ہے لیکن اس کا استعمال صرف حادثے اور مصیبت کے لئے ہوتا ہے بلکہ وقوع سے جتنے مشتقات قرآنِ مجید میں استعمال کئے گئے ہیں، دو تین کے علاوہ سب شدت، عذاب اور ہولناکیوں کو ظاہر کرنے کے موقع پر استعمال کئے گئے ہیں۔ پ۲۳/۱۴

قِفُوْا : جمع مذکر حاضر امر معروف، وَقْفٌ اور وُقُوْفٌ مصدر، باب ضرب، اصل میں اِوْقِفُوْا تھا، متعدی بھی اور لازم بھی، کھڑا کرنا اور کھڑا ہونا، اس جگہ متعدی مستعمل ہے، ان کو کھڑا کرو (المفردات) پ۲۳/۶

قَفَّيْنَا : جمع متکلم ماضی معروف، تَقْفِيَةٌ مصدر، باب تفعیل پیچھے بھیجنا، پیچھے کر دینا، اس کا مادہ قَفَا ہے، قفا کے معنی گردن اور سر کا پچھلا حصہ (گدی) قَفْوًا اور قُفُوٌّ کے معنی کسی چیز کے پیچھے چلنا، پیروی کرنا

اس معنی میں مجرد باب نصر سے مستعمل ہے، تَقْفِیَۃٌ دو مفعول چاہتا ہے، دونوں مفعولوں پر کبھی حرفِ جر نہیں ہوتا جیسے قَفَّیْتُ زَیْدًا عَمْرًا میں نے زید کو عمرو کے پیچھے بھیجا۔ کبھی مفعولِ دوئم پر بَ آتا ہے، قرآن مجید میں اسی طرح مستعمل ہے، پ ۱ / ۱۱ ہم نے اس کے پیچھے رسول بھیجے۔ پ ۷ / ۱۱ ہم نے ان کے نشان قدموں پر رسول بھیجے، پ ۲۷ / ۲ ہم نے ان کے قدموں کے نشان پر یعنی بالکل ان کے پیچھے پیچھے اپنے رسول بھیجے۔ کبھی مفعول اول حذف کر دیا جاتا ہے جیسے وَقَفَّیْنَا بِعِیْسَی بْنِ مَرْیَمَ ہم نے (پیغمبروں کے پیچھے) عیسٰی بن مریم کو بھیجا۔ پ ۲۷ / ۲۰

قُلْ: واحد مذکر حاضر امر معروف، قَوْلٌ مصدر، کہہ۔ (تفصیل کے لئے دیکھو قَالَ) اصل میں اُقْوُلْ تھا،

(باب نصر)
۱: ۹، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۶
۲: ۱، ۸، ۱۰، ۱۱، ۱۲
۳: ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷
۴: ۱، ۳، ۷، ۸، ۱۰
۵: ۹، ۸، ۱۶
۶: ۴، ۵، ۷، ۱۳، ۱۴
۷: ۳، ۸، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۹
۸: ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۱۰، ۱۱
۹: ۱۰، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۹
۱۰: ۶، ۹، ۱۳، ۱۴، ۱۷
۱۱: ۱، ۲، ۵، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۵، ۱۶
۱۲: ۲، ۳، ۱۰
۱۳: ۶، ۸، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۷
۱۴: ۶، ۲۰
۱۵: ۳، ۵، ۶، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۵، ۱۶
۱۶: ۲، ۳، ۱۵، ۱۷
۱۷: ۳، ۴، ۷، ۱۴، ۲۹
۱۸: ۲، ۵، ۶، ۱۰، ۱۳، ۱۹، ۱۷
۱۹: ۳، ۴، ۱۵، ۲۰
۲۰: ۱، ۲، ۳، ۸، ۱۰، ۱۲، ۱۴
۲۱: ۱، ۲، ۸، ۱۲، ۱۴، ۱۶، ۱۸، ۲۰
۲۲: ۵، ۷، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲
۲۳: ۴، ۵، ۱۴، ۱۵، ۱۶
۲۴: ۱، ۲، ۳، ۴، ۱۲، ۱۵، ۱۶، ۱۹
۲۵: ۱، ۳، ۴، ۱۳، ۱۸، ۱۹
۲۶: ۱، ۱۰، ۱۴
۲۷: ۴، ۱۵
۲۸: ۱۱، ۱۲، ۱۵
۲۹: ۳، ۱۱، ۱۲
۳۰: ۳، ۳۴، ۳۷، ۳۸، ۳۹

قَلَّ: واحد مذکر غائب ماضی معروف، قِلَّۃٌ اسم مصدر اور مصدر، کمی اور کم ہونا۔ کَثْرَۃٌ کی ضد، قِلَّۃٌ اور کَثْرَۃٌ کی اصل وضع عدد کی کمی اور بیشی کے لئے ہے جس طرح صِغَرٌ اور عِظَمٌ جسمانیت کے لحاظ سے چھوٹے اور بڑے ہونے کو کہتے ہیں مجازاً ہر فریق کا استعمال دوسرے کی جگہ ہوتا ہے چھوٹے کو قلیل اور کم کو صغیر کہتے ہیں۔ قِلَّۃٌ کا استعمال مندرجہ ذیل چار معنی کے لئے بھی ہوا ہے:

۱۔ کمزوری اور ضعف لَا یُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًا ای اِیْمَانًا ضَعِیْفًا (معجم) ۲۔ عدم اور نفی قَلِیْلُ التَّشَکِّیْ لِلْمُھِمِّ یُصِیْبُہٗ (حماسی) جو حادثہ بھی اس پر آتا ہے وہ شکایت نہیں کرتا۔ ایک آیت میں آیا ہے قَلِیْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ تم بالکل ایمان نہیں لاتے، کسی چیز کو نہیں مانتے۔ بعض کے نزدیک ایمان قلیل مراد ہے یعنی ظاہری طور پر عامیانہ اقرار اور

دل میں شرک (راغب)، ۳ کبھی تعداد کی کمی دکھا کر

ذلت اور حقارت کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہوتا ہے

وَاذْكُرُوٓا إِذْ كُنتُمْ قَلِيلًا یاد کرو جب تم کم یعنی

حقیر و ذلیل تھے، قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ

کہہ دو متاعِ دنیا حقیر ہے ۴ کبھی قلتِ تعداد سے

عزت کی طرف ایما رہتا ہے وَقَلِيلٌ مَّا هُمْ وہ

بہت ہی کم ہیں یعنی عزت والے ہیں (عزت

والے کم ہی ہوتے ہیں) (المفردات، قِلَّةٌ) سے

افعال باب ضرب سے آتے ہیں، قَلَّ لازم بھی ہے

اور متعدی بھی، اول کے معنی ہیں کم ہوا - بیماری

سے اٹھا - دوسرے کے معنی ہیں اٹھایا۔ آیت

میں کم ہونا مراد ہے۔ ۳/۱۲

قَلِيلٌ: صفتِ مشبہ واحد لیکن اطلاق جمع پر بھی ہوتا

ہے ۱۱ ۸ ۱۲ ۲۱ تھوڑا حقیر، ۱۷ ۴

تھوڑے ۶ ان میں سے تھوڑے، ۱۵ ۱۴

تھوڑے آدمی، ۸ تھوڑے (عزت والے) ۱۱

بہت تھوڑے ہیں (عزت والے)

قَلِيلًا: صفتِ مشبہ حالتِ نصب، ۵، ۹ ۵

۱۶ ۱۰، ۱۱ ۸ ۸ ۱۹ تھوڑی، حقیر، ۱۰ ۱۲

۶ تھوڑے آدمیوں نے، ۱۱ وہ بالکل ایمان

نہیں لاتے، ۷ تھوڑے آدمیوں کے علاوہ

۱۶ ۴ ۲ ۱۰ تھوڑے آدمی ۱۵ ۵، ۸ ۹

۵ ۱۴ ۱۸ تھوڑی مدت۔ ۱۵ ۷ ۱۳ ۲۲، ۱۳

تھوڑا، ۱۸ ۸ ۱۰ ۱۱ ۱۰ ۲، ۶ بہت کم، ۱۸

۱۷ ۱۹ ۱ ۱۲، ۱۴، ۱۸ کم۔

قَلِيلٍ: صفتِ مشبہ، حالتِ جر، تھوڑی مدت

کے بعد، ۱۸

قَلِيلَةٌ: صفتِ مشبہ مؤنث واحد، تھوڑی، کم تعداد

والی۔ ۱۲

قَلِيلُونَ: صفتِ مشبہ جمع، قَلِيلٌ واحد، چھوٹی

جماعت۔ ۱۹

قَلَآئِدَ: جمع قِلَادَةٌ واحد، وہ چیز جو گردن

میں لٹکائی جائے ہار، رسّی، پٹہ وغیرہ۔ اصل

لغت میں قَلْدٌ کے معنی ہیں بٹنا۔ قَلَدْتُ الْحَبْلَ

میں نے رسّی بٹی۔ قَلِيدٌ اور مَقْلُودٌ بٹی ہوئی

چیز اس صورت میں قِلَادَةٌ کے معنی ہوئے وہ بٹی

ہوئی چیز جو گردن میں ڈالی جاتی ہے جیسے

ڈورا یا چاندی وغیرہ کی زنجیر، توسیع محاورہ کے

بعد بٹنے کا مفہوم ساقط کردیا گیا بلکہ جو چیز گردن

میں ڈال دی جائے خواہ وہ بٹی ہوئی نہ ہو،

اس کو قلادہ کہنے لگے، ۵ ۴

قَلْبٌ: مصدر، پلٹنا، الٹنا، موڑنا، پھیر دینا

دل اس لئے کہ تا مدتِ حیات اس میں بھی حرکت اور الٹ پلٹ رہتی ہے، وہ اوصاف جو قلب سے خصوصیت رکھتے ہیں جیسے علم، فہم، عقل، احسان، شجاعت وغیرہ (راغب) اس کی جمع قُلُوبٌ ہے
۲۶/۱۷ اس جگہ عقل مراد ہے کذا قال الفراء۔

قَلْبٍ: دل ۱۹/۹ ۲۳/۷ ۲۶/۱۷

قَلْبِ: دل، ۲۴/۹

اَلْقَلْبِ: دل ۴/۲

قُلُوبٌ: جمع، قَلْبٌ واحد، دل، قوت علم، ۱۹/۱۲ ۱۰/۱۲ ۳۰/۳

قُلُوبُ: مرفوع مضاف، دل، ۱۱/۳ ۲۴/۲

قُلُوبِ: جمع، مجرور مضاف، ۴/۷ ۹/۱۶،۳ ۱۱/۱۳ ۴/۱ ۱۹/۱۵ ۲۱/۹ ۲۶/۷،۹ ۲۷/۲۰

اَلْقُلُوبُ: جمع، معرف باللام مرفوع ۱۳/۱۰ ۱۷/۱۲ ۱۸/۱۱ ۲۴/۷

اَلْقُلُوبِ: جمع مجرور، ۱۷/۱۱

قُلُوبُهُمْ: جمع، مرفوع مضاف، ھُمْ ضمیر مضاف الیہ، ان کے دل۔ ۱/۱۴ ۶/۷،۱۰ ۷/۱۱ ۹/۱۵ ۱۰/۳،۱۲،۱۴ ۱۳/۱۰ ۱۴/۹ ۱۷/۱،۱۲ ۲۳/۱۷ ۲۷/۱۸ ۲۸/۹

قُلُوبَهُمْ: جمع منصوب مضاف، ھُمْ مضاف الیہ، ان کے دلوں کو، ۶/۷ ۲۶/۱۲ ۲۸/۹

قُلُوبِهِمْ: جمع مجرور مضاف، ۱/۱،۲،۱۱ ۳/۹ ۴/۸ ۵/۶ ۶/۱۲ ۷/۹ ۹/۳ ۱۰/۱،۳،۴،۸،۱۶،۱۷،۱۸ ۱۱/۲،۵،۱۴ ۱۴/۲۰ ۱۵/۵،۱۴،۲۰ ۱۷/۱۴ ۲۱/۱۸،۱۹ ۲۲/۷ ۲۶/۶،۷،۸،۱۰،۱۱ ۲۸/۳،۴،۱۳ ۲۹/۱۵ ۳۰/۸

قُلُوبُنَا: قُلُوبُ مضاف مرفوع، نا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ، ہمارے دل، ۱/۱۱ ۶/۲ ۷/۵ ۲۴/۱۵

قُلُوبَنَا: قُلُوبَ مضاف منصوب، نَا ضمیر مضاف الیہ، ہمارے دلوں کو، ۳/۹

قُلُوبِنَا: قلوبِ مجرور مضاف، نا ضمیر مضاف الیہ ہمارے دلوں میں۔ ۲۸/۴

قُلُوبِكُمْ: قلوبِ جمع مجرور مضاف، کُمْ ضمیر جمع مذکر مخاطب مضاف الیہ، ۴/۷،۲ تمہارے دلوں میں، ۱۰/۶ ۲۶/۱۰،۱۳،۱۴ تمہارے دلوں میں، ۷/۱۱ ۹/۱۶ تمہارے دلوں پر، ۲۲/۲،۳ تمہارے دلوں کو۔

قُلُوبُكُمْ: قلوبُ جمع مرفوع مضاف، کُمْ ضمیر جمع مذکر مخاطب مضاف الیہ ۱/۹ ۴/۴ ۹/۵ تمہارے دل، ۲/۱۲ ۲۱/۱۷ تمہارے دلوں نے۔

قُلُوبُكُمَا: قلوب جمع مضاف مرفوع کُمَا ضمیر تثنیہ مخاطب مضاف الیہ، تم دونوں کی نیتیں، ارادے، خیالات (معجم القرآن)، عام مفسرین کے

نزدیک اس جگہ دل ہی مراد ہیں لیکن دو آدمیوں کے دل دو ہی ہوتے ہیں زیادہ نہیں ہوتے اور قلوب کا لفظ جمع ہے اس لئے ان کو تاویل کرنی پڑی مثلاً ۱۔ ایک سے زیادہ پر جمع کا اطلاق ہوتا ہے ۲۔ اگر جمع کی جگہ تثنیہ ذکر کیا جاتا اور قَلْبَاكُمَا کہا جاتا تو لفظ میں ثقل پیدا ہو جاتا ۳۔ بعض اعضاء ایک انسان کو دو یا دو سے زائد دئے گئے ہیں جیسے ہاتھ پاؤں انگلیاں پسلیاں بعض اعضاء ایک آدمی کو ایک ایک ہی دئے گئے ہیں جیسے دل، جگر، دماغ جو عضو ایک ایک ہی دیا گیا ہے اس میں تثنیہ اور جمع کا کوئی فرق نہیں اس لئے تثنیہ کے لئے جمع کا لفظ بولا جا سکتا ہے اس کی تاویلیں تسلی بخش نتیجے کی حامل نہیں اس لئے صاحب معجم القرآن کی تشریح زیادہ اچھی ہے: آدمی ایک ہو دو ہوں یا زیادہ ہوں خیالات اور نیتیں اور عزائم گوناگوں اور چند در چند ہو سکتے ہیں اس صورت میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں اگرچہ عام اہل تفسیر کی تشریح پر بھی کلام فصاحت کے درجہ سے نہیں گرتا اور اہل بلاغت کا استعمال اس کی تائید کرتا ہے ایک جاہلی شاعر کا شعر ہے

يَا صَاحِبَيَّ فَدَتْ نَفْسِي نُفُوسَكُمَا
وَحَيْثُمَا سِرْتُمَا لَاقَيْتُمَا رَشَدًا

"اے میرے دونوں ساتھیو میری جان تمہاری جانوں پر قربان ہو، تم جہاں جاؤ کامیابی حاصل کرو۔"

تثنیہ کے لئے تثنیہ کا استعمال بھی غیر فصیح نہیں جیسے حمر بن طفیل جاہلی اپنے نفس کو خطاب کرتے ہوئے کہتا ہے ؎

حَنَنْتَ إِلَى رَيَّا وَنَفْسُكَ بَاعَدَتْ
مَزَارَكَ مِنْ رَيَّا وَشَعْبَاكُمَا مَعًا

تو ریا کا مشتاق ہے مگر باوجودیکہ تیری اور ریا کی گھاٹیاں ایک ہیں پھر بھی تو نے ریا کی ملاقات کو خود بعید کر دیا مگر فصیح ترین استعمال اول ہے، ۲۵/۱۹

قَلْبِكَ: قلب مجرور مضاف، کَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ، تیرے دل پر ۱/۱۲، ۱۹/۱۵، ۲۵/۴

قَلْبُهُ: قلب مفرد مضاف مرفوع ہُ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ، اس کا دل، ۳/۲، ۱۴/۲

قَلْبِهِ: قلب مجرور مضاف، ہٖ ضمیر مضاف الیہ ۲/۹ ۲۲/۱ اس کے دل میں ۶/۱۷ اس کے دل کے۔

قَلْبَهُ: قلب منصوب مضاف ہُ ضمیر مضاف الیہ

پ۱۵/۱۶ پ۲۹/۱۶ اس کے دل کو۔

قَلْبِهَا: قلب مجرور مضاف ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ، اس کے دل پر، پ۲۰/۴

قُلُوبِهِنَّ: قلوب جمع مجرور مضاف ھِنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب، مضاف الیہ ان کے دلوں کو، پ۲۲/۴

قَلْبِيْ: قلب مضاف یؔ ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ، میرا دل، پ۳/۲

قَلْبَيْنِ: تثنیہ حالتِ نصب قَلْب واحد، دو دل۔ پ۲۱/۱۷

قُلْتُ: واحد متکلم ماضی معروف، قَوْل مصدر، میں نے کہا، پ۹/۹ (دیکھو قَالَ)

قُلْتَ: واحد مذکر حاضر ماضی معروف، پ۷/۹ تو نے کہا تھا، پ۸/۱ پ۱۵/۱۷ تو نے کہا۔

قُلْتُهُ: واحد متکلم ماضی معروف ہٗ ضمیر مفعول، میں نے کہا ہوگا یا میں نے کہا ہوتا، پ۷/۶

قُلْتُمْ: جمع مذکر حاضر ماضی معروف، تم نے کہا پ۱/۶،۷ پ۴/۸،۱۹ پ۶/۴ پ۶/۹ پ۱۰/۸ پ۱۱/۹ پ۲۵/۲۰

قُلْنَ: جمع مؤنث غائب ماضی معروف، ان عورتوں نے کہا۔ پ۱۲/۱۴،۱۷

قُلْنَ: جمع مؤنث حاضر امر معروف، تم بات کیا کرو۔ پ۲۲/۱

قُلْنَا: جمع متکلم ماضی معروف، ہم نے کہا، ہم نے حکم دیا، پ۱/۴،۶،۷،۸،۹ پ۲/۶ پ۹/۸ پ۹/۱۱،۱۸ پ۴/۱۴ پ۱۵/۶،۷،۱۲،۱۴،۱۹ پ۱۶/۱۲،۱۶ پ۱۷/۵ پ۱۹/۲ پ۲۰/۱۰ پ۲۱/۱۹ (دیکھو قَالَ)

قَلٰى: واحد مذکر غائب ماضی معروف، اسم مصدر، قِلیٰ بمعنی نفرت انتہائی بغض، باب ضرب قَلٰى يَقْلِي باب نصر قَلٰى يَقْلُو قُلُوّ کے معنی ہیں پھینک دینا، تابعل نفرت چیز یا دشمن کو دل اپنے اندر جگہ نہیں دیتا باہر نکال کر پھینک دیتا ہے اس نے تجھ سے نفرت (نہیں) کی (دیکھو اَلْقَالِيْنَ) پ۳۰/۱۸

اَلْقَلَمِ: واحد قلم اور فال نکالنے کا تیر، اَقْلَام جمع قَلْمٌ تراشنا، قَلَّمَ کسی سخت چیز کو تراشنا، آیات میں قلم لکھنے کا آلہ مراد ہے، پ۳/۱۲ پ۲۹/۲ پ۳۰/۲۱

قُمْ: واحد مذکر حاضر امر معروف، کھڑا ہو جا، تیار ہو جا، پ۲۹/۱۴،۱۵ (دیکھو قائم و قَائِمٌ)

قُمْتُمْ: جمع مذکر حاضر ماضی معروف تم کھڑے ہوئے جب تم نماز کو کھڑے ہو یعنی نماز ادا کرنے کا ارادہ کرو۔ (دیکھو قائم اور قَائِمٌ) پ۶/۶

اَلْقَمَرَ: واحد حالتِ نصب اَقْمَار جمع، تیسری تاریخ سے (قاموس) یا تیسری تاریخ کے بعد والی رات سے

آخر ماہ تک کا چاند (راغب) قَمَرًا: چاندنی قَمَرَ
جوئے میں غالب آنا، جیت جانا (باب نصر وضرب)
چاند کی روشنی بھی ستاروں کی روشنی پر غالب ہوتی
ہے، شاید قمر کی وجہ تسمیہ یہی ہو (المفردات)
باب سَمِعَ سے قَمِرَ السِّقَاءُ کے معنی ہیں مشکیزہ چاندنی
کی وجہ سے خراب ہوگیا قَمِرَ الْكَلَأُ گھاس بہت
ہوگئی قَمِرَ الرَّجُلُ چاندنی کی وجہ سے آنکھوں
سے نیند اڑ گئی، برف کی سفیدی کی وجہ سے آنکھیں
خیرہ ہوگئیں۔ ۷/۱۵،۱۸ ۸/۱۴ ۱۱/۹ ۱۲/۱۱ ۱۳/۷،۱۷ ۱۴/۸ ۱۷/۳
۲۱/۱۲ ۲۲/۱۴ ۲۳/۱۲،۱۵ ۲۹/۹

اَلْقَمَرُ: معرفہ، حالتِ رفع، تیسری تاریخ سے
آخر ماہ تک کا چاند، ۷/۹ ۲۴/۱۹ ۲۷/۸،۱۱ ۲۹/۷ دو جگہ

اَلْقَمَرِ: معرفہ، حالتِ جر، ۹/۱۲ ۳۰/۱۶

قَمَرًا: نکرہ، حالتِ نصب، چاند، ۱۹/۶

قَمْطَرِيْرًا: مصیبت اور رنج کا بہت طویل دن
(یعنی روزِ قیامت) اصل محاورے میں قَمْطَرَتِ النَّاقَةُ
اس وقت بولا جاتا ہے، جب اونٹنی دم اٹھا کر
ناک چڑھا کر منہ بنا کر مکروہ شکل اختیار کر لے،
اس معنی کی مناسبت سے ہر مکروہ برے رنج وہ
دن کے لئے استعمال ہونے لگا، اسد بن ناعصہ
کا قول ہے ؎

وَاصْطَلَيْتُ الْحُرُوْبَ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ
بَاسِلِ الشَّرِّ قَمْطَرِيْرِ الصَّبَاحِ

اصل مادہ قطر ہے میم زائد ہے (معجم القرآن) ۲۹/۱۹

اَلْقُمَّلَ: غلہ کو کھا جانے والا کیڑا، چھوٹی جانور
کے بدن میں گھس جانے والی کیلی (چچڑی) معجم،
مختار الصحاح میں ہے کہ قُمَّل چچڑی ہی کی جنس
میں سے ہوتی ہے لیکن چچڑی سے چھوٹی ہوتی
ہے، امام راغب نے قُمَّل کے معنی لکھے ہیں،
چھوٹی مکھیاں اور قُمَّلٌ کے معنی جوئیں، رَجُلٌ
قَمِلٌ وہ آدمی جس کے جوئیں پڑ جائیں، صاحب
قاموس نے لکھا ہے:

"چھوٹی سے پر کی ٹڈی، سرخ پر والا کیڑا چچڑی
کی طرح ایک کیڑا، بدبودار ٹڈی"

صاحب منتہی الارب نے لکھا ہے قُمَّل کو جوئیں
کہنا غلط ہے۔ ۹/۶

قَمِيْصَهٗ: قمیص مفرد مضاف ہ مضاف الیہ
قُمُصٌ، اَقْمِصَةٌ اور قُمْصَانٌ جمع، سوتی کرتہ اونی
کپڑے کے کرتہ کو قمیص نہیں کہا جاتا (قاموس)
قمیص عموماً مذکر ہے کبھی مؤنث بھی مستعمل ہے قمیص
اور قموص اس گھوڑے کو بھی کہتے ہیں جس کا سوار
ملتا جلتا رہے جم کر نہ بیٹھ سکے قمیص سے

افعال باب ضرب اور نصر سے آتے ہیں جس کے معنی ہوتے ہیں کرتہ پہننا اور باب تفعیل سے قمیص پہنانے کے معنی ہوتے ہیں، ایک حدیث میں آیا ہے اِنَّ اللّٰهَ سَيُقَمِّصُكَ قَمِيْصًا اللہ تجھے ایک کرتہ پہنائے گا (خلافت دے گا)، مجمع البحار

پ۲۲/۱۴ دو جگہ

قَمِيْصَهٗ: اس کے قمیص کو، پ۱۲/۱۳ دو جگہ

قَمِيْصِهٖ: قمیص مجرور مضاف، اس کے قمیص پر، پ۱۲/۱۲

قَمِيْصِيْ: قمیص مضاف ی مضاف الیہ، میرا کُرتہ۔ پ۱۳/۴

قِنَا: قِ نَا، قِ واحد مذکر حاضر امر معروف، نا ضمیر جمع متکلم مفعول، وِقَايَةٌ اور وِقَاءٌ مصدر، ہم کو بچا، محفوظ، وِقَايَةٌ کے معنی ہیں دکھ دینے والی، ضرر رساں چیز سے بچانا (باب ضرب) ماضی مضارع وَقٰی يَقِيْ۔ قِ اصل میں اِوْقِ تھا۔ پ۲/۹ پ۳/۱۰ پ۴/۱۱

قُوْا: جمع مذکر حاضر امر معروف، اصل میں اِوْقِيُوْا تھا، بچاؤ، ایسے اعمال اختیار کرو کہ دوزخ سے اپنے کو بھی بچالو اور اپنے متعلقین کو بھی۔ پ۲۸/۱۹

اَلْقَنَاطِيْرِ: جمع، اَلْقِنْطَارُ واحد، ڈھیر، دولت، انبار، کثیر مال، قنطار کی لفظی ساخت بلندی کے مفہوم کو چاہتی ہے اسی لئے بڑے پُل اور اونچی عمارت کو قَنْطَرَةٌ کہتے ہیں (قاموس) مال کو ایک جگہ جمع کرکے اگر ڈھیر لگا دیا جائے تو وہ بھی اونچا ہو جائے گا، اسی مناسبت سے قنطار کے معنی کثیر مال ہو گئے لیکن کثرتِ مال کی عدد دکیا ہونی چاہئیں جس کو قنطار کہا جاسکے اس میں گزشتہ اہلِ لغت کا اختلاف ہے، مختلف اقوال ہیں اور ہر ایک کا کوئی نہ کوئی ماخذ ہے مثلاً ۱۲۰۰ اوقیہ سونا یا ہزار اوقیہ سونا یا ہزار دینار یا بارہ سو دینار یا ستر ہزار دینار یا اسی ہزار دینار یا سو رطل سونا یا سو رطل چاندی یا گائے کی کھال بھر سونا یا چاندی۔ یہ سب اقوال قدیمہ ہیں، آجکل عربی اوزان میں سو رطل وزن کا نام قنطار ہے (معجم) آیت میں علمائے تفسیر نے مالِ کثیر مراد لیا ہے۔ پ۳/۱۰

قِنْطَارٍ: واحد، حالت جر، قَنَاطِيْرُ جمع، مالِ کثیر، پ۳/۱۶

قِنْطَارًا: واحد، حالتِ نصب، قَنَاطِيْرُ جمع مالِ کثیر، پ۴/۱۴

قَنَطُوْا: جمع مذکر غائب ماضی معروف، قُنُوْطٌ مصدر وہ ناامید ہو گئے۔ صاحب تاج المصادر نے

اگرچہ صراحت کی کہ قنوط سے وزنِ فعل علاوہ کرُمَ کے تمام ابوابِ مجرد سے آتا ہے (دیکھو تَقْنَطُوْا) لیکن دوسرے عام اہلِ لغت کے نزدیک بابِ کرُمَ سے بھی اس کے افعال کا استعمال ثابت ہے قَنِطٌ اور قَنُوْطٌ صفت کے صیغے ہیں اور قَانِطٌ اسم فاعل ہے (دیکھو مزید القانطین) ۵/۱۴

قَنُوْطٌ: صیغہ مبالغہ۔ بالکل ناامید، بے آس؛ ۲۵/۱

قِنْوَانٌ: جمع قِنْوٌ مفرد۔ قِنْوَانِ تثنیہ، کھجوروں کے گچھے۔ امرء القیس کا قول ہے وَمَالَتْ بِقِنْوَانٍ مِنَ الْبُسْرِ اَحْمَرَا شاخیں کھجوروں کے گچھوں کے بوجھ سے جھک گئیں۔

قِنْوَۃٌ اور قُنْوَۃٌ اور قِنْیٌ بھی خوشے کو کہتے ہیں۔ اَقْنَاءٌ جمع، قِنْوَۃٌ کی جمع قِنْوَانٌ اور قِنْیَانٌ بھی آئی ہے، عرب کے مالدار ہونے کی علامت کھجوروں کی کثرت تھی، نخلستان انکی مال داری کا جزوِ اعظم تھے، اس مناسبت سے قِنْیٌ کے معنی مال دار ہونے اور خوش ہونے کے ہو گئے خواہ کسی ذریعے سے مال و مسرت کا حصول ہو، ایک کہاوت مشہور تھی مَنْ اُعْطِیَ مِاَۃً مِنَ الْمَعْزِ فَقَدْ اُعْطِیَ الْقِنٰی وَمَنْ اُعْطِیَ مِاَۃً مِنَ الْاِبِلِ فَقَدْ اُعْطِیَ الْمُنٰی جس کو سو بکریاں مل گئیں، اس کو دولت مل گئی اور جس کو سو اونٹ مل گئے اس کی تو سب مرادیں ہی پوری ہو گئیں (لسان) ۶/۱۸

قَوَارِیْرَ: جمع قَارُوْرَۃٌ واحد، شیشہ، شیشے کا برتن گلاس ہو یا صراحی یا کچھ اور، چاندی کے قواریر ہونے کا یہ مطلب ہے کہ چاندی کی طرح سفیدی اور شیشے کی طرح صفائی ان برتنوں میں ہو گی، ۱۹/۱۸ میں شیشے مراد ہیں اور ۲۹/۱۹ میں دونوں جگہ شیشے کے برتن چاندی کی طرح سفید۔

اَلْقَوَاعِدُ: جمع، اَلْقَاعِدُ واحد، وہ عمر رسیدہ عورتیں جو نکاح حمل اور حیض کے قابل نہ رہی ہوں۔ امامِ راغب نے المفردات میں اس معنی میں قواعد کو قَاعِدَۃٌ کی جمع قرار دیا ہے مگر یہ صراحتِ لغت، اور لغائز کے خلاف ہے، قاموس، تاج، صحاح وغیرہ میں قواعد بمعنی مذکور کو قَاعِدٌ کی جمع لکھا ہے جس طرح حوامل حامل کی جمع ہے حاملۃ کی نہیں، اسی طرح عورت کیلئے حائض بولتے ہیں جو صفات عورتوں کے لئے مخصوص ہیں ان میں تاء ذکر کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ مرد سے اشتباہ ہی نہیں ہوتا جو تاء کو ذکر کر کے

رفع اشتباہ کیا جائے، شاید امام کو اس لفظ قواعد سے التباس ہو گیا ہے جس کے معنی بنیادوں کے یا ہودے کی لکڑیوں کے ہیں اس کا مفرد ضرور قَاعِدَۃٌ ہے صاحب معجم القرآن نے بھی اس کو اَلْقَاعِدَ کی جمع لکھا ہے۔ ۱۸/۱۴

اَلْقَوَاعِدَ ۱۵/۲ } جمع، اَلْقَاعِدَۃُ واحد۔
اَلْقَوَاعِدِ ۱۶/۱۴ } بنیادیں یعنی دیوار کا وہ ابتدائی حصہ جو سطح زمین سے شروع ہو کر کچھ اوپر آجاتا ہے جس پر پوری عمارت قائم ہوتی ہے جس چیز پر کسی چیز کا قعود یعنی قیام ہو وہ قاعدہ ہے مثلاً قَاعِدَۃُ الْمَلِکِ تخت گاہ، قَاعِدَۃُ الْھَوْدَج ہودے کی چوطرفہ لکڑیاں جن پر ہودج قائم ہوتا ہے۔

قَوَامًا: اسراف اور بخل کے درمیان حد اوسط معتدل، جس سے نہ اپنی تباہی ہو نہ دوسرں کی قوام اور قیام اس چیز کو کہتے ہیں جس سے کسی شے کی بقاء اور درستگی ہو یعنی درستی اور بقاء کا سہارا۔ ۱۹/۴

قَوَّامُوْنَ: جمع، مرفوع، قَوَّامٌ مفرد صیغہ مبالغہ سرپرست، مصلح، برتر، عورتوں پر مردوں کو برتری حاصل ہے عقل، علم، فہم، طاقت، نظم سب ہی

لحاظ سے عموماً مرد عورتوں سے برتر ہیں الا ماشاء اللہ اتفاق سے کوئی عورت اچھی تربیت اور تعلیم کی وجہ سے پہلوان ہو جائے یا روشن دماغ، تو بعض مردوں پر اس کو عارضی برتری حاصل ہو جاتی ہے پھر بھی سب مردوں سے کسی عورت کا افضل ہونا ممکن نہیں، فطری عقلی اور جسمی کمزوری میدان مسابقت میں اس کو پیچھے رکھتی ہے پھر عوارض فطریہ بھی عورت ہی کو ہوتے ہیں۔ حمل، وضع حمل، حیض وغیرہ، اسی وجہ سے نبوت، خلافت، امامت اور دینی و دنیوی قیادت کی چیزیں مردوں سے وابستہ کی گئیں، خلیفہ مامون عباسی کا شعر ہے ؎

فَاِنَّمَا اُمَّھَاتُ النَّاسِ اَوْعِیَۃٌ
مُسْتَوْدَعَاتٌ وَلِلْاٰبَاءِ اَبْنَاءُ

مائیں تو صرف ظروف ہیں جن کے اندر نطفہ کو امانۃً رکھ دیا جاتا ہے اولاد تو باپ کی ہوتی ہے، مفسر مدارک نے قوامون کا ترجمہ کیا ہے۔ مسلط، حاکم، آمر، ناہی، خازن، بیضاوی، معالم، مدارک وغیرہ میں مرد کی برتری کے لئے وجوہ ذیل ائمہ اجتہاد کے اقوال سے نقل کی ہیں عزم، دانش، طاقت، نماز روزہ کی تکمیل، نبوت

خلافت، امامت، اذان، خطبہ، جماعت اور جمعہ کا وجوب، حدود و قصاص میں شہادت، میراث کا دوگنا ہونا، میراث کا عصبہ ہونا، نکاح و طلاق کا مالک ہونا، نسب وغیرہ امام ابوحنیفہ کے قول پر تکبیراتِ تشریق کا وجوب بھی مردوں ہی کے لئے ہے۔ ۵/۴

قَوّٰامِیْنَ: جمع منصوب، قَوَّامٌ مفرد، اگرچہ صیغہ مبالغہ کا ہے لیکن اسم فاعل کے معنی ہیں، (سیوطی وخازن) ۱۳۵/۴ انصاف کے لئے کھڑے ہونے والے، ۸/۵ اللہ کے حقوق ادا کرنے کے لئے کھڑے ہونے والے (خازن) (مزید تشریح کے لئے دیکھو قَامَ)

قُوَّتِکُمْ: مفرد مجرور مضاف، کُمْ ضمیر جمع مخاطب مضاف الیہ، قُوًی جمع۔ تمہاری طاقت، قوت، رسّی کے بل کو بھی کہتے ہیں، اگر اس کے مشتقات باب نَصَرَ سے آتے ہیں تو غالب آنے کے معنی ہوتے ہیں، قَاوَیْتُہٗ میں لڑائی میں اس پر غالب آیا، اگر باب سَمِعَ سے آتے ہیں تو طاقتور ہونا، سخت بھوکا ہونا، مکان کا خالی ہونا، بارش کا رک جانا مراد ہوتا ہے، قَوِیَ وہ طاقتور ہو گیا یا سخت بھوکا ہو گیا، قَوِیَ الدَّارُ مکان خالی ہو گیا قَوِیَ الْمَطَرُ بارش رک گئی، کلامِ عرب میں قوت کا استعمال مختلف معانی کے لئے ہوتا ہے جن میں سے بعض کے لئے قرآن مجید میں بھی استعمال کیا گیا ہے۔ ۱ قدرت مضبوطی جیسے خُذُوْا مَآ اٰتَیْنٰکُمْ بِقُوَّۃٍ جو کچھ ہم نے تم کو دیا ہے اس کو مضبوطی اور کوشش کے ساتھ لے لو، ۲ بدن کی اندرونی طاقت جیسے مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّۃً ہم سے زیادہ طاقتور کون ہے فَاَعِیْنُوْنِیْ بِقُوَّۃٍ جسمانی طاقت سے میری مدد کرو (راغب) ۳ اندرونی قلبی طاقت جیسے یٰیَحْیٰی خُذِ الْکِتٰبَ بِقُوَّۃٍ اے یحییٰ قلبی طاقت کے ساتھ کتاب کو لے یعنی اس پر عمل کر ۴ جسم کے باہر سے حاصل کی ہوئی طاقت جیسے لَوْ اَنَّ لِیْ بِکُمْ قُوَّۃً کاش تمہارے مقابلہ کے لئے مجھے کوئی بیرونی طاقت حاصل ہوتی بعض اہلِ تفسیر نے اس جگہ قوت سے مراد لی ہے فوجی یا مالی طاقت (راغب) دوسری آیت میں آیا ہے نَحْنُ اُولُوْا قُوَّۃٍ ہم طاقت والے ہیں یعنی (جسمانی طاقت کے علاوہ) ہم کو فوجی جماعتی مالی ہر طرح کی طاقت حاصل ہے۔ ۵ الٰہی طاقت اللہ کی قدرت اِنَّ اللّٰہَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ اور کَانَ اللّٰہُ قَوِیًّا عَزِیْزًا اور اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّۃِ الْمَتِیْنُ

قوت کے ایک معنی استعداد و صلاحیت اور قابلیت بھی ہے، قرآن مجید میں اس معنی کے لئے استعمال نہیں کیا گیا، اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ ایک شخص میں قابلیت ہے صلاحیت ہے اگر چاہے تو کر سکتا ہے لیکن بالفعل اس کام میں مشغول نہیں ہے جیسے زَیْدٌ کَاتِبٌ بِالْقُوَّۃِ یعنی زید کو کتابت آتی ہے جب چاہے لکھ سکتا ہے، لکھنے پر قادر ہے لیکن اس وقت لکھنے میں مشغول نہیں ہے، دوسرے یہ کہ کسی کام کو صرف سیکھنے کی صلاحیت ہے، قابلیت ہے، بالفعل کسی کام کو کر نہیں سکتا، نہ کرنا جانتا ہے لیکن سیکھ سکتا ہے جیسے اَلْاِنْسَانُ کَاتِبٌ بِالْقُوَّۃِ یعنی اگرچہ ہر آدمی اس وقت لکھنے پر قادر نہیں، نہ ہر شخص لکھنا جانتا ہے نہ لکھ سکتا ہے لیکن دوسرے جانوروں کے مقابلے میں اس کو امتیازی حیثیت یہ حاصل ہے کہ اگر کتابت سیکھنا چاہے تو سیکھ سکتا ہے، سیکھنے کی استعداد اور صلاحیت ہر آدمی کو حاصل ہے، دوسرے جانور اس صلاحیت سے محروم ہیں۔ ۱۳/۵

قُوَّۃٍ: مجرور نکرہ، طاقت ۱/۱۱،۶ ۹/۱۱،۷ ۱۰/۴ ۱۴/۱۹ ۱۶/۳،۲ ۱۹/۱۸ ۲۱/۹،۲ ۳۰/۱۱،۶

قُوَّۃً: منصوب نکرہ، طاقت ۱۰/۱۵ ۱۳/۵،۷ ۱۵/۱۷ ۲۰/۱۱ ۲۱/۹ ۲۲/۱۲ ۲۴/۸،۱۴،۱۶ ۲۶/۶

اَلْقُوَّۃَ: منصوب معرف باللام۔ طاقت ۲/۴

اَلْقُوَّۃِ: مجرور معرف باللام، طاقت ۲۷/۲

اَلْقُوٰی: جمع، اَلْقُوَّۃُ واحد، طاقتیں۔ ۲۷/۵

قَوِیٌّ: صفت مشبہ نکرہ واحد مرفوع اَقْوِیَاءُ جمع، طاقتور، ۱۰/۳ ۱۷/۱۳،۱۷ ۱۹/۱۸ ۲۴/۸ ۲۷/۱۹ ۲۸/۳

قَوِیًّا: صفت مشبہ منصوب نکرہ مفرد، قوت والا۔ ۲۱/۱۹

اَلْقَوِیُّ: صفت مشبہ مرفوع معرفہ طاقتور، ۲۲/۶ ۲۰/۶

قُوْتِلْتُمْ: جمع مذکر حاضر ماضی مجہول مُقَاتَلَۃٌ مصدر باب مُفَاعَلَۃٌ (اگر) تم سے لڑائی کی گئی۔ ۲۸/۵

قُوْتِلُوْا: جمع مذکر غائب ماضی مجہول مُقَاتَلَۃٌ مصدر باب مُفَاعَلَۃٌ (اگر) ان سے لڑائی کی گئی ۲۸/۵،

(دیکھو قَاتِلُوْا اور قتل)

قَوْسَیْنِ: تثنیہ، قَوْسٌ واحد۔ دو کمانیں قوس اگرچہ جامد ہے لیکن اس سے مصدر اور مصدر سے افعال بنا لئے گئے ہیں۔ باب تفعیل اور تفعل سے عموماً اس کے مشتقات آتے ہیں، تَقَوَّسَ جھک جانا، کبڑا ہو جانا قَوَّسَ الشَّیْخُ وَتَقَوَّسَ بوڑھا کبڑا ہو گیا قَوَّسْتُ الْخَطَّ میں نے منحنی لکیر کھینچی ثلاثی مجرد میں باب سَمِعَ سے اس کا استعمال ہوا ہے

قَوِّس وہ کھڑا ہوگیا۔ ۲۷/۵

اَلْقَوْلُ: مصدر اور حاصل مصدر، حکم، وعدہ، بات (مفصل تشریح کے لئے دیکھو قَالَ) ۱۲/۴، ۱۵/۲، ۱۸/۲، ۲۲/۱۰ حکم، ۳۰/۲،۳،۱۰، ۲۱/۱۵ وعدہ، حکم، ۲۳/۴ بات، حکم، ۲۲/۱۷، ۲۶/۲ حکم مراد عذاب۔

اَلْقَوْلِ: ۵/۱۳، ۶/۱، ۸/۱، ۹/۱۴، ۱۳/۱۱،۱۶، ۱۶/۱۰، ۱۷/۲،۷،۱۰، ۲۸/۱ بات، ۲۲/۱، ۲۶/۸،۱۳ بات کہنا۔

اَلْقَوْلَ: ۱۳/۸، ۱۴/۱۸، ۲۲/۱۰، ۲۳/۱۶ بات، ۱۴/۱، ۱۸/۴ بات یا واقعہ۔ ۲۰/۹ حکم۔

قَوْلُ: ۳/۴، ۲۶/۷ بات، ۳۰/۱۱ حکم۔

قَوْلِ: ۲۶/۱۰،۱۶ بات۔

قَوْلًا: ۱/۱۴، ۷/۱۲، ۵/۶، ۱۵/۳،۴، ۱۶/۲،۱۱،۱۳،۱۵، ۲۲/۶، ۲۳/۳، ۲۲/۱۹ بات، کلام، ۱/۶، ۹/۱۰ لفظ، ۲۹/۱۳ حکم۔

قَوْلُ: ۲۳/۶ بات، حکم، ۲۹/۱۵ کلام۔ ۲۹/۶، ۳۰/۶ اداءِ کلام۔

قَوْلَ: ۷/۱۰، ۱/۱۱، ۱۶/۵، ۱۸/۱۳، ۲۵/۷ بات، ۱/۱۱ (جھوٹی) بات کہنے (سے)

قَوْلِ: ۲۹/۶ دو جگہ، ۳۰/۶ کلام۔

قَوْلِكَ: قولِ مجرور مضاف کَ ضمیر خطاب مضاف الیہ، تیرے حکم ۱۲/۵

قَوْلُهٗ: قولُ مرفوع مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب، مضاف الیہ، اس کی بات ۲/۹ اس کا حکم ۶/۱۵۔

قَوْلُكُمْ: قولُ مضاف مرفوع کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ۔ تمہاری بات۔ ۲۱/۱۷

قَوْلَكُمْ: قولَ منصوب مضاف کُمْ مضاف الیہ تم اپنی بات کو۔ ۲۹/۱

قَوْلُهُمْ: قولُ مرفوع مضاف ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ ان کی بات ۱/۱۱، ۱۱/۱۲، ۱۳/۷، ۱۳/۴

قَوْلَهُمْ: قولَ منصوب مضاف ہُمْ مضاف الیہ ان کا کہنا ۶/۶۔

قَوْلِهِمْ: قولِ مجرور مضاف ہِمْ مضاف الیہ ۱/۱۴، ۶/۲ دو جگہ ۲۸/۱۳ کلام ۶/۲ یعنی وَ قَوْلِهِمْ عَلٰی مَرْيَمَ میں مراد افتراء، ۶/۱۳ کہنا۔

قَوْلِهَا: قولِ مجرور مضاف ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب۔ اس کی بات (سے) ۹/۱۷۔

قَوْلُنَا: قولُ مضاف نَا مضاف الیہ ہمارا قول ۲۰/۱۱

قَوْلِيْ: قولِ مضاف یْ ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ، میرا قول، ۱۶/۱۱،۱۴

قُوْلُوْا: جمع مذکر حاضر امر معروف، کہو ۱/۱۰،۱۲،۱۳،۱۶، ۷/۱۵، ۷/۱۲، ۹/۱۰، ۱۳/۴، ۲۱/۱، ۲۲/۶، ۲۶/۱۵

قُوْلِیْ: واحد مؤنث حاضر امر معروف، تو کہہ دینا ۱۶/۵

اَلْقَوْمُ: اسم، جمع، صرف مردوں کا گروہ، ایک شاعر کا

قول ہے اَقَوْمٌ آلُ حِصْنٍ اَمْ نِسَاءٌ یعنی خاندان حصن والے کیا مرد ہیں یا عورتیں۔ عورتوں کی جماعت کو قوم نہیں کہتے (راغب) قرآن مجید میں بھی اس کا ثبوت موجود ہے، آیت میں آیا ہے لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓی اَنْ یَّکُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓی اَنْ یَّکُنَّ خَیْرًا مِّنْهُنَّ مرد مردوں سے مذاق نہ کریں، ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں کا مذاق بنائیں، ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔

لیکن اگر ذیلی طور پر عورتوں کو قوم میں داخل کر دیا جائے تو بعض اہلِ لغت نے اس کی اجازت دی ہے۔ آیتِ مذکورہ میں چونکہ نساء کے مقابلے میں لفظِ قوم آیا ہے اس لئے قوم سے مرد مراد ہیں، دوسری آیات میں عموماً قرآنی سیاق سے ثابت ہوتا ہے کہ عورتیں بھی ذیلی طور پر الفاظِ قوم میں داخل ہیں۔ ہر پیغمبر نے یا قوم کہہ کر براہِ راست مردوں کو خطاب کیا اور بالواسطہ عورتوں کو اور نزولِ عذاب جس طرح نافرمان منکر مردوں پر ہوا اسی طرح عورتوں پر بھی ہوا۔ مؤلف) چونکہ اسم جمع آدمیوں کی جماعت کے لئے ہو اس کا استعمال بطور تذکیر بھی جائز ہے اور بطور تانیث بھی اس لئے قوم مذکر بھی مستعمل ہے اور مؤنث بھی (قاموس لسان) قرآنِ مجید میں کَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ (کذب فعل مذکر) بھی آیا ہے اور کَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ بھی، (مؤلف)

قوم کی جمع اقوام ہیں اور جمع الجمع اَقَاوِم اَقَائِم اور اَقَاوِیْم ہے (قاموس)

لفظِ قوم کی تصغیر قُوَیْمٌ ہے اس کے آخر میں تا نہیں آتی کیونکہ آدمی کے علاوہ دوسروں کے لئے جو الفاظ آتے ہیں صرف ان کی تصغیر میں تا کا لانا جائز ہوتا ہے (مفصل زمخشری و شافعیہ ابن حاجب)

قِیَامٌ اور قَامَةٌ کی طرح قَوْمٌ مصدر بھی ہے (باب نصر) کھڑا ہونا۔ قَوْمَةٌ ایک بار کھڑا ہونا قَوْمَةُ الْاِنْسَانِ قَدُّہٗ اسی طرح قَوْمِیَّةُ الْاِنْسَانِ قَدُّہٗ قَدِّ نَیِّمٌ سیدھا، درست، خوش قامت آدمی، لفظ قام کے مختلف استعمال دکھا کر مختلف معانی کی تشریح ہم باب القاف فصل الف میں بہت کچھ کر چکے ہیں اس جگہ چند استعمال مزید نقل کرتے ہیں قَامَتِ الْمَرْاَةُ تَنُوْحُ عورت نے نوحہ کرنا شروع کیا۔ قَامَ الْاَمْرُ کام ٹھیک گیا قَامَ الرَّجُلُ الْمَرْاَةَ یا عَلَی الْمَرْاَةِ مرد نے عورت کی ضروریات

پوری کرنے کا ذمہ لے لیا۔ قَامَتِ السُّوْقُ بازار پُررونق ہوگیا، خوب بھر گیا یا نیچے گر گیا، قَامَ الشَّیْءُ بِکَذَا فلاں چیز مجھے اتنے میں پڑی، ان سب کا مادہ قَوْمٌ ہے (تاج وصحاح)

قرآن مجید میں قوم کا استعمال دو معنی کے لئے ہوا ہے ۱؎ عام گروہ اور جماعت۔ لوگ۔ ایک نسل اور ایک وطن سے تعلق رکھنے والی ہو یا نہ ہو عموماً ایسا استعمال اس وقت ہوا ہے جب خطابی طور پر قوم کا لفظ نہ استعمال کیا گیا ہو، یہ استعمال بہت زیادہ ہے۔ ۲؎ ایک نسب یا وطن سے تعلق رکھنے والی جماعت۔ ایسا صرف اس تقدیر ہوا ہے جہاں پیغمبروں نے اپنے ہم وطنوں یا نسلی اشتراک رکھنے والوں کو خطاب کیا یا بغیر حرفِ ندا کے ان سے کچھ کہا ہے مثلاً یَاقَوْمِ یا قَالَ لِقَوْمِہٖ وغیرہ۔ ۹/۲،۱۲ ۱۳/۴ ۲۶/۴۔

اَلْقَوْمَ: حالتِ نصب، ۳/۳،۴،۸ ۴/۵ ۶/۱۲ ۷/۴
۸/۴ ۹/۶ ۱۰/۹،۱۱،۱۶ ۱۱/۲،۷ ۱۴/۲۰ ۱۹ ۲۰/۸ ۲۶/۱،۳ ۲۸/۹ دو جگہ
۲۸/۱۱،۱۳ ۲۹/۵

اَلْقَوْمِ: مجرور معرفہ، ۲/۱۷ ۳/۸ ۴/۶ ۵/۸،۱۲ ۶/۸ دو جگہ
۷/۱،۱۱،۱۴،۱۵ ۸/۵،۱۲ ۹/۸ دو جگہ ۱۱/۱،۴ ۱۲/۴ ۱۳/۶ ۱۴/۱۳
۱۶/۱۳ ۱۷/۶ ۱۸/۲،۹ ۱۹/۲ ۲۰/۵،۶،۱۵ ۲۸/۱۱،۲۰

قَوْمٌ: مرفوع نکرہ، ۶/۹،۱۳ ۸/۱۷ ۹/۶ ۱۰/۵،۷،۱۳
۱۱/۵ ۱۴/۱،۵ ۱۸/۱۶ ۱۹/۱۹ دو جگہ ۲۰/۱ ۲۲/۱۹ ۲۵/۱۲،۱۳،۱۴
۲۶/۱۴،۱۹ ۲۷/۲،۴ ۲۸/۵ دو جگہ۔

قَوْمٍ: مجرور نکرہ۔ ۲/۴،۱۳ ۴/۳ ۵/۹،۱۰ دو جگہ ۶/۵،۱۰
۶/۱۱،۱۲،۱۳ ۷/۱۸،۱۹ ۸/۲،۳،۱۱،۱۳ ۹/۲،۱۳،۱۴ ۱۰/۳ دو جگہ ۹
۱۱/۶،۸،۱۲ ۱۲/۱۵ ۱۳/۷ دو جگہ ۸ دو جگہ ۱۴/۸،۹ دو جگہ ۱۲
۱۴/۱۷ دو جگہ ۱۶/۲ ۱۸/۳ ۱۹/۱۸،۱۹ ۲۰/۳،۴،۱۶ ۲۱/۱،۶،۷
۲۴/۲،۱۵ ۲۵/۱۷،۱۸ دو جگہ ۲۶/۱۰،۱۴ ۲۷/۱

قَوْمًا: منصوب نکرہ، ۳/۱۴ ۶/۸ ۷/۱۶ ۸/۱۵ ۹/۶،۱۱
۱۰/۸،۱۲،۱۳ ۱۱/۳،۱۳ ۱۲/۳،۵،۱۲ ۱۶/۲ دو جگہ ۱۷/۲،۹ ۱۸/۳،۶،۱۷
۱۹/۱۶ ۲۰/۷،۸ ۲۱/۱۴ ۲۲/۱۸ ۲۳/۶ ۲۵/۷،۱۱،۱۴،۱۹،۲۰ ۲۶/۳،۸
۲۶/۱۰،۱۳ ۲۷/۱ ۲۸/۳ دو جگہ ۸

قَوْمُ: مضاف مرفوع معرفہ، ۹/۸ ۱۲/۸ ۱۷/۱۳ تین جگہ
۱۹/۱۰،۱۳ ۲۳/۱۰ دو جگہ ۲۴/۶ ۲۵/۱۵ ۲۷/۸،۹

قَوْمِ: منصوب بصورتِ جر، معرفہ، یہ لفظ اصل میں قَوْمِیْ تھا اور اس سے پہلے حرفِ ندا محذوف ہے یعنی یَاقَوْمِیْ اے میری قوم ۱/۶ ۶/۸ دو جگہ ۱۵ ۷/۱۵
۸/۳،۱۵ دو جگہ ۱۶ ۸/۱۷ تین جگہ ۸/۱۸ دو جگہ ۹/۱ ۱۱/۱۳
۱۲/۳ تین جگہ ۵ تین جگہ ۶ تین جگہ ۷، ۸، ۱۰ چھ جگہ
۱۶/۱۳،۱۴ ۱۸/۲ ۲۴/۱،۹، [illegible]، [illegible]، [illegible]، ۱۰ تین جگہ ۲۷ ۲۸/۹
۲۹/۹

قَوْمِ : مجرور مضاف ان تمام آیات میں قوم حالت جر میں ہے اور اسم ظاہر کی طرف مضاف ہے ۹/۱۴،۵،۱۰ ۱/۱۵ دو جگہ ۱۲/۱۲ ۱۳/۱۴ ۲۰/۱۱ ۲۴/۹

قَوْمَ : منصوب مضاف ۱۱/۱۵ ۱۳/۸ تین جگہ ۱۷/۶،۵ ۱۹/۶،۲ ۲۵/۱۴ ۲۷/۱،۷

قَوْمُكَ : مرفوع مضاف کَ ضمیر مخاطب مذکر، مضاف الیہ تیری قوم ۷/۱۴ ۱۲/۴ ۲۵/۱۲

قَوْمَكَ : منصوب مضاف کَ ضمیر مخاطب مذکر، مضاف الیہ تیری قوم کو۔ ۸/۱۵ ۹/۷ ۱۳/۱۳ ۱۲/۱۳ ۲۹/۹

قَوْمِكَ : مجرور مضاف کَ ضمیر مخاطب مذکر مضاف الیہ تیری قوم (سے) ۱۱/۴ ۱۶/۱۳ تیری قوم کیلئے ۲۵/۱

قَوْمِكُمَا : مجرور مضاف کُمَا ضمیر تثنیہ مخاطب مضاف الیہ، تم دونوں کی قوم۔ ۱۱/۱۴

قَوْمُنَا : مرفوع مضاف نَا ضمیر متکلم مضاف الیہ ۱۵/۱۴

(یا) **قَوْمَنَا** : منادیٰ مضاف منصوب نا ضمیر متکلم مضاف الیہ۔ اے ہماری قوم۔ ۲۶/۴

قَوْمِنَا : مجرور مضاف نا ضمیر متکلم مضاف الیہ (ہمارے اور) ہماری قوم کے (درمیان) ۹/۱

قَوْمُهٗ : مرفوع مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ، اس کی قوم۔ ۷/۱۵ ۹/۶،۱۰ ۱۲/۷

قَوْمَهٗ : منصوب مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ، ۹/۹ (اس نے اپنی) قوم میں سے ۱۲/۹ اپنی قوم کا، ۱۶/۱۳ ۲۵/۱۱ ۲۶/۲ اس کی قوم کو۔

قَوْمِهٖ : مجرور مضاف ہٖ ضمیر واحد مذکر مضاف الیہ ۱/۶،۷،۸ ۷/۸ ۸/۱۷،۱۸ ۱۱/۱۳ ۱۳/۱۴ ۱۷/۵ ۱۹/۹ ۱۹/۱۹ ۲۰/۱۴ ۲۳/۷،۸ ۲۵/۹ ۲۶/۹ سے۔

۸/۱۵،۱۶ ۸/۱۷،۱۸ ۹/۱ دو جگہ ۹/۵ ۱۱/۱۴ ۱۴/۲،۳ ۱۲/۴

۱۸/۱،۲ ۱۶/۳ ۲۵/۱۱، قوم میں سے۔

۹/۸ ۱۲/۳،۴ ۱۸/۲،۳ ۱۹/۱۶ ۲۹/۹ قوم کی جانب۔

۱۸/۱۷،۱۸ اس کی قوم کا (جواب)، ۲۰/۱۵ اس کی قوم کا۔

۷/۱۶ ۱۶/۴ ۲۰/۱۱، ۲۳/۱ اس کی قوم پہ۔

قَوْمَهَا : منصوب مضاف ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ، اس کی قوم کو ۱۶/۵ ۱۹/۱۷

قَوْمَهُمْ : منصوب مضاف ھُم ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ ان کی قوم کو ۹/۹ دو جگہ ۱۱/۴ ۱۳/۱۷ ۱۹/۱۹

قَوْمِهِمْ : مجرور مضاف ھم ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ، ان کی قوم (سے) ۱۱/۱۴ ۲۷/۸

قَوْمُهُمَا : مرفوع مضاف ھُمَا ضمیر تثنیہ غائب مضاف الیہ، ان دونوں کی قوم، ۱۸/۳

قَوْمَهُمَا : منصوب مضاف ھُمَا ضمیر تثنیہ غائب مضاف الیہ، ان دونوں کی قوم کو ۲۳/۸

قَوْمِیْ: قوم مضاف ی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ۔ میری قوم 9/7، 19/1،2، 23/1، 29/9

قِهِمْ: قِ هِمْ، قِ واحد مذکر حاضر امر معروف۔ هم ضمیر جمع مذکر غائب، مصدر وِقَایَةٌ۔ قِ اصل میں اِوْقِیْ تھا۔ (دیکھو قِنَا) ان کو بچا، ان کو محفوظ رکھ، 24/6

اَلْقَهَّارُ: صیغہ مبالغہ مرفوع۔ ایسا زبردست غالب جس کے مقابلے میں سب ذلیل ہیں، مصدر قَهْرٌ ماضی قَهَرَ مضارع یَقْهَرُ (باب فتح) (دیکھو تَقْهَرْ اور القاهر اور قاهرون) 12/15، 13/8، 23/14،15

اَلْقَهَّارِ: صیغہ مبالغہ مجرور بمعنی مذکور 13/19، 24/7

قَیَّضْنَا: جمع متکلم ماضی معروف تَقْیِیْضٌ مصدر باب تفعیل قَیْضٌ مادہ، قیض کے معنی ہیں انڈے کا بالائی چھلکا، چھلکا انڈے کے ساتھ چپاں ہوتا ہے اس مناسبت سے تَقْیِیْضٌ کے معنی ہوئے ساتھ لگا دینا، پیچھے لگا دینا، لازم کر دینا، چمٹا دینا، مسلط کر دینا یعنی ہم نے ان کے ساتھ لگا دیا، چمٹا دیا، لازم کر دیا، مسلط کر دیا، قَیْضٌ بدل اور عوض کو بھی کہتے ہیں، بَیْعُ مُقَایَضَة اسی سے ہے یعنی سامان کا سامان سے تبادلہ، قیمت کسی طرف سے نہ ہو، 24/17

قِیْعَةٍ: جمع قَاعٌ واحد، قِیْعٌ اور قَاعٌ ہموار زمین (راغب) ہموار۔ نرم۔ وسیع میدان (قاموس) ایسا وسیع میدان جس پر سورج کی کرنیں پڑتی ہیں تو ریت کے ذرے پانی کی طرح معلوم ہوتے ہیں۔ (معجم) بعض نے قِیْعَةٌ کو مفرد کہا ہے (منتہی الارب) (دیکھو قاعًا) 18/11

قِیْلَ: واحد مذکر غائب ماضی مجہول، اصل میں قُوِلَ تھا۔ قَوْلٌ مصدر، ماضی معروف قَالَ (دیکھو قَالَ) یہ صیغہ اگرچہ ماضی کا ہے لیکن جس جگہ حرف شرط کے بعد آیا ہے وہاں مضارع کا ترجمہ کیا جائے گا، کہیں حال کا، کہیں استقبال کا، کہا گیا، کہا جاتا ہے، کہا جائے گا۔ 1/2،6،17، 2/5،9، 4/8، 5/6،7، 7/4، 9/10، 10/12،13، 11/10، 12/4، 14/9،10، 18/10، 19/3،17، 19/9،18، 20/10، 21/14،15، 23/1،2،6،17، 24/5،12،19، 25/20، 27/1،13، 28/2،13،20، 29/2،17،22۔

قِیْلًا: اسم مصدر، قِیْلٌ قَوْلٌ کا ہم معنی ہے کلام بات (راغب) بعض اہل لغت نے دونوں میں فرق قائم کیا ہے ۱۔ قَوْلٌ کلمۂ خیر کو اور قَالٌ قِیْلٌ اور قَالَةٌ کلمۂ شر کو کہتے ہیں۔ ۲۔ قَوْلٌ مصدر ہے اور قِیْلٌ اسم مصدر، ایک محاورہ ہے کَثُرَ الْقِیْلُ وَ الْقَالُ، بات چیت بہت ہوگئی۔ قرآنی استعمال کے لحاظ سے دونوں میں کوئی فرق نہیں قِیْلٌ کا

استعمال مقام خبر میں بھی کیا ہے جیسے اِلَّا قِیْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا اور اَقْوَمُ قِیْلًا اور قول کا استعمال بمعنی اسم مصدر (بات اور کلمہ) بھی بکثرت کیا ہے جیسے قَوْلُ الْحَقِّ الَّذِیْ فِیْہِ یَمْتَرُوْنَ ۱۵/۵ ۱۴/۲۷ ۱۲/۲۹

قِیْلِہٖ ۱ : قِیل مصدر مجرور مضاف ہٖ مضاف الیہ (قراءت حمزہ و عاصم) قیل کے معنی قول اس صورت میں مطلب دو طرح ہوگا، (۱) اللہ ہی کو علم قیامت ہے اور رسول اللہ کے قول کا بھی علم اللہ کو ہے۔ (۲) واؤ قسم کے لئے ہے اور جواب قسم محذوف ہے یعنی قسم ہے رسول اللہ کے اس قول کی میں ان لوگوں کے ساتھ جو چاہوں گا کروں گا، یا قسم ہے رسول اللہ کے یا رب کہہ کر پکارنے کی یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔ اس صورت میں جوابِ قسم مذکور ہوگا یعنی یہی آخری جملہ۔ مؤخر الذکر قول زمخشری کا ہے (کشاف) بعض قراءتوں میں قِیْلَہٗ لام کے نصب کے ساتھ آیا ہے اس صورت میں قِیْلَہٗ مفعول مطلق ہوگا اور فعل ناصب محذوف ہوگا (محلی فی الجلالین و خطیب فی سراج المنیر) ۱۳/۲۵

قِیَامٌ : جمع مرفوع، قَائِمٌ واحد، کھڑے ہونے والے، (راغب) ۴/۲۴

قِیَامًا : مصدر بھی ہے (باب نصر) جس کے معنی ہیں کھڑا ہونا، بیٹھے سے اٹھنا، اور اس چیز کو بھی قِیَامٌ اور قِوَامٌ کہتے ہیں جس سے کسی شے کی بقا وابستہ ہو یا درستی ہوتی ہو (مال کو قیام آخری معنی کے لحاظ سے کہا گیا ہے) اور قَائِمٌ کی جمع بھی ہے کھڑے ہونے والے، ۴/۳ ۱۱/۵ ۴/۱۹ کھڑے ہونے والے، کھڑے ہونے کی حالت میں، ۱۲/۳ ۳/۷ درستی کا ذریعہ۔

قِیَامٍ : مصدر مجرور کھڑا ہونا، بیٹھے سے اٹھنا ۱/۲۷

اَلْقَیِّمُ : صیغہ صفت مفرد مذکر مرفوع، عام طور پر اہل تفسیر نے اس کا ترجمہ کیا ہے، درست ٹھیک سیدھا لیکن راغب نے لطیف توجیہ کی ہے یعنی ایسا دین جو معاش و معاد اور دنیا و آخرت کو درست کرنے والا ہے، گویا امام راغب کے نزدیک قَیِّمٌ بمعنی مُقَوِّمٌ ہے۔ ۱۱/۱۰ ۱۵/۱۲ ۷/۲۱

اَلْقَیِّمِ : صیغہ صفت مجرور مذکر، درست، ٹھیک یا درست کرنے والا۔ امور معاش و معاد کو ٹھیک کرنے والا۔ ۸/۲۱

قَیِّمًا : مفرد منصوب نکرہ مستقیم یا درست کرنے والا۔ ۱۲/۱۵

قِیَمًا : یہ لفظ یا صیغہ صفت یا قِیَامٌ کا مخفف ہے

راغب یعنی درست، ثابت یا اصلاح و بقاء کا مدار، اور احوالِ دنیا و آخرت کو درست کرنے والا، ۹/۲۔

قَيِّمَةٌ: صیغہ صفت مرفوع مؤنث نکرہ، درست، سیدھی، ٹھیک یا معاش و معاد کو درست کرنیوالی، مطلب یہ کہ گزشتہ آسمانی صحیفے اور کتابیں، درست اور مستقیم تھیں اور انسانی زندگی کی اصلاح کرنے والی تھیں اور قرآن مجید ان کا نچوڑ ہے، ان کے مضامین کو حاوی ہے۔ ۳۰/۲۲

اَلْقَيِّمَةِ: مجرور معرفہ، امتِ مستقیمہ، عادلہ، صالحہ یعنی امتِ اسلامیہ کا دین ہے۔ (راغب و معجم)

۳۰/۲۲

اَلْقِيَامَةِ: مصدر، ایک بار کھڑا ہونا، قیامت کے دن سب لوگ یکبارگی اٹھ کھڑے ہوں گے دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو سب زندہ ہو کر قبروں سے نکل آئیں گے (معجم القرآن) قیام کے معنی ثبوت بھی ہے (یعنی عدم زوال) مراد یہ کہ روزِ قیامت ثابت ہے اٹل ہے، اس کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔

۱/۱۰،۱۲　۲/۵،۱۰　۳/۱۲،۱۶　۴/۸،۹،۱۰،۱۱　۵/۸،۱۳،۱۷

۶/۲،۷،۱۰،۱۳　۷/۸　۸/۱۱　۹/۱۱،۱۲　۱۱/۵،۱۵　۱۲/۵،۹

۱۴/۹،۱۰،۱۹　۲۲　۱۵/۲،۶،۷،۱۱　۱۶/۳،۹،۱۴،۱۹　۱۷/۴،۸،۹،۱۶

۱۸/۱　۱۹/۴　۲۰/۷،۱۰،۱۳،۱۵　۲۱/۱۶　۲۲/۱۴　۲۳/۱۶،۱۷

۲۴/۲،۳،۴،۱۹　۲۵/۶،۸،۱۹　۲۶/۱　۲۸/۲،۷　۲۹/۴،۱۷

۳۰/۲۲۔

اَلْقَيُّوْمُ: صیغہ مبالغہ مرفوع قائمٌ سے قَيَّامٌ (بروزن فیعال) اور قَيُّوْمٌ بروزن فَيْعُوْلٌ) مبالغہ کے صیغے ہیں یعنی وہ ذات جو خود رہنے والی اور دوسروں کو رکھنے والی ہے، خود موجود و باقی ہے اور دوسروں کو ضروریاتِ ہستی و درستی عطا کرنے والی ہے (المفردات) ۳/۲،۹

اَلْقَيُّوْمِ: صیغہ مبالغہ مجرور، ۱۶/۱۵

باب الکاف

كَ: حرف بھی ہے اور اسم بھی اور ہر صورت میں اپنے بعد والے کلمہ کو کبھی جر دیتا ہے کبھی نہیں دیتا۔

(الف) حرفِ جر، اس کا استعمال پانچ معانی کے لئے ہوتا ہے ۱: تشبیہ جیسے اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ وہ چوپایوں کی طرح ہیں ۲: تعلیل کے لئے یعنی کاف کا مابعد ماقبل کے لئے سبب ہو جیسے وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ تعجب ہے کہ کافر فلاح (کیوں) نہیں پاتے۔ کافروں کا فلاح نہ پانا تعجب کا سبب ہے، جیسے كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا

چونکہ میں نے پیغمبر بھیجا اس لئے میری یاد کرو۔ ارسال رسول ذکر الٰہی کی علت ہے یا جیسے وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ چونکہ اللہ نے تم کو ہدایت کردی اور ذکر کا طریقہ بتا دیا اس لئے اس کی یاد کرو۔ ہدایت ذکر کی علت ہے، کاف کو تعلیل کے لئے اخفش اور بعض کوفیوں نے قرار دیا ہے اکثر اہل عربیت نے انکار کیا ہے ۳ زائد تاکید کے لئے جیسے لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ (ابن جنی، ذکرہ ابن ہشام فی مغنی اللبیب) ۴ عَلٰی کا ہم معنی یعنی استعلاء کے لئے (پر) جیسے اگر کوئی شخص مزاج پرسی کرے تو جواب میں کہا جائے كَخَيْرٍ یعنی عَلٰى خَيْرٍ، یہ قول صرف اخفش کا ہے قرآن مجید میں ایسا استعمال نہیں ہوا، ۵ فعل کی طرف عجلت کے ساتھ پیش قدمی کرنے کے لئے صَلِّ كَمَا دَخَلَ الْوَقْتُ وقت ہوتے ہی نماز پڑھ لے سَلِّمْ كَمَا تَدْخُلُ داخل ہونے ہی سلام کرنا ذکرہ ابن الخباز فی النہایۃ وابو سعید السیرافی، یہ استعمال عربی میں بہت ہی کم ہے اور قرآن مجید میں کہیں نہیں۔

(ب) اسمی، مِثْلُ کا ہم معنی، جر کے لئے جیسے أَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَأَنْفُخُ فِيْهِ میں مٹی سے پرندے کی شکل جیسا بناتا ہوں اور اس میں پھونک مارتا ہوں۔ اس میں کاف اسمی ہے مِثْلُ کا ہم معنی اور فِيْهِ کی ضمیر کاف کی طرف راجع ہے (زمخشری فی الکشاف) اخفش اور فارسی وغیرہ لک اسمی جارہ کے استعمال کو عموماً جائز قرار دیتے ہیں اور سیبویہ کے نزدیک ضرورۃً جائز ہے

(ج) کَ حرف غیر جار ایسا کاف ۱ اسم اشارہ کے آخر میں آتا ہے ذَاكَ۔ ذٰلِكَ۔ تِلْكَ ۲ ضمیر منصوب منفصل کے آخر میں آتا ہے جیسے إِيَّاكَ ۳ أَرَأَيْتَ کے بعد متصل آتا ہے جیسے أَرَأَيْتَكَ (مجھے بتا) سیبویہ کے نزدیک أَرَأَيْتَكَ میں کاف حرف خطاب ہے اور تاء فاعل ہے۔ فراء کے قول پر کاف فاعل ہے اور تاء علامت خطاب ہے ۴ بعض اسماء افعال کے آخر میں آتا ہے جیسے حَيَّهَلَكَ۔ رُوَيْدَكَ۔ اَلنَّجَاءَكَ چوتھے نمبر کے علاوہ اول الذکر تینوں نمبر قرآن مجید میں مستعمل ہیں۔

(د) اسم غیر جار، یہ یا اسم مضمر منصوب ہوگا جیسے مَا وَدَّعَكَ یا ضمیر مجرور متصل جیسے نِعْمَتُكَ۔

كَاتِبٌ: اسم فاعل مفرد مرفوع كُتَّابٌ جمع۔

کَتْبٌ اور کِتَابَۃٌ مصدر (باب نصر) لکھنا الکاتب جاننے والے کو بھی کہتے ہیں، آیت میں اول معنی مراد ہیں کَتْبٌ قرآنِ مجید میں مختلف معانی کے لئے مستعمل ہوا ہے: لکھنا، فرض کرنا - واجب کرنا، وحی بھیجنا، اندازہ کرنا - جما دینا، مقرر کرنا، حکم دینا، ارادہ کرنا وغیرہ مثلاً کُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ، لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ - مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ، لَوْلَا أَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَاءَ - كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ - ان سب آیات میں واجب کرنے اور فرض کرنے کے معنی ہیں كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ میں وحی بھیجنے اور حکم دینے کے معنی ہیں لَنْ يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا - لَبَرَزَ الَّذِينَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ میں مقرر کرنے اور مقدر کرنے کے معنی ہیں كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ میں جما دینے کے معنی ہیں مزید تشریح كَتَبَ اور كِتَابٌ وغیرہ کے ذیل میں آئے گی۔ ۳؎ تین جگہ

كَاتِبًا: اسم فاعل منصوب مفرد، لکھنے والے کو، ۳؎

كَاتِبُونَ: جمع مذکر قیاسی مرفوع كَاتِبٌ واحد لکھنے والے، ثبت کر لینے والے، جمع رکھنے والے، (راغب) ۱۴؎

كَاتِبِينَ: جمع مذکر قیاسی منصوب كَاتِبٌ واحد، لکھنے والے اعمالِ بشری کو لوحِ مقرر پر ثبت کر لینے والے، صحیفۂ اعمال میں درج کر لینے والے ۳۰؎

كَادَ: ماضی واحد مذکر غائب كَوْدٌ مصدر (باب سَمِعَ) اصل میں كَوِدَ تھا، مَكَادٌ، مَكَادَةٌ بھی مصدر ہیں (راغب) نَصَرَ اور سَمِعَ دونوں بابوں سے آتا ہے، سیبویہ کا قول ہے:

"میں نے ایک عرب کو كُدْتُ کہتے سنا (بروزن قُلْتُ، باب نصر) میں نے بعض لوگوں کو كَادَ کی جگہ كِيدَ (فعل معروف) کہتے سنا جو اصل میں كَوِدَ تھا (باب سَمِعَ) واؤ کا کسرہ کاف کو دینے کے بعد واؤ کو یا سے بدل دیا۔" (قاموس)

كَادَ افعالِ مقاربہ میں سے ہے فعلِ مضارع پر داخل ہوتا ہے، اس کے بعد أَنْ بہت کم آتا ہے، راغب کے نزدیک سوا شعر کے اور جگہ كَادَ کی خبر پر أَنْ آتا ہی نہیں۔

كَادَ اگر بصورتِ اثبات مذکور ہو تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد کو آنے والا فعل واقع نہیں ہوا قریب الوقوع ضرور تھا جیسے كَادَ يَزِيغُ قُلُوبُهُمْ ان کے دل کج نہیں ہوئے لیکن کجی کے قریب پہنچ گئے تھے۔

اگر بصورتِ نفی مذکور ہو تو معلوم ہوتا ہے کہ بعد کو آنے والا فعل واقع ہو گیا لیکن عدمِ وقوع کے قریب تھا جیسے مَا کَادُوْا یَفْعَلُوْنَ وہ (گلے ذبح) کو گزرے لیکن ذبح نہ کرنے کی حد تک پہنچ گئے تھے (مفصل) لیکن آیت لَمْ یَکَدْ یَرَاھَا میں یکَدْ زائد ہے صرف وصلِ کلام کے لئے آیا ہے قربِ نفی رؤیت اور وقوعِ رؤیت کے لئے مستعمل نہیں اس جگہ مراد نفیِ رؤیت کا وقوع ہے (کشاف) کَوْدٌ کے معنی ارادہ اور خواہش بھی ہے اخفش نے اس کے ثبوت میں یہ شعر پیش کیا تھا ؎

کَادَتْ وَکِدْتُ وَتِلْکَ خَیْرُ اِرَادَۃٍ
لَوْعَادَ مِنْ لَھْوِ الصَّبَابَۃِ مَا مَضٰی

وہ بھی چاہتی ہے میں بھی چاہتا ہوں اور یہ بھی یہ بڑی اچھی تمنا کہ کاش گذشتہ نوجوانی کی دلفریبیاں لوٹ آئیں (لسان) قرآنِ مجید میں آیا ہے اَکَادُ اُخْفِیْھَا میں اس کو چھپانا چاہتا ہوں۔ (المفردات) ۱۶/۱۳

کَادَتْ: واحد مؤنث غائب۔ قریب تھا (کہ ظاہر کر دے) ۲/۲۸

کَادُوْا: جمع مذکر غائب ۹/۸ قریب تھے کہ مجھے قتل کر دیں ۱۵/۸ قریب تھے کہ تم کو بہکالیں، دشواری میں ڈال دیں ۲۹/۱۱ قریب تھے کہ اس پر ہجوم کر لیں ۸/۱ قریب تھے کہ ذبح نہ کریں۔

کَادِحٌ: اسمِ فاعل واحد مذکر، کَدْحٌ مصدر و اسم مصدر (باب فتح) لفظِ کَدْحٌ لازم بھی ہے اور متعدی بھی۔ اول صورت میں کوشش کرنے اور مشقت اٹھانے کے معنی ہوں گے کَدَحَ فِی الْعَمَلِ اس نے کام کرنے میں کوشش کی مشقت اٹھائی۔ کَدَحَ لِعِیَالِہٖ اہل وعیال کے لئے کوشش کی، اگر متعدی ہو تو چھیلنے اور خراش پیدا کرنے کے معنی ہوں گے، کَدَحَ وَجْھَہٗ اس کے چہرے کو چھیل دیا، آیت میں اول معنی مراد ہے دوڑنے والا۔ کوشش کرنے والا۔ ۳۰/۹

کَاذِبٌ: اسم فاعل واحد مذکر کُذَّبٌ جمع، جھوٹا کِذْبٌ۔ کَذِبٌ۔ کُذْبٰی۔ کُذْبَانٌ۔ کِذَّابٌ اُکْذُوْبَۃٌ۔ مَکْذَبَۃٌ اور مَکْذُبَۃٌ اسم مصدر، مصدر جھوٹ (باب ضرب) اور جھوٹ بولنا صدق کی بحث میں امام راغب کا مفصل قول نقل کیا جا چکا ہے جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ کذب قول میں بھی ہوتا ہے فعل میں بھی اور عقیدے میں بھی کلام واقع کے مطابق نہ ہو تب بھی کاذب ہے اور عقیدے کے مطابق نہ ہو خواہ واقع کے مطابق ہو

تب بھی کاذب کہلایا جاسکتا ہے اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ لَكَاذِبُوْنَ میں اسی معنی کے لحاظ سے منافقوں کو کاذب قرار دیا۔ اگرچہ کلام واقع کے مطابق تھا کسی چیز کے عدمِ وقوع کو بھی کذب کہتے ہیں لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ وقوعِ قیامت میں کوئی جھوٹ نہیں (راغب)

كَذَبَ کے بعد عَلٰی آتا ہے تو کبھی وجوب کے معنی ہوتے ہیں جیسے كَذَبَ عَلَيْكَ الْغُسْلُ تم پر غسل واجب ہو گیا۔ حضرت عمر نے فرمایا تھا ثَلٰثَةُ اَسْفَارٍ كَذَبْنَ عَلَيْكُمُ الْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ وَالْجِهَادُ تین سفر تم پر واجب ہیں حج، عمرہ، جہاد اور کبھی افترا اور بہتان کے معنی ہوتے ہیں جیسے مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا الحدیث جس نے مجھ پر قصداً جھوٹ باندھا (مجمع البحار وصحاح)

اگر کسی چیز کے التزام کا حکم دیا جائے تو ایسے موقع پر بھی محاورے میں كَذَبَ کا لفظ استعمال کر لیتے ہیں لیکن اس وقت كَذَبَ کے بعد عَلٰی نہیں آتا جیسے كَذَبَكَ الْعَسَلُ شہد استعمال کرو ایک شخص نے حضرت عمر سے دردِ نقرس کی شکایت کی ارشاد فرمایا كَذَبَتْكَ الظَّهَائِرُ دوپہر کو پیادہ چلا کرو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں آیا ہے ارشادِ نبوی ہے فَيَوْمُ الْخَمِيْسِ فِي الْاَحَدِ كَذَبَاكَ جمعرات اور اتوار کو پچھنے لگوایا کرو (مجمع البحار)

تَكْذِيْبٌ (باب تفعیل) کے معنی میں جھوٹا قرار دینا، رک جانا۔ دیر کرنا۔ توقف کرنا۔ لوٹ جانا كَذَّبَ الْوَحْشِيُّ جنگلی جانور بھاگتے بھاگتے ٹھہر گیا اور پیچھے کو دیکھنے لگا۔ كَذَّبَ عَنْ اَمْرِهٖ کام کے ارادے سے رک گیا اور لوٹ گیا۔ مَا كَذَّبَ عَنْ فِعْلٍ کام کرنے میں دیر نہیں کی، توقف نہیں کیا، جھوٹا قرار دینے والا بھی ماننے سے رک جاتا ہے لوٹ جاتا ہے آگے کی بجائے پیچھے کی طرف دیکھنے لگتا ہے تکذیب معنیٰ اول متعدی ہے باقی لازم

اِكْذَابٌ (باب افعال) دروغ گو پایا، دروغ گوئی پر آمادہ کرنا، کسی کا جھوٹ ظاہر کرنا، جھوٹے ہونے کی خبر دینا۔

تَكَذُّبٌ (باب تفعّل) جھوٹا سمجھنا (قاموس، اقرب الموارد، بیضاوی، تفسیر احمدی، ابو سعود مع زیادۃ وحذف) ۱۲/۸ ۲۳/۱۵

كَاذِبًا: اسم فاعل واحد مذکر منصوب، كُذَّبٌ جمع، جھوٹا۔ ۲۴/۹

كَاذِبُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر مرفوع نکرہ، كَاذِبٌ واحد، جھوٹے ۷/۹ ۱۰/۱۲ ۹/۲ ۱۴/۱۸ ۱۵/۵ ۱۹/۱۵ ۳/۱۳ ۳/۹ ۲۸/۵،۱۴ عقیدے کے خلاف کہنے والے جھوٹے ۲۸/۱۳

اَلْكَاذِبُوْنَ : اسم فاعل جمع مذکر مرفوع معرفہ اَلْكَاذِبُ واحد، جھوٹے۔ ۲/۳۳ ، ۸/۱۸

كَاذِبِيْنَ : اسم فاعل جمع مذکر نکرہ بحالتِ نصب و جر كَاذِبٌ واحد۔ جھوٹے۔ ۳/۱۲ ، ۳/۱۳ ، ۱۱/۱۴

اَلْكَاذِبِيْنَ : اسم فاعل جمع مذکر معرفہ بحالتِ نصب و جر اَلْكَاذِبُ واحد، جھوٹے، ۱۴/۷ ، ۱۶/۸ ، ۱۳/۱۰ ، ۱۳/۱۲ ، ۷/۱۵ ، ۱۴،۱۷/۱۹

كَاذِبَةٌ : اسم فاعل واحد مؤنث نکرہ بمعنی حاصل مصدر جھوٹ۔ ۱۲/۱۷ ، ۷،۱۳/۲۰

كَاذِبَةٍ : اسم فاعل واحد مؤنث نکرہ، بمعنی فاعلی جھوٹی۔ ۲۱/۳۰ ۔

كَارِهُوْنَ : اسم فاعل جمع مذکر حالتِ رفع دل سے نفرت کرنے والے۔ کراہت کرنے والے، بیزار كَرِهَ۔ كُرْهٌ۔ كَرَاهَةٌ۔ كَرَاهِيَةٌ۔ مَكْرَهَةٌ مَكْرُهَةٌ مصدر و حاصل مصدر، كَرِهَ ماضی، باب سَمِعَ سے متعدی ہے، مفعول کی ضرورت ہے، ناپسند کیا، كَرُهَ ماضی، باب نَصَرَ سے لازم ہے ناپسند ہوا (تاج المصادر و قاموس) كَرْهٌ اور كُرْهٌ دونوں ہم معنی ہیں، ناخوشی۔ ناپسندیدگی یا دونوں میں یہ فرق ہے کہ جس چیز کو دل گوارہ نہ کرے اور خود بخود بیرونی دباؤ کے بغیر آدمی امرِ ناگوار کو برداشت کر رہا ہو تو ایسی کراہت کو كُرْهٌ کہتے ہیں اور اگر بیرونی دباؤ سے مجبور ہو کر امرِ ناگوار کو برداشت کر رہا ہو تو ایسی ناگواری کو كَرْهٌ کہتے ہیں گویا جابر کے جبر سے كَرْه پیدا ہوتا ہے اور دلی نفرت سے كُرْه۔ (المفردات و قاموس)

کراہت طبعی بھی ہوتی ہے اور عقلی بھی اور شرعی بھی، ہو سکتا ہے کہ کسی چیز سے طبعی کراہت ہو لیکن اس میں عقلی یا شرعی کراہت نہ ہو جیسے عموماً احکامِ شرع؛ تاہم غافل قلب رکھنے والوں کے لئے یا عقلی اور شرعی کراہت ہو اور طبعی کراہت نہ ہو جیسے ممنوعہ لذائذِ دنیا اہلِ دنیا کے لئے۔ كَارِهُوْنَ سے ہر آیت میں طبعی نفرت کرنے والے ہی مراد ہیں۔ ۱۵/۹ ، ۱۴/۱۰ ، ۳/۱۲ ، ۴/۱۸ ، ۱۳/۲۵

كَارِهِيْنَ : اسم فاعل جمع مذکر منصوب كَارِهٌ واحد، دل سے نفرت کرنیوالے۔ برا جاننے والے۔ ۱/۹

كَاْسًا : مفرد مؤنث سماعی، حالتِ نصب، اَكْؤُسٌ كُؤُوْسٌ۔ كِيَاسٌ۔ كَاْسَاتٌ جمع، شراب یا شربت سے بھرا ہوا پیالہ۔ گلاس، اصل لغت کے اعتبار سے اگر جام میں شراب یا شربت نہ ہو تو اس کو کاس نہیں کہا جاتا بلکہ کُوب یا ابریق کہا جاتا ہے لیکن توسیع استعمال کے بعد کاس کا اطلاق دونوں چیزوں پر ہونے لگا، ظرف پر بھی اور مظروف پر بھی،

(راغب) آیات میں شراب مراد ہے۔ پ۲۷ ۳، ۲۹/۱۹

کَأْسٍ : مفرد مجرور، جام شراب، شراب، شراب سے بھرا ہوا جام۔ آیات میں شراب مراد ہے، ۲۳/۶ ۲۷/۱۴ ۲۹/۱۹

(لَا) کَاشِفَ : اسم فاعل مفرد مذکر، کَاشِفُوْنَ اور کَاشِفِیْنَ جمع قیاسی، کوئی ضرر کو دفع کرنے والا نہیں، کَشْفٌ کھولنا، ظاہر کرنا، برہنہ کرنا، ضرر کو دفع کرنا۔ (باب ضرب) آیت میں آخری معنی مراد ہے یہ باب متعدی ہے لیکن باب سَمِعَ سے لازم ہے جس کا معنی ہے شکست کھانا۔ پ۷ ۱۱/۱۶

کَاشِفَاتُ : جمع مؤنث مضاف، کَاشِفَۃٌ مفرد (ضرر کو) دفع کرنے والیاں۔ ۲۴/۱

کَاشِفُوا (الْعَذَابِ) جمع مذکر قیاسی مضاف مرفوع اَلْعَذَابُ مضاف الیہ۔ کَاشِفٌ مفرد۔ اصل میں کَاشِفُوْنَ تھا، اضافت کی وجہ سے نون اعرابی گرا دیا گیا (عذاب کو) دور کرنیوالے۔ دفع کرنیوالے۔ ۲۵/۱۴

کَاشِفَۃٌ : اسم فاعل مفرد مؤنث کَاشِفَاتٌ جمع، کھولنے والی حالت یا شخصیت یعنی کوئی حالت یا شخصیت قیامت کے چہرے سے پردہ نہیں اٹھا سکتی اور نہیں بتا سکتی کہ اس کی حقیقت کیا ہے اور کب آئیگی (جلالین وصاوی) یا اس کے شدائد کو کوئی دور نہیں کر سکتا (صاوی وجمل) کَاشِفَۃٌ بمعنی مصدری (کشف) بھی مستعمل ہے (قاموس) اگر آیت میں بمعنی مصدر قرار دیا جائے تو یہ معنی ہوں گے کہ اللہ کے علاوہ کسی کی طرف سے قیامت کا کشف نہیں ہو سکتا۔ (جمل) پ۲۷

اَلْکَاظِمِیْنَ : جمع مذکر قیاسی معرفہ حالت نصب اَلْکَاظِمُ مفرد کَظْمٌ اور کُظُوْمٌ مصدر (باب ضرب) غصہ روکنے والے، غصہ پی جانیوالے۔ کُظُوْمٌ کے اصل معنی ہیں سانس رکنا، اس سے مراد ہوتا ہے خاموش ہونا۔ بَعِیْرٌ کَاظِمٌ اور اِبِلٌ کُظُوْمٌ وہ اونٹ جس نے جگالی کرنی چھوڑ دی ہو کَظَمَ السِّقَاءَ پانی بھر کر مشک کا منہ باندھ دیا کَظَمَ الْبَابَ دروازے میں قفل لگا دیا کَظَمَ النَّهْرَ نہر کا منہ بند کر دیا کَظَمَ الْخَوْخَةَ کھڑکی یا روزن بند کر دیا کُظِمَ الرَّجُلُ وہ آدمی خاموش ہو گیا۔ کَظْمٌ سانس کے نکلنے کا راستہ (المفردات وقاموس) پ۴ ۵

کَاظِمِیْنَ : جمع مذکر نکرہ منصوب غصہ پی جانے والے، غصہ کو ضبط کرنے والے، پ۲۴

کَافِرٌ : اسم فاعل مذکر مفرد نکرہ۔ کَفَرَۃٌ اور کُفَّارٌ جمع۔ کُفْرٌ مادہ۔ کفر کے لغوی معنی کُفْر۔ کُفْرَانٌ اور کُفُوْرٌ کا فرق (المفردات سے) کفر شرعی کی حقیقت اور اس کے اقسام (مجالس الابرار سے)

نقل کرکے اَکْفُرُ، تَکْفُرُ اور تَکْفُرُوْا کے ذیل میں لکھے جاچکے ہیں یہاں صرف اتنی بات جان لینا چاہیے کہ کافر کافرِ نعمت (ناشکرا) کو بھی کہتے ہیں اور کافرِ دین کو بھی، کافرِ دین میں کافرِ التزامی بھی داخل ہے اور کافرِ لزومی بھی، کفرِ حقیقی کو بھی یہ لفظ حاوی ہے اور کفرِ تنبیہی کو بھی، لیکن ان آیات میں کافرِ دین حقیقی التزامی مراد ہے یعنی منکرِ شریعت و نبوت۔

اگرچہ وضع لغوی کے اعتبار سے کافرِ دین ہو یا کافرِ نعمت، دونوں کی جمع کَفَرَۃٌ بھی آتی ہے اور کُفَّارٌ بھی لیکن قرآنی استعمال میں بیشتر کُفَّار سے منکرِ دین اور کَفَرَۃٌ سے کافرانِ نعمت مراد ہوتے ہیں (صرح بہ الراغب) البتہ آیت یُعْجِبُ الْکُفَّارَ میں (بعض اہلِ تحقیق کی نظر میں) کاشتکار مراد ہیں، کیونکہ لہلہاتا سبزہ اور شاداب سرسبز کھیت اس کے لئے دلآویز ہوتے ہیں۔ یہ دلفریبی کافر ہی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے مسلمان کاشتکار بھی اپنی کھیتی کو ہرا بھرا دیکھ کر باغ باغ ہوتا ہے۔ پ۱۰/۱۱، پ۲۵/۱۵

کَافِرٍ: اسم فاعل مذکر مجرور نکرہ، منکرِ دین کافرِ شریعت و نبوت۔ پ۱/۵

اَلْکَافِرُ: اسم فاعل مذکر مرفوع معرفہ منکرِ دین، کافرِ اسلام۔ پ۱۹/۲، پ۳۰/۲

اَلْکَافِرُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر معرفہ، حالتِ رفع، الکافر مفرد، شریعت و نبوت یا توحیدِ الوہیت کو نہ ماننے والے۔ پ۳/۲، پ۷/۱۱، پ۱۰/۱۱، پ۱۱/۶، پ۱۳/۴، پ۲۰/۱۱، پ۲۱/۱، پ۲۳/۱۰، پ۲۴/۷،۱۴، پ۲۶/۱۵، پ۲۷/۸، پ۲۸/۹، پ۲۹/۲،۱۵، پ۳۰/۲۴

کَافِرُوْنَ: جمع مذکر مرفوع نکرہ، کافِرٌ واحد، شریعت، نبوت اور وحدتِ الوہیت کا انکار کرنیوالے۔ پ۸/۱۲،۱۷، پ۱۰/۱۳،۱۷، پ۱۱/۵، پ۱۲/۲،۱۵، پ۱۷/۳، پ۲۰/۸، پ۲۱/۴،۱۴، پ۲۳/۱۰، پ۲۴/۱۵،۱۶، پ۲۵/۸،۹۔

کَافِرِیْنَ: جمع مذکر منصوب مجرور نکرہ، کافِرٌ واحد دینی کافر، پ۷/۱، پ۷/۴،۱۶، پ۸/۳،۱۱، پ۹/۱، پ۱۹/۸، پ۲۰/۵، پ۲۶/۱۔

اَلْکَافِرِیْنَ: جمع مذکر منصوب مجرور معرفہ اَلْکَافِر واحد، دینی کافر۔ پ۱/۲،۳،۱۱،۱۲،۱۳، پ۲/۸،۱۷، پ۳/۴،۸،۱۱،۱۲، پ۴/۵،۷، پ۵/۲،۱۷،۱۸، پ۶/۱،۲،۱۲،۱۴، پ۸/۲،۱۳، پ۹/۳،۱۵،۱۶، پ۱۰/۷،۱۰،۱۱،۱۳، پ۱۱/۱۴، پ۱۲/۴، پ۱۳/۸،۱۷،۱۳، پ۱۴/۱۰،۲۰، پ۱۵/۱، پ۱۶/۲،۳،۹، پ۱۷/۱۳، پ۱۹/۳،۶، پ۲۰/۱۲، پ۲۱/۲،۳،۸،۱۷، پ۲۲/۳،۵،۱۷، پ۲۳/۴،۱۲، پ۲۴/۱،۳،۵،۸،۱۰،۱۲، پ۲۶/۵،۱۰، پ۲۸/۱، پ۲۹/۲،۶،۷،۱۰،۱۵،۱۹، پ۳۰/۱۱

کَافِرَۃٌ: اسم فاعل مفرد مؤنث نکرہ، کافرات و کوافر جمع، شریعت و نبوت اور وحدتِ الوہیت کا انکار کرنیوالی (جماعت) پ۳/۱۰

کَافُوْرًا: ہر قسم کا شگوفہ جو پھل کے دانوں کو اپنے اندر چھپائے ہوتا ہے، ایک خوشبودار گھاس جس کا پھول بابونہ کی طرح ہوتا ہے، ایک بہت بڑے درخت کا گوند بھی ہوتا ہے بحرِ ہند کے بعض جزیروں میں کافور کا درخت پیدا ہوتا ہے، ہمیشہ سرسبز رہتا ہے خزاں سے محفوظ، پھل نہیں آتا، لکڑی کا رنگ سفید ہوتا ہے رباحی، قیصوری اور معمولی تین قسم کا کافور ہوتا ہے اول کا رنگ سفید مائل بہ سرخی ہوتا ہے اوسط بہت سفید صاف ہوتا ہے۔ آخر الذکر ردی قسم ہے، لکڑی کو جوش دے کر عرق کو جما لیتے ہیں اس کا رنگ بھی میلا ہوتا ہے صاحبِ معجم القرآن نے لکھا ہے کہ درخت کافور سے رس کر سفید شفاف تیز خوشبودار تلخ مادہ نکل کر جم جاتا ہے اس کو کافور کہتے ہیں۔ عرب گرم ملک کے رہنے والے کافور کی خوشبو صفائی اور خنکی کو بہت پسند کرتے ہیں، آیت میں سرد لطیف شفاف پانی مراد ہے۔

کَافَّةً: اسم فاعل مفرد مؤنث منصوب، کَافٌّ مذکر کا تانیث جمع۔ کَفٌّ مادہ و مصدر۔ دفع کرنا، یا اسم فاعل مفرد مذکر منصوب اور تا علامتِ مبالغہ، یہ تفقیح لفظی ساخت کی ہے استعمال میں کَافَّةً ہمیشہ حال منصوب اور نکرہ ہوتا ہے جس کے معنی ہیں سب کے سب پورے پورے، آیت ۲/۲۰۸ میں یہی ترجمہ ہے آیت ۲۰۸/۲ میں دو طرح مطلب بیان کیا گیا ہے ۱۔ دفع کرنے والے، یعنی اسلام میں داخل ہو جاؤ دشمنوں کو دفع کرتے ہوئے ۲۔ پورے پورے اسی طرح آیت ۹/۳۶ کا مطلب دو طرح سے ہے، ۱۔ مشرکوں کو دفع کرتے ہوئے لڑو جس طرح وہ تم کو دفع کرتے ہوئے لڑتے ہیں۔ یہ مطلب ضعیف ہے اگرچہ بعض نے لکھا ہے ۲۔ سب مشرکوں سے (ہر جگہ ہر حال میں) لڑو جس طرح وہ تم سے (ہر حال میں ہر جگہ) لڑتے ہیں (نہ حدودِ حرم کا لحاظ کرتے ہیں نہ ماہِ حرام کا) آیت ۳۴/۲۸ کا ایک مطلب تو ظاہر ہی ہے جو عام اہلِ تفسیر نے لکھا ہے اور ہے بھی ایسا صحیح کہ کسی عالم نے اس کی تغلیط نہیں کی یعنی سب لوگوں کے لئے بشیر و نذیر بنا کر ہم نے آپ کو بھیجا ہے۔ دوسرا مطلب یہ بھی امام راغب نے لکھا ہے کہ ہم نے آپ کو لوگوں کے لئے گناہوں سے روکنے والا بنا کر بھیجا ہے، اس صورت میں کَافَّةً اسم فاعل مذکر ہوگا اور تا مبالغہ کے لئے ہوگی (المفردات)

کَافٍ: اسم فاعل واحد مذکر، کُفَاةٌ جمع۔ کَفٰی یَکْفِیْ ماضی مضارع، کِفَایَةٌ مصدر (باب ضرب) اصل میں کافی تھا۔ بس۔ پورا، حاجت روا۔ ایسا کام پورا

کرنے والا کہ اس کے بعد کسی دوسرے کی ضرورت نہ رہے اگرچہ اس کی جمع آتی ہے لیکن بصورتِ واحد اس کو تثنیہ اور جمع کے لئے استعمال کیا جاتا ہے رَجُلٌ كَافِيكَ۔ رَجُلَانِ كَافِيكَ۔ رِجَالٌ كَافِيكَ، تینوں صورتوں میں لفظِ کافی میں کوئی فرق نہیں آتا۔ (تاج وقاموس) ۲۴/۱

كَالِحُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر مرفوع۔ کالِحٌ واحد، كَلَحَ ماضی، كُلُوْحٌ وكَلَاحٌ مصدر (باب فتح) منہ بگاڑنے والے، منہ بنا کر دانت نکال دینے والے، حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کالح وہ شخص ہے جو ہونٹوں کو سکیڑ کر دانت باہر نکال دے۔ "كُلْحَةٌ" منہ کے گول حلقے کو کہتے ہیں اسی لئے اشتقاق کیا گیا ہے دَهْرٌ كَالِحٌ سخت زمانہ۔ اِكْلَاحٌ (باب افعال) کسی کو ترش رو بنا دینا اور خود ترش رو ہو جانا، لازم بھی ہے اور متعدی بھی۔ ۱۸/۶

كَالُوْا: جمع مذکر غائب ماضی معروف، کَیْلٌ مصدر، متعدی (باب ضرب) جب پیمانے سے ناپ کر دیتے ہیں۔ اس آیت میں مفعول محذوف ہے اور هُمْ سے پہلے لام مقدر ہے، اصل میں لَهُمْ تھا یعنی جب کوئی چیز (غلہ وغیرہ) لوگوں کو پیمانے سے ناپ کر دیتے ہیں۔ اِكْتِيَالٌ (افتعال) ناپ کر لے لینا اِكْتَالَ عَلَيْهِ پیمانے سے ناپ کر اس سے لے لیا۔ ۳۰/۸

كَامِلَةٌ: اسم فاعل واحد مؤنث مرفوع، کامِلٌ مذکر، کمال کسی چیز کا پورا ہونا، ناقص نہ ہونا (نصر و کرم و سمع) یعنی قربانی کی جگہ پورے دس روزے ہوتے ہیں اس سے کم نہیں (راغب) ۲/۸

كَامِلَةً: اسم فاعل واحد مؤنث منصوب پورا یعنی اپنے اعمال کا پورا بوجھ اٹھائیں گے۔ ۱۴/۹

كَامِلَيْنِ: اسم فاعل تثنیہ مذکر منصوب، کامِلٌ مفرد (دو سال) پورے۔ ۲/۱۴

كَانَ: فعل ماضی، يَكُوْنُ مضارع، كَوْنٌ مصدر، (باب نصر) کان فعل ناقص بھی ہے اور فعل تام بھی، فعل ناقص اپنے بعد دو اسموں کو لانا چاہتا ہے ایک مرفوع یعنی کان کا اسم، دوسرا منصوب یعنی کان کی خبر، فعل تام خبر کو نہیں چاہتا بلکہ اس کے معنی تنہا اسم (یعنی فاعل) کو ذکر کرنے سے پورا ہو جاتا ہے، مؤخر الذکر (فعلِ تام) مندرجہ ذیل معانی کے لئے مستعمل ہے:

(۱) بمعنی ثَبَتَ: كَانَ اللّٰهُ وَلَا شَيْءَ مَعَهُ اللّٰه موجود تھا، اس وقت کوئی چیز بھی نہ تھی۔

(۲) بمعنی حَدَثَ۔

إِذَا كَانَ الشِّتَاءُ فَأَدْفِئُونِي
فَإِنَّ الشِّتَاءَ يُهْلِكُ الشَّيْخَ
جب سردی کا موسم پیدا ہو جائے تو مجھے گرم کپڑے پہنانا، بوڑھے کو جاڑا ہلاک کر دیتا ہے۔

۲ بمعنی حضر و تجدد: وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ اگر کوئی تنگدست ہو تو فراخ دست ہونے تک اس کو مہلت دی جائے۔

۳ بمعنی وقع: مَا شَاءَ اللَّهُ كَانَ اللہ جو کچھ چاہتا ہے وہی واقع ہوتا ہے۔

اول الذکر (فعل ناقص) معانی ذیل کے لئے مستعمل ہے

۱ دوام: یعنی ماضی حال استقبال بلکہ ماورا ء زمانہ کو بھی حاوی ہوتا ہے ایسے معنی اللہ کی ازلی صفات کے بیان کرنے کے موقع پر ہوتے ہیں كَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا اللہ ہر چیز سے ازلاً ابداً خوب واقف ہے كَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا اللہ کی ازلی ابدی قدرت ہر چیز کو محیط ہے۔

۲ لزوم غیر منفک: مگر ازلی ابدی نہ ہو بلکہ حادث ہو۔ ایسے معنی شیطان کی کسی صفت کو بیان کرتے کے وقت ہوتے ہیں كَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے، كَانَ الشَّيْطَانُ لِلْإِنسَانِ خَذُولًا شیطان انسان کو بے سہارے چھوڑنے والا ہے یا کسی امر ناحق کی حالت بیان کرنے کے وقت ہوتے ہیں إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا بلا شبہ امر باطل مٹنے والا ہے۔

۳ لزوم اکثری: ایسے معنی اس وقت ہوتے ہیں جب کسی انسان وغیرہ کی کسی موجودہ حالت کو بیان کیا جائے كَانَ الْإِنسَانُ كَفُورًا (اکثر) انسان ناشکرے ہیں كَانَ الْإِنسَانُ قَتُورًا (اکثر) انسان بخیل ہیں۔

۴ ماضی مطلق: إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً بلا شبہ ابراہیم ہادی تھے۔

۵ ماضی بعید: كَانَ النَّاسُ أُمَّةً پہلے لوگ ایک ہی گروہ تھے۔

۶ ماضی قریب: كَيْفَ نُكَلِّمُ مَن كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ہم کیسے گفتگو کریں اس سے جو ایک سیکنڈ پہلے جھولے میں بچہ تھا (راغب) بعض لوگوں کے نزدیک اس جگہ كَانَ بمعنی حال ہے مطلب یہ کہ جو جھولے میں ابھی تک بچہ ہے اس سے ہم کیسے بات کریں اکثر مفسرین کا یہی قول ہے بعض نے اس جگہ كَانَ کو زائد اور بعض نے بمعنی وقع کے قرار دیا ہے (قاموس و اقرب الموارد)

۷ ماضی استمراری: جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ دنیا

میں عمر بھر جو کام کیا کرتے تھے اس کی سزا۔ اس وقت
کَانَ کا مضارع پر داخل ہونا ضروری ہے بعض علماء نے
اس آیت میں کَانَ کو زائد قرار دیا ہے۔
۸ ماضی غیر منقطع: جو حال کو بھی شامل ہے کُنْتُمْ
خَیْرَ اُمَّۃٍ ای فی علم اللہ، تم (اللہ کے علم میں پہلے
ہی سے) بہترین امت تھے اور اب بھی (راغب)
اکثر مفسرین نے اس آیت میں کان کو بمعنی حال
لکھا ہے۔
۹ بمعنی استقبال: یَوْمًا کَانَ شَرُّہٗ مُسْتَطِیْرًا
وہ دن جس میں شر عمومی ہوگا (قیامت کا دن)
۱۰ انتقالِ حالت اور تغیرِ صفت کے لئے۔ کَانَ
مِنَ الْکٰفِرِیْنَ ابلیس نے انکار اور تکبر کیا اور
کافروں میں سے ہو گیا۔
۱۱ قدرت اور طاقت: مَا کَانَ لَکُمْ اَنْ تُنْبِتُوْا
شَجَرَھَا اس کا درخت اگانے کی تم میں طاقت نہیں
ہے تم کو قدرت نہیں ہے۔
۱۲ جواز: مَا کَانَ لِیْ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَیْسَ لِیْ بِحَقٍّ
جس بات کا مجھے حق نہ تھا اس کا کہنا میرے لئے
جائز نہیں۔
۱۳ محض تاکید: مَا کَانَ یَنْبَغِیْ لَنَا ہمارے لئے
سزاوار نہیں، جو مفہوم کَانَ کا ہے وہی یَنْبَغِیْ کا۔ اس لئے
کَانَ زائد ہے اور صرف تاکید کے لئے مفید ہے۔

پارہ	رکوع
۱	۴ ر ۹ ر ۱۲ ر ۱۳ ر ۱۴ ر ۱۶
۲	۱ ر ۵ ر ۷ ر ۸ ر ۱۰ ر ۱۴
۳	۶ ر ۷ ر ۱۰ ر ۱۵ ر ۱۶
۴	۱ ر ۳ ر ۵ ر ۶ ر ۷ ر ۸ ر ۹ ر ۱۲ ر ۱۳ ر ۱۴ ر ۱۵
۵	۱ ر ۲ ر ۳ ر ۴ ر ۵ ر ۶ ر ۷ ر ۸ ر ۱۰ ر ۱۲ ر ۱۳ ر ۱۴ ر ۱۵ ر ۱۶ ر ۱۷ ر ۱۸
۶	۱ ر ۲ ر ۳
۷	۴ ر ۸ ر ۱۰
۸	۲ ر ۳ ر ۶ ر ۷ ر ۸ ر ۱۰ ر ۱۱ ر ۱۶ ر ۱۷ ر ۱۸
۹	۳ ر ۶ ر ۱۲ ر ۱۹
۱۰	۱ ر ۵ ر ۶ ر ۱۲ ر ۱۵
۱۱	۳ ر ۴ ر ۶ ر ۷ ر ۹ ر ۱۰ ر ۱۳ ر ۱۵
۱۲	۱ ر ۲ ر ۳ ر ۴ ر ۱۰ ر ۱۲ ر ۱۳ ر ۱۵
۱۳	۲ ر ۳ ر ۶ ر ۱۱ ر ۱۲ ر ۱۳ ر ۱۶ ر ۱۹
	۵ و ۱۱ ر ۱۳
۱۵	۱ ر ۲ ر ۳ ر ۴ ر ۵ ر ۶ ر ۷ ر ۸ ر ۹ ر ۱۰ ر ۱۱ ر ۱۲ ر ۱۶ ر ۱۷ ر ۱۸ ر ۱۹ ر ۲۰
۱۶	۱ ر ۲ ر ۳ ر ۴ ر ۵ ر ۶ ر ۷ ر ۸ ر ۱۷
۱۷	۲ ر ۴ ر ۷ ر ۹ ر ۱۳
۱۸	۵ ر ۶ ر ۷ ر ۱۳ ر ۱۶ ر ۱۷
۱۹	۱ ر ۲ ر ۴ ر ۵ ر ۸ ر ۹ ر ۱۰ ر ۱۱ ر ۱۲ ر ۱۳ ر ۱۴ ر ۱۶ ر ۱۷ ر ۱۹
۲۰	۱ ر ۲ ر ۴ ر ۷ ر ۹ ر ۱۰ ر ۱۱ ر ۱۳ ر ۱۵ ر ۱۶
۲۲	۱ ر ۲ ر ۳ ر ۴ ر ۵ ر ۶ ر ۸ ر ۱۱ ر ۱۴ ر ۱۵ ر ۱۷
۲۳	۴ ر ۶ ر ۹ ر ۱۴ ر ۱۵
۲۴	۶ ر ۸ ر ۱۳ ر ۱۴
۲۵	۱ ر ۴ ر ۶ ر ۸ ر ۱۰ ر ۱۳ ر ۱۵ ر ۱۹
۲۶	۱ ر ۲ ر ۵ ر ۶ ر ۷ ر ۹ ر ۱۰ ر ۱۱ ر ۱۳ ر ۱۶ ر ۱۷
۲۷	۱ ر ۵ ر ۸ ر ۹ ر ۱۶
۲۸	۴ ر ۵ ر ۷ ر ۱۷ ر ۱۸
۲۹	۲ ر ۳ ر ۵ ر ۷ ر ۹ ر ۱۱ ر ۱۳ ر ۱۵ ر ۱۸ ر ۱۹ ر ۲۰ ر ۲۱
۳۰	۱ ر ۹ ر ۱۵ ر ۲۱ ر ۳۵

کَانَا: تثنیہ مذکر غائب ماضی وہ دونوں تھے: پ ۱/۱۲ ، ۶/۱۴

كَانَتْ: واحد مؤنث غائب ماضی۔ یاد رکھو کہ عربی
میں واحد مؤنث کا ترجمہ کبھی جمع مؤنث کا اور کبھی
جمع مذکر کا ہوتا ہے اس لئے ذیل میں ترجمہ جدا
جدا ہے شرط وغیرہ کے موقع پر ماضی بمعنی مضارع
ہو جاتی ہے اس لئے ذیل میں ترجمہ کے اندر
ماضی و مضارع کا اختلاف ہے۔ جو چیز آئندہ
یعنی آنے والی ہے مثلاً قیامت، جنت، جنت
کی نعمتیں، دوزخ، دوزخ کی تکلیفیں قرآن مجید
نے اس کی تعبیر کبھی ماضی سے کی ہے، گویا وہ
آ چکی مگر ہم نے ترجمہ میں زمانے کے اختلاف کو
نظر کے سامنے رکھا ہے۔ ب ۱/۱۱ ، ۲/۱ ، ۴/۱۳ ، ۵/۱۲ ، ۱۶/۴
۲۸/۷ ہے۔ ب ۸/۱۷ ، ب ۹/۹،۱۱ ، ب ۱۲/۲۱ ، ۱۶/۱،۵ ، ۱۷/۲،۵ ، ۱۹/۱۸ ، ۲۰/۱۶
۲۳/۲۱ ، ۲۸/۲۰ تھی۔ ب ۱۶/۲ ، ۱۸/۴ تھیں۔ ب ۲۴/۸ ، ۲۶/۱۵
تھے۔ ۲۶/۱۲ نہ ۳۰/۱ ہو جائے گا۔ ب ۱۱/۵ ہوئی (یعنی
حادث) ب ۲۶/۱۴ ، ۲۹/۱۳ نہ ۳۰/۱ ہو جائیں گے۔ ب ۱۹/۱۹ ہو گئے
ب ۱۵/۱۷ ہو گی۔ ب ۲۹/۵ ہوتی۔

كَانَتَا: تثنیہ مؤنث غائب ماضی، ب ۱۲/۴ تھیں،
ب ۱۵/۳ تھے۔ ب ۲۸/۲ تھیں۔

كَانُوْا: جمع مذکر غائب ماضی تھے۔ ہیں۔ ہوتے۔
(بصورتِ تمنا یا بمقام شرط)
۱/ ۲، ۶، ۷، ۱۰، ۱۲، ۱۳ و ۱۴، ۱۶ ، ۲/۱ ، ۳/۱۱ ، ۴/۲، ۹، ۱۳ ، ۵/۱۲
۶/ ۴، ۷، ۱۱، ۱۳، ۱۵ ، ۷/ ۷، ۹، ۱۱، ۱۴، ۱۶، ۱۹
۸/ ۱، ۲، ۳، ۵، ۸، ۱۱، ۱۳، ۱۵، ۱۶
۹/ ۱، ۲، ۳، ۴، ۶، ۷، ۸، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۸، ۹
۱۰/ ۳، ۸، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷ ، ۱۱/ ۱، ۳، ۴، ۶، ۷، ۸، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳
۱۱/۱۵ ، ۱۲/ ۱، ۲، ۴، ۷، ۱۰، ۱۲ ، ۱۳/ ۱، ۸
۱۴/ ۱، ۵، ۶، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۸، ۱۹، ۲۱، ۲۲
۱۵/ ۳، ۱۲ ، ۱۶/۲ ، ۱۷/ ۱، ۳، ۵، ۶ ، ۱۸/ ۳، ۹، ۱۵، ۱۷
۱۹/ ۲، ۵، ۷، ۱۰، ۱۵، ۱۶، ۱۹ ، ۲۰/ ۲، ۴، ۷، ۱۰، ۱۲، ۱۳، ۱۶
۲۱/ ۲، ۴، ۵، ۷، ۸، ۹، ۱۵، ۱۶، ۱۸ ، ۲۲/ ۸، ۱۰، ۱۱، ۱۳، ۱۷
۲۳/ ۱، ۲، ۳، ۶، ۸، ۹، ۱۷ ، ۲۴/ ۱، ۲، ۹، ۱۴، ۱۶، ۱۷، ۱۸
۲۵/ ۱، ۷، ۱۱، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۸، ۲۰ ، ۲۶/ ۱، ۳، ۴، ۱۰، ۱۱، ۱۸
۲۷/ ۱، ۴، ۷، ۹، ۱۴، ۱۵ ، ۲۸/ ۲، ۳، ۱۱، ۱۳ ، ۲۹/ ۳، ۸، ۱۱ ، ۳۰/ ۱، ۸

كَأَنَّ: حرف مشابہ بفعل۔ اس کا اسم منصوب اور
خبر مرفوع ہوتا ہے۔ اگر دونوں چیزوں میں گہری
مشابہت ہوتی ہے تو اس حرف کو پہلی چیز (مشبہ)
پر لا کر شدتِ مشابہت کو ظاہر کیا جاتا ہے
حرفِ تشبیہ ہمیشہ مشبہ بہ پر آتا ہے اس لئے كَأَنَّ
کا مقام بھی مشبہ بہ ہی تھا كَأَنَّ زَيْدًا اَسَدٌ
اِنَّ زَيْدًا كَالْاَسَدِ تھا۔

كَأَنَّ حرف مرکب ہے كَ اور اَنَّ سے ابن ہشام
اور ابن الخباز نے اس کو اہلِ ادب کا اجماع

کہا ہے اس میں کاف حرفِ جر ہے اور بعد کو آنے والا کلام محل مجرور میں ہوتا ہے لیکن بقول ابن جنی باوجود حرف ہونے کے اس کا تعلق کسی سے نہیں ہوتا۔ ابو الحسن نے بھی اسی کی تائید کی ہے۔ کَاَنَّ چار معانی کے لئے مستعمل ہے۔

۱۔ عموماً تشبیہ کے لئے بکثرت بھی استعمال ہے اور قرآن مجید میں بھی صرف اسی معنی کیلئے استعمال کیا گیا ہے، ابن السید البطلیوسی نے کہا اگر کَاَنَّ تشبیہ کے لئے ہو تو خبر کا جامد ہونا ضروری ہے جیسے کَاَنَّہٗ ھُوَ؛ اگر خبر جامد نہ ہو مشتق ہو یا کچھ اور جیسے کَاَنَّ زَیْدًا فِی الدَّارِ یا کَاَنَّ زَیْدًا یَقُوْمُ یا کَاَنَّ زَیْدًا قَائِمٌ تو تشبیہ کے لئے نہ ہوگا، ظن کے لئے ہوگا جو متکلم کے گمان کو ظاہر کرے گا۔

۲۔ شک اور ظن کو ظاہر کرنے کے لئے یعنی متکلم اپنا گمان ظاہر کرنا چاہتا ہے جیسے کَاَنَّکَ بِالشِّتَاءِ مُقْبِلٌ میرا گمان ہے کہ تم جاڑا ساتھ لیکر آؤ گے یعنی سردی کے زمانے میں آؤ گے (ہکذا قال ابن الانباری)

۳۔ تحقیق کے لئے جیسے کَاَنَّ الْاَرْضَ لَیْسَ بِہَا ھِشَامٌ یعنی اِنَّ الْاَرْضَ لَیْسَ بِہَا ھِشَامٌ (ہکذا قال الزجاج واہل الکوفۃ)

۴۔ تقریب کے لئے کَاَنَّکَ بِالدُّنْیَا لَمْ تَکُنْ عنقریب تم دنیا سے چلے جاؤ گے گویا دنیا میں موجود ہی نہیں ہو۔ ۲۱/۱۰ (نوٹ) (مغنی اللبیب و مفصل)

کَاَنَّمَا: کَاَنَّ حرف مشبہ بالفعل، مَا زائدہ کافہ مَا کے آنے سے کوئی فرق پیدا نہیں ہوتا البتہ کَاَنَّ کا لفظی تصرف باطل ہو جاتا ہے اس وقت یہ اپنے مابعد کو نہ منصوب کر سکتا ہے نہ مرفوع ۵/۹ ۳/۲ ۹/۱۵ ۱۱/۸ ۱۴/۱۱

کَاَنَّکَ: کَاَنَّ حرف مشابہ بالفعل کَ ضمیر واحد مذکر حاضر کَاَنَّ کا اسم، گویا تو۔ ۹/۱۳

کَاَنَّہٗ: کَاَنَّ حرف مشابہ بالفعل ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کَاَنَّ کا اسم، گویا وہ۔ ۹/۱۱ ۱۹/۱۸ ۲۳/۶ ۲۴/۱۹ ۲۹/۲۱۔

کَاَنَّہَا: کَاَنَّ حرف مشابہ بالفعل ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب کَاَنَّ کا اسم۔ گویا وہ۔ ۱۸/۱۱ ۱۹/۱۶ ۲۰/۷۔

کَاَنَّہُمْ: کَاَنَّ حرف مشابہ بالفعل، ھُمْ ضمیر

(نوٹ) اسم کے ساتھ کَاَنَّ کی خبر بھی ابونخیلہ شاعر کے ایک شعر میں منصوب آئی ہے جو ہارون رشید کے سامنے پڑھا گیا تھا اور کسی نے اس پر اعتراض نہیں کیا علماء ادب نے اس کی توجیہ کی ہے لیکن حق بات یہ ہے کہ ایسا استعمال شاذ ہے والشاذ کالمعدوم (مؤلف)

جمع مذکر غائب کَأَنَّ کا اسم، گویا وہ سب۔ ۱/۲ ۲۶/۴

۲۵/۸،۳ ۲۸/۹،۱۳ ۲۹/۵،۸،۱۲،۱۶ ۳۰/۴

کَأَنَّهُنَّ: کَأَنَّ حرف مشابہ بفعل، هُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب، کَأَنَّ کا اسم، گویا وہ سب،

۲۳/۶ ۲۷/۱۳

کَأَنْ: اصل میں یہ لفظ کَأَنَّ ہی تھا، اسی کی طرح اس کا معنوی فائدہ بھی ہے لیکن تخفیف نون کے بعد عمل اور لفظی تصرف ساقط ہو گیا، اب نہ اسم کو نصب دے سکتا ہے نہ خبر کو رفع۔ گویا کہ۔ ۹/۱

۱۱/۷،۸،۱۰ ۱۲/۶،۹ ۲۱/۱۰ ۲۵/۱۷۔

کَأَيِّنْ: یہ لفظ اصل میں کَأَیٍّ تھا، قرآنی املا میں تنوین کو بصورتِ نون لکھا گیا، کبھی کَأَیٍّ کی جگہ کَائِنْ آتا ہے (ابنِ کثیر) کَأَيِّنْ ہمیشہ خبری صورت میں مستعمل ہے، مبہم کثیر تعداد پر دلالت کرتا ہے، ابہام کو دور کرنے کے لئے اس کے بعد بطور تمیز کوئی لفظ مذکور ضرور ہوتا ہے عموماً تمیز لفظ مِنْ کے ساتھ آتا ہے جیسے وَكَأَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قَاتَلَ مَعَهُ رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ بکثرت پیغمبروں کی معیت میں بہت اللہ والوں نے (کفار سے) جہاد کیا۔ اس مثال میں کَأَيِّنْ نے کثیر تعداد کو ظاہر کیا لیکن کس کی؟ یہ بات مبہم تھی، جب اس کے بعد مِنْ نَّبِيٍّ آیا تو ابہام دور ہو گیا اور معلوم ہو گیا کہ کثیر تعداد پیغمبروں کی تھی۔ اگرچہ ابن عصفور کے خیال میں کَأَيِّنْ کی تمیز پر مِنْ ضرور ہونا چاہئے لیکن ایسی مثالیں موجود ہیں جن میں تمیز منصوب بغیر مِنْ کے آئی ہے۔

کَأَيِّنْ ہمیشہ آغازِ کلام میں آتا ہے اس سے پہلے حرفِ جر نہیں آتا، اس کی خبر ہمیشہ مرکب ہوتی ہے مفرد کبھی نہیں آتی۔ بعض لوگوں نے بِكَأَيِّنْ تَبِيعُ کہنا جائز قرار دیا ہے۔

ابنِ قتیبہ، ابن عصفور اور ابنِ مالک کا قول ہے کہ:

"کَأَيِّنْ استفہام کے لئے بھی آتا ہے"

حضرت ابی بن کعب نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے پوچھا تھا کَأَيِّنْ تَقْرَءُ سُورَةَ الْأَحْزَابِ آيَةً آپ سورۂ احزاب کی کتنی آیات پڑھتے ہیں؟ حضرت ابن مسعود نے جواب دیا ثَلَاثًا وَسَبْعِينَ نمبر۔ (قاموس و تاج)

قرآن مجید میں کَأَيِّنْ ہر جگہ بصورتِ خبر آیا ہے بہت بکثرت۔ ۹/۹ ۱۲/۶ ۱۷/۱۳ ۲۱/۴ ۲۶/۶ ۲۸/۱۸

کَاهِنٌ: اسم فاعل واحد مذکر کُهَّانٌ، اور کَهَنَةٌ جمع کِهَانَةٌ اور کَهَانَةٌ مصدر (بابِ فتح و

نصر وکرم) صاحب قاموس نے لکھا ہے کہ کہانتہ فال نکالنا، کاھِنٌ فال نکالنے والا۔ امام راغب نے المفردات میں صراحت کی ہے کہ جو شخص اپنے ظن سے گذری ہوئی باتیں بتاتا ہو وہ کاہن ہے اور جو اپنے ظن سے آیندہ ہونے والی باتوں کی اطلاع دے اسے عراف کہتے ہیں حدیث میں آیا ہے مَنْ اَتیٰ عَرَّافًا اَوْ کَاھِنًا مُصَدِّقَہٗ بِمَا قَالَ فَقَدْ کَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ عَلیٰ اَبِی الْقَاسِمِ (صلی اللہ علیہ) جو عراف یا کاہن کے پاس جاتا اور اس کے قول کو سچ جانتا ہے وہ اس قرآن کا منکر ہے جس کا نزول محمد پر ہوا۔ صاحب مجمع البحار نے لکھا ہے کہ کاہن وہ شخص ہے جو معرفتِ اسرار کا مدعی ہو اور آنیوالی باتوں کی اطلاع دے، عرب میں کشف اور سطیح وغیرہ کاہن تھے جن میں سے بعض کا دعویٰ تھا کہ کچھ جن ہمارے تابع ہیں ہم کو (غیب کی باتیں) بتلاتے ہیں۔ بعض لوگ قرائن احوال اور ماحول کو دیکھ کر رائے قائم کر لیتے تھے اور غیب دانی کے مدعی بن بیٹھتے تھے، کسی کی چوری اور گم شدہ چیز کا پتہ دیتے تھے ایسے لوگوں کو عراف کہا جاتا تھا میری رائے میں مجمع البحار کی صراحت ہی صحیح ہے۔ بعض احادیث سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ $\frac{27}{4}$ $\frac{29}{6}$۔

کُبِتَتْ: واحد مؤنث غائب ماضی مجہول اوندھے منہ ڈالے جائیں گے۔ کَبٌّ اوندھے منہ گرانا (باب نصر) $\frac{30}{3}$

کُبِتَ: واحد مذکر غائب ماضی مجہول، کَبْتَۃٌ مصدر، لوٹا دینا، زمین پر گرا دینا۔ دشمن کو خوار ذلیل کرنا (باب ضرب) ذلیل کئے گئے، ذلت کے ساتھ لوٹا دئے گئے۔ $\frac{28}{1}$

کُبِتُوْا: جمع مذکر غائب ماضی مجہول کَبْتَۃٌ مصدر وہ ذلیل کئے جائیں گے۔ $\frac{28}{1}$

کُبْکِبُوْا: جمع مذکر غائب ماضی مجہول، منہ کے بل گرا دئے گئے، گرا دئے جائیں گے، کَبْکَبَۃٌ منہ کے بل گرا دینا (قاموس) کسی چیز کو لڑھکا کر کسی غار یا گڑھے میں گرا دینا۔ (المفردات) $\frac{29}{9}$

کَبَدٍ: دشواری، سختی، مشقت، کَبْدٌ۔ کِبْدٌ، کَبِدٌ جگر، اَکْبَادٌ و کُبُوْدٌ جمع کُبَادٌ جگر کا درد یا درد ہونا کَابِدٌ محنت کش، مشقت اٹھانے والا۔ کَبْدٌ جگر پر مارنا (ضرب نصر) کَبَدٌ جگر میں درد ہونا (سمع) (قاموس اقرب الموارد) سُوْدُ الْاَکْبَادِ کالی کلیجی والے یعنی دشمن (منتہی الارب) $\frac{30}{15}$

کَبُرَ: واحد مذکر غائب ماضی معروف (کرم) تحقیق

لغت سے پہلے اتنا جان لینا ضروری ہے کہ عربی زبان میں جس لفظ کا اصلی مادہ ک۔ب۔ر سے مرکب ہوتا ہے اس کے مفہوم میں بڑائی کے معنی ضرور ہوتے ہیں، اسی لئے کبیر بڑے کو کہتے ہیں۔ لیکن بڑائی کی نوعیت جدا جدا ہوتی ہے:

۱۔ مرتبہ اور عظمت میں بڑائی جیسے اَلْکَبِیْرُ الْمُتَعَالِ ۲۔ جسامت میں بڑائی جیسے بَلْ فَعَلَہٗ کَبِیْرُھُمْ (اگر اس جگہ بڑے قد والا بُت مراد لیا جائے) ۳۔ صرف خیالی بڑائی جس کو عقیدۃً مان لیا گیا ہو واقع میں نہ ہو جیسے بَلْ فَعَلَہٗ کَبِیْرُھُمْ (اگر قد میں بڑائی مراد نہ ہو بلکہ عظمت اعتقادی مراد ہو) ۴۔ دنیوی مرتبہ میں بڑائی یعنی قومی سیادت جیسے جَعَلْنَا فِیْ کُلِّ قَرْیَۃٍ اَکَابِرَ ۵۔ عمر میں بڑائی۔ پیری۔ بڑھاپا، جیسے اَصَابَہُ الْکِبَرُ اور بَلَغَنِیَ الْکِبَرُ ۶۔ علم میں بڑائی جیسے اِنَّہٗ لَکَبِیْرُکُمُ الَّذِیْ عَلَّمَکُمُ السِّحْرَ ۷۔ تکلیف میں بڑائی یعنی دشواری، سختی، جیسے اِنَّہَا لَکَبِیْرَۃٌ ۸۔ برائی اور گناہ میں بڑائی جیسے فِیْھِمَآ اِثْمٌ کَبِیْرٌ اور خِطْاً کَبِیْرًا ۹۔ سزا کے اعتبار سے بڑائی جیسے: کَبُرَتْ کَلِمَۃً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاھِھِمْ ۱۰۔ اچھی یا بری مقدار میں۔ بڑائی جیسے لَا یُغَادِرُ صَغِیْرَۃً وَّلَا کَبِیْرَۃً ۱۱۔ ذمہ داری کی بڑائی جیسے وَالَّذِیْ تَوَلّٰی کِبْرَہٗ

یہ بھی یاد رکھو کہ کبیر کے مقابلہ میں صغیر آتا ہے جیسے کثرت کے مقابلے میں قلت، لیکن کبھی کثرت کی جگہ کبیر کو اور کبیر کی جگہ کثرت کو مجازًا استعمال کر لیا جاتا ہے۔

باب کَرُمَ سے کَبُرَ کا مصدر کِبَرٌ، کُبْرٌ اور کَبَارَۃٌ آتا ہے جس کے معنی ہیں بڑا ہونا اور جسامت میں زیادہ ہونا۔ باب نصر اور سمع سے معنی ہیں عمر میں زیادہ ہونا، بوڑھا ہو جانا۔ مصدر کِبَرٌ بھی ہے اور مَکْبَرٌ بھی۔ پ۲ شاق ہے دشوار ہے۔ پ۱۱/۱۲ ناگوار ہے۔ پ۲۹/۴ (آیات الٰہیہ میں جھگڑنا) سخت مبغوض ہے۔ پ۲۵/۳ دشوار ہے، شاق ہے۔ پ۲۵/۹ سخت مبغوض ہے۔

كَبُرَتْ: واحد مؤنث غائب ماضی معروف کِبَرٌ مصدر سخت سزا کی بات ہے۔ پ۱۵/۱۳

كَبِّرْ: واحد مذکر حاضر امر معروف تَکْبِیْرٌ مصدر بڑا سمجھنا، بڑے ہونے کا اقرار کرنا، بڑا کہنا، تعظیم کرنا، عبادت کرنا، پ۱۵/۱۲ اللہ کو بڑا سمجھو اس کی بڑائی بیان کرو۔ اس کی تعظیم کرو، پ۲۹/۱۵ اپنے رب کی ہی عبادت کرو، اسی کی

بڑائی کا اقرار کرو۔

اَلْکُبَرُ: جمع مؤنث۔ اَلْکُبْرٰی واحد مؤنث۔ اَلْاَکْبَرُ واحد مذکر، بڑی مصیبتیں، سخت آفتیں۔ ۲۹/۱۶

اَلْکُبْرٰی: واحد مؤنث اَلْکُبَرُ جمع مؤنث ۶/۱۰ ۲۶/۲۵ ۷/۲ بڑی عظمت والی، ۱۳/۴ سخت ہولناک ۳۰/۱۲ سخت عذاب والی۔

کِبْرَہٗ: کِبْرَ اسم مصدر مضاف ہٗ مضاف الیہ۔ اس کی بڑی ذمہ داری، اس کا بڑا بوجھ۔ ۱۸/۹

کِبْرٌ: اسم مصدر، غرور، باوجود بڑا نہ ہونے کے اپنے آپ کو بڑا سمجھنا۔ ۲۴/۱۱

اَلْکِبَرُ: اسم مصدر و مصدر مرفوع، عمر زیادہ ہوجانا۔ بڑھاپا۔ ۳/۱۲،۴ ۲۴/۴

اَلْکِبَرِ: اسم مصدر مجرور، پیرانہ سالی، بڑھاپا۔ ۱۳/۱۸

اَلْکِبَرَ: اسم مصدر منصوب۔ بڑھاپا۔ ۱۵/۲

کُبَرَاءَنَا: کُبَرَاءَ جمع مضاف نَا مضاف الیہ کَبِیْرٌ مفرد، ہمارے سردار، بڑے لوگ، دنیوی لحاظ سے بڑے (ہم نے اپنے سرداروں اور بڑے لوگوں کا کہنا مانا) ۲۲/۵

اَلْکِبْرِیَاءُ: اسم مصدر، ہر ایک کی اطاعت سے بالاتر ہونا، سب پر فوقیت اور بزرگی۔ ۱۱/۱۲ ۲۵/۲

اَلْکَبِیْرُ: صفت مشبہ مفرد مرفوع معرفہ، اَلْکِبَارُ اور اَلْکُبَرَاءُ جمع۔ بڑا۔ ۱۳/۸ ۱۷/۱۵ ۲۱/۱۲ ۲۲/۹ عظمت اور مرتبہ میں بڑا۔ ۲۲/۱۶ ۲۵/۴ ۳۰/۱ مقدار میں بڑا۔

اَلْکَبِیْرَ: صفت مشبہ مفرد منصوب معرفہ عظمت و مرتبہ میں بڑا۔ ۲۴/۷

کَبِیْرٌ: صفت مشبہ مفرد مرفوع نکرہ، بڑا ۲/۱۱ گناہ ہونے کے لحاظ سے بڑا ۲/۱ بگاڑ اور تباہی میں بڑا۔ ۲/۱ عمر میں بوڑھا۔ ۱۲/۲ ۲۲/۱۳ ۲۷/۱۷ ۲۹/۱ مقدار میں بڑا۔

کَبِیْرٍ: صفت مشبہ مفرد مجرور نکرہ، ۱۱/۱ تکلیفوں اور ہولناکیوں میں بڑا۔ ۲۷/۱۰ مقدار میں بڑا۔

کَبِیْرًا: صفت مشبہ مفرد منصوب نکرہ۔ ۳/۷ ۱۵/۱۰،۱ ۲۲/۲ مقدار میں بڑا۔ ۱۴/۱۲ ۱۵/۶،۴ گناہ کے لحاظ سے بڑا ۵/۲ ۱۵/۵ عظمت و مرتبہ میں بڑا۔ ۲۲/۵ عذاب اور دکھ کے لحاظ سے بڑا ۱۸/۲ دکھ اور مقدار میں بڑا۔ ۲۹/۹ برائی اور مقدار میں بڑا ۱۳/۲ عمر میں بوڑھا ۱۹/۳ محنت و اجر میں بڑا ۱۷/۵ جسمانیت یا خیالی غیر واقعی عظمت میں بڑا۔ ۲۹/۹ عظمت، وسعت اور مقدار میں بڑا۔

کُبَرُهُمْ: کُبَرُ صفت مشبہ مرفوع، مضاف هُمْ مضاف الیہ، ۱۳/۴ ان میں سب سے زیادہ عمر والے نے۔ ۱۷/۵ جسمانیت یا خیالی عظمت میں بڑا۔

كَبِيْرُكُمْ: صفت مشبہ مرفوع مضاف کُمْ مضاف الیہ، تم سب سے علم میں بڑا پ۱۶/۱۲ پ۱۹/۷

كَبِيْرَةٌ: صفت مشبہ واحد مؤنث مرفوع، کُبَائر جمع، پ۱/۵ دشوار، شاق

كَبِيْرَةً: صفت مشبہ واحد مؤنث منصوب پ۲/۱ شاق، گراں۔ پ۱۱/۴ پ۱۵/۱۸ مقدار میں بڑی۔

كَبَائِرَ: صفت مشبہ جمع مؤنث منصوب مضاف، کَبِیْرَۃٌ واحد۔ پ۵/۲ پ۲۵/۵ پ۲۷/۶ بڑے گناہ۔

كُبَّارًا: صیغہ مبالغہ، کُبَّار، کُبَار کے معنی میں۔ کُبَارًا کے معنی سے زیادتی ہے اور کُبَّار، کَبِیْر کے معنی میں کبیرًا کے معنی سے زیادتی ہے۔ بہت ہی بڑا۔ پ۲۹/۱۰

كَتَبَ: واحد مذکر غائب ماضی معروف کَتْبٌ اور کِتَابَۃٌ مصدر، کَاتِبٌ کی تشریح میں ہم کَتْبٌ اور کِتَابَۃٌ کے معانی لکھ چکے ہیں۔ اس جگہ وضع اور استعمال کی ترتیب سمجھ لینی چاہیے۔ صاحب معجم القرآن نے صراحت کی ہے اور امام راغب کی تحریر بھی اسی کے موافق ہے کہ کَتْبٌ کے اصلی وضعی معنی تھے جمع کرنا اور کھال کے دو ٹکڑوں کو ملا کر سی دینا۔ ثانوی استعمال میں حرفوں کو ملا کر لکھنے اور بعض الفاظ کو بعض کے ساتھ جوڑ کر تحریر کرنے کو کہنے لگے اور چونکہ حرفوں کو لکھنا بغیر جمانے، نقش کرنے، ثبت کرنے اور کاغذ کے ساتھ پیوست کیے ممکن نہیں اس لیے تیسرے نمبر پر کَتْبٌ کے معنی ہوئے جمانا، نقش کرنا، ثبت کرنا، لازم کر دینا اور چونکہ اللہ کا حکم اور وحی اور قضاء و قدر اور مقرر کردہ فرائض اٹل ہیں، ثابت ہیں، لازم ہیں، ناقابل زوال ہیں اس لیے چوتھے نمبر پر کَتْبٌ کے معنی ہوئے اللہ کا حکم دینا، وحی بھیجنا اور مقرر اور مقدر کرنا، واجب کر دینا، فرض کر دینا اور چونکہ کسی حکم کا ایجاب و فرض و واجب کرنا پختہ ارادے اور عزم کو ظاہر کرتا ہے اس لیے پانچویں نمبر پر عزم کے معنی ہو گئے اور اس کے بعد اس چیز کو کہنے لگے جس کا عزم کیا جائے۔ پ۱/۴ مقرر کیا، مقدر کیا پ۶/۷ حکم دیا پ۱۲،۸،۱۰/۶ لازم کر دیا پ۱۳/۶ مقرر کیا، مقدر کر دیا، پ۲/۳ حکم قطعی دے دیا، قطعی فیصلہ کر دیا، پ۲۸/۴ مقدر کر دیا۔

كُتِبَ: واحد مذکر غائب ماضی مجہول پ۲/۶ واجب کر دیا گیا۔ پ۲/۷ فرض کر دیے گئے، دو جگہ پ۲/۱۶،۱۲ فرض کر دیا گیا پ۴/۷ مقدر کر دیا گیا پ۵/۸ فرض کیا گیا پ۵/۱۶ مقرر کیا گیا پ۱۱/۳ لکھا جاتا ہے پ۱۴/۸ ازل میں مقدر کر دیا گیا ہے۔

كَتَبَتْ: واحد مؤنث غائب ماضی معروف، لکھا پ۱/۹

کَتَبْتَ: واحد مذکر حاضر ماضی معروف تو نے فرض کیا۔ ۲/۸

کَتَبْنَا: جمع متکلم ماضی معروف ۵/۶ ہم فرض کر دیئے ۹/۱۱،۹ ہم نے فرض کر دیا تھا۔ ۸ ہم نے لکھ دیا، ثبت کر دیا۔ ۱۷/۲ ہم نے مقرر کر دیا۔ لکھ دیا، وحی بھیجی ۲۷/۲ ہم نے حکم (نہیں) دیا۔ ہم نے فرض (نہیں کیا)

اَلْکِتَابُ: لکھنا۔ لکھی ہوئی تحریر، خط، وہ عبارت مع مضمون جو لکھی ہوئی نہ ہو۔ آئندہ لکھی جانیوالی ہو۔ آسمانی صحیفے، تورات، انجیل، قرآنِ مجید۔ لوحِ محفوظ، صحیفہ، فطرت، تجویزِ الٰہی، علمِ الٰہی، حکمِ ازلی، اعمالنامے۔ فریضہ۔ خداداد دلیل واضح۔ غلام کو مکاتب بنا دینا۔

قرآن مجید میں قرآنِ پاک کے مختلف نام درج کئے گئے ہیں۔ قرآن۔ کتاب۔ ذکر۔ تنزیل، فرقان سب سے پہلا نام قرآن بیان کیا گیا یعنی پڑھا جانیوالا کلام، پھر قرآن کے مقصد پر تنبیہ کرنے کے لئے سورتِ تکویر میں جو نزول کے اعتبار سے چھٹی سورت ہے ذکر (یادداشت نصیحت) کہا گیا اس کے بعد تنزیل (اتارا ہوا کلام) پھر سورتِ اعراف کی آیت ۱ اور ۱۵ میں جو نزول کے اعتبار سے اڑتیسویں سورت ہے کتاب فرمایا کیونکہ آیات اور سورتوں کی کثرت اتنی ہو گئی تھی جس کے مجموعہ کو کتاب کہا جا سکتا تھا۔ آخر میں اس کا نام فرقان (حق و باطل میں جدائی کرنے والا دستور) ہوا (مخلوق۔ مناذ ملی الضوح طاہر) ۱ قرآن ۲/۱۴ اللہ کا فریضہ مراد عدت ۲ انجیل و تورات ۱۵/۱۸ اعمالنامہ ۲۰/۱۲ قرآن ۴ اعمالنامے ۲۵/۶ قرآن۔

اَلْکِتَاب: ۱/۶،۵ تورات ۱/۹ کتاب اللہ ۱ خود ساختہ کتاب ۱/۱۲،۱۱ تورات ۱/۱۴ دو جگہ تورات و انجیل ۱/۱۵ قرآن ۲/۱ دو جگہ تورات و انجیل ۲/۱ تورات ۲/۲ قرآن ۲/۱۰ اللہ کی کتاب ۳/۹ دو جگہ قرآن ۳/۱۰ تورات و انجیل ۳/۱۱ ۱ تورات ۲ قرآن ۳/۱۴ لکھنا ۳/۱۶ تورات ۳/۱ تورات ۴/۸ قرآن ۴/۱۰ تورات ۵/۲ تورات و انجیل ۵/۸ تورات ۵/۱۴،۱۲ قرآن ۶/۵ ۲ تورات و انجیل ۶/۱۱ قرآن ۶/۱۳ تورات و انجیل ۶/۵ لکھنا ۶/۸ تورات ۷/۱۶ اللہ کی کتاب ۷/۱۴ تورات ۹/۱ ۱ قرآن ۲ تورات و انجیل ۹/۶ تورات ۹/۱۱ تورات ۹/۱۴ قرآن ۱۰/۱ تورات و انجیل ۱۱/۱۵ تورات و انجیل ۱۲/۱۰ تورات ۱۳/۱۱ تورات و انجیل ۱۴/۱۴،۱۰ قرآن ۱۵/۱ تورات ۱۵/۱۴ قرآن ۱۶/۴ تورات ۲۶/۵ انجیل۔

۱۸/۳ تورات ۱۸/۱ مکاتب ہونا یعنی غلام کا اپنے آقا سے یہ
معاہدہ کرلینا کہ اتنی مدت کے اندر میں اپنی مقررہ قیمت
ادا کرکے غلامی سے آزادی حاصل کرلوں گا اور آقا کا
اقرار کرلینا کہ اگر تم نے اپنی قیمت اتنی مدت میں ادا کردی
تو تم آزاد ہو ۱۹/۲ تورات ۲/۸ تورات ۲۰/۹ تورات
انجیل ۲۰/۱۵ اللہ کی کتاب ۲۱/۱ قرآن ۲ تورات و انجیل
۱/۱۶ تورات ۲/۶ اللہ کی کتاب ۲۳/۸ تورات ۲۳/۱۵ قرآن
۱ قرآن ۲۴/۱۱،۲۰ تورات ۲۵/۳ اللہ کی کتاب ۲
قرآن ۵/۱۸ تورات ۲۷/۱۸ تورات و انجیل ۲۷/۲ اللہ کی کتاب
۲۸/۱۱ قرآن ۲۹/۱۵ دو جگہ تورات و انجیل ۳۰/۲۲ تورات و انجیل

اَلْکِتَابِ: ۱/۱۰ تورات ۱/۱۲ دو جگہ، تورات ۲/۴،۵
دو جگہ تورات ۱/۶ اللہ کی ہر کتاب ۲/۱۲ قرآن ۳/۹ ام الکتاب
یعنی لوح محفوظ ۳/۱۵ ۱ ۲ تورات و انجیل ۲ ۴ ۵
تورات ۳/۱۶ پانچ جگہ تورات ۱ دو جگہ تورات ۴/۲ ۱
تورات و انجیل ۱ اللہ کی کتاب ۱/۱۰ اللہ کی ہر کتاب
۱/۱۱ تورات ۵/۱۵ تورات و انجیل ۵/۱۶ قرآن ۵/۱۲ ۱ ۲
قرآن ۲ گزشتہ آسمانی کتابیں ۲ ۱ ۲ تورات ۶/۲
انجیل ۶/۲ ۱ ۲ تورات ۱ تورات و انجیل ۶/۱۲ تورات
۱۴ دو جگہ تورات و انجیل ۱/۱۰ لوح محفوظ ۹/۱۲ تقدیر خداوندی
۱۱ تورات ۶ قرآن ۹ گزشتہ کتب انبیاء ۱۲/۱۱ قرآن ۱۳
قرآن ۱۳/۱۲ لوح محفوظ ۱۴/۱ قرآن ۶ لوح محفوظ ۱۵/۱۸ اعمالنامہ

۱۶/۵،۶،۷ تین جگہ قرآن ۱۹/۴ قرآن ۱۹/۱۸ کتاب الٰہی ۲۰/۴
قرآن ۱ قرآن ۲ تورات و انجیل ۲۱/۱۰،۱۴ قرآن ۲۱/۱۹
تورات ۲۲/۱۵ اللہ کی کتاب ۲۶/۱۶ قرآن ۲۳/۱۵ قرآن ۲۴/۶
قرآن ۲۴/۱۳ اللہ کی کتاب ۲۵/۷ قرآن ۲ لوح محفوظ ۲۵/۱۴،۱۸
قرآن ۲۶/۱ قرآن ۲۷/۲ تورات و انجیل ۲۸/۴،۵ تورات ۳۰/۲۲
دو جگہ تورات و انجیل۔

کِتَابٌ: ۱/۱۱ قرآن ۲ قرآن ۷/۱۲ قرآن ۸/۷،۸ قرآن
۱۰/۵ حکم ازلی ۱۱/۱۷ قرآن ۱۳/۱۲ حکم مقرر ازلی ۱۳/۱۳ قرآن ۱۴/۱
مدت ۱۷/۴ اعمالنامے ۱۹/۱۷ خط ۲۳/۱۲ ۲۴/۱۵،۱۹ ۲۶/۲ قرآن ۲۶/۱۵
لوح محفوظ ۲۹/۴ اللہ کی کوئی کتاب۔ ۳۰/۸
بڑا رجسٹر۔

کِتَابٍ: ۳/۱۷ اللہ کی کتاب ۶/۱۳ لوح محفوظ ۹/۱۲ قرآن
۱۱/۱۲ ۱۳/۱ ۱۶/۱۱ لوح محفوظ ۱۹/۱۶ قرآن ۲۰/۲ لوح محفوظ ۲۰/۸
اللہ کی کوئی اور کتاب ۲۱/۱ لکھی ہوئی تحریر ۲۱/۱۲ اللہ
کی کتاب ۲۲/۷ ۲۲/۱۴ لوح محفوظ ۲۵/۳ قرآن یا اللہ کی ہر
کتاب ۲۷/۲ قرآن ۲۷/۱۶،۱۹ لوح محفوظ۔

کِتَابًا: ۴/۶ حکم ازلی ۵/۱۲ فریضہ ۶/۲ اللہ کی کوئی کتاب
۷ لکھی ہوئی کتاب یعنی قرآن ۱۵/۲ اعمالنامہ ۱۵/۱۰ لکھی
ہوئی کتاب ۱۷/۱ قرآن ۲۳/۱۷ اللہ کی کتاب ۲۳/۱۷ قرآن
۲۵/۸ کوئی کتاب الٰہی ۲۶/۴ قرآن ۱ تحریر یا لوح محفوظ۔

کِتَابُ: ۱۲/۲ ۲۶/۲ تورات۔

کِتَابِ: پ ۶/۱۱ تورات پ ۲/۶ حکمِ خدا، قرآن ۱۱/۱ صحیفہ
فطرت پ ۱۵/۱۶ قرآن پ ۱۲/۹ تحریرِ ازلی یا کتابُ اللہ پ ۲۱/۱۷
قرآن پ ۲۲/۸ دو جگہ اعمالنامہ۔

کِتَابَ: پ ۱/۱۲ قرآن پ ۵/۱ حکمِ الٰہی

کِتَابَهٗ: کِتَابَ منصوب مضاف ہٗ ضمیر مضاف الیہ
پ ۱۵/۸ پ ۲۹/۵ دو جگہ پ ۳۰/۹ دو جگہ، اس کا اعمال نامہ۔

کِتَابِهَا: کِتَابِ مجرور مضاف ھَا ضمیر مضاف الیہ
پ ۲۵/۲ اس کا اعمالنامہ۔

کِتَابُنَا: کِتَابُ مرفوع مضاف نَا ضمیر جمع متکلم
مضاف الیہ پ ۲۵/۲ ہمارا اعمال نامہ۔

کِتَابَكَ: کِتَابَ منصوب مضاف كَ ضمیر خطاب
مضاف الیہ پ ۱۵/۲ تیرا اعمالنامہ۔

کِتَابِكُمْ: کِتَابِ مجرور مضاف کُمْ ضمیر مضاف الیہ
پ ۲۳/۹ تم کو اللہ کی طرف سے بھیجی ہوئی کتاب۔

کِتَابِيَهْ: کِتَابِ منصوب مضاف ی ضمیر متکلم
مضاف الیہ ہْ علامتِ سکتہ پ ۲۹/۵ میرا اعمالنامہ۔

کِتَابَهُمْ: کِتَابَ منصوب مضاف هُمْ ضمیر
مضاف الیہ پ ۱۵/۸۔

کُتُبِ: جمع، کِتَاب واحد، اللہ کی بھیجی ہوئی
کتابیں اور صحیفے۔ پ ۲۲/۱۱

کُتُبٌ: جمع، کِتَاب واحد، لکھے ہوئے احکام پ ۳۰/۲۲

اَلْكُتُبِ: جمع، اَلْكِتَابُ واحد، اعمالنامے، پ ۱۷/۷

كُتُبِهٖ: كُتُبِ جمع مضاف ہٖ مضاف الیہ، اللہ
کی کتابیں اور صحیفے پ ۳/۸ پ ۵/۱۷ پ ۲۸/۲۰

كَتَمَ: واحد مذکر غائب ماضی معروف، اس نے چھپایا
كَتْمٌ اور كِتْمَانٌ مصدر (باب نصر) كَتِمَةٌ بات
كَتُومٌ بات چھپانے والا کاتم چھپانے والا
لیکن سِرٌّ کا تم چھپے ہوئے راز کو کہتے ہیں، پ ۱/۱۶
(دیکھو نکتموا)

كَثُرَ: واحد مذکر غائب ماضی معروف کَثْرَةٌ مصدر
(باب کرم) بہت ہو گیا، باب نصر سے متعدی ہے
اور مصدر کَثْرٌ ہے جس کے معنی ہیں تعداد میں مقابلے
کے وقت غالب آجانا۔ کثرۃ اسم مصدر بھی ہے تعداد
میں بیشی اور کُثْرٌ بمعنے کثیر بھی ہے، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ
عَلَى الْقُلِّ وَالْكُثْرِ تھوڑے بہت ہر حال میں
اللہ کا شکر ہے (قاموس) اصل میں لفظِ کثرۃ قلّۃ
کے خلاف تعداد (کلام۔ مال۔ اولاد۔ شمار
وغیرہ) میں بیشی کے لئے وضع کیا گیا ہے لیکن کبھی اس کا
استعمال فضل و مرتبہ کی بیشی کے لئے بھی ہوتا ہے
(المفردات) پ ۶/۱۲ (مزید تشریح کے لئے دیکھو
استکثرتم)

كَثُرَتْ: واحد مؤنث غائب کَثْرَةٌ مصدر

(باب کَرُمَ) (اگرچہ) کثیر ہو۔ ۹/۱۶

كَثَّرَ: واحد مذکر غائب تکثیرٌ مصدر باب تفعیل (اللہ نے تمہاری جماعت) بہت کردی۔ ۸/۱۸

كَثْرَةٌ: اسم مصدر، زیادتی، بیشی، افزونی ۷/۴ ۱۰/۱

كَثِيْرٌ: صفت مشبہ باب کَرُمَ سے ہے اس کا لفظ مفرد ہے معنی میں کثرت ہے اس لئے مفرد کی بھی صفت واقع ہوتا ہے اور جمع کی بھی معنوی اعتبار سے علاوہ جمع ہونے کے کوئی لفظی شناخت نہیں۔ بہت ۱/۱۴ ۴/۱۶ ۶/۱۳، ۱۴ ۱۷/۹ ۲۷/۱۸، ۲۰ دو جگہ۔

كَثِيْرٍ: بکثرت، بہت۔ ۵/۱۴ ۶/۷ ۱۹/۱۷ ۲۵/۵ ۲۶/۱۳

كَثِيْرًا: بہت۔ ۱/۳ ۳/۵ ۴/۱۰، ۱۲، ۱۴ ۵/۸، ۱۱ ۶/۲، ۷، ۹، ۱۱، ۱۳، ۱۴، ۱۵ ۷/۱۷ ۸/۱ ۹/۱۲ ۱۰/۱، ۲، ۱۱، ۱۷ ۱۱/۱۴ ۱۲/۸ ۱۳/۱۸ ۱۶/۱۱ ۱۷/۱۳ ۱۸/۱۷ ۱۹/۲، ۳، ۱۵ ۲۱/۴، ۱۹ ۲۲/۳ ۲۳/۳، ۱۱ ۲۴/۱۷ ۲۶/۱۴ ۲۸/۱۲ ۲۹/۱۰۔

كَثِيْرَةٌ: بہت۔ واحد مؤنث لیکن اطلاق جمع مؤنث کے موقع پر بھی ہوتا ہے (باب کَرُمَ) ۵/۱۰ ۱۸/۱ ۲۵/۱۳

كَثِيْرَةٍ: بہت۔ ۱۰/۱۰ ۲۳/۱۳ ۲۷/۱۴۔

كَثِيْرَةً: بہت۔ ۴/۱۶، ۱۷ ۲۶/۱۱ دو جگہ۔

كِدْتَ: واحد مذکر حاضر ماضی معروف، کَیْدٌ مصدر و اسم مصدر (باب ضَرَبَ) کَید کے معنی ہیں پوشیدہ تدبیر عموماً کید کو مقام ذم میں استعمال کیا جاتا ہے جس کا معنی ہوتا ہے فریب، مکر، دھوکہ لیکن کبھی اس کا معنی اچھی پوشیدہ تدبیر بھی ہوتا ہے جیسے اِنَّ کَیْدِیْ مَتِیْنٌ میری تدبیر مضبوط ہے بعض مفسرین نے اس جگہ کید کو معنی عذاب قرار دیا ہے (راغب) کَید کے معنی کَوْد بھی آتے ہیں یعنی کسی فعل کے وقوع یا عدم وقوع کے قریب پہنچ جانا (تفصیل کے لئے دیکھو کَادَ) قریب تھا کہ تو (مائل ہو جاتا) ۱۵/۸ قریب تھا کہ تو مجھے ہلاک کر دیتا) ۲۳/۲

كِدْنَا: جمع متکلم ماضی معروف، کَیْدٌ مصدر (باب ضرب) ہم نے خفیہ تدبیر کی۔ ۱۳/۳

كَدْحًا: مصدر۔ کوشش کرنا مشقت اٹھانا (دیکھو کَادِحًا) ۳۰/۹

كَذَّابٌ: کَاذِبٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے لیکن صرف فاعلی معنی میں بھی مستعمل ہے یعنی دروغ گو، جھوٹا (قاموس) کَذِبٌ کی کافی تشریح ہم کَاذِب کے ذیل میں کر چکے ہیں۔ ۲۳/۱۰ ۲۴/۸، ۹ ۲۷/۹

كِذَّابًا: مصدر منصوب مفعول مطلق (باب تفعیل) کسی کو جھوٹا قرار دینا، جھوٹا سمجھنا۔ نہ ماننا۔ ۳۰/۱، ۲۔

كَذَبَ: واحد مذکر غائب ماضی معروف، کِذْبٌ مصدر، اس نے جھوٹ باندھا۔ افترا کیا ۲۴/۱ جھوٹ

(نہیں) جانا۔ جھوٹ (نہیں) سمجھا ۲۱/۵ (دیکھو کاذِبٌ)

كَذَّبَ: واحد مذکر غائب ماضی معروف۔ تَكْذِيبٌ و كِذَّابٌ مصدر۔ بابِ تفعیل۔ جھوٹ جانا۔ نہ ماننا۔ انکار کیا۔ كَذَّبَ بِالْأَمْرِ اس بات کو نہ مانا۔ انکار کیا۔ كَذَّبَ فُلَانًا اس شخص کو جھوٹا قرار دیا۔ جھوٹا جانا، جھٹلایا۔ كَذَّبَ عَنْ أَمْرِهِ اس کام کے ارادے سے باز رہا یا لوٹا دیا (قاموس و تاج) قرآنِ مجید میں عموماً كَذَّبَ کے معنی ہیں انکار کیا۔ جھوٹا قرار دیا۔ نہ مانا۔ (باقی تشریح کے لئے دیکھو کاذِبٌ) ۷/۹، ۱۴

۸/۵، ۷ ۱۱/۱، ۷، ۹ ۱۴/۴ ۱۵/۶ ۱۶/۱۱، ۱۲ ۱۸/۱۷ ۱۹/۱، ۱۴ ۲۰/۱۴ ۲۱/۳

۲۲/۱۱ ۲۳/۱۰، ۱۷ ۲۴/۱ ۲۶/۱۵ ۲۹/۲، ۱۸ ۳۰/۳، ۷، ۱۰، ۲

كُذِّبَ: واحد مذکر غائب ماضی مجہول۔ تَكْذِيبٌ مصدر۔ جھوٹا قرار دیا گیا۔ جھٹلایا گیا۔ جھوٹ سمجھ کر نہ مانا گیا۔ ۷/۱۰ ۱۳

كَذَبَتْ: واحد مؤنث غائب ماضی معروف۔ كِذْبٌ مصدر۔ وہ جھوٹ بولی۔ ۱۲/۱۳

كَذَّبَتْ: واحد مؤنث غائب ماضی معروف۔ تَكْذِيبٌ مصدر۔ انکار کیا۔ نہ مانا۔ جھوٹا قرار دیا۔ ۱۴/۱۳ ۱۹/۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳

۲۳/۱۰ ۲۴/۶ ۲۶/۱۵ ۲۷/۸، ۹ ۲۹/۵ ۳۰/۱۶

كُذِّبَتْ: واحد مؤنث غائب ماضی مجہول۔ تَكْذِيبٌ مصدر۔ اس کو جھٹلایا گیا۔ نہیں مانا گیا، انکار کیا گیا۔

جھوٹا قرار دیا گیا۔ ۷/۱۰ ۲۲/۱۳۔

كَذَّبْتَ: واحد مذکر حاضر ماضی معروف۔ تَكْذِيبٌ مصدر۔ تو نے جھوٹ جانا۔ نہ مانا۔ جھٹلایا۔ ۲۴/۴

كَذَّبْتُمْ: جمع مذکر حاضر ماضی معروف۔ تَكْذِيبٌ مصدر۔ تم نے جھٹلایا۔ تم نے نہ مانا۔ ۱/۱۱ ۷/۱۳ ۱۹/۴ ۳۰/۳

كَذَّبْنَا: جمع متکلم ماضی معروف۔ تَكْذِيبٌ مصدر۔ ہم نے نہ مانا۔ ہم نے جھٹلایا۔ ۲۹/۱

كَذَّبُوا: جمع مذکر غائب ماضی معروف۔ تَكْذِيبٌ مصدر۔ انہوں نے جھٹلایا۔ جھوٹا سمجھے۔ نہ مانے۔

۱/۴ ۳/۱۰ ۴/۱۰ ۶/۶، ۱۴ ۷/۱، ۷، ۹، ۱۰، ۱۱ ۸/۵، ۱۱، ۱۲، ۱۵، ۱۶

۹/۱، ۲، ۳، ۶، ۷، ۱۲، ۱۳ ۱۰/۳ ۱۱/۹، ۱۰، ۱۳، ۱۵ ۱۴/۲۱

۱۷/۶، ۱۴ ۱۸/۳، ۱۷ ۱۹/۲، ۵، ۱۱، ۱۴ ۲۰/۱۶ ۲۱/۴، ۵ ۲۲/۱۱، ۱۹ ۲۳/۸

۲۴/۱۳ ۲۶/۱۵ ۲۷/۸، ۱۰، ۱۹ ۲۸/۷، ۱۵ ۳۰/۱، ۱۶

كُذِّبُوا: جمع مذکر غائب ماضی مجہول۔ تَكْذِيبٌ مصدر۔ ان کو جھٹلایا۔ ان کو جھوٹا سمجھا گیا۔ ۷/۱۰

كَذَّبُونِ: جمع مذکر غائب ماضی معروف۔ اصل میں كَذَّبُونِي تھا۔ انہوں نے مجھے جھٹلایا، جھوٹا قرار دیا۔ ۱۸/۲، ۱۳ ۱۹/۱۰

كَذَبُوا: جمع مذکر غائب ماضی معروف۔ كِذْبٌ مصدر۔ ۷/۹ ۱۲/۲ ۱۰/۲ جھوٹ باندھا۔ ۱/۱۸ اللہ اور رسول سے جھوٹ بولا۔

كُذِبُوا: جمع مذکر غائب ماضی مجہول۔ كِذْبٌ مصدر۔

وہ سچے نہ نکلے، ان کی بات سچی نہ نکلی۔ پ۱۳/۹

اَلْكَذِبَ: جھوٹ۔ جھوٹی بات۔ پ۳/۱۶ پ۴/۱ پ۵/۴ پ۶/۴ پ۱۱/۱۱،۱۲ پ۱۴/۱۴،۲۰،۲۱ تین جگہ پ۲۸/۹

اَلْكَذِبِ: جھوٹ۔ جھوٹی بات پ۱۰/۱ پ۲۸/۲

كَذِبٍ: مصنوعی، غیر واقعی، جھوٹا (خون) پ۱۲/۱۲

كَذِبًا: جھوٹ۔ جھوٹی بات پ۷/۹،۱۷ پ۸/۴،۱۱ پ۹/۱ پ۱۱/۷
پ۱۲/۲ پ۱۵/۱۳،۱۴ پ۱۶/۱۲ پ۱۸/۳ پ۲۱/۳ پ۲۲/۷ پ۲۵/۴ پ۲۹/۱۱۔

كِذْبُهٗ: كِذْبُ اسم مضاف، ہٗ ضمیر مضاف الیہ اس کا جھوٹ، پ۲۴/۹

كَذٰلِكَ: اول کاف حرف تشبیہ ذَا اسم اشارہ (یہ۔ اس) لَ علامت اشارہ بعید، آخر کاف حرف خطاب (حسب صراحت ابن حاجب و رضی) واحد مذکر کے لئے (شرح کافیہ لمولانا جامی) كَذٰلِكَ سے اشارہ مذکورہ سابق کی طرف ہوتا ہے جس کا ترجمہ ہے ایسے ہی۔ اسی کی طرح۔ واحد مؤنث کے لئے كَذٰلِكِ جمع مذکر کے لئے كَذٰلِكُمْ اور جمع مؤنث کے لئے كَذٰلِكُنَّ آتا ہے۔ پ۱/۹،۱۳ پ۲/۱،۴،۷،۸،۱۱،۱۵
پ۳/۴،۱۳ پ۵/۲ پ۶/۱۰ پ۷/۲،۲،۱۱،۱۵،۱۶،۱۹ پ۸/۱،۲،۳،۵،۱۱،۱۲،۱۴
پ۹/۹،۱۱،۱۲ پ۱۱/۷،۸،۹،۱۳،۱۵ پ۱۲/۹،۱۱،۱۳ پ۱۳/۱،۳،۸،۱۰،۱۱
پ۱۴/۱۰،۱۱،۱۷ پ۱۵/۵ پ۱۶/۲،۴،۱۳،۱۴،۱۵،۱۶ پ۱۷/۲،۶،۱۲ پ۱۸/۱۴
پ۱۹/۱،۸،۹،۱۵،۱۸ پ۲۰/۵ پ۲۱/۱،۵،۷،۹ پ۲۲/۴،۱۶ پ۲۳/۶،۷،۸
پ۲۴/۶،۹،۱۲،۱۳ پ۲۵/۲،۶،۷،۸،۱۴،۱۶ پ۲۶/۳،۵،۱۵ پ۲۷/۲،۹
پ۲۹/۳،۵،۲۱،۲۲

كَذٰلِكَ: ایسے ہی، اسی کی طرح (حسب تفصیل مذکورہ بالا) پ۳/۱۴ پ۱۶/۵ پ۲۶/۱۹

كَذٰلِكُمْ: انہی کی طرح، ایسے ہی۔ کاف حرف تشبیہ، ذٰلِكُمْ اسم اشارہ بعید جمع مذکر پ۲۶/۱۰

كَرْبٍ: اسم مصدر نکرہ۔ سخت غم (راغب) دم گھونٹنے والا غم (قاموس) مراد غم کا سبب یعنی بڑی مصیبت كَرْبُ الْاَرْضِ زمین کو کھودنا، چونکہ غم بھی دل میں ہیجانی بے چینی پیدا کر دیتا ہے گویا دل کی زمین کو کھود ڈالتا ہے۔ كُرْبَۃٌ وہ گانٹھ جو رسی کے سر پر بندھی ہوتی ہے، غم بھی دل کی گانٹھ ہوتا ہے (راغب فی المفردات) كَرَبَ کے معنی قریب ہونا بھی ہے (اسی لئے كَرَبَ کو كَادَ کی طرح افعال مقاربہ میں شمار کیا جاتا ہے۔ كَرَبَتِ الشَّمْسُ سورج ڈوبنے کے قریب ہو گیا، ڈوبنے لگا۔ زیادتی غم سے بھی دل ڈوبنے لگتا ہے پژمردہ۔ افسردہ ہو کر زندگی کی تازگی ختم یا کم ہو جاتی ہے۔ پ۷/۱۴

اَلْكَرْبِ: اسم مصدر معرفہ، بڑی مصیبت پ۱۷/۶ پ۲۳/۷،۸

كَرَّةً: كَرٌّ کسی طرف مڑ جانا، جھک جانا، لوٹ جانا (راغب) كَرٌّ کے بعد ۃ وحدت کی ہے جس کے معنی ہے

ایک بار، گویا کَرَّۃٌ کے معنی ہوئے ایک بار لوٹنا، ایک
پھیرا۔ ایک مرتبہ واپسی، دشمن پر (لوٹ کر) یکبارگی
حملہ کرنے کو بھی (اسی مناسبت سے) کہتے ہیں
(تاج) آیات میں مراد ہے عالمِ آخرت سے
لوٹ کر ایک بار پھر دنیا میں جانا۔ پ ۲/۴ ، ۱۹/۹ ، ۲۴/۳

کَرَّۃٌ: اس جگہ مراد دنیا سے لوٹ کر عالمِ آخرت
میں جانا، ایک بار پھر زندہ ہونا۔ پ ۳۰/۲

اَلْکَرَّۃَ: دشمن پر یکبارگی حملہ غلبہ حاصل کرنے کے
لئے کیا جاتا ہے اس لئے کَرَّۃٌ کے معنی غلبہ بھی آتا
ہے، اس جگہ غلبہ مراد ہے (سیوطی)

کَرَّتَیْنِ: تثنیہ کَرَّۃٌ واحد، دو مرتبہ، دوبار۔ پ ۲۹

کُرْسِیُّہٗ: کرسیٌّ مضاف ہٗ مضاف الیہ، اسکی
کرسی۔ اصحاب الظواہر (علامہ ابن تیمیہ، امام ابن قیم
وابن حزم اندلسی وغیرہم) کے نزدیک کرسی سے
حقیقی معنی مراد ہے یعنی یہی بیٹھنے کی کرسی لیکن
کیفیت مجہول ہے معلوم نہیں کیسی؟ کس چیز کی؟ غرض
جیسی اللہ کے لئے سزاوار ہے بعض علماء کے نزدیک وہ جسم
محیط مراد ہے جس کے اندر سارا جہان سمایا ہوا ہے، بعض نے
انصاف و حکومت کی کرسی مراد لی ہے حضرت ابن عباس
کے نزدیک کرسی سے علم مراد ہے۔ پ ۳

کُرْسِیَّہٗ: کرسی اسم مضاف ہٗ مضاف الیہ، اسکی کرسی
(پ) اسجگہ کرسی سے متعارف کرسی مراد ہے۔ پ ۲۳/۱۲

کِرَامٌ: جمع، کَرِیْمٌ واحد، باعزت، بزرگ (فرشتے)
امام راغب نے لکھا ہے کریم اللہ کی صفت بھی ہے
انسان کی بھی، فرشتے کی بھی، قرآن کی بھی اور دوسری
چیزوں کی بھی اور سب کے معانی میں اختلاف ہے۔
۱ اللہ کے کرم سے مراد ہے مخلوق پر اس کا احسان و
انعام۔ اللہ کریم ہے یعنی مخلوق پر احسان کرتا ہے
پیہم نعمتوں سے نوازتا ہے ۲ آدمی کے کرم سے
مراد ہے اخلاقِ پسندیدہ، خصائل حمیدہ، کردار کی ہر
خوبی اور ہر ذاتی شرف۔ آدمی کریم ہے یعنی اچھے
کردار کا مالک ہے، اس کے اندر محاسن ہیں، شرف
ہے بزرگی ہے۔ بعض علماء کا قول ہے حریت اور
کرم دونوں ہم معنی ہیں لیکن استعمال میں فرق ہے،
حر اس آدمی کو کہتے ہیں جس میں خوبیاں ہوں اس کے
اعمال میں حسن ہو خواہ محاسن چھوٹی ہوں یا بڑی لیکن کریم
صرف اسی آدمی کو کہتے ہیں جس میں بہت اونچی خوبیاں
ہوں ۳ ملائکہ کے کریم ہونے کے معنی ہے، دربارِ
الٰہی میں ان کی عزت و بزرگی۔ کِراماً کاتبین عزت
والے فرشتے جو انسان کے اعمالنامے لکھتے ہیں
۴ قرآن کریم یا کتاب کریم، عزت و شرف والا بزرگ
قرآن اور کتاب ۵ رسول کریم عزت و بزرگی والا

پیغام بر (جبرئیل) ۸۱ قولِ کریم (زمل) عمدہ بات، عاجزانہ کلام ۔ باقی اشیاء میں سے جس چیز کی صفت کریم ہوگی تو اس سے مراد ہوگا اس چیز کا اچھی صفات سے متصف ہونا، عمدہ ہونا جیسے زَوْجٍ كَرِيمٍ ہر عمدہ قسم مَقَامٍ كَرِيمٍ عمدہ مقام۔ ۳۰/۵

كِرَامًا، جمع كَرِيْمٌ واحد، ۱۹/۴ بزرگانہ انداز سے شریفانہ ۳۰/۳ عزت والے بزرگ (فرشتے)

كِرَامٍ: صفت مشبہ واحد، كِرَام جمع، عزت والا، ۹/۱۵ ۱۰/۶ ۱۳/۱۴ ۱۷/۱۴ ۱۸/۹ ۱۹/۱۸،۱۷ ۲۲/۷ ۲۷/۱۸،۱۶ ۲۵/۱۴ ۔

كَرِيْمٍ: صفت مشبہ واحد، كِرَامٌ جمع عزت والا عمدہ، ۱۹/۸،۵ ۲۱/۱۰ ۲۲/۱۸ ۲۵/۱۴ ۲۷/۱۵ ۲۹/۶ ۳۰/۶ ۔

كَرِيْمًا: صفت مشبہ واحد، كِرَام جمع ۵/۲ عزت کا مقام ۱۵/۳ عاجزانہ بادب ۲۲/۱ عزت والا، عمدہ، ۲۲/۲ عزت والا۔ بڑا۔

اَلْكَرِيْمُ: صفت مشبہ واحد، كِرَام جمع ۲۵/۱۲ بزرگ۔

اَلْكَرِيْمِ: صفت مشبہ واحد، كِرَامٌ جمع ۱/۶ بزرگ ۳۰/۲ بزرگ

كَرَّمْتَ: واحد مذکر حاضر ماضی معروف تَكْرِيْمٌ و تَكْرِمَةٌ مصدر، باب تفعیل عزت دینا تعظیم کرنا، عیب سے پاک قرار دینا، کسی کو کریم کہنا (تاج و قاموس) تَكْرِيْمٌ لازم بھی آتا ہے كَرَّمَ السَّحَابُ ابر بہت

پُرآب ہوگیا۔ آیت میں اول معنی مراد ہے تو نے عزت دی۔ ۱۵/۷

كَرَّمْنَا: جمع متکلم ماضی معروف، تَكْرِيْمٌ مصدر، ہم نے عزت دی۔ ۱۵/۷

كَرِهَ: واحد مذکر غائب ماضی معروف (باب سَمِعَ) ۹/۵ ۱۰/۱۱ ۱۱/۱۳ ۲۴/۷ ۲۸/۹ (اگرچہ) ناپسند کریں ۱۰/۱۲ ناپسند کیا، كَرِهٌ صفت کا صیغہ ہے كَرِيْهٌ کے ہم معنی یعنی مکروہ، ناپسندیدہ (مزید تشریح کے لئے كَارِهُوْنَ)

كَرَّهَ: واحد مذکر ماضی معروف، تَكْرِيْهٌ مصدر باب تفعیل (دوسرے مفعول پر الی آنا ضروری ہے) تمہارے لئے ناگوار بنا دیا، ناپسند قرار دیا۔ تمہاری نظر میں مکروہ کر دیا۔ ۲۶/۱۳

كَرِهْتُمُوْا: جمع مذکر حاضر ماضی معروف (اگر) تم ناپسند کرو (شرط کی وجہ سے ماضی بمعنی مضارع) ۴/۱۴ تم ناپسند کروگے۔ ۲۶/۱۴

كَرِهُوْا: جمع مذکر غائب ماضی معروف، انہوں نے ناپسند کیا ۱/۱۴ ۲۶/۵،۴

كُرْهٌ: اسم، ناپسند، ناگوار (كَرْهٌ اور كُرْهٌ کے فرق کے لئے دیکھو كَارِهُوْنَ) ۲/۱۰

كُرْهًا: تکلیف سے ناگواری کے ساتھ برداشت

کرکے ۔ پ ۲۶/۲ ۔

کَرْھًا: مصدر و اسم مصدر، ناگوار ہونا، ناخوشی، مجبوری، زبردستی پ ۳ اس آیت کا مطلب علماء تفسیر نے الگ الگ بیان کیا ہے ۱ کسی نے کہا کَرْھًا اسلام کا مطلب ہے ہر فطری دلائل سے مجبور ہو کر اللہ کی ذات صفات کو مان لینا ۲ بعض کا قول ہے مسلمان بخوشی مانتا ہے اور کافر قضاء الٰہی کے سامنے مجبوراً ہتھیار ڈال دیتا ہے ۳ قتادہ نے کہا مسلمان بخوشی مانتا ہے اور کافر مرنے کے وقت مجبور ہو کر ۴ ابوالعالیہ اور مجاہد نے کہا کافر بھی اللہ کے خالق کل ہونے کا اقرار کرتا ہے اگرچہ معبود دوسروں کو بھی جانتا ہے ۵ حضرت ابن عباس نے فرمایا مسلم ہو یا غیر مسلم (فطری) احوال کے لحاظ سے سب فرمانبردار ہیں (یعنی تخلیقی حدود سے کوئی باہر نہیں نکل سکتا) اگرچہ زبان سے کافر انکار کرتا ہے ۶ اہل تصوف نے لطیف نکتہ بیان کیا ہے، کہتے ہیں جس نے سزا جزا دینے والے کی ذات کا مطالعہ کیا اور صرف مطالعہ ذات کے پیش نظر اطاعت کی وہ اول گروہ میں داخل ہے اور جس نے ثواب کے لالچ یا عذاب کے خوف سے اطاعت کی وہ دوسرے گروہ میں شامل ہے یعنی رضاء ذات کے پیش نظر ایمان و اطاعت ہو تو اس کو طوعاً کہا جائے گا اور جبر (خوف) کے جذبہ کے تحت ہو تو کرھاً ہو گا (راغب) پ ۱۳/۸ اس آیت کی توضیح بھی پ ۳/۱۷ کی طرح ہے، پ ۴/۱۴ زبردستی، عورتوں کی ناگواری کی حالت میں پ ۱۰/۱۲ خوشی ناخوشی پ ۲۶/۱۶ خوشی ناخوشی یا بالارادہ اور بالاضطرار۔

کَسَادَھَا: کَسَادٌ مصدر مفعول مضاف، ھَا ضمیر واحد مونث مضاف الیہ، تجارت نہ چلنا، سودا نہ بکنا، خریدار نہ ملنا۔ کُسُوْدٌ کا بھی یہی معنی ہے (باب نصر و کرم) سُوْقٌ کَاسِدٌ وہ بازار جس میں خریدار کم ہوں، مَتَاعٌ کَاسِدٌ وہ سامان جس کے خریدار کم ہوں، کَسِیْدٌ بھی اسی کا ہم معنی ہے۔ پ ۱۰/۹

کُسَالٰی: جمع، کَسْلَانُ واحد، سست، کاہل، جس کام میں سستی نہ کرنی چاہیئے اس میں سستی کرنے کو کَسَل کہتے ہیں (راغب قاموس) کَسِلٌ سستی کرنے والا مرد، کَسُوْلٌ سست عورت (باب سَمِعَ) پ ۵/۱۸ پ ۱۰/۱۲

کَسَبَ: واحد مذکر غائب ماضی معروف، کَسْبٌ کمائی کرنا، نفع کے لئے کوئی کام کرنا خواہ نتیجہ اچھا نکلے یا برا۔ کسب و اکتساب کا فرق اور ان کی تشریح حسب صراحت امام راغب اِکْتَسَبَ کے ذیل میں بیان

کی جا چکی ہے اس جگہ اتنا سمجھ لینا چاہیے کہ قرآن مجید میں کسب کا استعمال چھ طرح کیا گیا ہے ۱ قلبی ارادہ اور نیت کی پختگی جیسے وَلٰکِنْ یُّؤَاخِذُکُمْ بِمَا کَسَبَتْ قُلُوْبُکُمْ ۲ اچھا برا قول یا فعل جیسے ثُمَّ تُوَفّٰی کُلُّ نَفْسٍ مَّا کَسَبَتْ ۳ نیک کام کرنا جیسے لَهَا مَا کَسَبَتْ ۴ برے کام کرنا جیسے وَلَا تَکْسِبُ کُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَیْهَا ۔ وَلَوْ یُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا کَسَبُوْا ۔ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌ بِمَا کَسَبَتْ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا کَسَبُوْا ۵ مال کمانا جیسے اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا کَسَبْتُمْ ۶ اولاد جیسے وَمَا کَسَبَ ۔ مَکْسِبٌ مَکْسَبٌ اور مَکْسِبَةٌ بھی مصدر ہے (باب ضرب متعدی بیک مفعول و دو مفعول) $\frac{۱}{۹}$ برا کام کیا $\frac{۲۷}{۳}$ اچھا یا برا کوئی کام کیا $\frac{۳}{۳۶}$ اولاد ۔

کَسَبَا : تثنیہ مذکر غائب ماضی معروف ، یہ لفظ اگرچہ تثنیہ مذکر کے لئے موضوع ہے لیکن اس جگہ ایک مرد اور ایک عورت مراد ہے ، استعمال عرب میں ایسا جائز ہے ۔ دونوں نے برا کام کیا $\frac{۶}{۱۰}$

کَسَبَتْ : واحد مؤنث غائب ماضی معروف $\frac{۱}{۱۶}$ $\frac{۳}{۸}$ اچھے کام کئے $\frac{۶}{۱۴}$ $\frac{۱۳}{۱۹}$ $\frac{۲۱}{۸}$ $\frac{۵}{۵}$ برے کام کئے $\frac{۶}{۸،۷}$ $\frac{۱۳}{۱۱}$ $\frac{۲۴}{۷}$ $\frac{۲۵}{۱۹}$ $\frac{۲۹}{۱۶}$ اچھا یا برا کوئی کام کیا $\frac{۳}{۱۲}$ ارادہ کیا ، نیت کی ۔

کَسَبْتُمْ : جمع مذکر حاضر ماضی معروف $\frac{۱}{۹}$ تم نے اچھے کام کئے $\frac{۳}{۵}$ تم نے جو مال کمایا ۔

کَسَبُوْا : جمع مذکر غائب ماضی معروف $\frac{۲}{۱۴}$ $\frac{۵}{۹}$ $\frac{۷}{۱۴}$ $\frac{۱۱}{۸}$ $\frac{۲۲}{۱۲}$ $\frac{۲۴}{۲}$ ۴ $\frac{۲۵}{۱۷،۵،۲}$ انہوں نے برے کام کئے $\frac{۲}{۹}$ انہوں نے اچھے کام کئے $\frac{۳}{۴}$ $\frac{۱۳}{۱۵}$ ظاہری بھلے کام کئے ۔

کِسَفًا : جمع ، کِسْفَةٌ مفرد ، اَکْسَافٌ و کُسُوْفٌ جمع الجمع ، ٹکڑے ۔ کَسَفَ (باب ضرب متعدی بھی ہے اور لازم بھی کَسَفَ الثَّوْبَ کپڑا کاٹ دیا پھاڑ دیا کَسَفَتِ الشَّمْسُ سورج گرہن ہو گیا کَسَفَ اللّٰهُ الشَّمْسَ اللہ نے سورج گرہن کر دیا کَسَفَ حَالُهٗ اس کا حال برا ہو گیا کَسَفَ طَرْفَهٗ اس نے اپنی آنکھیں نیچی کر لیں $\frac{۱۵}{۱۰}$ ٹکڑے $\frac{۱۹}{۱۴}$ ٹکڑے $\frac{۲۱}{۸}$ اجرِ کا ایک پارہ دوسرے کے اوپر تہ بہ تہ $\frac{۲۲}{۲}$ ٹکڑے ۔

کِسْفًا جمع کِسْفَةٌ مفرد ، بعض اہل لغت نے کِسْفًا کو بھی مفرد کہا ہے ۔ اخفش نے صراحت کی ہے کہ آیت $\frac{۲۷}{۴}$ میں جس کے نزدیک کِسْفًا کی روایت صحیح ہے اس کے نزدیک کِسْفًا مفرد ہے اور جس کے نزدیک اس جگہ کِسَفًا مروی ہے اس کے نزدیک بہر حال ، جمع ہے ۔

کِسْوَتُہُمْ: مفرد مضاف، کِسَاءٌ جمع، لباس۔ کُسْوَۃٌ بھی اسی کے ہم معنی ہے۔ اس کی جمع کُسًی ہے۔ کَسَاءٌ نسلی، بزرگی اور مرتبے کی بلندی، کِسَاءٌ کمبل اَکْسِیَۃٌ جمع، کَاسِیْ لباس پہنے ہوئے آدمی، مَکْسُوْ وہ لباس جو پہنا گیا ہو۔ کَسِیَ (سَمِعَ) متعدی بیک مفعول (کُسًی مصدر) پہننا۔ کَسٰی (نصر) متعدی بدو مفعول کسی کو لباس پہنانا یا پہننے کو دیا۔ آیت میں ھُم مضاف الیہ ہے۔ ان مردوں کا لباس ۷/۲

کِسْوَتُہُنَّ: ان عورتوں کا لباس۔ ۲/۱۴

کَسَوْنَا: جمع متکلم ماضی معروف (باب نصر) ہم نے پہنایا۔ ۱۸/۱

کُشِطَتْ: واحد مؤنث غائب ماضی مجہول کَشْطٌ مصدر (باب نصر) کَشْطٌ کے معنی برہنہ کر دینا جگہ سے ہٹا دینا۔ گھوڑے کے اوپر سے جھول الگ کر دینا۔ اونٹ وغیرہ کی کھال اتار دینا۔ کِشَاطٌ برہنہ ہونا (تاج و قاموس) کسی چیز کو ہٹا کر لپیٹ دینا۔ آسمانوں کو جگہ سے لپیٹ دیا جائے گا۔ ۳۰/۶ (معجم القرآن)

کَشَفَ: واحد مذکر غائب ماضی معروف، دور کر دیتا ہے، زائل کر دیتا ہے۔ ۱۲/۲ (دیکھو مزید تنقیح کے لئے کَاشِفَ)

کَشْفَ الضُّرِّ: مصدر منصوب مضاف۔ الضُّرِّ مضاف الیہ۔ تکلیف کو دور کرنا۔ ۱۵/۶

کَشَفَتْ: واحد مؤنث غائب ماضی معروف۔ اس نے کھولا۔ اس نے کپڑا ہٹایا) ۱۹/۱۸

کَشَفْتَ: واحد مذکر حاضر ماضی معروف (اگر) تو دور کر دے (اگر) تو ٹال دے (شرط کیوجہ سے ماضی بمعنی مضارع) ۹/۶

کَشَفْنَا: جمع متکلم ماضی معروف، ہم نے دور کر دیا، ٹال دیا ۹/۶ ۱۱/۱۵ ہم نے دور کر دی، زائل کر دی ۱۷/۶ (اگر) ہم دور کر دیں ۱۵/۴ ہم نے دور کر دیا۔ ہٹا دیا۔ ۲۵/۱۱ ہم نے کھول دیا، پردہ ہٹا دیا۔ ۲۶/۱۶

کَظِیْمٌ: صفت مشبہ مفرد، کَظْمٌ اور کُظُوْمٌ (دیکھو اَلْکَاظِمِیْنَ) سخت غمگین جو اپنے غم کو گھونٹ کر رکھے ظاہر نہ کرے (بیضاوی، خازن) ۱۳/۴ ۲۵/۸

اَلْکَعْبَۃَ } چوکور مربع مکان جو سطح سے اونچا
اَلْکَعْبَۃِ } ہو یعنی کرسی پر بنا ہو مراد مسلمانوں کا قبلہ۔ ۷/۲

دنیا میں سب سے اول عبادت خانہ جس کی تعمیر ابتدائی دور انسانی میں کی گئی کعبہ ہے، حضرت ابراہیم سے بھی پہلے لوگ اس کی تعظیم کرتے تھے سیلاب اور امتدادِ زمانہ کے سبب عمارت گر گئی، نشان

مٹ گئے تو حضرت ابراہیم نے از سر نو مربع عمارت بنائی جس کی شکل چوکور تھی لیکن ہر چہار اطراف میں بجائے اضلاع کے زاویے قائم کئے، زاویہ غربی زاویہ شرقی، زاویہ شمالی۔ زاویہ جنوبی، چاروں اضلاع کا رُخ اس طرح تھا، ایک ضلع جنوبی شرقی، دوسرا جنوبی غربی، تیسرا شمالی شرقی، چوتھا شمالی غربی، اس شکل کی عمارت بنانے کی وجہ صرف یہ تھی کہ کسی رخ کی طوفانی ہواؤں سے ٹکراؤ نہ ہو۔ حضرت ابراہیم کے زمانۂ دراز کے بعد عمالقہ نے تعمیر کی، پھر قبیلۂ جرہم نے اپنے زمانے میں اس کی عمارت بنائی، سیلاب کے سبب جرہم کی بنائی ہوئی عمارت بھی گر گئی تو قریش نے تعمیر کی لیکن روپے کی کمی کے سبب اصل عمارت سے یہ عمارت تنگ رہی۔ اصل بنیادوں پر نہ بن سکی حضورِ اقدس کی بعثت سے پانچ سال پہلے کا یہ واقعہ ہے، سرکارِ دوعالم بھی تعمیر میں شریک تھے، پھر حضرت عبداللہ بن زبیر نے اپنے دورِ خلافت میں ۶۴ھ سے ذی الحج ۶۵ھ تک ابراہیمی بنیادوں پر از سرِ نو تعمیر کی اور قریش کی بنائی ہوئی عمارت ڈھا دی جب حجاج کی فوج کی سنگ باری سے کعبہ کی دیواریں ٹوٹ گئیں اور حضرت عبداللہ کو شکست ہو گئی تو عبدالملک بن مروان کے حکم سے ابنِ زبیر کی بنوائی ہوئی عمارت گرا دی گئی اور قریش کی قائم کردہ بنیادوں پر تعمیر کی گئی۔ عمارت قریش کی بلندی ۱۵ میٹر تھی، حضرت ابنِ زبیر نے ۲۰ میٹر بلندی رکھی میزاب والا ضلع اور اس کے سامنے والا ضلع دس دس میٹر سے کچھ زائد تھا اور دروازہ والا ضلع اور اس کے سامنے والا ضلع بارہ بارہ میٹر طویل بنایا۔

اسلام سے ستائیس سو برس پہلے عرب کعبہ کی تعظیم کرتے تھے، اس میں بت پرست اور اہلِ کتاب کی کوئی تفریق نہ تھی بلکہ حضرت ابراہیم سے بھی پہلے اقوامِ عرب (عاربہ اور متعربہ) کی نظر میں یہ عبادت خانہ مقدس مانا جاتا تھا۔ ایک اسلامی شاعر کے اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ ساسان بن بابک (شاہِ فارس) بھی کعبہ کے حج کو آیا تھا، شاعر کہتا ہے ؎

وَمَا زِلْنَا نَحُجُّ الْبَيْتَ قِدْمًا ۔ وَنُلْقِيْ بِالْاَبَاطِحِ اٰمِنِيْنَا
وَسَاسَانُ بْنُ بَابِكَ سَارَ حَتّٰى ۔ اَتَى الْبَيْتَ الْعَتِيْقَ يَطُوْفُ دِيْنَا

ہم پرانے زمانے سے کعبہ کا حج کرتے رہے ہیں اور امن کے ساتھ وادیٔ بطحا میں رہتے رہے ساسان بن بابک بھی چل کر آیا تھا اور اس نے بھی اس مکانِ قدیم کا مذہبی طواف کیا تھا (معجم القرآن)

مروج الذہب میں لکھا ہے کہ صابی فرقہ (یعنی

صابئی فرقوں میں سے وہ گروہ جو ستارہ پرست تھا، کعبہ کی تعظیم کرتا تھا اور کہتا تھا کہ کعبہ بیت زحل ہے۔ مشرک صابئی سیاروں کو ابدی ازلی کہتے اور عالم عناصر کا مؤثر حقیقی اور الٰہ معبود جانتے تھے (رحلہ حجازیہ) شہر سبا (علاقۂ یمن) کے رہنے والے قبائل حمیر سب سے پہلے صابئی مذہب کے علمبردار رہے اور سیل عرم کے بعد یا کچھ پہلے باقی بلاد عرب میں جب یہ قبائل پھیل گئے تو شام و حبش تک یہ مذہب پھیل گیا۔ صابیوں کی نظر میں سات محترم مکان تھے جن میں سے ایک کعبہ بھی تھا اور سب مٹ گئے، کعبہ باقی رہا اور چونکہ ستارہ پرستی قدیم سے عموماً شرقی ممالک میں پھیلی ہوئی تھی خصوصاً ہندوستان، ایران اور عراق (کلدانی) اس لئے ان ملکوں کے باشندے کعبہ کی تعظیم کرتے تھے، بقول پروفیسر عبدالرؤف (معجم القرآن) ہندو مکہ کو مکتیشا یا مکو شیشان کہتے تھے یعنی شیش یا شیشان والا مکہ۔ شیش یا شیشان ہندوؤں کے کسی دیوتا کا نام تھا، ہندو یہ بھی کہتے تھے کہ الوہیت کے تیسرے رکن (اقنوم ثالث) یعنی شیو جب مکہ کی زیارت کو اپنی بیوی سمیت گیا تو مجسمہ الوہیت کا ایک پتھر توڑ کر لیتا گیا جس کو کعبہ میں لگا دیا، اسی کو حجر اسود کہا جاتا ہے ہم نہیں کہہ سکتے کہ صاحب معجم القرآن کی تحقیق کہاں تک صحیح ہے اور قدیم ہندوستانی کعبہ کو محترم جانتے تھے یا نہیں لیکن موجودہ ہندوؤں کے آرین قدماء کی بعض تصریحات ضرور یہ پتہ دیتی ہیں کہ ان کی نظر میں مکہ ضرور واجب العظمۃ مقام تھا آرین تاریخ (اگر صحیح ہے) تو یہ رائے قائم کی جا سکتی ہے کہ ایران کے مذہبی عقائد قدیم آریہ پر ضرور اثر انداز تھے اور ایرانی صابی مکے کی تعظیم و تقدیس کرتے تھے اس لئے یہ یقین کر لینے کی وجوہ ہیں کہ قدیم آریہ بھی مکہ کی تقدیس کرتے ہوں گے۔

اسلام سے پہلے عرب نے کچھ کعبے دوسرے بھی بنا رکھے تھے جن کی تقدیس کرتے تھے لیکن کعبہ کی عظمت سب سے زیادہ تھی، اسلام کے بعد ایک کعبہ کے علاوہ کوئی کعبہ باقی نہیں رہا۔

اَلْكَعْبَيْنِ: تثنیہ، اَلْكَعْبُ مفرد، دونوں ٹخنے ایڑی سے اوپر قدم اور ٹانگ کے ملنے کے مقام پر، دائیں اور بائیں ابھری ہوئی دو ہڈیاں، جوتہ کا تسمہ باندھنے کی جگہ میں پشت قدم پر سامنے کی طرف جو ہڈی کسی قدر ابھری ہوئی ہے اسکو بھی

کعب کہا جاتا ہے (قاموس) لیکن باجماعِ اہلِ سنت آیت میں پاؤں کے دونوں ٹخنے ہی مراد ہیں۔ پ۶

کِفَاتًا: سب کو سمیٹنے کی جگہ، زندہ انسانوں کو اپنے اوپر اور مردوں کو اپنے اندر زمین سمیٹے ہوئے ہے مثل مشہور ہے اَلْمَنَازِلُ كِفَاتُ الْاَحْيَاءِ وَالْمَقَابِرُ كِفَاتُ الْاَمْوَاتِ مکان زندوں کو سمیٹنے کے مقام ہیں اور قبریں مردوں کو۔ اگر کفات کو مصدر قرار دیا جائے تو کفات سے مراد مقامِ کفات ہوگا اور اگر کفات کو کفتٌ کی جمع کہا جائے اور کفتٌ کا معنی ہے ظرف برتن، تو زمین کو مردوں زندوں کی بھرتی کا برتن کہا جائے جائے گا، دونوں صورتوں میں مطلب ایک ہی ہے (معجم القرآن مع بعض زیادۃ) صاحب قاموس نے لکھا ہے کہ:

"کفات جمع کرنے کے مقام کو بھی کہتے ہیں اس صورت میں مطلب بغیر کسی توجیہ کے بالکل صحیح ہے"

لغت میں کفتٌ کے معنی ہیں کسی چیز کا رخ پھیر دینا، پیچھے میں دبوچ لینا، جمع کرنا، حفاظت کرنا، تیز ہنکانا، اڑنے کے ارادے سے پرندہ کا بازو سمیٹنا، روکے رکھنا صحاح کی حدیث میں آیا ہے اِكْفِتُوْا صِبْيَانَكُمْ بِاللَّيْلِ رات میں اپنے بچوں کو روکے رکھو۔ زمین بھی سب کو اپنے اندر روکے ہوئے ہے اس لئے کفات کہا گیا (وَالْفِعْلُ مِنْ ضَرَبَ) كَفْتٌ کے معنی مار ڈالنا اور ہلاک کرنا بھی ہے اور گھما کر کسی چیز کے دونوں کناروں کو ملا دینے کو بھی کفت کہتے ہیں (تاج) ایک حدیث میں آیا ہے، اللہ کراماً کاتبین سے فرماتا ہے اِذَا مَرِضَ عَبْدِيْ فَاكْتُبُوْا لَهٗ مِثْلَ مَا كَانَ يَعْمَلُ فِيْ صِحَّتِهٖ حَتّٰى اُعَافِيَهٗ اَوْ اَكْفِتَهٗ، میرا بندہ بیمار ہو جائے تو جیسے اعمال وہ صحت کی حالت میں کرتا تھا ویسے ہی اس کے اعمال لکھتے رہو یہاں تک کہ میں اس کو تندرست یا ہلاک کر دوں۔ شاید ہلاک کرنے کو اس وجہ سے کفت کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد آدمی اپنی اصل یعنی عدم سے جا ملتا ہے انجام کا سرا آغاز سے مل جاتا ہے اس کے اندر بھی سمٹنے اور جمع ہونے کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ ۲۹/۲۱

كَفَّارٌ: صیغہ مبالغہ مرفوع نکرہ، زبردست کافر، بڑا ناشکرا كُفْرٌ، كُفْرَانٌ اور كُفُوْرٌ کی مکمل تشریح ۱۴ اُكْفُرُ، تَكْفُرُ، تَكْفُرُوْا اور كَافِرٌ کے ذیل میں کی جا چکی ہے پ۱۳/۱۷ بڑا ناشکرا ۲۳/۱۵ کافر۔

كَفَّارٍ: مبالغہ مجرور نکرہ پ۲۶/۱۶ بڑا ناشکرا کافر۔

كَفَّارًا: مبالغہ منصوب نکرہ۔ ۲۹/۱۰

كُفَّارٌ: جمع مرفوع کافر واحد۔ كُفَّارٌ مفرد بھی ہے جس کے معنی ہیں تاریک رات، سیاہ ابر، دریا

بڑی ندی، کاشتکار، ہموار میدان، تاریکی، ہتھیار بند
آدمی۔ لیکن ان میں سے کسی معنی کے لئے قرآن مجید
میں استعمال نہیں کیا گیا، قرآن مجید نے اس لفظ کو بصورت
جمع استعمال کیا ہے اور صرف کافر کے معنی مراد
لئے ہیں یعنی نبوت، شریعت اور قیامت وغیرہ کے
منکر۔ پ ۲/۳ پ ۳/۱۷ پ ۴/۱۴ ۲۶/۸ ۔

كُفَّارًا: جمع منصوب، کافر واحد۔ پ ۱/۱۲ ۔

اَلْكُفَّارُ: جمع مرفوع معرفہ الکافر واحد، منکرین
اسلام۔ پ ۱۱/۱۲ ۲۶/۸

اَلْكُفَّارِ: جمع مجرور معرفہ، الکافر واحد، منکرین
اسلام۔ پ ۱۱/۵ ۲۶/۱۲ ۲۸/۸ ۳۰/۸

اَلْكُفَّارَ: جمع منصوب معرفہ الکافر واحد۔ پ ۶/۱۳، ۱۵ پ ۱۰/۱۶
پ ۱۱/۴ پ ۲۸/۲ منکرین دین پ ۲۷/۱۹ کاشتکار

كُفَّارُكُمْ: کفار جمع مضاف، کم مضاف الیہ
تمہارے کافر۔ تم میں کے کافر ۲۷/۱۰

كَفَرَ: واحد مذکر غائب ماضی معروف، وہ کافر ہوا،
اس نے کفر کیا۔ پ ۱/۱۲، ۱۵ پ ۳/۱، ۴ پ ۴/۱ پ ۶/۱۲، ۱۴ ۱۴/۲۰ پ ۱۶/۸
۱۸/۴ پ ۲۱/۸، ۱۲ ۲۲/۱۲ ۲۵/۵ ۳۰/۱۳ اس نے ناشکری کی،
پ ۲۱/۱۱ ۱۹/۱۸

كُفِرَ: واحد مذکر غائب ماضی مجہول، اس کا انکار کیا گیا،
اس کی رسالت نہیں مانی گئی ۲۷/۸

كُفْرٌ: مصدر و اسم مصدر نکرہ، اسلام سے انکار،
رسالت کا انکار، قیامت کا انکار، وحدانیت ذاتی
وصفاتی کا انکار، فرائضِ دین کی فرضیت کا
انکار وغیرہ۔ پ ۳/۱۱

اَلْكُفْرَ: مصدر معرفہ منصوب (حسب معنی مذکورہ)
پ ۱/۱۲ پ ۳/۱۳ ۴/۹ پ ۱۰/۹ ۲۶/۱۳

اَلْكُفْرِ: مصدر معرفہ مجرور (حسب معنی مذکورہ) ۳/۱۶
پ ۴/۸، ۹ پ ۶/۱۰، ۱۳ پ ۱۰/۸، ۹، ۱۱، ۱۶ ۱۴/۲۰

كُفْرُهٗ: مصدر مرفوع مضاف ہٗ ضمیر مضاف الیہ
اس کا کفر۔ پ ۲۱/۸ ۲۲/۱۲

كُفْرُهُمْ: مصدر مرفوع مضاف ھُم ضمیر جمع مذکر
مضاف الیہ، ان کا کفر۔ پ ۲۲/۱۲ دو جگہ۔

كُفْرِهِمْ: مصدر مجرور مضاف ھِم ضمیر مضاف الیہ،
ان کے کفر کی وجہ سے۔ پ ۱/۱۱ ۵/۴ پ ۶/۲

كُفْرِكَ: مصدر مجرور مضاف کَ ضمیر خطاب
مضاف الیہ، تیری ناشکری کی وجہ سے ۲۳/۱۵

كُفْرًا: مصدر منصوب نکرہ، انکار شریعت وغیرہ،
پ ۳/۱۲ ۱۵/۱۲ پ ۶/۱۳ و ۱۴ پ ۱۱/۱، ۲ پ ۱۶/۱ ناشکری پ ۱۳/۱۲

كُفْرَانَ: مصدر منصوب، ناقدردانی۔ پ ۱۷

كَفَرْتُ: واحد متکلم ماضی معروف، مصدر کُفْرٌ، میں نے
انکار کیا، میں انکار کرتا ہوں۔ ۱۳/۱۶

كَفَرْتَ: واحد مذکر حاضر ماضی معروف، کُفْرٌ مصدر
تو نے انکار کیا۔ تو نے نہیں مانا۔ ۱۵/۱۷

كَفَرْتُمْ: جمع مذکر حاضر ماضی معروف، کُفْرٌ مصدر
۲۶/۱ ۲۵/۱ ۲۲/۷ ۵/۷ ۱۳/۱۴ ۱۰/۱۴ ۳/۲

كَفَرَتْ: واحد مؤنث غائب ماضی معروف، کُفْرٌ
مصدر، اس نے انکار کیا۔ نہ مانی ۲۸/۱۲ کُفْرَانٌ مصدر
اس نے ناشکری کی ۱۴/۲۱

كَفَرْنَا: جمع متکلم ماضی معروف، کُفْرٌ مصدر، ہم نے
انکار کیا۔ کفر کیا ۲۴/۱۴ ۲۸/۷

كَفَرُوْا: جمع مذکر غائب ماضی معروف، کُفْرٌ مصدر
انہوں نے اسلام کا انکار کیا، انہوں نے تکذیب
کی، انہوں نے نہ مانا۔ ۱/۳،۴،۱۱،۱۲،۱۳ ۲/۳،۱۰
۳/۲،۹،۱۰،۱۴،۱۷ ۴/۳،۴،۷،۸،۹،۱۱
۵/۳،۵،۷،۸،۹،۱۲،۱۷ ۶/۳،۵،۶،۱۰،۱۴،۱۵
۷/۱،۴،۵،۷،۹ ۸/۱۶ ۹/۱،۱۶،۱۸،۱۹
۱۰/۳،۴،۵،۶،۷،۱۰،۱۱،۱۲،۱۳،۱۶،۱۷،۱۸ ۱۱/۶
۱۲/۱،۳،۵،۶ ۱۳/۷،۱۰،۱۱،۱۲،۱۵ ۱۴/۱،۱۱،۱۸ ۱۵/۱۱،۲۰
۱۶/۳،۵،۸ ۱۷/۳،۷،۹،۱۰،۱۴،۱۶ ۱۸/۲،۳،۱۱،۱۳،۱۶
۱۹/۱ ۲۰/۲،۱۳،۱۵ ۲۱/۲،۵،۹،۱۶،۱۹
۲۲/۷،۱۰،۱۱،۱۲،۱۳،۱۵،۱۶ ۲۳/۲،۹،۱۰،۱۲
۲۴/۳،۵،۶،۷،۸،۱۸،۱۹ ۲۵/۱،۱۷،۲۰
۲۶/۱،۲،۴،۵،۶،۹،۱۰،۱۱ ۲۷/۲،۴،۶،۷ ۲۸/۴،۵،۷،۱۳،۱۵،۱۶،۱۹
۲۹/۱،۲،۴،۸،۱۵ ۳۰/۹،۱۰،۱۴،۲۳ ۔ انہوں نے ناشکری کی
۲۲/۸

اَلْكَفَرَةُ: جمع اَلْكَافِر واحد، ناشکرے۔ ۳۰/۵

كَفُوْرٌ: صفت مشبہ مرفوع نکرہ، ناشکرا ۱۲/۲ ۱۷/۱۱
۲۵/۷،۶

كَفُوْرٍ: صفت مشبہ مجرور نکرہ، ناشکرا ۱۷/۱۲ ۲۱/۱۳ ۲۲/۱۶

كَفُوْرًا: صفت مشبہ منصوب نکرہ، ناشکرا ۱۵/۳،۷
۲۹/۱۹ کافر ۲۹/۲

اَلْكَفُوْرَ: صفت مشبہ منصوب معرفہ، کافر یا ناشکرا ۲۲/۸

كُفُوْرًا: مصدر منصوب، کفر ۱۵/۲،۱۰ ۱۹/۳

كَفَّرَ: واحد مذکر غائب ماضی معروف، تَكْفِيْرٌ مصدر
باب تفعیل، دور کردے، معاف کردے، ساقط کردے۔ تکفیر
کے معنی کسی چیز کو چھپانا (متعدی بغیر حرف) گناہ مٹا دینا
معاف کر دینا (مفعول دوم پر عَنْ) ۲۶/۵

كَفِّرْ: واحد مذکر حاضر امر معروف، تَكْفِيْرٌ مصدر، مٹا دے
معاف کر دے، دور کر دے ۴/۱۱

كَفَّرْنَا: جمع متکلم ماضی معروف، تَكْفِيْرٌ مصدر، ہم نے
دور کر دیے، مٹا دیے ۶/۱۲

كَفَّارَةٌ: اسم گناہ کا شرعی تدارک، شریعت نے گناہ
کی سزا سے محفوظ رہنے کے لیے جو بدلہ (بصورت صوم

یا صدقہ یا باندی یا غلام کی آزادی تجویز کر دیا ہے،
اس کو کفارہ کہا جاتا ہے۔ پ۱۱ ۳
کَفَّارَۃُ: اسم مضاف (قسموں کا) بدلہ۔ پ۷
كَفَّارَتُهٗ: كَفَّارَةُ مضاف ہٗ ضمیر مضاف الیہ
اس کا کفارہ۔ پ۷
كَفَّ: واحد مذکر غائب ماضی معروف، كَفٌّ مصدر
متعدی و لازم (باب نصر) روک دیا۔ کَفٌّ کے (اصلی
لغوی) معنی ہتھیلی سے کسی چیز کو روک دینا، دفع کر دینا
لیکن کثرت استعمال کے بعد (عرف عام میں) اس کے
معنی ہو گئے کسی طور پر کسی چیز کو روک دینا
خواہ ہاتھ سے نہ ہو جیسے کَفَّ بَصَرُهٗ اور کَفَّ
بَصَرُہٗ اس کی نگاہ روک دی گئی یا رک گئی یعنی
نابینا ہو گیا كَفَفْتُهٗ عَنْهُ میں نے اس کو روک
دیا فَكَفَّ پس وہ رک گیا۔
کَفٌّ ہتھیلی (راغب) پورا پنجہ (قاموس) اَكُفٌّ
اور كُفُوفٌ جمع لَقِيْتُهٗ كَفَّةً كَفَّةً میں اس سے
دست بدست ملا۔ کَفَافٌ بقدر ضرورت روزی
حدیث میں آیا ہے اَللّٰهُمَّ ارْزُقْ اٰلَ مُحَمَّدٍ كَفَافًا
الٰہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کو بسر اوقات کے قابل
روزی عطا فرما۔ تَكَفَّفَ (باب تفعل لازم) مانگنے کے
لئے ہاتھ پھیلایا اِسْتَكَفَّ (باب استفعال لازم)
مانگنے کے لئے یا کسی چیز کو روک دینے کے لئے
ہتھیلی پھیلائی اِسْتَكَفَّ الشَّمْسَ (باب استفعال
متعدی) کسی چیز کی طرف بآسانی دیکھنے کیواسطے
دھوپ کی شعاعوں کو روکنے کیلئے آنکھوں پر بطور
سایہ ترچھی شکل میں ہاتھ کی آڑ کر لی۔ پ۶ پ۱۱ ۲۶
كَفَفْتُ: واحد متکلم ماضی معروف (باب نصر) امام
راغب نے اس لفظ کے دو معنی لکھے ہیں (۱) میں نے
اس کی ہتھیلی کو پکڑ لیا یا اس کے ہاتھ پر مارا۔
(۲) میں نے اس کو اپنے ہاتھ سے یا ہتھیلی سے روکا
دفع کیا لیکن یہ دونوں معانی اصل وضع کے اعتبار
سے ہیں اس جگہ مراد بنی اسرائیل کو روک دینا اور
حضرت عیسیٰ کی طرف سے دفع کرنا ہے۔ پ۷ ۵
كُفُّوْا: جمع مذکر حاضر امر حاضر، اصل میں اُكْفُفُوْا
بروزن اُنْصُرُوْا تھا، روکو۔ پ۵
كَفَّيْهِ: كَفَّيْ تثنیہ ہے اصل میں كَفَّيْنِ تھا مضاف
ہونے کی وجہ سے تثنیہ کا نون حذف کر دیا۔ ہٖ ضمیر
مضاف الیہ، ہتھیلی سے ہتھیلی ملنا (ہاتھ ملنا)
پشیمان ہونے کی علامت ہے اس لئے تَقْلِيْبُ الْكَفَّيْنِ
سے لغوی معنی مراد نہیں ہوتے بلکہ ندامت مراد ہوتی
ہے (راغب) پ۱۳ ۱۵
كَفَلَهَا: كَفَلَ واحد مذکر غائب ماضی معروف، تَكْفِيْلٌ

مصدر (باب تفعیل) ھا ضمیر واحد مؤنث مفعول، یعنی اللہ
نے زکریا کو مریم کا کفیل بنا دیا، اس صورت میں ھا
ضمیر مفعول اول اور زکریا مفعول دوم ہوگا لیکن
التکفیل کے معنی کسی کو اپنی ذمہ داری میں لے لینا
بھی ہے اس لئے زکریا فاعل بھی ہوسکتا ہے یعنی
زکریا نے مریم کو اپنی ذمہ داری میں لے لیا۔
کَفَلَہٗ کَفْلًا (نصر) کسی کو اپنی ذمہ داری میں لینا، کَفَلْتُ
عَنْہُ بِالْمَالِ کسی قرضدار کی طرف سے قرضخواہ کو مال ادا
کرنے کی ضمانت کی کَفَلَ بِالرَّجُلِ کَفْلًا (ضرب نصر کرم
سمع) اس آدمی کی ضمانت کی الخ کِفْل حصہ، کسی کا مثل مساوی
کَفِیْل مثل اور ضامن کُفَلَاءُ جمع، کَافِل ضامن، ذمہ دار
تیمار دار کُفَّل اور کُفَلَاءُ جمع (اقرب الموارد و منتہی الارب) ۳/۱۲
کِفْلٌ: ذمہ، حصہ بمعنی کفیل، پورا پورا حصہ،
(راغب) مراد گناہ کا حصہ ردی حصہ (معجم القرآن) ۵/۸
کَفِیْلًا: ذمہ دار، مثل، جس کا ذمہ لیا جائے،
اس جگہ اول معنی مراد ہے۔ ۱۴/۱۹
(ذَا) الْکِفْلِ: حضرت ذوالکفل کا نام بشر تھا حضرت
ایوب کے بیٹے تھے (صاوی) حضرت ایوب کے
جانشین ہوئے کنعان کے رہنے والے اسرائیلیوں کی
ہدایت کے لئے آپ کو پیغمبر بنا کر بھیجا گیا (قاموس)
لقب ذوالکفل تھا کیونکہ آپ نے قائم اللیل اور
صائم الدہر ہونے کا عہد کیا تھا اور اللہ سے یہ بھی
وعدہ کیا تھا کہ معاملے کا فیصلہ کرتے وقت کسی
فریق پر خواہ وہ کیسی ہی گستاخی کرے، غصہ نہیں
کریں گے، ملی نے ذوالکفل کہنے کی یہ وجہ لکھی
ہے کہ سو انبیاء نے آپ کے پاس پناہ لی تھی،
کافروں نے انبیاء کو قتل کرنا چاہا تھا، ذوالکفل
نے ان کی ضمانت کی، اپنی پناہ میں لیا اور بچا لیا
اول توجیہ لغتہً زیادہ قرینِ صحت اور موافقِ لغت
ہے کیونکہ کافل اس شخص کو بھی کہتے ہیں جو ہمیشہ
روزے رکھنے کا عہد کرچکا ہو اور یہ بھی اس نے
پیمان باندھ لیا ہو کہ روزے میں کسی سے بات نہیں
کریگا (قاموس) اور یہ ظاہر ہے کہ کافل (صاحب
کفل) اور ذوالکفل (صاحب کفل) کے معنی میں
کوئی فرق نہیں، فرق صرف لفظی ہے، ایک جگہ ذو
فاعلی معنی کو ظاہر کر رہا ہے اور دوسری جگہ
ہیئتِ صیغہ کو، لفظِ کفل دونوں میں مشترک ہے۔
جمہور کے قول پر حضرت ذوالکفل پیغمبر تھے
حضرت ابو موسیٰ اشعری صحابی اور مجاہد تابعی کے
نزدیک پیغمبر نہ تھے۔ ۱۷/۶ ۲۳/۳ ۔
کِفْلَیْنِ: تثنیہ منصوب کِفْلٌ واحد، دو حصے،
دو گونہ، ایک دنیا میں رحمت دوسری آخرت میں

(نعیم) بعض کا قول ہے کہ دو نعمتیں مراد نہیں ہیں بلکہ (دوہری نعمت یعنی) پیہم نعمت مراد ہے جو پوری پوری ہو اس کے بعد کسی زیادتی کی ضرورت نہ پڑے (وہذا مراد الراغب بما اجمل فی بیانہ) ۲۷/۲۰

کُفُوًا: کُفُوٌ کُفْءٌ کِفَاءٌ کَفُوٌ کَفِيئٌ کَفِيئَۃٌ کُفُوٌ کُفِيٌّ کُفَاءٌ مرتبہ میں برابر مساوی القدر قرآن مجید میں یہ لفظ مہموز بصورت واؤ ہے کُفُوًا اور کُفُوءٌ کی جمع کِفَاءٌ اور کُفُوٌ اور کُفْوٌ کی جمع اَکْفَاءٌ آتی ہے۔

کَفِئُ اللَّوْنِ اور مَکْفُوءُ اللَّوْنِ جس کا رنگ الٹ گیا ہو، بگڑ گیا ہو، اِنَاءٌ مَکْفُوءٌ ایک طرف سے جھکا ہوا اور بالکل الٹا ہوا برتن۔

کَفَأَہٗ (باب فتح متعدی) اس کو الٹا کر دیا، ایک طرف کو جھکا دیا، کسی کے رخ کو پھیر دیا، بیروی کی۔ کَفَأَ (باب فتح لازم) شکست کھائی، منہ موڑ کر پشت پھیر کر بھاگا، کَفَأَ عَنْ قَصْدِہٖ ارادے سے رک گیا، باز رہا اِکْفَاءٌ (باب افعال) الٹا کر دینا، مکافاۃ (باب مفاعلہ) برابر بدلہ دینا مُکَافِئٌ برابر، عقیقہ والی حدیث میں آیا ہے شَاتَانِ مُکَافِئَتَانِ برابر کی دونوں بکریاں۔ (المفردات وقاموس وتاج واقرب الموارد) ۳۰/۳۷

کَفٰی: واحد مذکر غائب ماضی معروف (ضرب) صیغہ ماضی کا ہے لیکن مراد استمرار ہے، کِفَایَۃٌ مصدر بھی ہے اور اسم مصدر بھی، بقولِ امام راغب کِفَایَۃٌ اس چیز کو کہتے ہیں جو ضرورت پوری کر دے کَفِیٌّ کَفِیٌّ کَافٍ سب کے معنی ضرورت پوری کرنے والا جس کے بعد کسی کی حاجت نہ رہے کُفْیَۃٌ روزینہ معاش یومیہ، کُفًی جمع، کَفَاہُ مُؤْنَتَہٗ (متعدی بدو مفعول) کسی کی طرف سے اس کا کام پورا کر دیا اور اس کو اس کام کی تکلیف سے باز رکھا، کَفَاکَ الشَّیْئُ (متعدی بیک مفعول) تیرے لئے وہ چیز کافی ہے ۴/۱۲ ۵/۴،۵،۶،۸،۱۶ ۶/۳ ۱۱/۸ ۱۳/۱۲ ۱۵/۲،۷،۱۱ ۱۷/۴ ۱۹/۱،۳ ۲۱/۲،۱۷،۱۹ ۲۳/۲،۳ ۲۶/۱،۱۲۔

کَفَیْنَا: جمع متکلم ماضی معروف ہم کافی ہیں، ہم ضرورت پوری کرتے ہیں جس کے بعد کسی کی حاجت نہیں رہتی ۱۴/۶

کَلٌّ: چھری تلوار وغیرہ کی پشت، ظلم، سختی، غم، یتیم، وہ شخص جس کا باپ ہو نہ بیٹا، بیکار بے فیض آدمی جس سے کسی فائدے کی امید نہ ہو سب پر بار ہو، کند زبان، کند دھار، کمزور بینائی، واحد تثنیہ جمع سب پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ کُلَّۃٌ کند چھری (قاموس ومعجم القرآن)

کَلَّ الرَّجُلُ فِی مَشْیِہٖ کَلَالًا وہ آدمی چال میں

سست پڑ گیا، اس کا مصدر کَلال ہے تلوار کی
دھار کے کند ہونے اور زبان کی تیزی و روانی سست
پڑنے کے معنی میں اگر اس کا استعمال کیا جائیگا تو
مصدر کُلُولٌ اور کَلَّۃٌ آئے گا (المفردات للراغب)
آیت میں مراد ہے بے کار، بے فیض آدمی جو کسی
کام کا نہ ہو، سب پر بار ہو۔ ۱۶/۷۶

کَلٰلَۃٌ : رسول اللہ سے کلالہ کے معنی کے متعلق
دریافت کیا گیا فرمایا (کلالہ وہ میت ہے) جس کی
نہ اولاد ہو نہ باپ (راغب) بعض اہل لغت نے
لکھا ہے کہ کلالہ اس وارث کو کہتے ہیں جو میت
کا نہ باپ ہو نہ اولاد، ابن عباس نے فرمایا اولاد کے
علاوہ دوسرے وارثوں کو کلالہ کہتے ہیں۔

امام راغب نے کہا بظاہر حدیث اور اہل لغت کے
قول میں تضاد ہے مگر ہیں دونوں صحیح کیونکہ جس
میت کے بلا واسطہ وارث موجود نہ ہوں یعنی باپ
بھی نہ ہو اور اولاد بھی نہ ہو، دوسرے وارث ہوں
تو میت کا رشتہ دوسروں سے کمزور ہوگا، کیونکہ
براہِ راست نہ ہوگا بالواسطہ ہوگا، اسی طرح ان وارثوں
کا رشتہ میت سے کمزور ہوگا جو میت کی اولاد میں سے
بھی نہ ہوں اور باپ بھی نہ ہوں امام راغب کا مقصد
یہ ہے کہ کلال کے معنی ہے ضعف اور بالواسطہ
قرابت براہِ راست قرابت کے مقابلہ میں کمزور ہوتی
ہے اس لئے دونوں پر اطلاق صحیح ہے۔

حقیقت میں کلالہ کی اصل کلال ہے اور کلال
کے معنی ہیں ضعف، اعشٰی شاعر کا قول ہے ؎

فَآلَیْتُ لَا اَرْثِیْ لَہَا مِنْ کَلَالَۃٍ
وَلَا مِنْ حَفًا حَتّٰی تُلَاقِیْ مُحَمَّدًا

جب تک اونٹنی محمد تک پہنچا دے گی مجھے اس
کی تھکان اور فرسودہ پائی پر رحم نہیں آئے گا۔

توسیع استعمال کے بعد عرفِ عام میں کلالہ سے وہ
لوگ مراد ہوتے ہیں جو منقطع الطرفین ہوں (نہ ان
کے والدین ہوں نہ اولاد) (معجم القرآن انغریب
سجستانی میں ہے کلالہ تَکَلَّلَہُ النَّسَبُ کا مصدر
ہے اِکْلِیْلٌ بھی اسی سے ماخوذ ہے کیونکہ تاج
سر کو محیط ہوتا ہے۔ جو شخص آباء و اجداد کی خصوصیات
کا حامل نہ ہو اس کو بھی کلالہ کہا جاتا ہے، ایک
شاعر کہتا ہے ؎

وَرِثْتُمْ قَنَاۃَ الْمُلْکِ غَیْرَ کَلَالَۃٍ
عَنِ ابْنَیْ مَنَافٍ عَبْدِ شَمْسٍ وَہَاشِمٍ

عبد مناف کے دونوں بیٹوں عبد شمس اور ہاشم
سے تم کو حکومت کا نیزہ میراث میں ملا ہے مگر تم
خود بھی ان کی خصوصیات سے بے بہرہ نہیں ہو۔

(راغب) قریب کے رشتے کو چھوڑ کر اگر کوئی دور کا رشتہ دار ہو اس کو بھی کلالہ کہا جاتا ہے۔ عرب کا مشہور قول ہے ھُوَ ابْنُ عَمِّی لَحًّا وہ میرے حقیقی چچا کا بیٹا ہے لیکن اگر چچا کا بیٹا نہ ہو بلکہ خاندان کا کوئی اور فرد ہو اور کسی طرح رشتہ دار ہو تو کہتے ہیں ھُوَ ابْنُ عَمِّی کَلَالَۃً وہ میرے چچا کا بیٹا کلالہ ہے۔ (قاموس) لہٰذا اسی وجہ سے قطرب قائل ہے کہ ماں باپ اور بھائی کے علاوہ دوسرے وارثوں کو کلالہ کہا جاتا ہے مگر راغب نے اس قول کو غلط قرار دیا ہے (المفردات)

کلالہ ان عصبات کو بھی کہا جاتا ہے جن کی موجودگی میں احیافی بھائی (ماں ایک باپ جدا جدا) وارث ہو جاتا ہے (قاموس و منتہی الارب)

پروفیسر عبدالرؤف نے معجم القرآن میں کہا ہے کہ سلف کا اجماع ہے کہ آیت میں اخیافی بھائی ہی مراد ہے، زمخشری نے بھی سورۂ نساء کی آیت ۱۲ کی تفسیر میں یہی لکھا ہے (کشاف)

کُلٌّ : لفظ کل لفظاً واحد ہے اور معنی کے لحاظ سے جمع اس لئے اس کا استعمال دونوں طرح ہے، کل القوم حضر اور کل القوم حضروا دونوں صحیح ہیں، تذکیر و تانیث اس میں برابر ہے، مذکر کے لئے بھی مستعمل ہے اور مؤنث کے لئے بھی حضرت ابوبکر صدیق، حضرت کعب بن زہیر اور حضرت لبید بن ربیعہ کے مندرجہ ذیل اشعار میں لفظ کل کی طرف مفرد ضمیریں راجع کی گئی ہیں:

کل امرء مصبح فی اھلہ
والموت ادنیٰ من شراک نعلہ (صدیق اکبر)

کل ابن انثیٰ وان طالت سلامتہ
یوما علی آلۃ حدباء محمول (کعب)

الا کل شیء ما خلا اللہ باطل
وکل نعیم لا محالۃ زائل (لبید)

لیکن معنی کے لحاظ سے عنترہ نے جمع مؤنث کی ضمیر راجع کی ہے، کہتا ہے:

جادت علیہ کل عین ثرۃ
فترکن کل حدیقۃ کالدرھم

کل کی معنویت کے لحاظ سے ناظمہ خزاعیہ کے شعر میں جمع مذکر کی جمع کل کی طرف راجع کی گئی ہے، کہتی ہے:

کل ماحی وان عمروا
واردوا الحوض الذی وردوا (مغنی اللبیب)

بعض اہل لغت کے نزدیک مؤنث کے لئے کلتہ آتا ہے (قاموس)

کُلّ دو طرح کا ہوتا ہے، مجموعی اور افرادی کل افرادی ہمیشہ نکرۂ مفردہ کی طرف مضاف ہوتا ہے جس کا ترجمہ ہوتا ہے ہر ایک، جیسے كُلُّ إِنْسَانٍ أَلْزَمْنَاهُ - بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ - عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ کل مجموعی معرف باللام کی طرف مضاف ہوتا ہے یا اس ضمیر کی طرف مضاف ہوتا ہے جو معرف باللام کی طرف راجع ہوتی ہے اس وقت مجموعہ افراد پر دلالت کرتا ہے اور ترجمہ ہوتا ہے سب - پورا كُلُّ الْقَوْمِ سب قوم - پوری قوم فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ سب فرشتوں نے سجدہ کیا لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ تاکہ سب مذہبوں پر اس کو غالب کر دے. کبھی ایک چیز کا مجموعۂ اجزاء مراد ہوتا ہے. كُلُّ الرُّمَّانِ پورا انار یعنی اس کے سب اجزاء، چھلکا، دانہ، عرق وغیرہ، کبھی ذات اور خصوصی صفات کا مجموعہ مراد ہوتا ہے اس وقت ترجمہ ہوتا ہے کامل، جیسے وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ، ہاتھ کو کامل طور پر بالکل نہ پھیلا دو، ایک شاعر کہتا ہے لَيْسَ الْفَتَىٰ كُلُّ الْفَتَىٰ إِلَّا الْفَتَىٰ فِي أَدَبِهِ سوا با ادب جوان کے کوئی کامل جوان نہیں کبھی کل بمعنی بعض آتا ہے جیسے ثُمَّ اجْعَلْ عَلَىٰ كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا بعض پہاڑوں پر ان کا ایک

ایک حصہ رکھ دو (قاموس)

کل کا مضاف ہونا ضروری ہے اگر مضاف الیہ مذکور نہ ہو تو محذوف مانا جائے گا جیسے كُلٌّ فِي فَلَكٍ - كُلًّا جَعَلْنَا صَالِحِينَ - وَكُلٌّ مِّنَ الصَّابِرِينَ - (راغب و قاموس)

قرآن اور فصحاء کے کلام میں کل پر الف لام نہیں آیا صرف متکلمین اور فقہاء کے کلام میں ایسا استعمال پایا جاتا ہے (راغب لسان و تاج)

۱/۴، ۳/۹، ۵/۸، ۸/۱۶، ۳/۱، ۱۵/۹، ۱۲/۱۷، ۱۷/۶،۳، ۲۱/۱۲، ۲۲/۱۴

۲۳/۱،۲،۱۰،۱۱،۱۴،۱۵، ۲۷/۱۰، ۲۶/۱۵ ہر ایک (کل افرادی)

۱۰/۲، ۱۷/۷ دو جگہ، ۳۰/۳ سب (کل مجموعی)

كُلِّ : ۲/۲، ۶/۷، ۸/۳،۱۱، ۱۸/۲، ۲۷/۸، ۲۲/۱۴، ۲۶/۲ ہر ایک (کل افرادی)

كُلًّا : ۵/۱۰،۱۶، ۷/۱۶، ۸/۱۲، ۱۳/۱۰، ۱۵/۲، ۱۶/۶، ۱۷/۵،۶، ۱۹/۲

۳۰/۱۶، ۲۷/۱۴ ہر ایک، جو کچھ (کل افرادی)

كُلُّ : ۱/۷، ۲۷/۱، ۹/۱۶، ۱۵/۴ دو جگہ، ۱۶/۹، ۲۲/۳، ۲۵/۹

سب (کل مجموعی) ۳/۲،۱۱، ۲۷/۲،۶، ۱۸/۷، ۱۱/۱۵، ۱۳/۸،۱۲،۱۵

۲۸/۲۱، ۲۶/۱۰، ۱۷/۸ دو جگہ، ۱۸/۴،۵، ۱۹/۸، ۲۰/۳،۱۲، ۲۱/۳،۷،۱۲

۲۳/۴،۷، ۱۵/۱۹، ۲۷/۳،۸،۹،۱۰،۱۲ دو جگہ، ۲۹/۸،۱۶، ۳۰/۸،۱۱ دو جگہ

ہر ایک (کل افرادی)

كُلَّ : ۹، ۵ سب، ۱۵ کامل (کل مجموعی)

٣/٦ ٧/٩،١٥ ٨/١ ٩/١،٩ ١٠/٧ ١١/١٧ ١٢/١٣ ١٣/١٦،١٩ ١٥/٢ دوجگہ
١٦/١١،١٣ ١٧/٣،٨،١٣ ١٨/٧،١٢،١٦ ٢١/١١،١٣،١٥ ٢٣/٧،٨،١٦،١٨
٢٣/١٣ ٢٤/٦،١٧ ٢٥/٢٠ ٢٦/٣،١٦ ٢٧/١٢،١٩ ٢٨/١٣ ٢٩/٣،١٢
٣٠/١ ہر ایک (کل افرادی)

كُلِّ: ١/٢،٣،١٣ ٢/١،٣،١٣ ٣/٣،٧،٨،١١ دوجگہ
٤/١٠،١٣ ٥/٢ دوجگہ ٣،١٥ ٦/٧ دوجگہ ١٠
٧/٣،٩،٨،١١،١٣،١٨،١٩ دوجگہ ٨/٢،٦،١٠ دوجگہ ١١،١٨
٩/٧ ١٠/١،١٢ ١١/٣،٥،٨،١٠ دوجگہ ١١،١٣،١٧
١٢/٢،٤،٥ دوجگہ ١٣/٣،٦،٧،٨،٩،١١،١٢،١٣،١٧
١٤/٢،٣،١١،١٧،١٨،٢١ ١٥/١٠،١٨،٢٠ ١٦/١،٢،٨
١٧/٦،٨،٩،١١ دوجگہ ١٢ ١٨/٨،١١،١٢،١٥
١٩/١،٣،٥،٧،١١،١٥ دوجگہ ١٧ دوجگہ ٢٠/٩،١٠،١٤
٢١/٨،٩،١٠،١٩ ٢٢/٢،٤،٧،١٢،١٣ ٢٣/٤،٥ دوجگہ ١٧
٢٤/٣،٨،٩،١٢،١٦،١٩ ٢٥/١ دوجگہ ٢،٣،٥،١٦،١٧
٢٦/٣،١١ دوجگہ ١٤،١٧ ٢٧/٢،١٣،١٧ ٢٨/١،٢،٤،١٥،١٦،١٧،١٩،٢٠
٢٩/١،٢ ٣٠/٥،١٠،٢٢،٢٩ ہر ایک (کل افرادی)
٣/٤ ٨/١٤ ١٠/١١ ١٣/٨،١٥ ٢٦/٦ سب (کل مجموعی)

كُلِّهٖ: کلِ مجرور مضاف ہ ضمیر مضاف الیہ سب
٣/٣ ١٠/١١ ٢٦/١٢ ٢٨/٩

كُلَّهٗ: کلَّ منصوب مضاف ہٗ ضمیر مضاف الیہ
سب۔ ٣/٧۔

كُلُّهٗ: کلُّ مرفوع مضاف ہٗ ضمیر مضاف الیہ سب
٩/١٩ ١٢/١٠۔

كُلَّهَا: کلَّ منصوب مضاف ھا ضمیر مضاف الیہ
سب۔ ١/٤ ١٦/١٢ ٢٣/٢ ٢٥/٧

كُلِّهَا: کلِّ مجرور مضاف ھا ضمیر مضاف الیہ
سب۔ ٢٧/١٠

كُلُّهُمْ: کلُّ مرفوع مضاف ھُم ضمیر جمع مذکر
مضاف الیہ۔ سب۔ ١١/١٥ ١٣/٣ ١٦/٩ ٢٣/١٤

كُلُّهُنَّ: کلُّ مرفوع مضاف ھُنّ ضمیر جمع مؤنث
مضاف الیہ۔ سب۔ ٢٢/٣

كُلَّمَا: یہ لفظ مرکب ہے کلَّ اور مَا سے، اس
ترکیب میں ظرفیت کی وجہ سے لفظِ کُل ہمیشہ منصوب
رہتا ہے اس میں ظرفیت مَا کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے
کیونکہ مَا حرفِ مصدری ہے یا اسم نکرہ ہے بمعنی
وقت کے، اکثر کُلَّمَا کے بعد فعل ماضی آتا ہے جیسے
كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ۔ كُلَّمَا اَضَاءَ لَهُمْ
كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ۔ كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَأٌ مِّنْ
قَوْمِهٖ ١/٢،٣،١١،١٢ ١/١٢ ٥/٥،٩ ٦/١٣،١٤ ٨/١١
١٢/٤ ١٥/١١ ١٧/٩ ١٨/٣ ٢١/١٥ ٢٩/١،٩۔

كَلَّا: جمہور کے نزدیک حرف بسیط ہے ثعلب نحوی
کے نزدیک مرکب ہے ک تشبیہ اور لا نافیہ ہے

حالت ترکیب میں ک، اور لا کے انفرادی معنی باقی نہیں رہے، اسی لئے لام کو مشدد کر دیا گیا۔

سیبویہ، خلیل، مبرد، زجاج اور اکثر بصری ادیبوں کے نزدیک کلّا کے معنی صرف رَدع اور رد کرنے کے ہیں (خواہ بطور زجر و توبیخ کے ہو یا بطور تربیت اور ادب آموزی کے) اسی لئے ان علماء کے نزدیک قرآن مجید کے تمام ۳۳ مقامات میں جس جس جگہ کلّا آیا ہے ہر جگہ کلّا پر وقف کرنا جائز ہے اور بعد کو آنے والا کلام نئے سرے سے شروع ہوتا ہے بعض لوگ تو یہاں تک قائل ہیں کہ مکہ کے کفار چونکہ سخت سرکش تھے اور تہدید آمیز کلام انہیں کے لئے زیادہ نازل ہوا ہے اور کلّا کے معنی بھی تہدید و زجر ہی ہے اس لئے جن سورتوں میں کلّا آیا ہے ان کی (اکثر) آیات کو مکی ہی سمجھنا چاہیے۔

مصنف مغنی اللبیب اس رائے سے اتفاق نہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آیت فِي أَيِّ صُورَةٍ مَّا شَاءَ رَكَّبَكَ اور آیت يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ اور آیت ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ کے بعد کلّا آیا ہے اور ان تینوں مقامات میں زجر کے معنی بغیر کسی رکیک تاویل اور ضعیف توجیہ کے صحیح نہیں ہو سکتا۔ مصنف مغنی اللبیب، نے یہ بھی لکھا ہے کہ آیت وَمَا هِيَ إِلَّا ذِكْرَىٰ لِلْبَشَرِ كَلَّا وَالْقَمَرِ میں زجر کے معنی بالکل ہی درست نہیں کیونکہ پہلے کوئی ایسی بات مذکور نہیں جسکو کلّا سے رد کرنا مقصود ہو۔

شیخ ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں اس جگہ لکھا ہے کہ جب جہنم پر مقرر فرشتوں کی تعداد کے متعلق آیت عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ نازل ہوئی یعنی جہنم پر انیس ۱۹ فرشتے مقرر ہیں تو ایک جاہل کفر تو ز مشرک نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ سترہ سے نمٹنے کے لئے میں کافی ہوں اور دو سے نمٹنے کی ذمہ داری تم لے لو، اس پر یہ آیت نازل ہوئی لیکن اس جگہ جہنم کے فرشتوں کی تعداد کا کوئی بیان نہیں پھر زجر کس چیز سے کی جا رہی ہے اس لئے طبری کی توجیہ ضعیف ہے۔

کسائی، ابوحاتم، نضر بن شمیل، فراء وغیرہم کا قول ہے کہ کلّا اکثر زجر و منع کے لئے آتا ہے اور کبھی دوسرے معنی کے لئے، لیکن دوسرے معنی کیا ہوتے ہیں اسکی تعیین میں اختلاف ہے۔

کسائی کے نزدیک حَقًّا (یقیناً یا واقعی) کے ہم معنی ہوتا ہے ابوحاتم نے أَلَا کے ہم معنی قرار دیا ہے جو آغاز کلام کے لئے آتا ہے اور نضر و فراء کے نزدیک حرف جواب کے طور پر إِي اور نَعَم (جی ہاں) کی طرح

آتا ہے۔ صاحبِ مغنی نے کہا کسائی کا قول غلط ہے دیکھو کَلَّا اِنَّ کِتٰبَ الْاَبْرَارِ اور کَلَّا اِنَّ کِتٰبَ الْفُجَّارِ اور کَلَّا اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ میں کَلَّا کے بعد اِنَّ آیا ہے حالانکہ حَقًّا یا حَقًّا کے ہم معنی لفظ کے بعد اِنَّ نہیں آتا نضر اور فراء کا قول سورۂ مومنون اور شعراء کی آیات میں درست نہیں ہو سکتا پھر دیکھو آیت رَبِّ ارْجِعُوْنِ لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا اِنَّهَا كَلِمَةٌ میں چونکہ کَلَّا کے بعد اِنَّ آیا ہے اس لئے حَقًّا کے معنی میں نہیں ہو سکتا اور نعم کے معنی میں قرار دیا جائے گا تو آیت کا مطلب ہی الٹا ہو جائے گا، کافروں کی درخواست کے موافق اللہ کی طرف سے دنیا میں لوٹا کر بھیجنے کا وعدہ ہو جائے گا۔ اسی طرح بنی اسرائیل کے قول اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ کے جواب میں حضرتِ موسیٰ نے کہا تھا كَلَّا اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ، اِنَّ آنے کی وجہ سے اس جگہ بھی کَلَّا بمعنی حَقًّا نہیں ہو سکتا اور حرفِ ایجاب کہا جائے تو حضرتِ موسیٰ کی طرف سے بنی اسرائیل کے قول کی تائید ہو جائے گی، گویا حضرتِ موسیٰ کی طرف سے اقرار ہو جائے گا کہ ضرور بنی اسرائیل پکڑے جائیں گے اور یہ معنی بالکل ہی

غلط ہیں اس لئے دونوں آیات میں کَلَّا کے معنی یا بازداشت اور زجر ہے یا فقط استفتاح اور آغازِ کلام (مغنی اللبیب ص ۱۶۱) مندرجہ ذیل ۳۳ مقامات میں کَلَّا مستعمل ہے، ۱۶/۸، دو جگہ ۱۸/۶، ۱۹/۸،۶، ۲۳/۹

۲۹

۷، ۸، ۱۵ دو جگہ، ۱۶ دو جگہ، ۱۷ تین جگہ

۳۰

۱ دو جگہ، ۵ دو جگہ، ۷، ۸ چار جگہ ۱۴ دو جگہ ۲۱ تین جگہ

۳۰

۲۷ تین جگہ، ۲۹

کِلَا: تثنیہ مذکر حاضر امر معروف اُکُلْ واحد۔ اصل میں اُؤْکُلَا تھا اَکَلَ مصدر (باب نصر) تم دونوں کھاؤ۔ اَکْلٌ کے حقیقی معنی کھانا، مجازی معنی ۱ آگ کا گرمی کو بالکل جلا دینا، اَكَلَتِ النَّارُ الْحَطَبَ آگ نے ایندھن کو کھا لیا ۲ کسی کی غیبت کرنا۔ اَكَلَ زَيْدٌ عَمْرًا زید نے عمرو کی غیبت کی اسطرح کسی کا گوشت کھانے سے مراد غیبت کرنا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا کیا تم میں سے کوئی پسند کریگا کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے یعنی غیبت کرے ۳ ناجائز طور پر کسی کا مال لے لینا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طور پر نہ لو۔

اُکُلٌ کھانا، وہ چیز جو کھائی جائے خوراک اُكُلُهَا دَآئِمٌ جنت میں کھانے کی چیزیں (پھل وغیرہ)

لازوال ہیں، غیر منقطع ہیں ثَوْبٌ ذُوْ اُكُلٍ گھنی بناوٹ کا کپڑا، فُلَانٌ ذُوْ اُكُلٍ مِّنَ الدُّنْيَا فلاں شخص دنیا سے بہرہ یاب ہے فُلَانٌ اِسْتَوْفٰى اُكُلَهٗ فلاں شخص نے اپنا رزق پورا کر لیا یعنی اس کی زندگی ختم ہوگئی، هُمْ اَكَلَةُ رَأْسٍ وہ لوگ سری کھانے والے ہیں یعنی تعداد میں اتنے کم ہیں کہ ایک سری سب کو کافی ہو جائے۔

(راغب) ۱/۲ ۹/۹۔

كُلُوْا: جمع مذکر حاضر امر معروف، اصل میں اُءْكُلُوْا تھا۔ کھاؤ۔ ۱/۱۶،۷ ۲/۱۵،۷ ۳/۱۲ ۶/۵ ۷/۲ ۸/۱،۳،۱۰ ۹/۱۰ ۱۰/۵ ۱۴/۲۱ ۱۶/۱۳،۱۱ ۱۷/۱۲،۸ ۱۹/۴ ۲۲/۸ ۲۴/۳ ۲۹/۲۲،۵،۲

كُلِيْ: واحد مؤنث حاضر امر معروف، اصل میں اُءْكُلِيْ تھا، تو کھا۔ ۱۹/۵ ۱۴/۱۶

كِلَا: تاکید تثنیہ مذکر کے لئے آتا ہے، دونوں (مذکر) یہ لفظ لفظاً مفرد ہے اور معنی کے اعتبار سے تثنیہ، اسی لئے مفرد بھی مستعمل ہے اور تثنیہ بھی، بغیر مضاف الیہ کے مستعمل نہیں، اگر مضاف الیہ اسم ظاہر ہو تو رفع کی حالت ہو، یا نصب کی یا جر کی ہر حالت میں اس کا الف باقی رہتا ہے اگر مضاف الیہ ضمیر ہو تو حالت رفع میں كِلَاهُمَا الف کے ساتھ اور نصب و جر کی حالت میں كِلَيْهِمَا یا کے ساتھ آتا ہے (مغنی و راغب)

فراء کے نزدیک كِلَا اور كِلْتَا دونوں لفظاً بھی تثنیہ ہیں اور كُلٌّ سے بنے ہیں لام کی تشدید کو تخفیف کر کے الف بطور علامت تثنیہ بڑھا دیا گیا ہے لیکن جاہلی اور اسلامی شعراء کا کلام فراء کے قول کی تغلیط کرتا ہے۔ امرء القیس ملک الشعراء کا شعر ہے كِلَانَا اِذَا مَانَالَ شَيْئًا اَفَاتَهٗ ہم دونوں جب کسی چیز کو پالیتے ہیں تو اس کو ضائع کر دیتے ہیں۔ اس مصرعہ میں نَالَ اور اَفَاتَ واحد کے صیغے ہیں، اگر كِلَا لفظاً بھی تثنیہ ہوتا تو واحد کی ضمیریں کس طرح راجع ہو سکتیں، جریر اموی کہتا ہے كِلَا يَوْمَيْ اُمَامَةَ يَوْمُ صَدٍّ۔ يَوْمُ صَدٍّ مفرد ہے اور كِلَا کی خبر واقع ہے، اگر كِلَا لفظاً بھی تثنیہ ہوتا تو خبر واحد نہیں آسکتی تھی۔ ۱۵/۳

كِلْتَا: تاکید تثنیہ مؤنث کیلئے آتا ہے، دونوں، ہر استعمال میں كِلَا کی طرح ہے، سیبویہ کے قول پر كِلْتَا کا الف علامت تانیث ہے اور تا بجائے واؤ کے آئی ہے، اصل میں كِلْوَا تھا، واؤ کو تا سے بدل کر علامت تانیث کی تاکید کر دی ورنہ حقیقت میں علامت تانیث الف ہی ہے ابو عمرو جرمی کا قول ہے تا الحاقی ہے علامت تانیث ہے اصل میں كِلَا ہی تھا (قاموس) ۱۵/۱۷

اَلْكَلْبُ: کتا، ہر درندہ (تاج) بھونکنے والا جانور، (راغب) بدخو آدمی (قاموس)، اَكْلُبٌ، اَكَالِبُ، كِلَابٌ، كَلِيْبٌ، كِلَابَاتٌ جمع كَلْبَةٌ مؤنث اَلْكِلَابُ عَلَى الْبَقَرِ

مشہور مثل ہے نیل گائے پر کتوں کو چھوڑ دو یعنی آدمی کو
اس کے پیشہ پر رہنے دو، تعرض نہ کرو۔ کَلَبٌ،
کَلِبٌ دیوانہ کتا، رَجُلٌ کَلِبٌ وہ آدمی جو باؤلے
کتے کے کاٹنے سے باؤلا ہو گیا ہو کَلَبٌ پیاس،
زمانے کی سختی، سخت سردی، آزار، برائی دَفَعْتُ
عَنْكَ كَلَبَ فُلَانٍ فلاں شخص کے شر کو میں نے
تجھ سے دفع کر دیا (قاموس) کتا، ذلت اور حرص
میں مشہور ہے، اسی لئے کَلْبٌ کے معنی ذلیل ہونا بھی
ہے (راغب) اور پیٹ نہ بھرنا بھی، خواہ کتنا ہی کھائے
(باب سَمِعَ) (منتہی الارب) ۹/۱۲

كَلْبُهُمْ: كَلْبٌ مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب، مضاف الیہ، ان کا کتا یعنی اصحاب کہف کا کتا جو ان کے پیچھے پیچھے چلا گیا تھا اور اگلے پاؤں پھیلا کر غار کے اندر یا غار کے دروازہ میں پڑ گیا تھا، اس کتے کا نام قطمیر یا رقیم منقول ہے لیکن بقول ابن کثیر پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچا (تفسیر ابن کثیر بر حاشیہ فتح البیان ج ۶ ص ۱۳۱) ۱۵/۱۵ چار جگہ۔

كِلْتُمْ: جمع مذکر حاضر ماضی معروف كَيْلٌ مصدر اصل میں كَيَلْتُمْ تھا (باب ضرب) جب تم پیمانہ بھر کر دو (مزید تشریح کے لئے دیکھو كَالُوهُمْ) ۱۵/۳

كَلَامَ اللهِ: كَلَامَ منصوب مضاف، اللهِ مضاف الیہ اللہ کا کلام، کلام اسم جنس ہے قلیل و کثیر سب پر اس کا اطلاق ہوتا ہے (قاموس) راغب نے كَلْمٌ کی تنقیح کے ذیل میں لکھا ہے کہ کلام کا اطلاق الفاظِ مرتبہ پر بھی ہوتا ہے اور ان معانی کے مجموعہ پر بھی جو الفاظ کے تحت ہوتے ہیں (یعنی کلام لفظی اور کلام نفسی)

کلام ہر بات کو یا ایسی مفید بات کو کہتے ہیں جو مخاطب کی کامل مطلب فہمی کے لئے بذاتِ خود کافی ہو (تاج) بعض کا قول ہے کہ کلام ایسی صفت ہے جس سے کوئی زندہ اپنا مافی الضمیر زبانی الفاظ یا تحریر یا اشارات کے ذریعہ سے دوسرے کو سمجھا سکتا ہو (قاموس)

کلام خاص ہے اور جملہ عام، کلام میں افادیتِ کاملہ بالارادہ ہونا ضروری ہے اور جملے میں یہ شرط نہیں ہے (مغنی اللبیب) (جملہ اور کلام کا فرق) زمخشری نے مفصل میں کلام کی تعریف کرنے کے بعد صراحت کی ہے وَيُسَمّٰى جُمْلَةً کلام کا نام جملہ بھی ہے یعنی دونوں ایک ہیں شیخ ابن حاجب اصولی نے مختصر ابن حاجب میں لکھا ہے کہ دونوں نہ ایک ہیں نہ الگ الگ بلکہ اصطلاحات کا فرق ہے۔ راغب نے المفردات میں لکھا ہے کہ اہلِ نحو کے نزدیک جز کلام پر بھی کلام کا اطلاق ہوتا ہے بجز اسم ہو یا فعل یا حرف لیکن متکلمین کی کثیر جماعت صرف

مرکب مفید جملے کو کلام کہتی ہے۔

امام راغب کی یہ تصریح بظاہر کتب نحو کی تصریحات کے خلاف ہے کیونکہ بالاتفاق کلام میں نسبتِ کاملہ ہونا ضروری ہے اور صرف ایک کلمہ میں نسبتِ تامہ نہیں ہو سکتی۔ پ۹ توراۃ، پ۲ قرآن مجید، پ۲۶ اللہ کا وعدہ، مراد خیبر کے مالِ غنیمت کا خصوصی وعدہ، بات یہ ہوئی کہ صلح حدیبیہ کی وجہ سے مسلمانوں کو مالِ غنیمت نہیں ملا تو مدینے کی طرف واپس ہونے سے پہلے ہی خیبر کی فتح اور شرکاءِ حدیبیہ کو مالِ غنیمت عطا فرمانے کی وعدہ آمیز بشارت نازل فرمادی (خازن) چنانچہ ماہِ ذی الحجہ سنہ ۶ھ میں جب مسلمان حدیبیہ سے مدینے کو واپس آئے تو ابتدائی محرم سنہ ۷ھ تک مدینے میں ٹھہرنے کے بعد خیبر کو روانہ ہو گئے اور فتح کے بعد حضورِ اقدس نے مالِ غنیمت خصوصیت کے ساتھ شرکاءِ حدیبیہ کو تقسیم فرمادیا (ابوالسعود) مقاتل نے کہا اس جگہ کلام اللہ سے وہ حکم مراد ہے جو اللہ نے اپنے پیغمبر کو دیا تھا کہ خیبر کو اپنے ساتھ کسی منافق کو نہ لے جائیں (کمالین بر حاشیہ جلالین)

كَلِمَةٌ: ایک بات یا شعر کو کلمہ کہتے ہیں، کلام اور پورے قصیدے پر بھی اس کا اطلاق آتا ہے صرف اسم یا فعل یا حرف کو بھی کلمہ کہا جاتا ہے، کَلِمٌ، کِلْمَۃٌ کے بھی یہی معنی ہیں۔ مؤخر الذکر کی جمع کِلَمٌ اور اول کی جمع کلمات آتی ہے (قاموس) کَلْمٌ اصل میں ایسی تاثیر کو کہتے ہیں جو محسوس ہو، کلام کی تاثیر حاسۂ گوش سے محسوس ہوتی ہے اور زخم کی تاثیر حسِ چشم سے دکھتی ہے اسی بنا پر پوری بات کو کلام اور زخم کو کَلْم کہتے ہیں، کلم کی جمع کُلُومٌ ہے (المفردات) بعض کے نزدیک کَلِمٌ جنس جمعی ہے (تاج)

کلمہ کا صحیح ترجمہ بات ہے، بات قول کو بھی کہتے ہیں، میری بات سنو اور فعل کو بھی، یہ بات کرو۔ اسی لئے امام راغب نے المفردات میں صراحت کی ہے کہ کلمہ قولی بھی ہوتا ہے اور فعلی بھی۔ پ۱ وعدۂ قیامت (معجم القرآن) یعنی قیامت کے دن فیصلہ ہونے کا حکم ازلی۔ پ۱۱ پ۱۲ پ۲۵/۲۰ پ۲۵/۳ حکم ازلی۔ پ۱۵/۶ کلام یا جملہ۔

كَلِمَتُهٗ: پ۱۵/۱۴ کلام، بات پ۱۳/۱۶ کلمۂ توحید پ۲۵/۹ حکم دوامی

كَلِمَتٍ: پ۳/۱۲ کلمۂ توحید یا کتاب اللہ یا حضرت عیسیٰ کی ذات مراد ہے، حضرت عیسیٰ کو کلمہ کہنے کی وجہ یا یہ ہے کہ بغیر باپ کے حضرت کو صرف کلمۂ کُن سے پیدا کیا گیا یا یہ کہ شیر خوارگی کی حالت میں بھی آپ نے

کلام کیا تھا (المفردات) پ ۳/۱۲ حضرت علیؑ پ ۳/۱۵ دعوت
توحید (معجم القرآن) پ ۱۳/۱۶ کلمہ شرک۔
كَلِمَةُ: پ ۶/۲ کلمہ کن پ ۵/۱ حکم یا ازلی تحریر یا قرآن
یا ثواب وعذاب کا وعدہ (المفردات) پ ۹/۶ اس
وعدہ کی طرف اشارہ ہے جو بنی اسرائیل سے اللہ
نے آیت وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ الخ میں
فرمایا تھا۔ پ ۱۰/۱۲ کلمہ توحید، پ ۱۱/۹ ازلی حکم یا احکام
الٰہیہ پ ۲۱/۱۶ پ ۲۲/۵ حکم۔ پ ۱۱/۹ پ ۲۴/۶ ازلی تحریر یا حکم الٰہی
سابق۔ پ ۲۵/۴ وعدہ قیامت۔
كَلِمَةَ: پ ۱۰/۱۲،۱۶ کلمہ شرک پ ۲۶/۱۱ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ
مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللهِ مراد ہے۔ ترمذی بروایت ابی
بن کعب مرفوعاً ابن جریر بروایت عطا خراسانی
یا بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ مراد ہے ابن جریر
بروایت زہری (تفسیر طبری)
كَلِمَتُنَا: کلمۃ مضاف نا ضمیر مضاف الیہ ہمارا
وعدہ نصرت (جو آیت لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي میں
فرمایا ہے) پ ۲۳/۹
كَلِمَاتٍ: جمع کلمۃ مفرد پ ۱/۱۴ وہ کلمات دعائیہ
مراد ہیں جن کا بیان آیت رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا
وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ
میں کیا ہے (سیوطی و راغب وخازن ومدارک)

حسن بصری نے فرمایا یہ الفاظ مراد ہیں حضرت آدم
نے عرض کیا أَلَمْ تَخْلُقْنِي بِيَدِكَ أَلَمْ تُسْكِنِّي
جَنَّتَكَ أَلَمْ تُسْجِدْ لِي الْمَلَائِكَةَ أَلَمْ تَسْبِقْ
رَحْمَتُكَ غَضَبَكَ أَرَأَيْتَ إِنْ تُبْتُ أَكُنْتَ
مُعِيدِي إِلَى الْجَنَّةِ (پروردگار کیا تو نے مجھے
اپنے ہاتھ سے نہیں بنایا، کیا تو نے مجھے اپنی جنت
میں نہیں رکھا، کیا تو نے فرشتوں سے مجھے سجدہ
نہیں کرایا، کیا تیری رحمت تیرے غصہ پر غالب
نہیں ہے تو مجھے اگر میں توبہ کر لوں تو لوٹا کر دوبارہ
تو مجھے جنت میں داخل کر دے گا (اللہ نے
فرمایا ہاں) راغب۔ اول روایت زیادہ قوی ہے
اور عام مفسرین نے اسی کو اختیار کیا ہے پ ۱/۱۵ وہ
دس خصائل فطریہ جن کی تعلیم حضرت ابراہیم کو دی
گئی تھی (معجم القرآن وخازن ومدارک)
كَلِمَاتِ: پ ۱/۸ قرآن مجید (راغب) یا احکام ۱۱/۱۲
وعدہ وعید (معجم) پ ۱۶/۳ معلومات الٰہیہ (معجم) عجائب
حکمت وقدرت (محلی) پ ۲۵/۲۰ احکام۔
كَلِمَاتُ: پ ۱۶/۳ پ ۱/۱۲ معلومات الٰہیہ، عجائب
قدرت وحکمت۔
كَلِمَاتِهِ: کلمات جمع مضاف ہ ضمیر مضاف الیہ
پ ۵/۱ قرآن (راغب) احکام ومواعید (سیوطی) پ ۹/۱۰

قرآن مجید ۹/۵ دلائل قطعیہ (راغب) یا وہ آیات مراد ہیں جو اسی خاص معاملے کے متعلق نازل ہوئیں، یا فرشتوں کو مسلمانوں کی مدد کرنے کا جو حکم دیا گیا وہ مراد ہے (ابوالسعود و خطیب فی السراج المنیر) یا وہ آیات جن میں اس نصرت کی اطلاع دی گئی (بیضاوی) یا تحقیق نصرت و فتح (جمل) ۱۱/۱۴ دلائل قطعیہ معجزات قویہ ۵/۱۶ قرآن مجید یا احکام ۲۵/۴ دلائل قطعیہ یا نازل کردہ آیات۔

اَلْکَلِمَ: بعض اہل لغت نے اس کو اَلْکَلِمَۃُ کی جمع کہا ہے، صاحب روح المعانی نے اس کو غلط قرار دیا ہے بلکہ جنس جمعی کہا ہے۔ قرآن مجید کے استعمال سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے کیونکہ مختلف آیات میں اَلْکَلِمَ کی طرف واحد مذکر کی ضمیریں راجع کی گئی ہیں، یہ تو یقینی ہے کہ کَلِم سے مراد الفاظ تورات ہیں لیکن کیا یہودیوں نے تورات میں لفظی تحریف کی تھی یا الفاظ کا رخ اپنی خواہش کے مطابق مفروضہ معانی کی طرف موڑ دیا تھا یعنی معنوی تحریف کی تھی، ثانی قول کو راغب نے قوی قرار دیا ہے اور اول قول حضرت ابن عباس کا ہے جس کو بخاری نے نقل کیا ہے۔ بعض لوگوں نے دونوں قولوں کو اس طرح جمع کیا ہے کہ یہودی علماء نے تورات کے بعد نسخوں کے کچھ الفاظ میں رد و بدل کیا لیکن قبول عام حاصل نہ ہو سکا تو مجبوراً الفاظ کو ان کی جگہ چھوڑا اور ان کا معنوی رخ موڑ کر اپنی خواہشات کے سانچہ میں ڈھالنے کی کوشش کی اور اپنی مرضی کے موافق الفاظ کو معنی پہنائے۔ ۵/۴ ۶/۱۰۰

اَلْکَلِمُ: جنس جمع ہے کَلِمَۃٌ واحد ہے۔ اَلْکَلِمُ الطَّیِّبُ سے اس جگہ مراد ہے تہلیل، تسبیح، تکبیر، استغفار، تلاوت قرآن، دعا وغیرہ۔ امام رازی نے کبیر میں لکھا ہے جس کلام میں اللہ کا ذکر ہو یا اللہ کے واسطے ہو جیسے وعظ نصیحت وغیرہ سب اس میں داخل ہیں ۲۲/۱۴

کَلَّمَ: واحد مذکر غائب ماضی معروف، تکلیم مصدر (باب تفعیل) اس نے کلام کیا۔ اللہ کا کلام کرنا دو طرح ممکن ہے ۱۔ دنیا میں ۲۔ آخرت میں، مؤخر الذکر صرف اہل ایمان سے ان کی عزت بخشی کے لئے ہوگا دنیا میں کسی انسان سے کلام کرنے کے معنی ہیں دل میں القاء کرنا یا فرشتہ کے ذریعہ سے وحی بھیجنا یا بغیر مواجہہ کے حجاب (عظمت) کے اندر سے خطاب غیبی کرنا۔ ان ہی تینوں صورتوں کو آیت وَمَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّکَلِّمَہُ اللّٰہُ الخ میں بیان کیا ہے (راغب) ۱/۳

کُلِّمَ: واحد مذکر غائب ماضی مجہول (باب تفعیل) کلام کیا گیا۔ ۱۳/۱۰

كَلَّمَهٗ: كَلَّمَ واحد مذکر غائب ماضی معروف۔ ہٗ ضمیر مفعول۔ اس نے کلام کیا۔ پ۹ ۱۳/۱

كَلَّمَهُمْ: كَلَّمَ حسب تشریح بالا۔ ھُمْ ضمیر مفعول، ان سے کلام کیا۔ ۸/۱

كَمْ: ۱؎ سوالیہ، استفہام کے لئے آتا ہے کتنی مقدار، کتنی تعداد، کتنی دیر، اس کی تمیز ہمیشہ مفرد منصوب ہوتی ہے کبھی مذکور ہوتی ہے جیسے كَمْ دِرْهَمًا عِنْدَكَ تیرے پاس کتنے درہم ہیں۔ کبھی محذوف، جیسے كَمْ لَبِثْتَ یعنی كَمْ زَمَانًا لَبِثْتَ تو کتنی مدت ٹھیرا ۲؎ خبریہ جو مقدار کی بیشی اور تعداد کی کثرت کو ظاہر کرتا ہے، اس کی تمیز ہمیشہ مجرور ہوتی ہے جیسے كَمْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنَاهَا ہم نے بہت بستیوں کو برباد کیا، کبھی تمیز سے پہلے مِنْ آتا ہے جیسے كَمْ مِنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنَاهَا

پ۲ ۱۰،۱۶ — پ۳ ۳ — پ۷ ۷ — پ۸ ۸ — پ۱۵ ۲،۱۵ — پ۱۶ ۱۶ — پ۱۷ ۲ — پ۱۸ ۶ — پ۲۰ ۹ — پ۲۱ ۱۶ — پ۲۳ ۱،۱۰ — پ۲۵ ۷،۱۴ — پ۲۷ ۶۔

كُمْ: ضمیر جمع مذکر حاضر متصل منصوب و مجرور۔ تم کو، تم پر، تمہارے لئے، تم میں، تمہارے ساتھ۔

۱ / ۳،۵،۶،۸،۱۰،۱۱

۲ / ۳،۵،۸،۱۱،۱۲،۱۴ — ۳ / ۲،۴،۵،۹،۱۱،۱۴،۱۶،۱۷

۴ / ۱،۲،۳،۴،۷،۸،۱۰،۱۳،۱۴،۱۵ — ۵ / ۵،۶،۷،۹

۶ / ۳،۴،۵،۶،۷،۸،۱۳ — ۷ / ۲،۴،۷،۸،۹،۱۳،۱۴،۱۷،۱۸،۱۹

۸ / ۱،۳،۵،۶،۷،۸،۹،۱۰،۱۵،۱۶،۱۷،۱۸

۹ / ۵،۸،۱۰،۱۱،۱۳،۱۵،۱۶،۱۷ — ۱۰ / ۴،۶،۷،۸،۹،۱۰،۱۲،۱۳،۱۴

۱۱ / ۵،۷،۸،۱۲،۱۳،۱۶ — ۱۲ / ۱،۵،۶،۸ — ۱۳ / ۴،۱۳،۱۴،۱۵،۱۶،۱۷

پ۱۳ ۱۹ — ۱۵ / ۱،۴،۵،۷،۱۴،۱۵،۱۸ — ۱۶ / ۱۲،۱۳ — ۱۷ / ۱،۳،۴،۵،۸

۱۸ / ۳،۶،۷،۱۰،۱۷ — ۱۹ / ۴،۷،۹،۱۱،۱۲،۱۹ — ۲۰ / ۱۰،۱۳

۲۱ / ۶،۷،۱۵،۱۷،۱۸ — ۲۲ / ۱،۱۰،۱۱،۱۴،۱۶،۱۷،۱۹ — پ۲۳ ۶

۲۴ / ۹،۱۰،۱۳،۱۴،۱۷،۱۸ — ۲۵ / ۳،۸ — ۲۶ / ۳،۴،۵،۸،۱۱،۱۳،۱۴

۲۷ / ۵،۶،۱۰،۱۵،۱۷،۱۸ — ۲۸ / ۷،۸،۱۳،۱۵،۱۶،۱۷

۲۹ / ۱،۲،۵،۹،۲۱ — پ۳۰ ۱،۲ — **كُمُوْا** پ۲۴ ۲

كَمَا: مرکب ہے كَ اور مَا سے ۱؎ حرف تشبیہ مَا موصولہ بعد کو آنے والا جملہ صلہ۔ یا مَا مصدری یا مَا زائدہ اور مَا کے بعد آنے والا جملہ یا لفظ مجرور۔ یا مَا کافہ جس نے حرف جر کو مابعد میں عمل کرنے سے روک دیا، یا كَمَا سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ کسی فعل کی طرف فوری سبقت کرنے کے لئے مخاطب کو آمادہ کیا جائے جیسے سَلِّمْ كَمَا تَدْخُلُ داخل ہوتے ہی سلام کر ۳؎ اور ۵؎ قرآن مجید میں مستعمل نہیں نمبر اول و دوم مستعمل ہے، نمبر چہارم کو بعض جگہ مراد لینا جائز قرار دیا جا سکتا ہے۔

پ۱ ۲،۳ — پ۲ ۲،۴،۷،۹،۱۵ — پ۳ ۶،۷،۸ — پ۵ ۴،۹،۱۲ — پ۶ ۳

پ۷ ۸،۱۷،۱۹ — پ۸ ۳،۱۰،۱۳ — پ۹ ۲،۱۵ — پ۱۰ ۱۱،۱۵ — پ۱۲ ۴،۸،۹،۱۰،۱۱،۱۵

۱۳/۲ ۱۴/۶ ۱۵/۱، ۳، ۵، ۱۰، ۱۸ ۱۷/۱، ۷ ۱۹/۱۴ ۲۰/۵، ۱۰، ۱۱
۲۲/۱۲ ۲۵/۳، ۲۰ ۲۶/۴، ۶، ۱۰ ۲۸/۱، ۳، ۸، ۱۰ ۲۹/۳، ۱۱، ۱۳ -

کُنْ: واحد مذکر حاضر معروف (دیکھو کَانَ) ہو جا۔ ۱/۱۴
۳/۱۳، ۱۴ ۷/۱۵ ۹/۷ ۱۴/۶، ۱۱ ۱۶/۵ ۲۳/۴ ۲۴/۴، ۱۳ -

کُنَّ: جمع مؤنث غائب ماضی معروف (دیکھو کَانَ) اگر ہوں (شرط کی وجہ سے ماضی نہیں رہا، مضارع کا ترجمہ ہو گیا) ۲/۱۲ ۴/۱۳ ۲۸/۱۷ -

کُنَّ: ضمیر جمع مؤنث حاضر منصوب و مجرور، اس کا واحد مؤنث حاضر، قرآن مجید میں نصبی حالت میں استعمال نہیں ہوا، صرف مجرور ہونے کی حالت میں استعمال کیا گیا ہے۔ ۳/۱۳ دو جگہ ۲۲/۱ دو جگہ -

کُنَّا: جمع متکلم ماضی معروف (دیکھو کَانَ) ہم تھے، ہم ہیں -
۵/۱۱ ۷/۹ ۸/۷، ۸، ۱۲، ۱۳ ۹/۱، ۶، ۱۲ ۱۰/۱۴ ۱۱/۸، ۱۲
۱۲/۱۲ ۱۳/۳، ۴، ۵، ۷، ۱۵ ۱۴/۱۰، ۱۳ ۱۵/۲، ۵، ۱۱، ۲۱
۱۷/۲، ۴، ۵، ۶، ۷ ۱۸/۱، ۲، ۵، ۶ ۱۹/۷، ۹، ۱۵، ۱۸ ۲۰/۲، ۸، ۹، ۱۳
۲۲/۱۰، ۱۶ ۲۳/۱، ۵، ۶، ۹، ۱۳ ۲۴/۱۰، ۱۴ ۲۵/۷، ۱۴، ۲۰ ۲۶/۱۵
۲۷/۳، ۱۵ ۲۹/۱، ۳، ۱۱، ۱۶ ۳۰/۳

کُنْتَ: واحد مذکر حاضر ماضی معروف (دیکھو کَانَ) تو تھا۔ ۲/۱ ۴/۶ ۷/۱۶، ۱۷ ۹/۳ ۱۱/۱۴، ۱۵ ۱۳/۴، ۶، ۱۱ ۱۳/۵
۱۴/۱ ۱۵/۱۹ ۱۶/۵، ۱۱ ۱۹/۲، ۱۲، ۱۴، ۱۷ ۲۰/۸، ۱۳، ۱۵ ۲۱/۱ ۲۳/۱۳
۲۴/۲ ۲۵/۶ ۲۶/۳، ۱۶

کُنْتِ: واحد مؤنث حاضر ماضی معروف (دیکھو کَانَ) تو تھی۔ تو ہے۔ ۱۲/۱۳ -

کُنْتُ: واحد متکلم ماضی معروف (دیکھو کَانَ) میں تھا، میں ہوں۔ ۵/۷ ۷/۶ ۹/۱۳ ۱۲/۳، ۶، ۸ ۱۵/۱۰، ۱۹ ۱۶/۵، ۱۶ ۱۷/۶
۱۹/۱۹ ۲۳/۶ ۲۴/۳ ۲۶/۱ ۳۰/۲ -

کُنْتُمْ: جمع مذکر حاضر ماضی معروف (دیکھو کَانَ) تم تھے۔ تم ہو۔
۱/۳، ۸، ۹، ۱۱، ۱۳، ۱۶ ۲/۱، ۲، ۵، ۷، ۹، ۱۶
۳/۶، ۷، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۶ ۴/۱، ۲، ۳، ۵، ۷، ۸، ۹، ۱۰
۵/۴، ۵، ۸، ۱۰، ۱۱، ۱۲ ۶/۶، ۷، ۸، ۱۱، ۱۳
۷/۴، ۵، ۶، ۹، ۱۰، ۱۳، ۱۵، ۱۷ ۸/۱، ۴، ۷، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۸
۹/۴، ۱۵، ۱۸ ۱۰/۱، ۸، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۵ ۱۱/۱، ۲، ۸، ۹، ۱۰، ۱۴، ۱۶
۱۲/۲، ۸، ۱۲، ۱۴ ۱۳/۳ ۱۴/۵، ۱۰، ۱۲، ۱۳، ۱۹، ۲۱
۱۷/۱، ۳، ۵، ۷، ۸، ۱۶ ۱۸/۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸ ۱۹/۶، ۹
۲۰/۱، ۲، ۳، ۸، ۱۰، ۱۳، ۱۴ ۲۱/۴، ۹، ۱۱، ۱۵، ۱۶ ۲۲/۹، ۱۰، ۱۱
۲۳/۲، ۳، ۵، ۶، ۹، ۱۵، ۱۷ ۲۴/۱۳، ۱۷، ۱۸، ۱۹
۲۵/۷، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۹، ۲۰ ۲۶/۱، ۲، ۴، ۱۰، ۱۴، ۱۸
۲۷/۳، ۴، ۶، ۱۷ ۲۸/۷، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۹ ۲۹/۲، ۳، ۴، ۹، ۲۱، ۲۲ ۳۰/۸

کُنْتُنَّ: جمع مؤنث حاضر ماضی معروف (دیکھو کَانَ) اگر تم ہو (چاہتی) اگر تم (چاہتی) ہو۔ ۲۱/۲۰ دو جگہ -

کَنْزٌ: مصدر، تہ بر تہ مال جمع کر کے رکھ چھوڑنا، کَنَزْتُ التَّمْرَ فِی الْوِعَاءِ میں نے برتن میں کھجوریں جمع کر کے رکھ چھوڑیں (راغب) سونا، چاندی، مال کثیر، حدیث

مبارک میں آیا ہے کُلُّ مَالٍ لَا تُؤَدّٰی زَکٰوتُہٗ فَہُوَ کَنْزٌ جس مال کی زکوٰۃ نہ دی جائے وہ کنز ہے (قاموس) ۱۲/۲

۱۶/۱ مال کثیر، ۱/۱ مال کثیر یا علمی صحیفہ (راغب)

کَنَزْتُمْ: جمع مذکر حاضر ماضی معروف کَنْزٌ مصدر (باب ضرب) تم نے جمع کیا۔ تم نے جمع کر کے (بغیر زکوٰۃ دئے) رکھ چھوڑا تھا۔ ۱۰/۱۱

کُنُوْزٍ: جمع کَنْزٌ واحد، خزانے، بکثرت جمع کیا ہوا مال، سونا، چاندی۔ ۱۹/۹ ۲۰/۱۱

کَنُوْدٌ: صفت مشبہ، ناشکر مرد ہو یا عورت، ناقابل روئیدگی زمین، کافر، اللہ کو برا کہنے والا۔ تنہا خور، بخیل، اس جگہ مراد اول معنی ہے، کُنُدٌ اور کُنَّادٌ ناشکر آدمی کُنُوْدٌ مصدر (باب نصر) ناشکری کرنا۔ ۳۰/۲۵

اَلْکُنَّسِ: جمع، اَلْکَانِسُ مفرد کِنَاسٌ مصدر (باب ضرب) کِنَاسٌ ہرن کے رہنے کی جھاڑی کو بھی کہتے ہیں اور جھاڑی میں ہرن کے چھپنے کو بھی، آیت میں کُنَّسٌ سے مراد چھپنے والے ستارے ہیں (معجم) حسن و قتادہ کے نزدیک بھی عام ستارے مراد ہیں جو رات کو نکلتے ہیں اور دن میں نمودار نہیں ہوتے۔ حضرت علی کا ایک قول مروی ہے کہ (تمام) ستارے دن میں پیچھے ہٹ جاتے ہیں اور رات کو اپنی بسرگاہوں میں نمودار ہو جاتے ہیں ان تمام اقوال سے ظاہر ہے کہ کُنَّسٌ سے عام ستارے مراد ہیں (معالم) یا تمام ستارے مراد ہیں (صحاح) یا شمس و قمر کے علاوہ پانچوں سیارے مراد ہیں (فراء) انہی پانچوں سیاروں کو خمسہ متحیرہ بھی کہتے ہیں کیونکہ ان کی چال میں کبھی استقامت اور کبھی رجعت ہوتی ہے (روح) اعمش نے ابراہیم بن عبداللہ کا قول نقل کیا ہے کہ نیل گائیں مراد ہیں اور سعید بن جبیر کے نزدیک ہرن ہیں۔ آخری قول حضرت ابن عباس کی طرف بھی عوفی نے منسوب کیا ہے (معالم) عام مفسرین نے خمسہ متحیرہ سے تفسیر کی ہے۔

کَوَاعِبَ: جمع، کَاعِبٌ واحد، نوخیز شباب لڑکیاں جن کے پستان خوب ابھر آئے ہوں (راغب) کَعَبَتِ الْجَارِیَۃُ کُعُوْبًا وَ کُعُوْبَۃً وَ کِعَابَۃً۔ (لازم، نصر، ضرب) لڑکی کے پستان ابھر آئے۔ کَعَبَ الْاِنَاءَ کَعْبًا (متعدی فتح) برتن کو بھر دیا۔ (قاموس) ۳۰/۲

اَلْکَوَافِرِ: جمع، الکافرۃ واحد، وحدانیت، نبوت، قرآن وغیرہ کا انکار کرنے والی عورتیں (مزید تنقیح کے لئے دیکھو کافر اور کافرۃ) ۲۸/۸

کَوْکَبٌ: واحد مرفوع، کَوَاکِبُ جمع، ہر ستارہ، آنکھ کی سفیدی، کیل، قوم کا سردار، تلوار، پانی کَوْکَبُ الرَّوْضَۃِ کلی۔ کَوْکَبُ الْحَدِیْدِ لوہے کی چمک

یَومَ ذِی کَوَاکِبَ مصیبت کا دن ۔ ذَھَبُوا تَحْتَ کُلِّ
کَوْکَبٍ وہ ہر ستارے کے نیچے چلے گئے یعنی متفرق
اور منتشر ہو گئے کَوْکَبُ الْحَدِیْدِ لوہا چمکا (قاموس و
تاج) آیت میں مراد اول معنی ہے ۔ ۱۱/۴

کَوْکَبًا: حالتِ نصب، بعض اہل تفسیر نے لکھا ہے کہ
زہرہ ستارہ دیکھا تھا لیکن یہ غلط ہے کوکبا نکرہ ہے
جس کا اطلاق ہر ستارے پر ہوتا ہے تخصیص کی کوئی وجہ
نہیں صحیح حدیث میں خصوصیت وارد نہیں ۔ ۶/۱۵ ۱/۱۲

اَلْکَوَاکِبُ: جمع، اَلْکَوْکَبُ واحد، ستارے ۔ ۲۳/۳

اَلْکَوَاکِبِ: جمع الکوکب واحد، ستارے ۔ ۵/۲۳

اَلْکَوْثَرَ: جنت کی ایک نہر اور حوض کا نام جو اللہ
نے حضور نبی اکرم کو خصوصی طور پر عنایت فرمائی
ہے ۔ (عن انس مرفوعا ۔ مسلم)
حضرت ابن عمر کی مرفوع روایت سے ثابت ہے
کہ جنت کی ایک حوض کا نام ہے (معالم) یا
قرآن مجید (حسن بصری) یا نبوت اور قرآن (عکرمہ)
یا عام خیر کثیر (سعید بن جبیر از ابن عباس)
اہل لغت نے لکھا ہے کہ کوثر کَثْرَۃٌ سے بنا
ہے جیسے نَوْفَل ۔ نَفْلٌ سے، جو چیز تعداد میں
کثیر اور مرتبے میں باعظمت ہو اسکو عرب کوثر کہتے ہیں ۔
صاحب مجمع القرآن نے حضرت ابن عباس کے قول کو راجح قرار دیا ہے ۔ ۳۰/۳

کُوِّرَتْ: واحد مؤنث غائب ماضی مجہول تَکْوِیْرٌ مصدر (باب تفعیل) جب
سورج تاریک ہو جائیگا (حضرت ابن عباس بروایت علی بن ابی طلحہ) روشنی
جاتی رہیگی (قتادہ، مقاتل کلبی) بے رونق ہو جائیگا (مجاہد) لپیٹ
دیا جائیگا (ابو عبیدہ و زجاج) لغت میں تکویر کے معنی لٹا کر کے
لپیٹ دینا ہے حضرت ابوہریرہ کی مرفوع روایت ہے کہ قیامت کے
دن چاند سورج لپیٹ دئے جائینگے یا بے نور کر دئے جائیں گے
(معالم) مطلب تمام تشریحات کا ایک ہی ہے ۔ ۶/۳۰

کُوْنُوْا: بروزن قُوْلُوْا جمع مذکر حاضر امر معروف (دیکھو کان) ہو جاؤ
۱۶٫۸/۱ ۱۶/۳ ۱۰/۳ ۶/۷ ۱۱/۹ ۵/۱۲ ۵/۱۵ ۱۰/۲۶ ۔

کُوْنِیْ: واحد مؤنث حاضر امر معروف (دیکھو کان) ہو جا ۵/۱۷

اَلْکَهْفِ: پناہ، پہاڑی غار، جو مکان کی طرح بنا لیا جاتا
ہے (دیکھو اصحاب الکہف) کُہُوْفٌ جمع ۔ ۱۵/۱۳٫۱۴ ۱

کَهْفِهِمْ: کَهْف مضاف ہم ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ انکے غار ۔ ۱۵/۱۶٫۱۲

کَهْلًا: ادھیڑ، متوسط عمر کا آدمی جس کے کچھ بال سیاہ
اور کچھ سفید ہوں، بعض نے عمر کی تعیین کی ہے
۳۰ یا ۳۴ برس کی عمر سے ۵۰ برس تک کی عمر والے کو
کہل کہا ہے کُهُوْلٌ ۔ کُهْلُوْنَ ۔ کِهَالٌ ۔ کُهْلَانٌ
و کُهَّلٌ جمع طَارَ کَهْلُکَ نیک نصیب ۔ طَارَلَکَ
طَائِرُ کَهْلِکَ اس کو دنیوی خوش نصیبی حاصل ہے
کاهِلٌ کَهْلٌ کا ہم معنی بھی ہے اور کسی قوم کے
سردار و معتمد کو بھی کہتے ہیں ایک حدیث میں

آیا ہے تَمِیْمٌ کَاَهْلِ مُضَرَ قبائل مضر کے سردار بنی تمیم ہیں کُہْلٌ
اور کَاہِلٌ سے ثلاثی مجرد کے صیغے مستعمل نہیں، باب افتعال
اور تفعیل مستعمل ہے۔ پ۳/۱۲ پ۵

کٓھٰیٰعٓصٓ: مقطعات میں سے ہے غیر معلوم المراد، قول حق
یہی ہے جتنی تشریحات مروی ہیں وہ سب ناقص یا ضعیف یا بیجا حدود
تاویل طلب ہیں، پ۱۶/۴ (دیکھو تنقیح کے لئے الٓمٓ)

کَیْدٌ: مصدر و اسم مصدر، اچھی تدبیر، بری تدبیر، مکر
فریب، چال، داؤں (باب ضرب) مزید تنقیح کے لئے دیکھو
اَکِیْدُ۔ پ۳/۴ مکر فریب پ۱۶/۱۲ داؤں، فریب پ۹ حسن تدبیر
پ۲۴/۸،۹ فریب چالاکی، داؤں، پ۲۷/۴ تدبیر۔

کَیْدُ: پ۹/۲۱ داؤں۔

کَیْدَ: پ۵ داؤں پ۱۲/۱۳ فریب چالاکی پ۱۲/۱۴ چالاکی پ۱۹/۱۲
سامانِ فریب، داؤں۔ پ۳۰/۳ داؤں۔

کَیْدِیْ: پ۹/۱۳ حسن تدبیر پ۹/۱۹ فریب، پ۱۲/۱۳ چالاکی پ۱۲/۱۷
چالاکی پ۲۹/۴ حسن تدبیر۔

کَیْدًا: پ۱۲/۱۱ پ۱۲/۵ پ۲۳/۷ پ۲۷/۴ پ۳۰/۱۱ چالاکی، فریب، داؤں۔

کِیْدُوْا: جمع مذکر حاضر امر معروف (دیکھو اَکِیْدُ)
داؤں کرلو۔ پ۹/۱۴ پ۱۲/۵ پ۲۹/۲۱۔

کَیْفَ: اسم مبہم غیر متمکن مبنی ہے ہمیشہ ظرف ہوتا ہے (سیبویہ)
اسم ہے مگر ظرف نہیں (اخفش و سیرافی) حقیقت میں نہ ظرف
زمان ہے نہ ظرف مکان لیکن اس کی تشریح ہمیشہ جار مجرور
سے کی جاتی ہے اور جار مجرور کو مجازاً ظرف کہا جاتا ہے
اس لئے کَیْفَ بھی ظرف مجازی ہے (ابن مالک)

کَیْفَ دو طرح آتا ہے ۱ شرطیہ (جیسے جس طرح) اہل
بصرہ کے نزدیک اس کی تین شرطیں ہیں، شرط و جزا دونوں
فعل ہوں کوئی مجزوم نہ ہو، دونوں متفق اللفظ والمعنی ہوں
اس لئے کَیْفَ تَجْلِسُ اَذْهَبُ (جیسے تو بیٹھے گا میں
چلا جاؤں گا) کہنا غلط ہے کیونکہ لفظوں میں شرط جزا
متفق نہیں اسی طرح کَیْفَ تَجْلِسُ اَجْلِسْ بھی درست
نہیں، دونوں فعل مجزوم ہیں۔

آیات یُنْفِقُ کَیْفَ یَشَآءُ۔ یُصَوِّرُکُمْ فِی الْاَرْحَامِ
کَیْفَ یَشَآءُ۔ فَیَبْسُطُهٗ فِی السَّمَآءِ کَیْفَ یَشَآءُ سے
اہل بصرہ کے قول کی تغلیط ہوتی ہے دونوں فعل جدا جدا
مختلف ہیں، اس لئے قطرب و عام اہل کوفہ نے کیف شرطیہ
کے لئے کوئی خاص قید نہیں مقرر کی۔

۲ کیف سوالیہ خواہ حقیقۃً استفہام مقصود ہو جیسے کَیْفَ
زَیْدٌ زید کیسا ہے؟ یا استفہام مقصود نہ ہو کوئی دوسرا
مطلب ہو مثلاً تعجب ظاہر کرنا، مخاطب کو تنبیہ کرنا،
توبیخ کرنا وغیرہ جیسے کَیْفَ تَکْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ، تعجب ہے
کہ تمہارے کفر کی بنا کس حالت پر ہے۔

کَیْفَ کبھی خبر مبتدا کے محل میں آتا ہے جیسے کَیْفَ
اَنْتَ کبھی کان کی خبر کی جگہ جیسے کَیْفَ کُنْتَ کبھی باب
ظَنَنْتُ کے مفعول دوم کی جگہ جیسے کَیْفَ ظَنَنْتَ زَیْدًا کبھی
باب اَعْلَمْتُ کے مفعول سوم کی جگہ جیسے کَیْفَ اَعْلَمْتَهٗ،

فَسَلَّ دیتم نے اس کو اپنے گھوڑے کی اطلاع کسطرح دی) کبھی مفعول مطلق کی جگہ جیسے کَیْفَ فَعَلَ رَبُّكَ تمہارے رب نے کیسا کام کیا، کبھی حال کی جگہ جیسے فَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ اُمَّۃٍ بِشَہِیْدٍ جب ہم ہر امت میں سے ایک شہادت دینے والا بلائیں گے تو ان کا اس وقت کیا حال ہوگا۔ وَ کَیْفَ وَاِنْ یَّظْہَرُوْا اگر وہ غالب آجائیں تو ان کے معاہدہ کی حالت کیا ہوگی۔ قرآن مجید میں صرف مؤخر الذکر دونوں نحو میں مستعمل ہیں یعنی مفعول مطلق اور حال کی جگہ کَیْفَ کا استعمال کیا ہے۔

کَیْفَ سوالیہ کے ذریعہ سے صفاتِ مخلوق کے متعلق سوال کیا جاتا ہے اللہ کیف سے منزہ ہے اس لئے جہاں اللہ نے اپنی ذات وصفات کے موقع پر لفظ کَیْفَ کو استعمال کیا ہے، وہاں غیر حقیقی استفہام مراد ہوتا ہے یعنی صرف استخبار، خواہ بطور تعجب یا مخاطب کو تنبیہ اور توبیخ کرنے کیلئے جیسے کَیْفَ تَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ، کَیْفَ یَہْدِی اللّٰہُ قَوْمًا۔ کَیْفَ یَکُوْنُ لِلْمُشْرِکِیْنَ عَہْدٌ، اُنْظُرْ کَیْفَ ضَرَبُوْا لَکَ الْاَمْثَالَ، فَانْظُرُوْا کَیْفَ بَدَءَ الْخَلْقَ۔ اَوَلَمْ یَرَوْا کَیْفَ یُبْدِئُ اللّٰہُ الْخَلْقَ۔

کبھی کیف کے معنی حالت ہوتے ہیں اس وقت سوالیہ نہیں ہوتا جیسے اُنْظُرْ اِلٰی کَیْفَ تَصْنَعُ وہ جو کر رہا ہے میں اس کی حالت دیکھ رہا ہوں۔

عیسیٰ بن موہب نے کتاب العلل میں اور بعض دوسرے علماء نے صراحت کی ہے کہ کَیْفَ کبھی عاطفہ آتا ہے، استدلال میں یہ شعر پیش کیا گیا ہے ؎

اِذَا قَلَّ مَالُ الْمَرْءِ لَانَتْ قَنَاتُہٗ
وَہَانَ عَلَی الْاَدْنٰی فَکَیْفَ الْاَبَاعِدُ

جب آدمی کا مال کم ہوجاتا ہے تو اس کا نیزہ نرم پڑجاتا ہے (قوت میں ضعف آجاتا ہے) وہ اقربا کی نظر میں بھی حقیر ہوجاتا ہے دور والوں کا تو کہنا ہی کیا ہے۔

لیکن یہ استدلال غلط تھا، خود حرف عاطف ہے، دو حرفِ عطف کس طرح جمع ہوسکتے ہیں بلکہ اسجگہ کیف کے بعد مبتدا مضاف محذوف یعنی کَیْفَ حَالُ الْاَبَاعِدِ

کیف کی فاء کو تخفیف کرکے صرف کے پر بھی کبھی اکتفا کرلیا جاتا ہے لیکن معنی کَیْفَ کے ہی ہوتے ہیں جیسے ؎

کَیْفَ تَجْنَحُوْنَ اِلَی السِّلْمِ وَمَا ثُئِرَتْ
قَتْلَاکُمْ وَلَظَی الْہَیْجَاءِ تَضْطَرِمُ

تم صلح کی جانب کسطرح مائل ہوا بھی تو تمہارے مقتولین کا انتقام نہیں لیا گیا اور لڑائی کی آگ بھڑک رہی ہے۔

۱: ۲ — ۳: ۲،۹،۱۱،۷ — ۴: ۱،۵،۱۴ — ۵: ۲،۱۴،۶ — ۶: ۹،۱۰،۱۳،۱۴
۷: ۸،۹،۱۱،۱۴،۱۵ — ۸: ۱۷،۱۸ — ۹: ۱،۳،۵ — ۱۰: ۸ — ۱۱: ۷،۹،۱۳
۱۳: ۳،۱۰،۱۶،۱۹ — ۱۴: ۱۱ — ۱۵: ۲،۵،۲۱ — ۱۶: ۵ — ۱۷: ۱۳ — ۱۸: ۱۶ — ۱۹: ۳،۱۲،۱۹
۲۰: ۲،۷،۱۴ — ۲۱: ۴،۸ — ۲۲: ۱۱،۱۵،۱۷ — ۲۳: ۶،۹ — ۲۴: ۶،۸،۱۴ — ۲۵: ۸
۲۶: ۵،۷،۱۵ — ۲۷: ۸،۹ — ۲۹: ۲،۴،۹،۱۳،۱۵ — ۳۰: ۱۳،۱۴

اَلْکَیْلُ: مصدر مرفوع پیمانے سے غلہ وغیرہ کا ناپنا۔
(دیکھو کانُوا) ۸/۲ ۱۳/۲ مراد غلہ۔

اَلْکَیْلَ: مصدر منصوب ۸/۲،۶،۱۸ غلّے سے پیمانہ بھرنا۔
۱۳/۴ ۱۵/۴ ۱۹/۱۴ مراد غلہ۔

کَیْلٌ: مصدر مرفوع نکرہ، غلہ ۸/۲

کَیْلَ: مصدر منصوب نکرہ، غلہ ۸/۲

کَیْ: بقولِ اخفش ہمیشہ جارہ ہوتا ہے مابعد کو جر دیتا ہے لیکن اسکے بعد جو فعل مضارع پر نصب آتا ہے وہ اَنْ مصدریہ کے سبب سے اگر کہیں اَنْ مذکور نہیں ہوتا تو محذوف ہوتا ہے لیکن آیت لِکَیْلَا تَاْسَوْا وغیرہ سے اخفش کے قول کی تردید ہوتی ہے لام حرفِ جر، کَیْ سے پہلے موجود ہے دوسرے حرف کی ضرورت نہیں نہ دوبارہ تعلیل کی ضرورت ہے۔

کوفی ادیب کہتے ہیں کہ کَیْ ہمیشہ حرفِ ناصب ہوتا ہے جو فعل مضارع کو نصب دیتا ہے حرفِ جر کبھی نہیں ہوتا۔ یہ قول بھی غلط ہے کَیْمَہْ بمعنی لِمَہْ (کس وجہ سے) بولا جاتا ہے، حاتم کا قول ہے:

وَاَوْقَدْتُ نَارِیْ کَیْ لِیُبْصَرَ ضَوْءُهَا
وَاَخْرَجْتُ کَلْبِیْ وَهُوَ فِی الْبَیْتِ دَاخِلَهْ

میں نے آگ روشن کر دی تاکہ اس کی روشنی (مسافروں کو) دکھ جائے اور اپنے کتے کو گھر سے باہر نکال دیا (تاکہ آنیوالے مہمان پر نہ بھونکے) اگر اسجگہ کَیْ کو حرفِ ناصب قرار دیا جائے اور لِیُبْصَرَ کو اس کی وجہ سے منصوب پڑھا جائے تو حرفِ ناصب اور فعل میں حرفِ جر کیوجہ سے فصل لازم آئیگا اس لیے علمائے بصرہ اور عام محققینِ ادب کا قول ہے کہ کَیْ کبھی ناصبِ مضارع ہوتا ہے جو معنی اور عمل دونوں میں اَنْ مصدری کی طرح ہوتا ہے جیسے لِکَیْلَا تَاْسَوْا اور کبھی تعلیلیہ ہوتا ہے یعنی لازم (حرفِ جر) کی طرح معنی کے اعتبار سے بھی اور عمل کے لحاظ سے بھی، اس کے بعد کبھی مَا استفہامیہ آتا ہے جیسے کَیْمَہْ (کس لیے) اور کبھی مَا مصدری یا مَا کافہ آتا ہے جیسے:

اِذَا اَنْتَ لَمْ تَنْفَعْ فَضُرَّ فَاِنَّمَا
یُرَجَّی الْفَتٰی کَیْمَا یَضُرُّ وَ یَنْفَعُ

تو فائدہ رساں نہ ہو تو ضرر ہی پہنچا کیونکہ آدمی سے دو ہی وجہ سے امید کی جاتی ہے، ضرر کے لئے یا نفع کے لئے۔

(نوٹ) کَیْ مخفف کَیْفَ کا بھی آتا ہے (دیکھو کَیْفَ کی بحث)

کَیْ ناصبہ سے پہلے کبھی لام (حرفِ جر) مذکور ہوتا ہے کبھی نہیں ہوتا۔ اسی طرح اس کے بعد کبھی لا نفی آتا ہے کبھی نہیں آتا، قرآنِ مجید میں دونوں طرح مستعمل ہے۔

۷/۷ ۱۴/۱۵ ۱۷/۸ ۲۲/۲،۳ ۲۷/۱۹ ۲۸/۴

بابُ اللّام

ل: لام مفرد کی تین قسمیں ہیں ۱ حرفِ جر ۲ حرفِ جزم ۳ بے عمل یعنی لفظاً کچھ عمل نہ کرنے والا۔

نمبر اول حرفِ جر ضمیر پر بھی آتا ہے اور اسم ظاہر پر بھی، ضمیر پر آنے والا لامِ جارہ ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے (علاوہ ضمیر واحد متکلم کے) جیسے لَهٗ۔ لَهَا لَهُمَا لَهُمْ لَهُنَّ لَكَ لَكِ لَكُمَا لَكُنَّ لَنَا لِيْ۔

اسم ظاہر پر آنے والا لام جار ہمیشہ مکسور ہوتا ہے (سوائے اس مستغاث کے جو یا ندائیہ کے بعد آتا ہے) جیسے لِلّٰهِ۔ لِلرَّسُوْلِ۔ لِلْمَسَاكِيْنَ۔ لِذِي الْقُرْبٰى۔

لامِ جارہ ۲۲ معانی کے لئے مستعمل ہے

۱ کسی ذات کے استحقاق کو ظاہر کرنے کے لئے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ[1]۔ اَلْعِزَّةُ لِلّٰهِ[2]۔ اَلْاَمْرُ لِلّٰهِ[3]۔ وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ[4]۔ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ[5]۔ وَلِلْكٰفِرِيْنَ النَّارُ[6]۔

۲ خصوصیت کو ظاہر کرنے کے لئے جیسے اَلْجَنَّةُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ[7]۔ لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ[8]۔ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ[9]۔

۳ ملکیت کو ظاہر کرنے کے لئے جیسے لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ[11]۔

۴ کسی کو مالک بنانے کے لئے جیسے وَهَبْنَا لَهٗ[12]۔

۵ تملیک کی مشابہت ظاہر کرنے کے لئے جیسے جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا[13]

---

[1] حمد کا مستحق اللہ ہے [2] عزت کا مستحق اللہ ہے [3] حکم کا مستحق اللہ ہے [4] کم تولنے والے ہلاکت کے مستحق ہیں [5] ان کو دنیا میں رسوا ہونا سزاوار ہے [6] کافروں کے لئے دوزخ سزاوار ہے [7] جنت مومنوں کے لئے خاص ہے [8] پیدا کرنا اور حکم کرنا اللہ ہی کے لئے مخصوص ہے [9] تمہارا دین تمہارے لئے ہے [10] اور میرا دین میرے لئے [11] اسی کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے [12] ہم نے اس کو بخش دیا [13] اللہ نے تم میں سے ہی تمہاری بیبیاں پیدا کر دیں۔

۶۔ کسی فعل کی علت اور سبب بیان کرنے کے لئے جیسے لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ۔ اِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ۔

(نوٹ) مضارع پر جو لام مکسور آتا ہے وہ بھی اسی قسم میں داخل ہے جیسے وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ جو لام جار مکسور مضارع پر تعلیل کے لئے آتا ہے اور اس کے بعد اَنْ مصدری ناصب کا آنا ضرور ہے اور مضارع کیا اسی ان کی وجہ سے نصب ہوتا ہے، اگر اَنْ مذکور نہیں ہوتا جیسا کہ مثالِ مذکور میں نہیں ہے تو محذوف مقدر قرار دیا جائے گا لیکن اگر فعل سے پہلے لا نفی آیا ہو تو لام جر کے بعد اَنْ کو ذکر کرنا لازم ہے جیسے لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ۔

۷۔ نفی کی تاکید مقصود ہو اس لام کو لام جحود بھی کہتے ہیں، لام جحود کی شرطیہ ہے کہ اس سے پہلے مَا كَانَ یا لَمْ يَكُنْ مذکور ہو جیسے مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ اور لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ، اگر نہ مذکور ہوگا تو مقدر مانا جائے گا۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے عصر کے بعد کی دو رکعتوں کے متعلق فرمایا تھا مَا اَنَا لِاَدَعَهُمَا میں ان دونوں رکعتوں کو نہیں چھوڑوں گا یعنی مَا كُنْتُ اَنَا ایک شاعر کہتا ہے:

فَمَا جَمْعٌ لِيَغْلِبَ جَمْعَ قَوْمِيْ

مُقَاوَمَةً وَلَا فَرْدٌ لِفَرْدِ

مقابلہ کے وقت کوئی قوم میری قوم پر غالب نہیں آسکتی اور نہ کوئی شخص میری قوم کے کسی شخص پر یعنی فَمَا كَانَ جَمْعٌ وَلَا كَانَ فَرْدٌ۔

۸۔ اِلٰی کے معنی کے لئے جیسے بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ای اِلَیْهَا۔ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ای اِلٰی اَجَلٍ۔ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا ای اِلٰی مَا نُهُوْا۔

۹۔ عَلٰی کے معنی ظاہر کرنے کے لئے یعنی حقیقی استعلاء کے لئے جیسے وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ۔ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖ۔ تَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ یعنی عَلَى الْاَذْقَانِ اور عَلٰی جَنْبِهٖ اور عَلٰی

---

۱۲ یہ حقیقت ہے کہ مال کی محبت کی وجہ سے وہ بخل میں بہت سخت ہے ۱۳ لوگوں کے سامنے کھول کر بیان کرنے کے لیے ہم نے تم پر قرآن اتارا۔ ۱۴ تاکہ تمہارے خلاف لوگوں کو کوئی دلیل نہ مل سکے ۱۵ اللہ ایسا نہیں کہ تم کو غیب پر آگاہ کردے ۱۶ اللہ ایسا ہرگز نہیں کہ ان کو معاف کر دے ۱۷ میں ہرگز ایسا نہیں کہ ان دونوں کو چھوڑ دوں ۱۸ تمہارے رب نے اس کے پاس وحی بھیجی ۱۹ ہر ایک مقررہ میعاد تک چلے گا (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

الحَیۡنِ۔ یا مجازی استعلا کے لئے جیسے وَاِنۡ اَسَاۡتُمۡ فَلَھَا یعنی عَلَیۡھَا۔ نحاس کا قول ہے لام بمعنے علٰے ہم نے عربی میں کہیں نہیں پایا۔

۱۰ فِیۡ ہم معنی جیسے وَنَضَعُ الۡمَوَازِیۡنَ الۡقِسۡطَ لِیَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ۔[1]

۱۱ عِنۡدَ کا ہم معنی جیسے بَلۡ کَذَّبُوۡا بِالۡحَقِّ لَمَّا جَآءَھُمۡ[2] (بقول ابن جنی بر قراۃ جحدری)

۱۲ بَعۡدُ کا ہم معنی جیسے اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوۡکِ الشَّمۡسِ۔[3] حدیث میں آیا ہے صُوۡمُوۡا لِرُؤۡیَتِہٖ وَاَفۡطِرُوۡا لِرُؤۡیَتِہٖ چاند دیکھنے کے بعد روزہ رکھو اور چاند دیکھنے کے بعد روزہ رکھنا چھوڑ دو۔

۱۳ مَعَ کا ہم معنے جیسے فَلَمَّا تَفَرَّقۡنَا کَاَنِّیۡ وَمَالِکًا ٭ لِطُوۡلِ اجۡتِمَاعٍ لَمۡ نَبِتۡ لَیۡلَۃً مَعًا جب ہم جدا ہو گئے تو باوجود مدت تک ساتھ رہنے کے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میں اور مالک ایک رات بھی ساتھ نہیں رہے۔ بعض لوگوں نے اس شعر میں لام کو بَعۡدُ کا ہم معنی قرار دیا ہے۔

۱۴ مِنۡ کا ہم معنی، جریر کا شعر ہے:

لَنَا الۡفَضۡلُ فِی الدُّنۡیَا وَاَنۡفُکَ رَاغِمٌ
وَنَحۡنُ لَکُمۡ یَوۡمَ الۡقِیَامَۃِ اَفۡضَلُ

ہم کو دنیا میں برتری حاصل ہے اور تمہاری ناک خاک آلود ہے اور قیامت کے دن بھی ہم تم سے افضل ہوں گے۔

۱۵ کسی چیز کو سامع تک پہنچا دینے کے لئے، اس وقت لام کو سامع پر داخل کرنا ضروری ہے جیسے قَالَ لَھُمۡ خَزَنَتُھَا[4]

---

۲۲ اگر ان کو لوٹا کر بھیجا جائے تب بھی اسی کام کی طرف لوٹیں گے جس سے ان کو منع کر دیا گیا ہے ۲۳ ٹھوڑیوں کے بل وہ گر پڑتے ہیں
۲۴ وہ ہم کو دہرا کر وعظ پکارتا ہے ۲۵ پیشانی کے ایک رخ پر اس کو گرا دیا گیا۔
حاشیہ متعلقہ صفحہ ہذا۔ ۲۶ اگر تم برائی کروگے تو تمہارے نفس پر ہی اس کا ضرر پڑے گا۔
[1] قیامت میں ہم وزن کشی کے پیمانے یعنی انصاف قائم کریں گے۔
[2] حق آجانے کے وقت انہوں نے تصدیق نہ کی بلکہ جھوٹا قرار دیا۔
[3] زوال آفتاب کے بعد سے نماز پڑھو۔
[4] دوزخ کے نگرانوں نے ان کو یہ بات پہنچا دی۔

۱۶ عَنْ کا ہم معنے جیسے (بر قول ابن حاجب) وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔[1] ابن مالک نے کہا اس جگہ لام تعلیلیہ ہے البعض کا قول ہے یہ لام وہی ہے جس کا نمبر پندرہ میں تذکرہ ہو چکا۔

۱۷ لامِ عاقبت یا لام مال جو کسی فعل پر مرتب ہونے والے نتیجہ کو ظاہر کرتا ہے خواہ واقع میں اس نتیجہ کے حصول کے لئے وہ کام نہ کیا گیا ہو جیسے[2] رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَیْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِیْنَةً وَّاَمْوَالًا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا رَبَّنَا لِیُضِلُّوْا عَنْ سَبِیْلِكَ۔

علماءِ بصرہ لامِ عاقبت کے منکر ہیں، زمخشری نے اس کو لامِ علت قرار دیا ہے اور چونکہ واقع میں لام کا مابعد لام کے ماقبل کے لئے علت نہیں ہے اس لئے اس کو لامِ تعلیل واقعی نہیں بلکہ تعلیل نما کہا جائے گا یعنی فعل کا نتیجہ یہ نکلا خواہ کام اس نتیجہ کے لئے نہیں کیا گیا۔ ایک شاعر کہتا ہے ؎

فَلِلْمَوْتِ تَغْذُوا الْوَالِدَاتُ سِخَالَهَا
کَمَا لِخَرَابِ الدُّوْرِ تُبْنَی الْمَسَاكِنُ

موت ہی کے لئے مائیں اپنے بچوں کو پالتی ہیں جیسے مکانوں کی تعمیر تخریب کے لئے ہوتی ہے، ایک اور شاعر کہتا ہے:

فَاِنْ یَّكُنِ الْمَوْتُ اَفْنَاهُمْ
فَلِلْمَوْتِ مَا تَلِدُ الْوَالِدَةُ

اگر موت نے ان کو فنا کر دیا (تو عجب بات نہیں کیونکہ موت ہی کے لئے ماں بچوں کو جنتی ہے۔

۱۸ قسم اور تعجب کے لئے یہ لام صرف لفظِ اللہ پر آتا ہے۔

۱۹ صرف تعجب کے لئے جیسے لِلّٰہِ دَرُّهٗ یا لِلْعُشْبِ۔

۲۰ تعدیہ جیسے[3] فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا (ابن مالک فی شرح الکافیہ)

۲۱ لام زائد صرف تاکید کے لئے یہ لام کبھی فعل متعدی اور اس کے مفعول کے درمیان آتا ہے جیسے[4] اُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ

---

[1] کافروں نے مومنوں سے کہا [2] اے ہمارے رب تو نے فرعون اور اس کے مائدِ حکومت کو دنیوی زندگی میں رونق اور مال کثیر اسلئے دیا کہ وہ تیرے راستہ سے لوگوں کو بہکائیں [3] اپنی طرف سے تو مجھے کوئی میرا جانشین عنایت فرما [4] اس نے ہم کو رب العالمین کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔

الْعَالَمِيْنَ - اٰمَنَّا اور نُسْلِمَ کے درمیان لام زائد ہے کبھی مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان آتا ہے جیسے سعید بن مالک کہتا ہے:

یَا بُؤْسَ لِلْحَرْبِ الَّتِیْ ٭ وَضَعَتْ اَرَاهِطَ فَاسْتَرَاحُوا

ہائے شدت جنگ جس نے قبائل کو مار گرایا۔

لامِ تقویت بھی زائد ہی ہوتا ہے یعنی اگر کوئی عامل ضعیف ہو تو محض اس کو قوی کرنے کے لئے لام لے آتے ہیں۔ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ[1] عامل (یرہبون) مؤخر ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے اس لئے معمول (رَبِّهِمْ) پر لام آگیا تاکہ عامل کو قوت حاصل ہو جائے ورنہ يَرْهَبُوْنَ کے مفعول پر لام آنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ اسی طرح اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّؤْيَا تَعْبُرُوْنَ[2]۔ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ[3]۔ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ[4]۔ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى[5]۔ مُصَدِّق، فَعَّال، نَزَّاعَةً سب صفت کے صیغے ہیں۔

افعال نہیں ہیں فعل کے مشابہ ہیں اس لئے ان کے عامل ہونے میں ضعف ہے لام کی وجہ سے اس ضعف کو دور کر دیا گیا۔

۲۲ لام تبیین جیسے فَتَعْسًا لَّهُمْ[6]۔ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ[7]۔

(تنبیہ) باوجود ضرورت کے کبھی لام کو حذف بھی کر دیا جاتا ہے جیسے قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ[8] ای لہ منازل۔ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ[9] ای کالوا لھم او وزنوا لھم۔

قرآن مجید میں مندرجہ بالا بائیس اقسام میں سے ۱۳، ۱۴، ۱۸، ۱۹ کا استعمال نہیں ہوا باقی اقسام کے لئے استعمال موجود ہے۔

نمبر دوم - حرف جزم قبیلہ سلیم کے استعمال میں مفتوح اور باقی تمام عربی استعمال میں مکسور آتا ہے اور کسی چیز کی طلب پر دلالت کرتا ہے اگر اس سے پہلے فاء یا واؤ ہو تو عام طور پر یہ لام ساکن ہو جاتا ہے متحرک بہت کم آتا ہے۔

---

[1] وہ اپنے رب ہی سے ڈرتے ہیں [2] اگر تم خواب کی تعبیر دیتے ہو [3] جو آسمانی کتابیں ان کے پاس ہیں ان کی تصدیق کرنیوالا۔ [4] اپنی منشا کے موافق کرنے والا [5] کھال اتارنے والا [6] ان کے لئے ہلاکت ہو [7] جو کچھ تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے وہ دور ہے [8] ہم نے اس کے لئے منزلیں مقرر کر دیں [9] جب وہ ان کو پیمانہ سے ناپ کر دیتے ہیں یا ان کو وزن کر کے دیتے ہیں۔

جیسے فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ - وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ -

ان کو چاہئے کہ مجھ سے دعا کی قبولیت کی درخواست کریں اور مجھ کو مانیں، ثم کے بعد بھی کبھی ساکن ہو جاتا ہے ثُمَّ لْیَقْضُوْا

کبھی طلبی معنی کو چھوڑ کر کوئی دوسرا معنی مراد ہوتا ہے مثلاً خبر جیسے اِتَّبِعُوْا سَبِیْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰیٰکُمْ -

تم ہمارے راستہ پر چلو اور تمہارے گناہ ہم اٹھا لیں گے یا ڈراوا اور دھمکی جیسے وَمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ جو چاہے کفر کئے جائے -

لام جازم امر حاضر پر نہیں آتا - (البتہ مضارع حاضر پر لام لا کر امر حاضر کا مفہوم پیدا کر لیا جاتا ہے) صرف امر غائب پر آتا ہے متکلم پر آتا ہے مگر کم جیسے وَلْنَحْمِلْ خَطٰیٰکُمْ اس جگہ طلبی معنی کو چھوڑ کر صرف خبر کے معنی مراد ہیں -

کبھی لام جازم محذوف ہوتا ہے بشرطیکہ اس سے پہلے قُلْ مذکور ہو (کسائی) جیسے قُلْ لِّعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ ای لِیُقِیْمُوْا -

میرے مومن بندوں سے کہدو کہ نماز پڑھا کریں -

مبرد اس کا منکر ہے ابن مالک نے شرح کافیہ میں لکھا ہے کہ لام جازم کا حذف قول انشائی کے بعد نثر میں ہوتا ہے لیکن قول خبری کے بعد کم ہوتا ہے - ادبا کوفہ اور ابو الحسن کا خیال ہے کہ قم اُقْعُدْ وغیرہ امر حاضر کے صیغوں میں ہمیشہ لام جازم محذوف ہوتا ہے - جس طرح نہی لَا کے بغیر نہیں ہو سکتی اسی طرح امر حاضر ہو یا غائب بغیر لام جازم کے نہیں ہو سکتا، فرق صرف یہ ہے کہ غائب میں مذکور ہوتا ہے اور حاضر میں محذوف، قُمْ اصل میں لِتَقُمْ تھا اُقْعُدْ اصل میں لِتَقْعُدْ تھا، علیٰ ہذا -

نمبر سوم :- لام بے عمل :- اس کی سات قسمیں ہیں -

1. لام ابتدا مفتوح، مضمون جملہ کی تاکید کے لئے آتا ہے (باتفاق اہل لغت) اس کا استعمال دو جگہ صحیح ہے (الف) مبتدا پر جیسے لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً (ب) اِنَّ کی خبر پر خواہ اسم ہو جیسے اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَآءِ، اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ یا فعل مضارع ہو جیسے اِنَّ رَبَّكَ لَیَحْکُمُ بَیْنَهُمْ یا ظرف ہو جیسے اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ، اِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ط

(نوٹ) اِنّ کی خبر پر اگر لام تاکید مضارع پر
آتا ہے تو بر قول جمہور مضارع کا معنی حال ہو جاتا
ہے۔ استقبال کا مفہوم باقی نہیں رہتا۔ ابن مالک
کو اس سے اختلاف ہے (توضیح الادلۃ
فی مطولات النحو)

تین صورتوں میں اِنّ کی خبر میں لام تاکید
کا آنا مختلف فیہ ہے۔

(الف) ماضی جامد یعنی غیر متصرف پر
جیسے اِنَّ زَیْدًا لَعَسٰی اَنْ یَّقُوْمَ اِنَّ زَیْدًا
لَنِعْمَ الرَّجُلُ ابو الحسن اس کا مجوز ہے اور
جمہور مخالف۔

(ب) اس ماضی پر جو قَدْ کے ساتھ آئے
جیسے اِنَّ زَیْدًا لَقَدْ قَامَ جمہور کے نزدیک
جائز ہے خطاب اور محمد بن مسعود غزنی کے
نزدیک ناجائز۔

(ج) اگر ماضی متصرف پر قَدْ نہ ہو تو
کیا اس پر لام آسکتا ہے یا نہیں جیسے
اِنَّ زَیْدًا لَقَامَ، کسائی اور ہشام مجوز ہیں؛
اور جمہور منکر۔

خبر اِنّ کے علاوہ دو مقام اور
بھی مختلف فیہ ہیں۔

(الف) مبتدا کی خبر مقدم جیسے لَقَائِمٌ زَیْدٌ
نحویوں کی بڑی جماعت اس کی مجوز ہے۔ شیخ
ابن حاجب نے امالی میں اس کو ناجائز
کہا ہے اور صراحت کی ہے کہ لام ابتداء کے
بعد مبتدا کا آنا لازم ہے۔

(ب) جملہ فعلیہ کے شروع میں لام تاکید کا آنا
بھی مختلف فیہ ہے جیسے لَیَقُوْمُ زَیْدٌ ابن مالک
اور مالقی اس کے مجوز ہیں۔ مالقی نے اپنی
تجویز میں ماضی جامد کو بھی داخل کر لیا ہے۔
جیسے لَبِئْسَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ بعض مجوزین
اس ماضی کو بھی اس دائرہ میں لے آئے ہیں
جس پر قَدْ آیا ہو جیسے وَلَقَدْ کَانُوْا
عَاهَدُوا اللّٰهَ۔ لَقَدْ کَانَ فِیْ یُوْسُفَ
وَاِخْوَتِهٖ۔ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِیْنَ
اعْتَدَوْا مِنْکُمْ، منکرین ان سب مقامات
پر لام کو لام قسم کہتے ہیں۔ ابن الخباز نے
شرح الایضاح میں لکھا ہے کہ لام ابتداء صرف
اس فعل پر آتا ہے جو اِنّ کی خبر میں آتا ہے اس کے
علاوہ کسی فعل پر نہیں آتا۔ منکرین کے ساتھ
ابن حاجب اور زمخشری وغیرہ بھی ہیں۔
زمخشری نے کشاف میں صراحت کی ہے کہ

لام ابتداء یا مبتدا پر آتا ہے یا خبر پر (یعنی جملہ فعلیہ پر نہیں آتا) لیکن آیت وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ اور آیت لَا أُقْسِمُ میں لام ابتداء ہے اور مبتدا محذوف ہے یعنی وَلَأَنْتَ سَوْفَ يُعْطِيكَ وَلَأَنَا أُقْسِمُ ابن حاجب اس لام کو صرف لام تاکید کہتا ہے لام ابتداء نہیں کہتا۔

(نوٹ) خبرِ اِنَّ کے علاوہ لام ابتداء ہمیشہ صدارت کا مقتضی رہتا ہے، اگر اس کے خلاف کوئی مثال عربی کلام میں ملتی ہے تو وہ تاویل طلب ہے۔

تنبیہ :۔ اِنْ مخففہ کا حکم بھی اِنَّ کی طرح ہے سیبویہ بلکہ اکثر نحویوں کے نزدیک محلِ خبر میں لام آنا صحیح ہے، اس کے ساتھ لام ابتداء آنے میں تین فائدے ہوتے ہیں، مضمونِ جملہ کی تاکید، مضارع کی تخصیص بالحال، اور اِنْ نافیہ سے کھلا ہوا امتیاز لیکن اگر خبر منفی ہو تو ترکِ لام واجب ہے جیسے :

إِنِ الْحَقُّ لَا يَخْفَى عَلَى ذِي بَصِيرَةٍ
وَإِنْ هُوَ لَمْ يَعْدِمْ خِلَافَ مُعَانِدِ

بلاشبہ دانشمند آدمی سے حق چھپا نہیں رہتا اگرچہ عنادی آدمی کی مخالفت بھی موجود رہتی ہے۔

(ضروری تنقیح) آیت وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيرَةً اور آیت وَإِنْ كُلُّ لَمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ میں بر قولِ اکثر لامِ ابتدائیہ ہے ابو علی اور ابو الفتح کا قول ہے یہ لام ابتدائیہ نہیں بلکہ ایک اور لام ہے جو اِنْ مخففہ اور اِنْ نافیہ میں فرق نمایاں کرنے کے لیے آتا ہے۔ ادبارِ کوفہ کہتے ہیں یہ لام استثنائیہ ہے اور اِنْ نافیہ، لام کے استثنائی ہونے کے ثبوت میں یہ شعر پیش کیا گیا ہے ؎

أَمْسَى أَبَانُ ذَلِيلًا بَعْدَ عِزَّتِهِ
وَمَا أَبَانُ لَمِنْ أَعْلَاجِ سُودَانِ

عزت کے بعد ابان ذلیل ہو گیا، ابان نہیں ہے مگر حبشی کافروں میں کا ایک فرد۔

مبتدا کی خبر پر اَنَّ اور لٰكِنَّ کی خبر پر زَالَ کی خبر پر أَرٰى کے مفعول دوم پر بھی لام بے عمل آتا ہے جو زائد ہوتا ہے جیسے إِلَّا أَنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ الطَّعَامَ (قراءۃ سعید بن جبیر) وَلٰكِنَّنِي مِنْ حُبِّهَا لَعَمِيدُ۔

وَمَا زِلْتُ مِنْ لَيْلَى لَدُنْ أَنْ عَرَفْتُهَا
لَكَالْهَائِمِ الْمُقْصَى بِكُلِّ مُرَادِ

جب سے لیلیٰ سے میری شناسائی ہوئی ہے

میں برابر الیا سرگرداں رہتا ہوں جیسے وہ پیاسا جانور جو دور دور سے چشمہ پر گھومتا ہے۔

مبرد اور کوفیوں کے نزدیک اِنَّ اور الکِنَّ کی خبر پر آنیوالا لام ابتدائیہ ہے۔

بعض کا قول ہے کہ یدعو کے مفعول پر آنیوالا لام بھی زائد ہوتا ہے جیسے یَدْعُوْ لَمَنْ ضَرُّہٗٓ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِہٖ لیکن یہ غلط ہے یدعو کے مفعول پر لام بطور شاذ آتا ہے اور شاذ قرآن مجید میں مستعمل نہیں اس لئے آیت مذکورہ میں لام زائد نہیں۔

۱۲۔ لام جواب بھی زائد ہوتا ہے خواہ لَوْ کے جواب میں آئے جیسے لَوْ تَزَیَّلُوْا لَعَذَّبْنَا۔ لَوْ کَانَ فِیْھِمَآ اٰلِھَۃٌ اِلَّا اللّٰہُ لَفَسَدَتَا یا لَوْلَا کے جواب میں جیسے وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعْضَھُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ یا قسم کے جواب میں جیسے تَاللّٰہِ لَاَکِیْدَنَّ اَصْنَامَکُمْ۔

ابوالفتح کے نزدیک لَوْلَا اور لَوْمَا کے جواب پر جو لام آتا ہے وہ حقیقت میں قسم مقدر محذوف کا جواب ہوتا ہے لَوْ لَوْلَا اور لَوْمَا کا جواب نہیں ہوتا مگر محققین نے اس قول کی تغلیط کی ہے ہاں اگر جملہ اسمیہ ہو تو ایسے مقام میں قسم مقدر کا جواب کہا جا سکتا ہے بلکہ اولیٰ یہی ہے جیسے وَلَوْ اَنَّھُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَۃٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ خَیْرٌ۔

۱۳۔ حرف شرط پر آنیوالا لام بھی زائد ہوتا ہے جیسے لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا یَخْرُجُوْنَ مَعَھُمْ۔ وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا یَنْصُرُوْنَھُمْ۔ وَلَئِنْ نَّصَرُوْھُمْ لَیُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ

ذوالرمہ کا شعر ہے ؎

لَئِنْ کَانَتِ الدُّنْیَا عَلَیَّ کَمَا اَرٰی
تَبَارِیْحَ مِنْ لَیْلٰی فَلَلْمَوْتُ اَرْوَحُ

اگر دنیا انہی سوزشوں کا نام ہے جو لیلےٰ کی طرف سے مجھے محسوس ہو رہی ہیں تو ان سے موت زیادہ سکون بخش ہے۔

بنی عقیل کی ایک عورت کا شعر ہے ؎

لَئِنْ کَانَ مَا حُدِّثْتُہُ الْیَوْمَ صَادِقًا
اَصُمُّ فِیْ نَھَارِ الْقَیْظِ لِلشَّمْسِ بَادِیًا

جو کچھ مجھ سے آج بیان کیا گیا ہے اگر وہ سچ ہے تو سخت گرمی کے دن دھوپ میں کھلے میدان میں روزہ کی حالت میں میں کھڑی

رہوں گی۔

۵ لامِ تعریف بھی زائد ہوتا ہے جیسے ذٰلِکَ الْکِتَابُ۔ لِلْمُتَّقِیْنَ۔ اَلرَّجُلُ

۶ اسمائے اشارات میں جو لام (لِبُعد کو ظاہر کرنے کے لیے) آتا ہے وہ بھی زائد ہوتا ہے جیسے تِلْکَ، ذٰلِکَ وغیرہ۔

۷ لامِ تعجب غیر جارہ بھی زائد ہوتا ہے جیسے لظرف زید یعنی مَا اَظْرَفَہٗ یہ قول صرف خالویہ کا ہے (صرحہ فی کتابہ المدسوم بالجمل)

لاَ جس کو لائے نفی جنس لا تبرئہ اور لا مشابہ بانّ کہا جاتا ہے اس کا اسم فتحہ پر یا علامت نصب (جمع مؤنث کی تاء کا کسرہ، تثنیہ کی یاء ماقبل مفتوح۔ جمع کی یاء ماقبل مکسور) پر مبنی ہوتا ہے بشرطیکہ اسم فاعل نہ ہو جیسے لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمْ۔ قَالُوْا لَا ضَیْرَ۔ یَا اَھْلَ یَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَکُمْ۔ لَا مُسْلِمَاتِ۔ لَا رَجُلَیْنِ۔ لَا مُسْلِمِیْنَ۔

سیرافی اور زجاج کے قول پر لا تبرئہ کا اسم کیسا ہی ہو معرب ہوتا ہے اگرچہ تنوین نہیں پڑھی جاتی۔

لاَ تبرئہ صرف نکرہ پر آتا ہے اور اسی پر عمل کرتا ہے۔ اگر اسم مفرد ہو تو سیبویہ کے نزدیک خبر پر رفع لا کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ بقاء علیٰ ما کان کے اصول پر خبر مرفوع ہوتی ہے اخفش اور اکثر نحویوں کا قول اسکے خلاف ہے۔

لا تبرئہ کی خبر خواہ ظرف ہو اور جار مجرور ہی ہو اسم پر مقدم نہیں ہوتی۔

لا تبرئہ کے اسم کی اگر کوئی صفت مذکور ہو یا کسی دوسرے اسم کا لا کے اسم پر عطف کیا گیا ہو (بشرطیکہ صفت اور معطوف خبر کے ذکر سے پہلے ہو) تو محل کی رعایت کر کے معطوف اور صفت کو مرفوع پڑھنا بھی جائز ہے جیسے لَا رَجُلَ وَّ امْرَاَۃٌ فِیْھَا اور لَا رَجُلَ ظَرِیْفٌ فِیْھَا۔

اگر لا تبرئہ مکرر ہو تو دونوں کو یا ایک کو بے عمل قرار دینا بھی جائز ہے جیسے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ

اگر لا تبرئہ کی خبر معلوم ہو تو اکثر محذوف ہوتی ہے جیسے لَا ضَیْرَ۔ فَلَا فَوْتَ۔ لَا شَیْئَ بنو تمیم تو لا تبرئہ کی خبر کو کبھی ذکر ہی نہیں کرتے۔

لَا ناقص یعنی وہ لا جو لیس کے مشابہ

ہوتا ہے، اس کا عمل بہت کم ہے، بعض نے
عدم کا قول اختیار کیا ہے اسی لئے ہم نے
اس کو ناقص کے نام سے موسوم کیا ہے اس کی
خبر بہت کم مذکور ہوتی ہے، زجاج تو بالکل عدم
ذکر ہی کا قائل ہے، کہتا ہے:

میں نے اس کی خبر کسی کلام میں مذکور نہیں
پائی لیکن زجاج کا یہ قول غلط ہے، مندرجہ
ذیل شعر میں خبر مذکور ہے ؎

تَعَزَّ فَلَا شَيْءٌ عَلَى الْأَرْضِ بَاقِيًا
وَلَا وَزَرٌ مِمَّا قَضَى اللّٰهُ وَاقِيًا

صبر کر کوئی چیز زمین پر باقی رہنے والی نہیں نہ
کوئی مددگار حکم خدا سے بچانے والا ہے۔

لا ناقصہ صرف نکرہ میں عمل کرتا ہے، ابن
جنّی اور ابن الشجری اس کے خلاف ہیں، نابغہ
اور متنبی کے دو شعر ان کی دلیل ہیں ؎

دَخَلَتْ سَوَادَ الْقَلْبِ لَا أَنَا بَاغِيًا
سِوَاهَا وَلَا عَنْ حُبِّهَا مُتَرَاخِيًا (نابغہ)

وہ دل کے وسطی نقطہ میں داخل ہو گئی، اب
اس کے سوا نہ کسی اور کو میں چاہتا ہوں نہ اسکی
محبت سے پیچھے ہٹ سکتا ہوں۔
(دیکھو لا کو انا پر داخل کیا ہے)

إِذَا الْجُودُ لَمْ يُرْزَقْ خَلَاصًا مِنَ الْأَذَىٰ
فَلَا الْحَمْدُ مَكْسُوبًا وَلَا الْمَالُ بَاقِيًا (متنبی)

اگر منت کشی کی، اذیت سے سخاوت محفوظ نہ
رکھے تو (ایسی سخاوت سے) نہ تو تعریف حاصل
کیجا سکتی ہے نہ مال ہی (اپنے پاس) باقی رہیگا۔
(دیکھو لا کو الحمد پر داخل کیا ہے)

لا (عاطفہ) اس کی تین شرطیں ہیں:

۱۔ اس سے پہلے اثبات ہو جَاءَ زَيْدٌ
لَا عَمْرٌو یا امر ہو اِضْرِبْ زَيْدًا لَا عَمْرًا
یا اس سے پہلے ندا ہو (یہ شرط صرف سیبویہ
نے نکالی ہے) يَا ابْنَ أَخِي لَا ابْنَ عَمِّي
ابن سعد نے کہا سیبویہ کی یہ خود ساختہ مثال
ہے یہ عربی کلام ہی نہیں ہے۔

۲۔ لا کے ساتھ دوسرا حرف عطف
نہ ہو اسی لئے وَلَا الضَّالِّين میں لا عاطفہ
نہیں، صرف تاکید نفی کے لئے ہے، عاطفہ
واو ہے۔

۳۔ معطوف اور معطوف علیہ ایک جگہ
جمع نہ ہو سکتے ہوں، دونوں میں تعاند ہو
جیسے جَاءَ رَجُلٌ لَا امْرَأَةٌ اسی لئے
جَاءَ رَجُلٌ لَا زَيْدٌ کہنا غلط ہے رجل زید

کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے، زید بھی تو مرد ہی ہے، فعل ماضی کے معمول پر عطف کے لئے لا عاطفہ آسکتا ہے اگرچہ زجاجی اس کا منکر ہے، امراء القیس کا شعر ہے ۔

كَاَنَّ دِثَارًا حَلَقَتْ بِلَبُوْنِهٖ
عُقَابُ تَنُوْفِىْ لَا عُقَابُ الْقَوَاعِلِ

گویا چھوٹی پہاڑیوں کا عقاب نہیں بلکہ اونچے پہاڑ کا عقاب دثار چرواہے کی دودھیاری اونٹنیوں کو لے گیا۔ عقاب اول حَلَقَتْ کا معمول (فاعل) ہے اور عقاب دوئم کا، لا کے ذریعہ سے اس پہ عطف کیا گیا ہے۔

لا (جوابیہ) جو نَعَمْ (ہاں) کے مقابل آتا ہے اس کے بعد عموماً جملہ محذوف ہوتا ہے جیسے اَجَاءَكَ زَيْدٌ (کیا تیرے پاس زید آیا) کے جواب میں لا کہا جائے یعنی لا۔ لَمْ یَجِیْٔ نہیں، نہیں آیا۔

لا (نفی محض) اس کو مکرر ذکر کرنا مندرجہ ذیل مقامات پر لازم ہے:

۱۔ اس کے بعد جملہ اسمیہ ہو جس کا پہلا جزء معرفہ ہو اور لا اس کا عامل نہ ہو جیسے لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِىْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ۔ نہ یہ ممکن ہے کہ سورج چاند کو پکڑے نہ رات دن سے آگے نکل سکتی ہے۔

یا پہلا جزء نکرہ ہو اور لا اس میں عامل نہ ہو جیسے لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ

۲۔ لا کے بعد فعل ماضی ہو خواہ لفظاً یا تقدیراً جیسے فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى اس نے نہ خیرات کی نہ نماز پڑھی۔

ہذلی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں عرض کیا تھا:

كَيْفَ اَغْرَمُ مَنْ لَا شَرِبَ وَلَا اَكَلَ وَلَا نَطَقَ وَلَا اسْتَهَلَّ (صحیح مسلم) اس کی دیت کیسے ہو سکتی ہے جس نے (پیدا ہو کر) نہ کچھ کھایا نہ پیا نہ بولا نہ چیخا۔

۳۔ خبر مفرد یا صفت یا حال پہ لا داخل ہو جیسے زَيْدٌ لَا شَاعِرٌ وَلَا كَاتِبٌ۔ جَاءَ زَيْدٌ لَا ضَاحِكًا وَلَا بَاكِيًا۔ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ۔ ظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ وَّلَا بَارِدٍ وَّلَا كَرِيْمٍ۔ وَفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ۔ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ۔ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ

لَا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ۔ آیت فَلَا اقْتَحَمَ
الْعَقَبَةَ (گھاٹی میں داخل نہ ہوا) میں لَا اگرچہ
لفظاً مکرر نہیں ہے مگر معنًی مکرر ہے
کیونکہ اقتحام عقبۃ کی تشریح میں زمخشری
نے کشاف میں اور رازی نے کبیر میں اور
آلوسی نے روح المعانی میں دو چیزیں ذکر
کی ہیں؛ فَكُّ رَقَبَةٍ (غلام باندی کی آزادی)
اور اِطْعَامُ مِسْكِيْنٍ (مسکین کو کھانا کھلانا)
اس لئے کلام کی معنویت اس طرح ہوئی فَلَا
فَكَّ رَقَبَةً وَلَا اَطْعَمَ مِسْكِيْنًا (نہ گردن
آزاد کی نہ مسکین کو کھانا کھلایا)

دعائیہ یا بددعائیہ کلام میں تکرار لَا کا
واجب نہیں کیونکہ لفظ میں اگرچہ فعل
ماضی ہوتا ہے مگر معنویت کے لحاظ سے
مستقبل ہوتا ہے جیسے لَا شَلَّتْ يَدَاهُ
اس کے ہاتھ شل نہ ہوں، لَا فَضَّ اللّٰهُ
فَاهُ اللہ اس کا منہ نہ توڑے۔ ایک شاعر
کہتا ہے ؎

لَا بَارَكَ اللّٰهُ فِي الْغَوَانِي هَلْ
يُصْبِحْنَ اِلَّا لَهُنَّ مَطْلَبُ

حسین عورتوں کو اللہ برکت نہ دے
کوئی صبح ان کی غرض سے خالی نہیں ہوتی۔

اگر کلام دعائیہ نہ ہو بلکہ کسی اور وجہ سے
ماضی بمعنی مستقبل ہو تب بھی لَا کی تکرار واجب
نہیں جیسے ؎

حَسْبُ الْمُحِبِّيْنَ فِي الدُّنْيَا عَذَابُهُمْ
تَاللّٰهِ لَا عَذَّبَتْهُمْ بَعْدَهَا سَقَرُ

عاشقوں کے لئے دنیوی عذاب ہی کافی ہے
خدا کی قسم اس کے بعد دوزخ ان کو
عذاب نہ دے گی۔

اگر لَا فعل مضارع پر داخل ہو تب بھی تکرار
ضروری نہیں جیسے لَا يُحِبُّ الْجَهْرَ بِالسُّوْءِ
لَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا۔

اکثر اہل ادب کے نزدیک اس وقت
مضارع بمعنی استقبال ہوگا۔ ابن مالک کو
اس سے اختلاف ہے، ماضی کو اپنے معنی پر رکھتے
ہوئے ترکِ تکرار شاذ ہے۔ ابن عفیف عبدی
یا عبدالمسیح بن عسلہ کہتا ہے ؎

لَا هُمَّ اِنَّ الْحَارِثَ بْنَ جَبَلَةَ
زَنٰى عَلٰى اَبِيْهِ ثُمَّ قَتَلَهُ
وَكَانَ فِيْ جَارَاتِهِ لَا عَهْدَ لَهُ
وَاَيُّ اَمْرٍ سَيِّئٍ لَا فَعَلَهُ

الٰہی حارث بن جبلہ نے اپنے باپ پر تنگی کی، پھر اس کو مار ڈالا، ہمسائی عورتوں کے سلسلہ میں بھی اس کے اندر کچھ امانت نہ تھا، وہ کونسی بری حرکت نہ تھی جو اس نے نہ کی ہو۔

ابو خراش ہذلی کا قول ہے ؎

اِنْ تَغْفِرِ اللّٰھُمَّ تَغْفِرْ جَمًّا وَاَیُّ عَبْدٍ لَکَ لَا اَلَمَّا

الٰہی اگر تو بخشے گا تو بڑا جرم بخشدے گا، وہ کونسا تیرا بندہ ہے جس نے قصور نہیں کیا۔

جو لَا جار مجرور کے درمیان آتا ہے جیسے جِئْتَ بِلَا زَادٍ تو بغیر توشہ کے آیا۔ غَضِبْتُ مِنْ لَا شَیْئٍ تو بے وجہ ناراض ہوا۔ کوفیوں کے نزدیک وہ لَا بجائے خود اسم ہے جو ماقبل کا مجرور اور مابعد کی طرف مضاف ہوتا ہے دوسرے علماء کے نزدیک اسم نہیں بلکہ حرف ہے جو لفظاً زائد ہوتا ہے مگر معنیً مفید۔

لَا صدارتِ کلام کو نہیں چاہتا بلکہ کبھی ناصب و منصوب کے درمیان آتا ہے جیسے لِئَلَّا یَکُوْنَ لِلنَّاسِ۔ کبھی جازم و مجزوم کے درمیان جیسے اِنْ لَّا تَفْعَلُوْہُ کبھی معمول اور فعل عامل کے درمیان جیسے یَوْمَ یَاْتِیْ بَعْضُ اٰیٰتِ رَبِّکَ لَا یَنْفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُھَا جس روز تیرے رب کی بعض نشانیاں (یعنی موت کی نشانیاں) آجائیں گی کسی کو اس وقت ایمان لانا فائدہ بخش نہ ہوگا۔ یَوْمَ معمول ہے یَنْفَعُ عامل اور لَا درمیان آیا ہے۔

لَا (نہی کے لئے) یہ لَا طلبِ ترک کے لئے آتا ہے، مضارع پر داخل ہوتا ہے۔ آخر میں اگر حرفِ علت ہو تو ساقط کر دیتا ہے، اگر نہ ہو تو مجزوم کر دیتا ہے۔

کبھی ترک کی وجوبی طلب یعنی تحریم کے لئے آتا ہے جیسے لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّکُمْ اَوْلِیَاءَ میرے اور اپنے دشمن کو دوست نہ بناؤ یعنی دوست بنانا حرام ہے۔

کبھی ترک کی تنزیہی طلب کے لئے جیسے لَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَیْنَکُمْ آپس میں مہربانی کرنی نہ بھولو، یعنی اگرچہ حق واجب نہ بھی ہو تب بھی آپس میں مہربانی کرنی بہتر ہے۔

کبھی دعا کے لئے رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اے ہمارے رب ہماری پکڑ نہ کر۔

کبھی محض زائد ہوتا ہے جیسے مَا مَنَعَکَ اَنْ لَّا تَسْجُدَ تجھے سجدہ کرنے سے کس نے روکا مَا مَنَعَکَ اِذْ رَاَیْتَھُمْ ضَلُّوْا اَنْ لَّا

تَتَّبِعَنِ جب تو نے ان کو گمراہ دیکھ لیا تو میرے حکم پر چلنے سے تجھے کس نے روکا۔

کبھی صرف دھمکی دینے کے لئے لَا تُطِعْنِیْ میرا حکم نہ مان (دیکھ تو کیا کرتا ہوں)

چند مشکل آیات کی مختصر تشریح

۱۔ آیت لَآ اُقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِیٰمَۃِ میں یا لَا نافیہ ہے لیکن نفی کا رجوع قسم کی طرف نہیں بلکہ کلامِ سابق کی طرف ہے، پورا قرآن بقول ابو علی کے ایک سورت کا حکم رکھتا ہے اس لئے ابتدا سورت میں بھی ایسا لفظ آسکتا ہے جس سے پہلے کلام کی نفی ہوتی ہو۔ لَا پر وقف کے بعد اُقْسِمُ سے جدید کلام کا آغاز ہوا اس طرح نفی قسم بھی نہیں ہوئی اور لَا نافیہ بھی ہو گیا (قالہ الفراء)

یا لَا زائد ہے لیکن زائد ہونے کے باوجود معنویت میں اس نے کیا اضافہ کیا، یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے، بعض نے کہا آئندہ نفی کی تمہید کے لئے ہے لیکن مختلف آیات میں جواب قسم مثبت بھی مذکور ہے وہاں تمہید نفی کیسے ممکن ہے جیسے لَآ اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ کے بعد مقام جواب میں لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ آیا ہے اس لئے تمہید نفی کے لئے کہنا غلط ہے۔ ابوبکر بن عیاش کا قول ہے زائد ہے محض تاکید کے لئے لیکن زیادتی تو وسطِ کلام میں ہوتی ہے جہاں فاء یا واؤ لَا سے پہلے موجود ہے جیسے فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ۔ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَۃِ وہاں تو کہا جا سکتا ہے کہ وسط میں آ گیا اس لئے زائد ہو سکتا ہے لیکن آیت مندرجہ بالا میں تو لَا سے پہلے کوئی حرف نہیں پھر زیادتی کیسے ممکن ہے۔ ابو علی نے اس کا وہی فرسودہ جواب دیا ہے کہ پورا قرآن ایک سورت کی طرح ہے۔

۲۔ قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّکُمْ عَلَیْکُمْ اَنْ لَّا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا میں لا نافیہ بھی ہو سکتا ہے اور نہی کے لئے بھی اور زائد بھی (والتفصیل فی المطولات)

۳۔ وَمَا یُشْعِرُکُمْ اِنَّھَآ اِذَا جَآءَتْ لَا یُؤْمِنُوْنَ (بر قراءۃ اَنَّ) میں لا زائد ہے (خلیل اور فارسی) اور (بر قراءۃ اِنَّ) نافیہ ہے۔ (نحاس وغیرہ)

۴ اسی طرح آیت حَرَامٌ عَلٰی اَهْلِ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ میں لا نافیہ بھی ہوسکتا ہے اور زائدہ بھی۔

۵ آیت مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ وَلَا يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا سبعہ میں یَاْمُرُ پر پیش ہے یَاْمُرُ کا فاعل اس کی ضمیر ہے جو اللہ یا رسول کی طرف راجع ہے۔ اس صورت میں لا نافیہ ہوگا لیکن زبر کی قراءت پر یَاْمُرَ کا عطف یقول یا یؤتیہ پر ہوگا اور لا تاکید نفی کے لئے ہوگا اور زائدہ ہوگا۔

لَابِثِيْنَ: جمع مذکر حالت نصب رہنے والے (ٹھیرنے والے) لَابِثٌ واحد لَبِثَ لَبَاثٌ لَبْثَةٌ اور لُبْثَةٌ مصدر (باب سَمِعَ) لُبْثَةٌ دیر تک رہنا، مدت تک رہنا، لَبِثٌ صیغہ صفت، لَبِيْثَةٌ مختلف لوگوں کا گروہ۔ فرس لَبَاثٌ سست قدم گھوڑا، اِلْبَاثٌ (باب افعال) دیر کرنا اور دیر کرانا۔

اس آیت میں لفظ احقاب آیا ہے حُقُبٌ کتنی مدت کو کہتے ہیں اسلاف اور اہل لغت کا اس میں اختلاف ہے مثلاً حقب ۸۰ سال کا جس کا ہر دن ہزار برس کا (حضرت علی) حقب ۲۷ خریف کا، ہر خریف ۷۰۰ سال کا، ہر سال ۳۶۰ دن کا، ہر دن ہزار برس کا (مجاہد) اسی طرح دوسرے اقوال ہیں لیکن کتنی ہی طویل مدت بیان کی جائے پھر بھی وہ میعاد معین پر ختم ہو جائیگی دوامی نہ ہوگی اسی لئے مقاتل نے صاف کہہ دیا کہ آیت فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا سے یہ آیت منسوخ ہے۔

لیکن حسن بصری نے فرمایا کہ احقاب جمع ہے اور جمع کی کوئی آخری حد نہیں اس لئے ہر حقب گزرنے کے بعد دوسرا حقب شروع ہو جائیگا اور اس طرح احقاب کا سلسلہ ختم نہ ہوگا۔ حسن بصری کی تشریح کی بنا پر اس جگہ (لفظ احقابا کی وجہ سے) لَابِثِيْنَ کا مطلب ہوگا ہمیشہ رہنے والے (معالم مع بعض زیادت) ۳۴/۱

لَاتَ: یہ لفظ مرکب ہے یا مفرد، اہل لغت کے اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں (ابوذر خشنی کا قول ہے یہ لفظ مفرد ہے ماضی کا صیغہ ہے

اس کا مضارع یَلِیْتُ ہے جس طرح اَلَتَ یَاْلِتُ آتا ہے اسیطرح لَاتَ یَلِیْتُ بھی آتا ہے، دونوں کا معنی ہے کم کرنا، قرآن مجید میں آیا ہے لَا یَلِتْکُمْ مِنْ اَعْمَالِکُمْ شَیْئًا اللہ تمہارے اعمال میں کوئی کمی نہیں کرے گا۔ یہ تو لفظی وضعی معنی تھے، توسیع استعمال کے بعد عرف عام میں لَاتَ نفی کے معنی میں مستعمل ہونے لگا۔ بعض کا قول ہے لَاتَ ہنی کا صیغہ ہے اس کی اصل لَیْسَ تھی یا ر کو الف سے اور سین کو تار سے بدل دیا گیا۔

جمہور اہل لغت کا قول ہے کہ لَاتَ دو لفظوں سے مل کر بنا ہے لا نافیہ اور تار تانیث جیسے ثُمَّتَ، دو ساکنوں کے اجتماع کے سبب تار کو متحرک کر دیا گیا۔ ابو عبیدہ اور ابن طراوہ کا قول ہے، یہ لفظ ہے تو مرکب مگر تار زائد ہے یعنی اصل میں لفظ لَا ہی ہے لیکن مصحف عثمانی میں حِیْنَ سے پہلے ملی ہوئی تار لکھی ہوتی تھی اس لئے تار کی کوئی حیثیت نہیں۔

لَاتَ کا عمل کیا ہے؟ یہ مسئلہ بھی مختلف فیہ ہے، اخفش کا ایک قول ہے کہ لَاتَ عامل ہی نہیں ہے، اس کے بعد اسم مرفوع بھی آتا ہے اور منصوب بھی، دوسرا قول یہ ہے کہ لَاتَ کا عمل اِنَّ کی طرح ہوتا ہے اسم کو نصب خبر کو رفع، جمہور کا مسلک ہے کہ لَاتَ لَیْسَ کی طرح عمل کرتا ہے اسم کو رفع خبر کو نصب، عموماً اس کا اسم محذوف ہوتا ہے۔ فرار قائل ہے کہ لَاتَ کا استعمال صرف لفظ حِیْنَ کے ساتھ ہوتا ہے سیبویہ کا بھی ظاہر قول یہی منقول ہے لیکن فارسی اور اہل لغت کی ایک بڑی جماعت کہتی ہے کہ حِیْنَ ہو یا حین کا ہم معنی کوئی دوسرا لفظ سب کے ساتھ لَاتَ مستعمل ہے جیسے ابو زبید طائی کا قول ہے طَلَبُوْا صُلْحَنَا وَ لَاتَ اَوَانٍ انہوں نے وقت گذرنے کے بعد صلح کی خواہش کی۔

اس شعر میں چونکہ اَوَانٍ مجرور ہے اسی بناء پر فرار کا خیال ہو گیا کہ اسمار زمان پر لَاتَ بطور حرف جر داخل ہوتا ہے۔ زمخشری نے مفصل میں لکھا ہے کہ لَا پر تار زیادہ کی گئی تو لَاتَ کا استعمال نفی اوقات کے لئے مخصوص ہو گیا۔

(مقتبس از مغنی اللبیب تاج وغیرہ) ۲۳ ب ۱

اَللَّاتُ : دور جاہلیت میں قبیلہ ثقیف یا

بنی معتب (بقول ابنِ اسحاق) کا ایک چوگوشہ پتھر طائف میں تھا جو معبود سمجھا جاتا ہے، ایک مندر بھی اس کے نام کا بنا دیا گیا تھا قریش اور دوسرے قبائلِ عرب اس کی پوجا کرتے تھے۔ وجہ تسمیہ کے متعلق ابنِ عربی نے حضرتِ ابن عباس کی طرف منسوب کرتے ہوئے ایک عجیب روایت بیان کی ہے۔

حضرتِ ابنِ عباس نے فرمایا گذشتہ زمانہ میں ایک آدمی قبیلہ ثقیف کے محلہ میں کسی پتھر پر بیٹھ کر حاجیوں کے ہاتھ گھی بیچتا تھا۔ حاجی ستوؤں میں گھی ملا کر کھاتے تھے (لغت میں لَتَّ کا معنی ہے ملانا، آمیز کرنا۔ لَتَّ سے لَاتٌ اسمِ فاعل کا صیغہ ہے یعنی ستوؤں میں گھی ملانے والا) کچھ مدت کے بعد وہ آدمی مرگیا۔ جب چند روز لوگوں نے پتھر پر اس کو نہ دیکھا تو ایک نے دوسرے سے معلوم کیا۔ عمرو بن لحی بولا وہ تمہارا رب (پالنے والا) تھا، مرا نہیں بلکہ اسی پتھر کے نیچے غائب ہوگیا، یہ سن کر لوگوں نے اس پتھر کی پوجا کرنی شروع کردی اور اس کا نام لَاتٌ رکھدیا، الف لام داخل کرنے کے بعد لَاتٌ اَللَّاتُ ہوگیا اور کثرتِ استعمال کی وجہ سے تاء کی تشدید بھی ساقط ہوگئی اور اَللَّات بن گیا۔

اسلامی دور میں جب بت پرستی کی ممانعت ہوئی تو حضور نے ابوسفیان اور مغیرہ بن شعبہ کو حضرتِ خالد بن ولید کی زیرِ قیادت لات کو توڑنے اور مندر کو ڈھا دینے پر مامور فرمایا۔ حضرتِ خالد نے جاکر بت کو توڑ کر مندر کو ڈھا دیا اور آگ لگا دی، سونا چاندی اور جو کچھ مندر میں زیور کپڑا وغیرہ تھا سب لاکر خدمتِ گرامی میں حاضر کیا، حضور نے اسی روز مسلمانوں کو تقسیم کردیا، بنو ثقیف کی عورتوں کو معلوم ہوا تو روتی پیٹتی سر برہنہ باہر نکل آئیں، شداد بن عارض جشمی شاعر نے قبیلہ ثقیف کو لات کی دوبارہ پرستش سے روکتے ہوئے کہا تھا ؎

لَا تَنْصُرُوا اللَّاتَ إِنَّ اللّٰهَ مُهْلِكُهَا
وَكَيْفَ نَصْرُكُمْ مَنْ لَيْسَ يَنْتَصِرُ
إِنَّ الَّتِي حُرِّقَتْ بِالنَّارِ فَاشْتَعَلَتْ
وَلَمْ تُقَاتِلْ لَدَى أَحْجَارِهَا هَدَرُ

لات کی حمایت نہ کرو حقیقت میں اللہ اس کو غارت کرنے والا ہے جو خود اپنی مدد نہیں کر سکتا وہ تمہاری مدد کیسے کر سکتا ہے جس (بت) کو

آگ میں جلا دیا گیا اور وہ بھڑک اٹھا اور اپنے
بھگتوں کے پاس نہ لوٹ سکا اس کی بربادی ناقابلِ
معاوضہ ہے۔

اس وقت مسجد طائف کے بائیں منارہ
میں لات کا پتھر پیوست ہے۔

عرب نے اسی کے نام پر عبد اللات
تیم اللات۔ زید اللات وغیرہ نام رکھ چھوڑے
تھے۔ یہاں تک تمام تفصیل عربی تصریحات
سے ماخوذ تھی لیکن عربی تاریخ کے یورپین مبصرین
کی رائے کچھ اور ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ لات
کا نام نبطی تھا۔ اقوام بابل کی دیویوں میں
سے یہ ایک دیوی تھی۔ رب الارباب
یعنی خدا خدائیگاں کی بہن یا بیٹیاں
جہاں ما مناٹو (مناۃ) اور اسٹاٹ تھیں وہاں
لات بھی ایک بہن یا بیٹی تھی، دوسری دیویوں
کی طرح مختلف زمانوں میں لات پر بھی مختلف
تغیرات آئے۔ سوریہ (شام) میں جب لات
پہنچی تو وہاں بارش کے دیوتا حداد کی بیوی بن گئی
اور اس کا نام بابارجیٹیس ہو گیا پھر اسکو نبطی
قوم لے گئی اور ربتہ البیت (گھر کی مالکہ)
نام رکھا۔ الیفانیوس کا قول ہے کہ اوس
دیوتا کی شکل جس کو ذوالشریٰ کہا جاتا تھا۔
لات دیوی کی مورتیوں میں سے کسی مورتی کی
ہم شکل تھی، اس قول کی روشنی میں کہا جاسکتا
ہے کہ وِتسن کی یہ صراحت کہ لات سورج
کی دیوی تھی صحیح ہے اس کی تائید اسطرابو کے
اس قول سے بھی ہوتی ہے جس میں بیان کیا گیا
ہے کہ نبطی لوگ سورج کی پوجا کرتے تھے۔
(الاساطیر العربیہ قبل الاسلام) ص ۲۷

لَا جَرَمَ: یقیناً اور حقاً کا ہم معنی ہے اصل
میں اس کا معنی لامحالہ تھا، توسیعِ استعمال
کے بعد قسم یا حق (فعل ماضی) کے معنے میں
مستعمل ہونے لگا۔
سیبویہ کا یہی قول ہے، مدارک میں خلیل
کی طرف بھی اس قول کی نسبت کی گئی ہے۔
ابوالبقاء نے حقاً یعنی مصدری معنی قرار دئے
ہیں، جمہور کا مسلک بھی یہی ہے، امام رازی
نے تفسیر کبیر میں فراء کی طرف بھی اس قول کی
نسبت کی ہے۔ تفسیر ابوالسعود میں لا کو نافیہ
اور جَرَمَ کو فعل ماضی بمعنے حَقَّ
کے قرار دیا ہے۔ مطلب یہ کہ اس فعل کا غیر
مفید ہونا حق ہے۔ بعض کے نزدیک لاجرم

کا معنی ہے لَا ضِدَّ وَلَا مَنْعَ کوئی رکاوٹ نہیں، مانعت نہیں، کوئی روک نہیں سکتا۔ ۲/۱۲

لَازِبٍ: اسم فاعل مفرد، چپکنے والا، چمٹنے والا، لیسدار، لازم، جم جانیوالا۔ لَزْبٌ اور لُزُوْبٌ مصدر (کَرُمَ، نَصَرَ، سَمِعَ) حَنَرَبَۃً لَازِبٍ وہ چیز لازم ہوگئی یعنی ایسی جم گئی، واجب ہوگئی جیسے چیپ دار، کیچڑ جم کر خشک ہو جاتی ہے لَزْبَۃٌ کال، خشک سال، لَزْبٌ اور لَزَبَاتٌ جمع۔ لِزْبٌ تنگ راستہ۔ لَزِبٌ تھوڑا قلیل المقدار۔ لِزَابٌ جمع (قاموس ولسان ومعجم القرآن) ۵/۲۳

لَاعِبِيْنَ: اسم فاعل مذکر جمع منصوب ومجرور، لَاعِبٌ واحد، لَعْبٌ لَعِبٌ، تَلْعَابٌ مصدر (باب سمع) نیز کھیلنے والے، بیکار کام کرنے والے، لَعْبٌ حاصل مصدر بھی ہے کھیل۔ لُعْبَۃٌ گڑیا۔ وہ چیز جس سے کھیلا جاتا ہے مثلاً شطرنج، چوسر، بے وقوف آدمی جس کا کھیل بنایا جاتا ہے۔ لَعِبٌ لِعْبٌ نیز لُعْبَۃٌ بازیگر۔ لُعَابٌ منہ سے بہنے والی رال۔ اس سے فعل باب فتح سے آتا ہے اور مصدر لَعِبٌ عین کے زیر کے ساتھ، مَلْعَبٌ کھیل کی جگہ۔ تِلْعَابٌ اور تِلْعَابَۃٌ بڑا کھلاڑی۔ مَلَاعِبُ الرِّيْحِ ہوا۔ ۲/۱۷، ۵/۲۵

لَاعِنُوْنَ: اسم فاعل مذکر جمع حالت رفع، لَاعِنٌ واحد لَعْنٌ مصدر (باب فتح) لعنت کرنے والا۔ اللہ کی طرف اگر لَاعِن ہونے کی نسبت کی جاتی ہے تو لعنت کا معنی ہوتا ہے قرب یا رحمت سے دور کرنا۔ عذاب دینا۔ اور انسان کی طرف اگر لعنت کی نسبت کی جائے تو مراد ہوتی ہے بددعا کرنی (راغب) گالیاں دینی، سخت سست کہنا، دھتکار کر نکال دینا (قاموس) لُعَنَۃٌ بہت لعنت کرنے والا آدمی، لُعَنٌ جمع لُعْنَۃٌ وہ جس پر زیادہ لعنت کی جائے پھٹکار زدہ۔ لَعِيْنٌ بمعنی ملعون۔ اس میں مذکر و مؤنث برابر ہیں۔ ملعون کی جمع مَلَاعِيْنَ آتی ہے، مُلَعَّنٌ وہ آدمی جس کو ہر شخص دھتکار کر نکالدے۔ مُلَاعَنَۃٌ اور لِعَانٌ باہم لعنت کرنا۔ تَلَعُّنٌ شکنجہ میں کسنا (منتہی الارب) ۲/۲

لَاغِيَۃً: اسم فاعل مفرد مؤنث، لَاغِیْ اسم فاعل مذکر، بیہودہ، لغو، فحش، ناکارہ بات لَغْوٌ بیہودہ غلط بات، ہر بیکار چیز، لَغَا لَغْوًا (باب نصر) بات کہی اور ناامید ہو گیا لَغَی الْکَلْبُ

کرتا ہو نکا (نَصَرَ)، لَغَا فِی قَوْلِہٖ بیہودہ اور غلط بات کہی (فتح، نصر، سمع) لَغْوٌ لَغْیٌ لَاغِیَۃٌ اور مَلْغَاۃٌ مصدر لَغِیَ لَغًا (سمع) کسی چیز کی بہت زیادہ حرص کی۔ لُغَۃٌ بولی، یہ لفظ اصل میں لُغْوٌ اور لُغَیٌ تھا، واؤ اور یاء کو تاء سے بدل دیا۔ لُغَاتٌ لُغُوْنَ اور لُغًی جمع۔

آیتِ مذکورہ میں لَاغِیَۃٌ کا موصوف بہر حال محذوف ہے یعنی کَلِمَۃً لَاغِیَۃً یا نَفْسًا لَاغِیَۃً کوئی بیہودہ بات یا بیہودہ گو شخص، مفسرین نے دونوں طرح تشریح کی ہے، اول زیادہ ظاہر ہے۔ ~~۳۰~~ ~~۱۴~~

لَاقِیْہِ : لَاقِی اسم فاعل مفرد مذکر مضاف، ہٖ مضاف الیہ قائم مقام مفعول۔ اس کو پانیوالا، حاصل کرنیوالا۔ لَقِیَہٗ اس کا دیدار کیا، اس سے ملاقات کی (باب سمع) لِقَاءٌ لِقَاءَۃٌ لِقَایَۃٌ لِقیٌّ لقیانٌ لِقْیَانَۃٌ لُقِیٌّ لُقْیَانٌ لُقْیَانَۃٌ لُقْیَۃٌ لُقِیٌّ لُقًی لَقَاۃٌ مصدر لَقِیٌّ صفت مشبہ، ملاقات کرنے والا۔ لَقِیٌّ فِی الخَیرِ والشَرِ وہ شخص جو شر میں بھی بہت زیادہ ہو اور خیر میں بھی، وہ شخص جو اچھائی برائی کا خوب تجربہ رکھتا ہو۔ مُلَقًّی اور مُلْقًی خیر میں کامل، بدی میں کامل۔

اُلْقِیَّۃٌ سختی، مصیبت، تِلْقَاءٌ ملاقات اور طرف اور رُو در رُو، تَلْقِیَۃٌ کسی کی طرف کسی چیز کو پھینکنا۔ اللہ کی طرف سے تلقیہ کا معنی ہے وحی اور عطا، تَلَقِّی ملاقات کرنا۔ سامنے آنا۔ اِلْتِقَاءٌ ملاقات کرنا، باہم متصل ہونا۔ ~~۲۱~~ ~~۱۰~~

لٰمَسْتُمْ : جمع مذکر حاضر ماضی معروف، مُلَامَسَۃٌ مصدر، باب مُفَاعَلَۃٌ تم نے چھوا ہو۔ لَمْسٌ چھونا اور جماع کرنا (باب ضَرَبَ) ہاتھ لگانے سے مراد کبھی طلب کرنا بھی ہوتا ہے، ایک شاعر کہتا ہے وَاَلْمِسُہٗ فَلَا اَجِدُہٗ میں اس کو ڈھونڈتا ہوں مگر نہیں پاتا لَمَسْنَا السَّمَاءَ ہم نے آسمان تک پہنچنا چاہا۔ قصد کیا (راغب)

عورت کو لَمْس اور مُلَامَست کرنے کا معنی چونکہ جماع کرنا بھی ہے اس لئے صحابہ تابعین اور ائمہ کے درمیان مراد ی معنی میں اختلاف ہے حضرت ابن عمر حضرت ابن مسعود امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک ہاتھ سے چھونا مراد ہے بلکہ امام شافعی نے تو کسی حصہ بدن کی کھال کو کسی حصۂ بدن کی کھال سے

چھو جانے کو بھی اسی حکم میں داخل کر دیا ہے
لیکن حضرت علی، حضرت ابن عباس، حضرت ابی
بن کعب، مجاہد، شعبی، سعید بن جبیر، طاؤس،
قتادہ اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک جماع مراد ہے
(والتفصیل فی کتب الفقہ) پ ۵/۴

لَاهِيَةً: اسم فاعل واحد مؤنث، لَاهِی
جمع مذکر لَاهِيَاتٌ جمع، غافل، لہو میں پڑے
ہوئے، بے رخی اختیار کئے ہوئے۔ لَهَا لَهْوًا
کھیل کیا۔ لَهَتِ المرأۃ الی حدیثہٖ عورت نے
اسکی بات پر تعجب کیا اور غصہ ہوئی (باب نَصَرَ)
لَهِیَ بِہٖ لِهْيًا وَ لُهْيَانًا تعجب کیا اور اس
سے محبت کی (سَمِعَ) لَهَا عَنْهُ (نَصَرَ و سَمِعَ) اسکو
بھول گیا، منہ پھیر لیا، غفلت کی، چھوڑ دیا۔ اسکی
یاد ترک کر دی۔ وضو کے بعد جو تری اعضا پر باقی
رہتی ہے اور اس کے متعلق حضور اقدس نے
ارشاد فرمایا تھا اِلْهَ عَنْهُ اس کو چھوڑ دو، یونہی رہنے
دو، اصمعی کا قول ہے کہ اِلْهَ عَنْهُ اور اِلْهَ مِنْهُ
کا ایک ہی معنی ہے۔

اِلْهَاء (باب افعال) گانا سننے میں مشغول ہونا،
کسی کو غافل بنا دینا، مشغول کر دینا تَلْهِيَةٌ
(باب تفعیل) مشغول رکھنا۔

لَهْوٌ کھیل کی چیز، اہل و عیال۔ رَجُلٌ لُهُوَّةٌ بڑا
کھلاڑی، بہت غافل (مقتبس از لسان و تاج
المفردات و مجمع البحار) پ ۷/۱

لَائِمٌ: اسم فاعل واحد مذکر لُوَّامٌ لُوَّمٌ
لُيَّمٌ جمع لَوْمٌ۔ لَوْمَةٌ۔ مَلَامٌ۔ مَلَامَةٌ
مصدر (باب نَصَرَ) کسی چیز کو بُرا سمجھ کر ملامت
کرنیوالا (خواہ وہ چیز بری ہو یا نہ ہو) اَلَامَ (باب
افعال) سزاوار ملامت ہوا۔ بہت ملامت کی،
ایسا کام کیا کہ لوگ ملامت کریں۔ مُلِيمٌ
سزاوار ملامت، محاورہ بطور مثل ہے:
رُبَّ لَائِمٍ مُلِيمٌ (بعض ملامت کرنیوالے خود
سزاوار ملامت ہوتے ہیں) تَلَوُّمٌ (باب تفعّل)
دیر کرنا، سوچ وچار کرنا۔ پ ۱۲

لِبَاسٌ: پہنی جانیوالی چیز کو لِبْسٌ اور
لِبَاسٌ کہتے ہیں، ربیع بن انس نے کہا عورتیں
بستر ہیں اور تم ان کے لحاف۔ ابو عبیدہ
کا قول ہے کہا جاتا ہے کہ عورت تیرا لباس
ہے، تیرا بستر ہے، تیری لنگی ہے عورت
اور مرد کو لباس کہنے کی تین وجوہ بیان
کی گئی ہیں:۔

۱؎ وہ چیز جو آدمی کی برائی کو چھپالے

اس پر پردہ ڈال دے، برائی سے آڑ بن جائے، وہ لباس ہے، میاں بیوی بھی باہم ایک دوسرے کے لئے برائی سے روکنے اور آڑ بن جانے کا سبب ہوتے ہیں، اس لئے ہر ایک دوسرے کا لباس ہے (راغب)

۲۔ برہنگی کی حالت میں دونوں جمع ہوتے ہیں ایک کپڑے میں لپٹ جاتے ہیں گویا ہر ایک دوسرے کا لباس بن جاتا ہے، نابغہ جعدی کہتا ہے:

إِذَا مَا الضَّجِيعُ ثَنَى عِطْفَهَا

تَثَنَّتْ عَلَيْهِ فَكَانَتْ لِبَاسًا

جب ہم خواب مرد اس عورت کے پہلو کو اپنی طرف موڑتا ہے تو وہ مڑ کر اس پر آجاتی ہے اور لباس بن جاتی ہے۔

(معجم القرآن)

ابن قتیبہ نے الغریبین میں اور زمخشری نے کشاف میں یہی توجیہ کی ہے۔

۳۔ عورت مرد کے لئے اور مرد عورت کے لئے باعثِ سکون ہے، لباس بھی باعثِ سکون و آرام ہوتا ہے۔ ایک آیت میں اس کی تائید آئی ہے، فرمایا ہے:

وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا

اللہ نے نفس آدم سے ہی اس کا جوڑا بنایا تاکہ اس کے سبب سکون پائے (معالم)

مؤخر الذکر توجیہ زیادہ شستہ، دل نشیں اور مدلل ہے، اگرچہ دونوں مندرجہ بالا بھی صحت سے گری ہوئی نہیں۔

لُبْسَةٌ شک شبہ، دَاهِيَةٌ لَبْسَاءُ سخت مصیبت لَبَسَ عَلَيْهِ الْأَمْرَ لَبْسًا (ضرب) کام مشتبہ کردیا۔ آمیزش کردی، روشنی کے ساتھ تاریکی کو ملا دیا لَبِسَ الثَّوْبَ لُبْسًا (سمع) کپڑا پہن لیا۔ لَبِسَتْ هِنْدٌ عُمْرَهُ ہندہ کسی کے ساتھ اس کی جوانی بھر رہی، إِلْبَاسٌ (افعال) پہنانا، تَلْبِيسٌ (تفعیل) ملا دینا، کسی بات کے اندر مکر کو چھپائے رکھنا، اس سے صفت کا صیغہ لَبَّاسٌ آتا ہے، مُلَبِّسٌ نہیں بولا جاتا ہے۔

لِبَاسٌ: مفرد، أَلْبِسَةٌ جمع، تقوی لباس سے مشابہت رکھتا ہے دونوں برائی سے روکتے ہیں (راغب) آیت میں لباس تقوے سے کیا مراد ہے اس کے متعلق علماء کے مختلف اقوال ہیں، ایمان (قتادہ وسدی) حیاء،

(حسن بصری)، عملِ صالح (عطیہ از ابن عباس)
اخلاقِ حسنہ (روی عن عثمان ابن عفان)
خوفِ خدا (عروہ بن زبیر) پاک دامنی (کلبی)
سترِ عورت، کعبہ کا برہنہ طواف نہ کرنا (ابن
الانباری) آلاتِ جنگ (زید بن علی) (معالم)
راغب کی تشریح سب کو جامع ہے۔ پ ۸/۱۰
لِبَاسَ، بھوک اور خوف کو انسان فرض
کر کے اس تکلیف و ضرر کو جو بھوک و خوف
کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے لباس سے تشبیہ دی
کیونکہ اس بھی بدن کو محیط ہوتا ہے اور
بھوک کی تکلیف اور خوف کا ضرر بھی اس کے بعد
ضرر پہنچانے کو چکھانے سے تعبیر کیا کیونکہ چکھنے
کا تعلق ذائقہ سے ہے اور ہر تکلیف بھی احساسی
چیز ہے ایک قسم کے احساس کو دوسرے قسم
کے احساس سے تعبیر کر لیا جاتا ہے اور یہ مجازی
استعمال اتنا کثیر ہے کہ قائم مقام حقیقت کے
بن گیا ہے، ایک شاعر کا قول ہے ؎

غَمْرُ الرِّدَاءِ اِذَا تَبَسَّمَ ضَاحِكًا
غَلِقَتْ لِضَحْكَتِهِ رِقَابُ الْمَالِ

(ابو السعود) پ ۱۴/۲۱
لِبَاسًا: منصوب مفعول بہٖ، اس جگہ لباس
اتارنے کا معنی ہے، پیدا کرنا۔ (اسیوطی) پ ۱۹/۳
پ ۳۰/۱ رات لباس کی طرح ہے، دونوں عیب پوشن
ہیں، سکون بخش ہیں، آرام دہ ہیں، اس
لئے رات کو لباس بنانے کا مطلب یہ ہے
لباس کی طرح بنانا۔
لِبَاسُهُمْ، لباس مضاف هُمْ مضاف
الیہ، ان کا لباس، لباس بمعنی ملبوس، کپڑے،
پ ۱۷/۱ ۲۲/۱۶
لِبَاسَهُمَا، لباس منصوب مضاف، هُمَا
ضمیر تثنیہ، مضاف الیہ، آدم وحوا کے لباس کو
اس جگہ لباس یَنْزِعُ کا مفعول ہے اور یَنْزِعُ
بطور حکایت حال ماضی، حال واقع ہوا ہے۔
(ابو السعود) پ ۸/۱
لَبِثَ: واحد مذکر غائب ماضی معروف، (باب
سمع) وہ رہا۔ وہ ٹھہرا رہتا (دیکھو لابثین)
پ ۱۲/۱۵، ۲۰/۱۴، ۲۳/۹۔
لَبِثْتَ: واحد مذکر حاضر ماضی معروف۔ لُبْثٌ
مصدر (باب سمع) تو رہا۔ تو رہتا رہا، تو ٹھہرا رہا۔
پ ۳/۳، ۱۶/۱۱، ۱۹/۶
لَبِثْتُ: واحد متکلم ماضی معروف، لُبْثٌ
مصدر، میں رہا۔ میں رہتا رہا۔ پ ۳/۳ پ ۱۱/۲

لَبِثْتُمْ: جمع مذکر حاضر ماضی معروف (دیکھو لَابِثِیْنَ) ل ب ث تم - ۱۵/۵،۱۵ ۱۶/۱۴ ۱۸/۶ ۲۱/۹ -

لَبِثْنَا: جمع متکلم ماضی معروف - ہم رہے ۱۵/۱۵ ۱۸/۶ -

لَبِثُوْا: جمع مذکر غائب ماضی معروف، رہے وہ - ۱۵/۱۳،۱۶ ۱۵/۱۶ ۲۱/۹ نہیں رہتے وہ - ۲۲/۸

لُبَدًا: مالِ کثیر، لُبَّدٌ اور لَابِدٌ کا بھی یہی معنی ہے۔ اصل میں لِبْدٌ، لِبْدَۃٌ اور لُبْدَۃٌ کا معنی ہے نمدہ اور گوند یا پانی وغیرہ سے چپکایا ہوا اون، نمدہ ہو یا چپکایا ہوا اون سب میں تہ پر تہ جمائی جاتی ہے، توسیع استعمال کے بعد لُبَدٌ (لُبْدَۃٌ کی جمع جیسے غُرَفٌ، غُرْفَۃٌ کی جمع) ملی کثیر مال کو کہنے لگے اتنا کثیر کہ تہ بر تہ چڑھ جائے آدمیوں کی کثیر جماعت (جو باہم ہجوم کرلے اور ایک دوسرے پر چڑھ رہا ہو) کو بھی اسی مناسبت سے لِبَدٌ یا لُبَدٌ کہتے ہیں۔ لِبَدٌ بھی لِبْدَۃٌ کی جمع ہے جیسے سِدْرَۃٌ کی جمع سِدَرٌ۔ لَبَدٌ بکری کے بال، مثل ہے مَا لَہٗ سَبَدٌ وَّلَا لَبَدٌ نہ اس کے پاس اون ہے نہ بال، یعنی کچھ نہیں ہے بالکل مفلس ہے لَبِدٌ (اور لُبَدٌ) گھر میں بیٹھ رہنے والا آدمی جو کمائی کرنے باہر نہ نکلے۔

لَبَدَ لُبُوْدًا اور لَبَدًا (نصر، سمع) ایک جگہ جم کر بیٹھ گیا۔ ۳۰/۱۵

لِبَدًا: جمع لِبْدَۃٌ واحد، ٹھٹ کے ٹھٹ، ہجوم، بھیڑ، جماعت در جماعت، ۲۹/۱۱

لَبْسٍ: شک، اشتباہ (دیکھو لباسٌ) ۲۶/۱۵

لَبَسْنَا: جمع متکلم ماضی معروف، ہم مشتبہ کر دیتے، ہم (انکی نظر میں صداقت و حقانیت کو) مشکوک کر دیتے (سیوطی) ہم ان پر ویسے ہی گڑبڑ کر دیتے جیسے وہ (اب) خود گڑبڑ کر رہے ہیں۔ (بیضاوی) لَبَسَ عَلَیْہِ (ضرب) معاملہ کو مشتبہ کر دیا، مخلوط کر دیا۔ اس کے بعد علیٰ آنا ضروری ہے (دیکھو لباس) ۷/۸

لَبُوْسٍ: لوہے کی کڑیوں سے بنی ہوئی زرہ اصل میں لَبُوْس ہر لباس کو کہتے ہیں، فعول بمعنی مفعول ہے، مشہور مثل ہے ؎

اِلْبَسْ لِکُلِّ حَالَۃٍ لَبُوْسَہَا
اِمَّا نَعِیْمَہَا وَ اِمَّا بُؤْسَہَا

ہر حال میں اس حال کے مناسب لباس پہنو سکھ کی حالت ہو یا دکھ کی، یہاں مراد زرہ ہے۔ ۱۷/۶

لَبَنٍ : اسم جنس۔ اَلْبَانٌ جمع، دودھ بَنَاتُ
اللَّبَنِ دودھ کی نہریں، لَبِنٌ دودھ کا شیدائی،
دودھ پینے والا۔ نَاقَۃٌ لَبِنَۃٌ دودھیاری اونٹنی
لَبِیْنٌ دودھ سے پلا ہوا گھوڑا، لِبَانٌ عورت
کا چھاتی سے دودھ پلانا لَبُوْنٌ دودھ دینے والا
جانور یا وہ جانور جس کے تھنوں میں دودھ اتر آیا
ہو۔ لُبْنٌ، لُبَائِنُ اور لِبَانٌ جمع، اِبْنُ اللَّبُوْنِ،
دو سالہ اونٹ، بنت لبون، دو سالہ اونٹنی،
لَابِنَۃٌ پستان۔ لوابن جمع، ملبون وہ شخص
جس کو دودھ پینے کی وجہ سے نشہ آ گیا ہو، لَبَنَہٗ
لَبْنًا (نصر وضرب) اس کو دودھ پلایا۔ پ ۲۶/۶

لَبَنًا اسم جنس حالتِ نصب۔ دودھ۔
(تنقیح کے لئے دیکھو لَبَنٍ) پ ۱۴/۱۵

لُجَّۃٌ : اسم مفرد۔ دریا میں بڑا پانی۔ دریا کا
وسطی حصہ جہاں پانی بہت ہوتا ہے یعنی دریا
کا درمیانی کنڈہ۔ آدمیوں کی بڑی جماعت،
چاندی۔ آئینہ۔ آیت میں پانی کا حوض اور
کنڈہ مراد ہے۔ لَجَاجَۃٌ بھوک کی بے تابی،
لَجَّ لَجَاجًا و لَجَاجَۃً (سمع وضرب) جھگڑا کیا۔
لَجْلَجَ (باب تفعیل) کنڈے میں گھس گیا۔ اِلْتِجَاجٌ
(افتعال) لہر کا لہر پر چڑھنا آوازوں کا آپس میں
اڑنا (قاموس وتاج) پ ۱۹/۱۸

لُجِّیٍّ : یاء نسبتی یعنی بہت پانی والا دریا۔ لُجٌّ
اور لِجٌّ موج در موج، ایک لہر پر دوسری لہر
چڑھی ہوئی۔ رات کی سخت تاریکی، ظلمت بالائے
ظلمت (راغب) پ ۱۸/۱۱

لَجُّوْا : جمع مذکر غائب ماضی معروف، لجاج اور
لَجَاجَۃٌ مصدر (سمع وضرب) وہ اڑے رہتے۔
جمے رہتے۔ پھنس گئے۔ لَجَاجٌ کسی ممنوع فعل پر
اڑ جانے کو (مجازاً) کہتے ہیں۔ (راغب) پ ۱۸/۴ ۲۹/۲

لَحْمَ : اسم جنس منصوب مضاف، لَحْمٌ اور
لَحَمٌ گوشت، اَلْحُمٌ، لِحَامٌ، لُحُوْمٌ اور لُحْمَانٌ
جمع لَحْمَۃٌ گوشت کا ایک ٹکڑا، لُحْمَۃٌ
کسی کپڑے کا بانا۔ لَحِمٌ، تیر، گوشیلا موٹا آدمی،
بڑا گوشت خور، گوشت کا شیدائی، وہ مکان
جہاں لوگوں کی زیادہ غیبت کی جاتی ہو، لَحِیْمٌ
پر گوشت آدمی۔ گوشت کا مالک، ہم شکل،
ھٰذَا لَحِیْمَۃٌ یہ اس کا ہم شکل ہے، لَاحِمٌ
گوشت کا مالک اور گوشت کھلانے والا۔
لِحَامٌ وہ چیز جس سے چاندی یا سونے میں
ٹانکا لگایا جاتا ہے۔ لَحَّامٌ گوشت فروش۔
مَلْحَمَۃٌ شورش، فتنہ، جنگ نَبِیُّ الْمَلْحَمَۃِ

وہ نبی جس کو جہاد کا حکم دیا گیا یا وہ نبی جو لوگوں میں الفت پیدا کرانے اور ٹوٹوں کو جوڑنے کے لئے آیا۔ لَحَمَ الْاَمْرَ (نصر) کام کو جوڑ دیا، درست کر دیا۔ لَحَمَ الْعَظْمَ ہڈی سے گوشت اتار کر کھا گیا، لُحِمَ وہ مارا گیا۔ لَحَمَ (فتح) گوشت کھلایا۔ لَحُمَ اور لَحِمَ (کرم و سمع) پُر گوشت ہو گیا۔ گوشت کھانے کا حریص ہو گیا۔ اِلْحَامٌ (افعال) کسی کام کی تکمیل کرنا۔ اَلْحِمْ مَا اَسْدَيْتَ تانا تنا ہے تو بانا بھی اس میں بھر دو یعنی کام کا آغاز کیا ہے تو تکمیل بھی کر دو، اَكْلُ اللَّحْمِ گوشت کھانا یعنی غیبت کرنا (المفردات و قاموس) پ ۲/۵، ۸/۵، ۱۴/۲۱، ۲/۱۴، آیت موخر الذکر میں گوشت کھانے سے مراد ہے غیبت کرنا۔

لَحْمُ: اسم جنس مرفوع مضاف، گوشت، پ ۶/۵

لَحْمٍ: اسم جنس مجرور، گوشت، ۲/۲

لَحْمِ: اسم جنس مجرور مضاف، گوشت، ۱۴/۱۴

لَحْمًا: اسم جنس منصوب، گوشت، ۲/۳، ۸/۱۴، ۱/۱۸، ۱۴/۲۲۔

لُحُوْمُهَا: جمع مضاف، لَحْمٌ مفرد، هَا ضمیر مضاف الیہ، ان کے گوشت، ۱۲/۱۷

لَحْنِ: اسم مفرد، لہجہ، انداز آواز، خوش آوازی، اَلْحَانٌ و لُحُوْنٌ جمع، ایک حدیث میں آیا ہے اِقْرَءُوا الْقُرْاٰنَ بِلُحُوْنِ الْعَرَبِ عربی لہجہ میں قرآن پڑھو، لَحْن کا معنی لغت بھی آیا ہے، حضرت عمر کی حدیث ہے تَعَلَّمُوا السُّنَّةَ وَالْفَرَائِضَ وَ اللَّحْنَ كَمَا تَتَعَلَّمُوْنَ الْقُرْاٰنَ سنت اور فرائض اور لغت (ادب و نحو) بھی سیکھو جیسے قرآن سیکھتے ہو۔

لَحَنَ لَحْنًا لُحُوْنًا لَحَانَةً لَحَانِيَةً پڑھنے میں اور اعراب میں غلطی کرنا۔ لَحَنَ فِي كَلَامِهٖ کلام میں اعرابی غلطی کی، غلط بولا۔ (فتح) گا کر پڑھنا لَحَنَ فِي قِرَاءَتِهٖ گا کر پڑھا (فتح) گفتگو میں تعریض کرنا یعنی الفاظ بظاہر کسی دوسرے معنی پر دلالت کر رہے ہوں اور مراد کچھ اور ہو۔ خَيْرُ الْحَدِيْثِ مَا كَانَ لَحْنًا بہترین کلام وہ ہے جس میں تعریض ہو (فتح)، پردے پردے میں بات کرنا کہ مخاطب سمجھ جائے کوئی دوسرا نہ سمجھ سکے لیکن اس وقت لَحَنَ کے بعد لام آنا ضروری ہے جیسے لَحَنَ لَهٗ لَحْنًا پردے پردے میں بات کی (فتح)، لَحَنَ اِلَيْهِ اس کی طرف مائل ہوا (فتح)، لَحَنَ الْكَلَامَ لَحْنًا اور لَحِنَ الْكَلَامَ بات سمجھ لی اور واقف ہو گیا (فتح و سمع)

لُحِنَ لَحْنًا اپنی دلیل سے واقف ہوگیا۔
(سمع) لَاحِنٌ اعراب اور پڑھنے میں غلطی
کرنیوالا (اسم فاعل) لُحَنَۃٌ، لُحْنَۃٌ، لُحَّانٌ
لُحَّانَۃٌ بہت پڑھنے میں اور اعراب میں غلطیاں کرنے
والا (مبالغہ) اَلْحَنُ گانے اور پڑھنے کا
ماہر، اَلْحَنُ النَّاسِ گانے اور پڑھنے میں
سب سے فوق۔ اَلْحَنُ کا معنی زیادہ واقف
دانا اور ہوشیار بھی ہے، حدیث صحیح میں آیا ہے،
لَعَلَّ اَحَدَکُمْ اَلْحَنُ بِحُجَّتِہٖ شاید تم میں
سے بعض آدمی دلیل پیش کرنا زیادہ جانتے
ہوں (اسم تفضیل) (المفردات و قاموس و لسان
ونہایہ و صحیح بخاری) آیت میں لہجہ اور انداز
کلام مراد ہے۔ ۲۶/۸

لِحْيَتِيْ: لِحْيَۃٌ مفرد مضاف، یاء
متکلم مضاف الیہ۔ لِحًی اور لُحًی جمع،
میری داڑھی۔ لِحَوِیٌّ میں یا نسبتی ہے۔
داڑھی والا۔ اَلْحٰی اور لِحْیَانِیٌّ لمبی بڑھی داڑھی
والا لَحْیٌ کلہ، جبڑا، جس پر داڑھی نکلتی ہے
لُحِیٌّ جمع۔ لَحَیْتُ الشَّجَرَ لَحْیًا میں نے
درخت کی چھال اتار دی۔ لَحَیْتُ زَیْدًا
میں نے زید کو لعنت ملامت کی۔ لَحَی اللّٰہُ
فُلَانًا (بروزن عائیہ) خدا اس [illegible]
نیکی کی توفیق نہ دے۔ [illegible] کا مطلب ہوا،
تَلَاحِیْ باہم گالی گلوچ کرنی آپس میں
سخت سست کہنا، اِلْتِحَاءٌ لڑکے کی داڑھی
نکل آنا۔ یہ مطلب اس وقت ہوگا جب
اِلْتِحَاءٌ کی آخری ہمزہ کو یاء کے عوض قرار
دیا جائے لیکن اگر ہمزہ کو واو کے عوض مانا
جائے اور مادہ لَحْوٌ کہا جائے تو چھال
چھیلنے اور ہڈی سے گوشت اتارنے کے
معنی ہوں گے۔ ۱۶/۱۴

لُدًّا: جمع، اَلَدُّ مفرد، سخت جھگڑالو، جن کو
قائل کرنا ممکن نہ ہو (دیکھو اَلَدُّ) اس لفظ کا
مادہ لَدَدٌ ہے، گردن کے دائیں بائیں پہلو کو
لَدَدٌ کہتے ہیں، شَدِیْدُ اللَّدَدِ وہ
شخص جس کی گردن کوئی نہ پھیر سکے، مراد وہ آدمی
جس کو اس کے ارادے سے باز نہ رکھا جاسکے جس کو
کوئی راستی پر نہ لاسکے، زَیْدٌ یَتَلَدَّدُ زید گردن موڑ کر
ادھر ادھر دیکھتا ہے۔ (راغب)
لَدَّہٗ اس سے جھگڑا کیا اس کو روک دیا،
بند کردیا (نصر) لَدَّ لَدَدًا (سمع) سخت جھگڑا
کیا، لَدِدَ لَدَدًا (سمع) کا بھی یہی معنی ہے۔

لَدَّدَ بِہٖ (باب تفعیل) اس کو پھیلا دیا، فاش کردیا، مُلْتَدٌّ چارہ سا لَہٗ، مُلْتَدٌّ عَنْہُ اس کو اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں (قاموس) ۱۶/۹

لَدُنْ: لَدُنْ اور لَدَنْ (قبیلہ ربیعہ کے استعمال میں لَدِنْ) ظرفِ زمان ہے جو نہایتِ وقت کی ابتدا پر دلالت کرتا ہے جیسے اَقَمْتُ عِنْدَہٗ مِنْ لَدُنْ طُلُوْعِ اِلٰی غُرُوْبِہَا میں اس کے پاس مقیم رہا ابتداء طلوعِ آفتاب سے غروبِ آفتاب تک، ظرفِ مکان بھی ہے جس کا معنی ہوتا ہے طرف، پاس، قرآنِ مجید میں عموماً اسی کا استعمال ہے جیسے قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَدُنِّیْ عُذْرًا آپ میری طرف سے عذر کو پہنچ چکے۔ اٰتِنَا مِنْ لَدُنْکَ رَحْمَۃً مجھے اپنی طرف سے رحمت عطا فرما (آمین) فَہَبْ لِیْ مِنْ لَدُنْکَ وَلِیًّا مجھے عطا فرما اپنی طرف سے کوئی جانشین، وَاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطَانًا اور اپنی طرف سے مجھے غلبہ عنایت کر، عَلَّمْنٰہُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ہم نے اپنے پاس سے اسکو علم سکھایا، لِیُنْذِرَ بَاْسًا شَدِیْدًا مِّنْ لَّدُنْہُ تاکہ اللہ کی طرف سے ہونیوالے سخت عذاب سے لوگوں کو ڈرائے۔

عِنْدَ کی طرح لَدُنْ بھی اسم غیر متمکن ہے، لیکن بقولِ راغب عِنْدَ سے خاص ہے، عموماً اس سے پہلے مِنْ حرفِ جر آتا ہے، بغیر مِنْ کے استعمال اگرچہ ہوتا ہے مگر بہت کم، لَدُنْ ہمیشہ مضاف مستعمل ہے، عامل نہیں ہے البتہ صرف غُدْوَۃً کو نصب دیتا ہے جیسے ذُوالرمہ کے شعر میں ہے؛

لَدُنْ غُدْوَۃً حَتّٰی اِذَا امْتَدَّتِ الضُّحٰی،

آغازِ صبح سے یہاں تک کہ جب دن چڑھ گیا،

لَدُنْ میں مندرجہ ذیل لفظی تغیرات جائز ہیں اور یہ تمام لغات مستعمل ہیں لَدِنْ - لُدْنَ - لَدْنُ - لَدَ (حکاہ الکسائی) لُدْ - لَدیٰ - لَدُنِ (صرف بنی اسد کے استعمال میں) - لَدَّ - لَدَا لسان میں، لَدٰی بمعنی ھل استفہامیہ بھی آیا ہے (شرح الایضاح وتسہیل ومفصل وقاموس ولسان وغیرہ)

لَدَانَۃً نرمی لَدُنَ (کرم) لُدُوْنَۃً و لَدَانَۃً نرم ہو گیا، لچکدار ہو گیا لَدِنٌ لچکدار تَلَدُّنٌ (تفعل) دیر کرنا، توقف کرنا۔ لَدْنٌ اور لَدْنَۃٌ ہر نرم چیز لِدَانٌ او۔

لُدُنٌ جمع (قاموس) ١١/١٧ ، ١٩/١٦

لَدُنَّا: لَدُنْ مضاف نا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ۔ ہماری طرف سے، ٥/٦ ١٥/٢١ ١٦/١٤،١٣ ١٧/٢ ٢٠/٩

لَدُنْكَ: لَدُنْ مضاف كَ ضمیر واحد مذکر مضاف الیہ، تیری طرف سے۔ ٣/٩،١٢ ٥/٧ ١٥/٩،١٣ ١٦/٤ .

لَدُنْهُ: لَدُنْ مضاف هُ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ، اس کی طرف سے۔ ٥/٣ ١٥/١٢

لَدُنِّي: لَدُنْ مضاف، نِی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ۔ میری طرف سے۔ ١٦/١

لَدَىٰ: ظرف مکان غیر متمکن، پاس، طرف، ضمیر کی طرف اضافت کے وقت لَدٰی کی وہی حالت ہوتی ہے جو عَلٰی حرف جر کی ہوتی ہے مثلاً لَدَيْنَا۔ عَلَيْنَا۔ لَدَيْهِ۔ عَلَيْهِ۔ لَدَيْكَ۔ عَلَيْكَ۔ لَدَيَّ۔ عَلَيَّ وغیرہ حقیقت میں لدٰی لَدُنْ ہی کی ایک بگڑی شکل ہے۔ ١٢/١٣ ٢٤/٧۔

لَدَيَّ: لدٰی مضاف، یاء متکلم مضاف الیہ میرے پاس۔ ١٩/١٦ ٢٦/١٦

لَدَيْنَا: لَدٰی مضاف نا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ، ہمارے پاس۔ ١٣/١ ١٨/٤ ٢٣/٣،١ ٢٥/٧ ٢٦/١٧ ٢٩/١٢

لَدَيْهِ: لَدٰی مضاف هِ ضمیر مذکر غائب مضاف الیہ، اس کے پاس، ١٦/٢ ٢٦/١٦

لَدَيْهِمْ: لَدٰی مضاف هم ضمیر مذکر غائب مضاف الیہ، ان کے پاس، ٣/١٣ ١٣/٥ ٢٨/٤ ٢١/٧، ٢٥/١٣ ٢٩/١٢ ۔

لَذَّةٍ: اسم مفرد، خوش مزہ۔ لَذَّات جمع۔ لَذٌّ خوش مزہ لَذِيْذٌ بامزہ لُذٌّ اور لِذَاذٌ جمع، لَذَّهٗ متعدی بنفسہ اور لَذَّ بِهٖ (ضرب و سمع) اس کو خوش مزہ پایا۔ اس کا مزہ پایا۔ اس کا مصدر لَذَاذٌ اور لَذَاذَةٌ ہے۔ یہ فعل لازم بھی ہے۔ لَذَّ مزہ دار ہوا، اِلْتَذَّ (باب افتعال) تَلَذَّذَ (باب تفعل) سب متعدی بنفسہ بھی ہیں اور باء کے ذریعہ سے بھی متعدی ہوتے ہیں، سب کا معنی ہے خوش مزہ پایا۔ اِسْتَلَذَّ (باب استفعال) متعدی بنفسہ اور متعدی بالباء۔ اس کو بامزہ پایا اور خوش مزہ سمجھا۔ ٢٣/٦ ٢٦/٦

لِزَامًا: صیغہ صفت، ہمیشہ ساتھ رہنے والا۔

چمٹ جانے والا، موت، انصاف کرنیوالا
حاکم، لِزَامٌ باب مفاعلۃ کا مصدر بھی ہے
ہمیشہ ساتھ رہنا، چمٹ جانا۔ جدا نہ ہونا۔ لِزَامٌ
فیصلہ۔ لِزَمٌ فیصلہ کرنے والا حاکم، سُبَّۃٌ
لِزَامٌ نہ چھوٹنے والی عار، چمٹی رہنے والی ننگ
لَازِمٌ (اسمِ فاعل) چمٹا رہنے والا، واجب
لَزِمَہٗ اور لَزِمَ بِہٖ (سمع) اس کو چمٹ
گیا، اس سے کبھی الگ نہ ہوا۔ لَزِمَہُ الْحَقُّ
اس پر حق واجب ہوگیا۔ لَزْمٌ، لُزُوْمٌ،
لِزَامٌ، لِزَامَۃٌ، لُزْمَۃٌ، لُزْمَانٌ مصدر
چمٹ جانا۔ چمٹا رہنا۔ واجب ہونا۔ اِلْزَامٌ
(بابِ افعال) چمٹا دینا جیسے اَنُلْزِمُکُمُوْھَا
کیا ہم اس کو تم پر چمٹا دیں۔ فَسَوْفَ یَکُوْنُ
لِزَامًا کچھ مدت کے بعد وہ تم کو چمٹ جائے گا،
الگ نہ ہوگا۔ واجب کر دینا جیسے وَاَلْزَمَھُمْ
کَلِمَۃَ التَّقْوٰی اللہ نے ان پر کلمۂ توحید
واجب کر دیا۔ امامِ راغب کی زبان میں اول
الزام بالتسخیر ہے اور دوسرا الزام بالامر،
مُلَازِمٌ باہم ایک دوسرے کی گردن میں
ہاتھ ڈالنے والے۔ اِلْتِزَامٌ (بابِ افتعال)
کسی کی گردن میں ہاتھ ڈالنا، بغلگیر ہونا۔ ۱۶/۲۱

۱۹/۴

لِسَانٌ: اسمِ مفرد، اَلْسِنَۃٌ جمع مذکر،
اَلْسُنٌ جمع مؤنث، لُسْنٌ جمع مطلق۔ لسان
مذکر بھی مستعمل ہے اور مؤنث بھی، اس کے
مختلف معانی ہیں، زبان، قوتِ گویائی، بولی،
لہجہ، ذکر جیسے بِلِسَانِ قَوْمِہٖ اس کی قوم کی
بولی کے ساتھ بِلِسَانِکَ تیری بولی میں
اِخْتِلَافُ اَلْسِنَتِکُمْ تمہاری بولیوں کا اور
لہجوں کا اختلاف، وَاحْلُلْ عُقْدَۃً مِّنْ
لِّسَانِیْ میری قوتِ گویائی کی بندش کھول دے،
لِسَانَ صِدْقٍ ذکرِ جمیل، لِسَانُ اللّٰہِ
اللہ کا کلام اور حجت فُلَانٌ یَنْطِقُ بِلِسَانِ
اللّٰہِ فلاں شخص خداداد حجت و دلیل کے ساتھ
بات کرتا ہے، لِسْنٌ بھی لِسَانٌ کا ہم معنی ہے۔
لَسَنٌ زبان آوری فصاحت گفتگو کی روانی لَسِنٌ
(صفتِ مشبہ) فصیح زبان آور اَلْسَنُ تیز
زبان، رواں گفتگو کرنے والا، لُسْنٌ جمع۔
مُلَسْوَنٌ دروغگو اور وہ شخص جس کی زبان کٹی ہوئی
ہو لَسَنَہٗ لَسْنًا (نصر) گفتگو میں اس پر غالب آگیا
گالیاں دیں، لَسَنَتْہُ الْعَقْرَبُ اس کو بچھو
نے کاٹ لیا اَلْسَنَہٗ قَوْلَہٗ (بابِ افعال)

اس کو اس کا پیام پہنچا دیا یا خط پہنچا دیا مُلَاسَنَۃٌ (باب مفاعلۃ) باہم گفت گو کرنا، گفتگو کی روانی میں مقابلہ کرنا۔ تَلَسَّنَتِ النَّارُ آگ روشن ہوگئی۔ پ ۱۵ ۱۳/۱۴ بولی، لغت۔

لِسَانَ: اسم مفرد منصوب مضاف، اَلْسِنَۃٌ جمع، ذکر جمیل، اچھا تذکرہ، تعریف۔ پ ۱۶/۶ ۱۹/۹

لِسَانٍ: اسم مجرور مفرد، اَلْسُنٌ جمع، لغت، بولی۔ پ ۱۹/۱۵

لِسَانُ: اسم مرفوع مضاف، اَلسن جمع، بولی، لغت۔ پ ۱۴/۲

لِسَانٌ: اسم مرفوع نکرہ، اَلْسُنٌ جمع، بولی لغت۔ پ ۱۴/۲

لِسَانًا: اسم منصوب نکرہ پ ۲/۶ گویائی کلام۔ پ ۲۶/۲ بولی، لغت پ ۳۰/۱۵ زبان، جیب۔

لِسَانِكَ: مجرور مضاف، تیری بولی میں پ ۱۶/۹ بولی، لغت، پ ۲۵/۱۲ بولی۔

لِسَانَكَ: منصوب مضاف ک ضمیر خطاب مضاف الیہ، تو اپنی زبان کو پ ۲۹/۱۷۔

لِسَانِي: مجرور مضاف اور مرفوع مضاف، میری قوتِ گویائی سے۔ پ ۱۶/۱۱ میری گویائی یا قوتِ گویائی۔ پ ۱۹/۶

لَسْتَ: واحد مذکر حاضر لَيْسَ سے، تو نہیں ہے۔ لَيْسَ فعل ناقص ہے، ماضی کا معنی رکھتا ہے، ماضی کی پوری گردان بھی آتی ہے لیکن مضارع امر اسم فاعل، اسم مفعول اس سے مشتق نہیں ہوتے اس لئے غیر متصرف کہلاتا ہے۔ اصل میں لَيِسَ تھا، تخفیفاً لیس کر لیا گیا۔ بعض اہل علم نے اس کی اصل لَا اَيْسَ قرار دی ہے اَلْاَيْسُ وجودی معنی رکھتا ہے اور لَيْسَ عدمی، عرب کا محاورہ ہے اِئْتِنِيْ مِنْ حَيْثُ اَيْسَ وَلَيْسَ مجھے دے کہیں سے ہو (تیرے پاس) موجود ہو یا نہ ہو۔

دوسرے افعالِ ناقصہ کی طرح اس کا اسم بھی مرفوع اور خبر منصوب آتی ہے لیکن دوسرے افعالِ ناقصہ کی خبر کو ان افعال سے پہلے ذکر کرنا جائز ہے، لَيْسَ کی خبر کو اس سے پہلے نہیں ذکر کیا جا سکتا مُحْسِنًا كَانَ زَيْدٌ صحیح ہے مُحْسِنًا لَيْسَ زَيْدٌ صحیح نہیں ہے۔ بجائے اِلَّا کے کبھی لَيْسَ بھی استثنائی ہوتا ہے جیسے جَاءَ الْقَوْمُ لَيْسَ زَيْدًا اہلِ تحقیق کی نظر میں یہ لَيْسَ استثنائیہ نہیں ہے بلکہ ناسخ ہے اس کے اندر ضمیر اس کا اسم ہے اور

زیدؔ اخبر۔

اسم کی صورت میں لَیۡثٌ کا معنی ہے دلیری بے خبری اور اَلیثؔ وہ آدمی جو ہمیشہ گھر میں پڑا رہے نیز دلیر اور خوشخو آدمی اَنۡکَا لَیۡسَ عَنۡہُ، اس کی طرف سے چشم پوشی (رضی و مفصل و منتہی الارب، 30/13، 12/12، 5/10)

لَسۡتُ: واحد متکلم ماضی، میں نہیں ہوں 7/14، 9/12

لَسۡتُمۡ: جمع مذکر حاضر ماضی، تم نہیں ہو 3/5، 9/14، 12/2۔

لَسۡتُنَّ: جمع مؤنث حاضر ماضی، تم نہیں ہو۔ 22/1۔

یاد رکھنا چاہیے کہ لَیۡسَ اگرچہ صیغۂ ماضی ہے لیکن ترجمہ عموماً حال کا کیا جاتا ہے۔

لَطِیۡفٌ: صیغہ صفت مشبہ، حالتِ رفع باریک بیں، دقیقہ رس، امورِ دقیقہ کو جاننے والا۔ دقت نظر اور حسنِ تدبیر سے کام کرنیوالا، بندوں پر مہربان، نیکیوں کی توفیق دینے والا۔ کسی جسم کے لطیف ہونے کا معنی ہے نازک ہونا۔ باریک ہونا، کسی بات کے لطیف ہونے کے معنی ہیں باریک ہونا، دقیق ہونا، معنی کا پوشیدہ ہونا، کسی حرکت کے لطیف ہونے کا معنی ہے سبک ہونا، ہلکا ہونا۔

لُطۡفٌ نرمی، لطفِ الٰہی، اس کی رحمت، نیکیوں کی توفیق، گناہوں سے حفاظت۔ (قاموس۔ اقرب الموارد، لَطَفٌ اسم مصدر نرمی اور توفیقِ خداوندی۔

لَطَفَۃٌ ہدیہ، لَطۡفَانٌ بھلائی کرنیوالا لَطَفَ لُطۡفًا (نصر) نرمی کی، نزدیک ہوا۔ لَطَفَ اللّٰہُ لَکَ اللہ نے تجھے مقصود تک پہنچا دیا (نصر) لَطُفَ لَطۡفًا وَلَطَافَۃً (کرم) باریک ہو گیا، ریزہ ریزہ ہو گیا اِلۡطَافٌ (افعال) اور اِسۡتِلۡطَافٌ (استفعال) کسی چیز کو اپنے بازو یا پہلو پر چپکا لینا۔ اَلۡطَفَہٗ بِکَذَا کا معنی کسی شخص کے ساتھ کوئی بھلائی کی یا اچھا سلوک کیا۔

تَلَطُّفٌ (تفعّل)، تَلَاطُفٌ (تفاعل) مُلَاطَفَۃٌ (مفاعلۃ) باہم نرمی کرنا، خوش خلقی سے پیش آنا (تاج العروس و منتہی الارب)

7/19 واقف اسرار (یا مہربان سیوطی) 13/5 12/11 29/1 واقفِ اسرار، امور مخفی پوشیدہ چیزوں کو جاننے والا 6/15 مہربان (مکی) یا مدبر

خفی - پ ۲۵/۴ مہربان - بھلائی کرنیوالا۔

لَطِیْفًا: صفت مشبہ حالتِ نصب، پ ۲۲/۱
باریک بیں - مہربان۔

لَظٰی: عَلَم اور اسم مصدر اور مصدر، دوزخ
کا نام ہے، بغیر دھویں کے اٹھتا ہوا شعلہ، لپٹ
بھڑک - آگ بھڑکنا۔ لَظِیَتِ النَّارُ لَظًی (سمع)
آگ بھڑک گئی، مشتعل ہو گئی، تَلَظّٰی (تفعّل)،
آگ کا بھڑکنا - اِلْتِظَاءٌ (افتعال) بمعنی تَلَظّٰی،
لَظَاۃٌ تھوڑی چیز - مَاتَرَکْتُ عِنْدَہٗ
اِلَّا لَظَاۃً میں نے اس کے پاس صرف
تھوڑی مقدار میں چیز چھوڑی - آیت میں
جہنم مراد ہے - پ ۲۹/۲ -

لَعِبٌ: حاصل مصدر، کھیل لَعِبٌ
لَعْبٌ لِعْبٌ لُعْبَۃٌ سب کا معنی کھیل،
لَعِبٌ اور لِعْبٌ اور لُعْبَۃٌ بازیگر اور
کھلاڑی کو بھی کہتے ہیں - پ ۷/۱۰ پ ۲۱/۳ پ ۲۶/۸ پ ۲۷/۱۹
(دیکھو لَاعِبِیْنَ)

لَعِبًا: کھیل، پ ۶/۱۳ پ ۷/۱۴ پ ۸/۱۳ (دیکھو لَاعِبِیْنَ)

لَعَلَّ: حرف مشابہ بالفعل ہے - تَرَجِّیْ (امید
یا خوف) پر دلالت کرنے کے لئے اس کی وضع ہے،
اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے جیسے لَعَلَّ
اللّٰہَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِکَ اَمْرًا فراء کے
کچھ ساتھی قائل ہیں کہ خبر بھی منصوب ہوتی ہے
جیسے لَعَلَّ اَبَاکَ مُنْطَلِقًا بعض عربوں سے
سنا گیا ہے، یونس کا قول ہے ایسا استعمال
بعض قبائل کے ساتھ مخصوص ہے۔ قرآنی
استعمال میں اسم منصوب اور خبر مرفوع ہی رہی
ہے۔ (مغنی اللبیب)

امید کا رجوع کبھی متکلم کی طرف ہوتا ہے جیسے
لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَۃَ فرعون کی قوم والوں نے
کہا تھا ہم کو امید ہے کہ ہم جادوگروں کے
پیچھے چلیں گے، کبھی مخاطب کو امید دلانے اور
امیدوار رکھنے کے لئے آتا ہے اس وقت
امید کا رجوع مخاطب کی طرف ہوتا ہے
جیسے لَعَلَّہٗ یَتَذَکَّرُ اَوْ یَخْشٰی اللہ نے
حضرتِ موسٰی اور حضرتِ ہارون کو حکم دیا فرعون
کے پاس جاؤ اس سے کہو کہ ہم اللہ کے رسول
ہیں یہ امید رکھتے ہوئے جاؤ کہ شاید وہ نصیحت
مان لے اور ڈر جائے۔

کبھی امید کا تعلق نہ متکلم سے ہوتا ہے نہ
مخاطب سے بلکہ تیسرے شخص سے ہوتا ہے
جیسے فَلَعَلَّکَ تَارِکٌ بَعْضَ مَا یُوْحٰی اِلَیْکَ

یعنی لوگ یہ امید رکھتے ہیں کہ آپ وحی کا کوئی حصہ ترک کر دیں گے فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ یعنی آپ کی حالت دیکھ کر لوگ یہ امید یا اندیشہ کرتے ہیں کہ آپ اپنی جان کھو دیں گے۔

(نوٹ: آیت لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ میں بھی امید ملا ہے یعنی اللہ کی عبادت اس امید کو رکھتے ہوئے کرو کہ تم کامیاب ہو گے۔

(راغب فی المفردات وصرح ببعضہا البیضاوی والرازی)

لَعَلَّ کے معانی

(۱) لَعَلَّ کی اصل وضع امید یا اندیشہ کے لئے ہے لیکن جس چیز کی امید کی جائے اس کا ممکن ہونا ضروری ہے اسی لئے لَعَلَّ الشَّبَابَ يَعُوْدُ کہنا غلط ہے جوانی کا لوٹنا ممکن نہیں لیکن اللہ نے فرعون کا قول نقل کرتے ہوئے فرمایا لَعَلِّیْ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ یعنی فرعون نے امید کرتے ہوئے کہا شاید میں آسمانی اسباب تک پہنچ جاؤں، آسمان تک فرعون کا پہنچنا ناممکن تھا، پھر کیوں لَعَلَّ کا استعمال کیا گیا۔ اس شبہ کا ازالہ کرنے کے لئے دو جواب دئے گئے ہیں۔

ملا فرعون کا یہ قول جہالت پر مبنی تھا یعنی فرعون جانتا ہی نہ تھا کہ آسمان کہاں ہے اور وہاں تک پہنچنا ناممکن ہے۔

ملا فرعون اہل دربار کو دھوکہ دینا چاہتا تھا وہ فریب کے ساتھ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ میرے لئے آسمان تک پہنچنا ممکن ہے۔

(۲) تعلیل یعنی کَیْ کا ہم معنی، اخفش اور کسائی اور بعض دوسرے نحوی اس کے قائل ہیں جیسے فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى یعنی فرعون سے نرمی سے کہنا تاکہ وہ نصیحت قبول کرلے، اکثر مفسرین اور اہل ادب اس آیت میں معنی نمبر دوم کے قائل ہیں۔

(۳) استفہام کے لئے، اس کے قائل صرف کوئی ادیب ہیں جیسے لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ تم کو نہیں معلوم کہ کیا اس کے بعد اللہ کوئی اور امر پیدا کر دے گا وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰى تم کو کیا معلوم کہ کیا وہ پاک نفس بن جائے گا۔

(صاحب منتہی الارب نے لَعَلَّ کا ترجمہ کاش بھی لکھا ہے یعنی تمنا کے لئے مثال کوئی نہیں دی)

لَعَلَّ کی خبر پر اَنْ بکثرت آتا ہے جو عَسٰے کے معنی کو لئے ہوئے ہوتا ہے جیسے متمم بن نویرہ کا شعر ہے: لَعَلَّكَ يَوْمًا اَنْ تُلِمَّ مُلِمَّةٌ

کبھی حرف تنفیس بھی اس کی خبر پر آتا ہے جیسے

هُوْلَا لَهَا قَوْلًا اَجِدْ تَا لَعَلَّهَا ، سَتَرْحَمُ فِيْ مِنْ زَفْرَةٍ وَعَوِيْلٍ

تم دونوں اس (محبوبہ) سے نرمی کے ساتھ بات کرنا شاید اس کو میری آہ و بکا پر رحم آجائے۔

لَعَلَّ کی خبر فعل ماضی ہو سکتی ہے جیسے حدیث صحیح میں آیا ہے وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ اللّٰهَ اَطْلَعَ عَلٰى اَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ اعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ۔ تم کو کیا معلوم امید ہے کہ اللہ نے اہل بدر کے حالات کو جانتے ہوئے فرمایا ہے کہ جو کچھ چاہو کرو، میں نے تمہارے گناہ معاف کر دیئے، امرء القیس کندی کا شعر ہے ؎

وَبُدِّلْتُ قَرْحًا دَامِيًا بَعْدَ صِحَّةٍ
لَعَلَّ مَنَايَانَا تَحَوَّلْنَ اَبْؤُسَا

صحت کے بدلہ میں مجھے خون ریز پھوڑے دے گئے، شاید ہماری موتیں دکھوں میں تبدیل ہو گئیں (یعنی دکھ ہی دکھ رہیں گے موت ان دکھوں کا خاتمہ نہیں کرے گی)

سیبویہ نے یہ شعر بھی نقل کیا ہے ؎

اَعِدْ نَظَرًا يَا عَبْدَ قَيْسٍ لَعَلَّمَا
اَضَاءَتْ لَكَ النَّارُ الْحِمَارَ الْمُقَيَّدَا

اے عبد قیس دوبارہ دیکھ شاید آگ کی روشنی میں تجھے بندھا ہوا گدھا نظر آجائے۔

حریری کے نزدیک لعلّ کی خبر فعل ماضی نہیں ہو سکتی۔ شواہد مذکورہ حریری کی تردید کر رہے ہیں۔ (مغنی اللبیب)

لَعَلَّ کا لفظی تجزیہ

بعض اہل لغت کہتے ہیں لَعَلَّ میں لام زائد ہے، اصل لفظ عَلَّ ہے۔ لَعَلَّ میں مندرجہ ذیل تغیرات بھی آئے ہیں:

عَلَّ عَنَّ غَنَّ اَنَّ لَعَنَّ لَغَنَّ لَاَنَّ لَوَانَّ رَعَلَّ رَعَنَّ رَعَنَّ یاء متکلم کی اضافت کی صورت میں لَعَلِّیْ لَعَلَّنِیْ لَعَنِّیْ عَلِّیْ آیا ہے (منتہی الارب و قاموس)

قرآن مجید میں سوا لعلّ کے اور کوئی بگڑا ہوا لفظ نہیں آیا۔ ۲۳/۵ ۲۵/۳ ۲۸/۱۷

لَعَلَّكَ: لعلّ حرف مشبہ بالفعل ک اس کا اسم، شاید تو، ۱۲/۲ ۱۵/۳ ۱۶/۱۲ ۱۹/۵

لَعَلَّكُمْ: لعلّ حرف مشبہ بالفعل کُمْ اس کا اسم، شاید تم۔ ۱/ ۳،۶،۸،۹ ۲/ ۲،۶؛ ۷،۸،۱۱،۱۵

پ ۳/۴، پ ۴/۲، ۴، ۵، ۱۱، پ ۶/۷، ۱۰، پ ۷/۲، ۳، پ ۸/۶، ۷، ۱۴، ۱۵، ۱۶
پ ۹/۱۰، ۱۱، ۱۴، ۱۷، پ ۱۰/۲، پ ۱۲/۱۱، پ ۱۳/۷، پ ۱۴/۸، ۱۷، ۱۹
پ ۱۷/۲، ۱۲، ۱۷، پ ۱۸/۷، ۱۰، ۱۳، ۱۴، پ ۱۹/۱۱، ۱۶، ۱۹، پ ۲۰/۷، ۱۰، پ ۲۱/۸، پ ۲۲/۱۴
پ ۲۳/۲، پ ۲۴/۱۲، ۱۸، پ ۲۵/۷، ۱۸، پ ۲۶/۱۳، پ ۲۷/۲، ۱۳، پ ۲۸/۱۰

لَعَلَّنَا : لعل حرف ترجی مشبہ بالفعل، نا ضمیر واحد متکلم، اس کا اسم، شاید ہم، پ ۱۹/۷

لَعَلَّہٗ : لعل حرف مشبہ بالفعل ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب اس کا اسم، شاید وہ، پ ۱۶/۱۱ پ ۱۷/۷ پ ۳۰/۵۔

لَعَلَّهُمْ : لعلّ حرف مشبہ بالفعل ھُم ضمیر جمع مذکر غائب اس کا اسم، شاید وہ سب لوگ پ ۲/۷، ۱۱
پ ۳/۱۶، پ ۷/۱۱، ۱۲، ۱۴، پ ۸/۶، ۱۰، پ ۹/۲، ۶، ۱۱، ۱۲، پ ۱۰/۳، ۸
پ ۱۱/۴، پ ۱۲/۱۶، پ ۱۳/۳، ۱۶، ۱۸، پ ۱۴/۱۲، پ ۱۶/۱۵، پ ۱۷/۳، ۵، پ ۱۸/۳
پ ۲۰/۸، ۹، پ ۲۱/۸، ۱۴، ۱۵، پ ۲۳/۴، ۱۷، پ ۲۵/۹، ۱۱، ۱۶، پ ۲۶/۴
پ ۲۸/۶۔

لَعَلِّیْ : لعلّ حرف مشبہ بالفعل، ی ضمیر واحد متکلم اس کا اسم، پ ۱۲/۱۲ پ ۱۶/۱۰ پ ۱۸/۶ پ ۲۰/۷ پ ۲۴/۹۔

لَعْنًا : مصدر، لَعَنَ (باب فتح) ماضی، لَعْنَۃٌ اسم، پھٹکار، دھتکار، اس کی جمع لِعَانٌ اور لَعَنَاتٌ ہے (مزید تشریح کے لئے دیکھو اللاعنون) پ ۲۲/۵

لَعَنَ : واحد مذکر غائب ماضی معروف لَعْنٌ مصدر (باب فتح) رحمت سے دور کر دیا۔ پ ۲۲/۵

لُعِنَ : واحد مذکر غائب ماضی مجہول، لَعْنٌ مصدر (باب فتح) لعنت کی گئی، اللہ کی رحمت سے دور رہنے کی بد دعا کی گئی۔ پ ۶/۱۵

لَعَنَّا : جمع متکلم ماضی معروف، اَلْعَنُ مصدر (باب فتح) ہم نے لعنت کی، ہم نے رحمت سے دور کر دیا۔ پ ۵/۴۔

لَعَنَتْ : واحد مؤنث غائب ماضی معروف لَعْنٌ مصدر (باب فتح) اس نے لعنت کی، اس نے بد دعا کی۔ پ ۸/۱۱

لُعِنُوْا : جمع مذکر غائب ماضی مجہول لَعْنٌ مصدر (باب فتح) ان پر لعنت کی گئی، ان کو رحمت سے دور کر دیا گیا۔ پ ۶/۱۲ پ ۱۸/۹

لَعَنَہٗ : لَعَنَ واحد مذکر غائب ماضی معروف ہٗ ضمیر مفعول، اس پر لعنت کی، اس کو رحمت سے دور کر دیا۔ پ ۵/۱۰، ۱۵ پ ۶/۱۳

لَعَنَهُمْ : لَعَنَ واحد مذکر غائب ماضی معروف ھُمْ ضمیر مفعول، ان پر لعنت کی، پ ۱/۱۱ پ ۵/۴، ۵ پ ۱۰/۱۵ پ ۲۲/۴ پ ۲۶/۷، ۹

لَعْنَتِیْ : لَعْنَۃٌ اسم مصدر، پھٹکار، دھتکار، ی ضمیر متکلم مضاف الیہ، میری لعنت، میری

طرف سے پھٹکار، ۲۳/۱۴

اَللَّعْنَةَ: اسم مصدر معرف باللام، پھٹکار، دھتکار۔ ۱۳/۹، ۲۴/۱۱

لَعْنَةُ: اسم مصدر مضاف مرفوع، پھٹکار، دھتکار۔ ۱/۱۱، ۲/۳، ۵/۱۲، ۱۲/۲

اَللَّعْنَةَ: اسم مصدر، معرف باللام، منصوب پھٹکار، ۱۳/۲۔

لَعْنَةَ: اسم مصدر منصوب مضاف، پھٹکار ۳/۱۴، ۱۶/۱۷، ۷

لَعْنَةً: اسم مصدر منصوب نکرہ ۱۲/۹،۵ ۲۰/۷

اَللَّغْوِ: معرفہ مجرور، لَغْو اور لَغْوی ہر بیہودہ قول یا فعل یا چیز اور ہر خطا۔ ابو عبیدہ نے کہا لَغْو اور لَغَا ایک ہی ہیں جیسے عیب اور عاب ایک شاعر کا قول ہے عَنِ اللَّغَا وَرَفَثِ التَّكَلُّمِ بیہودہ کلام اور فحش گفتگو سے، لَغَا حقیقت میں چڑیوں اور چڑیوں کی طرح دوسرے پرندوں کے چوں چوں کرنے کی آواز کو کہتے ہیں جو بلا ارادہ بے سوچے منہ سے نکلتی ہے، لَغَا سے لَغْوٌ بنا ہے، اسی لئے لغو اس قسم کو کہتے ہیں جو بغیر نیت قسم کے بطور تکیہ کلام منہ سے نکل جاتی ہے ایک شاعر کہتا ہے:

وَلَسْتَ بِمَاخُوْذٍ بِلَغْوٍ تَقُوْلُهٗ
اِذَا لَمْ تَعَمَّدْ عَاقِدَاتِ الْعَزَائِمِ

لغو قسم کھانے پر تمہارا مواخذہ نہ ہوگا بشرطیکہ قصداً نیت کے ساتھ پختہ قسم نہ کھاؤ (راغب)

امام راغب نے لغو قسم کی جو تشریح کی ہے وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت اور امام شافعی کے مسلک کے موافق ہے لغت میں بھی اس کی شہادت ملتی ہے لیکن امام ابو حنیفہ کا مسلک ہے کہ لغو قسم وہ ہے جو کسی گذشتہ امر پر کھائی جائے در یہ سمجھ کر کھائی جائے کہ واقعہ ایسا ہی ہے لیکن حقیقت میں قسم واقع کے خلاف ہو (ذکرہ القدوری) درِ مختار میں تنازلہ ہے کہ گذشتہ امر پر قسم کھائی ہو یا حال پر۔ رد المحتار میں صراحت ہے کہ آئندہ سے قسم کا تعلق نہ ہو۔ مجاہد کا یہی قول ہے۔ (ابو السعود)

(مزید تشریح کے لئے دیکھو لاغیہ) ۲/۱۲، ۲/۳، بیہودہ قسم ۱۸/۱، ۱۹/۴ ہر بیہودگی، قولی، فعلی چیز۔

اَللَّغْوَ: المعرفہ منصوب ۲۰/۹ گالی اور کھلی بات۔

لَغْوٌ: نکرہ مرفوع ۲۷/۳ بیہودہ کلام، بیہودگی۔

لَغْوًا: نکرہ منصوب ۱۹/۷، بیہودہ کلام ۲۷/۱۴ فحش کلام، ۳۰/۲ بیہودہ بات۔

لُغُوبٌ: مصدر اور اسم مصدر، تھکنا، تھکان،
لُغُوبَۃٌ، لُغَابَۃٌ، سستی، بیوقوفی، لَغِبٌ
کمزور، ماندہ، لَغْبٌ لَاغِبٌ تھکا ہوا۔
سست۔ مثل ہے اَتَانَا سَاغِبًا لَاغِبًا
وہ ہمارے پاس بھوکا ماندہ آیا۔ لَغُوبٌ کاہل،
ضعیف الرائے۔ ایک اعرابی نے کہا تھا
فُلَانٌ لَغُوبٌ اَحْمَقُ فلاں شخص بڑا
بیوقوف احمق ہے۔ لَغَبٌ گردن کے
بال۔ اَخَذَ بِلَغَبِ رَقَبَتِہٖ اس کے گردن
کے بال پکڑ لئے یعنی اس کو پا لیا۔

لَغُبَ لَغْبًا و لُغُوبًا (فتح، سمع، کرم)
سخت تھک گیا۔ لازم ہے۔ لَغَبَ الْقَوْمَ
لَغْبًا (فتح) لوگوں میں جھوٹی بات پھیلائی۔
جھوٹی خبر دی، متعدی ہے۔ لَغَبَ عَلَیْہِمْ
ان میں فساد پھیلایا۔ اِلْغَابٌ (افعال)
تھکانا۔ رنج پہنچانا۔ تَلَغُّبٌ (تفعّل) اور
تَلْغِیْبٌ ماندہ کرانا (المفردات و قاموس)
۲۲/۱۶ ۲۶/۱۷۔

لَفِیْفًا: صفت مشبہ، آدمیوں کا وہ بڑا گروہ
جس میں مختلف قبائل کے آدمی جمع ہوں۔ طَعَامٌ
لَفِیْفٌ، دو یا زیادہ اقسام سے ملایا ہوا کھانا۔
فُلَانٌ لَفِیْفُ زَیْدٍ فلاں شخص زید کے ساتھ
مخلوط ہے یعنی اس کا دوست ہے۔

لِفَافَۃٌ لپیٹ کا کپڑا۔ لَفَائِفُ جمع۔
لِفٌّ اور لَفٌّ وہ گروہ جس میں ہر طرف سے
ہر قسم کے لوگ آ کر مخلوط ہو گئے ہوں۔ لُفُوفٌ
جمع۔ نیز جھوٹے گواہ جن کو ادھر ادھر سے
جمع کر لیا جاتا ہے جَاؤُا وَمَنْ لَفَّ لِفَّھُمْ
وہ خود بھی آئے اور ان لوگوں کو بھی ساتھ لائے
جن کا شمار انہی کے ساتھ ہوتا تھا یعنی واقع
میں تو وہ ان میں سے نہ تھے مگر شمار میں انہیں
کے ساتھ شامل کئے جاتے تھے۔ لِفٌّ اور لَفٌّ
اس باغ کو بھی کہتے ہیں جس میں درخت گھنے ہوں
اور درختوں کی شاخیں بیچ در بیچ باہم گتھی ہوئی
ہوں۔ اَلْفَافٌ جمع (دیکھو اَلْفَافًا) اَلْفَافٌ لُفٌّ
کی جمع ہو سکتی ہے اور لُفٌّ کا واحد لَفَّاءُ ہے،
اس صورت میں اَلْفَافٌ جمع الجمع ہو گی۔

حَدِیْقَۃٌ لَفَّاءُ گھنے، بیچ در بیچ درختوں والا
باغ، اَلْفَفُ زبان کا لکڑانا، ثقیل ہو جانا جس سے
بات کرنی دشوار ہو جائے، اسی سے صیغہ
صفت اَلَفُّ آتا ہے یعنی وہ شخص جو سست
کلام، مشکل سے دیر میں بات کرنے والا، گراں

زبان ہو۔ مِلَفٌّ چادر۔

لَفَّ الثَّوْبَ (نصر) کپڑا لپیٹ دیا۔ لَفَّ الشَّیْءَ اس چیز کو اکٹھا کر لیا۔ لَفَّ الْکَتِیْبَتَیْنِ فوج کے دونوں مقابل دستوں کو ایک دوسرے سے بھڑا دیا: ٹکرا دیا۔ لَفَّ فُلَانًا حَقَّہٗ، فلاں شخص کا حق نہ دیا، اسکو حق سے روک دیا۔ لَفَّ فِی الْاَکْلِ مختلف قسم کے کھانے ملا کر کھائے۔ لَفَّ الشَّیْءَ بِالشَّیْءِ ایک چیز کو دوسری چیز سے ملا دیا۔ تَلْفِیْفٌ (تفعیل) خوب لپیٹ دینا۔ تَلَفُّفٌ (تفعل) اِلْتِفَافٌ (افتعال) لپٹ جانا۔ کسی چیز سے لپٹنے کے لئے التفاف کے بعد فی بھی آتا ہے اور باء بھی۔ اِلْتَفَّ بِثَوْبِہٖ اور فِیْ ثَوْبِہٖ دونوں صحیح ہیں۔

لِقَاءَ: حاصل مصدر، منصوب مضاف بشی۔ ث ۸/۳-۱۱ ب ۱۱/۶،۷ ب ۱۶/۳ ب ۱۹/۱ ب ۲۰/۱۳ ب ۲۱/۱۵ ث ۲۴/۵ ب ۲۵/۲۰

لِقَاءِ: حاصل مصدر مجرور مضاف بشی۔ ب ۷/۱۰ ، ۹/۷ ب ۱۱/۱۰ ب ۱۳/۷ ب ۱۶/۳ ب ۱۸/۳ ب ۲۰/۱۵ ب ۲۱/۳،۵،۱۴،۱۶ ب ۲۵/۱

(مزید تشریح کے لئے دیکھو لَاقِیۡہِ)

لَقُوْا: جمع مذکر غائب ماضی معروف۔ اصل میں لَقِیُوْا تھا، جب وہ ملتے ہیں، جب وہ سامنے آتے ہیں۔ ب ۱/۲،۹ ۳/۲۔

لَقِیَا: تثنیہ مذکر غائب ماضی معروف (عورت کو مرد کے ساتھ تغلیباً شامل کیا گیا ہے) ان دونوں نے پایا، وہ دونوں سامنے آئے۔ ب ۱۵/۲۲

لَقِیْتُمْ: جمع مذکر حاضر ماضی معروف، جب تم سامنے جاؤ، جب تمہارا مقابلہ ہو۔ ب ۹/۱۶ ب ۱۰/۲ ب ۲۶/۵۔

لَقِیْنَا: جمع متکلم ماضی معروف، ہم نے پایا۔ ب ۱۵/۲۱

لَقّٰھُمْ: لَقّٰی واحد مذکر غائب ماضی معروف، تَلْقِیَۃٌ مصدر (تفعیل) ھُمْ ضمیر مفعول اول ان کو دی، دیگا۔ عطا کرے گا۔ ب ۲۹/۱۹ (تشریح کے لئے دیکھو لَاقِیۡہِ)

لُقْمٰنُ: محمد بن اسحاق نے کہا لقمان بن باعور بن ناحور بن تارخ یعنی آزر (والد ابراہیمؑ) وہب بن منبہ نے کہا حضرت ایوب علیہ السلام کے بھانجے تھے، مقاتل نے کہا حضرت ایوب کی خالہ کے بیٹے تھے۔ واقدی نے کہا حضرت داؤدؑ سے پہلے بنی اسرائیل کے قاضی تھے۔

خالد ربعی نے کہا حبشی غلام تھے، بڑھئی کا پیشہ کرتے تھے۔ سعید بن مسیب نے کہا درزی تھے، کسی نے کہا چرواہے تھے، مجاہد نے

کہا نوبہ کے رہنے والے سیاہ فام حبشی تھے جن کے موٹے موٹے لب لٹکے ہوئے تھے۔ (معالم)

اللہ علیم ہے کون تھے، صحیح تحقیق کسی یقینی تاریخی نتیجہ پر نہیں پہونچی، کوئی بھی تھے، تھے موحد گر، دانشمند، دانش گر، عالم، عامل گر، ناصح، امین، ستھری نظر و فکر رکھنے والے، حق رساں کردار کے مالک، سلف میں سے عکرمہ کے علاوہ کوئی حضرتِ لقمان کو نبی نہیں کہتا۔

یہ لقمان وہ شخص نہیں جو لقمان بن عاد کے نام سے تاریخ میں مذکور ہے، کیونکہ وہ مشرک تھا۔

لقمان عربی زبان میں غیر منصرف ہے شاید اس وجہ سے کہ عجمی نام ہے یا اس وجہ سے کہ الف نون بھی اس کے آخر میں اور علم بھی ہے لفظی ساخت اس کے عربی ہونے کی غمازی کر رہی ہے۔ اس مادہ کے دوسرے الفاظ بھی عربی میں مستعمل ہیں، لَقَمَ لُقْمًا نوالہ نگلنے کو کہتے ہیں لُقْمَۃٌ نگلے جانے والے نوالے کو کہتے ہیں لَقَمٌ راستہ کو یا راستہ کے کنارہ کو کہتے ہیں، بابِ افتعال میں پہنچکر اِلْتَقَمَ کا معنی ہوا نگل لیا۔ فَالْتَقَمَهُ الْحُوتُ اس کو مچھلی نے نگل لیا۔ ۳۷:۱۴۲

لٰكِنَّ، حرف مشابہ بالفعل۔ اسم کو نصب خبر کو رفع دیتا ہے جیسے وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُو فَضْلٍ۔

الکنّ کی ساخت

اہل بصرہ کے نزدیک "الکنّ" حرف بسیط ہے، فرار قائل ہے مرکب ہے، اصل میں لکن اَنَّ تھا، عام کوفی ادیبوں کا خیال ہے کہ لکنّ اصل میں لا اَنَّ تھا، کاف زائد ہے، بعض کی رائے ہے کہ اصل لفظ اَنَّ ہے، لام اور کاف دونوں زائد ہیں۔

الکنّ کا معنی مختلف فیہ ہے

(۱) عام علماء ادب کا مشہور مسلمہ ہے کہ الکنّ صرف استدراک کے لئے آتا ہے، کسی دوسرے معنی کے لئے مستعمل نہیں۔ استدراک کا مطلب یہ ہے کہ ماقبل کے حکم کے خلاف مابعد کی طرف کسی حکم کی نسبت کی جائے۔ اسی لئے ضروری ہے کہ الکنّ سے پہلے کوئی ایسا حکم ہو جو پیچھے آنے والے حکم کی نقیض یا ضد ہو جیسے لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ عدمِ ہدایت، ہدایت کی نقیض ہے۔

مَاهٰذَا اَبْيَضُ وَلٰكِنَّهٗ اَسْوَدُ یہ سفید نہیں لیکن سیاہ ہے۔ سفید سیاہ کی ضد ہے۔

۲: ہمیشہ استدراک کے لئے نہیں آتا بلکہ کبھی استدراک کے لئے آتا ہے اور کبھی تاکید کے لئے، ابن ابی الربیع سبتی نے بسیط میں اسی رائے کا اظہار کیا ہے۔ نحویوں کی ایک جماعت کا بھی مسلک ہے۔ اس وقت استدراک کا معنی ہوگا۔ اس خیال کو لٰکِنَّ کے ذریعہ سے دور کرنا جو پہلے کلام سے پیدا ہوا ہو یا ہو سکتا ہو جیسے مَا زَیْدٌ شُجَاعًا وَّ لٰکِنَّہٗ کَرِیْمٌ زید بہادر نہیں ہے لیکن وہ سخی ہے۔ شجاعت اور سخاوت دونوں عموماً ایک شخص میں ساتھ ہی ساتھ ہوتی ہیں۔ اس کلیہ کے ماتحت جب زید سے شجاعت کی نفی کی گئی تو خیال پیدا ہو سکتا تھا کہ شاید زید میں سخاوت کی صفت بھی نہیں ہے۔ اس خیال کو دور کرنے کے لئے لٰکِنَّ کا استعمال کیا گیا۔

تاکید کی مثال جیسے لَوْ جَاءَنِیْ زَیْدٌ لَاَکْرَمْتُہٗ وَلٰکِنَّہٗ لَمْ یَجِیْ اگر زید میرے پاس آتا تو میں اس کی عزت کرتا لیکن وہ نہیں آیا۔ لَوْ خود امتناع کے لئے آتا ہے اس لئے بغیر لٰکِنَّ کے پہلے ہی کلام سے زید کا نہ آنا معلوم ہوگیا۔ لٰکِنَّ نے اس کی تاکید کر دی،

۳: لٰکِنَّ ہمیشہ تاکید کے لئے آتا ہے، استدراک ضمنی اور ذیلی طور پر مترشح ہو جاتا ہے، یہ ابن عصفور کا قول ہے۔ ابن عصفور نے مقرب میں اِنَّ اور لٰکِنَّ کا معنی صرف تاکید لکھا ہے اور مقرب کی شرح میں صراحت کی ہے کہ تاکید کے ساتھ استدراک کا مفہوم آہی جاتا ہے۔

لٰکِنَّ کا اسم کبھی محذوف ہوتا ہے مگر قرآن مجید میں ایسا استعمال نہیں ہے، ایک شاعر کہتا ہے:

فَلَوْ کُنْتَ ضَبِّیًّا عَرَفْتَ قَرَابَتِیْ
وَلٰکِنَّ زَنْجِیٌّ عَظِیْمُ الْمَشَافِرِ

اگر تو خاندان بنی ضبیہ میں سے ہوتا تو میری قرابت کو پہچان لیتا لیکن تو بڑے لبوں والا حبشی ہے یعنی وَلٰکِنَّکَ۔

متنبی نے کہا ہے:

وَمَا کُنْتُ مِمَّنْ یَدْخُلُ الْعِشْقُ قَلْبَہٗ
وَلٰکِنَّ مَنْ یُبْصِرْ جُفُوْنَکِ یَعْشَقٖ

میں ان لوگوں میں سے نہیں تھا جن کے دل میں عشق داخل ہو جاتا ہے لیکن جو تیری آنکھوں کو دیکھتا ہے عاشق ہو ہی جاتا ہے۔

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مَنْ لٰكِنَّ کا اسم ہے مگر ایسا ہو نہیں سکتا کیونکہ مَنْ شرطیہ ہے اس کا ماقبل اس پر عمل نہیں کر سکتا۔

لٰكِنَّ کی خبر پر لام نہیں آتا۔ کوفی علماء جواز کے قائل ہیں، مشہور مصرعہ ہے:

وَ لٰكِنَّنِيْ مِنْ حُبِّهَا لَعَمِيْدٌ

منکرین کی طرف سے جواب دیا جاتا ہے کہ شعر کا قائل معلوم نہیں اس لئے شاہد ناقابلِ اعتماد ہے، اس کے علاوہ کوئی دوسری نظیر نہیں ملتی، اس لئے اس مصرعہ میں لام کو زائد کہا جائے گا۔

لٰكِنَّ کے نون کو کبھی حذف کر دیا جاتا ہے اگرچہ یہ قبیح ہے اور بہت قبیح لیکن آیا ضرور ہے جیسے وَ لَاكِ اسْقِنِيْ إِنْ كَانَ مَاؤُكَ ذَا فَضْلٍ لیکن مجھے پلا دے اگر تیرے پاس پانی بچا ہو۔ پ ۱/۱۲ پ ۲/۶،۸،۱۶،۱۷ پ ۳/۱،۵ پ ۴/۹ پ ۶/۱۵ پ ۷/۴،۱۰ پ ۸/۱ پ ۹/۶،۱۳،۱۴،۱۸ پ ۱۰/۱،۴ پ ۱۱/۱۰،۱۱ پ ۱۲/۲،۱۳،۱۵ پ ۱۳/۲،۴،۱۴ پ ۱۴/۱۱ پ ۱۷/۸ پ ۱۸/۹ پ ۲۰/۲،۴،۹ پ ۲۱/۴،۷ پ ۲۲/۹،۱۰ پ ۲۴/۲،۱۱،۱۲ پ ۲۵/۱۳،۱۵،۱۹ پ ۲۶/۱۲ پ ۲۷/۴ پ ۲۸/۴،۱۳

لٰكِنَّا: اصل میں لٰكِنْ أَنَا تھا تخفیف ہمزہ کے بعد نون کا ادغام ہو گیا۔ لیکن ہیں۔ پ ۱۵/۱۷ پ ۱۶/۱۳ پ ۲۰/۸۔

لٰكِنَّكُمْ: كُمْ لٰكِنَّ کا اسم ہے۔ لیکن تم۔ پ ۲۱/۹ پ ۲۷/۱۸۔

لٰكِنَّهٗ: هٗ لٰكِنَّ کا اسم ہے لیکن وہ۔ پ ۹/۱۲

لٰكِنَّهُمْ: هُمْ لٰكِنَّ کا اسم ہے لیکن وہ سب لوگ۔ پ ۱۰/۱۲۔

لٰكِنِّيْ: ی ضمیر واحد متکلم لٰكِنَّ کا اسم ہے یاء کی مناسبت سے نون کو کسرہ دے دیا۔ لیکن میں۔ پ ۸/۱۵،۱۶ پ ۱۲/۳ پ ۲۶/۳

لٰكِنْ: دو طرح کا ہے:

۱۔ مشدد سے مخفف بنایا ہوا اصلِ وضع میں لٰكِنَّ تھا تخفیفاً لٰكِنْ کر دیا گیا یہ حرفِ ابتداء ہے عامل نہیں، اسی لئے اسم پر بھی داخل ہوتا ہے اور فعل پر بھی جیسے لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اور وَ لٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا۔ اخفش اور یونس اس کو عامل قرار دیتے ہیں۔

۲۔ اصل وضع ہی میں لٰكِنْ تھا اگر اس کے بعد جملہ آئے گا تو اس کو حرفِ ابتداء سمجھا جائیگا جس کا فائدہ صرف استدراک ہوگا عاطفہ نہیں قرار دیا

جائیگا اسی لئے واؤ عاطفہ کے ساتھ آسکتا ہے جیسے وَ لٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِيْنَ بغیر واؤ کے بھی آتا ہے جیسے لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا - زہیر بن ابی سلمیٰ مازنی کا شعر ہے:

إِنَّ ابْنَ وَرْقَاءَ لَا تُخْشَى بَوَادِرُهُ
لٰكِنْ وَقَائِعُهُ فِي الْحَرْبِ تُنْتَظَرُ

ابن ورقاء کے اچانک حملوں کا کچھ اندیشہ نہیں کیا جاتا لیکن اس کے حملوں کا لڑائی میں تو انتظار کیا جاتا ہے۔ ابن ابی الربیع مؤلف بسیط کا قول ہے (صورت مذکورہ میں) جب لٰکن واؤ کے ساتھ آتا ہے تو عطف کے لئے آتا ہے، جملہ کا جملہ پر عطف ہو جاتا ہے سیبویہ کا بھی ظاہر قول یہی ہے۔

اگر لٰکن کے بعد جملہ نہ ہو مفرد ہو تو دو شرطوں کے ساتھ عاطفہ ہوگا ایک یہ کہ اس سے پہلے نفی یا نہی ہو، اثبات نہ ہو، کوفیوں کے نزدیک یہ شرط نہیں ہے، دوسری شرط یہ ہے کہ لٰکن کے ساتھ واؤ نہ ہو، فارسی و اکثر نحویوں نے یہ دونوں شرطیں بیان کی ہیں۔

بعض لوگوں کا قول ہے کہ مفرد پر لٰکن بغیر واؤ کے آتا ہی نہیں ہے مگر یہ غلط ہے

اگر لٰکن مفرد پر داخل ہو اور واؤ بھی ہو جیسے مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ تو ایسی صورت میں یونس کے نزدیک لٰکن عاطفہ نہیں واؤ عاطفہ ہے، مفرد کا مفرد پر عطف ہے۔

ابن مالک نے کہا واو عاطفہ ہے لیکن معطوف علیہ بھی جملہ ہے اور معطوف بھی جملہ ہے معطوف کا پہلا جز حذف کر دیا گیا ہے یعنی وَلٰكِنْ كَانَ رَسُوْلَ اللّٰهِ تھا، کانَ کو حذف کر دیا گیا۔

ابن عصفور کی رائے میں لٰکن عاطفہ ہے اور واؤ زائد ہے لزوماً۔ ابن کیسان کا خیال ہے کہ لٰکن عاطفہ ہے اور واؤ زائد ہے لیکن بغیر لزوم کے۔

(نوٹ) یاد رکھو کہ لٰکن کو جب بعد والے لفظ سے ملایا جائیگا تو نون کا سکون کسرہ سے بدل جائیگا اور نہ ملایا جائیگا تو لٰکن نون کے سکون کے ساتھ ہی پڑھا جائیگا۔

۱/۲،۶ — ۲/۳،۱۲،۱۴ — ۳/۳،۱۵،۱۹ — ۴/۳،۱۱ — ۵/۴
۶/۲،۳،۹،۱۱ — ۷/۲،۱۱،۱۴ — ۸/۱۱،۱۷ — ۹/۲،۷،۱۰
۱۰/۱،۴،۱۲،۱۳،۱۵،۱۷ — ۱۱/۹،۱۹ — ۱۲/۹ — ۱۴/۱۰،۱۴،۱۹،۲۰،۲۱ — ۱۵/۵
۱۶/۵ — ۱۷/۱۲،۱۳ — ۱۸/۱۷ — ۲۰/۸،۱۶ — ۲۱/۴،۱۷ — ۲۲/۲،۴،۱۷ — ۲۳/۱۶ — ۲۴/۵
۲۵/۲،۴،۶،۱۳ — ۲۶/۵،۱۴،۱۶ — ۲۷/۱۶۔

لِمَ : یہ لفظ مرکب ہے لامِ تعلیل اور ما استفہامیہ سے، ما کے الف کو تخفیفاً ساقط کر دیا گیا ہے، کیوں؟ کس لئے؟ کس وجہ سے۔ ۳/۱۵ ۲/۱ ۵/۸
۹/۱۱ ۱۰/۱۳ ۱۶/۱۱،۶ ۱۹/۱۹ ۲۲/۱۷ ۲۸/۱۱،۹

لَمْ : حرفِ جازم ہے فعلِ مضارع پر داخل ہوتا ہے، اگر آخر میں حرفِ علت ہو تو ساقط کر دیتا ہے، نہ ہو تو صرف سکون دیتا ہے، مضارع مثبت کو منفی ماضی کے معنے میں کر دیتا ہے جیسے لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ۔

ضرورتِ شعری کی بنا پر کبھی جزم نہیں بھی دیتا ، مضارع کو اصلی حالت پر چھوڑ دیتا ہے جیسے :

لَوْلَا فَوَارِسُ مِنْ نُعْمٍ وَاُسْرَتِهِمْ
یَوْمَ الصُّلَیْفَاءِ لَمْ یُوْفُوْنَ بِالْجَارِ

اگر صلیفاء کی لڑائی میں قبیلہ نعم کے شہسوار اور ان کی جماعت نہ ہوتی تو وہ پناہ گیر کی امداد کے وعدے کو پورا نہ کرتے۔ ابنِ مالک نے کہا بعض قبائل کی زبان ہی ہے وہ لَمْ کو جازم نہیں کہتے نہ لَمْ کی وجہ سے مضارع کو مجزوم کرتے ہیں، شعر مذکور میں ضرورتِ شعری عدمِ جزم کی علت نہیں ہے۔

لحیانی کا قول ہے کہ بعض عرب لَمْ کو بطور ناصب استعمال کرتے ہیں جیسے قراءت شاذ میں اَلَمْ نَشْرَحَ یا جیسے کہ حارث بن منذر جرمی کا رجز ہے :

فِیْ اَیِّ یَوْمَیَّ اَفِرّ
اَیَوْمَ لَمْ یُقْدَرَ اَمْ یَوْمَ قُدِرَ

دونوں میں سے کس دن موت سے بھاگوں کیا اس روز (موت سے بھاگوں) جبکہ موت مقدر کر دی گئی یا اس روز (موت سے بھاگوں) جبکہ موت کا حکم ہی نہیں ہوا یعنی موت کے ڈر سے بھاگنا بے سود ہے، تقدیر میں موت نہیں تو نہیں آسکتی اور ہے تو ضرور آ کر رہیگی بھاگنا بیکار ہے۔

لَمْ اور اس کے معمول کے درمیان کبھی ضرورت کی وجہ سے فصل بھی کر دیا جاتا ہے، فصل ظرف کے ذریعے ہو جیسے ذوالرمہ کا شعر ہے ؎

فَاَضْحَتْ مَغَانِیْهَا قِفَارًا رُسُوْمُهَا
کَاَنْ لَمْ سِوَی اَهْلٍ مِنَ الْوَحْشِ تُؤْهَلِ

محبوبہ کے مکانوں کے نشان بھی ویران ہو گئے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صحرائی جانوروں کی آبادی کے علاوہ وہ آباد ہی نہ تھے یا ایسے اسم کے ذریعے

فصل ہو جو فعل محذوف کا معمول ہو اور بعد کو ذکر ہونے والا فعل اس محذوف فعل کی تفسیر کر رہا ہو جیسے ؎

ظَنَنْتُ فَقِيْرًا ذَا غِنًى ثُمَّ نِلْتُهُ
فَلَمْ ذَا رَجَاءٍ اَلْقَهُ غَيْرَ وَاهِبِ

میں نے مفلسی کی حالت میں اس کو دولتمند خیال کیا اور پھر اس کو مقام امید پایا، نہ دینے والا نہیں پایا۔ فَلَمْ اور اَلْقَهُ کے درمیان ذا رجاءٍ واقع ہے اور اس سے پہلے فَلَمْ کے بعد اَلْقَهُ محذوف ہے۔

لَمَّا: حرف جازم ہے لَمْ کی طرح فعل مضارع پر داخل ہوتا اور اس کو جزم دیتا ہے اور مضارع کو ماضی منفی کے معنی میں کر دیتا ہے جیسے وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا، لَمْ اور لَمَّا کے درمیان بوجوہ ذیل فرق کیا جا سکتا ہے۔

۱ لَمْ حرف شرط کے ساتھ آسکتا ہے جیسے فَاِنْ لَمْ تَفْعَلُوْا، وَاِنْ لَمْ يَنْتَهُوْا لیکن لَمَّا نہیں آسکتا۔

۲ لَمَّا سے جس نفی کا حصول ہوتا ہے وہ زمانۂ حال تک ممتد، مسلسل اور مستمر ہوتی ہے جیسے آیتِ مذکورہ اور شاس عبدی ممزق کا یہ شعر ؎

فَاِنْ كُنْتُ مَاْكُوْلًا فَكُنْ خَيْرَ اٰكِلٍ
وَاِلَّا فَاَدْرِكْنِيْ وَلَمَّا اُمَزَّقِ

اگر مجھے خوراک ہی بننا ہے تو تو ہی بہتر کھانے والا بن جا (تو ہی مجھے کھالے، دوسروں کو نہ کھلا) ورنہ میری مدد کو پہنچ (اس سے پہلے کہ میرے ٹکڑے کردئے جائیں) ابھی تک تو میرا انکا بوٹی نہیں کیا گیا ہے۔

لَمْ سے جس نفی کا حصول ہوتا ہے اس کا تسلسل اور اتصال کبھی تو حال تک ہوتا ہے جیسے وَلَمْ اَكُنْ بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا اے میرے رب ابھی تک تجھے پکار کر میں نامراد نہیں رہا، کبھی حال سے پہلے نفی کا انقطاع ہو جاتا ہے جیسے لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَذْكُوْرًا پہلے وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا (بالکل معدوم تھا اب موجود ہوگیا) ابن مالک نے نفی منقطع کی مثال میں یہ شعر پیش کیا ہے ؎

وَكُنْتَ اِذْ كُنْتَ اِلٰهِيْ وَحْدَكَا
لَمْ يَكُنْ شَيْءٌ اِلٰهِيْ قَبْلَكَا

میرے معبود تو جب سے تھا اکیلا تھا

الٰہی تجھ سے پہلے کوئی چیز نہ تھی۔

ابنِ مالک کی یہ سخت غلطی ہے، اس شعر میں نفی کا انقطاع نہیں اتصال ہے، ابنِ مالک کے بیٹے نے تسہیل میں باپ کی غلط تائید کی ہے۔

۳ لَمَّا سے حاصل شدہ نفی ماضی قریب میں ہوتی ہے اور لَمْ سے حاصل شدہ نفی ماضی مطلق میں خواہ بعید ہو یا قریب، اسی لئے لَمْ يَكُنْ زَيْدٌ فِي الْعَامِ الْمَاضِيْ مُقِيْمًا۔ زید گذشتہ سال مقیم نہ تھا صحیح ہے لیکن لمّا کا استعمال اس جگہ صحیح نہیں کیونکہ سالِ گذشتہ ماضی بعید ہے ماضی قریب نہیں۔

۴ لَمَّا سے جس چیز کی نفی ہوتی ہے، آئندہ اس کے موجود ہونے کی توقع ہوتی ہے یعنی ماضی منفی کا مستقبل میں متوقع الثبوت ہونا ضروری ہے جیسے بَلْ لَمَّا يَذُوْقُوْا الْعَذَابَ بلکہ انہوں نے ابھی تک عذاب کا مزہ نہیں چکھا یعنی آئندہ چکھنے کی یقینی توقع ہے، لَمْ میں یہ شرط نہیں ہے اسی لئے آیت وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ کی تفسیر میں زمخشری نے لکھا ہے کہ آیت میں نفی ماضی و حال کی صراحت ہے لیکن مستقبل کی توقع ہے یعنی آئندہ ایمان لانے کی توقع دلائی گئی ہے چنانچہ وہ لوگ آئندہ پختہ عقیدہ والے مومن ہو گئے (کشاف)

۵ لَمَّا کا مدخول جائز الحذف ہے لیکن لَمْ کا حال ایسا نہیں جیسے ؎

فَجِئْتُ قُبُوْرَهُمْ بَدْءًا وَلَمَّا فَنَادَيْتُ الْقُبُوْرَ فَلَمْ يُجِبْنَهْ

یعنی وَلَمَّا اَكُنْ۔

میں ان کی قبروں پر سردارِ قوم ہونے کی حالت میں پہنچا اور اس سے پہلے میں سردار ہوا ہی نہ تھا۔ میں نے قبروں کو پکارا لیکن انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

لَمَّا: (جب) حرفِ شرط ہے یا حرف وجود لوجود یا حرف وجوب لوجوب، ماضی کے دو جملوں پر آتا ہے شرط و جزاء، ابنِ سراج، ابنِ جنی اور فارسی وغیرہ کا قول ہے کہ لَمَّا حرفِ شرط نہیں بلکہ اسم ظرف ہے حِيْنَ کا ہم معنی، ابنِ مالک نے کہا لَمَّا اِذْ کی طرح ہوتا ہے، اِذْ کا مدخول بھی جملہ ماضیہ ہوتا ہے اور لَمَّا کا بھی۔

لمّا کی جزاء کا فعل ماضی ہونا بالاتفاق صحیح ہے بلکہ جمہور کے نزدیک شرط ہے جیسے فَلَمَّا نَجّٰکُمْ اِلَی الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ جب اس نے بچا کر تم کو خشکی تک پہنچا دیا تو تم نے روگردانی کر لی۔

ابن مالک کہتا ہے لمّا کی جزاء کے مقام میں کبھی ایسا جملہ اسمیہ واقع ہوتا ہے جس کا آغاز اِذَا مفاجاتیہ سے ہوتا ہے جیسے فَلَمَّا نَجّٰھُمْ اِلَی الْبَرِّ اِذَا ھُمْ یُشْرِکُوْنَ جب ان کو بچا کر خشکی تک پہنچا دیا تو ایک دم وہ شرک کرنے لگے، یا اس کے شروع میں فاء ہوتی ہے جیسے فَلَمَّا نَجّٰھُمْ اِلَی الْبَرِّ فَمِنْھُمْ مُّقْتَصِدٌ جب ان کو بچا کر خشکی تک پہنچا دیا تو ان میں سے کچھ لوگ سیدھی چال پر رہے۔

ابن عصفور نے صراحت کی ہے کہ لَمَّا کی جزاء میں کبھی فعل مضارع آتا ہے جیسے فَلَمَّا ذَھَبَ عَنْ اِبْرٰھِیْمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْہُ الْبُشْرٰی یُجَادِلُنَا جب ابراہیم کے دل سے خوف جاتا رہا اور خوشخبری پہنچ گئی تو ہمارے فرشتوں سے (قوم لوط کے بارے میں) جھگڑنے لگے۔

ایک معمّے کا حل

ایک شعر ہے ؎

اَقُوْلُ لِعَبْدِ اللّٰہِ لَمَّا سَقَاءُنَا
وَنَحْنُ بِوَادِیْ عَبْدِ شَمْسٍ وَّ ھَاشِمِ

اس شعر میں فعل شرط و جزاء کہاں ہے۔

وَھَا فعل ماضی ہے (وَھْیٌ سے) شِمْ امر حاضر ہے لَمَّا اور سَقَاؤُنَا کے درمیان وَھَا فعل ماضی محذوف ہے شاعر کہتا ہے جب ہم عبد شمس کی وادی میں تھے اور ہماری مشک کمزور ہو گئی تھی یا گر پڑی تھی تو میں نے عبداللہ سے کہا بجلی کی طرف دیکھ (کیا بارش ہونیوالی ہے)

لَمَّا: (لَمَّا) استثنائیہ بھی آتا ہے اِلَّا کا ہم معنی، جیسے اِنْ کُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَیْھَا حَافِظٌ کوئی نفس ایسا نہیں کہ اس (کے اعمال) کا نگراں (فرشتہ) نہ ہو۔ ہم نے یہ ترجمہ لمّا نافیہ کا کیا ہے جیسا کہ بعض لوگ اسجگہ قائل ہیں، محل استثناء کے لحاظ سے ترجمہ اسطرح ہوگا کوئی نفس نہیں مگر اس پر نگراں (فرشتہ) مامور ہے، بعض قراءتوں میں اس آیت میں اِنْ کی جگہ اِنَّ آیا ہے (والبسط فی المطولات)

اِنَّ ہونے کی صورت میں ابنِ حاجب نے آیتِ مذکورہ میں لَمَّا کو جازمہ نافیہ قرار دیا ہے یعنی لَمَّا یُھْمَلُوْا لَمَّا یُتْرَکُوْا اور عَلَیْھَا حَافِظٌ الگ جملہ ہے، بے شک کسی نفس کو بیکار (بلا حسابِ اعمال) نہیں چھوڑا گیا، ابن ہاشم نے مغنی اللبیب میں لکھا ہے کہ فعل محذوف یُوَفَّوْا اَعْمَالَھُمْ ہے یعنی کسی نفس کو بغیر تکمیلِ اعمال کے نہیں چھوڑا گیا۔

کیا لَمَّا مرکب ہے

بعض لوگ قائل ہیں کہ لَمًّا مصدر ہے، اصل میں لَمًّا تھا اور لَمًّا کا معنی ہے جَمْعًا، تنوین گرا دی گئی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ لَمَّا بروزن فَعْلٰی صفت کا صیغہ ہے لَمٌّ سے جمع کرنے والا۔ رسم خط کے لحاظ سے لَمّٰی لکھنا چاہئے تھا لیکن ی کو بصورت الف لکھا جاتا ہے۔

بعض مین میخ نکالنے والے کہتے ہیں کہ لَمَّا کی اصل لَ مَنْ مَا تھی، نون گرا کر میم کو ادغام کر دیا۔

ایک چھان بین کے ماہر قائل ہیں کہ لَمَّا اصل میں لَنْ مَا تھا، ایک شاعر کا شعر ہے ؎

لَمَّا رَاَیْتُ اَبَا یَزِیْدَ مُقَاتِلًا
اَدَعَ الْقِتَالَ وَاَشْھَدَ الْھَیْجَاءَ

استشہاد غلط ہے حقیقت میں یہ ایک معمّٰی اور لغز ہے، لَمَّا اصل میں لَنْ مَا ضرور تھا لیکن مَا بمعنے مادام ہے اور لَنْ کا معمول اَدَعَ ہے اور اشہد سے پہلے اَنْ مصدریہ محذوف ہے جس کا عطف القتال پر ہے، شاعر کہتا ہے جبکہ میں نے ابو یزید کو لڑتے ہوئے دیکھ لیا تو اب میں لڑائی اور لڑائی میں حاضر ہونے کو ترک نہیں کر سکتا۔

لَمَّا نافیہ مندرجہ آیات میں آیا ہے:

پ۱/۱۰، پ۵/۱۴، پ۸/۲۰، پ۹/۱۱، پ۱۰/۲۳، پ۱۴/۲۶، پ۱۱/۲۸، پ۵/۳۰۔

لَمَّا شرطیہ حسبِ ذیل مقامات میں مستعمل ہے:

پ۱/۲،۱۱، پ۲/۱۶،۱۷، پ۳/۳،۱۲،۱۳، پ۴/۸، پ۵/۸، پ۷/۶،۷،۱۱،۱۵

پ۸/۹، پ۹/۴،۶،۷،۸،۹،۱۱،۱۴، پ۱۰/۲،۱۶، پ۱۱/۳،۷،۸،۱۱

پ۱۱/۱۳،۱۵، پ۱۲/۵،۶،۷،۸،۹،۱۲،۱۳،۱۴،۱۷، پ۱۳/۱،۲،۳،۴

پ۱۳/۵،۱۶، پ۱۴/۵، پ۱۵/۷،۲۰،۲۱، پ۱۶/۶، پ۱۷/۲، پ۱۹/۲،۶

پ۱۹/۷،۸،۱۶،۱۸، پ۲۰/۵،۶،۷،۸،۱۶، پ۲۱/۳،۱۳،۱۶،۱۹

پ۲۲/۲،۸،۱۰،۱۷، پ۲۳/۷، پ۲۴/۸،۱۲،۱۴،۱۹، پ۲۵/۶،۱۱،۱۲

پ ۲۶ (۱، ۳، ۱۴، ۱۵) پ ۲۸ (۵، ۹، ۱۹) پ ۲۹ (۲، ۳، ۴، ۵، ۱۱)

مندرجہ ذیل آیات میں لَمَّا مختلف فیہ ہے:

پ ۱۲/۱۰ پ ۲۳/۱ پ ۲۵/۹ پ ۳۰/۱۱

پ ۱۲/۱۰ میں آیت اِنَّ کُلًّا لَّمَّا لَیُوَفِّیَنَّھُمْ آئی ہے، اگر اِنَّ کو مشدد پڑھا جائیگا تو لَمَا تخفیفِ میم کے ساتھ ہوگا، لام تمہیدِ قسم کے لئے اور مَا زائد، بیشک ضرور ضرور ہر ایک کو اس کے اعمال کا بدلہ اللہ دیگا، اگر اِن کو تخفیف نون کے ساتھ نافیہ کہا جائے تو لَمَّا تشدیدِ میم کے ساتھ استثنائیہ ہوگا، نہیں ہے کوئی مگر اللہ اس کے اعمال کا ضرور بدلہ دے گا۔

پ ۲۳/۱ کے آخر میں آیت وَاِنْ کُلٌّ لَّمَّا جَمِیْعٌ آئی ہے، اس میں بھی اگر اِن کو نافیہ کہا جائے تو لَمَّا استثنائیہ ہوگا، نہیں ہے سب مخلوق مگر جمع کی جائیگی اور اگر اِنْ کو اِنَّ کا مخفف کہا جائے تو کُلٌّ مبتدا ہوگا، لَمَا میں مَا زائد اور لام اِنْ مخففہ کی امتیازی علامت کے طور پہ مانا جائے گا۔ بیشک سب کے سب ضرور جمع کئے جائیں گے۔

پ ۲۵/۹ کے آخر میں آیت وَاِنْ کُلُّ ذٰلِکَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا ہے، اس میں بھی آیت پ ۲۳/۱ کی طرح دونوں قرائتیں اور تفسیریں ہیں، اِنْ نافیہ ہوگا تو لَمَّا استثنائیہ نہیں ہے یہ سب، مگر دنیوی زندگی کا سامان، اور اِنْ مخففہ ہوگا تو لَمَا میں مَا زائد اور لام اِنْ مخففہ کی امتیازی علامت، بلشبہ یہ سب دنیوی زندگی کا سامان ہے، پ ۳۰/۱۱ کی آیت اِنْ کُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَیْھَا حَافِظٌ میں بھی یہی تفسیر اور قراءت ہے۔

لَمًّا: مصدر لَمَّ ماضی یَلُمُّ مضارع (بابِ نَصَرَ) اپنا اور دوسروں کا حصہ کھا لینا، ابوعبیدہ نے کہا لَمَمْتُ اَجْمَعُ کا معنی ہے میں نے سب سمیٹ لیا۔ لَمٌّ کا معنی جمع کرنا اور درست کرنا بھی ہے محاورہ ہے لَمَّ اللّٰہُ شَعَثَہٗ اللہ اس کی پریشانی ٹھیک کردے، درست کردے، جمع کردے، آیت میں اول معنی مراد ہے کیونکہ وہ لوگ بچوں اور عورتوں کو میراث کا حصہ نہیں دیتے تھے ان کا حصہ بھی اپنے حصہ کے ساتھ ملا کر کھا جاتے تھے آیت اگرچہ مکی ہے اور مکہ میں میراثی حصوں کی تعیین نہیں ہوئی تھی لیکن حضرت اسماعیل علیہ السلام کے زمانہ سے بطور تعامل عورتوں اور بچوں کو شریک

میراث قرار دیا جاتا تھا پر خائن لوگ ان بے
زبانوں کو کچھ نہیں دیتے تھے (صاوی و حلی
مع تغییر) ۳۰/۱۴

اَللَّمَمَ: چھوٹے گناہ (عن ابی ہریرۃ فی احدی
الروایتین) حضرتِ ابن عباس، حسن بصری اور
حضرتِ ابوہریرہ (فی روایۃ ثانیہ) سے مروی
ہے کہ لَمَم بھی کبیرہ گناہ ہیں، مراد یہ ہے کہ
وہ تمام کبائر سے بچتے ہیں، ہاں کبیرہ بہت
کم تعداد میں ان سے صادر ہو جاتے ہیں، وہ
بھی اس طرح کہ اگر اتفاق سے کوئی کبیرہ حقیر مقدار
میں ان سے صادر ہو جاتا ہے تو فوراً توبہ کر لیتے
ہیں۔ (درِ منثور)

لغوی کتب کی شہادت مؤخر الذکر
معنی کے خلاف ہے، نیز اس لفظ کے
مادہ میں کبر اور عظمت کا مفہوم ہے،
حضرتِ ابوسعید خدری نے فرمایا جیسے (غیر
محرم کی طرف) نظر کرنا، بوسہ لینا، چھونا، آنکھ
سے اشارہ کرنا۔ (معجم) ۲۷/۶

لُمْتُنَّنِیْ: لُمْتُنَّ بروزن قُلْتُنَّ جمع مؤنث
حاضر ماضی معروف، نِی مفعول، مادہ لَوْمٌ (باب
نصر) تم عورتوں نے مجھے ملامت کی (دیکھو لائم)

لَوْمَةَ: مصدر منصوب و اسم مصدر، ملامت
کرنا، ملامت (دیکھو لائم) ۶/۱۲

لُوْمُوْا: جمع مذکر حاضر امر معروف، بروزن
قُوْلُوْا، لَوْمٌ مادہ، ملامت کرو، برا کہو،
(دیکھو لائم)

لَمْحٌ: اسم مصدر و مصدر، نظر کی چوری، نظر
چرا کر دیکھنا، پلک جھپکنا۔ لَاُرِیَنَّکَ لَمْحًا بَاصِرًا
میں تجھے ضرور واضح بتاؤں گا، لَمْحَۃٌ نظر کی چوری،
جھپکر دیکھنا۔ بجلی کی جھپک، رَاَیْتُہٗ لَمْحَۃَ بَرْقٍ
میں نے اس کو بجلی کی جھپک کی طرح دیکھا۔
مشابہت فِیْہِ لَمْحَۃٌ مِّنْ اَبِیْہِ، اس میں اپنے
باپ کی مشابہت ہے۔ مَلَامِحُ علاماتِ حسن
نمایاں اور مشابہت، مَلَامِحُ اَبِیْہِ، باپ کی
مشابہت، لَامِعٌ، لَمُوْحٌ، لَمَّاحٌ چمکدار، اَلْمَحُ
بہت زیادہ چور نظر، لَمَحَ اِلَیْہِ (فتح) اس کی طرف
دزدیدہ نظر سے دیکھا۔ لَمَحَ الْبَرْقُ لَمْحًا و لَمَحَانًا و
تَلْمَاحًا، بجلی چمکی، جھپکی۔ ۲۷/۱۰

لُمَزَۃٍ: صیغہ صفت برائے مبالغہ، عیب
چیں یا پس پشت برائی کرنے والا، لَمَّاز کا بھی
یہی معنی ہے۔ لَمْزٌ کا معنی ہے طعن کرنا، چھونا مارنا
اور آنکھ سے بطورِ طنز اشارہ کرنا (دیکھو تلمزوا)

۳۰/۲۹

لَمَسْنَا: جمع متکلم ماضی معروف، لَمْسٌ مصدر ہم نے ٹٹولا، ہم نے ڈھونڈا، قصد کیا (راغب) دیکھو لَامَسْتُمْ۔ ۲۹/۱۱

لَمَسُوْا: جمع مذکر غائب ماضی معروف، لَمْسٌ مصدر، وہ چھو لیتے۔ ہاتھوں سے چھو کر دیکھ لیتے۔ پ ۷

لِنْتَ: واحد مذکر حاضر ماضی معروف، لِيْنٌ مصدر (باب ضرب) تم نرمی کرتے ہو، تم نرم مزاج ہو، خوش خو ہو۔ لَيِّنٌ، لَيْنٌ صیغہ صفت، نرم، لَيِّنُوْنَ اور اَلْيِنَاءُ جمع، هَيْنٌ، لَيْنٌ سست، نرم، ڈھیلا، تھوڑی چیز، لَانَ لِيْنًا ولَيَانًا ولِيْنَةً، وہ نرم ہوا، نرم مزاج ہوا، (ضرب) ۴/۸

لَوَّاحَةٌ: صیغہ مبالغہ، لَوْحٌ مادہ، لَوْحٌ پیاس کی شدت، تختہ، ظہور، لُوْحٌ زمین آسمان کے درمیان ہوا۔ تَلْوِيْحٌ رنگ بگاڑ دینا، گرمی سے سوختہ کر دینا۔ جھلسا دینا۔ حسن بصری اور ابن کیسان نے آیت کا ترجمہ کیا ہے دوزخ لوگوں کے سامنے نمایاں ہوگی، ظاہر ہوگی۔ اس وقت لَوَّاحَةٌ کا معنی ہوگا ظاہر اور لَوْحٌ کا معنی ظہور اور لبشر کا معنی آدمی، جمہور کے نزدیک لَوَّاحَةٌ کا ترجمہ ہے رنگ بگاڑ دینے والا، گرمی کی وجہ سے جھلسا دینے والا، اور لبشر (بَشَرَۃٌ کی جمع) کا ترجمہ ہوگا کھال کی بیرونی سطح (کبیر، کشاف، خازن) ۲۹/۱۵

لِوَاذًا: امام راغب نے لکھا ہے کہ لِوَاذٌ (اور مُلَاوَذَةٌ) لَاوَذَ کے مصدر ہیں، باہم ایک دوسرے کی آڑ لینا اور پناہ لینے کو کہتے ہیں۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ باہم ایک دوسرے کی آڑ میں ایک کے بعد ایک چپکے سے سرک جاتا ہے۔ راغب نے یہ بھی لکھا ہے کہ مجرد کا مصدر لِيَاذٌ آئیگا لِوَاذٌ نہیں آئیگا۔ لیکن صاحب قاموس، منتہی الارب اور اقرب الموارد نے لکھا ہے کہ لَوْذٌ کا معنی ہے کسی چیز کی پناہ لینا، آڑ لیکر چھپنا۔ لِوَاذٌ اور لِيَاذٌ کا بھی یہی معنی ہے، لَاذَ بِہٖ لَوْذًا و لِوَاذًا لِيَاذًا سب کا ایک ہی معنی ہے یعنی اس کی آڑ لی، اسی سے مَلَاذٌ اور مَلْوَذَةٌ بنا ہے جس کا معنی ہے جائے پناہ، اس صورت میں آیت کا ترجمہ ہوگا آڑ لیکر چپکے سے سرک جاتے ہیں، اکثر مفسرین نے راغب کے قول کی تائید کی ہے۔ ۱۸/۱۵

لَوَاقِحَ: جمع لَاقِحٌ اور لَاقِحَۃٌ مفرد، باردار، حاملہ، یعنی وہ ہوائیں جو پانی سے بھرے ہوئے ابر کو بطور حمل کے اٹھاتی ہیں (مدارک)۔ لَقْحٌ اور لَقَاحٌ متعدی نہیں لازم ہے۔ لَقِحَتِ النَّاقَۃُ (سمع) اونٹنی حاملہ ہوگئی۔ لَقِحَتِ الشَّجَرَۃُ درخت باردار ہوگیا، اس لئے لَوَاقِح کا معنی ہوگا باردار وہ ہوائیں جو پانی سے بھرے ہوئے ابر کو اٹھائے ہوں۔ مَلَاقِیْحُ (مُلْقِحَۃٌ کی جمع) کا بھی یہی معنی ہے (راغب)

صاحب منتہی الارب نے لکھا ہے لَوَاقِحُ حاملہ کرنیوالی ہوائیں یعنی لواقح کو متعدی قرار دیا ہے اور صراحت کی ہے کہ لواقح لاقح کی جمع ہے ورنہ در ہے، مُلْقِحَۃٌ ہونا چاہیئے، رِیحٌ مُلْقِحَۃٌ کہا جاتا ہے۔ صاحب منتہی الارب کی یہ صراحت غلط ہے، ہوا حاملہ نہیں کرتی، پھر لَاقِحَۃٌ کو مُلْقِحَۃٌ کے معنے کے لئے قرار دینے کی ضرورت ہی کیا ہے، ہوا کو حاملہ کرنیوالا کیوں سمجھ لیا جائے ہوا تو خود حاملہ ہوتی ہے پانی سے بھرے ہوئے ابر کو اٹھاتی ہے۔ لقاح کا معنی نطفہ ہے یعنی پانی۔ تعجب ہے کہ تمام اہل لغت نے مجرد کو لازم لکھا ہے، خود صاحب منتہی الارب نے لَقْحٌ کو لازم ہی کہا ہے، پھر لواقح کا معنی حاملہ کرنیوالی ہوائیں کیسے ہوگیا؟ ہاں یہ ممکن ہے کہ مزید کو مجرد کا ہم معنی قرار دیدیا جائے کیونکہ اِلْقَاحٌ کا ترجمہ اگرچہ حاملہ کرنا ہے لیکن باب افعال کی خاصیات میں سے صاحب ماخذ ہونے کی بھی ایک خاصیت ہے اس لئے مُلْقِحَۃٌ کا معنی صاحب لقاح یعنی حاملہ ہو سکتا ہے اسی وجہ سے راغب نے مَلَاقِحُ کو لَوَاقِحُ کے معنی میں کہا ہے۔ پ

اَللَّوَّامَۃ: صیغہ مبالغہ مؤنث، لَوَّامٌ مذکر بہت ملامت کرنیوالا۔ حسن بصری کے نزدیک نفس مومن مراد ہے جو ہمیشہ اپنے آپکو ملامت کرتا ہے خواہ کتنی ہی نیکی کرے کہتا ہے اس سے زیادہ کیوں نہ کی۔ محلی نے اس قول کو پسند کیا ہے مقاتل نے کہا کافر مراد ہے جو قیامت کے دن اپنے آپ کو ملامت کرے گا کہ دنیا میں کیوں ایمان وخیر کی طرف مائل نہیں ہوا۔ قتادہ اور مجاہد کا بھی یہی قول ہے، فراء نے کہا قیامت کے دن ہر شخص نیک ہو یا بد اپنے نفس کو ملامت کریگا، بدکار کہیگا میں نے بدی کیوں کی؟ نیک کہیگا میں نے نیکی زیادہ کیوں نہیں کی؟ سعید بن جبیر

اور عکرمہ کے کلام سے مترشح ہوتا ہے کہ نیک ہو یا بد، مومن ہو یا کافر، آیت میں ہر شخص مراد ہے کیونکہ کسی شخص کو نہ سکھ پر قرار ہے نہ دکھ پر، خیر ہو یا شر، ہر شخص اپنے کو برا کہتا ہی رہتا ہے۔

(جلالین و معالم وغیرہ) پ ۲۹

لَوح : مفرد، الواح جمع، کشتی کا تختہ، ہر تختہ لکھنے کی چوڑی تختی کسی چیز کی ہو، لوحِ محفوظ جس کو ام الکتاب بھی کہا گیا ہے کیا ہے؟ کیسی ہے؟ اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ حضرت ابنِ عباس، مجاہد اور مقاتل وغیرہم سے کچھ اقوال ناقابلِ فہم مروی ہیں جو معالم، کبیر اور تفسیر ابنِ کثیر میں موجود ہیں، نقل کرنا موجب طول اور لاطائل ہے، بس مراد اللہ کی علمی کتاب ہے جس میں ہر چیز موجود ہے سابق و لاحق، حاضر و غائب کوئی ذرہ اس سے پوشیدہ نہیں جس طرح لوح اپنی تحریر کو ظاہر کر دیتی ہے، واقعات گزر جاتے ہیں، لوح پر تحریر باقی رہتی ہے اور اپنے مضمون کو ظاہر کرتی رہتی ہے، لوح کا معنی ہی ظہور ہیں، اسی مناسبت سے شاید اللہ کے صحیفۂ علمی کو لوح کہا جاتا ہے جو کمی بیشی اور بقول بغوی شیاطین کی دسترس (اور بقول محققین مخلوق کی علمی رسائی) سے محفوظ ہے۔ پ ۳۰

لُوط : حضرتِ ابراہیم کے بھائی ہاران کے بیٹے کا نام لوط تھا جو پیغمبر تھے، معالم، جلالین، خازن اور عموماً کتب لغت میں یہی صراحت ہے، آپ کو بحر مردار کی ساحلی بستیوں کی ہدایت کے لئے بھیجا گیا تھا جن میں سب سے بڑی بستی سدوم تھی، عموماً لوگ لواطت، رہزنی اور ناپ تول کی کمی میں مبتلا تھے، لوگوں نے تصدیق نہ کی، ایمان نہ لائے، سرکشی کی حجت تمام ہوگئی عذابِ الٰہی نازل ہوا، آبادیوں کو الٹ دیا گیا، اوپر سے نوکیلے کنکروں کی بارش ہوئی، حضرت لوط کی بیوی بھی بدکیش تھی، وہ بھی ماری گئی، اہلِ حق بچا لئے گئے۔

عربی میں لوط بالضم تو اسی معنی میں مستعمل ہے اور منصرف ہے لیکن لَوطٌ اور بعض دوسرے الفاظ اسی مادہ سے مشتق، مختلف معانی کے لئے مستعمل ہیں مثلاً لَوط چادر کو کہتے ہیں، سود کو کہتے ہیں، دلچسپ پیر کو کہتے ہیں، اس شخص کو بھی کہتے ہیں جو پھرتیلا ہو ہر کام میں ہاتھ ڈال دے۔ لیاطٌ سُودٌ، لاطَ الحوضَ، ورلاطَ

بالموعن (نصر) حوعن پر کہگل کی لَاطَ الشَّیْئَ بِقَلْبِیْ (لازم) فلاں چیز میرے دل کو بھا گئی، لَاطَہٗ بِیَدًا بِسَہْمٍ زید کو تیر مار کر گرا دیا لَاطَ زَیْدًا بِعَیْنٍ زید کو نظر لگا دی، لَاطَ الشَّیْئَ چیز کو چھپا لیا، لَاطَ فِی الْاَمْرِ معاملہ میں جھگڑا کیا۔ آخر الذکر کا مصدر لَاطٌ ہے اور باقی کا مصدر لَوْطٌ (قاموس و لسان) پ۱۲/۸،۷ پ۱۳/۴،۵ پ۱۷/۱۳ پ۱۹/۱۳،۱۹ پ۳۰/۱۵ پ۲۳/۱۰ پ۲۶/۱۵ پ۲۷/۹ پ۲۸/۲۰۔

لُوْطًا: پ۷/۱۶ پ۸/۱۷ پ۱۲/۷ پ۱۷/۵ پ۱۹/۱۹ پ۲۰/۱۵،۱۶ پ۲۳/۸۔

لَوْ: یہ حرفِ شرط ہے دو جملوں پر آتا ہے اول سبب دوسرا مسبب یا اول شرط دوسرا جزا ہوتا ہے، اصل یہ ہے کہ دونوں جملے فعلیہ ماضیہ ہوتے ہیں جس طرح اِنْ مستقبل کے لئے آتا ہے اسی طرح لَوْ ماضی کے لئے، اِنْ کے ترجمہ میں کہا جائے گا اگر ایسا ہوگا یا نہ ہوگا تو ایسا ہوگا یا نہ ہوگا اور لَوْ کے ترجمہ میں کہا جائیگا اگر ایسا ہوگیا ہوتا یا نہ ہوا ہوتا تو ایسا ہو جاتا یا نہ ہو جاتا۔

کیا لَوْ امتناع پر دلالت کرتا ہے

شلوبین اور ابنِ ہشام خضراوی کہتے ہیں لَو کا مفہوم صرف تعلیق ہے یعنی دوسرے جملہ کو پہلے جملہ کے ساتھ مشروط کر دینا، رہی یہ بات کہ شرط موجود نہیں ہوئی یا جزا موجود نہیں ہوئی یا دونوں موجود نہیں ہوئیں، یہ بات لَو کے مفہوم سے خارج ہے۔

حقیقت میں قول مذکور ایک واضح حقیقت کے انکار کے مرادف ہے بداہتہ کا انکار ناقابلِ التفات ہے اس لئے اہلِ ادب کی پوری جماعت امتناع کی قائل ہے لیکن پہلے جملے کے امتناع کی یا دوسرے جملہ کے امتناع کی یا دونوں جملوں کے امتناع کی یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اس میں تین قول ہیں، تینوں قولوں میں حکم بالامتناع مشترک حقیقت ہے اسی لئے سیبویہ نے لَو شرطیہ کی تعریف میں کہا ہے لَوْ حَرْفٌ یَدُلُّ عَلٰی مَا سَیَقَعُ لِوُقُوْعِ غَیْرِہٖ یا یوں کہا لَوْ حَرْفٌ لِمَا سَیَقَعُ لِوُقُوْعِ غَیْرِہٖ یعنی لَو وہ حرف ہے جو بوقت وجودِ شرط وجودِ جزا کے واقع ہونے پر دلالت کرتا ہے، ابنِ مالک بدر الدین نے کہا یَدُلُّ عَلَی انْتِفَاءِ تَالٍ یَلْزَمُ لِثُبُوْتِہٖ ثُبُوْتُ تَالِیْہِ یعنی لَو اس جملہ کے انتفاء پر دلالت کرتا ہے جو اس کے بعد ہی آتا ہے اور جس کے وجود سے پیچھے آنیوالے جملہ کا وجود لازم آتا ہے بعض نے اختصار کے ساتھ صاف کہدیا، حرف

امتناع لامتناع - اختلافی اقوال حسب ذیل ہیں:-
۱ لو صرف امتناعِ سبب پر دلالت کرتا ہے،
یہ قول انتہائی مرجوح ہے۔

۲ نحویوں کی ایک بڑی جماعت اور
عجمی عرب قائل ہیں کہ لَو امتناعِ شرط پر بھی
دلالت کرتا ہے اور امتناعِ جزاء پر بھی یعنی لَو سے
معلوم ہوتا ہے کہ نہ شرط واقع ہوئی نہ جزاء، یہ
قول بھی غلط ہے بوجوہِ ذیل وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَا
اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا
عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا۔
اگر ہم ان پر ملائکہ کو نازل کر دیتے اور مردے
بھی ان سے بات چیت کرتے اور ہر چیز ان کے
سامنے لا جمع کرتے تب بھی وہ ایسے نہ تھے کہ
ایمان لے آتے۔ دیکھو شرط مثبت ہے اور جزاء منفی،
مثبت کا انتفاء منفی اور منفی کا انتفاء مثبت ہوتا
ہے اگر لَو کو اس جگہ شرط و جزاء دونوں کے
امتناع کے لئے قرار دیا جائے تو یہ مطلب ہوگا
ہم نے ملائکہ کو نازل نہیں کیا، مردوں نے ان سے
کلام نہیں کیا، ہر چیز ہم نے ان کے سامنے لا کر
جمع نہیں کر دی تب بھی وہ ایمان لے آئے، یہ
مطلب بالکل الٹا اور مقصود کی ضد ہے۔ دوسری
آیت ہے:

وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ
وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ
مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ۔

زمین میں جو درخت ہے اگر اس کے قلم ہو جاتے
اور سمندر روشنائی بن جاتے اور اس کے پیچھے سات
سمندر اور بھی روشنائی بنانے میں مدد کرتے تب
بھی اللہ کے معلومات ختم نہیں ہوتے۔ اب
بر تقدیرِ امتناعِ جزء یوں کہو کسی درخت کا قلم
نہیں بنا نہ کسی سمندر کی روشنائی بنی پر اللہ کے
معلومات ختم ہو گئے۔ اسکی وجہ بھی وہی ہے کہ
اصل کلام میں شرط مثبت اور جزاء منفی ہے بصورتِ
امتناع شرط منفی اور جزاء مثبت ہو گی۔

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے
فرمایا نِعْمَ الْعَبْدُ صُهَيْبٌ لَوْ لَمْ يَخَفِ
اللّٰهَ لَمْ يَعْصِهٖ

صہیب اچھا بندہ ہے اگر اسکو خدا کا خوف
نہ ہوتا تب بھی اللہ کی نافرمانی نہ کرتا، بر تقدیر
امتناعِ جزء یہ مطلب ہوگا صہیب اللہ سے
ڈرتا ہے اس لئے نافرمانی کرتا ہے۔ یہ مطلب
اس لئے ہوا کہ دونوں جزء منفی ہیں امتناع کے بعد

مثبت ہونا لازم ہے۔

پس صحیح قول یہ ہے کہ

کہ لَو صرف امتناعِ شرط پر دلالت کرتا ہے اب اگر شرط و جزاء میں مساوات ہو تو جزاء کی نفی بھی ضرور ہو جائے گی جیسے لَوْ كَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالنَّهَارُ مَوْجُودٌ اگر سورج برآمد ہوتا تو دن موجود ہوتا۔ وجودِ روز طلوعِ آفتاب کے لازم مساوی ہے، ایسا کبھی نہیں ہو سکتا کہ دن موجود ہو اور سورج نہ نکلا ہو اس لئے اس جگہ امتناعِ طلوعِ شمس بھی ہے اور امتناعِ نہار بھی، امتناع کا مطلب اس طرح ہوا، چونکہ سورج نہیں نکلا اس لئے دن نہیں ہوا، لیکن اگر جزاء شرط کے ساتھ مساوی نہ ہو بلکہ عام ہو تو امتناع صرف جزء اول میں ہوگا جزء دوم میں نہ ہوگا۔

تحقیق مقام

اگر شرع یا عقل کی شہادت ہو کہ جزاء کا انحصار شرط پر ہے تو امتناعِ اول سے امتناعِ دوم بھی ہوگا جیسے وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ بِهَا شرع کا قطعی فیصلہ ہے کہ وجودِ رفعت کا انحصار وجودِ مشیت پر ہے اس لئے انتفاءِ مشیت سے انتفاءِ رفعت ضرور ہوگا، امتناعِ اول امتناعِ دوم کا موجب ہے اور جیسے لَوْ كَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالنَّهَارُ مَوْجُودٌ عقل کی شہادت ہے کہ وجودِ نہار طلوعِ آفتاب کے ساتھ وابستہ ہے اس لئے طلوعِ شمس اگر نہ ہو تو وجودِ نہار بھی نہ ہوگا، امتناعِ اول سے امتناعِ دوم لازم ہے، اسی طرح وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ وغیرہ۔

اگر شرع یا عقل عدمِ انحصار کی موجب ہو اور شہادت دے رہی ہو کہ جزاء کا حصر میں نہیں ہے البتہ وجودِ شرط کے وجودِ جزاء لازم ہے تو امتناعِ اول سے امتناعِ دوم ہرگز نہ ہوگا جیسے لَوْ نَامَ لَانْتَقَضَ وُضُوءُهُ شرعی شہادت ہے کہ وضو ٹوٹنے کا حصر خواب میں نہیں ہے بغیر خواب کے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے اس لئے انتفاءِ نوم سے نقضِ وضو کا انتفاء یعنی وضو کا اثبات ہرگز نہ ہوگا، یا جیسے لَوْ كَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالضَّوْءُ مَوْجُودٌ عقل شاہد ہے کہ روشنی کا وجود محض طلوعِ آفتاب پر موقوف نہیں ہے

چاند ستاروں چراغوں بجلی کے قمقموں اور آگ کے شعلوں سے بھی روشنی ہوتی ہے اس لئے طلوعِ آفتاب کا فقدان انتفاءِ ضور کی علت نہیں ہو سکتا ۔ انتفاءِ اول سے انتفاءِ دوئم ہرگز نہ ہوگا ، اگر شرع اور عقل نہ انحصار کی موجب ہوں نہ عدمِ انحصار کی بلکہ انحصار کی مجوز ہوں مانع نہ ہوں تو اگر جزاء شرط کے مساوی ہوگی تو امتناع اول سے امتناعِ دوم لازم ہوگا مساوی نہ ہوگی تو نہ ہوگا جیسے جَاءَنِيْ زَيْدٌ اَكْرَمْتُهٗ عقل مجوزِ انحصار بھی ہے اور مجوزِ عدمِ انحصار بھی ۔

بلکہ کبھی صرف جزاء کے وجود کو پختہ کرنا مقصود ہوتا ہے خواہ شرط موجود ہو یا مفقود جیسے لَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا دنیا میں کافروں کو لوٹا کر بھیجا جائے یا بھیجا جائے بہر حال ان کا کفر کرنا لازم ہے اس شرطیہ میں ان کے کفر کو پختہ کرنا مقصود ہے اس مقصود میں شرط کے وجود یا فقدان کو دخل نہیں ہے ۔

بلکہ اس سے بھی زیادہ کبھی مقصود یہ ہوتا ہے کہ وجودِ شرط کے وقت جب وجودِ جزاء یقینی ہے تو عدمِ شرط کے وقت تو جزاء کا تحقق بدرجہ اولیٰ اور بطریقِ اکمل ہے جیسا کہ آیت وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَا اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الخ میں عدمِ ایمان کو انزالِ ملائکہ اور کلامِ موتی پر مبنی کر کے یہ بتانا مقصود ہے کہ ایسے بے سروپا مطالبات کی تکمیل کے بعد بھی جب ان کا عدمِ ایمان یقینی ہے تو مطالبات کی تکمیل نہ ہونے کی صورت میں تو ایمان نہ لانا بدرجہ اتم ہونا ہی چاہیئے یا جیسا کہ آیت وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ الخ میں ظاہر کیا ہے کہ تمام درختوں کے قلم بننے اور سارے سمندروں کی روشنائی بن جانے کی تقدیر پر بھی جب پورے معلوم الٰہیہ لکھے نہیں جا سکتے اور اللہ کے مقدورات کا سرا کہیں ہاتھ نہیں آتا تو سمندروں کی روشنائی اور کل درختوں کے قلم نہ بننے کی شکل میں اللہ کے معلومات و مقدورات کی انتہاء اور اختتام پذیری نہ ہونا بدرجہ اتم ہونا ہی چاہیئے یا جیسا کہ آیت لَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ میں عدمِ استجابت کو تقدیرِ سماع پر مرتب کیا ہے تو نہ سننے کی صورت میں نہ ماننا بدرجہ اولیٰ ہونا چاہیئے یا آیت وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا میں ثابت کیا ہے کہ اگر اللہ ان کو سنا دے تب بھی روگرداں رہیں گے تو

برتقدیر عدم اسماع روگرداں ہونا بالکل ہی واضح ہے یا جیسا کہ آیت لَوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّىْٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ میں بیان کیا ہے کہ بالفرض اگر پروردگار کی رحمت کے تمام خزانے تمہارے قبضہ میں آجاتے تب بھی ختم ہو جانے کے اندیشہ سے تم کسی کو نہ دیتے تو اب جبکہ رحمتِ پروردگار کے خزانے بھی تمہارے قبضہ میں نہیں ہیں، تمہارا کنجوس ہونا محتاجِ ثبوت نہیں، یا جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے اِنَّهَا لَوْ لَمْ تَكُنْ رَبِيْبَتِىْ فِىْ حَجْرِىْ مَا حَلَّتْ لِىْ اِنَّهَا لَابْنَةُ اَخِىْ مِنَ الرَّضَاعَةِ، زینب بنت ام سلمہ اگر میری بیوی ام سلمہ کے ساتھ نہ آئی ہوتی اور میری ربیبہ (بیٹی) نہ ہوتی تب بھی وہ میرے لئے حلال نہ تھی کیونکہ وہ میرے دودھ شریک بھائی کی بیٹی ہے یعنی اب تو حرمت کی دو وجہیں موجود ہیں رضاعی بھائی کی بیٹی ہونا اور ربیبہ ہونا اس لئے حرمت بدرجہ اولیٰ ہے، ایک اور حدیث آئی ہے لَوْ طَلَعَتْ مَا وَجَدَتْنَا غَافِلِيْنَ حضور والا نے جب نمازِ فجر کو زیادہ طول دے دیا تو عرض کیا گیا حضور سورج نکلا ہی چاہتا ہے، اس پر ارشاد فرمایا اگر نکل آتا تو ہم کو ذکرِ الٰہی سے غافل نہ پاتا، مقصود یہ کہ اب جب کہ نکلنے سے پہلے ہم نے نماز ختم کر دی تو ہم کو غافل پانے کا سوال ہی نہیں ہے، اب تو وہ ہم کو غافل پا سکا نہ ذاکر، اسی طرح حضرت عمر کا وہ قول ہے جو آپ نے حضرت صہیب کے متعلق فرمایا تھا لَوْ لَمْ يَخَفِ اللّٰهَ لَمْ يَعْصِهِ یعنی اللہ سے نہ ڈرنے کی صورت میں بھی صہیب سے اللہ کی نافرمانی نہیں ہوتی اب تو اللہ کا خوف بھی موجود ہے تو عدمِ عصیان بطریق اولیٰ ہونا چاہئے۔

ایک آیت پر شبہ اور اس کا ازالہ

وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا یہ ایک قیاس ہے جس میں دو شرطیہ قضیے ہیں لیکن نتیجہ غلط ہے اگر اللہ کو ان کے اندر کوئی بھلائی معلوم ہوتی تو ان کو (پیامِ ہدایت) سناتا اور اگر (پیامِ ہدایت) سنا دیتا تب بھی روگردانی کرتے نتیجہ یہ نکلا کہ اگر اللہ کو ان کے اندر کوئی بھلائی معلوم ہوتی تب بھی وہ روگردانی کرتے۔

ازالہ یہ قیاس ہی نہیں ہے قیاس کے لئے

حدِ اوسط ہونا ضروری ہے اس میں حدِ اوسط نہیں ہے اس لئے کہ پہلے اَسْمَعَهُمْ سے مراد ہے ایسا سنانا جو مفید ہو اور دوسرے اَسْمَعَهُمْ سے مراد ہے غیر مفید سنانا جب دونوں قضیوں میں اسماع کی نوعیت مختلف ہے تو اَسْمَعَهُمْ کو حدِ اوسط نہیں بنایا جا سکتا یا یوں کہو کہ دوسرے قضیہ میں اَسْمَعَهُمْ سے مراد یہ ہے کہ باوجودیکہ اللہ ان کے اندر خیر کی موجودگی نہیں جانتا پھر بھی اگر سنا دے تو وہ روگرداں ہی رہیں گے۔

نمبر دوم لَوْ کبھی اِنْ وصلیہ کے معنی میں بھی مستعمل ہے جس میں نفی فی الاستقبال مقصود ہوتی ہے جیسے وَلَوْ كُنَّا صَادِقِيْنَ (اگرچہ ہم سچے ہوں) وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ (اگرچہ مشرک ناگوار سمجھیں) وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ (اگرچہ تمکو ناپاک کی کثرت اچھی معلوم ہو) وَلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ (اگرچہ مشرک باندی تمکو بھی معلوم ہو) وَلَوْ اَعْجَبَكُمْ (اگرچہ مشرک غلام تمکو بھلا معلوم ہو) وَلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ (اگرچہ ان کا حسن تم کو بھلا معلوم ہو)۔

ایک شاعر کا قول ہے ؎

قَوْمٌ إِذَا حَارَبُوْا شَدُّوْا مَآزِرَهُمْ دُوْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ بَاتَتْ بِاَطْهَارِ

جنگ کی تیاری کے وقت وہ عورتوں کو چھوڑ کر اپنی لنگیاں مضبوط باندھ لیتے ہیں اگرچہ عورتیں طہر کی حالت میں راتیں بسر کرتی ہوں۔

نمبر سوم لَوْ کبھی اَنْ مصدری کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے لیکن ان کی طرح فعل مضارع کو نصب نہیں دیتا، ایسا استعمال، اکثر اس وقت ہوتا ہے جب وَدَّ و یَوَدُّ کے بعد آتا ہے جیسے وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ (تمہارے دین میں نرمی کو وہ دل سے چاہتے ہیں۔ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ (ہزار برس زندہ رہنے کو ان میں سے بعض لوگ دل سے چاہتے ہیں) وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ایمان کے بعد تمہارے کافر بنا دینے کے خواہشمند بکثرت اہل کتاب ہیں۔

نضر بن حارث کی بہن قتیلہ نے اپنے بھائی کے سلسلہ میں حضور سے کہا تھا مَا كَانَ ضَرَّكَ لَوْ مَنَنْتَ وَرُبَّمَا مَنَّ الْفَتٰى وَهُوَ الْمَغِيْظُ الْمُحْنَقُ اگرچہ احسان رکھ کر آپ اسکو چھوڑ دیتے تو

آپ کا کچھ بگاڑ نہ ہوتا، اگر ایسا ہوتا ہے کہ باوجود
انتہائی مغضب ناک اور ناراض ہونے کے
آدمی احسان کر دیتا ہے۔

اعشٰی کا قول ہے ؎

وَرُبَّمَا فَاتَ قَوْمًا جُلُّ اَمْرِهِمْ
مِنَ التَّاَنِّیْ وَکَانَ الْحَزْمُ لَوْ عَجِلُوْا

تاخیر کی وجہ سے اکثر بڑا کام لوگوں کے
ہاتھوں سے فوت ہو جاتا ہے ایسے وقت جبکہ
عجلت دانشمندی ہو۔

امرؤ القیس بن حجر نے کہا تھا ؎

تَجَاوَزْتُ اَحْرَاسًا عَلَیْهَا وَمَعْشَرًا
حِرَاصًا عَلَیَّ لَوْ یُسِرُّوْنَ مَقْتَلِیْ

میں محبوبہ تک پہنچنے کے لئے چوکیداروں سے
اور اس گروہ سے آگے بڑھ گیا جو چھپکر مجھے
مار ڈالنے کا بڑا خواہشمند تھا۔

(نوٹ) اَنْ مصدری کے معنی میں لَوْ
کا استعمال صرف فراء، ابو علی، ابو البقاء، تبریزی
ابن مالک کے نزدیک ہے، دوسرے
لوگ منکر ہیں۔

نمبر چہارم: لَوْ تمنائی لَیْتَ کا ہم معنی
بھی آتا ہے۔ ابن الصائغ اور ابنِ ہاشم اس کے
مثبت میں جیسے فَلَوْ اَنَّ لَنَا کَرَّةً کاش
ایک بار اور ہم کو دنیا میں جانا مل جاتا، یَوَدُّوْا
لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِی الْاَعْرَابِ وہ چاہتے
ہیں کہ کاش شہر سے باہر وہ دیہات میں بدویوں
کے ساتھ جا بستے۔ بعض نے کہا یہ لَوْ شرطیہ ہی
ہے جس کو تمنا کا معنی پلا دیا گیا تھا۔ زمخشری کے
قول سے بھی اس کی تائید مترشح ہوتی
ہے کیونکہ زمخشری نے لکھا ہے لَوْ فِیْ مَعْنَی
التَّمَنِّیْ تمنا کے معنی میں لَوْ کا استعمال ہو جاتا
ہے۔ ابنِ مالک نے کہا حقیقت میں یہ لَوْ
مصدریہ ہے جس کے بعد فعل تمنا کی ضرورت
نہیں رہتی یعنی شرطیہ تو نہیں ہے مصدریہ
ہے جس سے تمنا کا مفہوم سمجھ میں آجاتا
ہے اور فعل تمنا کو ذکر کرنے کی ضرورت
نہیں رہتی۔

نمبر پنجم: عرض کے لئے بھی لَوْ
کا استعمال ہو جاتا ہے یعنی کسی کام کرنے پر
شستگی اور سنجیدگی کے ساتھ ابھارنے
کے لئے جیسے لَوْ تَنْزِلُ فَتُصِیْبَ خَیْرًا
اگر آپ ہمارے پاس آتے تو بھلائی پاتے۔
قرآن مجید میں یہ استعمال نہیں ہے۔ ابنِ ہاشم

نے مغنی اللبیب میں لکھا ہے۔

نمبر ششم :۔ ابن ہشام نے لکھا ہے کہ لَوْ کبھی تقلیل کے لئے بھی آتا ہے یا یوں کہو کہ آسان سے مشکل کی طرف ترقی کرنے یا بڑے کام سے چھوٹے کام کی طرف تنزل کے لئے، جیسے شُهَدَاءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ مسلمانو! انصاف کے ساتھ اللہ کے واسطے شہادت دینے کے لئے کھڑے ہو جاؤ خواہ کسی کے خلاف پڑے، اگرچہ خود تمہارے ہی خلاف ہو۔

ایک حدیث میں آیا ہے تَصَدَّقُوْا وَلَوْ بِظِلْفٍ مُّحْتَرَقٍ صدقہ دو اگرچہ جلی ہوئی کھری ہی ہو۔

ہم بالکل آغاز بحث میں لکھ آئے ہیں کہ لَوْ شرطیہ ماضی پر داخل ہوتا ہے اور تعلیق فی الماضی کے لئے آتا ہے عموماً لَوْ کا استعمال ایسا ہی ہوتا ہے لیکن مستقبل پر بھی کبھی آجاتا ہے اور تعلیق مستقبل کے لئے مستعمل ہوتا ہے بدالدین ابن مالک نے اور ابن الحاج نے نقد المقرب میں اس کا انکار کیا ہے، بہر حال ایسے خواہ اس کی کچھ ہی تاویل کی جائے۔ ابو صخر ہذلی یا قیس بن ملوح مجنوں کے شعر میں ؎

وَلَوْ تَلْتَقِيْ اَصْدَاءُ نَا بَعْدَ مَوْتِنَا
وَمِنْ دُوْنِ رَمْسَيْنَا مِنَ الْاَرْضِ سَبْسَبُ

ہمارے مرنے کے بعد اگر ہماری لاشوں کے سروں سے نکلنے والے پرندوں کی ملاقات ہو جبکہ ہماری قبروں کے درمیان وسیع میدان بھی واقع ہو۔

لَظَلَّ صَدٰى صَوْتِيْ وَاِنْ كُنْتُ رِمَّةً
لِصَوْتِ صَدٰى لَيْلٰى يَهِشُّ وَيَطْرَبُ۔

تب بھی باوجود یکہ میں ریزہ ریزہ ہو چکا ہوں گا پھر بھی میرے سر سے نکلنے والا پرندہ لیلی کے سر سے نکلنے والے پرندہ کی آواز سے پھڑک اٹھے گا اور بے تاب ہو جائیگا یا خوش اور مسرور ہو گا)

ایک اور شاعر نے کہا ہے ؎

لَا يُلْفِكَ الرَّاجِيْكَ اِلَّا مُظْهِرًا
خُلُقَ الْكِرَامِ وَلَوْ تَكُوْنُ عَدِيْمًا

خواہ تمہارے پاس کچھ بھی نہ ہو لیکن جو تم سے امید لگا کر تمہارے پاس آتا ہے وہ تم کو کریمانہ عادت کا مظہر ہی پاتا ہے۔

صورت مذکورہ میں اگرچہ لَوْ مستقبل پر آتا

ہے لیکن جزم کا عمل نہیں کرتا جیسا کہ اشعارِ مذکورہ
سے واضح ہے، ہاں بطورِ شاذ جزم بھی آیا ہے۔
ایک شعر ہے ؎

تَامَنْتَ فُؤَادَكَ لَوْ يُحْزِنْكَ مَا صَنَعَتْ
اِحْدٰى نِسَاءِ بَنِيْ ذُهْلِ بْنِ شَيْبَانَا

خاندان ذہل بن شیبان کی ایک عورت نے تیرے دل کو تسخیر کرلیا، اگر اس کی یہ حرکت تجھے رنجیدہ کرتی تو ایسا نہ ہوتا۔

لَوْ کے بعد کبھی اسم بھی آتا ہے جو فعل محذوف کا معمول ہوتا ہے اور بعد کو ذکر ہونے والا فعل محذوف کی تفسیر ہوتا ہے جیسے وَلَوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ یعنی وَلَوْ تَمْلِكُوْنَ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ (اگر تم مالک ہو جاؤ)

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا لَوْ غَيْرُكَ قَالَهَا یعنی لَوْ قَالَهَا غَيْرُكَ قَالَهَا (تیرے علاوہ کسی اور نے اگر یہ بات کہی ہوتی)

ایک شاعر کا قول ہے:

لَا يَاْمَنُ الدَّهْرَ ذُوْ بَغْيٍ وَلَوْ مَلِكًا
جُنُوْدُهٗ ضَاقَ عَنْهَا السَّهْلُ وَالْجَبَلُ

کوئی ظالم حوادثِ زمانہ سے بے خوف نہیں ہوتا خواہ وہ بادشاہ ہی ہو جس کے لشکر کی کثرت سے میدان اور پہاڑ بھی تنگ ہوں۔

اَنَّ اپنے اسم کے ساتھ لَوْ کے بعد بکثرت آتا ہے جیسے وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا - وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ وَلَوْ اَنَّ لَيْلَى الْاَخْيَلِيَّةَ سَلَّمَتْ عَلَيَّ -

کوفی علماء ادب اور زجاج اور مبرد اَنَّ سے پہلے فعل ماضی محذوف مانتے ہیں اور اَنَّ کو مع مابعد کے اس کا فاعل قرار دیتے ہیں، اصل کلام یوں تھا وَلَوْ ثَبَتَ اَنَّهُمْ وَلَوْ ثَبَتَ اَنَّ لَيْلَى الخ

زمخشری کہتا ہے کہ لَوْ کے بعد جو اَنَّ آتا ہے اسکی خبر کا فعل ہونا واجب ہے جیسے امثلۂ مذکورہ میں اٰمَنُوْا - صَبَرُوْا - فَعَلُوْا كَتَبْنَا - سَلَّمَتْ موجود ہیں، ابنِ حاجب نے اسکی تردید میں یہ آیت پیش کی ہے وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ دیکھو اسمیں اَقْلَامٌ اَنَّ کی خبر ہے اور فعل نہیں ہے، اس کے بعد ابنِ حاجب نے کہا ہاں اگر خبر مشتق ہو تو فعل ہونا لازم ہے جیسے ؎

وَمَا اَطْيَبَ الْعَيْشَ لَوْ اَنَّ الْفَتٰى حَجَرٌ
تَنْبُوْ الْحَوَادِثُ عَنْهُ وَهُوَ مَلْمُوْمٌ

اگر آدمی لڑکھتا ہوا پتھر ہو جائے
کہ اس پر حوادث اثر نہ کریں تو ایسی زندگی کیسے
مزہ کی ہو۔

ابنِ مالک نے کہا یہ بھی غلط ہے دیکھو اس آیت میں خبر مشتق ہے اس کے باوجود اسم ہے فعل نہیں یَوَدُّوا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِی الْاَعْرَابِ۔

لَوْ کا جواب مضارع منفی بلَمْ بھی ہوتا ہے اور ماضی مثبت بھی اور ماضی منفی بہ مَا بھی۔

دوسری صورت میں جواب پر اکثر لام آتا ہے لَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا کبھی نہیں آتا لَوْ نَشَاءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا تیسری صورت میں اکثر لام نہیں آتا وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ کبھی آجاتا ہے ؎

وَلَوْ نُعْطَى الْخِيَارَ لَمَا افْتَرَقْنَا
وَلٰكِنْ لَا خِيَارَ مَعَ اللَّيَالِيْ

ہم کو اختیار دیا جاتا تو ہم جدا نہ ہوتے مگر حوادث زمانہ کی موجودگی میں کوئی اختیار نہیں۔

لَوْلَا: امتناعیہ، لَوْ حرفِ شرط اور لا نافیہ سے مرکب ہے لفظاً کوئی تغیر نہیں پیدا کرتا۔ دو جملوں پر داخل ہوتا ہے، اسمیہ اور فعلیہ، پہلے جملہ کا ایک جزء ضرور محذوف ہوتا ہے خواہ خبر ہو یا فعل۔ رمانی، ابن الشجری شلوبین اور ابنِ مالک کا قول ہے کہ لَوْلَا کے پہلے جملہ کی خبر اگر عام ہو جیسے کائن ثابت وغیرہ تو واجب الحذف ہے اگر عمومی خبر نہ ہو بلکہ کسی مادہ کے ساتھ مقید ہو مثلاً آکل شارب قائم، قاعد، ذاہب، ماشی وغیرہ اور بغیر ذکر کے معلوم نہ ہو سکے تو ذکر واجب ہے جیسے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا لَوْلَا قَوْمُكِ حَدِيْثُ عَهْدٍ بِالْاِسْلَامِ لَهَدَمْتُ الْكَعْبَةَ اگر تمہاری قوم نئی نئی اسلام میں داخل شدہ نہ ہوتی تو میں کعبہ کو ڈھا دیتا اور دوبارہ ابراہیمی بنیادوں پر تعمیر کرتا) اور ذکر کے بغیر اگر خبر معلوم ہو سکتی ہو تو ذکر و حذف دونوں جائز ہیں۔ ابن الشجری نے اس کی مثال دی ہے وَلَوْ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ اگر عَلَيْكُمْ - فضل اللہ کے متعلق ہو تو خبر محذوف ہو گی ورنہ نازل کے متعلق ہو کر فضل اللہ کی خبر ہو جائیگی۔

اگر لَوْلَا ضمیر پر داخل ہو تو ضمیر مرفوع ہونی

ضروری ہے جیسے لَوْلَا اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ مبرد کے نزدیک ضمیر کا مرفوع ہونا ضروری نہیں۔

۲: تحضیض اور عرض کے لئے بھی لَوْلَا آتا ہے یعنی فعل پر سختی کے ساتھ ابھارنا یا نرمی سے کسی کام کی طلب کرنا، اول تحضیض ہے، دوسرا عرض، اس وقت لَوْلَا کے بعد مضارع آنا چاہئے خواہ لفظاً یا معنًی لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ کیوں نہیں اللہ سے معافی مانگتے لَوْلَا اَخَّرْتَنِیْ اِلٰی اَجَلٍ قَرِیْبٍ

۳: ڈانٹنے اور توبیخ کرنے کے لئے بھی لَوْلَا مستعمل ہے اس وقت ماضی پر داخل ہوگا لَوْلَا جَآءُوْ عَلَیْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ کیوں نہ لائے اس پر چار گواہ فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً اللہ کو چھوڑ کر جن کو انہوں نے حصول قرب کے لئے معبود بنا رکھا تھا، انہوں نے ان کی کیوں مدد نہ کی وَلَوْلَا اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ جب تم نے یہ بات سنی تھی تو کیوں نہیں کہہ دیا فَلَوْلَا اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا تھا تو کیوں زاری نہ کی فَلَوْلَا اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ وَاَنْتُمْ حِیْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ فَلَوْلَا اِنْ كُنْتُمْ غَیْرَ مَدِیْنِیْنَ تَرْجِعُوْنَهَا جب جان حلق تک پہنچ جاتی ہے تم اس وقت دیکھتے ہوتے ہو اور ہم بہ نسبت تمہارے میت سے زیادہ قریب ہوتے ہیں مگر تم کو نظر نہیں آتے پس اگر تم کو اعمال کا بدلہ ملنا نہیں ہے تو اس (جاتی ہوئی جان) کو لوٹا کیوں نہیں لیتے۔

(نوٹ) چونکہ لَوْلَا اور تَرْجِعُوْنَهَا میں فاصلہ طویل ہوگیا تھا اس لئے تاکید کے لئے لَوْلَا کو دوبارہ ذکر کر دیا۔

۴: ہروی کا قول ہے کہ لَوْلَا استفہام کے لئے بھی آتا ہے جیسے لَوْلَا اَخَّرْتَنِیْ اِلٰی اَجَلٍ قَرِیْبٍ اور لَوْلَا اُنْزِلَ عَلَیْهِ مَلَكٌ جمہور اہل ادب کے نزدیک اول آیت میں عرض کے لئے ہے اور دوسری آیت میں توبیخ کے لئے۔

۵: ہروی نے یہ بھی کہا کہ لَوْلَا کبھی نافیہ ہوتا ہے جیسے فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْیَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِیْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ یُوْنُسَ

یونس کی قوم کے علاوہ کوئی دوسری آبادی ایسی نہیں ہوئی کہ (عذاب دیکھنے کے بعد) ایمان لائی ہو اور ایمان سے اسکو فائدہ پہنچا ہو۔ اخفش، کسائی، فراء، علی بن عیسیٰ، نحاس اور کثیر مفسرین نے اس جگہ لَوْلَا کو توبیخ کے لئے قرار دیا ہے اور توبیخ کے لئے نفی بہرحال لازم ہی ہے اس لئے نفی کا مفہوم ذیلی اور ضمنی طور پر آگیا۔ نفی کے لئے لَوْلَا کی کوئی مستقل قسم قرار دینا غلط ہے۔ زمخشری نے کشاف میں اس آیت کی تشریح کے ذیل میں لکھا ہے وَالجملة فی معنی النفی۔ جملہ نفی کے معنی میں ہے لَوْلَا لِلنَّفْیِ نہیں کہا، اس سے بھی معلوم ہوا کہ لولا نفی کے لئے نہیں آتا بلکہ نفی کے معنی کو متضمن ہو جاتا ہے۔

پ۱/۱۴،۸ پ۲/۱۷ پ۵/۱۴،۸ پ۶/۱۳ پ۷/۱۱،۱۰،۷ پ۸/۱۲ پ۹/۱۳
پ۱۰/۵ پ۱۱/۷ پ۱۲/۱۳،۱۰،۸،۲ پ۱۳/۱۰،۷،۵ پ۱۵/۱۴،۸
پ۱۵/۱۷ پ۱۶/۱۷ پ۱۷/۱۳ پ۱۸/۱۶،۹،۸،۷ پ۱۹/۱۹،۱۳،۳،۱
پ۲۰/۱۱،۸،۴ پ۲۱/۲،۱ پ۲۲/۱۰ پ۲۳/۹،۶ پ۲۴/۲۰،۱۹
پ۲۵/۱۴،۹،۲،۱ پ۲۶/۱۱،۷،۴ پ۲۷/۱۶،۱۵ پ۲۸/۱۴،۲،۱
پ۲۹/۴،۲

لَوْمَا: شرطیہ ہے حرفِ تحضیض ہے، حرفِ توبیخ ہے۔ دیگر جیسے لَوْ مَا تَأْتِيْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ کیوں نہیں لے آتا ہم پر ملائکہ کو۔

مالقی کا خیال ہے کہ لَوْمَا صرف تحضیض کے لئے آتا ہے لیکن مندرجہ ذیل شعر میں لَوْمَا کو امتناعیہ استعمال کیا گیا ہے ؎

لَوْمَا الْإِصَاخَةُ لِلْوُشَاةِ لَكَانَ لِي
مِنْ بَعْدِ سُخْطِكَ فِي رِضَاكَ رَجَاءُ

اگر چغلخوروں کی شنوائی نہ ہوتی تو آپکی ناراضی کے بعد رضامند ہو جانے کی امید ہوتی۔

لُؤْلُؤًا: مفرد، لآلی جمع، موتی لَوْنٌ لُؤْلُؤِيٌّ (موتیا رنگ) لَوْنٌ لُؤْلُؤَانٌ کا بھی یہی معنی ہے لِآلَةٌ (بروزن کتابۃ) لَآَّلٌ (بروزن شداد) لَأْلَأَ، لَأْلَأَةٌ سب کا معنی گوہر فروش، لَأْلَأَ کامل خوشی کو بھی کہتے ہیں۔ رباعی سے لَأْلَأَ ماضی کا صیغہ آتا ہے جو لازم بھی ہے اور متعدی بھی لَأْلَأَتِ النَّارُ آگ روشن ہو گئی۔ لَأْلَأَ الدَّمْعَ آنسو بہائے لَأْلَأَتْ بِعَيْنِهَا خوب آنکھ کھول کر دیکھا۔ یہ تمام صیغے لفظ لُؤْلُؤٌ سے ہی بنائے گئے ہیں۔ پ۱۷/۱۰ ۲۲/۱۶ ۲۹/۱۹

اَللُّؤْلُؤُ: مفرد معرفہ مرفوع اَللَّآلِي جمع موتی ۲۷/۱۱ ۔

اَللُّؤْلُؤَ، مفرد معرفہ مجرور، اللآلی جمع۔ موتی۔ ۲۲/۲۴

لَوْنُهَا: اسم مفرد۔ اَلْوَانٌ جمع، رنگ، صورت، ہیئت، جنس، نوع۔ تَلَوُّنٌ رنگ برنگ ہونا، رنگ بدل لینا۔ ایک حالت پر قائم نہ رہنا۔ تَلْوِیْنٌ رنگ برنگ کر دینا، رنگ بدل دینا۔ زَیْدٌ اَتٰی بِالْاَلْوَانِ مِنَ الْاَحَادِیْثِ زید نے رنگ برنگ اور قسم قسم کی باتیں کہیں، تَنَاوَلَ اَلْوَانًا مِنَ الطَّعَامِ رنگا رنگ و قسم قسم کے کھانے کھائے (راغب و قاموس) مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا اِخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ سے مراد ہے رنگ، صورت اور ہیئت کا اختلاف (راغب) (دیکھو اَلْوَان) اس جگہ صرف رنگ مراد ہے۔ ۱/۸

لَوَّوْا: جمع مذکر غائب ماضی معروف، تَلْوِیَۃٌ مصدر، باب تفعیل، لَیٌّ مادہ، وہ موڑاتے ہیں، گھماتے ہیں، لہراتے ہیں، اکڑاتے ہیں۔ یہ تمام علامات غرور کی ہیں مجرد کا معنی بھی موڑنا توڑ مروڑ کرنا، لہرانا، دوہرا کرنا ہے۔ باب تفعیل میں لاکر اس فعل میں مبالغہ اور زیادتی کا اظہار کر دیا گیا (قاموس)

مجرد میں باب ضرب سے اس مادہ کے افعال لازم بھی آئے ہیں اور متعدی بھی، صلات کے اختلاف سے مفہوم میں بہت اختلاف ہو جاتا ہے مثلاً لَوَی الْغُلَامُ (لڑکا بیس سال کا ہو گیا) لَوَی الْحَبْلَ (رسی کو دوہرا کیا اور بٹا) لَوَی رَاْسَہٗ اور لَوٰی بِرَاْسِہٖ (سر کو موڑ لیا، منہ پھیر لیا، اعراض کیا) لَوٰی عَنِ الْاَمْرِ (اس کام میں سستی کی) لَوٰی اَمْرَہٗ عَنِّیْ لَیًّا اور لَیَّانًا اس کے معاملہ کو میری طرف سے لوٹا دیا لَوٰی فُلَانًا عَلٰی فُلَانٍ فلاں کو فلاں پر ترجیح دی، ایک کی تعظیم کی دوسرے کی نہ کی، لَوٰی بِدَیْنِہٖ لَیًّا قرض ادا کرنے میں دیر کی، ٹال مٹول کی۔ لَوٰی بِحَقِّہٖ اس کے حق کا انکار کر دیا۔ یہ تمام افعال باب ضرب سے آتے ہیں لَوِیَ الْکَلَاُ (سمع) گھاس چارہ سوکھ گیا۔ لَوِیَ الْقِدْحُ تیر ٹیڑھا ہو گیا، اَلْوَی الرَّجُلُ بِثَوْبِہٖ (باب افعال) اس آدمی نے کپڑے سے اشارہ کیا اَلْوٰی بِحَقِّہٖ اس کا حق مار لیا اَلْوٰی بِہٖ اس کو لے گیا۔ اَلْوٰی بِمَا فِی الْاِنَاءِ برتن میں جو کچھ تھا خود لے لیا، دوسروں کے حصہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ اَلْوٰی بِہِمُ الدَّھْرُ

ان کو زمانہ نے ہلاک کر دیا، اَلْوَىٰ بِكَلَامِهِ زبان پھیر گیا۔ لَوَّيْتُ اَعْنَاقَ الرِّجَالِ فِی الْخُصُوْمَةِ جھگڑے کے وقت میں نے لوگوں کی گردنیں مروڑ دیں۔ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ انھوں نے سر موڑ لئے، گردنیں اکڑائیں۔ غرور کیا۔ $\frac{28}{14}$

لَهَبٌ: مصدر، آگ بھڑکنا، دھویں اور غبار کو بھی لَهَبٌ کہتے ہیں (راغب) عبد العزیٰ بن عبد المطلب بہت حسین آدمی تھا، آگ کے شعلے کی طرح اس کا چہرہ چمکتا تھا اس لئے اس کی کنیت ابولہب ہوگئی تھی (منتہی الارب)

امام راغب نے لکھا ہے کہ بعض مفسرین کا قول ہے اس ابولہب کہنے سے کنیت مقصود نہیں ہے بلکہ اس کا دوزخی ہونا ظاہر کرنا ہے جس طرح جنگجو آدمی کو جو ہمیشہ لڑائیوں میں رہتا ہو اخو الحرب یا ابو الحرب کہتے ہیں، اسی طرح خدا تعالیٰ نے عبد العزیٰ کو ابولہب فرما کر اس کو دوزخی ہونے کو ظاہر کیا، محلی نے اس کا بہترین فیصلہ کیا ہے، لکھا ہے کہ شروع میں چہرہ کی چمک دمک کی وجہ سے اس کی کنیت ابولہب تھی، اور آخر میں دوزخی ہونیکی وجہ سے بھی کنیت ہوگئی لَهَبَتِ النَّارُ (فتح) آگ بھڑک گئی اور بغیر دھوئیں کے صاف شعلے اٹھنے لگے، لَهَبٌ لَهِيْبٌ لُهَابٌ اور لَهَبَانٌ مصدر لَهِبَ پیاسا ہوگیا (سمع) لَهَبٌ مصدر (قاموس) اِلْهَابٌ آگ روشن کرنا اور گھوڑے کا خوب دوڑنا اور بیہم بجلی چمکنا (افعال) باب تفعل وافتعال میں آگ روشن ہونیکا معنی ہوگا اور باب تفعیل میں خوب آگ بھڑکانیکا۔ $\frac{30}{36}$ دو جگہ۔

اَللَّهَبِ: دیکھو لَهَبٌ، $\frac{29}{21}$

لَهْوٌ: اسم مصدر، سنجیدگی چھوڑ کر مزاح کی طرف میلان اور حج کا وَلَهُو کہلاتا ہے اور کسی ایسے غیر مفید کام میں مشغول ہونا جس کے شغل میں مفید کام ترک ہو جائے، لعب ہے (ابو السعود) راغب نے مؤخر الذکر کو لھو کہا ہے، لھو اصل میں جماع کو کہتے سنئے امرء القیس بن حجر کندی کا شعر ہے ؎

اَلَا زَعَمَتْ بَسْبَاسَةُ الْيَوْمَ اَنَّنِیْ
كَبِرْتُ وَاَنْ لَا يُحْسِنَ اللَّهْوَ اَمْثَالِیْ

سنو! آجکل بسباسہ خیال کرتی ہے کہ میں عمر رسیدہ ہوگیا اور میرے جیسے آدمی جماع اچھی طور پر نہیں

کر سکتے، اس کے بعد خود عورت کو لَہو کہنے لگے بلکہ ہر دانشمندانہ تفریح کا نام لہو ہو گیا، کھیل تماشا (معجم القرآن) ۷/۱۰، ۲۱/۳، ۲۶/۸، ۲۴/۱۹ (مزید تشریح دیکھو اَلْہٰی، لَاہِیَۃٌ)

لَھْوًا: دیکھو لَہْوٌ ۷/۱۴، ۹/۱۳، ۲۹/۱۲ کھیل تماشہ ۷/۲ زن و فرزند۔

لَھْوَ الْحَدِیْثِ: لَہْوٌ مضاف اَلحدیث مضاف الیہ، اضافت بتقدیر مِن، اصل میں لَہْوًا مِنَ الْحَدِیْثِ تھا، فضول، بیہودہ، بے سر و پا قصوں کا کھیل تماشا۔ مفسر بیضاوی اور زمخشری نے لکھا ہے کہ لہو خاص اور حدیث عام ہے کیونکہ قصے مفید بھی ہوتے ہیں اور بیہودہ بھی، یا یوں کہ لہو عام ہے کھیل تماشہ بغیر قصوں کے بھی ہوتا ہے اور افسانوی بھی، بہر حال اضافت بتقدیر مِن ہے (تفسیر بیضاوی و کشاف) مشہور یہ ہے کہ اگر لہو کو خاص کہا جائے تو اضافت بتقدیر لام ہو گی۔

کلبی اور مقاتل کا قول ہے کہ نضر بن حارث کلدہ قرشی عراق کی راجدھانی حیرہ سے کچھ عجمی داستانیں، قصے خرید کر مکہ میں لاتا اور قریش کو جمع کر کے سناتا تھا اور کہتا تھا محمد تم کو عاد و ثمود کی پارینہ داستانیں سناتے ہیں اور میں رستم و اسفندیار کے قصے، اسی واقعہ کے سلسلہ میں آیت کا نزول ہوا (سراج منیر) اس روایت سے معلوم ہوا کہ لہو الحدیث سے مراد ہیں بیہودہ، فضول، جھوٹے قصے لیکن بعض معتبر روایات سے یہ بھی ثابت ہے کہ نضر بن حارث کچھ ناچنے والی باندیوں کا ناچ کراتا اور رقص و سرود کی محفلیں منعقد کرتا تھا تاکہ لوگ قرآن سننے کی طرف مائل نہ ہوں۔ ابو الصہباء نے بیان کیا میں نے حضرت عبد اللہ بن مسعود سے اس آیت کا مطلب پوچھا، حضرت نے تین بار فرمایا وَاللّٰہِ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ھُوَ الْغِنَآءُ اللہ وحدہ لا شریک کی قسم یہ گانا ہے (رواہ الخطیب فی السراج المنیر) حضرت ابن عباس اور حضرت ابن مسعود قسم کھا کر فرماتے تھے لہو الحدیث گانا ہے (مدارک) حسن بصری بھی اسی کے قائل تھے کہ لہو الحدیث سے گانا مراد ہے۔ خطیب نے حسن بصری کا قول نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یَشْتَرِیْ کا معنی اس جگہ خریدنا نہیں بلکہ قرآن کو چھوڑ کر گانے بجانے کے سامان اور آلات کو بجائے قرآن کے اختیار

کرنا مراد ہے (سراج منیر) صاحب رد المحتار نے بھی لکھا ہے کہ گانا مراد ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کلبی اور مقاتل کی روایت بھی صحیح ہو اور لہو الحدیث کا لفظ جھوٹے بیہودہ قصوں کو بھی شامل ہو اس سے حضرت ابن عباس، حضرت ابن مسعود اور بعض دوسرے جلیل القدر صحابہ و تابعین کے اقوال کی تردید نہیں ہوتی، نضر بن حارث، یہ بھی کرتا ہو اور وہ بھی۔ پ ۲۱/۱

لَیًّا: مصدر، موڑنا، مروڑنا، پھیرنا، گھمانا لَوٰی یَلْوِیْ (باب ضرب) لَوٰی لِسَانَہٗ اور لَوٰی بِلِسَانِہٖ زبان پھیرلی، زبان گھمادی یعنی جھوٹ کہا خود اپنی طرف سے بات گھڑ دی (راغب) مطلب یہ کہ زبانیں موڑ کر الفاظ بگاڑ کر ادا کرتے ہیں۔ اگر لَوٰی کے اول مفعول پر عَلٰی ہو تو متوجہ ہونے اور منہ پھیر کر دیکھنے کا معنی ہوتا ہے۔ لَا یَلْوِیْ عَلٰی اَحَدٍ وہ ایسا منہ پھیر کر شکست کھا کر بھاگا کہ کسی طرف منہ پھیر کر نہ دیکھا، چونکہ لَیٌّ کا اصل معنی موڑنا اور لپیٹنا ہے اس لئے پھریرے اور پرچم کو بھی لواء کہتے ہیں جو ہوا سے مڑتا اور پھر جاتا ہے لواء کی جمع اَلْوِیَۃٌ ہے۔ پ ۵/۴ (مزید تفصیل کے لئے دیکھو لَوَّوْا)۔

لَیْلٍ: رات، اسم جنس لَیْلَۃٌ مفرد جیسے تَمْرٌ اور تَمْرَۃٌ، لَیَالِیْ اور لَیَایِلُ جمع اَلْیَالٌ جمع غیر قیاسی (قاموس) بعض لوگوں کا خیال ہے کہ لَیْلَۃٌ کی اصل لَیْلَاۃٌ تھی اس لئے کہ لَیْلَۃٌ کی تصغیر لُیَیْلَۃٌ آتی ہے (راغب)

اگر رات کی تاریکی کی شدت دکھانی ہوتی ہے تو لفظ لَیْل سے صیغہ صفت بنا کر لَیْلٌ لَائِلٌ اور لَیْلٌ اَلْیَلُ اور لَیْلَۃٌ لَیْلَاءُ کہا جاتا ہے۔ بہت تاریک رات۔ کبھی لمبی رات کو بھی لَیْلَۃٌ لَیْلَاءُ کہتے ہیں۔ پ ۳۰/۱۰

لَیْلًا: رات۔ حسب تفصیل مندرجہ پ ۱۱/۸ پ ۱۵/۱ پ ۲۵/۱۴ پ ۲۹/۲۰،۹ ۔

اَللَّیْلُ: اسم جنس معرفہ مرفوع، رات پ ۷/۱۵ پ ۲۳/۱

اَللَّیْلَ: اسم جنس معرفہ منصوب، رات کو۔ پ ۳/۱۱ پ ۷/۱۸ پ ۸/۱۴ پ ۱۱/۱۲ پ ۱۳/۷،۱۷ پ ۱۴/۸ پ ۱۷/۲،۳،۱۵ پ ۱۸/۱۲ پ ۱۹/۳،۴ پ ۲۰/۳،۱۰ پ ۲۱/۱۲ پ ۲۲/۱۴ پ ۲۳/۱۵ پ ۲۴/۱۲ پ ۲۷/۱۷ پ ۲۹/۱۳،۱۴ پ ۳۰/۱ ۔

اَللَّیْلِ: اسم جنس معرفہ مجرور، رات، پ ۲/۴،۷ پ ۳/۶،۱۱ پ ۴/۳،۱۲ پ ۷/۸،۱۳ پ ۱۱/۶ پ ۱۲/۷،۱۰ پ ۱۳/۸ پ ۱۴/۵

۱۵: ۹، ۱۲　۱۶: ۱۷　۱۷: ۱۲　۱۸: ۵　۲۱: ۶، ۱۲　۲۲: ۱۰، ۱۳　۲۳: ۸، ۱، ۱۵

۲۴: ۹　۲۵: ۱۷　۲۶: ۱۷، ۱۸　۲۷: ۱۷　۲۹: ۱۰، ۱۴، ۱۶، ۲۰

۳۰: ۶، ۹، ۱۴، ۱۶، ۱۷، ۱۸

لَیْلَةُ الصِّیَامِ: لیلۃ اسم جنس مضاف الصیام مضاف الیہ، روزوں کی رات یعنی رمضان کے روزوں کی رات جس کی صبح کو روزہ ہو۔ ۲۷

لَیْلَةِ الْقَدْرِ / لَیْلَةُ الْقَدْرِ لیلۃ مضاف، القدر مضاف الیہ، عظمت و شرف والی رات (از ظاہری) ازلی تحریر کے موافق آئندہ ایک سال میں ہونے والے امور کے تقدیری نفاذ کی رات۔ حسین بن فضل سے پوچھا گیا جب تخلیقِ عالم سے پہلے اللہ نے ہر چیز کا اندازہ مقرر فرما دیا ہے تو پھر لیلۃ القدر کا کیا معنی؟ اب کس چیز کی تقدیر کی جاتی ہے! فرمایا قضاء مقدر کا نفاذ کیا جاتا ہے، مقدرات کو ان کے اوقاتِ مقررہ میں ظاہر کیا جانے کا حکم دیا جاتا ہے۔

بعض کا خیال ہے کہ رسول اللہ کے زمانہ تک شبِ قدر رہی، بعد کو معدوم کر دی گئی۔ عام صحابہ تابعین اور علماء کے اقوال سے اس کی تردید ہوتی ہے حضرت ابوہریرہ نے واضح طور پر عبداللہ بن حسین کے سوال کے جواب میں فرما دیا تھا، البتہ کہنے والا جھوٹا ہے ہر رمضان میں شب قدر ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ شبِ قدر سال میں کسی تاریخ کو ہوتی ہے حضرت عبداللہ بن عمر کو اس قول کی اطلاع ملی تو فرمایا اللہ ابو عبدالرحمٰن پر رحم فرمائے ان کو معلوم تھا کہ شبِ قدر ماہ رمضان میں ہے لیکن دانستہ انہوں نے ظاہر نہیں کیا تاکہ لوگ رمضان ہی پر قناعت نہ کر بیٹھیں۔

جمہور علماء اسلام کا اجماعی قول ہے کہ شب قدر ماہ رمضان میں ہے لیکن کس عشرہ میں اور کس تاریخ کو اس کے متعلق مختلف روایات ہیں، حضورِ اقدس ﷺ اخیر عشرہ میں عبادت میں اتنی کوشش کرتے تھے جتنی دوسرے ایام میں نہیں کرتے (عائشہ)

فرماتے تھے شب قدر کو رمضان کے آخری عشرہ میں تلاش کرو (عائشہ)

رمضان کا آخری عشرہ آتا تھا تو حضور تہبند کو مضبوط کس لیتے تھے، رات بھر خود بھی عبادت کرتے تھے اور گھر والوں کو بھی بیدار رکھتے تھے (عائشہ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رمضان کے آخری عشرہ کی وتر (طاق) راتوں میں شبقدر کو تلاش کرو۔ (عائشہ)

میں نے خود سنا حضور علیہ التحیۃ والسلام فرما رہے تھے، شب قدر کو رمضان کے آخری عشرہ میں تلاش کرو جبکہ نو راتیں یا سات راتیں یا پانچ راتیں یا تین راتیں باقی رہ جائیں (یعنی ۲۱ یا ۲۳ یا ۲۵ یا ۲۷ تاریخ کی رات میں تلاش کرو) (ابوبکرہ)

بہت صحابیوں نے خواب میں دیکھا کہ شب قدر آخری سات راتوں میں ہے، حضور والا نے فرمایا تم سب کا خواب آخری ہفتہ کے متعلق متفق ہے اس لئے جو شخص شب قدر کا جویاں ہو وہ آخری ہفتہ میں تلاش کرے (عبداللہ بن عمر)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خیال تھا کہ شبقدر اکیسویں رات ہے۔ ۲۲ دن گذرنے کے بعد حضور نے فرمایا بائیس گزر گئے، سات باقی ہیں۔ آج کی رات شبقدر کو تلاش کرو۔ (ابوہریرہ)

حضرتِ علی حضرتِ ابی بن کعب اور حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہم کا خیال تھا کہ شبقدر ۲۷ تاریخ کو ہوتی ہے ان تمام روایات میں مطابقت کے لئے کہا جاسکتا ہے کہ شبقدر آخری عشرہ کی طاق راتوں میں سے کسی رات کو ہوتی ہے کسی ایک معین تاریخ پر حضور کے زمانہ میں ہر سال نہیں ہوتی کسی سال ۲۱ کو کسی سال ۲۳ کو کسی سال ۲۵ کو کسی سال ۲۷ کو ہوئی اسی لئے راویوں میں اختلاف ہے جس سال جس نے جو تاریخ دیکھ لی یا سن لی ویسا ہی نقل کر دیا لیکن اس سے یہ نہ سمجھ لینا چاہئے کہ دوسرے سالوں میں بھی وہی تاریخ مقرر رہی یا ہمیشہ کے لئے مقرر ہوگئی۔

(معالم - صحیح مسلم - صحیح بخاری مشکوٰۃ المصابیح ابوداؤد) $\frac{۳۰}{۲۲}$

لَيْلَةً: نکرہ ممیز منصوب (چالیس) رات ایک ماہ ذیقعدہ کا اور دس دن ذی الحجہ کے (معالم و سیوطی) ۱/۶ ۹/۷۔

لَيْلَةٍ: نکرہ مجرور، مراد شبقدر جس میں قرآن مجید، لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر اتارا گیا اور پھر ۲۳ سال تک تھوڑا تھوڑا حضور صلعم پر نازل ہوتا رہا۔ بعض کے نزدیک شعبان کی پندرہویں

رات مراد ہے اول زیادہ صحیح ہے۔

(معالم)، پ ۲۵/۱۴ ۔

لَيْلَهَا: لَيْلَ مضاف ھا مضاف الیہ، اسکی رات کو۔ پ ۳۰/۴ ۔

لَيَالِيَ: جمع منصوب، لَيْلٌ اور لَيْلَةٌ مفرد راتیں۔ پ ۲۲/۷ ۔

لَيَالٍ: جمع، حالتِ جر، اصل میں لیالی تھا، راتیں۔ پ ۲۹/۵ راتیں مع دنوں کے، پ ۱۶/۴ دس تاریخیں ماہِ ذی الحجہ کی (احمد ونسائی عن جابر مرفوعًا) مجاہد، قتادہ اور ضحاک کا بھی یہی خیال ہے، دوسری روایت میں آیا ہے کہ ضحاک کے نزدیک محرم کی دس تاریخیں مراد ہیں۔

(معالم) پ ۳۰/۱۴

لَيْتَ: حرف مشبہ بالفعل اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے تمنا کے لئے مستعمل ہے کاش، فراء نے کہا کبھی اسم اور خبر دونوں کو نصب دیتا ہے، عجاج کا شعر ہے ؎

يَا لَيْتَ اَيَّامَ الصِّبَا رَوَاجِعًا

ابنِ معتز عباسی کا شعر ہے ؎

مَرَّتْ بِنَا سَحَرًا طَيْرَةٌ فَقُلْتُ لَهَا
طُوْبَاكِ يَا لَيْتَنِيْ اِيَّاكِ طُوْبَاكِ

سحر کے وقت ایک پرندہ ہماری طرف سے گزرا، میں نے اس سے کہا تو خوب ہے تو خوب ہے کاش میں تیری طرح ہو جاتا۔ لَيْتَ اکثر ناممکن امر پر داخل ہوتا ہے جیسے يَا لَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ کاش پہلی موت ہی آخری فیصلہ کر دیتی یعنی دوبارہ زندگی نہ ہوتی يَا لَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرَابًا کاش میں مٹی ہو جاتا ؎

فَيَا لَيْتَ الشَّبَابَ يَعُوْدُ يَوْمًا
فَاُخْبِرُهٗ بِمَا فَعَلَ الْمَشِيْبُ

کاش جوانی کسی دن لوٹ آتی تو بڑھاپے نے جو سلوک کیا ہے میں اسکو بتاتا۔ پ ۳۰/۱۱ پ ۲۳/۱ پ ۲۵/۱۰ ۔

لَيْتَنَا: لَيْتَ حرف مشبہ بالفعل، نا اسم، کاش ہم۔ پ ۷/۹ پ ۲۲/۵

لَيْتَنِيْ: لیت حرف مشبہ بالفعل نِی اسم، کاش میں۔ پ ۵/۷ پ ۱۵/۱۲ پ ۱۶/۵ پ ۱۹/۱ ، ۲ پ ۳۰/۱۴

لَيْتَهَا: لیت حرف مشبہ بالفعل، ھا اسم، کاش وہ پ ۲۹/۵ ۔

لَيْسَ: فعل ناقص ماضی واحد مذکر غائب اسم کو رفع خبر کو نصب دیتا ہے نہیں ہے (تفصیل کے لئے دیکھو لَسْتَ)

پ ۲: ۶، ۸، ۹، ۱۷

پ ۳: ۵، ۷، ۱۱، ۱۲، ۱۵، ۱۶ پ ۴: ۳، ۸، ۱۰ پ ۵: ۱۲، ۱۵ پ ۶: ۳

پ ۷/۲، ۶، ۹، ۱۲، ۱۴ پ ۸/۲، ۱۵، ۱۶ پ ۱۰/۳، ۱۳ پ ۱۲/۱، ۲، ۵، ۷
پ ۱۴/۲، ۱۹ پ ۱۵/۲، ۷ پ ۱۷/۸، ۱۶ پ ۱۸/۸، ۱۰، ۱۴ پ ۲۰/۱۳ پ ۲۱/۳، ۱۱، ۱۷ پ ۲۳/۴
پ ۲۴/۱، ۳، ۱۰ پ ۲۵/۳، ۱۱ پ ۲۶/۴، ۱۰ پ ۲۷/۷، ۱۴ پ ۲۸/۲
پ ۲۹/۵، ۷، ۱۸ پ ۳۰/۱۳، ۲۰

لَيْسَتِ: واحد مؤنث غائب ماضی، اصل میں تا ساکن تھی بعد والے حرف کے ساتھ ملانے کی وجہ سے کسرہ دیدیا گیا، نہیں ہے پ ۱/۱۴ پ ۱۴/۱۴ (ماضی بمعنی حال)

لَيْسُوْا: جمع مذکر غائب ماضی۔ وہ نہیں ہیں۔ (ماضی بمعنی حال) پ ۴/۳ پ ۷/۱۶۔

لِئَلَّا: اصل میں لِ اَنْ لَا تھا، لام تعلیلیہ اَنْ مصدریہ، ناصبہ، لا نافیہ، تاکہ نہ ہو۔ پ ۲/۲ پ ۶/۳ پ ۲۷/۲۰

لَيِّنًا: لَيِّنٌ لَيْنٌ صیغہ صفت مفرد لَيِّنُوْنَ اور اَلْيِنَاءُ جمع، نرم (دیکھو لِنْتَ) پ ۱۶/۱۱۔

لِيْنَةٍ: اسم جنس کھجور کا تر و تازہ شاداب درخت کسی قسم کا اور کسی جنس کا ہو۔ (راغب) پ ۲۸/۴۔

باب المیم

مَا: مَا اسمی بھی ہوتا ہے اور حرفی بھی ہر ایک کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ مَا اسمی معرفہ (الف) ناقصہ یعنی موصولہ (وہ جو) مَا عِنْدَكُمْ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ وہ جو تمہارے پاس ہے ختم (ادرفنا) ہو جائے گا اور وہ جو اللہ کے پاس ہے، ہمیشہ رہے گا۔

(ب) معرفہ تامہ اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ اگر تم صدقات ظاہری طور پر دو گے تو چیز یہ بھی اچھی ہے، مَا کی یہ قسم صرف ابن خروف

نے بیان کی ہے اور صراحت کی ہے کہ سیبویہ
کا بھی یہی قول ہے۔

۲۔ اسمی نکرہ مجردہ یعنی حرفی معنی
سے بالکل خالی۔

(الف) ناقصہ یعنی موصوفہ، اس ما کا معنی
شئے ہوتا ہے، ایک شاعر کا قول ہے ؎

لِمَا نَافِعٍ یَسْعَی اللَّبِیْبُ فَلَا تَکُنْ
لِشَیْءٍ بَعِیْدٍ نَفْعُہُ الدَّھْرَ سَاعِیًا

سود مند چیز کے لئے عقلمند کوشش کرتا ہے
اس لئے تم کبھی اس چیز کے لئے کوشاں
نہ ہو جس کا فائدہ بعید ہو۔ ھٰذَا مَا لَدَیَّ
عَتِیْدٌ میں بھی ما موصوفہ ہے اور عَتِیْدٌ
صفت (زمخشری و سیبویہ)

(ب) نکرہ تامہ، اس کی تین شاخیں یا
صنفیں ہیں اول فعل تعجب مَا اَحْسَنَ زَیْدًا
(اس میں ما کا نکرہ تامہ ہونا تمام علماء البصرہ
کے نزدیک مسلم ہے لیکن اخفش کا قول ہے
اس ما کو ہم نکرہ تامہ بھی کہہ سکتے اور نکرہ موصوفہ
اور معرفہ موصولہ بھی)۔

دوئم: نِعِمَّا اور بِئْسَمَا کے بعد جو
ما آتا ہے وہ بھی جماعت متاخرین اور
زمخشری کے نزدیک نکرہ تامہ ہی ہے لیکن
سیبویہ کے ظاہر کلام سے معلوم ہوتا ہے
کہ معرفہ تامہ ہے نِعِمَّا ھِیَ اور بِئْسَمَا
یَاْمُرُکُمْ بِہٖ اِیْمَانُکُمْ۔

سوئم: وہ ما جو مبالغہ کے لئے آتا
ہے اور ما سے پہلے عامل مذکور ہوتا اور ما
کے بعد اس عامل کا معمول ہوتا ہے جیسے زَیْدٌ
مِمَّا اَنْ یَکْتُبَ، مِن حرف جر عامل ہے اور
اَنْ یَکْتُبَ بتاویل مصدر مجرور ہے اور ما
صرف مبالغہ کے لئے، عامل اور معمول کے
درمیان ذکر کیا گیا ہے یعنی زید کی تخلیق ہی
کتابت سے ہوتی ہے، زید کتابت کا بنا ہوا
ہے۔ سیبویہ، ابن خروف، ابن مالک اور
شیرازی نے اس ما کو معرفہ تامہ کہا ہے،
ما کی یہ صنف قرآن مجید میں مذکور نہیں ہے۔

۳۔ ما اسمی نکرہ غیر مجردہ یعنی حرفی
معنی کو متضمن۔

(الف) استفہامیہ (کیا ہے) مَا ھِیَ
وہ کیا ہے؟ مَا لَوْنُھَا اس کا رنگ کیا ہے؟
مَا تِلْکَ بِیَمِیْنِکَ یہ تیرے سیدھے ہاتھ
میں کیا ہے؟ مَا جِئْتُمْ بِہِ السِّحْرُ

(فزارۃ ابو بکر) تم کیا چیز لائے، کیا وہ جادو ہے۔

مااستفہامیہ اگر مجرور ہو تو الف کو حذف کرنا واجب ہے تاکہ استفہام اور خبر میں فرق ہو جائے اور میم کا فتحہ باقی رہتا ہے فِیمَ لِمَ، حَتَّامَ، اِلَامَ، عَلَامَ۔

فَتِلْكَ وُلَاةُ السُّوْءِ قَدْ طَالَ مُكْثُهُمْ
فَحَتَّامَ حَتَّامَ الْعَنَاءُ الْمُطَوَّلُ

ان بڑے حاکموں کا بقا طول پکڑ گیا، اس طویل دکھ کا خاتمہ کس حد پر ہوگا۔

کبھی فتحہ کو حذف کر کے میم کو ساکن کر دیتے ہیں مگر ایسا صرف شعر میں بطور شذوذ ہوتا ہے۔

فِيمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰهَا اس کے تذکرہ کی طرف سے کس فکر میں پڑے ہوئے ہو فَنَاظِرَةٌۢ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ میں دیکھتی ہوں قاصد کیا جواب لے کر لوٹتے ہیں لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ایسی بات کیوں کہتے ہو جو خود نہیں کرتے، ان سب مثالوں میں مَا استفہامیہ ہے۔

لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ تو بڑا عذاب تم کو پہنچ جاتا۔ اس فدیہ کے عوض جو تم نے لیا تھا يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ جو کتاب تم پر اتاری گئی وہ اس پر ایمان رکھتے ہیں مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ اس کو سجدہ کرنے سے تجھے کس نے روکا جس کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا۔

تینوں مثالوں میں خبری ہونے کی وجہ سے مَا کا الف حذف نہیں کیا گیا باوجودیکہ مَا مجرور ہے، باوجود مجرور ہونے کے مَا استفہامیہ کا الف باقی رہنا، حذف نہ ہونا شاذ ہے، صرف شعر میں آیا ہے اور شاذ قراءۃ متواترہ میں نہیں آسکتا اس لئے قرآن مجید میں مَا استفہامیہ مجرور کا الف کسی جگہ باقی نہیں۔

ہاں بعض مفسرین نے بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ میں مَا کو استفہامیہ کہا ہے اور زمخشری نے اگرچہ تعیین کے ساتھ اس کو استفہامیہ نہیں کہا مگر استفہام کے جواز کا قول کیا ہے لیکن کسائی نے ان سب کی تردید کرتے ہوئے کہا اس آیت میں مَا استفہامیہ کیسے ہو سکتا

ہے الف باقی ہے باوجودیکہ مَا مجرور ہے شذوذ کا اعتبار نہیں، شاذ قراءت متواترہ میں نہیں آسکتا، اسی طرح امام فخر الدین رازی نے کبیر میں فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ میں مَا کو استفہام تعجبی کے لئے قرار دیا ہے مگر یہ بھی غلط، جب مَا استفہامیہ مجرور ہے تو الف کیوں حذف نہیں کیا گیا۔

(ب) مَا شرطیہ غیر زمانیہ (جو بھی)

جیسے مَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ جو نیکی بھی تم کرتے ہو اللہ اس کو جانتا ہے

مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ جو آیت بھی ہم منسوخ کرتے ہیں۔

(ج) مَا شرطیہ زمانیہ بمعنے مادام (جب تک بھی) جیسے فَمَا اسْتَقَامُوا لَكُمْ فَاسْتَقِيمُوا لَهُمْ جب تک وہ تمہارے ساتھ سیدھی چال چلیں تم بھی ان کے ساتھ سیدھی چال چلو یا جب تک تمہارے لئے معاہدہ پر قائم رہیں تم بھی ان کے معاہدہ پر قائم رہو۔

ایک مختلف فیہ آیت

ابو علی فارسی، ابو البقاء، ابو شامہ، ابن جبی اور ابن مالک کا قول ہے کہ آیت وَمَا بِكُمْ مِنْ نِعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ میں مَا شرطیہ غیر زمانیہ ہے، جو نعمت بھی تمہارے پاس ہے وہ خداداد ہے لیکن موصولہ بھی ہو سکتا ہے اور زمانیہ بھی۔

فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ میں مَا غیر زمانیہ ہے لیکن زمانیہ بھی ہو سکتا ہے، جن عورتوں سے تم تمتع حاصل کر چکو تو ان کے مہران کو دیدو، جب بھی (یا) جب کبھی تم نے تمتع حاصل کر لیا ہو تو ان کے مہر دیدو۔

قسم دوم مَا حرفی کی بھی تین قسمیں ہیں:

۱۔ مَا نافیہ: اگر جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے تو حجازی، تہامی اور نجدی استعمال میں لَيْسَ کی طرح اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتا ہے مَا هٰذَا بَشَرًا یہ انسان نہیں ہے مَا هُنَّ أُمَّهَاتِهِمْ وہ ان کی مائیں نہیں ہیں، یہ مَا نکرہ پر بہت کم آتا ہے قرآن مجید میں صرف معرفہ پر آیا ہے۔

اگر فعلیہ جملہ پر داخل ہوتا ہے تو لفظوں میں کوئی عمل نہیں کرتا، وَمَا تُنْفِقُونَ إِلَّا

ابتغاء وجہ اللہ تم مال نہیں دیتے ہو مگر
محض اللہ کی رضا جوئی کے لئے۔

جمہور کے نزدیک اس وقت مضارع
کا صیغہ صرف حال کے معنی میں مستعمل ہوتا
ہے لیکن ابن مالک کہتا ہے کہ کبھی استقبالی
معنی کے لئے بھی مستعمل ہے جیسے قُلْ مَا
يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ کہہ دو میرے لئے
اس کو بدل دینا جائز نہیں۔

تنبیہ: آیت مَا تُنْفِقُوا مِنْ
خَيْرٍ فَلِأَنْفُسِكُمْ اور مَا تُنْفِقُوا مِنْ
خَيْرٍ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ میں بعض لوگوں نے
ما کو نافیہ کہا ہے مگر یہ غلط فہمی ہے، ان
دونوں آیات میں ما شرطیہ غیر زمانیہ ہے جو
مال بھی راہ خدا میں دو گے تو اپنے فائدے
کے لئے دو گے۔ جو مال راہ خدا میں دو گے
اس کا اجر تم کو پورا پورا دیا جائیگا۔

۳۔ مصدریہ (الف) غیر زمانیہ
جیسے عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ تمہارا مشقت
میں پڑنا اس پر شاق ہے وَدُّوا مَا عَنِتُّمْ تمہارا
مشقت میں پڑنا وہ دل سے پسند کرتے ہیں
ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ
باوجود فراخ ہونے کے زمین ان پر تنگ ہو گئی
فَذُوقُوا بِمَا نَسِيتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ اس دن
کی ہستی کو دنیا میں بھولے رہنے کی وجہ سے
اب (دوزخ کے عذاب کا) مزہ چکھو، لَهُمْ
عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا نَسُوا يَوْمَ الْحِسَابِ
روز حساب کو بھول رہنے کے سبب سے انکو
سخت عذاب ہوگا، لِيَجْزِيَكَ أَجْرَ مَا
سَقَيْتَ لَنَا ہماری خاطر ہماری بکریوں کو آب
کے پانی پلانے کا عوض وہ دینا چاہتے ہیں،
بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ جھوٹ بولتے رہنے کے سبب
آمِنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ دوسرے لوگوں کے
ایمان لانے کی طرح تم بھی ایمان لاؤ۔

یادداشت

دو متماثل فعلوں کے درمیان جو کما آتا
ہے اس میں ما مصدریہ ہی ہوتا ہے جیسا
آیت آمنوا کما الخ میں ہے۔

(ب) مصدریہ زمانیہ جیسے مَا دُمْتُ
حَيًّا یعنی میں اپنی زندگی کی مدت تک فَاتَّقُوا
اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ جب تک استطاعت ہو
اللہ سے ڈرتے رہو۔ إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ
مَا اسْتَطَعْتُ جب تک مجھ میں طاقت ہے

ہیں تو اصلاح ہی چاہوں گا کُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا
فِيْهِ ہر بار بجلی چمکنے کے وقت وہ اس کی روشنی
میں چلتے ہیں یا جب بھی ان کے سامنے بجلی چمکتی
ہے وہ اس میں چل لیتے ہیں۔

ابن خروف قائل ہے کہ مَا مصدریہ
بالاتفاق حرف ہے لیکن اتفاق کا دعویٰ کرنا غلط ہے
اخفش اور ابوبکر اس کو اسمیہ کہتے ہیں۔

۱۳ مازائدہ (الف) کافّہ یعنی
سابق عامل کو عمل سے روک دینے والا۔

عمل رفع سے روکنے والا مَا صرف
تین افعال کے بعد آتا ہے قَلَّمَا، طَالَ مَا،
کَثُرَمَا عمل نصب و رفع سے روکنے والا
مَا حرف مشبہ بالفعل کے بعد آتا ہے اِنَّمَا
اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ بیشک اللہ ہی اکیلا
معبود ہے۔ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ
گویا موت کی طرف ان کو ہنکایا جا رہا ہے
اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا
بلاشبہ اللہ کے بندوں میں سے علماء اللہ
سے ڈرتے ہیں۔ اہل نحو کے نزدیک اس
آیت میں بھی مَا کافہ زائدہ ہے۔

اہل اصول و بیان کی ایک جماعت
قائل ہے کہ اِنَّ کے ساتھ مَا نافیہ ہوتا ہے
اِنَّمَا مفید حصر ہوتا ہے، مَا و اِلَّا کا قائم مقام
ہوتا ہے کیونکہ اِنَّ اثبات کے لئے اور مَا
نفی کے لئے آتا ہے منفی مثبت جمع نہیں ہو سکتے
اس لئے نفی کا رجوع محذوف کی طرف ہوتا ہے
اور اثبات کا رجوع مذکور کی طرف (سوائے
اسکے کوئی چیز نہیں کہ) مگر اس جماعت کی یہ
تشریح غلط ہے کیونکہ اِنَّ اثبات کے لئے
بلکہ صرف تاکید کے لئے آتا ہے تاکید مثبت کی
ہو یا منفی کی، اسی طرح مَا بھی نافیہ نہیں ہے
کافہ زائدہ ہے جس طرح لَيْتَمَا، لَعَلَّمَا،
لٰكِنَّمَا میں مَا ہے ویسا ہی اِنَّمَا میں ہے
یعنی کافہ زائدہ۔

کہا جاتا ہے کہ کتاب الشیرازیات میں
ابوعلی فارسی نے صراحت کی ہے کہ یہ مَا نافیہ
ہے، ہم کو کتاب الشیرازیات کہیں دستیاب
نہیں ہوئی البتہ صاحب مغنی اللبیب نے
مَا کے بیان میں صراحت کی ہے کہ ابوعلی کی
طرف اس قول کا انتساب غلط ہے، کتاب
الشیرازیات میں ابوعلی نے یہ نہیں کہا کہ اِنَّمَا میں
مَا نافیہ ہے۔

ضروری تنبیہ

آیاتِ ذیل میں ما اسمیہ موصولہ ہے حرفیہ نہیں ہے۔

اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ بیشک وہ چیز جس کو تم مانگتے ہو ضرور آنیوالی ہے۔

اِنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ بلاشبہ اللہ کو چھوڑ کر وہ جس چیز کو پکارتے ہیں وہ اکارت ہے۔

اِنَّ مَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ جو چیز اللہ کے پاس ہے وہ یقیناً تمہارے لئے بہتر ہے۔

اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّ مَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّ بَنِيْنَ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ کیا وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم جو ان کے مال و اولاد کو بڑھا رہے ہیں تو ان کے لئے بھلائیاں دینے میں جلدی کر رہے ہیں۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ مَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ جان رکھو کہ جو مال غنیمت تم پاؤ اس کا پانچواں حصہ اللہ ہی کا ہے۔

آیت اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ میں اگر حضرت ابن مسعود اور ربیع بن خیثم کی قراءت کے موافق الْمَيْتَةَ کو منصوب پڑھا جائے تو ما کافہ حرفیہ ہوگا، اور الْمَيْتَةَ حَرَّمَ کا مفعول ہوگا اور اگر ابو رجاء عطاردی کی روایت کے بموجب الْمَيْتَةُ رفع کے ساتھ پڑھا جائے تو ما موصولہ اسمیہ ہوگا اور الْمَيْتَةُ کو خبر کہا جائیگا۔

عمل جر سے روکنے والا یعنی کسی حرف جر یا اسم مضاف کے عمل کو باطل کر دینے والا، اول جیسے رُبَّمَا، یہ اکثر ماضی پر آتا ہے لیکن آیت رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا میں مضارع پر آیا ہے تو کیا یہ استعمال غلط ہے؟ رمانی نے کہا اللہ کو مستقبل کا علم بھی ماضی کی طرح ہے اس لئے اس کے کلام میں وَدَّ کی جگہ يَوَدُّ بھی صحیح ہے یا جیسے کاف کے بعد اِجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ بعض کا قول ہے یہ ما مصدریہ ہے زائدہ کافہ نہیں کیونکہ کاف جار کے عمل کو ما نہیں روکتا یا جیسے باء کے بعد تقلیل کے لئے۔

فَلَئِنْ صِرْتَ لَا تُحِيْرُ جَوَابًا
لَبِمَا قَدْ تُرٰى وَاَنْتَ خَطِيْبٌ

اب اگر تو لوٹا کر جواب نہیں دے سکتا ہے تو کیا عجب ہے کیونکہ بلاشبہ تیرا خطیب دکھائی دینا بہت کم ہے۔

اسی طرح مِنْ کے بعد بھی ما کافہ آتا ہے، یہ قول صرف ابن الشجری کا ہے۔ قرآنِ مجید میں یہ قسم معدوم ہے۔

دوئم: کسی ظرف مضاف کے بعد جیسے بَعْدَ مَا۔ بَيْنَمَا۔ حَيْثُمَا۔ إِذْ مَا۔

(ب) ما زائدہ غیر کافہ جیسے وَ إِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا اَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ عَمَّا قَلِيْلٍ مِّمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ حَتّٰٓى إِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً (اس میں علماء بصرہ کے نزدیک ما تاکید کے لئے زائد ہے)

چند مختلف فیہ آیات کی تشریح

مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ میں اول ما نافیہ بھی ہو سکتا ہے اور استفہامیہ بھی، دوسرا ما موصول اسمیہ ہے۔

مَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗٓ إِذَا تَرَدّٰى مَآ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ میں نافیہ بھی ہو سکتا ہے اور استفہامیہ بھی، فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ میں ما نافیہ ہے۔

وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ میں ما موصولہ ہے اور ایک ضعیف قول میں نافیہ بھی ہو سکتا ہے لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ میں ما کا نافیہ ہونا ارجح ہے اور ہو سکتا ہے کہ موصولہ ہو۔ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ میں ما مصدریہ ہے۔ مَكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ میں ما موصوفہ ہے لیکن مصدریہ بھی ہو سکتا ہے۔

مَاذَا: کیا چیز ہے، کیا ہے یہ، ماذا کی لفظی ساخت میں اختلاف ہے کوئی اسکو مرکب کہتا ہے کوئی بسیط، بسیط کہنے والوں میں سے بعض قائل ہیں کہ ماذا پورا اسم جنس ہے یا موصول ہے اَلَّذِيْ کا ہم معنی یا پورا حرف استفہام ہے جیسے مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ (قرارت غیر ابو عمرو)

مرکب کہنے والے کہتے ہیں کہ ماذا یا مرکب ہے ما استفہام اور ذا موصولہ سے جیسے آیت مذکورہ بر قرارت اَلْعَفْوُ (قرارت ابو عمرو) یا ما استفہامیہ اور ذا اسم اشارہ ہے یا ما زائد اور ذا اسم اشارہ ہے یا ما استفہامیہ

ہے اور ذا زائد۔ (قال ابن مالک)

مَاذَا: نکرہ منصوب، پانی، اسم جنس مذکر امْوَاہٌ اور مِیَاہٌ جمع مُوَیْہٌ اور مُوَیْہَۃٌ تصغیر، مَاءٌ اصل میں مَاہٌ تھا، بعض عرب سے مَا بغیر ہمزہ کے بھی سنا گیا ہے، نسبت کے وقت مَائِیٌّ اور مَاوِیٌّ کہا جاتا ہے۔

رَجُلٌ مَاءُ الْفُؤَادِ بزدل، پست حوصلہ آدمی، مَاهَۃٌ چمک مُوْهَۃٌ اور مُوَاهَۃٌ پانی اور چہرہ کی رونق چمک، رَکِیَّۃٌ مَاهَۃٌ اور مَیِّهَۃٌ وہ کنواں جس میں پانی بہت ہو۔ اَمْیَہٌ اور اَمْوَاہٌ اسم تفضیل۔

مَاهَتِ الرَّکِیَّۃُ مَوْهًا و مَیْهًا و مَاهَۃً و مَیْهَۃً و مُوُهًا (سمع نصر ضرب) کنوئیں سے پانی نکل آیا۔ کنوئیں میں پانی بہت ہوگیا۔ مَاهَتِ السَّفِیْنَۃُ کشتی میں پانی آگیا۔ مُهْتُہٗ (ضرب نصر) میں نے اس کو پانی پلایا۔ مَاہَ مَوْهًا (نصر) ملا دیا، اِمَاهَۃٌ اور اِمْوَاہٌ (افعال) کنواں کھودنے والے کا پانی تک پہنچ جانا اور پیاسے جانور یا آدمی کو پانی پلانا تَمْوِیْہٌ (باب تفعیل) سونے چاندی کا پانی چڑھانا، ملمع کرنا، جھوٹی خبر دینا، معاملہ

کو مشتبہ کر دینا۔ قرآن مجید میں ما کا لفظ صرف پانی کے لئے مستعمل ہوا ہے، کسی دوسرے معنی میں مستعمل نہیں ہوا نہ اس کا کوئی مشتق استعمال کیا گیا۔

۱/۲، ۵/۴، ۶/۶، ۷/۱۸، ۹/۱۶، ۱۳/۱۷، ۱۳/۲، ۸، ۱۴، ۱۶/۱۱، ۱۷/۱۵، ۱۸/۱، ۱۱، ۱۹/۳، ۲۰/۱، ۲۱/۲، ۹، ۱۰، ۲۲/۱۶، ۲۳/۱۶، ۲۵/۷، ۲۶/۱۵، ۲۹/۲۱، ۳۰/۱۔

مَاءٍ: نکرہ مجرور، پانی، اسم جنس ۳/۴، ۱۱/۸، ۱۳/۷، ۱۵، ۱۵/۱۶، ۱۸، ۱۸/۱۲، ۲۱/۱۴، ۲۶/۶، ۲۷/۸، ۱۴، ۲۹/۲۱، ۳۰/۱۱۔

اَلْمَاءِ: معرفہ، مجرور، پانی۔ ۸/۱۳، ۱۲/۱، ۴، ۱۳/۸، ۱۷/۲۔

اَلْمَاءَ: معرفہ منصوب، پانی۔ ۸/۱۵، ۱۲/۴، ۱۷/۸، ۲۱/۱۶، ۲۴/۱۹، ۲۷/۹، ۱۵، ۳۰/۵۔

مَاءَ: منصوب مضاف پانی، ۲۰/۶، ۳۰/۴۔

اَلْمَاءُ: معرفہ مرفوع پانی ۱/۹، ۱۲/۴، ۱۵/۱۷، ۲۷/۸۔

مَاءُ: پانی مرفوع مضاف، ۲۹/۲،

اَلْمَاٰب: (حالت جر) مآبٌ مصدر بھی ہے اور اسم زمان و مکان بھی یعنی لوٹنا، لوٹنے کا وقت۔ لوٹنے کی جگہ۔ اَوْبٌ اور اِیَابٌ بھی مصدر ہیں اٰبَ یَؤُوْبُ (نصر) ماضی و مضارع

آتے ہیں۔ امام راغب کے قول کے موافق اَوْبٌ کسی صاحبِ ارادہ حیوان کے لوٹنے کو کہتے ہیں اور رُجُوعٌ میں ارادہ کو خصوصی دخل نہیں ہے (دیکھو اَوَّابٌ اَوَّابِیْنَ) تَأْوِیب دن میں چلنے کو کہتے ہیں۔ پ۱۳/۱۰ لوٹنے کی جگہ یعنی جنت (خازن وجلالین)

مَاٰبِ: (حالتِ رفع) اصل میں مَاٰبِیْ تھا میرا لوٹنا، مَاٰب مضاف، یاءِ متکلم مضاف الیہ، یاء کو حذف کردیا گیا۔ پ۱۳/۱۱۔

مَاٰبٍ: (حالتِ جر) لوٹنے کی جگہ، پ۱۳/۱۰، پ۲۳/۱۱ پ۲۳/۱۲ مراد جنت یا آخرت میں مقام رجوع۔ پ۲۳/۱۲ جہنم، بُری جائے رجوع (مدارک)

مَاٰبًا: (حالتِ نصب) لوٹنے کی جگہ، پ۳۰/۲۱۔

مَاتَ: واحد مذکر غائب، ماضی معروف، مَوْتٌ مصدر (نصر، ضرب، سمع) مرگیا۔ موت کا معنی آرام کرنا، سونا اور پرانا ہونا بھی ہے۔ مَوْتٌ مَائِتٌ سخت موت، مَيْتَةٌ مردار، مِيْتَةٌ مرنے کا طریقہ، خاص کیفیت مَاتَ مِيْتَةً حَسَنَةً وہ اچھی موت مرا، مُوْتَةٌ بے ہوشی، دیوانگی، مرگی۔ مَوَاتٌ بے جان چیز، غیر مزروعہ بنجر زمین۔ مُوَاتٌ موت، مَيِّتٌ اور مَيْتٌ مردہ یا مَيْتٌ مردہ اور مَيِّتٌ وہ شخص جو مرنے کے قریب ہو مرا نہ ہو، اِنَّكَ مَيِّتٌ بلاشبہ تو مرنے والا ہے، اَمْوَاتٌ مَوْتٰى مَيِّتُوْنَ جمع، مَيِّتَةٌ مَيْتَنَةٌ مَيْتٌ مُوْنث مَائِتٌ مرنے والا آدمی جو مرنے کے قریب ہو مرا نہ ہو۔ مُوْتَانُ الْفُؤَادِ مردہ دل، مَوْتَانٌ بے جان، محاورہ ہے اِشْتَرِ الْمَوْتَانَ وَلَا تَشْتَرِ الْحَيَوَانَ بے جان (یعنی زمین، دکان، مکان، باغ) کو خریدو جاندار (یعنی باندی، غلام، چوپائے) مت خریدو۔ مَوْتَانٌ اس زمین کو بھی کہتے ہیں جس کا کوئی مالک نہ ہو اور بنجر پڑی ہو، ایک حدیث میں آتا ہے مَوْتَانُ الْاَرْضِ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ فَمَنْ اَحْيَا مِنْهَا شَيْئًا فَهُوَ لَهٗ غیر مملوک، بنجر زمین اللہ اور اس کے رسول کی ہے، جو شخص اس میں سے کسی حصہ کو زندہ کریگا یعنی مزروعہ بنالے گا تو اس کا مالک وہی ہو جائیگا (نہایہ) مُمِيْتٌ مارنے والا، موت مسلط کرنے والا اور وہ مرد یا عورت جس کے بچے مرگئے ہوں، اِمَاتَةٌ (افعال) موت مسلط کرنا اور بچوں کا مرجانا اور گوشت

کو خوب گلانا۔

مَآ اَموتَہٗ (فعل تعجب) وہ بڑا مردہ دل ہے (تاج وقاموس)

موت کے معنی کی تشریح

امام راغب نے موت کے معنی کی کسی قدر بسط کے ساتھ تشریح کی ہے، ہم اسکو کسی قدر بیشی اور تغیر کے ساتھ نقل کرتے ہیں، موت نباتی، موت حیوانی، موت انسانی، موت ارضی، موت جسمی، موت علمی، موت قلبی۔ غرض موت کا استعمال عرف عربیت اور قرآن مجید میں مختلف چیزوں کے ساتھ ہوا ہے۔

اگر زمین میں روئیدگی نہ ہو سرسبزی اور شادابی مفقود ہو تو یہ زمین کی موت ہے اور اس کے خلاف اس کی حیات، يُحْيِي الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا اَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا۔

موتِ نباتی کسی سبزہ کا خشک ہو جانا قوتِ نمو کا زائل ہو جانا۔

موتِ حیوانی قوتِ نمو کے ساتھ حس و شعور بھی مفقود ہو جانا یا صرف حس و شعور کا باطل ہو جانا اور قوتِ نامیہ کا باقی رہنا جیسے خواب کی حالت میں ہوتا ہے اسی لئے نیند کو موت خفیف کہا گیا ہے هُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰكُمْ بِالَّيْلِ یعنی اللہ وہی تو ہے جو رات کو سوتے میں تمہارے حس و شعور کو لے لیتا ہے اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا اللہ ہی مرنے کے وقت جانیں قبض کر لیتا ہے (یعنی قوتِ نمو اور حس و شعور سب کچھ لے لیتا ہے) اور جو لوگ مرتے نہیں ان کو خواب میں وفات دیتا ہے (یعنی صرف حس و شعور لے لیتا ہے)

موتِ انسانی قوتِ نامیہ کے زوال اور قوتِ حیوانیہ کے فقدان سے بھی آگے کی چیز ہے یعنی علم و ادراک کا باطل ہو جانا یا نورِ رشد کا بجھ جانا۔ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا ءَاِذَا مِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ان سب آیات میں موتِ حیوانی مراد ہے، موتِ انسانی حقیقت میں سچے علم و ادراک کے فقدان رشد و ہدایت کے زوال اور عرفان و روحانیت کے بطلان کا نام ہے، حیوانی زندگی ہو یا موت انسانیت کی موت و حیات کا اس پر مدار نہیں، کافر باوجودیکہ طاقتور چلتا پھرتا دنیوی

معاملات کا ماہر اور حیاتِ حیوانی سے تعلق رکھنے والی ہر چیز سے واقف ہوتا ہے لیکن عرفِ قرآنی میں وہ مردہ ہے اس کی قوتِ معرفت مردہ ہے اس کا دل مردہ ہے اسکی روحانیت مردہ ہے اس کا وجدان مردہ ہے اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى میں مردہ روح کافر ہی کی مراد ہے اس کے خلاف شہدا کو زندہ کہا گیا ہے۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ سلسلۂ حیوانیت منقطع ہونے کے بعد بھی شہداء کی انسانیت زندہ ہے، روحانیت زندہ ہے علم وعرفان زندہ ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ کائنات کے ذرہ ذرہ میں حیات اور موت ہے جو ذرہ فریضۂ فطرت کو ادا نہ کر سکا مر گیا۔ نوعی اور شخصی فرض کو ادا کرتا رہا زندہ رہا، ایک وقت ہر ایک پر آتا ہے کہ اپنے فرض کی ادائیگی سے قاصر ہو جائے گا كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ لازوال ذات باری ہے اِلَّا وَجْهَهٗ۔ پ۲۰ ۱۳

مَاتُوْا: جمع مذکر غائب ماضی معروف "وہ مر گئے۔" پ۲/۳ پ۳/۱۷ پ۴/۸ پ۱۰/۱۷ پ۱۱/۵ پ۱۴/۱۵ پ۲٦/۸۔

مَاْتِيًّا: اسم مفعول ہے لیکن اسم فاعل کے معنی میں، اصل میں مَاْتُوْيٌ بروزن مَفْعُوْلٌ تھا، واؤ کو یاء سے بدل کر ادغام کرنے کے بعد بکسرۂ تاء مَاْتِيًّا بنا لیا گیا۔ آنیوالا ضرور آکر رہیگا (ملی، خازن، بیضاوی) امام راغب نے کہا کہ اس جگہ مَاْتِيّ کو اٰتِيْ یعنی اسم مفعول کو اسم فاعل کے معنی میں لینے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اَتَيْتُ الْاَمْرَ میں اس پر پہنچا اور اَتَانِيَ الْاَمْرُ وہ امر مجھے پہنچا، دونوں طرح بولا جاتا ہے اور دونوں کا حاصل ایک ہے اِتْيَانٌ آسانی کے ساتھ آنا بغیر رکاوٹ کے آنا اَتِيٌّ سیلاب۔ اِتْيَانٌ کا استعمال خیر میں بھی ہوتا ہے اور شر میں بھی، جواہر میں بھی اور اعراض میں بھی خود آنا ہو یا حکم دینا یا نظم وتدبیر کرنا سب طرح یہ لفظ اور اس سے بنائے ہوئے صیغے مستعمل ہیں اَتَاكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ، اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَتٰى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ وغیرہ پ۱٦

مِائَةٌ: سو، دو دہے متوسط تک عربی میں اعداد کے چار درجے مقرر تھے، آحاد (اکائیاں)

عشرات (دہائیاں)، مِاَۃٌ (سو) اَلفٌ (ہزار) جدید عربی میں ایک مُعرَّب لفظ پانچویں نمبر پر مِلیُون (دس لاکھ) استعمال ہونے لگا جس کی جمع مَلَایِیْن اور مَلَایِیْن ہے۔

لفظِ مِاَۃٌ کی اصل مِئیٌ بروزن مِعیٌ تھی، یار کو تار سے بدل دیا گیا لفظِ مِئیٌ کو مِاَۃٌ کی جمع بھی کہا گیا ہے (قاموس) گویا مِاَۃٌ کی اصل جو مِئیٌ تھی اس کا اطلاق جمع پر ہوتا ہے اور لفظِ مِاَۃٌ کا اطلاق واحد پر مِاَۃٌ کی جمع مِئَاتٌ مِاَیِیْنَ مِئُوْنَ اور مُئُوْنَ آتی ہے۔ بعض اہلِ لغت کے مِئِیْنٌ بتنوینِ نون بھی جمع لکھی ہے (لسان) مِاَیِیْنٌ کا وزن اخفش کے نزدیک فِعْلِیْنٌ ہے جیسے غِسْلِیْنٌ (مگر وزن فِعْلِیْنٌ شاذ ہے) دوسرے لوگوں نے اس کا وزن فِعِیْلٌ بتایا ہے اس تقدیر پر اسکی اصل مِئیٌ مانی جائیگی جیسے عِصِیٌّ آخری یار کو نون سے بدل دیا گیا مُمْئِیُوْنَ سو آدمیوں کا گروہ اِمْاءٌ (لازم اور متعدی) سو کی تعداد پوری ہو جانا اور سو کی تعداد پوری کر دینا۔ اَمْاَتْ غَنَمُ فُلَانٍ فلاں شخص کی بکریاں سو ہو گئیں اور اَمْاَیْتُھَا لَکَ میں نے تیرے لئے انکی تعداد پوری سو کر دی مُمَاءَاۃٌ سو کی بازی لگانا مَاءَرْطْتُہٗ مُمَاءَاۃً میں نے سو کی بازی کی شرط باندھی۔ (تاج ولسان) پ ۳/۱۹۔

مِاَۃُ: مرفوع مضاف (سو) پ ۳/۴۔

مِاَۃِ: مجرور مضاف (سو) پ ۲۳/۹

مِاَۃٌ: مرفوع نکرہ (سو) پ ۱۰/۵

مِاَتَیْنِ: تثنیہ منصوب مِاَۃٌ واحد، دو سو پر۔ پ ۱۰/۵

مَادُمْتَ: واحد مذکر حاضر ماضی فعل ناقص، جب تک تو رہے۔ پ ۳/۱۶

مَادُمْتُ: واحد متکلم ماضی فعل ناقص، جب تک میں رہا۔ پ ۷/۶ جب تک میں رہوں۔ پ ۱۶/۵۔

مَادُمْتُمْ: جمع مذکر حاضر ماضی فعلِ ناقص جب تک تم رہو۔ پ ۷/۲۔

مَآرِبُ: جمع مَاْرَبَۃٌ واحد حاجتیں۔ ضرورتیں اَرَبٌ سخت حاجت کہ بغیر تدبیر کے پوری نہ ہو سکے اَرَبٌ اُرْبَۃٌ اِرْبَۃٌ مَاْرَبَۃٌ چاروں مصدر بھی ہیں سخت حاجت مند ہونا (سمع) کبھی اَرِبَ سے

تنہا حاجت، کا مفہوم مراد لیا جاتا ہے جیسے هُوَ ذُوْ اَرَبٍ وہ حاجت مند ہے، کبھی تدبیر کا مفہوم مراد ہوتا ہے هُوَ اَدِیْبٌ دانشمند اور مدبر ہے لَا اَرَبَ لِیْ فِیْ کَذَا مجھے اس کی سخت ضرورت نہیں اُولِی الْاِرْبَۃِ مِنَ الرِّجَالِ بالغ لڑکے جن کو نکاح کی حاجت ہو جائے۔ (دیکھو اَرْبَۃ) آرَابٌ اِرْبٌ کی جمع، وہ بند اور اعضاء جن کی کام کے لئے سخت حاجت ہو جاتی ہے۔ انسانی اعضاء میں سے بعض تو صرف زینت اور سجاوٹ کے لئے ہیں۔ ابرو، داڑھی مونچھ بعض ضرورت کے لئے ہاتھ پاؤں وغیرہ جو اعضاء ضرورت کے لئے ہیں ان میں بعض ایسے ہیں جن کی سخت ضرورت نہیں، اگر وہ نہ ہوں تو نمایاں نقصان بدن محسوس نہ ہو جیسے پانچویں انگلی، بعض ایسے ہیں جن کی کمی سے نظام عمل میں خللِ عظیم واقع ہو جاتا ہے جیسے آنکھ، ناک، کان، زبان، ہاتھ پاؤں وغیرہ مؤخر الذکر اعضاء کو ہی آراب کہتے ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے جب بندہ سجدہ کرتا ہے تو اسکے ساتھ سات آراب سجدہ کرتے ہیں چہرہ، دونوں ہتھیلیاں دونوں زانو دونوں قدم (مجمع البحار) ۱۶/ب

مَارِجٍ: آگ کی لپیٹ، بھڑکتا ہوا شعلہ جس میں دھواں نہ ہو (قاموس)، مَرَجٌ چراگاہ اور چراگاہ میں جانوروں کو چھوڑ دینا مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ اللہ نے دو سمندر چھوڑے ہیں (نصر) مَرَجٌ چراگاہ میں چھوڑے ہوئے اونٹ، تباہی، بے چینی، تباہ ہونا ڈانواڈول ہونا۔ ہاتھ میں انگوٹھی کا فٹ نہ ہونا، ہلنا جلنا مَرِجَ الدِّیْنُ وَ الْاَمْرُ (سمع، لازم) دین بگڑ گیا، کام خراب ہو گیا غُصْنٌ مَرِیْجٌ آپس میں گتھی ہوئی لپٹی ہوئی ٹہنیاں اَمْرٌ مَرِیْجٌ مشتبہ اور گڑبڑ کام امام راغب نے مَارِجٌ کا ترجمہ لَھِیْبٌ مُخْتَلِطٌ کیا ہے۔ ۲۷/۱۱

(نوٹ ۱) شاید لہیب مختلط کہنے سے امام راغب کا یہ مطلب ہے کہ تخلیق جن دو قسم کے مخلوط قوام سے ہوئی ہے ایک صاف بغیر دھوئیں کا شعلہ جس کو قرار نہیں ہوتا ہمیشہ مضطرب رہتا ہے دوسرے آگ جو اجزاء متنوعہ سے بنی ہے۔ اگر امام کا مطلب اس لفظ سے یہی ہے تو حقیقت میں اس کی بناء اس

عقیدہ پر ہو گی جس کو عرب کے بعض کاہنوں نے
دوسرے عناصر پرست مذاہب سے لا کر
عرب میں پھیلایا تھا، اس جگہ قرآن نے انکے
عقیدہ کو بیان کر دیا لیکن یہ مطلب سیاق
کے خلاف ہے، صاف مطلب یہ ہے کہ مِنْ
نَارٍ مِنْ مَارِجٍ سے بدل ہے یا بیان ہے یعنی
اللہ نے جن کو مارج سے یعنی نار سے بنایا۔
میرے نزدیک اغلب ہے کہ لہیب مختلط کہنے
سے امام نے مجاہد کے قول کی طرف اشارہ کیا ہے
جس کو محی السنۃ بغوی نے معالم میں نقل کیا ہے
کہ مارج وہ خالص بے دخان شعلے ہیں جو سرخ اور
زرد اور سبز ہوتے ہیں آگ سے اٹھ کر مخلوط شکل
میں ابھرتے ہیں۔ واللہ اعلم

مَارِدٌ: اسم فاعل مفرد مذکر مَرَدَةٌ جمع
سرکش آدمی یا شیطان جو ہر خیر سے خالی ہو
جیسے غُصْنٌ اَمْرَدُ پتوں سے خالی ٹہنی،
یا رَجُلٌ اَمْرَدُ وہ آدمی جس کی داڑھی مونچھ
نہ ہو بالوں سے خالی یا رَمْلَۃٌ مَرْدَاءُ وہ
ریگستان جو سبزہ سے خالی ہو۔ (راغب)
مَرَدَ مُرُوْدًا و مُرَادَۃً (نصر و کرم)
سرکش ہو گیا مَرَدَ عَلَی الشَّیْءِ اس چیز کا عادی
ہو گیا (قاموس) لیکن امام راغب نے مَرَدُوْا
عَلَی النِّفَاقِ میں عَلٰی کو مَرَدُوْا کا صلہ نہیں قرار دیا
بلکہ اس طرح تشریح کی، اِنْتَکَسُوْا عَنِ الْخَیْرِ
وَھُمْ عَلَی النِّفَاقِ گویا ایک تو مَرَدُوْا کا صلہ عَنِ
الْخَیْرِ محذوف قرار دیا کیونکہ بغیر صلہ کے سرکشی
کرنے اور باز رہنے کا معنی نہیں پیدا ہوتا ہے
دوسرے عَلَی النِّفَاقِ کو مبتدا محذوف کی خبر قرار
دیا اور پھر جملہ کو بتقدیر واؤ حالیہ قرار دیا، امام کو خواہ
مخواہ اتنے محذوفات کی طرف رجوع کرنا پڑا باوجودیکہ
مطلب بغیر حذف کے بھی بالکل صاف تھا مَرَدَ
کے بعد عَلٰی لانے سے عادی ہونا اور مداومت
کرنے کا مفہوم پیدا ہونا لغت میں موجود ہے یعنی
مدینے کے کچھ باشندے نفاق کے خوگر اور عادی ہی
ہیں وہ دوغلی باتیں کرتے ہی ہیں مَرِدَ الْغُلَامُ مَرَدًا
و مُرُوْدَۃً (سمع) لڑکے کی داڑھی نکل آئی اور تَمَرَّدَ تَمَرُّدًا
(تفعل) مدت تک سرکشی کی یا مدت کے بعد داڑھی نکلی۔ ۲۳

اَلْمَاعُوْنَ: بھلائی، حسن سلوک، بارش، پانی،
گھر کا سامان۔ فرمانبرداری۔ زکوٰۃ وغیرہ ماعون
کے لغت میں مختلف معانی ہیں جو چیز
کسی مانگنے والے کی مدد کے لئے دے دی
جائے وہ بھی ماعون اور جو روک لی جائے وہ

بھی ماعون ہے (از لغات اضداد) اسی لئے بعض اہلِ لغت کا قول ہے کہ ماعونؔ کی اصل مَعُوْنَۃٌ تھی الف تا کے عوض بڑھایا گیا۔ یہ قول اگرچہ بلا دلیل ہے لیکن ماعون کے مفہوم کے اعتبار سے ہے دل نشین جو چیز دی جاتی ہے وہ دوسرے کے لئے سببِ معونت بن جاتی ہے جو نہیں دی جاتی وہ اپنے لئے باعثِ معونت ہوتی ہے اسلئے دونوں صورتوں میں اس کو ماعون کہا جاتا ہے۔ ابوعبیدہ کا قول ہے جاہلیت میں ہر منفعت اور عطیہ کو ماعون کہتے تھے اور اسلام میں طاعت، خیرات اور زکوٰۃ کا نام ماعون ہو گیا (لسان) راعی کا شعر ہے ؎

قَوْمٌ عَلَی الْاِسْلَامِ لَمَّا یَمْنَعُوْا
مَاعُوْنَھُمْ وَیُضَیِّعُوا التَّھْلِیْلَا

وہ لوگ اسلام پر قائم ہیں نہ انہوں نے اپنی زکوٰۃ روکی نہ کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کو ضائع کیا (معجم القرآن)

آیت کی تشریح میں لفظِ ماعون کا تعیینی ترجمہ کیا ہے اس کے متعلق قرنِ اول و دوئم کے علماء کے اقوال مختلف ہیں۔

حضرتِ علی، حضرتِ عبداللہ بن عمر، حسن بصری، قتادہ، اور ضحاک کے نزدیک زکوٰۃ مراد ہے، حضرتِ عبداللہ بن مسعودؓ کے قول پر کلہاڑی، ڈول، ہانڈی وغیرہ ضروریاتِ خانگی کی چیزیں مراد ہیں، حضرتِ ابن عباس کا قول بروایتِ سعید بن جبیر بھی یہی ہے، مجاہد نے کہا عاریت مراد ہے، عکرمہ نے کہا ادنیٰ قسم اثاثِ خانگی کی عاریت اور اعلیٰ قسم زکوٰۃ ہے، قطرب نے کہا ماعون شئے قلیل ہے عرب کا محاورہ ہے مَالَہٗ سَعَۃٌ وَّلَا مَعْنَۃٌ نہ اس کے پاس کوئی بڑی چیز ہے نہ چھوٹی، زکوٰۃ صدقہ وغیرہ کو ماعون کہنے کی وجہ یہ ہے کہ مال کثیر میں اسکی مقدار بہت کم ہوتی ہے۔ بعض لوگوں کا قول ہے ماعون وہ چیز ہے جس سے کسی کو روکنا شرعاً حلال نہیں جیسے پانی، نمک۔

(تفسیر طبری و معالم التنزیل) $\frac{۳۰}{۳۲}$

مَاکِثُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر حالتِ رفع مَاکِثٌ واحد مَکْثٌ مادہ و مصدر مَکَثَ یَمْکُثُ ماضی و مضارع (نَصَرَ و کَرُمَ) ٹھیرے رہنے والے، باقی رہنے والے، مراد ہمیشہ رہنے والے، مِکْثَۃٌ وقفہ، ٹھیراؤ، مدۃ مَکِیْثٌ صفت

شبہ باوقار سنجیدہ آدمی۔ تَمَكُّثٌ (تفعل) انتظار میں ٹھیرا رہنا۔ تَمَكُّثٌ ٹھیراؤ۔ ۲۵/۱۴۔

مَاكِثِيْنَ : اسم فاعل جمع مذکر حالتِ نصب مَاكِثٌ مفرد۔ ٹھیرے رہنے والے، مراد ہمیشہ رہنے والے۔ ۱۵/۱۴۔

اَلْمَاكِرِيْنَ : اسم فاعل جمع مذکر حالتِ جر اَلْمَاكِرُ مفرد، تدبیر کرنے والے، مَكْرٌ کا معنی ہے کسی کو تدبیر کے ساتھ اس کے مقصد سے پھیر دینا، روک دینا، تدبیر اچھی ہو یا بُری، تدبیر کی اچھائی برائی فعل کے حسن و قبح پر موقوف ہے، اگر مقصد اچھا ہو تو اس کی تدبیر کو اچھا کہا جائیگا، اگر مقصد بُرا ہو تو اس کی تدبیر بھی مذموم کہلائیگی (راغب) اسی لئے مکر کی نسبت خدا کی طرف بھی کی جاتی ہے کیونکہ اس کی تدبیر اچھی ہوتی ہے، اچھائی کے لئے ہوتی ہے اور کافر کی طرف بھی نسبت کی جاتی ہے کیونکہ وہ حق کے خلاف سازش کرتا ہے، فریب کرتا ہے بعض مفسرین کا قول ہے کہ مکرِ خداوندی کا معنی صرف یہ ہے کہ اللہ بندہ کی ڈھیل چھوڑے رکھے اور برابر دنیوی عیش و طرب سے اس کو ہمکنار رکھے، اسی لئے حضرت علی نے فرمایا تھا جس کو دنیوی وسعت حاصل ہو اور اس کو معلوم نہ ہو کہ یہ اللہ کی طرف سے ڈھیل ہے تو ایسا آدمی فریب خوردہ بیوقوف ہے۔ پروفیسر عبدالرؤف نے معجم القرآن میں راغب کی صراحت سے اختلاف کیا ہے وہ کہتے ہیں مکر اس تدبیر اور فریب کو کہتے ہیں جو قوی کے مقابلہ کے وقت کمزور استعمال کرتا ہے۔ مکر عاجز ہو جانے کی علامت ہے، عاجز سے ہی سرزد ہوتا ہے، اگر طاقتور مکر کرلے تو ضعیف کی پکڑ اس طور پر کرے کہ اس بیچارے کو معلوم بھی نہ ہو تو یہ فعل طاقتور کی کمزوری اور دنائت کی علامت ہے اور چونکہ اللہ ہر عجز، ضعف اور دنائت سے پاک ہے اس لئے اس کی طرف مکر کی نسبت حقیقی نہیں مجازی ہے یعنی مکر کرنے والوں کی سازشوں کو ناکام بنا دینا اور ایسی تدبیر کرنا کہ ان کا فریب اثر آفریں نہ ہو سکے مکرِ خداوندی ہے، دونوں کا فرق ظاہر ہے امام راغب کی نظر میں تو مکر صرف تدبیر کا نام ہے جس کی دو قسمیں ہیں اور

صاحبِ معجم القرآن کی نظر میں مکر صرف فریب دھوکہ اور سازش کو کہتے ہیں، یہی مکر کا حقیقی معنی ہے، سازش کو ناکام بنا دینا مجازی معنی ہے۔ زجاج نے کہا اللہ کے مکر کرنے کا معنی ہے کافروں کی سازش کی سزا دینا لفظی مناسبت کی وجہ سے سزا مکر کو مکر کہا گیا ہے۔ اکثر اہلِ تفسیر کی تائید راغب کو حاصل ہے لیکن اہلِ لغت کی شہادت مؤلف معجم القرآن کو حاصل ہے۔ پ ۳/۱۲ ، ۹/۱۸

مَاْكُوْلٍ : اسم مفعول واحد مذکر، اَکْل مصدر کھایا ہوا بَعُصْفٍ گیہوں کا بیٹہ (مجاہد) یا چھلکا (حضرت ابن عباس) یا بھوسہ (قتادہ) یا دانہ (عکرمہ) جب کھا لیا جاتا ہے اور اس کا گوبر بن جاتا ہے اور گوبر جب باہر آتا ہے وہ خشک ہو جاتا ہے تو اس میں لیس نہیں ہوتا اجزاء منتشر ہو کر پراگندہ ہو جاتے ہیں اسی طرح انسانی اعضاء ٹکڑے ٹکڑے ہو کر جب منتشر ہو گئے تو ریزہ ریزہ الگ ہو گیا (اَکَلَ کی تفصیل کے لئے دیکھو کُلا، کُلُوا، اکالون) پ ۳۰/۳۰

اَلْمَالَ : (منصوب) دولت، جاگیر، مکان، دکان اراضی، غلہ، کپڑا، مختلف مویشی، سونا، چاندی تانبا ہر قسم کے پھل مشینیں وغیرہ غرض تمام ملوکات جنکی وجہ سے آدمی کو دھنی کہا جاتا ہے مال کہلاتا ہے (معجم) مَیْلٌ جھکاؤ، خم، مَیَلٌ تخلیقی کجی پیدائشی طور پر کسی ایک طرف جسم یا کسی عضو کا ٹیڑھا ہونا فِی عُنُقِہٖ مَیَلٌ اس کی گردن میں پیدائشی کجی ہے مَالَ (ضرب) جھک گیا، ٹیڑھا ہو گیا مَیْلٌ مَمَالٌ مَمِیْلٌ تَمْیَالٌ مَیَلَانٌ اور مَیْلُوْلَۃٌ مصدر مَالَ اسکو جھکا دیا یا ٹیڑھا کر دیا مَالَتِ الشَّمْسُ نُقْطَۃِ النِّصْفِ النَّہَارِ سے غربی جانب سورج جھک گیا یا غروب کی جانب مائل ہو گیا مَالَ عَنْہُ اس کی طرف سے پھر گیا مڑ گیا، مَالَ اِلَیْہِ اسکی طرف جھک گیا مَالَ عَلَیْہِ اس پر ظلم کیا، مال کو مال کہنے کی وجہ یہ ہے کہ مال ایک کی طرف سے مڑتا اور دوسرے کی طرف کو جھکتا ہے یا اس لئے کہ مَالٌ میں میلان ہے یعنی زوال ہے (راغب)، یا اس لئے کہ لوگوں کی خواہشات اور طبائع کا میلان اس کی طرف ہوتا ہے (معجم) مَائِلٌ (اسم فاعل) جھکنے والا، مڑنے والا۔ ٹیڑھا مَائِلَۃٌ اور مُمِیْلَۃٌ جمع مَائِلَاتٌ لچکدار چال سے چلنے والی عورتیں۔ مَیِلَ مَیَلًا (سمع) پیدائشی طور پر ٹیڑھا ہو گیا اِمَالَۃٌ جھکانا پ ۲/۶ ، ۳۰/۱۴ ۔

اَلْمَالِ : مجرور تفصیل مذکور بالا، پ ۲/۱۶

مَالَ: منصوب مضاف، مَالَ پ ۱۵/۴ -

مَالِ: مجرور مضاف، مال - ۱۸/۱۰ -

مَالٌ: مرفوع نکرہ، کسی قسم کا مال - ۱۹/۹ -

مَالٍ: مجرور نکرہ، کسی طرح کا مال - ۱۸/۴ ، ۱۹/۱۸ ، ۲۹/۳

مَالاً: منصوب نکرہ، کوئی مال، مالِ کثیر - ۱۲/۳ ، ۱۶/۸ ، ۲۹/۱۵ ، ۳۰/۲۹،۱۵ -

مَالُهٗ: مَالُ مرفوع مضاف، ہٗ مضاف الیہ، اس کا مال - ۲۹/۱۰ ، ۳۰/۱۷،۲۶ -

مَالَهٗ: مَالَ منصوب مضاف، ہٗ ضمیر مضاف الیہ وہ اپنا مال - اس کا مال - ۳/۴ ، ۳۰/۲۹،۱۷ -

مَالِكَ: اسم فاعل مذکر منصوب مضاف اے سارے جہان کے حکمراں ہر ذرہ پر قدرت اور قابو رکھنے والے مَلِكٌ (مُلُوْكٌ جمع) مَالِكٌ (اَمْلَاكٌ جمع) مَلِيْكٌ (مُلَكَاءُ جمع) سب کا معنی بادشاہ حکمران جسکے ہاتھ میں مستقل امر و نہی کی طاقت ہوتی ہے مِلْكٌ وہ چیز جس پر مکمل تصرف کرنیکا اختیار ہو، مُلْكٌ قابو، طاقت اور وہ چیز جو مِلک میں ہو، مُلْكٌ سلطنت ممالک سلطنت، رعایا۔ مَلَكٌ فرشتہ جو اندرونی طور پر بحکم الٰہی نظم کائنات پر قابو رکھتا ہے اور مَلِكٌ بیرونی طور پر حکمران مانا جاتا ہے، مِلَاكٌ قدرت، طاقت، مِلَاكٌ دار و مدار، مِلَاكُ الْجَسَدِ جسم کا دار و مدار یعنی دل مَلَكُوْتٌ بروزن رَحَمُوْتٌ جَبَرُوْتٌ رَهَبُوْتٌ حکومت، سلطنت، اقتدارِ اعلیٰ مَمْلَكَةٌ مَمْلُكَةٌ سلطنت، ممالک سلطنت، شاہی دبدبہ، شاہی غلام۔

مَلَكَہٗ مِلْكًا (ضرب) و مَلَكَةً و مَمْلَكَةً و مَمْلُكَةً اس چیز کا مالک ہو گیا۔ مَلَكَنَا الْمَاءُ پانی نے ہماری پیاس بجھادی تَمْلِيْكٌ (تفعیل) مالک بنا دینا، بادشاہ بنا دینا بادشاہت کی قابلیت پیدا کر دینا خواہ بالفعل بادشاہ نہ بنایا ہو۔ ۳/۱۱ (تاج و راغب و معجم و بیضاوی و روح المعانی)

مَالِكُ: دوزخ کے نگرانِ اعلیٰ کا نام جو بقولِ صاوی وسطِ دوزخ میں رہتا ہے۔ ۲۵/۱۳

مَالِكُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر حالتِ رفع مَالِكٌ واحد قابو رکھنے والے ہر قسم کا تصرف کرنے والے۔ ۲۳/۴ -

مَالِئُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر مرفوع مَالِئٌ واحد بھرنے والے مَلْأً۔ مَلْأَةً۔ مِلَاءَةً مصدر (فتح) مِلْأٌ پُری بھراؤ مَلْأَةٌ پیٹ بھر جانا اور پیٹ بھر جانے کی تکلیف، مُلْأَةٌ زکام۔ مُلِئَ الرَّجُلُ (فتح) اس

آدمی کو زکام ہوگیا۔ مَلَأَ الرَّجُلُ (فتح۔لازم) وہ آدمی بھر گیا یعنی مالدار ہوگیا۔ مَلَأٌ سرداران، عمائدین۔ صاحب الرائے گروہ، غلبہ، خصلت اَمْلَاءٌ جمع محاورہ ہے اَحْسِنُوا اَمْلَاءَكُمْ اپنے اخلاق اچھے رکھو مَلِيْئٌ (فعیل) مالدار مِلَاءٌ مُلَآءٌ اور اَمْلِيَاءُ جمع مَلْآنُ بھرا ہوا مُلِئَ مَلَاءَةً (سمع) بھر گیا۔ مَلُؤَ (کرم) مالدار ہوگیا اور زکام میں مبتلا ہوگیا، باب تفعل اور افتعال میں کبھی بھر جانے کا معنے ہوگا (خلاصہ از لسان وقاموس) $\frac{۲۷}{۲۵}$

مَأْمَنَهٗ: مَأْمَنَ منصوب مضاف ہٗ ضمیر مضاف الیہ، اسکی جائے امن (تک یا میں) یعنی اسکی قوم کی بستی تک مَأْمَنٌ ظرف مکان ہے اَمْنٌ اَمَانَةٌ اَمَانٌ تینوں مصدر ہیں (سمع) امن امان اور امانت کا اطلاق کبھی اطمینان اور بے خوفی کی حالت پر ہوتا ہے کبھی اس چیز پر اطلاق ہوتا ہے جو کسی کی تفویض میں بطور امانت دی جاتی ہے مثلاً مال، راز وغیرہ اِیْمَانٌ (افعال) متعدی بھی ہے اور لازم بھی، اول کا معنی ہے امن دینا۔ اس معنی کے لحاظ سے اللہ مومن ہے امن دینے والا، دوسرے کا معنی ہے صاحب امن ہونا، بے خوف ہو جانا۔ مطمئن ہونا مَا اٰمَنُ اَنْ اَجِدَ صَحَابَةً مجھے اطمینان نہیں مجھے وثوق نہیں کہ میں ساتھیوں کو پالوں گا (مزید دیکھو اٰمَنَ اٰمَنْتُمْ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا وغیرہ باب الالف)

مَأْمُوْنٍ: اسم مفعول واحد مذکر (سمع) غَيْرُ مَأْمُوْنٍ یعنی ایسا عذاب جس کا اندیشہ برابر لگا رہنا چاہیئے اسکی طرف سے نڈر ہو کر نہ بیٹھنا چاہیئے ناقابل بے خوفی خطرناک۔ $\frac{۲۹}{۲}$

مَانِعَتُهُمْ: مَانِعَةٌ اسم فاعل واحد مؤنث مضاف، هُمْ ضمیر مضاف الیہ، قائم مقام مفعول، ان کو بچانے والے حفاظت کرنے والے محفوظ رکھنے والے۔ خاندان نضیر یہودیوں کا ہارونی نسل کا ایک خاندان تھا، مدینہ میں رہتا تھا، اطراف مدینہ میں پہاڑیوں پر اس خاندان کے چھوٹے چھوٹے قلعے اور گڑھیاں تھیں، رسول اللہ صلعم جب مدینہ میں تشریف لائے تو بنی نضیر نے حضور سے معاہدہ کر لیا کہ ہم آپ سے نہیں لڑیں گے نہ آپ کے مخالفین سے کوئی سروکار رکھینگے نہ آپ کی مدد کرینگے بالکل غیر

ہمانبدار رہیں گے۔ بدر کی فتح کے بعد انہوں نے عہد شکنی کی، کعب بن اشرف مشہور یہودی مالدار سردار بنفسِ نفیس مکہ کو گیا، چالیس یہودی اس کے ساتھ گئے، سب نے قریش کو ابھارا، مدد کرنے کا وعدہ کیا اور لوٹ کر چلے آئے۔ احد کی جنگ بنی نضیر کی عہد شکنی کا ہی نتیجہ تھا۔ جنگِ احد کے بعد حضور والا نے بنی نضیر کی گڑھیوں کا محاصرہ کرلیا ان کو اپنی قلعہ بندیوں پر غرور تھا لیکن طولِ محاصرہ کی تاب نہ لا سکے اور منقولہ سامان ہمراہ لے جانے کی شرط پر اہل و عیال اور مال و منال کو ساتھ لے کر اریحا اور اذرعات (علاقہ شام) کی طرف چل کھڑے ہوئے غیر منقولہ جائیداد پر مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا (مدارک و خازن)

مَنَعَ، نہ دینا روک رکھنا۔ روک دینا۔ حفاظت کرنا۔ حفاظت رکھنا (بابِ فتح) مَانِعٌ مَنَّاعٌ مَنُوعٌ روکنے والا۔ مَنِيعٌ مضبوط، محفوظ محاورہ ہے هُوَ فِي عِزٍّ مَنِيعٍ مَنُعَ مَنَاعَةً (کرم) عزت والا ہوگیا مضبوط ہوگیا۔ تَمَنَّعَ عَنْهُ (بابِ تفعل) اس سے باز رہا، رُک گیا۔ تَمَنَّعَ عَلَيْهِ اس پر غالب ہوگیا۔ بابِ تفعل اور افتعال دونوں کا معنی کسی کام سے باز رہنا اور مضبوط ہوجانا لیکن اس کے بعد عَنْ آنا ضروری ہے۔ پ ۲۸۔

اَلْمَاْوٰى: مصدر اور اسم ظرف۔ قیام کرنا، رہنا، سکونت پذیر ہونا، مقامِ سکونت، ٹھکانا، اَوٰى يَاْوِي ماضی و مضارع (ضرب) اُوِيٌّ بھی مصدر ہے، اگر صلہ میں اِلٰى ہو تو پناہ پکڑنے، ٹھکانا بنانے اور فروکش ہونے کا معنی ہوگا لیکن اگر اس کے بعد لام آئے تو مہربانی اور رحم کرنے کا معنی ہوگا، اَوٰى لَهٗ اس پر مہربانی کی، رحم کیا (راغب) باب افعال یعنی اٰوٰى يُؤْوِي ایواءً متعدی ہے۔ کسی کو جگہ دینا، ٹھکانا دینا۔ رہنے کا مقام دینا۔ اَلْمَاْوٰى معرف باللام قرآن مجید میں تین جگہ آیا ہے اور ہر جگہ مصدری معنے ہے۔ پ۲۱ پ۲۷ پ۳۰ (مزید تفصیل کے لئے دیکھو اوی۔ اٰوٰی وغیرہ)

مَاْوٰىكُمْ: مَاْوٰى اسم ظرف مضاف کُمْ ضمیر خطاب جمع مضاف الیہ۔ تمہارا ٹھکانا۔ قیام کا مقام، قرآن مجید میں جس جگہ مَاْوٰى بصورتِ اضافت استعمال کیا ہے

ظرفی معنی میں استعمال کیا ہے اور جہاں بغیر اضافت کے مستعمل ہے وہاں مصدری معنی مراد ہے۔ پ ۳۰/۱۵ پ ۲۵/۲۰ پ ۲۷/۱۸۔

مَاْوَاہُ: مَاْویٰ مضاف ہٗ ضمیر مضاف الیہ اس کی جگہ اس کا ٹھکانا۔ پ ۴/۸ پ ۶/۱۴ پ ۹/۱۶۔

مَاْوَاهُمْ: مَاْویٰ مضاف، ھُمْ ضمیر مضاف الیہ، ان کا ٹھکانا۔ پ ۴/۷،۱۱ پ ۵/۱۱،۱۵،۱۶ پ ۱۱/۱،۶ پ ۱۳/۸ پ ۱۵/۱۱ پ ۱۸/۱۲ پ ۲۱/۱۸ پ ۱۸/۲۰۔

اَلْمَاھِدُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر حالتِ رفع۔ اَلْمَاھِدُ مفرد، بچھانے والے، تیار کرنے والے درست کرنے والے۔ مَھْدٌ مصدر (فتح) مَھْدٌ (اسم) گہوارہ مُھُوْدٌ جمع مُھُدٌ اور مُھْدَۃٌ نیچی یا نیچی زمین بشرطیکہ نرم اور ہموار ہو ھُوَ مَھِدَۃٌ اور اَمْھَادٌ جمع، مِہَادٌ گہوارہ، زمین، بستر فرش۔ تَمْھِیْدٌ (تفعیل) بچھانا، کام کو درست کرنا۔ عذر پیش کرنا۔ عذر قبول کرنا۔ مَاءٌ مُتَمَھِّدٌ وہ پانی جو نہ گرم ہو نہ سرد۔ (المفردات و قاموس) پ ۲۷/۲

مَائِدَۃَ: اسم فاعل واحد مؤنث بمعنے اسم مفعول (ابو بکر بصرہ و ابو عبیدہ) کھانا جو خوان پر چنا ہوا ہو۔ وہ خوان جس پر کھانا چنا ہوا ہو اگر کھانا چنا ہوا نہ ہو خوان خالی ہو تو اس کو خِوَانٌ کہتے ہیں، مَائِدَۃٌ نہیں کہتے (معالم و راغب و تاج) مَیْدَۃٌ بھی اسی کا ہم معنی ہے (قاموس) مَیْدًا اور مَیَدَانٌ مصدر کھانا دینا، متلی ہونا، سر چکرانا۔ ارتعاشی حرکت کی طرح ہلنا۔ ایک طرف کو جھک پڑنا۔ مَادَ یَمِیْدُ ماضی و مضارع (ضرب)

مَیْدًا مقابل، ھٰذَا مَیْدَاہُ و بِمَیْدَاہُ یہ اس کے مقابل ہے۔ مَیْدَاءٌ کا بھی یہی معنی ہے (راغب و قاموس)

کیا مائدہ نازل کیا گیا؟ سوا مجاہد، حسن بصری کے تمام صحابہ اور تابعین کا اجماعی قول ہے کہ مائدہ نازل ہوا لیکن بنی اسرائیل کی سرکشی کی پاداش میں آنا بند ہو گیا اور عذاب مسخ میں بھی نافرمان مبتلا ہوئے عدول حکم کرنے والوں کی صورتیں بندروں اور سوروں کی طرح ہو گئیں۔ مائدہ پر کھانا کیا تھا؟ حضرت ابن عباس، کعب الاحبار، قتادہ، عطیہ، کلبی، وہب بن منبہ، عطار بن ابی رباح اور دوسرے تابعین کے اقوال اس سلسلہ میں مختلف ہیں، کوئی قطعی قول نہیں۔ صاحب

معالم (محی السنۃ بغوی) صاحب روح المعانی (سید محمود آلوسی بغدادی) ابن کثیر، ابن جریر وغیرہم نے جدا جدا مسلسل روایات نقل کی ہیں جنکو اس جگہ نقل کرنا تطویل لاطائل ہے۔

ایک عجیب ترین بات یہ ہے کہ بقول امام راغب (فی المفردات) بعض لوگ قائل ہیں کہ مائدہ سے مراد کسی کھانے کا خوان نہیں بلکہ مائدہ علمی مراد ہے جس پر ضیافت علمی اور روحانی مہمانی کے لئے طرح طرح کی عرفانی غذا حضرت عیسیٰ کے ذریعے سے بنی اسرائیل کو عنایت کی گئی تھی۔ تعجب ہے ایسے اصحاب عرفان پر جن کو نہ قرآنی سیاق کا فہم نہ سباق سے تعلق نہ ان مسلسل بہم روایات کا پتہ جو اس سلسلہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تک بغیر انقطاع و ارسال کے پہنچتی ہیں۔ ۷/۵۔

مُبَارَكٌ: اسم مفعول واحد مذکر مرفوع مُبَارَكُونَ جمع (بابِ مُفَاعَلَۃ) خیر و برکت والا۔ اللہ کی طرف سے خیر کی غیر معمولی شئی ایسے طریقوں سے جو مافوق الحس ہوں اور ظاہری شعور میں نہ آسکتے ہوں برکت کہلاتی ہے۔ اللہ کی طرف سے جس جگہ خیر و خوبی کا غیر محسوس راستوں سے نزول ہو وہ جگہ بھی مبارک ہے اور جس آدمی میں ہو وہ بھی مبارک ہے اور جس کتاب میں ہو وہ بھی برکت والی ہے اور جس چیز میں ہو وہ بھی بابرکت ہے۔ اللہ کے بابرکت ہونے کا معنی صرف عطاء خیر ہے یعنی اللہ بڑی خیر والا ہے اتنا کہ سارے جہان کو محسوس غیر محسوس ظاہر باطن مادی روحانی علمی عملی ہر قسم کی خیر عطا فرماتا ہے۔ (مزید تفصیل کے لئے برکات، منقول از راغب) پ۷/۱۷ پ۸/۱۷ ۱۷/۴ ۲۳/۱۲۔

مُبَارَكًا: اسم مفعول واحد مذکر منصوب بڑا بابرکت، بڑی خیر والا۔ (بابِ مُفَاعَلَۃ) پ۳/۱ ۱۶/۵ ۱۸/۴ ۲۶/۱۵۔

مُبَارَكَةً: اسم مفعول واحد مؤنث منصوب نکرہ، خیر و برکت والا پ۱۸/۱۲۔

مُبَارَكَةٍ: اسم مفعول واحد مؤنث مجرور نکرہ خیر و برکت والا۔ ۱۸/۱۱ ۲۵/۱۲۔

اَلْمُبَارَكَةِ: اسم مفعول واحد مؤنث مجرور معرفہ، خیر و برکت والا۔

مُبْتَلِيكُمْ: مُبْتَلِی، اسم فاعل واحد مذکر

مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر مخاطب مضاف الیہ
اِبْتِلَاءٌ مصدر (افتعال) تمہاری آزمائش کرنیوالا
تم کو جانچنے والا تم میں سے فرمانبرداروں کو
نافرمانوں سے چھانٹ کر الگ کر دینے والا
ابتلاء اور امتحان کی غرض دو میں سے ایک اور
کبھی دونوں ہوتی ہیں۔

۱۔ نامعلوم حالت کو جان لینا۔

۲۔ کھرے کھوٹے، اچھے اور بُرے
کا الگ الگ ہو جانا یا الگ الگ کر دینا۔ اللہ
بہر حال ناواقف نہیں، عالم الغیب ہے، قبل
از وقوع ہر شے کو جانتا ہے اس لئے ابتلاء الٰہی
کی غرض پہلی نہیں ہمیشہ دوسری ہی ہوتی ہے۔
(راغب، بیضاوی و مدارک)

اِبْتِلَاءٌ کا مادہ بَلِیٌ ہے، باب سَمِعَ سے
اس مادہ کا معنی ہے پرانا ہو جانا، فرسودہ، کہنہ
اور بوسیدہ ہو جانا۔ بَلِیَ الثَّوْبُ بِلًی وبَلَاءً کپڑا
فرسودہ اور کہنہ ہو گیا۔ باب نَصَرَ سے یہ مادہ
آزمائش کرنے اور جانچنے کے معنی میں مستعمل ہے۔
اور متعدی ہے، بَلَوْتُہٗ میں نے اسکی جانچ کی،
فرسودہ کرنے کے معنی میں بھی آیا ہے بَلَاہُ السَّفَرُ و
سفر نے اس کا حال بتلا کر دیا۔ غم کو بلاء کہنے کی
وجہ بھی یہی ہے کہ غم و رنج سے جسم کی حالت
ابتر ہو جاتی ہے۔ پریشانی اور فرسودہ حالی غم کا
لازمی نتیجہ ہے۔

تکالیف شرعیہ کو بلاء کہنا بھی ظاہر ہے، ہر
شرعی حکم نفس پر شاق گزرتا ہی ہے پھر اللہ کی
طرف سے بہر طور امتحان ہوتا ہے دکھ دیکر بھی
اور سکھ دیکر بھی، دکھ پر صبر کرنیوالے اور سکھ میں
شکر کرنے والے چھانٹے جاتے ہیں، نافرمانوں
سے ان کو الگ کر لیا جاتا ہے۔

(مزید تشریح کے لئے دیکھو بَلَاءٌ منقول از
راغب) ۱۷/۲۔

مُبْتَلِیْنَ: اسم فاعل جمع مذکر حالت نصب
اِبْتِلَاءٌ مصدر، جانچنے والے، کھرے کو کھوٹے
سے الگ کر دینے والے۔ ۱۸/۲۔

اَلْمَبْثُوْثِ: اسم مفعول واحد مذکر، منتشر
پراگندہ، پھیلے ہوئے۔ بَثٌّ مصدر (نصر و
ضرب) (دیکھو بَثَّ) ۳۰/۲۶

مَبْثُوْثَۃٌ: اسم مفعول واحد مؤنث، پھیلے
ہوئے بچھے ہوئے (بیضاوی) فراء نے کہا
پھیلے ہونے سے اشارہ ہے، کثرت کی جانب
یعنی بکثرت فرش، بیضاوی کے قول کی عام

اہلِ تفسیر نے تائید کی ہے۔

(۷) مُبَدِّلَ: اسم فاعل واحد مذکر، تَبَدُّلٌ مصدر (تفعیل) تَبَدُّلٌ، تَبْدِیْلٌ، اِبْدَالٌ، اِسْتِبْدَالٌ سب کا معنی ہے، تغیر حالت، خواہ اس طرح ہو کہ اصل چیز باقی رہے، صرف حالت بدل جائے یا اصل چیز ہی بدل جائے وہ چیز جاتی رہے اور اس کی جگہ دوسری چیز آجائے فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ (ظالموں نے اصل بات بدل کر اس کی جگہ دوسری بات لے لی)

وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا ان کو خوف کے عوض اللہ ضرور امن عطا فرمائے گا۔

فَأُولٰئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ اللہ ان کی برائیوں کو نیکیوں سے بدل دے گا۔

وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ اگر تم نہ مانوگے تو تمہاری جگہ اللہ دوسری قوم کو لے آئے گا۔

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ جس روز کہ زمین کی موجودہ حالت بدل کر دوسری حالت پیدا کر دی جائے گی (الراغب)

وَمَنْ يَتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْإِيْمَانِ جو شخص ایمان چھوڑ کر کفر کو اختیار کرے۔

اَبْدَال صالحین کی وہ جماعت جو صفاتِ مذمومہ کی جگہ صفاتِ حسنہ کو اختیار کرتی ہے، سیئات کو حسنات سے بدل لیتی ہے، ان میں سے جو شخص مر جاتا ہے اللہ اسکی جگہ دوسرے کو مقرر فرما دیتا ہے (راغب)

بَدَلٌ، بِدْلٌ، بَدِيْلٌ تینوں ہم معنی ہیں بَدَلٌ او بِدْلٌ کی جمع اَبْدَالٌ ہے بِدْلٌ شریف آدمی کو بھی کہتے ہیں بَدَّالٌ پرچون بیچنے والا۔

اَبْدَلَهٗ (افعال) اس کا عوض لے آیا، اَبْدَلَهٗ بِهٖ اس کو اس کے عوض میں لے لیا۔ بَادَلَهٗ مُبَادَلَةً (مفاعلۃ) ایک چیز دے کر دوسری چیز معاوضہ میں لے لی۔ بَدَّلَ شَيْئًا مِنْ شَيْءٍ ایک چیز کے عوض دوسری چیز لے آیا۔ لیکن اگر صرف بَدَّلَ شَيْئًا کہا جائیگا تو بگاڑ دینے اور حالت بدل دینے کا معنی ہوگا۔ ایک حدیث میں آیا ہے مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهٗ فَاقْتُلُوْهُ جو شخص اپنا دین بدل دے (اصل مذہب کی حالت

بگاڑ کر دوسرا مذہب اختیار کرلے) اس کو مار ڈالو۔

بَدَّلَ شَيْئًا بِشَيْءٍ ایک چیز کے عوض دوسری چیز لے لی۔ ۱۷ ۱۵

مُبْدِيهِ : اسم فاعل واحد مذکر مضاف ہ ضمیر مضاف الیہ، قائم مقام مفعول، اِبْدَاءٌ مصدر (افعال) اس کو ظاہر کرنے والا اَبْدَيْتُهُ میں نے اسکو ظاہر کیا اَبْدَيْتَ فِي مَنْطِقِكَ تونے اپنی گفتگو میں جرأت سے کام لیا۔ اصل مادہ (بدو) وادی ہے جس کا معنی ہے ظہور، اسی لئے بَدْوٌ بَدَاوَةٌ اور بِدَاوَةٌ بیرون شہر یعنی مضافات کو کہتے ہیں اور مضافات کا رہنے والا بَدَوِيٌّ بَدَاوِيٌّ اور بِدَاوِيٌّ کہلاتا ہے بَادِيَ الرَّأْيِ ظاہر رائے، اول رائے۔ بَدَوَاتٌ نو بنو رائے اَلسُّلْطَانُ ذُوْعَدَوَانٍ وَذُوْبَدَوَانٍ (الحدیث) یعنی بادشاہ کی طرف سے زیادتی اور نو بنو رائے کا ظہور ہوتا رہتا ہے۔

بَدَا لَهُ فِي الْأَمْرِ (ثلاثی مجرد باب نصر) اس معاملہ میں اس کی یہ رائے ظاہر ہوئی، اس کو یہ مناسب معلوم ہوا۔ بَدْوٌ بَدًى بَدَاءٌ اور بَدَاءَةٌ مصدر۔

بَدَا الْقَوْمُ لوگ دیہات میں جا کر مقیم ہو گئے مَنْ بَدَا جَفَا جو دیہات میں رہتا ہے اس کے مزاج میں درشتی پیدا ہو جاتی ہے۔

آیت مذکورہ میں بیان کیا گیا ہے کہ اے نبی! آپ اس چیز کو لوگوں سے چھپا رہے تھے جس کو اللہ ظاہر کرنے والا ہے، وہ چیز کیا تھی جس کو رسول اللہ صلعم لوگوں سے چھپا رہے تھے؟

بڑے بڑے ائمہ تفسیر کی صراحتیں اس سلسلہ میں حیرت آفریں ہیں۔ امیمہ بنت عبد المطلب (رسول اللہ کی پھوپھی) کا نکاح جحش سے ہوا۔ عبد اللہ اور زینب بہن بھائی پیدا ہوئے۔ زینب انتہائی حسین تھیں حضور والا نے عبد اللہ کے پاس زینب سے نکاح کا پیام بھجوایا لیکن کس کے ساتھ نکاح کیا جائے؟ اس کو مبہم رکھا۔ عبد اللہ نے خیال کیا کہ حضور والا نے اپنے لئے پیام دیا ہے اس لئے قبول کر لیا۔ زینب بھی راضی ہو گئیں لیکن واقع میں زید بن حارثہ کے لئے حضور نے پیام دیا تھا جو سرکار کے متبنی تھے حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے خرید کر حضور کو ہبہ کر دیا تھا اور آپ نے آزاد کر کے ان کو بیٹا بنا لیا تھا، زید ایک تو

تھے کالے سلونے دوسرے آزاد کردہ غلام،
حضرت زینب کو حضور کی مرضی معلوم ہوئی
تو کہنے لگیں یارسول اللہ میں تو آپ کی
پھوپھی کی بیٹی ہوں یعنی شریف النسب
قریشی ہوں، ہاشمی ہوں، زید میرے جوڑ کا
کہاں ہے؟ عبداللہ کو بھی یہ پیام ناگوار گزرا
مگر رسول اللہ کی مرضی کے سامنے دونوں نے
سر جھکا دیا، زید سے زینب کا نکاح ہو گیا۔
زینب کے مزاج میں تندی اور تیزی تھی، شرافتِ
نسب پر ناز تھا، حسین عورت ویسے بھی تنک
مزاج ہوتی ہے، زید زینب کو نہیں بھائے،
زوجین میں چپقلش رنجش اور کش مکش ہونے
لگی، زید تنگ آگئے، انہوں نے خدمتِ گرامی
میں حاضر ہو کر طلاق دینے کی خواہش کا اظہار کیا،
حضور نے خیال فرمایا زینب اور اس کے
بھائی کی بڑی دل شکنی ہوگی، لوگ کہیں گے زینب
غلام کے بھی قابل نہیں ہے، غلام نے بھی طلاق
دیدی۔ عبداللہ تو پہلے ہی سے اس رشتہ کے
خلاف تھے، زینب بھی نہیں چاہتی تھی، میرے
حکم سے دونوں مجبور ہو گئے اب اگر زید نے
طلاق دیدی تو کیا ہوگا، عبداللہ اور زینب مجھے
کیا کہیں گے، خیال کریں گے میں نے زینب کی توہین
کروائی اور اس کی زندگی برباد کی، پھر یہ بھی سوچا کہ
اچھا زید کی طلاق کے بعد زینب کی اشک شوئی
تو یوں بھی ہو سکتی ہے کہ میں نکاح کر لوں، زینب
اس بات سے خوش ہو جائیگی، پچھلے زخم کا اندمال
ہو جائیگا، عبداللہ بھی اپنی عزت محسوس کریگا
لیکن لوگ کیا کہینگے بیٹے کی بیوی سے نکاح
کرنا حرام ہے، زید میرا بیٹا نہیں لیکن عام لوگ تو
منہ بولے بیٹے کو بھی حقیقی بیٹا ہی قرار دیتے ہیں
اس لئے معیوب سمجھیں گے، بدنام کرینگے واقع
میں یہ فعل برا نہیں، زینب کی اشک شوئی اور
اس کی خاندانی عزت افزائی مجھے ضرور کرنی ہے،
لیکن لوگوں کی زبان بندی کیسے ہوگی، یہ سوچ کر
حضور نے زید کو صحیح مشورہ دیا کہ تم طلاق
نہ دو، اللہ سے ڈرو۔ لیکن پانی زید کے سر سے
اونچا ہو چکا تھا وہ طلاق دے ہی بیٹھے،
اور عدت گزرنے کے بعد حضور والا نے
حضرت زینب سے نکاح کر لیا اور ان کی عزت
افزائی کے لئے ایسا شاندار ولیمہ کیا کہ کسی بیوی
کے نکاح کا نہیں کیا تھا یعنی بکری کا گوشت
اور روٹی لوگوں کو کھلائی۔

واقعہ صرف یہ تھا اور اس ہیچمدان فقیر کی نظر میں اس توضیح سے دامنِ نبوت ہر داغ دھبے سے محفوظ رہتا ہے لیکن کیا کیا جائے مقاتل اور قتادہ جیسے جلیل القدر تابعی اور طبری جیسے عالی مرتبت مفسر نے بھی نہ سوچا کہ بیہودہ کہانیوں کے بیان سے نبوت کی معصوم چمکدار پیشانی داغدار ہو جائیگی، قتادہ نے کہا حضور دل سے خواہاں تھے کہ زید زینب کو طلاق دیدیں تاکہ آپ خود نکاح کر سکیں۔ مقاتل کا قول ہے زینب گوری چٹی حسین عورت تھیں، حضور نے ایک روز دیکھ لیا اور فتنۂ خوابیدہ کو دیکھ، دل پہ چڑھ گئیں۔ حاکم نے مستدرک میں واقدی کے طریق سے بھی ایسی ہی ایک مرسل روایت نقل کی ہے۔

قشیری اور قاضی عیاض نے ایسی روایات کی سخت تنکیر کی ہے لیکن ابن جریر طبری ایسے علامہ مفسر پر تعجب ہے کہ انہوں نے قتادہ کے قول کو مستحسن قرار دیا ہے۔

حضرت علی بن الامام الحسین نے حتّے الامکان شستہ مطلب بیان کیا ہے جو مذکورہ اتہامات سے پاک ہے، فرماتے ہیں:۔

اللہ نے اپنے پیغمبر کو اطلاع دیدی کہ زینب تمہاری بیوی ہوگی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وحی کا کسی سے تذکرہ نہیں کیا اور دل میں چھپائے رکھا یہاں تک کہ جب زید نے طلاق کا ارادہ ظاہر کیا، اسوقت بھی حضور نے ان کو طلاق نہ دینے کا مشورہ دیا مگر دل میں سمجھ ہی رکھا تھا کہ وحیِ الٰہی غلط نہیں ہو سکتی، زید طلاق ضرور دیگا۔ قرطبی نے اپنی فقہی تفسیر میں لکھا ہے کہ ہمارے علماء کے نزدیک آیتِ مذکورہ کی توضیح کے لئے حضرت علی بن الحسین کا قول سب سے افضل ہے۔

قاضی عیاض، زہری، ابوبکر بن العلاء اور قاضی ابوبکر بن العربی نے اسی کو پسند کیا ہے، الغیہ عراقی کی شرح میں علامہ عبد الرؤف نادی نے اسکی پوری تفصیل کی ہے۔ ۲۲/۲۔

اَلْمُبَذِّرِیْنَ : اسم فاعل جمع مذکر حالت نصب اَلْمُبَذِّرُ مفرد مال کو فضول برباد کرنیوالے بیکار بکھیرنے والے۔ بَذْرٌ بیج جو کھیت میں بویا جاتا ہے، نسل۔ بُذُوْرٌ اور بِذَارٌ جمع، بَذَرٌ پراگندہ، بکھرا ہوا رَجُلٌ بَذِرٌ رَجُلٌ بَیْذَارٌ۔ رَجُلٌ بَیْذَارِیٌّ زیادہ

بکواس کرنیوالا اور افشائے راز کرنے والا آدمی تِبْذَانٌ کا بھی یہی معنی ہے۔ رَجُلٌ تِبْذَارَۃٌ فضول برباد کرنے والا آدمی۔ رَجُلٌ بُذُرٌ اور بَذِیرٌ افشاء راز کرنے والا اور سخن چینی کرنیوالا طَعَامٌ بَذِرٌ بابرکت کھانا بَذَرَ الْاَرْضَ اور بَذَرَتِ الْاَرْضُ (متعدی اور لازم) زمین میں بیج بو دیا۔ زمین میں بیج بکھر گیا۔ بَذَرَ السِّرَّ راز پھیلا دیا۔ بَذَرَ الْمَالَ مال فضول صرف کر ڈالا گویا بکھیر دیا۔ (نص) بَذُرَ بَذَرَاَۃً (کرم) افشاء راز کرنیوالا ہو گیا۔ بَذَّرَ الْاَرْضَ (تفعیل) زمین میں بیج بکھیر دیا۔ بَذَّرَ الْمَالَ فضول مال برباد کر دیا بَذَّرَ السِّرَّ راز کو افشاء کر دیا۔

یاد رکھو کہ ثلاثی مجرد باب نصر اور ثلاثی مزید باب تفعیل کا معنی ایک ہی ہے لیکن مجرد کو مزید میں لیجا کر معنی میں کثرت پیدا کرنی مقصود ہوتی ہے گویا بَذَرَ فضول خرچ کر دیا اور بَذَّرَ بہت زیادہ فضول خرچ کیا۔ ۱۵/۱۴۔

مُبْرِمُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر مرفوع، مُبْرِمٌ مفرد، اِبْرَامٌ مصدر (باب افعال) تدبیر کو پختہ کر لینے والے (کافروں کی بربادی کے لئے) محکم تدبیر کرنے والے۔ اِبْرَامُ الْاَمْرِ کسی کام کو پکا اور مضبوط کر دینا۔ اِبْرَامُ الْفَتْلِ رسی کو دوہرا بٹنا (بھانا) ایک طرف سے بٹی ہوئی رسی کے بل کمزور رہتے ہیں جب دوسری جانب سے الٹ کر دوہری بٹی جاتی ہے تو بل مضبوط ہو جاتے ہیں ایسی رسی کو مبرم کہتے ہیں اور چونکہ الٹ کر رسی پر بل چڑھانا اول مرتبہ بٹنے کے مقابلہ میں دشوار بھی ہوتا ہے اس لئے مبرم دشوار کو بھی کہتے ہیں، مبرم اس کپڑے کو بھی کہتے ہیں جو دوہرے تاگے سے بنا ہوا ہو، دوسوتی بَرِمَ بِہٖ (سمع) کسی بات سے عاجز ہو گیا۔ غم سے بیقرار ہو گیا بَرِمَ بِحُجَّتِہٖ دلیل پیش کرنی چاہی مگر کچھ کر نہ سکا، سب کچھ بھول گیا۔

بَرَمَ الْاَمْرَ (نصر) کام کو محکم اور پختہ کر لیا۔ یعنی کسی کام کا قطعی فیصلہ کر لیا۔

بَرِمَ (سمع) کو باب افعال میں لیجا کر اَبْرَمَ کا معنی ہو گیا عاجز کر دیا اور بَرَمَ (نصر) کو اَبْرَمَ بنا کر زیادہ مضبوط کرنے اور کسی کام کو بہت ہی پختہ بنا دینے کا معنی ہو جائے گا۔ ۲۵/۱۳۔

مُبَرَّؤُوْنَ: اسم مفعول جمع مذکر مرفوع مُبَرَّءٌ واحد تَبْرِئَۃٌ مصدر (باب تفعیل) بری کئے ہوئے

بری قرار دیتے ہوئے (اللہ کی طرف سے)
پاک بنائے ہوئے، بَرْءٌ اور بَرَاءٌ کا اصل مفہوم
ہے کسی بری بات اور امرِ مکروہ سے چھٹکارا۔
اسی لئے باب سَمِعَ سے بَرَائَۃٌ بَرَاءَۃٌ
اور بُرُوْءٌ کا معنی ہے عیب اور قرض وغیرہ
سے پاک ہونا، بیزار ہونا اور باب فَتَحَ نَصَرَ
کَرُمَ سَمِعَ سے بُرْءٌ بَرْءٌ اور بُرُوْءٌ کا معنی
ہے بیماری سے اچھا ہو جانا۔

پھر باب افعال میں اَبْرَأَہُ اللّٰہُ کا
معنی ہو گیا اللہ نے اس کو تندرست کر دیا
اور اَبْرَأَکَ مِنْہُ اس سے مجھے
پاک کر دیا اور بیزار کر دیا۔

باب تفعیل میں بَرَّأَ اللّٰہُ مِنْہُ
کا معنی بھی بابِ افعال ہی کی طرح ہے مگر بری
قرار دینے کا مفہوم زیادہ ہو گیا لیکن باب
تفعّل میں تَبَرَّأَ مِنْہُ کا معنی صرف بیزار ہونا
ہے (مزید تشریح دیکھو اُبَرِّئُ بَرَاءٌ
بُرَآءُ وغیرہ باب الباء فصل الراء) $\frac{18}{9}$

مَبْسُوْطَتَانِ : اسم مفعول تثنیہ مؤنث
مَبْسُوْطَۃٌ مفرد (اس کے ہاتھ) کھلے ہوئے
ہیں، پھیلے ہوئے ہیں، دراز کئے ہوئے
ہیں، فراخ ہیں یعنی وہ بڑا کریم ہے، جواد ہے
(باب نَصَرَ) بَسَطَ الیدین سخی۔ بَسِیْطُ الْجِسْمِ
خوب تن و توش کا طاقتور آدمی بَسِیْطُ الْوَجْہِ
شگفتہ رو۔ بَسَطَہٗ اسکو بچھایا، پھیلایا۔ خوش
کیا یَبْسُطُنِیْ مَا یَبْسُطُھَا (الحدیث) جو چیز
فاطمہ کو خوش کرتی ہے وہی مجھے خوش کرتی
ہے بَسَطَہٗ عَلٰی فُلَانٍ اس کو فلاں شخص
پر فضیلت دی، بَسَطَ مِنْ فُلَانٍ
فلاں شخص سے ہنسی کی، بَسَطَ الْعُذْرَ
معذرت قبول کی۔

(بسط کے چاروں معنی کے لئے دیکھو لفظ
باسط۔ منقول از راغب) $\frac{6}{12}$

مُبَشِّرًا : اسم فاعل واحد مذکر، تَبْشِیْرٌ،
مصدر۔ بابِ تفعیل۔ خوشخبری دینے والا
اہل ایمان کو سعادتِ اخروی و رجنت
دوامی کی بشارت دینے والا۔ $\frac{15}{12}$ $\frac{19}{3}$ $\frac{22}{3}$
$\frac{26}{9}$ اہل ایمان کو نبی آخر الزماں کی خوشخبری
دینے والا۔ $\frac{25}{9}$۔

(مزید تشریح کے لئے دیکھو باب الفاء
فصل الشین مع الراء)

مُبَشِّرَاتٍ : اسم فاعل جمع مؤنث تَبْشِیْرٌ

مصدر باب تفعیل، خوشخبری دینے والیاں، بارش کی خوشخبری دینے والی ٹھنڈی ہوائیں جو بارش ہونے سے کچھ پہلے چلتی اور پیام رحمت لاتی ہیں۔ پ۲۱

حدیث مبارک میں مومن کے سچے اچھے خوابوں کو بھی مُبَشِّرات فرمایا ہے اور جزو نبوت قرار دیا ہے۔ آیت مذکورہ میں بارش سے پہلے چلنے والی ٹھنڈی ہوائیں مراد ہیں۔

مُبَشِّرِیْنَ: اسم فاعل جمع مذکر حالت نصب مُبَشِّر واحد، اہل ایمان واطاعت کو جنت کی خوشخبری دینے والے نجات دوامی در ثواب ابدی کی بشارت دینے والے۔ پ۲ پ۵/۳ پ۷/۱۱ پ۱۵/۲ ۔

مُبْصِرًا: اسم فاعل واحد مذکر حالت نصب اِبْصَارٌ مصدر (باب افعال) اِبْصَارٌ متعدی بیک مفعول بھی ہے جیسے اَبْصَرَہٗ اسکو دیکھا جانا سمجھا اور متعدی بدو مفعول بھی جیسے اَبْصَرَہٗ اِیَّاہُ اس نے اس کو وہ چیز دکھادی، اسی اختلاف کی وجہ سے مُبْصِرًا دیکھنے والے کو بھی کہتے ہیں اور دکھانے والے کو بھی جو خود واضح اور روشن ہو وہ بھی مُبْصِر ہے جیسے دوسرے دن کو واضح اور روشن کردے وہ بھی مبصر ہے دن خود بھی روشن ہے اور دوسری چیزوں کو روشن بنانے والا بھی ہے (بصر، بصیرت اور ان کے مشتقات کی تنقیح کے لئے باب الباء فصل الصاد پڑھو) پ۱۱/۱۲ پ۲۰/۳ پ۲۴/۱۲ ۔

مُبْصِرُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر حالت رفع، اِبْصَارٌ مصدر، باب افعال دیکھنے والے مراد دل کی آنکھوں سے دیکھنے والے چشم بصیرت سے دیکھکر شیطانی وسوسہ کو سمجھ لینے والے۔ پ۹/۱۴ ۔

مُبْصِرَۃً: اسم فاعل واحد مؤنث حالت نصب، واضح روشن، واضح کرنیوالی دکھلانے والی، پ۱۵/۲ خود روشن اور دوسری چیزوں کو روشن کرنیوالی پ۱۵/۶ واضح، کھلی ہوئی۔ پ۱۹/۱۶ دکھانیوالی، دوسری چیزوں کو واضح اور روشن کرنیوالی۔

اَلْمُبْطِلُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر حالت رفع اہل باطل، حق کو ناحق قرار دینے والے۔ اِبْطَالٌ مصدر باب افعال ابطال کا معنی ہے جھوٹ کہنا بشرطیکہ مفعول مذکور نہ ہو حق کو ناحق یا ناحق کو حق یا ناحق کو ناحق قرار دینا بھی ابطال کہلاتا ہے اَلْمُبْطِلُوْنَ چار آیات مندرجہ ذیل میں اول اور دوم معنی میں مستعمل ہے تیسرا معنی آیت یُبْطِلُ الْبَاطِلَ میں مراد ہے باطل

یعنی ناحق اور جھوٹ تو باطل ہوتا ہی ہے اسکے ابطال کا معنی ہے باطل قرار دینا (مزید تنقیح کے لئے دیکھو باطلٌ اور تُبْطِلُوْا اور بَطَلَ)

باب نَصَرَ سے مصدر بُطْلٌ، بُطْلَانٌ اور بُطُوْلٌ آتا ہے جس کا معنی ہے ناچیز ہونا ضائع ہونا، بیکار ہونا اور باب کَرُمَ سے مصدر بَطَالَۃٌ اور بُطُوْلَۃٌ آتا ہے جس کا معنی ہے دلیری بہادری دلیر ہونا بہادر ہونا۔ اگر بَطَلَ کے بعد فِیْ آئے تو مذاق کرنے اور غیر سنجیدہ بات کرنے کا معنی ہوتا ہے بَطَلَ فِیْ حَدِیْثِہٖ اس نے مذاق کیا، غیر سنجیدہ بات کی، پ ۹/۱۲ پ ۲۱/۱ پ ۲۴/۱۳ پ ۲۵/۲ ۔

مُبْطِلُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر مرفوع نکرہ۔ غلط گو، جھوٹے اہل باطل۔ پ ۲۱/۹

مُبْعَدُوْنَ: اسم مفعول جمع مذکر مرفوع۔ اِبْعَادٌ مصدر۔ دور رکھے گئے۔ دور کئے ہوئے یعنی دوزخ سے ان کو دور رکھا جائیگا۔ مادہ بُعد سے باب مفاعلہ لازم بھی ہے اور متعدی بھی، دور ہونا اور دور کرنا۔ باب افعال عموماً متعدی ہے، دور کرنا، دور رکھنا، کبھی دور جانے کا معنی بھی ہوتا ہے اس وقت مفعول مذکور نہیں ہوتا اور فعل لازم ہوتا ہے، باب تفعیل متعدی ہی ہوتا ہے اور باب استفعال میں طلب کے معنی کے علاوہ دو معنی اور بھی ہوتے ہیں کسی کو دور جاننا اور دور ہونا (مفہوم بُعد کی تشریح کے لئے دیکھو بُعد باب الباء مع العین) پ ۱۲/۷ ۔

مَبْعُوْثُوْنَ: اسم مفعول جمع مذکر مرفوع۔ معنی مستقبل، قبروں سے اٹھائے جانیوالے ہو، اٹھا کر کھڑے کئے جانیوالے ہو، دوبارہ زندہ کئے جانیوالے ہو یعنی تمکو دوبارہ زندہ کیا جائیگا مرنے کے بعد سب کو جیتا جاگتا کھڑا کیا جائیگا (دیکھو بَعْثٌ باب الباء مع العین) پ ۱۲/۱ ، ۵ ، ۱۵/۱۱ پ ۱۸/۵ پ ۲۳/۵ پ ۲۷/۱۵ پ ۳۰/۸ ۔

مَبْعُوْثِیْنَ: اسم مفعول جمع مذکر مجرور، اٹھائے جانیوالے، دوبارہ زندہ کئے جانے والے۔ پ ۷/۹ پ ۱۸/۲

مُبْلِسُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر مرفوع مُبْلِسٌ واحد، مایوس، غمگین، پشیمان، متحیر، خاموش جن کو کوئی بات بن پڑنی ممکن نہیں۔ اس کا مادہ بلس ہے، پرانی سامی لغت میں بلس کا معنی ہے قدموں سے کچل ڈالنا، روندنا۔

عربی میں بَلَسٌ بے خیر آدمی کو اور بُلْسٌ

مایوس پریشان خاموش کو کہتے ہیں بَلُوْسٌ طعام قلیل مَا ذُقْتُ عَلُوْسًا وَّلَا بَلُوْسًا میں نے کچھ نہیں چکھا۔ ثلاثی مجرد سے افعال مستعمل نہیں، ثلاثی مزید میں باب افعال اپنے تمام مشتقات کے ساتھ مستعمل ہے اَبْلَسَ غم کے سبب سے خاموش ہوگیا۔ اَبْلَسَ مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اللہ کی رحمت سے نا امید ہوگیا۔ پ ۷/۱۱ پ ۱۸/۴ پ ۲۵/۱۳ ۔

مُبْلِسِيْنَ: اسم فاعل جمع مذکر حالت نصب مُبْلِسٌ واحد، نا امید غمگین۔ پ ۲۱/۸

مَبْلَغُهُمْ : مَبْلَغُ مضاف، هُمْ ضمیر مضاف الیہ، انکی علمی انتہا، ان کے علم کی آخری حد، انتہائی رسائی رَجُلٌ بَلْغٌ وَ بِلْغٌ وَ بَلِيْغٌ و بَلَاغِيٌّ ایسا فصیح اللسان روان کلام کرنیوالا آدمی جو ہر مقصد تک اپنی بات کو پہنچا سکے اَمْرُ اللّٰهِ بَلْغٌ اللہ کا حکم نافذ ہے اَحْمَقُ بَلْغٌ بالکل بیوقوف اَللّٰهُمَّ سَمْعٌ لَا بَلْغٌ سَمْعًا لَا بَلْغًا اللہ کرے جو بات سنی گئی ہے وہ واقع نہ ہو (کسائی)

رَجُلٌ بِلْغٌ بَلْغٌ کمینہ خبیث بدزبان آدمی۔ بُلْغَةٌ روزینہ، روزگذار يَمِيْنٌ بَالِغٌ سخت قسم بَلَاغَاتٌ باتوں کے باغ۔

بَلَغَ الْمَكَانُ بُلُوْغًا (نصر) اس مقام پر یا اس کے قریب پہنچ گیا۔ بَلَغَ الْغُلَامُ (نصر) لڑکا بالغ ہوگیا بَلَغَ مَبْلَغًا حدِ کمال کو پہنچ گیا۔ بُلِغَ الرَّجُلُ وہ آدمی مصیبت میں پڑ گیا۔ بَلُغَ بَلَاغَةً بلیغ ہوگیا (کرم) اِبْلَاغ اور تبلیغ (افعال تفعیل) پہنچانا تَبَلَّغَتْ بِهِ الْعِلَّةُ اسکی بیماری سخت ہوگئی حد انتہا پر پہنچ گئی تَبَلَّغَ بِالشَّيْءِ اس چیز پر اکتفا کی (دیکھو بلاغ) پ ۲۷/۶

یاد رکھو کہ بَلَغَ کا مادہ کسی باب میں مستعمل ہو پہنچنے کا مفہوم اس کے اندر ضرور ہوتا ہے صلات محاورات اور ابواب کے اختلاف سے مرادی معنی میں اختلاف ہو جاتا ہے لیکن مفہوم مشترک ہر جگہ ملحوظ رہتا ہے۔

مُبَوَّءَ : اسم ظرف مضاف، ٹھیک جگہ۔ ہموار، مقام، درست مسکن بَوَّءَ يُبَوِّئُ ماضی مضارع تَبْوِئَةٌ مصدر باب تفعیل بَوَاءٌ ہموار جگہ جو متساوی الاجزاء ہو کچھ اجزاء نیچے کچھ اونچے نہوں بَوَاءٌ کی ضد نَبْوَةٌ ہے ناہموار جگہ، تَبَوُّءٌ جگہ ٹھیک کر لینا، بیٹھنے کے مقام کو ہموار کر لینا (دیکھو بَوَّأْنَا اور تَبَوَّءُ) پ ۱۱/۱۵ ۔

اَلْمُبِيْنُ : اسم فاعل واحد مذکر مرفوع،

اِبَانَۃٌ مصدر باب افعال، ظاہر، کھلا ہوا ظاہر کرنے والا۔ کھولنے والا۔ مادہ بَیْنٌ بمعنے ظہور، مادہ بَیْنٌ سے باب افعال (اِبَانَۃ) تفعیل (تَبْیِیْنٌ) تفعّل (تَبَیُّن) اور استفعال (اِسْتِبَانَۃٌ) لازم بھی ہیں اور متعدی بھی ظاہر ہونا اور ظاہر کرنا، اس لئے مبین کا معنے ظاہر بھی ہے اور ظاہر کرنیوالا بھی۔ پ۷/۲ پ۱۴/۶،۱۱،۱۷ پ۱۸/۹،۱۳ پ۲۰/۱۴ پ۲۲/۱۹ پ۲۸/۱۶ ظاہر کرنیوالا، کھولکر دینے والا۔ واضح کرنیوالا، پ۷/۸ پ۱۴/۹ پ۱۹/۱۷ پ۲۳/۷،۱۶ پ۲۵/۲ ظاہر، کھلا ہوا۔

اَلْمُبِیْنِ: اسم فاعل واحد مذکر مجرور، کھولنے والا ظاہر کرنیوالا۔ پ۱۲/۱۱ پ۱۴/۸ پ۱۹/۴ پ۲۵/۷ کھلا ہوا، ظاہر پ۴/۹

مُبِیْنٌ: اسم فاعل واحد مذکر مرفوع، کھولکر بیان کرنے والا۔ ظاہر کرنے والا پ۶/۷ پ۹/۱۲ پ۱۲/۳ پ۱۷/۱۴ پ۱۹/۱۰ پ۲۱/۱ پ۲۳/۱۴ پ۲۵/۹ پ۲۶/۱ پ۲۷/۲ پ۲۹/۹ ظاہر، صریح، کھلا ہوا پ۲/۵،۹ پ۷/۵،۷ پ۸/۴،۹ پ۹/۳ پ۱۱/۶،۱۳ پ۱۳/۱،۱۱ پ۱۴/۲،۱۷ پ۱۸/۸ پ۲۰/۵ پ۲۲/۱۱ پ۲۳/۳،۴،۵،۹ پ۲۵/۱۲،۱۵ پ۲۸/۹ ظاہر یا ظاہر کرنیوالا پ۲۴/۲۰۔

مُبِیْنٍ: اسم فاعل واحد مذکر مجرور، بیان کرنیوالا۔ ظاہر کرنیوالا پ۷/۱۳ پ۱۱/۱۲ پ۱۲/۹ پ۱۳/۲۰

پ۱۹/۶،۱۶ پ۲۰/۲ پ۲۲/۱۲ پ۲۴/۸ پ۲۵/۱۴ پ۲۷/۱،۴ ظاہر کھلا ہوا پ۴/۸ پ۸/۱۵ پ۸/۱۵ پ۱۱/۱،۱۲ پ۱۲/۱،۱۴ پ۱۳/۱۴ پ۱۴/۵ پ۱۶/۵ پ۱۷/۵ پ۱۸/۳ پ۱۹/۹،۱۵ پ۲۰/۱۲ پ۲۱/۱۰ پ۲۲/۹،۱۸ پ۲۳/۱،۲،۱۷ پ۲۵/۱۰ پ۲۸/۱۱ پ۲۹/۲۔

مُبِیْنًا: اسم فاعل واحد مذکر منصوب، ظاہر صریح پ۴/۱۴ پ۵/۳،۹،۱۲،۱۳،۱۵،۱۸ پ۱۵/۶ پ۲۲/۲،۴ پ۲۶/۹ ظاہر کرنیوالا، کھولدینے والا۔ پ۶/۲،۴۔

مُبَیِّنٰتٍ: اسم فاعل جمع مؤنث، مُبَیِّنَۃٌ مفرد، تَبْیِیْنٌ مصدر باب تفعیل، کھلی ہوئی واضح آیات یا کھولکر بیان کرنیوالی آیات تَبْیِیْنٌ لازم ہے اور متعدی بھی، ایک مثل ہے قَدْ بَیَّنَ الصُّبْحُ لِذِیْ عَیْنَیْنِ آنکھوں والے کے لئے صبح نکل آئی بَیَّنَ الشَّجَرُ درخت اُگ آیا، اسکی سوئی نمودار ہوگئی بَیَّنَ الْقَرْنُ سینگ نکل آیا۔ بَیَّنَّا پ۴/۳ ہم نے کھول کر بیان کردیا پ۱۸/۱۰،۱۲ پ۲۸/۱۸۔

مُبَیِّنَۃٍ: اسم فاعل واحد مؤنث، مُبَیِّنٰتٌ جمع، کھلم کھلا، کھلی ہوئی۔ پ۴/۱۴ زنا (حسن البصری) یا کھلی ہوئی، خلاف شرع نافرمانی پ۲۱/۲ کوئی قولی یا عملی گناہ جیسے رسول اللہ کی نافرمانی، بدخلقی، آخرت پر دنیا کو ترجیح (خطیب) پ۲۸/۱۷ زنا۔

مَبْنِيَّةٌ : اسم مفعول واحد مؤنث، بروزن مَرْمِيَّةٌ، مَبْنِيٌّ مذکر، تعمیر کردہ عمارت بَنٰی ماضی يَبْنِيْ مضارع بِنَاءٌ، بَنْيٌ، بِنْيَةٌ، بُنْيٌ مصدر، (ضرب) بِنَاءٌ تعمیر شدہ عمارت کو بھی کہتے ہیں۔

بَنَى الرَّجُلُ اس آدمی کے ساتھ اچھا سلوک کیا بَنَى الطَّعَامُ بَدَنَهٗ کھانے نے اسکا بدن موٹا کر دیا۔ بَنَى الطَّعَامُ لَحْمَهٗ کا بھی یہی معنی ہے۔ پ۲۳/۱۶

مِتُّ : واحد متکلم ماضی معروف، مَوْتٌ مصدر، پ۱۶/۵ میں مرگئی ہوتی۔ پ۱۸ میں مرجاؤں گا (شرط کی وجہ مستقبل کا ترجمہ)۔

مِتَّ : واحد مذکر حاضر ماضی معروف (اگر) تم مرگئے، تم مرجاؤ پ۱۷/۴ (دیکھو مَاتَ)

مَتَابِ : اصل میں مَتَابِيْ تھا مَتَابِ مضاف، یا متکلم مضاف الیہ، یاء کو حذف کر دیا گیا، میرا رجوع۔ میری واپسی۔ مَتَابٌ، تَوْبٌ، تَوْبَةٌ، مَتَابَةٌ، تَتْوِبَةٌ سب مصدر ہیں جن کا معنی ہے لوٹنا، رجوع کرنا (باب نصر) (دیکھو تَوْبَةٌ) پ۱۳/۱۰۔

مَتَابًا : مصدر منصوب مفعول مطلق سچی توبہ، حقیقی توبہ، اس آیت میں مَتَابًا تاکید توبہ کے لئے مستعمل ہے یعنی جو شخص توبہ کے بعد نیک عمل بھی کرے حقیقت میں اس کی توبہ سچی توبہ ہوتی ہے۔ پ۱۹/۴۔

مَتَاعٌ : اسم مفرد، مرفوع نکرہ، اَمْتِعَةٌ جمع، معنی اور ممدود وقت تک فائدہ اٹھانا، معاش، فائدہ، نفع، وہ سامان جو کام میں آتا ہے۔ جس سے کسی طرح فائدہ حاصل کیا جاتا ہے، مُتْعَةٌ فائدہ اندوزی، محدود وقت کے لئے نکاح۔ مَتْعٌ، اور مُتُوْعٌ (باب فتح) دن نکلنا۔ طویل ہونا چڑھنا اٹھنا مَتَعَ النَّهَارُ دن لمبا ہوگیا نکل آیا، چڑھ گیا۔ مَتَعَ النَّبَاتُ سبزہ اونچا ہوگیا اگر مَتَعَ کے بعد باء آئے تو جھوٹ کہنے کا معنی ہوگا۔ مَتَعَ بِزَيْدٍ زید سے جھوٹ کہا یا فائدہ اٹھانا مراد ہوگا مَتَعَ بِالشَّيْءِ فلاں چیز سے فائدہ اٹھایا مُتُعٌ (کرم) ہوشیار اور عقلمند ہوگیا۔ مَتَاعَةٌ مصدر، باب افعال (امتاعٌ) اور تفعیل (تَمْتِيْعٌ) کسی کو فائدہ اندوز بنانا فائدہ اندوزی پر قائم رکھنا۔ کام میں آنے والا سامان دینا۔ قرآن مجید میں باب تفعیل سے مختلف مشتقات استعمال کئے گئے ہیں، باب افعال مستعمل نہیں ہوا۔ تَمَتَّعَ بِالشَّيْءِ کسی چیز سے فائدہ

اندوز ہونا۔ پ۱/۴ پ۲/۱۵ پ۳/۱۱ پ۸/۹ پ۱۰/۱۲ پ۱۱/۱۲ پ۱۳/۹
پ۱۴ پ۱۷ پ۱۸/۱۰ پ۲۴۔

مَتَاعٍ: اسم مفرد، مجرور، نکرہ، تانبے پیتل اور مختلف دھاتوں سے بنائے ہوئے برتن فولاد اور لوہے وغیرہ سے بنائے ہوئے اسلحہ آلات کشاورزی اور دوسری ضروریاتِ زندگی۔
(مدارک)

مَتَاعًا: اسم مفرد منصوب نکرہ پ۲/۱۵ اسم مصدر بمعنے مصدر متعدی یعنی کام میں آنیوالی چیز دینا۔ کپڑا جوتا یا اور کوئی چیز جو حاکم مناسب سمجھے (شافعی) شوہر کے حال کے مناسب کرتہ چادر دوپٹہ دینا (حنفیہ) (تفسیر احمدی) پ۷ تم کو فائدہ پہنچانے کے لئے، اس جگہ بھی مَتَاعًا کا معنی تَمْتِيعًا ہے۔ پ۱۲ خانگی سامان پ۱۴ ضرورت کی کوئی چیز پ۲۳ فائدہ اندوزی پر قائم رکھنے کے لئے پ۲۷ کام کی چیز ہو پ۳۰ فائدہ کے لئے یا فائدہ پہنچانے کے لئے (حلی)

مَتَاعُ: اسم مفرد مرفوع مضاف، وقتِ مقرر تک فائدہ اٹھانے کا سامان پ۱۰ پ۸ پ۲۰/۹
پ۲۵/۹،۵۔

مَتَاعَ: اسم مفرد منصوب مضاف، پ۱۱/۸ فائدہ اندوز ہونا یا فائدہ اندوزی کا سامان پ۲۷ سامان یا اسم مصدر بمعنی مصدر، فائدہ اندوز بنانے کے لئے ایک وقت مقرر تک۔

مَتَاعِنَا: اسم مفرد مجرور مضاف، نا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ، ہمارے اپنے سامان (کے پاس) پ۱۲ پ۱۳/۲

مَتَاعِهِمْ: اسم مفرد منصوب مضاف، هُمْ ضمیر مضاف الیہ، ان کے ناج یا سامان کو پ۱۳/۲
(راغب)

مُتَبَّرٌ: اسم مفعول واحد تَتْبِيرٌ (باب تفعیل) مصدر، لوٹ جانیوالا۔ تباہ، برباد، تِبْرٌ گھڑیا میں پگھلانے کے لئے ڈالنے سے پہلے چاندی سونے کے ریزے یا (بقولِ زجاج) ہر دھات تُبُورٌ جمع (المغرب) تَبَارٌ ہلاکت، مَتْبُورٌ ہلاک برباد، تباہ۔ تَبِرَ (سمع) وہ ہلاک ہوگیا تباہ ہوگیا، تَبَرَ (ضرب) اور تَبَّرَ (باب تفعیل) ہلاک کر دیا، تباہ کر دیا۔ پ۹/۶۔

مُتَبَرِّجَاتٍ: اسم فاعل مؤنث جمع۔ مُتَبَرِّجَۃٌ مفرد، مردوں کو اپنا بناؤ سنگھار دکھانے والی عورتیں، اس کا مصدر، تَبَرُّجٌ ہے جس کا معنی ہے عورتوں کا اپنا بناؤ مردوں کو

دکھانا - (مختار)

بَرَجَ خوبصورت، چمکدار، نمایاں بَارِجٌ ماہر ملاح بَارِجَۃٌ جنگی جہاز، بڑا شریر آدمی۔ بَرِجَ بَرَجًا (سمع) خوش حال ہوگیا یا اس کی آنکھیں نہایت حسین اور کشادہ ہوگئیں۔ اَبْرَجُ فراخ چشم مرد۔ بَرْجَاءُ فراخ چشم عورت - ۱۸/۱۴ -

مُتَّبَعُوْنَ: اسم مفعول جمع مذکر حالت رفع۔ مُتَّبَعٌ مفرد اِتِّبَاعٌ (باب افتعال) مصدر (تمہارا) پیچھا کیا جائیگا۔ مُتَّبَعٌ وہ شخص جس کا پیچھا کیا جائے یا پیروی کی جائے اسجگہ اول معنی مراد ہے۔ ۱۹ ۲۵/۱۱ -

مُتَتَابِعَیْنِ: اسم فاعل تثنیہ حالت جر، (دو مہینے) پے بہ پے) بغیر فصل کے ایک مہینے کے بعد دوسرا مہینہ تَتَابُعٌ پے بہ پے ہونا۔ ایک کے پیچھے دوسرے کا آنا۔ فرس مُتَتَابِعُ الْخَلْقِ متناسب الاعضاء گھوڑا غُصْنٌ مُتَتَابِعٌ وہ ٹہنی جس میں گانٹھ ہو۔ ب ۲۵/۱۰ -

مُتَجَانِفٌ: اسم فاعل واحد مذکر۔ تَجَانُفٌ مصدر (باب تفاعل) گناہ کی طرف میلان (نہ) رکھنے والا اَجْنَفُ حق سے پھرنے والا، کبڑا۔ جُنَافِیٌّ اور مِجْنَفٌ حق سے مڑ جانے والا جَنِفَ فِی وَصِیَّتِہٖ جَنَفًا اور جُنُوْفًا (سمع) وصیت میں حق تلفی کی جَائِفٌ اور جَنِفٌ صفت کے صیغے ہیں، وصیت میں حق تلفی کرنے والا اَجْنَفَ (باب افعال) کا بھی یہی معنی ہے لیکن باب ضرب سے اس مادہ کا معنی ہے مڑ جانا پھر جانا خواہ سیدھے راستے سے ہو یا حق سے ہو یا قصد کی راستے سے ہو۔ ۲/۱ -

مُتَجَاوِرَاتٌ: اسم فاعل جمع مؤنث مُتَجَاوِرَۃٌ واحد تَجَاوُرٌ مصدر باب تفاعل، برابر برابر، باہم ملے ہوئے، اس لفظ کا مادہ جور ہے لیکن اختلاف صلات و ابواب کے سبب ہر جگہ معنی میں اختلاف ہو جاتا ہے مثلاً جَارٌ ہمسایہ مددگار، حلیف، شریک تجارت۔ پناہ دینے والا، پناہ پانے والا، پناہ چاہنے والا جِوَارٌ ہمسائیگی پناہ مکان کے آس پاس کا صحن، جَوْرٌ راستی سے پھر جانا، راستہ سے مڑ جانا بشرطیکہ اس کے بعد عَنْ آئے کہ کلی مذکور ہو مثلاً جَارَ عَنْہُ تو ظلم کرنے کا معنی ہوگا۔

مُجَاوَرَۃٌ (باب مفاعلہ) ہمسایہ ہونا کسی کی پناہ میں ہو جانا۔ جِوَارٌ پناہ، امان کسی کو پناہ دینا وغیرہ۔ ۱۳

مُتَحَرِّفًا، اسم فاعل منصوب مفرد، تَحَرُّفٌ مصدر باب تَفَعُّلٌ مڑنے والا۔ پھرنے والا۔ دشمن کو فریب دینے کے لئے پیٹھ پھیرنے والا تاکہ پلٹ کر حملہ کرے یا لوٹ کر مسلمانوں کی صف میں آکر مل جانے والا تاکہ مدد حاصل کر سکے، اصل مادہ حَرْفٌ ہے جس کے معنی ہیں کنارہ۔ پ۹ ع۱۶

مُتَحَيِّزًا، اسم فاعل مفرد مذکر منصوب تَحَيُّزٌ مصدر باب تَفَعُّلٌ، مڑکر سمٹ کر اپنی جماعت کی طرف آنیوالا تاکہ ساتھیوں کی مدد لیکر دوبارہ حملہ کر سکے، اصل مادہ حَوْزٌ وادی ہے جس کا معنی ہے جمع کرنا، نگرانی رکھنا (نصر) متحیز پیچیدہ سانپ کو بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ بھی سمٹا ہوا مڑا ہوا ہوتا ہے اَحْوَزَ ثَوْبَہٗ اس نے اپنے کپڑوں کو سمیٹ لیا، جمع کر لیا (باب افعال) اِسْتَحْوَزَ عَلَیْہِ اس پر غالب آگیا مسلط ہوگیا (باب استفعال متعدی بعلی)، پ۹ ع۲۔

مُتَّخِذَ: اسم فاعل واحد مذکر منصوب مضاف اِتِّخَاذٌ مصدر باب افتعال، اخذٌ مادہ، بنانے والا۔ اختیار کرنے والا۔ اَخْذٌ کا مفہوم ہے کسی چیز کو اپنے تسلط و تصرف میں داخل کر لینا خواہ ہاتھ سے لیا ہو یا پکڑ لینا یا کسی کی گرفت کر لینا، باب افتعال میں پہنچکر اس کا معنی ہو جاتا ہے بنانا، اختیار کر لینا۔ اس وقت دو مفعولوں کی ضرورت ہوتی ہے لَا تَتَّخِذُوا الْیَھُوْدَ وَالنَّصٰرٰی اَوْلِیَاءَ۔ فَاتَّخَذْتُمُوْھُمْ سُخْرِیًّا پ۱۸ ع۱۵۔

مُتَّخِذَاتِ: اسم فاعل جمع مؤنث حالت جر۔ اِتِّخَاذٌ مصدر، بنانے والیاں (دیکھو مُتَّخِذٌ) پ۵ ع۱

مُتَّخِذِیْ: اسم فاعل جمع مذکر حالت جر۔ اِتِّخَاذٌ مصدر۔ اصل میں مُتَّخِذِیْنَ تھا۔ اضافت کی وجہ سے نونِ اعرابی ساقط کر دیا گیا۔ بنانے والے پ۶ ع۵۔

مُتَرَاکِبًا: اسم فاعل واحد مذکر مفرد، تَرَاکُبٌ مصدر باب تفاعل تہ بہ تہ۔ ایک پر ایک سوار، رَکْبٌ اور رُکُوْبٌ کا معنی کسی جانور پر سوار ہونا، توسیع استعمال کے بعد کشتی جہاز وغیرہ پر سوار ہونے کو بھی رکوب کہنے لگے اور چونکہ سواری عموماً سوار سے مغلوب ہوتی ہے سوار اس پر غالب ہوتا ہے اور قرض بھی انسان پر غالب ہوتا ہے قرضدار پر قرض کا بوجھ ہوتا ہے اگرچہ

غیر مرئی ہوتا ہے مگر غیر محسوس نہیں ہوتا اس لئے قرض چڑھ جانے کو رکوب الدین مجازاً کہنے لگے، اناج کی بالی کے دانے باہم متصل ہوتے ہیں، ایک دوسرے سے وابستہ ہوتا ہے کوئی اوپر ہوتا ہے کوئی نیچے اس لئے اسکو متراکب کہا گیا، گویا تہ بہ تہ ہونے کے سبب ایک دانہ دوسرے پر سوار ہوتا ہے۔ پ ۷/۱۳

مُتَرَبِّصٌ : اسم فاعل واحد مذکر، تَرَبُّصٌ مصدر (باب تفعل) منتظر، راہ دیکھنے والا، مراد نتائج اعمال کا منتظر پ ۱۶/۱۷ (دیکھو تربص)

مُتَرَبِّصُوْنَ : اسم فاعل، جمع مرفوع مذکر نکرہ مُتَرَبِّصٌ واحد، تَرَبُّصٌ مصدر، منتظر یعنی نتائج اعمال کے منتظر۔ پ ۱۰/۱۲ ۔

اَلْمُتَرَبِّصِيْنَ : اسم فاعل جمع مذکر حالت جر اَلْمُتَرَبِّصُ واحد، انتظار کرنے والے، منتظرین (میں سے) پ ۲۷/۴ ۔

مَتْرَبَةٍ : اسم سخت ناداری، ایسی مفلسی جو زمین سے چمٹا دے، اٹھنے کی سکت نہ چھوڑے، تُراب، خاک، مٹی، زمین، سب کو کہتے ہیں، تَرِبَ تَرَبًا اور مَتْرَبًا (سمع) محتاج ہو گیا، اَتْرَبَ (باب افعال) اضداد میں سے ہے، محتاج ہو گیا۔ گویا مٹی سے چمٹ گیا اور مالدار ہو گیا گویا اس کا مال مٹی کی طرح کثیر ہو گیا (راغب) کسی پر مٹی ڈالنے کو بھی اِتْرَابٌ کہتے ہیں، باب افعال کی طرح تفعیل (تتریب) بھی تینوں معانی کے لئے مستعمل ہے۔ پ ۳۰/۱۵

اَلْمُتَرَدِّيَةُ : اسم فاعل واحد مؤنث، تَرَدِّي (باب تفعل) وہ (حلال) جانور جو اوپر سے گر کر ذبح کرنے سے پہلے مر جائے (معجم القرآن و معالم و مدارک) پ ۶/۵

مُتْرَفُوْا : اسم مفعول جمع مذکر مرفوع مضاف اصل میں مُتْرَفُوْنَ تھا، اضافت کی وجہ سے نون اعرابی کو گرا دیا گیا، امیر، خوشحال فارغ البال عیش پرست لوگ، اِتْرَافٌ (باب افعال) عیش دنیا آرام دنیا، فراغت زندگی دنیا۔ اُتْرِفَ زَيْدٌ زید کو خوش حالی دی گئی، عیش دیا گیا فَهُوَ مُتْرَفٌ پس وہ خوشحال اور امیر ہے، عیش پرست ہے اَتْرَفَتْهُ النِّعْمَةُ عیش نے اس کو بے راہ کر دیا اَتْرَفَ هُوَ يُدَ (لازم) زید نافرمانی پر جم گیا۔ تَرِفَ (سمع) اور تَتَرَّفَ (باب تفعل) عیش و راحت میں زندگی گزاری۔ اِسْتَتْرَفَ (باب استفعال) نافرمان اور بدکار ہو گیا۔ پ ۲۲/۱۰ ۲۵/۸ ۔

مُتْرَفِیْنَ : اسم مفعول جمع مذکر حالتِ نصب اِتْرَافٌ مصدر، عیش پرست، خوشحال مزے سے زندگی کاٹنے والے۔ ۱۵/۲۷

مُتْرَفِیْھَا : اسم مفعول جمع مذکر حالتِ نصب مضاف، اصل میں مُتْرَفِیْنَ تھا۔ اضافت کے سبب سے نونِ اعرابی گرا دیا گیا۔ بستی کے عیش پرست، دولت مند، خوشحال لوگ یعنی ہم جس بستی کو برباد کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اول وہاں کے دولت مند لوگوں اور اونچے طبقہ والوں کو اعمال صالحہ کا حکم دیتے ہیں جب وہ نہیں مانتے اور نافرمانی کرتے ہیں تو حجت تمام ہو جاتی ہے اور ہم اس بستی کو تباہ کر دیتے ہیں۔ ۲/۱۵

مُتْرَفِیْھِمْ : مُتْرَفِیْ مضاف، ھِمْ مضاف الیہ، خوشحال، دولت مند لوگوں کو یعنی جب ہم ان میں سے خوشحال لوگوں کو عذاب میں پکڑتے ہیں تو وہ تلملا اٹھتے ہیں۔ ۴/۱۸۔

(غَیْرَ) **مُتَشَابِہٍ** : اسم فاعل واحد مذکر مجرور تَشَابُہٌ مصدر (باب تفاعل) یعنی زیتون اور انار کے پتے ہم شکل ہوتے ہیں اور پھلوں کا مزہ الگ الگ ہوتا ہے (سیوطی) یا یہ مطلب کہ زیتون اور انار دونوں عمدگی اور نفاست میں ایک جیسے ہوتے ہیں مگر رنگ، مزہ، شکل اور مقدار میں جدا جدا ہوتے ہیں (معجم القرآن) ۴/۸۔

مُتَشَابِھًا : اسم فاعل واحد مذکر منصوب۔ امام راغب نے المفردات میں لکھا ہے کہ شِبْہٌ شَبَہٌ اور شَبِیْہٌ کا استعمال ان چیزوں میں ہوتا ہے جو اندرونی یا بیرونی کیفیت میں ایک جیسی ہوں مثلاً رنگ، شکل، انصاف، ظلم (گمراہی جہالت وغیرہ) میں اگر ایک چیز دوسری کی طرح ہو تو ایک دوسرے کی شبہ یا شبیہ یا شبہ کہلائیگی لیکن اگر حسی یا معنوی تماثل اتنا گہرا ہو کہ دو چیزوں میں امتیاز نہ ہو سکے تو اس کو شبہ کہا جاتا ہے جیسے ۳/۱ میں متشابھًا کا مطلب یہ ہے کہ حقیقت اور مزہ میں اختلاف ہونے کے باوجود رنگ میں تماثل ایسا ہوگا کہ ایک کا دوسرے سے امتیاز نہ ہو سکے گا اور ۱۷/۲۳ میں کِتٰبًا مُّتَشَابِھًا کا معنی یہ ہے کہ حکمت، استقامت، ترتیب اور پختگی میں قرآن مجید کی آیات ایک جیسی ہیں۔

علامہ زمخشری نے کشاف میں اسی آیت کی تفسیر کے ذیل میں لکھا ہے مُطلق فی مشابہت

بعضہ بعضاً فیکون متناولاً لتشابہ
صبانیتہ فی الصحۃ الخ یعنی صحت، پختگی
صداقت، نفع رسانی تناسب الفاظ درست
بیانی، کیفیت ترتیب اعجاز وغیرہ میں اصولی
طور پر قرآن کے بعض حصے دوسرے بعض
کے مشابہ ہیں۔ یہ ہیں متشابہ ہونیکا مطلب
ہے عمدگی اور نفاست میں زیتون اور انار
کا ایک جیسا ہونا۔

مُتَشَابِهَاتٌ: اسم فاعل جمع مؤنث
مُتَشَابِهَةٌ مفرد، یعنی کچھ آیتیں متشابہ ہیں
قرآن میں متشابہات ہونے کا کیا مطلب ہے
اسکی تشریح علماء نے مختلف طور پر کی ہے راغب
نے لکھا ہے جن آیات کی تفسیر تماثل لفظی یا معنوی
کی وجہ سے مشکل ہو وہ متشابہات ہیں، عام فقہاء
نے متشابہ کی توضیح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اگر
ظاہراً مراد کا علم نہ ہو سکے تو وہ متشابہ ہے۔

ابوالبقاء نے کلیات میں صراحت کی ہے
ان المحکم ھو الذی لایحتمل من التاویل
الاوجہا واحدا لان المحکم ھو المتقن الخ
یعنی محکم کا صرف ایک ہی معنی ہو سکتا ہے، دوسرے
معنی کا احتمال ہی نہیں ہو سکتا کیونکہ محکم متقن
کا ہم معنی ہے، بنا بر محکم اس عمارت کو کہتے ہیں جس
میں کوئی کمزوری اور خرابی نہ ہو اس لئے محکم
مراد بھی محکم ہوتی ہے اور متشابہ میں وجوہ مختلفہ
کا احتمال ہوتا ہے اس لئے متکلم کی مراد سامع
پر مشتبہ ہوتی ہے۔ انتہی کلامہ۔

ہم ذیل میں کسی قدر تنقیح کرنی چاہتے ہیں
آیات تین طرح کی ہیں، محکم مطلق، متشابہ مطلق
محکم اور متشابہ فی الجملہ۔

فی الجملہ متشابہ کی تین قسمیں ہیں ۱۔ لفظ کے
اعتبار سے تشابہ ہو۔ ۲۔ معنی کے اعتبار سے
تشابہ ہو۔ ۳۔ لفظ اور معنی دونوں کے اعتبار
سے تشابہ ہو۔

متشابہ کا تشابہ اگر لفظ کے اعتبار سے
ہوتا ہے تو کبھی مفرد لفظ کے اعتبار سے ہوتا ہے،
کبھی مرکب کلام ہونے کی حیثیت سے۔

لفظ مفرد کے اعتبار سے تشابہ کبھی تو لفظ
کی غرابت کی وجہ سے ہوتا ہے جیسے اَبًّا اور
یَزِفُّوْنَ دونوں لفظ غریب المعنی ہیں اس لئے
معنی مراد کی تعیین میں اشتباہ ہے کبھی اشتراک
لفظ کی وجہ سے تشابہ پیدا ہوتا ہے جیسے ید
اور عین دونوں الفاظ کے معانی مختلف ہیں تعیین

معنیٰ میں اشتباہ ہے۔
مرکب کلام میں تشابہ کبھی اختصار کرنے کی وجہ سے ہوتا ہے جیسے وان خفتم الا تقسطوا فی الیتامیٰ فانکحوا ما طاب من النساء
کبھی کسی لفظ کو بڑھانے کی وجہ سے ہوتا ہے جیسے لیس کمثلہ شیٔ اگر کاف کو نہ بڑھایا جاتا تو سامع کے لئے مطلب زیادہ واضح ہوتا، کاف کو بڑھانے سے اشتباہ پیدا ہوگیا، کبھی ترتیب عبارت کی وجہ سے اشتباہ پیدا ہوجاتا ہے جیسے اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِہِ الْکِتَابَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّہٗ عِوَجًا قَیِّمًا کلام کی اصل ترتیب اس طرح تھی اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِہِ الْکِتَابَ قَیِّمًا وَلَمْ یَجْعَلْ لَّہٗ عِوَجًا ترتیب بدلنے سے کچھ تشابہ ہوگیا۔
۲۔ متشابہ من جہۃ المعنیٰ کی مثال میں ہم اللہ کی صفات کو پیش کرسکتے ہیں جو نہ محسوس ہیں نہ مشابہ بالمحسوس اور جو چیز محسوس یا محسوس جیسی نہ ہو سکے اس کا تصور ہمارے لئے ناممکن ہے اس لئے صفاتِ الٰہیہ ہمارے لئے متشابہ ہیں۔
۳۔ اگر لفظ اور معنی دونوں کے اعتبار سے تشابہ ہو تو اس کی پانچ صورتیں ہیں۔
اول کمیت اور مقدار میں تشابہ یعنی عموم یا خصوص میں تشابہ ہونا جیسے اقتلوا المشرکین

دوم کیفیتِ حکم کے لحاظ سے تشابہ، معلوم نہیں حکم واجب ہے یا مندوب جیسے فانکحوا ما طاب لکم الخ
سوئم زمانہ کے اختلاف کی وجہ سے تشابہ جیسے ناسخ و منسوخ میں ہوتا ہے اتقوا اللہ حق تقاتہ اور اتقوا اللہ ما استطعتم
چہارم جگہ رسم و رواج اور ماحول کو نہ جاننے کی وجہ سے تشابہ جیسے لیس البر بان تاتوا البیوت من ظہورھا اور انما النسیٔ زیادۃ فی الکفر جب تک قبل از اسلام کے عرب کا رسم و رواج معلوم نہ ہوگا۔ ان آیات کا مطلب مخفی رہے گا۔
پنجم صحتِ فعل یا فسادِ فعل کی شرائط نہ جاننے کی وجہ سے تشابہ ہوتا ہے جیسے نماز اور نکاح کی شرائط نہ جاننا موجب تشابہ ہے مفسرین نے متشابہ کی جتنی تشریحات کی ہیں، کوئی بھی ان اقسام سے باہر نہیں ہے۔

متشابہ کا حکم

توضیح مذکورہ بالا پر غور کرنے سے واضح ہوجاتا ہے کہ بعض متشابہات کا علم ہمارے لئے ناممکن ہے جیسے صفاتِ الٰہیہ، وقتِ قیامت کی تعیین، دابۃ الارض

کی کیفیت اور اس کے خروج کا مقررہ وقت وغیرہ۔

۲۔ بعض متشابہات کا علم ہو سکتا ہے اور ہوتا ہے جیسے الفاظِ غریبہ اور احکام متعلقہ کو باوجود ان کے لفظی یا معنوی تشابہ کے ہم جان سکتے ہیں اور جانتے بھی ہیں۔

۳۔ بعض متشابہات ایسے ہیں جن کا علم صرف علماءِ راسخین کو ہو سکتا ہے (جیسے حضرتِ علی کرم اللہ وجہہ اور حضرتِ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ) دوسروں کو نہیں ہو سکتا۔

اس تفصیل کو نظر کے سامنے رکھنے کے بعد یہ حقیقت سمجھنا دشوار نہیں کہ آیت وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ میں اللہ پر وقف بھی صحیح ہے اور ما بعد سے وصل بھی صحیح ہے، اگر نمبر اول متشابہات مراد ہوں تو وقف لازم ہے اور ۲، ۳ متشابہات مراد ہوں تو وصل صحیح ہے۔ ۳/۹

مُتَشَاكِسُونَ: اسم فاعل جمع مذکر مرفوع جھگڑالو، تَشَاكُسٌ کا اصل معنی ہے بدخلقی، بداخلاقی کا لازمی نتیجہ جھگڑا ہے اگر شرکا بداخلاق ہوں تو رواداری کسی میں نہ ہوگی لامحالہ آپس میں جھگڑا کریں گے شَكِسَ شَكَاسَةً (کرم) بدخلق ہوگیا۔ ۲۳/۱۷

مُتَصَدِّعًا: اسم فاعل واحد مذکر منصوب تَصَدُّعٌ مصدر (باب تفعّل) ٹکڑے ٹکڑے، شگافتہ، صَدْعٌ کا لفظ پھٹنے کھلنے، شگافتہ ہونے اور الگ ہو جانے کا مفہوم اپنے اندر رکھتا ہے، اس لئے صَدْعٌ شگاف کو اور آدمیوں کی ایک ٹکڑی اور گروہ کو کہتے ہیں زمین کو پھاڑ کر سبزہ نکلتا ہے اس لئے سبزہ کو بھی صَدْعٌ کہا جاتا ہے وَالْأَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ سبزی والی زمین کی قسم، صَدْعٌ ہر چیز کا آدھا ٹکڑا، بکریوں اور اونٹوں اور آدمیوں کی ایک ٹکڑی، جماعت، صَدَعٌ ہر چیز کا متوسط درجہ مثلاً نہ جوان نہ بوڑھا بلکہ ادھیڑ، نہ زیادہ لمبا نہ بالکل ٹھگنا ناٹا بلکہ متوسط قد والا نہ بہت زیادہ موٹا گھمنا نہ زیادہ دبلا اچھا بکرا۔

صَدَعَاتُ رائی خیال اور خواہش کی پراگندگی بَيْنَهُمْ صَدَعَاتُ الرَّأْيِ وَالْهَوَىٰ ان میں افکار اور خواہشات کا تفرق ہے۔

صَادِعٌ رات کی تاریکی کو پھاڑ کر برآمد ہونے والی صبح کی روشنی۔

غرض مادہ صدع میں شگافتہ ہونے اور کھلنے کھلنے کا مفہوم پایا جانا ضروری ہے۔

س سے مجرد باب فتح سے مستعمل ہے اگر
بغیر وساطت حرف جار کے متعدی استعمال
ہوتا ہے تو پھاڑنے اور شگافتہ کرنے کا معنی ہوتا
ہے جیسے صَدَعَ الْفَلَاۃَ بیابان کو پھاڑ دیا یعنی
طے کیا اور اگر باء کے ساتھ استعمال کیا جائے تو
کھول کر بیان کرنے، خوب آشکار کرنے کا معنی ہوتا
ہے فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ (دیکھو اِصْدَعْ) صَدَعَ
بِالْحَقِّ اس نے حق کو ظاہر کر دیا حق کا اعلان کر دیا
لیکن اِلٰی میلان پر اور عَنْ اعراض پر دلالت کرتا
ہے جیسے صَدَعَ اِلَیْہِ اس کی طرف رغبت کی
صَدَعَ اِلَیْہِ اس سے گریز کیا اعراض کیا۔
باب تفعل میں شگافتہ ہونے اور تفعیل
میں شگافتہ کرنے کا معنی ہوتا ہے تَصَدَّعَ الشَّیْءُ
وہ چیز پھٹ گئی، ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی، اسی
سے مُتَصَدِّعٌ اسم فاعل ہے تَصَدَّعَتِ
الْاَرْضُ بِفُلَانٍ زمین پھٹ گئی اور فلاں شخص اس میں
سما گیا یعنی ایسا غائب ہوا کہ پھر پتہ نہ چلا۔ ۲۸/۹ -

اَلْمُتَصَدِّقَاتُ: اسم فاعل جمع مؤنث
اَلْمُتَصَدِّقَۃُ مفرد، صدقہ دینے والی خیرات کرنیوالی
عورتیں، لفظ صدقہ کا اطلاق عموماً غیر واجب خیرات
پر ہوتا ہے لیکن کبھی فرض زکوٰۃ کو بھی کہہ دیا جاتا ہے،
جیسے خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً۔ اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ
لِلْفُقَرَآءِ اگر کوئی شخص اپنے حق سے درگزر
کرلے تو اس پر بھی لفظ تصدق کا اطلاق ہوتا
ہے وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ لَهٗ
وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ وَ
اَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ۔ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ
اِلٰٓى اَهْلِهٖ۔ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا آیت میں
متصدقات کا لفظ زکوٰۃ اور خیرات سب کے
لئے عام ہے۔ ۲۲/۲ -

اَلْمُتَصَدِّقِيْنَ: اسم فاعل جمع مذکر منصوب
اَلْمُتَصَدِّقُ واحد، خیرات یا زکوٰۃ دینے والے
مرد ۱۳/۴ اس جگہ خیرات دینے والے مراد ہیں
۲۲/۲ اس جگہ مفہوم میں عموم ہے، زکوٰۃ دینے
والے یا خیرات دینے والے۔

اَلْمُتَطَهِّرِيْنَ: اسم فاعل جمع مذکر منصوب
اَلْمُتَطَهِّرُ مفرد، تَطَهُّرٌ مصدر باب تفعل
پاک ہونیوالے، طَهْرٌ (فتح) متعدی ہے دور
کرنا۔ طُهْرٌ اور طَهَارَةٌ (نصر و کرم)
لازم ہے، پاک ہونا، پانی وغیرہ سے جسم اور
کپڑے اور جگہ کو پاک کیا جائے یا ایمان
اعمالِ صالحہ کے پانی سے کفر و بداعمالی کی نجاست

نفس سے دور کی جائے دونوں پر طہارت کا اطلاق ہوتا ہے۔ قرآن میں طہارت کا استعمال دونوں معنی میں ہوا ہے مثلاً

وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا اگر جنابت کی حالت میں ہو تو پانی وغیرہ سے پاکی حاصل کرو۔

حَتّٰى يَطْهُرْنَ یہاں تک کہ عورتیں پاک ہو جائیں۔

فَإِذَا تَطَهَّرْنَ جب وہ پاکی حاصل کر لیں، مذکورہ آیات میں جسمانی طہارت مراد ہے۔

وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ اللہ گناہ سے پاک ہونے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا اس مسجد میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں۔

إِنَّهُمْ أُنَاسٌ يَتَطَهَّرُونَ بلاشبہ وہ لوگ مدعی طہارت ہیں۔

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ اللہ پاکی یا پاکیزگی اختیار کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا اللہ کافروں سے تم کو بچا کر نکال لے گا اور ان کی طرح بداعمالیوں سے تم کو پاک رکھے گا۔

وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا اللہ چاہتا ہے کہ گناہوں کی نجاست سے تم کو پاکیزہ بنا دے۔

وَطَهَّرَكِ اللہ نے تجھے پاک یا پاکیزہ بنا دیا ہے۔

ذٰلِكُمْ أَزْكَىٰ لَكُمْ وَأَطْهَرُ یہ فعل تمہارے لئے بہت پاکیزہ اور تمہارے دلوں کو پاک رکھنے والا ہے۔

لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ اس کے حقائق معرفت تک صرف وہی لوگ پہنچ سکتے ہیں جن کے نفس پاکیزہ ہوں اور ہر فساد کے میل کچیل سے صاف ہوں۔

لَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ جنت میں اہل جنت کے لئے ایسی بیبیاں ہونگی جو دنیوی میل کچیل اور بداخلاقی کی نجاستوں سے پاک کر دی گئی ہوں گی۔

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ اپنے نفس کو گناہوں کی کثافت اور عیبوں سے پاک رکھو۔

طَهِّرْ بَيْتِيَ اور أَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ سے مراد ہے کعبہ کو بتوں کی نجاست سے پاک رکھو۔

ہم نے طہارت کے معنی کی یہ کل تشریح امام راغب کی المفردات سے نقل کی ہے اور

ہر آیت کا مرادی معنی بھی امام مذکور کا بیان کردہ ہے مفصل
متنوع ہر آیت کی توضیح اس کے مقام پر کی گئی ہے۔ پ۲/۱۲

اَلْمُتَعَالِ: اسم فاعل واحد مذکر حالت رفع تَعَالِیٌ
مصدر باب تفاعل اصل میں اَلْمُتَعَالِیُ تھا عُلُوٌّ مادہ۔
ثلاثی مزید میں ثلاثی مجرد سے حرفوں کی تعداد بہر حال
زیادہ ہوتی ہے جو مختلف ابواب میں مختلف معانی پر
دلالت کرتی ہے لیکن کبھی کثرت حروف سے
مجرد کے معنی میں صرف زیادتی کرنی مقصود
ہوتی ہے، کوئی دوسری خصوصیت پیش نظر
نہیں ہوتی ایسی زیادتی اور یہ مقصود کبھی باب
تفاعل میں بھی ہوتا ہے چنانچہ امام راغب نے
صراحت کی ہے کہ متعالی، عالی سے زیادہ مبالغہ
پر دلالت کرتا ہے یعنی عالی کا معنی بزرگ، عالی
مرتبہ، برتر، غالب وغیرہ اور متعالی کا معنی بہت
بزرگ، بہت غالب، بہت برتر وغیرہ، مادہ
علو کے معنی کی پوری تشریح اور مختلف مشتقات
کی توضیح کے لئے دیکھو (باب العین فصل الالف
واللام مع الواو)

مَتَّعْتَ: واحد مذکر حاضر ماضی معروف،
تَمْتِیْعٌ مصدر، باب تفعیل تو نے دنیوی سامان
سے بہرہ یاب بنایا۔ مزید توضیح کیلئے دیکھو
مَتَاعٌ باب المیم مع التاء ۱۸/۱۲ ۔

مَتَّعْنَا: جمع متکلم ماضی معروف، تَمْتِیْعٌ
مصدر باب تفعیل ہم نے دنیا کی سامان دے کر
بہرہ مند کیا۔ پ۱۱/۱۵ پ۱۲/۱ پ۱۶/۱۲ پ۱۷/۴ پ۱۹/۱۵
پ۲۰/۱۰ پ۲۳/۹ ۔

مَتِّعُوْا: جمع مذکر حاضر امر معروف، باب
تفعیل، ان کو متعہ دو پ۲/۱۵ اگر عورت کو قربت
سے پہلے طلاق دیدی جائے اور مہر کی کوئی
مقدار مقرر نہ کی گئی ہو تو تمتیع اور معیشت
کے لئے کچھ اس کو دینا واجب ہے لیکن
کتنی مقدار ہو، امام شافعی کے نزدیک مقدار
کی تعیین کا اختیار حاکم کو ہے شوہر کی فراخدستی
یا تنگ حالی کے پیش نظر جتنی مقدار چاہے
دلوا سکتا ہے احناف کے نزدیک چادر دوپٹہ
کرتہ دینا ضروری ہے لیکن کیسا اور کس قیمت
کا؟ اسکی تعیین شوہر کے حال کے مطابق کیجائیگی
قدوری اور کرخی نے عورت کے حال کا بھی
اعتبار کیا ہے، جس مرتبہ کی عورت ہو اسی
قیمت کا لباس اسکو دیا جائے گا (مدارک، بیضاوی
وتفسیر احمدی) پ۲۲/۲ اس آیت میں متعہ دینے کا
وجوبی حکم قربت (اور خلوت صحیحہ) نہ ہونے کی

صورت میں دیا گیا ہے بشرطیکہ مہر کی مقدار معین نہ کی گئی ہو لیکن اگر مقدار مہر مقرر کر دی گئی ہو، اور خلوتِ صحیحہ کے بعد طلاق دیدی ہو تو نصف مہر واجب ہے متعہ واجب نہیں کیونکہ سورۂ بقرؔ کی آیت ہے:

و ان طلقتموھن من قبل ان تمسوھن وقد فرضتم لھن فریضۃ فنصف ما فرضتم

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مسلک ہے اور امام احمد کا بھی ایک قول یہی مروی ہے، تفسیرِ احمدی میں اتنا اور بھی ہے کہ نصف مہر دینا واجب ہے اور متعہ دینا مستحب۔

امام شافعی اس غیر مدخولہ مطلقہ کیلئے جس کا مہر مقرر کر دیا گیا ہو، نصف مہر کو واجب اور متعہ کو سنت قرار دیتے ہیں۔ امامِ احمد کا بھی ایک قول اسی طرح ہے، امامِ مالک مَتِّعُوهُنَّ کے امر کو وجوب کے لئے قرار ہی نہیں دیتے بلکہ مندوب کہتے ہیں یعنی متعہ دینا مستحب ہے اور مفروضۃ المہر کو نصف مہر ادا کرنا۔ چونکہ امام مالک کے نزدیک بھی واجب ہے اس لئے متعہ دینا مستحب بھی نہیں ہے (مدارک وغیرہ)

مُتَفَرِّقُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر مرفوع متفرق واحد، تَفَرُّقٌ مصدر، فَرْقٌ مادہ، الگ الگ، جدا جدا (دیکھو فارقات اور فرق باب الباء مع الالف والراء) پ ۱۲/۱۵

مُتَفَرِّقَةٍ: اسم فاعل واحد مؤنث مجرور، متفرقات جمع، تَفَرُّقٌ مصدر باب تفعل الگ الگ، جدا جدا (دیکھو فارقات اور فرق) پ ۱۳/۲ -

مُتَقَابِلِيْنَ: اسم فاعل جمع مذکر منصوب متقابلٌ واحد، تَقَابُلٌ مصدر آمنے سامنے (دیکھو قابل، قبول اور قبل) پ ۱۴/۴ پ ۲۵/۱۶ پ ۲۷/۱۴

مُتَقَلَّبَكُمْ: مُتَقَلَّب مضاف منصوب کُمْ ضمیر مضاف الیہ، تمہارے گھومنے پھرنے کی جگہ کو (کمالین) مُتَقَلَّب ظرفِ مکان ہے۔ تَقَلُّب (مصدر) کا معنی گھومنا پھرنا۔ الٹ پلٹ ہونا۔ اگر اس کے بعد فِی آتا ہے، تو دخل دینے اور تصرف کرنے کا معنی بھی ہو جاتا ہے تَقَلَّبَ فِی الشَّیْءِ فلاں چیز میں دخل دیا، تصرف کیا، ہاتھ ڈالدیا (قاموس) قرآنِ مجید میں تقلب بمعنے تصرف مستعمل نہیں، پ ۲۶/۶ (دیکھو قلب)

اَلْمُتَّقُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر مرفوع۔

اَلْمُتَّقِیْ واحد اِتِّقَاءٌ مصدر پرہیزگار تقویٰ رکھنے والے (دیکھو تقویٰ) ۲/۶ ، ۹/۱۸ ، ۱۳/۱۱ ، ۱۸/۱۷ ، ۲۴/۱ ، ۲۶/۶ ۔

اَلْمُتَّقِیْنَ : اسم فاعل جمع مذکر منصوب و مجرور، المتقی مفرد۔ اِتِّقَاءٌ مصدر پرہیزگار تقویٰ والے (دیکھو تقویٰ) ۱/۸،۱ ، ۲/۱۵،۸ ، ۳/۱۶ ، ۴/۵،۳ ، ۶/۱۱،۹ ، ۹/۵ ، ۱۰/۱۳،۱۱،۸،۷ ، ۱۱/۵ ، ۱۳/۴ ، ۱۴/۱۰،۴ ، ۱۶/۹ ، ۱۷/۴ ، ۱۸/۱۰ ، ۱۹/۹ ، ۲۰/۱۲ ، ۲۳/۱۳،۱۲ ، ۲۴/۳ ، ۲۵/۱۸،۱۶،۱۲،۹ ، ۲۶/۱۸،۱۷ ، ۲۷/۱۰،۳ ، ۲۹/۲۲،۶،۴ ، ۳۰/۲ ۔

مُتَّکَاً : اسم مکان۔ سہارا لگانے کی جگہ جس پر ٹیک لگائی جائے، گاؤتکیہ مسند وغیرہ تَوَکُّأٌ اور اِتِّکَاءٌ کا معنی سہارا لگانا ٹیک لگانا۔

مجازاً مراد کھانا (ابن عباس، سعید بن جبیر، حسن۔ قتادہ۔ مجاہد)

اہل عرب مُتَّکَاً اس چیز کو کہتے ہیں جس سے پینے کھانے یا باتیں کرنے کے وقت سہارا لگایا جاتا ہے (معالم) امام رازی نے کہا مراد وہ کھانے کی چیز ہے جس کو چھری سے کاٹنے کی ضرورت ہو (تفسیر کبیر)

آجکل کھانا کھانے کے لئے میز لگائی جاتی ہے اور اس کے آس پاس کرسیاں ڈالی جاتی ہیں اسی طرح پہلے مہذب دسترخوانوں کے اردگرد چھوٹی چھوٹی گدیاں غالیچے اور گاؤتکیے لگائے جاتے تھے اور جس طرح آجکل میز لگانے اور تیار کرنے سے مراد ہوتا ہے کھانا چننا اور میز پر بیٹھنے سے مراد ہوتا ہے کھانا کھانے کیلئے بیٹھنا اسی طرح بقول عتبی گاؤتکیہ لگانے سے مراد ہے کھانا کھلانے بٹھانا۔ جمیل کا شعر ہے ؎

فَظَلِلْنَا بِنِعْمَۃٍ وَّ اتَّکَأْنَا
وَشَرِبْنَا الْحَلَالَ مِنْ قُلَلِہٖ

ہم نے عیش میں دن گزارا کھانا کھایا اور مٹکوں سے نکال کر شراب پی۔

سیوطی نے مُتَّکَاً کی تفسیر میں طَعَامًا یُقْطَعُ بِالسِّکِّیْنِ لکھا ہے اور یہی قول امام رازی کا ہے لیکن اس کے بعد لکھا ہے وھو الاُتْرُنْج گویا شیخ سیوطی کے نزدیک مُتَّکَاً کا ترجمہ ہوا ترنج الشیخ کے اس قول کا مدار وہب کے قول پر ہے، وہب نے بھی متکا کو ترنج ہی کہا ہے مگر ابو عبیدہ اور دوسرے اہل لغت نے اس کا انکار کیا ہے کیونکہ ترنج کو مُتْکٌ مُتْکَۃٌ مُتُکٌ اور مَتْکٌ کہا جاتا ہے،

(قاموس) مزار بن نہشل کا شعر ہے:

فَاَهْدَتْ مُتْكَةً لِبَنِي اَبِيْهَا اس نے اپنے چچا کے بیٹوں کے لئے ترنج ہدیہ میں بھیجے (معجم القرآن)

ہاں اگر شیخ کے قول کو مجاز در مجاز پر محمول کیا جائے اور وہب کے قول کو مبنی نہ قرار دیا جائے تو صحیح ہو جائیگا متکأ سے اول بطور استعارہ وہ طعام مراد لیا جسکو چھری سے کاٹا جاتا ہے پھر عام ترنج سے خاص ترنج مراد لے لیا۔

شاذ قراءت میں متکأ بھی آیا ہے لیکن اس سے مراد کیا ہے اس میں اقوال مختلف ہیں مثلاً عبد بن حمید کی روایت سے ابن عباس کا قول ہے کہ ترنج مراد ہے مجاہد کا بھی یہی قول ہے۔ بعض نے کہا یہ لفظ حبشی ہے، ترنج کو کہتے ہیں، ضحاک نے کہا مُتْك اس چپاتی کو کہتے ہیں جس کے اندر گوشت لپٹا ہوا ہو، عکرمہ کا قول ہے جو کھانے کی چیز چھری سے کاٹی جاتی ہو وہ مُتك ہے ابو زید نے کہا کاٹ کر چھری سے جو چیز کھینچی جائے وہ متک ہے۔ لغت میں مُتک اور بَتْك کا معنی ہے کاٹنا (معالم) قاضی بیضاوی نے بھی متکأ کا ترجمہ وہی کیا ہے جو عکرمہ کا قول ہے (بیضاوی) ۱۲/۱۴

مُتَّكِـُٔوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر مرفوع مُتَّكِیٌٔ واحد اِتِّكَاءٌ مصدر تکیہ لگائے ہوئے۔ ۲۳/۳

مُتَّكِـِٕيْنَ: اسم فاعل جمع مذکر منصوب، مُتَّكِیٌٔ واحد اِتِّكَاءٌ مصدر (افتعال) تکیہ لگائے ہوئے، پیچھے کو گاؤ تکیہ سے سہارا لگائے ہوئے ۱۵/۱۶ ۲۳/۱۲ ۲۷/۱۲، ۱۳، ۱۴ ۲۹/۱۹۔

اَلْمُتَكَبِّرُ: اسم فاعل مفرد مرفوع تَكَبُّرٌ مصدر (باب تفعل) سربلندی اور عظمت کی آخری حد کو پہنچا ہوا۔ (مدارک) ہر نامناسب صفت سے برتر (عملی) تکبر دو طرح کا ہوتا ہے۔

۱۔ فی نفسہٖ کسی میں خوبیاں اور صفاتِ حسنہ سب سے زائد ہوں۔

۲۔ واقع میں تو صفاتِ حسنہ سے خالی ہو اور مدعی ہو کمالیہ صفات کا، اول محمود ہے اور دوسرا مذموم ہے اسلئے اول معنی کا لحاظ کرتے ہوئے تکبر اللہ کی صفت ہے اور محمود ہے اور دوسرے معنی کے لحاظ سے کافر یا مغرور انسان پر اطلاق ہوتا ہے جو مذموم اور قبیح ہے تکبر کی بدترین قسم یہ ہے کہ آدمی اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری سے سرکشی کرے اور خود سر بن جائے۔

(المفردات لراغب) ۲۵/۶

مُتَكَبِّرٍ: اسم فاعل مفرد مجرور، تَكَبُّرٌ مصدر۔

غرور بیجا کرنیوالا اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری سے سرتابی کرنیوالا۔ $\frac{۲۴}{۱۸،۹}$ ۔

اَلْمُتَکَبِّرِیْنَ: اسم فاعل جمع مذکر مجرور تکبر مصدر۔ اللہ کو ماننے اور اسکی اطاعت کرنے سے سرتابی کرنے والے۔ $\frac{۱۴}{۱۰}$ $\frac{۲۴}{۱۳،۵،۳}$ ۔

اَلْمُتَکَلِّفِیْنَ: اسم فاعل جمع مذکر مجرور۔ تکلف مصدر (تفعل) بناوٹ کرنے والے یعنی اپنی طرف سے قرآن بنا لینے والے (خازن و محلی) یا لوگوں کو دکھانے کے لئے اطاعت خداوندی کا اظہار کرنیوالے (معجم) کَلِفَ (مصدر مجرد) شیفتہ ہونا (راغب) اور بصورت اسم سیاہی زردی آمیز یا سرخی سیاہی آمیز اور چہرہ کا سرخی سیاہی آمیز رنگ (قاموس) اور جھائیاں (المفردات) کَلِفٌ صیغہ صفت، شیفتہ عاشق (شاید اس وجہ سے کہ عاشق کا چہرہ برداشت مصائب کے آثار کا حامل ہوتا ہے) کُلْفَۃٌ سرخی سیاہی آمیز یا سرخی مائل بہ سیاہی، رنج، سختی۔ کَلِفَ کَلَفًا (سمع) شیفتہ ہو گیا۔ اَکْلَفَہٗ بِہٖ اس کو فلاں چیز کا شیفتہ بنا دیا (باب افعال) تَکْلِیْفٌ (تفعیل) کسی کو ناقابل برداشت حکم دینا حَمَلْتُ الشَّیْءَ تَکَلُّفًا اس چیز کو میں نے دشواری کے ساتھ برداشت کیا، تَکَلُّفٌ کسی کے حکم دینے سے کسی کام کو اپنے اوپر برداشت کرنا۔ اور دشواری اٹھانا (اقرب الموارد و تاج)

اصل میں تکلف نام ہے چہرہ پر کچھ بدنمائی ظاہر کرتے ہوئے اور برداشت دشواری کی علامت نمودار کرتے ہوئے کسی کام کو کرنا، اس کی دو قسمیں ہیں:۔

۱۔ کسی کام کو کرنے کے وقت چہرہ پر بناوٹی دشواری کے آثار نمودار کر لینا۔

۲۔ بلندی حوصلہ دکھاتے ہوئے کسی مقصد کو حاصل کرنے کے لئے دشواری اٹھانا دونوں صورتوں میں چہرہ پر کچھ انقباضی کیفیت ضرور پیدا ہو جاتی ہے پیشانی پر بل اور رخساروں کی کھال میں سلوٹیں پڑ جانا لازم ہیں۔

اول قسم مذموم اور قبیح ہے، آخری قسم ممدوح اور محمود اس لئے کہ کسی کام کو کرنے اور کسی مقصد کے حاصل کرنے میں بلندی حوصلہ ظاہر کرتے ہوئے دشواری اٹھانے سے تحصیل مقصد سہل ہو جاتی ہے اور اچھے مقصد سے شیفتگی اور محبت رکھنے کے علامات نمایاں ہوتے ہیں، آیت میں تکلف کی مذموم

قسم مراد ہے۔

اللہ کی طرف سے بندوں پر جو تکلیفات (اوامر و نواہی) اور دشواریاں عائد کی جاتی ہیں، ان کی تعمیل میں بندوں کی طرف سے تکلف محمود کا ظہور ہوتا ہے (راغب مع بعض زیادۃ)

تکلیفِ شرعی کیا ہے؟

علماء اصول میں سے امام الحرمین نے کہا ہے هُوَ اِلْزَامُ مَا فِيْهِ الْمَشَقَّةُ دشواری والا کام کسی پر لازم کر دینا تکلیف ہے۔

باقلانی نے کہا هُوَ طَلَبُ مَا فِيْهِ الْكُلْفَةُ سختی آمیز امر کی طلب کو تکلیف کہتے ہیں۔

چونکہ طلب کا تعلق امر مندوب و مستحب سے بھی ہے استحباناً امرِ مستحب پر بھی آدمی مامور ہے اس لئے امام باقلانی کے نزدیک امرِ مندوب بھی تکلیفاتِ شرعیہ میں داخل ہے لیکن امر مندوب میں ایجاب نہیں ہوتا اور امام الحرمین کے نزدیک تکلیف کے لئے الزام و ایجاب ضروری ہے اس لئے ان کے قول پر مندوبات و مستحبات کو تکالیفِ شرعیہ نہیں کہا جاسکتا۔

مدارِ تکلیف

تکلیفاتِ شرعیہ کا مدار ایمان باللہ پر ہے کافر غیر مومن ہونے کی وجہ سے غیر مکلف بالعبادات ہے (ہکذا قالت الاشاعرۃ)

آدمی کب مکلف ہوتا ہے

امام شافعی اور امام ابوالحسن اشعری کے نزدیک دعوتِ پیغمبر کے بعد۔

امام ابوحنیفہ کے نزدیک دعوتِ پیغمبر اور اتنا وقت گزرنے کے بعد کہ کائنات پر غور کر کے آدمی خالقِ کائنات کی ہستی اور اسکی وحدانیت کو دریافت کر سکے، اسی وجہ سے بچہ، دیوانہ اور غافل غیر مکلف ہے۔

(حاشیہ معجم القرآن مع بعض زیادۃ از مؤلف) ۲۳/۱۴۔

اَلْمُتَلَقِّيَانِ: اسم فاعل تثنیہ مذکر مرفوع دو (لکھ) لینے والے (فرشتے) تَلَقِّی مصدر (بابِ تفعل) کا معنی ہے ملاقات کرنا سامنے سے کسی چیز کو لے لینا، پالینا، اس جگہ متلقیان سے اعمال لکھنے والے فرشتے مراد ہیں (دیکھو لقاء اور لقوا) ۲۶/۱۶۔

مُتُّمْ: جمع مذکر حاضر ماضی معروف، موت مصدر (نصر) (یا اگر) تم مر جاؤ، ماضی بمعنی مضارع ع۔ ۸/۳۔

مِتُّم: جمع مذکر حاضر ماضی معروف، موت
مصدر (ضرب و سمع) (جب) تم مرجاؤ گے ماضی بمعنی
استقبال (تشریح کیلئے دیکھو مات) ۱۵/۳ -

مِتْنَا: جمع متکلم ماضی معروف (ضرب و سمع)
(جب) ہم مرجائیں گے، شرط میں واقع ہونے کی
وجہ سے ماضی کے معنی استقبال کا ہو گیا
۱۸/۵ ۲۳/۶،۵ ۲۶/۱۵ ۲۷/۱۵ -

مُتِمُّ: اسم فاعل واحد مذکر مضاف
مرفوع، اِتْمَامٌ مصدر (باب افعال) پورا کرنیوالا
کامل کرنے والا - اس سے ثلاثی مجرد تمّ
یتم۔ تماما آتا ہے، تمام ہونے کا معنی
ہے پورا ہونا کسی ضروری چیز کا محتاج نہ رہنا،
پورا ہونا دو طرح ہوتا ہے۔
۱ کسی چیز کے اجزاء اور اعداد کا پورا ہونا کسی
جزء یا عدد کا باقی نہ رہنا۔
۲ لوازم شرائط کیفیات اور نتائج
کا پورا ہونا - اللہ کا فعل بہر طور پورا ہوتا
ہے نہ وہ مزید جزء تکمیل کا محتاج ہوتا
ہے نہ کسی کیفیت نتیجہ اور شرط وغیرہ
کے لحاظ سے تشنۂ تکمیل ہوتا ہے اسلئے
اللہ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے یعنی
اسلام اور دین کو پورا کرکے رہیگا، اجزاء دین،
لوازم دین، کیفیات دینیہ اور نتائج سب ہی
کامل طور پر ظاہر ہوں گے۔ ۲۸/۹ -

اَلْمُتَنَافِسُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر مرفوع
اَلْمُتَنَافِسُ مفرد، تنافس مصدر (باب
تفاعل) باہم بڑھ چڑھ کر کسی چیز کی رغبت
کرنے والے، کسی نفیس چیز کی طرف باہم
مقابلۃً میلان کرنے والے، اصل میں اس
کا مادہ نَفَسٌ ہے جس کا معنی ہے کشائش
فراخی وسعت اسی سے نفیس، عمدہ، اعلیٰ، بیش
قیمت اور مرغوب چیز کو کہتے ہیں، ثلاثی مجرد
میں اس کا استعمال باب سمع سے بھی ہوتا
ہے اور کَرُمَ سے بھی نَفِسَ نَفِسْتَ
نَفَاسَۃً کا معنی ہے، کسی چیز کو خود عزیز
سمجھا اور دوسروں کے حق میں بخل کیا
یعنی وہ چیز خود لے لی دوسروں کو دینا نہ
چاہی نَفِسَ عَلَیْہِ بِخَیْرٍ دوسرے کو بھلائی
پہنچنے پر حسد کیا نَفِسَ عَلَیْہِ الشَّیْءَ نَفَاسَۃً
دوسرے کو چیز نہ دی اور اہل نہ سمجھا (
سب استعمالات باب سمع سے آتے ہیں
نَفُسَ نَفَاسَۃً و نَفَاسًا و نَفَسًا (کَرُمَ

بیش قیمت، عمدہ اور مرغوب ہوگیا۔

باب تفاعل اور مفاعلہ میں یہی مادہ پہنچا تو کسی چیز کو نفیس خیال کر کے دوسرے کے مقابلہ میں اس کی رغبت کرنے اور بڑھ چڑھ کر اس کے حصول کی کوشش کرنے کا معنی ہوگیا کیونکہ عموماً نفیس چیز کو آدمی خود حاصل کرنا چاہتا ہے اور دوسرے کو دینا پسند نہیں کرتا، لوگوں کے میلانِ طبع کا اقتضاء یہی ہے اس لئے تنافس اور منافست کا معنی ہوا کسی مرغوب چیز کو دوسروں سے زیادہ حاصل کرنے کی کوشش کرنا۔ $\frac{۳۰}{۸}$۔

اَلْمُتَوَسِّمِیْنَ: اسم فاعل جمع مذکر مجرور، اَلْمُتَوَسِّم مفرد تَوَسُّمٌ مصدر (باب تفعل) اہلِ فراست، دیکھنے والے، علامات دیکھ کر شناخت کرنے والے۔ تَوَسُّم" کا معنی ہے علامات دیکھ کر شناخت کر لینا، حضورِ اقدس کی شان میں حضرت عبداللہ بن رواحہ نے کہا تھا ؎

اِنِّیْ تَوَسَّمْتُ فِیْكَ الْخَیْرَ اَعْرِفُهٗ

وَاللّٰهُ یَعْلَمُ اِنِّیْ ثَابِتُ الْبَصَرِ

"میں نے اپنی جانی بوجھی ہوئی خوبیاں آپ کے اندر پہلے ہی سے دیکھ کر شناخت کر لیا تھا خدا گواہ ہے کہ میری نظر غلطی نہیں کرتی۔"

تَوَسُّمٌ کا معنی نشاندار ہونا بھی ہے، حدیث میں الشَّیْخُ الْمُتَوَسِّمُ آیا ہے یعنی وہ بوڑھا جو علامات پیری سے آراستہ ہو۔ اس کا مادہ وَسْمٌ ہے بصورت مصدر وَسْمٌ کا معنی ہے نشاندار کرنا (راغب) اور بصورتِ اسم وَسْمٌ اور سِمَةٌ نشان کو کہتے ہیں وُسُوْمٌ اور سِمَاتٌ جمع وَسِیْمٌ اور وَسِیْمَةٌ حسین اور حسینہ وِسَامٌ جمع وَسِیْمٌ کی جمع وُسَمَاءُ بھی آتی ہے مِیْسَمٌ، حسن اور علامت وَسَامَۃٌ خوبصورتی مَوْسِمُ حج کا زمانہ جس سے عرب کی تجارت اور مختلف کاروبار کی شناخت ہوتی تھی، ہر فصل جس سے کھیتوں باغوں اور سردی گرمی کے تغیرات کی شناخت ہوتی ہے، ثلاثی مجرد کے افعال نَصَرَ ضَرَبَ اور کَرُمَ تینوں بابوں سے آتے ہیں۔

وَسَمْتُهٗ (نص) میں مقابلۂ حسن میں اس پر غالب آیا۔ وَسَمْتُهٗ (ضرب) میں نے اس کو نشان دار بنایا۔ وَسُمَ وَسَامَةً ووسامًا (کرم) خوبصورت ہوگیا۔ $\frac{۱۴}{۵}$۔

مُتَوَفِّیْكَ: اسم فاعل واحد مذکر مضاف لِرضمیر واحد مذکر مضاف الیہ، میں تجھے وفات دینے والا ہوں، میں تجھے اپنی گرفت

میں پکڑ اٹھا لینے والا ہوں یا میں تجھے سلانے والا ہوں
اور (نیند کی حالت میں) آسمان کی طرف اٹھانے
والا ہوں۔ متوفی کا مصدر توفی ہے اور
توفی کا معنی ہے پورا پورا لینا (قاموس
وغیرہ)، تمام حق گرفتن (صراح) آیت میں
توفی کا کیا معنی ہے؟ علماء سلف نے اس کی
تشریح میں لفظ قبض کہا ہے یعنی گرفت میں
لے لینا لیکن قبض اور گرفت میں لینے سے
کیا مراد ہے قبض روح مع بدن یا صرف قبض
روح یعنی مار ڈالنا یا نیند مسلط کرنا، ربیع
بن انس کے نزدیک نیند مسلط کرنا مراد ہے یعنی
میں تجھ کو سلا دوں گا، پھر نیند کی حالت میں آسمان
کی طرف اٹھا لونگا۔ اس تفسیر کا مستدل یہ آیت ہے
وھو الذی یتوفکم باللیل اللہ تم کو رات کو سلاتا
ہے، اس آیت سے ثابت ہے کہ توفی کا معنی سلا دینے
کا آتا ہے بقول ربیع واقع بھی یونہی ہوا، اللہ نے
حضرت عیسیٰ کو سلا کر اٹھا لیا (معالم) ابوالبقاء نے
کلیات میں لکھا ہے مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ کِلَاھُمَا
لِلْمُسْتَقْبِلِ وَالتَّقْدِیْرُ رَافِعُكَ ثُمَّ مُتَوَفِّیْكَ لِاَنَّہٗ
رُفِعَ اِلَی السَّمَاءِ ثُمَّ یَتَوَفّٰی یعنی متوفی اور رافع
اگرچہ اسم فاعل کے صیغے ہیں لیکن استقبال کا معنی
مراد ہے اور عبارت میں تقدیم تاخیر ہے اصل میں رافعک
مقدم اور متوفیک مؤخر ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ کو پہلے آسمان
کی طرف اٹھا لیا گیا پھر آئندہ ان کی وفات ہوگی، تفسیر
عباسی میں بھی اسی کی تائید کی گئی ہے ثُمَّ
مُتَوَفِّیْكَ اِلَیَّ قَابِضُكَ بَعْدَ النُّزُوْلِ یعنی
آسمان کی طرف اٹھانے کے بعد (آئندہ) میں تجھے
وفات دوں گا یعنی آسمان سے اترنے کے بعد
تیری روح قبض کروں گا۔

حسن، کلبی اور ابن جریج کے تشریحی اقوال
میں ہے اِنّی قابضك ورافعك من
الدنیا الی من غیر موت یعنی تم کو اپنی
گرفت میں لے کر میں دنیا سے اٹھا کر اپنے
پاس بغیر موت کے لے آؤنگا گویا قبض سے
مراد ہوا قبض مع جسم، بغیر موت کے اٹھائے
جانے سے پہلے، نہ قبض روح مراد ہوا نہ
نزول کے بعد والے قبض روح کا اس جگہ
ذکر ہے (معالم التنزیل)

امام رازی نے نفیس اور دقیق تفسیر کی ہے
فرماتے ہیں معنی قولہ انی متوفیك
ای انی متمم عمرك فحینئذ اتوفاك فلا
اترکھم حتی یقتلوك بل انا رافعك الی

سمانی ومقربک بملائکتی واصونک عن
ان یتمکنوا من قتلک (کبیر) یعنی انی
متوفیک کا مطلب یہ ہے کہ میں تمہاری عمر
پوری کروں گا اور عمر پوری دینے کے بعد تم کو
وفات دوں گا، کافروں کے ہاتھوں سے
تم کو قتل نہیں ہونے دوں گا بلکہ اپنے آسمان
کی طرف تم کو اٹھالوں گا اور فرشتوں کے پاس
جو تمہاری قیامگاہ ہے وہاں تم کو پہنچادوں گا
اور کافروں کے قتل سے تم کو محفوظ رکھوں گا۔

جمہور مفسرین ومحدثین کا اجماعی قول ہے
کہ حضرت عیسیٰ قیامت کے قریب نازل ہوں گے
امام رازی نے فرمایا وورد الخبر عن
النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ
سینزل ویقتل الدجال ثم انہ
تعالیٰ یتوفاہ بعد ذلک (کبیر)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مروی
ہے کہ عیسیٰ نازل ہوں گے اور دجال کو قتل
کریں گے پھر اس کے بعد اللہ ان کو وفات
دے گا۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوع حدیث مروی ہے
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
قیامت نہیں بپا ہوگی یہانتک کہ عیسیٰ بن مریم
حاکم منصف اور امام عادل ہو کر اتریں گے،
صلیب کو توڑیں گے خنزیر کو قتل کریں گے جزیہ
کو ساقط کریں گے (یعنی اسلام کے بغیر جزیہ دا
کرکے امن حاصل کرنے کا قانون جاتا رہیگا)
مال بہتا پھریگا کہ کوئی لینے والا بھی نہ ہوگا (ابن
ماجہ) پھر دمشق کے پوربی جانب سفید منارہ کے
پاس عیسیٰ بن مریم اتریں گے (ابوداؤد)

حضور والا برآمد ہوئے ہم آپس میں گفتگو
کر رہے تھے فرمایا کیا تذکرہ کر رہے ہو صحابہ
نے عرض کیا قیامت کا ذکر کر رہے ہیں فرمایا
قیامت سے پہلے جب تک دس نشانیاں نہ
دیکھو گے قیامت بپا نہ ہوگی چنانچہ حضور نے
دھوئیں کا، دجال کا، دابۃ الارض کا، سورج کے
مغرب کی طرف سے نکلنے کا، حضرت عیسیٰ کے نزول
کا اور یاجوج ماجوج کا تذکرہ فرمایا الخ
(صحیح مسلم)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد
فرمایا زمین کی طرف عیسیٰ بن مریم اتریں گے نکاح کریں گے
ان کی اولاد ہوگی ۴۵ سال (زندہ) رہیں گے پھر
مرجائیں گے اور میری قبر میں میرے ساتھ دفن

کئے جائیں گے اور عیسیٰ بن مریم ایک قبر میں ابوبکر اور عمر کی قبروں کے درمیان اٹھیں گے، عبداللہ بن عمرو (رواہ ابن الجوزی، مشکوٰۃ)

نسفی کی کتاب عقائد میں اور تفتازانی کی شرح میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو علامات قیامت کی خبر دی ہے یعنی دجال دابۃ الارض اور یاجوج و ماجوج کا خروج اور آسمان سے عیسیٰ کا نزول اور مغرب کی طرف سے آفتاب کا طلوع یہ سب حق ہے۔

فقہ اکبر اور شرح فقہ اکبر میں ہے اللہ کے فرمان کے مطابق نزولِ عیسیٰ قیامت کی علامت ہے اور اللہ نے فرمایا ہے وَاِنۡ مِّنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ اِلَّا لَيُـؤۡمِنَنَّ بِهٖ قَبۡلَ مَوۡتِهٖ‌ۚ یعنی کوئی اہلِ کتاب ایسا نہ ہوگا کہ قیامت کے قریب عیسیٰ کے نزول کے وقت ان کی وفات سے پہلے ان پر ایمان نہ لائے۔

تمام احادیث تفسیری اقوال اور تشریح عقائد کا خلاصہ یہ ہے کہ عیسیٰ کی وفات ابھی تک نہیں ہوئی، قیامت کے قریب نزول کے بعد آپ کی وفات ہوگی اور آیت میں توفی سے مراد ہے گرفت میں لے لینا یعنی مع بدن کے قبضہ میں لے لیا اور کافروں سے بچا لینا جیسا کہ واقع ہو چکا یا صرف روح قبض کرنا جیسا کہ آئندہ قیامت کے قریب ہوگا یا نیند مسلط کر کے اٹھا لینا جیسا کہ ربیع بن انس کا قول ہے۔

اَلْمُتَوَكِّلُوْنَ

۳/۱۴ب: اسم فاعل جمع مذکر مرفوع، المتوکل مفرد، تَوَكُّلٌ مصدر (باب تفعل)، بھروسہ کرنے والے، اعتماد رکھنے والے، اس معنی کے لیے متوکل کا صلہ عَلٰی آنا ضروری ہے کیونکہ تَوَكُّلٌ کے صلہ میں علی بھی آتا ہے اور لام بھی، اول کا معنی ہوتا ہے بھروسہ کرنا، اعتماد کرنا۔ تَوَكَّلَ عَلَيْهِ اس پر بھروسہ کیا، دوسرے کا معنی ہوتا ہے ذمہ دار اور متولی اور نگران کار بن جانا تَوَكَّلَ لَهٗ اس کی طرف سے اس کے کام کا نگران اور متولی بن گیا۔

اِتَّكَلَ عَلَيْهِ (باب افتعال) اس پر بھروسہ کیا۔ وَكَّلَ اِلَيْهِ الْاَمْرَ (باب تفعیل) اپنا کام اس کے سپرد کر دیا وَكَلٌ، وَكَلَةٌ، تُكَلَةٌ وہ کمزور عاجز آدمی جو دوسرے کے بھروسہ پر رہے۔ وکیل، دوسرے کے کام کو اپنی سپردگی میں لینے والا، دوسرے کی طرف سے اس کے

کام کی نگرانی کرنیوالا۔ کفیل سے وکیل عام ہے
کیونکہ وکیل کا ذمہ دار ہونا ضروری نہیں وہ صرف
اصل کا نائب ہوتا ہے۔ کفیل خاص ہے، ہر کفیل
وکیل بھی ہوتا ہے اور ذمہ دار بھی (راغب)

وَکَالَۃٌ کسی کیطرف سے اس کے کاموں کی پیروی
کرنا اور نگرانی رکھنا، وَکَلَ یَکِلُ وَکْلًا (ضرب) اسپر بھروسہ کیا
اپنی کمزوری کا اعتراف کرتے ہوئے اپنا کام اسکے سپرد
کردیا، وَکَلَ اِلَیْہِ الْاَمْرَ (ضرب) اپنا کام اس کے سپرد کردیا۔

وَکَالٌ جانور کا دوسرے کے سہارے
سے چلنا خود تنہا نہ چلنا۔ ۱۳/۱۲،۱۳ ۲۴/۱ ـ

اَلْمُتَوَکِّلِیْنَ: اسم فاعل جمع مذکر منصوب
المتوکل واحد، بھروسہ کرنیوالے اعتماد
رکھنے والے۔ ۴ ـ

مَتٰی: اسم بھی ہے اور حرف بھی، اسم
کبھی وقت دریافت کرنے کے لئے آتا ہے
(کب) متٰی ھٰذا الوعد اس وعدہ کا
وقت کب ہوگا متٰی ھٰذا الفتح
یہ فتح کب ہوگی متٰی نصر اللّٰہ اللہ
کی مدد کب آئے گی۔

کبھی شرط وجزاء کے لئے آتا ہے
(جب) مَتٰی اَضَعِ الْعِمَامَۃَ تَعْرِفُوْنِیْ
جب میں سر سے عمامہ اتار دونگا تم مجھے پہچان لوگے
(جبنہ باصاف نکلیگی جو سرداری کی علامت ہے)

حرفی صورت میں مِنْ یا فِیْ کا ہم معنی
ہوتا ہے (بنی ہذیل۔ صرح بہ مؤلف مغنی
اللبیب) جیسے اَخْرَجَہَا مَتٰی کُمِّہٖ اس کو
اپنی آستین سے نکالا اور وَضَعْتُہٗ مَتٰی کُمِّیْ
میں نے اسکو اپنی آستین میں رکھ لیا۔
لیکن امام راغب نے اور بعض دوسرے
اہل لغت نے لکھا ہے کہ بنی ہذیل مَتٰی
کو وسط کے معنی میں استعمال کرتے ہیں
ابوذویب ہذلی کا شعر ہے ؎

شَرِبْنَ بِمَاءِ الْبَحْرِ ثُمَّ تَرَفَّعَتْ
مَتٰی لُجَجٍ خُضْرٍ لَهُنَّ نَئِیْجُ

انہوں نے سمندر یا دریا کا پانی پیا پھر سیاہ
گہرے کنڈوں کے وسط میں سے انکی سرسراہٹ
کی آواز اٹھی۔

کبھی مَتٰی کو مَتّٰی بالتشدید بھی استعمال کیا گیا
ہے لیکن بطور شذوذ۔

مُتُوٌّ مصدر ہے دور دراز سفر کرنا، لمبی
سیر کرنا والفعل من نصر۔

قرآن مجید میں صرف اسم استفہام کی شکل

میں متیٰ کا استعمال ہوا ہے۔ پ ۲۰/۱۰ پ ۱/۱۰ پ ۱۵/۵ پ ۱۷/۳
پ ۲۰ پ ۲۱/۱۶ پ ۲۲/۹ پ ۲۳/۲ پ ۲۹/۲

مَتِیْنٌ: صیغہ صفت مشبہ مفرد۔ مضبوط، محکم، ریڑھ کی ہڈی کے دائیں اور بائیں حصہ کو مَتْن کہا جاتا ہے اسی سے مَتُنَ فعل بنا لیا گیا اس کی پشت قوی اور مضبوط ہو گئی (راغب) اس کے اعضا سخت اور مضبوط ہو گئے (قاموس) مَتَانَةٌ کَرُمَ، مَتَنَ بِالْمَکَانِ (نصر) اس جگہ قیام کیا مَتْنٌ اور مَتْنَۃٌ اونچی سخت زمین کو بھی کہتے ہیں مَتْنُ الطَّرِیْقِ وسط راہ۔ (منتہی الارب)

مَتِیْنٌ مضبوط پشت والا۔ توسیع استعمال کے بعد متین کا معنی ہو گیا، قوی، محکم (المفردات) پ ۹/۱۲ پ ۲۹/۴۔

اَلْمَتِیْنُ: قوی۔ پ ۲۷/۲۔

مَثَابَۃً: ظرفِ مکان، لوگوں کے لوٹنے کی جگہ، کنوئیں سے پانی لینے کی جگہ، کنوئیں کی من، مَثَابٌ کا یہ معنی بھی ہے اور کنوئیں میں پانی جمع ہونے کی جگہ اور کھڑا ہو کر ساقی کے پانی پلانے کی جگہ کو بھی مَثَابٌ کہتے ہیں (قاموس و اقرب الموارد) اس جگہ مَثَابَۃً کا اول معنی مراد ہے (خازن و مدارک و ابوالسعود)

مَثَابَۃٌ اور مَثَابٌ کا مادہ ثَوْبٌ ہے ثوب کا معنی ہے اصلی حالت کی طرف لوٹنا یا کسی کام کی اصلی غرض کی طرف لوٹنا جو پہلے سے سوچ لی گئی ہو، آغازِ عمل انجامِ فکر ہوتا ہے اور آخرِ عمل اول فکر یعنی آدمی پہلے سوچتا ہے سوچ چکتا ہے تو کام شروع کرتا ہے کام ختم ہو جاتا ہے تو سوچی ہوئی غرض کا حصول سامنے آجاتا ہے اور عمل نتیجہ سے ہمکنار ہو جاتا ہے بس اسی سوچی ہوئی غرض کے ظہورِ فعلی کی طرف لوٹنے کو ثوب کہتے ہیں اور نتیجہ کو ثواب یا مثوبہ کہا جاتا ہے۔ کعبہ کی تعمیر کا فائدہ جو تعمیر اور حکم تعمیر سے پہلے مقرر کر لیا گیا تھا یہی تھا کہ لوگ اس کو مرکزِ عبادت بنائیں اس کی طرف رخ کریں وہاں جمع ہوں اس لئے کعبہ مثابہ اور جائے رجوع ہو گیا۔

راغب نے لکھا ہے بعض لوگوں کی نظر میں مثابہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اعمال کا ثواب وہاں لکھا جاتا ہے لیکن میری نظر میں یہ توجیہ مناسب نہیں، مثابہ جائے ثواب کو نہیں بلکہ

جائے ثواب (رجوع) کو کہتے ہیں پھر اعمال کا ثواب تو ہر جگہ ہی لکھا جاتا ہے کعبہ کی کیا خصوصیت ہے اس کے علاوہ سزا جزا کو ثواب کہنے کی وجہ بھی تو یہی ہے کہ ان کی طرف آخر میں اعمال کا رجوع ہوتا ہے جس طرح سوت کاتنے کی اصل غرض کپڑا بنانا اور کپڑا حاصل کرنا ہوتی ہے اس لئے کپڑے کو ثوب کہا جاتا ہے اسی طرح نتیجۂ عمل کا ثواب (سزا جزا) کہا جاتا ہے۔

ثَابَ ثُوبًا ثُوبًا ثَوَبَانًا جہاں سے گیا تھا وہیں لوٹ آیا ثَابَ النَّاسُ لوگ جمع ہو گئے ثَابَ جِسْمُہٗ ثَوَبَانًا بیماری سے لاغر ہونے کے بعد جسم پھر فربہ ہو گیا ثَابَ الْحَوْضُ ثَوْبًا وَثُؤُوبًا حوض پانی سے بھرنے لگا یا بھر گیا (النصر) ان سب مثالوں میں رجوع کا مفہوم مشترک ہے۔ ۱/۱۵

مَثَانِیْ: جمع منصوب نکرہ، مَثْنٰی واحد ثِنْیٌ یا ثَنَاءٌ مصدر ثِنْیٌ کا معنی دوہرا کرنا تکرار کرنا، اعادہ کرنا، چھانٹ لینا اور ثنار کا معنی بار بار کسی کے اوصافِ حمیدہ بیان کرنا۔

(المفردات وتاج وقاموس)

کیسلر مستشرق نے اپنی کتاب (الاساس الیہودی للدیانۃ الاسلامیۃ) میں لکھا ہے کہ مثانی سریانی لفظ ہے جس کا معنی ہے علم کثیر لیکن یہ معنی نہ سورۂ حجر کی آیت وَلَقَدْ اٰتَیْنٰکَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ میں بن سکتا ہے نہ سورۂ زمر کی آیت اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ کِتٰبًا مُّتَشَابِہًا مَّثَانِیَ میں اس جگہ کتابًا موصوف ہے متشابہًا صفت اور مثانی اس کا بیان ہے امور متکررہ باہم متشابہ ہی ہوتے ہیں۔

اس یہودی النسل مصنف کو عربی میں اس مادہ سے بنتے ہوئے دوسرے الفاظ نہیں ملے نہ ثنیہ نہ ثِنْیٌ نہ ثَنَار نہ ثانی نہ اثنین اور اثنتین نہ مَثْنٰی نہ مَثْنًی نہ ثُنًی اور ثُنَاء کے بیسیوں مشتقات اس بیچارہ کو یہ ثابت کرنا ہے کہ اسلام کی بنیاد یہودیت ہے اسلام صیہونیت سے ماخوذ ہے خواہ ثابت ہو سکے یا نہ ہو سکے عصبیت کا مظاہرہ ضرور کرنا ہے اسی لئے تو اس نے مثانی کو سریانی لفظ قرار دیا۔

پروفیسر عبدالروف نے معجم القرآن میں اور بکثرت مفسرین سلف نے مثانی

کہنے کی وجہ یہ لکھی ہے کہ قرآنی مندرجات میں تکرار ہے۔ آیات کی تکرار رفتار کلام ہر جگہ ایک ہی ہے اس لئے راندش کلام کی تکرار نصیحت و موعظت اور طرز نصیحت کی تکرار۔ قصص کی تکرار، امر و نہی اور وعدہ وعید کی تکرار، تلاوت کی تکرار وغیرہ (ماخوذ از ثنیٰ)

یا یہ وجہ کہ اس میں اللہ کی ذات صفات اور اسماء حسنیٰ کی ثناء ہے یا یہ کہ قرآن میں خود اس کے اعجاز و بلاغت کی ثنا جمیل ہے (ماخوذ از ثناء)

سورۂ فاتحہ کو سبعًا من المثانی کہنے کی وجہ یہ بھی ہے کہ یہ ساتوں آیات نماز کی ہر رکعت میں لوٹا لوٹا پڑھی جاتی ہیں اور پڑھے جانے کے لئے چھانٹ لی گئی ہیں ثنی کا معنی چھانٹ لینا اور استثناء کر لینا بھی ہے۔

سید محمود آلوسی نے روح المعانی میں قاضی بیضاوی نے اپنی تفسیر میں اور بعض دوسرے اہل تفسیر نے لکھا ہے کہ اگر سورۂ فاتحہ کا نزول مکرر مانا جائے۔ ایک مرتبہ مکہ میں اور دوسری مرتبہ مدینہ میں تحویل قبلہ کے وقت، تو تکرار نزول کی وجہ سے بھی سورۂ فاتحہ کو سبع مثانی کہنا صحیح ہوگا۔ بیضاوی نے تو یہ بھی لکھا ہے کہ آیت ولقد اتیناک سبعا من المثانی کا مکی ہونا صحیح ہے اور تحویل قبلہ کے وقت نزول تو بہرحال ثابت ہے اس لئے سورۂ فاتحہ کا مکرر النزول ہونا صحیح ہوگیا۔ بیضاوی کے اس استدلال میں ضعف ہے جو اپنی جگہ ثابت ہے۔

امام راغب نے قرآن کو مثانی کہنے کی وجہ یہ لکھی ہے کہ زمان و مکان کے تبدل اور کائنات کے مرور و زوال کے باوجود قرآن مجید ہر زوال اور ہر تغیر سے منزہ ہے اور حسب سابق بار بار اس کا اعادہ بغیر رد و بدل کے ہوتا رہتا ہے قرآن اب بھی ویسا ہی ہے جیسے نزول کے زمانہ میں تھا اور ایسا ہی آئندہ بھی رہیگا (ماخوذ از ثنی) یا یہ کہ اس کے عجائب غرائب اور حکم و فوائد غیر منقطع ہیں ان گنت ہیں لامتناہی ہیں، بار بار نئے حقائق کا انکشاف ہوتا ہی رہتا ہے اور ہوتا رہیگا اس لئے ہر وقت اور ہر زمانہ میں اس کی اس کے پڑھنے والے کی اس کا علم رکھنے والے کی اور اس پر عمل کرنے والے کی ثناء کی جاتی رہتی ہے اور کی جاتی رہے گی (ماخوذ

(از شاہ)

اس ہیچمدان کور دانش کی رائے میں ایک دقیق نکتہ اور بھی آیا ہے جس کو مفصل طور پر تفسیر بیان السبحان میں بیان کر دیا گیا ہے لیکن اس جگہ بھی مختصراً ذکر لطف سے خالی نہ ہوگا۔

یہ تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ سارا اسنار عرش سے فرش تک درسِ بصیرت ہے دعوت غور ہے کل جہان کتابچۂ توحید ہے صحیفۂ تجدید و تحمید ہے، آغاز و انجام پر روشنی ڈال رہا ہے مبدء و منتہا کی طرف اشارہ کر رہا ہے قانونِ جزا و سزا کی تعلیم دے رہا ہے قادرِ مطلق کی قہاری آمریت کو ظاہر کر رہا ہے اور خالقِ کل کی خود مختار تخلیقی اور تشریعی طاقت کو بتا رہا ہے، یہ سب آئینۂ الوہیت ہے لائحۂ ربوبیت ہے نزہت رحمانی کا مخزن ہے عطوفتِ ربانی کا غماز ہے، قرآنِ مجید اسی کائناتی کتابچہ کی صحیح کاپی ہے، ترجمان فطرت ہے صحیفۂ قدرت کا قاری ہے اس لئے اسکی ہر آیت کو کائناتِ خارجیہ کی ہر آیت سے مشابہت ہے بلکہ یہ بعینہٖ اسی کی تعبیر ہے اس لئے اس کو کتاب متشابہ بھی کہہ سکتے ہیں اور مثانی بھی، فرق صرف یہ ہے کہ صحیفۂ آفاق خاموش ہے اور کتاب مجید ناطق وہ صور و احوال کا مجموعہ ہے اور یہ حقائق کی تصویر کشی کا لفظی مرقع

واللہ اعلم۔ پ $\frac{23}{17}$

اَلْمَثَانِیْ ؛ جمع مجرور معرفہ، اَلْمَثْنٰی واحد، مکرر یا وہ جس کی تعریف کی گئی ہو۔ پ $\frac{14}{6}$ -

مَثْبُوْرًا ؛ اسم مفعول واحد مذکر، ثُبُوْرٌ مصدر ملعون خیر سے روکا گیا، عربی محاورہ ہے مَا ثَبَرَکَ عَنْ ھٰذَا اس چیز سے تجھے کس نے روکا (فراء) ابو زید نے کہا ثَبَرْتُ فُلَانًا اور اَثْبَرْتُ دونوں کا معنی ایک ہی ہے اہلیں نے اس کو لوٹا دیا، مجاہد اور قتادہ نے کہا مثبور کا معنی ہے ہلاک شامت زدہ، زجاج نے ثُبر کے معنی ہلک اور مثبور کے معنی ہلاک شدہ بیان کئے ہیں (کبیر)

حضرت ابنِ عباس نے فرمایا اس جگہ ناقص العقل مراد ہے کیونکہ نقصانِ عقل سب سے بڑی تباہی ہے (المفردات) پ $\frac{15}{12}$ ۔

مِثْقَالُ ؛ اسم مفرد، مَثَاقِیْلُ جمع، ہموزن برابر، ثقل مادہ، ثَقُلَ (کرم) بھاری ہوگیا، ثِقَلٌ اور ثَقَالَۃٌ مصدر، ثَقَلَ الشَّیْئَ (نصر) چیز کو تولا۔ ثَقْلٌ مصدر، ثَقِلَ (سمع) سخت بیمار

ہوگیا۔ ثِقْل بوجھ۔ ثِقَل بھاری پن۔ ثَقَل مسافر کا سامان اور ہر نفیس چیز۔

مثقال ایک خاص باٹ بھی ہوتا ہے جس کا وزن ۱ ۳/۷ درہم کے برابر ہوتا ہے لیکن آیات میں اول معنی ہی مراد ہے۔ ۲۲۔

مِثْقَالَ: اسم مفرد، ہموزن ۵/۴ ۱۷/۳ ۲۱/۱۱ ۲۲/۹ ۲۳/۷۔

مِثْقَالِ: اسم مفرد، ہموزن۔ ۱۱/۱۲۔

مُثْقَلُوْنَ: اسم مفعول جمع مذکر مرفوع، مُثْقَل وہ لوگ جن پر بوجھ لادا گیا ہو یا ان کو بوجھ کی طرح کسی پر لادا گیا ہو، اَثْقَلَ (باب افعال) کے دونوں معنی ہیں کسی پر بوجھ لاد دیا یا کسی کو بوجھ کی طرح لاد دیا، آیات میں اول معنی مراد ہے۔ ۲۷/۴ ۲۹/۴۔

مُثْقَلَۃٌ: اسم مفعول واحد مؤنث، وہ نفس جس پر گناہوں کا بار ہوگا عربی میں نفس مؤنث ہے اس لئے مؤنث کا صیغہ استعمال کیا۔ ۲۲/۱۵۔

مَثَلُ: اسم مفرد اَمثال جمع۔ مَثَل وہ قول ہے جو دوسرے قول کے مشابہ ہو اور ایک سے دوسرے کی حالت کھل جائے گویا دوسرے کی تصویر اول کے ذریعہ سے نظر کے سامنے آجائے (راغب)

مَثَل، مِثْل، مَثِیْل سب کے معنی نظیر اور شبیہ کے ہیں، یہ اصلی معنی ہیں علامہ تفتازانی نے مطول میں اور بعض دوسرے اہل بلاغت نے مثل اور نظیر میں فرق بیان کیا ہے۔ مثل کا ممثل لہ کے افراد میں سے ہونا ضروری قرار دیا ہے اور نظیر کے لئے یہ شرط نہیں مقرر کی بلکہ صراحت کردی کہ نظیر منظر لہ کے افراد میں سے نہیں ہوتی۔ علامہ آلوسی نے روح المعانی میں اس فرق کو ناپسندیدہ قرار دیا ہے۔

اصل وضع سے آگے بڑھ کر دوسرے نمبر پر مَثَل اس مشہور کلام کو کہنے لگے جو بلیغ بھی ہو اور اس کا محل استعمال محلِ وضع کے مشابہ ہو (بیضاوی) لیکن علامہ آلوسی نے جب دیکھا کہ بعض امثال قرآنیہ جن کا واضع بھی قرآن ہے اور استعمال بھی سب سے پہلے قرآن نے ہی کی ہیں ان کا محلِ وضع محلِ استعمال سے جدا نہیں، مقام وضع اور مقام استعمال میں مشابہت کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ مشابہت تو دو چیزوں میں ہوتی ہے اور یہاں ایک ہی چیز ہے اس لئے بیضاوی کے قول میں ضعف ہے۔ اس اعتراض سے بچنے کے لئے یوں کہنا مناسب ہے کہ دوسرے

نمبر میں مَثَل کا استعمال اس مشہور بلیغ کلام میں ہونے لگا جو نظم ہو یا نثر مگر ہو کسی لطیف حسن کا حامل، اس کے اندر کوئی بے مثال تشبیہ ہو یا تصویر کش استعارہ یا نادر کنایہ۔ تیسرے نمبر میں اس سے بھی آگے بڑھ کر مثل کا اطلاق اس حال یا صفت یا قصہ پر ہونے لگا جس میں کوئی عجیب ندرت اور پرشکوہ عظمت ہو مثلاً لِلّٰہِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی، اللہ کی عجیب شان عالی ہے مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ الخ جنت کی عجیب نادر حالت اور صفت۔

چوتھے درجہ میں لفظِ مَثَل کا استعمال اس حال یا صفت یا قصہ کے لئے ہونے لگا جس میں کوئی ندرت ہو عظمت ہونا ضروری نہیں جیسے مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الْكَلْبِ، كَمَثَلِ الْحِمَارِ، اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ان سب مثالوں میں مثل سے مراد ہے حالتِ نادرہ اور صفتِ عجیبہ۔

قرآن مجید میں لفظِ مَثَل کہاں کہاں اور کس کس معنی کے لئے آیا ہے؟

یاد رکھو کہ قرآن مجید میں جس جگہ مَثَل مرفوع کے بعد کَمَثَل بھی آیا ہے یعنی مثل اور کمثل یہ دونوں مذکور ہیں تو مَثَل سے مراد صفت اور حالت ہے۔ اگر لفظ مَثَل مرفوع مذکور ہے اور اس کے بعد کَمَثَل نہیں ہے تو صرف پ۲/۱ میں شبہ یعنی تشبیہی قصہ مراد ہے باقی آیات میں مَثَل کا معنی ہے صفت۔

اگر مَثَل منصوب ہے خواہ اس کے بعد کَمَثَل ہے یا نہیں ہے، بہرحال مَثَل سے مراد ہے صفت اور حالت۔

اگر مَثَلٍ مجرور مع تنوین کے ہے وہ نادر معنی مراد ہے جو ندرت میں کہاوت کی طرح ہوگیا ہے صرف پ۱۹/۱ میں مَثَل کا معنی ہے اعتراض اور سوال عجیب۔

اگر مَثَلِ مجرور بغیر تنوین کے ہو تو ہر جگہ صفت مراد ہے۔

اگر مَثَلٌ مرفوع مع تنوین کے ہے تو تشبیہی قصہ مراد ہے۔

اگر اَلْمَثَلُ معرف باللام ہے اور ایسا صرف دو جگہ ہے تو مثل سے مراد ہے عظیم الشان صفت۔

پ۲/۱، پ۵/۲، پ۳/۳، پ۳/۴، پ۱۲/۹، پ۸/۱۱، پ۲/۱۲، پ۱۳/۱۱ ر۱۵، ۱۶
پ۱۳/۱۴، پ۱۱/۱۸، پ۱۶/۲۰، پ۷/۲۵، پ۶/۲۶، پ۱۱/۲۸، صفت۔

حالت پ ۲/۲ شبہ یعنی تمثیل اور تشبیہی قصہ۔

مَثَلَ: پ ۳/۱۴ پ ۱۵/۱۸ حالت۔ صفت۔

مَثَلِ: پ ۱/۲ پ ۲/۵ پ ۳/۱۴،۴ پ ۴/۳ پ ۹/۱۲ پ ۲۰/۱۶ پ ۲۷/۱۹ پ ۲۸/۱۱،۵۔ حالت۔ صفت۔

مَثَلٌ: پ ۱۷/۱۷ تشبیہی قصہ۔

مَثَلٍ: پ ۱۵/۲،۱۰ پ ۲۱/۹ پ ۲۳/۱۷ اور معنی پ ۱۹/۱ اعتراض، عجیب سوال۔

مَثَلًا: پ ۱/۳ پ ۱۳/۱۶ پ ۱۴/۲۱،۱۶ پ ۱۵/۱۷ پ ۲۱/۷ پ ۲۲/۱۹ پ ۲۳/۱۷ پ ۲۵/۱۲ پ ۲۸/۲۰ تشبیہی قصہ، تمثیل پ ۹/۱۲ پ ۱۲/۲ حالت۔ صفت۔

پ ۱۸/۱۰ پ ۲۹/۱۵ عجیب خبر پ ۲۳/۴ پ ۲۵/۸ نظیر، مثال پ ۲۵/۱۱ عبرت انگیز خبر یا واقعہ۔

اَلْمَثَلُ: پ ۱۴/۱۳ پ ۲۱/۶ عظیم الشان صفت۔

مَثَلُہٗ: مَثَلُ مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ اس کی حالت، پ ۳/۴ پ ۱۹/۱۲ پ ۶/۲ مؤخر الذکر آیت میں لفظ مَثَل بالکل زائد ہے (کبیر و مدارک)

مَثَلُہُمْ: مَثَلُ مضاف ھُمْ مضاف الیہ حالت، صفت۔ پ ۱/۲ پ ۲۶/۱۲۔

مِثْلُ: اسم مفرد، طرح، تشبیہ اور تمثیل کے لئے عربی میں جتنے الفاظ مستعمل ہیں سب سے زیادہ عام لفظ مِثْلُ ہے کیونکہ ذات اور حقیقت میں اگر کوئی کسی کا شریک ہو تو اس کو نِدّ کہتے ہیں، کیفیت میں شریک ہو تو شِبہ شَبہ اور شبیہ کہتے ہیں جسمانیت اور تعداد وغیرہ میں برابر ہو تو مساوی کہا جاتا ہے صورت نقوش اور خطوطِ ظاہرہ میں مشابہت و یگانگت ہو تو شکل کہا جاتا ہے لیکن مِثْل کا لفظ ہر جگہ مستعمل ہے (راغب مع بعض زیادۃ) پ ۳/۶ پ ۲/۱۴،۱۲ پ ۷/۱۳ پ ۶/۴ پ ۷/۲ پ ۱۲/۸ پ ۲۲/۱۴۔

مِثْلَ: اسم مفرد، طرح پ ۱/۱۴ پ ۳/۱۶ پ ۶/۹ پ ۷/۱۷ پ ۸/۲ پ ۹/۱۸ پ ۱۱/۱۵،۱۰ پ ۱۸/۵ پ ۲۰/۱۱،۸ پ ۲۴/۱۶،۹ پ ۲۶/۱۸ پ ۲۷/۲ پ ۲۸/۹۔

مِثْلِ: اسم مفرد، طرح پ ۱/۱۶ لفظ مثل اس جگہ زائد ہے پ ۲/۸ پ ۱۴/۲۲ پ ۱۵/۱۰ پ ۱۶/۱۵ پ ۲۳/۶۔

مِثْلُکُمْ: مِثْلُ مرفوع مضاف کُمْ مضاف الیہ تمہاری طرح پ ۱۳/۱۴ پ ۱۶/۳ پ ۱۷/۱ پ ۱۸/۳،۲ پ ۲۴/۱۵۔

مِثْلُکُمْ: مثل منصوب مضاف کُمْ مضاف الیہ، تمہاری طرح۔ پ ۱۵/۲۔

مِثْلُنَا: مِثْلُ مرفوع مضاف نَا مضاف الیہ ہماری طرح۔ پ ۱۳/۱۴ پ ۱۹/۱۴،۱۲ پ ۲۲/۱۹۔

مِثْلَنَا: مثل منصوب مضاف، ہماری طرح پ ۱/۲۔

مِثْلِنَا: مثلِ مجرور مضاف، ہماری طرح۔ ۱۹/۲۔

مِثْلُهٗ: مثلٌ مرفوع مضاف ۂ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ، اس کی طرح۔ ۲۵/۱۱، ۹/۱۱۔

مِثْلَهٗ: مثلَ منصوب مضاف ۂ ضمیر واحد مذکر غائب، مضاف الیہ، اس کی طرح ۶/۱۰، ۲۴/۲ اس کی برابر۔ ۱۳/۸۔

مِثْلِهٖ: مثلِ مجرور مضاف ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ ۱/۳، ۱۱/۹، ۱۲/۲، ۱۵/۱۰، ۱۶/۱۲، ۱/۸، ۲۳/۳، ۲۶/۱، ۲۴/۴ اس کی برابر ۱۹/۲ آیت ۲۵/۲ میں مثل کا لفظ تاکید کے لئے زائد ہے یا مثل کا معنی ہے حالت یعنی اس کی صفت و حالت کی طرح کسی چیز کی حالت نہیں۔

مِثْلُهَا: مثلٌ مرفوع مضاف ھا ضمیر واحد مؤنث مضاف الیہ، اس کی طرح۔ ۲۵/۲، ۳۰/۱۴۔

مِثْلَهَا: مثلَ منصوب مضاف ھا ضمیر واحد مؤنث مضاف الیہ، اس کی طرح ۲۲/۱۰۔

مِثْلِهَا: مثلِ مجرور مضاف ھا ضمیر واحد مؤنث مضاف الیہ، اسکی طرح۔ ۱/۱۲، ۱۱/۸۔

مِثْلُهُمْ: مثلٌ مرفوع مضاف ھُم ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ، ان کی طرح۔ ۵/۱۷

مِثْلَهُمْ: مثلَ منصوب مضاف ھُم ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ، ان کی طرح۔ ۱۵/۱۱، ۱۴/۹۔

مِثْلِهِمْ: مثلِ مجرور مضاف ھِم ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ، ان کی طرح۔ ۲۳/۴۔

مِثْلَهُنَّ: مثلَ منصوب مضاف ھُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب مضاف الیہ، ان کی طرح۔ ۲۸/۸۔

مِثْلَيْهَا: مثلَیْ مضاف ھا ضمیر مضاف الیہ، اس سے دوگونہ، اصل میں مِثْلَيْن تھا تثنیہ منصوب بضافت کی وجہ سے نون ساقط کر دیا گیا۔ ۴/۸۔

مِثْلَيْهِمْ: مثلَیْ تثنیہ مضاف ھِم ضمیر مضاف الیہ، ان سے دوگنے، اصل میں مِثْلَيْن تھا۔ ۳/۲

اَلْمَثُلٰتُ: جمع مؤنث، اَلْمَثُلَةُ واحد، عبرت خیز نظیریں، مَثُلَةٌ وہ سزا جو دوسروں کو ارتکاب جرم سے باز رکھنے کے لئے مثال بن جائے (راغب خازن) سزا اور جرم میں مماثلت و مشابہت ہونے کی وجہ سے مذکورہ سزا کو مثال اور مَثُلَہ کہا جاتا ہے قصاص کو مثال کہنے کی وجہ بھی یہی ہے (ابو السعود) مَثُلَةٌ اور مُثْلَةٌ اور مَثْلَةٌ تینوں لغات صحیح ہیں اور معنی میں کوئی فرق نہیں ہے (راغب) ۱۳/۷۔

اَلْمُثْلٰى: اسم تفضیل واحد مؤنث، اَلْاَمْثَلُ

واحد مذکر، برگزیدہ ۔ بہتر، وہ طریقہ جو فضیلت
سے مشابہت رکھتا ہے ۔ اَمْثَل کی جمع اماثل
ہے یعنی بزرگ لوگ جو اعلیٰ اور افضل آدمیوں
کی طرح ہوتے ہیں سب سے اچھے طریقے
والے ۔ پ ۱۶/۱۲ ۔

مَثْنٰی : مفرد، مَثَانِی جمع دو دو، دادی کا
موڑ، گھومنے کی جگہ مَثْنَی الْاَیَادِیْ مکرر احسان
بار بار احسان ۔ آیات میں اول معنی مراد ہے
پ ۲۳/۱۲ ، پ ۱۴ ۱۳ ۔

مَثُوبَۃ : اچھا بدلہ، جزا، ثواب (دیکھو مَثَابَۃ)
پ ۱/۱۰ ۔

مَثُوبَۃ : سزا، برا بدلہ ۔ مَثُوبَۃ ثواب کا
ہم معنی ہے لیکن اس جگہ مجازاً بطور استہزاء
استعمال کیا گیا ہے جیسے بشارت کا استعمال
عذاب کے ساتھ آیت فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ
اَلِیْمٍ میں بطور استہزاء کیا گیا ہے (خازن و
کشاف) صاحبِ کشاف نے یہ بھی لکھا ہے
کہ اس جگہ مجازاً استعمال ایسا ہی ہے جیسا
لفظِ تحیۃ کا استعمال تَحِیَّۃُ بَیْنِھِمْ ضَرْبٌ
وَجِیْعٌ میں کیا ہے ۔ کہتے ہیں :
وَضْعُ الْمَثُوبَۃِ مَوْضِعَ الْعُقُوبَۃِ عَلٰی طَرِیْقَۃِ
قول الشاعر تَحِیَّۃُ بَیْنِھِمْ ضَرْبٌ وَجِیْعٌ اَوْ
فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ یعنی بجائے عقوبت کے
اس جگہ لفظِ مثوبۃ کا استعمال ایسا ہی ہے
جیسے شاعر نے مصرع مذکور میں لفظِ تحیۃ کا
استعمال کیا ہے یا آیت فَبَشِّرْھُمْ کی طرح
ہے خفاجی مجاز کے قائل نہیں بلکہ طراز المجالس
میں انہوں نے آیت مذکورہ کو بابِ الایجاز
سے قرار دیا ہے کہتے ہیں اِنَّ الْاٰیَۃَ من باب
الایجاز لا من المجاز وان فیہا تنویعاً
مقدراً الخ (طراز المجالس) ۷/۱۲ ۔

مَثْوٰی : ظرفِ مکان مفرد، مَثَاوِی جمع ۔
ٹھکانا ۔ دراز مدت تک ٹھہرنے کا مقام، اترنے
کا مقام، فرودگاہ ۔ ابو المثوی میزبان و مہمان
اُمُّ الْمَثْوٰی میزبان عورت ۔

ثَوٰی یَثْوِی (ضرب یضرب) ثَوَاءً اور
ثُوِیًّا مصدر ۔ متعدی بنفسہ بھی ہے ثَوَی الْمَکَانَ
بولا جاتا ہے اس جگہ ٹھہرا، قیام کیا، اترا اور
ثَوٰی بالمکان کا بھی یہی معنی ہے ۔

ثُوِیَ (ماضی مجہول) دفن ہوگیا ۔ اَثْوٰی بالمکان
(افعال) وہاں مدت دراز تک قیام کیا، اَثْوَیْتُہٗ
میں نے اس کو ٹھہرایا، اس کی مہمانی کی، ثَوِّیْ (باب

تفعیل لازم) ہو گیا، ثَوَّیْتُہٗ (باب تفعیل متعدی) میں نے اس کو ٹھہرایا، مقیم کیا، تَثَوَّیْتُہٗ (باب تفعل) میں اس کا مہمان ہوا۔ پ ۱۲/۱۰ پ ۲۱/۳ ، ۲۴/۶، ۳، ۵، ۱۳، ۱۷ ۲۶/۲۔

مَثْوٰاکُمْ: مَثْویٰ مضاف کُمْ مضاف الیہ تمہارا ٹھکانا، تمہاری قیام گاہ۔ پ ۲۶/۲۔

مَثْوَاہُ: مَثْوا مضاف ہٗ ضمیر غائب مضاف الیہ اسکی قیام گاہ، اسکا ٹھکانا، اسکی مہمانی۔ پ ۱۲/۱۲۔

مَثْوَایَ: مَثْوا مضاف ی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ، میری قیام گاہ۔ میری مہمانی پ ۱۲/۱۲۔

اَلْمَجَالِسِ: جمع، اَلْمَجْلِسُ واحد نشست گاہیں، بیٹھنے کی جگہیں، امام عاصم اور حسن بصری کی روایت میں المجالس آیا ہے، باقی راویوں کے نزدیک المجلس مروی ہے بعض روایات میں آیا ہے کہ جمعہ کے اجتماع کے متعلق اس کے حکم کا نزول ہوا، قتادہ کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب بیٹھنے کا ہر شخص بیش از بیش خواستگار رہتا تھا جو لوگ پہلے آجاتے وہ ڈٹ کر بیٹھ جاتے اور بعد کو آنیوالوں کو جگہ نہیں دیتے تھے، اس کی ممانعت میں اس آیت کا نزول ہوا، مقاتل کی روایت کے بموجب آیت کا نزول بعض اہل بدر کو جگہ دینے کے حکم کے متعلق ہوا جنکو حضورِ اقدس کی مجلس میں ایکمرتبہ جگہ نہیں ملی تھی اور لوگوں نے ان کو کھڑا دیکھنے کے باوجود جگہ نہیں دی تھی، بہر حال آیت کا مورد کچھ بھی ہو حکم ہر مجلسِ خیر اور محفلِ ذکر و وعظ کے لئے عام ہے (معالم وغیرہ) پ ۲۸/۲۔

اَلْمُجَاهِدُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر مرفوع المجاھد واحد، دشمن کی مدافعت میں اپنی پوری طاقت اور کوشش صرف کرنیوالے (جہاد کے تینوں اقسام کے بیان کے لئے دیکھو جہاد) جہاد مالی اور جانی کی صراحت اس آیت میں ہے اس کے علاوہ ہاتھ اور زبان سے بھی جہاد ہوتا ہے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا جاھدوا الکفار بایدیکم والسنتکم کافروں کی مدافعت میں اپنے ہاتھوں اور زبانوں کی پوری کوشش سے کام لو ہاتھوں اور زبانوں سے جہاد کرو۔ (المفردات للراغب)

جہاد اور مجاہدہ (مُفَاعَلَۃ) تَجَاھُدٌ (تفاعُل) تینوں کا معنی ایک ہے اور تینوں کا مادہ جہد ہے (دیکھو جُہد اور جَہد) جُھْدٌ

البَلَاءُ ایسی سخت مصیبت جس میں آدمی موت کو زندگی پر ترجیح دیتا ہے، حدیث میں آتا ہے اعوذبك من جهد البلاء - (مع) جَهْدُ الْاِیْمَانِ سخت پختہ قسمیں، جِهَادُ ہموار سخت جنگل میدان۔

جَهَدَ جَهْدًا (فتح لازم) کوشش کی مشقت اٹھائی جَهَدَ الْمَرَضُ زَيْدًا (فتح متعدی بنفسہ) زید کو بیماری نے دبلا کر دیا جَهَدَ بِزَيْدٍ (فتح متعدی بالباء) زید کو آزمایا۔ جَهِدَ عَيْشُهُ (سمع لازم) زندگی اجیرن ہوگئی، مشقتوں سے بھر گئی۔

اَجْهَدَ الشَّيْبُ (باب افعال لازم) (مصیبت کی وجہ سے) بالوں میں سفیدی بلا آگئی اور بہت آگئی اَجْهَدَ الْحَقُّ حق ظاہر اور آشکارا ہوگیا۔ اَجْهَدَ الشَّيْءُ وہ شی مشتبہ ہوگئی اَجْهَدَ فِي الْاَمْرِ (باب افعال متعدی بذریعہ فی) کام میں احتیاط کی اَجْهَدَ مَالَهُ (افعال متعدی بنفسہ) اس کو برباد کر دیا۔ مجرد کی تمام مثالوں پر غور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ مادہ جہد کے مفہوم میں مشقت کوشش دشواری اور تکلیف کا معنی لازم ہے اس لئے

جہاد کا معنی ہوا دشمن کی مدافعت میں اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے ہر قسم کی جانی مالی زبانی جسمانی کوشش کرنی اور مشقت اٹھانی۔ پ۵۔

اَلْمُجَاهِدِيْنَ: اسم فاعل جمع مذکر حالتِ نصب۔ المجاہد مفرد دشمن کی مدافعت میں مالی جانی ہر قسم کی امکانی قربانی دینے والے پ۵ ع۸۔

مُجْتَمِعُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر مرفوع مُجْتَمِعٌ مفرد۔ باب افتعال، جمع ہونے والے، مادہ جمع سے ثلاثی مجرد فتح سے آتا ہے اور متعدی ہے باب افتعال میں آکر اجتمع لازم ہوگیا۔ مزید تنقیح کے لئے دیکھو باب الجیم مع الجیم والعین) پ۱۹ ع۷۔

مَجْذُوْذٍ: اسم مفعول واحد مذکر جَذٌّ مصدر (نصر) (غیر منقطع - دوامی - لازوال، جَذٌّ کا معنی توڑ دینا ٹکڑے کردینا (دیکھو جذاذا) جلدی کرنا، جڑ سے کاٹ دینا۔ پ۱۲ ع۹۔

اَلْمُجْرِمُ: اسم فاعل واحد مذکر باب افعال جُرْمٌ اسم گناہ، قصور اجرام وجُرُوْمٌ جمع جِرْمٌ جسم حَسَنُ الْجِرْمِ خوش رنگ خوش آواز جَرْمٌ پھل توڑنا جَرِيْمٌ بمعنے مجروم توڑا ہوا پھل

اور بمعنی جازم۔ گناہگار۔

جَرَمَہٗ (ضرب متعدی) اس کو قطع کیا۔

جَرَمَ اور اِجْتَرَمَ گناہ کیا اور کمائی کی۔ جَرَمَ عَلَیْہِ اور جَرَمَ اِلَیْہِ، کسی کی طرف جرم کی نسبت کی تَجَرَّمَ عَلَیْہِ کا بھی یہی معنی ہے تَجَرَّمَ گزر گیا، منقطع ہوگیا، گناہ کیا۔ جَرِمَ (سمع) درخت سے ٹوٹے ہوئے پھل کھانا شروع کئے۔

اَجْرَمَ (اِجْرَامٌ، افعال) صاحب جرم ہوگیا، گناہ کیا اَجْرَمَ لَوْنُہٗ اس کا رنگ صاف ہوگیا اَجْرَمَ بِہِ الدَّمُ اس پر خون چمٹ گیا مُجْرِمٌ صاحب جرم اور کافر و مشرک۔ پ ۲۹/۷

مُجْرِمًا: اسم فاعل واحد مذکر منصوب نکرہ ۱۶/۱۲ (دیکھو المجرم)

اَلْمُجْرِمُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر مرفوع معرفہ صاحب جرم۔ کافر۔ پ ۹/۱۵، ۷ پ ۱۱/۱۳، ۱۰ ۱۵/۱۹ ۱۹/۹ پ ۲۱/۱۵، ۹، ۵ پ ۲۳/۳ پ ۲۷/۱۲ (دیکھو المجرم)

مُجْرِمُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر مرفوع نکرہ۔ صاحب جرم، کافر۔ پ ۲۵/۱۴ پ ۲۹/۲۲ (دیکھو المجرم)

اَلْمُجْرِمِیْنَ: اسم فاعل جمع مذکر مجرور و منصوب معرفہ اَلْمُجْرِمُ واحد، کافر گناہگار۔ پ ۵/۱۲ پ ۸/۱۷، ۱۲، ۵ پ ۹/۴ پ ۱۱/۷ پ ۱۳/۱۹ پ ۱۴/۱ پ ۱۵/۱۸ پ ۱۶/۱۴، ۹ پ ۱۹/۱۵، ۱ پ ۲۰/۵، ۲

پ ۲۱/۱۵ پ ۲۳/۶ پ ۲۵/۱۳ پ ۲۶/۳ پ ۲۷/۱۰ پ ۲۹/۲۱، ۱۶ (دیکھو المجرم)

مُجْرِمِیْنَ: اسم فاعل جمع مذکر مجرور و منصوب نکرہ مجرم واحد، اجرام مصدر، باب افعال کافر گناہگار۔ پ ۱/۱۴ پ ۱۳/۵، ۱ پ ۲۲/۱۰ پ ۲۵/۱۵، ۲ پ ۲۷/۱ (دیکھو المجرم)

مُجْرِمِیْہَا: اسم فاعل جمع مذکر منصوب مضاف ھَا ضمیر مؤنث مضاف الیہ، اصل میں مجرمین تھا اضافت کی وجہ سے نون ساقط کر دیا گیا، اس (بستی) کے مجرموں میں سے پ ۸ (دیکھو المجرم)

مَجْرٖیْہَا: مَجْرٰی مصدر میمی مضاف ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ، جَرٰی ماضی۔ یَجْرِیْ مضارع (ضرب) اس کا پانی کی طرح ہمواری کے ساتھ رواں ہونا۔ بعض قراءتوں میں مُجْرَاھَا بھی آیا ہے، مُجْرٰی بھی مصدر ہے (افعال) جاری کرنا۔ پ ۱۲/۴۔

مجرٰی ظرف مکان۔ راستہ مجاری جمع لفظ جری کا استعمال اگر پانی کے لئے ہو تو مصدر جَرْیٌ اور جِرْیَۃٌ اور جَرَیَانٌ آتا ہے اگر قلم اور گھوڑے وغیرہ کے لئے مستعمل ہو تو مصدر جَرْیٌ اور جِرَاءٌ آتا ہے لیکن مشتقات بہرحال باب (ضرب) سے آتے ہیں (المفردات) استجرا فلانًا (باب استفعال) فلاں شخص کو

اپنا کمبل بنایا لَا یَسْتَجْرِیَنَّکُمُ الشَّیْطٰنُ شیطان تم کو
اپنا نمائندہ نہ بنائے۔ (قاموس و تاج)

مَجْمَعَ : ظرف مکان معرفہ مضاف ملنے کی جگہ سنگم۔
جَمْعٌ سے (فتح) جَمْعٌ" کا معنی ہے اکٹھا کرنا اجزا کو یا
افراد کو یا کیفیات اور اعراض کو ملانا (المفردات)
دیکھو جَمَعَ جَمَعْنَا باب الجیم مع المیم والعین۔ پ ۱۵/۲۱

مَجْمُوْعٌ : اسم مفعول واحد مذکر منکرہ۔ جَمَعَ
یَجْمَعُ سے اس دن لوگوں کو جمع کیا جائیگا۔
مَجْمُوْعٌ کے لئے لفظ جَمْعٌ جَمِیْعٌ اور جَامِعَۃٌ بھی آتا
ہے آیت میں مَجْمُوْعٌ مستقبل مجہول کے معنی میں ہے پ ۱۲/۹

مَجْمُوْعُوْنَ : اسم مفعول جمع مذکر مرفوع
مَجْمُوْعٌ مفرد، سب یکجا کئے جائینگے ایک دن اور
ایک میدان میں جمع کئے جائینگے۔ پ ۲۷/۱۹

مَجْنُوْنٌ : اسم مفعول واحد مذکر مرفوع
دیوانہ۔ جن رسیدہ۔ وہ شخص جس کو جنات نے تعلیم
دی ہو، وہ شخص جس کے حواس اور عقل پر کسی قسم
کا پردہ پڑگیا ہو۔ بیماری کا یا جنات کے اثر کا
یاد رکھو کہ لغت میں جَنٌّ کا معنی چھپانا ہے
یہی مفہوم اس کے تمام مشتقات میں مضمر
ہے جَنَّ جِنٌّ جَنِیْنٌ مَجْنُوْنٌ جَنَّۃٌ
مِجَنَّۃٌ جُنُوْنٌ جَانٌّ وغیرہ سب کے
معانی میں ستر کا مفہوم لازم ہے دیکھو جَنَّ
جِنٌّ جَنَّاتٌ جَنَّۃٌ وغیرہ باب الجیم مع النون)
پ ۱۴/۱ پ ۱۹/۶ پ ۲۵/۱۴ پ ۲۷/۸،۱۲ پ ۲۹/۴ ۔

مَجْنُوْنٍ : اسم مفعول واحد مذکر مجرور جن رسیدہ دیوانہ
پ ۲۳/۶ پ ۲۷/۴ پ ۲۹/۲ پ ۳۰/۶ (دیکھو مجنونٌ)

اَلْمَجُوْسَ : جمع، مجوسی مفرد، مجوسیت
مصدر جعلی تَمَجُّسٌ مجوسی ہونا تَمْجِیْسٌ
مجوسی بنانا، مجوس اصل میں چھوٹے کانوں والا
ایک آدمی تھا دین مجوسیت کا بانی موکس تھا، یہ
لفظ معرب ہے اصل میں منج گوش تھا (قاموس)
مجوسی ثنویہ گروہ تھا جو دو خود مختار مدبر عالم قدیم
بالذات خداؤں کی ہستی کا قائل تھا ایک خیر نفع اور
صلاح کا خدا دوسرا بدی ضرر اور فساد کا خدا،
اول کا نام نور اور دوسرے کا نام ظلمت تھا، مانویہ
اور مزدکیہ فرقوں کا انہی میں شمار کیا گیا ہے الحکیم
زردشت بن یوشب ساکن آذربیجان کے پیرو
خصوصیت کے ساتھ اس مذہب کے علمبردار
تھے مجوسی مذہب کے مختلف فرقے تھے جو
تقریباً سب ہی مٹ گئے صرف بمبئی وغیرہ میں
پارسی باقی ہیں زردشت دو الٰہ کا قائل تھا اول
الٰہ الحکمۃ (آسمان کا دیوتا) جس کو بطور رمز سورج

کہا جاتا تھا یہی اِلٰہ خیر تھا اس کا نام ہرمز یا اہرام زاد تھا، دوسرا اِلٰہ شر تھا جس کا نام اہرمیان یا اہرمن تھا زردشت کے عقیدہ میں دونوں باہمی جدال میں مشغول ہیں، ایک وقت آئے گا کہ ہرمز اہرمن پر غالب آجائیگا وہی عالم کے ختم ہونے کا دن ہوگا (شاید ہندو تاریخ کے رام اور راون سے بھی انہی دونوں طاقتوں کی طرف اشارہ ہو)

زردشت کی کتاب شریعت کا نام اوستا وحی من اللہ کا مجموعہ تھی سکندر نے اس کا بیشتر حصہ فنا کر دیا۔ ساسانی دور میں مغیوں اور سینوں سے اس کو دوبارہ جمع کیا گیا عربوں نے اپنی فتوحات کے دور میں اس کو دوبارہ فنا کر دیا کچھ چھپا چھپایا حصہ رہ گیا اصل اوستا میں ۲۹ کتابچے (پارے) تھے، عربی یونانی اور ارمنی تاریخ سے اسکی شہادت ملتی ہے شہرستانی نے قوانین مجوس کو بسط کے ساتھ لکھا ہے۔

دینِ مجوس میں (بقول ہیروڈوٹس) مورتی پوجا اور مورتیوں کے مندر داخل نہ تھے بلکہ اہل مجوس اس کو حماقت کہتے تھے وہ سورج چاند آگ ہوا اور پانی کے نام پر بھینٹ چڑھاتے تھے آخر میں اشوریوں کی تقلید میں انہوں نے زہرہ پرستی شروع کردی اور زہرہ کا نام متر رکھا، ابتدائی دور میں مذہب زردشت میں صرف سماجی بھلائی کے قوانین تھے پھر آہستہ آہستہ خیالی اور وجدانی فلسفہ نے جگہ لے لی اور ان میں رہبانیت آگئی پھر مندر بنانے لگے اور قبل از زردشت کی طرح آتش پرستی شروع ہوگئی۔

زردشتی مذہب کی اصل کتاب پر فنا کے دو دور آئے تو اصیل و دخیل کا فیصلہ ممکن نہیں پھر جب ہم دیکھتے ہیں کہ اہل فارس کی زبان آرین تھی تو اس نتیجہ پر پہنچنا بالکل واضح ہے کہ آرین ادب و زبان اور پہلوی کتابت اوستا کی خصوصیت ہونی چاہیے لیکن موجودہ اوستا میں تو ادب سامی کی روح کارفرما ہے اسکو اصلی اوستا کس طرح کہا جا سکتا ہے۔

بلادِ عرب میں مجوسیت ایران سے براہ بحرین داخل ہوئی اول بنو تمیم اس کے حلقہ بگوش ہوئے اقرع بن حابس، زرارہ بن عدس، زرارہ کے دونوں بیٹے لقیط اور حاجب، دینِ مجوسیت کے پرستار بن گئے، بلخی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ مزدکیت اور مجوسیت دونوں قبائل بنو تمیم میں پھیلی ہوئی تھیں، آگ اور راکھ کی قسم کھانے کا دستور بعض جاہل عربوں میں ابتک موجود ہے تعظیم و تقدیس کے لئے مزاراتِ مقدسہ، مندروں، عبادت خانوں اور

چوراہوں پر جو موم بتیاں اور چراغ جلائے جاتے ہیں، ان کی اصل بھی دیانت مجوسیہ ہے۔ پ۲۔

مُجِیْبٌ: اسم فاعل واحد مذکر نکرہ اِجَابَۃٌ مصدر (باب افعال) جَوْبٌ مادہ دعا قبول کرنیوالا۔ دینے والا (دنیا میں یا آخرت میں) سوال چونکہ دو طرح کا ہوتا ہے ۱ زبانی جواب کی طلب ۲ کسی مانگ اور طلب کے پورا ہونے کی درخواست اور حاجت روائی کی خواہش اس لئے اِجَابَۃٌ کے بھی دو معنی آتے ہیں نمبر اول سوال کی اجابت کا معنی ہے زبانی جواب دینا اور نمبر دوئم کے سوال کی اجابت کا مفہوم ہے حاجت پوری کرنا اور مانگ کے مطابق دینا اسجگہ مجیب بمعنی دوئم مستعمل ہے۔ پ۱۲/۶

اِسْتِجَابَۃٌ (باب استفعال) اگرچہ اصل کے لحاظ سے طلب جواب یا آمادگی جواب کو کہتے ہیں لیکن عمومی استعمال میں اِسْتِجَابَۃٌ اور اِجَابَۃٌ دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔

اَلْمُجِیْبُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر معرفہ اَلْمُجِیْبُ واحد اِجَابَۃٌ مصدر، دعا قبول کرنیوالے دینے والے پ۲۳/۷ (دیکھو مُجِیْبٌ)

اَلْمَجِیْدُ: صیغہ صفت مشبہ معرفہ مَجْدٌ مصدر بزرگ اصل لغت میں مجد کا معنی وسعت کثرت، مُجَارَتُ الْاِبِلُ وسیع اور بڑے سبزہ زار میں اونٹ پہنچ گئے۔ عرب کہتے ہیں فِیْ کُلِّ شَجَرٍ نَارٌ وَاسْتَمْجَدَ الْمَرْخُ وَالْعَفَارُ ہر درخت میں آگ ہے لیکن مرخ اور عفار سب سے بڑھ چڑھ کر ہیں۔

عرف عام میں وسعت کرم اور رفعت عزت کا معنی ہو گیا۔ اللہ وسیع الفضل ہے کثیر الخیر ہے سب سے بڑھ کر بزرگ ہے رفیع الشان ہے اس لئے مجید ہے قرآن مجید تمام مکارم دنیویہ و اخرویہ کو حاوی ہے (راغب) تعبیر اور بیان میں یگانہ ہے اچھوتے اسلوب کو حامل ہے اس لئے مجید ہے (معجم القرآن) پ۲۶/۱۵ پ۳۰/۱۰۔

مَجِیْدٌ: صفت مشبہ نکرہ۔ بزرگ پ۱۲/۷ پ۳۰/۱۰ (دیکھو المجید)

مَحَارِیْبُ: جمع محراب مفرد، محراب سب سے اعلیٰ اور اگلا مقام صدر البیت، محراب مسجد سب سے اعلیٰ اور آگے ہوتی ہے شیطان اور نفس سے حرب (جنگ) کرنے کا بھی مقام ہے یا یہ کہ محراب میں بیٹھنے والا افکار کی پریشانی خیالات کے تردد اور مشاغل دنیا سے بھاگ کر یکسو ہو کر آکر بیٹھ جاتا ہے (معجم) سورہ سبا میں محاریب سے مراد ہیں، کوٹھیاں، مضبوط محل۔ پ۲۲/۸۔

اَلْمِحَالِ : مضاف الیہ مجرور، سخت گرفت کرنے والا
سزا میں پکڑنے والا۔ اعشیٰ کا قول ہے غَـرِّدٌ
التَّـدِی اشَـدِیْدُ الْمِحَالِ کثیر سخاوت والا،
سخت سزا میں پکڑنے والا۔ پ ۱۳ / ۸

شدید المحال کا ترجمہ خفیہ تدبیر سے کام کرنے
والا اور داؤں کرنیوالا بھی ہے۔ ذوالرمہ کا قول ہے
اُعِدُّ لَهُ الشَّـزْرَ ابْتِغَاءَ الْمِحَالا میں اسکے لئے تدبیر
اور داؤں فراہم رکھتا ہوں۔ صاحبِ قاموس نے
لکھا ہے محال مکر، فریب، طاقت، رنج، عذاب
دشمنی، انتقام، سختی، ہلاکت۔ بعض کا قول ہے
محال محالہ کی جمع ہے محالہ پشت کے مہرے کو کہتے
ہیں، مراد قوت۔ بعض کا قول ہے کہ محال میں میم
زائد ہے اصل مادہ حول اور حیلہ ہے۔

بعض اہلِ لغت نے لکھا ہے کہ محال کا مادہ
محل ہے محل کا معنی سخت، دغا، فریب، کھوٹ
مَحَلَ بِفُلَانٍ فلاں شخص کے متعلق بادشاہ سے چغلی
کھائی اور بدی کا ارادہ کیا (نصر سمع کرم)، مماحلت
بھی اسی سے بنا ہے، دغا، دو غلاپن، ماحل عنہ
اسکی طرف سے مدافعت کی ابوزید نے کہا مَحَلَ
الزَّمَانُ خشک سالی ہوگئی، قحط پڑ گیا۔

مَحَبَّةٌ : مصدر میمی، کسی چیز کو اچھا سمجھتے
ہوئے چاہنا یا کسی چیز کا ارادہ کرنا یہ خیال کرتے ہوئے
کہ وہ چیز اچھی ہے۔ کبھی محبت لذت اندوزی کیلئے
ہوتی ہے جیسے لذیذ میٹھے نمکین کھانوں کی یا
عورت کی، کبھی نفع حاصل کرنے کے لئے ہوتی ہے
جیسے مال واولاد کی، کبھی محض فضل وشرف اور
مکارم ومحاسن کی وجہ سے ہوتی ہے
جیسے ایک عالم کی دوسرے عالم سے یا
ایک مومن کی دوسرے مومن سے، یہ تمام اقسام
اس محبت کے ہیں جو انسان کو کسی مخلوق سے
ہوتی ہے، باقی انسان کی محبت خدا سے اور خدا کی
محبت آدمی سے تو اول کا معنی ہے حصول قرب کی
خواہش اور دوسرے کا معنی ہے انعام واحسان۔

حَبٌّ اور حَبَّةٌ غلہ کا دانہ حِبٌّ اور حِبَّةٌ کسی پھول کا
بیج۔ حُبٌّ اور حُبَّةٌ وسطِ قلب میں جم جانیوالی محبت
حِبٌّ صیغہ صفت بمعنی محبوب اَحْبَبْتُ فُلَانًا میں فلاں
شخص کا محبوب ہوگیا۔ اَحْبَبْتُ فُلَانًا میں نے فلاں
شخص کو محبوب بنایا، اس سے محبت کی۔ پ ۱۶ / ۱۱

مُحْتَضَرٌ : اسم مفعول واحد مذکر اِحْتِضَارٌ مصدر (افتعال)
مراد پانی کی وہ باری جس پر حصہ دار موجود ہوں مُحْتَضَرٌ
قریب الموت آدمی کو بھی کہتے ہیں جس کے سامنے موت
آگئی ہو اور جن رسیدہ آدمی کو بھی کہتے ہیں، ایک

بنا و تستب اَللَّبَنُ مُحتَضَرٌ فَحَظِّا اِنَا دَلَّ دودھ پر سب اقتیں آموجود ہوتی ہیں جنات بھی آجانے ہیں اسلئے برتن کو ڈھانک دو مُحْتَضَرٌ اسم فاعل شہر میں آنیوالا۔ اِحْتَضَرَهُ الْهَمُّ اس پر غم آگیا (متعدی) مجرد کیلئے دیکھو حَضَرَ، اُحْضِرَتْ، اُحْضِرَتْ، حَاضِرَةً - ۲۷/۹ -

اَلْمُحْتَظِرُ: اسم فاعل واحد مذکر اِحْتِضَارٌ مصدر (افتعال، حَظْرٌ مادہ) اپنے لئے باڑہ بنانیوالا۔ حَظِيرَةٌ لکڑیوں وغیرہ سے بنا ہوا باڑہ۔ حَظِيرَةُ الْقُدْسِ جنت نَكِدُ الْحَظِيرَةِ بے فائدہ آدمی۔ حَظَرٌ وہ لکڑیاں جن سے باڑہ بنایا جاتا ہے۔ وَقَعَ فِي الْحَظَرِ الرَّطْبِ ناقابلِ برداشت کام میں پھنس گیا۔ اَوْقَدَ فِي الْحَظَرِ الرَّطْبِ تر لکڑیوں میں آگ لگادی یعنی سخن چینی اور عیب جوئی کی۔

جَاءَ بِالْحَظَرِ الرَّطْبِ، بہت مال لایا یا جھوٹی باتیں کیں۔ ۲۷/۹ -

حَظْرٌ بندش، روک، حرام حَظَرَ الشَّيْءَ اور حَظَرَ عَلَى الشَّيْءِ اس چیز کی روک کردی۔ مَحْظُورٌ اسم مفعول ممنوع، حرام، بند۔

مَحْجُوبُوْنَ: اسم مفعول جمع مذکر مرفوع محجوب مفرد نابینا جلوۂ الٰہی کو نہ دیکھنے والے نور کو دیکھنے سے بے بہرہ، پرتو جمال کو دیکھنے سے روکے گئے، اوٹ میں کیے گئے، حَجَبَهُ حَجْبًا وَحِجَابًا (نصر) اس کو روکدیا، حَجَّبَ (تفعیل) پردہ کے اندر کردیا کہ کوئی وہاں تک نہ جائے۔ اِحْتَجَبَ (افتعال) پردہ میں ہوگیا۔ حَاجِبٌ دربان، کمیدان، ابرو، ابرو کی ہڈی، حَجَبٌ پشتہ، تمام مشتقات میں روکنے کا مفہوم ماخوذ ہے (دیکھو حجاب) ۳۰/۸ -

مَحْجُوْرًا: اسم مفعول مفرد مذکر منصوب، محفوظ، منضبط، ممنوع۔ ۱۹/۱ -

جاہلیت کا دستور تھا کہ اگر کوئی دشمن سامنے آجاتا اور اسکی ایذاء کا خوف ہوتا تو حِجْرًا مَّحْجُوْرًا کہتے تھے یعنی ہم تمہاری حفاظت اور پناہ چاہتے ہیں یہ الفاظ سنکر دشمن ہاتھ نہ ڈالتا تھا کافر بھی عذاب کے فرشتوں کو دیکھکر حسبِ عادت یہ الفاظ کہیں گے کہ شاید عذاب سے پناہ ملجائے خازن، محلی، بیضاوی، کشاف اور خطیب وغیرہ نے ابن جریج کی تفسیر پر اعتماد کرکے يَقُوْلُوْنَ کا فاعل مُجْرِمُوْنَ قرار دیا ہے اور یہی تشریح کی ہے لیکن مجاہد، حسن اور قتادہ نے ملائکہ کو فاعل قرار دیا ہے یعنی فرشتے کہتے ہیں کہ اللہ نے تمہارے لئے سخت بندش کردی ہے جنت کو تمہارے لئے حرام کردیا ہے ابن جریر نے اسی تفسیر کو پسند کیا ہے۔

ابو علی فارسی نے کہا اہلِ جاہلیت حِجْرًا مَّحْجُوْرًا

کہتے تھے لیکن اس کا استعمال ترک کر دیا گیا، کہنے والوں کا مطلب یا تو پناہ کی طلب ہوتی تھی یا اپنی محرومی کا اظہار۔

اصل میں حجر پتھروں سے بنے ہوئے حاطے اور گھیر کو کہتے ہیں محجوراً اسکی تاکید ہے۔ پ ۹/۳ یعنی سخت بندش ناقابلِ ازالہ اوٹ۔ عقل بھی انسانی بے اعتدالیوں سے روکتی ہے اس لئے اسکو حِجر کہتے ہیں۔ حَجَر پتھر، حِجر بیت کا حطیم، حِجر عقل اور پتھروں کا احاطہ، الحُجرۃ مکان کا گوشہ، الحُجرۃ کوٹھری، جانوروں کا باڑہ، تمام مشتقات میں بندش اور روک کا مفہوم لازم ہے۔ ار ۱۹/۳ ۔

مُحْدَثٍ: اسم مفعول واحد مذکر، اِحداث مصدر (افعال) جدید، تازہ، نو بہ نو۔ حَدَثٌ اور حُدُوثٌ کے مفہوم میں ظہور جدت نو پیدگی، پہلے سے موجود نہ ہونا داخل ہے اسلئے حَدَثٌ کا معنی ہے ناقضِ وضو، حُدُثٌ حِدْثٌ، حَدِیثٌ خوش کلام آدمی، حَداثۃ اول جوانی، حَداثۃُ الامر، حَدثانُ الامر آغاز کار۔ حُدوثۃ جوانی۔ حَدَثان نئی چیز، حدثان الدہر، اَحداث الدہر، حوادث الدہر، نو بہ نو مصائب، حَدَثی نئی چیز، حدیثُ السن جوان۔ مُحدِث مجرم کو پناہ دینے والا۔ مُحْدَثٌ اور مُحْدَثۃ نئی چیز جو اجنبی معلوم ہو۔ مُحَدَّث وہ شخص جس کو بیداری یا خواب میں اللہ کی طرف سے کچھ سنائی دے یا القاء کیا جائے ان تمام استعمالات میں ظہور جدت اور نو پیدگی کا مفہوم مشترک ہے۔ پ ۱۷/۱ پ ۱۹/۵ ۔

مَحْذُوْرًا: اسم مفعول واحد مذکر، ڈرنے کی چیز، قابلِ خوف خوفناک، ڈر کر بچنے کی چیز، مَحْذُوْرَۃ لڑائی، حَذِرَ حَذَرًا (سمع) ڈر کر بچا، احتیاط کی، حِذرٌ بچاؤ، وہ ہتھیار جن کے ذریعہ سے بچاؤ ہوتا ہے حَذِرٌ ڈرنے والا، محتاط آدمی۔ حاذُوْرۃ کا بھی یہی معنی ہے حذریانٌ صیغہ مبالغہ۔ پ ۱۵/۲ ۔

اَلْمِحْرَابَ: اسم مفرد، محاریب جمع کثرت، بالاخانہ، کوٹھی پ ۳/۱۲ پ ۲۲/۱۱ الاحزاب ۱۶/۴ (دیکھو محاریب)

مُحَرَّرًا: اسم مفعول واحد مذکر، تحریر مصدر (تفعیل)، آزاد کیا ہوا یعنی بیت المقدس کی خدمت کے لئے مخصوص (مجاہد) عبادت کے لئے خالص کر لیا گیا (شعبی) دنیا کے دھندوں سے آزاد کردہ (جعفر صادق) تحریر آزاد کرنا حُرِّیت کسی کا غلام نہ ہونا، بُری باتوں سے آزاد ہونا۔ حُرٌّ آزاد، سخی، شریف، ہر عمدہ چیز، اچھا کام، حُرُّ الوجہ رخسار، ابرو، حُرُّ الدار گھر کا وسطی حصہ، حُرُّ البقل کچی کھائی جانیوالی ترکاری۔ طین حُرٌّ بغیر ریت کی خالص مٹی۔ رَمل حُرٌّ بغیر مٹی کا خالص ریت، حُرَّۃ آزاد عورت، شریف، اصیل عورت۔ پ ۳/۱۲ ۔

مُحَرَّمٌ: اسم مفعول، واحد مذکر مرفوع، تحریم مصدر

(تفعیل) اللہ کی طرف سے حرام کیا، منع کیا ہوا
پ ۱/۳ ۱۳/۸۔
مُحَرَّمًا: اسم مفعول مذکر منصوب حرام کیا ہوا ۸/۵۔
مُحَرَّمَۃٌ: اسم مفعول واحد مؤنث حرام کردہ، تحریم سے مراد یا تحریم قہری ہے یعنی اللہ کے غضب کی وجہ سے چالیس برس تک تیہ (کے صحرا) سے نکلنا روک دیا گیا، یا تحریم تسخیری مراد ہے یعنی تیہ سے ۴۰ برس تک نکلنے کی قدرت ہی ختم ہو گئی۔ (راغب) ۶/۸۔ (دیکھو حَرَامٌ، اَلْبَیْتُ الْحَرَام، حَرَّمَ، اُحَرِّمَتْ وغیرہ)
اَلْمَحْرُوْمُ: اسم مفعول واحد مذکر وہ مسلمان رشتہ دار جس کا میراث میں حصہ نہ نکلتا ہو (ابن جریر عن ابن عباس) بدنصیبی کی وجہ سے نادار، تنگ دست جس کی کمائی نہ ہو یا سوال سے بچنے والا، حیا کی وجہ سے نہ مانگنے والا، جس کو حیا نے سوال سے روک دیا ہو (قتادہ و زہری)
مادۂ حرم کے لئے روک، منع، بازداشت کا مفہوم لازم ہے، تمام مشتقات میں یہ مفہوم مشترک ہے، کَرُمَ سے لازم اور ضَرَبَ سے متعدی اور سَمِعَ سے کبھی لازم اور کبھی متعدی آتا ہے۔ ۲۶/۱۸ ۲۹/۷۔

مَحْرُوْمُوْنَ: اسم مفعول جمع مذکر مرفوع، بدنصیبی کی وجہ سے حصول رزق سے روکے گئے۔ ۲۶/۱۵ ۲۹/۲۔
مُحْسِنٌ: اسم فاعل واحد مذکر، اِحسانٌ مصدر (افعال) موحد، فریضہ سے زیادہ ادا کرنے والا۔ ہر قسم کی خوبی پیدا کرنے والا۔
اعمال میں احسان دو طرح کا ہوتا ہے:۔
۱ کسی کو اس کے حق سے زیادہ دینا اور اپنے حق سے کم لینا۔
۲ اپنے اعمال میں خوبی پیدا کرنا یعنی فرض سے آگے بڑھ کر مستحبات کو بھی ادا کرنا جو چیز واجب نہ ہو اور اس میں کچھ نہ کچھ شرعی خوبی ہو اس کو بھی ادا کرنا (راغب)
احسان فی العبادۃ کی تشریح حدیث میں اس طرح آئی ہے، اللہ کی عبادت اسطرح کرو کہ گویا اس کو دیکھ رہے ہو اگر ایسا نہ ہو سکے تو پھر یہ سمجھتے رہو کہ وہ تمکو دیکھ رہا ہے (بخاری)
احسان بمعنی اول کے مفعول پر اِلٰی یا بِ آتا ہے اَحْسِنْ اِلٰی زَیْدٍ زید سے بھلائی کر بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ماں باپ سے اچھا سلوک کرو، احسان بمعنی دوئم متعدی

بنفسہٖ مفعول پہ کوئی حرفِ جر نہیں آتا۔ اَحْسِنِ الْوُضُوْءَ اچھی طرح سے وضو کر (قاموس)

(حُسْن حُسْنٰی حَسَنَۃٌ کے معانی کی تشریح اور باہم فرق کے لئے دیکھو باب الحاء مع السین)

آیات میں مُحْسِن بمعنی مُوَحِّد مستعمل ہے آخری آیت میں مؤمن مراد ہے۔ پ ۱/۱۳، ۵/۱۵، ۲۱/۱۲، ۲۲/۷۔

اَلْمُحْسِنَاتِ : اسم فاعل جمع مؤنث اَلْمُحْسِنَۃُ واحد، نیکوکار عورتیں۔ پ ۲۱/۲۰۔

مُحْسِنُوْنَ : اسم فاعل جمع مذکر مرفوع، مُحْسِنٌ واحد، نیکوکار مرد، بھلائی کرنیوالے۔ پ ۱۴/۱۲۔

اَلْمُحْسِنِیْنَ : اسم فاعل جمع مذکر مجرور مُحْسِنٌ واحد احسان کرنیوالے۔ پ ۱/۹، ۸، ۲/۱۵، ۴/۶،۵، ۶/۷، ۷/۱۶،۲،۱، ۸/۱۴، ۹/۱۰، ۱۱/۴، ۱۲/۱۰،۱۳،۵،۱، ۱۳/۹،۳،۱، ۱۶/۱۲، ۲۰/۵، ۲۱/۱۰،۳، ۲۳/۸،۷، ۲۴/۳،۱، ۲۹/۲۲۔

مَحْسُوْرًا : اسم مفعول واحد مذکر، حسرت زدہ، پُر افسوس، ماندہ، حیران۔ پ ۱۵/۳ حَسْرَۃٌ حَسَرَ (نَصَرَ، ضَرَبَ متعدی) اسکو برہنہ کردیا۔ حَسَرَ الْبَعِیْرَ اونٹ کو تھکا دیا۔ حَسَرَ الْبَیْتَ گھر میں سے جھاڑو دی۔ حَسَرَ حُسُوْرًا (نَصَرَ ضَرَبَ لازم) برہنہ ہوگیا۔ حَسَرَتِ الدَّآبَّۃُ جانور تھک گیا۔ حَسَرَ الْمَآءُ پانی سوکھ گیا۔ حَسَرَ الْبَصَرُ (ضَرَبَ لازم) دور دیکھنے سے آنکھ تھک گئی۔ مِحْسَرَۃٌ اسم آلہ جھاڑو۔ کَرِیْمُ الْمَحْسَرِ اچھے باطن والا (دیکھو حسرات و حسیر)

مَحْشُوْرَۃً : اسم مفعول واحد مؤنث، حَشْرٌ مصدر، قرارگاہ سے نکال کر کہیں جمع کی ہوئی جماعت۔ (دیکھو الحشر حُشِرَ حُشِرَتْ حَشَرْنَا) پ ۲۳/۱۱۔

مُحْصَنَاتٌ : اسم مفعول جمع مؤنث، مُحْصَنَۃٌ واحد، مُحْصِنَۃٌ اسم فاعل مؤنث اِحْصَانٌ مصدر (افعال) صاحب معجم القرآن نے لکھا ہے کہ سورہ نساء میں ۱ سے مراد ہیں آزاد یا کدامن عورتیں دوشیزہ ہوں یا نہ ہوں ۲ سے مراد ہیں شوہر والیاں ۳ سے مراد ہیں آزاد دوشیزائیں۔

ثعلب نے کہا کہ ہر پاکدامن عورت کو مُحْصِنَۃٌ (اسم فاعل) بھی کہا جاتا ہے اور مُحْصَنَۃٌ بھی (اسم مفعول) اور شوہر والی کو مُحْصَنَۃٌ (اسم مفعول) کہا جاتا ہے۔ قاموس میں ہے اِمْرَأَۃٌ حَصَانٌ پاکدامن یا شوہر والی عورت۔ راغب نے بھی اسی کی تائید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ المحصنات اگر حُرِّمَتْ کے بعد قرآن میں آیا ہے وہاں شوہر والیاں مراد ہیں اور اسم مفعول کا صیغہ ہے اور اگر حُرِّمَتْ کے بعد نہیں ہے فتحہ اور کسرہ دونوں صحیح ہیں شوہر والیاں ہوں یا عام پاکدامن عورتیں۔ اصل میں احصان کا معنی ہے حفاظت رکھنا شرف ذاتی یا عفت اخلاقی کی وجہ سے اگر کوئی عورت بدکاری سے

اپنے کو محفوظ رکھتی ہے تو مُحْصِنَۃٌ ہے اور شوہر حفاظت کرتا ہے مُحْصَنَۃٌ ہے۔ پ۵ ۱ پاک دامن عورتیں۔

اَلْمُحْصَنَاتِ: پ۵ ۲ آزاد عورتیں پ۱۸ ۷ پاکدامن اجنبی عورتیں پ۱۸/۹ پاکدامن عورتیں۔

اَلْمُحْصَنَاتُ: پ۵ ۱ شوہر والیاں پ۶/۵ ۱ پاکدامن عورتیں ۲ شافعی کے نزدیک آزاد کتابی عورتیں۔ امام اعظم کے نزدیک پاک دامن کتابی عورتیں آزاد ہوں یا باندیاں۔ (ہدایہ)

حضرت عبداللہ ابن عمر کے نزدیک چونکہ کتابی عورت سے نکاح صحیح نہیں ہے اس لئے مسلمان عورتیں مراد ہیں۔

مُحَصَّنَۃٍ: اسم مفعول واحد مؤنث تحصین مصدر (تفعیل) حصن مادہ، قلعہ بند محفوظ بستیاں، حصن کا معنی ہے حفاظت و بچاؤ، اس لئے حصن قلعہ کو کہتے ہیں حصان عمدہ گھوڑا ٹھوکر کھانے سے محفوظ، سوار کے لئے حفاظت کا ذریعہ۔ پ۲۸/۵۔

مُحْصِنِیْنَ: اسم فاعل جمع مذکر منصوب احصان مصدر، بیبیوں والے یا باندیوں کے مالک یعنی وہ لوگ جنکی بیبیاں ہوں یا باندیاں رکھتے ہوں۔ پ۵ ۱ پ۶/۵۔

مُحْضَرًا: اسم مفعول واحد مذکر مفرد، اِحضار مصدر (افعال) حاضر کیا گیا، سامنے لایا گیا یعنی انسان جو نیکی کریگا قیامت کے دن اسکے سامنے لائی جائیگی۔ (دیکھو اُحْضِرَتْ اُحْضِرَتْ) پ۳/۱۱۔

مُحْضَرُوْنَ: اسم مفعول جمع مذکر مرفوع مُحْضَرٌ واحد وہ لوگ جنکو حاضر کیا جائیگا۔ پ۲۱/۵ پ۲۲/۱۱ پ۲۳/(۱، ۳، ۴، ۸، ۹)

مُحْضَرِیْنَ: اسم مفعول جمع مذکر منصوب مُحْضَرٌ واحد وہ لوگ جنکو حاضر کیا جائیگا۔ پ۲۰/۲ پ۲۳/۶۔

مَحْظُوْرًا: اسم مفعول واحد مذکر، ممنوع، روکی گئی، بند کردی گئی۔ پ۱۵/۲ (دیکھو المحتظر)

مَحْفُوْظٍ: اسم فاعل واحد مذکر مجرور، حفظ مصدر (سمع) ان ۱ ہر تغیر سے محفوظ، شیاطین کی دسترس سے محفوظ ہر قسم کے رد و بدل سے محفوظ۔ وہ لوح علمی جو اللہ کی نگہداشت میں ہے، نہ اس کا لکھا مٹ سکتا ہے نہ بدل سکتا ہے حِفْظٌ کا معنی ہے :-

۱ قوت یادداشت ۲ یادداشت ۳ یاد کرنا یا یاد رکھنا ۴ نگہداشت نگرانی حفاظت، اس جگہ چوتھا معنی مراد ہے (دیکھو حافظًا حفیظ وغیرہ) پ۳۰/۱۰۔

مَحْفُوْظًا: اسم مفعول واحد مذکر منصوب

نیچے گرنے سے محفوظ۔ پ۲/۲ (دیکھو محفوظٍ)

مُحْکَمَاتٌ: اسم مفعول جمع مؤنث، مُحْکَمَۃٌ مفرد، اِحْکَامٌ مصدر (افعال) پختہ، درست جن کے معانی اور الفاظ میں اجمال اور اشتباہ نہ ہو دلالتِ لفظ علی المعنی واضح ہو، غیر مراد کا احتمال نہ ہو حنفی علماءِ اصول کے نزدیک یہ لفظ متشابہات کا مقابل ہے اور نص، ظاہر، مفسر، محکم چاروں کو شامل ہے۔ پ۳/۹۔

مُحْکَمَۃٌ: اسم مفعول واحد مؤنث، مُحْکَمَاتٌ جمع، پختہ، غیر منسوخ سورت جس میں ناقابلِ نسخ فیصلہ کر دیا گیا ہو۔ اَحْکَمَہٗ اس کو مضبوط کیا، بگاڑ سے روک دیا۔ اَحْکَمَہٗ عَنِ الْاَمْرِ اس کام سے اس کو روک دیا۔ پ۲۶/۶۔

(لفظِ حکم کی تشریح کے لئے دیکھو باب الحاء مع الکاف)

مُحَلِّقِیْنَ: اسم فاعل جمع مذکر منصوب تحلیق مصدر (تفعیل) حَلْقٌ مادہ، بال منڈوانے والے۔ اصل لغت میں حَلَقَہٗ کا معنی ہے اس کا حلق کاٹ دیا۔ توسیع استعمال کے بعد حَلْقٌ کا معنی ہوا بال کاٹنا پھر عرفِ عام میں بال مونڈنے کا معنی ہوگیا۔ باب تفعیل میں پہنچکر بال منڈوانے کا ترجمہ ہوگیا لیکن تحلیق کبھی لازم بھی آیا ہے جیسے حَلَّقَ الطَّائِرُ پرندہ گول دائرہ بنا کر چکّر کاٹ کر اڑا۔ حلق کی شکل چونکہ گول ہے اس لئے حلقہ آدمیوں کی اس جماعت کو کہتے ہیں جو دائرہ بنا کر بیٹھی ہو۔

حَلِیْقٌ اور مَحْلُوْقٌ کا ایک ہی معنی ہے مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے اس لفظ کا استعمال ہوتا ہے۔ رَأْسُہٗ حَلِیْقٌ اس کا سر منڈا ہوا ہے لِحْیَتُہٗ حَلِیْقٌ اسکی داڑھی منڈی ہوئی ہے۔

عَقْرٰی حَلْقٰی کاٹی، مونڈی۔ وضعاً یہ لفظ بد دعائیہ ہے، استعمالاً بد دعائیہ بھی ہے اور کلمۂ شناعت بھی۔ پ۲۶/۱۲

مَحِلَّہٗ: مَحِلّ ظرفِ مکان مضاف ہٗ ضمیر مضاف الیہ، قربانی کے حلال ہونے کی جگہ قربان گاہ، جہاں قربانی کے جانور کو ذبح کیا جاتا ہے یعنی حدودِ منیٰ۔

اگر کسی نے حج کا احرام باندھ لیا لیکن راستہ میں دشمن وغیرہ کی وجہ سے ارادہ حج توڑنا پڑے تو اول قربانی کے جانور کو حرم کی طرف بھیجدے اور جب منیٰ تک پہنچ جانے کا یقین ہوجائے تو سر منڈا کر احرام کھول دے۔ حدودِ منیٰ

تک قربانی کا جانور پہنچے بغیر سر منڈوانا امام اعظم کے نزدیک جائز نہیں، یہی لفظ اس قول کی واضح دلیل ہے، امام شافعی کے نزدیک جہاں سے آگے بڑھنے کی ممانعت اور حاجی آگے نہ بڑھ سکے اسی جگہ قربانی کو ذبح کر کے سر منڈوانا جائز ہے۔

مَحِلَّهَا: ظرفِ مکان مضاف ھا مضاف الیہ ذبح کرنے کا مقام، قربان گاہ یعنی حدودِ حرم۔ (مسلکِ امام اعظم بروایۃ ہشام بن حجر) ۱۷/۱۱

مُحِلِّي: اسم فاعل جمع مذکر، اصل میں مُحِلِّينَ تھا نون حذف کر دیا گیا۔ مُحِلٌّ واحد، اِحْلَال مصدر، حلال قرار دینے والے۔ احلال کسی چیز کو حلال بنا دینا حلال قرار دینا یا ذمہ داری سے باہر نکل آیا۔ حَلٌّ کا اصل معنی ہے گرہ کھولنا کسی جگہ اترنے کی صورت میں عموماً سامان کھولا ہی جاتا ہے اس لئے حلول کا معنی ہو گیا اترنا، اس مادہ سے جتنے مشتقات مستعمل ہیں سب کے مفہوم میں کھولنے یا اترنے کا معنی ضرور پایا جاتا ہے مثلاً حلال کی ضد حرام یعنی وہ حکم جس میں ممانعت اور بندش دور کر دی گئی ہو، کھول دی گئی ہو۔ حِلٌّ مباح اور حرم سے باہر کا علاقہ، حِلَّةٌ محلہ یا سو گھروں کا محلہ، پڑاؤ، پڑاؤ پر اترنے والی جماعت۔ حَالٌّ اسم فاعل اترنے والا۔ دین مُعَجَّل، حلیل شوہر، حلیلہ بیوی ہر ایک دوسرے کے پاس فروکش ہوتا ہے۔

مَحَلٌّ اترنے کی جگہ مَحَلَّةٌ اترنے کی جگہ۔ اترنے کا وقت، اتر کر رہنے کی جگہ۔

حَلَّ (نَصَرَ) کھولا۔ دوسرا حَلَّ (ضَرَبَ) حرم یا احرام سے باہر آ گیا۔ اس کا مصدر حِلٌّ ہے حَلَّتِ الْمَرْأَةُ عورت عدت سے باہر آ گئی۔ عدت کی گرہ کھل گئی۔ حَلَّ الدَّيْنُ قرض کی مدت ختم ہو گئی اس کا مصدر حلول ہے۔ حَلَّ حَقِّي عَلَيْهِ میرا حق اس پر واجب ہو گیا اس کا مصدر مَحِلٌّ ہے۔

حَلَّ الْمَكَانَ اور حَلَّ بِالْمَكَانِ (نَصَرَ ضَرَبَ) اس جگہ اترا۔ حَلٌّ حلول مَحَلٌّ اور حَلَلٌ مصدر۔

مُحَمَّدٌ: اسم مفعول واحد مذکر، تحمید مصدر (تفعیل) حَمْدٌ مادہ، وہ شخص جس کے اندر بکثرت خصائلِ حمیدہ اور اوصافِ پسندیدہ ہوں، محمد اگرچہ رسول اللہ کا اسم گرامی ہے لیکن آیت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ میں باوجود

علمیت کے وصفیت کی طرف اشارہ ہے گویا یہ
بتانا مقصود ہے کہ رسول اللہ کی ذات کے اندر
بکثرت خصائلِ محمودہ اور صفاتِ حسنہ کریمہ
موجود ہیں (راغب)

حضورِ والا کا پیدائشی نام محمد تھا لیکن
بعثت کے بعد بعض کافر حسد اور دشمنی سے مُذَمَّم
کہتے اور گالیاں دیتے تھے گویا ان کو زبان
پر محمد نام لینا بھی گوارا نہ تھا۔ صحاح کی ایک
حدیث میں آیا ہے، حضورِ والا نے ارشاد فرمایا
میں محمد ہوں اور یہ لوگ مُذَمَّم کو بُرا کہتے ہیں
یعنی میں مذمم نہیں ہوں میرا نام ہی مذمم نہیں
ہے اس لئے ان کے برے الفاظ مجھ پر نہیں
پڑتے۔ پ۴ پ۲۲/۲ ۲۶/۱۲،۵ ۔

مَحْمُوْدًا: اسم مفعول واحد مذکر (سمع) حَمْدٌ
مَحْمَدَةٌ مَحْمَدٌ مصدر، وہ شخص جس کی حمد کی جائے
یا کی گئی ہو۔ ۱۵/۹ ۔ (دیکھو لفظِ حمد)

مَحَوْنَا: جمع متکلم ماضی معروف، مَحْوٌ مصدر
(نصر) ہم نے مٹا دی، ہم مٹا دیتے ہیں، محو کے
مفہوم میں اثر کو زائل کرنے کا معنی ضرور ہوتا ہے
مَحْوٌ چاند کا سیاہ دھبہ جس سے اس مقام کا نور
سٹ جاتا ہے، مَحْوَۃٌ بارش جو خشک سالی کو مٹاتی
ہے زائل کر دیتی ہے وہ ننگ و عار جو عزت کے زوال
کا سبب ہوتی ہے۔ شمالی ہوا جو ابر کو لے جاتی
ہے۔ ماحی رسول اللہ کا اسم تعنی تھا اسلئے کہ حضور
کفر کو مٹانے والے تھے۔ محاۃ صافی اس مادہ کے
لام کلمہ میں واو ہے لیکن ناقص یائی یعنی لام کلمہ کی جگہ
ی بھی آتی ہے اور اسکا معنی بھی یہی ہے مَحْیٌ (ضرب
سمع) مٹانا، اثر کو زائل کرنا۔ ۱۵/۲ ۔

مَحْیَاهُمْ: اسم مفرد مضاف هُمْ ضمیر مضاف الیہ
انکی زندگی، مَحَایَا جمع حَیِیَ یَحْیَیٰ اور حَیَّ یَحَیُّ (سمع)
یعنی ادغام کے ساتھ اور بغیر ادغام دونوں طرح
ماضی و مضارع مستعمل ہیں۔ ۲۵/۱۸ ۔
(مفہوم حیوٰۃ کی تشریح کے لئے دیکھو لفظِ مَاتَ)

مَحْیَایَ: اسم مفرد مضاف ی ضمیر واحد متکلم مضاف
الیہ، میری زندگی۔ پ۸ ۔

مَحِیْصٍ: ظرفِ مکان مجرور، پناہ گاہ، لوٹنے
کی جگہ، امام راغب کے نزدیک یہ لفظ اصلاً
اجوف یائی ہے، لکھا ہے:

اصلہ من حَیْص بیص ای شدۃ و
منہ حاص عن الحق ای حاد عنہ الی
شدۃ ومکروہ واما الحوص فھو الخیاطۃ
فی الجلد یقال حاص عین الصقر۔

یعنی مُحِیص کا لفظ اصلاً حیص بیص سے نکلا ہے حیص بیص کا معنی ہے سختی، اسی سے حَاصَ عَنِ الحق ہے یعنی حق سے اعراض کر کے سختی اور مصیبت کی طرف لوٹ گیا۔ حَوْصٌ (اجوف واوی) کا معنی ہے کھال کو سینا۔ حَاصَ عَیْنَ الصَّقْرِ شکرے کی آنکھ سی دی۔ شاید راغب کی مراد یہ ہے کہ حوص اصل میں کھال کے سینے کو کہتے ہیں کیونکہ صاحب قاموس نے حاص کا استعمال ثوب (کپڑے) کے ساتھ بھی نقل کیا ہے۔ ۱۳/۱۵ ، ۲۵/۵ ، ۲۶/۱۷ ۔

مَحِیْصًا: ظرفِ مکان منصوب حسب تفصیل مذکور۔ ۵/۱۵ ۔

اَلْمَحِیْضِ: ظرفِ زمان (وقتِ حیض) ظرفِ مکان (مقامِ حیض) مصدر (حیض آنا) یا بمعنے حیض یعنی وہ فاسد خون جو مخصوص زمانہ اور مخصوص حالت میں تندرست، جوان، غیر حاملہ عورت کے رحم سے نکلتا ہے۔ امام راغب نے لکھا ہے:۔

علی ان المصدر فی ھذا النحو من الفعل یجیئ علی مَفْعَلٍ نحو معاش ومعاد و قول الشاعر لا یستطیع بہا القراد مقیلا ای مکانا للقیلولۃ وان کان قد قیل ھو مصدر ویقال مافی برک مکیل و مکال

یعنی باوجودیکہ معتل واوی اور معتل یائی فعلوں سے مصدر میمی بروزن مَفْعَلٌ (عین کے فتحہ کے ساتھ) آتا ہے جیسے مَعَاشٌ عَاشَ عَیْشًا سے اور مَعَادٌ عَادَ عَوْدًا سے لیکن مَحِیْضٌ مصدر میمی ہے باوجودیکہ معتل یائی ہے (اور قیاساً مَحَاضٌ ہونا چاہیئے) رہا شاعر کا یہ مصرعہ لَا یَسْتَطِیْعُ بِہَا الْقُرَادُ مَقِیْلًا (چیچڑی وہاں خوابگاہ نہیں پا سکتی) تو اس میں مقیل ظرفِ مکان ہے۔ بعض لوگ مقیل کو بھی مصدر میمی کہتے ہیں (اس صورت میں اس لفظ کی بناء خلافِ ضابطہ ہو گی) ایک محاورہ میں آتا ہے مَا فِیْ بُرِّکَ مَکِیْلٌ وَمَکَالٌ اس مثال میں کَالَ یَکِیْلُ سے مکیل اور مکال دونوں طرح مصدر آیا ہے۔

صاحبِ قاموس نے لکھا ہے کہ مَحِیض کی طرح مَحَاض بھی مصدر ہے اس سے افعال باب ضَرَبَ سے آتے ہیں۔ ۲/۱۲ ، ۲۵/۱۷ ۔

مُحِیْطٌ: اسم فاعل واحد مذکر قیاسی اِحَاطَۃً مصدر باب افعال، حوط مادہ، ہر طرف سے گھیر لینے والا۔ امام راغب نے مفردات میں لکھا

ہے کہ احاطہ کے چند معانی ہیں۔

۱۔ احاطہ جسمانی جیسے اَحَطْتُ بِمَكَانِ كَذَا میں نے فلاں جگہ کو گھیر لیا۔ ۲۔ احاطہ بالحفظ یعنی ہر طرف سے نگرانی کرنی جیسے اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ مُحِيْطٌ اللہ ہر چیز کا ہر طرف سے نگراں ہے۔ ۳۔ احاطہ بالمنع ہر طرف سے روک دیا جانا جیسے اِلَّآ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ مگر یہ کہ ہر طرف سے تم کو روک دیا جائے۔ ۴۔ احاطہ علمی جیسے اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ یقیناً اللہ تمہارے اعمال انکی حیثیت، کیفیت، غرض، غایت، سبب نتیجہ، سب کو جانتا ہے۔ ۵۔ احاطہ قدرت ہر طرف سے قابو پا لینا جیسے عذاب یوم محیط میں روزِ قیامت مراد ہے جو ہر طرف سے قابو یافتہ ہوگا۔

اس فقیر کی نظر میں امام نے احاطہ کے اقسام میں کچھ غیر مفید طول دیا ہے ورنہ احاطہ بالمنع اور احاطہ قدرت میں مفہوم کے اعتبار سے کچھ زیادہ فرق نہیں ہے اسی طرح احاطہ بالحفظ اور احاطہ علمی کا مفہوم قریب قریب ہے قرآن مجید میں محیطٌ کا لفظ پ ۴/۲ میں عالم کل کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے پ ۳/۱۰ میں احاطہ قدرت اور احاطہ مراد ہے اور پ ۱/۲ میں صرف احاطہ قدرت۔

مُحِيْطًا: اسم فاعل مفرد منصوب، احاطہ مصدر ہر طرف سے گھیرے ہوئے، پورا پورا قابو رکھنے والا۔ ہر طرح سے جاننے والا۔ پ ۵/۱۳ میں احاطہ علمی مراد ہے اور پ ۵/۱۵ میں احاطہ قدرت۔

مُحِيْطٍ: اسم فاعل مفرد مجرور، ہر طرف سے گرفت میں رکھنے والا۔ ایسا قابو یافتہ کہ اس سے چھوٹ جانا ناممکن ہے۔ پ ۱۲/۸۔

مُحْيِ: اسم فاعل مفرد مضاف، احیاء مصدر باب افعال۔ اصل میں محیی تھا، زندہ کرنے والا۔ حیات بخشنے والا (حیات کے معنی کی تشریح کے لئے دیکھو اٰت) پ ۲۱/۸، ۲۴/۱۹۔

اَلْمَخَاضُ: اسم۔ دردِ ولادت، دردِ زہ مصدر۔ درد زہ ہونا۔ دردِ ولادت ہونا۔ مَخَضَتِ الْحَامِلُ مَخَاضًا حاملہ کو دردِ ولادت ہوا (فتح) تَمَخَّضَ الْوَلَدُ (باب تفعل) باہر نکلنے کے لئے بچہ نے پیٹ کے اندر حرکت کی۔ پ ۱۶/۵۔

اَلْمُخْبِتِيْنَ: اسم فاعل جمع مذکر، اِخْبَاتٌ مصدر۔ باب افعال۔ عاجزی اور خشوع کرنیوالے (دیکھو تُخْبِتَ) پ ۱۷/۱۲۔

مُخْتَالٍ : اسم فاعل واحد مذکر مجرور۔ اِخْتِیَالٌ
مصدر، باب افتعال خَیْلٌ مادہ، ناز سے
چلنے والا، اترانے والا۔ مغرور، متکبر۔ مَخِیْلَۃٌ
اور خُیَلَاءُ کا معنی ہے تکبر یعنی اپنے اندر اس
بڑائی کا خیال کرنا جو واقع میں نہ ہو۔ خیال
اصل میں اس دماغی صورت کو کہتے ہیں جو کسی
شخص یا چیز کے سامنے سے ہٹنے کے بعد دماغ
میں رہ جاتی ہے اسی طرح صورتِ خوابی کو بھی
خیال کہا جاتا ہے۔ انہی معانی کا لحاظ کر کے
خیال گمان کو کہنے لگے اور پندار و غرور کے لئے
بھی اس مادہ کا استعمال ہونے لگا کیونکہ تکبر
اور غرور بھی بے حقیقت ہوتا ہے صرف خود ساختہ
خیالی صورت ہوتی ہے وصف واقعی سے
خالی۔ ثلاثی مجرد باب سمع سے آتا ہے خَالَ
یَخَالُ، اس کا مصدر خَیْلٌ، خَیْلَۃٌ، خَالٌ
خَیَلَانٌ مَخِیْلَۃٌ مَخَالَۃٌ اور خَیْلُوْلَۃٌ
ہے اور سب کا معنی گمان کرنا۔ ثلاثی مزید
سے اسم فاعل واحد مؤنث یعنی مُخِیْلَۃٌ اور مُخْتَالَۃٌ
اُس ابر کو کہتے ہیں جس سے پانی برسنے کا
گمان ہو۔ ۲۱/۱۱ ۲۷/۱۹ ۔

مُخْتَالًا : اسم فاعل واحد مذکر منصوب اِخْتِیَالٌ
مصدر۔ باب افتعال۔ اکڑنے والا۔ اترانے
والا۔ ۵/۴

مُخْتَلِفٌ : اسم فاعل واحد مذکر مرفوع اختلاف
مصدر، باب افتعال۔ الگ الگ جدا جدا، قول
میں، رائے میں، عقیدہ میں، رنگ میں، خو خصلت
اور عادت میں، بہرحال کسی چیز میں اگر ایک شے
دوسری شے سے الگ ہو تو اسکو مختلف کہا جاتا
ہے باہم تضاد کے لئے اختلاف ضروری ہے لیکن
اختلاف کے لئے ایک کا دوسرے کی ضد ہونا
ضروری نہیں کبھی دو مختلف باہم متضاد ہوتے
ہیں کبھی نہیں ہوتے اختلاف کا مادہ خَلْفٌ
ہے مزید تشریح کے لئے دیکھو (خَلَفَ خَلْفَ
خَوَالِفَ خَلِیْفَۃ) ۱۴/۱۵ ۲۲/۱۶ ۔

مُخْتَلِفٍ : اسم فاعل واحد مذکر مجرور الگ الگ ۵/۸

مُخْتَلِفًا : اسم فاعل واحد مذکر منصوب جدا جدا

مُخْتَلِفُوْنَ : اسم فاعل جمع مذکر مرفوع، مُخْتَلِفٌ
واحد جدا جدا قول و عقیدہ رکھنے والے۔ ۳۰/۱

مُخْتَلِفِیْنَ : اسم فاعل جمع مذکر منصوب۔
مذہب اور دین میں الگ الگ۔ ۱۲/۱ ۔

مَخْتُوْمٌ : اسم مفعول واحد مذکر، ختام لگا ہوا
مہر زدہ، ختام کا ترجمہ دو طرح کیا گیا ہے :

لہ مہر کرنے کا مسالہ ٹ کسی چیز کا اختتام یعنی خاتمہ (دیکھو ختام) اس لئے مختوم کا ترجمہ اکثر اہل تفسیر نے مہر زدہ لکھا ہے یعنی جنت کی شراب کے برتنوں پر اللہ کی طرف سے بطور اعزاز و سند مہر لگی ہوگی جس کو اہل جنت ہی توڑیں گے لیکن ابن ابی شیبہ نے حضرت عبداللہ ابن مسعود کا قول نقل کیا ہے کہ مختوم وہ رحیق (شراب کہنہ صاف) ہوگی جس کے آخر میں مشک کی خوشبو ہوگی۔ اس قول پر ختام بمعنی ثانی ہوگا۔ (مدارک و جلالین) پ۳۰/۸ ۔

مَخْذُوْلًا: اسم مفعول واحد مذکر منصوب خَذْلٌ اور خِذْلَانٌ مصدر بے مدد چھوڑا ہوا۔ (دیکھو مَخْذُولًا) خذل اور خذلان، لازم بھی ہے یعنی بے مدد ہونا، مددگاروں سے بچھڑ جانا، خَذَلَتِ الظَّبْيَةُ ہرن اپنی جگہ سے بچھڑ گئی اسی لئے خَاذِل اور خذول بے مدد اور ہزیمت خوردہ شخص کو کہتے ہیں اور متعدی بھی ہے خَذَلَہٗ اس کو بے مدد چھوڑ دیا، خَذَلَ عَنْہُ اسکو بے مدد چھوڑ کر الگ ہوگیا (نصر، قاموس)، مخذول فعل متعدی سے اسم مفعول بنایا گیا ہے یعنی ضرورت کے وقت بے مدد چھوڑا ہوا۔ پ۱۵/۲ ۔

مُخْرِجٌ: اسم فاعل واحد مذکر مرفوع منوّن اِخراج مصدر باب افعال، ظاہر کرنیوالا۔

خروج (مصدر ثلاثی مجرد لازم) برآمد ہونا قرارگاہ سے باہر آجانا ایک حالت سے دوسری حالت اور ایک کیفیت سے دوسری کیفیت کی طرف نکلنا۔ باب افعال میں آکر خروج متعدی ہوگیا چونکہ خروج کے لئے ظہور لازم ہے اس لئے اخراج کا معنی اظہار بھی ہوتا ہے اور چونکہ عدم سے وجود میں آنا بھی ایک طرح کا خروج ہے اس لئے اخراج کا معنی پیدا کرنا بھی ہوتا ہے۔ پ۹/۱۴ ۔

مُخْرِجُ: اسم فاعل واحد مذکر مرفوع مضاف نکالنے والا۔ پیدا کرنیوالا۔ پ۷/۱۸ ۔

مُخْرَجَ: مصدر مضاف، نکالنا۔ اس آیت سے مراد مکہ سے نکالنا ہے اور مدینہ میں داخل کرنا۔ (ابن عباس، حسن بصری، قتادہ)

یا امن کے ساتھ مکہ سے نکلنا اور پھر فاتحانہ مکہ میں داخل کرنا مراد ہے (ضحاک) یا فرائض رسالت میں داخل کرنا اور پھر ادائے فرائض کے بعد دنیا سے نکالنا مراد ہے (مجاہد) یا جنت میں داخل کرنا اور مکہ سے نکالنا مراد ہے (روایت از حسن بصری) یا طاعت میں داخل کرنا اور ممنوعات سے نکالنا مراد ہے۔

(قال مجول) معالم التنزیل۔ پ ۱۵/۹۔

مَخْرَجًا: اسم ظرف مفرد، خروج مصدر، مخارج جمع، نکلنے کی جگہ۔ پ ۲۸/۱۷۔

مُخْرَجُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر مرفوع، اخراج مصدر، نکالے گئے۔ نکالے ہوئے۔ پ ۱۸/۳ پ ۲۰/۲۔

مُخْرَجِيْنَ: اسم فاعل جمع مذکر مجرور نکرہ، اخراج مصدر، نکالے گئے، نکالے ہوئے۔ پ ۱۴/۴۔

اَلْمُخْرَجِيْنَ: اسم فاعل جمع مذکر مجرور معرف باللام، اخراج مصدر، نکالے گئے، نکالے ہوئے۔ پ ۱۹/۱۲

مُخْزِیْ: اسم فاعل واحد مذکر، اخزاء مصدر باب افعال خِزْیٌ مادہ (ناقص یائی) ذلیل کرنے والا۔ رسوا کرنے والا۔

خَزْوٌ (ناقص واوی باب نصر) کسی پر زبردستی کرنا۔ زبردستی غالب آنا۔ مالک ہوجانا اس مادہ سے باب افعال نہیں آتا صرف خِزْیٌ اور خَزَایَۃٌ سے آتا ہے اول سے زیادہ اور دوسرے سے کم، خِزْیٌ کے معنی ہیں رسوائی ذلت، رسوا ہونا ذلیل ہونا اور خَزَایَۃٌ کے معنی ہیں شکست ذہنی اپنے کو خود ذلیل سمجھنا، جھجک (مع خَزْیَۃٌ) میں رسوائی میں اس پر غالب آیا (ضرب) قرآن مجید میں دونوں طرح استعمال ہوا ہے مخزی کے دونوں معنی صحیح ہیں اللہ کافروں کو دنیا و آخرت میں ذلیل و خوار کرنیوالا بھی ہے اور انکی حالت ایسی بنا دینے والا بھی ہے کہ وہ خود اپنے کو ذلیل سمجھیں۔ پ ۱۰/۷۔

اَلْمُخْسِرِيْنَ: اسم فاعل جمع مذکر مجرور اَلْمُخْسِرُ واحد اخسار مصدر باب افعال تول میں کمی کرنے والے وزن میں کمی کرنے کے دو معنی ہیں۔

۱۔ کسی کو وزن میں کم دینا ڈنڈی مارنا بورانہ دینا اس کو تطفیف بھی کہتے ہیں۔

۲۔ ایسے کام کرنا جس سے قیامت کے دن نیکیوں کا پلڑا ہلکا ہوجائے مُخْسِرِیْن کا مطلب دونوں طرح سے لیا جاسکتا ہے (راغب) اکثر مفسرین نے اول معنی ہی کو بیان کیا ہے اور اسی کو ترجیح دی ہے یاد رکھو کہ اللہ نے خسران یا اس کے مشتقات کا استعمال جس جگہ بھی قرآن میں کیا ہے اس سے مراد اخروی نقصان اور نیکیوں کے پلڑے کا ہلکا ہونا اور قیامت کے دن گھاٹا اٹھانا ہے البتہ باب افعال یعنی لفظ اخسار سے جتنے صیغے مستعمل ہوئے ہیں ان میں خسران کے دونوں معنی مراد ہیں کہیں ایک کہیں دوسرا (خسران کی مزید تنقیح کے لئے دیکھو لفظ خُسر منقول از مفردات راغب)

مُخْضَرَّةً: اسم فاعل واحد مؤنث منصوب اِخْضِرَارٌ مصدر، باب افعلال سرسبز، کاہی رنگ والا، سبز سیاہی مائل۔ خُضْرَةٌ سفیدی اور سیاہی کا مخلوط رنگ جس میں سیاہی کی طرف میلان زیادہ ہو اس لیے عربی میں اخضر کو اسود اور اسود کو اخضر کہہ لیا جاتا ہے عراق کا وہ علاقہ جو بہت سرسبز ہے سواد کہلاتا ہے خَضِرَ (سمع) سبز ہو گیا، خَضَرَ (نصر) کاٹا، اَخْضَرَ (باب افعال) سبز کر دیا۔ اِخْتَضَرَ (باب افتعال) کٹ گیا (لازم) اِخْتَضَرَ الْكَلَأَ سبز گھاس کاٹی (متعدی) اِخْضَرَّ (باب افعلال) سبز ہو گیا، سیاہ ہو گیا کٹ گیا، اسی سے مُخْضَرَّةٌ اسم فاعل واحد مؤنث ہے۔ ۱۷/۱۵ ۔

مَخْضُوْدٍ: اسم مفعول واحد مذکر مجرور ضحاک و مجاہد نے کہا پھلدار درخت، پھلوں سے اتنا لدا ہوا کہ نیچے کو جھک جائے۔ ابن عباس اور عکرمہ نے کہا کانٹوں سے صاف کیا ہوا درخت جس کے کانٹے توڑ دیے جائیں حسن بصری نے کہا تاکہ ہاتھوں کو زخمی نہ کریں، ابن کیسان نے کہا تاکہ کچھ دکھ نہ ہو (معالم) راغب نے ابن عباس کے قول کی تائید کی ہے۔

اَخْضَدَ اتنا لچکدار کہ نیچے کو دوہرا ہو جائے خَضَدٌ نیچے کو جھکا ہوا لچکا ہوا جو سیدھا کھڑا نہ ہو سکے خَضَدَ الشَّجَرَ درخت کے کانٹے کاٹ دیے چھیل دیے خَضِيْدٌ اور مَخْضُوْدٌ صفت کے صیغے اسی سے ہیں مُنْخَضِدٌ لچک کے بارے دوہرا ہو جانے والا نیچے کو جھک جانے والا، اِنْخَضَدَ الْعُوْدُ لکڑی لچک کی وجہ سے نیچے کو جھک گئی۔ ۲۷/۱۴ ۔

مُخَلَّدُوْنَ: اسم مفعول جمع مذکر، تَخْلِيْدٌ مصدر، باب تفعیل، خُلْدٌ اور خُلُوْدٌ کا معنی ہے کسی چیز کا ہمیشہ یا مدت دراز تک ایک حالت پر باقی رہنا اسکی حالت میں تغیر نہ آنا اس لیے مُخَلَّدٌ کا معنی ہوا ہمیشہ یا مدت دراز تک ایک حالت پر قائم رکھا گیا۔ رَجُلٌ مُخَلَّدٌ اس آدمی کو کہتے ہیں جس کے بال مدت دراز تک سفید نہ ہوں۔ (راغب)

اسی بنا پر مفسرین نے آیت میں مخلدون کا ترجمہ کیا ہے نہ کبھی مرنے والے نہ کبھی بوڑھے ہونے والے ہمیشہ لڑکوں ہی کی شکل پر قائم رہنے والے (خازن و بیضاوی) سعید بن جبیر نے کہا کہ مُخَلَّدٌ اس شخص کو کہتے ہیں جس کے کانوں میں

بالے پڑے ہوں اس صورت میں مخلدون کا ترجمہ
ہوا وہ لڑکے جن کے کانوں میں بالے پڑے
ہوں گے (معالم) ۲۷/۱۴ ۲۹/۱۹ ۔

مُخْلِصًا: اسم فاعل واحد مذکر منصوب،
اخلاص مصدر، باب افعال خالص کر لینے والا
اخلاص کا معنی ہے کسی چیز کی آمیزش سے دوسری
چیز کو الگ کرنا چھانٹ دینا بندہ کے مخلص ہونے
کا مطلب ہوتا ہے خالص اللہ کی اطاعت
کرنی اللہ کو یہودیوں کی تشبیہ اور عیسائیوں
کی تثلیث سے پاک سمجھنا بقول راغب ماسوی
اللہ سے اپنے خیال کو ہٹا لینا اور صرف اللہ ہی کا
ہو جانا۔ رہا اللہ کا بندہ کو مخلص بنانا تو اس کا مطلب
ہے بندہ کو ممتاز منتخب اور برگزیدہ بنا لینا، اپنی
خصوصی عنایت کے لئے چن لینا۔ ۲۳/۱۵، ۱۶ ۔

مُخْلَصًا: اسم مفعول واحد مذکر، اخلاص مصدر
چنا ہوا۔ چھانٹا ہوا، برگزیدہ اور ممتاز
کیا ہوا۔ ۱۶/۱۱ ۔

مُخْلِصُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر مرفوع
مخلص واحد۔ خالص اللہ کی اطاعت کرنے والے
بغیر آمیزش شرک کے اللہ کو واحد جاننے والے ہر معصیت
سے اپنے قول و فعل کو پاک رکھنے والے۔ ۱/۱۶ ..

مُخْلِصِیْنَ: اسم فاعل جمع مذکر منصوب، مجرور نکرہ
مخلص واحد، ترجمہ تفصیل مذکور دیکھو مخلصون اور
مخلصا ۸/۱ ۱۱/۲ ۱۳/۳، ۱۴ ۲۴/۱۲، ۷ ۳۰/۲۲ ۔

اَلْمُخْلَصِیْنَ: اسم مفعول جمع مذکر معرفہ مخلص
واحد، چھانٹے ہوئے، برگزیدہ بنائے ہوئے،
منتخب، ۱۲/۱۳ ۱۴/۳ ۲۳/۶، ۸، ۹، ۱۴ (دیکھو مخلصا)

مُخْلِفَ: اسم فاعل واحد مذکر منصوب مضاف
اِخلاف مصدر باب افعال وعدہ کے خلاف
کرنیوالا، وعدہ کو پیچھے ڈالدینے والا۔ اِخلاف
کا اصل معنی ہے ایک کا دوسرے کے بعد اپنے
جانوروں کو پانی پلانا۔ اَخْلَفَ الشَّجَرُ (لازم)
پت جھاڑ کے بعد درخت سرسبز ہو گیا اَخْلَفَ
اللّٰہُ عَلَیْکَ (متعدی) اللہ تجھے گذشتہ کا
عوض عطا کرنے ۱۳/۱۹ (تنقیح کے لئے دیکھو
خَلَفَ خَلْفَ خَلِیْفَۃ)

اَلْمُخَلَّفُوْنَ: اسم مفعول جمع مذکر مرفوع
تَخْلِیْفٌ مصدر باب تفعیل، پیچھے چھوڑے
ہوئے لوگ، تخلیف کسی کو پیچھے کر دینا
پیچھے چھوڑ دینا۔ خَلَّفْتُہٗ میں نے اسکو اپنے
پیچھے چھوڑ دیا۔ ۱/۲۶ میں مراد وہ بارہ آدمی
جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تبوک کے

جہاد پر نہیں گئے تھے مدینہ میں پیچھے رہ گئے تھے ب۲۶/۱ میں مدینہ کے آس پاس رہنے والے وہ بدو مراد ہیں جن کو حدیبیہ کے سال حضورِ اقدس نے اپنے ساتھ مسلمان کے ہمراہ مکہ کو چلنے کا حکم دیا تھا لیکن وہ قریش کے ڈر کے مارے ساتھ نہیں گئے اللہ نے ان کو پیچھے ہی رکھا (تفصیل کے لئے دیکھو باب الفا مع اللام)

اَلْمُخَلَّفِیْنَ: اسم مفعول جمع مذکر مجرور پیچھے چھوڑے ہوئے لوگ یعنی وہ بدو جو حوالی مدینہ میں رہتے تھے اور حدیبیہ کے سال مکہ کو مسلمان کے لشکر کے ساتھ جانے سے حیلے بہانے کر کے رہ گئے تھے۔ ب۲۶/۱۰۔

مُخَلَّقَۃٍ: اسم مفعول واحد مؤنث مجرور، تخلیق مصدر۔ باب تفعیل خلق مادہ۔ حاکم نے ابن عباس کا قول نقل کیا ہے کہ مُخَلَّقَۃٍ سے مراد وہ بوٹی جو زندہ ہو جاتی ہے اور غیر مخلقہ سے مراد وہ بوٹی جو ساقط ہو جاتی ہے قتادہ سے بھی یہی مروی ہے بغوی نے معالم میں لکھا ہے قال ابن عباس و قتادۃ مخلقۃ ای تامۃ و غیر مخلقۃ غیر تامۃ ای ناقصۃ الخلق و قال مجاھد مصورۃ و غیر مصورۃ یعنی السقط و قیل المخلقۃ الولد الذی یأتی بہ المرأۃ لوقتہ و غیر المخلقۃ المسقط یعنی ابن عباس و قتادہ نے فرمایا کہ مخلقہ یعنی پوری بناوٹ والی اور غیر مخلقہ وہ جسکی بناوٹ پوری نہ ہو ناقص ہو۔ مجاہد نے فرمایا مخلقہ جس کے خد و خال اور شکل بنا دی گئی ہو اور غیر مخلقہ وہ جس کی شکل نہ بنی ہو یعنی گرنے والا بچہ بعض لوگوں کا قول ہے کہ جو بچہ اپنے پورے وقت پر پیدا ہوتا ہے وہ مخلقہ ہے اور جو وقت سے پہلے گر جاتا ہے وہ غیر مخلقہ ہے صاحبِ مدارک نے لکھا ہے کہ مخلقہ وہ بوٹی ہے جس کے اعضاء درست اور ہموار ہوں ساخت ٹھیک ہو بناوٹ کا کوئی عیب اور نقصان نہ ہو اور غیر مخلقہ وہ بوٹی ہے جو ایسی نہ ہو گویا اللہ ابتدائی بوٹی میں ہی اختلاف کر دیتا ہے، کسی کی ساخت پوری، اعضاء کامل، اور بناوٹ نقصان سے پاک ہوتی ہے کسی کی ایسی نہیں ہوتی اس بنیادی تفاوت کی وجہ سے ہی آدمیوں کی شکل صورت بناوٹ اور پستی درازی میں تفاوت اور اعضاء کا کمال و نقصان ہوتا ہے۔

محلی اور بعض دوسرے اہلِ تفسیر نے

ابن عباس اور مجاہد کی تفسیر کو جمع کر دیا ہے اور مخلقہ کا ترجمہ کیا ہے شکل والی پوری ساخت والی اور غیر مخلقہ وہ جو مخلقہ کے خلاف ہو۔ صاحبِ معجم القرآن نے مدارک کے موافق تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے یہ لفظ خَلَقَ السِّوَاکَ وَالْعُوْدَ سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے مسواک اور لکڑی کو چھیل کر درست اور چکنا کر دیا، صَخْرَۃٌ خَلْقَاءُ چکنا پتھر، چٹان اساس میں ہے خَلَّقَ الْقِدْحَ تیر کو چھیل کر چکنا کر دیا۔ ۱۷/۸۔

مَخْمَصَۃٌ: اسم۔ ایسی بھوک جس سے پیٹ لگ جائے، خَمْصَۃٌ بھوک، نشیبی گڑھا۔ خامِصٌ پتلے پیٹ والا۔ خُمْصَانٌ وہ شخص جس کے پیٹ میں بھوک کی وجہ سے گڑھا ہو خُمُصُ الْحَشٰی پتلے پیٹ والا۔ اَخْمَصُ تلوے کا گڑھا جو زمین پر نہیں لگتا (قاموس) خَمَصَہٗ الْجُوْعُ خَمْصًا وَمَخْمَصَۃً بھوک نے اس کا پیٹ لگا دیا (نصر، متعدی) خَمَصَ الْبَطْنُ پیٹ لگ گیا۔ خَمَصَ الْجُرْحُ زخم کا ورم دب گیا (نصر لازم) ۶/۵ ۱۱/۳۔

مَدًّا: اسم اور مصدر (نصر) کھینچنا، پھیلانا، بچھانا۔ وسیع کرنا۔ دن نکلنا، دوات میں روشنائی ڈالنا۔ دوات سے روشنائی نکالنا۔ نظر کا پھیلاؤ پیہم مسلسل زیادتی کرنا۔ دریا کا چڑھاؤ۔ آیت میں پیہم زیادتی کرنا مراد ہے۔ ۱۶/۸

مِدَادًا: اسم۔ روشنائی۔ چراغ کا تیل ہر چیز کی زیادتی، جنت کے حوض کے متعلق حدیث میں آیا ہے میزابان یمدانھا الجنۃ دو نلے اس میں آکر کھلتے ہیں جن میں پیہم افزونی جنت سے ہوتی ہے یعنی جن کا سرچشمہ جنت میں ہے آیت میں اول الذکر معنی مراد ہے (والفعل من نصر) ۱۶/۲۔

مَدَّ: واحد مذکر غائب ماضی معروف مَدٌّ مصدر (نصر) بچھایا پھیلایا۔ ۱۳/۳ ۱۹/۳۔

موخر الذکر آیت میں سایہ کو پھیلانے سے مراد ہے فجر صادق سے طلوع آفتاب تک کا پورا وقت جس میں نہ رات کی تاریکی ہوتی ہے نہ سورج کی چمک اور دھوپ ابن عطیہ نے اس تخصیص کو اگرچہ قابلِ اعتراض قرار دیا ہے لیکن تمام مفسروں نے بالاجماع یہی مطلب لکھا ہے اجماع اہلِ تفسیر کے مقابلہ میں ابن عطیہ کا شبہ کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔

امام راغبؒ ابوعبیدہؒ اور مجدالدین فیروز آبادیؒ نے لکھا ہے کہ کسی خیر اور بھلائی میں افزونی کرنے کے موقع پر امداد (باب افعال) اور اس کے مشتقات کا استعمال کیا جاتا ہے اور دکھ کی زیادتی کو بیان کرنا ہوتا ہے تو مَدَّ (نصر) بولا جاتا ہے یعنی مادہ ایک ہی ہے لیکن خیر میں زیادتی کے لئے ثلاثی مزید اور عذاب و تکلیف کی زیادتی کے لئے ثلاثی مجرد کا استعمال اکثر کیا جاتا ہے۔

ابوعبیدہ نے یہ بھی کہا ہے کہ بغیر بیرونی اضافہ اور زیادتی کے کسی چیز میں افزونی کرنے کے لئے مَدَّ کہا جاتا ہے اور بیرونی زیادتی کو بیان کرنا ہوتا ہے تو اَمَدَّ کہتے ہیں جیسے اَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ الخ اور اَنْ يُّمِدَّكُمْ بالف الخ (دیکھو باب الالف مع المیم)

مُدَّتْ: واحد مؤنث غائب ماضی مجہول، مَدٌّ مصدر، باب نصر، کھینچی جائیگی، چمڑے کی طرح کھینچ کر ہموار کر دی جائیگی نہ اس پر بلندی رہیگی نہ پستی۔ (اخرجہ الحاکم عن جابر بن عبداللہ مرفوعا) $\frac{۳۰}{۱۹}$۔

مُدَّتِهِمْ: مدت مجرور۔ مجرور ھُمْ ضمیر جمع مذکر مضاف الیہ۔ ان کے معاہدہ کا زمانہ یعنی میعادِ معاہدہ ختم ہونے تک، مدت کا معنی ہے وقت کا ایک حصہ۔ پورا وقت پوری مسافت، زمان و مکان دونوں کے لئے اس کا استعمال ہوتا ہے۔ آیت میں معاہدہ کا زمانہ یعنی بقیہ نو ماہ مراد ہیں۔ $\frac{۱۰}{۷}$۔

مَدَدًا: زیادتی۔ طاقت کا اضافہ۔ مَدَدُ الجیش وہ چیز جس سے فوج کی طاقت میں اضافہ کیا جاتا ہے جیسے ہتھیار، رسد، مزید کمک وغیرہ۔ آیت میں اول معنی مراد ہے (مظہری) مگر یاد رکھو کہ بقول راغب اس جگہ عام زیادتی مراد نہیں ہے بلکہ بڑھوتری و نشو ونما کی افزونی اور ایسی زیادتی مراد ہے جیسے کسی پانی کے سرچشمے اور سوت سے نو بنو اور پیہم ہوتی رہتی ہے۔ $\frac{۱۶}{۲}$۔

مَدَدْنَا: جمع متکلم ماضی معروف، مَدٌّ مصدر، باب نصر۔ ہم نے پھیلایا۔ ہم نے بچھایا۔ $\frac{۱۴}{۲}$۔

مُدْبِرًا: اسم فاعل واحد مذکر۔ اِدْبَارٌ مصدر۔ باب افعال۔ پشت پھیرنے والا۔ دُبُر پشت، پیچھے، انجام، آخر، اسی سے دَبَرَ فعل ماضی (نصر) بنایا گیا ہے۔ اس نے پشت پھیری اور گیا۔ باب افعال سے اَدْبَرَ کا

بھی یہی معنی ہے۔ پ ۱۹/۱۶ پ ۳۰/۲۔

اَلْمُدَبِّرَاتِ: اسم فاعل جمع مؤنث مجرور۔ اَلْمُدَبِّرَةُ واحد مؤنث۔ تدبیر مصدر، باب تفعیل، تدبیر کا معنی ہے انجام کو سوچنا، انتظام کرنا ہر چیز کے دُبُر یعنی نتیجہ پر غور کرنا۔ یہاں بقول حضرت ابن عباس فرشتوں کی وہ جماعتیں مراد ہیں جو انتظامِ کائنات پر اللہ کی طرف سے مامور ہیں۔ (بغوی۔ معالم) پ ۳۰/۳۔

مُدْبِرِيْنَ: اسم فاعل جمع مذکر منصوب مدبر مفرد۔ اِدبار مصدر۔ باب افعال، پشت موڑنے والے۔ پیٹھ دینے والے۔ قرآنِ مجید میں مدبر یا مدبرین کا لفظ تنہا نہیں استعمال کیا گیا بلکہ تَوَلّٰی یا تَوْلِیَۃٌ سے کوئی فعل ضرور ساتھ ساتھ ذکر کیا گیا ہے مثلاً وَلَّيْتُمْ، تُوَلُّوا، تُوَلُّوْنَ، وَلَّوْا۔ تُوَلُّوا۔ وَلّٰى وغیرہ، ایسا اس لئے کیا گیا کہ منہ موڑ کر پشت پھیر کر چلے جانے کا مفہوم پیدا ہو جائے۔ پ ۱/۱۰ پ ۱۷/۵ پ ۲۰/۲ پ ۲۱/۸ پ ۲۳/۷ پ ۲۴/۹۔

اَلْمُدَّثِّرُ: اسم فاعل واحد مذکر۔ تَدَثُّر باب تَفَعُّل۔ یہ لفظ اصل میں اَلْمُتَدَثِّرُ تھا، تاء کو دال سے بدل کر دال کو دال میں ادغام کر دیا اوپر سے کپڑا اوڑھنے والا۔

شعار اس کپڑے کو کہتے ہیں جو بدن کی کھال سے ملا ہوا ہوتا ہے (جیسے بنیان شلوکہ) اور دثار وہ کپڑا ہوتا ہے جو اوپر سے پہنا یا اوڑھا جاتا ہے اسی لئے رَجُلٌ دَثُوْرٌ پوشیدہ گمنام آدمی کو اور سَيْفٌ دَاثِرٌ پرانی زنگ سے بھری ہوئی تلوار کو اور داثر اس فرسودہ کھنڈر کو جس کے نشان بھی مٹ کر چھپ گئے ہوں، کہتے ہیں۔ (قاموس)

المدثر رسول اللہ کے اسمارِ نفسیہ میں سے ایک نام اسی آیت کی وجہ سے ہو گیا اور سورت کا نام بھی اسی بنیاد پر قرار پایا جمہور کا قول ہے کہ سب سے اول سورۂ اقرأ مالم یعلم تک نازل ہوئی پھر تین سال تک وحی بند رہی یہی فترۃ الوحی کا زمانہ کہلاتا ہے اس کے بعد یاایہا المدثر نازل ہوئی حضرتِ جابر بن عبداللہ کا قول ہے کہ سب سے پہلے سورۂ مدثر نازل ہوئی، رواہ ابوسلمۃ (معالم)

حقیقت یہ ہے کہ انقطاع وحی کے زمانہ کا ایک واقعہ جب حضور نے بیان فرمایا کہ اثنائے راہ میں میں نے آسمان کی طرف سے ایک آواز سنی، نظر اٹھا کر دیکھا تو وہی فرشتہ

جو حرا میں آیا تھا آسمان اور زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا نظر آیا، میں ڈر گیا گھر میں پہنچا تو بیوی سے کہا زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ مجھے لپیٹو مجھے کچھ اڑھاؤ۔ اس کے بعد اللہ نے یا ایہا المدثر فاھجر تک نازل فرمائی (صحیحین) اس واقعہ سے غالباً حضرت جابر نے سمجھ لیا کہ سورہ مدثر سب سے پہلے نازل ہوئی حالانکہ یہ انقطاع وحی کے زمانہ کا واقعہ ہے اس سے پہلے وحی آچکی تھی۔ ۲۹/۱۵۔

اَلْمُدْحَضِیْنَ: اسم مفعول جمع مذکر مجرور اَلْمُدْحَضُ واحد اِدْحَاضٌ مصدر باب افعال قرعہ اندازی میں ہار جانے والے، اصل معنی ہے پھسلائے ہوئے مغلوب آدمی بھی کامیابی کے مقام سے پھسل کر گر جاتا ہے اسلئے قرعہ اندازی میں ہار جانیوالے کو مُدْحَض کہا جاتا ہے۔

دَحَضَتْ رِجْلُہٗ (فتح) اس کا پاؤں پھسل گیا۔ ھٰذِہٖ مَدْحَضَۃُ الْقَوْمِ یہ قوم کی لغزش ہے ھٰذَا مَکَانٌ دَحْضٌ یہ پھسلنے کی جگہ ہے ایک شاعر کا قول ہے ؎

رَدِیْتَ وَنَجَّی الْیَشْکُرِیَّ حِذَارُہٗ
وَحَادَ کَمَا حَادَ الْبَعِیْرُ عَنِ الدَّحْضِ

تو لڑک کر گر گیا اور احتیاط نے یشکری کو بچا لیا وہ اس طرح مڑ کر بچ گیا جس طرح پھسلن کے مقام سے اونٹ مڑ کر بچ جاتا ہے۔

وَدَحَضَتِ الشَّمْسُ عَنْ کَبِدِ السَّمَاءِ نقطہ وسط النہار سے سورج ڈھل گیا۔ مزید تنقیح کے لئے (دیکھو داحضۃ) ۲۳/۹۔

مَدْحُوْرًا: اسم مفعول واحد مذکر منصوب دَحْرٌ اور دُحُوْرٌ مصدر، باب نَصَرَ۔ رحمت سے دور کیا ہوا۔ ہنکایا ہوا نکالا ہوا۔ دحور کا معنی ہے دور کرنا، ہنکانا۔ دُحُوْرٌ صیغہ صفت (دیکھو دُحُوْرًا) ۸/۹، ۱۵/۴۰۔

مُدْخَلَ: مصدر میمی مضاف باب افعال داخل کرنا۔ (مزید تنقیح کے لئے لفظ دخل، دخلوا اور مخرج) ۱۵/۹۔

مُدْخَلًا: مصدر میمی نکرہ، داخل کرنا۔ ۵/۲، ۱۷/۱۵۔

مُدَّخَلًا: اسم ظرف، باب افتعال۔ دَخَلَ مادہ، داخل ہونے کا مقام، گھسنے کی جگہ، یہ لفظ اصل میں مُدْتَخَلًا تھا، تاء کو دال سے بدل کر دال کو دال میں ادغام کر دیا۔ ۱۰/۱۴۔

مِدْرَارًا: صیغہ مبالغہ، دَرٌّ مصدر و اسم بہت برسنے والا، دَرٌّ کا معنی ہے ہر چیز کی خوبی

دودھ، دودھ کی کثرت، روانی۔ دِرَّۃٌ اسم مصدر دودھ خون، دودھ کی کثرت روانی، بارش، دَارٌّ اسم فاعل، رواں، برسنے والا۔ دَرَّتِ النَّاقَۃُ (نصر وضرب متعدی) اونٹنی نے بہت دودھ دیا۔ دَرَّ الْعَرَقُ (ضرب لازم) پسینہ جاری ہوگیا دَرَّ السِّرَاجُ چراغ روشن ہوگیا۔ دَرَّتِ السُّوْقُ بازار کھل گیا۔ چل گیا۔ دَرَّ وَجْھُکَ بیماری سے اچھا ہونے کے بعد تیرے چہرے پر رونق آگئی۔ ان تمام مشتقات کا مادہ دَرٌّ ہے جس کا اصل معنی دودھ یا دودھ کی کثرت اور روانی ہے توسیع استعمال کے بعد پانی برسنے چراغ کے نور پھیلنے بازار کے پُررونق ہونے اور چہرہ پر صحت کی چمک آجانے کو کہہ لیا گیا اس کے بعد تیسرے نمبر پر ہر خوبی اور اچھائی کیلئے اس کا استعمال ہونے لگا۔ ۷ ۱۲/۵ ۲۹/۹۔

مُدْرَكُوْنَ: اسم مفعول جمع مذکر مرفوع۔ مُدْرَكٌ واحد، اِدْرَاكٌ مصدر، باب افعال، دَرَكٌ مادہ، ہم تعاقب کرکے پکڑ لئے جائینگے دشمن ہم تک پہنچکر ہم کو پکڑ لیں گے ادراک کا معنی ہے کسی چیز کا اپنے منتہا پر پہنچ جانا اَدْرَكَ الْغُلَامُ لڑکا بالغ ہوگیا۔ اَدْرَكَ الثَّمَرُ پھل اس حد تک پہنچ گیا کہ اس کو استعمال کیا جاسکتا ہے (لازم)، اَدْرَكَهٗ (متعدی) اسکو پالیا، حاصل کرلیا، پہنچ گیا (دیکھو ادرکہ باب الالف مع الدال) اَدْرَكْتُهٗ بِبَصَرِیْ میں نے اس پر اپنی نظر پہنچادی یعنی دیکھ لیا۔ تَدَارَكَ۔ اِدَّارَكَ۔ اَدْرَكَ۔ مُدْرَكٌ سب کا مادہ دَرَكٌ ہے (دیکھو الفاظ مذکورہ کے لئے باب التاء، باب الالف) ۱۹/۸۔

مُدَّكِرٍ: اسم فاعل واحد مذکر، اِدِّكَارٌ مصدر باب افتعال، نصیحت کو یاد رکھنے والا دل سے قبول کرنے والا۔ یہ لفظ اصل میں مُذْتَكِرٌ تھا تاء کو دال سے بدل کر دال کو دال میں ادغام کردیا (ملی) قبائل ربیعہ ذکر کو دکر کہتے ہیں باب افتعال میں پہنچکر اِذْتِكَارٌ کا اِدْتِكَار ہوگیا، ادتکار کا اسم فاعل مُدْتَكِرٌ ہے اور مُدْتَكِرٌ کو مُدَّكِرٌ کر لیا گیا۔ لیث کا قول ہے کہ ربیعہ والے دکر غلط بولتے ہیں اصل لفظ ذکر ہے لیکن قرآن مجید نے مُدَّكِر دال کے ساتھ استعمال کیا ہے پھر غلط کس طرح ہوسکتا ہے (ذکر کی توضیح کے لئے دیکھو ذکر ذکر لے ذاکرین تذکرہ وغیرہ) ۲۷/۸، ۹، ۱۰۔

مُدْهَامَّتَانِ: اسم فاعل و اسم مفعول۔

تثنیہ مؤنث مُدْهَامَّةٌ واحد، دونوں گہرے سبز ہیں،
اتنے سرسبز کہ ان کا رنگ کالا ہی سیاہ ہو گیا۔ اِدْهِيمَامٌ
مصدر سیاہ ہونا یعنی گہرا سبز کالا ہی ہو جانا دُهْمَةٌ سیاہی
حَدِيقَةٌ دُهْمَاءُ انتہائی سرسبز باغ، دُهْمٌ ہر مہینہ کی
آخری تین راتیں جن میں بالکل تاریکی ہوتی ہے
دُهَيْمٌ اور دُهَيْمَةٌ کالی مصیبت یعنی سخت
مصیبت۔ ۲۷/۱۳ ۔

مُدْهِنُوْنَ : اسم فاعل جمع مذکر مرفوع
اِدْهَانٌ مصدر، باب افعال۔ بے وقعت
سرسری سمجھنے والے۔ چکنی چپڑی باتیں بنانے
والے، مکھن لگانے والے۔ اِدْهَانٌ کا معنی
ہے کسی چیز کو بے وقعت ناقابلِ توجہ سمجھنا۔
نرمی کرنا۔ چکنی چپڑی باتیں بنانا۔ ایک شاعر
کہتا ہے ؎

اَلْحَزْمُ وَالْقُوَّةُ خَيْرٌ مِّنَ الْإِدْهَانِ وَالْقِلَّةِ وَالْهَاعِ

پختہ دانش اور قوت بہتر ہے کسی چیز کو بے وقعت
سمجھ کر ناقابلِ توجہ قرار دینے سے اور ضعف
اور بزدلی سے اصل میں دُهْن تیل کو
اور دھن تیل لگانے کو کہتے ہیں تیل کی مالش
کا استعمال اپنے حقیقی معنی کے علاوہ دو مجازی
معنی میں بھی ہوتا ہے۔

۱۔ کسی چیز کا خفیف ہلکا تھوڑا استعمال
جیسے دَهَنَ الْمَطَرُ الْاَرْضَ زمین کو بارش نے کسی
قدر گیلا کر دیا، ایک ہلکا چھینٹا پڑ گیا۔
۲۔ دھوکہ دینا، باتیں بنانا، کسی پر مکھن لگانا، آیت
میں یہی آخری معنی مراد ہے (الراغب) ۲۷/۱۶ ۔

مَدِيْنُوْنَ : اسم مفعول جمع مذکر مرفوع وہ
لوگ جن کو بدلا دیا جائے، بدلا دئیے جاؤ گے
یہ لفظ دَانَ يَدِيْنُ دِيْنًا سے ماخوذ ہے، دین
کا معنی ہے بدلا (دیکھو دین) محلی وخازن
ان لوگوں کو بھی مدینون کہا جاتا ہے جو کسی
کے زیر انتظام ہوں کوئی ان کا حاکم ہو کسی کا حکم ان
پر مسلط ہو (تاج۔ زجاج) دَانَ السُّلْطَانُ رَعِيَّتَهُ
بادشاہ نے اپنی رعایا کا انتظام کیا (قاموس) آیت
میں اول معنی مراد ہے ایک شاعر کا قول ہے،
فَدِنَّاهُمْ كَمَا دَانُوْا، ہم نے ان کو ویسا ہی
بدلہ دیا جیسا انہوں نے دیا تھا۔ ۲۷/۱۴ ۔

مَدِيْنِيْنَ : اسم مفعول جمع مذکر مجرور مَدِيْنٌ
مفرد، زیرِ حکم مسخر محکوم یعنی اگر تم کسی کے زیرِ حکم
اور مسخر نہیں ہو (زجاج) اگر تم کسی کے مملوک
نہ ہو (لسان) ۲۷/۱۶ ۔

مَدْيَنَ : اسم معرفہ عَلَم۔ حضرت شعیب کا

قبیلہ اور اسکی بستی جس کا محلِ وقوع عقبہ سے شرقی جانب تھا آج کل اس کو معان کہتے ہیں، اہلِ تاریخ جزیرہ سینا سے حدودِ فرات تک پورے علاقہ کو مدین کے نام سے موسوم کرتے ہیں، یہ لوگ تجارت پیشہ تھے، مصر، فلسطین اور لبنان سے تجارت کرتے تھے (معجم القرآن) ۱۴/۱۳ ۱۵/۱۲ ۸/۱۲ ۱۱/۱۶ ۱۲/۱۷ ۶، ۸، ۱۶/۲۰ -

اَلْمَدِیْنَۃ: اسم نکرہ، بڑا شہر، مدائن اور مُدُن جمع، اسم معرفہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دار الہجرۃ کا نام جسکو ہجرت سے پہلے یثرب کہتے تھے ۹/۴ ۱۲/۱۴ ۲۰/۵ میں مصر مراد ہے ۱۱/۴ ۲۲/۵ ۲۵/۱۳ میں مدینہ پاک مراد ہے ۵۲/۱۵ بحرۂ مردار کے ساحل پر قوم لوط کی بستی جس کا نام بقول صاحبِ قاموس سَذُوْم اور بقول جوہری سدُوم تھا اکثر اہلِ تفسیر نے سدوم ہی لکھا ہے ۱۵/۱۵ میں طرسوس مراد ہے جس کا قدیم نام افسوس تھا اسلامی دور میں اسکو طرسوس کہنے لگے ۱۶/۱ میں انطاکیہ مراد ہے جس کا نام قبریہ بھی تھا ۱۹/۱۹ میں ثمود کی بستی حجر مراد ہے۔

اَلْمَدَآئِن: جمع، المدینۃ واحد شہر مراد فرعون کے ممالکِ محروسہ۔ ۹/۴ ، ۱۹/۸

مُذَبْذَبِیْنَ: اسم مفعول جمع مذکر، منصوب، مُذَبْذَبٌ واحد، ذَبْذَبَۃٌ بروزن دَحْرَجَۃٌ مصدر، ڈانواڈول، پس و پیش میں مبتلا، نہ ادھر نہ اُدھر، ادھر ادھر میں معلق راغب نے اس کا ترجمہ مضطرب کیا ہے، ثلاثی مجرد ذَبَّ (نصر) اور ثلاثی مزید تَذْبِیْبٌ (تفعیل) کا معنی ہے دفع کرنا، ہنکانا، خشک ہوجانا۔ ذَبَّابٌ اور مِذَبٌّ بہت دفع کرنے والا۔ ذَبَّ فُلَانٌ مضطرب ہوا، ایک جگہ قرار نہ پکڑا، ذَبَّ الحوضُ حوض خشک ہوگیا ذَبَّ عَنْہُ کسی چیز سے روکا، دفع کیا (دونوں من نصر) ذَبَّ جِسْمُہٗ اس کا بدن سوکھ گیا۔ ذَبَّ فُلَانٌ اس کا رنگ بگڑ گیا۔ (ضرب) تَذَبْذُبٌ ڈانواڈول ہونا، کسی ایک بات یا ایک حالت پر نہ جمنا ایک شاعر کا قول ہے: تَرٰی کُلَّ مُلْکٍ دُوْنَہَا یَتَذَبْذَبُ ہر بادشاہ اس سے کم درجہ پر بھی مضطرب ہوتا ہے۔ ۵/۱۸ ۔

مُذْعِنِیْنَ: اسم فاعل جمع مذکر اِذْعَانٌ مصدر، باب افعال۔ ذَعَنٌ مادہ، اطاعت کرنیوالے، فرمانبردار، نَاقَۃٌ مُذْعِنَۃٌ فرمانبردار اونٹنی (راغب) اَذْعَنَ لَہٗ (سمع)

اس کا فرمانبردار ہو گیا۔ اَذْعَنَ لَہٗ (باب افعال) اس کے سامنے عاجزی کی، فرمانبرداری کی۔ اطاعت کے لئے دوڑا۔ اقرار کیا۔ (قاموس) ۱۵/۱۲ ۔

مُذَكِّرٌ: اسم فاعل واحد مذکر، تَذْكِيْرٌ اور تَذْكِرَةٌ مصدر، باب تفعیل، ذکر مادہ۔ نصیحت کرنے والا زندگی کا بھولا ہوا سبق یاد دلانے والا، نیکوں کی جزا اور بُروں کی سزا کا تذکرہ کرنے والا (دیکھو ذکرٌ ذکرے لے تَذْكِرَةٌ) ۳۰/۱۳ ۔

مَذْكُوْرًا: اسم مفعول واحد مذکر، ذِكْرٌ مصدر، باب نصر، قابلِ ذکر، موجود دیکھو ذکر و ذکریٰ)

مَذْمُوْمٌ: اسم مفعول مفرد مرفوع، ذَمٌّ مصدر (نصر) وہ شخص جس کی برائی کی جائے لوگ جس کی ذم کریں، ذَمٌّ اور ذِمٌّ صفت کے صیغے بھی ہیں یعنی مذموم کے ہم معنی، مُذَمَّمٌ وہ شخص جس کی سخت برائی کی جائے ذِمَّةٌ وہ عہد جس کی خلاف ورزی پر لوگ بُرا کہیں (دیکھو ذِمَّةٌ) ۲۹/۶ ۔

مَذْمُوْمًا: اسم مفعول مفرد منصوب، مذمت کیا ہوا، عیب دار (محلی) ذَمِيْمٌ اور ذَائِمٌ (اسم) بمعنی عیب اور (مصدر) بمعنی ذم فَاَمَّ يَذِيْمُ ذَيْمًا اور ذَأَمَ يَذْأَمُ ذَأْمًا دونوں کے معنی ایک ہیں، استعمال دونوں طرح ہے (اخفش و قاموس) ۵/۹ ۔

مَرَّ: واحد مذکر غائب ماضی معروف، مُرُوْرٌ مصدر (نصر) وہ گزر گیا، اِمْرَارٌ (باب افعال) رسّی کو بٹنا، مزہ کا تلخ ہو جانا۔ مَرِيْرَةٌ اور مُمَرٌّ رسی (دیکھو تَمُرُّ اور تَمُرُّوْنَ) ۳/۳ ، ۱۱/۴ ، ۱۲/۴ ، ۲۰/۲ ۔

مَرَّتْ: واحد مؤنث غائب (نصر) وہ گزری (دیکھو تَمُرُّ اور تَمُرُّوْنَ اور مَرَّ) بعض لوگوں نے کہا آیت میں مَرَّتْ کا معنی ہے اِسْتَمَرَّتْ یعنی ایک مدت تک وہ اسی حالت میں رہی، مدت تک یونہی گزرتی رہی (راغب) ۹/۱۴ ۔

اَلْمَرْءُ: مرد، اس لفظ کی جمع نہیں آتی اَلْمَرْأَةُ عورت (دیکھو امرؤا و امْرَأَتُہٗ اور اِمْرَأَتِيْ) مُرُوْءَةٌ کمال مردیت، شرافت (اسم مصدر) ۲/۱۲ و ۳۰/۵ ۔

اَلْمَرْءِ: بتفصیل مذکور۔ ۱/۱۲ ، ۹/۱۴ ۔

مِرَاءً: مصدر منصوب باب مفاعلۃ، جھگڑا کرنا، ایسی چیز میں جھگڑا کرنا جس میں تردد کیا جا رہا ہو۔ اِمْتِرَاءٌ (باب افتعال) کا بھی یہی معنی ہے۔ اصل میں دودھ دوہنے کے لئے جانور کے

نفس سہلانے کو مُزجّی کہتے ہیں، نتیجہ تک پہنچنے کے لئے امرِ نزاعی میں باہم گفتگو کرنیوالے بھی جھگڑتے ہیں (راغب) ۱۵/۱۵۔

مَرَّةً : ایک بار۔ پ۸/۱۹،۱۷ پ۱۰/۳، ۸، ۱۶، ۱۷ پ۱۱/۵ پ۱۵/۱، ۵، ۱۸ پ۱۶/۱۱ پ۲۳/۴ پ۲۴/۱۷۔

مَرَّتَانِ : تثنیہ مرفوع مَرَّةٌ واحد ۲ بار پ۲/۱۲۔

مَرَّتَيْنِ : تثنیہ منصوب 〃 〃 〃 پ۱۱/۲، ۵ پ۱۵/۱ پ۲۰/۹ پ۲۲/۱۔

مَرَّاتٍ : جمع منصوب مَرَّةٌ واحد چند بار، بہت بار، پ۱۸/۱۴ مَرًّا اور مُرُورٌ کا معنی ہے گزرنا۔ جب وحدت پر دلالت کرنیوالی تا مَرٌّ کے آخر میں بڑھا دی گئی تو ایکبار گزرنے کا معنی ہوگیا، اس کے بعد مَرَّةٌ کا تثنیہ اور جمع بنالی لیکن عمومی استعمال میں اس لفظی ساخت کا لحاظ نہیں کیا جاتا نہ گزرنے کا مفہوم مراد لیا جاتا ہے بلکہ بار اور دفعہ کا عمومی معنی ہوتا ہے گویا مَرَّة کا معنی ہوگیا ایک بار خواہ فعل کوئی ہو فعل کی وحدت یا اثنینیت یا کثرت کو ظاہر کرنے کے لئے لفظِ مَرَّة کا استعمال بصورتِ وحدت یا بصورتِ تثنیہ یا بصورتِ جمع ہوتا ہے۔

مِرَّةٍ : قوت اور جسمانی کرختگی، ابنِ عباس نے فرمایا خوبصورتی، قتادہ کا قول ہے جسمانی ساخت لمبی، خوبصورت (معالم) پ۲۷/۵۔

اَلْمَرَاضِعَ : جمع، اَلْمَرْضَعُ واحد، مَرْضَعٌ ظرفِ مکان ہے، دودھ پینے کی جگہ، چھاتیاں اور مصدر میمی بھی ہے چھاتی سے دودھ پینا (ضرب وسمع زناج) لَئِيْمٌ رَّاضِعٌ انتہائی کنجوس، اصل یہ ہے کہ جو شخص رات کو چپکے سے اپنی بکریاں دوہ لے تاکہ پڑوسی دوہنے کی آواز نہ سن پائے ایسے آدمی کو لئیم راضع کہا جاتا ہے (مفرداتِ راغب) اس معنی میں فعل کَرُمَ اور فَتَحَ سے آتا ہے (قاموس) رضاعت کی تشریح کے لئے دیکھو الرضاعة، ارضعن، رضاع، تسترضعوا) پ۲۰/۴۔

مُرَاغَمًا : ظرفِ مکان باب مفاعلة، جائے گریز، جائے فرار، ہجرت کا مقام، رَغَام غبار کو کہتے ہیں، اسی سے رَغِمَ اَنْفُهٗ (اسکی ناک خاک آلود ہو) اور اُرْغِمَ اَنْفُهٗ (اس کی ناک کو خاک آلودہ کردیا) بنایا گیا، ناک کا خاک آلودہ ہونا یعنی مٹی پر رگڑنا ذلت کی علامت ہے اسلئے رَغِمَ اَنف کا معنی ذلت ہوگیا اور ذلت سے غصہ آنا لازم ہے اس لئے رغم انف سے غضبناک ہونا اور ناراض ہونا مراد لیا جاتا ہے، ایک شاعر

کہتا ہے ؎

اِذَا رَغِمَتْ تِلْكَ الْاُنُوْفُ لَمْ اُرْضِهَا
وَلَمْ اَطْلُبِ الْعُتْبٰى وَلٰكِنْ اَزِيْدُهَا

جب ان کی ناکیں غبار آلود ہو جائیں یعنی وہ ناراض ہو جائیں تو میں ان کو راضی نہیں کرونگا اور نہ ان کی رضامندی چاہوں گا بلکہ ناراضگی اور بڑھا دوں گا۔

ذلت محسوس کرنے کے بعد ناراض ہو کر آدمی کا اپنے مخالف کے پاس سے ہٹ جانا کہیں چلا جانا لازم ہے اس لئے مُرَاغَمًا سے مراد ہو گیا، کہیں چلے جانے کا مقام، ہٹ جانے کی جگہ ہجرت کا مقام (معجم القرآن) ۵/۱۱۔

اَلْمَرَافِقِ: (اسم آلہ) جمع المرفق واحد کہنیاں، اصل میں مرافق ان چیزوں کو کہتے ہیں جن کے سہارے یا ذریعہ سے آرام یا نفع حاصل کیا جاتا ہے کہنی کے سہارے سے بھی آدمی آرام پاتا ہے اس لئے مرفق کا اطلاق کہنی پر ہونے لگا۔ مِرْفَقَۃٌ تکیہ گاؤ۔ مَرَافِقُ الدَّارِ مکان سے فائدہ حاصل کرنے کے مقامات مثلاً پرنالہ بیت الخلاء، دروازہ راستہ وغیرہ مُرَافِقٌ بمعنے موافق - رِفْقٌ نرمی نفع۔ حسن سلوک - رُفُقٌ سہل الوصول چیز، رَفَاقَۃٌ ہم سفر ہونا (باب سمع) رفیق۔ ہم سفر ساتھی رَفَقَ بِہٖ اور رَفَقَ عَلَیْہِ اس کے ساتھ نرمی کی اس کا مصدر رِفْقٌ اور مَرْفِقٌ آتا ہے اور چونکہ خود لازم ہے اس لئے متعدی بنانے کے لئے فعل کے بعد بار بھی آتا ہے اور علٰی بھی، اس صورت میں نَصَرَ کَرُمَ اور سَمِعَ تینوں ابواب سے اس کا استعمال ہوتا ہے لیکن اگر رَفَقَ کو خود متعدی کر دیا جائے اور رَفَقَہٗ کو اَرْفَقَہٗ کی طرح قرار دیا جائے تو نفع پہنچانے کا معنی ہوتا ہے اور فعل صرف باب نصر سے آتا ہے، اِرْتَفَقَ (باب افتعال) کہنی یا تکیہ کے سہارے سے آرام لیا کہنی بچھا کر اس پر رخسار رکھا۔ مُرْتَفِقٌ اسم فاعل اور مُرْتَفَقٌ ظرف مکان ہے۔ پ۔

مِرْفَقًا: اسم آلہ مفرد، وہ چیز جس کے ذریعہ سے نفع حاصل کیا جائے مراد صبح شام کا کھانا (مظہری بیضاوی) ۱۵/۱۴

مُرْتَفَقًا: ظرف مکان، مقام آرام وہ جگہ جہاں آرام حاصل کیا جائے۔ دوزخ آرام کی جگہ نہیں ہے جنت محل آسائش ہے جنت کے لئے مرتفقا کا استعمال اسی رکوع کے آخر میں کیا گیا ہے تقابل لفظی کی وجہ سے دوزخ کے لئے اس جگہ اس

لفظ کو استعمال کیا گیا (بیضاوی و مدارک)، پروفیسر عبدالرؤف نے معجم القرآن میں اس توجیہ کی تردید کی ہے اور دوزخ جنت دونوں کے لئے کلام کو حقیقت پر محمول کیا ہے لکھا ہے 'ارتفاق' کا معنی ہے کہنی بچھا کر اس پر رخسار رکھنا، یہ ہیئت ایک خوش عیش دولت مند کی ہوتی ہے اور غمگین مصیبت زدہ، الم رسیدہ کی بھی ایک شاعر کا قول ہے ؎

إِنِّي أَرِقْتُ فَبِتُّ اللَّيْلَ مُرْتَفِقًا

كَأَنَّ عَيْنِيَ فِيهَا الصَّابُ مَذْبُوحُ

میں بیدار رہا اور رات بھر کہنی پر سر رکھ کر گزار دی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میری آنکھ میں ایلوا لگا دیا گیا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ مرتفق مقام آسائش بھی ہوتا ہے اور مقام حزن و الم بھی، صاحب معجم کو شعر کا مطلب سمجھنے میں کچھ غلط فہمی ہوئی بات یہ ہے کہ مرتفق کہنی بچھا کر اس پر رخسار رکھنے والے کو کہتے ہی اس وجہ سے ہیں کہ عموماً اس صورت سے آرام ملتا ہے، اصل مادہ رفق ہی ہے کوئی مشتق مادۂ اشتقاق سے ہٹ کر مفہوم کو ظاہر نہیں کر سکتا اس لئے مرتفق کبھی دکھ پانے والے کو نہیں کہہ سکتے ہاں اس دکھ رسیدہ کو کہہ سکتے ہیں جو اپنا دکھ دور کرنے اور کسی قدر آرام پانے کے لئے کہنی بچھا کر اس پر سر رکھ لے شاعر کی بھی یہی مراد ہے، جب بیچارے کو رات بھر نیند نہ آئی اور بے چینی بڑھتی رہی تو اس نے کسی قدر آرام پانے کی یہ شکل پیدا کی کہ کہنی بچھا کر اس پر سر رکھ کر رات گزار دی نیند نہ ہوئی کچھ آرام تو ملا لیکن دوزخ تو ایسی جگہ نہیں کہ دوزخی کہنی بچھا کر اس پر سر رکھ کر آرام کریں نہ آرام حاصل کرنے کے لئے اس طرح دوزخیوں کا لیٹنا کہیں مروی ہے نہ تقاضا دانش ہے کہ وہاں ایسا ہو سکتا ہے اسلئے دوزخ پر مرتفق کا اطلاق محض تقابل لفظی کی وجہ سے ہی کیا گیا ہے اور بیضاوی ایسے محققین کی تشریح ہی صائب ہے۔ ۱۵/۱۶

مُرْتَابٌ : اسم فاعل واحد مذکر، ارتیابٌ مصدر باب افتعال، ریب مادہ، شک میں پڑنے والا۔ یہ لفظ اصل میں مُرْتَيِبٌ تھا (دیکھو ارتاب، ارتابوا، رَیب) ۲۴/۹۔

مُرْتَقِبُونَ : اسم فاعل جمع مذکر مرفوع، ارتقابٌ مصدر، باب افتعال، رَقْبٌ مادہ، انتظار کرنے والے۔ دیکھنے والے (دیکھو ارتقبوا۔ رقیب) ۲۵/۱۶ -

مَرَجَ : واحد مذکر غائب ماضی معروف، مَرَجٌ مصدر، باب نَصَرَ، ایک کو دوسرے سے ملا ہوا آزاد چھوڑ دیا۔ مُرُوْجٌ بمعنے اختلاط (باب سمع) مَرِجَ اَمْرُهُمْ ان کا معاملہ گڑبڑ ہو گیا، صاف نہ ہوا اَمْرٌ مَرِيْجٌ گڑبڑ معاملہ غُصْنٌ مَرِيْجٌ گتھی ہوئی پیچیدہ، ٹیڑھی شاخیں، مَرْجٌ وہ لان یا میدان جس میں سبزہ خوب ہو اور گھاس باہم مل کر گتھ جائے (دیکھو مارج) ۱۹/۳ ، ۲۷/۱۱۔

اَلْمَرْجَانُ : اسم جمع اَلْمَرْجَانَةُ مفرد چھوٹے موتی (راغب، معجم) ۲۷/۱۱، ۱۳۔

مَرْجِعُكُمْ : مصدر مضاف کُمْ ضمیر مخاطب مضاف الیہ، دوبارہ تمہارا لوٹنا، تمہارا لوٹایا جانا۔ لازم بھی ہے اور متعدی بھی اول کا مصدر رُجُوْعٌ اور دوسرے کا رَجْعٌ ہے مَرْجِعٌ کو لازم بھی کہا جا سکتا ہے اور متعدی بھی، باب ضرب سے مَرْجِعٌ اگرچہ مصدر آتا ہے لیکن ہے شاذ، کیونکہ ضَرَبَ سے مَفْعَلٌ کے وزن پر مصدر آنا نادر ہے عین کا فتحہ آتا ہے۔ (قاموس)

رجوع کا اصل معنی ہے مقامِ آغاز کی طرف دوبارہ لوٹنا خواہ آغاز حقیقی ہو یا اس کو نقطۂ آغاز مان لیا گیا ہو تمام انسان اس دنیا میں اللہ کی طرف سے آئے ہیں وہی مبدء اور نقطۂ آغاز ہے دنیا میں زندگی کی شاہراہ طے کر رہے ہیں اس گول چکر کو طے کرنے کے بعد پھر مبدءِ اول سے ملجاتے ہیں گویا جو نقطۂ آغاز تھا لوٹ کر وہی نقطۂ انجام بن جاتا ہے (دیکھو رجع رجعوا رجعنا رجعون) ۳/۱۴ ، ۱۶/۱۱ ، ۷/۴، ۱۳ ، ۱۱/۶، ۸، ۱۷ ، ۳۰/۱۳ ، ۲۱/۱۱ ، ۲۳/۱۵۔

مَرْجِعُهُمْ : مرجع مصدر مرفوع مضاف هُمْ مضاف الیہ ان کا لوٹنا یا لوٹایا جانا۔ ۷/۱۹ ، ۱۱/۱۰، ۱۲ ، ۲۱/۱۲

مَرْجِعَهُمْ : مرجع مصدر منصوب مضاف هُمْ مضاف الیہ ان کا لوٹنا، ان کا لوٹایا جانا۔ ۲۳/۶

مُرْجِفُوْنَ : اسم فاعل جمع مذکر مرفوع اِرْجَافٌ مصدر باب افعال رَجْفٌ مادہ، لرزہ انگیز جھوٹی خبریں، لوگوں کے دلوں کو لرزا بھی دیتی ہیں رَجَفَتِ الْاَرْضُ (ضرب) زمین لرزنے لگی، بھونچال آگیا بَحْرٌ رَجَّافٌ لہریں مارتا ہوا سمندر، (دیکھو ترجف، الرجفۃ، الراجفۃ) ۲۳/۵۔

مَرْجُوًّا : اسم مفعول واحد مذکر رَجَاءٌ مصدر امیدگاہ جس سے آس لگی ہو یا حقیر (لغت جبیر) رَجَاءٌ رِجَاءٌ رَجْوٌ رَجَاوَةٌ سب مصدر ہیں (نصر) یہ لغاتِ اضداد میں سے ہے

امید اور خوف دونوں معنی کے لئے آتا ہے (کشاف
و تاج و لسان) آیت میں امید کے معنی میں مستعمل
ہے۔ ۱۲/۹

مُرْجَوْنَ : اسم مفعول جمع مذکر، مُرجیٰ مفرد
اِرْجَاءٌ مصدر، وہ لوگ جن کا معاملہ ٹالدیا جائے
ملتوی کر دیا جائے، پیچھے کر دیا جائے، معلق رکھا جائے
(دیکھو ترجی) اس جگہ مراد تین آدمی ہیں، مرارہ
بن ربیع، کعب بن مالک، ہلال بن امیہ۔ جب
حضور اقدس نے غزوہ تبوک کو تشریف لیجانے
کا ارادہ کیا تو تمام مسلمانوں کو تیار رہنے اور
ہمرکاب چلنے کا پہلے سے حکم دیدیا مگر روانگی
کے وقت منافق چھپ رہے اور چند مسلمان بھی
بغیر شرعی عذر کے نہ جاسکے جب حضور والا
واپس آئے تو منافقوں نے حیلے بہانے کئے
اور جھوٹے عذر پیش کر دئے حضور والا نے بظاہر
قبول فرمالئے لیکن مخلص اہل ایمان نے کھلم کھلا
اپنے قصور کا اعتراف کر لیا اور مسجد کے ستونوں
سے اپنے آپ کو بندھوایا اور سچے دل سے توبہ
کی، انکی توبہ قبول ہوئی۔

مذکورہ بالا تینوں حضرات نے بھی اگرچہ اپنے
جرم کا اعتراف کر لیا تھا اور منافقوں کی طرح
جھوٹے حیلے نہیں بنائے تھے لیکن پچاس روز
تک ان کے معاملہ کو معلق رکھا گیا اور آخر میں
توبہ قبول ہوئی۔ پوری تفصیل صحاح میں مذکور
ہے (مدارک، معالم، کبیر) ۱۱/۲

اَلْمَرْجُوْمِیْنَ : اسم مفعول جمع مذکر، مَرْجُوْمٌ
مفرد، رَجْمٌ مصدر، وہ لوگ جنکو سنگسار کر دیا جائے
پتھر مار کر ہلاک کر دیا جائے، رِجَامٌ پتھر
رَجْمٌ پتھر مار کر ہلاک کرنا۔ دھتکار دینا، دھتکا
دینا، نکال باہر کرنا۔ (دیکھو رَجْمًا اور اَرْجُمَنَّکَ)
رجیم مردود، صفوف ملائکہ سے نکالا ہوا، پھٹکار
(دیکھو الرجیم) رَجْمَۃٌ اور رُجْمَۃٌ قبر کے پتھر۔
مجازًا قبر بھی مراد لے لیجاتی ہے۔ رِجَامٌ اور رُجَمٌ
جمع (قاموس)

سنگسار کرنے کا دستور قدیم زمانہ سے یہاں تک
کہ حضرت نوح کے عہد سے اقوام عالم میں جاری
ہے، شریعت یہود میں رجم واجب تھا (صحاح
۱۷ آیت ۱۲ تا ۲۵) حضرت عیسیٰ مسیح کے
متعلق مذکور ہے اسکو تمام اسرائیلیوں نے
سنگسار کیا اور آگ سے جلایا۔ مسیح نے جب
انجیر کے درخت کے پھل توڑنا چاہے اور پھل
ہاتھ نہ آئے تو درخت پر پتھر مارے اس کی تقلید

میں عیسائی آج تک اس درخت کی جگہ پر سنگباری کرتے ہیں (متی اصحاح ۲۱)

دور جاہلیت میں اسلام سے پہلے شادی شدہ زانی کو رجم کی سزا دی جاتی تھی بلکہ زیادہ منحوس و مبغوض آدمیوں کی قبروں تک کو سنگسار کیا جاتا تھا چنانچہ ابورغال اور ابو جلینہ کی قبروں پر پتھر مارنے کا دستور تھا جریر کے مندرجہ ذیل شعر میں اسی کی طرف تلمیح ہے ؎

إِذَا مَاتَ الْفَرَزْدَقُ فَارْجُمُوْهُ

كَمَا يَرْمُوْنَ قَبْرَ أَبِي رِغَالِ

فرزدق مرجائے تو اس کی لاش کو سنگسار کردینا جس طرح ابورغال کی قبر کو لوگ سنگسار کرتے تھے، اسلام میں ایامِ حج میں عقبہ وسطیٰ اور صغریٰ پر پتھریاں ماری جاتی ہیں اور بیوی رکھنے والے زانی مرد اور شوہر والی زانیہ عورت کو سنگسار کردینے کا حکم ہے۔ ۱۹/۱۰ ۔

مَرَحًا: اسم فعل۔ باب سمع۔ اترانا۔ اکڑ کر مَرَحٌ اترانے اور غرور آمیز اکڑنے کو کہتے ہیں۔ مَرِحٌ صفتِ مشبہ اترانے والا۔ مرحی تعجب کا لفظ ہے (راغب) دیکھو تمرحون) ۱۵/۴ ۲۱/۱۱ ۔

مَرْحَبًا: ظرفِ مکان۔ کشادہ جگہ لَا مَرْحَبًا کا معنی ہوا تمہارے لئے کشادہ جگہ نہیں ہے تم کو کوئی جگہ نہ دیگا تمہارا کوئی روادار نہیں ہے مرحبًا کا لفظ خوش آمدید کی جگہ مستعمل ہے اور حرف نفی آنے کی وجہ سے واپس جاؤ کا معنی پیدا ہوگیا اور اظہارِ نفرت کے لئے استعمال کیا گیا۔ رَحُبَ کا معنی ہے فراخی کشادگی گنجائش (دیکھو رَحُبَتْ) رَحِيْبُ الْفِنَاءِ وہ شخص جس کے متعلقین اور نوکر چاکر بہت ہوں۔ رحیبُ الصدر کشادہ سینہ والا عالی ظرف، فراخ حوصلہ ۲۳/۱۳

اَلْمَرْحَمَةُ: مصدر میمی بمعنی رحمت (دیکھو رَحْمَةٌ) ۳۰/۱۵ ۔

مَرَدَّ: اسم فعل لٹانا، لوٹانا۔ پلٹ دینا۔ ۱۳/۸ ۲۱/۸

مَرَدُّنَا: مَرَدّ مضاف نَا ضمیر مضاف الیہ ہمارا لوٹایا جانا۔ ۲۴/۱۰ ۔

مَرَدٍّ: ظرفِ زمان و مکان پھر لوٹنے کا وقت اور مقام۔ اسم فعل لوٹایا جانا۔ ۲۵/۶ ۔

مَرَدًّا: اسم فعل لوٹایا جانا، مراد انجام۔ ۱۶/۸ (رَدٌّ کے معنی کی تحقیق کے لئے دیکھو باب الراء مع الدال اور لفظ ارتدوا وغیرہ۔

مُرْدِفِيْنَ: اسم فاعل جمع مذکر منصوب اِرْدَافٌ مصدر باب افعال۔ رِدْفٌ مادہ۔

پیچھے آنے والے، ایک کے بعد ایک آنے والے۔
پیچھے سے (مزید فرشتوں کو) لانے والے۔
رِدْفٌ کا معنی ہے پیچھے آنیوالا تابع۔ رِدْفُ
الْمَرْاۃِ عورت کے سرین۔ تَرَادُفٌ پے بہ پے
چلنا۔ رَادِفٌ پچھلا۔ مُرَادِفٌ اگلا جو اپنے پیچھے
دوسرے کو لائے۔ ابوعبیدہ کے نزدیک
رَدِفَ اور اَرْدَفَ دونوں کا ایک ہی معنی ہے
یعنی پیچھے آیا اسی لئے انہوں نے مُرْدِفِیْنَ کا
ترجمہ کیا ہے بعد کو آنیوالے اور استشہاد
میں اس مصرعہ کو پیش کیا ہے ع

اِذَا الْجَوْزَاءُ اَرْدَفَتِ الثُّرَیَّا

جب جوزا ثریا کے پیچھے آئے۔ ابوعبیدہ
کے علاوہ دوسرے اہلِ تفسیر نے مُرْدِفِیْنَ کا
ترجمہ کیا ہے، پیچھے لانے والے یعنی مزید ملائکہ
کو، گویا اس صورت میں یہ بشارت دی گئی کہ ان
فرشتوں کو تو تمہاری مدد کے لئے ہم بھیجتے ہی ہیں
لیکن انکے پیچھے مزید ملائکہ کو بھی بھیجیں گے۔
بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مُرْدِفِیْنَ
سے وہ فرشتے مراد ہیں جو اسلامی لشکر سے آگے
آگے کافروں کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب
ڈالنے پر مامور تھے بعض قراءتوں میں مُرْدَفِیْنَ
اسم مفعول کا صیغہ ہے اس وقت مطلب یہ ہوگا
کہ ملائکہ کو مدد کے لئے مسلمانوں کے پیچھے لگا دیا
گیا ہے (راغب، ۹/۱۵)۔

مَرَدُوْا: جمع مذکر غائب ماضی معروف۔
مَرْدٌ مصدر، ہر بھلائی سے خالی ہوگئے اور نفاق
پر اڑ گئے۔ مَرْدٌ کا معنی ہے خالی ہونا، برہنہ ہونا
شیاطین ہر بھلائی سے خالی ہیں اس لئے ان کو
مارد اور مَرِیْد کہا گیا ہے (دیکھو مارد) شَجَرٌ
اَمْرَدُ وہ درخت جس پر پتے نہ ہوں۔ رَمْلَۃٌ
مَرْدَاءُ وہ ریگستان جس میں سبزہ نہ پیدا ہو
غُلَامٌ اَمْرَدُ وہ لڑکا جس کی داڑھی مونچھ نہ
نکلی ہو۔ مَرَدَ عَنِ الْقَبَائِحِ یا مَرَدَ عَنِ الْمَحَاسِنِ
وہ برائیوں سے خالی ہوگیا یا خوبیوں سے
خالی ہوگیا۔ ۱۱/۲۔

مَرْدُوْدٍ: اسم مفعول واحد مذکر، رَدٌّ باب
نصر، لوٹایا جانیوالا۔ ٹالا جانیوالا۔ غیر مردود کا
ترجمہ ہونا نہ لوٹایا جانیوالا۔ نہ ٹالا جانیوالا (دیکھو
رد اور ردّوا) ۱۲/۷

مَرْدُوْدُوْنَ: اسم مفعول جمع مذکر مرفوع،
مَرْدُوْدٌ واحد، لوٹائے جانیوالے۔ ۳۰/۲

مُرْسِلٌ: اسم فاعل واحد مذکر، مُرْسِلُوْنَ

اور مُرسلین جمع اِرسال مصدر باب افعال
رِسل مادہ رِسْلٌ کا اصل معنی آہستہ نرمی کے
ساتھ اٹھان۔ نَاقَۃٌ رِسْلَۃٌ سبک رفتار اونٹنی۔
رِسْلٌ کے معنی کے چونکہ دو جزء ہیں۔
ملا آہستگی نرمی ۲ اٹھان، اس لئے کبھی
صرف جزء اول کا لحاظ کیا جاتا ہے جیسے عَلٰی
رِسْلِکَ نرمی آہستگی اختیار کرو۔ کبھی صرف دوسرا
جزء ملحوظ ہوتا ہے جیسے رسول یعنی بھیجا ہوا۔
مبعوث کیا ہوا خواہ خط ہو یا آدمی یا فرشتہ یا
پیام۔ رِسْلٌ سے جب باب افعال بنایا گیا تو
اِرْسَالٌ کا معنی ہوا آزاد کرنا چھوڑ دینا، رہا کرنا
روانہ، اسی وجہ سے آیت میں مُرسِل کا ترجمہ
ہوا چھوڑ دینے والا بندش کو دور کر دینے والا
گویا مرسِل ممسک کی ضد ہو گیا اور کلمۂ نفی
داخل ہونے کے بعد ترجمہ ہوا کوئی چھڑانے والا۔
رکاوٹ اور بندش کو کھول دینے والا نہیں،
(مزید تحقیق کے لئے دیکھو ارسل ارسلون
رُسُل رسول) ۲۲/۱۲ -
مُرْسَلٌ: اسم مفعول واحد مذکر مرفوع مُرْسَلُوْنَ
اور مُرْسَلِیْنَ جمع، بھیجا گیا۔ پیغمبر ۳/۶ -
مُرْسَلًا: اسم مفعول واحد مذکر منصوب
پیغمبر ۱۳/۱۲ -
اَلْمُرْسَلٰتِ: اسم مفعول جمع مؤنث،
اَلْمُرْسَلَۃ واحد اِرسال مصدر رَسْلٌ اونٹ
یا بکری کی پیہم نرم رفتار کو کہتے ہیں اگر یکے بعد
دیگرے قطار در قطار ہو کر گھوڑے یا اونٹ یا
آدمی آئیں تو جَاءُوْا اِرْسَالًا کہا جاتا ہے
آیت میں المرسلات سے مراد کیا ہے، یہ
تشریح مختلف فیہ ہے، مجاہد و قتادہ کے نزدیک
ہوائیں مراد ہیں جو پے بہ پے چلائی جاتی ہیں،
بھیجی جاتی ہیں، مقاتل کے نزدیک ملائکہ مراد ہیں
مسروق نے حضرت عبداللہ بن مسعود کا بھی یہی
قول نقل کیا ہے۔ اس لفظ کے بعد لفظ عُرْفًا آیا
ہے جس کی تشریح باب العین مع الراء میں گزر
چکی لیکن لفظی مناسبت کا لحاظ کرتے ہوئے یہاں
بھی کچھ بیان کرنا ضروری ہے، عرف گھوڑے کی
ایال کو کہتے ہیں گھوڑے کی ایال کے بال پیہم قطار
در قطار ہموار ہوتے ہیں اس لئے المرسلات
عرفًا کا معنی ہوا وہ ہوائیں جو گھوڑے کی ایال
کی طرح ہموار پیہم اور مسلسل چلتی ہیں (مجاہد و
قتادہ) یا عرف بمعنی معروف ہے یعنی ہر بھلائی
اور خیر لیکن اس جگہ احکام خداوندی مراد ہیں

ملائکہ بہیم احکام الٰہیہ کو لے کر بھیجے جاتے ہیں
اس صورت میں ترجمہ ہوا وہ فرشتے گواہ ہیں جنکو احکام
لیکر پیہم بھیجا جاتا ہے (مقاتل و ابن مسعود) البغوی
فی المعالم - ۲۹/۲۱ -

مُرْسِلُوْا: اسم فاعل جمع مذکر مُرْسِلٌ واحد اصل
میں مُرْسِلُوْنَ تھا اضافت کی وجہ سے نون ساقط
کر دیا گیا (ہم) بھیجا کرنیوالے ہیں (پتھر سے)
اونٹنی برآمد کرنیوالے ہیں - ۱۹/۱۸ ۲۷/۹ -

اَلْمُرْسَلُوْنَ: اسم مفعول جمع مذکر مرفوع
مُرْسَلٌ واحد بھیجے گئے فرستادہ پیام بر، کس
کو بھیجا گیا یہ امر تفصیل طلب ہے ۱۹/۱۶ اور ۲۳/۳
میں اللہ کے بھیجے ہوئے انبیاء مراد ہیں ۱۹/۱۸ میں
ملکہ بلقیس کے قاصد ۳۵/۱۵ اور ۲۷/۹ میں وہ ملائکہ
مراد ہیں جن کو قوم لوط پر عذاب نازل کرنے
کے لئے بھیجا گیا تھا ۲۲/۱۹ میں اس لفظ کی مراد
مختلف فیہ ہے البغوی - رازی - سیوطی - مجلی -
بیضاوی - آلوسی - بغدادی - ابوالسعود وغیرہ اکثر
مفسرین کے نزدیک حضرت عیسٰی کے تین قاصد
مراد ہیں جنہوں نے انطاکیہ (اسرحد شام) کے
رہنے والوں کو حضرت مسیح کی طرف سے تبلیغ
کی تھی بقول وہب بن منبہ ان کے نام یحیٰی
یونس اور شمعون تھے اور کعب احبار نے صادق
صدوق اور شلوم کہا ہے مولانا اشرف علی تھانوی
اور بعض قدماء نے لکھا ہے کہ وہ تینوں اللہ کے
پیغمبر تھے میرے نزدیک بھی مؤخر الذکر قول حق
ہے اس جگہ جتنا قصہ بیان کیا گیا ہے اس کا
خلاصہ یہ ہے کہ اللہ نے کسی بستی کی ہدایت
کیلئے دو آدمی بھیجے کافروں نے ان کی تکذیب
کی اللہ نے انکی تائید کے لئے تیسرے کو بھیجا
اور تینوں نے کہا ہم کو تمہارے پاس بھیجا گیا ہے
کافروں نے جواب دیا تم تو ہم ہی ایسے انسان
ہو اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں اللہ نے کوئی حکم
نازل نہیں فرمایا تم محض جھوٹے ہو قاصدوں نے
کہا اللہ گواہ ہے وہ واقف ہے کہ ہم کو یقیناً
تمہارے پاس بھیجا گیا ہے ہمارا ذمہ صرف اتنا
ہے کہ واضح طور پر اللہ کا پیام پہنچا دیں، کافروں نے
کہا تم منحوس ہو اگر باز نہ آئے تو ہم تم کو برا
دکھ دیں گے اور مار ڈالیں گے قاصدوں نے کہا نحوست
تو خود تمہارے ساتھ ہے کیا ہم نے تم کو نصیحت
کی اور اللہ کا پیام پہنچایا تو اس لئے تمہاری
نظر میں ہم منحوس ہو گئے (کافروں نے قاصدوں
کو قتل کرنے کے لئے اندرونی مشورہ کیا) اس

اس مشورہ کی اطلاع ایک مومن شخص کو ہوگئی جو حاشیۂ شہر کا باشندہ تھا وہ دوڑا ہوا آیا اور قوم سے کہا قوم والو ان مرسلوں کی بات مانو اور انکے کہنے پر چلو الخ بغوی نے جو اسرائیلی قصہ نقل کیا ہے اس سے بھی قرآن کے اس بیان کی تائید ہوتی ہے بلکہ اسرائیلیات میں ان قاصدوں کی دعا سے مادرزاد اندھوں کا بینا ہونا کوڑھیوں کا تندرست ہونا اور مردوں کا زندہ ہونا بھی منقول ہے ان اسرائیلیات سے قطع نظر کرکے ہم قرآن مجید کے طرز ادا اور مکالمہ پر جب غور کرتے ہیں تو ہم کو ان مرسلوں کی طرف سے وہی جواب دیا جاتا ہے جو ہر پیغمبر کو دیا گیا ہے یہاں تک کہ جس طرح دوسرے پیغمبروں سے کافروں کی طرف سے کہا گیا ہے کہ تم ہم جیسے ہی انسان ہو تمہارے اندر کوئی اور بات نہیں ہے اسی طرح ان قاصدوں سے بھی کافروں نے کہا کہ تم ہماری ہی طرح انسان ہو اور اللہ نے (تم پر) کچھ نازل نہیں فرمایا یہ تمام قرائن اور قرآنی سیاق دلالت کر رہا ہے کہ ان قاصدوں نے اپنی پیغمبری کا دعویٰ کیا تھا، یہ الگ بات ہے کہ وہ پیغمبر ذیلی حضرت ہارون کی طرح تھے یا تشریعی نبی تھے۔ واللہ اعلم۔

(نوٹ) پ ۲۲/۱۹ میں ایک جگہ المرسلون معرفہ اور دو جگہ مرسلون نکرہ آیا باقی ہر جگہ المرسلون مذکور ہے۔

مُرْسِلَۃٌ : اسم فاعل واحد مؤنث مُرْسِلٌ واحد مذکر ارسال مصدر، بھیجنے والی مراد بلقیس۔ پ ۱۹/۱۸۔

مُرْسِلِیْنَ : اسم فاعل جمع مذکر منصوب مُرْسِلٌ واحد۔ بھیجنے والے، رسول بنانے والے پ ۲۰/۸، ۲۵/۱۴۔

اَلْمُرْسَلِیْنَ : اسم مفعول جمع مذکر منصوب مجرور مُرْسَلٌ واحد۔ بھیجے ہوئے، پ ۳/۱۷، پ ۷/۱۰، ۱۱، پ ۸/۸، ۱۷، پ ۱۴/۶، پ ۱۵/۲۰، پ ۱۸/۱۷، پ ۱۹/۶، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، پ ۲۰/۲، ۱۰، پ ۲۲/۱۸، ۱۹، پ ۲۳/۶، ۸، ۹ مذکورہ تمام آیات میں پیغمبر مراد ہیں صرف پ ۲۲/۱۹ میں اختلاف ہے اکثر کے نزدیک حضرت عیسیٰ کے قاصد مراد ہیں اور بعض کے نزدیک اللہ کے نبی۔

مُرْسٰھَا : مُرْسَا مضاف ھا ضمیر مضاف الیہ، مصدر میمی ٹھہرانا۔ جمانا (سراج، راغب، آلوسی) اس کا مادہ رَسْوٌ ہے، رَسَا یرسو، باب نصر، رَسو کا معنی ٹھہرنا، جگہ

بر جم جانا اس سے مصدر میمی مُرْسًا آتا ہے لیکن ثلاثی مزید میں باب افعال سے مصدر اِرْسَاءٌ اور مصدر میمی مُرْسًا آتا ہے، ٹھیرانا، جمانا، کشتی کا لنگر ڈال دینا۔

۹/۲۹ اور ۴۲/۷۹ میں ھَا ضمیر قیامت کی طرف راجع ہے یعنی قیامت بپا کرنا کب ہوگا (خطیب، آلوسی، بیضاوی وغیرہم) حضرت ابن عباس نے فرمایا مُرْسَاھَا کا معنی ہے مُنْتَہَاھَا (خطیب) ۱۲/۴۱ میں ھَا ضمیر کشتی نوح کی طرف راجع ہے یعنی کشتی کا ٹھیرانا لنگر ڈالنا (تحقیق کے لئے دیکھو راسیات ۔ رواسی ۔ ارسٰہا)

مُرْشِدًا: اسم فاعل واحد مذکر، اِرْشَادٌ مصدر باب افعال رُشْدٌ مادہ، ثلاثی مجرد باب نصر اور سمع دونوں سے مستعمل ہے۔ رُشْدٌ کا معنی ہے صحیح راستہ پر چلنا، سیدھا کھڑا ہونا رَشَدَةٌ اور رِشْدَةٌ حلال زادہ، ارشاد راہِ راست بتانا، رہنمائی کرنا، مُرْشِد سیدھا راستہ دکھانے والا (دیکھو رشید۔ رُشدا) ۱۵/۱۴۔

اَلْمِرْصَادُ: ظرف مکان مفرد، مَرَاصِد جمع گھات لگانے کی جگہ یعنی جسطرح گھات لگاکر کسی مخفی مقام میں بیٹھنے والے سے اُدھر سے گزرنیوالا دشمن بچ نہیں سکتا اور گھات لگانیوالے سے دشمن مخفی نہیں رہ سکتا، اسی طرح در پردہ اللہ بھی بندوں کے تمام اعمال سے باخبر ہے اس سے بچکر چھپ کے کوئی شخص راہِ زندگی طے نہیں کر سکتا۔ گھات لگانیکے چار اجزا ہیں گھات لگانے کا مقام دشمن سے مخفی ہو، دشمن کی وہ گذرگاہ ہو وہاں بیٹھنے والے کو دشمن کے احوال کی اطلاع ہوجائے اور اس کی گرفت سے نہ بچ سکے یہی چاروں باتیں یہاں مراد ہیں بندوں کو معلوم نہیں کہ اللہ کے علم کا کیا ذریعہ ہے اور وہ کس طرح ہمارے احوال کو دیکھ رہا ہے اور کہاں سے دیکھ رہا ہے اور راہِ زندگی سب کو طے کرنی ہی ہے، سب ہی اس راستہ سے گذر رہے ہیں اللہ کو ان کے تمام احوال اور اقوال کا کامل علم ہے اور اس کی گرفت سے کوئی بچ نہیں سکتا۔

رَصَدٌ کا اصل معنی ہے گھات کرنے کے لئے تیار ہوجانا۔ باب نصر۔ رَصَدٌ صفت کا صیغہ بھی ہے، کبھی اس کا معنی فاعلی ہوتا ہے کبھی مفعولی ایک فرد ہو یا کثیر افراد ایک جماعت ہو یا کثیر جماعتیں سب پر اس کا اطلاق ہوتا ہے، رَصَدَ کے بعد مفعول بغیر لام کے نہیں آتا

رَصَدَ لَہٗ کہا جاتا ہے ہاں اگر رصد کو متعدی بنانا ہو تو باب افعال سے اَرْصَدْتُہٗ لَہٗ کہا جائے گا، اول کا ترجمہ ہے اسکو تانکا اس کی گھات لگائی، دوسرے کا ترجمہ ہے میں نے اس کی گھات لگانے کے لئے کسی کو مقرر کردیا کسی کو گھاتی بنادیا۔ مَرْصَدٌ اور مرصاد ظرف مکان۔ پ ۳۰/۱۴ (دیکھو ارصادًا)

مِرْصَادًا: مقام انتظار، گھات کی جگہ مرصادًا مبالغہ کا صیغہ ہے منتظر گھاتی۔ (ابو السعود۔ کمالین حاشیہ) پ ۳۰/۱۔

مَرْصَدٍ: ظرفِ مکان، مفرد، گھات کی جگہ۔ گھات کا راستہ، مَرَاصِد جمع پ ۱۰/۱۔

مَرْصُوْصٌ: اسم مفعول واحد مذکر، رَصٌّ مادہ۔ مضبوط۔ سیسہ پلائی ہوئی۔

رَصٌّ دو چیزوں کو ملا کر جوڑ دینا، چمٹا دینا رَصَاصٌ رانگ سیسہ۔ اَرَصٌّ جڑے ہوئے باہم پیوستہ دانت۔ تَرَاصُّ نماز کی صف میں نمازیوں کا باہم پیوستہ ہونا۔ مَرْصُوْصٌ مضبوط (جلالین) مضبوط ایسی گویا کہ اس میں سیسہ پلایا گیا ہے۔ (مفردات راغب) فراء کا بھی یہی قول ہے (روح) حضرت ابن عباس نے فرمایا اگر ایک پتھر پر دوسرا پتھر رکھ کر بیچ میں پتھروں کے ریزے مضبوط طور پر بھر دئے جائیں اور پھر اس کے اوپر اینٹوں سے تعمیر کی جائے تو مکہ والے اس کو مرصوص کہتے ہیں۔ (روح) پ ۲۸/۹۔

مَرَضٌ: اسم مصدر اور مصدر، بیماری پریشانی بیمار ہونا۔ پریشان ہونا۔ باب سمع مریض بیمار، اسکی جمع مراضٌ، مَرْضٰی اور مُرَاضٰی آتی ہے، مَرِضٌ دل کا روگی۔

مرض دو طرح کا ہوتا ہے جسمانی جس کی وجہ سے جسمانی ضعف اضمحلال پیدا ہو جاتا ہے رفتہ رفتہ منافع زندگی سے آدمی محروم ہوتا چلا جاتا ہے اور بالآخر موت آجاتی ہے۔

(۲) اخلاقی اور قلبی جیسے نفاق، تنگ بخل، بزدلی، عقیدہ کی خرابی، اخلاقی بیماریوں کی وجہ سے آدمی فضائل اور فضائل محمودہ کے حصول سے محروم ہوجاتا ہے حیاتِ آخرت کے منافع اسکو حاصل نہیں ہو سکتے، غلط عقائد اور ردی افکار کی طرف اسکا قلبی رخ ہو جاتا ہے آخرکار اسکو ابدی موت (یعنی عذاب الہٰی) سے ہمکنار ہونا پڑتا ہے۔

آیاتِ قرآنیہ میں بقول بیضاوی وغیرہ جسمانی روگ بھی مراد ہو سکتا ہے کیونکہ مسلمانوں کی دن دوگنی رات چوگنی ترقی دیکھ کر منافقوں کو قلبی دکھ ہوتا تھا۔ سینہ میں جلن اور دماغ میں گرمی پیدا ہوتی تھی اور اخلاقی روگ بھی مراد ہو سکتا ہے حسد نفاق عداوت اور حبِ ریاست تو ان کی سرشت میں داخل تھی۔ ۱/۲ ۶/۱۲ ۱/۳ ۱۱/۵ ۱۵/۱۴ ۱۸/۱۲ ۲۱/۸ ۲۲/۵ ، ۲۶/۸ ، ۲۹/۱۵۔

مَرَضًا : اسم مصدر منصوب، بیماری روگ، شک، نفاق، حسد، عداوت۔ ۱/۲

مَرْضَاۃِ : مصدر میمی و اسم مصدر، پسند کرنا۔ رضامند ہونا۔ پسندیدگی۔ خوشنودی۔ رضامندی۔ باب سمع۔ رِضًا مصدر، رِضْوَۃٌ اسم مصدر۔ خوشنودی۔ رِضْوَانٌ خوب رضامندی۔ بڑی رضامندی (راغب) رَضِیٌّ صفت مشبہ۔ رَاضٍ اسم فاعل، مَرْضِیٌّ اور مَرْضُوٌّ اسم مفعول، اِرْضَاءٌ باب افعال، کسی کو راضی کرنا، خوش کرنے کیلئے کچھ دینا۔ تَرَاضِی باب تفاعل، باہم رضامند ہونا۔ ۲/۹ ۳/۴ ۵/۱۲ ۲۵/۱۹ (دیکھو رَضِیَ رَضِیْتُ، رِضْوَانٌ، تَرَاضَوْا)

مَرْضَاتِیْ : مَرْضَاۃ مضاف، یاء متکلم مضاف الیہ، میری رضامندی، میری خوشنودی۔ ۲۸/۱۔

مَرِضْتُ : واحد متکلم ماضی معروف، باب سمع۔ میں بیمار ہوتا ہوں۔ حرف شرط کے بعد ماضی کا صیغہ آیا ہے اس لئے مضارع کا ترجمہ ہوگیا (دیکھو مَرَضٌ) ۱۹/۹۔

مُرْضِعَۃٍ : اسم فاعل واحد مؤنث، اِرْضَاعٌ مصدر باب افعال، دودھ پلانے والی، رَضْعٌ دودھ پینا (ضَرَبَ و سَمِعَ) کنجوس ہونا (فتح و کَرُمَ) رَضِیْعٌ شیرخوار، رَاضِعٌ اور رَضِیْعٌ شیرخوار اور کنجوس رَاضِعٌ کی جمع رُضَّعٌ اور رُضَّاعٌ ہے (دیکھو المراضع، تَسْتَرْضِعُوْا، الرضاعۃ) ۱۷/۸۔

مَرْضٰی : جمع مَرِیْض، واحد بیمار، روگی (دیکھو مَرَضٌ) ۵/۱۲، ۱۴ ۱/۱۸ ۶/۶ ۲۹/۱۴۔

مَرْضِیًّا : اسم مفعول واحد مذکر منصوب، پسند کیا ہوا۔ خوش کیا ہوا (دیکھو المرضاۃ) ۱۶/۷۔

مَرْضِیَّۃً : اسم مفعول واحد مؤنث منصوب پسندیدہ۔ ۳۰/۱۴۔

اَلْمَرْعٰی : ظرف مکان، چراگاہ۔ جانوروں

اور انسانوں کی خوراک یعنی گھاس، غلہ، پھل وغیرہ
اصل میں رَعْیٌ کا معنی ہے جاندار کی حفاظت
کرنی اس کو باقی رکھنا۔ حفاظت کی تین صورتیں
ہیں۔ (۱) خوراک کے ذریعہ سے (۲) دشمنوں
کو دفع کر کے یعنی دشمنوں سے نگرانی کرنی۔
(۳) مناسب انتظام کر کے اچھی سیاست کر کے
حقدار کو اس کا حق دے کہ ہر چیز کا اس کے
مناسب لحاظ کر کے۔ انہی معانی کا لحاظ رکھتے
ہوئے۔ راعی چرواہے کو بھی کہتے ہیں اور حاکم
کو بھی اور نگران کو بھی بلکہ اس شخص کو بھی جو خود
اپنا نگراں ہو۔ راعی کی جمع رعاۃ رعیان اور رعاء
آتی ہے (دیکھو رعوا، رعایتہا) ۳۰/۱۲ ۔

مَرْعَاهَا: مرعٰی مضاف ھا مضاف الیہ،
زمین میں پیدا ہونیوالی جانوروں اور انسانوں
کی خوراک (سیوطی) ۳۰/۴ ۔

اَلْمَرْفُوْدُ: اسم مفعول واحد مذکر، انعام
دیا گیا۔ مدد دیا گیا۔ دیا گیا۔ رِفْدٌ کا معنی ہے
عطیہ، بخشش، بڑا پیالہ۔ مدد۔ مِرْفَدٌ بڑا
پیالہ۔ رُفُوْدٌ کثرت سے دودھ دینے والی اونٹنی
جو دودھ سے مرفد کو بھر دے۔ رَفَدْتُہٗ
میں نے اس کو انعام دیا۔ باب ضرب
تَرَافُدٌ باہم مدد کرنا۔ رِفادہ حاجیوں کی امداد جو
اسلام سے پہلے قریش کیا کرتے تھے۔ تَرْفِیْدٌ
کسی کو سردار بنانا کسی کی تعظیم کرنا۔ اِرْتِفَادٌ عطیہ
یا مدد قبول کرنا۔ ۱۲/۹ ۔

اَلْمَرْفُوْعُ: اسم مفعول واحد مذکر، بلند کیا ہوا
اونچا کیا ہوا، بڑے مرتبہ والا۔ (راغب)
رَفْعٌ اور رِفَاعَۃٌ مصدر، رِفْعَۃٌ بلندی
مرتبہ کا اونچا ہونا (دیکھو رفعنا، رفع، رفعت، رفعہ)
مَرْفُوْعُ السَّیْر قوی رفتار والا۔ ۲۷/۳ ۔

مَرْفُوْعَۃٍ: اسم مفعول واحد مؤنث مجرد
بلند مرتبہ (راغب) ۲۷/۱۴ ۳۰/۵ ۔

مَرْفُوْعَۃٌ: اسم مفعول واحد مؤنث مرفوع
اونچے یا عالی قدر۔ ۳۰/۱۲ ۔

مَرْقَدِنَا: مَرْقَد ظرف مکان مضاف نَا
ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ، ہماری خوابگاہ (سے)
رُقَادٌ رُقُوْدٌ مصدر، میٹھی نیند کسی قدر سونا
باب نصر (دیکھو رقود) ۲۳/۲ ۔

مَرْقُوْمٌ: اسم مفعول واحد مذکر، لکھا ہوا۔
جلی خط سے لکھا ہوا۔ مہر لگی ہوئی تحریر، رَقْمٌ
سختی، بلا۔ رقیمہ عاقلہ پاک دامن عورت
تَرْقِیْم لکھنا۔ تحریر کو خوبصورت بنانا۔ نقطے

لگانا، سطروں کو باہم ملانا اور گانٹھ کر لکھنا۔ اَرْضٌ مَرْقُوْمَۃٌ وہ زمین جس پر تحریر کی طرح سبزہ کے آثار ہوں۔ (دیکھو الرقیم) ۳۰/۸۔

مَرْکُوْمٌ: اسم مفعول واحد مذکر، تہ بر تہ، جما ہوا، رَکْمٌ جما ہوا بادل، رُکَامٌ ریت کا ڈھیر اور جما ہوا بادل (باب نصر) اِرْتِکَامٌ (افتعال) نزدیک ہونا جم کر بیٹھنا تَرَاکُمٌ (تفاعل) تہ بر تہ ہونا۔ ۲۷/۴۔

مَرُّوْا: جمع مذکر غائب ماضی معروف، مرور مصدر، وہ گزرتے ہیں، وہ گزرے۔ اگر مَرَّ کا مصدر مَرَارَۃٌ ہو تو تلخ ہونے کا معنی ہوتا ہے اگر مرور ہو تو گذرنے کا مفہوم ہوتا ہے۔ اَمَرَّانِ دو کڑوی چیزیں یعنی افلاس اور بڑھاپا۔ اِمْرَارٌ گذارنا، کڑوا کرنا۔ کڑوا ہونا (لازم و متعدی) ۱۹/۴ ۳۰/۸ (دیکھو مَرَّ، تَمُرُّ، تَمُرُّوْنَ)

اَلْمَرْوَۃَ: اسم علم، مکہ کے قریب ایک پہاڑ کا نام ہے (دیکھو الصفا) ۲/۱۳۔

مَرِیْئًا: صفت مشبہ، خوشگوار، مَرَارَۃٌ مصدر، خوشگوار ہونا (کرم سمع فتح) اِمْرَاءٌ (افعال) کھانے کو خوشگوار بنانا۔ اِسْتِمْرَاءٌ (استفعال) کھانے کو خوشگوار پانا۔ ۴/۱۲۔

مُرِیْبٌ: اسم فاعل واحد مذکر، اِرَابَۃٌ باب افعال، ریب مادہ متردد بنا دینے والا۔ تردد کرنیوالا۔ بے چین کر دینے والا۔ (دیکھو ریب ارتابو۔ ارتاب) ۱۲/۶،۱۰ ۱۳/۱۴ ۲۲/۱۲ ۲۴/۲۰ ۲۵/۳ ۲۶/۱۶

(نوٹ) صرف ۲۶/۱۶ میں تردد کرنیوالے کا معنی ہے باقی ہر جگہ بے چین کر دینے والا۔ متردد بنا دینے والا ترجمہ کیا جائیگا۔

مِرْیَۃٍ: اسم مصدر، تردد۔ یہ شک اور ریب سے خاص ہے، گویا جس شک سے تردد پیدا ہو جائے اس کو مِرْیَۃٌ کہتے ہیں (راغب) اِمْتِرَاءٌ شک میں پڑنا، مُمَارَاۃٌ اور مِرَاءٌ بمعنی ہے جس امر میں شک ہو اس میں جھگڑا کرنا۔ اصل ماخذ مَرْیٌ ہے مَرْیٌ کا معنی ہے دودھ اتارنے کے لئے جانور کے تھنوں کو سہلانا۔ ۱۲/۹،۱ ۱۷/۱۴ ۲۱/۱۶ ۲۵/۱ (دیکھو مِرَاءً۔ لا تمار)

مَرِیْجٍ: صفت مشبہ، مرج مادہ، الجھی ہوئی بات (دیکھو مَرَجَ اور مَارِجٌ) ۲۶/۲۵۔

مَرِیْدٍ: صفت مشبہ، سرکش، ہر خیر سے خالی (دیکھو مَرَدُوْا اور مارد) ۱۷/۸۔

مَرِیْضٌ: صفت مشبہ مفرد مرفوع بیمار (دیکھو مَرَضٌ) ۱۸/۱۴ ۲۶/۱۰۔

مَرِیْضًا: صفت مشبہ مفرد منصوب بیمار

ردگی (دیکھو مَرَضٌ) ۲/۸، ۷

مَرْیَمَ اور مَرْیَمُ } اسم سریانی ہے سریانی زبان میں اس کا معنی ہے خدمت گزار (کشاف)

حضرت مریم کی والدہ کا نام حنّہ اور والد کا نام عمران تھا آپ کا نبی ہونا مختلف فیہ ہے، اہلِ سنت کا عقیدہ ہے کہ کوئی عورت نبی نہیں ہوئی لیکن بچپن سے ہی آپ کے صاحبِ کرامت ولیہ ہونے میں شبہ نہیں بچپن میں ہی اللہ کی طرف سے جنت کے پھل آپ کو بھیجے جاتے تھے باوجود تاریخی اختلافات کے صحیح فیصلہ یہ ہے کہ آپ نے کبھی نکاح نہیں کیا اسی لئے مریم عذراء کے لقب سے مشہور تھیں (عذراء دوشیزہ) آپ ہی کے بطن سے حضرت عیسٰی بغیر باپ کے پیدا ہوئے، کہا جاتا ہے کہ یوسف نجار سے آپ کی نسبت ہوگئی تھی، نکاح اور رخصت نہیں ہوئی پ ۱/۱۱ اور ۱۲، ۱۳/۳ ۶/۲، ۳، ۷، ۱۱، ۱۴، ۱۵ پ ۱۱/۱۱ پ ۱۶/۵ ۱۸/۳ پ ۲۱/۱۷ ۲۵/۱۲ ۲۷/۳۰ ۲۸/۹، ۱۰، ۲۰ ۔

مِزَاجُہٗ : مزاج مصدر مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ، باہم ملانا، ملاکر یکذات کرنا۔ ملاوٹ، ملاوٹ کے بعد جو ایک جدید کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اسکو بھی مزاج کہتے ہیں اس جگہ اول معنی مراد ہے، مَزْجٌ اور مَزِیجٌ شہد اور تلخ بادام، مُمَازَجَۃٌ باہم ملانا، گوندھنا۔ پ ۳۰/۸ ۔

مِزَاجُہَا، مضاف اور مضاف الیہ اسکی ملاوٹ۔ ۲۹/۱۹ ۔

مُزْجَاۃٍ : اسم مفعول واحد مؤنث، مُزْجٰے واحد مذکر، از جاءٌ مصدر باب افعال حقیر قلیل بے قدر، تھوڑی، ایک شاعر کا قول ہے وَحَاجَۃٌ غَیْرُ مُزْجَاۃٍ عَنِ الْحَاجِ، حاجتمند کی بعض حاجتیں آسان اور حقیر نہیں کہ ان کو پورا کیا جاسکے اِزْجَاءٌ ہنکانا، کام کا آسان ہونا (آسان ہونے کی وجہ سے) پورا ہو جانا۔ رَجُلٌ مُزْجیٌ ہنکایا ہوا یعنی حقیر بے قدر آدمی تَزْجِیَۃٌ میسر ہنکانا تَزَجّی کسی چیز پر اکتفاء کرنا۔ پ ۱۳/۱۴ ۔

مُزَحْزِحِہٖ : مزحزح اسم فاعل واحد مذکر مجرور مضاف ہٖ ضمیر مضاف الیہ، اس کو دور کرنیوالا۔ زَحْزَحَۃٌ مصدر بروزن زَلْزَلَۃٌ دور کرنا۔ زَحَّ زَحًّا (ثلاثی مجرد باب نصر) کا معنی بھی دور کرنا۔ تَزَحْزُحٌ (ثلاثی مزید، باب تفعل) دور ہونا۔ پ ۱/۱۱ (دیکھو زُحْزِحَ)

مُزْدَجَرٌ : مصدر میمی یا ظرفِ مکان، اِزْدِجَارٌ

مصدر باب افتعال زجر مادہ، باز گشت جھڑکی یا جھڑکنے اور رد کرنے کا مقام۔ یہ لفظ اصل میں مُزتَجَر تھا، تاء کو دال سے بدل دیا اِزْدِجار لازم بھی ہے، رک جانا، باز رہنا اور متعدی بھی باز رکھنا۔ روک دینا۔ اِنْزِجَارٌ باب انفعال لازم ہے رک جانا۔ بچھڑ جانا، زَجْرٌ (ثلاثی مجرد باب نصر) کسی کو روکنا، باز رکھنا۔ جھڑکنا (دیکھو زَجْرًا اور الزّٰجِرٰتِ وازدجر) ۲۷/۸۔

مُزِّقْتُمْ: جمع مذکر حاضر ماضی مجہول، تَمْزِیْقٌ مصدر باب تفعیل، تم ٹکڑے ٹکڑے کر دئے جاؤ گے۔ مَزْقٌ (ضرب) پھاڑنا ٹکڑے کرنا۔ پرندہ کا بیٹ کرنا۔ تَمْزِیْقٌ باب تفعیل پارہ پارہ کر دینا۔ مُمَازَقَةٌ (مفاعلۃ) دوڑ میں دکپڑے پھاڑ کر) آگے بڑھ جانا۔ تَمَزُّقٌ (تفعل) کپڑے پھٹ جانا۔ مِزَقٌ پھٹے ہوئے کپڑے چیتھڑے (قاموس وتاج) ۲۲/۸۔

مَزَّقْنَا: جمع متکلم ماضی معروف، تَمْزِیْقٌ مصدر، باب تفعیل، ہم نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ ۲۲/۸۔

اَلْمُزَّمِّلُ: اسم فاعل واحد مذکر، کپڑے میں لپٹنے والا۔ اصل میں اَلْمُتَزَمِّلُ تھا، تاء کو زاء میں ادغام کر دیا۔ (باب تفعّل) سدی نے کہا سونے والے، گویا کپڑا اوڑھ کر لیٹنے سے مراد ہے سونا۔

ابتداء وحی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدثر اور مزمل فرما کر خطاب کیا لیکن اس کے بعد رسول اور نبی کہہ کر مخاطب کیا، راغب نے لکھا ہے کنایۃً مزمل سے مراد ہوتا ہے ضعیف کسی کام میں سستی کرنے والا سہل انکاری سے کام لینے والا، تَأَبَّطَ شَرًّا کی ماں کا قول ہے اَلَیْسَ بِزُمَیْلٍ شُرُوبٍ لِلْغَیْلِ کیا وہ سست نہیں ہے جو دردسر پیدا کرنے والی شراب پیتا رہتا ہے باب نصر اور ضرب سے لنگڑا کر چلنے اور ردیف بنانے کے معنی میں مستعمل ہے اسی مناسبت سے پیچھے چلنے کو بھی زَمْلٌ کہا جاتا ہے زَمِیْلٌ وہ شخص جو اونٹ پر کسی کے پیچھے سوار ہو جیسے ردیف گھوڑے کے پچھلے سوار کے لئے استعمال کیا جاتا ہے ایسے ہی زمیل اونٹ کے پچھلے سوار کو کہا جاتا ہے۔ ۲۹/۱۳۔

اَلْمُزْنِ: اسم جمع بادل، سفید بادل، پانی سے بھرا ہوا بادل۔ اَلْمُزْنَۃُ مفرد، بادل کا ٹکڑا۔

مَزْنٌ عادت طور طریقہ۔ مَزْنٌ اور مُزُوْنٌ (باب
نصر) عادت اور ارادہ کے مطابق گزر
جانا۔ چلا جانا۔ تَمَزُّنٌ (ابر کی طرح) سخی ہوجانا۔
اِبْنُ مُزْنَۃٍ بادل میں سے برآمد ہونے والا۔
پہلی تاریخ کا چاند۔ ۲۷/۱۵

مَزِیْدٍ: اسم مصدر۔ اسم مفعول - زیادتی۔
زیادہ کرنا۔ زیادہ ہونا - زیادہ - (باب ضرب)
اِزْدِیَادٌ (باب افتعال) زیادہ ہونا۔ تَزَیُّدٌ (تفعّل)
زیادہ ہونا۔ بہ تکلف زیادہ کرنا۔ یہی تَزَایُدٌ (تفاعل)
کا معنی ہے، (دیکھو زِدْنٰہُمْ فَزَادَهُمْ
وغیرہ) ۲۶/۶ -

مَسَّ: ماضی واحد مذکر غائب، دکھ
پہنچایا، لگ گیا۔ چھو دیا۔ یہ لفظ صرف
۲۷/۱ میں مصدر یا اسم مصدر کے طور پر استعمال
کیا گیا ہے باقی ہر جگہ صیغہ ماضی ہے ۴۰/۵
۹/۲ ۱۸/۷ ۲۱/۱ ۲۴/۲ ۲۷/۱ -
مَسٌّ (باب نصر) کا معنی ہے چھو دینا
لپہنچانا لاحق ہونا، لگ جانا۔ رگڑ لگ جانا۔
بھی مراد ہوتی ہے قربت صنفی یعنی جماع، مؤخرالذکر
معنی میں باب نَصَرَ سے بھی آتا ہے اور سمع
سے بھی مَسِیْسٌ سے مراد بھی جماع ہوتا ہے
مساس اور مُمَاسَّۃٌ چھو دینا - جماع کرنا۔
مَمْسُوْس دیوانہ، جن رسیدہ۔ تَمَاسٌ جماع
کرنا۔ جنون اور جماع وغیرہ سب مرادی معنی ہیں
مادہ مَسّ کا اصل معنی چھو دینا ہے خواہ ہاتھ
سے ہو یا کسی اور حصہ بدن سے۔ لَمْسٌ اس سے
عام ہے لَمْسٌ کا معنی ہے ٹٹولنا خواہ ہاتھ
اس چیز کو لگ سکے یا نہ لگ سکے، ایک شاعر کا قول
ہے وَاَلْمِسُہٗ فَلَا اَجِدُہٗ میں اس کو ٹٹولتا
ڈھونڈتا ہوں اور نہیں پاتا (مفردات، قاموس،
لسان، معالم، روح المعانی) (تلویح توضیح عینی)

اَلْمَسِّ: اسم مصدر، جن کی جھپٹ، ذرا
چھو جانا۔ جنون۔ ۳۸/۲ -

مِسَاسَ: مصدر منصوب باب مفاعلہ
یعنی نہ کوئی تجھے چھوئے نہ تو کسی کو چھوئے باہم
چھونا ہی نہ ہو (دیکھو مَسَّ) ۱۶/۱۴

مَسَاجِدُ: ظرف مکان، جمع منتہی الجموع
مسجد مفرد، مسجدیں، سجدہ کرنے کے مقامات، یہ بھی
کہا گیا ہے کہ مساجد اسم آلہ ہے یعنی پیشانی، ناک
دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں دونوں زانو (راغب)
اس جگہ مسجدیں مراد ہیں، سجدہ کا معنی ہے سر جھکانا
انتہائی عاجزی کا اظہار کرنا۔ بعض اہل لغت

نے لکھا ہے کہ سجدہ کا لفظ اضداد میں سے ہے
سیدھے کھڑے ہونے کو بھی کہتے ہیں (قاموس)
لیکن سیدھا کھڑا ہونا خود اظہارِ عاجزی اور
تعظیم کی ایک صورت ہے اس لئے سجدہ کو
لغاتِ اضداد میں سے کہنا غلط ہے عربی
کلام میں کوئی ایسی مثال نہیں کہ سجدہ یا اس کے
مشتقات کو کسی ایسے مفہوم کے لئے استعمال
کیا گیا ہو جو سجدہ کرنے والے کی عظمت کا حامل
ہو، اصطلاحِ شریعت میں زمین پر پیشانی کو
بہ نیتِ تعظیم رکھنا سجدہ کہلاتا ہے، پیشانی
رکھنے کے بغیر اختیاری سجدہ شرعی نہیں ہوتا ہاں
غیر اختیاری سجدہ جس کو امام راغب نے تسخیری
سجدہ کہا ہے ہو سکتا ہے آسمان و زمین اور
ساری کائنات اظہارِ عاجزی کرتی ہے اللہ
کی عظمت والوہیت کا اقرار کرتی ہے، یہی
اس کا سجدہ ہے۔ مختلف آیات میں کائنات
کے سجدہ کو جو بیان کیا گیا ہے اس سے یہی
مراد ہے، ایک شعر ہے۔

فَقُلْتُ لَہٗ اُسْجُدْ لِلَیْلٰی فَاسْجَدَا

میں نے اونٹ سے کہا لیلیٰ کو سجدہ کر
اس نے سجدہ کیا یعنی گردن نیچے کو لٹکا دی
سر جھکا دیا۔

حدیث و فقہ میں پیشانی کے ساتھ دونوں
ہاتھ دونوں پاؤں اور دونوں زانو بھی زمین پر ٹکنے
ضروری ہیں ورنہ تکمیلِ سجدہ نہیں ہوتی۔ ۱۷/۱۳ ۔

سَجَّادہ جا نماز، پیشانی میں سجدہ کا نشان، اِسْجَادٌ
سر جھکا دینا۔ جھک جانا۔ (منتہی الارب)

مَسَاجِدَ: ظرفِ مکان، جمع منصوب، مسجد
واحد، مسجدیں پ ۱/۱۴ پ ۱۰/۹ پ ۲۹/۱۱ ۔

مَسَاجِدِ: ظرفِ مکان جمع مجرور، مسجد واحد
مقاماتِ سجدہ۔ مسجدیں۔ پ ۲ ۔

مُسَافِحَاتٍ: اسم فاعل جمع مؤنث،
مُسَافِحَۃٌ واحد، مُسَافَحَۃٌ مصدر (باب
مفاعلہ) زنا کرنے والیاں۔ سَفْحٌ (فتح)
گرانا بہانا اِسْفَاحٌ (افعال) گھوڑے کو اسطرح
دوڑانا کہ گردن نہ اٹھے۔ مُسَافَحَۃٌ، سِفَاحٌ
(مفاعلہ) تَسَافُحٌ (تفاعل) سب کے معنی
زنا کرنا، تَسْفِیْحٌ (تفعیل) بیہودہ کام کرنا
(قاموس و تاج) پ ۵/۱ ۔

مُسَافِحِیْنَ: اسم فاعل جمع مذکر منصوب
مُسَافِحٌ واحد، مُسَافَحَۃٌ مصدر، باب مفاعلہ
زنا کرنے والے۔ پ ۵/۱ پ ۶/۵ ۔

اَلْمَسَاقُ: المساق مصدر میمی باب نصر
چلایا جانا۔ ہنکانا۔ سَوْقٌ اور سِیَاقَةٌ بھی اسی
باب سے اسی معنی کے لئے مصادر آئے ہیں
سَیِّقَةٌ وہ جانور جس کو ہنکایا جائے (راغب)
خصوصًا وہ جانور جس کو دشمن لوٹ کر ہنکا کرلے گیا
ہو (قاموس) سَائِقٌ عہد و پیمان۔ سُوْقَةٌ کمینے
لوگ جن کو اونچے طبقہ والے بھیڑ بکریوں کی طرح
ہنکا کر جدھر چاہتے ہیں لے جاتے ہیں اَلسَّوْقُ
وہ ابر جس کو ہوا بغیر بارش کے اڑا کرلے جائے
مزید تنقیح کیلئے دیکھو الساق سائق سوقہ) ۲۹/۱۷

مَسَاکِنِ: ظرفِ مکان جمع مجرور مَسْکَنٌ
واحد، ٹھہرنے اور رہنے کے مقام، سُکُوْنٌ
مفہوم ہے حرکت ختم کرکے ٹھہر جانا یہ مفہوم
اس کے تمام مشتقات میں مشترک ہے، باب
نصر سے فقیر ہونے، بوڑھا ہونے اور آرام
کرنے کا معنی ہوتا ہے کیونکہ ان سب معانی میں
ٹھہراؤ ہوتا ہے خواہ ضعف کے سبب یا راحت
کی وجہ سے، باب کرم سے مسکین ہونے کا معنی
آتا ہے، باب افعال میں پہنچکر اِسْکَانٌ کا
معنی ہوگا، آرام دینا حرف کی حرکت دور کرنا
رہنے کی جگہ دینا، مسکین ہونا مسکین بنا دینا باب
تفعیل میں تسکین کا معنی ہے آرام دینا کسی کے
دل کو اطمینان دینا دل کو ٹھہرانا۔ باب مُفَاعَلَة
میں مُسَاکَنَة کا معنی ہے باہم مل کر ایک مکان
میں رہنا۔ تَمَسْکُنٌ فقیر حقیر ہو جانا مسکین نما
بن جانا۔ سِکِّیْنٌ، چھری، جس سے ذبیحہ کی حرکت
بند ہو جاتی ہے۔ مَسْکَنَةٌ فقیری، حاجتمندی
(مزید تنقیح کے لئے دیکھو سَکَنٌ، تَسْکُنُوْا
اَسْکَنْتُ، اَسْکِنُوْا۔ سَکَنْتُمْ۔ اَسْکَنَّ
سَکَنٌ، سَکِیْنَةٌ وغیرہ) ۱۳/۱۹

مَسَاکِنَ: ظرفِ مکان جمع مَسْکَنٌ واحد
ٹھہرنے اور رہنے کی جگہیں۔ پ۱۵ ۲۸/۱۰۔

مَسَاکِنُ: ظرفِ مکان جمع مَسْکَنٌ واحد
رہنے کی جگہیں۔ پ۱/۹۔

مَسَاکِنِکُمْ: مساکن ظرف مجرور مضاف
کُمْ ضمیر مضاف الیہ، تمہارے مکان۔ ۱۷/۲

مَسَاکِنَکُمْ: مساکن ظرف منصوب مضاف
کُمْ ضمیر مضاف الیہ، تمہارے مکان۔ ۱۹/۱۷۔

مَسَاکِنِہِمْ: مساکن ظرف مجرور مضاف ہِمْ
ضمیر مضاف الیہ، ان کے مکان ۱۶/۱۶ ۲۰/۱۶ ۲۱/۱۶۔

مَسَاکِنَہُمْ: مساکن ظرف منصوب مضاف
ہُمْ ضمیر مضاف الیہ، ان کے مکان۔ ۲۶/۳۔

مَسَاكِنُهُمْ: مساکن ظرف مرفوع مضاف، هُمْ ضمیر مضاف الیہ، ان کے مکان۔ پ ۲/۹

اَلْمَسَاكِيْنِ: جمع مجرور اَلْمِسْكِيْن واحد، مفلس نادار لوگ۔ پ ۱/۱، پ ۲/۱۰، پ ۵/۳، ۱۳/۱۴۔

مَسَاكِيْنَ: جمع منصوب مسکین واحد مفلس نادار لوگ۔ پ ۲/۶، پ ۷/۲،۳، پ ۱۶/۱، ۱۸/۹۔

مَسَاكِيْنُ: جمع مرفوع مسکین واحد، مفلس نادار لوگ۔ پ ۳/۱۲۔

(مزید تنقیح کے لئے دیکھو ساکن)

اَلْمُسَبِّحُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر مرفوع مُسَبِّحٌ مفرد، تسبیح مصدر باب تفعیل، سَبْحٌ مادہ، اللہ کی پاکی بیان کرنیوالے، اللہ کی پاکی ظاہر کرنیوالے۔ اللہ کا ذکر کرنے والے، بقول راغب سَبْحٌ کا معنی ہے پانی یا ہوا میں تیزی کے ساتھ گزر جانا۔ ستاروں اور گھوڑوں کی رفتار میں اس کا استعمال مجازی ہے کسی کام میں تیزی کے ساتھ مشغولیت کو بھی سَبْحٌ کہا گیا ہے۔ سِبَاحَةٌ اور سُبْحَانٌ بھی مصدر ہیں (باب فتح) سَبَّاحَةٌ اور مُسَبِّحَةٌ شہادت کی انگلی، سُبْحَةٌ دانوں کی تسبیح، سُبْحَاتٌ سجدہ کے مقامات۔

تسبیح فقط زبان سے پاکی بیان کرنے کو ہی نہیں کہتے بلکہ تسبیح قولی کیطرح تسبیح عملی اور تسبیح قلبی بھی ہوتی ہے (مفردات) پ ۲۳/۹ باقی تنقیح کے لئے دیکھو سَبِّحْ، تُسَبِّحُوْنَ، تُسَبِّحْهُمْ، سَبِّحِ، سُبْحَانَ، اَلسَّابِحَات)

اَلْمُسَبِّحِيْنَ: اسم فاعل جمع مذکر مجرور اَلْمُسَبِّحُ مفرد۔ تسبیح مصدر، اللہ کی پاکی ظاہر کرنے والے (دیکھو المسبحون) نماز پڑھنے والے (ابن عباس) عبادت کرنے والے (وہب بن منبہ) لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ کہنے والے (سعید بن جبیر، معالم التنزیل) امام راغب نے مفردات میں کہا ہے کہ عام ذکر مراد لینا اولیٰ ہے۔ پ ۲۳/۹۔

مَسْبُوْقِيْنَ: اسم مفعول جمع مذکر مجرور مَسْبُوْقٌ واحد، سَبْقٌ مصدر، باب نصر و ضرب، پیچھے چھوڑے گئے یعنی جنکو پیچھے چھوڑ کر دوسرے آگے بڑھ جائیں، مراد عاجز۔

سَبْقٌ گھوڑ دوڑ میں بطور شرط جو چیز مقرر کی جائے مُسَابَقَةٌ سِبَاقٌ اور تَسَابُقٌ آگے بڑھنے میں مقابلہ تَسْبِيْقٌ گھوڑ دوڑ کی شرط کو لینا یا دینا۔ اِسْتِبَاقٌ (باب افتعال) سِبَاقٌ

کا ہم معنی ہے، سَبْقٌ کا اصل معنی ہے آگے بڑھنا مجازی معنی ہے کسی کام کا پہلے سے قطعی طور پر ہوچکنا۔ کسی بات میں فضیلت اور امتیاز حاصل کرنا، گرفت اور قبضہ سے باہر نکل جانا۔ ۲۷/۱۵ ۲۹/۸ (دیکھو سَبَقَ۔ السَّابِقَاتِ۔ اِسْتَبَقَا۔ سَبَقُوْنَا۔ سَبَقَتْ۔ السَّابِقُوْنَ۔ سَبَقُوْا)

اَلْمُسْتَاْخِرِیْنَ: اسم فاعل جمع مذکر منصوب المستأخر مفرد (باب استفعال)، پچھلے، پیچھے آنے والے، بعد کو آنیوالے۔ تَاْخِیْرٌ پیچھے لانا۔ پیچھے کرنا۔ تَاَخُّرٌ پیچھے آنا۔ (دیکھو الآخرۃ، اُخَر، تَاَخَّرَ، اَخَّرَ) ۱۴/۲۔

مُسْتَاْنِسِیْنَ: اسم فاعل جمع مذکر منصوب، مستانِسٌ واحد، اِسْتِئْنَاسٌ مصدر، باب استفعال جی لگانیوالے۔ دلچسپی کے ساتھ بیٹھ رہنے والے۔ ۲۲/۴ (مزید تنقیح کے لئے دیکھو الانسان، اَنْتُمْ۔ الاِنْس۔ اناسیَّ)

مُسْتَبْشِرَةٌ: اسم فاعل واحد مؤنث استبشارٌ مصدر باب افعال، شگفتہ، شادان۔ ایسی چیز پانیوالے جس نے شگفتگی اور خوشی پیدا ہو جائے ۳۰/۵ (مزید دیکھو بُشْرًا۔ بُشْرٰی۔ البَشَر۔ بَاشِرُوْا۔ تُبَاشِرُوْا۔ مُبَشِّرِیْنَ۔ بُشْرٰی۔ البَشِیْرُ۔ مُبَشِّرَات۔ اَبْشِرُوْا وغیرہ)

مُسْتَبْصِرِیْنَ: اسم فاعل جمع مذکر منصوب اِسْتِبْصَارٌ مصدر۔ باب استفعال۔ دیکھنے والے طلبگار بصیرت (راغب) ۲۰/۱۶۔ (مزید تنقیح کے لئے دیکھو البَصَر، الاَبْصَار۔ اَلْبَصِیْرُ۔ بَصَائِرُ۔ بَصُرْتُ۔ تَبْصِرَةٌ۔ مُبْصِرَةً۔ بَصِیْرَةٌ وغیرہ)

اَلْمُسْتَبِیْنَ: اسم فاعل واحد مذکر، اِسْتِبَانَةٌ مصدر، باب استفعال۔ واضح کھلی ہوئی ہدایت والی ۲۳/۸ (دیکھو بَیَّنَ۔ بَیِّنْ۔ تَبَیَّنَ۔ تَبَیَّنَ۔ بَیِّنَاتٌ۔ بَیِّنَۃٌ۔ بَیَانٌ۔ مُبِیْنٌ۔ اَلْمُبِیْنُ)

مُسْتَخْفٍ: اسم فاعل واحد مذکر، اِسْتِخْفَاءٌ مصدر باب استفعال، چھپنے والا، چھپنے کی کوشش کرنیوالا۔ یہ لفظ اصل میں مُسْتَخْفِیٌ تھا، خفی مادہ۔ خُفْیَۃٌ مصدر، باب سمع، خِفَاءٌ اوٹ، پردہ، اِخْفَاءٌ باب افعال چھپانا۔ خَفِیَ یَخْفٰی باب ضرب اس نے ظاہر کر دیا۔ ۱۳/۸ (مزید دیکھو خُفْیَةً۔ تُخْفُوْا۔ اَخْفَیْتُمْ۔ خَافِیَۃٌ)

مُسْتَخْلَفِیْنَ: اسم مفعول جمع مذکر منصوب اِسْتِخْلَافٌ مصدر باب استفعال خَلَفَ مادہ۔ وارث۔ خلیفہ بنائے ہوئے، اِسْتِخْلَافٌ

وارث اور خلیفہ بنانا۔ جانشین اور نیابت خواہ اصل کی غیر موجودگی کے سبب سے ہو یا اس کے مرنے کی وجہ سے ہو یا اس کی کمزوری کی غرض سے یا صرف نائب کی عزت افزائی کے لحاظ سے۔ اس جگہ اول الذکر دونوں معنی مراد ہو سکتے ہیں اسلاف کے مرنے یا کسی جگہ سے بالکل چلے جانے کے بعد اس جگہ کے مال کے وارث خلف ہوتے ہیں، تیسرا معنی بھی مراد لیا جا سکتا ہے کیونکہ اصل مالک جب صحیح تصرفات نہیں کر سکتا اور اہل ثابت نہیں ہوتا تو اس کا مال اللہ دوسروں کو دیدیتا ہے۔ ۲۷/۱۷۔

(مزید تنقیح دیکھو خَلْفِهِمْ۔ خَلْفَهُ۔ خَلْفٌ۔ خَلَفَ۔ خِلْفَةً۔ خَلِيفَةً۔ اِخْتَلَفَ۔ مُخْتَلِفِينَ۔ اِخْتِلَافٌ، اَخْلَفْنَا۔ خِلَافٍ۔ مُخَلَّفِينَ۔ خَوَالِفَ وغیرہ)

مُسْتَسْلِمُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر مرفوع اِسْتِسْلَامٌ مصدر، باب استفعال۔ سَلْمٌ مادہ۔ فرماں بردار۔ سَلِمَ سَلَامَةً (سمع) آرام پایا۔ سالم رہا۔ بے ضرر اور بے عیب ہوا۔ محفوظ رہا۔ سَلَمَ سَلْمًا (ضرب) کام سے فارغ ہوا، کام عمدہ اور ٹھیک ہو گیا سِلَامٌ (نصر) سانپ کا کاٹنا۔ سَلَامٌ بے عیب ہونا۔ سلام کرنا۔ محفوظ رہنا۔ اطاعت کرنا سَلْمٌ۔ آشتی۔ صلح۔ مَسْلُومٌ۔ مار گزیدہ اِسْلَامٌ اطاعت کرنا۔ چھوڑنا۔ کسی کے سپرد کرنا۔ صلح کرنا۔ مسلمان ہونا۔ اَسْلَمَ عَنْهُ اس سے اعراض کیا۔ اِسْتِسْلَامٌ فرمانبردار ہونا۔

(مزید تنقیح کے لئے پڑھو سَلِيمٍ۔ مُسَلَّمَةٌ۔ سَلَّمَ۔ سَلَامٌ۔ اَلسَّلَامُ۔ سَلِّمُوا۔ اَلسَّلَمَ۔ سَالِمُونَ۔ اَسْلِمْ۔ اَسْلَمْتُ۔ اَلْاِسْلَامُ مُسْلِمُونَ)

مُسْتَضْعَفُوْنَ: اسم مفعول جمع مذکر مرفوع۔ اِسْتِضْعَافٌ مصدر باب استفعال ناتواں، کمزور سمجھے گئے۔ عاجز پائے جانیوالے لوگ۔ ضَعْفٌ۔ ضُعْفٌ۔ ضِعْفٌ۔ اَضْعَافٌ تَضْعِيفٌ۔ مُضَاعَفَةٌ اور اِسْتِضْعَافٌ کے معانی کی توضیح کے لئے دیکھو ضَعُفَا۔ اُسْتُضْعِفُوا۔ ضَعِيفًا۔ اسْتَضْعَفُونِي۔ ضِعْفٌ۔ ضِعْفَيْنِ، اَضْعَافًا۔ مُضَاعَفَةً۔ ۹/۱۷۔

مُسْتَضْعَفِيْنَ: اسم مفعول جمع مذکر

منصوب نکرہ، استضعاف سے، عاجز، ناتوان ۵/۱۱

اَلْمُسْتَضْعَفِيْنَ: اسم مفعول جمع مذکر منصوب معرفہ، استضعاف سے، بے بس ناتواں - ۵/۷، ۱۱، ۱۶ -

مُسْتَطَرٌ: اسم مفعول واحد مذکر، اِسْتِطَارٌ مصدر، باب افتعال، سَطْرٌ مادہ، لکھا ہوا۔ سَطْرٌ (نصر) لکھنا، کاٹنا۔ زمین پر ڈالنا۔ سَطْرٌ اور سَطَرٌ ایک لائن کسی تحریر کی ہو یا درختوں کی یا آدمیوں کی اَسْطُر اور سُطُورٌ اور اَسْطَارٌ جمع۔ سَاطِر قصاب، سَاطُورٌ کاٹنے کا ہتھیار چھری وغیرہ، اَسَاطِيْرُ (یہ قول مبرد اُسْطُورَةٌ کی جمع ہے) جھوٹے افسانے پریشان بیہودہ باتیں، تَسْطِيْرٌ سطر سطر کر کے لکھنا۔ اِسْتِطَارٌ لکھنا، تَسَيْطَرَ ۃٌ اور سَيْطَرَةٌ کسی کام پر مقرر ہونا، ذمہ دار ہونا۔ ۲۷/۱۰

مُسْتَطِيْرًا: اسم فاعل واحد مذکر منصوب اِسْتِطَارَةٌ مصدر، باب استفعال، طَيْرٌ مادہ۔ پھیلا ہوا۔ عام۔

طَيَرَانٌ کا اصل معنی ہے اڑنا، مجازاً اس سے مراد کبھی سرعت رفتار ہوتی ہے جیسے فَرَسٌ مُطَارٌ تیز رفتار گھوڑا کبھی منتشر ہونا اور پھیلنا جیسے غُبَارٌ مُسْتَطَارٌ پھیلا ہوا غبار، تَطَايَرُوْا انہوں نے جلدی کی اور منتشر ہو گئے، ایک شاعر کا قول ہے طَارُوْا اِلَيْهِ زَرَافَاتٍ وَوُحْدَانًا وہ جماعت در جماعت ہو کر اور اکیلے اکیلے جنگ کی طرف تیزی کے ساتھ دوڑے، فَجْرٌ مُسْتَطِيْرٌ پھیلی ہوئی صبح، تَطَيُّرٌ بدشگونی حاصل کرنا۔ طَائِرٌ پرندہ۔ نحوست۔ اعمالنامہ۔ ۲۹/۱۹

(مزید تنقیح کے لئے پڑھو طَائِرٌ، اَلطَّيْرُ، تَطَيَّرْنَا، طَائِرُكُمْ۔ طَائِرَۃٌ)

اَلْمُسْتَعَانُ: اسم مفعول واحد مذکر اِسْتِعَانَةٌ مصدر، باب استفعال۔ وہ جس سے مدد مانگی جائے، اِعَانَةٌ مدد دینا۔ اِسْتِعَانَةٌ مدد مانگنا۔ تَعَاوُنٌ اور مُعَاوَنَةٌ باہم مدد کرنا عَوْنٌ اور مُعِيْنٌ مددگار، عَوَانٌ جوان یعنی بچپن اور بڑھاپے کے درمیان عمر والا، حَرْبٌ عَوَانٌ گھمسان کا رن۔ ۱۲/۱۲، ۱۷/۷ -

(دیکھو مزید تنقیح کے لئے اَعِيْنُوْنِيْ۔ تَعَاوَنُوْا اِسْتَعِيْنُوْا۔ عَوَانٌ)

اَلْمُسْتَغْفِرِيْنَ: اسم فاعل جمع مذکر منصوب اَلْمُسْتَغْفِرُ واحد، اِسْتِغْفَارٌ مصدر، باب استفعال گناہوں کی معافی مانگنے والے - ۳/۱۰

(دیکھو غُفْرَانَکَ، مَغْفِرَۃً، غَفَّارًا، اِسْتَغْفِرُوْا غَافِرِ، اَلْغَفُوْرُ۔ اِغْفِرْ)

مُسْتَقْبِلَ: اسم فاعل واحد مذکر منصوب مضاف۔ اِسْتِقْبَال مصدر باب استفعال قبل مادہ۔ سامنے آنیوالا۔ رخ کرنیوالا۔ استقبال کا معنی ہے سامنے آنا، سامنے سے لینا۔ ۲۶/۳۔

(مزید تشریح مشتقات و مصادر کے لئے دیکھو قَبْلُ۔ قَبْلَ۔ اَقْبَلَ۔ اَقْبَلُوْا عَلَیْھِمْ۔ اَقْبَلَتْ، قَابِلِ۔ تَقَبَّلَ۔ تَقَبَّلَ۔ قُبُلًا۔ قَبَائِلَ، قَبِیْلًا۔ قِبَلَکَ۔ قِبْلَۃً)

اَلْمُسْتَقْدِمِیْنَ: اسم فاعل جمع مذکر منصوب، اَلْمُسْتَقْدِمُ واحد۔ اِسْتِقْدَام مصدر باب استفعال اگلے لوگ۔ پہلے زمانہ میں گزرے ہوئے لوگ۔ ۱۴/۲ (تشریح مفصل کیلئے پڑھو قَدَمَ۔ اَلْقَدِیْمِ۔ تُقَدِّمُوْا۔ قَدَّمَتْ، تُقَدِّمُوْا۔ قَدَّمَتْ)

مُسْتَقَرٌّ: ظرف مکان مرفوع بر وزن اسم مفعول۔ اِسْتِقْرَار۔ مصدر بمعنی قرار۔ باب استفعال، قرارگاہ۔ ٹھیرنے کی جگہ۔ ۱/۴ ۷/۱۴،۱۸ ۶/۹ ۱۲/۱ ۲۴/۲ ۲۹/۷ (تشریح مفصل کیلئے دیکھو قَرَارًا۔ قَرْنَ۔ نُقِرُّ۔ اَقْرَرْتُمْ۔ تَقَرَّ۔ قُرَّۃٌ۔

قَوَارِیْرَ)

مُسْتَقَرًّا: ظرف مکان منصوب، استقرار مصدر بمعنی قرار۔ باب استفعال۔ قرارگاہ ٹھیرنے کی جگہ مراد جنت۔ ۱۹/۱،۴۲۔

مُسْتَقِرٌّ: اسم فاعل واحد مذکر مرفوع۔ اِسْتِقْرَار مصدر بمعنی قرار باب استفعال قرار پکڑنیوالا ٹھیرنے والا۔ ۲۷/۸،۹۔

مُسْتَقِرًّا: اسم فاعل واحد مذکر منصوب استقرار مصدر بمعنی قرار، باب استفعال قرار پکڑنیوالا۔ ٹھیرنے والا۔ ۱۹/۱۸۔

اَلْمُسْتَقِیْمَ: اسم فاعل واحد مذکر منصوب معرف باللام سیدھا۔ صحیح۔ ۱/۱ ۶/۹ ۲۳/۸ (تشریح کے لئے پڑھو قائم)

اَلْمُسْتَقِیْمِ: اسم فاعل واحد مذکر مجرور معرفہ۔ سیدھا۔ صحیح۔ ۱۹/۱۴

مُسْتَقِیْمٌ: اسم فاعل واحد مذکر مرفوع نکرہ، سیدھا۔ ۳/۱۳ ۱۶/۵ ۲۵/۱۱۔

مُسْتَقِیْمٍ: اسم فاعل واحد مذکر مجرور نکرہ۔ ۲/۱،۱ ۶/۷ ۷/۱۰،۱۶ ۶/۷ ۱۱/۸ ۱۲/۵ ۱۴/۱۲،۲۲ ۱۷/۱۴،۱۶ ۱۸/۴،۱۲ ۲۲/۱۸ ۲۳/۳ ۲۵/۶،۱۰ ۲۶/۴ ۲۹/۳۔

مُسْتَقِیْمًا: اسم فاعل واحد مذکر منصوب

نکرہ۔ ۵/۶ ۶/۴ ۹/۲۶ ۲۶/۱۱ ۔

مُسْتَکْبِرًا : اسم فاعل واحد مذکر منصوب اِسْتِکْبَارٌ مصدر باب استفعال۔ کِبْرٌ مادہ اپنے کو بڑا سمجھنے والا سرکشی کرنے والا۔

کِبَرٌ، کُبْرٌ، کَبَارَۃٌ (کرم) بڑا ہونا جسمانیت میں بڑا ہونا۔ کِبَرٌ اور مَکْبَرٌ (سمع) بڑی عمر والا ہونا۔ (نصر) کسی کے مقابلہ میں بڑا ہونا۔ کِبْرِیَاءٌ بزرگی عظمت، کِبْرٌ اور کِبْرَۃٌ بزرگی بلند مرتبہ، بڑی چیز بڑا گناہ۔ کابر اور کَبِیْر بزرگ کُبَّارٌ بہت بڑا۔ اِکْبَارٌ (افعال) بڑ سمجھنا تکبیر اللہ اکبر کہنا۔ کسی کی بڑائی بیان کرنا۔ بڑا سمجھنا بڑا کر دینا تَکَبُّرٌ اپنے کو بڑا ظاہر کرنا، غرور اور سرکشی کرنا۔ اِسْتِکْبَارٌ اپنے کو بڑا سمجھنا سرکشی کرنا۔ ۱۰/۲۱ ۱۷/۲۵

(مزید تشریح کے لئے دیکھو کُبْرٌ۔ کَبِیْرٌ۔ کَبِیْرَۃٌ۔ اَلْاَکْبَرُ۔ اَلْکِبْرُ۔ اَکَابِرُ۔ کَبِیْرَۃٌ۔ مُتَکَبِّرٌ۔ اِسْتَکْبَرُوْا۔ اِسْتَکْبَرْتُمْ)

مُسْتَکْبِرُوْنَ : اسم فاعل جمع مذکر مرفوع مُسْتَکْبِرٌ واحد، اِسْتِکْبَارٌ مصدر باب استفعال اپنے کو بڑا سمجھنے والے، مغرور۔ ۹/۱۴ ۱۴/۲۸ ۔

مُسْتَکْبِرِیْنَ : اسم فاعل جمع مذکر منصوب نکرہ، بتفصیل مذکور۔ ۴/۱۸ ۔

اَلْمُسْتَکْبِرِیْنَ : اسم فاعل جمع مذکر منصوب معرف باللام بتفصیل مذکور۔ ۹/۱۴ ۔

مُسْتَمِرٌّ : اسم فاعل واحد مذکر، اِسْتِمْرَارٌ مصدر باب استفعال۔ قدیمی ہمیشہ کا، مضبوط، پکا۔ استمرار کا معنی ہے ایک روش پر ہمیشہ چلنا، مضبوط ہونا (دیکھو مَرَّ۔ مَرُّوْا وغیرہ)

مُسْتَمْسِکُوْنَ : اسم فاعل جمع مذکر، مُسْتَمْسِکٌ واحد، اِسْتِمْسَاکٌ مصدر باب استفعال، چنگل سے پکڑنے والے، مراد دلیل اور سند پکڑنے والے۔

مادہ مَسْکٌ کے مفہوم میں رکنے یا روکنے کا معنی ضرور ہوتا ہے، مَسَکَۃٌ پانی ٹھہرنے و رکنے کی جگہ۔ مُمْسِکٌ بخیل کنجوس مال کو روک رکھنے والا۔ مِسَاکٌ۔ مَسَاکٌ۔ مَسَاکَۃٌ کنجوسی، پانی رک جانے کی جگہ۔ مَسْکَۃٌ اتنی غذا جس سے زندگی رک جائے۔ اِمْسَاکٌ رکنا، بند رکھنا۔ پنجہ میں پکڑنا۔ خاموش ہو جانا۔ تَمَسُّکٌ رک جانا چنگل میں پکڑنا۔ اِمْتِسَاکٌ اور اِسْتِمْسَاکٌ سند پکڑنا، پنجہ میں مضبوط پکڑنا۔ ۸/۲۵ (دیکھو اِسْتَمْسَکَ اِسْتَمْسِکْ۔ اِمْسَاکٌ۔ تُمَسِّکُوْا)

مُسْتَمِعُوْنَ : اسم فاعل جمع مذکر مرفوع

مُسْتَمِعٌ واحد، اِسْتِمَاعٌ مصدر باب افتعال سننے والے ۱۹/۲ (دیکھو اَسْمِعْ، سَمِعْنَا، سَمِعَهُمْ، اَلسَّمْعَ)

مُسْتَمِعُهُمْ: مُسْتَمِعٌ اسم فاعل واحد مذکر مضاف ھُمْ ضمیر مضاف الیہ۔ مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان حرف مِنْ محذوف ہے، ان میں کا سننے والا یعنی وہ جو سننے کا مدعی ہے۔ ۲۷/۴

مُسْتَنْفِرَةٌ: اسم فاعل واحد مؤنث، اِسْتِنْفَارٌ مصدر باب استفعال بدک کر بھاگنے والے۔ نَفْرٌ (باب نصر) لڑائی میں کسی پر غالب آنا۔ نِفَارٌ (باب ضرب) ڈرنا دور ہو جانا۔ نَفْرٌ۔ نَفَرٌ۔ نَفِيْرٌ تین سے لیکر دس تک کا گروہ۔ نُفْرَةٌ شاہی فرمان حکم حاکم نُفُوْرٌ بھاگنے والا۔ نَافِرَةٌ اعزا اقربا۔ نَفَائِرُ بُری چڑیاں۔

اِنْفَارٌ (باب افعال) زبردستی کسی پر حکم چلانا، بھگانا، نکالدینا۔ باب تفعیل سے بھی یہی معنی ہے۔ تَنَافُرٌ قوم کا الگ کسی کام کے لئے نکلنا باہم حاکم کے سامنے پیش ہونا۔ اِسْتِنْفَارٌ (استفعال) بھاگنا، بھگانا، بھاگ نکلنے کی خواہش کرنا ۲۹/۱۹ (مزید تشریح دیکھو نُفُوْرًا، اِنْفِرُوْا اِنْفِرُوْا، تَنْفِرُوْا)

مُسْتَوْدَعٌ: ظرف مکان بروزن اسم مفعول، اِسْتِيْدَاعٌ مصدر باب استفعال امانت رکھنے کی جگہ۔ ۷/۱۸

اس سے پہلے لفظ مُسْتَقَرٌّ ہے دونوں لفظوں کی مراد میں اسلاف کا اختلاف ہے حضرت ابن مسعود نے فرمایا زمین اور قبر، حضرت ابن عباس نے فرمایا زمین اور پشت پدر، حسن بصری نے فرمایا آخرت اور دنیا (راغب)

دَعَةٌ اور تُدْعَةٌ آرام، تن آسانی، وَدْعٌ قبر کے گرداگرد احاطہ، وَدِيْعَةٌ امانت، وَدَائِعُ جمع، مِيْدَعٌ برانا کپڑا، کھردرا کپڑا، وہ کپڑا جس کے ذریعہ سے کپڑوں کو گرد سے بچایا جاتا ہے غم انگیز باب وَدَعَ يَدَعُ وَدَاعًا (فتح) باہر نکالدینا، چھوڑ دینا۔ امام راغب نے لکھا ہے بعض علماء کا قول ہے کہ اس معنی میں باب فتح سے صرف امر اور مضارع مستعمل ہے، ماضی اور اسم فاعل نہیں آتا۔

وَدُوْعٌ وَدَاعَةٌ (کرم) زمین میں جانا۔ اِيْدَاعٌ (باب افعال) امانت رکھنا اپنے پاس

کسی کی یا دوسرے کے پاس اپنی، صاحبِ قاموس نے اس باب کو لغاتِ اضداد میں سے قرار دیا ہے مگر یہ نظری دھوکہ ہے کیونکہ اِیْدَاعٌ کا معنی ہے امانت رکھنا خواہ اپنے پاس یا دوسرے کے پاس دونوں صورتوں میں کوئی فرق نہیں، تَوْدِیْعٌ (باب تفعیل) رخصت کرنا، نکال دینا امامِ راغب نے لکھا ہے کہ تَوْدِیْعٌ دَعَةٌ سے بنا ہے یعنی دَعَةٌ (آرام و راحت کی دعا دینا اور یہ کہنا کہ اللہ تجھے آرام میں رکھے، دکھ نہ دے مُوَادَعَةٌ مصالحت، اِتِّدَاعٌ آرام پانا، تن آسان ہو جانا قرار پکڑنا، اِسْتِیْدَاعٌ (استفعال) بطورِ امانت کسی کے پاس کچھ رکھنا (قاموس و تاج وغیرہ)

مُسْتَوْدَعَهَا: ظرف مضاف منصوب ھَا ضمیر مضاف الیہ، امانت رکھنے کی جگہ بغوی نے معالم میں اس جگہ لکھا ہے کہ حضرتِ عبداللہ بن مسعود کے نزدیک مستقر سے مراد رحمِ مادر اور مستودع سے مراد مرنے کا مقام عطاء کا قول ہے مستقر رحمِ مادر اور مستودع پشتِ پدر سعید بن جبیر، علی بن ابی طلحہ اور عکرمہ نے حضرتِ ابنِ عباس کا یہی قول نقل کیا ہے لیکن ابن مقسم نے کہا کہ ابنِ عباس کے نزدیک مستقر سے مراد شب و روز رہنے کی جگہ اور مستودع سے مراد قبر ہے بعض علماء کے نزدیک مستقر سے مراد جنت یا دوزخ اور مستودع سے مراد قبر ہے، بہرحال راغب کی مذکورہ تصریحات بغوی کی ان منقولات کے خلاف ہیں۔ ۱۲ب

مَسْتُوْرًا: اسم مفعول واحد مذکر، سَتْرٌ مصدر، باب نَصَرَ چھپایا ہوا۔ اس جگہ عموماً اہلِ تفسیر کے نزدیک مستور بمعنی ساتر ہے۔ اسم مفعول، اسم فاعل کے معنی میں مستعمل ہے یعنی چھپانے والا، اس توجیہ کی ضرورت ایک واقعۂ نزول کو ذکر کرنے کی بناء پر پڑی۔ جلالین، روح المعانی، خازن، معالم اور اکثر تفسیروں میں بیان کیا گیا ہے کہ جب حضور قرآن مجید تلاوت فرماتے تو کفار حضور کو شہید کرنے کا ارادہ کرتے تھے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ارشاد ہوا کہ ہم نے آپ کے اور کافروں کے درمیان ایک حجاب پیدا کر دیا جو آپ کو ان کی نظر سے چھپانے والا ہے وہ آپ پر حملہ نہ کر سکیں گے یہ تو عجیب ہے کیونکہ تلاوت کے وقت کافروں کی نظر سے حضور کا مخفی ہونا نہ درایۃً

ثابت ہے نہ صحیح روایات سے اسکی تائید ہوتی ہے نہ آگے آنیوالی آیات سے اس مطلب کا کوئی جوڑ لگتا ہے اور ان کے کانوں میں گرانی پیدا کردی ہے یہ ظاہر ہے کہ کافروں کے دلوں پر کوئی محسوس مرئی پردہ پڑا ہوا نہ تھا نہ کانوں میں کوئی ثقل تھا بلکہ گمراہی اور کور باطنی کا غیر مبصر حجاب ورعناد وضد کا غیر مرئی ثقل تھا جس نے باوجود سمجھنے کے ان کو انجان اور باوجود سننے کے ناشنوا بنا رکھا تھا اسی حجاب کے متعلق اللہ نے فرمایا کہ یہ حجاب ظاہر بین نظروں سے مستور ہے واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

سِتْرٌ پردہ سُتُورٌ جمع۔ سُتْرٌ ڈھال، سُتْرَةٌ آڑ، لباس۔ سَتْرٌ مصدر باب نَصَرَ ڈھانپنا، چھپانا، سوال سے باز رکھنا، کسی کام میں خوف شرم۔ اِسْتِتَارٌ پردہ میں چھپ جانا، پوشیدہ ہونا ۵/۱۸ (دیکھو سِتْرًا اور تَسْتَتِرُوْنَ)

مَسَّتْهُ : مَسَّتْ واحد مؤنث غائب ماضی معروف ہٗ ضمیر مفعول، اس کو پہنچی۔ ۲/۱۲ ۱/۲۵ (دیکھو مَسّ)

مَسَّتْهُمْ : مَسَّتْ واحد مؤنث غائب ماضی معروف ھُمْ مفعول، ان کو پہنچی، ان کو لاحق ہوئی۔ ۱۰/۲، ۸/۱۱، ۵/۱۔

مُسْتَهْزِءُوْنَ : اسم فاعل جمع مذکر مرفوع اِسْتِهْزَاءٌ مصدر، ہُزْءٌ مادہ، مذاق کرنیوالے، مذاق بناکر انکار کرنے والے۔ ۲/۱

هُزْءَةٌ جس کا مذاق اڑایا جائے۔ هُزَءَةٌ مذاق بنانیوالا۔ هُزْءٌ مذاق۔ هُزُوْءٌ هُزَاءَةٌ مصدر (فتح) حرکت دینا، ٹھٹھا کرنا۔ تَهَزُّءٌ (تفعل) ٹھٹھا کرنا۔ اِهْزَاءٌ دوڑنا۔ اِسْتِهْزَاءٌ (باب استفعال) ٹھٹھا کرنا۔ انکار کرنا۔ اچانک قابو پالینا (تاج) دیکھو هُزُوًا اور تَسْتَهْزِءُوْنَ)

اَلْمُسْتَهْزِئِيْنَ : اسم فاعل جمع مذکر منصوب ٹھٹھا کرنیوالے۔ انکار کرنیوالے۔ ۶/۱۴۔

مُسْتَيْقِنِيْنَ : اسم فاعل جمع مذکر مجرور مُسْتَيْقِنٌ واحد، اِسْتِيْقَانٌ مصدر باب استفعال، یقین رکھنے والے۔ یقین کا معنی ہے کسی بات کی قطعیت پر انسانی فہم کا قائم ہو جانا معرفت اور درایت سے علم کا درجہ اونچا ہے اس لئے یقین علم ہی کی صفت ہوتا ہے معرفت و درایت کی صفت نہیں ہوتا (راغب) اور چونکہ یقین علم حصولی کی صفت ہوتا ہے اس لئے ملائکہ یا انسان کے علم کی صفت تو ہوتا ہے اللہ کے علم کو موصوف بہ یقین نہیں کہا جا سکتا (بیضاوی)

کبھی یقین اس امر کو کہہ لیا جاتا ہے جس کا ہونا یقینی ہوتا ہے اسی لئے موت کو بھی یقین کہا گیا ہے تَیَقُّنٌ (باب تفعل) اِسْتِیْقَانٌ (استفعال) اور اِیْقَانٌ (باب افعال) ہم معنی ہیں، یقین کرنا یقین رکھنا یَقِنَ یَیْقَنُ یَقِیْنًا (باب سمع) قطعی طور پر جان لیا بغیر شک و شبہ کے مان لیا، یَقَنَۃٌ مِیْقَانٌ اور مِیْقَانَۃٌ وہ چیز جس کا یقین کیا جاتا ہے۔ پ ۲۵/۲

مَسْجِدٌ : ظرف مکان مفرد، مساجد جمع، سجدہ کرنے کی جگہ، مسلمانوں کا نماز گھر (مزید تنقیح کے لئے دیکھو مساجد) پ ۲/۱، ۲، ۸، ۱۱ پ ۶/۵ پ ۸/۱۰ پ ۹/۱۸ پ ۱۰/۸، ۹، ۱۰ پ ۱۳/۲ پ ۱۵/۱ پ ۱۷/۱۰ پ ۲۶/۷، ۱۲۔

مَسْجِدًا : ظرف مکان مفرد، تفصیل مذکورہ بالا۔ پ ۱۱/۲ پ ۱۵/۱۵۔

اَلْمَسْجُوْرِ : اسم مفعول واحد مذکر، بھرا ہوا لبریز (مجاہد و کلبی) بالکل خشک سوکھا ہوا (حسن بصری۔ قتادہ۔ ابو العالیہ) شیریں اور شور مخلوط (ربیع بن انس) تنور کی طرح سخت گرم (محمد بن کعب قرظی، ضحاک) مقاتل کا قول ہے کہ ضحاک نے بتوسط نزال بن سبرہ حضرت علی کا قول نقل کیا ہے کہ البحر المسجور سے مراد وہ سمندر ہے جو عرش کے نیچے ہے قیامت کے قریب پہلا صور پھونکنے کے بعد جب سب جاندار مرجائینگے تو اللہ چالیس روز تک اس سمندر سے بارش کرے گا جس کی وجہ سے انسان قبروں سے سبزہ کی طرح اگیں گے اسی لئے اس سمندر کا نام بحر حیوان ہے۔

سَجْرٌ مصدر (نصر) گرم کرنا۔ تنور گرم کرنا۔ بھرنا۔ سَجَرٌ اور سُجْرَۃٌ سرخی آمیز سفیدی، اَلسَّجْر پاکیزہ حوض۔ پھول۔ سَجُوْرٌ تنور کا ایندھن، سَجِیْرٌ خالص دوست، سَجُوْرِیٌّ ہلکا آدمی۔ بیوقوف تَسْجِیْرٌ، جاری کرنا۔ خوب گرم کرنا مُسَاجَرَۃٌ باہم گرما گرم دوستی کرنا۔ پ ۲۷/۳۔

اَلْمَسْجُوْنِیْنَ : اسم مفعول جمع مذکر مجرور اَلْمَسْجُوْنُ واحد۔ قیدی۔ سَجْنٌ (نصر) قید کرنا باز رکھنا، منہم کرنا۔ سَجَّانٌ جیلر (دیکھو السجن السّجنین) پ ۱۹/۹۔

مَسْحًا : مصدر (فتح) کاٹنا یعنی وہ گھوڑوں کی پنڈلیاں اور گردنیں کاٹنے لگے یہ ترجمہ حضرت ابن عباس، حسن بصری۔ قتادہ اور مقاتل وغیرہ سے مروی ہے (البغوی فی المعالم) امام رازی نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ مَسْح سے ہاتھ پھیرنا مراد ہے یعنی وہ گھوڑوں کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے۔ مَسْح کے مفہوم میں

دو چیزیں داخل ہیں (۱) کسی چیز پر ہاتھ پھیرنا (۲) اگر کچھ اثر نشان اس چیز پر ہو تو اس کو زائل کر دینا۔

مؤخر الذکر معنی کا لحاظ کرتے ہوئے مسح کا معنی ہو گیا صاف کر دینا۔ درھم مسیح وہ درہم جس پر کچھ نقش نہ رہا ہو۔ اَلْمَسِیْحُ چکنی جگہ۔ اَلْمِسْحَاۃُ ہموار کھلا میدان۔ مَسَحْتُہٗ بِالسَّیْفِ میں نے تلوار سے صفایا کر دیا یعنی کاٹ ڈالا۔ امام رازی نے اول جزو کا لحاظ کر کے ترجمہ کیا ہے اور عام اہل تفسیر نے دوسرے جزو کا لحاظ کیا ہے اور مَسَحْتُ بِالسَّیْفِ کو ماخذ قرار دیا ہے۔

مَسْحٌ کا معنی زمین کو طے کرنا بھی ہے اور جھوٹی بات کہنا بھی ہے اور اچھی بات کہنا بھی ہے دجال زمین کو طے بھی کریگا اس کی ایک آنکھ بھی مٹی ہوئی ہوگی اور جھوٹا بھی ہوگا اس لئے اس کو مسیح کہا جاتا ہے۔ حضرت عیسیٰ بھی سیاحت میں زندگی بسر کرتے گئے اور سچی بات کہنے والے بھی ہیں اس لئے ان کو مسیح کہا گیا یا یہ کہ آپ کے ہاتھ پھیرنے سے بیمار اچھا ہو جاتے تھے یا یہ کہ ماں کے پیٹ سے ہی تیل ملے ہوئے پیدا ہوئے تھے بعض کا خیال ہے کہ عربی کا مسیح عبرانی زبان کا مشوح تھا بعض لوگوں کا خیال ہے کہ عیسیٰ کی بھی ایک آنکھ ممسوح تھی، مٹی ہوئی تھی یعنی باطل کی آنکھ اور دجال کی بھی ایک آنکھ سپاٹ ہو گی یعنی حق کی آنکھ اس لئے دونوں کو مسیح کہا جاتا ہے۔

مسح کا معنی مجازی جماع بھی ہے اور ٹاٹ کو بھی مسح کہتے ہیں۔ مسح کے مفعول پر کبھی بار آتا ہے دیکھو فامسحوا برؤسکم، کبھی نہیں آتا جیسے مَسَحْتُ یَدِیْ بِالْمِنْدِیْلِ، رومال سے میں نے اپنا ہاتھ پونچھا، صاف کیا۔ مَسَحَ الْبَعِیْرُ الْمَفَازَۃَ اونٹ نے بیابان طے کیا ۲۳/۱۲

(مزید تفصیل کے لئے دیکھو امسحوا، المسیح)

اَلْمُسَحَّرِیْنَ: اسم مفعول جمع مذکر مجرور، تسحیر مصدر، باب تفعیل جادو زدہ۔ سَحُوْرٌ مصدر (سمع) صبح ہونا۔ سَحَرٌ پھیپھڑا سُحْرَۃٌ صبح کاذب کا وقت سَحَرٌ، زرد کا۔ سِحْرٌ جادو، افسوں، ہر وہ چیز جس کا ماخذ لطیف ہو بظاہر سمجھ میں نہ آتا ہو، جادو کرنا۔ دھوکہ دینا۔ محتاج اور بیمار کر دینا۔ دور ہونا (فتح) سَحُوْرٌ سحری کا کھانا۔ سَحِیْرٌ پیٹ کا روگی۔ مَسْحُوْرٌ جادو کیا ہوا۔ سڑا ہوا کھانا۔ ویران جگہ۔ اِسْحَارٌ (افعال) صبح کرنا۔ صبح کے وقت کہیں داخل ہونا۔ تَسْحِیْرٌ فریفتہ بنا دینا۔ زیادہ جادو کرنا۔

۱۹/۱۲،۱۴ (دیکھو السّحر، ساحر، سَحَرُوا، اَلسَّحَرَۃُ)

مَسْحُوْرًا : اسم مفعول واحد مذکر منصوب، سِحْرٌ مصدر۔ باب فتح۔ وہ شخص جس پر جادو کیا گیا ہو، دھوکہ میں پڑا ہوا مت کٹا خبطی۔ ۱۵/۱۲،۵ ۱۸/۱۵۔

مَسْحُوْرُوْنَ : اسم مفعول جمع مذکر مرفوع۔ مَسْحُوْرٌ واحد، سِحْرٌ مصدر، وہ لوگ جن پر جادو کر دیا گیا ہو، دھوکہ میں پڑے ہوئے۔ ۱۴/۱۔

مُسَخَّرٌ : اسم مفعول واحد مذکر، تَسْخِیْرٌ مصدر باب تفعیل، فرمانبردار بنایا ہوا۔ سَخَرٌ، سَخَرٌ، سُخْرَۃٌ، مَسْخَرٌ، سُخْرٌ مصدر، (باب سمع) ٹھٹھا کرنا۔ سِخْرِیَّۃٌ اور سُخْرِیَّۃٌ (باب نصر) کسی کو مجبور کرنا، ایسے کام کی تکلیف دینا جس کو اس کا دل نہ چاہتا ہو، کسی کو احمق بنانا۔ سُخْرِیٌّ اسم، وہ شخص جس کو مجبور کر کے کوئی کام کرایا جائے یا جسکو احمق بنایا جائے۔ سُخْرَۃٌ جسکو فرمانبردار بنایا جائے، جس کا لوگ مذاق بنائیں۔ سُخَرَۃٌ مذاق اڑانے والا۔ تَسْخِیْرٌ جبر کر کے بغیر مزدوری دیئے کام لینا۔ قوت کے ساتھ فرمانبردار بنانا۔ اِسْتِسْخَارٌ (استفعال) ٹھٹھا کرنا۔ اس کے مفعول پر کبھی بار آتا ہے، کبھی مِنْ ۱۲/۳ (تفصیل کے لئے پڑھو سَخَّرَ، تَسْخَرُوا، سُخْرِیًّا)

مُسَخَّرَاتٌ : اسم مفعول جمع مؤنث، مُسَخَّرَۃٌ واحد، تَسْخِیْرٌ مصدر باب تفعیل۔ تابع اور فرمانبردار بنائے ہوئے، (دیکھو مُسَخَّرٌ) ۸/۱۴ ۱۴/۱۷،۸

مَسَخْنَا : جمع متکلم ماضی معروف، مَسْخٌ مصدر، باب فتح، ہم نے صورت بگاڑ دی۔ مَسْخٌ مصدر اور اسم عادت یا صورت بگاڑ دینا خصلت یا صورت کا بگاڑ۔ مَسِیْخٌ وہ شخص جس کی صورت بگاڑ دی گئی ہو، بد خلق، بے نمک۔ بدصورت، بدسیرت، بے مزہ گوشت یا کھانا یا میوہ۔ ۲۳/۲۔

مَسَدٍ : اسم، درخت کھجور کی شاخوں کی چھال سے نکالے ہوئے ریشے، مَسَدٌ (باب نصر) رسی بٹنا۔ تکلیف میں ڈالنا۔ اِمْرَأَۃٌ مَمْسُوْدَۃٌ رسی کے بلوں کی طرح اینٹھی ہوئی عورت (راغب)، ۳۰/۳۶۔

مُسْرِفٌ : اسم فاعل واحد مذکر، اسراف مصدر باب افعال۔ حد سے بڑھنے والا، مراد مشرک (معالم)، اسراف کا معنی ہے کسی کام میں حدِ اعتدال سے آگے بڑھنا، بیہودہ یا بے اندازہ صرف کرنا، حرام چیز کھانا۔ ۲۴/۹ (دیکھو تُسْرِفُوْا، اِسْرَافًا، اَسْرَفُوْا)

اَلْمُسْرِفِیْنَ : اسم فاعل جمع مذکر مجرور و

منصوب اِسْرَافٌ مصدر۔ حدِ اعتدال سے یا حدِ
مقررہ سے آگے بڑھنے والے یعنی بیہودہ صرف
کرنے والے، بے جا صرف کرنیوالے، لواطت
کرنے والے غرض حدِ حلال سے حرام کی طرف
بڑھنے والے ۱۱/۷(۴) ۱۷/۱ ۱۹/۱۲ ۲۴/۱۰ ۲۵/۱۵ ۲۷/۱۔

مُسْرِفِيْنَ : اسم فاعل جمع مذکر منصوب نکرہ۔
مُسْرِف واحد معنی مذکور۔ ۱۵/۷

مُسْرِفُوْنَ : اسم فاعل جمع مذکر مرفوع مُسْرِفٌ
واحد، حد سے بڑھنے والے (دیکھو المسرفین
اور مُسْرِفٌ)

مَسْرُوْرًا : اسم مفعول واحد مذکر، سُرُوْرٌ
مصدر (باب نصر) خوش کیا ہوا۔ اترایا ہوا۔
(جلالین و معالم) سَرَارَةٌ (باب کرم)
کسی چیز کا عمدہ خالص اور بہتر ہونا، پاکیزگی
سَرٌّ (باب سمع) ناف کا مریض ہونا، خوش
کرنا۔ اِسْرَارٌ (باب افعال) چھپانا اور ظاہر
کرنا (اضداد سے ہے) سِرٌّ راز (اَسْرَارٌ جمع)
مرد اور عورت کا عضوِ مخصوص، نکاح، نکاح
کا اعلان، ہر چیز کا درمیانی حصہ۔ بہترین جگہ
سُرَّةٌ ناف۔ اَسَرُّ بن بلائے آنیوالا، ہر
کام میں دخل دینے والا۔ سُرُوْرٌ بڑا
عقلمند، خالص دوست۔ مَسْرُوْرٌ اترایا ہوا۔
خوش کیا ہوا۔ ناف بریدہ۔ سَرِيْرٌ تخت
چارپائی۔ سُرُرٌ جمع (دیکھو اَلسِّرَّ، اِسْرًا
اَسَرُّوْا) سُرُرٍ۔ اَسَرُّوْا۔ اَسَرَّ۔ سُرُوْرًا)
۳۰/۹ دو جگہ، اول جگہ معنی خوش خوش، دوسری
جگہ اترایا ہوا۔

مَسْطُوْرٍ : اسم مفعول واحد مذکر مجرور لکھا
ہوا (دیکھو مستطر) ۲۷/۳

مَسْطُوْرًا : اسم مفعول واحد مذکر منصوب
لکھا ہوا۔ ۱۵/۶ ۲۱/۱۷۔

مَسْغَبَةٍ : اسم مصدر مجرور بھوک۔ سَغْبٌ
سُغَابَةٌ۔ سُغُوْبٌ۔ مَسْغَبَةٌ (نصر و سمع)
بھوکا ہونا، بھوک۔ سَغِبٌ بھوکا (قاموس)
سَغَبٌ بھوک یا پیاس جس میں تھکان سی
محسوس ہو (راغب) سَغْبَانٌ پیاسا۔
اِسْغَابٌ (افعال) بھوکا ہونا۔ مُسْغَبٌ
جائز۔ ۳۰/۱۵۔

مُسْفِرَةٌ : اسم فاعل واحد مؤنث اِسْفَارٌ
مصدر، باب افعال، چمکدار۔ روشن۔ سَفْرٌ
کا معنی ہے سرپوش یا پردہ ہٹا دینا جیسے سَفَرَ
الْعِمَامَةَ عَنِ الرَّأْسِ سر سے عمامہ ہٹا دیا۔

سَفَرَ الْبَیْتَ گھر میں جھاڑو دینا، خاک صاف کر دینا۔ سَفَرَ اس نے سفر کیا۔ اپنے وطن سے ہٹ گیا۔ سَافِرٌ، مُسَافِرٌ، سُفْـرَةٌ سفری کھانا سِفْرٌ حقائق کو کھول دینے والی کتاب اَسْفَارٌ جمع، سَفِیْرٌ ایلچی جو مُرسِل کی حقیقت اور غرض مُرسَل الیہ پر کھول دیتا ہے۔ سَفَرَةٌ اعمالنامے لکھنے والے فرشتے، سَفَرٌ آفتاب غروب ہونے کے بعد والی سفیدی مِسْفَرَةٌ جھاڑو جس سے کوڑا ہٹایا جاتا ہے۔ سَفَرٌ کے مشتقات باب ضَرَبَ و نَصَرَ سے آتے ہیں، تَسْفِیر (تفعیل) سفر پر بھیجنا، اِنْسِفَارٌ ننگا ہونا۔ اِسْتِسْفَارٌ کسی چیز کو ظاہر کرنے کی خواہش کرنا۔ ۳۰/۵۔

مَسْفُوْحًا: اسم مفعول واحد مذکر۔ سَفْحٌ مصدر (باب فتح) بہایا ہوا یعنی بہتا ہوا۔ سَافِحٌ ریزے جو نیچے گر جاتے ہیں، سُفُوْحٌ نرم پتھر سَفَّاحٌ بہت دینے والا، کلام پر قدرتِ کاملہ رکھنے والا (دیکھو مسافحین اور مسافحات) ۵/ش۔

مِسْكٌ: اسم، مشک ۳۰/۸ (دیکھو مستمسکون)

مَسَّتْكُمْ: مَسّ فعل ماضی واحد مذکر، کُمْ ضمیر مفعول، تم کو پہنچ جاتا ۱۹/۵ تم کو پہنچتی ہے ۱۴/۱۲ ۱۵/۱ (دیکھو مَسّ)

اَلْمَسْكَنَةُ: اسم مصدر، محتاجی، ذلت ۱/۴ (دیکھو مساکن)

مَسٰكِنِهِمْ: مسکن مفرد مضاف ھم ضمیر مضاف الیہ۔ ان کے رہنے کی جگہ، مساکن جمع ۲۲/۸ (دیکھو مساکن)

مَسْكُوْبٍ: اسم مفعول واحد مذکر مجرور سَكْبٌ مصدر، بہتا ہوا جاری، سَكْبٌ، سُكُوْبٌ، تَسْكَابٌ (نصر) پانی کا بہنا، برسنا، بڑی بڑی بوندوں کے ساتھ پیہم بارش ہونا۔ مؤذن کا اذان دینا۔ سَكْبٌ ہموار رفتار والا گھوڑا۔ دریائی کپڑا۔ اَلسُّكُوْبُ جاری پانی، پیہم موٹے قطروں کی بارش، اِنْسِكَابٌ پانی کا گرتا رہنا۔ ۲۷/۱۴۔

مَسْكُوْنَةٍ: اسم مفعول واحد مؤنث، آباد مکان جس میں کوئی رہتا بستا ہو، اصل میں مسکن یعنی سکونت کا مقام ہوتا ہے اسکو مَسْكُوْنَة کہنا مجازاً ہے، غیر مَسْكُوْنَةٍ کا معنی ہوا غیر آباد جس میں کوئی نہ رہتا ہو (دیکھو مساکن) ۱۵/۱۰

مِسْكِيْنٌ: اسم مفرد مرفوع نکرہ، مساکین جمع، نادار، مفلس (دیکھو مساکن) ۲۹/۲

مِسْكِينٍ : اسم مفرد مجرور نکرہ مساکین جمع نادار مفلس (دیکھو مساکین) ٢٩/٣

مِسْكِينًا : اسم مفرد منصوب نکرہ، مساکین جمع نادار (دیکھو مساکین) ٢٥/١، ٢٩/١٩، ٣٠/١٥۔

اَلْمِسْكِينَ : اسم مفرد منصوب معرف باللام المساکین جمع، نادار۔ ٢/٧، ٢٩/١٦۔

اَلْمِسْكِينِ : اسم مفرد مجرور معرف باللام المساکین جمع۔ نادار۔ ٢٩/٥، ١٤، ٣٠/٢١، ٣٢۔

مُسْلِمًا : اسم فاعل واحد مذکر، اسلام مصدر باب افعال، فرمانبردار، مسلمان۔ ٣/١٥، ١٣/٥۔

اَلْمُسْلِمَاتِ : اسم فاعل جمع مؤنث معرف باللام المسلمۃ واحد، فرمانبردار مسلمان عورتیں۔ ٢٢/٢

مُسْلِمَاتٍ : اسم فاعل جمع مؤنث نکرہ۔ مسلمۃ واحد، فرمانبردار مسلمان عورتیں۔ ٢٨/١٩۔

اَلْمُسْلِمُونَ : اسم فاعل جمع مذکر مرفوع معرفہ المسلم واحد، فرمانبردار مسلمان۔ ٢٩/١١۔

مُسْلِمُونَ : اسم فاعل جمع مذکر مرفوع نکرہ۔ مسلم واحد، فرمانبردار مسلمان ١/١٦، ٣/١٢، ١٥، ١٦، ١٧ ... ٤/٢، ٥/٥، ١٢/٧، ٢/٢۔

مُسْلِمَةً : اسم فاعل واحد مؤنث مسلمات جمع، فرمانبردار مسلمان ١/١٥۔

مُسَلَّمَةٌ : اسم مفعول واحد مؤنث، تسلیم مصدر، باب تفعیل ١/٢ سالم بے داغ ٥/١٠ سپرد کی گئی۔

مُسْلِمَيْنِ : اسم فاعل تثنیہ مذکر، مسلم واحد، دونوں فرمانبردار مسلمان۔ ١/١٥۔

مُسْلِمِينَ : اسم فاعل جمع مذکر نکرہ، مسلم واحد، فرمانبردار مسلمان ٩/٤، ١١/١٤، ١٤/١، ١٨، ١٧/٧، ١٩/١٧، ١٨، ٢٠/٣، ٩، ٢٥/١٣۔

اَلْمُسْلِمِينَ : اسم فاعل جمع مذکر معرفہ المسلم واحد فرمانبردار مسلمان ٥/٧، ١١/١٣، ٢٢/٢، ٢٣/١٦، ٢٤/١٩، ٢٧/١، ٢٩/٤ (لفظ مسلما سے المسلمین تک ہر ایک کی تفصیل کیلئے دیکھو مسلمون)

مُسْمِعٍ : اسم فاعل واحد مذکر، اسماع مصدر باب افعال سنانے والا ٢٢/١٥ (دیکھو مستمعون)

مُسْمَعٍ : اسم مفعول واحد مذکر، اسماع مصدر سنایا گیا ٥/٤ (دیکھو مستمعون)

مُسَمًّى : اسم مفعول واحد مذکر، تسمیۃ مصدر باب تفعیل مقرر کردہ، اسم نام اور سمۃ علامت نشان، اسماء، اسماوات جمع اسامی اور اسامٓ جمع الجمع۔ تسمیۃ (تفعیل) نام لینا، نام رکھنا۔ نام رکھنے سے چیز کی تعیین ہوجاتی ہے

اس لیے مُسَمّٰی کا ترجمہ ہوا مقرر کردہ۔ اِسْتِمَاءٌ (افتعال) پائے تا بہ پہنچنا، کسی میں نیکی پانا۔ تَسَمِّی (تفعل) نامزد ہو جانا، کسی کی طرف منسوب ہونا۔ اِسْمَاءٌ (افعال) نام رکھنا۔ بلند کرنا۔ تَسَامِیْ (تفاعل) بزرگی میں مقابلہ کرنا (تاج و قاموس) ۲۳/۱۵ ۳۳،۳۳/۱۲،۲ ۲۵/۳ ۲۶/۱ ۲۹/۴ (دیکھو اِسم۔ اَلْاَسْمَاءُ۔ سَمَّا۔ سَمَّیْتُمُوْا۔ سَمِیًّا۔ اَلسَّمَاءُ۔ سَمٰوٰت)

مَسَّنَا: مَسَّ ماضی واحد مذکر غائب، نا ضمیر جمع متکلم مفعول، ہم کو پہنچا۔ ۳۳/۴ ۲۶/۱۲ (دیکھو مس)

مُسَنَّدَةٌ: اسم مفعول واحد مؤنث، تَسْنِیْدٌ مصدر، باب تفعیل، دیوار کے سہارے سے لگائی ہوئی یعنی جس سے پشت کا سہارا لگایا جائے، اَسْنَادٌ جمع سِنَادٌ قوی الجثہ دراز قامت۔ اِسْنَادٌ (افعال) کسی بات کی کسی طرف نسبت کرنا۔ سہارا دینا۔ تَسْنِیْدٌ لکڑی کو دیوار وغیرہ کے سہارے سے لگا دینا۔ تَسَانُدٌ (تفاعل) تعاون۔ اِسْتِنَادٌ کسی چیز سے پشت کا سہارا لینا۔ ۶۳/۱۳۔

مَسْنُوْنٌ: اسم مفعول واحد مذکر، سَنٌّ مصدر، باب نصر، متغیر (بغوی) سڑا ہوا (سیوطی) تیز کرنا۔ ملنا۔ رگڑنا۔ تیز چلانا۔ متغیر کر دینا۔ ظاہر کرنا۔ دانت سے کاٹنا۔ سخت سزا دینا۔ راستہ پر چلنا۔ منہ پر پانی بہانا۔ سِنٌّ دانت۔ اَسْنَانٌ جمع اَسِنَّةٌ لڑائی۔ سَنَّةٌ برچھی، بندری، سُنَّةٌ چہرہ، رخسارہ۔ پیشانی، صورت، عادت طبیعت، طریقہ۔ سَنَنٌ کھلا راستہ۔ روش سِنَانٌ بھالا۔ ہر چیز کی تیزی۔ سِنُوْنٌ منجن مِسَنٌّ تیز کرنے کا آلہ یعنی سان۔ مَسْنُوْنٌ تیز اور چمکدار چھری، ہر متغیر چیز (یعنی وہ چیز جس پر سالہا سال گذرنے سے تغیر اور تبدل آگیا ہو) تَسَنُّنٌ متغیر ہونا۔ طریقہ اختیار کرنا یعنی سنت رسول اللہ پر چلنا۔ ۳۳/۲ دیکھو سُنَّةَ اللّٰہِ۔

مَسَّنِیْ: مَسَّ فعل ماضی واحد مذکر غائب، نِیْ مفعول، مجھکو پہنچ گیا۔ ۹/۱۳ ۱۴/۴ ۱۷/۶ ۲۳/۱۳ (دیکھو مس)

مُسْوَدٌّ: اسم مفعول واحد مذکر، اِسْوِدَادٌ مصدر، باب افعلال، سیاہ (سواد سیاہی) غم کی وجہ سے رنگ بگڑا ہوا (جلالین) سَوَادٌ دور سے دکھائی دینے والی شبیہ۔ آنکھ کی سیاہی، بڑی جماعت۔ سَیِّدٌ جماعت کا سردار عورت کا شوہر اور چونکہ جماعت کے سردار کیلئے لازم ہے کہ اس کے خصائل حمیدہ ہوں اور فضائل کا حامل ہو اس لئے ہر بزرگ و صاحب فضیلت

شخص کو سَیِّد کہا جاتا ہے اسید کی جمع سَادَۃٌ ہے ۱۴/۳ ۵/۸ ۲۵/۱۱ (دیکھو سَیِّدًا ۔ سَیِّدَھَا ۔ سَادَتَنَا ۔ تَسْوَدُّ)

مُسْوَدَّۃٌ: اسم فاعل واحد مؤنث اِسْوِدَادٌ مصدر باب افعلال، سیاہ (دیکھو مُسْوَدًّا) ۲۴/۳ ۔

مُسَوَّمَۃً: اسم مفعول واحد مؤنث، تَسْوِیْمٌ مصدر، باب تفعیل، سُوْمَۃٌ سے، نشاندار، ممتاز
سَوْمٌ کا معنی ہے کسی چیز کی طلب میں جانا۔ اس مفہوم کے دو جز ہیں جانا اور طلب، کبھی صرف دوسرا جزء ملحوظ ہوتا ہے جیسے یَسُوْمُوْنَکُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ وہ تم کو سخت تکلیفیں دینی چاہتے تھے یا وہ تمہارے لئے سخت تکلیفیں تلاش کرتے تھے، کسی چیز کا نرخ کرنے میں بھی مشتری سے بائع قیمت کی طلب کرتا ہے اس لئے سوم کا معنی نرخ کے ہو گئے۔ سُمْتُ الْاِبِلَ فِی الْمَرْعٰی میں نے چراگاہ میں چرنے کے لئے اونٹوں کو بھیجدیا اسی معنی میں باب افعال سے اَسَمْتُ اور باب تفعیل سے سَوَّمْتُ آتا ہے، آیت میں ہے شَجَرٌ فِیْہِ تُسِیْمُوْنَ درختوں میں تم اونٹوں کو چراتے ہو یا چرنے کے لئے بھیجتے ہو۔

سِیْمَۃٌ، سُوْمَۃٌ، سِیْمَا علامت، نشان سِیْمَاھُمْ ان کی نشانی، سِیْمِیَاءُ کا بھی یہی معنی ہے، ایک شاعر کہتا ہے:

لَہٗ سِیْمِیَاءُ لَا تَشُقُّ عَلَی الْبَصَرِ

اسکا نشان آنکھوں پر گراں نہیں گزرتا اور سَوَامٌ نرخ۔ سَوَامٌ، سَائِمٌ، سَائِمَۃٌ چرنے والے جانور۔ اِسَامَۃٌ (باب افعال) نرخ گراں کرنا، نرخ معلوم کرنا۔ چرانا۔ کسی پر ظلم ڈالنا۔ تَسْوِیْمٌ اپنے اوپر یا کسی پر نشان لگانا۔ مُسَاوَمَۃٌ باہم نرخ کرنا۔ اِسْتِیَامٌ قیمت معلوم کرنا۔ تَسَوُّمٌ نشان زدہ ہونا، اپنے اوپر نشان باندھنا۔ ۳/۱۰ ۱۲/۷ ۲۷/۱ ۔

مُسَوِّمِیْنَ: اسم فاعل جمع مذکر منصوب مُسَوِّمٌ واحد، تَسْوِیْمٌ مصدر سُوْمَۃٌ سے اپنے لئے نشان مقرر کرنیوالے یا اپنے گھوڑوں کا خصوصی نشان بنانیوالے۔ ۴/۴ ۔

مَسَّتْہُ: مَسَّ فعل ماضی ہٗ ضمیر مفعول، اس کو پہنچا (دیکھو مَسَّ) ۱۱/۷ ۱۵/۹ ۹/۲۵ ۲۹/۷ ۔

مَسَّھُمْ: مَسَّ فعل ماضی ھُمْ ضمیر مفعول ان کو پہنچا (دیکھو مَسَّ) ۹/۱۴

اَلْمُسِیْٓءُ: اسم فاعل واحد مذکر، اِسَاءَۃٌ مصدر باب افعال، سوء مادہ، بدی کرنیوالا۔

۲۴ (دیکھو سُوْءٌ - اَلسُّوْءُ - اَلسُّوْاٰی - اَلسَّیِّئَۃ
اَسَاءُوْا - سَاءَ - سَاءَتْ - اَلسُّوْءٰی سِیْئَتْ -
سُوْءَۃ - سَوْاٰتُھُمَا)

اَلْمَسِیْحُ: اسم عَلَم حضرت عیسٰی ابن مریم بنتِ
عمران مسیح کی اصل عبرانی زبان میں مِیْشَحَا تھی
جس کا معنی ہے مبارک (روح) راغب نے
مِشُوحا بتائی ہے (المفردات) عیسٰی معرب ہے
اصل میں الیشوع تھا یعنی سردار (خطیب فی
السراج) ۳/۱۴ ۳ (۴، ۷، ۱۴) (مزید تحقیق کے لئے
دیکھو مَسِیْحٌ)

اَلْمَسِیْحَ: بمعنی مذکور، ۶/۲، ۷، ۱۱.

مُسَیْطِرُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر
سَیْطَرَۃٌ مصدر، ذمہ دار، حاکم غالب - جابر
مسلط ۲۷/۴ (دیکھو مستطر)

مَسْئُوْلًا: اسم مفعول واحد مذکر سُؤَالٌ مادہ.
باب فتح پوچھا گیا۔ بازپرس کیا گیا۔
سُؤالٌ مَسْئَلَۃٌ، سُوَالٌ - سَاءَلَۃٌ
مَسَاءَلَۃٌ. تَسَاءُلٌ - تَسَاءَلَۃٌ سب مصدر ہیں
کوئی چیز مانگنا، پوچھنا - اِسْاٰلٌ (باب افعال)
سوال پورا کرنا - حاجت روائی کرنی - تَسَاءُلٌ
باہم سوال کرنا - ۱۵/۴ ۱۵/۱۲ ۲۱/۱۸ (دیکھو سَاَلَ

سُئِلَتْ - سَائِلٌ - اِسْئَلُوْا - السَّائِلَ۔)

مَسْئُوْلُوْنَ: اسم مفعول جمع مذکر مسئول
واحد، بازپرس کئے گئے، وہ لوگ جو بازپرس
کے قابل ہیں۔ ۲۳/۶۔

مَشَّاءٍ: اسم مبالغہ مَشْیٌ مصدر (باب
ضرب) بہت زیادہ چلنے والا یعنی بڑا چغل خور
جو اِدھر کی اُدھر اور اُدھر کی اِدھر چغلیاں خوب
کھاتا پھرتا ہے (روح المعانی و معالم)
مَشْیٌ. تَمْشَاءٌ پیادہ چلنا، مِشْیَۃٌ اور
مُشْیَۃٌ کوئی مخصوص رفتار - مَاشِی پیدل
چلنے والا - حاکم، چغلخور، مشاۃ جمع - مَاشِیَۃٌ
بھیڑ بکریاں - مواشی جمع، اِمْرَاَۃٌ مَاشِیَۃٌ
کثیر الاولاد عورت - اِمْشَاءٌ ہنکانا چلانا
تَمْشِیَۃٌ چلنا - چلانا (لازم و متعدی) مُمَاشَاۃٌ
باہم مل کر چلنا - ۲۹/۲۔

مَشَارِبُ: جمع، مَشْرَبٌ واحد، مشرب
مصدر میمی بھی ہے (پینا) اور ظرفِ مکان بھی
(پینے کی جگہ) گھاٹ یا چشمہ یا حوض اور ظرف
زمان بھی (پینے کا وقت)
بیضاوی نے لکھا ہے کہ مشارب سے
مراد ہے مصدری معنی یا ظرفِ مکان بحساب

جمل نے جلالین کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ مشارب
مشرب کی جمع ہے اور مشرب مصدر بھی ہے
اور اسم مکان بھی اور اسم زمان بھی، مقصد یہ ہے
کہ مشرب سے اوقات شرب بھی مراد ہو سکتے
ہیں۔ بغوی نے معالم میں مشارب کی تفسیر
کے ذیل میں لکھا ہے من اَلْبَانِهَا یعنی مشرب سے
مراد مشروب ہے پینے کی چیز یعنی دودھ شَرْبَۃٌ
ایک بار پینا۔ ایکبار پینے کی مقدار میں کوئی چیز
شِرْبٌ پانی کا حصہ (راغب) یا پینے کی جگہ
(قاموس) شُرْبٌ کوئی سیال چیز پینا۔ شُرْبَۃٌ چہرہ
کی سرخی، سیراب ہونے کی بقدر پانی۔ شُرْبَۃٌ
بہت پانی پینا سخت پیاس گرمی گرد، شَرِبَۃٌ
بہت پانی پینے والا۔ شارِبٌ پینے والا، بالائی لب
کے بال، حلق کی اندرونی رگیں، گورخر کی تعریف
میں ہذلی کا قول ہے صَخِبُ الشَّوَارِب پانی پیتے
ہیں اس کے حلق کی اندرونی رگوں سے آواز
نکلتی ہے شَرِیبٌ وہ پانی جو پینے کے قابل نہ ہو
مِشْرَبَۃٌ پانی کا پیالہ گلاس، شَرِبَ (سمع)
پیا۔ شُرْبٌ۔ شَرابٌ۔ مَشْرَبٌ مصدر
شُرِبَ بہٖ اس پر جھوٹ لگایا گیا۔ شَرَبَ (نصر)
اس نے جانا، معلوم کیا۔ اِشْرَابٌ (باب افعال)
نزدیک کرنا۔ نزدیک ہونا۔ پلانا پینا، پیاسا ہونا۔
گلے میں رسی باندھنا (از اضداد) تَشْرِیبٌ کھلانا پلانا
کسی کے مال میں تصرف کرنا۔ اِسْتِشْرَابٌ (استفعال)
سخت ہو جانا۔ اِشْرِبَابٌ (افعیلال) گردن اٹھا کر
دیکھنا۔ ۳۴ (دیکھو شرابًا۔ شَرِبَ۔ شَارِبُوْنَ شُرْبَ
شِرْبٌ مَشْرَبٌ، اُشْرِبُوْا)

اَلْمَشَارِقِ : اسم ظرف جمع، اَلْمَشْرِقُ واحد
ہر روز یا ہر فصل کے طلوع کے مقامات (راغب)
بغوی نے صرف اول معنی لکھے ہیں۔

شَرْقٌ سورج، دھوپ طلوع کا مقام
شَرْقَۃٌ۔ مَشْرُقَۃٌ۔ مَشْرَاقٌ مقام طلوع
آفتاب بوقت طلوع۔ شَارِقٌ آفتاب بوقت
طلوع شَرْقٌ کا بھی یہی معنے ہے اَشْرَقٌ
شَرْقِیَّۃٌ شرقی جانب، مَشْرِقٌ مقام طلوع مُشْرِقٌ
مقام طلوع اور روشندان، شَرْقٌ مصدر
(باب نصر) سورج نکلنا، کسی چیز کا پھٹنا
شَرِقَ (باب سمع) پھٹ جانا۔ سرخ ہو جانا۔
کمزور ہو جانا، غمگین اور غضبناک ہو جانا (قاموس و
تاج) امام راغب نے لکھا ہے کہ شَرِقَتِ
الشَّمْسُ کا معنی ہے سورج زرد ہو گیا گویا باب
نصر سے شَرْقٌ کا معنی ہے سورج کا زرد پڑ جانا

ہی ہے جیسے شام کو ہوتا ہے لیکن صاحب قاموس نے شَرِقَ (باب سمع) کا معنی لکھا ہے سرخ ہوجانا کمزور ہوجانا اس لئے غروب کے قریب آفتاب کے لئے شَرِقَتْ کہنا چاہیے۔ اِشْرَاقٌ (افعال) روشن ہونا، بلند ہونا، کسی کو غمگین اور غضبناک کر دینا۔ تَشْرِیْقٌ (تفعیل) خوبصورت ہونا، مشرق کی طرف منہ کرنا، گوشت بھوننا۔ مُشَرَّقٌ عید کی نماز کی جگہ۔ اِشْتِرَاقٌ (افتعال) گوشت پکانا، گوشت کو دھوپ میں خشک کرنا۔ اِنْشِرَاقٌ (انفعال) پھٹ جانا۔ پ ۲۳/۵ ۲۹/۸ ۔

مَشَارِقَ: اسم ظرف مضاف، مشرق واحد، اس جگہ مشارق سے ملک مصر اور مغارب سے ملک شام مراد ہے (بغوی فی المعالم) (دیکھو اَشْرَقَتْ۔ شَرْقِیًّا) پ ۹/۶ ۔

اَلْمَشْئَمَۃِ: اسم، بائیں جانب (جلالین) شُؤْمٰی بائیں طرف۔ شَامٌ کعبہ سے بائیں طرف کا ملک، شُؤْمٌ بدشگونی۔ شِیْمَۃٌ طبیعت، شَامَ اور شَأَمَ (فتح) بدشگونی کی۔ شُؤُمَ (کرم) بدشگون ہوا۔ اَشْامَ ملک شام میں داخل ہوا۔ تَشْئِیْمٌ (تفعیل) ملک شام کی طرف بھیجنا۔ تَشَاؤُمٌ شامی بننا، بدشگونی لینا۔ کسی کو اپنے بائیں طرف کر لینا۔ خود بائیں جانب ہو جانا۔ پ ۲۷/۱۴ ۳۰/۱۵ ۔

مُشْتَبِہًا: اسم فاعل واحد مذکر، اِشْتِبَاہٌ مصدر، باب افتعال ہم شکل، صورت اور رنگ میں ملنا۔ بقول قتادہ پتوں کا ہم شکل ہونا مراد ہے اور غیر متشابہ سے انار اور زیتون کے پھلوں کا جدا جدا ہونا یا پھلوں کا ظاہری صورت میں ایک جیسا ہونا اور مزہ میں مختلف ہونا مراد ہے پ ۸/۱ (دیکھو متشابہا۔ متشابہات۔ تَشَابَہَ۔ تَشَابَہَتْ)

مُشْتَرِکُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر، مشترک واحد۔ اِشْتِرَاکٌ مصدر (افتعال) شریک ہونیوالے۔ ساتھ ساتھ عذاب میں رہنے والے۔

شِرْکَتٌ اور مُشَارَکَتٌ کا معنی ہے ملکیت میں دو یا چند آدمیوں کا ساجھی ہونا۔ مختلف املاک کو مخلوط کر دینا یا یوں کہو کہ کسی ایک چیز کا دو یا زیادہ میں پایا جانا جیسے انسان اور گھوڑے میں جاندار ہونا مشترک ہے، گھوڑا گھوڑے کے ساتھ کمیت یا ابلق یا اشہب ہونے میں شریک ہے، دوزخی عذاب میں شریک ہیں، شرک کا بھی یہی معنی ہے، اللہ کا

شریک بنانے کا یہ مطلب ہے کہ ذات یا صفات الٰہیہ کا وجود کسی مخلوق میں مانا جائے یہ شرک عظیم ہے یا اللہ کی موجودگی میں اس کی توحید ذاتی وصفاتی کا یقین رکھتے ہوئے بعض معاملات میں دوسروں کی رعایت رکھی جائے یہ ریا ہے اس کو بھی شرک کہا گیا ہے (راغب) شَرَکٌ جال، سڑک، درمیانی راستہ، شِرَاکٌ جوتہ کا تسمہ، شریک ساجھی اشراک اور شرکاء جمع ہے۔

شرکت سے مختلف افعال باب سَمِعَ سے مستعمل ہیں۔ اِشْرَاکٌ (باب افعال) کسی کو شریک بنانا یا شریک پانا، جوتہ کا تسمہ بنانا۔ تَشْرِیکٌ (تفعیل) جوتہ کا تسمہ بنانا۔ اشتراک (افتعال) بمعنی مشارکت (تاج واقرب الموارد) ۲۳/۶ ۲۵/۱ ۔

اَلْمَشْحُوْنِ: اسم مفعول واحد مذکر باب فتح بھرا ہوا۔ شَحْنٌ (فتح۔ نصر۔ سمع) بھرنا باب سمع سے شَحَنٌ کا معنی دشمنی کرنا بھی ہے شَحْنَاءُ اور شَحْنَۃٌ دل میں بھری ہوئی عداوت کینہ۔ شَحْنَۃٌ اتنی گھاس جو ایک رات کے لئے جانور کا پیٹ بھر دے، شہر کا نگران جو شہر کی حفاظت کے لئے مقرر ہو، شَاحِنٌ وہ دشمن جس کے دل میں عداوت بھری ہو، اِشْحَانٌ بھرنا، دل بھر بھر کر آنا کہ آدمی لڑنے کے لئے بالکل تیار ہو، مُشَاحَنَۃٌ باہم دشمنی رکھنا۔ مُشَاحِنٌ دشمن، تارک جماعت (قاموس تاج) ۱۹/۱۰ ۲۳/۹،۲ ۔

مَشَارِبُهُمْ: مَشْرَبٌ اسم ظرف مفرد مضاف هُمْ ضمیر مضاف الیہ مَشَارِبُ جمع پینے کی جگہ، چشمہ۔

اَلْمَشْرِقُ: اسم ظرف مفرد، اَلْمَشَارِقُ جمع، جہت شرق ۲/۱۴ ۲/۱ } ۱/۲ ۹/۱۰ دیکھو مشارب) (دیکھو مشارق)

اَلْمَشْرِقِ: اسم ظرف مفرد، اَلْمَشَارِقُ جمع جہت شرق۔ ۲/۶ ۳/۳ ۱۹/۶ ۲۹/۱۳ ۔

اَلْمَشْرِقَیْنِ: تثنیہ اسم ظرف اَلْمَشْرِقُ واحد اَلْمَشَارِقُ جمع دو مشرق۔ ۲۵/۱۰ میں دو مشرقوں سے مشرق ومغرب مراد ہیں جیسے قَمَرَیْن چاند اور سورج یعنی جتنا فاصلہ مشرق اور مغرب میں ہے (جلالین ومدارک) ۲۵/۱۱ میں مراد ہے سردی اور گرمی کے زمانہ کا مقام طلوع (راغب)

مُشْرِقِیْنَ: اسم فاعل جمع مذکر منصوب

مُشْرِقٌ واحد اِشْرَاقٌ مصدر باب افعال صبح کرنے کرتے روشنی ہونے ہوتے ۱۵/۵ ۱۹/۸ (دیکھو المشارق)

مُشْرِكٌ: اسم فاعل واحد مذکر اِشْرَاكٌ مصدر شرک کرنیوالا ۲/۱۱ ۱۸/۷ (دیکھو مشرکون)

اَلْمُشْرِكَاتِ: اسم فاعل جمع مؤنث اَلْمُشْرِكَةُ واحد مصدر، شرک کرنے والیاں ۲/۱۱ ۱۰/۱۱ ۲۲/۶ ۲۶/۹ ۔

اَلْمُشْرِكُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر معرفہ اَلْمُشْرِكُ واحد، اشراک مصدر، شرک کرنیوالے۔ ۱۰/۱، ۱۱ ۲۵/۹ ۔

مُشْرِكُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر نکرہ مُشْرِكٌ واحد اشراک مصدر، شرک کرنیوالے۔ ۱۴/۱۹ ۔

اَلْمُشْرِكِيْنَ: اسم فاعل جمع مذکر منصوب و مجرور، المشرک واحد اشراک مصدر، ۱/۱۲، ۱۶ ۲/۱۱ ۳/۱۵ ۴/۱ ۷/۸، ۹، ۱۵، ۱۹ ۸/۳، ۷ ۱۰/۷، ۸، ۹، ۱۱ ۱۱/۸، ۱۶ ۱۳/۶ ۱۴/۶، ۲۲ ۱۷/۱۱ ۲۰/۱۲ ۲۱/۷، ۸ ۲۲/۴ ۲۴/۱۴، ۱۵ ۲۵/۳ ۲۶/۹ ۳۰/۲۳ (دیکھو مشرکون)

اَلْمَشْعَرِ: اسم ظرف اور مصدر میمی علامت نشان مراد مزدلفہ (جلالین) یعنی مزدلفہ کی دونوں پہاڑیوں کے درمیان کا رقبہ جو محشر تک پہنچتا ہے (لغوی) ۲/۹

شَعَرٌ اور شَعْرٌ بال، اَشْعَارٌ، شُعُوْرٌ، شِعَارٌ جمع، شِعْرٌ باریک بینی وقت نظر سے جاننا، جیسے لَیْتَ شِعْرِیْ کاش میرا علم ہوتا۔ عرفاً شعر اس موزوں باقافیہ کلام کو کہتے ہیں جس کو قصداً موزون کیا گیا ہو اور کوئی خاص خیال اس میں ظاہر کیا گیا ہو چونکہ ہر شعر کے لئے تخیل ضروری ہے اور بال کی کھال ہر شاعر کو اپنے شعر میں نکالنی پڑتی ہے اسلئے ایسے موزون مقفیٰ کلام کو شعر کہا جاتا ہے اور اگر کوئی شخص شعر کہنے کا عادی ہو تو اسکو شاعر کہتے ہیں رسول اللہ کو قریش شاعر ہونے کی تہمت لگاتے تھے اس کی توضیح میں بعض علماء نے کہا ہے کہ ان کا مقصد رسول اللہ کو شعر گو قرار دینا نہ تھا قرآن تو بداہتہً شعر نہ تھا بلکہ شاعر چونکہ عموماً جھوٹا ہوتا ہے چنانچہ بعض لوگ دلائل کاذبہ کو دلائل شعریہ کہتے ہی ہیں اور مشہور مقولہ بھی ہے کہ بہترین شاعر وہ ہے جو سب سے زیادہ جھوٹے شعر کہے ایک دانشمند کا کہنا ہے کہ کوئی دیندار سچا آدمی جیدٹی کا شاعر نہیں ہوا اس لئے رسول اللہ کو شاعر کہنے سے ان کا مقصود حضور کو کاذب قرار دینا تھا۔

اس فقیر کی نظر میں حضور پر شاعر ہونے کی تہمت لگانے کی ایک خاص وجہ اور بھی تھی، جاہل بدؤوں کا خیال تھا کہ تین آدمیوں کو معمولی انسانوں سے بڑھ کر کوئی غیبی طاقت حاصل ہوتی ہے، کاہن شاعر، ساحر، ان کو کوئی جن القاء کرتا ہے یا ارواح خبیثہ، بہرحال ان کا تعلق عالم مادی سے ماورا کسی مخلوق سے ضرور ہوتا ہے، قوتِ قدسیہ ملکوتی روحانی طاقت اور علاقۂ نبوت سے تو وہ واقف ہی نہ تھے ان کی نظر کی عادۃً رسائی صرف کہانت شعر اور سحر تک ہو سکتی تھی اس لئے جب قرآن کو انہوں نے ناقابلِ معارضہ اسلوب کا حامل پایا تو مبہوت ہو کر رہ گئے اور کچھ کہتے بن نہ پڑی، اضطراراً حضور کو شاعر یا کاہن یا ساحر کہنے لگے۔

شِعْرَۃٌ زیرِ ناف کے بال اَشْعَر گھنے لمبے بالوں والا، اَشَاعِر جمع، دَاهِيَۃٌ شَعْرَاءُ گھنے لمبے بالوں والی یعنی سخت ہیبتناک مصیبت شَعْرَاءُ کتے کی مکھی کو بھی کہتے ہیں جو اس کے بالوں سے چمٹی رہتی ہے، شِعَارٌ بالوں سے ملا ہوا اندرونی لباس، گھوڑے کی جھول، علامت نشان، شَعَائِرُ جمع۔ شِعَارَۃٌ مفرد، خصوصی مناسکِ حج نشانات حج، مَشْعَرٌ مفرد، مَشَاعِر جمع نشان، قربان گاہ، حواس، شَعِيْرٌ جَو، جس کی نوکیں بال کی طرح ہوتی ہیں، دوست، ساتھی۔

شَعَرَ شَعْرًا، شِعْرًا، شُعُوْرٌ، شُعُوْرَۃٌ، شِعْرَۃٌ شِعْرًى سب مصادر ہیں، باب نصر اور کرم سے، سب کا معنی ہے جاننا جو اس سے معلوم کرنا صرف نَصَرَ سے شعر کہنا اور شعر کہنے میں غالب آنا، صرف کَرُمَ سے اچھا شعر کہنا، باب سَمِعَ سے معنی ہے بدن پر بہت زیادہ بال ہونا۔

اِشْعَارٌ (افعال) اندر داخل کرنا، آگاہ کرنا نشان لگانا، مشہور کرنا کسی خصوصی علامت کے ساتھ آواز دینا، شعر کہنا، تَشَاعُرٌ اپنے کو شاعر سمجھنا، شعر فروخت کرنا۔ اپنے کو شاعر ظاہر کرنا۔ اِسْتِشْعَارٌ دل میں خوف محسوس کرنا (تاج و قاموس والمفردات)

مُشْفِقُوْنَ : اسم فاعل جمع مذکر مرفوع، اِشْفَاقٌ مصدر، مُشْفِقٌ مفرد باب تفعیل ڈرنے والے شَفَقٌ کا معنی ہے غروب آفتاب کے وقت روشنی کا تاریکی سے اختلاط اسی لئے جو محبت خوف کے ساتھ مخلوط ہو اس کو شفقت کہتے ہیں، باب افعال میں اِشْفَاقٌ کا معنی ہو

ایسی محبت کرنا جس میں ڈر بھی لگا ہو، اس معنی کے دو جز ہیں محبت اور خوف۔ اگر اس کے بعد مِنْ مذکور ہو تو خوف کا معنی ظاہر ہوتا ہے جیسے اَشْفَقَ مِنْهُ اس سے ڈرا۔ اگر عَلٰی یا فِی مذکور ہو تو محبت کے معنی کا زیادہ ظہور ہوتا ہے۔

(راغب) ۲۱/۲۸ ۱۸/۴۳ ۲۵/۳ ۲۶/۷۔

مُشْفِقِيْنَ: اسم فاعل جمع مذکر منصوب ڈرنے والے۔ ۱۵/۱۸ ۲۷/۳۔

مَشْكُوْرًا: اسم مفعول واحد مذکر، شُکر مصدر (باب نَصَرَ) ۱۵/۳ ۲۹/۱۹ (دیکھو شکر، اشکر، اَلشّاکِرِیْنَ۔ اُشْكُرْ۔ اَلشَّكُوْرُ)

مِشْكٰوةٍ: اسم، وہ طاق جس میں چراغ رکھا جاتا ہے۔ ۱۸/۱۱۔

شَكْوَةٌ بکری کے شیر خوار بچہ کی کھال سے بنایا ہوا چھوٹا مشکیزہ۔ شَكَوَاتٌ اور شِکَاءٌ جمع شَكْوٰی۔ شِكَايَةٌ۔ شَكَاةٌ۔ شَكْوٌ۔ شَكَاوَةٌ۔ شَكِيَّةٌ غم و رنج کو بیان کرنا۔ گلہ کرنا۔ بیمار کر دینا دکھ دینا۔ (نصر و ضرب) شَاكِیٌ گلہ کرنے والا۔ شَكِیٌّ دکھی، جس کی شکایت کی جائے۔ تھوڑی بیماری۔ شَكِيَّةٌ اسم مصدر، شکایت۔ بیماری۔ اِشْكَاءٌ (افعال) شکایت کرنا شکایت دور کر دینا۔ کسی کو بیمار پانا۔ تَشْكِيَةٌ شکوہ کرنا۔ کسی سے باز رہنا۔ اِشْتِكَاءٌ شکایت کرنا کسی کو متہم کرنا (تاج)

مَشَوْا: جمع مذکر غائب ماضی معروف مَشْیٌ مصدر۔ وہ چلے چلتے ہیں ۱/۳ (دیکھو مَشَّاءٍ)

مَشْهَدِ: مصدر میمی بمعنی شہود۔ (کرم و سمع) حاضر ہونا۔ موجود ہونا۔ ۱۶/۵۔

شَاهِدٌ گواہ، حاضر، قاضی، شُهَّدٌ اور شُهُوْدٌ اور اَشْهَادٌ جمع۔ شَهِيْدٌ حاضر، گواہ، وہ شخص جو حاضر العلم ہو، وہ مقتول جو اللہ کے راستہ میں مارا جائے۔ شُهَدَاءُ جمع۔ مَشْهَدٌ حاضر ہونے کی جگہ۔ دعویٰ ثابت کرنے کا مقام، شہادت گاہ، مَشْهُوْدٌ جمعہ۔ قیامت۔ عرفہ کا دن، مَشْهُوْدَةٌ نماز، مغرب کی نماز، فجر کی نماز۔ شُهُوْدٌ اور شَهَادَةٌ (باب سمع و کرم) خبردار ہونا۔ حاضر ہونا۔ گواہی دینا۔ قسم کھانا۔ جاننا۔ سچی خبر۔ آگاہی۔

اِشْهَادٌ گواہ بنانا۔ حاضر کر دینا۔ اللہ کی راہ میں مارا جانا۔ اِسْتِشْهَادٌ گواہی طلب کرنا۔ شہید ہو جانا۔ تَشَهُّدٌ التحیات پڑھنا۔ نماز میں کلمہ شہادت پڑھنا۔ مُشَاهَدَةٌ معائنہ کرنا۔

مَشْهُوْدًا: اسم مفعول واحد مذکر منصوب۔ حاضر کیا گیا یعنی نماز فجر کی قرات میں رات اور دن کے ملائکہ حاضر ہوتے ہیں (البغوی)

مَشْهُوْدٌ: اسم مفعول واحد مذکر مرفوع۔ حاضر کیا گیا یعنی سب لوگ قیامت کے دن اللہ کے روبرو حاضر کئے جائیں گے۔ ۹/۱۲

مَشْهُوْدٍ: اسم مفعول واحد مذکر مجرور۔ حاضر کیا گیا یعنی عرفہ کا دن جس میں سب لوگ حاضر ہوتے ہیں۔ ۳۰ (تفصیل کے لئے مَشْهَدٌ)

مَشِيْدٍ: اسم مفعول واحد مذکر، شَيْدٌ مصدر باب ضرب مضبوط یا بلند (روح البیان و بیضاوی) ۱۲/۱۷، شَيْدٌ چونا اور لسائی کا مصالحہ دیوار پر پلاستر چڑھانے کی چیز۔ شَيْدٌ (ضرب) لیپنا۔ پلاستر کرنا۔ اونچا کرنا۔ اونچا اٹھانا گم شدہ چیز کی شناخت کرانا۔ کسی کا مرتبہ اونچا کرنا کسی کی تعریف کرنا کسی کی طرف، کسی بات کی نسبت کرنا۔ تَشْيِيْدٌ (باب تفعیل) اونچا کرنا (تاج و قاموس)

مُشَيَّدَةٍ: اسم مفعول واحد مذکر تَشْيِيْدٌ مصدر باب تفعیل، اونچے بنائے ہوئے اونچے۔ ۵/۸

مَشْيِكَ: مَشْيٌ اسم مصدر مجرور مضاف كَ ضمیر خطاب مضاف الیہ، تیری چال (میں) تو اپنی چال میں۔ ۲۱/۱۱ (دیکھو مَشَّاءٍ)

مَصَابِيْحَ: اسم آلہ جمع مصباح مفرد۔ صُبْحٌ مادہ چراغ۔ قندیل۔ ۲۴/۱۶ ۲۹/۱

صُبْحٌ دن کے اول ترین حصہ کی سفیدی۔ صَبْحٌ اور صَبَاحٌ دن کے شروع میں افق پر سرخی نمودار ہونے کا وقت۔ صُبْحَةٌ صبح کا وقت صَبِيْحَةٌ صبح کا وقت، صُبْحَةٌ سحر کی نیند، سیاہی مائل بسرخی، سفیدی مائل بسیاہی۔ سرخی مائل بسفیدی یا مائل بزردی۔ اَصْبَحُ چمکدار بالوں والا آدمی۔ صباحۃ خوبی۔ صَبَاحٌ قندیل کا شعلہ۔ صُبُوْحٌ اور صُبُوْحَةٌ صبح کے وقت کی شراب۔ صَبِيْحٌ اور صُبْحَانٌ خوبصورت آدمی مِصْبَحٌ اور مِصْبَاحٌ بڑا پیالہ مِصْبَاحٌ کا معنی چراغ بھی ہے۔

صَبِحَ الرَّجُلُ صُبْحَةً (سمع) اس آدمی کے بال چمکدار ہو گئے۔ صَبِحَ الْحَدِيْدُ لوہا چمکدار ہو گیا صَبُحَ (فتح) صبح کا وقت ہو گیا۔ صبح کا وقت آگیا۔ صَبُحَ (کرم) روشن ہو گیا۔ اِصْبَاحٌ (افعال) صبح کے وقت داخل ہونا صبح کر لینا۔ خبردار ہو جانا۔ انجام کار کو دیکھنا۔

مَصَانِعَ: جمع ظرفِ مکان مَصْنَعَۃٌ واحد (لغوی) مَصْنَعٌ واحد (قاموس) مکانات (ابن عباس) اونچے محل (مجاہد) قلعے (کلبی) بارش کا پانی جمع کرنے کے تالاب (قتادہ) ۱۹/۱۱ -

صَنْعَۃٌ کاریگری، ہنر۔ صَنْعٌ۔ صِنْعٌ کاریگری۔ صَنْعٌ دسترخوان دستار وغیرہ پر کیا ہوا کام۔ بارش کا پانی جمع کرنے کا تالاب،
صَنَاعَۃٌ کاریگری، صَانِعٌ اور صَنَائِعُ اور صُنْعٌ کاریگر، صَنَاعٌ کاریگر عورت، صَنِیْعَۃٌ نیکی
صَنِیْعٌ نیکی۔ وہ کھانا جو راہِ خدا میں دیا جائے
صَنَعَہٗ صُنْعًا (فتح) اس میں کاریگری کی اس کو بنایا۔ صَنَعَ اِلَیْہِ اس کے ساتھ بھلائی کی صَنَعَ بِہٖ اس کے ساتھ برائی کی۔

اِصْنَاعٌ (افعال) کسی کی مدد کرنا، ناواقف کو کام سکھانا۔ کام کو مضبوط کرنا۔

مُصَانَعَۃٌ رشوت دینا۔ نرمی کرنا۔ کام میں آسانی کرنا۔ اِصْطِنَاعٌ نیکی کرنا، کسی کو منتخب کرنا۔ کسی کام کا حکم دینا تَصَنُّعٌ نیک روش رکھنا۔ کسی عادت میں بناوٹ کا مظاہرہ کرنا۔

مِصْبَاحٌ اور اَلْمِصْبَاحُ: اسم آلہ مفرد، مصابیح جمع، چراغ۔ قندیل۔ ۱۸/۱۱ (دیکھو مصابیح)

مُصْبِحِیْنَ: اسم فاعل جمع مذکر منصوب صبح کرنے والے۔ صبح کرتے کرتے۔ صبح کے وقت میں داخل ہوتے ہوتے۔ ۱۴/۶،۵ ۲۳/۸ ۲۹/۴ (دیکھو مصابیح)

مُصَدِّقٌ: اسم فاعل واحد مذکر، مرفوع تَصْدِیْقٌ مصدر (باب تفعیل) سچا ماننے والا۔ سچا کہنے والا۔ ۱/۱۲،۱۱ ۳/۱۷ (دیکھو اَصْدَقُ، صَادِقٌ، صِدْقًا۔ صَدَقُوْا۔ صَدَقَتْ وغیرہ)

مُصَدِّقًا: اسم فاعل واحد مذکر منصوب تصدیق مصدر۔ باب تفعیل، سچا ماننے والا۔ سچا کہنے والا۔ ۱/۱۲،۱۱،۵ ۳/۱۳،۱۲،۹ ۵/۴ ۶/۱۱ ۲۲/۱۶ ۲۶/۴ ۲۸/۹ -

اَلْمُصَدِّقِیْنَ: اسم فاعل واحد مذکر مجرور، اَلْمُصَدِّقُ مفرد، سچا ماننے، سچا جاننے اور سچا کہنے والے۔ ۲۳/۹ -

اَلْمُصَّدِّقِیْنَ: اسم فاعل جمع مذکر منصوب، اَلْمُصَّدِّقُ مفرد تَصَدُّقٌ مصدر (باب تفعّل) خیرات دینے والے، یہ لفظ اصل میں اَلْمُتَصَدِّقِیْنَ تھا، تا کو دال سے بدل کر دال کو دال میں ادغام کر دیا۔ ۲۷/۱۸ -

اَلْمُصَّدِّقَاتِ : اسم فاعل جمع مؤنث منصوب اَلْمُصَّدِّقَةُ مفرد، تَصَدُّقٌ مصدر (باب تفعل) اصل میں اَلْمُتَصَدِّقَات تھا، تا کو دال میں ادغام کردیا۔ خیرات دینے والیاں ۲۷/۱۸ (دیکھو باب الالف فصل الصاد باب الصاد فصل الالف وفصل الدال)

مِصْرًا : اسم نکرہ باتنوین، کوئی شہر (عام اہل تفسیر) ملکِ مصر (ضحاک) بغوی نے کہا اگر خاص مصر مراد ہوتا تو بصورتِ نکرہ نہ ذکر کیا جاتا (معالم) راغب نے کہا چونکہ لفظ خفیف تھا (سہ حرفی ساکن الاوسط تھا) اس لئے خاص مصر مراد ہونے کے باوجود بصورتِ نکرہ ذکر کیا (المفردات) ۱/۲

ہر محدود شہر کو مصر کہتے ہیں (راغب) مصر کا معنی ہے حد، ایک شاعر کا شعر ہے

وَجَاعِلُ الشَّمْسِ مِصْرًا لَا خَفَاءَ بِہٖ
بَیْنَ النَّھَارِ وَبَیْنَ اللَّیْلِ قَدْ فَصَلَا

رات اور دن کے درمیان اللہ آفتاب کو کھلی ہوئی حدِ فاصل بنانے والا ہے۔ مِصَار آڑ۔ حد، مَاصِرٌ دو پانیوں کے درمیان آڑ کو کہتے ہیں، مَصِیْرٌ آنت۔ مَصُوْرٌ کم دودھ دینے والی اور دیر میں دودھ اتارنے والی بکری یا اونٹنی۔ مَصْرٌ مصدر (باب نصر) شہر بنانا کم دینا، عطیہ کو کم کردینا، شہر کو آباد کردینا۔ تَمَصُّرٌ (باب تفعل) شہر بن جانا، کم ہونا، پراگندہ ہونا۔ اِمْتِصَارٌ (افتعال) صورت بدل جانا۔ مسخ ہوجانا (تاج المصادر و قاموس)

مِصْرَ : عَلَمٌ غیر منصرف غیر منون خاص ملکِ مصر ۱۱/۱۴ ۱۲/۱۳ ۱۳/۵ ۲۵/۱۱ ۔

مُصْرِخِکُمْ : مُصْرِخٌ اسم فاعل مذکر مجرور مضاف کُمْ ضمیر مضاف الیہ، تمہارا فریادرس ۱۳/۱۶ ۔

مُصْرِخِیَّ : مصرخ اسم فاعل مذکر مضاف یاء ضمیر متکلم مضاف الیہ۔ میرا فریادرس۔ ۱۳/۱۶

صَرْخٌ اور صَرْخَۃٌ آواز، چیخ، فریاد کرنا۔ صُرَاخٌ فریاد، چیخ۔ صَارِخَۃٌ مصدر بروزن فاعل فریاد کو پہنچنا۔ صَرِیْخٌ اور صَارِخٌ فریادرس اور فریادخواہ (از اضداد) اِصْرَاخٌ (باب افعال) فریادرسی کرنا۔ مُصْرِخٌ اسم فاعل از اِصْرَاخٌ فریادرس، اِصْطِرَاخٌ اور تَصَارُخٌ (افتعال اور تفاعل) باہم فریاد کرنا، چیخنا۔ تَصَرُّخٌ بناوٹی فریاد کرنا۔ اِسْتِصْرَاخٌ فریاد چاہنا۔

مَصْرِفًا: اسم ظرف، صَرْفٌ مصدر، باب ضرب لوٹنے کی جگہ بچنے کا راستہ۔ پ ۱۵/۱۶۔

صَرْفٌ مصدر (باب ضرب) کسی چیز کو ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف لوٹا دینا یا ایک چیز کو دوسری چیز سے بدل دینا (اور بصورت اسم) توبہ۔ نفل۔ وزن۔ کمائی۔ عمل۔ حیلہ۔ حوادث شدائد۔ زیادتی۔ بزرگی۔ مرتبہ کی افزونی۔ صَرْفَۃٌ زمانہ کی سختی۔ گردش۔ صِرْفٌ خالص بے آمیزش ایک خالص سرخ رنگ جس سے چمڑا رنگا جاتا ہے۔ صَرِیْفٌ خالص چاندی، قلم اور چرخ وغیرہ کے چلنے کی آواز۔ صَرِیْفَۃٌ خود بخود سوکھی ہوئی شاخ۔ صَرَّافٌ اور صَیْرَفِیٌّ چاندی کو پرکھنے والا۔ صَیْرَفٌ بہانہ جو اور روپیہ کو پرکھنے والا۔ مَصْرُوْفٌ خالص شراب، اِصْرَافٌ (باب افعال) منہ کو ایک طرف سے دوسری طرف کو پھیر دینا۔ تَصْرِیْفٌ (باب تفعیل) قبضہ دے دینا۔ واضح کرنا۔ روپیہ جاری کرنا۔ ہوا کا پھرنا، ہوا کو پھیر دینا۔ اصطراف (باب افتعال) کسی چیز کو کمانے کے لیے گھومنا پھرنا۔ تَصَرُّفٌ (باب تفعل) قبضہ کرنا۔ لوٹنا اِنْصِرَافٌ (باب انفعال) لوٹ جانا۔ باز رہنا۔ اِسْتِصْرَافٌ (باب استفعال) پھرنے اور پھیر دینے کی خواہش کرنا۔ (قاموس تاج العروس وتاج المصادر)

مَصْرُوْفًا: اسم مفعول واحد مذکر، صَرْفٌ مصدر لوٹایا گیا۔ پ ۱۲ (دیکھو مَصْرِفًا)

اَلْمُصْطَفَیْنَ: اسم مفعول جمع مذکر، اَلْمُصْطَفٰی واحد اِصْطِفَاءٌ مصدر (باب افتعال) صَفْوٌ مادہ۔ برگزیدہ اور منتخب۔ پ ۲۳/۱۳۔

صَفْوٌ روشنی، خالص چیز، برمنتخب چیز۔ صَفَاءٌ روشنی، خلوص، صفا مکہ کا ایک پہاڑ، یہ صَفَاۃٌ کی جمع بھی ہے، ٹھوس پتھر صَفِیٌّ خالص دوست ہر خالص اور منتخب چیز۔ مال غنیمت کا وہ مخصوص حصہ جو تقسیم سے پہلے بادشاہ اپنے لیے چھانٹ لے۔ صَفِیَّۃٌ بھی اسی کا ہم معنی ہے صَفْوَانٌ۔ صَفْوَاءُ۔ صَفْوَاۃٌ اور صَفْوَانَۃٌ چکنا صاف پتھر۔

صَفْوٌ مصدر (نصر) صاف ہونا۔ خالص ہونا۔ اِصْطِفَاءٌ (باب افعال) تمام کرنا۔ برگزیدہ اور منتخب کر لینا۔ خالص کر دینا۔ تَصْفِیَۃٌ روشن کرنا۔ مُصَافَاۃٌ (مفاعلہ) خالص سچی دوستی کرنا (قاموس وراغب)

مُصْفَرًّا: اسم مفعول واحد مذکر، اِصْفِرَارٌ مصدر، باب افعلال، صفر مادہ۔ زرد پیلا پڑا ہوا۔ پ۲۱/۸، پ۲۳/۱۶، پ۲۷/۱۹۔

صِفْرٌ، صُفْرٌ زرد، پیتل، تانبا۔ ہر چیز کا خالی حصہ۔ اَصْفَارٌ جمع۔ صُفْرَۃٌ زردی، سیاہی (قاموس) سفیدی اور سیاہی کا درمیانی رنگ جو سیاہی سے زیادہ قریب ہو۔ صَفَرٌ یرقان، اسلامی سال کا دوسرا مہینہ، عقل، خوف۔ دل۔ نفس۔ بھوک، پیٹ کے کیڑے۔ ایک سانپ جو آدمی کے پیٹ میں لپٹ کر کاٹتا ہے۔ صَفِرٌ خالی۔ اَصْفَر زرد، سیاہ۔ خالی۔ صَفْرَاءُ۔ اصفر کا مؤنث ہے صَفِیرٌ آواز۔ فریاد۔ مَصْفُوْرٌ بھوکا۔ بیمار۔ صُفُوْرًا مصدر (باب سمع) خالی ہونا صفیرٌ (باب ضرب) آواز نکالنا۔ تَصْفِیْرٌ (تفعیل) پیلا رنگنا۔ خالی کرنا۔ آواز نکالنا شور کرنا۔ اِصْفِرَارٌ (افعلال) اور اِصْفِیْرَارٌ (افعیلال) زرد ہونا۔

مُصَفًّى: اسم مفعول واحد مذکر۔ تَصْفِیَۃٌ مصدر، باب تفعیل۔ صَفْوٌ مادہ۔ صاف کیا ہوا۔ پ۲۶/۶ (دیکھو المصطفین)

مَصْفُوْفَۃً: اسم مفعول واحد مؤنث مرفوع اور مجرور۔ صَفٌّ مصدر (نصر) برابر برابر قطار میں رکھے گئے۔ پ۲۷/۳، پ۳۰/۱۲۔ صَفٌّ مصدر قطار بنانا اور بقول ابو عبیدہ قطار بنانے والے۔ (المفردات)

صَفِیْفٌ ایک قطار میں رکھے ہوئے گوشت کے پارچے جو بھونے یا دھوپ میں کھلانے کے لئے رکھے گئے ہوں۔

صَفْصَفٌ ہموار میدان۔ پہاڑ کا کنارہ

صَفْصَفَۃٌ چڑیا کی چوں چوں۔ صُفْصُفٌ چڑیا۔

مُصَفٌّ صف بندی کی جگہ، مَصَافٌّ جمع۔

اَلْمُصْلِحُ: اسم فاعل واحد، اِصْلَاحٌ مصدر باب افعال، نیک، درستی کرنے والا، بگاڑ نہ کرنے والا۔ پ۲/۱۱، صَلَاحٌ، صَلِیْحٌ، مَصْلَحَۃٌ نیکی، درستی، صِلْحٌ، صَالِحٌ نیک۔ درست عمل والا۔ بگاڑ نہ کرنے والا۔ صُلْحٌ صلح صُلُوْحٌ (باب فتح) نیک ہونا۔ اِصْلَاحٌ درستی کرنا، نیکی کرنا۔ صِلَاحٌ اور مُصَالَحَۃٌ آپس میں صلح کرنا۔ باہم نیکی کرنا۔ اصطلاح باہم نیکی کرنا۔ کسی بات پر باہم متفق ہو جانا۔

مُصْلِحُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر مرفوع، مُصْلِحٌ واحد درست اعمال کرنے والے، نیک، بگاڑ نہ کرنے والے۔ پ۱/۲، پ۱۲/۱۰ (دیکھو اَلْمُفْلِحُ)

اَلْمُصْلِحِيْنَ: اسم فاعل جمع مذکر مجرور یعنی مذکور۔ ۱۱/۹ ۵/۲۰۔

مُصَلّٰی: ظرفِ مکان، صَلٰوۃ سے تَصْلِیَۃٌ مصدر، نماز پڑھنے کی جگہ۔ ۱/۱۵۔

اَلْمُصَلِّيْنَ: اسم فاعل جمع مذکر منصوب و مجرور مُصَلِّیْ واحد، نماز پڑھنے والے۔ ۲۹/۱۶،۷ ۳۰/۳۲۔

اَلْمُصَوِّرُ: اسم فاعل واحد مذکر، تَصْوِیْرٌ مصدر (بابِ تفعیل) صورت بنانیوالا۔ پیدا کرنے والا۔ ۲۸/۶۔

صُوْرَۃٌ ہیئت، شکل، صورت، دو طرح کی ہوتی ہے ۱۔ محسوس خارجی شکل جس کو ہر شخص آنکھوں سے دیکھتا ہے ۲۔ غیر محسوس ہیئت جس کو عوام نہیں دیکھتے صرف سمجھدار طبقہ بنورِ بصیرت دیکھتا ہے جیسے دانش، فکر، تخیل اور تمام دماغی موجودات اور معانی باطنہ لفظ مُصَوِّرٌ دونوں صورتوں کو شامل ہے، صُوْرَۃٌ کی جمع صُوَرٌ آتی ہے۔

صَیِّرٌ خوبصورت۔ صَارَۃٌ نافہ مشک صِوَارٌ مفرد، صِیْرَانٌ جمع۔ گائے یا نیل گائے کی جماعت، گلہ، صِوَارٌ خوشبو، تھوڑا مشک نافہ۔

صَارَ صَوْرًا (نصر) آواز دی۔ لوٹا۔ توڑا ٹکڑے کیا، متوجہ کیا۔ صَرِیَ صَوْرًا (سمع) ایک طرف کو جھکایا، مائل کیا، ٹکڑے کیا۔ الگ کیا۔ صَرِیَ صُوُرًا (ضرب) ایک طرف کو جھکایا، ٹیڑھا کرنا۔ توڑنا۔ تَصْوِیْرٌ صورت بنانا۔ پیدا کرنا۔ تَصَاوِیْرُ لکڑی، مٹی وغیرہ سے بنائی ہوئی صورتیں یعنی مورتیاں۔ تَصَوُّرٌ (تفعل) صورت شکل ہوجانا۔ اپنے دل میں کسی کی صورت لے لینا۔ گرنے کے قریب ہوجانا۔ اِنْصِیَارٌ (انفعال) ٹیڑھا ہوجانا۔ ٹوٹ جانا۔

مُصِيْبَةٌ: اسم فاعل واحد مؤنث مرفوع نکرہ اِصَابَۃٌ مصدر۔ بابِ افعال۔ غم، تکلیف سختی۔ دکھ پہنچانیوالی ہر چیز۔ اصل میں مُصِیْبَۃٌ صفت کا صیغہ ہے۔ رَمْیَۃٌ مُصِیْبَۃٌ کہا جاتا ہے۔ ٹھیک نشانہ پر لگنے والی تیراندازی لیکن کثرتِ استعمال کے سبب موصوف کا استعمال گویا ترک کردیا گیا اور لفظِ مصیبۃ موصوف سے بے نیاز ہوگیا۔

صَوْبٌ بارش۔ بارش ہونا۔ ابر کا پانی برسانا اترنا۔ نشانہ پر تیر لگنا۔ صحیح ارادہ۔ صَابِیْ برسنے والا پانی۔ صَابَۃٌ مصیبت۔ کمزوری۔ بیوقوفی۔ جنون۔ صُیُوْبٌ۔ صَیِّبٌ بارش۔ صَائِبٌ درست ٹھیک

مصوبۃ اور مُصِیْبَۃٌ تکلیف سختی، اول کی جمع
مَصَاوِبُ اور دوسرے کی جمع مصائب ہے
مُصَابَۃٌ مصدر میمی غم زدہ کرنا - اصابۃ (باب
افعال) ارادہ کرنا - ٹھیک ارادہ کرنا - اترنا -
پالینا - کسی چیز پر پہنچ جانا - صحیح چیز کو پالینا
نشانہ پر تیر بیٹھ جانا - حاجتمند ہونا - دکھی و مصیبت
زدہ کر دینا - تَصْوِیْبٌ کسی کو سچا سمجھنا (صواب
کے چاروں اقسام اور مکمل تشریح کے لئے دیکھو
اَصَابَ - اَصَابَتْ - اَصَبْتُمْ - تُصِبْکُمْ - صَیِّبٍ)
۲/۳ ۴/۸ ۵/۷،۹ ۱۰/۱۳ ۲۰/۸ -

مُصِیْبَۃٍ : اسم فاعل واحد مؤنث مجرور نکرہ،
بتفصیل مذکور - ۲۵/۵ ۲۷/۱۹ ۲۸/۱۶ -

مُصِیْبَتُہٗ : اسم فاعل واحد مؤنث معرفہ
مضاف بتفصیل مذکور - ۱۲/۷

مُصِیْبُہَا : اسم فاعل واحد مذکر مضاف
ھا ضمیر مؤنث مضاف الیہ، اس کو پا لینے والا -
اس پر پہنچ جانے والا - ۱۲/۷

اَلْمَصِیْرُ : اسم ظرف مکان و مصدر، صَیْرٌ مادہ
لوٹنے کی جگہ - ٹھکانا - قرارگاہ -
صَیْرٌ - صَیْرُوْرَۃٌ - مَصِیْرٌ مصدر، صَارَ
ماضی باب ضرب - ایک حالت سے دوسری
حالت کی طرف لوٹنا - حاضر ہونا - مائل ہونا - جمع
ہونا - کاٹنا - اِصَارَۃٌ (باب افعال) لوٹانا -
مائل کرنا - تَصْیِیْرٌ کا بھی یہی معنی ہے - ۱/۱۵ ۳/۸،۱۱
۴/۸ ۶/۷ ۹/۱۶ ۱۰/۱۲ ۱۷/۱۶ ۲۷/۱۸ ۲۸/۱۵،۲۰ ۲۹/۱
مذکورہ بالا آیات میں اَلْمَصِیْرُ کا استعمال بطور ظرف
مکان کیا گیا ہے جس کا معنی ہے ٹھکانا - جگہ -
مندرجہ ذیل آیات میں بطور مصدر استعمال کیا
گیا ہے یعنی لوٹنا - ۱۷/۱۴ ۱۸/۱۲،۱۳ ۲۱/۱۱ ۲۲/۱۵
۲۴/۲ ۲۵/۳ ۲۶/۱۷ ۲۸/۷ -

مَصِیْرَکُمْ : مصیر مصدر مضاف کُمْ
ضمیر خطاب مضاف الیہ، تمہارا لوٹنا - ۱۳/۷

مَصِیْرًا : اسم ظرف منصوب نکرہ - لوٹنے کی
جگہ - ٹھکانا - قرارگاہ - ۵/۱۱،۱۴ ۱۸/۱۷ ۲۶/۹ -

مُصَیْطِرٍ : اسم فاعل واحد مذکر، یہ لفظ اصل
میں مُسَیْطِر تھا - سین کو صاد سے بدل دیا گیا -
جیسے سراط کو صراط کہا جاتا ہے - سَیْطَرَۃٌ
مصدر ہے جس کا معنی ہے کسی کام پر مقرر ہونا -
ذمہ دار ہونا اس لئے مسیطر یا مصیطر کا
ترجمہ ہوا ذمہ دار، مقرر، نگہبان ۳۰/۱۳ (دیکھو مُسَیْطِر)

اَلْمَضَاجِعِ : اسم ظرف جمع - اَلْمَضْجَعُ واحد
بستر - خواب گاہ، ۵/۳ ۲۱/۱۵ -

مَضَاجِعِهِمْ: اسم ظرف مضاف، ھِمْ مضاف الیہ، قتل گاہیں۔ مَضْجِعٌ کا اصل معنی سونا ہی ہے لیکن سونے سے مراد کبھی موت ہوجاتی ہے اس لئے مضاجع سے اسجگہ مراد ہے مرنے کے مقامات، قتل گاہیں۔ ۴

مُضَارٍّ: اسم فاعل واحد مذکر حاضر۔ اصل میں مضارِرٌ تھا، باب مفاعلۃ۔ ضَرٌّ مادہ۔ نقصان پہنچانے والا یعنی تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کرکے وارثوں کو نقصان نہ پہنچائے (لغوی) حسن بصری نے فرمایا کسی کے قرض کا غلط اقرار کرکے وارثوں کو ضرر نہ پہنچائے۔ ضَرٌّ اور ضَرَرٌ کی پوری تشریح کے لئے دیکھو ضر، بِضَارِّيْنَ بِضَارِّهِمْ۔ ضَرُّهُ۔ ضِرَارٌ۔ لَا تُضَارَّ۔ ضِرَارًا۔ اَضْطَرُّهُ، تَضْطَرُّهُمْ۔ اُضْطُرَّ) ۴/۱۲

مُضٰعَفَةً: اسم مفعول واحد مؤنث باب مفاعلۃ۔ یہ لفظ ضِعْفٌ سے بنایا گیا ہے اور اَضْعَافًا کی تاکید کے لئے ذکر کیا گیا ہے یعنی کئی گنا۔ بعض لوگوں نے اس کا ماخذ ضعف کو قرار دیا ہے ضَعْفٌ کا معنی نقص، مطلب یہ کہ سود کو جو یہ لوگ چند در چند کرکے کھاتے ہیں حقیقت میں یہ چند در چند اللہ کے نزدیک نقص ہے افزونی اور بیشی نہیں، کمی ہے اس لئے تم سود کو چند در چند نہ کھاؤ کیونکہ یہ چند در چند نہیں بلکہ گھٹاؤ ہے۔

(ملخص ما فی المفردات) ۴/۵

(مزید تفصیل کے لئے دیکھو مُسْتَضْعَفُوْنَ،

مَضَتْ: واحد مؤنث غائب مُضِيٌّ مصدر (ضرب) گزر گئی۔

مَضٰى مُضِيًّا اور مُضُوًّا (اول ضرب سے دوسرا نصر سے) گزر گیا۔ چلا گیا۔ مر گیا۔ کاٹا۔ اِمْضَاءٌ (باب افعال) جاری کرنا۔ جاری کرانا۔ کسی بات کو جائز رکھنا۔ ۹/۱۹

اَلْمُضْطَرَّ: اسم فاعل واحد مذکر، اضطرار مصدر۔ باب افتعال، ضرر مادہ، اصل میں یہ مُضْتَرِرٌ تھا، تاء افتعال کو طاء سے بدل دیا اور راء کو ادغام کر دیا۔ بے قرار، بے کس، بے بس۔ ۲۰/۱ (دیکھو اضْطُرَّهُ اور تَضْطَرُّ، اُضْطُرَّ)

اَلْمُضْعِفُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر، اَلْمُضْعِفُ مفرد۔ اِضْعَافٌ مصدر، اس لفظ کا ماخذ ضِعْفٌ ہے چند در چند کرنے والے۔ کئی گنا بڑھانے والے۔ ۲۱/۲ (دیکھو اَضْعَافًا۔ مُضٰعَفَةً۔ ضِعْفٌ)

مُضْغَةٍ: گوشت کا ٹکڑا۔ بوٹی مَضْغٌ مصدر (فتح و نصر) چبانا۔ مَضَاغٌ چبانے کی چیز اور چبانا۔ مضاغۃ چبائی ہوئی چیز۔ ماضغۃ احمق امْضَاغٌ (باب افعال) کسی چیز کا خوش مزہ ہونا چبانے کے قابل ہونا۔ ۱/۸۔

مُضْغَةً: بتفصیل مذکور ۱۸/۱

مُضِلٌّ: اسم فاعل واحد مذکور۔ اضلال مصدر، باب افعال۔ گمراہ کرنیوالا۔ گمراہ چھوڑ دینے والا۔ اس جگہ اول معنی مراد ہے۔ ۲/۵۔ (دیکھو ضَلَّ۔ ضَلُّوا۔ اَضَلُّوا۔ ضَلَالًا)

مُضِلٍّ: گمراہ کرنیوالا۔ بتفصیل مذکور۔ ۲۴/۱

مَضٰى: واحد مذکر غائب ماضی، گزر گیا۔ ۲۵/۷ (دیکھو مضت)

مُضِيًّا: مَضٰى يَمْضِىْ کا مصدر۔ گزر جانا۔ چلا جانا ۲۳/۳ (دیکھو مَضَتْ)

مُطَاعٍ: اسم مفعول واحد مذکر۔ اطاعۃ مصدر باب افعال۔ طَوْعٌ مادہ۔ اطاعت کیا گیا۔ وہ جس کی دوسرے تابعداری کریں۔ مراد حضرت جبرئیل جو سید الملائکہ ہیں اور فرشتے انکی اطاعت کرتے ہیں ۳/۶ (دیکھو طَوْعًا۔ اَطِيْعُوا۔ اطاع)

مَطَرُ: بارش۔ مینہ۔ ۱۹/۱۳ و ۱۹

مَطَرَ: بارش، مینہ۔ ۱۹/۲

مَطَرٍ: بارش۔ مینہ۔ ۱۵/۱۲

مَطَرًا: بارش۔ مینہ۔ ۸/۷ ۱۹/۱۳ و ۱۹

مَطَرٌ (باب نصر) مینہ برسانا۔ مُطُوْرٌ اور مَطْرٌ زمین میں چلا جانا۔ دوڑنا۔ تیز چلنا۔ پہنچانا۔ مَطَرٌ مَطْرَةٌ اور مُطْرَةٌ: عادت مَطَّارٌ تیز رو۔ يَوْمٌ مَطِيْرٌ بارش کا دن۔ وَادٍ مَطِيْرٌ وہ وادی جس پر پانی برسا ہو۔ مَاطِرٌ مُمْطِرٌ اور مُمْطِرَةٌ برسنے والا پانی۔ برسانیوالا ابر۔ اِمْطَارٌ (افعال) برسانا۔ پیشانی پر پسینہ آنا۔ سر جھکا کر خاموش ہو جانا۔ بارش رسیدہ مقام پر پہنچ جانا۔ تَمَطُّرٌ (باب تفعل) پرندہ کا اوپر سے جلدی جلدی اترنا۔ مُتَمَاطِرٌ وہ بادل جو کبھی برسے کبھی ٹھیر جائے۔ اِسْتِمْطَارٌ بارش کی طلب۔

قرآن مجید میں مطر اور امطار کا استعمال عموماً دکھ پیدا کرنے والے اور عذاب دینے والی بارش کے لئے کیا گیا ہے خیر کی بارش کو غیث فرمایا ہے۔ کتاب البیان والتبیین میں جاحظ نے اور ادب الکاتب میں ابن قتیبہ نے بھی اسی کی صراحت کی ہے کہ دکھ کے موقع پر مطر اور راحت کے موقع پر غیث کا استعمال کیا جاتا ہے

اَلْمُطَفِّفِيْنَ: اسم فاعل جمع مذکر مجرور تَطْفِيْفٌ مصدر، باب تفعیل۔ تول ناپ میں کم دینے والے۔ طَفِيْفٌ تھوڑی چیز۔ طَفَافَةٌ ناقابلِ اعتنا چیز۔ ۳۰/۸۔

مَطْلِعَ: ظرفِ مکان مفرد۔ طلوع ہونے کی جگہ۔ مطالع جمع۔ طُلُوْعٌ اور مَطْلَعٌ مصدر (باب نصر) برآمد ہونا۔ چمک جانا۔ ابھر آنا۔ سورج کا ہو یا صبح کا یا کسی آدمی کا یا چیز کا دیکھو طُلُوْعُ الشَّمْسِ سورج نکلنا۔ مَطْلَعُ الْفَجْرِ فجر نکلنا۔ تَطْلُعُ عَلٰی قَوْمٍ برآمد ہوتا ہے ایک قوم پر۔ طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا ہم پر ماہِ کامل چمکا اِمْرَأَةٌ طُلَعَةٌ قُبَعَةٌ وہ عورت جو کبھی سر کھولے کبھی سر ڈھالنکے۔ طَلْعُ النَّخْلِ درخت خرما کا شگوفہ جو پھل بننے سے پہلے نمودار ہوتا ہے۔ طَلِيْعَةُ الْجَيْشِ فوج کا ہراول دستہ جو سب سے آگے برآمد ہوتا ہے۔ طَلَعْتُ عَنْهُ میں اس کے پاس سے نکل آیا۔ ۱۶/۳۔

مَطْلَعِ: مصدر میمی بمعنے طلوع ۳۰/۲۲ (دیکھو مَطْلِعَ)

مُطَّلِعُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر۔ مُطَّلِعٌ مفرد، اِطِّلَاعٌ مصدر، باب افتعال۔ طَلْعٌ مادہ۔ اصل میں مُطْتَلِعُوْنَ تھا۔ تاء افتعال کو طاء میں ادغام کر دیا۔ جھانک کر دیکھنے والے ۲۳/۶ (دیکھو اَطَّلَعَ اور اِطِّلَاع اور مَطْلِعَ)

اَلْمُطَلَّقَاتُ: جمع مؤنث مرفوع اسم مفعول۔ اَلْمُطَلَّقَةُ واحد۔ تَطْلِيْقٌ مصدر، باب تفعیل وہ عورتیں جن کو طلاق دیدی گئی ہو، ۲/۱۲ (دیکھو اَلطَّلَاقُ اور طَلَّقْتُمْ)

اَلْمُطَلَّقَاتِ: اسم مفعول جمع مؤنث مجرور طلاق دی ہوئی عورتیں۔ ۲/۱۵۔

اَلْمَطْلُوْبُ: اسم مفعول واحد مذکر طَلَبٌ مصدر (باب نصر) وہ مقصود جس کی خواہش اور جستجو کی جائے اس جگہ مراد معبود۔ اِطْلَابٌ (باب افعال) اضداد میں سے ہے کسی کو حاجتمند بنانا اور حاجت پوری کرنا۔ دونوں معنی میں مستعمل ہے (راغب) ۱۴/۱۷۔

مُطْمَئِنٌّ: اسم فاعل واحد مذکر۔ اِطْمِيْنَانٌ مصدر (افعیلال) قطعی سکون پانیوالا (راغب) ۱۴/۱۲ طمانینت اور اطمینان وہ سکون اور ٹھہراؤ جو مشقت اور کوفت کے بعد حاصل ہو، ایمان کے بعد ایک مرتبہ سکون قلب کا آتا ہے جس کے

حصول کے بعد کوئی شبہ اور وسوسہ ہی پیدا نہیں ہوتا جس کو صوفیہ کی اصطلاح کے مطابق اگر عین الیقین کا درجہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔

کبھی اطمینان کا معنی ہوتا ہے اپنے ارادہ اور قصد کو کسی چیز پر ٹھیرا دینا، طلب کو ادھر ادھر یا آگے نہ بڑھانا، نہ اس چیز سے ہٹنے کی خواہش کرنا جیسے اِطْمَأَنُّوْا بِهَا وہ صرف دنیا کی زندگی پر مگن ہو گئے، تطامن کا بھی یہی معنی ہے۔

اَلْمُطْمَئِنَّةُ: اسم فاعل واحد مؤنث مرفوع معرفہ۔ سکون پانے والا۔ مجاہد نے کہا اللہ کے رب ہونے کا یقین رکھنے والا اور خشوع کیساتھ اللہ کے ساتھ اللہ کے امر و نواہی کی پابندی کرنے والا۔ حسن بصری نے کہا ایمان و یقین رکھنے والا۔ عطیہ نے کہا اللہ کے حکم پر راضی کلبی نے کہا اللہ کے عذاب سے محفوظ۔ بعض نے کہا اللہ کی یاد سے سکون پانیوالا (معالم التنزیل) ۳۰/۱۴

مُطْمَئِنَّةً: اسم فاعل واحد مؤنث منصوب نکرہ۔ مگن۔ چین سے۔ ۱۴/۲۱

مُطْمَئِنِّيْنَ: اسم فاعل جمع مذکر منصوب۔ وطن بنا لینے والے۔ قیام کرنیوالے (لغوی) ۱۵/۱۱

اَلْمُطَّوِّعِيْنَ: اسم فاعل جمع مذکر منصوب اَلْمُطَّوِّعُ واحد، تَطَوُّعٌ مصدر (باب تفعّل) اصل میں اَلْمُتَطَوِّعِيْنَ تھا، تا کو طا میں ادغام کر دیا تَطَوُّعٌ کا لغوی معنی ہے طاعت میں بناوٹ کرنا، عرفِ شرع میں ایسی طاعت کو کہتے ہیں جو فرض نہ ہو، بطورِ نفل اپنی طرف سے کی جائے (راغب) لیکن تَطَوُّع اپنے اندر استطاعت کا مفہوم بھی رکھتا ہے اس لئے اَلْمُطَّوِّعِيْنَ کا ترجمہ ہوا خیرات کرنیوالے۔ اصحاب استطاعت۔

مَطْوِيّٰتٌ: اسم مفعول جمع مؤنث، مَطْوِيَّةٌ واحد طَیٌّ مصدر، باب ضرب لپیٹے گئے۔ ۲۴/۴

طے کرنے کے دو معنی ہیں (۱) لپیٹنا جیسے کاغذ کو کپڑے کو جس کو تہ کرنا کہتے ہیں (۲) مسافت کو قطع کرنا، عمر کو گزارنا جیسے طَوَى اللّٰهُ عُمْرَهٗ اللہ نے اس کی عمر گزار دی، ختم کر دی۔ ایک شاعر کا مصرعہ ہے ع

طَوَتْكَ صُرُوْفُ دَهْرِكَ بَعْدَ نَشْرٍ

حوادثِ زمانہ نے پھیلانے کے بعد تجھے تہ کر دیا یعنی تیری عمر کو فنا کر دیا، ختم کر دیا۔ بقول راغب آیت میں دونوں معنی مراد ہو سکتے ہیں، کاغذ کی

طرح آسمانوں کا لپیٹ دیا جانا بھی اور فنا کر دینا، تباہ کر دینا بھی، قیامت کے دن آسمان بہرحال فنا کر دیئے جائیں گے۔ (المفردات)

مُطَهِّرٌ: اسم فاعل واحد مذکر، تَطْهِيْرٌ مصدر باب تفعیل۔ پاکیزہ رکھنے والا۔ دور رکھنے والا۔ طہارت دو طرح کی ہوتی ہے جسمانی اور روحانی یا طہارتِ بدن اور طہارتِ نفس، دیکھو الفاظ ذیل میں طہارتِ بدن مراد ہے۔ فَاطَّهَّرُوْا۔ حَتّٰى يَطْهُرْنَ۔ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ اور کلمات ذیل میں طہارتِ نفس، يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا طَهَّرَكِ۔ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ۔ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ مَرْفُوْعَةٍ مُطَهَّرَةٍ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ اور مندرجہ ذیل الفاظ میں دونوں طرح کی طہارت مراد ہے۔ يُحِبُّوْنَ اَنْ يَتَطَهَّرُوْا۔ اُنَاسٌ يَتَطَهَّرُوْنَ۔ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ۔ اَزْوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ طَهِّرَا بَيْتِيَ۔

طُهْرٌ۔ طَهَارَةٌ اور طُهُوْرٌ ثلاثی مجرد کے مصادر ہیں (باب نصر و کرم) چونکہ طہارت کے لئے کثافت سے دور ہو جانا لازم ہے خواہ کثافت جسمی ہو یا کثافتِ اخلاق یا کثافتِ عقائد اس لئے آیت میں دور رکھنے کا معنی ہے یعنی کثافتِ شرک و رذائلِ اخلاق سے پاک رکھنا اور تمام نجاستوں سے دور کر دینا۔ ۳/۱۴۔

اَلْمُطَهَّرُوْنَ: اسم مفعول جمع مذکر مرفوع تَطْهِيْرٌ مصدر۔ باب تفعیل وہ جن کو پاک کر دیا گیا ہے۔ پاک کئے ہوئے۔ ۲۷/۱۶۔

مُطَهَّرَةٌ: اسم مفعول واحد مؤنث، تَطْهِيْرٌ مصدر، ہر طرح کی نسوانی جسمانی اور نفسانی کثافتوں سے پاک کی ہوئی۔ ۱/۳، ۳/۱، ۵/۵، ۳۰/۲۳۔

اَلْمُطَّهِّرِيْنَ: اسم فاعل جمع مذکر منصوب تَطَهُّرٌ مصدر، باب تفعّل، اصل میں اَلْمُتَطَهِّرِيْنَ تھا تاء کو طاء میں ادغام کر دیا گیا۔ پاک ہونے والے پاکیزہ ہونے والے۔ ۱/۲۔

مُظْلِمًا: اسم فاعل واحد مذکر، اِظْلَامٌ مصدر باب افعال، تاریکی میں پڑا ہوا۔ تاریک ۱۱/۸ ظُلْمَةٌ اندھیرا۔ ظُلُمَاتٌ جمع۔ کبھی ظلمت سے مراد جہالت کفر شرک نفاق اور معصیت ہوتی ہے جیسے اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ۔ ظلم کا معنی ہے بیجا حرکت کرنا، بے موقع کسی چیز کو رکھنا۔ اللہ کا حق ادا نہ کرنا۔ آدمیوں کا یا جانوروں کا حق ادا نہ کرنا۔ اپنے نفس کو معصیت میں ڈالنا یہ سب ظلم کے اقسام ہیں، آیاتِ قرآنیہ

ہیں مختلف مقامات پر مختلف اقسام کو بیان کیا گیا ہے، حد مقررہ سے زیادتی کرنا بھی ظلم میں داخل ہے اور کمی کرنا بھی اسی لیے وَلَمْ تَظْلِمْ مِنْهُ شَيْئًا میں لَمْ تَنْقُصْ ترجمہ کیا گیا ہے کمی نہیں کی۔

ظَلِيمٌ نر شتر مرغ کو کہتے ہیں کیونکہ عرب اس کو تخیلیقًا مظلوم خیال کرتے تھے، ایک شاعر کہتا ہے ؎

فَصِرْتُ كَالْهَيْقِ غَدَا يَبْتَغِي
قَرْنًا فَلَمْ يَرْجِعْ بِاُذُنَيْنِ

میں شتر مرغ کی طرح ہو گیا کہ گیا تھا سینگ ڈھونڈھنے اور کھو آیا دونوں کان بھی۔

مُظْلِمُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر، مُظْلِمٌ واحد۔ اِظْلَامٌ مصدر، ظلم مادہ، تاریکی میں پڑے ہوئے، تاریک۔ اظلام کا معنی ہے تاریکی میں ہو جانا، تاریک ہو جانا۔ پ۲۳/۲

مَظْلُوْمًا: اسم مفعول واحد مذکر، ظُلْمٌ مصدر باب ضرب ستم رسیدہ۔ پ۱۵/۴ (دیکھو مُظْلِمٌ)

مَعَ: پ۱/۵، پ۲/۳،۱۴، پ۳/۱۳، پ۴/۱۱، پ۵/۶،۱۸، پ۷/۱،۸،۱۴، پ۸/۱۲، پ۹/۸،۱۶، پ۱۰/۲،۵،۱۱،۱۳،۱۴،۱۸، پ۱۱/۴،۵، پ۱۲/۴، پ۱۳/۳،۶، پ۱۴/۲۲، پ۱۵/۱،۳،۴،۱۶، پ۱۷/۶، پ۱۸/۹، پ۱۹/۱،۴،۱۵،۱۸، پ۲۰/۱،۱۲،۱۳، پ۲۱/۳، پ۲۶/۹،۱۶، پ۲۷/۲، پ۲۹/۳۰، پ۲۹/۱۱،۱۶، پ۳۰/۱۹

اسم ہے۔ دو طرح کا ہوتا ہے مضاف اور غیر مضاف یعنی مفرد۔ مع مضاف ظرف ہے، کبھی اس پر حرف جار آتا ہے (سیبویہ) جیسے ذَهَبْتُ مِنْ مَعِهِ میں اس کے ساتھ سے چلا گیا۔ بنی غنم اور قبائل ربیعہ اس کے عین کو ساکن استعمال کرتے ہیں، نحاس کا قول ہے کہ ساکن العین یعنی مَعْ بالاتفاق حرف ہوگا مگر نحاس کا یہ قول غلط ہے ابن ہشام انصاری نے مغنی اللبیب میں صراحت کی ہے کہ مع کی اسمیت بہر حال باقی رہتی ہے خواہ ساکن العین ہو یا متحرک العین۔

مَعَ مضاف اجتماعیت پر دلالت کرتا ہے جیسے هُوَ مَعَكُمْ وہ تمہارے ساتھ ہے، کبھی اجتماعیت ذوات نہیں ہوتی صرف اجتماعیت اوقات کا اظہار مقصود ہوتا ہے، جِئْتُكَ مَعَ الْعَصْرِ میں وقت عصر کے ساتھ تیرے پاس آیا۔ کبھی حال ہوتا ہے کبھی ظرف جیسے اَفِيقُوا بَنِيْ حَرْبٍ وَاَهْوَاؤُنَا مَعًا اے اولاد حرب ہوش میں آؤ ہم سب کی خواہشات ساتھ ساتھ ہیں۔

ابن مالک کے نزدیک مع مفرد الیاہی اجتماعیت پر دلالت کرتا ہے جیسے لفظ جمیعًا

یعنی ایک ہی وقت میں سب ساتھ ساتھ دونوں سے فعل کو صدور ظاہر ہوتا ہے تعلب نے فرق کیا ہے جاءوا جمیعاً عام ہے ایک ہی وقت میں سب آتے ہوں یا الگ الگ وقت میں مگر آئے ہوں سب۔ لیکن جمیعاً کی جگہ معاً کہنے میں دونوں کا ایک ہی وقت میں آنا ضروری ہے معاً جسطرح دو کی اجتماعیت پر دلالت کرتا ہے اسی طرح جماعت کے لیے بھی آتا ہے۔

اِذَا حَنَّتِ الْاُوْلٰی سَجَعْنَ لَہَا مَعًا جب پہلی اظہار اشتیاق کرتی ہے تو سب ساتھ ساتھ چہچہانے لگتی ہے۔

خنساء شاعرہ کا مصرعہ ہے وَاَفْنٰی رِجَالِیْ فَبَادُوْا مَعًا، زمانہ نے میرے مردوں کو فنا کر دیا وہ سب کے سب ایک ہی وقت میں ہلاک ہو گئے۔

امام راغب نے صراحت کی ہے کہ اجتماعیت زمانہ کی طرح معاً کبھی اجتماعیت مکانی کو بتاتا ہے جیسے ھُمَا مَعًا فِی الدَّارِ وہ دونوں ساتھ ساتھ ایک مکان میں ہیں کبھی اجتماعِ معنوی پر دلالت کرتا ہے یعنی ایک بغیر دوسرے کے نہ موجود ہو سکے نہ تصور میں آسکے جیسے ھُمَا مَعًا فِی الْاُخُوَّۃِ بھائی ہونے میں دونوں ساتھ ساتھ ہیں ایک کے بھائی ہونے کا نہ تصور کیا جا سکتا ہے نہ اس کا تحقق ہو سکتا جب تک دوسرے کا تصور اور تحقق نہ ہو۔ کبھی مرتبہ میں اجتماعیت ظاہر کرتا ہے جیسے ھُمَا مَعًا فِی الشَّرَفِ وہ دونوں مرتبہ میں ساتھ ساتھ ہیں، کبھی مدد پر دلالت کرتا ہے اَللّٰہُ مَعَنَا اللہ کی مدد ہمارے ساتھ ہے اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ اللہ کی مدد صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ میرے رب کی مدد میرے ساتھ ہے۔ یاد رکھو کہ نصرت کا معنی صرف مع مضاف سے پیدا ہوتا ہے۔

مُعَاجِزِیْنَ: اسم فاعل جمع مذکر، مُعَاجِز واحد، مُعَاجَزَۃٌ مصدر باب مُفَاعَلَۃٌ ہرانے والے۔ عَجْزٌ مصدر پیچھے ہو جانا پیچھے رہ جانا، یہ اصل معنی ہے اس سے مراد ہوتا ہے کسی چیز کے حصول سے قاصر ہونا، بے بس ہونا۔ اِعْجَازٌ دوسرے کو عاجز بنا دینا، عاجز کر دینا مُعَاجَزَۃٌ مقابلہ کر کے اپنے حریف کو ہرا دینا، عاجز کر دینا۔ منکرین حشر کا خیال تھا کہ قیامت نہیں آئیگی نہ حشر ہو گا نہ نشر نہ عذاب نہ ثواب لیکن ہو گا یہ سب کچھ ان چیزوں کو لانے سے وہ اللہ کو روک نہیں سکتے اس کی قدرت سلب نہیں کر سکتے اس کو

عاجز نہیں بنا سکتے۔ پ ۱۴/۱۷ ، ۱۱/۲۲۔

مَعَادٍ: اسم ظرفِ مکان، جائے عود، جائے بازگشت۔ لوٹ کر آنے کی جگہ۔ پ ۱۲/۲۰۔

عَوْدٌ مصدر (باب نصر) کسی جگہ یا کسی چیز یا قول یا عمل کو چھوڑ کر دوبارہ پھر اسی کی طرف لوٹنا مزید تشریح کے لئے دیکھو (عَادَ، عُدتم، عُدْنَا عادو اد وغیرہ)

مَعَاذَ: مصدر میمی یا اسم، مضاف منصوب پناہ۔ عَوْذٌ اور مَعَاذٌ کسی کی پناہ پکڑنی اور کسی سے وابستہ ہو جانا (دیکھو اَعُوْذُ۔ اُعِیْذُھا)

عُوْذَةٌ وہ چیز جس کی پناہ پکڑی جائے اسی لئے بسم اللہ کو اور ہر منتر کو عُوذَۃ کہا جاتا ہے۔

مَعَاذَ اللہ کا معنی ہے اللہ کی پناہ۔ یعنی یہ گناہ کا کام ہے ہم اس کے کرنے سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ پ ۱۳/۱۲ ، ۳/۱۳

مَعَاذِیْرَ: جمع مَعْذِرَۃٌ واحد مصدر، عذر، معذرت۔ پ ۱۷/۲۹

عُذْرٌ اور عُذُرٌ ایسی بات جس سے قصور پر گرفت نہ ہو۔ عذر تین طرح کا ہوتا ہے:

۱ ارتکابِ جرم سے انکار کر دینا ۲ ارتکاب جرم کی کوئی ایسی وجہ بیان کرنا جس سے جرم کی سزا سے بچ جائے ۳ اقرارِ جرم کے بعد آئندہ جرم نہ کرنے کا وعدہ کرنا، تیسری شق کو توبہ کہا جاتا ہے۔

اِعْتِذَارٌ عذر پیش کرنا۔ اِعذار (باب افعال) جھوٹا عذر پیش کرنا یا واقعی معذور ہو جانا تَعْذِیْرٌ جھوٹا عذر پیش کرنا، عَذْرٌ اور مَعْذِرَۃٌ مصدر باب ضرب۔ عذر قبول کرنا۔ کسی کو معذور قرار دینا بعض اہلِ علم نے لکھا ہے کہ عذر کا ماخذ عَاذِرَۃٌ ہے عَذِرَۃٌ کا معنی ہے نجاست۔ گویا جرم اور گناہ بھی نجاست ہے ثلاثی مجرد سے عَذَرَ یَعْذِرُ مستعمل ہے۔ عَذَرْتُ الصَّبِیَّ میں نے بچہ کا استنجا کر دیا۔ عَذَرْتُ زَیْدًا میں نے زید کے عذر کو قبول کیا اور قصور کی نجاست سے اس کو پاک کر دیا اِعْتَذَرَتِ الْمِیَاہُ پانی منقطع ہو گیا۔ اِعْتَذَرَتِ الْمَنَازِلُ مکان ویران ہو گئے۔ عَاذِرَۃٌ استحاضہ والی عورت۔ عَذَوَّرٌ بدخو آدمی۔

مَعَارِجَ: جمع معراج مفرد، اسم آلہ۔ زینہ سیڑھیاں۔ پ ۹/۲۵

اَلْمَعَارِجِ: جمع، اَلْمِعْرَاجُ مفرد۔ اسم آلہ درجات۔ پ ۷/۲۹

عُرُوْجٌ چڑھنا (ضرب) عَرَجَ عُرُوْجًا۔ عَرِجَ عَرَجًا لنگڑا ہونا، ٹیڑھا ہو کر چلنا جیسے زینہ پر چڑھنے والا

عَرِجَ (سمع) پیدائشی لنگڑا ہوا۔ عَرَجٌ کجی لنگڑا پن اونٹوں کا بڑا گلہ۔

مَعَاشًا : اسم اور مصدر، زندگی یعنی وقت زندگی۔ ب ۳۰/۱۔

عَیْشٌ کسی حیوان یا انسان کی زندگی حیات کا لفظ عام، اللہ، ملائکہ، انسان، حیوان، سب کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ عیش اور معاش کا استعمال صرف حیوان اور انسان کے لئے ہوتا ہے معیشت سامانِ زندگی۔ معائش جمع۔

مَعَایِشَ : جمع مَعِیْشَةٌ واحد، سامانِ زندگانی۔ ب ۸/۲، ۱۴/۲۔

اَلْمُعْتَبِیْنَ : اسم مفعول جمع مذکر اَلْمُعْتَبُ واحد۔ مقبول التوبہ۔ ب ۲۴/۱۷۔

عَتْبٌ اور مَعْتَبَةٌ اسم اور مصدر، ناراضگی ناراض ہونا۔ عَتْبٌ اصل میں اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں اترنے والے کو کچھ دکھ اور چبھن ہو اسی لئے سیڑھی اور چوکھٹ کو عَتَبَةٌ کہا جاتا ہے، اِعْتَابٌ ناراضگی کا اظہار کرنا۔ ناراضگی دور کرنا یعنی منانا اِسْتِعْتَابٌ (استفعال) راضی کرنا۔ عُتْبٰی ناراضگی کا سبب۔ بَیْنَهُمْ اُعْتُوْبَةٌ ان کے آپس میں ایسی چیز ہے جس کی وجہ سے ایک دوسرے سے ناراض ہے۔

مُعْتَدٍ : اسم فاعل واحد مذکر، اصل میں مُعْتَدِیٌ تھا، اِعْتِدَاءٌ مصدر (باب افتعال) حد سے آگے بڑھنے اِعْتِدَاءٌ حدودِ حق سے ہٹ جانا، تجاوز کرنا۔ عَدْوٌ کا مفہوم ہے ہٹ جانا، تجاوز کرنا۔ دل سے اگر ایک دوسرے کی طرف سے ہٹ جائے تو عُدْوَان اور عَدْوٌ ہے اگر کوئی جگہ ناہموار ہو تو اس کو مَکَانٌ ذُوْ عَدْوَاءٍ کہتے ہیں عَدُوٌّ اور مُعَادِی دشمن، اسی مفہوم کے لحاظ سے عَدْوٌ اور عِدَاءٌ دوڑ لگانے کو بھی کہتے ہیں تَعَدِّی دوسرے کی طرف تجاوز کرنا۔ ب ۱۶/۲۶، ۳/۲۹، ب ۸/۳۰۔

اَلْمُعْتَدُوْنَ : اسم فاعل جمع مذکر مرفوع۔ اَلْمُعْتَدِی واحد حق سے تجاوز کرنے والے۔ ب ۸/۱۔

اَلْمُعْتَدِیْنَ : اسم فاعل جمع مذکر منصوب و مجرور اَلْمُعْتَدِی واحد اِعْتِدَاءٌ مصدر حق سے ہٹنے والے حد سے تجاوز کرنے والے۔ ب ۸/۲، ب ۲/۷، ۱۴/۸، ۱، ۱۲/۱۱۔

اَلْمُعْتَرَّ : اسم فاعل واحد مذکر اصل میں اَلْمُعْتَرِرُ تھا۔ اِعْتِرَارٌ مصدر (افتعال) عَرٌّ مادہ مانگنے کے در پے بھیک مانگنے کے لئے

سامنے آنیوالا۔ سائل۔ عَرٌّ اور عُرٌّ خارش، کھجلی،
مَعَرَّةٌ مضرت۔ دکھ۔ ۲۷/۱۲

مُعْجِزَةٌ: اسم فاعل واحد مذکر اعجاز مصدر باب افعال عاجز بنا نیوالا۔ ہرا نیوالا ۲۶/۴

مُعْجِزِیْ: اسم فاعل جمع مذکر، اصل میں مُعْجِزِیْنَ تھا اضافت کی وجہ سے نون ساقط کر دیا گیا۔ مُعْجِزٌ واحد، ہرانے والے، عاجز بنا دینے والے۔ ۱۰/۱۷

مُعْجِزِیْنَ: جمع مذکر اسم فاعل، ہرا نیوالے عاجز بنا دینے والے ۹/۴ ۱۱/۱ ۱۲/۲،۳ ۱۴/۱۲ ۱۸/۱۳ ۲۰/۱۴ ۲۴/۲ ۲۵/۲ (دیکھو معاجزین)

مَعْدُوْدٍ: اسم مفعول واحد مذکر، شمار کیا ہوا یعنی مقرر۔ ۱۲/۹

عَدَدٌ گنتی، شمار۔ عَدٌّ مصدر (نصر) شمار کرنا اور معدود ہونے سے کبھی کسی چیز کی قلت مراد ہوتی ہے جیسے اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ گنتی کے چند دن۔ کبھی کثرت مراد ہوتی ہے جیسے اِنَّھُمْ لَذُوْ عَدَدٍ وہ بڑی تعداد والے ہیں، عُدَّةٌ مال اور اسلحہ کی کثیر مقدار، عِدَّةٌ شمار اور شمار کی ہوئی چیز، اِعْدَادٌ تیار کر رکھنا۔

مَعْدُوْدَاتٍ: اسم مفعول جمع مؤنث

مَعْدُوْدَةٌ واحد، گنے ہوئے یعنی چند گنتی کے دن۔ ۲/۹،۷ ۳/۱۱ اول جگہ ماہِ رمضان دوسری جگہ چار دن یا تین دن مع یوم النحر کے اور تیسری جگہ گوسالہ پرستی کے لئے ایام مراد ہیں۔

مَعْدُوْدَةً: اسم مفعول واحد مؤنث منصوب معدودات جمع گنتی کے چند دن یعنی جتنے دن ہم نے گوسالہ پرستی کی تھی۔ ۱/۹۔

مَعْدُوْدَةٍ: اسم مفعول واحد مؤنث گنتی کے چند، تھوڑے۔ ۱۲/۱،۱۳

مُعَذِّبُوْهَا: اسم فاعل جمع مذکر مضاف، ھَا ضمیر مؤنث غائب مضاف الیہ اصل میں مُعَذِّبُوْنَھَا اضافت کی وجہ سے نون ساقط ہوگیا۔ تَعْذِیْبٌ مصدر باب تفعیل، اس کو سخت دکھ دینے والے۔ ۱۵/۹

عَذْبٌ شیریں پانی۔ عذاب، سخت درد پہنچانا۔ تَعْذِیْبٌ باب تفعیل، بہت زیادہ دکھ دینا عَذَبَةُ السَّوْطِ کوڑے کی لوک کا منہ۔ تعذیب کے معنی کی توجیہ اہل لغت نے مختلف طور پر کی ہے ۱۔ عَذْبٌ شیریں پانی کو کہتے ہیں، تعذیب کے معنی ہوئے زندگی کی شیرینی زائل کر دینا گویا عَذْبٌ سے باب تفعیل سلب ماخذ کے لئے آیا یا یوں کہا جائے کہ عَذْبٌ صاف ستھرے

پانی کو کہتے ہیں اس لئے تعذیب کا معنی ہوا تکدر اور گدلا کردینا یعنی زندگی کو خراب کردینا۔

۲ عذب الرجل اس نے کھانا پینا اور سونا چھوڑنا۔ عاذِبٌ اور عَذُوبٌ وہ آدمی جس نے کھانا پینا اور سونا چھوڑ دیا یعنی منافعِ حیات سے محروم ہوگیا ہو اسی لئے عاذِبٌ رنڈوے کو بھی کہتے ہیں جس کی بیوی نہ ہو اس بنا پر تعذیب کا معنی ہوا بھوک پیاس اور بے خوابی پر کسی کو تیار کردینا یا بے خواب وخور بنا دینا۔

۳ عَذَبَۃٌ چونکہ کوڑے کی نوک کی گانٹھ کو کہتے ہیں اس لئے تعذیب کا معنی ہوا کوڑے کی نوک والی گانٹھ سے کسی کو مارنا یعنی سخت دکھ دینا۔ بعض اہلِ لغت نے کہا ہے کہ تعذیب کا معنی ہی مارنا ہے (راغب)

مُعَذِّبُہُمْ : اسم فاعل واحد مذکر منصوب مضاف، ھُمْ ضمیر مضاف الیہ، ان کو سخت دکھ دینے والا۔ ۹/۱۸ -

مُعَذِّبُہُمْ : اسم فاعل واحد مذکر مرفوع مضاف، ھُمْ ضمیر مضاف الیہ، ان کو سخت دکھ دینے والا۔ ۹/۱۱

مُعَذِّبِیْنَ : اسم فاعل جمع مذکر، سخت عذاب دینے والے۔ ۱۵/۲ -

مُعَذَّبِیْنَ : اسم مفعول جمع مذکر نکرہ، عذاب دیئے گئے۔ عذاب یافتہ۔ ۱۹/۱۱ ۲۲/۱۰ ۲۳/۶ -

اَلْمُعَذَّبِیْنَ : اسم مفعول جمع مذکر معرف باللام یعنی مذکور ۱۹/۱۵ (سب کے لئے دیکھو معذبوہا)

مَعْذِرَتُہُمْ مَعْذِرَۃٌ اسم مصدر مضاف ھُمْ ضمیر مضاف الیہ، ان کا عذر۔ ۲۱/۹ ۲۴/۱۱ -

اَلْمُعَذِّرُوْنَ : اسم فاعل جمع مذکر تعذیر مصدر باب تفعیل، جھوٹا عذر پیش کرنے والے ۱۰/۱۸

مَعْذِرَۃٌ : مصدر اور اسم، عذر پیش کرنا اور عذر ۹ (دیکھو تینوں الفاظ کی مزید تشریح کیلئے معاذیرہ)

مُعْرِضُوْنَ : اسم فاعل جمع مذکر مرفوع، رخ گردانی کرنے والے منہ موڑنے والے اجتناب کرنے والے اِعْرَاضٌ مصدر، باب افعال۔ رُخ گردانی کرنا۔ منہ پھیر لینا۔ اصل استعمال میں اگر اعراض کے بعد لام آئے تو سامنے آنے کا معنی ہوتا ہے جیسے عَرَضَ لِیْ وہ میرے سامنے آیا، میرے سامنے نمودار ہوا اور اگر اعراض کے بعد عن آئے تو رخ پھیرنے، منہ موڑنے اور اجتناب کرنے کا معنی ہوتا ہے جیسے اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ اس نے میری یاد سے منہ موڑا، اجتناب، ھُمْ عَنْ آیَاتِنَا مُعْرِضُوْنَ وہ

ہماری نشانیوں سے منہ پھیرنے والے ہیں کثرت
استعمال کی وجہ سے بغیر ذکر عن کے بھی منہ پھیرنے کا
معنی مراد ہوتا ہے گویا اعراض کا معنی ہی رخ گردانی
اور اجتناب ہو گیا اَعْرَضَ۔ عَرْضًا۔ عَارِضٌ
کے استعمال کی تنقیح کے لئے دیکھو باب العین
فصل الف و راء) پ ۱۰، ۳/۱۱، ۹/۱۷، ۱۰/۱۶، ۱۳/۴، ۱۷/۲،۳،۳
۱۷/۴، ۱۸/۱،۳،۱۲، ۲۳/۱۴، ۲۶/۱۔

مُعْرِضِیْنَ: اسم فاعل جمع مذکر منصوب و
مجرور، اِعْرَاضٌ مصدر باب اِفعال رخ، منہ موڑنے
والے، اجتناب کرنے والے۔ پ ۷/۷، ۱۳/۶، ۱۹/۵، ۲۳/۲
۲۹/۱۲ (دیکھو معرضون)

مَعْرُوْشٰتٍ: اسم مفعول جمع مؤنث مَعْرُوْشَۃٌ
واحد، چھتریوں پر چڑھائی ہوئی بیلیں ابن عباس
نے فرمایا عام بیلیں مراد ہیں خواہ چھتریوں پر چڑھائی
گئی ہوں یا نہ چڑھائی گئی ہوں مگر اوپر پھیلائی جاتی
ہوں جیسے انگور، خربوزہ، تربوز وغیرہ اور غیر معروشات
سے مراد ہے وہ پودا جس کی ساق ہو جیسے کھجور وغیرہ کا درخت
یا گیہوں جو وغیرہ۔ ضحاک کا قول ہے، دونوں
سے انگور کی بیلیں مراد ہیں معروشات وہ بیلیں جو
اوپر چڑھائی گئی ہوں اور غیر معروشات وہ بیلیں
جو اوپر نہ چڑھائی گئی ہوں (لغوی)

عَرْشٌ چھتر، ٹٹی عَرَشْتُ الکَرْمَ میں نے
انگور کی بیل کے لئے چھتری بنادی (ضرب)
تَعْرِیْش کا بھی یہی معنی ہے، عَرِیْش جھونپڑی
ہر چھتری کے لئے اونچا ہونا لازم ہے اسی علو کے
مفہوم کے لحاظ سے عرش بادشاہ کے تخت
کو کہتے ہیں اور مجازاً اقتدار و سلطنت بھی مراد
لے لیتے ہیں۔ (المفردات) پ ۸/۴

اَلْمَعْرُوْفُ: اسم مفعول واحد مذکر معرفہ
مَعْرِفَۃٌ اور عِرْفَانٌ مصدر۔ باب ضرب
اچھا کام۔ اچھی بات۔ معرفت اور عرفان کسی
چیز کو آثار علامات حالات اور مختلف عوارض
سے پہچاننا۔ علم معرفت سے عام ہے۔ عَرَفْتُ
اللّٰہَ کہا جاتا ہے عَلِمْتُ اللّٰہَ نہیں کہہ سکتے
کیونکہ اللہ کو جاننا اور پہچاننا صرف علامات اور
آثار کو دیکھ کر ہوتا ہے عَلِمَ اللّٰہُ کہا جاتا ہے
عَرَفَ اللّٰہُ نہیں کہا جاتا کیونکہ اللہ کسی چیز کو
اس کے احوال اور آثار سے نہیں جانتا
بلکہ حقیقت اور ذات جانتا ہے گویا معرفت
کا درجہ علم سے نیچا ہے، معرفت علم ناقص کو
کہتے ہیں، معرفت کے بعد اقرار اور اعتراف
لازم ہے معرفت کی ضد انکار (نہ پہچاننا) ہے

اور علم کی ضد جہالت، معرفت کا اصل ماخذ لفظ عَرْفٌ ہے، عَرْفٌ کا معنی تیزی دھار، عَرَفْتُہٗ میں نے اسکی دھار پالی یعنی پہچان لیا یا عَرْفٌ کا معنی خوشبو، میں نے اسکی خوشبو پالی یعنی پہچان لیا۔ تَعْرِیْفٌ (بابِ تفعیل) شناخت کرادینا، پہچنوانا، آراستہ کرنا اور پاکیزہ بنا دینا۔

معروف ہر وہ عمل یا قول جسکی خوبی عقلاً یا شرعاً ثابت ہو یعنی اچھا بھلا کام یا بھلی بات، اسکی ضد مُنکَر ہے گویا معروف وہ چیز ہوئی جس کو ہر عقلمند یا شرع کا پابند پہچانتا اور اچھا جانتا ہے اور اس کا اقرار کرتا ہے اور منکر وہ چیز ہے جس کو کوئی عقلمند نیک آدمی نہیں پہچانتا ہے اور اس سے ایسی نفرت کرتا ہے جیسے کسی اجنبی سے۔ عُرْفٌ بھی کبھی معروف کے معنی میں آتا ہے۔

عَرَّافٌ پیش گوئی کا مدعی آئندہ واقعات کو جاننے کا دعویٰ کرنیوالا جس طرح اسلام سے پہلے بعض لوگ ہوتے تھے، عَرِیْفٌ لوگوں کو پہچاننے اور پہچنوانے والا۔ ایک شاعر کا قول ہے:

بَعَثُوْا اِلَیَّ عَرِیْفَھُمْ یَتَوَسَّمُ

انہوں نے پہچاننے کے لئے میرے پاس شناخت کرنیوالے کو بھیجا، کثرتِ استعمال کے بعد عَرِیْف کا معنی ہوگیا مشہور سردار۔ ایک شاعر کہتا ہے ؎

لِکُلِّ قَوْمٍ وَّاِنْ عَزُّوْا وَاِنْ کَثُرُوْا
عَرِیْفُھُمْ بِاَثَافِی الشَّرِّ مَرْجُوْمٌ

ہر قوم خواہ کتنی ہی باعزت اور تعداد میں زیادہ ہو مگر اس کے سردار پر شر کے پتھر پھینک کر مارے ہی جاتے ہیں۔

عَرُفَ عَرَافَۃً (کَرُمَ) عراف ہوگیا

اعتراف (افتعال) اقرار، معرفت، گناہ کا اقرار۔ ۲۶ و ۱۲ و ۱۴ ۲/۴ چار جگہ و ۱۵ ۲ و ۳ و ۱۲ و ۱۴ ۱۱/۴ ۱/۵ ۹/۹ ۱۵/۱۱ ۲/۱۱ ۱۳/۱۷ ۱۱/۲۱۔

مَعْرُوْفٌ : اسم مفعول واحد مذکر نکرہ مرفوع اچھی بھلی، نرم بات۔ ۴/۳ ۲۶/۲۲۔

مَعْرُوْفٍ : اسم مفعول واحد مذکر نکرہ مجرور اچھا کام ۲/۳ دو جگہ ۱۴/۵ ۲۸ و ۱۷ دو جگہ ۲۸/۔

مَعْرُوْفًا : اسم مفعول واحد مذکر نکرہ منصوب ۱۴/۲ ۶/۲۲ دستور کے موافق بھلی بات۔ ۱۴/۴ نرم اچھی بات ۱۱/۲۱ اچھا طریقہ ۱۷/۲۱ بھلائی اچھا سلوک۔

مَعْرُوْفَۃٌ : اسم مفعول واحد مؤنث پسندیدہ۔ ۱۳/۱۸۔

مَعَرَّۃٌ : اسم، مضرت۔ دکھ۔ ۱۱/۲۶ (دیکھو

(المعتر)

اَلْمَعْزِ : اسم جنس، بکریاں۔ مَعِزٌ کبھی بس
سکھی جوس۔ مَاعِزٌ اور مَاعِزَۃٌ بکریاں، بے ڈھنگی
پیدائش والا آدمی۔ سخت آدمی جالاک مَاعِزَۃٌ
کی جمع مَوَاعِز آتی ہے۔ مَعَّاز بکریوں والا۔
اُمْعُوزٌ پہاڑی بکریوں کا گلہ۔

مَعْزٌ مصدر (باب نصر) جلا کر دینا۔
(باب سمع) سخت ہو جانا۔ اِمْعَازٌ (افعال)
بہت بکریوں کا مالک ہو جانا۔ اِسْتِمْعَازٌ کام
میں کوشش کرنا۔ ۶/۱۴۳۔

مَعْزِلٍ : اسم ظرف مکان۔ الگ جگہ ۱۱/۴۲
عَزْلٌ مصدر (باب ضرب) الگ کر دینا
تَعَزُّل (تفعل) الگ کر دینا۔ اِعْتِزَالٌ (باب
افتعال) الگ ہو جانا جیسے تَعَزَّلْتُهٗ فَاعْتَزَلَ
میں نے اس کو الگ کر دیا تو وہ الگ ہو گیا۔
اعتزال متعدی بھی ہے الگ کر دینا۔ جیسے
فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ عورتوں کو الگ کر دو یعنی ان
سے الگ رہو۔ اَعْزَل ہتھیاروں سے الگ
غیر مسلح، وہ ابر جس میں بارش نہ ہو۔

مَعْزُوْلُوْنَ : اسم مفعول جمع مذکر۔ عَزْلٌ مصدر
الگ کئے ہوئے یعنی روکے گئے (دا اعیذ ۱۹/۲۱۲)

مِعْشَارَ : اسم، دسواں حصہ ۳۴/۴۵ عَشَرَۃٌ
اور عَشَرٌ دس۔ عَشَرْتُهُمْ میں نے ان کے مال
کا دسواں حصہ وصول کیا۔ میں ان کا دسواں بن گیا
یعنی پہلے وہ نو تھے، میرے شامل ہونے کے بعد
دس ہو گئے، یہ معنی بھی ہیں کہ پہلے ان کے مال
کے نو حصے تھے میں نے دسواں حصہ بنا دیا۔
مِعْشَارٌ اور عُشْرٌ دسواں حصہ۔

نَاقَۃٌ عُشَرَاءُ دس ماہہ حاملہ اونٹنی، عِشَارٌ
جمع، جَاءُوْا اَعْشَارًا وہ دس دس کی ٹولیاں
بنا کر آئے مُعَشَّارِيٌّ دس ہاتھ لمبا۔ عَشِيْرَۃٌ
خاندان جس سے آدمی کا جتھا بنتا ہے چونکہ دس کی
تعداد کو کامل مانا جاتا ہے اس لئے عشیرۃ سے
مراد ہوا کامل خاندان مُعَاشَرَۃٌ اچھا برتاوا جیسے
خاندان والوں میں ہونا چاہیئے عزیزوں کا ایسا
سلوک۔ مَعْشَرٌ بڑا گروہ، پورا گروہ۔

مَعْشَرَ : اسم مفرد، بڑا گروہ۔ مَعَاشِر جمع
۸/۳،۲ ۲۷/۱۲ (دیکھو معشار)

اَلْمُعْصِرَاتِ : اسم فاعل جمع مونث اَلْمُعْصِرَۃُ
واحد، اِعْصَارٌ مصدر، باب افعال نچوڑنے والیاں
مراد وہ ہوائیں جو بادلوں کو دبا کر نچوڑتی ہیں (مجاہد
قتادہ، مقاتل وکلبی وروایت عوفی از ابن عباس)

بادہ ہوائیں جو گرد اڑاتی ہیں جن کے اندر بگولے ہوتے ہیں (ازہری)، یا بادل (ابوالعالیہ، ربیع ضحاک کی روایت والبی از ابن عباس)

فراء کا کہنا ہے کہ مُعْصِر اس بادل کو کہتے ہیں جو پانی سے بھرا ہوتا ہے اور برسنے والا ہی ہوتا ہے۔ ابن کیسان کا قول ہے معصرات کا معنی ہے فریادرسی کرنے والے، زید بن اسلم، سعید بن جبیر اور حسن بصری کے نزدیک آسمان مراد ہیں ایک روایت میں مقاتل کا بھی یہی قول مروی ہے (بغوی) ۳۰/۱

عَصْرٌ مصدر (ضرب) نچوڑنا مَعْصُورٌ اور عَصِیْرٌ نچوڑا ہوا عرق عُصَارَۃٌ عرق نکل جانے کے بعد فضلہ۔ نچوڑنے سے مراد کبھی منفعت یا ندرونی ہوتی ہے۔

عَصْرٌ اور عُصْرٌ (اسم) پناہ گاہ، عَصْرٌ اور عِصْرٌ زمانہ عُصُور جمع، عَصْر دن کا پچھلا حصہ، نماز عصر، عَصْرَانِ صبح شام یارات دن (راغب)

اَلْمَعْصِیَۃُ : مصدر میمی اور اسم، نافرمانی کرنا نافرمانی۔ عِصْیَانٌ بھی مصدر ہے (ضرب) عَصَا لاٹھی، عِصْیَانٌ کا ماخذ عصا ہی ہے جس کے پاس لاٹھی (قوت) ہوتی ہے وہ دوسرے کی نافرمانی کرتا ہی ہے گویا عِصْیَانٌ کا معنی ہوا لاٹھی کے بل پر کسی کی نافرمانی کرنی۔ توسیع استعمال کے بعد ہر نافرمانی کو عصیان کہا جانے لگا شَقَّ العصا اس نے لاٹھی کو پھاڑ دیا یعنی جماعت سے الگ ہو گیا، ایک لاٹھی کے دو کر دئے۔

(راغب و لسان) ۲۸/۲

مُعَطَّلَۃٍ : اسم مفعول واحد مؤنث، تعطیل مصدر، باب تفعیل، خالی چھوڑے ہوئے (کنوئیں) جن سے کوئی پانی بھرنے والا ہی نہیں رہا۔

عُطُلٌ آرائش، زیور، کام وغیرہ سے خالی ہونا المرأۃ عُطُلٌ عورت بے زیور ہے، قوس عُطُلٌ بغیر تانت کی کمان تَعْطِیْلٌ زیور اور کام وغیرہ سے خالی کر دینا تَعَطُّلٌ خالی ہونا، بیکار ہونا۔ دارٌ مُعَطَّلَۃٌ ویران گھر مُعَطِّلٌ وہ شخص جو اس عالم کے لئے خالق کی ضرورت نہیں سمجھتا یعنی دنیا کو خالق وصانع سے معطل جانتا ہے۔ ۱۷/۱۲

مُعَقِّبٌ : اسم فاعل واحد مذکر، تَعْقِیْبٌ مصدر، باب تفعیل، عقب مادہ۔ رد کرنے والا لوٹا دینے والا (معالم) تَعَقُّبٌ اور بار بار پرس کرنے والا۔ (المفردات) ۱۳/۱۲

عَقِبٌ اور عُقُبٌ ایڑی، مجازاً بیٹا۔ پوتا۔

نسل۔ عَقِبُ الشَّهْرِ مہینے کا آخری حصہ۔ رَجَعَ عَلٰی عَقِبِہٖ فوراً پلٹ پڑا۔ لوٹ گیا۔

عُقْبٌ، عُقْبٰی، عاقبت نیک انجام ثواب، عُقُوبت، عِقَاب، معاقبت، برا انجام عذاب لیکن عاقبت کا استعمال اگر بصورتِ اضافت ہو تو کبھی عقوبت کے معنی میں بھی مستعمل ہو جاتا ہے۔ تَعْقِیْبٌ ایک کے بعد دوسرے کو لانا۔ عَقَّبَ الْفَرَسُ فِیْ عَدْوِہٖ گھوڑا پیہم دوڑا۔ پیچھے کو لوٹنا۔ اِعْتِقَابٌ (افتعال) ایک کا دوسرے کے بعد آنا جیسے اِعْتِقَابُ اللَّیْلِ وَالنَّھَارِ، عُقْبَۃٌ ایک گھوڑے پر دو آدمیوں کا باری باری سے سوار ہونا۔ عُقْبَۃُ الطَّائِرِ پرندہ کا اوپر چڑھنا نیچے اترنا۔ اِعْقَابٌ (افعال) انجام کار، آخر میں کسی چیز کو لانا۔ فَاَعْقَبَھُمْ نِفَاقًا انجام کار ان کے اندر نفاق پیدا کر دیا، اَعْقَابُ الرَّجُلِ آدمی کی نسل، اہل لغت کے نزدیک لڑکی کی اولاد۔ اَعْقَاب میں داخل نہیں ہے ہاں اگر اپنی اولاد ہو تو حکماً نواسی نواسہ کو بھی نسل میں شامل سمجھا جائیگا۔ (المفردات)

مُعَقِّبٰتٌ: اسم فاعل مؤنث، جمع الجمع، مُعَقِّبَۃٌ جمع مُعَقِّبٌ واحد۔ تَعْقِیْبٌ مصدر باری باری سے رد و بدل شب میں آنیوالے ملائکہ (بیضاوی وکبیر) پ ۱۳/۸

مَعَہٗ: اس کے ساتھ، مَعَ مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔ پ ۲/۱۰، ۱۷ پ ۴/۶ پ ۶/۱۰ پ ۸/۱۵، ۱۶ پ ۹/۶، ۹ پ ۱۰/۱۴ پ ۱۱/۱۳ پ ۱۲/۲، ۴، ۵، ۶، ۸، ۱۵ پ ۱۳/۸ پ ۱۵/۵، ۱۲ پ ۱۸/۵، ۱۵، ۱۶ پ ۱۹/۲، ۸، ۱۰ پ ۲۲/۸ پ ۲۳/۷، ۱۱ پ ۲۴/۲، ۸ پ ۲۵/۱۱ پ ۲۶/۱۲ پ ۲۸/۷، ۲۰۔

مَعَہَا: اس کے ساتھ۔ مع مضاف، ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ۔ پ ۲۶/۱۶

مَعَہُمْ: ان سب کے ساتھ، مع مضاف ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔ پ ۱/۱۱، ۱۲۔ پ ۲/۱۰ پ ۵/۱۴، ۷، ۱۷ پ ۸/۵ پ ۱۴/۶ پ ۲۳/۱۳ پ ۲۷/۱۹ پ ۲۸/۲، ۵

مَعَکَ: تیرے ساتھ۔ مع مضاف، کَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ۔ پ ۵/۱۲ پ ۹/۱، ۶ پ ۱۲/۴، ۱۰ پ ۱۸/۲ پ ۱۹/۱۹ پ ۲۰/۹ پ ۲۲/۳ پ ۲۹/۱۴۔

مَعَکُمَا: تم دونوں کے ساتھ، مع مضاف، کُمَا ضمیر تثنیہ مخاطب مضاف الیہ۔ پ ۱۶/۱۱

مَعَکُمْ: تم سب کے ساتھ، مع مضاف، کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ۔ پ ۱/۵، ۲ پ ۳/۷ پ ۵/۱۴، ۱۷ پ ۶/۷، ۱۲ پ ۷/۱۴ پ ۸/۱۶ پ ۹/۱۶ پ ۱۰/۶، ۱۲، ۱۳ پ ۱۱/۷، ۱۴ پ ۱۲/۸ پ ۱۳/۲ پ ۱۹/۶ پ ۲۰/۱۳ پ ۲۲/۱۹ پ ۲۳/۱۳ پ ۲۶/۸ پ ۲۷/۱۰، ۱۴، ۱۷، ۱۸ پ ۲۸/۵۔

مَعِیَ: میرے ساتھ، مع مضاف، ی ضمیر

متکلم واحد مضاف الیہ۔ پ ۹/۳ پ ۱۰/۱۴ پ ۱۵/۲۱،۲۲ پ ۱۶/۱
پ ۱۷/۲ پ ۱۹/۸،۱۰ پ ۲۰/۷ پ ۲۹/۲۔

مَعَنَا: ہمارے ساتھ، مَعَ مضاف نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ۔ پ ۱۰/۱۲ پ ۱۲/۴،۱۲ پ ۱۳/۲ پ ۱۶/۱۱ پ ۱۹/۶۔

مَعْكُوفًا: اسم مفعول واحد مذکر عُكُوفٌ مصدر۔ بند، محبوس۔ ممنوع۔ اسی کے لئے اپنے کو وقف کر دینا۔ عُكُوفٌ کسی چیز پر بطور تنظیم جم کر بیٹھنا، اسی سے لَو لگانا اور اسی کے لئے اپنے کو وقف کر دینا۔ یہ متعدی بھی ہے، اس وقت روک دینے اور بند کر دینے کا معنی ہوگا۔ اِعْتِکَاف عرفِ شرع میں مسجد میں بطور عبادت چند روز کے لئے گوشہ نشین ہو جانے کو کہتے ہیں۔ پ ۲۶/۱۱۔

اَلْمُعَلَّقَةِ: اسم مفعول واحد مؤنث، تعلیق مصدر، لٹکائی گئی، ادھر میں، نہ اِدھر نہ اُدھر نہ سہاگن کہ میاں اس کا خبر گیراں اور پُرسانِ حال ہو، نہ رانڈ کہ شوہر مر جائے، نہ مطلقہ کہ نکاح سے آزاد ہو جائے۔ پ ۵/۱۶۔

عَلَقٌ پانی کا ایک نہایت باریک کیڑا جو جونک کی طرح خون پیتا ہے (صحاح، تاج، قاموس) عَلَقَةٌ لوتھڑا۔ جما ہوا خون تَعْلِيقٌ لٹکانا۔ عَلَقٌ (مصدر) لٹکنا، کسی چیز کو لٹکایا جاتا ہے جیسے مشک کا قبضہ، فعل مجرد، باب سمع سے آتا ہے عَلِقَ دَمُ فُلَانٍ بِزَيْدٍ فلاں شخص کا قتل زید سے وابستہ ہو گیا یعنی زید اس کا قاتل ہے، عِلْقٌ نفیس چیز جس سے لوگوں کے دلوں کو وابستگی ہوتی ہے، عَلُوقٌ موت، عَلِقَتِ الْمَرْأَةُ عورت حاملہ ہو گئی۔ (المفردات)

مُعَلَّمٌ: اسم مفعول واحد مذکر تعلیم مصدر سکھایا ہوا، تعلیم دیا ہوا۔ پ ۲۵/۱۴

اِعْلَامٌ اطلاع دینا، آگاہ کرنا، تعلیم آہستہ آہستہ اس طرح بتانا کہ سیکھنے والے کے دماغ میں اس کا اثر پیدا ہو جائے۔ بعض اہل علم کا قول ہے کہ تصور معانی کے لئے نفس کو بیدار کرنے کا نام تعلیم ہے اور بیدار ہونے کا نام تَعَلُّمٌ۔

کبھی تعلیم بمعنی اعلام بھی آیا ہے جیسے اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ (مفردات) عَلَمٌ کسی چیز کا نشان، کپڑے کے نقوش، پہاڑ، مشہور آدمی، مَعَالِم نشانات، عَـلَّامٌ بہت جاننے والا۔ عَالَمٌ وہ چیز جس سے کسی شے کا علم ہو جائے، سارے جہان سے اللہ کی ہستی کا پتہ چلتا ہے اس لئے اس کو عالَم کہتے ہیں۔ (صحاح و لسان)

مَعْلُوْمٌ: اسم مفعول واحد مذکر معرفہ و نکرہ، جانا ہوا۔ معین، مقرر۔ علم سے معلوم کا مشتق ہونا تو ظاہر ہی ہے لیکن ہو سکتا ہے عَلَم کو ماخذ قرار دیا جائے، عَلَم کا معنی نشان جو چیز نشان زد ہوتی ہے۔ اس کی تعیین ہو ہی جاتی ہے اس لئے معلوم کا ترجمہ مقرر ہو گیا۔ ۱۴/۱،۲،۱۳ ۱۹/۷،۱۲ ۲۳/۶،۹،۱۴ ۲۷/۱۵ ۲۹/۱،۲۱

مَعْلُوْمَاتٌ: اسم مفعول جمع مؤنث، مَعْلُوْمَۃٌ واحد، جانے ہوئے، مقرر ۲/۹ یعنی شوال، ذیقعدہ اور نو دن ذی الحجہ کے مع دسویں رات کے، ابن عمر نے ذی الحجہ کے دس روز بتائے ہیں یعنی دس راتیں، چونکہ تیسرے مہینہ کے دس روز بھی حج کا ہی کا زمانہ ہے اس لئے جمع کا صیغہ ذکر کیا، ابن زبیر نے ذی الحجہ کے پورے مہینہ کو ایامِ حج میں شامل کیا ہے کیونکہ یوم عرفہ کے بعد بھی بعض متعلقات کی تکمیل کی جاتی ہے مثلاً رمی، ذبح، حلق، طواف زیارت، منا میں شب باشی وغیرہ۔

مَعْلُوْمَاتٍ: اسم مفعول جمع مؤنث، معلومۃ واحد، جانے ہوئے، مقرر۔ ۱۷/۱۱۔

اکثر مفسرین کے نزدیک ماہ مراد ہیں عطار کی روایت سے ابن عباس کا قول ہے کہ یوم عرفہ یوم النحر اور ایامِ تشریق مراد ہیں، مقاتل نے کہا صرف ایامِ تشریق مراد ہیں، زجاج نے حضرت علی کے قول کو اختیار کیا ہے۔

مُعَمَّرٍ: اسم مفعول واحد مذکر، اَلتَّعْمِیْرُ مصدر، عمر رسیدہ، بڑی عمر والا۔ ۲۲/۱۴۔

عِمَارَۃٌ آدمی۔ آباد کرنا، آباد ہونا (نصر) عَمْرٌ اور عُمُرٌ آدمی کی مدتِ زندگی کیونکہ مدتِ زندگی میں انسان کی عمارتِ بدن قائم رہتی ہے، بدنی مکان تعلقِ روح کی وجہ سے آباد رہتا ہے۔ عَمْرٌ اور عُمُرٌ کا اگرچہ ایک معنی ہے لیکن قسم کے موقع پر عَمْرٌ بولا جاتا ہے۔

تَعْمِیْرٌ (تفعیل) کسی کو عمر دینا، عمر بڑھانا یا درازی عمر کی دعا دینا۔ اِعْتِمَارٌ اور عُمْرَۃٌ ملاقات عَمَارَۃٌ آدمی کا مخصوص خاندان، ایک شاعر کا قول ہے لِكُلِّ أُنَاسٍ مِنْ مَعَدٍّ عَمَارَةٌ معد کے تمام لوگوں کا ایک مخصوص خاندان ہے۔

عَمَارٌ سرداری کی علامت جو سردارِ قوم کے سر پر ہوتی ہے مثلاً عمامہ، پھول، مَعْمُرٌ آباد، مکان عُمْرٰی وہ ہبہ و عطیہ جو تاحینِ حیات دیا جائے (قاموس، تاج، مفردات)

اَلْمَعْمُوْرِ: اسم مفعول واحد مذکر آباد، مراد

وہ مسجد جو ساتویں آسمان پر ہے اور ہر وقت فرشتوں سے آباد رہتی ہے روزانہ اس میں ستر ہزار فرشتے آتے ہیں جو واپس جانے کے بعد پھر لوٹ کر نہیں آتے اس کا نام صراح بھی ہے جس طرح زمین پر کعبہ ہے، اسی طرح آسمان پر صراح کا مرتبہ ہے (لغوی وخازن) ۲۷/۴۔

اَلْمُعَوِّقِيْنَ : اسم فاعل جمع مذکر منصوب، المعوق واحد، روکنے والے، منع کرنیوالے ۲۱/۱۸

بقول قتادہ اس سے وہ منافق مراد ہیں جنہوں نے کہا تھا کہ محمد کو تو بہر حال مرنا ہے اس مرتبہ اگر تم ابوسفیان کے ہاتھ لگ گئے تو وہ تم پر قطعاً رحم نہیں کریگا مناسب یہ ہے کہ محمد کا ساتھ چھوڑ دو اور اپنے (یہودی) بھائیوں سے آملو۔ عَوْقٌ (نصر) تَعْوِيْقٌ (تفعیل) اِعْتِيَاقٌ (افتعال) تینوں کا معنی خیر سے روکنا، عائقٌ اور مُعَوِّقٌ خیر اور بھلائی سے روکنے والا۔ رَجُلٌ عُوَقٌ وعُوَقَةٌ لوگوں کو بھلائی سے روکنے والا۔ یعوق ایک بت کا نام (جو حضرت نوح کی قوم کا معبود تھا) (مفردات وتاج)

مَعِيْشَتَهَا : اسم مصدر مضاف، ہا ضمیر واحد مؤنث مضاف الیہ، سامانِ زندگی ۲۰/۹۔

مَعِيْشَتَهُمْ : اسم مصدر مضاف ہُم ضمیر جمع مذکر مضاف الیہ۔ ان کا سامانِ زندگی۔ ۲۵/۹۔

مَعِيْشَةً : اسم مصدر منصوب نکرہ، سامانِ زندگی، ۱۶/۱۶ (دیکھو معاش)

مَعِيْنٍ : صیغہ صفت بروزن فعیل بمعنے جاری ۱۹/۲ اور ۲۹/۲ میں شراب جو جنت کی نہروں میں جاری ہوگی مَعْنٌ مصدر جاری ہونا، جاری کرنا۔ گھاس کا سیراب ہونا۔ ذلت کو قبول کرنا منکر ہونا ناشکری کرنا (فتح) مَعْنٌ اسم، لمبا، چھوٹا، تھوڑا۔ بہت۔ آسان۔ بے فائدہ چیز، چمڑا، پانی مَعْنَةٌ تھوڑی چیز۔ مَعَانٌ ٹھہرنے کی جگہ۔ بڑا اور مَاعُوْنٌ بھلائی۔ احسان۔ بارش۔ پانی۔ فائدہ کی ہر چیز۔ عاریت میں دی جانیوالی چیز۔ عاریت میں نہ دی جانیوالی چیز۔ بندگی۔ فرمانبرداری زکاۃ مُعْنَانٌ پانی کی پٹاریں۔

اِمْعَانٌ (باب افعال) غور کرنا۔ لیجانا انکار، اقرار۔ مال زیادہ ہونا۔ کم ہونا۔ گھوڑے کا تیز دوڑنا پانی کا جاری ہونا۔ زمین کا سیراب ہونا (قاموس تاج)

لغوی اور بعض دوسرے علماء کے نزدیک معین میں میم زائد ہے عین کا معنی ہے ظہور، وہ جاری پانی جس کو سامنے ہونے کی وجہ سے ہر کوئی دیکھ لے

کہیں جھاڑیوں اور جنگلوں میں چھپا ہوا نہ ہو معین کہلاتا ہے جنت کی شراب بھی بالکل ظاہر اور سامنے نہروں میں بہتی ہوگی اس لئے اس کو بھی معین کہا گیا چنانچہ ۱۵/۴ کی تفسیر میں بغوی نے لکھا ہے
اَلْمَاءُ الْجَارِی الظَّاهِرُ الَّذِی تَرَاهُ الْعُیُوْنُ مَفْعُوْلٌ مِنْ عَانَهُ یَعِیْنُهُ اِذَا اَدْرَکَهُ الْبَصَرُ

یعنی معین سے مراد ہے وہ جاری پانی جو ظاہر ہو اس کو آنکھیں دیکھ رہی ہوں معین کا وزن مفعول ہے (اصل میں مَعْیُوْن تھا) عَانَهُ یَعِیْنُهُ سے مشتق ہے (باب ضرب) عَانَهُ کا معنی ہے اسکو آنکھوں سے دیکھ لیا۔ نظر نے اس کو جان لیا ۲۹/۲ کی تشریح میں بغوی نے لکھا ہے ظاہر تراہ العیون وتنالہ الایدی والدلاء یعنی بالکل سامنے جس کو آنکھیں دیکھ لیں ہاتھوں اور ڈولوں سے اسکو لیا جاسکے۔ ۲۳/۶ کی توضیح میں لکھا ہے خمور جاریۃ فی الانھار ظاہرۃ تراھا العیون، یعنی جنت کی نہروں میں بہنے والی شراب جو آنکھوں کے سامنے ہوگی۔ ۲۷/۱۴ میں خمور جاریۃ لکھا ہے بغوی کی تفسیر میں کچھ پراگندگی سی ہے اگر معین میں میم زائد ہے اور یہ لفظ عَانَهُ یَعِیْنُهُ سے ماخوذ ہے تو صرف ظہور اور رؤیت کا معنی ہونا چاہئے جاری ہونے کا معنی کہاں سے پیدا ہوا پھر ۱۵/۴ ۲۳/۶ اور ۲۷/۱۴ میں جاری ہونے کا مفہوم کس طرح حاصل ہوا اور اگر میم اصلی ہے اور معن سے مشتق ہے تو معین کا وزن فعیل ہوگا مفعول نہ ہوگا۔ اس لئے عام اہلِ تفسیر کا قول ہی صحیح ہے حضرت ابن عباس سے بروایت عطار بھی منقول ہے۔

مَغَارَاتٍ : جمع مؤنث مَغَارًا اور مَغَارَةً واحد، غار۔ ۱۰/۱۳ (دیکھو اَلْغَارِ)

اَلْمَغَارِبِ : جمع مجرد ظرف اَلْمَغْرِبُ واحد غروب ہونے کے مقامات۔ ۲۹/۸ (دیکھو غربت اور المشارق)۔

مَغَارِبَهَا : مغارب ظرف منصوب مضاف ھا ضمیر مضاف الیہ، اس کے ڈوبنے کے مقامات ۹/۹ (دیکھو غربت اور المشارق۔)

مُغَاضِبًا : اسم فاعل واحد مذکر مُغَاضَبَةٌ مصدر (باب مفاعلہ) بمعنی غضوب، ناراض ہو کر غصہ میں ۱۷/۶ (دیکھو غَضْبَاً اور غَضَبٌ)

مَغَانِمُ : جمع مَغْنَمٌ واحد غنیمتیں وہ چیزیں جو مفت حاصل کی جائیں، دشمن سے ہوں یا کسی اور سے۔ ۵/۱ (دیکھو غُنْمٌ)

مَغَانِمَ: جمع مَغْنَمٌ واحد۔ غنیمتیں۔ ۲۶/۱۰،۱۱
(دیکھو غنمتم و مَغَانِمُ)

مُغْتَسَلٌ: ظرفِ مکان، چشمہ، نہانے کی جگہ۔ وہ چیز جس سے غسل کیا جائے یعنی پانی۔ ۲۳/۱۳
(دیکھو غسلین)

اَلْمَغْرِبِ : ظرفِ مکان و زمان، مفرد، غروب
اَلْمَغْرِبُ : ہونے کی جگہ، جہتِ مغرب۔ ۲/۶، ۳/۳
مَغْرِبَ : ۱۹/۱۶، ۲۹/۱۳، ۲/۱، ۷/۲ (دیکھو غربت اور المشارق)

اَلْمَغْرِبَيْنِ: ظرفِ مکان تثنیہ، اَلْمَغْرِبُ واحد۔ غروب ہونے کے دو مقام، ایک سردی کا ایک گرمی کا۔ ۲۷/۱۱۔

مُغْرَقُوْنَ: اسم مفعول جمع مذکر مرفوع، غَرَقٌ مادہ۔ اِغْرَاقٌ مصدر (باب افعال) ڈبو دیئے گئے۔ ۱۲/۴، ۱۸/۲، ۲۵/۱۴ (دیکھو الغرق اور غرقًا)

اَلْمُغْرَقِيْنَ: اسم مفعول جمع مذکر مجرور، ڈبو دیئے گئے۔ ۱۲/۴

مَغْرَمٍ: اسم مصدر مجرور، تاوان۔ ۲۷/۴

مَغْرَمًا: اسم مصدر منصوب، تاوان۔ ۱۱/۱
(دیکھو غرامًا)

مُغْرَمُوْنَ: اسم مفعول جمع مذکر، اِغْرَامٌ مصدر باب افعال، غرمٌ مادہ، تاوان زدہ۔ ۲۷/۱۵
(دیکھو غرامًا)

اَلْمَغْشِيِّ: (علیہ) اسم مفعول واحد مذکر، اصل میں المغشوی بروزن المفعول تھا واؤ کو یاء بناکر یاء کو یاء میں ادغام کر دیا جیسے المعنیّ (باب سمع)، بیہوش، جس پر بیہوشی طاری ہو۔ ۲۶/۲

مَغْفِرَةٌ: اسم اور مصدر، معاف کردینا، معافی۔ ۳/۴، ۷/۸، ۶/۶، ۹/۱۵، ۱۰/۶، ۱۳/۲، ۱۷/۱۴، ۱۸/۱۹، ۲۲/۷،۱۳، ۲۷/۱۹، ۲۹/۱ (دیکھو الغاشیۃ اور غشیہم)

مَغْفِرَةً: ۳/۵، ۵/۱۰، ۲۲/۲، ۲۶/۱۲۔

مَغْفِرَةٍ: ۴/۵، ۱۳/۷، ۲۲/۱۸، ۲۴/۱۹، ۲۷/۱۹۔

اَلْمَغْفِرَةِ: ۲/۵،۱۱، ۲۷/۶، ۲۹/۱۶ (دیکھو غافر، غفر)

مَغْلُوْبٌ: اسم مفعول واحد مذکر، غَلَبَۃٌ مصدر کمزور، مقابلہ سے عاجز۔ ۲۷/۸ (دیکھو غالب)

مَغْلُوْلَةٌ: اسم مفعول واحد مؤنث مرفوع غَلٌّ مصدر، گردن سے بندھا ہوا، بند، بخیل۔ ۶/۱۳ (دیکھو غُلَّتْ)

مَغْلُوْلَةً: اسم مفعول واحد مؤنث منصوب بالکل بندھا ہوا، کامل، بخیل۔ ۱۵/۳ (دیکھو غُلَّتْ)

مُغْنُوْنَ: (عَنَّا) اسم فاعل جمع مذکر، اصل

میں مُغنیون دفع کرنے والے، دور کرنے والے ۲۴/۱۰ (دیکھو غَنِیَ اور غَنِیًّا)

مُغِیْرًا : اسم فاعل واحد مذکر تَغْیِیْرٌ مصدر، باب تفعیل بدلنے والا۔ پ۲ (دیکھو غیرًا اور غورًا)

اَلْمُغِیْرَاتِ : اسم فاعل جمع مؤنث اَلْمُغِیْرَۃُ واحد، اِغَارَۃٌ مصدر، لُوٹنے والے، چھاپہ مارنے والے، مراد سواروں کے دستے جو صبح کو دشمن پر چھاپہ مارتے ہیں (اکثر مفسرین) یا قرظی نے کہا اس سے مراد اونٹوں کی وہ جماعتیں ہیں جو اپنے سواروں کو لے کر قربانی کے دن صبح سے منیٰ کو تیز تیز جاتی ہیں اور سنت یہی ہے کہ صبح سے پہلے روانگی نہ کی جائے، اغارۃ کا معنی تیز رفتار، عرب کا مشہور مقولہ تھا اشرق ثبیر کیما نغیر، کوہ ثبیر چمکنے لگا یعنی صبح ہوگئی تاکہ ہم تیزی کے ساتھ چل دیں (البغوی) ۳۰/۲۵

مَفَاتِحُ : صیغہ منتہی الجموع کنجیاں، خزانے ۷/۳ (دیکھو فاتحین و فتح)

مَفَاتِحَہٗ : مفاتح مضاف ہٗ ضمیر مضاف الیہ، اسکی کنجیاں یا خزانے۔ ۱۵/۱۲ ۲۰/۱۱ (دیکھو فاتحین)

مَفَازًا : اسم مصدر بمعنی فوز یا ظرف مکان، مقام فوز یعنی کامیابی یا مقام کامیابی۔ ۳۰/۲

مَفَازَتِهِمْ : مَفَازَۃِ مصدر مضاف ھم مضاف الیہ، ان کے کامیاب ہونے کے سبب سے۔ ۲۴/۲

مَفَازَۃٍ : مصدر باب نصر، کامیاب ہونا (راغب) ۴/۱ (تینوں الفاظ کے لئے دیکھو فاز)

مُفَتَّحَۃً : اسم مفعول واحد مؤنث کھولے گئے کھلے ہوئے، ۲۳/۱۲ (دیکھو الفاتحین و فتح)

مُفْتَرٍ : اسم فاعل واحد مذکر، اِفْتِرَاءٌ مصدر باب افتعال، فری مادہ، اصل میں مفتری تھا اپنی طرف سے بنا کرنیوالا۔ فَرْیٌ کا معنی ہے درست کرنے کے لئے چمڑے کو تراشنا اور اِفْرَاءٌ کا معنی ہے بگاڑنے اور خراب کرنے کیلئے چمڑے کو تراشنا، اِفْتِرَاءٌ (افتعال) کا معنی ہے چمڑے کو تراشنا خواہ درست کرنے کے لئے ہو یا بگاڑنے کے لئے، مؤخر الذکر استعمال اکثری ہے قرآنِ مجید میں شرک، ظلم اور کذب کے لئے استعمال کیا گیا (راغب) ۱۴/۲۰

مُفْتَرُوْنَ : اسم فاعل جمع مذکر، مفتری واحد افتراءٌ مصدر، اصل میں مُفْتَرِیُوْنَ تھا، جھوٹے بہتان باندھنے والے۔ ۱۲/۵ (دیکھو مفترٍ)

مُفْتَرًی : اسم مفعول، افتراءٌ مصدر، از خود ساختہ۔ ۷/۱۱ ۲۳/۱۱۔

مُفْتَرَيَاتٍ: اسم مفعول جمع مؤنث مُفْتَرَاةٌ واحد خود ساختہ۔ پ ۱۲/۲

اَلْمُفْتَرِيْنَ: اسم فاعل جمع مذکر افترا پرداز پ ۹ (دیکھو مفترٍ)

اَلْمَفْتُوْنُ: اسم مفعول واحد ضحاک نے کہا اس جگہ اسم مفعول بمعنی مصدری ہے یعنی تم میں سے کس کو جنون ہے جیسے مَا لِفُلَانٍ مَجْلُوْدٌ وَلَا مَعْقُوْلٌ فلاں شخص میں نہ جلادت (دلیری) ہے نہ عقل، عوفی نے ابن عباس کا بھی یہی قول نقل کیا ہے، مجاہد نے کہا مفتون سے مراد شیطان یعنی تم میں سے کس کے ساتھ شیطان ہے۔ بعض کا قول ہے کہ اس جگہ با بمعنی فِیْ ہے یعنی تم سے کس فریق کے اندر مجنون ہے، تمہارے فریق کے اندر یا کافروں کے گروہ میں۔ قتادہ اور بعض دوسرے علماء کا قول ہے کہ اس جگہ باء زائد ہے بے معنی، مطلب یہ ہے کہ تم میں کون دیوانہ ہے (معالم) پ ۲۹/۳ (دیکھو فاتنین)

اَلْمَفَرُّ: مصدر میمی، بھاگنا، فرار۔ پ ۲۹/۱۷ (دیکھو الفرار و فرارًا)

مُفْرَطُوْنَ: اسم مفعول جمع مذکر۔ اِفْرَاطٌ مصدر، آگے بھیجے ہوئے۔ آگے روانہ کئے جائیں گے۔ اِفْرَاطٌ آگے بڑھنے میں زیادتی کرنا (راغب) پ ۱۴/۱۴ (دیکھو فُرُطًا)

مَفْرُوْضًا: اسم مفعول فَرْضٌ مصدر پ ۴/۱۲ مقرر، کاٹ کر الگ کیا ہوا (دیکھو فارض اور فرض)

اَلْمُفْسِدَ: اسم فاعل واحد مذکر، اِفْسَادٌ مصدر، بگاڑنے والا۔ تباہی پیدا کرنے والا پ ۲/۱۱ (دیکھو افساد)

اَلْمُفْسِدُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر مرفوع اَلْمُفْسِدُ واحد بگاڑ پیدا کرنے والے۔ تباہ کار پ ۱ پ ۳/۱۴ پ ۶/۱۴ پ ۸/۱۷،۱۸ پ ۹/۷،۳ پ ۱۱/۹،۳،۱۴ پ ۱۲/۸ پ ۱۹/۱۶،۱۴ پ ۲۰/۱۶،۱۵،۱۱،۲۶ پ ۲۳/۱۲۔

مُفَصَّلًا: اسم مفعول واحد مذکر تفصیل، مصدر تفصیل وار یعنی امر و نہی کو الگ الگ بیان کر دیا گیا ہے۔ بعض کا قول ہے کہ قرآن کا نزول تفصیلی ہے یعنی پانچ پانچ اور دس دس آیات نازل کی گئی ہیں (معالم) اس صورت میں مُفَصَّلًا الکتاب سے حال نہ ہوگا بلکہ موصوف محذوف کی صفت ہوگا یعنی اَنْزَلَ اِنْزَالًا مُفَصَّلًا پ ۸/۱ (دیکھو فاصلین اور فصّل)

مُفَصَّلَاتٍ: اسم مفعول جمع مؤنث، تفصیل مصدر۔ جدا جدا، کھلی ہوئی پ ۹/۶ (دیکھو فاصلین اور فصّل)

مَفْعُوْلًا: اسم مفعول واحد مذکر، فعل مصدر باب فَتَحَ کر دیا گیا۔ ہو کر رہنے والا۔ یقینی الوقوع پورا ہو کر رہے گا۔ یہ تراجم سب معنوی مناسبت کے لحاظ سے ہوں گے مفعول کا لفظی ترجمہ ہے وہ شے جس کو کیا جائے یا کیا گیا ہو، پ ۵/۴ پ ۱۵/۱، ۱۲ پ ۲۹/۱۳، ۲۲/۱۰ (دیکھو فاعلٌ)

اَلْمُفْلِحُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر مرفوع اَلْمُفْلِحُ واحد، اِفْلَاحٌ مصدر باب افعال، فلاح پانیوالے۔ مراد پانے والے، کامیاب۔

فَلْحٌ پھاڑنا مشہور مقولہ ہے اَلْحَدِیْدُ بِالْحَدِیْدِ یُفْلَحُ لوہا، لوہے سے پھاڑا جاتا ہے فَلَّاحٌ کاشتکار جو زمین کو چیرتا ہے، فَلَاحٌ کامیابی دنیوی ہو یا اخروی، مُفْلِحٌ کامیاب (راغب) قرآن مجید میں مفلحون کا لفظ صرف انہی لوگوں کے لئے استعمال کیا گیا ہے جو آخرت میں فلاح پانیوالے اخروی کامیابی کے دروازے جن کیلئے کھولدئے جائیں گے، ہاں اَفْلَحَ کا لفظ ایک جگہ فرعون و موسیٰ کے قصہ میں دنیوی کامیابی کیلئے استعمال کیا گیا وہ بھی اللہ کا مقولہ نہیں ہے بلکہ دوسروں کا مقولہ اللہ نے نقل کیا ہے، فرمایا ہے قَدْ اَفْلَحَ الْیَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰی آج جو غالب آئیگا وہی کامیاب ہوگا۔ پ ۱/۱ پ ۲/۲ پ ۸/۸ پ ۹/۹ پ ۱۰/۱۰ پ ۱۸/۱۳، ۶ پ ۲۱/۱۰، ۷ پ ۲۸/۱۶، ۴، ۳۔

اَلْمُفْلِحِیْنَ: اسم فاعل جمع مذکر مجرور اَلْمُفْلِحُ واحد، اِفْلَاحٌ مصدر، کامیاب مراد پانے والے۔ پ ۲۰/۱۰ (دیکھو المفلحون)

اَلْمَقَابِرَ: صیغہ منتہی الجموع ظرف مکان اَلْمَقْبَرَۃُ اور اَلْمَقْبُرَۃُ واحد، قبرستان۔ پ ۳۰/۲۷ (دیکھو القبور)

مَقَاعِدَ: صیغہ منتہی الجموع ظرف مکان، مَقْعَدٌ واحد بیٹھنے کی جگہ، گھات لگانے کے مقامات، پ ۴/۴ ۲۹/۱۱ (دیکھو مَقْعَدٍ اور قاعدًا)

مَقَالِیْدَ: جمع منتہی الجموع، مِقْلِیْدٌ اور مِقْلَادٌ واحد، کنجیاں یا خزانے یا وہ قدرت جو ساری کائنات کو محیط ہے (راغب، لغوی) نے اول معنی اختیار کیا ہے۔ کلبی نے کہا بارش اور نبات کے خزانے مراد ہیں۔ قتادہ اور مقاتل کے نزدیک رزق و رحمت مراد ہے۔ پ ۲۴/۴ ۲۵/۳۔

قَلْدٌ بٹنا، قَلِیْدٌ اور مَقْلُوْدٌ بٹی ہوئی چیز قِلَادہ بٹا ہوا ڈورا یا زنجیر یا کنٹھا جو گلے میں

ڈالا جاتا ہے، توسیع استعمال کے بعد ہر اس چیز کو قلادہ کہا جانے لگا جو کسی چیز کو محیط ہو۔

تَقَلَّدَ سَيْفَهٗ اس نے اپنے گلے میں قلادہ کی طرح تلوار لٹکالی۔ قَلَّدَهٗ سَيْفًا میں نے اس کی گردن میں تلوار باندھ دی یا تلوار سے اس کی گردن اڑا دی۔ قَلَّدَهٗ عَمَلًا میں نے کام اس کی گردن میں باندھ دیا یعنی اس کو کام کا ذمہ دار بنا دیا (المفردات وتاج)

مَقَامِعُ: جمع اسم آلہ، مِقْمَعٌ واحد، گرز۔ قَمَعْتُهٗ میں نے اس کو روکا۔ اِنْقَمَعَ (باب انفعال) وہ رک گیا۔ پ ۱۷/۱۹

مَقَامُ: ظرفِ مکان، قیام مصدر، کھڑا ہونے کی جگہ۔ پ ۴/۱

مَقَامِ: ظرفِ مکان، قیام مصدر، کھڑا ہونے کی جگہ۔ پ ۱/۱۵۔

مَقَامَ: ظرفِ مکان، جگہ۔ پ ۲۱/۱۸ مصدر میمی کھڑا ہونا۔ پ ۲۷/۱۳ پ ۲۰/۴۔

مَقَامٌ: ظرفِ مکان۔ مرتبہ، جگہ پ ۲۳/۹۔

مَقَامٍ: ظرفِ مکان، جگہ پ ۱۹/۸ پ ۲۵/۱۶،۱۴۔

مَقَامًا: ظرفِ مکان۔ کھڑا ہونے کی جگہ یا جگہ۔ پ ۱۵/۹ پ ۱۶/۸۔

مُقَامًا: ظرفِ مکان، اِقَامَةٌ مصدر، باب افعال۔ پ ۱۹/۴، رہنے کی جگہ۔

مَقَامِكَ: ظرف مضاف ك ضمیر خطاب مضاف الیہ، تیری جگہ سے۔

مُقَامَةِ: مصدر میمی، باب افعال، قیام دوامی۔ پ ۲۲/۱۲۔

مَقَامَهُمَا: ظرفِ مکان مضاف هُمَا ضمیر تثنیہ غائب، مضاف الیہ۔ ان دونوں کے کھڑے ہونے کی جگہ میں۔ پ ۷/۴۔

مَقَامِيْ: مصدر میمی مضاف، یاء متکلم مضاف الیہ (ثلاثی مجرد) پ ۱۱/۱۳ میرا رہنا پ ۱۲/۱۵ میرا کھڑا ہونا (دیکھو قام)

اَلْمَقْبُوْحِيْنَ: اسم مفعول جمع مذکر مجرور، المقبوح واحد، قبح مادہ، بدحال لوگ، قَبَاحَةٌ مصدر، لازم۔ (باب کرم) و قَبْحٌ متعدی (باب فتح) قُبْحٌ ایسی حالت اور شکل جس کو دیکھنے سے آنکھوں کو نفرت اور طبیعت کو کراہت ہو، قبیح عمل بھی ہوتا ہے اور شکل بھی اور حال بھی، دوزخیوں کی شکل بھی قبیح ہوگی اور حال بھی برا ہوگا، اس جگہ مراد دوزخی ہیں۔

قَبَحَهُ اللّٰهُ عَنِ الْخَيْرِ (مفعول ثانی پر عَنْ)

اللہ نے اس کو خیر سے دور کر دیا۔ پ ۲۴/۵

مَقْبُوضَۃٌ : اسم مفعول واحد مؤنث، قَبْضٌ مصدر، با قبضہ، قبضہ میں لیا ہوا، قبضہ کیا ہوا پ ۳/۱۹ (دیکھو قَبْضًا)

مَقْتٌ : مصدر مرفوع، باب نَصَرَ، مُقَاتَلَۃٌ بھی مصدر ہے کسی شخص کو کسی برائی کا مرتکب دیکھکر اس سے بغض رکھنا اور مبغوض قرار دیا جائے اِمْقَاتٌ (باب افعال) اور تَمْقِیْتٌ (باب تفعیل) کا بھی یہی معنی ہے۔ مَقْتٌ باپ کی بیوی سے نکاح کر لینے کو بھی کہتے ہیں۔

مَقْتِیٌّ باپ کی بیوی سے نکاح کرنے والا یا نکاح مقت کی اولاد پ ۴/۲۲ (قاموس و مفردات)

مَقْتًا : مصدر منصوب پ ۴/۲۲ میں سبب بغض مراد ہے یعنی تمہاری یہ حرکت اللہ کی دشمنی اور شدت بغض کا سبب بنیگی۔ پ ۱۷/۲ پ ۹/۲۴ پ ۹/۲۸ بغض شدید۔

مُقْتَحِمٌ : اسم فاعل واحد مذکر، ہولناک مقام میں گھس پڑنے والا۔ پ ۲۳/۱۲ اِقْتِحَامٌ (باب افتعال) لازم، کسی خوفناک مقام یا چیز میں گھس پڑنا۔ قَحَمَ نَفْسَہٗ (باب فتح متعدی) اس نے اپنے آپ کو بغیر سوچے کسی کام میں ڈال دیا۔

وَحَمَّ الفَرَسُ فَارِسَہٗ (باب تفعیل) گھوڑا سوار کو لے کر خطرناک مقام میں گھس پڑا۔ مَقَاحِیْمُ ہولناک کاموں میں بے دھڑک داخل ہونیوالے ایک شاعر کہتا ہے ؎

مَقَاحِیْمُ فِی الْاَمْرِ الَّذِیْ یُتَجَنَّبُ

قابل اجتناب یعنی ہولناک امور میں وہ بے دھڑک گھس پڑتے ہیں۔ (المفردات و تاج)

مُقْتَدِرٍ : اسم فاعل واحد مذکر مجرور، اِقْتِدَارٌ مصدر باب افتعال، ہر طرح کی قدرت والا، با اقتدار، پ ۲۷/۱۰ و دو جگہ (دیکھو القادر)

مُقْتَدِرًا : اسم فاعل واحد مذکر منصوب اِقْتِدَارٌ مصدر، با اقتدار۔ ہر طرح کی قدرت والا۔ پ ۱۵/۱۸ (دیکھو القادر)

مُقْتَدِرُوْنَ : اسم فاعل جمع مذکر مرفوع مُقْتَدِرٌ واحد، قابو یافتہ، ہر طرح قابو رکھنے والے پ ۲۵/۱۰ (دیکھو قادر)

مُقْتَدُوْنَ : اسم فاعل جمع مذکر مُقْتَدِیْ واحد، اِقْتِدَاءٌ مصدر، باب افتعال، پیروی کرنیوالے پیچھے پیچھے چلنے والے نقل کرنیوالے، پ ۲۵/۸ قِدْوَۃٌ وہ شخص جس کی پیروی کی جائے، مقتدی امام جس کی پیروی کی جائے۔

اَلْمُقْتِرِ : اسم فاعل واحد مذکر، اِقْتَارٌ مصدر، باب افعال، قَتْر، قُتَار اور قَتَرٌ لکڑی یا ترکاری تو میسر نہ آئے، صرف بھاپ مل جائے مراد نادار، کم مایہ۔ پ ۲/۱۵ (دیکھو قَتُوْرًا اور قَتَرَةٌ)

مُقْتَرِفُوْنَ : اسم فاعل جمع مذکر، اِقْتِرَافٌ کا اصل معنی ہے درخت کی کھال چھیلنا۔ زخم کا کھرنڈ کا کردینا، مجازی معنی ہے کمانا۔ کمائی اچھی ہو یا بری لیکن بری کمائی کرنے میں اقتراف کا استعمال زیادہ ہے، مشہور مقولہ ہے اَلْاِعْتِرَافُ یُزِیْلُ الْاِقْتِرَافَ اقرار جرم۔ ارتکاب جرم کو دور کردیتا ہے۔ قَرَفَ (باب ضرب) تہمت لگائی۔ خود گھڑ کر اصلی ہونا ظاہر کیا۔ مُقْتَرَفٌ نسل کا دوغلا، مُقَارَفَةٌ ایسا کام کرنا جس سے کرنیوالے پر برائی آتی ہو (المفردات وبعض از نہایہ)

مُقْتَرِنِیْنَ : اسم فاعل جمع مذکر مجرور، اَلْمُقْتَتِمُ مصدر، باب افتعال۔ ساتھ ساتھ پ ۲۵/۱۱ (دیکھو قارون۔ قَرِیْن۔ قَرْن)

اَلْمُقْتَسِمِیْنَ : اسم فاعل جمع مذکر مجرور اَلْمُقْتَسِمُ واحد، اِقْتِسَامٌ مصدر، بانٹ لینے والے، مراد یہودی اور عیسائی (مروی از ابن عباس) یعنی اپنی کتابوں کے بعض حصوں کو ماننے والے اور بعض کو نہ ماننے والے یا وہ لوگ مراد ہیں جو مکہ کی مختلف گھاٹیوں اور راہوں میں بٹ کر بیٹھ گئے تھے تاکہ آنیوالوں کو اسلام سے روکیں اور رسول اللہ تک نہ پہنچنے دیں یا وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے رسول اللہ کی مخالفت پر مضبوط معاہدے کئے اور قسمیں کھائی تھیں (راغب) پ ۱۴/۶ (دیکھو قَاسَمَهُمَا اور قَسَمَ)

مُقْتَصِدٌ : اسم فاعل واحد مذکر، اِقْتِصَادٌ مصدر قَصْدٌ مادہ باب افتعال، سیدھے راستہ پر قائم۔ پ ۲۱/۱۳ پ ۲۳/۱۶۔

مُقْتَصِدَةٌ : اسم فاعل واحد مؤنث اِقْتِصَادٌ مصدر، قَصْدٌ مادہ، باب افتعال، سیدھے راستہ پر قائم۔ پ ۶/۱۲ (دیکھو قَاصِدًا اور قَصْدٌ)

مَقْتِکُمْ : مَقْتٌ مصدر مجرور مضاف، کُمْ مضاف الیہ۔ تمہاری اپنے سے بیزاری اور دشمنی پ ۲۴/۷ (دیکھو مَقْتٌ)

مِقْدَارٌ : اسم مفرد، مقادیر جمع، مقررہ اندازہ۔ پ ۱۳/۸۔

مِقْدَارُهٗ : مقدارٌ مضاف هٗ مضاف الیہ، اسکی مقدار، اس کا حسابی اندازہ۔ پ ۲۱/۱۴

پ ۲۹/۷ (دیکھو قادر اور قدر)

اَلْمُقَدَّسِ: اسم مفعول واحد مذکر تَقْدِیْسٌ مصدر، قدس مادہ باب تفعیل پاک جس کو پاک کر دیا گیا ہو پ ۱۶/۱۲ پ ۳۰/۳ (دیکھو اَلْقُدُسِ اور اَلْقُدُّوْسُ)

اَلْمُقَدَّسَۃَ: اسم مفعول واحد مؤنث تَقْدِیْسٌ مصدر، پاک کی ہوئی یعنی طور اور حوالی طور (مجاہد) ایلیا اور بیت المقدس (ضحاک) اریحا (عکرمہ) دمشق فلسطین اور اردن کا کچھ حصہ (کلبی) پورا ملک شام (قتادہ) معالم۔ کعب احبار کے قول سے قتادہ کے قول کی تائید ہوتی ہے۔ کعب نے کہا میں نے اللہ کی کتاب میں پایا کہ شام تمام زمین میں اللہ کا خزانہ ہے اور ملک شام کے رہنے والے تمام بندوں میں سے اللہ کا محفوظ کنز ہے۔ پ ۶/۸ (دیکھو اَلْقُدُسِ اور القدوس)

مَقْدُوْرًا: اسم مفعول واحد مذکر قَدْرٌ مادہ ٹھیرایا جا چکا۔ مقرر کردہ۔ پ ۲۲/۲ (دیکھو قادر)

اَلْمُقَرَّبُوْنَ: اسم مفعول جمع مذکر مرفوع اَلْمُقَرَّبُ واحد، تَقْرِیْبٌ مصدر، قریب کئے ہوئے، زیادہ عزت والے، پ ۶/۴ پ ۲۷/۱۴ پ ۳۰/۸ (دیکھو قُرُبَاتٌ اور قُرْبَۃٌ اور قُرْبَانٌ)

مَقْرَبَۃٍ: مصدر میمی، قرابۃ، رشتہ داری پ ۳۰/۱۵ (دیکھو قُرْبَۃٌ، قُرُبَاتٌ، قربانٌ)

اَلْمُقَرَّبِیْنَ: اسم مفعول جمع مذکر مجرور اَلْمُقَرَّبُ واحد، قریب کئے ہوئے زیادہ عزت والے پ ۳/۱۳ پ ۹/۴ پ ۱۹/۷ پ ۲۷/۱۶ (دیکھو قُرُبَاتٌ قُرْبَۃٌ وغیرہ)

مُقْرِنِیْنَ: اسم مفعول جمع مذکر منصوب مُقْرِنٌ واحد، اِقْرَانٌ مصدر، قابو میں لانیوالے بس میں کرنیوالے، پ ۲۵/۷ (دیکھو قارون، قرین، قَرْنٌ)

مُقَرَّنِیْنَ: اسم مفعول جمع مذکر منصوب مُقَرَّنٌ واحد تَقْرِیْنٌ مصدر، باب تفعیل، جکڑے ہوئے کس کر باندھے گئے، پ ۱۳/۱۹ پ ۱۸/۱۷ پ ۲۳/۱۲ (دیکھو قارون۔ قرین۔ قرن)

اَلْمُقْسِطِیْنَ: اسم فاعل جمع مذکر منصوب اَلْمُقْسِطُ واحد، اِقْسَاطٌ مصدر، باب افعال، قسط مادہ۔ انصاف کرنیوالے پ ۶/۱۰ پ ۲۶/۱۳ پ ۲۸/۸ (دیکھو قاسطون)

اَلْمُقَسِّمٰتِ: اسم فاعل جمع مؤنث اَلْمُقَسِّمَۃُ واحد، تقسیم مصدر، تقسیم کرنے والے، ملائکہ جو

اللہ کے حکم کے مطابق مخلوق کا حصہ تقسیم کرتے ہیں۔ پ۲۶/۱۸ (دیکھو قاسمۃ، قسمنا)

مَقْسُوْمٌ: اسم مفعول واحد مذکر، بانٹا ہوا، بانٹ کر علیحدہ کیا ہوا۔ پ۱۴/۳ (دیکھو قاسمنا)

مُقَصِّرِیْنَ: اسم فاعل جمع مذکر منصوب۔ مُقَصِّرٌ واحد تَقْصِیْرٌ مصدر، کتروانے والے، کم کرنے والے۔ پ۲۶/۱۲ (دیکھو قاصرات)

مَقْصُوْرَاتٌ: اسم مفعول جمع مؤنث مَقْصُوْرَۃٌ پردہ نشین، مسہریوں کے پردوں کے اندر چھپی ہوئی (البغوی فی المعالم) یا وہ حوریں جنہوں نے اپنی نگاہ کو اپنے شوہروں پر روک رکھا ہوگا کسی دوسرے کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھیں گی، (مجاہد) مجاہد کے قول پر مقصورات بمعنی قاصرات ہوگا یعنی اسم مفعول بمعنی اسم فاعل۔ پ۲۷/۱۳ (دیکھو قاصرات)

مَقْضِیًّا: اسم مفعول واحد مذکر قضاءٌ مصدر فیصل شدہ۔ مقرر۔ پ۱۶/۸،۵ (دیکھو قاضی)

مَقْطُوْعٌ: اسم مفعول واحد مذکر قَطْعٌ مصدر (باب فتح) قطع کردہ۔ کاٹ دیگئی، وہ چیز جس کو کاٹ دیا جائے۔ پ۱۴/۵ (دیکھو قاطعۃ)

مَقْطُوْعَۃٍ: اسم مفعول واحد مؤنث قَطْعٌ مصدر، قطع کردہ جس کا سلسلۂ عطا کاٹ دیا گیا ہو، ختم کردیا گیا ہو، لَا مَقْطُوْعَۃٍ کا ترجمہ ہوا نہ ختم ہونیوالے۔ پ۲۷/۱۴ (دیکھو قاطعۃ)

مَقْعَدِ: ظرفِ مکان مفرد، مَقَاعِدُ جمع، قَعْدَۃٌ اور قُعُوْدٌ مصدر، باب نصر، جگہ، بیٹھنے کی جگہ۔ پ۱۷/۱ پ۲۷/۱ (دیکھو قاعدًا)

مُقْمَحُوْنَ: اسم مفعول مذکر مُقْمَحٌ واحد اِقْمَاحٌ مصدر، باب افعال، قَمْحٌ مادہ، گردن پھنسنے کی وجہ سے سر اوپر کو اٹھے ہوئے، مُقْمَحٌ وہ شخص جو سر اٹھائے اور آنکھیں بند کرے، بَعِیْرٌ قَامِحٌ وہ اونٹ جو پانی پینے کے بعد آنکھیں بند کرکے سر اٹھائے کھڑا ہوتا ہے، اِقْمَاحٌ سر اٹھالینا اور آنکھیں بند کرلینا۔

ازہری نے کہا چونکہ دوزخیوں کی گردنوں میں طوق پھنسے ہوئے ہونگے اور ٹھوڑیاں اوپر کو اٹھ جائینگی لامحالہ سر بھی اوپر کو اٹھ جائیں گے (معالم) راغب نے لکھا ہے قَمْحٌ کا معنی سر اٹھانا قَمَحَ الْبَعِیْرُ اونٹ نے اپنا سر اٹھایا۔ اگر سرکش اونٹ کا سر پیچھے سے کھینچ کر کس کر باندھ دیا جائے اور اس طرح اوپر کو اٹھ جائے تو قُمِحَتُ الْبَعِیْرُ کہا جاتا ہے۔

مضمون تشبیہی اور تمثیلی طور پر کہا گیا ہے (حقیقت مراد نہیں ہے) کافر سرکش تھے، قبولِ حق سے سرتابی کرتے تھے، راہ خدا میں خرچ کرنے سے گردن توڑاتے تھے اس لئے ان کی حالت بعیر مقمح کی طرح ہوگئی (المفردات)

خلیل نے کہا اگر پختگی کے وقت سے لیکر ذخیرہ اندوزی تک گیہوں بالی کے اندر ہی رکھا جائے تو ایسے گیہوں کو قَمْحٌ کہتے ہیں اور اس سے بنائے ہوئے ستو کو قمیح۔ ۲۲/۱۸

اَلْمُقَنْطَرَةِ: اسم مفعول واحد مؤنث، ڈھیر کئے ہوئے، قَنْطَرَةٌ مصدر (باب فعللۃ رباعی مجرد) ۳/۱ (دیکھو قنطار اور القناطیر)

مُقْنِعِي: اسم فاعل جمع مذکر منصوب مضاف اصل میں مُقْنِعِيْنَ تھا اضافت کی وجہ سے نون گرادیا۔ اِقْنَاعٌ مصدر، باب افعال، قَنْعٌ مادہ۔ اٹھائے ہوئے۔ ۱۳/۱۹۔

اَلْمُقْوِيْنَ: اسم فاعل جمع مذکر مجرور، اَلْمُقْوِي واحد، اِقْوَاءٌ مصدر، قَوَاءٌ یا قُوَّةٌ ماخذ، اس لفظ کے ترجمہ میں اہلِ تفسیر کا اختلاف ہے، صاحبِ معالم التنزیل نے لکھا ہے کہ قِيٌّ اور قواءٌ ویران زمین کو کہتے ہیں جس میں کوئی رہنے والا نہ ہو اَقْوَتِ الدَّارُ مکان غیر آباد ہوگیا، رہنے والوں سے خالی ہوگیا اس لئے مقوین سے مراد ہیں مسافر، مسافر اور صحرا نشین لوگوں کو آگ سے زیادہ فائدہ پہنچتا ہے، رات کو آگ جلاتے ہیں تو دیکھ کر درندے بھاگ جاتے ہیں، بھولے بھٹکے لوگوں کو راستہ مل جاتا ہے۔ (ہذا قول اکثر المفسرین)

مجاہد اور عکرمہ نے کہا مقوین سے مراد ہیں عام فائدہ حاصل کرنیوالے مسافر ہوں یا غیر مسافر ابن زید نے کہا بھوکے مراد ہیں، عرب کہتے ہیں، اَقْوَيْتُ مُنْذُ يَوْمَيْنِ (مثلاً) میں دو دن سے بھوکا ہوں، قطرب نے کہا مقوی اضداد میں سے ہے فقیر کو بھی کہتے ہیں اس لئے کہ وہ مال سے خالی ہوتا ہے اور غنی کو بھی کہتے ہیں اس لئے کہ وہ صاحبِ قوت ہوتا ہے اپنے ہر مقصود کو حاصل کرنے کی اس میں قوت ہوتی ہے اَقْوَى الرَّجُلُ اس کے مویشی قوی ہوگئے، مال بہت ہوگیا اور قوت دار ہوگیا، شاید قطرب کا مدعا یہ ہے کہ اگر مقوی کا ماخذ قواء کو قرار دیا جائے تو فقیر کہتے ہیں کیونکہ قواء خالی مکان اور بیابان کو کہتے ہیں، فقیر کا پیٹ بھی خالی اور جیب بھی خالی اور گھر بھی خالی اور قوت کو ماخذ قرار دیا جائے تو مقوی کا معنی ہوگا

صاحبِ قوت اور غنی صاحبِ قوت ہونا ہے اس کو مالی قوت حاصل ہوتی ہے۔ پ ۲۷/۱۵

مُقِیْتًا : اسم فاعل واحد مذکر، اِقواتٌ مصدر قُوتٌ مادہ، قادر، نگراں، محافظ (روزی دینے والا) قُوتٌ اتنی روزی جس سے زندگی رہ جائے اقوات جمع (دیکھو اقواتہا) قُوتٌ مصدر قَاتَہٗ، یَقُوْتُہٗ باب نصر اس کو اس کی روزی کھلائی۔ اَقَاتَہٗ، یُقِیْتُہٗ (باب افعال) ایسی چیز اس کو دی جس سے اس کی زندگی موت سے بچ جائے۔ قُوْتُ لَیْلَۃٍ قِیْتُ لَیْلَۃٍ قِیْتَۃُ لَیْلَۃٍ ایک رات کا کھانا۔ (المفردات) پ ۵/۸۔

مَقِیْلًا : اسم ظرف، خواب گاہ دوپہر یا مصدر (باب ضرب) قَیْلُوْلَۃٌ بھی مصدر ہے دوپہر میں آرام کرنا۔ لیٹنا۔ پ ۱۹/۱ (دیکھو قائلون)

مُقِیْمٌ : اسم فاعل واحد مذکر مرفوع۔ اِقَامَۃٌ مصدر اٹل۔ دوامی۔ پ ۶/۱۰ پ ۱۰/۹، ۱۵ پ ۲۴/۱ (دیکھو قَامَ)

مُقِیْمٍ : اسم فاعل واحد مذکر مجرور، اِقَامَۃٌ مصدر پ ۵/۱۴ مستقیم سیدھا پ ۲۵/۹ دوامی۔ لازوال۔

مُقِیْمَ : اسم فاعل واحد مذکر منصوب مضاف پابندی اور تعدیلِ ارکان کے ساتھ ادا کرنیوالا۔ پ ۱۳/۱۸۔

اَلْمُقِیْمِیْ : اسم فاعل جمع مذکر معرف باللام مضاف باضافتِ لفظیہ، پابندی اور تعدیلِ ارکان کے ساتھ ادا کرنیوالے۔ پ ۱۷/۱۲

اَلْمُقِیْمِیْنَ : اسم فاعل جمع مذکر منصوب اَلْمُقِیْمُ واحد، اِقَامَۃٌ مصدر بمعنی مذکورہ بالا۔ پ ۶/۲ (دیکھو قام)

مُکَآءً : مصدر، منہ سے سیٹی اور انگلیوں سے چٹکی بجانا (قاموس) باب نصر مُکُوٌّ بھی مصدر ہے اور مَکِیَ مَکًا (باب سمع) مضبوط پکڑا۔ تَمَکِّیْ (باب تفعل) پسینہ سے تر ہو جانا۔ مَکْوٌ اسم لومڑی اور خرگوش وغیرہ کا بھٹ۔ اَلْمَکَاءُ اور مُکَّاءٌ جمع (قاموس وتاج) پ ۹/۱۸

مَکَانٍ : اسم ظرف مجرور، کَوْنٌ مصدر باب نصر مقام، جگہ، پ ۱/۱۴ جگہ، عوض، بدل، پ ۹/۲ پ ۱۱/۸ پ ۱۳/۱۵ پ ۱۴/۲۰، ۲۱ پ ۱۸/۱۷ پ ۲۲/۱۲ جگہ پ ۲۶/۱۷ جگہ، مراد صخرہ بیت المقدس (مقاتل) لغوی کَوْنٌ (اسم) اور کَائِنَۃٌ شئی پیدا شدہ چیز، اَکْوَانٌ کَوْنٌ کی جمع ہے۔

مَکَانٌ ظرف اَمَاکِنُ اور اَمْکِنَۃٌ جمع مَکَانَۃٌ بمعنی مکان اور قیام گاہ، مرتبہ، نیت، ارادہ، مَکِیْنٌ مکان میں رہنے والا مضبوط، بڑے مرتبہ والا۔ مَکْنَتَۃٌ نیت، ارادہ۔ کَیْنُوْنَۃٌ قبولیت تکوین، موجود نا، کسی شئی چیز کو

عدم سے وجود میں لانا، پیدا کرنا، تَکَوُّنٌ ہونا۔ وجانا
بننا۔ اِکْتِیَانٌ (افتعال) ہونا۔ موجود ہوجانا۔
ضامن ہونا۔ اِسْتِکَانَۃٌ (استفعال) عاجزی
کرنا۔ (دیکھو کَانَ)

مَکَانًا: اسم ظرف منصوب جگہ ۶/۱۲ ۱۶/۵، ۸، ۱۲
۱۸/۱۷ ۱۹/۱ جگہ، مقام۔ ۱۳/۳ مرتبہ منزلت۔ ۱۶/۷
جنت یا آسمان یا علوِ مرتبہ۔

مَکَانَتِکُمْ: مَکَانَۃٌ مضاف کُمْ مضاف
الیہ۔ بمعنی مکان جیسے مَقَامَۃٌ اور مقام مراد
حالت یعنی تم اپنی حالت پر رہو جو کچھ کر رہے ہو
کرتے رہو ۶/۲، ۸، ۱۲/۱۰ ۲۴/۱۔

مَکَانَتِہِمْ: مضاف اور مضاف الیہ، جگہ
مراد ان کے گھر ۲۳/۲

مَکَانَکُمْ: مَکَانَ مضاف منصوب کُمْ مضاف
الیہ یعنی تم اپنی جگہ قائم رہو (روح) ۱۱/۸

مَکَانَہٗ: مضاف و مضاف الیہ اس کی
جگہ ۹/۷ ۲/۱۱ آیت ۱۳/۳ میں جگہ سے مراد بدل
ہے (خازن)

مُکِبًّا: اسم فاعل واحد مذکر۔ اِکْبَابٌ مصدر باب
افعال۔ سرنگوں، اوندھا۔ ۲۹/۲
اِکْبَابٌ (باب افعال) لازم ہے اور
کَبٌّ (نصر) متعدی کَبَّہُ اللّٰہُ اللہ اس کو اوندھا
گرادے۔ زَیْدٌ اَکَبَّ زید سرنگوں گر پڑا (گویا اس
جگہ باب افعال کا ہمزہ سلبِ ماخذ کے لئے ہے)
(صاوی) لیکن صاحبِ قاموس نے اِکْبَابٌ کو
لازم بھی لکھا اور متعدی بھی، اوندھے منہ گرنا۔
اور گرانا دونوں معنی ہیں لفظِ مذکور میں بطور لازم
استعمال کیا ہے (دیکھو کُبَّتْ اور کُبْکِبُوا)

مَکْتُوْبًا: اسم مفعول واحد مذکر، کَتْبٌ اور
کِتَابَۃٌ مصدر، باب نصر، لکھا ہوا ۹/۹ (دیکھو
کَاتِبٌ اور کَتَبَ)

مُکْثٍ: مصدر (نصر و کرم) انتظار
کرتے ہوئے توقف کرنا، ٹھہرنا ۱۵/۱۲ بقولِ راغب
مُکْثٌ کے مفہوم میں انتظار داخل ہے (المفردات)
گویا مُکْث کے مفہوم کے دو جز ہیں ۱۔ ٹھہرنا
توقف کرنا۔ ۲۔ انتظار، اس جگہ صرف اول معنی
ملحوظ ہے یعنی قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا تاکہ
لوگ سمجھ سکیں۔
مُکُوْثٌ مُکْثَانٌ اور مِکِّیْثٰی بھی مصادر
ہیں، مِکْثٌ اور مُکْثٌ اسم مصدر، دیر۔
مَکِیْثٌ صیغہ صفت، متوقف، بوجھل
باوقار (دیکھو مَاکِثُوْن اور مَاکِثِیْنَ)

مَكَثَ : واحد مذکر غائب ماضی معروف (نصر وکرم) مُكثٌ مصدر، انتظار میں ٹھیرا۔ ۱۹/۱۷

اَلْمُكَذِّبُوْنَ : اسم فاعل جمع مذکر مرفوع تکذیبٌ مصدر، جھٹلانے والے، جھوٹا قرار دینے والے۔ ۲۷/۱۵۔

اَلْمُكَذِّبِيْنَ : اسم فاعل جمع مذکر مجرور و منصوب معرفہ، تکذیب مصدر، جھوٹا کہنے والے، جھوٹ قرار دینے والے۔ ۳/۵ ۷/۸ ۱۴/۱۱ ۲۵/۸ ۲۷/۳ ۲۹ (۲۳،۱۳،۱۳،۱۲ سات جگہ ۲۲ تیس جگہ) ۳۰/۸۔

مُكَذِّبِيْنَ : اسم فاعل جمع مذکر نکرہ، جھٹلانے والے۔ ۲۹/۲ (دیکھو کاذبٌ)

مَكْذُوْبٌ : اسم مفعول بمعنی حاصل مصدر، جھوٹ، یعنی وعدہ ہے بغیر جھوٹ کے (دیکھو کاذبٌ)

مَكَرَ : واحد مذکر غائب ماضی معروف، مَکْرٌ مصدر باب نصر ۱۳/۳ ان کو سزا دینے کی باطنی تدبیر کی ۱۳/۱۲ ۱۳/۱ پوشیدہ فریب کیا (دیکھو الماکرین)

مَكْرًا : مصدر منصوب (نکرہ) دھوکہ دینا فریب کرنا۔ دھوکہ کی سزا دینا یا سزا دینے کی خفیہ تدبیر کرنا ۱۱/۸ میں دھوکہ کی سزا دینا یا سزا دینے کی خفیہ تدبیر کرنا مراد ہے ۱۹/۱۹ میں دوسری جگہ بھی، مکر کی سزا دینا یا سزا دینے کی تدبیر کرنا مراد ہے ۱۹/۱۹ میں پہلی جگہ فریب دینا مراد ہے ۲۹/۱۰ میں بھی یہی مراد ہے۔

مَكِرَ (سمع) سرخ ہونا۔ تَمْكِيْرٌ (تفعیل) غلہ کی بھرتی کرنی، روک کر رکھ لینا تاکہ گراں بیچا جائے، اِمْتِكَارٌ (افتعال) گل سرخ میں رنگنا۔

مَكْرٌ : مصدر و اسم مرفوع نکرہ (نصر) ۹/۴ خفیہ تدبیر ۸/۱۱ حیلہ۔ چال۔

مَكْرِ : مصدر و اسم مجرور معرفہ ۱۲/۱۴ چال ۲۲/۱۷ چال۔

مَكْرَ : مصدر و اسم منصوب معرفہ ۹/۲ خفیہ تدبیر ۲۲/۱۷ چال۔

مَكْرُ : مصدر و اسم مرفوع معرفہ ۱۳/۱۲ خفیہ تدبیر ۲۳/۱۴،۱۱ چال۔

مَكْرُهُمْ : مضاف مرفوع هُمْ مضاف الیہ ان کا مکر۔ فریب۔ ۱۳/۱۹،۱۱۔

مَكْرَهُمْ : مضاف منصوب هُمْ مضاف الیہ ان کے مکر کو، ۱۳/۱۹ (مادہ مکر کی تنقیح کے لئے دیکھو الماکرین)

مَكَرْتُمُوْهُ : جمع مذکر حاضر ماضی، واؤ اشباعی، ہُ ضمیر غائب مفعول، تم سب نے یہ چال کی ہے یعنی موسیٰ سے تم سب نے سازش کر لی تھی، تمہاری شکست خود ساختہ فریب ہے۔ ۹/۴۔

مُکْرِمٍ: اسم فاعل واحد مذکر، اِکْرَامٌ مصدر، عزت دینے والا پ۱۷/۹ (دیکھو کِرَامٍ وکَرَّمْتَ)

مُکْرَمُوْنَ: اسم مفعول جمع مذکر مرفوع، اِکْرَامٌ مصدر، بزرگ، معزز پ۱۷/۲ پ۲۹/۷ (دیکھو کِرَامٍ وکَرَّمْتَ)

مُکَرَّمَۃٍ: اسم مفعول واحد مؤنث، تَکْرِیْمٌ مصدر (تفعیل) عزت والے، قابلِ ادب پ۳۰/۵ دیکھو کِرَامٍ وکَرَّمْتَ)

مُکْرَمِیْنَ: اسم مفعول جمع مذکر منصوب نکرہ، اِکْرَامٌ مصدر (افعال) معزز پ۲۳/۱

اَلْمُکْرَمِیْنَ: اسم مفعول جمع مذکر منصوب معرف باللام، اِکْرَامٌ مصدر، عزت والے معزز۔ پ۱۷/۱۹۔

مَکَرْنَا: جمع متکلم ماضی مَکْرٌ مصدر باب نَصَرَ ہم نے مکر کی سزا دی۔ مکر کی سزا دینے کی تدبیر کی۔ پ۱۹/۱۹۔

مَکَرُوْا: جمع مذکر غائب ماضی، مَکْرٌ مصدر باب نَصَرَ انہوں نے چال کی، خفیہ تدبیر کی، پ۳/۱۳ پ۱۳/۱۹ پ۱۴/۱۲ پ۱۹/۱۹ پ۲۴/۱۰ پ۲۹/۱۰۔

مَکْرُوْھًا: اسم مفعول، کُرہ و کَرَاہَتٌ مصدر، باب سمع۔ بہت ناپسند پ۱۵/۴ (دیکھو کَارِھُوْنَ۔ کَارِھِیْنَ۔ کُرْہًا)

مَکْظُوْمٌ: اسم مفعول واحد مذکر کَظْمٌ مصدر باب ضرب، غم آگیں، غم کی وجہ سے دم گھٹا ہوا پ۲۹/۴ (دیکھو الکاظمین)

مُکَلِّبِیْنَ: اسم فاعل جمع مذکر منصوب، مُکَلِّبٌ واحد تَکْلِیْبٌ مصدر، شکار کی تعلیم دینے والے ٹریننگ دینے والے (خطیب وغیرہ) شکار پر چھوڑنے والے (جلالین) پ۶/۵ (دیکھو الکلب)

مَکَّنَّا: جمع متکلم ماضی معروف، تَمْکِیْنٌ مصدر (تفعیل) ہم نے ان کو جما دو عطا کیا۔ ہم نے ان کو با اقتدار بنایا پ۷/۷ پ۸/۷ پ۱۲/۱۳ پ۱۳/۱ پ۱۶/۲ پ۱۷/۱۳ پ۲۶/۳۔

مَکِنَۃٌ آشیانہ مَکِنَاتٌ جمع، مَکُنَ مَکَانَۃٌ (کَرُمَ) حاکم کے پاس عزت پائی مرتبہ حاصل کیا اِمْکَانٌ باب افعال، با اقتدار ہونا، قابو پانا، کسی جگہ پر قدرت حاصل کرنا، تَمْکِیْنٌ (تفعیل) جما دو عطا کرنا۔ توانا اور با اقتدار بنا دینا۔ تَمَکُّنٌ جگہ پکڑنے والا۔ اِسْتِمْکَانٌ کسی چیز پر قابو پانا۔ با اقتدار ہونا۔ (قاموس وصحاح)

مَکْنُوْنٌ: اسم مفعول واحد مذکر، کَنٌّ اور کُنُوْنٌ مصدر باب نَصَرَ چھپایا ہوا، صاف، محفوظ،

۲۷/۴ سبب میں محفوظ صاف ۲۷/۱۴ ۲۷/۱۶ محفوظ۔

کَنَّ کُنُوْنٌ (باب نصر) اِکْنَانٌ (باب افعال) تَکْنِیْنٌ (باب تفعیل) چھپانا دھوپ کی تیزی سے بچانا۔ اِکْتِنَانٌ (باب افتعال) چھپنا چھپانا۔ اِسْتِکْنَانٌ چھپ جانا۔ پردہ میں ہو جانا۔

کَنَّۃٌ بیٹے یا بھائی کی بیوی، کَنَائِنُ جمع، کِنٌّ لباس، پردہ کِنَّۃٌ لباس، گھر، سفیدی کُنَّۃٌ دروازہ کا سائبان۔ کِنَانٌ لباس ہر چیز کا پردہ۔ کِنَانَۃٌ چمڑے کا تیردان، کَانُوْنٌ چولہا بھاڑ۔ بھٹی (تاج و منتہی الارب)

مَکَّنِّیْ: اصل میں مَکَّنَنِیْ تھا، مَکَّنَ واحد مذکر غائب ماضی، تَمْکِیْنٌ مصدر نِیْ ضمیر مفعول، نون کو نون میں ادغام کر دیا۔ اس نے مجھے جگہ دی با اقتدار بنایا، اختیار دیا۔ ۱۸/۱۶۔

مَکَّۃَ: عَلَم حجاز کا مشہور شہر ہے (دیکھو بَکَّۃَ) اس جگہ بطنِ مکہ سے مراد حدیبیہ ہے۔

تَمَکَّکْتُ الْعَظْمَ میں نے ہڈی کو چوس کر اس کی مینگ نکال لی۔ اِمْتَکَّ الْفَصِیْلُ اونٹ کے بچہ نے تھن کا تمام دودھ چوس کر پی لیا۔ امام راغب کے نزدیک لفظِ مکہ کا اشتقاق انہی دونوں محاوروں سے ہے (یعنی جس طرح ہڈی کا مغز اس کا اصل جوہر ہوتا ہے اسی طرح مکہ کل زمین سے افضل اور سب کا اصل جوہر ہے۔ دائم) اور چونکہ باب نصر سے مَکَّ کا معنی ہلاک کرنا ہے اور سرزمین مکہ میں ظالم ہلاک ہی ہو جاتے ہیں کوئی بچ نہیں سکتا اس لئے اس زمین کا نام مکہ ہو گیا۔ خلیل نے کہا مکہ وسط زمین ہے جیسے مینگ ہڈی کے وسط میں ہوتی ہے (المفردات)

مَکَاکٌ چوسا ہوا، مَکَاکَۃٌ چوسا ہوا اور ہڈی کی مینگ۔ مَکَّانٌ چوسنے والا بکری کے تھن سے چوس کر دودھ پینے والا ذلیل آدمی (قاموس)

اَلْمِکْیَالَ: اسم آلہ مفرد کَیْلٌ مصدر، غلہ کو ناپنے کا پیمانہ ۱۲/۸ (دیکھو کالوا اور کَیْلٌ)

اَلْمَکِیْدُوْنَ: اسم مفعول جمع مذکر اَلْمَکِیْدُ واحد، کَیْدٌ مادہ، مغلوب اور ہلاک ہونے والے (ملی) مکر کی سزا میں گرفتار (ترجمہ از مولوی اشرف علی تھانوی) داؤوں میں پھنسے والے ۵۲/۴۲ (دیکھو کَیْدٌ)

مَکِیْنٌ: صفت مشبہ مرفوع، کَوْنٌ مصدر (نصر) ۸۱/۲۰ عزت والا۔ مرتبہ والا۔

مَکِیْنٍ: صفت مشبہ مرفوع، کَوْنٌ مصدر

(نصر) پ ۱۸/۱ پ ۲۹/۲۱ مضبوط پ ۳۰/۶ عزت والا مرتبہ والا۔
(دیکھو مکان)

اَلْمَلَأُ : اسم جمع معرف باللام مرفوع۔ اَلْاَمْلَاءُ جمع
سرداروں کی اور بڑے لوگوں کی جماعت پ ۸/ ۵، ۱۶، ۱۷
پ ۹/ ۱، ۴، ۵ پ ۱۲/ ۳، ۱۶ پ ۱۸/ ۲، ۳ پ ۱۹/ ۱۷، ۱۸ پ ۲۳/ ۱۰ -

اَلْمَلَاِ : اسم جمع معرف باللام مجرور پ ۲/ ۱۶ جماعت پ ۲۳/ ۵، ۱۴

مَلَائِهٖ : اسم جمع مضاف مجرور پ ۲ سرداروں
کی جماعت پ ۲۵/ ۱۱ پ ۱۸/ ۳ پ ۱۴/ ۹ پ ۱۱/ ۱۳ پ ۹/ ۱۲ سرداران قوم۔

مَلَأَهٗ : اسم جمع منصوب، مضاف سرداران قوم
کی جماعت، جماعت شوریٰ۔ پ ۱۱/ ۱۴ -

مَلَأٌ : اسم جمع نکرہ مرفوع۔ پ ۱۲/ ۴ سرداروں
کی جماعت۔

مَلَائِهِمْ : اسم جمع مجرور مضاف ان کے
سرداروں کی جماعت۔ پ ۱۱/ ۱۴ -

مَلَأٌ کا ترجمہ ہے بھر دینا۔ قوم کے سردار
اور اہل الرائے اشخاص اپنی رائے کی خوبی اور
ذاتی محاسن سے لوگوں کی خواہش کو بھر دیتے ہیں
یا آنکھوں میں روشنی یا دلوں میں ہیبت بھر دیتے
ہیں اسی لئے ان کو مَلَأٌ کہتے ہیں (مصباح)
جو لوگ زینت محفل ہوں دلوں کو ہیبت و عظمت
سے اور آنکھوں کو ظاہری حسن و جمال سے بھر دیں

ان کو مَلَأٌ کہا جاتا ہے (ابوالسعود) امام راغب
کی رائے بھی ابوالسعود کی تائید میں ہے راغب
نے بھی لکھا ہے کہ جو شخص دیکھنے والوں کی نظر
میں عظیم و کریم ہو اور آنکھوں کو بھر دے اس کو مِلْأُ
الْعُيُوْنِ کہتے ہیں۔ شَابٌّ مَالِئُ الْعَيْنِ اور
اَلْمَلَأُ الْخُلُقِ دیدار و جوان جو خوبصورتی سے
بھرپور ہو (المفردات)

مِلْءُ : اسم مرفوع مضاف لقدر پُری، پ ۳/ ۱۷
(دیکھو اَلْمَالِئُوْنَ)

مُلٰقٍ : اسم فاعل واحد مذکر، مُلَاقَاةٌ
مصدر باب مفاعلہ، اصل میں مُلَاقِیٌ تھا پہنچنے والا
پ ۲۹/ ۵ (دیکھو لقاء)

مُلٰقُوْا : اسم فاعل جمع مذکر مرفوع مضاف
اصل میں مُلَاقُوْنَ تھا اضافت کی وجہ سے نون
گر گیا، پانیوالے، پہنچنے والے۔ پ ۱/ ۵ پ ۲/ ۱۲، ۱۷
پ ۱۲/ ۳ (دیکھو لقاء)

مُلٰقِيْكُمْ : اسم فاعل واحد مذکر مضاف
کُمْ ضمیر مضاف الیہ، تم کو پہنچنے والا۔ تم کو
پا لینے والا۔ پ ۲۸/ ۱۱ (دیکھو لقاء)

مُلٰقِيْهِ : اسم فاعل واحد مذکر مضاف ہٖ
ضمیر مضاف الیہ، اس کے پاس پہنچنے والا۔ پ ۳۰/ ۹ -

(دیکھو نقار)

مَلٰٓئِكَتُهٗ: مَلٰٓئِكَةٌ جمع مضاف، مَلَكٌ مفرد یا اسم جنس، اس کے فرشتے ۱/۱۲ ۳/۸ ۵/۱۷ ۲۳/۳،۴

اَلْمَلٰٓئِكَةُ: جمع، اَلْمَلَكُ مفرد یا اسم جنس، اس کے فرشتے ۱/۴ ۲/۳،۶،۹،۱۶ ۳/۱۰،۱۲،۱۳،۱۶،۱۷ ۴/۴ ۵/۱۱ ۶/۳،۴ ۷/۱۷ ۸/۱،۷،۹ ۹/۱۵،۱۶ ۱۰/۴ ۱۳/۸،۹ ۱۴/۱،۳،۷،۱۰،۱۲ ۱۵/۴،۱۰،۱،۱۹ ۱۶/۱۶ ۱۷/۷،۱۶ ۱۸/۲ ۱۹/۱ ۲۲/۱۱،۱۳ ۲۳/۹،(۱۴) ۲۴/۵،۱۶ ۲۴/۱۸ ۲۵/۲،۸،۱۱،۱۲ ۲۶/۷ ۲۷/۶ ۲۸/۱۹ ۲۹/۷،۱۵ ۳۰/۱۲،۲۲

مَلَكٌ اصل میں مَاْلَكٌ تھا، اصل ماخذ مالکۃٌ ہے یا اُلُوکَۃٌ (یعنی اگر میم کو اصلی مانا جائے تو ماخذ اول ہے اور میم کو زائد کہا جائے تو ماخذ دوسرا ہے) اول ہمزہ اور لام کی جگہ کو بدلکر مَاْلَكٌ کو مَلْاَكٌ بنایا گیا پھر ہمزہ کو تخفیفاً گرا کر مَلَكٌ کر دیا گیا۔ (البغوی)

بعض اہلِ تحقیق کا خیال ہے کہ جن فرشتوں کے متعلق انتظام کائنات کی خدمت ہے ان کو مَلَك کہا جاتا ہے جس طرح عام انسانی انتظام کرنیوالے آدمی کو مَلِك کہا جاتا ہے، مَلَك کو ہی قرآن مجید میں مدبرات کہا گیا ہے گویا ملائکہ تو فرشتوں کی عام جماعت کو کہتے ہیں اور مَلَك ملائکہ میں سے وہ ممتاز ہستیاں ہیں جنکے متعلق کوئی کائناتی خدمت ہے (المفردات) محققِ اعظم بیضاوی نے لکھا ہے کہ ملائکہ کا ماخذ یا اُلُوکَۃٌ ہے یا مَلْاَكٌ ہے اُلُوکَۃٌ کا معنی ہے پیام رسانی اور مَلْاَكٌ کا معنی دارومدار چونکہ ملائکہ اللہ کا حکم کائنات کے ذرہ ذرہ کو پہنچاتے ہیں اور مخلوق و خالق کے درمیان وسائط ہیں اور ملائکہ پر ہی نظمِ کائنات کا مدار ہے مختلف خدمتیں فرشتوں ہی کے متعلق ہیں اس لئے انکو ملائکہ کہنا صحیح ہے (بیضاوی فی تفسیر و اذ قلنا للملائکہ ۱/۵ ۱۶/۲۹ ۱۲) (دیکھو مالِكٌ)

مُلْتَحَدًا: اسم ظرف بروزن اسم مفعول اِلْتِحَادٌ مصدر، باب افتعال، پناہ کی جگہ یا مصدر میمی (باب افتعال) پناہ۔

لَحْدٌ اور لُحْدٌ (اسم) زمین کے اندر بغلی گڑھا، اِلْحَادٌ اور لُحُوْدٌ جمع، لُحَادَۃٌ گوشت کا ٹکڑا، اعراب پڑھنے میں غلطی۔

لَحْدٌ مصدر باب فتح، بغلی قبر کھودنا لحد میں میت کو رکھنا۔ اگر اس کے بعد اِلیٰ مذکور ہو تو معنی ہونگے کسی طرف جھکنا

مائل ہونا۔ مڑنا۔ کن انکھیوں سے دیکھنا۔ اِلْحَادٌ (بابِ افعال) قبر میں لحد بنانا۔ لحد میں میت کو داخل کرنا۔ پھر جانا۔ حق سے پھر جانا۔ لڑائی جھگڑا کرنا۔ بے دین ہو جانا۔ حد سے گزر جانا۔ حکم کا پاس نہ کرنا۔ اللہ کے ساتھ شریک بنانا۔ ظلم کرنا۔ گراں فروشی کے لئے غلہ اسٹاک کرنا۔ کسی پر عیب بندی اور دروغ تراشی کرنا۔

(قاموس و تاج)

اِلْحَادٌ (شرک) کی دو صورتیں ہیں ۱: اللہ کی ایسی صفات قرار دی جائیں جو شانِ الوہیت کے مناسب نہیں ۲: اللہ کی صفات کی ایسی تاویل کی جائے جو نازیبا ہو۔ دونوں کو قرآنی اصطلاح میں الحاد فی الاسماء کہا گیا ہے۔

(راغب فی المفردات)

مِلَّةٌ: امام راغب نے المفردات میں لکھا ہے کہ دین کی طرح مِلَّۃ بھی اس دستورِ الٰہی کا نام ہے جو اللہ اپنے بندوں کے لئے جاری فرماتا ہے تاکہ اس پر چل کر انسان قربِ خداوندی حاصل کر سکے اور یہ دستور انبیاء کی وساطت سے بندوں تک پہنچتا ہے لیکن قرآن مجید میں لفظِ مِلَّۃ کا اطلاق کئی جگہ باطل مذہب پر بھی ہوا ہے جو خود انسانوں کا تراشیدہ تھا دستورِ الٰہی پر مبنی نہ تھا دیکھو ۱۲ کی آیت ۳۷ میں حضرت یوسف نے جیل خانہ کے دونوں قیدیوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا اِنِّی تَرَکْتُ مِلَّۃَ قَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَھُمْ بِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ کٰفِرُوْنَ جو لوگ اللہ کو نہیں مانتے اور آخرت کے منکر ہیں، میں ان کی ملت (یعنی ان کے مذہب اور خود ساختہ دستورِ زندگی) کو چھوڑے ہوئے ہوں۔ اسی طرح ۳۸ کی آیت ۷ میں اللہ نے قریش کا قول نقل فرمایا ہے قریش نے کہا مَا سَمِعْنَا بِھٰذَا فِی الْمِلَّۃِ الْاٰخِرَۃِ (ہم نے پچھلے مذہب میں یا اور مذہب میں یہ بات نہیں سنی) علامہ بغوی نے معالم التنزیل میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس، کلبی اور مقاتل کے نزدیک اس جگہ ملتِ آخرۃ سے نصرانیت مراد ہے اس لئے کہ نصرانیت توحید سے خالی ہو چکی تھی (اور تثلیث پر مبنی تھی) مجاہد اور قتادہ کا قول ہے کہ مذہب قریش مراد ہے۔ بہر حال مذہب قریش مراد ہو یا تثلیثی نصرانیت دونوں دستورِ الٰہی پر مبنی نہیں۔

شاید راغب کی مراد یہ ہو کہ ملّۃ اصل میں

تو اس دستورِ الٰہی کا ہی نام ہے جو انبیاء کی معرفت بھیجا جاتا ہے لیکن اگر انسانی دماغ کبھی اس میں خود برد کر لیں اور بگاڑ دیں تب بھی بطور مجاز اس پر لفظ ملّت کا اطلاق ہو جاتا ہے کیونکہ خود برد کرنے والوں کے دعوئی ہیں تو شکستہ بریدہ دین یا دستور بھی اللہ کا بھیجا ہوا دین ہوتا ہے، واللہ اعلم۔

امام راغب نے دین اور ملّت کا فرق ظاہر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ لفظِ ملّت کی اضافت صرف انبیاء کی طرف ہوتی ہے کسی غیر نبی کی طرف نہیں ہوتی اور نہ اللہ کیطرف ہوتی ہے اسی لئے مِلَّةُ اللّٰهِ یا مِلَّةُ زَیْدٍ یا مِلَّتِیْ نہیں کہا جاتا ہاں دین کا استعمال عام ہے دِیْنُ اللّٰهِ دِیْنُ الْأَنْبِیَاءِ اور دِیْنُ زَیْدٍ ہر ایک صحیح ہے۔ لفظِ ملّت کی انبیاء کے ساتھ تخصیص بھی امام کے اسی نظریہ پر مبنی ہے کہ ملت صرف دستورِ الٰہی کا نام ہے جو انبیاء کی معرفت بھیجا جاتا ہے نہ کہ غیر انبیاء کی طرف اضافت خود ۱۲/۵ کی آیت ۳۷ میں موجود ہے، امام راغب نے لفظِ ملّت کا استعمالی ماخذ أَمْلَلْتُ الْکِتَابَ کو قرار دیا ہے اگر کوئی تحریر آپ کسی سے لکھوائیں تو آپ کہیں گے أَمْلَلْتُ الْکِتَابَ تو گویا اللہ کی جاری کردہ یا تحریر کردہ چیز ملّت ہوئی اور دین کا معنی ہے طاعت، ایک اضافی چیز ہے اطاعت کرنیوالا بھی ہونا چاہئے اور جس کی اطاعت کی جائے اس کا ہونا بھی ضروری ہے اسلئے دین کی اضافت مطیع اور مطاع دونوں کی طرف ہوتی ہے

مَلَّةٌ گرم راکھ، گرم ریت، مَلِیْلَةٌ بخار کی گرمی (قاموس) یا وہ حرارت جو انسان محسوس کرتا ہے (المفردات)

مَلَال بخار کا پسینہ، عادت، کمر کا درد، بیماری یا غم سے بے چین ہو جانا، روٹی یا گوشت راکھ پر گرم کرنا (نصر و سمع) مَلَّةٌ۔ مَلَلٌ، مَلَالٌ، مَلَالَةٌ (باب سمع) کسی چیز سے اکتا جانا۔ بے آرام کرنا۔ مَلْمَلَةٌ جلدی کرنا۔ اِمْلَالٌ (باب افعال) اکتا دینا سفر دراز ہونا۔ مضمون بول کر لکھوانا۔ تَمَلُّلٌ (باب تفعل) کسی مذہب کو اختیار کرنا۔ بخار میں پسینہ آنا۔ بیماری یا غم سے بے چین ہو جانا۔ اِمْتِلَالٌ (افتعال) کوئی مذہب اختیار کرنا۔ جلدی جانا۔ اِسْتِمْلَالٌ (باب استفعال) اکتا جانا۔ تَمَلْمُلٌ (تفعلل) بے چین اور مضطرب ہو جانا۔

پ ۱/۱۶ مکسور مضاف ب ۱ منصوب ب ۱۵ منصوب
ب منصوب ب ۱۲/۱۵ مل منصوب ب ۲۲ منصوب ب ۱۷

منصوب ہر جگہ دینِ الٰہی مراد ہے ۱۲/۱۵ منصوب
۱ میں مذہب شرک مراد ہے ۲۳/۱ مجرور معرف
باللام برقول ابن عباس کلبی ومقاتل تثلیثی نصرانیت
اور برقول مجاہد وقتادہ مذہب قریش مراد ہے
(لغوی)

مِلَّتِكُمْ : مضاف مجرور کُمْ مضاف الیہ تمہارے
مذہب میں یعنی مذہب شرک میں۔ ۹/۱ ۔

مِلَّتِنَا : مضاف مجرور نا ضمیر جمع متکلم مضاف
الیہ، ہمارے مذہب میں یعنی مذہب شرک
میں ۔ ۹/۱ ۱۳/۱۵ ۔

مِلَّتَهُمْ : مضاف منصوب هُمْ ضمیر جمع
مذکر غائب مضاف الیہ۔ ان کا مذہب یعنی
مذہب شرک۔ ۱/۱۴ ۔

مِلَّتِهِمْ : مضاف مجرور، هِمْ ضمیر مضاف
الیہ، ان کے مذہب میں، یعنی مذہب شرک میں
۱۵/۱۵ (۹ سے ۱۵/۱۵ تک پانچوں جگہ مِلّۃ سے
ملت شرک مراد ہے)

مَلْجَأً : ۱/۲ اسم ظرف مکان، پناہ کی جگہ
کوئی مصدر، پناہ پکڑنا (فتح وسمع) مَلجَأ بھی
مصدر ہے۔

مَلْجَأً : ۱/۳ اسم ظرف مکان، پناہ کی جگہ

اِلْجَاءٌ (باب افعال) کسی کو کسی کام پر مجبور
کرنا۔ کوئی کام خدا کے سپرد کر دینا۔ تَلْجِئَۃٌ
(باب تفعیل) کسی کو کسی کام پر مجبور کرنا۔ کوئی چیز
جھوٹ بول کر فروخت کرنا۔ اِلتجاءٌ

مِلْحٌ : اسم مفرد۔ نمکین۔ ۱۹/۲ ۲۲/۱۴ ۔
مِلْحٌ، نمک نمکین، چربی۔ فربہ۔ بے وفا
مُلْحَۃٌ دریا کی گہرائی۔ مُلْحٌ شیرخوارگی۔ دانائی۔
نمکینی۔ فربہی، خوبی، حرمت، قسم، عہد، حق
واجب، مِلْحَۃٌ حرمت۔ قسم۔ ذمہ۔ مَلِیحٌ نمکین
خوبصورت۔ مِلَاحٌ اور اَمْلَاحٌ جمع۔
مُلْحَۃٌ خوف، ہیبت۔ برکت۔ مزہ دار بات،
نمکین۔ سفیدی سیاہی آمیز یعنی گندمی۔
مِلَاحٌ کشتی کو چلانے والی ہوا۔ لباس، زرہ
مُلَاحَۃٌ کشتی بانی۔ مُلَاحٌ اور مُلَّاحٌ نمکین،
خوبصورت۔ مَالِحٌ کھاری پانی۔ اَمْلَحُ گندمی،
مَلَّاحٌ نمک فروش۔ نمک والا کشتی بان درستی
کا خواستگار۔ اصلاح کا ذمہ دار۔ مَمْلَحَۃٌ نمک
اور شورہ کی کان۔ مِمْلَحَۃٌ نمکدان، مَلْحٌ (فتح)
غیبت کرنا۔ بچہ کو دودھ دینا۔ ہانڈی میں نمک
ڈالنا۔ جانور کو نمک کھلانا (کرم و فتح ونصر)
پانی کو نمکین کر دینا اور صرف کرم سے نمکین

اور خوبصورت ہو جانا۔ اِنْمَلَاحٌ (انفعال) کھاری پانی میں اترنا میٹھے پانی کا کھاری ہو جانا۔ کھاری پانی پلانا۔ ہانڈی میں زیادہ نمک ڈالنا۔ کسی شیکو نمکین بنا دینا۔ تَمْلِيحٌ (تفعیل) موٹا ہونا۔ ہانڈی میں نمک زیادہ کر دینا۔ کوئی مزہ دار اچھا شعر کہنا۔ مُمَالَحَةٌ (مفاعلۃ) شرکت میں دودھ پینا۔ شرکت میں سفر کرنا۔ باہم بھروسہ کرنا۔ مِلَاحٌ (مفاعلۃ) بادِ جنوبی کے بعد بادِ شمالی چلنا۔ تَمَلُّحٌ فربہ ہونا۔ اِمْتِلَاحٌ (افتعال) سیج میں جھوٹ ملا دینا۔ اِسْتِمْلَاحٌ (استفعال) نمکین پانا۔ نمکین سمجھنا (قاموس وصحاح وتاج)

اَلْمَلْعُوْنَةَ : اسم مفعول واحد مؤنث لَعْنٌ مادہ۔ باب فتح۔ بُرا۔ لعنت کیا ہوا۔ پ۱۵/۶ (دیکھو لَعَنَ ولَعْنًا ولعنتی)

مَلْعُوْنِيْنَ : اسم مفعول جمع مذکر منصوب لعنت کئے ہوئے۔ پھٹکاری۔ راندۂ درگاہ پ۲۲/۵ (دیکھو لَعَنَ ولَعْنًا)

مُلْقُوْنَ : اسم فاعل جمع مذکر مرفوع۔ اِلْقَاءٌ مصدر، باب افعال۔ اصل میں مُلْقِيُوْنَ تھا ڈالنے والے۔ پیش کرنیوالے۔ پ۱۱/۱۲ پ۱۹/۷ (دیکھو لِقَاءٌ اور لِقَائِهٖ اور لقوا)

اَلْمُلْقِيَاتِ : اسم فاعل جمع مؤنث اَلْمُلْقِيَةُ واحد، اِلْقَاءٌ مصدر، پیش کرنیوالے پہنچانیوالے یعنی اللہ کی وحی انبیاء کو پہنچانیوالے ملائکہ، بقول ابن کثیر اسجگہ بالاجماع فرشتوں کی جماعت مراد ہے پ۲۹/۲۱ (دیکھو لقاء ولقائہ ولقوا)

اَلْمُلْقِيْنَ : اسم فاعل جمع مذکر منصوب، اَلْمُلْقِيْ واحد، القاء مصدر، پیش کرنیوالے، پھینکنے والے ڈالنے والے۔ پ۹/۴ (دیکھو لقاء ولقائہ ولقوا)

مَلَكٌ : اسم جنس نکرہ مرفوع، فرشتہ، پ۷/۱۱، پ۱۲/۲،۳،۱۴ پ۱۸/۱۶۔

مَلَكٍ : اسم جنس نکرہ مجرور، فرشتہ۔ پ۲۱/۱۴

مَلَكُ : اسم جنس معرفہ مضاف مرفوع فرشتہ۔ پ۲۱/۱۴

اَلْمَلَكُ : اسم جنس معرف باللام مرفوع، فرشتے، فرشتوں کی جماعت، پ۲۹/۵ پ۳۰/۱۴ (ملک کی تنقیح کے لئے دیکھو الملائکۃ)

اَلْمَلِكُ : صیغہ صفت مرفوع معرفہ، مُلْكٌ مادہ بادشاہ، بااقتدار، پ۱۲/۱۶،۱۷ پ۱۳/۱ پ۱۶/۱۵ پ۱۸/۲ پ۲۸/۶۔

اَلْمَلِكِ : صیغہ صفت مجرور معرف باللام، مُلْكٌ مادہ، بادشاہ، بااقتدار۔ پ۱۳/۳ پ۲۸/۱۱۔

مَلِكِ : صیغہ صفت مجرور معرفہ مضاف مُلْكٌ مادہ، بادشاہ۔ حاکمِ اعلیٰ۔ پ۳۰/۳۹

مَلِكًا: صیغۂ صفت منصوب نکرہ، مَلِک مادہ بادشاہ، حاکمِ اعلیٰ۔ پ ۲/۱۶

مَلِكٌ: صیغۂ صفت مرفوع نکرہ، کوئی بادشاہ پ ۱۶/۱ پ ۱۲/۱۶، ۱۷ پ ۱۳/۱، ۳ میں مصر کا بادشاہ مراد ہے جو حضرتِ یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں تھا پ ۱۶/۱ میں کوئی حکمراں یا بادشاہ مراد ہے جس کے ظلم سے محفوظ رکھنے کیلئے حضرتِ خضر نے کشتی کا تختہ توڑ دیا تھا پ ۲/۱۶ میں کوئی حاکمِ اعلیٰ، باقی آیات میں بادشاہِ حقیقی یعنی اللہ مراد ہے) (دیکھو مالک اور مالکون)

مَلَكًا: اسم جنس منصوب نکرہ، فرشتہ۔ پ ۷ پ ۱۵/۱۱ (دیکھو الملائکہ)

اَلْمُلْكُ: اسم اور مصدر مرفوع معرف باللام پ ۳/۱۶ پ ۷/۱۵ پ ۱۷/۱۴ پ ۱۹/۱ پ ۲۲/۱۴ پ ۲۳/۱۵ پ ۲۴/۷، ۹ پ ۲۸/۱۵ پ ۲۹/۱۔

مُلْكُ: اسم اور مصدر مرفوع، مضاف پ ۳/۱۰ پ ۶/۷، ۱۰ پ ۷/۶ پ ۹/۱۰ پ ۱۱/۳ پ ۱۸/۱۲، ۱۶ پ ۲۳/۱۰، ۱۱ پ ۲۴/۳ پ ۲۵/۶، ۱۱، ۱۳ پ ۲۵/۷ پ ۲۶/۱ پ ۲۷/۱۷ پ ۳۰/۱۰۔

اَلْمُلْكَ: اسم اور مصدر منصوب معرف باللام۔ پ ۲/۱۷ پ ۳/۳، ۱۱۔

اَلْمُلْكِ: اسم مصدر، مجرور معرف باللام پ ۱/۱۲ پ ۲/۶ پ ۳/۱۱ پ ۵/۵ پ ۱۳/۵ پ ۱۵/۱۲۔

مُلْكًا: اسم منصوب نکرہ پ ۵/۵ پ ۲۳/۱۲ پ ۲۹/۱۹۔

مُلْكٍ: اسم نکرہ مجرور۔ پ ۱۶/۱۶۔

مُلْكَهٗ: اسم معرفہ منصوب مضاف، ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔ پ ۲/۱۶۔

مُلْكِهٖ: اسم معرفہ مجرور مضاف، ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔ پ ۲/۱۶۔

مُلک کا معنی ہر جگہ غلبہ، اقتدارِ اعلیٰ اور بادشاہت ہے صرف پ ۷/۱ اور پ ۷ میں بارش، رزق اور غلہ کے خزانے مراد ہیں اور پ ۱۵/۱۲ میں الوہیت اور پ ۱/۱۲ میں عہدِ سلطنت۔ (دیکھو مالک اور مالکون)

اَلْمَلَكَيْنِ: اسم معرفہ تثنیہ مجرور الملک واحد دو فرشتے پ ۱/۱۲ حضرتِ ابنِ عباس اور حسن بصری نے اَلْمَلِكَيْنِ روایت کیا ہے یعنی دو بادشاہ۔ یہ دونوں جادوگر تھے، حسن بصری نے کہا دو عجمی ساحر تھے کیونکہ فرشتے سحر سے واقف نہیں ہوتے۔ (معالم) (دیکھو الملائکہ)

مَلَكَيْنِ: تثنیہ منصوب، مَلَکٌ واحد، دو فرشتے، پ ۸/۹ (دیکھو الملائکہ)

اَلْمُلُوْكَ: جمع منصوب حرفاً، مَلِکٌ واحد بادشاہ یعنی فاتح بادشاہ۔ پ ۱۹/۱۸۔

مُلُوکًا : جمع منصوب نکرہ، مَلِکٌ واحد بادشاہ ۶/۸ (دیکھو مالک و مالکون)

مَلَکَتْ : واحد مؤنث غائب ماضی معروف مِلْکٌ مادہ مالک ہوں، ملک میں ہوں (دیکھو مالک و مالکون) ۴/۱۲ ۵/۳ ۱۴/۱۶ ۱۸/۱۰،۱۴ ۲۱/۷ ۲۲/۳،۴ ۲۹/۷۔

مَلَکْتُمْ : جمع مذکر حاضر ماضی معروف مِلْکٌ مادہ۔ تم مالک ہو ۱۸/۴ (دیکھو مالک اور مالکون)

مَلْکِنَا : مَلْکِ اسم مضاف نا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ، ہمارے اختیار میں، ہماری قدرت میں ۱۶/۱۳ (دیکھو مالک اور مالکون)

مَلَکُوْتُ : مصدر مرفوع مضاف، مَلْکٌ فعل، مبالغہ کے لئے تا بڑھائی گئی ہے جیسے رَحَمُوْتٌ اور رَھَبُوْتٌ اقتدار کامل، غلبۂ تامہ، حکومت حقیقیہ بقول راغب ملکوت اللہ کی ملک کے لئے مخصوص ہے۔ ۵/۱۵ ۲۳/۴۔

مَلَکُوْتِ : مصدر مجرور، اقتدار کامل، غلبۂ تامہ، حکومت حقیقیہ۔ ۷/۱۵۔

مَلُوْمٍ : اسم مفعول واحد مذکر مجرور لَوْمٌ مادہ، ملامت زدہ۔ ملامت کیا ہوا۔ ۲۷/۲۔

مَلُوْمًا : اسم مفعول واحد مذکر منصوب لَوْمٌ مادہ ملامت زدہ۔ ۱۵/۳،۴

مَلُوْمِیْنَ : اسم مفعول جمع مذکر مجرور، مَلُوْمٌ واحد لَوْمٌ مادہ، ملامت کیے گئے، ملامت زدہ ۱۸/۱ ۲۹/۷ (لَوْمٌ کے معنی کی تنقیح کے لئے دیکھو لَوْمًا لَوْمَۃَ لَائِمٍ)

مَلِیًّا : اسم منصوب، زمانۂ دراز (معالم و مدارک) ۱۶/۶۔

مَلَا جنگل، بیابان۔ مَلَوَانِ تثنیہ رات دن۔ مَلًا واحد۔ مَلَاۃٌ سراب والاسیلان مَلِیٌّ زمانہ دراز، لمبا وقت، مَلَاوَۃٌ اور مُلُوَۃٌ زمانہ۔ لمبا وقت۔ مَلْوٌ مصدر، مَلَا ماضی (نصر) بہت زیادہ سیر کرنا۔ اِمْلَاءٌ (باب افعال) فائدہ دینا، مہلت دینا، زمانہ دراز گزار دینا۔ رسی ڈھیلی چھوڑ دینا، لکھنا۔ مضمون بول کر دوسرے سے لکھوانا۔ تَمْلِیَۃٌ (تفعیل) فائدہ دینا۔ تَمَلِّیْ (تفعل) فائدہ پانا۔ اِسْتِمْلَاءٌ (استفعال) املا پوچھنا۔

مُلِئَتْ : واحد مؤنث غائب ماضی مجہول بھر دیا گیا ہے۔ ۲۹/۱۱ (دیکھو مالئون)

مُلِئْتَ : واحد مذکر حاضر ماضی مجہول بمعنی مضارع تو بھر جائے گا، بھر دیا جائے گا۔ ۱۵/۱۵ (دیکھو مالئون)

مَلِیْکٍ : صیغہ صفت برائے مبالغہ مِلْکٌ

مادہ، بڑا بادشاہ۔ ۲۷/۲ (دیکھو مالک اور ملکوت)

مُلِیْمٌ: اسم فاعل واحد مذکر، اَلْاَمَۃُ مصدر، ملامت یا لوم کا مستحق (جلالین) ایسا کام کرنے والا جس پر ملامت کی جائے (معالم) ۲۳/۹ ۲۷/۱ (دیکھو لُوْمًا لَوْمَۃَ لَائِمٍ)

مِمَّ: مرکب ہے، اصل میں مِنْ مَا تھا، مِنْ حرف جر، مَا کلمۂ استفہام، کس چیز سے۔ ۳۰/۱۱۔

مِمَّا: مرکب ہے اصل میں مِنْ مَا تھا، مِنْ حرف جر، مَا اسم موصول یا زائدہ یا مصدریہ یا استفہامیہ ۱/۳،۴،۷،۹ ۲/۵،۹،۱۳،۱۶،۱۷ ۳/۲،۴،۵ ۴/۱،۸،۱۲،۱۳ ۵/۱،۲،۳،۹ ۶/۴،۹،۷ ۷/۱،۲،۳ ۷/۱۵ ۸/۱،۳،۴،۱۳ ۹/۱۵ ۱۰/۵،۶ ۱۱/۸،۱۱،۱۵ ۱۲/۳،۵ ۱۲/۶،۸،۹،۱۴،۱۵،۱۶ ۱۳/۸،۹،۱۴،۱۵،۱۷ ۱۴/۱۳،۱۵،۱۷،۲۱ ۱۴/۲۲ ۱۵/۴،۵،۱۸،۲۱ ۱۷/۲،۱۲،۱۳ ۱۸/۱،۳،۹،۱۰ ۱۹/۳،۱۳،۱۶ ۲۰/۱۲،۹ ۲۱/۴،۷،۱۴،۱۵ ۲۲/۳،۱۶،۱۹ ۲۳/۳،۴،۱۵ ۲۴/۹،۱۵ ۲۵/۴،۸،۹ ۲۶/۲ ۲۷/۳،۴،۱۷ ۲۸/۳،۴،۷،۱۴،۱۷ ۲۹/۸،۱۰،۲۲ ۔

اَلْمَمَاتُ: اسم و مصدر، موت اور مرنا ۱۵/۸

موت ضدِ حیات یا عدمِ حیات کا نام ہے

حیات کی جتنی انواع ہیں اتنی ہی موت کی۔

۱۔ قوتِ نامیہ نہ ہونا یا نمو مفقود ہونا جیسے یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا اور بَلْدَةً مَّيْتًا۔

۲۔ بے حس ہو جانا جیسے اَاِذَا مَا مِتُّ

۳۔ علمی موت یعنی جہالت جیسے اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا یا لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى ۴۔ زندگی کو بے لطف بنا دینے والا غم جیسے وَيَأْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ۵۔ نیند، محاورہ ہے اَلنَّوْمُ مَوْتٌ خَفِيْفٌ وَالْمَوْتُ نَوْمٌ ثَقِيْلٌ نیند ہلکی موت ہے اور موت بھاری نیند۔

مَائِتٌ وہ شخص جو رفتہ رفتہ گھل رہا ہو ایک شاعر کا قول ہے: يَمُوْتُ جُزْءًا فَجُزْءًا اور مَیِّتٌ وہ شخص جس کی روح کا تعلق بدن سے منقطع ہو گیا (یا عقل مردہ ہو گئی ہو) قاضی علی بن عبدالعزیز نے کہا عربی میں مَائِتٌ کا یہ معنی نہیں ہے مَیْتٌ مَیِّتٌ کا مخفف ہے لیکن مَیِّتٌ بھی آیا ہے اور بَلْدَةً مَّيْتًا بھی، مَيْتَةٌ مردار جانور، مَوْتَانٌ غیر آباد زمین جس پر سبزی موجود نہ ہو مَوَاتٌ کا بھی یہی معنی ہے۔ مُوْتَانٌ عام موت کے لئے بھی مستعمل ہے جیسے وَقَعَ فِي الْاِبِلِ مُوْتَانٌ كَثِيْرٌ اونٹوں میں بکثرت مری پھیل گئی نَاقَةٌ مُمِيْتَةٌ اور مُمِيْتٌ وہ اونٹنی جس کا بچہ مر گیا ہو، مُمِيْتٌ اِمَاتَةٌ (باب افعال) کا اسم فاعل بھی ہے مُسْتَمِيْتٌ وہ بہادر جو موت

کی تلاش میں رہتا ہے ایک شاعر کہتا ہے فَاَعْطَيْتَ
اَلْجُعَالَةَ مُسْتَمِيْتًا تو نے بہادر کو انعام یا مزدوری
دی۔ مُوْتَةٌ ایک طرح کا جنون، مرگی، بیہوشی
یعنی عقل و علم کی موت۔ رَجُلٌ مَوْتَانُ الْقَلْبِ
مردہ دل مرد۔ اِمْرَاَةٌ مَوْتَانَةُ الْقَلْبِ مردہ
دل عورت، مُتَمَاوِتٌ دکھاوٹ کی عبادت
کرنے والا۔ مَوْتٌ مصدر، مرنا۔ مَاتَ ماضی
(نصر، سمع، ضرب)

مَمَاتُهُمْ : مضاف و مضاف الیہ، انکی
موت، ان کا مرنا۔ ۲۵/۱۸ ۔

مَمَاتِيْ : مضاف و مضاف الیہ، میری موت
میرا مرنا۔ ۹ ۔

اَلْمُمْتَرِيْنَ : اسم فاعل جمع مذکر مجرور،
اَلْمُمْتَرِيْ واحد، اِمْتِرَاءٌ مصدر باب افتعال،
شک میں پڑنیوالے، تردد کرنیوالے ۲/۱ ۳/۱۴
۱۱/۱۵ (دیکھو مِرْيَةٌ اور مِرَاءٌ)

مُمِدٌّ : اسم فاعل واحد مذکر، اِمْدَادٌ مصدر
باب افعال۔ مدد دینے والا۔ ۹/۱۵ (دیکھو مَدَّ
مَدًّا مَدَدًا)

مُمَدَّدَةٍ : اسم مفعول واحد مؤنث تَمْدِيْدٌ
مصدر باب تفعیل، لانبے کیے گئے (لانبے لانبے
ترجمہ مولانا تھانوی ۳۰/۲۹ (دیکھو مَدَّ و مَدًّا و مَدَدًا)

مَمْدُوْدٍ : اسم مفعول واحد مذکر مجرور، مَدٌّ
مصدر، باب نصر، دراز کیا گیا، لانبا (ترجمہ مولانا
اشرفعلی) ہمیشہ رہنے والا (جلالین) یعنی دھوپ
کی وجہ سے کبھی زائل نہ ہونے والا (معالم)
۲۷/۱۴ (دیکھو مَدَّ مَدًّا مَدَدًا)

مَمْدُوْدًا : اسم مفعول واحد مذکر منصوب
مَدٌّ مصدر باب نصر، بڑھایا گیا۔ کثیر (جلالین
و ترجمہ مولانا اشرفعلی) بعض کا قول ہے کہ ممدود
ترقی پذیر یا در بڑھنے والے مال کو کہتے ہیں جیسے
کھیتی باڑی مویشی اور مالِ تجارت (معالم) ۲۹/۱۵

مُمَرَّدٌ : اسم مفعول واحد مذکر، تَمْرِيْدٌ مصدر
مرد، مادہ، چکنا، صاف، ہموار۔ ۱۹/۱۸ کسی محل
کی دیواروں اور زمین کا چکنا ہونا اسکے حسن کو
دوبالا کرتا ہے، ایک شاعر کہتا ہے ؎

لِيْ مَجْدَلٍ شَيْدٌ بُنْيَانُهُ يَزِلُّ عَنْهُ ظُفْرُ الطَّائِرِ

ایک مضبوط محل میں جس کی دیواروں
پر ایسا پلاستر کر دیا گیا ہے کہ پرندہ کے پنجے اسپر
پھسلتے ہیں (دیکھو مَارِدٌ)

مُمَزَّقٍ : مصدر میمی بروزن اسم مفعول، باب
تفعیل، ٹکڑے ٹکڑے کرنا۔ ۲۲/۸ ۔

مُرْقٌ اور مُزْقَۃٌ (ضرب) پھاڑ ڈالنا ٹکڑے ٹکڑے کر دینا (ضرب و نصر) کسی کو بُرا سمجھنا، عیب لگانا، طعن کرنا۔ تَمْزِیْقٌ (تفعیل) خوب پارہ پارہ کر دینا۔ تَمَزُّقٌ (تفعّل) پارہ پارہ ہو جانا۔

مُمْسِكَ : اسم فاعل واحد مذکر منصوب بنفی جنس۔ اِمْسَاکٌ مصدر (باب افعال) روکنے والا، بند کرنے والا یعنی کوئی روکنے اور بند کرنے والا نہیں۔ پ۲۲/۱۳ (دیکھو مُسْتَمْسِكُوْنَ)

مُمْسِكَاتُ : اسم فاعل جمع مؤنث، مُمْسِكَۃٌ واحد اِمْسَاکٌ مصدر (افعال) روکنے والیاں یعنی وہ فرضی دیویاں جنکی یہ پرستش مشرک کرتے تھے پ۲۴/۱ (دیکھو مُسْتَمْسِكُوْنَ)

مُمْطِرٌ : اسم فاعل واحد مذکر، اِمْطَارٌ مصدر باب افعال، مطر مادہ، بارش کرنے والا۔ مینہ برسانے والا۔ پ۲۶/۳ (دیکھو مطراً)

مَمْلُوْكًا : اسم مفعول واحد مذکر، مِلْکٌ مادہ باب ضرب، ملک میں لایا ہوا، وہ جو کسی کی ملکیت میں ہو یعنی غلام (معالم) پ۱۴/۱۶ عبد مملوک سے مراد ابجہ ہر کافر ہے (البغوی) یا بقول عطار بروایت ابن جریر ابوجہل مراد ہے

(دیکھو مالک، ملکوت)

مِمَّنْ : مرکب مِنْ حرف جار اور مَنْ اسم موصول سے۔ پ۱/۱۴،۱۶ پ۲/۱ پ۳/۷،۱۱ پ۵/۱۵ پ۶/۷ پ۷/۹،۱۷ پ۸/۴،۷،۱۱ پ۹/۱۲ پ۱۱/۲،۷ پ۱۲/۴،۱۰ پ۱۵/۷،۱۴،۲۰ پ۱۶/۷،۱۰ پ۲۰/۳،۸ پ۲۱/۳،۱۵ پ۲۲/۳،۸ پ۲۳/۱۵ پ۲۴/۱،۱۹ پ۲۵/۱ پ۲۶/۱ پ۲۸/۹۔

مَمْنُوْعَۃٍ : اسم مفعول واحد مؤنث، مَنْعٌ مادہ، باب فتح۔ روکا گیا یعنی اہل جنت کو اس سے کوئی روکنے والا نہ ہوگا پ۲۷/۱۴ (دیکھو مانعتہم)

مَمْنُوْنَ : اسم مفعول واحد مذکر، مَنٌّ مادہ، باب نصر، کم کیا ہوا، قطع کیا ہوا یعنی ان کا اجر کم نہ کیا جائیگا، نہ منقطع اور ختم ہوگا (عام مفسرین) یا بیشمار (راغب قائل مجہول) یا بغیر عمل (ضحاک رواہ البغوی) شاید بیشمار کا معنی اس لئے لیا گیا کہ ممنون کو مِنَّت یا مَنٌّ مصدر سے مشتق نہیں قرار دیا گیا بلکہ اس کا ماخذ مَنٌّ (اسم) کو قرار دیا گیا اور مَنٌّ کا معنی ہے وزن کشی کا باٹ تو ممنون کا ترجمہ ہوا موزون اور غیر ممنون غیر موزون ہوگیا اور بے وزن دینے کا مطلب ہے بیشمار دینا اسلئے غیر ممنون کا ترجمہ ہوگیا بیشمار۔

مِنَّۃٌ کا معنی ہے بھاری احسان، اسکی دو صورتیں

ہوتی ہیں عملی اور قولی۔

۱۔ منّۃ عملی کا معنی ہے کسی کو بڑی نعمت دینا، نعمت کسی پر لاد دینا جیسے لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ۔ فَمَنَّ اللّٰہُ عَلَیْکُمْ۔ وَلَقَدْ مَنَنَّا۔ منّۃ عملی کا استحقاق حقیقت میں اللہ کے سوا کسی کو نہیں ۲۔ منّۃ قولی کا معنی ہے احسان جتانا۔ احسان رکھنا۔ احسان کر کے جتانا انسانی معاشرت میں برا شمار کیا جاتا ہے اور یہ بھی بُرا۔ مشہور مقولہ ہے اَلْمِنَّۃُ تَھْدِمُ الصَّنِیْعَۃَ احسان جتانا احسان کو ڈھا دیتا ہے، ہاں کفرانِ نعمت اور ناشکری کے وقت جائز ہے مشہور مثل ہے اِذَا کُفِرَتِ النِّعْمَۃُ حَسُنَتِ الْمِنَّۃُ جب نعمت کی ناشکری کی جائے تو احسان جتانا اچھا ہے۔

مَنٌّ مصدر (باب نصر) کسی کے ساتھ بھلائی کرنا۔ کبھی مَنٌّ کا معنی ہوتا ہے احسان بلا عوض جیسے فَاِمَّا مَنًّا یا بلا عوض آزاد کر دو، اسی معنی کا لحاظ کرتے ہوئے غالباً ضحاک نے غیر ممنون کا ترجمہ بغیر عمل کیا ہے۔ مَنٌّ کا معنی کم کرنا اور قطع کرنا بھی ہے۔ غیر ممنون کے مشہور ترجمہ میں یہی معنی ماخوذ ہے۔ مَنُوْنٌ زمانہ اور موت جو تعداد کو کم اور زندگی کو قطع کر دیتی ہے ایسی مالدار عورت کو بھی مَنُّوْن کہا جاتا ہے جو شوہر پر اپنے مال کا احسان رکھے، مَنَّانٌ بڑی نعمت دینے والا مُنَّۃٌ توانائی۔ طاقت۔

مَنٌّ (اسم) شبنمی گوند جو وادیٔ تیہ میں درختوں کے پتوں پر روزرات کو جم جاتا تھا۔ ترنجبین، مَنِیْنٌ گرد وغبار۔

مُمَانَنَۃٌ (مفاعلہ) کسی کی حاجت پوری کرنے میں تردد کرنا۔ تَمَنُّنٌ (تفعل) سست اور عاجز ہو جانا۔ اِمْتِنَانٌ (افتعال) نعمت دینا۔ ۲۴/۱۵ ۲۹/۳ ۳۰/۲۰۹۔

مِنْ : حرفِ جر ہے، مختلف معانی کے لئے مستعمل ہے۔

۱۔ ابتدائیہ معنی سے، اس معنی کے لئے مِنْ کا استعمال بکثرت ہے جیسے اِنَّہٗ مِنْ سُلَیْمٰنَ اور مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (اخفش، مبرد، ابن درستویہ، عام علماء کوفہ)

۲۔ تبعیضیہ، جیسے مِنْھُمْ مَّنْ کَلَّمَ اللّٰہُ اور حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ۔

۳۔ بیانِ جنس کے لئے، یہ اکثر مَا یا مَھْمَا کے بعد آتا ہے جیسے مَا یَفْتَحِ اللّٰہُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَۃٍ اور مَا نَنْسَخْ مِنْ آیَۃٍ اور مَھْمَا تَاْتِنَا بِہٖ مِنْ

آیۃ۔ کبھی بغیر مَا اور مَہْمَا کے بھی آتا ہے جیسے یُحَلَّوْنَ فِیْہَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَہَبٍ اور یَلْبَسُوْنَ ثِیَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ اور فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ اور وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْہُمْ اور اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰہِ وَالرَّسُوْلِ مِنْ بَعْدِ مَا اَصَابَہُمُ الْقَرْحُ اور لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا مِنْہُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِیْمٌ۔ بعض لوگوں کے نزدیک پہلی دونوں آیتوں میں مِنْ تبعیضیہ ہے اور تیسری آیت میں ابتدائیہ۔ بعض علماء نے آخری تینوں آیات میں مِنْ کو تبعیضیہ کہا ہے لیکن صاحب مغنی اللبیب نے کہا ہے کہ بیانیہ ہے تبعیضیہ کہنا غلط ہے۔

۴۔ تعلیلیہ یعنی حکم کی علت اور سبب بیان کرنے کے لئے جیسے مِمَّا خَطِیْئَاتِہِمْ اُغْرِقُوْا۔

۵۔ بدلیہ یعنی بجائے جیسے اَرَضِیْتُمْ بِالْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا مِنَ الْاٰخِرَۃِ یعنی بَدَلَ الْاٰخِرَۃِ اور لَجَعَلْنَا مِنْکُمْ مَلٰٓئِکَۃً فِی الْاَرْضِ یعنی بَدَلَکُمْ۔

۶۔ تجاوز کے لئے عَنْ کا مرادف، جیسے فَوَیْلٌ لِلْقَاسِیَۃِ قُلُوْبُہُمْ مِنْ ذِکْرِ اللّٰہِ، یعنی اللہ کی یاد کو چھوڑ کر جن کے دل سخت پڑ گئے ہیں ان کے لئے ویل ہے اور یَا وَیْلَنَا قَدْ کُنَّا فِیْ غَفْلَۃٍ مِّنْ ہٰذَا یعنی ہائے اس کو چھوڑ کر ہم غفلت میں تھے۔

۷۔ بار کا مرادف جیسے یَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِیٍّ وہ دیکھیں گے چوری کی نگاہ سے (یونس)

۸۔ فِیْ کا مرادف جیسے اَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ مجھے دکھاؤ انہوں نے زمین میں کیا پیدا کیا اور اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَوْمِ الْجُمُعَۃِ۔ جب جمعہ کے نماز کے لئے اذان دی جائے۔

۹۔ عِنْدَ کا مرادف جیسے لَنْ تُغْنِیَ عَنْہُمْ اَمْوَالُہُمْ وَلَآ اَوْلَادُہُمْ مِّنَ اللّٰہِ شَیْئًا۔ یہ قول ابو عبیدہ کا ہے، عام علماء کے نزدیک اس جگہ مِنْ بدلیہ ہے۔

۱۰۔ عَلٰی کا مرادف جیسے وَنَصَرْنٰہُ مِنَ الْقَوْمِ یعنی عَلَی الْقَوْمِ۔

۱۱۔ ایک چیز کو دوسری چیز سے جدا کرنے کے لئے، یہ مِنْ دو متضاد چیزوں میں سے اول پر نہیں دوسرے پر آتا ہے جیسے وَاللّٰہُ یَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ اور حَتّٰی یَمِیْزَ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ، یہ قول ابن مالک کا ہے ابن ہاشم کا قول ہے کہ بظاہر ان دونوں آیات میں مِنْ ابتداء

کے لئے ہے یا تجاوز کے لئے۔

۱۲ زائدہ، عموم کا معنی پیدا کرنے کے لئے یا تاکید عموم کے لئے جیسے مَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا اور مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ اور فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ اور مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ اور مَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اور مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ اور وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِ الْمُرْسَلِيْنَ اور يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ اور نُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ

ایک شاعر کہتا ہے ؎

وَمَهْمَا تَكُنْ عِنْدَ امْرِئٍ مِنْ خَلِيْقَةٍ
وَاِنْ خَالَهَا تَخْفٰى عَلَى النَّاسِ تُعْلَمِ

آدمی کی جو طبعی عادت ہوتی ہے وہ معلوم ہی ہو جاتی ہے اگرچہ وہ خیال کرتا ہو کہ اس کی عادت لوگوں سے مخفی رہیگی۔

۱۳ رُبَّمَا کا مرادف، یہ قول صرف سیرافی اور ابنِ خروف اور ابنِ طاہر کا ہے قرآنِ مجید میں اسکی کوئی مثال نہیں۔

۱۴ غایت کے لئے جیسے رَاَيْتُهٗ مِنْ ذٰلِكَ الْمَوْضِعِ میں نے اس کو اس جگہ تک دیکھا۔ اس مثال میں مِنْ بمعنی اِلٰی ہے یہ سیبویہ کا قول ہے، ابنِ مالک کے نزدیک تجاوز کے لئے اور ابنِ ہاشم صاحبِ مغنی اللبیب کے نزدیک ابتداء کے لئے ہے۔ قرآن میں اس کی کوئی مثال نہیں۔

چند غور طلب آیات کی تنقیح

كُلَّمَا اَرَادُوْا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ میں اول مِنْ ابتدائیہ اور دوسرا تعلیلیہ ہے ارادہ کے متعلق۔

مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ مِنْ بَقْلِهَا میں دونوں جگہ ابتدائیہ ہے یا دوم بیانیہ۔

اَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ میں ابتدائیہ یا بدلیہ۔

مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ الخ میں اول بیانیہ دوسرا زائدہ تیسرا ابتدائیہ ہے

لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ میں اول ابتدائیہ اور دوسرا بیانیہ ہے۔

يَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُّكَذِّبُ میں بھی اول ابتدائیہ اور دوسرا بیانیہ ہے۔

نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ دونوں جگہ ابتدائیہ

ہے اور ثانی اول سے بدل ہے۔

(یاد رکھو کہ مِنْ کا نون ساکن ہوتا ہے لیکن جب بعد والے لفظ سے ملایا جاتا ہے تو سکون فتحہ سے بدل جاتا ہے)

۱ — ۱،۲،۳،۴،۶،۷،
۱ — ۸،۹،۱۰،۱۱،۱۲،۱۳،۱۴،۱۵،۱۶
۲ — ۱،۲،۳،۴،۵،
۲ — ۶،۷،۸،۹،۱۰،۱۱،۱۲،۱۳،۱۴،۱۵،۱۶،۱۷،
۳ — رکوع ۱ سے رکوع ۷ تک ہر رکوع میں
۴ — رکوع ۱ سے رکوع ۱۵ تک ہر رکوع میں
۵ — رکوع ۱ سے رکوع ۱۶ تک صرف رکوع ۹ مستثنیٰ ہے
۶ — رکوع اول سے پندرھویں تک ہر جگہ
۷ — ۱ سے ۱۹ تک ہر رکوع میں
۸ — ۱ سے ۸ تک صرف رکوع ۲ مستثنیٰ
۹ — ۱ سے ۱۸ تک ہر رکوع میں
۱۰ — ۱ سے ۸ تک
۱۱ — ۱ سے ۱۷ تک
۱۲ — ۱ سے ۱۰ تک
۱۳ — ۱ سے ۱۹ تک
۱۴ — ۱ سے ۲۲ تک
۱۵ — ۱ سے ۲۲ ہر رکوع میں
۱۵ — صرف ۱۵،۱۶ مستثنیٰ
۱۶ — ۱ سے ۱۷ تک
۱۷ — ۱ سے ۱۷ تک باستثناء ۱۲
۱۸ — ۱ سے ۸ تک
۱۹ — ۱ سے ۱۹ تک
۲۰ — ۱ سے ۱۶ تک
۲۱ — ۱ سے ۳ تک
۲۲ — ۱ سے ۱۹ تک
۲۳ — ۱ سے ۷ تک
۲۴ — ۱ سے ۲۰ تک
۲۵ — ۱ سے ۳ تک
۲۶ — ۱ سے ۸ تک
۲۷ — الغایۃ ۲۰
۲۸ — ۱ الغایۃ ۲۰
۲۹ — ۱ الغایۃ ۲۱ باستثناء ۱۳،۱۵،۱۷
۳۰ — ۱ سے ۳۹ تک باستثناء ۲،۳،۴،۶،۷،
۳۰ — ۹،۱۲،۱۴،۱۶،۱۸،۱۹،۲۰،۲۴،۲۵،۲۶،۲۷،۲۸،
۳۰ — ۲۹،۳۲،۳۳،۳۴،۳۵،۳۷۔

مَنْ: اسم ہے مختلف طور پر مستعمل ہے۔

۱۔ شرطیہ، مَنْ يَّعْمَلْ سُوْءًا يُّجْزَ بِهٖ اگر کوئی برائی کریگا اس کو اسکی سزا ملے گی۔

۲۔ استفہامیہ یعنی سوالیہ مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ہم کو ہماری خوابگاہ سے کس نے اٹھا دیا۔ فَمَنْ رَّبُّكُمَا تو تم دونوں کا رب کون ہے۔

۳۔ انکاریہ مَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ۔ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ اللہ کی اجازت کے بغیر کون ہے جو اسکے پاس سفارش کر سکے حقیقت میں یہ استفہام بمعنی انکار ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں مَنْ ذَا مرکب ہے مَاذَا کی طرح یعنی ایک مرکب لفظ ہے، ثعلب نے امالی میں اور ابوالبقاء نے اعراب میں انکار کیا ہے۔

۴۔ موصولہ جیسے اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کیا تم کو نہیں معلوم کہ آسمان و زمین میں جو کوئی ہے وہ اللہ کو سجدہ کرتا ہے۔

۵۔ موصوفہ، وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا کچھ لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے زمخشری نے کہا اگر النّاس پر الف لام عہدی کہا جائے تو مَنْ موصولہ ہے اور جنسی کہا جائے تو مَنْ موصوفہ ہے۔ بعض لوگوں کے نزدیک بہرحال

موصوف ہے۔ ایک شاعر کہتا ہے ؎

رُبَّ مَنْ اَنْضَجْتُ غَیْظًا قَلْبَہٗ

قَدْ تَمَنّٰی لِیَ الْمَوْتَ لَمْ یُطَعِ

ایسے بہت آدمی جن کے دل کو میں نے غصہ کی آگ سے پکادیا انہوں نے میری موت کی تمنا کی مگر انکی خواہش پوری نہ ہوئی۔ حضرت حسّان کا شعر ہے ؎

فَکَفٰی بِنَا فَضْلًا عَلٰی مَنْ غَیْرُنَا

حُبُّ النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ اِیَّانَا

اللہ کے نبی محمد کا ہم سے محبت کرنا دوسروں پر ہماری برتری کے لئے کافی ہے

فرزدق کا قول ہے ؎

اِنِّیْ وَاِیَّاکَ اِذَا حَلَّتْ بِاَرْحُلِنَا

کَمَنْ بِوَادِیْہِ بَعْدَ الْمَحْلِ مَمْطُوْرُ

جب محبوبہ ہمارے پڑاؤ پر فروکش ہو جائے تو میری اور تیری مثال اس شخص جیسی ہے جس پر اس کے وادی کے اندر خشک سالی کے بعد بارش ہوگئی ہو۔

۱

دوسرے رکوع سے ۱۶ تک ہر رکوع میں ہے باستثنا ر ۱۳ ر

۱ — ۵ ر ۶ ر ۷ و ۱۰ و ۱۱ | ۲ — الغایۃ ۱۷ باستثنا ر ۲ ر ۱۲ و ۱۵

۳ — ۱ سے ۷ تک باستثنا ر ۳ ر ۹ ر ۱۵ | ۴ — ۱ سے ۱۳ تک باستثنا ر ۲ ر ۳

۵ — ۱ سے ۹ تک باستثنا ۱۲ | ۶ — ۱ سے ۱۴ تک باستثنا ر ۲ ر ۳ ، ۶ ، ۹

۷ — ۱ سے ۱۹ تک باستثنا ر ۱ ر ۶ ر ۷ ، ۱۳ و ۱۵ ر ۱۹

۸ — ۱ سے ۱۰ تک باستثنا ر ۸ ر ۱۰ ر ۱۲ ، ۱۳ ر ۱۴ ، ۱۵ ، ۱۶

۹ — ۵ ر ۶ ر ۹ ر ۱۱ ر ۱۲ ، ۱۳ ر ۱۶ | ۱۰ — ۱ ر ۳ ر ۴ ر ۶ ر ۸ ر ۹ و ۱۰ ر ۱۳ و

۱۰ — ۱۴ ر ۱۵ ر ۱۶ | ۱۱ — ۱ سے لغایۃ ۱۶ باستثنا ر ۶ ر ۱۱

۱۲ — ۱ سے ۱۳ تک باستثنا ر ۱ ، ۵ ر ۷ ر ۱۱ ر ۱۲ | ۱۳ — الغایۃ ۸ باستثنا ر ۲ ر ۵ و

۱۳ — ۷ ر ۱۲ ر ۱۶ ر ۱۷ | ۱۴ — الغایۃ ۲۲ باستثنا ر ۵ ر ۶ ر ۷ ، ۹ ، ۱۰ و

۱۴ — ۱۲ ر ۱۳ ر ۱۴ ر ۱۷ و ۱۸ | ۱۵ — الغایۃ ۲۰ باستثنا ر ۱ ر ۲ ، ۱۵ ، ۱۶ و

۱۵ — ۱۸ ر ۹ | ۱۶ — الغایۃ ۱۷ باستثنا ر ۱ و ۳ ، ۶ | ۱۷ — الغایۃ ۱۵ باستثنا ر

۱۷ — ۳ ر ۱۲ و ۱۴ | ۱۸ — الغایۃ ۱۷ باستثنا ر ۳ ، ۱۲ ، ۷ ، ۹ ر ۱۳ ر ۱۶

۱۹ — الغایۃ ۱۹ باستثنا ر ۱ ر ۵ ر ۷ ، ۱۱ ، ۱۲ ر ۱۳ ر ۱۴ و ۱۷

۲۰ — الغایۃ ۱۶ باستثنا ر ۴ ر ۵ ، ۱۵ | ۲۱ — الغایۃ ۲۰ باستثنا ر

۲۱ — ۵ ر ۹ ر ۱۳ ر ۱۴ ر ۱۶ ، ۱۷ | ۲۲ — الغایۃ ۱۹ باستثنا ر ۴ ر ۵ ر ۷ و

۲۲ — ۱۲ ر ۱۳ و ۱۷ | ۲۳ — الغایۃ ۱۷ باستثنا ر ۱ ر ۶ ر ۷ و ۸ و ۱۰ ر ۱۱ ر ۱۲

۲۴ — الغایۃ ۲۰ باستثنا ر ۳ ر ۵ ر ۷ ، ۱۱ و ۱۴ ر ۱۵ ر ۱۷ ر ۱۸

۲۵ — الغایۃ ۱۹ باستثنا ر ۱۲ ر ۱۳ ، ۱۴ ر ۱۶ و ۱۷

۲۶ — الغایۃ ۱۸ باستثنا ر ۲ ر ۳ و ۴ ر ۵ ر ۷ ر ۱۲ ر ۱۳ و ۱۵ و ۱۶

۲۷ — الغایۃ ۲۰ باستثنا ر ۲ ر ۳ و ۴ ، ۵ ر ۷ ر ۱۰ و ۱۱ ، ۱۳ و ۱۵ و ۱۶

۲۸ — الغایۃ ۱۹ باستثنا ر ۲ و ۵ ر ۶ و ۱۲ | ۲۹ — الغایۃ ۲۰ باستثنا ر

۲۹ — ۶ ر ۸ و ۹ ر ۱۴ ، ۱۸ ، ۱۹ | ۳۰ — الغایۃ ۲۶ باستثنا ر ۱ ر ۷ ر ۸ ر ۱۰ و

۳۰ — ۱۱ و ۱۴ ر ۱۵ ر ۱۸ ر ۱۹ ، ۲۰ و ۲۱ و ۲۲ ر ۲۳ ر ۲۵ ہر پارہ

سے آخری رکوع کا جو نمبر ہم نے درج کیا ہے اگر اس پارہ میں اس نمبر کے بعد کوئی مزید رکوع ہے تو اس کو مَن کے استعمال سے خالی سمجھا جائے جیسے پ۳۰ میں رکوع ۲۶ کے بعد جتنے رکوع ہیں وہ خالی ہیں۔

(مَن کا نون ہمیشہ ساکن رہتا ہے لیکن اگر بعد والے لفظ سے ملا دیا گیا ہو سکون کسرہ سے بدل جاتا ہے) مَن کا استعمال ہمیشہ اہلِ نطق کے واسطے ہوتا ہے اگر غیر ناطق کو اہلِ نطق کے ساتھ شامل کر دیا گیا تو سب کے واسطے مَن مستعمل ہو سکتا ہے تنہا غیر ناطق کے لئے نہیں استعمال کیا جاتا، مَن افراد تثنیہ جمع مذکر مؤنث سب کے لئے مستعمل ہے (کتب النحو والبلاغۃ)

اَلْمَنَّ : اسم شبنمی گوند جو وادیٔ تیہ میں بھٹکنے والے اسرائیلیوں کے کھانے کے لئے اللہ روزانہ درختوں کے پتوں پر جما دیتا تھا۔ پ۱/۶ پ۹/۱۰ پ۱۶/۱۳ (دیکھو مَمْنُوْن)

مَنَّ : واحد مذکر غائب ماضی معروف، مَنٌّ مصدر باب نَصَرَ، بڑا احسان کیا۔ پ۴/۱۲ پ۵/۱۰ پ۷/۸ پ۱۳/۴ پ۲۰/۱۱ پ۲۷/۳۔

مَنًّا : مصدر باب نَصَرَ پ۲۶/۵ احسان جتانا۔ احسان رکھنا پ۲۶/۵ بلا عوض لے قیدیوں کو آزاد کر دینا (دیکھو مَمنون)

مِنَّا : مِن حرفِ جار، نَا ضمیر جمع متکلم مجرور، ہم سے، ہماری طرف سے۔ پ۱/۱۵ پ۳/۴ پ۶/۱۳ پ۸/۱۶ پ۹/۴ر۹ پ۱۲/۲ر۴ر۵ر۶ر۸ر۱۲ پ۱۳/۲ پ۱۴/۱۶ پ۱۶/۵ پ۱۷/۴ر۷ پ۱۸/۴ پ۲۲/۸ر۱۹ پ۲۳/۲ر۹ر۱۳ پ۲۴/۲ر۱۹۔

مَنَاۃَ : اسم غیر مشتق پ۲۷/۵ مقام قُدَید میں قبیلہ خزاعہ کا ایک بت تھا جو عورت کی شکل پر تھا (قتادہ) قبیلہ خزاعہ اور ہذیل کا ایک بت تھا جسکو مکہ والے پوجتے تھے (ضحاک) ایک مندر یا کوٹھری مقام مُشلل میں تھی جسکی پوجا بنی کعب کرتے تھے (ابن زید) حضرت عائشہ نے فرمایا (اسلام سے پہلے) انصار مناۃ کے لئے احرام باندھتے تھے جو قدید کے مقابل تھا بعض کا قول ہے لات عزّیٰ اور مناۃ تینوں بت کعبہ کے اندر رکھے ہوئے تھے (لغوی)

اَلْمُنَادِ : اسم فاعل واحد مذکر، نداءٌ اور مُنَادَاۃٌ مصدر باب مفاعلہ، اصل میں اَلْمُنَادِی تھا، یا کو بحالتِ رفع ساقط کر دیا گیا پکارنے والا۔ بلانے والا۔ پ۲۶/۱۷۔

نَدْوٌ مصدر نِداءٌ اور مُنَادَاۃٌ مصدر باب

مفاعلۃٌ اصل میں اَلْمُنَادِی تھا یا کو بحالتِ رفع ساقط کر دیا گیا، پکارنیوالا، بلانیوالا۔ پ۲۶ ۱۷

نَدْوٌ مصدر نَدَا ماضی یَنْدُوْ مضارع (باب نصر) مجلس میں جمع ہونا۔ نُدُوٌّ مصدر نَدِیَ ماضی یَنْدٰی مضارع (باب نصر) تر ہونا گیلا ہونا۔ نَدٰی (اسم) نمی۔ تری، نرم مٹی۔ نَدِیٌّ اور نَدْوَۃٌ مجلس، اَنْدَاءٌ اور اَنْدِیَۃٌ جمع، نَدِیٌّ صفت مشبہ نمناک، سخی آدمی، نَدِیُّ الصَّوْتِ تر زبان، بلند آواز۔ نَادِیَۃٌ حادثہ نَوَادِیْ جمع، مُنَادَاتٌ (مفاعلۃ) بلانا، پکارنا، مجلس میں باہم جمع ہونا۔ نِدَاءٌ پکارنا، بے معنی ہو یا با معنی۔ نِدَاءُ الصَّلٰوۃِ اذان۔ تَنَادِی (تفاعل) باہم جمع ہونا، ملکر بیٹھنا، ایکدوسرے کو بلانا مُنْتَدٰی مجلس، اِنْتِدَاءٌ (افتعال) مجلس میں جمع ہونا، حاضر ہونا۔ (تاج وصحاح)

مُنَادِیًا

مُنَادِیًا: اسم فاعل منصوب مُنَادَاۃٌ مصدر (باب مفاعلہ) پکارنیوالے اور بلانیوالے کو یعنی بلانیوالے اور پکارنیوالے کی دعوت اور پکار کو پ۴ ۱۱ (دیکھو المنادِ)

مَنَازِلَ

مَنَازِلَ: اسم ظرف جمع منتہی الجموع، مَنْزِلٌ واحد، نُزُوْلٌ مصدر، باب ضرب اترنے کے مقامات یعنی چاند کی منزلیں۔ پ۱۱ ۲۳ ۲۔

نَزْلَۃٌ ایکبار اترنا۔ زکام۔ نَزْل مجتمع آدمی آدمی، نُزُلٌ منزل، طعام مہمانی۔ زیادتی۔ برکت خوبی۔ پاکیزگی۔ کھیتی کی افزائش۔ نُزُلٌ منزل قرارگاہ۔ طعام مہمانی۔ بابرکت کھانا۔ سخاوت کھیتی کی بڑھوتری، عمدگی۔ اترنیوالا گروہ۔ نَزَلٌ بارش۔ پاکیزگی۔ برکت۔ زیادتی۔ نُزُلٌ فرودگاہ پڑاؤ۔ نَزِلَۃٌ سخت اور صاف زمین جہاں سے تھوڑی بارش سے بھی پانی کی رو چل جائے۔ نَزِیْلٌ بابرکت کھانا۔ آنیوالا مہمان۔ نِزَالَۃٌ سفر۔ نُزَالَۃٌ ٹپکنے والا پانی۔ نَازِلَۃٌ سخت مصیبت، مَنْزِلَۃٌ اترنیکی جگہ۔ مرتبہ عزت۔ نُزُوْلٌ اور مَنْزَلٌ (مصدر باب ضرب) اترنا منٰی میں اترنا۔ سفر کرنا۔ نَزَالٌ (مصدر باب سمع) کھیتی کا بڑھنا۔ زمین کا سخت اور صاف ہونا۔ مُنْزَلٌ مصدر میمی (باب افعال) اتارنا اور اسم مفعول (باب افعال) اتارا ہوا۔ اِنْزَالٌ اتارنا نیچے کو بھیجنا۔ تَنْزِیْلٌ (تفعیل) رفتہ رفتہ، تھوڑا تھوڑا اتارنا۔ تَنَزُّلٌ (تفعل) اترنا۔ اگر شر، کذب اور شیاطین وغیرہ کے اترنیکو ظاہر کرنا ہوگا تو صرف لفظ تنزل استعمال کیا جائیگا اور خیر، صمد، ملائکہ، قرآن وغیرہ کے

نزول کے لئے لفظ نزول اور تنزل دونوں مستعمل
ہیں لیکن اللہ کے لئے نزل مستعمل ہے نہ تنزّل
(راغب) مُنَازَلَۃٌ اور نِزَالٌ (مفاعلۃ) دو آدمیوں
یا دو گروہوں کا لڑنے کے لئے میدان
یا جنگل میں اترنا۔ اِسْتِنْزَالٌ (استفعال)
اترنا۔ اتارنا۔ اپنے مرتبہ سے نیچے گرنا۔ اترنے
کی خواہش کرنا۔ (قاموس و تاج)

مَنَاسِكَنَا: اسم ظرف جمع مضاف مَنْسَكٌ
واحد، نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ، ہمارے حج
اور عبادت کے طریقے۔ ۱/۱۵۔

نُسُكٌ عبادت، پرستش۔ نُسُكٌ مانوس
جگہ۔ نُسُكٌ اور نَسْكٌ قربانی۔ نَسِيكٌ سونا
چاندی۔ نَسِيكَۃٌ قربانی۔ نَاسِكٌ عابد۔ دین
کے راستے پر چلنے والا۔ نُسَّاكٌ جمع۔ مَنْسَكٌ
قربانی کی جگہ۔ دین کا راستہ۔ عبادت کا طریقہ،
حج کا طریقہ۔ مَنَاسِكُ جمع۔ تَنَسُّكٌ (مصدر)
عبادت کرنا۔

مَنَاسِكَكُمْ: مناسک جمع مضاف
کُمْ ضمیر جمع مخاطب مضاف الیہ۔ تمہاری
عبادت کے طریقے۔ ۲/۹ (قاموس)

نُسْكٌ مصدر عبادت اور عبادت کرنا

باب کَرُمَ و نَصَرَ۔ (تاج)

مَنَاصٍ: مصدر میمی مجرور باب نَصَرَ
بھاگنا۔ پناہ لینا۔ ۲۳/۱ مَنَاصٌ اسم ظرف بھی
ہے پناہ گاہ۔ جائے فرار۔ (قاموس) نَائِصٌ سر
اٹھا کر بھاگنے والا۔ نَوْصٌ خرگوش، نَوِيصٌ توانائی
جنبش۔ نَوْصٌ اور مَنَاصَۃٌ مصدر (باب نَصَرَ)
ہلنا۔ ایک طرف ہو جانا۔ اٹھنا۔ پناہ لینا۔ پیچھے
ہٹ جانا۔ بھاگنا۔

اِنَاصَۃٌ (افعال) ارادہ کرنا۔ مُنَاوَصَۃٌ
(مفاعلۃ) میدان میں دو حریفوں کی باہم پکڑ۔

مَنَّاعٍ: صیغہ مبالغہ مَنْعٌ مصدر۔ باب فتح
۲۶/۱۶ نیکی سے روکنے والا ۲۹/۱۲ مال روک کر رکھنے
والا۔ بخیل۔ (دیکھو مَانِعَتُهُمْ)

مَنَافِعُ: اسم جمع منتہی الجموع مرفوع، مَنْفَعَۃٌ
واحد، فائدے ۲/۱۱ ۱۴/۷ ۱۸/۱ ۲۳/۴ ۲۴/۱۴ ۲۷/۱۹۔

مَنْفَعَۃٌ، نَفِيعَۃٌ، نَفَاعٌ فائدہ نَفْعٌ فائدہ دینا۔
فائدہ ہونا۔ فائدہ (باب فتح) نُفُوعٌ اور نَفَّاعٌ اسم مبالغہ
بہت فائدہ بخش۔ نَفْعَۃٌ لاٹھی اِنْفَاعٌ (افعال) لا بھیڑوں
کی تجارت کرنا۔ اِنْتِفَاعٌ (افتعال) فائدہ حاصل کرنا
(تاج و صحاح)

مَنَافِعَ: اسم جمع منصوب، منفعۃ و عد

فائدے یعنی فائدہ کی چیزیں فائدہ کے کام۔ ۱۷/۱۱۔

اَلْمُنَافِقَاتُ: اسم فاعل جمع مؤنث، اَلْمُنَافِقَۃُ واحد۔ دو رخی کرنیوالیاں یعنی زبان و عمل سے بظاہر مسلمان اور دل سے اسلام کے خلاف عقیدہ رکھنے والیاں۔ ۲۷/۱۸۔ ۱۵

نَافِقَاءُ اور نُفَقَۃٌ گوہ کا بھٹ جس کے کم از کم دو منہ ہوتے ہیں ایک دہانے سے گوہ داخل ہوتی ہے اور شکاری اس سوراخ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو دوسرے سوراخ سے باہر نکلجاتی ہے (تبریزی) نفاق اور منافقت اصطلاح قرآنی میں اسی دو رخی کا نام ہے بظاہر زبان سے آدمی مؤمن ہونیکا اقرار کرتا ہے اور دکھاوٹ کی نمازیں بھی پڑھتا ہے لیکن دل میں کافر رہتا ہے اسلام کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے ایسے آدمی کو عرفِ شریعت میں منافق کہا جاتا ہے لیکن اگر عقیدہ مومنانہ ہو اور عمل کافرانہ تو دو رخی کی یہ بھی ایک شکل ہوتی ہے ایک دروازہ سے آدمی اسلام کے دائرہ میں داخل ہوتا ہے اور دوسرے راستے سے خارج ہوتا ہوا نظر آتا ہے لیکن قرآنی اصطلاح میں ایسے آدمی کو منافق نہیں کہا جاتا بلکہ فاسق اور عاصی کہا جاتا ہے۔ (شرح عقائد نسفی)

نَفَقٌ گوہ کا سوراخ یعنی آر پار ہونے والا کوچہ جس کے دونوں دہانے کھلے ہوتے ہیں اسی لئے اس سرنگ کو بھی نَفَقٌ کہتے ہیں جس کے دونوں منہ کھلے ہوں۔ (المفردات)

نَفِقَ الشَّیْءُ وہ چیز چلی گئی، جاتی رہی کسی چیز کے چلے جانیکی مختلف صورتیں ہیں ۱۔ختم ہوجانا کچھ باقی نہ رہنا جیسے نَفِقَتِ الدَّرَاہِمُ روپیہ سب خرچ ہوگیا سب چلاگیا کچھ باقی نہیں رہا۔ اس کا مصدر نَفَقٌ اور باب سَمِعَ ہے ۲۔مرجانا جیسے نَفَقَتِ الدَّابَّۃُ گھوڑا مرگیا۔ اس کا مصدر نُفُوْقٌ اور باب نَصَرَ ہے ۳۔چیزوں کا خوب لین دین ہونا خوب مال بکنا۔ بازار کا پُر رونق ہوجانا جس میں اشیاء کا خوب تبادلہ ہو رہا ہو جیسے نَفَقَ الْقَوْمُ اس قوم کا بازار خوب پُر رونق ہوگیا دکان چلی گئی۔ اس کا مصدر نِفَاقٌ اور باب نَصَرَ ہے (المفردات)

نَفَقَۃٌ خرچ۔ خرچ کی جانیوالی چیز۔ اِنْفَاقٌ (باب افعال) خرچ کرنا۔ فقیر ہوجانا سب مال ختم ہوجانا۔ (دیکھو اِنْفَاقٌ)

اَلْمُنَافِقَاتِ: جمع مؤنث اسم فاعل مُنَافِقَۃٌ اور نِفَاقٌ مصدر (باب مفاعلۃ) منافق

عورتیں۔ ۱/۱۵ ۲۳/۶ ۲۶/۹ ۔

اَلْمُنَافِقُوْنَ : اسم فاعل جمع مذکر مرفوع معرف باللام۔ اَلْمُنَافِقُ واحد نفاق کرنے والے مرد۔ ۱/۱۴،۱۵،۳ ۲۱/۱۸ ۲۲/۵ ۲۷/۱۸ ۲۸/۱۳ ۔

مُنَافِقُوْنَ : اسم فاعل جمع مذکر مرفوع نکرہ۔ منافق واحد۔ نفاق کرنیوالے ۱۱/۲ ۔

اَلْمُنَافِقِیْنَ : اسم فاعل جمع مذکر منصوب مجرور، اَلْمُنَافِقُ واحد، نفاق کرنیوالے۔ ۵/۱۶،۹،۱۷ ۵/۱۸ ۱/۱۵،۱۶ ۲۰/۱۲ ۲۱/۱۷،۱۹ ۲۶/۹ ۲۸/۱۳،۲۰ ۔

مَنَاکِبِهَا : جمع منتہی الجموع مضاف، ہَا ضمیر واحد مؤنث مضاف الیہ۔ مَنْکِبٌ واحد اس کے اطراف و جوانب۔ ۲۹/۲ مَنْکِبٌ کا اصل معنی ہے جانب، طرف اسی لئے آدمی کے مونڈھے کو بھی منکب کہا جاتا ہے (معالم التنزیل) نَکْبٌ اور نُکُوْبٌ (نصر و سمع) پھر جانا۔ مڑ جانا۔ نَکَبٌ (سمع) لنگڑا بن جانا۔ نُکُوْبٌ (فتح) قبول کرنا۔ اختیار کرنا۔ نِکَابَةٌ، نُکْبَةٌ، نَکْبٌ (فتح) قوم کا سردار اور معتمد ہو جانا۔ پانی کے برتن اور تیردان کو الٹ دینا۔ رنج اور سختی پہنچانا۔ نَکْبَةٌ رنج، سختی مصیبت۔ نَکَبَاتٌ جمع اَنْکَبُ بے کمال آدمی ظالم جھکا ہوا اونٹ۔ مَنْکِبٌ بازو۔ مونڈھا۔ قوم کا سردار، مددگار۔ اونچی زمین تَنْکِیْبٌ (تفعیل) پھر جانا۔ پھیر دینا، راستہ سے ہٹ جانا، ہٹا دینا۔ تَنَکُّبٌ (تفعل) کنارہ کو ہٹ جانا۔ اِنْتِکَابٌ (افتعال) رنج اور سختی میں پڑ جانا۔ (المفردات و تاج و اقرب الموارد)

اَلْمَنَامِ : اسم، خواب ۲۲/۳ نَوْمٌ، نِیَامٌ، مَنَامٌ نُوَامٌ (اسم) خواب۔ نیند۔ نِیْمٌ لباس، خواب نِیْمَةٌ سونے کی ہیئت۔ نَؤُوْمٌ سونے والا۔ نَائِمٌ سویا ہوا۔ نُوَمٌ اور نُوْمَةٌ بہت سونے والا۔ نُوَمَةٌ اور نُوَّمٌ گمنام۔ بے اعتبار۔ نادان۔ کند ذہن نِیَامٌ، نُوَّمٌ، نُیَّمٌ چاروں نَائِمٌ کی جمع کے صیغے ہیں۔ مَنَامٌ (ظرف) خوابگاہ۔ مَنَامَةٌ خواب گاہ لباس خواب۔ بستر۔ دکان۔

نَوْمٌ (مصدر باب نصر) سونا۔ کسی چیز کا سونا ہو جانا۔ ہوا کا ٹھہر جانا۔ آگ کا بجھ جانا۔ دریا کا رک جانا۔ بازار کا مندا ہو جانا۔ کپڑے کا پرانا ہو جانا۔ آرام لینا۔ قرار پکڑنا۔ اللہ کے سامنے عاجزی کرنا۔ نَوْمٌ اور نِیَامٌ (مصدر باب سمع) سو جانا۔ اِنَامَةٌ (باب افعال) سلا دینا۔ توڑ دینا۔ شکست دینا۔ مار ڈالنا۔ تَنْوِیْمٌ (تفعیل) سلا دینا۔ تَنَوُّمٌ (تفعل) نیند لے لینا۔ تَنَاوُمٌ

سوتا بخانا۔ مُتَشَائِمٌ نشیبی زمین جہاں پانی کھڑا ہوجائے۔

مَنَامِكَ: منام اسم مضاف مجرور لکَ خطاب مضاف الیہ۔ تیری خواب، تیری نیند۔ پ۱ (دیکھو المنام)

مَنَامُكُمْ: مضاف مجرور، مضاف الیہ۔ اسکی نیند کے وقت، سوتے میں۔ پ۲۴ (دیکھو المنام)

مُنْبَثًّا: اسم فاعل واحد مذکر، اصل میں مُنْبَثِثٌ تھا یا اسم مفعول، اصل میں مُنْبَثَثٌ تھا، پراگندہ، منتشر، پھیلا ہوا۔ اڑتا ہوا۔ پ۲۷/۱۴ (دیکھو بث، بثی، المبثوث)

مُنْتَشِرٌ: اسم فاعل واحد مذکر، اِنْتِشَارٌ مصدر باب افتعال، نَشْر مادہ، پراگندہ۔ پھیلا ہوا۔ پ۲۷/۸

مُنْتَصِرٌ: اسم فاعل واحد مذکر مرفوع اِنْتِصَارٌ مصدر، باب افتعال، لفظی ترجمہ بدلہ لینے والا۔ مراد مضبوط، طاقتور۔ پ۲۷/۱۔

مُنْتَصِرًا: اسم فاعل واحد مذکر منصوب، اِنْتِصَارٌ مصدر، بدلہ لینے والا، غالب۔ پ۱۵/۱۷۔

مُنْتَصِرِيْنَ: اسم فاعل جمع مذکر منصوب یا نکرہ۔ مُنْتَصِرٌ واحد اِنْتِصَارٌ مصدر، بدلہ لینے والے۔ پ۲۷/۱

اَلْمُنْتَصِرِيْنَ: اسم فاعل جمع مذکر مجرور معرفہ اَلْمُنْتَصِرُ واحد بدلہ لینے والے، بدلہ پانیوالے۔ پ۲۰/۱۱ (دیکھو الانصار اور انصروا)

مُنْتَظِرُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر مرفوع انتظارٌ مصدر، نظر مادہ، باب افتعال، انتظار کرنیوالے۔ انجام کو تکنے والے۔ پ۱۲/۱۰ پ۲۱/۱۶ (دیکھو اِنْتَظِرْ۔ اِنْتَظِرُوْا۔ اُنْظُرْ)

المنتظرين: اسم فاعل جمع مذکر مجرور، انتظار کرنیوالے، امید رکھنے والے، انجام کو تکنے والے پ۸ پ۱۲/۱۱ پ۲۱/۱۶ (دیکھو حوالہ مذکورہ)

مُنْتَقِمُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر، اِنْتِقَامٌ مصدر، باب افتعال، بدلہ میں سزا دینے والے پ۲۱/۱۵ پ۲۵/۱۰، ۱۴۔

نِقْمَةٌ سزا۔ عذاب نِقَمٌ جمع نَقِمٌ اور نِقْمٌ (اسم) درمیانی راہ۔ نَاقِمٌ سزا دینے والا غصہ کرنیوالا۔ ناپسند کرنیوالا۔ نَقْمٌ (مصدر) باب ضرب و سمع سزا دینا غصہ کرنا، ناپسند کرنا۔ جلدی کھانا۔ اِنْتِقَامٌ غصہ کرنا۔ سزا دینا۔ (قاموس مفردات)

مُنْتَهُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر، اِنْتِهَاءٌ مصدر، باب افتعال۔ اصل میں مُنْتَهِيُوْنَ تھا، باز رہنے والے۔ رک جانیوالے۔ پ۷/۲

نَہْیٌ روکنا (فتح) قولاً ہو یا عملاً پھر عملاً روکنا اپنے کو یا دوسرے کو، نہار النہار دن چڑھے، نَہُوَ نَہَایَۃً (کرم) بہت عقلمند ہو گیا۔ نہی تالاب یا حوض جس میں پانی رکا ہوا ہو۔ نُہْیَۃٌ عقل برائی سے روکنے والی (دیکھو اِنْتَہُوا اور اِنْتہوا)

اَلْمُنْتَہٰی : اسم ظرفِ مکان، آخری حد۔ ۲۷/۵ مصدر میمی، آخر پہنچنا ۲۷/۵ ۔

مُنْتَہَاھَا : مُنتھیٰ اسم، ظرفِ زمان، مضاف ھَا مضاف الیہ، اس کا آخری وقت یا ظرفِ مکان۔ اسکی آخری حد۔ ۳۰/۴ ۔

علامہ بغوی نے کہا یعنی اس کے علم کی آخری حد۔ (معالم)

مَنْشُوْرًا : اسم مفعول واحد۔ نَشْرٌ مصدر (نصر و ضرب) بکھیرا ہوا، غیر منظوم، ۱۹/۱ ۲۹/۱۹ نَشَرٌ پراگندہ، نُشَارَۃٌ اور نَشَارَۃٌ جھڑن۔ وہ چیز جو دستر خوان وغیرہ سے جھڑ کر نیچے گر جاتی ہے مِنْشَرٌ بہت باتونی آدمی۔ نَشْرٌ مصدر (نصر) بہت باتیں کرنا۔ کثیر الاولاد ہونا، ناک جھاڑنا۔ مِنْشَرٌ سست آدمی، تَنَشُّرٌ (تفعل) پراگندہ ہونا (تاج و صحاح)

مُنَجُّوْ : اسم فاعل جمع مذکر، مُنَجِّی واحد، تَنْجِیَۃٌ مصدر (تفعیل) اصل میں مُنَجِّیُوْنَ تھا، نون کو اضافت کی وجہ سے اور یار کو ثقل کی وجہ سے ساقط کر دیا بچانے والے۔ ۱۴/۴ ۳۰/۱۶ ۔ (دیکھو اَنْجَاکُم۔ اَنجانا۔ اَنْجَیْتَنَا)

اَلْمُنْخَنِقَۃُ : اسم فاعل واحد مؤنث، اِنْخِنَاقٌ مصدر باب انفعال، گلا گھونٹ کر مارا ہوا۔ ۶/۵ خَنْقٌ مصدر مجرد (نصر) گلا گھونٹنا۔ اِنْخِنَاقٌ (انفعال) اور اِخْتِنَاقٌ (افتعال) گلا گھوٹا جانا خُنَاقٌ وہ گلٹی یا ورم جو حلق میں پیدا ہو کر سانس کو گھونٹ دیتا ہے۔

مُنْذِرٌ : اسم فاعل واحد مذکر نکرہ۔ اِنْذَارٌ مصدر (افعال) ڈرانے والا۔ ہر پیغمبر عذابِ الٰہی سے سرکشوں اور نافرمانوں کو ڈراتا ہے اسلئے ہر پیغمبر کو منذر کہا جاتا ہے اور چونکہ ہر پیغمبر کے ڈرانے کا اصل مقصد ہدایت کرنا ہوتا ہے اس لئے بعض ترجمہ کرنے والوں نے منذر کا ترجمہ ہادی بھی کیا ہے۔ ۱۳/۷ ۲۳/۱۰،۱۴ ۲۶/۱۵ ۔

نَذْرٌ منت۔ نُذُرٌ (اسم مفرد) زخم کی دیت نَذَارَۃٌ نُذْرَی اور نُذُرٌ (بصورتِ اسم مصدر) خوف۔ نَذِیْرٌ صفت مشبہ، نُذُرٌ جمع، ڈرانے والا۔

(اگر بمعنی فاعل ہو) ڈرایا گیا (اگر بمعنی مفعول ہو) ڈرنا (اگر بمعنی مصدر ہو) نَذِیْرٌ یعنی ڈرانے والا آدمی ہی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے کوئی آدمی ہو یا غیبی حادثہ یا کوئی ناگہانی مصیبت ہر ایک قرآنی استعمال میں نذیر ہے، نَذِیْرَۃٌ منت کی چیز چڑھاوا وہ بچہ جسکو اس کے والدین کسی عبادت خانہ کے لئے وقف کردیں۔

نَذْرٌ (مصدر باب نصر) ڈرانا، منت ماننا آخری معنی میں ضَرَبَ سے بھی آیا ہے۔ نَذِرَ (باب سمع) جاننے کے بعد پرہیز کرنا۔ اِنْذَارٌ آگاہ کرنا، ڈرانا۔ اِنْتِذَارٌ (افعال) منت ماننا۔

مُنْذِرُ: اسم فاعل واحد مذکر مضاف۔ ڈرنے والا۔ پ ۳۰/۴۔

مُنْذِرُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر مرفوع۔ مُنْذِرٌ واحد، ڈرانیوالے یعنی پیغمبر۔ پ ۱۹/۱۵۔

مُنْذِرِیْنَ: اسم فاعل جمع مذکر منصوب۔ مُنْذِرٌ واحد، ڈرانیوالے یعنی پیغمبر پ ۲/۱۰ پ ۶/۳ پ ۷/۱۱ پ ۱۵/۲۰ پ ۲۳/۶ پ ۲۵/۱۴ پ ۲۶/۴۔

اَلْمُنْذِرِیْنَ: اسم فاعل جمع مذکر معرفہ مجرور۔ اَلْمُنْذِرُ واحد، ڈرانیوالے یعنی پیغمبر پ ۱۹/۱۵ پ ۳۰/۳۔

اَلْمُنْذَرِیْنَ: اسم مفعول جمع مذکر مجرور،

ڈرائے گئے، وہ لوگ جنکو سرکشی اور نافرمانی کی سزا سے ڈرایا گیا۔ پ ۱۱/۱۳ پ ۱۹/۱۳،۱۹ پ ۲۳/۶۔

مُنَزَّلٌ: اسم مفعول واحد مذکر، تَنْزِیْلٌ مصدر (تفعیل) اتارا گیا۔ بھیجا گیا پ ۸/۱ (دیکھو مَنَازِلَ)

مُنْزَلًا: مصدر مجہول، اتارا جانا یا ظرفِ مکان اترنے کی جگہ بصورتِ ظرفیت یا کشتی مراد ہوگی یا کشتی سے اترنے کے بعد زمین۔ پ ۱۸/۲

مُنْزِلُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر مرفوع نکرہ۔ اِنْزَالٌ مصدر باب افعال، اتارنیوالے۔ پ ۲۰/۱۶

اَلْمُنْزِلُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر مرفوع معرفہ اِنْزَالٌ مصدر، باب افعال، اتارنیوالے یعنی برسانے والے۔ پ ۲۷/۱۵۔

مُنَزِّلُهَا: اسم فاعل واحد مذکر مضاف ھَا ضمیر مضاف الیہ، تَنْزِیْلٌ مصدر، اس کو اتارنے والا۔ یعنی اتاروں گا (اسم فاعل بمعنی مستقبل) پ ۷/۵۔

اَلْمُنْزِلِیْنَ: اسم فاعل جمع مذکر مجرور معرفہ اِنْزَالٌ مصدر، اتارنیوالے یعنی مہمان کو ٹھیرانیوالے۔ چونکہ عموماً دور کا مسافر سواری میں آتا ہے اور میزبان آکر اسکو اتارتا ہے اسلئے مُنْزِلٌ (اتارنیوالا) میزبان ہوگیا۔ پ ۱۳/۲ پ ۱۸/۲۔

مُنْزَلِیْنَ: اسم مفعول جمع مذکر منصوب،

باب افعال، اُتارے گئے، اوپر سے بھیجے گئے، 3/124 (مُنْزَلِیْنَ سے مُنْزِلِیْنَ تک کی تحقیق کیلئے دیکھو مَنَازِلَ)

مِنْسَاَتَہٗ: مِنْسَاَۃٌ اسمِ آلہ، مضاف ۃٗ ضمیر مضاف الیہ۔ اس کی لاٹھی کو۔ 34/14۔

نَسِیٌّ (اسم) بیہوش کر دینے والی شراب، پانی ملا ہوا دودھ، نَسِیٌّ خوش گفتار۔ عورتوں کا دلدادہ۔ نُسْاَۃٌ تاخیر نَسِیْئٌ تاخیر، ادھار بیچنا ماہِ صفر جس میں کسی سال اہلِ جاہلیت بجائے محرم کے قتل و قتال کو حرام قرار دے کر محرم میں جنگ و جدال کو جائز بنا لیتے تھے۔ نَسِیْئَۃٌ تاخیر، ادھار، نَسَا درازیٔ عمر، نابیعٔی فہ بہ مِنْسَاَۃٌ اور مَنْسَاَۃٌ ہنکانے کا آلہ یعنی لاٹھی ڈنڈا۔ نَسْیٌ (مصدر باب فتح) آواز دینا۔ ہنکانا۔ نگہبانی کرنا۔ ادھار بیچنا۔ مہلت دینا۔ مؤخر کر دینا۔ پیچھے ڈال دینا۔ اِنْسَاءٌ مصدر باب افعال، مہلت دینا، ادھار بیچنا۔ مؤخر کر دینا پیچھے ڈال دینا۔ تَنْسِیْئٌ (باب تفعیل) ہنکانا۔ اِنْتِسَاءٌ (افتعال) دور چلا جانا۔ دور ہو جانا۔ پیچھے رہ جانا۔ (تاج العروس و تاج المصادر)

مَنْسَكًا: بفتح سین مصدر میمی قربانی کرنا اور بکسرِ میم قربانی کی جگہ اور شریعت 22/34 میں قربانی کرنا یا قربانی کی جگہ مراد ہے اور 22/67 میں شریعت یا عبادت کا طریقہ (دیکھو مَنَاسِكَنَا)

مَنْسِيًّا: اسم مفعول واحد مذکر نَسْیٌ، نِسْیَانٌ، نِسَاوَۃٌ نَسْوَۃٌ مصدر ہیں (باب سمع) بھولی بسری فراموش کردہ، لوگوں کی یاد سے بھی غائب (معالم)

نَسِیٌّ فراموش کردہ یا بھول جانے کے قابل، نَسِیٌّ بہت بھولنے والا اور بھولا بسرا، ناقابلِ شمار۔ نَاسِیٌّ بھولنے والا۔ نَسْیَانٌ جس پر بھول غالب ہو۔ اِنْسَاءٌ کسی کی یاد سے کسی بات کو فراموش کرا دینا۔ نِسْوَۃٌ نِسَاءٌ نِسْوَانٌ نُسْوَانٌ عورتیں ان چاروں کا واحد امْرَاَۃٌ ہے (تاج)

اَلْمُنْشَآتُ: اسم مفعول جمع مؤنث۔ اَلْمُنْشَاَۃُ واحد اِنْشَاءٌ مصدر باب افعال، سطحِ سمندر سے اونچی کی ہوئی کشتیاں یا وہ کشتیاں جن کے بادبان اونچے ہوتے ہیں یا پیدا کی ہوئی کشتیاں 55/24 نَشْءٌ اونچا ابر۔ سب سے پہلے نمودار ہونے والا ابر کا ٹکڑا۔ نَشْاَۃٌ اور نَشَارَۃٌ پیدائش نَشِیْئَۃٌ اور نَاشِئَۃٌ سونے کے بعد اٹھنا، نَاشِئٌ وہ بچہ جو بچپن کی حد سے گزر چکا ہو۔

نَشْاٌ، نَشْاَۃٌ، نُشُوْءٌ، نُشَاءٌ مصدر ہیں (باب فتح و کرم) پیدا ہونا۔ زندہ ہونا جوان

ہونا، اِنْشَارٌ (افعال) پیدا کرنا۔ پرورش کرنا۔ اوپر کو ابھارنا۔ (قاموس و منجد)

مُنَشَّرَةً: اسم مفعول واحد مؤنث۔ تَنْشِيْرٌ مصدر (باب تفعیل) کھلی ہوئی، پھیلی ہوئی۔ ۲۹/۱۹ ۔

مُنْشَرِيْنَ: اسم مفعول جمع مذکر منصوب، مُنْشَرٌ واحد، اِنْشَارٌ مصدر (باب افعال) اٹھائے گئے، زندہ کئے گئے یعنی دوبارہ زندہ کر کے قبروں سے اٹھائے گئے۔ (جلالین) ۲۵/۱۵ ۔

مَنْشُوْرٍ: اسم مفعول واحد مذکر مجرور، نَشْرٌ مصدر (باب نصر) کھلا ہوا یعنی قرآن یا توریت (کبیر) ۲۷/۳ ۔

مَنْشُوْرًا: اسم مفعول واحد مذکر منصوب نَشْرٌ سے۔ کھلا ہوا (ترجمہ مولانا اشرف علی) ۱۵/۲ (چاروں الفاظ کے دیکھو اُنْشُرَ اور اَنْشَرْنَا)

اَلْمُنْشِئُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر، اَلْمُنْشِئُ واحد، اِنْشَاءٌ مصدر، پیدا کرنیوالے۔ ۲۷/۱۵ (دیکھو اَلْمُنْشَآتُ)

مَنْصُوْرًا: اسم مفعول واحد مذکر۔ نَصْرٌ مصدر (باب نصر) مدد کیا گیا۔ ۱۵/۴ (دیکھو الانصار اور انصر)

اَلْمَنْصُوْرُوْنَ: اسم مفعول جمع مذکر مرفوع مدد کئے گئے یعنی غالب ۲۳/۹ (دیکھو الانصار اور انصر)

مَنْضُوْدٍ: اسم مفعول واحد مذکر تہ بر تہ، (ترجمہ تھانوی) ۱۳/۱۲ ۲۷/۱۴ ۔

نَضَدٌ مصدر، رکھا ہوا سامان، منتخب سامان، آبائی بزرگی، بزرگ۔ اَنْضَادٌ جمع۔

نَضْدٌ مصدر (باب ضرب) تہ بر تہ کرنا۔ نَضِيْدٌ تہ بر تہ، نَضِيْدَةٌ تکیہ، نُضُوْدٌ موٹی اونٹنی، منضود بمعنی نضید۔

مَنْطِقَ: اسم، باب ضرب۔ بات بولی، آواز و بول کی سمجھ (جلالین) ۱۹/۱۷ ۔

نُطْقٌ۔ نُطُوْقٌ۔ مَنْطِقٌ مصدر (ضرب) بولنا۔ مَنْطِقٌ (اسم) باب۔ بولی۔ اِنْطَاقٌ (افعال) گویا بنا دینا۔ بات میں دخل دینا۔ مُنَاطَقَةٌ (مفاعلۃ) باہم گفتگو، اِسْتِنْطَاقٌ (استفعال) گویا کر دینا۔ باہم بات کرنا۔ بات کرنے کی خواہش کرنا۔

مُنْظَرُوْنَ: اسم مفعول جمع مذکر مرفوع۔ مُنْظَرٌ واحد، اِنْظَارٌ مصدر (باب افعال) مہلت دئے ہوئے ۱۹/۱۵ (دیکھو انظر)

اَلْمُنْظَرِیْنَ: اسم مفعول جمع مذکر مجرور معرفہ
اَلْمُنْظَرُ واحد، مہلت دیئے ہوئے۔ مہلت
یافتہ ۸/۹ ۱۵/۳ ۲۳/۱۴ (دیکھو انظر)

مُنْظَرِیْنَ: اسم مفعول جمع مذکر منصوب نکرہ
مُنْظَرٌ واحد، مہلت یافتہ۔ مہلت دیئے
گئے ۱۴/۱ ۲۵/۱۴ (دیکھو اَنْظِرْنِی)

مَنَعَ: واحد مذکر غائب ماضی معروف
مَنْعٌ مصدر (فتح) اس نے روکا۔ ۱/۱۴ ۵/۲۰،۱۱
(دیکھو مانعتہم)

مُنِعَ: واحد مذکر غائب ماضی مجہول مَنْعٌ
مصدر (فتح) اس نے روکا۔ ۱/۲ (دیکھو مانعتہم)

مَنَعَكَ: مَنَعَ فعل ماضی واحد غائب
كَ مفعول تجھ کو کس نے روکا۔ ۹/۹ ۱۶/۱۴
۲۳/۱۴ (دیکھو مانعتہم)

مَنَعَنَا: منع فعل ماضی واحد غائب نا مفعول
ہم کو روکا۔ ۱۵/۲ (دیکھو مانعتہم)

مَنَعَهُمْ: مَنَعَ فعل ماضی واحد غائب ھُمْ مفعول
ان کو روکا۔ ۱۵/۱۳ (دیکھو مانعتہم)

مُنْفَطِرٌ: اسم فاعل واحد مذکر، اِنْفِطَارٌ
مصدر، باب انفعال۔ پھٹ جانیوالا یعنی
پھٹ جائیگا (اسم فاعل بمعنی مستقبل)

۲۹/۱۲ (دیکھو فاطر)

اَلْمُنْفِقِیْنَ: اسم فاعل جمع مذکر، اَلْمُنْفِقُ
واحد اِنْفَاقٌ مصدر، راہِ خدا میں خرچ کرنیوالے
۳/۱ (دیکھو المنافقاتُ)

مُنْفَكِّیْنَ: اسم فاعل جمع مذکر منصوب،
مُنْفَكٌّ واحد، اِنْفِكَاكٌ مصدر، باب
انفعال، باز رہنے والے۔ جدا ہونیوالے۔ چھوٹنے
والے۔ ۳۰/۲۲ (دیکھو فکٌّ)

اَلْمَنْفُوْشِ: اسم مفعول واحد مذکر
نَفْشٌ مادہ، دُھنا ہوا۔ ۳۰/۲۷۔

نَفْشٌ اون۔ ارزانی۔ نَفِیْشٌ پراگندہ
سامان۔ نُفُوْشٌ مصدر باب نصر۔ ارزاں ہوجانا
نَفْشٌ (مصدر باب ضرب و سمع
و نصر) اون یا روئی کو دھنکنا۔ انگلیوں سے
کسی چیز کو بکھیر دینا۔ رات کو جانوروں کو چرنے
کے لئے چھوڑ دینا۔ آخری معنی کے لئے۔ باب
افعال، اور اول دونوں معنی کے لئے باب
تفعیل آتا ہے۔ مُنَفَّشُ المَنْخِرَیْنِ چوڑے
نتھنوں والا آدمی تَنَفَّشٌ (تفعل) اور اِنْتِفَاشٌ
(افتعال) کسی چیز کا دھنک جانا۔

مُنْقَعِرٌ: اسم فاعل واحد مذکر، اِنْقِعَارٌ

مصدر، باب انفعال، قَعْرٌ مادہ، جڑ سے اکھڑا ہوا - ۲۷/۸ -

قَعْرٌ کسی چیز کا انتہائی گہراؤ۔ قَصْعَۃٌ قَعِیْرَۃٌ گہرا پیالہ۔ تَقْعِیْرٌ فی الکلام اکلیہ کی طرح منہ بنا کر بات کرنا۔ بات کرتے وقت ایسا منہ بنا لینا جیسے آبخورہ۔

اِنْقَعَرَتِ الشَّجَرَۃُ زمین کی پوری گہرائی میں درخت کی جڑیں گھس گئیں یا زمین کی گہرائی میں گھسی ہوئی جڑیں اکھڑ گئیں (آیت میں بقولِ راغب) مراد یہ ہے کہ جیسے زمین کی گہرائی میں گھسنے والے درخت کی جڑیں اکھڑ جاتی ہیں اور اس جگہ کسی قسم کا نشان بھی نہیں رہتا، اسی طرح ان کافروں کی حالت ہو گئی (المفردات)

مُنْقَلَبٍ: اسم ظرف مجرور، انقلاب مصدر لوٹنے کی جگہ، انجام، نتیجہ - ۱۹/۱۵ -

مُنْقَلَبًا: مصدر میمی بمعنی انقلاب، لوٹنا یا اسم ظرف لوٹنے کی جگہ، انجام ۱۵/۱۷ -

مُنْقَلِبُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر مرفوع۔ مُنْقَلِبٌ واحد، انقلاب مصدر قَلْبٌ مادہ لوٹنے والے۔ ۹/۴ ۱۹/۷ ۲۵/۷ (دیکھو قلب اور قُتِلُوْا)

مَنْقُوْصٍ: اسم مفعول واحد مذکر نَقْصٌ مصدر باب نصر۔ کم کیا ہوا۔ غیر منقوص کا معنی پورا پورا۔ ۱۲/۹ -

نَقْصٌ، نُقْصَانٌ، تَنَقُّصٌ مصدر باب نصر، کم ہونا، کم کرنا (لازم و متعدی) نَقِیْصٌ میٹھا پانی۔ پاکیزہ۔ خوشبودار چیز۔ نَقِیْصَۃٌ کسی کی عیب جوئی۔ بُری عادت۔ نَقَاصَۃٌ مصدر (باب کرم) پانی کا میٹھا ہونا۔ مَنْقَصَۃٌ اور نُقْصَانٌ (بصورتِ اسم) کمی۔ اِنْتِقَاصٌ اور تَنْقِیْصٌ کم کرنا۔ تَنَقُّصٌ (تفعل) عیب جوئی کرنا بُرا کہنا۔ انتقاص (افتعال) کم کرنا۔ کم ہونا (لازم و متعدی) (تاج المصادر)

اَلْمُنْكَرِ: اسم مفعول واحد مذکر، اِنْكَارٌ مصدر، وہ قول و فعل جسکو عقلِ سلیم برا جانتی ہو اور اگر حسن و قبح کو عقلِ سلیم نہ سمجھ سکے تو شریعت نے اسکو برا قرار دیا ہو مُنْكَر ہے۔ (راغب)

راغب کی یہ تعریف کسی قدر پیچدار ہے۔ اشاعرہ کے نزدیک منکر وہ قول و فعل ہے جسکو شریعت نے ممنوع قرار دیا ہو۔ ۴/۳ر۳۲ ۹/۹ ۱۰/۱۵ ۱۱/۳ ۱۳/۱۹ ۱۷/۱۳ ۱۸/۹ ۲۱/۱۱ر۱ -

اَلْمُنْكَرَ: حسبِ تفصیل مذکور۔ پ۱۴/۱۶ ناخوشی یعنی ناخوشی اور نفرت کے آثار پ۲۰/۱۵ ناپسندیدہ کام۔

مُنْكَرٍ: اسم مفعول نکرہ مجرور، بُرے کام۔ بری بات۔ پ۶/۱۵۔

مُنْكَرًا: اسم مفعول نکرہ منصوب، بری بات۔ پ۲۸/۱

مُنْكِرُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر، مُنْكِرٌ واحد، اِنکارٌ مصدر پ۱۳/۲ نہ پہچاننے والے، ناواقف۔ پ۱۷/۴ اور پ۱۸/۴ نہ ماننے والے، انکار کرنیوالے۔

مُنْكَرُوْنَ: اسم مفعول جمع مذکر، مُنْكَرٌ واحد، ناآشنا، شناخت میں نہ آئے ہوئے۔ پ۱۴/۵ پ۲۶/۱۹۔

مُنْكِرَةٌ: اسم فاعل واحد مؤنث، اِنْكَارٌ مصدر، نہ ماننے والے۔ پ۱۴/۹۔

نَكْرٌ۔ نُكَارَةٌ۔ نُكْرٌ (اسم مصدر) دانائی۔ نَكْرَةٌ اور نَكِرَةٌ عدم شناخت انجان۔ نُكُرٌ عقلمند نُكْرٌ برا کام، مشکل کام۔ نُكْرَاءُ عقلمند عورت۔ بُری چیز، نُكْرَاءُ روشن طریقہ۔ نَكِيْرٌ دگرگوں ہو جانا۔ حالت کا پلٹ جانا۔ انکار، مُنْكَرٌ بری بات، بُرا کام، عقلمند آدمی، شگفتگی۔ مُنْكَرٌ اور نکیر قبر میں سوال کرنے والے فرشتے۔

نَكْرٌ، نُكْرٌ، نُكُرٌ، نُكُوْرٌ، نَكِيْرٌ مصدر باب سمع، نہ پہچاننا۔ نُكَارَةٌ (مصدر باب کرم) کام کا سخت اور مشکل ہو جانا۔ اِنکارٌ نہ ماننا دل سے یا زبان سے، نہ پہچاننا، مانع سے حالت اور ہیئت کا بدل جانا (کہ شناخت میں نہ آسکے) تَنْكِيْرٌ (تفعیل) دگرگوں کر دینا، ناشناسا بنا دینا۔ مُنَاكَرَةٌ (مفاعلۃ) باہم لڑنا۔ باہم دانائی میں مقابلہ کرنا۔ تَنَكُّرٌ (تفعل) دگرگوں ہو جانا۔ حالت بگڑ جانا۔ تَنَاكُرٌ نادان بننا۔ اِسْتِنْكَارٌ نہ پہچاننا۔ اَن جان بات کو معلوم کرنا (قاموس۔ المفردات۔ تاج۔ نہایہ۔ مختلف تفاسیر)

مِنْكَ: مِنْ حرفِ جر، كَ ضمیر خطاب مجرور، تجھ سے، پ۳/۵ پ۱۵/۱۷ پ۱۶/۵ پ۲۱/۱۷ پ۲۳/۱۴ پ۲۸/۵۔

مِنْكُمْ: مِنْ حرفِ جر، كُمْ ضمیر جمع مذکر مخاطب مجرور، تم سے، تم میں سے۔ پ۱/۸، ۱۰

پ۲/۲، ۷، ۸، ۱۱، ۱۴، ۱۵ پ۴/۲، ۴، ۵، ۷، ۱۱، ۱۳ پ۵/۱، ۲، ۱۴، ۱

پ۵/۵، ۷ پ۶/۶، ۷، ۱۱، ۱۲ پ۷/۳، ۴، ۵، ۱۲ پ۸/۳، ۹، ۱۱، ۱۵

پ۸/۱۶، ۱۸ پ۹/۱۷ پ۱۰/۱، ۲، ۵، ۶، ۸، ۹، ۱۳، ۱۴، ۱۵

پ۱۲/۴، ۷، ۸ پ۱۳/۸ پ۱۴/۲، ۴، ۵، ۱۳، ۱۵ پ۱۶/۸، ۱۳

پ ١٧/٨،١٢ ؛ ١٨/٨،٩،١٠،١٣،١٤،١٥،١٧ ؛ ١٩/٦ ؛ ٢١/١٨
٢٢/٤ ؛ ٢٣/٣ ؛ ٢٤/٥،١٢ ؛ ٢٦/٨ ؛ ٢٧/١٦،١٧،١٨ ؛ ٢٨/١،٢،٣،
٢٨/٤،٧،١٠،١٥،١٧ ؛ ٢٩/٥،٦،١٤،١٦،١٩ ؛ ٣٠/٦ -

مِنْكُنَّ: مِنْ حرفِ جر، كُنَّ ضمیر جمع مؤنث مخاطب۔ تم سے۔ تم میں سے پ ٢١/٢ ؛ ٢٢/١ ؛ ٢٥/١٩ -

مَنَنَّا: جمع متکلم ماضی معروف، مَنٌّ مصدر، باب نصر۔ ہم نے بڑا احسان کیا، ہم نے بڑی نعمت دی۔ پ ٦/١١ ؛ ٢٣/٨ (دیکھو مَمْنُونٍ)

مَنُوْعًا: صیغہ مبالغہ۔ مَنْعٌ مصدر۔ باب فتح۔ بہت روکنے والا یعنی بڑا کنجوس۔ پ ٢٩/٧ (دیکھو مانعتہم)

اَلْمَنُوْنِ: اسم، زمانہ، موت، ریب المنون کا معنی ہوا حوادثِ زمانہ (جلالین) یا حادثۂ موت، (صادی) پ ٢٧/٤ (دیکھو ممنونٍ)

مِنْهُ: مِنْ حرفِ جر، هُ ضمیر واحد مذکر غائب مجرور۔ اس سے۔ اس کی طرف سے اس میں سے۔ پ ١/٧،٩ ؛ ٢/١١،١٦،١٧ ؛ ٣/١،٥،٧،٩،١٣،
٣/١٤ ؛ ٤/١٢،١٤ ؛ ٥/١٠ ؛ ٦/٢،٣،١٤،١٦ ؛ ٧/٣،١٨ ؛ ٨/٨،٩
٩/١٠،١٦ ؛ ١٠/٩ ؛ ١١/٣،١٠،١١،١٢،١٧ ؛ ١٢/٢،٤،٦،١٠،١٥
١٣/٤،١٩ ؛ ١٤/٨،١٥،١٦ ؛ ١٥/١٤،١٥،١٧،٢١ ؛ ١٦/١،٢،٩
١٧/١٤،١٧ ؛ ١٨/٣ ؛ ٢٠/١١ ؛ ٢١/٧،١٦ ؛ ٢٢/١٥،١٧ ؛ ٢٣/٢،٤،١٤،١٥
٢٤/٢٠ ؛ ٢٥/٣،١٢،١٨ ؛ ٢٦/١٦ ؛ ٢٧/٢ ؛ ٢٨/٣،١١ ؛ ٢٩/٦،١٣،١٤،١٨
٣٠/٢ -

مِنْهَا: مِنْ حرفِ جر، هَا ضمیر واحد مؤنث غائب مجرور۔ اس سے۔ اس میں سے۔
پ ١/٣،٤،٦،٩،١٣،١٥ ؛ ٤/٢،٦،١٢ ؛ ٥/٣ ؛ ٦/٨،١٠
٧/٥،١٤ ؛ ٨/٢،٥،٩،١١ ؛ ٩/١،٤،١٠،١٢،١٤ ؛ ١٠/١١،١٣ ؛ ١٢/٩
١٣/١ ؛ ١٤/٣،٧ ؛ ١٥/٨،١٧ ؛ ١٦/١٠،١٢،١٦ ؛ ١٧/٢،٩،١١،١٣
١٨/١،٦،١٠،١٦،١٧ ؛ ١٩/١٦ ؛ ٢٠/١،٣،٥،٧،١٢،١٦ ؛ ٢١/١٥
٢٢/٢،٦،٧،٨ ؛ ٢٣/٢،٤،٦،١٤،١٥ ؛ ٢٤/١٣ ؛ ٢٥/٣،٦،١١،١٣،٢٠
٢٧/١٥،١٧ ؛ ٢٨/١٣ ؛ ٢٩/٣،٩،١١ ؛ ٣٠/٤ -

مِنْهُمَا: مِنْ حرفِ جر، هُمَا ضمیر تثنیہ غائب مجرور۔ ان دونوں سے۔ پ ١/٢ ؛ ٢/١٤ ؛ ٤/١٢،١٣
١٣/١٥،١٦ ؛ ١٨/٧ ؛ ٢٠/٨ ؛ ٢٧/١١ .

مِنْهُمْ: مِنْ حرفِ جر، هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مجرور، ان سے۔ پ ١/٩،١٢،١٥،١٦ ؛ ٢/١،٢،
٢/٦،٩،١٦،١٧ ؛ ٣/١،١١،١٣،١٦،١٧ ؛ ٤/٣،٨،٩،١٢
٥/٥،٦،٨،٩،١٢،١٣،١٤ ؛ ٦/١،٢،٧،٩،١٠،١٢،١٣،١٤،١٥
٧/٥،٧،٩ ؛ ٨/٧،٩،١٧ ؛ ٩/٦،١٠،١١،١٢ ؛ ١٠/٣،٦،١٣،
١٠/١٤،١٦،١٧،١٨ ؛ ١١/٣،٤،٥،٦،٩،١٠ ؛ ١٢/٩،١٠،٢٠

پ ۱۴/۳،۵،۱۶،۱۱،۲۱ ، ۱۵/۷،۱۵،۱۸ ، ۱۶/۹،۱۷ ، ۱۷/۲،۳

۱۸/۲،۶،۸،۱۲،۱۵ ، ۲۰/۴،۷،۱۶ ، ۲۱/۱،۴،۷،۱۳،۱۶،۱۷،۱۸،۱۹

۲۷/۱۵،۱۷ ، ۲۸/۱۳ ، ۲۹/۱۳،۹،۱۱ ، ۳۰/۴ -

مِنْهُنَّ : مِنْ حرف جر ھُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب مجرور۔ اُن سے۔ پ ۳/۳۰ ، ۵/۱ ، ۱۲/۴ ، ۲۳/۲،۳ ، ۲۶/۱۴ -

مِنْهَاجًا : اسم آلہ مفرد۔ کھلا ہوا راستہ پ ۶/۱۱
نَهْجٌ ، مَنْهَجٌ ، مِنْهَاجٌ تینوں ہم معنی ہیں۔ روشن۔ کشادہ راستہ۔ نَهْجٌ مصدر باب فتح، راستہ کا کشادہ اور صاف ہونا اور اس پر چلنا۔ کپڑے کا بیانا ہونا۔ کپڑے کو بیانا کرنا۔ اس معنی میں سَمِعَ اور کَرُمَ سے بھی مستعمل ہے۔

اِنْهَاجٌ کشادہ راستہ ہونا اور راستہ کشادہ کرنا (لازم ومتعدی) (تاج)

مُنْهَمِرٍ : اسم فاعل واحد مذکر۔ اِنْهِمَارٌ مصدر باب انفعال۔ خوب برسنے والا۔ پ ۲۷/۸ -

هَمْزَةٌ ایک بار بارش ہونا۔ شدتِ غصہ میں ہلاک ہو جانا۔ هَامِرٌ خوب بارش۔ هَمَّارٌ خوب بارش۔ بیہودہ بکواس کرنیوالا آدمی۔ یَهْمُوْرٌ ، مِنْهَمْرٌ ، مِهْمَارٌ بکواسی آدمی۔ هَمِرٌ بہت ریت۔ هَمْرٌ (نصر وضرب) گرنا۔ گرانا رنج دینا۔ هَمْرٌ (صرف ضرب سے) توڑنا۔ ویران کرنا۔ اِنْهِمَارٌ (انفعال) شکستہ اور ویران ہونا۔ گرنا۔ پانی اور آنسوؤں کا گرنا۔ بہنا۔ لکڑی مارنے سے درختوں کی پتیاں گرنا۔ (قاموس واقرب الموارد)

مِنِّيْ : مِنْ حرف جر۔ ی ساکن ضمیر واحد متکلم مجرور۔ مجھ سے۔ میری طرف سے۔ میری۔ پ ۱/۴ ، ۲/۱۷ ، ۳/۱۲ ، ۱۳/۱۸ ، ۱۶/۴،۱۱،۱۶ ، ۲۰/۷ ، ۲۱/۱۵ -

مَنِيٍّ : صیغہ صفت بروزن فعیل بمعنی وہ چیز جس سے انسانی ساخت کا قوام اور اندازہ بنایا جاتا ہے جس کو جوہر انسانی کہہ سکتے ہیں۔ پ ۲۹/۱۸

مُنْيَةٌ منی کا ہم معنی ہے۔ مَنًى موت۔ اندازہ، ارادہ۔ مِنًى بمعنی مَنًى ، مَنِيَّةٌ موت، مدت مَنَايَا جمع مُنْيَةٌ آرزو مُنًى جمع، اُمْنِيَّةٌ آرزو۔ اَمَانِیّ جمع، مُنَاوَاةٌ بدلہ۔ جزا۔

مَنْيٌ مصدر (ضرب) اندازہ کرنا۔ آزمانا۔ اِمْنَاءٌ (افعال) منی ڈالنا۔ تَمْنِيَةٌ (تفعیل) دل میں آرزو پیدا کرنا۔ آرزومند کرنا۔ بدلہ دینا۔ مُمَانَاةٌ (مفاعلہ) بدلہ دینا۔ انتظار کرنا۔ مدارات کرنا۔ سواری پہ باری باری سے سوار ہونا۔ تَمَنِّيْ (تفعل) آرزو کرنا۔ جھوٹ بولنا۔ نئی بات پیدا کرنا۔ تحریر کو پڑھنا۔

(مجمع البحار و تاج و مفردات و معجم القرآن)

مُنِیْبٌ : اسم فاعل واحد مذکر مرفوع، اِنَابَۃٌ مصدر باب افعال۔ نَوْبٌ مادہ ! اللہ کی طرف رجوع کرنیوالا خلوص کے ساتھ توبہ کرنے والا۔ ہر طرف سے ہٹ کر اللہ کی طرف لوٹنے والا پ ۱۲/۷۔

نَوْبٌ مصدر (باب نَصَرَ) کسی چیز کا بار بار لوٹنا۔ نَوْبَۃٌ کا بھی یہی معنی ہے نَائِبَۃٌ کا بھی یہی معنی ہے۔ نَائِبَۃٌ حادثہ مصیبت جو بار بار لوٹتی ہے اِنَابَۃٌ (افعال) خلوص عمل کے ساتھ اللہ سے توبہ کرنا۔ اِنْتِیَابٌ (افتعال) باری باری سے آنا۔ (المفردات) (دیکھو اَنَابَ و اُنِیْبُ)

مُنِیْبٍ : اسم فاعل واحد مذکر مجرور، اللہ کی طرف خلوص سے رجوع کرنیوالا۔ پ ۲۳/۷ ۲۶/۱۵ ر ۱۷۔

مُنِیْبًا : اسم فاعل واحد مذکر منصوب بمعنی مذکور پ ۲۳/۱۵

مُنِیْبِیْنَ : اسم فاعل واحد مذکر منصوب مُنِیْبٌ واحد اللہ کی طرف رجوع کرنیوالا۔ پ ۲۱/۷۔

مُنِیْرٍ : اسم فاعل واحد مذکر مجرور اِنَارَۃٌ مصدر باب افعال نُوْرٌ مادہ۔ باب افعال کا ابتدائی ہمزہ کبھی متعدی بنانے کے لئے آتا ہے اور کبھی صاحب ماخذ ہونے کو ظاہر کرتا ہے اسلئے اِنَارَۃٌ کا معنی روشن کرنا بھی ہے اور روشنی والا یعنی روشن ہو جانا بھی۔ اس بنا پر منیر کا ترجمہ ہوا خود روشن اور دوسروں کو روشن کرنیوالا پ ۱۰/۸ پ ۲۱/۱۲ پ ۲۲/۱۵۔

نُوْرٌ وہ بے کیف چمک ہے جو خود ظاہر اور دوسری چیز کو ظاہر کر دیتی ہے (کبیر)

نور کبھی بصیرت سے دکھتا ہے جیسے عقل کا نور، علم کا نور، قرآن کا نور، روح کا نور، کبھی بَصَر سے دکھتا ہے جیسے آگ، بجلی، ستاروں اور سورج، چاند کا نور، (مفردات) انتہائی نور کو ضوء اور ضیاء کہتے ہیں۔ (بیضاوی)

نُوْرٌ کلی، شگوفہ، اَنْوَارٌ جمع۔ نَارٌ آگ، نِیْرَانٌ نِیْرَۃٌ اَنْوِرَۃٌ نِیَارٌ جمع۔ اَنْوَرُ خوبصورت روشن، مَنَارَۃٌ (اسم مصدر) روشنی (اسم ظرف عقلی و حسی) اذان۔ کہنے کا مقام۔ جہاں سے عقلی اور روحانی نور نکلتا اور پھیلتا ہے، چراغ دان، جہاں سے چراغ کی روشنی پھیلتی ہے۔ مَنَارٌ (اسم مصدر) روشنی (اسم ظرف) راستہ کا نشان۔ نُوْرٌ مصدر باب نصر، روشن کرنا اِنَارَۃٌ (افعال) روشن ہونا۔ روشن کرنا (لازم و متعدی) درخت پر پھول آنا۔ خوبصورت ہونا۔ ظاہر کرنا۔ اِنْوَارٌ بھی باب افعال کا مصدر ہے

تَنْوِیْرٌ (تفعیل) روشن ہونا۔ روشن کرنا۔ صبح کی روشنی ہو جانا، درخت میں پھول آجانا۔ تَنَوُّرٌ (تفعل) روشن ہو جانا۔ اِنْتِیَارٌ (افتعال) بدن پر نورہ (چونہ وغیرہ) ملنا۔ اِسْتِنَارَۃٌ (استفعال) روشن ہونا، روشنی ڈھونڈھنا۔

مُنِیْرًا : اسم فاعل واحد مذکر منصوب۔ خود روشن دوسروں کو روشن کرنیوالا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی۔ ۲۲/۳ ۔

مَوَاخِرَ : صیغہ صفت جمع، مَاخِرٌ واحد مَخْرٌ اور مُخُوْرٌ مصدر، باب فتح۔ پانی کو چیرنے والی کشتیاں۔ ۲۲/۱۴ ۔

مُخْتَرَۃٌ ہر برگزیدہ منتخب چیز، مَخِیْرَۃٌ پانی ملی ہوئی شراب۔ مَاخُوْرٌ شراب کی بھٹی، شراب کی بھٹی پر بیٹھنے والے، مَوَاخِرُ اور مَوَاخِیْرُ جمع۔ مَاخِرٌ پانی کو پھاڑنے والی کشتی۔ آواز دینے والی کشتی، ایک جھونکے میں آگے بڑھنے والی کشتی۔ مَوَاخِرُ جمع، مَخُوْرٌ دراز قامت دراز گردن آدمی۔

مَخْرٌ اور مُخُوْرٌ مصدر، باب فتح کشتی کا چلنا۔ پانی کو پھاڑنا۔ چلنے میں آواز پیدا ہونا۔ پانی کو ہاتھوں سے چیرنا۔ زمین کو نرم بنانے کے لئے پانی کو اس پر چھوڑ دینا۔

اِمْتِخَارٌ (افتعال) ہر اچھی چیز کو چھانٹ لینا تَمَخُّرٌ (تفعل) ہوا کی طرف پشت کر کے کھڑا ہونا۔

اَلْمَوَازِیْنَ : اسم آلہ یا اسم مفعول، جمع، اَلْمِیْزَانُ یا اَلْمَوْزُوْنُ واحد، ترازویں یا وزن کئے جانیوالے اعمال۔ ترازو ایک ہوگی موازین جمع کا صیغہ کیوں ذکر کیا؟ اسکی توجیہ یہ ہے کہ موزونات مختلف ہوں گے ہر شخص کے اعمال الگ الگ تولے جائیں گے تو گویا ہر ایک شخص کے اعمال کی ترازو بھی الگ ہوگئی، یا وزن میں تعدد ہوگا، لاتعداد آدمی ہوں گے اس لئے وزن کی بھی شمار نہیں، جتنے آدمی اتنی ہی مرتبہ وزن کشی، میزان کو بصورتِ تعدد لانے سے وزن کے تعدد کی طرف اشارہ ہے (بیضاوی) ۱۷/۴ ۔

وَزْنٌ کسی چیز کی مقدار کی پہچان، عوام کے نزدیک کسی چیز کو ترازو سے تولنے کو وزن کرنا کہتے ہیں (راغب) حقیقت میں وزن کا معنی تولنا ہی ہے، تولنے سے چیز کی صحیح مقدار معلوم ہو جاتی ہے جو وزن کی اصل غرض ہے اس لئے

وزن کے معنی جانچنے اور مقدار کو پہچاننے کے ہونگے موزوں چیز وہی ہوتی ہے جس کی کوئی جسمانیت ہو۔ لیکن کبھی غیر جسمانی چیزوں کے لئے بھی وزن کا استعمال کیا جاتا ہے جیسے اقیموا الوزن بالقسط اپنے تمام افعال، اعمال اور معاملات کی صحیح وزن کشی کرو، انصاف پیش نظر رکھو کمی بیشی نہ کرو۔ (آیت کی یہ تشریح راغب نے کی ہے)

موزون کبھی ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو اندازہ کے موافق ہو کم زیادہ نہ ہو خواہ وزن سے اس کا تعلق نہ ہو جیسے وانبتنا فیھا من کل شیئ موزون ہم نے زمین میں ہر چیز آئیڈیل پیدا کی یعنی اندازہ شدہ متناسب الاجزا، متناسب الکیفیۃ۔

وزن کے دوسرے مفعول پر کبھی لام نہیں آتا جیسے وَزَنُوهُمْ، کبھی آتا ہے جیسے وَزَنْتُ لِفُلَانٍ، مِيْزَانُ النَّهَارِ ٹھیک دوپہر۔

مَوَازِيْنُهٗ: موازین جمع مضاف۔ ۂ ضمیر مضاف الیہ۔ اسکی ترازویں یعنی نیکیوں کے پلڑے۔ ۸ پ ۹ ۱۸ پ ۲۶ ۳۰۔

مَوَاضِعِهٖ: اسم ظرف جمع۔ مَوْضِعٌ واحد وَضْعٌ مصدر باب فتح، رکھنے کے مقامات ۵ پ ۴ ۱۰ پ ۶ ۷۔

وَضْعٌ اتار کر نیچے رکھ دینا جیسے وَضَعَتِ الْحِمْلَ اس نے بوجھ اتار کر نیچے رکھ دیا۔ بچہ جننا جیسے وَضَعْتُهَا میں نے اس کو جنا۔ ایجاد کرنا، پیدا کرنا بچھانا۔ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ اللہ نے زمین کو پیدا کیا بچھایا۔ قائم کرنا، بنانا جیسے اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ سب سے پہلا مکان جو لوگوں کے لئے بنایا گیا۔ قائم کیا گیا۔ سامنے لاکر رکھنا، ظاہر کرنا۔ وُضِعَ الْكِتٰبُ اعمالنامے ظاہر کئے جائیں گے سامنے لائے جائیں گے۔ ان سب معانی میں مفہوم مشترک رکھنا ہے وَضَعَتِ الدَّابَّةُ فِيْ سَيْرِهَا گھوڑے نے اپنی رفتار میں تیزی کی یعنی جلد جلد قدم رکھے، دَابَّةٌ حَسَنَةُ الْمَوْضُوْعِ خوش رفتار گھوڑا۔ اِيْضَاعٌ (باب افعال) تیز رفتار پر آمادہ کرنا۔ تیز دوڑانا۔ وُضِعَ الرَّجُلُ فِيْ تِجَارَتِهٖ اس کو تجارت میں نقصان ہوگیا۔ وَضِيْعٌ کمین، ذلیل، حقیر، رکھی ہوئی امانت، وَضِيْعَةٌ کم کی ہوئی قیمت۔ سرکاری ٹیکس۔ خواندہ لڑکا۔ وَضَائِعُ جمع، وَاضِعَةٌ بدکار عورت، مُوَاضَعَةٌ مہربانی۔ محبت۔ وَضْعٌ، مَوْضَعٌ، مَوْضِعٌ سب مصدر ہیں، باب فتح۔ وَضَعَ کے

بعد اگر بِعَلیٰ ہو تو مراد ہوتی ہے مرتبہ سے نیچے گرا دینا۔ کم کر دینا۔ امانت رکھنا۔ خطا معاف کر دینا اور مٹا دینا۔

ضَعَۃٌ مصدر باب کرم، کمینہ، نالائق اور ذلیل ہو جانا مُوَاضَعَۃٌ (مفاعلۃ) باہم معاہدہ۔ باہم خرید و فروخت۔ باہم کسی چیز پر موافقت تَوَاضُعٌ (تفاعل) عاجز بن جانا۔ اپنے کو کمزور درجہ والا ظاہر کرنا۔ اِتِّضَاعٌ (افتعال) کمینہ اور ذلیل ہونا۔ (المفردات، تاج، صحاح)

مَوَاطِنَ: جمع، مَوْطِنٌ واحد، مواقع، مقاماتِ جنگ۔ پ ۱۰

وَطَنٌ وَطْنٌ (جمع اوطانٌ) مَوْطِنٌ (جمع مَوَاطِنُ) لوگوں کے رہنے کی اصل جگہ۔ مواقعِ جنگ: وُطُوْنٌ مصدر باب ضرب۔ جگہ پکڑنا۔ مقیم ہو جانا۔ اِیْطَانٌ (افعال) تَوْطِیْنٌ (تفعیل) اِسْتِیْطَانٌ (استفعال) رہنے کی جگہ اختیار کر لینا۔ تَوَطُّنٌ (تفعل) جگہ پکڑ لینا۔ کسی چیز پر دل لبستہ ہونا۔

مَوَاقِعَ: جمع مضاف مَوْقِعٌ واحد، منزلیں، فرودگاہیں، مراد ستاروں کے غروب ہونے کے منازل۔ پ ۲۷ / ۱۶

وُقُوْعٌ نیچے کو گرنا کسی چیز کا ہو، ثابت ہونا۔ واجب اور لازم ہو جانا (فتح) قرآن مجید میں وَقَعَ اور اس کے مشتقات کا استعمال عموماً عذاب، مصیبت اور شدائد کے موقع پر ہوا ہے جیسے وَقَعَ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ۔ وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ، بِعَذَابٍ وَاقِعٍ۔

لیکن دو ایک جگہ ثواب کے موقع پر بھی ذکر کیا ہے جیسے فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ (المفردات) وَقَعٌ (سمع) سخت زمین یا پتھر سے گھوڑوں کے سموں کا گھسنا اور تکلیف پانا وَقْعٌ (اسم) آسیب، کسی چیز پر دوسری چیز کا گرنا۔ اونچی جگہ، وہ ابر جس سے بارش کی امید ہو۔ وَقْعَۃٌ آسیب، لڑائی کی بہیم مصیبت، وَقِيْعَۃٌ لڑائی کی مصیبت، چھوٹا کنواں۔ وَاقِعَۃٌ حادثہ، مصیبت، قیامت مَوْقِعٌ گرنے کی جگہ، مَوَاقِع جمع، اِيْقَاعٌ (افعال) کسی کو امرِ ناگوار میں ڈال لینا۔ تَوْقِيْعٌ (تفعیل) خط پر نشان کرنا۔ نشان، کسی بات کا گمان کرنا۔ مُوَاقَعَۃٌ (مفاعلۃ) لڑائی میں پڑ جانا، جماع کرنا، تَوَقُّعٌ اور اِسْتِيْقَاعٌ کسی چیز کے واقع

ہونے کی امید کرنا۔ (قاموس صحاح)

مُوَاقِعُوْا: اسم فاعل جمع مذکر اصل میں مُوَاقِعُوْنَ تھا، اضافت کی وجہ سے نون ساقط ہو گیا۔ مُوَاقَعَۃٌ (مفاعلۃ) مصدر، گرنے والے۔ ۱۵/۱۹ -

مَوَاقِیْتُ: جمع مِیْقَات واحد، اسمِ آلہ، وقت کی شناخت کے ذرائع۔ ۲/۸ -

وَقْت زمانہ کی وہ موہوم امتداد جو کسی کام کے لئے فرض کی جاتی ہے، وَقْتٌ مصدر باب ضرب، وقت مقرر کرنا۔ تَوْقِیْتٌ (تفعیل) وقت ظاہر کرنا۔ مُوَافَتَۃٌ وقت مقرر کرنا۔ مِیْقَاۃٌ اور مَوْقِتٌ کسی کام کو شروع کرنے کی جگہ جیسے میقاتِ حج، میقاتِ احرام وہ وقت جو کسی کام کے لئے مقرر کیا جاتا ہے کسی کام کا وعدہ جس کے لئے وقتِ مقرر کیا جاتا ہے۔ (المفردات)

مَوَالِیَ: جمع مَوْلٰی، واحد، ۲۵/۴ وہ عصبات جو ذوی الفروض سے بچے ہوئے مال کے وارث ہوتے ہیں اور اگر میت کے ذوی الفروض نہ ہوں تو کل مال کے وارث ہوتے ہیں (لغوی)

بعض مفسروں کا خیال ہے کہ مِمَّا تَرَکَ میں بمعنی مَنْ ہے اور مَنْ تَرَکَ سے مراد ہے میت اور موالی کی تفسیر ہے والدان اور اَقْرَبُوْنَ، اس تفسیر پر والدین اور تمام رشتہ دار وارث موالی ہوں گے۔

اَلْمَوَالِیَ: جمع المولیٰ واحد، چچا کے بیٹے، (لغوی) عصبات (مجاہد) کلالہ (ابوصالح) عام وارث (کلبی) ۱۶/۴ -

مَوَالِیْکُمْ: جمع مضاف کُمْ مضاف الیہ تمہارے (دینی) دوست۔ ۲۱/۱۷ -

وَلَاءٌ اور تَوَالِی دو چیزوں میں ایسی کیفیت اتصالیہ کہ اجنبیت حائل نہ ہو مجازاً مراد قرب ہوتا ہے کیسا ہی ہو مکانی یا نسبی یا دینی یا دوستی کے لحاظ سے یا اعتقاد کے لحاظ سے یا امداد کے اعتبار سے یا مالکیت اور مملوکیت کے اعتبار سے۔

وِلَایَۃٌ امداد، وَلَایَۃٌ حکومت کی ذمہ داری کسی کام کا ذمہ دار ہونا۔ وَلِیٌّ اور مَوْلٰے دونوں ہم معنی ہیں، ہر ایک کے معنی ہیں قرب و اتصال کا مفہوم ماخوذ ہے اسی لئے دونوں لفظوں کا اطلاق اللہ پر بھی ہوتا ہے اور بندوں پر بھی اہل ایمان اور فرمانبرداروں کا اللہ وَلِی

اور مولیٰ ہے ، نیک بندے اور اہل ایمان اللہ کے بھی اولیاء ہیں اور آپس میں بھی ہر ایک دوسرے کا ولی اور مولیٰ ۔ مؤمن اور غیر مؤمن میں چونکہ رشتۂ اتصال اور تولّی نہیں ہے اس لئے کوئی دوسرے کا ولی ہے نہ متولی ۔ باہمی خصوصی تعلق کی وجہ سے ہی مولیٰ آزاد کرنیوالے آقا کو بھی کہتے ہیں اور آزاد شدہ غلام کو بھی معاہد کو بھی چچا کے بیٹے کو بھی بلکہ ہر قرابتی رشتہ دار کو بھی ، ہمسایہ اور دوست کو بھی ۔

(مادہ وَلِیٌّ کی مزید تنقیح کے لئے دیکھو اولیاء اور اولیٰ)

مَوْبِقًا : ظرف مکان ، وُبُوقٌ مصدر (سمع ، حسب ، ضرب) ہلاکت کی جگہ مراد جہنم کا خاص درجہ ۔ ۱۵/۹ ۔

مَوْبِقٌ جیلخانہ ۔ ہلاکت کا مقام ۔ وُبُوقٌ اور مَوْبِقٌ مصدر ، ہلاک ہونا ۔ اِیْبَاقٌ (افعال) قید کرنا ۔ روک رکھنا ۔ ہلاک کرنا ۔ اِسْتِیْبَاقٌ (استفعال) ہلاک ہونا ۔ ہلاک ہونے کی خواہش کرنا ۔

اَلْمَوْتُ : مصدر اور اسم مرفوع معرفہ مرنا ۔ موت ۔ (نصر ، سمع ، ضرب) ۱/۵ ۲/۶ ۴/۱۴ ۵/۸،۱۱ ۴/۴ ۱۳/۱۵ ۱۸/۶ ۲۸/۱۴ ۔

اَلْمَوْتَ : مصدر و اسم منصوب ، معرفہ ، مرنا ۔ موت ۔ ۱/۱۱ ۴/۵،۸ ۲۲/۸ ۲۴/۲ ۲۵/۱۲ ۲۷/۱۵ ۲۸/۱۱ ۲۹/۱ ۔

اَلْمَوْتِ : مصدر و اسم مجرور معرفہ ۔ مرنا موت ۔ ۱/۲ ۲/۱۲ ۴/۱۰ ۷/۴،۱۷ ۹/۱۵ ۱۳/۱ ۱۷/۳ ۲۱/۲،۱۴،۱۸ ۲۶/۷،۱۶

مَوْتًا : مصدر ، منصوب نکرہ ۔ مرنا ۱۸/۱۶

نوٹ : ۲/۶ ۴/۴ ۱۳/۱۵ میں موت سے مراد اسباب موت ہیں ۔ ۱۸/۱۶ میں موت سے مراد اِمَاتَۃٌ یعنی موت دینا ہے ۲۱/۱۸ میں موت سے مراد سکراتِ موت ہے ۔ باقی آیات میں موت کا مصدری یا اسمی معنی ہی مراد ہے ۔

مَوْتَتُنَا : مصدر مضاف ، نَا ضمیر جمع متکلم مجرور ۔ ہماری موت ۔ ۲۳/۶ ۲۵/۱۵ ۔

(تفصیل کے لئے دیکھو مَاتَ اور مَمَاتٌ)

مَوْتِکُمْ : مصدر مجرور مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر ، تمہاری موت ۔ ۱/۶ ۔

مُوْتُوْا : امر جمع مذکر حاضر ، مَوْتٌ مصدر (نصر) مر جاؤ ۔ ۲/۱۶ وقت موت تک اسی حالت

پر قائم رہو۔ پ ۴/۲

اَلْمَوْتَةَ : اسم بمعنی موت۔ پ ۲۵/۱۶۔

مَوْتِہٖ : اسم مضاف مجرور، ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔ اسکی موت۔ پ ۶/۲ ۲۲/۸۔

مَوْتِہَا : اسم مضاف مجرور ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ، اسکی موت، پ ۲/۴ پ ۳/۳ پ ۱۴/۱۴ پ ۲۱/۲ر۵ر۶ر۸ ۲۲/۱۵ ۲۴/۲ ۲۵/۱۷ پ ۲۷/۱۸ آیت پ ۳/۳ اور ۲۴/۲ میں مرنا مراد ہے باقی ہر جگہ زمین کا خشک ہو جانا۔ ناقابلِ روئیدگی ہو جانا۔

اَلْمُوْتُوْنَ : اسم فاعل جمع مذکر۔ اَلْمُوْتِیْ واحد، اِیْتَاءٌ مصدر (افعال) دینے والے۔ ادا کرنیوالے۔ پ ۶/۲ (دیکھو اٰتٰی اور اٰتَتْ)

اَلْمَوْتٰی : جمع اَلْمَیِّتُ واحد مردے۔ پ ۱/۹ پ ۳/۳ر۱۳ پ ۷/۵ پ ۸/۱ر۱۴ پ ۱۳/۱۰ پ ۱۷/۸ پ ۲۰/۲ پ ۲۱/۸ پ ۲۲/۱۸ پ ۲۴/۱۹ پ ۲۵/۲ پ ۲۶/۴ پ ۲۹/۱۸ مردہ دل کافر۔ پ ۷/۱۔

اَلْمُؤْتَفِکٰتُ : اسم فاعل جمع مؤنث مرفوع و مجرور۔ اَلْمُؤْتَفِکَۃُ واحد، اِئْتِفَاکٌ مصدر (افتعال) اِفْکٌ مادہ۔ الٹی ہوئی۔ منقلب، مراد حضرتِ لوط کی قوم کی بستیاں جو بحیرۂ مردار کے ساحل پر آباد تھیں اور جن کی تخت گاہ یا سب سے بڑا شہر سدوم یا سدوم تھا، حضرتِ لوط کا حکم نہ ماننے اور ظلم و لواطت سے باز نہ آنے کی وجہ سے اللہ نے انکی زمین کا تختہ الٹ دیا اور اوپر سے کنکریلے پتھروں کی بارش کی۔ پ ۱۰/۱۵ ۲۹/۵۔

اَلْمُؤْتَفِکَۃَ : اسم فاعل واحد مؤنث منصوب المؤتفکات جمع، الٹی ہوئی (بستیاں)، مراد قومِ لوط کی بستیاں۔ پ ۲۷۔

مَوْثِقًا : مصدر منصوب وُثُوْقٌ بھی مصدر ہے (حسب) پختہ پیمان مضبوط عہد۔ پ ۱۳/۲ر۴۔

مَوْثِقَہُمْ : مصدر منصوب مضاف ھُمْ ضمیر مذکر غائب مضاف الیہ انکا مضبوط عہد پ ۱۳/۲

وَثِیْقٌ مضبوط، وِثَاقٌ جمع، وَثِیْقَۃٌ عہد نامہ وہ دستاویز یا کوئی چیز جس سے کام میں مضبوطی ہو وَثَاقٌ اور وُثَاقٌ اور وِثَاقٌ بند، مَوْثِقٌ اور مِیْثَاقٌ عہد و پیمان مضبوطی۔ مَوْثِقٌ کی جمع، مَوَاثِقُ اور مَیَاثِقُ مِیْثَاقٌ کی جمع مَوَاثِیْقُ اور مَیَاثِیْقُ۔

وَثَاقَۃٌ مصدر (کرُم) کسی کام کو مضبوط کرنا۔ ثِقَۃٌ اور مَوْثِقٌ مصدر (حسب) مضبوط رکھنا۔ کسی پر بھروسہ کرنا۔ اِیْثَاقٌ (افعال) مضبوط باندھنا۔ تَوْثِیْقٌ (تفعیل) مضبوط کرنا۔ عہد لینا۔

اِسْتِیْثَاقٌ (استفعال) عہد لینا۔

مَوْجٌ : اسم مفرد نکرہ، اَمْوَاجٌ جمع، پانی کی پٹار لہر۔ ۱۸/۱۱ ۲۱/۱۲۔

مَوْجٌ مصدر (نصر) ہلنا۔ لہر دینا۔ تلاطم۔ پانی میں لہریں اٹھنا۔ حق اور سچی بات سے مڑنا۔ لوگوں کو پریشان کرنا۔

مَوْجٍ : اسم مفرد نکرہ۔ لہر۔ ۱۲/۴۔

اَلْمَوْجُ : اسم مفرد معرفہ۔ لہر ۱۱/۸ ۱۲/۴۔

مُؤَجَّلًا : اسم مفعول واحد مذکر۔ تَاْجِیْلٌ مصدر (تفعیل) اجل مادہ۔ مقرر الوقت۔ وہ جس کا وقت معین ہو۔ ۴/۶۔

تَاْجِیْلٌ وقت دینا۔ مہلت دینا۔ وقت مقرر کرنا۔ دیر کرنا۔ (دیکھو اَجَلٌ)

مَوَدَّةً : مصدر منصوب نکرہ (سمع) دوستی محبت۔ دلی رغبت۔ ۶/۵ ۱۵/۶ ۲۸/۸۔

مَوَدَّةٌ : مصدر مرفوع نکرہ، دوستی، دوست رکھنا۔ ۵/۷۔

اَلْمَوَدَّةَ : مصدر منصوب معرفہ۔ دوستی، دوست رکھنا۔ ۲۵/۴

اَلْمَوَدَّةِ : مصدر مجرور معرفہ، دوستی، دوست رکھنا۔ ۲۸/۷۔

مَوَدَّةَ : مصدر منصوب مضاف، دوستی محبت۔ ۲۰/۱۵۔

وَدٌّ وَدِیْدٌ وَدُوْدٌ دوست، بہت محبت کرنیوالا۔ وُدٌّ کی جمع اَوِدَّاءُ، اَوْدَاءُ، اَوُدٌّ ہے۔

وَدٌّ اور وُدٌّ حضرت نوح کی قوم کے ایک بت کا نام۔ مَوَدَّةٌ کتاب۔

وُدٌّ، وَدَادٌ، وَدَادَةٌ، مَوَدَّةٌ، مِوَدَّةٌ، مَوْدِدَةٌ مصادر ہیں (سمع) دوست رکھنا۔ فتح سے بھی بہت کم بطور شاذ آیا ہے، وَدٌّ، وَدَادٌ، وَدَادَةٌ آرزو کرنا۔ تَوَدُّدٌ (تفعل) دوستی نباہنا۔ دوست رکھنا۔ تَوَادٌّ (تفاعل) باہم دوستی رکھنا۔

مُؤَذِّنٌ : اسم فاعل واحد مذکر۔ تَاْذِیْنٌ سے مصدر (تفعیل) پکارنے والا منادی اعلانچی۔ ۸/۱۳ ۱۲/۳۔

اِذْنٌ اجازت۔ علم، دانست۔ اُذْنٌ اور اُذُنٌ کان۔ نَاشِرُ الْاُذُنَیْنِ کان کھولے ہوئے یعنی لالچی اور امیدوار۔ لَبِسْتُ اُذُنَیَّ لَہٗ میں نے اس کے لئے دونوں کان چھپا لئے یعنی روگردانی کی۔ غافل بن گیا۔ اُذُنَۃٌ وہ شخص کہ ہر سنی ہوئی بات کا یقین کرلے۔ طَعَامٌ لَا اُذُنَۃَ لَہٗ ایسا کھانا جس کی رغبت نہ ہو۔ اُذَیْنٌ کان اور علم۔ اَذَانٌ

اعلان اطلاع، تَأذِیْنٌ کا اسم مصدر بھی ہے یعنی نماز کی ندا۔ تأذِنٌ دربان ضامن ذمہ دار۔ اُذُنٌ اور اُذَانِیٌّ بڑے کان والا۔ مُؤَذِّنٌ ضامن ذمہ دار۔ وہ جگہ جہاں ہر طرف سے اذان کی آواز سنی جائے۔ مِئْذَنَۃٌ اذان۔ اذان دینے کی جگہ۔ گرجا۔

اِذْنٌ۔ اَذَنٌ۔ اَذَانٌ۔ اَذَانَۃٌ مصادر ہیں (سمع) اگر اس کے بعد باء ہو تو معنی ہوگا جاننا اگر لام ہو تو معنی ہوگا امیدوار ہونا۔ اَذِنَ لَہٗ اِذْنًا و اَذِیْنًا اس کو اجازت دی۔ اَذِنَ اِلَیْہِ اَذَنًا اور اَذِنَ لَہٗ اَذَنًا تعجب سے اس کو سنا۔ اَذَنَہٗ (نصر) اس کے کان پر مارا۔ اَذِنَ الْعُشْبُ گھاس خشک ہونے لگی۔ اِیْذَانٌ (افعال) اعلان کرنا۔ اذان کہنا۔ اگر اس کے بعد ایک مفعول ہو جیسے اٰذَنَہٗ تو تعجب میں ڈالنے، روکنے اور کان پر مارنے کا معنی ہوگا، اگر دو مفعول ہوں خواہ دوسرے مفعول پر باء ہو یا نہ ہو جیسے اٰذَنَہُ الْاَمْرَ اور بِالْاَمْرِ تو کسی بات کی کسی کو اطلاع دینے کا معنی ہوگا۔ تَأْذِیْنٌ (تفعیل) اذان کہنا۔ اعلان کرنا۔ اجازت دینا۔ گوشمالی کرنا۔ اِسْتِیْذَانٌ (استفعال) اجازت چاہنا۔ تَأَذُّنٌ (تفعل) قسم کو یاد کرنا۔ اعلان کرنا۔ اطلاع دینا۔

مَوْرًا: مصدر (نصر) ہلنا، موجی حرکت کرنا پ۲۷

مَوْرٌ (اسم) موج۔ ہموار راستہ جس پر بکثرت آمد و رفت ہو، خون جاری ہونا۔ موجیں مارنا۔ ہلنا۔ پراگندہ ہونا۔ غبار اٹھنا۔ اِمَارَۃٌ (افعال) زمین پر خون بہانا۔ ہوا کا غبار اڑانا۔ اِمْتِیَارٌ (افتعال) تلوار سونتنا۔ تَمَوُّرٌ (تفعل) آمد و رفت۔ آنا جانا۔ (قاموس و تاج)

اَلْمَوْرُوْدُ: اسم مفعول واحد مذکر وُرُوْدٌ مصدر (ضرب) اترنے کی جگہ (یعنی ظرف مکان) پ۱۲

وَرْدٌ گلاب کا پھول، ہر پھول، بہادر، شیر، زعفران۔ وِرْدٌ بخار، بخار کی باری۔ وظیفہ، مقررہ حصہ، پانی کا مقررہ حصہ۔ پانی پر اترنے والے لوگ، فوج کا ایک دستہ۔ وِرْدَۃٌ ہلاکت۔ مَوْرِدٌ اور مَوْرِدَۃٌ راستہ۔ گھاٹ۔

وُرُوْدًا اور وِرْدٌ مصدر (ضرب) آنا، پانی پر آنا۔ وَرَادَۃٌ اور وُرُوْدَۃٌ مصدر (کرم) گھوڑے کا گلگوں ہونا۔ اِیْرَادٌ (افعال) گھاٹ پر لانا۔ حاضر کرنا۔ تَوْرِیْدٌ (تفعیل) درخت میں پھول آنا۔ رخسار کو گلابی کرنا۔ تَوَرُّدٌ (تفعل)

گھاٹ ڈھونڈھنا۔ پانی پر آنا۔ اِستِبرَاءُ (استفعال) پانی پر آنا، گھاٹ پر لانا۔ (تاج ومفردات وراغب)

اَلْمُوْرِیَاتِ : اسم فاعل جمع مؤنث، اَلْمُوْرِیَۃُ واحد۔ اِیْرَاءٌ مصدر (افعال) آگ روشن کرنیوالے۔ $\frac{30}{25}$۔

مراد وہ گھوڑے جو پتھریلی زمین پر چلنے میں تو ان کے سموں کی رگڑ سے آگ کی چنگاریاں نکلتی ہیں (عکرمہ، عطاء، ضحاک، مقاتل، کلبی) بھڑک کر میدانِ کارزار کی طرف جانیوالے گھوڑے جن کے سواروں کے دلوں میں عداوت کی آگ بھڑکتی ہے (قتادہ) سواروں کا وہ دستہ جو دن بھر جہاد کر نیکے بعد شام کو واپس آ کر کھانا پکانے کے لئے آگ جلاتا ہے (حضرتِ ابنِ عباس بروایت سعید بن جبیر) جنگی داؤں کرنیوالے سپاہی (مجاہد، زید بن اسلم) قولِ اول کو ترجیح عام اہلِ تراجم اور مفسرین نے دی ہے۔

رِیۃٌ بھیرا۔ وہ چیز جس سے آگ جلائی جاتی ہے۔ وَرِیٌ مخلوق۔ وَرِیٌّ آگ جلانے کی چیز۔ آگ دینے والا۔ وَرَاءٌ اوٹ۔ آگے پیچھے وَرْیٌ مصدر (ضرب) آگ جل جانا۔ رِیَۃٌ اور وُرِیٌّ بھی مصدر ہیں، وُرِیٌ مصدر بابِ حسب سمع) جمع ہونا بھر جانا لکڑی وغیرہ کو رگڑ کر آگ نکالنے کی کوشش کرنا۔ اِیْرَاءٌ لکڑی پتھر وغیرہ کو رگڑ کر آگ نکالنا۔ تَوْرِیَۃٌ (تفعیل) بمعنی اِیْرَاءٌ اور پردہ کے اندر کوئی بات کہنا یعنی اصل بات کو چھپا کر دوسری بات ظاہر کرنا، اس طور پر کہ جھوٹ بھی نہ ہو اور اصل بات ظاہر بھی نہ ہونے پائے، مُوَارَاۃٌ (مفاعلہ) کسی چیز کو چھپانا۔

(تاج ومفردات وقاموس ولسان)

مَوْزُوْنٍ : اسم مفعول واحد مذکر وَزْنٌ اور زِنَۃٌ مصدر (ضرب) اندازہ کی ہوئی۔ جانچی ہوئی، $\frac{14}{2}$ وزن تولنا۔ جانچنا۔ اندازہ کرنا۔ اِتِّزَانٌ (افتعال) وزن کرنا۔ جانچنا۔

اَلْمُوْسِعِ : اسم فاعل واحد مذکر، اِیْسَاعٌ مصدر (افعال) مالدار، وسعت والا۔ $\frac{2}{15}$

مُوْسِعُوْنَ : اسم فاعل جمع مذکر، اِیْسَاعٌ مصدر (افعال) مقدرر والے، قدرت والے۔ $\frac{27}{2}$

وُسْعٌ وِسْعٌ وَسْعٌ سَعَۃٌ کشائش، مالداری طاقت، دست رسی۔ وَسَائِعٌ سکیدست کشادہ دست۔ بزرگی۔ کشادہ کام۔ وَاسِعٌ کشادہ، فراخ وسعت والا، بہت دینے والے۔ ہر چیز کی سمائی رکھنے والا۔

سَعَۃٌ مصدر (فتح) سمانا۔ گنجائش رکھنا طاقت رکھنا۔ فراخی کرنا۔ وُسَاعَۃٌ اور سَعَۃٌ مصدر (کرم) صاحبِ مقدور ہونا۔ بزرگ ہونا۔
اِیْسَاعٌ (افعال) مالدار ہونا طاقتور ہونا۔ مالدار بنا دینا، کسی پر نعمت فراخ کرنا۔ تَوْسِیْعٌ (تفعیل) فراخ کرنا۔ فراخدست کرنا۔ تَوَسُّعٌ (تفعل) کشادگی۔ مجلس میں کشادہ ہو کر بیٹھنا
اِتِّسَاعٌ (افتعال) کشادہ ہونا۔

مُوْسٰی: عَلَم معرفہ، بنی اسرائیل کے مشہور پیغمبر جنکی والدہ کا نام یوحانث تھا اور باپ کا نام عمران، کہا جاتا ہے کہ عبرانی زبان میں مُوْ پانی کو کہتے ہیں اور شٰی کا معنی درخت، عربی میں شین کو سین سے بدل دیا حضرتِ موسٰی کو پیدائش کے بعد لکڑی کے صندوق میں بند کر کے پانی میں ڈالدیا گیا تھا اس لئے موسٰی نام ہوگیا۔ (قاموس)

حضرتِ موسٰی علیہ السلام جلیل القدر رسول تھے قرآنِ مجید میں اتنا کثیر تذکرہ کسی اور پیغمبر کا نہیں آیا جتنا حضرتِ موسٰی کا آیا ہے فرعون شاہِ مصر کی گود میں پرورش پائی جوان ہوئے تو ایک قبطی آپ کے ہاتھ سے بلا ارادہ مارا گیا۔ آپ ملکِ شام کی طرف چلے گئے، وہاں حضرتِ شعیب کی صاحبزادی سے نکاح ہوا سالہا سال حضرتِ شعیب کی بکریاں چرائیں مدت کے بعد واپس ہوئے تو صحرا ءِ سینا میں کوہِ طور پر آگ بھڑکتی دیکھی قریب پہنچے تو نبوت سے سرفراز کردیئے گئے۔ آپ کی درخواست پر آپ کے بھائی ہارون کو بھی پیغمبر بنایا گیا۔ دونوں بھائی فرعون کے پاس پہنچے اور اللہ کا پیغام پہنچایا فرعون نے سرکشی کی، جادوگروں کو جمع کیا، مقابلہ ہوا، جادوگروں کو شکست ہوئی وہ مسلمان ہوگئے فرعون کی دشمنی بڑھ گئی۔ آپ بنی اسرائیل کو ساتھ لیکر راتوں رات مصر سے نکل کھڑے ہوئے فرعون نے پیچھا کیا اور مع لشکر کے دریا میں گھس پڑا، آخر غرق ہوگیا۔ موسٰی امن چین سے نکل کر چلے گئے، مزید تفصیل کے لئے تاریخ کا مطالعہ کرو۔

۶:۷، ۱ ۲، ۱۶   ۳/۱۶   ۳/۱۷   ۶/۲، ۳، ۸   ۷/۱۶، ۱۷   ۹/۹
۹/۳:۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰   ۱۱/۱۳، ۱۴   ۱۳/۲، ۹، ۱۰   ۱۳/۱۳، ۱۴
۱۵/۱، ۱۲، ۲۱   ۱۶/۷، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴   ۱۷/۳، ۱۳   ۱۸/۳   ۱۹/۲، ۶، ۷،
۱۹/۸، ۱۹   ۲۰/۴:۵، ۷، ۸، ۱۱، ۱۶   ۲۱/۱۶، ۱۷   ۲۲/۶   ۲۳/۸   ۲۴/۸، ۹
۲۴/۱۱، ۲۰   ۲۵/۳، ۱۱   ۲۶/۲، ۴   ۲۷/۱، ۷   ۲۸/۹   ۳۰/۳، ۱۲۔

مُوْصٍ: اسم فاعل واحد مذکر، اِیْصَاءٌ مصدر باب افعال۔ اصل میں مُوْصِیٌ تھا، وصیت

کرنے والا ۔ ۲/۹ ۔

کسی کے عمل کرنے کے لئے کوئی نصیحت آمیز ہدایت وصیت کہلاتی ہے (المفردات)

اَرْضٌ واصِیَۃٌ وہ زمین میں ہمیشہ سبزی رہی۔ اِیْصَاءٌ اور تَوْصِیَۃٌ دونوں کا معنی ہے وصیت کرنا۔ تَوَاصِی باہم ایک کا دوسرے کو وصیت کرنا۔

مُؤْصَدَۃٌ: اسم مفعول واحد مؤنث اِیْصَادٌ مصدر باب افعال، بند کی ہوئی۔ ۳۰/۲۹،۱۵

وَصَدٌ بُننا، وَصِیْدٌ اور وَصِیْدَۃٌ چوکھٹ صحن، وہ حظیرہ جو جانوروں کے لئے پتھروں کا بنا لیا جاتا ہے، لکڑیوں سے بنایا ہوا باڑہ اصحابِ کہف کا غار، بند کیا ہوا، یہ آخری معنی اس وقت ہوگا جب وصید کو صفتِ مشبہ کہا جائے۔

وَصَّادٌ بُننے والا۔ وَصْدٌ مصدر ب ضرب، پائیدار ہونا۔ برقرار ہونا۔ اِیْصَادٌ مصدر (افعال) باڑہ بنانا۔ دروازہ بند کرنا قفل لگانا۔ تَوْصِیْدٌ (تفعیل) ڈرانا۔

مَوْضُوْعَۃٌ: اسم مفعول واحد مؤنث وَضْعٌ مصدر باب فتح۔ رکھی ہوئی ۳۰/۱۴ یعنی جنت کے چشموں پر پینے کے پیالے رکھے ہوئے ہوں گے۔

(مدارک ومعالم) (دیکھو مُوَاضِعِہٖ)

مَوْضُوْنَۃٍ: اسم مفعول واحد مؤنث وَضْنٌ مصدر باب ضرب سونے کی پتروں اور تاروں سے بنے ہوئے جڑاؤ (مملی) زرہ کی کڑیوں کی طرح بنے ہوئے (البغوی) سونے کے تاروں سے گھنی بناوٹ والے جواہرات سے جڑے ہوئے (عام اہل التفسیر) قطار در قطار رکھے ہوئے (ضحاک) ۲۷/۱۴

اصل میں وَضْنٌ زرہ کی بناوٹ کو کہتے ہیں، مجازاً ہر مضبوط بناوٹ کو وَضْنٌ کہہ لیا جاتا ہے (راغب) مِیْضَنَۃٌ کھجور کی پتیوں کی چٹائی۔ مَوَاضِیْنُ جمع، تَوَضُّنٌ ذلیل کرنا۔ اِتِّضَانٌ نزدیک کرنا (قاموس)

مَوْطِئًا: اسم ظرف، وَطْأٌ مصدر باب سَمِعَ پاؤں رکھنے کی جگہ۔ ۱۱/۹

وَطْأَۃٌ قدم کی جگہ، تنگی، سخت گرفت، وَطَاءَۃٌ پامال راستہ، مسافر لوگ، وَطِیٌّ روندا ہوا۔ وِطَاءٌ بچھونا۔ مَوْطَأٌ اور مَوْطِئٌ پاؤں کی جگہ وَطْأٌ مصدر وَطِئَ ماضی باب سَمِعَ روندنا۔ نزدیک آنا۔ کھڑا ہونا۔ جماع کرنا۔ وَطَّأَ باب فتح آمادہ کرنا۔ نرم اور آسان کرنا۔ وَطَاءَۃٌ باب کرم راستہ پامال اور

کٹا ہوا ہونا۔ اِیْطَارٌ (افعال) غلبہ کرنا۔ پامال کرنا، بغیر جانے اور بغیر ظاہر کئے کسی کو کسی کام کا حکم دینا۔ تَوْطِئَةٌ روندنا۔ پامال کرنا۔ نرم اور آسان بنانا۔ مُوَاطَاةٌ اور تَوَاطُوٌ موافقت۔ تَوَطُّوٌ پامال کرنا۔ اِتِّطَاءٌ آمادہ ہونا۔ نرم اور آسان ہونا۔ ٹھیک ہو جانا۔ دوستی کی آخری حد کو پہنچ جانا۔

مَوْعِدُهٗ: اسم ظرفِ مکان مرفوع وَعْدٌ مصدر باب ضرب۔ اسکے وعدہ کی جگہ یعنی ٹھکانا۔ ۱۲/۲۔

مَوْعِدُهُمْ: اسم ظرفِ مکان مرفوع، ان کے وعدہ کی جگہ ۱۵/۲۔ اسم ظرفِ زمان، انکا وقت وعدہ ۲۷/۱۰

مَوْعِدَهُمْ: اسم ظرفِ زمان منصوب مضاف ھُمْ مضاف الیہ، ان کے وعدہ کا وقت۔ ۱۲/۷۔

مَوْعِدُكُمْ: اسم ظرفِ زمان مضاف کُمْ مضاف الیہ، تمہارے وعدہ کا وقت۔ ۱۶/۱۲۔

مَوْعِدَكَ: اسم مصدر منسوب مضاف، كَ ضمیر خطاب، مضاف الیہ۔ تیرا وعدہ۔ ۱۶/۱۳۔

مَوْعِدِيْ: اسم مصدر منصوب مضاف ی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ۔ میرا وعدہ۔ ۱۶/۱۳۔

مَوْعِدٌ: اسم ظرف زمان نکرہ، مرفوع۔ وقت وعدہ۔ ۱۵/۲۰۔

مَوْعِدًا: اسم ظرف زمان نکرہ منصوب وقت وعدہ۔ ۱۵/۲۰ ۱۵/۱۸ ۱۶/۱۲، ۱۴۔

مَوْعِدَةً: اسم مصدر نکرہ مجرور وعدہ ۱۱/۲ وَعْدٌ مَوْعِدٌ مِیْعَادٌ وَعِیْدٌ اسم مصدر دکھ اور سکھ، راحت اور تکلیف کا وعدہ۔ وعید صرف عذاب و شر کے موقع پر مستعمل ہے اسی لئے اس کا ترجمہ ہے دھمکی اور وَعْدٌ کا لفظ عام ہے ثواب و عذاب دونوں کے لئے مستعمل ہے وعید سے باب افعال میں اِیْعَاد بنایا گیا ہے یعنی دھمکی دینا مَوْعِدٌ اور مِیْعَادٌ مصدر بھی ہیں (باب ضرب) اور اسم ظرف بھی یعنی وعدہ کا وقت اور جگہ مُوَاعَدَةٌ ایسی زمین جسکی سبزی کی امید ہو۔

مَوْعِظَةٌ: اسم مصدر نکرہ نصیحت ۳/۶ ۷/۲ ۱۱/۱ ۱۲/۱۰۔

مَوْعِظَةً: اسم مصدر نکرہ۔ نصیحت ۱/۸ ۷/۱۱ ۹/۷ ۱۵/۱۰۔

اَلْمَوْعِظَةِ: اسم معرفہ طریقہ نصیحت ۱۴/۲۲ وَعْظٌ (مصدر باب ضرب) ایسی نصیحت کرنا جس میں ڈراوا شامل ہو (راغب) بھلائی کی اس طرح نصیحت کرنا کہ دلوں میں رقت پیدا ہو جائے (خلیل) مَوْعِظَةٌ اور

عِظَةٌ اسم مصدر ہیں، نصیحت۔ (المفردات)
مصدر بھی ہیں نصیحت کرنا (قاموس) اِتِّعَاظٌ
(افتعال) نصیحت قبول کرنا۔

اَلْمَوْعُوْدِ: اسم مفعول واحد مذکر، وَعْدٌ
مصدر، وعدہ کیا ہوا (دن) یعنی روزِ قیامت
پ۳۰ (دیکھو موعدۃ)

مُوَفُّوْا: اسم فاعل جمع مذکر، تَوْفِيَةٌ مصدر
باب تفعیل، اصل میں مُوَفِّيُوْنَ تھا، پورا پورا
دینے والے۔ پ۱۲۔

اَلْمُوْفُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر، اِيْفَاءٌ
مصدر باب افعال، پورا کرنیوالے، پورا دینے
والے، اس جگہ اول معنی مراد ہے۔ پ۲۔

وَافِيْ پورا۔ وَفَاءٌ مصدر باب ضرب
اِيْفَاءٌ مصدر باب افعال مجرد اور مزید
دونوں متعدی ہیں، پورا کرنا اور پورا دینا
اول معنی کے لئے مفعول پر باء آتا ہے اور
عموماً وعدہ پورا کرنے کے لئے مستعمل ہے
جیسے وَفَيْتُ بِعَهْدِهٖ، اَوْفُوْا بِعَهْدِيْ
اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ دوسرے معنی میں مستعمل ہو تو
مفعول پر باء نہیں آتا جیسے اَوْفَيْتُ الْكَيْلَ
تَوْفِيَةٌ مصدر، باب تفعیل، پورا پورا دینا۔ تَوَفِّيْ
(تفعل) پورا لینا، قبضہ کرلینا کبھی مراد روح قبض
کرلینا ہوتا ہے اِسْتِيْفَاءٌ (باب استفعال) پورا
پورا وصول کرلینا۔ (المفردات)

مَوْفُوْرًا: اسم مفعول واحد مذکر، وَفْرٌ مادہ
پورا پورا۔ پورا کیا ہوا۔ پ۱۵

وَفْرٌ (اسم) کثرت، مال کی زیادتی، سامان
وِفْرَةٌ زیادتی، کثرت، وَفْرَةٌ کانوں تک آجانیوالے
بال، وِفار جمع۔

وَفَارَةٌ وَفْرٌ وَفُوْرَةٌ فِرَةٌ سب مصدر
ہیں (باب کرم وضرب) بہت ہونا۔ زیادہ
ہونا، پورا ہونا۔ وَفْرًا اور فِرَةً (باب ضرب)
پورا کرنا۔ زیادہ کرنا۔ گالی نہ دینا۔ کسی کا دیا ہوا
خوشی سے واپس کرنا۔

تَوْفِيْرٌ (تفعیل) زیادہ کرنا۔ پورا کرنا۔ کسی کے
حق کو پورا دینا۔ کپڑے کو بہت کاٹنا۔

تَوَفُّرٌ (تفعل) حفاظت کرنا۔ تَوَافُرٌ (تفاعل)
اِتِّفَارٌ (افتعال) پورا ہونا۔

اَلْمُوْقَدَةُ: اسم مفعول واحد مؤنث،
اِيْقَادٌ مصدر باب افعال، بھڑکائی ہوئی۔ پ۳۰/۲۹۔

وَقْدٌ وَقُوْدٌ مصدر باب ضرب آگ بھڑکنا
وَقُوْدٌ ایندھن، شعلہ۔ اِيْقَادٌ (افعال) بھڑکانا

آگ جلانا۔ اِسْتِیقَادٌ (استفعال) بھڑکانا۔ بھڑکانے کے لئے تیار ہوجانا۔ اِتِّقَادٌ (افتعال) بھڑک جانا، مجازاً سخت غضبناک ہوجانا، جگمگ ہونا۔ وَقْدَةُ الصَّیْفِ سخت گرمی۔

مُوْقِنُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر مرفوع۔ مُوْقِنٌ واحد، اِیْقَانٌ مصدر باب افعال یقین کرنے والے، مومن یعنی ہم کو یقین آگیا (اسم فاعل بمعنی ماضی وحال) ۳۲/۱۵۔

(دیکھو مُسْتَیْقِنِیْنَ اور اِسْتَیْقَنَتْهَا)

اَلْمُوْقِنِیْنَ: اسم فاعل جمع مذکر معرفہ مجرور۔ اَلْمُوْقِنُ واحد اِیْقَانٌ مصدر ۶/۱۵ عین الیقین کے مرتبہ پر فائز ہونیوالے۔ ۲۹/۱۸ اہل ایمان، اہل توحید۔

مُوْقِنِیْنَ: اسم فاعل جمع مذکر نکرہ منصوب ایمان لانیوالے، یقین کرنیوالے۔ ۱۹/۹ ۲۵/۱۴۔

مَوْقُوْتًا: اسم مفعول واحد مذکر، وَقْتٌ مصدر باب ضرب۔ وقت مقرر کیا ہوا، معین الوقت۔ ۵/۱۲ (دیکھو مواقیت)

اَلْمَوْقُوْذَةُ: اسم مفعول واحد مؤنث وَقْذٌ مصدر باب ضرب، چوٹ کھا کر مرا ہوا۔ ۶/۵

وَقْذٌ (اسم) سخت چوٹ، وَقِیْذٌ صفت مشبہ بمعنی اسم مفعول، پھینکا ہوا۔ گر کر مرا ہوا۔ بہت دُبلا۔ قریب الہلاکۃ بیمار، بوجھل۔ آہستہ چلنے والا۔ قَائِذٌ بچھے ہوئے سنگریزے۔

مُوْقِذٌ بدن کی ابھری ہوئی نوکیں مثلاً ٹخنہ، کہنی، زانو، مونڈھا۔

وَقْذٌ (باب ضرب) زمین پہ دے مارنا پھینک دینا۔ مار دینا۔ چوٹ سے مار ڈالنا سست کردینا۔ غالب ہوجانا۔ کسی پر نیند کو غالب کردینا۔ کسی کو بیمار چھوڑ دینا۔ اِیْقَاذٌ (افعال) کسی کو بیمار چھوڑ دینا۔

(قاموس وتاج ومدارک)

مَوْقُوْفُوْنَ: اسم مفعول جمع مذکر، وُقُوْفٌ مصدر، باب ضرب۔ کھڑے کئے گئے، ٹھیرائے گئے۔ ۲۲/۱۰

وَقْفٌ مصدر باب ضرب واقف کرنا۔

وُقُوْفٌ مصدر باب ضرب کھڑا کرنا۔ ٹھیرائے رکھنا۔ وَقْفٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہ بھی اسی سے ماخوذ ہے کوئی چیز اپنی ملکیت سے نکال کر اللہ کی ملک میں داخل کردی جائے اور اسکے منافع خصوصی یا عمومی ضرورت مندوں کے لئے چھوڑ دئے جائیں تو ایسی چیز کو موقوف اور وقف

لکھتے ہیں، مُوَافَقَۃٌ باہم ہر ایک کا دوسرے پر اپنے کام کو موقوف رکھنا۔ وَقْفٌ (اسم) ہاتھی دانت کے کنگن۔ حِمَارٌ مُوَقَّفٌ وہ گدھا جس کی نلیوں پر ہاتھی دانت کے کنگن جیسی سفیدی ہو۔

مَوْقِفٌ اسم ظرف ٹھہرنے اور رک جانے کی جگہ۔ وَقِیْفَۃٌ وہ نیل گائے یا ہرن وغیرہ جو شکاری سے ڈر کر متحیر ہو کر کھڑی ہو جائے۔ (المفردات)

اَلْمُؤَلَّفَۃِ : اسم مفعول واحد مؤنث، تَالِیْفٌ مصدر باب تفعیل، ملائے گئے، جوڑے گئے۔ ۱۰/۱۴ (دیکھو اَلَّفَ اور اَلَّفْتَ اور ایلاف)

مَوْلُوْدٌ : اسم مفعول مفرد مذکر، وِلَادَۃٌ مصدر باب ضرب جنا ہوا۔ ۲/۱۴ ۲۱/۱۴ ۔

وَلَدٌ بمعنی مولود، واحد ہو یا کثیر، بڑا ہو یا چھوٹا، کتنی ہی عمر کا ہو اس کو وَلَدٌ اور مولود کہا جاتا ہے۔ امام ابو الحسن نے کہا ولد کا اطلاق صرف بیٹے اور بیٹی پر آتا ہے باقی اہل وعیال کو وُلْدٌ اور وِلْدٌ کہا جاتا ہے بعض اہل لغت کا قول ہے کہ وُلْدٌ اور وَلَدٌ کی جمع ہے جیسے اَسَدٌ کی جمع اُسُدٌ۔ راغب کے نزدیک وُلْدٌ کا واحد ہونا بھی جائز ہے۔

وَلِیْدٌ بچہ وِلْدَانٌ جمع، وَلِیْدَۃٌ عرف عام میں باندی کو کہا جاتا ہے، لِدَۃٌ ہم جولی، ہمعمر، اصل میں وِلْدَۃٌ تھا۔ تَوَلَّدٌ پیٹ سے پیدا ہونا، کسی سبب اور دلیل سے نتیجہ نکلنا۔ (المفردات)

مَوْلٰی : اسم مفرد۔ مَوَالِی جمع۔ ۲۵/۱۵ دوست ۲۶/۵ کارساز، حمایتی۔

اَلْمَوْلٰی : اسم مفرد، اَلْمَوَالِی جمع ۹/۱۹ ۱۷/۱۷ کارساز، حمایتی ۱۷/۹ دوست۔

مَوْلٰکُمْ : مَوْلٰی مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ ۱۴/۷ ۹/۱۹ ۱۷/۱۷ ۳/۱۹ مددگار، کارساز ۲۷/۱۸ ساتھی، لائق یعنی جہنم تمہارا ساتھی ہے اور تمہارے لائق ہے۔ (لغوی وملی)

مَوْلٰنَا : مَوْلٰی مضاف نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ، ہمارا کارساز، مددگار۔ ۳/۸ ۱۰/۱۳ ۔

مَوْلٰهُ : اس کا کارساز، مددگار ۱۴/۱۶ ۲۵/۱۹ ۔

مَوْلٰهُمْ : مَوْلٰی مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ، ان کا کارساز، آقا ۷/۱۴ ۱۱/۸ ۔

مُوَلِّيْهَا: مُوَلِّيْ اسم فاعل مضاف ھا ضمیر واحد مؤنث مضاف الیہ۔ تَوْلِيَةٌ اسکی طرف رُخ پھیرنے والا۔ منہ کرنیوالا۔ پ ۲/۲ (مولیٰ اور مُوَلِّيْ کی تنقیح کے لئے دیکھو موالیکم)

مُؤْمِنٌ: اسم فاعل واحد مذکر مرفوع، نکرہ ایمان مصدر، باب افعال۔ ایمان رکھنے والا، صاحبِ ایمان۔ پ ۲/۱۱ پ ۵/۱۰،۱۵ پ ۱۴/۱۹ پ ۱۵/۲ پ ۱۶/۵ پ ۱۷/۷ پ ۲۴/۹،۱۰ پ ۲۸/۱۵۔

مُؤْمِنٍ: اسم فاعل واحد مذکر مجرور نکرہ ایمان رکھنے والا، صاحبِ ایمان پ ۵/۱۰ پ ۱۰/۸ پ ۲۲/۲ یقین اور تصدیق کرنے والا۔ پ ۱۲/۱۲۔

اَلْمُؤْمِنُ: اسم فاعل واحد مذکر مرفوع معرفہ ایمانٌ مصدر، امن دینے والا۔

مُؤْمِنًا: اسم فاعل واحد مذکر منصوب ایمانٌ مصدر۔ ایمان رکھنے والا۔ ایمان لانیوالا پ ۵/۱۰ پ ۱۶/۱۲ پ ۲۱/۱۵ پ ۲۹/۱۰۔

اَلْمُؤْمِنٰتِ: اسم فاعل جمع مؤنث معرفہ منصوب و مجرور، اَلْمُؤْمِنَةُ واحد ایماندار عورتیں۔ پ ۵/۱ پ ۶/۵ پ ۱۰/۱۵ پ ۱۸/۹،۱۰ پ ۲۲/۲،۳،۴،۱۶ پ ۲۶/۶،۹ پ ۲۷/۱۸ پ ۲۹/۱۰ پ ۳۰/۱۰۔

اَلْمُؤْمِنٰتُ: اسم فاعل جمع مؤنث مرفوع معرفہ، ایماندار عورتیں۔ پ ۱۰/۱۵ پ ۱۸/۹ پ ۲۸/۸

مُؤْمِنٰتٌ: اسم فاعل جمع مؤنث مرفوع نکرہ، ایماندار عورتیں۔ پ ۲۶/۱۱۔

اَلْمُؤْمِنُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر مرفوع معرفہ ایماندار مرد۔ ایمان رکھنے والے مرد پ ۳/۸،۱۱ پ ۴/۳،۴،۸ پ ۶/۲،۶ پ ۹/۱۵ پ ۱۰/۱۳،۱۵ پ ۱۱/۲ پ ۱۳/۱۴ پ ۱۸/۱،۸،۱۰،۱۵ پ ۲۱/۴،۸،۱۹ پ ۲۶/۱۰،۱۳،۱۴ پ ۲۸/۲،۱۲ پ ۲۹/۱۵۔

مُؤْمِنُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر مرفوع نکرہ۔ ایمان رکھنے والے مرد۔ پ ۷/۲ پ ۹/۱۷ پ ۲۲/۱۰ پ ۱۵/۱۴ پ ۲۶/۱۱ پ ۲۸/۸

مُؤْمِنَةٌ: اسم فاعل واحد مؤنث مرفوع ایماندار عورت پ ۲/۱۱۔

مُؤْمِنَةً: اسم فاعل واحد مؤنث منصوب ایماندار عورت۔ پ ۲/۱۱۔

مُؤْمِنَةٍ: اسم فاعل واحد مؤنث مجرور، ایماندار عورت۔ پ ۵/۱۰ پ ۲۲/۱۔

مُؤْمِنَيْنِ: اسم فاعل تثنیہ مذکر، مُؤْمِنٌ واحد، دونوں ایمان رکھنے والے۔ پ ۱۶/۱

اَلْمُؤْمِنِيْنَ: اسم فاعل جمع مذکر منصوب مجرور معرفہ، ایماندار مرد۔ پ ۱/۲ پ ۲/۱۲ پ ۳/۱۱،۱۵ پ ۴/۳،۷،۹ پ ۵/۸،۱۰،۱۲،۱۴،۱۷،۱۸ پ ۶/۲،۱۲ پ ۷/۹ پ ۸/۸ پ ۹/۷،۱۶ پ ۱۰/۴،۵،۸،۱۰،۱۴،۱۵،۱۶ پ ۱۱/۲،۳،۵،۸،۱۳،۱۴

پ ۱۱/۱۵،۱۶ پ ۱۲/۱۰ پ ۱۳/۱۸ پ ۱۴/۵،۶ پ ۱۵/۱،۹،۱۳ پ ۱۷/۶ پ ۱۸/۱۷
پ ۱۸/۱۰،۱۲،۱۳ پ ۱۹/۷،۹،۱۰،۱۵،۱۶،۱۷ پ ۲۰/۲،۴،۸،۱۶
پ ۲۱/۷،۸،۱۹ پ ۲۲/۲،۳،۴،۵،۶،۸ پ ۲۳/۷،۸ پ ۲۶/۶،۹،۱۱،۱۳
پ ۲۷/۱،۲،۱۸ پ ۲۸/۴،۱۰،۱۳،۱۹ پ ۲۹/۱۰ پ ۳۰/۱۰۔

مُؤْمِنِیْنَ: اسم فاعل جمع مذکر منصوب و مجرور نکرہ۔ ایماندار مرد پ ۱/۲،۱۱ پ ۲/۱۶ پ ۳/۶،۱۳
پ ۴/۵،۹ پ ۶/۱،۱۳ پ ۷/۵ پ ۸/۱،۶،۱۸ پ ۹/۱۵ پ ۱۰/۸،۱۴ پ ۱۱/۱۳،۱۵
پ ۱۲/۵،۸ پ ۱۳/۵ پ ۱۸/۳،۸ پ ۱۹/۵،۸،۹،۱۰،۱۱،۱۲،۱۳،۱۴،۱۵
پ ۲۲/۱۰ پ ۲۳/۶ پ ۲۷/۱۴۔

اَمْنٌ چین، سکون نفس خوف نہ ہونا۔

اَمَانٌ چین کی حالت اور وہ چیز جو بطور امانت رکھی جائے۔ آمِنٌ محفوظ اور امن والا یعنی جہاں امن ہو۔ اَمْنٌ اور اَمِنَۃٌ بھی بمعنی اَمْنٌ آیا ہے، مَاْمَنٌ امن کی جگہ۔

اِیْمَانٌ (متعدی بنفسہ) کسی کو امن دینا مُؤْمِنٌ امن دینے والا۔ اسی لئے اللہ کا صفتی نام مؤمن ہے۔ اِیْمَانٌ (جو متعدی بنفسہ نہ ہو) امن والا ہونا۔ (تشریح کے لئے آئندہ سطریں)

ایمان شرعی کا معنی ہے شرع محمدی کی تصدیق کرنا اور چونکہ اس تصدیق کی تکمیل اقرار زبان اور عمل اعضاء سے ہوتی ہے اسلئے زبانی اقرار اور دیگر اعمال کو بھی ایمان کہا گیا ہے مثلاً نماز کو حیاء کو، راستہ سے تکلیف دہ چیز کے ہٹانے کو۔

ایمان کا لغوی معنی ہے تصدیق کرنا خواہ تصدیق صحیح ہو یا غلط اگر تصدیق اعتراف کے معنی کو متضمن ہو تو ایمان کے بعد بار کا آنا ضرور ہے اور بے خوف ہونے کے معنی کو شامل ہو تو اس کے بعد مِنْ آنا لازم ہے اور امن دینے کا معنی مقصود ہو تو کسی حرف جر کی ضرورت نہیں، لفظ ایمان خود متعدی ہوگا، رَجُلٌ اَمِیْنٌ وامان، امانتدار آدمی۔ اَمَنَۃٌ اور اُمَنَۃٌ ہر شخص پر اعتماد کر لینے والا آدمی۔ اَمُوْنٌ وہ اونٹنی جو ٹھوکر کھانے سے محفوظ ہو۔ (المفردات و بیضاوی)

اَلْمَوْءُدَۃُ: اسم مفعول واحد مؤنث، وَاْدٌ مصدر، باب ضرب، زندہ دفن کی ہوئی پ ۳۰/۶

اسلام سے پہلے عرب کے بعض قبائل مفلسی اور عار کی وجہ سے پیدا ہوتے ہی لڑکیوں کو زندہ گڑھے میں دفن کر دیا کرتے تھے کسی کو داماد بنانا باعث عار جانتے تھے لڑکی کمائی نہیں کر سکتی اس لئے اسکو کھلانا دشوار تھا حضرت ابن عباس سے بروایت عکرمہ مروی ہے کہ گڑھا کھود کر حاملہ عورت

اس کے کنارہ پر بیٹھ جاتی تھی اگر لڑکا ہوا تو خیر اور لڑکی ہوئی تو فوراً گڑھے میں پھینک کر اوپر سے مٹی پاٹ دیتی تھی۔ (معالم)

وَأْدٌ سمت آواز، اونٹ کا بلبلانا تَؤَرُّدَةٌ تُؤَدَةٌ تُؤَدَةٌ آہستگی۔ وَئِيدَةٌ اور مَوْءُودَةٌ زندہ دفن کی ہوئی بچی۔ مَوَائِدُ مصائب۔ وَأْدٌ (باب ضرب) زندہ دفن کرنا۔ تَوَءُّدٌ (تفعل) آہستہ چلنا۔ ٹھہا ٹھہنا لیجانا۔

مُوْهِنٌ: اسم فاعل واحد مذکر مضاف، وَهْنٌ مادہ کمزور کرنیوالا۔ پ۹ (دیکھو اَوْهَنَ)

مَوْئِلًا: اسم ظرف وَأْلٌ مادہ۔ لوٹنے کی جگہ یعنی جائے پناہ۔ پ۱۵/۲۰ -

وَأْلٌ (اسم) جائے پناہ۔ اَوَّلُ پہلا۔ اُوْلیٰ پہلی۔ مَوْئِلٌ (اسم مصدر) رہائی (اسم ظرف) جائے پناہ۔ مَوْأَلَةٌ پناہ۔

وَأْلٌ اور وُءُوْلٌ مصدر وَأَلَ ماضی۔ باب ضرب، پناہ لینا۔ رہائی ڈھونڈھنا۔ دوڑنا۔

مُهَاجِرٌ: اسم فاعل واحد مذکر۔ مُهَاجَرَةٌ مصدر (مفاعلۃ) هجر مادہ، چھوڑ کر جانیوالا یعنی قوم کو چھوڑ کر اللہ کی رضا مندی کی طلب میں جانیوالا (راغب و مدارک) پ۲۰/۱۵ -

هَجْرٌ اور هِجْرَانٌ چھوڑنا۔ چھوڑ دینا خواہ دل سے ہو یا زبان سے یا عملی طور پر۔

مُهَاجَرَةٌ ترک تعلق کر لینا۔ مُهَاجِرٌ کسی سے تعلقات منقطع کر لینے والا مُهَاجِرٌ اصطلاحاً وہ شخص ہے جس نے باذن رسول اللہ ﷺ اپنا وطن چھوڑ کر مدینہ میں سکونت اختیار کر لی تھی فتح مکہ کے بعد ہجرت کا حکم موقوف کر دیا گیا اب ہجرت کا معنی صرف یہ ہے کہ اگر ارکانِ دین اور ضروریاتِ شرعیہ کو ادا کرنے سے آدمی مجبور ہو تو سہولت اور امن کی جگہ چلا جائے مدینہ کو ہجرت کرنے کا حکم باقی نہیں رہا، ہجرت سے حقیقی مراد یہ ہے کہ ناجائز خواہشات ہوا و ہوس برے اخلاق اور گناہوں کو آدمی چھوڑ دے۔

هُجْرٌ بیہودہ کلام۔ هَجَرَ الْمَرِيْضُ بیمار نے بیہوشی میں بکواس کی، بڑبڑایا (باب نصر) اَهْجَرَ زَيْدٌ زید نے قصداً بیہودہ بات کہی، بکواس کی (باب افعال) هَاجِرَاتُ الْكَلَامِ کلام کی بیہودگیاں برے جملے، هِجِّيْرٌ بری عادت کو ترک کرنے والا هَجِيْرٌ اور هَاجِرَةٌ ٹھیک دوپہر جس میں عموماً گرم ممالک میں کاروبار ترک کر دیا جاتا ہے هِجَارٌ اونٹ کو باندھنے کی رسی۔ فَحْلٌ مَهْجُوْرٌ ہجار سے بندھا ہوا اونٹ، هِجَارٌ

اَلْقَوْسِ کمان کی تانت۔

مُهَاجِرًا : اسم فاعل واحد مذکر منصوب۔ مُهَاجَرَةٌ مصدر، ہجرت کرنیوالا۔ وطن چھوڑ کر مدینہ کو جانیوالا۔ ۵/۱۱۔

مُهَاجِرَاتٌ : اسم فاعل جمع مؤنث، مُهَاجِرَةٌ واحد، مُهَاجَرَةٌ مصدر (باب مفاعلۃ) ہجرت کرنیوالیاں یعنی وہ عورتیں جو صلح حدیبیہ کے بعد ہجرت کرکے آئی تھیں۔ ۲۸/۸ (معالم وخازن)

اَلْمُهَاجِرِيْنَ : اسم فاعل جمع مذکر مجرور، اَلْمُهَاجِرُ واحد، ہجرت کرنیوالے ۱۱/۳،۲ ۱۸/۹ ۲۱/۷ ۲۸/۴۔

تمام آیات میں مہاجرین سے وہ صحابہ کرام مراد ہیں جو اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اپنا گھر بار چھوڑ کر ہجرت کرکے مدینہ کو چلے گئے تھے۔

اَلْمِهَادُ : اسم، بچھونا۔ مراد ٹھکانا۔ قرارگاہ۔ ۲/۹ ۳/۱۰ ۴/۱۱ ۵/۱۲ ۱۳/۸ ۲۳/۱۳۔

مَهْدٌ گہوارہ پالنا۔ زمین۔ مُهُوْدٌ جمع، مُهْدَةٌ اونچی یا نیچی یا ہموار زمین۔ مِهَادٌ گہوارہ۔ زمین۔ بستر۔ مَهْدٌ (مصدر، باب نَصَرَ) بچھانا۔ اختیار کرنا۔ کام کرنا۔

تَمْهِيْدٌ (تفعیل) بچھانا۔ کام کو ہموار کرنا۔ عذر سننا۔ عذر قبول کرنا۔ تَمَهُّدٌ (تفعل) قادر ہونا۔

مُهَانًا : اسم مفعول واحد مذکر، اِهَانَةٌ مصدر باب افعال، هَوْنٌ مادہ۔ ذلیل کیا ہوا۔ ۱۹/۴

هَوْنٌ نرمی۔ آسانی۔ کمزوری۔ هَيِّنٌ نرم۔ سہل الاخلاق۔ ضعیف۔ هُوْنٌ ذلت۔ حقارت۔ هَوْنٌ (مصدر باب نَصَرَ) آسان ہونا۔ اِهَانَةٌ (مصدر باب افعال) ذلیل کرنا۔ مُهِيْنٌ ذلیل کرنے والا۔ مَهِيْنٌ ذلیل۔ حقیر۔ تَوْهِيْنٌ (تفعیل) کمزور کرنا۔ اَهْوَنُ بہت کمزور۔ اَهَاوِنُ کمزور۔

اَلْمُهْتَدِ : اسم فاعل واحد مذکر معرفہ۔ اِهْتِدَاءٌ مصدر، باب افتعال، هَدْيٌ مادہ۔ ہدایت یافتہ۔ ہدایت پانے والا۔ اصل میں اَلْمُهْتَدِيْ تھا۔ یا کو ساقط کر دیا گیا یا طالب ہدایت (راغب) ۱۵/۱۴،۱۰

مُهْتَدٍ : اسم فاعل واحد مذکر نکرہ حسب تفصیل مذکور۔ ۲۷/۲۰۔

اَلْمُهْتَدِيْ : اسم فاعل واحد مذکر معرفہ

ہدایت یاب۔ پ۹/۱۲۔

اَلْمُهْتَدُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر مرفوع معرفہ۔ اِهْتِدَاءٌ مصدر باب افتعال، ہدایت پانیوالے۔ پ۲۔

مُهْتَدُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر مرفوع نکرہ۔ اِهْتِدَاءٌ مصدر باب افتعال، ہدایت پانے والے۔ ہدایت یافتہ۔ پ۸/۱ پ۱۵/۱۱ پ۲۲/۹ پ۲۵/۱۱،۱۰،۸

اَلْمُهْتَدِیْنَ: اسم فاعل جمع مذکر مجرور منصوب نکرہ۔ مُهْتَدِیْ واحد۔ ہدایت پانیوالے پ۲ پ۳ پ۱۰/۱

ہِدَایَۃٌ مہربانی کے ساتھ رہنمائی ایسی چیز کی طرف جو رہنما کی نظر میں اچھی ہو۔ ہدایت کا یہ حقیقی معنی ہے مجازاً ہر چیز کا راستہ بتلانے کو کہتے ہیں خواہ وہ چیز تکلیف دہ اور عذاب آفریں ہو۔ هَدْیٌ کعبہ کو بھیجا ہوا قربانی کا جانور، هَدِیَّۃٌ بروزن فَعِیْلَۃٌ بمعنے مفعول، تحفہ بھیجی ہوئی سوغات، هَدِیَّۃٌ طریقہ کو بھی کہتے ہیں بمعنی هَدْیٌ هَدَایَا جمع، هدیہ بھیجنے کے لئے اِهْدَاءٌ (باب افعال) مخصوص ہے مجرد سے ہدیہ بھیجنے کے لئے کوئی مشتق مستعمل نہیں۔

هَوَادِی الْوَحْشِ جنگلی جانوروں کا پیشرو دستہ جو گلہ کا رہنما ہوتا ہے۔ مِهْدَاءٌ جو ہدیہ بھیجنے کا عادی ہو، بکثرت تحفے بھیجتا ہو، ایک شاعر کہتا ہے وَ اِنَّكَ مِهْدَاءُ الْخَنَا نُطِفُ الْحَشَا تو گالیوں کے تحفے بکثرت بھیجتا ہے تیرا سینہ کچھ نہ کچھ ٹپکاتا ہی رہتا ہے۔

هُدًی اور هِدَایَۃٌ مصدر باب ضرب ہدایت کرنا۔ هُدًی حاصل مصدر اور مصدر اِهْدَاءٌ (افعال) ہدیہ بھیجنا۔ تَهَادِیْ (تفاعل) باہم ایک کا دوسرے کو سوغات دینا۔ مُهَادَاۃٌ (مفاعلۃ) دو آدمیوں کے بیچ میں ہو کر دونوں کے سہارے سے چلنا۔ اِهْتِدَاءٌ (افتعال) راستہ پانا دینی ہو یا دنیوی طلب ہدایت کرنا۔ ہدایت پر قائم رہنے کی طلب کرنا (المفردات)

هُدٰی اور ہدایت اگرچہ ہم معنی ہیں لیکن قرآن مجید میں لفظ ہدٰی کی نسبت اللہ اور کلام اللہ ہی کی طرف کی گئی ہے کسی انسان کی طرف نہیں کی گئی، ہاں ہادی انسان کو کہا گیا ہے۔

ساری کائنات کو اللہ کی ہدایت کا معنی ہے

فطری راستہ بتانا جو بقارِ زندگی کے لئے ضروری ہیں مثلاً کھانا، پینا، سونا، جاگنا، حرکت کرنا۔ سکون پانا۔ ہضم کرنا۔ نمو کرنا۔ جمع ہونا۔ الگ ہونا۔ رنگ، کیفیت، خاصیت اور مقدار کو بدلتے رہنا۔ غرض ہر شئ کا اپنا نوعی اور شخصی فریضہ ادا کرنا۔ اللہ کی تخلیقی رہنمائی کے زیرِ اثر ہے۔

انسان کو ہدایت کرنے کے اللہ کی طرف سے چھ طریقے ہیں یا یوں کہا جائے کہ چھ ترتیبی درجات ہیں ہدایت کے زیریں مرتبہ پر پہنچے بغیر اوپر کے درجہ پر کوئی فائز نہیں ہو سکتا۔

۱۔ عقل و دانش ادراکی حواس اور معارف ضروریہ کی عطار، ان چیزوں کی تخلیق ہدایتِ انسانی کا پہلا درجہ ہے۔

۲۔ آیاتِ آفاقیہ اور براہینِ نفسانیہ جو ہر وقت خاموش پیام ہدایت لارہی ہیں اور روشن دانش والے کے لئے انکی ہدایت بڑی ہدایت ہے۔

۳۔ پیغمبروں کا بھیجنا اور کتابوں کو نازل کرنا اور خیر و شر میں امتیاز کرنے کے لئے پیہم پیام بھیجنا۔

۴۔ ہدایت یافتہ ہونے کی توفیق دینا سیدھے راستہ پر چلانا۔

۵۔ مراتبِ معارف کی ترقی عرفان کے پہلے درجہ پر پہنچا کہ دوسرے درجہ کا راستہ کھولدینا اور دوسرے درجہ سے تیسرا مرتبہ اور تیسرے سے چوتھا، اسی طرح ترقی کرتے کرتے آخری درجہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی اللہ کا نور اللہ ہی کے نور سے دیکھتا ہے۔

۶۔ جنت کا راستہ دکھانا اور آخرت میں نجات دے کر اپنا قرب عطار کرنا۔

پہلے تینوں طریقے تو تمام انسانوں کے لئے عام ہیں چوتھے نمبر پر آدمی ہدایت کا پھل پانے لگتا ہے اور اہلِ ھدیٰ کے دائرہ میں داخل ہو جاتا ہے۔

کتاب اللہ یا پیغمبر یا آیاتِ آفاقیہ و انفسیہ کا ہادی ہونا محض رہنمائی کا معنی رکھتا ہے اور اللہ کا ہادی ہونا رہنمائی کے معنی میں بھی ہے اور فائز المرام بنانے کے معنی میں بھی۔

جس ہدایت کا سبب پیغمبر یا کتاب سے کیا گیا ہے اس سے مراد ہدایت یاب بنانے کی نفی ہے کسی کے اختیار میں ہدایت یاب بنانا

نہیں ہے اور جن آیات میں اللہ نے کافروں
ظالموں اور سرکشوں کو خود ہدایت نہ کرنے کی
صراحت کی ہے تو اس سے مراد ہے ہدایت یاب
نہ بنانا یا بقول راغب اس طرح کہا جائے کہ
ہدایت کا مفہوم اضافی ہے جس طرح تعلیم کے
لئے معلم تعلیم نہ دے یا متعلم انتہائی کند ذہن
غبی اور ناکارہ ہو اور تعلیم کے اثر کو قبول نہ کرے
تو تعلیم کا کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا اور تعلیم
معلم کے باوجود کہا جا سکتا ہے کہ گویا اس کو
تعلیم ملی ہی نہیں اسی طرح اگر ہدایت پانے
کا کوئی طلبگار رہی نہ ہو بتائے ہوئے راستے سے
رو گرداں ہی رہے تو گویا یہ کہنا صحیح ہوگا کہ اللہ
نے اسکو ہدایت ہی نہیں کی اسکو راستہ بتایا
ہی نہیں اول توجیہ پر اللہ سے نفی ہدایت حقیقی
ہے یعنی واقعی اللہ نے ہدایت یاب نہیں بنایا
اور دوسری توجیہ پر سلب ہدایت مجازی ہوگا
یعنی واقع میں تو اللہ نے رستہ دکھایا اور ہدایت کی مگر
بدقسمتوں نے اللہ کی ہدایت سے فائدہ نہیں اٹھایا
گویا اللہ نے ہدایت ہی نہیں کی۔

مَهْجُوْرًا : اسم مفعول واحد مذکر، هَجْرٌ سے
یعنی متروک، نہ قرآن پر ایمان لائے، نہ
اس کے حکم پر عمل کیا یا هُجْرٌ سے بمعنی بکواس یعنی
لوگوں نے قرآن کو بکواس قرار دیا کسی نے
سحر کہا کسی نے شعر آخری تشریح مجاہد اور نخعی کی
ہے۔ ۱۹/۱ (دیکھو هَاجِرٌ)

اَلْمَهْدِ : اسم، گہوارہ، گہوارہ میں ہونے کا
مطلب ہے شیر خوارگی کا زمانہ، یا ماں کی گود میں
۳/۱۳ ۶/۵ ۱۶/۵ (دیکھو مِهَادًا)

مَهْدًا : فرش، بچھونا ۱۶/۱۱ ۲۵/۷ (دیکھو مِهَادًا)

مَهَّدْتُّ : واحد متکلم ماضی معروف تَمْهِيْدٌ
مصدر باب تفعیل، میں نے بچھایا۔ میں نے
پھیلایا۔ ۲۹/۱۵ (دیکھو مِهَادًا)

مَهْزُوْمٌ : اسم مفعول واحد مذکر، هَزْمٌ
مصدر، باب ضرب۔ شکست خوردہ یعنی
مقہور، ہلاک۔ ۲۳۔

هَزْمٌ اور هَزْمَةٌ (اسم) نشیبی جگہ۔ گڑھا۔
هَزَمٌ کمان کی آواز، هَزِمٌ فرمانبردار گھوڑا۔
هَزِيْمٌ بے تہاشہ۔ نہ رکنے والی بارش۔ هَزِيْمَةٌ
شکست، هَازِمَةٌ مصیبت۔ هُزَيْزِمٌ سخت
جنگل کا شیر۔ هَزَمَ عَلَيْهِ (باب نصر)
اسم پر مہربانی کی۔ هَزَمَ (ضرب) مارنا۔ توڑنا۔
شکست دینا۔ هَزِيْمَةٌ بھی مصدر ہے۔ تَهَزَّمَ

(تفعل) اِلتّھمّ ٹوٹ جانا۔ اوّل گر جانا۔ اِنْھِزَامٌ
(انفعال) ٹوٹ جانا۔ شکست کھانا۔ (المفردات و
قاموس)

مُهْطِعِيْنَ : اسم فاعل جمع مذکر منصوب
مُهْطِعٌ واحد۔ اِهْطَاعٌ مصدر، باب افعال
سر جھکائے تیزی سے دوڑنے والے ۱۳/۱۹ ۲۷/۸ ۲۹/۸
هَطِيْعٌ کشادہ راستہ۔ مُهْطِعٌ عاجزی اور ذلت
کی وجہ سے نظر نہ اٹھانے والا۔ بلانے والے کی طرف
خاموش چلا جانے والا۔ هَطْعٌ اور هُطُوْعٌ (مصدر
باب فتح) دوڑتا ہوا آنا۔ کسی چیز پر نظر جمائے
رکھنا۔ اِدھر اُدھر نگاہ نہ اٹھانا۔ اِهْطَاعٌ (افعال)
سر جھکائے تیز دوڑنا۔ گردن لمبی کرنا۔

اَلْمُهْلِ : (اسم) ۱۵/۱۶ ۱۵/۱۶ تیل کی تلچھٹ۔ ۲۹
چاندی کا پانی۔ (دملی) بعض مفسرین نے اس جگہ
بھی تلچھٹ ترجمہ کیا ہے۔ مُهْلٌ ہر معدنی چیز کو
کہتے ہیں جیسے تانبا، لوہا، سونا، چاندی، پگھلے
ہوئے لوہے کے پانی کو بھی کہتے ہیں۔ روغنِ
زیتون۔ روغنِ زیتون کی تلچھٹ۔ زہر۔ زرد
لہو، پیپ۔ مردہ سے بہنے والا زرد پانی۔ مُهْلٌ
وقفہ، آرام، آہستگی، زمانہ۔ مردہ سے بہنے والا
زرد پانی۔ مُهْلَةٌ آرام۔ آہستگی۔ زمانہ۔ مردہ کا
زرد پانی پیپ۔ مُهْلٌ اسلاف۔ مَاهِلٌ تیز چلنے
والا۔ آگے بڑھنے والا۔

مَهْلٌ (مصدر باب نصر) آہستگی کرنا۔
بھلائی میں سبقت کرنا۔ اِمْهَالٌ (افعال)
مہلت دینا۔ تاخیر کرنا۔ نرمی اور آہستگی کرنا۔
عذر کرنا۔ تَمْهِيْلٌ (تفعیل) مہلت دینا۔
(تفعل) دیر کرنا۔ بھلائی میں آگے ہونا۔ استمہال
(استفعال) مہلت مانگنا۔ اِمْهِلَالٌ
سیدھا کھڑا ہونا۔ آرام لینا۔

مُهْلِكَ : اسم فاعل واحد مذکر۔ اِهْلَاكٌ
مصدر باب افعال، ہلاک کرنے والا ۵/۳ ۹/۱۹
۲/۹ هَلْكٌ مصدر (ضرب) ہلاک ہونا۔
اِهْلَاكٌ اور هَلَاكٌ ہلاک کرنا۔ تَهْلُكَةٌ سبب
ہلاکت۔ مُهْلِكٌ (اسم) ہلاک ہونے والا۔ هُلُوْكٌ بدکار
عورت ایسی نازک خرام لچکدار چال سے چلنے
والی گویا زمین پر گری پڑتی ہے۔ ہلاکت پانچ معانی
کے لئے قرآن میں مستعمل ہے۔

۱۔ ایک چیز کسی کے پاس سے جاتی رہنا اور
دوسرے کے پاس ہونا جیسے هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطَانِيَهْ میری
حکومت جاتی رہی میرا اقتدار زائل ہوگیا۔
۲۔ بگاڑ۔ اجاڑ جیسے هَلَكَ الطعام کھانا

بگڑ گیا۔ یُہْلِکُ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وہ کھیتی اور مویشی
کو اجاڑتا ہے، تباہ کرتا ہے ۳: موت جیسے
اِنِ امْرُؤٌ ہَلَکَ اگر کوئی آدمی مرجائے۔ عموماً
بری قابل مذمت موت کے لئے قرآن نے لفظِ
ہلاکت استعمال کیا ہے صرف دو جگہ معمولی مرجانے
کو بھی ہلاکت کہا ہے ایک اسی مذکورہ آیت میں
اور دوسری جگہ آیت حَتّٰی اِذَا ھَلَکَ قُلْتُمْ الخ
(مومن) ۴: بالکل معدوم ہوجانا، فنا ہوجانا جیسے
کُلُّ شَیْءٍ ہَالِکٌ ہر چیز فانی ہے ۵: عذاب
محتاجی دشمنوں کے خوف میں مبتلا کرنا عام بربادی
تباہی یہ ہی سب سے بڑی ہلاکت ہے رسول
اللہ نے ارشاد فرمایا لَا شَرَّ کَشَرٍّ بَعْدَہُ النَّارُ
اس شر کی برابر کوئی شر نہیں جس کے بعد دوزخ
میں جانا پڑے۔

مُہْلِکُوْا : اسم فاعل جمع مذکر مرفوع مضاف
اِہْلَاکٌ مصدر، ہلاک کرنے والے۔
اصل میں مُہْلِکُوْن تھا اضافت کی وجہ سے
نون کو ساقط کر دیا گیا۔ پ ۱۵/۶ ۲۰/۱۶

مُہْلِکُہُمْ : اسم فاعل واحد مذکر مضاف ھُمْ
ضمیر مضاف الیہ، ان کو ہلاک کرنے والا۔ پ ۹/۱۱

مَہْلِکِہِمْ : مصدر میمی مضاف ھم ضمیر
جمع مضاف الیہ، ان کا ہلاک ہونا پ ۱۵/۲۔

مُہْلِکِیْ : اسم فاعل واحد مذکر مضاف ی ضمیر
واحد متکلم مضاف الیہ، مجھے ہلاک کرنے والا۔ پ ۹

اَلْمُہْلَکِیْنَ : اسم مفعول جمع مذکر مجرور
اِہْلَاکٌ مصدر، ہلاک کئے ہوئے پ ۱۵/۲

مَہِّلْ : واحد مذکر امر حاضر تَمْہِیْلٌ مصدر باب
تفعیل، مہلت دے۔ ۲۹/۱۲ ۳۰/۱۱۔

مَہْمَا : اسم ہے (اکثر علماء لغت) سہیلی نے
کہا مہما حرف بھی ہوتا ہے۔

بعض لوگ کہتے مہما مرکب ہے مَہ اور
مَا شرطیہ سے یا ما شرطیہ اور ما زائدہ سے لیکن
ابن ہشام صاحب مغنی اللبیب نے کہا کہ
مہما کا بسیط ہونا حق ہے۔

مہما زمان اور شرط پر دلالت کرتا ہے اسلئے
فعل شرط کا ظرف ہوتا ہے (ابن مالک)
گویا مَتٰی کے معنی میں ہوتا ہے، حاتم کہتا ہے
ایک شاعر کا شعر ہے ؎

وَاِنَّکَ مَہْمَا تُعْطِ بَطْنَکَ سُؤْلَہٗ
وَفَرْجَکَ نَالَا مُنْتَہَی الذَّمِّ اَجْمَعَا

جب تو اپنے پیٹ کو اسکی خواہش اور شرمگاہ
کو اسکی خواہش دیدیگا تو دونوں پوری پوری

آخری برائی پالیں گے۔ اس شعر میں مہما کا معنی متٰی
ہے۔

زمخشری نے اس کا سخت انکار کیا ہے
مہما کبھی استفہام کے لئے بھی آتا ہے
(ذکرہ جماعۃ منہم ابن مالک) قرآنِ مجید
میں مستعمل نہیں۔

ب۹۔ زمخشری نے اس آیت کی تشریح
میں لکھا ہے کہ بہٖ کی مذکر ضمیر لفظ کی رعایت
سے اور بہا کی مؤنث ضمیر معنی کے لحاظ سے
لائی گئی ہے (کشاف)

مَهِيْلًا : اسم مفعول واحد مذکر، هَيْلٌ
مصدر باب ضرب، ریگ رواں۔ ریگ سیال
اصل میں مَهْيُوْلٌ تھا۔ ۲۹/۱۴ ۔

هَيْلٌ اور هَيَالٌ بھربھرا کر گرنیوالی مٹی اور
ریت۔ هَيُوْلٰی روئی، عالم کا تخلیقی مادہ
هَيْلٌ، ریگ رواں هَيْلٌ مصدر (ضرب)
بغیر تول ناپ کے آٹے کو ڈھیر میں ڈالنا۔
اِهَالَةٌ (افعال) مٹی یا ریت کو باٹنا۔
تَهَيُّلٌ (تفعل) ریت جھڑنا بصورت
سیلاب جاری ہونا۔

اَلْمُهَيْمِنُ : اسم فاعل واحد مذکر مرفوع
هَيْمَنَةٌ مصدر۔ نگراں۔ مشاہد۔ اللہ کا اسم
صفتی ہے۔ ۲۸/۹ ۔

مُهَيْمِنًا : اسم فاعل واحد مذکر منصوب
نگراں۔ مشاہد ۶/۱۱

مَهِيْنٌ : اسم مفعول مرفوع، اصل میں مَهْيُوْنٌ تھا
هَوْنٌ مصدر باب نصر، بے عزت۔ ۲۵/۱۱ ۔

مَهِيْنٍ : اسم مفعول مجرور اصل میں مَهْيُوْنٌ
تھا۔ هَوْنٌ مصدر، باب نصر ۲۱/۱۴ ۲۹/۲۱ حقیر
۲۵/۳ ذلیل (دیکھو مُهَانًا)

مُهِيْنٌ : اسم فاعل واحد مذکر مرفوع اِهَانَةٌ
مصدر باب افعال۔ ذلیل کرنیوالا ۱/۱۱ ۴/۹، ۱۳
۷/۱۴ ۲۱/۱۰ ۲۲/۸ ۲۵/۱۵، ۱۷ ۲۸/۳، ۱ ۔

مُهِيْنًا : اسم فاعل واحد مذکر منصوب اِهَانَةٌ
مصدر، ذلیل کرنیوالا۔ ۵/۱۲، ۱۳ ۶/۱ ۲۲/۴
(دیکھو مُهَانًا)

اَلْمَيِّتَ : اسم صفت معرفہ منصوب و
مجرور، موتٌ مادہ، باب نصر بے جان
۳/۱۱ ۷/۱۸ ۱۱/۹ ۲۱/۵ ۔

مَيِّتٍ : اسم صفت مجرور نکرہ ۲۲/۱۳، ۴ خشک
زمین ۱۳/۱۵ مرنے والا، مردہ۔

مَيِّتًا : اسم صفت منصوب نکرہ ۱۹/۲ ۲۵/۷

پ ۲۶/۱۵ خشک زمین. پ ۲۶/۱۴ مردہ، بے حس پ ۸/۲ مردہ عقل. مردہ روح یعنی کافر۔

مَيِّتٌ : اسم صفت مرفوع نکرہ پ ۲۳/۱۷ مرنیوالا (عام مفسرین) بعض لوگوں کا قول ہے کہ اس جگہ میت سے وہ مرا مراد نہیں جسکی روح اور بدن کا تعلق منقطع ہوجاتا ہے بلکہ تدریجی تحلیل جسمانی اور ہر وقت کا بدنی گھلاؤ اور عمر کا گھٹاؤ مراد ہے یعنی تحلیل جسمانی آپ کی بھی ہر وقت ہوتی رہے گی آپ بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہیں، ایک شاعر کہتا ہے ؏ يَمُوتُ جُزْءًا فَجُزْءًا آدمی ایک ایک جزو ہوکر مرتا ہے یعنی ہر وقت تدریجی موت آتی رہتی ہے (المفردات) یہ قول سیاق قرآنی کے خلاف ہے۔

اَلْمَيْتَةَ : پ ۵/۲ پ ۱۴/۲۱ مردار جسکو شریعت نے کھانے کے قابل نہیں دیا۔

اَلْمَيْتَةُ : پ ۶/۵ مردار، پ ۲۳/۲ خشک زمین۔

مَيْتَةً : پ ۸/۲ مردہ پ ۸/۵ مردار۔

مَيِّتِيْنَ : اسم صفت جمع مذکر مجرور مَيِّتٌ واحد پ ۲۳/۲ مرنے والے (المیت سے مَيِّتِيْنَ تک تنقیح کے لئے دیکھو اماتت)

مِيْثَاقَ : اسم منصوب مضاف عہد پیمان۔ پ ۱/۱۰ پ ۳/۱۷ پ ۴/۱۰ پ ۶/۱۴،۷ (دیکھو مواثقتهم) (مذکورۂ بالا پانچوں آیات میں مفعول کی طرف اضافت ہے یعنی لیا ہوا پختہ عہد)

مِيْثَاقُ : اسم مضاف معرفہ مرفوع پ ۹/۱۱ مفعول کی طرف اضافت ہے یعنی کتاب کے متعلق لیا ہوا عہد۔

مِيْثَاقٌ : اسم نکرہ مرفوع پ ۵/۹،۱۰ پ ۱۰/۶ معاہدہ

مِيْثَاقًا : اسم نکرہ منصوب عہد پ ۴/۱۴ پ ۶/۲ پ ۲۱/۱۷

اَلْمِيْثَاقَ : اسم منصوب معرف باللام پ ۱۳/۹ عہد

مِيْثَاقَكُمْ : اسم منصوب مضاف کُمْ ضمیر جمع مضاف الیہ (قائم مقام مفعول) تمہارا عہد یعنی تم سے عہد پ ۱/۸،۱۰،۱۱ پ ۲۷/۱۷۔

مِيْثَاقَهٗ : اسم منصوب مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ (قائم مقام فاعل) اس کا عہد یعنی اس کا لیا ہوا عہد۔ پ ۶۔

مِيْثَاقِهٖ : اسم مصدر مجرور مضاف ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ (قائم مقام مفعول) اسکی مضبوطی اور پختگی یعنی اس کو مضبوط کرنے اور پختہ کرنے کے (العہد) پ ۱/۲ پ ۱۳/۹۔

مِيْثَاقَهُمْ : اسم منصوب مضاف هُمْ ضمیر مضاف الیہ (قائم مقام فاعل) ان کے

مِيْثَاقَ : اسم منصوب مضاف عہد

عہد کو یعنی انکی طرف سے کئے ہوئے وعدہ کو ۲/۲۷ ، ۲۱/۱۷ (میثاق کی تنقیح کے لئے دیکھو نقتم)،

مِیْرَاثٌ: مصدر مرفوع مضاف، باب حسب، ملکیت (یعنی حقیقی) ۳/۹ ، ۲۷/۱۷۔

وراثت اور ارث اور تراث مصدر ہیں باب حسب اور وراثۃ اور ارث کا اصل معنی ہے بغیر بیع و شراء اور بلا ہبہ وغیرہ کے کسی کی طرف سے کسی مالی ملکیت کا دوسرے کی جانب منتقل ہونا۔ اسی مناسبت سے میت کے متروکہ مال کو جو میت کے بعد اس کے اقرباء کے پاس منتقل ہو کر آتا ہے میراث کہا جاتا ہے لیکن معنی کے علاوہ دو معنی اور بھی ہیں جن کے لئے وراثت کے مختلف صیغے استعمال کئے گئے ہیں۔

۱۔ بلا عوض اور بغیر مشقت کسی چیز کا مالک ہو جانا جس طرح مومنین صالحین جنت کے وارث ہونگے۔ اس صورت میں ایک کی ملکیت دوسرے کی طرف منتقل نہیں ہوتی بلکہ ابتداءً بلا انتقال ملکیت حاصل ہوتی ہے۔

۲۔ علم یا کتاب کا وارث ہونا، اس صورت میں مال کی ملکیت نہیں ہوتی، نہ منقولہ نہ ابتدائی بلکہ ایک کا علم اس کے بعد دوسرے کو منتقل ہے یعنی جو علم یا دستور اسلاف کا تھا اخلاف اس کے حامل ہو جاتے ہیں جیسے اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ علماء انبیاء کے علم کے حامل ہوتے ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا تھا اَنْتَ اَخِیْ وَوَارِثِیْ تم میرے بھائی اور میرے علم کے حامل ہو۔

اَوْرَثْنَا الْکِتٰبَ ہم نے کتاب کا حامل (آئندہ آنیوالی قوموں کو) بنایا۔

اللہ کے وارث ہونے کا معنی ہے مالک حقیقی ہونا۔ اللہ سارے عالم کا وارث ہے یعنی مالک حقیقی ہے اور قیامت کے دن اللہ کے وارث ہونے کا مطلب ہے ہر چیز کا ظاہری باطنی صوری اور حقیقی اختیار اللہ کو ہونا اور کسی دوسرے کا کسی طرح مالک نہ ہونا کیونکہ ہر چیز کی ظاہری ملکیت بھی اللہ ہی کی طرف لوٹے گی۔

وَرِثَ عنہ اور وَرِثَہٗ دونوں طرح مستعمل ہے اِیْرَاثٌ (افعال) تَوْرِیْثٌ وارث بنانا۔ کسی کو ورثہ میں شریک بنانا۔ تَوَارُثٌ (تفاعل) باہم وراثت کی طلب۔

اَلْمِیْزَانَ: اسم مصدر اور اسم آلہ، تول

ترازو، مجازی معنی عدل، انصاف، قانون عدل ۵/۶، ۹، ۱۰ تول۔ وزن کشی ۱۲/۸ وزن کشی یا ترازو ۲۵/۳ ۲۷/۱۱، ۱۹ قواعدِ عدل یا تولنا۔

اَلْمِیْزَانِ : مصدر یا اسم، وزن کرنا یا وزن کشی ۲۷/۱۱ (دیکھو الموازین)

اَلْمَیْسِرِ : اسم و مصدر، جُوا اور جُوا کھیلنا یُسر سے جُوا کھیلنے میں آسانی سے مال ہاتھ آجاتا ہے۔ ۲/۱۱ ۷/۲۔

مَیْسَرَۃٍ : اسم، آسانی یعنی فراخ حالی اور دولتمندی۔ ۳/۶۔

مَیْسُوْرًا : اسم مفعول واحد مذکر، یُسْرٌ سے آسان۔ نرم۔ ۱۵/۳۔

یُسْرٌ آسانی، سہولت، عُسْرٌ کی ضد یُسْرٌ (مصدر باب ضَرَبَ) آسان ہونا۔ مَیْسَرَۃٌ اور یَسَارٌ فراخی، دولتمندی، یُسریٰ فراخی، سہولت، سہل۔ یَسِیْرٌ آسان۔ تھوڑا مَیْسُوْرٌ آسان اور نرم۔ یَسَارٌ یا بقول بعض اہل لغت، یِسَارٌ بایاں ہاتھ، یمین کی ضد۔ تَیَسُّرٌ (تفعل) اور اِسْتِیْسَارٌ (استفعال) آسان ہونا۔ تَیْسِیْرٌ (تفعیل) آسانی کردینا سہل بنا دینا۔ (المفردات وقاموس)

اَلْمِیْعَادَ : اسم مصدر منصوب، وعدہ ۳/۹ ۴/۸ ۱۳/۱۰ ۲۳/۱۶۔

مِیْعَادُ : ظرفِ زمان مضاف ۲۲/۹ وقتِ وعدہ۔

اَلْمِیْعَادِ : ظرف مجرور ۱/۱۰ وقت وعدہ (دیکھو مَوْعِدَۃٍ)

مِیْقَاتُ : ظرفِ زمان مرفوع مضاف۔ مقرر وقت۔ ۹/۴

مِیْقَاتِ : ظرفِ زمان مجرور مضاف، مقرر وقت۔ ۱۹/۷ ۲۷/۱۵۔

مِیْقَاتًا : ظرفِ زمان منصوب نکرہ، مقرر وقت ۳۰/۱

مِیْقَاتِنَا : ظرف مجرور مضاف، نَا ضمیر متکلم مضاف الیہ، ہمارے مقرر وقت (پہ) ۷، ۹/۹۔

مِیْقَاتُھُمْ : ظرف مرفوع مضاف ھُمْ ضمیر مضاف الیہ، ان کا مقرر وقت، ۲۵/۱۵ (دیکھو

مِیْکَالَ : مشہور فرشتہ کا نام اصلاً یہ لفظ عبرانی ہے، میکائل اور میکائیل بھی مستعمل ہے ۱/۱۲۔

اَلْمَیْلِ : اسم اور مصدر مجرور، باب ضَرَبَ جھکاؤ اور جھکنا۔ جھک پڑنا۔ ۵/۱۶۔

مَیْلًا : مصدر منصوب نکرہ۔ مڑ جانا۔

حق سے ہٹ جانا۔ ۵/۲ ۔

مَیْلَۃً: مصدر منصوب، یکبارگی جھک پڑنا یعنی حملہ کرنا۔ ۵/۱۲

اصلاً مَیْلٌ بُجور کا ہم معنی ہے یعنی حدِ اعتدال اور راستی سے ادھر ادھر مڑ جانا، جھک جانا۔ جسم میں اگر تخلیقی کجی اور جھکاؤ ہو تو اسکو مَیلٌ کہتے ہیں اور عارضی یا بناوٹی جھکاؤ اور لچک ہو تو مَیْل کہا جائے گا۔

میل کے بعد اگر عَلٰی ہو تو حملہ کر دینے کا معنی ہوتا ہے جیسے مَالَ عَلَیْہِ اس پر حملہ کر دیا اور عَنْ ہو تو اعراض کا مفہوم ہوتا ہے جیسے مَالَ عَنْہُ اسکی طرف سے مڑ گیا، اعراض کیا اور اِلٰی ہو تو رغبت کرنا مراد ہوتا ہے جیسے مَالَ اِلَیْہِ اسکی طرف رغبت کی بہر حال جھکاؤ کا مفہوم تمام استعمالوں میں مشترک ہے، مال کو بھی مال اسی لئے کہتے ہیں کہ ہر وقت اس میں میلان اور جھکاؤ رہتا ہے کبھی کسی کی طرف سے کبھی کسی کی طرف کو، ایک سے اعراض، دوسرے کی طرف رخ، ایک جگہ استقرار نہیں ہوتا (المفردات مع بعض زیادۃ)

مِیْلٌ سرمہ کی سلائی، راستہ کے کنارے مقدار مسافت بتانے والا نشان، حدِ نگاہ تک زمین کی مسافت۔

مِیلَۃٌ وقت، زمانہ، مَائِلَاتٌ لچکدار چال سے چلنے والی عورتیں، بدکار عورتیں۔ اَمْیَلُ پیدائشی بانکا۔ مَیْلٌ مُمِیْلٌ تَمْیَالٌ مَیَلَانٌ مَتْیُلُوْلَۃٌ سب مصادر ہیں (باب ضرب) پھر جانا۔ پھیر دینا۔ جھکنا۔ جھکانا۔ مَیَلٌ (مصدر باب سمع) پیدائشی ٹیڑھا ہونا۔

مُمِیْلَاتٌ لچکدار چال سے چلنے والی دلکش عورتیں۔ اِمَالَۃٌ (افعال) جھکانا۔ پھیر دینا۔ موڑ دینا۔ تَمْیِیْلٌ جھکانا۔ پھیرنا۔ شکایت کرنا۔ تَمَایُلٌ (تفاعل) لچکدار چال سے چلنا۔ اِسْتِمَالَۃٌ (استفعال) مائل ہونا، کسی سے کسی کو اپنی طرف مائل کر دینا۔

(قاموس و تاج)

اَلْمَیْمَنَۃِ: مَیْمَنَۃٌ سیدھا ہاتھ، دائیں سمت۔ اصحاب المیمنہ سے مراد دائیں سمت والے یعنی اہلِ سعادت (راغب)

۲۷/۱۴ ۳۰/۱۵

عرب الٹے ہاتھ کو شومی یعنی منحوس

قرار دیتے تھے اور سیدھے ہاتھ کو مبارک۔ اس لئے دائیں سمت والوں سے مراد ہوئے اہلِ سعادت بعض لوگوں کا قول ہے کہ میدانِ قیامت میں دوزخ بائیں جانب واقع ہوگی اور جنت سیدھی طرف، اس لئے اصحاب المشأمۃ سے مراد دوزخی اور اصحاب المیمنہ سے مراد جنتی ہیں۔

ابن عباس نے فرمایا نسلِ آدم کو جب اللہ نے انکی پشت سے نکالا تو کچھ لوگ حضرتِ آدم کی دائیں طرف اور کچھ بائیں طرف نمودار ہوئے سیدھی طرف والے جنتی اور الٹی طرف والے دوزخی قرار دیئے گئے اصحابِ میمنہ و مشأمہ سے وہی لوگ مراد ہیں۔

ضحاک نے کہا جن کے سیدھے ہاتھوں میں اعمال نامے دیئے جائیں گے وہ اصحاب المیمنہ ہیں اور جن کے الٹے ہاتھوں میں اعمالنامے دیئے جائیں گے وہ اصحاب المشأمہ ہیں۔ (البغوی)

اصحاب المیمنہ اور اصحاب المشأمہ کہنے کی توجیہ میں اگرچہ اختلاف ہے لیکن تمام مختلف اقوال کا حاصل ایک ہی ہے کہ اصحاب المیمنہ اہلِ سعادت اور اصحاب المشأمہ اہلِ شقاوت ہوں گے اس لئے امامِ راغب کی تشریح سب کو حاوی ہے۔

یمین کا اصل معنی سیدھا ہاتھ ہے اس کے بعد سیدھے رُخ کو یمین کہنے لگے پھر ہر خیر و سعادت یمین سے مراد لی جانے لگی، پھر وسیلۂ سعادت پر اس کا اطلاق ہونے لگا۔ حدیث میں آیا ہے اَلْحَجَرُ الْاَسْوَدُ یَمِیْنُ اللّٰہِ سنگِ اسود اللہ کے قرب حاصل کرنے کا ذریعہ اور حصولِ سعادت کا وسیلہ ہے۔

اور چونکہ معاہدہ عموماً سیدھے ہاتھ پر سیدھا ہاتھ مار کر کیا جاتا ہے اور قول و قرار کا یہی طریقہ بکثرت اقوامِ عالم میں جاری ہے اس لئے یمین کا معنی قسم عہد اور حلف ہوگیا اور مَوْلَی الْیَمِیْن معاہد کو کہنے لگے اور عام طور پر خرید و فروخت سیدھے ہاتھ سے ہوتی ہے اس لئے باندی غلام کے مالک ہونے کو مِلکُ الیمین کہا جانے لگا یا یوں کہا جائے کہ جس طرح رَقَبہ (گردن) اور ناصیہ (پیشانی) سے کنایۃً پوری شخصیت مراد ہوتی ہے اور مالکِ رقبہ یا مالکِ ناصیہ ہونے سے مراد مکمل ملکیت اور کامل اقتدار ہوتا ہے اسی طرح دائیں ہاتھ سے

بھی مراد پوری شخصیت ہوتی ہے اور دائیں ہاتھ کے مالک ہونے سے مراد غلام یا باندی کا مالک ہونا۔

یَمِیْنٌ سے ہی یُمْنٌ (برکت و سعادت)

ماخوذ ہے اور یُمْنٌ سے مَیْمُوْنٌ بنا ہے۔ (مبارک)

تَیَمُّنٌ (تفعّل) برکت ڈھونڈنا، برکت کی طلب۔

تم المجلد الخامس من لغات القرآن بحمد اللہ سبحانہ وتعالےٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بَابُ النُّوْن ۲۹

فصل الالف

ن ۲۹/۳ منجملہ حروف تہجی کے ایک حرف ہے جس کا تلفظ مفرد اور بسیط ہے ایسے مفردات کو حروف مقطعات کہا جاتا ہے بعض لوگ اس کا تلفظ مرکب کرتے ہیں یعنی نُوْن بصورت تلفظ مرکب اس کو حرف بھی کہا جاتا ہے اور اسم بھی اسمیت کی صورت میں اس کے مختلف معانی ہیں۔ نعمت مچھلی۔ دوات۔ تلوار کی تیزی۔ یہاں کسی معنی کی تعیین نہیں کی جا سکتی۔ خود ساختہ تعیین ناقابلِ قبول ہے۔ روایت میں کسی خاص معنی کی تعیین نہیں۔ اسی لیے اہلِ تحقیق نے تمام حروف مقطعات کی تعیینی تشریح سے گریز کرتے ہوئے لکھا ہے اللہ اعلم

بمرادہ، نون مفرد لفظ کے آخر میں مختلف صورتوں کے ساتھ مختلف معانی کیلئے آتا ہے
۱۔ تاکید کے لیے خفیفہ اور ثقیلہ یعنی ساکن اور مشدّدہ۔ دونوں اصل ہیں (بصری علماء ثقیلہ اصل ہے (کوفی اہلِ ادب) خفیفہ سے تاکید کم اور ثقیلہ سے زیادہ ہوتی ہے۔
(خلیل بن احمد فراہیدی) دونوں فعل کے ساتھ مخصوص ہیں اسم پر نہیں آتے لَيُسْجَنَنَّ میں نون ثقیلہ ہے اور وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ میں خفیفہ۔
اَقَائِلُنَّ اَحْضِرُوا الشُّهُوْدَ میں شاذ ہے صرف ضرورت شعری کی وجہ سے

اسم پر لایا گیا ہے یعنی کیا تو کہتا ہے گواہوں کو حاضر کرو۔

افعال میں سے امر پر مطلقاً آتا ہے خواہ امر دعائی اور التجائی ہو۔ جیسے حضرت عبد اللہ بن رواحہ کے شعر میں فَاَنْزِلَنْ سَكِينَةً عَلَيْنَا اے اللہ ہم پر طمانیت نازل فرما۔

مستقبل پر بصورت تاکید وجوباً آتا ہے جیسے وَتَاللّٰهِ لَاَكِيدَنَّ اَصْنَامَكُمْ اللہ کی قسم میں تمہارے بتوں کے ساتھ فریب کرونگا۔ اِمَّا کے بعد بھی تاکید بالنُّون قریب وجوب ہے جیسے وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ اگر کسی قوم کی طرف سے تم کو کچھ اندیشہ ہو وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ اگر تم کو کوئی قطعی وسوسہ پیدا ہو۔

نہی کے صیغوں میں بطور جواز بکثرت آتا ہے وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا یقیناً اللہ کو غافل نہ سمجھو اگر مضارع بمعنی حال ہو تو نون تاکید نہیں آتا۔ ماضی کی تاکید بھی نون سے نہیں آتی۔ مندرجہ ذیل شعر میں دَامَ کی تاکید نون ثقیلہ سے کی گئی ہے۔

دَامَنَّ سَعْدُكِ لَوْ رَحِمْتِ مُتَيَّمًا
لَوْلَاكِ لَمْ يَكُ لِلصَّبَابَةِ جَانِحًا

لیکن یہ استعمال شاذ ہے۔

۲۔ نون تنوین یعنی وہ تلفظی (زائد بعض صورتوں میں املائی) نون جو زائد ہوتا ہے ساکن ہوتا ہے لفظ کے آخر میں آتا ہے تاکید کیلئے نہیں ہوتا حَسَنٌ کا نون اصلی ہے زائد نہیں ضَيْفَنٌ کا نون متحرک ہے ساکن نہیں مُنْكَسِرٌ اور اِنْكَسَرَ کا نون آخر میں نہیں لَنَسْفَعًا کا آخری نون خفیفہ تاکید کے لیے ہے اس لیے یہ چاروں نون النون تنوین نہیں ہیں بلکہ زَيْدٌ رَجُلٌ رِجَالٌ کے آخر میں جو تلفظی نون ہے اس کو تنوین کہا جائیگا۔ تنوین کی قسمیں حسب ذیل ہیں :-

۱۔ تنوین تمکین یا تنوین صرف اسم معرب منصرف پر آتی ہے اور بقاء علی الانصراف پر دلالت کرتی ہے یعنی حرف کے مشابہ ہوتی ہے کہ اسم مبنی ہو جائے نہ فعل کے مشابہ ہوتی ہے کہ اسم غیر منصرف بن جائے جیسے زَيْدٌ عَمْرٌو رَجُلٌ مُسْلِمٌ وغیرہ۔

۲۔ تنوین تنکیر بعض مبنی اسماء پر آتی ہے تاکہ نکرہ کو معرفہ سے ممتاز کر دے جیسے اِيْهِ کا معنی کچھ اور بیان کرو کچھ بھی ہو اور اِيْهٍ کا معنی ہے جو بیان کر رہے ہو اسی کو اور بیان کرو اسی طرح صَهٍ صَهِ

۳۔ تنوین مقابلہ جو جمع مؤنث کے آخر میں آتی ہے تاکہ جمع مذکر کے نون کے مقابل ہو جائے جیسے

مسلمات کی تنوین مُسلِمِیْنَ کے نون کے مقابل ہے

۴ تنوین عوض۔ جو کسی حرف اصلی یا حرف زائد یا مضاف الیہ مفرد یا مضاف الیہ مرکب کے عوض آتی ہے۔ ۱ جیسے جَوَارٍ اور غَوَاشٍ کہ اصل میں جواری اور غواشی تھا۔ تنوین محذوف یاء کے عوض ہے ۲ جیسے جَنَادِلُ کی تنوین جَنَادِلُ کے الف کے عوض ہے الف کو حذف کر دیا گیا ۳ جیسے لفظ کُلٌّ اور بَعْضٌ کی تنوین جبکہ یہ دونوں منقطع عن الاضافت ہوں مضاف الیہ مفرد کے عوض ہوتی ہے مثلاً وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْأَمْثَالَ یعنی کُلَّ وَاحِدٍ اور فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ یعنی عَلٰى بَعْضِهِمْ ۴ وہ تنوین جو اِذٍ پر ہے اور مضاف الیہ جملہ محذوف ہے تنوین جملہ محذوفہ کے عوض ہے جیسے وَانْشَقَّتِ السَّمَاءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ یعنی يَوْمَ إِذَا انْشَقَّتِ السَّمَاءُ پورا جملہ اِنْشَقَّتِ السَّمَاءُ حذف کر دیا گیا اور اِذْ پر تنوین لا کر اِذٍ بنا کر يَوْمَئِذٍ کر دیا گیا۔

۵ تنوین ترنم جو شعر کے قافیہ کے آخر میں ہوتی ہے اور حرفِ اطلاق یعنی الف واؤ یاء کے عوض ہوتی ہے ابن یعیش نے کہا یہ تنوین ترنم پیدا کر دی ہے سیبویہ نے کہا قاطع ترنم ہے ترنم کو ختم کر دیتی ہے یہ پانچویں قسم قرآن مجید میں نہیں ہے کیوں کہ قرآن شعر نہیں ہے باقی چاروں قسمیں کلام مقدس میں موجود ہیں۔

نَاٰى

- ۱۵/۹ ۲۵ ماضی واحد مذکر غائب۔ نَأْيٌ مادہ و مصدر (باب فتح) دور ہو گیا۔ ابو عبیدہ وکسائی کی ہوتا ابو عمرو بن العلاء چونکہ آیت میں متعدی بالباء ہے اس لیے بقول ابو عبیدہ ترجمہ ہوگا اس نے اپنے پہلو کو دور کر لیا اور بقول ابو عمرو ترجمہ ہوگا اس نے پہلو پھیر لیا بعض قرآتوں میں نَاءَ بجانبہٖ آیا ہے اس کا مصدر نَوْءٌ ہے (باب نصر) یعنی پہلو کو تکبر سے اٹھالیا۔ اگر نَأْيٌ کے بعد عَنْ ہو تو دور ہونے کا معنی ضرور ہوتا ہے اِنْاٰءٌ (افعال) دور کرنا تَنَائِیْ (تفاعل) باہم ہر ایک کا دوسرے سے دور ہونا مُنْتَأًی مقام بعید نُؤْیٌ خیمہ کے آس پاس کی خندق۔

نَأْتِ

- جمع متکلم مضارع۔ اَتْیٌ مادہ (باب ضرب) فعل لازم ہے اصل میں نَأْتِیْ تھا۔ ہم آتے ہیں لیکن آیت میں اس کے مفعول

پر باء مذکور ہے اس لیے ترجمہ ہو اہم لاتے ہیں
یعنی ہم دیتے ہیں ۱/۱۳ (دیکھو اٰتی اور اٰتینا و ناتینا)

نَأْتِیْ ۔ جمع متکلم مضارع (باب ضرب)
ہم چلے آتے ہیں (زمین کو گھٹاتے ہوئے)
۱۳/۱۲ ، ۱۴/۴ ۔

نَأْتِیَنَّکُمْ ۔ نَأْتِی جمع متکلم مضارع کُمْ
ضمیر جمع مذکر مخاطب مفعول اول دوسرے
مفعول پر باء ہے ہم تمہارے پاس لے آئیں ۱۳/۱۲

نَأْتِیَنَّکَ جمع متکلم مضارع بالنون ثقیلہ
کَ مفعول اوّل دوسرے مفعول پر باء ہے
ہم تیرے پاس لے آئیں گے ۔ ۱۶/۱۲

نَأْتِیَنَّہُمْ ۔ جمع متکلم مضارع بانون
ثقیلہ ھم ضمیر جمع مذکر غائب ہم ان کے
پاس لائیں گے ۔ ۱۹/۱۸ ۔

نَاجٍ ۔ اسم فاعل واحد مذکر اصل میں ناجی
تھا نَجَاۃٌ مصدر (باب نصر) نجات پانے والا
رہائی پانے والے چھٹکارا پانے والا ۔ ۱۲/۱۵
مُنْجَاۃٌ رہائی پانی اور رہائی کا ذریعہ ناجِیَۃٌ
تیز رفتار اونٹنی ۔ اِنْجَاءٌ (افعال) رہائی دینا
چھڑانا تَنْجِیَۃٌ (تفعیل) رہائی پانا ۔ رہائی
دینا (لازم و متعدی) اِسْتِنْجَاءٌ (استفعال) رہائی

حاصل کرنا ۔ حاجت پوری کر لینا آبدست کرنا ۔
نَجْوٌ راز کی بات ۔ ابر باراں نَجْوَۃٌ اونچی زمین
نَجْوٰی سرگوشی ۔ راز نَجِیٌّ ہمراز مُنَاجَاۃٌ (مفاعلہ)
چپکے چپکے کان میں بات کہنا ۔ راز کی بات کہنا ۔ اللہ
سے اپنی دلی مراد عرض کرنا تَنَاجِی (تفاعل) باہم
راز کی بات کہنا ۔

نَاجَیْتُمْ ۔ جمع مذکر حاضر ماضی مُنَاجَاۃٌ مصدر
باب مُفَاعلۃٌ (جب تم آہستہ سے رسول کے
کان میں کوئی بات کہو یعنی اپنے مقصد کی کوئی خاص
بات رسول اللہ سے الگ کہو ۲۸/۱۵ لوگ رسول اللہ
سے بہت زیادہ سوال کیا کرتے تھے جن سے آپ
پریشان ہو جاتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کا بار ہلکا کرنے کے لیے یہ آیت نازل ہوئی
(ابن عباس) مالدار لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
سے بہت زیادہ باتیں چپکے چپکے کرتے تھے
جن سے غریبوں کو تکلیف ہوتی تھی بیچاروں کو کچھ
عرض معروض کا موقع ہی نہیں ملتا تھا تو یہ آیت
نازل ہوئی (مقاتل بن حیان) مجاہد کی روایت
ہے کہ اس حکم کے نازل ہونے کے بعد سب سے
پہلے حضرت علی نے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ
وسلم سے کچھ آہستہ آہستہ عرض کی لیکن گزارش

کرنے سے پہلے ایک دینار صدقہ میں دے دیا۔ (معالم)

نَاْخُذُ ۔ جمع متکلم مضارع منصوب۔ (ان کی وجہ سے) اَخْذٌ مصدر باب نصر کہ ہم پکڑ لیں۔ ہم رکھ لیں۔ ۱۲/۲ (دیکھو اَخَذَ اَخَذَ اَخَذْنَا)

نَادَتْهُ ۔ واحد مؤنث غائب ماضی ہٗ ضمیر مفعول نِدَاءٌ مصدر (باب مُفَاعَلَۃٌ) اس کو پکارا۔ ۳/۱۲ دیکھو اَلْمُنَادِ)

اَلنَّادِمِیْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر معرفہ مجرور۔ اَلنَّادِمُ واحد نَدَمٌ و نَدَامَۃٌ مصدر باب سمع پشیمان۔ ۶/۹ نَدْمٌ ہوشیار آدمی نَدَمٌ نشان علامت۔ نَدَامَۃٌ پشیمانی نَدِیْمٌ شراب نوشی کا ساتھی نُدَمَاءُ اور نِدَامٌ جمع نَادِمٌ پشیمان نَدَمٌ اور نَدَامَۃٌ مصدر باب سمع پشیمان ہونا، اِنْدَامٌ پشیمان اور شرمندہ کرنا مُنَادَمَۃٌ صحبت شرابخوری، ہم نشینی، تَنَدُّمٌ پشیمان ہونا۔

نَادِمِیْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر منصوب نکرہ نَادِمٌ واحد پشیمان۔ ۵/۳ ۱۹/۱۲ ۲۶/۱۲

نَادَوْا ۔ جمع مذکر غائب ماضی نِدَاءٌ مصدر باب مفاعلت انہوں نے پکارا ۲۳/۱۰ ۲۵/۱۲ ۲۷/۹

نَادُوْا ۔ جمع مذکر حاضر امر نِدَاءٌ مصدر باب مفاعلت تم پکارو۔ ۱۵/۱۹

نَادٰی ۔ واحد مذکر غائب ماضی نِدَاءٌ مصدر باب مفاعلت اس نے پکارا ۸/۱۲، ۱۳/۱۲ ۱۲/۴ ۱۶/۴ ۱۶/۶ ۱۹/۶ ۲۳/۳ ۲۵/۱۱ ۲۹/۴ ۳۰/۲ ۔

نَادَیْتُمْ ۔ جمع مذکر حاضر ماضی نِدَاءٌ مصدر تم نے پکارا: ۹/۱۲

نَادِیَکُمْ ۔ نادی اسم مضاف کُمْ ضمیر مضاف الیہ تمہاری (ان کی) مجلس مشاورت ۔ ۲۰/۱۵

نَادَیْنَا ۔ جمع متکلم ماضی نِدَاءٌ مصدر ہم نے پکارا ۔ ۱۶/۷ ۲۰/۸

نَادَانَا ۔ واحد مذکر غائب ماضی نا ضمیر جمع متکلم مفعول نِدَاءٌ مصدر اس نے ہم کو پکارا ۲۳/۷

نَادَاهُ ۔ واحد مذکر غائب ماضی ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب نِدَاءٌ مصدر اس نے اس کو پکارا ۳/۲۱

نَادِیَهٗ ۔ اسم مضاف منصوب ہٗ ضمیر مضاف الیہ۔ اپنی مجلس یعنی مجلس کے ساتھیوں کو۔ ۳۰/۲۱

نَادَاهَا ۔ واحد مذکر غائب ماضی ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب مفعول اس نے اس (عورت) کو پکارا ۱۶/۵

نَادَاهُمَا ۔ واحد مذکر غائب ماضی هُمَا ضمیر تثنیہ غائب مفعول اس نے ان دونوں کو پکارا ۔ ۹/۹

(تمام الفاظ کی تنقیح کے لیے دیکھو اَلْمُنَادِ)

اَلنَّارُ - اسم معرف باللام منصوب۔ آگ مراد دوزخ ۱/۹ ، ۳/۱۱ ، ۴/۷،۱۰ ، ۶/۱۴ ، ۸/۲ ، ۱۱/۲ ، ۱۲/۳،۱۰ ، ۱۳/۱۱،۱۹ ، ۱۷/۱۶ ، ۱۸/۶،۱۳ ، ۲۰/۱۵ ، ۲۱/۱۵ ، ۲۴/۱۴،۱۹ ، ۲۵/۲۰ ، ۲۶/۶ ، ۲۷/۱۸ -

اَلنَّارَ - اسم معرف باللام منصوب۔ آگ مراد دوزخ ۱/۳ ، ۲/۵ ، ۱۲/۹ ، ۱۳/۱۴ ، ۱۵/۱۹ ، ۱۷/۳ ، ۲۷/۱۵ ، ۲۸/۲۰ ، ۳۰/۱۲

اَلنَّارِ - اسم معروف باللام مجرور آگ مراد دوزخ ۱/۳،۱۵ ، ۲/۳،۵،۶،۱۱ ، ۳/۲،۷،۱۴ ، ۴/۲،۳،۱۱ ، ۵/۱۸ ، ۶/۶،۱۰ ، ۷/۹ ، ۸/۱۱،۱۲،۱۳ ، ۹/۱۶ ، ۱۰/۹ ، ۱۱/۸ ، ۱۲/۹ ، ۱۳/۷،۸،۱۷ ، ۱۹/۱۶ ، ۲۰/۳،۷،۱۵ ، ۲۱/۱۵ ، ۲۲/۱۱ ، ۲۳/۱۲،۱۳،۱۵،۲۰ ، ۲۴/۶،۱۰ ، ۲۴/۱۳،۱۹ ، ۲۶/۲،۴،۶،۱۸ ، ۲۷/۱۰ ، ۲۸/۳،۴،۵،۶،۱۸ ، ۲۹/۱۵ ، ۳۰/۱۰ ۔

نَارُ - اسم معرفہ مرفوع مضاف۔ آگ، مراد دوزخ۔ ۱۰/۱۷ ، ۲۲/۱۹ ، ۳۰/۲۹ -

نَارُ - اسم منادیٰ مرفوع۔ اے آگ، ۱۷/۵

نَارَ - اسم معرفہ منصوب مضاف آگ ۱۰/۱۴،۱۵ ، ۲۹/۱۲

نَارِ - اسم معرفہ مجرور مضاف آگ یعنی دوزخ ۱۰/۱۱ ، ۱۳/۳ ، ۲۷/۳ ، ۳۰/۲۰

نَارٌ - اسم نکرہ مرفوع۔ آگ یعنی دوزخ ۱۸/۱۱،۱۵ ، ۳۰/۲۶

نَارٍ - اسم نکرہ مجرور۔ آگ۔ ۸/۹ ، ۱۰/۹ ، ۲۳/۴ ، ۲۷/۱۱،۱۲

نَارًا - اسم نکرہ منصوب آگ ۱/۲ ، ۴/۱۲،۱۳ ، ۵/۲،۵ ، ۶/۱۳ ، ۱۵/۱۶ ، ۱۶/۲،۱۰ ، ۱۹/۱۶ ، ۲۰/۷ ، ۲۳/۴ ، ۲۸/۱۹ ، ۲۹/۱۰ ، ۳۰/۱۳،۱۶،۳۶ (تنقیح کے لیے دیکھو نُنبّر)

اَلنَّازِعَاتِ: اسم فاعل جمع مؤنث۔ اَلنَّازِعَۃُ واحد۔ نَزْعٌ مصدر باب ضرب کھینچ کھینچ کر نکال لینے والیاں۔ البغوی نے معالم میں لکھا ہے کہ اس آیت میں ملائکہ مراد ہیں جو انتہائی طور پر کافروں کی جانیں ان کے بدنوں سے اس طرح کھینچتے ہیں جس طرح کمان کھینچنے والا آخری حد تک تانت کو کھینچتا ہے۔

حضرت ابن مسعود نے فرمایا موت کا فرشتہ ہر بال اور ناخن کی نوک کے اندر سے جان کو کھاڑتا ہے پھر چھوڑ دیتا ہے پھر کھینچتا ہے پھر چھوڑ دیتا ہے کافروں کے ساتھ اس کا یہ عمل یونہی جاری رہتا ہے مقاتل نے کہا فرشتے موت اور اس کے کارندے کافروں کی روحوں کو اس طرح کھینچتے ہیں جیسے شاخدار آنکڑا دھنی ہوئی بھیگی ہوئی اون میں سے کھینچا جاتا ہے۔

مجاہد کے نزدیک بھی ملک الموت مراد ہے۔

سدی نے کہا نازعات سے سینہ میں ڈوبتی ہوئی سانسیں مراد ہیں حسن قتادہ اور ابن کیسان

کے نزدیک ستارے مراد ہیں جو ایک افق سے نکلکر دوسرے افق میں ڈوبتے ہیں۔ عطاء اور عکرمہ نے کہا کھینچی ہوئی کمانیں مراد ہیں بعض لوگوں کا قول ہے کہ تیر اندازوں کی جماعتیں مراد ہیں۔ عام اہل تفسیر نے ملائکہ مراد لیے ہیں یہی قول زیادہ قوی ہے۔ ت ۳/۲

نَزْعَةٌ پیشانی کا ایک طرف کا رُخ۔

نَزَعٌ سر کی سیپوں کا بالوں سے صاف ہو جانا۔

نَزِیْعٌ مسافر نَزَاعَةٌ جھگڑا نَازِعَةٌ کمان ستارہ اَنْزَعُ کھلی ہوئی سیپوں والا آدمی نَزْعٌ کھینچنا نکالنا۔ جان کنی (باب ضرب)، مُنَازَعَةٌ باہم کشیدگی خصومت۔ تَنَازُعٌ باہم خصومت کرنا۔ تنازع۔ اِنْتِزَاعٌ اکھڑ جانا اکھاڑنا۔ باز رکھنا ہٹ جانا۔ (تاج و مفردات)

نُزُوْعٌ شدتِ شوق۔ نَزَعَ عَنْہُ اس سے باز رہا۔ (المفردات)

اَلنَّاس۔ اسم جمع یا جمع بعض لوگوں کے خیال میں النّاس کی اصل اناس بھی ہمزہ محذوفہ کے عوض الف لام لایا گیا اسی لیے الف لام مع ہمزہ کے نہیں آتا اور الاناس نہیں کہا جاتا (بیضاوی) بعض نے کہا اس کا ماخذ نسی (بھولنا) ہے سین اور یا کی جگہ کو بدل کر نَیْسٌ کیا گیا پھر نیس۔ سے ناس بنا لیا گیا اس صورت میں انسان کی اصل انسیان ہو گی بعض اہل لغت نے ناس کا ماخذ نَاسَ یَنُوْسُ نَوْسًا کو قرار دیا ہے نَوْسٌ کا معنی لہریں مارنا مضطرب ہونا۔ ایک یمنی شاہزادہ کے شانوں پر زلفیں یا گیسو لہرایا کرتے تھے اس لیے اس کو ذونواس کہا جانے لگا۔ اس صورت میں ناس کی تصغیر نُوَیْسٌ ہو گی اور واؤ اصلی قرار پائے گا۔

الناس اسم جمع ہے مرد، عورت، بچے، بڑے اچھے برے مسلمان، کافر، دانا، نادان سب کو یہ لفظ شامل ہے کبھی اہلِ فضل و دانش ہی مراد ہوتے ہیں یعنی صرف وہ لوگ جو خصوصیات انسانی میں کامل ہوں۔ (المفردات)

حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ قرآن مجید میں جہاں یا ایہا الناس کے لفظ سے خطاب کیا ہے وہاں اہلِ مکہ مخاطب ہیں۔ ابن عباس کی مراد یہ ہے کہ اولین مخاطب اہل مکہ ہیں اور اگر حکم صرف اہل مکہ کے لیے مخصوص نہ ہو تو بطور نیابت و بدلیت تمام لوگ مخاطب ہیں کسی زمان و مکان

کی قید نہیں۔

خطابی صورتوں میں الناس سے وہی لوگ مراد ہوں گے جن میں مخاطب ہونے کی صلاحیت ہے یعنی عاقل، بالغ، دیوانے اور بچوں کو اگرچہ از روئے لغت الناس شامل ہے لیکن خطابی شکل میں روئے خطاب اُن کی طرف نہیں ہے

۱ — ۲، ۳، ۵، ۱۰، ۱۱، ۱۳، ۱۵

۲ — ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۳، ۱۶، ۱۷

۳ — ۳، ۴، ۵، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۵، ۱۶، ۱۷

۴ — ۱، ۳، ۵، ۹، ۱۰، ۱۳

۵ — ۳، ۵، ۸، ۱۳، ۱۴، ۱۶، ۱۸

۶ — ۲، ۳، ۴، ۹، ۱۱، ۱۴، ۱۵

۷ — ۳، ۵، ۶، ۷

۸ — ۲، ۴، ۸

۹ — ۴، ۷، ۱۰، ۱۳، ۱۷

۱۰ — ۴، ۷، ۱۱

۱۱ — ۶، ۷، ۸، ۱۰، ۱۱، ۱۴، ۱۵، ۱۷

۱۲ — ۲، ۸، ۹، ۱۰، ۱۳، ۱۵، ۱۶

۱۳ — ۳، ۵، ۷، ۸، ۱۰، ۱۳، ۱۶، ۱۸، ۱۹

۱۴ — ۱۱، ۱۲، ۱۴، ۱۵

۱۵ — ۶، ۱۰، ۱۱، ۱۳، ۲۰

۱۶ — ۴، ۵، ۱۳

۱۷ — ۱، ۵، ۸

۱۷ — ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۳، ۱۴، ۱۶، ۱۷

۱۸ — ۱۱

۱۹ — ۲، ۳، ۷، ۱۴، ۱۶

۲۰ — ۳، ۶، ۸، ۱۳، ۱۶

۲۱ — ۳، ۴، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۵

۲۲ — ۲، ۵، ۹، ۱۰، ۱۳، ۱۵، ۱۶، ۱۷

۲۳ — ۱۱، ۱۷

۲۴ — ۱، ۱۱، ۱۲

۲۵ — ۵، ۹، ۱۴، ۱۸، ۱۹

۲۶ — ۱، ۵، ۱۱، ۱۴

۲۷ — ۸، ۱۹

۲۸ — ۷، ۱۱، ۱۹

۳۰ — ۸، ۱۴، ۲۲، ۲۶، ۳۵، ۳۹

نَاسِکُوْہُ ۔ اسم فاعل جمع مذکر مضاف اصل میں نَاسِکُوْنَ تھا اضافت کی وجہ سے نون گرا دیا اس پہ چلنے والے۔ ۱۷/۱۶

(مزید تنقیح کے لیے دیکھو مَنَاسِکَنَا)

اَلنَّاشِرَاتِ ۔ اسم فاعل جمع مؤنث اَلنَّاشِرَۃُ واحد نَشْرٌ مادہ باب نصر پھیلانے والی (ہوائیں) نرم چال سے چلنے والی ہوائیں (لغوی) بارش کی بشارت دینے والی ہوائیں (حسن بصری) ابر کو پھیلا کر اٹھا کر بارش لانیوالی ہوائیں (عام اہل تفسیر) اعمالنامے تقسیم کرنیوالے فرشتے۔ (مقاتل) ۲۹/۲۱

نَشْرٌ پریشان ۔ نَاشِرٌ پریشان ۔ مرنے کے بعد زندہ ہو کر اٹھنے والا آدمی ۔ نَشُوْرٌ (دھیمی چال سے چلنے والی ہوا ۔ نُشَارَۃٌ لکڑی کا برادہ نَشْوٌ خوشبو مِنْشَارٌ آرہ مَنْشُوْرٌ پریشان خاطر شاہی فرمان ۔ نُشُوْرٌ زندہ ہو کر اٹھنا ۔ زندہ کر کے اٹھانا (لازم و متعدی)۔

(تفعیل) پھیلانا ۔ جادو کرنا ۔ اِنْتِشَارٌ پھیلاؤ پراگندگی خبر کا پھیلنا ۔ (تاج و مفردات)۔

اَلنَّاشِطَاتِ ۔ اسم فاعل جمع مؤنث اَلنَّاشِطَۃُ واحد ۔ بند کھولنے والے (ترجمہ تھانوی) ناشطات کی مراد مختلف فیہ ہے فرّاء نے بطور نقل بیان کیا کہ آسانی سے مومنوں کی روح کو قبض کرنے والے فرشتے مراد ہیں جسطرح اونٹ کے زانو بند کی گرہ کھولدی

جاتی ہے فراء نے اس قول کو نقل کرنے کے بعد کہا کہ اَنْشَطْتُ الْعِقَالَ (باب افعال سے) میں نے اونٹ کا زانو بند کھول دیا اور نَشَطْتُہٗ میں نے اس کو باندھ دیا فراء کی مراد یہ ہے کہ نشط مصدر (باب نصر) کا معنی ہی گرہ لگانا اور انشاط مصدر (باب افعال) کا معنی ہے گرہ کھولنا اس لیے ناشطات (باب نصر سے) کا ترجمہ بند کھولنے والے کہنا غلط ہے حدیث میں آیا ہے کما انشط من عقال جیسے اونٹ کو زانو بند کھولکر آزاد کر دیا گیا۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ مومنوں کی خوش ہونے والی روحیں مراد ہیں جو مرنے کے وقت خوشی خوشی نکلتی ہیں ان کے سامنے نکلنے سے پہلے ہی جنت آجاتی ہے حضرت ابن عباس کے قول پر ناشطات باب سَمِعَ سے ہوگا کیونکہ نشاط مصدر (باب سمع) کا معنی ہے خوش ہونا خوشی کرنا۔

حضرت علی نے فرمایا کھال اور ناخن کی تہ سے کافروں کی روحوں کو سختی کے ساتھ کھینچنے والے ملائکہ مراد ہیں بغوی نے کہا نَشْطٌ کا معنی ہے جذب اور کھینچنا نَشَطْتُ الدَّلْوَ نَشْطًا میں نے ڈول کو کھینچا اس وقت ناشطات باب ضرب سے ہوگا کیونکہ باب ضرب سے نَشْطٌ کا معنی ہے جگہ سے باہر آنا کھینچنا خلیل بن احمد فراہیدی نے کہا کہ نَشْطٌ اور اِنْتِشَاطٌ دونوں کا معنی ہے کسی چیز کو اتنا کھینچنا کہ وہ کھل جائے اس صورت میں ناشطات کا ترجمہ ہوگا اتنا کھینچنے والے کہ روحوں کے بند کھل جائیں۔ سدی نے کہا قدم تو سے کھینچ جانے والی روحیں مراد ہیں قتادہ نے کہا ستارے مراد ہیں جو ایک افق سے دوسرے افق کی طرف جاتے ہیں نَشْطٌ کا معنی ہے جلدی نکلنا (باب ضَرَبَ) نَشَطَ مِنْ بَلَدٍ اِلٰی بَلَدٍ ایک شہر سے نکلکر دوسرے شہر کو گیا حِمَارٌ نَاشِطٌ ایک شہر سے نکلکر دوسرے شہر کو جانے والا گدھا عطاء اور عکرمہ نے کہا ناشطات سے مراد ہے ہلاک کرنے والے۔ مولانا تھانوی کا ترجمہ خلیل کے قول پر مبنی ہے۔ پ ۳۰/۲

نَشِيْطٌ خوش تَنَشَّطٌ خوش ہونا۔ ہلکی گرہ لگانا اِنْتِشَاطٌ (افتعال) گرہ کھولنے کے لیے کھینچنا۔ (قاموس)

نَاشِئَةٌ۔ مصدر بروزن اسم فاعل رات کو خواب سے بیدار ہو کر اٹھ کھڑا ہونا ۲۹/۱۴ (دیکھو المنشآت)

نَاصِبَۃٌ - اسم فاعل واحد مونث - نَصَبٌ
مصدر باب سَمِعَ عاجز۔ مصیبت میں مبتلا ہونے
والی۔ ۳۰/۱۲ -
نَصَبٌ بیماری سختی انجام نشان - بت اور
ہر چیز جس کو پوجا کے لیے کھڑا کیا جائے۔
نِصْبٌ نَصِیْبَۃٌ نُصْبَۃٌ ستون نُصِیْبٌ
بیماری سختی، بلا۔ نشان۔ بت وغیرہ۔ نَصِیْبٌ
حصہ۔ بچھایا ہوا جال۔ حوض۔ اَنْصِبَاءٌ اور
اَنْصِبَۃٌ جمع نَصِیْبَۃٌ قائم کردہ نشان نِصَابٌ
ہر چیز کی اصل لوٹنے کی جگہ۔ آفتاب ڈوبنے کی جگہ
نُصُبٌ جمع اَنْصَابٌ کعبہ کے گرداگرد مشرکوں کے
استھان۔ بھینٹ چڑھانے کے پتھر نواصب
خارجیوں میں ایک گروہ مَنْصِبٌ لوٹنے
کی جگہ۔ ہر چیز کی اصل ا بناصیب اور مناصیب
پتھر کے وہ نشان جو سر راہ بطور علامت کھڑے
کر دیئے جاتے ہیں مِنْصَبٌ لوہے کا چولھا
نَصْبٌ مصدر (باب ضرب) دکھی بنا دینا
پست کر دینا اونچا کر دینا (اضداد) دشمن سمجھنا۔
کسی چیز کی بنیاد رکھنا۔ نَصَبٌ مصدر (باب
سمع) عاجز ہونا۔ مصیبت زدہ اور دکھی ہونا
کوشش کرنا۔ انصابٌ (افعال) عاجز کر دینا
دکھ پہنچانا۔ دکھی بنا دینا۔ تَنْصِیْبٌ (تفعیل)
پست کر دینا۔ اونچا کر دینا۔ ستون کھڑا کرنا کسی
کا خاص طور پر حصہ لگانا۔ تَنَصُّبٌ (تفعیل)
پاؤں پر خود اٹھنا۔ غبار اٹھنا۔ انتصاب (افتعال)
خود اٹھ کھڑا ہونا۔

نَاصِحٌ اسم فاعل واحد مذکر خیر خواہ نصیحت
کرنے والا۔ ۹/۱۶

نَاصِحُوْنَ - اسم فاعل جمع مذکر مرفوع۔ خیر
خواہی کرنے والے۔ ۱۲/۱۲ ، ۲۰/۴

نَاصِحِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر مجرور۔ خیر
خواہی کرنے والے نصیحت کرنیوالے ۸/۱۱،۷ ، ۲۰/۵
نَصِیْحَۃٌ خیر خواہی نصیحت نَصِیْحٌ خیر خواہ
نصیحت کرنے والا۔ نِصَاحٌ تاگہ۔ ڈوری نَاصِحٌ خیر
خواہ واعظ نُصَّحٌ اور نُصَّاحٌ جمع ناصح درزی
کو اور خالص شہد کو بھی کہتے ہیں نَصَّاحٌ درزی
مِنْصَحَۃٌ اور مِنْصَحٌ سوئی۔
نُصْحٌ نَصَاحَۃٌ نَصَاحِیَۃٌ تینوں مصدر ہیں
(باب فتح) نصیحت کرنا۔ سیراب کرنا۔ ٹھیک کرنا
کسی چیز کا خالص بے آمیزش کے ہونا۔ سیر ہو کر
پانی پینا۔ پیرا سینا۔ تَنَصُّحٌ پیرا سینا۔ اِنْتِصَاحٌ
نصیحت قبول کرنا۔ (تاج و مفردات)

نَاصِرٍ - اسم فاعل واحد مذکر مجرور نَصْرٌ مصدر (باب فَعَلَ يَفْعُلُ) کوئی مدد کرنے والا۔ مدد کرکے چھڑانیوالا نُصْرَةٌ مدد نَصِيْبٌ مددگار اَنْصَارٌ جمع پ ۳۰/۱۱ (دیکھو انصروا اور الانصار)

نَاصِرًا - اسم فاعل واحد مذکر منصوب تفصیل مذکور۔ کوئی مدد کرنے والا۔ مدد کرکے چھڑانے والا پ ۲۶

نَاصِرًا تفصیل مذکور۔ پ ۲۹/۱۲

نَاصِرِيْنَ - اسم فاعل جمع مذکر نکرہ نَصْرٌ سے مدد کرنیوالے۔ مدد کرکے چھڑانیوالے پ ۳/۱۱، ۱۴، ۱۷ پ ۱۴/۱۱ پ ۲۰/۱۵ پ ۲۱/۷ پ ۲۵/۲۰

اَلنَّاصِرِيْنَ - اسم فاعل جمع مذکر معرفہ تفصیل مذکور پ ۴۔ (دیکھو اُنْصُرُوْا)

اَلنَّاصِيَةِ - اسم معرفہ مفرد۔ پیشانی مراد پورا آدمی (اطلاق جزء علی الکل) پ ۳۰/۲۱

نَاصِيَةٍ - اسم نکرہ مفرد پیشانی، مراد پورا آدمی (اطلاق جزء علی الکل) پ ۳۰/۲۱

نَاصِيَتِهَا - اسم مضاف ھا ضمیر مضاف الیہ اسکی پیشانی کے بال۔ پیشانی کے بال پکڑنے سے مراد ہے پورا قبضہ کرلینا۔ اقتدار کامل (مدارک و معالم) پ ۱۲/۵

نَوَاصِيْ جمع نَاصِيَةٌ واحد پیشانیاں اور پیشانی کے بال۔ نَصْوٌ مصدر (باب نصر) پیشانی کے بال پکڑنا پیشانی کے بال پکڑ کے کھینچنا اِنْصَاءٌ (باب افعال) کا بھی یہی معنی ہے مُنَاصَاةٌ (مفاعلہ) باہم پیشانی کے بال پکڑ کے کھینچنا۔ تَنَصِّيْ (تفعل) بالوں میں کنگھا کرنا یا اِنْتِصَاءٌ (انتعال) بالوں کا لمبا ہونا۔

نَاضِرَةٌ - اسم فاعل مؤنث۔ نَضْرٌ اور نَضَارَةٌ مصدر (نصر و کرم و سمع) تر و تازہ پر رونق۔ پ ۲۹/۱۷

نَضْرٌ سونا چاندی نِضَارٌ اور اَنْضُرٌ جمع نُضْرَةٌ تر و تازگی۔ تازہ روئی - رونق زندگی نعمت۔ نَضِيْرٌ تر و تازہ۔ پر رونق پانی۔ سونے چاندی والا۔ خیبر کے یہودیوں کا ایک قبیلہ تھا۔ نَضْرٌ اور نَضَارَةٌ تر و تازہ ہونا تر و تازہ کرنا اِنْضَارٌ (افعال) کا بھی یہی معنی ہے لیکن صرف متعدی ہے تَنْضِيْرٌ تازہ نعمت میں پالنا۔

نَاظِرَةٌ - اسم فاعل واحد مؤنث نَظَرٌ مصدر (نصر سے) پ ۱۹/۱۸ انتظار کرنے والی (ضرب اور سمع سے) پ ۲۹/۱۷ دیکھنے والی۔

نَظَرٌ (باب نصر متعدی بنفسہ) مہلت

دینا۔کسی چیز کا اندازہ کرنے کے لئے سوچنا غور کرنا
امید رکھنا۔فال گوئی کرنا (اگر اس کے بعد بَیْنَ
مذکور ہو تو) فیصلہ کرنا۔نَظَرٌ مَنْظَرٌ نَظَرَانٌ
اور نَظَارٌ مصدر (باب ضرب و سمع)
اگر اس کے بعد لام ہو تو۔رحم کرنا۔مہربان ہونا۔
مدد کرنا۔اگر اس کے بعد فی ہو تو، غور کرنا اور اگر
اس کے بعد بَیْنَ ہو تو، فیصلہ کرنا اور اگر خود متعدی
ہو تو غور کر کے دیکھنا مراد ہوتا ہے۔

نَظْرَةٌ شرم، عار، عیب، خوف، بدصورتی
بیہوشی، شیطانی وسوسہ، مہربانی۔

نَظْرٌ اور نَظِیْرٌ مثل، مانند نُظَرٌ جمع
نَظِرَةٌ تاخیر، انتظار، مہلت، نَظِیْرَةٌ قوم کا سردار
سرگردہ۔فوج کا محافظ۔نَظَارَةٌ پاکی پرہیزگاری
نِظَارٌ دانائی ناظُوْرٌ باغبان۔باغ کا نگران ناظُوْرَةٌ
سردار قوم مِنْظَارٌ آئینہ۔عینک مَنَاظِرُ اونچی
زمینیں۔

نَاظِرِیْنَ۔اسم فاعل جمع مذکر مجرور نکرہ
واحد۔انتظار کرنیوالے راہ تکنے والے ۲۲/۴

اَلنّٰظِرِیْنَ۔اسم فاعل جمع مذکر معرفہ منصوب
و مجرور۔دیکھنے والے ۱/۸ ۹/۳ ۱۳/۲ ۱۹/۶

نَاعِمَةٌ۔اسم فاعل واحد مؤنث نُعُوْمَةٌ مصدر

باب سمع خوش اور ترو تازہ۔ ۳۰/۱۲

نَعْمَةٌ فراخی حال۔آسودگی۔آسودہ ہونا نِعْمَةٌ
ہر بھلائی۔احسان، خوشی، آسودگی، آرام نِعَمٌ
اَنْعُمٌ نِعْمَاتٌ جمع نُعْمٌ نرمی نزاکت
بھلائی اَنْعُمٌ جمع نَعْمٌ اور نَعَمٌ اونٹ
بکری (اسم جنس) اَنْعَامٌ اور نُعْمَانٌ جمع نَعَمٌ
حرف ایجاب بمعنی ہاں نَعِیْمٌ نعمت۔راحت
فراخی عطیہ۔نُعْمٰی نازک عورت، آرام
کی زندگی۔اچھا کھانا۔سبزہ نُعْمٰی نعمت آسائش
فراخی بھلائی۔نُعَامٰی جنوبی ہوا مُنْعَمٌ
جھاڑو۔نُعُوْمَةٌ مصدر (باب سمع، نصر،
ضرب، کرم، حسب) نرم و نازک ہوا
اور (صرف باب سمع) سرسبز۔تر و تازہ اور
پر رونق ہونا۔اِنْعَامٌ (باب افعال) نعمت
دینا، خوش کرنا زیادہ دینا۔ننگے پاؤں آنا۔ہر
کام میں مبالغہ کرنا۔مُنَعَّمَةٌ ناز پروردہ خوش حال
عورت۔اچھا کھانا۔تَنْعِیْمٌ (تفعیل) زندگی کو
آسودہ بنانا۔تَنَعُّمٌ زندگی کا آسودہ ہونا اور
زندگی کی آسائش طلب کرنا تَنَاعُمٌ (تفاعل)
تن آسان ہونا اور آرام طلب بنانا۔

نَافَقُوْا۔جمع مذکر غائب ماضی معروف

مُنَافَقَۃٌ اور نِفَاقٌ مصدر انہوں نے دورخی کی، منافقت کی، کفر کو دل میں چھپایا اور اسلام کو ظاہر کیا۔ $\frac{۲۸}{۸}$ $\frac{۲۵}{۵}$ (دیکھو المنافقات)

نَافِلَۃً۔ اسم فاعل واحد مؤنث۔ نفل مصدر باب نصر زائد $\frac{۱۵}{۹}$ یعنی پانچ فرائض سے زائد چھٹا فریضہ تہجد ہے، اکم ویش آدھی رات تک نماز پڑھنی سورۃ مزمل کی ابتدائی آیات کی بنا پر رسول اللہ صلعم اور صحابہ پر فرض تھی پھر فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ نے امت کے لیے قیام شب کے وجوب کو منسوخ کر دیا اور حضور والا کے لیے تہجد واجب زائد باقی رہا۔ ام المومنین حضرت عائشہ سے مرفوع روایت ہے کہ حضور والا نے فرمایا تین چیزیں مجھ پر فرض ہیں اور تم لوگوں کے لیے سنت ہیں، وتر، مسواک اور قیام شب (معالم) حضرت عائشہ کی روایت کی بنا پر محی السنۃ کے بیان کی روشنی میں نافلۃ کا معنی یہ ہوا کہ دوسروں پر پانچ وقت کی نماز فرض ہے اور آپ پر چھٹا فریضہ تہجد کا زائد ہے یہ تشریح عام اہل تفسیر کے قول کے موافق ہے لیکن مجاہد اور قتادہ کی توضیح کے مطابق نافلۃ کا یہ مطلب ہے کہ تہجد کی نماز آپ کے لیے نفل ہے کیونکہ آیت میں نَافِلَۃً فرمایا ہے نافلۃ علیک نہیں فرمایا اگر علیک ہوتا تو وجوب مستفاد ہوتا اور یہ مطلب ہو جاتا کہ تہجد کی نماز آپ پر زائد واجب ہے لیکن تہجد کا نفل ہونا تو امت کے لیے بھی ہے پھر رسول اللہ کی اس میں کیا تخصیص ہے اس اعتراض کو دفع کرنے کے لیے بعض علماء نے یہ توجیہ کی ہے کہ امت کے نوافل اس کے گناہوں کا تدارک ہو جاتے ہیں ہر نفل سے گناہ کا بار کم ہو جاتا ہے یا اتر جاتا ہے لیکن رسول اللہ کی ہر لغزش تو بہر حال پہلے ہی معاف کر دی گئی تھی اسلئے حضور کے حق میں نوافل ترقی درجات کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔

آیت $\frac{۷۲}{۵}$ میں جو نافلۃ آیا ہے اس کی مراد میں بھی علماء قرآن کا اختلاف ہے مجاہد اور عطاء نے کہا نافلۃ اے عطاءً۔ حسن اور ضحاک نے کہا فضلاً دونوں لفظوں کا حاصل مطلب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق (بیٹا) اور یعقوب (پوتا) دونوں بطور بخشش اور مہربانی کے عطا کئے تھے۔ لیکن حضرت ابن عباس حضرت ابی بن کعب اور قتادہ اور ابن زید کا قول ہے کہ نافلۃ کا تعلق صرف یعقوب سے ہے کیونکہ بیٹے کے لیے دعا تو حضرت ابراہیم نے کی تھی دعا

قبول ہوئی اور دعا کے موافق بیٹا دیدیا گیا اور یعقوب
یعنی پوتے کا ذکر دعاء ابراہیم میں نہ تھا یہ اللہ نے
زائد عطا فرمایا (معالم)

نَفْلٌ عطیہ۔ وہ عبادت جو واجب نہ ہو نَفْلٌ
مال غنیمت بخشش اَنْفَالٌ جمع نَافِلَۃٌ مالِ غنیمت
بخشش غیر واجب عبادت۔ زائد نوافل جمع نَوْفَلٌ
دریا بخشش۔ بہت سخی۔ خوبصورت جوان نَوْفَلَۃٌ
نمک زار شورستان۔ نمکدان نَفْلٌ مصدر
باب نصر عطیہ دینا۔ مال غنیمت دینا اِنْفَالٌ اور
تنفیل بھی مال غنیمت دینے کو کہتے ہیں تَنَفُّلٌ مال
غنیمت لینا۔

اَلنَّاقُوْرِ۔ اسم سنکھ پھونکنے کا سینگ
مراد صور ۲۹/۱۵۔

نَقْرٌ چٹکی بجانے کی آواز نَقْرَۃٌ کھجور کے
ریزے تھوڑی چیز نِقْرٌ ہوشیار آدمی نُقْرَۃٌ
پگھلا ہوا چاندی سونا چھوٹا گڑھا۔ آنکھ کا گڑھا
نَقِرٌ غضبناک نَقِیْرٌ کھجور کے ریزے۔ لکڑی
کا کٹھلا۔ غریب تنگدست آدمی مَنَاقِرَۃٌ مصیبت
رنج، بلا۔ بات کی لوٹ پوٹ۔ ناقور سنکھ
صُور۔ منقار چونچ۔ بھاؤڑا۔ بسولہ۔ نَقْرٌ مصدر
(فتح) عیب جوئی کرنا۔ سوراخ کرنا۔ پھونک
مارنا۔ لکڑی میں کھدائی کا کام کرنا نَقَرٌ (سمع)
غصہ ہونا۔ مال ضائع ہونا تَنْقِیْرٌ نام رکھنا کسی چیز
سے لکڑی وغیرہ کو کھودنا۔ پرندہ کا چونچ سے دانہ
اٹھانا (تاج و قاموس و بعض از مفردات)

نَاقَۃٌ۔ ۱۱/۱۲ ۱۲/۹ نَاقَۃٌ ۱۲/۱۶ نَاقَۃُ ۱۹/۱۲ اَلنَّاقَۃَ
۵/۹ النَّاقَۃِ ۹/۲ اونٹنی۔

نَاقَۃٌ مفرد نَاقٌ نِیَاقٌ اَنْوَاقٌ نُوْقٌ۔ جمع
اَنْیُقٌ اَنَایِقُ اور نِیَاقَاتٌ جمع الجمع نِیْقٌ پہاڑ
کی چوٹی نِیَاقٌ اَنْیَاقٌ اور نُیُوْقٌ جمع نُوْقَۃٌ
دانائی ہر چیز میں مہارت۔ نَیِّقٌ خوش لباس
آدمی نِیْقَۃٌ کام کی عمدگی لباس اور طعام کی خوبی اور
خوبصورتی اِنْیَاقٌ (افعال) نِیَاقٌ (مفاعلہ)
تعجب میں ڈالنا۔ اِنْتِیَاقٌ (افتعال) منتخب کرنا
تَنَیُّقٌ اور تَنَوُّقٌ (تفعل) ہر کام عمدگی سے
کرنا اَنِیْقٌ عمدہ۔

نَاکِبُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ مرفوع
نَاکِبٌ واحد نُکْبٌ اور نُکُوْبٌ مصدر
(نصر و سمع) پھر جانے والے۔ مڑ جانے والے۔ ہٹ
جانے والے۔ ۱۸/۴ (دیکھو نکبہا)

نَاکِسُوْا۔ اسم فاعل جمع مذکر نَکْسٌ مصدر باب
نصر۔ سروں کو جھکانے والے۔ سرنگوں ۲۱/۱۵
نِکْسٌ سست اور کمزور آدمی انکاس جمع

نکس، ضعف، پیری کے سبب ایک جگہ پڑا رہنے والا۔ ناکِس سر جھکانیوالا۔ سرنگوں نَکْسٌ سر جھکانا، لوٹانا لوٹنا (نصر) تَنْکِیسٌ (تفعیل) سرنگوں کردینا۔ اِنْتِکَاسٌ (افتعال) اوندھا گر پڑنا۔ اوندھا ہوجانا۔

نَاْکُلَ۔ جمع متکلم مضارع اَکْلٌ مصدر (باب نصر) ہم کھانا چاہتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ کھائیں ۵/۳

اَلنَّاهُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر اَلنَّاهِیْ واحد نَهْیٌ مصدر باب فتح روکنے والے منع کرنیوالے ۱۱۲/۹ (دیکھو مُنْتَهُوْنَ اور اِنْتَهُوْا)

نَائِمُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر نَائِمٌ واحد نَوْمٌ مصدر۔ باب سَمِعَ سونے والے سوئے ہوئے ۹/۲ ۲۹/۳ (دیکھو المنام)

فصل الباء الموحدہ

نَبَأَ: اسم منصوب مضاف ۶/۹ ۹/۱۱ ۱۱/۱۲ ۱۵/۴ ۱۹/۹ ۲۳/۱۴ خبر۔ اطلاع۔

اَلنَّبَاِ۔ اسم معرف باللام مجرور ۳۰/۱ خبر۔ اطلاع

نَبَاِ: اسم مجرور مضاف ۲۰/۴ خبر

نَبَأُ: اسم مرفوع مضاف ۱/۱۵ ۱۲/۱۴ ۲۳/۲۱ ۲۸/۱۵ خبر

نَبَاٍ: اسم مجرور نکرہ۔ ۲۲/۱۴ ۱۹/۱۷ ۲۶/۱۳ خبر

نَبْأَةٌ۔ ہلکی آواز۔ کتے کی آواز نَبِیٌّ نبی اللہ کا پیغمبر، اونچا مقام۔ کھلا ہوا راستہ۔ انتقال مکانی کرنیوالا۔ نُبُوَّةٌ پیغامبری نَابِیٌّ اونچی جگہ۔ نَبَأٌ اور نُبُوْءَةٌ بلند ہونا۔ ظاہر ہونا۔ نکلنا۔ آواز دینا۔ خبر دینا۔ انتقال مکانی کرنا (باب فتح) اِنْبَاءٌ (افعال) اور تَنْبِئَةٌ (تفعیل) خبر دینا۔ آگاہ کرنا مُنَابَأَةٌ ایک کا دوسرے سے دور ہوجانا۔ ہمسائگی چھوڑ دینا۔ تَنَبُّؤٌ (تفعل) نبوت کا دعویٰ کرنا۔ اِسْتِنْبَاءٌ کھوج لگانا۔ تفتیش کرنا۔

نَبَّأَ۔ ماضی واحد مذکر غائب تَنْبِئَةٌ مصدر باب تفعیل خبر دی، اطلاع دی۔ آگاہ کیا۔ ۱۱/۱ ۲۸/۱۹ (دیکھو نَبَّأَ)

نَبِّئْ: واحد مذکر حاضر امر تَنْبِئَةٌ سے خبردار کر آگاہ کردے۔ خبر دیدے۔ ۱۴/۴

نَبَّأَتْ: واحد مؤنث غائب ماضی مصدر (اس عورت نے اطلاع دی، خبر دی ۲۸/۱۹ (دیکھو نَبَّأَ)

نَبِّئْنَا۔ واحد مذکر حاضر امر معروف۔ ہم کو خبردار کر۔ ۱۲/۱۵ (دیکھو نَبَّأَ)

نَبَاتَ۔ اسم منصوب مضاف۔ گھاس سبزی

زمین کی پیداوار۔ روئیدگی۔ زمین سے پیدا کرنا ث ۱۸
اس جگہ مراد سبزی زمین سے اگنے والی ہر چیز۔
نَبَاتُ ۔ اسم مرفوع مضاف۔ روئیدگی سبزی
ب ۱۱/۱۸ ۱۵
نَبَاتٍ ۔ اسم مجرور نکرہ۔ گھاس سبزہ۔ ۱۶/۱۱
نَبَاتًا ۔ اسم منصوب نکرہ ب ۳۰/۱ سبزہ زمین سے
اُگنے والی چیز ۲۹/۹ مصدر یعنی پیدا کرنا۔ ۳/۱۲ نشوونما
نَبَاتُہٗ ۔ اسم مرفوع مضاف ہٗ ضمیر مضاف
الیہ۔ اس کی پیداوار ث ۱۴ ۲۷/۱۹ ۔
نَبْتٌ اور نَبَاتٌ گھاس۔ سبزہ نَبِیْتَۃٌ
شاخ۔ نبائت جمع نَابِتَۃٌ اُگنے والی۔ نوجوان
لڑکا۔ نوخیز اونٹ۔ خوشخو اور بہت احسان کرنے والا
آدمی مَنْبِتٌ اُگنا۔ اُگنے کی جگہ مَنْبُوْتٌ اگی ہوئی چیز
نُبُوْتٌ مصدر۔ باب نصر باہر نکل آنا ابھر آنا ۔
نَبْتٌ مصدر باب نصر اُگنا۔ اگانا (لازم و متعدی)
اِنْبَاتٌ (افعال) کا بھی یہی معنی ہے تَنْبِیْتٌ (تفعیل)
درخت لگانا۔ لڑکے کو پالنا ۔
نَبَّأْتُکُمَا ۔ واحد متکلم ماضی۔ کُمَا ضمیر تثنیہ مخاطب
مفعول میں نے تم دونوں کو آگاہ کر دیا بتا دیا ب ۱۲/۱۵
(دیکھو نَبَأَ)
نَبْتَغِیْ ۔ جمع متکلم مضارع اِبْتِغَاءٌ مصدر بَغْیٌ
مادہ باب افتعال، ہم نہیں چاہتے (جاہلوں کو)
یعنی ہم اختیار نہیں کرتے جاہلوں کی صحبت کو پ ۲۰/۹
(دیکھو ابتغ، اِبْتِغَاءٌ، تَبْتَغِیْ)
نَبْتَلِیَہٗ ۔ جمع متکلم مضارع اِبْتِلَاءٌ مصدر
(افتعال) ضمیر مفعول ہم اس کو آزمائش کریں
۲۹/۱۹ (دیکھو مُبْتَلِیْکُمْ اور مُبْتَلِیْنَ)
نَبْتَهِلْ ۔ جمع متکلم مضارع مجزوم اِبْتِهَالٌ
مصدر (افتعال) ہم زاری کریں، گڑگڑا کر دعا کریں
امام راغب نے المفردات میں لکھا ہے کہ باہل اس
اونٹ کو کہتے ہیں جو بندش سے آزاد ہو۔
ابہلتہ میں نے اس کو آزاد چھوڑ دیا جن لوگوں
نے اس جگہ لعنت کرنے کا معنی بیان کیا ہے انکے
قول کی وجہ صرف یہ ہے کہ اس جگہ دعا لعنت ہی
کیلئے ہے۔ (ہذا آخر کلام الراغب) لیکن علامہ
زمخشری نے کشاف میں لکھا ہے کہ بَهْلَۃٌ کی اصل
دعا لعنت ہے پھر مطلقاً دعا کے معنی میں استعمال
ہونے لگا (خواہ دعا لعنت ہو یا اور کسی قسم کی دعا)
۳/۱۴
نُبَدِّلَ ۔ جمع متکلم مضارع تَبْدِیْلٌ مصدر
(تفعیل) عوض میں لے آئیں۔ ۲۷/۱۵ ۲۹/۸ دیکھو
مُبَدِّلَ)

نَبَذَ: واحد مذکر غائب ماضی نَبْذٌ مصدر (باب ضرب) اس نے پھینک دیا۔ ۱/۱۲
نَبْذٌ تھوڑی چیز آسان نَبْذَۃٌ اور نُبْذَۃٌ گوشہ کنارہ۔ نَبِیْذٌ پھینکا ہوا نچوڑا ہوا عرق۔ اَنْبَاذٌ بے علم عام لوگ، مُنْبَذَۃٌ سرہانا۔ مَنْبُوْذٌ حرامی بچہ۔ راستہ میں پڑا ہوا بچہ۔
نَبْذٌ مصدر (باب نصر) نچوڑنا۔ نَبْذٌ اور نَبَذَانٌ مصدر (باب ضرب) ہلنا۔ پھینکنا اِنْبَاذٌ (افعال) نچوڑنا تَنْبِیْذٌ (تفعیل) نچوڑنا۔ پھینکنا مُنَابَذَۃٌ (مفاعلۃ) باہم ہر ایک کا دوسرے پر کوئی چیز پھینکنا۔ اِنْتِبَاذٌ (افتعال) نچوڑنا کنارہ پر ہو جانا۔ نبیذ بنانا
نُبِذَ۔ واحد مذکر غائب ماضی مجہول وہ پھینک دیا جاتا۔ ۲۹/۴
نَبَذْتُهَا: واحد متکلم ماضی معروف ھا ضمیر مفعول میں نے اس کو ڈال دیا۔ ۱۶/۱۲
نَبَذْنَا جمع متکلم ماضی معروف۔ ہم نے پھینک دیا۔ ہم نے ڈال دیا ۲/۲ ۳۳/۹ ۲۸
نَبَذُوْا۔ جمع مذکر غائب ماضی معروف انہوں نے پھینک دیا۔ ۱/۱۰
نَبْرَأَهَا: جمع متکلم مضارع بَرْءٌ مصدر (باب فتح) ھا ضمیر مفعول اس کو پیدا کرنے سے پہلے ۲۷/۱۹
بُرْءٌ بَرَاءٌ تَبَرِّیْ سب کا معنی ہے کسی مکروہ چیز سے چھٹکارا پانا۔ بَرِئْتُ مِنَ الْمَرَضِ میں نے بیماری سے چھٹکارا پایا بَرِئْتُ مِنْ زَیْدٍ میں زید سے بیزار ہو گیا میں نے چھٹکارا پایا۔
تَبَرَّأْتُ میں بیزار ہو گیا۔ میں نے چھٹکارا پایا بَرَّأْتُ مِنْ زَیْدٍ اور اَبْرَأْتُ مِنْ زَیْدٍ میں نے زید کو چھٹکارا دے دیا۔ بری کر دیا (دیکھو تبرق دون بَرَاءَۃٌ بَرِیْءٌ بَرِیْئُوْنَ بُرَآءُ بَرَاءٌ بَرَّءَ تَبَرَّءَ بَارِئٌ اَلْبَرِیَّۃ کے معانی کے لیے دیکھو باب الباء فصل الراء)
(لن) نَبْرَحَ۔ جمع متکلم مضارع منفی مؤکد بہ لن، ہم ہرگز نہیں ہٹیں گے۔ ہم برابر رہیں گے۔ ۱۶/۱۴
بَرَاحٌ کشادہ میدان جس میں نہ کوئی درخت ہو نہ عمارت بَرِحَ الْخَفَاءُ (سمع) پوشیدگی ظاہر ہو گئی بَرَاحُ الدَّارِ گھر کا صحن بَرِحَ (فتح) میدان میں گیا بَارِحٌ وہ شکار جو شکاری کی زد سے باہر ہو کر کسی طرف کو مڑ جائے اس کو منحوس سمجھا جاتا تھا سَانِحٌ وہ شکار جو شکاری کی زد پر سامنے آ جائے یہ مبارک سمجھا جاتا تھا اَلْبَارِحَۃُ

گذشتہ رات۔

بَرْحٌ ہٹنا جب اس پر حرف نفی آتا ہے
تو نہ ہٹنے اور برابر جمے رہنے کا معنی ہو جاتا ہے
لَا اَبْرَحُ میں برابر چلتا رہوں گا مُتَبَرِّجٌ اور
تَبَارِیْحُ تکلیف، رنج، دُکھ ضَرْبٌ مُبَرِّحٌ
سخت تکلیف دہ ضرب بَرَّحَ بِیْ زَیْدٌ فِی
التَّقَاضِیْ تقاضا کرنے میں زید نے مجھ پر سختی
کی اَبْرَحْتُ جَارًا میں نے مہمان یا ہمسایہ کی
عزت کی بُرَحَاءُ شدت سختی۔

نُبَشِّرُ۔ جمع متکلم مضارع تَبْشِیْرٌ مصدر
باب تفعیل ہم خوشخبری دیتے ہیں ۱۴/۴ ۱۶/۴
(دیکھو مُبَشِّرًا)

نَبْطِشُ۔ جمع متکلم مضارع بَطْشٌ مصدر
باب ضرب ہم سختی سے پکڑیں گے ۲۵/۱۴ (دیکھو
بَطَشْتُمْ، بَطْشٌ۔

نَبْعَثُ۔ جمع متکلم مضارع مرفوع بَعْثٌ
مصدر (باب فتح) ۱۴/۱۸ ہم قائم کر دیں گے ہم
کھڑے کر دیں گے (دیکھو مَبْعُوْثُوْنَ)

نَبْعَثَ۔ جمع متکلم مضارع منصوب بَعْثٌ
مصدر باب فتح ۱۵/۲ ہم بھیج دیں۔

نَبْغِ: جمع متکلم مضارع بَغْیٌ مصدر (باب ضرب)
ہم ڈھونڈتے تھے اصل میں نبغی تھا ۱۵/۲۱
(دیکھو اِبْتِغَاءً، تَبْتَغِیْ)

نَبْغِیْ۔ جمع متکلم مضارع بَغْیٌ مصدر باب
ضرب ہم (اور کیا) ڈھونڈیں ہم کو (اور کیا چاہیئے
۱۵/۲۱

نَبْلُوْ۔ جمع متکلم مضارع مجزوم بَلَاءٌ مصدر
باب نصر ۹/۱۱ ہم آزمائش میں ڈالنے لگے ۱۷/۳
ہم مبتلا کرتے ہیں۔

نَبْلُوَ۔ جمع متکلم مضارع منصوب بَلَاءٌ مصدر
باب نصر ۱۵/۱۳ ۲۶/۸ (تاکہ) ہم جانچ کریں۔

نَبْلُوَنَّکُمْ۔ جمع متکلم مضارع بانون تاکید ۲۱/۳
۲۶/۸ ہم ضرور ضرور تمہاری جانچ کریں گے (دیکھو مُبْتَلِیْکُمْ)

نُبَوِّئَنَّھُمْ۔ جمع متکلم مضارع بانون تاکید ھُمْ
ضمیر جمع مذکر غائب مفعول تَبْوِئَۃٌ مصدر باب
تفعیل بَوْءٌ مادہ ہم ان کو ضرور جگہ دیں گے ہم اُن کو
ٹھیرائیں گے۔ ہم ان کو ضرور اتاریں گے
۱۴/۱۲ ۲۱/۲ (دیکھو مُبَوَّءٌ اور تُبَوِّئُ)

اَلنُّبُوَّۃَ۔ اسم منصوب۔ اللہ کی طرف سے پیغمبری
۳/۱۶ ۷/۱۶ ۲۰/۱۵ ۲۵/۱۸ ۲۷/۲۰ (دیکھو نَبَأٌ)

نَبِیٌّ۔ صفت مشبہ مجرور نکرہ مفرد اصل میں نَبِیْءٌ
تھا ہمزہ کو یاء سے بدل کر یاء کو یاء میں ادغام کر دیا

پیغمبر پ ۲/۱۶ پ ۴/۶،۷،۸ پ ۸/۱ پ ۹/۲ پ ۱۷/۱۴ پ ۱۹/۱ پ ۲۵/۷

نَبِيًّا ۔صیغہ صفت منصوب نکرہ مفرد پیغمبر
پ ۳/۱۲ پ ۶/۵،۶،۷ پ ۲۳/۷

اَلنَّبِيُّ ۔صیغہ صفت معرف باللام مفرد مرفوع
پیغمبر پ ۳/۱۵ پ ۱۰/۴،۶،۷،۱۶ پ ۲۱/۱۶ پ ۲۲/۳،۵ پ ۲۸/۸،۱۷،۱۹،۲۰ ۔

اَلنَّبِيَّ ۔صیغہ صفت معرفہ مفرد منصوب
پیغمبر پ ۹/۹ پ ۱۰/۱۴ پ ۲۱/۱۸

اَلنَّبِيِّ ۔صیغہ صفت معرفہ مفرد مجرور پیغمبر
پ ۶/۱۵ پ ۹/۱۰ پ ۱۱/۳ پ ۲۲/۱،۲،۴ پ ۲۶/۱۳ ۔

اَلنَّبِيُّوْنَ ۔صیغہ صفت معرف باللام جمع
مرفوع النَّبِي واحد ۔ اللہ کے پیغمبر پ ۱/۱۶ پ ۳/۱۶ پ ۶/۱۱

اَلنَّبِيِّيْنَ ۔صیغہ صفت معرفہ منصوب و
مجرور ۔ النبی واحد ۔ اللہ کے پیغمبر پ ۱/۷ پ ۲/۱۰
پ ۳/۱۱،۱۶ (منصوب) پ ۴/۶ پ ۳/۱۶ پ ۵/۶ پ ۶/۳ پ ۱۵/۲ پ ۱۶/۷
پ ۲۱/۱۶ پ ۲۲/۲ پ ۲۴/۴ (مجرور) (دیکھو نَبَأَ)

نَبِيُّهُمْ نبی مضاف هُمْ مضاف الیہ
ان کے پیغمبر نے ۔ پ ۲/۱۶

نَبِّئْهُمْ ۔واحد مذکر حاضر امر معروف تَنْبِئَةٌ
مصدر هُمْ ضمیر مفعول ۔ ان کو آگاہ کر دے پ ۱۴/۴
پ ۲۷/۹ ۔ (دیکھو نَبَأَ)

نَبِّئُوْا ۔جمع مذکر حاضر امر معروف ۔ بتاؤ ۔ پ ۸/۴

(دیکھو نَبَأَ)

نُبَيِّتَنَّهٗ ۔ نُبَيِّتَنَّ جمع متکلم مضارع بالنون
تاکید ثقیلہ ہٗ ضمیر مفعول تَبْيِيْتٌ مصدر باب
تفعیل ہم اس کو ضرور راتیں جا لیں گے ۔ ہم اس پر
ضرور رات میں حملہ کر دیں گے پ ۱۹/۱۹ تَبْيِيْتٌ رات
کو حملہ کا ارادہ کرنا ۔ رات کو دشمن پر حملہ کر دینا ۔ رات کو
کسی کام کی تدبیر کرنا ۔ رات سے کسی کام کی نیت
کرنا (المفردات) (دیکھو بَيَاتًا و بيت)

نُبَيِّنُ ۔جمع متکلم مضارع تَبْيِيْنٌ مصدر
(تفعیل) ہم بیان کرتے ہیں ۔ پ ۶/۱۴

نُبَيِّنُ ۔جمع متکلم مضارع تَبْيِيْنٌ مصدر
(تفعیل) ہم ظاہر کر دیں ہم کھول دیں پ ۷/۱۴ ہم کھول
کر بیان کر دیں ہم تشریح کر دیں پ ۶/۱۹ (دیکھو
مبینٌ اور مُبَيِّنَةٌ اور بیان)

فَصْلُ التَّاءِ الْمُثَنَّاةِ

نَتَبَرَّأُ ۔جمع متکلم مضارع تَبَرُّؤٌ مصدر تفعل
ہم بیزار ہوتے ۔ ہم بیزار ہوں گے ۔ پ ۲/۴ (دیکھو مُبَرَّؤُنَ)

نَتَّبِعُ ۔جمع متکلم مضارع اِتِّبَاعٌ مصدر (افتعال)
پ ۲/۵ ہم پیروی کرتے ہیں پ ۱۹/۷ ہم پیروی کریں پ ۲۱/۱۲
ہم پیروی کریں گے ۔

نَتَّبِعُ ۔ بتفصیل مذکور ۱۳/۱۹ ہم پیچھے چلیں ہم پیروی کریں۔ ۲۰/۹ ہم پیروی کریں۔

نَتَّبِعَ ۔ بتفصیل مذکور ۱۶/۱۴ ، ۲۰/۸ ہم پیروی کرتے

نَتَّبِعْکُمْ ۔ جمع متکلم مضارع اِتِّبَاعٌ مصدر کُمْ ضمیر مخاطب مفعول ہم تمہارے پیچھے چلیں یعنی تمہارے ساتھ چلیں۔ ۲۶/۱۰

نُتْبِعُہٗ ۔ جمع متکلم مضارع کا ضمیر مفعول ہم اس کی پیروی کریں ۲۷/۹ (دیکھو تنقیح کے لیے مُتَّبَعُوْنَ)

نُتْبِعُهُمْ ۔ جمع متکلم مضارع اِتْبَاعٌ مصدر باب افعال هُمْ ضمیر مفعول ہم ان کے پیچھے بھیج دیتے ہیں ۲۹/۲۱ (دیکھو اتبع اور متبعون)

نَتَبَوَّءُ ۔ جمع متکلم مضارع تَبَوُّءٌ مصدر باب تفعل ہم رہیں۔ سکونت پذیر ہوں۔ مقیم ہوں۔ ۲۴/۵ (دیکھو مُتَبَوَّءَ اور تَبَوَّءُوْا)

نَتَجَاوَزُ ۔ جمع متکلم مضارع تَجَاوُزٌ مصدر باب تفاعل ہم درگذر کریں گے (ترجمہ تھانوی) ۲۶/۲ (دیکھو جاوز اور جاوزنا)

نَتَّخِذَ ۔ جمع متکلم مضارع اِتِّخَاذٌ مصدر باب افتعال ۱۲/۱۳ ، ۲۰/۲۴ ہم بنالیں گے ۱۷/۲ ہم بنائیں ۱۸/۱۴ ہم بنالینے۔ (دیکھو مُتَّخِذَ)

نَتَّخِذَنَّ ۔ جمع متکلم مضارع با نون تاکید ثقیلہ۔ اِتِّخَاذٌ سے۔ ہم ضرور بنائیں گے ہم ضرور تعمیر کریں گے۔ ۱۵/۱۵ (دیکھو مُتَّخِذُ)

نُتَخَطَّفُ ۔ جمع متکلم مضارع مجہول تَخَطُّفٌ مصدر باب تفعل ہم کو اچک لیا جائیگا ۲۰/۹ یعنی قتل کردیا جائیگا لوٹ لیا جائیگا۔ خَطْفٌ اور اِخْتِطَافٌ اچک لینا کسی چیز کو جھپٹا مار کر لے لینا۔ خَطْفَۃٌ جھپٹا بمعنی اور ضَرَبَ دونوں سے مستعمل ہے اَخْطَفُ الْحَشَا اور مَخْطُوْفُ الْحَشَا وہ شخص جس کا پیٹ لگا ہوا ہو۔ (دیکھو تَخَطَّفُ اور خَطِفَ)

نَتَرَبَّصُ ۔ جمع متکلم مضارع تربص مصدر باب تفعل ہم انتظار کررہے ہیں۔ ۱۰/۱۲ ۲۷/۴ (دیکھو متربصون)

نَتْرُکُ ۔ جمع متکلم مضارع تَرْکٌ مصدر باب نَصَرَ ہم چھوڑ دیں۔ ۱۲/۸

تَرْکٌ کسی چیز کو چھوڑ دینا قصداً اپنے اختیار سے ہو یا اضطراراً بلا اختیار۔ ترک غیر اختیاری ہی کا تعبیر وہ مال ہوتا ہے جس کو مردہ چھوڑ کر جاتا ہے۔ (المفردات)

نَتَقَبَّلُ ۔ جمع متکلم مضارع تَقَبُّلٌ مصدر باب تفعل ہم قبول کرتے ہیں ہم قبول کریں گے

۲/۲۶ (دیکھو قابل)

نَتَقْنَا - جمع متکلم ماضی معروف نَتْقٌ مصدر باب نَصَرَ ہم نے اٹھایا (سیوطی) ، ہم نے اکھاڑ دیا (لغوی) ، ہم نے معلّق کر دیا (منہ) ۱۱/۹

نَتْقٌ مصدر (ضرب و نصر) کھینچنا - ہلانا ، ابار کرنا (قاموس) کسی چیز کو اس طرح کھینچنا اور ہلانا کہ وہ پھیل پڑ جائے (راغب) نُتُوقٌ موٹا ہونا - اِنْتَاقٌ سخت پتھر اٹھانا - سائبان لگانا رمضان کے روزے رکھنا -

نَتَكَلَّمُ - جمع متکلم مضارع تَكَلُّمٌ مصدر باب تفعل ہم منہ سے نکالیں ۸/۱۸ (دیکھو کلام اور کَلِمٌ)

نَتْلُوْا - جمع متکلم مضارع تلاوت مصدر باب نصر ، ہم تلاوت کرتے ہیں ، ہم پڑھ کر سناتے ہیں ۱۷/۲ ، ۱۴/۳ ، ۲/۲ ، ۴/۲۰ ، ۱۷/۲۵

تُلُوٌّ اور تِلْوٌ مصدر باب نصر کسی کے پیچھے بغیر فاصلہ کے چلنا یا حکم کی پیروی کرنا -

تِلَاوَةٌ مصدر باب نَصَرَ اللہ کی کتاب کو پڑھنا یا اس کے معانی پر غور کرنا - قرأت عام ہے ہر تحریر کے پڑھنے کو کہتے ہیں - اور تلاوت خاص ہے صرف کتب الٰہیہ کے پڑھنے کو کہتے ہیں - نامہ اعمال کے پڑھنے کیلئے بھی لفظ تلاوت استعمال کیا گیا ہے کیوں کہ وہ بھی تحریر الٰہی ہو گی -

اگر تلاوت کے بعد عَلٰی ہو جیسے تَيَذَ يَتْلُوْ عَلٰى بَكْرٍ تو کبھی تہمت تراشی اور بہتان بندی کا معنی مراد ہوتا ہے کبھی پڑھ کر سنانے کا بعض استعمالوں میں اَتْلُوْ اور تَلَوْتُ کی بجائے تَلَيْتُ اور اَتْلِي اور تَلَيْتُ (باب ضرب سے بھی آیا ہے مگر یہ استعمال اصلی نہیں ، نادر ہے ، اَتْلَى عَلَيْهِ بِحَقٍّ (باب افعال) اس پر حق کو محوّل کر دیا ، مثلاً زید پر جو قرضہ تھا اس کا کفیل عمر کو بنا دیا -

نَتَنَزَّلُ : - جمع متکلم مضارع (منفی) تَنَزُّلٌ مصدر باب تفعل ، ہم (نہیں) اترتے ہیں ۷/۱۶ (دیکھو منازل)

نَتَوَفَّيَنَّكَ - جمع متکلم مضارع با نون تاکید ثقیلہ ك ضمیر خطاب مفعول تَوَفِّي مصدر باب تفعل ، ہم تیری زندگی پوری کر دیں ، ہم تیری روح قبض کر لیں ۱۰/۱۱ ، ۱۲/۱۳ ، ۱۳/۲۴ (دیکھو متوفیك اور الموفون)

نَتَوَكَّلُ - جمع متکلم مضارع (منفی) تَوَكُّلٌ مصدر باب تفعل (کہ) ہم بھروسہ (نہ) کریں ۴/۱۳ -

(دیکھو المتوکلین)

فَصْلُ الثَّاءِ الْمُثَلَّثَةِ

نُثَبِّتُ ۔ جمع متکلم مضارع تَثْبِيتٌ مصدر باب تفعیل۔ ہم قائم رکھتے ہیں۔ ہم جمائے رکھتے ہیں۔ ۱۲/۱۰

نُثَبِّتَ ۔ جمع متکلم مضارع تَثْبِيتٌ مصدر باب تفعیل۔ ہم قائم رکھیں۔ جمائے رکھیں۔ ۱۹/۱

ثَبَاتٌ مصدر در باب نَصَرَ محکم ہونا زائل نہ ہونا۔ مطلقاً جسمانی طور پر جمار ہنا ہو جیسے فَاثْبُتُوْا ثابت قدم رہو۔ رَجُلٌ ثَبْتٌ و ثَبِيتٌ فِي الْحَرْبِ لڑائی میں جمار ہنے والا آدمی۔ یا ثبوت عقلی و علمی ہو جیسے اَلتَّوْحِيدُ ثَابِتٌ عِنْدِيْ توحید میری نظر میں ثابت ہے نُبُوَّةُ الرَّسُوْلِ ثَابِتَةٌ پیغمبر کی نبوت ثابت ہے۔

اِثْبَاتٌ (افعال) عدم سے وجود میں لانا اَثْبَتَ اللّٰهُ اللہ نے پیدا کیا۔ کوئی حکم کسی پر قائم کر دینا اَثْبَتَ الْحَاكِمُ عَلٰى زَيْدٍ حاکم نے زید پر فلاں حکم قائم کر دیا جاری کر دیا۔ کسی چیز کو صرف قولی طور پر پختہ کر دینا خواہ صحیح ہو یا غلط جیسے زَيْدٌ اَثْبَتَ التَّوْحِيدَ زید نے توحید کو اپنے قول سے ثابت کر دیا یا اَثْبَتَ الشِّرْكَ اس نے صرف اپنے کلام سے شرک کو ثابت کر دیا۔ رد کر دیا جیسے

لِيُثْبِتُوْكَ کہ وہ تم کو روک دیں۔

تَثْبِيتٌ قوی کرنا جیسے يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الخ اللہ مسلمانوں کو دلائل کی قوت عطا کرتا ہے کسی عقیدے یا عمل پر قائم رکھنا جیسے وَلَوْلَا اَنْ ثَبَّتْنٰكَ اگر ہم آپ کو قائم نہ رکھتے ثابت قدم رکھنا جمائے رکھنا جیسے ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا ہمارے قدموں کو جمائے رکھ ہم کو ثابت قدم رکھ عنوان کی دونوں آیتوں میں تَثْبِيتٌ کا دوسرا معنی مراد ہے۔

فصل الجیم المعجمہ

نَجَا ۔ واحد مذکر غائب ماضی معروف نجاۃ مصدر باب نصر اس نے رہائی پائی وہ بچ گیا۔ ۱۲/۱۶ (دیکھو ناج)

اَلنَّجَاةِ ۔ مصدر یا اسم باب نَصَرَ رہائی پانا چھٹکارا حاصل کرنا۔ رہائی چھٹکارا، بچاؤ۔ ۲۴/۱۰ (دیکھو ناج)

نُجِبْ ۔ جمع متکلم مضارع مجزوم اِجَابَةٌ مصدر باب افعال ہم قبول کر لیں گے۔ (دیکھو جیب)

نُجَازِيْ ۔ جمع متکلم مضارع مجازاۃ مصدر (مفاعلۃ) ہم سزا دیتے ہیں ۲۲/۸ (دیکھو جزء)

امام راغب نے المفردات میں لکھا ہے کہ قرآن میں جازی (یعنی باب مفاعلۃ) نہیں آیا کیونکہ باب مفاعلت باہم تبادلہ کو چاہتا ہے اگر دو آدمیوں میں ہر ایک دوسرے کو بدلہ دے تو مجازاۃ اور مکافاۃ کا لفظ استعمال کیا جائے گا اور چونکہ اللہ کی نعمت کا مقابلہ نہیں ہو سکتا یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی شخص اللہ کو کوئی نعمت دے اور اللہ اس کو کوئی نعمت دے اس لیے انعام الٰہی کے معاملہ میں مجازات کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ہاں اللہ کے انعام کو جزاء کہا جا سکتا ہے اور کہا گیا ہے۔

امام راغب نے پ ۲۲ کے لفظ نجازی پر غور نہیں فرمایا اس جگہ مجازات کو بری جزاء یعنی سزا کے معنی کے لیے استعمال کیا گیا ہے اگر مجازات خیر کیلئے دونوں طرف سے تبادلہ نعمت (بقول راغب) ضروری ہے تو مجازات سوء کیلئے بھی دونوں طرف سے تبادلہ شر ضروری ہونا چاہیے اور جس طرح بندہ مومن کی طرف سے اللہ کو کوئی نعمت نہیں دی جا سکتی اسی طرح کافر کی طرف سے اللہ کو کوئی ضرر نہیں پہنچایا جا سکتا۔ معلوم ہوا کہ مجازات کے اصلی لغوی وضعی معنی اللہ کے معاملہ میں نہ خیر کیلئے استعمال ہو سکتا ہے نہ شر کے لیے لیکن سزا دینے کے معنی کیلئے تو اس جگہ استعمال کیا ہے پھر کوئی مانع نہ تھا اگر ثواب دینے کے معنی میں مجازات کا لفظ استعمال کیا جاتا۔ راغب نے وضع لغوی کے اعتبار سے خاصیت باب کا لحاظ کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ کی طرف سے جزاء کے معاملہ میں لفظ مجازاۃ استعمال نہیں کیا جا سکتا لیکن مزید کو مجرد کے معنی میں استعمال کرنا کثیر الوقوع ہے خود اسی آیت میں جزینا ھو بما کفروا وھل نجازی الا الکفور آیا ہے لفظ جزاء بھی اور مجازات بھی دونوں کو ایک ہی معنی کے لیے استعمال کیا ہے بات صرف اتنی ہے کہ اللہ کی طرف سے ثواب ہو یا عذاب بہرحال اعمال کی پاداش اور بدلہ میں ہوتا ہے توحید و اطاعت کا بدلہ ثواب اور شرک و معصیت کا بدلہ عذاب پس جس طرح توحید و اطاعت کو اللہ کے لیے فائدہ رساں نعمت نہیں قرار دیا جا سکتا اسی طرح شرک اور معصیت کو اللہ کے واسطے ضرر رساں کبھی نہیں کہا جا سکتا حقیقت میں وہ ہر تاثر سے پاک ہے صرف ظاہری تبادلہ کیلئے مجازات کا استعمال کیا گیا ہے اس لیے اگر مجازات شر کی طرح خیر کیلئے بھی مجازات کا استعمال ہوتا تو غلط نہ ہوتا۔ واللہ اعلم

نَجِدْ ۔ جمع متکلم مضارع مجزوم وجد مصدر باب ضرب ۔ ہم نے (نہیں) پایا ۔ $\frac{۱۶}{۱۵}$

وجود (پانا) چند طرح کا ہوتا ہے ۱۔ چھونے چکھنے سننے سونگھنے اور دیکھنے سے کسی چیز کو محسوس کر لینا میں نے اس کی نرمی یا مزہ یا آواز یا خوشبو یا صورت پالی یعنی اس کو چھو کر یا چکھ کر یا سن کر یا سونگھ کر یا دیکھ کر محسوس کر لیا۔ ۲۔ کسی چیز کو باطنی طور پر محسوس کرنا اثر پذیر ہونا جیسے میں نے خوشی پالی یا غم پالیا۔

۳۔ عقل کے ذریعہ سے کسی چیز کا علم حاصل کر لینا جیسے اللہ کی ذات صفات اور انبیا کی نبوت کو پانا یعنی ان چیزوں کی معرفت کو حاصل کرنا۔ یہ تینوں صورتیں تو انسان کیلئے مستعمل ہیں اگر انسان کسی چیز کو پاتا ہے تو اس کے یہی تین معنی ہوتے ہیں لیکن اللہ اگر کسی چیز کو پاتا ہے تو اس کا پانا ان تمام صورتوں سے بالاتر ہوتا ہے۔ نہ اس کا پانا بیرونی یا اندرونی احساس کرنے کے معنی رکھتا ہے نہ عقلی اور فکری علم کے۔ مجازاً وجود بمعنی قدرت بھی مستعمل ہے جیسے فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً اور تم کو پانی نہ ملے یعنی تمہاری دست رس سے خارج ہو تم حاصل نہ کر سکتے ہو۔

وُجْدَانٌ جِدَةٌ کا معنی دولت مالداری وَجْدٌ وِجْدٌ اور وُجْدٌ کا بھی یہ معنی آیا ہے وَجْدٌ غم، عشق، مَوْجِدَةٌ غصہ غضب، مصادر کا یہ معنوی فرق ہے ماضی اور مضارع وغیرہ میں کوئی فرق نہیں۔

اَلنَّجْدَيْنِ ۔ اسم تثنیہ منصوب اَلنَّجْدُ واحد دو روشن راستے یعنی نیکی اور بدی کے راستے۔ پ ۳۰ / ۱۵
نَجْدٌ مفرد اَنْجُدٌ اَنْجَادٌ نِجَادٌ نُجُودٌ نُجُدٌ جمع اونچی زمین۔ روشن راستہ ماہر راہنما گھر کی زینت کا سامان جیسے بستر تکیہ، فرش فرنیچر، رنج، غم، غلبہ زبردستی۔ بے مثل بہادر۔ نَجْدَةٌ دلیری لڑائی۔ قوت، سختی نَجِدٌ اور نَجِيْدٌ بے نظیر بہادر نُجُدٌ غمگین، مصیبت زدہ نُجَدَاءُ جمع نِجَادٌ پرتلا نَجَّادٌ فراش نَاجُودٌ شراب خون۔ زعفران مَنْجُوْدٌ غمگین مصیبت زدہ۔

نَجْدٌ مصدر (نصر) جاری ہونا راستہ کا روشن ہونا۔ غلبہ پانا نَجَدٌ مصدر (سمع) تھک جانا تھک کر پسینہ آجانا۔ سست اور ماندہ ہو جانا نُجْدٌ نَجَادَةٌ اور نَجْدَةٌ مصادر (کرم) دلیر ہونا۔ اِنْجَادٌ (افعال) نجد میں آنا۔ پسینہ لانا مدد دینا۔ اونچا ہونا۔ خلا کا ابر سے صاف ہو جانا۔ دعوت قبول کرنا۔ اونچی آواز سے پڑھنا۔ تَنْجِيْدٌ (تفعیل) دوڑنا۔ گھر کو سجانا۔ آزمانا۔

نَجْزِيْ جمع متکلم مضارع جزاء معنی ہم

باب ضرب۔ ہم بدلہ دیتے ہیں۔ ہم بدلہ دینگے ب ۲/۶
ب ۷/۱۶ ب ۸/۷،۱۲ ب ۹/۹ ب ۱۱/۷ ب ۱۲/۱۳ ب ۱۳/۳ ب ۱۶/۱۶ ب ۱۴/۲ ب ۲۰/۵
ب ۲۲/۱۶ ب ۲۳/۷،۸۶ ب ۲۶/۳ ب ۲۷/۹ ۲۹/۲۲

جزاءٌ ہر بدلہ کو کہتے ہیں اچھا ہو یا برا۔ کبھی صورتِ جزاء کو بھی جزاء کہہ دیتے ہیں خواہ واقع میں بدلہ نہ ہو۔ (مزید تنقیح کے لیے دیکھو مجازی)

نَجْزِیَنَّ۔ جمع متکلم مضارع بالنون تاکید ثقیلہ ہم ضرور بدلہ دیں گے ۱۴/۱۹ ب ۲۰/۱۲ ۱۴/۱۸

نَجْزِیْہِ۔ جمع متکلم مضارع ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مفعول ہم اس کو بدلہ دیں گے۔ ب ۱۷/۲

نَجَسٌ۔ نَجَسٌ اور نَجَاسَۃٌ مصدر (سمع و نصر) مراد ناپاک پلید ب ۱۰ یعنی عقائد و اخلاق کے لحاظ سے ناپاک۔ گویا نجس ہونے سے مراد ہے غیر حسی نجس ہونا۔ راغب نے اسی معنی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ ایسے نجس جن کی نجاست بصیرت سے معلوم ہوتی ہے بصر سے محسوس نہیں ہوتی۔ ضحاک اور ابو عبیدہ نے کہا نَجَسٌ قَذَرٌ (یعنی گندے پلید گویا ضحاک اور ابو عبیدہ کی مراد حسی نجاست ہے حکمی نجاست نہیں۔ قتادہ نے کہا نجس اس لیے ہیں کہ غسل جنابت اور وضو نہیں کرتے، علامہ بغوی نے معالم میں لکھا ہے کہ نَجَسٌ مصدر ہے مذکر مؤنث تثنیہ جمع سب پر اس کا اطلاق ہوتا ہے اور نَجْسٌ تنہا استعمال نہیں کیا جاتا بلکہ رِجْسٌ نِجْسٌ کہا جاتا ہے اور نَجَسٌ غیر محسوس نجس کو کہتے ہیں جس میں صرف نجاستِ حکمیہ ہوتی ہے مرئی محسوس نجاست نہیں ہوتی نَجَسٌ اور نَجَاسَۃٌ (سمع و نصر) ناپاک ہونا۔ اِنْجَاسٌ ناپاک کرنا تَنْجِیْسٌ ناپاک کر دینا اور ناپاکی کو دور کر دینا (اضداد) تَنَجُّسٌ ناپاک ہونا ایسا کام کرنا جس سے ناپاکی ہو جائے۔

نَجْعَلُ۔ جمع متکلم مضارع جَعْلٌ مصدر باب فتح۔ ب ۲۰/۷ ب ۲۳/۱۲ ۲۹/۴ ہم کر دیں گے۔

نَجْعَلَ۔ جمع متکلم مضارع جعلٌ مصدر باب فتح ۱۵/۱۸ (کہ) ہم (ہرگز نہیں) کریں گے ۲۲/۱۰ ہم بنائیں

نَجْعَلِ۔ جمع متکلم مضارع جَعْلٌ مصدر باب فتح ۲۹/۲۱ ب ۳۰/۱ (کیا) ہم نے (نہیں) بنایا۔

نَجْعَلْ جمع متکلم مضارع جَعْلٌ مصدر باب فتح ۳/۴ ہم کریں ب ۱۶/۲،۲۲ ہم نے (نہیں) بنایا (نہیں) کیا ب ۳۰/۱۵ (کیا) ہم نے (نہیں) بنائے۔

نَجْعَلَکَ۔ جمع متکلم مضارع کَ ضمیر خطاب مفعول ہم تجھ کو بنائیں ۳/۳

نَجْعَلُہٗ۔ جمع متکلم مضارع ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب

مفعول۔ ہم اس کو بنائیں ہم اس کو کریں ۱۶/۵۔
نَجْعَلُهَا ۔ جمع متکلم مضارع۔ هَا ضمیر واحد
مؤنث غائب۔ ۲/۱۲ ہم اس کو کریں گے ۲۹/۵ (تاکہ)
ہم اس کو بنا دیں۔
نَجْعَلُهُمْ ۔ جمع متکلم مضارع هُمْ ضمیر جمع
مذکر غائب، ہم ان کو کر دیں۔ ہم ان کو بنا دیں ۲۰/۴
۲۵/۱۸۔
نَجْعَلُهُمَا :۔ جمع متکلم مضارع هُمَا ضمیر
تثنیہ غائب ۲۹/۱۸ ہم ان دونوں کو کریں۔
جَعْلٌ کا معنی کرنا۔ فِعْلٌ اور صَنْعٌ سے
جَعْلٌ عام ہے اس کے معانی مختلف اور
استعمال کے طریقے جدا جدا ہیں۔
۱ معاون فعل ہوتا ہے اور اس کے بعد جو
فعل آتا ہے اس کے آغاز پر دلالت کرتا ہے
اس وقت لازم ہوتا ہے مفعول کو نہیں چاہتا
جیسے جَعَلَ زَیْدٌ یَقُوْمُ زید کہنے لگا۔ زید
نے کہنا شروع کیا۔
۲ ایجاد کرنے اور پیدا کرنے کیلئے آتا ہے اسوقت
ایک مفعول کو چاہتا ہے۔ جیسے جَعَلَ الظُّلُمٰتِ
وَالنُّوْرَ اس نے تاریکیوں اور نور کو پیدا کیا
۳ کسی چیز کو کسی صفت یا حالت پر بنانا یا پیدا کرنا
اس وقت دو مفعول ہوتے ہیں جیسے جَعَلَ

الشَّمْسَ ضِیَآءً اس نے سورج کو روشن بنایا۔
۴ قرار دینا مقرر کرنا جیسے جَعَلْنَا لَهُمْ مَّوْعِدًا
ہم نے ان کے لئے وعدہ کا ایک وقت مقرر کیا ہے
اَلنَّجْمِ : اسم جنس النُّجُوْم جمع ۱۴/۸ ستارے
یا ثریا فرقدین۔ بنات النعش اور جدی مراد ہیں۔
(مدارک) ۲۷/۵ مجاہد سے مروی ہے کہ عام ستارے یا
نجوم القرآن مراد ہیں۔ عام مفسرین نے ثریا کی
تعیین کی ہے۔
اَلنَّجْمُ ۔ اسم جنس ۲۷/۱۱ بیلدار گھاس ۳۰/۱۱ ثریا
یا زحل یا کل ستارے۔
نَجْمٌ ۔ ستارہ۔ بیلدار گھاس۔ ثریا۔ وقت کا
ایک حصہ۔ ہر چیز کا ایک ٹکڑا۔ اصل بنیاد۔
نُجَامٌ نجومی مَنْجَمٌ روشن راستہ کان معدن
نُجُوْمٌ مصدر (نصر) گھاس یا ستارہ یا دانت
یا سینگ نکلنا۔
اِنْجَامٌ طلوع ہونا بادل سے آسمان
کا صاف ہو جانا۔ سردی کا چلا جانا۔
تَنْجِیْمٌ (تفعیل) تھوڑی تھوڑی کر کے قیمت ادا
کرنا۔ وقت اور ستارہ کو پہچاننا۔
تَنَجُّمٌ (تفعل) بے خوابی کی وجہ سے ستارہ شماری کرنا
نَجْمَعُ ۔ جمع متکلم مضارع منفی موکد بلن نجمع

مصدر باب فتح هَمَّ (ہرگز) جمع (نہیں) کر سکیگے پ ۲۹/۱
(دیکھو اَلْمَجْمَعُ اور مجموع)

نَجِّنَا: واحد مذکر حاضر امر معروف نا مفعول ہم کو نجات دے۔ پ ۱۱/۱۴ (دیکھو ناج)

نَجِّنِي ۔ نَجِّ واحد مذکر حاضر امر معروف نی ضمیر مفعول مجھ کو نجات دے پ ۹/۱۰، ۱۲ پ ۲۰/۵ پ ۲۸/۲۰ (دیکھو ناج)

نَجَوْتَ ۔ واحد مذکر حاضر ماضی معروف ۔ نِجَاۃٌ مصدر تو نے نجات پائی ۔ پ ۲۰ (دیکھو ناج)

اَلنُّجُوْمُ اسم ۔ جمع مرفوع النجم واحد ستارے ۱۴/۸ پ ۱۷/۹ پ ۲۹/۲۱ پ ۳۰/۶

اَلنُّجُوْمَ ۔ جمع منصوب النجم واحد ستارے ۸/۱۴

اَلنُّجُوْمِ ۔ جمع مجرور النجم واحد ستارے ۲۳ پ ۲۷/۱۶،۴ (دیکھو النجم)

اَلنَّجْوٰی: اسم معرف باللام سرگوشی (مصدر میمی ہے) سرگوشی کرنا ۔ ۱۶/۱۲ پ ۱۷/۱ پ ۲۸/۲

نَجْوٰی ۔ اسم نکرہ ۔ سرگوشی پ ۲۸/۲ سرگوشی کرنے والے ۔ ۱۵/۵

نَجْوٰكُمْ: مضاف اور مضاف الیہ ۔ تمہاری سرگوشیاں ۔ پ ۲۸/۲

نَجْوٰهُمْ ۔ مضاف و مضاف الیہ ان کی سرگوشیاں پ ۵/۱۴ پ ۱۰/۱۶ پ ۲۵/۱۳

نُجِّيَ ۔ واحد مذکر غائب ماضی مجہول تَنْجِيَةٌ مصدر باب تفعیل اس کو بچایا گیا اسکو نجات دیگئی پ ۱۳/۶

نَجِيًّا: صفت مشبہ ۔ پ ۱۳/۲ ۱۶/۲ چپکے چپکے سرگوشیاں کرنیوالے چپکے چپکے مشورہ کرنیوالے ۔

نَجّٰكُمْ: ۔ واحد مذکر غائب ماضی معروف تَنْجِيَةٌ مصدر کُمْ ضمیر خطاب مفعول اس نے تم کو نجات دی پ ۱۵/۷

نَجّٰنَا: ۔ واحد مذکر غائب ماضی معروف تَنْجِيَةٌ مصدر نَا ضمیر متکلم مفعول ۔ اس نے ہم کو نجات دی پ ۹/۱

نَجَّيْنَا ۔ جمع متکلم ماضی معروف تَنْجِيَةٌ مصدر ہم نے نجات دی ہم نے بچایا پ ۱/۶ پ ۱۱/۳،۵ پ ۱۲/۸،۷،۶،۵ پ ۱۶/۱۱ پ ۱۷/۶،۵ پ ۱۹/۱۳ پ ۲۳/۸،۷ پ ۲۴/۱۶ پ ۲۵/۱۵ پ ۲۷/۹

نَجّٰهُمْ: نَجّٰا واحد مذکر غائب ماضی تَنْجِيَةٌ مصدر هُمْ ضمیر مفعول اس نے ان کو نجات دی ۲۱/۱۳ ۲۱/۱۲

(النجوٰی تا نجٰهم کو ناج کی تشریح میں دیکھو)

فصل الحاء المہملہ

نُحَاسٌ ۔ پ ۲۷/۱۲ اسم ۔ مدارک ۔ معالم ۔ جلالین خازن، ابوالسعود، صاوی وغیرہ نے اس کا ترجمہ کیا ہے (دھواں) سعید بن جبیر اور کلبی کا بھی یہی قول

ہے عطاء نے حضرت ابن عباس سے بھی یہی روایت
کیا ہے لیکن مجاہد اور قتادہ نے کہا نحاس پگھلایا ہوا
تانبا جو دوزخیوں کے سروں پر ڈالا جائیگا۔ عوفی نے
حضرت ابن عباس سے یہی قول نقل کیا ہے حضرت
عبداللہ بن مسعود نے فرمایا النحاس ھو المھل
یعنی نحاس وہی مہل ہے المھل قرآن مجید میں تین
جگہ آیا ہے ۱۵/۱۶ میں ۲۵/۱۹ میں اور ۲۹/۱۸ میں۔ اور اہلِ
لغت نے مہل کے مختلف معانی لکھے ہیں تیل کی
تلچھٹ پگھلے ہوئے لوہے کا پانی زرد لہو مردہ سے
بہنے والا زرد آب وغیرہ معلوم نہیں حضرت ابن مسعود
کی مراد کیا ہے ھو المھل کہنے سے بظاہر تلچھٹ مراد
معلوم ہوتی ہے کیونکہ آیاتِ مذکورہ میں عام اہل تفسیر
نے مھل کا ترجمہ تلچھٹ ہی کیا ہے امام راغب
نے المفردات میں اس آیت کی تشریح میں لکھا
ہے فالنحاس اللھیب بلا دخان وذلک
لتشبیہ فی اللون بالنحاس یعنی نحاس سے مراد
ہے بغیر دھویں کی لپٹ۔ چونکہ لپٹ کا رنگ تانبے سا
ہوتا ہے رنگ میں مشابہت کی وجہ سے لپٹ کو
نحاس کہا جاتا ہے۔ امام راغب نے وجہ مشابہت
بیان کرکے اپنے ترجمہ کی عقلی تائید کردی۔
صاحب قاموس نے نحاس کا معنی آگ

لکھا ہے اور وہ چنگاریاں بھی جو لوہا لال کرکے پیٹا جانے
میں نکلتی ہیں حسب تاج نے صرف آخری معنی لکھا ہے
فراء نے نحاس کا ترجمہ دھواں کیا ہے غالباً "موما"
اہلِ تفسیر نے فراہی کے ترجمہ کو باوثوق سمجھ کر نقل
کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

نَحْبَہٗ: نَحْبَ مضاف ہٗ مضاف الیہ: نذر، منت
کنایۃً مراد موت کیونکہ ہر جاندار کے گلے میں
موت بھی نذر کی طرح لازم ہے راغب نے لکھا ہے
قَضٰی نَحْبَہٗ کا اصل استعمال اداءِ نذر کے لیے ہے
اگر کوئی شخص اپنی منت پوری کردے تو قضٰی نحبہٗ
کہا جاتا ہے مگر کبھی کنایۃً اس سے مراد موت ہوتی ہے
۲۱/۱۹

نَحْبٌ مصدر دلیل، حاجت، نذر، کھانسی، موت
وقت، خواب، سختی، فربھی، نُحُبٌ جمع نَحِیْبٌ
چلاکر رونے کی آواز۔ نَحْبٌ مصدر (فتح وضرب)
اونچی آواز سے رونا، فتلم مرنا۔ نذر ماننا جلدی چلنا
آہستہ چلنا، کھانسنا۔ نُحَابٌ مصدر (نصر وضرب)
کھانسنا۔ تَنَاحُبٌ (تفاعل) باہم معاہدہ اِنْتِحَابٌ
(افتعال) خوب رونا، چلاکر رونا۔ تیز سانس لینا (قاموس)

نُحَرِّقَنَّہٗ۔ جمع متکلم مضارع بانون تاکید
تَحْرِیْقٌ مصدر، ہم اس کو خوب جلائیں گے۔ ۱۶/۱۴

نَحِسٍ : منحوس ۲۷/۸ نَحْسٌ مصدر (فتح) ظلم کرنا۔ برائی کرنا۔ سرکشی کرنا (سمع و کرم) منحوس اور بدنصیب ہونا۔ تَنَحُّسٌ ڈھونڈنا پوچھنا اِسْتِنْحَاسٌ خبر پوچھنا۔

امام راغب نے لکھا ہے نحس کا اصل معنی یہ ہے کہ نحاس یعنی آگ کی لپٹ کی طرح آسمان کا کنارہ سرخ ہو جانا۔ مفردات میں مثل ہے آسمان تانبے کا ہوگیا یعنی بادل نہ ہونے اور سورج کی تیز شعاعوں کی وجہ سے تپش بڑھ کر التہاب کی حد تک پہنچ گئی۔

نَحِسَاتٍ جمع مؤنث نَحِسَةٌ مفرد مؤنث نَحِسٌ مفرد مذکر منحوس یا سخت سردی والے (قحط) کے دن (المفردات) نُحُسٌ ہر مہینہ کی انیسویں بیسویں اکیسویں راتیں۔ ۲۴/۱۶

نَحْشُرُ ۔ جمع متکلم مضارع حَشْرٌ مصدر (نصر) ۷/۹ ۱۱/۸ ۱۶/۹ و ۱۴ ۲۰/۳ ہم جمع کریں گے اکٹھا کریں گے ۱۵/۱۱ ۱۶/۲ ہم اٹھائیں گے۔ (دیکھو مَحْشُوْرَۃٌ)

نَحْشُرَنَّهُمْ ۔ جمع متکلم مضارع با نون تاکید ثقیلہ هُمْ ضمیر مفعول ہم ان کو اٹھائیں گے جمع کریں گے۔ ۱۶/۸

نُحْضِرَنَّهُمْ ۔ جمع متکلم مضارع با نون تاکید هُمْ ضمیر مفعول۔ اِحْضَارٌ مصدر باب افعال ہم ان کو حاضر کریں گے سامنے بلائیں گے سامنے لائیں گے ۱۶/۸ (دیکھو مُحْضَرًا)

نَحْفَظُ : مضارع جمع متکلم حفظ مصدر (باب سمع) ہم حفاظت کریں گے۔ ۱۳/۲ (دیکھو محفوظ)

نِحْلَةً ۔ مصدر و اسم۔ باب فتح۔ خوش دلی کے ساتھ۔ بطیبِ خاطر۔ ۴/۱۲

اَلنَّحْلِ ۔ اسم جنس شہد کی مکھی اور مکھیاں ۱۴/۱۵ نَحْلٌ عطیہ بخشش، لاغر۔ نیا چاند نِحْلَةٌ اور نُحْلَةٌ بلا طلب بے معاوضہ خوش دلی سے عورت کا مہر ادا کرنا۔ ظاہر کرنا۔ دعوی کرنا۔ مہر مقرر کرنا نُحْلٌ عطیہ۔ مہر نَحِیْلٌ اور نَاحِلٌ بلا نحلی بخشش عطیہ نُحْلَانٌ عطا کردہ مال۔

نَحْلَةٌ اور نُحْلٌ مصدر (باب فتح) عطا کرنا بخشش کرنا۔ نَحْلٌ مصدر (باب فتح) کسی کو گالی دینا اگر اس کے بعد علی آئے تو افترا کرنے اور کسی پر جھوٹ بات لگانے کا معنی ہوتا ہے نُحُوْلٌ مصدر (کرم، سمع، نصر) دبلا ہو جانا۔ اِنْحَالٌ (افعال) مال دینا۔ غم کا لاغر کر دینا۔ اِنْتِحَالٌ سرقہ شعری پرائی چیز کو اپنا لینا۔ کسی مذہب کا پابند ہو جانا تَنَحُّلٌ بھی سرقہ شعر کو کہتے ہیں۔ امام راغب نے لکھا ہے کہ نَحْلٌ نُحْلٌ نِحْلَةٌ

نُحٰلَۃً" وغیرہ کا اصل ماخذ نحل" (شہد کی مکھی) ہے

(ل) نَحْمِلُ - جمع متکلم امر معروف حَمْلٌ" مصدر
(باب ضرب) ہم اٹھائیں گے (انشاء بمعنی خبر) 20/12
حَمْلٌ" اٹھانا کسی چیز کا ہو یہاں تک کہ گناہ اور
پیام رسانی کیلئے اس لفظ کا استعمال ہوا ہے
تمام معانی کے لیے افعال ضرب سے آتے ہیں
ان مصادر کی حرکات میں اختلاف ہے (تحقیق
کے لئے حمل کے مشتقات باب الالف فصل الحاء
باب التاء فصل الحاء باب الیاء فصل الحاء باب
الحاء فصل المیم پڑھو)

حِمْلٌ" وہ بوجھ جو ظاہر مرئی اور باہر سے لادا
گیا ہو جیسے کسی جانور کی پشت یا آدمی پر لدا ہوا
بار حَمْلٌ" وہ بوجھ جو اندرونی ہو یا بیرونی ہو
مگر مرئی نہ ہو جیسے عورت کا حمل ابر میں پانی
درخت میں پھل - پیام رسانی اور گناہ کا بار -
مَحْمُولَۃٌ" لدا ہوا بار اور وہ جانور یا چیز
جس پر کچھ لدا ہوا ہو - حَمِیْلٌ" وہ ابر جس میں
بہت پانی بھرا ہوا ہو سیلاب کا کوڑا مسافر
پیٹ کے اندر بچہ کفیل حَمَّالُ الْحَطَبِ لایندھن
کی لکڑیوں کو اٹھانا) یعنی چغلخوری کرنا حَمَّالَۃَ
الْحَطَبِ چغل خور عورت)

نَحْنُ - ضمیر جمع متکلم مرفوع منفصل ہم ہم نے

1/2،4،12،16 — 2/16 — 3/13،17 — 4/10 — 6/7 — 7/9 — 8/6
9/4،5 — 10/13 — 11/12،13 — 12/5،11،12،16 — 13/14 — 14/1،2،11 — 15/4،7
15/6،14 — 16/5،8،12،13،16 — 18/3،5،9 — 19/7،12،15،18 — 20/2،9،16
22/10،18 — 23/6،9 — 24/18 — 25/9،17،20 — 26/12،17 — 27/10،15،16 — 28/10
29/3،8،20

نَحْیٰی - مضارع جمع متکلم حیٰوۃ (باب سمع) ہم
جیتے ہیں 18/2 25/19 (دیکھو تَحْیَا اور مَحْیَایَ اور مَات)

نُحْیِیْ :- جمع متکلم مضارع اِحْیَاءٌ" مصدر باب
افعال ہم زندہ کرتے ہیں 14/2 23/18 26/17 ہم سرسبز
کرتے ہیں کاشت کے قابل بناتے ہیں 19/2 (دیکھو
مَحْیَا اور مَات)

نُحْیِیَنَّہٗ - جمع متکلم مضارع بانون تاکید
ہٗ ضمیر مفعول اِحْیَاءٌ مصدر - ہم اس کو ضرور زندہ
رکھیں گے - 14/19 (دیکھو محیا اور مات)

فَصْلُ الْخَاءِ الْمُعْجَمَۃ

نَخَافُ - جمع متکلم مضارع خَوْفٌ مصدر باب
سَمِعَ) ہم ڈرتے ہیں - 16/11 29/19
کسی نامرغوب ضرررساں چیز کے وقوع کے
اندیشہ کو خوف کہتے ہیں خوف کی ضد امن ہے لیکن

قرآن مجید نے خوف کے مقابل طمع کو بھی ذکر کیا ہے
اللہ سے خوف کا معنی صرف یہ ہی نہیں ہے کہ دل میں
ڈر پیدا ہو جائے. رونگٹے کھڑے ہو جائیں بلکہ گناہوں سے
اجتناب اور طاعت کی طرف میلان بھی ضروری ہے
خِیْفَۃٌ مصدر بھی ہے بمعنی خوف اور حالتِ خوف
کو بھی کہتے ہیں۔ تَخْوِیْفٌ (تفعیل) ڈرانا۔
تَخَوُّفٌ (تفعل) خوف ظاہر ہونا۔

نَخْتِمُ: جمع متکلم مضارع خَتْمٌ مصدر
باب ضرب، ہم مہر لگا دیں گے (دیکھو مختوم)

نُخْرِجُ: جمع متکلم مضارع اِخْرَاجٌ مصدر
باب افعال۔ ہم نکالتے ہیں، ہم پیدا کرتے ہیں۔ ہم
نکالیں گے، ہم پیدا کریں گے، ہم نکال کر دکھائیں
گے ۹/۶ ہم نکالتے ہیں ۳/۱۴ قبروں سے زندہ کر کے
نکالیں گے ۱۵/۲ نکال کر دکھائیں گے ۲۱/۱۶ پیدا
کرتے ہیں۔ (دیکھو مخرج)

نُخْرِجَ: جمع متکلم مضارع اِخراجٌ مصدر
(تاکہ) ہم پیدا کریں ۳۰/۱ (دیکھو مُخْرِجٌ)

نُخْرِجُکُمْ - جمع متکلم مضارع کُمْ ضمیر مفعول
۱۶/۱۲ ہم تم کو نکالیں گے ۱۷/۸ ہم پیدا کرتے ہیں۔

نُخْرِجَنَّکَ: جمع متکلم مضارع بالنون ثقیلہ
کَ ضمیر مفعول ہم تجھ کو ضرور ضرور نکال دیں گے ۹/۱

نَخْرُجَنَّ جمع متکلم بالنون تاکید ثقیلہ۔ خُرُوْجٌ
مصدر باب نصر۔ ہم ضرور ضرور نکلیں گے ۲۸/۵
(دیکھو مخرج)

نُخْرِجَنَّکُمْ: جمع متکلم بالنون تاکید ثقیلہ اِخْرَاجٌ
مصدر باب افعال۔ ہم ضرور ہی تم کو نکال دیں گے ۱۳/۱۵
(دیکھو مخرج)

نُخْرِجَنَّہُمْ - جمع متکلم بالنون تاکید ثقیلہ اِخْرَاجٌ
مصدر ہُمْ ضمیر مفعول۔ ہم ضرور ہی انکو نکال دیں گے
۱۹/۱۸ (دیکھو مخرج)

نَخِرَۃٌ: صیغہ صفت نَخِرٌ مصدر (باب سمع)
بوسیدہ چور چور ۳۰/۳
نَخِرَۃٌ نَخِرٌ، مَنْخُورٌ ناک کا نتھنا۔ نَخْرَۃٌ ہوا
کا تیز چلنا۔ نَخِرٌ بوسیدہ۔ چورا نَخِرَۃٌ بوسیدہ
چور ہڈیاں نَاخِرٌ اور نَاخِرَۃٌ بوسیدہ چور چور نَخْوَرِیٌّ
فراخ ذہن فراخ شکم نَخْوَارٌ شریف۔ بزرگ طبع
سست نَخَاوِرَۃٌ جمع۔
نَخْرٌ اور نَخِیْرٌ مصدر (باب ضرب و نصر)
منمنانا ناک میں سے آواز نکالنا نَخْرٌ مصدر (فتح)
انگلی ناک میں ڈال کر کھجانا۔ نَخَرٌ مصدر (سمع)
بوسیدہ ہونا ریزہ ریزہ ہو جانا تَنْخِیْرٌ (تفعیل) بات
کہنا (قاموس و تاج)

نَخْزٰی ۔ جمع متکلم مضارع خِزْیٌ مصدر
(باب سَمِعَ) ہم رسوا ہوں ۱۶/۱۴ (دیکھو مخزی)

نَخْسِفْ ۔ جمع متکلم مضارع خَسْفٌ مصدر
(باب ضرب) ہم دھنسا دیں۔ ۲۲/۹

خُسُوْفٌ چاند گرہن ہونا۔ کسوف سورج
گرہن ہونا بعض اہل لغت کا قول ہے کہ سورج کا
ہو یا چاند کا۔ اگر تھوڑا گرہن ہو تو کسوف اور پورا
گرہن ہو تو خسوف کہلاتا ہے۔

خَسْفٌ دھنسنا دھنسانا (لازم و متعدی)
عَیْنٌ خَاسِفَۃٌ اندر کو دھنسی ہوئی آنکھ جس کا ڈھیلا
پھوٹ گیا ہو بِئْرٌ مَخْسُوْفَۃٌ اندھا کنواں جس میں
پانی نہ ہو۔ خَسْفٌ سے بطور استعارہ ذلت
بھی مراد ہوتی ہے تَحَمَّلَ زَیْدٌ خَسْفًا زید
نے ذلت برداشت کی (المفردات)

نَخْشٰی : جمع متکلم مضارع خَشْیَۃٌ خوف
باب سَمِعَ ہم ڈرتے ہیں۔ ہمیں اندیشہ ہے۔ ۶/۱۲
ایسا خوف جس میں مخوف عنہ کی تعظیم کی بھی آمیزش
ہو خَشْیَۃٌ کہلاتا ہے اس لئے خشیۃ خاص اور
خوف عام ہے (المفردات) (مزید تشریح کے لئے
دیکھو خَشِیَ اِخْشَوْنِیْ۔ لَا تَخْشَوْھُمْ۔
خَشْیَۃٌ خَشِیْنَا

نُخْفِیْ ۔ جمع متکلم مضارع اِخْفَاءٌ مصدر (باب
افعال) ہم چھپا کر کرتے ہیں۔ ہم پوشیدہ کرتے ہیں
۱۳/۱۸

خِفْیَۃٌ اور خِفَاءٌ مصدر (باب سَمِعَ) چھپنا خِفْیَۃٌ
اور خِفَاءٌ (اسم) وہ پردہ جس میں چھپا جائے خَفَاءٌ
مصدر (باب ضرب) پوشیدگی کو دور کر دینا یعنی پردہ
ہٹا کر ظاہر کر دینا اِخْفَاءٌ (افعال) مخفی بنا دینا
کسی چیز کو چھپانا چھپا کر کرنا۔

اِسْتِخْفَاءٌ (استفعال) چھپا رہنا چھپنے کی طلب
کرنا خوافی پرندہ کے چھوٹے پر جو بڑے پروں کے
اندر چھپے رہتے ہیں۔ (المفردات و قاموس)
(دیکھو خِفْیَۃً تُخْفُوْا اَخْفَیْتُمْ۔ خَافِیَۃٌ)

اَلنَّخْلَۃِ ۔ اسم مفرد۔ تاء وحدت کھجور کا ایک
درخت۔ ۱۶/۵

اَلنَّخْلُ ۔ اسم جنس معرفہ مرفوع کھجوریں کا اور کھجور
کے درخت ۲۷/۱۱

اَلنَّخْلِ ۔ اسم جنس معرفہ مجرور۔ کھجور کے درخت
۔ ۱۶/۱۲ ۷/۱۶

اَلنَّخْلَ : اسم جنس معرفہ منصوب کھجور کے
درخت ۸/۴ ۲۶/۱۵

نَخْلٌ : اسم جنس نکرہ مرفوع کھجوریں ۲۷/۱۳

نَخْلٍ: اسم جنس نکرہ مجرور۔ کھجور کے درخت پ ۱۵/۱۴، پ ۲۹/۱۲، پ ۲۷/۸، پ ۲۹/۵۔

نَخْلًا: اسم جنس نکرہ منصوب۔ کھجوریں یا کھجور کے درخت۔ پ ۳۰/۵۔

نَخْلٌ اور نَخِيلٌ اسم جنس ہے۔ کھجور کے درخت۔ نَخْلٌ کھجوروں کو بھی کہتے ہیں۔ نُخَيْلَةٌ خصلت، نصیحت، خیر خواہی۔ نُخَالَةٌ بھوسی۔ مُنْخُلٌ چھلنی۔ نَخْلٌ مصدر (باب نَصَرَ) اچھاننا، عمدہ چیز کو اختیار کرنا۔ تَنَخُّلٌ کا بھی یہی معنی ہے۔ اِنْتِخَالٌ تلاش کرنا۔ (قاموس)

نُخْلِفُهٗ: جمع متکلم مضارع اِخْلَافٌ مصدر (افعال) ہٗ ضمیر مفعول ہم اوس کے خلاف (نہ) کریں پ ۱۶/۱۲ (دیکھو مُخْلِفَ، المخلفون)

نَخْلُقْكُّمْ: جمع متکلم مضارع خَلْقٌ مصدر باب نَصَرَ۔ کُمْ ضمیر خطاب مفعول (کیا) ہم نے تم کو پیدا نہیں کیا۔ پ ۲۹/۲۱۔ (دیکھو مُخَلَّقَةٍ)

نَخُوضُ: جمع متکلم مضارع۔ خَوْضٌ باب نَصَرَ ہم باتوں کا مشغلہ کرتے تھے پ ۱۰/۱۴ پ ۲۹/۱۶۔

خوض کا اصل معنی ہے پانی میں گھسنا اور چلنا۔ مجازاً کسی کام میں گھسنے کو خوض کہا جاتا ہے قرآن مجید میں اکثر قابل ذم کام کو مشغلہ بنانے کے معنی میں اس لفظ کا استعمال کیا گیا ہے (دیکھو خَاضُوْا۔ نَخُوْضُ۔ خَوْضِهِمْ) اِخَاضَةٌ (افعال) پانی میں داخل کر دینا اَخَضْتُ دَابَّتِیْ فِی الْمَاءِ میں نے پانی میں اپنا گھوڑا داخل کر دیا۔ تَخَاوُضٌ فِی الْحَدِیْثِ باہم باتوں میں مشغول ہونا۔ (المفردات)

نُخَوِّفُهُمْ: جمع متکلم مضارع تَخْوِیْفٌ مصدر باب تفعیل ہُمْ ضمیر مفعول ہم ان کو ڈراتے ہیں پ ۱۵/۶ (دیکھو تَخَافُ)

اَلنَّخِيْلَ: پ ۱۴/۸
اَلنَّخِيْلِ: پ ۱۴/۱۵
نَخِيْلٌ: پ ۱۳/۷
نَخِيْلٍ: پ ۳/۴، پ ۱۵/۱۰، پ ۱۸/۱، پ ۲۳/۲

} کھجوریں۔ کھجور کے درخت (دیکھو نَخْلًا)

فصل الدال المهملة

نِدَاءً: مصدر اور اسم۔ پکارنا پ ۲/۵ پ ۱۶/۴

(دیکھو المنادِ)

اَلنَّدَامَةَ: اسم۔ پچھتاوا۔ پشیمانی۔ پ ۲/۵ پ ۲۸/۴ (دیکھو النادمین)

نُدَاوِلُهَا: جمع متکلم مضارع مُدَاوَلَةٌ مصدر (باب مُفَاعَلَة) ہا ضمیر واحد مؤنث مفعول ہم

اوس کو اولتے بدلتے رہتے ہیں۔ پ۴ دُوَل اور دُوَلٌ دُوَل۔ دُوْلَۃٌ اور دُوْلَۃٌ مالی چکر۔ دُوْلَۃٌ زمانہ کی گردش۔ فتح۔ غلبہ۔ دُوْلَۃٌ سختی، مصیبت، مُدَالَۃٌ شہرت۔ دالٌ جمع۔ دَوْلٌ مصدر باب نصر پلٹا ہونا۔ گھوم جانا۔ لٹک جانا۔ ظاہر ہونا۔

اِدَالَۃٌ مصدر (افعال) دولت دینا۔ غلبہ حاصل کرنا۔ مُدَاوَلَۃٌ (مفاعلۃ) گھمانا۔ زمانہ کو چکر دینا۔ تَدَاوُلٌ (تفاعل) باری باری سے لینا۔

نُدْخِلْكُمْ: جمع متکلم مضارع مجزوم اِدْخَال مصدر۔ کُمْ ضمیر مفعول۔ ہم تم کو داخل کریں گے پ۵۔

نُدْخِلَنَّهُمْ: جمع متکلم مضارع بانون تاکید ثقیلہ اِدْخَالٌ مصدر۔ ہُم ضمیر مفعول۔ ہم ان کو ضرور داخل کریں گے۔ پ ۲۰/۱۳۔

نُدْخِلُهُمْ: جمع متکلم مضارع ہُم ضمیر مفعول ادخالٌ مصدر۔ ہم اون کو داخل کریں گے۔ پ ۵/۱۵،۵

نَدْخُلَهَا: جمع متکلم مضارع دُخولٌ مصدر۔ باب نصر۔ ہَا ضمیر مفعول ہم اوس میں (ہرگز) داخل (نہ) ہوں گے پ ۶/۸ (دیکھو مُدْخَل و مُدْخَلًا)

نَدْرِيْ: جمع متکلم مضارع دِرَايَۃٌ مصدر باب ضرب۔ ہم (نہیں) جانتے۔ پ ۲۵/۱۰ پ ۲۹/۱۱

دِرَايَۃٌ کسی قدر چالاکی سے پہچان لینا جان لینا (باب ضرب) متعدی ہے دَرٰی ماضی یدری مضارع۔

دِرِيَّۃٌ نیزہ بازی کا تختہ مشق۔ دِرَايَتْ کی نسبت اللہ کی طرف نہیں کی جاتی ہے کیونکہ اللہ ہر چالاکی سے پاک ہے۔ ایک شاعر نے ضرور اللہ کو داری کہا ہے۔

الٰہی میں نہیں جانتا اور تو جاننے والا ہے۔ لیکن بقول راغب یہ شاعر اوس طبقہ میں سے ہے جسکا استعمال ناقابل قبول ہے۔ (مزید تنقیح کیلئے دیکھو اَدْرٰی اَدْرَاکَ تَدْرِيْ)

نَدْعُ: جمع متکلم مضارع اصل میں نَدْعُوْ تھا دُعْوَۃٌ مصدر باب نصر۔ ہم بلالیں۔ ہم بلائیں گے پ ۳/۱۴ پ ۳۰/۲۱۔

نَدْعُوْ: جمع متکلم مضارع دُعَاءٌ اور دُعْوَۃٌ مصدر باب نصر۔ پ ۷/۱۵ ہم پکاریں یعنی عبادت کریں۔ پ ۱۴/۱۸ ہم پکارتے تھے یعنی عبادت کرتے تھے پ ۵/۸ ہم بلائیں گے پ ۱۵/۱۴ ہم (نہیں) پکاریں گے یعنی نہیں عبادت کریں گے (اس جگہ لَنْ نَدْعُوَ ہے) پ ۲۴/۱۲ ہم پکارتے (نہ) تھے یعنی عبادت اور پوجا نہیں کرتے تھے پ ۲۷/۳ ہم اوس سے دعا کرتے تھے۔

(دیکھو دعاء۔ دعوۃ۔ دعویٰ)

نَدُلُّکُمْ: جمع متکلم مضارع دَلَالَۃٌ مصدر باب نصر کُمْ ضمیر مخاطب مفعول۔ ہم تم کو بتلائیں پ ۲۲ ع ۷
دَلٌّ ناز اچھی عادت۔ نیک رفتار دَلَالٌ ناز۔ دَلِیْلٌ راہ نما۔ نادرہ۔ دَلَّالٌ بائع اور مشتری کو فراہم کرنے والا۔ دُلٌّ روشن راستہ دِلَالَۃٌ اور دَلَالَۃٌ دلال اور راہنمائی کی اجرت دُلُوْلَۃٌ اور دَلَالَۃٌ مصدر باب نصر راہنمائی کرنا توفیق دینا۔ اِدْلَالٌ مصدر (افعال) گستاخی کرنا۔ ناز کرنا جرأت کرنا۔ پکڑ لینا۔ دبلا ہونا۔ وسیلہ ڈھونڈنا۔ کسی پر اعتماد کرنا۔ تَدَلُّلٌ (تفعل) ناز کرنا۔ گستاخی کرنا اِسْتِدْلَالٌ (استفعال) دلیل چاہنا۔ دلیل لانا۔

نَدِیًّا: وہ محفل جہاں لوگ بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں۔ پ ۱۶ ع ۸۔ (دیکھو المنادِ)

فصل الذّال المعجمۃ

نَذْرٌ: اسم۔ منت۔ مصدر۔ منت ماننا۔ پ ۳ ع ۵

نُذْرًا: مصدر۔ ڈرانا ۲۹/۲۱

اَلنُّذُرُ: جمع۔ اَلنَّذِیْرُ واحد۔ ڈرانے والے یعنی پیغمبر ۲۶ ڈراوے۔ ڈرانے والی نشانیاں پ ۱۱ ع ۵ پ ۲۷ ع ۸

اَلنُّذُرِ: جمع۔ النذیر واحد۔ ڈراوے۔ پ ۲۷ ع ۹

آیت ۳۶۔ ڈرانے والے پیغمبر پ ۱۱ اور پ ۲۷ ع ۹ دو جگہ

نُذُرِ: جمع۔ نَذِیْرٌ واحد اصل میں نُذُرِیْ تھا۔ میرے ڈراوے پ ۲۷ ع ۸ تین جگہ پ ۲۷ ع ۹ تین جگہ۔ میرا ڈرانا یا میرے ڈراوے پ ۲۷۔

نَذْرٌ منت۔ عہد مشروط التزام جمع نُذُوْرٌ
نُذُرٌ (جمع نَذِیْرٌ واحد) ڈرانے والے۔ ڈراوے
نُذُرٌ مصدر و اسم ڈرانا اور ڈر۔ نَذِیْرٌ (مصدر) ڈرنا (بمعنی فاعل) پیغمبر۔ ڈرانے والا (بمعنی مفعول) ڈرایا گیا
اِنْذَارٌ مصدر (افعال) ڈرانا۔ مُنْذِرٌ ڈرانے والا پیغمبر۔

نَذَرُ: جمع متکلم مضارع وَذْرٌ مصدر باب سمع ہم ناقابل پرواہ سمجھ کر چھوڑ دیتے ہیں پ ۱۱ ع ۷ پ ۱۶ ع ۸ وَذْرٌ ناقابل پرواہ سمجھ کر کسی چیز کو چھوڑ دینا (سمع) اس کا ماضی مستعمل نہیں صرف مضارع اور امر مستعمل ہے (راغب) وَذَرَۃٌ گوشت کا حقیر ٹکڑا جو ناقابل پرواہ ہوتا ہے۔

نَذَرْتُ: واحد متکلم ماضی معروف نَذْرٌ مصدر باب ضرب و نصر میں نے منت مانی۔ میں نے نذر مانی۔ پ ۳ ع ۱۲ پ ۱۶ ع ۵

نَذَرْتُمْ: جمع مذکر حاضر ماضی معروف نَذْرٌ مصدر (باب ضرب و نصر) تم نے منت مانی۔ پ ۳ ع ۵
نَذَارَۃٌ اور نُذُرٌ خوف و ہراس۔ نَذْرٌ مصدر

(نصر) ڈرانا۔ جاسوسوں کا دستہ مقرر کرنا جو دشمن کی فوج سے باخبر ہو کر اپنی فوج کو آگر ڈراتا ہے۔ نَذْرٌ اور نُذُوْرٌ مصدر (نصر و ضرب) منت ماننا کسی عبادت خانہ کی خدمت کے لئے کسی کو وقف کر دینا (باب سمع) جان کر پرہیز کرنا۔

نُذِیْقُہٗ: جمع متکلم مضارع اِذَاقَۃٌ مصدر باب افعال ہٗ ضمیر مفعول ہم اس کو چکھائیں گے۔ پ ۱۷/۱۰ پ ۱۸/۱۷ پ ۲۲/۸

ذَوْقٌ ذَوَاقٌ۔ مَذَاقٌ مَذَاقَۃٌ مصادر باب نصر چکھنا۔ اِذَاقَۃٌ (افعال) چکھانا۔ سخی ہونا کسی کام کا بدلہ دینا۔ تَذَوُّقٌ (تفعل) تھوڑا تھوڑا چکھنا۔ ذَوَّاقٌ رنجیدہ آدمی (قاموس)

نَذْکُرَکَ: جمع متکلم مضارع ذِکْرٌ مصدر باب نصر۔ کَ ضمیر خطاب مفعول تجھے یاد کریں۔ پ ۱۶/۱۱ (دیکھو نَذْکُرُ)

نَذِلَّ: جمع متکلم مضارع۔ ذُلٌّ ذِلَّۃٌ مصدر باب ضرب (کہ) ہم ذلیل ہوں پ ۱۶/۱۷ (دیکھو ذُلُلًا ذَلَّلْتُ، ذِلَّۃٌ)

نُذُوْرَ: جمع منصوب مضاف۔ نَذْرٌ واحد منتیں پ ۱۷/۱۱ (دیکھو نُذُرٌ اور نَذَرْتُمْ)

نَذْہَبَنَّ: جمع متکلم مضارع بانون تاکید ثقیلہ۔ پ ۱۵/۱۰ (متعدی بالباء) ہم لیجائیں گے یعنی قرآن کو سینوں سے مٹا دیں گے۔ پ ۲۵/۱۰ ہم تم کو لیجائیں گے یعنی (اگر) ہم کو وفات دیں گے۔ (دیکھو ذَہَبَ ذَہَابٌ وغیرہ باب الذال فصل الہاء)

نَذِیْرٌ: صفت مشبہ مرفوع نکرہ۔ ڈرانیوالا پ ۶/۷ پ ۹/۱۲ پ ۱۱/۱۷ پ ۱۳/۲، ۳ پ ۱۷/۱۴ پ ۱۹/۱۰ پ ۲۱/۱ پ ۲۲/۱۲، ۱۵، ۱۷ پ ۲۳/۱۴ پ ۲۶/۱ پ ۲۷/۷، ۲۲ پ ۲۹/۱، ۲، ۹ آیات مذکورہ میں قرینہ کی وجہ سے بعض جگہ ڈرانے والے سے مراد پیغمبر ہے جیسے پ ۱۳/۳ پ ۲۲/۵، ۷، ۱۷ پ ۲۳/۱۴ پ ۲۷/۷ وغیرہ۔

نَذِیْرٍ: صفت مشبہ مجرور نکرہ۔ ڈرانے والا پیغمبر پ ۲۰/۸ پ ۲۱/۱۴ پ ۲۲/۱۰، ۱۱ پ ۲۵/۸۔

نَذِیْرِ: مصدر مضاف مجرور بمعنی انذار۔ ڈرانا پ ۲۹/۲

اَلنَّذِیْرُ: صفت مشبہ مرفوع معرف باللام پ ۱۴/۴ ڈرانے والا پ ۲۲/۱۶ ڈرانے والا پیغمبر۔

نَذِیْرًا: صفت مشبہ منصوب نکرہ۔ ڈرانیوالا پ ۱/۱۴ پ ۱۵/۱۲ پ ۱۸/۱۶ پ ۱۹/۳ پ ۲۲/۳، ۹، ۱۵ پ ۲۴/۱۵ پ ۲۶/۹ پ ۲۹/۱۶

نوٹ:- یاد رکھو کہ قرآن مجید میں ہر جگہ نذیر یعنی ڈرانے والے سے مراد ہے نافرمانوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرانیوالا۔ (دیکھو نُذُرٌ اور نَذَرْتُمْ۔

نُذِیْقَنَّ: جمع متکلم مضارع بانون تاکید ثقیلہ اِذَاقَۃٌ مصدر باب افعال ہم ضرور ضرور چکھائیں گے

بدلہ دیں گے۔ پ ۲۴/۱۸ (دیکھو نَذِقْہُ)

نُذِيْقَنَّهُمْ: جمع متکلم مضارع بانون تاکید ثقیلہ اِذَاقَةٌ مصدر باب افعال۔ ہم ضرور ضرور ان کو چکھائیں گے۔ بدلہ دیں گے پ ۲۱/۵ ۲۵ (دیکھو نَذِقْہُ)

نُذِيْقُهُ: جمع متکلم مضارع اِذَاقَةٌ مصدر ہٗ ضمیر مفعول۔ ہم اس کو چکھائیں گے۔ ہم اس کو بدلہ دیں گے پ ۱۷/۸ (دیکھو نَذِقْہُ)

نُذِيْقُهُمْ: جمع متکلم مضارع اِذَاقَةٌ مصدر ہُم مفعول۔ ہم ان کو چکھائیں گے پ ۱۱/۱۲ ۲۴/۱۸ (دیکھو نُذِقْہُم)

فصل الراء المهملہ

نُرَاوِدُ: جمع متکلم مضارع مُرَاوَدَةٌ مصدر باب مُفَاعَلَةٌ رَوْدٌ مادہ ہم پھیرنے کی کوشش کریں گے۔ پ ۱۳/۲۔

رَوْدٌ مصدر (باب نصر) نرمی اور آہستگی کے ساتھ کسی چیز کی طلب کرنے کی کوشش کرنا۔ رَائِدٌ وہ شخص جو قافلہ کے اونٹوں کے لئے پانی اور چارہ کی تلاش میں پہلے سے آگے بڑھ جاتا ہے۔ رَادَتِ الْاِبِلُ فِیْ مَشْیِہَا اونٹوں نے چال میں آہستگی اختیار کی آہستہ چلے۔ اِرْوَادٌ (افعال) نرمی اور آہستگی کرنا اسی سے رُوَیْدًا (نرمی کرو آہستگی اختیار کرو) بنایا گیا ہے۔

مُرَاوَدَةٌ (مفاعلہ) کا معنی ہے ارادہ میں باہم اختلاف ایک کا ارادہ کچھ ہو اور دوسرے کا کچھ۔ یا طلب میں اختلاف کہ کسی شخص کو اس کے قصد و طلب سے پھیرنے کی کوشش کی جائے ایک کی طلب کچھ اور ہو اور دوسرا اس کو اس کی طلب سے پھیرنے کی کوشش کرے۔ آیت میں یہی معنی مراد ہے حضرت یوسف کے بھائیوں نے کہا کہ ہم باپ کو پھیرنے کی کوشش کریں گے اور بن یامین کو روک رکھنے سے ان کی خواہش کو بدلیں گے اور آمادہ کریں گے کہ وہ بن یامین کو ہمارے ساتھ بھیج دیں۔

رَوْدٌ سے ہی ارادۃ بنایا گیا ہے ارادہ کی معنوی ترکیب تین چیزوں سے ہوتی ہے اشتیاق و خواہش۔ حاجت اور امید، جو قوت ان تینوں کا مجموعہ ہے اسی کا نام ارادہ ہے لیکن محاورہ میں لفظ ارادہ کا استعمال دو معنی کے مجموعہ کے لئے ہوتا ہے نفس کا کسی جانب میلان اور میلان کے ساتھ اس کے ہونے نہ ہونے کا فیصلہ کر دینا یعنی ارادہ کا یہ معنی ہوتا ہے کہ نفس کا کسی طرف میلان ہو جائے اور میلان کے ساتھ نفس اس بات کا

فیصلہ بھی کرلے کہ اوس چیز کو ہونا چاہیے یا نہ ہونا چاہیے
مثلاً زید ایک کام کا ارادہ کرتا ہے تو اول زید اس
کام کی طرف میلان کرتا ہے پھر اوس کو کرنے یا نہ
کرنے کا فیصلہ کرلیتا ہے اسی کا نام ارادہ ہے
لیکن کبھی ارادہ کا اطلاق ایک ایک جز پر بھی ہوتا ہے۔
مثلاً نفس کی صرف خواہش کو بھی ارادہ کہا جاتا ہے
یا صرف فیصلہ پر لفظ ارادہ کا اطلاق ہوتا ہے جیسے
اللہ ارادہ کرتا ہے یعنی کسی چیز کے ہونے نہ ہونے
کا حکم دیتا ہے چونکہ اللہ نفس اور نفسیات سب
سے پاک ہے اسی لئے میلانِ نفس کا تصور بھی اوس
کے متعلق نہیں کیا جا سکتا اس کے ارادہ کرنے
کا معنی صرف حکم دینا ہے۔

جس طرح ارادہ اختیاری ہوتا ہے اسی
طرح اضطراری اور غیر اختیاری بھی یہ ثانی صورت
مجازی ہے حقیقی ارادہ وہی ہے جو اختیاری ہو مثلاً
جِدَارًا یُّرِیْدُ اَنْ یَّنْقَضَّ دیوار گرنا چاہتی تھی یعنی گر ہی پڑ
رہی تھی، گری جا رہی تھی، گرنے کے قریب ہی تھی۔
(راغب مع بعض زیادت)

نُرَبِّكَ: جمع متکلم مضارع تَرْبِیَۃٌ مصدر باب
تفعیل اصل میں نُرَبِّی تھا۔ لم کی وجہ سے یاء
کو ساقط کر دیا گیا ہم نے تجھ کو پرورش نہیں
کیا تھا۔ پ ۱۹

رُبُوْبِیَّۃٌ اور رَبٌّ مصدر رَبَّ ماضی یَرُبُّ
مضارع باب نصر کسی کو آہستہ آہستہ بڑھا کر
درجہ کمال تک پہونچانا۔ رُبُوْبِیَّت اور پرورش کہلاتا
ہے باب تفعیل سے مصدر تَرْبِیَت بھی آتا ہے اور
تَرْبِیْب بھی، تَرْبِیَت سے ماضی رَبّٰی اور مضارع یُرَبِّی
ہے اور تربیب سے رَبَّبَ اور مضارع یُرَبِّبُ ہے
آیت میں تربیت سے مضارع کا صیغہ ہے۔ مزید
تفتیش کے لئے دیکھو (رَبٌّ رَبَّانِیُّوْنَ رُهْبَانٌ)

نَرِثُ جمع متکلم مضارع مِیْرَاثٌ اور اِرْثٌ
مصدر باب ضرب، ہم تنہا مالک ہیں پ ۱۶
نَرِثُ: جمع متکلم مضارع مِیْرَاثٌ اور اِرْثٌ
مصدر باب ضرب اوس کے ہم تنہا مالک ہونگے پ ۱۶

نَرْجُمَنَّكُمْ: جمع متکلم مضارع بانون تاکید ثقیلہ
رَجْمٌ اور رُجُوْمٌ مصدر باب نصر ہم ضرور ضرور تم کو
سنگسار کر دیں گے۔ پ ۲۲/۱۹

رُجُمٌ دوست۔ ہم نشین،
عیب۔ لعنت۔ گالی۔ وہ کام جس کی حقیقت
معلوم نہ ہو۔ رُجُوْمٌ مار ڈالنا۔ سنگسار کرنا
کسی کی طرف بے حیائی کی نسبت کرنا۔ صرف
گمان سے بات کرنا۔ ہانکنا۔ دور کرنا۔ نشان

بنانا۔ قبر پر پتھر رکھنا مُرَاجَمَۃٌ (بواسطہ عن)
باہم مقابلہ گالیوں میں مقابلہ (بذریعہ بِ)
سخت منافرت کرنا۔ (دیکھو المرجومین)

نَرُدُّ: جمع متکلم مضارع معروف رَدٌّ مصدر
باب نصر۔ ہم پھیر دیں۔ لوٹا دیں۔ پ 5/4

نُرَدُّ: جمع متکلم مضارع مجہول رُدٌّ مصدر
باب نصر ک ضمیر مفعول۔ ہم ہی تجھے رزق
دیتے ہیں۔ پ 7/15 و 16

[illegible]

نَرْزُقُكَ: جمع متکلم مضارع رِزْقٌ مصدر باب
نصر ک ضمیر مفعول ہم ہی تجھے رزق دیتے
ہیں۔ پ 16/17

نَرْزُقُكُمْ: جمع متکلم مضارع۔ رِزْقٌ مصدر
باب نصر۔ کم ضمیر مفعول ہم ہی تمکو رزق دیتے ہیں پ 8/6

نَرْزُقُهُمْ: جمع متکلم مضارع۔ رزقٌ مصدر باب
نصر۔ ہم ضمیر مفعول۔ ہم ہی اون کو رزق دیتے
ہیں۔ پ 15/4 (دیکھو رزقہا اور رزقنا)

نُرْسِلُ: جمع متکلم مضارع اِرْسَالٌ مصدر
(افعال) ہم بھیجتے ہیں۔ پ 7/11 پ 27/1 پ 15/6 و 20

نُرْسِلَ: جمع متکلم مضارع اِرْسَالٌ مصدر
(افعال) (کہ) ہم بھیجیں۔ پ 15/6

نُرْسِلَنَّ: جمع متکلم مضارع بانون ثقیلہ
ہم ضرور ضرور بھیج دیں گے۔ پ 9/9
(تینوں کو دیکھو مُرْسِلُ)

نَرْفَعُ: جمع متکلم مضارع رَفْعٌ مصدر (باب فتح)
ہم بلند کرتے ہیں پ 7/16 پ 13/3 (دیکھو المرفوع)

نُرِيْدُ: جمع متکلم مضارع اِرَادَۃٌ مصدر (افعال)
پ 7/5 پ 12/7 پ 15/2 ہم چاہتے ہیں پ 30/4 ہم چاہتے تھے
پ 29/19 ہم (نہیں) چاہتے ہیں (دیکھو نُرَاوِدُ)

نَرَىٰ: جمع متکلم مضارع رُؤْیَۃٌ مصدر (فتح)
پ 1/9 ہم دیکھ لیں پ 2/1 ہم دیکھ رہے ہیں پ 7/14۔ ہم
(نہیں) دیکھ رہے ہیں پ 19/1 ہم دیکھ لیں پ 23/12 ہم نہیں دیکھ
رہے ہیں (دیکھو رآی اور مرادٌ)

نُرِيْ: جمع متکلم مضارع اِرَادَۃٌ مصدر (افعال)

نُرِيَ: پ 7/15 ہم دکھانے لگے پ 30/4 ہم دکھا دیں

نَرَاكَ: جمع متکلم مضارع رُؤْیَۃٌ مصدر (فتح)
ک ضمیر خطاب مفعول پ 8/15 و 16 پ 12/8 ہم یقیناً تجھے دیکھتے
ہیں پ 12/3 ہم تجھ کو (نہیں) دیکھتے ہیں پ 12/15 پ 13/3 ہم
تجھے دیکھتے ہیں (دیکھو رای اور مرادٌ)

نُرِيَكَ: جمع متکلم مضارع اِرَادَۃٌ مصدر۔ ک
ضمیر مفعول پ 16/10 ہم تجھے دکھا دیں پ 18/6 ہم تجھے دکھانے
پر۔ (دیکھو رای اور مرادٌ)

نُرِيَنَّكَ: جمع متکلم مضارع بانون تاکید ثقیلہ

کَ مفعول اِرَاءَۃٌ مصدر (اگر) ہم تجھے دکھا دیں۔ پ ۱۱/۱۲ پ ۱۲/۱۲ پ ۱۳/۲۴ پ ۱۰/۱۵۔ (دیکھو رای اور مراءا)

نَرَاہُ: جمع متکلم مضارع رؤیۃٌ مصدر (فتح) ہُ ضمیر مفعول ہم اوس کو دیکھتے ہیں۔ ہم اس کو جانتے ہیں۔ پ ۲۹/۷ (دیکھو رای اور مراءا)

نُرِیَہٗ: جمع متکلم مضارع اراءۃٌ مصدر (افعال) ہُ ضمیر مفعول ہم اوس کو دکھا دیں۔ پ ۱۵/۱ (دیکھو رای اور مراءا)

نَرَاھَا: جمع متکلم مضارع رؤیۃٌ مصدر ہا ضمیر واحد مؤنث مفعول۔ ہم اوس کو دیکھتی ہیں یعنی جانتی ہیں۔ پ ۱۲/۱۴ (دیکھو رای اور مراءا)

نُرِیھِمْ: جمع متکلم مضارع۔ اراءۃٌ مصدر ہم ضمیر مفعول پ ۲۵/۱ ہم اون کو دکھلائیں گے پ ۲۵/۱۱ ہم ان کو (نہیں) دکھلاتے ہیں (دیکھو رای اور مراءا)

فصل الزاء المعجمہ

نَزَّاعَۃً: صیغہ مبالغہ۔ نَزْعٌ مصدر (فتح) سخت کھینچنے والی یعنی اتار لینے والی پ ۲۹/۷ (دیکھو اَلنّٰزِعٰت)

نَزِدْ: جمع متکلم مضارع مجزوم زیادۃٌ مصدر (ضرب) ہم بڑھا دیں گے۔ پ ۲۵/۴ (دیکھو مزید اور زیادۃٌ)

نَزْدَادُ: جمع متکلم مضارع ازدیادٌ مصدر (باب افتعال) ہم زیادہ لیں گے۔ پ ۱۳/۲

نَزَعَ: واحد مذکر غائب ماضی معروف نَزْعٌ مصدر (فتح) اوس نے باہر نکالا۔ پ ۸/۹ پ ۱۹/۶

نَزَعْنَا: جمع متکلم ماضی معروف نَزْعٌ مصدر (فتح) پ ۸/۱۲ ہم نکالدیں گے پ ۱۲/۲ ہم نکال دیں یعنی چھین لیں پ ۱۲/۴ ہم نکالدیں گے پ ۲۰/۷ ہم نکال لیں گے یعنی چھانٹ کر۔

نَزْغٌ: حاصل مصدر۔ باب فتح وسوسہ (مارک) پ ۹/۱۴ پ ۲۴/۱۹۔

نَزْغٌ مصدر (فتح) طعن کرنا غیبت کرنا۔ وسوسہ پیدا کرنا۔ فساد ڈلوانا بہکانا۔ مِنْزَاغٌ اور مِنْزَغَۃٌ بہکانیوالا فساد ڈلوانے والا (قاموس)

نَزَلَ: واحد مذکر غائب ماضی معروف فعل لازم نُزُوْلٌ مصدر (باب ضرب) وہ اترا پ ۱۲/۱۵ پ ۱۸/۲۷ متعدی بالباء پ ۱۵/۱۹ اوس نے آتارا۔

نَزَّلَ: واحد مذکر غائب ماضی معروف فعل متعدی۔ تَنْزِیْلٌ مصدر۔ باب تفعیل اس نے آتارا پ ۵/۲ پ ۹/۳ پ ۱۲/۵ پ ۱۶/۸ پ ۱۴/۹ پ ۱۶/۱۸ پ ۴/۲۱ پ ۱۴/۲۳ پ ۷/۲۵ پ ۴/۲۹۔

نُزِّلَ : واحد مذکر غائب ماضی مجہول تَنْزِیْلٌ مصدر باب تفعیل اتارا گیا۔ پ ۷/۱۰ پ ۱۴/۱۲، ۱۰ پ ۱۹/۱ پ ۲۵/۹ پ ۲۶/۵۔ (دیکھو منازل)

نُزُلًا : اسم۔ مہمانی کا کھانا۔ طعام ضیافت پ ۴/۱۱ پ ۱۵/۲۱ پ ۶/۲۳ پ ۱۸/۲۴ مکان پ ۳/۱۶۔ (دیکھو منازل)

نُزِّلَتْ : واحد مؤنث غائب ماضی مجہول اتاری گئی۔ پ ۷/۲۶۔

نَزَّلْنَا : جمع متکلم ماضی معروف تَنْزِیْلٌ مصدر ہم نے اتارا پ ۲/۱ پ ۴/۵ پ ۷/۸ پ ۱۸، ۱۴/۱۴ پ ۱۲، ۱۱/۱۵ پ ۱۳/۱۶ پ ۱۵/۱۹ پ ۱۵/۲۶ پ ۳۰/۲۹۔ (دیکھو منازل)

نَزْلَةً : مصدر ایک مرتبہ اترنا۔ پ ۵/۲۷ (دیکھو منازل)

نَزَّلَهٗ : واحد مذکر غائب ماضی معروف ہ ضمیر مفعول تَنْزِیْلٌ مصدر۔ اس نے اس کو اتارا۔ پ ۱/۱۲ پ ۲/۱۴۔ (دیکھو منازل)

نُزُلُهُمْ : نُزُلٌ مضاف ہم مضاف الیہ ان کی مہمانی کا کھانا۔ پ ۱۵/۱۷

نَزِیْدُ : جمع متکلم مضارع زِیَادَةٌ مصدر باب ضرب۔ ہم زیادہ دیں گے ہم بڑھائیں گے پ ۹/۴ (دیکھو زیادۃ اور مزید)

نَزِیْدَکُمْ : جمع متکلم مضارع کُمْ مفعول ہم (ہرگز) زیادہ (نہیں) کریں گے۔ تمہارے لئے پ ۳۰ (دیکھو زیادۃ اور مزید)

فصل السین المہملہ

نِسَاءٌ : معرفہ و نکرہ مرفوع منصوب مجرور۔ عورتیں بیویاں۔ قریبی رشتہ دار عورتیں۔ مسلمان عورتیں خدمت کرنے والی وغیرہ۔ نِسَاءٌ نِسْوَةٌ نُسْوَةٌ۔ نِسْوَانٌ نُسْوَانٌ سب جمع کے صیغے ہیں۔ مَرْءَةٌ اور اِمْرَءَةٌ واحد ہے جس طرح اِمْرَءَةٌ کی جمع اس لفظ سے نہیں بنائی جاتی اسی طرح نِسَاء اور نِسْوَةٌ کا واحد اس لفظ سے نہیں آتا۔ لفظی ترجمہ عورتیں لیکن سیاق اور قرینے سے بیویاں یا قریبی عورتیں یا اور کسی قسم کی مخصوص عورتیں مراد ہوتی ہیں۔
پ ۱/۴ پ ۲/۱۲۴، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۴۴، ۱۵۱ پ ۳/۱۰ پ ۳/۱۳، ۱۴ پ ۴/۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵ پ ۵/۱، ۲، ۳، ۴، ۷، ۱۱، ۱۹ پ ۶/۳، ۶ پ ۸/۱۴ پ ۹/۵، ۶ پ ۱۳/۳ پ ۱۸/۱۱، ۱۴ پ ۱۹/۱۹ پ ۲۰/۴ پ ۲۱/۳۰ پ ۲۲/۳، ۵ پ ۲۴/۸ پ ۲۶/۱۱، ۱۴ پ ۲۸/۱۷
اب دیکھو مندرجہ ذیل تفصیل پ ۱/۹ پ ۹/۵، ۶ پ ۱۳/۱۳ پ ۲۰/۴ پ ۲۴/۸ بنی اسرائیل کی عام عورتیں کوئی ہوں۔ پ ۴/۱۲ میں تیسری جگہ اور پ ۵/۳ میں اپنی بیویاں پ ۲/۱۴ میں دوسری جگہ وہ عورتیں جن کے شوہر مر چکے ہوں اور وہ عدت میں ہوں پ ۲/۱۳، ۱۴، ۱۵

اور پ۲۸/۱۴ میں ایک جگہ طلاق دی ہوئی عورتیں پ۳/۱۴ میں قریبی رشتہ دار عورتیں پ۳/۱۴ وہ عورتیں جن پر میراثی مال کی طرح جاہلیت کے زمانہ میں زبردستی قبضہ کر لیا جاتا تھا اور میت کے وارث اون کے مالک بن جاتے تھے پ۲/۱۴ میں بیویاں پ۲/۱۲ میں وہ بیویاں جن سے ایلاء کیا گیا ہو یعنی اون کے شوہروں نے ان سے چار ماہ یا اس سے زیادہ مدت کے لئے قربت نہ کرنے کی قسم کھالی ہو پ۲۸ وہ عورتیں جن سے ظہار کیا گیا ہو۔ پ۴/۱۴ وہ بیویاں جن سے زنا ایسی کوئی حرکت سرزد ہو گئی ہو پ۴/۱۵ وہ بیویاں جن کے ساتھ پہلے شوہر کی کوئی لڑکی ہو پ۲۸/۱۴ وہ عورتیں جن کو طلاق دیدی گئی ہو اور اونکو حیض آنا بند ہو گیا پ۱۸ پ۲۲/۱۴ عورتوں کی ہم جنس عورتیں یعنی مسلمان عورتوں کیلئے مسلمان عورتیں یا خادمہ ہمسائی وغیرہ عام عورتیں خواہ مسلمان ہوں یا کافر۔ پہلی صورت میں مسلمان عورت کو کافر عورت کے سامنے بے حجاب ہونا اور اپنا ستر کھولنا جائز نہ ہوگا کیونکہ کافرہ عورت مسلمہ عورت کی جنس سے نہیں ہے۔ دوسری صورت میں اجنبی عورت کے سامنے بے حجاب ہونا جائز نہ ہوگا خواہ وہ کوئی ہو مسلمان ہو یا کافرہ باقی خادمہ ہمسائی اور قریب ترین رہنے والی عورتوں کے سامنے ستر کھولنا جائز ہو جائیگا خواہ وہ کافرہ ہی ہوں۔ پ۴/۱۴ میں تیسری جگہ باپ کی منکوحہ عورتیں جن سے جاہلیت کے زمانہ میں باپ کے مرنے کے بعد بیٹے نکاح کر لیا کرتے تھے۔ پ۵ نکاحی عورتیں پ۵/۱۱ پ۲۶/۱۱ وہ عورتیں جو ہجرت نہ کر سکنے کی وجہ سے مکہ میں کفار کے پاس محبوس رہیں پ۵/۱۶ میں دوسری جگہ یتیم لڑکیاں پ۴/۱۴ پ۶ ترکہ کی مستحق عورتیں پ۶/۱۴ پ۱۹/۱۹ قوم لوط کی عورتیں پ۱۸/۱۴ وہ بوڑھی عورتیں جو حیض اور اولاد سے مایوس ہو چکی ہوں پ۲۱/۴ پ۲۲/۱ امہات المومنین ازواج مطہرات پ۲۲ نزول آیت کے وقت حضور کی جو نو بیویاں تھیں ان کے علاوہ دوسری عورتیں۔ پ۲/۱۲ حائضہ عورتیں پ۲۲ پ۲۶/۱۴ مسلمان عورتیں۔ باقی آیات میں عورتیں مفسرین نے ان آیات مذکورہ میں عورتوں کی صنفی یا قومی یا نسبی یا اور کسی قسم کی تعیین صراحت آیات یا سیاق اور قرینہ کی وجہ سے کی ہی ورنہ لفظ نساء کا لغوی ترجمہ خصوصیت کے ساتھ مقید نہیں۔

نُسَارِعُ: جمع متکلم مضارع مُسَارِعَةٌ مصدر باب مُفَاعَلَةٌ ہم جلدی کر رہے ہیں۔ پ۱۸/۱۴ دیکھو سارعوا م

نُسْاَلُ: جمع متکلم مضارع مجہول سوالٌ مصدر (فتح) ہم سے بازپرس (نہیں) کی جائیگی ۲۲/۸
نَسْئَلُکَ: جمع متکلم مضارع معروف سوالٌ مصدر (فتح) کَ ضمیر خطاب مفعول ہم تجھ سے (نہیں) مانگتے۔ ۱۶/۱۷
نَسْاَلَنَّ: جمع متکلم مضارع معروف بانون تاکید (فتح) ہم ضرور ہی بازپرس کرینگے ۹/۸
نَسْئَلَنَّهُمْ: جمع متکلم مضارع معروف بانون تاکید ہُمْ ضمیر مفعول۔ ہم ضرور ہی ان سے بازپرس کرینگے ۱۴/۶
نَسَبًا: اسم قرابت دار۔ باپ کے رشتہ دار ۱۱/۲۳ ۹
نِسْبَةٌ اور نُسْبَةٌ باپ کی قرابت داری ددھیال۔
نَسَبٌ واحد انسابٌ جمع ددھیالی رشتہ دار۔
نَسِيبٌ مناسب اور ہم نسب۔ نَيْسَبٌ سیدھا روشن راستہ۔ نَسَّابٌ اور نَسَّابَةٌ لوگوں کے نسب کو خوب جاننے والا۔
نَسَبٌ اور نِسْبَةٌ مصدر (نصر و ضرب) نسب بیان کرنا کسی سے اپنی ددھیالی قرابت ظاہر کرنا۔ نَسَبٌ نَسِيبٌ مَنْسَبَةٌ مصدر (نصر وضرب) التغزل۔ قصیدہ کے آغاز میں عاشقانہ اشعار کہنا۔ نَيْسَبَ (ماضی) نَيْسَبَةٌ مصدر (وزن فَيْعَلَةٌ) چغل خوری کیلئے ادھر سے اُدھر دوڑا۔

اِنْسَابٌ (افعال) آندھی چلنا۔ ایسی تیز ہوا چلنا جو مٹی اور سنگریزوں کو اڑا دے۔ مناسبة (مفاعلہ) ہم شکل ہونا ایک جیسا ہونا۔ اِنْتِسَابٌ (افتعال) کسی سے اپنی نسبت کرنا۔ (تاج وقاموس)

نُسَبِّحُ: جمع متکلم مضارع معروف تَسْبِيحٌ مصدر باب تفعیل۔ ہم پاکی بیان کرتے ہیں۔ ہم سبحان اللہ پڑھتے ہیں۔ ہم پاک ہونا ظاہر کرتے ہیں۔ ۱/۴
(دیکھو المسبحون)

نُسَبِّحَكَ: جمع متکلم مضارع منصوب کَ ضمیر مفعول۔ ہم تیری پاکی بیان کریں ۱۶/۱۰ (دیکھو المسبحون)

نَسْتَبِقُ: جمع متکلم مضارع اِسْتِبَاقٌ مصدر (افتعال) سَبْقٌ مادہ ہم دوڑنے میں لگ گئے۔ (ترجمہ مولانا تھانوی) ہم تیراندازی کرنے لگے (سیوطی) سَبْقٌ آگے بڑھنا (ضرب) مجازاً کسی کام کا پہلے سے فیصلہ ہوچکنا کسی حکم کا جاری ہوچکنا۔ فضل و کمال میں برتر ہوجانا۔ استباقٌ اور تَسَابُقٌ آگے بڑھنے میں مقابلہ کرنا۔ ۱۲/۱۲ (دیکھو السابقون سَبَقَتْ اِسْتَبِقَا)

نَسْتَحْوِذْ: جمع متکلم مضارع اِسْتِحْوَاذٌ مصدر (استفعال) (کیا) ہم تم پر غالب (نہ) آئے۔ ۵/۱۷
اِسْتِحْوَاذٌ کا معنی ہے غالب آنا اِسْتَحْوَذَ الْعِيْرَ

عَلَی الأَتَانِ گو رِ خر گدھی پر غالب آیا۔ بجائے اِسْتَحْوَذَ کے اِسْتَحَاذَ بھی آتا ہے اور قیاس صرفی کے لحاظ سے یہ ہی زیادہ صحیح ہے۔ حَوْذٌ مصدر (باب نصر) اونٹ کو پیچھے سے سخت آواز سے ہانکنا۔ (الراغب)

(دیکھو اِسْتَحْوَذَ)

نَسْتَحْيِيْ: جمع متکلم مضارع اِسْتِحْيَاءٌ مصدر (باب استفعال) ہم زندہ رہنے دیں گے۔ پ ۹۔

اِسْتِحْيَاءٌ باقی چھوڑ دینا زندہ رہنے دینا۔ اللہ کے استحیا کرنے کا معنی ہے عذاب کو ترک کرنا یہاں اول معنی مراد ہے۔ (راغب)

(دیکھو مُحْيَا اور حَيَات)

نَسْتَدْرِجُهُمْ: جمع متکلم مضارع اِسْتِدْرَاجٌ مصدر (استفعال) ہم اون کو بتدریج جہنم کی طرف لئے جا رہے ہیں (ترجمہ مولانا تھانوی) ہم اون کو آہستہ آہستہ پکڑتے ہیں (جلالین) پ ۹ ع ۱۳ آیت ۱۴ ۲۹۔

استدراج کا معنی ہے مخفی طریقے سے آہستہ آہستہ کسی چیز کی طرف چلنا (معالم) لیکن اس جگہ مرادی معنی مختلف طور پر بیان کئے گئے ہیں عطا نے کہا ہم اون کے ساتھ ایسی تدبیر کرنیوالے ہیں جس کا اون کو پتہ بھی نہ ہو۔ کلبی نے کہا ہم اون کے اعمال کو انکی نظر میں پسندیدہ بنا دیں گے پھر اونکو ہلاک کر دیں گے۔ ضحاک نے کہا جب وہ کوئی نیا گناہ کرتے ہیں تو ہم ان کو جدید نعمت بخشتے ہیں۔ سفیان نے کہا ہم اون پر اپنی نعمتوں کو بہاتے ہیں لیکن شکر ادا کرنا فراموش کرا دیتے ہیں (بغوی) بعض لوگوں نے کہا دُرْجٌ لپیٹے ہوئے کپڑے یا پیچیدہ کاغذ کو کہتے ہیں اس لئے نَسْتَدْرِجُهُمْ کا معنی ہوا ہم ان کو خط کی طرح لپیٹ دیتے ہیں یعنی غافل بنا دیتے ہیں۔ (راغب)

دَرَجَةٌ زینہ کی سیڑھیاں۔ مُدْرَجَةٌ۔ وسط راہ تَدَرُّجٌ درجہ بدرجہ چڑھنا۔ دُرَّاجٌ تیتر۔

نَسْتَنْسِخُ: جمع متکلم مضارع اِسْتِنْسَاخٌ مصدر (استفعال) نَسْخٌ مادہ۔ ہم محفوظ رکھتے تھے۔ پ ۲۵ آیت ۲۰۔

نُسْخَةٌ وہ کتاب جس سے نقل کیا جائے نَسْخٌ مصدر (فتح) زائل کرنا، بدل دینا، بیکار کر دینا۔ ایک چیز کو دوسری جگہ قائم کرنا۔ صورت بدل دینا لکھنا۔ اِسْتِنْسَاخٌ ایک تحریر سے دوسری تحریر نقل کرنا۔ تَنَاسُخٌ (تفاعل) زمانہ کا قرن در قرن اور نوبت بہ نوبت گذرنا۔ اِنْتِسَاخٌ (افتعال) لکھوانا اِنْتِسَاخٌ لکھنا۔ زائل کر دینا۔ آیت میں نہ لکھنا اور نہ نقل کرنا مراد ہے نہ ایک چیز کو زائل اور باطل کر کے دوسری چیز کو اوس جگہ قائم کرنا بلکہ

فرشتوں کو اعمال لکھنے اور ثابت و محفوظ رکھنے کا حکم دینا مراد ہے (کرخی) امام راغب نے المفردات میں لکھا ہے کہ حقیقت میں مفہوم نسخ کے دو جز ہیں۔ ۱ ایک چیز کو زائل کرنا۔ ۲ اور اس کی جگہ دوسری چیز کو لانا خواہ حکم سابق کو حکم لاحق سے زائل کیا جائے یا ایک صورت کو بدل کر دوسری صورت لائی جائے۔ لیکن کبھی صرف جزو ثانی پر ہی نسخ کا اطلاق ہوتا ہے یعنی دوسری چیز لائی جاتی ہے۔ اور پہلی چیز بھی اوس کی جگہ باقی رہتی ہے جیسے نسخ کتاب کہ اصل تحریر اپنی جگہ باقی رہتی ہے اور دوسری تحریر میں اوس کی نقل ہو جاتی ہے کبھی باوجود اصل شئی کے زائل ہو جانے کے دوسری چیز کے محفوظ رہنے کو نسخ کہتے ہیں اصل چیز کے زوال سے کوئی تعلق نہیں ہوتا جیسے اعمال انسانی کا اعمالناموں میں اندراج اور بقار آیت میں استنساخ سے یہی نسخ مراد ہے کہ اعمال انسانی باوجود فنا ہو جانے کے اعمال ناموں میں باقی رہتے ہیں۔

نَسْجُدُ: جمع متکلم مضارع سجودٌ مصدر باب نصر (کیا) ہم سجدہ کریں ۱۹/۲ (دیکھو مساجد)

نُسْخَتِهَا: نُسْخَۃٌ اسم مجرور مضاف ہا ضمیر مضاف الیہ۔ ان کے مضامین میں (ترجمہ تھانوی) (دیکھو نَسْتَنْسِخُ)

نُسْخَۃٌ کتاب۔ لکھی ہوئی تحریر۔ مراد وہ مضامین جن پر تحریر دلالت کرتی ہے

نَسْخَرُ: جمع متکلم مضارع باب سمع ہم تجھ پر ہنستے ہیں (ترجمہ تھانوی) ۱۲/۱۴ (دیکھو مُسْتَہْزِءِ)

نَسْرًا: اسم۔ قوم نوح کے ایک بت کا نام ۲۹/۱۰ نَسْرٌ گدھ اَنْسُرٌ اور نُسُوْرٌ جمع۔ نَاسُوْرٌ بہنے والا زخم نواسیر جمع۔ مِنْسَرٌ اور مِنْسِرٌ چونچ نَسْرٌ مصدر (نصر) غیب کرنا (نصر و ضرب) برہنہ کرنا زخم کا پھوٹ جانا۔ خون کھولنا۔ چونچ سے کوئی چیز اٹھانا۔ کھانے میں سے تھوڑا سا لے لینا۔ تَنَسُّرٌ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر منتشر ہو جانا۔ (تاج و قاموس)

نَسْفًا: مصدر (باب ضرب) بکھیر کر اڑا دینا ۱۶/۱۵/۱۰۱ نَسْفَۃٌ اور نُسْفَۃٌ جلا ہوا سیاہ پتھر۔ نَسِیْفٌ پیشانی اور ہتھیلی کی شکن چھپی ہوئی بات۔ راز۔ نُسَافَۃٌ خاکستر بعیر نَسُوْفٌ گھاس کو جڑ سے اکھاڑ دینے والا اونٹ۔ فرس نَسُوْفٌ سم سے زمین کو اکھاڑ کر غبار اڑانے والا گھوڑا۔ عقبۃ نَسُوْفٌ دشوار گذار گھاٹی یَنْسِفُ اور یَنْسُفُ پھٹکنے

کا چھاج ۔ سوپ ۔ نُسْفَۃٌ اور مِنْسَفَۃٌ بنیاد کھودنے کا پھاوڑا ۔

نَسْفٌ اور نُسُوفٌ مصدر (نصر) کاٹنا

نَسْفٌ مصدر (ضرب) بنیاد اکھاڑنا پہاڑ کھودنا کھود کر برابر کر دینا ریزہ ریزہ کر کے اڑا دینا ۔ تَنَاسُفٌ باہم چپکے چپکے راز کی بات کہنا ۔ اِنْتِسَافٌ (افتعال) بنیاد کھودنا خاک اڑانا ۔ بات کو پورا نہ کرنا ۔ ڈر کی وجہ سے چپکے چپکے کہنا (قاموس و بعض از مفردات)

نُسِفَتْ: واحد مؤنث غائب ماضی مجہول نَسْفٌ مصدر (ضرب) اڑتے پھریں گے (ترجمہ مولانا تھانوی) ریزہ ریزہ کر کے بکھیر دئے جائینگے (محلی) ۲۹/۲۱

نُسْقِطْ: جمع متکلم مضارع مجزوم اسقاطٌ مصدر (افعال) ہم گرا دیں ۔ ۲۲/۷

سَقَطٌ سُقَاطٌ حقیر ۔ گری پڑی چیز سَقْطٌ وہ ناتمام جنین جو مدت ولادت پوری ہونے سے پہلے گر جائے کسی چیز کا حقیر ٹکڑا ۔ سُقُوطٌ مصدر (نصر) اوپر سے نیچے کو گرنا ۔ حقیر ہونا ۔ ساقِطٌ گرنے والا حقیر اِسْقَاطٌ (افعال) تَسَاقُطٌ (تفاعل) مُسَاقَطَۃٌ (مفاعلہ) گرانا ۔

نُسْقِیْ: جمع متکلم مضارع سَقْیٌ اور سُقْیًا مصدر (ضرب) ہم انہیں پلاتے ہیں ۔ ۲۰/۶

سَقْیٌ اور سُقْیًا پینے کی کوئی چیز دینا اِسْقَاءٌ (افعال) کسی کے لئے پینے کی چیز فراہم کر دینا کہ وہ جس طرح اور جتنی چاہے پیئے اِسْقَاءٌ اور سَقْیٌ دونوں متعدی ہیں لیکن بقول راغب اِسْقَاءٌ میں زیادہ مبالغہ ہے ۔ سُقْیٌ (اسم) پینے کی بقدر کوئی چیز سِقْیٌ سینچی ہوئی زمین ۔ سِقَایَۃٌ پانی کا آلہ برتن یا کوئی ظرف ۔ اِسْتَقَیْتُ جلداً ۔ میں نے مشکیزہ بنانے کے لئے مجھے چمڑا دیا ۔

نُسْقِیْکُمْ: جمع متکلم مضارع اِسْقَاءٌ مصدر (افعال) کُمْ ضمیر مفعول ہم تم کو پلاتے ہیں ۔ تمہارے پینے کے لئے فراہم کرتے ہیں ۔ ۱۴/۱۸ ۱۸/۱ (دیکھو نسقی)

نُسْقِیَہٗ: جمع متکلم مضارع اسقاءٌ مصدر ہٗ ضمیر مفعول ۔ ہم (وہ پانی) پلائیں پینے کے لئے فراہم کریں ۔ ۱۹/۳

نُسُکٌ: اسم ۔ قربانی ۔ ۲/۸ (دیکھو مَنَاسِکَنَا)

نُسْکِنَنَّکُمْ: جمع متکلم مضارع بالون تاکید ثقیلہ اِسْکَانٌ مصدر (افعال) کُمْ ضمیر مفعول

تم کو ہم آباد کر دیں گے یا آباد رکھیں گے (ترجمہ
تھانوی) ۱۳/۱۵ (دیکھو مساکن)
نُسُکِی: نُسُکٌ مضاف۔ ی ساکن مضاف
الیہ۔ میری عبادت۔ ۸/۶ (دیکھو مناسکنا)
اَلنَّسْلَ: اسم منصوب واحد۔ مؤنث۔ ۲/۹
نَسْلٌ واحد اَنْسَال جمع اولاد۔ نَسْلٌ سبز
انجیر کا دودھ۔ خود بخود پستان سے بہنے والا دودھ
نَسِیْلٌ اور نُسَالٌ جھڑے ہوئے پر اور اون۔
نَسِیْلَةٌ پگھلا ہوا شہد۔ فَخِذٌ نَاسِلَةٌ دبلی ران۔
نَسْلٌ اور نُسُوْلٌ (نصر) جننا۔ گرنا بہانا۔ نَسْلٌ
نَسْلٌ اور نَسَلَانٌ مصادر (فتح) جلدی سے
کبھی نا۔ کاندھے سے چادر گر پڑنا۔ اِنْسَالٌ
(افعال) جننا۔ اون جھڑ جانا۔ نیچے گرانا (لازم
و متعدی (تاج و مفردات)
نَسْلَخُ: جمع متکلم مضارع سَلْخٌ مصدر (نصر و
فتح) کھال کی طرح ہم اتار لیتے ہیں۔ ہم الگ
کر دیتے ہیں۔ ۲۳/۳ ۔
سَلْخٌ بکری کی کھال۔ مہینہ کا آخری
حصہ سَلِیْخٌ چھلکے پر لپٹا ہوا دھاگہ۔ مِسْلَخٌ سانپ کی
کینچلی۔ سَالِخٌ کالا سانپ۔ اونٹ کی خارشت
سَلَاخَةٌ (کرم) بے مزہ ہونا۔ سَلْخٌ مصدر

(فتح و نصر) کھال اتارنا۔ گذر جانا۔ رات کے اندر
سے دن نکل آنا۔ سانپ کا کینچلی سے باہر نکل آنا۔
اِنْسِلَاخٌ (انفعال) گذر جانا۔ رات کے اندر سے
نکل آنا۔ اِنْسِلَاخٌ (انفعال) گذر جانا۔ ایک چیز کا
دوسری چیز کے اندر سے نکل آنا۔ سانپ کا کینچلی
سے باہر نکل آنا۔ (قاموس)
نَسْلُکُهٗ: جمع متکلم مضارع (باب نصر) ہٗ
ضمیر واحد غائب مفعول۔ ہم اوس کو داخل کر
دیتے ہیں۔ ۱۴/۱ ۔
سلک ماضی (نصر) لازم ہے۔ چلا۔ متعدی
ہے چلایا۔ داخل کیا۔ (تاج)
نُسْلِمَ: جمع متکلم مضارع اسلام مصدر
(باب افعال) کہ ہم فرماں بردار ہو جائیں ۶/۱۵
(دیکھو مستسلمون)
نَسْلَکَ: مضاف مضاف الیہ اوس کی
اولاد۔ نسل۔ ۲/۱۴ (دیکھو النسل)
نَسْمَعُ: جمع متکلم مضارع سَمْعٌ مصدر (باب
فَعِلَ یَفْعَلُ) ۲۵/۱۳ ہم (نہیں) سنتے ہیں ۳۹/۱ (حال
ماضی کی حکایت) ہم سن لیتے۔ (دیکھو مستمعون)
نَسِمُهٗ: نَسِمُ جمع متکلم مضارع اصل میں نَوْسِمُ
تھا۔ وَسْمٌ مصدر (ضرب) ہم داغ لگائیں گے

نشان بنا دیں گے۔ پ۲۹/۴۔

وَسْمٌ مصدر (نشان دار بنانا۔ سِمَۃٌ نشان تَوَسُّمٌ علامت اور نشان سے پہچان لینا تَوَسُّمٌ کو ہی کچھ لوگ ذکانت یا فراست یا فطنت کہتے ہیں۔ وَسِیْمٌ خوبصورت وَسَامَۃٌ اور مُتَّسِمٌ حسن (المفردات (دیکھو المتوسمین) اور مُتَسَمِّن)

نَسُوْا: جمع مذکر غائب ماضی معروف نِسْیَانٌ مصدر (باب سمع) وہ بھول گئے یعنی انہوں نے چھوڑ دیا۔ پ۶/۷ پ۷/۱۱ پ۹/۱۱ پ۱۰/۱۵ پ۱۸/۱۷ پ۲۸/۶ انہوں نے بھلا دیا۔ پ۸/۱۳ پ۲۳/۱۱ پ۲۸/۱ (نسیًا)

نَسُوْقُ: جمع متکلم مضارع سَوْقٌ مصدر (نصر) پ۱۶/۴ ہم ہانکیں گے۔ پ۲۱/۱۶ ہم چلاتے ہیں ہم رواں کرتے ہیں (دیکھو الساق)

نِسْوَۃٌ: جمع اِمْرَأَۃٌ واحد عورتیں۔ پ۱۲/۱۴،۴ (دیکھو نساء)

نُسَوِّیَ: جمع متکلم مضارع۔ تَسْوِیَۃٌ مصدر باب تفعیل ہم درست کر دیں گے (کہ) درست کر دیں۔ پ۲۹/۱۷۔

مولانا تھانوی کے ترجمہ کا مطلب یہ ہے کہ اس جگہ تَسْوِیَۃُ الْبَنَانِ سے مراد ہے پور پور تک انگلیوں کو درست کر دینا اور چھوٹے سے چھوٹے جوڑ کو صحیح پیوست کر دینا۔ زجاج اور ابن قتیبہ نے یہی مطلب بیان کیا ہے۔ لیکن بقول بغوی اکثر مفسرین نے تسویۃ البنان کا مطلب بیان کیا ہے انگلیوں کو جوڑ کر اونٹ یا گدھے کے پاؤں کی طرح کر دینا جس کی وجہ سے ضروریات پوری کرنے سے آدمی معذور ہو جائے نہ مٹھی بند کر سکے نہ کھول سکے۔ امام راغب نے لکھا ہے کہ بعض لوگوں کے نزدیک مراد ہے سب انگلیوں کو برابر کر دینا۔ چھوٹی بڑی نہ رکھنا۔ اختلاف کی بنیاد بحقیقت میں یہ ہے کہ لغت میں تَسْوِیَۃٌ کا معنی ہے برابر کر دینا۔ برابر کرنے کا ایک معنی تو ظاہر ہی ہے کہ کمی بیشی نہ رہے صغر اور کبر نہ رہے۔ یہ معنی تو وہی ہے جو امام راغب نے نقل کیا ہے۔ برابر کر دینے کا دوسرا معنی ہے ٹھیک کر دینا درست کر دینا۔ ابن قتیبہ اور زجاج کا بیان اسی معنی کا حامل ہے۔ برابر کر دینے کا تیسرا معنی ہے برباد کر دینا بیکار کر دینا جیسے مکانوں کو گرا کر زمین سے برابر کر دیا قرآن مجید میں آیا ہے فَسَوّٰىهَا یعنی اللہ نے ان کے مکانوں کو گرا کر زمین کے ساتھ برابر کر دیا۔ بقول بغوی اکثر اہل تفسیر نے اسی معنی کو اختیار کیا ہے (مظہری تفسیر)

کے لئے دیکھو سوّی ۔ سَوّٰھَا ۔ اِسْتَوٰی بسواء)

نُسَوِّیْکُمْ : جمع متکلم مضارع ۔ تَسْوِیَۃٌ مصدر کُمْ ضمیر مفعول ہم تم کو (عبادت میں اللہ کے) برابر کرتے تھے ۔ پ ۱۹/۹ ۔

نَسِیَ : واحد مذکر غائب ماضی معروف نِسْیَانٌ مصدر (سمع) وہ بھول گیا پ ۱۵/۲۰ پ ۱۶/۱۳،۱۱ پ ۲۳/۱۵،۱۴ کسی چیز کے فراموش ہونے کے بعد اوس کا ترک ہوجانا لازم ہے اسی لئے پ ۱۶/۱۵ اور پ ۲۳/۱۵ میں محلی اور بیضاوی وغیرہ نے ترجمہ کیا ہے اس نے ترک کردیا ۔

نَسِیًّا : صفت مشبہ نسیان سے بھولنے والا یعنی چھوڑنے والا ۔ پ ۱۶/۷ ۔

نَسْیًا : اسم بھولی ہوئی ایسی متروک جس کو نہ کوئی پہچانے نہ یاد کرے نَسْیًا مَّنْسِیًّا کا ترجمہ ہوا بھولی بسری ۔ پ ۱۶/۵ ۔

نَسِیَا : تثنیہ مذکر غائب ماضی معروف نَسِیَ واحد ۔ نسیانٌ مصدر (سمع) وہ دونوں بھول گئے ۔ پ ۱۵/۲۱ ۔

نَسِیْتَ : واحد مذکر حاضر ماضی معروف نِسْیَانٌ سے (سمع) تو بھول جائے ۔ پ ۱۵/۱۶ ۔

نَسِیْتُ : واحد متکلم ماضی نسیان سے ۔ میں بھول گیا ۔ میں غافل ہوگیا ۔ پ ۱۵/۱۹،۲۱،۲۲

نَسِیْتُمْ : جمع مذکر حاضر ماضی ۔ نسیان سے تم بھول گئے ۔ تم نے ترک کردیا پ ۲۱/۱۵ پ ۲۵/۲۰

نَسِیْتَهَا : واحد مذکر حاضر ماضی ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب مفعول ۔ تو اون کو بھول گیا ۔ تو نے اُن کو ترک کردیا یعنی ایمان لانا ترک کردیا ۔ پ ۱۶/۱۶ ۔

نَسِیْنَا : جمع متکلم ماضی ۔ نسیان سے ۔ پ ۳/۹ اگر ہم بھول جائیں (ترجمہ تھانوی) پ ۲۱/۱۵ ہم نے تم کو بھلادیا یعنی تمہاری طرف نظر رحمت نہیں کی ۔

نَسِیَهُمْ : واحد مذکر غائب ماضی ۔ ہُمْ مفعول اوس نے اونکو بھلادیا یعنی اون کی طرف نظر رحمت ترک کردی ۔ پ ۱۰/۱۵ (نَسِیَ سے نَسِیَهُمْ تک کل الفاظ کی مزید تنقیح کے لئے دیکھو نَسْیًا)

نُسَیِّرُ : جمع متکلم مضارع تَسْیِیْرٌ مصدر (تفعیل) ہم چلائیں گے ۔ پ ۱۵/۱۸ ۔

سَیْرٌ مصدر (ضرب) لازم ہے چلنا متعدی بالباء ہوتا ہے چلانا جیسے سَارَ بِاَهْلِهٖ وہ اپنے گھر والوں کو لے گیا ۔ متعدی بنفسہ بھی ہوتا ہے جیسے سِرْتُهٗ میں اس کو لے گیا ۔ تیسری قسم کی مثال قرآن مجید میں نہیں ہے (راغب) تَسْیِیْرٌ باب تفعیل چلانا کسی کو مجبور کر کے چلانا ہو کہ چلنے والے کو چلنے کی قدرت ہی نہ ہو نہ وہ صاحب ارادہ ہو جیسے پہاڑوں کو چلانا یا چلنے کا

حکم دینا ہو کہ چلنے والا حکم کو مان کر خود چلے اور چلنے
کی اوس کو قدرت ہو جیسے آدمی کو چلانا یعنی چلنے کا
حکم دینا کہ آدمی حکم کو مان کر خود چلتا ہے اول
تسییر تسخیری ہے دوسری اختیاری۔ آیت میں
تسخیری تسییر مراد ہے۔

اَلنَّسِیْئُ : ماہِ حرام کو حلال اور اس کی جگہ
ماہِ حلال کو حرام قرار دینا۔

نَسَاءٌ وقت کو مؤخر کر دینا وقت میں
تاخیر کر دینا جیسے نَسَأَ اللّٰہُ اَجَلَکَ اللہ تیری موت
کو مؤخر کر دے یعنی تیری زندگی دراز کر دے۔
نُسِئَتِ الْمَرْءَۃُ عورت کے حیض کا مقرر وقت
ٹل گیا حیض آنے میں تاخیر ہو گئی۔ (دیکھو مِنْسَاَتَہٗ)

جاہلیت کے زمانہ میں یعنی اسلام سے پہلے
عرب کا دستور تھا کہ ماہ رجب ذوالقعدہ، ذی الحجہ
اور محرم میں امن سے رہتے تھے کوئی شخص یا قبیلہ
اپنے دشمن سے نہیں لڑتا تھا نہ کوئی کسی کو لوٹتا تھا
نہ شبخون مارتا تھا۔ ان مہینوں میں ہر شخص آزادی
کے ساتھ جہاں چاہتا گھومتا پھرتا تھا لیکن ایک ایسی
قوم جس کا کوئی معاشی نظم نہ ہو نہ کوئی باضابطہ تجارت
ہو نہ صنعت نہ زراعت نہ ملک میں دولت
نہ جائز کمائی کی کوئی صورت اس پر تعلیم سے
خالی اور انسانیت سے کوری ہو اس کی زندگی
کا دار و مدار صرف رہزنی ڈاکہ چوری اور قتل و سفاکی
پر ہو اگر اوس کو خون ریزی اور غارتگری سے
روک دیا جائے تو اوس کو ناقابل برداشت بار
محسوس ہوتا ہے کیونکہ زندہ رہنے کا اوس کے
سامنے کوئی دوسرا راستہ نہیں ہوتا یہی حالت
عرب کی تھی۔ جائز کمائی کی عمومی راہیں اون کے
لئے بند تھیں۔ لوٹ کھسوٹ اون کا پیشہ تھا
غارتگری کے چراغ کو جہالت کا تیل مزید امداد
دے رہا تھا مگر ملکی رواج یا بزرگوں کے قائم کئے
ہوئے دستور سے مجبور تھے چار مہینے ہر قسم کے قتل
اور غارتگری سے دست کش رہنا ہی پڑتا تھا
رجب کا مہینہ تو خیر چین سے گذر جاتا تھا ایک مہینہ
کی مدت اجیر لڑتے بھڑتے گذر ہی جاتی تھی لیکن ذی
قعدہ، ذوالحجہ اور محرم تین مہینے تک مسلسل طور پر امن سے
رہنا کسی کو لوٹنا اور نہ لڑنا ان کے لئے سخت تکلیف دہ
تھا ذیقعدہ کا مہینہ تو خیر سے بسہولت گذار لیتے تھے
ذالحجہ میں عکاظ میں میلہ لگتا تھا حاجی حج بھی کرتے
تھے میلہ میں ہر طرح کا لین دین بھی ہوتا تھا۔
مشاعرے اور دنگل سب کچھ ہوتا تھا۔
لیکن ۲۹ یا ۳۰ ذی الحجہ کے بعد تیسرے مہینے

سکون سے بیٹھا رہنا اون کے بس کی بات نہ تھی اس لئے اون کا شیخ المشائخ بوجھ کہ میلہ ختم ہونے پر اعلان کرتا تھا کہ میں نے اس سال ماہ محرم کو حلال کر دیا اور آئندہ صفر کو بجائے محرم کے حرام بنا دیا اس کو نسیئ کہا جاتا تھا اس اعلان کے بعد ماہ محرم میں ہر قسم کا فتنہ قتال لوٹ مار جائز ہوتی تھی اور پھر ماہ صفر میں پورے مہینے ان باتوں کی بندش رہتی تھی۔

فصل الشین المعجمہ

نَشَأْ: جمع متکلم مضارع مجزوم شَیْئٌ اور مَشِیْئَۃٌ مصدر (فتح) ہم چاہیں پ ۱۹/۵ پ ۲۲/۴ پ ۲۳/۲

شَیْئٌ کی تعریف میں بعض علماء نے کہا مَا یَصِحُّ اَنْ یُعْلَمَ وَیُخْبَرُ عَنْہُ (یعنی جس چیز کو جاننا اور اس کی خبر دینا جائز ہو اسی کو شئی کہتے ہیں بعض نے کہا جس چیز کا موجود ہونا محال نہ ہو اس کو شئی کہا جاتا ہے۔

متکلمین اسلام کا مسلک ہے کہ شئی کا اطلاق اللہ پر بھی ہوتا ہے اور مخلوق پر بھی موجود پر بھی اور معدوم پر بھی بعض کے نزدیک معدوم کو شئی نہیں کہا جا سکتا۔

شَیْئٌ اصل میں مصدر ہے کبھی بمعنی فاعل اس کا استعمال ہوتا ہے کبھی بمعنی مفعول۔ باول صورت میں اللہ کو بھی شَیْئٌ (یعنی چاہنے والا) کہا جاتا ہے اور مخلوق کو بھی اور دوسری صورت میں شَیْئٌ (چاہا ہوا) کا اطلاق صرف مخلوق پر ہوتا ہے اکثر متکلمین کے نزدیک۔

مشیئت اور ارادہ ہم معنی ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ بندہ کی مشیئت اور ارادہ کا پورا ہونا ضروری نہیں کبھی پورا ہوتا ہے کبھی نہیں ہوتا اور اللہ کی مشیئت بہر حال پوری ہوتی ہے۔ البتہ ارادہ کبھی پورا ہوتا ہے کبھی پورا نہیں ہوتا مثلاً یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ اور وَمَا اللّٰہُ یُرِیْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ اللہ انسانوں کے لئے سہولت کا ارادہ کرتا ہے اور بندوں کے لئے ظلم کا ارادہ نہیں کرتا لیکن ارادۂ الٰہیہ کے خلاف کبھی دشواری (انسان کی خود آوردہ) پیدا ہوجاتی ہے اور ایک انسان دوسرے پر ظلم بھی کرتا ہے۔

(راغب وبیضاوی)

نَشَاءُ: جمع متکلم مضارع معروف ہم چاہتے ہیں پ ۷/۱۶ پ ۱۳/۳،۹ پ ۱۵/۲ پ ۱۷/۸ پ ۲۵/۶ ہم چاہیں پ ۸/۳ پ ۹/۳،۱۸ پ ۱۲/۸ پ ۲۳/۳ پ ۲۴/۵ پ ۲۷/۱۵ ہم چاہتے پ ۲۵/۱۲ پ ۲۱/۸

ہم چاہتے تھے۔ ۲۶/۴ (دیکھو نَشَاءُ)

اَلنَّشْاَۃَ: (اسم) پیدائش (اور مصدر) پیدا ہونا (فتح وکرم) ۲۰/۲۱، ۲۷/۵۶

نَشْاءٌ۔ نَشَاۃٌ اور اِنْشَاءٌ پیدا کرنا۔ پرورش کرنا تَنْشِئَۃٌ (تفعیل) پرورش کرنا۔ (دیکھو نَشَأْتُمْ اور نَشَأْتَ)

نَشْتَرِیْ: جمع متکلم مضارع (منفی) اِشْتِرَاءٌ مصدر باب افتعال۔ ہم اوس کے عوض (نہیں) لینا چاہتے۔ ترجمہ تھانوی (ہم نہیں حاصل کرتے)

شِرَاءٌ اور شَرْیٌ اپنے قبضہ کی کوئی خارجی چیز دیکر کوئی دوسری چیز لے لینا۔ جیسے شَرَوْہُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ اونہوں نے اس کو ناقص قیمت لے کر دے دیا اپنے پاس کی کوئی چیز دے کر غیر مقبوض چیز کو لے لینا خواہ دونوں چیزوں میں سے کوئی چیز بھی بیرونی اور خارجی نہ ہو بلکہ ایک حقیقت اور معنے ہو جیسے۔

اِشْتَرَیْتُ بِالْوَاضِحَاتِ الدُّرْدُرَا
کَمَا اشْتَرَی الْمُسْلِمُ اِذْ تَنَصَّرَا

میں نے چمکدار دانت دیکر پوپلا پن لے لیا جیسے مسلمان اسلام دیکر نصرانیت لے لے۔

ایک چیز یا حقیقت سے روگردانی اور دوسری چیز یا حقیقت کی طرف توجہ خواہ پہلی چیز اپنے قبضہ میں نہ ہو مگر اوس کو لے لینے کا اختیار ہو جیسے اِشْتَرَوُا الضَّلٰلَۃَ بِالْھُدٰی ہدایت حاصل کرنے کا اختیار تھا لیکن اونہوں نے ہدایت کی طرف سے منہ موڑ کر گمراہی کی طرف توجہ کی (بیضاوی وغیرہ)

امام راغب نے المفردات میں کہا ہے کہ اگر کسی چیز کا تبادلہ روپیہ سے کیا جائے تو روپیہ دینے والا مشتری اور چیز دینے والا بائع کہلاتا ہے اور اگر سامان کا سامان سے تبادلہ کیا جائے تو ہر فریق کو بائع بھی کہا جا سکتا ہے اور مشتری بھی۔ اسی لئے بیع و شرا میں سے ہر لفظ دوسرے کی جگہ استعمال کیا جاتا ہے (دیکھو اِشْتَرٰی۔ تَشْتَرُوْا۔ اِشْتَرَوْا)

نَشُدُّ: جمع متکلم مضارع۔ شَدٌّ مصدر (نصر) ہم مضبوط کر دیں گے۔ ہم تجھ کو قوی کر دیں گے ۲۰/۳۵

شِدَّۃٌ مضبوطی اور قوت کسی چیز میں ہو۔ مثلاً گرہ کی مضبوطی۔ بدن کی قوت۔ نفسانی قوتوں کی مضبوطی۔ عذاب کی قوت کنجوسی کی قوت دیکھو شُدُّوا الْوَثَاقَ اوس کو مضبوط باندھو۔ کَانُوْا اَشَدَّ مِنْھُمْ قُوَّۃً طاقت میں ان سے زیادہ قوی تھے شَدِیْدُ الْقُوٰی۔ یعنی جبرئیل جن کی علمی اور

جسمی طاقتیں بہت قوی ہیں اَلْعَذَابُ الشَّدِیْد
قوی عذاب۔ شدید او مُتَشَدِّد انتہائی کنجوس
اَشُدُّ جوانی کا سن جس میں تمام طاقتیں قوی ہو
جاتی ہیں جوڑ جوڑ مضبوط ہو جاتا ہے۔

شَدٌّ (مصدر نصر) اور اِشْتِدَادٌ (مصدر افتعال)
قوت کے ساتھ تیز دوڑنا۔ اِشْتَدَّ الرِّیْحُ ہوا
کا تیز ہو جانا۔ شَدَّ الْعَضُدَ بازو کو قوی کرنا یعنی مضبوط
کر دینا مدد دینا۔ (تاج والمفردات)

نَشْرًا: مصدر منصوب (نصر) پھیلانا (دیکھو
الناشرات) پ ۲۹/۲۱۔

نُشِرَتْ: واحد مؤنث غائب ماضی مجہول نَشْرٌ
مصدر (نصر) جب کھولے جائیں گے۔ پ ۳۰

نَشْرَحْ: جمع متکلم مضارع (منفی) مجزوم شَرْحٌ
مصدر (فتح) کیا ہم نے (نہیں) کھول دیا۔ پ ۳۰/۱۹
شَرْحٌ کا اصل معنی ہے گوشت کو پھیلا دینا
تَشْرِیْحٌ کا بھی اصل معنی یہی ہے شَرَحْتُ اللَّحْمَ
اور شَرَّحْتُ دونوں ہم معنی ہیں۔ توسیع
استعمال کے بعد شَرْحُ الصَّدْرِ کا معنی ہو
گیا سینہ کو کشادہ کر دینا اللہ کی طرف سے
دل میں ایک خاص نور پیدا کر دینا جس
سے سکون واطمینان پیدا ہو جائے۔

شرح الکلام کسی کلام کے پوشیدہ معانی کا اظہار
مبہم کی توضیح اور مجمل کی تفصیل۔

نُشْرِكَ: جمع متکلم مضارع اِشْرَاكٌ مصدر
(افعال) پ ۳/۵ کہ ہم شریک (نہ) ٹھیرائیں پ ۱۲/۱۵
کہ ہم شریک ٹھیرائیں پ ۲۹/۱۱ ہم (ہرگز) شریک (نہ) ٹھیرائیں
گے۔ (دیکھو تشرکون)

نَشْطًا: اسم یا مصدر (باب ضرب) نرمی۔
آسانی پ ۳۰ (دیکھو النّاشطات)

اَلنُّشُوْرُ: مصدر مرفوع (نصر) جی اٹھنا
یعنی جزا سزا کے لئے دوبارہ زندہ ہو کر اٹھ کھڑا
ہونا۔ پ ۲۲/۱۴ پ ۲۹/۲

نُشُوْرًا: مصدر منصوب نکرہ (نصر) پ ۱۸/۱۶
پ ۱۹/۲ جی اٹھنا یعنی قیامت کے دن دوبارہ زندہ
ہو کر اٹھنا پ ۱۹ اٹھنے کا وقت یعنی کاروبار کے
لئے اٹھنے اور منتشر ہونے کا وقت۔ (دیکھو
اَنْشَرَ اور النّاشرات)

نُشُوْزَهُنَّ: مصدر منصوب مضاف هُنَّ
مضاف الیہ (نصر وضرب) اور ان کی سرکشی یعنی
نافرمانی مراد شوہر سے نفرت۔ اطاعت سے گریز
شوہر کے مقابلہ میں غرور (سیوطی وخزی وراغب) پ ۵/۳
نَشْزٌ اونچی زمین اور زمین پر جاسنے کا

ارادہ۔ نَشَزَ عَنْ مَقَرِّہٖ (بواسطہ عن) وہ اپنی قرارگاہ سے اٹھ گیا یعنی قرارگاہ اس کو موافق نہ آئی۔ ناشِزٌ نافرمان۔ ناموافق۔ عِرْقٌ ناشِزٌ ابھری ہوئی رگ۔ نُشُزٌ اور اِنْشَازٌ زندہ کرنا کیونکہ موت پستی ہے اور زندگی بلندی۔ (مفردات)۔

نُشُوْزًا: مصدر منصوب نکرہ (نصر و ضرب) زیادتی۔ ناموافقت۔ شوہر کی طرف سے نشوز سے مراد ہے عورت کو ذلیل سمجھ کر ہم بستری ترک کر دینا۔ نفرت کی وجہ سے مصارف کم کر دینا۔ (سیوطی و بغوی) پ ٥/١٦

نَشْهَدُ: جمع متکلم مضارع سے بمادۃ معدد (باب سمع) ہم گواہی دیتے ہیں۔ پ ٢٨/١٢ (دیکھو شَهِدَ)

فصل الصاد المہملہ

اَلنَّصَارٰى: جمع معرفہ پ ١/٨، ١٣ پ ٦/٧ و ١٢، ١٣ پ ١٠/١١ پ ١٧/١٩ عیسائی لوگ۔

نَصَارٰى: جمع نکرہ پ ١/١٣، ١٦ پ ٦/١٥۔

نَصَارٰى جمع ہے نَصْرَانٌ اور نَصْرَانَةٌ کا واحد لیکن نَصْرَانٌ اور نَصْرَانَةٌ کے بعد یاءِ نسبت ہمیشہ آتی ہے اور ہمیشہ نصرانی کہا جاتا ہے اس لئے نصاریٰ گویا نصرانی کی جمع ہو گئی

نصرانی کی وجہ تسمیہ شاید یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کے حواریوں نے انصار اللہ کہا تھا جو لوگ عیسیٰ کے مذہب کے مدعی ہیں وہ حضرت عیسیٰ کے انصار کی طرف منسوب ہو گئے اور ان کو نصاریٰ کہا جانے لگا (قاموس و مفردات) یا نصرانی نصران کی طرف منسوب ہے نصران ایک بستی کا نام ہے (مفردات) یا نصرہ کی طرف منسوب ہے۔ نصرہ ایک بستی کا نام ہے لیکن اس صورت میں نصاریٰ کا واحد نصرانی نہ ہوگا بلکہ نصری ہوگا (قاموس و بعض از مدارک)

(مزید تحقیق کے لئے دیکھو ناصر اور ناصرین)

نُصُبٌ: اسم مفرد بت انصاب جمع۔ پ ٦/٥ جھنڈا نشان پ ٢٩/٨ ابو عمر نے کہا شکاری کا جال مراد ہے جس کی طرف شکاری تیزی کے ساتھ دوڑتا ہے کہ کہیں پھنسا ہوا شکار نہ نکل جائے اول ترجمہ کلبی کا ہے۔

نَصَبٌ: اسم۔ تھکان۔ مشقت۔ کوفت۔ پ ١١/٤ پ ١٤/٤ پ ٢٢/١٦

نُصْبٌ: اسم مفرد۔ تکلیف۔ دکھ۔ پ ٢٣/١٣

نَصَبًا: اسم۔ تھکان۔ مشقت۔ پ ١٥/٢١۔

نُصِبَتْ: واحد مؤنث غائب ماضی مجہول۔ نَصْبٌ مصدر (ضرب) کھڑے ہو گئے ہیں (ترجمہ تھانوی) پیا کئے گئے ہیں۔ ۳۰/۱۴ (پانچوں الفاظ کی مزید تشریح کے لئے دیکھو نَاصِبَةٌ)

نَصْبِرَ: جمع متکلم مضارع منصوب منفی بِلَنْ۔ صَبْرٌ مصدر (ضرب) ہم ہرگز صبر نہیں کریں گے ہم ہرگز نہیں رکیں گے۔ ۲/۱

صَبْرٌ مصدر: تکلیف اور ضیق میں روکنا صَبَرْتُ الدَّابَّةَ میں نے گھوڑے کو بغیر گھاس کے روک دیا۔ صَبَرْتُ زَیْدًا میں نے زید کو ایسی ضیق میں چھوڑ دیا جس سے وہ نکل نہیں سکتا۔

نفس کو روکنا خلاف عقل اور غیر شرعی چیزوں سے یا عقلی اور شرعی امور پر نفس کو پابند رکھنا اول صورت میں صبر کے بعد عَنْ آتا ہے اور دوسری صورت میں عَلیٰ۔

اگر مصیبت پر قرار ہو تو اس کو صبر کہا جاتا ہے اور قرار نہ ہو تو جَزَعْ کہتے ہیں۔

اگر لڑائی کے وقت ثبات ہو تو اس کو صبر کہا جاتا ہے اور ثبات نہ ہو تو جُبُنْ کہا جاتا ہے گویا اس وقت صبر کا معنی ہوتا ہے شجاعت۔

اگر کسی ضیق اور پست حوصلہ بنا دینے والی مصیبت کے وقت حوصلہ کی شکست اور دل میں کبیدگی پیدا نہ ہو تو اس کو بھی صبر کہتے ہیں اور اس کے خلاف ہو تو ضَجَرْ کہتے ہیں۔

اگر کلام کو روکا جائے بات نہ کی جائے تو ایسے صبر کو کتمان کہا جاتا ہے اس کے مقابل مَذَلٌ کا لفظ مستعمل ہے۔

روزہ دار کو بھی صائم کہتے ہیں اس لئے کہ روزہ دار دن بھر روزہ شکن چیزوں سے اپنے نفس کو روکے رکھتا ہے صَبُوْرٌ (مبالغہ) صبر پر قابو رکھنے والا۔ صَبَّارٌ (مبالغہ) باوجود مشقت اور کلفت محسوس کرنے کے صبر رکھنے والا۔

امام راغب نے لکھا ہے کہ صبر کا معنیٰ انتظار بھی آتا ہے فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ اپنے رب کے حکم کے منتظر رہو۔ ابو عبیدہ کا قول ہے کہ صبر بمعنی جرأت بھی مستعمل ہے یعنی کسی کام پر بیباکی سے اقدام ایک اعرابی نے اپنے مقابل سے کہا تھا مَا أَصْبَرَكَ عَلَى اللّٰهِ تو اللّٰہ کے خلاف کیسا جری اور بےباک ہے ابو عبیدہ نے کہا آیت فَمَا أَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ کا یہی معنی ہے۔ امام

راغب نے اسکی تردید کرتے ہوئے کہا یہ مجازی
معنی ہے ابوعبیدہ نے مجاز کو حقیقت سمجھ لیا بعض
لوگوں نے آیت کا ترجمہ کیا ہے اور ان کو آگ کی کیسی
سہار ہے بعض کا قول ہے کہ صبر علی النار سے مراد
ہے دوزخیوں جیسے کاموں پر قائم رہنا۔

نَصْبِرَنَّ: جمع متکلم مضارع بالنون تاکید
ثقیلہ۔ ہم ضرور ہی صبر کریں گے۔ [illegible]

نَصَحْتُ: واحد متکلم ماضی معروف نُصْحٌ
مصدر (فتح) میں نے تمہاری خیر خواہی کی [illegible]

نَصَحُوْا: جمع مذکر غائب ماضی۔ نُصْحٌ
مصدر (فتح) (جب) وہ خلوص رکھیں۔ [illegible]

نُصْحِیْ: مضاف و مضاف الیہ۔ (اسم)
میری خیر خواہی۔ [illegible] (نمبوں کو دیکھو ناصحین)

نَصَّدَّقَنَّ: جمع متکلم مضارع بالنون تاکید
ثقیلہ تَصَدُّق مصدر (تفعیل) اصل میں
نَتَصَدَّقَنَّ تھا ہم ضرور ہی خیرات کریں گے۔
[illegible]۔ (دیکھو متصدقین اور متصدقات)

نَصَرَ: واحد مذکر غائب ماضی معروف
نَصْرٌ مصدر باب فَعَلَ یَفْعُلُ اوس نے
مدد کی [illegible]۔

اَلنَّصْرُ: مدد اور مدد کرنا [illegible]

نَصْرُ: مصدر مرفوع مضاف۔ مدد۔
[illegible]۔

نَصْرَ: مصدر منصوب مضاف مدد۔
[illegible]۔

نَصْرِ: مصدر مجرور مضاف مدد۔ [illegible]
[illegible]۔

نَصْرٌ: مصدر مرفوع نکرہ مدد۔ [illegible]

نَصْرًا: مصدر منصوب نکرہ مدد۔
[illegible]۔

نَصْرَانِیًّا: اسم مفرد منصوب۔ نصاریٰ جمع۔
عیسائی۔ [illegible] (دیکھو نصاریٰ)

نَصْرِفَ: جمع متکلم مضارع صَرْفٌ مصدر
(ضرب) تاکہ ہم دور کر دیں (تھانوی) [illegible]
(دیکھو مصرفا)

نُصَرِّفُ: جمع متکلم مضارع تَصْرِیْفٌ مصدر
(تفعیل) ہم پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں یعنی کھول کر
[illegible] (دیکھو مصرفا)

نَصَرْنَا: جمع متکلم ماضی معروف نَصْرٌ مصدر
ہم نے مدد کی۔ [illegible] ہم نے اوس کی حفاظت کی [illegible]
اگر اس آیت میں مِنْ کو مقابلہ کیلئے قرار دیا جائے تو مدد
کرنے کا ہی معنی ہوگا یعنی آیات کی تکذیب کرنیوالوں

کے مقابلہ میں ہم نے اسکی مدد کی۔ (دیکھو نا صراور من)

نَصَرُوا: جمع مذکر غائب ماضی معروف نَصْرٌ مصدر۔ اونھوں نے مدد کی پ ۹/۶ پ ۱۰/۵ پ ۲۸/۵ (دیکھو ناصر)

نِصْفُ: اسم مفرد مضاف آدھا انصافٌ جمع پ ۲/۱۵ پ ۴/۱۲ پ ۵/۱ پ ۶/۴۔

نَصَفٌ متوسط عمر کی عورت۔ نُصُفٌ پچاس سال کی عمر کا مرد۔ نَصِیْفٌ آدھا۔ اوڑھنی دوپٹہ عمامہ۔ چادر۔ ہر وہ لباس جو سر پر اوڑھا جاتا ہے۔ نَاصِفَۃٌ سیلاب کا پانی۔ مِنْصَفٌ اور مَنْصَفٌ خدمتگار۔ نَصْفٌ مصدر (نصر) آدھا ہونا۔ نَصَافَۃٌ اور نِصَافَۃٌ (نصر) آدھا لینا۔ نُصُفٌ نِصَافٌ نِصَافَۃٌ نَصَافٌ نَصَافَۃٌ (ضرب ونصر) خدمت کرنا۔ انصافٌ (افعال) عدل کرنا۔ آدھا آدھا کرنا۔ خدمت کرنا۔ آدھی چیز لینا دوپہر تک چلنا۔ تَنْصِیْفٌ (تفعیل) دوپٹہ پہننا۔ کسی چیز کے دو حصے کر دینا۔ تَنَصُّفٌ انصاف چاہنا عاجزی کرنا۔ خدمت کرنا۔ خدمت چاہنا۔ پورا حق لینا۔ انتصافٌ (افتعال) دوپٹہ اوڑھنا انصاف پانا۔

نِصْفَہٗ: اسم مفرد منصوب مضاف ہٗ ضمیر مضاف الیہ۔ اس کا آدھا۔ پ ۲۹/۱۳ و ۱۴/۱۔

نُصْلِیْ: جمع متکلم مضارع اِصلاءٌ مصدر (افعال) صَلْیٌ مادہ۔ اصل میں نُصْلِیُ تھا ہم اوسکو داخل کریں گے۔ ہم اسکو آگ میں پھینکیں گے۔ پ ۵/۱۴

صِلاءٌ بھوننا۔ آگ پر آگ جلانا۔ صِلٰے کا بھی یہی معنی ہے صَلَایَۃٌ اور صَلَاءَۃٌ پیشانی۔ مُصْلَاۃٌ جال مَصَالِی جمع۔

صَلْیٌ مصدر (ضرب) بھوننا آگ میں پھینکنا۔ بدخواہی کرنا۔ ہلاکت میں ڈالنا۔ دھوکہ دینا۔ خوشامد کرنا۔ داخل کرنا۔

صُلِیٌّ صِلِیٌّ صُلِیٌّ صَلَاءٌ مصادر (سمع) تاپنا۔ جل جانا۔ سختی جھیلنا۔ اِصْلَاءٌ (افعال) آگ میں داخل کرنا۔ آگ میں ڈالنا۔ آگ میں ہمیشہ کے لئے مقیم بنا دینا۔

تَصْلِیَۃٌ (تفعیل) آگ میں ڈالنا۔ لاٹھی اور لکڑی کو آگ میں تپا کر سیدھا کرنا۔ اِصْطِلَاءٌ (افتعال) تپنا۔ گرم ہونا۔ (قاموس وتاج ومفردات)

نُصْلِیْہِ: جمع متکلم مضارع۔ اِصْلَاءٌ مصدر (افعال) ہم اوسکو داخل کریں گے۔ پ ۵/۲

نُصْلِیْہِمْ: جمع متکلم مضارع۔ ہم ضمیر جمع مذکر غائب مفعول۔ ہم اون کو داخل کریں گے۔ پ ۵/۵

نَصُوحًا ، صیغہ مبالغہ نُصْحٌ سے۔ خالص سچی یعنی ایسی سچی توبہ کہ اوس کے بعد گناہ کا ارادہ بھی نہ کیا جائے۔ (البغوی)
نُصوحٌ مصدر (فتح) خلوص مراد خالص (صاوی) ب ۲۸/۲۰ ۔ (دیکھو انا صحیین)

نَصِیْبٌ حصہ ب ۲/۹ ب ۵/۸،۴،۴ ب ۲۵/۵ ثواب آخرت کا حصہ ب ۲۷/۱۴ میراثی حصہ ب ۵/۵ حکومت کا حصہ ب ۵/۱۷ فتح اور کامیابی کا وہ حصہ جو مسلمانوں کے مقابل کبھی کافروں کو حاصل ہو جاتا ہے۔ (دیکھو ناصبۃ)

نُصِیْبُ جمع متکلم مضارع۔ اصابۃ مصدر باب افعال ہم متوجہ کر دیں (تھانوی) ہم پہنچا دیں۔ ب ۱۳/۱ ۔ (دیکھو مصیبۃ اور مصیبہا)

نَصِیْبًا : حصہ ب ۳/۱۱ ب ۵/۵،۴ علم توریت کا ب ۴/۱۲ میراثی حصہ ب ۵/۱۵ انسانوں میں سے وہ شیطانی گروہ جو شیطان کا فرمانبردار ہے گویا عملی اور اعتقادی اعتبار سے آدمیوں کے دو حصے ہیں ایک حصہ اللہ کا فرمانبردار ہے اور دوسرا شیطان کا۔ موخر الذکر شیطان کا حصہ قرار پایا ب ۵/۳ ب ۱۳/۱۴ اللہ کی نذر نیاز ب ۲۴/۱۰ دوزخ کے عذاب اور دکھ کا ایک حصہ۔

نَصِیْبَکَ : اسم منصوب مضاف کَ ضمیر خطاب مضاف الیہ۔ تیرا حصہ ب ۲۰/۱۱

نَصِیْبُھُمْ : اسم مضاف مرفوع ہُم مضاف الیہ اون کا حصہ ب ۸/۱۱ یعنی لوح محفوظ میں لکھا ہوا رزق ہو یا عمر یا دوسرے احوال (عام اہل تفسیر) حسن اور سدی نے کہا یعنی لوح محفوظ میں لکھا ہوا عذاب آخرت مثلاً چہروں کا سیاہ اور آنکھوں کا نیلا ہونا حضرت ابن عباس کا قول بھی بروایت عطیہ یہی ہے۔ سعید ابن جبیر اور مجاہد نے کہا یعنی مقدرہ شقاوت وسعادت۔ قتادہ اور ضحاک نے کہا یعنی اون کے اچھے برے اعمال اور اون کی سزا جزا یہ تشریح حضرت ابن عباس سے بھی مروی ہے۔ (معالم)

نَصِیْبَھُمْ : اسم مضاف منصوب ہُم مضاف الیہ۔ ان کا حصہ ب ۵/۴ میراثی حصہ ب ۱۲/۹ عذاب آخرت کا حصہ۔ (دیکھو ناصبۃ)

اَلنَّصِیْرُ : صیغہ صفت مرفوع معرفہ نَصر سے مدد کرنے والا ب ۹/۱۹ ۱۷/۱۷ ۔

نَصِیْرٍ : صیغہ صفت مجرور نکرہ۔ نَصر سے دفع کرنے والا، بچانے والا ب ۱/۱۳ و ۱۳/۱ ب ۱۰/۱۹ ب ۱۱/۳ ب ۱۷/۱۹ ب ۳۰/۱۴ ب ۲۲/۱۹ ب ۲۵/۳،۵ ۔ (دیکھو ناصر)

نَصِیْرًا: صیغہ صفت منصوب نکرہ حفاظت کرنیوالا۔ دفع کرنیوالا۔ مددگار۔ پ۵/۱۸۔ پ۴/۶۔ پ۸/۱۵۔ پ۹/۱۵۔ پ۱/۱۹۔ پ۱۸/۲۱۔ پ۲۵/۲۲۔ پ۱۱/۲۳۔

فصل الضّاد المعجمہ

نَضَّاخَتَانِ: تثنیہ مبالغہ نَضَّاخَۃٌ واحد دو اُبلتے ہوئے جوش زن جن کا پانی کبھی بند نہ ہو (البغوی) پ۲۷/۱۳ حضرت ابن عباس نے فرمایا اہلِ جنت پر خیر و برکت برسانیوالے حضرت ابنِ مسعود نے فرمایا اولیاء اللہ پر مشک اور کافور کا ابلتا ہوا چھڑکاؤ کرنے والے۔ حضرت انس بن مالک نے فرمایا مشک اور عنبر کا ابلتا ہوا چھڑکاؤ کرنے والے ایسا جیسا بارش کا چھینٹا۔

نَضْخٌ مصدر (فتح) پانی چھڑکنا۔ بہت جوش زن ہونا۔ بکھیرنا۔ نیم سیراب ہونا۔ مُنَاضَخَۃٌ اور نِضَاخٌ (مُفاعلۃ) آپس میں پانی کے چھینٹے اُڑانا۔ اِنْتِضَاخٌ (افتعال) پانی چھڑکنا۔ نَضْخَۃٌ ایک بار چھڑکاؤ۔ نَضَّاخٌ خوب جوش زن ابلنے والا۔ نَضُوخٌ (اسم) خوشبو کا وہ نشان جو کپڑے پر رہ جاتا ہے۔ (قاموس و تاج)

نَضِجَتْ: واحد مونث غائب ماضی معروف نَضْجٌ مصدر (سمع) (جب) پک جائیں گی۔ پ۵/۵

نَضِیْجٌ پکا ہوا پھل یا کھانا یا کوئی چیز۔ نَاضِجٌ پکا ہوا گوشت پختہ پھل۔ نَضْجٌ (سمع) ہر چیز کا پک جانا۔ زخم کے پکنے پر بھی اس لفظ کا استعمال ہوتا ہے۔ اِنْضَاجٌ گوشت وغیرہ پکنا پکانا میوہ کا پختہ ہونا (تاج و اقرب)

نَضْرِبُ: جمع متکلم مضارع۔ ضَرْبٌ مصدر باب فَعَلَ یَفْعِلُ۔ (کیا) ہم پھیر لیں گے۔ پ۲۵/۷۔

نَضْرِبُهَا: جمع متکلم مضارع۔ ضَرْبٌ مصدر باب فَعَلَ یَفْعِلُ۔ هَا ضمیر مؤنث غائب مفعول ہم ان کو بیان کرتے ہیں (ترجمہ تھانوی) ہم ان کو مؤثر انداز میں بیان کرتے ہیں (ترجمہ فقیر) پ۲۰/۱۶ پ۲۸/۶

ضَرْبٌ مارنا ہاتھ سے ہو یا پاؤں سے ہو یا کسی آلہ سے ضَرَبَتِ الارضُ بالمطر بارش ہونا ضَرَبَ اللہُ ذَا ہم عجیبہ لگانا۔ ضرب فی الارض یا فی البحر زمین پر یا دریا میں چلنا۔ ضربُ الخیمۃ خیمہ لگانا۔ ضربُ الذِّلَّۃ والمسکنۃ ذلت اور فقیری کو خیمہ کی طرح محیط اور مسلط کر دینا ضَرَبَ علی الآذانِ سلا دینا۔ ضَرْبُ العود وغیرہ بجانا۔ ضَرْبُ المثل ضرب اللہ ہو ابہم سے ماخوذ ہے یعنی کسی چیز کو اس طرح بیان کرنا کہ

دوسرے پر اس کا اثر پڑ سکے۔ ضرب عَنْهُ اعراض کرنا رخ موڑ لینا۔ تَضَرَّبَ دور ہونے پر پراگندہ کرنا۔ اِضْرَابٌ عَنْ اعراض کرنا اِضْطِرَابٌ (افتعال) لرزش۔ ہر رخ کو بے اختیاری حرکت۔ بیچینی۔ (راغب)

نَضْرَةً: اسم منصوب نکرہ۔ تروتازگی۔ رونق چہرہ۔ ۲۹/۱۹ (دیکھو ناضرۃ)

نَضْرَةَ: اسم منصوب معرفہ مضاف۔ تروتازگی رونق چہرہ۔ ۳۰/۸ (دیکھو ناضرۃ)

نَضْطَرُّهُمْ: جمع متکلم مضارع۔ اِضْطِرَارٌ مصدر (افتعال) هُمْ ضمیر مفعول۔ ہم ان کو کشاں کشاں لائیں گے۔ (ترجمہ تھانوی) ۲۱/۱۲ (دیکھو المضطر اور النصر)

نَضَعُ: جمع متکلم مضارع وَضْعٌ مصدر (فتح) ہم قائم کریں گے۔ ۴۷/۱۷ (دیکھو موضونۃ)

نَضِيْدٌ: صفت مشبہ بمعنی اسم مفعول نَضْدٌ مصدر۔ گوندھے ہوئے (ترجمہ تھانوی) تہ بہ تہ (ترجمہ نعیمی) ۳۶/۱۵ (دیکھو منضود)

نُضِيْعُ: جمع متکلم مضارع اِضَاعَةٌ مصدر (افعال) ہم ضائع (نہیں) کریں گے ۳/۲ ۹/۱۱ ۱۵/۱۶
ضَيْعٌ اور ضَيَاعٌ مصدر (ضرب) ضائع ہونا۔ کھو جانا اِضَاعَةٌ (افعال) تَضْيِيْعٌ (تفعیل) تَضَيُّعٌ (تفعل) ضائع کرنا۔ تَضَيَّعَ الرِّيْحُ آندھی اتنی تیز چلی کہ ہر چیز کو برباد کر گئی۔ ضَيْعَةٌ غیر منقولہ جائداد ضِيَاعٌ جمع۔ (دیکھو اضاعو)

فصل الطاء المهملة

نَطْبَعُ: جمع متکلم مضارع۔ طَبْعٌ مصدر (فتح) ہم مہر لگا دیں ۹/۲ ہم مہر لگا دیتے ہیں ۱/۱۳۔
طَبْعٌ ٹھپہ لگانا چھاپ لگا دینا۔ لفظ طبع خَتْمٌ اور نَقْشٌ سے خاص ہے طَابِعٌ ٹھپہ چھاپہ طبیعت اور طباع انسان کی خلقی حالت اور وہ عادت جو خلقی حالت کی طرح ناقابل زوال بن گئی ہو۔ آگ کی طبیعت، ہوا کی طبیعت۔ زمین کی طبیعت ذوا کی طبیعت غرض ساری مادی کائنات کی طبیعت اس فطری مزاج کو کہتے ہیں جو اللہ نے تمام کائنات کو جدا جدا عنایت کیا ہے۔
طَبْعُ السَّيْفِ تلوار کا زنگ۔ اسی لئے قرآن مجید میں جہاں جہاں طَبَعَ یا يَطْبَعُ یا نَطْبَعُ آیا ہے بعض لوگوں نے مہر لگانے کی بجائے اس کا ترجمہ زنگ آلود بنانا کیا ہے۔ طَبَعْتُ الْمِكْيَالَ میں نے پیمانہ بھر دیا (راغب۔ دیکھو طَبَعَ)

نُطْعِمُ: جمع متکلم مضارع اِطْعَام مصدر (افعال) پ ۲۳/۱۲ ہم کھانے کو دیں پ ۲۹/۱۶ ہم کھانا (نہیں) کھلاتے تھے۔

نُطْعِمُكُمْ: جمع متکلم مضارع اِطْعَام مصدر کُمْ ضمیر جمع مخاطب مفعول ہم تم کو کھانا کھلاتے ہیں۔ پ ۲۹/۱۹ طَعْمٌ مصدر کھانا کھانا (سمع) طَعَامٌ اور طُعْمٌ مصدر۔ غذا۔ اِطْعَامٌ کھانا کھلانا۔ کھانے کے لئے کھانا دینا۔ رَجُلٌ طَاعِمٌ خوش حال آدمی مُطْعَمٌ وہ شخص جسکو کھانا کھلایا جائے۔ مِطْعَامٌ بہت کھلانیوالا مِطْعَمٌ بہت کھانے والا۔ طُعْمَۃٌ لقمہ۔ کھانا۔ طَعِمَ کا استعمال پینے کی چیزوں کے ساتھ بھی آیا ہے۔ (دیکھو طعام، طَعِمْتُمْ، اَطْعَمَہُمْ۔)

نُطْفَةٌ: اسم مفرد۔ صاف پانی مراد نطفہ انسانی۔ نُطَفٌ جمع پ ۱۸/۱ پ ۲۹/۱۸ سورۃ الذٰریٰت میں نطفہ کا قطرہ مراد ہے۔

نَطَفٌ عیب۔ عیب میں آلودہ ہونا۔ برائی۔ خرابی۔ نُطْفَۃٌ چھوٹے موتی۔ صَبِيٌّ مُنَطَّفٌ وہ بچہ جس کے کان میں موتیوں کا گوشوارہ پڑا ہو۔ نَطِفٌ پلید۔ فریبی۔ نَاطِفٌ ہر سیال چیز شکرینہ۔ لَیْلَۃٌ نَطُوفٌ وہ رات جسمیں صبح تک پانی برسے۔ نَطْفٌ نِطَافٌ نَطَفَانٌ نِطَافَۃٌ (ضرب) پانی کا آنا جانا۔ پانی ٹپکانا۔ تہمت لگانا۔ عیب میں آلودہ کرنا۔ نَطَفٌ نَطَافَۃٌ نُطُوفَۃٌ (سمع) متہم ہونا۔ عیب میں آلودہ ہونا۔ تباہ ہونا۔ اِنْطَافٌ (افعال) متہم کرنا۔ تَنْطِيفٌ (تفعیل) عیب دار بنانا۔ متہم کرنا۔ گوشوارہ پہنانا (المفردات و تاج)

نُطْفَةٍ: اسم مجرور نکرہ۔ نُطفۂ انسانی۔ پ ۱۳/۱۴ پ ۱۵/۱۴ پ ۱۷/۸ پ ۲۲/۱۴ پ ۲۳/۴ پ ۲۴/۱۲ پ ۲۶/۲ پ ۲۹/۱۹ پ ۳۰/۵۔

اَلنُّطْفَةَ: اسم منصوب معرفہ۔ نُطفۂ انسانی پ ۹/۱

نَطْمِسَ: جمع متکلم مضارع طَمْسٌ مصدر (ضرب) کہ ہم صورت بگاڑ دیں۔ پ ۵/۴۔

طَمْسٌ کا اصل معنی ہے مٹانا بگاڑنا۔ پلٹ دینا (بغوی) آیت کی تشریح مختلف طور پر کی گئی ہے۔

(۱) حضرت ابن عباس نے کہا ہم اونٹ کے موزے کی طرح چہرہ کو بنا دیں (یعنی آنکھ ناک کان منہ سب ختم ہو جائیں)

(۲) قتادہ اور ضحاک نے کہا وجوہ سے مراد آنکھیں ہیں یعنی انکو اندھا کر دیں۔

(۳) ہم تمام چہرہ پر بندر کے چہرہ کی طرح بال پیدا کر دیں۔

۴ ہم آنکھ ناک منہ کان غرض ہر نشان مٹا دیں اس قول کا رجوع حضرت ابن عباس کی تشریح کی طرف ہے۔

۵ چہرہ کو پلٹا کر پیچھے کی طرف کر دیں آنکھیں گدی میں لگا دیں حضرت عبداللہ بن سلام کے واقعہ اسلام سے اس قول کی تائید ہوتی ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد حضرت عبداللہ فوراً گھر جانے سے پہلے چہرہ پر ہاتھ رکھے دوڑے ہوئے آئے اور مسلمان ہو گئے اور عرض کی یا رسول اللہ مجھے امید نہ تھی کہ میں حضور تک پہنچ سکوں گا قبل اس کے کہ میرا چہرہ گدی کی طرف پلٹا دیا جائے۔

۶ مجاہد نے کہا طمس چہرہ سے مراد ہے دل کے رخ کو موڑ دینا یعنی گمراہی میں چھوڑ دینا۔

۷ ابن زید نے کہا چہروں کو مٹانے سے مراد ہے یہودیوں کے اون تمام آثار کو مٹا دینا جو مدینہ میں تھے اور لوٹا دینے سے مراد ہے پیچھے کی طرف یعنی ملک شام کی طرف لوٹا دینا چنانچہ بنی نضیر کو جلا وطن کر دیا گیا وہ اذرعات اور اریحا علاقہ شام میں چلے گئے ابتداء میں ملک شام سے ہی آئے تھے پھر لوٹا کر وہیں بھیج دیا گیا اور مدینہ میں جو کچھ اونکے قائم کردہ نشان تھے سب مٹا دئے گئے۔ سب سے قوی قول حضرت ابن عباس کا ہے ہم نے بھی اوسی کے موافق ترجمہ کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

نَطْمَعُ: جمع متکلم مضارع۔ طَمَعٌ مصدر (سمع) ہم امید کرتے ہیں۔ پ۷ ع۱۹۔

کسی چیز کی بہت زیادہ خواہش کرنیکو طَمَعٌ اور طماعیۃ کہتے ہیں۔ طَمِعٌ اور طامع بہت زیادہ خواہش کرنیوالا۔ چونکہ طمع عموماً خواہش نفس کے زیر اثر ہوتی ہے اسی لئے طمع کا اکثر استعمال لالچ کے لئے ہوتا ہے۔ اور کبھی امید رکھنے کے معنی میں بھی۔ (راغب) (دیکھو طَمَعاً اور تطمعون)

نَطْوِیْ: جمع متکلم مضارع۔ طَیٌّ مصدر (ضرب) ہم لپیٹ دینگے۔ (ترجمہ تھانوی) پ۱۷ ع۷ (دیکھو طَیّ)

اَلنَّطِیْحَۃُ: صیغہ صفت۔ بروزن فعیلۃ۔ بمعنی منطوحۃ "نَطْحٌ" مصدر (فتح وضرب) وہ بکری جو دوسرے کے سینگ کی چوٹ سے مری ہو (راغب) لیکن بعض اہل لغت نے بکری کے ساتھ لفظ نطیحہ کی تخصیص نہیں کی صاحب قاموس نے تو نطیح اور نطیحۃ دونوں کے متعلق صراحت کی ہے کہ جو بکرا یا بکری دوسرے کے سینگ کی ضرب سے مر جائے اوسی کو نطیح اور نطیحہ کہا جاتا

ہے شاید اصل لغت یہی ہو حکم تو بہرحال عام ہے بکری ہو مینڈھا ہو گائے ہو بھینس ہو کوئی ہو جو سینگ کی ضرب سے مرجائے وہ مردار ہے۔

صاحب معالم نے لکھا ہے اور ابو عبیدہ و زمخشری وغیرہ نے بھی صراحت کی ہے کہ جو فعیل بمعنی فاعل ہو اوس کے مؤنث پر ہاء آخر میں داخل ہوتی ہے جیسے کریم اور کریمۃ اور جو فعیل بمعنی مفعول ہو اوس کے مؤنث پر ہا نہیں آتی وزن فعیل ہی مؤنث اور مذکر دونوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے لیکن یہاں نطیح بمعنی منطوح ہوتے ہوئے بھی ہاء داخل کی گئی اس کی وجہ بغوی نے معالم میں یہ لکھی ہے کہ موصوف مذکور نہیں جہاں موصوف مذکور ہو تو تذکیر تانیث صرف موصوف سے ہی ظاہر ہو جاتی ہے صفت کو مؤنث لانیکی ضرورت نہیں لیکن جب صفت کو بجائے موصوف کے استعمال کیا گیا ہو تو جب تک مؤنث کے لئے تاء داخل نہ کیجائے اوس کا مؤنث ہونا معلوم نہیں ہو سکتا جیسے ذبیحۃ اور ذبیح ۔ موصوف مذکور نہ ہونے کی وجہ سے اس جگہ تاء تانیث داخل کی گئی۔

ناطِحٌ وہ ہرن یا پرندہ یا کوئی شکار جو سامنے کے رخ سے سامنے منہ کئے ہوئے آئے ایسا معلوم کہ جیسے سینگ مارنے والا جانور سینگ مارنے آرہا ہے ایسے شکار کو منحوس خیال کیا جاتا تھا اسی لئے بدشگون آدمی کو رجلٌ نطیحٌ کہتے تھے تو اطیح بمعنی مصائب میں یہی معنی ملحوظ ہے

نَطَّاحٌ سینگ مارنے والا جانور تَنَاطُحٌ (تفاعل) اِنْتِطَاحٌ (افتعال) باہم سینگوں سے لڑائی۔ ٹکراؤ

نُطِیْعُ: جمع متکلم مضارع۔ اِطَاعَۃٌ مصدر (افعال) ہم کہنا (نہیں) مانیں گے۔ ۲۸/۵ -

اِطَاعَۃٌ حکم ماننا فرمان پذیری۔ تَطَوُّعٌ ایسی نیکی کرنا جسکا کرنا واجب نہ ہو۔ اِسْتِطَاعۃ اون تمام چیزوں کا فراہم ہو جانا جن پر وجود فعل موقوف ہے۔ اہل تحقیق کہتے ہیں کہ استطاعت کہتے ہیں چار چیزوں کے فراہم ہو جانے کو۔

۱ فاعل کا وجود ۲ جس چیز کو کرنا ہے اس کا تصور ۳ وہ مٹیریل اور مادہ جس میں فعل کرنا ہے۔ ۴ اگر فعل کے لئے کسی آلہ اور ذریعہ کی ضرورت ہو تو اس ذریعہ کا بھی فراہم ہو جانا۔

اگر یہ چاروں چیزیں کسی کو حاصل ہوں اور کرنے کی طاقت بھی ہو کوئی مانع حائل نہ ہو فعل کا تصور بھی کر لے پہلے سے سوچ لے کہ میں کیا چاہتا

ہوں مادہ بھی موجود ہو مثلاً برتن بنانے کیلئے مٹی، فرنیچر کے لئے لکڑی وغیرہ اور فعل کو حاصل کرنے کے ذرائع بھی موجود ہوں مثلاً لمبے سفر کیلئے سواری کسی چیز کو بنانے کے لئے اوزار ہتھیا تو ایسے شخص کو مستطیع کہتے ہیں اور ان میں سے اگر کوئی چیز فراہم نہ ہو یا کوئی ایک چیز فراہم نہ ہو تو ایسے شخص کو عاجز کہا جاتا ہے۔

حدیث میں استطاعت کی تشریح زاد و راحلہ سے جو کی گئی ہے اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ زاد و راحلہ حج کے ذرائع ہیں باقی چیزوں کا ہونا تو عقلاً لازم ہی ہے۔ بدیہی بات ہے کہ ان تین چیزوں میں سے اگر کوئی چیز موجود نہ ہو مثلاً سفر کی طاقت ہی نہ ہو راستہ خطرناک زیادہ ہو یا تمام راستے بند ہوں تو تکلیف بالحج ہو نہیں سکتی ایسے شخص کو عاجز کہا جائے گا بے بس لیکن بقول راغب فعل کی مشتق ہونے کی شکل میں بھی اس فعل پر مکلف کرنا صحیح ہوتا ہے جیسے لَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا تم میں عدل کرنے کی ہرگز استطاعت نہ ہوگی یعنی عدل کے ذرائع مفقود ہوں گے یا تم عدل کرنا چاہو گے بہر حال استطاعت ہوگی لیکن اسکے باوجود عورتوں میں عدل کرنے پر شوہر مکلف ہے یا لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا یعنی خضر نے موسیٰ سے کہا تم میرے ساتھ صبر نہ کر سکو گے مطلب یہ ہے کہ حالات ہی ایسے ہونگے کہ تم نہ کر سکو گے۔ اس کے باوجود موسیٰ خضر کے حکم کے مطابق صبر پر مکلف تھے یا جیسے مَا كَانُوْا يَسْتَطِيْعُوْنَ السَّمْعَ ان میں سننے کی استطاعت نہ تھی یعنی وہ سنکر اثر لینا چاہتے ہی نہ تھے لیکن عدم استطاعت کے باوجود وہ سننے اور سنکر قبول کرنے پر مامور تھے۔ (مادہ کی مزید تنقیح کے لئے دیکھو مطاع اور مُطَوِّعِيْنَ)

نُطِيْعُكُمْ: جمع متکلم مضارع کُمْ ضمیر مفعول ہم تمہارا کہنا مانیں گے۔ ۲۶/۲۔

فصل الظاء المعجمہ

نَظَرَ: واحد مذکر غائب ماضی معروف اور مصدر نَظْرٌ اور نَظَرٌ مصدر (نصر) اوس نے دیکھا ۱/۵ یعنی آنکھوں سے اشارہ کیا ۲۳/۲ غور کر کے دیکھا ۲۶/۲ دیکھنا (دیکھو ناظرۃ)

نَظِرَةٌ: مصدر مہلت دینا (ترجمہ تھانوی) ۳/۶

نَظْرَةً مصدر۔ ایک نگاہ بھر کر دیکھنا (ترجمہ تھانوی) ۲۳/۲ (دیکھو ناظرۃ)

نَظَلُّ: جمع متکلم مضارع فعل ناقص ہم رادنہی

کی عبادت پر جمے بیٹھے ہیں ۔ (ترجمہ تھانوی) ہم انکی عبادت پر قائم ہیں (ترجمہ عام المحلی نے کہا) ای نُقِیْمُ نَہَارًا عَلٰی عِبَادَتِہَا بیضاوی کے حاشیہ میں ہے لِاَنَّ ظَلَّ یُسْتَعْمَلُ فِیْ اَفْعَالِ اللَّیْلِ فِیْ اَفْعَالِ النَّہَارِ کَمَا اَنَّ بَاتَ یُسْتَعْمَلُ فِیْ اَفْعَالِ اللَّیْلِ یعنی نَظَلُّ لَہَا عَاکِفِیْنَ کا مطلب یہ ہے کہ ہم دن پر بتوں کی پوجا پر جمے بیٹھے رہتے ہیں کیونکہ ظَلَّ کا استعمال دن کو کوئی کام کرنیکے لئے ہوتا ہے جسطرح بات کا استعمال فعل شب کیلئے ہوتا ہے ۔ بغوی نے معالم میں اس آیت کی تفسیر کے سلسلے میں لکھا ہے ۔ اَیْ نُقِیْمُ عَلٰی عِبَادَتِہَا یعنی ہم انکی پوجا پر جمے بیٹھے ہیں گویا بغوی کے نزدیک یہاں بتوں کی پوجا پر قائم رہنا مراد ہے دن رات کی کوئی تخصیص نہیں ۔ اس کے بعد علامہ نے لکھا ہے ۔ قال بعض اھل العلم انما قال فنظل لانہم کانوا یعبدونہا بالنہار دون اللیل یعنی بعض علماء نے فنظل کہنے کی توجیہ بیان کی کہ حضرت ابراہیم کی قوم والے دن میں بتوں کی پوجا کرتے تھے رات میں نہ کرتے تھے میری نظر میں یہ قول محتاج ثبوت ہے صرف نَظَلُّ کے لفظ سے ایسا گمان کر لینا صحیح نہیں اور قابل اعتماد روایتی ثبوت مفقود ہے ۔ یہ صحیح ہے کہ امام راغب نے المفردات میں لکھا ہے وَظَلْتُ وَظَلِلْتُ یُعَبَّرُ بِہٖ عَمَّا یُفْعَلُ بِالنَّہَارِ یعنی ظَلْتُ اور ظَلِلْتُ سے ایسے فعل کا اظہار کیا جاتا ہے جو دن میں کیا جائے لیکن اس کے بعد راغب ہی نے لکھا ہے وَیُجْرٰی مُجْرٰی صِرْتُ یعنی ظَلْتُ (مطلقاً انتقال حالت کے لئے) بجائے صِرْتُ کے بھی استعمال کیا جاتا ہے مطلب یہ کہ اصل وضع کے لحاظ سے ظَلَّ اگرچہ دن کے فعل کے ساتھ مخصوص ہے لیکن توسیع استعمال کے بعد صار کے معنی میں مستعمل ہے ۔ اس لئے بغوی کی تشریح اچھی ہے اور محتاج ثبوت نہیں اور مولانا تھانوی کا ترجمہ زیادہ صحیح ہے اور محلی کا قول ثبوت طلب ہے ۔ (واللہ اعلم ۔ (مادہ کی مزید تشریح کے لئے دیکھو ظل اور ضلال)

نَظُنُّ : جمع متکلم مضارع ظَنٌّ مصدر (نصر) ہم بھی ایک خیال سا ہوتا ہے (ترجمہ تھانوی) مولانا تھانوی نے ترجمہ میں سا (لفظ تشبیہ) بڑھایا ہے معلوم نہیں کیوں؟ ظن کا ترجمہ اس جگہ خیال درست ہے لیکن خیال کی طرح کسی چیز کا پیدا ہونا مذکور نہیں نہ اصل لغت اس کا مؤید ہے ۔ $\frac{۲۵}{۲۰}$

ظنّ اوس خیال کو کہتے ہیں جو علامات دیکھکر پیدا ہوا ہو اگر اس خیال میں قوت پیدا ہو جاتی ہے تو اس کو یقین اور اعتقاد کہہ لیا جاتا ہے اور اگر انتہائی درجہ کا ضعف ہو تو اشکل اور توہم کہا جاتا ہے ورنہ زیادہ قوت ہو نہ زیادہ ضعف تو شک کا معنی ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ظنّ کا استعمال تینوں معانی میں ہوا ہے۔ ظَنَّ دَاوُدُ، داؤد نے یقین کرلیا۔ ظَنَّ الجَاہِلِیَّۃِ جاہلیت کی طرح اعتقاد۔ توہم اور شک کے معنی میں تو بکثرت آیا ہے۔ آیت مذکور میں بھی یہی معنی مراد ہے۔ (راغب)

(دیکھو ظن)

نَظُنُّكَ: جمع متکلم مضارع کَ ضمیر خطاب مفرد مفعول ہم تجھے سمجھتے ہیں ہم تجھے خیال کرتے ہیں۔ پ ۱۹/۱۲ ۔

نَظُنُّكُمْ: جمع متکلم مضارع کُم ضمیر جمع مذکر حاضر ہم تم کو سمجھتے ہیں ہم تم کو خیال کرتے ہیں۔ پ ۱۱/۱۲

فصل العین المہملہ

نِعَاجٌ: جمع نَعْجَۃٌ واحد نعجات بھی جمع ہے اوس کی دنبیان ۲۳ نَعَجَ اور نُعُوْجٌ انصرا خاص سفید ہونا نَعِجَ سمع فربہ ہونا دنبہ کے گوشت سے طبیعت کا بھاری ہو جانا۔ نَاعِجَۃٌ تیز رو اونٹنی نواعج جمع۔ اِنْعَاجٌ فربہ اونٹوں کا مالک ہونا ناعج۔ امام راغب نے مفردات میں لکھا ہے کہ نَعْجَۃٌ کا اطلاق بھیڑ نیل گائے اور پہاڑی بکری پر بھی ہوتا ہے اور ناعجۃ نرم زمین کو بھی کہتے ہیں۔

اَلنُّعَاسُ: اسم معرفہ مرفوع اونگھ انتر جہ تہ باتا ز بی خفیف نیند راغب بعض اہل علم نے اس جگہ نُعَاسٌ سے مراد لیا ہے سکون، چین، شاید مراد یہ ہے کہ نعاس کے بعد مسلمانوں کو سکون اور اطمینان حاصل ہو گیا کیونکہ میدان جنگ میں گھمسان کی لڑائی کے وقت مسلمانوں کا اونگھ جانا اور اونگھ کے بعد تازہ دم ہو جانا اور سکون پانا تو صحیح روایات سے ثابت ہے حضرت ابو طلحہ انصاری حضرت زبیر بن عوام حضرت ابن عباس وغیرہم مختلف صحابہ اس کے راوی ہیں بعض نے اپنی سرگذشت بیان کی ہے بعض نے دوسروں کا قول نقل کیا ہے بہرحال روایات صحیح ہیں۔ صحاح میں ہیں۔ پ ۹/۱۶

نُعَاسًا: اسم نکرہ منصوب۔ اونگھ۔ پ ۴ نَعْسٌ نرمی۔ رائے کی کمزوری جسم کی سستی بانار کا مدھا ہو جانا۔ نعاس حواس کا سست

ہو جانا اونگھ۔ نُعَسَانٌ نیند سے بھرا ہوا آدمی اونگھتا ہوا۔ نَعْسٌ اور نُعَاسٌ مصدر (فتح) سو جانا۔ اِنْعَاسٌ (افعال) سست اور کاہل اولاد پیدا کرنا۔ کسی کو سلا دینا۔ تَنْعِیْسٌ (تفعیل) سلا دینا۔ تَنَاعُسٌ (تفاعل) اپنے کو سوتا ہوا ظاہر کرنا۔

نَعْبُدُ: جمع متکلم مضارع۔ عِبَادَۃٌ مصدر (نصر) پ ۱/۱ ہم عبادت کریں گے پ ۱۹/۹ ہم پوجا کرتے ہیں کریں گے۔

نَعْبُدَ: جمع متکلم مضارع۔ عبادۃ مصدر (نصر) پ ۳/۱۵ کہ ہم عبادت (نہ) کریں پ ۸/۱۶ کہ ہم عبادت کریں پ ۱۲/۴ پ ۱۳/۸ کہ ہم پوجا کریں۔ (دیکھو عبد۔ تَعبدوا۔ اُعبدوا۔ عبادٌ)

نَعْجَتِكَ: اسم مجرور مضاف کَ ضمیر خطاب مضاف الیہ۔ تیری بھیڑ کی طرف، پ ۲۳/۱۱ (دیکھو نعاج)

نُعْجِزَ: جمع متکلم مضارع۔ اِعْجَازٌ مصدر (افعال) عَجْزٌ مادہ ہم ہرگز ہرا (نہیں) سکیں گے (دیکھو معاجزین)

نَعْجَةٌ اور **نَعْجَةٌ**: ایک دنبی پ ۲۳/۱۰ (دیکھو نعاج)

نَعُدْ: جمع متکلم مضارع عَوْدٌ مصدر (نصر) ہم بھی دوبارہ کریں گے۔ ہم بھی لوٹیں گے پ ۹/۱۶ (دیکھو عَادَ۔ عَادُوْا۔ عُدْتُمْ۔ عُدْنَا۔ تَعُوْدُوْا وغیرہ)

نَعِدُ: جمع متکلم مضارع وَعْدٌ مصدر (ضرب) ہم وعدہ عذاب کرتے ہیں پ ۱۱/۱۰ پ ۱۳/۱۲ پ ۲۲/۱۳۔ (دیکھو مَوْعِدَۃٌ)

نَعُدُّ: جمع متکلم مضارع عَدٌّ مصدر (نصر) پ ۲۶/۹ ہم شمار کر رہے ہیں پ ۲۳/۱۲ ہم شمار کرتے تھے۔ (دیکھو مَعْدُوْد)

نُعَذِّبُ: جمع متکلم مضارع مجزوم تَعْذِیْبٌ مصدر (تفعیل) ہم سزا دینگے۔ پ ۱/۱۲

نُعَذِّبُهٗ: جمع متکلم مضارع مرفوع تَعْذِیْبٌ مصدر ہٗ ضمیر مفعول ہم اوسکو سزا دینگے یعنی قتل کریں گے (محلی) پ ۱۶/۲

نُعَذِّبُهُمْ: جمع متکلم مضارع مرفوع تَعْذِیْبٌ مصدر ہُمْ ضمیر مفعول ہم اونکو سزا دیں گے یعنی دنیا میں رسوائی یا قتل اور عذاب قبر (سیوطی) پ ۱۱/۲

نَعْفُ: جمع متکلم مضارع مجزوم اصل میں نَعْفُوْ تھا۔ عَفْوٌ مصدر (نصر) ہم معاف کر دیں۔ پ ۱۰/۱۲ عَفْوٌ مصدر کسی چیز کو لینے کا قصد کرنا۔ اِعْتِفَاءٌ (افتعال) کا بھی یہی معنی ہے عافی اور مُعْتَفِیْ بھیک مانگنے والا عفت الریح الدار ہوا

نے مکان کو یعنی مکان کے آثار اور نشانات کو لے لیا یعنی مٹا دیا۔ عَفَتِ الدَّارُ مکان نے لے لیا یعنی فرسودگی بوسیدگی اور تباہی کو، مراد یہ کہ مکان مٹ گیا۔ عَفَا النَّبْتُ وَالشَّجَرُ سبزی اور درخت نے نمو اور زیادتی کو لے لیا یعنی بڑھنے لگے۔

عَفْوٌ کے بعد اگر عَنْ آتا ہے تو درگزر کرنے زائل کرنے اور معاف کرنے کے معنی ہوتے ہیں عموماً مفعول محذوف ہوتا ہے اور اتفاقاً مذکور جیسے عَفَوْتُ عَنْهُ میں نے اوس سے درگزر کی اصل کلام اس طرح تھا عَفَوْتُ اِزَالَةَ الذَّنْبِ عَنْهُ میں نے ارادہ کیا کہ اوس کے گناہ اوس سے زائل کردوں، دور کردوں کبھی مفعول مع عَنْ کے محذوف ہوتا ہے جیسے وَاَنْ تَعْفُوْا فَمَنْ عُفِیَ۔

(باقی تنقیح کے لئے العفو۔ عفا۔ تعفوا۔ عافین وغیرہ)

نَعْقِلُ: جمع متکلم مضارع عَقْلٌ مصدر (ضرب) ہم سمجھ لیتے یعنی سمجھ کر مان لیتے۔ ۲۹ ب۔

عقل قوت علمیہ کو بھی کہتے ہیں اور علم و دانش کو بھی، حضور والا نے فرمایا مَا خَلَقَ اللّٰهُ خَلْقًا اَكْرَمَ عَلَيْهِ مِنَ الْعَقْلِ اللہ نے عقل سے بڑھ کر عزت والی کوئی مخلوق نہیں پیدا کی اس سے مراد قوت علمیہ ہے۔

دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا مَا كَسَبَ اَحَدٌ شَيْئًا اَفْضَلَ مِنْ عَقْلٍ يَهْدِيْهِ اِلٰى هُدًى اَوْ يَرُدُّهٗ عَنْ رَدًى کوئی شخص اوس علم سے بہتر کوئی چیز نہیں کماتا جو اوس کو ہدایت کا راستہ بتائے یا ہلاکت سے روک دے اس میں مراد علم و دانش ہے

قرآن مجید میں عدم عقل کی بنا پر جس جگہ کافروں کی مذمت کی گئی ہے وہاں فقدان علم و دانش مراد ہے اور جہاں عدم عقل کی وجہ سے بندہ سے تکلیفات شرعیہ کو اٹھا لیا گیا ہے وہاں مراد قوت فہم و علم کا فقدان ہے۔

عقل کا اصل معنی ہے بندش عقال اونٹ کا زانو بند عَقَلَتِ الْمَرْاَةُ شَعْرَهَا عورت نے اپنے بال باندھ لئے عَقَلَ الدَّوَاءُ الْبَطْنَ دوا نے پیٹ کو باندھ دیا عَقَلَ لِسَانَهٗ اس نے اپنی زبان باندھ لی یعنی خاموش رہا مُعْقِلٌ قلعہ چھاؤنی۔ اِعْتَقَلَ رُمْحَهٗ اوس نے اپنا نیزہ باندھ لیا۔ عُقَيْلَةٌ وہ عورت یا موتی جس کو چھپا کر حفاظت سے رکھا جائے۔

نَعْلَمُ: جمع متکلم مضارع مرفوع عِلْمٌ مصدر (سمع) ہم جانتے ہیں ۱۶ ب، ۲۰ ب، ۱۹ ب، ۲۰ ب، ۳ پ، ۱۲ ب، ۲۴ پ، ۹ ب، ۲۴ ب

نَعْلَمَ: جمع متکلم مضارع منصوب (سمع) تاکہ ہم چھانٹ دیں الگ الگ کردیں پ ۱۵/۱۳ پ ۲۷ ع ۲۸ تاکہ ہم کو بخوبی معلوم ہوجائے ہمارا علم بڑھ جائے (سیوطی بغوی مدارک بیضاوی) تاکہ ہمارا علم شہودی ہوجائے ہم مشاہدہ کرلیں (فقیر) پ ۵ یاد رکھو کہ عالم الغیب ہے حوادث کے وقوع سے پہلے وہ سب کو جانتا ہے اسلئے جہاں اللہ نے اپنے کسی فعل کی غرض حصول علم کو قرار دیا ہے اس سے مراد علم ازلی نہیں بلکہ جانچنا اور جانچکر فرماں برداروں کو نافرمانوں سے الگ الگ چھانٹ دینا مقصود ہے اگرچہ اللہ کسی کام کا حکم دینے سے پہلے بھی فرماں بردار کو نافرمان سے الگ کرسکتا تھا لیکن کسی کو شکایت کا موقع نہ رہے اور حجت تمام ہوجائے اس لئے اس نے حکم بعد نافرمانوں کو فرمابرداروں سے الگ چھانٹ دیا مفسرین نے ایسی جگہ تفسیری ترجمہ نَعْلَمَ کا تمیز کیا ہے اور تمیز کا ترجمہ اکثر اہل ترجمہ چھانٹنا یا چھانٹ لینا کرتے ہیں مگر یہ غلط ہے اصل ترجمہ چھانٹ دینا اور الگ الگ کردینا ہے دونوں میں بڑا فرق ہے تفسیر آیت پ ۵ میں اون مومنوں کا قول نقل کیا ہے

جو حضرت عیسیٰ کی رسالت پر ایمان لائے تھے اور باوجود مومن ہونے کے پھر اونھوں نے کہا تھا وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا اور ہم جان لیں کہ آپ نے ہم سے سچ کہا بظاہر یہ لفظ گستاخی کے ہیں جن سے ایماندار نہ ہونا مترشح ہوتا ہے اس لئے اہل تفسیر نے اس جگہ نَعْلَمَ کا ترجمہ نَزْدَادُ عِلْمًا کیا ہے کہ ہمارا علم بڑھ جائے اور ہم نے ترجمہ کیا ہے ہم مشاہدہ کرلیں ہمارا علم شہودی ہو جائے۔ بات یہ ہے کہ ایمان بالغیب ایمان کامل ہوتا ہے لیکن معائنہ اور مشاہدہ سے اوس میں مزید قوت پیدا ہوجاتی ہے اسی لئے اہل تصوف اور معارف شناس کہتے ہیں کہ عین الیقین (ایمان شہودی) کا درجہ علم الیقین (ایمان بالغیب) سے اونچا ہے اور عین الیقین سے اوپر حق الیقین کا مرتبہ ہے۔ یوں سمجھو کہ یقینی غائبانہ طور پر کسی چیز کو جان لینا نمبر ابتدائی ہے اور پھر اوس چیز کو آنکھوں سے دیکھ کر ماننا درجہ دوئم ہے اور پھر اس کا تجربہ کرنا اور ثمرہ حاصل کرلینا انتہائی مرتبہ ہے جنگل میں چشمہ ہونے کی خبر سنکر مان لینا پھر جاکر آنکھوں سے دیکھ لینا پھر اوس میں سے پانی پی لینا یہ ترقی درجات ہیں

نُعَلِّمَہٗ: جمع متکلم مضارع۔ تعلیم مصدر (تفعیل) تاکہ ہم اوسکو سکھائیں۔ ۲۱/۱۲۔

نَعْلَمُهُمْ: جمع متکلم مضارع عِلْم مصدر (سمع) ہم اون کو جانتے ہیں۔ ۹/۱۰۱ (علم تعلیم اور اون کے مشتقات ومتعلقات کی تشریح کے لئے دیکھو مُعَلَّم)

نُعْلِنُ: جمع متکلم مضارع اِعْلَانٌ مصدر (افعال) ہم ظاہر کرتے ہیں۔ ۱۴/۳۸۔

عَلَانِیَۃً جو چھپا ہوا نہ ہو سِرّ کا ضد۔ عَلَنَ ظاہر ہوا اَعْلَنَ ظاہر کیا اول ضَرَبَ سے اور دوسرا اِفعال سے آتا ہے اشیاء خارجیہ کے ظہور و اظہار کو علن یا اعلان نہیں کہتے بلکہ اندرونی حقائق اور معانی کے ظہور و اظہار کے لئے اس مادہ کا استعمال اکثر ہوتا ہے۔

(دیکھو تُعْلِنُوْنَ)

نَعْلَيْكَ: تثنیہ منصوب مضاف ک ضمیر مضاف الیہ۔ نَعْل واحد۔ نِعَال جمع اپنے دونوں جوتوں کو ۲۰/۱۲۔ نَعْلَۃٌ اور نَعْلٌ پاؤں کا جوتہ نَعْلٌ گھوڑے کا نعل۔ نُعَیْلَۃٌ چھوٹی جوتی۔ ذلیل آدمی۔ بیوی۔ حَافِرٌ نَاعِلٌ سخت کھر مُنْعَلٌ سخت زمین۔

نَعْلٌ مصدر (فتح) جوتہ دینا گھوڑے کے پاؤں میں نعل لگانا (فتح و سمع) جوتہ پہننا اِنْعَالٌ اور تَنْعِیلٌ نعل لگانا تَنَعُّلٌ جوتہ پہننا زمین میں پیدل چلنا، سخت زمین میں کم ریزی کرنا (تاج وبعض از قاموس)

اَلنَّعَمِ: اسم جنس چوپایہ اونٹ بکری گائے بھینس وغیرہ اَنْعَامٌ اور نُعْمَانٌ جمع ۵/۹۵۔

(دیکھو اَنْعَام اور نَاعِمَۃٌ)

نَعَمْ حرف ایجاب ہے۔ ہاں۔ جی ہاں عام عرب عین پر زبر اور قبیلہ کنانہ والے عین پر زیر پڑھتے ہیں قرآن میں کنانہ کے مطابق کسائی کی قرأت ہے۔ حضرت ابن مسعود کی قرأت میں نَعِمْ آیا ہے فارسی نے شَهِدَ پر قیاس کرتے ہوئے کہا ہو مقتضی القیاس ولم اسمعها یعنی شَهْدَ کو جس طرح شَهِدَ پڑھنا جائز ہے قیاس چاہتا ہے کہ نَعِمْ بھی جائز ہو لیکن میں نے (اسکی قرأت میں) نہیں سنا۔ ابن ہشام نے کہا حضرت ابن مسعود کی قرأت میں نون اور عین کے کسرہ کے ساتھ آیا ہے مگر فارسی کو اس قرأت کی اطلاع نہیں ملی۔ ۷/۴۴ ۸/۱۱۴۔

نعم کا استعمال تین طرح ہوتا ہے۔

۱۔ تصدیق مخاطب یہ مثبت یا منفی خبر کے جواب میں آتا ہے جیسے کسی نے کہا قَامَ زَیْدٌ یا لَمْ یَقُمْ زَیْدٌ اور اس کے جواب میں کہا جائے نَعَمْ۔ جی ہاں یعنی صحیح ہے۔ آپ نے صحیح کہا۔

۲۔ مخاطب سے وعدہ کرنے کے لئے جیسے کسی نے کہا اِضْرِبْ (مار) یا لَا تَضْرِبْ (مت مار) اور اس کے جواب میں کہا جائے نَعَمْ۔ اچھا یعنی جیسا آپ نے حکم دیا ہے ویسا ہی کروں گا۔ یا جیسے کسی نے کہا هَلْ تُعْطِيْنِيْ کیا تو مجھے دیگا اور جواب میں کہا جائے نَعَمْ ہاں یعنی میں دونگا

۳۔ مخاطب کو صرف اطلاع کے لئے جیسے

فَهَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا

جو کچھ تمہارے رب نے تم کو عذاب کی دھمکی دی تھی وہ تم نے صحیح پالی اس کے جواب میں کہیں گے نَعَمْ جی ہاں یعنی پالی یا جیسے اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا کیا ہم کو کچھ معاوضہ ملیگا جواب دیا گیا نَعَمْ جی ہاں یعنی تمکو معاوضہ ملیگا۔ ابن عصفور مؤلف المقرب نے کہا کہ استفہام کے جواب میں نَعَمْ ہمیشہ وعدہ کے لئے آتا ہے ابن ہشام مؤلف مغنی اللبیب نے لکھا یہ کلیہ جامع نہیں ہے آیت فَهَلْ وَجَدْتُمْ کے جواب میں نَعَمْ وعدہ کیلئے نہیں ہے اطلاع کیلئے ہے سیبویہ نے تیسری قسم بیان ہی نہیں کی۔ اول الذکر دونوں قسمیں ہی ذکر کی ہیں لکھا ہے وَ اَمَّا نَعَمْ فَعِدَةٌ وَتَصْدِيْقٌ۔ نعم وعدہ اور تصدیق ہے گویا سیبویہ کے نزدیک هَلْ قَامَ زَيْدٌ کے جواب میں نَعَمْ کہنے سے قیام زید کی تصدیق ہو جاتی ہے صاحب مغنی نے کہا یہ غلط ہے کیونکہ نَعَمْ کی جگہ جواب میں صَدَقْتَ (تو نے سچ کہا) کہنا جائز نہیں انشاء کے جواب میں صَدَقْتَ کہنا کیسے درست ہو سکتا ہے یعنی جواب کا سوال سے کچھ جوڑ نہ ہوگا۔ قرآن مجید میں اطلاع کے لئے مستعمل ہے اور وعدہ کے لئے بھی آخری آیت میں قرار دیا جا سکتا ہے تصدیق کے لئے نہیں آیا۔

استعمال میں لَا نَعَمْ اور بَلٰی کا فرق

کلام استفہامی مثبت کے جواب میں نَعَمْ یا لَا آئے گا بلی نہیں کہا جائیگا هَلْ قَامَ زَيْدٌ جواب میں نَعَمْ کہا جائیگا یا لَا۔ کلام استفہامی منفی کے جواب میں نَعَمْ کہا جائیگا یا بَلٰی۔ لَا نہیں کہا جائیگا۔ اثبات منفی کے لئے بلی اور اثبات نفی کے لئے نَعَمْ آئیگا جیسے اَوَ لَمْ

نُؤمِنُ کے جواب میں اگر ایمان کا اقرار کرنا ہے تو بلیٰ کہا جائے گا اور عدم ایمان کو ظاہر کرنا ہے تو نَعَمْ کہا جائے گا (یعنی ہاں ہم ایمان نہیں لایا) اسی لئے حضرت ابن عباس نے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کی تشریح میں فرمایا کہ اس کے جواب میں نَعَمْ کہنا کفر ہے اس سے اقرار نفی ہو جائے گا اور ربوبیت کا انکار ثابت ہو گا۔

نِعْمَ: کلمۂ مدح ہے اہل نحو کہتے ہیں کہ جسطرح بِئْسَ فعل ذم ہے اسی طرح نِعْمَ فعل مدح ہے لیکن نِعْمَ (واحد مذکر) اور نِعْمَتْ (واحد مؤنث ماضی) کے علاوہ اس سے ماضی اور مضارع کا کوئی اور صیغہ مستعمل نہیں اور قرآن مجید میں تو نِعْمَتْ بھی نہیں آیا بہرحال نحویوں کی اصطلاح میں نِعْمَ فعل ہے۔ راغب نے لکھا ہے کہ نِعْمَ کا ماخذ یا نِعْمَۃٌ ہے جیسے نَعِمَ وَعَلِیْن یا نُعْمَۃٌ وَعَلِیْن یا نُعْمیٰ عَلِیْن سب کا ماخذ نِعْمَۃٌ ہے یا اس کا ماخذ اَنْعَمَ وَمَنْشَہٗ ہے جس کا معنی ہے بہت نرم بہت سہل۔ ۳/۹،۵ ۹/۱۹ ۱۳/۹ ۱۴/۱۰ ۱۵/۱۹ ۱۶/۱۶ ۱۹/۷ ۲۱/۲ ۲۳/۱۲،۱۳،۱۷ ۲۴/۵ ۲۷/۲ ۲۹/۲۱۔

نِعِمَّا: یہ لفظ مرکب ہے نِعْمَ اور مَا سے ما محل رفع میں ہے اگر اس کے بعد نکرہ ہو گا تو منصوب ہو گا اور معرفہ ہو گا تو مرفوع ہو گا ورش کے علاوہ اہل مدینہ اور ابو عمرو اور ابو بکر کی قرأت میں نِعْمَا آیا ہے کسائی ابن عامر اور حمزہ نے نَعِمَّا پڑھا ہے ابن کثیر اور نافع نے بروایت ورش نِعِمَّا کہا ہے۔

نِعِمَّا اگرچہ کلمۂ مرکب ہے لیکن کبھی صفتی شکل میں بصورت بسیط بھی مستعمل ہے جیسے غَسَلْتُہٗ غَسْلًا نِعِمَّا میں نے اس کو خوب دھویا یہ استعمال قرآن مجید میں نہیں ہے۔ ۳/۵ ۵/۔

نَعْمَاءَ: واحدی نے کہا نعماء وہ انعام ہے جسکا اثر نعمت پانے والے پر ظاہر ہو ۱۲/۲ (دیکھو ناعم) مراد راحت آسائش

نِعْمَتَکَ: اسم منصوب مضاف کَ ضمیر مضاف الیہ، تیری نعمت تیرا انعام ۱۱/۱۲ ۲۶/۲

نِعْمَتَہٗ: اسم منصوب مضاف ہٗ ضمیر مضاف الیہ اوس کا انعام نِعْمَتْ اصل میں وہ چیز ہے جو کسی کو دی جائے لیکن بقول محلی و سیوطی و صاحب خازن و مدارک وغیرہ اس جگہ اِنْعَامٌ (افعال) کے معنی میں ہے یعنی نعمت دینا اس کا انعام ۶/ ۱۲/ ۱۴/ ۲۶/۔

نِعْمَتِ: اسم مجرور مضاف ہ مضاف الیہ اوس کا فضل و انعام۔ پ ۴/۲۔

نِعْمَتِیَ: اسم مضاف ی متکلم مضاف الیہ۔ میرا انعام و فضل پ ۱/۵،۶،۱۵ پ ۲/۲ پ ۶/۵ پ ۷/۵

نِعْمَةً: اسم منصوب نکرہ انعام و احسان پ ۲۶/۱۲ پ ۲۷/۹ نعمت پ ۱/۳ پ ۲۳/۱۵ پ ۲۴/۲۔

(نعمت)

نِعْمَةٍ: اسم مجرور نکرہ۔ انعام و احسان پ ۳/۹،۱۸ پ ۱۴/۱۳ احسان پ ۳۰/۱۷۔

نِعْمَةٌ: اسم مرفوع نکرہ احسان پ ۱۹/۶ پ ۲۹/۴

نِعْمَةَ: اسم منصوب مضاف اس کے بعد آنیوالا اسم ظاہر مضاف الیہ۔ انعام۔ پ ۲/۱۰ و ۱۳ پ ۴/۲ پ ۶/۶ و ۸ پ ۱۳/۱۴، ۱۷ پ ۱۴/۸ و ۹، ۱۰، ۲۱ پ ۲۱/۱۸ پ ۲۳/۱۳ پ ۲۵/۷۔

نِعْمَةِ: اسم مجرور مضاف۔ نعام پ ۱۴/۱۱ پ ۲۱/۳ و ۱۳ پ ۲۷/۴ پ ۲۹/۳ پ ۳۰/۱۸۔

نِعْمَةٍ: آسائش تنعم پ ۲۵/۱۴

اَلنَّعْمَةِ: اسم تنعم عیش آسائش یعنی آسائش و تنعم والے عیش پرست۔ پ ۲۹/۱۲۔

نِعَمَہٗ: نِعَمٌ جمع نِعْمَةٌ واحد بمعنی انعام ہٗ ضمیر غائب اوس کے انعام پ ۲۱/۱۲۔

مذکورۂ بالا تصریح سے واضح ہو گیا کہ قرآن مجید میں نعمت سے عموماً مراد انعام ہے یعنی نعمت دینا احسان کرنا بغیر کسی استحقاق اور رتنبا معاوضہ کے محض اپنے فضل سے عنایت کرنا لیکن پ ۱/۳ پ ۲۳/۱۵ پ ۲۴/۲ میں نعمت سے مراد نعمت ہی ہے یعنی وہ چیز جو بلا استحقاق بغیر معاوضہ کے دی گئی۔

اب بتانا یہ ہے کہ انعام یا نعمت کی صورت کیا ہوتی کیا ہر آیت میں ایک ہی نوع اور ایک ہی قسم کا انعام مراد ہے یا مفہوم جنسی کے اشتراک کے باوجود انعامات کی نوعیت اور صنفیت جدا جدا تھی اہل تفسیر نے ہر انعام کی نوعیت جدا جدا لکھی ہے اور بعض جگہ کوئی مخصوص صنف مراد نہیں ہے عمومی نعمت مراد ہے جہاں سیاق قرانی یا صراحت مفسرین سے مخصوص نوع کا انعام مراد ہے اوس کو ہم لکھتے ہیں۔ پ ۲ آیات الٰہیہ پ ۳/۱۲ پ ۶/۶ پ ۲۳/۴ ایمان و اسلام پ ۳/۸ ثواب پ ۳/۹ سلامتی پ ۶/۸ نبوت اور بادشاہت کا سلسلہ۔ پ ۳/۱۳ بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات دینا پ ۲۱/۴ مکہ کو مقام امن بنا دینا پ ۲۲/۱۲ حرم کے اندر سکونت کرا دینا اور لوٹ مار سے حفاظت کرنا پ ۲۱/۱۲ سمندر کے اندر جہاز دلا کو چلانا پ ۲۱/۱۸ مسلمانوں کو غزوۂ احزاب میں شکست سے بچا لینا پ ۲۵/۷ کشتیاں

جہاز اور ہر قسم کی سواری دنیا پ ۲۵/۱۳ نعمۃ بمعنی تنعم یعنی باغوں چشموں اور ہر سبزہ زاروں سے فائدہ اٹھانا اور عیش اڑانا پ ۱۲/۱۳ رحمت پ ۳۰/۱۸ نبوت وغیرہ پ ۳۰/۱۲ احسان پ ۲۹/۱۳ اَلنَّعمۃ بمعنی تنعم عیش اندوزی پ ۱/۱۰ فرعون کا احسان پرورش حضرت موسیٰ پر۔ باقی آیات میں عموماً انعام اور احسان مراد ہے

واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

نَعَّمَهٗ ، نَعَّمَ، واحد مذکر غائب ماضی تَنعِیمٌ مصدر (تفعیل) ہٗ ضمیر مفعول اوس کو آسائش دی اوس کو نعمت دی۔ پ ۳۰/۱۴ (دیکھو ناعمۃ)

نُعَمِّرْ : جمع متکلم مضارع مجزوم تَعمِیرٌ مصدر (تفعیل) کیا تم کو ہم نے عمر (نہیں) دی تھی پ ۲۲/۱۶ ہم عمر زیادہ کرتے ہیں پ ۲۳/۱۶ (ترجمہ تھانوی)

(دیکھو مُعَمَّرٌ اور المعمور)

نَعمَلْ : جمع متکلم مضارع مجزوم ہم عمل کرینگے ہم عمل کریں یعنی اقرار توحید۔ شرک سے بیزاری فرماں پذیری۔ اطاعت اوامر کی پابندی۔ منہیات سے اجتناب۔ پ ۲۱/۱۵ پ ۲۳/۱۶۔

نَعمَلُ : جمع متکلم مضارع مرفوع ہم عمل (نہیں) کرتے تھے پ ۸/۱۰ ہم کرتے تھے پ ۲۲/۱۶۔

نَعمَلَ : جمع متکلم مضارع منصوب۔ کہ ہم عمل کریں گے ہم عمل کریں شرک سے اجتناب اور فرماں پذیری۔ پ ۸۔

عَمَلٌ اور عُمُلٌ کرنا مصدر (سمع) اِعْمَالٌ (افعال) کام میں لانا کسی کو کارندہ بنانا۔ عَمَلٌ اوس فعل کو کہتے ہیں جس کا صدور کسی جاندار سے بلا ارادہ ہو گویا عمل خاص ہے اور فعل عام فعل بلا ارادہ کام کرنے کو بھی کہتے ہیں اور جمادات کی طرف بھی اس کی نسبت کی جاتی ہے۔ انسان کے علاوہ دوسرے جانوروں کی جانب عمل کرنیکی نسبت صرف عرب کے اس قول میں آئی ہے اَلبَقَرُ العَوَامِلُ۔ کام کرنے والے بیل۔ ہاں العَمَلَةُ کا بھی ماخذ یہی ہے بارکش یا اکنش اونٹنی (راغب)

(دیکھو عمل)

نَعُودَ : جمع متکلم مضارع۔ عَودٌ مصدر (نصر) ہم لوٹ کر آجائیں (تھانوی) پ ۹ (دیکھو عَادَ اور مَعَاد)

نُعِيدُ : جمع متکلم مضارع اِعَادَةٌ مصدر (افعال) ہم لوٹا کر پھر کر دیں گے پ ۱۰/۱۶ ہم لوٹا کر لے جائیں گے پ ۱۴/۱۶ دوبارہ کر دیں گے۔ پ ۱۷ (دیکھو عَادَ اور مُعَاد)

نَعِيمًا : اسم منصوب کثیر نعمت پ ۲۹/۱۹ (دیکھو ناعمۃ)

اَلنَّعِیْمِ: اسم معرفہ مجرور نعمت راحت عیش
پ ۶/۱۳، پ ۱۱/۶، پ ۱۱/۱۳، پ ۱۹/۹، پ ۲۱/۱۰، پ ۳۳/۶، پ ۲۷/۱۴، پ ۲۹/۴، پ ۳۰/۸
نعمت یعنی شکرِ نعمت۔ پ ۳۰/۲۷۔

نَعِیْمٍ: اسم نکرہ مجرور۔ نعمت راحت عیش پ ۲۷/۱۳، ۱۶، پ ۲۹/۸، پ ۳۰/۷، ۸۔

نَعِیْمٌ: اسم نکرہ مرفوع نعمت راحت پ ۱۰/۹۔

فصل الغین المعجمۃ

نُغَادِرُ: جمع متکلم مضارع مجزوم منفی مُغَادَرَۃٌ مصدر (مفاعلۃ) ہم نے رہنہیں (چھوڑنا یعنی نہیں چھوڑیں گے۔ جب کسی چیز کا آئندہ آنا یقینی ہوتا ہے اور مستقبل قریب میں وہ ضرور آنیوالی ہی ہوتی ہے تو اوس کے لئے ماضی کا صیغہ استعمال کرلیا جاتا ہے گویا وہ چیز ہوچکی نُغَادِرُ (مضارع کو لَمْ نے ماضی بنادیا اور بجائے مستقبل کے ماضی استعمال کرنے کی وجہ یہی ہے کہ قیامت کے دن کسی کو نہیں چھوڑا جائے گا۔ پ ۱۵/۱۸۔

غَدْرٌ (اسم) بے وفائی۔ غَدَرٌ برا پتھر پتھریلی جگہ۔ رَجُلٌ ثَبْتُ الْغَدَرِ میدانِ جنگ میں ثابت قدم آدمی۔ مَا اَثْبَتَ غَدَرَہٗ اوس شخص کے متعلق کہا جاتا ہے جسکی زبان خصومت اور ہر لغزش کے مقام میں قابو میں رہے۔

مُغْدِرَۃٌ اور غَدَرَۃٌ تاریک رات غَدَرٌ تاریکی۔ غُدَرٌ مُغْدِرٌ غَدُوْرٌ بے وفا غَادِرٌ بے وفا مرد۔ غُدَّارٌ سخت بے وفا مرد ہو یا عورت

غَدْرٌ اور غَدَرَانٌ مصدر (نصر ضرب سمع) بے وفائی کرنا مفعول پر باء آتا ہے اور کبھی نہیں آتا (صرف ضرب سے آتا لا ب سے پانی پینا (صرف سمع سے) بارش کا پانی پینا لیکن اس وقت مصدر غَدَرٌ آتا ہے۔

غَدِرَ اللَّیْلُ رات اندھیری ہوگئی۔ غَدِرَتِ الْاَرْضُ زمین پتھریلی ہوگئی۔

غَدِرَتِ الْغَنَمُ فِی الْمَرْتَعِ بکریاں چراگاہ میں چَر کر سیر ہوگئیں لیکن اگر فی نہ ہو اور اس کی جگہ عَنْ ہو مثلاً یوں کہا جائے غَدِرَتِ الشَّاۃُ عَنِ الْغَنَمِ تو ترجمہ ہوگا گلہ سے بکری پیچھے رہ گئی۔

اِغْدَارٌ (افعال) بکری اونٹ وغیرہ کو پیچھے چھوڑ کر۔ پیچھے چھوڑنے اور رہجانے کی اجازت دینا۔ مغادرۃٌ اور غِدَارٌ (مفاعلۃ) رہجانا چھوڑنا

(تاج و قاموس و بعض از مفردات)

نُغْرِقْهُمْ: جمع متکلم مضارع مجزوم اغراق مصدر (افعال) ہم ضمیر جمع مذکر غائب مفعول۔ ان کو ہم غرق کر دیں۔ ۲۳/۲ (دیکھو مغرقون)

نُغْرِيَنَّكَ: جمع متکلم مضارع بانون تاکید ثقیلہ اغراءٌ مصدر (افعال) کَ ضمیر خطاب مفعول۔ ہم ضرور ہی تم کو مسلط کر دیں گے ۲۲/۵ (دیکھو اَغْرَيْنَا)

نَغْفِرْ: جمع متکلم مضارع مجزوم۔ مَغْفِرَةٌ مصدر (ضرب) ہم معاف کر دیں گے پ ۹/۱۰ (دیکھو غافر)

فصل الفاء

اَلنَّفّٰثٰتِ: صیغہ مبالغہ جمع اَلنَّفّاثَةُ۔ واحد نَفْثٌ مصدر (ضرب و نصر) خوب دم کرنے والیاں۔ نَفْثٌ مصدر (ضرب و نصر) قدرے تھوک تھوکنا۔ تھکارنا۔ تَفْلٌ بھی تھوکنے کو کہتے ہیں لیکن نَفْثٌ میں تھوک کی کمی اور تَفْلٌ میں تھوک کی زیادتی ہے۔ یہ اصل معنی ہے (راغب) اس کے بعد خون تھوکنے اور دم کرنے کے لئے بھی نفث کا استعمال ہونے لگا۔ دَمٌ نَفِيثٌ زخم سے بہتا ہوا خون۔ نُفَاثَةٌ وہ خون جو مریض کے منہ سے نکلتا ہے (قاموس) مسواک کے وہ ریشے جو دانتوں میں رہ جاتے ہیں اور آدمی ان کو تھوکتا ہے (راغب) اَلنَّفَّاثُ دم کرنے والا النفاثۃ مؤنث نفاثات جمع۔

اَلنَّفّٰثٰتِ فِى الْعُقَدِ جادو گر عورتیں (بغوی) ابوعبیدہ نے کہا لبید بن اعصم یہودی کی لڑکیاں مراد ہیں جنہوں نے رسول اللہ پر جادو کیا تھا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس اور ام المؤمنین حضرت عائشہ کا قول ہے کہ ایک یہودی لڑکا رسول اللہ کا خدمتگار تھا یہودیوں نے سازش کر کے رسول اللہ کی کنگھی کے بال اور کنگھی کے چند دندانے اس لڑکے کی وساطت سے حاصل کر لئے اور لبید بن اعصم کو کام کا ذمہ دار بنایا (معالم) حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ پر ایسا جادو کیا گیا تھا کہ کبھی نہ کئے ہوئے کام کو حضور اقدس خیال کرنے کہ میں کر چکا ہوں۔ سرکار عالی نے دعا کی۔ مجھ سے فرماتے تھے عائشہ تجھے معلوم ہے کہ میں نے اپنے رب سے اس کا حل پوچھا تھا۔ اللہ نے مجھے حل بتا دیا۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ وہ حل کیا تھا فرمایا (خواب میں) دو آدمی میرے پاس آئے ایک سرہانے بیٹھا دوسرا پائنتی۔ ایک نے دوسرے سے پوچھا اس شخص کو کیا دکھ ہے اس نے

کہا اس پر جادو کیا گیا ہے اول نے پوچھا کس نے
کیا ہے دوسرے نے کہا لبید بن اعصم نے۔ اول
بولا کیسے کیا ہے دوسرے نے کہا کنگھی سے ٹوٹے
ہوئے بالوں پر کنگھی کے دانتوں پر اور نر کھجور کے شگوفہ
پر اول نے کہا یہ چیزیں کہاں ہیں دوسرے نے
کہا ذروان میں (بنی زریق کے ایک کنوئیں
کا نام ذروان تھا۔)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلعم
وہاں تشریف لے گئے تھے اور واپس آکر مجھ سے
فرمایا خدا کی قسم اس کا پانی تو مہندی کے نچوڑ کی طرح
تھا اور وہاں کے کھجور کے درخت (یعنی درختوں
کے گچھے) ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے بھوتوں کے
سر۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے اسکو
نکلوا کیوں نہیں دیا فرمایا مجھے تو اللہ نے شفا دے
ہی دی اب میں نے مناسب نہیں سمجھا کہ
لوگوں میں جھگڑا اٹھاؤں۔ انتہی۔

اس روایت میں لبید بن اعصم کا جادو
کرنا ظاہر کیا گیا ہے غالباً اس سے مراد جادو کا
ذمہ دار ہونا ہے ورنہ جادو کرنے والیاں تو اس
کی لڑکیاں تھیں۔

حضرت زید بن ارقم کا قول ہے کہ جبرئیل
نے آکر رسول اللہ کو اطلاع دی تھی کہ ایک
یہودی نے آپ پر جادو کیا ہے اور دم کرکے
گرہیں لگائی ہیں حضور نے وہ چیزیں نکلوا منگوائیں
اور جو گرہ کھولتے تھے بیماری میں خفت محسوس
ہوتی تھی۔ مقاتل اور کلبی کی روایت ہے کہ تانت
میں گیارہ گرہیں لگائی گئی تھیں۔ (بغوی فی المعالم)
جادو کا اثر کب تک رہا اس کے متعلق مختلف روایات
ہیں چالیس روز چھ ماہ ایک سال ان روایات
میں وجہ جامع یہ ہے کہ چالیس روز مرض کی شدت
رہی چھ ماہ تک خفت رہی ایک سال میں بالکل زوال
ہو گیا (لمعات) تین روز تک تو مرض میں بہت
ہی شدت رہی۔ (مرقات)

نَفَادٌ: مصدر (سمع) انقطاع (مدارک)
نَفَادٌ اور نُفُودٌ مصدر (سمع) نابود ہو جانا
یعنی ختم ہو جانا چلا جانا۔ اِنْفَادٌ (افعال) ختم کر دینا
بے توشہ ہو جانا۔ کنوئیں کا پانی ختم ہو جانا۔
مُنَافَدَةٌ (مفاعلہ) باہم جھگڑا کرنا۔ آپس کے جھگڑے
کو حاکم کے پاس لے جانا۔ اِنْتِفَادٌ (افتعال) ختم کر
دینا۔ دودھ پینا۔ اِسْتِنْفَادٌ (استفعال) ختم کر دینا
(تاج و قاموس)

اَلنِّفَاقُ: اسم معرف باللام (مفاعلہ) دو رخا

بن۔ پ ۲۸/۱۱۔ (دیکھو المنافقات)

نِفَاقًا: اسم منصوب نکرہ۔ منافقت۔ دورغا

پن پ ۱۰ / ۱۱۔

نَفْتِنَهُمْ: جمع متکلم مضارع منصوب ہُمْ

ضمیر مفعول فِتْنَۃٌ اور فُتُوْنٌ مصدر کہ ہم اون کا

امتحان لیں پ ۱۶ / ۲۴ (دیکھو فاتنین اور فتنا)

نَفَخَ: واحد مذکر غائب ماضی معروف نَفْخٌ مصدر

(نصر) اوس نے پھونکا یعنی پہلے بے جان تھا

پھر اوس کو زندہ حساس بنا دیا (مجلی) پ ۱۴/۲۱۔

نَفْخَۃٌ اور نِفْخَۃٌ ایک بار پھونکنا۔ پیٹ پھولنا

نَفَخٌ بھر پور جوان نَفِیْخٌ دھونکنی وہ شخص جس کے

متعلق پھونکنے کی خدمت ہو نُفَاخٌ پیٹ

کا اپھارہ نَفْخَاءُ اونچی زمین۔ بھربھری مٹی کا

ڈھیر۔ نَفْخٌ مصدر (نصر) پھونکنا۔ پھونک مارنا

دل چڑھنا۔ تَنْفِیْخٌ (تفعیل) پھونک مارنا۔ اِنْتِفَاخٌ

(افتعال) پھول جانا۔

نُفِخَ: واحد مذکر غائب ماضی مجہول نَفْخٌ مصدر

(نصر) پھونکا گیا یعنی یقینی طور پر پھونکا جائیگا

پ ۱۶/۲۶ پ ۲/۲۳ پ ۱۶ میں نفخۂ دوئم مراد ہے پ ۲۴/۱۲۔

ء میں نفخۂ اول اور ۲ء میں نفخۂ دوئم مراد ہے۔

پ ۲/۱۸ مختلف فیہ ہے حضرت ابن مسعود نے فرمایا

نفخۂ دوئم مراد ہے۔ سعید بن جبیر کی روایت

میں حضرت ابن عباس کے نزدیک نفخۂ اول

اور عطاء کی روایت میں ابن عباس کے نزدیک

نفخۂ دوئم مراد ہے پ ۲۹ میں نفخۂ اول مراد ہے

نَفْخَۃٌ: ایک بار پھونکنا پ ۲۹/۵ نفخۂ اول مراد ہے

نَفَخْتُ: واحد متکلم ماضی معروف۔ نَفْخٌ سے

(جب) میں پھونک دوں پ ۲۳/۱۴ یعنی مستقبل

نَفَخْنَا: جمع متکلم ماضی معروف نَفْخٌ سے۔ ہم

نے پھونک دی پ ۱۷ پ ۲۸/۳۰۔

نَفِدَ: واحد مذکر غائب ماضی معروف نُفُدٌ

اور نَفَادٌ مصدر (سمع) (ضرورتا) ختم ہوجائے (یعنی

نکھنے نکھتے) پ ۱۶/۳۔

نَفِدَتْ: واحد مؤنث غائب ماضی معروف

نَفَادٌ سے ختم (نہ) ہول پ ۲۱/۱۲ (دیکھو نفاد)

نَفَرَ: واحد مذکر غائب ماضی معروف نَفْرٌ

نُفُوْرٌ اور نِفَارٌ مصدر (سمع وضرب) دیکھو (نفر)

نکل کر جائے۔ پ ۱۱/۳۔

نَفَرٌ: اسم جمع۔ جماعت۔ متعدد افراد کی ٹولی

پ ۲۹/۱۱ طائف سے ناکام واپسی میں رسول اللہ ایک

نخلستان میں اترے۔ رات میں نماز پڑھ رہے تھے

تو نصیبین (علاقہ یمن) کے چند جن (سات یا نو) آئے

اور او نہوں نے قرآن مجید سنا (محمد بن کعب قرظی) عکاظ کے بازار کو جاتے میں رسول اللہ صلعم ایک نخلستان میں اترے اور فجر کی نماز صحابہ کو پڑھا رہے تھے تو تہامہ کی طرف سے گذرنے والے جنات کی جماعت اتر پڑی اور قرآن سننے لگی (قول ابن عباس بروایت سعید بن جبیر) حضرت ابن مسعود کی ایک طویل روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور کو حکم دیا گیا تھا کہ جنات کو تبلیغ قرآن کریں اسی غرض سے جنات کی ایک جماعت کو بھیجا گیا یہ لوگ نینوی (قریب کوفہ علاقہ عراق) کے رہنے والے تھے صحابیوں کی جماعت اگرچہ موجود تھی لیکن صرف میں حضور کے ساتھ نکلا ایک جگہ پہونچکر حضور والا نے میرے گرد اگرد لکیر کا حصار کھینچدیا اور فرمایا یہاں سے نہ نکلنا اور خود ایک طرف تشریف لے گئے ایک جگہ پہونچکر قرآن شروع کیا میں نے دیکھا کہ گدھوں کی طرح کچھ جانور اوپر سے نیچے گرے پڑ رہے ہیں یہانتک کہ پھر میں نے حضور کی آواز نہیں سنی کچھ دیر کے بعد بادلوں کی طرح چھٹنے لگے فجر تک حضور فارغ ہو گئے اس بیان کے آخر میں ہے کہ ابن مسعود نے کہا میں نے سفید کپڑے پہنے کچھ کالے آدمی دیکھے تھے حضور نے ارشاد فرمایا وہ نصیبین کے جنات تھے ایک مقتول کے قتل کے متعلق اون میں اختلاف تھا میرے پاس فیصلہ کروانے آئے تھے میں نے ان کا صحیح فیصلہ کر دیا. قتادہ کی روایت سے ثابت ہے کہ حضرت ابن مسعود نے فرمایا ایک رات کو حضور والا غائب ہو گئے ہم نے ہر چند تلاش کی لیکن ناکام رہے صبح کو حرا کی طرف سے تشریف لائے اور فرمایا جنات کا قاصد آیا تھا میں اس کے ساتھ گیا تھا میں نے جنات کو قرآن پڑھ کر سنایا اس کے بعد حضور ہم کو ساتھ لے گئے اور جنات کے کچھ آثار اور آگ کے کچھ نشانات دکھائے (مسلم) شعبی نے اسی روایت میں کہا ہے وہ جزیرہ (علاقہ شام) کے جنات تھے (معالم) ابن عباس نے فرمایا نصیبین کے جنات کی تعداد سات تھی۔ زر بن حبیش نے فرمایا نو تھے۔ مختلف روایات سے یہ بات ثابت ہوئی کہ جنات کے قرآن سننے یا حضور سے ملاقات کرنے کے متعدد واقعات ہوئے اور کئی جگہ پر کئی جگہ کے جنات حاضر ہوئے۔

نَفَرًا اسم جمع منصوب جماعت متعدد افراد کی ٹولی ۴/۲۴ جنات کی جماعت ۱۵/۱۴ کثیر خاندان

(دیکھو مُّسْتَنْفِرَةٌ)

نَفْرُغُ : جمع متکلم مضارع۔ فراغٌ سے (نصر) ہم قصد کریں گے۔ ہم متوجہ ہوں گے (حساب کی طرف) پ۲۷/۱۲ (دیکھو فارغاً)

نُفَرِّقُ : جمع متکلم مضارع یعنی حال تفریقٌ مصدر (تفعیل) فرقٌ مادہ ہم تفریق (نہیں) کرتے (کہ کسی پیغمبر کو سچا اور کسی کو جھوٹا کہیں بلکہ سب کو سچا کہتے ہیں) پ۳/۱۶ و ۱۸/۱۷ (دیکھو الفارقات)

نَفْسٌ : اسم مفرد نکرہ مرفوع اَنْفُسٌ اور نفوسٌ جمع۔ جان، مراد جاندار یعنی شخص پ۱/۶ و ۱۵ پ۲/۱۴ پ۷/۱۴ پ۱۲/۹ پ۱۷/۴ پ۲۱/۱۳ و ۱۵ پ۲۳/۳ پ۲۴/۲ پ۲۸/۶ ۔ پ۳۰/۷ و ۲ نفس مطمئنہ پ۳۰/۱۳۔

نَفْسٍ : اسم مفرد نکرہ مجرور۔ جان، مراد شخص پ۱/۶ و ۱۵ پ۳/۶ و ۱۱ پ۴/۶ و ۸ و ۱۰ و ۱۲ پ۶/۹ پ۷/۱۸ پ۸/۷ پ۹/۱۴ پ۱۱/۹ و ۱۱ و ۱۵ پ۱۳/۱۱ و ۱۲ و ۱۹ پ۱۴/۲۱ پ۱۵/۲۲ پ۱۶/۱۰ پ۱۷/۳ پ۲۱/۱ و ۱۲ و ۱۵ پ۲۳/۱۵ پ۲۴/۳ و ۷ پ۲۵/۱۹ پ۲۶/۱۶ پ۲۹/۱۶ پ۳۰/۷ و ۱۱ قوت ممیزہ۔ پ۳۰/۱۶

نَفْسًا : اسم مفرد نکرہ منصوب جان، مراد شخص پ۱/۷ پ۳/۸ پ۶/۹ پ۷/۹ و ۱۲ پ۱۵/۲۲ پ۱۶/۱۱ پ۱۸/۴ پ۲۰/۵ و ۷ پ۲۹/۱۴ و ۱۷ دل پ۲/۱۴ ۔

اَلنَّفْسَ : اسم مفرد معرفہ منصوب جان مراد شخص۔ پ۶/۱۱ پ۹/۶ پ۱۲/۱۴ جی۔ دل پ۳۰/۱۴ نفس امارہ پ۱۳/۱ اس میں الف لام مضاف الیہ کے عوض میں آیا ہے یعنی حضرت یوسف کا نفس امارہ یا الف لام جنسی ہے یعنی عام نفس امارہ۔

اَلنَّفْسِ : اسم مفرد مجرور جان، مراد شخص پ۶/۱۱ نفس لوامہ پ۲۹/۱۷ ۔

نَفْسِ : اسم مفرد مجرور مضاف جان، مراد دل، جی پ۱۳/۲ ۔

اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ نفس کا معنی ہے جان لیکن اس سے مراد کبھی تنفس یعنی شخص کبھی جی دل کبھی نفس امارہ کبھی نفس لوامہ کبھی نفس مطمئنہ اور کبھی قوت ممیزہ ہوتی ہے مگر نفس کا عمومی بیشتر استعمال شخص ہی کے لئے کیا گیا ہے ان معانی کے علاوہ بھی قرآن نے دوسرے معانی کے لئے اس لفظ کا استعمال کیا ہے مثلاً مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا میں نفس سے مراد ہے جنس اور نوع (روح المعانی) اور فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ میں مراد ہیں بھائی بند۔ اور لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِيْ میں نفس سے مراد ہے ذات اور شخصیت اور يُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ میں نفس سے مراد ہے ذات یعنی اس کا عذاب (تاج) باقی تنقیح کے لئے دیکھو القاموس (

نُفْسِدَ: جمع متکلم مضارع افساد مصدر (افعال) ہم بگاڑ پیدا کریں، ہم فساد پھیلانے کے لئے پ ۳/۳

نَفْسَہٗ: اسم منصوب مضاف ہٗ ضمیر مضاف الیہ۔ اوس کو، اوس کو، اوس پر۔ پ ۱/۱۶ پ ۲/۹، ۱۳ پ ۳/۷ پ ۵/۱۳ پ ۲۵/۱۶، ۱۷ ہر جگہ نفس سے مراد ہے ذات شخصیت۔

نَفْسِہٖ: اسم مجرور مضاف ہٖ ضمیر مضاف الیہ۔ ذات شخصیت۔ پ ۱/۱ پ ۷/۸، ۱۳، ۱۹ پ ۱۱/۱۶ پ ۱۲/۱۳، ۱۴ اور ۱۴، ۱۷ پ ۱۵/۲، ۱۷ پ ۱۹/۱۸ پ ۲۰/۱۳، ۱۳ پ ۲۱/۱۰ پ ۲۲/۱۶، ۱۵ پ ۲۳/۷ پ ۲۴/۱، ۲۱ پ ۲۵/۱۸ پ ۲۶/۸، ۹ پ ۲۸/۱۷ دل پ ۱۲/۳ پ ۱۶/۱۲ قوت شہوانیہ پ ۲۸/۱۶، ۴ -

نَفْسُہٗ: اسم مرفوع مضاف ہٗ ضمیر مضاف الیہ نفس امارہ پ ۶/۹ دل پ ۲۶/۱۶ -

آیات پ ۳/۱۱ پ ۷/۵ اور پ ۶/۱۲ میں اللہ کی ذات مراد ہے باقی آیات میں انسان کی ذات و شخصیت یا دل یا نفس امارہ یا قوت شہوانیہ حسب ذیل تفصیل مذکور

نَفْسِہَا: اسم مجرور مضاف ہا ضمیر واحد مؤنث مضاف الیہ اوسکی ذات۔ پ ۱۴/۲۱ -

نَفْسَہَا: اسم منصوب مضاف ہا ضمیر مضاف الیہ۔ اوس نے اپنی شخصیت اور ذات۔ پ ۲۲/۳ -

نَفْسُکَ: اسم مرفوع مضاف کَ ضمیر خطاب مضاف الیہ پ ۲۲/۱۴ دم، جان، زندگی۔

نَفْسَکَ: اسم منصوب مضاف کَ ضمیر خطاب مضاف الیہ پ ۵/۸ پ ۱۵/۱۳، ۱۶ پ ۱۹/۵ ذات زندگی۔

نَفْسِکَ: اسم مجرور مضاف کَ ضمیر خطاب مضاف الیہ پ ۵/۸ پ ۷/۹ ذات پ ۹/۱۴ دل پ ۱۵/۲ ذات شخص پ ۲۳/۲ دل۔

نَفْسِیْ: اسم مضاف ی مجزوم ضمیر متکلم مضاف الیہ اپنی ذات۔ اپنا آپا۔ پ ۷/۸ پ ۹/۱۳ پ ۱۱/۷، ۱۰ پ ۱۲/۱۳ پ ۱۳/۱ پ ۱۶/۱۱ پ ۱۹/۱۸ پ ۲۰/۵ پ ۲۳/۱۲ دل پ ۷/۹ نفس شیطانی یعنی نفس امارہ۔ پ ۱۶/۱۴ ۔

نَفَشَتْ: واحد مؤنث غائب ماضی معروف نَفْشٌ مصدر (نصر) بکریوں نے کھیت کو بغیر چرواہے کے رات کو چر لیا (محل) (بکریاں کھیت میں رات کے وقت جا پڑیں (ترجمہ تھانوی) یہاں نَفْش کا معنی ہے دھنکنا رات کو پھیلانا۔ (دیکھو المنفوش)

نُفَصِّلُ: جمع متکلم مضارع تفصیل مصدر (تفعیل) ہم تفصیل وار بیان کرتے ہیں۔ ہم کھول کر بیان کرتے ہیں۔ پ ۷/۱۴ پ ۸/۱۱ پ ۹/۱۲ پ ۱۰/۸ پ ۱۱/۸ پ ۲۱/۷
(دیکھو فاصلین و فصل و فصلنا)

نُفَضِّلُ: جمع متکلم مضارع تفضیل مصدر (تفعیل) ہم فوقیت دیتے ہیں، ہم فضیلت

دیتے ہیں۔ پ ۱۳/۸۔ (دیکھو فَضَّلَ اور فضل)

نَفْعًا : مصدر منصوب (فتح) فائدہ۔ فائدہ پہونچانا پ ۳/۱۴۔ پ ۷/۱۴۔ پ ۹/۱۳۔ پ ۱۱/۱۱۔ پ ۱۳/۸۔ پ ۱۶/۱۳۔ پ ۱۹/۱۴۔ پ ۲۳/۱۱۔ پ ۲۶/۱۔ نَفْعٌ، نَفِيْعَۃٌ، مَنْفَعَۃٌ فائدہ (دیکھو منافع)

نَفَعَتِ : واحد مؤنث غائب نَفْعٌ مصدر (فتح) اصل میں تاء ساکن تھی بعد کو آنے والے لفظ کے ساتھ ملانے کی وجہ سے متحرک ہو گئی۔ (اگر) مفید ہو (ماضی شرط کی وجہ سے بمعنی مستقبل ہے۔ (دیکھو منافع)

نَفْعَلُ : جمع متکلم مضارع مرفوع فِعْلٌ مصدر (فتح) ہم کریں گے پ ۲۳/۲ ہم کرتے ہیں گریں گے۔ پ ۲۹/۲۱۔

نَفْعَلَ : جمع متکلم مضارع منصوب فِعْلٌ مصدر (فتح) کہ ہم کریں۔ کہ ہم تصرف کریں۔ پ ۱۲/۸ [illegible]

نَفْعِهٖ : اسم مجرور مضاف ہ ضمیر مضاف الیہ اوس کے فائدہ سے پ ۱۷/۱۴ یعنی خیالی اور مفروضہ فائدہ سے۔ (دیکھو منافع)

نَفَعَهَا : ماضی واحد مذکر غائب نَفْعٌ سے ھا ضمیر مفعول کہ اوسکو نفع دیا ہوتا۔ مولانا تھانوی نے ترجمہ کیا ہے۔ اوسکو نافع ہوتا۔ پ ۱۱/۱۵

نَفْعِهِمَا :- اسم مجرور مضاف ھما مضاف الیہ اون دونوں کے منافع (سے) پ ۲ (دیکھو منافع)

نَفَقًا : اسم منصوب مفعول۔ سرنگ، پ ۷ (دیکھو المنافقات)

نَفَقَةً : اسم منصوب خرچ یعنی اللہ کی راہ میں، پ ۱۱/۲ (دیکھو المنافقات)

نَفَقَةٍ : اسم مجرور۔ خرچ یعنی صدقہ خیرات زکوٰۃ پ ۳۔ (دیکھو المنافقات)

نَفَقَاتُهُمْ : جمع مضاف نَفَقَۃٌ واحد ھم مضاف الیہ۔ اونکی خیر خیرات۔ پ ۱۲/۱ (دیکھو المنافقات)

نَفْقِدُ : جمع متکلم مضارع فَقْدٌ و فِقْدَانٌ مصدر (ضرب) ہم گم پاتے ہیں۔ ہم کو نہیں ملتا۔ پ ۱۳ فَاقِدٌ وہ عورت جس کا شوہر یا بچہ مرگیا ہو یا گم ہوگیا ہو۔ ہر مادہ جس کا بچہ ضائع ہوگیا ہو۔ فَقِيْدٌ اور مَفْقُوْدٌ گم شدہ کھویا ہوا محاورہ ہے مَاتَ غَيْرَ فَقِيْدٍ یا غَيْرَ مَفْقُوْدٍ۔ یعنی وہ مر گیا اور کسی نے اوس کے نہ ہونے کی پرواہ بھی کی فَقْدٌ، فُقْدَانٌ، فِقْدَانٌ مصادر (ضرب) کھو دینا۔ نہ پانا فقود بھی مصدر آیا ہے۔ اِفْتِقَادٌ (افتعال) گم کرانا یہ دو مفعول چاہتا ہے تَفَقُّدٌ (تفعل) گم شدہ کو ڈھونڈنا۔

تَفَاقَدَ (تفاعل) باہم ایک کا دوسرے کو دینا نہ پانا۔ اِفْقَادٌ افتعال) کھو دینا اور کھوئی ہوئی چیز کو ڈھونڈھنا۔ (قاموس و تاج)

نَفْقَهُ : جمع متکلم مضارع فِقْهٌ مصدر (سمع) ہم (نہیں) سمجھتے۔ پ۱۲۔

فِقْهٌ سمجھ، دانش، علم، فِقْهٌ، دانشمند۔ دین کا عالم سمجھدار، فَقِيْهٌ، دانشمند۔ دین کی عالم عورت فَقِيْهَةٌ عقلمند، عالم۔ دین کا عالم۔ سمجھدار فُقَهَاءُ جمع فَقِيْهَةٌ مؤنث فُقَهَاءُ اور فُقَائِہ جمع فِقْهٌ، مصدر (نصر) علم فقہ میں مقابل پر غالب آنا (سمع) سمجھنا، جاننا فَقَاهَةٌ مصدر (کرم) فقیہ ہونا۔ اگر مفعول پر باء داخل کیجائے مثلاً فَقِهَ بِالشَّیْءِ کہا جائے تو جاننے اور سمجھنے کا معنی ہوتا ہے۔ اِفْقَاهٌ (افعال) اور تَفْقِيْهٌ (تفعیل) سمجھانا۔ آگاہ کرنا واقف بنانا تَفَقُّهٌ (تفعل) سمجھنا۔ فقیہ ہونا مُسْتَفْقِهَةٌ وہ عورت جو دوسری نوحہ کرنے والی عورت کے جواب میں نوحہ کرتی ہے۔

نُفُوْرٍ : مصدر مجرور (نصر و ضرب) بھاگنا۔ دور ہونا۔ مراد حق سے دور ہونا (خازن) پ۲۹۔

نُفُوْرًا : مصدر منصوب (نصر و ضرب) دور ہونا۔ بھاگنا پ۱۵ قرآن۔ اسلام اور حق سے دور ہونا پ۱۹ ایمان سے دور ہونا پ۲۲ ہدایت سے دور ہونا۔ (دیکھو مستنفرۃ)

اَلنُّفُوْسُ : جمع النفس واحد اشخاص لوگ پ۳۰ (دیکھو نفس)

نُفُوْسِكُمْ : جمع مجرور مضاف کم مضاف الیہ (جو) تمہارے دلوں (میں ہے) پ۱۵ (دیکھو نفس)

نَفِيْرًا : صفت مشبہ یا جمع یا مصدر خاندان کنبہ یا جہادی دستہ دشمنوں سے جنگ کرنے کے لئے نکلنے والا یا نکلنا۔ پ۱۵ لفظ نفیر یا بمعنی نافر ہے یعنی صفت مشبہ بمعنی اسم فاعل ہے یعنی وہ لوگ جو ضرورت کے وقت ساتھ نکل جاتے ہیں قبیلہ یا کنبے کے افراد یا نَفَرٌ، نَفْرٌ کی جمع ہے جیسے عُبَيْدٌ، عَبْدٌ کی اس وقت وہ جہادی دستہ مراد ہوگا جو دشمنوں سے مقابلہ کرنے کیلئے جاتا ہے۔ یہ قول زجاج کا ہے یا نفیر مصدر ہے یعنی خروج یا زیادہ نکلنے والے۔ لیکن اس سے زیادہ اسکی تشریح میں علامہ زمخشری نے کشاف میں کہا ہے کہ بنسبت تمہارے زیادہ نکلنے والے یعنی جو حالت تمہاری ہے اس سے زیادہ۔ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ نے نفیرا کا ترجمہ جماعت

کیا ہے۔ (دیکھو مستنفرۃ)

فصل القاف

نُقَاتِلْ: جمع متکلم مضارع مجزوم۔ مُقَاتَلَۃٌ مصدر (مفاعلہ) ہم لڑیں ۴ پ (دیکھو قَاتَلَ)

نُقَاتِلَ: جمع متکلم مضارع منصوب۔ مُقَاتَلَۃٌ مصدر (مفاعلۃ) ہم کیوں نہیں لڑیں گے ۲ پ۔ (دیکھو قَاتَلَ)

نَقْبًا: اسم منصوب۔ شگاف۔ سوراخ ۱۶ پ۔

نُقْبٌ۔ پہاڑی راستہ۔ پراگندہ ٹکڑے نُقُبٌ اور اَنْقَابٌ جمع۔ نِقْبَۃٌ موزہ پر نقاب ڈالنا۔ نُقْبَۃٌ رنگ۔ آواز۔ نَقِیْبٌ ترازو کی زبان۔ قوم کا سردار۔ قوم کے نسبوں کا عالم نُقَبَاءُ جمع۔ نَقِیْبَۃٌ نفس۔ عقل۔ مشورہ۔ سرشت کام۔ رائے کی تیزی۔ نِقَابٌ عورت کے منہ اور پیٹ کو چھپانیوالا پردہ۔ نیک عقلمند تجربہ کار آدمی۔ سخت زمین کے اندر کا راستہ۔

مُنْقَبٌ پہاڑی راستہ۔ سوراخ کی جگہ۔

مَنْقَبَۃٌ پہاڑی راستہ۔ کسی کی بزرگی جو مایۂ ناز ہو۔ ہنر۔ تعریف دیوار۔ دو گھروں کے درمیان کا تنگ راستہ۔ مِنْقَبٌ نشتر

نِقَابَۃٌ مصدر (نصر) بوساطت علیٰ کسی قوم کا نقیب ہونا۔ بوساطت فِی، چکر لگانا، اندر گھومنا، بذریعہ معنیٰ کر دینا، انکوائری کرنا۔ بحث کرنا کسی بات کو کھولنا۔ اگر مفعول پر کوئی حرف جر نہ ہو تو درپے ہونے اور ذلیل و بدبخت ہونے کا معنی آتا ہے۔ نَقْبٌ مصدر (نصر) دیوار وغیرہ میں سوراخ کرنا۔ نَقَبٌ مصدر (سمع) پھٹ جانا۔ نَقَّبَ فِی الْبِلَادِ بستیوں میں دوڑتا ہوا گیا۔

نَقَابَۃٌ مصدر (کرم و سمع) نقیب بن جانا۔

اِنْقَابٌ مصدر (افعال) زمین میں چلنا۔ دریان یا نقیب ہوجانا۔ تَنْقِیْبٌ (تفعیل) گھومنا گشت لگانا۔ نِقَابٌ مصدر (مُفَاعَلَۃ) کسی سے اچانک ملاقات کرنا۔ اِنْتِقَابٌ مصدر (افتعال) نقاب پہننا۔ (لسان و تاج و قاموس)

نَقَّبُوْا: جمع مذکر غائب ماضی معروف۔ تَنْقِیْبٌ مصدر (تفعیل) وہ گھومے ۲۶ پ (دیکھو نَقْبًا)

نَقْتَبِسْ: جمع متکلم مضارع۔ اِقْتِبَاسٌ مصدر (افتعال) ہم روشنی حاصل کرلیں۔ ۲۸ پ (دیکھو قَبَسٌ)

نُقَتِّلْ: جمع متکلم مضارع۔ تَقْتِیْلٌ مصدر (تفعیل) مولانا تھانوی اور اکثر مترجمین نے ترجمہ کیا ہے ہم قتل

کرنا شروع کر دیں لیکن ان بزرگوں نے باب تفعیل کا لحاظ نہیں فرمایا یہ مفہوم تو تفعّل کا ہے تفعیل کے مادہ میں تو مبالغہ ہونا چاہیے اسلئے زیادہ مناسب ترجمہ ہو گا ہم ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے۔ پ ۹/۵ (دیکھو تاتل)

نَقْدِرَ: جمع متکلم مضارع منصوب قَدْرٌ مصدر (ضرب) ہم تنگی نہیں کریں گے (راغب) ہم دار و گیر نہیں کرینگے (تھانوی) اسجگہ نَقْدِرَ قدرت سے مشتق نہیں کیونکہ اللہ کو عاجز تصور کرنا علم نبوت کے منافی ہے اس لئے قَدْرٌ سے مشتق ہے اور چونکہ اس کے بعد عَلٰی ہے اور علیٰ عربی کلام میں ضرر کے موقع پر بھی آتا ہے اسلئے مطلب یہ ہوا کہ ہم یونس کے خلاف کوئی مواخذہ نہیں کریں گے مولانا تھانوی نے حرف عَلٰی کو سامنے رکھ کر ہی دار و گیر کرنے کا معنی بیان کیا ہے لیکن راغب نے لفظ قدر کے استعمال کو سامنے رکھا قَدَرَ عَلَیْہِ رِزْقَہٗ کا معنی ہے روزی کو تنگ کر دیا اس لئے لَنْ نَقْدِرَ کا ترجمہ ہوا ہم یونس پر کوئی تنگی نہیں کریں گے حاصل دونوں کا ایک ہی ہے۔ (دیکھو قادر)

نُقَدِّسُ جمع متکلم مضارع تَقْدِیْسٌ مصدر (تفعیل) ہم تجھے پاک جانتے ہیں تیری پاکی بیان کرتے ہیں۔ پ ۱/۴ (دیکھو القدوس)

نَقْذِفُ: جمع متکلم مضارع قَذْفٌ مصدر (ضرب) ہم پھینک مارتے ہیں پ ۱۷/۲ (دیکھو قذف قذفنا)

نُقِرَ: واحد مذکر غائب ماضی مجہول نَقْرٌ مصدر (نصر) جب پھونکا جائیگا (ماضی یعنی مستقبل) پ ۲۹/۱۵ نَقْرٌ کا معنی ہے کھٹ کھٹ کرنا اور کھٹ کھٹ کرنے سے آواز پیدا ہونا لازم ہے اور صور پھونکنے سے بھی آواز پیدا ہو گی اس مناسبت سے نقر کا ترجمہ پھونکنا کر دیا گیا۔ (دیکھو الناقور)

نُقِرُّ: جمع متکلم مضارع اِقْرَارٌ مصدر (افعال) ہم ٹھہرائے رکھتے ہیں (دیکھو قرار) پ ۱۷/۸۔

نَقْرَءُ: جمع متکلم مضارع قراءۃ مصدر (فتح) ہم پڑھ بھی لیں۔ پ ۱۵/۱۰ (دیکھو قَرَءَ اور قرآن)

نُقْرِئُکَ: جمع متکلم مضارع اِقْرَاءٌ مصدر (افعال) کَ ضمیر مفعول ہم آپ کو پڑھا دیا کریں گے پ ۳۰/۱۲ (دیکھو قَرَءَ اور قُرْاٰنًا)

نَقْصٌ: (مصدر) کم کرنا (اسم) کمی (نصر) یعنی آفات۔ امراض اور مہلکات بھیج کر۔ پ ۲/۳ پ ۹۔ (دیکھو منقوص)

نَقُصُّ : جمع متکلم مضارع مرفوع قَصَصٌ مصدر (نصر) ہم قصہ بیان کرتے ہیں۔ پ ۔ پ ۔ پ پ پ ۔ (دیکھو القصص اور قصصنا)

نَقْصُصْ : جمع متکلم مضارع مجزوم قَصَصٌ مصدر (نصر) (اون کا قصہ) ہم نے نہیں بیان کیا۔ پ پ ۔ (دیکھو القصص)

نَقُصَّنَّ : جمع متکلم مضارع بانون تاکید ثقیلہ قَصَصٌ سے ہم ضرور ہی بیان کریں گے پ (حوالہ مذکورہ)

نَقُصُّہٗ : جمع متکلم مضارع ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مفعول قَصَصٌ مصدر (نصر) ہم اوسکو بیان کرتے ہیں۔ پ ۔ (حوالہ مذکورہ)

نَقَضَتْ : واحد مؤنث غائب ماضی معروف نَقْضٌ مصدر (نصر) اس عورت نے توڑ دیا۔ بل کو کھولدیا۔ پ (دیکھو النقض)

نَقْضِہِمْ : مصدر مجرور مضاف ہم مضاف الیہ (نصر) اون کو توڑدینے کی وجہ سے۔ پ (دیکھو النقض)

نَقْعًا : اسم منصوب۔ غبار۔ خاک۔ پ

نَقْعٌ شتر مرغ کی آواز۔ پانی پر جمع ہونے کی تنگ جگہ۔ کنوئیں میں جمع شدہ پانی۔ گرد وغبار

نقائعُ و نقوعٌ جمع۔ نَقِیْعٌ ٹھیرا ہوا خوش مزہ پانی۔ ٹھنڈا میٹھا پانی۔ شراب۔ انگور کھجور اور ہر پھل کا بھگویا ہوا عرق۔ آواز۔ فریاد۔ نَقِیْعَۃٌ مسافر مہمان نُقاعَۃٌ وہ پانی جسمیں کوئی چیز بھگوئی جائے۔ اَلنَّقُعُ پیاس بجھانیوالی چیز۔ مَنْقَعٌ اور مُنْتَقَعٌ پانی جمع ہونے کی جگہ۔ مِنْقَعَۃٌ چھوٹا برتن جسمیں دودھ اور کھجوریں ملاکر بچوں کو کھلاتے ہیں۔

نُقُوْعٌ مصدر (نصر) کسی چیز کو پانی میں بھگونا۔ برا کہنا۔ پیچھے چلنا۔ پیاس بجھانا۔ چیخنا۔ پیٹنا۔ گریبان پھاڑنا۔ مسافر کی بھلائی کرنا۔ شفا پانا۔ اِنْقاعٌ (افعال) سیراب کردینا۔ دوا یا پھل وغیرہ کو پانی میں بھگونا۔ چیخنا۔ فریاد کرنا۔ پانی کا رنگ متغیر ہوجانا۔ مردہ کو دفن کرنا۔ سجانا۔

نَقْعُدُ : جمع متکلم مضارع قُعُوْدٌ مصدر (نصر) ہم بیٹھتے تھے (حکایت حال ماضی) پ (دیکھو قاعدًا)

نُقَلِّبُ : جمع متکلم مضارع۔ تَقْلِیْبٌ مصدر (تفعیل) ہم (حق کی طرف سے) پھیر دیتے ہیں۔ موڑ دیتے ہیں۔ پ (دیکھو قلب)

نُقَلِّبُہُمْ : جمع متکلم مضارع تَقْلِیْبٌ مصدر (تفعیل) ہُمْ ضمیر غائب مفعول۔ ہم اونکو کروٹ

ستے تھے ۔ ۱۵/۱۴ ۔ (دیکھو قلب)

نَقَمُوْا: جمع مذکر غائب ماضی معروف نَقْمٌ مصدر (ضرب) انہوں نے برا (نہ) جانا انہوں نے قابل عیب (نہ) سمجھا ۸/۸۵ (دیکھو مستقمون)

نَقُوْلُ: جمع متکلم مضارع قَوْلٌ مصدر (نصر) ہم کہیں گے۔ ۱۰/۲، ۹/۱۸، ۸/۱۱، ۱۷/۲۲، ۱۲/۲۶ ہم کہتے ہیں ۷/۱۲، ۵/۴۳، ۱/۴۹ ہم کہہ رہے ہیں ۲/۱۳ ۱/۲ ہم حکم دیں گے ۲/۱۶ (دیکھو قال) (نوٹ ۱۲/۲۴ میں نَقُوْلُ ہے باقی آیات میں نَقُوْلُ۔

نَقُوْلَنَّ: جمع متکلم مضارع بانون تاکید ثقیلہ (نصر) ہم ضرور ہی کہیں گے۔ ۱۹/۱۸ ۔

نَقِيْبًا: اسم منصوب سردار۔ قوم کی طرف سے وفاء عہد کا ذمہ دار (سیوطی) قوم کے حالات کی تفتیش کرنے والا۔ ہر ایک کی پوچھ گچھ کرنے والا (مدارک) ۵/۱۲ (دیکھو نُقَبَاءُ)

نَقِيْرًا: اسم منصوب کھجور کی گٹھلی کے اوپر کا چھلکا مراد حقیر ترین چیز ۴/۵۳ اردو میں کسی چیز کی بالکل نفی کرنی ہوتی ہے تو کہتے ہیں تل برابر بھی ایسا نہ ہوگا ذرا بھی نہیں ہے۔ اسی مفہوم کو ادا کرنے کے لئے عربی میں نقیر کہا جاتا ہے اسی لئے آیت ۴/۱۲۴ کا مولانا تھانوی نے ترجمہ کیا ہے اور تیر ذرا بھی ظلم نہ ہوگا۔ (دیکھو النساء قورا)

نُقَيِّضْ: جمع متکلم مضارع تَقْيِيْضٌ مصدر (تفعیل) قَيْضٌ مادہ۔ ہم مقدر کر دیتے ہیں ہم سبب بنا دیتے ہیں (قاموس و سیوطی) ہم اوس کے اور شیطان کے درمیان تخلیہ کر دیتے ہیں (قاموس و تاج و لسان) ۲۵/۳۶

قَيْضٌ انڈے کا بیرونی چھلکا۔ ہذا قِيَاضٌ لَهٗ اور ہذا قَيْضٌ لَهٗ یہ اوس کے برابر ہے یہ اوس کی مثل ہے قَيْضَةٌ ہڈی کے ریزے قَيْضٌ جمع بِئْرٌ مُقَيَّضَةٌ وہ کنواں جس میں پانی بہت ہو ۔

قَيْضٌ مصدر (ضرب) تبادلہ کرنا کسی چیز کے عوض اسی کی مثل لے آنا۔ پھاڑنا۔ اِقْتِيَاضٌ پھاڑنا قَيَّضَ اللّٰهُ فُلَانًا بِفُلَانٍ اللہ فلاں شخص کو فلاں کی طرف لے آئے اوس کو آمادہ کر دے لیکن اگر با کی جگہ لام ذکر کیا جائے تو مقدر کر دینے مقرر کر دینے سبب بنا دینے اور تخلیہ کر دینے کا معنی ہوتا ہے مثلاً قَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَاءَ ہم نے اون کے لئے ساتھی مقرر کر دیئے۔ ایسا سبب کر دیا کہ وہ ان کے ساتھی ہو گئے ان کے اور ان کے ساتھیوں کے درمیان تخلیہ کر دیا۔ آیت مندرجہ عنوان کا یہی مطلب ہے ۔

مُقَايَضَةٌ باہم سامان کا تبادلہ تَقَيَّضَ اَبَاهُ (تفعل) وہ اپنے باپ کی طرح ہو گیا۔ تَقَيُّضٌ کا معنی پھٹنا پھاڑنا ویران ہونا اور دیوار کا گر پڑنا بھی ہے۔ اِنْقَاضَ مِنْ جِذْرِهٖ اکھاڑ دینا ۔

نُقِيْمُ: جمع متکلم مضارع اِقَامَةٌ مصدر

(افعال) ہم قائم (نہیں) کریں گے پ۱۰ (دیکھو قلم)

فصل الکاف

نَکُ : جمع متکلم مضارع فعل ناقص اصل میں نکون تھا۔ کَانَ ماضی۔ ہم نہیں تھے یعنی کھانا کھلایا نہیں کرتے تھے۔ پ۲۹ (دیکھو کان)

اَلنِّکَاحَ : مصدر (ضرب و فتح) پ۴ وقت نکاح یعنی سن بلوغ۔

اَلنِّکَاحِ : مصدر۔ ازدواج۔ عقد نکاح۔ پ۲ پ۲۲۔

نِکَاحًا : مصدر پ۱۸ مقدور نکاح یعنی مہر نفقہ پ۱۸ ازدواج۔

نَکَحَ شوہر نُکَحُ اور نُکْحُ عقد اور عقد باندھنے کے الفاظ۔ مَنَاکِحُ نکاحی عورتیں۔

نَکَحَ مصدر (نصر) غلبہ کرنا۔ نِکَاحٌ مصدر (فتح و ضرب) جماع کرنا عقد باندھنا۔ اِنْکَاحٌ کسی کا نکاح کروانا۔ اِسْتِنْکَاحٌ (استفعال) بھی نکاح کا ہم معنی ہے۔

نِکَالًا : اسم منصوب مضاف۔ ایسا عذاب جو باعث عبرت ہو۔ پ۳۰

نَکَالًا : اسم منصوب نکرہ پ۱ عبرت پ۶ عذاب سزا

نِکْلٌ قید سخت بندش۔ لگام لگام کا لوہا۔ آگ کی بندش۔ نِکْلٌ وہ چیز جس سے سزا دیں۔ نُکْلَہٌ عبرتناک سزا۔ نِکْلٌ رسی۔ طاقتور آدمی۔ بہادر۔ عقلمند۔ تجربہ کار۔ نِکَالٌ عبرتناک سزا۔ نَاکِلٌ ڈرپوک ضعیف القلب۔ ناقص العمل۔ عہد سے پھر جانے والا مِنْکَلٌ سزا کا آلہ۔ نُکُولٌ مصدر (ضرب و سمع و نصر) اگر اس کے بعد عَنْ ہو تو ڈرتے سست پڑ جانے بزدل ہو جانے اور کسی چیز سے پھر جانے کا معنی ہوتا ہے۔ نَکْلٌ مصدر (سمع) سزا کو قبول کرنا۔ اِنْکَالٌ (افعال) دور کرنا ہنکانا۔ کسی کو عہد شکنی پر ابھارنا۔ تَنْکِیْلٌ (تفعیل) عبرتناک سزا دینا۔ رسوا کرنا۔ لوٹا دینا بھگا دینا۔ اپنے سے ایک طرف کو کر دینا۔

نَکْتُبُ : جمع متکلم مضارع کِتَابَۃٌ مصدر (نصر) ہم لکھتے ہیں لکھیں گے۔ پ۴ پ۱۶ (دیکھو کاتب)

نَکْتَلْ : جمع متکلم مضارع مجزوم اِکْتِیَالٌ مصدر (افتعال) ہم ناپ بھر غلہ لے لیں پ۱۳ (دیکھو کالوا)

نَکْتُمُ : جمع متکلم مضارع کَتْمٌ مصدر (نصر) ہم نہیں چھپائیں گے پ۷ (دیکھو کتم)

نَکَثَ : واحد مذکر غائب ماضی معروف نَکْثٌ مصدر (ضرب و نصر) اس نے توڑا یعنی بیعت کو (خازن) پ۲۶۔

نَکَثُوا : جمع مذکر غائب ماضی معروف نَکْثٌ مصدر (ضرب ونصر) اونہوں نے توڑا یعنی عہد کو ﴿۸/۹﴾ نکیثۃ عہد شکنی۔ جھوٹ۔ ایسا دشوار کام جس میں لوگ عہد وپیمان توڑ ڈالیں۔ خصلت قوت نفس۔ نُکَاثَۃٌ ٹوٹا ہوا۔ رسی کے سرے کے ٹوٹے ہوئے ریزے حَبْلٌ اَنْکَاثٌ ٹوٹی ہوئی۔ بل کھلی ہوئی رسی۔ نَکْثٌ مصدر (ضرب ونصر) توڑ ڈالنا۔ رسی کے بل کو کھول دینا۔ نَکِثٌ لاغر دبلا۔ اِنْتِکَاثٌ پلٹ جانا رسی اور عہد کا فرسودہ ہو جانا (تاج ومفردات)

نَکَحَ : واحد مذکر غائب ماضی معروف۔ نکاح مصدر (فتح وضرب) اوس نے نکاح کیا ﴿۲/۲۳﴾

نَکَحْتُمْ : واحد مذکر حاضر ماضی معروف نکاح مصدر (فتح وضرب) تم نے نکاح کر لیا۔ ﴿۲/۲۳﴾۔

نَکِدًا : اسم صفت منصوب بے فائدہ قلیل النفع (کشاف) مشکل سے (سیوطی) ﴿۸/۱۴﴾ رَجُلٌ نَکِدٌ بدشگون منحوس آدمی۔ اَنْکَادٌ اور مَنَاکِیْدُ جمع۔ نُکْدٌ عطا کی کمی۔ اَنْکَدُ منحوس۔ مشقت سے زندگی کاٹنے والا۔

نَکْدٌ مصدر (نصر) زور سے کھینچنا روک رکھنا۔ سائل کو مانگنے سے روک دینا۔ سائل کو تھوڑا دینا۔ (سمع) زندگی کا دشوار اور ناخوش ہو جانا۔ زندگی کی دشواری سختی۔

نُکَذِّبُ : جمع متکلم مضارع مرفوع ومنصوب تکذیب مصدر (تفعیل) ﴿۴/۱۴﴾ (منصوب) ہم تکذیب نہ کریں ﴿۴۹/۱۴﴾ (مرفوع) ہم جھوٹ قرار دیتے تھے (دیکھو کَاذِبٌ)

نَکِرَ : واحد مذکر غائب ماضی معروف (سمع) بمعنی اَنْکَرَ (روح) اوس نے نہیں پہچانا۔ ﴿۱۲/۱۲﴾

نُکُرٌ : اسم۔ نامرغوب۔ انجان چیز بمعنی مُنْکَرٌ (کشاف) مراد حساب جس کی سختی اور ہول کی وجہ سے لوگ اسکو نامرغوب جانیں گے۔ (محلی) ﴿۲۷/۸﴾۔

نُکْرًا : اسم بمعنی مُنْکَرٌ نامرغوب شدید سخت ﴿۲۲/۱۵﴾ ﴿۲/۱۶﴾ ﴿۱۱/۷۸﴾۔

نَکِّرُوْا : جمع مذکر حاضر امر معروف حالت کو ایسا بدل دو کہ [illegible] پہچان نہ سکے (روح المعانی) ﴿۱۸/۱۱﴾۔

نَکْسُوْا : جمع متکلم مضارع کَسْوٌ مصدر (نصر) ہم [illegible] (ان پر) گوشت چڑھا دیتے ہیں (ترجمہ تھانوی) ﴿۲/[illegible]﴾ ہم (اوس کو) چھپا دیتے ہیں [illegible]

کو لباس سے چھپایا جاتا ہے (ابو السعود) ۔ ۲۶/۷ ۔ (دیکھو کِسْوَۃٌ اور کَسَوْنَا) ہم (ان کو) پہنا دیتے ہیں (ترجمہ فقیر)

نُكِسُوْا : جمع مذکر غائب ماضی مجہول نَكْسٌ مصدر (نصر) اپنے سروں کو جھکا لیا (تھانوی) ان کو سر نگوں کر دیا گیا (ترجمہ فقیر) یعنی ان کو کفر کی طرف لوٹا دیا گیا (محلی) کسی چیز کے زیریں حصہ کو اونچا کر دینے سے باطل کی طرف لوٹنے کو تشبیہ دی۔ (روح) ۶۵/۲۱ (دیکھو ناکسو)

نَكَصَ : واحد مذکر غائب ماضی معروف نَكْصٌ اور نُكُوصٌ مصدر (ضرب و نصر) الٹے پاؤں بھاگا ۔ ۴۸/۸ نَكْصٌ نُكُوصٌ مُنْكَصٌ مصادر (ضرب و نصر) الٹے پاؤں بھاگنا ۔ بد دل ہونا ۔

مُنْكَصٌ اور مُنْتَكِصٌ الگ ہو جانے والا ۔ برطرف ہونیوالا نَكْصٌ کا اصل معنی ہے جس کام کے درپے ہو اوس سے لوٹ جانا پلٹ جانا ۔ خیر سے لوٹ پڑنے کے لئے اس لفظ کا استعمال عمومی ہے اور شر سے پلٹ جانے پر اطلاق بہت ہی کم ہوتا ہے ۔ (قاموس)

نَكْفُرُ : جمع متکلم مضارع مرفوع کفر (نصر) ہم کفر کرتے ہیں ہم انکار کرتے ہیں ہم نہیں مانتے ۔ ۶/۱۵۰ (دیکھو کافر)

نَكْفُرَ : جمع متکلم مضارع منصوب کُفْرٌ (نصر) کہ ہم انکار کریں ۔ ۳/۳۹ (دیکھو کافر)

نُكَفِّرْ : جمع متکلم مضارع تَكْفِيرٌ مصدر (تفعیل) ہم دور کر دیں گے ۔ ۵/۲۲ (دیکھو کافر)

نُكَفِّرَنَّ : جمع متکلم مضارع بانون تاکید ثقیلہ تکفیر سے ہم ضرور ہی دور کر دیں گے ۷/۲۰ (دیکھو کافر)

نُكَلِّفُ : جمع متکلم مضارع تَكْلِيفٌ مصدر (تفعیل) ہم حکم کا بار نہیں ڈالتے ۔ ہم تکلیف نہیں دیتے ۸/۱۵۲ ۲۸/۱۹ (دیکھو تکلّف اور المتکلفین)

نُكَلِّمُ ۔ جمع متکلم مضارع تَكْلِيمٌ مصدر (تفعیل) ہم (کیسے) بات کریں ۲۹/۱۹ (دیکھو کلام اور کَلَّمَ)

نَكُنْ ، جمع متکلم مضارع فعل ناقص ۵/۱۴۱ (کیا) ہم (نہ) تھے (تمہارے ساتھ ہیں اور جہا د میں) ۲۶/۱۸ (کیا) ہم (نہ) تھے تمہارے ساتھ ... لما سے ہیں ۲۳/۱۸ ہم (اوجہتے نہ) تھے تینوں جگہ لم کی وجہ سے مضارع بمعنی ماضی ہے ... ہو جائیں ۔ نَكُنْ اصل میں نَكُوْنُ تھا (دیکھو کان)

نَكُوْنَ ، جمع متکلم مضارع فعل ناقص (نصر)

ہم ہو جائیں پ۷/۹ و ۵ پ۹/۴ پ۱۶/۱۲ پ۱۹/۹ پ۳۰/۸ (دیکھو کالی)

نَكُوْنَنَّ: جمع متکلم مضارع بانون تاکید ثقیلہ فعل ناقص (نصر) ہم ضرور ہی ہو جائیں گے پ۸/۱۴ پ۹/۹ و ۱۴ پ۱۰/۱۶ پ۱۱/۸۔

نَكِيْرِ: مصدر بمعنی انکار (افعال) باب افعال سے نکیر بروزن فعیل مصدر غیر قیاسی ہے۔ اس جگہ نفی انکار سے مراد ہے ایسے انکار کی نفی جو نجات دے سکے (کرخی) یا نکیر سے مراد ہی مددگار (مجاہد) یا نکیر بمعنی منکر ہے یعنی قیامت کے دن عذاب کا انکار کرنے والا کوئی نہ ہوگا (کلبی) ورواہ ابن حاتم (قرطبی۔ پ۲۵/۴۔ (دیکھو منکر)

نَكِيْرِ: مصدر بمعنی انکار اصل میں نکیری تھا۔ انکار سے مراد ان آیات میں زبانی یا دلی انکار نہیں بلکہ ان کی حالت کو برعکس اور مخالف حالت سے بدل ڈالنا مراد ہے یعنی تغییر الضد بالضد مثلاً زندگی کو موت سے آبادی کو ویرانی سے بدل ڈالنا (جمل) کسی سخت و دشوار ہیبت ناک مصیبت میں مبتلا کر دینا ہے۔ اللہ کی طرف سے انکار کرنے کا معنی ہے۔ (روح) (دیکھو منکر) پ۱۷/۱۳ پ۲۳/۱۱ و ۱۵ پ۲۹/۲۔

فصل اللام

نُلْزِمُكُمُوْهَا: جمع متکلم مضارع کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مفعول اول ہَا مفعول دوم اِلْزَامٌ مصدر (افعال) ہم اس کو تم سے چپکا دیں (ترجمہ فقیر) ہم اس کو تمہارے گلے مڑھ دیں (مولانا تھانوی) پ۱۲/۳ (دیکھو لزاما)

نَلْعَبُ: جمع متکلم مضارع لَعِبٌ مصدر (سمع) ہم تفریح کر رہے تھے۔ ہم کھیل کرتے تھے۔ ہم خوش طبعی اور دل لگی کر رہے تھے پ۱۰/۱۴ (دیکھو لاعبین)

نَلْعَنُهُمْ: جمع متکلم مضارع لَعْنٌ مصدر (فتح) ہُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مفعول ہم ان پر لعنت کریں (تھانوی) ہم ان کو بندروں کی شکل پر کر دیں (سیوطی) پ۵/۴ (دیکھو لاعنون)

نُلْقِيْ: جمع متکلم مضارع اِلْقَاء مصدر (افعال) ہم ڈالے دیتے ہیں ہم ڈالنے کو ہیں پ۴/۱۲ پ۲۹/۱۲ (دیکھو ملاق اور ملقون)

فصل الميم

نَمَارِقُ: جمع نُمْرُقَۃٌ واحد تکئے۔ پ۳۰/۱۳

نُمْرُقٌ اور نُمْرُوقَۃٌ چھوٹا تکیہ۔ زین۔ پالان تھوڑی
بارش والا ابر (قاموس) گدے (تھانوی) سہارا
لگانے کے لئے تکئے (مجمل و روح)

نُمَتِّعُهُمْ: جمع متکلم مضارع تَمْتِیْعٌ مصدر
(تفعیل) ہُمْ مفعول ہم ان کو فائدہ پہونچاتے ہیں
یعنی دنیوی زندگی میں (سیوطی و خازن) پ۱۲/۴
پ۲۱/۱۲ (دیکھو متاع)

نُمِدُّ: جمع متکلم مضارع اِمْدَادٌ مصدر (افعال)
ہم دیتے ہیں (سیوطی و مجمل) ہم مدد دیتے ہیں ہم
سوت کھول دیتے ہیں۔ پ۱۵، پ۱۸ (دیکھو مَدّ۔ مَدًّا۔
مدد۔ مدد نا)

نَمُدُّ: جمع متکلم مضارع مَدٌّ مصدر (نصر) ہم
بڑھاتے چلے جائینگے (تھانوی) (دیکھو مَدًّا۔ مَدًّا۔ مدد نا)

نُمَكِّنْ: جمع متکلم مضارع مجزوم تَمْکِیْنٌ مصدر
(تفعیل) ہم نے جماؤ عطا نہیں کیا ہم نے قدرت
عطا نہیں کی پ۲۰ (کیا) ہم نے جماؤ عطا نہیں کیا کیا
ہم نے جگہ نہیں دی۔ (دیکھو مکان)

نُمَكِّنَ: جمع متکلم مضارع منصوب تَمْکِیْنٌ
مصدر (تفعیل) ہم جماؤ عطا کریں ہم قدرت دیں
پ۲۰ (دیکھو مکان)
تمکین کا لغوی معنی ہے کسی کو ایسی جگہ دینا۔
کرو اور اس میں جماؤ کر سکے تو پس استعمال کے بعد
مجازاً حکومت اور قدرت دینے کا معنی ہو
گیا (بیضاوی)

اَلنَّمْلُ: جمع مرفوع اَلنَّمْلَۃُ واحد چونٹیاں پ۱۹/۱۷

اَلنَّمْلَ: جمع مجرور اَلنَّمْلَۃُ واحد چیونٹیاں پ۱۹/۱۷۔

نَمْلَۃٌ: واحد نَمْلٌ جمع۔ ایک چیونٹی۔ پ۱۹/۱۷۔
نَمْلَۃٌ کی جمع نِمَالٌ بھی ہے۔ نَمْلَۃٌ چیونٹی۔ پہلو
کا زخم۔ سوجن۔ جھوٹ۔ چغل خوری نَمِلٌ چغل خور
نَمْلَۃٌ حرکت۔ فَرَسٌ نَمِلٌ ہر گردش میں رہنے
والا گھوڑا۔ اَرْضٌ نَمِلَۃٌ چیونٹیوں والی زمین۔
نَمِیْلَۃٌ اور نَامِلٌ کا معنی بھی چغلخوری ہے۔
نَمَّالٌ بڑا چغل خور۔ نَامِلَۃٌ عام راستہ جس پر
آمد و رفت کی کثرت ہو۔ اِمْرَأۃٌ نَمِلَۃٌ ایک جگہ قرار
سے نہ بیٹھنے والی عورت۔ اَنْمُلَۃٌ انگلی کا پورا۔ انامل اور
اَنْمُلَاتٌ جمع۔ مِنْمَلٌ زبان۔ طعام مَنْمُوْلٌ چیونٹیوں
بھرا کھانا۔ نَمْلٌ مصدر (سمع و نصر) چغلی کھانا۔ نَمَلَانٌ مصدر
(نصر و سمع) بشرطیکہ اس کے بعد علیٰ ہو (قریب ہونا) بغیر
علیٰ کے انگلنا۔ نَمِلٌ مصدر (سمع) سست ہونا۔
کسلمند خواب آلود ہونا۔ ہلکا پن، چھچھورا پن۔ اِنْمَالٌ
مصدر (افعال) چغلی کھانا۔ مُنَمَّلٌ خط نمل میں لکھا ہوا
تَنَمُّلٌ (تفعل) ہلنا بھیڑ میں گھسنا۔ (تاج و قاموس)

نُمْلِي: جمع متکلم مضارع اِمْلَاءٌ مصدر (افعال) ہم مہلت دیتا ہیں۔ ہم ڈھیل دیتے ہیں ۳/۱۷۸ (دیکھو ملاً۔ مِلَاوَۃٌ۔ مَلِيًّا)

نَمُنُّ: جمع متکلم مضارع۔ مَنٌّ مصدر (نصر) ہم احسان کریں۔ ۲۰/۳۷ (دیکھو مَنَّ)

نَمْنَعْكُمْ: جمع متکلم مضارع مجزوم مَنْعٌ مصدر (فتح) کُمْ ضمیر خطاب مفعول۔ (کیا) ہم نے تم کو (نہیں) بچایا (کیا) ہم نے تمہاری حفاظت (نہیں) کی۔ ۴/۱۴۱ (دیکھو نَعْنَعُكُمْ اور مَنْعٌ)

نَمُوْتُ: جمع متکلم مضارع۔ مَوْتٌ مصدر (نصر) ہم مرتے ہیں یعنی ہم میں سے بعض مرتے ہیں ۲/۱۸ ۲۵/۱۹ (دیکھو مات اور مَمَات)

نُمِيْتُ: جمع متکلم مضارع اِمَاتَۃٌ مصدر (افعال) ہم ہی موت بھیجتے ہیں ہم ہی مارتے ہیں ۲/۴۳ ۲۶/۱۷ (دیکھو مَاتَ۔ مُمَاتٌ اور حَيوٰۃٌ)

نَمِيْرُ: جمع متکلم مضارع مَيْرٌ مصدر (ضرب) ہم رسد لائیں گے۔ ہم غلہ لائیں گے۔ ۱۲/۶۵۔ مِیْرَۃٌ غلہ کی رسد۔ ایک شہر سے دوسرے شہر میں غلہ لانا۔ مَیْرٌ مصدر (ضرب) غلہ کی رسد لانا کسی چیز کو گِھسنا۔ اِمْتِیَارٌ (افتعال) رسد لانا۔ اِمَارَۃٌ (افعال) غلہ کی رسد لانا۔ پگھلانا۔ زعفران کو پانی میں گھولنا۔ گِھسنا۔ مُمَایَرَۃٌ (مفاعلۃ) کسی کے کردار کی نقل کرنا۔ تَمَايُرٌ (تفاعل) آپس میں فتنہ پیدا کرنا فساد اٹھانا۔

نَمِيْمٌ: مصدر و اسم۔ چغلی کھانا اور چغلی ۲۹/۱۱۔ نُمٌّ اور نَمٌّ صیغہ صفت چغلخور نفس۔ حرکت نَمِيْنٌ اور اَنْمَاءٌ جمع۔ نِمَّۃٌ جیونٹی۔ سر کی جوں نُمِيٌّ جھوٹ مکر عیب، دشمنی۔ نَمِيْمَۃٌ چغلخوری، آہستہ کلام کی آواز لکھنے کی آواز نَامَّۃٌ جسن۔ حرکت زندگی۔ نُمْنُمٌ نشان نُمْنُمٌ ناخنوں پر سفید نشان جو لوجوانوں کے ہوتا ہے۔

نَمٌّ مصدر (نصر و ضرب) اچھی یا بری بو کا پھیلنا۔ چغلی کھانا، ورغلانا۔ فساد پیدا کرنے کی غرض سے کسی بات کو پھیلانا۔ بات میں جھوٹ ملانا۔ تَنْمِیَۃٌ نقش کرنا (تاج و قاموس و بعض از مفردات)

فصل النّون المعجمہ

نُنَبِّئُكُمْ: جمع متکلم مضارع تَنْبِئَۃٌ مصدر (تفعیل) کُمْ ضمیر مفعول۔ ہم آگاہ کر دیں گے ہم تم کو جتلا دیں گے یعنی جتلانے کے بعد سزا دیں گے ۹/۱۱ ہم بتائیں ۱۶/۲ (دیکھو نَبَاءٌ)

نُنَبِّئَنَّ: جمع متکلم مضارع بانون تاکید

تثقیلہ تَنْبِئَة مصدر (تفعیل) ہم ضرور ہی بتائیں گے ہم ضرور ہی آگاہ کر دیں گے۔ ۲۵/پ ۔

نُنَبِّئُهُمْ: جمع متکلم مضارع ہُم مفعول ہم اونکو ضرور بتلا دیں گے جتلا دیں گے ۱۲/پ۲ (دیکھو نبأ)

نُنْجِیْ: جمع متکلم مضارع اِنْجَاء مصدر (افعال) ہم نجات دیتے ہیں ہم رہائی دیتے ہیں۔ ۱۷/پ ۔

نُنَجِّیْ: جمع متکلم مضارع۔ تَنْجِیَة مصدر (تفعیل) ۱۱/پ ہم بچا لیتے تھے (حکایت حال ماضی) ۱۹/پ ہم نجات دیں گے ہم بچا لیں گے۔ (دیکھو نجا)

نُنَجِّیْكَ: جمع متکلم مضارع تَنْجِیَة مصدر (تفعیل) ہم تجھ کو (یعنی تیری لاش کو) بچا لیں گے۔ (یعنی پانی میں ڈوبے رہنے سے نجات دینے کا مفہوم ہے بچا لینا اور فرعون کو غرق کر دیا گیا اس لئے فرعون کو نجات دینے سے مقصود ہے اوسکی لاش کو مچھلی کی خوراک ہونے سے بچا کر خشکی میں پھینک دینا۔ ۱۱/پ (دیکھو نجا)

نُنَجِّیَنَّ: جمع متکلم مضارع بالنون تاکید ثقیلہ تَنْجِیَة مصدر (تفعیل) ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مفعول ہم اوس کو ضرور ہی بچا لیں گے۔ ب

نُنْجِ: جمع متکلم مضارع اِنْجَاء مصدر (افعال) اصل میں نُنْجِیْ تھا۔ ہم بچا لیتے ہیں۔ ۱۱/پ (دیکھو نجا)

نَنْزِعَنَّ: جمع متکلم مضارع بالنون تاکید ثقیلہ نَزْع مصدر (ضرب) ہم ضرور کھینچ لیں گے ہم ضرور الگ کر دیں گے ۸/پ (دیکھو النازعات)

نُنَزِّلُ: جمع متکلم مضارع تَنْزِیْل مصدر (تفعیل) ہم اتارتے ہیں ۱۵/پ ۱۹/پ (دیکھو مُنَزِّل اور نَزَّلَ)

نُنَزِّلُهٗ: جمع متکلم مضارع تَنْزِیْل مصدر (تفعیل) ہٗ ضمیر مفعول ہم اوسکو (یعنی رزق کو) اتارتے ہیں ۲/پ (دیکھو مُنَزِّل اور نزل)

نَنْسَخْ: جمع متکلم مضارع مجزوم نَسْخ مصدر (فتح) جب ہم کسی آیت کی تلاوت کو یا اس کے حکم کو موقوف کر دیتے ہیں۔ مولانا تھانوی نے ترجمہ کیا ہم کسی آیت کا حکم جو موقوف کر دیتے ہیں ۱/پ حضرت کے ترجمہ میں صرف نسخ حکم کی صراحت ہے نسخ تلاوت کو یہ ترجمہ شامل نہیں حالانکہ آیت میں نسخ حکم یا نسخ تلاوت کی کوئی تخصیص نہیں شاید اسی لئے علامہ سیوطی نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے۔ اما مع لفظہا اولا یعنی حکم مع الفاظ کے منسوخ کر دیتے ہیں یا بغیر الفاظ کے لیکن حکم باقی ہو اور الفاظ منسوخ ہو جائیں اس شق کو

نہ سیوطی کی تفسیر شامل ہے نہ مولانا تھانوی کا ترجمہ ہم اس کی کسی قدر تشریح کرنی چاہتے ہیں لغت میں نسخ کا ایک معنی تو ہے نقل کرنا جیسے کتاب کا نسخ اس معنی کے لحاظ سے تو پورا قرآن منسوخ ہے یعنی لوح محفوظ کی نقل اور کاپی ہے آیت میں یہ معنی مراد نہیں۔ دوسرا معنی ہے زائل کرنا اٹھانا باطل کرنا جیسے نَسَخَتِ الشَّمْسُ الظِّلَّ سورج نے سایہ کو زائل کر دیا دور کر دیا اس معنی کے لحاظ سے قرآن کا بعض حصہ منسوخ ہے اور آیت میں یہی نسخ مراد ہے۔ اس کی تین صورتیں ہیں۔

ا۔ الفاظ باقی حکم منسوخ جیسے اقرباء کیلئے وصیت کو واجب قرار دینے والی آیت، ایک سال تک عدت وفات بیان کرنیوالی آیت، سو کے مقابل دو آدمیوں کو جہاد کا حکم دینے والی آیت۔ ان سب کا حکم منسوخ ہو گیا، تلاوت باقی ہے دوسری آیات میں ان سب احکام کے ناسخ احکام نازل کر دئے گئے ہیں مثلاً آیت میراث اول کی ناسخ ہے، چار ماہ دس روز عدت وفات بیان کرنیوالی آیت نمبر دو کی ناسخ ہے دگنی تعداد سے مقابلہ کرنے کو واجب قرار دینے والی آیت سے نمبر ۳ منسوخ ہو گئی حضرت ابن عباس نے آیت مَا نَنْسَخْ کا یہی مطلب بیان کیا ہے اور مولانا تھانوی نے بھی اسی مطلب کو پیش نظر رکھ کر ترجمہ کیا ہے۔

۲۔ تلاوت منسوخ کر دی گئی اور حکم باقی رکھا گیا جیسے آیت رجم۔ ۳۔ تلاوت اور حکم دونوں کو منسوخ کر دیا گیا یہاں تک کہ صحابہ کے سینوں سے الفاظ بھی محو کر دئیے گئے جیسے علامہ بغوی کی نقل کردہ مندرجہ ذیل روایت سے ثابت ہے حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیف راوی ہیں کہ رات کو کچھ صحابی ایک سورت پڑھنے کے لئے نماز میں کھڑے ہوئے لیکن بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے علاوہ کسی کو سورت کا کوئی حصہ یاد نہ ہوا لوگوں نے آکر حضور سے واقعہ عرض کیا فرمایا وہ سورت تلاوت واحکام سمیت اٹھا لی گئی بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ سورۂ احزاب سورۂ بقرہ کی طرح الطویل تھی لیکن اس کا اکثر حصہ تلاوت واحکام سمیت اٹھا لیا گیا (بغوی فی المعالم)

نسخ حکم کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ حکم منسوخ کر دیا گیا لیکن اس کی جگہ کوئی دوسرا حکم نازل نہیں کیا گیا جیسے آیت ممتحنہ کا حکم منسوخ کر دیا گیا اور اس کی جگہ کوئی دوسرا حکم نہیں اتارا گیا۔ آیت میں اس قسم کا نسخ بھی مراد نہیں ہے۔ حاصل یہ کہ مکمل نقل بھی مراد نہیں ہے اور بغیر قائم مقام کے حکم کو بالکل زائل کر دینا بھی مراد نہیں ہے بلکہ نسخ حکم و

تلاوت مع بدل یا صرف نسخ حکم بدل یا صرف نسخ الفاظ مع بقاء حکم مراد ہے۔ (لفظ نسخ کی پوری تشریح کے لئے دیکھو نستنسخ)

نَنْسِفَنَّ: جمع متکلم مضارع نَسْفٌ مصدر (ضرب) ہم ضرور ہی اوس کو بکھیر کر بہادیں گے (معہ لا تا نقالنوی) ہم ضرور ہی سمندر کی ہوا میں اوس کو بکھیر کر اڑادیں گے (طٰہٰ) پ۱۶ (دیکھو نسفاً)

نُنْسِہَا: جمع متکلم مضارع اِنْسَاءٌ مصدر (افعال) ھا مفعول اصل میں نُنْسِیْہَا تھا۔ ہم فراموش کرادیتے ہیں یا اوسکو ترک کرنے کا حکم دیتے ہیں اصل وجہ یہ ہے کہ نسیان (مجرد سے) بمعنی ترک مستعمل ہے چنانچہ حضرت ابن عباسؓ نے نُنْسِہَا کا نسیان سے) ترجمہ کیا ہے ہم اوسکو بالکل ترک کردیتے ہیں اوسکو منسوخ نہیں کرتے (یعنی صرف اوس کے حکم منسوخ نہیں کرتے بلکہ عبارت کو بھی ترک کردیتے ہیں) اب مزید میں باب افعال سے ترجمہ ہوگا فراموش کرادیتے ہیں یا ترک کرنے کا حکم دیتے ہیں یا بقول بغوی یہ مطلب ہوگا کہ ہم بالکل ترک کرادیتے ہیں فراموش کرادیتے ہیں یا خود ترک کردیتے ہیں یعنی منسوخ حکم کے عوض کوئی جدید حکم بھی نازل نہیں کرتے اس تقدیر پر نَنْسَخْ سے مراد ہوگا ایسا نسخ حکم جس کے عوض کوئی جدید حکم نازل کیا گیا ہو اور نسیان یا انساء سے مراد ہوگا ایسا نسخ جسکا عوض ہی نازل نہیں کیا گیا ہو ہم نے اس مطلب سے اس لئے گریز کیا کہ اگر انساء سے مراد نسخ بلا عوض ہو تو جواب شرط میں جو نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْهَا اَوْ مِثْلِهَا آیا ہے اس کا مطلب صحیح نہ ہوگا جواب شرط تو بتا رہا ہے کہ نسخ بلا عوض ہو یا بالعوض دونوں صورتوں میں بدل آنا ضروری ہے خواہ جدید قدیم سے بہتر ہو یا اسی کی طرح۔

بعض قرأتوں میں نَنْسَاُهَا آیا ہے اس کا مادہ نَسَأٌ ہے اور نسأٌ کا معنی ہے تاخیر نَسَأَ اللّٰهُ فِیْ اَجَلِهٖ اللہ نے اوس کی اجل مؤخر کردی یعنی عمر بڑھادی اس صورت میں توضیح مطلب دو طرح سے کی ہے

(۱) نسخ سے مراد ہے الفاظ اور حکم دونوں کا اٹھالینا اور نَسَأٌ سے مراد ہے صرف الفاظ کا اٹھا لینا اور حکم کو منسوخ نہ کرنا بلکہ مؤخر کردینا۔

(۲) سعید بن مسیب اور عطاء کا قول ہے کہ نسخ کا معنی ہے نقل کرنا پورا قرآن لوح محفوظ کی نقل ہے اور نَسَأٌ سے مراد ہے تاخیر یعنی ترک۔ لوح محفوظ سے نقل نہ کرنا۔ یہ قول ناقابل فہم اور بعید از قیاس ہے جمہور کی توضیح کے بھی خلاف ہے کسی نے

اس جگہ نسخ یعنی نقل نہیں لکھا اور مان بھی لیا جائے تو جواب شرط کا کوئی ربط اس سے نہ ہوگا۔

نُنْسَاکُمْ: جمع متکلم مضارع نِسْیَانٌ مصدر (سمع) کُمْ ضمیر خطاب مفعول ہم تم کو بھلا دینگے یعنی بھولے بسرے کیطرح بالکل چھوڑ دینگے ۲۵/۳۴ (دیکھو نسی)

نُنْسَاهُمْ: جمع متکلم مضارع نِسْیَانٌ سے۔ ہم ان کو چھوڑ دیں گے (یعنی بھولے ہوئے کیطرح) بالقول سیوطی ہم انکو چھوڑ دیں گے دوزخ میں۔ سیوطی کی اس تقلید کا ثبوت کسی نقلی شہادت سے نہیں ملتا اول تو صحیح امام راغب نے بلکہ اکثر مفسرین نے کی ہے۔ ۸/۱۳ (دیکھو نسی)

نُنْشِزُهَا: جمع متکلم مضارع اِنْشَازٌ مصدر۔ (افعال) (کسطرح) ہم جوڑے دیتے ہیں (کسطرح) ہم حرکت دیتے اور اٹھا دیتے ہیں (یا مجازی معنی مراد ہے کسطرح) ہم اسکو زندہ کرتے ہیں۔ ۲/۳۵

(دیکھو نُشُوزٌ اور اَلنَّشْزُ وام

نُنْشِئَکُمْ: جمع متکلم مضارع اِنْشَاءٌ مصدر (افعال) کُمْ ضمیر مفعول۔ ہم تمکو پیدا کریں گے۔ ۲۷/۱۵ (دیکھو نشء)

نَنْصُرُ: جمع متکلم مضارع نَصْرٌ مصدر (فَعَلَ یَفْعُلُ) ہم یقینی مدد کرتے ہیں ۴۰/۲ (دیکھو ناصر)

نَنْصُرَنَّکُمْ: جمع متکلم مضارع بانون تاکید ثقیلہ ہم ضرور ہی تمہاری مدد کریں گے۔ ۳/۸۱ (دیکھو ناصر)

نَنْظُرَ: جمع متکلم مضارع نَظَرٌ سے (النصر) تاکہ (ظاہری طور پر) ہم دیکھ لیں ۱۰/۱۴ (ترجمہ مولانا تھانوی)

نَنْظُرُ: جمع متکلم مضارع مرفوع نَظَرٌ سے (نصر) ہم دیکھیں گے۔ ۱۹/۱۴

نَنْظُرْ: جمع متکلم مضارع مجزوم نَظَرٌ سے۔ ہم دیکھیں۔ ۱۸/۱۹ (دیکھو ناظرة)

نَنْقُصُهَا: جمع متکلم مضارع نَقْصٌ مصدر (نصر) ھَا ضمیر مفعول ہم اس کو کم کرتے چلے جا رہے ہیں ۱۳/۴۱، ۲۱/۴۴ یعنی اہل کفر کی زمینیں اہل ایمان کے قبضے میں دیئے رہے ہیں اسطرح کافروں کی زمینیں گھٹ رہی ہیں اور یہ حضرت ابن عباس قتادہ اور جماعت اہل تفسیر نے یہی تشریح کی ہے مجاہد کا قول ہے کہ اس سے مراد ہے زمین کی ویرانی اور اہل زمین کی ہلاکت عکرمہ نے نقص زمین سے ساکنان زمین کی ہلاکت مراد لی ہے شعبی کا بھی یہی قول ہے عطا کا قول ہے کہ نقص ارض سے مراد ہے علماء کی موت۔ (دیکھو منقوص)

نُنَکِّسْ: جمع متکلم مضارع تَنْکِیْسٌ مصدر (تفعیل) ہم الٹا کر دیتے ہیں ہم کبڑا کر دیتے ہیں۔

پ ۲۴/۳ (دیکھو نَاکِثُوا)

نَنْهَكَ : نَنْهَ اصل میں نَنْهیٰ تھا جمع متکلم مضارع نہی مصدر (فتح) (کیا) ہم نے تجھے منع نہیں کر دیا تھا یعنی سارے جہان کی حمایت کرنے سے یا اپنے گھر کسی کو مہمان ٹھہرانے سے۔ پ ۱۴/۵ (دیکھو المنتہون)

فصل الواو

اَلنَّوَاصِیْ : جمع النَّاصِیَۃ واحد۔ پیشانیاں پیشانیوں کے بال پ ۲۷/۱۲ (دیکھو النَّاصِیَۃ)

نُؤْتِہٖ : متکلم مضارع معروف اِیتَاءٌ مصدر (افعال) ہ ضمیر مفعول۔ ہم اوسکو عطا کریں گے پ ۴/۶ ہم اوسکو (نصیب کے موافق) دیدیں گے پ ۲۵/۴ نُؤْتِ اصل میں نُؤْتِی تھا (دیکھو مُؤْتُوْنَ)

نُؤْتِهَا : جمع متکلم مضارع معروف اِیتَاءٌ سے ھا ضمیر مفعول ہم اس کو دیں گے پ ۲۲/۱ (دیکھو مُؤْتُوْنَ)

نُؤْتِیْہِ : جمع متکلم مضارع معروف اِیتَاءٌ سے ہ ضمیر مفعول ہم اوسکو دیں گے پ ۵/۹ (دیکھو مُؤْتُوْنَ)

نُؤْتِیْهِمْ : جمع متکلم مضارع معروف اِیتَاءٌ سے ھم ضمیر جمع مذکر غائب مفعول ہم اونکو دیں گے۔ پ ۶/۲ (دیکھو مُؤْتُوْنَ)

نُؤْتٰی : جمع متکلم مضارع مجہول اِیتَاءٌ سے ہم کو دیجائے یعنی ہمارے پاس بھی وحی آئے (مدارک) پ ۸/۳ (دیکھو مُؤْتُوْنَ)

نُؤْثِرَ : جمع متکلم مضارع اِیثَارٌ مصدر (افعال) ہم ہرگز مقدم قرار نہ دیں گے ہم ہرگز تجھے ترجیح نہ دیں گے یعنی تیری اطاعت کو اون دلائل سے مقدم نہ سمجھیں گے جو اللہ نے ہم کو عطا کر دی ہیں پ ۱۶/۱۲ (دیکھو اثر اور تُؤْثِرُوْنَ)

نُوْحٌ : اسم معرفہ مرفوع ومجرور نوح بن مالک نینوی کے رہنے والے ایک قدیم ترین پیغمبر کا نام جن کی عمر ۹۵۰ برس سے زائد ہوگی اور ان کی بددعا سے عراق میں ایسا طوفان آیا کہ اون کے ساتھیوں کے علاوہ ہر جاندار غرق ہوگیا۔ اور پھر آپ ہی کی نسل سے دنیا آباد ہوئی اسی لئے آپ کو آدم ثانی کہا جاتا ہے توریت کی صراحت کے بموجب نوح حضرت آدم کی دسویں نسل میں تھے، اسطرح آدم، شیث، انوش، قینان، مہلائیل، یارد، ادریس، متوشالح، لامک، نوح۔ پ ۳/۲، پ ۹/۱۶، پ ۱۰/۱۵، پ ۱۱/۱۳، پ ۱۲/۳،۴،۵،۸،۱۴، پ ۱۳/۱،۲، پ ۱۵/۱،۲، پ ۱۶/۷، پ ۱۷/۱۳، پ ۱۹/۱۰،۴، پ ۲۱/۱۴، پ ۲۳/۱۰،۲، پ ۲۴/۹،۲، پ ۲۶/۱۵، پ ۲۷/۱،۸، پ ۲۸/۲۰، پ ۲۹/۱۰۔

نُوْحًا : اسم معرفہ منصوب حضرت نوح پیغمبر پ ۱۳/۱۲، پ ۷/۱۲، پ ۹/۱۵، پ ۱۲/۲، پ ۱۴/۶، پ ۱۸/۲، پ ۲۰/۱۲، پ ۲۵/۳، پ ۲۷/۲۰۔

نُوحِیْ: جمع متکلم مضارع ۔ اِیحَاءٌ مصدر (افعال) وَحیٌ مادہ ہم وحی بھیجتے ہیں ۱۲/۳ ۱۲/۲ ۱۷/۲۰ ۔

نُوحِیْہَا: جمع متکلم مضارع اِیحَاءٌ مصدر (افعال) وَحیٌ مادہ ۔ ھَا ضمیر مفعول ہم وحی کے ذریعہ سے اس کو بھیجتے ہیں ۔ ۱۲/۴ ۔

وَحیٌ مصدر (ضرب) اشارہ کرنا اشارہ سے بتانا (اسم) حکم ۔ اِیحَاءٌ (افعال) اشارہ سے بتانا اشارہ سے بات کرنا دل میں بات ڈالنا بمعنی الہام سکھانا سمجھانا فرشتے کے ذریعہ سے یا غیبی آواز کے وساطت سے کسی پیغمبر کے پاس اللّٰہ کا پیام بھیجنا ۔ دل میں وسوسہ ڈالنا ۔ ورغلانا ۔ اگر اس کے بعد فی مذکور ہو تو ودیعت رکھنا مراد ہوتا ہے نقوشِ کتابت کو بھی وحیٌ اور وُحیٌ کہا جاتا ہے (مزید تشریح کے لئے دیکھو وَحیًا وَحیٌ اَلْوَحْیِ وَحَیْنَا اَوْحٰی اَوْحَیْنَا نُوْحِیْ یُوحٰی وغیرہ)

نُؤَخِّرُ: جمع متکلم مضارع تَاخِیرٌ مصدر (تفعیل) ہم تاخیر (نہیں) کرتے ہیں ہم پیچھے (نہیں) کرتے ہیں ۔ ۱۲/۳ (دیکھو المتاخرین)

نُودُوْا: جمع مذکر غائب ماضی مجہول نِدَاءٌ مصدر (مفاعلۃ) ان کو پکارا جائیگا (ماضی بمعنی مستقبل) ۱۲/۲۸ (دیکھو المناد)

نُودِیَ: واحد مذکر غائب ماضی مجہول نِدَاءٌ سے اس کو پکارا گیا ۱۶/۱۹ ۲/۷ (جب) اذان دیجائے (ماضی بمعنی مستقبل) ۱۲/۲۸ (دیکھو المناد)

نُورٌ نُورًا } اسم نکرہ مرفوع و منصوب و مجرور
نُورٍ اَلنُّورَ نُورُ } و معرفہ معرف باللام مرفوع و مجرور و معرفہ مضاف مرفوع و مجرور سب کا معنی روشنی لیکن مختلف آیات میں مراد مختلف ہے ۲/۱ اور ۱۱/۱۸ بمبر اول اور بمبر چہارم آگ کی روشنی ۔ ۲/۳ ۱۳/۱۳ ۴/۲۳ ۱۵/۲۳ ۱۴/۲۷ ۱۸/۳۵ اور ۷/۶ میں دوسری جگہ ایمان کی روشنی ۶/۷ میں پہلی جگہ رسول اللّٰہ کی ذات مبارک ۔ ۱۱/۶ میں احکام الٰہیہ کی روشنی ۷/۶ میں عام روشنی ۹/۲ ۱۵/۲۵ میں قرآن مجید کی روشنی ۱۱/۲ ۲/۲۵ میں شریعت اور براہین الٰہیہ کی روشنی ۱۱/۱۸ میں پانچویں جگہ اسلام کی روشنی ۱۴/۲۳ اور ۱۱/۱۹ میں چھٹی جگہ ہدایت کی روشنی ۲/۲۷ میں اللّٰہ کی تجلی ۱۸/۲۷ اور ۲/۳۰ میں توحید و اعمال صالحہ کی روشنی مراد ہے ۱۱/۱۸ میں نور بمعنی مُنَوِّر ہے روشن کرنے والا دوسروں کو روشنی عطا کرنیوالا ۔

۲/۶ میں قرآن ۱۲/۷ میں توریت ۲/۹ میں ایمان ۱۱/۱۸ میں ہدایت ۴/۱۵ میں سبب ہدایت ۱۸/۲۷ میں توحید و اعمال صالحہ ۲/۲۷ میں روز قیامت میں نور

جس کی وجہ سے پل صراط پر چلنا سہل ہو جائیگا ۳۳ۓ۔
اور ۲۹ میں نور کا معنی نور دالا۔ ہم نے مراد ہی
معنی کی ہیں توضیح اکثر تفسیروں کی ورق گردانی کے
بعد کی ہے اور بظاہر سیاق قرآنی سے بھی یہی مستعمل
ہوتا ہے بعض جگہ اہل علم کے لئے اختلاف کی گنجائش
ہے۔ (نور کی لفظی تنقیح کے لئے دیکھو نار)

نُورِثُ: جمع متکلم مضارع ایراث مصدر (افعال)
ہم وارث بنائیں گے ہم مالک بنا دیں گے ۱۹ۓ (دیکھو ارث)

نُوَفِّ: جمع متکلم مضارع توفیۃ مصدر (تفعیل)
ہم پورا پورا حق دیں گے ۱۱ۓ (دیکھو الموفون)
(نُوَفِّ اصل میں نُوَفِّی تھا)

نُوَلِّہٖ: جمع متکلم مضارع تولیۃ مصدر (تفعیل) ہ
ضمیر مفعول۔ اصل میں نُوَلِّی تھا۔ ہم اسکو مختار بنا دیتے
ہیں۔ علامہ سیوطی نے اسکی توضیح میں لکھا ہے نجعلہ
والیا لما تولاہ من الضلال بان نخلی بینہ وبینہ فی الدنیا
جس گمراہی کے وہ درپے ہوتا ہے ہم وہی اسکو دیدیتے
ہیں یعنی گمراہی حاصل کرنیکی درمیانی رکاوٹ کو دور
کر دیتے ہیں اور گمراہی کے درمیان تخلیہ کر دیتے ہیں
صاحب معالم نے لکھا ہے نکلہ فی الآخرۃ الی ما تولی فی الدنیا
یعنی دنیا میں جس چیز کے وہ درپے تھا ہم اسی پر قیامت کے دن
اسکو مکلف کرینگے بغوی کی توضیح کے موافق نُوَلِّہ
سے مراد ہے دنیوی گمراہی کی اخروی سزا دینا اور سیوطی
کی تشریح کے مطابق گمراہ ہو جانیکا مختار بنا دینا اور گمراہی
کی رکاوٹ کو دور کر دینا مراد ہے سیوطی کی تائید اکثر اہل
تفسیر نے کی ہے ہم نے بھی اسی کو پسند کیا ہے۔ ۱۴ۓ۔

نُوَلِّیْ: جمع متکلم مضارع تولیۃ مصدر (تفعیل)
ہم حاکم بنا دیتے ہیں مسلط کر دیتے ہیں۔
صاحب مدارک نے اس لفظ کی تشریح میں لکھا
ہے ای نتبع بعضہم بعضا فی النار او نسلط
بعضہم علی بعض او نجعل بعضہم اولیاء
بعض یعنی ہم بعض ظالموں کو بعض کے پیچھے دوزخ
میں داخل کریں گے یا بعض کو بعض پر مسلط کرتے
ہیں یا بعض کو بعض کا دوست اور مددگار بنا دیتے
ہیں۔ صاحب مدارک نے تین طور سے تشریح کی۔
۱ۓ ایک کو دوسرے کے پیچھے دوزخ میں داخل
کرنا اس وقت نُوَلِّی کا ماخذ موالاۃ ہوگا کسی کام کا
پیہم پے درپے کرنا یہ قول قتادہ کا ہے معمر اسکے
راوی ہیں۔
۲ۓ ایک ظالم کو دوسرے ظالم پر مسلط کر دینا
اس وقت نُوَلِّی کا ماخذ ولایۃ ہوگا حکومت غلبہ
تسلط۔ یہ قول عام اہل تفسیر کا ہے۔
۳ۓ ایک کو دوسرے کا دوست اور مددگار

بنا دینا اس وقت نُوَلِّي کا ماخذ وُلَايَةٌ ہوگا دوستی
مدد مشہور روایات کے بموجب یہ قول قتادہ کا ہے
حضرت ابن عباس کے اوس قول سے جسکو ابو صالح
نے نقل کیا ہے تشریح دو طرح مستفاد ہوتی ہے ہمارا
ترجمہ بھی اسی پر مبنی ہے۔ ۴

نُوَلِّيَنَّكَ: جمع متکلم مضارع بالنون تاکید ثقیلہ
تَوْلِيَةٌ مصدر کَ ضمیر مفعول ہم آپ کو ضرور پھیر
دیں گے ۲ اس آیت میں تَوْلِيَةٌ سے مراد تحویل قبلہ
ہے جو بدر کی لڑائی سے دو ماہ پہلے ماہ رجب میں
(بروایت براء بن عازب) زوال آفتاب کے بعد عصر کی
نماز میں ہوئی اس پہلے سولہ یا سترہ مہینے تک رسول
اللہ نے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی
تھی مجاہد کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ اوس وقت
رسول اللہ صحابہ کو ظہر کی نماز بنی سلمہ کی مسجد میں پڑھا
رہے تھے اور دو رکعتیں پڑھ چکے تھے۔ (تینوں
الفاظ کیلئے دیکھو مُوَلِّيكُمْ اور مُوَلِّيهَا)

نَوْمٌ: اسم۔ نیند ۳

اَلنَّوْمَ: اسم نیند یا مصدر سونا ۹

نَوْمُكُمْ: نَوْمَ اسم منصوب مضاف کُمْ مضاف
الیہ تمہاری نیند کو ۳۰۔ (دیکھو المنون)

نُؤْمِنُ: جمع متکلم مضارع مرفوع اِيمَانٌ مصدر
۳ (کیا) ہم ایمان لے آئیں ۴ ہم ایمان رکھتے ہیں۔
۲ ہم رکھتے ہیں تصدیق کرتے ہیں ۳ ہم ایمان
(نہ) لائیں ۴ ۹ ہم تصدیق کریں۔ ہم مان
لیں۔

نُؤْمِنَ: جمع متکلم مضارع منصوب اِيمَانٌ سے
۲ ۱۱ ۱۷ ہم ہرگز تصدیق نہیں کریں گے ۷
ہم ایمان نہ لائیں۔ ۴ ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے

نُؤْمِنَنَّ: جمع متکلم مضارع بالنون تاکید ثقیلہ
اِيمَانٌ سے ہم ضرور ایمان لائیں گے۔ ۹

نوٹ: ترجمہ میں جس جگہ لفظ ایمان آیا ہے اوس
سے مراد ہے ایمان شرعی اور جہاں لفظ تصدیق آیا
ہے وہاں مراد ہے ایمان لغوی یعنی یقین اور جہاں
دونوں لفظ مذکور ہیں وہاں دونوں معنی کا احتمال
ہے۔ (دیکھو مؤمن)

اَلنُّوْنَ: مچھلی کا نام۔ ذو النون۔ حضرت
یونس پیغمبر علیہ السلام کا لقب تھا کیونکہ آپکو مچھلی نے
نگل لیا تھا اور پھر کنارہ پر لا کر اگل دیا تھا۔ ۲۳

اَلنَّوٰى: جمع النَّوَاةُ واحد کھجور کی گٹھلیاں
۲ ۱۸ نَوًى (اسم مفرد) وہ سمت جدھر کو رخ ہو۔
دوری۔ جدائی۔ نَیٌّ اصل میں نَوْیٌ تھا جربی
نیٌّ نیز بھی نِيَّةٌ ارادہ دوری۔ حاجتمندی۔ وہ

سمت جدھر مسافر کا رخ ہو۔ نَوِیٌّ ہم ارادہ، شریک قصد رکھنے والا آدمی۔ ناوِی موٹا اونٹ۔
نِیَّۃٌ اور نَوَاۃٌ مصدر (ضرب) ارادہ کرنا حفاظت کرنا۔ مالک ہونا۔ پھینکنا۔ نَیٌّ اور نَوَایَۃٌ (ضرب) فربہ ہونا۔ پھیر دینا۔ پھرنا۔ اِنْوَاءٌ (افعال) دور ہونا۔ بہت سفر کرنا۔ حاجت پوری کرنا۔ کھجور میں گٹھلی پڑ جانا۔ تَنْوِیَۃٌ (تفعیل) حاجت پوری کرنا۔ کسی کی نیت پر کام کو چھوڑ دینا۔ مُنَاوَاۃٌ (اصل میں مُنَاوَأَۃٌ تھا) باہم دشمنی کرنا۔ تَنَوِّی۔ (تفعّل) نیت کرنا۔ اِنْتِوَاءٌ (افتعال) ارادہ کرنا۔ قیام کرنا۔ حاجت پوری کرنا۔

فصل الهاء

اَلنَّهَارِ: اسم جنس مجرور معرفہ۔ دن۔ بعض اہل لغت نے نہار کی جمع اُنْهُرٌ اور نُهُرٌ لکھی ہے شاید اس محقق کی نظر میں نَهَار اسم مفرد ہے۔ پ ۲/۴
پ ۳/۶،۱۱،۱۶ پ ۷/۷ پ ۸/۹،۱۳ پ ۱۱/۶،۱۰ پ ۱۲/۱۰ پ ۱۳/۷ پ ۱۵/۲ پ ۱۶/۱۷ پ ۱۸/۱۴،۱۵
پ ۱۸/۵ پ ۲۱/۶،۱۲ پ ۲۲/۱۰،۱۳ پ ۲۳/۱۲،۱۵ پ ۲۴/۱۹ پ ۲۵/۱۷ پ ۲۶/۱۷ پ ۲۹/۱۳
پ ۳۰/۶،۱۷۔

اَلنَّهَارَ: اسم جنس منصوب معرفہ۔ دن پ ۳/۱۱
پ ۹/۱۴ پ ۱۱/۱۲ پ ۱۳/۹،۱۷ پ ۱۴/۸ پ ۱۵/۲ پ ۱۷/۱۲،۱۳،۵ پ ۱۹/۴

پ ۲۰/۱۰،۲۰ پ ۲۱/۱۲ پ ۲۲/۱۴ پ ۲۳/۱۵ پ ۲۴/۱۲ پ ۲۹/۱۴ پ ۳۰/۱۔

نَهَارٍ: اسم جنس نکرہ مجرور۔ کوئی دن، کسی دن پ ۲۶/۴

نَهَارًا: اسم جنس نکرہ منصوب۔ دن پ ۱۱/۹،۱۰

نَهَارٌ، نَاهِرٌ، نَهَارٌ، نُهُرٌ، نَهَارٌ، اُنْهُرٌ سب کا معنی ہے بہت زیادہ روشن دن۔ رَجُلٌ نُهُرٌ دن دھاڑے لوٹ مار کرنے والا آدمی۔ نَهَرٌ اور نَهْرٌ دریا۔ اَنْهَارٌ، نُهُورٌ، اُنْهُرٌ جمع۔ نُهْرَۃٌ لیجانا۔ خواندگی۔ نَهَرٌ فراخی، کشادگی۔ نَهِرٌ سفید انگور۔ نَهِیْرٌ بہت۔ زیادہ۔ نَهَارٌ بہرائی کا پھیل جانا۔ منتشر ہو جانا۔ مُنْهُورٌ بہ مُنْهَمِرٌ ...
نَهْرٌ مصدر (فتح) نہر کا پانی جاری کرنا۔ پانی کا زمین پر چلنا۔ جھڑکنا۔ اِنْهَارٌ (انفعال) پانی خون وغیرہ کا جاری کرنا۔ جاری ہونا۔ نہر کو چوڑا کرنا۔ زخم کھول کشادہ کرنا۔ عورت کا فربہ ہونا۔ آہستہ دوڑنا۔ دن میں لوٹ مار کرنا۔ اِنْتِهَارٌ (افتعال) جھڑکنا۔ خون نہ رکنا اسہال جاری ہونا (تاج المصادر وغیرہ)

نَهَرٍ: اسم مفرد مجرور نکرہ دریا (اردن اور فلسطین کے درمیان کوئی دریا تھا وہی مراد ہے پ ۲/۱۷) کوئی نہر پ ۲۷/۱ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ اس جگہ نہر سے مراد دریا نہیں بلکہ فضا اور وسعت مراد ہے (مدارک) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نَهَرٍ نہار کی جمع ہو اور مراد یہ ہو کہ جنت میں دن ہی دن

سے رات اور تاریکی نہیں ہے۔ (کرخی)

نَهَرًا: اسم مفرد منصوب نکرہ۔ دریا ۱۵/۱۲۔
(دیکھو نھار)

نَهْتَدِیْ: جمع متکلم مضارع اِہْتِدَاءٌ
مصدر (افتعال) ہماری کبھی رسائی (یہاں تک)
نہ ہوتی (تھانوی) ۸/۱۲ (دیکھو مہتدین)

نَهْدِیْ: جمع متکلم مضارع ہُدًی ہدایۃٌ
مصدر (ضرب) ہم ہدایت کرتے ہیں ہم راستہ
دکھا دیتے ہیں۔ ۲۵۔

نَهْدِیَنَّهُمْ: جمع متکلم مضارع بالنون تاکید
ثقیلہ ہدایۃٌ سے ہُمْ ضمیر مفعول ہم ان کو ضرور
بتا دیں گے ۲۱ (دیکھو یہتدین)

نُهْلِكَ: جمع متکلم مضارع منصوب اہلاکٌ
مصدر (افعال) کہ ہم تباہ کر دیں۔ ۱۵۔

نُهْلِكْ: جمع متکلم مضارع مجزوم اہلاک
مصدر (افعال) دکیا) ہم تباہ نہیں کر چکے ۱۱۔

نُهْلِكَنَّ: جمع متکلم مضارع بالنون
تاکید ثقیلہ اہلاکٌ سے۔ ہم ضرور ہی ہلاک
کر دیں گے ۱۳/۱۵۔

نُهُوْا: جمع مذکر غائب ماضی مجہول نہیٌ سے
وہ روکے گئے ان کو منع کیا گیا ۸ ۹ ۲۶۔

(دیکھو منتہون)

نَهٰی: واحد مذکر غائب ماضی معروف نہیٌ
سے اوس نے روکا۔ باز داشت کی۔ ۳۰۔ (دیکھو
منتہون)

اَلنُّهٰی: جمع النُّہْیَۃُ۔ واحد بری باتوں سے
روکنے والی عقلیں۔ ۱۶/۱۹۔

نُهِیْتُ: واحد متکلم ماضی مجہول نہیٌ سے
مجھے روکا گیا ہے مجھے ممانعت کر دی گئی ہے ۷ ۱۲/۱۳

نَهٰكُمْ: واحد مذکر غائب ماضی معروف
نہیٌ مصدر۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر مخاطب مفعول اس نے
تم کو منع کر دیا روک دیا۔ ۲۸۔

نَهٰكُمَا: واحد مذکر غائب ماضی معروف
کُمَا ضمیر تثنیہ مخاطب مفعول تم دونوں کو (نہیں)
منع کیا نہیں روکا۔ ۸ (دیکھو منتہون)

فصل الیاء المثناۃ

نُیَسِّرُ: جمع متکلم مضارع تیسیرٌ مصدر
(تفعیل) یُسر مادہ۔ ہم آسان کر دیتے ہیں ہم سہولت
پیدا کر دیتے ہیں ۳۰/۱۲۔

یُسْرٌ ضد عُسر۔ آسانی سہولت۔ یُسْرٰی۔
یَسِیْرٌ مَیْسُوْرٌ سہل۔ یَسِیْرٌ تھوڑا قلیل

یُسْرٰی بائیں جہت۔ یَسْرَۃٌ آسانی فراخی حال مَیْسَرَۃٌ وِیَسَارٌ فراخ حالی آسانی۔ فراخ دستی یَسَارٌ الٹا ہاتھ بائیں سمت بعض اہل لغت کا خیال ہے کہ بائیں جہت کے لئے یسارٌ بولا جاتا ہے مَیْسِرٌ جوا جس میں آسانی سے مال ہاتھ آجاتا ہے۔ یَسَرَاتٌ ہلکی ٹانگیں سبک پاؤں۔

تَیَسَّرٌ (تفعل) اِسْتِیْسَارٌ (استفعال) آسان اور سہل ہونا تَیْسِیْرٌ (تفعیل) آسانی کر دینا۔ سہل کر دینا۔ اِیْسَارٌ (افعال) مال دار ہو جانا فراخ دست ہو جانا۔ (المفردات)

نَیْلًا: مصدر منصوب (سمع) پانا کامیاب ہونا مراد کو پہونچنا۔ یہاں مراد ہے دشمن پر کامیابی خواہ قتل کر کے ہو یا قید کر کے یا اوس کا مال لوٹ کے ہو۔ (مدارک)

نَیْلٌ اور نَیْلَۃٌ عطیہ بخشش۔ نَائِلٌ عطیہ نَائِلَۃُ الدَّارِ مکان کا کشادہ صحن۔ نَیْلٌ نَالٌ نَالَۃٌ مصادر (سمع وضرب) پانا پہونچنا کامیاب ہونا نَالَ مِنْہُ اس پر قابو پایا اس کو ضرر پہونچایا نَالَ مِنْ عِرْضِہٖ اوس کی آبرو ریزی کی اوسکو گالی دی نِلْتُہٗ میں نے اوسکو پایا میں نے اوس کو دیا۔ اَنَالَہٗ (افعال) دینا۔ (متعدی بنفسہ بھی ہے اور باللام بھی) (راغب وقاموس)

بابُ الواو

فصل الالف

و: واؤ عطف دو چیزوں کو ایک حکم میں جمع کرنے کے لئے آتا ہے خواہ اول چیز دوسری چیز کی ہم زمانہ اور ساتھی ہو جیسے فَاَنْجَیْنٰہُ وَ اَصْحَابَ السَّفِیْنَۃِ۔ یا دوسری چیز پہلی چیز سے پہلے ہو جیسے کَذٰلِکَ یُوْحِیْٓ اِلَیْکَ وَاِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکَ یا دوسری چیز پہلی چیز کے بعد ہو جیسے اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرٰھِیْمَ اول مثال میں معطوف اور معطوف علیہ ایک زمانہ میں باہم ساتھی تھے یعنی

حضرت نوح اور دوسرے اہل کشتی اور سب کو
ساتھ ساتھ ایک وقت میں اللہ نے طوفان سے بچایا
تھا۔ دوسری مثال میں معطوف کا زمانہ معطوف علیہ
سے مقدم ہے یعنی رسول اللہ سے دوسرے انبیاء
سابق تھے اور ان کے پاس وحی آنے کا زمانہ
بھی پہلے تھا تیسری مثال میں معطوف علیہ کا زمانہ
معطوف سے پہلے تھا یعنی حضرت نوح حضرت ابراہیم سے پہلے تھے
ابن مالک کا قول ہے کہ واؤ کا معیت (جمعیت
زمانیہ) کیلئے ہونا راجح ہے۔ ترتیب یعنی تقدم و
تاخر زمانی کے لئے ہونا بہت زیادہ ہے اور عدم
ترتیب کے لئے ہونا بالکل نادر۔ انتہی۔
اگر معطوف و معطوف علیہ میں ترتیب ہو تو کبھی
تقارب زمانی ہوتا ہے یعنی معطوف علیہ کے بعد
فوراً ہی معطوف کا زمانہ شروع ہو جاتا ہے یا دونوں
میں فصل زمانی اور تراخی ہوتی ہے اول سے
دوسرا بہت بعد ہوتا ہے اول کی مثال کے لئے
آیت فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ سے بعض ائمہ
فقہ کے نزدیک وضوء کے ارکان میں فوری
ترتیب مستفاد ہوتی ہے دوسرے کی مثال کیلئے آیت
اِنَّا رَادُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ
پر غور کرو حضرت موسیٰ کا دریا سے نکل کر ان کے پاس پہنچنا
اور نبوت عطا ہونا دونوں میں چالیس سال کا فصل تھا
سیرافی نے لکھا ہے کہ اہل نحو اور اہل لغت کا اتفاق
ہے اس امر پر کہ واؤ عطف ترتیب کیلئے نہیں آتا
مگر ابن ہشام نے مغنی اللبیب میں صراحت کی ہے
سیرافی کا یہ قول غلط ہے کیونکہ قطرب ربعی، فراء، ثعلب
ابو عمرو ہشام اور امام شافعی واؤ کو مفید ترتیب کہتے ہیں۔
امام الحرمین ضیاء الدین نے برہان میں صراحت
کی ہے کہ بعض حنفیہ کے نزدیک واؤ معیت کے لئے
آتا ہے یعنی معطوف و معطوف علیہ میں ترتیب
نہیں ہوتی۔
مجازاً واؤ مندرجہ ذیل معانی کے لئے بھی مستعمل
ہے۔
۱۔ اَوْ کا ہم معنی۔ اس کی تین صورتیں ہیں اول
یہ کہ واؤ اَوْ کی طرح تقسیم کا فائدہ دیتا ہے جیسے
الکلمۃ اسم وفعل وحرف یا جیسے آیت فمنهم
سابق بالخيرات ومنهم مقتصد ومنهم
ظالم لنفسه (ذکرہ ابن مالک فی التحفۃ)
عام اہل نحو اس واؤ کو تقسیم کا واؤ نہیں کہتے بلکہ
جمعیت کے لئے ہی کہتے ہیں اور عام مفہوم جنسی
متنوع خاص الانواع کو مجتمع قرار دیتے ہیں۔ دوم
یہ کہ واؤ اَوْ کی طرح اباحت کا فائدہ دیتا ہے

مجالس الحسنَ وابن سیرینَ کا معنی ہے کہ دونوں میں سے ہر ایک کے ساتھ مجالست مباح ہے اسی لئے قرآن مجید میں ثلاثۃٍ وسبعۃٍ کے بعد تلک عشرۃٌ کاملۃٌ فرمایا تاکہ ثلاثۃ وسبعۃ سے جو یہ مفہوم مستفاد ہوتا تھا کہ تین اور سات روزوں میں سے صرف ایک شق کافی ہے تین یا سات اس خیال کا ازالہ ہو جائے اور یہ سمجھ لیا جائے کہ ثلاثۃ اور سبعۃ کے درمیان واؤ بمعنی اَوْ نہیں ہے بلکہ اصلی معنی کے لئے ہے یعنی پورے دس روزے رکھنے ضروری ہیں یہ قول زمخشری کا ہے عام اہل نحو اس کے قائل نہیں۔

تیسری صورت یہ ہے کہ واؤ اَوْ کی طرح تخییر کا فائدہ دیتا ہے یہ قول بھی حسب صراحت ابو ہشام بعض اہل نحو کا ہے جمہور علماء تخییر کے قائل نہیں۔ قرآن مجید میں اسکی کوئی مثال نہیں۔

۲ باء حرف جر کا ہم معنی۔ جیسے اَنْتَ اَعْلَمُ وَمَالَکَ اے بمالک یعنی تو ہی اپنے مال کی حالت خوب جانتا ہے۔ یا جیسے اشْتَرَیْتُ الشَّاۃَ شَاۃً وَدِرْھَمًا میں نے بکریاں خریدیں ایک بکری ایک درہم یعنی فی بکری ایک درہم کو۔ قرآن میں اس کی مثال نہیں۔

۳ لام تعلیل کا ہم معنی۔ فعل مضارع منصوب پر جو واؤ آتا ہے وہ لام تعلیل ہی کے معنی میں ہوتا ہے جیسے وَیَعْفُ عَنْ کَثِیْرٍ وَیَعْلَمَ الَّذِیْنَ یا وَلَمَّا یَعْلَمِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ جَاھَدُوْا مِنْکُمْ وَیَعْلَمَ الصَّابِرِیْنَ یا لَیْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُکَذِّبُ بِاٰیٰتِ رَبِّنَا وَنَکُوْنَ (فارزنجی) ابن ہشام کے نزدیک یہ واؤ معیت کے لئے ہے۔

۴ واوِ استیناف جس کے بعد فعل مضارع مرفوع ہوتا ہے جیسے لِنُبَیِّنَ لَکُمْ وَنُقِرُّ فِی الْاَرْحَامِ، یا مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَیَذَرُھُمْ (بقراءت رفع) یا وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَیُعَلِّمُکُمُ اللّٰہُ۔

۵ واوِ حال جسکو واوِ ابتدا بھی کہا جاتا ہے۔ جملۂ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے۔ سیبویہ اور متقدمین اہل نحو اس واؤ کو مع اس کے مابعد کے اذ کی طرح فعل سابق کی قید قرار دیتے ہیں۔ جیسے اِھْبِطُوْا بَعْضُکُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَکُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ ابو البقاء نے کہا آیت وَطَائِفَۃٌ قَدْ اَھَمَّتْھُمْ اَنْفُسُھُمْ

میں بھی واؤ حال ہے۔

۶۔ واؤ مفعول معہ۔ صرف امام عبد القاہر جرجانی قائل ہیں کہ مفعول معہ پر نصب اس واؤ کی وجہ سے ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں اسکی کوئی یقینی مثال نہیں۔ ہاں آیت اَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ میں (بروایت سبعہ بہمزۂ قطعیہ ونصب شرکاء) شرکاء منصوب ہے ممکن ہے کہ یہ نصب مفعول معہ ہونے کی بنا پر ہو اور ہو سکتا ہے کہ یہ فعل محذوف کا مفعول ہو اس لئے یقینی طور پر اس کو مفعول معہ نہیں کہا جا سکتا۔

۷۔ واؤ قسم حرف جر ہے صرف اسم ظاہر پر آتا ہے اور اس کا متعلق ہمیشہ محذوف ہوتا ہے جیسے وَالتِّيْنِ۔ وَالْقَلَمِ۔ وَالضُّحٰى لیکن اس کے بعد دوبارہ واؤ آئے تو دوسرا واؤ عاطفہ ہوگا جیسے وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ میں اول واؤ قسمیہ اور دوسرا عاطفہ ہے۔

۸۔ واؤ بمعنی رُبَّ۔ صرف نکرہ پر آتا ہے اور اس کا متعلق ہمیشہ بعد کو آتا ہے (علماء کوفہ و مبرد) قرآن مجید میں اس کی مثال نہیں۔

۹۔ واؤ زائدہ نہ ذکر سے خاص فائدہ نہ حذف سے نقصان۔ (علماء کوفہ واخفش وغیرہ) جیسے حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا میں اول یا دوسرا واؤ زائدہ ہے یا آیت فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ وَنَادَيْنٰهُ میں دونوں میں کوئی واؤ زائدہ ہے۔

۱۰۔ واؤ ثمانیہ۔ علماء ادب میں سے حریری وغیرہ علماء نحو میں سے ابن خالویہ وغیرہ اور مفسرین میں سے ثعلبی وغیرہ اس کے قائل ہیں جب سات چیزیں پیہم بغیر عطف کے ذکر کر دیجائیں تو آٹھویں چیز پر واؤ آجاتا ہے یا عدد سبعہ کے ذکر کے ثامن (آٹھویں) پر واؤ آجاتا ہے مؤخر الذکر کی مثال میں اس آیت کو پیش کیا گیا ہے سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًۢا بِالْغَيْبِ وَيَقُوْلُوْنَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ دیکھو ثلاثہ اور رابعہم کے درمیان حرف عطف نہیں اسی طرح خمسہ اور سادسہم کے درمیان بھی نہیں۔ لیکن سبعہ اور ثامنہم کے درمیان واؤ ہے اس لئے کہ اہل عرب ایک سے لیکر سات تک کسی کو عدد کامل نہیں کہتے صرف سات کو عدد تام کہتے ہیں اسی کو ظاہر کرنے کے لئے آٹھویں معدود یا عدد پر واؤ لاتے ہیں۔ بعض لوگ اس کو واؤ حال کہتے ہیں۔

اول الذکر کی شکل کے لئے وَالنّاہُوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ پر غور کرو اس سے پہلے سات صفات مذکور ہیں کسی پر واؤ نہیں یہ آٹھویں صفت ہے اس لئے اس پر واؤ ہے۔

ثعلبی اور قاضی عبدالرحمن عسقلانی مصری نے آیت ثَیِّبَاتٍ وَّاَبْکَارًا کے واؤ کو بھی واؤ ثمانیہ کہا ہے کیونکہ یہ بھی آٹھویں صفت (اگر خیرًا کو صفت اول نہ کہا جائے) پر آیا ہے ابن ہشام نے اس کی تغلیط کی ہے کیونکہ یہ واؤ بمعنی اَوْ ہے جو محض ثَیِّبَاتٍ کے مقابلہ کے لئے آیا ہے اس کے علاوہ اَبْکَارًا آٹھویں صفت بھی نہیں ہے نویں ہے (اگر خیرًا کو صفت اول کہا جائے)

۱۱ علامہ زمخشری اور اون کے مقلد کہتے ہیں کہ اگر کوئی جملہ ماقبل کی صفت ہو تو اس کے جملہ کی وصفیت کو پختہ اور مؤکد کرنے کیلئے اس پر واؤ لے آتے ہیں جیسے وَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْـًٔا وَّهُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ یا اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰى قَرْیَةٍ وَّهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا یا وَ مَاۤ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْیَةٍ اِلَّا وَ لَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ

عام علماء نحو اس واؤ کو واو حال کہتے ہیں۔

۱۲ ۔ واو ضمیر جمع مذکر جیسے اَلرِّجَالُ قَامُوْا یہ واؤ اسم ہے اور فاعل پر دلالت کرتا ہے اخفش اور زمانی کے نزدیک حرف ہے فاعل ضمیر مستتر ہے قرآن مجید میں اس کی مثالیں بکثرت ہیں۔

۱۳ واو علامت مذکر (صرف بنی طے یا قبائل ازدشنوءہ کے محاورہ میں) سیبویہ کا قول ہے کہ جس طرح قَالَتْ میں تا حرف تانیث ہے اسی طرح یہ واؤ حرف تذکیر ہے جو جمعیت پر دلالت کرتا ہے جیسے وَاَسَرُّوا النَّجْوَى الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَسَرُّوْا میں واؤ جمع مذکر کی علامت حرفیہ ہے اور اَلَّذِیْنَ فاعل ہے یا ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا كَثِیْرٌ مِّنْهُمْ میں کثیر فاعل ہے اور عَمُوْا اور صَمُّوْا کا واؤ حرف تذکیر جمع۔ جمہور اہل نحو کے نزدیک اَلَّذِیْنَ اور کَثِیْرٌ فاعل نہیں۔ فاعل کی ضمیر سے بدل ہیں۔ فاعل ضمیر مستتر ہے۔

۱۴ واو قوافی اشباعی شعر کے آخر میں صرف آواز کو بڑھانے کیلئے آتا ہے جیسے ؎

سُقِیْتِ الْغَیْثَ اَیَّتُهَا الْخِیَامُ

اے خیمو تم کو بارش سے سیرابی حاصل ہو۔

قرآن شعر نہیں اس لئے یہ واؤ بھی قرآن میں نہیں۔

۱۵ واؤ تذکر۔ مثلاً کوئی شخص یَقُوْمُ زَیْدٌ

کہنا چاہتا ہے اور یَعُوْم کہتے کہتے زید کو بھول جاتا ہے اس لئے زید کو یاد کرنے کے لئے یَعُوْمُوْ زَیْدٌ میم کو کھینچکر کہتا ہے کہ واؤ کا تلفظ پیدا ہو جاتا ہے یہ واؤ بھی قرآن میں نہیں کیونکہ اللہ بھولتا نہیں ہے اس کے علاوہ یہ واؤ محض عارضی طور پر بوقت امتداد تلفظ پیدا ہو جاتا ہے مستقل حیثیت نہیں رکھتا اسی لئے کتابت میں نہیں آتا۔

ک۲ اگر ہمزہ استفہام کا ماقبل مضموم ہو تو استفہامی ہمزہ کو واؤ سے بدل دیتے ہیں جیسے قنبل کی قرأت میں ہے قَالَ فِرْعَوْنُ وَاٰمَنْتُمْ پ۱۹/۲ اور اِلَیْہِ النُّشُوْرُ وَاَمِنْتُمْ اصل میں ءَاٰمَنْتُمْ اور ءَاَمِنْتُمْ تھا۔ ہمزہ کو واؤ سے بدل دیا۔

وَابِلٌ: اسم۔ سخت بارش۔ موسلا دھار بارش پ۳/۳۔ وَبْلٌ بڑے بڑے قطروں کی بارش۔ وَبْلَۃٌ اور اُبْلَۃٌ کھانے کی ناخوشگواری۔ وَبِیْلٌ سخت اور دشوار کام۔ ناگوار امر۔ سخت لٹھ۔ نرم شاخ۔ ناخوش گوار چراگاہ۔ وُبُلٌ جمع۔ وَبِیْلَۃٌ ایندھن کا گٹھا۔ مضبوط لاٹھی۔ اَرْضٌ وَبِیْلَۃٌ ناخوشگوار چراگاہ والی زمین وُبُلٌ جمع۔ وَابِلَۃٌ بازو۔ زانو کی نوک موبِلٌ سخت لاٹھی مَبْلَۃٌ۔ دُرّہ۔ کوڑہ مُبِیْلٌ مضبوط لاٹھی۔

وَبْلٌ وَبَالَۃٌ وَبَالٌ وُبُوْلٌ مصادر ہیں۔ (کرم) کسی چیز کا ناگوار اور گراں ہونا۔ وَبْلٌ مصدر (ضرب) موٹے قطروں کی بارش ہونا۔ سخت ہانکنا، مارنا۔ مُوَابَلَۃٌ (مفاعلۃ) مداومت۔ اِسْتِیْبَالٌ (استفعال) کسی چیز کو ناگوار سمجھنا۔

وَاثَقَکُمْ: واحد مذکر غائب ماضی معروف۔ مُوَاثَقَۃٌ اور وِثَاقٌ مصدر (مفاعلۃ) اُس نے تم سے مضبوط عہد لیا تھا پ۶ (دیکھو مُوْثِقَہُمْ)

وَاجِفَۃٌ: اسم فاعل واحد مؤنث وَجْفٌ مصدر (ضرب) ترساں لرزاں (محلی) ۳۰/۳۔

وَجِیْفٌ وَجِیْفٌ وُجُوْفٌ مصادر ہیں (ضرب) اونٹ یا گھوڑے کا قدم قدم چلنا۔ کسی کا بے قرار ہونا اِیْجَافٌ (افعال) قدم قدم چلانا۔ اِسْتِیْجَافٌ (استفعال) دل کو محبت میں وارفتہ بنا دینا۔

وَاحِدٌ: اسم فاعل واحد مذکر مرفوع نکرہ۔ وَحْدٌ اور وَحْدَۃٌ مصدر (سمع و کرم) اکیلا یگانہ ۲/۲ ۶/۲و۱۴ ۷/۸ ۱۳/۱۹ ۱۴/۹ ۱۶/۳ ۱۷/۶و۱۲ ۲۱/۱ ۲۳/۵ ۲۴/۱۵۔

وَاحِدٍ: اسم گنتی کا سب سے پہلا عدد یعنی ایک ۳/۱۴ ۱۲/۲ ۱۸/۲ ایک قسم ۱/۷ ۱۳/۲۔

وَاحِدًا اسم فاعل واحد مذکر منصوب نکرہ اکیلا ۱۹/۱۶ ۱/۱۱ ۳۰/۱۰ ایک ۲۷/۹ ایک اور ایک طرح ۱۹/۱۶ ۔

اَلْوَاحِدُ: اسم فاعل واحد مذکر مرفوع معرفہ اکیلا۔ یگانہ۔ ۱۲/۱۵ ۱۳/۸ ۲۳/۱۴ و ۱۵ ۔

اَلْوَاحِدِ: اسم فاعل واحد مذکر مجرور معرفہ اکیلا۔ یگانہ ۲۴/۴ ۔

وَاحِدَةً: اسم فاعل واحد مؤنث منصوب نکرہ ایک۔ اکیلی ۲/۱۰ ۴/۱۲ و ۱۳ ۶/۱۱ ۱۱/۷ ۱۲/۱۰ ۱۴/۱۹ ۱۴/۶ ۱۹/۴ ۲۳/۱ و ۲ و ۳ و ۱۱ ۲۵/۲ و ۹ ۲۷/۹ یک دم ۵/۱۲ ۱۹/۱ ۲۹/۵ ۔

وَاحِدَةٍ: اسم فاعل واحد مؤنث مجرور نکرہ ایک اکیلی ۴/۱۲ ۷/۱۸ ۹/۱۴ ۱۲/۱۴ ۲۱/۱۲ ۲۲/۱۲ ۲۳/۱۵ ۔

وَاحِدَةٌ: اسم فاعل واحد مؤنث مرفوع نکرہ ایک اکیلی ۲۳/۵ ۲۹/۵ ۳۰/۳ ایک بار یا ایک بات ۲۷/۱۰ اس جگہ موصوف محذوف ہے یعنی مَرَّةٌ وَاحِدَةٌ یا کَلِمَةٌ وَاحِدَةٌ (معالم)

اَلْوَادِ: اسم مفرد اَلْاَوْدِیَةُ جمع اصل میں اَلْوَادِیْ تھا دو پہاڑوں کے درمیان کا میدان مراد وادی طور ۱۶/۱۰ ۲۰/۲ ۳۰/۳ یہ مفعول معرف باللام میں ہاں ۱۹/۱۴ میں مجرور مضاف ہے جس سے مراد کعب کے نزدیک طائف ہے اور قتادہ کے نزدیک شام کی ایک وادی ۳۰/۱۲ میں وادی القریٰ مراد ہے جو مدینہ کے قریب بجانب شام ہے یا وہ پہاڑی وادی مراد ہے جہاں پتھروں کو تراش کر مکان نما غار بنا کر قوم ثمود رہتی تھی۔ (قرطبی)

وَادٍ: اسم مفرد نکرہ دو پہاڑوں کے درمیان کا میدان مراد مکہ ۱۳/۱۹ البتہ ۱۹/۱۵ میں وہ خیالی وادی مراد ہے جس میں شعراء دوڑ لگاتے پھرتے ہیں اور ہر تخیل پر غور و خوض کرتے ہیں جیسے جنگل میں کوئی حیران پریشان ٹکریں مارتا پھرتا ہو واقعیت سے اس کا دور کا بھی تعلق نہیں ہوتا زمین کو سات اور آسمان کو آٹھ بنا دینا ان بھٹکے ہوئے سرگردانوں کا شیوہ ہوتا ہے (ملخص از تفسیر قرطبی)

وَادِيًا: اسم منصوب نکرہ۔ دو پہاڑوں کے درمیان کا میدان ۱۱/۴ ۔

دِیَةٌ خون بہا۔ دِیَاتٌ جمع ودی ہلاک۔ وادی دو پہاڑوں کے درمیان کا نالہ یا میدان

دِیَةٌ مصدر اصل میں وَدْیٌ تھا (ضرب) خون بہا دینا۔ کام کو قریب کر دینا۔ اِیْدَاءٌ (افعال) ہلاک ہونا۔ ہلاکت کے قریب پہنچ جانا۔ مُوْدِی شیر۔ اور ہلاک ہونے والا۔

اَلْوَارِثِ: اسم فاعل واحد مذکر مجرور

وہ شخص جو کسی کے مرنے کے بعد اوس کے ترکہ
کا حصہ دار ہوتا ہے ۲۸ (دیکھو میراث)

اَلْوَارِثُوْنَ : اسم فاعل جمع مذکر مرفوع
الوارث واحد ۱۵ باقی رہنے والے ۲۸ مالک
(دیکھو میراث)

اَلْوَارِثِیْنَ : اسم فاعل جمع مذکر منصوب
ومجرور۔ الوارث واحد۔ باقی رہنے والے ۱۵ ۲۰/۹
مالک جانشین ۲۸ (دیکھو میراث)

وَارِدٌ : اسم فاعل واحد مذکر مرفوع مضاف
وُرُوْدٌ مصدر (ضرب) سامنے پہونچ جانیوالا
یا اترنے والا ۱۹ ۔

؎ اکثر قدما مفسرین کے نزدیک اس جگہ وُرُوْدٌ
مراد ہے پلصراط سے گذرنا۔ علامہ نووی شارح
صحیح مسلم نے اسی کو ترجیح دی ہے حضرت انس
حضرت ابوہریرہ حضرت جابر حضرت ابوسعید کی روایات
اسکی تائید کرتی ہیں لیکن ابن ابی حاتم نے حضرت ابن مسعود
کا قول نقل کیا ہے کہ اس جگہ ورود سے مراد ہے
جہنم کے پاس کھڑا ہونا۔

وَارِدَهُمْ : اسم فاعل منصوب مضاف۔ ہُمْ
مضاف الیہ۔ (انہوں نے بھیجا) اپنے وارد کو
یعنی پانی پر اترنیوالے کو تاکہ کنویں (یا چشمہ وغیرہ)
سے پانی لیکر آئے ۱۲ (دیکھو المورود)

وَارِدُوْنَ : اسم فاعل جمع مذکر مرفوع۔
وارد واحد تم (اوس پر) اترنے والے ہو یا اس میں
داخل ہونیوالے ہو ۱۶ (دیکھو المورود)

وَازِرَةٌ : اسم فاعل واحد مؤنث وِزْرٌ مصدر
(ضرب) پشت پر بوجھ اٹھانے والا نفس یعنی شخص
۸ ۵/۲ ۲۲/۱۵ ۲۳/۱۵ ۲۷ یعنی کوئی شخص دوسرے
کا گناہ اپنے اوپر نہ اٹھا سکے گا۔

وِزْرٌ بوجھ۔ کپڑوں کا بقچہ۔ ہتھیار۔ ساز۔ اَوْزَارٌ
جمع وَزَرٌ بلند پہاڑ۔ پناہ گاہ۔ وَزِیْرٌ مشیر سلطنت
بادشاہ کا مددگار۔ حکومت کا بوجھ اٹھانے والا
بادشاہ کی پشت کو مضبوط کرنے والا۔ مَوْزُوْرٌ
وہ شخص جسکی پشت پر بوجھ لدا ہو۔ وَزْرٌ وِزْرٌ
اور وِزْرَةٌ مصادر ہیں (ضرب وسمع) بوجھل ہونا
بوجھ اٹھانا۔ اِیْزَارٌ (افعال) پناہ میں لانا۔ مضبوط
کرنا۔ لیجانا۔ کسی پر بوجھ لاد دینا چھپانا مُوَازَرَةٌ
(مفاعلہ) باہم امداد۔ تَوَزُّرٌ (تفعل) وزیر ہونا۔ اِتِّزَارٌ
(افتعال) گناہ کرنا۔ گناہ کا بوجھ اٹھانا۔ (تاج)

وَاسِعٌ : اسم فاعل واحد مذکر نکرہ مرفوع سَعَۃٌ
مصدر (سمع) وسیع فضل والا۔ کشادہ بخشش والا
۱/۱۴ ۲/۱۶ ۳/۱۴،۱۵،۱۶ ۶/۱۲ ۱۸/۱۰ ۔

وَاسِعٌ : اسم فاعل واحد مذکر معرفہ مضاف
وسیع مغفرت والا جس کے گناہ معاف کرنا چاہیگا
بغیر توبہ کے معاف کر دیگا (رازی) ۲۷/۳۲ ۔

وَاسِعًا: اسم فاعل واحد مذکر منصوب نکرہ
وسیع الفضل کثیر العطاء ۵/۹۱ ۔

وَاسِعَةٍ: اسم فاعل واحد مؤنث مجرور۔
وسیع (رحمت) بڑی (مہربانی) ۶/۸ ۔

وَاسِعَةً: اسم فاعل واحد مؤنث منصوب
فراخ کشادہ بڑی لمبی چوڑی ۵/۱۱ ۔

وَاسِعَةٌ: اسم فاعل واحد مؤنث مرفوع
فراخ کشادہ بڑی لمبی چوڑی ۱/۲ ۲۴/۲۱ (دیکھو
الموسع)

وَاصِبٌ: اسم فاعل واحد مذکر مرفوع
وُصُوبٌ مصدر (ضرب) جم جانے والا۔ قائم
رہنے والا جاودانی، لازوال ۳۲/۲ ۔

وَصَبٌ بیماری اوصاب جمع وَصِبٌ بیمار
وِصَابٌ اور وَصَابیٰ جمع مَفَازَۃٌ وَاصِبَۃٌ دور دراز
لمبا چوڑا صحرا۔ وصوبٌ مصدر (ضرب)
جم جانا۔ زائل نہ ہونا۔ ہمیشہ رہنا۔ (بذریعہ علیٰ)
وَصَبٌ مصدر (سمع) بیمار ہونا۔ اِیصَابٌ
(افعال) بیمار ہونا۔ بیمار کر دینا کسی چیز پر ہمیشہ
جما رہنا قائم رہنا (بذریعہ علیٰ) تَوْصِیبٌ (تفعیل)
بیمار کرنا۔ تَوَصُّبٌ بیمار ہونا۔

وَاصِبًا: اسم فاعل واحد مذکر منصوب
دوامی ہمیشہ۔ ۱۴/۱۲ ۔

وَاعَدْنَا: جمع متکلم ماضی معروف مُوَاعَدَۃٌ
مصدر (مفاعلۃ) ہم نے میعاد مقرر کر دی
۱۶/۱۲ (دیکھو موعدۃ)

اَلْوَاعِظِیْنَ: اسم فاعل جمع مذکر مجرور
وَعْظٌ مصدر (ضرب) نصیحت کرنے والا ۱۹/۱۱ ۔
(دیکھو الموعظۃ)

وَاعِیَۃٌ: اسم فاعل واحد مؤنث۔ وَعْیٌ
مصدر (ضرب) یاد رکھنے والے۔ ۲۹/۵ ۔

وَعْیٌ اور وَعًی شور و غل فریاد جھوٹا کتے
کی آواز۔ مالی عَنْہُ وَعْیٌ مجھے اس کے بغیر کوئی
چارہ نہیں۔ فَرَسٌ وَعْیٌ مضبوط گھوڑا۔ وِعَاءٌ
اور اِعَاءٌ برتن اَوْعِیَۃٌ اور اَوَاعٍ جمع۔
وَاعِی الیتیم۔ یتیم کی دیکھ بھال رکھنے والا سرپرست
مُؤعًی مضبوط۔ وَعْیٌ مصدر (ضرب)
یاد رکھنا۔ اِیعَاءٌ (افعال) برتن میں بھرنا۔
یاد رکھنا۔ اکٹھا کر لینا خرچ کو تنگ رکھنا۔
درخت کو جڑ سے اکھاڑنا۔

وَاقٍ : - اسم فاعل واحد مذکر اصل میں واقی
تھا وَقیٌ اور وِقایۃٌ مصدر (ضرب) بچانے والا۔
حفاظت کرنے والا ۱۳/۱۱ ۱۳/۸ ۔
تَقی تُقَاۃ تَقِیَّۃٌ پرہیزگاری تَقِیَّۃٌ بچاؤ
وُقِیٌّ بچاؤ وُقِیٌّ بچاؤ حفاظت نگاہداشت
وِقَایَۃٌ وہ چیز جس سے حفاظت کی جائے۔
وِقَایَۃٌ وَقَایَۃٌ بچاؤ کا ذریعہ وقایۃ اور معنی
تقویٰ پرہیزگاری اَوْقِیَّۃٌ ایک باٹ جس کا
وزن سات مثقال ہوتا ہے وَقِیَّۃٌ بمعنی اَوْقِیَّۃٌ
چالیس درہم کو بھی وَقِیَّۃٌ کہتے ہیں۔
وَقْیٌ وِقَایَۃٌ اور وَاقِیَۃٌ مصادر ہیں
(ضرب) بچانا حفاظت کرنا تُقیٌ تَقِیَّۃٌ تِقَاءٌ
مصادر (ضرب) پرہیزگاری کرنا تَوْقِیَۃٌ
(تفعیل) بچانا حفاظت کرنا تَوَقِّی (تفعل)
بچنا اِتِّقَاءٌ (افتعال) پرہیزگاری کرنا ڈر کر
بچنا (دیکھو متقون اور متقین)
وَاقِعٌ - اسم فاعل واحد مذکر وَقْعٌ مصدر
(فتح) ۹/۱۱ (ان پر) گر پڑنے والا ۲۶/۳ اترنے والا نازل
ہونیوالا۔ ۲۵/۴ ۲۶/۱۸ ۲۹/۷ ۲۱ ہونیوالا۔ لازمی ہو
جانیوالا (دیکھو مواقع)
اَلْوَاقِعَۃُ - اسم فاعل واحد مؤنث وَقْعٌ

مصدر (فتح) لازمی ہونیوالی مراد قیامت ۲۷/۱۴
۲۹/۵ (دیکھو مواقع)
وَاصِبًا - اسم فاعل واحد مذکر اصل میں وَالِیٌ
تھا وَلَایَۃٌ مصدر (ضرب) مددگار۔ حامی امداد پر
قادر ۱۳/۸ ۔ (دیکھو موالیکم)
وَالِدٍ : - اسم فاعل واحد مذکر مرفوع مجرور وِلَادَۃٌ
مصدر (ضرب) جننے والا۔ باپ ۲۱/۱۳ ۳۰/۱۵ مؤخر الذکر
آیت میں حضرت آدم یا حضرت ابراہیم مراد ہیں۔
اَلْوَالِدَاتُ : اسم فاعل جمع مؤنث اَلْوَالِدَۃُ
واحد وَلَادَۃٌ سے۔ مائیں ۲/۱۴ یعنی وہ عورتیں جن کو
طلاق ہو چکی ہو اور طلاق دینے والے شوہروں کے
بچے ان کے پیٹ کے ان کے پاس ہوں تو اپنی
رضامندی سے زیادہ سے زیادہ دو سال تک ان
بچوں کو دودھ پلا سکتی ہیں لیکن رضاعت کی یہ
حد بندی ان بچوں کیلئے ہے جو چھ ماہ میں پیدا ہوئے
ہوں اگر سات ماہ میں پیدا ہوئے ہوں تو ۲۳
ماہ اور مدت حمل ۹ ماہ ہو تو ۲۱ ماہ اور مدت حمل دس
ماہ ہو تو مدت رضاعت ۲۰ ماہ ہوگی بروایت
عکرمہ حضرت ابن عباس کا یہی قول ہے بہر حال
حمل اور رضاعت کی مدت ملاکر ۳۰ ماہ ہو جانی
چاہیے۔ ابن جریج اور سفیان ثوری کا قول ہے

کہ جب تک والدین کا اتفاق رائے سے نہ ہو جائے دو سال سے کم کسی بچہ کو دودھ نہ پلایا جائے یہ روایت والبی حضرت ابن عباس کا یہی قول ہے۔ قتادہ نے کہا اول دو سال دودھ پلانے کا حکم نازل ہوا اس کے بعد تخفیف کر دی گئی اور لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ سے اتمام رضاعت کے ارادہ کو دو سال تک دودھ پلانے کے لیے شرط کر دیا گیا اس کا مطلب یہ نکلا کہ دو سال انتہائی مدت رضاعت ہے اور کم کی کوئی حد بندی نہیں جب والدین بچہ کی مصلحت کو دیکھتے ہوئے متفق ہوں دودھ چھڑا دیں (بغوی فی المعالم) چونکہ اس آیت سے پہلے اور پیچھے دونوں جگہ مطلقہ عورتوں کا ہی بیان ہے اس لئے سیاق و سباق کا لحاظ کرتے ہوئے والدات سے مراد مطلقہ عورتیں ہی ہیں اور انہی کیلئے رضاعت کی یہ مدت بیان کی گئی ہے۔ عمومی رضاعت کا اس میں ذکر نہیں۔ اس کے لیے حملہ و فصالہ ثلثون شہرا والی آیت ہے۔

اَلْوَالِدَانِ : تثنیہ مرفوع۔ ماں باپ ۲/۱۲ ۴/۷

وَالِدَتِكَ ۔ اسم فاعل واحد مؤنث مضاف ک ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ۔ تیری ماں (کو)، ۵/۱۱۰

وَالِدَتِي ۔ اسم فاعل واحد مؤنث مضاف ي ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ۔ میری ماں۔ ۱۹/۳۲

وَالِدَةٌ ۔ اسم فاعل واحد مؤنث نکرہ جننے والی ماں۔ ۲/۲۳۳

وَالِدَيَّ ۔ وَالِدَيْنِ تثنیہ ی متکلم مضاف الیہ اضافت کی وجہ سے نون گرا کر یا کو یا میں ادغام کر کے وَالِدَيَّ کر دیا گیا میرے ماں باپ۔ ۲۷/۱۹ ۴۶/۱۵ میں حضرت ابراہیم کے والدین ۱۴/۴۱ میں حضرت سلیمان کے والدین ۷۱/۲۸ میں حضرت نوح کے والدین مراد ہیں کیوں کہ ان آیات میں انہی بزرگوں کے قول کی نقل کی گئی ہے ۴۶/۱۵ میں کسی کی تخصیص نہیں لیکن سدی اور ضحاک نے آیت کا نزول حضرت سعد بن ابی وقاص کے متعلق بیان کیا ہے اس لیے حضرت سعد کے والدین مراد ہوں گے لیکن دوسرا اہل روایت نے مورد نزول حضرت ابوبکر صدیق کو قرار دیا ہے اس لیے آپ کے باپ ابو قحافہ عثمان بن عمرو اور آپ کی ماں ام الخیر بنت صخر بن عمرو مراد ہوں گے حضرت علی نے بھی حضرت ابوبکر ہی کے متعلق آیت کا نزول مانا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ ابوبکر اور ان کے والدین سب اسلام لائے تھے کسی مہاجر کو یہ فضیلت حاصل نہیں ہوئی جب حضرت ابوبکر کی عمر ۱۸ سال تھی اس ۔۔۔ ت سے سفر شام میں

حضور کے ساتھ رہے اس وقت سرکار والا کی عمر ۲۰ سال تھی اور چالیس سال کی عمر میں جب رسول اللہ کو نبوت ملی تو حضرت ابوبکر ایمان لے آئے (معالم)

وَالِدَيْكَ :- اسم فاعل تثنیہ مضاف۔ كَ ضمیر مضاف الیہ۔ نون تثنیہ کو اضافت کی وجہ سے ساقط کر دیا گیا تیرے والدین ۲۱/۱۱

اَلْوَالِدَيْنِ :- اسم فاعل تثنیہ مجرور الوالد واحد۔ ماں باپ۔ ۱/۱۰، ۲/۱۰۰۶، ۵/۱۰۳، ۸/۶، ۱۵/۳

وَالِدَيْهِ :- اسم فاعل تثنیہ مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ اس کے ماں باپ ۱۶/۴، ۲۰/۱۳، ۲۱/۱۱، ۲۶/۲ (تمام الفاظ کے لیے دیکھو المولود)

وَاهِيَةٌ :- اسم فاعل واحد مؤنث وَهْيٌ مصدر (فتح۔ سمع) کمزور۔ بوسیدہ پھٹا ہوا۔ ۲۹/۵ فراء نے کہا وَهْيُهَا لِتَشَقُّقِهَا آسمان کی بوسیدگی اس کا پھٹنا ہے اس قول کا معنی دو طرح سے ہو سکتا ہے ایک یہ کہ آسمان کی بوسیدگی سے مراد ہے اس کا پھٹنا دوسرا یہ کہ بوسیدہ ہونے کی وجہ سے ہی آسمان پھٹے گا اول معنی زیادہ صحیح ہے وَهْيٌ، شُكَافٌ وَهْيَةٌ چمڑے کی پھٹن وَهِيَةٌ موتی وَهْيٌ مصدر (فتح۔ سمع) مشک پھٹ جانا رسی کا بند کمزور اور ڈھیلا پڑ جانا۔ ابر کا ٹکڑے ٹکڑے ہو جانا گر پڑنا کمزور ہو جانا۔ دیوار گرنے کے قریب ہو جانا اِيْهَاءٌ (افعال) پھاڑ دینا توڑ دینا۔ (تاج و لبعض از قاموس)

فَصْلُ الْبَاءِ الْمُوَحَّدَةِ

وَبَالَ :- اسم منصوب مضاف (کَرُمَ) سختی ناگواری (کبیر) بوجہ گرانی (تفسیر ماجدی) ثقل شدت (قاموس) بہر حال مراد۔ بد اعمالی کی سخت سزا۔ ۷/۳ ۲۸/۱۸۰۱۵۰۵

وَبِيلًا : اسم فاعل منصوب وَبْلٌ اور وُبُولٌ مصدر (کرم) سخت۔ ناخوش گوار ۲۹/۱۳ (دیکھو وابل)

فَصْلُ التَّاءِ الْمُثَنَّاةِ

اَلْوَتْرِ -:- اسم۔ طاق۔ جفت کا مقابل ۳۰/۱۴ وتر سے مراد کیا ہے تعیین مختلف فیہ ہے۔

۱۔ تمام مخلوق شفع (جوڑا)۔ جوڑا ہی جیسے کفر و ایمان ہدایت و گمراہی سعادت و شقاوت۔ رات و دن آسمان و زمین۔ بر و بحر شمس و قمر جن و انس اور وتر تنہا اللہ ہے۔ (ابو سعید خدری عطیہ۔ مجاہد مسروق)

۲۔ شفع و وتر سب مخلوق ہی ہے کوئی جوڑا جوڑا

ہے کوئی طاق۔ (حسن اور ابن زید)

۳ قتادہ نے حسن بصری کا قول نقل کیا ہے کہ جفت و طاق دونوں سے مراد عدد ہے۔

۴ قتادہ کا قول ہے کہ اس سے مراد جفت اور طاق نمازیں ہیں حضرت عمران بن حصین سے بھی یہ قول مرفوعاً مروی ہے۔

۵ شفع فجر کی نماز اور وتر مغرب کی نماز (قول ابن عباس بروایت عطیہ)

۶ مقاتل بن حیان نے کہا دنیا کے تمام دن رات شفع ہیں لیکن قیامت کا دن وتر ہوگا جس کے بعد رات نہ ہوگی۔

۷ حسین بن فضل نے کہا درجات جنت آٹھ ہیں اور طبقات دوزخ سات اول شفع اور دوم وتر ہیں

۸ ابوبکر وراق نے کہا مخلوق کی صفات ہیں تضاد ہے عزت ذلت، قدرت عجز، قوت ضعف علم جہالت، بینائی نابینائی، زندگی اور موت یہ سب شفع ہیں لیکن اللہ کی صفات وتر ہیں، عزت بغیر ذلت کے قدرت بغیر عجز کے قوت بغیر ضعف کے علم بغیر جہالت کے اور زندگی بغیر موت کے اللہ اعلم۔

اَلْوَتِیْنَ ۔اسم منصوب۔ زندگی کی رگ۔ دل کی ڈوری۔ محلی نے لکھا ہے دل سے کنکشن رکھنے والی ایک رگ ہے اگر کٹ جائے تو آدمی مرجاتا ہے مجاہد نے کہا پشت میں ایک رگ ہے لغت میں وتین کا ترجمہ دل کی رگ کیا گیا ہے وُتُنٌ اور اَوْتِنَۃٌ جمع۔ ۲۹/۶

وَتْنَۃٌ خلاف ورزی۔ وَاتِنٌ اپنی جگہ پر ثابت اور قائم رہنے والا۔ بہنے والا پانی وَتْنٌ اور تِنَۃٌ مصدر (ضرب)، دل کی رگ پر مارنا پیہم جاری رہنا مسلسل منقطع نہ ہونا۔ مُوَاتَنَۃٌ (مفاعلہ) کسی کام کی مداومت۔

فصل الثاء المثلثة

اَلْوَثَاقَ :۔ اسم۔ بندھن۔ بندش۔ ۲۶/۵

وَثَاقَہٗ :۔ اسم منصوب مضاف مفعول مطلق ہٗ ضمیر مضاف الیہ اس کی ایسی بندش، جکڑنا۔ ۳۰/۱۴

اَلْوُثْقٰی :۔ اسم تفضیل مؤنث اَلْاَوْثَقُ مذکر وَثِیْقٌ اسم فاعل وَثَاقَۃٌ مصدر (کرم) بہت مضبوط۔ مراد محکم عقد ایمان۔ یا ایسا مضبوط وسیلہ جو ناقابل شکست ہو اور اس کے ذریعہ سے اللہ کی رضامندی حاصل ہو جاتی ہے (بغوی) ۳/۲ ۲۱/۱۲ (دیکھو مَوْثِقَھُمْ)

فصل الجیم المعجمۃ

وَجَبَتْ : ۔ واحد مؤنث غائب ماضی معروف وَجْبَۃٌ مصدر (ضرب) جب گر پڑیں یعنی نحر کے بعد جب زمین پر گر پڑیں (محلی) اگر دیوار گر پڑے تو وَجَبَ الحائط کہا جاتا یَجِبُ مضارع اور وَجْبَۃٌ مصدر ہے (روح) وجوب جنوب سے زمین پہ گر پڑنا مراد ہے کیونکہ یہ لفظ وجب الحائط وَجْبَۃٌ سے ماخوذ ہے وجب الحائط کا معنی ہے دیوار گر پڑی (کبیر) ۱۷/۱۲

وَجَدَ : ۔ واحد مذکر غائب ماضی معروف وَجْدٌ اور وُجُودٌ مصدر (ضرب) اس نے پایا۔ ۳/۱۲ ۱۶/۲ ۱۸/۱۱ ۲۰/۵،۶،۶ ۳۰/۱۸ (دیکھو نَجِدْ)

وُجِدَ : ۔ واحد مذکر غائب ماضی مجہول وُجُودٌ سے وہ پایا گیا یعنی پایا جائے۔ ۱۳/۳

وُجْدِ : ۔ اسم مجرور مضاف۔ تمہاری وسعت تمہاری طاقت۔ ۲۸/۱۶

وَجَدَا : ۔ تثنیہ مذکر غائب ماضی معروف ان دونوں نے پایا ۱۵/۲۱ ۱۶/۱

وَجَدْتُ : ۔ واحد متکلم ماضی معروف میں نے پایا۔ ۱۹/۱۶

وَجَدْتُمْ : ۔ جمع مذکر حاضر ماضی معروف ۸/۱۲ (کیا تم نے پالیا ۲۵/۸ تم نے پایا۔

وَجَدْتُمُوهُمْ : ۔ جمع مذکر حاضر ماضی معروف ھُمْ ضمیر مفعول ان کو (جہاں) پاؤ۔ ۵/۹ ۱۰/۷

وَجَدْتُهَا : ۔ واحد متکلم ماضی معروف ھا ضمیر مفعول میں نے اس کو پایا۔ ۱۹/۱۷

وَجَدْنَا : ۔ جمع متکلم ماضی معروف ہم نے پایا ہم نے پالیا ۶/۴ ۸/۱۰،۱۲ ۹/۳ ۱۱/۱۳ ۱۳/۳ ۱۷/۵ ۱۹/۹ ۲۱/۱۲ ۲۳/۱۲ ۲۵/۸ ۲۷/۱ ۲۹/۱۱

وَجَدُوهَا : ۔ جمع مذکر غائب ماضی معروف انہوں نے پایا ۵/۶،۷،۸ ۱۳/۲ ۱۵/۱۸ (دیکھو نَجِدْ)

وَجِلَتْ : ۔ واحد مؤنث غائب وَجَلٌ مصدر (سمع) ڈر جاتے ہیں (ان کے دل) ۹/۵ ۱۷/۱۲

وَجِلٌ نشیبی گڑھا۔ مَوْجِلٌ نشیبی گڑھا اور خوف کی جگہ۔ وُجُولٌ بوڑھے لوگ وَجَلٌ مصدر (نصر) ڈر کے مقابلہ میں جیت جانا وَجَلٌ اور مَوْجِلٌ (سمع) ڈرا، ڈر گیا اس سے مضارع چار طرح آتا ہے یَاْجَلُ یَوْجَلُ یَیْجَلُ یِیْجَلُ وَجَالَۃٌ (کَرُمَ) بوڑھا ہو جانا مُوَاجَلَۃٌ مقابلۃ خوف۔

وَجِلُوْنَ : ۔ صفت مشبہ جمع مذکر وَجِلٌ واحد وَجَلٌ مصدر (سمع) خوف زدہ، ڈرنے والا ۱۴/۴

وَجِلَتْ ۔ صفت مشبہ واحد مؤنث وَجِلٌ مذکر وَجَلٌ مصدر (سمع) خوف زدہ۔ ڈرنے والے۔ ڈرتے رہتے ہیں۔ ۱۸/۴

وُجُوْهٌ : ۔ جمع مرفوع نکرہ وَجْهٌ واحد چہرے ۲/۲ ۲۹/۱۱ ۳۰/۱۳، ۱۵

وُجُوْهٌ : ۔ جمع مرفوع مضاف وَجْهٌ واحد چہرے ۲۹/۲

وُجُوْهِ ؛ ۔ جمع مجرور مضاف وَجْهٌ واحد چہرے ۱۱/۱۲

اَلْوُجُوْهُ : ۔ جمع مرفوع معرف باللام چہرے ۱۶/۱۵

اَلْوُجُوْهَ : ۔ جمع منصوب معرف باللام چہروں کو ۱۵/۱۶

وُجُوْهًا ؛ ۔ جمع منصوب نکرہ۔ چہرے ۵/۴

وُجُوْهَكُمْ : ۔ جمع منصوب مضاف کُمْ ضمیر مضاف الیہ۔ تم اپنے منہ اپنے چہرے اپنے رخ ۲/۱، ۲، ۶ ۶/۶ ۱۵/۱ تمہارے چہروں کو۔ ۱۵/۱

وُجُوْهِكُمْ : ۔ جمع مجرور مضاف کُمْ ضمیر مضاف الیہ تم اپنے چہروں پر۔ ۵/۴

وُجُوْهَهُمْ ۔ جمع منصوب مضاف ہُمْ ضمیر مضاف الیہ ان کے چہروں پر ۵/۲ ۱۱/۸ ۱۳/۱۹ ۲۶/۷ ان کے چہروں کو ۹/۶

وُجُوْهُهُمْ : ۔ جمع مرفوع مضاف ہُمْ ضمیر مضاف الیہ۔ ان کے چہرے ۴/۲ ۲۰/۲ ۲۲/۵ ۲۴/۳، ۲ ۔

وُجُوْهِهِمْ : ۔ جمع مجرور مضاف ہِمْ ضمیر مضاف الیہ۔ ان کے منہ کے بل ۱۵/۱۱ ۱۹/۱ ۲۷/۱۰ وہ اپنے چہروں سے ۱۴/۳ ان کے چہروں میں ۲۶/۱۲ ۳۰/۸ ۔

وَجْهُ : ۔ اسم مفرد مضاف مرفوع وُجُوْهٌ جمع ۱/۱۴ اللہ کا پسندیدہ قبلہ ۱۲/۱۲ رخ۔ توجہ۔ ۲۷/۱۲ اللہ کی ذات ۔

وَجْهَ : ۔ اسم مفرد مضاف منصوب ۳/۱۶ دن کا شروع حصہ ۲/۱۷ اللہ کی رضا۔ اللہ کا ثواب ۔

وَجْهِ : ۔ اسم مفرد مضاف مجرور اللہ کی خوشنودی ثواب۔ ۳/۵ ۱۳/۹ ۲۹/۱۹ ۳۰/۱۱ ۔

وَجَّهْتُ ۔ واحد متکلم ماضی معروف تَوْجِيْهٌ مصدر (تفعیل) میں نے اپنا منہ پھیر لیا میں نے اپنی عبادت کا رخ کر دیا ۔

وَجْهَكَ : ۔ اسم منصوب مضاف كَ ضمیر مضاف الیہ تو اپنا منہ اپنا رخ ۲/۱ ۲/۲، ۱ ۱۱/۱۶ ۲۱/۷، ۸

وَجْهِكَ : ۔ اسم مجرور مضاف کَ ضمیر مضاف الیہ۔ تیرے چہرہ (کے لوٹانے کو) تیرے منہ (پھیرنے) کو ۲/۱

وِجْهَةٌ : ۔ مصدر بمعنی قبلہ یا اسم مکان یعنی وہ سمت جس کی طرف رخ کیا جائے اول صورت میں واو کا موجود ہونا غیر قیاسی ہے۔ قیاس کا تقاضا ہے کہ اس کو حذف کر دیا جاتے صرف اصل پہ تنبیہ کرنے کے لیے باقی

رکھا گیا ہے۔ دوسری صورت میں واؤ کا ابقاء قیاسی ہے مراد دونوں صورتوں میں وہ سمت ہے جس کی طرف رُخ کیا جاتا ہے ۲/۲

وَجْهَهٗ :- اسم منصوب مضاف ہ ضمیر واحد غائب مضاف الیہ اپنا رخ ۱/۱۳ ۵/۱۵ ۲۱/۱۲ اللہ کی خوشنودی اللہ کا دیا ہوا ثواب ۷/۱۲ ۱۵/۱۶ اللہ کی ذات ۲۰/۱۲

وَجْهُهٗ :- اسم مرفوع مضاف ہ ضمیر مضاف الیہ اس کا چہرہ اس کا منہ ۱۴/۱۲ ۲۵/۸

وَجْهِهٖ :- اسم مجرور مضاف ہ ضمیر مضاف الیہ ۱۳/۵ اس کے منہ پر ۱۱/۹ اپنا منہ پھیر کر ۲۳/۱۱ اپنے رخ سے ۲۹/۲ اوندھے منہ۔

وَجْهَهَا :- اسم مفرد منصوب مضاف ھا ضمیر واحد مؤنث غائب اس نے اپنے منہ پر اپنے منہ کو ۲۶/۱۹

وَجْهِيَ :- اسم مفرد مضاف۔ ی ساکن ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ۔ میں نے اپنا رخ اپنی عبادت کا رخ ۳/۱ ۷/۱۵ ۔

وَجِيْهًا :- صیغہ صفت منصوب وَجَاهَةٌ مصدر (کرم) وجاہت والا۔ بقدر و منزلت والا ۳/۱۲ ۲۲/۶

فصل الحاء المهملة

وَحْدَهٗ :- مصدر منصوب مضاف ہ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ یعنی ذات و صفات میں یگانہ تنہا بے ہمتا وَحْدَهٗ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے یا فعل محذوف کا مفعول مطلق ہے ۸/۱۶ ۱۵/۵ ۲۴/۱۴،۲۲،۲۲ ۲۸/۴ ۔

اَلْوُحُوْشُ :- جمع اَلْوَحْشُ واحد صحرائی جانور (الوالسعود) ۳۰/۵

وَحْشٌ صحرائی جانور وحوش اور وُحْشَانٌ جمع وَحْشِيٌّ جنگلی جانور۔ ہر چیز کی دائیں جانب لیکن بقول اصمعی ہر چیز کی بائیں جانب وَحْشَةٌ غم کرنا۔ ڈر تنہائی۔ خشک زمین وَحْشِيَّةٌ وہ ہوا جو تیزی کی وجہ سے کپڑوں میں گھس جائے وَحِيْشٌ جنگلی جانور وَحْشَانٌ غمگین وَحَاشِي جمع اَرْضٌ مَوْحُوْشَةٌ وہ زمین جہاں وحشی جانور بہت ہوں اِيْحَاشٌ (افعال) زمین میں سبزہ نہ ہونا۔ شہر ویران اور گھر اجاڑ ہونا۔ غم کرنا۔ بھوکا ہونا خورد و نوش کا سامان نہ ہونا۔ تَوْحِيْشٌ (تفعیل) بھاگتے میں اپنے ہتھیار اور کپڑے پھینک دینا۔

تَوَحُّشٌ (تفعل) گھر کا ویران اور اجاڑ ہو جانا۔ پیٹ خالی ہونا۔ پیٹ خالی کرنا اِسْتِيْحَاشٌ (استفعال) غمگین ہونا۔ وحشت محسوس کرنا۔ اَرْضٌ مُسْتَوْحِشَةٌ وحشت سے بھری ہوئی زمین۔

وَحِيْدًا ۔ صفت مشبہ وَحْدٌ سے۔ تنہا منفرد ۲۹/۷۴

اَلْوَحْيِ ۔ مصدر مجرور معرفہ وحی وہ کلام خفی ہے جو فوراً سمجھ لیا جاتا ہے (بیضاوی) وہ کلام الٰہی جس کا القاء انبیاء اور اولیاء کو ہوتا ہے وحی ہے (راغب) بیضاوی کی لکھی ہوئی تعریف اگرچہ وحی شیطانی کو شامل ہے لیکن اس جگہ وحیِ الٰہی مراد ہے بیضاوی نے لفظ وحی کی توضیح کی ہے مرادی معنی نہیں بیان کیے ہیں اسی لیے اہلِ تفسیر نے بالوحی کی تشریح میں من اللہ لا من قبل نفسی کے الفاظ بصورت قید زیادہ کیے ہیں۔ امام راغب نے وحی اصطلاحی کی توضیح کی ہے لغوی معنی نہیں بیان کیا ۱۱/۴ (لفظ وحی کی مفصل توضیح کے لیے دیکھو نُوحِيهَا)

وَحْيٌ ؛ ۔ مصدر مرفوع نکرہ۔ مراد کلام الٰہی جو بصورت القاء یا تعلیم جبرئیل کے ذریعہ سے حاصل ہو ۲۷/۵

وَحْيًا ؛ ۔ مصدر منصوب نکرہ القاء قلبی یا تعلیم جبرئیل ۲۵/۶ ۔

وَحْيِنَا ؛ ۔ مصدر مجرور مضاف نا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ۔ ہمارے حکم سے۔ ۱۲/۴ ۱۸/۲

وَحْيُهٗ ؛ ۔ مصدر مرفوع مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔ اس کا القاء یا تعلیم جبرئیل ۱۶/۱۵ ۔

فصل الدّال المہملہ

وَدَّ ؛ ۔ واحد مذکر غائب ماضی وُدٌّ مَوَدَّةٌ مصدر (سمع) اس نے دل سے چاہا۔ دل سے خواہش کی ۱/۱۴ ۵/۱۲ (دیکھو المَوَدَّةَ اور تَوَدُّ)

وَدًّا ؛ ۔ عَلَم معرفہ حضرت نوح کی قوم کے ایک بت کا نام۔ ۲۹/۱۰

وُدًّا ؛ (اسم) محبت، چاہت۔ دوستی یعنی اللہ بھی ان سے محبت کریگا اور وہ آپس میں بھی محبت کریں گے ۔ ۱۶/۹

وَدَّتْ ؛ ۔ واحد مؤنث غائب ماضی معروف وُدٌّ مَوَدَّةٌ مصدر (سمع) اس نے دل سے چاہا دل سے رغبت کی ۳/۱۵ ۔

وَدَّعَكَ ؛ ۔ واحد مذکر غائب ماضی معروف تَوْدِيْعٌ مصدر (تفعیل) كَ ضمیر خطاب مفعول اس نے تجھکو (نہیں) چھوڑ دیا ۳۰/۱۸ (دیکھو مستودع

اَلْوَدْقَ ؛ ۔ اسم۔ بارش سخت بارش ۱۸/۲ ۲۱/۸

وَدْقٌ ۔ بارش۔ سخت بارش وَدِيْقَةٌ گرمی کی شدت۔ تر و تازہ مقام۔ سبزہ کی جگہ۔

وَادِقٌ تیز تلوار مَوْدِقٌ بارش کی جگہ وَدْقٌ مصدر (ضرب) (بذریعہ اِلیٰ) قریب ہونا قادر

ہونا اور بذریعہ باء، آرام پانا کسی سے مانوس ہونا اگر اس کے بعد کوئی حرف جار نہ ہو تو معنی ہوگا ٹپکنا برسانا جاری ہونا فراخ ہونا تلوار کا تیز ہونا اِیْدَاقٌ (افعال) مینہ برسانا۔

وَدُّوْا : ۔ جمع مذکر غائب ماضی معروف وُدٌّ اور مَوَدَّۃٌ مصدر (سمع) انہوں نے تمنا کی انہوں نے دل سے چاہا پ ۴/۳ پ ۵/۹ پ ۲۸/۷ پ ۲۹/۳ (دیکھو

وَدُوْدٌ : صیغہ مبالغہ نکرہ محبت کرنیوالا یعنی ثواب دینے والا پ ۱۲/۸

اَلْوَدُوْدُ : ۔ صیغہ مبالغہ معرفہ محبت کرنیوالا یعنی ثواب دینے والا پ ۳۰/۱۰

فصل الراء المہملہ

وَرَآءَ : ۔ پ ۱/۱۱،۱۲ پ ۴/۱۰ پ ۵/۱ پ ۷/۱۷ پ ۱۲/۸ پ ۱۶/۱ پ ۱۸/۱ پ ۲۷/۱۸ پ ۲۹/۲۰،۷ پ ۳۰/۹

وَرَآءِ : ۔ پ ۱۲/۷ پ ۲۲/۴ پ ۲۵/۶ پ ۲۶/۱۳ پ ۲۸/۵

علامہ بیضاوی نے ذکر کیا ہے کہ وراء اصل میں مصدر ہے جس کو بطور ظرف استعمال کیا جاتا ہے اس کی اضافت فاعل کی طرف بھی ہوتی ہے اور مفعول کی طرف بھی اول صورت میں مراد ہوتی ہے چھپانے والی چیز یعنی ایسی چیز جس کی آڑ میں کوئی ہو جائے ظاہر ہے کہ اس وقت وہ چیز آگے ہوگی اور چھپنے والا شخص پیچھے اور صورت ثانی اسکے برعکس ہے آدمی اس چیز سے آگے ہوگا اور وہ چیز پیچھے اسلئے وراء کا معنی آگے پیچھے دونوں ہے لیکن قاضی صاحب نے اسکی توجیہ نہیں بیان کی کہ وراء کا معنی علاوہ اور سوا کیوں آتا ہے ممکن ہے ضعیف توجیہ کر لی جائے کہ جو چیز کسی کے علاوہ ہوتی ہے وہ آگے ہوتی ہے یا پیچھے۔

اصل وجہ یہ ہے کہ وراء مصدر ہے لیکن اس کا معنی ہے آڑ۔ حد فاصل۔ کسی چیز کا آگے ہونا پیچھے ہونا علاوہ اور سوا ہونا۔ فصل اور حد بندی پر دلالت کرتا ہے اس لیے سب معنی میں مستعمل ہے اسی لیے باب فَتَحَ سے وَرَأَ کا معنی ہے اس کو دور کر دیا وَرَأَ مِنَ الطَّعَامِ کھانے سے سیر ہو گیا۔

مَاوُرِثَ اور مَاوُرِثَ میں نہیں سمجھا تو رَأَتْ عَلَیْہِ الْاَرْضُ اس پر زمین تنگ ہو گئی۔ (حکاہ ابن جنی۔ لسان العرب) وراء کا استعمال معلوم کرنے کے لیے مندرجہ ذیل تفصیل پڑھو پ ۱/۱۱ پ ۵/۱ پ ۱۸/۱ پ ۲۹/۷ علاوہ۔ سوا پ ۱/۱۲ پ ۴/۱۰ پس پشت ڈال دیا یعنی اس پر عمل نہیں کیا پ ۱۲/۸ اس کو ناقابل لحاظ

خیال کیا اعتنار کے ناقابل۔ پ ۷/۱۷ پ ۱۲/۷ پ ۲۳/۴ پ ۲۵/۶ پ ۲۶/۱۳
پ ۲۷/۱۸ پ ۲۸/۵ پ ۳۰/۹ پیچھے پ ۱۶/۱ پ ۲۹/۲۰ آگے (دیکھو المورثات)

وَرَاءَكُمْ :۔ تمہارے پیچھے پ ۵/۱۲

وَرَاءَ :۔ اس کے علاوہ یا اس کے بعد ۱۳/۱۵

وَرَاءَهُمْ ۔ ان کے آگے ان کے سامنے پ ۱۸/۶ ۲۵/۱۷
ان کے آگے پیچھے ہر طرف سے پ ۳۰/۱۰

وَرَائِيْ :۔ میرے بعد میرے مرنے کے پیچھے پ ۱۶/۴

وَرِثَ :۔ واحد مذکر غائب ماضی معروف (حسب) قائم مقام ہوا علم کا وارث ہوا۔ پ ۱۹/۱۷

وَرِثُوْا :۔ جمع مذکر غائب ماضی معروف وِرَاثَۃٌ اور میراث مصدر (حسب) انہوں نے بطور نیابت کتاب حاصل کی، ۹/۱۱

وَرِثَهٗ :۔ واحد مذکر غائب ماضی معروف ہ ضمیر مفعول اس کے وارث ہوتے پ ۴/۱۳

وَارِثِيْنَ :۔ اسم فاعل جمع مذکر مجرور مضاف وارث واحد۔ مالک حصہ دار پ ۱۹/۹ (دیکھو میراث)

اَلْوِرْدُ :۔ اسم۔ گھاٹ۔ گھاٹ کا پانی۔ اترنے کی جگہ۔ اس جگہ آخری معنی مراد ہے پ ۱۲/۹

وِرْدًا :۔ جمع وارِدٌ واحد۔ پیاسے۔ وارد پانی پر پہنچنے والے کو کہتے ہیں اور پانی لینے یا پینے کے لیے پانی پر پہنچنے والا پیاسا ہوتا ہے اس لیے وارد کا ترجمہ ہوگیا پیاسا پ ۱۶/۹

وَرَدُوْا :۔ جمع مذکر غائب ماضی معروف وُرُوْدٌ مصدر (ضرب) وہ (نہیں) اترے (نہیں) داخل ہوتے پ ۱۷/۷

وَرْدَةً :۔ اسم جنس۔ گلاب کا پھول یعنی سرخ پ ۲۷/۱۲ (دیکھو مَوْرُوْد)

وَرَقٍ :۔ اسم جنس مضاف اَوْرَاقٌ جمع پتے پ ۸/۹ ۱۶/۱۲۔

وَرِقِكُمْ :۔ اسم جنس مضاف کُمْ ضمیر مضاف الیہ تمہارا چاندی کا سکہ۔ ۱۵/۱۵

وَرَقَةٍ :۔ اسم مفرد نکرہ تا وحدت کوئی ایک پتہ پ ۷/۱۳

وَرَقَۃٌ عیب وُرْقَۃٌ خاکستری رنگ وَرِقَۃٌ وَرْقٌ وَرِقٌ چاندی کا سکہ وَرَقٌ پتہ کٹا ہوا کاغذ وَرَقَۃٌ ایک پتہ۔ جانوروں کے پاؤں سے روندا ہوا ریزہ ریزہ چورا۔ ہر زندہ جانور۔ ہر قسم کا مال۔ قوم کے نوجوان لوگوں کی نیکیاں اور خوبیاں دنیا کی رونق اور خوشی۔ کمینہ اور نالائق آدمی۔ باعزت اور جوانمرد (اضداد) وَرَاقٌ زمین کی سبزی، وِرَاقٌ درختوں کی پتیاں نکلنے کا وقت وِرَاقَۃٌ کاغذ تراشی۔ کتاب نویسی وَرْقَاءُ بھیڑیا۔ کبوتری

فاختہ۔ وَرّاقٌ بہت روپیہ والا۔ کاغذ پھاڑنے والا
ورق ساز۔ لکھنے والا۔

وَرَقٌ مصدر (ضرب) درخت کا سبز ہوجانا
اِیْرَاقٌ درخت کا باورق ہوجانا۔ کسی کا مالدار ہوجانا
حسب مرضا مقصد کا ناکام واپس ہونا۔ تَوْرِیْقٌ درخت
کا پتی دار ہوجانا تَوَرُّقٌ جانور کا پتے کھانا۔

وُوْرِیَ: ۔ واحد مذکر غائب ماضی مجہول مُوَارَاۃٌ
مصدر (مفاعلۃ) وہ چھپایا گیا۔ وہ چھپا رہا۔ ۸/۹
(دیکھو المُوٰرِیات)

اَلْوَرِیْدِ: ۔ گردن کی رگ۔ شہ رگ اَوْرِدَۃٌ
جمع۔ ۲۶/۱۶

فصل الزّاء المعجمۃ

وَزَرَ: ۔ اسم منصوب۔ پناہ گاہ۔ زمخشری نے
کشاف میں لکھا ہے کل ما التجأت الیہ من جبل
وغیرہ وتخلصت فیہ فہو وزر واشتقاقہ
من الوزر وھو الثقل یعنی لفظ وَزَرَ کا ماخذ
وِزْرٌ ہے وِزْرٌ کا معنی بوجھ بھاری ہو یا کچھ اور جس
چیز کی پناہ لی جائے وہ وَزَرٌ ہے۔ ۲۹/۱۱ دیکھو وازرۃ)

وِزْرَ: ۔ اسم مفرد منصوب مضاف گناہ کا بوجھ
اَوْزَارٌ جمع ۸/۴ ۱۵/۲ ۳۲/۱۵ ۲۳/۱۵ ۲۷/۷ (دیکھو وَازِرَۃٌ)

وِزْرَكَ: ۔ اسم مفرد منصوب مضاف کَ ضمیر
مضاف الیہ تیرا بوجھ ۳/۱۹ وِزر سے مراد یہاں وہ
لغزشیں ہیں جو نبوت سے پہلے رسول اللہ سے
ہوئی تھیں مطلب یہ کہ دورِ جاہلیت کی لغزشیں ہم
نے معاف کردیں (حسن، مجاہد، قتادہ، ضحاک) یا
سہو وخطا (حسین بن فضل) نبوت کا بار ہم نے
تمہارے لیے ہلکا کردیا (ابوعبیدہ اور عبدالعزیز بن یحییٰ)

وِزْرًا: ۔ اسم مفرد نکرہ۔ گناہوں کا بھاری بوجھ ۱۶/۱۴
(دیکھو وَازِرَۃٌ)

اَلْوَزْنُ: ۔ مصدر (ضرب) تولنا۔ جانچنا
اندازہ کرنا مراد وزن اعمال ۸/۸

اَلْوَزْنُ: ۔ مصدر (ضرب) تولنا۔ جانچنا۔
مراد غلہ وغیرہ کی وزن کشی ۲۷/۱۱ (دیکھو الموازین)

وَزْنًا: ۔ اسم مصدر۔ قدر ومنزلت ۱۶/۱۲ علامہ
ابوالسعود نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے ولا نجعل
لھم مقدارا واعتبارا لان مدارہ الاعمال
الصالحۃ وقد حبطت بالمرۃ یعنی ہم انکی کوئی قدر و
منزلت نہیں کریں گے کیونکہ قدر ومنزلت کا مدار اعمال صالحہ
پر ہے اور ان کے اعمال صالحہ نابود ہوں گے (دیکھو الموازین)

وَزَنُوا: ۔ جمع مذکر غائب ماضی معروف وَزْنٌ
اور زِنَۃٌ مصدر (ضرب) انہوں نے تول کر دیا۔

پ ۳۰/۸ (دیکھو الموازین)

وَزِيْرًا:۔ صیغہ صفت وَزْرٌ سے مددگار ناصر معین پ ۱۱/۱۶ ، ۱۹/۲ (دیکھو وَازِرَةٌ)

فَصْلُ السِّيْنِ الْمُهْمَلَةِ

وَسَطًا:۔ صیغہ صفت وَسْطٌ مصدر (ضرب) ٹھیک درمیانی یعنی برگزیدہ عادل پ ۲/۱ (مدارک و بیضاوی)

وَسْطٌ ہر چیز کا ٹھیک درمیانی حصہ بالکل درست وَسِيْطٌ وہ شخص جو نسبی اعتبار سے درمیانی اور مرتبہ کے اعتبار سے بہت بڑا ہو وَسَاطَةٌ درمیانی ذریعہ وَسُوْطٌ کپڑی کی جھولداری وَاسِطٌ دانت اَوْسَطٌ درمیانی وُسْطٰی بیچ والی، بیچ کی انگلی وَسْطٌ اور سِطَةٌ مصدر (ضرب) بیچ میں ہونا۔ بیچ میں بیٹھنا تَوْسِيْطٌ کسی چیز کو بیچ میں لانا۔ کسی چیز کو دو برابر کے حصوں میں بانٹ دینا تَوَسُّطٌ درمیان میں واقع ہونا درمیانی چیز لینا جو نہ سب سے اعلیٰ ہو نہ ادنیٰ بیچ میں بیٹھنا۔

وَسَطْنَ۔ جمع مؤنث غائب ماضی معروف سِطَةٌ اور وَسْطٌ مصدر (ضرب) درمیان میں گھس پڑے بیچ میں آ گئے۔ پ ۳۰/۲۵

اَلْوُسْطٰى۔ اسم تفضیل مؤنث اَلْاَوْسَطُ مذکر درمیانی نماز پ ۲/۱۵ مراد نمازِ فجر (عمر، عبداللہ بن عمر، ابن عباس، معاذ بن جبل۔ جابر۔ عطاء۔ عکرمہ۔ مجاہد مالک، شافعی) نماز ظہر (زید بن ثابت ابو سعید خدری اسامہ بن زید) نماز عصر (ابن مسعود ابو ایوب انصاری ابو ہریرہ، عائشہ۔ قتادہ حسن بصری۔ ابراہیم نخعی) نماز مغرب (قبیصہ بن ذویب ولم ینقل عن احد من السلف بعض متاخرین نے بغیر کسی روایتی ثبوت کے نماز عشاء کہا ہے بعض علماء کا فیصلہ ہے پانچوں میں سے کوئی نماز مراد ہے اللہ نے مبہم رکھا تاکہ سب کی پابندی کی جائے۔

وَسِعَ:۔ واحد مذکر غائب ماضی معروف سَعَةٌ مصدر (سمع) اس نے سما لیا یعنی اس کا علم یا اقتدار ہر چیز کو محیط ہے پ ۳/۴ اس کے علم نے ہر چیز کو اپنے اندر سما لیا ہے۔ پ ۷/۱۵ ، ۱۶/۱۴۔

وَسِعَتْ۔ واحد مؤنث غائب ماضی معروف سَعَةٌ سے اس نے سما لیا یعنی ہر چیز کو عام ہے پ ۹/۹

وَسِعْتَ۔ واحد مذکر حاضر ماضی معروف سَعَةٌ سے تو نے سما لیا یعنی تیری رحمت اور علم ہر چیز کو محیط ہے پ ۲۴/۲

وُسْعَهَا۔ اسم مضاف هَا مضاف الیہ اس کی

طاقت اس کی سمائی اس کی قدرت (کے بقدر ۲/۱۲ ، ۳/۸ ، ۸/۱۲، ۶ ، ۱۸/۴ (دیکھو موسعون)

وَسَقَ :۔ واحد مذکر غائب ماضی معروف وَسْقٌ مصدر (ضرب) سمیٹ کر جمع کر لیا یعنی سمیٹ کر جمع کرتی ہے جو پاتے ہیں۔ آدمی پرند سب کو رات سمیٹ کر ہر ایک کے ٹھکانے پر پہنچا دیتی ہے (محلی) ۳۰/۹ ۔ (دیکھو اِتَّسَقَ)

اَلْوَسْوَاسِ :۔ مصدر وَسْوَسَۃٌ بھی مصدر ہے (رباعی مجرد) کسی بری چیز کا دل میں پیدا کرنا۔ اندرونی اغوا۔ وِسْوَاس کا بھی یہی معنی ہے وسواس شیطان کو بھی کہتے ہیں کتے اور شکاری کی ہلکی آواز۔ ہوا کے جھونکے سے درخت کی خفیف سرسراہٹ ۳۰/۲۹

وَسْوَسَ :۔ واحد مذکر غائب ماضی معروف وَسْوَسَۃٌ مصدر (فَعْلَلَۃٌ) دل میں برا خیال پیدا کیا اغوا قلبی کیا۔ ۸/۹ ، ۱۶/۱۶

اَلْوَسِیْلَۃَ :۔ اسم۔ قرب۔ نزدیکی۔ قرب کا ذریعہ (خطیب فی السراج) یعنی طاعت (سیوطی)

امام رازی نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے الوسیلۃ فعیلۃ من وسل الیہ اذا تقرب الیہ۔ یعنی وسیلہ صفت کا صیغہ بروزن فعیلہ ہے وسل الیہ سے ماخوذ ہے وَسَلَ کا معنی ہے تَقَرَّبَ قریب ہو گیا۔ سیوطی نے آیت ۶/۱۰ کی تفسیر میں اَلْوَسِیْلَۃ کی تشریح کی ہے ما یقربکم الیہ من الطاعۃ وسیلہ وہ چیز ہے جو اللہ کے قریب تم کو پہنچا دے یعنی طاعت۔ اور آیت ۱۵/۵ کی تفسیر میں الوسیلۃ کی تشریح کی ہے القربۃ بالطاعۃ طاعت کے ذریعہ سے قرب۔ حاصل اختلاف یہ نکلا کہ خطیب اور رازی کے نزدیک وسیلہ بروزن فعیلہ صفت کا صیغہ ہے جس کا معنی ہے قرب کا ذریعہ۔ قریب کر دینے والا۔ اور سیوطی نے وسیلہ کو صیغہ صفت بھی قرار دیا ہے اور مصدر بھی۔ ذریعہ قرب کو بھی وسیلہ کہتے ہیں یعنی طاعت کو اور قرب کو بھی جو طاعت کے ذریعے سے حاصل ہوتا ہے۔ وجہ جامع یہ ہو سکتی ہے کہ وسیلۃ اصل میں مصدر ہے لیکن صفتی معنی میں مستعمل ہے۔ صاحب قاموس نے لکھا ہے وَسِیْلَۃٌ سبب دستاویز۔ نزدیکی مرتبہ بادشاہ کے نزدیک منزلت وَسِیْلٌ اور وَسَائِلُ جمع وَاسِلٌ لازم اللہ کی طرف راغب وَاسِلَۃٌ بمعنی وَسِیْلَۃٌ تَوْسِیْلٌ (تفعیل) قرب ڈھونڈھنا وہ کام کرنا جس سے قربت حاصل ہو تَوَسُّلٌ بمعنی تَوْسِیْلٌ تَوَسُّلٌ چوری کرنے کو بھی کہتے ہیں۔ ۶/۱۰ ، ۱۵/۲

فصل الصاد المهملة

وَصَفُهُمْ :۔ مصدر مضاف ھُمْ مضاف الیہ

ان کے بیان (کی) پ۸ بیان سے مراد ہے بیان کی غلطی (مولانا تھانوی)

وَصْفٌ اور صِفَۃٌ کسی حالت کا بیان۔

وَصَافَۃٌ خدمت گاری وَصَّافٌ وصف شناس

وَصْفٌ اور صِفَۃٌ حالت کو بیان کرنا (ضرب)

وَصَافَۃٌ مصدر (کرم) خدمت گار ہو جانا۔ خدمتگاری کرنا اِیْصَافٌ (اِفعال) خدمتگاری کرنا اور خدمتگاری اِتِّصَافٌ (افتعال) کسی حالت کا حامل ہونا آپس میں کسی چیز کی تعریف کرنا۔ اِسْتِیْصَافٌ (استفعال) طبیب سے علاج معلوم کرنا۔

وَصَّلْنَا :۔ جمع متکلم ماضی معروف تَوْصِیْلٌ مصدر (تفعیل) ہم نے پے در پے بھیجا ہم نے کھول کر بیان کر دیا۔ $\frac{20}{9}$

وَصْلٌ جوڑ۔ بند وِصْلٌ اور وُصْلٌ وہ ہڈی جو دوسری ہڈی سے وابستہ نہ ہو اَوْصَالٌ جمع وُصْلَۃٌ ملاپ وَاصِلَۃٌ اصلی بالوں میں دوسرے اصلی یا مصنوعی بال جوڑنے والی عورت مُسْتَوْصِلَۃٌ اصلی بالوں میں دوسرے بال جڑوانے والی عورت۔ مَوْصِلٌ جائے اتصال۔ جوڑنے کی جگہ۔

وَصْلٌ اور صِلَۃٌ مصدر (ضرب) جوڑنا جڑنا پہنچنا۔ خالص دوستی کرنا عطیہ دینا ایصال مصدر (افعال) پہنچانا جوڑ دینا۔ اِتِّصَالٌ (افتعال) پہونچنا جڑنا کسی کام کا مسلسل ہوتے رہنا تَوَاصُلٌ (تفاعل) وِصَالٌ اور مُوَاصَلَۃٌ (مفاعلۃ) کسی کام پر دوام اور تسلسل۔

وَصّٰی :۔ واحد مذکر غائب ماضی معروف تَوْصِیَۃٌ مصدر (تفعیل) حکم دیا پ۱۶ $\frac{25}{2}$۔ دیکھو مُوْصٍ)

اَلْوَصِیْدِ :۔ اسم۔ گھر کی دہلیز گھر کا صحن۔ مراد غار کی دہلیز۔ $\frac{15}{15}$ وَصْدٌ بننا وَصَّادٌ بننے والا وَصْدٌ مصدر (ضرب) قائم رہنا (باقی تنقیح کے لیے دیکھو مُوْصَدَۃٌ اور کَہْفٌ)

وَصّٰکُمْ :۔ واحد مذکر غائب ماضی معروف تَوْصِیَۃٌ مصدر (تفعیل) کُمْ ضمیر مفعول۔ اس نے تم کو حکم دیا پ۸ $\frac{6}{4}$ (دیکھو مُوْصٍ)۔

وَصِیْلَۃٍ :۔ وہ نوخیز اونٹنی جس کے سب سے پہلے حمل میں مادہ بچہ ہو اور دوسری مرتبہ گابھن ہو تب بھی مادہ بچہ ہو چونکہ دونوں مرتبہ کے گابھ میں مسلسل مادہ بچہ پیدا ہوتا تھا بیچ میں کوئی نر بچہ فاصل نہ ہوتا تھا اس لیے اس کو وصیلۃ کہا جاتا تھا ایسی اونٹنی کو عرب کے مشرک بتوں کے نام پر سانڈھ کی طرح چھوڑ دیتے تھے اسکا دودھ نہیں دوہتے

تھے (ثنا مفون اسان) ۲/۸

وَصَّيْنَا: ۔ جمع متکلم ماضی معروف تَوصِيَة سے ہم نے حکم دیا (ترجمہ تھانوی) ۱۶/۵ ۱۳/۲۰ ۱۱/۲۱ ۳/۲۵ ۲/۲۶

وَصِيَّةً: ۔ وصیت مصدر ہے (سمع) یعنی مردے کا وہ حکم جو مرنے سے پہلے بعض لوگوں کے متعلق وہ دے کر مرتا ہے کہ میرے ترکہ میں سے اتنا مال فلاں فلاں شخص کو دینا زیادہ سے زیادہ کل مال کے ایک تہائی حصہ میں وصیت میت واجب النفاذ ہے تفصیل فقہ میں مذکور ہے۔ ۱۵/۲ ۱۲/۴۔

جاہلیت کے زمانہ میں مردہ شوہر کی عدت کی میعاد ایک سال تھی اسی لیے ابتداء اسلام میں فرض کر دیا گیا تھا کہ ایک سال تک بیوہ کو شوہر کے مکان سے نہ نکالا جائے اور اس کے نان نفقہ کی خبر گیری کی جائے لیکن پھر چار ماہ دس دن کی عدت مقرر کر دی گئی اور یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

وَصِيَّةٍ: ۔ مصدر (سمع) وصیت (کے بعد) ۱۲/۴

اَلْوَصِيَّةُ: مصدر (سمع) وصیت ابتداء اسلام میں والدین اور دوسرے اقرباء کے لیے مال دینے کی وصیت کرنی فرض تھی آیت میراث سے اس حکم کا نسخ ہو گیا ۲/۶

اَلْوَصِيَّةِ: ۔ مصدر (سمع) وصیت کرنا۔ ۲/۴

فصل الضاد المعجمة

وَضَعَ: ۔ واحد مذکر غائب ماضی معروف وَضْع مصدر (فتح) اس نے قائم کیا اس نے رکھا ۱۱/۲۷ (دیکھو مَوَاضِع ۱)

وُضِعَ: ۔ واحد مذکر غائب ماضی مجہول ۲/۴ بنایا گیا یعنی عبادت خانہ بنایا گیا ۱۵/۳ دیا جائیگا (ماضی بمعنی مستقبل یقینی) ۴/۲۴ (کھول کر رکھی جائیگی) دیکھو مَوَاضِع ۱)

وَضَعَتْ: واحد مؤنث غائب ماضی وَضْع سے اس نے جنا ۱۲/۳ (مواضع ۱)

وَضَعَتْهُ: ۔ واحد مؤنث غائب ماضی سے کا ضمیر مذکر مفعول۔ اس نے اس کو جنا ۲/۲۶ (مواضع ۱)

وَضَعَتْهَا: ۔ واحد مؤنث غائب ماضی وَضْع سے هَا ضمیر واحد مؤنث غائب مفعول اس نے اس (لڑکی) کو جنا ۱۲/۳ (مواضع ۱)

وَضَعْتُهَا: ۔ واحد متکلم ماضی وَضْع سے۔ میں نے اس کو جنا۔ ۱۲/۳ (مواضع ۱)

وَضَعْنَا: ۔ جمع متکلم ماضی معروف وَضْع سے

ہم نے اتار دیا۔ ہم نے ہلکا کر دیا ۱۹/۳۰ (دیکھو وِزْرٌ اور ہو اضعہ)

وَضَعَہَا: ۔واحد مذکر غائب ماضی معروف سے ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب مفعول اس نے اس کو بنایا۔ اس کو اس کی جگہ رکھا ۲۷/۱۱ (دیکھو مَوَاضِعِہٖ)

فصل الطاء المہملہ

وَطْأً: ۔اسم تکلیف مشقت دشواری۔ ایک قراءت میں وِطَاءً ہے وِطَاءٌ مصدر ہے معنی مُوَاطَاۃٌ (مفاعلۃ) موافقت یعنی سننے کی سمجھنے سے موافقت کانوں کی دل کے ساتھ موافقت مراد ہے کہ قرآن سنکر سمجھنا بہت دشوار ہے ۲۹/۱۲ (دیکھو مَوْطِئًا)

وَطَرًا: ۔اسم مفرد۔ حاجت۔ ضرورت اَوْطَارٌ جمع ۲۲/۲ وَطَرٌ کے معنی نیاز مند اور قابل توجہ ضرورت کے بھی ہیں۔ اس سے فعل مشتق نہیں ہوتا۔

فصل العین المہملہ

وِعَاءِ: ۔اسم مفرد مضاف اَوْعِیَۃٌ جمع۔ برتن تھیلا۔ ۱۳/۳ (دیکھو اَوْعِیَۃٌ)

وَعَدَ: ۔واحد مذکر غائب ماضی معروف وَعْدٌ مصدر (ضرب) اس نے وعدہ کیا ۵/۱۰ ۶/۶ ۸/۱۲ ۱۰/۱۵ ۱۳/۱۶ ۱۶/۷ ۱۷/۱۶ ۱۸/۱۳ ۲۳/۳ ۲۶/۱۱، ۱۲ ۲۷/۱۲ (دیکھو مَوْعِدَۃٍ)

وُعِدَ: ۔واحد مذکر غائب ماضی مجہول وَعْدٌ سے۔ وعدہ کیا گیا ۱۳/۱۱ ۱۸/۱۶ ۲۶/۹ (مَوْعِدَۃٍ)

وَعْدَ: ۔اسم اور مصدر منصوب مضاف وَعْدٌ اور وعدہ کرنا (ضرب) ۴/۱۵۷ ۱۵/۱۵۷ ۱۱/۱۱۲ ۱۲/۴ ۱۳/۱۶ ۱۵/۱۵ ۱۶/۱۳ ۲۰/۴ ۲۱/۴، ۹، ۱۰، ۱۳ ۲۲/۱۳ ۲۳/۱۶ ۲۴/۵، ۱۱، ۱۳ ۲۵/۲۰ ۲۶/۲ ۔ (دیکھو موعدۃ)

وَعْدُ: ۔اسم اور مصدر مرفوع مضاف وعدہ اور وعدہ کرنا۔ ۱۳/۱۰ ۱۵/۱، ۱۲ ۱۶/۳، ۷ ۲۹/۱۳ ۔ (دیکھو موعدۃ)

وَعْدِ: ۔اسم و مصدر مجرور مضاف وعدہ اور وعدہ کرنا۔ ۱۳/۱۹ (دیکھو موعدۃ)

اَلْوَعْدُ: ۔اسم و مصدر مرفوع معرف باللام وعدہ اور وعدہ کرنا راحت کا یا تکلیف دینے کا اکثر جگہ روز قیامت مراد ہوتا ہے ۱۱/۱۰ ۱۷/۳، ۷ ۲۰/۲ ۲۲/۹ ۲۳/۲ ۲۹/۲ ۔ (دیکھو موعدۃ)

اَلْوَعْدَ: ۔اسم و مصدر منصوب معرف باللام وعدہ اور وعدہ کرنا۔ ۱۴/۱ (دیکھو موعدۃ)

اَلْوَعْدِ: ۔اسم و مصدر مجرور معرف باللام وعدہ اور وعدہ کرنا۔ ۱۹/۷ (دیکھو موعدۃ)

وَعْدٌ: ۔اسم و مصدر مرفوع نکرہ۔ وعدہ

اور وعدہ کرنا - ۱۶/۴

وَعْدٌ : - اسم ومصدر مرفوع نکرہ - وعدہ اور وعدہ کرنا - ۱۲/۹ (دیکھو موعدۃ)

وَعْدًا : - اسم ومصدر منصوب نکرہ - وعدہ اور وعدہ کرنا - ۱۱/۳ ۱۴/۱۱ ۱۵/۱ ۱۲/۱۳ ۱۶/۴ ۱۸/۱۴ ۲۰/۱۰ (دیکھو موعدۃ)

وَعَدْتُكُمْ - واحد متکلم ماضی معروف وَعْدٌ مصدر (ضرب) کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مفعول میں نے تم سے وعدہ کیا - ۱۳/۱۶ (دیکھو موعدۃ)

وَعَدْتَنَا : - واحد مذکر حاضر ماضی معروف وَعْدٌ سے نا ضمیر جمع متکلم مفعول - تو نے ہم سے وعدہ کیا - ۴/۱۱ (دیکھو موعدۃ)

وَعَدْتَهُمْ - واحد مذکر حاضر ماضی معروف وَعْدٌ سے هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب تو نے ان سے وعدہ کیا - ۲۴/۹ (دیکھو موعدۃ)

وَعَدْنَا : - جمع متکلم ماضی معروف وَعْدٌ سے - ہم نے وعدہ کیا ۲۰/۱۰ ۲۹/۱۰ (دیکھو موعدۃ)

وُعِدْنَا - جمع متکلم ماضی مجہول وَعْدٌ سے - ہم سے وعدہ کیا گیا ۱۸/۵ ۲۰/۲ (دیکھو مَوْعِدَۃ)

وَعَدَنَا : - واحد مذکر غائب ماضی معروف نا ضمیر جمع متکلم مفعول اس نے ہم سے وعدہ کیا - ۲۱/۱۸، ۱۹ - دیکھو موعدۃ)

وَعَدُوْا : - جمع مذکر غائب ماضی معروف وَعْدٌ سے - انہوں نے وعدہ کیا - ۱/۱۶ (دیکھو موعدۃ)

وَعِيْدِ مصدر مضاف مجرور اصل میں وعیدی تھا میرا وعدہ عذاب - میری طرف سے ڈراوا ۱۳/۱۵ ۲۶/۵، ۱۴ - (دیکھو موعدۃ)

اَلْوَعِيْدِ - مصدر معرف باللام - وعدہ عذاب ڈراوا - ۱۹/۵ ۲۶/۱۲ - (دیکھو موعدۃ)

وَعَظْتَ : واحد مذکر حاضر - ماضی معروف وَعْظٌ مصدر (ضرب) (خواہ) تو نصیحت کرے ۱۹/۱۱ (دیکھو اَلْمَوْعِظَۃ)

فصل الفاء

وِفَاقًا : - مصدر (مفاعلۃ) بمعنی موافق یعنی مصدر بمعنی اسم فاعل - جتنا جرم اتنی ہی سزا - ۳۰/۱

وَفْقٌ موافق پسند وَفِيْقٌ ہمراہ وِفْقٌ مصدر (حسب) موافق پانا اِيْفَاقٌ (افعال) نزدیک ہونا - موافق ہونا ملاقات ہونا - اَوْفَقَ السَّهْمَ اور بالسَّهْمِ تیر کو کمان پر چڑھالیا - تَوْفِيْقٌ (تفعیل) کسی کو کسی کام میں مدد دینا - مُوَافَقَةٌ اور وِفَاقٌ موافق پانا اور موافقت کرنا - تَوَفُّقٌ (تفعل) کسی کام پر تیار ہو پانا - تَوَافُقٌ

(تفاعل) باہم مدد کرنا ایک رائے ہونا۔ اِتِّفَاقٌ
(افتعال) باہم ایک رائے ہونا موافقت کرنا۔
آپس میں نزدیک ہونا۔ (قاموس صحاح)

وَفْدًا ۔ مصدر۔ مہمانی۔ جمع وَافِدٌ واحد
مہمان یا کسی قوم کا نمائندہ یا قاصد اس آیت
میں مہمان کا معنی ہے۔ ۱۶/۹

وَفْدَ پہاڑ کی بلندی۔ ریت کا اونچا ٹیلہ
آنے والا۔ قاصد یا نمائندہ بن کر آنے والا
آنیوالا مہمان وُفُوْد، وَفْد اوفاد وُفَّد
جمع وَفْدٌ وُفُوْدٌ وِفَادَةٌ اور افادة مصادر
(ضرب) اگر مفعول پر الی یا علی ہو تو نمائندہ
یا مہمان بنکر آنے کو کہتے ہیں اِیْفَادٌ (افعال)
کسی کو نمائندہ یا قاصد بنا کر بھیجنا تَوْفِیْدٌ
(تفعیل) کا بھی یہی معنی ہے۔

وَفّٰی ۔ واحد مذکر غائب ماضی معروف تَوْفِیَةٌ
مصدر (تفعیل) اس نے پورا کیا۔ ۲۷/۷

وُفِّيَتْ ۔ واحد مذکر غائب ماضی مجہول۔
تَوْفِیَةٌ مصدر (تفعیل) پورا پورا دیا جائیگا
(ماضی بمعنی مستقبل) ۳/۱۱ ۲۴/۱۴ ۔

وَفّٰهُ ۔ واحد مذکر غائب ماضی معروف تَوْفِیَةٌ
مصدر (تفعیل) ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مفعول
اس کو پورا دے دیا۔ ۱۸/۱۴ (دیکھو الموفون)

فَصْلُ الْقَافِ

وَقَارًا :- اسم و مصدر (کرم) عزت عظمت
۲۹/۹ ابن عباس، مجاہد، کلبی، اور سعید بن جبیر نے
اس آیت میں وقار کا ترجمہ عظمت ہی کیا ہے توقیر
کا اسم وقار ہے (لغوی) یعنی تم اللہ کی عظمت سے
نہیں ڈرتے اللہ کی عزت و برتری کا لحاظ نہیں
کرتے۔

وَقْرٌ کان کی گرانی۔ سنائی جاتی رہنا۔ کیسہ فِرْقَةٌ
بکریوں کا گلہ۔ آدمیوں کا کنبہ۔ کان کی گرانی۔ بوڑھا
وِقْرٌ بوجھ وَقْرَاتٌ آثار نشانیاں وُقُرٌ بُردبار
بھاری بھرکم وَقَارٌ بردباری عزت عظمت وُقُوْرٌ
بردبار سنجیدہ وَقْرٌ مصدر (ضرب) گراں گوش
ہونا قِرَةٌ مصدر (ضرب) بردبار ہونا وُقُوْرَةٌ
اور وَقْرَةٌ (ضرب) پنڈلی کی ہڈی پھٹ جانا وَقْرٌ
مصدر (ضرب و سمع) بہرا ہو جانا وَقَارَةٌ اور وَقَارٌ
(کرم) بردبار ہونا۔ بھاری بھرکم ہونا۔ ایقار
(افعال) لادنا۔ بوجھل ہو جانا تَوْقِیْرٌ (تفعیل)
تعظیم تکریم کرنا۔ آزمانا۔ بھاری کر دینا۔ نشان اور
علامت بنا دینا تَوَقُّرٌ (تفعل) بردبار ہونا باعزت

ہونا (تاج وصحاح وقاموس)
وَقَبَ: - واحد مذکر غائب ماضی معروف -
وُقُوبٌ مصدر (ضرب) (جب) داخل ہو جائے
چھا جائے غائب ہو جائے - $\frac{۳۰}{۲۸}$
محلی نے لکھا ہے اللیل اذا اظلم او القمر
اذا غاب یعنی غاسق سے مراد رات ہو تو وقب
کا معنی ہوگا تاریک ہو جانا - اندھیری ہو جانا اور
غاسق سے مراد چاند ہو تو وَقَبَ کا معنی
ہوگا ڈوب جانا غائب ہو جانا -
غسق کا معنی ہے تاریکی اور وقوب کا معنی ہے
داخل ہونا اور رات کے داخل ہونے سے مراد
ہے سورج کا ڈوب جانا - (بغوی) گویا لغوی کے
نزدیک غاسق سے مراد اندھیری رات ہے
اور اندھیری کے داخل ہونے کا مطلب ہے
سورج کا ڈوب جانا لیکن ترمذی کی صحیح روایت ہے
حضور اقدس صلعم نے ارشاد فرمایا تھا استعیذ
باللہ من القمر فانه الغاسق اذا وقب
ای غاب الخ یعنی میں چاند سے اللہ کی
پناہ مانگتا ہوں جب وہ غائب ہو جائے چاند ہی
غاسق ہے - اس حدیث میں وَقَبَ کا ترجمہ
غاب ہے -

خفاجی نے لکھا ہے وَقْبٌ کا اصل معنی ہے گڑھا
معنی مناسبت کی وجہ سے غائب ہونے اور اندھیرا
ہو جانے کے لئے مستعمل ہے - قاموس میں ہے الوقب
نقرة يجتمع فيها الماء یعنی پتھر میں جو گڑھا ہوتا ہے
اور اس میں پانی جمع ہو جاتا ہے اس کو وقب
کہا جاتا ہے -
اَوْقَابٌ احمق لوگ وَقْبٌ - بیوقوفوں
کی صحبت کا دلدادہ مِیْقَابٌ بہت پانی پینے والا
بے وقوف عورت وقب الظلام اور وُقُوبُ
الظلام - تاریکی چھا جانا وَقْبٌ سورج ڈوب جانا
چاند چھپ جانا - چاند گرہن ہونا داخل ہونا ایقاب
(افعال) بھوکا ہونا -
اَلْوَقْتُ - اسم جنس - اوقات اور وُقُوتٌ
جمع $\frac{۱۴}{۳}$ $\frac{۲۳}{۱۴}$ (دیکھو مواقیت)
وَقْتِهَا اسم مجرور مضاف ھا ضمیر واحد مؤنث
غائب مضاف الیہ - اس کے وقت (میں)
$\frac{۹}{۱۲}$ (دیکھو مواقیت)
وَقْرٌ: - اسم مصدر مرفوع - ثقل گرانی بہرہ پن
$\frac{۲۴}{۱۵، ۱۹}$
وَقْرًا: - اسم مصدر منصوب بمعنی مذکور
$\frac{۷}{۹}$ $\frac{۱۵}{۵، ۲۰}$ (دیکھو وقارًا)

وِقْرًا: - اسم مفرد اوقار جمع بوجھ یعنی پانی کا
پ ۲۶/۱۸ (دیکھو وَقَارًا)

وَقَعَ: - واحد مذکر غائب ماضی معروف وَقْعٌ
اور وُقُوعٌ مصدر (فتح) پ ۵/۱۱ ثابت ہوگیا اللہ کے
ذمے میں ہوگیا پ ۲۱ واجب ہوگیا لازم ہوگیا
پ ۹/۴ ثابت ہوگیا۔ ظاہر ہوگیا پ ۹ اور پ ۱۱/۱ نازل ہوگیا
پ ۲۰/۳۲ محقق ہوگیا ثابت ہوگیا۔ عذاب نازل ہونے
کا حق ہوگیا۔ (دیکھو واقع۔ اور مواقع)

وَقَعَتْ: - واحد مؤنث غائب ماضی معروف
وُقُوعٌ سے (جب) بپا ہو جائے گی۔ قائم ہوجائیگی
(ماضی بمعنی مستقبل) اصل میں تاء ساکن تھی ما بعد
کے ساتھ ملانے کی وجہ سے مکسور ہوگئی پ ۲۷/۱۴ پ ۲۹/۵

وَقْعَتِهَا: - مصدر مجرور مضاف هَا ضمیر مضاف
الیہ اس کے واقع ہونے میں پ ۲۷/۱۴ (دیکھو مواقع)

وُقِفُوا: - جمع مذکر غائب ماضی مجہول وَقْفٌ
اور وُقُوفٌ مصدر (ضرب) (جب) ان کو روک کے
کھڑا کیا جائے گا (ماضی بمعنی مستقبل) پ ۷/۹ (دیکھو
موقوفون)

وَقُوْدُ: - اسم مرفوع مضاف۔ ایندھن جس سے
آگ جلائی جاتی ہے پ ۱/۲ پ ۳/۱۰ پ ۲۵/۱۹ (دیکھو الموقدة)

الْوَقُوْدِ: - اسم مجرور معرف باللام یا مصدر
ایندھن۔ بھڑکنا۔ پ ۳۰/۱۲ (دیکھو الموقدة)

وَقَانَا: - واحد مذکر غائب وَقَايَةٌ مصدر
(ضرب) نَا ضمیر جمع متکلم مفعول۔ اس نے ہم کو
بچا لیا۔ پ ۲۷/۳

وَقَاهُ: - واحد مذکر غائب وقایۃ مصدر ہٗ
ضمیر واحد مذکر غائب مفعول اس نے اس کو
محفوظ رکھا۔ پ ۲۴/۱۰

وَقَاهُمْ: - واحد مذکر غائب وَقَايَةٌ مصدر
(ضرب) هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مفعول بچائے گا
محفوظ رکھے گا۔ پ ۲۵/۱۶ پ ۲۷/۳ پ ۲۹/۱۹ (دیکھو واق)

فَصْلُ الْكَاف

وَكَزَ: - واحد مذکر غائب ماضی معروف وَكْزٌ
مصدر (ضرب) گھونسا مارا۔ مکا مارا۔ پ ۲۰/۵

وَكْزٌ (ضرب) دور کرنا مکا مارنا، نیزہ مارنا
چبھونا۔ بھرنا۔ دوڑنا۔ موخر الذکر معنی میں فعل لازم
ہے باقی تمام معانی میں متعدی تَوَكُّزٌ (تفعل)
بدی پہ آمادہ ہونا۔ تکیہ لگانا۔ بھر جانا۔

وُكِّلَ: - واحد مذکر غائب ماضی مجہول تَوْكِيلٌ
مصدر (تفعیل) مقرر کر دیا گیا۔ ذمہ دار بنا دیا گیا پ ۲۱/۱۱

وَكَّلْنَا۔ جمع متکلم ماضی معروف تَوْكِيلٌ مصدر

غلمان - ۲۷/۱۴ ۲۹/۱۲ -

وَلِدْتُ : - واحد متکلم ماضی مجہول وِلَادَۃٌ سے۔ مجھے جنا گیا میں پیدا ہوا۔ ۱۶/۵

وَلَدْنَهُمْ - جمع مؤنث غائب ماضی معروف وَلَادَۃٌ سے هُمْ ضمیر مفعول جنھوں نے انکو جنا ۲۸/۱ (دیکھو مَوْلُوْد)

وَلّٰى : - واحد مذکر غائب ماضی معروف تَوْلِيَةٌ مصدر (تفعیل) منہ موڑ کر پیٹھ دے کر بھاگا۔ ۱۹/۱۶ ۲۰/۷ ۲۱/۱۰ (دیکھو مولیکم)

وَلَّوْا - جمع مذکر غائب ماضی معروف تَوْلِيَةٌ سے وہ منہ پھیر کر پیٹھ دیکر بھاگ جائیں ۱۰/۱۲ ۱۵/۵ منہ موڑ کر پیٹھ پھیر کر چل دیتے ہیں ۲۰/۲ ۲۱/۸ منہ موڑ کر چلے جائیں ۲۶/۴ لوٹے۔ رخ کیا۔

وَلُّوْا - جمع مذکر حاضر امر معروف تَوْلِيَةٌ سے منہ پھیرو۔ رُخ کرو۔ ۲/۱،۲

وَلِيٌّ : صیغہ صفت مشابہ بروزن فعیلٌ وَلَايَةٌ سے (ضرب) ۳/۱۵،۲ ۲۵/۱۸ مددگار۔

اَلْوَلِيُّ - صیغہ صفت معرف باللام بروزن فعیلٌ ولایۃٌ سے (ضرب) ۲۵/۴ کارساز۔

وَلِيٌّ : - صیغہ صفت مشبہ مرفوع نکرہ بروزن فعیل ولایۃ سے ۶/۱۴،۱۲ ۱۵/۱۲ ۲۴/۱۹ موخر الذکر میں دوست اور باقی تینوں آیات میں مددگار۔

وَلِيٍّ : صیغہ صفت مشبہ مجرور نکرہ تفصیل مذکور ۱/۱۴،۱۲ ۱۰/۱۶ ۱۱/۳ ۲۰/۱۴ ۲۵/۲،۵ محافظ۔ نگہبان۔ بچانے والا۔ ۱۳/۱۱ ۱۵/۱۶ ۲۱/۱۴ مددگار۔

وَلِيًّا صیغہ صفت مشبہ منصوب نکرہ تفصیل مذکور ۵/۴،۷،۱۵ ۶/۴ ۲۳/۵ ۲۶/۱۱ ۲۱/۱۸ محافظ حامی، بچانیوالا ۱۵/۱۴ کارساز۔ مددگار ۵/۹ دوست رفیق ۷/۸ کارساز ۱۶/۴ ساتھی مراد بیٹا ۱۶/۹ ساتھی رفیق۔

وَلَّيْتَ ، واحد مذکر حاضر ماضی معروف تَوْلِيَةٌ سے تو منہ پھیر کر بھاگتا۔ ۱۵/۱۵

وَلَّيْتُمْ - جمع مذکر حاضر ماضی معروف تَوْلِيَةٌ سے تم پیٹھ دے کر بھاگ نکلے ۱۰/۹ (دیکھو وَلَّوْا سے وَلَّيْتُمْ تک مَوَالِيْكُمْ)

وَلِيْجَةً وُلُوْج بمعنی دخول سے بنا گیا۔ (رضاوی) گھر کے دوست اندرونی دوست۔ (معالم وکبیر) ۱۰/۸ (دیکھو تُولِجُ)

وَلِيْدًا - صیغہ صفت وَلَادَۃٌ سے نوزائیدہ بچہ بچہ۔ بقول محلی ولید کا اطلاق بچہ پر دودھ چھڑانے کے بعد ہوتا ہے کیونکہ اس لفظ کی تشریح میں انہوں نے لکھا ہے صغیرا قریبا من الولادۃ بعد فطامہ یعنی ولید کا اطلاق بچہ پر دودھ چھڑانے کی۔

تفعیل، ہم نے مقرر کر دیا۔ ۷/۱۶ (دیکھو المتوکلون)

اَلْوَكِيْلُ ۔ صفت مشبہ معرف باللام وَكْلٌ مصدر (ضرب) کارساز ۴/۹ (دیکھو المتوکلون)

وَكِيْلٌ ۔ صفت مشبہ نکرہ مرفوع وَكْلٌ سے ۲۲/۳ ۶/۱۹ نگراں ۱۲/۲ نگراں نگہبان ۱۳/۲ ۱۰/۲۰ ۲۰/۲ ضامن۔ گواہ۔ (دیکھو المتوکلون)

وَكِيْلٍ: صفت مشبہ نکرہ مجرور وَكْلٌ سے ۷/۱۴ ۱۱/۱۶ ۲۴/۱ ۲۵/۲ ذمہ دار۔

وَكِيْلًا ۔ صفت مشبہ نکرہ منصوب وَكْلٌ سے ۵/۸ ۶/۳ ۱۵/۱۶ ۲۱/۱۷ ۳۲/۳ ۲۹/۱۳ کارساز۔ ۵/۱۳ کارساز۔ ذمہ دار۔ ۱۵/۶ ذمہ دار ۱۵/۱۰ حمایتی مددگار۔ ۱۹/۳ نگہبان۔ (دیکھو المتوکلون)

فصل اللام

وَلِّ ۔ واحد مذکر حاضر امر معروف اصل میں وَلِّيْ تھا تَوْلِيَةٌ مصدر (تفعیل) سو تو پھیر ۲/۱

وَلَايَتِهِمْ: مصدر مضاف (سمع) ہُمْ ضمیر مضاف الیہ۔ انکی مدد (زمخشری) اور بقول اکثر مفسرین، میراث۔ زمخشری نے لکھا ہے وِلَايَة حکومت اقتدار ملک اور وَلَايت نصرت، مدد (کشاف)

اَلْوَلَايَةُ: مصدر (سمع) نصرت۔ مدد۔ ۱۵/۱۷ (دیکھو موالیکم)

وَلَدَ ۔ واحد مذکر غائب ماضی معروف وِلَادَةٌ مصدر (ضرب) وہ جنا، باپ ہوا۔ ۲۳/۹ ۳۰/۱۵

وُلِدَ: واحد مذکر غائب ماضی مجہول وِلَادَةٌ سے وہ جنا گیا۔ پیدا کیا گیا۔ ۱۶/۱۶

وَلَدٌ ۔ اسم جنس نکرہ مرفوع کوئی بچہ ایک ہو یا چند لڑکا ہو یا لڑکی۔ اولاد جمع۔ ۲/۱۳ ۴/۱۳ ۶/۱۳،۱۳ ۷/۱۹ ۲۵/۱۳

وَلَدٍ: اسم جنس نکرہ مجرور کوئی بچہ ہو یا چند لڑکا ہو یا لڑکی۔ اولاد جمع۔ ۱۲/۵ ۱۸/۵

وَلَدًا ۔ اسم جنس نکرہ منصوب کوئی بچہ ہو یا چند لڑکا ہو یا لڑکی۔ اولاد جمع۔ ۳/۱۴ ۱۱/۱۲ ۱۲/۱۳ ۱۵/۱۲،۱۳،۱۷ ۱۶/۸،۹ ۱۷/۲ ۱۸/۱۶ ۲۰/۴ ۲۳/۱۵ ۲۹/۱۱

وَلَدِ ۔ اسم مضاف مجرور اس کا بچہ یا اولاد جمع ۲/۱۴ ۲۱/۱۳

وَلَدُهُ: اسم مضاف مرفوع۔ اس کا بچہ ۲۹/۱۰

اَلْوِلْدَانِ ۔ جمع مجرور معرفہ بچے۔ لڑکے لڑکیاں۔ ۵/۱۰،۱۱،۱۶

اَلْوِلْدَانَ ۔ جمع منصوب معرفہ بچے ۲۹/۱۹

وِلْدَانٌ ۔ جمع مرفوع نکرہ جنت کے

بعد ہوتا ہے لیکن چونکہ زمانہ ولادت سے اسکو قرب
حاصل ہوتا ہے اس لیے اس کو ولید کہا جاتا ہے
امام رازی نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے الولید الصبی
تقرب عہد من الولادۃ یعنی ولید کا ترجمہ ہے
صبی (بچہ) چونکہ زمانہ ولادت سے اس کو قرب ہوتا
ہے اس لیے ولید کہا جاتا ہے۔ ۱۹/۲ (دیکھو
مولود)

وَلِيُّكُمْ: صیغہ صفت مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر
حاضر مضاف الیہ۔ تمہارا دوست ۶/۱۲۔

وَلِيُّنَا: صیغہ صفت مضاف نَا ضمیر جمع متکلم
مضاف الیہ۔ ہمارا حامی، خبرگیراں۔ ۹/۹ ہمارا
دوست کارساز ۲۲/۱۱۔ (دیکھو مولیکم)

وَلِيُّهٗ: صیغہ صفت مضاف مرفوع وَلَايَةٌ
سے ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔ اس کا
سرپرست۔ نمائندہ۔ وکیل ۳/۲۔ (دیکھو مولیکم)

وَلِيِّهٖ: صیغہ صفت مضاف مجرور وَلَايَةٌ سے
ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ اس کے
وارث۔ ۵/۴ ۱۹/۱۹ ۔ (دیکھو مولیکم)

وَلَّاهُمْ: واحد مذکر غائب ماضی معروف
تَوْلِيَةٌ سے هُمْ ضمیر مفعول (کس نے) پھیر
دیا۔ موڑ دیا ان کو ۲/۱ (دیکھو مولیکم)

وَلِيُّهُمْ: صیغہ صفت مضاف مرفوع
سے هُمْ ضمیر مضاف الیہ ان سے محبت کرنے
والا ان کا دوست ۱۴/۱۴ کارساز (دیکھو مولیکم)

وَلِيُّهُمَا: صیغہ صفت مضاف مرفوع وَلَايَةٌ
سے هُمَا ضمیر تثنیہ غائب مضاف الیہ ان
دونوں کا مددگار ہے۔ ۴/۴ (دیکھو مولیکم)

وَلِيِّیَ: وَلِيِّ مضاف ی ضمیر واحد متکلم مضاف
الیہ۔ میرا کارساز ۹/۱۴ ۱۳/۵ (دیکھو مولیکم)

فصل الہاء الہوز

اَلْوَهَّابُ: صیغہ مبالغہ مرفوع وَهْبٌ اور
مصدر (فتح) بہت عطا کرنے والا ۳/۹ ۲۳/۱۲

اَلْوَهَّابِ: صیغہ مبالغہ مجرور وَهْبٌ اور هِبَةٌ
مصدر (فتح) بہت عطا کرنے والا ۲۳/۱۰

وَهْبٌ۔ بخشش مَوْهِبٌ اور مَوْهِبَةٌ بخشش
کرنا مَوْهِبَةٌ بخشش۔ وہ ابر جو ہر جگہ برسے
وَاهِبٌ بخشنے والا۔ وَهُوبٌ بخشش والا
وَهْبٌ اور هِبَةٌ مصدر (فتح) بخشش کرنا
وَهْبٌ مصدر (فتح) کتب المراثی میں غالباً اِيْهَابٌ
(افعال) کسی کو بخشش دینا، دکھانا کسی چیز کا حاصل ہونا
کسی چیز کا مہیا ہونا مُوَاهَبَةٌ بخشش میں مقابلہ

وَهَّاجًا: صیغہ مبالغہ۔ بہت روشن وَہَجٌ سے (ضرب) ۳۰/۱ اہل تفسیر کی کثیر جماعت نے لکھا ہے کہ سراجاً وہاجاً سے مراد سورج ہے۔

وَهَجٌ بھڑک، بھڑکنا وَهِيجٌ بروزن فعیل روشن وَهَجٌ اور وَهَجَان مصدر (ضرب) آگ بھڑکنا اِیْہَاجٌ (افعال) آگ روشن کرنا تَوَهُّجٌ (تفعل) آگ بھڑکنا خوشبو کا پھیلنا۔ موتی کا چمکنا

وَهَبَ: واحد مذکر غائب ماضی معروف وَهْبٌ اور هِبَةٌ مصدر (فتح) اس نے بخشش کی اس نے بخشا۔ ۱۳/۱۸ ۱۹/۶

وَهَبَتْ: واحد مؤنث غائب ماضی معروف وَهْبٌ اور هِبَةٌ مصدر (فتح) اس عورت نے بخشا۔ ۲۲/۳

وَهَبْنَا: جمع متکلم ماضی معروف وَهْبٌ اور هِبَةٌ مصدر (فتح) ہم نے بخشا۔ ۱۶/۱۶ پ ۷، ۶ پ ۱۷/۵، ۲ پ ۲۰/۱۵، ۱۲ پ ۲۳/۱۳، ۱۲
(دیکھو الوهاب)

وَهَنَ: واحد مذکر غائب ماضی معروف وَهْنٌ مصدر (ضرب) کمزور ہو گیا۔ ۱۶/۴

وَهْنٍ: اسم اور مصدر (ضرب)، کمزوری کمزور ہونا۔ ۲۱/۱۱

وَهْنًا: اسم اور مصدر (ضرب) کمزور ہونا ۲۱/۱۱

وَهَنُوْا: جمع مذکر غائب ماضی معروف وَهْنٌ سے وہ کمزور (نہیں) پڑے یعنی انہوں نے بزدلی (نہیں) کی۔ ۴/۴ (دیکھو اَوْهَنَ اور تَهِنُوْا)

فصل الیاء المثنّاۃ

وَيْكَاَنَّ: وَا۔ اسم ہے جو تعجب پر دلالت کرتا ہے جیسے

وَا بِاَبِیْ اَنْتَ وَ فُوْكِ الْاَشْنَبُ
كَاَنَّمَا ذُرَّ عَلَيْهِ الزَّرْنَبُ

ارے تجھ پر اور تیرے چمکدار دانتوں والے منہ پر میرا باپ (واری) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ منہ میں زرنب چھڑکا گیا ہے۔

اس وا کے بعد کبھی ھا بڑھا دیتے ہیں مگر معنی تعجب کا ہی رہتا ہے جیسے وا ھا لسلمٰی ثم
وا ھا وا ھا (واہ سلمیٰ واہ واہ)

کبھی اسی کو وَیْ پڑھتے ہیں اور اس کے بعد كَاَنَّ ذکر کرتے ہیں جیسے:-

وَيْكَاَنْ مَنْ يَكُنْ لَهٗ نَشَبٌ
يُحْبَبْ وَمَنْ يَفْتَقِرْ يَعِشْ عَيْشَ ضُرٍّ

ارے جس کے پاس کثیر مال ہوتا ہے اس سے

محبت کی جاتی ہے اور جو محتاج ہوتا ہے وہ دکھ کی زندگی سے جلتا ہے۔

اسی لیے خلیل نے کہا کہ وَیْکَاَنَّ مرکب ہے وَیْ اور کَاَنَّ سے وَیْ اسم تعجبی ہے جیسے وَیْ لِمَ فَعَلْتَ ذٰلِكَ ارے! تو نے ایسا کیوں کیا اور کَاَنَّ متکلم کے ظن خیال اور اندازہ کو ظاہر کرتا ہے لیکن قرآنی استعمال اس قول کی شہادت نہیں دیتا قرآن نے دونوں آیتوں میں وَیْکَاَنَّ کو مقام یقین میں استعمال کیا ہے۔ (مؤلف)

ابن ہشام مؤلف مغنی اللبیب نے قول خلیل کی ترجمانی کرتے ہوئے کَاَنَّ کو حرف تحقیق کہا ہے جیسے ؎

كَاَنَّنِیْ حِیْنَ اُمْسِیْ لَا تُكَلِّمُنِیْ
مُتَیَّمٌ یَّشْتَهِیْ مَا لَیْسَ مَوْجُوْدًا

جب شام تک وہ مجھ سے بات نہیں کرتی تو بلاشبہ میں ایسا سرگرداں ہوتا ہوں جو کھوئی ہوئی چیز یا غیر موجود چیز کا طلب گار ہو۔

قطرب نے کہا وَیْكَاَنَّ دو لفظوں سے مرکب ہے وَیْكَ اور اَنَّ، وَیْكَ بمعنی وَیْلَكَ مستقل کلمہ ہے جیسے وَلَقَدْ شَفَا نَفْسِیْ وَاَبْرَءَ سُقْمَهَا قِیْلُ الْفَوَارِسِ وَیْكَ عَنْتَرَةُ اَقْدِمْ (حماسی)

سواروں نے جب یہ کہا کہ ارے عنترہ آگے بڑھ تو اس بات نے میرے دل کو تندرست کر دیا اور اس کی بیماری کو دور کر دیا اور بقول قطرب، اَنَّ سے پہلے اَعْلَمُ محذوف ہے ابن ہشام نے لام کو محذوف قرار دیا ہے لیکن بیشتر علما وَیْكَاَنَّ کو ایک لفظ کہتے ہیں جس کا معنی بقول مجاہد اَلَمْ یَعْلَمْ (کیا وہ نہیں جانتا ہے) اور بقول قتادہ اَلَمْ یَرَوْا (کیا انہوں نے نہیں دیکھا)

فراہی نے کہا یہ کلمہ تقریر ہے اَمَا تَرٰی کی طرح اس کی معنوی حیثیت ہے ایک اعرابی عورت سے اس کے شوہر نے پوچھا تیرا بیٹا کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا وَیْكَاَنَّهٗ وَرَاءَ الْبَیْتِ کیا تم نے نہیں دیکھا وہ تو گھر کے ادھر موجود ہے۔

حسن بصری نے کہا وَیْكَاَنَّ اِنَّ کی طرح کلمہ ابتدا ہے وَیْكَاَنَّ اللّٰهَ کا معنی ہے اِنَّ اللّٰهَ

بعض لوگوں نے اس کو اَلَا کی طرح کلمہ تنبیہ قرار دیا ہے۔

جو علما وَیْكَاَنَّ کو کلمہ تنبیہ یا کلمہ ابتدا یا کلمہ تقریر کہتے ہیں ان میں سے کسی نے اس کی وجہ

نہیں بیان کی کہ اس کے بعد ذکر ہونے والا اسم
منصوب کیوں ہوتا ہے۔ پ ۲۰/۱۱

وَیْلٌ ۔ اسم مرفوع۔ ہلاکت۔ عذاب دوزخ
کی ایک وادی۔ عذاب کی شدت پ ۱/۹ پ ۱۳/۱۳
پ ۱۶/۵ پ ۱۷/۲ پ ۲۳/۱۲،۱۰ پ ۲۴/۱۵ پ ۲۵/۱۳،۱۷ پ ۲۷/۲،۳ پ ۲۹/۲۱،۲۲
پ ۳۰/۸،۲۶،۳۲ ۔

ویل کے مختلف معانی ہیں۔ شر اور بدی میں
داخل ہونا۔ دردمند کرنا۔ مصیبت زدہ بنانا
(ان معانی میں وَیْلٌ مصدر ہے) افسوس بمعنی
کلمہ وعید و زجر کلمہ عذاب۔ عذاب۔ شدت۔
عذاب جہنم کی ایک وادی کا نام جہنم کے ایک
کنوئیں کا نام جہنم کے ایک دروازہ کا نام کلمہ
حسرت و ندامت۔ وَیْلَۃٌ رسوائی تباہی
وَیْلٌ اور وَیْلَۃٌ کی اضافت اگر ضمیر کی جانب ہو
تو غیبت خطاب اور تکلم کی علامات بدلتی رہتی ہیں
اور ویل پر ہمیشہ نصب رہتا ہے ہاں یاء
متکلم کی جانب اضافت ہو تو یاء کی وجہ سے
مجبوراً ویل کے لام کو کسرہ دیا جاتا ہے نصب
کی وجہ علماء ادب نے یہ فرض کی ہے کہ ویل اور
ویلۃ بصورت اضافت فعل محذوف کے
مصدر (یعنی مفعول مطلق) ہوتے ہیں اور اگر
حرف ندا ہو تو منادیٰ ہوتے ہیں۔

وَیْلَتَنَا : مضاف و مضاف الیہ۔ ہائے ہماری
ہلاکت۔ وَیْلَتَنَا اس جگہ کلمہ حسرت و ندامت ہے
پ ۱۵/۱۸ ۔

وَیْلَتٰی مضاف و مضاف الیہ اصل میں
وَیْلَتِیْ تھا افسوس و حسرت کی آواز کھینچنے کیلئے
یاء کو الف سے بدل کر وَیْلَتِیْ کو ویلتا کر دیا۔ ہائے
افسوس۔ پ ۶/۹ پ ۱۲/۷ پ ۱۹/۱ ۔

وَیْلَکَ : مضاف و مضاف الیہ تو
مرے۔ ارے۔ پ ۲۶/۲

وَیْلَکُمْ : کلمہ زجر و عذاب۔ ارے کیوں تم مرو
پ ۱۷/۱۲ پ ۲۰/۱۱

وَیْلَنَا : کلمہ تحسر و ندامت۔ ہائے
ہماری موت۔ پ ۱۷/۲،۴،۱ پ ۲۳/۳،۵
پ ۲۹/۳ ۔

بَابُ الهَاء

فَصْلُ الْاَلِف

ہ - ہٗ، ہُ اور ہٖ ضمیر غائب واحد مذکر ہے جو مجرور یا منصوب متصل آتی ہے جیسے قَالَ لَہٗ صَاحِبُہٗ وَہُوَ یُحَاوِرُہٗ میں ہ لام کی وجہ سے مجرور ہے صَاحِبُہٗ میں ہ مضاف الیہ ہونے کے سبب مجرور ہے یُحَاوِرُہٗ میں ہ مفعول ہونے کی بنا پر منصوب ہے۔

ہُ صرف حَاشَا۔ عَدَا۔ خَلَا۔ مِنْ اور عَنْ کے بعد آتی ہے ہِ صرف عَلٰی، بِیْ اور اِلٰی کے بعد آتی ہے (ابوالعباس مبرد) ابن کثیر نے فِیْہُمَانَا میں ہ کو اشباع کے ساتھ ہِ پڑھا ہے

۲۔ ہ صرف حرف غیبت ہے جو ضمیر منصوب منفصل کے ساتھ آتی ہے جیسے اِیَّاہُ باوجود اختلاف اہل نحو کے بقول ابن ہشام صحیح رائے یہی ہے کہ اِیَّا ضمیر منصوب منفصل ہے اور ہٗ علامت غیبت اسی لیے حالت خطاب میں اِیَّاکَ اور حالت تکلم میں اِیَّایَ اور اِیَّانَا آتا ہے تثنیہ کے لیے اِیَّاہُمَا جمع مونث کے لیے اِیَّاہُنَّ اور اِیَّاکُنَّ جمع مذکر کے لیے اِیَّاہُمْ اور اِیَّاکُمْ کہا جاتا ہے یعنی ضمیر بہرحال قائم رہتی ہے اور خطاب غیبت تکلم تذکیر تانیث اور تثنیہ جمع کی علامات بدلتی رہتی ہیں۔

۳۔ ہا سکتہ ساکنہ جو عموماً حالت وقف میں ماقبل کی حرکت کے اظہار کے لیے آتی ہے جیسے مَاہِیَہْ۔ حِسَابِیَہْ۔ کِتَابِیَہْ۔

۴۔ ہمزہ کے عوض ہَا جیسے اَتوا کو ہاتوا کہا جاتا ہے یا جیسے مندرجہ ذیل شعر میں اِذا کی جگہ ہٰذا آیا ہے ؎

وَاَتٰی صَوَاحِبُہَا فَقُلْنَ ہٰذَا الَّذِیْ
مَنَحَ الْمَوَدَّۃَ غَیْرَنَا وَجَفَانَا

وہ اس کی ساتھ والیوں کے پاس پہنچا تو انہوں نے کہا کیا یہ وہی شخص ہے جو ہم سے الگ رہتا اور دوسروں کو محبت بخشتا ہے۔

۵۔ ہاء تانیث جیسے حالت وقف میں

تَخُمَۃٌ کو تُخَمَۃٌ کہا جاتا ہے۔ علمار کوفہ کے نزدیک یہ ھَا اصلی ہے جو وصل کی حالت میں تا سے بدل جاتی ہے اہل بصرہ کہتے ہیں کہ تا ہی اصلی ہے جو حالت وقف میں ھَا سے بدل جاتی ہے۔ صاحب مغنی اللبیب نے کہا کہ یہ ھَا مستقل کلمہ نہیں بلکہ جزو کلمہ ہے اس لیے اہل کوفہ کے قول پر بھی ھا کے مستقل اقسام میں اس کا شمار نہیں ہو سکتا۔

شیخ رضی نے صراحت کی ہے کہ یا نسبت کی طرح یہ ھَا مستقل کلمہ تھی لیکن امتزاج اور انضمام کے بعد اس کی حیثیت جزو کلمہ کی ہو گئی اس لیے اس کو اقسام خمسہ میں سے ایک مستقل قسم قرار دینا ہی مناسب ہے۔

ھَا: تین طرح آتا ہے ۱۔ اسم فعل امر بمعنی فعل امر۔ لے۔ لو۔ اس وقت الف کو ممدودہ پڑھنا بھی جائز ہے اور دونوں شکلوں میں اس کے بعد کبھی کاف خطاب تمام حالات میں آتا ہے جیسے ھَاكَ - ھَاكِ - ھَاكُمَا - ھَاكُمْ - ھَاكُنَّ کبھی نہیں آتا۔ اگر ممدودہ کے بعد کاف خطاب نہ ہو تو ہمزہ کے اعراب کو تذکیر و تانیث افراد تثنیہ اور جمع کے مختلف احوال کو ظاہر کرنے کے لیے بدل دیتے ہیں مثلاً واحد مذکر میں ھَاءَ واحد مؤنث میں ھَاءِ تثنیہ مشترک میں ھَاؤُمَا جمع مؤنث میں ھَاؤُنَّ اور جمع مذکر میں ھَاؤُمُ کہا جاتا ہے آخری لفظ قرآن میں آیا ہے جیسے ھَاؤُمُ اقْرَؤُا كِتَابِيَهْ لو میرا اعمالنامہ پڑھو۔ ۲۔ ضمیر واحد مؤنث غائب متصل بحالت نصب و جر جیسے فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا پہلی ضمیر منصوب اور آخری دونوں مجرور ہیں۔

۳۔ ھائے تنبیہ کے لیے یہ ھَا چار طرح مستعمل ہے ۱۔ اسم اشارہ قریب پر آتی ہے جیسے ھٰذَا ھٰذَانِ ھَاتِیْ ھَاتَانِ ھٰؤُلَاءِ ۲۔ اس ضمیر مرفوع پر آتی ہے جس کی خبر اسم اشارہ ہو جیسے ھَاَنْتُمْ اُولَاءِ، انتم ضمیر مرفوع مبتدا اور اُولَاءِ خبر ہے ۳۔ ندا کی صورت میں اَیُّ کی لغت بر قول ابن ہشام ہوتی ہے جیسے یَا اَیُّھَا الرَّجُلُ۔ یَا اَیُّھَا النَّاسُ۔ اَیُّھَا السَّاحِرُ اَیُّھَا الثَّقَلٰنِ ۴۔ اگر حرف قسم حذف کر دیا گیا ہو اور اللہ کی قسم کھانا ہو تو لفظ اللہ پر ھا کو لے آتے ہیں اور اللہ کی ہمزہ کو باقی رکھتے ہیں یا حذف کر دیتے ہیں جیسے ھَا اَللّٰهِ اور ھَا اللّٰهِ اللہ کی قسم کھاتا ہوں۔ استعمال نمبر ۴ قرآن مجید میں نہیں ہے۔ یا میں نے کہیں نہیں پایا۔

ھَاَنْتُمْ ۔ ھا حرف تنبیہ انتم ضمیر جمع مذکر

حاضر مرفوع مبتدا ہر۔ آگاہ ہو جاؤ تم۔ پ ۳/۱۵ پ ۴/۳ پ ۵/۱۳
پ ۲۶/۶ (دیکھو ھَا)

ھَاتُوْا ۔ اسم بمعنی فعل امر جمع مذکر حاضر (لاؤ) اصل میں اٰتُوا تھا اِیْتَاءٌ مصدر (افعال) سے جمع مذکر حاضر امر معروف کا صیغہ اٰتُوا ہے اٰتِ واحد مذکر امر حاضر اٰتِی واحد مؤنث حاضر امر اٰتِیَا تثنیہ حاضر مشترک اٰتِیْنَ جمع مؤنث حاضر امر ہمزہ کو ھا سے بدل کر ھَاتِ ھَاتِی ھَاتِیَا ھَاتُوا ھَاتِیْنَ کر لیا گیا مُھَاتَاۃٌ کوئی چیز کسی کو دینا۔ پ ۱/۱۲ پ ۱۴/۲ پ ۲۰/۱۰۰۱ ۔

ھَاتَیْنِ ؛ ھَا حرف تنبیہ تَیْنِ اسم اشارہ تثنیہ مؤنث مجرور یہ دونوں عورتیں۔ پ ۲۰ (دیکھو)

ھَاجَرْنَ ۔ جمع مؤنث غائب ماضی معروف مُھَاجَرَۃٌ مصدر (مُفَاعَلَۃٌ) ان عورتوں نے ہجرت کی۔ پ ۲۲/۳ ۔
ھَجْرٌ اور ھِجْرَانٌ (نصر) چھوڑ دینا۔ جدا ہو جانا جسمانی طور پر یا زبانی یا دل سے مُھَاجَرَۃٌ قطع تعلق۔ دار الکفر چھوڑ دینا اخلاق ذمیمہ کو چھوڑ دینا۔ (دیکھو مُھَاجِرٌ)

ھَاجَرُوْا ۔ جمع مذکر غائب ماضی معروف مُھَاجَرَۃٌ مصدر (مفاعلۃ) اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے وطن چھوڑا۔ انہوں نے دار الکفر سے ہجرت کی۔ پ ۲/۱۱ پ ۴/۱۱ پ ۱۰/۹،۶ پ ۱۴/۲۰،۱۱۲ پ ۱۷/۱۵
(دیکھو مُھَاجِرٌ اور ھَاجَرْنَ)

ھَادٍ ؛ اسم فاعل واحد مذکر ھِدَایَۃٌ مصدر (ضرب) اصل میں ھَادِی تھا۔ پ ۱۳/۷ راستہ بتانیوالا ہدایت کرنیوالا پیغمبر پ ۱۳/۱ پ ۲۳/۱۰ پ ۲۴/۹،۱ ہدایت یاب کرنے والا۔ (دیکھو المھتدین)

ھَادُوْا ؛ جمع مذکر غائب ماضی معروف ھَوْدٌ مصدر (نصر) یہودی ہوئے۔ مراد یہودی ہیں بچھڑے کی پوجا سے انہوں نے توبہ کی تھی اس لئے یہود کہلائے (صاوی و معالم) پ ۱/۸ پ ۵/۴ پ ۶/۱۰۰۲،۱۱،۱۴۹ پ ۸/۵ پ ۱۴/۲۱
پ ۱۷/۹ پ ۲۸/۱۱ ۔
ھَوْدٌ مصدر (نصر) پشیمان ہونا حق کی طرف لوٹنا یہودی ہونا۔ ھُوْدٌ یہودیوں کی جماعت ھَوْدَۃٌ کوہان ھَوَادَۃٌ نرمی۔ نرم رفتار۔ وہ چیز جس سے بھلائی اور نیکی کی امید ہے رخصت اجازت۔ صلح کرنا۔ میل کرنا۔ ھَائِدٌ توبہ کرنیوالا حق کی طرف لوٹنے والا۔ ھُوْدٌ جمع تَھْوِیْدٌ (تفعیل) یہودی بنانا۔ نرمی سے آواز نکالنا۔ گانا سننے میں مشغول ہونا۔ شراب کے نشہ میں مست کر دینا۔ تَھَوُّدٌ (تفعل) بات میں نرمی کرنا۔

بیہودہ ہو جانا۔ توبہ کرنا۔ نیک کام کرنا۔ مُهَاوَدَةٌ
(مفاعلہ) باہم صلح کرنا۔ باہم وعدہ کرنا۔ (تاج و
قاموس)

هَادٍ۔ اسم فاعل واحد مذکر هُدَاةٌ
جمع۔ ہدایت یاب کرنیوالا ۱۶/۱۴ پ ۲۱/۸ ۔

هَادِیَ۔ اسم فاعل واحد مذکر هُدَاةٌ جمع
ہدایت یاب کرنیوالا۔ سیدھا راستہ دکھانیوالا ۹/۱۳

هَادِیًا۔ اسم فاعل واحد مذکر هُدَاةٌ جمع ہدایت
یاب کرنیوالا ۱۹/۱ (دیکھو المھتدین)

هَارٍ:۔ اسم فاعل مجرور۔ هَوْرٌ مادہ۔ گرنے کے
قریب۔ قریب السقوط۔ ۱۱/۲

هَارٍ کی اصل هَاوِرٌ یا هَائِرٌ تھی اوّل
هَاوِرٌ کے واؤ یا هَائِرٌ کے ہمزہ کو قلب مکانی کرکے
(راء) سے آخر میں کردیا یعنی (راء) کو مقدم کردیا اور
واؤ یا ہمزہ کو مؤخر کردیا هَارِوٌ اور هَارِءٌ ہو گیا
پھر واؤ یا ہمزہ کو یا سے بدل کر هَارِیٌ کر دیا اور حالت
جر کی وجہ سے یاء کو ساقط کر دیا اس طرح هَارٍ ہو گیا
یہ بھی کہا گیا ہے کہ هَاوِرٌ کے واؤ اور هَائِرٌ کے ہمزہ
کو بغیر قلب مکانی کے تخفیفاً حذف کر دیا اس صورت
میں (راء) پر مختلف حالات میں تینوں اعراب آسکتے
ہیں بعض اہل لغت نے کہا ہے کہ هَارٍ اسم فاعل کا
صیغہ نہیں ہے نہ کوئی حرف محذوف ہے بلکہ اس کی اصل
هَوْرٌ یا هَیْرٌ تھی واؤ اور یاء کو ماقبل مفتوح ہونے کی
وجہ سے الف سے بدل دیا گیا اس صورت میں بھی
(راء) پر مختلف حالات میں تینوں اعراب آئینگے۔
(لغوی تنقیح کے لیے دیکھو نھارًا اور (انہار))

هَارُوْتَ۔ فرشتے یا شہزادے یا کسی جادوگر
کا نام۔ (دیکھو ماروت) ۱/۱۲

هَارُوْنَ۔ حضرت موسیٰ کے بڑے بھائی جو
حضرت موسیٰ کی دعاء سے آپکی مدد کرنے کے لیے
پیغمبر بنائے گئے پ ۲/۱۶ پ ۶/۳ پ ۱۶/۱۹ پ ۹/۴،۶،۷ پ ۱۱/۱۳ پ ۱۶/۷،۱۱،۱۳،۹
۱۶/۱۴ ۱۶/۴ ۱۸/۳ پ ۱۹/۲،۳،۴،۷ پ ۲۰/۷ پ ۲۳/۸ آیت ۱۶/۵
میں سدی کے نزدیک ہارون پیغمبر ہی مراد ہیں اور
مریم کو اختِ ھٰرون کہنے کی وجہ یہ ہے کہ مریم ہارون کی
نسل سے تھیں اہل عرب خاندان کے مورث اعلیٰ کی
طرف نسبت کرنے کے لیے جس طرح یاء نسبتی لگاتے
ہیں اسی طرح مورث اعلیٰ پر لفظ اَخ یا اُخْت
لاکر خاندانی نسبت کو ظاہر کرتے ہیں جیسے تمیم
کی نسل والوں کو تمیمی بھی کہا جاتا ہے اور
اخا تمیم بھی (موخر الذکر صورت میں تمیم سے
مورث اعلیٰ مراد نہیں ہوتا بلکہ خاندان اور قبیلہ مراد
ہوتا ہے اور چونکہ ہر تمیمی دوسرے کا برادر ہوتا

ہے اس لیے ہر فرد قبیلہ کو اخا تمیم کہا جاتا ہے موفق
کلبی نے کہا حضرت مریم کا ایک علاتی بھائی
تھا جسکا نام ہارون تھا وہ بڑا نیک آدمی تھا
وہی مراد ہے۔ قتادہ نے کہا بنی اسرائیل میں ایک
نیک آدمی ہارون تھا جو نیکی میں ضرب المثل تھا
وہی مراد ہے۔ اس قول کی تائید حضرت مغیرہ
بن شعبہ کی اس روایت سے ہوتی ہے جس کو
بغوی نے معالم میں نقل کیا ہے کہ حضور اقدس
نے مغیرہ کے استفسار کے جواب میں فرمایا وہ
لوگ اپنے انبیاء اور صالحین کے ناموں پر اپنے
نام رکھتے تھے مراد یہ کہ آیت میں ہارون پیغمبر مراد
نہیں ہیں بلکہ کوئی دوسرا شخص مراد ہے جس کا نام
ہارون تھا۔ ایک ضعیف قول یہ بھی ہے کہ ہارون
ایک بڑا بدچلن آدمی تھا حضرت مریم کو اس کی
طرف نسبت کرنے سے مراد ہے بدچلنی میں تشبیہ
دینا۔ عام اہل تفسیر نے لکھا ہے کہ اخت ہارون
کہنے کی وجہ صرف یہ ہے کہ حضرت مریم پاکدامنی
اور نیکی میں مشہور تھیں اس لیے ان کو ہارون کی
بہن قرار دیا یعنی نیکی میں ہارون کی طرح ۔

ھَالِكٌ : اسم فاعل واحد مذکر ھَلَكٌ
تَهْلُكَةٌ، ھَلَاكٌ مصادر (ضرب۔ سمع۔ فتح)
ہلاک ہونے والا۔ فنا ہونے والا (۲۸/۸۸)، (دیکھو
مُهْلِكٌ)

اَلْهَالِكِيْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر مجرور۔
اَلْهَالِكُ واحد (ضرب سمع فتح) ہلاک ہونیوالے
مرنیوالے۔ ۱۲/۸۵ (مُهْلِكٌ)

ھَامَانُ :۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے
زمانہ کے فرعونِ مصر کا وزیر اعظم جو حضرت موسیٰ
کا سخت ترین دشمن تھا۔ اور فرعون کا بڑا معتمد۔
۲۰/۴، ۶، ۱۶ ، ۲۴/۸، ۹ ۔

ھَامِدَةٌ :۔ اسم فاعل واحد مؤنث ھُمُودٌ مصدر
خشک جس میں سبزہ نہ ہو ۱۷/۵ ھَامِدَةً کا لفظ
ھَمَدَتِ النَّارُ سے ماخوذ ہے ۔

ھَاؤُمُ ۔ اسم فعل جمع مذکر حاضر بمعنی امر ھَاءَ
واحد مذکر۔ لو۔ ۲۹/۵ (دیکھو ھَا)

ھَاوِيَةٌ :۔ دوزخ کے ایک درجہ کا نام ۳۰/۹
ھُوَّةٌ گڑھا۔ نشیبی زمین۔ آسمان و زمین کا درمیانی
خلا ھَوَاءٌ خلاء۔ ہر خالی چیز ھَاوِیٌ ہڈی ۔
ھَوًی۔ خواہش۔ میلان۔ عشق ھَيًّا ھَيًّا کلمہ
زجر ھَيَاةٌ کام ھُوِيَّةٌ بہت گہرا کنواں ھُوَّاءٌ
غار نشیبی زمین ھَوَاھِي جھوٹی بیہودہ باتیں۔
مُھْوَاةٌ اور مَھْوَی زمین اور آسمان کا درمیانی خلا

هُوِیٌّ اور هُوِیٌّ مصدر (ضرب) منہ کھولنا۔ اُتر آنا۔ گر پڑنا هَوِیٌّ مصدر (ضرب) اوپر کو اُبھر آنا هُوَّۃٌ اوپر کو اٹھ جانا۔

هَوًی مصدر (سمع) خواہش کرنا مائل ہونا محبت کرنا۔ اِهْوَاءٌ مصدر (افعال) گر پڑنا کسی چیز کی طرف ہاتھ بڑھانا۔ ہاتھ سے اشارہ کرنا مُهَاوَاۃٌ (مفاعلۃ) باہم مصالحت۔ اِسْتِهَارَۃٌ (استفعال) بے عقل اور سرگرداں ہونا۔ مدہوش کر دینا۔

فَصْلُ الْبَاءِ الْمُوَحَّدَۃِ

هَبْ :۔ واحد مذکر امر حاضر معروف وَهْبٌ اور هِبَۃٌ مصدر (فتح) عطا کر۔ بخشش کر ۲/۱۲۹، ۱۲/۴، ۱۹/۹، ۴، ۲۳/۱۲، ۲ (دیکھو الوھاب)

هَبَاءً :۔ اسم مفرد۔ باریک خاک۔ گرد غبار باریک ذرات خاک جو سورج کے رخ پر کیواڑ کے سوراخوں میں سے دکھتے ہیں۔ اَهْبَاءٌ جمع ۱۹/۱، ۲۷/۱۴

هَبْوَۃٌ تاریکی۔ ریت مٹی هَابِی قبر کی مٹی وہ مٹی جو غبار کی طرح ہو نُجُوْمٌ هُبَّیٌ چھپے ہوئے ستارے۔ هُبُوٌّ مصدر (نصر) غبار اٹھنا۔ بھاگنا مرنا اِهْبَاءٌ (افعال) غبار اٹھنا۔ تَهَبِّیٌ (تفعل) ہاتھ جھاڑنا۔ کسی کام سے فارغ ہونا۔

فَصْلُ الْجِيْمِ الْمُعْجَمَۃِ

هَجْرًا ۔ مصدر منصوب (نصر) چھوڑ دینا الگ ہو جانا ۲۹/۱۲ (دیکھو مُهَاجِرٌ اور هَاجِرٌ نام)

فَصْلُ الدَّالِ الْمُهْمَلَۃِ

هَدًّا :۔ مصدر بمعنی اسم مفعول منہدم ڈھایا ہوا (لغوی و محلی) ابو جعفر نے کہا مصدر اپنی اصل پر ہے۔ مفعول مطلق ہے تَخِرُّ اس کا فعل عامل ہے۔ لفظ دونوں الگ الگ ہیں معنی دونوں کے ایک ہیں۔ ۱۲/۹

هَدٌّ اور هُدُوْدٌ مصدر (ضرب و سمع) گر جانا ڈھانا۔ بڑھاپا۔ بوڑھا ہونا۔ کمزور ہو جانا۔ هَدَّۃٌ اور هَدٌّ ڈھینے کی آواز هَدِیْدٌ دراز قد آدمی دیوار وغیرہ کے گرنے کی آواز (ضرب) هَادَّۃٌ ترش رو۔ ابر کے بعد تیس کی آواز رَجُلٌ هَدٌّ کچا سی آدمی هَدْهَدَۃٌ کبوتر کی آواز شتر مرغ کی آواز۔ بچہ کو سلانے کے لیے تھپکی دینا۔ کسی چیز کو بلند جگہ سے نیچے کی طرف دھکیلنا هُدْهُدٌ مشہور پرندہ۔ ہر وہ پرندہ جس کی آواز فریاد کی طرح ہو هَدَاهِدُ اور هَدَاهِیْدُ جمع

هِدٌّ بمعنی مہدود ضعیف۔ بزدل تَهْدِيدٌ (تفعیل) دھمکانا۔ گائے کو ذبح کرکے ریسے زمین پر گرانا۔ اِهْدَادٌ (افعال) قوی ہونا۔ تَهَدُّدٌ (تفعل) ڈرانا اِنْهِدَادٌ (انفعال) شکستہ ہونا۔ ڈھے جانا۔

هَدَانِ ۔ واحد مذکر غائب ماضی معروف نِ اصل میں نِیْ تھا۔ ضمیر واحد متکلم هِدَايَةٌ مصدر (ضرب) اس نے مجھے ہدایت کی اس نے مجھے ہدایت یافتہ کیا ۱۵/۲۲ (دیکھو مہتدین)

هُدَايَ : مصدر مضاف (ضرب) یَ ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ۔ میری ہدایت۔ یعنی انبیاء۔ اور اللہ کی کتابیں۔ ۱/۴ ۱۶/۱۲ (دیکھو مہتدین)

هُدِّمَتْ ۔ واحد مؤنث غائب ماضی مجہول تَهْدِيمٌ مصدر (تفعیل) منہدم کر دیئے جاتے۔ ۱۷/۱۲ ۔

هَدَمٌ رائیگاں۔ وہ خون جسکا نہ قصاص نہ دیت۔ بیکار هَدَمَةٌ ہلکی بارش هِدْمٌ پرانے بوسیدہ کپڑے۔ بہت بوڑھا أَهْدَامٌ جمع هَدَمٌ رائگاں خون هَدِمٌ مخنث ہیجڑا هُدَامٌ جہاز وغیرہ کی سواری سے پیدا ہونیوالا

دوران سر۔ هَدْمٌ (ضرب) ڈھانا۔ پیٹھ توڑنا تَهْدِيمٌ (تفعیل) ڈھانا تَهَدُّمٌ (تفعل) ڈھے جانا ویران ہونا۔ غصہ زیادہ ہونا۔ ڈرانا اِنْهِدَامٌ (انفعال) ویران ہونا۔ ڈھے جانا (تاج و مطردات)

هُدْنَا : جمع متکلم ماضی معروف هَوْدٌ مصدر (نصر) ہم نے توبہ کی ہم نے تیری طرف رجوع کیا ۹/۹ (دیکھو هَادُوْا)

هُدُوْا ۔ جمع مذکر غائب ماضی مجہول هِدَايَةٌ مصدر (ضرب) انکو ہدایت کی گئی ان کو راستہ بتایا گیا ۱۷/۱۰ (مہتدین)

هُدًى اور **اَلْهُدٰى** } اسم و مصدر (ضرب) ہدایت۔ ہدایت کرنا۔ انبیاء۔ اللہ کی کتابیں اور صحیفے۔ دلائل فطریہ۔ براہین عقلیہ۔ ایمان یہ سب چیزیں بجائے خود ہدایت بھی ہیں اور ہادی بھی مختلف قرائن سے مختلف معانی کی تعیین کی جاسکتی ہے۔ ۱/(۲،۱،۴،۲،۴) ۲/(۳،۵،۷) ۳/(۹،۱۲)

۴/(۵،۱) ۵/۱۴ ۶/۱۱ ۷/(۵،۱۶،۱۷) ۸/(۶،۷،۱۳) ۹/(۹،۱۴)

۱۰/۱۱ ۱۱/۱۱ ۱۳/(۴،۹) ۱۴/(۱۸،۲۰) ۱۵/(۱،۱۱،۱۴،۲۰) ۱۶/(۸،۱۰،۱۱،۱۶)

۱۷/(۸،۱۲) ۱۹/۱۶ ۲۰/(۲،۷،۸،۹،۱۲) ۲۱/(۱۰،۱۲،۱۶)

۲۲/(۹،۱۰) ۲۳/۱۷ ۲۴/(۱،۱۲،۱۹) ۲۵/(۱۷،۱۸) ۲۶/(۶،۷،۸،۱۲)

۲۷/۵ ۲۸/۹ ۲۹/۱۱ ۳۰/(۱۷،۱،۲) ۔

اَلْهُدْهُدُ : مشہور پرندہ اہل تفسیر کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان کا قاصد تھا اسم مفرد ہے ۔ هدا هد بھی مفرد ہے (مفردات) هَدَاهِدْ جمع ہے ۱۹/۲۷ علماء اسرائیلیات نے لکھا ہے کہ بیت المقدس کی تعمیر کے بعد حضرت سلیمان مع خیل و خدم اور لاؤ لشکر کے حجاز کو گئے مکہ میں قیام کیا اور جو مناسک ضروری سمجھے ادا کئے واپسی میں یمن کی طرف رخ کیا وقت زوال تک صنعا کے قریب پہنچ گئے ایک جگہ اتر پڑے سب ساتھیوں نے بھی قیام کیا هُدْهُدْ جو منجملہ دوسرے پرندوں کے ہمرکاب تھا غائب ہو گیا اور ملکۂ سبا کی جا کر خبر لایا کہا جاتا ہے کہ اس ہدہد کا نام یعفور تھا یورا واجب الوثوق نقصہ قرآن مجید میں موجود ہے بعض فلسفہ زدہ کور دانش لوگوں نے کہا ہے کہ ہدہد حضرت سلیمان کے کسی جاسوس کا نام تھا یہ محض بے دانشی ہے اور معجزات نبوت کے انکار پر مبنی ہے ۔ روایات صحیحہ میں کہیں بھی کسی جاسوس کا نام ہدہد منقول نہیں ۔

هَدٰى : واحد مذکر غائب ماضی معروف (ضرب) ہدایت یاب کیا ۔ راستہ بتا دیا ہدایت کی ۲/۱۰ ، ۷/۱۶ ، ۹/۱۰ ، ۱۴/۱۱ ، ۱۶/۱۳ ، ۶/۱۶ ، ۳۰/۱۸ ہدایت یاب کر دیتا ہے ۳/۱۰ طبعی حوائج اور ان کے حصول کے طریقے بتاتے ۱۶/۱۱ مقدرہ بھلائی برائی کے حصول کے فطری راستے بتا دیتے ۳۰/۱۲ (مھتدین)

اَلْهَدْيَ ۔ اسم معرف باللام قربانی کا جانور جو ماہ حرم میں حرم کے اندر ذبح ہونے کے لیے بھیجا جاتا ہے ۶/۵ ، ۷/۳ ، ۲۶/۱۱ (دیکھو مھتدین)

اَلْهَدْيِ : ۔ اسم معرف باللام قربانی کا جانور جو ماہ حرم میں حرم کے اندر ذبح ہونے کے لیے بھیجا جاتا ہے ۔ ۲/۸ (دیکھو مھتدین)

هَدْيًا : ۔ اسم نکرہ منصوب ۔ قربانی کا جانور جو ماہ حرم میں حرم کے اندر ذبح ہونے کے لئے بھیجا جاتا ہے ۔ ۷/۳ (دیکھو مھتدین)

هَدِيَّتِكُمْ : ۔ هَدِيَّةٌ بروزن فَعِيْلَةٌ صیغہ صفت مشبہ بمعنی اسم مفعول تمہارا بھیجا ہوا یعنی تمہارا تحفہ ۔ ۱۹/۱۸ (دیکھو مھتدین)

هَدَيْتَنَا : ۔ واحد مذکر حاضر ماضی معروف هدایۃ (ضرب) نا ضمیر جمع متکلم مفعول تو نے ہم کو ہدایت کی ۔ صحیح راستہ دکھایا ہدایت یاب کیا ۳/۹ (دیکھو مھتدین)

هَدَاكُمْ : ۔ واحد مذکر غائب ماضی معروف ہدایۃ سے کُمْ ضمیر جمع مذکر (دیکھو مھتدین)

ہماصر ۲/۹ ، ۱۷/۱۲ ہم کو اس نے راستہ بتا دیا۔ بتادیے
۲۶/۱۴ ہدایت کی۔ ایمان لانے کی توفیق دی ۵/۶ ، ۱۴/۷
تو تم کو ہدایت یاب بنا دیتا۔ دیکھو مہتدین)

هَدَيْنَا: ۔ جمع متکلم ماضی معروف هِدَايَةٌ
سے ۷/۱۲ ، ۱۶/۷ ہم نے ہدایت یاب بنا دیا ۱۳/۱۵ تو
ہم تم کو صحیح راستہ دکھا دیتے ۲۳/۸
ہم نے چلایا ۲۴/۱۶ ، ۲۹/۱۹ ہم نے حق کا راستہ
بتا دیا ۳۰/۱۵ ہم نے حق و باطل دونوں کے
راستے دکھا دیئے (دیکھو مہتدین)

هَدَانَا ۔ واحد مذکر غائب ماضی معروف
هِدَايَةٌ سے ۷/۵ ہم کو ہدایت یاب کر دیا ۸/۱۲
(اگر ہم کو ہدایت نہ کرتا ہدایت یاب ہونے کی
توفیق نہ دیتا۔ ۱۳/۱۴ اس نے ہم کو حق کے راستے
بتا دیئے ۱۳/۱۵ (اگر) وہ ہم کو ہدایت یاب
کرتا۔ (دیکھو مہتدین)

هَدَانِیْ ۔ واحد مذکر غائب ماضی
معروف هِدَايَةٌ سے ۸/۴ اس نے
مجھے سیدھا راستہ دکھا دیا۔
یعنی راہ حق پر ڈال دیا ۲۴/۳ (اگر) وہ مجھے
صحیح راستہ بتا دیتا۔ (دیکھو مہتدین)

هَدَاهُ ۔ واحد مذکر غائب ماضی معروف
اس نے اس کو صحیح راستہ دکھا دیا یعنی حق کے
راستہ پر چلایا ۱۴/۲۲ ۔ (دیکھو مہتدین)

هَدِيَّةٌ ۔ صفت مشبہ بمعنی مَهْدِيَّةٌ
(اسم مفعول) تحفہ۔ ۱۹/۱۸ (دیکھو مہتدین)

هُدَاهَا: ۔ اسم مضاف هَا ضمیر واحد
مؤنث غائب مضاف الیہ۔ اس کی ہدایت
پائی ۲۱/۱۵ ۔ (دیکھو مہتدین)

هُدَاهُمْ: ۔ اسم مضاف هُمْ ضمیر واحد
مؤنث غائب مضاف الیہ۔ اس کی ہدایت پائی ۳/۵ (د

هَدَاهُمْ: ۔ واحد مذکر غائب ماضی معروف
هُمْ ضمیر مفعول۔ اس نے ان کو ہدایت یاب بنا دیا
۱۱/۳ ، ۲۳/۱۶ ان کے طریقے اور رفتار تبلیغ کی ۷/۱۶
(دیکھو مہتدین)

فَصْلُ الذَّالِ الْمُعْجَمَةِ

هٰذَا ۔ هَا حرف تنبیہ ذَا اسم اشارہ قریب واحد
مذکر۔ یہ (دیکھو هَا) ۱/ ۲،۹،۱۵ ، ۳/ ۱۱،۱۲،۱۳،۱۴،۱۵ ، ۴/ ۴،۵،۸،۱۱
۶/ ۹،۱۰،۵ ، ۷/ ۲،۶،۸،۹،۱۵،۱۶ ، ۸/ ۲،۳،۴،۵،۲۰،۲۶،۱۲،۱۳ ، ۹/ ۳،۱۱،۱۲
۹/ ۳،۱۸ ، ۱۰/ ۱۰،۱۱ ، ۱۱/ ۷،۹،۱۰،۱۲،۱۳ ، ۱۲/ ۳،۶،۷،۱۰،۱۱،۱۲
۱۲/ ۱۳،۱۴ ، ۱۳/ ۳،۵،۱۸،۱۹ ، ۱۴/ ۳،۲۰،۲۱ ، ۱۵/ ۱،۵،۶،۷،۱۰،۱۲،۱۳،۱۶،۱۷
۱۵/ ۲۰،۲۲ ، ۱۶/ ۱،۲،۳،۵،۱۲،۱۳،۱۶ ، ۱۷/ ۱،۲،۳،۴،۵،۶،۷،۱۶ ، ۱۸/ ۲،۳،۴
۱۸/ ۵،۷،۱۴ ، ۱۹/ ۱،۲،۳

۱۹/۳، ۷، ۱۱، ۱۲، ۱۴، ۱۸ ۔ ۲۰/۲، ۵، ۷ ۔ ۲۱/۹، ۱۰، ۱۵، ۱۶، ۱۹ ۔ ۲۲/۹، ۱۰، ۱۲، ۱۳، ۱۴ ۔ ۲۳/۲، ۳، ۵، ۶، ۷، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۷ ۔ ۲۴/۵، ۱۸ ۔ ۲۵/۱، ۷، ۹، ۱۱، ۲۰، ۲۱ ۔ ۲۵/۱۴، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۲۰ ۔ ۲۶/۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۱۷، ۱۰، ۱۸ ۔ ۲۷/۳، ۴، ۷، ۸، ۱۵، ۱۶ ۔ ۲۸/۶، ۹، ۱۹ ۔ ۲۹/۲، ۴، ۱۵، ۱۹، ۲۱ ۔ ۳۰/۸، ۱۲، ۱۵، ۲۰، ۳۱ ۔

هٰذَانِ:۔ ھا حرف تنبیہ ذَانِ اسم اشارہ قریب تثنیہ مذکر مرفوع۔ یہ دونوں ۱۶/۱۲ ۱۷/۹ (دیکھو ھا)

هٰذِهٖ۔ ھا حرف تنبیہ ذِهٖ اسم اشارہ قریب واحد مؤنث حاضر۔ یہ (دیکھو ھا) ۱/۴، ۵ ۳/۳ ۴/۳ ۵/۷، ۸ ۷/۱۴ ۸/۳، ۹، ۱۷ ۹/۶، ۹، ۱۰ ۱۱/۵، ۸ ۱۲/۵، ۶، ۹، ۱۰ ۱۳/۲، ۶ ۱۴/۱۰ ۱۵/۸، ۱۵، ۱۷ ۱۶/۱۲ ۱۷/۵، ۶ ۱۸/۴ ۱۹/۱۲ ۲۰/۳، ۷، ۱۶ ۲۱/۳ ۲۳/۳، ۱۶ ۲۴/۱۰ ۲۵/۱۱ ۲۶/۱۱ ۲۷/۳، ۱۲ ۲۹/۱۳، ۲۰ ۔

فصل الرّاء المهملہ

هَرَبًا:۔ مصدر (نصر) بمعنی مصدر ہے یا بمعنی فاعلی یعنی بھاگ کر ۲۹/۱۱

هَرْبٌ آنت کے اوپر کی چربی هَرَبٌ مَهْرَبٌ هَرَبَانٌ مصادر ہیں (نصر) بھاگنا۔ هَارِبٌ بھاگنے والا هَرِبَ (سمع) بہت زیادہ بوڑھا ہونا۔ إِهْرَابٌ (افعال) کسی کام میں مستغرق ہو جانا۔ ڈرتے بھاگتے کوشش کرنا ہوا کا خاک کو اڑا لیجانا۔ کسی کو بھاگنے پر مجبور یا آمادہ کرنا۔ تَهْرِيبٌ (تفعیل) بھگانا۔

فصل الزّاء المعجمہ

اَلْهَزْلِ: کھیل، باطل ۳۰/۱۱ هَزْلٌ بیہودگی هَزِلٌ بیہودہ کام هُزَالٌ لاغری هُزَالَۃٌ اچھی عادت، عقلمندی هَازِلٌ بیہودہ کھیل کرنے والا غیر سنجیدہ هَزْلَۃٌ چوپائے مَهَازِلُ قحط سالیاں مَهْزُولٌ لاغر۔

هَزْلٌ هُزْلٌ مصدر (نصر) لاغر ہونا هَزَلٌ مصدر (سمع وضرب) بیہودگی کرنا، کھیل کرنا هَزْلٌ مصدر (ضرب) لاغر کر دینا إِهْزَالٌ (افعال) دُبلے جانوروں کا مالک ہونا۔ کسی کو بیہودہ قرار دینا تَهْزِيلٌ (تفعیل) دبلا کر دینا۔ مُهَازَلَۃٌ (مفاعلۃ) بیہودگی اور کھیل کرنا۔

هَزَمُوا۔ جمع مذکر غائب ماضی معروف هَزْمٌ (ضرب) انہوں نے شکست دی ۲/۱۷ (دیکھو مَهْزُومٌ)

هُزُوًا۔ مصدر (فتح) بمعنی اسم مفعول مسخرا

وہ جس کا مذاق اڑایا جائے چھچھورا ہلکا (دیکھو مستھزءون)
پ ۱/۸ پ ۲/۱۳ پ ۶/۱۳ پ ۱۵/۲۰ پ ۱۶/۳ پ ۱۷/۳ پ ۱۹/۲ پ ۲۱/۱۰ پ ۲۵/۱۷، ۲۰

هُزِّیْ ۔ واحد مؤنث حاضر امر معروف هَزٌّ مصدر (نصر)، تو ہلا۔ پ ۱۶/۵

هِزَّةٌ خوشی، خوش مزاجی۔ دل کی شگفتگی۔ ہانڈی کے ابال کی آواز هَزِیْزٌ آواز هُزْهُزٌ اور هَزْهَازٌ خوب جاری پانی هَزٌّ مصدر (نصر) متعدی بنفسہ اور بالباء۔ ہلانا هَزَّهٗ اور هَزَّ بِهٖ اس کو ہلایا هَزِیْزٌ مصدر (نصر)، کسی کو ایسا خوش کرنا کہ وہ خوش ہو کر جھومنے لگے شعر ہے۔

اَهُزُّ بِهٖ فِیْ نَدْوَةِ الْحَیِّ عِطْفَهٗ
کَمَا هَزَّ عِطْفِیْ بِالْهِجَانِ الْاَوَارِكِ

هَزْهَزَةٌ فتنہ بپا کرنا لوگوں میں شورش اور لڑائی پیدا کرنا۔ ذلیل کر دینا تَهَزْهُزٌ ہلانا تَهَزْهُزٌ ہلنا اِهْتِزَازٌ ہلنا جھومنا۔ (تاج وصحاح)

فصل الشین المعجمہ

هَشِیْمٌ : صفت مشبہ مضاف مجرور بمعنی اسم مفعول سوکھے جھانکڑ اور کانٹے ٹوٹے ہوئے ریزہ ریزہ۔ پ ۲۷/۹ ۔

هَشِیْمًا : صفت مشبہ منصوب بمعنی اسم مفعول شکستہ ریزہ ریزہ۔ بھوسہ۔ پ ۱۵/۱۸ ۔

هَشْمٌ مصدر (ضرب)، ہڈی، سوکھی روٹی، سر، ناک اور ہر خشک چیز کو ریزہ ریزہ کر دینا کسی کی عزت و تعظیم کرنا۔ ہوا کا درخت کے سوکھے پتوں کو توڑنا هَشِمَةٌ جنگلی بکری هَیْشَمٌ جوان مرد هَشِیْمٌ شکستہ ریزہ ریزہ۔ چورا تَهْشِیْمٌ (تفعیل)، تعظیم کرنا۔

تَهَشُّمٌ (تفعل)، ٹوٹنا توڑنا مہربان ہونا کسی کو مہربان بنانے کی خواہش کرنا۔ ذلیل ہو جانا اِهْتِشَامٌ (افتعال)، خوار ذلیل کر دینا اِنْهِشَامٌ (انفعال)، شکستہ ہونا۔

فصل الضاد المعجمہ

هَضْمًا ۔ مصدر (ضرب)، کم کرنا توڑنا یعنی شکست حق نیکیوں کی کمی۔ پ ۱۶/۱۵

هَضْمٌ اور هِضْمٌ پست اور ہموار زمین۔

هَضِیْمٌ مظلوم ستم رسیدہ۔ پتلی کمر پتلے پیٹ کا آدمی غنچہ سربستہ هَضِیْمَةٌ ستم غصہ

هَضُوْمٌ بہ آسانی سے ہضم ہونیوالی دوا خوشگوار بہت خرچ کرنے والا۔ شیر اَهْضَمُ پتلی کمر پتلے پیٹ کا آدمی۔

هَضْمٌ مصدر (ضرب) ہیر کرنا - اترنا - معدہ
میں غذا کی توڑ پھوڑ - ظلم کرنا - غصہ کرنا کسی
حق میں سے کچھ کم کرنا - هَضَمٌ (سمع) کمر اور
پیٹ کا پتلا ہونا - تَهَضُّمٌ (تفعل) ظلم کرنا غصہ
کرنا مطیع ہونا - اِهْتِضَامٌ بمعنی تَهَضُّمٌ - اِنْهِضَامٌ
ہضم ہو جانا -

فصل الکاف

هٰكَذَا - ھا حرف تنبیہ کاف حرف تشبیہ ذا
اسم اشارہ قریب مذکر - ایسا ہی - اس کی طرح ہی [۱۹]

فصل اللام

هَلْ حرف ہے تصدیق ایجابی کی طلب کے
لیے اس کی وضع ہے دوسرے تمام اسماء استفہام
اور ام منصلہ کی وضع طلب تصور کے لیے ہے -

ھل اور ھمزہ کا فرق

ہل اور ہمزہ کے درمیان وجوہ تمیزہ مندرجہ ذیل ہیں
۱- ھل صرف تصدیق کی طلب کے لیے آتا
ہے اور ہمزہ طلب تصور کے لیے بھی اور طلب
تصدیق کے لیے بھی -
۲- ھل تصدیق ایجابی کے ساتھ خاص ہے
یعنی جملہ موجبہ پر آتا ہے اور ہمزہ تصدیق ایجابی و سلبی
دونوں کے لیے آتی ہے جیسے هَلْ عِنْدَكُمْ
مِنْ عِلْمٍ - هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ - هَلْ وَجَدْتُمْ
مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ - أَإِلٰهٌ مَعَ اللّٰهِ - آللّٰهُ خَيْرٌ -
أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ - أَلَنْ يَكْفِيَكُمْ -
۳- ھل مضارع پر آتا ہے تو اس کو مستقبل کے
معنی کے لیے مخصوص کر دیتا ہے - ابن سیدہ نے
شرح الجمل میں لکھا ہے کہ ھل فعل مستقبل کے
ساتھ مخصوص ہے مگر یہ غلط ہے ھل ماضی پر بھی
آتا ہے - جیسے فَهَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ زہیر کا
شعر ہے ؎

فَمَنْ مُبْلِغُ الْأَحْلَافِ عَنِّي رِسَالَةً
وَذُبْيَانَ هَلْ أَقْسَمْتُمْ كُلَّ مُقْسَمِ

میری جانب سے تمام اہل معاہدہ اور بنی ذبیان
کو یہ پیام کوئی پہنچا دے کہ کیا تم نے بڑی پختہ قسمیں
کھائی تھیں -
۴- ھل شرط پر نہیں آتا ہمزہ شرط پر آتا ہے -
أَئِنْ ذُكِّرْتُمْ - أَفَإِنْ مِتَّ -
۵- ھل إنَّ پر نہیں آتا ہمزہ إنَّ پر آتا ہے
أَإِنَّكَ لَأَنْتَ يُوسُفُ -
۶- ھل ایسے اسم پر نہیں آتا جس کے بعد

فعل اختیار ہو ہمزہ آتا ہے اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗ -

۵ ہمزہ حرف عطف سے پہلے آتی ہے جیسے اَفَاِنْ مَّاتَ - اَوَلَمْ يَاْنِ اور هَلْ حرف عطف کے بعد جیسے فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفَاسِقُوْنَ رسول اللہ نے فرمایا تھا وَهَلْ تَرَكَ لَنَا عَقِيْلٌ مِّنْ رِبَاعٍ کیا عقیل نے کوئی مکان ہمارے لیے چھوڑا ہے۔ ایک شعر ہے ؎

لَيْتَ شِعْرِيْ هَلْ ثُمَّ هَلْ اٰتِيَنَّهُمْ
اَوْ يَحُوْلَنَّ دُوْنَ ذَاكَ حِمَامٌ

کاش مجھے معلوم ہوتا کہ کیا میں ان تک پہنچ جاؤنگا یا اس راہ میں موت حائل ہو جائیگی یعنی پہنچنے سے پہلے مر جاؤں گا۔

۶ ہمزہ اَمْ کے بعد نہیں آتی هَلْ آتا ہے جیسے اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمَاتُ وَالنُّوْرُ

۷ هَلْ میں استفہام سے مقصود ہی کبھی نفی ہوتی ہے سی لیے اس کی خبر پر اِلَّا بھی آسکتا ہے جیسے هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ اور با بھی آسکتی ہے هَلْ اَخُوْ عَيْشٍ لَذِيْذٍ بِدَائِمٍ کیا مزے کی زندگی والا ہمیشہ رہتا ہے اور باوجود استفہامی ہونے کے حالانکہ استفہام انشاء کی قسم ہے خبر پر اس کا عطف جائز ہوتا ہے کیونکہ جب استفہام سے مقصود ہی نفی ہوتی ہے تو جملہ انشائیہ نہیں رہتا خبر کا معنی ہو جاتا ہے جیسے ؎

وَاِنَّ شِفَائِيْ عَبْرَةٌ مُّهْرَاقَةٌ
فَهَلْ عِنْدَ رَسْمٍ دَارِسٍ مِّنْ مُّعَوَّلِ

میرے لیے باعث شفا بہتے ہوئے آنسو ہیں تو کیا فرسودہ کھنڈروں کے پاس کوئی رونے کی جگہ ہے ہمزہ سے استفہام کا مقصود نفی نہیں ہوتی بلکہ استفہام انکاری سے نفی لازم آتی ہے۔

۸ هَلْ کبھی بمعنی قَدْ (بیشک) ہوتا ہے هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ بیشک انسان پر ایک وقت آیا ہے (ابن عباس کسائی اور فراء سے یہی تفسیر منقول ہے) مبرد نے مقتضب میں کہا ہے هَلْ للاستفہام نحو هَلْ جاء زید وقد تكون بمنزلة قد نحو قوله جل اسمه هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ هَلْ استفہام کے لیے آتا ہے جیسے هَلْ جَاءَ زَيْدٌ اور کبھی قد کی بجائے ہوتا ہے جیسے هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ - میں۔

زمخشری نے تو مفصل میں یہاں تک لکھا ہے کہ هَلْ ہمیشہ بمعنی قد ہوتا ہے اور استفہام جو هَلْ سے

مستفاد ہوتا ہے اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہمزہ صرف
استفہام کے لئے آتی ہے اور ھل بمعنی قد بھی، ھل سے
پہلے ہمزہ کا استعمال بھی وارد ہے جیسے اس شعر میں

سَائِلْ فَوَارِسَ يَرْبُوعٍ بِشِدَّتِنَا
أَهَلْ رَأَوْنَا بِسَفْحِ الْقَاعِ ذِي الْأَكَمِ

"بنی یربوع کے سواروں سے ہمارے حملہ
کی حالت پوچھو کہ کیا ٹیلوں والے میدانوں کے
دامن میں انہوں نے ہم کو قطعی طور پر دیکھا تھا"
لیکن علامہ زمخشری کو غلط فہمی ہوئی سیبویہ نے
اپنی کتاب میں ام متصلہ کے باب میں بلاشبہ مذکورہ
بالا صراحت کی ہے لیکن اس کا مطلب وہی ہے
جو ہم نے بین القوسین جملہ بڑھا کر ظاہر کر دیا ہے
کہ ھل بمعنی قد بھی آتا ہے کیونکہ اسی کتاب کے باب
عدۃ ما یکون علیہ الکلم میں سیبویہ نے یہ بھی لکھا
ہے وھل وھی للاستفہام معلوم ہوا کہ سیبویہ
کے نزدیک ھل استفہام کیلئے بھی آتا ہے اور بمعنی
قد بھی، اس لیے زمخشری کا اس سے یہ استنباط کرنا
کہ ھل ہمیشہ بمعنی قد آتا ہے غلط ہے زمخشری نے
کشاف میں لکھا ہے کہ آیت هَلْ أَتَىٰ عَلَى
الْإِنسَانِ میں ھل بمعنی قد تحقیق اور تقریب
دونوں مفہوموں پر دلالت کر رہا ہے ترجمہ یہ ہے

"بلاشبہ قریب ہی ایک طویل زمانہ گزرا کہ آدمی
قابل ذکر چیز نہ تھا"۔

عام اہل تفسیر نے لکھا ہے کہ اس آیت میں
ھَلْ صرف تحقیق کیلئے ہے تقریب کیلئے نہیں
ہے۔ ابن مالک نے تسہیل میں لکھا ہے کہ اگر ھَلْ
پر ہمزۂ استفہام داخل ہو تو ھَلْ کا مرادف قد
ہونا متعین ہے جس طرح شعر اَهَلْ رَأَوْنَا بسفح القاع
ذی الاکم میں ہے۔ اس قول کا مطلب یہ ہے
کہ اگر ھَلْ پر ہمزہ نہ ہو تو یقینی طور پر ہر جگہ قد کے
معنی میں نہیں آتا کبھی آتا ہے جیسے آیت ھَلْ
اتی علی الانسان میں کبھی نہیں آتا
جیسے ھَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ عِلْمٍ میں۔

بعض اہل علم قائل ہیں کہ ھَلْ قد کے معنی
میں آتا ہی نہیں ہے ابن ہشام مؤلف مغنی اللبیب
کا یہی پسندیدہ مسلک ہے حضرت ابن عباس کسائی
فراء اور مبرد وغیرہم نے آیت ھَلْ اَتٰی علی الانسان
میں ھَلْ کو جو بمعنی قد کہا ہے تو ان بزرگوں کا
مطلب یہ ہے کہ اس جگہ ھَلْ استفہام حقیقی
کے لیے نہیں ہے بلکہ استفہام تقریری کے
لیے ہے جس سے تحقیق کا معنی پیدا ہو گیا ہے
رہا شعر تو وہ ضرور قابل توجہ ہے کیوں کہ ھَلْ

بھی جب استفہام کے لیے ہوا تو اس پر ہمزہ استفہام
کس طرح داخل ہوا کوئی حرف اپنے مثل پر کس طرح
داخل ہو سکتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ سیرافی
کی روایت میں اَهَلْ رَأَوْنَا کی بجائے اَمْ هَلْ
رَأَوْنَا منقول ہے ہمزہ هل پر داخل ہی نہیں ہے
اور بر تقدیر صحت روایت مشہور شعر شاذ ہے
هل ہمزہ کی تاکید کے لیے آیا ہے جیسے
وَلَا لِلِمَا بِهِمْ اَبَدًا دَوَاءٌ میں لام جارہ کی
تاکید دوسرے لام سے کر دی گئی اصل عبارت ہے
وَلَا لِمَا بِهِمْ اَبَدًا دَوَاءٌ جو مرض ان میں ہے
اس کا علاج کبھی نہیں ہو سکتا یا جیسے اس
شعر میں ہے فَاَصْبَحْنَ لَا يَسْاَلْنَهُ عَنْ بِمَا بِهٖ
عَنْ کے بعد ب زائد ہے اصل میں عَنْ مَا
(عَمَّا) تھا یعنی اس نے ایسی حالت میں صبح
کی کہ وہ عورتیں اسکی کیفیت پوچھتی ہی نہیں۔
۲/۹ ، ۴/۷ ، ۸/۵,۱۳ ب ، ۹/۷ ب ، ۱۲/۲ ، ۱۳/۸ ، ۱۴/۱۶ ، ۱۵/۱۰ ، ۱۶/۹ ، ۱۹/۹
۲۱/۱۰,۷ ب ، ۲۲/۱۰,۱۵,۱۷ ، ۲۳/۱۷ ، ۲۴/۱ ، ۲۵/۱۲ ب ، ۲۶/۲ ، ۲۷/۳ ب ، ۲۹/۵,۱
استفہام بمعنی نفی۔ ۲/۹ استفہام شکی بمعنی شاید
۲/۱۳ ، ۸/۱۲ ، ۱۶/۱۳,۱۱,۱۶ ، ۱۹/۷ ، ۲۲/۷ ، ۲۷/۸,۹,۱۰
استفہام تقریری۔ ۷/۵ ب ، ۱۱/۵ ، ۱۵/۲۱ ، ۲۴/۱۰ ب استفہام
حقیقی یعنی سوال محض۔ ۱۹/۱۵ تمنا ب ۱۶/۲ ، ۲۳/۱۱

ب ۳/۱۰ بمعنی قد۔ تحقیق۔
هَلَكَ ۔ واحد مذکر غائب ماضی هَلَكٌ اور
تَهْلُكَةٌ مصدر (ضرب) وہ مرگیا ۲۴/۹ ب گیا گزرا
جاتا رہا۔ ۲۹/۵۔ (دیکھو مُهْلِكٌ)
هَلُمَّ : ۔ اسم فعل بمعنی امر۔ واحد تثنیہ جمع سب کے
لیے آتا ہے (لغوی) اسم فعل ہے اس کی گردان
اہل حجاز کے نزدیک نہیں آتی تذکیر تانیث واحد
جمع ہر حالت میں هَلُمَّ ہی آتا ہے لیکن بنی تمیم
کے محاورہ میں فعل ہے مذکر مؤنث اور واحد جمع
کے لیے فعل کی طرح الگ الگ صیغے آتے
ہیں (بیضاوی) لازم بھی ہے اور متعدی بھی لاؤ
حاضر کرو۔ ۸/۶ آؤ ۲۱/۱۸
هُلْمٌ پہاڑی ہرن هِلَّمٌ لٹکا ہوا ڈھیلا
سست۔ هَلِيمٌ ہر چمٹنے والی چیز هَلُمَّةٌ ادل
اِهْلَامٌ هَلُمَّ کہہ کر بلانا اِهْلِيلَامٌ لیجانا (تاج و صحاح)
هَلُوعًا : ۔ صیغہ مبالغہ هَلَعٌ مصدر (سمع)
بہت بے صبرا تھوڑدلا۔ ۲۹/۷
هَلِعٌ بے صبری سے شور کرنیوالا هُلَعٌ
بہت عاجز هُلَعَةٌ بے صبرا جلد بھوکا ہونیوالا هَلُوعٌ
بہت بے صبرا۔ ڈرپوک۔ عاجز بخیل مصیبت پر
صبر نہ کرنے والا بھوڑدلا۔ رو پڑنے والا هَالِعٌ

ڈرکر بھاگنے والا۔ تَوَلُّعٌ ڈرکر بھاگنے والا هُلَاعٌ
تھوڑدلاپن۔ بددلی۔ هَلُوعَةٌ ڈرکر بھاگنے
هَيْلَعٌ کمزور سست هِلْيَاعٌ درندہ هِلْوَاعَةٌ
عاجز آدمی۔ بھاگنے والا، تیز اور بہت چلنے
والی اونٹنی۔

فصل المیم

هَمَّ ۔ واحد مذکر غائب ماضی معروف هَمٌّ
مصدر (نصر) اس نے ارادہ کیا[6] اس نے
ارادہ کر ہی لیا تھا[12]۔

هَمٌّ غم هُمُومٌ جمع۔ ارادہ۔ وہ چیز جس کا
ارادہ کیا جائے یعنی مراد هِمٌّ اور هِمَّةٌ پر خانی
أَهْمَامٌ جمع هِمَمٌ اور هَمَّةٌ ارادہ۔ مراد مقصود
هِمَّمٌ جمع هَمِيمٌ ہلکی بارش هُمَامٌ سردار
بہادر۔ بلند ہمت۔ پگھلے ہوئے برف کا پانی
نشیر لاهِمَامِ اس لفظ میں هَمَامِ اسم فعل ہے
یعنی میرا ارادہ نہیں ہے هُمُومٌ خوش رفتار
اونٹنی۔ برسنے والا ابر هَامَّةٌ گھسنے والا
درندہ۔ چوپایہ هَمَّامٌ چغل خور۔ هَامُومٌ
پگھلی ہوئی چربی هَنْهَامٌ اور هُنْهُومٌ بہادر
آدمی۔ شیر۔

هَمَّ مصدر (ضرب) نرم رفتار سے چلنا گھس
جانا هُمُومَةٌ اور هَمَامَةٌ مصدر۔ بوڑھا ہونا
هَمٌّ مصدر (نصر) غمگین کرنا پگھلانا۔ دبلا کرنا
آواز نکالنا۔ ارادہ کرنا۔ بیمار کر دینا۔ مُهِمٌّ دشوار
کام إِهْمَامٌ (افعال) غمگین کرنا بے آرام کر دینا
بہت بوڑھا ہونا۔ تَهَمُّمٌ (تفعل) کسی چیز کو
ڈھونڈنا۔ اِهْتِمَامٌ (افتعال) غمگین ہونا۔ غمخواری
کرنا۔

هُمْ : ۔ ضمیر جمع مذکر غائب۔ وہ سب هُمْ
هُمَا هُوَ اور باقی ضمائر مرفوعہ منفصلہ اسماء میں
لیکن اگر بصورت ضمیر فصل کے مستعمل ہوں جیسے
زَيْدٌ هُوَ الْفَاضِلُ یا الرِّجَالُ هُمُ الْقَائِمُونَ
تو ان کو حرف کہا گیا ہے بعض لوگ کہتے ہیں۔
اس صورت میں بھی اسم ہیں لیکن ان کا کوئی محل اعرابی
نہیں ہے بعض کا قول ہے کہ ماقبل اور مابعد کا
لحاظ کرتے ہوئے ان کا محل اعرابی متعین ہوتا
ہے۔

[1] ا ر ۲ ر ۳ ر ۴ ر ۶ ر ۸ ر ۹ ر ۱۰ ر ۱۱ ر ۱۲ ر ۱۳ ر ۱۴ ر ۱۵ ر ۱۶
[2] ا ر ۲ ر ۳ ر ۴ ر ۵ ر ۶ ر ۸ ر ۱۰ ر ۱۱ ر ۱۳ ر ۱۶ ر ۱۷
[3] ا ر ۲ ر ۴ ر ۵ ر ۶ ر ۱۰ ر ۱۱ ر ۱۴ ر ۱۶ ر ۱۷ ۔
[4] ا ر ۲ ر ۳ ر ۴ ر ۵ ر ۸ ر ۹ ر ۱۰ ر ۱۱ ر ۱۲ ر ۱۴ [5] ۴ ر ۴ ر

۵و۶و۸و۹و۱۲و۱۵و۱۷و۱۰ پ۶ ۱و۲و۳و۴و۵و۷و۱۰و۱۱

۱۲و۱۳و۱۴و۱۵و پ۷ ۴و۷و۸و۹و۱۰و۱۱و۱۲و۱۴و۱۵

۱۶و۱۷و۱۹ - پ۸ ۱و۲و۳و۴و۵و۶و۹و۱۰و۱۱

۱۲و۱۳و۱۶و۱۷و۱۸ پ۹ ۱و۲و۳و۴و۵و۶و۹و۱۰

۱۱و۱۲و۱۳و۱۴و۱۵و۱۶و۱۷و۱۸و۱۹ پ۱۰ ۱و۲

۳و۶و۷و۸و۹و۱۰و۱۱و۱۳و۱۵و۱۷و۱۸ پ۱۱ ۲و۵

۶و۷و۸و۹و۱۰و۱۱و۱۲و۱۳و۱۵و۱۷و پ۱۲ ۲و۳

۵و۶و۷و۸و۹و۱۲و۱۵ پ۱۳ ۲و۳و۴و۵و۶و۷

۸و۹و۱۰و۱۱و۱۲و۱۳و۱۴و۱۵و۱۷و۱۹و پ۱۴ ۱و

۲و۳و۴و۵و۶و۸و۹و۱۲و۱۳و۱۴و۱۶و۱۷

۱۸و۱۹و۲۰و۲۱و۲۲ پ۱۵ ۵و۶و۷و۱۱و۱۲

۱۳و۱۴و۱۵و۱۸و۱۹و۲۰ پ۱۶ ۱و۲و۳و۵و۷

۸و۹و۱۲و۱۳و۱۷ پ۱۷ ۱و۲و۳و۴و۵و۶و۷

۸و۱۱و۱۲و۱۳و۱۶ پ۱۸ ۱و۲و۳و۴و۵و۶و۷

۸ و۱۰و۱۱و۱۲و۱۳و۱۴و۱۵و۱۶و۱۷و پ۱۹

۲و۳و۵و۷و۸و۹و۱۰و۱۱و۱۲و۱۳و۱۴و۱۵و۱۶و۱۷

۱۸و۱۹ پ۲۰ ۱و۲و۳و۴و۷و۸و۹و۱۰و۱۳و۱۴و

۱۶ پ۲۱ ۱و۲و۳و۴و۷و۸و۹و۱۰و۱۲و۱۵و۱۶و۱۷

۱۹ پ۲۲ ۲و۸و۱۱و۱۴و۱۶و۱۷و۱۸و۱۹ پ۲۳

۱و۲و۳و۴و۵و۶و۷و۸و۹و۱۰و۱۱و۱۳و۱۵

۱۶و۱۷ پ۲۴ ۱و۲و۳و۴و۶و۷و۸و۹و۱۰و۱۱

۱۳و۱۴و۱۵و۱۶و۱۷و۱۹ پ۲۵ ۳و۴و۵و۸و۹و۱۰

۱۱و۱۲و۱۳و۱۴و۱۵و۱۶و۱۸و۱۹و۲۰ پ۲۶ ۱و۲و۳

۴و۵و۶و۷و۸و۱۱و۱۲و۱۳و۱۴و۱۵و۱۷و۱۸و

پ۲۷ ۱و۳و۴و۵و۷و۸و۹و۱۰و۱۲و۱۸و۲۰ پ۲۸

۲و۳و۴و۵و۶و۸و۹و۱۰و۱۳و۱۴و۱۵و۱۶و۱۹و۲۰

پ۲۹ ۳و۴و۵و۷و۹و۱۰و۱۱و۱۳و۱۹و۲۰ -

پ۳۰ ۱و۳و۵و۷و۸و۹و۱۰و۱۵و۲۳و۳۰ -

هُمَا ۔ ضمیرِ تثنیہ مذکر و مؤنث غائب وہ دو

۴/۴ ۶/۹ ۸/۵ ۱۰/۱۲ ۱۲/۱۵ ۱۴/۱۶ ۱۵/۳و۱۷و۲۱ ۱۶/۱ ۱۷/۳

۱۸/۸ ۲۰/۴ ۲۲/۱۹ ۲۳/۸ ۲۵/۱۵ ۲۶/۲ ۲۸/۲۰

هَمَّاز ۔ صیغہ مبالغہ هَمْزٌ مصدر (نصر و ضرب) بڑا عیب گو۔ طعن کرنے والا (مدارک) ۲۹/۲

هَمْزٌ (نصر و ضرب) بطور طعن آنکھ سے اشارہ کرنا۔ نچوڑنا۔ چبھونا۔ عیب گوئی کرنا۔ دور کرنا۔ مارنا۔ کاٹنا۔ توڑنا (صرف نصر سے) زمین میں ٹیکنا

هَمَزَاتُ الشَّيٰطِيْن ۔ شیطانی وسوسہ۔ دیوانگی۔

هَمَزَات ۔ جمع هُمَزَةٌ لوگوں کے عیب ڈھونڈنے والا چغل خور (جمع)۔ هَمَزَى سخت آواز والی ہوا قَوْسٌ هَمَزَى سخت کمان هَامِزٌ عیب چین چغل خور هُمَزَةٌ اور مِهْمَازٌ سوار کے جوتے کی ایڑی پر جو لوہا نکلا ہوتا ہے اور اس سے

گھوڑے کے پہلو پر مارتا ہے۔

مِهْمَزٌ۔ کوڑا، کوبہ سنداں، لاٹھی وہ لکڑی جس کے سرے پر کیل لگی ہوتی ہے اور اس سے جانور کے آر چبھوئی جاتی ہے اِنْهِمَازٌ (انفعال) سکوڑا جانا۔

هَمَّتْ ۔ واحد مؤنث غائب ماضی معروف هَمٌّ مصدر (نصر) اس نے ارادہ کیا۔ ارادہ کر لیا۔ پ ۴/۴ ۵/۱۴ ۱۲/۱۳ ۲۴/۶ (دیکھو هَمَّ)

هَمَزَاتِ ۔ جمع مجرور مضاف واحد شیطانی وسوسے خطرات نفسانی وہ بُرے خیالات جو شیطان دل کے اندر چبھوتا ہے هَمْزٌ کا معنی چبھونا۔ پ ۱۸/۶ (دیکھو هَمَّازٍ)

هُمَزَةٍ : صیغہ مبالغہ۔ بڑا عیب گو۔ کثیر الغیبۃ۔ پ ۳۰/۲۹ (دیکھو هَمَّازٍ)

هَمْسًا : اسم مصدر منصوب (ضرب) قدم کی چاپ۔ آہٹ ۱۶/۱۵

هَمْسٌ آہٹ۔ قدم کی چاپ، پوشیدہ چیز منہ سے نکلنے والی ایسی ہلکی آواز جس میں سینہ کی آواز شامل نہ ہو۔ نچوڑنا۔ توڑنا۔ کھانے کو منہ بند کر کے چبانا هَمِيْسٌ اونٹ کے پاؤں کی چاپ هَمَّاسٌ شیر درندہ هُمُوْسٌ رات کو چلنے والا اَلْمُهَامَسَةُ (مفاعلۃ) باہم چپکے چپکے بات کہنی۔

هَمُّوْا : جمع مذکر غائب ماضی معروف هَمٌّ مصدر (نصر) انہوں نے ارادہ کر لیا تھا۔ انہوں نے قصد کیا۔ پ ۱۰/۸، ۶ (دیکھو هَمَّ)

فَصْلُ النُّوْنِ الْمُعْجَمَةِ

هُنَّ : ضمیر جمع مؤنث غائب هِيَ واحد هُمَا تثنیہ۔ وہ سب عورتیں۔ (دیکھو هُمْ) پ ۲/۲۲، ۲۸، ۲۹، ۲۳۳، ۲۳۴، ۱۵ پ ۳/۹، ۳ پ ۴/۱۴ پ ۵/۱، ۳، ۱۶ پ ۶/۵ پ ۱۲/۱۷، ۱۳، ۱۲ پ ۱۴/۵ پ ۱۸/۱۰، ۱۴ پ ۲۲/۴، ۳ پ ۲۴/۱ پ ۲۷/۱۴ پ ۲۸/۱، ۸، ۱۷۔

هُنَالِكَ ۔ اسم ظرف مکان و زمان۔ وہاں اس جگہ۔ اس وقت۔ پ ۳/۱۲ پ ۹/۴ پ ۱۱/۸ پ ۱۵/۱۷ پ ۱۸/۱۷ پ ۲۱/۱۸ پ ۲۳/۱۰ پ ۲۴/۱۳، ۱۴

هَنِيْئًا صیغہ صفت مشبہ هَنَاءٌ مصدر (فتح و نصر و ضرب) خوش مزہ۔ پاکیزہ چونکہ وزن فعیل واحد جمع سب کے لیے آتا ہے اس لیے پ ۴/۱۲ میں ضمیر واحد غائب سے حال ہے اور پ ۲۷/۳ اور پ ۲۹/۵، ۲۲ میں فاعل کی ضمیر جمع سے حال ہے (محلی)

ہِنَأٌ عطا۔ بخشش۔ رات کا ایک حصہ ہَنِیْئٌ۔ خوشگوار۔ مبارک۔ وہ چیز ہو بغیر محنت کے مل جائے ہُنَیْئَۃٌ تھوڑی چیز ہَانِیٌ نوکر خادم ہَنْأٌ مصدر (فتح ونصر وضرب) خوشگوار ہونا مدد کرنا۔ ہَنَأٌ مصدر (فتح وضرب) خوشگوار کھانا کھلانا خوشگوار کھانا دینا ہَنَأٌ اور ہِنْأٌ اور ہَنَا (فتح) کسی سے کہنا کہ تم کو یہ چیز خوشگوار ہو مبارک ہو ہَنَارَۃٌ، ہَنَأَۃٌ، ہَنَأٌ (کرم) ناگواری کے بعد گوارا ہوجانا ہَنَأٌ اور ہَنَاءٌ (سمع) کسی بات کا گوارا ہوجانا خوش ہوجانا۔ ہَنَارَۃٌ (فتح سمع کرم) بغیر مشقت کے کسی چیز کا حاصل ہوجانا۔ اِہْنَاءٌ (افعال) خوشگوار کھانا کھلانا خوشگوار کھانا دینا تَہْنِیْئَۃٌ (تفعیل) اور تَہَنِّیٌ (تفعل) مبارکباد دینا، تَہَنُّوٌ (تفعل) گوارا ہونا۔ اِسْتِہْنَاءٌ (استفعال) مدد چاہنا۔ بخشش چاہنا۔

فصل الواو

ہُوَ: ضمیر واحد مذکر غائب۔ وہ (دیکھو ہُم)

پ۱ ۳ و ۴ و ۶ و ۷ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۶ پ۲ ۲ و ۳
۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۷ پ۳ ۲ و ۷ و ۹ و ۱۰ و ۱۲ و ۱۶
۱۷ پ۴ ۷ و ۸ و ۹ پ۵ ۸ و ۱۰ و ۱۳ و ۱۵
۱۸ —
پ۶ ۴ و ۵ و ۶ و ۷ و ۱۴ پ۷ ۶ و ۷ و ۸ و ۱۳ و ۱۴
۱۵ و ۱۸ و ۱۹ پ۸ ۱ و ۲ و ۴ و ۷ و ۱۰ و ۱۴ و ۱۸ پ۹
۲ و ۱۰ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۸ پ۱۰ ۴ و ۱۱ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ پ۱۱
۲ و ۳ و ۵ و ۶ و ۸ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۳ و ۱۶ و ۱۷ پ۱۲ ۱ و ۲ و ۳
۵ و ۶ و ۸ و ۱۳ و ۱۴ پ۱۳ ۲ و ۴ و ۵ و ۷ و ۸ و ۹ و ۱۰ و
۱۱ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۵ و ۱۹ پ۱۴ ۲ و ۴ و ۶ و ۷ و ۸ و ۱۳ و
۱۶ و ۱۷ و ۱۹ و ۲۲ پ۱۵ ۱ و ۲ و ۵ و ۹ و ۱۷ پ۱۶ ۴ و ۵
۸ و ۱۰ و ۱۴ و ۱۵ پ۱۷ ۱ و ۲ و ۳ و ۷ و ۸ و ۹ و ۱۵ و ۱۶
۱۷ پ۱۸ ۲ و ۳ و ۴ و ۵ و ۶ و ۸ و ۹ و ۱۰ پ۱۹ ۳ و ۴
۹ و ۱۵ و ۱۷ و ۱۸ پ۲۰ ۲ و ۵ و ۷ و ۸ و ۹ و ۱۰ و ۱۱ و
۱۲ و ۱۳ و ۱۵ و ۱۶ پ۲۱ ۱ و ۲ و ۴ و ۶ و ۸ و ۹ و ۱۰ و ۱۱ و
۱۲ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۶ و ۱۷ پ۲۲ ۳ و ۷ و ۸ و ۹ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۳
۴ و ۱۵ و ۱۶ و ۱۷ پ۲۳ ۴ و ۹ و ۱۴ و ۱۵ و ۱۶ پ۲۴
۳ و ۴ و ۶ و ۷ و ۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۶ و ۱۷ و ۱۹ پ۲۵ ۱ و ۲
و ۳ و ۴ و ۸ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ و ۱۶ و ۲۰ پ۲۶ ۱ و
۳ و ۶ و ۹ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۷ و ۱۹ پ۲۷ ۱ و ۲ و ۵ و ۶ و ۷ و ۹
۱۲ و ۱۷ و ۱۸ و ۱۹ پ۲۸ ۲ و ۴ و ۶ و ۷ و ۹ و ۱۱ و ۱۵ و ۱۶
و ۱۹ پ۲۹ ۱ و ۲ و ۳ و ۴ و ۲ و ۳ و ۴ و ۱۴ و ۱۵ و ۱۶ پ۳۰
۵ و ۶ و ۱۰ و ۱۱ و ۳۳ و ۳۷ —

ہَوَاءٌ۔ اسم۔ خالی ۱۳/۱۹ خوف کے سبب سمجھ سے خالی (سیوطی) گھبراہٹ کی وجہ سے ہر

بھلائی سے خالی۔ اصل میں ھواء اس فضا اور خلاء کو کہتے ہیں جو آسمان و زمین کے درمیان ہے لیکن محاورہ میں قلب کی صفت واقع ہوتی ہے اور جو دل ڈرپوک ہو جرأت مند نہ ہو اس کو قَلْبٌ ہوا کہتے ہیں۔ (مدارک) (دیکھو ھاوِیَۃ)

ھُوْدٌ - عَلَم مرفوع ۱۹/۱۱ ام } ھود بن عبداللہ بن

ھُوْدٍ - عَلَم مجرور ۱۲/۱۱ ۵ { رباح بن خلود بن عاد

بن عوض (لغوی) عوض بن شالح بن ارفخشند بن سام بن نوح مشہور پیغمبر تھے جن کو قوم عاد بن عوض بن ارم بن سام بن نوح کی ہدایت کے لیے بھیجا گیا تھا حضرت ھود کی قوم عاد کو ہی عادِ اولیٰ کہا جاتا ہے۔ (لغوی)

توراۃ میں عاد بن عوض بن آرام بن سام بن نوح کہا گیا ہے توراۃ اور اسلامی تاریخوں میں اگرچہ مسلسل نسب نامہ بتایا گیا ہے لیکن قابل یقین نہیں غالباً یہ نام صرف مشاہیر کے ہیں مسلسل نسب نامہ نہیں دو مشہور آدمیوں کے درمیان غیر مشہور لوگوں کے نام ذکر نہیں کئے گئے۔ عادِ اولیٰ یا عاد ارم یا عاد ذمینوں سے مراد قرآنی الفاظ میں ایک ہی قوم ہے یعنی Adramitae یا Hadtai اس کی مختلف شاخوں کا تذکرہ روایات عرب میں عمالقہ کے مشترک نام سے اور بقول علامہ سید سلیمان ندوی یونانی اور رومی تاریخوں میں سامیوں کے مشترک نام سے یا اغادیوں، عموریوں، اشوریوں، خالدیوں، آرامیوں اور فنیقیوں کے مختلف ناموں سے آتا ہے یہ تمام عاد اولیٰ ہی کی شاخیں ہیں۔

عاد کی حکومت متوسط ایشیا کے مختلف حصوں میں ۴۰۰۰ سنہ قبل مسیح سے قائم ہوئی یا شاید اس سے بھی پہلے بہر حال عراق یا ارخ یا ارک میں سمیریوں کو عاد کی ایک شاخ آغاد نے ۳۰۰۰ سنہ ق م میں شکست دیکر حکومت کی بنیاد رکھی اور شہر آغاد بن شرغونِ اوّل ۳۸۰۰ سنہ ق م میں اور پھر اس کا بیٹا نرام سنگر ۳۷۵۰ سنہ میں برسر اقتدار تھا آغادی حکومت کا اقتدار ایران تک میں تھا جو وہاں ایک ہزار برس تک رہنے کے بعد ۲۷۵۰ سنہ ق م میں ختم ہوا یہی وہ زمانہ ہے جب عاد کی دوسری شاخ یعنی عاد ارم جنوبی مشرقی عرب کے علاقہ احقاف (بشمول یمن حضر موت اور عربی سواحل خلیج فارس) میں مدت دراز تک برسر اقتدار رہنے کے بعد حضرت ھود کی نافرمانی کی بناء پر ایسی تباہ ہوئی کہ نافرمانوں

کی نسل بھی باقی نہیں رہی۔

حضرت ہود ۲۰۰۵ ق م میں نزول عذاب سے پہلے عاد کی آبادی سے نکل کر حجاز چلے گئے تھے اس کے بعد حضر موت آ گئے آپ نے وفات پائی آپ کے خلفاء مدت دراز تک آپ کی شریعت کو چلاتے رہے۔ حضرت لقمان جو لقمان حکیم کے نام سے مشہور ہیں آپ ہی کے خلفاء میں سے ایک تھے۔ حضر موت کے قریب حصن غراب کے کھنڈروں سے ۱۸۳۴ء میں عاد ثانیہ کا ایک کتبہ برآمد ہوا تھا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ عاد ثانیہ حضرت ہود کی شریعت پر تھی (ارض القرآن جلد اوّل ص ۱۸۳)

هُوْدًا - ب ۱/۱۱،۱۳،۱۶ یہودی ۳/۱۶ ب ۱۲/۵ حضرت ھود پیغمبر (لفظ ھود کی لغوی تنقیح کے لئے دیکھو هَادُوْا)

هٰؤُلَاءِ - اسم اشارہ جمع یہ سب ب ۱/۴،۱۰،۱۵ ب ۳/۵،۸،۱۳،۱۸ ۵/۱۳ ۶/۱۲ ۷/۱۲،۱۶ ۸/۱۱،۱۳ ۹/۴ ب ۱۰/۳ ۱۱/۷ ب ۱۲/۲،۷،۹ ۱۴/۵،۱۸ ۱۵/۱۲،۱۳،۱۴ ۱۶/۴،۵،۷ ۱۸/۱۴ ۱۹/۸ ب ۲۰/۱۰ ۲۱/۱ ۲۲/۱۱ ۲۳/۱۱ ۲۴/۲ ۲۵/۹،۱۳،۱۴،۱۵ ۲۶/۸ ۲۹/۲ ۳۰/۸

اَلْهُوْنِ - اسم ذلت۔ رسوائی۔ خواری

ب ۷/۱۶ ۲۴/۱۶ ۲۶/۲ -

هُوْنِ - اسم۔ ذلت۔ رسوائی۔ خواری ۱۴/۱۴

هَوْنًا - اسم اور مصدر۔ نرم چال۔ نرم چال سے چلنا یعنی اکڑ کر شیخی کے ساتھ نہ چلنا ۱۹/۴

هَيْنٌ۔ هَيِّنٌ اَهْوَنُ آسان نرم۔

(دیکھو مُهَانًا)

هَوٰى - ماضی واحد مذکر غائب هَوِيَ مصدر (ضرب) ۱۶/۱۲ گر پڑا یعنی دوزخ میں ۲۷/۵ غائب ہو گیا یعنی جب غائب ہو جاتے۔

اَلْهَوٰى - اسم و مصدر (سمع) ناجائز نفسانی خواہش۔ ناجائز رغبت ۵/۱۶ ۲۳/۱۱ ب ۳۰/۴ -

(دیکھو هاویہ)

هَوَاهُ: اسم مضاف۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔ اس کی ناجائز خواہش اپنی ناجائز خواہش ۹/۱۴ ۱۵/۱۶ ۱۶/۱۰ ۱۹/۲ ۲۰/۸ ۲۵/۱۹ تمام آیات میں هَوٰى بمعنی مَهْوِی ہے یعنی وہ چیز جس کی خواہش نفس ناجائز طور پر کرتا ہے۔

هٰهُنَا - ھا۔ حرف تنبیہ هُنَا اسم ظرف قریب کے لیے یہاں۔ اس جگہ۔ ۴/۲

ب ۶/۸ ۱۹/۱۲ ۲۹/۵ -

فصل الیاء المثناۃ

ھِیَ - ضمیر واحد مؤنث غائب مرفوع وہ (دیکھو ھُم) ۱/۸ ۲/۸ ۳/(۳، ۵) ۶/۹ ۸/۹ ۹/(۳، ۶، ۹)
۱۰/(۱۲، ۱۵) ۱۲/(۶، ۷، ۹، ۱۳) ۱۴/(۱۹، ۲۲) ۱۵/(۱، ۳، ۶، ۱۷) ۱۶/۱۰
۱۷/(۷، ۱۳) ۱۸/(۳، ۶) ۱۹/(۶، ۷) ۲۰/۳ ۲۱/(۱، ۱۸) ۲۳/(۴، ۵)
۲۴/(۲، ۱۶، ۱۹) ۲۵/(۱۱، ۱۵، ۱۹) ۲۷/(۵، ۱۸) ۲۹/(۱، ۲، ۳، ۱۵)
۳۰/(۳، ۴، ۲۲)۔

ھَیْتَ لَکَ۔ دو لفظوں سے مرکب ہے ھَیْتَ اور لَکَ۔ ھَیْتَ اسم فعل بمعنی امر۔ آ۔ لَکَ میں لام حرف جار۔ لَکَ مجرور محذوف سے متعلق ہے یعنی لَکَ اَقُوْلُ میں تجھ سے کہتی ہوں جلدآ (روح) تفسیر سراج میں خطیب نے لکھا ہے واحدی کا قول ہے کہ ھَیْتَ لَکَ پورا اسم فعل ہے جیسے رُوَیْدَ۔ صہ۔ مہ، اس کا معنی ہے ھَلُمَّ آ اور لا۔ ۱۲/۱۲

ھِیْتٌ پست زمین۔ ھَاتِ اسم فعل لا۔ تَھْیِیْتٌ آواز دینا۔ بلانا۔

اَلْھِیْمِ:- جمع اَھْیَمُ واحد مذکر ھَیْمَاءُ واحد مؤنث ھُیَامٌ اونٹ کا مرض استسقا پیاسے اونٹ (عکرمہ قتادہ) یا نرم ریتلی زمین جس میں جتنا پانی ڈالا جائے سما جائے (ضحاک اور ابن عُیَیْنَہ) ۲۷/۱۵ - (بغوی)

ھَیْمُ اللّٰہِ یعنی اَیْمُ اللّٰہِ اللہ کی قسم ھَامَۃٌ سر۔ سردار۔ گھوڑا ھَامٌ اور ھَامَاتٌ جمع ھِیَامٌ ریگ رواں۔ خشک ریگستان ھُیُمٌ جمع ھُیَامٌ شوریدگی عشق۔ شیفتگی۔ وارفتگی۔ سخت پیاس۔ ھُیُوْمٌ سرگرداں۔ پیاسا۔ ھُیَّامٌ عاشق سرگرداں۔ وسوسہ زدہ ھَیْمَانُ پیاسا۔ شیفتہ سرگشتہ۔ ھَیْمٰی مؤنث ھَیْمَاءُ صحرائے بے آب بیابان بے راہ و نشان۔ اونٹ کا ایک خاص مرض ھَیْمٌ اور ھَیَمَانٌ مصدر (ضرب) سرگرداں شیفتہ فریفتہ ہونا مُسْتَھَامٌ عشق کی وجہ سے حیران سرگرداں۔ بیمار عشق لَا یَسْتَھَامُ لِنَفْسِہٖ وہ حیلے نہیں کرتا اپنے نفس کو فریب نہیں دیتا۔

ھَیِّنٌ: صفت مشبہ مرفوع ھَوْنٌ سے (نصر) آسان ۱۶/(۴، ۵) (دیکھو مُھَانًا اور ھَوْنًا)

ھَیِّنًا: صفت مشبہ منصوب ھَوْنٌ سے (نصر) آسان ۱۸/۸ (دیکھو مُھَانًا اور ھَوْنًا)

ھِیَہْ:- ھِیَ ضمیر واحد مؤنث غائب ھا سکتہ ساکنہ۔ وہ - ۳۰/۲۶

ھَیْھَاتَ۔ کلمہ بُعد ہے یعنی بُعْدٌ بَعِیْدٌ

بہت دور ہے (ابن عباس) محلی نے لکھا ہے کہ
ھیہات اسم فعل بمعنی ماضی بھی ہے یعنی بَعُدَ
اور بمعنی مصدر بھی یعنی بُعْدًا۔ ابوجعفر نے اَمْسِ
اور ھٰؤُلَاءِ کی طرح ھَیْھَاتِ پڑھا ہے۔ نصر بن
عاصم نے مُنْذُ قَطُّ اور حَیْثُ کی طرح ھَیْھَاتُ
کہا ہے اکثر اہل علم اَیْنَ اور کَیْفَ کی طرح
ھَیْھَاتَ کہتے ہیں۔ ۱۵/۳

ھِیَۃٌ وہ شخص جس کو لوگ میلے کچیلے کپڑے
ہونے کی وجہ سے دور دور رکھیں۔

ھِیۃ ھِیۃ اور اور یہ کلمہ زیادتی طلب پر
دلالت کرتا ہے کسی کو دور دور رکھنے کے
لیے بھی یہ لفظ کہا جاتا ہے۔

ھَیِّتْ - واحد مذکر حاضر امر معروف۔
تَھْیِیْتَۃٌ اور تَھْیِیْتٌ مصدر (تفعیل) درست
کر، ۱۵/۱۳۔

ھَیْئَۃِ :- اسم مضاف صورت شکل ۳/۱۳
۵۔

ھَیْئٌ اور ھِیْئٌ کھانے پینے کیلئے بلانا
ھَیْئَۃٌ صورت شکل حالت کیفیت۔
رَجُلٌ ھَیِّئٌ اور ھَیِّئٌ خوبصورت آدمی
ھَاءَ لَہٗ (فتح و ضرب) اس کام کے لیے وہ
آمادہ ہوگیا۔ اس کی صورت بنا دی۔
ھَاءَ الیہ ھَیْأَۃً (فتح) اس چیز کا آرزومند
ہوا ھَاءَ (فتح کرم ضرب) خوبصورت ہوگیا
مُھَایَأَۃٌ (مفاعلہ) کسی چیز پر باہم موافقت کرنی
تَھَیَّأَ لَہٗ (تفعل) اس کے لیے وہ آمادہ ہوگیا
تَھَایُؤٌ (تفاعل) باہم موافقت۔

بَابُ الْیَاء

فصل الالف

ی : (تنہا دی) حرف ضمیر مؤنث ہے جیسے تَقُوْلِیْنَ اور قُوْلِیْ۔ اخفش اور مازنی کا قول ہے کہ واحد مؤنث حاضر مضارع اور امر میں یاء حرف تانیث ہے اسم ضمیر نہیں ہے فاعل ضمیر مستتر ہے۔ کچھ اہلِ لسان نے یاء کے مختلف اقسام بیان کئے ہیں۔ مثلاً حرف انکار، حرف تذکار یاء تصغیر یا علامت مضارع۔ یا اطلاق یا اشباع وغیرہ لیکن صحیح یہ ہے کہ سواء ضمیر مؤنث کے یاء کی کوئی اور قسم نہیں ہے۔ مندرجہ بالا ہر یاء مستقل کلمہ نہیں بلکہ ایک کلمہ جزء ہے

(یعنی یاء ساکن اور مفتوح جو مجرور متکلم کی علامت ہے بحالتِ جر آتی ہے جیسے بِیْ اور قَوْلِیْ)

یَا حرفِ نداء ہے جو بقول صاحب مغنی اللبیب نداء بعید کے لیے آتا ہے خواہ بعید حقیقۃً ہو یا حکماً لیکن نحویوں کا مشہور قول یہ ہے کہ یا حرفِ نداء ہے جو قریب و بعید اور متوسط سب کی نداء کے لیے موضوع ہے منادیٰ کا بعید ہونا ضروری نہیں۔

عربی میں نداء کے لیے سب سے زیادہ کثیر الاستعمال یہی حرف ہے۔

لفظ اللہ۔ اسم مستغاث۔ اور لفظ اَیُّھَا اور اَیَّتُھَا پر تو سواء اس حرف کے کوئی دوسرا حرفِ نداء آتا ہی نہیں ہے ہاں اسم مندوب پر یا بھی آتا ہے اور وَا بھی۔

اگر منادیٰ مذکور ہو اور حرفِ نداء محذوف تو سوائے یاء کے کوئی دوسرا حرف نداء حذف نہیں کیا جا سکتا جیسے یُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ ھٰذَا

یا ہمیشہ اسم پر آتا ہے یعنی منادیٰ ہمیشہ اسم ہوتا ہے لیکن۔

اگر کہیں فعل پر داخل ہو جیسے اَلَا یَا اسْجُدُوْا
اَلَا یَا اسْقِیَانِیْ یا ، یا حرف پر داخل ہو جیسے یَا
لَیْتَنِیْ کُنْتُ مَعَهُمْ ۔ یَا لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْاَقْوَامِ
کُلِّهِمْ وَالصَّالِحِیْنَ عَلٰی سَمْعَانَ مِنْ جَارٍ
اور یَا رُبَّ کَاسِیَةٍ فِی الدُّنْیَا ۔ تو ان سب
صورتوں میں منادیٰ فعل یا حرف نہیں ہوتا ہے
بلکہ منادیٰ محذوف ہوتا ہے بعض لوگوں کا
قول ہے کہ ان صورتوں میں یا تنبیہ کے لیے ہوتا
ہے ندا کے لیے ہوتا ہے نہیں ہے ۔ ابن مالک
نے فیصلہ کیا ہے کہ اگر یا کے بعد فعل دعا یا امر
ہو تو منادیٰ محذوف ہوتا ہے اور اس کے علاوہ
کوئی فعل ہو یا حرف ہو تو صرف تنبیہ کے لیے
ہوتا ہے ۔

یَأْبَ ۔ واحد مذکر غائب نہی معروف اِبَاءٌ
مصدر (فتح) اصل میں یَأْبٰی تھا نہی میں یاء
کو ساقط کر دیا ۔ نہ انکار کرے نہ باز رہے ۲/۳
(دیکھو اَبٰی)

یَأْبٰی ۔ واحد مذکر غائب مضارع معروف
منفی اِبَاءٌ مصدر (فتح) (نہیں) مانے گا
۱/۱ (دیکھو اَبٰی)

یَابِسٍ ۔ اسم فاعل واحد مذکر یُبْسٌ مصدر
(سمع) یَیْبَسُ اور یَابِسُ مضارع خشک
چیز ۲۱/۱ یُبُوْسَةٌ خشکی یَبْسٌ تری کے بعد خشکی
یَبَسٌ اصلاً خشک چیز جو کبھی تر نہ ہوئی ہو اَمْرَاَةٌ
یَبَسٌ بے ہنری عورت شَاةٌ یُبْسٌ بے دودھ
کی بکری یَبِیْسٌ اور یَابِسٌ خشک چیز یَبِیْسٌ
خشک گھاس یُبْسٌ مصدر خشک ہونا (سمع
سے کثیر الاستعمال اور حسب سے نادر) اِیْبَاسٌ
(افعال) زمین کا سبزہ خشک ہو جانا ۔ کسی چیز کو
خشک کر دینا ۔ پیدل چلنا ۔ اَیْبِسْ (امر) جب
(تَیْبِیْسٌ (تفعیل) خشک کر دینا ۔ اِیْتِبَاسٌ
(افتعال) خشک ہونا ۔

یَابِسَاتٍ ۔ اسم فاعل جمع مؤنث یَابِسَةٌ
واحد مؤنث یُبْسٌ سے (سمع) سوکھی ہوئی جو سبز
اور تر و تازہ نہ ہوں ۱۲/۱۶ (دیکھو یابس)

یَأْتِ ۔ واحد مذکر غائب مضارع اِتْیَانٌ
مصدر (ضرب) اصل میں یَأْتِیْ تھا جزا یا شرط کے مقام
میں واقع ہونے یا مجزوم ہونے کی بنا پر یاء کو حذف
کر دیا گیا ۔ اگر اس سے پہلے لَمْ یا لَمَّا نافیہ ہو تو ماضی
منفی کا معنی نہیں آیا اگر اس کے بعد مفعول
پر باء نہ ہو تو لازم ہوگا ۔ آئیگا ۔ آتا ہے اگر مفعول
پر باء ہو تو متعدی ہوگا ۔ لائیگا ۔ لاتا ہے ۲/۲ ۴/۸

پ ۵/۱۶ پ ۱۲/۹ پ ۱۳/۱۴،۱۵ پ ۱۴/۱۶ پ ۱۶/۱۲ پ ۲۸/۴ پ ۲۱/۱۱،۱۸،۲۰
پ ۲۲/۱۵ پ ۲۷/۴ - آیت پ ۲۱/۲۰ میں لانے سے مراد ہے
کرنا (دیکھو اَتیٰ اور اِلموتون اور زناتی)

یَأْتِكَ :۔ واحد مذکر غائب مضارع بمعنی ماضی
منفی لازم۔ لَکَ ضمیر واحد مذکر حاضر مفعول اِتْیَانٌ
مصدر۔ تیرے پاس نہیں آیا۔ پ ۱۶/۲ -

یَأْتِكُمْ :۔ واحد مذکر غائب مضارع بمعنی ماضی
منفی لازم۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مفعول، تمہارے
پاس نہیں آیا۔ آیت پ ۵/۱۲ میں امر غائب مثبت
متعدی ہے وہ لے آئے۔ پ ۲/۱۰ پ ۱۳/۱۴ پ ۱۵/۱۵ پ ۲۴/۵
پ ۲۸/۱۵ پ ۲۹/۱ -

یَأْتَلِ ۔ واحد مذکر غائب مضارع اِیْتِلَاءٌ
مصدر (افتعال) اصل میں یَأْتَلِیْ تھا۔ نہ قسم
کھائیں پ ۱۸/۹ -

اَلُوَّةٌ ۔ ۔ اور اِلْیٌ قسم آلِیٌ بہت قسمیں
کھانے والا اَلِیَّۃٌ کا معنی باز رہنا اور کمی کرنا بھی
ہے محاورہ ہے اِلَّا حَظِیَّۃً فَلَا اَلِیَّۃً اگر میں کامیاب
نہ بھی ہوا تب بھی اپنے مقصد کو حاصل کرنے
میں کمی نہیں کروں گا۔

اَلْوٌ اُلُوٌّ اُلِیٌّ مصادر اَلیٰ ماضی یَأْلُوْ
(نصر) تکبر کرنا۔ دیر کرنا کمی کرنا۔ اِیْلَاءٌ (افعال)
قسم کھانا۔ تَأْلِیَۃٌ (تفعیل) بمعنی اَلُوٌّ تَأَلِّیْ (تفعل)
قسم کھانا۔

یَأْتَمِرُوْنَ : جمع مذکر غائب مضارع اِیْتِمَارٌ
مصدر (افتعال) اَمْرٌ مادہ وہ باہم مشورہ کر
رہے ہیں پ ۲۰/۵ -

اِیْتِمَارٌ کے صلے میں اگر باء مذکور ہو جیسا اس
آیت میں ہے تو کسی کے متعلق باہم مشورہ کرنے
اور قصد کرنے کا معنی ہوتا ہے۔ اگر صلے میں باء
نہ ہو تو فرماں برداری کرنے اور اپنی رائے سے کام
کرنے کا معنی ہوتا ہے۔ مُؤْتَمِرٌ فرمانبردار، فرماں پذیر
کسی کام کا ارادہ کرنے والا مشورہ کرنیوالا تَاَمَّرَ
عَلَیْہِمْ ان پر مسلط ہوگیا۔ اِسْتِئْمَارٌ (استفعال)
اور تَأَمُّرٌ (تفاعل) باہم مشورہ کرنا۔ مزید تفصیل
کے لیے دیکھو امر اور تَأْمُرُوْنَہُمْ

یَأْتِنَا :۔ اصل میں یَأْتِیْنَا تھا۔ واحد مذکر
غائب مضارع نَا ضمیر متکلم مفعول۔ وہ لے آئے
ہمارے پاس۔ پ ۱۷/۱ -

یَأْتُوْا :۔ جمع مذکر غائب مضارع اِتْیَانٌ
سے وہ آئیں آجائیں۔ لائیں لے آئیں۔ آجانے میں
وہ (نہیں آتے۔ وہ (نہیں) لا سکے۔ پ ۱/۱۰ پ ۴/۴ پ ۶/۱۰
پ ۷/۴ پ ۹/۴ پ ۱۵/۱۰ پ ۱۷/۱۱ پ ۱۸/۱۲،۱۸،۱۷ پ ۱۹/۱۸،۱۷ پ ۲۷/۴ پ ۲۹/۴

يَاتُوْنَ : ۔ جمع مذکر غائب مضارع منفی اِتْيَانٌ سے (نہیں) آتے ہیں (نہیں) ادا کرتے ہیں (نہیں) لاتے ہیں۔ ۱/۱۳ ب ۱۵/۱۰، ۱۴، ۱۷ ب ۲۱/۱۸ ۔

يَاتُوْنَكَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع منفی اِتْيَانٌ سے كَ ضمیر مفعول۔ وہ تیرے پاس نہیں لائیں گے ۱۹/۱

يَاتُوْنَنَا ۔ جمع مذکر غائب مضارع مثبت اِتْيَان سے نَا ضمیر مفعول۔ وہ ہمارے پاس آئیں گے۔ ۱۶/۵

يَاتِهٖ : ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجزوم ہٗ ضمیر مفعول۔ اس کے پاس آئیگا۔ ۱۶/۱۲۔

يَاتِهِمْ : ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجزوم هِمْ ضمیر مفعول۔ ۹/۱۱ (اگر) ان کے پاس آجائے ۱۰/۱۵ ب ۱۱/۹ ان کے پاس نہیں آیا۔

يَاتِىَ : ۔ واحد مذکر غائب مضارع منصوب اِتْيَانٌ سے (ضرب) آجائے۔ لے آئے۔ ۱/۱۳ ب ۳/۲ ، ۶/۱۲ ، ۸/۴ ، ۱۰/۹ ب ۱۳/۱۰، ۱۲، ۱۷ ، ۱۴/۱۰ ب ۲۱/۸ ، ۲۴/۱۳ ، ۲۵/۶ ۔ ۲۸/۱۴ ۔

يَاتِىْ : ۔ واحد مذکر غائب مضارع اِتْيَانٌ سے (ضرب) لاتا ہے۔ آئیگا۔ آجائیگا۔ آتا ہے ۳/۳ ، ۸/۱۲ ، ۱۲/۱۶ ب ۱/۱۹ ، ۲۴/۱۹ ، ۲۸/۹ ۔

يَاتِيَانِهَا : تثنیہ مضارع غائب هَا ضمیر مفعول جو دونوں (مرد و عورت) اس کو کریں۔ ۴/۱۴

يَاتِيَكَ : ۔ واحد مذکر غائب مضارع منصوب كَ ضمیر مفعول۔ تجھے آجائے۔ ۱۴/۶

يَاتِيَكُمْ : ۔ واحد مذکر غائب مضارع منصوب كُمْ ضمیر مفعول۔ تمہارے پاس آجائیگا تم پہ آجائے ۲/۱۶ ب ۲۲/۳ ۔

يَاتِيَكُمْ : ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجزوم كُمْ ضمیر مفعول۔ تمہارے پاس لے آئے۔ لے آئیگا لاتا ہے۔ لائیگا۔ ۷/۱۱ ، ۱۲/۳ ، ۲۰/۱۰ ، ۲۹/۲ ۔

يَاتِيْكُمَا : ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجزوم منفی كُمَا ضمیر تثنیہ مفعول۔ تم دونوں کے پاس (نہیں) آئے گا۔ ب ۱۲/۱۵ ۔

يَاتِيَكُمَا ۔ واحد مذکر غائب مضارع منصوب مثبت كُمَا ضمیر تثنیہ مفعول۔ تم دونوں کے پاس آنے سے (پہلے) ۱۲/۱۵ ۔

يَاتِيْنَ ۔ جمع مؤنث غائب مضارع (جو) عورتیں کریں۔ آتی ہیں (زنا) لائیں۔ ۴/۱۴ ، ۱۷/۱۱ ، ۲۸/۸، ۱۴، ۱۷ ۔

يَاتِيَنَا : ۔ واحد مذکر غائب مضارع منصوب نَا ضمیر جمع متکلم مفعول۔ ہمارے پاس لاتے۔ ۱۷/۱۰

يَاتِيْنَا : ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجزوم نَا ضمیر جمع متکلم مفعول ۱۶/۸۔ وہ ہمارے پاس آئیگا ۱۶/۱۷ وہ ہمارے

پاس کیوں نہیں لاتا۔

یَاتِیْنَکَ: جمع مؤنث غائب مضارع کَ ضمیر مفعول، وہ تیرے پاس آجائینگے۔ ۳/۲ ۔

یَاتِیَنَّکُمْ: واحد مذکر غائب مضارع بانون تاکید ثقیلہ، کُمْ ضمیر مفعول (اگر) تمہارے پاس آئے ۱/۴ ۸/۱۱ ۱۶/۱۶ ۔

یَاتِیَنَّھُمْ: واحد مذکر غائب مضارع بانون تاکید ثقیلہ ھُمْ ضمیر مفعول ان پر ضرور ہی آجائیگا ۲۱/۲

یَاتِیَنِیْ: واحد مذکر غائب منصوب مضارع نِیْ مفعول میرے پاس لے آئے گا۔ ۱۳/۴ ۔

یَاتِیْنِیْ: واحد مذکر غائب مضارع مجزوم نِیْ مفعول، میرے پاس لے آئیگا۔ ۱۹/۱۸ ۔

یَاتِیَنِّیْ: واحد مذکر غائب مضارع بانون تاکید ثقیلہ نِیْ مفعول، وہ میرے پاس ضرور لائے۔ ۱۹/۱۷

یَاتِیْہِ: واحد مذکر غائب مضارع ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مفعول اس پر آتا ہے۔ آئیگا ۱۲/۸ ۱۳/۱۵ ۲۴/۱ اس پر (نہیں) آتا۔ ۲۴/۱۹ ۔

یَاتِیْھَا: واحد مذکر غائب مضارع ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب مفعول اسکو پہنچے گا اس کے پاس آئیگا۔ ۱۴/۲۱ ۔

یَاتِیْھُمْ: واحد مذکر غائب مضارع منصوب ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مفعول ان پر آجائے ۹/۲ ۲/۹ ۱۴/۱۲ ۱۵/۲۰ ۱۰/۱۴ ۱۹/۱۵ ۲۹/۹ ۔

یَاتِیَھُمْ: واحد مذکر غائب مضارع مجزوم ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مفعول انکے پاس آجائینگی ۱۹/۵ ان پر آجاتے گا ۱۲/۱ ۱۳/۹ ان کے پاس نہیں آتا تھا (مضارع بمعنی ماضی استمراری۔ ابن کثیر) ۱۴/۱ ۲۳/۱۱ ان کے پاس نہیں آتا ہے ۱۷/۱ ۱۹/۵ ان کے پاس نہیں آیا (مضارع بمعنی ماضی) ۲۵/۲ (دیکھو اَتٰی یَاْتِیْ اور المؤمنون)

یَاجُوْجَ ۱۶/۲ ، یَأْجُوْجُ ۱۷/۲ } یاجوج اور ماجوج الگ الگ گروہ ہیں (مروی عن حذیفہؓ موقوفاً۔ معالم) دونوں لفظ غیر عربی ہیں۔ بقول ضحاک: ترکوں کی نسل سے ہیں اور بقول سدی ترک ان کی ہی ایک جماعت تھی۔ تمام اہلِ تاریخ نے انکو یافث بن نوح کی نسل سے مانا ہے بعض لوگ کہتے ہیں یہ تاتاری ترک ہیں جو تاتار میں آباد ہیں۔ تورات کتاب پیدائش (باب ۱۰ : ۲) میں یافث کے ایک بیٹے کا نام ماغوغ آیا ہے عبری زبان میں غ بن کا لفظ گ کی آواز سے ہوتا ہے اس لیے ماغوغ کو ماگوگ کہتے ہیں عربی میں گ کو جیم سے بدل لیتے ہیں اس لیے ماگوگ کو ماجوج

کہتے ہیں گویا یاجوج ماجوج اصل میں گوگ ماگوگ تھے۔ کتاب حزقیل نبی (باب ۳۸ : ۲) میں گوگ کا لفظ قوم اور میگوگ کا لفظ ملک پر بولا گیا ہے مگر استعمال میں یہ دونوں لفظ ساتھ ساتھ بولے جاتے ہیں ایک کا اطلاق دوسرے پر بھی ہوتا ہے عربی میں بھی یاجوج ماجوج ساتھ ساتھ ہی لیے جاتے ہیں یہانتک کہ بعض لوگوں کو ایک لفظ کے متبوع اور دوسرے کے تابع بے معنی ہونیکا دھوکہ ہوگیا ہے اگر کتاب حزقیل کے باب ۲:۳۸ کے استعمال کو پیش نظر رکھا جائے تو ممکن ہے ان اقوام پر ان الفاظ کے اطلاق کی وجہ یہ ہو کہ انہوں نے انفرادیت کو ہر صورت سے تباہ کر دیا اور اجتماعیت اشتراکیت کو ہی اپنے فہم دانش کی آماجگاہ قرار دیا اس لیے بجائے اصحاب جوج و ماجوج اور علمبرداران قوم و ملک ہونے کے انہی کو مبالغۃً یاجوج و ماجوج یا گوگ میگوگ کہا جانے لگا۔ (مزید لفظی تنقیح کیلئے دیکھو ماجوج)

یَاْخُذَ :۔ واحد مذکر غائب مضارع منصوب اَخْذٌ مصدر (نصر) پکڑے۔ پکڑ لیگا ۱۲/۸ ۶/۱۲ ۱۲/۱۴ ۱۲/۱۹ ۳/۱۳ آیت ۲/۱۳ کا ترجمہ ہی کہ پکڑ لے کہ لیلے کہ قبضہ کر لے۔

یَاْخُذُ :۔ واحد مذکر غائب مضارع مرفوع اَخْذٌ سے ۲/۱۱ لے لیتا ہے قبول کرتا ہے ۱/۲ پکڑ لیتا تھا بمعنی ماضی استمراری)

یَاْخُذْ :۔ واحد مذکر غائب مضارع مجزوم اَخْذٌ سے لیلے قبضہ میں لیلے۔ ۱۱/۱۶ (دیکھو اَخَذَ اور مُتَّخِذَ)

یَاْخُذُوْا ۔ جمع مذکر غائب امر و مضارع مجزوم اَخْذٌ سے۔ وہ لے لیں ۱۲/۵ ۴/۹ وہ لے لیتے ہیں ۱۱/۹ وہ پکڑ لیں قابو میں کر لیں۔ یعنی قتل کر دیں ۹/۲۴

یَاْخُذُوْنَ :۔ جمع مذکر غائب مضارع وہ لیتے ہیں ۱۱/۹ ۔

یَاْخُذُوْنَهَا جمع مذکر غائب مضارع ھا ضمیر واحد مؤنث غائب مفعول وہ اسکو لے لینگے ۱۱/۲۶ (دیکھو اَخَذَ اور مُتَّخِذَ)

یَاْذَنَ :۔ واحد مذکر غائب مضارع منصوب اِذْنٌ مصدر (سمع) اجازت دے ۴/۱۳ ۶/۲۷

یَاْذَنْ :۔ واحد مذکر غائب مضارع مجزوم بمعنی ماضی منفی اِذْنٌ سے اجازت نہیں دی ۴/۲۵ (دیکھو اُذِنَ مُؤَذِّنٌ)

یَاْکُلُوْنَ :۔ جمع مذکر غائب مضارع اِکْلٌ سے (ضرب) جس کو وہ پلٹ لیتے تھے جس کو

وہ جھوٹے طور پر بنا رہے تھے۔

اِفْكٌ جھوٹ اِفْكٌ اَفَكَ اَفُوْكٌ

جھوٹ بولنا (ضرب و سمع)، اَفَكَ عَنْ (ضرب) اس کو لوٹا دیا۔ آفَكَهٗ (ضرب) اس کو جھوٹ بولنے پر لوٹا دیا مقصد سے محروم کر دیا۔ اَرْضٌ مَاْفُوْكَةٌ وہ زمین جس پر بارش نہ ہوئی ہو پ ۱۹/۹ (دیکھو المؤتفکت اور افالک)

اَلْيَاقُوْتُ: ۔ فارسی لفظ ہے، عربی میں اسم جنس ہے یَاقُوْتَةٌ واحد کو یاقیت جمع۔ ایک قیمتی معدنی سرخ جوہر ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آگ پ ۲۷/۱۳ کا کوئی اثر اس پر نہیں ہوتا (خطیب فی السراج)

یَاْكُلُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع اَكْلٌ مصدر (نصر) کھاتے ہیں، کھاتا ہے پ ۸/۱۸، ۱۱/۳، ۱۶

یَاْكُلْ: ۔ واحد مذکر امر غائب اَكْلٌ سے اس کو کھا لینا چاہیے یعنی کھا لینے کی اجازت ہے۔ پ ۴/۱۲

یَاْكُلَ ۔ واحد مذکر غائب مضارع اَكْلٌ سے کہ کھائے۔ پ ۲۶/۱۴ ۔

یَاْكُلَانِ ۔ تثنیہ مذکر غائب مضارع اَكْلٌ سے وہ دونوں (عیسیٰ اور مریم) کھاتے تھے پ ۶/۱۴

یَاْكُلْنَ ۔ جمع مؤنث غائب مضارع اَكْلٌ سے کھا لینگی پ ۱۲/۱۶ یعنی ان میں جمع شدہ ذخیرہ کھا لیا

جائے گا۔ (کبیر)

یَاْكُلُوْا ۔ جمع مذکر غائب مضارع مجزوم وہ کھاتے رہیں، وہ کھائیں وہ کھائیں۔ پ ۱۴/۱ ۲۳/۲

یَاْكُلُوْنَ: ۔ جمع مذکر غائب مضارع وہ کھاتے ہیں پ ۲/۶ ۳/۶ ۴/۱۲ ۱۰/۱۱ ۱۴/۱ ۱۸/۱۴ ۲۳/۳، ۲۳/۴ ۲۶/۶

یَاْكُلُهٗ: ۔ واحد مذکر غائب مضارع منصوب ہٗ ضمیر مفعول کہ اس کو کھائے گا۔ پ ۱۲/۱۲

یَاْكُلُهٗ: ۔ واحد مذکر غائب مضارع (نون) نفی ہٗ ضمیر مفعول اس کو نہیں کھائیں گے۔ پ ۲۹/۵

یَاْكُلُهُنَّ ۔ واحد مذکر غائب مضارع بمعنی حکایت حال ماضی۔ ان کو کھا رہی تھیں۔ پ ۱۲/۱۶ (دیکھو کُلُوْا)

یَاْلَمُوْنَ: ۔ جمع مذکر غائب مضارع اَلَمٌ مصدر (سمع) وہ دکھ پاتے ہیں۔ پ ۵/۱۲

اَلُوْمَةٌ بخل، خست، کمینہ پن اَلِمٌ دکھ پانیوالا اَلِیْمٌ دکھ پانے والا لیکن مُبَالَغَةٌ درد رساں اور دکھ دینے والی چیز کو الیم کہہ دیا جاتا ہے۔ اِیْلَامٌ (افعال) دکھ پہنچانا تَاَلُّمٌ (تفعل) دکھ پانا (دیکھو اَلِیْمٌ اور تَاْلَمُوْنَ)

یَاْلُوْنَكُمْ: ۔ جمع مذکر غائب مضارع اَلْوٌ اور اُلُوٌّ اور اُلِیٌّ مصادر (نصر)، وہ تمہارے لیے

کمی نہیں کریں گے ۴/۲ ۔ (دیکھو یاتَلِ)
یَأْمُرُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع اَمْرٌ مصدر
(نصر) وہ حکم دیتا ہے ۔ ۱/۸،۱۱ ۲/۵ ۳/۵،۱۶ ۵/۵
۸/۱۰ ۹/۹ ۱۴/۱۶،۱۹ ۱۶/۷ ۱۸/۹ ۔
یَأْمُرُوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع اَمْرٌ
سے وہ حکم دیتے ہیں ۳/۱۱ ۴/۲،۳ ۵/۳ ۱۰/۱۵ ۲۷/۹
اَمْرٌ کام اُمُوْرٌ جمع حکم اَوَامِرُ جمع
اِمْرٌ عجیب اور برا ۔ اَمْرَةٌ ایک بار حکم دینا
اِمْرَةٌ حکومت فرمانروائی ۔ اَمَرٌ کوئی شخص
مَا فِی الدَّارِ اَمَرٌ گھر میں کوئی شخص نہیں ہے،
اَمِرٌ بڑا مالدار اِمْرٌ کامل ۔ پورا ۔ حاکم اِمْرَةٌ
حکم اَوَامِر ۔ جمع اِمَارٌ اور اِئْمَارٌ حکم اِمَارَةٌ
حکومت ۔ اَمَارَةٌ وعدہ کی جگہ ۔ وقت
علامت ۔ اَمَارٌ علامت ۔ رَجُلٌ
اِمَّرٌ اور اِمَّرَةٌ وہ شخص جس کی خود کچھ سوجھ بوجھ
نہ ہو دوسروں کے کہنے پر چلے ۔

اَمَرَہٗ (نصر) اس کو حکم دیا ۔ اس کو اولاد
و مال میں برکت عطا کی ۔ صاحب قاموس نے
لکھا ہے یہ لغت غیر فصیح ہے کثیر الاستعمال اَمَّرَہٗ
ہے ۔ اَمَرَ عَلَیْنَا (نصر ۔ سمع ۔ کرم) وہ ہم پر حاکم
ہوگیا ۔ اَمَرٌ اور اَمَرَةٌ مصدر (سمع) بہت
ہو جانا ۔ اَمِرَ الرَّجُلُ وہ آدمی بڑا مالدار اور
بہت کنبہ والا ہوگیا ۔ اَمِرَ الْاَمْرُ
کام سخت ہوگیا ۔

اٰمَرَہٗ (افعال) اس کو حکم دیا اسکو مال و اولاد
میں برکت عطا کی ۔ ایک حدیث میں آیا ہے ۔
خَيْرُ الْمَالِ مُهْرَةٌ مَأْمُوْرَةٌ بہترین مال وہ
بچھیری ہے جس کی نسل بہت ہو مبرد نے کامل
میں لکھا ہے کہ قیاساً مامورة کی جگہ مُؤْمَرَةٌ
(باب افعال سے) ہونا چاہیئے لیکن اس سے
آگے فقرہ ہے وَسِكَّةٌ مَأْبُوْرَةٌ لفظ مَأْبُوْرَة کی
مناسبت سے مُؤْمَرَةٌ کی جگہ مَأْمُوْرَةٌ فرمایا
لیکن ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ باب نصر سے بھی اس
معنی میں آتا ہے اس لیے حدیث کے لفظ کو
غیر قیاسی قرار دیکر پھر اس کی تاویل کرنے کی ضرورت
ہی کیا ہے (باقی تنقیح کے لیے دیکھو یاتَمِرُوْنَ)
یَأْمَنُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع منفی
اَمْنٌ مصدر (سمع) نہیں بے خوف ہوتا ہے ۔
۹/۲ (دیکھو مومنین اور نُؤْمِنُ)
یَأْمَنُوْا ۔ جمع مذکر غائب مضارع منصوب
اَمْنٌ سے بےخوف ہو جانا ۔ وہ بےخوف ہو جائیں ۵/۹
یَأْنِ ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجزوم منفی

اصل میں یَأْنِیْ تھا أَنٰی۔ اِنًی۔ اِنًی مصادر (ضرب) کیا وقت نہیں آیا۔

اَنَی الرَّحِیْلُ کوچ کا وقت آگیا۔ اَنَی الْحَمِیْمُ گرم پانی اپنی آخری حدِ حرارت پر پہنچ گیا یعنی کھولنے اور اُبلنے لگا اسی سے آنٍ کا معنی ہے کھولتا پانی۔

اُنِیٌّ اور اِنًی مصدر (ضرب وسمع) سستی کرنا دیر کرنا۔ اَنِیَ الرَّجُلُ (صرف سمع سے) بردبار ہو گیا اس باب سے آنٍ (اسم فاعل) کا معنی ہوگا بردبار۔

اِیْنَاءٌ (افعال) باز رکھنا مہلت دینا تَاْنِیَةٌ (تفعیل) سستی کرنا۔ دیر کرنا۔ تَاَنِّیْ (تفعّل) دیر کرنا۔ سستی کرنا۔ آہستگی کرنا۔ انتظار کرنا تَاَنَّیْتُکَ حَتّٰی لَا اَنَاةَ بِیْ میں نے تیرا انتظار اس حد تک کیا کہ مجھ میں تحمل نہیں رہا۔

اِسْتِیْنَاءٌ (استفعال) دیر کرنا۔ انتظار کرنا۔

اَنْیٌ اور اِنْیٌ رات کی ساعت۔ اِنًی اور اَنًی پورا دن۔ وقت۔ کسی چیز کی انتہا کسی پھل کے پختہ ہونے کا وقت۔

فصل الباءِ الموحّدة

يُبَايِعْنَ :۔ جمع مؤنث غائب۔ مضارع مُبَايَعَةٌ مصدر (مفاعلة) وہ عورتیں عہد و پیمان کریں بیعت کریں۔ $\frac{۲۸}{۸}$۔

يُبَايِعُوْنَ :۔ جمع مذکر غائب مضارع مُبَايَعَةٌ مصدر (مفاعلة) وہ جو بیعت کر رہے تھے $\frac{۲۶}{۱۱}$ و بَيْعَةٌ عہد پیمان۔ بِيْعَةٌ گرجا۔ بَيَاعَةٌ بیچنے کا سامان۔ بَائِعٌ خریدنے والا۔ بیچنے والا۔ چغلخور بَيِّعٌ بیچنے والا خریدنے والا بھاؤ کرنے والا بَيَّاعٌ خرید و فروخت کا دلال۔

بَيْعٌ بَيْعَةٌ مَبِيْعٌ مصادر ہیں (ضرب) بیچنا خریدنا مُبَايَعَةٌ باہم خرید۔ فروخت کرنا بیعت کرنا۔

اِبْتِيَاعٌ (افتعال) خریدنا (دیکھو بَيْعٌ اور بَيْعِكُمْ)

يَبْتَغِ :۔ واحد مذکر غائب مضارع مجزوم۔ اصل میں يَبْتَغِيْ تھا اِبْتِغَاءٌ مصدر (افتعال) چاہے طلب کرے ڈھونڈے $\frac{۳}{۱۷}$ (دیکھو اِبْتِغَاءٌ الا بِغَاءٌ بَغَتْ۔ بَغَوْا بَغٰی وغیرہ)

يَبْتَغُوْنَ :۔ جمع مذکر غائب مضارع اِبْتِغَاءٌ سے طلب کرتے ہیں۔ ڈھونڈتے ہیں چاہتے ہیں $\frac{۵}{۱۷}$ $\frac{۶}{۵}$ $\frac{۱۵}{۶}$ $\frac{۱۸}{۱۰}$ $\frac{۲۶}{۱۲}$ $\frac{۲۸}{۴}$ $\frac{۲۹}{۱۴}$ (دیکھو حوالہ مذکورہ اور تَبْتَغِيْ اور تبتغون اور نَبْغِ)

یُبَتِّکُنَّ :۔ جمع مذکر غائب مضارع بالنون تاکید ثقیلہ۔ تَبْتِیْكٌ مصدر (تفعیل) بَتْكٌ مادہ وہ خوب کاٹا کریں گے۔ ۵/۱۵

بِتْكَۃٌ کسی چیز کا کٹا ہوا ٹکڑا۔ بَاتِكٌ اور بَتُوْكٌ قاطع۔ بَتْكٌ مصدر (ضرب وسمع) کاٹنا، تراشنا۔ جانور وغیرہ کے مٹھی بھر کر بال پر اکھاڑنا۔ تَبْتِیْكٌ (تفعیل) خوب کاٹنا۔ کاٹ کر ٹکڑے کر دینا۔

یَبْتَلِیَ :۔ واحد مذکر غائب مضارع منصوب اِبْتِلَاءٌ مصدر (افتعال) تاکہ وہ جانچے آزمائش کرے۔ ۳/۱۰

بَلْوَۃٌ کسی چیز کی دریافت۔ آزمائش بَلْوٰی بمعنی بَلْوَۃٌ۔ اِبْتَلَیْتُہٗ متعدی بنفسہٖ میں نے اس کی آزمائش کی اس کی حقیقت جانچی۔ اس کی خبر لوچھی۔ اِبْتِلَاءٌ کا معنی اختیار کرنا بھی ہے۔ حضرت حذیفہؓ کی روایت کردہ حدیث میں ہے لَتَبْتَلُنَّ لَھَا اِمَامًا تم ضرور اس کے لیے امام انتخاب کروگے ورنہ اکیلے اکیلے نمازیں پڑھوگے۔ (دیکھو مُبْتَلِیْکُمْ)

یَبُثُّ ۔ واحد مذکر غائب مضارع بَثٌّ مصدر (نصر) پھیلاتا ہے منتفرق اور منتشر کرتا ہے۔ ۲/۵ (دیکھو المبثوث)

یَبْحَثُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع بَحْثٌ مصدر (فتح) کریدتا تھا پنجوں سے زمین اکھاڑ کر دوسرے کوے پر ڈالتا تھا۔ ۶/۵ بَحْثٌ کریدنا کھودنا اس مادہ سے باب فتح اور تفعل اور افتعال اور استفعال سب ہم معنی ہیں اگر ان کے بعد عَنْ مذکور ہوتا ہے۔ جیسے بَحَثَ عَنْہُ یا تَبَحَّثَ عَنْہُ تو تفتیش تحقیق اور چھان بین کرنے کا معنی ہوتا ہے مُبَاحَثَۃٌ (مفاعلۃ) باہم کسی مسئلہ کی تنقیح کرنی۔ آپس میں بحث کرنا۔ بَاحِثٌ اسم فاعل بَحَّاثٌ اور بَحُوْثٌ مبالغہ کے صیغے ہیں

یَبْخَسْ :۔ واحد مذکر غائب نہی بَخْسٌ مصدر (فتح) وہ کم نہ کرے۔ ۳/۲

یُبْخَسُوْنَ :۔ جمع مذکر غائب مضارع منفی بَخْسٌ سے ان کے اعمال کے عوض میں کمی نہیں کی جاتی ہے۔ ۱۲/۲

بَخْسٌ کم، تھوڑا۔ وہ زمین جس میں بغیر پانی دیئے کھیتی پیدا ہوجائے اسی لیے بے پانی کی کھیتی کو بَخْسِیٌّ کہا جاتا ہے۔ تہ بازاری کا محصول زکوٰۃ وصول کرنیوالے۔ وصول زکوٰۃ کے بعد جو اپنی مزدوری کے بہانہ سے صاحب زکوٰۃ سے

وصول کرے اس کو بھی نحس کہا جاتا ایک حدیث
ہے یاتی علی الناس زمان یستحل فیہ الربوا
بالبیع والخمر بالنبیذ والبخس بالزکوۃ
ایک زمانہ ایسا آئیگا جس میں بیع کے نام سے سود
اور نبیذ کے نام سے شراب اور زکوٰۃ کے نام سے
اُمراء ان کو حلال سمجھا جائیگا ۔ بَاخِسٌ دوسروں
کے حق میں کمی کر دینے والا اگر کوئی شخص کسی کے حق
میں کچھ خورد برد کرے تو بولا جاتا ہے تَحْسَبُهَا حَمْقَاءُ
وَهِيَ بَاخِسٌ تم اسے بیوقوف سمجھتے ہو وہ چالاکی
سے دوسروں کا حق کاٹتا ہے ۔ اگر لاغری کیوجہ
سے ہڈیوں کی مینگ بھی کھلائے تو کہا جاتا ہے بَخَسَ
الْمُخُّ ۔ باب تفعل کا استعمال بھی اسی معنی میں ہے۔

يَبْخَلُ اور } واحد مذکر غائب مضارع (سمع)
يَبْخَلْ } بخل کرتا ہے بخل کریگا ۔ بخل کرے ۲۶/۸

بَخِلَ بُخْلٌ بَخَلٌ کنجوسی بَخَّالٌ بڑا کنجوس
بَاخِلٌ کنجوس بَاخِلٌ کنجوس بُخَّلٌ جمع بخیل
کنجوس بُخَلَاءُ جمع مَبْخَلَةٌ سبب بخل بَخِلَ
اور بَخُلَ (سمع اور کرم) کے مفعول اول پر عَلٰی یا
عَنْ آتا ہے (سیوطی) اور دوسرے مفعول پر اگر
مذکور ہو تو باء آتی ہے جیسے بَخِلَ عَلَيْهِ بِهٖ
اس کو وہ چیز دینے میں کنجوسی کی (قاموس)

اِبْخَالٌ (افعال) کسی کو بخیل پانا ۔ تَبْخِيلٌ
(تفعیل) کسی کی طرف بخیل ہونے کی نسبت کرنا ۔

يُبْدِ : ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجزوم ۔
معنی ماضی منفی اصل میں يُبْدِي تھا اِبْدَاءٌ مصدر
(افعال) اس نے ظاہر نہیں کیا ۱۳/۳ (دیکھو مُبْدِيه)

يُبَدِّلْ ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجزوم
تَبْدِيلٌ مصدر (تفعیل) (جو) بدل ڈالے یعنی
بجائے شکر کے کفر کرے ۲/۱۰

يُبَدِّلُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع مرفوع
معروف تَبْدِيلٌ سے بدل ڈالیگا ۔ ۱۹/۴

يُبَدِّلَ : ۔ واحد مذکر غائب مضارع منصوب
معروف تَبْدِيلٌ سے کہ بدل ڈالے گا یعنی بگاڑ
دیگا ۲۴/۸ (دیکھو مُبَدِّلَ)

يُبَدَّلُ : ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجہول
منفی تَبْدِيلٌ سے ۔ بدلی نہیں جاتی ۔ ۲۶/۱۶

يُبْدِلَنَا : ۔ واحد مذکر غائب مضارع معروف
نا ضمیر مفعول اوّل اِبْدَالٌ مصدر (افعال)
وہ ہم کو بدلہ میں دے دے ۔ ۲۹/۴

يُبَدِّلَنَّهُمْ ۔ واحد مذکر غائب مضارع
بانون تاکید ثقیلہ ۔ تَبْدِيلٌ مصدر (تفعیل)
هُمْ ضمیر مفعول اوّل انکو ضرور ہی بدلے میں دیگا ۔ ۱۸/۱۳

یُبَدِّلُوْا :۔ جمع مذکر غائب مضارع منصوب تَبْدِیْلٌ سے کہ وہ بدل ڈالیں۔ پ ۲۶/۱

یُبَدِّلُوْنَہٗ :۔ جمع مذکر غائب مضارع تَبْدِیْلٌ سے۔ ہٗ ضمیر مفعول (جو) اس کو تبدیل کریں گے پ ۲/۶

یُبْدِلَہٗ :۔ واحد مذکر غائب مضارع اِبْدَالٌ سے اس کو (تمہارے) بدلہ میں دے دیگا۔ پ ۲۸/۱۹

یُبْدِلَہُمَا :۔ واحد مذکر غائب مضارع اِبْدَالٌ سے ھُمَا ضمیر تثنیہ مفعول اول کہ اُن دونوں کو بدلہ میں دیدے۔ پ ۱۶/۱ (دیکھو مُبَدِّلْ)

یَبْدَؤُ :۔ واحد مذکر غائب مضارع بَدْءٌ مصدر (فتح) پ ۱۱/۹ (مضارع بمعنی ماضی) تخلیق اوّل اسی نے کی پ ۲۰/۱۱ پ ۲۱/۵،۶ ابتدائی تخلیق کرتا ہے یعنی عدم سے وجود میں لاتا ہے نیست سے ہست کرتا ہے (دیکھو مُبْدِیٌ)

یُبْدُوْنَ :۔ جمع مذکر غائب مضارع منفی اِبْدَاءٌ مصدر (افعال) وہ چیز جس کو وہ ظاہر نہیں کرتے ہیں۔ پ ۴

یُبْدِیَ :۔ واحد مذکر غائب مضارع منصوب اِبْدَاءٌ سے کہ ظاہر کردے، کھول دے، نمایاں کردے۔ پ ۵/۹

یُبْدِیُ :۔ واحد مذکر غائب مضارع منفی مثبت پ ۲۰/۱۲ پ ۳۰/۱۰ وہ ایجاد کرتا ہے تخلیق اول کرتا ہے پ ۲۲/۱۲ مضارع منفی ایجاد نہیں کرتا۔

یُبْدِیْنَ :۔ جمع مؤنث غائب نہی اِبْدَاءٌ سے نہ نمودار کریں نہ ظاہر کریں پ ۱۸/۱۰ (دیکھو مُبْدِیْہِ)

یَبَسًا :۔ مصدر بمعنی اسم فاعل خشک (تفسیر زاہدی) پ ۱۶/۴۔ (دیکھو یابسٌ)

یَبْسُطُ :۔ واحد مذکر غائب مضارع بَسْطٌ مصدر (نصر) کشادہ کرتا ہے فراخ کرتا ہے وسیع کرتا ہے پ ۲/۱۶ پ ۱۳/۹ پ ۱۵/۳ پ ۲۰/۱۱ پ ۲۱/۲،۷ پ ۲۲/۱۰،۱۱ پ ۲۴/۲ پ ۲۵/۳

بَسْطَۃٌ اور بُسْطَۃٌ فضیلت۔ قدرت۔ جسم کی بڑائی۔ علم کی وسعت۔ کمال کی افزونی بِسَاطٌ فرش بَسَاطٌ کشادہ ہموار زمین۔ بڑی دیگ۔ بَسِیْطٌ بچھا ہوا فرش۔ خالص بلا آمیزش چیز فراخ زمین۔ تیز زبان آدمی بَسِیْطُ الْجِسْمِ بَسِیْطُ الْبَاعِ تناور۔ طاقتور بَسِیْطُ الْوَجْہِ خوشی کی وجہ شگفتہ رو بَسِیْطُ الْیَدَیْنِ کشادہ دست یعنی سخی۔ بَسِیْطَۃٌ فراخ ہموار زمین مُنْبَسَطٌ فراخ جگہ بَسَطَہٗ (نصر) اس کو بچھایا۔ اس کے اتنے کوڑے مارے کہ بچھا دیا بَسَطَ یَدَہٗ اپنا ہاتھ پھیلایا بَسَطَ ھٰذَا زَیْدًا زید کو خوش

کیا۔ حدیث میں ہے فَاطِمَةُ یَبْسُطُنِی مَا یَبْسُطُهَا جو چیز فاطمہ کو خوش کرتی ہے مجھے بھی خوش کرتی ہے بَسَطَهُ عَلَیَّ اسکو مجھ پر فضیلت دی بَسَطَ مِنْهُ اس سے گستاخی کی بَسَطَ الْعُذْرَ عذر کو قبول کیا بُسِطَتْ یَدُهُ وہ مجھ پر مسلط ہو گیا۔ بَسُطَ (کرم) تیز زبان ہو گیا تَبَسَّطَ (تفعل) بچھایا یا پھیلایا۔ تَبَسَّطَ فِی الْبِلَادِ ملک میں ہر طرف پھرا اِنْبَسَطَ بچھ گیا۔ اِنْبَسَطَ النَّهَارُ دن لمبا ہو گیا اِنْبَسَطَ زَیْدٌ۔ زید کشادہ رو۔

یَبْسُطُوْا: جمع مذکر غائب مضارع (نصر) کر بڑھائیں (یعنی بارادہ قتل۔ لغوی) ب ۶/۶ بڑھائینگے (بارادہ ضرب و قتل) ۲۸/۲ (دیکھو یَبْسُطُ اور مَبْسُوْطَتَانِ اور بَسَطْتَ)

یَبْسُطُ۔ واحد مذکر غائب مضارع ہ ضمیر مفعول۔ اس کو پھیلاتا ہے۔ ب ۲۱/۸

یُبَشِّرُ۔ واحد مذکر غائب مضارع تَبْشِیْرٌ مصدر (تفعیل) وہ خوشخبری دیتا ہے ب ۳/۱۲،۱۴ ب ۱۰/۹ ب ۱۵/۱۳،۱ ب ۲۵/۴۔ (دیکھو مُبَشِّرًا اور مُبَشِّرَاتٍ)

یُبْصِرُ:۔ واحد مذکر غائب مضارع منفی اِبْصَارٌ مصدر (افعال) نہیں دیکھتا ب ۱۶/۹ (دیکھو مُبْصِرًا اور مُبْصِرَةً)

یَبْصُرُوْا:۔ جمع مذکر غائب مضارع مجزوم منفی بمعنی ماضی۔ بَصُرَ مصدر (کرم) انہوں نے نہیں دیکھا۔ ۱۶/۱۴ ۔

یُبْصِرُوْنَ۔ جمع مذکر غائب مضارع اِبْصَارٌ سے ب ۱/۲ ب ۹/۱۲ وہ نہیں دیکھتے ب ۱۱/۱۰ نہیں دیکھتے ہوں ب ۱۲/۲ نہیں دیکھتے تھے ب ۲۱/۱۶ کیا وہ نہیں دیکھتے ب ۲۲/۱۸ وہ کچھ نہیں دیکھتے ان سب آیات میں مضارع منفی ہے۔ ب ۹/۱۴ وہ دیکھتے ہوں۔ ب ۲۳/۲ دیکھے دیکھیں ب ۲۳/۹ ب ۲۹/۲ وہ دیکھیں گے۔ ان سب آیات میں مضارع مثبت ہے۔

یُبَصَّرُوْنَهُمْ۔ جمع مذکر غائب مضارع مجہول تَبْصِیْرٌ مصدر (تفعیل) هُمْ ضمیر مفعول۔ وہ انکو دکھائے جائینگے ب ۲۹/۷ (دیکھو بَصُرَتْ بَصُرْتُ مُبْصِرًا اور مُبْصِرَةً)

یَبْطِشُ:۔ واحد مذکر غائب مضارع بَطْشٌ مصدر (ضرب) کہ پکڑ لے ب ۲۰/۵ (دیکھو بَطَشَ اور بَطَشْتُمْ)

یُبْطِلُ:۔ واحد مذکر غائب مضارع اِبْطَالٌ مصدر (افعال) وہ بے حقیقت قرار دے مٹا دے۔ ب ۹/۱۵ ۔

يُبْطِلُ: ۔ واحد مذکر غائب مضارع ابطال سے
ہُ ضمیر مفعول اس کو مٹا دیگا (سیوطی) اس کے جھوٹ
کو ظاہر کر دیگا (مدارک) پ ۱۳/۱۱۔ بَطَلَاتٌ بے ہودہ
باتیں۔ بُطُولَةٌ بہادری بطالۃ دلیری بیکاری
بیہودگی بَطَّال بیکار آدمی۔ ناکارہ۔ بہادر۔ باطل
بے حقیقت۔ جھوٹ۔ خلاف حق بُطْل بُطْلان
بُطُولٌ (نصر) ناچیز ہونا بَطَالَةٌ (نصر) مذاق
کرنا بَطَالَةٌ و بُطُولَةٌ (کرم) دلیر ہونا ابطال
(افعال) بغیر مفعول جھوٹ کہنا۔ مفعول کے ساتھ
جھوٹ قرار دینا بے حقیقت بنا دینا۔ بواسطہ
فِیْ: مذاق کرنا جیسے اَبْطَلَ فِي حديثه اس
نے اپنی بات میں مذاق کیا۔ (دیکھو مبطلون)
يُبَطِّئَنَّ ۔ واحد مذکر غائب مضارع بالنون تاکید
ثقیلہ تَبْطِئَةٌ مصدر (تفعیل) بُطُوءٌ مادہ۔ ضرور
دیر لگاتا ہے۔ پ ۵۔

بُطْأٌ دیر۔ آہستگی۔ بُطْآنَ اسم فعل بمعنی
ماضی اس نے دیر کی بَطِيءٌ سست رو۔
بُطْأٌ مصدر (کرم) دیر لگانا آہستگی کرنا۔
اِبْطَاءٌ (افعال) کا بھی یہی معنی ہے تَبْطِئَةٌ
(تفعیل) پیچھے کر دینا مؤخر کر دینا ایک حدیث
میں ہے مَنْ بَطَّأَ بِهِ عَمَلُهُ لَمْ يَنْفَعْهُ نَسَبُهُ
جس کو عمل پیچھے کر دے اس کو نسب مفید نہیں ہوتا

يَبْعَثُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع معروف
بَعْثٌ مصدر (فتح) پ ۱۴/۱۱ مضارع منفی
نہیں اٹھائیگا پ ۱/۸ مضارع مثبت اٹھائیگا۔

يَبْعَثُ: ۔ واحد مذکر غائب مضارع منفی
بَعْثٌ سے۔ پ ۱۴ کہ بھیجے پ ۲۰/۹ یہاں تک کہ بھیجے
پ ۲۴/۹ ہرگز نہیں بھیجیگا پ ۲۹/۱۱ ہرگز نہیں اٹھائیگا۔

يُبْعَثُ: ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجہول
بَعْثٌ سے (فتح) اٹھایا جائیگا۔ پ ۱۶/۶

يَبْعَثَكَ: ۔ واحد مذکر غائب مضارع معروف
منصوب۔ كَ ضمیر مفعول تم کو قائم کریگا۔ پ ۱۵/۹

يَبْعَثُكُمْ ۔ واحد مذکر غائب مضارع مرفوع
کُمْ ضمیر مفعول تم کو اٹھائیگا تم کو زندہ کرے گا۔ پ ۷/۱۲

يَبْعَثَنَّ: ۔ واحد مذکر غائب مضارع بالنون تاکید
ثقیلہ بعث سے۔ وہ ضرور ہی بھیجے گا۔ پ ۹/۱۱

يُبْعَثُوْا ۔ جمع مذکر غائب مضارع مجہول
منصوب منفی ان کو ہرگز نہیں اٹھایا جائیگا۔ پ ۲۸/۱۵ ۔

يُبْعَثُوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع مجہول
مثبت۔ بعث سے۔ وہ اٹھائے جائیں گے پ ۸/۹
پ ۱۴/۳ و ۸ ، ۱۸/۶ ، ۱۹/۹ ، ۲۰/۱ ، ۲۳/۹ و ۱۴

يَبْعَثُهُمْ ۔ واحد مذکر غائب مضارع بَعْثٌ

مصدر۔ ھُمْ ضمیر مفعول۔ ان کو اٹھائیگا ۷/۱۰ ۲۸/۱،۳ (دیکھو مَبْعُوثُون)

یَبْغُونَ :۔ جمع مذکر غائب مضارع مثبت بَغْیٌ مصدر (ضرب) وہ چاہتے ہیں وہ طلب کرتے ہیں ۳/۱۷ ۶/۱۱ مضارع منفی۔ وہ نہیں چاہینگے ۱۶/۳ وہ زیادتی کرتے ہیں ظلم کرتے ہیں۔ حد سے تجاوز کرتے ہیں ۱۱/۸ ۲۵/۵ (دیکھو بَغْیٌ بَغَتْ بَغَوْا بَغٰی۔)

یَبْغُونَکُمْ۔ جمع مذکر غائب مضارع بَغْیٌ سے کُمْ ضمیر منصوب بنزع خافض یعنی لَکُمْ (مدارک کبیر) وہ تمہارے لیے چاہتے ہیں ۱۰/۱۳

یَبْغُونَهَا :۔ جمع مذکر غائب مضارع بَغْیٌ سے هَا ضمیر مفعول وہ اسکو چاہتے ہیں (سیوطی) ۸/۱۲ ۱۲/۲ ۱۳/۳ ۔

یَبْغِیْ :۔ واحد مذکر غائب مضارع بَغْیٌ مصدر وہ ظلم کرتا ہے زیادتی کرتا ہے ۲۳/۱۱ (دیکھو حوالہ جات مذکورہ)

یَبْغِیَانِ :۔ تثنیہ مذکر غائب مضارع۔ وہ دونوں اپنی حدود سے آگے نہیں بڑھتے ۲۷/۱۱ (دیکھو حوالہ جات مذکورہ)

یَبْقٰی۔ واحد مذکر غائب مضارع بَقَاءٌ مصدر (سمع) باقی رہے گا۔ فنا نہ ہوگا ۲۷/۱۲

بَقْوٰی زندگانی رحمت۔ بُقْیَا بمعنی بُقْوٰی کا ہم معنی ہے بَقِیَّۃٌ کسی چیز کا باقی ماندہ حصہ زندگانی۔ رحمت۔ اصلاح قوم فہم۔ دانشمندی اطاعت۔ انتظار ثواب بَقَاءٌ بَقِیَ یَبْقٰی مصادر (سمع) زندہ رہنا۔ باقی رہنا ضد فنا۔ بَقْیٌ (ضرب) انتظار کرنا کسی کی طرف تکنا حدیث میں ہے بَقَیْنَا رَسُولَ اللّٰہِ۔ ہم نے رسول صلعم کا انتظار کیا۔ اِبْقَاءٌ (افعال) باقی اور زندہ رکھنا متعدی بَعَلٰی۔ رحم کرنا۔ اگر اس کے بعد مَا بَیْنَ ہو تو صلح کرانا مراد ہوتا ہے جیسے اَبْقَیْتُ مَا بَیْنَنَا میں نے آپس میں صلح کرا دی۔ اپنے باہم اصلاح کی تَبْقِیَۃٌ (تفعیل) باقی چھوڑنا۔ حفاظت کرنا جیسے بَقِّ نَعْلَیْکَ وَابْذُلْ قَدَمَیْکَ اپنے جوتے بچاؤ اور پاؤں کو کام میں لاؤ۔ یعنی مال کی حفاظت میں نفس کو قربان کردو۔

تَبَقِّیْ (تفعل) زندہ اور باقی چھوڑنا۔ (دیکھو باقی اور باقیۃ)

یَبْکُوا۔ جمع مذکر غائب امر بُکَاءٌ مصدر (ضرب) انکو رونا چاہیئے۔ ۱۰/۱۷

بُکَاءٌ اور بُکِیٌّ رونا اور رلانا۔ اگر متعدی بنفسہ

ہویا مفعول پہ علیٰ ہو تو اوصاف بیان کر کے
نوحہ کرنے کا معنی ہوتا ہے جیسے بَکَاہُ اسکو رویا
بَکَا عَلَیْہِ اس پہ نوحہ کیا۔ باکی اسم فاعل بُکَاۃٌ اور بُکِیٌّ
جمع تَبْکَاۃٌ اور تَبْکَاءٌ خوب رونا۔ اِبْکَاءٌ (افعال)
رلانا۔ تَبْکِیَۃٌ (تفعیل متعدی بنفسہ اور متعدی بہ
علیٰ) نوحہ کرنا۔ تعریف کر کر کے رونا۔

یَبْکُوْنَ: جمع مذکر غائب مضارع بُکَاءٌ سے
پ ۱۲/۱۲ روتے ہوئے پ ۱۵/۱۲ وہ روتے ہیں۔

یُبْلِسُ: واحد مذکر غائب مضارع ابلاس
مصدر (افعال) ناامید ہونگے (قتادہ وکلبی)
چپ ہونگے (فراء) رسوا ہونگے (مجاہد) پ ۲۱/۵
(دیکھو مُبْلِسُوْنَ)

یَبْلُغَ: واحد مذکر غائب مضارع بلوغ مصدر
(نصر) پہنچ جائے پ ۲/۸ پ ۲۶/۱۱ قربانی کا جانور اپنے
محل تک پ ۲/۱۴ عدت ختم مدت تک پ ۸/۹ پ ۱۵/۴
یتیم جوانی کی عمر کو پ ۱۵/۴ یا اپنی منزل تک۔
(دیکھو مَبْلَغُہُمْ)

یَبْلُغَا: تثنیہ مذکر مضارع بلوغ سے وہ
دونوں پہنچ جائیں۔ بالغ ہو جائیں پ ۱۶/۱۔

یَبْلُغَنَّ: واحد مذکر غائب مضارع بانون
تاکید ثقیلہ۔ بلوغ سے (اگر) پہنچ جائے پ ۱۵/۳۔

یَبْلُغُوْا: جمع مذکر غائب مضارع منفی بمعنی ماضی
بلوغ سے۔ نہیں پہنچے۔ بالغ نہیں ہوئے پ ۱۸/۱۴

یُبَلِّغُوْنَ: جمع مذکر غائب مضارع تبلیغ مصدر
(تفعیل) وہ پہنچاتے ہیں پ ۲۲/۲۔ (دیکھو مبلغہم
اور اَلْبَلَاغ اور بَلَغَ اور بالغہ)

یَبْلُوْ: واحد مذکر غائب مضارع بلاءٌ سے
(نصر) وہ آزمائش کرتا ہے ۱۴/۱۹۔

یَبْلُوَ: واحد مذکر غائب مضارع منصوب
بَلَاءٌ سے کہ وہ آزمائش کرے الگ الگ چھانٹ
دے پ ۶/۱۱ پ ۸/۷ پ ۱۲/۱ پ ۱۹/۱۸ پ ۲۶/۵ پ ۱۹/۱۔

یَبْلُوَنَّکُمْ: واحد مذکر غائب مضارع بانون تاکید
ثقیلہ کُمْ ضمیر مفعول وہ ضرور ہی تمہاری جانچ کریگا

یَبْلٰی: واحد مذکر غائب مضارع منفی بِلًی مصدر
(سمع) فنا نہیں ہوگا۔ پ ۱۶/۱۶ (دیکھو بَلَاءٌ نَبْلُوْ نَبْلُوَنَّ
بِلْیُ اَسْفَارٍ سفر آزمودہ سفر میں عمر گزارے
ہوئے بِلْیُ شَرٍّ بدی آزمودہ۔ شر پر غالب
بِلْیُ مَالٍ مالی تجربہ رکھنے والا۔ مالی مصالح کو خوب
جاننے والا۔ بَلِیَّۃٌ سختی مصیبت بَلَایَا جمع۔
بِلًی اور بَلَاءٌ مصدر (سمع) پرانا ہونا گھس جانا
فنا ہوجانا۔ اِبْلَاءٌ (افعال) بلی مادہ۔ پرانا کرنا
فرسودہ کرنا۔

يُبْلِيَ : واحد مذکر غائب مضارع اِبلَاءٌ مصدر
(افعال) بلو مادہ نعمت دیکھو چنانچہ ایک حدیث میں
آیا ہے مَنْ اُبْلِيَ فَذَكَرَ فَقَدْ شَكَرَ جس کو نعمت دیکر
جانچا گیا اور اس نے یاد رکھا تو بلا شبہ اس نے
شکر ادا کیا اِبلَاءٌ کا معنی خبر دینا اور ظاہر کرنا بھی ہے
جیسے اَبلَاہُ عُذرًا اس نے اس کے سامنے
عذر ظاہر کیا، قسم کھانا اور قسم دینا بھی معنی ہے
جیسے اَبلَی الرَّجُلَ اس کو قسم دی اس کے لئے قسم کھائی
يَبُوْرُ : واحد مذکر غائب مضارع بَوْرٌ اور بَوَارٌ
مصدر (نصر) ہلاک ہو جائے گا تباہ ہو جائیگا ۲۲/۱۴
(دیکھو اَلْبَوَار اور بَوْرٌ)
يُبَيِّتُوْنَ : جمع مذکر غائب مضارع تَبْيِيْتٌ
مصدر (تفعیل) ۵/۴ رات کو سوچتے ہیں ۵/۱۳
چھپاتے ہیں (سیوطی) باتیں بناتے ہیں (معالم)
تَبْيِيْتٌ کا معنی ہے رات گذارنا کسی کام کا ارادہ
رات سے کرنا۔ رات کو سوچنا تدبیر کرنا۔ یہاں
موخر الذکر معنی مراد ہے اول معنی کے لئے حدیث
میں آیا ہے اِنَّہٗ كَانَ لَا يُبَيِّتُ مَالًا وَّلَا
يُقِيْلُہٗ یعنی پچھلے دن میں جو مال آتا تھا حضور
والا اس پہ رات نہیں گزرنے دیتے تھے اور
اول دن میں آئے ہوئے مال پر دوپہر نہیں
گذرنے دیتے تھے رات اور دوپہر آنے سے
پہلے ہی تقسیم کر دیتے تھے تَبْيِيْتٌ رات میں دشمن
پر حملہ کرنے کو بھی کہتے ہیں بَيَّتَ الْعَدُوَّ
اس نے دشمن پہ شبخون مارا۔
يَبِيْتُوْنَ : جمع مذکر فعل مضارع بَاتَ ماضی
بَيْتُوْتَۃٌ مصدر (ضرب) رات گذارتے ہیں ۱۹/۶۴
بَيْتٌ بَيَاتٌ مَبِيْتٌ بَيْتُوْتَۃٌ مصادر
(ضرب وسمع) رات میں کسی کام کو کرنا۔ بَاتَ
ظَلَّ کی ضد ہے دونوں افعال ناقصہ میں سے
ہیں۔
يُبَيِّنُ : واحد مذکر غائب مضارع تَبْيِيْنٌ
مصدر تفعیل (کھول کر بیان کرتا ہے ۲/۵ ...
... (دیکھو مُبِيْنًا اور بَيِّنٌ)
يُبَيِّنَ : واحد مذکر غائب مضارع منصوب
تَبْيِيْنٌ سے یہاں تک کہ کھول کر بیان کر دے
۵/۲ ... تاکہ کھول کر بیان کر دے
يُبَيِّنْ : واحد مذکر غائب مضارع مجزوم
تَبْيِيْنٌ سے کھول کر بیان کر دے ۱/۸
(دیکھو تَبْيِيْنٌ)
يُبِيْنُ : واحد مذکر غائب مضارع اِبَانَۃٌ
مصدر (افعال) ۲۵/۱۱ ظاہر نہیں کر سکتا بیان

نہیں کر سکتا (دیکھو مبیناً اور مبین)

یُبَیِّنَنَّ: واحد مذکر غائب مضارع بانون تاکید ثقیلہ تَبْیِیْنٌ مصدر (تفعیل) وہ ضرور بے کھول کر بیان کریگا۔ پ ۱۴/۱۹ ۔

یُبَیِّنُهَا: واحد مذکر غائب مضارع سے ھا ضمیر واحد مؤنث غائب مفعول وہ اس کو کھولکر بیان کرتا ہے پ ۲/۱۲ (دیکھو بیّن)

فصل التاء المثناة

یَتَأَخَّرَ: واحد مذکر غائب مضارع تَأَخُّرٌ مصدر (تفعل) ان ناصبہ کی وجہ سے مضارع بمعنی مصدر ہوگیا۔ پیچھے رہنا پ ۲۹/۱۶ (دیکھو مستأخرین)

اَلْيَتَامٰى: جمع معرف باللام اَلْيَتِيْم واحد وہ بچے جن کے باپ مرگئے ہوں لڑکیاں ہوں یا لڑکے۔ پ ۱/۱۰ پ ۳/۱۱،۱۰،۶ پ ۴/۱۲ پ ۵/۳ پ ۸/۱ پ ۲۸،۱۰/۴

یَتِمَ یُتْمٌ نابالغ بچوں کا بن باپ کے رہ جانا۔ جانور کے چھوٹے بچوں کا بن ماں کے رہ جانا یَتَمٌ کوتاہ ہونا۔ سست ہونا عاجز ہونا آہستگی اور دیر کرنا (سمع) یُتْمٌ اکیلا ہوجانا، یتیم ہوجانا (ضرب و سمع) اَلْيَتِيْم صیغہ صفت بن باپ کا آدمی کا بچہ بن ماں کا جانور کا بچہ۔ گوہر بے مثال یکتا۔ اکیلا۔ ہر بے نظیر چیز اَيْتَامٌ يَتَامٰى يَتَمَةٌ جمع يَتْمَانُ يَتِيْمَةٌ مُؤْتِمٌ وہ عورت جس کے بچے یتیم ہوں۔ اِيْتَامٌ (افعال) یتیموں والی ہونا۔ تَيْتِيْمٌ (تفعیل) یتیم کر دینا۔

يَتَامٰى: جمع معرفہ مضاف يَتِيْمَةٌ واحد یتیم لڑکیاں۔ پ ۵/۱۶ ۔

يَتُبْ: واحد مذکر غائب مضارع منفی اصل میں يَتُوْبُ تھا۔ تَابَ ماضی تَوْبٌ مصدر (نصر) (جو) نہیں لوٹا (جس نے) توبہ نہیں کی پ ۲۶/۱۴ (دیکھو متاب)

يَتَبَدَّلِ: واحد مذکر غائب مضارع شرط کی وجہ سے مضارع مجزوم ہوگیا اور وصل کی وجہ سے مجزوم کو مکسور کر دیا تَبَدُّلٌ مصدر (تفعل) (جو) بدلہ میں لیگا ایمان کے کفر کو جو ایمان چھوڑ کر کفر لے گا پ ۱/۱۲ (دیکھو مُبَدِّلَ)

يُتَبِّرُوْا: جمع مذکر غائب تَتْبِيْرٌ مصدر (تفعیل) تباہ کر دیں۔ پ ۱۵/۱

تَبْرٌ توڑنا۔ ہلاک کرنا (ضرب) ہلاک ہونا (سمع) تِبْرٌ سونے چاندی کے کچے ذرے اور ڈلے زجاج۔ ہر معدنی دھات (ضرب) (باقی تتمہ کیلئے)

مُتَبَّرٌ اور تَبَارًا)

يَتَّبِعْ: واحد مذکر غائب مضارع مجزوم اِتِّبَاعٌ مصدر افتعال (جو) پیچھے چلیگا۔ پیروی کریگا۔ اتباع کرے گا۔ پ ۵/۱۴ پ ۱۸/۹۔

يَتَّبِعُ: واحد مذکر غائب مضارع معروف مثبت اِتِّبَاعٌ مصدر (افتعال) پیچھے چلتا ہے پیروی کرتا ہے اتباع کرتا ہے۔ پ ۲/۱ پ ... مضارع منفی نہیں پیروی کرتا ہے۔ پ ۱۱/۱۲/۹۔

يُتَّبَعُ: واحد مذکر غائب مضارع مجہول (اِتِّبَاعٌ) سے اتباع کیا جاتا ہے اس کی پیروی کیجاتی ہے۔ پ ۱۱/۴

يَتَّبِعُوا: جمع مذکر غائب مضارع منفی مجزوم اِتِّبَاعٌ وہ اتباع نہیں کریں گے۔ پ ۹/۱۴۔

يَتَّبِعُونَ: جمع مذکر غائب مضارع مثبت اتباع سے پیروی کرتے ہیں اتباع کرتے ہیں پ ۳/۹ پ ۵/۲ پ ۹/۶ پ ۳۰/۸ پ ۲۳/۱۶ پیچھے چلینگے پ ۱۶/۱۵ مضارع منفی۔ نہیں اتباع کرتے ہیں پ ... پ ۱۱/۱۲ پ ... (دیکھو مُتَّبَعُونَ اور تَتَّبِعُ)۔

يَتَّبِعُونَ: جمع مذکر غائب مضارع منفی۔ اِتِّبَاعٌ مصدر افعال نہیں پیچھے کرتے پ ۳/۱۴ (دیکھو نَتَّبِعُهُمْ)۔

يَتْبَعُهَا: واحد مذکر غائب مضارع۔ تَبْعٌ مصدر (سمع) ھا ضمیر مفعول اس کے پیچھے آئے پ ۳/۴ (دیکھو نَتَّبِعُ مِلَّتَهُمْ اور تَبِعُوا)

يَتَّبِعُهُمْ: واحد مذکر غائب اتباع سے ھُم ضمیر مفعول۔ ان کا اتباع کرتے ہیں ان کے پیچھے چلتے ہیں۔ پ ۱۹/۱۵

يَتَبَوَّءُ: واحد مذکر غائب مضارع تَبَوُّءٌ مصدر (تفعل) اترے رہے جگہ پکڑے پ ۱۳/۱ دیکھو مُبَوَّءٌ اور تَبَوَّءُوا)

يَتَبَيَّنَ: واحد مذکر غائب مضارع تَبَيُّنٌ مصدر تفعل ظاہر ہو جائے کھل جائے پ ۱۰/۷ پ ... پ ۲۵/۱ (دیکھو تَبَيَّنَ اور نُبَيِّنَ)

يَتَجَرَّعُهُ: واحد مذکر غائب مضارع تَجَرُّعٌ مصدر (تفعل) ہٗ ضمیر مفعول اسکو گھونٹ گھونٹ کر کے پئے گا۔ پ ۱۳/۱۵۔

جَرَعٌ مصدر (سمع) گھونٹ گھونٹ پینا

جَرْعٌ مصدر (نصر و سمع) غٹ غٹ پانی پینا جُرْعَةٌ گھونٹ تَجْرِيعٌ (تفعیل) کسی کو غصہ یا کوئی چیز پلانا تَجَرُّعٌ (تفعل) غصہ یا کوئی چیز گھونٹ گھونٹ کر کے پینا اِجْتِرَاعٌ (افتعال) کسی چیز کو پانی میں غرق کرنا۔

يَتَجَنَّبُهَا: واحد مذکر غائب مضارع تَجَنُّبٌ

مصدر (تفعل) ہ ضمیر مفعول۔ اس کو ترک کرتا ہے
اس سے دور ہوتا ہے یعنی اس کی طرف
توجہ نہیں کرتا۔ ۳۰/۱۲ ۔
جَنْبٌ مصدر (نصر) کسی چیز کو کسی سے
دور کرنا دفع کرنا کسی کے پہلو پہ مارنا۔ گھوڑے
کو کوتل بنانا۔ جَنَابَۃٌ مصدر (نصر) آرزومند
ہونا غریب الوطن ہونا۔ (ضرب سمع) جنب
ہونا دور ہونا جَنَبَ اِلَیْہِ (نصر سمع) کسی کے
لئے بے قرار ہوا اَجْنَبَہٗ اِیَّاہُ (افعال) اسکو
اس سے دور رکھا جَنَّبَہٗ (تفعیل) اس سے دور
ہوا اور دور کیا تَجَنَّبَ (تفعل) اسکو دور
کیا اس سے دور ہوا یا اِجْتَنَبَ (افتعال) دور
ہوا پرہیز کیا۔ کنارہ پر ہو گیا مُجَانَبَۃٌ (مفاعلۃ)
ہم پہلو ہونا اور دور ہونا۔

یَتَحَاجُّوْنَ جمع مذکر غائب مضارع تَحَاجُجٌ
مصدر (تفاعل) باہم جھگڑا کریں گے ۲۴/۱۰
(دیکھو تحاجون اور حاججتم)

یَتَحَاکَمُوْا جمع مذکر غائب مضارع تَحَاکُمٌ
مصدر (تفاعل) فیصلہ کرانے کے لئے وہ
باہمی جھگڑے لے جائیں ۵/۴ (دیکھو حکمتم
حکم تحکموا)

یَتَخَافَتُوْنَ جمع مذکر غائب مضارع تَخَافُتٌ
مصدر (تفاعل) چپکے چپکے باتیں کرتے ہوئے ۱۶/۱۴
۲۹/۳ چپکے چپکے کہیں گے۔
خَفْتٌ مصدر (نصر) چپکے چپکے خفیہ بات
کرنی خُفُوْتٌ (نصر) آرام کرنا اور چپ ہو جانا
خُفَاتٌ (نصر) اچانک مرجانا۔ مُخَافَتَۃٌ (مفاعلۃ)
اور تَخَافُتٌ (تفاعل) خفیہ چپکے چپکے بات کہنا
خَافِتٌ بغیر پانی کا ابر خَفُوْتٌ لاغر عورت
تنہائی پسند عورت۔

یَتَخَبَّطُہٗ واحد مذکر غائب مضارع تَخَبُّطٌ
مصدر (تفعل) ہ ضمیر مفعول۔ اسکو پاگل بنا دیتا
ہے ۳/۲ خَبْطَۃٌ زکام۔ تھوڑی چیز۔ کچا خَبَطٌ
خِبْطَۃٌ ٹکڑے ٹکڑے گروہ گروہ خباط غبار
خُبَاطٌ خبطی ہونے کی بیماری یعنی ایک قسم کا
پاگل پن مَخْبُوْطٌ زکام زدہ۔
خَبَطَ الشَّجَرَۃَ (ضرب) لاٹھی سے درخت کے
پتے توڑے خَبَطَہٗ اس کو خوب مارا خَبَطَ
الْقَوْمَ بِسَیْفِہٖ تلوار سے قوم کو کاٹ دیا۔
خَبَطَہُ الشَّیْطَانُ جن نے اسکو پاگل کر دیا خَبَطَ
زَیْدٌ زید کھڑا ہو گیا خَبَطَ زَیْدًا زید کے ساتھ
احسان کیا۔ خبط کے معنی کسی کام کو اندھا دھند کرنے کے

بھی ہیں تَخَبُّطٌ (تفعل) پاگل کی طرح بنا دینا کہ اٹھنے کا ارادہ کرے پھر گر پڑے پھر اٹھے پھر گر پڑے آیت میں یہی معنی مراد ہے۔

یَتَّخِذْ : واحد مذکر غائب مجزوم مضارع اِتِّخَاذٌ مصدر (افتعال) پ ۵/۱۵ مثبت بنا لیگا پ ۵/۱۲ پ ۱۸/۱۶ منفی نہیں بنالیا۔

یَتَّخِذَ : واحد مذکر غائب نہی اِتِّخَاذٌ مصدر (افتعال) پ ۳/۱۱ نہ بنائیں اصل میں لَا یَتَّخِذْ تھا وصل کی وجہ سے ذال کو مکسور کر دیا۔

یَتَّخِذَ : واحد مذکر غائب منصوب مضارع اِتِّخَاذٌ (افتعال) پ ۳/۱۵ منفی نہیں بنائینگے پ ۵ بنائے پ ۱۶/۹،۵ کہ بنالے پ ۱۹/۳ کہ اختیار کرے پ ۲۱/۱۰ بنائے پ ۲۳/۱۵ پ ۲۵/۵ کہ بنالے ان تمام آیات میں مثبت ہے

یَتَّخِذُ واحد مذکر غائب مضارع مرفوع اِتِّخَاذٌ سے۔ پ ۴/۲ پ ۱۱/۱ بناتا ہے قرار دیتا ہے۔ (دیکھو مُتَّخِذَ)

یَتَّخِذُوْا جمع مذکر غائب مضارع مجزوم و منصوب اِتِّخَاذٌ سے۔ پ ۴/۶ کہ بنالیں اور اختیار کرلیں پ ۹/۱ ۲ نہیں بنالیتے ہیں ۲ بنالیتے ہیں پ ۱۰/۸ نہ بنایا پ ۱۶/۳ کہ بنالیں گے۔

یَتَّخِذُوْنَ جمع مذکر غائب مضارع مرفوع اِتِّخَاذٌ سے پ ۵/۱۲ وہ بناتے ہیں۔

یَتَّخِذُوْنَکَ : جمع مذکر غائب مضارع منفی کَ ضمیر مفعول پ ۱۷/۳ پ ۱۹/۲ وہ تجھے نہیں بناتے ہیں۔ (دیکھو مُتَّخِذَ)

یَتَخَطَّفُ : واحد مذکر غائب مضارع مجہول تَخَطُّفٌ مصدر (تفعل) جھپٹ لئے جاتے ہیں اچک لئے جاتے ہیں۔ پ ۲۱/۲۔

یَتَخَطَّفَکُمْ : واحد مذکر غائب مضارع معروف تَخَطُّفٌ مصدر (تفعل) کُمْ ضمیر مفعول کہ تم کو اچک لیں جھپٹ لیں۔ پ ۹/۱۷۔

خَطْفٌ بیماری کا زوال مَا مِنْ مَرَضٍ اِلَّا وَلَہٗ خَطْفٌ ہر بیماری کی شفا ہے بَرْقٌ خَاطِفٌ نگاہ کو خیرہ کر دینے والی بجلی رَجُلٌ مَخْطُوْفُ الْحَشَا اور اَخْطَفُ الْحَشَا لگے ہوئے پیٹ والا آدمی خَطْفٌ مصدر متعدی (سمع سے زیادہ ضرب سے کم یا غیر فصیح) جھپٹ لینا بجلی کا نظر کو خیرہ کر دینا خَطَفَانٌ مصدر لازم (سمع) تیز جانا تَخَطُّفٌ (تفعل) اِخْتِطَافٌ (افتعال) جھپٹ لینا اچک لینا اُخْتُطِفَتِ الْحُمّٰی اسکو بخار نے چھوڑ دیا (دیکھو خَطِفَ خَطْفَۃً تَخَطَّفَ)

یَتَخَلَّفُوْا : جمع مذکر غائب مضارع تَخَلُّفٌ

مصدر (تفعل) کہ پیچھے رہجاتے پ ۱۱/۱۴ (دیکھو مُخَلَّفٌ)
یَتَخَیَّرُوْنَ جمع مذکر غائب مضارع تَخَیُّرٌ
مصدر (تفعل) وہ پسند کریں گے پ ۲۷/۱۴ ۔
تَخَیُّرٌ (تفعل) پسند کرنا۔ انتخاب کر لینا۔
تَخْیِیْرٌ (تفعیل) اختیار دینا فضیلت دینا
اِخْتِیَارٌ (افتعال) پسند کرنا انتخاب کرنا اپنی مرضی
سے کسی چیز کو لے لینا۔
خَارَ الشَّیْءَ (ضرب) اس چیز کو اختیار کیا۔
اگر دوسرے مفعول پر عَلٰی ہو تو فضیلت دینے کا
معنی ہوتا ہے جیسے خَارَ الرَّجُلَ عَلٰی غَیْرِہٖ
اس آدمی کو دوسروں پر فضیلت دی۔
خِیَرَۃٌ خِیْرَۃٌ ---- اور خَیْرٌ مصدر ہیں
(باقی دیکھو خَیْرٌ، الخیرۃ، مختار)
یَتَدَبَّرُوْنَ: جمع مذکر غائب مضارع منفی
تَدَبُّرٌ مصدر (تفعل) (کیا) وہ غور نہیں
کرتے پ ۵/۸ پ ۲۶/۷ (دیکھو مدبرًا اور المدبرات)
یَتَذَکَّرُ: واحد مذکر غائب مضارع تَذَکُّرٌ مصدر
(تفعل) نصیحت پکڑتا ہے پ ۱۳/۹ پ ۱۶/۱۱ پ ۲۲/۱۶ پ ۲۳/۱۲،۱۵
پ ۲۴/۷ پ ۳۰/۱۲،۱۴ (دیکھو ذِکر، ذِکرٰی، مُذَکِّرٌ، مَذکورًا)
یَتَذَکَّرُوْنَ: جمع مذکر غائب مضارع
تَذَکُّرٌ مصدر۔ وہ نصیحت پکڑتے ہیں۔ پ ۲/۱۱ پ ۱۳/۱۶

پ ۲۰/۸،۹ پ ۲۳/۱۲ پ ۲۵/۱۶ ۔
یَتِرَ: واحد مذکر مضارع منصوب منفی وَتْرٌ
مصدر (ضرب) وہ ہرگز کم نہ دیگا کمی نہیں
کریگا نہیں کاٹے گا۔ پ ۲۶/۸ (دیکھو اَلْوِتْرِ)
یَتَرَاجَعَا: تثنیہ مذکر غائب مضارع تَرَاجُعٌ
مصدر (تفاعل) کہ (عدت کے بعد نکاح کی طرف)
لوٹ جائیں پ ۲/۱۳ (دیکھو مَرْجِعُکُم)
یَتَرَبَّصُ: واحد مذکر غائب مضارع
تَرَبُّصٌ مصدر (تفعل) وہ انتظار کرتا ہے وہ
راہ دیکھتا ہے پ ۱۱/۱ (دیکھو مُتَرَبِّص)
یَتَرَبَّصْنَ: جمع مؤنث غائب مضارع
بمعنی امر غائب تَرَبُّصٌ سے (نکاح سے) لوگ کے
رہیں، منتظر رہیں پ ۲/۱۲،۱۴ ۔
یَتَرَبَّصُوْنَ: جمع مذکر غائب مضارع تَرَبُّصٌ
سے منتظر رہتے ہیں۔ پ ۵/۱۷ ۔
یَتَرَدَّدُوْنَ: جمع مذکر غائب مضارع تَرَدُّدٌ
مصدر (تفعل) ڈانوا ڈول رہتے ہیں پ ۱۰/۱۳
(دیکھو مَرَدٌّ)
یَتَرَقَّبُ: واحد مذکر غائب مضارع
تَرَقُّبٌ مصدر (تفعل) خفیہ طور لگاتا ہوا
پ ۲۰/۵ (دیکھو مُرْتَقِبُوْنَ)

يُتْرَكُ : واحد مذکر غائب مضارع مجہول
تَرْكٌ سے (نصر) کہ وہ چھوڑ دیا جائیگا پ ۲۹ / ۱۸
(دیکھو نَتْرُكُ)

يُتْرَكُوا : جمع مذکر غائب مضارع مجہول
تَرْكٌ سے (نصر) کہ وہ چھوڑ دیے جائینگے۔
پ ۳۰ / ۱۴ - (دیکھو مَتْرُوكٌ)

يَتَزَكّٰى : واحد مذکر غائب مضارع تَزَكِّي
مصدر (تفعل) پاک ہوتا ہے پ ۲۲ / ۱۵ پاک ہو جائے
پ ۳۰ / ۱۷ (دیکھو تَزَكّٰى اور زَكّٰهَا)

يَتَسَاءَلُوا : جمع مذکر غائب مضارع منصوب
تَسَاؤُلٌ مصدر (تفعل) کہ باہم پوچھ گچھ کریں
پ ۱۵ / ۱۵ (دیکھو مَسْئُولًا اور نَسْأَلُ)

يَتَسَاءَلُونَ : جمع مذکر غائب مضارع تَسَاؤُلٌ
مصدر (تفعل) پ ۱۸ / ۶ پ ۲۰ / ۱۰ باہم پریشان حال ہونگے
پ ۲۳ / ۶ پ ۲۶ / ۳ پ ۲۹ / ۱۶ پ ۳۰ / ۱ باہم ایک دوسرے سے پوچھیگا
(دیکھو مَسْئُولًا اور نَسْأَلُ)

يَتَسَلَّلُونَ : جمع مذکر غائب مضارع تَسَلُّلٌ
مصدر (تفعل) وہ کھسک جاتے ہیں پ ۱۸ / ۱۵
(نصر) اِسْتِلَالٌ (افتعال) تلوار سونتنا اِنْسِلَالٌ
(انفعال) اور تَسَلُّلٌ (تفعل) چپکے سے کھسک جانا
سرک جانا۔ سليل بچہ سليلة لڑکی سَلَالَةٌ

نسل - خلاصہ۔

يَتَسَنَّهْ : واحد مذکر غائب مضارع باب (تفعل)
باوجود برسیں گزر جانے کے وہ خراب نہیں ہوا پ ۳ / ۲
حمزہ، کسائی اور یعقوب نے يَتَسَنَّهْ کی هَا
کو هَا سکتہ قرار دیتے ہوئے وصل کی حالت میں
حذف کرنا ضروری قرار دیا ہے ان علماء کے
نزدیک اصل لفظ يَتَسَنَّ ہے جسکی اصل يَتَسَنّٰى تھی حالت
جزم میں يَتَسَنَّ ہو گیا اس قول پر یہ لفظ سَنَةٌ
سے ماخوذ ہوگا جس کی اصل سَنَوَةٌ تھی۔
ابو عمرو نے کہا تَسَنِّي (تفعل) کی اصل تَسَنُّنٌ
تھی اور تَسَنُّنٌ کا معنی ہے تغیر اسی مادہ سے
مَسْنُونٌ آیا ہے۔ آیت میں ہے حَمَاٍ مَّسْنُونٍ
دوسرے علماء قائل ہیں کہ هَا اصلی ہے وقف اور
وصل ہر حالت میں باقی رہتی ہے اس قول پر بھی
یہ لفظ سنت سے ماخوذ ہوگا لیکن سَنَةٌ کی اصل
سَنْهَةٌ تھی کیونکہ تصغیر میں سُنَيْهَةٌ کہا جاتا
ہے اسی مادہ سے سَنِهَ (ماضی سمع) اور سَانَهَ
(ماضی مفاعلہ) آتی ہے (معالم و روح)
(باقی تشریح کے لئے مَسْنُونٍ)

يَتَضَرَّعُونَ : جمع مذکر غائب مضارع
تَضَرُّعٌ مصدر (تفعل) پ ۷ / ۱۱ عاجزی کرتے ہیں

۱۸/۸ گڑگڑاتے ہیں۔ (دیکھو تضرعوا اور تضرعا)

یَتَطَهَّرُوا: جمع مذکر غائب مضارع تَطَهُّرٌ مصدر (تفعل) اَن ناصبہ کی وجہ سے مضارع بمعنی مصدر ہوگیا۔ پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں ۱۱/۲ (دیکھو

یَتَطَهَّرُونَ: جمع مذکر غائب مضارع تَطَهُّرٌ مصدر ۸/۱۷ ۱۹/۱۹ پاک صاف بنتے ہیں

یَتَعَارَفُونَ: جمع مذکر غائب مضارع تَعَارُفٌ مصدر (تفاعل) باہم ایک دوسرے کو پہچانے گا ۱۱/۱۰۔

(دیکھو حروف تعریف عَرَّفَهَا)

یَتَعَدَّ: واحد مذکر غائب مضارع اصل میں یَتَعَدّٰی تھا (جو) حدود (الٰہیہ) سے تجاوز کریگا ۲/۱۲ ۴/۱۳ ۲۸/۱۷ (دیکھو عُدْوَانَ)

یَتَعَلَّمُونَ: جمع مذکر غائب مضارع تَعَلُّمٌ مصدر (تفعل) وہ سیکھتے تھے ۱/۱۲ (دیکھو عَلَّمَ عَلَّمَ، مُعَلَّمٌ، مَعْلُومٌ، تَعَلُّمٌ)

یَتَغَامَزُونَ: جمع مذکر غائب مضارع تَغَامُزٌ مصدر (تفعل) آنکھوں سے اشارہ کرتے ہیں۔ ۳۰/۸۔

یَتَغَیَّرْ: واحد مذکر غائب مضارع منفی بمعنی ماضی منفی تَغَیُّرٌ مصدر (تفعل) نہیں بگڑا ہو گا ۲۶/۶ (دیکھو مُغَیِّرًا اور غَیَّرَ)

یَتَفَجَّرُ: واحد مذکر غائب مضارع تَفَجُّرٌ مصدر (تفعل) پھوٹ کر نکلتی ہیں ۱/۹۔

(دیکھو فَاجِرًا۔ الفجر)

یَتَفَرَّقَا: تثنیہ مذکر غائب مضارع تَفَرُّقٌ مصدر (تفعل) دونوں الگ الگ ہو جائیں گے ۱۶۔

یَتَفَرَّقُونَ: جمع مذکر غائب مضارع تَفَرُّقٌ مصدر (تفعل) وہ الگ الگ ہو جائیں گے (مومن الگ کافر الگ) ۲۱/۵ (دیکھو مُتَفَرِّقُونَ تَفَرَّقَ اور مادہ ف ر ق)

یَتَفَضَّلَ: واحد مذکر غائب مضارع اَنْ کی وجہ سے بمعنی مصدر (تفعل) وہ (تم سے) بڑا ہونا چاہتا ہے) ۲۸/۲ (دیکھو فَضَّلَ فَضَّلْنَا)

یَتَفَطَّرْنَ: جمع مؤنث غائب مضارع تَفَطُّرٌ مصدر پھٹ جائیں ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں ۱۶/۹ ۲۵/۲ (دیکھو فاطر، مُنفَطِر)

یَتَفَقَّهُوا: جمع مذکر غائب مضارع منصوب تَفَقُّهٌ مصدر (تفعل) تاکہ سمجھ حاصل کرتے رہیں یعنی دین کے مسائل سیکھتے رہیں ۱۱/۴ (دیکھو تفقہ)

یَتَفَکَّرُوْا: جمع مذکر غائب مضارع منفی بمعنی مصدر ہی تَفَکُّر مصدر (کیا) انھوں نے غور نہیں کیا۔ ۹/۱۳ پ ۲۱/۲ (دیکھو فَکَّرَ)

یَتَفَکَّرُوْنَ: جمع مذکر غائب مضارع تَفَکُّر سے وہ غور کرتے ہیں۔ پ ۴/۱۱ ۹/۸ پ ۱۱/۸ ۱۳/۸،۱۲،۱۵ پ ۱۴ پ ۲۱/۶ پ ۲۴/۲ پ ۲۵/۱۸ پ ۲۸/۶۔

یَتَفَیَّؤُا: واحد مذکر غائب مضارع تَفَیُّؤ مصدر (تفعل) فَیْئ مادہ جھکے جاتے ہیں (تھانوی) پ ۱۴/۱۲۔ (دیکھو اَفَاءَ)

یَتَّقِ: اصل میں یَتَّقِی تھا اِتِّقَاء مصدر (افتعال) پ ۳ امر غائب واحد مذکر۔ وہ ڈرے پ ۱۳/۴ پ ۲۸/۷ واحد مذکر غائب مضارع (جو) ڈریگا۔ (دیکھو مُتَّقُوْنَ)

یَتَقَبَّلُ: واحد مذکر غائب مضارع معروف تَقَبُّل مصدر (تفعل) قبول کرتا ہے۔ پ ۶/۹

یُتَقَبَّلُ: واحد مذکر غائب مضارع مجہول مجزوم تَقَبُّل سے قبول نہیں کیا گیا۔ پ ۶/۹

یُتَقَبَّلَ: واحد مذکر غائب مضارع مجہول منصوب۔ ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔ پ ۱/۱۳ (دیکھو تَقَبَّلْ تَقَبَّلَهَا۔ قَابِل)

یَتَّقُوْا: جمع مذکر غائب۔ امر اِتِّقَاء سے وہ ڈرتے رہیں۔ پ ۴/۱۲ (دیکھو متقون)

یَتَّقُوْنَ: جمع مذکر غائب مضارع اِتِّقَاء سے وہ بچتے ہیں پرہیز رکھتے ہیں (یعنی کفر و معصیت سے) پ ۲/۷ پ ۱۶/۱۵ پ ۱۹/۱۹ پ ۲۳/۱۷ بچتے ہیں (یعنی سنیچر کے دن شکار کھیلنے سے) پ ۹/۱۶ ڈرتے ہیں اللہ سے پ ۷/۱۴،۱۲ پ ۹/۱۱،۹ پ ۱۱/۱۲،۶،۳ پ ۳/۱ پ ۲۴/۱۶ نہیں ڈرتے نہیں بچتے پ ۱۰/۳۔ (دیکھو متقون)

یَتَّقْهِ: واحد مذکر غائب مضارع مجزوم اِتِّقَاء سے ہٖ ضمیر مفعول! اللہ سے ڈرتا ہے ڈریگا پ ۱۸/۱۳

یَتَّقِیْ: واحد مذکر غائب مضارع اِتِّقَاء سے (کیا جو) کفر و معصیت سے بچتا ہے پ ۲۳/۱۷ (دیکھو متقون)

یَتَکَبَّرُوْنَ: جمع مذکر غائب مضارع تَکَبُّر سے تکبر کرتے ہیں پ ۹/۲ (دیکھو متکبر)

یَتَکَلَّمُ: واحد مذکر غائب مضارع تَکَلُّم سے وہ بولتا ہے یعنی تعلیم دیتا ہے کہہ رہا ہے پ ۲۱/۱۷۔ (دیکھو تکلّم)

یَتَکَلَّمُوْنَ: جمع مذکر غائب مضارع منفی تَکَلُّم سے وہ بات نہیں کرینگے۔ پ ۳۰/۲ (دیکھو مُکَلِّم)

یَتَّکِئُوْنَ: جمع مذکر غائب مضارع اِتِّکَاء سے (افتعال) وہ تکیہ لگایا کرینگے پ ۲۵/۹ (دیکھو

مُتَکَبِّرُوْنَ)

یَتَلَاوَمُوْنَ: جمع مذکر غائب مضارع تَلَاوُمٌ مصدر (تفاعل) وہ ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے اور بقول مولانا تھانویؒ الزام دینے لگے پ۲۹/۳ (دیکھو لَائِمٍ لَوْمًا لَوْمَۃٌ)

یَتَلَطَّفْ: واحد مذکر غائب امر غائب تَلَطُّفٌ مصدر (تفعل) حسن تدبیر سے کام کرے مخفی دانش سے کام لے۔ پ۱۵/۱۵ (دیکھو لطیف)

یَتَلَقّٰی: واحد مذکر غائب مضارع تَلَقِّیْ مصدر (تفعل) لے لیتے ہیں پ۲۶/۱۶ (دیکھو اُلْقِیَہ اور المتلقیان)

یَتْلُوْا: واحد مذکر غائب مضارع معروف تِلَاوَۃٌ مصدر (نصر) تلاوت کرے پڑھے پ۱/۱۵ پ۲/۹ پ۳۰/۲۳ تلاوت کرتا ہے پڑھتا ہے پ۲/۲ پ۱۲/۸ تِلْوٌ مصدر (نصر) پیچھے چلتا ہے ساتھ رہتا ہے بیضاوی پ۱۲ اگر شاہد سے مراد جبریل ہوں جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ، علقمہؒ، ابراہیم نخعیؒ۔ مجاہدؒ عکرمہؓ ضحاکؒ۔ وغیرہم کا قول ہے تو یَتْلُو کا مصدر تِلْوٌ ہوگا (پیچھے چلنے یا ساتھ ساتھ چلنے کا ترجمہ ہوگا اور اگر شاہد سے مراد رسول اللہ کی زبان مبارک ہو جیسا کہ حسن بصریؒ اور قتادہ کا قول ہے تو اس جگہ بھی یتلو کا مصدر تِلَاوَۃٌ اور ترجمہ دوسری آیات کی طرح پڑھنے کا ہوگا۔ (معالم مع بعض زیادت)

یَتْلُوْنَ: جمع مذکر غائب مضارع معروف تِلَاوَۃٌ سے وہ پڑھتے ہیں پ۱/۱۴ پ۳/۳ پ۱۷/۱۶ پ۲۲/۱۶ پ۲۴/۵

یُتْلٰی: واحد مذکر غائب مضارع مجہول تِلَاوَۃٌ سے پڑھا جاتا ہے اسکی تلاوت کی جاتی ہے پ۵/۱۶ پ۶/۵ پ۱۵/۱۲ پ۱۷/۱۱ پ۲۰/۹ پ۲۱/۱ پ۲۶/۱ تینوں الفاظ کی تنقیح کے لئے دیکھو نَتْلُوْا)

یُتِمَّ: واحد مذکر غائب مضارع اِتْمَامٌ مصدر (افعال) اَنْ مصدری کی وجہ سے بمعنی مصدر پورا کرنا۔ انتہا کو پہنچا دینا پ۲/۱۴ پ۶/۶ پ۱۰/۱۱ پ۱۲/۱۱ پ۱۴/۱۴ پ۲۶/۹ (دیکھو مُتِمٌّ)

یَتَمَاسَّا: تثنیہ مذکر غائب مضارع اَنْ کی وجہ سے بتاویل مصدر تَمَاسٌّ مصدر (تفاعل) مَسٌّ مادہ دونوں کے مس کرنے سے (پہلے) دونوں کے ملنے یا چھونے سے (پہلے) امام شافعی کے نزدیک مس کرنے سے مراد ہے جماع کرنا امام اعظم کے نزدیک ہر قسم کا لگاؤ مراد ہے۔ جماع ہو یا صرف ہاتھ سے چھونا یا باشتہار شہوت صنفی شرمگاہ کو دیکھنا (مدارک) پ۲۸/۱۔

یَتَمَنَّوْا: جمع مذکر غائب مضارع مجزوم

تَمَتُّعٌ مصدر (تفعل) مزہ اڑاتے رہیں (دنیا میں) فائدہ حاصل کرتے رہیں۔ ۱۴ (دیکھو تَمَتَّعَ اور مَتَّعْنَا اور مَتَاعٌ)

يَتَمَتَّعُوْنَ: جمع مذکر غائب مضارع تَمَتُّعٌ سے (تفعل) فائدہ حاصل کرتے ہیں (دنیا میں) مزہ اڑاتے ہیں ۲۶ (دیکھو تَمَتَّعْ مَتِّعْ مَتَّعْنَا)

يَتَمَطّٰى: واحد مذکر غائب مضارع تمطی مصدر (تفعل) غرور سے اکڑتا ہوا۔ ناز سے مٹکتا ہوا۔ ۲۹/۱۸۔

مَطَايَاتٌ اَمْطَاءٌ جمع مَطِيَّةٌ سواری بوجھ مَطَايَا اور مَطِيٌّ اور اَمْطَاءٌ جمع مَطْوَاءٌ تاؤ۔ اکڑ مَطْوٌ اور مِطَاءٌ مصدر (نصر) تاؤ کرنا۔ زور سے چلنا جلد چلنا۔ آنکھ کھولنا ٹہلنا۔ آہستہ خرامی کرنا اِمْطَاءٌ جانور پر بوجھ لادھنا تَمَطِّيْ اکڑنا۔ اینٹھ کر چلنا کھیلنا۔ ٹہلنا اِمْتِطَاءٌ (افتعال) جانور پر بوجھ لادھنا

يَتَمَنَّوْا: جمع مذکر غائب مضارع منفی منصوب تَمَنِّيْ مصدر (تفعل) وہ ہرگز آرزو نہیں کرینگے ۱ (دیکھو تمنی تَمَنَّوْا)

يَتَمَنَّوْنَهٗ: جمع مذکر غائب مضارع منفی تَمَنِّيْ مصدر (تفعل) ہ ضمیر مفعول وہ اسکی تمنا نہیں کرینگے وہ اسکو دل سے نہیں چاہیں گے (حوالۂ مذکورہ) ۲۸/۱۱

يَتَنَاجَوْنَ: جمع مذکر غائب مضارع تَنَاجِيْ مصدر (تفاعل) وہ آپس میں سرگوشی کرتے ہیں ۲۸ (دیکھو تناجی)

يَتَنَازَعُوْنَ: جمع مذکر غائب مضارع تَنَازُعٌ مصدر (تفاعل) ۱۵/۱۵ باہم اختلاف کر رہے تھے یعنی انکے کہ (اگر) عمارت بنانے کے سلسلہ میں کافروں اور مومنوں کی رائے میں اختلاف تھا مومن اس جگہ مسجد بنانا چاہتے تھے اور کافر کوئی دوسری عمارت (ابن عباسؓ) عکرمہ کے نزدیک یہ مطلب ہے کہ وہ لوگ مرنے کے بعد حشر (بعث) کے متعلق مختلف رائے رکھتے تھے کوئی کہتا تھا بعث صرف روحانی ہوگا دوبارہ جسم نہیں دیا جائیگا کوئی حشر جسمانی کا بھی قائل تھا اللہ نے انکو آنکھوں سے دکھا دیا کہ حشر جسمانی ہوگا۔

ایک ضعیف قول یہ بھی ہے کہ تنازع سے مراد ہے غار میں سوتا رہنے کی مدت میں اختلاف (البغوی و بعض از مدارک و روح) ۲۳/۲ باہم (بطور تفریح) چھین جھپٹ کرینگے ایک لیگا دوسرا دیگا۔ (دیکھو النازعات نَزَعَ نَزْعٌ نزاعۃ)

يَتَنَافَسِ : واحد مذکر غائب امر غائب وصل
کی وجہ سے مکسور کردیا گیا۔ تَنَافُسٌ مصدر
(تفاعل) ایک دوسرے سے بڑھ کر حرص
کریں ۸۳/۳۰ ۔ (دیکھو اَلْمُتَنَافِسُوْنَ)

يَتَنَاهَوْنَ : جمع مذکر غائب مضارع منفی
تَنَاهِي مصدر (تفاعل) آپس میں ایک دوسرے کو
نہیں روکتے تھے ۵/۱۵ ۔ دیکھو اَلنَّاهُوْنَ اور
نَهَوْا)

يَتَنَزَّلُ : واحد مذکر غائب مضارع تَنَزُّلٌ
مصدر (تفعل) اترتا ہے نازل ہوتا ہے ۶۵/۲۸
(دیکھو نَزَّلَ اور مُنَزَّلٌ اور تَتَنَزَّلُ)

يَتَوَارٰى : واحد مذکر غائب مضارع تَوَارِي
مصدر (تفاعل) چھپتا ہے، چھپا جاتا ہے۔
۱۶/۱۴ ۔ (دیکھو المورِيات اور وراء)

يَتُوْبَ اور يَتُوْبُ } واحد مذکر غائب مضارع تَوْبٌ
مصدر (نصر) ۲/۱۱ ۸/۱۰ ۹/۱۰ ۲/۱۱
اللہ اپنی طرف لوٹنے کی توفیق دیدے ۴/۱۰ ۶/۱۴
۲/۱۹ ۲۲/۶ توبہ قبول فرماتا ہے، بندہ کے حال
پر رحمت کیساتھ رجوع فرماتا ہے ۲/۵ تم پر رحم
کرے یعنی گناہ سے طاعت کی طرف لوٹاتا ہے
۱۹/۴ لوٹتا ہے رجوع کرتا ہے (دیکھو مَتَاب)

يَتُوْبُوْا : جمع مذکر غائب مضارع تَوْبٌ سے
(اگر) وہ توبہ کرلیں ۹/۱۶ کہ وہ توبہ کرلیں ۲/۱۱
توبہ نہیں کی ۸۵/۳۰ ۔

يَتُوْبُوْنَ : جمع مذکر غائب مضارع۔ تَوْبٌ سے
توبہ کرلیں ۱۳/۹ وہ کیوں توبہ نہیں کرتے ۱۳/۵
۵/۱۱ توبہ نہیں کرتے۔ (دیکھو مَتَاب)

يَتَوَفَّوْنَ : جمع مذکر غائب مضارع مجہول
تَوَفِّي مصدر (تفعل) مرجائیں۔ وفات پائیں
۲/۱۴، ۱۵ (دیکھو المُوفُون مُتَوَفِّيكَ)

يَتَوَفّٰهُمْ : جمع مذکر غائب مضارع معروف
تَوَفِّي مصدر (تفعل) هُمْ ضمیر مفعول انکی جان
لینے کے لئے ۔ ۴/۱۱ ۔

يَتَوَفّٰى : واحد مذکر غائب مضارع معروف
تَوَفِّي مصدر تفعل اسے جان نکالتے ہیں ۲۴/۲
لے لیتا ہے۔ قبض کرلیتا ہے۔

يُتَوَفّٰى : واحد مذکر غائب مضارع مجہول
تَوَفِّي مصدر (تفعل) مرجاتا ہے یعنی جوانی سے
پہلے وفات پاجاتا ہے۔ ۱۷/۸ ۲۴/۱۲ ۔

يَتَوَفّٰكُمْ : واحد مذکر غائب مضارع معروف
تَوَفِّي مصدر (تفعل) كُمْ ضمیر مفعول۔ تمہاری جانوں
کو لے لیتا ہے لے لیگا ۱۳/۶ ۱۱/۱۶ ۱۴/۱۵ ۲۱/۱۴ (دیکھو

(الموفون اور متوفیک)

يَتَوَفَّاهُنَّ : واحد مذکر غائب مضارع معروف تَوَفِّی مصدر (تفعل) هُنَّ ضمیر مفعول انکی جانوں کو موت کے فرشتے لے لیں۔ پ۴/۱۲ ۔ (دیکھو الموفون اور متوفیک)

يَتَوَكَّلْ : واحد مذکر غائب مضارع مجزوم تَوَکُّل سے جو بھروسہ کرتا ہے پ۱۰/۴ پ۲۸/۱۷ امر غائب بھروسہ کرے پ۴/۸،۴ پ۱۰/۹ پ۱۳/۱۳ پ۱۳/۱۴۰۲ پ۲۸/۱۶۰۲ ۔

يَتَوَكَّلُ : واحد مذکر غائب مضارع مرفوع بھروسہ کرتا ہے پ۲۴/۱ ۔ (دیکھو المتوکلون)

يَتَوَكَّلُوْنَ : جمع مذکر غائب مضارع توکل سے بھروسہ کرتے ہیں۔ توکل کرتے ہیں پ۹/۱۵ پ۱۴/۱۹،۱۲ پ۲۱/۲ پ۲۵/۵ (دیکھو المتوکلون)

يَتَوَلَّ : واحد مذکر غائب مضارع مجزوم تَوَلِّی سے (تفعل) اصل میں يَتَوَلّٰی تھا۔ پ۶/۱۲ جو محبت کرتا ہے دوستی کرتا ہے پ۲۶/۱۰ پ۲۷/۱۹ پ۲۸/۷ جو منہ موڑیگا اعراض کریگا۔ پیٹھ پھیریگا۔

يَتَوَلَّوْا : جمع مذکر غائب مضارع مجزوم تَوَلِّی سے منہ موڑتے ہیں۔ پیٹھ پھیر لیتے ہیں پ۱/۱۳

يَتَوَلَّوْنَ : جمع مذکر غائب مضارع مرفوع تَوَلِّی سے پ۶ منہ موڑ لیتے ہیں (رجم کے حکم سے اعراض کرتے ہیں) پ۶/۱۵ دوستی رکھتے ہیں (یعنی مکہ کے کافروں سے)

يَتَوَلَّوْنَهٗ : جمع مذکر غائب مضارع تَوَلِّی سے ہٗ ضمیر مفعول اس سے دوستی رکھتے ہیں پ۱۴/۱۹ (دیکھو تولّٰی، تُوَلِّہٖ۔ مُوَلِّیھا)

يَتَوَلَّهُمْ : واحد مذکر غائب مضارع مجزوم هُمْ ضمیر مفعول جو ان سے دوستی کریگا پ۶/۱۲ پ۱۰/۹ پ۲۸/۸

يَتَوَلَّى : واحد مذکر غائب مضارع تَوَلِّی سے پیٹھ پھیر لیتا ہے پ۳/۱۱ پ۱۸/۱۲ پسند کرتا ہے۔ دوست رکھتا ہے۔ پ۹/۱۴ ۔ (دیکھو حوالہ مذکورہ)

اَلْيَتِيْمُ : صیغہ صفت منصوب معرفہ واحد۔ الیتامٰی جمع وہ نابالغ بچہ جس کا باپ مرگیا ہو پ۳۰/۳۲،۱۸،۱۴

اَلْيَتِيْمِ : صیغہ صفت مجرور معرفہ واحد اَلْیَتَامٰی جمع. وہ نابالغ بچہ جسکا باپ مرگیا ہو پ۸/۶ پ۱۵/۴

يَتِيْمًا : صیغہ صفت منصوب نکرہ یَتَامٰی جمع وہ نابالغ بچہ جسکا باپ مرگیا ہو پ۳۰/۱۸،۱۵

يَتِيْمَيْنِ : صیغہ صفت تثنیہ مجرور یَتَامٰی جمع دو یتیم (لڑکے) پ۱۶/۱ (دیکھو الیتامی)

يَتِيْهُوْنَ : جمع مذکر غائب مضارع تَيْه مصدر (ضرب) سرگرداں گھومتے رہیں گے پ۶/۸

تِیہٌ شیخی، بلندی حوصلہ، شرافت طبع۔ تِیۡہٌ دقِ بیابان، گمراہی، اَتۡیَاہٌ اور اَتَاوِیۡہُ جمع اَرۡضٌ تَیۡہٌ وہ زمین جس میں مسافر گم ہو جائے تَیۡہَاءُ مَتِیۡہَۃٌ اور مُنۡتِہَۃٌ کا بھی یہی معنی ہے تاہ قَصۡرُہٗ اس کا محل اونچا ہو گیا۔ تِیۡہٌ مصدر (ضرب) شیخی مارنا تَائِہٌ، تَیۡہَانٌ، تَیَّاہٌ شیخی مار نیوالا تَیۡہٌ تِیۡہٌ تَیۡہَانٌ مصادر (ضرب) راستہ بھول جانا سرگرداں گھومنا تَیَّاہٌ تَیۡہَانٌ سرگردان تَتۡیِیۡہٌ (تفعیل) سرگردان کر دینا۔

فصل الثّاء المُثَلَّثَۃ

یُثَبِّتۡ: واحد مذکر غائب مضارع مجزوم تَثۡبِیۡتٌ مصدر (تفعیل) جمائے رکھیگا پ ۲۶/۵

یُثَبِّتُ واحد مذکر غائب مضارع مرفوع تَثۡبِیۡتٌ سے جمائے رکھتا ہے مضبوط رکھتا ہے پ ۱۳/۱۶

یُثَبِّتَ واحد مذکر غائب مضارع منصوب تَثۡبِیۡتٌ سے جما دے پ ۹/۱۶ ثابت قدم رکھے پ ۱۳/۲

یُثۡبِتُوۡکَ: جمع مذکر غائب مضارع اِثۡبَاتٌ مصدر (افعال) تاکہ تم کو قید کر لیں۔ گرفتار کر لیں باندھ لیں۔ پ ۹/۱۸۔

یُثۡبِتُ: واحد مذکر غائب مضارع اِثۡبَاتٌ سے باقی رکھتا ہے قائم رکھتا ہے۔ برقرار رکھتا ہے۔ پ ۱۳/۱۲ (دیکھو نُثَبِّتُ)

یُثۡخِنَ: واحد مذکر غائب مضارع اِثۡخَانٌ مصدر (افعال) کثرت سے خون بہا دے پ ۱۰/۵ ثَخِیۡنٌ بردبار۔ بھاری بھر کم آدمی ثَخِیۡنُ السِّلَاحِ ہتھیار بند مسلح ثَوۡبٌ ثَخِیۡنُ النَّسۡجِ گھنی بناوٹ کا کپڑا ثُخُوۡنَۃٌ ثَخَانَۃٌ ثَخَنٌ مصادر ہیں (کرم) موٹا سخت ہونا مُتَثَخِّنَۃٌ موٹی عورت اِثۡخَانٌ فی کسی فعل میں خوب زیادتی کرنا۔ مثلاً اِثۡخَانٌ فِی الۡقَتۡلِ قتل میں زیادتی کرنا اَثۡخَنَتۡہُ الۡجَرَاحَۃُ زخم نے اس کو کمزور کر دیا اِسۡتَثۡخَنَ مِنۡہُ النَّوۡمُ (استفعال) نیند اس پر غالب آگئی۔ (دیکھو اَثۡخَنۡتُمُوۡہُمۡ)

یَثۡقَفُوۡا: جمع مذکر غائب مضارع (سمع) (اگر) وہ تم پر کامیاب ہو جائیں۔ تم پر قابو پا لیں پ ۲۸/۷ (دیکھو تَثۡقَفُنَّہُمۡ)

یَثۡنُوۡنَ: جمع مذکر غائب مضارع ثَنۡیٌ مصدر (ضرب) وہ دُہرا کئے دیتے ہیں۔ پ ۱۱/۱۲ (دیکھو ثَانِیۡ) (مَثَانِیۡ)

فَصْلُ الْجِيْمِ الْمُعجمۃ

يُجَادِلُ: واحد مذکر غائب مضارع مُجَادَلَۃٌ وجِدَالٌ مصدر (مفاعلۃ) وہ جھگڑا کرتا ہے ۵/۱۴ ۲۵/۳۰ ۱۷/۸ ۲۱/۱۲ ۳۴/۶۔

يُجَادِلُ: واحد مذکر غائب مضارع مُجَادَلَۃٌ و جِدَالٌ مصدر (مفاعلہ) نا ضمیر مفعول وہ ہم سے (یعنی ہمارے فرشتوں سے) جھگڑا کرنے لگا ۱۲/۱۲۔

يُجَادِلُوكُمْ: جمع مذکر غائب مضارع منصوب مُجَادَلَۃٌ سے کُمْ ضمیر مفعول کہ وہ تم سے جھگڑا کریں ۳ (دیکھو يُجَادِلُهُمْ)

يُجَادِلُونَ: جمع مذکر غائب مضارع مرفوع مُجَادَلَۃٌ سے وہ جھگڑا کرتے ہیں ۹/۵ ۱۳/۸ ۲۴/۹، ۱۱، ۱۳ ۲۵/۵ (دیکھو جَادِلْهُمْ)

يُجَارُ: واحد مذکر غائب مضارع مجہول منفی إِجَارَۃٌ مصدر (افعال) اسکے خلاف پناہ نہیں دی جاسکتی ۱۸/۵۔

جَوْرٌ اور جَائِرٌ ظالم گمراہ، ٹیڑھا جَارٌ ہمسایہ، پناہ دینے والا، پناہ مانگنے والا، پناہ دیا ہوا شریک تجارت، شوہر، معاہد، مددگار جِيرَانٌ أَجْوَارٌ اور جِيرَۃٌ جمع جوار، کاشتکار جَارَ (نصر) پناہ مانگی جَارَ عَنِ الطَّرِيقِ راستہ سے ٹیڑھا ہوگیا جَارَ عَلَيْہِ اس پر ظلم کیا۔ إِجَارَۃٌ (افعال) پناہ دینا۔ رہائی دینا (متعدی بنفسہ) موڑ دینا۔ پھیر دینا (بواسطہ عن) تَجْوِيزٌ (تفعیل) مارکر زمین پر گرا دینا۔ کسی کو ظالم قرار دینا۔ تَجَوُّزٌ (تفعل) گر پڑنا منہدم ہوجانا۔ ایک پہلو پر لیٹ کر سوجانا اِجْتِوَارٌ (افتعال) ہمسایہ ہوجانا۔ مُجَاوَرَۃٌ جُوَارٌ جِوَارٌ (مفاعلہ) ہمسایہ ہوجانا۔ کسی کی پناہ میں ہوجانا جِوَارٌ پناہ۔ امان۔ کسی کو پناہ دینا مُجَاوَرَۃٌ اعتکاف میں بیٹھنا تَجَاوُرٌ ہمسایہ ہوجانا۔ باہم ایک دوسرے کی پناہ پکڑنا۔ اِسْتِجَارَۃٌ (استفعال) پناہ چاہنا

يَجْأَرُونَ: جمع مذکر غائب مضارع جَأْرٌ اور جُؤَارٌ مصدر (فتح) بے قرار ہوکر فریاد کرنا گائے بیل کا چلانا (سمع) غمگین اور دل گرفتہ ہوجانا جَأَزٌ کبیدگی قلب۔ حلق بند ہونا۔ خراش گلو

يُجَاوِرُونَكَ: جمع مذکر مضارع منفی مُجَاوَرَۃٌ مصدر (مفاعلہ) كَ مفعول۔ وہ تمہارے پڑوس میں (یعنی) (مدینہ میں) نہ رہ سکینگے ۲۲/۵۔

يُجَاهِدُ: واحد مذکر غائب مضارع مُجَاهَدَۃٌ اور جِهَادٌ مصدر (مفاعلہ) وہ کوشش کرتا ہے ۲۰/۱۴

يُجَاهِدُوا: جمع مذکر غائب مضارع منصوب

جِهَادٌ سے جہاد کرنے سے مضارع بتاویل مصدر۔ پ ۱۰ / ۱۷،۱۴

يُجَاهِدُوْنَ: جمع مذکر غائب مضارع جِهَادٌ سے وہ جہاد کرتے ہیں پ ۲ / ۱۲ (دیکھو المجاهدون)

يُجِبْ: واحد مذکر غائب مضارع اِجَابَۃٌ مصدر (افعال) (جو) دعوت قبول نہیں کریگا پ ۲۶ / ۴ (دیکھو مُجِيْب)

يُجْبٰى: واحد مذکر غائب مضارع مجہول جبیٌ جبایۃٌ جبَاوَۃٌ جبوۃٌ مصادر ہیں (ضرب فتح) کھینچکر لائے مولانا تھانوی نے ترجمہ کیا ہے کھینچے چلے آتے ہیں۔ پ ۲۰ / ۹۔

جُبَاجبیٌ جبوۃٌ جبَاوَۃٌ اونٹوں کے پینے کے لئے حوض میں جمع کیا ہوا پانی جبیٌ وصول کرکے جمع کیا ہوا مال۔ جابیۃٌ۔

جبوۃٌ جبایۃٌ جباوۃٌ جبیٌ مصادر (ضرب وفتح) خراج وصول کرنا جبًا اور جبیٌ (ضرب فتح) حوض میں پانی جمع کرنا اِجْبَاءٌ کچی کھیتی فروخت کرنا حدیث میں آیا ہے مَنْ اَجْبٰى فَقَدْ اَرْبٰى جس نے کچی کھیتی بیچی اس نے سودی کام کیا تَجْبِيَۃٌ (تفعیل) رکوع کی شکل بیٹھک کر کھڑا ہونا اِجْتِبَاءٌ چن لینا۔ منتخب کرلینا مال وصول کرنا

حضرت مولانا تھانوی نے یُجْبٰی کا جو ترجمہ کیا ہے اس فقیر کی سمجھ اسکو سمجھنے سے قاصر رہی مولانا کے ترجمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جَبَا یَجْبِی یاجبی یَجْبُا فعل لازم ہے لیکن مجھے لغت کی شہادت اسکے متعلق نہیں ملی شاید مولانا نے حاصل مطلب لکھا یا ترجمہ کو بامحاورہ بنانے کی کوشش فرمائی۔

يَجْتَبِىْ: واحد مذکر فعل مضارع اِجْتِبَاءٌ مصدر (افتعال) چن لیتا ہے منتخب کرلیتا ہے منتخب کرکے لیجاتا ہے۔ پ ۴ / ۵ پ ۲۵ / ۳۔

يَجْتَبِيْكَ: واحد مذکر غائب مضارع اِجْتِبَاءٌ سے ك ضمیر مفعول تجھے منتخب کر رہا ہے پ ۱۲ / ۱۱ (دیکھو يُجْبٰى اور اِجْتَبَيْتَهَا)

يَجْتَنِبُوْنَ: جمع مذکر غائب مضارع اِجْتِنَابٌ مصدر افتعال) پرہیز رکھتے ہیں بچتے ہیں پ ۲۵ / ۶ پ ۲۷ / ۵ يَتَجَنَّبُهَا)

يَجْحَدُ: واحد مذکر غائب مضارع منفی جَحْدٌ وجحودٌ مصدر (فتح) نہیں انکار کرتا ہے پ ۲۱ / ۱۳،۱

يَجْحَدُوْنَ: جمع مذکر غائب مضارع جَحْدٌ وجُحُودٌ مصدر (فتح) انکار کرتے ہیں پ ۷ / ۱۰ پ ۸ / ۱۳ پ ۱۲ / ۱۶ پ ۲۴ / ۱۲،۱۶،۱۸ پ ۲۶ / ۳۔ (دیکھو جَحَدُوْا)

يَجِدْ: واحد مذکر غائب مضارع منفی بمعنی

ماضی اس نے نہیں پایا ب ۸/۱۰ ث ۲/۲ ث ۸/۱۱ ب ۲۹/۱ ب ۳۰/۱۸
مثبت جزا پائیگا ب ۵/۱۱،۱۳ ب ۲۹/۱۱ (دیکھو نَجِدُ)

یَجِدُوْا: جمع مذکر غائب نہی نہ پائیں ب ۵/۶ ب ۱۰/۱۸
امر غائب انکو پانا چاہیے ب ۱۱/۵ مضارع منفی بمعنی
ماضی انہوں نے نہیں پایا ب ۱۵/۱۹ ب ۲۹/۱۰ مستقبل
منفی ہرگز نہیں پائینگے۔ ب ۱۵/۲۰۔

یَجِدُوْنَ: جمع مذکر غائب مضارع منفی۔
نہیں پائینگے ث ۵/۱۵ ب ۶/۴ ب ۲۱/۱۸ ب ۲۲/۵ ب ۲۶/۱۱ نہیں پاتے
ہیں ب ۱۰/۱۶،۱۸ ث ۲۸/۴ نہ پائیں ب ۱۸/۱۰ مثبت شرط اگر
پالیں ب ۱۰/۱۳ مثبت بلا شرط اسکو پاتے ہیں ب ۹/۹
(دیکھو نجد)

یُجِرْکُمْ: واحد مذکر غائب مضارع اِجَارَۃٌ
مصدر (افعال) کُمْ ضمیر مفعول تم کو بچائیگا ب ۲۶/۴ (دیکھو

یَجُرُّہٗ: واحد مذکر غائب مضارع جَرٌّ مصدر
(نصر) ہٗ ضمیر مفعول اسکو کھینچتے ہوئے ب ۹/۸
جَرٌّ مصدر (نصر) کھینچنا۔ گھوڑے کو آہستہ
ہنکانا جَرَّ عَلَیْ (نصر و سمع) کسی پر جرم کھیلانا اَجَرَّ ہٗ
الدَّیْنَ (افعال) کسی کو ادائے قرض کی مہلت دی
مُجَارَّۃٌ (مفاعلۃ) کسی کے ساتھ برابری کرنا کسی
کے حق کی ادائیگی میں تاخیر کرنا کسی پر جرم لگانا
تَجْرِیْرٌ (تفعیل) خوب کھینچنا اِجْتِرَارٌ (افتعال) کھینچنا

اِنْجِرَارٌ (انفعال) کھنچنا اِسْتِجْرَارٌ (استفعال) کسی
کو اپنے پر قابو دینا، تابعدار ہونا۔ کھنچا چلا جانا

یَجْرِمَنَّکُمْ: واحد مذکر غائب نہی بانون تاکید
ثقیلہ جَرْمٌ مصدر (ضرب) کُمْ ضمیر مفعول باعث
نہ بنائے ب ۶/۸ ب ۱۲/۵،۶ (دیکھو المجرم اور مجرمون)

یَجْرِیْ: واحد مذکر غائب مضارع جَرْیٌ جَرَیَانٌ
مصدر (ضرب) چلتا ہے ب ۱۳/۷ ب ۲۱/۱۲ ب ۲۲/۱۴ ب ۲۳/۱۵۔
(دیکھو مجریہا)

یُجْزَیٰ: واحد مذکر غائب مضارع مجہول جَزَاءٌ مصدر
(ضرب) اصل میں یُجْزَیُ تھا۔ اسکو سزا دیجائیگی ب ۵/۱۵

یُجْزَوْنَ: جمع مذکر غائب مضارع مجہول جَزَاءٌ
سے انکو بدلہ دیا جائیگا ث ۵/۱۲ انکو جزا دیجائیگی
ب ۱۹/۴ انکو بدلہ نہیں دیا جائے گا مضارع
منفی ب ۹/۷ ب ۲۲/۱۰۔

یَجْزِیْ: واحد مذکر غائب مضارع مثبت جزا دیسے ب ۲۱
وہ بدلہ دیگا ب ۲/۶ ب ۱۳/۴ ب ۲۴/۱۰ مضارع منفی نہیں بدلہ دیگا

یَجْزِیَ: واحد مذکر غائب مضارع منصوب
تاکہ بدلہ دے ب ۱۳/۱۹ ب ۱۱/۷ ب ۲۱/۸،۱۹ ب ۲۲/۷ ب ۲۵/۱۸۔

یُجْزٰی: واحد مذکر غائب مضارع مجہول منفی
نہیں بدلہ دیا جائیگا ب ۲/۱۲ ب ۲۳/۱۰

یُجْزٰاہُ: واحد مذکر غائب مضارع مجہول۔ ہٗ

ضمیر منصوب۔ بحذف حرف جر یعنی بہ مراد یبتغیہ۔
یجزی کی ضمیر نائب فاعل الجزاء الاوفی مفعول
اسکو اسکی کوشش کی پوری جزا دی جائیگی پ ۲۷/۷
یُجْزِیْهُمْ: واحد مذکر غائب مجزوم هُمْ مفعول
انکو جزا دیگا پ ۳۔
یَجْزِیَهُمْ: واحد مذکر غائب منصوب هُمْ
مفعول تاکہ ان کو بدلہ دے پ ۱۱/۱۴ پ ۱۸/۱۱ پ ۲۴/۱۔
(تمام الفاظ کے لئے دیکھو یجازی)
یَجْعَلَ: واحد مذکر غائب مضارع منصوب
مثبت جَعْلٌ مصدر (فتح) پ ۳/۸ پ ۱۷/۱۴ تاکہ کر دے پ ۲/۶
کہ کر دے پ ۴/۱۴ کر دے پ ۴/۹ مضارع منفی کہ نہ کرے پ ۵/۱۷
ہرگز نہیں کریگا پ ۲۸/۸ کہ کر دے۔ بتاویل مصدر
یَجْعَلُ: واحد مذکر غائب مضارع مرفوع
مثبت جَعْلٌ سے پ ۴/۲ مقرر کرتا ہے پ ۱۱/۱۵ پ ۲۵/۶
پ ۲۹/۱۱ کرتا ہے پ ۲۹/۱۳ کر دیگا پ ۶/۹ عنقریب کر دیگا
یَجْعَلْ: واحد مذکر غائب مضارع مجزوم
مثبت پ ۹/۱۸ پ ۲۷/۲۰ پ ۲۸/۱۷ کر دیگا پ ۱/۱۷ مقرر کر دے بنا دے
منفی بمعنی ماضی پ ۱۵/۱۲ پ ۱۸/۱۱ پ ۳۰/۳ نہیں کیا
یَجْعَلْکُمْ: واحد مذکر غائب مضارع جَعْلٌ سے
کُمْ ضمیر مفعول وہ تم کو بنائیگا۔ کریگا۔ پ ۲۰/۱
یَجْعَلْنِیْ: واحد مذکر غائب مضارع منفی بمعنی

ماضی نِیْ مفعول اس نے مجھے نہیں کیا پ ۱۶/۵۔
یَجْعَلُوْهُ: جمع مذکر غائب مضارع منصوب
هٗ ضمیر مفعول کہ اس کو ڈالدیں۔ پ ۱۲/۱۲۔
یَجْعَلُوْنَ: جمع مذکر غائب۔ مضارع مرفوع
کرتے ہیں قرار دیتے ہیں ٹھیراتے ہیں پ ۱/۲ پ ۱۴/۳،۴،۳۶
یَجْعَلْهُ: واحد مذکر مضارع مجزوم هٗ ضمیر
مفعول اس کو کر دے۔ پ ۷/۱۰۔
یَجْعَلَهٗ: واحد مذکر مضارع منصوب هٗ ضمیر
مفعول اس کو کر دے۔ پ ۹/۱۸۔
یَجْعَلُهٗ: واحد مذکر غائب مضارع مرفوع هٗ
ضمیر مفعول اسکو کرتا ہے کر دیتا ہے پ ۱۸/۱۲ پ ۲۱/۸
پ ۲۳/۱۶۔ (دیکھو یَجْعَلُهُمَا، جَعَلَ، یَجْعَلُوْنَ)
یُجَلِّیْهَا: واحد مذکر غائب مضارع منفی
تَجْلِیَةٌ مصدر (تفعیل) هَا ضمیر مفعول اسکو نہیں
کھولیگا نہیں نمودار کریگا پ ۹/۱۲ (دیکھو جَلّٰهَا)
یَجْمَحُوْنَ: جمع مذکر غائب مضارع (فتح)
سرپٹ دوڑتے ہوئے بھاگتے ہوئے پ ۱۰/۱۲۔
جَمْحٌ جِمَاحٌ جُمُوْحٌ مصدر (فتح) گھوڑے کا
سرکشی کرنا جَمُوْحٌ مونث زور گھوڑا جَمَحَتِ الْمَرْأَةُ
مِنْ زَوْجِهَا شوہر کی اجازت کے بغیر عورت اسکے گھر
سے نکل کر کہیں چلی گئی جَمَحَ الرَّجُلُ وہ آدمی

غور درائے ہو گیا۔ سرہٹ قوت کیسا تھ دوڑا آیت میں آخر الذکر معنی مراد ہے۔

یَجْمَعُ: واحد مذکر غائب مضارع جمع مصدر (فتح) وہ جمع کریگا اکٹھا کریگا۔ پ ۵ ۲۲ پ ۹ ۲۵ ۱۹/۳ پ ۲۸ ۵

یَجْمَعَنَّکُمْ: واحد مذکر غائب مضارع بانون ثقیلہ کُم ضمیر مفعول وہ تم کو ضرور ہی جمع کریگا پ ۵ پ ۸

یَجْمَعُوْنَ: جمع مذکر غائب مضارع جَمْعٌ سے جمع کرتے ہیں پ ۸ ۱۱/۱۱ پ ۹ ۲۵۔ (دیکھو مجتمعون تَجْمَع۔ جَمَعَ۔ جامع)

یُجَنَّبُهَا: واحد مذکر غائب مضارع مجہول ھا ضمیر مفعول تَجْنِیْبٌ مصدر (تفعیل) اس سے بچایا جائیگا۔ اس سے محفوظ رکھا جائیگا پ ۳۰ ۱۷۔ (دیکھو یَتَجَنَّبُهَا)

یَجْهَلُوْنَ: جمع مذکر غائب مضارع جہل اور جہالۃ مصدر (سمع) وہ نہیں جانتے وہ جاہل ہیں وہ جہالت کرتے ہیں پ ۸ ۱ (دیکھو جہالۃ جاہلون۔ تجہلون)

یُجِیْبُ: واحد مذکر غائب اِجَابَةٌ مصدر (افعال) دعا قبول کرے۔ دعا قبول کریگا پ ۲۰ ۱ (دیکھو مُجِیْبٌ)

یُجِیْرُ: واحد مذکر غائب مضارع معروف مثبت اِجَارَةٌ سے وہ پناہ دیتا ہے پ ۱۸ ۵ پ ۲۹ ۲ (دیکھو یُجَارُ)

یُجِیْرَنِیْ: واحد مذکر غائب مضارع منفی اِجَارَةٌ سے مجھے ہرگز پناہ نہیں دیگا پ ۲۹ ۱ (دیکھو یُجَارُ)

فصل الحاء المہملۃ

یُحَاجُّوْا: جمع مذکر غائب مضارع منصوب حِجَاجٌ اور مُحَاجَّةٌ مصدر (مفاعلہ) پ ۳ ۱۶ تاکہ وہ تم سے جھگڑا دلیل میں تم پر غالب آجائیں۔ (دیکھو حُجَّتَنَا یُحَاجُّوْنَ۔ حَاجَّكَ۔ حَاجَجْتُمْ)

یُحَاجُّوْنَ: جمع مذکر غائب مضارع مُحَاجَّةٌ سے وہ جھگڑا کرتے ہیں بحث کرتے ہیں پ ۲۵ ۴ (دیکھو حوالہ مذکورۂ بالا)

یُحَادِدِ: واحد مذکر مضارع مجزوم۔ وصل کی وجہ سے مکسور کردیا گیا مُحَادَّةٌ مصدر (مفاعلہ) مخالفت کرتا ہے پ ۱۰ ۱۴۔

حَدٌّ ہر چیز کی انتہا۔ حد فاصل۔ تیزی، دربہای اللہ کا قائم کردہ ضابطہ کبھی حد بمعنی گناہ اور سزا گناہ کے بھی آتا ہے جیسے حدیث میں ہے اِنِّیْ اَصَبْتُ حَدًّا فَاَقِمْهُ عَلَیَّ میں نے ایک حد کو پالیا تو وہ حد مجھ پر قائم کر دیجئے یعنی مجھ سے گناہ ہو گیا اسکی سزا دیجئے حُدٌّ ہر خیر و سعادت سے

محروم بدنصیب حُدَّۃٌ ہر چیز کا کنارا حِدَّۃٌ
تیزی حَدَدٌ چارہ کار، روک دَعْوَۃٌ حَدَدٌ
دعوت باطلہ اَمْرٌ حَدٌّ امر حرام حَدَادٌ منتہا
حِدَادٌ سوگ کے سیاہ کپڑے حَدَادَۃٌ بیوی
حُدَادٌ تیز چھری تیز فہم چرب زبان، سریع
الغضب آدمی حَدَّادٌ لوہار جیل کا محافظ دربان
حَدِیْدٌ لوہا، تیز تلوار تیز چھری تیز فہم تیز زبان
تیز غضب آدمی ہٰذَا زَیْدٌ حَدِیْدُ بَکْرٍ زید بکر کا ہم
سوانہ ہے یعنی زید کی زمین بکر کی زمین سے ملی ہوئی
ہے مُحَدٌّ چارہ کار مَحْدُوْدٌ حد بستہ حَدٌّ مصدر
(نصر) تیز کرنا اگر مفعول پر عَلیٰ ہو تو کسی پر غصہ
کرنا اور بواسطہ عَنْ دفع کرنا، روکنا۔
حِدَّۃٌ مصدر (ضرب) تیز ہونا اور (مفعول
پر عَلیٰ ہو تو) کسی پر غصہ کرنا۔
اَحَدَّ السِّکِّیْنَ (اِحْدَادٌ مصدر افعال)
چھری تیز کی اَحَدَّ النَّظَرَ اِلَیْہِ اس کی طرف تیز نظر کی
اَحَدَّتِ الْمَرْاَۃُ عورت نے سوگ کا لباس پہن لیا
حَدَّدَ تَحْدِیْدٌ (تفعیل) تیز کیا حَدَّدَ اِلَیْہِ
اور حَدَّدَ لَہٗ اس کا ارادہ کیا مُحَادَّۃٌ (مفاعلۃ)
کسی سے لڑائی کرنا، مخالفت کرنا، غصہ کرنا، دشمنی کرنا
مُحْتَدٌّ چارہ کار اِحْتِدَادٌ تیز ہونا (بواسطہ عَلیٰ)
کسی پر غصہ کرنا۔ اِسْتِحْدَادٌ تیز کرنا سخت غضبناک
ہونا۔

یُحَادُّوْنَ: جمع مذکر غائب مضارع مُحَادَّۃٌ
سے وہ مخالفت کرتے ہیں۔ پ ۲۸ / ۳،۱

یُحَارِبُوْنَ: جمع مذکر غائب مضارع مُحَارَبَۃٌ
مصدر (مفاعلۃ) جو لڑتے ہیں پ ۶ / ۹ (دیکھو حَرْبٌ
اور مُحَارِبٌ)

یُحَاسَبُ: واحد مذکر غائب مضارع مجہول۔
مُحَاسَبَۃٌ مصدر (مفاعلۃ) اس سے اعمال کا حساب
لیا جائیگا۔ پ ۳۰ / ۹

یُحَاسِبْکُمْ: واحد مذکر غائب مضارع مُحَاسَبَۃٌ
سے کُمْ ضمیر مفعول وہ تمہارا حساب لیگا تم سے
تمہارے اعمال کا حساب لیگا تمہارے (اچھے
برے) اعمال کی گنتی کریگا پ ۳ / ۸ (دیکھو حَسِیْبًا)

یُحَاطَ: واحد مذکر غائب مضارع مجہول اِحَاطَۃٌ
سے گھیر لیا جائے احاطہ کر لیا جائے یعنی تم کو
بے بس کر دیا جائے پ ۱۳ / ۲ (دیکھو مُحِیْطٌ)

یُحَافِظُوْنَ: جمع مذکر غائب مضارع مُحَافَظَۃٌ
مصدر (مفاعلۃ) نگرانی رکھتے ہیں پابندی کرتے
ہیں پ ۷ / ۱۲ پ ۱۸ / ۱ پ ۲۹ / ۷ (دیکھو محفوظ حفظ)

یُحَاوِرُ: واحد مذکر غائب مضارع مُحَاوَرَۃٌ

حِوَارٌ مصدر (مفاعلۃ) گفتگو کر رہا تھا جواب دے رہا تھا۔ صاحب کمالین نے کہا یہ لفظ حَارَ یَحُوْرُ سے ماخوذ ہے محاورہ کا معنی ہے گفتگو مگر قرینۂ مقام کی وجہ سے شیخی اور فخر جتانا مراد ہے اسی لئے سیوطی نے اسی رکوع میں اول جگہ بحاورہ کا ترجمہ یفاخرہ کیا ہے لیکن دوسری جگہ بدستور یخاطبہ لکھا ہے معالم، مدارک، خازن اور بعلم اہل تفسیر نے دونوں جگہ گفتگو کرنے کا ہی معنی کیا ہے۔

حَوْرٌ مُحَاوَرَۃٌ مُحَاوَرَۃٌ اور حُوْرٌ (نصر) لوٹانا، گھٹنا، کم ہونا، کپڑوں کو دھو کر سفید کر دینا باب فعال میں اِحَارَۃٌ کا معنی جواب دینا، لوٹانا، تَحْوِیْرٌ (تفعیل) کپڑوں کو دھو کر سفید کر دینا، لوٹانا، ناکام بنا دینا مُحَاوَرَۃٌ (مفاعلۃ) جواب دینا۔ بات کہنا، گفتگو کرنا۔ تَحَاوُرٌ (تفاعل) گفتگو کرنا اِسْتِحَارَۃٌ (استفعال) جواب مانگنا مَحُوْرَۃٌ جواب

یُحِبُّ: واحد مذکر غائب مضارع منفی اِحْبَابٌ مصدر (افعال) پسند نہیں کرتا محبت نہیں کرتا دوست نہیں رکھتا۔ ب۲ (۸،۹) ب۳ (۱۲،۱۴) ب۴ (۵) ب۵ (۳،۱۳)

ب۶ (۱۳) ب۸ (۳) ب۱۰ (۴،۱۰،۱۴) ب۱۴ (۹) ب۱۷ (۱۲) ب۲۰ (۱۱) ب۲۱ (۸،۱۱) ب۲۵ (۵)

ب۲۷ (۱۹) مضارع مثبت پسند کرتا ہے دوست رکھتا ہے محبت کرتا ہے ب۲ (۱۲) ب۳ (۱۲) ب۴ (۵،۶،۸،۷،۱۰) ب۶ (۲) ب۷ (۸) ب۱۰ (۷،۸)

ب۱۱ (۲) ب۲۶ (۱۳) ب۲۸ (۸،۹) کیا پسند کریگا ب۲۶ (۱۴)۔

یُحْبِبْکُمُ، واحد مذکر غائب مضارع مجزوم اِحْبَابٌ سے اللہ تم سے محبت کریگا ب۳ (۱۲)۔

(دیکھو مَحَبَّۃٌ)

(نوٹ) یاد رکھو کہ محبت، نفرت، اقتضا، نفسانی کی شاخیں ہیں اس لئے محبت، بغض، عداوت وغیرہ کی نسبت جب اللہ کی طرف کی جاتی ہے تو حقیقی معنی مراد نہیں ہوتا بلکہ ثواب دینا انعام دینا یا عذاب اور سزا دینا مراد ہوتا ہے کیونکہ محبت کا اقتضاء راحت رسانی اور عداوت کا اقتضاء اذیت دہی ہے علاقہ مجاز کا لحاظ کر کے سبب سے نتیجہ مراد لینا جائز ہے

یُحْبَرُوْنَ: جمع مذکر غائب مضارع مجہول حَبْرٌ مصدر (نصر) انکو خوش کیا جائیگا (الجلیدہ) انکی عزت کیجائیگی (ابن عباس) انکو آرام دیا جائیگا نعمتیں دیجائینگی (مجاہد) جنت میں نغمات سنائے جائینگے (یحیٰی بن ابی کثیر بروایت اوزاعی) ب۲۱ (۵)

حَبْرٌ حَبْرَۃٌ حُبُوْرٌ حُبُوْرٌ مصادر (نصر) خوش کرنا حَبْرٌ (نصر) کپڑوں کو آراستہ کرنا کسی چیز کو خوبصورت کرنا حَبَرٌ (سمع) اچھا ہونے کے بعد زخم کا نشان باقی رہنا۔ دانتوں کا زرد ہو جانا تَحْبِیْرٌ (تفعیل) خوبصورت بنانا۔ آراستہ کرنا

خوش خلقی سے لکھنا۔ حَبْرٌ یہودی عالم، بڑا عالم
خوشی، نعمت۔ حَبْرَةٌ نعمت، خوشی، خوشحالی
اچھا نغمہ، بہشتی نغمہ۔ حَبَرٌ خوشی نشان۔

یَحْبِسُ : واحد مذکر غائب مضارع حَبْسٌ مصدر (ضرب) ہٗ مفعول (کیا چیز) اسکے لئے مانع ہے (کون چیز) اسکو (اترنے سے) روکتی ہے۔ پ ۱۲/۱ (دیکھو تَحْبِسُوْنَهُمَا)

یُحْبِطُ : واحد مذکر غائب مضارع اِحْبَاطٌ مصدر (افعال) وہ باطل کر دے گا۔ بیکار کر دے گا ضائع کر دے گا۔ پ ۲۶/۸۔

یَحْبَطَنَّ : واحد مذکر غائب مضارع با نون تاکید ثقیلہ حَبْطٌ مصدر (سمع) ضرور بیکار جائیگا ضائع ہوجائیگا پ ۲۴/۴

حَبْطٌ حُبُوْطٌ مصدر (سمع وضرب) بیکار اور رائگاں جانا۔ حَبَطَ دَمُ الْقَتِیْلِ مقتول کا خون رائگاں گیا۔ اِحْبَاطٌ (افعال) باطل اور رائگاں کر دینا۔ اَحْبَطَ عَنْهُ اس سے اعراض کیا۔

یُحِبُّوْنَ : جمع مذکر غائب مضارع اِحْبَابٌ سے وہ پسند کرتے ہیں دوست رکھتے ہیں پ ۳/۲، ۱۱/۲، ۱۸/۸، ۲۸/۴، ۲۹/۲۰۔

یُحِبُّوْنَكُمْ : جمع مذکر غائب مضارع احبابٌ سے وہ تم سے محبت کرتے ہیں وہ تمکو دوست رکھتے ہیں پ ۴/۳

یُحِبُّوْنَهٗ : جمع مذکر غائب مضارع اِحْبَابٌ سے وہ اس سے محبت کرتے ہیں وہ اس کو دوست رکھتے ہیں۔ پ ۶/۱۲۔

یُحِبُّوْنَهُمْ : جمع مذکر غائب مضارع اِحْبَابٌ وہ ان سے محبت کرتے ہیں وہ ان کو دوست رکھتے ہیں۔ پ ۲/۴ (دیکھو مَحَبَّةٌ)

یَحْتَسِبُ : واحد مذکر غائب مضارع منفی اِحْتِسَابٌ مصدر (افتعال) وہ گمان بھی نہیں کرتا اس کا گمان بھی نہیں ہوتا۔ پ ۲۸/۱۷۔

یَحْتَسِبُوْا : جمع مذکر غائب مضارع مجزوم منفی بمعنی ماضی احتساب سے انہوں نے گمان بھی نہیں کیا تھا پ ۲۸/۴۔

یَحْتَسِبُوْنَ جمع مذکر غائب مضارع منفی بمعنی ماضی احتسابٌ سے۔ انہوں نے گمان بھی نہیں کیا تھا پ ۲۴/۲۔ (دیکھو حَسِبَ تَحْسَبُ تَحْسَبَنَّ)

یُحْدِثُ : واحد مذکر غائب مضارع اِحْدَاثٌ مصدر (افعال) وہ پیدا کر دے پ ۱۶/۱۵ پ ۲۸/۱۷۔ (دیکھو مُحْدَثٌ)

یَحْذَرُ : واحد مذکر غائب مضارع حَذَرٌ مصدر

(سمع) ڈرتے ہیں پ۱۴ ڈرتا ہے پ۲۳/۱۵ (دیکھو یحذروا)

یَحْذَرِ : واحد مذکر غائب امر حَذَرٌ مصدر (سمع) ڈریں ان کو ڈرنا چاہیے پ۱۸/۱۵ (دیکھو یحذروا)

یُحَذِّرُ : واحد مذکر غائب مضارع تَحْذِیْرٌ مصدر (تفعیل) ڈراتا ہے پ۳/۱۱ (دیکھو یحذروا)

یَحْذَرُوْنَ : جمع مذکر غائب مضارع حَذَرٌ سے وہ ڈریں، ڈر جائیں پ۱۴ ڈرتے تھے (دیکھو یحذروا)

یُحَرِّفُوْنَ : جمع مذکر غائب مضارع تَحْرِیْفٌ مصدر (تفعیل) پ۵/۱۴ بگاڑ دیتے ہیں بدل دیتے ہیں، عام اہل تفسیر نے لکھا ہے کہ یہودی توریت میں تحریف کرتے تھے رسول اللہ کی صفات جو توریت میں بیان کی گئی تھیں انکو یہودیوں نے بدل ڈالا اتفاقاً نفی کیلئے رجم کی آیت اگرچہ باقی رکھی تھی مگر بعض الفاظ اس میں بڑھا دیے تھے بعض دوسرے احکام میں معنوی تحریف کی تھی خودساختہ مطلب کو آیت سے بیان کرتے تھے اور اللہ کے بھیجے ہوئے احکام کو بگاڑ دیتے تھے اسجگہ یہی تحریف مراد ہے لیکن بغوی نے حضرت ابن عباسؓ کا قول اسجگہ نقل کیا ہے کہ یہودی خدمت گرامی میں حاضر ہو کر کوئی مسئلہ پوچھتے تھے حضور انکو بتا دیتے تھے اور خیال فرماتے تھے کہ یہودیوں نے مان لیا وہ اس کے مطابق عمل کرینگے لیکن یہودی واپس جا کر حضور کے کلام کو بگاڑ کر بیان کرتے تھے اس قول پر آیت میں تحریف سے مراد رسول اللہ صلعم کے کلام میں تحریف کرنا ہوگی۔ پ۶/۱۰ اسجگہ مراد توریت کے الفاظ و معانی کی تحریف ہے مثلاً صفات رسول اللہ اور حکم رجم وغیرہ کی تحریف۔ (دیکھو متحرفا)

یُحَرِّفُوْنَهٗ : جمع مذکر غائب مضارع تَحْرِیْفٌ سے ہٗ مفعول۔ وہ اسکو بدل ڈالتے ہیں اسجگہ تحریف معنوی مراد ہے پ۱/۹ (دیکھو متحرفا)

یُحَرِّمُ : واحد مذکر غائب مضارع تَحْرِیْمٌ مصدر (تفعیل) وہ حرام کرتا ہے ممنوع قرار دیتا ہے پ۹/۹

یُحَرِّمُوْنَ : جمع مذکر غائب مضارع منفی تحریم سے وہ حرام نہیں قرار دیتے۔ پ۱۰

یُحَرِّمُوْنَهٗ : جمع مذکر غائب مضارع تحریم سے ہٗ ضمیر مفعول وہ اسکو حرام بنا دیتے ہیں پ۱۱ - (دیکھو مُحَرَّم)

یَحْزُنُ : واحد مذکر غائب مضارع حُزْنٌ مصدر (نصر) تا کہ غمگین کر دے۔ پ۲۸/۲ حَزْنٌ اور حَزْنَةٌ سخت زمین حُزْنٌ اور حَزَنٌ غم حَزُنَتِ زمین کی سختی حَزَنًا حَزِنَ حُزْنٌ حَزِیْنٌ مَحْزُوْنٌ مَحْزَانٌ غمگین۔

حُزْنٌ مصدر (متعدی) (نصر) غمگین کرنا حَزَنٌ
اور حُزْنٌ مصدر (لازم) (سمع) غمگین ہونا حُزُوْنَۃٌ
مصدر (کرم) زمین یا جگہ کا سخت ہو جانا اِحْزَانٌ
(افعال) تَحْزِیْنٌ (تفعیل) غمگین کرنا تَحْزِیْنٌ
دردناک آواز سے پڑھنا تَحَزُّنٌ (تفعل) اِحْتِزَانٌ
(افتعال) غمگین ہونا۔

یَحْزَنَّ: جمع مذکر غائب نہی با نون تاکید حُزْنٌ
مصدر (سمع) وہ عورتیں غمگین نہ ہوں۔ پ ۲۲/۳

یَحْزُنْکَ: واحد مذکر غائب نہی کَ ضمیر مفعول
حُزْنٌ سے (نصر) تجھے غمگین نہ کرے پ ۴/۹ پ ۶/۱۰
پ ۱۱/۱۲ پ ۲۱/۱۲ پ ۲۳/۴۔

یَحْزُنُ: واحد مذکر غائب مضارع حُزْنٌ
سے (نصر) رنج پہنچاتی ہیں غمگین کرتی ہیں پ ۷/۱۰

یَحْزُنُنِیْ: واحد مذکر غائب مضارع حُزْنٌ
سے (نصر) نِیْ مفعول مجھے غمگین کرتا ہے پ ۱۲/۱۲

یَحْزَنُوْنَ: جمع مذکر غائب مضارع منفی حُزْنٌ
سے (سمع) نہ وہ غمگین ہونگے پ ۱/۴، ۸، ۱۳، ۴/۶ پ ۳
پ ۷/۸ پ ۶/۱۴ پ ۸/۱۱ پ ۱۱/۱۱ پ ۱۱/۱۲۔

یَحْزُنُهُمْ: واحد مذکر غائب مضارع منفی
حُزْنٌ سے (نصر) هُمْ ضمیر مفعول۔ انکو غمگین
نہ کریگا۔ پ ۱۷ (دیکھو یَحْزُنُ)

یَحْسَبُ: واحد مذکر غائب مضارع حُسْبَانٌ
سے (سمع) (کیا) خیال کرتا ہے پ ۲۹/۱۷، ۱۸ پ ۳۰/۱۵
گمان کرتا ہے پ ۳۰/۲۹۔

یَحْسَبَنَّ: واحد مذکر غائب نہی غائب با نون
تاکید ثقیلہ (سمع) وہ ہرگز خیال نہ کرے پ ۴/۹ پ ۴

یَحْسَبُوْنَ: جمع مذکر غائب مضارع (سمع)
وہ گمان کرتے خیال کرتے ہیں پ ۱۰ پ ۱۶/۳
پ ۱۸/۴ پ ۲۱/۱۸ پ ۲۵/۱۰، ۱۳ پ ۲۸/۳، ۴۔

یَحْسَبُهٗ: واحد مذکر غائب مضارع (سمع)
اسکو گمان کرتا ہے خیال کرتا ہے پ ۱۸/۱۱۔

یَحْسَبُهُمْ: جمع مذکر غائب مضارع (سمع) هُمْ
ضمیر جمع مفعول انکو خیال کرتا ہے گمان کرتا
ہے۔ پ ۳/۵۔

(دیکھو حسب تَحْسَبُ تَحْسَبَنَّ)

یَحْسُدُوْنَ: جمع مذکر غائب مضارع حَسَدٌ
مصدر (نصر) وہ حسد کرتے ہیں۔ وہ جلے جاتے
ہیں۔ پ ۵/۵۔ (دیکھو حاسِدٍ حَسَدَ)

یُحْسِنُوْنَ: جمع مذکر غائب مضارع اِحْسَانٌ
مصدر (افعال) وہ اچھا کرتے ہیں۔ پ ۱۶/۱۳۔
(دیکھو مُحْسِنٌ)

یَحْشُرُ: واحد مذکر غائب مضارع معروف

حَشْرٌ مصدر (نصر) وہ جمع کریگا۔ پ ۶/۴ پ ۸/۲ پ ۱۱/۱۰ پ ۱۴/۲ پ ۱۸/۱۴ پ ۲۲/۱۱ (دیکھو مَحْشُوْرَةً اور یَحْشُرُ)

یُحْشَرُ: واحد مذکر غائب مضارع مجہول حَشْرٌ سے (نصر) جمع کیے جائیں پ ۱۶/۱۲ جمع کرکے لیجائے جائیں گے۔ پ ۲۴/۱۷۔

یُحْشَرُوْا: جمع مذکر غائب مضارع مجہول منصوب حَشْرٌ سے۔ انکو سمیٹ کر لیجایا جائیگا۔ پ ۱۲۔

یُحْشَرُوْنَ: جمع مذکر غائب مضارع مجہول حَشْرٌ سے انکو جمع کیا جائیگا پ ۱۰ انکو سمیٹ کر لیجایا جائیگا پ ۹/۱۸ پ ۱۹/۱۔

یَحُضُّ: واحد مذکر غائب مضارع منفی حَضٌّ مصدر (نصر) وہ آمادہ نہیں کرتا۔ ترغیب نہیں دیتا نہیں ابھارتا پ ۲۹/۳۲ پ ۳۰/۵ (دیکھو تَحٰٓضُّوْنَ)

یَحْضُرُوْنَ: جمع مذکر غائب مضارع حُضُوْرٌ مصدر (نصر) اصل میں یَحْضُرُوْنِیْ تھا۔ وہ میرے پاس حاضر ہوں۔ میرے پاس آکر میرے کاموں میں دخل دیں۔ پ ۱۸/۶ (دیکھو مُحْضَرًا)

یَحِضْنَ: جمع مؤنث غائب مضارع منفی یعنی ماضی حَیْضٌ سے (ضرب) جو حائضہ ہوئی ہوں جنکو حیض شروع نہ ہوا ہو۔ پ ۲۸/۱۷ (دیکھو

یَحْطِمَنَّکُمْ: واحد مذکر غائب نہی بانون تاکید کُمْ مفعول۔ حَطْمٌ مصدر (ضرب) تمہارا چورا نہ کردے تمکو روند نہ ڈالے۔ پ ۱۹/۱۷۔

حَطْمٌ مصدر (ضرب) توڑنا (سمع) جانور کا بوڑھا اور کمزور ہوجانا تَحْطِیْمٌ (تفعیل) ریزہ ریزہ کردینا اِنْحِطَامٌ (انفعال) اور تَحَطُّمٌ (تفعل) ٹوٹ جانا تَحَطَّمَ غَیْظًا غصہ سے جل گیا (دیکھو حُطَامًا اور حُطَمَةٌ)

یَحْفَظْنَ: جمع مؤنث غائب مضارع بمعنی امر حِفْظٌ مصدر (سمع) وہ حرام سے بچائے رکھیں نگہداشت رکھیں۔ پ ۱۸/۱۰۔ (دیکھو مَحْفُوْظٌ)

یَحْفَظُوْا: جمع مذکر غائب مضارع بمعنی امر حِفْظٌ سے (سمع) وہ حرام سے بچائے رکھیں پ ۱۸/۱۰۔ (دیکھو محفوظ)

یَحْفَظُوْنَهٗ: جمع مذکر غائب مضارع حفظ سے ہٗ ضمیر مفعول۔ اسکی حفاظت کرتے ہیں پ ۱۳/۸ (دیکھو حوالہ مذکورہ بالا)

یُحْفِکُمْ: واحد مذکر غائب مضارع مجزوم احفاء مصدر (افعال) اصل میں یُحْفِیْ تھا۔ کُمْ ضمیر مفعول پ ۲۶/۸۔ تم سے مانگنے میں زیادتی کرے۔

حَفَا حُفُوَّۃً حِفْوَۃً حِفْیَۃً ننگے پاؤں ہونا

سُم اور کھر گھس جانا۔ حَفْوٌ متعدی بالباء مصدر
(نصر) لُوٹنا متعدی بنفسہٖ۔ دینا بخشش کرنا اور
بخشش سے روکنا (از اضداد) حَفًا اور حَفْوَۃٌ مصدر
لازم (سمع) ننگے پاؤں ہونا سُم اور کھر گھس جانا
مصدر متعدی بالباء (سمع) کسی کام میں زیادتی کرنا
بہت زیادہ پرسش احوال کرنا خوشی ظاہر کرنا،
مہربانی کرنا، نوازنا، اِحْفَاءٌ (افعال) کسی کام میں
زیادتی کرنا مثلاً اَحْفٰی شَارِبَہٗ اس نے اپنی لبوں کے بال
بہت زیادہ تراشے اَحْفَی السُّؤَالَ بار بار سوال
کیا اَحْفٰی زَیْدًا زید سے سوال میں زیادتی کی
اور سوال کرنے پر اڑ گیا۔ اگر اِحْفَاءٌ کے مفعول
پر با ہو تو مہربانی کرنے اور عیب لگانے کا معنی
ہوتا ہے۔ اِحْفَاءٌ لازم بھی ہے ننگے پاؤں ہونا سُم گھس جانا۔

یُحِقُّ : واحد مذکر غائب مضارع
اِحْقَاقٌ مصدر (افعال) حق ظاہر کر دیگا
ثابت کر دے گا۔ قائم کر دے گا ۱۱/۱۲۔

یُحِقَّ : واحد مذکر غائب مضارع
منصوب اِحْقَاقٌ سے سچ کو سچ کر دکھائے
حق کو قائم کر دے ثابت کر دے۔ ۹/۱۵

یَحِقَّ : واحد مذکر غائب مضارع
منصوب حَقٌّ سے (ضرب) واجب ہو جائے
ثابت ہو جائے (خطیب) واقع ہو جائے بات
پوری ہو جائے ۲۳/۴ حَقَّ (نصر) حق کیساتھ غالب
آگیا حَقَّ الشَّیْءَ اس چیز کو واجب کر دیا حَقَّ الطَّرِیْقَ
وسط راہ میں چلا حَقَقْتُ الْاَمْرَ میں نے وہ کام
ٹھیک کر دیا اسکو صحیح سمجھا اس پر یقین کر
لیا حَقَّ الْاَمْرُ (نصر و ضرب) وہ امر واجب ہو
گیا واقع ہو گیا حَقَّ الْاَمْرَ (نصر و ضرب) واجب
کر دیا۔ واقع کر دیا اِحْقَاقٌ (افعال) حق بات
کہنا اَحَقَّ الشَّیْءَ کسی چیز کو واجب کرنا ثابت کرنا
درست اور سچ کر دینا۔ درست سمجھنا یقین کر
لینا حَقَّقَہٗ (تحقیق تفعیل) اسکو واجب کر دیا
اسکی تصدیق کی اس کو جان لیا اس
کو صحیح قرار دیا تَحَقَّقَ الْخَبَرُ خبر سچی ہو
گئی (دیکھو الحق۔ الحاقۃ)

یَحْکُمَ : واحد مذکر غائب مضارع منصوب
حُکْمٌ مصدر (نصر) کہ فیصلہ کر دے ۲/۱۰ ۳/۱۱ ۱۸/۱۳،۱۲
یہاں تک کہ فیصلہ کر دے ۸/۱۸ ۱۱/۱۶ حکم دیدے ۱۳/۴

یَحْکُمْ : واحد مذکر غائب مضارع مجزوم نفی
ماضی حُکْمٌ سے نہیں حکم دیا (تین جگہ) ۶/۱۱ امر
(ایک جگہ) حکم نہیں ۶/۱۱ ۔

یَحْکُمُ : واحد مذکر غائب مضارع مرفوع حُکْمٌ،

سے حکم دیتا ہے دیگا فیصلہ کر دیگا پ ۱/۱۴ پ ۵/۱۷
پ ۲/۵ پ ۶/۱۱ پ ۶/۱ پ ۷/۳ پ ۱۳/۱۲ پ ۱۳/۲۲ پ ۱۷/۱۲،۱۶ پ ۲۳/۱۵ پ ۲۸/۸ ۔

یُحْکِمُ : واحد مذکر غائب مضارع احکام مصدر (افعال) ثابت رکھتا ہے مضبوط کر دیتا ہے پ ۱۷/۱۴

یَحْکُمَانِ تثنیہ مذکر غائب مضارع حکم سے وہ دونوں فیصلہ کرنے لگے فیصلہ کر رہے تھے پ ۱۷/۶

یُحَکِّمُوْکَ : جمع مذکر غائب مضارع منصوب تحکیم مصدر (تفعیل) یہاں تک کہ آپ کو منصف بنائیں۔ پ ۵/۶ ۔

یَحْکُمُوْنَ : جمع مذکر غائب مضارع مرفوع حکم سے وہ فیصلہ کرتے ہیں پ ۵/۳ وہ تجویز کرتے ہیں پ ۱۴/۱۲ وہ خیال کرتے ہیں پ ۲۰/۱۳ رائے رکھتے ہیں۔ پ ۲۵/۱۸ ۔

یُحَکِّمُوْنَکَ : جمع مذکر غائب مضارع تحکیم مصدر (تفعیل) کَ ضمیر مفعول۔ آپ کو منصف بناتے ہیں، آپ سے فیصلہ کراتے ہیں پ ۶/۱۰
(دیکھو محکمات محکمۃ حکم وغیرہ)

یَحِلَّ : واحد مذکر غائب مضارع منصوب حُلُول سے (ضرب) نازل ہوگا اترےگا پ ۱۶/۱۳ ۔

یَحِلُّ : واحد مذکر غائب مضارع مرفوع حُلُول سے (ضرب) نازل ہوگا اترےگا پ ۱۲/۱ پ ۲۲/۴ وغیرہ

نہی حِلٌّ سے حلال نہیں جائز نہیں پ ۲/۱۲،۱۳ پ ۱۴/۱۴ پ ۲۲/۳

یُحِلُّ : واحد مذکر غائب مضارع اِحلال مصدر (افعال) حلال کرتا ہے جائز بتاتا ہے پ ۹/۹
(دیکھو مُحِلِّی اور مَحِلَّہٗ)

یَحْلِفُنَّ : جمع مذکر غائب مضارع بانون تاکید ثقیلہ حَلْفٌ مصدر (ضرب) وہ ضرور ہی قسمیں کھائیں گے پ ۱۱/۲

یَحْلِفُوْنَ : جمع مذکر غائب مضارع حَلْفٌ سے (ضرب) وہ قسمیں کھاتے ہیں کھائیں گے
پ ۵/۲ پ ۱۰/۱۲،۱۳،۱۴،۱۶ پ ۱۱/۱ پ ۲۸/۳ (دیکھو حَلَفْتُمْ)

یَحْلِلْ : واحد مذکر غائب مضارع مجزوم حلول سے (ضرب) اترے اترتا ہے نازل ہو نازل ہوتا ہے پ ۱۶/۱۴

یُحِلُّوْا : جمع مذکر غائب مضارع اِحلال سے (افعال) حلال کر لیتے ہیں۔ پ ۱۰/۱۱

یَحِلُّوْنَ : جمع مذکر غائب مضارع منفی حِلٌّ سے (ضرب) وہ حلال نہیں ہیں۔ پ ۲۸/۸ ۔

یُحِلُّوْنَہٗ : جمع مذکر غائب مضارع اِحلال سے (افعال) ہٗ ضمیر مفعول اسکو حلال کر لیتے ہیں۔ پ ۱۰/۱۱ ۔ (دیکھو مَحِلَّہٗ اور مُحِلِّی)

یُحَلَّوْنَ : جمع مذکر غائب مضارع مجہول۔ تَحْلِیَۃٌ مصدر (تفعیل) وہ زیور پہنائے جائیں گے۔ پ ۱۵/۱۶ پ ۱۷/۱۰ پ ۲۲/۱۶ (دیکھو حِلْیَۃٌ)

يُحْمَدُوْا: جمع مذکر غائب مضارع مجہول حَمْدٌ مصدر (سمع) انکی تعریف کی جائے وہ تعریف کئے جائیں ۳/۱ (دیکھو الحمد - محمد)

يَحْمِلُ: واحد مذکر غائب مضارع معروف حَمْلٌ مصدر (ضرب) اٹھائیگا ۱۶/۴ اٹھائے ہو ۲۸/۱۱ اٹھائے ہونگے ۲۹/۵ -

يُحْمَلُ: واحد مذکر غائب مضارع مجہول منفی حَمْلٌ سے نہ اٹھایا جائیگا ۲۲/۱۵ - (دیکھو تحمل)

يَحْمِلُنَّ: جمع مذکر غائب مضارع بانون تاکید ثقیلہ حَمْلٌ سے۔ وہ ضرور ضرور اٹھائینگے ۲۰/۱۴

يَحْمِلْنَهَا: جمع مؤنث غائب مضارع منصوب حَمْلٌ سے۔ ھا ضمیر مفعول۔ ان کی وجہ سے مصدری معنی ہوگیا ۲۲/۶ اسکو اٹھانے سے

يَحْمِلُوْا: جمع مذکر غائب مضارع منصوب ۲۴/۹ تاکہ اٹھائیں ۲۸/۱۱ مجزوم منفی بمعنی ماضی انہوں نے نہیں اٹھایا یعنی عمل نہیں کیا۔

يَحْمِلُوْنَ: جمع مذکر غائب مضارع ۷ وہ اٹھائینگے ۲۳/۶ وہ اٹھائے ہونگے۔ (دیکھو تحمل)

يُحْمٰى: واحد مذکر غائب مضارع مجہول اِحْمَاءٌ مصدر (افعال) تپایا جائیگا۔ خوب گرم کیا جائیگا ۱۰/۳۵

حَمِيَ حِمَايَةً مَحْمِيَةً مصادر (ضرب) محفوظ رکھنا، بچانا، حمایت کرنا حَمِيَّةً مَحْمِيَةً (سمع) عار سمجھنا حُمُوًّا حَمْيًا حُمُوًّا مصادر (سمع) دھوپ کا آگ کا لوہے کا تنور کا خوب گرم ہو جانا تپ جانا حَمِيَ الفرس دوڑنے میں گھوڑا گرم ہوگیا گویا حمی الوحی وحی گرما گرم ہوگئی یعنی جلد جلد آنے لگی۔ اِحْمَاءٌ خوب گرم کرنا تپانا۔ اَحْمَى الْحَدِيْدَ اس نے لوہے کو تپایا تَحَمَّى المريضُ (تفعل) بیمار نے پرہیز کیا۔ اِحْتِمَاءٌ پرہیز اور پرہیز کرنا

يَحْمُوْمٌ: اسم۔ سیاہ دھواں ۲۷/۱۵ اس لفظ کا مادہ حَمَمٌ ہے حَمَمٌ سے مختلف مشتقات مستعمل ہیں اور اکثر الفاظ کے مفہوم میں سیاہی گرمی یا صرف سیاہی یا صرف گرمی کا ہونا ضروری ہے جیسے حُمُّ الظَّهِيرَةِ دوپہر کی سخت گرمی حُمَّةُ الحَرِّ گرمی کی شدت حُمَمٌ سیاہی۔ حَمَّامٌ گرمابہ حَمِيْمٌ قریبی رشتہ دار، گہرا دوست جس کے دل میں محبت کی گرمی ہو گرم پانی حَمِيمَةٌ گرم پانی حُمَمَةٌ انگارا حُمّٰى بخار شَفَةٌ حَمَّاءُ سیاہ رنگ کے ہونٹ مَحَمَّةٌ بخار پیدا کرنے والی زمین۔

حَمَّ (نصر) حَمًّا ارادہ کرنا۔ گرم کرنا پگھلانا بصورت مجہول اللہ کیطرف سے کسی بات کا مقدر ہونا

خَمَمٌ (سمع) سیاہ ہوجانا گندم ہوجانا کوئلہ ہوجانا وغیرہ۔

یَّحُوْرُ: واحد مذکر غائب مضارع منفی منصوب حُوْرٌ مصدر (نصر) وہ ہرگز نہیں لوٹے گا پ ۳۰/۹ (دیکھو یُحَاوِرُہٗ)

یَّحُوْلُ: واحد مذکر غائب مضارع منصوب حَوْلٌ مصدر (نصر) اللہ آڑے پہنچا تاہے (تھانوی) پ ۹/۱۴ اسی لئے بغیر ارادہ الٰہیہ کے نہ کوئی مومن ہوسکتا ہے نہ کافر (سیوطی) (دیکھو تَحْوِیْلًا حول۔ حیل المحال۔

یُحِیْطُوْا: جمع مذکر غائب مضارع منفی بمعنی ماضی اِحَاطَۃٌ مصدر (افعال) انہوں نے نہیں گھیر لیا نہیں احاطہ کیا پ ۱۱/۹۔

یُحِیْطُوْنَ: جمع مذکر غائب مضارع منفی اِحَاطَۃٌ سے نہیں گھیرتے نہیں گھیر سکتے اسکا علمی احاطہ نہیں کرتے۔ پ ۳/۱۵ پ ۱۶/۲ (دیکھو مُحِیْطٌ)

یَحِیْفَ: واحد مذکر غائب مضارع حَیْفٌ مصدر (ضرب) ظلم کریگا۔ پ ۱۸/۱۲۔

یَحِیْقُ: واحد مذکر غائب مضارع منفی حُیُوْقٌ حَیَقَانٌ مصادر متعدی بالباء (ضرب) نہیں گھیرتا ہے۔ نہیں پڑتا ہے پ ۲۲/۱۷۔

حَیْقٌ: برے کام کا برا انجام حَاقَ بِہٖ (ضرب) اسکو گھیر لیا۔ اس پہ پڑ گیا۔ اس پہ لازم ہوگیا حَاقَ فِیہِ السَّیْفُ تلوار کارگر ہو گئی اَحَاقَ اللّٰہُ بِہِمْ مَکْرَھُمْ اللہ نے انہی پہ انکے مکر کو محیط کر دیا۔ انکی مکاری کا برا نتیجہ انہی پہ الٹ دیا۔

یُحَیِّکَ: واحد مذکر غائب مضارع تَحِیَّۃٌ مصدر (تفعیل) کَ ضمیر مفعول اصل میں یُحَیِّیْکَ تھا (ولیا) سلام اللہ نے آپکو نہیں فرمایا یعنی آپکے لئے ولیسا سلام کرنیکا اللہ نے کسی کو حکم نہیں دیا۔ یہودی بجائے اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اور اَلسَّامُ عَلَیْکَ کہتے تھے سام کا معنی ہے ہلاکت موت بجائے دعا سلامتی کے وہ موت کی بددعا دیتے تھے۔ پ ۲۸/۲۔

یُحْیِیْ: واحد مذکر غائب مضارع اِحْیَاءٌ مصدر (افعال) زندگی دیتا ہے دیگا جان ڈالتا ہے یعنی سرسبز کرتا ہے پ ۲۱/۱۸،۸،۶،۵ پ ۲۶/۷ زندگی دیتا ہے پ ۱/۹ پ ۴/۸ پ ۹/۱۰ پ ۱۱/۴ پ ۱۱/۱۰ پ ۱۷/۸ پ ۱۸/۵ پ ۲۴/۱۲ پ ۲۵/۱۴ پ ۲۷/۱۷ زندگی دیگا پ ۳/۳ پ ۲۳/۴ پ ۲۵/۲۔

یُحْیِیَ: واحد مذکر غائب مضارع بمعنی مصدر زندہ کرنے پہ پ ۲۶/۴ پ ۲۹/۱۸۔

یَحْیٰی: واحد مذکر غائب مضارع مثبت حَیَاۃٌ

سے (سمع) جیسا ہے ۲۰ مضارع منفی نہ جئے گا ۱۶/۱۲
۳۹ حضرت مریمؑ کے خالہ زاد بھائی حضرت زکریاؑ
کے بیٹے مشہور پیغمبر جو زکریا کے بڑھاپے کے
زمانہ میں محض عنایت الٰہی سے بغیر ظاہری اسباب
کے پیدا ہوئے۔ ۳/۱۶ ۱۶/۴ ۱۷/۶ ۔

يُحْيِيكُمْ: واحد مذکر غائب مضارع اِحْیَاءٌ
سے کُمْ ضمیر مفعول وہ تم کو زندگی دیگا ۱/۳
۹/۱۷ ۱۷/۶ ۲۱/۷ ۲۵/۱۹ ۔

يُحْيِيْنِ: واحد مذکر غائب مضارع اِحْیَاءٌ
سے اصل میں يُحْيِيْنِي تھا ی مفعول وہ مجھے
زندگی دیگا۔ زندہ کریگا۔ ۱۹/۹ ۔

يُحْيِيْهَا: واحد مذکر غائب مضارع اِحْیَاءٌ
سے ہا ضمیر مفعول۔ وہ اس کو زندہ کرے گا
زندہ کر دیگا۔ ۲۳/۴ ۔ (دیکھو محیا اور ممات)

فصل الخاء المعجمہ

يُخَادِعُوْنَ: جمع مذکر غائب مضارع
مُخَادَعَةٌ مصدر (مفاعلۃ) وہ فریب کرتے ہیں
وہ دھوکہ دیتے ہیں۔ ۱/۴ ۵/۱۸ (دیکھو خادع)

يَخَافُ: واحد مذکر غائب مضارع خَوْفٌ
مصدر (سمع) مثبت۔ ڈرے ۲۹/۱۷ منفی نہیں
ڈریگا۔ اندیشہ نہیں کریگا اسکو خوف نہوگا ۱۶/۱۵
۲۹/۱۱ نہیں ڈرتے ۱۹/۱۶ اسکو خوف نہیں۔ وہ
اندیشہ نہیں کرتا وہ نہیں ڈرتا ۳۰/۱۶ (دیکھو نخاف)

يَخَافَا: تثنیہ مذکر غائب مضارع خَوْفٌ سے
وہ دونوں ڈرتے ہیں ان دونوں کو اندیشہ
ہو ۲/۱۳ (دیکھو نخاف)

يَخَافُوا: جمع مذکر غائب مضارع خوف
سے۔ وہ ڈر جائیں ۴ ۔

يَخَافُوْنَ: جمع مذکر غائب مضارع مثبت
خوف سے۔ وہ ڈرتے ہیں ان کو خوف لگا رہتا ہے
۷/۱۲ ۱۳/۹ ۱۴/۱۲ ۱۵/۱۱،۱۲ ۱۸/۶ ۲۰/۱ ۲۹/۹ ۔ وہ ڈرتے
تھے ۵ منفی۔ وہ نہیں ڈرتے ۱۲/۱۶ ۲۹ (دیکھو نخاف)

يَخَافُهٗ: واحد مذکر غائب ہٗ ضمیر مفعول وہ
اس سے ڈرتا ہے ۳ (دیکھو نخاف)

يُخَالِفُوْنَ: جمع مذکر غائب مضارع مُخَالَفَةٌ
مصدر (مفاعلۃ) جو مخالفت کرتے ہیں ۱۸/۱۵ ۔
(دیکھو مُخْتَلِفٌ اور مختلف)

يَخْتَارُ: واحد مذکر غائب مضارع اِخْتِیَارٌ
سے (افتعال) پسند کرتا ہے انتخاب کرتا
ہے اختیار رکھتا ہے ۲۰/۱ ۔
اِخْتِیَارٌ کا معنی ہے اپنی مرضی میں آزاد ہونا

اور مرضی کے مطابق قدرت رکھنا. پسند کرنا چھانٹ لینا. ترجیح اور فضیلت دینا مثلاً اِخْتَرْتُہٗ میں نے اسکو پسند کیا. اختیار کیا اِخْتَرْتُہٗ مِنْھُمْ ان میں سے میں نے اسکو چھانٹ لیا انتخاب کرلیا. اِخْتَرْتُہٗ عَلَیْھِمْ میں نے اسکو ان پر فضیلت دی. مفہوم کا یہ اختلاف صلہ کے اختلاف کی وجہ سے ہوجاتا ہے. مختار صاحب اختیار. چھانٹنے والا. منتخب. (باقی دیکھو خیر اور خیرۃ)

یَخْتَانُوْنَ : جمع مذکر غائب مضارع اِخْتِیَانٌ مصدر (افتعال) بمعنی مجرد. جو خیانت کرتے ہیں ٹ ۱۸/۱۳ یعنی گناہ کرکے اپنے نفسوں کو ضرر پہنچاتے ہیں. (دیکھو تختانون. خائنین)

یُخٰدِعُوْنَكَ : جمع مذکر غائب مضارع بمعنی مصدر خَدْعٌ مصدر (فتح) كَ ضمیر مفعول. آپ کو دھوکا دینا. آپ سے فریب کرنا ۱/۴

یَخْدَعُوْنَ ، جمع مذکر غائب مضارع منفی خَدْعٌ سے (فتح) وہ نہیں دھوکہ دیتے ہیں ۱/۲ (دیکھو خادعھم)

یَخْذُلْکُمْ : واحد مذکر غائب مضارع مجزوم خِذْلَانٌ مصدر (نصر) کُمْ ضمیر مفعول (اگر) وہ تم کو بے مدد چھوڑ دے تمہاری مدد نہ کرے ۴/۸ (دیکھو مَخْذُوْلًا)

یُخْرِبُوْنَ : جمع مذکر غائب مضارع اِخْرَابٌ مصدر (افعال) وہ اجاڑتے تھے. ویران کرتے تھے. ڈھاتے تھے ۲۸/۴.

خَرِبَۃٌ خَرِبَۃٌ خَرَابٌ ویران جگہ. غیر آباد خَرَبَ (نصر) لازم. وہ چور ہوگیا. متعدی بنفسہٖ ویران کردیا. متعدی بالباء چرالیا. مصدر خَرَابٌ خرابۃ خرب خروب. خَرَبَ زَیْدًا زید کے کان میں سوراخ کردیا. اس کا کان کاٹ دیا خَرِبَ مصدر (سمع) ویران ہونا اِخْرَابٌ (افعال) تخریب (تفعیل) ویران کرنا اِخْتِرَابٌ (افتعال) چوری کرنا

یَخْرُجُ : واحد مذکر غائب مضارع مرفوع خروج مصدر (نصر) نکلتا ہے پیدا ہوتا ہے ۱/۹ ۳/۱۴ ۱۳/۱۵ ۱۸/۱۲ ۲۱/۸ ۲۴/۷ ۲۷/۱۱،۱۷ ۳۰/۱۱ نکل جائے ۵/۱۱.

یُخْرِجُ : واحد مذکر غائب مضارع اِخْرَاجٌ مصدر (افعال) نکالتا ہے پیدا کرتا ہے ۱/۱۸ ۱۱/۹ ۱۹/۱۷ ۲۱/۵ ۲۴/۱۶.

یُخْرِجْ : واحد مذکر غائب مضارع مجزوم اخراج سے پیدا کرے ۱/۲ نکالدے. ظاہر کردے ۲۶/۸

يُخْرِجَ : واحد مذکر غائب مضارع منصوب
منفی (اخراج سے) کہ ہرگز ظاہر نہیں کریگا پ ۲۶/۸
مثبت۔ کہ نکالدے پ ۲۸/۱۸۔
يُخْرِجَاكُمْ : تثنیہ مذکر مضارع اخراج سے
کُمْ مفعول کہ تم کو وہ دونوں نکالدیں۔ پ ۱۶/۱۲۔
يُخْرِجَكُمْ : واحد مذکر مضارع منصوب
اخراج سے کُمْ ضمیر مفعول تم کو نکالدینا پ ۹/۴
پ ۱۹/۷ کہ تم کو نکالدے پ ۲۲/۳ پ ۲۷/۱۷۔
يُخْرِجُكُمْ : واحد مذکر مضارع مرفوع
اخراج سے۔ تم کو پیدا کرتا ہے پ ۲۴/۱۲ تم کو
پیدا کریگا نکال کھڑا کردیگا۔ پ ۲۹/۹۔
يَخْرُجْنَ : جمع مؤنث غائب نہی خروج
سے۔ وہ عورتیں نہ نکلیں۔ پ ۲۸/۱۷۔
يَخْرُجُنَّ : جمع مذکر غائب مضارع بانون
تاکید خروج سے وہ ضرور ہی نکلینگے۔ پ ۱۸/۱۳
يُخْرِجَنَّ : واحد مذکر غائب مضارع بانون
تاکید اخراج سے ضرور نکالدیگا۔ پ ۲۸/۱۳۔
يُخْرِجَنَّكُمَا : واحد مذکر غائب نہی بانون
تاکید اخراج سے کُمَا ضمیر تثنیہ مفعول وہ تم
کو نہ نکال دے۔ پ ۱۶/۱۶۔
يَخْرُجُوْا : جمع مذکر غائب مضارع خروج
سے کہ نکلیں پ ۶/۱۰ پ ۱۰/۹ پ ۲۱/۱۵ پ ۲۸/۴ یہاں تک
کہ نکلیں۔ پ ۶/۸۔
يُخْرِجُوْا : جمع مذکر غائب مضارع مثبت
اخراج سے وہ نکالدیں پ ۹/۱۸ پ ۱۵/۸ منفی بمعنی بلفظی
انہوں نے نہیں نکالا۔ پ ۲۸/۸۔
يَخْرُجُوْنَ : جمع مذکر غائب مضارع خروج
سے وہ نکلینگے (یعنی قبروں سے) پ ۲۷/۸ پ ۲۹/۸ وہ
نکلینگے (یعنی جہاد کے لئے) پ ۲۸/۵۔
يُخْرِجُوْنَ : جمع مذکر غائب مضارع معروف
اخراج سے۔ وہ نکالدینگے۔ پ ۲۸/۷۔
يُخْرَجُوْنَ : جمع مذکر غائب مضارع مجہول
منفی اخراج سے وہ نہیں نکالے جائینگے پ ۲۵/۲۰
يُخْرِجُهُمْ : واحد مذکر غائب مضارع اخراج
سے هُمْ ضمیر مفعول۔ وہ انکو نکال کر لیجائیگا
پ ۳/۲ پ ۶/۷ (دیکھو مخرج)
يَخْرُصُوْنَ : جمع مذکر غائب مضارع خرص
مصدر النصر، وہ قیاسی باتیں کرتے ہیں پ ۸/۱
پ ۱۱/۱۲ پ ۲۵/۸ (دیکھو تخرصون)
يَخِرُّوْا : جمع مذکر غائب مضارع منفی مجزوم
بمعنی ماضی خرور مصدر ضرب، وہ نہیں گر
پڑے۔ پ ۱۹/۴ (دیکھو خرّ)

يَخِرُّوْنَ: جمع مذکر غائب مضارع خُرُوْرٌ سے (ضرب) وہ گر پڑتے ہیں۔ پ ۱۵/۱۲۔ (دیکھو خَرَّ)

يُخْزِهِمْ: واحد مذکر غائب مضارع اِخْزَاءٌ مصدر (افعال) اصل میں یُخْزِیْہِمْ تھا۔ ان کو ذلیل کریگا رسوا کریگا۔ پ ۱۰/۸۔

يُخْزِىْ: واحد مذکر غائب مضارع منفی اِخْزَاءٌ سے۔ ذلیل نہیں کریگا، رسوا نہیں کرے گا پ ۲۸/۲۰،۱۴ (دیکھو مُخْزِی)

يُخْزِيْهِ: واحد مذکر غائب مضارع اِخْزَاءٌ سے ہٖ ضمیر مفعول۔ اسکو رسوا کریگا کرنا ہوگا پ ۱۲/۱، پ ۲۴/۸،۱۴۔ (دیکھو مخزی)

يُخْزِيْهِمْ: واحد مذکر غائب مضارع اخزاءٌ سے ہم ضمیر مفعول انکو رسوا اور ذلیل کریگا۔ پ ۱۴/۱۰۔ (دیکھو مخزی)

يَخْسَرُ: واحد مذکر غائب مضارع خُسْرَانٌ مصدر (سمع) ناکام ہوں گے نقصان اٹھائینگے گھاٹا پائینگے۔ پ ۲۵/۴۔

يُخْسِرُوْنَ: جمع مذکر غائب مضارع اِخْسَارٌ مصدر (افعال) کم دیتے ہیں۔ پ ۳۰/۸ (دیکھو المخسرین)

يَخْسِفَ: واحد مذکر غائب مضارع منصوب خَسْفٌ مصدر (ضرب) کہ دھنسا دے دھنسا دینے سے پ ۱۴/۲، پ ۵/۷، پ ۲۹/۱۲ (دیکھو نَخْسِفُ)

يَخْشَ: واحد مذکر غائب امر خَشْيَةٌ مصدر (سمع) اسکو ڈرنا چاہیئے وہ ڈرتا ہے پ ۴/۱۲ مضارع مجزوم منفی وہ نہیں ڈرا پ ۱/۹ (دیکھو تَخْشٰی)

يَخْشَوْنَ: جمع مذکر غائب مضارع مثبت خَشْيَةٌ سے وہ ڈرتے ہیں پ ۵/۸، پ ۱۳/۹، پ ۱۷/۴، پ ۲۲/۱۵ پ ۲۳/۱۷ پ ۲۹/۱ منفی۔ وہ نہیں ڈرتے پ ۲۲/۲۔

يَخْشَوْنَهٗ: جمع مذکر غائب مضارع مثبت وہ اس سے ڈرتے ہیں پ ۲۲/۲۔

يَخْشٰى: واحد مذکر غائب مضارع خَشْيَةٌ سے (ڈرتا ہے۔ پ ۱۶/۱۰،۱۱،۱۶ پ ۲۲/۱۶ پ ۳۰/۳،۵،۱۲

يَخْشَاهَا: واحد مذکر غائب مضارع خَشْيَةٌ ھَا ضمیر مفعول۔ وہ اس سے ڈرتا ہے پ ۳۰/۴ (دیکھو تَخْشٰی)

يَخْصِفَانِ: تثنیہ مذکر غائب مضارع خَصْفٌ مصدر (ضرب) وہ دونوں چپکانے لگے پ ۸/۹، پ ۱۶/۱۶

يَخِصِّمُوْنَ: جمع مذکر غائب مضارع اصل میں یختصمون تھا اِخْتِصَامٌ مصدر (افتعال) وہ اپنے معاملات میں جھگڑتے ہونگے پ ۲۳/۲ (دیکھو تختصمون)

یَخْطَفُ : واحد مذکر غائب مضارع خَطْفٌ
مصدر (سمع) اچک لے جھپٹ لیجائے پ ۱/۲ ۔
(دیکھو تخطف)
یُخَفِّفْ واحد مذکر غائب مضارع مجزوم
تَخْفِیْفٌ مصدر (تفعیل) ہلکا کر دے شدت میں کمی کردے ۱۲/۲
یُخَفِّفَ : واحد مذکر غائب مضارع منصوب
تخفیف مصدر (تفعیل) بمعنی مصدر، بار کم کرنا۔
آسانی کرنا ۵/۲ (دیکھو خَفَّفَ خفافًا)
یُخَفَّفُ : واحد مذکر غائب مضارع منفی
تخفیف سے ہلکا نہیں کیا جائیگا۔ عذاب میں
کمی نہیں کی جائیگی پ ۱/۲ پ ۳/۲ پ ۱۷/۳ پ ۱۸/۱۴ ۱۶/۲۲ ۔
(حوالہ مذکورہ بالا)
یَخْفَوْنَ : جمع مذکر غائب مضارع منفی
خفاء مصدر (سمع) پوشیدہ نہیں رہینگے پ ۱۹/۲۴
(دیکھو تخفی)
یُخْفُوْنَ : جمع مذکر غائب مضارع مثبت
اِخْفَاءٌ مصدر (افعال) وہ چھپاتے تھے پ ۷/۲
پ ۹ (دیکھو تخفی)
یَخْفٰی : واحد مذکر غائب مضارع منفی اخفاء
مصدر (افعال) پوشیدہ نہیں ہے پ ۹/۳ پ ۱۸/۱۳
پ ۷/۲۴ مثبت۔ جو چیز چھپی ہے پ ۱۲/۳ (دیکھو
تُخْفِی)
یُخْفِیْنَ : جمع مؤنث غائب اِخْفَاءٌ
سے (جو چیز) وہ پوشیدہ رکھتی ہیں پ ۱۰/۱۸ -
(دیکھو تخفی)
یَخْلُ : واحد مذکر غائب مضارع خُلُوٌّ
اور خَلَاءٌ مصدر (نصر) تنہا رہ جائے خالص
رہ جائے صرف تمہارے لئے ہو جائے پ ۱۲/۱۲
خَلْوَۃٌ تنہائی۔ خالی ہونا خِلْوٌ خالی تنہا خَلَاءٌ
خالی جگہ۔ تنہا ہونا۔ خلائک اتقی لحیائک
تیرا (گھر کے اندر) تنہا رہنا حیا کا زیادہ محافظ
ہے خلا ماضی خلو اور خلاء مصدر
تنہا خالی مکان میں ہو گیا۔ گذر گیا، بھیجدیا گیا
جگہ خالی ہو گئی۔

خلا علی بعض الطعام بعض کھانوں
پر اکتفا کیا خلا بہ اور الیہ اور معہ
اسکے ساتھ اکیلا ہو گیا یعنی تیسرا کوئی نہیں رہا
خلا عن الامر اور من الامر اس کام سے
علیحدہ ہو گیا خلا بزید زید سے مذاق کیا
جاؤنی خلو من زید زید سے علیحدہ وہ میرے
پاس آئے اخلاء (افعال) خالی ہونا۔ خالی
کرنا۔ خالی پانا اَخْلَاہٗ اور اَخْلَا بہٖ

اس کے ساتھ خلوت میں ہو گیا اخلاہٗ
تعر زید اسکو زید کے ساتھ تنہائی میں چھوڑ دیا
دیا تخلیۃ (تفعیل) چھوڑ دینا۔ خالی کر دینا
عنہٗ اس سے فارغ ہو جانا تخلّی عنہ اور منہٗ
(تفعل) اسکو چھوڑ دیا۔

یَخْلُدْ: واحد مذکر غائب مضارع مجزوم
خُلُوْدٌ مصدر (نصر) وہ ہمیشہ رہیگا۔ پ۱۹/۴
(دیکھو مُخْلَدُوْنَ)

یُخْلِفُ: واحد مذکر غائب مضارع منفی
اِخْلَافٌ مصدر (افعال) وہ خلاف نہیں
کریگا۔ پ۳/۹ پ۱۳/۱۰ پ۲۱/۴ پ۲۳/۱۶

یُخْلِفَ: واحد مذکر غائب مضارع منفی مؤکد
مستقبل اِخْلَافٌ سے وہ ہرگز خلاف نہیں کرسکیگا
پ۱ پ۱۷/۱۴ (دیکھو مُخْلِفَ اور مُخْتَلِفٌ)

یَخْلُفُوْنَ: جمع مذکر غائب مضارع خَلْفٌ
مصدر (نصر) پیچھے بعد دیگرے رہا کرتے (تمہاری)
تمہاری بجائے رہتے۔ پ۲۵/۱۲

یُخْلِفُہٗ: واحد مذکر غائب مضارع اِخْلَافٌ
--- مصدر ہٗ ضمیر مفعول۔ وہ اسکو
اچھا بدل دیگا پ۲۲/۱۱

یَخْلُقُ: واحد مذکر غائب مضارع مثبت
خَلْقٌ مصدر (نصر) وہ پیدا کرتا۔ پیدا کریگا پ۳/۱۳
پ۶/۷ پ۱۴/۴،۲،۸،۱۰ پ۱۸/۱۲ پ۲۰/۱۰ پ۲۱/۹ پ۲۳/۱۵ پ۲۵/۶،۸ منفی
نہیں پیدا کرتا ہے پ۹/۱۴ پ۱۴/۸،۱۰۔

یَخْلُقَ: واحد مذکر غائب مضارع منصوب
بمعنی مصدر خَلْقٌ سے۔ پیدا کرنا پ۱۵/۱۱ پ۲۳/۴۔
(دیکھو مُخَلَّقَۃٌ)

یُخْلَقُ: واحد مذکر غائب مضارع مجہول
منفی خَلْقٌ سے نہیں پیدا کیا گیا پ۳۰/۱۴۔

یَخْلُقُکُمْ: واحد مذکر غائب مضارع معروف
مثبت خَلْقٌ سے تم کو اندازہ کیساتھ بناتا
رہتا ہے پ۲۳/۱۵۔

یَخْلُقُوْا: جمع مذکر غائب مضارع منصوب منفی
مؤکد بمعنی استقبال۔ خلق سے۔ وہ ہرگز پیدا
نہیں کر سکینگے نہیں بنا سکینگے۔ پ۱۷/۱۲۔

یَخْلُقُوْنَ: جمع مذکر غائب مضارع مرفوع
منفی۔ وہ نہیں پیدا کرتے ہیں پ۱۴/۸ پ۱۸/۱۶۔

یُخْلَقُوْنَ: جمع مذکر غائب مضارع مرفوع
مجہول مثبت۔ وہ پیدا کئے جاتے ہیں پ۹/۱۴
پ۱۴/۸ پ۱۸/۱۶ (دیکھو مخلقۃ)

یَخُوْضُوْا: جمع مذکر غائب مضارع منصوب
مجزوم خَوْضٌ مصدر (نصر) وہ مشغول ہوں

مشغول رہیں۔ پ۵/۱۰ پ۲۵/۱۳ پ۲۷/۱۴ پ۲۹/۸۔

یَخُوضُوْنَ: جمع مذکر غائب مضارع مرفوع خَوضٌ سے وہ مشغول ہوتے ہیں۔ (دل لگی اور طعن کے لئے کبیر) پ۱۰/۱۴ (دیکھو نخوض)

یُخَوِّفُ: واحد مذکر غائب مضارع تخویفٌ مصدر (تفعیل) وہ ڈراتا ہے خوف دلاتا ہے پ۴/۹ پ۲۳/۱۶ (دیکھو نخاف)

یُخَوِّفُوْنَکَ: جمع مذکر غائب مضارع تَخْوِیفٌ سے لَ ضمیر مفعول۔ وہ تجھے ڈراتے ہیں پ۲۴/۱ (دیکھو نخاف)

یُخَیَّلُ: واحد مذکر غائب مضارع مجہول تَخْیِیْلٌ مصدر (تفعیل) اسکو محسوس ہوتا تھا اس کے خیال میں ڈالا جاتا تھا پ۱۶/۱۲ (دیکھو مُخْتَالٍ)

فصل الدال المهملہ

یَدٌ: پ۶/۱۳ پ۲۶/۹ یَدَ پ۹/۳ پ۱۵/۳ پ۱۶/۱۰ پ۱۸/۱۱ پ۱۹/۶ پ۱۹/۱۶ پ۲۰/۷ یَدِ پ۲/۱۵، ۱۷ پ۳/۱۱، ۱۶ پ۶/۹ پ۲۳/۱۳ پ۲۷/۲۰ پ۲۹/۱ یَدِ پ۱۰/۱۰۔

آیت پ۲۶/۹ میں یَدٌ سے مراد ہاتھ ہی ہے لیکن رسول اللہ کے ہاتھ کو مجازاً اللہ کا ہاتھ کہا گیا ہے۔ آیات پ۲/۱۵ پ۳/۱۱، ۱۶ پ۱۸/۵ پ۲۷/۲۰ پ۲۹/۱ میں ید کا معنی ہے قبضہ قدرت تصرف باقی آیات میں ید کا معنی ہاتھ۔

یَدَا: تثنیہ مضاف ید واحد اضافت کی وجہ سے نون گرا دیا گیا اصل میں یَدَان تھا دونوں ہاتھ۔ پ۶/۱۳ میں بہت زیادہ جود و کرم مراد ہے پ۱۵/۲۰ پ۱۷/۸ پ۳۰/۲، ۳۶ ذات، شخص

لغت عرب میں ید کے معانی مختلف ہیں ہاتھ، اقتدار، قابو، غلبہ، ملک، قبضہ، تصرف، روکنا برکت، سخاوت، احسان، ذلت، بھلائی، ندامت وغیرہ حقیقت میں اول الذکر معنی حقیقی وضعی ہے باقی معانی کسی قرینہ مقام سیاق یا اختلاف صلات کی وجہ سے مراد لے لئے جاتے ہیں جیسے یَدَیْتُ اِلَیْہِ میں نے اس کے ساتھ احسان کیا مَالِی بِہٖ یَدٌ مجھ میں اس کی طاقت نہیں ایک شعر ہے۔

فَاعْمَدْ لِمَا تَعْلُوْا فَمَالَکَ بِالَّذِیْ
لَا تَسْتَطِیْعُ مِنَ الْاُمُوْرِ یَدَانِ

جس چیز پر تو غالب آسکے اسکا ارادہ کر کیونکہ جس کام کی تجھ میں طاقت نہ ہو اس میں تصرف نہیں کر سکتا۔

زَیْدٌ وَضَعَ یَدَہٗ فِی کَذَا زید نے اس کام
کو شروع کر دیا یَدُہٗ مُطْلَقَۃٌ اسکا ہاتھ کھلا ہوا
ہے یعنی وہ سخی ہے یا جس طرح چاہتا ہے تصرف
کرتا ہے نَفَضْتُ یَدِیْ عَنْ کَذَا اس سے
میں نے اپنا ہاتھ جھاڑ لیا ہاتھ جھاڑ کر کھڑا ہو گیا
یعنی چھوڑ دیا کَتَبَتْ اَیْدِیْہِمْ انکے ہاتھوں نے
لکھا یعنی اپنی طرف سے انہوں نے جھوٹی تحریر لکھ
لی تَاْیِیْدٌ ہاتھ لگا دینا یعنی مدد کرنا قوی کر دینا
ذُوالْاَیْد طاقتور اُولِی الْاَیْدِ ہاتھوں والے
یعنی طاقتور ہیں یَدُ عَمْرٍو زید عمر کا ہاتھ ہے یعنی
اسکا دوست اور مددگار یَدُ اللّٰہِ اللہ کی مدد
نصرت احسان انعام قوت۔ اَیْدِی اللّٰہِ
اللہ کے اولیا دوست رَجُلٌ یَدِیٌّ ہاتھ
والا مرد یعنی کاریگر اِمْرَاَۃٌ یَدِیَّۃٌ ہنر دار عورت
سُقِطَ فِیْ اَیْدِیْہِمْ وہ نادم ہو گئے بجائے
سُقِطَ کے اُسْقِطَ فِی یَدَیْہِ بھی مستعمل ہے
شرمندہ اور پشیمان ہوا تَرِبَتْ یَدَاہُ اسکے
ہاتھ خاک آلود ہوں یعنی ذلیل ہو فِی یَدِیْ
میری ملک میں میرے قبضہ میں ھُمْ عَلَیْہِ یَدٌ
وہ سب اس پر متفق ہیں مَا اَیْدِیْ فُلَانٍ
اس کے کیسے اچھے ہاتھ ہیں یعنی کیسا اچھا کاریگر
ہے یَدُ الطَّائِرِ پرندہ کا بازو یَدُ الْفَاسِ
کلہاڑی کا دستہ یَدُ الرِّیْحِ ہوا کا زور
یَدُ الدَّهْرِ زمانہ کی طاقت اور ظلم۔
یَد کی جمع اَیْدِی ہے جیسے وَلَا تُلْقُوْا
بِاَیْدِیْکُمْ اور رَدَّ یَدَہٗ فِیْ فَمِہٖ یعنی چپ ہو گیا
جواب نہیں دیا۔ کسی کام سے باز رہا لوٹا دیا اَیَادِیْ بھی
ہے جیسے فَاِنَّ لَہٗ عِنْدِیْ یَدَیًا وانعما اسکے
مجھ پر بڑے احسانات اور انعامات ہیں۔
یَدِیَ مصدر (سمع) یَدِیَ اس نے
سبقت کی نیکی اور بھلائی کی۔ اسکا ہاتھ سوکھ
جائے اِیْدَاءٌ (افعال) کسی سے نیکی کرنا احسان
کرنا یَادَاہٗ (میاداۃ مصدر۔ مفاعلۃ) اس کو
ہاتھ کے بدلے ہاتھ سزا دی۔ اَعْطَاہٗ مُیَادَاۃً اسکو
دست بدست دیا۔ (المفردات۔ تاج۔ لسان
مغرب۔ قاموس)
یُدَبِّرُ: واحد مذکر غائب مضارع تَدْبِیْرٌ
مصدر (تفعیل) وہ انتظام کرتا ہے پ ۱۱ ۹،۶ ۱۳ ۷
۲۱ (دیکھو المدبرات اور مدبرًا)
یَدَّبَّرُوْا: جمع مذکر غائب تَدَبُّرٌ مصدر
(تفعل) اصل میں یَتَدَبَّرُوْا تھا۔ پ ۱۸ ۴ مضارع
منفی موکد بمعنی ماضی۔ کیا انہوں نے غور نہیں

کیا ب۲۳/۱۲ امر غائب انکو غور کرنا چاہیئے ۔
(دیکھو المدبرات اور مدبراً)

يُدْحِضُوْا : جمع مذکر غائب منصوب بمعنی مصدر اِدْحَاضٌ مصدر (افعال) باطل کرنے کے لئے زائل کرنے کے لئے ب۱۳/۲۰ ب۲۴/۶ ۔
دَحْضٌ دُحُوضٌ مُدْحَضَةٌ پھسلنے کی جگہ دَحْضٌ مصدر (فتح) پھسلنا ۔ سورج کا ڈھلنا دُحُوضٌ مصدر باطل ہونا ۔ زائل ہونا (دیکھو المُدْحَضِيْن)

يَدْخُلَ : واحد مذکر غائب مضارع منصوب منفی موکد مستقبل ب۱/۱۴ ہرگز داخل نہو گا ب۲۶/۱۴ مجزوم بمعنی ماضی ابھی داخل نہیں ہوا ۔

يُدْخَلَ : واحد مذکر غائب مضارع مجہول ادخال مصدر (افعال) کہ اسکو داخل کیا جائے ۔ داخل کئے جانے کی ۔ ب۲۹/۸

يُدْخِلُ ، واحد مذکر غائب مضارع معروف اِدْخَالٌ مصدر (افعال) وہ داخل کریگا داخل کرتا ہے ب۱۷/۹،۱۰ ب۲۶/۶ ب۲۹/۲۰

يُدْخِلَ ؛ واحد مذکر غائب مضارع معروف اِدْخَالٌ مصدر (افعال) کہ وہ داخل کرے ب۲۶/۹،۱۱

يُدْخِلْكُمْ : واحد مذکر غائب مضارع معروف مجزوم ادخال مصدر (افعال) كُمْ مفعول ۔ وہ تم کو داخل کریگا ب۲۸/۱۰

يُدْخِلَكُمْ ؛ واحد مذکر غائب مضارع معروف منصوب ادخال مصدر (افعال) كُمْ مفعول کہ تم کو داخل کرے ب۲۸/۲۰ ۔

يُدْخِلَنَا : واحد مذکر غائب مضارع معروف منصوب اِدْخَالٌ مصدر (افعال) نا ضمیر مفعول کہ وہ ہم کو داخل کرے گا ۔ ب۶/۱ ۔

يَدْخُلَنَّهَا : واحد مذکر غائب نہی بالنون تاکید دُخُولٌ مصدر (نصر) کہ اسمیں ہرگز داخل نہو نہ آنے پائے ۔ ب۲۹/۳

يُدْخِلَنَّهُمْ : واحد مذکر غائب بالنون تاکید ادخال مصدر هُمْ ضمیر مفعول ۔ انکو ضرور داخل کریگا ۔ ب۱۷/۱۵

يَدْخُلُوْا : جمع مذکر غائب مضارع مثبت دُخُولٌ سے کہ داخل ہوں ب۱/۱۴ تاکہ داخل ہوجائیں ب۱۵/۱ منفی داخل نہیں ہوئے ہونگے ب۶/۱۲

يَدْخُلُوْنَ : جمع مذکر غائب مضارع مثبت دُخُولٌ سے ۔ وہ داخل ہونگے ب۵/۱۵ ب۱۳/۹ ب۱۶/۷ ب۲۳/۱۰،۱۱ داخل ہوتے ہوئے ب۳۰/۳۵ منفی ۔ نہیں داخل ہونگے ۔ ب۶/۱۲ ۔

يَدْخُلُوْنَهَا : جمع مذکر غائب مضارع مثبت دُخُوْلٌ سے وہ اسمیں داخل ہوں گے پ۱۳ / ۹ پ۱۴ / ۱۰، ۱۶ ۲۲ -

يُدْخِلْهُ : واحد مذکر غائب مضارع مجزوم اِدْخَالٌ سے ہٗ ضمیر مفعول۔ وہ انکو داخل کریگا پ۴ / ۱۳ پ۲۸ / ۱۵، ۱۸ پ۲۶ / ۱۰ -

يُدْخِلُهُمْ : واحد مذکر غائب مضارع ھُمْ ضمیر مفعول وہ انکو داخل کریگا پ۶ / ۴ پ۱۱ / ۱ پ۲۵ / ۲۰ پ۲۶ / ۵ پ۲۸ / ۳ ۔ (دیکھو مُدْخَلٌ)

يَدْرُسُوْنَهَا : جمع مذکر غائب مضارع دَرْسٌ دَرَاسَۃٌ مصدر (نصر) ھَا ضمیر مفعول انکو پڑھتے پڑھاتے ہوں۔ پ۲۲ / ۱۱ (دیکھو درست)

يُدْرِكُ : واحد مذکر غائب مضارع اِدْرَاكٌ مصدر (افعال) ادراک سے مراد ہے۔ ادراکِ بصر یعنی دیکھنا۔ وہ نگاہوں کو دیکھتا ہے (سیوطی) یا مراد ہے احاطۂ علمی اس کا علم سب کو محیط ہے (عام اہلِ تفسیر)

اول معنی وضع لغوی کے قریب ہے اور اپنے اندر ایک خاص حسن رکھتا ہے عموماً قانون فطرت اور ضابطہ تخلیق کا تقاضا ہے کہ جو چیز جس قدر لطیف ہو گی اتنی ہی خفی ہو گی یہاں تک کہ دماغی تصورات کی لہریں بہت ہی زیادہ خفی ہیں مادی چیزوں میں نورِ نظر بہت ہی زیادہ لطیف ہے اسی لئے تمام بیرونی چیزوں کو اس کے ذریعے سے دیکھا جا سکتا ہے لیکن اسکی کیفیت نظر نہیں دیکھتی باری تعالیٰ کی ہستی از نظر سے بھی زیادہ لطیف ہے اس لئے وہ تو ہر نگاہ کو دیکھتی ہے اور خود ہر چشم بینا سے مخفی ہے۔ واللہ اعلم۔ پ۷ / ۱۹ -

سعید بن مسیب کے نزدیک احاطۂ علمی مراد ہے عطاؒ نے بھی اسی کی تائید میں کہا كَلَّتْ ابصار المخلوقين عن الاحاطة بہ مخلوق کی نظر اسکو احاطہ کرنے سے عاجز ہے (اور وہ سب کو محیط ہے)

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا دنیا میں اسکا ادراک کوئی نگاہ نہیں کر سکتی لیکن قیامت کے دن اسکو دیکھا جا سکے گا مقاتل کا قول بھی اسی کا مؤید ہے عام اہل تفسیر کے نزدیک احاطۂ علمی مراد ہے بغوی نے لکھا ہے ادراک اور رویت میں فرق ہے رویت بغیر ادراک کے ہو سکتی ہے جیسے بنی اسرائیل کے تعاقب میں جب فرعون کا لشکر آیا اور بنی اسرائیل نے انکو آتے دیکھ لیا تو کہا اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ حضرت موسیٰ نے اسکے

جواب میں فرمایا کَلَّا ہرگز نہیں دیکھو باوجود رویت کے ادراک کی نفی کی۔ بات یہ ہے کہ ادراک کا مفہوم ہے کسی چیز کی کنہ اور حقیقت کو پالینا اور اسکا احاطہ کرلینا اور رویت کا معنی ہے سادہ معائنہ اس لئے اثبات رویت کے باوجود نفی ادراک صحیح ہے۔ واللہ اعلم۔

یُدْرِکْکُمْ: واحد مذکر غائب مضارع مجزوم ادراک سے کُمْ ضمیر مفعول۔ تم کو آئے گی۔ تم کو پہنچے گی۔ پ۵/۸۔

یُدْرِکْہُ: واحد مذکر غائب مضارع مجزوم ادراک سے ہٗ ضمیر مفعول اسکو (موت) آپکڑے۔ پ۵/۱۱۔ (دیکھو ادرک، تُدْرِکُ، مُدْرَکُوْنَ)

یَدْرَءُ: واحد مذکر غائب مضارع دَرْءٌ مصدر (فتح) دور کرتا ہے۔ دور کردیگا، ٹال دیگا ٹال سکتا ہے۔ پ۱۸/۷۔

یَدْرَءُوْنَ: جمع مذکر غائب مضارع دَرْءٌ مصدر (فتح) دور کرتے ہیں۔ دفع کرتے ہیں پ۱۳/۹ پ۲۰/۹۔

دَرْءٌ کجی۔ پہاڑ پر سے کسی چیز کا نیچے کو گرنا۔ دور سے تیزی کے ساتھ سیلاب آجانا تُدْرُءٌ اور تَدْرِءَۃٌ دفع کرنا دَرْءٌ اور دَرْءَۃٌ مصدر متعدی (فتح) دفع کرنا حدیث میں ہے ادرءوا الحدود بالشبہات شبہات رہوں تو شرعی سزا کو ساقط کردو دُرُوْءٌ مصدر لازم (فتح) اچانک آجانا آگ یا ستارہ کا روشن ہوجانا آخری معنی کے لئے باب نَصَرَ بھی مستعمل ہے (دیکھو ادرءوا)

یُدْرِیْکَ: واحد مذکر غائب مضارع ادراءٌ مصدر (درء مادہ۔ مجرد ضرب سے آتا ہے) کَ ضمیر مفعول تم کو کون بتائے کون خبر اطلاع دے یعنی تم کو کیا معلوم۔ پ۲۲/۵ پ۲۵/۳ پ۳۰/۵۔ (دیکھو ادراک)

یَدُسُّ: واحد مذکر غائب مضارع دَسٌّ مصدر (نصر) اور اسکو چھپائے اسکو دفن کردے پ۱۴/۴ دِسِّیْسٰی بھی مصدر ہے۔ دسیس جاسوس تَدْسِیْسٌ (تفعیل) چھپانا اِنْدِسَاسٌ (انفعال) مٹی میں چھپنا۔ (دیکھو دَسّٰھَا)

یَدْعُ: واحد مذکر غائب امر دُعَاءٌ مصدر (نصر) اسکو دعا کرنی چاہیئے پ۱۸/۶ مضارع مجزوم پکارتا ہے پکاریگا (یعنی مدد اور عبادت کیلئے) پ۱۵/۲ مانگتا ہے دعا کرتا ہے پ۲۷/۸ پکاریگا پ۳۰/۲۱ امر غائب۔ اسکو پکارنا چاہیئے اسکو بلانا چاہیئے

(دیکھو نَدُعٌ)

یَدُعُّ: واحد مذکر غائب مضارع دَعٌّ مصدر (نصر) وہ دھکے دیتا ہے ب ۳۰/۳۲۔

یَدُعُنَا: واحد مذکر غائب مضارع دَعْوَۃٌ دعاۃٌ مصدر نا ضمیر مفعول۔ اس نے ہم سے دعا نہیں کی تھی۔ ب ۱۱/۷

یَدُعُوْ: واحد مذکر غائب مضارع دَعْوَۃٌ سے وہ بلاتا ہے پکارتا ہے۔ بلائیگا پکاریگا دعا کرتا ہے ب ۲/۱۱ ب ۴/۷ ب ۱۱/۸ ب ۱۳/۱۴ ب ۱۵/۵ ب ۱۷/۹ ب ۲۰/۶ ب ۲۱/۱۲ ب ۲۲/۱۳ ب ۲۳/۱۵ ب ۲۶/۱ ب ۲۷/۱۷ ب ۲۹/۱۱ ب ۳۰/۹۔

آیات ب ۱۷/۹ ب ۲۶/۱ ب ۲۹/۱۱ میں پکارنے سے مراد عبادت کرنا پوجنا ب ۲۳/۱۵ میں عاجزی کیساتھ دعا کرنا اور گڑگڑانا مراد ہے ب ۱۵/۵ میں دعوت اسرافیل مراد ہے۔ باقی آیات میں اسلام یا مغفرت یا جنت یا دوزخ یا کسی اور کام کیلئے بلانا مراد ہے البتہ ب ۳۰/۹ میں موت کو پکارنا مراد ہے۔

(دیکھو نَدُعُ)

یَدْعُوْنَ: جمع مذکر غائب مضارع دَعْوَۃٌ اور دُعَاءٌ (نصر) وہ بلاتے ہیں طلب کرتے ہیں بلائینگے ب ۲/۱۱ ب ۴/۲ ب ۲۰/۷ ب ۲۳/۱۳ ب ۲۵/۱۶ پوجتے ہیں پکارتے ہیں ب ۵/۱۵، ۱۲، ۱۹ ب ۷/۱۲ ب ۱۱/۹ ب ۱۲/۸ ب ۱۳/۸ ب ۱۵/۶، ۱۶

ب ۱۷/۱۵ ب ۱۹/۴ ب ۲۰/۱۶ ب ۲۱/۱۲، ۱۵ ب ۲۴/۷ ب ۲۵/۱۳، ۱۔

یُدْعَوْنَ: جمع مذکر غائب مضارع مجہول دَعْوَۃٌ سے بلائے جائیں گے، بلائے جاتے ہیں۔ ب ۳۰/۱۱ ب ۲۹/۴۔

یَدْعُوْنَنَا: جمع مذکر غائب مضارع معروف دَعْوَۃٌ سے نَا مفعول وہ ہم کو پکارتے ہیں ہم سے دعا کرتے ہیں۔ ب ۱۷/۶۔

یَدْعُوْنَنِیْ: جمع مؤنث غائب مضارع دَعْوَۃٌ سے نی مفعول وہ مجھے بلاتی ہیں۔ ب ۱۲/۱۴

یَدْعُوْنَہٗ: جمع مذکر غائب مضارع دعوۃ سے ہٗ مفعول وہ اسے بلاتے ہیں ب ۷/۱۵

یُدْعٰی: واحد مذکر غائب مضارع مجہول دعوۃ سے اسکو بلایا جاتا ہے اسکو دعوت دیجاتی ہے ب ۲۸/۹۔ (دیکھو نَدْعُ)

یُدَعُّوْنَ: جمع مذکر غائب مضارع مجہول سے انکو دھکے دیکر ہنکایا جائیگا۔ ب ۲۷/۳

یَدَّعُوْنَ: جمع مذکر غائب مضارع ادعاءٌ مصدر (افتعال) وہ طلب کریں گے خواہش کرینگے ب ۲۳/۲ (دیکھو نَدْعُ)

یَدْمَغُہٗ: واحد مذکر غائب مضارع دَمْغٌ مصدر (فتح) اس کے دماغ پر مارتا ہے۔ دماغ کی

چوٹ بے ہوش کرتی ہے اور زیادہ قوی ہو تو موجب
ہلاک ہو جاتی ہے اور دَمْغ کا معنی ہے ایسی
قوی ضرب جس سے بھیجا ٹوٹ جائے اس لئے
آیت میں دماغ پر مارنے سے مراد ہوا ہلاک کر دینا
نابود کر دینا پ ۱۷/۲

دِمَاغ بھیجہ اور بھیجہ کا غلاف دامِغ
دماغ شکن پتھر دَمِیغ اور مدموغ دماغ زدہ
آدمی مُدَمَّغ احمق۔ اَدْمَغَ اِلٰی کسی کو کسی
چیز کا محتاج بنا دیا۔

یُدْنِیْنَ : جمع مؤنث غائب مضارع
اِدْنَاءٌ مصدر۔ وہ نیچے کر لیا کریں پ ۲۲/۵ ۔

اِدْنَاءٌ کا مادہ دنو ہے دُنُوٌّ اور دَنَاوَۃٌ
کا معنی ہے قریب ہونا اور دَنَائَۃٌ کا معنی ہے
کمینہ اور نچلا ہونا (نصر) باب افعال لازم
بھی ہے اور متعدی بھی۔ قریب ہونا قریب
کرنا اور نیچا کر لینا یا کر دینا۔ دَنِیٌّ حقیر کمینہ نالائق
ادنیٰ قریب تر، کمتر، کمینہ۔ (دیکھو دانیۃ
اَدْنیٰ، دُنْیَا۔

یُدْهِنُوْنَ : جمع مذکر غائب مضارع ادھان
(افعال) وہ گھس لگائیں یعنی نرمی کریں ڈھیلے
پڑ جائیں پ ۲۹/۳ (دیکھو مدھنون)

یَدَیَّ ، تثنیہ مجرور مضاف یا متکلم مضاف الیہ
یَدٌ واحد اپنے دونوں ہاتھوں سے یعنی بذات
خاص پ ۲۳/۱۴ بین یَدَیَّ مجھ سے پہلے پ ۳/۱۲ پ ۲۸/۹

یَدَیْ : تثنیہ مجرور۔ اصل میں یَدَیْنِ تھا
اضافت کی وجہ سے نون گرا دیا گیا یَدٌ واحد
پہلے پیشتر پ ۸/۱۴، پ ۱۹/۳، پ ۳۰/۱، پ ۲۲/۱۲، پ ۲۶/۱۳، پ ۲۸/۲ آیت پ ۲۶/۱۳
میں یا ساکن کو وصل کی وجہ سے مکسور کر دیا گیا

یَدَیْہِ : تثنیہ مجرور مضاف ہٖ ضمیر مضاف الیہ
پ ۳/۹ پ ۲۲/۸ پ ۲۴/۱۹ پ ۲۹/۱۲ اس کے آگے سامنے موجود
پ ۱/۱۲ پ ۶/۱۱ پ ۷/۱۶ پ ۱۱/۹ پ ۱۳/۶، ۸ پ ۲۲/۱۰، ۱۰، ۱۶ پ ۲۶/۳، ۲۰ اس
سے پہلے پیشتر۔ اپنے ہاتھوں کو پ ۱۹/۱ ۔

یَدَیْہَا : تثنیہ مجرور مضاف ھا ضمیر مضاف
الیہ۔ اس کے سامنے۔ اس کے زمانہ میں
پ ۱/۸ (دیکھو یَدَا)

فصل الذال المعجمہ

یُذَبِّحُ : واحد مذکر غائب مضارع تَذْبِیْحٌ مصدر
(تفعیل) وہ بہت ذبح کیا کرتا تھا۔ (حکایت
حال ماضی) پ ۲۰/۴ ۔

یُذَبِّحُوْنَ : جمع مذکر غائب مضارع تَذْبِیْحٌ
مصدر (تفعیل) وہ بہت ذبح کیا کرتے تھے (حکایت

حال ماضی) پ ۱۳/۶ ، ۱۳ ۔

ذِبْحٌ ذبح ہونیوالا ذبیح اور مذبوح وہ جانور جسکو ذبح کیا گیا ہو ذَبْحٌ اور ذَبَاحٌ مصدر (فتح) پھاڑنا۔ کاٹ دینا۔ گلا کاٹ دینا ذَبَحَ الدَّنَّ مٹکے میں سوراخ کر دیا ذبح اللحیۃ فُلَانًا فلاں شخص کی داڑھی لمبی ہوگئی لٹک آئی ذَبَحَ الملح او الشمس الخمرَ نمک یا دھوپ نے شراب کو پاک کر دیا تَذْبِیْحٌ (تفعیل) الشیٔ زمین پر بچھا دینا اور سر کو نیچے کر دینا مراد ذبح کرنا اِذْبَاحٌ (افتعال) ذبح کرنا۔

یَذَرُ: واحد مذکر غائب مضارع وَذْرٌ مصدر اصل میں یَوْذِرُ تھا (ضرب) عموماً تلفظ مضارع کا سمع سے کیا جاتا ہے (قاموس) چھوڑ دیتا ہے۔ پ ۹/۱۴ ، ۱۶/۱۵ ۔ (دیکھو نَذَرُ)

یَذَرَ: واحد مذکر غائب مضارع منصوب وَذْرٌ سے۔ کہ چھوڑ دے پ ۴ ، ۹/۵ (دیکھو نَذَرُ)

یَذَرُوْنَ: جمع مذکر غائب مضارع وَذْرٌ سے وہ چھوڑ دیں۔ چھوڑ جائیں پ ۲/۱۴، ۱۵ چھوڑ دیتے ہیں پ ۲۹/۲ (دیکھو نَذَرُ)

یَذْرَءُ: واحد مذکر غائب مضارع ذَرْءٌ مصدر (فتح) وہ پیدا کرتا ہے۔ پ ۲۵/۳

ذَرَارٌ کسی چیز کی قلیل مقدار ذُرْءَۃٌ بالوں کی ابتدائی سفیدی ذُرْآءُ بوڑھی عورت ذَرْءٌ مصدر (فتح) پیدا کرنا۔ کسی چیز میں زیادتی کرنا زمین میں بیج بکھیرنا (سمع اور فتح) بالوں کا سفید ہو جانا۔ اِذْرَاءٌ (افعال) ڈرانا۔ غصہ دلانا۔ جاری کرنا۔ اَذْرَاہُ بِالشَّیْءِ اسکو کسی چیز کی رغبت دی اور کسی چیز کو اختیار کرنے پر مجبور کر دیا۔

(دیکھو ذَرَءَ اور ذُرِّیَّۃٌ)

یَذْکُرُ: واحد مذکر غائب مضارع مثبت معروف ذِکْرٌ مصدر (نصر) ذکر کرتا تھا یعنی برا کہتا تھا پ ۱۷/۵، ۳ منفی کیا نصیحت حاصل نہیں کرتا۔ پ ۱۶/۸ ۔

یُذْکَرُ: واحد مذکر غائب مضارع مجہول یاد کیا جائے۔ پ ۱۷/۱۳ ۔

یُذْکَرَ: واحد مذکر غائب مضارع مجہول منصوب کہ یاد کیا جائے پ ۱/۱۴، ۱۸/۱۳ ۔

یُذْکَرِ: واحد مذکر غائب مضارع مجہول مجزوم منفی۔ وصل کی وجہ سے مکسور کر دیا گیا۔ نہیں یاد کیا گیا پ ۸/۱ ۔

یَذَّکَّرَ: واحد مذکر غائب مضارع منصوب

تَذَکُّرٌ مصدر (تفعل) اصل میں یَتَذَکَّرُ تھا
تاکہ نصیحت حاصل کرے پ ۳۰/۱۹ کہ نصیحت حاصل
کرے پ ۱۹/۴ ۔

یَذَّکَّرُ: واحد مذکر غائب مضارع مرفوع منفی
نہیں نصیحت حاصل کرتا ہے پ ۳/۹،۵ مثبت یا
نصیحت پکڑے پ ۳۰/۵ نصیحت پکڑیگا پ ۳۰/۱۲ ۔

یَذْکُرُوْا: جمع مذکر غائب مضارع منصوب
ذِکْرٌ سے۔ کہ ذکر کریں۔ یاد کریں پ ۱۷/۱۲،۱۱ ۔

یَذَّکَّرُوْا: جمع مذکر غائب مضارع منصوب
تَذَکُّرٌ سے کہ نصیحت پکڑیں پ ۱۵/۵ ۱۹/۳ ۔

یَذْکُرُوْنَ: جمع مذکر غائب مضارع مرفوع
مثبت ذکر کرتے پ ۴/۱۱ منفی نہیں یاد کرتے ہیں
نہیں ذکر کرتے ہیں پ ۵/۱۸ ۳/۳ نہیں نصیحت پکڑتے
ہیں۔ پ ۲۳/۵ ۲۹/۱۶ ۔

یَذَّکَّرُوْنَ: جمع مذکر غائب مضارع مرفوع
مثبت تَذَکُّرٌ سے۔ نصیحت پکڑتے ہیں پ ۸/۱۰،۲
پ ۹/۶ ۱۰/۳ پ ۱۴/۸ منفی نصیحت نہیں حاصل کرتے
پ ۱۱/۵ (دیکھو مُذَّکِرٌ، مُدَّکِرٌ۔ مذکور ۱)

یَذُوْقَ: واحد مذکر غائب مضارع منصوب
ذَوْقٌ مصدر (نصر) تاکہ وہ چکھے پ ۳ ۔

یَذُوْقُوْا: جمع مذکر غائب مضارع منصوب
مثبت ذَوْقٌ سے کہ وہ چکھیں پ ۵ مجزوم منفی ابھی
انہوں نے نہیں چکھا پ ۲۳/۱۰ امر غائب چاہیئے
کہ چکھیں۔ پ ۲۳/۱۳ ۔

یَذُوْقُوْنَ: جمع مذکر غائب مضارع منفی
ذَوْقٌ سے۔ وہ نہیں چکھیں گے پ ۲۵/۱۶ پ ۳۰/۱ ۔
(دیکھو نُذِیْقَنَّ اور نُذِیْقُہٗ)

یَذْهَبُ: واحد مذکر غائب مضارع مرفوع
ذِهَابٌ مصدر۔ متعدی بالباء (فتح) لیجائے
پ ۱/۱۲ لازم جاتا رہتا ہے۔ پ ۱۳/۸ ۔

یُذْهِبَ: واحد مذکر غائب مضارع منصوب
اِذْهَابٌ مصدر (افعال) کہ لیجائے زائل کردے
دور کردے پ ۹/۱ پ ۲۲/۱۶ ۔

یُذْهِبْ: واحد مذکر غائب مضارع مجزوم
اِذْهَابٌ مصدر (افعال) دور کریگا۔ زائل کریگا پ ۱۰/۸

یَذْهَبَا: تثنیہ مذکر غائب مضارع ذِهَابٌ
سے متعدی بالباء وہ دونوں لیجائیں۔ زائل
کردیں۔ پ ۱۶/۱۲ ۔

یُذْهِبْکُمْ: واحد مذکر غائب مضارع مجزوم
اِذْهَابٌ سے کُمْ ضمیر مفعول۔ تم کو لیجائے ہلاک
کردے پ ۵/۱۵ پ ۱۳/۱۵،۳ پ ۲۴/۱۶ ۔

یُذْهِبْنَ: جمع مؤنث غائب مضارع

اِذْهابٌ سے۔ دور کر دیتی ہیں دور کر دینگی ۱۰/۱۲۔

یُذْهِبْنَ : واحد مذکر غائب مضارع بانون تاکید ثقیلہ اِذهابٌ سے۔ کیا دور کر دیگا۔ کیا زائل کر دیگا ۹/۱۷۔

یَذْهَبُوْا : جمع مذکر غائب مضارع منفی مؤکد بمعنی ماضی ذھابٌ سے لیکن جواب شرط میں واقع ہونیکی وجہ سے ماضی پھر بمعنی حال ہو گیا وہ نہیں جاتے ہیں ۱۵/۱۸ بمعنی ماضی کہ وہ نہیں گئے ۱۸/۲۱۔ (دیکھو لَنَذْهَبَنَّ)

یُذِیْقَ : واحد مذکر غائب مضارع منصوب اِذاقَۃٌ مصدر (افعال) وہ چکھائے ۱۴/۲۱، ۸ (دیکھو نُذِیْقَنَّ اور نُذِقْہُ)

فصل الراء المہملۃ

یَرَ : واحد مذکر غائب مضارع مجزوم رُؤْیَۃٌ سے (فتح) منفی بمعنی ماضی (کیا) نہیں دیکھا ۳/۱۱ ۲۴/۲۳ (کہ اسکو) نہیں دیکھا۔ ۱۵/۳۰ مثبت وہ دیکھیگا ۲۴/۳۰۔ (دیکھو تَرَیٰ)

یُرَادُ : واحد مذکر غائب مضارع مجہول اِرَادَۃٌ مصدر (افعال) مقصود ہے ارادہ کی جاتی ہے ۲۳/۲۳ (دیکھو یُرِیْدُ)

یُرَاؤُنَ : جمع مذکر غائب مضارع مُرَاءَاۃٌ مصدر (مُفَاعلَۃٌ) وہ دکھاوٹ کرتے ہیں ریاکاری کرتے ہیں ۱۸/۵، ۳۲/۳۰ (دیکھو تَرَیٰ)

یَرْبِطَ : واحد مذکر غائب مضارع رَبْطٌ مصدر (ضرب) وہ مضبوط کر دے ۱۶/۹۔

رَبْطٌ مصدر متعدی بنفسہ (ضرب، نصر) باندھنا، رَبَاطَۃٌ مصدر لازم مضبوط اور بہادر ہونا رَبَطَ جَاشُہٗ وہ قوی دل ہو گیا رَبَطَ عَلٰی قَلْبِہٖ (متعدی بہ علی) اسکے دل کو مضبوط کر دیا اسکو قوی دل کر دیا رابط الجاش اور رَبِیْطُ الجاش میدان جنگ میں اپنی جگہ سے نہ ہٹنے والا بہادر رابطٌ تارک الدنیا درویش زاہد۔ گوشہ نشین جَیْشٌ رَابِطَۃٌ بھاری لشکر (دیکھو رَابِطُوْا)

یَرْبُوْ : واحد مذکر غائب مضارع منفی رَبْوٌ رُبُوٌّ رَبَاءٌ مصادر (نصر) نہیں بڑھتا ہے ۲۲/۲۱ مثبت منصوب کہ بڑھ جائے ۲۲/۲۱۔

یُرْبِیْ : واحد مذکر غائب مضارع اِرْبَاءٌ مصدر (افعال) وہ بڑھاتا ہے۔ ۶/۳۔

رَبْوٌ رَبْوَۃٌ رَبَاۃٌ رَبَاوَۃٌ ٹیلہ۔ بلندی رِبَا بوا سود رَبَارٌ احسان رکھنا۔

ربا رابیۃ ٹیلہ کے اوپر پہنچ گیا ربا السویق
ستو میں پانی ڈالا جسکی وجہ سے ستو پھول گئے
ربوت ربو اور ربا بوتًا میں نے پرورش پائی (نصر)
ربیت ربیا اور ربیّا میں نے پرورش پائی۔
(نصر) اول وادی ہے اور دوسرا یائی۔ ارباء
(افعال) زیادہ دینا اور زیادہ لینا۔

یرتاب : واحد مذکر غائب مضارع منفی منصوب ارتیاب مصدر (افتعال) شک میں نہ پڑیں۔ پ ۱۹/۱۵

یرتابوا : جمع مذکر غائب مضارع منفی مجزوم ارتیاب سے شک میں نہ پڑے۔ پ ۲۶/۱۴ (دیکھو مرتاب)

یرتد : واحد مذکر غائب مضارع مجزوم مثبت ارتداد مصدر (افتعال) لوٹ جائیگا مرتد ہو جائیگا پ ۱۲ مرفوع منفی نہیں لوٹے گی پ ۱۳/۱۹ منصوب مثبت کہ لوٹے لوٹ کر آئے پ ۱۹/۸

یرتدِ : واحد مذکر غائب مضارع ارتداد سے لوٹ جائیگا مرتد ہو جائیگا پ ۲/۱۱ (دیکھو مرتد۔ نرتد)

یرتع : واحد مذکر غائب مضارع رتع مصدر (فتح) پھل کھائے میوے اڑائے پ ۱۲/۱۲
رتعۃ فراخی اللہ ان رتع چرنیوالا رتع اور
رتاع جمع من رتع چراگاہ۔
رتع رتوع اور رتاع مصادر (فتح) چرنا
چرنے پھرنا مرتع فراخ حال۔ وسیع الرزق
ارتاع (افعال) چرانا۔ سبزہ اگانا۔

یرتقبوا : جمع مذکر غائب امر ارتقاء مصدر (افتعال) تو انکو چڑھ جانا چاہیئے پ ۲۳/۱۰۔
ارتقاء (افتعال) اور ترقی (تفعل) زینہ بزینہ چڑھنا رقی رقیًا رقیۃ (ضرب) منتر پڑھکر دم کرنا رقی اور رقی (بواسطہ فی) سیڑھی پہ چڑھنا (سمع) بواسطہ الی چڑھکر کسی کے پاس جا پہنچنا۔ ارق علی ظلعک اپنی طاقت کے موافق چڑھو۔ ناقابل برداشت بوجھ نہ اٹھاؤ
مرقاۃ اور مرقاۃ زینہ مراقی جمع۔

یرث : واحد مذکر غائب مضارع وراثۃ مصدر (حسب) وارث ہو حاصل ہو۔ مالک ہو پ ۱۶/۴

یرثون : جمع مذکر غائب مضارع وراثۃ مصدر (حسب) وارث ہوتے ہیں جانشین ہوتے ہیں پ ۹ وارث ہونگے مالک ہونگے پ ۸/۱ -

یرثہا : واحد مذکر غائب مضارع وراثۃ سے ھا ضمیر مفعول وہ اسکا وارث ہوگا پ ۱۶/۴

وارث ہونگے۔ پ ۱۷/۱۰ (دیکھو میراث)

یَرْجِعُ : واحد مذکر غائب مضارع منفی مرفوع رَجْعٌ مَرْجِعٌ مَرْجَعٌ مصادر (ضرب) نہیں جواب دیتا تھا۔ لوٹا کر بات نہیں کرتا تھا پ ۱۶/۱۳ مثبت۔ لوٹینگے۔ لوٹتے ہیں پ ۱۹/۱۸ باہم ملامت کرتے ہونگے۔ ایک دوسرے پر بات لوٹتا ہوگا۔ پ ۲۲/۱۰۔

یَرْجِعَ : واحد مذکر غائب مضارع منصوب رُجُوعٌ اور رَجْعٌ مصدر (ضرب) لوٹ آئے پ ۱۶/۱۴

یُرْجَعُ : واحد مذکر غائب مضارع مجہول رَجْعٌ مصدر (ضرب) اِرْجَاعٌ مصدر (افعال) لوٹایا جاتا ہے لوٹایا جائیگا پ ۱۲/۱۰۔

یَرْجِعُوْنَ : جمع مذکر غائب مضارع منفی رَجْعٌ اور رُجُوعٌ مصدر (ضرب) نہیں لوٹینگے پ ۱/۲ پ ۱۷/۷ پ ۲۳/۱،۲،۳ مثبت پ ۳/۱۹ برگشتہ ہو جائیں لوٹ پڑیں۔ پ ۹/۱،۲،۳ پ ۳۱/۸،۱۵ پ ۲۵/۱۱ پ ۲۶/۴ توبہ کر لیں باز آجائیں پ ۱۳/۲ وہ واپس آجائیں پ ۱۷/۵ (اسکی طرف) رجوع کریں (اس سے) پوچھیں پ ۱۹/۱۷۔ جواب دیتے ہیں پ ۲۵/۹ وہ (اللہ کیطرف) رجوع رکھیں۔

یُرْجَعُوْنَ : جمع مذکر غائب مضارع رَجْعٌ سے یا اِرْجَاعٌ سے منفی نہیں لوٹائے جائینگے پ ۲۰/۷ مثبت۔ لوٹائے جائینگے پ ۳/۱۷ پ ۱۰/۱ پ ۱۶/۵ پ ۱۸/۱۵ پ ۲۱/۱۲۔ (دیکھو مرجعکم)

یَرْجُمُوْا : جمع مذکر غائب مضارع مجزوم رَجْمٌ مصدر (نصر) تمکو پتھر مار کر ہلاک دینگے پ ۱۵/۱۵ (دیکھو المرجومین)

یَرْجُوْ : واحد مذکر غائب مضارع رِجَاءٌ کا مصدر (نصر) امید کرتا ہے امید رکھتا ہے پ ۱۶/۱۵ پ ۲۳/۳ ڈرتا ہے اندیشہ رکھتا ہے پ ۲۰/۱۳ پ ۲۱/۱۹ پ ۲۸/۷۔

یَرْجُوْنَ : جمع مذکر غائب مضارع رجاءٌ سے منفی۔ اندیشہ نہیں کرتے ہیں پ ۱۱/۷،۶ پ ۱۹/۱،۲ پ ۲۵/۱۸ نہیں ڈرتے عقیدہ یقین نہیں رکھتے تھے پ ۳۰/۱ وہ امید نہیں رکھتے پ ۵/۱۲ مثبت۔ وہ امید رکھتے ہیں پ ۲/۱۶ پ ۱۵/۶ پ ۲۱/۱۲ جمع مؤنث غائب مضارع منفی وہ امید نہیں رکھتی ہیں پ ۱۸/۱۴ (دیکھو مَرْجُوًّا)

یَرْحَمُ : واحد مذکر غائب مضارع مرفوع مثبت رَحْمَةٌ مصدر (سمع) رحم کریگا بخشدیگا پ ۲۰/۱۴ پ ۱۰/۱۵ منصوب مثبت کہ تم پر رحم کرے پ ۱۵/۱ مثبت مجزوم وہ تم پر رحم کریگا منفی مجزوم (اگر) ہم پر رحم نہ کرے پ ۹/۸ (دیکھو اَرْحَمُ۔ راحمین۔ رحمۃ)

یُرِدْ : واحد مذکر غائب مضارع مجزوم اِرَادَۃٌ

مصدر (افعال) چاہے۔ چاہتا ہے ارادہ کرے۔ ارادہ کرتا ہے۔ ۲۴/۶ ، ۶/۱۰ ، ۸/۲ ، ۱۱/۱۲ ، ۱۷/۱۰ ، ۲۷/۶ ۔

(دیکھو یُرَادُ)

یُرَدُّ :۔ واحد مذکر غائب مضارع مجہول۔ رَدٌّ مصدر (نصر) منفی نہیں لوٹایا جائیگا ۸/۵ ، ۱۳/۴ ۔ مثبت لوٹایا جاتا ہے ۱۳/۱۵ ، ۱۷/۸ ، ۲۵/۱ لوٹایا جائیگا۔ ۲۶/۲ (دیکھو مَرَدٌّ اور نَرَدُّ)

یُرِدْنِ :۔ واحد مذکر غائب مضارع مجزوم اِرَادَۃٌ سے۔ اصل میں یُرِدْنِی تھا۔ نون وقایہ یاء متکلم مفعول (اگر) وہ مجھے (دکھ پہنچانا) چاہے ۲۳/۱ ۔ (دیکھو یُرَادُ)

یَرُدُّوْا ۔ جمع مذکر غائب مضارع منصوب رَدٌّ سے۔ لوٹا کر کر دیں ۲/۱۱ لوٹا کر کر دیں گے ۴/۱ (دیکھو مَرَدٌّ)

یُرْدُوْا :۔ جمع مذکر غائب مضارع اِرْدَاءٌ مصدر (افعال) رَدْیٌ مادہ۔ کر وہ ہلاکت میں ڈال دیں۔ ہلاک کر دیں۔ یہ لفظ مہموز اللام نہیں ہے۔ ناقص یائی ہے۔ ۸/۳

رَدِیٌّ ہلاک۔ رَدْیٌ اور رَدَیَانٌ مصدر لازم (ضرب) کود کر چلنا۔ لڑکنا۔ متعدی ریزہ ریزہ، چورا کر دینا۔ کوٹنا۔ رَدٰی مصدر (سمع) ہلاک ہونا۔ اِرْدَاءٌ (افعال) ہلاک کرنا مشقت میں ڈال دینا۔ تَرْدِیَۃٌ (تفعیل) کنویں میں ڈال دینا۔ رَدَاہُ بِالْحِجَارَۃِ پتھروں سے مار کر اس کو گرا دیا۔

رَدٰی ہلاکت۔ رَدَاۃٌ بڑا پتھر۔ مِرْدَاۃٌ اور مِرْدٰی پتھر شکن آلہ۔ رِدَا۔ رِدَاءٌ۔ رِدَاۃٌ چادر۔ تلوار۔ عقل۔ جہالت۔ ہر وہ چیز جو موجب زینت یا سبب عیب ہو۔ غَمْرُ الرِّدَاءِ وسیع چادر والا یعنی بڑا سخی۔ خَفِیْفُ الرِّدَاءِ۔ کم عیال آدمی۔ اور وہ شخص جس پر قرض کم ہو۔

یُرَدُّوْنَ :۔ جمع مذکر غائب مضارع مجہول رَدٌّ مصدر (نصر) وہ لوٹائے جائینگے ۱/۱۰ ، ۱۱/۲ ۔ (دیکھو مَرَدٌّ)

یَرُدُّوْنَکُمْ ۔ جمع مذکر غائب مضارع معروف رَدٌّ مصدر (نصر) کُمْ مفعول کہ وہ تم کو لوٹا دیں مرتد بنا دیں ۱/۱۲ (دیکھو مَرَدٌّ)

یَرْزُقُ :۔ واحد مذکر غائب مضارع مرفوع رِزْقٌ مصدر (نصر) وہ رزق دیتا ہے دیگا ۳/۱۰ ، ۳/۱۲ ، ۱۱/۹ ، ۱۸/۱۱ ، ۲۰/۱ ، ۲۱/۲ ، ۲۲/۱۳،۹ ، ۲۵/۳ ، ۲۹/۲ ۔ (دیکھو رَزَقْتُ)

یَرْزُقَنَّہُمْ ۔ واحد مذکر غائب مضارع بانون

تاکید۔ رَزَقٌ سے ۔ ھُمْ ضمیر مفعول۔ وہ ان کو ضرور ہی روزی کرے گا۔ دیگا۔ پ۱۷/۱۵ ۔

یُرْزَقُونَ : ۔جمع مذکر غائب مضارع مجہول رِزْقٌ سے وہ دیئے جائینگے۔ ان کو دیا جائیگا پ۴/۸ پ۲۴/۱۰ ۔

یَرْزُقْہُ : ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجزوم رَزَقٌ سے ۔ہٗ ضمیر مفعول۔ وہ اس کو رزق دیگا پ۲۵/۱۷ (دیکھو رَزَقَ)

یُرْسِلُ / **یُرْسِلَ** / **یُرْسِلِ** } واحد مذکر غائب مضارع معروف اِرْسَالٌ مصدر (افعال) مرفوع بھیجتا ہے پ۷/۱۴ پ۸/۱۴ پ۱۳/۸ پ۲۰/۱ پ۲۴/۲ منصوب بھیجے پ۵/۱۶،۱۷ پ۲۵/۲ پ۲۹/۲ بمعنی مصدر بھیجنا پ۲۱/۸ مجزوم مکسور بالوصل بھیجیگا پ۱۳/۵ پ۲۹/۹ ۔

یُرْسَلُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجہول اِرْسَالٌ سے چھوڑا جائیگا بھیجا جائیگا پ۲۷/۱۲ (دیکھو رَسِلَ)

یَرْشُدُوْنَ : ۔جمع مذکر غائب مضارع رُشْدٌ مصدر (نصر) وہ سیدھے راستہ پر آجائیں ہدایت پاجائیں پ۲ (دیکھو رَشَدَ)

یُرْضِعْنَ : ۔جمع مؤنث غائب مضارع بمعنی امر استحبابی (معالم) اِرْضَاعٌ مصدر (افعال) وہ دودھ پلائیں پ۲/۱۴ (دیکھو رَاضِعٌ اور مُرْضِعَۃٌ)

یَرْضَوْہُ : ۔جمع مذکر غائب مضارع رِضیٰ مصدر (سمع) کہ اس کو وہ پسند کریں پ۹

یُرْضُوْکُمْ : ۔جمع مذکر غائب مضارع اِرْضَاءٌ مصدر (افعال) کہ تم کو وہ راضی کردیں خوش کردیں راضی رکھیں پ۱۰/۱۴ ۔

یُرْضُوْنَکُمْ ۔ جمع مذکر غائب مضارع اِرْضَاءٌ مصدر (افعال) تم کو خوش کرتے ہیں پ۱۰/۸ ۔

یَرْضَوْنَہٗ ۔ جمع مذکر غائب مضارع رِضیٰ سے (سمع) وہ اس کو پسند کرتے ہیں پسند کرینگے پ۷/۱۵

یَرْضَہُ : ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجزوم اصل میں یَرْضٰی تھا رِضیٰ مصدر ہٗ ضمیر مفعول وہ اس کو پسند کرتا ہے ۔ پ۲۳/۱۵ ۔

یَرْضٰی : ۔ واحد مذکر غائب مضارع مرفوع رِضیٰ سے منفی۔ غیر پسندیدہ پ۵/۱۴ راضی نہیں ہو ناخوش نہیں ہوتا پ۱۱/۱ پسند نہیں کرتا پ۲۳/۱۵ مثبت پسند کرے۔ راضی ہوجائے پ۷/۶ خوش ہوجائیگا پ۳۰/۱۷

یَرْضَیْنَ : ۔جمع مؤنث غائب مضارع رِضیٰ سے ۔ راضی رہیں گی پ۲۲/۲ (دیکھو رَضِیَ رَضِیًّا رَاضِیَۃٌ)

یَرْغَبُ : ۔ واحد مذکر غائب مضارع رَغْبٌ

مصدر (سمع) روگردانی کریگا۔ منہ موڑیگا۔ ۱/۲۶ ۔

یَرْغَبُوْا ۔ جمع مذکر غائب مضارع منفی رَغْبٌ مصدر (سمع) نہ عزیز سمجھیں ۱۱/۹ (دیکھو تَرْغَبُوْنَ ، رَاغِبٌ)

یَرْفَعُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع بمعنی حکایت حال ماضی۔ رَفْعٌ مصدر (فتح) اونچا کر رہا تھا۔ اٹھا رہا تھا ۱/۱۵ اونچا کرتا ہے بلند کرتا ہے اٹھاتا ہے ۲۲/۱۴ ۔

یَرْفَعِ : ۔ واحد مذکر غائب مضارع رفعٌ سے اونچا کرے گا۔ بلند کرے گا۔ ۳/۲۸ ۔

یَرْقُبُوْا ۔ جمع مذکر غائب مضارع منفی مجزوم رَقْبٌ (نصر) پاس لحاظ نہ کرینگے، رعایت نہیں کریں گے۔ ۱/۱۰ ۔

یَرْقُبُوْنَ : ۔ جمع مذکر غائب مضارع مرفوع رَقْبٌ (نصر) پاس لحاظ نہ کریں ۱/۱۰ (دیکھو یَتَرَقَّبُ ۔ مُرْتَقِبُوْنَ)

یَرْكَبُوْنَ : ۔ جمع مذکر غائب مضارع مرفوع رَكِبَ رُكُوبٌ مصدر (سمع) وہ سوار ہوتے ہیں ۳۳/۲ (دیکھو رَكِبُوا ارْكَبْ)

یَرْكُضُوْنَ : ۔ جمع مذکر غائب مضارع مرفوع رَكْضٌ مصدر (نصر) تیزی کے ساتھ بھاگنے لگے ۱/۲ (دیکھو تَرْكُضُوْا ارْكُضْ)

تَرْكَعُوْنَ : ۔ جمع مذکر غائب مضارع مرفوع منفی رُكُوعٌ مصدر (فتح) نہیں جھکتے یعنی نماز نہیں پڑھتے (اطلاق جزء علی الکل۔ مدارک و معالم وکبیر)

حضرت ابن عباس نے فرمایا یہ بات اُن سے قیامت کے دن کہی جائے گی جبکہ وہ سجدہ کرنا چاہیں گے مگر نہ کرسکیں گے گویا ابن عباس کے نزدیک اس آیت میں رکوع سے مراد سجدہ ہے۔ ۲۹/۲۲ (دیکھو ارکعوا۔ ارکعی۔ راکعین)

یَرْكُمَهُ : ۔ واحد مذکر غائب مضارع رَكْمٌ مصدر (نصر) ہٗ ضمیر مفعول۔ اس کو تہ بہ تہ کرکے ڈھیر لگادیتے ۹/۱۸ ۔ (دیکھو مَرْكُوْمٌ)

یَرْمِ : ۔ واحد مذکر غائب مضارع رَمْیٌ مصدر (ضرب) اصل میں یَرْمِیْ تھا شرط کی وجہ سے یا کوگرادیا۔ تہمت لگاتا ہے الزام لگاتا ہے ۵/۱۲

یَرْمُوْنَ : ۔ جمع مذکر غائب مضارع رَمْیٌ سے۔ تہمت لگاتے ہیں۔ ۱۸/۹ ۔

رَمَاءٌ سود۔ جیسی حضرت عمر نے فرمایا تھا۔

لَا تَشْتَرُوا الذَّهَبَ بِالْفِضَّةِ اِلَّا يَدًا بِيَدٍ هَا وَهَا اِنِّيْ اَخَافُ عَلَيْكُمُ الرَّمَاءَ

رَمیٌ ابر کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے۔ رَمِیَّۃٌ تیر سے گرایا ہوا شکار۔ حدیث میں آیا ہے کَمَا یَمْرُقُ السَّہْمُ مِنَ الرَّمِیَّۃِ جس تیر شکار کے پار ہو جاتا ہے۔ اصل میں رمیۃ بروزن فعیلۃ صفت مشبہ کا صیغہ ہے جو مَرْمِیَّۃٌ کے معنی میں مستعمل ہے۔ مَرْمَاۃٌ جانور کی کھری۔ مَرْمیٰ مقصد۔ لَیْسَ وَرَاءَ اللّٰہِ مَرْمیٰ اللہ کے سوا کوئی مقصد نہیں۔ الحدیث۔ رَمَی الشَّیْءَ اور رَمیٰ بِہٖ اس کو ہاتھ سے پھینکدیا۔ رَمیٰ عَلَی الْخَمْسِیْنَ وہ پچاس سے زائد ہے۔ رَمیٰ لَہٗ دعا ہے اللہ اس کی مدد کرے۔ رَمیٰ فِیْ بدعا ہے خدا اس کو مارے رَمَاہُ بِہٖ اس کو متہم کیا۔ گالی دی رَمیٰ السَّہْمَ عَنِ الْقَوْسِ کمان سے تیر مارا۔ ابن سکیت کے نزدیک علی القوس کہنا بھی جائز ہے اِرْمَاءٌ ہاتھ سے پھینکنا تیر مار کر گرا دینا سود دینا۔ مُرْتَمِیٌ نگران

یَرَوْا :- جمع مذکر غائب مضارع مجزوم رُؤْیَۃٌ (فتح) مثبت وہ دیکھ لیں پ ۹/۴ پ ۹/۷ پ ۲۰/۸،۱،۴ منفی بمعنی ماضی انہوں نے نہیں دیکھا کیا ان کو نہیں معلوم رویت کبھی عینی ہوتی ہے کبھی دماغی اسی لیے دیکھنے اور کہیں جاننے کا ترجمہ کیا گیا ہے۔ پ ۹/۱۲ پ ۱۲/۱۲ پ ۱۴/۱۲،۱۷ پ ۱۵/۱۱ پ ۱۹/۵ پ ۲۰/۲۳،۱۴ پ ۲۱/۲۳،۷،۱۶ پ ۲۲/۷ پ ۲۳/۱،۴ پ ۲۴/۱۶ پ ۲۶/۴ پ ۲۹/۲ -

یَرَوْا :- جمع مذکر غائب مضارع منصوب رُؤْیَۃٌ سے یہاں تک کہ وہ دیکھ لیں پ ۹/۴ پ ۱۱/۱۵ پ ۱۹/۱۵ -
(دیکھو رَایٰ)

یُرَوْا :- جمع مذکر غائب مضارع مجہول رُؤْیَۃٌ سے کہ ان کو دکھائے جائیں۔ پ ۳۰/۲۴ -

یَرَوْنَ :- جمع مذکر غائب مضارع معروف رُؤْیَۃٌ سے منفی کیا وہ نہیں دیکھتے ہیں پ ۱۱/۵ پ ۱۶/۴ کیا وہ نہیں دیکھتے تھے حکایت حال ماضی پ ۱۶/۱۲ وہ نہیں دیکھیں گے پ ۲۹/۱۹ کیا وہ دیکھتے نہ تھے پ ۱۹/۲ مثبت۔ وہ دیکھیں گے پ ۲/۴ پ ۱۹/۱ پ ۲۶/۴ پ ۳۰/۴. وہ جانتے ہیں وہ اس کو (دور) سمجھتے ہیں۔ ان کی نظر میں وہ (دور ہے) پ ۲۹/۷ وہ ان کو دیکھ رہے تھے پ ۳۰/۱۰

یَرْھَبُوْنَ :- جمع مذکر غائب مضارع رَھْبٌ مصدر (فتح) وہ ڈرتے ہیں پ ۹ (دیکھو رَھَبًا اور رھبانیۃ)

یَرْھَقُ :- واحد مذکر غائب مضارع منفی رَھَقٌ مصدر (سمع) نہیں چھائے گی۔ پ ۱۱/۸
(دیکھو تَرْھَقُھُمْ)

یُرْهِقَ :- واحد مذکر غائب مضارع منصوب مثبت۔ اِرْهاقٌ مصدر (افعال) کہ اثر ڈال دے چڑھا دے۔ مبتلا کردے یا مکلف اور مجبور کردے ابن عباس۔ پ ۱۶/۱ -

رُهاقٌ مقدار رَهیق شراب۔ رَهَقٌ تیز رفتار رَهَقٌ حماقت۔ بدی ظلم۔ فتنہ انگیزی نافرمانی، ارتکابِ حرام، جھوٹ، ناقابلِ برداشت کام پر مجبور کرنا، رَهَقٌ مصدر (سمع) چھا جانا، پالینا، پہنچ جانا۔ اِرْهاقٌ (افعال) برانگیختہ کرنا کسی چیز کو دوسری چیز سے ملادینا، ناقابلِ برداشت کام پر مجبور کرنا کسی کیلئے کام میں دشواری پیدا کرنا۔ تَرْهیقٌ کسی پر کسی برائی کا الزام رکھنا۔ مُراهِقٌ قریبِ بلوغ لڑکا۔

یَرٰی :- واحد مذکر غائب مضارع معروف رُؤیَةٌ سے۔ دیکھ لیتے پ ۲/۴ دیکھیں گے پ ۱۱/۱،۲ جانتے ہیں پ ۲۲/۷ دیکھتا ہے پ ۲۷/۵ دیکھ رہا ہے پ ۲۷/۷ پ ۳۰/۲۱ دیکھے پ ۳۰/۴ -

یُرٰی :- واحد مذکر غائب مضارع مجہول منفی نہ دکھائی دیتا تھا۔ حکایت حال ماضی پ ۲۶/۲ مثبت دیکھی جائیگی۔ پ ۲۷/۴ (دیکھو تَرَی)

یُرِیْدُ :- واحد مذکر غائب مضارع اِرَادَةٌ مصدر (افعال) منفی وہ نہیں چاہتا ارادہ نہیں کرتا پ ۲/۲،۶ پ ۴/۲ پ ۶/۶،۷ پ ۲۴/۹ مثبت چاہتا ہے ارادہ کرتا ہے پ ۲۸/۱۰ پ ۳/۱ پ ۴/۲،۷،۹ پ ۵/۳،۶،۹،۱۰ پ ۶/۵ پ ۹/۶ پ ۶/۱۱ پ ۷/۲ پ ۹/۴،۱۵ پ ۱۰/۵،۳،۱۱،۱ پ ۱۲/۴،۱۳،۹ پ ۱۵/۲ پ ۱۶/۱ پ ۱۷/۹ پ ۱۸/۲ پ ۱۹/۷ پ ۲۲/۱۱،۱۳ پ ۲۵/۴ پ ۲۹/۱۶،۱۷ پ ۳۰/۱۰ (دیکھو تُرِیْدُ)

یُرِیْدَا :- تثنیہ مذکر مضارع مجزوم اِرَادَةٌ سے وہ دونوں چاہیں گے۔ پ ۵/۴ -

یُرِیْدَانِ :- تثنیہ مذکر مضارع مرفوع اِرَادَةٌ سے۔ وہ دونوں چاہتے ہیں۔ پ ۱۶/۱۲

یُرِیْدُوْا :- جمع مذکر مضارع مجزوم اِرَادَةٌ وہ چاہیں گے پ ۱۰/۴،۶ -

یُرِیْدُوْنَ :- جمع مذکر مضارع مرفوع اِرَادَةٌ سے منفی وہ نہیں چاہتے پ ۲۰/۱۲ پ ۲۱/۱۸ مثبت وہ چاہتے ہیں پ ۵/۴،۶،۹ پ ۶/۱ پ ۷/۱۲ پ ۱۰/۱۱ پ ۱۵/۱۶ پ ۲۰/۱۱ پ ۲۱/۴ پ ۲۶/۱۰ پ ۲۷/۴ پ ۲۸/۹ وہ آرزو کرتے ہیں پ ۶/۱۰ (دیکھو تُرِیْدُ)

یَرَاكَ :- واحد مذکر غائب مضارع کَ مفعول تجھے دیکھتا ہے۔ دیکھ رہا ہوتا ہے۔ پ ۱۹/۱۵

یَرٰىكُمْ :- واحد مذکر غائب مضارع رُؤیَةٌ سے کُمْ ضمیر مفعول۔ وہ تم کو دیکھتا ہے پ ۸/۱۰ وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔ پ ۱۱/۵ -

یُرِیْكُمْ :- واحد مذکر غائب مضارع مرفوع۔

اِرَاءَةٌ مصدر (افعال) وہ تم کو دکھاتا ہے۔ پ ۹/۱
پ ۸/۱۳ پ ۱۲/۲۱ پ ۱۲/۲۲ وہ تم کو دکھائے گا۔ پ ۲/۲۰
يُرِيَكُمْ: واحد مذکر غائب مضارع منصوب
اِرَاءَةٌ سے۔ تاکہ وہ تم کو دکھائے۔ پ ۱۳/۲۱
يُرِيكُمُوهُمْ: واحد مذکر غائب مرفوع اِرَاءَةٌ سے
كُمُوْ مفعول اول هُمْ مفعول دوم۔ كُمْ اور كُمُوْ
میں صرف املائی اور اشباعی فرق ہے معنی دونوں
کے ایک ہیں وہ دکھا رہا تھا تمہاری نظروں میں اُن
کو۔ پ ۱۰/۱۔
يُرِيكَهُمْ: واحد مذکر غائب مضارع اِرَاءَةٌ
سے لَكَ مفعول اول هُمْ مفعول دوم وہ دکھا
رہا تھا تجھے ان کو۔ پ ۱۰/۱
يُرِيَهُ: واحد مذکر غائب مضارع منصوب
اِرَاءَةٌ سے ہُ مفعول اول۔ تاکہ اسکو دکھائے
پ ۶ (دیکھو سوی)
يَرَاهَا: واحد مذکر غائب مضارع منفی رُؤْيَةٌ
سے۔ نہ دیکھ سکے اس کو۔ پ ۱۸/۱۱۔
يُرِيهِمُ: واحد مذکر غائب مضارع اِرَاءَةٌ
سے هُمْ ضمیر مفعول۔ وہ ان کو دکھائیگا۔ پ ۲/۴
يُرِيَهُمَا: واحد مذکر غائب مضارع منصوب
اِرَاءَةٌ سے۔ هُمَا ضمیر تثنیہ مفعول۔ تاکہ دکھائے ان

دونوں کو دکھائے پ ۸ (دیکھو نزع)

فَصْلُ الزَّاءِ الْمُعْجَمَةِ

يَزَالُ: واحد مذکر غائب مضارع منفی زَوَالٌ
مصدر، فعل ناقص ہمیشہ رہے گا پ ۲/۱۱ پ ۱۰/۱۳ پ ۱۴/۱۷
زَوَالٌ مصدر۔ جگہ سے ہٹ جانا۔ اس کے
مشتقات باب نَصَرَ سے آتے ہیں ابو علی نے کہا
باب سَمِعَ سے بھی کبھی آتے ہیں زُوُولٌ زَوِيلٌ
زَوَلٌ زَوَلَانٌ بھی مصادر آتے ہیں زَالَ النَّهَارُ
دن چڑھ گیا۔ زَالَ زَوَالُهُ بددعا ہے وہ ہلاک
ہو جائے۔ زَالَتِ الشَّمْسُ سورج ڈھل گیا
زَالَتِ الْخَيْلُ بِرُكْبَانِهَا گھوڑے اپنے سواروں
کو لیکر چلدیئے۔ زَالَ زَائِلُ الظِّلِّ دوپہر ٹھہر گئی
زَالَ متعدی بھی ہے اس وقت سَمِعَ اور ضَرَبَ
سے آتا ہے جیسے زَالَہُ اس کو جگہ سے ہٹادیا مگر
زَالَ پر حرف نفی آجاتا ہے تو فعل ناقص بن جاتا
ہے اور دوام و تسلسل کا معنی ہو جاتا ہے کیونکہ عدم
زوال کیلئے کسی کام کا پیہم کرنا یا ہونا لازم ہے زوال
نام ہے انقطاع کا اور عدم انقطاع کا معنی
ہے دوام۔
اِزَالَةٌ (افعال) اور تَزْيِيلٌ (تفعیل)

متعدی ہیں کسی کو جگہ سے ہٹا دینا۔ باب افتعال
سے اِزدیال بھی متعدی ہے۔ مُزَاوَلَۃٌ اَوْ زِوَالٌ
(مفاعلۃ) کسی کام کا ارادہ کرنا استعمال کرنا اور
استعمال کرنے میں مشقت اٹھانا تَزَاوُلٌ۔
(تفاعل) کسی کام میں مشغول ہونا تَزَوُّلٌ
(تفعل) متعدی۔ اصلاح اور درستی کرنا
لازم۔ بہت چالاک ہو جانا۔

یَزَالُوْنَ :۔ جمع مذکر غائب مضارع منفی
فعل ناقص وہ برابر رہیں گے۔ ہمیشہ رہیں گے
پ۲/۱۱ ۱۲/۱۰ -

یُزْجِیْ : واحد مذکر غائب مضارع اِزْجَاءٌ
مصدر (افعال) چلاتا ہے ہنکاتا ہے (دیکھو
مُزْجَاۃٌ)

یَزِیْدُ :۔ واحد مذکر غائب مضارع۔ زِیَادَۃٌ
مصدر (ضرب) مثبت بڑھائیگا پ۱۲/۵ منفی
نہیں بڑھایا۔ پ۲۹/۱۰،۹ ۔

یَزْدَادَ :۔ واحد مذکر غائب مضارع منصوب
اِزْدِیَادٌ مصدر (افتعال) تاکہ بڑھ جائے زیادہ
ہو جائے پ۲۹/۱۵ -

یَزْدَادُوْا ۔ جمع مذکر غائب مضارع منصوب
اِزْدِیَادٌ مصدر (افتعال) تاکہ بڑھ جائیں پ۴/۹

پ۲۶ (دیکھو مَزِیْد۔ تَزِدْ۔ تَزْدَادُ)

یَزِرُوْنَ : ۔ جمع مذکر غائب مضارع مرفوع
وِزْرٌ مصدر (ضرب) وہ اٹھائیں گے اپنے اوپر
لادیں گے بکث پ۱۴/۱۱ (دیکھو وَازِرَۃٌ)

یَزْعُمُوْنَ :۔ جمع مذکر غائب مضارع مرفوع
زَعْمٌ مصدر (نصر) وہ گمان کرتے ہیں دعویٰ کرتے
ہیں۔ پ۵ (دیکھو تَزْعُمُوْنَ۔ زَعَمْتُم
زَعِیْمٌ)

یَزِغْ : ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجزوم زَیْغٌ
مصدر (ضرب) مڑ جائیگا پھر جائیگا۔ عدول کریگا
پ۲۲/۸ (دیکھو زاغ۔ زَیْغٌ)

یَزِفُّوْنَ : ۔ جمع مذکر غائب مضارع مرفوع
زَفٌّ۔ زَفِیْفٌ زُفُوْفٌ (ضرب) دوڑتے ہوئے
پ۲۳/۷۔ زَفٌّ اور زِفَافٌ مصدر (نصر) بھیجنا۔
زَفَّ العُرُوْسَ اِلٰی زَوْجِهَا دلہن کو شوہر کے
پاس بھیجدیا۔ زَفٌّ زَفِیْفٌ زُفُوْفٌ (ضرب)
دوڑنا۔ تیزی سے گزرجانا۔ زَفَّ الظَّلِیْمُ شترمرغ
دوڑا زَفَّ الرِّیْحُ ہوا تیز چلی زَفَّ الْبَرْقُ
بجلی چمکی۔

اِزْفَافٌ (افعال) پراگندہ کرنا تیز ہنکانا
بھیجنا۔ تیز چلنا۔ دوڑنا۔

يُزَكُّوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع مرفوع تزکیۃٌ مصدر (تفعیل) پاک قرار دیتے ہیں ۵/۴۹ (دیکھو تزکّی ۔ تزکّوا ۔ زکوٰۃ)

يُزَكِّيْ ۔ واحد مذکر غائب مضارع مرفوع تزکیۃٌ مصدر (تفعیل) پاک کرتا ہے پاک قرار دیتا ہے ۵/۴۹ ۔ ۱۹/۹ ۔

يَزَّكّٰى : واحد مذکر غائب مضارع مرفوع تزکّی مصدر (تفعل) اصل میں يَتَزَكّٰى تھا ۔ پاکیزگی حاصل کرنا ۔ پاک ہو جانا ۔ ۳۰/۳ ۔

يُزَكِّيْكُمْ : جمع مذکر غائب مضارع مرفوع تزکیۃٌ مصدر (تفعیل) کُمْ ضمیر مفعول ۔ تم کو پاکیزہ کرتا ہے ۔ پاک بناتا ہے ۲/۱ ۔

يُزَكِّيْهِمْ : جمع مذکر غائب مضارع مرفوع تزکیۃٌ مصدر (تفعیل) ھِمْ ضمیر مفعول منفی ان کو پاک نہیں کرے گا ۳/۱۶ ۔

نسبت ۔ پاک کر دے ۔ پاک بنا دے ۱۵/۲ پاک بناتا ہے پاکیزہ کر دیتا ہے ۸/۲ ۲۸/۱۱ (دیکھو تزکّی ۔ تزکّوا ۔ زکوٰۃ ۔ زکّاہا ۔

يُزْلِقُوْنَكَ : جمع مذکر غائب مضارع ازلاق مصدر (افعال) كَ ضمیر مفعول ۔ تجھے وہ پھسلا دیں گے گرا دیں ۲۹/۴ تجھے وہ غضبناک نظروں سے گھور کر دیکھتے ہیں ۔ زلق ۔ زَلَقٌ زَلَاقَۃٌ پھسلن پھسلنے کی جگہ ۔ زَلَقٌ چکنی صاف زمین جیسے زلق مصدر (سمع ولفر) پھسلنا ۔ زلق بمکانہ (لفر) دل تنگ ہو کر کسی جگہ کو چھوڑ دیا ۔ زَلْقٌ مصدر (ضرب) پھسلا دینا ۔ ہٹا دینا ایک طرف کر دینا زلق راسہ ۔ اس کا سر مونڈ دیا ۔ اِزْلَاقٌ (افعال) پھسلانا اَزْلَقَ بالبصر غضبناک نظر سے گھور کر دیکھنا صاحب قاموس نے لکھا ہے ۔ اَزْلَقَ فُلَانًا بِبَصَرِہٖ اِذَا نَظَرَ اِلَیْہِ نَظَرَ مُتَسَخِّطٍ ۔ تَزْلِیْقٌ (تفعیل) پھسلانا ۔ بدن پر اتنا تیل ملنا کہ ہاتھ پھسل جائے

يَزْنُوْنَ : جمع مذکر غائب مضارع منفی زِنَاءٌ مصدر (ضرب) وہ زنا نہیں کرتے ۔ ۱۹/۴

يَزْنِيْنَ : جمع مؤنث غائب مضارع منفی زناءٌ مصدر (ضرب) وہ زنا نہیں کریں گی ۔ ۲۸/۱۲

زَنٰی اور زِنًا مصدر (ضرب) زنا کرنا ۔ زنّٰی فُلَانًا اور زَنّٰی فُلَانًا (تفعیل) کسی پر زنا کا الزام لگایا زانی کہا ۔ زَنْیَۃٌ آخری بیٹا ۔ زِنْیَۃٌ اور زُنْیَۃٌ بمعنی زنا ۔ بنو زِنْیَۃٍ اولاد حرام ۔

یہ مادہ ناقص یائی ہے ۔ اگر مہموز اللام ہو تو معنی میں بکثرت اختلاف ہو جائیگا ۔ مثلاً زَنَاءٌ وہ شخص جس کو پیشاب یا پاخانہ کی سخت ضرورت

سو حدیث میں ہے نُهِيَ أَنْ يُصَلِّيَ الرَّجُلُ وَهُوَ زَنَاءٌ
زَنَا وَاَلْيْهِ. اس کی پناہ پکڑی۔ زَنَاٌ اور زُنُوْءٌ مصدر۔
زَنَاءَ اِلَيْهِ کا معنی قریب ہونے کا بھی ہے
زَنَاءَ الظِّلُّ سایہ کم ہو گیا۔ زَنَا فُلَانٌ وہ خوش ہوا
دوڑا۔ زَنَاءُ بَوْلُہٗ اس کا پیشاب بند ہو گیا
اِزْنَاءٌ (افعال) مجبور کر دینا۔ روک دینا
تَزْنِئَةٌ (تفعیل) تنگ کر دینا۔ یہ تمام معانی
اس مادہ سے تعلق رکھتے ہیں جو مہموز اللام ہے

يُزَوِّجُهُمْ۔ واحد مذکر غائب مضارع
تَزْوِيْجٌ مصدر (تفعیل) انکو جمع کر دیتا ہے (ملا دینا
تھا نوی) جوڑا جوڑا بنا دیتا ہے۔ ب 25/6 (دیکھو
زوج۔ زوجاً۔ ازواج)

يَزِيْدُ: واحد مذکر غائب مضارع مرفوع
زِيَادَةٌ سے متعدی۔ مثبت وہ بڑھاتا ہے بڑھائے
گا ب 6/4 ب 15/12 ب 16/8 ب 22/13 ب 25/4 منفی وہ نہیں
بڑھاتا ہے ب 15/9،6،5 22/16۔

يَزِيْدَ۔ واحد مذکر غائب مضارع منصوب
زِيَادَةٌ سے متعدی کہ وہ بڑھا دے ب 18/11 ب 22/16
(دیکھو مَزِيْد)

يَزِيْدَنَّ۔ واحد مذکر غائب مضارع بانون
تاکید ثقیلہ۔ زِيَادَةٌ سے متعدی بلاشبہ بڑھا دیگا

ب 17/13،14۔

يَزِيْدُوْنَ: جمع مذکر غائب مضارع
زِيَادَةٌ سے۔ لازم بحکایت حال ماضی۔ وہ زیادہ
تھے۔ ب 23/9۔

يَزِيْغُ: واحد مذکر غائب مضارع زَيْغٌ
(ضرب) پھرنے لگے تھے۔ پھر جانے کے قریب
ہو گئے تھے ب 11/2 (دیکھو زیغ)

فصل السین المہملہ

يُسَارِعُوْنَ: جمع مذکر غائب مضارع
مُسَارَعَةٌ مصدر (مفاعلۃ) وہ جلدی کرتے
ہیں۔ تیزی کے ساتھ داخل ہوتے ہیں ب 9،4/4
ب 12،13/6 ب 6/17 ب 4/18۔ (دیکھو سراعاً)۔

يُسَاقُوْنَ: جمع مذکر غائب مضارع مُسَاوَقَةٌ
مصدر (مفاعلۃ) وہ ہنکائے جا رہے ہیں ب 15/9
(دیکھو المساق)

يَسْأَلُ: واحد مذکر غائب مضارع معروف
مرفوع سُؤَالٌ مصدر (فتح) منفی نہیں پوچھے گا ب 29/?
مثبت۔ پوچھتا ہے ب 29/14 منصوب۔ تاکہ پوچھے
ب 21/14۔

يُسْأَلُ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجہول منفی۔

نہیں پوچھا جائیگا ۱۱/۲ ، ۲۰/۱۱ ، ۲۰/۱۲

یعنی اس غرض سے ان سے سوال نہیں کیا جائیگا کہ اُن کے جوابات دینے کے بعد اللہ کو انکے اعمال کا علم ہو جائیگا بلکہ انکے اعمال نامے پہلے ہی لکھے ہوئے موجود ہونگے اور اللہ کو ان کے اعمال پہلے ہی معلوم ہونگے (مجاہد و قتادہ۔ عوفی کی ایک روایت ابن عباس سے بھی یہی ہے) دوسری روایت سے ابنِ عباس کا قول مروی ہے کہ فرشتے ان سے اعمال نہیں پوچھیں گے بلکہ پیشانیاں دیکھ کر مجرموں کی شناخت کرلیں گے (و ہذا قول مجاہد)

حضرت ابن عباس کا مشہور قول یہ ہے کہ مجرموں سے سوال یہ ہوگا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ یہ نہ ہوگا کہ بتاؤ تم نے کیا کیا کیا؟

اس طرح آیت النسألنہم اجمعین اور اس آیت کا ظاہری تضاد دور ہو گیا۔ عکرمہ نے کہا نفی سوال اور ایجاب سوال دونوں کا مقام جُدا جُدا ہوگا ایک جگہ اور ایک وقت سوال ہوگا دوسری جگہ اور دوسرے وقت نہ ہوگا الوالعالیہ نے کہا مطلب یہ ہے کہ غیر مجرم سے مجرم کے متعلق بازپرس نہ ہوگی۔ معالم۔ زیادہ قوی حضرت ابنِ عباس کا مشہور قول ہے۔

یَسْأَلُكَ:۔ واحد مذکر غائب مضارع كَ ضمیر مفعول۔ آپ سے پوچھتے ہیں ۲۱/۵ آپ سے درخواست کرتے ہیں۔ ۶/۲

یَسْأَلُكُمْ:۔ واحد مذکر غائب مضارع مرفوع منفی کُم ضمیر مفعول۔ وہ تم سے نہیں مانگتا ہے ۲۲/۱۹

یَسْأَلْكُمْ:۔ واحد مذکر غائب مضارع مجزوم منفی کُم ضمیر مفعول۔ وہ تم سے طلب نہیں کریگا۔ ۳۶/۸

یَسْأَلْكُمُوْهَا:۔ واحد مذکر غائب مضارع مجزوم مثبت کُمُو ضمیر مفعول (اگر) وہ تم سے طلب کرے ۲۶/۸ کُمُو اور کُم کا معنی ایک ہے صرف املائی اور اشباعی فرق ہے

یَسْأَلُوْا:۔ جمع مذکر غائب امر غائب۔ ان کو طلب کرنا چاہیئے ۲۸/۸۔

یَسْأَلُوْنَ:۔ جمع مذکر غائب مضارع منفی معروف وہ نہیں مانگتے ہیں ۳/۵ مثبت وہ پوچھتے ہیں ۲/۱۲،۱۱،۱۰،۸ ، ۶/۵ ، ۹/۱۵،۱۳ ، ۱۶/۱۵،۱۲ ، ۲۱/۸ ، ۲۶/۸ ، ۳۰/۴ وہ مانگتے ہیں۔ وہ سوال کرتے ہیں۔ ۱۵/۱۰۔

یُسْأَلُوْنَ:۔ جمع مذکر غائب مضارع مثبت مجہول۔ اُن سے بازپرس کی جائیگی ۱۷/۲ ، ۲۵/۸

یُسْأَلُنَّ:۔ واحد مذکر غائب مضارع بالنون تاکید مجہول ضرور بازپرس کی جائیگی۔ ۲۰/۱۲

یَسْأَلُهُ:۔ واحد مذکر غائب مضارع ہٗ ضمیر مفعول

اس میں سے مانگتا ہے ۲۴/۱۲ (دیکھو سُولاً اور تَسْئَلُ)

یَسْأَمُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع منفی سَآمَۃٌ مصدر (سمع) نہیں اکتاتا ہے۔ کبیدہ خاطر نہیں ہوتا۔ ۲۵/۱

سَأْمٌ اور سَامٌ موت۔ رَجُلٌ سَؤُمٌ اور سَئِمٌ اکتا جانیوالا۔ کبیدہ خاطر۔ دل برداشتہ۔ آدمی سَأْمٌ سَئْمٌ سَامَۃٌ سَآمٌ سَآمَۃٌ مصادر ہیں (سمع) کسی کام سے اکتا جانا۔ کبیدہ خاطر ہو جانا۔ دل برداشتہ ہو جانا۔ اِسْآمٌ (افعال) کبیدہ خاطر اور دل برداشتہ بنا دینا۔

یَسْأَمُوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع منفی (سمع) وہ نہیں اکتاتے ہیں ۲۴/۱۹ ۔ (دیکھو یَسْأَمُ)

یَسْبِتُوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع منفی سُبْتٌ سے بنایا گیا ہے وہ سنیچر نہیں کرتے یعنی سنیچر نہ ہوتا تھا۔ ۹/۱۱ ۔

سُبَتٌ آماس۔ سرگردانی۔ بے ہوشی۔ مدت زمانہ۔ سنیچر کا دن۔ کبھی پورا ہفتہ بھی مراد لے لیا جاتا ہے جیسے مَارَأَیْنَا الشَّمْسَ سَبْتًا میں نے ہفتہ بھر سورج نہیں دیکھا۔ یعنی سنیچر سے سنیچر تک۔

سَبْتٌ مصدر (سر مونڈنا۔ لمبے بال لٹکانا۔ گردن مارنا۔ سنیچر کا دن منانا۔ (نصر و ضرب)

سُبَاتٌ مصدر (نصر) سو جانا۔ مَسْبُوْتٌ مُردہ بیہوش۔ اِسْبَاتٌ (افعال) سنیچر کے دن میں داخل ہونا۔ سنیچر منانا۔ آرام کرنا انسباتٌ (انفعال) لمبا لمبا اور لمبا ہونا۔ (دیکھو اَلسَّبْتِ سُبَاتًا)

یُسَبِّحُ : ۔ واحد مذکر غائب مضارع تَسْبِیْحٌ مصدر (تفعیل) وہ پاکی بیان کرتا ہے۔ پاک ہونیکا اقرار کرتا ہے۔ ۱۳/۸ ۱۵/۵ ۱۸/۱۲ ۲۸/۹،۱۱،۱۶،۱ آیت ۱۸/۱۱ کی تفسیر میں عام اہل تفسیر نے تفصیلی لکھا ہے یعنی نماز پڑھتے ہیں حضرت عبداللہ بن عباس کا قول مروی ہے۔ اَلتَّسْبِیْحُ بِالْغُدُوِّ صَلٰوۃُ الضُّحٰی یعنی صبح کی تسبیح سے صلوٰۃ چاشت یا نماز اشراق مراد ہے۔ اس قول کے علاوہ تمام اہل تفسیر نے فرض نمازیں مراد لی ہیں۔

یُسَبِّحْنَ ۔ جمع مؤنث غائب مضارع تسبیح سے اللہ کی پاکی بیان کرتے تھے ۲۳/۱۱ ۱/۱

یُسَبِّحُوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع تسبیح سے۔ وہ پاکی بیان کرتے ہیں۔ ۹/۱۴ ۱۴/۲ ۲۴/۵،۶،۱۹ ۲۵/۲ ۔

يُسَبِّحُوْنَ - جمع مذکر غائب مضارع تَسْبِيْحٌ مصدر (فتح) تیرتے ہیں۔ تیزی اور ہموار رفتار سے چلتے ہیں۔ (لغوی) پ۱۷/۳ ، پ۲۳/۲ -

يَسْبِقُوْنَ - جمع مذکر غائب مضارع منفی سَبْقٌ (ضرب) اس سے وہ سبقت نہیں کرتے پ۱۷/۲ (دیکھو سَبْقًا اور نَسْتَبِقُ)

يَسُبُّوْا - جمع مذکر غائب مضارع مجزوم سَبٌّ مصدر (نصر) وہ گالی دیں گے۔ بُرا کہیں گے پ۷/۱۹ اُسْبُوبَۃٌ گالی۔ سَبَّۃٌ مقعد۔ مدت۔ سُبَّۃٌ عار کی بات۔ بُرا گالی خور۔ سَبِيْبَۃٌ - مُسَبَّۃٌ مِسَبٌّ بہت گالیاں دینے والا۔ سَبٌّ اور سَبِيْبٌ مصدر (نصر) گالیاں دینا -

يَسْتَاْخِرُوْنَ - جمع مذکر غائب مضارع منفی (استفعال) وہ دیر نہیں کر سکتے پ۸/۱۱ پ۱۱/۱۰ پ۱۴/۱ ، ۲ پ۱۸/۳ (دیکھو اَلْمُسْتَاْخِرِيْنَ)

يَسْتَاْذِنْ - واحد مذکر غائب مضارع بمعنی حکایت حال ماضی اِسْتِيْذَانٌ مصدر - (استفعال) مثبت اجازت مانگنے لگا۔ پ۱۸/۲۱ اجازت مانگتے ہیں پ۱۰/۱۳ منفی۔ اجازت نہیں مانگتے ہیں پ۱۰/۱۳ - (دیکھو مُؤَذِّنٌ)

يَسْتَاْذِنْكُمُ - واحد مذکر غائب امر۔ کُمْ مفعول - اِسْتِيْذَانٌ مصدر۔ تم سے اجازت لے لیا کریں پ۱۸/۱۴ -

يَسْتَاْذِنُوْا - جمع مذکر غائب۔ امر اِسْتِيْذَانٌ مصدر۔ اجازت مانگ لیا کریں پ۱۸/۱۴ مضارع منفی مہمان تک اجازت مانگ لیتے ہیں - پ۱۸/۱۵ -

يَسْتَاْذِنُوْنَ : - جمع مذکر غائب مضارع مرفوع اِسْتِيْذَانٌ مصدر۔ وہ اجازت طلب کرتے ہیں پ۱۰/۱۸ پ۱۸/۱۵ (دیکھو مُؤَذِّنٌ)

يَسْتَبْدِلْ - واحد مذکر غائب مضارع مجزوم اِسْتِبْدَالٌ مصدر تمہاری جگہ لے آئیگا۔ تمہارے عوض بنادیگا پ۱۰/۱۲ پ۲۶/۸ - (دیکھو مُبَدِّلٌ)

يَسْتَبْشِرُوْنَ - جمع مذکر غائب مضارع اِسْتِبْشَارٌ مصدر۔ خوش ہو رہے ہیں پ۴/۸ خوش ہوتے ہیں پ۱۱/۵ خوش خوش۔ کھلے پڑتے تھے۔ پ۱۴/۵ خوش ہو جاتے ہیں پ۲۱/۸ پ۲۴/۲ (دیکھو مُسْتَبْشِرَۃٌ)

يَسْتَثْنُوْنَ : - جمع مذکر غائب مضارع منفی اِسْتِثْنَاءٌ مصدر حکایت حال ماضی۔ انہوں نے انشاء اللہ نہیں کہا۔ پ۲۹/۳

اِسْتِثْنَاءٌ (استفعال) چھانٹ لینا باہر نکال لینا۔ انشاء اللہ کہنا۔ ثَنْيٌ مادہ (مادّہ کی

تنقیح کے لئے دیکھو مثنیٰ اور ثمنون)

یَسْتَجِیْبُ - واحد مذکر غائب مضارع اِسْتِجَابَۃٌ مصدر، مثبت - دعوت قبول کرتے ہیں ۱/۱۰ دعا قبول کرتا ہے ۲۵/۴ منفی - جواب نہ دے سکے، نہ دے سکے گا۔ ۲۶/۱ (دیکھو مجیب)

یَسْتَجِیْبُوْا - جمع مذکر غائب امر اِسْتِجَابَۃٌ سے - ان کو میرا حکم قبول کرنا چاہئے ۲/۷ انکو جواب دینا چاہئیے ۹/۱۴ - مضارع منفی - انہوں نے قبول نہیں کیا ۱۲/۲ ۱۳/۸ ۲۰/۸ جواب نہیں دیں گے ۱۵/۱۹ ۲۰/۱۰ -

یَسْتَجِیْبُوْنَ - جمع مذکر غائب مضارع منفی اِسْتِجَابَۃٌ سے وہ قبول نہیں کریں گے۔ ۱۳/۸ (دیکھو مجیب)

یَسْتَحِبُّوْنَ - جمع مذکر غائب مضارع اِسْتِحْبَابٌ مصدر (استفعال) وہ ترجیح دیتے ہیں پسند کرتے ہیں ۱۴/۱۳ (دیکھو یُحِبُّ)

یَسْتَحْسِرُوْنَ - جمع مذکر غائب مضارع منفی اِسْتِحْسَارٌ مصدر (استفعال) وہ نہیں تھکتے ہیں ۱۷/۲ (دیکھو محسورًا)

یَسْتَحْیُوْنَ - جمع مذکر غائب مضارع اِسْتِحْیَاءٌ مصدر (استفعال) وہ جینا رہنے دیتے تھے۔ ۱/۶ ۹/۶ ۱۳/۱۲ (دیکھو محیا)

یَسْتَحْیِیْ : - واحد مذکر غائب مضارع اِسْتِحْیَاءٌ مصدر (استفعال) منفی - وہ نہیں جھجکتا - وہ نہیں باز رہتا ۱/۲ ۲۲/۴ مثبت - وہ شرم کرتا ہے ۲۲/۴ وہ زندہ رہنے دیتا تھا۔ ۲۰/۴ (دیکھو محیا)

یَسْتَخْرِجَا : تثنیہ مذکر غائب مضارع منصوب اَنْ کے ذیل میں آنے کی وجہ سے نون اعرابی ساقط ہوگیا اصل میں یستخرجان تھا اِسْتِخْرَاجٌ مصدر (استفعال) وہ دونوں نکال لیں ۱۶/۱ ۔ (دیکھو مُخْرِجٌ)

یَسْتَخِفَّنَّکَ - واحد مذکر غائب نہی با نون تاکید اِسْتِخْفَافٌ مصدر (استفعال) وہ تم کو اوچھا نہ بنا دیں سریع الغضب نہ کر دیں ۲۱/۹ خِفَّۃٌ ہلکا پن خِفَافٌ اور خفیف ہلکا خَفَّ یَخِفُّ خِفَّۃٌ مصادر ہلکا کرنا (ضرب) اَخَفَّ الْقَوْمُ قوم جلد کوچ کر گئی۔

خُفُوْفٌ مصدر (ضرب) کم ہو جانا۔ اخفاف کسی کی قوت برداشت کو زائل کر دینا سبک کا باعث ہو جانا۔ اِسْتِخْفَافٌ کسی کو ہلکا اور حقیر سمجھنا کسی کی بردباری دور کر کے ایسا بنا دینا کہ وہ جہالت اور اوچھا پن کرنے لگے۔

یَسْتَخْفُوْا ۔ جمع مذکر غائب مضارع منصوب اِسْتِخْفَاءٌ مصدر کہ وہ پردہ کریں۔ آڑ کرلیں ۱۱/۱۷ (دیکھو مستخف)

یَسْتَخْفُوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع مرفوع اِسْتِخْفَاءٌ مصدر مثبت۔ وہ چھپ رہ سکتے ہیں ۵/۳ منفی نہیں چھپ سکتے۔ پوشیدہ نہیں رہ سکتے ۵/۳ (دیکھو مستخف)

یَسْتَخْلِفُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع اِسْتِخْلَافٌ مصدر مجزوم۔ جانشین بنا دے ۸/۳ مرفوع جانشین بنا دیگا ۲/۵ منصوب کہ تم کو خلیفہ بنائے اس کی جگہ تم کو قائم کردے ۹/۵ (دیکھو مستخلفین)

یَسْتَسْخِرُوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع اِسْتِسْخَارٌ مصدر۔ مذاق بناتے ہیں۔ مذاق اڑاتے ہیں

وہ طاقت نہ رکھتا ہو۔ وسعت نہ رکھتا ہو۔ استطاعت نہ رکھتا ہو۔ نہ کر سکے ۵/۲۸ (دیکھو تطیع)

یَسْتَصْرِخُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع [illegible]

مصر کے بازار میں ایک اسرائیلی اور قبطی کا جھگڑا ہو رہا تھا حضرت موسیٰ ادھر سے گذرے قبطی نے نہ مانا حضرت نے اس کے تھپڑ مار دیا اتفاقاً وہ مر گیا دوسرے روز وہی اسرائیلی پھر کسی قبطی سے اُلجھ رہا تھا اسرائیلی نے حضرت موسیٰ کو دیکھ کر آواز دی اور مدد کے لیے بلایا۔

یَسْتَضْعِفُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع بمعنی حکایت حال ماضی۔ اِسْتِضْعَافٌ مصدر اس نے کمزور کر رکھا تھا اس نے زور گھٹا رکھا تھا وہ کمزور پاتا تھا ۲/۴ (دیکھو مستضعفین)

یَسْتَضْعَفُوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع مجہول۔ استضعاف سے وہ کمزور بنائے جا رہے تھے وہ کمزور سمجھے جاتے تھے ۹/۶ (دیکھو مستضعفین)

یَسْتَطِعْ ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجزوم بالشرط۔ منفی۔ اِسْتِطَاعَۃ مصدر (استفعال) وہ طاقت نہ رکھتا ہو۔ استطاعت نہ رکھتا ہو۔ نہ کر سکے ۵/۲۸ (دیکھو تطیع)

یَسْتَطِیْعُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع مرفوع اِسْتِطَاعَت سے۔ نفی۔ طاقت نہ رکھتا ہو۔ [illegible] استطاعت نہ رکھتا ہو۔ نہ کر سکے ۲/۳ مثبت کیا طاقت رکھتا ہے کیا کر دیگا ۵/۳ (دیکھو تطیع)

يَسْتَطِيْعُوْنَ :- جمع مذکر غائب مضارع منفی، استطاعت سے. وہ طاقت نہیں رکھتے وہ قدرت نہیں رکھتے پ ۳/۵ پ ۵/۱۱ پ ۹/۱۴ پ ۱۴/۱۶ پ ۱۵/۵ پ ۱۶/۲ پ ۱۷/۳،۴ پ ۱۸/۱۶ پ ۱۹/۱۵ پ ۲۳/۲،۴ پ ۲۹/۴ وہ نہیں قدرت رکھتے تھے پ ۱۲/۶ (دیکھو نطیع)

يُسْتَعْتَبُوْنَ :- جمع مذکر غائب مضارع منفی اِسْتِعْتَابٌ مصدر (استفعال) ان سے اللہ کو رضامند کرنے کی خواہش نہیں کی جائیگی بعض مفسرین نے ترجمہ کیا ہے نہ ان کے عذر قبول کئے جائینگے محلی نے اس لفظ کی تشریح میں لکھا ہے لا يُطلب منهم أن يُرضوا ربهم بالتوبة والطاعة لانها لا تنفع يومئذٍ ان سے اس بات کی طلب نہیں کی جائے گی کہ توبہ اور طاعت کر کے اپنے رب کو رضامند کرلیں کیوں کہ اس روز یہ چیزیں مفید نہ ہونگی۔ بغوی نے معالم میں لکھا ہے لا یکلفون ان یرضوا ربهم لان الآخرة ليست بدار التكليف قیامت کے دن وہ اللہ کو رضامند بنانے کے مکلف نہ ہونگے کیونکہ دار آخرت دار تکلیف نہیں ہے بلکہ دار الجزاء ہے مقام عمل نہیں)۔ زمخشری نے کشاف میں لکھا ہے ولا ہم یسترضون ای لا یقال لهم ارضوا ربکم من العتبی وهی الرضا یعنی لا یستعتبون کا معنی ہے لا یسترضون مطلب یہ کہ ان سے یہ نہیں کہا جائے گا کہ اپنے رب کو رضامند کرلو۔ اس لفظ کا ماخذ عُتْبٰی ہے اور عُتْبٰی کا معنی ہے رضامندی۔ زمخشری کا کلام غیر واضح ہے کیونکہ جب لَا يُسْتَعْتَبُوْنَ کا ماخذ عُتْبٰی ہے اور عُتْبٰی کا معنی ہے رضامندی تو استعتاب کا معنی ہوا طلب رضا۔ اس صورت میں بظاہر یہ مطلب نکلیگا کہ ان کی رضامندی طلب نہیں کی جائیگی یعنی انکی ناراضگی کی پرواہ نہیں کی جائیگی عتبیٰ کا معنی رضامند بنانا اور ناراضگی کو دور کرنا نہیں ہے کہ زمخشری کا بیان کیا ہوا مطلب ای لا یقال لهم ارضوا ربکم مستفاد ہو سکے۔ اس لیے صاحب روح البیان نے لکھا ہے الاعتاب ازالة العتب ای الغضب والغلظة والاستعتاب طلب ذلک یعنی اعتاب کا معنی ہے ناراضگی کو دور کرنا اور استعتاب کا معنی ہے طلب اعتاب یعنی ناراضگی کو دور کرنے کی طلب یعنی کسی سے خواہش کرنا کہ وہ تیری ناراضگی کو دور کر دے اور تجھے رضامند بنا لے۔ کرمانی نے اس سے زیادہ واضح طور پر لکھا ہے مشتق من الاستعتاب الذی ہو طلب الاعتاب ای

لا یطلبون ازالة العتب وھو علی غیر القیاس اذ الا
ستفعال انما یبنی من الثلاثی (المجرد) لا
من المزید۔ لا یُسْتَعْتَبُوْنَ کا مصدر
استعتاب ہے۔ استعتاب کا معنی ہے
طلب الاعتاب۔ اعتاب ازالۂ ناراضگی کو کہتے
ہیں یعنی ان سے (اللہ کی) ناراضگی کو دور
کرنے کی طلب نہیں کی جائے گی۔ اعتاب
(ثلاثی مزید) سے استعتاب کا بنانا غیر قیاسی ہے
کیونکہ قیاساً استفعال کو ثلاثی مجرد سے بنایا جاتا ہے
ثلاثی مزید سے نہیں بنایا جاتا۔

غالباً زمخشری کے پیش نظر یہی ضابطہ
تھا کہ انہوں نے عتبیٰ (ثلاثی مجرد) سے استعتاب
کو ماخوذ قرار دیا اس سے قیاس کی موافقت تو
ہوگئی مگر مطلب غلط ہوگیا کیونکہ عتبیٰ اور اعتاب
کا معنی ایک نہیں ہے اول لازم ہے رضامند
ہونا دوسرا متعدی ہے رضامند بنانا اور رآیت
میں موخر الذکر معنی ہی مراد ہے ۱۴/۱۸ ۲۱/۹ ۲۵/۲۰

یَسْتَعْتِبُوْا جمع مذکر غائب مضارع مجزوم
استعتاب سے۔ اگر وہ (اللہ کو) رضامند
بنانے کی استدعاء کریں گے ۲۴/۱۱
اس جگہ صاحب کشاف کی تفسیر زیادہ
واضح ہے جسکو محلی نے بھی نقل کیا ہے کہ اگر وہ اللہ
کے رضامند ہونے کی طلب کریں گے یعنی اس جگہ
استعتاب عتبیٰ (رضامندی) سے بنایا گیا اعتاب
سے نہیں بنایا گیا کیونکہ وہ لوگ اللہ کو رضامند
بنانے کی طلب کسی اور سے نہیں کریں گے بلکہ اللہ
ہی سے اسکی رضامندی طلب کریں گے۔ واللہ
اعلم (دیکھو معتبین)

یَسْتَعْجِلُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع استعجال
مصدر (استفعال) جلدی مانگ رہے ہیں ۱۱/۱۰
تقاضا کرتے ہیں۔ ۲۵/۳ ۔

یَسْتَعْجِلُوْنِ ۔ جمع مذکر غائب نہی استعجال
مصدر (استفعال) لون وقایہ یا متکلم اصل میں
یَسْتَعْجِلُوْنِیْ تھا۔ وہ مجھ سے جلدی طلب
نہ کریں۔ ۲۷/۲ ۔

یَسْتَعْجِلُوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع
استعجال سے۔ وہ جلدی مانگتے ہیں تعجیل
چاہتے ہیں ۳/۶ ۱۴/۱۳ ۱۹/۱۵ ۲۱/۲ ۲۳/۹ (دیکھو
استعجلتم۔ تستعجلون)

یَسْتَعْفِفْ :۔ واحد مذکر غائب امر۔
اسْتِعْفَافٌ مصدر (استفعال) وہ بچتا رہے
یتیم کے مال سے ۴/۱۱ وہ پاکدامن رہے

بیمار ہے (زناء سے) ۱۸/۴ ۔

یَسْتَعْفِفْنَ ۔ جمع مؤنث غائب مضارع استعفاف سے۔ اُن کی وجہ سے بمعنی مصدر ان کا بچا رہنا (یعنی چادر کے بغیر پھرنے سے) ۱۸/۱۴
عَفَّ عَفِیْفٌ پاک دامن جمع عفاف عفافۃ عِفَّۃٌ بچا رہنا حرام سے۔ پاک دامن ہونا (ضرب) اِعْفَافٌ (افعال) پاک دامن کر دینا اور حرام سے باز رکھنا۔ تَعَفُّفٌ (تفعل) زنا اور بھیک سے بچا رہنا۔ بناوٹی پاک دامن ہونا۔ اِسْتِعْفَافٌ (استفعال) حرام سے باز رہنا اور بچنے رہنے کی خواہش کرنا اور بچا رہنا۔

یَسْتَغْشُوْنَ : ۔ جمع مذکر غائب مضارع اِسْتِغْشَاءٌ مصدر (استفعال) وہ اوڑھے ہوتے ہیں ۱۱/۱ (دیکھو غاشیۃ)

یَسْتَغْفِرْ : ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجزوم استغفار مصدر (استفعال) وصل کی وجہ سے مکسور معافی مانگے گا ۵/۱۲ معافی مانگیں گے ۲۸/۱۲ ۔

یَسْتَغْفِرُوْا ۔ جمع مذکر غائب مضارع منصوب۔ اُن کی وجہ سے بمعنی مصدر معافی مانگنا ۱۱/۳ معافی مانگنے سے ۱۵/۲۰ ۔

یَسْتَغْفِرُوْنَ : ۔ جمع مذکر غائب مضارع مثبت، استغفار سے۔ معافی مانگتے ہیں ۹/۱۸ ۲۴/۶ ۲۵/۲ ۲۶/۱۸ منفی۔ (کیوں) معافی نہیں مانگتے کیوں استغفار نہیں کرتے ۶/۱۴ (دیکھو غافر)

یَسْتَغِیْثَانِ : ۔ تثنیہ مذکر غائب مضارع اِسْتِغَاثَۃٌ مصدر (استفعال) وہ دونوں (اللہ سے) فریاد کر رہے تھے ۲۶/۲ ۔

یَسْتَغِیْثُوْا : ۔ جمع مذکر غائب مضارع مجزوم اِسْتِغَاثَۃٌ مصدر (استفعال) اگر وہ پانی مانگیں گے ۱۵/۱۶ (دیکھو غیث)

یَسْتَفْتِحُوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع اِسْتِفْتَاحٌ مصدر (استفعال) وہ فتح کی دعا کرتے تھے فتح مانگتے تھے ۱/۱۱ (دیکھو الفاتحین اور فتح)

یَسْتَفْتُوْنَكَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع اِسْتِفْتَاءٌ مصدر (استفعال) کَ ضمیر مفعول۔ وہ آپ سے حکم پوچھتے ہیں مسئلہ معلوم کرتے ہیں۔ ۵/۱۶ ۶/۴ اِسْتِفْتَاءٌ کسی مشکل بات کا حل دریافت کرنا۔ اِفْتَاءٌ کسی مشکل مسئلہ کو حل کرنا۔
(دیکھو تستفت اور تستفتیان)

یَسْتَفِزَّهُمْ ۔ واحد مذکر غائب مضارع منصوب بمعنی مصدر اِسْتِفْزَازٌ مصدر (استفعال)

کہ ان کے قدم وہ اکھاڑ دے۔ ان کے قدم اکھاڑ
دینا ۱۵/۱۲ ۔

یَسْتَفِزُّوْنَكَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع
اِسْتِفْزَازٌ مصدر کَ ضمیر مفعول۔ تمہارے قدم
اکھاڑ دیں، تمہارے قدم اکھاڑنے لگے تھے۔ ۱۵/۸ ۔
فَزٌّ مصدر (نصر) بواسطہ عَنْ ۔ منہ پھیر لینا
لوٹ جانا۔ جدا ہو جانا۔ فَزَّ الظَّبْيُ (بغیر عَنْ)
ہرن ڈر گیا۔ فَزَازَةٌ اور فَزْفَزَةٌ مصدر (ضرب)
لازم۔ غضب ناک ہو جانا۔ غصہ سے بھڑک
اٹھنا۔ متعدی۔ کسی کو جگہ سے اکھاڑ دینا۔ بے
آرام کر دینا۔ فَزْفَزَةٌ ہنکا دینا دور بھگا دینا۔ اِفْزَازٌ
(افعال) ڈرانا۔ اِفْتِزَازٌ (افتعال) غالب آنا
اِسْتِفْزَازٌ۔ (استفعال) کسی کو ہلکا اور حقیر
سمجھنا۔ ڈرانا۔ کسی کو اس کی جگہ اکھاڑ دینا
گھر سے باہر نکال دینا۔ آیات میں مؤخر الذکر
دونوں معنی مراد ہیں۔

یَسْتَقْدِمُوْنَ :۔ جمع مذکر غائب مضارع
منفی اِسْتِقْدَامٌ مصدر۔ وہ اول نہیں ہو سکتے
وہ آگے نہیں بڑھ سکتے [illegible] ۱۰/۱۱ ۱۴/۱۲ (دیکھو
المستقدمین)

یَسْتَقِیْمَ : واحد مذکر غائب مضارع منصوب
بمعنی مصدر اِسْتِقَامَةٌ مصدر (استفعال)
سیدھا چلنا ۳۰/۶ (دیکھو مستقیم)

یَسْتَكْبِرْ :۔ واحد مذکر غائب مضارع مجزوم
بالشرط۔ اِسْتِكْبَارٌ مصدر۔ تکبر کرے گا۔ اپنے کو
بڑا سمجھ کر عبادت کو ترک کرے گا ۶/۴ (دیکھو مُسْتَكْبِرًا)

یَسْتَكْبِرُوْنَ : جمع مذکر غائب مضارع
مرفوع۔ اِسْتِكْبَارٌ سے۔ منفی وہ تکبر نہیں کرتے
ہیں۔ بندگی سے سرتابی نہیں کرتے ہیں ۶/۱۵ ۹/۱۴
۱۳/۱۲ ۱۷/۲۰ ۲۱/۱۵ مثبت: تکبر کرتے ہیں۔ سرتابی
کرتے ہیں ۲۳/۶ ۲۴/۱۱ (دیکھو مُسْتَكْبِرًا)

یَسْتَمِعُ : ۔ واحد مذکر غائب مضارع اِسْتِمَاعٌ
مصدر (افتعال) مرفوع۔ وہ سنتا ہے کان لگاتا
ہے۔ ۷/۶ ۲/۹ مجزوم مکسور بالوصل جو سنتا
ہے ۲۹/۱۱ ۔

یَسْتَمِعُوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع
اِسْتِمَاعٌ سے۔ وہ سنتے ہیں ۱۱/۱ ۱۵/۵ وہ کان
لگا کر سنتے ہیں ۲۳/۶ وہ سن رہے تھے ۲۶/۴ وہ
سنتے ہیں ۲۷/۴ (دیکھو مستمعهم اور مستمعون)

یَسْتَنْبِطُوْنَهٗ : جمع مذکر غائب مضارع
اِسْتِنْبَاطٌ مصدر۔ ہٗ ضمیر مفعول (جو) اس کی
تحقیق کرتے ہیں۔ ۵/۸ ۔

نُبْطَۃٌ اور نَبَطٌ وہ پانی جو کنوئیں کی گہرائی میں سے پہلی
بار نکلتا ہے نَبْطٌ اور نُبُوْطٌ مصدر (ضرب) کنویں یا
یازمین سے پانی نکلنا۔ اِنباطٌ (افعال) کنواں کھودنے
والے کا پانی تک پہنچ جانا اور پانی نکالنا۔ کسی چیز
پر اثر ڈالنا۔ تنبیطٌ (تفعیل) کنواں کھودنے کے
بعد پانی نکالنا۔ اِستِنْباطٌ کنواں کھود
کر پانی تک پہنچنا اور
پانی نکالنا۔ کسی چیز کو کاوش کے بعد برآمد کرنا مثلاً
اِستَنْبَطَ الْفَقِیْہُ فقیہ نے استنباط کیا یعنی اجتہاد سے
کسی مسئلہ کا استخراج کیا۔

یَسْتَنْبِئُوْنَکَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع
اِستِنْبَاءٌ مصدر (استفعال) کَ ضمیر مفعول۔ وہ
آپ سے خبر پوچھتے ہیں (دیکھو نبا اور نَبِّئْہُمْ)

یَسْتَنْقِذُوْا ۔ جمع مذکر غائب مضارع
استنقاذٌ مصدر (استفعال) منفی۔ وہ نہیں چھڑا
سکتے۔ نہیں واپس لے سکتے۔ ۱۴/۱۴ ۔
نَقْذٌ آرام، سلامتی، چھڑانا۔ ایک طرف کر دینا
(نصر)۔ نَقَذٌ چھوٹنا۔ چھڑائی ہوئی چیز (سمع)۔
اِنْقَاذٌ۔ تَنْقِیْذٌ۔ تَنَقُّذٌ چھٹنا۔ اِسْتِنْقَاذٌ
چھڑانا۔ چھڑا سکنا۔ (دیکھو اَنْقَذَکُمْ۔ تُنْقِذُ)

یَسْتَنْکِحَهَا ۔ واحد مذکر غائب مضارع بمعنی
مصدر ہا استنکاحٌ مصدر ھَا ضمیر مفعول۔ اس کو
نکاح میں لانے کی خواہش کرنا۔ اس سے نکاح
کرنے کی خواہش کرنا۔ کہ اس سے نکاح کرنا
چاہے ۲۳/۳ ۔ (دیکھو نکاح)

یَسْتَنْکِفْ : ۔ واحد مذکر غائب مضارع
مجزوم بالشرط۔ استنکافٌ مصدر (استفعال)
جو عار کرے گا۔ حقیر سمجھ کر سرتابی کرے گا ۴/۱۷۲ نَکَفَ
الدَّمْعَ (نصر) ہاتھ سے آنسو پونچھے۔ نَکَفَ
عنہ اس سے پھر گیا لوٹ گیا۔ نَقْضٌ نَکَفٌ
کا معنی ختم کر دینا۔ نقش قدم گم کر دینا بھی ہے غَیْثٌ
لَا یُنْکَفُ غیر منقطع بارش۔ بَحْرٌ لا یُنْکَفُ بے کنار
سمندر۔ جَیْشٌ لا یُنْکَفُ بے شمار لشکر۔ نَکِفَ
(سمع ونصر) بواسطہ مِن کسی کام سے باز رہنا۔
نَکِفَ (سمع بواسطہ من) کسی سے بیزار ہونا (بغیر
واسطہ مِن) دکھی اور درد مند ہونا۔
اِنْکافٌ (افعال) عار دور کرنا۔ اللہ کی تنزیہ
و تقدیس کرنا۔ انتکافٌ (افتعال) ختم ہو جانا۔
ایک جگہ سے دوسری جگہ چلا جانا۔ عہد ٹوٹ جانا
اِسْتِنْکافٌ کسی بات کو حقیر سمجھ کر غرور کے ساتھ
اس سے سرتابی کرنا۔ قابل عار سمجھنا۔

یَسْتَنْکِفُوْنَ : ۔ جمع مذکر غائب مضارع

اِسْتِیفَاءٌ مصدر۔ پورا پورا لیتے ہیں پ ۳۰ (دیکھو اَلْمُوفُوْنَ)

یَسْتَوُوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع اِسْتِوَاءٌ مصدر (افتعال) منفی وہ برابر نہیں ہیں پ ۱۰/۹ ۲۱/۱۵ مثبت، استفہام انکاری۔ کیا وہ برابر ہیں یعنی برابر نہیں ہیں۔ پ ۱۴/۱۶ (دیکھو تَسْتَوِی اور اِسْتَوٰی)

یَسْتَوِیْ ۔ واحد مذکر غائب مضارع اِسْتِوَاءٌ مصدر منفی۔ وہ برابر نہیں ہے پ ۵/۱۰ ۲۲/۱۴،۱۵ ۲۴/۱۱ پ ۲۷/۱۸ ۲۸/۶ مثبت۔ استفہام انکاری۔ کیا برابر ہے یعنی برابر نہیں ہے۔ پ ۷/۱۱ ۱۳/۸ ۱۴/۶ ۲۳/۱۵ ۔

یَسْتَوِیَانِ : تثنیہ مذکر غائب مضارع مثبت استفہام انکاری۔ اِسْتِوَاءٌ سے۔ کیا وہ دونوں برابر ہیں پ ۱۲/۲ ۱۳/۱۶ (دیکھو بحوالہ مندرجہ بالا)

یَسْتَهْزِءُوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع اِسْتِهْزَاءٌ مصدر (استفعال) وہ مذاق بناتے تھے ہلکا سمجھ کر ہنسی اڑاتے تھے پ ۷/۱ ۱۳/۱ ۱۴/۱،۱۰ ۱۷/۲ ۱۹/۵ ۲۱/۴ پ ۲۳/۱ ۲۴/۱۴،۲ ۲۵/۲۰،۲ ۲۶/۳ (دیکھو مُسْتَهْزِءُوْن)

یَسْتَهْزِئُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع معروف اِسْتِهْزَاءٌ سے (اللہ) انکو استہزاء کی سزا دے گا۔ پ ۱/۲ ۔

یُسْتَهْزَءُ : ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجہول اِسْتِهْزَاءٌ سے مذاق بنایا جارہا ہو پ ۱۵/۱۱ ۔

یَسْتَیْقِنَ : ۔ واحد مذکر غائب مضارع منصوب۔ اِسْتِیْقَانٌ مصدر (استفعال) تاکہ واضح طور پر جان لیں پ ۲۹/۱۵ (دیکھو مُسْتَیْقِنِیْن)

یَسْجُدُ : ۔ واحد مذکر غائب مضارع سُجُوْدٌ مصدر (نصر) وہ سجدہ کرتا ہے جھکتا ہے۔ فرماں پذیر ہے پ ۷/۱۱ ۱۳/۱۲ ۱۴/۱۲ ۱۷/۹ ۔

یَسْجُدَانِ : ۔ تثنیہ مذکر غائب مضارع سُجُوْدٌ مصدر (نصر) وہ دونوں سجدہ کرتے ہیں فرماں پذیر ہیں۔ پ ۲۷/۱۱ ۔

یَسْجُدُوْا ۔ جمع مذکر غائب مضارع منصوب سجود مصدر (نصر) کہ وہ سجدہ کریں۔ بظاہر فعل منفی ہے لیکن اس میں لَا زائد ہے۔ پ ۱۹/۱۷

یَسْجُدُوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع مرفوع سُجُوْدٌ مصدر۔ منفی۔ وہ سجدہ نہیں کرتے فرمان پر نہیں چلتے پ ۳۰/۹ مثبت۔ وہ سجدہ کرتے ہیں پ ۹/۱۴ ۱۹/۱۷ وہ سجدہ کرتے ہیں یعنی نماز پڑھتے ہیں۔ کیوں کہ سجدہ میں تلاوت نہیں ہوتی ہے پ ۴ (دیکھو سَاجِد اور سُجَّد)

یُسْجَرُوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع سَجْرٌ

مصدر (نصر) تپائے جائیں گے جھونکے جائیں گے ۱۴/۲۴
(دیکھو المسجور)

یُسْجَنَ۔ واحد مذکر غائب مضارع منصوب (نصر) کہ اس کو قید کر دیا جائے ۱۴/۱۲۔

یَسْجُنُنَّهٗ۔ جمع مذکر غائب مضارع با نون تاکید (نصر) ہٗ ضمیر مفعول ضرور ہی وہ اس کو قید کر دیں گے ۱۴/۱۲ (دیکھو مسجونین)

یُسْحَبُوْنَ۔ جمع مذکر غائب مضارع مجہول سَحْبٌ مصدر (فتح) گھسیٹے جائیں گے ۱۴/۲۴ ب ۱۰/۲۷
سَحْبٌ مصدر (فتح) زمین پر گھسیٹنا۔ بہت کھانا بہت پینا۔ بجھانا۔ جاری ہونا۔ تَسَحُّبٌ (تفعل۔ بواسطہ علیٰ) ناز کرنا۔ انسحاب (انفعال) کھنچنا۔ اَسْحُوْبٌ بسیار خور بسیار نوش (دیکھو سحاب)

یُسْحِتَ۔ واحد مذکر غائب مضارع اِسْحَاتٌ مصدر (افعال) وہ ہلاک کر دیگا، تباہ کر دے گا۔ ۱۲/۱۶
سَحْتٌ مصدر (فتح) جڑ سے اکھاڑ دینا حرام چیز لینا (بواسطہ عن) الگ کر دینا۔ اکھاڑ دینا مَسْحُوْتٌ اور سُحْتٌ مال حرام۔ اِسْحَاتٌ (افعال) حرام چیز لینا جڑ سے اکھاڑ دینا۔ مال حرام کمانا (دیکھو سُحْت۔)

یَسْخَرْ:۔ واحد مذکر غائب نہی سُخْرٌ مصدر (سمع) مذاق نہ بنائے ۱۴/۲۶۔

یَسْخَرُوْنَ:۔ جمع مذکر غائب مضارع (سمع) وہ مذاق بناتے ہیں ٹھٹھہ کرتے ہیں ب ۱۰/۲ ب ۱۶/۱ ب ۵/۲۳ (دیکھو سُخْرٌ اور سُخْرِیٌّ)

یَسْخَطُوْنَ:۔ جمع مذکر غائب مضارع (سمع) وہ ناراض ہو جاتے ہیں ب ۱۳/۱ (دیکھو سُخْطٌ اور سَخَطٌ)

یَسْرِ:۔ واحد مذکر غائب مضارع۔ سُرًی مصدر (ضرب) اصل میں یَسْرِیْ تھا۔ وہ چلنے لگے ب ۱۴/۳۰۔
سُرًی شب روی۔ سَارِیَۃٌ رات کو آنیوالا ابر سُرِیٌّ پانی کی چھوٹی گولی۔ سَرِیَّۃٌ وہ فوجی دستہ جس میں کم سے کم تین اور زیادہ سے زیادہ چار سو آدمی ہوں۔ سَرَایَۃٌ مصدر (ضرب) سَرٰی عِرْقُہٗ اس درخت کی جڑیں زمین میں بیٹھ گئیں اور پھیل گئیں۔ سُرًی، مَسْرًی، سَرْیَۃٌ، سِرَایَۃٌ مصادر۔ رات میں چلنا۔ اگر متعدی بالباء ہو تو رات کو سیر کرانے کا معنی ہوگا۔ (رباعی کے لیے دیکھو اسریٰ)

یَسِّرْ:۔ واحد مذکر حاضر امر تَیْسِیْرٌ مصدر

(تفعیل) آسان بنا دے ۳۰/۱۴ (دیکھو میسور ۱۱)

یَسَّرَ ۔ واحد مذکر غائب ماضی تَیْسِیْرٌ مصدر (تفعیل) اس نے آسان کر دیا ۱۶/۱۱ (دیکھو میسورا ۱۱)

یُسْرَ :۔ مصدر (معرف) باللام آسانی کرنا ۲ (دیکھو ۱۱)

یُسْرًا :۔ اسم نکرہ۔ آسانی۔ سہولت۔ ۱۲/۲ ۲۶/۱۸ ۲۸/۱۷ ۳۰/۱۹ (دیکھو میسورا ۱۱)

یُسْرِفْ ۔ واحد مذکر غائب نہی اِسْرَافٌ مصدر (افعال) وہ حد شرعی سے تجاوز نہ کرے ۵/۴

یُسْرِفُوْا ۔ جمع مذکر غائب مضارع مجزوم بمعنی ماضی اسراف سے۔ انہوں نے اسراف نہیں کیا شرعی فضول خرچی نہیں کی ۱۹/۴ (دیکھو میسورا ۱۱)

یَسْرِقْ ۔ واحد مذکر غائب (مضارع مجزوم) بالشرط۔ سَرِقَۃٌ مصدر (ضرب) اگر وہ چوری کرتا ہے یعنی اس نے چوری کی ۱۳/۳ ۔

یَسْرِقْنَ ۔ جمع مؤنث غائب مضارع منفی سَرِقَۃٌ سے وہ چوری نہیں کریں گی ۲۸/۹ (دیکھو السارق اور سُرِقَ)

یَسَّرْنَا ۔ جمع متکلم ماضی تَیْسِیْرٌ سے ہم نے آسان کر دیا ۲۷/۸ ۔ ۹

یُسِرُّوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع اِسْرَارٌ مصدر (افعال) جو کچھ۔ وہ چھپاتے ہیں ۱/۹

۱۱/۱۳ ۲۳/۴ (دیکھو عُسْرٌ و ۱۱)

یُسْرٰی ۔ واحد مؤنث اسم تفضیل معرف باللام۔ اَلْیُسْرُ واحد مذکر یُسْرٌ مصدر ۳۰/۱۲ آسان (شریعت) یا عملِ جنت یعنی عمل خیر (ابن عباس) ۳۰/۱۸ آسان طریقہ یعنی وہ عمل جو رضاء الٰہی کے حصول کا سبب ہو (معالم) (دیکھو یُسْرٌ ۱۱)

یَسْطُرُوْنَ ۔ جمع مذکر غائب (مضارع) سَطْرٌ سے (نصر) وہ لکھتے ہیں ۲۹/۳ (دیکھو مُسْتَطَرٌ)

یَسْطُوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع سُطُوَّۃٌ مصدر (نصر) وہ حملہ کر دیں ۱۱/۱۶ ۔

سُطُوٌّ اور سَطْوَۃٌ مصدر متعدی (نصر) سطا علیٰ وبا، کسی پر حملہ کرنا۔ کسی کو مغلوب کر لینا سخت پکڑنا (لازم) سَطَا الْمَاءُ (نصر) پانی حد سے بڑھ گیا۔ سَطَا الْفَرَسُ گھوڑا اپنی رفتار پر خود رائی کے ساتھ چلا۔

یَسَعَ :۔ اصل میں اَلْیَسَعَ ہے۔ ایک مشہور اسرائیلی شامی پیغمبر جن کا دور بعثت حضرت الیاس کے بعد اور حضرت ذوالکفل سے پہلے تھا ایک مرتبہ سخت کال پڑا اور آپ کی دعا سے بنی اسرائیل کے سر سے وہ مصیبت دفع ہوئی حضرت الیاس نے اپنی زندگی کے آخر زمانہ میں

آپ ہی کی والدہ کے گھر قیام کیا تھا۔ آپ کے والد کا نام اخطوب بن العجوز تھا ۲۳/۱۲ پ ۱۱ ۔

یَسْعَوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع سَعْیٌ مصدر (فتح) دوڑتے پھرتے ہیں پ ۶/۱۲، ۹ کوشش کرتے ہیں ۲۲/۱۱ ۔

یَسْعٰی ۔ واحد مذکر غائب مضارع سعی مصدر (فتح) دوڑتا ہوا ۲۰/۵ پ ۲۲/۱۹ پ ۳۰/۵ تیزی سے چلتا ہوگا چل رہا ہوگا۔ ۲۷/۱۸ پ ۲۸/۲۰ تدبیریں کرنے لگا۔ پ ۳۰/۲ ۔

یَسْفِكُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع سَفْكٌ مصدر (ضرب) وہ خون بہائیگا پ ۱/۴ ۔

سَفْكَةٌ ایک لمحہ سُفْكَةٌ اور سَفْكٌ مصدر (ضرب) خون بہانا سَفَكَ الكلام بہت باتیں کیں ۔ اِنْسِفَاكٌ (انفعال) خون اور آنسو بہنا ۔ سَفَّاكٌ بڑا خون ریز۔ بڑا قادر الکلام بڑا باتونی مِسْفَكٌ۔ بڑا بکواسی ۔

سَفِيكٌ بمعنی مَسْفُوكٌ وہ جس کا خون بہایا گیا ہو۔ سَفُوكٌ نفس ۔ بڑا جھوٹا ۔

یَسْقُوْنَ :۔ جمع مذکر غائب مضارع معروف ۔ سَقْیٌ مصدر (ضرب) (جانور کو) وہ پانی پلا رہے تھے پ ۲۰/۲ (دیکھو نَسْقِیْ)

یُسْقَوْنَ :۔ جمع مذکر غائب مضارع مجہول سَقْیٌ مصدر (ضرب) وہ پلائے جائیں گے۔ ان کو پلائی جائیگی ۲۹/۱۹ پ ۳۰/۸ (دیکھو نُسْقِیْ)

یَسْقِیْ :۔ واحد مذکر غائب مضارع معروف سَقْیٌ مصدر (ضرب) وہ پلائیگا۔ پ ۱۲/۵ (دیکھو

یُسْقٰی ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجہول سَقْیٌ مصدر (ضرب) وہ پلایا جائیگا اسکو پلایا جائیگا ۱۳/۱۵ سینچا جاتا ہے پ ۱۳/۴ ۔ (دیکھو نُسْقِیْ)

یَسْتَقِیْنِ ۔ واحد مذکر غائب مضارع اصل میں یَسْقِیْنِیْ تھا نون وقایہ یار متکلم مفعول وہ مجھے پلاتا ہے پ ۱۹/۹ ۔

یَسْکُنَ :۔ واحد مذکر غائب مضارع منصوب سکن و سُکُوْنٌ مصدر (نصر) تاکہ سکون حاصل کرے تاکہ راحت پائے پ ۹/۱۴ (دیکھو مَسَاکِنُ)

یُسْکِنِ :۔ واحد مذکر غائب مضارع مجزوم۔ مکسور بالوصل۔ اِسْکَانٌ مصدر (افعال) وہ روک دے، ساکن کردے پ ۲۵/۵ (دیکھو مَسَاکِنُ)

یَسْکُنُوْا ۔ جمع مذکر غائب مضارع منصوب سکون مصدر (نصر) تاکہ آرام حاصل کریں پ ۲۰/۲ ۔ (دیکھو مَسَاکِنُ)

یَسْلُبْهُمُ :۔ واحد مذکر غائب مضارع مجزوم

بالشرط۔ سَلْبٌ مصدر (لفعل) ہُمْ ضمیر مفعول۔ ان سے چھین لے۔ پ ۱۷/۱۰۔

سَلَبٌ (اسم) ہلکی رفتار، جلدی۔ سَلَبٌ اور سَلِیْبٌ چھینی ہوئی چیز۔ مَسْلُوْبٌ چھینی ہوئی چیز اور مست مارا ہوا آدمی۔ سِلَابٌ ماتمی لباس سُلُوْبٌ اور سَلَّابَۃٌ چھیننے والا۔ اُسْلُوْبٌ طریقہ، قسم۔ روش۔ سَلْبٌ مصدر (لفعل) چھیننا لیجانا (سمع) ماتمی لباس پہننا۔ اِسْلَابُ الشَّجَرِ (افعال) درخت کے پتے اور پھل گر جانا۔ تَسْلِیْبٌ (تفعیل) ماتمی لباس پہنانا۔ اِسْتِلَابٌ (افتعال) چھین لینا۔ تَسَلُّبٌ (تفعل) ماتمی لباس پہننا۔ اِنْسِلَابٌ بہت جلدی چلنا۔

یُسَلِّطُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع تَسْلِیْطٌ مصدر (تفعیل) وہ مسلط کرتا ہے وہ قابو یافتہ کر دیتا ہے پ ۲۸/۴۔ (دیکھو یُسَلِّطُهُمْ)

یَسْلُكُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع مرفوع سُلُوْكٌ مصدر (لفعل) وہ مقرر کرتا ہے چلاتا ہے پ ۲۹/۱۲ (دیکھو نَسْلُكُهُ)

یَسْلُكْهُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجزوم کا ضمیر مفعول۔ وہ اسکو داخل کریگا پ ۲۹/۱۱ (دیکھو نَسْلُكُهُ)

یُسْلِمْ ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجزوم بالشرط

اِسْلَامٌ مصدر (افعال) تابعدار کر دے فرمانبردار بنا دے پ ۲۱/۱۲۔ (دیکھو مُسْتَسْلِمُوْنَ اور تُسْلِمُ)

یُسَلِّمُوْا ۔ جمع مذکر غائب مضارع منصوب تَسْلِیْمٌ مصدر (تفعیل) وہ مان لیں فرمان پذیر ہو جائیں پ ۵/۶ (دیکھو مُسْتَسْلِمُوْنَ اور تُسَلِّمُ)

یُسْلِمُوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع مرفوع اِسْلَامٌ سے۔ وہ مطیع ہو جائیں پ ۲۶/۱۰ (دیکھو مُسْتَسْلِمُوْنَ اور تُسْلِمُ)

یَسْمَعُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع مرفوع مثبت سَمْعٌ سے (فَعِلَ یَفْعَلُ) سنتا ہے پ ۲۵/۱۰ سن رہا تھا پ ۲۸/۱ منصوب۔ کہ سن لے پ ۱۰/۱ منفی نہیں سنتا ہے پ ۲/۵ نہیں سنتے ہیں پ ۱۷/۴ (دیکھو مُسْتَمِعُوْنَ اور تَسْمَعُ)

یُسْمِعُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع اِسْمَاعٌ مصدر (افعال) وہ سنا تا ہے یعنی سنا کر دل کر میں بیٹھا دیتا ہے پ ۲۲/۱۵ (دیکھو مُسْمِعٌ اور مُسْتَمِعُوْنَ)

یَسْمَعُوْا ۔ جمع مذکر غائب مضارع منفی مجزوم سَمْعٌ سے نہ سن سکیں، نہیں سنیں گے پ ۹/۱۴ پ ۲۲/۱۴ (دیکھو

یَسْمَعُوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع مرفوع مثبت۔ سَمْعٌ سے وہ سنتے ہیں پ ۱/۵ پ ۹/۱۴ پ ۱۷/۱۳ پ ۱۹/۲ پ ۲۶/۱۷ وہ گوش ہوش سے سنتے ہیں پ ۷/۱۰ پ ۹/۱۱ پ ۱۳/۱۴ پ ۲۱/۲ منفی۔ وہ بگوش قبول نہیں (دیکھو مُسْتَمِعُوْنَ اور تَسْمَعُ)

سنتے ۹/۷ ۲۱/۱۵ ۲۴/۱۲،۱۳،۱۷ وہ نہیں سنیں گے ۱۶/۱۷ ۱۷/۷ ۲۷/۱۴ ۳۰/۲۔ (دیکھو مستمعون اور سَمْعٌ)

يَسَّمَّعُوْنَ: ۔جمع مذکر غائب مضارع منفی۔ اصل میں يَتَسَمَّعُوْنَ تھا۔ تَسَمُّعٌ مصدر (تفعل) وہ کان نہیں لگا سکتے ۲۳/۵۔ (دیکھو مستمعون اور سَمْعٌ)

يَسْمَعُوْنَكُمْ: یعنی يَسْمَعُوْنَ لَكُمْ جمع مذکر غائب مضارع سَمْعٌ سے۔ وہ تمہاری سنتے ہیں ۱۹/۹۔ دیکھو مستمعون اور سَمْعٌ)

يَسْمَعْهَا: ۔واحد مذکر غائب مضارع مجزوم بمعنی ماضی هَا ضمیر واحد مونث مفعول اس نے اس کو سنا ہی نہیں ۲۱/نا ۲۵/۱۷ (دیکھو مستمعون اور سَمْعٌ)

يُسْمِنُ: ۔واحد مذکر غائب مضارع منفی اِسمانٌ مصدر (افعال) فربہ نہیں کریگا ۳۰/۱۲ سَمْنٌ گھی سَمِيْنٌ موٹا۔ مُسَمَّنٌ پیدائشی موٹا۔ سَمَانَةٌ موٹا ہونا (سمع) سَمْنٌ مصدر (نصر) کھانے کو مرغن کرنا۔ مرغن کھانا کھلانا۔ سُمْنَةٌ مرغن کھانا۔ اِسْمَانٌ (افعال) پیدائشی موٹا ہونا۔ فربہ کرنا۔ کھانے کو مرغن کرنا۔ تَسْمِيْنٌ (تفعیل) فربہ کرنا کھانے کو مرغن کرنا۔ تَسَمُّنٌ (تفعل) موٹا ہونا۔

يُسَمُّوْنَ: ۔جمع مذکر غائب مضارع تَسْمِيَةٌ مصدر (تفعیل) وہ نام رکھتے ہیں۔ نامزد کرتے ہیں ۲۷/۹ (دیکھو مُسَمًّى)

يَسُوْءُوْا: ۔جمع مذکر غائب مضارع منصوب سوء مصدر (نصر) تاکہ وہ بگاڑ دیں ۱۵/۱ (دیکھو سَاءَ۔ اَسَاءَ۔ سوء۔ اَلْمُسِيْءُ۔)

يَسُوْمُوْنَكُمْ: ۔جمع مذکر غائب مضارع سَوْمٌ مصدر (نصر) کُمْ ضمیر مفعول۔ وہ تم کو تکلیف دیتے تھے مجبور کرتے تھے ۱/۶ ۹/۹ ۱۳/۱۳۔ (دیکھو مُسَوَّمَة)

يَسُوْمُهُمْ: ۔واحد مذکر غائب مضارع سَوْمٌ مصدر (نصر) هُمْ ضمیر مفعول۔ وہ ان کو تکلیف دیتا تھا۔ ۹/۱۱۔

يُسَيِّرُ: ۔واحد مذکر غائب مضارع تَسْيِيْرٌ مصدر (تفعیل) وہ چلاتا ہے لیے لیے پھرتا ہے ۱۱/۸ (دیکھو تُسَيَّرُ)

يَسِيْرٌ: ۔صفت مشبہ واحد مذکر مرفوع بہت زیادہ آسان سہل ۱۲/۳ ۱۷/۱۹ ۲۰/۱۴ ۲۲/۱۴ ۲۶/۱۷ ۲۷/۱۹ ۲۸/۱۵۔ (دیکھو مَيْسُوْرًا)

يَسِيْرٍ: ۔صفت مشبہ واحد مذکر مجرور بہت زیادہ آسان سہل۔ ۲۹/۱۵ (دیکھو مَيْسُوْرًا)

يَسِيْرًا : صفت مشبہ واحد مذکر منصوب يُسْرٌ
مادہ آسان سہل ۵/۲ ۶/۳ ۲۱/۲۰ ۳۰/۹ آہستہ
غیر محسوس ۱۹/۳ تھوڑا ۲۱/۱۸ ۔ (دیکھو میسورًا)

يَسِيْرُوْا : ۔ جمع مذکر غائب مضارع منفی۔
بمعنی ماضی سَيْرٌ مصدر (ضرب) کیا۔ وہ چلے
پھرے نہیں۔ کیا انہوں نے چل پھر کر نہیں
دیکھا ۱۳/۶ ۱۷/۱۳ ۲۱/۴ ۲۲/۱۲ ۲۴/۸،۱۴ ۲۶/۵ (دیکھو
تَسْيِيْر)

يُسِيْغُهٗ : ۔ واحد مذکر غائب مضارع منفی
اِساغۃٌ مصدر (افعال) ہٗ ضمیر مفعول۔ اسکو
وہ نہیں نگل سکے گا (آسانی کے ساتھ) گلے سے
نہیں اتار سکے گا۔ ۱۳/۱۵ يَسُغُ مجرد (ضرب)
آسانی کے ساتھ پینا (دیکھو سائغًا)

فصل الشين المعجمة

يَشَأْ : ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجزوم اصل
میں يَشَاءُ تھا شرط کی وجہ سے ہمزہ کو ساکن کرنے
کے بعد گرا دیا گیا۔ مَشِيْئَةٌ مصدر (فتح) [illegible]
[illegible] مکسور
بالوصل وہ چاہے ۲۵/۴ ۔

يَشَاءُ : ۔ واحد مذکر غائب مضارع مرفوع
مَشِيْئَةٌ مصدر وہ چاہتا ہے ۱/۱۱،۱۳ ۲/۱،۲،۱۰،۱۶
۳/۴،۵،۸،۹،۱۰،۱۲،۱۳،۱۶ ۴/۹،۴ ۵/۱۵،۴ ۶/۱۰،۷
۷/۱۲،۱۳ ۸/۱۶ ۹/۵ ۱۰/۱۰ ۱۱/۸،۱۲ ۱۳/۵،۸،۹،۱۱
۱۴/۷،۱۹ ۱۵/۳ ۱۶/۹ ۱۸/۹،۱۱،۱۲
۲۰/۹،۱۰،۱۱،۱۲،۱۳،۱۴ ۲۱/۲،۴،۷،۸،۹ ۲۲/۸،۱۰،۱۳،۱۴،۱۵
۲۳/۱۵،۱۶ ۲۴/۲،۷ ۲۵/۲،۴،۶ ۲۶/۵،۱۰،۱۱
۲۷/۶،۱۹،۲۰ ۲۸/۴،۱۱ ۲۹/۱۵

يَشَاءَ : واحد مذکر غائب مضارع منصوب
کہ وہ چاہے ۸/۱ ۹/۱ ۷/۱۵ ۱۳/۳ ۱۵/۱۶ ۲۹/۱۲،۲۰
۳۰/۲ (دیکھو شَاءَ ، نَشَاءُ)

يُشَاقِّ : ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجزوم مکسور
بالوصل۔ شِقَاقٌ مصدر (مفاعلۃ) جو مخالفت
کرتا ہے ۲۸/۴ ۔ اصل میں يُشَاقِقْ
تھا۔ قاف کو ادغام کر دیا گیا۔

يُشَاقِقِ : ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجزوم
مکسور بالوصل، جو مخالفت کرتا ہے ۵/۱۴ ۹/۱۶
(دیکھو شقاق اور شاقوا)

يَشَاءُوْنَ : ۔ جمع مذکر غائب مضارع۔
مَشِيْئَةٌ سے (فتح) وہ چاہیں گے ۱۴/۱ ۱۷/۱۴ ۱۹/۱
۲۵/۴ ۲۶/۱۶ (دیکھو شَاءَ)

يَشْتَرُوْا : جمع مذکر غائب مضارع منصوب

اشتراء مصدر (افتعال) کہ (اس کے عوض) وہ
حاصل کریں ۱/۹ ۔
یَشْتَرُوْنَ :۔ جمع مذکر غائب مضارع مرفوع
مثبت اشتراء مصدر (افتعال) وہ بدلا لیں
لیتے ہیں حاصل کرتے ہیں ۲/۱۶، ۳/۱۰، ۴/۱۰، ۵/۴
منفی نہیں حاصل کرتے عوض ہیں نہیں لیتے ۲/۱۱
یَشْتَرِیْ :۔ واحد مذکر غائب مضارع اِشْتِرَاءٌ
سے وہ خریدتا ہے ۱۲/۱ (دیکھو تَشْتَرِیْ)
یَشْتَهُوْنَ :۔ جمع مذکر غائب مضارع
اِشْتِهَاءٌ مصدر (افتعال) وہ چاہتے تھے
۲۲/۱۲ چاہتے ہیں۔ خواہش کرتے ہیں ۱۴/۱۳ خواہش
کریں گے۔ چاہیں گے ۲۷/۱۴، ۲۹/۲۲ ۔
شَهْوَةٌ مصدر (سمع ونصر) پسند کرنا خواہش
کرنا۔ آرزو مند ہونا۔ اَشْهَاءٌ (افعال) کسی کو اس کی
مطلوب چیز دینا۔ اَشْهَاهُ بالعین اس کو نظر
لگا دی۔ تَشَهِّیْ (تفعیل) کسی چیز کی خواہش
پیدا کرنا۔ اِشْتِهَاءٌ (افتعال) بمعنی شَهْوَةٌ
[illegible] (دیکھو تَشْتَهِیْ)
[illegible]

یَشْرَبُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع
شُرْبٌ مصدر (سمع) وہ پیتا ہے ۱۸/۴ پئیں گے

۲۹/۱۹ ب، ۳۰/۸ ب (دیکھو شَارِبٌ)
یَشْرَبُوْنَ :۔ جمع مذکر غائب مضارع شُرْبٌ
مصدر (سمع) وہ پئیں گے ۲۹/۱۹ (دیکھو شَارِبٌ)
یَشْرَحْ :۔ واحد مذکر غائب مضارع مجزوم
شَرْحٌ مصدر (فتح) وہ کھول دیتا ہے ۶/۲ ۔
(دیکھو شَرَحَ)
یُشْرِكُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع معروف
منفی مرفوع اِشْرَاكٌ مصدر (افعال) وہ شریک
نہیں بناتا ہے ۱۵/۱۶ مثبت مجزوم (رجوع) شریک
قرار دیتا ہے (جس نے) شریک قرار دیا ۵/۱۵، ۴
۱۷/۱۴، ۷/۱۱ نہی مجزوم۔ نہ شریک بنائے۔ ۱۶/۲
(دیکھو تُشْرِكُوْنَ اور تُشْرِكُ)
یُشْرَكَ ۔ واحد مذکر غائب مضارع
مجہول منصوب۔ اِشْرَاكٌ مصدر۔ کہ شریک قرار
دیا جائے ۱۵/۴، ۵ مجہول مجزوم۔ شریک قرار
دیا جاتا ہے ۲۴/۲ ۔
یُشْرِكْنَ :۔ جمع مؤنث غائب مضارع
منفی اِشْرَاكٌ مصدر شریک نہ بنائیں
قرار دیں گی ۲۸/۱۲
یُشْرِكُوْنَ :۔ جمع مذکر غائب مضارع
منفی اِشْرَاكٌ مصدر۔ وہ شریک نہیں بناتے

ہیں ۱۸/۱۴ وہ شریک نہیں قرار دیں گے ۱۸/۱۳ مثبت وہ شریک بناتے ہیں ۱۹/۱۴ ۲۹/۲۰ وہ شریک قرار دینے لگتے ہیں ۱۴/۱۳ ۲۱/۳ شریک بنانے سے شرک سے ہر جگہ نامصدری ہے اور مضارع بمعنی مصدر ۹/۱۴ ۱۰/۱۱ ۱۱/۲ ۱۲/۷ ۱۸/۵ ۲۰/۱۰ ۲۱/۷ ۲۴/۴ ۲۷/۴ ۲۸/۶ (دیکھو مشرکون. مشرکون. تشرک)

یَشْرُوْنَ :۔ جمع مذکر غائب مضارع شَرْیٌ مصدر (ضرب) وہ بیچتے ہیں ۴/۵ (دیکھو شَرَوْہُ اور اِشْتَرٰی)

یَشْرِیْ :۔ واحد مذکر غائب مضارع شَرْیٌ مصدر (ضرب) وہ فروخت کرتا ہے یعنی اطاعت الٰہیہ کے لیے وقف کر دیتا ہے۔ ۲/۹
(دیکھو حوالہ مندرجہ بالا)

یُشْعِرُ :۔ واحد مذکر غائب مضارع اِشْعَارٌ مصدر (افعال) آگاہ کرے۔ واقف بنائے ۱/۶ اِشْعَارٌ کو شعور سے بھی بنا گیا اور شِعَار سے بھی۔ شعور کا معنی جاننا اس لیے اشعار کا معنی ہوا آگاہ کرنا۔ واقف بنانا شعار اس اندرونی لباس کو کہتے ہیں جو ہر کپڑے سے نیچے بدن سے متصل رہتا ہے جیسے بنیان یا پاجامہ لنگی اور کسی قوم کی خصوصی علامت اور مخصوص نشان کو بھی شعار کہا جاتا ہے اس صورت میں اِشعارٌ کا معنی ہوگا شعار پہننا کسی چیز کا شعار کی طرح چسپاں اور لازم بن جانا۔ قومی نشان ظاہر کرنا مثلاً اَشْعَرَہٗ اس کو آگاہ کیا اَشْعَرَ الْھَمُّ قَلْبِیْ میرے دل کے لیے غم شعار بن گیا اَشْعَرَ الْقَوْمُ قوم نے اپنا شعار ظاہر کیا۔ آیت میں اِشْعَارٌ شعور سے ماخوذ ہے یعنی تم کو کیا چیز واقف بنائے تم کو کون بتائے تم کو کیا معلوم۔ مَا یُشْعِرُکُمْ۔ کا استعمال ایسا ہی ہے جیسا۔ مَا یُدْرِیْکَ کا۔ ایک ہی ترکیب۔ ایک ہی ترجمہ اور ایک ہی مراد ہوتی ہے (دیکھو اَلْمَشْعَر)

یُشْعِرَنَّ :۔ واحد مذکر غائب نہی بالنون تاکید ثقیلہ اِشْعَارٌ مصدر (افعال) وہ (تمہاری اطلاع نہ دے وہ تمہاری خبر نہ ہونے دے (تعالوٰی) ۱۵/۱۵

یَشْعُرُوْنَ :۔ جمع مذکر غائب مضارع منفی شعورٌ مصدر (نصر) وہ شعور نہیں رکھتے وہ نہیں سمجھتے۔ ۱/۲ ۳/۱۵ ۷/۹ ۸/۲ ۹/۲ ۱۳/۱۲ ۱۳/۶ ۱۴/۸، ۱۰، ۱۲ ۱۸/۳ ۱۹/۱۰، ۱۷، ۱۹ ۲۰/۱، ۴ ۲۱/۲ ۲۳/۱۷ ۲۵/۱۲
(دیکھو اَلْمَشْعَر)

یَشْفِ :۔ واحد مذکر غائب مضارع مجزوم اصل

میں۔ شَفَیٰ تھا۔ شِفَاءٌ مصدر (ضرب) شفا دیگا ۸ـ۱
شَفَا مقدار قلیل۔ کنارہ۔ ہلاکت۔ گوشہ کسی چیز
کا بقیہ حصہ۔ شَفَاءٌ اور شَفَاۃٌ بیماری کے بعد
صحت شِفَاءٌ مصدر (ضرب) صحت دینا دوا
کرنا صحت چاہنا۔ شَفَا الشَّمْسُ (ضرب و سمع)
سورج ڈوب گیا۔ اِشْفَاءٌ (افعال) کسی بری
بات کے قریب پہنچ جانا۔ مثلاً اَشْفَی الْمَرِیْضُ
عَلَی الْہَلَاکِ بیمار موت کے قریب پہنچ گیا
صحت دینا کسی کے لیے صحت چاہنا
اَشْفَیَ الشَّیْءَ اِیَّاہُ اسکو ایسی چیز دی جو اس کے
لیے باعث شفا ہو اَشْفَی اللّٰہُ عَسَلاً شہد کو
اللہ نے اس کے لیے باعث شفا کر دیا
اِسْتِشْفَاءٌ (افتعال) اور تَشَفِّیْ (تفعل) شفا پانا۔
یَشْفَعْ :۔ واحد مذکر غائب مضارع شَفَاعَۃٌ
مصدر (فتح) مرفوع شفاعت کرے۔ ۳ـ۲
مجزوم ۵ـ۸ جو شفاعت کرے۔ سفارش کرے
(مجاہد) ابن عباس نے فرمایا آیت میں شفاعت
حسنۃ سے مراد ہے لوگوں میں صلح کرانا اور شفاعت
سیئۃ سے مراد ہے چغلیاں کھاتے
پھرنا۔ بعض لوگوں نے کہا اول سے مراد ہے
ہر اچھی بات جس سے ثواب حاصل ہوتا ہے

اور دوم سے مراد ہے غیبت اور وہ بری بات
جس سے لوگوں میں شر پھیلتا ہے۔ (معالم)
مؤخر الذکر قول اور ابن عباس کی تشریح کا مفہوم
یہ ہے کہ آیت ۵ـ۸ میں سفارش مراد نہیں ہے
صاحب قاموس نے لکھا ہے کسی چیز پر دوسری
چیز کا اضافہ کرنے کو بھی شفاعت کہتے ہیں۔ ومنہ
قولہ تعالیٰ وَمَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَۃً حَسَنَۃً یعنی مَنْ یَّزِدْ
عَمَلاً اِلَی عَمَلٍ۔ مولانا تھانوی نے مجاہد کے قول
کو قابلِ ترجیح قرار دیتے ہوئے اس آیت میں
بھی شفاعت کا ترجمہ سفارش سے کیا
ہے۔
شَفْعٌ مصدر (فتح) کسی چیز کو جوڑا بنا دینا
شَفَاعَۃٌ مصدر (فتح) خواہش کرنا سفارش
کرنا کسی چیز کا دوسری چیز پر اضافہ کرنا۔ تَشَفُّعٌ
(تفعل) سفارش کرنا۔ اِسْتِشْفَاعٌ (استفعال)
سفارش کرنے کی خواہش کرنا۔ تَشْفِیْعٌ سفارش
کرنا۔ سفارش قبول کرنا۔ (دیکھو۔ شفاعۃ
الشفع۔ تشفیع۔ الشافعین)
یَشْفَعُوْا : جمع مذکر غائب مضارع مجزوم شَفَاعَۃٌ
سے کرو وہ سفارش کریں ۲۸ـ۱۱ (دیکھو تَشَفُّعٌ)
یَشْفَعُوْنَ :۔ جمع مذکر غائب مضارع

منفی شَفاعۃٌ سے۔ وہ سفارش نہیں کر سکیں گے ۲/۱۱
(دیکھو شفع)

یَشْفِیْنِ: ۔ واحد مذکر غائب مضارع شِفاءٌ سے اصل میں یَشْفِیُنِیْ تھا۔ نِیْ مفعول۔ وہ مجھے شفا دیتا ہے ۹/۱۹ (دیکھو شفی)

یَشَّقَّقُ: ۔ واحد مذکر غائب مضارع تَشَقُّقٌ مصدر (تفعل) اصل میں یَتَشَقَّقُ تھا۔ وہ شق ہو جاتا ہے ۹/۱ (دیکھو تشقق)

یَشْقٰی: ۔ واحد مذکر غائب مضارع منفی شَقْوَۃٌ اور شَقَاوَۃٌ مصدر (سمع) وہ بدنصیب نہیں ہوگا۔ ۱۶/۱۶۔

شَقَا شَقْوَۃٌ شِقْوَۃٌ شَقَاوَۃٌ یا سختی تنگی بدنصیبی۔ شَقَاءٌ شَقًا شَقْوَۃٌ شِقْوَۃٌ شَقَاوَۃٌ مصادر (سمع) بدنصیب ہونا۔ (نصر) بدبخت کر دینا۔

یَشْکُرُ: ۔ واحد مذکر غائب مضارع مرفوع شُکْرٌ مصدر (نصر) شکر کرے گا ۱۸/۱۹ ۲۱ مجزوم شکر کرتا ہے ۲۱ ۔

یَشْکُرُوْنَ: ۔ جمع مذکر غائب مضارع منفی شکر مصدر (نصر) وہ شکر نہیں کرتے ۱۲/۲ ۱۱/۱۱ ۱۵/۱۲ ۲/۲۰ ۲۳ ۱۲/۲۴ مثبت شکر کرتے ہیں شکر کریں ۱۴/۵ شکر کریں ۱۸/۱۳ (دونوں لفظوں کی تشریح دیکھو شاکر، شکر)

یَشْوِیْ: واحد مذکر غائب مضارع شَیٌّ مصدر (ضرب) وہ بھون ڈالے گا ۱۶/۱۵۔

شوی (اسم) آسان کام۔ تھوڑی چیز۔ سر کی کھال۔ ہاتھ پاؤں۔ شَوَی اللَّحْمَ گوشت کو بھونا۔ شَوَی الْمَاءَ پانی کو ابالا۔ اِشْوَاءٌ (افعال) تَشْوِیَۃٌ (تفعیل) بھنی ہوئی چیز کھلانا۔ بھوننے کے لیے کچھ دینا۔ اِنْشِوَاءٌ (انفعال) بھننا۔ اِشْتِوَاءٌ (افتعال) بھوننا۔ بھن جانا۔

یَشْهَدْ: ۔ واحد مذکر غائب امر شُهُوْدٌ مصدر (سمع) موجود ہونا چاہیے ۲/۱۸

یَشْهَدَ: ۔ واحد مذکر غائب مضارع منصوب شَهَادَۃٌ مصدر (سمع) کہ شہادت دیں گے ۱/۲۴

یَشْهَدُ: ۔ واحد مذکر غائب مضارع مرفوع شَهَادَۃٌ مصدر (سمع) کھول کر بیان کرتا ہے ۲/۱ گواہی دیتا ہے ۲/۱۱ ۵/۲۸ جانتا ہے ۱۲/۲۸ شُهُوْدٌ مصدر (سمع) سے۔ حاضر ہوتے ہیں موجود ہوتے ہیں ۸/۳۰ شہود کا معنی حاضر ہونا شہادت کا معنی گواہی دینا بیان کرنا۔ جاننا۔ فعل اور باب ایک ہی ہے مصادر جدا ہیں۔ (دیکھو شہد)

يُشْهِدُ : ۔ واحد مذکر غائب مضارع اِشْهَادٌ
مصدر (افعال) وہ گواہ بناتا ہے۔ پ ۲/۹ ۔
يَشْهَدُوْا : ۔ جمع مذکر غائب مضارع شہود
مصدر (سمع) تاکہ وہ حاضر ہوں پ ۱۷/۱۱ ۔
يَشْهَدُوْنَ : جمع مذکر غائب مضارع
مثبت شَہَادَۃٌ مصدر (سمع) وہ شہادت دیتے
ہیں پ ۶/۲ وہ شہادت دیں۔ دے رہے ہوں پ ۸/۵ وہ
گواہ رہیں پ ۱۷/۱۲ منفی۔ وہ شہادت نہیں دیتے
پ ۱۹/۴ (دیکھو مُشْهِدٌ)

فَصْلُ الصَّادِ الْمُهْمَلَةِ

يُصَبُّ ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجہول
صَبٌّ مصدر (نصر) بہایا جائیگا پ ۱۷/۹ (دیکھو صَبَبْنَا
صَبًّا)
يُصْبِحَ ۔ واحد مذکر غائب مضارع اِصْبَاحٌ مصدر
(افعال) فعل ناقص بمعنی صَیْرُوْرَۃٌ ہو جائے
پ ۱۵/۱۱ (دیکھو مُصْبِحِيْنَ)
يُصْبِحُنَّ ۔ جمع مذکر غائب مضارع بانون
تاکید۔ اِصْبَاحٌ مصدر (افعال) فعل ناقص وہ
ضرور ہی ہو جائیں گے پ ۱۸/۲ (دیکھو مُصْبِحِيْنَ)
يُصْبِحُوْا :۔ جمع مذکر غائب مضارع بانون
تاکید اِصْبَاحٌ مصدر (افعال) فعل ناقص وہ
ہو جائیں گے۔ پ ۶/۱۲ (دیکھو مُصْبِحِيْنَ)
يَصْبِرْ : ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجزوم
صَبْرٌ مصدر (ضرب) صبر رکھتا ہے۔ صبر رکھے
پ ۱۳/۴ (دیکھو نَصْبِرَ)
يَصْبِرُوْا ۔ جمع مذکر غائب مضارع مجزوم
صَبْرٌ مصدر (ضرب) اگر وہ صبر کریں گے۔ پ ۲۴/۱۷
(دیکھو نَصْبِرَ)
يُصِبْكُمْ : ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجزوم اِصَابَۃٌ
مصدر (افعال) کُمْ ضمیر مفعول۔ تم کو وہ پہنچ جائے
گا۔ تم پر پڑیگا پ ۲۴/۹ (دیکھو مُصِيْبَةٌ)
يُصِبْهَا : ۔ واحد مذکر غائب مضارع منفی مجزوم
اِصَابَۃٌ سے۔ ھَا ضمیر مفعول۔ اگر اس کو نہیں پہنچا
اگر اس پر نہیں پڑا پ ۳/۴ ۔ (دیکھو مُصِيْبَةٌ)
يُصْحَبُوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع
منفی مجہول صَحَابَۃٌ مصدر (سمع) ان کا ساتھ
نہیں دیا جائیگا۔ وہ بچائے نہیں جائیں گے۔ پ ۱۷/۴
مُتَصَحِّبٌ بغیر کسی طرف مڑے ہوئے بلا توقف
سیدھا چلنے والا۔ مُصْحَبٌ دلیرانہ اصحاب
حفاظت کرنا۔ واپس لوٹانا۔ روکنا
فرمانبردار ہونا۔ مُصَاحَبَۃٌ (مفاعلۃ) باہم رفیق

اور ساتھی ہونا۔ اِصْطِحَابٌ (افتعال) باہم یار ہونا، حفاظت کرنا۔ تَصَحُّبٌ (تفعل) شرم کرنا۔

يَصُدُّ يَصُدُّ :۔ واحد مذکر غائب مضارع صَدٌّ مصدر (نصر) تم کو روک دے، تم کو روکتا ہے ۲۲/۱۱۔ صَدَدٌ قربت۔ آمنا سامنا۔ صِدَادٌ۔ پردہ آڑ۔ صَدُوْدٌ فریبی حیلہ باز۔

صُدُوْدٌ مصدر (بواسطہ عن) (نصر) منہ پھیر لینا۔ اعراض کرنا۔ صَدٌّ مصدر (نصر بواسطہ عن) روک دینا۔ پھیر دینا۔ صَدِيْدٌ مصدر (ضرب، نصر) رونا۔ پیٹنا۔ چیخنا۔ تَصْدِيْدٌ (تفعیل) تالی بجانا۔ تَصَدُّدٌ اور تَصَدِّيْ (تفعل) درپے ہونا۔

يَصْدُرُ :۔ واحد مذکر غائب مضارع۔ صُدُوْرٌ مصدر (نصر) واپس لوٹیں گے۔ ۳۰/۲۴۔

صَدْرٌ سینہ۔ ہر چیز کا اگلا حصہ۔ سامنے کا حصہ (مصدر (نصر و ضرب) لوٹنا۔ لوٹانا۔ سینہ میں مارنا۔ پانی پی کر گھاٹ میں سے واپس آنا۔ صَادِرٌ پانی پی کر چشمہ سے واپس آنیوالا۔ وَارِدٌ کا مقابل۔ مَصْدَرٌ وہ اسم جس سے تمام افعال اور صفت کے صیغے مشتق ہوتے ہیں۔ اِصْدَارٌ لوٹانا۔

تَصْدِيْرٌ (تفعیل) خط کا عنوان لکھنا۔ لوٹانا۔

مُصَادَرَةٌ (مفاعلۃ) جرمانہ کرنا۔ مال لے کر خون معاف کر دینا۔

يُصْدِرَ :۔ واحد مذکر غائب مضارع اِصْدَارٌ مصدر (افعال) پانی پلا کر واپس نکال لائیں ۲۰/۲۔ (دیکھو يَصْدُرُ)

يَصَّدَّعُوْنَ :۔ جمع مذکر غائب مضارع اصل میں يَتَصَدَّعُوْنَ تھا۔ تَصَدُّعٌ مصدر (تفعل) وہ منتشر ہو جائیں گے (یعنی حساب کے بعد جنت اور دوزخ کی طرف الگ الگ چلے جائیں گے) ۲۱/۴۔

يُصَدَّعُوْنَ :۔ جمع مذکر غائب مضارع مجہول منفی تَصْدِيْعٌ مصدر (تفعیل)، ان کو دوران سر نہ ہوگا ان کے سر نہیں چکرائیں گے ۲۷/۴۔

صُدَاعٌ درد سر۔ مُصَدَّعٌ دوران سر میں مبتلا۔

صَدْعٌ مصدر (فتح) پھاڑنا دو ٹکڑے کر دینا الگ الگ کر دینا۔ ارادہ کرنا۔ اگر متعدی بالباء ہو تو کسی کام کو علی الاعلان کھلم کھلا کرنا۔

صُدُوْعٌ مصدر (فتح۔ بواسطہ الی) مائل ہونا۔ بواسطہ (عن) روگردانی کرنا اور لوٹ جانا۔

تَصْدِيْعٌ (تفعیل) الگ الگ کر دینا۔

درد سر میں مبتلا ہونا اور مبتلا کرنا۔ تَصَدُّعٌ (تفعل) منتشر اور متفرق ہو جانا پھٹ جانا۔ اِنْصِدَاعٌ۔ (انفعال) پھٹ جانا۔

يَصْدِفُوْنَ :۔ جمع مذکر غائب مضارع صَدُوْفٌ مصدر (ضرب) اعراض کرتے ہے ۱۱/۷ اعراض کرتے تھے ہے ۸/۶ صَدَفٌ مصدر (ضرب) لازم بواسطہ عَنْ، روگردان ہونا۔ متعدی بنفسہ، پھیر دینا لوٹا دینا صَدْفٌ اور صُدُوْفٌ مصدر (نصر و ضرب) بواسطہ عَنْ۔ روگردان ہونا۔ بواسطہ اِلٰی۔ مائل ہونا اِصْدَافٌ (افعال) مائل کرنا۔ بواسطہ اسے لوٹا دینا پھیر دینا (بواسطہ عَنْ) مُصَادَفَۃٌ (مفاعلہ) پانا

يُصَدِّقُنِيْ ۔ واحد مذکر غائب مضارع ۔ تَصْدِيْقٌ مصدر (تفعیل) نون وقایہ یاء متکلم مفعول وہ میری تصدیق کرے ہے ۲۰ ۔ (المتصدقات)

يَصَّدَّقُوْا ۔ جمع مذکر غائب مضارع۔ تَصَدُّقٌ مصدر (تفعل) اصل میں يَتَصَدَّقُوْا تھا۔ وہ معاف کردیں۔ پ ۵ (دیکھو المتصدقات)

يُصَدِّقُوْنَ :۔ جمع مذکر غائب مضارع تصدیق مصدر (تفعیل) وہ تصدیق کرتے ہیں سچا مانتے ہیں ہے ۲۹ (دیکھو المتصدقات)

يَصُدَّنَّكَ ۔ واحد مذکر غائب نہی بالنون تاکید، صَدٌّ سے کَ ضمیر مفعول تجھے نہ روک دے ۱۰/۱۶ پ ۱۲/۲۰ ۔

يَصُدَّنَّكُمْ ۔ واحد مذکر غائب نہی بالنون تاکید صَدٌّ سے کُمْ ضمیر مفعول تم کو نہ روک دے ۱۲/۲۵

يَصُدُّوْا :۔ جمع مذکر غائب مضارع منصوب بمعنی مصدر، صَدٌّ سے روک دینے کے لیے کہ وہ روک دیں ۱۸/۹ ۔

يَصُدُّوْنَ :۔ جمع مذکر غائب مضارع مرفوع صَدٌّ مصدر (نصر) وہ اعراض کرتے ہیں۔ باز رہتے ہیں پ ۶/۵ ۱۳/۲۸ وہ روکتے ہیں پ ۱۲/۸ ۱۸/۹ ۲ و ۱۱/۱۰ پ ۲/۱۲ ۱۳/۱۳ پ ۱۰/۱۴ ۱۰/۲۵ ۔

يَصِدُّوْنَ : ۔ جمع مذکر غائب مضارع صَدِيْدٌ مصدر (ضرب) وہ چیختے چلاتے ہیں ۱۲/۲۵ (دیکھو يَصُدُّ)

يُصِرُّ :۔ واحد مذکر غائب مضارع اِصْرَارٌ مصدر (افعال) وہ اصرار کرتا ہے، ضد کرتا ہے جم جاتا ہے ۱۴/۲۵ (دیکھو اَصَرُّوْا)

يُصْرَفْ : واحد مذکر غائب مضارع مجہول مجزوم صَرْفٌ مصدر (ضرب) وہ ہٹا لیا جائیگا۔ پ ۸ (دیکھو مَصْرِفًا)

يُصْرَفُوْنَ : جمع مذکر غائب مضارع مجہول ۔

صَرْفٌ سے۔ وہ پھیرے جاتے ہیں بھٹکتے پھرتے ہیں۔ ۲۴/۱۲ (دیکھو مَصْرِفًا)

یَصْرِفُ: ۔ واحد مذکر غائب مضارع معروف صَرْفٌ سے ہٗ ضمیر مفعول وہ اس کو پھیر دیتا ہے ہٹا دیتا ہے۔ (دیکھو مَصْرِفًا)

یَصْرِمُنَّهَا: ۔ جمع مذکر غائب مضارع با نون تاکید۔ صَرْمٌ مصدر (ضرب) ھَا ضمیر مفعول وہ ضرور ہی اس کے پھل توڑ لیں گے ۲۹/۲ (دیکھو الصَّرِیْم اور صَارِمِیْن)

یُصِرُّوْا: ۔ جمع مذکر غائب مضارع منفی بمعنی ماضی اِصْرَارٌ مصدر (افعال) انہوں نے اصرار نہیں کیا جمے نہیں رہے۔ ۴/۵۔ (دیکھو یُصِرُّ)

یُصِرُّوْنَ: ۔ جمع مذکر غائب مضارع اِصْرَارٌ سے۔ وہ اڑے ہوتے تھے ۲۷/۱۵ (دیکھو یُصِرُّ)

یَصْطَرِخُوْنَ: ۔ جمع مذکر غائب مضارع اِصْطِرَاخٌ مصدر (افتعال) افتعال کی تا کو طا سے بدلا گیا ہے۔ وہ چیخیں گے وہ چلائیں گے وہ فریاد کریں گے ۲۲/۱۶ (دیکھو مُصْرِخِیَّ)

یَصْطَفِی: واحد مذکر غائب مضارع اصطفا مصدر (افتعال) وہ منتخب کر لیتا ہے برگزیدہ بنا لیتا ہے۔ ۱۷/۱۲ (دیکھو المصطفین)

یَصْعَدُ: ۔ واحد مذکر غائب مضارع صُعُوْدٌ مصدر (سمع) چڑھتا ہے پہونچتا ہے ۲۲/۱۴۔

یَصَّعَّدُ: ۔ واحد مذکر غائب مضارع تَصَعُّدٌ مصدر (تفعل) اصل میں یَتَصَعَّدُ تھا وہ چڑھ کر پہنچا جاتا ہے ۸/۲۔

اِصْعَادٌ (افعال) چلنا، سیر کرنا، پہونچنا۔ مفعول پر فی آنا ضروری ہے جیسے اَصْعَدَ فِی الْاَرْضِ زمین پر چلا، سیر کی اَصْعَدَ فِی الْوَادِی وغیرہ

تَصْعِیْدٌ (تفعیل) چڑھ کر اوپر پہنچ جانا۔ مفعول پر فی یا علیٰ آتا ہے جیسے صَعَّدَ فِی الْجَبَلِ یا عَلَی الْجَبَلِ۔ اس معنی میں اِصْعَادٌ بھی مستعمل ہے تَصْعِیْدٌ کے بعد اگر فی ہو تو اوتر کر کسی چیز میں داخل ہونے کو بھی کہتے ہیں جیسے صَعَّدَ فِی الْوَادِی اتر کر وادی میں داخل ہو گیا صُعُوْدٌ (سمع) کے بعد بھی فی آتا ہے مگر مفعول پر نہیں آتا بلکہ چڑھنے کے آلہ کو ظاہر کرنے کے لئے آتا ہے صَعِدَ فِی الْاَرْضِ نہیں بولا جاتا بلکہ صَعِدَ فِی السُّلَّمِ کہا جاتا ہے۔ تَصَعُّدٌ (تفعل) کے مفعول پر حرف جر نہیں آتا اور اور دشوار گزرنا اور شاق ہونے کا معنی ہوتا ہے تَصَعَّدَ فِی الشَّیْءِ

وہ چیز مجھ پر شاق گذری لیکن اگر باب تفعل کی تاء کو صاد میں ادغام کر کے اِصَّعَدَ بنا لیا جائے جس سے مضارع آیت ۴ میں آیا ہے تو چڑھ کر پہنچ جانے کا معنی ہوتا ہے اور مفعول پر فِی آتا ہے۔

يُصْعَقُوْنَ: ۔ جمع مذکر غائب مضارع مجہول صَعْقٌ مصدر (سمع) مولانا تھانوی نے ترجمہ کیا ہے یعنی قیامت سے جس میں اُن کے ہوش اڑ جائیں گے۔ گویا مولانا کی نظر میں یَومَہُم سے روزِ قیامت اور صعق سے بے ہوش ہونا مراد ہے لیکن عموماً اہلِ تفسیر نے جن میں صاحب مدارک و معالم و جلالین و در منثور و ابوالسعود وغیرہم داخل ہیں یُصْعَقُوْنَ کا ترجمہ یموتون یا یہلکون کیا ہے۔ صعق لغت میں چیخ سے بے ہوش ہونے کو بھی کہتے ہیں اور مرنے کو بھی (قاموس ولسان وتاج وغیرہ)

اس آیت میں عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ سے ابن عباس کے نزدیک قتل یوم بدر مجاہد کے نزدیک بھوک اور ہفت سالہ قحط اور براء بن عازب کے نزدیک عذاب قبر مراد ہے (بغوی)

عام مفسرین نے دنیا کا کوئی عذاب مراد لیا ہے کسی کی تعیین نہیں کی گویا حضرت براء کے قول کا کوئی مؤید نہیں حضرت ابن عباس کا بیان کردہ قتل اور مجاہد کا بیان کردہ قحط دونوں دنیوی عذاب کی ہی مختلف صورتیں تھیں۔ اس کے بعد حتیٰ یلاقوا یومہم الذی فیہ یصعقون سے مرنے کے بعد یا مرنے کے وقت عذاب نمودار ہونا ہی مراد ہو سکتا ہے بے ہوشی کوئی عذاب نہیں نہ بے ہوشی میں کوئی تفصیل مروی ہے کہ نیکوں کی بے ہوشی عذاب نہ ہوگی اور کافروں کی بیہوشی عذاب ہوگی اس کے علاوہ رسول اللہ کے زمانہ کے کافروں کو اوّل صور اسرافیل سننے کا موقع ہی نہیں ملا کہ وہ بیہوش ہو جاتے اسلئے یصعقون کا نائب فاعل انکو قرار نہیں دیا جا سکتا۔ نائب فاعل اس زمانہ کے لوگ ہوں گے جو اوّل صور سننے کے وقت موجود ہوں گے ظاہر شہادت سے اس جگہ صعق سے موت و ہلاکت مراد لینے ہی کی تائید ہوتی ہے واللہ اعلم

مجاہد نے صاعقہ ہر عذاب کو کہا ہے۔ (بغوی) لغت میں بھی صاعقہ ہر عذاب کو کہا گیا ہے اس لیے قول مجاہد کی روشنی میں اگر یصعقون کا ترجمہ یُعَذَّبُوْنَ کیا

جائے تو بظاہر کوئی خرابی نہیں پیدا ہوتی اور مطلب زیادہ واضح ہو جائیگا یعنی ایک عذاب مرنے کے وقت یا مرنے کے بعد اور اس سے پہلے دوکا عذاب قتل بدر یا قحط و بھوک وغیرہ۔

يَصْفَحُوْا: جمع مذکر غائب مضارع صَفْحٌ مصدر (فتح) وہ درگذر کریں (دیکھو اِصْفَحْ۔ صَفْحٌ)

يَصِفُوْنَ: جمع مذکر غائب مضارع وَصْفٌ مصدر (ضرب) جو۔ وہ بیان کرتے ہیں۔ ان کے بیان سے یعنی مصدر ۔ ۱۷/۱۸۲ ۱۸/۵ر۶ ۲۳/۹ ۲۵/۱۳ (دیکھو صفھم)

يَصِلُ: واحد مذکر غائب مضارع منفی و مثبت وَصْلٌ مصدر (ضرب) وہ نہیں پہنچتا ۱۳/۲ وہ پہنچتا ہے ۳/۲ (دیکھو وَصَلْنَا)

يُصْلَبُ: واحد مذکر غائب مضارع مجہول صَلْبٌ مصدر (ضرب) وہ سولی دیا جائیگا۔ ۱۲/۱۵

صَلْبٌ و صُلْبٌ سخت پتھریلی زمین پیٹھ کی ہڈیاں۔ صُلُبٌ سخت مضبوط۔ صَلِيْبٌ اور مَصْلُوْبٌ سولی دیا ہوا۔ صَلَابَةٌ سخت ہونا (سمع و نصر)، صَلْبٌ مصدر (ضرب) سولی دینا۔ صَلَبَ اللَّحْمَ گوشت کو بھونا۔ صَلَبَ العظامَ ابال کر ہڈیوں کا روغن نکالا۔ صَلُبَ عَلَيْهِ حُمَّاہُ اس کا بخار دوامی اور سخت ہو گیا۔

تَصْلِيْبٌ (تفعیل) سخت اور مضبوط کر دینا سولی دینا۔

يُصَلَّبُوْا: جمع مذکر غائب مضارع مجہول تَصْلِيْبٌ مصدر (تفعیل)، ان کو سولی دی جائے ۶/۹

يُصْلِحُ: واحد مذکر غائب مضارع مجزوم مثبت اِصْلَاحٌ مصدر (افعال) وہ درست کر دیگا ۱۲/۶ مرفوع مثبت۔ وہ درست کر دیگا ۳۶/۵ مرفوع منفی وہ نہیں سنوارتا ۱۱/۱۳۔ (المُصْلِح)

يُصْلِحَا: تثنیہ مذکر غائب مضارع منصوب اصلاح سے کہ وہ دونوں صلح کر لیں ۵/۱۶ (دیکھو الصلح)

يُصْلِحُوْنَ: جمع مذکر غائب مضارع منفی اصلاح سے۔ وہ سنوارتے نہیں ہیں (دیکھو المصلح)

يَصِلُوْا: جمع مذکر غائب مضارع منفی مؤکد بمعنی مستقبل۔ وَصْلٌ مصدر (ضرب)، وہ ہرگز نہیں پہنچیں گے۔ ۱۲/۲ (دیکھو وَصَلْنَا)

يُصَلُّوْا: جمع مذکر غائب امر غائب تَصْلِيَةٌ مصدر (تفعیل)، انکو نماز پڑھنی چاہیئے وہ نماز پڑھیں۔ ۵/۱۲ (دیکھو مُصَلًّى)

يَصِلُوْنَ: جمع مذکر غائب مضارع مثبت

وَصْلٌ سے۔ وہ پناہ پکڑیں یا مل جائیں پ۵/۹ جو جوڑتے ہیں جوڑے رکھتے ہیں پ۱۳/۹ ۔ منفی۔ وہ نہ پہنچیں گے ان کی رسائی نہ ہوگی۔ پ۲۰/۷ (دیکھو وَصَّلْنَا)

یَصْلَوْنَ:۔ جمع مذکر غائب مضارع۔ صَلِیٌ مصدر (سمع) وہ داخل ہوں گے پ۴/۱۲ پ۱۳/۱۰ پ۲۳/۱۳ پ۲۸/۲ پ۳۰/۷۔ (دیکھو تَصْلِیَۃٌ)

یُصَلُّوْنَ: ۔ جمع مذکر غائب مضارع تَصْلِیَۃٌ مصدر (تفعیل) وہ رحمت بھیجتے ہیں پ۲۲/۴ ۔ (دیکھو مُصَلّٰی)

یَصْلٰی:۔ واحد مذکر غائب مضارع صَلِیٌ مصدر (سمع) وہ داخل ہوگا پ۱۵/۴ پ۳۰/۹، ۱۲، ۱۷، ۱۶، ۳ (دیکھو تَصْلِیَۃٌ)

یُصَلِّیْ: ۔ واحد مذکر غائب مضارع تَصْلِیَۃٌ سے۔ وہ نماز پڑھ رہا تھا پ۳/۱۲ وہ رحمت بھیجتا ہے پ۲۲/۲ (دیکھو مُصَلّٰی)

یَصُمْہُ: ۔ واحد مذکر غائب امر صَوْمٌ مصدر (نصر) ہٗ ضمیر مفعول غیب۔ اس کے وہ روزے رکھے پ۲/۷ (دیکھو الصِّیَام اور تَصُوْمُوْا)

یَصْنَعُ: ۔ واحد مذکر غائب مضارع۔ صُنْعٌ (فتح) وہ بنا تا تھا پ۱۲/۴ (دیکھو مَصَانِعُ)

یَصْنَعُوْنَ: ۔ جمع مذکر غائب مضارع صُنْعٌ (فتح) وہ بناتے تھے پ۶/۱۳، ۲۱ پ۱۳/۱ وہ بناتے ہیں کرتے ہیں۔ پ۱۸/۱۰ پ۲۳/۱۶ (دیکھو مَصَانِعُ)

یُصَوِّرُ: ۔ واحد مذکر غائب مضارع تَصْوِیْرٌ مصدر (تفعیل) وہ صورتیں بناتا ہے پ۳/۹۔ (دیکھو اَلْمُصَوِّرُ)

یُصْہَرُ: ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجہول صَہْرٌ مصدر (فتح) پگھلا دیا جائیگا۔ گلا دیا جائیگا پ۱۷/۹۔

صِہْرٌ گرم چیز۔ صِہْرٌ رشتہ داری۔ اپنائیت خسرالی رشتہ دار۔ صِہْرَۃٌ خویش دامن صُہَارَۃٌ پگھلی ہوئی چیز۔ صُہُوْرٌ چربی پگھلانیوالا۔ صَہِیْرٌ پگھلی ہوئی چیز۔

صَہْرٌ مصدر (فتح) پگھلانا صَہَرَتْہُ الشَّمْسُ اس کو دھوپ نے پگھلا دیا جلا دیا۔ اِصْہَارٌ (افعال) داماد بنانا نکاح یا نسب کے ساتھ ملالینا مُصَاہَرَۃٌ دامادی اور سمدھیانہ۔ اِصْطِہَارٌ (افتعال) پگھلانا۔ اِنْصِہَارٌ (انفعال) پگھلنا

یُصِیْبُ: ۔ واحد مذکر غائب مضارع اِصَابَۃٌ مصدر (افعال) پہنچے گا پ۸/۴ پ۱۰/۱۸ وہ پہنچاتا ہے یعنی عطا فرماتا ہے پ۱۱/۱۶ وہ پہنچاتا ہے یعنی برساتا ہے۔ پ۱۸/۱۲ ۔

يُصِيْبَكُمْ ۔ واحد مذکر غائب مضارع منصوب
کُمْ ضمیر مفعول ۔ اِصَابَةٌ سے کہ وہ تم پر مصیبت
ڈال دے پ ۱۱/۱۲ کہ تم کو مصیبت پہنچ جائے ۱۲/۱۲ ۔

يُصِيْبَنَا : ۔ واحد مذکر غائب مضارع منفی ۔ نَا
ضمیر مفعول اِصَابَةٌ سے ہم کو ہرگز نہیں پہنچیگا پ ۱۰/۱۳

يُصِيْبُهُمْ : ۔ واحد مذکر غائب مضارع مرفوع
ہُمْ ضمیر مفعول ۔ اِصَابَةٌ سے مثبت ۔ انکو پہنچے گی
۲۴/۲ منفی ۔ انکو نہیں پہنچے گی ، پ ۱۱/۴ ۔

يُصِيْبَهُمْ : ۔ واحد مذکر غائب مضارع منصوب
ہُمْ ضمیر مفعول ۔ اِصَابَةٌ سے انکو پہنچ جائے ۱۸/۱۵
(يُصِيْبُ کی تنقیح کے لیے دیکھو مُصِيْبَةٌ)

فَصْلُ الضَّادِ الْمُعْجَمَةِ

يُضَآرَّ : ۔ واحد مذکر غائب نہی مُضَارَّۃٌ مصدر
(مفاعلہ) تکلیف دی جاوے کچھ نہ پہنچایا جائے
پ ۳/۲ (دیکھو مُضَآرٌّ)

يُضَاعِفُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع معروف
مُضَاعَفَةٌ مصدر (مفاعلۃ) بڑھاتا ہے بڑھائیگا ۳/۴ ۔

يُضَاعَفُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجہول
مُضَاعَفَةٌ مصدر (مفاعلہ) بڑھا کر دیا جائیگا ۲۱/۱۸

يُضَاعَفْ ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجہول ۔
مجزوم مُضَاعَفَةٌ مصدر (مفاعلۃ) دوگنا کیا جائیگا
پ ۱۹/۴ دوگنی سزا دی جائے گی پ ۲۱/۳۰ ۔

يُضَاعِفْهُ : ۔ واحد مذکر غائب مضارع معروف
مجزوم مُضَاعَفَةٌ مصدر (مفاعلۃ) ہٗ ضمیر واحد مذکر
غائب مفعول وہ اس کو بڑھا کر دیگا ۔ ۲۸/۱۶ ۔

يُضَاعِفْهَا : ۔ واحد مذکر غائب مضارع معروف
مجزوم ۔ مُضَاعَفَةٌ مصدر (مفاعلۃ) ھَا ضمیر واحد
مؤنث غائب مفعول ۔ وہ اس کو بڑھا کر دیگا ۵/۴

يُضَاعِفَهُ : ۔ واحد مذکر غائب مضارع معروف
منصوب مُضَاعَفَةٌ مصدر (مفاعلہ) ہٗ ضمیر واحد
مذکر غائب مفعول کہ وہ اسکو بڑھا کر دے پ ۲/۱۶ ۲۷/۱۸
(يُضَاعِفُ کی تنقیح کے لیے دیکھو مُضَاعَفَةٌ)

يُضَاهِئُوْنَ : جمع مذکر غائب مضارع
مُضَاهَاةٌ مصدر (مفاعلۃ) مشابہت پیدا کر
رہے ہیں ۔ پ ۱۰/۱۱ ۔

ضَهِيٌّ مثل ۔ مانند ۔ شبیہ ۔ ضَهْيٌ مصدر ناقص
یائی (سمع) عورت کا مرد کی طرح ہو جانا کہ نہ حیض
ہو نہ حمل ۔ زلستان ضَهْيَاءُ عورت مردنما ۔ مضاہاۃ
مشابہت ۔

يَضْحَكُوْا : جمع مذکر غائب امر ضَحِكٌ مصدر
(سمع) وہ ہنسیں ۔ انکو ہنسنا چاہیے ۔ پ ۱۰/۱۷

ضَحِکٌ ضِحْکٌ ضَحِکٌ مصادر (سمع) (بواسطہ
مِنْ و باء) کسی سے ہنسنا۔ راضی ہونا۔ قبول کرنا
(بغیر واسطہ) لازم۔ ہنسنا تعجب کرنا خوفناک
ہونا چمکنا حیض آنا۔ اِضْحَاکٌ (افعال) ہنسانا تعجب
میں ڈالنا تَضَحُّکٌ (تفعل) ہنسنا۔ تَضَاحُکٌ
(تفاعل) آپس میں ہنسنا اُضْحُوکَۃٌ اور ضُحْکَۃٌ ہر شخص
کا مسخرا۔ مَضْحَکَۃٌ (ج) مسخرہ۔ اَضْحَکٌ برف۔
دودھ کے جھاگ۔ تعجب۔ سفید
دانت۔

يَضْحَكُونَ: جمع مذکر غائب مضارع ضحک
سے۔ وہ ہنستے ہیں ب ۲۵/۱۱ ب ۳۰/۸ ۔

يَضُرَّ: واحد مذکر غائب مضارع منفی مؤکد
منصوب بمعنی مستقبل۔ ضَرٌّ مصدر (نصر) وہ ہرگز
ضرر نہیں پہنچائیگا۔ ہرگز نقصان نہیں کرے
گا۔ ب ۴/۶

يَضُرُّ: واحد مذکر غائب مضارع مرفوع۔ ضَرٌّ
سے مثبت۔ وہ نقصان رساں تھا۔ نقصان
پہنچاتا تھا ب ۱/۱۲ منفی مرفوع نہ نقصان پہنچائے
وہ نہیں نقصان پہنچائیگا ب ۳/۳ ب ۷/۱۵،۴ ب ۱۱/۱۲،۷ ب ۱۶/۹،۵ ب ۱۹/۳
(دیکھو مضار)

يَضْرِبُ: واحد مذکر غائب مضارع ضَرْبٌ
مصدر (فعل یفعل) منصوب۔ کردے۔ بیان
کرے ب ۱/۲ مرفوع وہ بیان کرتا ہے ب ۱۳/۸،۱۶ ب ۱۸/۱۱
ب ۲۶/۵ ۔

يَضْرِبْنَ: جمع مؤنث غائب امر ضَرْبٌ
چاہئے کہ وہ عورتیں ڈال لیں۔ ان عورتوں کو چھپا
لینا چاہیئے ب ۱۸/۱۰

يَضْرِبُونَ: جمع مذکر غائب مضارع ضَرْبٌ
سے۔ وہ مارتے ہیں ب ۱/۲ ب ۲۶/۷ وہ چلتے ہیں۔
سفر کرتے ہیں ب ۲۹/۱۴ (دیکھو نصر بہا)

يَضَّرَّعُونَ: جمع مذکر غائب مضارع تَضَرُّعٌ
مصدر (تفعل) اصل میں یَتَضَرَّعُونَ تھا۔ تاکہ وہ
زاری کریں۔ وہ عاجزی کریں۔ ب ۹/۲ (دیکھو
تَضَرُّعًا اور تَضَرَّعُوا)

يَضُرُّوا: جمع مذکر مضارع منفی ضَرٌّ سے
(نصر) وہ ہرگز نقصان نہ پہنچائیں گے۔ نہ پہنچا سکیں گے
ب ۴/۳،۹ ب ۶/۱۰ ب ۲۶/۸ (دیکھو مضار)

يَضُرُّونَكَ: جمع مذکر غائب مضارع منفی
ضَرٌّ سے (نصر)، وہ تجھے نقصان نہیں پہنچائینگے
وہ تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے ب ۵/۴ (دیکھو مضار)

يَضُرُّونَ: جمع مذکر غائب مضارع ضَرٌّ سے
(نصر) کیا۔ وہ نقصان پہنچاتے ہیں۔ نقصان

پہنچائیں گے۔ ۱۹/۹ (دیکھو مضار)

یَضَعُ :۔ واحد مذکر غائب مضارع۔ وَضْعٌ مصدر (فتح) وہ اتارتا ہے۔ دور کرتا ہے۔ ۹/۹

یَضَعْنَ :۔ جمع مؤنث غائب مضارع منصوب وَضْعٌ سے (فتح) کہ وہ اتار دیں کہ الگ کر دیں ۱۸/۱۴ کہ پیدا کر دیں کہ جن چکیں۔ ان کے بچہ پیدا ہو جائے ۲۰/۱۷۔ (دیکھو مُوَاضِعِہٖ)

یَضِلُّ :۔ واحد مذکر غائب مضارع۔ ضَلَالٌ مصدر (ضرب) منفی نہیں چوکتا ہے نہیں بہکتا ہے۔ ۱۱/۱۱ نہیں گمراہ ہوگا۔ ۱۶/۱۶ مثبت وہ بھٹکتا ہے۔ وہ گمراہ ہوتا ہے۔ ۶/۱۱، ۱۱/۱۲، ۱۵/۲، ۲۴/۱ (دیکھو مُضِلٌّ)

یُضِلَّ :۔ واحد مذکر غائب مضارع منصوب اِضْلَالٌ مصدر (افعال) مثبت۔ کہ گمراہ کر دے کہ بہکا دے ۳/۴، ۱۱/۱۰، ۲۱/۱۵ منفی مؤکد مستقبل ہرگز اکارت نہیں کریگا۔ ہرگز رائگاں نہیں کریگا ۲۶/۵

یُضِلُّ :۔ واحد مذکر غائب مضارع مرفوع اِضْلَالٌ سے وہ گمراہ کرتا ہے وہ گمراہ چھوڑتا ہے ۱/۳، ۱۳/۱۸، ۱۶/۱۳، ۱۴/۱۹، ۱۴/۱۱، ۱۷/۸، ۲۲/۱۴، ۲۳/۹، ۱۳/۹، ۲۹/۱۵

یُضَلُّ :۔ واحد مذکر غائب مضارع مجہول اِضْلَالٌ سے۔ گمراہ کئے جاتے ہیں ۱۰/۱۱۔

یُضِلَّکَ :۔ واحد مذکر غائب مضارع معروف اِضْلَالٌ سے ک ضمیر مفعول۔ وہ تجھے گمراہ کر دیگا ۲۳/۱۱

یُضْلِلْ :۔ واحد مذکر غائب مضارع مجزوم بالشرط اِضْلَالٌ سے (جس کو) وہ گمراہ کر دے (جسکو) وہ گمراہ چھوڑ دے (جسکو) وہ گمراہ کر دیتا ہے گمراہ چھوڑ دیتا ہے ۵/۱۸، ۹/۱۲، ۹/۱۳، ۱۳/۱۱، ۱۵/۱۱، ۱۵/۱۴، ۲۳/۱۷، ۲۴/۹، ۲۴/۱۰، ۲۵/۶۔

یُضْلِلْہُ :۔ واحد مذکر غائب مضارع مجزوم بالشرط اِضْلَالٌ سے۔ اسکو وہ گمراہ کر دیتا ہے گمراہ چھوڑ دیتا ہے۔ ۷/۱۰۔

یُضِلُّنَا :۔ واحد مذکر غائب مضارع مرفوع اِضْلَالٌ سے نا ضمیر مفعول وہ (ضرور) ہمکو گمراہ کر ہی دیتا ۱۹/۲

یُضِلُّوْا :۔ جمع مذکر غائب مضارع منصوب۔ اِضْلَالٌ سے۔ تم کو گمراہ کر دینگا ۵/۱۴ کہ وہ بہکا دیں ۱۱/۱۴، ۱۳/۱۷ مجزوم وہ بھٹکا دینگے ۶/۱ وہ بہکاتے رہینگے ۲۹/۱۰

یَضِلُّوْنَ :۔ جمع مذکر غائب مضارع مرفوع ضَلَالٌ سے (ضرب) بھٹکتے ہیں۔ بہکتے ہیں ۲۳/۱۱

یُضِلُّوْنَ :۔ جمع مذکر غائب مضارع مرفوع اِضْلَالٌ (افعال) منفی۔ وہ نہیں بہکاتے ہیں۔ نہیں گمراہ کرتے ہیں ۳/۱۵، ۵/۱۴۔ مثبت۔ کہ وہ تم کو گمراہ کر دیں ۳/۱۵ بلا شبہ وہ گمراہ کرتے ہیں ۸/۱ جنکو وہ گمراہ کرتے تھے۔ ۱۴/۹۔

یُضِلَّ : - واحد مذکر غائب مضارع منصوب بمعنی
مصدر (اِضلال) مصدر - اسکو گمراہ کر دینا ۔ پ ۲ مرفوع
وہ اسکو گمراہ کرتا ہے ۔ پ ۸/۱۴

یُضِلَّهُمْ : - کہ وہ ان کو گمراہ کر دے - انکو گمراہ کر دینے
کا پ ۶/۵ (مادہ ضَلَال کی تنقیح کے لیے دیکھو
مُضِلٌّ)

یُضِیْعُ : - واحد مذکر غائب مضارع منفی مرفوع ۔
اضاعۃ مصدر (افعال) وہ نہیں ضائع کرے گا ۔
رائگاں نہیں کرے گا ۔ پ ۸/۴ پ ۴/۱۱ پ ۱۰/۱۲ پ ۴/۱۳ منفی منصوب
کہ ضائع کر دے کہ اکارت کر دے پ ۲/۲ (دیکھو نُضِیْعُ ، یُضِیْعَ)

یُضَیِّفُوْا : جمع مذکر غائب مضارع منصوب تَضْیِیْفٌ
مصدر (تفعیل) کہ وہ ان کی مہمانی کریں ۔ مہمان بنانے
سے پ ۱۶/۱ (دیکھو یُضَیِّفُ)

یَضِیْقُ : - واحد مذکر غائب مضارع ضِیْقٌ مصدر (ضرب)
تنگ ہوتا ہے پ ۱۴/۱۶ پ ۱۹/۶ (دیکھو تَضِیْقُوْا ضَیِّقًا ضَائِقٌ)

یُضِیْئُ : - واحد مذکر غائب مضارع اِضَاءَۃٌ
مصدر (افعال) وہ روشن ہو جائے جل اُٹھے
پ ۱۸/۱۱ - دیکھو اَضَاءَ)

فصل الطاء المهملة

یُطَاعُ : - واحد مذکر غائب مضارع مرفوع اطاعۃ
مصدر (افعال) کہ اس کا قول مانا جائے یعنی ان کے
لیے کوئی سفارشی ہی نہیں ہو گا پ ۲۴ منصوب کہ اسکا
حکم مانا جائے اسکی اطاعت کی جائے ۔ پ ۵/۶
دیکھو مُطَاعٌ ، نُطِیْعُ)

یُطَافُ : - واحد مذکر غائب مضارع مجہول اِطَافَۃٌ
مصدر (افعال) دور چلایا جائیگا پ ۲۳/۶ پ ۲۵/۱۲ پ ۲۹/۱۹ -
(دیکھو یَطُوْفُ [illegible])

یَطْبَعُ : - واحد مذکر غائب مضارع طَبْعٌ مصدر (فتح)
وہ مہر لگا دیتا ہے پ ۹/۳ پ ۲۱/۹ پ ۲۴/۹ (دیکھو نَطْبَعُ)

یُطِعْ : - واحد مذکر غائب مضارع مجزوم اِطَاعَۃٌ
مصدر (افعال) وہ فرمانبرداری کرے اطاعت کرے
فرمانبرداری کرتا ہے ۔ اطاعت کرتا ہے پ ۴/۱۴ پ ۵/۶
پ ۱۸/۱۳ پ ۲۲/۶ پ ۲۶/۱۰ (دیکھو مُطَاعٌ)

یُطْعِمُ : - واحد مذکر غائب مضارع معروف اِطْعَامٌ
مصدر (افعال) وہ کھلاتا ہے ۔ وہ کھانا دیتا ہے
پ ۸/۹ (دیکھو نُطْعِمُ)

یُطْعَمُ : - واحد مذکر غائب مضارع مجہول اِطْعَامٌ
مصدر (افعال) اسکو نہیں کھلایا جاتا ۔ اسکو کھانا
نہیں دیا جاتا ہے پ ۸ (حوالہ مذکورہ)

یُطْعِمُوْنَ : جمع مذکر غائب مضارع اِطْعَامٌ
[illegible] کہ وہ مجھے کھانا

دیں ۔ ۲۵/۲ پ ۔

یُطْعِمُوْنَ : ۔ جمع مذکر غائب مضارع ۔ اِطْعَامٌ
سے ۔ وہ کھانا دیتے ہیں وہ کھانا کھلاتے ہیں ۲۹/۱۹ پ

یَطْعَمْهُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجزوم منفی
طَعْمٌ مصدر (سمع) ہٗ ضمیر مفعول (جس نے اسکو
نہیں چکھا ۔ (سیوطی) جس نے اسکو نہیں پیا ۔
(بغوی و رازی و ابو السعود) ۲/۱ پ مرفوع مثبت
(جو) اس کو کھاتے پ ۵ ۔

یَطْعَمُهَا : ۔ واحد مذکر غائب مضارع منفی
طَعْمٌ سے ھا ضمیر مفعول ۔ اس کو نہیں کھاتا ہے
پ ۳ ۔ (دیکھو نُطْعِمُ)

یَطْغٰی ۔ واحد مذکر غائب مضارع منصوب
طُغْیَانٌ مصدر (فتح) کہ وہ سرکش ہو جائے یعنی
تکبر کرنے لگے ۱۶/۱ پ مرفوع حد سے آگے بڑھ جاتا
ہے ۔ سرکش ہو جاتا ہے ۳۰/۲۱ پ (دیکھو طُغْیَانِهِمْ
طغی ۔ تَطْغَوْا)

یُطْفِئُوْا ۔ جمع مذکر غائب مضارع منصوب
اِطْفَاءٌ مصدر (افعال) کہ وہ بجھا دیں ۱۱/۲۸ پ
(دیکھو اطفاءٌ)

یَطْلُبُهٗ : ۔ واحد مذکر غائب مضارع طَلَبٌ مصدر
(نصر) ہٗ ضمیر مفعول ۔ وہ اسکو طلب کرتا ہے

پ ۱۴ (دیکھو المطلوب)

یُطْلِعَكُمْ : ۔ واحد مذکر غائب مضارع منفی اِطْلَاعٌ
مصدر (افعال) کُمْ ضمیر مفعول ۔ کہ وہ تم کو واقف
کردے تم کو آگاہ کر دے پ ۴ (دیکھو مُطَّلِعُ)

یَطْمِثْهُنَّ : ۔ واحد مذکر غائب مضارع منفی
طَمْثٌ مصدر (ضرب) ھُنَّ ضمیر مفعول ۔ ان
سے جماع نہیں کیا ۔ ۲۷/۱۲ پ ۔
طَامِثٌ ۔ حائضہ عورت ۔ طَمْثٌ مصدر (نصر
و سمع) حائضہ ہونا طَمْثٌ (ضرب و نصر) متعدی
ازالہ دوشیزگی کرنا ۔ گھسنا ۔ مس کرنا ۔

یَطْمَعُ : ۔ واحد مذکر غائب مضارع طَمَعٌ مصدر
(فتح) مرفوع ۔ وہ لالچ کرتا ہے وہ امید رکھتا ہے
۲۹/۱۵،۸ پ منصوب وہ امید کرنے لگے ۔ لالچ کرنے
لگے ۔ ۲۳/۱ پ

یَطْمَعُوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع طَمَعٌ
سے ۔ وہ امید رکھتے ہوں گے وہ امیدوار اور
راغب ہوں گے پ ۸/۲ (دیکھو نَطْمَعُ)

یَطْمَئِنَّ ۔ واحد مذکر غائب مضارع منصوب
اِطْمِیْنَانٌ مصدر (افعیلال) تاکہ سکون پائے
پ ۳ (دیکھو مُطْمَئِنٌّ)

یَطُوْفُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع طُوْفٌ

وطواف مصدر (نصر) چکر لگاتے رہیں گے یعنی خدمت کے لیے تیار رہیں گے ۲۰/۱۴، ۲۲ ۲۹/۱۹

طَوفٌ طَوَافٌ طَوفَانٌ تَطوَافٌ کسی چیز کے گرد چکر لگانا۔ دور کرنا (نصر) طَوفٌ کسی خیال کا خواب میں آنا (نصر) طَافَ بِیْ رَجُلٌ میرے خواب میں کوئی شخص آیا۔

اِطَافَۃٌ (افعال بواسطہ باء) کسی چیز کو گھیر لینا قریب ہو جانا۔ تَطوِیفٌ (تفعیل) کسی کے آس پاس بہت زیادہ چکر لگانا۔ تَطَوُّفٌ (تفعل) کسی چیز کے آس پاس چکر لگانا۔

یَطَّوَّفَ ۔ واحد مذکر غائب تَطَوُّفٌ مصدر (تفعل) اصل میں یَتَطَوَّفَ تھا کہ وہ طواف کرے یعنی سعی کرے ۲/۳ (دیکھو یطوف)

یَطَّوَّفُوْا :۔ جمع مذکر غائب امر تَطَوُّفٌ مصدر چاہیئے کہ وہ طواف کریں (یعنی طواف افاضہ) ۱۱/۲۹

یَطُوْفُوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع (نصر) وہ گھومیں گے وہ چکر لگائیں گے ۲۲/۱۲ (دیکھو یطوف)

یُطَوَّقُوْنَ :۔ جمع مذکر غائب مضارع تَطوِیقٌ مصدر (تفعیل) انکو طوق پہنایا جائیگا۔ طوق کی طرح انکی گردنوں میں ڈالا جائیگا ۹/۴ طَوقٌ گردن بند گھیرا۔ طاقت۔ وسعت۔ طاقت قوت اقابو رسی کا بل۔ طَوقٌ مصدر (نصر) طاقت رکھنا کوئی کام کر سکنا۔ اِطَاقَۃٌ (افعال متعدی بنفسہ اور بواسطہ علیٰ) کسی چیز پر قابو رکھ سکنا۔ تطویق (تفعیل) طوق ڈالنا۔ حاکم بنانا۔ طاقت دینا۔ کسی کام پر مکلف کرنا ناقابل برداشت کام پر مکلف کرنا۔ راضی ہونا آیت میں اول معنی مراد ہے۔ تَطَوُّقٌ (تفعل) طوق پہننا)

یَطَئُوْنَ :۔ جمع مذکر غائب مضارع منفی وَطْأً مصدر (سمع) نہیں پامال کریں گے نہیں چلیں گے ۱۱/۱۴ (دیکھو موطئا)

یُطَهِّرَ :۔ واحد مذکر غائب مضارع منصوب تَطْهِیرٌ مصدر (تفعیل) کہ وہ پاک کردے ۶/۹، ۱۰/۶ ۹/۱۶ ۲۲/۱ (دیکھو اَلْمُتَطَهِّرِیْنَ وہ مُطَهِّرٌ)

یَطْهُرْنَ ۔ جمع مؤنث غائب مضارع طَهَارَۃٌ وطُهْرٌ مصدر (نصر وکرم) یہانتک کہ وہ عورتیں پاک ہوجائیں ۲/۱۲ (حوالہ مذکورہ)

یَطِیْرُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع طَیْرٌ وطَیَرَانٌ مصدر (ضرب) وہ اڑتا ہے ۷/۱۰

یَطَّیَّرُوْا ۔ جمع مذکر غائب مضارع تَطَیُّرٌ مصدر (تفعل) اصل میں یَتَطَیَّرُوْا تھا۔ وہ بدشگونی کرتے تھے۔ برا شگون لیتے تھے ۹/۶ (دیکھو تطیرنا

اور طائرکم)

يُطِيْعُكُمْ ۔ واحد مذکر غائب، مضارع اِطَاعَةٌ سے کُمْ ضمیر مفعول۔ وہ تمہارا کہنا مان لے۔ ۲۶/۱۲ (دیکھو مطاع)

يُطِيْعُوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع اِطاعة سے۔ وہ اطاعت کرتے ہیں۔ وہ فرمان مانتے ہیں ۴/۱۵ (دیکھو مُطَاعٌ)

يُطِيْقُوْنَهٗ ۔ جمع مذکر غائب مضارع اِطَاقَةٌ سے وہ اسکی (یعنی روزہ رکھنے کی) طاقت رکھتے ہوں

اکثر اہل تفسیر نے اس جگہ حرف نفی محذوف قرار دیا ہے مراد ہے لَا يُطِيْقُوْنَهٗ جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے شیخ ابن جریر نے لکھا ہے کہ يُطِيْقُوْنَهٗ کا مفہوم وہی ہے جو اَطَاقَ فُلَانٌ کا ہے اطاقۃ میں باب افعال کی ہمزہ سلب ماخذ کے لیے ہے اس لیے اُطَاقَ فُلَانٌ کا معنی ہوتا ہے فلاں شخص میں طاقت نہیں ہے اس صورت میں يُطِيْقُوْنَهٗ کا ترجمہ ہوگا وہ جو روزہ کی طاقت نہیں رکھتے خواہ پیری کی وجہ سے یا بیماری کی وجہ سے اس تقدیر پر حرف نفی محذوف قرار دینے کی ضرورت نہیں (درج شمس الائمہ نے يُطِيْقُوْنَهٗ کو) اطاقۃ سے مشتق قرار دیتے ہوئے ہمزہ کو سلب

مصدر کے لیے قرار دیا ہے (تفسیر احمدی)

ایک جماعت قدماء کا خیال ہے کہ ہمزہ سلب کے لیے نہیں ہے مگر يُطِيْقُوْنَهٗ کے معنی بالفعل طاقت رکھنے کے نہیں ہیں بلکہ حال ماضی کی حکایت ہے یعنی جو لوگ گذشتہ جوانی کے زمانہ میں طاقت رکھتے تھے مراد یہ کہ اب بڑھاپے کی وجہ سے طاقت نہیں رکھتے تو ان کے لیے ترکِ صوم جائز ہے اور ادائے فدیہ واجب۔

حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت سلمہ بن اکوع قائل ہیں کہ شروع اسلام میں لوگ روزہ کے خوگر نہیں تھے ان کے لیے روزہ رکھنا سخت دشوار تھا اس لیے خیار دیا گیا تھا کہ ہو سکے تو روزہ رکھیں ورنہ فدیہ دے دیں لیکن آیت فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ نے اس خیار کو منسوخ کر دیا اور روزہ رکھنا لازم ہو گیا اس قول پر آیت منسوخ قرار پائے گی۔

قتادہ کا قول ہے کہ آیت یطیقونہ کا تعلق وہ بوڑھے لوگ تھے جو روزہ تو رکھ سکتے تھے مگر دشواری کے ساتھ انکو صوم و فدیہ میں خیار تھا لیکن آیت فمن شہد منکم الشہر سے ایسے طاقتور لوگ یطیقونہ کا اختیار فسخ کر دیا گیا۔

حسن بصری نے فرمایا آیتِ مذکورہ کا مصداق وہ بیمار تھے جو کہنے کو تو بیمار ہوتے تھے مگر ان میں روزہ رکھنے کی طاقت ہوتی تھی انکو ترکِ صوم کی اجازت تھی مگر یہ اجازت بھی آیت فمن شهد منكم سے منسوخ کردی گئی (معالم)، (دیکھو يُطَوَّقُوْنَ)

فصل الظاء المعجمہ

يُظَاهِرُوْا - جمع مذکر غائب مضارع مجزوم منفی مُظَاهَرَةٌ مصدر (مفاعلہ) اگر۔ وہ پشت مضبوط نہ کریں۔ پشت پناہی نہ کریں۔ مدد نہ کریں ہٹ ظَهْرٌ پشت۔ کثیر مال۔ سخت اور اونچی زمین اَعْطَاهُ عَنْ ظَهْرِ يَدٍ اس نے بلا عوض دیا۔ هُوَ يَاكُلُ عَلٰی ظَهْرِ يَدِي وہ میری کمائی کھاتا ہے میں اس کو خرچ دیتا ہوں خَفِيفُ الظَّهْرِ سبک پشت یعنی جس کے بچے کم ہوں ثَقِيلُ الظَّهْرِ اس کے خلاف ہے اَقْرَانُ الظَّهْرِ پیچھے سے حملہ کرنیوالے۔ لَا تَجْعَلْ حَاجَتِي بِظَهْرٍ میرے کام کو پس پشت نہ کر دینا یعنی بھول نہ جانا اَصَبْتُ مِنْكَ مَطَرًا ظَهْرًا میں نے تیری طرف سے بڑی بھلائی پائی۔

هُوَ بَيْنَ ظَهْرَيْهِمْ وہ ان کے درمیان ہے نَزَلَ بَيْنَ ظَهْرَيْهِمْ۔ وہ ان کی پشت کے پیچھے اترا۔ جَاءَ بَيْنَ ظَهْرَيْهِ۔ وہ اپنی قوم میں آگیا ظُهْرٌ زوال آفتاب کے بعد کا وقت ظَهَرَةٌ مددگار اپنا قبیلہ ظَهَرَةٌ اسباب مسافر خانہ۔ اپنا قبیلہ ظَاهِرَةٌ اپنا قبیلہ۔ دوپہر کا وقت ظُهَارٌ پتھریلی زمین ظِهَارَةٌ کپڑے کا ابرا۔ ظُهَّارٌ جماعت گروہ۔ ظَهِيرٌ قوی پشت۔ مددگار ظَهِيرَةٌ گرم وقت۔ دوپہر کا وقت۔

ظَهَارَةٌ مصدر (فتح) قوی پشت ہوجانا (لوا سطہ عن) زائل ہوجانا ظَهَرَ بِحَاجَتِي وہ میرا کام بھول گیا۔ ظُهُورٌ مصدر (فتح) ظاہر ہونا۔ (لوا سطہ علی) مدد کرنا۔ غالب ہونا۔ مطلع ہونا (لواسطہ با) غالب ہونا۔ ظاہر کرنا اِظْهَارٌ (افعال) ظاہر کرنا۔ واقف کرنا۔ غالب کرنا۔ پس پشت ڈال دینا۔ قرآن حفظ پڑھنا۔ تَظْهِيرٌ (تفعیل) بھول جانا فراموش کر دینا۔ دوپہر کو آنا عورت سے ظہار کرنا یعنی اپنی بیوی سے اَنْتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ أُمِّي کہنا مُظَاهَرَةٌ (مفاعلۃ) باہم مدد کرنا ظہار کرنا تَظَاهُرٌ (تفاعل) باہم مددگار ہوجانا پس پشت ڈال دینا۔ تَظَهُّرٌ (تفعل) دوپہر کو آنا

ظہار کرنا۔ اِستِظہارٌ (استفعال) مدد مانگنا۔ مدد لینا قوی پشت ہو جانا۔

یُظَاھِرُوْنَ :۔ جمع مذکر غائب مضارع مُظَاہَرَۃٌ اور ظِہَارَۃٌ مصدر (مفاعلۃ) وہ ظہار کرتے ہیں ۲۸/۲۱۔

یَظْلَلْنَ :۔ جمع مؤنث غائب مضارع فعل ناقص وہ ہو جائیں۔ وہ ہو جائیں گی۔ ۲۵/۵ (دیکھو نَظَلُّ)

یَظْلِمُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع منفی ظُلْمٌ سے وہ ظلم نہیں کرتا حق تلفی نہیں کرتا ۵/۳ ۱۱/۱۰ ۱۵/۱۴ مجزوم مثبت ظلم کرے گا ۱۸/۱۷۔

یُظْلَمْ ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجہول مثبت وہ مظلوم ہوا اس پر ظلم کیا گیا ہو ۵/۱۲ (مادہ ظُلْم کی تنقیح کے لیے (دیکھو مظلماً)

یَظْلِمُوْنَ :۔ جمع مذکر غائب مضارع ظلم سے وہ ظلم کرتے تھے۔ وہ ظلم کرتے ہیں وہ بیجا حرکت کرتے ہیں ۱/۶ ۴/۳ ۹/۱۰،۱۲ ۱۰/۱۵ ۱۱/۱۰،۱۰ ۱۴/۲۷،۲۱ ۲۰/۱۶ ۲۱/۱۴ ۲۵/۸ وہ الضافی کرتے تھے ناالضافی کرتے ہیں ۳/۸

یُظْلَمُوْنَ :۔ جمع مذکر غائب مضارع مجہول منفی ان پر ظلم نہیں کیا جائیگا ان کے ساتھ ناالضافی نہیں کی جائے گی۔ انکی حق تلفی نہیں کی جائے گی۔

۳/۶،۱۱ ۴/۸ ۵/۱۵،۱۴ ۸/۶ ۱۱/۱۰،۱۱ ۱۴/۲۱ ۱۵/۸ ۱۶/۶ ۱۸/۴ ۲۴/۴ ۲۵/۱۹ ۲۶/۲۔

یَظْلِمَھُمْ :۔ واحد مذکر غائب مضارع منصوب ہُمْ ضمیر مفعول کہ ان پر ظلم کرے کہ ان پر ظلم کرتا۔ ۱۰/۱۵ ۲۰/۱۶ ۲۱/۴۔

یَظُنُّ :۔ واحد مذکر غائب مضارع مثبت ظَنٌّ مصدر (نصر) جو گمان کرتا ہے ۱۷/۹ منفی۔ کیا۔ یقین نہیں کرتے۔ ۳۰/۸۔

یَظُنُّوْنَ :۔ جمع مذکر غائب مضارع مثبت ظَنٌّ مصدر (نصر) وہ یقین کرتے ہیں ۱/۵ ۲/۱۱۔ وہ گمان کرتے ہیں ۱/۹ ۴/۶ ۲۵/۱۹ (دیکھو نَظُنُّ)

یُظْھِرَ :۔ واحد مذکر غائب مضارع مثبت منصوب اِظْہَارٌ مصدر (افعال) کہ اس کو غالب کردے ۱۰/۱۱ ۲۶/۱۲ ۲۸/۹ کہ وہ پھیلائے۔ ۲۳/۸۔

یُظْھِرُ :۔ واحد مذکر غائب مضارع منفی مرفوع اِظْہَارٌ مصدر (افعال) وہ واقف نہیں کرتا وہ مطلع نہیں کرتا۔ ۲۹/۱۲ (دیکھو یُظَاہِرُوْا)

یَظْھَرُوْا :۔ جمع مذکر غائب مضارع مجزوم مثبت ظُہُوْرٌ مصدر (فتح) وہ غالب آجائیں۔ قابو پا جائیں ۱۰/۸ ۱۶/۴ وہ واقف ہو جائیں مطلع ہو جائیں ۱۵/۱۵ منفی۔ واقف نہ ہوئے ہوں۔ ۱۸/۱۰

يَظْهَرُوْنَ: ۔ جمع مذکر غائب مضارع مثبت
ظُهُوْرٌ سے وہ قابو پاتے یعنی چڑھ کر اوپر پہنچ جاتے
۹/۲۵ ۔ (دیکھو ظاہَرُوا)

فصل العین المهملہ

يَعْبُدُ: ۔ واحد مذکر غائب مضارع عِبَادَةٌ
مصدر (نصر) پوجتے تھے۔ پوجتے چلے آئے ہیں
۱۶/۴ ۱۰،۹/۱۲ ۱۴/۱۳ ۹/۱۴ ۱۱/۲۲ پوجتا ہے
پوجتے ہیں۔ ۹/۱۲ (دیکھو نَعْبُدُ)
يَعْبُدُوْا ۔ جمع مذکر غائب مضارع منصوب
عبادۃ سے کہ وہ عبادت کریں ۱۱/۱ ۱۶/۲۲ ۲۳/۳۰ امر
غائب انکو عبادت کرنی چاہیے ۲۱/۳۰ ۔
يَعْبُدُوْنَ۔ جمع مذکر غائب۔ مضارع
معروف عبادۃٌ سے وہ پوجتے تھے پوجتے ہیں۔
۷/۱۱ ۹/۱۲ ۱۲/۱۳ ۱۴/۱۵ ۹/۱۶ ۱۶/۱۷ ۱۰/۱۸ ۳/۱۹ ۱۰/۲۰ ۹/۲۳
۲/۲۰ وہ اطاعت کرتے تھے حکم مانتے تھے ۱۱/۲۲
وہ میری عبادت کریں گے ۱۲/۱۸ ۔
يُعْبَدُوْنَ: ۔ جمع مذکر غائب مضارع مجہول
عبادۃٌ سے انکی پرستش کیجاتی ہے ۱۰/۲۵ (دیکھو نَعْبُدُ)
يَعْبَؤُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع منفی
عَبْؤٌ مصدر (فتح) پرواہ نہ کریگا۔ ۴/۱۹ ۔

عَبَأٌ اصل عَبٌ مخفف، سورج کی کرنیں۔ عِبْأٌ بوجھ
سامان۔ عَبَاءٌ دھاریدار کمبل۔ خوب موٹا آدمی
عَبْأٌ مصدر (فتح) تیار کرنا۔ پرواہ کرنا
تَعْبِئَةٌ اور تَعْبِيَةٌ فوج کا سامان درست
کرنا۔ تیار کرنا۔
يَعْتَدُوْنَ: جمع مذکر غائب مضارع اِعْتِدَاءٌ
مصدر (افتعال) وہ زیادتی کرتے تھے وہ حد
شرعیہ سے تجاوز کرتے تھے ۱/۶ ۳/۷ ۱۵/۶ (دیکھو
مُعْتَدِيْنَ اور مُعْتَدٍ)
يَعْتَذِرُوْنَ: ۔ جمع مذکر غائب مضارع
اعتذارٌ مصدر (افتعال) وہ معذرت کریں گے ۱۱/۹
۱۱/۲۹ (دیکھو مَعْذِرَتُهُمْ)
يَعْتَزِلُوْا ۔ جمع مذکر غائب مضارع مجزوم منفی
اعتزالٌ مصدر (افتعال) اگر وہ الگ نہ رہے اگر
انھوں نے کنارہ کشی نہ کی۔ ۹/۵۔ (دیکھو مُعْتَزِلٌ
اور مُعْتَزِلُوْنَ)
يَعْتَصِمْ ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجزوم
اعتصامٌ مصدر (افتعال) مضبوط پکڑتا ہے ۳/۴ ۔
عِصْمَةٌ گردن بند جمع عِصَمٌ اور عِصَامٌ
کتے وغیرہ کی گردن کا پٹہ۔ عِصَامٌ مشک کا بندھن
اور ڈول۔ عُصْمٌ بسیار خور۔ مُعْصَمٌ کلائی کا۔

بہونچا۔ عَصْمٌ مصدر (ضرب) اختیار کرنا عِصْمَۃٌ مصدر (ضرب) بچانا۔ محفوظ رکھنا۔ عَصَمَ اِلَیْہِ اس کی پناہ پکڑی۔ اِسْتِعْصَامٌ (استفعال) بچانا قبضہ پکڑنے کے لیے ہاتھ مارنا۔ اِعْتِصَامٌ (افتعال) گناہ سے بچا رہنا۔ مضبوط پکڑنا۔ انعصام (انفعال) گناہ سے بچنا۔

یُعْجِبُ:۔ واحد مذکر غائب مضارع اِعْجَابٌ۔ مصدر (افعال) وہ پسند آتا ہے۔ بھلا لگتا ہے ۲/۹ ۲۶/۱۲ (دیکھو تُعْجِبُکَ)

یُعْجِزَہٗ:۔ واحد مذکر غائب مضارع۔ اِعْجَازٌ مصدر (افعال) ہٗ ضمیر مفعول۔ کہ اس کو عاجز کر دے اس سے چھوٹ جائے اس کو پیچھے چھوڑ دے ۲۲/۱۰۔

یُعْجِزُوْنَ:۔ جمع مذکر غائب مضارع منفی۔ اِعْجَازٌ سے وہ عاجز نہیں کر سکتے ۱/۳ (دیکھو مُعَاجِزِیْنَ)

یُعَجِّلُ۔ واحد مذکر غائب مضارع۔ تَعْجِیْلٌ مصدر (تفعیل) اگر وہ جلدی کر دیتا ۱۱/۷ (دیکھو یَسْتَعْجِلُوْ)

یَعِدُ۔ واحد مذکر غائب مضارع مثبت وَعْدٌ مصدر (ضرب) وہ ڈراتا ہے ۳/۵ وہ ڈرا رہا ہے ۲/۴ وہ وعدہ دیتا ہے ۲/۵ ۵/۱۵ وہ وعدہ دے رہا ہے ۱۸/۳ وہ وعدہ کر رہا تھا ۹/۱۵ منفی۔ وہ وعدہ نہیں کرتا ہے ۱۵/۶ ۲۲/۱۰۔ کیا۔ اس نے وعدہ نہیں کیا تھا۔ ۱۲/۱۳ (دیکھو مَوْعِدَۃً)

یَعْدِلُوْنَ:۔ جمع مذکر غائب مضارع عَدْلٌ مصدر (ضرب) وہ الوہیت میں برابر قرار دیتے ہیں ۶/۱ ۸/۵ ۳۰/۱۔ وہ انصاف کرتے ہیں۔ ۹/۱۲۰۱۰ (دیکھو العدل اور تعدلوا)

یَعْدُوْنَ:۔ جمع مذکر غائب مضارع۔ عُدْوَانٌ مصدر (نصر) وہ زیادتی کر رہے تھے حد شرعی سے تجاوز کر رہے تھے ۹/۱۱ (دیکھو مُعْتَدٍ)

یُعَذِّبُ:۔ واحد مذکر غائب مضارع مرفوع مثبت تَعْذِیْبٌ مصدر (تفعیل) وہ عذاب دیگا عذاب دے ۳/۸ ۶/۱۰،۷،۴ ۱۱/۲ ۱۲/۲ ۲۰/۱۴ ۲۶/۱۰ ۳۰/۱۴ منفی نہیں عذاب دیتا ہے نہیں عذاب دیگا ۳/۱۴ وہ کیوں عذاب نہیں دیتا ۲۸/۲۔

یُعَذِّبْ:۔ واحد مذکر غائب مضارع مجزوم تَعْذِیْبٌ سے۔ عذاب دیگا ۱۰/۱۲،۱۲،۰۸ ۱۵/۶ ۲۶/۱۰۔

یُعَذِّبَ:۔ واحد مذکر غائب مضارع منصوب تَعْذِیْبٌ سے مثبت وہ عذاب دے ۴/۴ ۹/۱۰ ۱۰/۱۷،۱۳ ۲۱/۱۹ ۲۲/۶ ۲۶/۹ منفی کہ وہ عذاب نہ دے ۹/۸ (دیکھو مُعَذِّبُوْھَا)

یَعْرُجُ :۔ واحد مذکر غائب مضارع عُرُوْجٌ مصدر (نصر) وہ چڑھتا ہے ۲۲/۶ ۲۷/۱۴ وہ چڑھیگا یعنی لوٹے گا۔ ۲۱/۱۴ ۔

یَعْرُجُوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع عُرُوْجٌ مصدر (نصر) وہ چڑھنے لگیں۔ ۱۴/۱ (دیکھو مَعَارِجُ)

یَعْرِشُوْنَ :۔ جمع مذکر غائب مضارع (ضرب ونصر) جن عمارتوں کو وہ اونچا بناتے تھے ۹/۶ جو۔ چھتریاں وہ بناتے ہیں جو۔ اونچے مکان وہ بناتے ہیں۔ ۱/۱۵ ۔

عَرْشٌ مصدر (ضرب ونصر) متعدی لکڑیوں کی چھتری بنانا۔ مکان بنانا۔ لازم۔ حیران سرگرداں ہونا۔ عَرَشَ بِالْمَکَانِ اس جگہ قیام کیا۔ عَرِشَ (سمع) حیران سرگرداں ہونا (بواسطۂ عَنْ) لوٹ جانا عَرِشَ بِغَرِیْمِہٖ قرضدار کی سخت پکڑ کی۔ عَرِشَ عَلَیْہِ اس پر تابو اور قوت حاصل کی۔

تَعْرِیْشُ الْبَیْتِ گھر کی چھت بنانا تَعْرِیْشُ الْاَمْرِ کام میں دیر کرنا۔ تَعْرِیْشٌ بِالْبَلَدِ شہر میں قیام کیا۔ اِعْتَرَشَ (اِعْتِرَاشٌ (افتعال) چھتری بنائی۔ سوار ہوا۔ (دیکھو مَعْرُوْشَاتٌ)

یُعْرِضُ :۔ واحد مذکر غائب مضارع اِعْرَاضٌ مصدر (افعال) اعراض کریگا منہ پھیریگا۔ ۲۹/۱۱ (دیکھو مُعْرِضُوْنَ)

یُعْرَضُ : ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجہول۔ عَرْضٌ مصدر (ضرب) پیش کئے جائیں گے ۲۶/۴،۲ (دیکھو معرضون)

یُعْرَضُوْنَ : جمع مذکر غائب مضارع مجہول عَرْضٌ مصدر (ضرب) انکی پیشی ہوگی۔ ۱۲/۲ انکو پیش کیا جائیگا ۲۲/۱۰ ۲۵/۶ (دیکھو معرضون)

یُعْرَفُ :۔ واحد مذکر غائب مضارع مجہول۔ عِرْفَانٌ مصدر (ضرب) پہچانے جائیں گے ۲۷/۱۲ (دیکھو مَعْرُوْفًا)

یُعْرَفْنَ : جمع مؤنث غائب مضارع مجہول۔ عِرْفَانٌ مصدر (ضرب) کہ انکی شناخت ہوجائے ۲۲/۵ (حوالۂ مذکورہ)

یَعْرِفُوْا : جمع مذکر غائب مضارع مجزوم منفی عِرْفَانٌ مصدر۔ کیا۔ وہ واقف نہ تھے۔ کیا انھوں نے پہچانا نہ تھا۔ ۱۸/۴ ۔

یَعْرِفُوْنَ : ۔ جمع مذکر غائب مضارع عِرْفَانٌ سے۔ وہ پہچانتے ہیں ۲/۱ وہ پہچانتے ہونگے وہ پہچان لینگے ۸/۱۲،۱۳ وہ پہچان لیں ۱۳/۲ وہ پہچانتے

ہیں۔ اقرار کرتے ہیں۔ ۱۲/۴ (دیکھو معروفاً)

یَعْزُبُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع منفی عُزُوْبٌ مصدر (نصر) غائب نہیں ہے۔ ۱۲/۲۱ ، ۲۲ ۔

عُزُوْبَۃٌ مرد کا تنہا بغیر بیوی ہو جانا اور عورت کا بیوہ ہو جانا۔ عَزَبٌ مرد بلا بیوی اور عورت بلا شوہر۔ عَزَبَۃٌ بیوہ (کسائی) عَزِیْبٌ وہ شخص جو اپنے اہل وعیال اور مال سے دور ہو۔ رنڈوا۔ اَعْزَبُ اور مِعْزَابَۃٌ رنڈوا۔ وہ عورت جو مدت دراز سے بیوہ ہو۔ عُزُبٌ مصدر (نصر) زمین کا ویران غیر آباد ہونا۔ غائب ہونا۔ عُزُوْبٌ مصدر (نصر و ضرب) بواسطہ عن چھپ جانا۔ چلا جانا دور چلا جانا۔ دور ہو جانا۔ بغیر عَنْ۔ دور ہو جانا اِعْزَابٌ (افعال) دور ہو جانا۔ دور کر دینا۔ دور پہنچ جانا۔ تَعَزُّبٌ (تفعل) مجرد رہنا۔

یَعْشُ : ۔ واحد مذکر غائب مضارع عَشْوٌ مصدر (نصر) جو اعراض کرے گا۔ اعراض کرتا ہے ۱۰/۲۵

عَشْوٌ مصدر (نصر) رات میں کہیں جانے کا قصد کرنا یہ اصل استعمال ہے توسیع استعمال کے بعد ہر قاصد کو عاشی کہا جانے لگا (بواسطہ الیٰ) کہیں جانے کا راستہ تلاش کرنا (بواسطہ عن) اعراض کرنا۔ موخر الذکر استعمال آیت میں ہے۔ عَشْیٌ مصدر (ضرب) رات میں چرانا (سمع بواسطہ علیٰ) کسی پر ظلم کرنا (بغیر واسطہ علیٰ) رات میں جانور کا چرنا۔ تَعْشِیَۃٌ (تفعیل) رات کو آگ جلانا۔ رات کا کھانا کھلانا۔ رات کو جانور چرانا (بواسطہ عن) کسی سے نرمی اور مہربانی کرنا۔

یَعْصِ : ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجزوم اصل میں یعصی تھا۔ عصیانٌ مصدر (ضرب) جو نافرمانی کرے گا۔ ۱۳/۴ ، ۲/۲۲ ، ۱۲/۲۹ (دیکھو مَعْصِیَۃ)

یَعْصِرُوْنَ : ۔ جمع مذکر غائب مضارع عَصْرٌ مصدر (ضرب) وہ رس نچوڑیں گے (دیکھو المعصرات)

یَعْصِمُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع عصمۃ مصدر (ضرب) وہ بچائے گا۔ ۱۲/۶ ، ۴/۱۲ ، ۱۸/۲۱ (دیکھو یعتصم)

یَعْصُوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع منفی۔ عصیان مصدر (ضرب) وہ نافرمانی نہیں کرتے ۱۹/۲۸ (دیکھو معصیۃ)

یَعْصِیْنَ : ۔ جمع مؤنث غائب مضارع منفی عصیانٌ مصدر (ضرب) وہ نافرمانی نہیں کریں گی ۲۸ (دیکھو معصیۃ)

یَعَضُّ : ۔ واحد مذکر غائب مضارع۔ عَضٌّ مصدر (سمع) دانت سے کاٹ لے گا۔ ۱۹ ۔

عَضٌّ اور عَضِیضٌ مصادر (سمع و فتح) متعدی
بنفسہ اور بواسطہ عَلٰی اور بواسطہ با دانت
سے کاٹنا۔ عَضِیضٌ (بواسطہ با و یا علٰی) دانت
سے پکڑ لینا یعنی مضبوط پکڑ لینا۔

عَضّ الزّمان۔ عَضّ الحَرب۔ زمانہ کی سختی
لڑائی کی شدت۔ عِضٌّ بد مزاج تند خو۔ فصیح
کسی چیز کا تجربہ کار۔ عَضُوضٌ کاٹنے والا۔ ظالم
منظلوم۔ سخت زمانہ، کاٹا ہوا۔ عُضَاضٌ ہر چبانے
اور کھانے کی چیز۔ عَاضٌّ دانت سے
کاٹنے والا۔ مُعَاضَّۃٌ اور عِضَاضٌ ایک دوسرے
کو دانت سے کاٹنا۔

يُعْطُوْا ۔ جمع مذکر غائب مضارع معروف
اعطاءٌ مصدر (افعال)، یہاں تک کہ۔ وہ
دے دیں پ ۱۰

يُعْطَوْا ۔ جمع مذکر غائب۔ مضارع
منفی۔ اعطاءٌ سے۔ اگر انکو نہیں دیا
گیا۔ پ ۱۰/۱۳ ۔

يُعْطِيْكَ ۔ واحد مذکر غائب مضارع
اعطاءٌ سے۔ کَ ضمیر مفعول۔ تجھے
دیگا۔ پ ۳۰ ۔

(دیکھو اُعْطُوا، اُعْطِیَ، اَعْطَیْنَا، عَطَاءً)

يَعِظُكُمْ ۔ واحد مذکر غائب مضارع۔ وَعْظٌ مصدر
(ضرب) وہ تم کو نصیحت کرتا ہے پ ۲/۱۳ پ ۵/۵ پ ۱۴/۱۹
پ ۱۸ (دیکھو الموعظۃ)

يُعَظِّمْ ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجزوم
تَعْظِيْمٌ مصدر۔ جو بڑا سمجھے گا۔ جو تعظیم کرے
گا۔ پ ۱۷ ۔ (دیکھو عظیماً)

يُعْظِمْ ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجزوم۔ اِعْظَامٌ
مصدر۔ وہ بڑا دیگا۔ بڑے مرتبہ کا دیگا۔
پ ۲۸/۱۷ (دیکھو عظیماً)

يَعِظُهٗ ۔ واحد مذکر غائب مضارع مرفوع
وَعْظٌ مصدر ہٗ ضمیر مفعول اسکو نصیحت کرتے
ہوئے۔ وہ اسکو نصیحت کر رہا تھا۔ پ ۲۱/۱۱ ۔

يَعْفُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجزوم
عَفْوٌ مصدر (نصر) وہ معاف کر دے۔ پ ۲۵/۵ ۔
(دیکھو نَعْفُ)

يَعْفُوَ ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجزوم عَفْوٌ
سے۔ وہ معاف کرتا ہے پ ۲۵/۶ پ ۲۵/۱۴ جمع مذکر غائب
امر بمعنی چاہئے۔ کہ وہ معاف کر دیں پ ۱۸/۹ واحد مذکر
غائب مضارع منصوب کہ وہ معاف کر دے
پ ۲/۱۵ کہ وہ معاف کر دیگا پ ۵/۱۱ (دیکھو نَعْفُ)

يَعْفُوْنَ ۔ جمع مؤنث غائب۔ مضارع
عَفْوٌ سے۔ کہ وہ عورتیں معاف کر دیں۔ پ ۲/۱۵ (دیکھو نَعْفُ)

يُعَقِّبْ ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجزوم منفی تَعْقِيْبٌ مصدر (تفعیل) وہ پیچھے نہیں پھرا۔ پلٹ کر نہیں دیکھا پ ١٩/١٦ پ ٢٠/٧ (دیکھو مُعَقِّبٌ)

يَعْقِلُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع مرفوع منفی عَقْلٌ مصدر (ضرب) نہیں سمجھتے ہیں پ ٢٠/١٦

يَعْقِلُوْنَ: ۔ جمع مذکر غائب مضارع۔ منفی عَقْلٌ سے۔ وہ نہ سمجھتے ہوں پ ٢/٥ پ ١١/١٠ پ ٢٤/٤ کیا۔ وہ نہیں سمجھتے پ ٢٣/٤ وہ نہیں سمجھتے ہیں پ ٦/١٣ پ ٧/٤ پ ٩/١٤ پ ١١/١٥ پ ٢١/٢ پ ٢٦/١٣ پ ٢٨/٥ ۔ مثبت۔ جو سمجھتے ہیں۔ غور کرتے ہیں پ ٢/٤ پ ١١/١٠،١٥ پ ١٣/٧ پ ١٤/٨،١٥ پ ٢٠/١٦ پ ٢١/٢،٧ پ ٢٥/١٤ ۔

يَعْقُوْبُ: ۔ ابن اسحاق بن ابراہیم مشہور پیغمبر جن کا عبرانی نام اسرائیل بھی تھا۔ کنعان کے رہنے والے اور شریعت ابراہیمی کے عامل تھے۔ حضرت یعقوب کے بھائی کا نام عیص یا عیصو تھا۔ آپ کی نسل میں اللہ نے بہت برکت عطا فرمائی۔ تمام یہودی اور نصرانی اسرائیلی آپ ہی کی نسل سے ہیں اور کل اسرائیلی پیغمبر بھی آپ ہی کی نسل میں ہوتے حضرت یعقوب سے بعد والے کسی پیغمبر کی نسل میں اتنے انبیاء نہیں ہوئے جتنے آپ کی نسل سے ہوئے پ ١/١٦ پ ١٣/١٤ پ ٦/٣ پ ٧/١٦ پ ١٢/١٥،١١،٧ پ ١٣/٢ پ ١٦/٦،٤ پ ١٧/٥ پ ٢٠/١٥ پ ٢٣/١٢ ۔

يَعْكُفُوْنَ: جمع مذکر غائب مضارع عُكُوْفٌ مصدر (نصر) وہ جمے بیٹھے تھے لگے بیٹھے تھے۔

(حکایت حال ماضی) پ ٩/٦ (دیکھو عاکفین اور مَعْكُوْفٌ)

يَعْلَمْ: ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجزوم عِلْمٌ سے (سمع) مثبت۔ اگر جانتا ہوگا۔ جانیگا پ ١/٦ منفی بمعنی ماضی اسے معلوم نہ تھا پ ٣٠/٢١۔ کیا اسے معلوم نہیں ہوا پ ٣٠/١١ ابھی تک نہیں چھانٹا الگ الگ نہیں کیا پ ٤/٥ پ ١/٨۔ آیات پ ١٠/٦،٨ اور پ ٤/٥ میں وصل کی وجہ سے مکسور ہے اصل میں مجزوم تھا۔

يَعْلَمَ: ۔ واحد مذکر غائب مضارع منصوب مثبت: تاکہ جان لے پ ١٢/١٢ پ ١٤/١١ پ ١٧/١٤ پ ٢٥/٥ تاکہ چھانٹ دے۔ الگ کر دے پ ٤/٥ پ ٤/٨ پ ٧/٣ پ ٢٧/١٩ پ ٢٩/١٢ منصوب منفی: تاکہ نہ جانے پ ١٤/١٥ پ ١٧/٨ پ ٢٧/٢٠ ۔

يَعْلَمُ: ۔ واحد مذکر غائب مضارع مرفوع

منفی۔ نہیں جانتا ہے ب ٣/ب ٧/ب ١١/١١ ب ١٣/١ ب ٢٠/١ ب ٢٤/١٧

ب ٢٩/١۵ ب ٣٠/٢۵ مرفوع مثبت وہ جانتا ہے ب ١/٩

ب ٢/١٠ و ١١ و ١٤ ب ٣/٢ و ١١ و ١۵ ب ۵/٦ ب ٧/١٣ و ٧ ب ١٠/١٢ و ١٦ ب ١١/١٧ ب ١٢/١

ب ١٣/٨ و ٩ و ١٣ ب ١۴/٨ و ٩ و ١٦ و ١٩ ب ١٦/١٠ و ١۵ ب ١٧/٢ و ٣ و ٨ و ١٢ و ١٦ و ١٧

ب ١٨/١٠ و ١۵ و ١٦ ب ١٩/١۵ و ١٧ ب ٢٠/٢ و ١٠ و ١٦ ب ٢١/٢ و ١٣ و ١٨

ب ٢٢/٣ و ٧ و ١٩ ب ٢۴/٧ ب ٢۵/۴ ب ٢٦/٦ و ٨ و ١۴ ب ٢٧/١٧ ب ٢٨/٢ و ١٣

ب ٢٨/١۵ ب ٢٩/١۴ ب ٣٠/١٢ ۔

یُعْلَمَ :۔ واحد مذکر غائب مضارع مجہول کہ معلوم ہو جائے ب ٢/١ ۔

یُعَلِّمَانِ :۔ تثنیہ مذکر غائب مضارع منفی تعلیم مصدر (تفعیل) وہ دونوں نہیں تعلیم دیتے تھے، نہیں سکھاتے تھے۔ ب ١/١٢ ۔

یُعَلِّمُ :۔ واحد مذکر غائب مضارع تعلیم سے۔ وہ سکھائے گا۔ ب ١٢/١١ وہ سکھاتا ہے، بتاتا ہے ب ٢/٢ ب ٣/٧ ۔

یَعْلَمَنَّ :۔ واحد مذکر غائب مضارع با نون تاکید۔ عِلْم سے۔ ضرور الگ کر دے گا چھانٹ لے گا۔ ب ٢٠/١٣ ۔

یَعْلَمُوْا :۔ جمع مذکر غائب مضارع مجزوم منفی علم سے۔ انکو نہیں معلوم ہوا انھوں نے نہیں جانا ب ١/١۴ ب ١/١٦ ب ١١/٢ ب ٢۴/٢ منصوب منفی

کر وہ نہ جانیں ب ١١/١ منصوب مثبت کہ وہ جان لیں ب ١٣/١٩ ب ١۵/١۵ ۔

یَعْلَمُوْنَ :۔ جمع مذکر غائب مضارع مرفوع منفی وہ نہیں جانتے ب ١/٢ و ٩ و ١٢ و ١٣ و ١۴

ب ٧/١٠ و ١۴ ب ٩/٦ و ١٣ و ١٨ ب ١٠/٧ و ١٨ ب ١١/١١ و ١۴ ب ١٢/١٣ و ١۵ ب ١٣/٢

ب ١۴/١١ و ١٣ و ١٦ و ٢ ب ١٧/٢ ب ٢٠/١ و ۴ و ٩ ب ٢١/٦ و ٧ و ٩ و ١٢ ب ٢٢/٩ و ١٠

ب ٢٣/٢ و ۵ و ١٦ و ١٧ ب ٢۴/٢ و ١١ ب ٢۵/١۵ و ١٨ و ١٩ ب ٢٧/۴ ب ٢٨/١٣

ب ٢٩/۴ ۔ مثبت۔ وہ جانتے ہیں ب ١/٩ ب ١/٣ ب ٢/١ و ١٣

ب ٣/۴ ب ۴/۵ ب ٧/١٨ و ١٩ ب ٨/١١ ب ١٠/٨ ب ١١/٦ ب ١٢/١٦ ب ١۴/١٢ و ١٦

ب ١٦/٨ ب ١٨/١٩ ب ١٩/٢ و ١٩ ب ٢٠/١٦ ب ٢١/۴ و ٧ ب ٢٢/٨ ب ٢٣/١ و ۵ و ١٧

ب ٢٣/١٧ ب ٢۴/١٣ و ١۵ و ١٨ ب ٢۵/١٣ و ١۴ ب ٢٧/٩ ب ٢٨/٣ ب ٢٩/٨ و ١٢ ب ٣٠/١ و ٧

آیت ب ٢٣/١٧ میں لَوْ کَانُوْا کی وجہ سے تمنائی معنی ہے کہ کاش وہ جانتے۔

یُعَلِّمُوْنَ :۔ جمع مذکر غائب مضارع تعلیم مصدر۔ وہ سکھاتے تھے ب ١/١٢ ۔

یُعَلِّمُ :۔ واحد مذکر غائب مضارع تعلیم مصدر وہ سکھاتا ہے، تعلیم دیتا ہے ب ١/١۵ ب ٣/١٣ ب ۴/٨ ب ١۴/٢٠ ب ٢٨/١١ ۔

یَعْلَمْ :۔ واحد مذکر غائب مضارع عِلْم سے مثبت جانتا ہے ب ٣/۵ ب ٧/١٣ ب ١٠/۴ جانیں گے ب ١٩/١۵ منفی نہیں جانتا ہے ب ٧/١٣ ب ١٣/١۴ ب ١۵/١۵

یَعْلَمَہٗ ۔ واحد مذکر غائب مضارع منصوب
عِلْمٌ سے۔ ہٗ ضمیر مفعول کہ اسکو جانتے ہیں۔ پ 19/1،15 ۔
(مادہ علم کی تنقیح کے لیے دیکھو نَعْلَمُ اور مُعَلَّمٌ)

یَعْلَمْہُ :۔ واحد مذکر غائب مضارع مجزوم
عِلْمٌ سے ہٗ ضمیر مفعول اسکو جانتا ہے پ 2/9 3/11
(مادہ علم کی تنقیح کے لیے دیکھو تَعَلَّمُ اور مُعَلَّمٌ)

یُعْلِنُوْنَ :۔ جمع مذکر غائب مضارع اِعْلَانٌ
مصدر (افعال) وہ ظاہر کرتے ہیں علانیہ کرتے
ہیں 1/9 11/16 14/9 20/2،10 23/4 ۔ (دیکھو
نُعْلِنُ)

یَعْمُرُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع عُمْرَانٌ
مصدر (نصر) آباد کرتے ہیں۔ 10/9 ۔

یُعَمَّرُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجہول تَعْمِیْرٌ
مصدر (تفعیل) مثبت۔ کہ اس کی عمر کی
جائے۔ اس کی عمر کی جاتا 1/11 منفی۔ نہیں عمر
بڑھائی جاتی ہے۔ 22/14 ۔

یَعْمُرُوْا ۔ جمع مذکر غائب مضارع منصوب
عُمْرَانٌ مصدر (نصر) کہ وہ آباد کریں۔ 10/9
(دیکھو مُعَمَّرٌ اور نُعَمِّرُ)

یَعْمَلُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع عَمَلٌ مصدر
(سمع) مجزوم کرے گا۔ عمل کرے گا ۔
5/13،15 16/15 17/7 28/15،18 30/24 مرفوع کرتے
ہیں 13/19 کرتا ہے 15/9،10 کام کرتا تھا 22/8 مجزوم
امر غائب چاہیے کہ وہ عمل کرے ۔ 16/3
23/6 ۔

یَعْمَلُوْنَ :۔ جمع مذکر غائب مضارع عَمَلٌ
سے۔ وہ کرتے ہیں۔ کام کرتے ہیں۔ کام کرتے
تھے۔ 1/11،19 2/1 3/3،8،14 5/13 6/3،14 7/11،13،19
8/2،3 9/2،4،6،7،12،19 10/2،8 11/4،7 12/2،7،10
10/1،12 13/2 14/6،19 15/1،13 16/1 17/2،6 18/9 19/10،13
20/12،13 21/15 22/8،10 24/1،17،18 26/2 27/14 29/2،13
(دیکھو نَعْمَلُ)

یَعْمَہُوْنَ : جمع مذکر غائب مضارع عَمَہٌ
مصدر (فتح و سمع) وہ سرگرداں پھرتے رہیں
وہ سرگرداں گمراہ پھرتے ہیں۔
عَمَہٌ سرگردانی۔ گمراہی میں حیرانی۔ عَمِہٌ اور
عَامِہٌ سرگرداں۔ حیران۔ متردد۔
عَمَہٌ، عُمُہٌ، عُمُوْہٌ، عُمُوْہَۃٌ، عُمْہَانٌ مصادر
(فتح و سمع) سرگرداں اور متحیر ہونا تَعْمِیَۃٌ
(تفعیل) ناحق سختی اور دشمنی کرنا۔ ظلم کرنا
تَعَامُہٌ (تفاعل) سرگشتہ اور حیران
ہونا۔

يَعُودُوا ۔ جمع مذکر غائب مضارع مجزوم بالشرط عَوْدٌ مصدر (نصر) اگر۔ وہ لوٹے اگر انہوں نے دوبارہ (لڑائی) کی ۹/۹ (دیکھو نَعُدْ اور نعود)

يَعُودُونَ : ۔ جمع مذکر غائب مضارع مرفوع عَوْدٌ سے (نصر) وہ لوٹ پڑیں وہ رجوع کریں ۲۸/۲،۱ (دیکھو نَعُدْ اور نَعُودُ)

يَعُوذُونَ : ۔ جمع مذکر غائب مضارع مرفوع عَوْذٌ و مَعَاذٌ (نصر) وہ پناہ چاہتے تھے ۲۹/۱۱ (دیکھو مَعَاذَ)

يَعُوقَ : ۔ اسم علم حضرت نوح کی قوم کے ایک بت کا نام ۲۹/۱۰ ۔

يَعْيَ : ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجزوم منفی بمعنی ماضی عِيٌّ مصدر (سمع) وہ عاجز نہیں ہوا۔ وہ نہیں تھکا۔ ۲۶/۴ ۔

عَيَّ عُيِيَ عَيَانٌ عاجز درماندہ۔ عِيٌّ مصدر عَيَّ اور عَيِيَ ماضی يَعْيَىٰ مضارع عاجز ہونا۔ کامیاب نہ ہونا۔ بات کرنے سے مجبور ہو جانا۔ بندش زبان ہو جانا إعْيَاءٌ (افعال) تھک جانا تھکا دینا کام دشوار ہو جانا (بواسطہ علیٰ متعدی ہونا ضروری ہے) مرض کا لاعلاج ہو جانا۔ (دیکھو عَيِينَا)

يُعِيدُ : ۔ واحد مذکر غائب مضارع مثبت إعَادَةٌ مصدر (افعال) وہ دوبارہ پیدا کرے گا لوٹائے گا ۱۱/۹،۱ ۱۵/۵ ۲۰/۱۴،۱ ۲۱/۶،۵ ۲۹/۹ ۳۰/۱۰ منفی وہ دوبارہ پیدا نہیں کریگا یا اس آیت میں باطل سے مراد کفر ہے اور مقصد یہ ہے کہ نہ ابتدائی صورت میں کفر کا کوئی فائدہ ہے نہ آخر میں یعنی کفر کا کوئی نتیجہ اور اثر باقی رہنے والا نہیں ۲۲/۱۲ (دیکھو نُعِدْ اور نُعِيدُ)

يُعِيدُوا ۔ جمع مذکر غائب مضارع مجزوم إعَادَةٌ سے۔ وہ لوٹا لیں گے۔ دوبارہ کفر میں لوٹا لیں گے ۱۵/۱۵ ۔

فَصْلُ الْغَيْنِ الْمُعْجَمَه

يُغَاثُ : ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجہول غَيْثٌ مصدر (ضرب) مینہ برسایا جائیگا۔ ۱۲/۱۶ (دیکھو غیث)

يُغَاثُوا : ۔ جمع مذکر غائب مضارع مجہول إغَاثَةٌ مصدر (افعال) انکی فریاد رسی کی جائے گی (دیکھو غیث اور يَسْتَغِيثُوا)

يُغَادِرُ : ۔ واحد مذکر غائب مضارع منفی مُغَادَرَةٌ مصدر (مفاعلة) وہ نہیں چھوڑتا ہے

یعنی بغیر اندراج کے نہیں چھوڑتا۔ ۱۵/۱۸ (دیکھو لغادِر)

یَغْتَبْ: - واحد مذکر غائب نہی اِغْتِیَابٌ مصدر (افتعال) پس پشت برا نہ کہے غیبت نہ کرے ۲۶/۱۴ (دیکھو غَائِبَۃٌ)

یَغْرُرْكَ - واحد مذکر غائب نہی غُرُوْرٌ مصدر (نصر) كَ ضمیر مفعول۔ تجھے فریب نہ دے۔ تجھے دھوکہ میں نہ ڈالے ۲/۴ (دیکھو غَرَّ)

یُغْرِقَكُمْ: - واحد مذکر غائب مضارع اِغْرَاقٌ مصدر (افعال) كُمْ ضمیر مفعول اور وہ تم کو ڈبو دے۔ ۱۵/۵ (دیکھو الغَرَقَ اور مُغْرَقُوْنَ)

یَغُرَّنَّكَ - واحد مذکر غائب نہی بانون تاکید ثقیلہ غُرُوْرٌ سے كَ ضمیر مفعول۔ تجھے فریب خوردہ نہ کر دے ۴/۱۱ (دیکھو غَرَّ)

یَغُرَّنَّكُمْ - واحد مذکر غائب نہی بانون تاکید ثقیلہ غُرُوْرٌ سے كُمْ ضمیر مفعول تم کو فریب خوردہ نہ کر دے ۲۱/۱۲ ۲۲/۱۲ (حوالہ بالا)

یَغْشٰى: - واحد مذکر غائب مضارع معروف غَشْیٌ، غَشَیَانٌ مصدر (سمع) وہ چھائی ہوئی تھی۔ وہ چھا رہی تھی ہے ۱/۵ چھا جائیگا ڈھانک لیگا ۲۵/۱۴ چھا جاتے ۳۰/۱۴ (دیکھو غَاشِیَۃٌ اور غِشَاوَۃٌ)

یُغْشٰى: - واحد مذکر غائب مضارع مجہول غَشَیَانٌ غَشْیٌ مصدر (سمع) بدہوشی طاری ہو۔ غشی چھا گئی ہو۔ غشی چھا جاتی ہے ۲۱/۱۸ (حوالہ مندرجہ بالا)

یُغْشِیْ: - واحد مذکر غائب مضارع اِغْشَاءٌ مصدر (افعال متعدی بدو مفعول) وہ ڈھانک دیتا ہے وہ پردہ ڈال دیتا ہے ۸/۱۴ ۱/۱۳ ۔

یُغَشِّیْكُمُ - واحد مذکر غائب مضارع تَغْشِیَۃٌ مصدر (تفعیل متعدی بدو مفعول) وہ تم پر چھا رہا تھا۔ تم پر ڈھانک رہا تھا ۹/۱۶ ۔

یَغْشَاهُ - واحد مذکر غائب مضارع غَشْیٌ مصدر (سمع) اس پر چھا رہی ہو۔ اس کو ڈھانک رہی ہو۔ ۱۸/۱۱ ۔

یَغْشَاهَا - واحد مذکر غائب مضارع غَشْیٌ مصدر (سمع) جب۔ اس (سورج) کو چھپا لے اس پر پردہ ڈال دے۔ ۳۰/۱۶ ۔

یَغْشَاهُمْ: - واحد مذکر غائب مضارع غَشْیٌ مصدر (سمع) ان پر چھا جائیگا ۲۱/۲ (سب کے لیے دیکھو حوالہ مندرجہ بالا)

یَغْضُضْنَ: جمع مونث غائب امر غَضٌّ مصدر (نصر) وہ عورتیں نیچی رکھیں ۱۸/۱۰ (دیکھو غضض)

يَغُضُّوا: جمع مذکر غائب امر غَضٌّ مصدر (نصر) وہ مردنیچی رکھیں۔ پ ۱۸/۱۰۔ (دیکھو غُضَّ)

يَغُضُّونَ: جمع مذکر غائب مضارع غَضٌّ مصدر (نصر) وہ نیچی رکھتے ہیں۔ پست رکھتے ہیں پ ۲۶/۱۳ (دیکھو اغضض)

يَغْفِرُ: واحد مذکر غائب مضارع مرفوع مثبت مَغْفِرَةٌ مصدر (ضرب) وہ بخشے گا۔ بخشے۔ بخش دیتا ہے پ ۳/۸ پ ۴/۴، ۵ پ ۶/۷، ۱۰ پ ۱۳/۴ پ ۲۴/۳ پ ۲۶/۱۰ منفی مرفوع وہ نہیں بخشے گا پ ۵/۴، ۱۵ منصوب مثبت۔ کہ بخش دے۔ پ ۵/۱۰ پ ۶/۳ پ ۱۳/۱۴ پ ۱۲/۱۲ پ ۱۸/۹ پ ۱۹/۹، ۷ پ ۲۶/۹ منصوب منفی مستقبل ہرگز نہیں بخشے گا پ ۱۰/۱۶ پ ۲۶/۸ پ ۲۸/۱۴ مجزوم مثبت وہ بخش دیگا معاف کر دیگا۔ پ ۳/۱۲ پ ۹/۱۸ پ ۱۰/۶ پ ۲۲/۶ پ ۲۶/۴ پ ۲۷/۲۰ پ ۲۸/۱۰، ۱۶ پ ۲۹/۹ مجزوم منفی۔ اگر اس نے نہیں معاف کیا نہیں بخشا۔ پ ۹/۸ (دیکھو غافر)

يُغْفَرُ: واحد مذکر غائب مضارع مجہول مَغْفِرَةٌ سے مرفوع بخش دیا جائیگا پ ۹/۱۱ مجزوم معاف کر دیا جائیگا پ ۹/۹ (دیکھو غافر)

يَغْفِرُوا: جمع مذکر غائب امر مَغْفِرَةٌ سے۔ وہ معاف کر دیں۔ پ ۲۵/۱۸۔ (دیکھو غافر)

يَغْفِرُونَ: جمع مذکر غائب مضارع مَغْفِرَةٌ سے۔ وہ درگذر کرتے ہیں۔ معاف کر دیتے ہیں۔ پ ۲۵/۵ (دیکھو غافر)

يَغُلَّ: واحد مذکر غائب مضارع غَلٌّ مصدر (نصر) کہ وہ مال غنیمت میں خیانت کرے۔ مال غنیمت میں خیانت کرنا پ ۴/۸ (دیکھو غَلٌّ)

يَغْلِبْ: واحد مذکر غائب مضارع مجزوم غَلَبَةٌ مصدر (ضرب) وہ غالب ہو جائے۔ قابو پا جائے۔ پ ۵/۸ (دیکھو غالب)

يَغْلِبُوا: جمع مذکر غائب مضارع مجزوم غَلَبَةٌ مصدر (ضرب) وہ غالب آجائیں گے پ ۱۰/۵۔ (دیکھو غالب)

يَغْلِبُونَ: جمع مذکر غائب مضارع معروف مرفوع۔ غَلَبَةٌ مصدر (ضرب) وہ عنقریب غالب آجائیں گے پ ۲۱/۴ (دیکھو غالب)

يُغْلَبُونَ: جمع مذکر غائب مضارع مجہول مرفوع غَلَبَةٌ مصدر (ضرب) وہ مغلوب ہوں گے۔ پ ۹/۱۸ (دیکھو غالب)

يَغْلُلْ: واحد مذکر غائب مضارع [illegible] غَلٌّ سے [illegible] گا پ ۴/۸ (دیکھو غل)

يَغْلِي: واحد مذکر غائب [illegible]

مصدر (ضرب)، وہ کھولے گا ۲۵/۱۶ (دیکھو غَلّی)

یُغْنِ : واحد مذکر غائب مضارع مجزوم اِغْنَاءٌ مصدر (افعال)، بے احتیاج بنا دیگا۔ محتاج نہ رکھے گا پ ۵/۱۶ (دیکھو الغنی اور مُغْنُوْنَ)

یُغْنُوْا : جمع مذکر غائب مضارع منصوب منفی اغناءٌ سے۔ وہ ہرگز دفع نہیں کریں گے نہ کر سکیں گے ۲۵/۱۸ (دیکھو اَلغُنیُ اور مُغْنُوْنَ)

یَغْنَوْا : جمع مذکر غائب مضارع مجزوم منفی غِنیٌ مصدر (سمع) انھوں نے قیام نہیں کیا وہ نہیں ٹھہرے پ ۹/۱ پ ۱۲/۸،۷،۶ غَنِیَ بِالْمَکَان سے ماخوذ ہے وہ مکان میں ٹھہرا۔ معنی۔ فرودگاہ (دیکھو حوالہ مندرجہ بالا)

یُغْنِهِمُ : واحد مذکر غائب مضارع مجزوم اِغْنَاءٌ سے ہِم ضمیر مفعول ان کو غنی کر دے گا مال دار کر دے گا پ ۱۸/۱۰۔

یُغْنِی : واحد مذکر غائب مضارع مرفوع مثبت اِغْنَاءٌ سے مال دار بنا دیگا پ ۱/۱ اس کو مشغول رکھے گا یعنی دوسرے کی خبر نہ لینے دیگا پ ۳۰/۵ منفی۔ کام نہ آئیگا۔ فائدہ نہیں پہنچائیگا۔ دفع نہیں کرے گا پ ۱۱/۹ پ ۱۶/۹ ، ۱۵ پ ۲۵/۱۶،۱۵ پ ۲۷/۹،۶،۴ پ ۲۹/۲۱ ، ۱۳ پ ۳۰/۱۷،۱۱ وہ دفع نہیں کر سکتی تھی۔ پ ۱۳/۲ ۔

یُغْنِیَا : تثنیہ مذکر غائب مضارع منفی بمعنی ماضی اِغْنَاءٌ سے وہ دونوں کام نہ آتے وہ دونوں دفع نہ کر سکے۔ پ ۲۸/۲۰ ۔

یُغْنِیَهُمْ : واحد مذکر غائب مضارع منصوب اغناءٌ سے۔ یہاں تک کہ۔ انکو غنی بنا دے مال دار کر دے پ ۱۸/۱۰ ۔
(دیکھو الغَنیُ اور مُغْنُوْنَ)

یَغُوْثَ : حضرت نوح کی قوم کے پانچ بتوں میں سے ایک بت کا نام۔ پ ۲۹/۱۰

یَغُوْصُوْنَ : جمع مذکر غائب مضارع غَوْصٌ مصدر (نصر)، وہ غوطے مارتے تھے کام کرتے تھے پ ۱۷/۶ (دیکھو غَوَّاص)

یُغْوِیَکُمْ : واحد مذکر غائب مضارع منصوب اِغْوَاءٌ مصدر (افعال)، کُمْ ضمیر مفعول تم کو گمراہ چھوڑ دینا کہ تم گمراہ رہو پ ۱۲/۳ (دیکھو غَاوُوْنَ)

یُغَیِّرُ : واحد مذکر غائب مضارع مرفوع تَغْیِیْرٌ مصدر (تفعیل)، وہ نہیں بدلتا ہے نعمت کو تکلیف سے، پ ۱۳/۸ (دیکھو مُغَیِّرًا)

یُغَیِّرُنَّ : جمع مذکر غائب مضارع بانون تاکید ثقیلہ۔ تَغْیِیْرٌ مصدر (تفعیل) وہ ضرور ہی بدل ڈالیں گے۔ بگاڑ دیں گے (دیکھو مُغَیِّرًا)

يُغَيِّرُوْا : - جمع مذکر غائب مضارع منصوب تَغْيِيْرٌ مصدر (تفعیل) یہاں تک کہ وہ بدل ڈالیں (بھلائی کو برائی سے) ۱۱/۲، پ ۱۳ (دیکھو مُغَيِّرًا)

يَغِيْظُ : - واحد مذکر غائب مضارع مرفوع غَيْظٌ مصدر (ضرب) وہ غضبناک بناتا ہے غصہ میں ڈالتا ہے ۱۱/۴ پ ۱۱/۹ منصوب تاکہ جلائے غضبناک بنائے پ ۲۶/۱۱ (دیکھو غَائِظُوْنَ)

فَصْلُ الْفَاءِ

يَفْتَحُ : واحد مذکر غائب مضارع مرفوع. فَتْحٌ مصدر (فَعَلَ يَفْعَلُ) وہ فیصلہ کریگا پ ۲۴/۹ مجزوم مکسور بالوصل - وہ کھولتا ہے کشائش کرتا ہے ۲۲/۱۲ (دیکھو الفاتحین)

يَفْتَدُوْا : - جمع مذکر غائب مضارع منصوب. اِفْتِدَاءٌ مصدر (افتعال) کہ وہ بدلہ میں دے کر چھوٹ جائیں پ ۶/۳ (دیکھو فِدَاءً)

يَفْتَدِيْ : - واحد مذکر غائب مضارع اِفْتِدَاءٌ مصدر (افتعال) کہ وہ بدلہ میں دیکر چھوٹ جائے پ ۲۹/۱۱ (دیکھو فِدَاءً)

يُفَتَّرُ : - واحد مذکر غائب مضارع مجہول منفی تَفْتِيْرٌ مصدر (تفعیل) کم نہیں کیا جائیگا - ہلکا نہیں کیا جائیگا پ ۲۵/۱۳ (دیکھو فَتْرَةٍ)

يَفْتَرُوْنَ : - جمع مذکر غائب مضارع اِفْتِرَاءٌ مصدر (افتعال) وہ دروغ بافی کرتے ہیں بہتان باندھتے ہیں پ ۳/۱۱ پ ۵/۴ پ ۷/۹،۴ پ ۸/۱،۳،۱۳ پ ۱۱/۸،۱۲،۱۲ پ ۱۳/۲ پ ۱۴/۲۱ پ ۲۰/۱۰،۱۳ پ ۲۶/۴ (دیکھو مُفْتَرٍ)

يَفْتُرُوْنَ : - جمع مذکر غائب مضارع منفی فُتُوْرٌ مصدر (نصر) وہ موقوف نہیں کرتے وہ سستی نہیں کرتے پ ۱۷/۲ (دیکھو فَتْرَةٍ)

يَفْتَرِيْ : - واحد مذکر غائب مضارع معروف اِفْتِرَاءٌ سے دروغ بافی کرتے ہیں بہتان تراشی کرتے ہیں پ ۱۴/۲۰ (دیکھو مُفْتَرٍ)

يُفْتَرٰى - واحد مذکر غائب مضارع مجہول اِفْتِرَاءٌ سے کہ گھڑا جائے پ ۱۱/۹ خودساختہ منسوب بخدا پ ۱۳/۹ (دیکھو مُفْتَرٍ)

يَفْتَرِيْنَهٗ : - جمع مؤنث غائب مضارع اِفْتِرَاءٌ سے ہٗ ضمیر مفعول - وہ اس کو خود گھڑ رہی ہوں پ ۲۸/۸ (دیکھو مُفْتَرٍ)

يَفْتِنَكُمْ : - واحد مذکر غائب مضارع فَتْنٌ فُتُوْنٌ مصدر (ضرب) کہ تم کو پریشانی میں ڈال دیں گے مصیبت میں مبتلا کردیں گے پ ۵/۱۲

يَفْتِنَنَّكُمْ : - واحد مذکر غائب نہی بالنون تاکید

تقیلیہ فُتُونٌ مصدر (ضرب) کہ تم کو گمراہ نہ کر دے
پ (دیکھو فَاتِنِیْنَ اور المفتون)

یَفْتِنُوْکَ: ۔ جمع مذکر غائب مضارع مثبت
منصوب فَتْنٌ سے کہ وہ تم کو بہکا دیں اغوا
کردیں ۶/۱۱ یعنی کہیں بہکا نہ دیں۔

یَفْتِنُوْنَکَ: جمع مذکر غائب مضارع مثبت
فَتْنٌ سے۔ آپکو وہ پھسلا دیں۔ بہکا دیں۔ ۱۵/۵

یُفْتَنُوْنَ: ۔ جمع مذکر غائب مضارع مجہول
مثبت فُتُنٌ سے۔ وہ مصیبت میں مبتلا کئے جاتے
ہیں ۱۱/۵ منفی۔ انکی آزمائش نہیں کی جائے گی
۲۰/۱۲ انکو دکھ دیا جائیگا۔ عذاب دیا جائے گا۔
۲۶/۱ (دیکھو فَاتِنِیْن اور المفتون)

یَفْتِنَهُمْ ۔ واحد مذکر غائب مضارع فَتْنٌ
سے۔ ہُمْ ضمیر مفعول۔ کہ انکو دکھ پہنچائیگا کو پریشانی
میں مبتلا کریگا۔ ۱۱/۱۴ (دیکھو فَاتِنِیْن)

یُفْتِیْکُمْ ۔ واحد مذکر غائب مضارع ۔ اِفْتَاءٌ
مصدر (افعال) وہ تم کو حکم دیتا ہے ۵/۱۶ ۶/۱۴
(دیکھو یَسْتَفْتُوْنَکَ)

یَفْجُرَ ۔ واحد مذکر غائب مضارع فُجُوْرٌ سے
مصدر (نصر) کہ وہ علی الاعلان گناہ کرتا رہے
کھل کر گناہ کرے ۱۲/۱ (دیکھو فَاجِرًا)

یُفَجِّرُوْنَ: ۔ جمع مذکر غائب مضارع تَفْجِیْرٌ
مصدر (تفعیل) وہ بہا کر لے جائیں گے (سر چشمہ
میں سے کاٹ کر نکال کر لیجائینگے ۲۹/۱۹ دیکھو فُجّرًا)

یَفِرُّ: ۔ واحد مذکر غائب مضارع فِرَارٌ مصدر
(ضرب) بھاگے گا ۳۰/۵ ۔
(دیکھو الفرار اور فِرَارًا)

یَفْرَحُ: ۔ واحد مذکر غائب مضارع فَرَحٌ (سمع)
خوش ہوں گے ۔ ۲۱/۴ (دیکھو فَرِحٌ)

یَفْرَحُوْا: ۔ جمع مذکر غائب مضارع مجزوم
فَرَحٌ سے۔ وہ خوش ہوتے ہیں ۴/۱۳ امر غائب
انکو خوش ہونا چاہیئے ۔ ۱۱/۱ ۔

یَفْرَحُوْنَ: ۔ جمع مذکر غائب مضارع مرفوع
فَرَحٌ سے وہ خوش ہوتے ہیں ۱۰/۷ ۱۳/۱۱
دیکھو فَرَحٌ)

یَفْرُطُ: ۔ واحد مذکر غائب۔ مضارع فُرُطٌ
مصدر (نصر) کہ وہ زیادتی کرے ۔ ۱۶/۱۱
(دیکھو فُرُطًا)

یُفَرِّطُوْنَ: ۔ جمع مذکر غائب مضارع منفی
تَفْرِیْطٌ مصدر (تفعیل) وہ کمی نہیں کرتے
ہیں ۶/۱۴ (دیکھو فُرُطًا)

یُفْرَقُ: ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجہول

فُرُوقٌ مصدر (نصر) فیصل کئے جاتے ہیں۔ پ ۲۵/۱۴

یُفَرِّقُوْا ۔ جمع مذکر غائب مضارع مجزوم منفی بمعنی ماضی تَفْرِیْقٌ مصدر (تفعیل) انھوں نے تفریق نہیں کی۔ انھوں نے الگ الگ نہیں کیا۔ کہ کسی کو سچا کہتے اور کسی کو جھوٹا) پ ۶/۱۵ منصوب مثبت۔ کہ وہ تفریق کردیں۔ پ ۶/۱۵

یَفْرَقُوْنَ :۔ جمع مذکر غائب مضارع فَرَقٌ مصدر (سمع) وہ ڈرپوک ہیں پ ۱۰/۱۳ ۔

یُفَرِّقُوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع تَفْرِیْقٌ سے وہ جدائی پیدا کرتے تھے لغض پیدا کرادیا کرتے تھے پ ۱/۱۲ ۔

(مادہ فرق کے لیے دیکھو الفارقات فرقاً)

یَفْسَحِ ۔ واحد مذکر غائب مضارع فسح مصدر (فتح) کشائش کردیگا۔ کشادہ جگہ دیگا پ ۲۸/۲ (دیکھو افسحوا)

یُفْسِدُ :۔ واحد مذکر غائب مضارع اِفْسَادٌ مصدر (افعال) مرفوع۔ وہ فساد مچائیگا۔ تباہی کریگا۔ پ ۱/۱۴ منصوب۔ کہ تباہی مچائے تخریب کرے پ ۲/۹ ۔

یُفْسِدُوْا ۔ جمع مذکر غائب مضارع منصوب اِفْسَادٌ سے۔ کہ وہ فساد پھیلائیں۔ پ ۹/۵ ۔

یُفْسِدُوْنَ :۔ جمع مذکر غائب مضارع مرفوع اِفْسَادٌ سے وہ فساد پھیلاتے ہیں۔ بگاڑ پیدا کرتے ہیں۔ تخریب کرتے ہیں پ ۱/۲ پ ۱۳/۹ پ ۱۴/۸ پ ۱۹/۱۲ و ۱۹ (دیکھو مادہ فساد کی تنقیح کے لیے اَلْفَسَادُ)

یَفْسُقُوْنَ :۔ جمع مذکر غائب مضارع فِسْقٌ مصدر (نصر) وہ نافرمانیاں کرتے تھے۔ ان کی نافرمانیاں کرنے کی وجہ سے پ ۱/۶ پ ۷/۱۱ پ ۹/۱۱ پ ۲۰/۱۶ (دیکھو فَاسِقٌ)

یَفْصِلُ :۔ واحد مذکر غائب مضارع فَصْلٌ مصدر (ضرب) وہ فیصلہ کریگا پ ۱۶/۹ پ ۲۱/۱۶ پ ۲۸/۷ (دیکھو الفاصلین)

یُفَصِّلُ :۔ واحد مذکر غائب مضارع تفصیل مصدر (تفعیل) وہ کھول کھول کر بیان کرتا ہے پ ۱۱/۹ پ ۱۳/۷ (دیکھو الفاصلین)

یَفْعَلُ :۔ واحد مذکر غائب مضارع مرفوع مثبت فِعْلٌ مصدر (فتح) وہ کرتا ہے پ ۱/۱۰ پ ۳/۱۲۱ پ ۵/۱۸ پ ۱۳/۱۶ پ ۱۶/۴ و ۹ پ ۲۱/۷ مجزوم منفی اگر وہ نہ کریگا مضارع لَمْ کی وجہ سے بمعنی ماضی ہوکر پھر شرط کی وجہ سے بمعنی مستقبل ہوگیا پ ۱۲/۱۴ مجزوم بالشرط مثبت۔ کریگا۔ پ ۲/۱۳ پ ۳/۱۱ پ ۵/۲ و ۱۴ پ ۱۹/۴ پ ۲۸/۱۴ (دیکھو فاعل)

یُفْعَلُ : - واحد مذکر غائب مضارع مجہول - فِعْلٌ سے - مرفوع - کیا جائیگا پ ٢٦/١ منصوب کہ کیا جائیگا یعنی برا معاملہ پ ٢٩/١٤ -

یَفْعَلُوْا : - جمع مذکر غائب مضارع مثبت وہ کریں گے پ ٢٤/٣ منفی بمعنی ماضی - انھوں نے نہیں کیا - پ ٣/١٠ -

یَفْعَلُوْنَ : - جمع مذکر غائب مضارع مثبت وہ کرتے ہیں پ ١١/٩،١٠ پ ١٣/١٢ پ ١٨/١٢ پ ٢٣/٤ پ ٢٨/١٩ وہ کرتے تھے پ ١/١٥ پ ٦/٨ پ ٥/٤ پ ١٩/٩ پ ٣٠/٨،١٠ وہ کر رہے ہیں پ ١٢/٣ وہ کرینگے پ ١٩/٨ منفی وہ نہیں کرتے پ ١٩/١٥ -

یَفْعَلْہُ : - واحد مذکر غائب مضارع مجزوم بالشرط ہٗ ضمیر مفعول - جو اس کو کریگا پ ٢٨/٤ -
(مادہ فعل کے لیے دیکھو فاعلٌ)

یَفْقَھُوْا - جمع مذکر غائب مضارع - فِقْہٌ مصدر (سمع) منصوب کہ وہ سمجھیں پ ٧/٩ پ ١٥/٥،٢٠ مجزوم نہ سمجھیں پ ١٩/١١ -

یَفْقَھُوْنَ : - جمع مذکر غائب مضارع مرفوع مثبت فِقْہٌ سے وہ سمجھیں پ ٥/١٣ سمجھتے ہوں - سمجھ رکھتے ہوں - سمجھیں پ ٤/١٨ وہ سمجھتے ہوتے جان لیتے پ ١/١٠ منفی - وہ سمجھنے کے پاس بھی نہیں ہیں وہ نہیں سمجھ سکتے پ ٥/٨ پ ١٦/٢ وہ نہیں سمجھتے پ ٩/١٢ پ ١١/٥ پ ٢٨/١٣ وہ بے سمجھ ہیں سمجھ نہیں رکھتے پ ١٠/٥ پ ٢٦/١٠ پ ٢٨/٥ (دیکھو تَفَقُّہٌ)

یُفْلِحُ : - واحد مذکر غائب مضارع منفی اِفْلَاحٌ مصدر (افعال) وہ کامیاب نہ ہوگا پ ٧/٩ پ ٥/٣ پ ١١/١٣،٨ پ ١٢/١٣ پ ١٦/١٢ پ ١٨/٦ پ ٣٠/١٣،٨ (دیکھو المفلحون)

یُفْلِحُوْنَ : - جمع مذکر غائب مضارع منفی اِفْلَاحٌ سے - وہ کامیاب نہیں ہوں گے پ ١١/١٢ پ ٤/٢١ (دیکھو المفلحون)

فَصْلُ الْقَافِ اَلْقَلْقَلَۃ

یُقَاتِلْ - واحد مذکر غائب امر - مُقَاتَلَۃٌ مصدر (مفاعلہ) چاہیے کہ لڑیں پ ٥/٤ -

یُقَاتِلُوْا - جمع مذکر غائب مضارع - منصوب مثبت مُقَاتَلَۃٌ سے - کہ وہ لڑیں پ ٤/٨ پ ٤/٣ پ ٩/٩ پ ٥/٢،١١ مجزوم منفی وہ نہ لڑے پ ٥/٩ پ ٢٨/٨ (دیکھو قَاتَلَ)

یُقَاتِلُوْنَ : - جمع مذکر غائب مضارع معروف قِتَالٌ سے وہ لڑتے ہیں قتال کرتے ہیں - پ ٥/٤ پ ١١/١ پ ٢٨/٩ پ ٢٩/١٣ -

یُقَاتَلُوْنَ : - جمع مذکر غائب مضارع قِتَالٌ سے - جن سے قتال کیا جاتا ہے پ ١٧/١٣

یُقَاتِلُوْنَکُمْ - جمع مذکر غائب مضارع معروف

قِتَالٌ سے کُم ضمیر مفعول مثبت وہ تم سے لڑیں
قتال کریں پ۲ وہ تم سے لڑتے رہیں گے پ۲/۱۱
وہ تم سے لڑتے ہیں پ۱۱ منفی وہ تم سے نہیں
لڑیں گے نہ لڑ سکیں گے پ۲۸/۵ (دیکھو قاتل)
یُقَالُ :- واحد مذکر غائب مضارع مجہول مثبت
قولٌ مصدر (نصر) اسکو کہا جاتا ہے پ۱۷/۵
کہا جائیگا پ۳۰ منفی نہیں کہا جاتا ہے پ۲۴/۱۹
(دیکھو قالَ)
یَقْبِضُ :- واحد مذکر غائب مضارع قَبْضٌ
مصدر (ضرب) وہ روکتا ہے تنگ کرتا ہے
پ۲/۱۶ (دیکھو قَبْضًا اور مقبوضۃ)
یَقْبِضْنَ : جمع مؤنث غائب مضارع
قَبْضٌ مصدر (ضرب) وہ سمیٹتے ہیں۔ پ۲۹/۲
یَقْبِضُونَ : جمع مذکر غائب مضارع
قَبْضٌ مصدر (ضرب) وہ کھینچتے ہیں سمیٹ
لیتے ہیں روک لیتے ہیں پ۱۰/۱۵ (دیکھو قبضًا)
یَقْبَلُ :- واحد مذکر غائب مضارع قَبُولٌ
مصدر (سمع) وہ قبول کرتا ہے پ۱۱/۲ پ۲۵/۴
(دیکھو قابِل)
یُقْبَلُ :- واحد مذکر غائب مضارع مجہول
منفی قبولٌ مصدر (سمع) مرفوع نہیں قبول

کیا جائے گا پ۱/۵ و ۱۵ منصوب مؤکد مستقبل ہرگز
نہیں قبول کیا جائیگا پ۳/۱ (دیکھو قابِل)
یَقْتَتِلَانِ : تثنیہ مذکر غائب اِقْتِتَالٌ
مصدر (افتعال) وہ دونوں لڑ رہے تھے
پ۲۰/۵ (دیکھو قاتِل)
یَقْتَرِفْ -واحد مذکر غائب مضارع
مجزوم اِقْتِرَافٌ مصدر (افتعال) کمائے گا پ۲۵/۴
(دیکھو مقترفون)
یَقْتَرِفُوْا -جمع مذکر غائب امر اِقْتِرَافٌ
مصدر (افتعال) وہ کمائیں پ۸ (دیکھو مقترفون)
یَقْتَرِفُوْنَ ، -جمع مذکر غائب مضارع
اِقْتِرَافٌ مصدر (افتعال) وہ کماتے تھے پ۸/۱
(دیکھو مقترفون)
یَقْتُرُوْا : -جمع مذکر غائب مضارع منفی قَتْرٌ
مصدر (نصر) وہ خرچ میں تنگی نہیں کرتے پ۱۹/۴
(دیکھو قَتَرٌ اور قتورا)
یَقْتُلَ -واحد مذکر غائب مضارع مجزوم قتل
کریگا پ۵ منصوب کہ وہ قتل کرے پ۵/۱۰
(دیکھو قاتل)
یُقْتَلُ -واحد مذکر غائب مضارع مجہول
مرفوع وہ مارا جائے قتل کیا جائے پ۲/۳ مجزوم

وہ مارا جائے قتل کر دیا جائے ۵/۸ (دیکھو قَاتَلَ)،

یَقْتُلْنَ: ۔ جمع مؤنث غائب مضارع منفی (نصر)، وہ قتل نہ کریں گی ۲۸/۸ ۔

یَقْتُلُوْا: ۔ جمع مذکر غائب مضارع منصوب کہ وہ قتل کر دیں ۹/۱۸ ۲۰/۵ ۔

یُقَتَّلُوْا: ۔ جمع مذکر غائب مضارع منصوب تَقْتِیْلٌ مصدر (تفعیل)، کمان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں ۶/۹ ۔

یَقْتُلُوْنَ: ۔ جمع مذکر غائب مضارع معروف قَتْلٌ سے مثبت وہ قتل کرتے تھے ۱/۲ ۳/۱۱ ۴/۳ ۶/۱۴ وہ قتل کرتے ہیں ۱۱/۳ کہ وہ قتل کر دیتے ۹/۸ منفی۔ وہ قتل نہیں کرتے ۱۹/۴ ۔

یَقْتُلُوْنِ: ۔ جمع مذکر غائب مضارع۔ معروف۔ نون وقایہ مکسورہ یاءِ متکلم محذوف اصل میں یقتلوننی تھا کہ وہ مجھے مار ڈالیں گے ۱۹/۶ ۲۰/۷

یُقْتَلُوْنَ: ۔ جمع مذکر غائب مضارع مجہول قَتْلٌ سے۔ وہ مارے جاتے ہیں قتل کئے جاتے ہیں۔ ۱۱/۳ ۔

یُقَتِّلُوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع تَقْتِیْلٌ مصدر، وہ ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے تھے ۹/۹ وہ بہت قتل کرتے تھے۔ (مادہ قتل کے لئے دیکھو قَاتَلَ)

یَقْدِرُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع مثبت مرفوع قَدْرٌ مصدر (ضرب)، وہ تنگ کرتا ہے ۱۳/۹ ۱۵/۳ ۲۰/۱۱ ۲۱/۲،۷ ۲۲/۱۰،۱۱ ۲۴/۲ ۲۵/۳ منفی مرفوع وہ قابو نہ رکھتا ہو۔ قدرت نہ رکھتا ہو ۱۴/۱۲ منفی مستقبل منصوب قابو نہ پائیگا قدرت نہ رکھے گا ۳۰/۱۵

یُقَدِّرُ: ۔ واحد مذکر غائب مضارع تَقْدِیْرٌ مصدر (تفعیل) وہ اندازہ رکھتا ہے ۲۹/۱۴ ۔

(مادہ قدرت کے لیے دیکھو القادر)

یَقْدِرُوْنَ: ۔ جمع مذکر غائب مضارع منفی قُدْرَۃٌ مصدر (ضرب) وہ قدرت نہیں رکھتے ۳/۴ ۱۳/۱۵ ۲۷/۲۰ ۔ (مادہ قدرت کیلئے دیکھو القادر)

یَقْدُمُ: ۔ واحد مذکر غائب مضارع قُدُوْمٌ مصدر (نصر) وہ پیشوائی کریگا آگے آگے ہوگا ۱۲/۹ (دیکھو قدم)

یَقْذِفُ: ۔ واحد مذکر غائب مضارع قَذْفٌ مصدر (ضرب)، وہ القا کرتا ہے ۲۲/۱۲ (دیکھو قَذَفَ)

یَقْذِفُوْنَ: ۔ جمع مذکر غائب مضارع معروف قَذْفٌ مصدر (ضرب)، وہ گمان کے تیر چلاتے ہیں ۲۲/۱۲ (دیکھو قَذَفَ)

یُقْذَفُوْنَ: ۔ جمع مذکر غائب مضارع مجہول

قذف مصدر (ضرب) ان پر (انگارے) پھینک کر مارے جاتے ہیں ۲۳/۵ (دیکھو قذف)

یَقْرَبُوْا :- جمع مذکر غائب نہی قُرْبٌ مصدر (سمع) وہ قریب نہ آئیں ۲/۱۰ (دیکھو قربا اور المقربین)

یُقَرِّبُوْا - جمع مذکر غائب مضارع تقریبٌ مصدر (تفعیل) کہ وہ قریب پہنچادیں مقرب بنادیں. ۲۳/۱۵ (دیکھو قربا اور المقربین)

یُقْرِضُ :- واحد مذکر غائب مضارع اِقْرَاضٌ مصدر (افعال) قرض دے ۲/۱۶ ۲۷/۱۸ - (دیکھو قرضا)

یَقْرَءُوْنَ :- جمع مذکر غائب مضارع قراءۃ مصدر (فتح) وہ پڑھتے ہیں ۱۱/۱۵ وہ پڑھیں گے ۱۵/۱ (دیکھو قرآنا)

یُقْسِمُ - واحد مذکر غائب مضارع اِقْسَامٌ مصدر (افعال) قسم کھائیں گے ۲۱/۹ (دیکھو قاسمہما اور قسم اور قسمنا)

یُقْسِمَانِ :- تثنیہ مذکر غائب مضارع اقسام مصدر (افعال) وہ دونوں قسم کھائیں گے (دیکھو قاسمہما اور قسم اور قسمنا)

یَقْسِمُوْنَ - جمع مذکر غائب مضارع قِسْمَۃٌ مصدر (ضرب) کیا وہ بانٹتے ہیں ۲۵/۹ (دیکھو قاسمہما اور قسم اور قسمنا)

یَقُصُّ : واحد مذکر غائب مضارع قصص مصدر (نصر) وہ بیان کرتا ہے ۲/۱۳ (دیکھو قص اور القصص)

یُقْصِرُوْنَ :- جمع مذکر غائب مضارع منفی اِقْصَارٌ مصدر (افعال) وہ باز نہیں رہتے وہ کمی نہیں کرتے ۹/۱۲ (دیکھو قاصرات)

یَقُصُّوْنَ :- جمع مذکر غائب مضارع - قَصَصٌ مصدر (نصر) وہ نقل کرتے ہیں پڑھتے ہیں ۸/۱۱، ۱۳ (دیکھو قص اور القصص)

یَقْضِ :- واحد مذکر غائب امر قضاء مصدر (ضرب) وہ (ہمارا) کام تمام کر دے ۲۵/۱۳ مضارع منفی اس نے نہیں پورا کیا - اس نے ادا نہیں کیا ۳۰/۵ (دیکھو قاض)

یَقْضُوْا :- جمع مذکر غائب امر قضاء مصدر (ضرب) انکو دور کرنا چاہیے - ۱۱/۱۱ (دیکھو قاض)

یَقْضُوْنَ - جمع مذکر غائب مضارع منفی قضاء مصدر (ضرب) وہ حکم نہیں دیتے وہ فیصلہ نہیں کرتے ۲/۷ (دیکھو قاض)

یَقْضِیْ :- واحد مذکر غائب مضارع معروف قضاء مصدر (ضرب) منصوب کر پورا کر دے - جاری کر دے ۱/۱ مرفوع - فیصلہ کر دے گا ۱۱/۱۵ ۲/۲ ۲۵ وہ حکم دیتا ہے ۲/۷ (دیکھو قاض)

یُقْضٰی :- واحد مذکر غائب مضارع مجہول مثبت منصوب قضاء سے کہ پوری کر دی جائے

۱۳ پوری کی جانے سے۔ ۱۶/۱۵ منفی مرفوع (ان کا کام تمام نہیں کیا جائیگا ۲۲/۱۹ (دیکھو قاضٍ)

یَقْطَعَ: ۔ واحد مذکر غائب مضارع منصوب قَطْعٌ مصدر (فتح) تاکہ کاٹ دے یعنی ہلاک کر دے ۴/۴ کہ کاٹ دے ۹/۱۵ امر غائب مجزوم اسکو چاہیئے کہ گلا گھونٹ لے یعنی گلے میں رسی باندھ کر لٹک جائے (صحاح) ۱۴/۹ (دیکھو قَطْعٌ اور قطع)

یَقْطَعُوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع مثبت قَطْعٌ سے وہ کاٹتے ہیں ۱/۳ ۱۲/۹ منفی۔ نہیں طے کرتے ہیں نہیں طے کریں گے ۱۱/۴ (حوالہ بالا)

یَقْطِیْنٍ ۔ اسم جنس۔ کدو کا درخت (لغوی و محلی) بغیر تنہ کی ہر بیل (سعید بن جبیر) بغیر تنہ کی ہر بیل جو سردی میں باقی نہ رہ سکے (حسن و مقاتل بن حیان) ۲۳/۹۔

بعض غیر معروف اقوال میں یقطین کی تشریح درخت انجیر اور کیلے کے درخت سے بھی کی گئی ہے (صاوی)

یَقُلْ: ۔ واحد مذکر غائب مضارع قَوْلٌ سے (نصر) اصل میں یَقُوْلُ تھا۔ کہے۔ کہے گا ۱۷/۲۔ (دیکھو قَالَ)

یُقَلِّبُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع تَقْلِیْبٌ مصدر (تفعیل) ملتا تھا ۵/۱۱ وہ لوٹ پلٹ کرتا ہے ادل بدل کرتا رہتا ہے ۴۴/۱۲ (دیکھو قلب)

یُقَلِّلُ: ۔ واحد مذکر غائب مضارع تَقْلِیْل مصدر (تفعیل) وہ کم کرکے دکھا رہا تھا۔ وہ کم محسوس کرا رہا تھا ۸/۱۔ (دیکھو قَلَّ)

یَقْنُتْ: ۔ واحد مذکر غائب مضارع قُنُوْتٌ مصدر (نصر) اطاعت کریگی۔ حکم مانے گی ۲۲/۱ (دیکھو قَانِتٌ)

یَقْنَطُ: ۔ واحد مذکر غائب مضارع قُنُوْطٌ مصدر (سمع) آس توڑتا ہے نا امید ہوتا ہے ۱۴/۴۔ قُنُوْطٌ مصدر باز رکھنا (نصر) قُنُوْطًا اور قَنَطًا اور قَنَطٌ اور قَنِطٌ نا امید ہونا (نصر، ضَرَبَ، کَرُمَ ۔ سَمِعَ، فَتَحَ، حَسِبَ) قَنِطٌ نا امید۔ تَقْنِیْطٌ (تفعیل) نا امید کرنا۔ (دیکھو القانطین)

یَقْنَطُوْنَ: ۔ جمع مذکر غائب مضارع قُنُوْطٌ سے۔ وہ نا امید ہو جاتے ہیں، آس توڑ بیٹھتے ہیں ۲۱/۳ (حوالہ بالا)

یَقُوْلُ: ۔ واحد مذکر غائب مضارع مرفوع قَوْلٌ سے (نصر) وہ کہتا ہے کہتے ہیں کہیگا کہیں گے

۱/۲،۲،۱۴ ۲/۱،۹ ۳/۱۳ ۶/۱۲ ۷/۵،۹،۱۵ ۸/۵،۱۳

پ ۱۰/۳و۱۳ پ ۱۱/۵ پ ۱۲/۴ پ ۱۳/۴و۱۰و۱۲و۱۹ پ ۱۴/۱۰ پ ۱۵/۵و۱۵و۱۹ پ ۱۶/۵و۸و۱۴
پ ۱۶/۵و۸و۱۳ پ ۱۸/۱۷ پ ۱۹/۱ پ ۲۰/۱۰و۱۳ پ ۲۱/۲و۱۷و۱۸ پ ۲۲/۱۰و۱۱ پ ۲۴/۱۰و۱۲
پ ۲۶/۳و۷و۱۰ پ ۲۷/۸و۱۸ پ ۲۹/۵و۱۷ پ ۳۰/۲و۱۳و۱۸ کہے پ ۳/۱۶
کہہ رہا تھا پ ۱۰/۱۲ کہتا تھا پ ۲۳/۶ پ ۲۹/۱۱ منصوب، کہنے لگے پ ۲/۱۰ کہ کہے پ ۲۳/۴ وہ کہے پ ۲۸/۱۲ کہ کہتا ہے پ ۲۴/۹۔ تاکہ کہیں پ ۲۹/۱۵ ۔

یَقُوْلَا : تثنیہ مذکر غائب مضارع قولٌ سے وہ دونوں کہہ دیتے تھے پ ۱/۱۲ ۔

یَقُوْلَنَّ ۔ واحد مذکر غائب مضارع بالنون تاکید۔ وہ ضرور ضرور کہے گا پ ۵/۷ پ ۱۲/۱و۲ پ ۲۱/۹ پ ۲۵/۱ ۔

یَقُوْلُنَّ :۔ جمع مذکر غائب مضارع بالنون تاکید وہ ضرور ضرور کہیں گے پ ۱۰/۱۲ پ ۱۴/۴ پ ۲۰/۱۳ پ ۲۱/۲و۱۲ پ ۲۴/۱۰ پ ۲۵/۷و۱۳ ۔

یَقُوْلُوْا ۔ جمع مذکر غائب امر۔ انکو کہنا چاہیے پ ۳/۱۲ مضارع مجزوم، وہ کہتے ہیں پ ۵/۸ پ ۱۰/۱۳ پ ۲۷/۴و۸ پ ۶/۱۲ وہ کہیں گے پ ۱۹/۱۵ منصوب مثبت۔ تاکہ وہ کہیں پ ۷/۱۲و۱۹ وہ کہنے لگیں پ ۲۰/۸ کہ وہ کہہ دیں کہ وہ کہتے ہیں پ ۲۰/۱۲ کہ کہیں گے پ ۱۲/۲ پ ۱۸/۱۳ منصوب منفی۔ کہ نہیں کہیں گے پ ۹/۱۱ ۔

یَقُوْلُوْنَ :۔ جمع مذکر غائب مضارع قول سے وہ کہتے ہیں، کہیں گے کہتے تھے پ ۱/۳و۹ پ ۳/۹و۱۰و۱۲و۱۶

پ ۴/۷و۸ پ ۵/۴و۵و۷و۸ پ ۶/۱و۱۰و۱۲و۱۳ پ ۷/۱و۱۰ پ ۹/۱۱ پ ۱۰/۱۳
پ ۱۱/۷و۹و۱۰ پ ۱۲/۲و۳ پ ۱۳/۶و۱۰و۲ پ ۱۵/۵و۱۲و۱۳و۱۵و۱۶ پ ۱۶/۱۳و۱۴
پ ۱۷/۳ پ ۱۸/۲و۳و۶و۹و۱۲ پ ۱۹/۱و۴و۱۵ پ ۲۰/۲و۱۱ پ ۲۱/۱۲و۱۷و۱۸ پ ۲۲/۵و۹
پ ۲۳/۱۱و۶و۹ پ ۲۵/۵و۶و۱۴ پ ۲۶/۱و۲و۱۰و۱۷ پ ۲۷/۴و۱۰و۱۵
پ ۲۸/۲و۴و۵و۱۳و۲۰و۲ پ ۲۹/۲و۴و۱۳ پ ۳۰/۳

یَقُوْمُ :۔ واحد مذکر غائب مضارع قیامٌ مصدر (نصر) مرفوع۔ کھڑا ہوتا ہے پ ۳/۲ کھڑے ہونگے پ ۲۴/۱۱ پ ۳۰/۲و۸ بپا ہوگا پ ۱۳/۱۸۔ منصوب۔ تاکہ قائم رہیں۔ پ ۲۷/۱۹ (دیکھو تَامَ)

یَقُوْمَانِ : تثنیہ مذکر غائب یَقُوْمُ واحد قیامٌ سے۔ وہ دونوں کھڑے ہونگے پ ۷/۲ ۔

یَقُوْمُوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع منفی قیامٌ سے۔ وہ نہیں اُٹھینگے۔ نہیں کھڑے ہو سکینگے پ ۳/۲

یُقِیْمَا : تثنیہ مذکر غائب منفی مضارع اِقَامَۃٌ مصدر (افعال) کہ وہ دونوں قائم نہ رکھ سکینگے پوری پابندی نہ کرسکیں گے۔ پ ۲/۱۲

یُقِیْمُوْا ۔ جمع مذکر غائب مضارع منصوب اَقَامَۃٌ سے۔ کہ وہ ٹھیک ٹھیک ادا کریں پ ۱۳/۱۸ پ ۲۰/۲۲ امر غائب۔ وہ ٹھیک ٹھیک ادا کریں پ ۱۳/۱۷

یُقِیْمُوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع مرفوع اقامۃ سے وہ ٹھیک ٹھیک ادا کرتے ہیں پ ۱/۱

پ ۹/۱۴ پ ۹/۱۵ پ ۱۹/۱۵ پ ۱۹/۱۶ پ ۲۱/۱۰ ۔

یَقِیْنٍ ۔ اسم ظن و تخمین کے خلاف ۔ کسی بات کو قطعی طور پر جان کر فہم میں سکون و اطمینان پیدا ہو جانا الیقین کہلاتا ہے ۔ معرفت و درایت سے یقین کا مرتبہ اونچا ہے اسی لیے ہمیشہ علم کی صفت ہوتا ہے معرفت یقین نہیں کہا جاتا ۔ علم الیقین کہا جاتا ہے (راغب) یقین ہمیشہ علم کسی کی صفت ہوتا ہے یعنی ترتیب تصورات کے بعد جو قطعی اطمینان بخش علم حاصل ہوتا ہے وہ یقین کہلاتا ہے ۔ اسی لیے اللہ کا علم یقین کے ساتھ متصف نہیں ہوتا ۔ علم الٰہی تو بعینہٖ مشاہدہ ہے تحصیلی اور کسبی نہیں ہے (بیضاوی مع بعض زیادت) باب استفعال ۔ افعال ۔ تفعل سب اس سے مستعمل ہیں اور سب کا معنی ایک ہی ہے یعنی یقینی طور پر جاننا ۔ یقین کرنا ۔ کسی چیز کو یقینی پانا یقین اس چیز کو بھی کہتے ہیں جو واجب الیقین ہو جس کا ہونا یقینی ہو ۔ اسی لیے عربی میں یقین بمعنی موت بھی مستعمل ہے ۔ پ ۱۴/۶ پ ۱۹/۱۷ پ ۲۶/۱۹ پ ۲۹/۶ پ ۳۰/۲۸ ۔

یَقِیْنًا : یعنی حضرت عیسیٰؑ کا قتل یقینی نہیں ہوا جو مدعی قتل ہیں جھوٹے ہیں ۔ یا یہ مطلب کہ یہودیوں کو قتل عیسیٰؑ کا خود یقین نہیں ہے قاتلوں کو یقینی طور پر معلوم نہ تھا کہ ہم نے کس کو قتل کیا عیسیٰ کو یا شبیہ عیسیٰ کو پ ۶/۲ اول معنی قوی ہے ۔

اَلْیَقِیْنُ ۔ موت ۔ باجماع جمہور مفسرین پ ۱۴/۶ پ ۲۹/۱۶ (دیکھو مُسْتَیْقِنِیْنَ)

فصل الکاف المہملہ

یَکُ : ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجزوم کَوْنٌ مصدر ۔ فعل ناقص منفی بمعنی ماضی ۔ نہیں تھا پ ۱۴/۲۲ پ ۱۶/۸ پ ۲۴/۱۴ پ ۲۹/۱۸ بمعنی فعل استمراری نہیں ہے نہیں تھا ۔ نہیں ہوگا پ ۱۰/۳ مثبت ۔ ہوگا پ ۱۰/۱۲ پ ۲۴/۹ (دیکھو کَانَ)

یَکَادُ : ۔ واحد مذکر غائب مضارع ۔ کَوْدٌ مصدر (سمع و نصر) مثبت ۔ قریب ہے پ ۱/۲ پ ۱۸/۱۱،۱۲ پ ۲۹/۴ منفی ۔ قریب نہ تھا پ ۱۳/۱۵ پ ۲۵/۱۱ کَادَ یَکَادُ اگرچہ افعال تامہ ہیں لیکن استعمال میں ان کے بعد کوئی دوسرا فعل ضرور ہوتا ہے جس کے واقع ہونے کے قرب کو کَادَ سے ظاہر کیا جاتا ہے مثلاً کَادَ اَنْ یَّقُوْمَ قریب تھا کہ وہ کھڑا ہو جائے (دیکھو کَادَ)

یَکَادُوْنَ : ۔ جمع مذکر غائب مضارع یَکَادُ واحد مثبت وہ قریب ہیں پ ۱۷/۱۶ منفی

وہ قریب بھی نہیں ۵/۲ پ ۱۶/۲ (دیکھو کَادَ)

یَکْبِتَھُمْ :۔ واحد مذکر غائب مضارع منصوب کَبْتٌ مصدر (ضرب)، یا وہ انکو ذلیل کرے ۳/۱۲۷ (دیکھو کَبَتَ)

یَکْبُرُ :۔ واحد مذکر غائب مضارع کُبْرًا اور کِبَرٌ مصدر (کرم)، وہ بڑا ہو یعنی اس کا زندہ ہونا دشوار ہو ۱۵/۵۱ (دیکھو کُبْرًا اور کُبَّارًا)

یَکْبَرُوْا ۔ جمع مذکر غائب مضارع کِبَرٌ مصدر (سمع) کہ وہ بڑی عمر کے ہو جائیں گے۔ بالغ ہو جائیں گے ۴/۶ ۔ (دیکھو حوالہ مذکورہ)

یَکْتُبْ :۔ واحد مذکر غائب ۔ کِتَابَۃٌ مصدر (نصر) امر غائب ہے چاہیئے کہ لکھے ۲/۲۸۲ مضارع منصوب کہ وہ لکھے ۲/۲۸۲ مضارع مرفوع ۔ وہ لکھتا ہے یعنی لکھ دینے کا حکم دیتا ہے (لغوی) ۵/۴۵ (دیکھو کَاتِبٌ)

یَکْتُبُوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع کِتَابَۃٌ سے وہ لکھتے ہیں ۲/۷۹ ۱۱/۸ ۲۵/۱۲ ۲۷/۴ ۲۹/۴ (دیکھو کَاتَبَ)

یَکْتُمُ :۔ واحد مذکر غائب مضارع مرفوع کَتْمٌ مصدر (نصر) وہ پوشیدہ رکھتا تھا ۲/۳۴ (دیکھو کَتَمَ اور تَکْتُمُ)

یَکْتُمْنَ :۔ جمع مؤنث غائب مضارع منصوب کَتْمٌ مصدر (نصر) کہ وہ عورتیں چھپائے رکھیں ۲/۱۲ (دیکھو کَتَمَ اور تَکْتُمُ)

یَکْتُمُوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع کَتْمٌ مصدر (نصر) مثبت ۔ وہ چھپاتے ہیں ۔ چھپا لیتے ہیں ۲/۱۵۹، ۱۷۴، ۱۴۶ ۴/۳۷ ۵/۶۱ ۶/۱۱ منفی نہیں چھپا سکتے نہ چھپا سکیں گے ۵/۲ ۔

یَکْتُمْهَا :۔ واحد مذکر غائب مضارع مجزوم کَتْمٌ سے ۔ ھا ضمیر مفعول ۔ اسکو (یعنی شہادت کو) چھپائیگا ۔ ۳/۲ (دیکھو کَتَمَ)

یَکَدْ :۔ واحد مذکر غائب مضارع منفی کَوْدٌ مصدر (سمع وفضل) اصل میں یکاد مستعار دیکھنے کے، قریب بھی نہیں ہوتا ۔ ۱۸/۱۱ ۔ (دیکھو کَادَ)

یُکَذِّبُ :۔ واحد مذکر غائب مضارع تَکْذِیْبٌ مصدر (تفعیل)، وہ جھٹلاتا ہے جھوٹا جانتا ہے، غلط قرار دیتا ہے ۔ ۲۰/۳ ۲۷/۱۲ ۲۹/۴ ۳۰/۸، ۲، ۲، ۲ ۔ (دیکھو کَاذِبٌ)

یُکَذِّبُوْا ۔ جمع مذکر غائب مضارع مجزوم تَکْذِیْبٌ سے ۔ وہ جھٹلاتے ہیں جھوٹا قرار دیتے ہیں ۱۷/۱۳ ۲۲/۱۵، ۱۳ ۔

یُکَذِّبُوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع مرفوع مثبت تَکْذِیْبٌ سے ۔ وہ جھٹلاتے ہیں جھوٹا قرار دیتے ہیں ۳۰/۹، ۸ منفی وہ تجھے جھوٹا

نہیں قرار دیتے۔ پ ۱۰ ۔

یُکَذِّبُوْنِ ۔ جمع مذکر غائب مضارع منصوب
تکذیبٌ سے نون وقایہ۔ یاء متکلم محذوف
کہ وہ مجھے جھوٹا قرار دیں گے مجھے جھوٹا کہیں گے۔
پ ۱۹/۶ پ ۲۰/۷ ۔

یَکْذِبُوْنَ : ۔ جمع مذکر غائب مضارع کِذْبٌ
مصدر (ضرب) وہ جھوٹ بولتے تھے جھوٹ کہتے
تھے پ ۱/۲ پ ۱/۱۲ (دیکھو کاذِبٌ)

یَکْرَهُوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع کُرْهٌ
مصدر (سمع) وہ ناپسند کرتے ہیں برا سمجھتے ہیں
پ ۱۴/۱۴ (دیکھو کُرِهَ اور کَرِهَ)

یُکْرِهْهُنَّ ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجزوم
اِکراہٌ مصدر (افعال)، هُنَّ ضمیر مفعول جو
انکو مجبور کریگا پ ۱۸/۱۰ (حوالہ مذکورہ)

یَکْسِبْ ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجزوم
کَسْبٌ مصدر (ضرب)۔ جو کمائیگا۔ کریگا
مرفوع وہ کمائے گا پ ۵/۱۳ (دیکھو کَسَبَ)

یَکْسِبُوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع۔
مرفوع کَسْبٌ مصدر (ضرب) وہ کمائی کرتے
ہیں پ ۱/۹ پ ۸/۱،۲ پ ۹/۱۲ پ ۱۰/۱۶ پ ۱۱/۱،۶ پ ۱۴/۶ پ ۲۳/۳
پ ۲۴/۲،۱۴،۱۹ پ ۲۵/۱۸ پ ۳۰/۸ (دیکھو کَسَبَ)

یَکْشِفُ : ۔ واحد مذکر غائب مضارع کَشْفٌ
مصدر (ضرب) وہ دور کرتا ہے۔ دور کردے
پ ۷/۱ پ ۲۰/۱ (دیکھو کَشَفَ)

یُکْشَفُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجہول۔
کَشْفٌ مصدر (ضرب) پردہ ہٹا دیا جائیگا کھول
دیا جائیگا سخت شدت ہوگی پ ۲۹/۴ (حوالہ مذکورہ)

یَکْفِ ۔ واحد مذکر غائب مضارع منفی مجزوم
کفایۃ مصدر (ضرب)، اصل میں یکفی تھا۔ کیا
کافی نہیں ہے پ ۲۵/۱ (دیکھو کافٍ)

یَکُفَّ : ۔ واحد مذکر غائب مضارع منصوب
کَفٌّ مصدر (نصر) کہ وہ روک دے گا پ ۵/۸
(دیکھو کَفَّ)

یَکْفُرُ : ۔ واحد مذکر غائب مضارع مرفوع
منفی کُفْرٌ مصدر (نصر) نہیں انکار کرتے ہیں پ ۱/۱۲
مثبت۔ انکار کرتا ہے پ ۲۰/۱۵ انکار کریگا پ ۲۵/۹ مجزوم
انکار کرے۔ انکار کرتا ہے انکار کریگا پ ۱/۱۴ پ ۳/۲،۱۰
پ ۵/۱۴ پ ۶/۵ پ ۷/۵،۱۲ پ ۱۲/۲ امر غائب۔ وہ انکار کرے
پ ۱۵/۱۶ ۔

یُکْفَرُ : ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجہول کُفْرٌ
سے۔ انکار کیا جا رہا ہے پ ۵/۱۷ ۔

یُکَفِّرُ : ۔ واحد مذکر غائب مضارع منصوب

تکفیرٌ مصدر تفعیل، وہ دور کردے ساقط کردے
۲۴/۱، ۲۶/۹، ۲۸/۲۰ مرفوع دور کردیگا ۳/۵ مجزوم
وہ دور کردیگا۔ زائل کردیگا ۹/۱۸، ۱۵، ۲۸/۱۷ ۔

یَکْفُرُوْا ۔ جمع مذکر غائب مضارع کفرٌ سے
منصوب ۔ کہ وہ انکار کرتے ہیں ۱/۱۱ کہ وہ انکار
کردیں اعتقاد نہ رکھیں ۵/۹ ۔ مضارع منصوب
کُفْرَانٌ سے تاکہ وہ ناشکری کریں ۱۴/۱۳، ۲۱/۳، ۷
مضارع مجزوم بمعنی ماضی۔ کُفْرٌ سے۔ کیا۔ انھوں
نے انکار نہیں کیا ۲۰/۸ ۔

یُکْفَرُوْا :۔ جمع مذکر غائب مضارع مجہول۔
کُفْرَانٌ مصدر (نصر) ناقدری نہیں کیجائیگی
انکو محروم نہیں کیا جائیگا ۴/۲ ۔

یَکْفُرُوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع وہ
انکار کرتے ہیں وہ نہیں مانتے ۱/۲، ۷، ۱۱، ۳/۱۱، ۳/۳
۶/۱، ۷/۱۴، ۱۱/۲، ۷، ۱۲، ۱۳/۱۰، ۱۴/۱۲، ۱۶/۸، ۲۱/۳، ۸، ۲۲/۱۴
(مادہ کفر کی تنقیح کے لیے دیکھو کافر)

یَکْفُلُ :۔ واحد مذکر غائب مضارع کِفَالَۃٌ مصدر
(نصر) وہ پرورش کریگا۔ پرورش کا ذمہ
لے گا۔ ۳/۱۲، ۱۶/۱۱ (دیکھو کفل)

یَکْفُلُوْنَہٗ :۔ جمع مذکر غائب مضارع کِفَالَۃٌ
مصدر (نصر) وہ اس کی پرورش کریں گے ذمہ لیں گے۔
۳۰/۴ (دیکھو کفل)

یَکُفُّوْا :۔ جمع مذکر غائب مضارع مجزوم منفی کَفٌّ
مصدر (نصر) انھوں نے نہیں روکا ۵/۹ (دیکھو
کَفَّ)

یَکُفُّوْنَ :۔ جمع مذکر غائب مضارع منفی
کَفٌّ سے۔ وہ نہیں روکیں گے۔ نہیں دفع کر
سکیں گے۔ ۱۷/۴ (دیکھو کَفَّ)

یَکْفِہِمْ ۔ واحد مذکر غائب مضارع منفی بمعنی
ماضی کِفَایَۃٌ سے۔ کیا۔ ان کے لیے کافی نہ ہوا
۲۱/۱ (دیکھو کافٍ)

یَکْفِیَکُمْ ۔ واحد مذکر غائب مضارع منصوب
منفی مستقبل کِفَایَۃٌ سے۔ کیا۔ تمہارے لیے کافی
نہ ہوگا ۴/۴ (دیکھو کافٍ)

یَکْفِیْکَہُمُ :۔ واحد مذکر غائب مضارع مرفوع
مثبت۔ کَ مفعول اول ھُمْ مفعول دوئم۔
تمہارے بدلے ان سے اللہ بس ہے۔ تمہاری طرف
سے ان سے (اللہ) نمٹ لیگا ۱/۱۶ (دیکھو کافٍ)

یُکَلِّفُ :۔ واحد مذکر غائب مضارع منفی
تکلیفٌ مصدر (تفعیل) تکلیف نہیں دیتا
مامور نہیں کرتا ۳/۸، ۲۸/۱۷ (دیکھو تکلیف)

یُکَلِّمُ :۔ واحد مذکر غائب مضارع مثبت تکلیمٌ

مصدر (تفعیل) وہ باتیں کریگا پ ۳/۴ (دیکھو کَلَّمَ اور کَلَامٌ)

يُكَلِّمُنَا ۔ واحد مذکر غائب مضارع منفی تَكْلِيمٌ مصدر (تفعیل) وہ کیوں ہم سے کلام نہیں کرتا پ ۱/۱۴ ۔ دیکھو کَلَّمَ اور کَلَامٌ)

يُكَلِّمَهُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع مثبت منصوب تَكْلِيمٌ مصدر (تفعیل) کہ اس سے کلام کرے ۔ پ ۲۵/۴ ۔ دیکھو کَلَّمَ اور کَلَامٌ)

يُكَلِّمُهُمْ ۔ واحد مذکر غائب مضارع منفی مرفوع تَكْلِيمٌ مصدر (تفعیل) ان سے بات نہیں کریگا پ ۲/۵ پ ۳/۱۶ وہ ان سے بات نہیں کرتا بات نہیں کر سکتا ۔ پ ۹/۸ (دیکھو کَلَّمَ اور کَلَامٌ)

يَكْلَؤُكُمْ ۔ واحد مذکر غائب مضارع كَلَاءَةٌ مصدر (فتح و سمع) تمہاری حفاظت کریگا پ ۱۷/۴

كَلَأٌ، كِلَاءٌ، كَلَاءَةٌ مصادر (فتح) حفاظت کرنا۔ كَلَأَ نَظَرَهُ بار بار دیکھنا۔ كَلَأَ عُمُرُهُ اس کی عمر آخر ہوگئی۔ كَلَأَ الدَّيْنُ قرض رک گیا ادائیگی میں تاخیر ہوگئی۔ كَلَأَتِ الْاَرْضُ زمین سرسبز ہوگئی۔ كَلَاءَةٌ مصدر حفاظت کرنا (سمع)، كَلَأٌ مصدر گھاس چرنا (سمع)، كَلَأٌ مصدر زمین میں چارہ گھاس ہو جانا (سمع)

اَكْلَأَ الْعُمُرُ آخر عمر۔ دراز عمر۔ كَالِئٌ جو نقد نہ ہو ادھار ہو

يَكُنْ ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجزوم فعل ناقص كَوْنٌ سے (نصر) مثبت ہو پ ۵/۲، ۱۶ پ ۵/۴ پ ۱۵/۱۲ ہوگا پ ۵/۸ ہوں پ ۱/۵ منفی نہ ہو پ ۲/۸ پ ۱۳/۱۳ پ ۶/۴ نہیں ہے پ ۶/۳ پ ۱۵/۱۲ پ ۱۸/۱۶ پ ۱۹/۱۵ پ ۳۰/۲۷ نہ تھا پ ۹/۹ پ ۱۶/۴ پ ۲۹/۱۹ نہ تھے پ ۳۰/۲۳ نہ ہوں پ ۱۸/۸ نہ ہوں گے پ ۲۱/۵ نہیں غائب نہ ہو پ ۸/۸ نہ رہے پ ۱۱/۱۳ ۔

يَكُنَّ ۔ جمع مؤنث غائب مضارع كَوْنٌ سے کہ وہ عورتیں ہوں گی پ ۲۶/۱۴ (دیکھو كَانَ)

يَكْنِزُوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع كَنْزٌ مصدر (ضرب) وہ جمع کر کے رکھ چھوڑتے ہیں پ ۱۰/۱۱ (دیکھو كَنَزُوا)

يُكَوِّرُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع تَكْوِيرٌ مصدر، وہ لپیٹتا ہے پ ۲۳/۱۵ (دیکھو كُوِّرَتْ)

يَكُوْنُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع كَوْنٌ سے مثبت مرفوع ہے ہوتا ہے ہوجاتا ہے ہوگا ہو جائیگا پ ۱/۴ پ ۲/۱۲، ۱۶ پ ۳/۱۲، ۱۳ پ ۵/۱۳ پ ۶/۲ پ ۷/۱۵، ۱۹ پ ۱۰/۸ پ ۱۴/۱۱ پ ۱۶/۵، ۴ پ ۱۹/۴ پ ۲۳/۴ پ ۲۴/۱۲ پ ۲۷/۱۹، ۱۷ پ ۲۹/۱۴ پ ۳۰/۲۲ ہوگیا پ ۳/۱۴، ۱۷ مثبت منصوب ہو جائے پ ۲/۱، ۸ پ ۹/۱۹ پ ۱۵/۱۰ تاکہ ہوجائے پ ۱۸/۱۲ پ ۲۰/۴ کہ ہو پ ۶/۴ پ ۶/۵ پ ۹/۱۲ پ ۱۰/۵ پ ۱۳/۲ پ ۱۴/۵ پ ۲۰/۲، ۱۰ پ ۲۲/۲ پ ۲۵/۹ ۔ منفی

مرفوع سزاوار نہیں ہے ۶/۴ ، ۸/۹ ، ۹/۱ ، ۱۱/۲ ، ۱۹/۸ ، ۲۸/۲ منفی منصوب تاکہ نہ ہو ۲/۲ ، ۶/۳ ، ۲۳/۳ ، ۲۸/۴ -

يَكُونَا : تثنیہ مذکر غائب مضارع کَوْنٌ سے فعل ناقص مجزوم۔ اگر وہ دونوں ۳/۲ منصوب تاکہ وہ دونوں ہو جائیں ۲۴/۱۸ -

يَكُونًا : واحد مذکر غائب مضارع بالنون تاکید خفیفہ ملفوظ غیر مرسوم وہ یقیناً ہوگا ۱۳/۱۲ -

يَكُونَنَّ : جمع مذکر غائب مضارع بالنون تاکید ثقیلہ فعل ناقص۔ وہ ضرور ہی ہو جائیں گے ۲۲/۱۷

يَكُونُوا - جمع مذکر غائب مضارع منصوب مثبت کہ وہ ہو جائیں ۹/۸ ، ۱۰/۱۷ ، ۱۰/۱۸ ، ۲۶/۱۲ یہاں تک کہ وہ ہو جائیں ۴/۱۵ تاکہ وہ ہو جائیں ۱۶/۸ ، ۲۲/۱۳ منصوب منفی کہ وہ نہ ہوں ۱۹/۲۵ مجزوم مثبت وہ ہو جائیں ۲۸/۲ وہ ہوں گے ۱۸/۱۰ مجزوم منفی۔ وہ نہیں ہیں ۱۲/۲ وہ نہیں تھے ۲۴/۲ وہ نہیں ہوں گے ۲۰/۴ جمع امر غائب وہ ہو جائیں وہ رہیں ۵/۱۲ جمع نہی غائب وہ نہ ہو جائیں ۲۷/۱۸ -

يَكُونُونَ - جمع مذکر غائب مضارع مرفوع کَوْنٌ سے۔ وہ ہوں گے ۱۶/۸ ، ۲۹/۱۱ -

يَكِيدُوا - جمع مذکر غائب مضارع بمعنی مستقبل کَیْدٌ مصدر (ضرب) وہ خفیہ تدبیر کریں گے ۱۳/۱۱ (دیکھو کَیْدًا)

يَكِيدُونَ - جمع مذکر غائب مضارع بمعنی حال کَیْدٌ مصدر (ضرب) وہ خفیہ تدبیریں کرتے ہیں ۳۰/۱۱ (دیکھو کَیْدًا)

فَصْلُ اللَّامِ

يُلَاقُوا - جمع مذکر غائب مضارع منصوب مُلَاقَاةٌ مصدر (مفاعلة) وہ پالیں۔ وہ مل جائیں ۲۵/۱۲ ، ۲۷/۴ ، ۲۹/۸ (دیکھو لَاقِيَہ)

يَلْبَثُوا : جمع مذکر غائب مضارع مجزوم منفی لُبْثٌ مصدر (سمع) وہ نہیں ٹھہرے۔ نہیں رہے ۱۱/۱ ، ۲۶/۴ ، ۳۰/۴ (دیکھو اللَّابِثِينَ)

يَلْبَثُونَ - جمع مذکر غائب مضارع مرفوع منفی لُبْثٌ مصدر (سمع) وہ ٹھہریں گے نہیں رہیں گے ۱۵/۸ (دیکھو اللَّابِثِينَ)

يَلْبِسَكُمْ : واحد مذکر غائب مضارع لَبْسٌ مصدر (ضرب) کُمْ ضمیر مفعول۔ وہ تم کو ملا دے یعنی باہم دست بگریباں کر دے ۷/۱۴ -

يَلْبِسُوا - جمع مذکر غائب مضارع نفی مجزوم لَبْسٌ مصدر (ضرب) انھوں نے نہیں ملایا مخلوط نہیں کیا ۱۵/۷ مثبت منصوب تاکہ وہ خلط ملط (گڈمڈ) کر دیں ۸/۳ -

يَلْبِسُونَ - جمع مذکر غائب مضارع مرفوع

لَبْسٌ سے (ضرب) وہ اشتباہ کرتے ہیں ۲/۴ -
(دیکھو لِبَاسٌ) -

یَلْبِسُوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع ۔ مرفوع
لُبْسٌ مصدر (سمع) وہ پہنیں گے ۱۵/۱۶ ۲۵/۱۶ -
(دیکھو لِبَاسٌ) -

یَلْتَفِتْ ۔ واحد مذکر غائب نہی اِلْتِفَاتٌ
مصدر (افتعال) لَفْتٌ مادہ (مجرد از ضرب)
پھر کر مڑ کر نہ دیکھے ۱۲/۷ ۱۴/۱۵ (دیکھو تَلْفِتَنَا)

یَلْتَقِطْہُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع ۔
اِلْتِقَاطٌ مصدر (افتعال) ہٗ ضمیر مفعول اسکو
نکال لے جائیگا ۔ ۱۲/۱۲ -
لَقْطٌ مصدر (نصر) زمین پر پڑی ہوئی چیز
کو اٹھا لینا لِمُلَاقَطَۃٌ (مفاعلہ) رُوْدَرُوْ ہونا ۔
اِلْتِقَاطٌ (افتعال) بغیر تلاش کسی چیز پر مطلع
ہو جانا ۔ زمین سے پڑی ہوئی چیز اٹھا لینا عیب
جوئی کرنا کسی چیز پر ناگہاں پہنچ جانا ۔ پرندہ کا
چونچ سے دانہ اٹھانا ۔

یَلْتَقِیَانِ ۔ تثنیہ مذکر غائب مضارع
اِلْتِقَاءٌ مصدر (افتعال) وہ دونوں ملے ہوئے
ہیں ۔ (دیکھو لَاقِیْہِ ۔ مُلَاقِیْہِ)

یَلِتْکُمْ ۔ واحد مذکر غائب مضارع منفی اَلْتٌ
مصدر (ضرب) وہ تم کو کم نہ دیگا ۔ تمہارے حق
میں کمی نہ کریگا ۔ ۲۶/۱۴ (دیکھو اَلَتْنَا) -

یَلِجُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع ۔ وُلُوْجٌ مصدر
(ضرب) منصوب ۔ داخل ہو جائے ۳/۱۲ مرفوع داخل
ہوتا ہے ۲۲/۷ ۲۷/۲ (دیکھو تُوْلِجُ)

یُلْحِدُوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع اِلْحَادٌ
مصدر (افعال) وہ غلط نسبت کرتے ہیں ۱۴/۲۰ ۔
وہ گمراہی کرتے ہیں ۹/۱۹ ۲۲/۱۲ (دیکھو مُلْتَحَدًا)

یَلْحَقُوْا ۔ جمع مذکر غائب مضارع منفی مجزوم
بمعنی ماضی لُحُوْقٌ مصدر (سمع) وہ نہیں پہنچے
۴/۸ ۲۸/۱۱ (دیکھو اَلْحَقْنَا)

یَلِدْ ۔ واحد مذکر غائب مضارع منفی ۔
وِلَادَۃٌ مصدر (ضرب) وہ والد نہیں ہے ۔ وہ
باپ نہیں ہے ۱/۳ (دیکھو مولود)

یَلِدُوْا ۔ جمع مذکر غائب مضارع منفی مستقبل
وِلَادَۃٌ سے ۔ وہ نہیں پیدا کریں گے نہیں جنیں گے
۲۹/۱۰ ۔ (دیکھو مَوْلُوْدٌ)

یَلْعَبْ ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجزوم
لَعِبٌ مصدر (سمع) وہ کھیلے ۱۲/۱۲ ۔

یَلْعَبُوْا ۔ جمع مذکر غائب مضارع مجزوم
لَعِبٌ مصدر (سمع) وہ کھیلتے رہیں کھیل ہیں

پڑھتے رہیں ۲۵/۱۲ ۲۹/۸ -

یَلْعَبُوْنَ - جمع مذکر غائب مضارع مرفوع لَعِبٌ مصدر (سمع) وہ استہزاء کرتے ہیں ۱۴/۱ ۲۵/۱۴ کھیلتے ہیں ۷/۱۱ ۹/۲ ۲۷/۳ (دیکھو لَاعِبِیْنَ اور لَعِبٌ)

یَلْعَنُ - واحد مذکر غائب مضارع مرفوع۔ لَعْنٌ (فتح) لعنت کریگا ۲۰/۱۵ لعنت کرتا ہے ۱/۲ - مجزوم مکسور بالوصل۔ لعنت کرتا ہے ۵/۵ (دیکھو اللّٰعِنُوْنَ)

یَلْفِظُ - واحد مذکر غائب مضارع منفی لَفْظٌ مصدر (ضرب) وہ منہ سے نہیں نکالتا ہے ۲۶/۱۶ لَفَظٌ بات۔ لَفَاظَۃٌ منہ سے نکلی ہوئی بات منہ سے پھینکے ہوئے ریزے۔ لَفْظٌ مصدر متعدی بنفسہ اور بواسطہ باء، پھینک دینا کوئی چیز منہ سے باہر پھینکنا۔ لَفَظَ زَیْدٌ زید مر گیا۔ لَفَظَ بِالْکَلَامِ منہ سے بات نکالی۔ جَاءَ وَقَدْ لَفَظَ لِجَامَہٗ وہ اپنی لگام پھینکتا ہوا آیا یعنی پیاس تھکان اور بدحالی کے ساتھ آیا۔ تَلَفُّظٌ بات کہنا۔

یَلْقَ - واحد مذکر غائب مضارع مجزوم، اصل میں یَلْقٰی تھا۔ لُقِیٌّ مصدر (سمع) وہ پائیگا ۱۹/۴ (دیکھو لَاقِیْہِ اور مُلَاقِیْہِ)

یُلْقُوْا - جمع مذکر غائب مضارع مجزوم منفی اِلْقَاءٌ مصدر (افعال) وہ نہ پیش کریں ۵/۹ - (دیکھو لَاقِیْہِ اور مُلَاقِیْہِ)

یَلْقَوْنَ: - جمع مذکر غائب مضارع (سمع) وہ پائیں گے ۱۲/۶ وہ اس کی پیشی میں جائیں گے ۱۰/۱۶ وہ اس سے ملاقات کریں گے۔ ۲۲/۴

یُلْقُوْنَ: - جمع مذکر غائب مضارع اِلْقَاءٌ مصدر (افعال) وہ ڈال رہے تھے ۳/۱۳ ۱۹/۱۵ -

یُلَقَّوْنَ - جمع مذکر غائب مضارع تَلْقِیَۃٌ مصدر (تفعیل) انکا استقبال کیا جائیگا۔ انکو پیش کیا جائیگا ۱۹/۴ -

یُلْقِہٖ: - واحد مذکر غائب امر اِلْقَاءٌ سے ہ ضمیر مفعول اسکو پھینک دے۔ ۱۶/۱۱

یُلْقِی: - واحد مذکر غائب مضارع معروف اِلْقَاءٌ سے ڈالتا ہے۔ الہام کرتا ہے ۱۶/۱۴ ۲۴/۴

یُلْقٰی - واحد مذکر غائب مضارع مجہول اِلْقَاءٌ ڈالا جائے ۱۸/۱۶ ڈالی جائیگی القاء کی جائیگی ۲۰/۱۲ - وہ ڈالا جائیگا ۲۳/۱۹ -

یَلْقَاہُ - واحد مذکر غائب مضارع معروف لُقِیٌّ مصدر (سمع) وہ اسکو پائیگا۔ ۱۵/۲ -

یُلَقّٰہَا - واحد مذکر غائب مضارع مجہول منفی تَلْقِیَۃٌ مصدر (تفعیل) وہ نہیں عطا کی جائیگی

پ ۲۰/۱۱ وہ نہیں دی جاتی ہے پ ۲۴/۱۹ (مادہ لقی کے لیے
(دیکھو لاقیہ اور تُلاقیہ) -

یَلْمِزُ - واحد مذکر غائب مضارع معروف لَمْزٌ
مصدر (ضرب) وہ طعن کرتا ہے / عیب لگاتا ہے
پ ۱۰/۳ - (دیکھو لُمَزَۃٍ)

یَلْمِزُوْنَ - جمع مذکر غائب مضارع لَمْزٌ
مصدر (ضرب) وہ طعن کرتے ہیں عیب نکالتے
ہیں پ ۱۰/۱۲ - (دیکھو لُمَزَۃٍ)

یَلْوُوْنَ - جمع مذکر غائب مضارع لَیٌّ
مصدر (نصر) وہ گھماتے ہیں۔ پھراتے ہیں۔
پ ۳/۱۶ (دیکھو لَیًّا)

یَلُوْنَکُمْ - جمع مذکر غائب - وَلْیٌ مصدر
(نصر) کُمْ ضمیر مفعول - وہ جو تم سے قریب ہیں
پ ۱۱/۵ (دیکھو مَوَالِیکُمْ)

یَلْهَثْ - واحد مذکر غائب مضارع مجزوم
لَهَثٌ مصدر (فتح) وہ زبان باہر نکال دیتا ہے
پ ۹/۱۲ لہث اور لُہاث کتے وغیرہ کا پیاس اور
عاجزی سے زبان باہر نکال دینا (فتح)
لُہاث پیاس کی گرمی - موت کی سختی
لُہثۃ رنج - پیاس - لَہَث اور لہاث پیاس
پیاسا ہونا (سمع) لہثان پیاس - لَہثان
پیاسا - اِلْتِہاث (افتعال) پیاس تھکان وغیرہ
سے زبان باہر نکال دینا۔

یُلْهِھِمْ - واحد مذکر غائب مضارع اِلْہاءٌ
مصدر (افعال) ہِمْ مفعول انکو غافل بنائے
رکھے پ ۱۴/۱ (دیکھو لاہِیَۃ)

فصل المیم

اَلْیَمُّ : - اسم جنس - دریا - یَمٌّ اور یَمِیمٌ جنگلی
کبوتر - یَمٌّ مصدر دریا میں ڈالنا - دریا کا ساحل
پر چڑھ آنا - تَیَمُّمٌ اور تَیَمُّمٌ قصد کرنا اور
تیمم کرنا - مُتَیَمِّمٌ کامیاب پ ۹/۶ پ ۱۶/۱۴،۱۳،۱۱ پ ۲۰/۷،۴
پ ۲۷/۱ -

یُمَارُوْنَ : - جمع مذکر غائب مضارع مِرَاءٌ
اور مُمَارَاۃ مصدر (مفاعلۃ) وہ جو جھگڑا کرتے
ہیں پ ۲۵/۳ (دیکھو مِرَاءً)

یَمُتْ - واحد مذکر غائب مضارع مَوْتٌ
مصدر (نصر) وہ مرجائیگا پ ۲/۱۱ (دیکھو مَاتَ اور
مماتِ)

یَمْتَرُوْنَ : - جمع مذکر غائب مضارع اِمْتِرَاءٌ
مصدر (افتعال) وہ شک کرتے ہیں شک میں
پڑے ہوئے ہیں پ ۱۶/۵ (دیکھو المُمْتَرِیْنَ)

يُمَتِّعْكُمْ ۔ واحد مذکر غائب مضارع تَمْتِيعٌ مصدر (تفعیل) وہ تم کو بہرہ اندوز کریگا ۱۱/۳ (دیکھو مَتَاعٌ)

يُمَتَّعُونَ : ۔ جمع مذکر غائب مضارع مجہول تَمْتِيعٌ مصدر (تفعیل) انکو بہرہ اندوز کیا جاتا تھا ان کا تمتع پذیر ہو سکنا ۲۶/۲۰۵ (دیکھو متاع)

يَمْحُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع مَحْوٌ مصدر (نصر) مٹاتا ہے ۴۲/۲۴ (دیکھو محو نا)

يُمَحِّصَ ۔ واحد مذکر غائب مضارع منصوب تَمْحِيصٌ مصدر (تفعیل) تاکہ خالص اور صاف کردے ۳/۱۵۴ (دیکھو مَحِيصٌ)

يَمْحَقَ ۔ واحد مذکر غائب مضارع مَحْقٌ مصدر (فتح) مرفوع وہ گھٹاتا ہے ۲/۲۷۶ تاکہ وہ مٹادے ۔ ہلاک کردے ۔ ۳/۱۴۱ ۔

مَحْقٌ مصدر (فتح) تاخیر کرنا مٹانا گھٹانا کسی چیز کی برکت زائل کردینا ۔ گرمی سے جلا دینا یومٌ ماحقٌ سخت گرم دن ۔ ماحق الصیف گرمی کی شدت ۔ اِمْحَاقٌ (افعال) گھٹانا برکت زائل کردینا ۔ نابود ہوجانا ۔ تَمْحِيقٌ (تفعیل) پاک کرنا ۔ تَمَحُّقٌ (تفعل) مٹ جانا پاک ہوجانا گھٹنا ۔ جل جانا ۔

يَمْحُوا ۔ واحد مذکر غائب مضارع مَحْوٌ مصدر (نصر) وہ مٹاتا ہے ۔ منسوخ کردیتا ہے ۱۳/۳۹ (دیکھو محو نا)

يَمُدُّ ۔ واحد مذکر غائب مضارع مَدٌّ مصدر (نصر) وہ انکو ڈھیل دے رہا ہے مہلت دے رہا ہے (اور اگر ہُم کو منصوب بنزع حرف جر قرار دیا جائے یعنی فِيهِمْ تو ترجمہ ہوگا ۔ انکو بڑھاتا ہے ۲/۱۵ سیاہی بن جائیں ۱۸/۱۰۹ (دیکھو مَدٌّ مِدَادًا)

يُمْدِدْ : ۔ واحد مذکر غائب مضارع اِمْدَادٌ مصدر (افعال) کہ وہ تمہاری مدد کریگا ۔ ۳/۱۲۵ (دیکھو مَدٌّ ۔ مُدَدٌ)

يَمْدُدْ ۔ واحد مذکر غائب امر مَدٌّ مصدر (نصر) اسکو ڈھیل دے رہا ہے ۔ امر بمعنی مضارع یعنی انشاء بمعنی خبر (محلی) ۱۹/۷۵ چاہئے کہ ان کو دراز کرلے ۲۲/۱۵ (دیکھو مَدٌّ)

يَمُدُّونَهُمْ ۔ جمع مذکر غائب مضارع مَدٌّ سے ہُمْ ضمیر مفعول وہ انکو بڑھاتے ہیں کھینچتے ہیں ۷/۲۰۲ (دیکھو مَدٌّ)

يَمُرُّونَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع مُرُورٌ مصدر (نصر) وہ گذرتے ہیں ۱۲/۱۰۵ (دیکھو مَرَّ)

يَمْسَسْ ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجزوم

مثبت مَسٌّ مصدر (سمع) لگا دے یعنی پہنچا دے پ ۱۱/۱۶ لگتا ہے تمہارے پ ۱۱/۱۶ لگتا ہے تمہارے پ ۴/۵ مجھے نہیں چھوا مجھے ہاتھ نہیں لگایا یعنی مجھ سے قربت نہیں کی پ ۳/۱۲ پ ۱۶/۵ ان کو نہیں پہنچا نہیں لگا پ ۴/۹ -

یَمَسَّكَ - واحد مذکر غائب مضارع منصوب مَسٌّ سے كَ ضمیر مفعول کہ تجھے لگ جائے پہنچ جائے پ ۱۶/۹ (تنقیح کے لیے دیکھو مَسٌّ)

یُمْسِكُ - واحد مذکر غائب مضارع مرفوع مثبت اِمْسَاكٌ مصدر (افعال) وہ تھامے ہوئے ہے یعنی سنبھالے ہوئے ہے پ ۱۷/۱۶ پ ۲۲/۱۷ وہ روک لیتا ہے پ ۲۴/۲ وہ اسکو روکے رکھے یعنی بغیر قتل کیے چھوڑ دے پ ۱۴/۱۳ مرفوع منفی انکو نہیں تھامے رکھتا ہے۔ نہیں روکے رہتا ہے پ ۱۴/۱۷ پ ۲۹/۲ مجزوم مثبت وہ روک لے پ ۲۲/۱۳ - (دیکھو تُمْسِكُ)

یُمَسِّكُوْنَ - جمع مذکر غائب مضارع تَمْسِيْكٌ مصدر (تفعیل) وہ پکڑتے ہیں، پابند ہیں پ ۹ (دیکھو تُمْسِكُ)

یَمَسَّنَّ - واحد مذکر غائب مضارع بالنون تاکید ثقیلہ مَسٌّ سے (سمع) ضرور ہی پہنچ جائیگا پ ۶/۱۴ پ ۲۲/۱۹ -

یَمَسُّ :- واحد مذکر غائب مضارع مثبت مَسٌّ سے (سمع) انکو پہنچے گا پ ۱۱/۴ پ ۱۲/۴ منفی نہیں پہنچے گا نہیں چھوئیگا پ ۱۲/۴ پ ۲۲/۱۶ پ ۲۴/۳ مضارع منفی بمعنی نہی (مدارک وکبیر وبیضاوی) نہیں چھوتے ہیں یعنی نہ چھوئیں پ ۲۷/۱۹ (دیکھو مَسٌّ)

یَمْشُوْنَ - جمع مذکر غائب مضارع مَشْيٌ مصدر (ضرب) وہ چلتے ہیں پ ۹/۱۴ پ ۱۵/۱۱ پ ۱۶/۱۶ پ ۱۸/۱۷ پ ۱۹/۴ پ ۲۱/۱۶ (دیکھو مَشَّاءٍ)

یَمْشِیْ - واحد مذکر غائب مضارع مَشْيٌ مصدر (ضرب) وہ چلتا ہے پ ۸/۲ پ ۱۸/۱۲، ۱۶ پ ۲۹/۲ (دیکھو مَشَّاءٍ)

یَمْكُثُ - واحد مذکر غائب مضارع مَكْثٌ مصدر (نصر) وہ باقی رہتا ہے پ ۱۳ (دیکھو مَاكِثِیْنَ)

یَمْكُرُ - واحد مذکر غائب مضارع مَكْرٌ مصدر (نصر) خفیہ تدبیریں کر رہے تھے کر رہا تھا پ ۹/۱۴ (دیکھو الْمَاكِرِیْنَ)

یَمْكُرُوْا - جمع مذکر غائب مضارع منصوب مَكْرٌ سے تاکہ وہ چالیں چلیں خفیہ تدبیریں کریں پ ۸/۲

یَمْكُرُوْنَ - جمع مذکر غائب مضارع مرفوع مَكْرٌ سے۔ وہ چالیں چلتے تھے پ ۸/۲ خفیہ تدبیریں کرتے

تھے ۹/۱۲ پ ۱۳/۵ ان کے چالیس چلنے سے بمعنی مصدر ۱۴/۲۲ پ ۲۰/۲ چالیس چلنے ہیں۔ ۲۱/۱۴ پ (دیکھو المکرین)

يُمَكِّنَنَّ ۔ واحد مذکر غائب مضارع بانون تاکید ثقیلہ تمکین مصدر (تفعیل) وہ ضرور ہی جمائیگا ۱۸/۱۳ پ (دیکھو مکنا)

يُمِلَّ ۔ واحد مذکر غائب مضارع منصوب املال مصدر (افعال) کہ وہ لکھوائے ۳ پ ۔ (دیکھو الملاء)

يَمْلِكُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع مرفوع ملک مصدر (ضرب) مثبت قابو رکھیگا اختیار رکھیگا ۶ پ ۲۶/۱ پ مالک ہے ۱۱/۹ پ منفی۔ وہ قابو نہیں رکھتا۔ اختیار نہیں رکھتا ۶/۱۴ پ ۱۴/۱۲ پ ۱۶/۱۳ پ ۲۲/۱۱ پ ۲۵/۱۳ پ ۔ (دیکھو مالک)

يَمْلِكُونَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع منفی ملک سے (ضرب) وہ مالک نہیں۔ اختیار نہیں رکھتے وہ قابو نہ رکھیں گے ۱۳/۸ پ ۱۶/۹ پ ۱۸/۱۶ پ ۲۰/۱۴ پ ۲۲/۹ پ ۲۳/۲ پ ۳۰/۲ پ (دیکھو مالک)

يُمْلِلْ ۔ واحد مذکر غائب امر۔ املال مصدر (افعال) لکھوائے ۳ پ (دیکھو الملاء)

يَمُنُّ ۔ واحد مذکر غائب مضارع مَنّ مصدر (نصر) وہ احسان رکھتا ہے ۱۳/۱۴ پ ۲۶/۱۴ پ ۔

(دیکھو ممنون اور مَنّ)

يَمْنَعُونَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع مَنْعٌ مصدر (فتح) روک رکھتے ہیں۔ نہیں دیتے۔ منع کرتے ہیں ۳۰/۲۲ پ (دیکھو انعمتم اور مناع)

يَمُنُّونَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع مَنٌّ سے (نصر) وہ احسان رکھتے ہیں ۲۶/۱۲ پ ۔ (دیکھو ممنون اور مَنّ)

يُمْنٰى ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجہول ۔ مَنیٌ (ضرب) ٹپکایا جاتا ہے۔ ٹپکایا گیا ۲۹/۱۸ پ (دیکھو منی)

يَمُوتُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع معروف مثبت مَوتٌ (نصر) مرجاتا ہے ۱۳/۱۱ پ مریگا ۱۶/۴ پ منفی وہ نہیں مریگا ۱۶/۱۲ پ ۱۹/۳ پ ۳۰/۱۱ پ (دیکھو مات اور ممات)

يَمُوتُوا ۔ جمع مذکر غائب مضارع مجزوم موتٌ سے کہ وہ مرجائیں یعنی مرکر عذاب سے چھوٹ جائیں ۲۲/۱۶ پ (دیکھو مات اور ممات)

يَمُوتُونَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع مرفوع موتٌ سے ۔ وہ مرتے ہیں ۲۴/۱۴ پ (دیکھو مات اور ممات)

يَمُوجُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع موجٌ مصدر (نصر) لہریں مارتے ہونگے یعنی کثرت کی وجہ سے

ایسا معلوم ہوگا کہ ایک دریا ہے جس کی لہریں اٹھ رہی ہیں اور پچھلی لہر اگلی لہر میں گھسی پڑتی ہے ۱۶/۲ (دیکھو مَوْجٌ)

یَمْهَدُوْنَ - جمع مذکر غائب مضارع مھد مصدر (فتح) وہ درستی کرتے ہیں ہموار کرتے ہیں بچھاتے ہیں ۲۱/۳۰ (دیکھو المِهَادُ اور اَلْمَاهِدُوْنَ)

یُمِیْتُ - واحد مذکر غائب مضارع اِمَاتَۃٌ مصدر (افعال) وہ موت دیتا ہے وہ زندگی سلب کر لیتا ہے ۱/۲ ۳/۳ ۴/۸ ۹/۱۰ ۱۱/۱۱،۱۲ ۱۷/۱۶ ۱۸/۵ ۲۱/۷ ۲۱/۱۲ ۲۵/۱۴،۱۹ ۲۷/۱۷ وہ موت دیگا ۱۹/۹ (دیکھو مَاتَ اور اَمَاتَ)

یَمِیْزَ - واحد مذکر غائب مضارع منصوب مَیْزٌ مصدر (ضرب) وہ الگ الگ کر دے چھانٹ دے ۴/۹ ۹/۱۸ (دیکھو تَمَیَّزُ)

یَمِیْلُوْنَ - جمع مذکر غائب مضارع مَیْلٌ مصدر (ضرب) وہ حملہ کر دیں گے ۵/۱۲ (دیکھو مَیْلَۃً)

اَلْیَمِیْنِ: - اسم معرفہ سیدھی جہت، دائیں سمت ۱۲/۱۲ ۱۵/۱۴،۱۵ ۲۳/۶ ۲۹/۱۶ ۲۷/۱۴،۱۶ ۲۹/۸،۱۶ سیدھا ہاتھ مراد قوت قدرت ۲۳/۷ ۲۹/۲ -

یَمِیْنٍ - اسم نکرہ - دائیں سمت ۲۲/۸ (دیکھو المَیْمَنَۃ)

بِیَمِیْنِکَ - اسم معرفہ مضاف مجرور ک ضمیر مضاف الیہ. تیرا سیدھا ہاتھ ۱۶/۱۰،۱۲ ۲۱/۱ مرفوع قبضۂ ذات، ملکیت ۲۲/۳ (حوالۂ مذکورہ)

بِیَمِیْنِہٖ - اسم معرفہ مضاف مجرور ہ ضمیر مضاف الیہ اس کے سیدھے ہاتھ میں ۱۵/۸ ۲۹/۵ ۳۰/۹ اس کی قدرت میں ۲۴/۴ -

یُمَنِّیْهِمْ - واحد مذکر غائب مضارع تَمْنِیَۃٌ مصدر (تفعیل) ہم ضمیر مفعول. وہ ان کو آرزو مند کرتا ہے (وہ انکو ہوس دلاتا ہے ۱۵/۵) (دیکھو تَمَنَّوْا)

فصل النون

یَنَابِیْعَ - اسم جمع یَنْبُوْعٌ واحد چشمے (زمین) وہ سوتے جن میں سے پانی پھوٹ کر نکلتا ہے ۲۳/۱۶

یَنْبُوْعٌ چشمہ چھوٹی بھرپور نہر. نَبْعٌ اور نُبُوْعٌ مصدر (نصر، فتح، ضرب) کنویں یا چشمہ سے پانی پھوٹ کر نکلنا. تَنَبُّعٌ (تفعل) تھوڑا تھوڑا پانی پھوٹ کر نکلنا -

یُنَادِ - واحد مذکر غائب مضارع مُنَادَاۃٌ مصدر (مفاعلۃ) پکارے گا. ۲۶/۱۷ - (دیکھو المُنَادِ)

يُنَادَوْنَ : ۔ جمع مذکر غائب مضارع مجہول
مُنَادَاۃٌ مصدر (مفاعلۃ) ان کو پکارا جائیگا
۲۴/۱۹،۷ (دیکھو اَلْمُنَادُ)

يُنَادُوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع
معروف مُنَادَاۃٌ مصدر (مفاعلۃ) وہ پکارتے
ہیں ۲۶/۱۳ وہ پکاریں گے ۲۷/۱۸ (حوالہ مذکورہ)

يُنَادِيْ ۔ واحد مذکر غائب مضارع مُنَادَاۃٌ
(مفاعلۃ) وہ بلاتا رہا تھا ۱۱ وہ پکاریگا ۲/۱ ۲۵/۱
(حوالہ مذکورہ)

يُنَازِعُنَّكَ جمع مذکر غائب نہی مُنَازَعَۃٌ
مصدر (مفاعلۃ) کَ ضمیر مفعول ۔ وہ تجھ سے جھگڑا
نہ کریں یعنی تجھ ان سے جھگڑا نہ کرنا چاہیئے
۱۶/۱۷ (دیکھو النازعات)

يَنَالُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع مرفوع
منفی ۔ نَيْلٌ مصدر (سمع) نہیں پائیگا نہیں پہنچیگا
لے نہیں عطا کریگا ۱۳ ۔ مرفوع مثبت پہنچتا ہے
پہنچیگا ۱۲/۱۱ ۹ منصوب منفی نہیں پہنچیگا ۱۲

يَنَالُوْا ۔ جمع مذکر غائب مضارع منفی مجزوم
نَيْلٌ سے (سمع) انھوں نے نہیں پایا وہ نہ پا
سکے ۱۰/۱۶ ۲۱/۱۹ ۔

يَنَالُوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع منفی
نَيْلٌ سے وہ نہیں پائیں گے وہ نہیں کامیاب
ہوں گے ۱۱/۱۴ (دیکھو نَيْلاً)

يَنْئَوْنَ : ۔ جمع مذکر غائب مضارع مثبت
نَأْيٌ مصدر (فتح) وہ دور رہتے ہیں ۹/۷ (دیکھو
نَأٰی)

يُنَبَّأُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجہول منفی
تَنْبِئَۃٌ مصدر (تفعیل) خبر نہیں دی گئی ۲۷/۲
(دیکھو نَبَأٌ)

يُنْبِتُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع معروف
مثبت اِنْبَاتٌ مصدر (افعال) وہ اگاتا ہے
۱۴/۸ (دیکھو نَبَاتًا اور نَبَتَتْ)

يُنْبَذَنَّ : ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجہول
بانون تاکید ثقیلہ نَبْذٌ مصدر (نصر) اسکو ضرور
ہی پھینکا جائیگا ۳۰/۲۹ (دیکھو نَبَذَ)

يَنْبَغِيْ : ۔ واحد مذکر غائب مضارع منفی اِنْبِغَاءٌ
مصدر (انفعال) لائق نہیں ہے ۱۶/۱۹ درست نہ
تھی ۱۸/۱۷ سزاوار نہیں ہے ۱۹/۱۵ نہیں ہو سکتا
۲۳/۲ زیبا نہیں ہے ۲۳/۴ نہ ہو ۲۳/۱۲ (دیکھو بَغْيٌ)

يُنَبَّأُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجہول مرفوع
تَنْبِئَۃٌ مصدر (تفعیل) بتادیا جائیگا خبر دی
جائیگی ۲۹/۱۷ (دیکھو نَبَأٌ)

يَنْبُوْعًا ۔ اسم مفرد۔ يَنَابِيْعُ جمع چشمہ۔ پ ۱۵/۱۰ ۔
(دیکھو يَنَابِيْعُ)

يُنَبِّئُ ۔ واحد مذکر۔ غائب مضارع تَنْبِئَةٌ مصدر مثبت۔ وہ بتادیگا۔ خبر دے دیگا۔ پ ۱۱/۱۱ پ ۲/۲ پ ۱۰/۹ پ ۷ پ ۱/۱۱ پ ۱۵/۸ پ ۱۵/۲۳ پ ۱۱/۲/۲۸ وہ بتاتا ہے خبر دیتا ہے پ ۲۲ منفی۔ نہیں بتاتا ہے نہیں بتائے گا پ ۲۲/۱۴ (دیکھو نَبَأٌ)

يَنْتَصِرُوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع اِنْتِصَارٌ مصدر (افتعال) وہ بدلہ لیتے ہیں، بدلہ لے سکتے ہیں پ ۱۹/۱۹ (مطابق جرم) وہ بدلہ لیتے ہیں۔ پ ۲۵/۵ (دیکھو نَاصِرٌ)

يَنْتَظِرُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع اِنْتِظَارٌ مصدر (افتعال) وہ منتظر ہے وہ راہ دیکھ رہا ہے پ ۲۱/۱۹ (دیکھو نَاظِرَةٌ اور مُنْتَظِرُوْنَ)

يَنْتَظِرُوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع منفی اِنْتِظَارٌ مصدر (افتعال) وہ منتظر نہیں ہیں پ ۱۱/۱۵ (حوالہ مذکورہ)

يَنْتَقِمُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع اِنْتِقَامٌ مصدر (افتعال) اس کو سزا دیگا۔ پ ۷/۳
(دیکھو مُنْتَقِمُوْنَ)

يَنْتَهِ ۔ واحد مذکر غائب مضارع منفی اِنْتِهَاءٌ مصدر (افتعال)، اصل میں يَنْتَهِيْ تھا۔ وہ نہیں رکا وہ باز نہ آیا۔ پ ۲۲/۵ پ ۳۰/۲۱ (دیکھو اَلنَّاهُوْنَ)

يُنَجِّيْ ۔ واحد مذکر غائب مضارع تَنْجِيَةٌ مصدر (تفعیل) وہ بچالیگا پ ۲۴/۲ وہ بچاتا ہے پ ۷/۱۴
(دیکھو نَاجٍ اور نَجِّنَا)

يَنْحِتُوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع نَحْتٌ مصدر (ضرب) وہ تراشتے تھے۔ تراش کر بناتے تھے پ ۱۴/۶ ۔

نَحْتٌ نُحَاتٌ سرشت طبیعت۔ بَرْدٌ نَحْتٌ سخت سردی نَحِيْتَةٌ سرشت طبیعت، ٹھنڈا سانس نَحَتَ مصدر تراشنا (ضرب)۔ لغت سمع از زمین پر ٹپک دینا نَحِيْتٌ نالہ و فریاد کرنا۔ (سمع)

يُنْذِرَ ۔ واحد مذکر غائب مضارع اِنْذَارٌ مصدر (افعال) تاکہ وہ ڈراسکے (یعنی نافرمانی کے نتیجہ بد سے) پ ۱۶/۱۵/۸ پ ۱۵/۱۳ پ ۲۳/۴ پ ۲۴/۷ پ ۲۶/۲
(دیکھو مُنْذِرٌ)

يُنْذِرُوْا ۔ جمع مذکر غائب مضارع معروف اِنْذَارٌ سے۔ تاکہ وہ ڈرائیں۔ پ ۱۱/۴ (دیکھو مُنْذِرٌ)

يُنْذَرُوْا ۔ جمع مذکر غائب مضارع مجہول اِنْذَارٌ سے۔ تاکہ انکو ڈرایا جائے پ ۱۳/۱۹ (دیکھو مُنْذِرٌ)

يُنْذِرُوْنَ : ۔ جمع مذکر غائب مضارع معروف اِنْذَارٌ سے وہ ڈراتے تھے پ ۲۴/۵ (دیکھو مُنْذِرٌ)

يُنْذَرُوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع مجہول اِنْذَارٌ سے۔ وہ ڈرائے جاتے ہیں پ ۴/۴ (دیکھو مُنْذِرٌ)

يَنْزِعُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع نَزْعٌ مصدر (ضرب)، اتروا دیا (بمعنی ماضی) پ ۸/۱ اتروا تے ہوئے (جملہ حالیہ) دیکھو النّازعات)

يَنْزَغُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع نَزْغٌ مصدر (فتح) فساد ڈلواتا ہے ۔ پ ۱۵/۶ (دیکھو نزغٌ)

يَنْزَغَنَّكَ ۔ واحد مذکر غائب مضارع بالنون تاکید۔ نَزْغٌ سے ۔ کَ ضمیر مفعول ۔ تم کو وسوسہ آئے پ ۹/۱۴ پ ۲۴/۱۹ (دیکھو نَزْغٌ)

يُنْزَفُوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع مجہول نَزْفٌ مصدر (ضرب)، انکی عقل میں فتور نہ آئیگا پ ۲۳/۶ ۔ نَزْفٌ مصدر (ضرب)، کنوئیں کا سب پانی کھینچ لینا (متعدی)، کنوئیں کا خشک ہو جانا (لازم)، نُزِفَ، مجہول، بے ہوش ہو گیا خبطی ہو گیا مست ہو گیا حجت منقطع ہو گئی لاجواب ہو گیا ۔ نُزُفٌ (جمع)، پانی ۔ آنسو وغیرہ کا خشک ہو جانا ۔ اِنْزَافٌ (افعال) بمعنی نُزْفٌ (ضرب)، اور مست و بے ہوش ہو جانا ۔ آیت میں (ضرب) سے مجہول مضارع ہے اور خبطی ہونے کا معنی ہے یہ بھی ممکن ہے کہ اِنْزَافٌ (افعال) سے مضارع مجہول ہو معنی بہر حال وہی ہے۔

يُنْزِفُوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع معروف اِنْزَافٌ مصدر (افعال) وہ بے ہوش اور خبطی نہ ہوں گے پ ۲۷/۱۴ ۔

يَنْزِلُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع معروف نُزُوْلٌ مصدر (ضرب) وہ اترتا ہے پ ۲۲/۷ پ ۲۷/۱۷ (دیکھو مَنَازِلُ)

يُنَزِّلَ ۔ واحد مذکر غائب مضارع معروف تَنْزِيْلٌ مصدر (تفعیل)، مرفوع ۔ وہ نازل کرتا ہے پ ۹/۱۶ پ ۱۳/۲۰، ۷ پ ۲۱/۱۳، ۲ پ ۱۸/۱۴ پ ۲۴/۷ پ ۲۵/۴ منصوب کہ وہ نازل کرے اتارے پ ۷/۵، ۱۰ کہ وہ اتارتا ہے نازل کرتا ہے پ ۱/۱۱ مجزوم بمعنی ماضی اس نے نہیں نازل کیا نہیں اتارا ۔ پ ۳/۷ پ ۷/۱۵ پ ۸/۱۱ پ ۱۷/۱۶ ۔

يُنَزَّلَ ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجہول تَنْزِيْلٌ سے منصوب ۔ کہ نازل کی جائے پ ۱/۱۳ پ ۲۱/۸ مرفوع ۔ کہ نازل کیا جا رہا ہے پ ۷/۸ (دیکھو مُنَازِلٌ)

يَنْسَخُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع نَسْخٌ مصدر (فتح) دور کر دیتا ہے ۔ پ ۱۷/۱۱ (دیکھو نَسْخٌ)

یُنَشَّأُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجہول۔ تَنْشِئَۃٌ مصدر (تفعیل) وہ پرورش پاتا ہے پ ۲۵/۸ (دیکھو اَلْمُنْشَآت اور نَاشِئَۃٌ)

یُنْشِیُٔ ۔ واحد مذکر غائب مضارع معروف اِنْشَاءٌ مصدر (افعال) وہ پیدا کرتا ہے پ ۱۳/۸ پ ۲۰/۱۴ (دیکھو اَلْمُنْشَآت اور نَاشِئَۃٌ)

یَنْصُرُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع معروف نَصْرٌ مصدر (فَعَلَ یَفْعُلُ) مجزوم۔ وہ مدد کرے پ ۴/۸ وہ غالب کر دیگا پ ۱/۸ وہ مدد کریگا پ ۲۶/۵ منصوب مثبت وہ مدد کرے پ ۲۶/۹ منصوب منفی مستقبل وہ ہرگز مدد نہیں کرے گا پ ۱۷/۹ مرفوع وہ مدد کرے مدد کریگا پ ۴/۸ پ ۱۲/۳ پ ۱۷/۱۳ پ ۲۱/۴ پ ۲۴/۹ پ ۲۷/۱۹

یَنْصُرَنَّ ۔ واحد مذکر غائب مضارع بانون تاکید ثقیلہ نَصْرٌ سے ضرور ہی مدد کریگا۔ پ ۱۷/۱۳ پ ۱۷/۱۵۔

یُنْصَرُوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع مجہول نصر سے۔ منفی انکی مدد نہیں کی جائے گی پ ۱/۱۵ پ ۴/۳ پ ۱۷/۲ پ ۲۰/۶ پ ۲۴/۱۶ پ ۲۵/۱۵ پ ۲۷/۴ پ ۲۸/۵ مثبت۔ انکی مدد کی جائے پ ۲۳/۴۔

یَنْصُرُوْنَ ؛ ۔ جمع مذکر غائب مضارع نصر سے مثبت وہ مدد کرتے ہیں پ ۲۸/۴ پ ۱۹/۹ کہ وہ مدد کریں پ ۱۵/۱۴ پ ۲۰/۱۱ پ ۲۵/۹ منفی وہ مدد نہیں کرتے پ ۹/۱۴ وہ مدد نہیں کریں گے پ ۲۸/۵ زیادہ نصر کے لیے دیکھو نَاصِر)

یَنْطَلِقُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع منفی اَلْطَلَاق مصدر (انفعال) نہیں چلتی ہے پ ۱۹/۹ (دیکھو اِنْطَلِقُوْا)

یَنْطِقُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع منفی نُطْق مصدر (ضرب) وہ نہیں بات کرتا ہے پ ۲۷/۵ مثبت بولے گی بیان کرے گی۔ پ ۱۸/۴ پ ۲۵/۲۰۔

یَنْطِقُوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع۔ منفی نُطْقٌ سے ۔ وہ نہیں بولتے ہیں پ ۱۷/۵ نہیں بولیں گے پ ۲۹/۱ پ ۲۰/۳ (دیکھو مَنْطِقٌ)

یَنْظُرُ ؛ ۔ واحد مذکر غائب مضارع نَظَرٌ مصدر (نصر) منفی مرفوع وہ نہیں دیکھے گا (یعنی نظر رحمت سے) پ ۳/۱۶ وہ نہیں انتظار کر رہے ہیں پ ۲۳/۱۱ مثبت مرفوع وہ دیکھتا ہے پ ۱۱/۱۰ وہ دیکھے گا پ ۳۰/۲ منصوب وہ دیکھے پ ۹/۵ امر غائب مجزوم چاہیئے وہ دیکھے پ ۱۵/۱۵ پ ۱۷/۹ پ ۳۰/۵ و ۱۱ (دیکھو نَاظِرَۃٌ اور اُنْظُرْ)

یَنْظُرُوْنَ ؛ ۔ جمع مذکر غائب مضارع نَظَرٌ سے منفی وہ نہیں دیکھتے پ ۳۰/۱۳ وہ منتظر نہیں ہیں۔ پ ۲/۹ پ ۸/۲ پ ۸/۱۳ پ ۱۳/۱۰ پ ۲۲/۱۴ پ ۲۳/۲ پ ۲۵/۱۳ پ ۲۶/۶ مثبت، وہ

دیکھتے ہیں پ ۹/۱۸ پ ۲۱/۱۴ وہ دیکھ رہے ہوں گے پ ۲۵/۹ پ ۲۶/۷ پ ۳۰/۸ وہ دیکھ رہے ہیں پ ۹/۱۵ وہ دیکھنے لگیں گے پ ۳۲/۵ وہ دیکھ رہے تھے پ ۲۷/۱ وہ دیکھیں گے پ ۲۴/۲۔

یَنْظُرُوْا:۔ جمع مذکر غائب مضارع منفی مجزوم بمعنی ماضی۔ انھوں نے نہیں دیکھا پ ۹/۱۳ پ ۲۶/۱۵ مثبت۔ کہ وہ دیکھ لیتے پ ۱۴/۶ پ ۲۱/۴ پ ۲۳/۱۲ پ ۲۴/۸، ۱۴ پ ۲۶/۵

یُنْظَرُوْنَ۔ جمع مذکر غائب مضارع منفی مجہول۔ انکو مہلت نہیں دی جائیگی پ ۲/۳ پ ۳/۱۱ پ ۴/۷ پ ۱۴/۱۸ پ ۱۷/۳ پ ۲۱/۱۶ (دیکھو نَظِرَۃٌ اور مُنْظَرُوْنَ)

یَنْعِقُ۔ واحد مذکر غائب مضارع نَعْقٌ مصدر (ضرب) وہ چلاتا ہے چیختا ہے پ ۲/۵

نَعَقَ نَعِیْقٌ نُعَاقٌ نَعَقَانٌ مصادر (فتح ضرب) کوّے کا بولنا، نَعَقَ بِغَنَمِہٖ (متعدی، بالباء) اس نے چیخ اپنی بکریوں کو ڈانٹا۔

یَنْعِہٖ۔ مصدر مجرور مضاف ہٖ ضمیر مضاف الیہ۔ اس کے پکنے کو پ ۷/۱۸۔

یَنْعَ یَنْعًا یُنُوْعًا (ضرب و فتح) اِیْنَاعٌ (افعال) پھل پکنا۔ یَنِیْعٌ یَانِعٌ مُوْنِعٌ پختہ پھل یَنِعٌ سُرخ درخت۔

یُنْغِضُوْنَ۔ جمع مذکر غائب مضارع اِنْغَاضٌ مصدر (افعال) وہ ہلاتے ہیں پ ۱۵/۵

نَغْضٌ نَغَضٌ نُغُوْضٌ مصادر (نصر، ضرب) اِنْغَاضٌ مصدر (افعال) ہلانا۔ ہلنا۔ تَنَغُّضٌ (تفعل) ہلنا نَاغِضٌ ہلتا ہوا جنباں نَغُضٌ سرجنباں۔ پاسے لرزاں۔ نَغَّاضٌ وہ شخص جس کے پیٹ میں شکنیں پڑی ہوئی ہوں۔

یُنْفَخُ:۔ واحد مذکر غائب مضارع مجہول نَفْخٌ مصدر (فتح) پھونکا جائیگا پ ۷/۱۵، پ ۱۶/۱۴ پ ۲۰/۲ پ ۳۰/۱ (دیکھو نَفْخٌ)

یَنْفَدُ۔ واحد مذکر غائب مضارع معروف نَفَادٌ مصدر (سمع) ختم ہو جائیگا فنا ہو جائیگا پ ۱۴/۱۹۔ (دیکھو نَفَادٌ)

یَنْفِرُوْا۔ جمع مذکر غائب مضارع معروف نَفْرٌ مصدر (ضرب) کہ نکل جائیں۔ پ ۱۱/۴۔ (دیکھو نَفْرٌ)

یَنْفَضُّوْا۔ جمع مذکر غائب مضارع معروف اِنْفِضَاضٌ مصدر (انفعال) منتشر ہو جائیں پ ۲۸/۱۳ (دیکھو اِنْفَضُّوْا)

یَنْفَعُ۔ واحد مذکر غائب مضارع نَفْعٌ (فتح) مثبت وہ نفع دیتی ہے پ ۲/۴ پ ۱۳/۸ وہ نفع دیگا پ ۶/۷ منفی نفع نہ دیگا پ ۷/۸ پ ۱۹/۹ پ ۲۱/۱۶ (دیکھو نفعًا اور مَنَافِع)

یَنْفَعُکَ۔ واحد مذکر غائب مضارع نَفْعٌ

سے منفی ۔ کَ ضمیر مفعول وہ تجھے فائدہ نہیں پہنچا سکتا ۱۱/۱۶ ۔

يَنْفَعُكُمْ ۔ واحد مذکر غائب مضارع ۔ نَفْعٌ سے منفی ۔ کُمْ ضمیر مفعول وہ تم کو فائدہ نہ دیگا ۱۲/۲ ۱۶/۵ وہ ہرگز تم کو فائدہ نہیں پہنچائے گا ۔ ۲۱/۱۸ ۲۵/۱۰ ۔

يَنْفَعُنَا ۔ واحد مذکر غائب مضارع نَفْعٌ سے منفی ۔ نَا ضمیر مفعول ۔ وہ ہمارے لیے مفید نہیں ۶/۱۵ (مثبت) ۔ کہ وہ ہم کو فائدہ پہنچائے گا ۱۲/۱۳ ۲۰/۳ ۔

يَنْفَعُوْنَكُمْ ۔ جمع مذکر غائب مضارع کُمْ ضمیر مفعول وہ تم کو فائدہ دے سکتے ہیں ۱۹/۹ ۔

يَنْفَعُهٗ : ۔ واحد مذکر غائب مضارع منفی ہٗ ضمیر مفعول اسکو وہ فائدہ نہیں دیگا ۱۷/۹ ۔

يَنْفَعُهُمْ ۔ واحد مذکر غائب مضارع منفی ہُمْ ضمیر مفعول ۔ انکو وہ مفید نہ تھا ۲۴/۱۴ انکو وہ فائدہ نہ دیگا ۱/۱۲ ۱۱/۲ ۱۹/۳ (دیکھو منافع اور نَفْعًا)

يُنْفِقُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع مثبت مرفوع اِنْفَاقٌ مصدر (افعال) وہ خرچ کرتا ہے ۳/۴ ۶/۱۴ ۱۱/۱ ۱۲/۱۶ امر غائب مجزوم ۔ چاہیئے کہ وہ خرچ کرے ۲۸/۱۶ ۔ (دیکھو المُنْفِقِيْنَ)

يُنْفِقُوْا ۔ جمع مذکر غائب مضارع اِنْفَاقٌ سے ۔ یا امر غائب بحذف لام امر یعنی لیقیموا ۔ وہ خرچ کریں ۱۳/۱۱ ۔

يُنْفِقُوْنَ ۔ واحد مذکر غائب مضارع اِنْفَاقٌ سے ۔ مثبت وہ خرچ کرتے ہیں ۱/۱ ۲/۱۰، ۱۱، ۱۳ ۳/۴، ۲۰ ۴/۵، ۱۳ ۵/۲ ۹/۱۵، ۱۸ ۱۰/۱۳، ۱۸ ۱۱/۴ ۱۷/۱۲ ۲۰/۹ ۲۱/۱۵ ۲۵/۵ منفی وہ خرچ نہیں کرتے ۱۰/۱۱ (دیکھو المُنْفِقِيْنَ)

يُنْفَوْا : ۔ جمع مذکر غائب مضارع نَفْیٌ مصدر (ضرب) انکو نکال دیا جائے ۶/۹ ۔

نَفْیٌ (ر آم) دھمکی ۔ نَفَاۃٌ نُفَاۃٌ نَفْوَۃٌ نَفَاوَۃٌ نُفَايَۃٌ نَفَايَۃٌ دھتکارا ہوا ۔ ہنکا کر نکالا ہوا ۔ نَفْیُ المَطَرِ اور نُفْيَانُ المَطَرِ بارش کا چھینٹا ۔

نَفْیٌ (مصدر ضَرَبَ) دور ہو جانا ۔ دور کر دینا ہنکا کر نکال دینا ۔ ہوا کا خاک اڑانا ۔ اِنْتِفَاءٌ (افتعال) دور ہونا ۔ یکسو ہونا ۔

يُنْقِذُوْنَ ۔ جمع مذکر غائب ۔ مضارع منفی معروف اِنْقَاذٌ مصدر (افعال) نون وقایہ یا متکلم محذوف ۔ وہ مجھے نہیں چھڑا سکیں گے ۲۳/۱ (دیکھو يُنْقِذُ)

يُنْقَذُوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع مجہول اِنْقَاذٌ سے وہ نجات نہ پائیں گے ۔ ان کو چھڑایا نہ جا سکے گا ۔ ۲۳/۲ ۔

يُنْقَصُ : ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجہول

منفی نَقْصٌ مصدر (نصر) نہیں کم کی جاتی ہے۔
(دیکھو منقوص)

یَنْقُصُوْا ۔ جمع مذکر غائب مضارع معروف
منفی۔ انھوں نے قصور نہیں کیا۔ انھوں نے
(تکمیل میں) کمی نہیں کی ۴/۱۰ (دیکھو منقوص)

یَنْقَضَّ ۔ واحد مذکر غائب مضارع اِنْقِضَاضٌ
مصدر (افعال) کہ وہ گر پڑے گر پڑنا۔
۱۶/۱ ۔

یَنْقُضُوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع نَقْضٌ
مصدر (نصر) وہ توڑتے ہیں ۱/۲ ۱۰/۲ ۱۳/۹
(دیکھو نَقَضَتْ)

یَنْقَلِبْ ۔ واحد مذکر غائب مضارع اِنْقِلَابٌ
مصدر (انفعال) منفی مستقبل وہ ہرگز نہیں
لوٹے گا ۱۲/۲ مرفوع لوٹ جاتا ہے ۲/۱ لوٹیگا
مجزوم۔ لوٹیگا ۲/۶ ۲۹/۱ (دیکھو مُنْقَلَبٌ)

یَنْقَلِبُوْا ۔ جمع مذکر غائب مضارع اِنْقِلَاب
سے وہ لوٹیں۔ ۱/۴ (دیکھو مُنْقَلَب)

یَنْقَلِبُوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع
اِنْقِلَابٌ سے۔ وہ لوٹتے ہیں لوٹیں گے ۱۹/۱۵۔
(دیکھو مُنْقَلَب)

یَنْکُثُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع نَکْثٌ
مصدر (نصر) وہ توڑتا ہے ۲۶/۹ (دیکھو نَکَثَ)

یَنْکُثُوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع نَکْثٌ
مصدر (نصر) وہ توڑنے لگتے ہیں۔ توڑ دیتے ہیں
۹/۹ ۲۵/۱۱ (دیکھو نَکَثَ)

یَنْکِحَ ۔ واحد مذکر غائب مضارع نِکَاحٌ مصدر
(ضرب) منصوب مثبت کہ وہ نکاح کرے ۵/۱
مرفوع منفی نہیں نکاح کرتا ہے ۳/۱۸ ۔

یَنْکِحْنَ ۔ جمع مؤنث غائب مضارع نِکَاحٌ
کہ وہ عورتیں نکاح کریں ۲/۱۴ (دیکھو نکاحًا)

یُنْکِرُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع اِنْکَارٌ مصدر
(افعال) وہ انکار کرتا ہے۔ ۱۳/۱۱ (دیکھو اَلْمُنْکَر)

یُنْکِرُوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع اِنْکَارٌ
مصدر (افعال) وہ انکار کرتے ہیں ۱۴/۱۱ حوالہ مذکورہ

یَنْهَوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع نَهْيٌ مصدر
(فتح) وہ روکتے ہیں۔ منع کرتے ہیں ۷/۱۲ ۶/۹
۹/۱۱ ۱۰/۱۵ ۱۲/۱۰ ۔

یَنْهٰی ۔ واحد مذکر غائب مضارع نَهْيٌ
مصدر (فتح) مثبت۔ منع کرتا ہے۔ روکتا ہے ۹/۹ ۱۴/۱۹
۲۸/۸ ۳۰/۲۱ منفی۔ منع نہیں کرتا ہے ۱۸/۸ کیوں
نہیں (منع کرتے) نہیں روکتے ۶/۱۳ (دیکھو اَلنَّاهُوْنَ)

یُنِیْبُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع اِنَابَۃٌ

مصدر (افعال) وہ لوٹتا ہے یعنی شرک سے توحید کی طرف ۲۲/۲ وہ لوٹتا ہے یعنی نافرمانی سے طاعت کی طرف۔ ۲۵/۳ (دیکھو مُنِیْبٌ)

یَنْئَوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع نَأْیٌ مصدر (فتح) وہ دور رہتے ہیں ۶/۹ (دیکھو نَائِی)

فصل الواو

یُؤَاخِذُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع مُؤَاخَذَةٌ مصدر (مفاعلة) منفی۔ گرفت نہیں کریگا ۲/۲۲۵ ۵/۸۹ مثبت وہ گرفت کریگا ۲/۲۲۵ (اگر) وہ پکڑے گرفت کرے ۱۴/۱۴ ۲۰/۱۵ ۱۶/۲۲ (دیکھو نَاخُذُ)

یُوَادُّوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع وِدَادٌ مُوَادَّةٌ مصدر۔ دوستی کرتے ہوئے کہ وہ دوستی رکھتے ہوں ۲۸/۲ (دیکھو الْمَوَدَّةَ)

یُوَارِیْ ۔ واحد مذکر غائب مضارع مُوَارَاةٌ مصدر (مفاعلہ) وہ چھپائے ۶/۹ وہ چھپاتا ہے ۳/۱ (دیکھو تَوَارَتْ اور وَرَاءَ)

یُوَاطِئُوْا ۔ جمع مذکر غائب مضارع مُوَاطَاةٌ مصدر (مفاعلہ) تاکہ موافقت کر دیں، درست کرلیں ۱۱/۱۰ (دیکھو مُوطِأ)

یُوْبِقْهُنَّ ۔ واحد مذکر غائب مضارع اِیْبَاقٌ مصدر (افعال) هُنَّ ضمیر مفعول۔ وہ انکو ہلاک کر دے۔ ۲۵/۲ (دیکھو مَوْبِقًا)

یُؤْتِ : واحد مذکر غائب مضارع اِیْتَاءٌ مصدر (افعال) مثبت۔ وہ دیگا ۵/۱۸،۳ ۱/۲ ۱۱/۱۶ ۲۶/۸ ۱۰۷ منفی اس نے نہیں دیا ہے ۲۷/۲۰۔

یُؤْتَ : واحد مذکر غائب مضارع اِیْتَاءٌ مصدر (افعال) مثبت دیا جائے ۳/۵ منفی نہیں دیا گیا ۲/۱۶ (دیکھو اٰتَ اور الْمُؤْتُوْن)

یُؤْتُوْا جمع مذکر غائب مضارع معروف اِیْتَاءٌ سے منصوب۔ کہ وہ ادا کریں ۹/۴ ۳۰/۲۴ ۔

یُؤْتُوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع معروف اِیْتَاءٌ سے مرفوع مثبت وہ دیتے ہیں ۵/۵ ۶/۱۲ ۱۰/۵ ۱۸/۴ ۱۹/۱۹ ۲۱/۱۰ منفی وہ نہیں دیتے ہیں ۲۴/۱۵

یُؤْتَوْنَ : جمع مذکر غائب مضارع مجہول اِیْتَاءٌ سے۔ انکو دیا جائیگا۔ وہ دیئے جائیں گے ۲/۹

یُؤْتِیْ : واحد مذکر غائب مضارع معروف اِیْتَاءٌ سے۔ وہ دیتا ہے ۲/۱۶ ۳/۱۶ ۳۰/۱۶ ۔

یُؤْتٰی : واحد مذکر غائب مضارع مجہول اِیْتَاءٌ سے کہ اسکو دیا جائے ۲۹/۱۶ دیا جائیگا ۳/۱۶

یُؤْتِیَنَّ ۔ واحد مذکر غائب مضارع معروف

اِیْتَاءٌ سے نون وقایہ۔ یاء متکلم محذوف کہ وہ مجھے دیگا پ ۱۶
یُؤْتِیْنَا ۔ واحد مذکر غائب مضارع معروف اِیْتَاءٌ سے ۔ نَا ضمیر مفعول۔ ہم کو دیگا۔ پ ۱۰/۱۳ ۔
یُؤْتِیْہٖ ۔ واحد مذکر غائب مضارع معروف اِیْتَاءٌ سے ہٖ ضمیر مفعول مجزوم اسکو دیتا ہے۔ پ ۳/۱۲ ، پ ۶/۱۲ پ ۲۶/۹ پ ۲۷/۱۹، ۲۰ پ ۲۸/۱۱ منصوب کہ اسکو دے پ ۳/۱۲، ۲۰
یُؤْتِہِمْ ۔ واحد مذکر غائب مضارع اِیْتَاءٌ سے مجزوم ہِمْ ضمیر مفعول۔ وہ انکو دیگا پ ۶/۱ منصوب کہ ان کو ہرگز نہ دیگا پ ۱۲/۳ ۔ (دیکھو نُؤْتِ اور اَلْمُؤْتُوْنَ)
یُؤْثَرُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجہول اَثَرٌ مصدر (نصر) وہ منقول ہے ۔ وہ نقل کیا جاتا ہے پ ۲۹/۱۵ ۔
یُؤْثِرُوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع معروف اِیْثَارٌ مصدر (افعال) وہ ترجیح دیتے ہیں وہ دوسروں کو مقدم رکھتے ہیں پ ۲۸/۴ ۔ (دیکھو اَثَرَ اور تُؤْثِرُوْنَ)
یُوْثِقُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع معروف اِیْثَاقٌ مصدر (افعال) نہیں جکڑ دیگا نہیں جکڑتا ہے پ ۳۰/۱۴ (دیکھو مَوْثِقَھُمْ)
یُوَجِّہْہُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع معروف تَوْجِیْہٌ مصدر (تفعیل) ہٗ ضمیر مفعول۔ وہ اس کو بھیجتا ہے پ ۱۴/۱۲ (دیکھو وَجْہٌ اور وَجْہَۃٌ)
یُوْحَ ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجہول منفی بمعنی ماضی اِیْحَاءٌ مصدر (افعال) اصل میں یُوْحٰی تھا وحی نہیں کی گئی پ ۷/۱ ۔
یُوْحُوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع معروف اِیْحَاءٌ مصدر (افعال) وہ دل میں ڈالتے ہیں وہ وسوسہ ڈالتے ہیں۔ پ ۸/۱ ۔
یُوْحِیْ : ۔ واحد مذکر غائب مضارع معروف اِیْحَاءٌ سے۔ وہ وسوسہ ڈالتا ہے پ ۸/۱ وہ وحی کر رہا تھا۔ القاء کر رہا تھا پ ۱۹/۱۶ وہ وحی بھیجتا ہے (مَا مصدری کی وجہ سے مضارع بمعنی مصدر) وحی کے سبب سے پ ۲۲/۱۲ وحی کرتا ہے پ ۲۵/۲ وہ القاء کرے وہ کلام کرے پ ۲۵/۶ ۔
یُوْحٰی ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجہول اِیْحَاءٌ سے۔ وحی کی جاتی ہے پ ۵/۱۱ پ ۹/۱۴ پ ۱۱/۱۶، ۷ پ ۱۲/۲ پ ۱۶/۱۰، ۳ پ ۱۷/۷ پ ۲۱/۱۴ پ ۲۳/۱۴ پ ۲۴/۱۵ پ ۲۶/۱ پ ۲۷/۵ الہام کیا جاتا اندرونی القاء کیا جاتا ہے پ ۱۶/۱۱ (دیکھو مادہ وحی کے لیے نُوْحِیْھَا)
یُؤْخَذُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع اَخْذٌ مصدر (نصر) مرفوع مثبت وہ پکڑا جائیگا پ ۲۷/۱۲

مرفوع منفی نہیں لیا جائیگا 1/6 ، 27/18 مجزوم منفی
مستقبل نہیں لیا جائیگا 4/12 مجزوم منفی بمعنی ماضی
(کیا) نہیں لے لیا گیا تھا 9/11 ۔ (دیکھو اَخْذٌ)

یُؤَخِّرُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع معروف
تاخیرٌ مصدر، منصوب مثبت۔ مہلت دے 13/14
منصوب منفی ۔ ہرگز مہلت نہیں دیگا 28/14 مجزوم
مہلت دیگا 29/9 مرفوع مہلت دے رہا ہے 13/19
14/14 ، 42/4 (دیکھو الْمُتَأَخِّرِیْنَ)

یُؤَخَّرُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجہول تاخیر مصدر
مہلت نہیں دی جائیگی 29/9 (حوالہ مذکورہ)

یَئُوْدُہٗ ۔ واحد مذکر غائب مضارع اَوْدٌ
اَوْدٌ وَ اُؤُوْدٌ مصادر آدَ بروزن قالَ ماضی (الفیر) اُس
پر بار نہیں ڈالتا ۔ اسکو بوجھل نہیں کرتا یعنی اس
کو نہیں تھکاتا ۔ 3/2 ۔

یُؤَدِّ ۔ واحد مذکر غائب امر تَادِیَۃٌ مصدر
(تفعیل) چاہیئے کہ ادا کرے 3/2 مضارع مثبت
وہ ادا کردیگا مضارع منفی ۔ وہ نہیں ادا کریگا
3/16 (دیکھو اَدَاءٌ اور تُؤَدُّوْا)

یَوَدُّ ۔ واحد مذکر غائب مضارع مثبت مَوَدَّۃٌ
مصدر (سمع) پسند کرتا ہے پسند کریگا 2/4 خواہش
کرتا ہے آرزو کرتا ہے 1/11 آرزو کریگا 5/2 ، 14/1
29/4 منفی نہیں پسند کرتے ہیں 1/13 ۔

یَوَدُّوْا ۔ جمع مذکر غائب مضارع مجزوم مَوَدَّۃٌ
سے ۔ وہ آرزو کریں گے وہ خواہش کریں گے 21/18 ۔
(دیکھو الْمَوَدَّۃِ)

یُؤْذَنُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع منصوب
مثبت اِذْنٌ مصدر (سمع) اجازت دے دی جائے ۔
1/18 ، 15/10 ، 22/4 مرفوع منفی ۔ اجازت نہیں دیجائیگی
14/18 ، 29/21 ۔ (دیکھو مُؤَذِّنٌ)

یُؤْذُوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع معروف
اِیْذَاءٌ مصدر (افعال) ایذاء دیتے ہیں دکھ
دیتے ہیں 1/12 ، 22/4 (دیکھو اَذًی اور تُؤْذُوْنَ)

یُؤْذِیْ ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجہول منفی
اِیْذَاءٌ مصدر (افعال) ایذاء دیتا ہے ۔ 22/4 ۔
(دیکھو اَذًی اور تُؤْذُوْنَ)

یُؤْذَیْنَ ۔ جمع مؤنث غائب مضارع مجہول
منفی اِیْذَاءٌ مصدر (افعال) ان عورتوں کو ایذا نہیں
دی جائے گی ۔ 22/5 (دیکھو اَذًی اور تُؤْذُوْنَ)

یُوْرَثُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجہول
اِیْرَاثٌ مصدر (افعال) (وہ شخص جسکی) میراث منتقل
کی جارہی ہے 4/2 (دیکھو مِیْرَاثٌ)

یُوْرِثُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع معروف

اِیْرَاثٌ مصدر (افعال) وہ دیتا ہے پ۹/۵ (دیکھو میراث)

یُوْزَعُوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع مجہول وَزْعٌ مصدر (فتح) انکو جمع کیا جائیگا پ۱۹/۲، پ۲۰/۲، پ۲۴/۱۷ ۔
وَزْعٌ مصدر (فتح) باز رکھنا، لشکر کو جمع کرنا
اِیْزَاعٌ (افعال) ہلانا، توفیق دینا، منتشر کرنا ۔

یَئُوْسٌ ۔ صیغہ صفت مشبہ مرفوع یَأْسٌ سے ناامید ۔ پ۱۲/۲ پ۲۵/۱ ۔

یَئُوْسًا ۔ صیغہ صفت مشبہ مرفوع منصوب یَأْسٌ سے ناامید ۔ پ۱۵/۹ یَأْسٌ اور یَأْسَۃٌ مصدر (اکثر سمع و فتح سے، کبھی حسب اور ضرب سے ناامید ہونا (صرف لغت جرہم ہیں) بمعنی علم بھی آتا ہے ۔ یُئْسٌ ۔ سِل کی بیماری ۔ یَائِسٌ ناامید ۔

یُوْسُفُ ۔ بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم آپ حضرت یعقوب کے بارہویں صاحبزادے اور ایک کے علاوہ باقی سب سے چھوٹے تھے بھائیوں نے کنعان کی وادی کے ایک کنویں میں ڈالا کسی قافلہ نے نکال کر مصر کے بازار میں لے جا کر بیچا ۔ عزیز مصر کی بیوی شیفتہ ہو گئی ترغیب و ترہیب کے تمام ہتھیار استعمال کرکے معصوم ہستی نے اپنی جگہ سے جنبش نہ کی آخر جیل میں ڈال دیئے گئے برسوں قید میں رہنے کے بعد رہا ہوئے دنیا کو معصومیت ظاہر ہو گئی پھر عزیز مصر یعنی وزیر اعظم بنا دیئے گئے بھائی اور ماں باپ بھی مصر چلے آئے یہ تمام واقعات سورۂ یوسف میں مذکور ہیں پ۱۲/۱۶ پ۱۲/۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۲، ۱۷ پ۱۳/۱، ۲، ۳، ۴، ۵ پ۲۴/۹ ۔

یُوَسْوِسُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع معروف ۔ وَسْوَسَۃٌ مصدر (رباعی مجرد) وہ وسوسہ پیدا کرتا ہے پ۳۰/۲۹ (دیکھو وَسْوَاسٌ)

یُوْصَلَ ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجہول اِیْصَالٌ مصدر (افعال) بمعنی مصدر جوڑا جانا کہ اسکو جوڑا جائے پ۱/۹ پ۱۳/۲ (دیکھو وَصَّلْنَا)

یُوْصِیْ ۔ واحد مذکر غائب مضارع معروف اِیْصَاءٌ مصدر (افعال) اس نے وصیت کی ہو وہ وصیت کر رہا ہو پ۴/۱۳ تم کو حکم دے رہا ہے پ۴/۱۳

یُوْصِیْنَ ۔ جمع مؤنث غائب مضارع اِیْصَاءٌ مصدر (افعال) ان عورتوں نے وصیت کی ہو وہ وصیت کر رہی ہوں پ۴/۱۳ (دیکھو مُوْصٍ)

یُوْعَدُوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع وَعْدٌ مصدر (ضرب) انکو وعید دیجاتی ہے دی جا رہی ہے یعنی وعدۂ عذاب انسے کیا جا رہا ہے پ۸/۱۷ پ۱۵/۱۸ پ۱۹/۱۵ پ۱۳/۲۵ پ۲۶/۴ پ۲۷/۲ پ۲۹/۸،۱۲ ان سے وعدہ

کیا جا رہا ہے یعنی جنت کا پ۲۶ (دیکھو مُوعِدَۃٌ)
یُوعَظُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع (وَعْظٌ سے
ضرب) وہ نصیحت کیا جاتا ہے پ۲ ۱۴ پ۲۸ ۱۷ ۔
(دیکھو مَوْعِظَۃٌ)
یُوعَظُونَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع
وَعْظٌ سے (ضرب) انکو نصیحت کی جاتی ہے پ۵ ۶
(دیکھو مَوْعِظَۃٌ)
یُوعُونَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع اِیْعَاءٌ
مصدر (افعال) وہ جمع کرتے ہیں (یعنی اَعْمَالُ،
نامُونَ ہیں) محلی چھپاتے ہیں پوشیدہ رکھتے ہیں
(یعنی اپنے دلوں میں) حضرت ابن عباس و مجاہد
و قتادہ۔ پ۳۰ ۹ (دیکھو وَاعِیَۃٌ)
یُوَفَّ ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجہول
تَوْفِیَۃٌ مصدر (تفعیل) اسکو پورا پورا دیا جائیگا
پ۱ ۵ پ۱ ۱۴ (دیکھو مُتَوَفِّیکَ)
یُوفِضُونَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع
اِفَاضَۃٌ مصدر (افعال) وہ دوڑتے ہیں ۔
دوڑیں گے پ۲۹ ۸ (دیکھو اَفَاضَ)
یُوَفِّقِ ۔ واحد مذکر غائب مضارع تَوْفِیْقٌ
مصدر (تفعیل) مجزوم مکسور بالوصل ۔ موافقت
پیدا کر دیگا پ۵ ۲ (دیکھو وِفَاقًا)

یُؤْفَکُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجہول
اِفْکٌ سے (ضرب) پھیرا جاتا ہے ۔ بھٹکایا
جاتا ہے۔ پ۲۴ ۱۴ پ۲۶ ۱۸ ۔ (دیکھو اِفْکٌ اور تُؤْفَکُونَ)
یُؤْفَکُونَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع مجہول
اِفْکٌ سے (ضرب) پھیرے جاتے ہیں پ۶ ۴ پ۱۱ ۱۱
پ۲۱ ۹،۲ پ۲۵ ۱۲ پ۲۸ ۱۳ ۔ (دیکھو اِفْکٌ اور تُؤْفَکُونَ)
یُوفُوا ۔ جمع مذکر غائب امر اِیْفَاءٌ مصدر (افعال)
چاہیئے کہ وہ پوری کریں پ۱۷ ۱۱ (دیکھو مُتَوَفِّیکَ)
یُوفُونَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع ۔ اِیْفَاءٌ
مصدر (افعال) وہ پوری کرتے ہیں پ۱۳ ۹ پ۲۹ ۱۹ (متوفیک
یُوَفَّ ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجہول تَوْفِیَۃٌ
(تفعیل) پورا دیا جائیگا ۔ پ۱۲ ۱۶ (دیکھو مُتَوَفِّیکَ)
یُوَفِّیَنَّهُمْ ۔ واحد مذکر غائب مضارع معروف
بانون تاکید ثقیلہ ۔ تَوْفِیَۃٌ مصدر (تفعیل) ہُمْ ضمیر
مفعول ۔ وہ ضرور ہی انکو پورا پورا دیگا پ۱۲ ۱۰ ۔
(دیکھو مُتَوَفِّیکَ)
یُوَفِّیهِمْ ۔ واحد مذکر غائب مضارع تَوْفِیَۃٌ
سے مرفوع وہ انکو پورا پورا دیگا پ۳ ۱۲ پ۶ ۱۴
پ۹ ۹ منصوب ۔ تاکہ ان کو پورا دے پ۲۲ ۱۶ پ۲۶ ۲
(دیکھو مُتَوَفِّیکَ)
یُوقَ ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجہول وِقَایَۃٌ

مصدر (ضرب) اصل میں یُوْقِیُ تھا۔ وہ بچایا جائے
پ۲۸ ۔ (دیکھو وَاقٍ)

یُوْقَدُ : ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجہول اِیْقَادٌ مصدر (افعال) وہ روشن کیا جا رہا ہو۔ پ۱۸ (دیکھو اَلْمُوْقَدَۃُ)

یُوْقِدُوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع معروف اِیْقَادٌ مصدر (افعال) وہ روشن کرتے ہیں پ۱۳ (دیکھو اَلْمُوْقَدَۃُ)

یُوْقِعَ ۔ واحد مذکر غائب مضارع معروف اِیْقَاعٌ مصدر (افعال) کہ وہ ڈال دے پ۷ (دیکھو مُوَاقِعٌ)۔

یُوْقِنُوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع معروف اِیْقَانٌ مصدر (افعال) مثبت۔ وہ جانتے ہیں۔ پ۱ پ۱ پ۱۹ وہ یقین کرتے ہیں پ۲۱ پ۲۵ منفی۔ وہ نہیں جانتے پ۲۰ وہ یقین نہیں کرتے پ۲۱ پ۲۷ (دیکھو مُسْتَیْقِنِیْنَ اور اَلْیَقِیْنُ)

یُوْلِجُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع ۔ اِیْلَاجٌ مصدر (افعال) وہ داخل کرتا ہے پ۳ پ۱۵ پ۲۱ پ۲۲ پ۲۷ (دیکھو وَلِجَ)

یُوْلَدْ ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجہول منفی وِلَادَۃٌ مصدر (ضرب) وہ نہیں جنا گیا۔ پ۳۰

(دیکھو مَوْلُوْدٌ)

یُؤَلِّفُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع معروف تَاْلِیْفٌ مصدر (تفعیل) وہ ملا دیتا ہے۔ اکٹھا کر دیتا ہے۔ پ۱۸ (دیکھو اَلَّفَ)

یُوَلُّنَّ ۔ جمع مذکر غائب مضارع بالنون تاکید ثقیلہ تَوْلِیَۃٌ مصدر (تفعیل) وہ ضرور ہی پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔ پ۲۸۔

یُوَلُّوْا ۔ جمع مذکر غائب مضارع مجزوم تَوْلِیَۃٌ مصدر (تفعیل) وہ پیٹھ دیں گے یعنی پشت پھیر کر بھاگیں گے۔ پ۴

یُوَلُّوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع مرفوع تَوْلِیَۃٌ مصدر (تفعیل) مثبت۔ وہ پیٹھ دیکر بھاگیں گے پ۲۶ منفی وہ پیٹھ نہیں پھیریں گے پ۲۱ (دیکھو تَوَلَّیْتُمْ)

یُؤْلُوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع اِیْلَاءٌ مصدر (افعال) جو عورتوں کے پاس جانے کی قسم کھالیں۔ پ۲ (دیکھو تَوَلَّیْتُمْ)

یُوَلِّهِمْ ۔ واحد مذکر غائب مضارع تَوْلِیَۃٌ مصدر (تفعیل) جو ان کو پیٹھ دیگا۔ پ۹۔ (دیکھو تَوَلَّیْتُمْ)

یَوْمٌ اور اَلْیَوْمُ : ۔ اسم ظرف مضاف دن

طلوعِ فجر سے غروب تک ۔ اَیَّامٌ جمع ۔ اَیَّامُ اللّٰہِ اللہ کی نعمتیں ۔ مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ یعنی سب سے پہلا دن ۔ (ا نحس) یَوْمٌ اَلِیْمٌ سخت دن ۔ یَوْمٌ مصدر (حسب و سمع) مُیَاوَمَۃٌ ۔ روزینہ ، روزانہ

۱ : ۲ ر ۸ ر ۱۰ ر ۱۳ ر ۱۵ — ۲ : ۵ ر ۹ ر ۱۰ ر ۱۲ ر ۱۳ ر ۱۸ — ۳ : ۲ ر ۳ ر ۴ ر ۹ ر ۱۰ ر ۱۳ ر ۱

۳ : ۱۶ — ۴ : ۲ ر ۳ ر ۷ ر ۸ ر ۹ ر ۱۰ ر ۱۲ — ۵ : ۳ ر ۵ ر ۸ ر ۱۳ ر ۱۷

۶ : ۲ ر ۵ ر ۷ ر ۱۰ ر ۱۳ ر ۱۴ — ۷ : ۵ ر ۶ ر ۸ ر ۹ ر ۱۵ ر ۱۷

۸ : ۲ ر ۴ ر ۹ ر ۱۱ ر ۱۳ ر ۱۵ — ۹ : ۱۱ ر ۱۲ — ۱۰ : ۱ ر ۲ ر ۷ ر ۹ ر ۱۰ ر ۱۱ ر ۱۳ ر ۱۶

۱۱ : ۱ ر ۲ ر ۷ ر ۸ ر ۱۰ ر ۱۱ ر ۱۴ ر ۱۵ ر ۱۷ — ۱۲ : ۱ ر ۳ ر ۴ ر ۵ ر ۷ ر ۸ ر ۹

۱۳ : ۱ ر ۴ ر ۵ ر ۷ ر ۸ ر ۱۹ — ۱۴ : ۳ ر ۹ ر ۱۰ ر ۱۴ ر ۱۷ ر ۱۸ ر ۱۹ ر ۲۱ ر ۲۲

۱۵ : ۲ ر ۵ ر ۷ ر ۸ ر ۱۰ ر ۱۵ ر ۱۸ ر ۱۹ — ۱۶ : ۳ ر ۴ ر ۵ ر ۹ ر ۱۲ ر ۱۳ ر ۱۶

۱۷ : ۳ ر ۷ ر ۸ ر ۹ ر ۱۴ ر ۱۶ — ۱۸ : ۱ ر ۴ ر ۶ ر ۷ ر ۹ ر ۱۵ ر ۱۷

۱۹ : ۱ ر ۴ ر ۷ ر ۹ ر ۱۱ ر ۱۲ ر ۱۴ — ۲۰ : ۳ ر ۷ ر ۱۰ ر ۱۳ ر ۱۵ ر ۱۶

۲۱ : ۲ ر ۵ ر ۸ ر ۹ ر ۱۴ ر ۱۶ ر ۱۹ — ۲۲ : ۳ ر ۵ ر ۹ ر ۱۱ ر ۱۴

۲۳ : ۳ ر ۵ ر ۶ ر ۹ ر ۱۱ ر ۱۳ ر ۱۴ ر ۱۶ ر ۱۷ — ۲۴ : ۲ ر ۳ ر ۴

۲۴ : ۷ ر ۸ ر ۹ ر ۱۰ ر ۱۱ ر ۱۷ ر ۱۹ — ۲۵ : ۱ ر ۲ ر ۶ ر ۱۰ ر ۱۲ ر ۱۳ ر ۱۴

۲۵ : ۱۵ ر ۱۸ ر ۱۹ ر ۲۰ — ۲۶ : ۱ ر ۲ ر ۳ ر ۴ ر ۱۲ ر ۱۷ ر ۱۸

۲۷ : ۳ ر ۶ ر ۸ ر ۱۰ ر ۱۲ ر ۱۵ ر ۱۸ — ۲۸ : ۱ ر ۲ ر ۳ ر ۷ ر ۱۲ ر ۱۵ ر ۱۷ ر ۱۸

۲۸ : ۱۹ ر ۲۰ — ۲۹ : ۳ ر ۴ ر ۵ ر ۷ ر ۱۳ ر ۱۵ ر ۱۶ ر ۱۷ ر ۱۹ ر ۲۱

۳۰ : ۱ ر ۲ ر ۳ ر ۴ ر ۵ ر ۷ ر ۸ ر ۱۰ ر ۱۱ ر ۱۵ ر ۲۶ —

یَوْمًا : اسم ظرف منصوب ۔ دن ۔ ۱/۳ ر ۶ ر ۱۵ ۔ ۳/۲ ر ۳ ر ۶

۱۵/۱۵ ۔ ۱۶/۱۴ ۔ ۱۷/۱۳ ۔ ۱۸/۶ ر ۱۱ ر ۱۲ ۔ ۱۹/۱ ۔ ۲۱/۱۳ ۔ ۲۲/۱۰ ۔ ۲۹/۱۳ ر ۱۶ ر ۲۰

یُؤْمَرُوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع اَمْرٌ مصدر (نصر) انکو حکم دیا جاتا ہے ۱۴/۱۲ ۔ ۲۸/۱۹ (دیکھو یَامُرُوْنَ)

یَوْمِکُمْ ۔ اسم ظرف بمضاف مرفوع و مجرور کُمْ ضمیر مضاف الیہ ۔ تمہارا دن ۔ مرفوع ۱۷/۴ مجرور ۸/۳ ۔ ۲۱/۱۵ ۔ ۲۴/۵ ۔ ۲۵/۲۰ ۔

یُؤْمِنُ : واحد مذکر غائب مضارع اِیْمَانٌ مصدر ۔ مجزوم مثبت ۔ ایمان لائے ۔ ایمان رکھتا ہے ۳/۲ ۔ ۲۸/۱۵ ۔ ۲۸/۱۶ ر ۱۸ ۔ ۲۹/۱۱ مجزوم منفی وہ نہیں ایمان لایا ۱۶/۱۶ ۔ ۲۶/۱۰ منصوب منفی ہرگز ایمان نہیں لائیگا ۱۲/۴ مرفوع منفی ۔ ایمان نہیں رکھتا ہے ۱۳/۱۶ (مانافیہ) ۳/۴ ۔ ۱۱/۲ ر ۹ ۔ ۱۶/۱۰ ۔ ۲۴/۸ ۔ ۲۹/۵ (لا نافیہ) مرفوع مثبت ۔ وہ ایمان لاتا ہے ۔ یقین کرتا ہے ۲/۱۴ ۔ ۴/۱۱ ۔ ۹/۱۰ ۔ ۱۰/۱۴ ر ۱ ۔ ۱۱/۱ ۔ ۱۱/۹ ۔ ۲۰/۲ ۔ ۲۱/۱ ر ۸ ر ۱۵ ۔ ۲۴/۸ ۔ ۱۸/۱۶ (دیکھو اَلْمُؤْمِنُ اور نُؤْمِنُ) امر غائب چاہیئے کہ ایمان لائے ۔ ۱۵/۱۶ ۔

یُؤْمِنَّ جمع مؤنث غائب مضارع اِیْمَانٌ سے ۔ یہاں تک ۔ کہ وہ عورتیں ایمان لے آئیں ۲/۱۱ اگر ۔ وہ ایمان رکھتی ہوں ۲/۱۲ ۔

یُؤْمِنَنَّ ۔ واحد مذکر غائب مضارع بانون

تاکید ثقیلہ۔ اِیْمَانٌ سے۔ وہ ضرور ہی ایمان لے آئیگا۔ ۶/۴ ۔

یُؤْمِنُنَّ ۔ جمع مذکر غائب مضارع بانون تاکید ثقیلہ۔ اِیْمَانٌ سے۔ وہ ضرور ہی ایمان لے آئیں گے ۸/۱۹

یُؤْمِنُوْا ۔ جمع مذکر مضارع اِیْمَانٌ سے مثبت کہ وہ ایمان لائیں ۱/۹ ، ۱۵/۱۱ و ۲۰ تاکہ وہ ایمان لے آئیں ۱/۸ ، ۹/۳ ، ۱۱/۱۳ و ۷ پس وہ ایمان لے آئیں ۱۴/۱۴ یہاں تک وہ ایمان لے آئیں ۲/۱۱ منفی مجزوم وہ ایمان نہیں لائے ۷/۱۹ ، ۸/۱۸ ، ۱۵/۱۳ ، ۲۱/۱۸ وہ ایمان نہیں لائیں گے وہ یقین نہیں کریں گے ۸/۹ ، ۹/۴ ، ۱۱/۱۴ امر غائب جمع چاہیے کہ وہ ایمان لے آئیں ۲/۴ ۔

یُؤْمِنُوْنَ : ۔ جمع مذکر غائب مضارع مرفوع اِیْمَانٌ سے۔ وہ ایمان رکھتے ہیں۔ ایمان لے آتے ہیں۔ ایمان لے آئیں گے ۱/۱، ۱۱،

۱/۲، ۱۴ ؛ ۳/۳ ؛ ۵/۳، ۴، ۵، ۶ ؛ ۶/۲، ۱۵ ؛ ۷/۸، ۱۲، ۱۷، ۱۸، ۱۹

۸/۱، ۲، ۵، ۶، ۱۰، ۱۳ ؛ ۹/۱۳، ۱۴ ؛ ۱۰/۴، ۱۰، ۱۳ ؛ ۱۱/۹، ۱۵ ؛ ۱۲/۲، ۱۰، ۱۵

۱۳/۴، ۷ ؛ ۱۴/۱، ۹، ۱۳، ۱۴، ۱۶، ۱۷، ۲۰ ؛ ۱۵/۱، ۵ ؛ ۱۶/۵

۱۷/۱، ۳ ؛ ۱۸/۳، ۴، ۱۵ ؛ ۱۹/۱۵، ۱۹ ؛ ۲۰/۳، ۴، ۹، ۱۵ ؛ ۲۱/۱، ۳، ۷

۲۳/۱، ۷ ؛ ۲۴/۲، ۶، ۱۱، ۱۹ ؛ ۲۵/۳، ۱۳، ۱۷ ؛ ۲۷/۴، ۶

۲۸/۳ ؛ ۲۹/۲۲ ؛ ۳۰/۹ ۔

(دیکھو مُؤْمِنٌ اور یُؤْمِنُ)

یَوْمَهُمْ ۔ اسم ظرف منصوب مضاف ہُمْ مضاف الیہ۔ ان کا دن یعنی قیامت ۲۵/۱۳ ، ۲۷/۴ ، ۲۹/۸ ہُمْ بَارِزُوْنَ پورا جملہ مضاف الیہ ۲۴/۶ مجرور مضاف ہُمْ مضاف الیہ ۸/۱۳ ، ۲۷/۴ (دیکھو یَوْمٌ)

یَوْمَئِذٍ ۔ اسم ظرف منصوب اِذٍ مضاف الیہ۔ اس دن۔ ایسے واقعات کے دن۔

۴/۷ ؛ ۵/۳ ؛ ۷/۸ ؛ ۸/۸ ؛ ۹/۱۶ ؛ ۱۳/۱۹ ؛ ۱۴/۱۸ ؛ ۱۶/۲، ۱۴، ۱۵ ؛ ۱۷/۴

۱۸/۶، ۹ ؛ ۱۹/۱ ؛ ۲۰/۳، ۱۰ ؛ ۲۱/۴، ۵، ۸، ۹ ؛ ۲۳/۲ ؛ ۲۴/۶ ؛ ۲۵/۲، ۱۲، ۲۰

۲۷/۳، ۱۲ ؛ ۲۹/۵، ۵، ۱۷، ۲۱، ۲۲ ؛ ۳۰/۴، ۵، ۷، ۸، ۱۳، ۱۴، ۱

۳۰/۲۴ و ۲۵، ۲۶، ۲۷ ۔

یَوْمِئِذٍ ۔ اسم ظرف مجرور مضاف۔ اِذٍ مضاف الیہ۔ ۱۲/۹ ، ۲۹/۷ ۔

یَوْمَیْنِ ۔ تثنیہ مجرور۔ یَوْمٌ واحد۔ دو دن میں ۲/۹ ، ۲۴/۱۶ ۔

یُوْنُسُ : ۔ ابنِ مَتّٰی، مشہور اسرائیلی پیغمبر جنکے نام سے گیارہویں پارہ میں ایک سورت موسوم ہے نینوٰی (عراق) میں ہدایت کے لیئے بھیجے گئے۔ امت دعوت ایک لاکھ یا اس سے زائد تھی۔ لوگوں نے نہ مانا۔ آپنے عذاب کی دھمکی دی۔ پھر بھی نہ مانے تو فرمایا تین روز میں تم پر عذاب آجائے گا۔ تیسرے روز فجر کے وقت عذاب نمودار ہوا سیاہ ابر شعلہ بار

اٹھا بستی پر چھا گیا اندھیرا چھا گیا لوگوں نے یقین کر لیا کہ حضرت یونس نے صحیح کہا تھا آپ آدھی رات سے ہی بستی سے باہر چلے گئے لوگوں نے ہر چند ڈھونڈھا نہ ملے تو ساری بستی والے خاک اُڑاتے نالہ و فریاد اور آہ و زاری کرتے شہر سے باہر میدان میں نکل آئے سچے دل سے توبہ کی رحم کے ملتجی ہوئے اللہ نے عذاب دفع کر دیا حضرت یونس کہ نزولِ عذاب کا یقین تھا جب علامات سے اپنے پہچان لیا کہ عذاب دفع ہو گیا تو خیال کیا لوگ مجھے جھوٹا قرار دیکر قتل کر ڈالیں گے بغیر انتظار وحی کے غضبناک ہو کر بھاگ کھڑے ہوتے۔ بروایت ابن عباس بحر روم کے کنارے پہنچ کر ایک کشتی میں سوار ہوئے کشتی چلی چلتے چلتے رک گئی حضرت نے کہا مجھے معلوم ہے کشتی کیوں نہیں چلتی مجھے سمندر میں پھینک دو میں بھاگا ہوا غلام ہوں لوگوں نے (بقول وہب بن منبہ) تین مرتبہ قرعہ اندازی کی ہر بار آپ کا نام نکلا لوگوں نے پھر بھی نہ مانا تو آپ نے سمندر میں چھلانگ لگا دی۔ ایک بڑی مچھلی نے نگل لیا۔ چالیس روز مچھلی کے پیٹ میں رہے اللہ سے توبہ استغفار کی دعا قبول ہو گئی مچھلی نے کنارہ پر لا کر اگل دیا۔

کسی بڑے پتوں کے درخت کے سایہ میں آرام لیا لوگ تو جستجو میں تھے ہی باعزاز تمام لے گئے حضرت عبد اللہ بن مسعود حضرت سعید بن جبیر حضرت ابن عباس حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہم اور بعض دوسرے ثقہ راویوں سے کمی بیشی کے ساتھ طویل قصہ مروی ہے مجمل قرآن مجید میں بھی سورۂ یونس میں مذکور ہے پ ۷/۱۶ پ ۶/۳ پ ۱۱/۵ پ ۲۳/۹ ۔

یُؤَیِّدُ : واحد مذکر غائب مضارع تأییدٌ مصدر (تفعیل) وہ قوی کرتا ہے پ ۳/۱۰ (دیکھو اَیَّدَ)۔

فَصْلُ الْهَاءِ الْهَوَّز

یُهَاجِرْ : واحد مذکر غائب مضارع مُهَاجَرَةٌ مصدر (مفاعلہ) ہجرت کریگا۔ ترک وطن کرے گا پ ۵/۱۱ (دیکھو مہاجرۃ)

یُهَاجِرُوْا : جمع مذکر غائب مضارع مُهَاجَرَةٌ مصدر مثبت۔ یہاں تک کہ وہ ہجرت کریں پ ۵/۹ منفی انھوں نے ہجرت نہیں کی پ (دیکھو مہاجرۃ)

یَهَبُ : واحد مذکر غائب مضارع ہِبَۃٌ مصدر (فتح) وہ بخشتا ہے وہ دیتا ہے۔ پ ۲۵/۶

(دیکھو اُلُوہِیّۃ)

یَہْبِطُ - واحد مذکر غائب مضارع ہُبُوطٌ مصدر (ضرب) اترتا ہے اوپر سے نیچے کو گرتا ہے ۱/۹ (دیکھو اِھْبِطُوْا)

یَہْتَدُوْا - جمع مذکر غائب مضارع اِھْتِدَاءٌ مصدر (افتعال) منصوب منفی وہ ہرگز ہدایت نہیں پائیں گے ۲۰/۱۵ مجزوم منفی بمعنی ماضی انہوں نے ہدایت نہیں پائی ۲/۲۶ (دیکھو مُھْتَدِیْنَ)

یَہْتَدُوْنَ - جمع مذکر غائب مضارع مرفوع اِھْتِدَاءٌ سے مثبت۔ وہ ہدایت پاتے ہیں ۸/۱۴ ۳/۱۷ ۳/۱۸ ۱۰/۲۰ ۱۴/۲۱ منفی۔ وہ ہدایت نہیں پاتے ۵/۲ ۱۱/۵ ۴/۷ ۱۷/۱۹ ۱۸/۱۹ (دیکھو مُھْتَدِیْنَ)

یَہْتَدِیْ - واحد مذکر غائب مضارع اِھْتِدَاءٌ سے وہ ہدایت پاتا ہے ۱۶/۱۱ ۲/۱۵ ۲/۲۰ (دیکھو حوالہ مذکورہ)

یَھْجَعُوْنَ - جمع مذکر غائب مضارع ھُجُوْعٌ مصدر (فتح) وہ سوتے ہیں ۱۸/۲۶

ھَجْعَۃٌ اوّل رات کی خفیف نیند ھُجَعَۃٌ اور ھُجْعَۃٌ احمق، غافل ھَجَعٌ بے خود۔ مدہوش احمق۔ ھُجُوْعٌ مصدر (فتح) رات میں سونا۔ نیم شکم کھانا۔ اِنْھِجَاعٌ (انفعال) بھوک کو تسکین دینا۔ تَھْجِیْعٌ خوب سونا۔ سلانا (لازم و متعدی)، ھَاجِعٌ رات میں سونیوالا)

یَہْدِ - واحد مذکر غائب مضارع مجزوم ہِدَایَۃٌ مصدر (ضرب) اصل میں یَہْدِیْ تھا کیا ہدایت نہیں کی۔ کیا موجب ہدایت نہیں ہوا ۳/۹ ۱۶/۱۶ ۱۶/۲۱ اگر مجھے ہدایت نہیں کریگا (لَمْ کی وجہ سے مضارع بمعنی ماضی ہو کر شرط کی وجہ سے بمعنی مستقبل ہو گیا) ۱۵/۷ ہدایت کردے ۱۲،۳/۹ ۱۴،۱۱/۱۵ ۱/۲۴۔

یَہْدُوْنَ - جمع مذکر غائب مضارع ھِدَایَۃٌ سے۔ وہ ہدایت کرتے ہیں ۱۲،۱۰/۹ ۵/۱۷ ۱۶/۲۱ ۱۵/۲۸۔

یَہْدِیْ - واحد مذکر غائب مضارع ھِدَایَۃٌ سے منفی ہدایت نہیں کرتا ہے۔ ۱۶،۳/۳ ۱۴،۱۲/۶ ۳/۷ ۴/۸ ۱۶،۱۱،۹/۱۰ ۲/۱۱ ۷/۱۲ ۱۱/۱۴ ۲۰/۱۷ ۸/۲۰ ۱۵/۲۳ ۹/۲۴ ۱/۲۶ ۱۳،۱۱،۹/۲۸ مثبت ہدایت کرتا ہے ۳/۱ ۱۰،۱/۲ ۵/۳ ۶ ۱۶/۷ ۹،۸/۱۱ ۱۲،۱۰/۱۳ ۱۹/۱۴ ۹/۱۶ ۱۲،۱۱/۱۸ ۹/۲۰ ۱۶،۷/۲۱ ۱۴،۷/۲۲ ۱۷/۲۳ ۳/۲۵ ۴/۲۶ ۱۵،۱۱/۲۹۔

یَہِدِّیْ - واحد مذکر غائب مضارع منفی اِھْتِدَاءٌ مصدر۔ اصل میں یَھْتَدِیْ تھا۔

وہ ہدایت نہیں پاتا ہے۔ ۹/۱۰ ۔
يُهْدٰى ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجہول
ہِدَایَۃٌ سے۔ اسکو ہدایت کی جاتی ہے۔ ۹/۱۱ ۔
يَهْدِيَكَ ۔ واحد مذکر غائب مضارع
معروف منصوب ہدایۃٌ سے۔ تجھے ہدایت
کرے یعنی ہدایت پر قائم رکھے ۹/۲ ۔
يَهْدِيكُمْ ۔ واحد مذکر غائب مضارع
معروف مرفوع۔ ہدایۃٌ سے۔ وہ تم کو ہدایت
کرے۔ ہدایت کرتا ہے۔ ۱/۲۰ ۔
يَهْدِيَكُمْ ۔ واحد مذکر غائب مضارع
منصوب۔ ہدایۃٌ سے۔ کہ تم کو ہدایت کرے
۴/۵ ۱۱/۲۶ ۔
يَهْدِيَنِي ۔ واحد مذکر غائب مضارع
منصوب۔ ہدایۃٌ سے۔ کہ وہ مجھے ہدایت کریگا ۹/۴
يَهْدِيَنِ ۔ واحد مذکر غائب مضارع
منصوب۔ ہدایۃٌ سے۔ نون وقایہ، یاء متکلم
محذوف۔ کہ وہ مجھے ہدایت کردے۔ ۱۶/۱۵ ۔
يَهْدِيْنِ ۔ واحد مذکر غائب مضارع
مرفوع۔ ہدایۃٌ سے۔ نون وقایہ یاء متکلم محذوف
وہ مجھے ہدایت کردیگا ۹/۱۹ ۸/۹ ۷/۲۳ ۹/۲۵ ۔
يَهْدِيَهُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع

مرفوع۔ ہدایۃٌ سے۔ وہ اسکو راستہ بتادیگا ۱/۱۴
راہ پر لے آتی ہے ۹/۲۵ منصوب کہ اسکو ہدایت کردے ۲/۶
يَهْدِيَهُمْ ۔ واحد مذکر غائب مضارع
مثبت منصوب۔ تاکہ انکو ہدایت کرے ۱۷/۵
کہ انکو دکھاتے ۴/۶ مرفوع۔ انکو راہ دکھائیگا
۴/۱ ۱۱/۱ انکو سیدھے راستہ پر چلائیگا ۵/۲۶ انکو
ہدایت کرتا ہے ۱/۶ منفی۔ انکو نہیں ہدایت
کرتا ہے نہیں ہدایت کریگا ۸/۹ ۲۰/۱۲ ۔
يُهْرَعُوْنَ ۔ جمع مذکر غائب مضارع مجہول
اِہْرَاعٌ مصدر (افعال) تیز دوڑتے ہوئے ۱۲/۶
دوڑتے چلے جارہے ہیں ۲۳/۴ ۔
ہَرْعٌ مصدر (فتح) تیز چلانا ہَرَعٌ مصدر
(سمع) تیز چلنا۔ خون بہنا۔ اِہْرَاعٌ (افعال)
دوڑنا۔
يُهْزَمُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع ہَزِیْمَۃٌ
مصدر (ضرب) شکست دیئے جائیں گے۔ ۱۰/۲۷
(دیکھو مَهْزُوْمٌ)
يَهْلِكَ ۔ واحد مذکر غائب مضارع ہَلَاکٌ
مصدر (ضرب) تاکہ ہلاک ہو جائے یعنی کافر بنا
رہے ۱/۱۰ (دیکھو مُهْلِكٌ)
يُهْلِكُ ۔ واحد مذکر غائب مضارع معروف

اِہلاکٌ مصدر (افعال) کہ وہ ہلاک کرے ۶/۷ ۷/۷ ۱۲/۱ ۵/۹ -

یُہْلَکُ - واحد مذکر غائب مضارع مجہول منفی اِہلاکٌ مصدر (افعال) نہیں ہلاک کیا جاتا ہے ۲۶/۴ ۱۱ -

یُہْلِکُنَا - واحد مذکر غائب مضارع معروف منفی اِہلاکٌ مصدر (افعال) ہم کو نہیں ہلاک کرتا ہے ۲۵/۱۹ -

یُہْلِکُوْنَ : - جمع مذکر غائب مضارع معروف منفی اُہلاکٌ مصدر (افعال) وہ نہیں ہلاک کرتے ہیں ۶/۷ مثبت - وہ ہلاک کرتے ہیں ۱/۱۲ (دیکھو مُہْلِکٌ)

یُہِنِ : - واحد مذکر غائب مضارع معروف مثبت اِہانَۃٌ مصدر (افعال) اہانت کرے ذلیل کردے ۱۷/۹ (دیکھو مُہِیْنًا)

یَہُوْدُ - اسم جمع معرف باللّام یہودیوں کی جماعت - ۱/۱۴ ۶/۱۲، ۱۳، ۱۵ ۱/۱۱ (دیکھو ھُوْدًا اور ھَادُوْا)

یَہُوْدِیًّا - اسم مفرد یائے نسبت یعنی مذہب یہود رکھنے والا ۳/۱۵ (حوالہ مذکورہ)

یَہِیْجُ - واحد مذکر غائب مضارع ہَیْجٌ مصدر (ضرب) خشک ہو جاتی ہے سوکھ جاتی ہے ۲۳/۱۲ ۲۴/۱۹

یومٌ ہَیْجٌ لڑائی یا بارش یا ابر یا آندھی کا دن ھَائِجَۃٌ وہ زمین جس کی گھاس سوکھ گئی ہو۔ ہَیْجَا اور ھَیْجَاء لڑائی۔ ہَیْجٌ ہَیَجَانٌ ہِیَاجٌ مصادر (ضرب) برانگیختہ ہونا برانگیختہ کرنا۔ گھاس سوکھ جانا۔ غصہ دلانا۔ اِھاجۃ (افعال) تَہْیِیْجٌ (تفعیل) ہوا کا گھاس کو خشک کر دینا۔

یَہِیْمُوْنَ - جمع مذکر غائب مضارع ھَیْمٌ مصدر (ضرب) وہ سرگرداں پھرتے ہیں۔ ۱۹/۱۵ (دیکھو اَلْھِیْمُ)

یُہَیِّئُ - واحد مذکر غائب مضارع (تفعیل) وہ فراہم کر دے گا - تیار کر دے گا ۱۵/۱۴ - (دیکھو ھَیِّئْ)

فَصْلُ الْیَاءِ التَّحْتَانِیَّۃ

یَیْئَسُ - واحد مذکر غائب مضارع منفی یَأسٌ مصدر (سمع) مرفوع - ناامید نہیں ہوتے ۱۳/۴ مجرور - کیا - نہیں جانتے ۱۳/۱ -

یَئِسَ - واحد مذکر غائب ماضی مثبت یَأسٌ مصدر (سمع) ناامید ہو چکے ۶/۵ ۲۸/۸ (دیکھو لَیَئُوْسٌ)

يَئِسْنَ : جمع مؤنث غائب ماضی یَأْسٌ مصدر (سمع) ناامید ہو گئی ہوں۔ پ۲۵ ع۱ (دیکھو یُؤُوْسٌ)

يَئِسُوْا جمع مذکر غائب ماضی یاس مصدر (سمع) وہ ناامید ہو گئے پ۲۸ ع۱۵ ۲ ÷ (دیکھو یُؤُوْسٌ)

قد انتہی حل لغات القرآن الکریم

لغات القرآن

فہرست الفاظ



القرآن الکریم

دار الاشاعت

اردو بازار ◦ ایم اے جناح روڈ ◦ کراچی پاکستان فون: 32631861

مولانا محمد عبد الرشید نعمانی